سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد

فِی

سیرتِ خیرُ العباد (اُردو)

اوّل - دوم

1 - 2

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور

ابو۔ محمدی محمد زین العابدین

کتب ذخیرہ

مولانا زین العابدین المدنی شاہ صاحب

سُبُلُ الھُدیٰ والرَّشَاد

فِی سِیرۃِ خَیرُ العِبَاد

(اُردو)

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۰ لاہور

Voice:042-37248657 Fax:042-37112954
Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4805466
Email : zaviapublishers@gmail.com

2012ء

باراول..............................1000

ہدیہ..............................

زیرِ اہتمام..............نجابت علی تارڑ

کمپوزنگ..........ایمان گرافکس (عبدالقادر)

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

راولپنڈی کے کتب کے ڈسٹری بیوٹرز

اِسلامِک بُک کارپوریشن

فضل دَاد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک ○ راولپنڈی 051-5536111

سلام بک شاپ، مین ایم اے جناح روڈ، کراچی 021-32212167

مکتبہ برکات المدینہ حیدر آباد، کراچی 021-34219324

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی 021-32216464

کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان 0313-8461000

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ غوثیہ عطاریہ، اوکاڑہ 0321-7083119

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاهد بھیرہ شریف 048-6691763

مکتبہ نعیمیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-4986439

انتساب

سید المرسلین، امام النبیین، رحمۃ للعالمین، حضور اکرم
شفیع معظم ﷺ

آپ ﷺ کے اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم

اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے نام

شاہاں راچہ عجیب اگر نوازند بگدارا

ذوالفقار علی ساقی

فہرست جلد اوّل

فہرست جلد دوم

وہ امور جو آپ کی ولادت مبارکہ اور بعثت کے مابین رونما ہوئے

آپ کی بعثت کے بعد رونما ہونے والے واقعات

(اردو ترجمہ)

سُبُل الھُدیٰ والرّشاد

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد اوّل

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

مؤلف کے حالاتِ زندگی

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شمس الدین، کنیت ابوعبداللہ اور اسم گرامی محمد بن یوسف الصالحی الشامی ہے۔ امام شعرانی نے اپنی تصنیف لطیف "الطبقات" میں لکھا ہے:

"وہ ایک متقی اور پاکباز عالم دین تھے۔ وہ علوم کے بحر ذخار تھے۔ انہوں نے "السیرۃ النبویۃ" کتاب کو ایک ہزار کتب سے تالیف کیا۔ لوگوں نے اس کی کتابت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ انہوں نے اس کتاب میں ایسا طریقہ اختیار کیا جو پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ انہوں نے شادی نہ کی تھی۔ اگر کوئی مہمان آجاتا تو وہ خود ہی اس کی خدمت پر کمربستہ ہو جاتے تھے۔ انتہائی شیریں گفتار تھے۔ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے۔ رات بھر قیام فرماتے۔ میں نے ان کے ہاں کئی راتیں گزاریں۔ میں نے دیکھا کہ وہ رات کے وقت بہت ہی کم سوتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی عالم دین وصال کر جاتا۔ جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے تو یہ قاضی کے پاس جاتے۔ اپنے وظائف میں سے اس کے یتیم بچوں کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر کرتے حتیٰ کہ وہ بچے جوان ہو جاتے۔ وہ حکومتی ملازمین سے کچھ بھی قبول نہ کرتے تھے اور نہ ہی ان کا کھانا کھاتے تھے۔"

حضرت العلام بہت بڑے محدث اور تاریخ کے جید عالم تھے۔ دمشق کے ایک قصبہ "صالحیہ" میں ولادت ہوئی اور تادم وصال قاہرہ کے صحرا "برقوقیہ" میں رہے۔ انہوں نے درج ذیل کتب رقم فرمائیں:

1. الآیات الباهرة فی معراج سید اهل الدنیا والآخرة
2. الاتحاف بتمییز ما تبع فیه البیضاوی صاحب الکشاف
3. اتحاف الراغب الولی فی ترجمة الاوزاعی
4. اتحاف الاریب بخلاصة الاعاریب
5. تفضیل الاستفادة من بیان حکمتی الشهادة
6. الجامع الوجیز الخادم للغات القرآن العزیز
7. الجواهر النفائس فی تحبیر کتاب العرائس
8. رفع القدر و مجمع الفتوة فی شرح الصدر و خاتم النبوة

- ٩ سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد
- ١٠ شرح الاجرومية
- ١١ عقود الجمان فی مناقب ابی حنيفة النعمان
- ١٢ عين الاصابة فی معرفة الصحابة
- ١٣ الفتح الرحمانی فی شرح ابيات الجرجانی فی الكلام
- ١٤ كشف اللبس فی رد الشمس
- ١٥ مختصر المسمّٰى بالآيات البينات
- ١٦ مرشد السالك الیٰ الفية ابن مالك
- ١٧ النكت علی الالفية
- ١٨ النكت المهمات من الكلام علی الابناء والبنين والبنات
- ١٩ وجوب فتح همزة "إن" و كسرها و جواز الامرين

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ۹۴۲ھ میں وصال فرمایا۔ رب تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔ آمین ثم آمین

ذوالفقار علی ساقی

بھیرہ شریف

حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کا مقدمہ

ہمارے سردار اور آقا شیخ اور شیخ الاسلام، خاتمۃ المحدثین والاعلام ابوعبداللہ محمد بن یوسف الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
رب تعالیٰ ان کے طفیل ہم پر رحم کرے اور انہیں اس کوشش اور سعی کی جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

''ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلند مناصب عطا فرمائے۔ شرف کے اعلیٰ مراتب پر فائز فرمایا۔ روشن معجزات سے آپ کی تائید کی۔ جو آفتاب و ماہتاب کی نورانیت سے واضح تر ہو گئے۔ یہ معجزات تعداد میں تاباں ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس نے آپ کی سیرت طیبہ کو اس شخص کے لیے امن بنایا۔ جو اس راہ پر گامزن ہو۔ اس کے لیے مصائب سے نجات کا ذریعہ بنایا۔ میں اس ذاتِ پاک کی ایسی تعریف کرتا ہوں جس سے مجھے اس کی رضا نصیب ہو جائے اور حاجات پوری ہو جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ یکتا ہے، وہ وحدہٗ لا شریک ہے وہ مشارق و مغارب کا رب ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسولِ مکرم ہیں۔ اس نے انہیں صحیح اور درست دین کے ساتھ مبعوث کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آلِ پاک پر اور صحابہ کرام پر درود و سلام بھیجے، جنہوں نے بلند مقامات پا لیے۔

امابعد! یہ ایسی کتاب ہے جسے میں نے تین سو سے زائد کتابوں سے منتخب کر کے لکھا ہے۔ میں نے اس میں صحیح کے لیے جدوجہد کی ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے بحرِ ناپید کنار سے چند قطرات کا تذکرہ کیا ہے۔ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ کی تخلیق، آپ کی نبوت کی نشانیاں، آپ کے شمائل، آپ کی سیرت طیبہ، احوال، افعال اور سفروں کا تذکرہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ رب دو جہاں نے آپ کو حریمِ ناز میں بلا لیا۔ وہاں آپ کو انعام و تعظیم سے نوازا۔ علیہ من اللہ افضل الصّلاۃ و ازکی التسلیم۔

میں نے اس تصنیف لطیف میں موضوع احادیث کا تذکرہ نہیں کیا۔ میں نے ہر باب کے اختتام پر مشکل مقامات کی وضاحت، عمدہ اور نفیس امور کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نفیس الفاظ کے معانی اور ان کا اعراب بھی لکھ دیا ہے۔ ان روایات کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں متناقض کہا جاتا تھا۔ میں جب آئمہ میں سے کسی ایک امام صاحب کی روایت نقل کروں گا اگر وہ متفق ہوئے تو میں ان کے الفاظ کو جمع کروں گا۔ جب میں اسے اکثر مؤلفین کی طرف منسوب کروں گا تو اگر وہ متفق ہوئے میں ان کے الفاظ جمع کروں۔ اگر میں بخاری اور مسلم کی طرف حدیث پاک منسوب کروں ان کے ہمراہ کسی اور کا بھی تذکرہ کروں تو یہ اس زیادتی کی وجہ سے ہوگا جو ان دونوں کے ہاں ہوگی۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابی ہوں گے تو میں ''رضی اللہ عنہ'' لکھوں گا۔ اگر وہ تابعی یا تبع تابعی ہوں گے تو میں رحمہ اللہ لکھوں گا۔ جب میں شیخین لکھوں گا تو اس سے مراد امام بخاری اور امام مسلم ہوں گے۔ متفق علیہ سے مراد وہ روایت ہوگی جسے یہ دونوں روایت کریں گے۔ الاربعہ (چار) سے مراد ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی ہوں

گے۔ الستۃ (چھ) سے مراد شیخان اور مذکورہ چار ہوں گے۔ الخامسۃ (پانچ) سے مراد مذکورہ بالا ہی ہوں گے سوائے ابن ماجہ کے۔ جب ثلاثۃ (تین) کہوں گا۔ تو مذکورہ چاروں میں سے ابن ماجہ شامل نہ ہوں گے۔ آئمہ سے مراد، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم ہوں گے۔

میں مسند امام اعظم حضرت ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کی اسانید سے واقف نہیں ہوا۔ اس لیے میں نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ ابوعمر سے مراد حافظ یوسف بن عبدالبر، القاضی سے مراد ابوالفضل عیاض، الامیر سے مراد امام حافظ ابونصر علی بن ھبۃ اللہ الوزیری البغدادی المعروف بابن ماکولا، امام السہیلی سے مراد، امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ الخثعمی، الروض سے مراد ان کی کتاب "الروض الانف" ابوالفرج سے مراد حافظ عبدالرحمان ابن جوزی، ابوالخطاب سے مراد حافظ عمر بن الحسن بن دحیہ، ابوذر سے مراد مصعب بن محمد بن مسعود، الاملاء سے مراد سیرت ھشام پر ان کی شرح، زاد المعاد سے مراد زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از ابن قیم ابوربیع سے مراد سلیمان بن سالم الکلاعی، الاکتفاء سے مراد ان کی تصنیف "الاکتفاء" ابوالفتح سے مراد حافظ محمد بن محمد بن سید الناس، العیون سے مراد ان کی تصنیف عیون الاثر، القطب سے مراد حافظ قطب الدین الحلبی، المورد سے مراد ان کی کتاب المورد العذب، الزہر سے مراد الزہر الباسم، الاشارہ سے مراد الاشارۃ الی سیرۃ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ (یہ دونوں کتابیں حافظ علاؤ الدین مغلطای کی ہیں) الامتاع سے مراد امتاع الاسماع از شیخ تقی الدین مقریزی، المصباح سے مراد، المصباح المنیر از امام علامہ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی الفیومی، التقریب سے مراد علم الغریب از علامہ محمود شہیر بابن خطیب الدھشۃ، الحافظ سے مراد شیخ الاسلام ابوالفضل احمد بن علی بن حجر، الفتح سے مراد ان کی کتاب فتح الباری، شرح الدرر سے مراد ان کی الفیۃ السیرۃ کی شرح، النور سے مراد نور النبراس از حافظ برھان الدین الحلبی، الغرر سے مراد الغرر المضیۃ از علامہ محب الدین، شیخ الشافعیہ سے نورالدین سمھودی مراد ہیں۔ الشیخ سے مراد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

جہاں میں الموحدۃ کا اطلاق کروں گا تو اس سے مراد ثانی الحروف، المثلثۃ سے مراد الرابعۃ اور التحتیۃ سے مراد آخر الحروف ہوگا۔ میں نے اس تصنیف لطیف کا نام "سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد و ذکر فضائلہ و اعلام نبوتہ و افعالہ و احوالہ فی المبدأ والمعاد" رکھا ہے۔

جب آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا یہ کتاب مستطاب میری زندگی کا ثمر اور میری عمر کا حاصل ہے۔ میں اپنے رب تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اسے صرف اور صرف اپنی رضا کے حصول کا سبب بنائے اور دار نعیم میں مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمائے۔ آمین!

وھو حسبی و نعم الوکیل ما شاء کان وما لم یشا لم یکن ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مترجم کا مقصد و مدعا بھی صرف اور صرف یہی ہے کہ رب تعالیٰ اس تصنیف لطیف کے طفیل اس سے راضی ہو جائے کیونکہ یہ نعمت سب سے عظیم تر ہے۔ رضوان من اللہ اکبر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ و صحبہ اجمعین!

پہلا باب

اللہ تعالیٰ نے سب انبیائے کرام سے پہلے آپ ﷺ کی تخلیق کی

امام ابواسحاق الجوزجانی نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے قبل میری تخلیق ہوئی اور سب سے آخر میں مبعوث ہوا۔" ابن اسحاق نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سارے لوگوں سے پہلے میری تخلیق ہوئی۔ سب سے آخر میں مجھے مبعوث کیا گیا۔ ابوسعد نے "الشرف" میں ابن جوزی نے "الوفا" میں حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ وہ وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا دل، اس کی رونق اور اس کا نور تھی۔ حضرت جبرائیل نیچے تشریف لائے ان کے ہمراہ فردوس اور رفیق اعلیٰ کے ملائکہ تھے۔ انہوں نے اس جگہ سے مٹھی بھر مٹی مبارک لی، جہاں آج آپ کی قبر انور ہے۔ یہ مٹی روشن اور منور تھی۔ اسے جنت کی نہروں کے رواں پانی آب تسنیم سے دھویا گیا۔ حتیٰ کہ وہ ایک چمکتا ہوا موتی بن گئی۔ اس کی بہت بڑی بڑی شعاعیں تھیں۔ پھر ملائکہ نے یہ مٹی عرش، کرسی، آسمانوں اور زمین کے اردگرد گھمایا۔ حتیٰ کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جاننے سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو پہچان لیا۔ حضور اکرم ﷺ کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی کی چمک میں دیکھا جا سکتا تھا۔ ان سے کہا گیا "آدم! یہ آپ کی اولاد کے سردار ہیں۔ یہ نبی اور مرسل ہیں۔ جب حضرت حواء علیہا السلام کے بطن مبارک میں حضرت شیث علیہ السلام جلوہ گر ہوئے تو یہ نور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حواء علیہا السلام کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت حوا کے بطن اقدس سے بیک وقت دو بچے پیدا ہوتے تھے۔ مگر حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کی عزت و کرامت کی وجہ سے تھا۔ پھر یہ نور مبارک ایک پاک شخص سے دوسرے پاک شخص کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ آپ کی ولادت باسعادت ہو گئی۔

حافظ الناقد ابی الحسن بن القطان کی کتاب الاحکام میں روایت ہے۔ حضرت علی بن حسن اپنے والد گرامی وہ اپنے

والد گرامی سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تخلیق آدم سے چودہ ہزار سال قبل میں رب تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔"

امام مسلم کے استاذ حافظ محمد بن عمر العدنی نے اپنی مسند میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ (اسلام کی سعادت حاصل کرنے والے) قریش تخلیق آدم سے چودہ ہزار سال قبل رب تعالیٰ کے سامنے نور تھے وہ نور رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا تھا۔ اس کی تسبیح سن کر ملائکہ تسبیح بیان کرتے تھے۔" ابن القطان نے کہا ہے کہ اس روایت کو اس رایت کے ساتھ جمع کرنا ممکن ہے۔ جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہ نور نبوی کو اس کی تخلیق سے بارہ ہزار سال قبل جسم اطہر عطا کیا گیا۔ اس میں سارے قریش کا اضافہ کر دیا گیا اور وہ نور اپنی زبان سے تسبیح بیان کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے چچا جان نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو ہمیشہ سلامت رکھے، میری نعت پڑھیں۔" انہوں نے درج ذیل اشعار عرض کیے۔

من قبلها طبت فی الظلال و فی   مستودع حیث یخصف الورق

ترجمہ: "اس سے پہلے آپ سایہ کناں مقامات اور اس جگہ رہے جہاں پتے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔"

ثم ھبطت البلاد لا بشر   انت ولا مضغة ولا علق

ترجمہ: "پھر آپ شہروں میں جلوہ گر ہوئے اس وقت آپ نہ بشر، نہ مضغہ اور نہ ہی علق تھے۔"

بل نطفة ترکب السفین و قد   الجم نسرا و اھله الغرق

ترجمہ: "اس وقت آپ نطفہ تھے وہ کشتی پر سوار ہوا۔ اس نے نسر کا منہ بند کر دیا اور اس کے پجاری غرق ہو گئے۔"

وردت نار الخلیل مکتتما   تجول فیها و لیس تحترق

ترجمہ: "آپ چھپ کر حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ آتش نمرود میں بھی تشریف لے گئے، آپ اس میں گھوم رہے تھے مگر جل نہیں رہے تھے۔"

تنقل من صالب الی رحم   اذا مضی عالم بدا طبق

ترجمہ: "وہ نور ایک پشت سے دوسری رحم میں منتقل ہوتا رہا جب ایک عالم گزر جاتا تو دوسرا گروہ ظاہر ہوتا۔"

حتی احتوی بیتك المهیمن من   خندف علیاء تحتها النطق

ترجمہ: "حتیٰ کہ آپ کا منصب بلند رفعتوں اور عظمتوں پر آشیاں بند ہو گیا، اور قوت گویائی اس سے عاجز ہے۔"

انت لما ولدت اشرقت الارض   وضائت بنورك الافق

ترجمہ: "جب آپ کی ولادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی، اور آپ کے نور سے آفاق جگمگا اٹھے۔"

فنحن فی ذالك الضیاء فی النور سبل الرشاد نخترق

ترجمہ: "ہم اسی اجالے اور روشنی میں ہدایت کی راہوں پر چلتے رہے۔"

حضرت سعید بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی، انہیں ان کے بیٹوں سے آگاہ کیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض بعض سے افضل تھے۔ انہوں نے ان سب کے نیچے ایک تاباں نور دیکھا۔ عرض کی "مولا! یہ کون ہے؟" رب نے فرمایا: "یہ نبی کریم احمد مجتبیٰ ہیں۔ یہ اول ہیں۔ یہ آخر ہیں۔"

سعید اور امام بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: "یہ وہ ہستی ہیں جو سب سے پہلے جنت میں جائے گی۔" حضرت آدم نے رب تعالیٰ کی یوں تعریف کی "ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے میری اولاد میں سے وہ ذات پیدا کی جو مجھ سے قبل جنت میں جائے گی۔ میں اس پر حسد نہیں کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ حضرت صالح بن حسین شافعی پر رحم کرے۔ انہوں نے اپنے قصیدے میں لکھا ہے:

وَ کَانَ لَدَی الفِرْدَوْسِ فی زمنِ الرضا وَ اَثْوَابُ شملِ الانس محکمة السّدٰی

ترجمہ: "حضرت آدم روح اور جسم کے ارتباط کے بعد ابتداء میں فردوس اعلیٰ میں تھے۔ انہیں رب تعالیٰ کا بہت قرب حاصل تھا۔"

یشاهد فی عدن ضیاء مُشَتعشَعًا یرید علی الانوار فی النور والھدٰی

ترجمہ: "انہوں نے جنت میں ایک پھیلتا ہوا نور دیکھا، یہ نور اپنی ہدایت کے اجالا میں سب سے بڑھ کر تھا۔"

فَقَالَ اِلٰهی مَا الضیاءُ الّذِی ارٰی جُنودُ السَّمَاءِ تَغْشُوْا اِلَیْهِ تردُّدا

ترجمہ: "حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: "مولا! یہ کیسا نور ہے کہ آسمان کے لشکر نور حاصل کرنے کے لیے بار بار اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔"

فَقَالَ نَبِیٌ خیرُ من وطی الثّرٰی وَ اَفْضَلُ مَنْ فی الخَیْرِ رَاحَ وَ اغتدٰی

ترجمہ: "اللہ نے فرمایا: وہ ایسے نبی مکرم ﷺ ہیں جو بے مثل ہیں، وہ ان سے افضل ہیں جو صبح و شام بھلائی میں آتے جاتے ہیں۔"

تخیّرته من قبل خَلْقِك سیدا والبسته قبل النبیین سؤددًا

ترجمہ: "آدم! میں نے تمہاری تخلیق سے قبل انہیں سردار بنایا ہے اور سارے انبیاء کرام سے پہلے سرداری کا تاج ان کے سر پر سجایا۔"

دوسرا باب

حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر ساری مخلوق کو آپ کے لیے پیدا کیا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کی تخلیق کرتا۔ نہ جنت بناتا نہ آگ پیدا کرتا۔ میں نے پانی پر عرش کی تخلیق کی۔ اس میں اضطراب پیدا ہوگیا۔ میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ پرسکون ہوگیا۔ اس روایت کو ابوشیخ نے طبقات الاصبہانیین میں لکھا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح لکھا ہے۔ امام سبکی نے اسے شفاء اسقام میں لکھا ہے۔ امام البلقینی نے اسے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ امام الذھبی نے لکھا ہے۔ اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے۔ اس کے بارے علم نہیں کہ وہ کون تھا۔

اس روایت کی شاہد روایت وہ حدیث بھی ہے جسے امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عنقریب اس کا تذکرہ بھی ہوگا۔ امام جمال الدین محمود بن جملہ نے کہا ہے کہ یہ شرف نہ تو ملائکہ میں سے کسی فرشتہ کو اور نہ ہی آپ کے علاوہ کسی نبی یا رسول کو حاصل ہوا ہے۔

وَمَا عَجَبٌ اکرامُ الفٍ لواحدٍ　　لعَیْنٍ تُفَدّٰی الف عین وَ تُکْرَمُ

ترجمہ: "یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ہستی کے لیے ایک ہزار کا احترام کیا جائے، وہ آنکھ مبارک جس پر ہزار آنکھیں فدا ہوں جسے عزت و احترام نصیب ہو۔"

دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت تخلیق نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آگ پیدا نہ کرتا۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے۔" اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ میں نے ایسی کوئی مخلوق تخلیق نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ معزز ہو میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے بنایا ہے تاکہ انہیں آپ کی عزت اور مقام سے آگاہ کروں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا تخلیق نہ کرتا۔" اس روایت کو ابن

عساکر نے نقل کیا ہے۔ اس کی سند بہت عمدہ ہے۔

شیخ الاسلام البلقینی کے فتاویٰ میں ہے کہ مولد العزفی اور شفاء الصدور از ابن سبع میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رب کریم نے فرمایا: "اے محمد عربی ﷺ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین تخلیق نہ کرتا۔ آسمان نہ بناتا اس آسمان کو بلند نہ کرتا نہ اس زمین کو پھیلاتا۔" ان دونوں مصنفوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: "اے محبوب کریم! میں نے آپ کے لیے ہی اس کشادہ وادی (زمین) کو پھیلایا ہے۔ پانی کو موجزن کیا ہے۔ آسمان کو بلند کیا ہے۔ آپ کی رفعت کے لیے ہی ثواب، سزا، جنت اور آگ بنائی ہے۔"

عارف باللہ، سیدی علی بن ابی الوفاء نے کتنی خوبصورت بات کی ہے۔

سَکَنَ الفوأدُ فَعِش هَنِیْئًا یَا جَسَدُ　　هٰذا النعیم هو المُقِیْمُ اِلَی الاَبَدِ

ترجمہ: "دل پر سکون ہو گیا۔ اے میرے جسم! اچھے طریقہ سے زندگی بسر کر۔ یہ ایسی نعمت ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔"

رُوْحُ الوُجُوْدِ حَیَاۃُ مَنْ هُوَ وَاجِدٌ　　لَوْلَاہُ مَا تَمَّ الوُجُوْدُ لِمَنْ وُجِدْ

ترجمہ: "وہ کائنات کی روح ہیں، سارے موجودات کی زندگی ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو وجود والوں کا وجود مکمل نہ ہو سکتا۔"

عِیْسٰی و آدمُ والصدورُ جَمِیْعُهُمْ　　هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لَمَّا وَرَد

ترجمہ: "حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم اور سارے انبیاء و مرسلین گویا کہ آنکھیں ہیں آپ ان آنکھوں کا نور بن کر تشریف لائے۔"

لَو اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طلعةَ نورہٖ　　فی وجهِ آدمَ کَانَ اوّل مَنْ سَجَد

ترجمہ: "اگر شیطان چہرۂ آدم میں آپ کے نور کی چمک دیکھ لیتا وہ سب سے پہلے سجدہ میں گر جاتا۔"

لَو ارٰی نمرودُ نُوْرَ جَمَالِہٖ　　عَبَدَ الجَلِیْلَ مع الخَلِیْلَ وَمَا عَنَد

ترجمہ: "اگر نمرود آپ کے جمال اور حسن کا نور دیکھ لیتا تو وہ حضرت خلیل کے ساتھ رب جلیل کی عبادت کرتا اور عداوت نہ کرتا۔"

یکن جمال اللہ جل فلا یُرٰی　　الّا بتوفیق من اللہ الصمد

ترجمہ: "لیکن رب تعالیٰ کا حسن و جمال بہت عظیم ہے۔ جس کی زیارت رب تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

❀❀❀

تیسرا باب

آپ ﷺ کی نبوت کا حضرت آدم میں روح پھونکنے سے پہلے ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: "رب العزت نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیروں کو لکھ دیا تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔"

امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے۔ صاحب اللطائف نے یہ اضافہ کیا ہے کہ "الذکر" یعنی ام الکتاب میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس میں یہ ذکر خیر بھی تھا۔ "محمد (جانِ عالم ﷺ) خاتم النبیین ہیں۔"

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبیین لکھا گیا تھا۔ اس وقت حضرت آدم اپنی مٹی میں گوندھے ہوئے تھے۔" اس روایت کو امام احمد اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ الطیبی نے "مشکاۃ" کی شرح میں لکھا ہے "اِنْجَدَلَ" "جدل" کا فعل مطاوع ہے۔

جب کوئی کسی کو زمین پر پچھاڑ دے۔ اس کی اصل "الاتقاء علی الجدالۃ" ہے جَدَالۃ سخت زمین کو کہا جاتا ہے۔ "یہ انابۃ فعل مناب فعل" کی سبیل پر ہے یعنی "منجدل" کو یہ اجازت دینا درست نہیں کہ وہ جَدَل کے مطاوع فعل ہو۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آدم سخت زمین سے جدا ہوں۔ بلکہ آپ اس پر ہی لٹائے گئے تھے۔ "الطینۃ" سے مراد "الخلقۃ" ہے یہ "طانہ اللہ علی طینتك" سے مشتق ہے۔ "فی" میں جار مجرور "منجدل" کے متعلق نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت آدم اپنی خلقت میں مظروف ہوں۔ بلکہ یہ انّ کی دوسری خبر ہے واؤ اور اس کا مابعد المکتوب سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے "مجھے اس حال میں "خاتم الانبیاء" لکھا گیا جب حضرت آدم زمین پر پڑے تھے۔ وہ اپنی تخلیق کے مابین تھے۔ ان کی تصویر کشی اور روح پھونکنے سے فراغت نہیں ہوئی تھی۔"

الحافظ ابوالفرج ابن رجب رحمہ اللہ نے "اللطائف" میں لکھا ہے "اس حدیث پاک کا مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت اس سے پہلے بھی مشہور و معروف تھی کہ رب تعالیٰ آپ کی تخلیق کرتا اور آپ کو دنیا میں جلوہ گر کرتا۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل ام الکتاب میں آپ کا ذکر خیر مرقوم تھا۔ ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ذکر سے مراد بھی یہی ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿٣٩﴾ (الرعد:٣٩)

ترجمہ: "مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے ام الکتاب کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ کیا تخلیق کرنے والا ہے۔ اور اس کی مخلوق کیا کرے گی۔ اس نے اپنے علم سے کہا: "کتاب بن جا" وہ کتاب ہو گیا۔" اس میں شبہ نہیں کہ رب تعالیٰ کا علم قدیم اور ازلی ہے۔ وہ یقیناً اسے علم تھا کہ وہ کیا تخلیق کرنے لگا ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے یہ علم زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل اس کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس تھی۔ ارشاد فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ (الحدید:٢٢)

ترجمہ: "نہیں آتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں۔ اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں بے شک یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔"

صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ موجود تھا۔ اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے "الذکر" میں ہر چیز لکھ دی پھر آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا۔

اس حدیث پاک میں "انی عند اللہ فی ام الکتاب" اس سے مراد یہ نہیں (واللہ اعلم) کہ آپ اس وقت ام الکتاب میں خاتم النبیین لکھے گئے تھے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس لکھے ہوئے کے بارے میں خبر دی جائے جو اس وقت اُمّ الکتاب میں لکھا گیا تھا حالانکہ اس وقت حضرت آدم میں روح بھی پھونکی نہیں گئی تھی۔ حالانکہ وہ نوع انسانی کے پہلے فرد ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے تخلیق کیا۔ دیگر احادیث طیبہ میں ہے کہ اس حالت میں آپ کو نبوت عطا کر دی گئی۔ یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ یہ علم اور کتابت کے رتبہ سے عینی اور خارجی وجود کے رتبہ کی طرف منتقل ہونا ہے۔ آپ کو حضرت آدم کی پشت انور سے نکالا گیا۔ نبوت کا تاج سجایا گیا۔ آپ کی نبوت خارج میں موجود ہو گئی، حالانکہ وہ پہلے ام الکتاب میں مکتوب تھی۔

حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کے سر پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے" اس روایت کو امام احمد، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے عرض کی: "آپ کا ذکر خیر کب لکھا گیا؟" آپ نے فرمایا: "میں اس وقت بھی نبی لکھا گیا جبکہ حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔" یہ روایت ابن عساکر نے لکھی ہے یہ روایت اگر اسے حضرت عرباض سے منقول روایت کے ساتھ ملایا جائے کہ آپ کی نبوت کے وجوب، اس کے ثبوت اور خارج میں اس کے ظہور کا احتمال رکھتی ہے، کیونکہ کتابۃ اس امر میں استعمال ہوتی ہے جو شرعی طور پر واجب ہو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ:"فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے۔"

یا مقدر ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ (الحشر:۲۱)

ترجمہ:"اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آ کر رہیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ کے سر پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا؟ آپ نے فرمایا: "حضرت آدم اس وقت روح اور جسم کے مابین تھے۔" اس روایت کو امام ترمذی نے لکھا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ حضرت صنابحی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کو کب نبی بنایا گیا؟" آپ نے فرمایا: "اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے" اس روایت کو ابونعیم نے نقل کیا ہے۔ الآجری نے کتاب الشریعۃ میں سعید بن ابی راشد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عطاء سے پوچھا: "کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی تخلیق سے پہلے نبی تھے؟" انہوں نے فرمایا "ہاں! اللہ کی قسم! دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل آپ نبی تھے۔"

حافظ ابن رجب نے لکھا "یہ عطاء خراسانی ہیں یہ بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے جس کا تذکرہ ہم نے کیا یہ کہ تقادیر لکھتے وقت ام الکتاب میں آپ کی نبوت کا تذکرہ کر دیا گیا۔ رب تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار لکھے ہیں:

سَبَقَتْ نَبُوَّتُهٗ وَ آدَمُ طِيْنَةٌ   فله الفخار علی جميعِ النَّاسِ

سُبْحَانَ من خَصَّ النبی محمدًا   بِفَضَائِلٍ تُتْلٰی بغيرِ قِيَاسِ

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سبقت لے گئی، حالانکہ اس وقت حضرت آدم مٹی میں گوندھے ہوئے تھے۔ آپ کو سارے لوگوں پر فخر حاصل ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے فضائل مختص کیے جنہیں کسی شک و شبہ کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔"

تنبیہ

امام بکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد کی تشریح میں یہ کہا ہے کہ آپ عنقریب نبی بن جائیں گے۔ اس کا مؤقف درست نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا علم تو ہر چیز کو محیط ہے۔ اس وقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے وصف سے متصف فرمانے سے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ امر آپ کے لیے اس وقت ثابت تھا۔ اگر اس سے مراد صرف علم ہوتا کہ آپ عنقریب مستقبل میں نبی بن جائیں

گے تو پھر آپ کے لیے یہ خصوصیت نہ رہے گی کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔ کیونکہ اس وقت اور اس سے قبل بھی رب تعالیٰ کو سارے انبیاء کی نبوت کے بارے علم تھا۔ یہ یقیناً حضور کریم ﷺ کی خصوصیت ہے اسی لیے حضور کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے آگاہ کیا۔ تاکہ امت اس قدر و منزلت کو جان لے جو آپ کو رب تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ نبوت وصف کے لیے لازم ہے کہ موصوف اس وقت موجود ہو۔ یہ اس وقت ہی تھا۔ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی آپ کے وجود اور بعثت سے قبل آپ کو اس وصف کے ساتھ کیسے متصف کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کے لیے اسے صحیح قرار دیا جائے تو دیگر انبیاء کے لیے بھی یہ اسی طرح ہوگا۔"

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔"روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے تخلیق کیا۔ آپ کے فرمان "کنت نبیا" میں اشارہ آپ کی مبارک روح کی طرف یا حقائق میں سے حقیقت کی طرف ہے۔ حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقول عاجز ہیں۔" ان کا خالق ہی ان کے بارے جان سکتا ہے یا وہ جان سکتا ہے رب تعالیٰ اپنے نور سے جس کی مدد فرمائے۔ پھر ان حقائق میں سے ہر حقیقت کو رب تعالیٰ وہ کچھ عطا کر سکتا ہے جو چاہے اور جب چاہے عطا کر سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی حقیقت تخلیق آدم سے قبل بھی تھی۔ رب تعالیٰ نے اسے اس وصف سے متصف کر دیا۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے اس کی تخلیق اس طرح کی ہو کہ اس میں اس کی استعداد موجود ہو۔ رب تعالیٰ اس وقت اس کو اس وصف سے متصف کر دیا ہو۔ آپ نبی بن گئے۔ آپ کا اسم گرامی عرش معلیٰ پر لکھا آپ کی رسالت کی خبر دی تاکہ فرشتے وغیرہم آپ کی عزت و کرامت سے آگاہ ہو جائیں۔ آپ کی حقیقت اس وقت موجود ہو۔ اگرچہ آپ کا جسم منور اس سے مؤخر ہو۔ جو اس وصف سے متصف ہو۔ آپ کی حقیقت ان اوصاف مبارکہ سے متصف تھی جو درگاہِ ایزدی سے آپ کو عطا کیے گئے۔ لیکن بعثت اور تبلیغ، ہر وہ امر جو رب تعالیٰ کی طرف سے تھا یا آپ کی ذات اقدس جس کے لیے تیار تھی اسے مؤخر کر دیا گیا لیکن آپ کی حقیقت معجل تھی اس میں کوئی تاخر نہ تھا۔ اسی طرح آپ کو نبی بنانا، حکمت اور نبوت عطا کرنا بھی معجل تھا۔ لیکن ان کا تکون اور تنقل مؤخر ہو گیا حتیٰ کہ آپ کا ظہور ہو گیا۔ حضرت کعب سے مروی اثر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

ایک عارف باللہ نے فرمایا ہے"جب رب تعالیٰ نے ان ارواح کو تخلیق کیا جو اجسام کے مدبرۃ تھیں یہ فلک کی حرکت کے وجود کے وقت تھا۔ اس وقت رب تعالیٰ نے حرکت کے ساتھ زمان کو تخلیق کیا۔ سب سے پہلے رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کو پیدا کیا پھر حرکات فلکیہ سے ارواح کا صدور ہوا، عالم غیب میں ان کا وجود تھا لیکن عالم شہادت میں ان کا وجود نہ تھا۔ اس وقت رب تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت حضرت آدم بھی موجود نہ تھے۔ جس طرح کہ فرمایا:"آدم اس وقت روح اور جسم کے مابین تھے" آپ کا فرمان کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ حقیقت ہو۔ حصر کی وجہ سے دو امور کے مابین عدم نہیں ہو سکتا۔ کسی چیز میں معدوم کے لیے حصر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آپ کے جسم اطہر کے وجود اور اس کے ساتھ روح کے ارتباط تک

زمان منتہی ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ کا ظہور پوری طرح اپنے جسم اقدس اور روح پاک کے ساتھ ہو گیا۔ سابقہ انبیاء اور مرسلین کی شریعتوں پر پہلے آپ کا باطنی حکم تھا۔ پھر آپ کا حکم ظاہر ہو گیا۔ پھر یہ شرع منسوخ ہو گئی۔ کیونکہ شرع ایک ہی تھی، اور صاحب شرع آپ ہی تھے۔ آپ نے فرمایا: "کنت نبیًّا" نہ تو "کنت انسانا" فرمایا نہ ہی "کنت موجوداً" فرمایا۔ نبوت اس شرع کے بغیر ہوتی ہی نہیں جو رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ آپ نے بتادیا کہ آپ دنیا میں انبیاء کرام کی تشریف آوری سے قبل بھی صاحب النبوۃ تھے۔

ابن سعد نے حضرت سہل مولی عثمہ سے روایت کیا ہے۔ وہ نصرانی تھے وہ اپنی ماں اور چچا کی کفالت میں یتیم تھے۔ وہ انجیل پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اپنے چچا کا مصحف لیا۔ اسے پڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ میں ایک ورقہ تک پہنچا۔ مجھے اس کی کثافت نے حیران کر دیا۔ میں نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ گوند کے ساتھ اسے جوڑا گیا تھا۔ میں نے اسے کھولا۔ میں نے وہاں حضور کی تعریف پائی۔ وہاں لکھا تھا: "وہ نہ طویل قامت ہوں گے نہ ہی ان کا قد چھوٹا ہوگا۔ ان کی رنگت سفید ہوگی۔ ان کی دو مینڈھیاں ہوں گی۔ ان کے کندھوں کے مابین خاتم النبوۃ ہوگی۔ وہ اکثر احتباء کریں گے۔ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے، وہ گدھے پر سوار ہوں گے وہ اونٹ پر سواری کریں گے۔ بکری کا دودھ نکالیں گے۔ وہ پیوند لگی قمیض پہنیں گے۔ جو اس طرح کرتا ہے وہ تکبر سے نکل جاتا ہے۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا اسم گرامی "احمد" ہوگا۔

سہل نے کہا: "جب میں اس جگہ پہنچا تو میرا چچا آیا جب اس نے وہ ورقہ دیکھا تو اس نے مجھے مارا اور کہا: 'تو نے یہ ورقہ کیوں کھولا ہے۔ اسے کیوں پڑھا ہے؟" میں نے کہا: "اس میں حضور اکرم ﷺ کی نعت ہے۔" اس نے کہا: "ابھی تک وہ نہیں آئے۔"

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کے والد کا نام زبیر بن باطا تھا۔ وہ بہت عالم تھا۔ انہوں نے کہا: "میں نے ایک صحیفہ دیکھا۔ میرا باپ اس پر مہر لگا کر رکھتا تھا۔ اس میں احمد مجتبیٰ ﷺ کا ذکر خیر تھا۔ سرزمین القرظ سے ان کا ظہور ہوگا۔ وہ اس اس صفت سے متصف ہوں گے۔ زبیر اپنے باپ کے اس اس کے بارے گفتگو کرتا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ پھر اس نے سن لیا کہ حضور اکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہو چکا ہے۔ وہ اس صحیفہ کی طرف گیا۔ اس نے اسے مٹا دیا اور حضور ﷺ کی شان کو چھپا دیا۔ اس نے کہا: "یہ وہ نہیں ہیں۔"

حضرت وھب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے حضرت شعیا پر وحی کی: "میں نبی امی کو مبعوث کروں گا۔ میں ان کے ذریعے بہرے کانوں، محجوب دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے، طیبہ ہجرت کریں گے، شام ان کا ملک ہوگا، وہ میرے متوکل، چیدہ اور بلند شان والے نبی ہوں گے۔ وہ حبیب، برگزیدہ اور مختار ہوں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ وہ معاف کر دیں گے۔ وہ بیوگان کی

آغوش میں یتیم کے لیے بھی روئیں گے۔ وہ نہ سخت ہوں گے نہ تندخو ہوں گے۔ نہ بازاروں میں شور کریں گے۔ نہ فحش گوئی کریں گے۔ وہ بدکلامی نہیں کریں گے۔ وہ اگر چراغ کے پاس سے گزریں گے تو چراغ ان کے وقار کی وجہ سے نہیں بجھے گا۔ اگر وہ خشک بانس پر چلیں گے تو ان کے قدموں کی چاپ سنائی نہیں دے گی۔ میں انہیں مبشر اور نذیر بنا کر بھیجوں گا۔ میں انہیں ہر عمدہ خصلت عطا کروں گا۔ ہر خلق کریم سے نوازوں گا۔ میں وقار کو ان کا لباس اور نیکی کو ان کا شعار بنادوں گا۔ تقویٰ ان کا ضمیر ہوگا۔ حکمت ان کی سرشت ہوگی۔ صدق اور وفا ان کی طبیعت ہوگی۔ عفو، مغفرت اور بھلائی ان کا خلق ہوگا۔ عدل ان کی سیرت ہوگی۔ حق کو ان کی شریعت اور ہدایت کو ان کا امام بنادوں گا۔ اسلام کو ان کی ملت بنادوں گا۔ ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ میں گمراہی کے بعد ان کے ذریعے ہدایت دوں گا۔ جہالت کے بعد ان کے ذریعے تعلیم دوں گا۔ گمنامی کے بعد ان کے ذریعے رفعت دوں گا۔ جنت کے بعد ان کے ذریعے بلند کروں گا۔ قلت کے بعد ان کے ذریعے کثیر کروں گا۔ غربت کے بعد ان کے ذریعے امارت بخشوں گا۔ جدائی کے بعد ان کے ذریعے جمع کروں گا۔ میں ان کے ذریعے متفرق دل، منتشر خواہشات اور مختلف اقوام کو جمع کروں گا۔ ان کی امت کو بہترین امت بناؤں گا۔ ان کو لوگوں کے لیے نکالوں گا۔ وہ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے روکیں گے۔ وہ میری توحید کے گن گائیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے، میرے ساتھ اخلاص کریں گے، وہ میرے رسل عظام کے پیغام کی تصدیق کریں گے، وہ سورج کا لحاظ کریں گے، ان دلوں، ارواح اور چہروں کے لیے بشارت ہو جنہوں نے میرے لیے اخلاص کا اظہار کیا، میں انہیں تسبیح و تہلیل، تکبر و تحمید الہام کروں گا۔ وہ اپنی مساجد، مجلسوں، بستروں اور آتے اور جاتے رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔ وہ مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح فرشتے میرے عرش کے اردگرد صفیں بناتے ہیں۔ وہ میرے دوست اور مددگار ہوں گے۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں بت پرستوں سے انتقام لوں گا۔ وہ قیام، قعود اور سجدہ کر کے میری نماز پڑھیں گے۔ وہ میرے رضا کے حصول کے لیے اپنے مالک اور اموال سے نکلیں گے۔ وہ صفیں اور بھیڑ بنا کر میرے رستے میں جہاد کریں گے۔ میں ان کی کتاب پر کتب کو، ان کی شریعت پر شریعتوں کو اور ان کے دین پر ادیان کو ختم کروں گا۔ جو ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا ان کی شریعت اور ان کے دین میں داخل نہ ہوا۔ اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ مجھ سے بری ہے۔ میں انہیں امتوں میں سے افضل بناؤں گا، میں انہیں بہترین امت بنا کر لوگوں پر گواہ بناؤں گا، وہ جب غصے میں ہوں گے تو میری تہلیل بیان کریں گے۔ جب ان کے ہاں رزق کی کمی ہوگی تو وہ میری تکبیر بیان کریں گے۔ جب باہم جھگڑا ہوگا، تو وہ میری تسبیح بیان کریں گے۔ وہ چہروں کو صاف کریں گے۔ اطراف کو پاکیزہ رکھیں گے وہ کمر میں تہ بند باندھیں گے، وہ ہر بلند جگہ اور ٹیلے پر کلمہ طیبہ پڑھیں گے ان کے خون ان کی قربانیاں ہوں گے۔ ان کے سینے انجیل ہوں گے۔ وہ رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ آسمان کی فضا میں پکارنے والا انہیں پکارے گا۔ ان کے ذکر کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوگی۔ بشارت ہو اس کے لیے جو ان کے ہمراہ ہوگا۔ ان کے دین، طریقہ اور

شریعت پر ہوگا۔ یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔ میں بہت زیادہ فضل کرنے والا ہوں۔"

ابن قتیبہ نے کہا ہے: "جب بانس لمبا ہو اس پر تھوڑی سی ہوا چلے یا لطیف شخص بھی اس پر سے گزرے تو اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ آواز پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ حضور ﷺ اس طرح پروقار ہوں جس طرح پرسکون پرندہ ہوتا ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی: "اے داؤد! عنقریب آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے۔ احمد اور محمد (ﷺ) ان کے اسم گرامی ہوں گے۔ وہ سچے ہیں میں کبھی بھی ان سے ناراض نہیں ہوں گا۔ وہ کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے اگلوں اور پچھلوں کی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ اس ضمن میں احادیث اور روایات کثیر ہیں۔

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد لینے کے بارے

ابن سعد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے۔ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس وقت آدم روح اور جسم کے مابین تھے، جب مجھ سے عہد لیا گیا۔"

ابوسہل القطان نے "امالی" میں سہل بن صالح الہمدانی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا "میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ حضور ﷺ سارے انبیاء سے مقدم کیسے ہو گئے۔حالانکہ آپ کو آخر میں مبعوث کیا گیا؟ انہوں نے کہا: "جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا۔اور انہیں اپنے آپ پر گواہ بنایا تو انہیں فرمایا: "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جس ذات والا نے سب سے پہلے "بلیٰ" "ہاں" کہا۔وہ حضور کریم کی ذات اقدس تھی۔اسی لیے آپ سارے انبیاء سے مقدم ہوئے اور سب سے آخر میں آپ کو مبعوث کیا گیا۔

حافظ ابن رجب نے "الطائف" میں لکھا ہے "امام شعبی کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت آدم کی صورت گری کی گئی تو آپ ﷺ کو باہر نکالا گیا۔آپ سے عہد لیا گیا۔نبوت سے سرفراز کیا گیا۔پھر آپ کو حضرت آدم کی پشت اقدس میں لوٹا دیا گیا۔حتیٰ کہ آپ کے ظہور کا وقت آ گیا۔اسی طرح آپ تخلیق کے اعتبار سے اول اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہیں۔آپ اس اعتبار سے آخر النبیین ہیں کیونکہ آپ کا زمانہ ان سے مؤخر ہے۔

یوں نہیں کہا جائے گا کہ حضرت آدم کو آپ سے پہلے تخلیق کیا گیا کیونکہ اس وقت حضرت آدم میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔حضور ﷺ زندہ تھے۔جب آپ کو نکالا گیا۔نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ سے عہد لیا گیا۔اس طرح بھی نہیں کہا جائے گا کہ حضرت آدم کی پشت سے اولاد نکالنا نفخ روح کے بعد تھا جس طرح کہ اس پر اکثر احادیث دلالت کرتی ہیں۔جو امر طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو حضرت آدم میں نفخ روح سے پہلے نکالا گیا اور نبوت سے سرفراز کیا گیا۔کیونکہ یہ آپ کے ساتھ مختص تھا کہ آپ کو حضرت آدم میں نفخ روح سے قبل نکالا جائے، کیونکہ نوع انسانی کی تخلیق کا مقصود آپ کی ذات ہے۔ آپ اس کا عین اور خلاصہ ہیں۔امام شعبی اور دیگر ان روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے، جو پہلے باب میں گزر چکی ہیں کہ آپ کی ولادت ہوئی تو آپ اس وقت بھی نبی تھے۔آپ کو اس وقت نبوت سے سرفراز کیا گیا جب آپ سے میثاق اور عہد لیا گیا۔جب آپ کو حضرت آدم کی پشت انور سے نکالا گیا، اس وقت بھی آپ نبی تھے۔لیکن دنیا میں آپ کے ظہور کی مدت کو

متاخر کر دیا گیا یہ امر آپ کے نبی ہونے کے مانع نہیں ہے۔ جس طرح کہ کسی آدمی کے سپرد ایک سلطنت کر دی جائے اور اسے زمانہ مستقبل میں تصرف کا حکم دیا جائے۔ اقتدار کا حکم اس کے لیے اس وقت سے ثابت ہوگا جب اقتدار اس کے سپرد کیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا تصرف وقت مقررہ تک کے لیے مؤخر کر دیا گیا ہو سابقہ باب میں احادیث طیبہ واضح طور پر آپ کی نبوت پر دلالت کر رہی ہیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

عرش، ملکوت اور دیگر اشیاء پر آپ کا نام مبارک

امام علامہ خالد بن محمود بن جملہ نے کہا ہے "آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے ثابت نہیں کہ اس کا نام عرش پر لکھا گیا ہو۔" امام حاکم اور امام طبرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب حضرت آدم سے لغزش صادر ہوگئی تو انہوں نے عرض کی: "پروردگار! میں محمد عربی ﷺ کے وسیلہ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم نے محمد عربی ﷺ کو کیسے جان لیا؟" انہوں نے عرض کی: "مولا! جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا مجھ میں اپنی روح پھونکی، میں نے سر اقدس اٹھایا میں نے عرش کے پائیوں پر یوں لکھا ہوا دیکھا: "لا اله الا الله محمد رسول الله" میں نے کہا "تو نے اسے نام کے ساتھ اس ذات کا نام ہی ملایا ہوگا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگی۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تم نے سچ کہا ہے۔ اگر محمد عربی ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا۔"

امام زاہد شیخ ابراہیم الرقی نے لکھا ہے کہ اگر رب تعالیٰ حضرت آدم پر نظر کرم نہ فرماتا تو وہ اور ان کی اولاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے "دارالسخط" میں رہتی۔

اس ایک ہستی کے بارے تمہارا کیا گمان ہے جس کی برکت سارے جہانوں کو شامل ہے حتیٰ کہ اس کے طفیل سرکشوں کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ محروم کو رزق عطا کیا جاتا ہے۔ شکستہ دلوں کو جوڑ دیا جاتا ہے۔ عذاب سے نجات عطا کر دی جاتی ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ ہم روزِ حشر بھی ان کی شفاعت کے منتظر ہوں گے۔ دنیا کی ابتداء میں ہمارے بارے اور ہمارے باپ کے بارے آپ کی شفاعت سبقت لے گئی ہے۔ آپ کا ظاہر و باطن پاک ہے۔ آپ کا اول و آخر مبارک ہے۔ ابن ابی عاصم نے مسند میں اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "موسیٰ! جس نے اس حالت میں مجھ سے ملاقات کی کہ وہ محمد عربی ﷺ کا انکار کرتا ہوگا میں اسے آگ میں داخل کروں گا۔" انہوں نے عرض کی: "محمد کون ہیں؟" رب تعالیٰ نے فرمایا: "موسیٰ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں نے کوئی مخلوق ایسی تخلیق نہیں جو مجھے ان سے معزز ہو۔ میں نے آسمانوں، زمین، سورج اور چاند کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا۔"

ابن منذر نے حضرات محمد بن علی بن حسین سے روایت لکھی ہے کہ جب حضرت آدم نے درخت کھالیا تو ان کا کرب عظیم ہو گیا۔ ندامت بڑھ گئی، حضرت جبرائیل نے انہیں یہ دعا سکھائی "مولا! میں حضور اکرم کے اس مقام و منصب کے طفیل دعا مانگتا ہوں جو انہیں تیری بارگاہ میں حاصل ہے کہ تو میری لغزش کو معاف کر دے۔" حضرت آدم نے اسی طرح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تمہیں یہ علم کیسے ہوا؟" انہوں نے عرض کی: "مولا! جب تو نے مجھ میں روح پھونکی۔"

ابن ابی الدنیا نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم کی اولاد میں باہم مباحثہ ہونے لگا کہ رب تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز مخلوق کون سی ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: "حضرت آدم معزز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ اقدس سے تخلیق کیا۔ مسجود ملائکہ بنایا۔" دوسروں نے کہا: "بلکہ ملائکہ زیادہ معزز ہیں، جو رب تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔" انہوں نے یہ گفتگو حضرت آدم سے عرض کی۔ انہوں نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے مجھ میں روح پھونکی۔ ابھی روح قدموں تک نہ پہنچی تھی کہ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے عرش جگمگا اٹھا۔ میں نے دیکھا وہاں لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ" وہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔"

ابن جوزی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے زمین تخلیق کی۔ آسمان پر متمکن ہوا۔ انہیں سات آسمان بنائے۔ عرش تخلیق کیا۔ عرش کے پایہ پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا۔ رب تعالیٰ نے جنت تخلیق کی جس میں حضرت آدم اور حضرت حواء کو بسایا۔ رب تعالیٰ نے پتوں، دروازوں، خیموں اور قبوں پر میرا اسم گرامی رقم فرمایا۔ اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔ جب رب تعالیٰ نے ان میں روح پھونکی تو انہوں نے عرش کی طرف دیکھا۔ انہوں نے وہاں میرا نام مبارک دیکھا۔ رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ وہ آپ کی اولاد کے سردار ہیں۔ جب شیطان نے انہیں مکر و فریب میں مبتلا کیا۔ انہوں نے توبہ کی اور میرا نام بطور وسیلہ استعمال کیا۔" ابن ابی الدنیا نے کلیب ابو وائل سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس زمانہ کے آغاز میں ہم نے ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ میں گھنے جنگل میں گھس گیا۔ میں نے وہاں ایک درخت دیکھا اس کے سرخ پھول تھے ان میں سفید رنگت میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام پر عصا نازل کیے۔ انہوں نے اپنے نورِ نظر حضرت شیث علیہ السلام کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "میرے بیٹے! تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ تم تقویٰ اور مضبوط گرہ کے ساتھ انہیں پکڑ لو۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرور ذکر کرو۔ میں نے دیکھا کہ ان کے نام نامی عرش کے پایہ پر لکھا ہوا تھا۔ اس وقت میں روح اور مٹی کے مابین تھا۔ پھر میں آسمانوں میں گھوما میں نے آسمانوں میں کوئی جگہ نہ دیکھی مگر وہاں اسم محمد مکتوب تھا۔ میں نے

حوران بہشت کے سینوں پر، جنت کے درختوں کے پتوں پر، شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر پردوں کی اطراف پر ملائکہ کی آنکھوں کے مابین آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا۔ کثرت سے ان کا ذکر کرو۔ ملائکہ ہر ہر آن ان کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ابن عدیم نے تاریخ حلب میں ابوالحسین علی بن عبداللہ ہاشمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں ہندوستان کے شہروں میں گیا، میں نے ایک شہر میں کالے پھول دیکھے۔ وہ پھول بڑے بڑے اور خوشبودار تھے۔ ان پر سفید رنگت میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق لکھا ہوا تھا۔ مجھے اس کے بارے شک ہوا۔ میں نے کہا یہ معلوم ہے میں اس کلی کی طرف گیا جو ابھی تک کھلی نہیں تھی۔ میں نے اس میں بھی یہ دلکش منظر دیکھا، جو دوسرے پھولوں میں تھا۔ اس شہر میں ایسے بہت سے درخت تھے، حالانکہ وہ لوگ پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔

"مسالک الابصار" میں ابن سعید المغربی نے ذکر کیا ہے کہ انہیں اس شخص نے بتایا جو ہندوستان گیا تھا۔ اس نے بالکین کے قصبہ میں دیکھا وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ اس کے پھول سرخ تھے۔ ان میں سفید رنگت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

قاضی نے سمطاوی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خراسان کے ایک شہر میں ایک بچہ دیکھا جو اسی وقت پیدا ہوا تھا۔ اس کے ایک پہلو میں لا الہ الا اللہ اور دوسرے میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

شیخ عبداللہ الیافعی نے اپنی کتاب "روض الریاحین" میں لکھا ہے کہ بعض شیوخ نے کہا ہے کہ "میں ہندوستان کے ایک شہر میں گیا۔ میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جو ایسا پھل دیتا تھا جو بادام کے مشابہ تھا۔ اس کے دو چھلکے تھے۔ جب اسے توڑا جاتا تو اس کے اندر سبز چھلکا نکلتا جس پر سرخ رنگت میں عمدہ کتاب میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا۔ وہاں کے لوگ اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ جب رحمت کی بارش رک جاتی تو وہ اس کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ میں نے یہ واقعہ ابویعقوب الصیاد کو بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: "یہ کتنا عظیم واقعہ ہے۔ میں الابلہ کے دریا میں مچھلیاں پکڑتا تھا۔ میں نے ایک مچھلی پکڑی اس کی دائیں طرف لا الہ الا اللہ اور بائیں طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ جب میں نے اسے یوں دیکھا تو میں نے احترام کرتے ہوئے اسے دریا میں پھینک دیا۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمن بن ہارون المغربی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں مغرب کے سمندر پر عازم سفر ہوا۔ میں السوطون پہنچا ہمارے ہمراہ ایک صقلی غلام تھا۔ اس کے پاس ایک کانٹا تھا اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے بالشت بھر مچھلی پکڑی ہم نے اس کے ایک کان پر دیکھا وہاں لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس کی گدی اور دوسرے کان پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ لکھائی پتھر پر نقش سے زیادہ واضح تھی۔ وہ مچھلی سفید تھی۔ کالے رنگ میں لکھا ہوا تھا گویا کہ وہ سیاہی کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ ہم نے وہ مچھلی سمندر میں پھینک دی۔

ابوشیخ نے "العظمة" میں جعفر بن عرفہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں سمندر میں ایک سواری پر تھا۔ ہمارے لیے ایک سفید مچھلی ظاہر ہوئی اس کی گدی پر سیاہ رنگت کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت کعب سے فرمایا: "ہمیں ان فضائل کے بارے بتائیں جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے کے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں! امیر المؤمنین! میں نے پڑھا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے ایک پتھر پایا اس پر چار سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں "لا الہ الا انا فاعبدنی" دوسری میں "لا الہ الا اللہ انا محمد رسولی طوبی لمن امن بہ و اتّبع" تیسری سطر میں "انّی انا اللہ لا الہ الا انا من اعتصم بی نجا" چوتھی سطر میں "انی انا اللہ لا الہ الا انا الحرم لی والکعبۃ بیتی من دخل بیتی امن من عذابی" لکھا ہوا تھا۔

ابونعیم نے حضرت طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "گھر میں ایک پتھر پایا گیا۔ اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک شخص کو بلایا گیا۔ اس نے اسے پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "المنتخب، المتوکل، المنیب، المختار میرا بندہ ہے۔ مکہ میں وہ پیدا ہوں گے، طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ ان کا وصال نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ ٹیڑھے رستہ کو سیدھا کر دیں گے۔ وہ گواہی دیں گے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ان کی امت تعریف کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر ٹیلے پر رب تعالیٰ کی تعریف کرے گی۔ وہ اپنے وسط میں تہ بند باندھے گی۔ اپنی اطراف کو پاکیزہ رکھے گی۔"

امام بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "و کان تحته کنز لهما" کے متعلق مجھ یہ بات پہنچی ہے کہ وہ خزانہ سونے کی ایک تختی تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "اس شخص پر تعجب ہے جو موت کا یقین رکھتا ہے۔ وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے، وہ کیسے ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر کیوں غمزدہ ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا، اس کے زوال اور اس پلٹ پلٹ کر آنے کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے مطمئن ہوتا ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

امام بزار نے حضرت ابوذر سے اسی طرح روایت کیا ہے، یہ آپ اسماء کی شرح کا تتمہ ہے۔

❀❀❀

چھٹا باب

آپ کے بارے انبیائے کرام سے عہد

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (آل عمران: ۸۱، ۸۲)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں کی) جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور امداد کرنا اس کی اس کے بعد فرمایا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا اس پر میرا بھاری ذمہ سب نے عرض ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی پھرے اس (پختہ عہد) کے بعد تو وہی لوگ فاسق ہیں۔"

ابن ابی حاتم نے امام سدی سے اس آیت کے بارے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر کوئی نبی مبعوث نہ فرمایا مگر اس سے عہد لیا کہ وہ محمد عربی پر ایمان لائے گا، اور اگر ان کی ظاہری زندگی میں ان کا ظہور ہوا تو وہ آپ کی مدد کرے گا۔"

ابن جریر نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت آدم اور ان کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا، مگر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے عہد لیا گیا کہ اگر آپ مبعوث ہوئے اور وہ زندہ ہو تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی مدد کرے گا۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے بھی اسی طرح کا عہد لے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر اس سے عہد لیا کہ اگر وہ زندہ ہوا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کر دیا گیا تو وہ ضرور ان پر ایمان لائے گا اور ان کی مدد کرے گا۔ اسے حکم دیا کہ وہ اسی

طرح کا عہد اپنی امت سے لے لے کہ اگر ان کی زندگی میں حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ ضرور ان پر ایمان لائیں گے اور ضرور ان کی مدد کریں گے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں، الزرکشی نے شرح البردۃ میں، ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اور جامع المسانید، الحافظ نے باب حدیث الخضر مع موسیٰ اور ابن عساکر وغیرہم نے یہ روایت نقل کی ہے۔ امام سبکی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کی وہ قدر و شان عیاں ہوتی ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔ اگر آپ ان انبیائے کرام کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو آپ ان کے بھی رسول ہوتے۔ آپ کی نبوت اور رسالت حضرت آدم سے لے کر روز حشر تک سارے لوگوں کے لیے عام ہوتی۔ سارے انبیاء کرام اور ان کی امم آپ کی امت ہوتی۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان "بُعِثْتُ الی الناس کافۃ" صرف ان لوگوں تک محدود نہیں جو آپ کے مبارک زمانہ سے لے کر روز حشر تک پیدا ہوں گے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو آپ سے پہلے آئے تھے۔ انبیائے کرام سے اس لیے عہد لیا گیا تاکہ انہیں علم ہو جائے کہ آپ ان سے مقدم ہیں آپ ان کے نبی اور رسول ہیں۔ "اَخَذَ" میں قسم کا معنی پایا جاتا ہے، اسی لیے "لتومنن بہ ولتنصرنہ" میں لام داخل کی گئی ہے۔ اس میں ایک اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اس بیعت کی مانند ہے جو خلفاء کے لیے لی جاتی ہے۔ شاید خلفاء کے لیے حلف اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ ذرا دیکھو حضور ﷺ کا رب تعالیٰ کے ہاں کیا مقام و منصب ہے۔ جب تم یہ بات جان چکے ہو تو یہ بھی جان لو کہ حضور ﷺ انبیاء کے بھی نبی ہیں۔ اسی لیے آخرت میں سارے انبیاء کا ظہور آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ اسی طرح آپ نے دنیا میں معراج کی شب ان سب کو امامت کرائی۔ اگر آپ حضرات آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو ان انبیائے کرام اور ان کی اقوام پر لازم ہوتا کہ آپ پر ایمان لاتیں اور آپ کی نصرت کرتیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے ان سے عہد لیا۔ ان کی طرف آپ کی رسالت و نبوت معنیً آپ کو حاصل ہے۔ اس کا انحصار ان کا آپ کے ساتھ جمع ہونا ہے۔ امر کا مؤخر ہونا ان کے وجود کی طرف راجع ہے۔ اس طرف راجع نہیں کہ آپ اس وصف سے متصف نہیں جو اس کا تقاضا کرتا ہے۔ محل کے قبول کرنے پر فعل کے توقف اور فاعل کی اہلیت کے توقف میں فرق ہے۔ اس طرح توقف فاعل کی جہت سے نہیں ہے نہ ہی حضور اکرم ﷺ کی ذات والا کی طرف سے ہے۔ یہ اس زمانہ کے وجود کی جہت کی طرف سے ہے۔ جس میں آپ تشریف لائے۔ اگر آپ ان کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو بلا شبہ ان پر آپ کی اتباع لازمی ہوتی۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں آپ کی شریعت مطہرہ پر ہی نزول فرمائیں گے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ہوں گے۔ وہ اس طرح نہیں ہوں گے جس طرح بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس امت مرحومہ کے ایک فرد ہوں گے۔ ہاں! وہ اس امت میں سے ایک ہوں گے، جس طرح کہ ہم نے کہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی اتباع کریں گے۔ وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ کے مطابق قرآن و سنت کے ساتھ فیصلے کریں گے۔ وہ اسی کے اوامر اور نواہی پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان

کا تعلق اسی کے ساتھ اسی طرح ہوگا۔ جس طرح اس ساری امت کا ہوگا۔ وہ اس حالت میں نبی کریم ہوں گے، ان میں کسی چیز کی کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، یا حضرت آدم علیہم السلام کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو وہ اپنی اپنی نبوت اور رسالت پر برقرار رہتے۔ حضور ﷺ ان سب کی طرف رب تعالیٰ کے نبی اور رسول ہوتے۔ آپ کی نبوت و رسالت سب سے اعم، عظیم اور سب کو شامل ہے۔ آپ اصولِ دین میں دیگر انبیاء کے ساتھ متفق ہیں کیونکہ اصولِ مختلف نہیں ہیں۔ البتہ فروع میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف یا تو تخصیص کے اعتبار سے یا نسخ کے اعتبار سے یا نہ نسخ اور نہ ہی تخصیص کے اعتبار سے ہے بلکہ ان اوقات میں وہ شریعت ان امم کے اعتبار سے آپ ہی کی شریعت تھی۔ جو دیگر انبیاء ان امم کی طرف لے کر آتے، اور یہ شریعت مطہرہ اس وقت اس امت مرحومہ کے اعتبار سے ہوگی۔ اشخاص اور اوقات کے بدلنے سے احکام بدلتے رہتے ہیں۔" امام سبکی علیہ الرحمۃ کا کلام ختم ہوگیا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۖ (الانعام: ۹۰)

ترجمہ: "یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی تھی اللہ نے ان ہی کے طریقہ کی پیروی کرو۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہدایت سے مراد آپ کی شریعت مطہرہ ہی ہے۔ یعنی اس شریعت کو لازم پکڑیں جو آپ کے نائب لے کر آئے تھے۔ اسی دین کو قائم کریں۔ اس میں تفرقہ نہ کریں۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا: "بھم اقتدہ" اسی طرح فرمایا:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ (النحل: آیت ۱۲۳)

ترجمہ: "پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے۔"

اس سے مراد دین ہے۔ آپ کو دین کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دین کی اصل رب تعالیٰ کی طرف سے ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے "اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔" اتباع کو آپ کی طرف منسوب کیا گیا۔ آپ کو دین کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا نہ کہ انبیائے کرام کی اتباع کرنے کا۔ جب سلطان اعظم ظاہر ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے نائبوں میں سے کسی کا حکم باقی نہیں رہتا۔ مگر سلطان اعظم کا حکم باقی رہتا ہے۔ جب وہ غائب ہوتا ہے تو نائب اسی کے احکام کا حکم صادر کرتے ہیں، وہ موجود ہو یا نہ ہو۔ درحقیقت حاکم وہی ہوتا ہے۔

فَإِنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوكُ كَوَاكِبٌ ۔۔۔ إِذَا ظَهَرْتَ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَوْكَبٌ

ترجمہ: "آپ سورج ہیں اور بادشاہ ستارے ہیں جب آپ کا ظہور ہوتا ہے تو ان میں سے ایک ستارہ بھی ظاہر

نہیں ہوتا۔"

امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے اسی مفہوم کو ادا کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ امام بوصیری امام سبکی کی ولادت سے قبل وصال فرما چکے تھے۔

وَ کُلُّ آیٍ أَتَی الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا   فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهٖ بِهِمْ

ترجمہ: "وہ تمام معجزات جو دیگر رسل عظام لے کر تشریف لائے یہ معجزات انہیں آپ کے نور مبارک کی وجہ سے ہی حاصل ہوئے۔"

فَإِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا   يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: "آپ فضل کے سورج ہیں اور انبیاء ستارے ہیں وہ تاریکیوں میں اپنے انوار لوگوں کے لیے ظاہر کرتے ہیں۔"

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور رب تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے بتانا

اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾ (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: "اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔"

ابن جریر نے حضرت ابو العالیہ سے روایت لکھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: "ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم" تو ان سے کہا گیا" آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ یہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے۔" امام احمد اور امام حاکم نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔" ابن عساکر نے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی "یارسول اللہ! ہمیں اپنے بارے ہی بتائیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، اور سب سے آخری نبی جنہوں نے میری بشارت دی وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں۔"

امام احمد، امام ابن سعد، امام طبرانی، ابن مردویہ نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں ں ے کہا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے امر کی ابتداء کیسے ہے؟" آپ نے فرمایا: "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے بارے بشارت دی۔"

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ کو نکالنے کا حکم دیا گیا تو انہیں ایک براق پیش کی گئی۔ وہ جب بھی کسی شاداب اور عمدہ زمین پر سے گزرتے تو کہتے: "جبرائیل! اس

جگہ اتریں۔" وہ کہتے "نہیں" حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ آ گئے۔ حضرت جبرائیل نے کہا: "حضرت خلیل! نیچے تشریف لے آئیں۔" انہوں نے فرمایا: "اس جگہ نہ تو دودھ ہے نہ کھیتی ہے۔" حضرت جبرائیل نے کہا: "ہاں! اسی جگہ آپ کے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوگا۔ ان کے ذریعے کلمہ علیا مکمل ہوگا۔

محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر باہر نکلیں تو ایک ملنے والے نے ان سے ملاقات کی۔ اس نے کہا: "اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند بہت سے قبائل کا باپ ہوگا۔ اس کی نسل پاک سے نبی امی تشریف لائیں گے جو حرم پاک کے ساکن ہوں گے۔"

آٹھواں باب

قدیم کتب میں آپ ﷺ کے فضائل اور مناقب

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ

ترجمہ: "یہ (وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں جو ان کے پاس لکھا ہوا ہے۔ تورات میں اور انجیل میں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی بعض وہ صفات تورات میں دیکھی ہیں جو قرآن پاک میں مرقوم ہیں۔ تورات میں ہے: "اے نبی کریم! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر اور ان پڑھوں کے لیے پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں۔ آپ میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ تند خو ہوں گے نہ غلیظ۔ نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہوں گے۔ وہ برائی کی برائی کے ساتھ جزا نہیں دیں گے۔ بلکہ معاف کریں گے۔ درگزر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا وصال نہ کرائے گا حتیٰ کہ ٹیڑھی ملت سیدھی ہو جائے گی۔ وہ لا الہ الا اللہ کہیں گے۔ رب تعالیٰ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں، غلاف میں لپٹے دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دے گا۔"

اس روایت کو امام بخاری، ابن عساکر اور ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے اور راوی نے اسے حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔ "شاهداً" کاف یا فاعل سے حال ہے۔ یعنی آپ کی گواہی ان کے لیے مقدر کرتے ہوئے جن کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے یا ان کے خلاف آپ کی بات مقبول ہوگی۔ جس طرح کہ عادل گواہ کا قول فیصلے میں قبول کیا جاتا ہے۔ "حرزًا" یعنی پناہ گاہ۔ "للامیین" سے مراد عرب ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بہت کم لوگ کتابت کو جانتے تھے۔ "الامی" وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح لکھ نہ سکے یہود کے لیے جائز نہیں کہ وہ "حرزًا للامیین" سے یہ دلیل پکڑیں کہ حضور ﷺ کو اہل عرب کی طرف ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ فرمان "حتی یقیم الملة العوجاء" یہود کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ انہوں نے تورات میں تبدیلی کر دی تھی۔

اسے تبدیل کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف بھیجا تا کہ ان کا ٹیڑھا پن سیدھا ہو جائے۔ کیا ان کے علاوہ کسی اور کا ٹیڑھا پن درست کرنے کی ضرورت تھی۔ "لیس بفظ" یعنی وہ بد خلق نہیں ہوں گے۔ "ولا غلیظ" وہ تند خو نہیں ہوں گے۔ "ولا سخاب" یعنی وہ مطلق شور وغل نہیں کریں گے۔ "الملة العوجاء" اس سے مراد ملت ابراہیمی ہے۔ کیونکہ اہل عرب نے اسے ٹیڑھا کر دیا تھا۔ وہ ٹیڑھے کی طرح ہو گئی تھی۔ "غُلْفًا" یہ اغلف کی جمع ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کو غلاف اور پردہ میں اس طرح لپیٹ دینا ہے کہ کوئی چیز اس تک نہ جا سکے۔

ایک اعرابی سے روایت ہے اس نے کہا: "میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ کا وصال نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا: "میں آپ سے ضرور ملوں گا، اور آپ کی باتیں ضرور سنوں گا۔ میں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ حضرات ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہے تھے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ ایک یہودی کے پاس آئے۔ اس نے تورات کھول رکھی تھی۔ اسے پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے اس بچے سے تسلی پا رہا تھا، جو نزع کے عالم میں تھا۔ وہ جوان بہت خوبصورت اور باجمال تھا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا: "میں تجھے اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل کی کیا تم اپنی اس کتاب میں میرے اوصاف اور ظہور کی جگہ کے بارے کچھ پاتے ہو؟" اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا "نہیں" اس کے بیٹے نے کہا "مجھے اس رب کی قسم جس نے تورات نازل کی ہے ہم اپنی کتاب میں آپ کے اوصاف اور ظہور کی جگہ کے بارے میں پاتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہودیوں کو اپنے بھائی سے دور لے جاؤ۔" پھر آپ نے اس جوان کے کفن ونماز جنازہ کا انتظام کیا۔ اس روایت کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک کنیسہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک یہودی تھا۔ جو دوسرے یہودیوں کو تورات سنا رہا تھا۔ جب وہ حضور اکرم ﷺ کے اوصاف تک پہنچے تو وہ رک گئے۔ کنیسہ کے کونے میں ایک مریض تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے تم رک کیوں گئے ہو؟" اس مریض نے کہا: "وہ حضور کے اوصاف تک پہنچ کر رک گئے ہیں۔" پھر وہ مریض آیا اس نے تورات لی۔ وہ اسے پڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ حضور ﷺ کے اوصاف تک پہنچا۔ پھر عرض کی: "یہ آپ کے اور آپ کی امت مرحومہ کے اوصاف ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ رب تعالیٰ کے رسول مکرم ہیں۔" پھر وہ شخص مر گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "اپنے بھائی کو لے جاؤ۔"

اس روایت کو امام احمد نے لکھا ہے۔ حضرت مقاتل بن حبان نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ پر وحی کی: "بنو اسرائیل کی اصلاح کے لیے خوب کوشش کریں۔ اس کوشش میں غیر سنجیدگی کا اظہار نہ کریں۔ خوب غور

سے سنیں اور اطاعت کریں۔ اے طاہرہ! باکرہ اور بتول کے فرزند! میں نے آپ کو مرد کے بغیر پیدا کیا ہے، آپ کو سب جہانوں کے لیے نشانی بنایا ہے۔ صرف میری ہی عبادت کریں۔ صرف مجھ پر ہی توکل کریں، اہل سورانیہ کی طرف جائیں جو سامنے آئیں ان کو تبلیغ کریں کہ میں زندہ جاوید ہوں۔ وہ قائم ہوں جسے زوال نہیں۔ اس امی عربی نبی کی تصدیق کرو جو اونٹ کی سواری کریں گے جو جبہ اور عمامہ پہنیں گے۔ وہ نعلین پہنیں گے اور عصا پکڑیں گے۔ ان کے بال گھنگھریالے ہوں گے۔ ان کی پیشانی کشادہ اور روشن ہوگی۔ پلکیں باہم ملی ہوں گی، آنکھیں سرمگیں ہوں گی، ناک مبارک بلند ہوگی، رخسار مبارک چوڑے ہوں گے، داڑھی مبارک گھنی ہوگی، پیشانی پر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ ان سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ ان کی گردن گویا کہ چاندی کی صراحی ہوگی، گویا کہ مبارک گلے میں سونا رواں ہوگا۔ سینہ مبارک سے لے کر ناف مبارک تک بالوں کی لائن ہوگی جو عصا کی مانند ہوگی۔ ان کے علاوہ سینہ اقدس اور بطن مبارک پر بال نہ ہوں گے۔ ہتھیلی اور قدم چوڑے ہوں گے۔ جب وہ لوگوں سے ملیں گے تو وہ شرف و قدر میں بلند ہوں گے۔ جب چلیں گے تو گویا کہ وہ پہاڑ سے اتر رہے ہوں گے یا کسی نشیبی علاقے میں اتر رہے ہوں ان کی نسل قلیل ہوگی۔"

اس سے مراد آپ کی پشت مبارک سے مذکر اولاد ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جارود بن عبداللہ آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے آپ کے اوصاف انجیل میں پائے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی ہے۔" حضرت مریم کو بتول اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مردوں سے منقطع تھیں۔ انہیں ان کی کوئی تمنا نہ تھی۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے نجاشی کو سنا وہ کہہ رہا تھا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے۔ اگر میں سلطنت کے معاملہ میں مصروف نہ ہوتا اور میں لوگوں کے معاملات کا والی نہ ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور نعلین مبارک اٹھانے کی سعادت حاصل کرتا۔" (ابوداؤد)

امام ترمذی نے شمائل میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم تورات میں آپ کے اوصاف یوں پاتے ہیں: "آپ محمد بن عبداللہ ہوں گے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔ طابہ کی طرف ہجرت کریں گے، شام ان کا ملک ہوگا۔ وہ نہ فحش گو ہوں گے، نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہوں گے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معاف کریں گے، درگزر کریں گے، ان کی امت بہت زیادہ تعریف کرنے والی ہوگی، وہ ہر معاملہ میں رب تعالیٰ کی تعریف کرے گی۔ ہر بلند جگہ پر رب تعالیٰ کی تکبیر کہے گی، وہ اپنے اطراف کو پاک رکھے گی، وسط میں تہ بند باندھے گی، وہ اپنی نماز کے لیے اسی طرح صفیں بنائیں گے جس طرح جنگ کے لیے صفیں باندھی جاتی ہیں۔ مسجد میں اس کی آواز

اس طرح آئے گی جس طرح مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔آسمان کی فضا میں ان کے منادی کو سنا جا سکے گا۔"

حضرت ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔ اسے پڑھا تو اس میں اس امت مرحومہ کا ذکر پایا۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے الواح میں ایسی امت کا ذکر پایا ہے کہ جب وہ دعا مانگیں گے ان کی دعائیں قبول ہوں گی۔ اسے میری امت بنا دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا ذکر پڑھا ہے جن کی اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گے۔ وہ ظاہراً انہیں پڑھیں گے اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا ذکر پڑھا ہے کہ جو کچھ وہ کھائیں گے وہ بھی صدقہ ہوگا، اس پر بھی انہیں اجر ملے گا۔ اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے الواح میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے جب وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے گی۔ اسے عملی جامہ نہیں پہنائے گی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جائے گی، اگر وہ اس نیکی کو کر لیں گے تو ان کے لیے دس نیکیوں کا اجر لکھا جائے گا۔ مولا! اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا ذکر پڑھا ہے کہ ان میں سے جب کوئی برائی کا ارادہ کرے گا اور اسے کرے گا نہیں تو اسے لکھا نہیں جائے گا، اگر اس نے وہ برائی کر دی تو اس کے لیے صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے الواح میں ایسی امت کا ذکر پڑھا ہے جنہیں اولین اور آخرین کا علم دیا جائے گا۔ وہ گمراہ مسیح الدجال کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! پھر مجھے ان کی امت میں سے کر دے۔" اس وقت انہیں دو فضیلتیں عطا کی گئیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے تمہیں اپنی رسالت اور ہم کلامی کا شرف عطا کر کے لوگوں میں سے منتخب کر لیا ہے۔ میں نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اسے پکڑ لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں راضی ہو گیا ہوں۔"

ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی کی: "میں آپ کی اولاد میں سے بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا۔ حتیٰ کہ میں اس نبی ﷺ کو مبعوث کروں گا۔ جن کی امت بیت المقدس کا ہیکل تعمیر کرے گی۔ وہ خاتم الانبیاء ہوں گے۔ ان کا اسم گرامی "احمد" ہوگا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے بنواسرائیل کے ایک نبی کی طرف یہ وحی کی "میرا غضب تم پر اس لیے شدید ہو گیا ہے کیونکہ تم نے میرا معاملہ ضائع کیا ہے۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ تمہارے پاس

روح القدس نہیں آئے گا۔ حتیٰ کہ میں سرزمین عرب میں نبی الامی ﷺ کو مبعوث کروں گا۔ جن کے پاس روح القدس آئے گا۔"

ابونعیم نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میرے والد صاحب اس علم کو سب سے زیادہ جانتے تھے جو رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔ وہ مجھ سے کوئی نہیں چھپاتے تھے جو وہ جانتے تھے۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے بلایا۔ مجھے کہا: "نورِنظر! تم جانتے ہو کہ میں تجھ سے کچھ نہیں چھپاتا، جو میں جانتا ہوں۔ مگر میں نے دو اوراق تم سے چھپا رکھے تھے۔ ان میں ذکر ہے کہ ایک نبی مبعوث ہوں گے، ان کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ میں نے پسند نہ کیا کہ میں تمہیں اس کے بارے بتاؤں مجھے تمہارے بارے امن نہیں کہ ممکن ہے کہ کچھ کذاب ظہور کرلیں اور تم ان کی اطاعت کرلو۔ میں نے وہ اوراق اس روشندان میں رکھ دیے ہیں۔ اس پر مٹی کا لیپ کر دیا ہے۔ اب انہیں نہ چھیڑنا نہ ہی انہیں دیکھنا اگر رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوگا تو اس نبی مکرم کا ظہور ہوگا اور تم ان کی اتباع کرلو گے۔" پھر وہ مرگیا ہم نے انہیں دفن کر دیا۔ مجھے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ میں نے وہ روشندان کھولا۔ اس میں سے وہ دونوں ورق نکال لیے ان میں لکھا ہوا تھا: "محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، وہ خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے، طیبہ ہجرت فرمائیں گے، نہ وہ تندخو ہوں گے نہ غلیظ ہوں گے، وہ بازاروں میں شوروغل نہیں کریں گے۔ وہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیں گے، وہ معاف اور درگزر کریں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ تعریف کرنے والی ہوگی، وہ ہر حال میں رب تعالیٰ کی تعریف کرے گی۔ تکبیر کہتے وقت زبانیں عجز کا اظہار کریں گیں۔ جو شخص ان کے نبی کریم کے ساتھ نبرد آزما ہوگا ان کی اس کے خلاف مدد کی جائے گی۔ وہ اپنی شرم گاہیں دھوئیں گے۔ وسط میں چادریں باندھیں گے۔ ان کے سینوں میں ان کی انجیل ہوں گی۔ وہ باہم اس طرح پیار کریں گے جس طرح ایک ماں کے بیٹے باہم پیار کرتے ہیں۔ روزِحشر وہ دیگر اقوام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔" پھر میں اتنی دیر ٹھہرا رہا جتنا رب تعالیٰ نے چاہا۔ پھر مجھے یہ خبر ملی کہ مکہ مکرمہ ایک نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔ میں چھان بین کرنے لگا۔ مجھے خبر ملی کہ ان کا وصال ہو چکا ہے۔ ایک خلیفہ ان کے قائم مقام ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس ان کے لشکر آئے۔ میں نے کہا: "میں اس دین میں داخل نہ ہوں گا، حتیٰ کہ میں ان کی سیرت دیکھ لوں، ان کے اعمال کا جائزہ لے لوں۔ میں دفاع کرتا رہا۔ معاملہ مؤخر کرتا رہا، تاکہ میں چھان بین کرلوں حتیٰ کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عامل آگئے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ عہد پورا کرتے ہیں اور رب تعالیٰ نے ان کے دشمن کے خلاف ان کی مدد کی تھی جب میں نے یہ دیکھا تو میں جان گیا کہ وہی لوگ ہیں جن کا میں منتظر تھا۔ بخدا! ایک رات میں اپنے گھر کی چھت پر تھا ایک مسلمان یہ آیت طیبہ پڑھ رہا تھا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

نَّطْمِسَ وُجُوْهًا۔ (النساء:۴۷)

ترجمہ: "اے وہ لوگو جنہیں دی گئی کتاب، ایمان لاؤ، اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہم نے تاکہ تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم مسخ کر دیں چہرے۔"

میں نے یہ آیت طیبہ سنی تو مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ وقتِ صبح میرا چہرہ میری گردن کی طرف نہ آجائے۔ مجھے اس سے بڑھ کر اور کوئی بات پسندیدہ نہ تھی کہ صبح ہو اور میں مسلمانوں کے پاس چلا جاؤں۔"

✿✿✿

نواں باب

علمائے یہود، راہب اور کاہنوں کی آپ کے بارے بشارات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ایران کا باشندہ تھا۔" دوسری روایت میں ہے "میں اہلِ جَیّ میں سے تھا۔ میرا باپ گاؤں کا سردار تھا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس نے مجھے گھر میں اس طرح پابند کر دیا تھا جس طرح دوشیزہ کو پردہ میں بٹھا دیا جاتا ہے میں آتش پرستی میں محنت کرتا رہا حتیٰ کہ میں آگ کا خادم اور خازن بن گیا۔ میرے گاؤں کے لوگ ابلق گھوڑوں کی پوجا کرتے تھے۔ مجھے لوگوں کے حالات کا کوئی علم نہ تھا، مگر جس حالت میں تھا، میں جانتا تھا کہ وہ کسی چیز پر نہ تھے۔ میرا ایک بھائی تھا، جو مجھ سے بڑا تھا۔ جب میں اپنی محفل سے اٹھتا وہ اپنا کپڑا لپیٹتا پھر پہاڑی پر چڑھ جاتا۔ اس نے یہ عمل عجیب طرح سے کئی بار کیا تھا۔ میں نے اسے کہا: "تو تو اس طرح اس طرح کرتا ہے۔ مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے کر جاتا۔" اس نے کہا: "تو ابھی بچہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کسی ناپسندیدہ امر کا اظہار نہ ہو جائے۔" میں نے کہا: "نہ ڈرو۔" اس نے کہا: "اس پہاڑ میں غار کے اندر کچھ لوگ ہیں۔ وہ عبادت کرتے ہیں۔ وہ تقویٰ شعار ہیں۔ وہ رب تعالیٰ اور آخرت کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم بت پرست اور آگ کے پجاری ہیں۔ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے۔" میں نے کہا: "مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔" اس نے کہا: "حتیٰ کہ میں ان سے مشورہ کر لوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ تم سے کسی چیز کا اظہار ہو جائے گا۔ میرا باپ اس کے بارے جان جائے گا۔ وہ ان سب کو قتل کر دے گا۔ ان کی ہلاکت گویا کہ میرے ہاتھوں ہوگی۔" میں نے کہا: "مجھ سے کسی ایسے امر کا اظہار نہیں ہوگا۔" اس نے ان کے ساتھ مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اسے لے آؤ۔" میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے انہیں دیکھا وہ چھ یا سات تھے۔ گویا کہ ان کی ارواح نکل چکی تھیں۔ وہ دن کے روزے رکھتے تھے۔ رات بھر قیام کرتے تھے۔ وہ درخت وغیرہ کھا لیتے تھے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ گزشتہ انبیاء اور رسل کا تذکرہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچ آئے۔ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ نے انہیں بن باپ پیدا کیا۔ انہیں رسول بنا کر مبعوث کیا، ان کے لیے وہ امور مسخر کر دیئے جنہیں وہ سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً مردے زندہ کرنا، پرندے بنانا، کوڑھیوں اور راندھوں کو شفاء یاب کرنا۔ ایک قوم نے ان کا انکار کیا، دوسری نے ان کی اتباع کر لی۔ وہ رب تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنی مخلوق کو آزمائش میں ڈالا۔ اے بچے! تیرا ایک رب ہے۔ تیرے ساتھ حشر کا وعدہ ہے۔ تمہارے سامنے جنت

اور آگ ہے۔ ان کی طرف تو نے جانا ہے۔ یہ لوگ جو آگ پوجتے ہیں وہ کافر اور گمراہ ہیں۔ رب تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے راضی نہ ہوگا۔ وہ کسی دین پر نہیں ہیں۔" پھر ہم واپس آگئے پھر ان کی طرف گئے۔ پھر میں نے ان کو لازم پکڑ لیا، انہوں نے مجھے کہا: "اے سلیمان! تو ابھی بچہ ہے تو وہ کچھ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا جو ہم کرتے ہیں۔ تم نماز پڑھو، سو جاؤ، کھاؤ اور پیو۔"

رئیس اپنے فرزند کے اس عمل سے آگاہ ہو گیا۔ وہ گھڑسواروں کے ساتھ ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اے فلاں، فلاں! تم نے میرا پڑوس اختیار کیا۔ میں نے تمہارا پڑوس عمدہ کیا۔ تم نے میری طرف سے برائی نہ دیکھی حتیٰ کہ تم نے میرے بیٹے کا قصد کیا، اور اسے خراب کر دیا۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں، اگر میں نے تین دن کے بعد تم پر قدرت پالی تو میں تمہیں اسی غار میں جلا دوں گا۔ تم اپنے اپنے شہر چلے جاؤ، مجھے یہ بات ناپسند ہے، کہ میں تمہیں تکلیف دوں۔" انہوں نے کہا "بالکل! ہم نے بھی تمہاری برائی کا ارادہ نہیں کیا۔ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔" اس رئیس نے اپنے فرزند کو ان کے پاس جانے سے روک دیا۔ میں نے کہا: "رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تم جانتے ہو یہ دین، دین الٰہی ہے۔ تمہارا باپ اور ہم کسی دین پر نہیں ہیں۔ وہ صرف آگ کے پجاری ہیں، وہ رب تعالیٰ کو نہیں جانتے۔ دوسروں کی دنیا کے لیے اپنی آخرت فروخت نہ کرو۔" اس نے کہا: "اے سلمان! حقیقت اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو۔ میں نے ان لوگوں پر رحم کرتے ہوئے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ اگر میں ان کے پیچھے چل پڑا تو میرا باپ گھڑسوار دستے کے ساتھ میرا تعاقب کرے گا۔ میرے ان کے پاس آنے ہی اسے گھبرا دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ میں جان گیا ہوں کہ حق ان کے پاس ہے۔" میں نے اسے کہا: "تو بہتر جانتا ہے۔" پھر میں اپنے بھائی سے ملا۔ میں نے اسے گذارش کی۔ اس نے کہا: "میں معیشت کی جستجو میں مصروف ہوں۔" میں ان لوگوں کے پاس اس وقت آیا جب وہ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "اے سلیمان! ہمیں پہلے ہی خطرہ تھا۔ اسی طرح ہوا، جس طرح کہ تم نے دیکھا ہے۔ تم رب تعالیٰ سے ڈرو، دین وہی ہے جس کی ہم نے تمہیں وصیت کی ہے۔ یہ بت پرست رب تعالیٰ کو نہیں جانتے۔ نہ اسے یاد کرتے ہیں، تمہیں کوئی دھوکا نہ دے دے۔"

دوسری روایت میں ہے: "میرے باپ کی بہت بڑی جاگیر تھی، ایک دن وہ اپنی عمارت میں مصروف تھا۔ اس نے مجھے کہا: "میرے نورِ نظر! اس عمارت نے مجھے آج مشغول کر دیا ہے۔ میں اپنی جاگیر کی طرف توجہ نہیں دے سکا۔ مجھے جاگیر کے بارے معلومات چاہیے۔ تم ان کے پاس جاؤ، انہیں یہ یہ حکم دو۔ تم جلدی آجانا۔ ورنہ مجھے سارے امور سے روک دو گے۔" میں باپ کی جاگیر کے ارادہ سے نکلا۔ میں عیسائیوں کے کنیسہ کے پاس سے گزرا، میں نے اس میں ان کی آوازیں سنیں۔ میں نے کہا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے بتایا: "عیسائی نماز پڑھ رہے ہیں۔" میں دیکھنے کے لیے اندر داخل ہوا۔ میں نے ان کی حالت دیکھی تو تعجب میں پڑ گیا۔ بخدا! میں ان کے پاس بیٹھا رہا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

میرے والد نے ہر ہر سمت میری تلاش میں آدمی بھیج دیے تھے، حتیٰ کہ شام کے وقت میں اس کے پاس آیا۔ میں جاگیر میں نہیں گیا تھا، اس نے مجھ سے پوچھا: "تم کہاں تھے؟" میں نے کہا: "والد! میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جنہیں عیسائی کہا جاتا تھا۔ مجھے ان کی نماز نے تعجب میں ڈال دیا تھا۔ مجھے ان کی دعا عجیب لگی۔ میں یہ دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔" اس نے مجھے کہا: "نورِ نظر! تیرا اور تیرے آباء کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔" میں نے کہا: "نہیں! بخدا! وہ ان کے دین سے بہتر نہیں۔ وہ قوم رب تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔ اسی سے دعا مانگتی ہے۔ ہم آگ پوجتے ہیں، جسے ہم اپنے ہاتھ سے جلاتے ہیں۔ جب اسے چھوڑ دیتے ہیں تو وہ بجھ جاتی ہے۔" اسے میرے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں، مجھے قید میں ڈال دیا۔ میں نے عیسائیوں کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں کہا: "اس دین کی اصل کہاں ہے؟ جس پر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔" انہوں نے کہا: "شام میں۔" میں نے کہا: "جب تمہارے پاس وہاں کے باشندے آئیں اور وہ اپنی ضروریات پوری کر لیں تو مجھے ان کے بارے بتانا۔" جب ان کے پاس وہاں کے لوگ آئے انہوں نے اپنی ضروریات پوری کر لیں تو انہوں نے مجھے پیغام بھیجا۔ میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی اتار پھینکی اور ان کے ساتھ جا کر مل گیا۔"

پھر رئیس ان لوگوں سے آگاہ ہو گیا، جو پہاڑ میں تھے۔ اس نے انہیں اپنے شہر سے نکل جانے کے لیے کہا۔ میں نے کہا: "میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔" انہوں نے کہا: "تم میں یہ طاقت نہیں کہ تم ہمارے ساتھ رہ سکو۔ ہم دن کو روزے رکھتے ہیں رات بھر قیام کرتے ہیں۔ درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ تم میں یہ طاقت نہیں۔" میں نے کہا: "میں تم سے جدا نہ ہوں گا۔" انہوں نے کہا: "تم بہتر جانتے ہو۔" ہم نے تمہیں اپنے حالات بتا دیے ہیں۔ اگر جانا چاہتے ہو تو کسی کو تلاش کرو جو تمہارے ساتھ رہے۔ اپنے ہمراہ وہ سامان بھی لے لو جسے کھا سکو، جو طاقت ہم میں ہے تم میں نہیں۔" میں نے اسی طرح کیا میں اپنے بھائی سے ملا۔ اسے یہ گزارش کی، مگر اس نے انکار کر دیا۔ میں ان کے پاس آیا۔ انہوں نے کوچ کیا۔ وہ چلتے تھے، میں بھی ان کے ساتھ چلتا تھا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں سلامتی عطا فرمائی، حتیٰ کہ ہم موصل پہنچ گئے، ہم موصل کے گرجا میں گئے جب وہ وہاں داخل ہوئے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ انہوں نے پوچھا: ""تم کہاں تھے۔" انہوں نے کہا: "ہم ایسے شہروں کی طرف گئے تھے جہاں لوگ رب تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے، وہ آگ پوجتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں دھتکار دیا۔ ہم تمہارے پاس آگئے۔" کچھ مدت گزر گئی تو انہوں نے مجھے کہا: "اے سلیمان! ان پہاڑوں میں ایک قوم کا بسیرا ہے، وہ ہمارے دین پر ہیں۔ ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ تم ان لوگوں کے ہمراہ ہی ٹھہرو۔ یہ اہلِ دین ہیں۔ عنقریب تم ان سے وہ کچھ دیکھو گے جو تم پسند کرتے ہو۔ میں نے کہا: "میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں۔" مجھے گرجا والوں نے نصیحت کی۔ انہوں نے کہا: "اے بچے! ہمارے پاس ٹھہر جا۔ ہمارے گرجا کی کوئی چیز تمہیں عاجز نہیں کرے گی۔" میں نے کہا: "میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔" وہ نکلے، میں ان کے ہمراہ تھا۔ ہم صبح کے وقت پہاڑوں کے مابین تھے۔ اچانک ہم نے

ایک چٹان دیکھی۔ وہاں کثیر پانی اور بہت زیادہ کھانا تھا۔ ہم چٹان کے پاس بیٹھ گئے۔ جب سورج بلند ہوا تو ان پہاڑوں سے نکلے ایک شخص ایک آدمی کو باہر نکالنے لگا۔ گویا کہ روح ان کے جسم سے نکل چکی تھی۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ انہوں نے انہیں مرحبا کہا۔ انہیں گھیر لیا۔ انہوں نے کہا: "تم کہاں تھے؟" انہوں نے کہا: "ہم ایسے شہروں میں تھے جہاں رب تعالیٰ کو یاد نہیں کیا جاتا، وہاں لوگ آگ کے پجاری ہیں، وہ رب تعالیٰ کی پوجا نہیں کرتے، انہوں نے ہمیں دھتکار دیا۔" انہوں نے کہا: "یہ بچہ کون ہے؟" وہ لوگ میری تعریف کرنے لگے، انہوں نے کہا: "یہ ان شہروں سے ہمارے ساتھ ہولیا تھا۔ ہم نے اس کی طرف سے بھلائی ہی دیکھی ہے۔" بخدا! وہ اسی حالت پر تھے کہ ایک طویل غار سے ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے انہیں سلام کہا وہ بیٹھ گیا۔ وہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ میرے ساتھیوں نے اس کی تعظیم کی۔ اس نے پوچھا: "تم کہاں تھے؟" انہوں نے بتایا۔ اس نے پوچھا: "یہ بچہ کون ہے؟" انہوں نے میری تعریف کی اور بتایا کہ میں ان کا پیروکار ہوں۔ میں نے آج تک اتنا احترام نہ دیکھا تھا جتنا وہ اس شخص کا کر رہے تھے۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر اس نے انبیاء اور رسل کا تذکرہ کیا جو انہوں نے تکالیف برداشت کیں تھیں ان کا تذکرہ کیا۔ جو سلوک ان کے ساتھ رکھا گیا تھا اسے یاد کیا حتیٰ کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو یاد کیا کہ بن باپ ان کی ولادت ہوئی۔ رب تعالیٰ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ان کے دستِ اقدس پر مردے زندہ کیے، اندھوں کو درست کیا۔ کوڑھیوں کو شفاء یاب کیا، وہ مٹی سے پرندہ بناتے تھے۔ پھر اس میں پھونک مارتے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کے اذن سے پرندے بن جاتا تھا۔ رب تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی۔ انہیں تورات سکھائی۔ بنو اسرائیل کی طرف انہیں رسول بنا کر بھیجا۔ ایک قوم نے ان کا انکار کیا، دوسری قوم ان پر ایمان لے آئی۔" اس نے ان بعض مصیبتوں کا تذکرہ کیا جو حضرت عیسیٰ کو جھیلنی پڑیں۔ وہ ایسے بندے تھے جن پر رب تعالیٰ نے اپنا انعام کیا تھا۔ انہوں نے اس کا شکر ادا کیا، اس سے راضی ہو گئے۔" پھر اس نے وعظ کرتے ہوئے کہا: "رب تعالیٰ سے ڈرو۔ حضرت عیسیٰ کے پیغام کو لازم پکڑو، اس کی مخالفت نہ کرو، ورنہ تمہاری مخالفت کی جائے گی۔" اس نے اٹھ کر جانے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا: "میں تم سے جدا نہ ہوں گا۔" اس نے کہا: "بچے! تم میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں صرف اتوار کے روز ہی اس غار سے نکلتا ہوں۔" میں نے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔" میں نے اس کا تعاقب کیا، حتیٰ کہ وہ غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے اسے نہ سوتے ہوئے اور نہ کھاتے ہوئے دیکھا۔ وہ دوسرے اتوار تک رکوع اور سجود میں مصروف رہتا تھا۔ وقتِ صبح ہم باہر نکلے جب ان لوگوں نے اسے دیکھا تو ان کے پاس جمع ہو گئے اس نے اسی طرح گفتگو کی جس طرح پہلی بار کر چکا تھا۔ پھر وہ اپنے غار کی طرف آ گیا۔ میں بھی اس کے ہمراہ تھا۔ میں ان کے ہمراہ اتنی دیر ٹھہرا رہا، جتنی دیر رب تعالیٰ نے چاہا۔ وہ ہر اتوار کو باہر نکلتا، لوگ اس کی طرف آتے، اس کی تعظیم کرتے، وہ انہیں وصیت کرتا، وہ ایک اتوار باہر نکلا۔ اس نے کہا: "اے قوم! میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں نرم ہو گئی ہیں۔ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے فلاں وقت سے اس گھر کی زیارت نہیں کی۔ میرا اس تک جانا ضروری ہے۔"

میں نے کہا: "میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" میں اس کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ ہم بیت المقدس آئے، وہ اندر داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ وہ مجھے کہتا تھا: "اے سلیمان! عنقریب رب تعالیٰ ایک نبی مبعوث کرے گا۔ ان کا نام نامی احمد ہوگا۔ وہ تہامہ کی زمین سے ظہور کریں گے۔ وہ ہدیہ کھالیں گے، صدقہ نہیں کھائیں گے۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔ ان کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ میں عمر رسیدہ ہوں۔ میرا گمان نہیں کہ میں انہیں پا سکوں۔ اگر تم انہیں پالو تو ان کی تصدیق کرنا۔ ان کی اتباع کرنا۔" میں نے کہا: "کیا تم مجھے وہ دین ترک کرنے کا حکم دے رہے ہو، جس پر خود ہو؟ اس نے کہا: "ہاں!"

پھر وہ بیت المقدس سے نکلا۔ دروازہ پر ایک مفلوج شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "مجھے اپنا ہاتھ پکڑا۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کھڑا ہو جا۔" وہ اس طرح اٹھا گویا کہ اسے رسی سے ابھی کھولا گیا ہو۔ اس نے ہاتھ چھڑایا اور چلا گیا۔ وہ کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس مفلوج شخص نے کہا: "اے بچے! مجھے میرے کپڑے پکڑاؤ۔ حتیٰ کہ میں روانہ ہو جاؤں۔" میں نے اسے کپڑے دیے، راہب روانہ ہو گیا، جب بھی میں نے اس سے کسی متعلق پوچھا، لوگوں نے مجھے بتایا: "تمہارے آگے ہے۔" میں روانہ ہوا، حتیٰ کہ میں شام پہنچ گیا، میں نے ان سے پوچھا: "اس دین کا افضل شخص کہاں ہے؟" لوگوں نے بتایا: "وہ کنیسہ کا پادری "الاسقف" میں اس کے پاس آیا۔ میں نے اس سے کہا: "میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں۔ اس میں تمہارے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت کروں۔ تجھ سے بھلائی سیکھوں۔" اس نے کہا: "میرے ساتھ ہو جاؤ۔" میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ برا شخص تھا۔ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا تھا، انہیں صدقہ کی ترغیب دیتا۔ جب وہ صدقہ کا مال جمع کرتے تھے تو وہ اسے مساکین میں تقسیم نہیں کرتا تھا۔ مجھے اس سے شدید بغض ہو گیا۔ وہ جلد ہی مر گیا، لوگ اسے دفنانے کے لیے آئے۔ میں نے انہیں کہا: "یہ ایک برا شخص تھا، یہ صدقہ کا حکم دیتا تھا، پھر تمہیں اس کی ترغیب دیتا تھا۔ جب تم اس کے لیے مال جمع کرتے تھے تو وہ اسے جمع کر لیتا تھا، وہ مساکین میں تقسیم نہیں کرتا تھا۔" لوگوں نے مجھ سے پوچھا: "اس کی نشانی کیا ہے؟" میں نے کہا: "میں ابھی تمہیں اس کا خزانہ دکھاتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "لے آؤ" میں نے انہیں سات گھڑے دکھائے جو سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے یہ رقم دیکھی تو انہوں نے اسے پتھر مارے۔ انہوں نے کہا: "ہم اسے کبھی بھی دفن نہیں کریں گے۔" انہوں نے اسے لکڑی پر لٹکا دیا اور اس پر پتھر برسائے۔ وہ اس کی جگہ دوسرا شخص لے کر آئے۔ اسے اس کی جگہ متعین کر دیا۔ میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو اس طرح پانچ نمازیں پڑھتا ہو۔ یا اس طرح کا زاہد ہو۔ وہ ہمہ وقت عبادت میں کوشاں رہتا تھا۔ میں جتنا پیار اس سے کرتا تھا، کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہی رہا حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ میں نے اسے کہا: "اے فلاں! تمہارا وقت آخریں آ پہنچا ہے۔ بخدا! میں اتنا پیار کسی اور سے نہیں کرتا جتنا آپ سے کرتا ہوں۔ آپ اب مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟" اس نے کہا: "میرے بچے! میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں وہ موصل میں رہتا

ہے، تم اس کے پاس جاؤ تم اسے میری طرح ہی پاؤ گے۔"

جب وہ مر گیا تو میں موصل چلا گیا۔ وہ پادری بھی زہد اور کوشش میں اسی طرح تھا۔ میں نے اسے کہا: "فلاں پادری نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی ہے، تا کہ تمہارے پاس رہوں۔" اس نے کہا: "میرے پاس ٹھہر جاؤ۔" میں اس کے پاس ٹھہر گیا۔ وہ اپنے ساتھی کی طرح پاکباز تھا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ میں نے اسے کہا: "فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو۔" اس نے کہا: "میرے بچے! میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو نصیبین میں ہے۔ وہ ہماری طرح ہی ہے۔ اس کے ساتھ مل جاؤ۔" اسے دفن کر کے میں اس شخص کے پاس چلا گیا۔ میں نے اسے کہا: "فلاں نے مجھے فلاں کے پاس اور فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی ہے۔" اس نے کہا: "میرے پاس ٹھہر جاؤ۔" وہ بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی مانند متقی تھا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ میں نے اسے کہا: "فلاں! تمہارے لیے اب اللہ کا امر آپہنچا ہے۔ فلاں نے مجھے فلاں کے پاس اور فلاں نے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی تھی۔ فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو؟" اس نے مجھے کہا: "میرے نورِ نظر! بخدا! میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اس دین پر ہو جس پر ہم تھے البتہ سرزمین روم میں عموریہ میں ایک شخص ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔ تم اسے اسی طرح پاؤ گے جس طرح ہم تھے۔ جب وہ مر گیا تو میں نے اسے دفنایا اور سفر کر کے عموریہ جا پہنچا۔ میں نے اسے بھی اسی طرح پاکباز پایا۔ جس طرح اس کے ساتھی تھے۔ میں نے اس کے پاس قیام کیا۔ کچھ روزگار بھی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہو گئیں۔ پھر اس کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ میں نے اسے کہا: "فلاں نے مجھے فلاں، فلاں نے مجھے فلاں اور فلاں نے مجھے فلاں اور فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب تمہارا وقت آگیا ہے تم مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو؟ اس نے کہا: "اے میرے بچے! اب ہم جیسا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ جس کے پاس میں تمہیں جانے کے لیے کہتا۔ لیکن ایک نبی کریم کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ حرم پاک سے وہ مبعوث ہوں گے۔ دو چٹانوں کے مابین سنگلاخ زمین ان کی ہجرت گاہ ہوگی۔ ان کی واضح علامات ہیں۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ کھا لیں گے۔ صدقہ نہیں کھائیں گے۔ اگر تم ان شہروں کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہو۔ تو چلے جاؤ۔ ان کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔" میں نے اسے دفنایا، پھر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ بنو کلب کے تاجر وہیں سے گزرے۔ میں نے انہیں کہا: "مجھے اپنے ساتھ سرزمین عرب میں لے چلو میں تمہیں اپنی یہ بکریاں اور گائیں دے دوں گا۔ انہوں نے ہامی بھر لی۔ میں نے ساری بکریاں اور گائیں ان کے حوالے کیں جب وہ وادی القریٰ پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور مجھے وہاں ایک یہودی کے ہاتھوں غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ بخدا! میں نے کھجوریں دیکھیں۔ میں نے سمجھا کہ شاید وہی جگہ ہو جو مجھے میرے ساتھی نے بتائی تھی۔ حتیٰ کہ بنو قریظہ کا ایک یہودی وادی

القریٰ آیا اور مجھے اس یہودی سے خرید لیا۔ وہ مجھے لے کر نکلا اور مجھے مدینہ طیبہ لے آیا۔"

دوسرے الفاظ میں ہے: "مجھے انصار کی ایک عورت نے خرید لیا۔ مجھے اپنے باغ میں کام پر لگا دیا۔ اس کا نام خطیبہ بنت فلاں تھا۔ وہ بنونجار کی حلیف تھی۔ بخدا! جب میں نے وہ پاک زمین دیکھی تو میں نے اسے پہچان لیا۔ میں غلامی میں باغ میں کام کرتا رہا۔ روایت ہے کہ اسی طرح سولہ ماہ گزر گئے۔"

انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں اس باغ میں تھا کہ اس یہودی کا چچازاد آیا۔ اس نے کہا: "رب تعالیٰ! بنو قیلہ کو برباد کرے وہ اب قباء میں ہیں وہ اس شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔" بخدا! جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ میں اپنے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں نیچے اترا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیسی خبر ہے؟ یہ کیا ہے؟ میرے مالک نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے زوردار تھپڑ رسید کیا۔ اس نے کہا: "تمہارا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اپنے کام کی طرف توجہ دو۔" میں نے کہا: "کچھ بھی ہو۔ میں نے ایک خبر سنی تھی۔ میں اسے جاننا چاہتا تھا۔" میں باہر نکلا۔ میں نے پوچھا: مجھے ایک عورت ملی۔ وہ میرے شہر دن کی تھی۔ اس کے اہلِ خانہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس نے مجھے حضور ﷺ کے متعلق بتایا۔ شام ہو گئی تھی۔ میرے پاس کچھ کھانا تھا۔ میں نے اسے اٹھایا اور بارگاہِ رسالت مآب میں لے گیا۔ آپ قباء میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی: "مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ایک پاکباز شخص ہیں۔ آپ کے ساتھی غریب ہیں، میرے پاس یہ صدقہ کا مال ہے۔ میں نے سوچا: "ان شہروں میں صدقہ کے صحیح مستحق یہی ہیں۔ آپ یہ لے لیں اور کھالیں۔" حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس روکا اپنے صحابہ سے کھانے کے لیے فرمایا، خود نہ کھایا۔ میں نے دل میں سوچا: "میرے اس ساتھی کی ایک علامت تو پوری ہو گئی ہے جس نے مجھے آپ کی علامات کے بارے بتایا تھا۔"

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بطخ کا گوشت لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اونٹ کے گوشت کی ثرید لے کر آئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے رکھیں۔ آپ نے فرمایا: "اے سلمان! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے صدقہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے اٹھالو۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے، دوسرے روز بھی وہ اسی طرح کی چیز لے کر آئے۔ آپ کے سامنے اسے رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا: "اے سلمان! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔" حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "دستر خوان اپنی طرف کھینچ لو۔" ابن اسحاق کی روایت کے مطابق وہ کھجوریں لے کر آئے تھے اور عرض کی: "یہ صدقہ ہے۔" حضرت سلیمان نے فرمایا: "میں واپس آ گیا۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تھے۔ میں نے کچھ جمع کیا۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ عرض کی: "میں نے دیکھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ میں نے اپنے مالکہ سے کہا "مجھے ایک دن اور چھٹی دو۔" میں نے اس دن کام کیا اور

بارگاہ رسالت مآب میں کچھ ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول کیا اور اس میں کھایا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ ایک دستر خوان لے کر آئے جس پر کھجوریں تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں کھالیا۔ میں نے کہا: "دو علامت تو پوری ہو گئیں۔" میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے دو چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں جلوہ نما تھے۔ میں پیچھے سے گھوم کر آیا تا کہ پیچھے سے مہر نبوت کی زیارت کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اسی طرح دیکھا تو آپ کو علم ہو گیا کہ میں کچھ چھان بین کر رہا ہوں۔ آپ نے اپنی کمر انور سے چادر اٹھا دی۔ میں نے کندھوں کے مابین مہر نبوت کی زیارت کر لی۔ جس طرح کہ میرے ساتھی نے مجھے بتایا تھا۔ میں جھک کر اسے چومنے لگا۔ میں برابر روتا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "سلمان! ادھر آجاؤ۔" میں آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے پسند فرمایا کہ آپ کے صحابہ کرام بھی میری داستان سنیں۔ میں نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر اپنی حکایت غم بیان کر دی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غلامی کی وجہ سے مصروف رہے۔ حتیٰ کہ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شرکت نہ کر سکے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے سلمان! مکاتبت کر لو۔" میں نے پانچ سو کھجور کے پودوں کے عوض مکاتبت کر لی۔ دوسری روایت کے مطابق تین سو پودوں کے عوض مکاتبت کر لی تھی۔ جنہیں میں نے "الفقیر" میں لگانا تھا اور اس کی نگرانی کرنی تھی، حتیٰ کہ وہ پھل لے آتے۔ اس کے ساتھ ساتھ چالیس اوقیہ بھی ادا کرنے تھے۔ کھجوروں کے پودوں میں صحابہ کرام نے میری مدد کی۔ کسی نے تیس، کسی نے بیس اور کسی نے دس پودے دیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان کے لیے گڑھے کھودو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا، حتیٰ کہ میں اپنے ہاتھ سے پودے لگا دوں۔ میں نے گڑھے کھودے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میری مدد کی، حتیٰ کہ ہم فارغ ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ہم وہ پودے اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے انہیں اپنے دست اقدس سے لگایا، ان کے ساتھ ساتھ مٹی برابر کی سارے پودے اگ آئے، صرف ایک پودے کے۔ جسے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس پودے کے علاوہ دیگر سارے پودے اسی سال پھل لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اسے کس نے لگایا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "حضرت عمر نے۔" آپ نے اسے اکھیڑا۔ اپنے دستِ اقدس سے لگایا وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ایک پودا بھی نہیں مرا تھا۔ اب دراہم مجھ پر باقی تھے۔ ایک شخص نے کبوتری کے انڈے کے برابر سونا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: "سلمان! یہ لے لو اور اپنا قرض ادا کر لو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اس سے میرا قرض کیسے ادا ہو گا؟ آپ نے اسے اپنی زبان اقدس سے لگایا پھر اسے میری طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "اسے لے جاؤ۔ عنقریب رب تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارا قرض اتار دے گا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔" میں نے اس انڈے سے چالیس اوقیہ وزن کیا۔ اپنا قرض اتارا

اور جتنا آپ نے عطا کیا تھا۔ وہ ابھی میرے پاس باقی تھا۔" اس روایت کو امام احمد، ابن سعد، البزار، الطبرانی اور ابونعیم وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ میں نے متفرق روایات کو ملا کر تفصیل بیان کر دی ہے۔

تنبیہات

1. ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلمان ایران کے تھے۔ دوسری میں ہے کہ اہلِ اصبہان میں سے تھے۔ تیسری میں ہے کہ اہلِ جَیّ میں سے تھے۔ ایک میں ہے کہ وہ "رامہرمز" کے تھے۔ ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ جَیّ اصبہان کا شہر ہے۔ وہ رامہرمز میں پیدا ہوئے اور آپ اصل میں ایران کے تھے۔ جس طرح کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے تاریخِ ابونعیم اور دلائل میں ہے۔
2. ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کھجوریں پیش کیں۔ دوسری میں ہے، وہ تر کھجوریں تھیں۔ تیسری روایت میں ہے کہ کچی کھجوریں پیش کیں۔ چوتھی روایت میں ہے کہ اونٹ کا گوشت پیش کیا۔ پانچویں روایت میں ہے کہ بلغ کا گوشت پیش کیا۔ ممکن ہے کہ حضرت سلمان نے یہ ساری چیزیں ایک ہی مجلس میں پیش کر دی ہوں۔ کبھی ایک کا اور کبھی دوسری کا تذکرہ کیا ہو یا انہیں مختلف مجالس میں پیش کیا ہو اور احتیاط کرتے ہوئے ان میں سے ایک مجلس میں ایک کا ذکر کیا ہو۔

ابن اسحاق نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضرت سلمان سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ عموریہ کے پادری نے وقت وفات حضرت سلمان سے کہا تھا کہ وہ شام کے دو گھنے درختوں کے پاس جائیں۔ ایک شخص ہر سال بعد ایک رات میں ایک درخت سے نکل کر دوسرے درخت کی طرف جاتا ہے۔ مریض اس سے دعا کراتے ہیں وہ جس مریض کے لیے بھی دعا کرتا ہے۔ شفایاب کر دیتا ہے۔ اس سے یہ سوال پوچھنا جو مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" انہوں نے کہا: "میں اس جگہ آیا۔ ایک سال ٹھہرا رہا۔ وہ ایک رات باہر نکلا میں نے اسے کندھے سے پکڑ لیا۔ میں نے کہا: "رب تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، مجھے دین ابراہیمی حنیفیہ کے بارے میں بتائیں۔" انہوں نے کہا: "ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے، وہ حرم کعبہ میں بیت اللہ میں مبعوث ہوں گے وہ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہوں گے جب حضرت سلمان نے اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: "سلمان! اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے۔ "اس روایت کی سند منقطوع ہے۔ اس میں ایک مجہول شخص ہے، جسے حسن بن عمارہ کہا جاتا ہے۔ وہ ضعیف ہے۔" اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر اس کے متن میں کوئی اجنبیت نہیں۔ الطبرانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اٹھائے جانے کے بعد نازل ہوئے جبکہ ان کی والدہ ماجدہ اور ایک عورت اس درخت کے پاس بیٹھ کر

رو رہی تھیں جس پر صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ انہوں نے ان کے ساتھ کلام کیا اور انہیں بتایا کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ رب تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا ہے انہوں نے حوارین کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا۔ جب ایک مرتبہ نازل ہونا جائز ہے تو پھر بار بار نازل ہونا بھی جائز ہے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ نازل ہونے والے وہی ہیں حتیٰ کہ وہ ظاہری طور پر نزول فرمالیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کر دیں جیسا کہ صحیح روایات میں ہے۔ حافظ ابوخیر سخاوی نے اپنی کتاب "التحصیل والبیان فی سیاق قصۃ السید سلمان" میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے جو کچھ لکھا ہے وہ دلیل کا محتاج ہے۔ جو کچھ ابن جریر نے لکھا ہے اسے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اور ابن منذر نے ایک اور سند سے حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک سے زائد مالکوں میں سے ہوتے ہوئے آئے۔ امام سہیلی نے نقل کیا ہے کہ حماد بن سلمہ کی تصنیف میں ہے کہ وہ پادری جنہوں نے حضرت سلمان کے ساتھ ملاقات کی وہ حق پر تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے۔ وہ تیس افراد تھے جو یکے بعد دیگرے سردار بنتے رہے۔" امام ذہبی نے لکھا ہے: "میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے مختلف اقوال دیکھے ہیں سب میں یہی ہے کہ انہوں نے ایک سو پچاس سال سے زیادہ عمر پائی۔ زائد میں اضافہ ہے پھر میں نے رجوع کر لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی عمر اسی سال سے زائد نہ تھی۔

"الحافظ" نے لکھا ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں مستند بات ذکر نہیں کی۔ شاید انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے کے بعد حضرت سلمان کی جنگوں میں شرکت سے اندازہ لگایا ہو۔ انہوں نے کندہ کی عورت سے شادی بھی کی تھی۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سرگرم زندگی بسر کی۔ اگر وہ ثابت ہو جائے جو انہوں نے ذکر کیا ہے تو یہ ان کے حق میں کرامت ہوگی۔ اس سے کوئی مانع بھی نہیں۔ ابو الشیخ نے طبقات الاصبہانیین میں روایت لکھی ہے کہ عباس بن یزید نے کہا ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمان نے ۳۵۰ سال زندگی بسر کی۔ ۲۵۰ سال میں اہلِ علم کو کوئی شک نہیں۔

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں بہت سے بزرگوں نے بتایا ہے کہ اہلِ عرب میں سے کوئی بھی ہم سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے نہیں جانتا تھا۔ ہمارے ساتھ یہود تھے۔ وہ اہلِ کتاب تھے جبکہ ہم بت پرست تھے۔ جب ہم انہیں شکست سے دو چار کرتے۔ تو وہ کہتے "ایک نبی کریم کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ہم ان کی اتباع کر کے تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے۔" جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو ہم نے ان کی اتباع کی جبکہ یہودیوں نے انکار کر دیا۔ ان کے بارے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ (البقرہ:۸۹)

ترجمہ: "اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلے سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا سو پھٹکار ہو اللہ کی کفر کرنے والوں پر۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خیبر کے یہودی عطفان کے یہودیوں کے ساتھ لڑتے تھے۔ وہ جب بھی جنگ کرتے خیبر کے یہودیوں کو شکست ہو جاتی۔ ان یہودیوں نے یہ دعا مانگی: "مولا! ہم تجھ سے محمد النبی الامی ﷺ کے طفیل دعا مانگتے ہیں۔ جن کے بارے تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو انہی آخری زمانہ میں مبعوث کرے گا۔ جب بھی وہ معرکہ آزما ہوتے تو وہ یہ دعا مانگتے۔ عطفان کو شکست ہو جاتی۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ ان کے بارے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس روایت کو امام حاکم اور امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔

حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: "ہمارے سامنے ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دن وہ اپنی قوم بنو عبد الاشہل کی محفل میں آیا۔ اس نے بعثت، قیامت، جنت، آگ حساب اور میزان کے بارے گفتگو کی۔ وہ لوگ بت پرست تھے۔ وہ مرکر جی اٹھنے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ یہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ان لوگوں نے کہا: "اے فلاں! تیرے لیے ہلاکت! کیا یہ ممکن ہے کہ لوگوں کو ان کی موت کے بعد اٹھایا جائے۔ انہیں جنت یا دوزخ بھیج کر ان کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے۔" اس نے کہا: "ہاں! مجھے اس ذات کی قسم جس کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس آگ میں سے میرا حصہ یہ ہو کہ تم اپنے گھر میں بہت بڑا تنور جلاؤ۔ پھر اسے گرم کرو۔ پھر مجھے اس میں پھینک دو۔ پھر مجھ پر مٹی کا لیپ کر دو۔ اور میں کل اس آگ سے بچ جاؤں۔" ان لوگوں نے پوچھا: "اس کی علامت کیا ہے؟" اس نے کہا: "ان شہروں کی طرف ایک نبی مبعوث ہوں گے۔" اس نے اپنے دست اقدس سے مکہ مکرمہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے پوچھا: "ان کا زمانہ کیسے نصیب ہوگا۔" اس نے میری طرف دیکھا۔ میں سب سے کم عمر تھا۔ اس نے کہا: "اگر اس بچے کو عمر نصیب ہوئی تو یہ انہیں پالے گا۔" شب و روز گزرتے رہے۔ حضور ﷺ مبعوث ہو گئے۔ وہ شخص ہمارے سامنے زندہ تھا ہم آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کر دی، مگر اس نے کفر و سرکشی کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ ہم نے اسے کہا: "اے فلاں! کیا تو اس ضمن میں ہمیں وہ کچھ نہیں بتاتا تھا جو بتایا کرتا تھا۔" اس نے کہا: "یہ وہ نہیں ہیں۔" اس روایت کو ابن اسحاق اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کیا ہے۔

محمد بن عدی نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ان کا نام "محمد" کیسے رکھا۔ انہوں نے کہا: "میں بنو تمیم کی جماعت کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ جب ہم شام پہنچے تو ہم ایک کنویں کے پاس ٹھہرے جس پر درخت تھے۔ وہاں ایک راہب کا بسیرا تھا۔ اس نے پوچھا: "تمہارا تعلق کن لوگوں کے ساتھ ہے؟" ہم نے کہا: "مضر کے ساتھ۔" اس نے کہا: "عنقریب تمہارے ہاں ایک نبی مبعوث ہوں گے جلدی ان کے پاس جاؤ۔ ان سے اپنا حصہ لے لو تم ہدایت

پا جاؤ گے۔ وہ خاتم النبیین ہوں گے۔" ہم نے پوچھا: "ان کا نام کیا ہوگا؟" اس نے کہا: "محمد" جب ہم اپنے اہلِ خانہ کے پاس آئے تو ہم میں سے ہر ایک کو رب تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا اس نے اس کا نام "محمد" رکھا۔ (الطبرانی، البیہقی، ابونعیم)

ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ عرب کاہنوں اور اہلِ کتاب سے سنا تھا کہ عنقریب اہلِ عرب میں سے ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ جن کا نام نامی "محمد" ہوگا۔ کئی لوگوں نے نبوت میں طمع کرتے ہوئے اپنے بیٹوں کے نام "محمد" رکھ لیا تھا۔

الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اور امیہ بن ابی صلت شام کی طرف گئے۔ ہم ایک بستی کے پاس سے گزرے اس میں عیسائی رہتے تھے۔ جب انہوں نے امیہ کو دیکھا تو اس کی بڑی تعظیم کی اور چاہا کہ وہ ان کے ساتھ چلا جائے۔ امیہ نے مجھے کہا: "ابوسفیان! میرے ساتھ چلو تم ایک ایسے شخص کے پاس چلو گے جس پر عیسائیت کے علم کی انتہاء ہوتی ہے، میں نے کہا: "میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔" وہ چلا گیا۔ پھر واپس آیا۔ اس نے مجھے کہا: "کیا تم وہ کچھ چھپاؤ گے جو میں تمہیں بیان کروں گا؟" اس نے کہا: "ہاں!" اس شخص نے مجھے بتایا ہے جس پر نصرانیت کے علم کی انتہا ہوتی ہے کہ نبی کریم مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں نے گمان کیا کہ شاید وہ میں ہوں۔ اس نے کہا "وہ تم میں سے نہیں ہوں گے۔ وہ اہلِ مکہ میں سے ہوں گے۔" میں نے پوچھا: "ان کا نسب کیا ہوگا؟" انہوں نے کہا: "وہ اپنی قوم کے بہترین نسب میں سے ہوں گے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد شام اسی دفعہ لرزہ ہے صرف ایک لرزہ باقی رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اہلِ شام کو مصیبت اور شر کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

ابن عساکر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں زید بن عمرو بھی تھا۔ اس کے پاس سے امیہ بن صامت گزرا۔ اس نے کہا: "جس نبی کریم کا انتظار ہو رہا ہے۔ وہ ہم میں سے یا تم میں سے یا اہلِ فلسطین میں سے ہوگا۔" اس نے کہا: "میں نے اس سے قبل تو سنا نہیں تھا کہ ایسے نبی کا انتظار ہو جسے ابھی تک مبعوث نہ کیا گیا ہو۔" میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا۔ اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا: "ہاں! میرے بھتیجے! ہمیں اہلِ کتاب اور علماء نے بتایا ہے کہ جس نبی کا انتظار ہو رہا ہے وہ عرب کے بہترین نسب میں سے ہوں گے۔ مجھے نسب کا علم ہے۔ تمہاری قوم عرب کے نسب میں سے بہترین ہے۔" انہوں نے کہا: "چچا! نبی کسے کہتے ہیں؟" اس نے کہا: "وہ وہی کچھ کہتے ہیں جو ان سے کہا جائے مگر وہ ظلم نہیں کرتے نہ ہی زیادتی کرتے ہیں۔" جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔"

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ زید بن عمرو سے ملے۔ آپ نے اسے فرمایا: "میں کیوں دیکھتا ہوں کہ میری قوم تجھ سے عداوت رکھتی ہے۔" اس نے کہا: "بخدا! میں نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی، لیکن میں انہیں گمراہ دیکھتا ہوں۔ میں اس دین کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ میں جزیرہ میں ایک بزرگ کے پاس گیا۔ میں

نے اسے اپنے سفر کا مقصد بتایا۔" اس نے پوچھا: "تمہارا تعلق کن لوگوں کے ساتھ ہے؟" میں نے کہا: "میں بیت اللہ الحرام کے مکینوں میں سے ہوں۔" اس نے کہا: "تمہارے شہر میں ایک نبی کریم کا ظہور ہو چکا ہے یا ان کا ظہور ہونے ہی والا ہے۔ ان کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ واپس لوٹ جاؤ۔ ان کی تصدیق کرو اور ان پر ایمان لے آؤ۔" میں واپس آیا تو مجھے کچھ محسوس نہ ہوا۔" زید بن عمرو حضور ﷺ کی بعثت سے قبل مر چکا تھا۔"

حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ زید بن عمرو نے کہا: "میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی۔ ملت ابراہیمی کی اتباع کی۔ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کے ظہور کا انتظار تھا۔ جن کا اسم گرامی "احمد" ہوگا۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ میں انہیں نہ پا سکوں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہیں ان کا عہد نصیب ہو جائے میرا اسلام پیش کرنا۔ میں تمہیں ان کی ایسی علامات بتاتا ہوں کہ وہ تمہارے لیے مخفی نہیں رہیں گے۔ وہ نہ طویل قد والے نہ ہی چھوٹے قد والے ہوں گے۔ ان کے بال نہ کثیر ہوں گے نہ قلیل۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہر وقت رہے گی۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔ ان کا نام نامی احمد ہوگا۔ یہ شہر مکہ ان کی جائے ولادت اور بعثت کی جگہ ہوگا۔ پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے نکال دے گی۔ وہ ان کے پیغام کو ناپسند کرے گی، پھر وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر ان کا امر غالب آجائے گا۔ ان کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے شہر چھان مارے ہیں۔ میں نے یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں سب سے پوچھا ہے۔" انہوں نے بتایا: "یہ دین تمہارے پیچھے ہے۔" انہوں نے مجھے وہی علامات بتائیں، جو میں نے تمہیں بتائی ہیں۔" انہوں نے بتایا ہے اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" حضرت عامر نے کہا: "جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو میں نے آپ کو زید کے بارے بتایا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اسے جنت میں دیکھا، وہ اپنا دامن گھسیٹ رہا تھا۔"

(ابن سعد، ابو نعیم)

ابن عساکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ربیعہ بن نصر اللخمی نے ایک خواب دیکھا جس نے اسے ڈرا دیا، اس نے کسی کاہن، جادوگر، قیافہ شناس اور نجومی کو نہ چھوڑا۔ مگر انہیں اپنے پاس جمع کیا۔ انہیں کہا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔" انہوں نے کہا "ہمیں خواب بتائیں ہم اس کی تعبیر بیان کر دیں گے۔" بادشاہ نے کہا: "اگر میں نے تمہیں خواب بھی بتا دی تو میں تمہاری تعبیر سے مطمئن نہیں ہو سکوں گا۔ اس کی تعبیر وہی جانتا ہے، جو خواب کو میرے بتانے سے پہلے جانتا ہو۔" اسے کہا گیا: "اگر یہ ارادہ ہے تو پھر سطیح اور شق کی طرف پیغام بھیجو۔ ان سے بڑھ کر عالم کوئی نہیں۔ وہ تمہیں ہر اس سوال کا جواب دیں گے جو تم ان سے پوچھو گے۔" بادشاہ نے ان کی طرف پیغام بھیج دیا۔ سطیح شق سے قبل آ گیا۔ اس نے اسے کہا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ مجھے اس کے بارے بتاؤ۔ اگر تم نے خواب بیان کر دی تو تم اس کی تعبیر بیان کر دو گے۔" سطیح نے کہا:

"آپ نے آگ دیکھی ہے، جو ظلمتوں سے ظاہر ہوئی ہے وہ تہامہ کی زمین پر گر پڑی ہے۔ اور ہر سر والی چیز کو کھا گئی ہے۔" بادشاہ نے کہا: "سطیح! تو نے خواب بیان کرنے میں ذرا بھی خطا نہیں کی۔ اب اس کی تعبیر بتا۔" اس نے کہا: "میں حنش کی دو سنگلاخ چٹانوں کی قسم کھاتا ہوں کہ حبشہ کے لوگ تمہارے پاس ضرور آئیں گے۔ وہ جرش اور ابین کے درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے۔" بادشاہ نے پوچھا: "تیرے باپ کی قسم! سطیح! یہ بات تو ہمارے لیے اذیت ناک ہے۔ یہ سب کچھ کب ہوگا؟ کیا میرے عہد میں یا اس کے بعد۔" سطیح نے کہا: "بعد میں! تمہارے عہدِ حکومت کے ساٹھ یا ستر سال بعد۔" بادشاہ: کیا اہلِ حبشہ کا ملک ہمیشہ رہے گا یا زوال پذیر ہو جائے گا۔" سطیح: "ان کی حکومت زوال کا شکار بن جائے گی۔ ان کی حکومت ستر سال سے کچھ زائد عرصہ رہے گی۔ پھر انہیں قتل کیا جائے گا، وہ دوڑتے ہوئے بھاگ جائیں گے۔" بادشاہ: "انہیں کون قتل کرے گا؟ کون بھگائے گا؟" سطیح: "انہیں ارم ذی یزن بھاگنے پر مجبور کرے گا۔ عدن سے وہ نکلے گا۔ وہ ان میں سے کسی کو یمن میں نہیں چھوڑے گا۔" بادشاہ: "کیا اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی یا ختم ہو جائے گی۔" سطیح: "ختم ہو جائے گی۔" بادشاہ: "اسے کون ختم کرے گا؟" سطیح: "ایک پاکباز نبی، جس پر رب تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے گی۔" بادشاہ: "یہ نبی کریم کس قبیلہ سے تعلق رکھیں گے۔" سطیح: "ان کا تعلق بنو غالب بن فہر بن مالک بن نضر سے ہوگا۔ ان کا غلبہ آخری زمانہ تک رہے گا۔" بادشاہ: "کیا زمانہ کا آخر بھی ہے؟" سطیح: "ہاں! اس روز اگلوں اور پچھلوں کو جمع کیا جائے گا۔ احسان کرنے والے سعادت مند ہوں گے، برائی کرنے والے بد بخت ہوں گے۔" بادشاہ: "کیا یہ حق ہے جس کی تو خبر دے رہا ہے؟" سطیح: "ہاں! شفق کی سرخی، رات کی سیاہی کی قسم! دن کی سفیدی کی قسم جب وہ پھیل جائے۔ میں نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے وہ حق ہے۔"

پھر اس کے پاس شق آ گیا، بادشاہ نے اسے اسی طرح کہا، جس طرح سطیح سے کہا تھا۔ اس سے وہ کچھ چھپایا جو سطیح نے کہا تھا۔ تاکہ دیکھ لے کہ کیا یہ دونوں اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف! شق نے کہا: "آپ نے ایک انگارہ دیکھا ہے۔ جو تاریکیوں سے نکلا وہ باغ اور ٹیلے کے مابین گرا۔ اور ہر جاندار چیز کو کھا گیا۔" بادشاہ سمجھ گیا کہ ان دونوں نے خواب بیان کرنے میں اتفاق کیا ہے۔" اس نے کہا: "شق! تو نے خواب بیان کرنے میں ذرا بھر خطاء نہیں کی۔ اب اس کی تعبیر بھی بیان کرو۔" اس نے کہا: "دو پہاڑوں کے مابین بسنے والے انسانوں کی قسم! تمہاری سرزمین پر سوڈانی آئیں گے، وہ ہر چیز پر غلبہ پالیں گے۔ ابین سے نجران تک ان کی حکومت ہوگی۔" بادشاہ: "یہ سب کچھ کب ہوگا؟ کیا میرے زمانہ میں یا اس کے بعد۔" شق: "اس کے بعد۔ پھر ایک عظیم جوان تمہیں ان سے نجات دلائے گا۔ انہیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔" بادشاہ: "وہ عظیم جوان کون ہوگا؟" شق: "وہ جوان ہوگا۔ نہ اس کا جسم موٹا ہوگا، نہ ہی وہ ناز میں پلا ہوگا، وہ ذی یزن کے گھر سے نکلے گا۔" بادشاہ: "کیا اس کی سلطنت دائمی ہوگی یا منقطع ہو جائے گی۔" شق: "ایک رسول مرسل اس کی سلطنت کو منقطع کر دیں گے۔ وہ حق اور عدل کے ساتھ آئیں گے۔ وہ اہلِ دین و فضل کے مابین آئیں گے۔ ان کی سلطنت روزِ حشر تک

رہے گی۔" بادشاہ: "یہ روز حشر کیا ہے؟" شق: "اس میں والیان کو جزا دی جائے گی۔ آسمان سے صدا آئے گی، جسے زندہ اور مردہ سن لیں گے۔ اس میں لوگوں کو وعدہ کے لیے جمع کیا جائے گا۔ متقی کامیاب ہوں گے۔" بادشاہ: "کیا یہ حق ہے، جو تو کہہ رہا ہے؟" شق: "ہاں! آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے کہ رب کی قسم! نشیب و فراز کے رب کی قسم! جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے، وہ حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔"

امام سہیلی نے فرمایا ہے: "سطیح ایک پھینکا گیا جسم تھا۔ اس کے اعضاء نہ تھے۔ اس طرح شق کا صرف ایک ہاتھ ایک ٹانگ اور ایک آنکھ تھی۔"

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "سطیح سے کہا گیا "تمہیں یہ علم کیسے ملا؟" اس نے کہا: "ایک جن میرا ساتھی ہے۔ اس نے اس وقت باتیں سن لیں تھیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی سیناء میں رب تعالیٰ سے کلام کیا تھا۔ وہ اس میں سے کچھ باتیں مجھے بتا دیتا ہے۔" سطیح اور شق اس روز پیدا ہوئے تھے جس روز طریقہ کاہنہ مری تھی۔ مرنے سے قبل اس نے سطیح کو بلایا۔ سطیح کو اس کے پاس لایا گیا۔ اس نے اس کے منہ میں تھوکا۔ اس نے بتایا کہ وہ اس کا جانشین ہوگا۔ اب علم اور کہانت اس کے پاس ہوگی۔" اس کا چہرہ اس کے سینے میں تھا۔ اس کا نہ سر تھا نہ گردن۔ اس کاہنہ نے شق کو بلایا۔ اس کے ساتھ اسی طرح کیا جس طرح سطیح کے ساتھ کیا تھا، پھر وہ مرگئی سطیح نے طویل عمر پائی۔ حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا میلاد پایا اور کسریٰ اور شیروان کو دیکھا۔"

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سطیح کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ گوشت تھا۔ جسے چٹائی پر رکھا جاتا تھا۔ اسے چٹائی پر رکھ کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ اس میں نہ ہڈی تھی نہ پٹھے۔ بلکہ اس کی گردن، کھوپڑی اور ہتھیلیاں تھیں۔ اسے اس کی گدی تک اس طرح لپیٹ دیا جاتا تھا، جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔ اس کی زبان کے علاوہ اور کچھ حرکت نہ کرتا تھا۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا ہے: "مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ سطیح عرم کے سیلاب کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس دن مرا جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس نے پانچ سو سال یا تین سو سال زندگی پائی۔"

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابو نملہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ بنو قریظہ کے یہودی اپنی کتابوں میں اپنے بچوں کو حضور ﷺ کا ذکر پڑھاتے تھے۔ انہیں آپ کی صفات بتاتے تھے۔ انہیں آپ کے نام اور ہجرت گاہ کے بارے بتاتے تھے۔ جب حضور ﷺ کا ظہور ہوا تو انہوں نے حسد اور سرکشی کی اور آپ کا انکار کر دیا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ جب تبع مدینہ طیبہ آیا۔ وہ "قناۃ" میں اترا۔ اس نے یہود کے علماء کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا: "میں اس شہر کو برباد کرنے لگا ہوں۔" سامول جو سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے کہا: "بادشاہ! یہ شہر اس نبی کریم ﷺ کی ہجرت گاہ ہوگا جو اولاد

اسماعیل میں سے ہوں گے، ان کا نام نامی احمد ہوگا۔ یہ ان کی ہجرت گاہ بنے گا۔ جس جگہ تمہارا بسیرا ہے، اس جگہ ان کے اور ان کے دشمنوں کے مابین جنگ ہوگی۔" تبع: ان کے ساتھ جنگ کون کرے گا؟ سامول: ان کی قوم ان کی طرف بڑھے گی۔ اس جگہ باہم جنگ ہوگی۔ تبع: ان کی قبر انور کہاں ہوگی؟ سامول: اسی شہر میں۔ بادشاہ: جنگ میں نتائج کیا ہوں گے؟ سامول: کبھی ان کے حق میں اور کبھی ان کے خلاف۔ اس جگہ جہاں تم کھڑے ہو ان کے صحابہ کرام شہید ہوں گے۔ بالآخر ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر ان کا غلبہ ہو جائے گا۔ پھر اس معاملہ میں کوئی ان کی مخالفت نہ کرے گا۔ تبع: ان کا مبارک حلیہ کیا ہوگا؟ سامول: وہ نہ طویل قد کے اور نہ ہی کوتاہ قد ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ وہ اونٹ پر سوار ہوں گے۔ وہ عمامہ باندھیں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی، وہ پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ اپنے بھائی یا چچا یا چچازاد سے جہاد کریں۔ حتیٰ کہ انہیں غلبہ نصیب ہو جائے گا۔"

ابن ظفر نے حضرت سفیان بن مجاشع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تمیم کے افراد دیکھے، وہ ایک کاہنہ کے پاس جمع تھے۔ میں نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔ "جو ان سے پیار کرنے لگا وہ معزز ہوگا۔ جس نے انہیں ترک کر دیا وہ ذلیل ہو جائے گا۔ جو ان کی طرف میلان رکھے گا، وہ تندرست رہے گا جو ان سے عداوت رکھے گا وہ برباد ہو جائے گا۔" حضرت سفیان نے پوچھا: "کاہنہ! تو کس کا ذکر کر رہی ہے؟" اس نے کہا: "حرام اور حلال کے مالک علم اور ہدایت کے صاحب، گرفت اور حلم، جنگ اور صلح والے، سرداروں کے سردار، سفید رنگت والے، نحوست مٹانے والے اور دشمن کو ہلاک کرنے والے ہوں گے۔" حضرت سفیان نے پوچھا: "وہ کون ہیں؟" کاہنہ: "وہ نبی ہیں۔ ان کی تائید کی جائے گی۔ ان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ان کی ولادت کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ وہ ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث ہوں گے۔ وہ ایسی کتاب لے کر آئیں گے جس میں لغزش کا گمان نہیں ہوگا۔ ان کا اسم گرامی "محمد" ہوگا۔" سفیان: "کیا وہ عرب میں سے ہوں گے یا عجم میں سے؟" کاہنہ: "بادل والے آسمان کی قسم! شاخوں والے درختوں کی قسم! وہ معد بن عدنان کی نسل میں سے ہوں گے۔ سفیان! تمہارے لیے یہی کافی ہے۔" جب ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اس کا نام "محمد" رکھا کہ شاید ان کا بچہ ہی وہ شخص ہے جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو۔

حضرت عمرو بن عبسہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "زمانہ جاہلیت میں میں اپنی قوم کے بتوں سے تنگ تھا۔ میں نے بتوں کی پوجا کو باطل گمان کیا۔ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص سے ملا اور اس سے افضل دین کے بارے پوچھا۔ اس نے کہا: "مکہ مکرمہ سے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔ وہ اپنی قوم کے بتوں سے نفرت کرے گا۔ وہ افضل دین کے ساتھ تشریف لائے گا۔ جب ان کے متعلق سن لو تو ان کی اتباع کر لینا۔" اب اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد حیات نہ تھا۔ میں مکہ مکرمہ آیا اور پوچھا: "کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟" وہ کہتے: "نہیں۔" ایک دفعہ میں ایک راستے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس سے ایک سوار گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا: "کہاں سے آئے ہو؟" اس نے کہا: "مکہ مکرمہ سے۔"

میں نے پوچھا: "کیا کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے؟" اس نے کہا: "ہاں! ایک شخص نے اپنی قوم کے بتوں سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور معبودِ برحق کی طرف دعوت دی۔" میں نے کہا: "مجھے اسی ذات کی جستجو تھی۔" میں آپ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے چھپے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی: "آپ کون ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نبی ہوں۔" میں نے پوچھا: "نبی کیا ہوتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے بھیجا جاتا ہے۔" میں نے پوچھا: "اسے کون بھیجتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ۔" میں نے پوچھا: "اس نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟" آپ نے فرمایا: "صلہ رحمی کی جائے، خون نہ بہایا جائے۔ راستوں کو پرامن بنایا جائے، بتوں کو توڑ دیا جائے۔ ایک رب تعالیٰ کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔" میں نے عرض کی: "آپ کتنے عمدہ پیغام کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ کیا میں آپ کے پاس ٹھہر سکتا ہوں؟" آپ نے فرمایا: "تم لوگوں کی اس پیغام کے ساتھ نفرت دیکھ رہے ہو، جسے میں لے کر آیا ہوں۔ آپ چلے جاؤ۔ جب سنو کہ میں ہجرت کر کے چلا گیا ہوں تو وہیں آجانا۔" جب میں نے سنا کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔" (ابوسعد، ابونعیم، ابن عساکر)

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے خبر ملی ہے کہ جب بنواسرائیل کو بخت نصر کی وجہ سے تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ جب وہ ذلیل و رسواء اور منتشر ہو گئے۔ وہ اپنی کتب میں پاتے تھے کہ محمد عربی ﷺ رب تعالیٰ کے رسول بن کر تشریف لائیں گے۔ ان کا ظہور عرب کی ایسی بستی سے ہو گا جہاں کھجوریں ہوں گی۔ جب وہ شام کی زمین سے نکلے، تو وہ شام اور یمن کے مابین سارے شہروں کی چھان بین کرنے لگے کہ ان میں سے کس میں یثرب جیسی صفات پائی جاتی ہیں۔ وہاں ایک گروہ اتر جاتا۔ انہیں امید تھی کہ وہ محمد عربی ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیں گے اور آپ کی اتباع کر لیں گے حتیٰ کہ بنوہارون کا ایک گروہ یثرب آیا ان کے آباء اس حال میں مرے کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان رکھتے تھے کہ آپ تشریف لائیں گے۔ وہ اپنے بیٹوں کو آپ کی اتباع پر ابھارتے تھے۔ جب ان کی اولاد نے آپ کو پالیا تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ آپ کو جانتے تھے۔

ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے گھر میں تھا۔ میری عمر سات سال تھی۔ میں جو دیکھتا یا سنتا اسے یاد رکھتا تھا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ تھا کہ ایک جوان ہمارے پاس آیا جسے ثابت بن ضحاک کہتے تھے۔ اس نے کہا: "بنوقریظہ کا ایک یہودی مجھ سے مباحثہ کرتا ہوا کہہ رہا تھا" ایک کریم نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ وہ ہماری کتاب کی طرح کی کتاب لے کر آئیں گے اور تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے۔" حضرت حسان نے فرمایا: "بخدا! میں بلند ٹیلے پر تھا۔ میں نے وقت سحر ایک بلند آواز سنی۔ اتنی بلند آواز میں نے نہیں سنی تھی۔ مدینہ طیبہ کے ٹیلے پر ایک یہودی کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں مشعل تھی، اس کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔

لوگوں نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" اس نے کہا: "احمد مجتبیٰ ﷺ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ یہ ستارہ صرف نبوت کے لیے طلوع ہوتا ہے۔ احمد مجتبیٰ ﷺ کے علاوہ کوئی نبی باقی نہیں رہ گیا۔" لوگ اس کی خبر پر ہنسنے لگے اور تعجب کا اظہار کرنے لگے۔" حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک سو بیس سال زندگی گزاری۔ ساٹھ سال زمانہ جاہلیت اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں بسر کیے۔

امام واقدی اور ابونعیم نے حضرت حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہمارے مابین یہودی بھی رہتے تھے۔ یہودی ایک نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے تھے۔ جو مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔ ان کے علاوہ کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ ہماری کتب میں ان کا حلیہ یہ یہ ہے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کا سارا حلیہ بیان کر دیتے۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ جو دیکھتا اسے یاد رکھتا جو سنتا وہ ذہن نشین رہتا تھا۔ میں نے بنو عبدالاشہل کی طرف ایک چیخ سنی۔ قوم خوفزدہ ہو گئی کہ کوئی معاملہ رونما نہ ہوا ہو۔ پھر آواز مخفی ہو گئی پھر آواز آئی۔ ہم نے وہ آواز سمجھ لی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔" اے اہلِ یثرب! یہ احمدِ مجتبیٰ ﷺ کا ستارہ ہے، جو دنیا میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔" ہم اس پر تعجب کرنے لگے۔ پھر ہم طویل عرصہ ٹھہرے رہے۔" ہم یہ سب کچھ بھول گئے۔ ایک قوم مر گئی، دوسری پیدا ہو گئی۔ میں عمر رسیدہ ہو گیا۔ پھر اسی طرح کی آواز آئی۔" اہلِ یثرب! محمد عربی ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ نبوت کا تاج ان کے سر پر سجا دیا گیا ہے۔ ان پر وہی ناموس اکبر آیا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آتا تھا۔" پھر میں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ میری قوم سے کچھ لوگ نکل آئے۔ کچھ ٹھہرے رہے۔ بعض نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے بھی اسلام قبول کر لیا، حتیٰ کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

ابونعیم نے ابوسعید مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اپنے باپ کو سنا وہ کہہ رہے تھے۔" ایک دن میں بنو عبدالاشہل کے پاس آیا تھا، تاکہ ان سے بات چیت کروں۔ میں نے یوشع یہودی کو سنا وہ کہہ رہا تھا۔" ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے، جن کا نام نامی احمد ہوگا، ان کا ظہور حرم پاک سے ہوگا۔" اس سے پوچھا گیا: "ان کا حلیہ کیا ہوگا؟" اس نے کہا: "ان کا قد نہ لمبا نہ ہی چھوٹا ہوگا۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ وہ چادر اوڑھیں گے۔ دراز گوش پر سواری کریں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی۔ یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہوگا۔" میں اپنی قوم میں واپس آ گیا۔ میں اس کی بات پر تعجب کر رہا تھا۔ ایک آدمی کہہ رہا تھا" یہ صرف یوشع ہی نہیں کہتا۔ سارے یہودی اسی طرح کہتے ہیں۔" میں بنو قریظہ کے پاس آیا۔ میں نے انہیں دیکھا وہ ایک جگہ جمع تھے۔ وہ حضور ﷺ کا ذکر خیر کر رہے تھے۔ زبیر بن باطا نے کہا: "وہ سرخ ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو کسی نبی کے ظہور کے وقت طلوع ہوتا ہے۔ انبیاء میں سے صرف احمد مجتبیٰ ﷺ ہی باقی رہ گئے ہیں۔ یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔"

ابن عساکر نے حضرت کعب سے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب آسمانی وحی تھی۔ وہ تجارت کی غرض سے شام گئے، انہوں نے ایک خواب دیکھا، اسے بحیری راہب سے بیان کیا۔ اس نے ان سے

پوچھا "آپ کہاں رہتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "مکہ مکرمہ میں" بحیریٰ: کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق: "قریش سے۔" بحیریٰ: "کیا کرتے ہیں؟" سیدنا صدیق اکبر: "تجارت۔" بحیریٰ: رب تعالیٰ نے تمہاری خواب سچ کر دکھائی ہے۔ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ تم ان کے وزیر ہو گے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔" حضرت ابوبکر صدیق نے یہ واقعہ مخفی رکھا، حتیٰ کہ حضور ﷺ مبعوث ہو گئے، انہوں نے پوچھا: "محمد عربی ﷺ آپ کے دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "وہ خواب جسے تم نے شام میں دیکھا تھا۔" انہوں نے عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

ابونعیم اور امام بیہقی نے عفیر بن زرعہ بن سیف بن ذی یزن سے روایت کیا ہے کہ جب سیف ذی یزن حبشہ پر غالب آیا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک دو سال تھی۔ اس وقت سیف کے پاس عرب کے وفود، سردار اور شعراء آئے تاکہ اسے مبارک باد دیں، اسے بتائیں کہ اس نے اپنی قوم کا بدلہ لینے کے لیے کتنی مشکلات جھیلیں ہیں۔ وفد قریش بھی اس کے پاس آیا۔ اس وفد میں عبدالمطلب بن ہاشم، امیہ بن عبدشمس، عبداللہ بن جدعان، اسد بن عبدالعزیٰ، وہب بن عبدمناف، قصی بن عبدالدار شامل تھے۔ اذن حاصل کرنے والے سیف کے پاس آیا۔ اس وقت وہ غمدان محل میں تھا۔ اسی محل کے بارے امیہ بن ابی صلت الثقفی نے کہا ہے:

وَاشْرَبْ هَنِيئًا عَلَيْكَ التَّاجُ مُرْتَفِقًا ۔۔۔ فِي رَأْسِ غُمْدَانَ دَارٌ مِنْكَ مِحْلَالًا

ترجمہ: "تو مزے سے شراب پی۔ تیرے سر پر وہ تاج ہے جو جواہرات سے مزین ہے۔ اور غمدان محل میں تیرے لیے عمدہ گھر ہے۔"

وَاشْرَبْ هَنِيئًا فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ ۔۔۔ وَاسْبَلِ الْيَوْمَ فِي بُرْدَيْكَ إِسْبَالًا

ترجمہ: "تو مزے سے شراب پی، دشمنوں کو برباد کر دیا گیا ہے۔ آج اپنی دو چادروں کو خوب لٹکا کر چل۔"

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ ۔۔۔ شِيبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ أَبْوَالًا

ترجمہ: "یہ عمدہ صفات ہیں۔ یہ ایسے دودھ کے پیالے نہیں ہیں جن میں پانی ملایا گیا ہو۔ جو کچھ دیر بعد پیشاب بن جائیں۔"

بادشاہ نے مرکب خوشبو لگا رکھی تھی۔ وہ چمک رہا تھا۔ اس نے اپنی مانگ میں سفید مشک لگا رکھی تھی۔ اس نے دو چادریں پہن رکھی تھیں۔ ایک اوپر تھی دوسری کو بطور ازار بند باندھ رکھا تھا۔ تلوار اس کے سامنے تھی۔ اس کے دائیں بائیں بادشاہ اور سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں سرداران قریش کے مقام و منصب سے آگاہ کیا گیا۔ اس نے انہیں اذن دے دیا وہ اس کے پاس آئے۔ حضرت عبدالمطلب قریب ہوئے اور کلام کرنے کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا: "اگر تمہیں بادشاہ کے سامنے گفتگو کرنے کا طریقہ آتا ہے تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: "اے شاہِ والا! رب

تعالیٰ نے آپ کو بلند منصب عطا فرمایا ہے۔تمہیں ایسی نبات بنایا ہے جس سے اس کی اصل خوشگوار ہے۔اس کی اصل کو اس سے عمدگی نصیب ہوتی ہے۔شاخوں کو رفعت نصیب ہوتی ہے وہ عمدہ اور بہترین جگہ پر ہو۔اے بادشاہ! تو ایسے امور سے دور رہے جو لعنت کا مستحق بناتے ہیں،عرب کا ایسا بادشاہ ہے عرب جس کا فرمانبردار ہے۔اس کا وہ ستون ہے جس پر اس کا بھروسہ ہے۔تو ان کا وہ قلعہ ہے جس کی طرف لوگ آتے ہیں۔تیرے سلف بہترین سلف ہیں۔تو ہمارے لیے ان کا بہترین جانشین ہے۔جس کا جانشین تم جیسا ہو۔اس کا ذکر نہیں مٹتا۔جس کا تو سلف ہو وہ گمنام نہیں رہتا۔ہم اہلِ حرم ہیں۔اس کے گھر کے محافظ ہیں۔ہمیں تمہارا وہ کرب اور مصیبت لے کر آیا ہے جواب دور ہو چکا ہے۔اس نے ہمیں بوجھل بنا دیا تھا۔ہم مبارکباد دینے آئے ہیں۔ازار بند لینے نہیں آئے۔"

بادشاہ نے ان سے کہا:"اے گفتگو کرنے والے!تم کون ہو؟"انہوں نے کہا:"میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔" بادشاہ نے کہا:"ہمارا بھانجا!"عبدالمطلب:"ہاں!"بادشاہ:"قریب ہو جاؤ۔"پھر بادشاہ نے ان پر اور ان کی قوم پر توجہ کی۔انہیں خوش آمدید کہا۔اس نے کہا:"تمہارے لیے یہاں اونٹنی بھی ہے اور رجاوہ بھی،کشادہ میدان بھی ہے اور ایسا بادشاہ بھی ہے جس کی سخاوت کی کوئی حد نہیں۔جو بڑے بڑے عطیات عطا کرتا ہے۔بادشاہ نے تمہاری گفتگو سن لی ہے۔تمہاری رشتہ داری پہچان لی ہے،تمہارا وسیلہ قبول کر لیا ہے۔شب و روز تمہیں چھپا نہیں سکتے۔جب تک تم ٹھہرے رہے تمہیں عزت ملے گی۔جب جانے لگے تو تمہیں انعام دیا جائے گا۔"پھر یہ وفد مہمان خانے میں چلا گیا۔بادشاہ نے ان کی ضیافت کی۔ایک ماہ گزر گیا،بادشاہ نہ انہیں جانے کی اجازت دیتا اور نہ ہی ان سے ملاقات کرتا۔ایک دن اس نے حضرت عبدالمطلب کی طرف پیغام بھیجا۔انہیں اپنے قریب کیا۔اس نے کہا:"عبدالمطلب! میں اپنے علم کا راز تمہیں بتانے لگا ہوں۔اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں اسے یہ راز نہ بتاتا۔میں تمہیں اس کا راز دان سمجھتا ہوں،میں راز تمہیں بتانے لگا ہوں تم اسے مخفی رکھنا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس راز کو بتانے کا حکم دے دے۔میں نے اپنے علم اور اس کتاب میں پایا ہے جو ہمارے لیے مختص ہے جسے ہم دوسروں سے چھپاتے ہیں۔اس علم میں ہم ایک عظیم خبر پاتے ہیں جس میں زندگی کا شرف ہے،وفا کی فضیلت ہے،یہ فضیلت لوگوں کے لیے عام اور تمہارے اور تمہارے قبیلے کے لیے خاص ہے۔"حضرت عبدالمطلب نے کہا:"بادشاہ!رب تعالیٰ تمہیں خوش رکھے نیکی کی توفیق دے۔وہ راز کیا ہے۔لوگ گروہ در گروہ آپ پر فدا!ذرا بتاؤ۔" بادشاہ نے کہا:"جب تہامہ میں ایک خوبصورت بچہ پیدا ہوگا،جس کے کندھوں کے مابین نشانی ہوگی۔اسے سیادت نصیب ہوگی،تمہیں روزِ حشر تک سرداری ملے گی۔"عبدالمطلب نے کہا:"اے بادشاہ! تمہیں اتنی بھلائی ملے کہ اتنی بھلائی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہو،اگر بادشاہ کی ہیبت،جلال اور تعظیم رکاوٹ نہ بنے تو میں کہتا ہوں کہ وہ مجھے یہ راز کھول کر بیان کرو تا کہ میرا لطف دوبالا ہو جائے۔"بادشاہ نے کہا:"اب وقت آگیا ہے کہ وہ بچہ پیدا ہو یا وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔اس کا نام نامی "محمد" ہے۔اس کے والدین کریمین وفات پا چکے ہوں گے۔اس کا دادا اور چچا اس کی کفالت کریں گے۔رب تعالیٰ

اسے واضح طور پر مبعوث کرے گا۔ ہم میں سے اس کے انصار پیدا کرے گا۔ ان کے ساتھ اس کے دوستوں کو عزت نصیب ہوگی۔ اس کے دشمن رسوا ہوں گے۔ وہ تلوار کے ساتھ جہاد کرے گا۔ وہ ان کے ذریعے لوگوں کا قیمتی مال فتح کرے گا۔ وہ رحمن کی عبادت کرے گا۔ شیطان کو رسوا کرے گا۔ آگ بجھا دے گا۔ بتوں کو توڑ دے گا۔ اس کی بات فیصلہ کن ہوگی۔ اس کا حکم سراپا عدل ہوگا۔ وہ نیکی کا حکم دے گا، خود بھی نیکی کرے گا۔ برائی سے روکے گا خود بھی اس سے رکے گا۔"

حضرت عبدالمطلب نے کہا: "تمہاری کوشش کو عزت نصیب ہو۔ تمہاری مملکت دائمی رہے۔ تمہیں رفعت نصیب ہو۔ کیا تم مزید وضاحت کرو گے۔ اب میرے لیے بعض امور واضح ہو چکے ہیں۔" سیف نے کہا: "پردوں والے گھر کی قسم! تم اس مبارک بچے کے دادا ہو۔ اس میں ذرا شک نہیں۔" یہ سن کر حضرت عبدالمطلب سجدہ میں گر پڑے۔ سیف نے کہا: "تمہارا سینہ ٹھنڈا ہو۔ تمہارا ذکر بلند ہو۔ اپنا سر اٹھاؤ۔ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے کیا تمہیں کچھ محسوس ہوا ہے؟" عبدالمطلب: "اے بادشاہ! ہاں! میرا ایک فرزند تھا۔ میں اس سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس سے نرمی برتتا تھا۔ اس کی زوجہ آمنہ بنت وہب تھیں ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے "محمد" رکھا ہے۔ اس کے والدین کریمین وصال کر چکے ہیں، میں اور اس کا چچا اس کی کفالت کرتے ہیں۔" سیف نے کہا: "میں نے جو کچھ کہنا تھا اسے کہہ دیا ہے تم اپنے بیٹے کی حفاظت کرو، انہیں یہود سے بچاؤ، وہ ان کے دشمن ہیں، لیکن ربِ تعالیٰ یہود کو کامیاب نہیں کرے گا، جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے، اسے مخفی رکھنا۔ اس وفد سے یہ سب کچھ چھپانا جو تمہارے ساتھ ہے۔ میں اس سے امن سے نہیں ہوں کہ وہ حسد کرنے لگیں گے۔ وہ ان کے لیے رکاوٹیں کھڑی کریں گے۔ ان کے لیے مشکلات تلاش کریں گے۔ وہ یا ان کی اولاد اس طرح ضرور کرے گی۔ اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ میں ان کی بعثت سے قبل مر جاؤں گا۔ تو میں اپنے پیادہ اور گھڑ سوار دستے کے ساتھ جاتا حتیٰ کہ یثرب پہنچ جاتا، میں کتاب ناطق اور علم سابق میں پاتا ہوں کہ یثرب میں ان کے امر کو استحکام نصیب ہوگا۔ وہیں انہیں انصار ملیں گے اور ان کی قبر انور وہیں ہوگی۔ اگر مجھے آفات کا اندیشہ نہ ہوتا اور ان پر مشکلات کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان کی کم عمری میں ہی ان کے امر کا اعلان کر دیتا۔" پھر بادشاہ نے وفد کے دیگر ارکان کو بلایا ہر ایک کو دس دس سیاہ فام غلام اور دس دس سیاہ فام لونڈیاں دینے کا حکم دیا۔ ہر ایک کو دو دو حلے دس دس رطل سونا اور دس دس رطل چاندی اور سو سو اونٹ دینے کا حکم دیا اور ہر ایک کو ایک ایک برتن عنبر سے بھر کر دیا اور حضرت عبدالمطلب کو ہر چیز دس گنا زیادہ دی۔ پھر فرمایا "ایک سال بعد آنا مجھے اس مبارک بچے کے بارے بتانا اس کے معاملات سے آگاہ کرنا۔" لیکن سال گزرنے سے پہلے ہی وہ سیف مر گیا تھا۔ حضرت عبدالمطلب یہ بات کثرت سے کرتے تھے "اے گروہِ قریش! بادشاہ نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے اس پر تم میں سے کوئی رشک نہ کرے خواہ وہ کثیر ہے لیکن وہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن مجھ پر اس امر پر رشک کرو، جو میرے لیے باقی رہے گا۔ میری نسل میں اس کا ذکر اور فخر باقی رہے گا۔" جب پوچھا جاتا کہ وہ کیا ہے؟ تو وہ کہتے: "جو کچھ میں کہتا ہوں کچھ مدت بعد اسے جان لیا جائے گا۔"

امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت کلبی سے، ابو صالح سے اور حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ ابونعیم نے محمد بن عمر کی سند سے ان کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک دن حضرت عبدالمطلب حجر میں تھے ان کے پاس نجران کا پادری بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ان کا دوست تھا۔ ان سے باتیں کرتا تھا۔ اس نے کہا: "ہم پاتے ہیں کہ اولاد اسماعیل میں سے ایک نبی پیدا ہوں گے۔ یہ شہر ان کی جائے پیدائش ہے۔ ان کا حلیہ یہ ہوگا۔" حضور اکرم ﷺ کو اس کے پاس لایا گیا۔ پادری نے آپ کو دیکھا آنکھوں کی سرخی دیکھی۔ کمر مبارک اور قدمین دیکھے تو کہنے لگا: "یہ نبی آخرالزمان ہیں۔ یہ آپ کے کیا لگتے ہیں۔" حضرت عبدالمطلب: "یہ میرے بیٹے ہیں۔" پادری: "نہیں۔ ان کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔" حضرت عبدالمطلب: "یہ میرے بیٹے کے بیٹے ہیں۔ ان کے والد گرامی اس وقت وفات پا گئے تھے جب یہ اپنی امی کے بطن میں تھے۔" پادری: "آپ نے سچ کہا ہے۔" حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا: "اپنے اس بھتیجے کی حفاظت کرو۔ کیا تم سن نہیں رہے کہ ان کے بارے کیا کہا جا رہا ہے؟"

اس باب میں اور بھی بہت سی روایات مروی ہیں لیکن اتنا تذکرہ ہی کافی ہے۔

❁❁❁

دسواں باب

بعض خواب جو آپ ﷺ کی بعثت پر دلالت کرتے ہیں

ابونعیم نے لکھا ہے کہ جناب ابوطالب جناب عبدالمطلب سے بیان کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا۔ میں نے ایک خواب دیکھا، جس نے مجھے ڈرایا۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ میں قریش کی کاہنہ کے پاس گیا۔ مجھ پر ریشمی دھاری دار چادر تھی۔ میری زلفیں میرے کندھوں تک لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے کاہنہ سے کہا: "میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ گویا کہ ایک درخت اگا ہے، جس کی چوٹی آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی شاخیں مشرق تا مغرب پھیلی ہوئی تھیں۔ میں نے کوئی نور اس کے نور سے زیادہ روشن نہ دیکھا۔ وہ سورج سے ستر گنا زیادہ ضوفشاں تھا۔ میں نے عرب و عجم کو اس کے سامنے سجدہ ریز دیکھا اور وہ ہر لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی عظمت، نور اور بلندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لحہ وہ غائب اور دوسرے لحہ میں وہ ظاہر ہو جاتا۔ میں نے قریش کے ایک گروہ کو دیکھا۔ وہ اس کی شاخوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے دوسرے گروہ کو دیکھا وہ اسے کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اس کے قریب ہوئے، تو انہیں ایک جوان نے پکڑ لیا، میں نے اتنا حسین جوان آج تک نہیں دیکھا تھا۔ نہ ہی اتنی عمدہ خوشبو سونگھی تھی۔ اس جوان نے اس گروہ کی کمریں توڑ دیں۔ ان کی آنکھیں اکھیڑ پھینکیں۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ تاکہ اس درخت کو پکڑ لوں، لیکن میں یوں نہ کر سکا۔ میں نے پوچھا: "یہ کس کے حصہ میں ہے؟" انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ان لوگوں کے نصیب میں ہے جو اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ میں گھبرا کر جاگ گیا۔ میں نے دیکھا کہ کاہنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس نے کہا: "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو پھر تمہاری صلب ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک بنے گا، لوگ اس کا دین اختیار کریں گے۔" حضرت عبدالمطلب نے جناب ابوطالب سے فرمایا: "شاید تم اس بچے کے چچا بنو۔" جناب ابوطالب یہ خواب بیان کرتے تھے تو حضور ﷺ مبعوث ہو چکے تھے، وہ فرماتے تھے: "وہ درخت ابوالقاسم الامین ﷺ ہیں۔" جب ان سے کہا جاتا: "کیا آپ ایمان نہیں لائیں گے؟" تو وہ کہتے: "گالی اور عار کی وجہ سے۔"

ابن ظفر نے ذکر کیا ہے کہ مرثد بن کلال نے ایک خواب دیکھا جس نے اسے خوفزدہ کر دیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو وہ خواب بھول چکا تھا۔ حتیٰ کہ اسے اس میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ پھر اس نے کاہن حاضر کیے اور ہر ہر کاہن سے خلوت میں ملاقات کرنے لگا۔ اس نے ان سے کہا: "مجھے اس امر کے بارے بتاؤ، جو میں تم سے پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" ایک

کاہن نے اسے بتایا کہ اس کے پاس اس کا علم نہیں ہے نہ کسی ایک کاہن کے پاس اس کا جواب ہے۔ پھر مرثد شکار کے لیے نکلا۔ اس نے شکار کی تلاش میں مبالغہ سے کام لیا۔ اپنے دوستوں سے جدا ہو گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر اسے چند گھر نظر آئے، وہ ایک گھر میں چلا گیا، ایک بڑھیا اس کے سامنے آ گئی۔ اس نے بادشاہ کو پیالے میں کھانا پیش کیا۔ بادشاہ نیچے اترا جب سورج غروب ہو گیا تو وہ وہیں سو گیا۔ جب وہ جاگا تو سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سامنے ایک نوجوان لڑکی دیکھی آج تک اتنی حسین دوشیزہ اس نے نہیں دیکھی تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا: "آپ ایسے امور سے دور رہیں جو لعنت کا سبب بنیں۔ اے شاہ والا! کیا آپ کھانا کھائیں گے؟" جب بادشاہ کو علم ہوا کہ یہ دوشیزہ اسے جانتی ہے۔ تو اسے اپنے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ اس دوشیزہ نے کہا: "آپ پر بشر فدا! اس نے بادشاہ کے سامنے ثرید پیش کی۔ خود اس سے دور کھڑی ہو گئی حتیٰ کہ اس نے کھانا کھا لیا۔ پھر اسے خالص اور ٹھنڈا دودھ پیش کیا۔ بادشاہ نے اتنا دودھ پیا جتنی اس کو ضرورت تھی۔ وہ اس دوشیزہ کو آتے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے دل کو حسن و جمال سے بھر دیا تھا۔ دل کو محبت سے لبریز کر دیا تھا۔ اس نے دوشیزہ کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام عفیراء ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: "عفیراء! جس کو تو نے شاہ والا کہا ہے وہ کون ہے؟" عفیراء: وہ عظیم بادشاہ مرثد ہے جس نے سارے کاہن اور کاہنہ جمع کیے تھے۔ وہ اس خواب کے متعلق جاننا چاہتا تھا جس نے اسے پریشان کر دیا تھا۔" بادشاہ: "اے عفیراء! کیا تو جانتی ہے کہ وہ خواب کیا تھا؟" عفیراء: "ہاں! وہ ایک سچا خواب تھا۔ وہ پریشان کن خواب تھا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ بگولوں پر بگولے اٹھ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے تھے۔ ان میں روشن شعلے بھی تھے۔ ان کا پھیلنے والا دھواں تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک نہر دیکھی جو اس سے پیتا تھا وہ سیراب ہو جاتا تھا۔ جو غوطہ لگاتا تھا وہ غرق ہو جاتا تھا۔ پھر آپ نے گھنٹی بجانے والے کی آواز کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ نہر کے ساحل پر چلو۔" بادشاہ نے کہا: "خواب تو یہی ہے۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟" عفیراء نے کہا: "وہ آگ کے بگولے تبع بادشاہ تھے۔ نہر سے مراد واسع علم ہے۔ پلانے والے نبی کریم ﷺ ہیں۔ جس نے پانی پی لیا وہ ان کا تابعدار دوست بن گیا، جس نے انکار کیا، وہ ان کا دشمن بن گیا۔" بادشاہ: "کیا یہ نبی امن کے ساتھ آئیں گے یا جنگ کے ساتھ۔" عفیراء: مجھے اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا۔ جس نے بادل سے پانی نازل کیا۔ وہ خونریزی کو باطل کریں گے۔ وہ بادشاہوں کی اولادوں کو کنیزیں اور غلام بنا لیں گے۔" بادشاہ: "وہ کس کی طرف دعوت دیں گے؟" عفیراء: "وہ روزوں، نماز، صلہ رحمی، بت توڑنے، جوئے کے تیر توڑنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم دیں گے۔" بادشاہ: وہ کس قوم سے ہوں گے؟ عفیراء: "وہ مضر بن نزار کی نسل سے ہوں گے۔ ان کے لیے بہت سا گرد و غبار اٹھے گا وہ اپنے دشمن کو قتل کریں گے یا انہیں قیدی بنا لیں گے۔" بادشاہ: "عفیراء! جب ان کی قوم قتل ہو جائے گی تو پھر ان کی مدد کون کرے گا؟" عفیراء: مختلف سمتوں کے معزز لوگ ان کی مدد کریں گے، ان کی نگاہیں نور بصیرت سے روشن ہو جائیں گی۔ ان پر غم سہنے آسان ہوں گے۔" بادشاہ نے سر جھکایا۔ وہ اس دوشیزہ کو شادی کا پیغام دینا چاہتا تھا۔ دوشیزہ نے کہا: "بادشاہ!

آپ لعنت سے دور رہیں۔ میرا منگیتر ایک غیور انسان ہے۔ وہ میری طرف بہت رجحان رکھتا ہے۔ مجھ سے تعرض کرنے والا برباد ہو جاتا ہے۔" بادشاہ اسی وقت اٹھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اپنے محل میں چلا گیا۔ اس دوشیزہ کے لیے ایک سو اونٹ بھیج دیے۔

ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور ﷺ کی بعثت سے قبل خالد بن سعید سوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ گویا کہ مکہ مکرمہ میں اتنی تاریکی چھا گئی ہے کہ انسان اپنی ہتھیلی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ چشمۂ زمزم سے ایک نور نکلا پھر وہ آسمان کی طرف بلند ہوا۔ اس نے بیت اللہ کو روشن کر دیا۔ پھر اس نے سارا مکہ مکرمہ روشن کر دیا۔ پھر وہ مدینہ طیبہ کے نخلستانوں کی طرف چلا گیا انہیں بھی روشن کر دیا۔ حتیٰ کہ میں نخلستان میں کھجوریں بھی دیکھ سکتا تھا۔ میں بیدار ہوا۔ میں نے اپنے بھائی عمرو بن سعید کو اپنا خواب بیان کیا۔ وہ رائے میں مجھ سے زیادہ پختہ تھے۔ انہوں نے کہا: "میرے بھائی! یہ معاملہ حضرت عبدالمطلب کے خاندان میں ہی رونما ہوگا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ یہ ان کے باپ کے چشمہ سے نکلا ہے۔" خالد نے کہا: "یہ خواب ان امور میں سے تھا جن کے سبب رب تعالیٰ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔" حضرت ام خالد نے فرمایا: "سب سے پہلے میرا بیٹا اسلام لایا۔ کیونکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے بارے خواب دیکھا تھا۔" آپ نے فرمایا: "اے خالد! میں وہی نور ہوں۔ میں رب تعالیٰ کا رسول ہوں۔" آپ نے ان امور کا ذکر کیا، جن کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ حضرت خالد اسلام لے آئے۔ حضرت عمرو نے ان کے بعد اسلام قبول کیا۔

ابن سعد نے سعد بن حرام انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ چالیس افراد کے ساتھ ایک تاجر کی حیثیت سے شام گئے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اس نے کہا: "مکہ مکرمہ میں نبیٔ دو جہاں ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ ابوامامۃ! ان کی اتباع کرلو۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ تم ایک جگہ اترو گے۔ تمہارے ساتھیوں کو مرض آلے گا۔ تم نجات پا جاؤ گے۔ فلاں کی آنکھ میں نیزہ لگے گا۔" وہ ایک جگہ اترے۔ وہاں کے لوگ طاعون میں مبتلا تھے۔ حضرت ابوامامۃ کے علاوہ سارے اس مرض میں مبتلا ہو گئے ان کے ایک ساتھی کی آنکھ میں نیزہ لگا۔

ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت عمرو بن مرہ الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "زمانۂ جاہلیت میں میں ایک قوم کے ہمراہ حج کی نیت سے عازمِ سفر ہوا۔ میں نے مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا کہ ایک نور پھیل رہا تھا۔ جو کعبہ سے نکلا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لیے کعبہ سے لے کر یثرب کے پہاڑوں تک سب کچھ روشن ہو گیا۔ میں نے جہینہ کو دیکھ لیا۔ میں نے اس نور میں آواز سنی وہ کہہ رہی تھی "ظلمت چھٹ گئی ہے۔ روشنی پھیل گئی ہے۔ خاتم الانبیاء مبعوث ہو چکے ہیں۔ پھر میرے قریب ایک دفعہ پھر اجالا ہوا۔ حتیٰ کہ میں نے حیرہ کے محلات دیکھے۔ مدائن کا سفید محل دیکھا۔ میں نے اس نور میں ایک آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔ "اسلام کا ظہور ہو چکا ہے۔ بت ٹوٹ چکے ہیں۔ صلہ رحمی ہو گئی ہے۔" میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

میں نے اپنی قوم سے کہا: "بخدا! قبیلہ قریش میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔" میں نے انہیں اپنا خواب سنایا۔ جب ہم اپنے شہر پہنچے تو یہ خبر ملی کہ احمد ﷺ نامی ذات والا مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں آیا اور جو کچھ دیکھا تھا آپ کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "عمرو بن مرہ! میں نبی ہوں۔ مجھے سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ میں انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ انہیں خونریزی سے روکتا ہوں۔ انہیں صلہ رحمی کرنے، رب تعالیٰ کی عبادت کرنے، بت توڑنے، بیت اللہ کا حج کرنے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔" جس نے لبیک کہا اس کے لیے جنت ہے۔ جس نے نافرمانی کی اس کے لیے آگ ہے۔ عمرو! رب تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔ رب تعالیٰ تمہیں جہنم کے خطرات سے نجات عطا کرے گا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں اس حلال اور حرام پر ایمان لایا جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا۔ پھر میں نے یہ اشعار کہے:

شهدتُ بان الله حقٌّ و انّني ... لالهة الاصنام اول تارك

لاَصْحَبَ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَ وَالِدًا ... رَسُوْلُ مَلِيْكِ النَّاسِ فَوْقَ الجبائِكِ

ترجمہ: "میں نے گواہی دی کہ رب تعالیٰ حق ہے۔ میں ان بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔ تاکہ میں اس ذات والا کی رفاقت اختیار کروں جو نفس اور والد کے اعتبار سے سب بہترین ہیں۔ جو اس کائنات میں رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

ابونعیم نے حضرت کعب اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخت نصر نے ایک خواب دیکھا جس نے اسے خوفزدہ کر دیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو وہ خواب اسے بھول چکا تھا۔ اس نے اپنے کاہن اور جادوگر بلائے۔ اپنی وہ پریشانی بتائی جو اسے اس خواب کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی۔ اس نے انہیں کہا کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کریں۔" انہوں نے کہا: "بادشاہ سلامت! خواب بھی بیان کرو۔" بخت نصر نے کہا: "میں خواب تو بھول چکا ہوں۔" کاہنوں اور جادوگروں نے کہا: "ہم اس کی تعبیر پر قادر نہیں ہیں حتیٰ کہ آپ وہ خواب بیان کر دیں۔" بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو بلایا اور ان سے خواب اور اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا: "بادشاہ! تم نے ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے جس کی ٹانگیں زمین میں تھیں سر آسمان پر تھا۔ اس کا اوپر کا حصہ سونے کا، اس کا وسط چاندی کا اور نچلا حصہ تانبے کا بنا ہوا تھا۔ اس کی پنڈلیاں لوہے کی بنی ہوئی تھیں۔ اس کی ٹانگیں پختہ مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ اسی اثناء میں کہ تم اس کی طرف دیکھ رہے تھے تمہیں اس کے حسن نے متعجب کر دیا۔ رب تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر بھیجا جو اس کے سر کی چوٹی پر لگا اور اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کا سونا، چاندی، تانبا، لوٹا اور مٹی باہم مل گئے۔ حتیٰ کہ یوں گمان ہونے لگا کہ اگر سارے جن و انس بھی اکٹھے ہو جائیں وہ پھر بھی انہیں جدا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اگر ہوا چلے تو ان کے ذرات کو بکھیر دے تم نے وہ پتھر دیکھا جس کے ساتھ اس بت کو توڑا گیا تھا وہ بڑھتا اور پھیلتا گیا حتیٰ کہ اس نے ساری زمین کو بھر دیا،

تمہیں آسمان اور پتھر ہی نظر آرہے تھے۔ بخت نصر نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔ میں نے یہی خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت دانیال نے فرمایا: ''بت مختلف اقوام تھیں جو ابتدائی، وسطی اور آخری زمانہ میں ہوں گی۔ وہ پتھر جس سے رب تعالیٰ نے بت کو پاش پاش کیا وہ رب تعالیٰ کا دین تھا، جس کے ساتھ رب تعالیٰ آخری زمانہ میں ضرب لگائے گا اور سارے ادیان پر غالب کر دے گا۔ رب تعالیٰ عرب میں امی نبی ﷺ مبعوث کرے گا۔ رب تعالیٰ ان کے ذریعے امم اور ادیان کو اس طرح پیس دے گا جس طرح اس پتھر نے اس بت کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ وہ اس دین کو سارے ادیان پر غالب کر دے گا جس طرح آپ نے دیکھا کہ وہ پتھر ساری روئے زمین پر پھیل گیا تھا۔''

گیارھواں باب

حضور ﷺ کی تصویر، دیگر انبیائے کرام کی تصاویر کے ساتھ

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجھے اور ایک شخص کو ہرقل صاحب روم کی طرف بھیجا گیا، تاکہ ہم اسے اسلام کی طرف بلائیں، ہم عازم سفر ہو کر دمشق پہنچے۔ ہم جبلہ بن الایہم غسانی کے پاس ٹھہرے۔ ہم اس کے پاس گئے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہماری طرف قاصد بھیجا تاکہ ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں۔ ہم نے کہا: "ہم قاصد سے بات چیت نہیں کریں گے۔ ہمیں بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر وہ اجازت دیتا ہے تو ہم اس کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں، ورنہ ہم اس کے قاصد کے ساتھ بات چیت نہیں کریں گے۔" اس کا قاصد اس کے پاس گیا اس کے یہ معاملہ بتایا تو اس نے ہمیں اجازت دے دی۔ حضرت ہشام نے اس کے ساتھ بات چیت کی اور اس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ حضرت ہشام نے پوچھا: "تم نے یہ کون سا لباس پہن رکھا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے یہ لباس اس قسم کے ساتھ پہنے ہیں کہ میں انہیں اس وقت تک نہ اتاروں گا جب تک میں تمہیں شام سے نہ نکال دوں۔" ہم نے اسے کہا "اسی جگہ ٹھہرو۔ بخدا! ہم تم سے یہ سلطنت اور اقتدار چھین لیں گے۔ ان شاء اللہ! ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کے بارے بتا دیا تھا۔" اس نے کہا: "کیا تم سمراء ہو؟" ہم نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا "تم وہ نہیں ہو۔ وہ تو دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ رات کو افطار کرتے ہیں۔ تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟" جب ہم نے اسے بتایا تو اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اس نے کہا "اٹھو! اس نے ہمارے ہمراہ ایک قاصد بھیجا۔" جب ہم اس شہر کے قریب پہنچے تو اس قاصد نے کہا "تمہارے یہ جانور اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم تمہیں براذین (غیر عربی گھوڑے) یا خچروں پر سوار کریں گے۔" ہم نے کہا: "نہیں! بخدا! ہم ان جانوروں پر ہی طے کریں گے۔" اس نے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا کہ انہوں نے ہمارے جانوروں پر آنے سے انکار کر دیا ہے۔" ہم اپنے جانوروں پر داخل ہوئے۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ہم اس کے کمرہ تک پہنچ گئے۔ وہ ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے کہا: "لا الہ الا اللہ اللہ اکبر!" اس نعرہ کے بعد کمرہ لرز گیا۔ گویا کہ وہ کھجور کا گچھا ہو۔ پھر ہم اس کے پاس گئے۔ اس نے کہا: "اگر تم مجھے وہ سلام کرتے ہو جو تم باہم ایک دوسرے کو کرتے ہو تو تمہیں کیا تھا؟" ہم نے کہا: "جو سلام ہم باہم کرتے ہیں وہ تمہارے لیے روا نہیں اور جو سلام تم باہم کرتے ہو وہ ہمارے لیے روا

نہیں۔"اس نے پوچھا: "تم کیسے سلام کرتے ہو؟" ہم نے کہا: "السلام علیکم" اس نے کہا: "تم اپنے بادشاہ کو کیسے سلام کرتے ہو؟" ہم نے کہا: "اسی طرح۔" بادشاہ: "وہ تمہیں جواب کیسے دیتا ہے؟" ہم نے کہا: "اسی طرح۔" بادشاہ: "تمہارا سب سے بڑا کلام کیا ہے؟" ہم نے کہا: "لا الہ الا اللہ اللہ اکبر" جب ہم نے یہ کہا تو وہ کمرہ لرزنے لگا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ جب تم نے یہ کلمہ کہا تو یہ کمرہ لرزنے لگا ہے، کیا اپنے شہر میں جب بھی تم یہ کلمہ کہتے ہو تمہارے گھر اسی طرح لرزتے ہیں؟" ہم نے کہا: "نہیں! یہ لرزہ تو صرف اسی جگہ آیا ہے۔" اس نے کہا: "میری تمنا ہے کہ تم جب بھی یہ کلمہ کہو تو ہر ہر چیز گر پڑے اور میں نصف مملکت سے دست بردار ہو جاؤں۔" ہم نے کہا: "کیوں؟" اس نے کہا: "کیونکہ اس کے مناسب یہی ہے اور یہ اس امر کے زیادہ مستحق ہے کہ یہ نبوت کا امر نہ ہو اور یہ لوگوں کے حیلوں میں سے ہو۔" پھر اس نے ہمارے ارادہ کے بارے مختلف سوالات کیے۔ ہم نے اسے جوابات دیے۔ اس نے کہا: "اٹھو۔" ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے ہمارے لیے اچھے بستر اور عمدہ ضیافت کا اہتمام کیا۔ ہم تین دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر اس نے رات کے وقت پیغام بھیجا۔ ہم اس کے پاس گئے۔ اس نے اپنی بات دہرائی۔ ہم نے اس کو پہلے کی طرح کے جوابات دیے۔ پھر اس نے بہت بڑا صندوق منگوایا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے۔ جن پر دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا۔ اس میں سے سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس کو پھیلایا۔ اس میں سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ اس شخص کی تصویر تھی جس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ اس کی گردن طویل تھی۔ اس وقت اس کی داڑھی نہ تھی اس کے بالوں کی دو خوبصورت مینڈھیاں تھیں۔ اس نے پوچھا: "کیا انہیں پہچانتے ہو؟" ہم نے کہا: "نہیں۔" اس نے کہا: "یہ آدم علیہ السلام ہیں۔" ان کے بال سارے لوگوں سے زیادہ تھے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔ اس سے سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں سفید تصویر تھی۔ اس میں اس شخص کی تصویر تھی جس کے جسم پر بہت سے بال تھے۔ یہ بال گھنگھریالے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں، قامت بڑی تھی، داڑھی خوبصورت تھی، اس نے پوچھا: "کیا انہیں جانتے ہو؟" ہم نے کہا: "نہیں!" اس نے کہا: "یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔" پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس سے سیاہ ریشم نکالا۔ اس میں اس ذات کی تصویر تھی۔ جو بہت سفید تھی، آنکھیں خوبصورت تھیں، ان کی پیشانی کشادہ تھی، رخسار چوڑے تھے، داڑھی سفید تھی، گویا کہ وہ تبسم فرمارہے تھے۔" اس نے پوچھا: "انہیں جانتے ہو؟" ہم نے کہا: "نہیں۔" اس نے کہا: "یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔" پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اس سے سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں سفید تصویر تھی۔ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی۔ اس نے کہا: "کیا انہیں جانتے ہو؟" ہم نے کہا: "ہاں! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" پھر ہم رونے لگے۔ بخدا! وہ کھڑا رہا پھر وہ بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! یہ وہی ہیں۔" ہم نے کہا: "ہاں! وہی ہیں۔" وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا: "یہ آخری خانہ میں تھی لیکن میں نے اسے جلدی اس لیے نکال لیا تاکہ دیکھوں کہ تم انہیں پہچانتے ہو یا کہ نہیں۔" پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا۔ اس میں سے سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں گندم گوں تصویر تھی۔ وہ ایسے شخص کی تصویر تھی، جن کے بال بہت زیادہ

گھنگھریالے تھے۔نظر تیز تھی۔آنکھیں ذرا دھنسی ہوئی تھیں۔وہ چیں بہ جبیں تھے۔ان کے لب سکڑے ہوئے تھے،ان کے دانت تہ بہ تہ تھے،گویا کہ وہ غصے میں تھے۔اس نے کہا:''تم انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں''۔ان کے پہلو میں ایک تصویر تھی،جو انہی کے مشابہ تھی،ان کے بالوں کو تیل لگا ہوا تھا۔ان کی پیشانی چوڑی تھی،ان کی آنکھوں میں سیاہی زیادہ تھی۔اس نے پوچھا:''انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔اس سے سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔اس پر ایک درمیانہ قد کی تصویر تھی۔جس کے بال سیدھے تھے۔اس نے پوچھا''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں'' اس نے کہا:''یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا۔اس میں سے ریشم کا ٹکڑا نکالا۔اس میں سے ایک شخص کی تصویر تھی۔جو سرخی کی طرف میلان رکھتی تھی۔ناک مبارک سرخ اور رخسار خفیف تھے۔چہرہ خوبصورت تھا۔اس نے پوچھا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور تصویر نکالی جو سفید ریشم پر تھی،یہ تصویر حضرت اسحاق علیہ السلام کی تصویر کے مشابہ تھی مگر ان کے لبوں پر تل تھا،اس نے کہا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔اس میں سے سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔وہاں سفید شخص کی تصویر تھی،جن کا چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ناک بلند تھی،قد بلند تھا،چہرے پر نور تھا۔چہرے سے خشوع و خضوع عیاں تھا۔وہ مائل بہ سرخی تھا۔اس نے کہا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ تمہارے نبی کریم ﷺ کے جدامجد حضرت اسماعیل ہیں''۔پھر اس نے ایک اور تصویر نکالی،جو سیاہ ریشم پر بنی ہوئی تھی۔وہاں اس طرح کی تصویر تھی،گویا کہ وہ حضرت آدم کی تصویر ہو۔ان کا چہرہ سورج کی طرح تھا۔اس نے کہا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں'' اس نے کہا:''یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا وہاں سے سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا وہاں ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جن کی رنگت سرخ تھی،جن کی پنڈلیاں موٹی تھیں،مگر آنکھیں ذرا چھوٹی تھیں،پیٹ بڑا تھا،قد درمیانہ تھا،وہ تلوار سونتے ہوئے تھے۔اس نے پوچھا:''انہیں جانتے ہو''۔ہم نے کہا:''نہیں''۔انہوں نے کہا:''یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں''۔پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا۔اس میں سے سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔وہ ایسے شخص کی تصویر تھی،جن کی پنڈلیاں موٹی اور ٹانگیں طویل تھیں،وہ گھوڑے پر سوار تھے۔اس نے پوچھا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔انہوں نے کہا:''یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے''۔پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا۔اس سے سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔اس میں سفید تصویر تھی۔وہ ایک جوان شخص کی تصویر تھی۔ان کی داڑھی کے بال سفید تھے۔جسم پر بہت سے بال تھے،چہرہ خوبصورت تھا۔اس نے پوچھا:''کیا انہیں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا:''نہیں''۔اس نے کہا:''یہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں''۔ہم نے اس سے پوچھا:''یہ تصاویر تم نے کہاں سے لیں ہیں؟ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ تصاویر بالکل صحیح ہیں۔کیونکہ ہم نے دیکھا ہے ہمارے نبی کریم ﷺ کی تصویر بالکل صحیح ہے''۔اس نے کہا:''حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی

کہ وہ ان کی اولاد میں سے انبیاء دکھائے۔ رب تعالیٰ نے ان کی تصاویر نازل کیں۔ یہ مغرب الشمس کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کے خزانہ (المارى) میں تھیں۔ ذوالقرنین نے انہیں وہاں سے نکالا اور حضرت دانیال علیہ السلام کو دے دیں۔" پھر اس نے کہا: "بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں۔ اور تم میں سے ادنیٰ شخص کا غلام بن جاؤں، حتیٰ کہ مر جاؤں۔" پھر اس نے ہمیں عمدہ انعامات دیے اور ہمیں الوداع کیا۔

جب ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بادشاہ نے جو دکھایا تھا یا سنایا تھا وہ انہیں بتایا تو وہ رونے لگے۔ اور انہوں نے کہا: "مسکین! اگر رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوتا وہ رونے لگے۔ اور انہوں نے کہا: "مسکین! اگر رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوتا تو وہ یہ کر گزرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتاتے تھے کہ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اپنے ہاں پاتے تھے۔" اس روایت کو ابن عساکر نے حضرت دحیہ سے اور ابن ظفر نے "خیر البشر" میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ ان کے امر کا مکہ مکرمہ میں اظہار کر دیا۔ میں شام کی طرف گیا۔ جب میں بصریٰ میں تھا تو میرے پاس عیسائیوں کی ایک جماعت آئی۔ انہوں نے پوچھا: "کیا تمہارا تعلق حرم پاک سے ہے؟" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "کیا تم اس ذات کو جانتے ہو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس کنیسہ میں داخل کر دیا جس میں تصاویر تھیں۔ انہوں نے کہا: "ذرا دیکھو کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آ رہی ہے۔" میں نے دیکھا تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر آ گئی۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر بھی نظر آئی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی کو پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا: "کیا ان کے حلیے سے آگاہ ہو؟" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے اشارہ کیا اور کہا: "کیا یہ وہی ہیں۔" میں نے کہا: "بخدا! یہ ان کی تصویر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔" انہوں نے کہا: "کیا اس ذات کو جانتے ہو جنہوں نے ان کی ایڑھی پکڑ رکھی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" ان عیسائیوں نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے صاحب ہیں اور یہ ان کے بعد خلیفہ ہوں گے۔"

❁❁❁

مکہ مکرمہ کے بعض فضائل

حضور ﷺ کے فضائل ان گنت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت اس شہر میں ہوئی جو دیگر شہروں سے افضل ہے۔ اس لیے اس شہر کے بعض فضائل کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے ان سے اعراض کیا ہے۔ میں بھی مکہ مکرمہ کے بعض فضائل ذکر کر دیتا ہوں۔

پہلا باب

خانہ کعبہ کے امر کی ابتداء

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ. (آل عمران:۹۶)

ترجمہ: "بے شک پہلا (عبادت) خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لیے وہی ہے جو مکہ میں ہے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید، شیخان، ابن جریر اور امام بیہقی نے "الشعب" میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟" آپ نے فرمایا: "مسجد حرام۔" میں نے عرض کی: "پھر؟" آپ نے فرمایا: "مسجد اقصیٰ" میں نے عرض کی: "ان کے درمیان کتنی مدت تھی؟" آپ نے فرمایا: "چالیس سال۔"

ابن المنذر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس آیت کے متعلق انہوں نے فرمایا: "خانہ کعبہ سے پہلے گھر موجود تھے، لیکن یہ سب سے پہلا گھر ہے جسے عبادتِ الٰہی کے لیے بنایا گیا۔" ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں حسن سے روایت کیا ہے کہ وہ پہلا گھر جس میں مکہ مکرمہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔"

ابن ابی حاتم اور الازرقی نے حضرت کعب سے روایت لکھی ہے کہ بیت اللہ زمین کی تخلیق سے چالیس سال قبل پانی پر خشک جھاگ کی طرح تھا۔ اس سے زمین کو پھیلایا گیا۔" ابن جریر اور ابوشیخ نے "العظمۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بیت اللہ کو دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پانی پر رکھا گیا پھر اس کے نیچے زمین پھیلائی گئی۔" عبد الرزاق، ازرقی، جندی نے اپنی تاریخ میں حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے زمین کی کسی بھی چیز کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل بیت اللہ کی جگہ کو تخلیق کیا۔ اس کے ارکان ساتویں زمین کی تہ میں تھے۔ اور زمین کو اس کے نیچے پھیلایا گیا۔

ابن جریر، ابن منذر، طبرانی، بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل بیت اللہ کو پیدا فرمایا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ گویا کہ وہ سفید مکھن تھا۔ زمین کو اس کے نیچے پھیلایا گیا۔" ابن منذر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خانہ کعبہ کو زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل تخلیق کیا گیا۔ یہ زمین میں سے ہی تھا یہ پانی پر ابھرا ہوا تھا۔ اس پر دو فرشتے تھے جو رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ جب رب تعالیٰ نے

زمین کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین کو اسی جگہ سے پھیلایا اور اسی زمین کا مرکز بنایا۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "پہلا ٹکڑا جو زمین پر رکھا گیا وہ خانہ کعبہ کی جگہ تھا۔ پھر اس سے زمین کو پھیلایا گیا۔ پہلا پہاڑ جو زمین پر پھیلایا گیا وہ کوہِ ابوقبیس تھا۔ پھر اس کے ذریعے پہاڑ پھیلائے گئے۔"

ابن ابی حاتم اور عمرو بن دینار نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔ اس نے پانی کو موجزن کر دیا۔ سفید ابھری ہوئی جگہ ظاہر ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اس کے ذریعے زمین کو پھیلا دیا۔ اس لیے اس شہر کو ام القریٰ کہا جاتا ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "ام القریٰ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے "تفسیر میں ہے کہ جب رب تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا:

ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾ (حم السجدہ: ۱۱)

ترجمہ: "آجاؤ (تعمیل حکم اور ادائے فرائض کے لیے) خوشی سے یا مجبوراً دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

تو اس کا جواب صرف سرزمین حرم نے ہی دیا تھا۔ عبد بن حمید اور ازرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "زمین اور آسمان کی تخلیق سے قبل رب تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ رب تعالیٰ نے تیز آندھی بھیجی۔ آندھی نے پانی میں تموج پیدا کیا خانہ کعبہ کی جگہ سے جھاگ پیدا ہوئی گویا کہ وہ گنبد تھی۔ رب تعالیٰ نے اس کے نیچے زمین کو پھیلا دیا۔ پھر اسے اور پھیلایا۔ پہاڑ بطور میخ مقرر کیے۔ سب سے پہلے کوہِ ابی قبیس بنایا گیا، اس لیے مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" کہا جاتا ہے۔

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر نے حضرت معمر سے اور ابن منذر اور ازرقی نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی بیت اللہ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا۔ انہیں سرزمین ہند میں اتارا گیا ان کا سر آسمان پر اور ٹانگیں زمین پر تھیں۔ ملائکہ انہیں ڈراتے رہے۔ ان کا قد ساٹھ ذراع رہ گیا۔ جب وہ ملائکہ کی آواز اور ان کی تسبیح نہ سن سکے تو بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! میں نے ایک گھر اتارا ہے جس کا اسی طرح طواف کیا جائے گا، جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس کے پاس اس طرح نماز پڑھی جائے گی، جس طرح میرے عرش کے اردگرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے پاس جاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام بیت اللہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے نیچے زمین کو سمیٹ دیا گیا۔ سمندروں اور گزرگاہوں کو سمیٹ دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم جہاں لگتے تھے تو جگہ آباد ہو جاتی۔ وہ بابرکت بن جاتی، حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ اس سے قبل وہ بہت زیادہ آہ و بکا کرتے تھے، حتیٰ کہ فرشتے بھی ان کے رونے کی وجہ سے رونے لگتے تھے۔ ان کے غم

کی وجہ سے غمزدہ ہو جاتے تھے۔ رب تعالیٰ نے جنت کا خیمہ لگایا تاکہ انہیں کچھ تسلی ہو۔ اس خیمہ کو رب تعالیٰ نے اس جگہ لگایا جہاں اب خانہ کعبہ ہے۔ یہ خیمہ جنت کے سرخ یاقوت کا تھا۔ اس میں تین قندیلیں تھیں۔ یہ قندیلیں سونے کی تھیں جن میں جنت کا نور چمکتا تھا۔ اس کے ساتھ اس روز "رکن" بھی اتارا گیا۔ وہ سفید یاقوت تھا جو جنت کا حصہ تھا۔ یہ حضرت آدم کے لیے کرسی کا کام دیتا تھا۔ وہ اس پر تشریف رکھتے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تھے تو رب تعالیٰ نے ان کی اور اس خیمہ کی حفاظت ملائکہ کے ذریعے فرمائی۔ وہ اس کی حفاظت کرتے تھے اور زمین کے مکینوں کو اس سے دور رکھتے تھے۔ اس وقت زمین میں جن اور شیاطین رہتے تھے۔ ان کے لیے روا نہ تھا کہ وہ جنت کی کسی چیز کی طرف دیکھتے اس وقت زمین پاک اور صاف تھی۔ نہ اسے ناپاک کیا جاتا تھا نہ ہی اس میں خونریزی ہوتی تھی۔ نہ اس میں لغزشیں ہوتی تھیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے اسے ملائکہ کا مسکن بنایا تھا۔ وہ اس میں رب تعالیٰ کی اسی طرح تسبیح بیان کرتے تھے جس طرح وہ آسمان میں رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ وہ شب و روز ذکر کرتے تھے اس سے اکتاتے نہ تھے۔ وہ حرم کی حدود میں ایک صف بنا کر کھڑے ہو جاتے تھے، سارے حرم کو گھیر لیتے تھے۔ حل ان کے پیچھے ہوتا تھا، حرم ان کے سامنے ہوتا تھا۔ اس کو نہ کوئی جن اور نہ ہی شیطان عبور کر سکتا تھا۔ ملائکہ کے مقام کی وجہ سے اسے حرم بنا دیا گیا۔ آج تک یہ حرم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام جب حضرت حواء سے ملاقات کا ارادہ کرتے تو وہ حرم سے باہر نکل کر ان سے ملاقات کرتے۔ وہ خیمہ اسی جگہ رہا حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور رب تعالیٰ نے انہیں اپنی جناب میں بلا لیا۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا تو ان کا سر آسمان پر اور ٹانگیں زمین پر ہوتی تھیں، اہل آسمان کی دعا سن کر ان سے انس کرتے تھے۔ ملائکہ اس سے خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو رب تعالیٰ نے اس کا قد چھوٹا کر دیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ کی تسبیح نہ سن سکے تو پریشان ہو گئے، انہوں نے رب تعالیٰ سے عرض کی۔ پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے قدموں کے نیچے زمین سمٹی گئی حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ رب تعالیٰ نے ان پر جنت کا یاقوت اتارا جو اس جگہ تھا جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے۔ اس کا طواف ہوتا رہا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے طوفانِ نوح میں وہ یاقوت اوپر اٹھا لیا۔

ایک وضاحت

ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ" اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ گھر سے مراد عبادت خانہ ہے۔ مطلق گھر نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی وضاحت بھی مروی ہے۔ اسحاق بن راھویہ اور ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے کہ خانہ کعبہ سے پہلے گھر تو تھے۔ لیکن یہ پہلا گھر تھا جسے عبادتِ الٰہی کے لیے بنایا گیا۔" پہلے باب میں گزر چکا ہے۔ اس کی مزید تفصیل معراج کے ابواب میں آئے گی۔

چالیس سال کی مدت کے بارے ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس میں اشکال ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا تھا۔ ان دونوں کے مابین ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہے۔ الحافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مستند بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی تھی۔ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجد اقصیٰ بنالی تو انہوں نے رب تعالیٰ سے تین امور کا سوال کیا تھا۔

الطبرانی نے رافع بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس بنانے کا آغاز کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ اس کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں ہوگی۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد کی پہلی بنیاد رکھنے کی طرف اشارہ ہے نہ تو حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کی اور نہ حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی تھی۔ بلکہ روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ پھر ان کی اولاد روئے زمین پر پھیل گئی۔ جائز ہے کہ ان میں سے کسی نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی ہو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ حدیث پاک اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے ان دونوں مساجد کی ابتداءً بنیاد رکھی تھی۔ بلکہ یہ تو ان کی تجدید تھی ان کے علاوہ کسی اور نے بنیاد رکھی تھی۔

"الحافظ" نے لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی صحیح میں اس حدیث کے ظاہر پر موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "اس روایت میں اس شخص کا رد ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت داؤد علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اگر یوں ہوتا تو ان کے مابین چالیس سال کا عرصہ ہوتا۔ لیکن یہ بالکل محال ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیت اللہ کو تعمیر کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اتنی مدت نہیں۔ نص قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدت بعد جالوت کو قتل کیا تھا۔" لیکن حافظ ضیاء الدین مقدس نے ابن جوزی کے اس جواب پر اس کی گرفت کی ہے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بنیاد پہلے کسی ولی نے رکھی ہو۔ پھر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے اسے تعمیر کیا ہو۔ پھر انہوں نے اسے تعمیر کر کے اس کو وسیع کیا ہو۔ اس کی بناء کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ مسجد اقصیٰ کو ایلیاء کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے، ممکن ہے وہ ہی اس کے بانی ہوں یا کوئی اور ہوں مجھے یہ تحقیق نہیں ہے۔"

حافظ نے لکھا ہے "یہ احتمال قابل توجہ ہے۔ میں نے پڑھا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی ایک قول ہے کہ ملائکہ نے رکھی تھی۔ ایک قوم حضرت سام بن نوح جبکہ ایک اور قول حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے بھی ہے۔ پہلے دو احتمالات پر بعد میں اس کی تجدید ہوگی جس طرح کہ خانہ کعبہ کی تجدید ہوتی رہی۔ دوسرے دو احتمال کے

مطابق حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اس کی بنیاد رکھی ہوگی حضرت داؤد نے اس کی تجدید کی ہوگی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دستِ اقدس پر مکمل ہوئی۔ لیکن جو احتمال ابن جوزی نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے اس کی تائید میں بھی کچھ پڑھا ہے۔ اس کی تائید وہ قول کرتا ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں مساجد کی بنیاد رکھی۔ ابن ہشام نے کتاب التیجان میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کر لیا تو ربّ تعالیٰ نے انہیں بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے اسے تعمیر کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بیت اللہ تعمیر کرنا مشہور ہے۔ ایک روایت کے مطابق جب انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو انہیں بیت المقدس کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے وہاں مسجد بنائی اس میں نماز پڑھی۔ تاکہ ان کی بعض اولاد کا وہ قبلہ بن جائے جو خطابی نے گمان کیا ہے کہ ایلیاء ایک شخص کا نام ہے۔ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ بلکہ وہ شہر کا نام ہے مسجد کو اسی طرف منسوب کر دیا گیا۔ جس طرح کہ مسجد المدینہ اور مسجد مکۃ کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ البکری نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ایلیاء بیت المقدس کا شہر ہے اس کو تین طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ جو خطابی نے فرمایا ہے اسے اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ اس کو اس کے بانی کے نام سے موسوم کر دیا گیا، جس طرح کہ دوسرے شہروں کو بانیوں کے ناموں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

دوسرا باب

بیت اللہ کو کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

ملائکہ کی تعمیر

علامہ ازرقی نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا: "اس گھر کے طواف کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟" انہوں نے فرمایا: "اس گھر کے طواف کا آغاز یوں ہوا کہ جب رب تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرہ: ۳۰)

ترجمہ: "میں زمین میں خلیفہ بنانے لگا ہوں۔"

تو ملائکہ نے عرض کی "مولا! ہمارے علاوہ خلیفہ زمین میں فساد کرے گا۔ وہ خونریزی کرے گا، وہ باہمی حسد کریں گے۔ بغض رکھیں گے۔ عداوت کریں گے۔ مولا! خلیفہ ہم میں سے بنا دے۔ ہم نہ اس میں فساد کریں گے، نہ خون ریزی کریں گے۔ نہ باہم بغض اور حسد کریں گے، ہم تیری تسبیح کریں گے، تیری پاکیزگی بیان کریں گے۔ تیری اطاعت کریں گے نافرمانی نہیں کریں گے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (البقرہ: ۳۰)

ترجمہ: "بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

ملائکہ نے سوچا کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ رب تعالیٰ کا رد تھا۔ اور اس کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گیا ہے۔ انہوں نے عرش کی پناہ لی۔ اپنے سر بلند کیے۔ روتے اور گڑگڑاتے ہوئے اپنی انگلیوں سے اشارے کیے، وہ رب تعالیٰ کے غضب سے ڈر رہے تھے۔ انہوں نے تین ساعتیں عرش کا طواف کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کی طرف دیکھا۔ ان پر اپنی رحمت نازل کی۔ رب تعالیٰ نے عرش کے نیچے چار ستونوں پر ایک گھر بنایا۔ یہ ستون زبرجد کے تھے۔ انہیں سرخ یاقوت سے ڈھانپ دیا۔ اسے بیت الضراح کا نام دیا۔ پھر ملائکہ سے فرمایا اس گھر کا طواف کرو۔" ملائکہ نے اس گھر کا طواف کیا۔ عرش کو چھوڑ دیا، یہ بات ان کے لیے آسان تھی۔ اس سے مراد بیت المعمور ہے، جس کا تذکرہ رب تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں، پھر وہ دوبارہ اس طرف کبھی نہیں آتے۔ پھر رب تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا۔ ان سے فرمایا: "اس طرح کا ایک گھر زمین میں بھی بناؤ۔ رب تعالیٰ نے زمین کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ اس گھر کا اس کا

طواف کریں جس طرح اہلِ آسمان بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔"

حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو حضرت آدم اور حضرت حوا کے پاس بھیجا۔ ان سے کہا: "میرے لیے ایک گھر بناؤ۔" حضرت جبرائیل امین نے ان کے لیے خط کھینچا۔ حضرت آدم مٹی کھودنے لگے، جبکہ حضرت حوا علیہا السلام مٹی کو منتقل کرنے لگیں حتیٰ کہ پانی کی سطح آ گئی۔ نیچے سے صدا آئی۔ "آدم! اتنا ہی کافی ہے۔" جب انہوں نے گھر تعمیر کر دیا تو رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ وہ اس کا طواف کریں۔ ان سے کہا گیا۔ "آپ انسانوں میں سے اول ہیں اور یہ پہلا گھر ہے، جسے تعمیر کیا گیا پھر وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا پھر صدیاں بیت گئی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کی بنیادیں اٹھائیں۔"

ابن ابی حاتم، ابن جریر اور الطبرانی نے موقوفاً اس روایت کو نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت آدم نے اسے پانچ پہاڑوں حراء، لبنان، طورِ زیتا، طورِ سیناء اور جودی سے بنایا۔

علامہ ازرقی، ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "جب حضرت آدم کو رب تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو ان کا سر آسمانوں پر اور ٹانگیں زمین پر تھیں۔ وہ مضطرب موج کی طرح لرزتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کا قد ساٹھ گز کر دیا۔ انہوں نے کہا "مولا! اب میں ملائکہ کی تسبیح کیوں نہیں سنتا نہ انہیں محسوس کرتا ہوں۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تمہاری لغزش کی وجہ سے لیکن جاؤ۔ میرے لیے ایک گھر بناؤ۔ اس کا طواف کرو۔ اس کے اردگرد میرا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم نے ملائکہ کو میرے عرش کے اردگرد کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام روانہ ہوئے ان کے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا۔ جنگلات کو کم کر دیا گیا، وہ ایک قدم میں ایک جنگل عبور کر جاتے سمندروں کو ان کے لیے سمیٹ دیا گیا۔ وہ ایک قدم سے سمندر عبور کر جاتے۔ وہ زمین کی جس جگہ پر قدم رکھتے وہ آبادی اور برکت ہو جاتی۔ حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے، انہوں نے بیت اللہ بنایا۔ حضرت جبرائیل نے زمین پر اپنا پر مارا، انہوں نے ساتویں، زمین پر ایک محکم بنیاد ظاہر کی۔ ملائکہ نے اس بنیاد میں اتنے بڑے بڑے پتھر پھینکے جن کو تیس آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ انہوں نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے اسے تعمیر کیا۔ (۱) لبنان (۲) طورِ زیتا (۳) طورِ سیناء (۴) جودی (۵) حراء۔ حتیٰ کہ بنیادیں زمین کے برابر ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ اس میں نماز پڑھی اور اس کا طواف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیج دیا۔ یہ طوفان غضب کی وجہ سے تھا۔ طوفان ختم ہو گیا۔ یہ طوفان سند اور ہند تک نہ پہنچا تھا۔ طوفان نے بیت اللہ کے نشانات مٹا دیے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور

حضرت اسماعیل علیہما السلام کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے اس مقدس گھر کی بنیادیں اٹھائیں۔"

ازرقی نے حضرت عبداللہ بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا۔" آدم! اس گھر کے بالکل سیدھ میں زمین پر میرا گھر تعمیر کرو جو آسمان پر ہے۔ اس میں تم اور تمہاری اولاد میری عبادت کرو۔ جس طرح فرشتے میرے عرش کے اردگرد میری عبادت کرتے ہیں۔ ملائکہ نیچے آئے، انہوں نے زمین کھودی حتیٰ کہ ساتویں زمین تک بنیادیں کھودلیں۔ اس میں ملائکہ نے پتھر پھینکے حتیٰ کہ بنیادیں زمین کے برابر ہو گئیں۔"

ازرقی نے حضرت عبداللہ بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا:" آدم! اس گھر کے بالکل سیدھ میں زمین میں میرا گھر تعمیر کرو جو آسمان پر ہے۔ اس میں تم اور تمہاری اولاد میری عبادت کرو۔ جس طرح فرشتے میرے عرش کے اردگرد میری عبادت کرتے ہیں۔" ملائکہ نیچے آئے، انہوں نے زمین کھودی حتیٰ کہ ساتویں زمین تک بنیادیں کھودلیں۔ اس میں ملائکہ نے پتھر پھینکے حتیٰ کہ بنیادیں زمین کے برابر ہو گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سرخ یاقوت لے کر اترے تھے۔ جس کے چار سفید ارکان تھے۔ انہوں نے اسے بنیاد میں رکھا۔ وہ یاقوت اسی طرح رہا حتیٰ کہ طوفان کے زمانہ میں رب تعالیٰ نے اسے اٹھالیا۔

اولادِ آدم کی تعمیر

ابن المنذر اور ازرقی نے حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت آدم کا وصال ہو گیا اور رب تعالیٰ نے انہیں جنت میں داخل کر دیا تو اس نے وہ خیمہ بھی اٹھادیا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اولادِ آدم نے اس کی جگہ مٹی اور پتھروں سے ایک گھر تعمیر کر دیا۔ انہوں نے اسے آباد کیا، حتیٰ کہ حضرت نوح کے زمانہ میں طوفان نے اس کے نشانات مٹادیے اور اس کی جگہ مخفی ہو گئی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اسے حضرت شیث بن آدم نے تعمیر کیا تھا۔

سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کی تعمیر

ابن کثیر نے یقین سے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے بارے ایک روایت بھی درست نہیں ہے کہ حضرت خلیل اللہ سے پہلے کسی نے اس کو تعمیر کیا ہو۔" لیکن اس نظریہ میں اعتراض کی گنجائش ہے جیسے کہ پہلے روایات اور آثار گزر چکے ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابوجہم بن حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد، عبد بن حمید، امام بخاری، ابن جریر وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے قبل خواتین پیٹی استعمال نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے اسے استعمال کیا تاکہ حضرت سارہ سے ان کے اثرات چھپ جائیں۔ اسی طرح اہلِ عرب نے دامن گھسیٹ کر چلنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا۔ الحافظ نے لکھا ہے" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ

کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور ان کے بطن سے حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابوجہم نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ستر سال تھی اور حضرت اسماعیل ان کی پہلی اولاد تھی۔ جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت سارہ کو ان سے غیرت آئی۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ حضرت ہاجرہ کے تین اعضاء کاٹیں گی۔ حضرت ہاجرہ نے پیٹی لی۔ اسے اپنے وسط میں باندھ لیا۔ وہ بھاگ گئیں۔ ان کا دامن گھسٹ رہا تھا تاکہ ان کے نشانات حضرت ہاجرہ سے مخفی ہو جائیں۔ حضرت ابراہیم نے اس ضمن میں سفارش کی۔ انہوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تم اس طرح اپنی قسم پوری کرلو کہ حضرت ہاجرہ کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دو اور ان کا ختنہ کر دو۔'' سب سے پہلے انہوں نے اس طرح کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سارہ کی غیرت شدت اختیار کر گئی اور حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور ان کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ آئے۔''

ابوجہم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم پر وحی فرمائی۔ انہیں مکہ مکرمہ جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو براق پر سوار کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے آگے بٹھایا۔ اس وقت ان کی عمر دو سال تھی۔ حضرت ہاجرہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ ان کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ جنہوں نے ان کو بیت اللہ کی جگہ اور حرم کی علامات بتائی تھیں۔ وہ جب بھی کسی بستی کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابراہیم فرماتے: ''اے جبرائیل! کیا مجھے اس بستی کے بارے حکم دیا گیا ہے۔'' وہ کہتے: ''نہیں۔'' حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ آگئے۔ اس وقت وہاں عضاہ، سلم اور سمر کے درخت۔ حرم کے اردگرد عمالقہ کا بسیرا تھا۔ وہ سب سے پہلے مکہ میں فروکش ہوئے۔ وہ عرفہ میں تھے اس وقت پانی کی قلت تھی۔ بیت اللہ کے نشانات مٹ چکے تھے۔ وہاں سرخ رنگ کا بلند ٹیلہ تھا جو اپنے اردگرد سے جدا تھا۔ حضرت جبرائیل جب کداء داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: ''مجھے اس شہر کا حکم دیا گیا ہے۔'' حضرت ابراہیم نے پوچھا: ''تمہیں اس شہر کا حکم دیا گیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' حضرت ابراہیم بیت اللہ کی طرف گئے حجر کی طرف گئے۔ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو وہاں ٹھہرایا اور انہیں حکم دیا کہ وہاں عریش بنالیں۔''

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آئے۔ اس وقت حضرت اسماعیل شیر خوار تھے۔ انہیں دوحہ کے پاس ٹھہرا دیا۔ یہ زمزم کے اوپر مسجد حرام کی بلند جگہ کو کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کلاموں میں کوئی مخالفت نہیں جس طرح کہ شفاء الغرام میں لکھا گیا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ حضرت ابراہیم نے پہلے انہیں ''دوحہ'' اتارا ہو۔ پھر انہیں حجر میں اتارا ہو یا اس کے برعکس کیا ہو۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں کسی کا بسیرا نہ تھا نہ ہی اس جگہ پانی تھا۔ حضرت ابراہیم نے انہیں وہاں اتارا ان کے پاس ایک توشہ دان رکھا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ رکھا جس میں پانی تھا۔ پھر وہ واپس لوٹ آئے۔'' ابوجہم نے لکھا ہے ''پھر وہ شام واپس آگئے۔'' حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو بیت اللہ کے پاس چھوڑ آئے۔ حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے آئیں۔

انہیں کداء آلیا۔ انہیں تین بار صدا دی۔ "یا ابراہیم! آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ جس میں نہ انسان ہے نہ کوئی اور چیز۔ آپ ہمیں کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ انہوں نے کئی بار یہ بات دہرائی۔ حضرت ابراہیم ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے۔ تیسری بار جواب دیا: "رب تعالیٰ کے سپرد" حضرت ہاجرہ نے پوچھا: "کیا رب تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں۔" انہوں نے کہا: "میں راضی ہوں۔ تم ہمیں اس ذات کے حوالے کر رہے ہو، جو کافی ہے۔" وہ واپس آ گئیں۔

ابوجہم کی روایت میں ہے "انہوں نے حجر کی جگہ پر سمر اور سلم کے درخت سے عریش بنا لیا۔ حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے جب کداء پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے نورِ نظر کے لیے نہ عمارت تھی نہ سایہ اور نہ ہی کوئی اور چیز تھی۔ انہیں رحمت نے آلیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم سے یہ ہستیاں مخفی ہو گئیں تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف منہ کیا۔ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ۝ (ابراہیم: ۳۷)

ترجمہ: "اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے۔ اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب یہ اس لیے تاکہ وہ قائم کریں۔ نماز پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے۔ پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔"

حضرت ہاجرہ اپنے نورِ نظر کو دودھ پلانے لگیں۔ وہ مشکیزہ میں سے پانی پلانے لگیں۔ جب مشکیزہ میں سے پانی ختم ہو گیا۔ تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو پیاس لگی۔ دودھ ختم ہو گیا۔ حضرت اسماعیل کو بھی پیاس لگی۔ تو وہ اپنے نورِ نظر کی طرف بار بار دیکھنے لگیں۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت اسماعیل کو پیاس لگی تو وہ اپنی ایڑیاں زمین پر مارنے لگے گویا کہ وہ عالم نزع میں تھے۔ حضرت ہاجرہ آگے بڑھ گئیں۔ انہوں نے کہا: "میری عدم موجودگی میں ان کا وصال کرنا میرے لیے آسان ہے۔ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ میرے اس چلنے کو بابرکت بنا دے۔ انہوں نے کوہِ صفا کو اپنے قریب تر پایا۔ اس کی طرف گئیں۔ اس وقت وادی گہری تھی۔ وہ اپنے رب تعالیٰ سے مدد مانگتے اور دعا مانگتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔ پھر وادی کی طرف منہ کیا کہ وہ کسی کو دیکھ رہی ہیں۔ مگر کسی کو نہ دیکھا۔ وہ صفا سے نیچے اتریں وادی کو عبور کیا مروہ پر آ گئیں۔ مروہ پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھا کہ وہ کس کو دیکھتی ہیں۔ سات بار اسی طرح کیا۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسی لیے لوگ صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ نے سب سے پہلے یہ سعی کی تھی۔" ابوجہم کی روایت میں ہے کہ اس سے قبل لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے لیکن وہ صفا اور مروہ کے مابین سعی نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی مواقف میں ٹھہرتے تھے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہر بار اسماعیل کو دیکھتیں کہ ان کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جب مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے آواز سنی۔ انہوں نے خود سے کہا: "رکو" پھر انہوں نے غور سے سنا تو آواز سنی۔ انہوں نے کہا: "شاید تمہارے پاس مدد پہنچ چکی ہے۔" اچانک ان کے پاس فرشتہ آگیا۔ یا "جبرائیل" آگئے۔ الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے انہیں آواز دی۔ "آپ کون ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "ہاجرہ! حضرت ابراہیم کے نورِ نظر کی والدہ! حضرت جبرائیل۔ انہوں نے تمہیں کس کے سپرد کیا ہے؟ حضرت ہاجرہ: "اللہ تعالیٰ کے" حضرت جبرائیل: "انہوں نے تمہیں اس ذات کے سپرد کیا ہے، جو کافی ہے۔"

ابوجہم کی روایت میں ہے "جب ساتواں چکر تھا تو حضرت ہاجرہ نے آواز سنی۔ انہوں نے یہ آواز پہلی بار ہی سنی تھی۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید بھوک اور پیاس کی وجہ سے کانوں میں آواز سنائی دے رہی ہے۔ انہوں نے اپنے نورِ نظر کی طرف دیکھا۔ وہ حرکت کر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر کے لیے مروہ پر ٹھہر گئیں۔ پھر انہوں نے پہلے جیسی آواز سنی۔ انہوں نے کہا۔ "میں نے تمہاری عجیب آواز سنی ہے۔ اگر تمہارے پاس بھلائی ہے تو میری مدد کرو۔" میں ہلاک ہونے لگی ہوں۔ میرا نورِ نظر بھی ہلاک ہونے لگا ہے۔" اب یہ آواز ان کے آگے سے آنے لگی۔ ان کے نفس کو تقویت نصیب ہوئی۔ حتیٰ کہ آواز حضرت اسماعیل کے سر کے پاس سے آنے لگی۔ پھر حضرت جبرائیل ان کے لیے عیاں ہوتے۔ انہیں لے کر چلے حتیٰ کہ انہیں زمزم کی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ انہوں نے اپنے پر یا ایڑی زمین پر ماری۔ یا اپنی انگلی سے زمین کو نیچے دبایا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔ پانی ظاہر ہوگیا۔ حضرت ہاجرہ حیرت زدہ تھیں۔ وہ پانی کے ارد گرد حوض بنانے لگیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے زمین کریدنے لگیں۔ وہ کہہ رہی تھیں "اس طرح، اس طرح" وہ پانی کو مٹی سے روکنے لگیں۔ انہیں خدشہ تھا کہ پانی مشکیزہ میں ڈالنے سے قبل زیرِ زمین نہ چلا جائے، وہ اپنے ہاتھ سے پانی مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زمزم کو اسی طرح چھوڑ دیتیں یا پانی سے چلو نہ بھرتیں تو یہ رواں چشمہ ہوتا۔"

انہوں نے خود بھی پانی نوش کیا۔ اپنے نورِ نظر کو بھی پلایا۔ فرشتے نے کہا: "ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو۔ اس جگہ اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کے والدِ محترم تعمیر کریں گے۔"

بیت اللہ ایک ٹیلے کی مانند بلند تھا۔ سیلاب اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ابوجہم کی روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہ کا شیر مبارک زیادہ ہوگیا۔ حضرت اسماعیل کے لیے یہی پانی اور کھانا تھا۔ وہ آبِ زمزم سے نوش فرماتی رہیں۔ فرشتے نے ان سے کہا اس پانی کے ختم ہو جانے کا خدشہ نہ کرو۔ آپ کو

بشارت ہو۔ آپ کا یہ نورِ نظر عنقریب جوان ہوگا۔ ان کے والد گرامی شام سے آئیں گے۔ وہ یہاں بیت اللہ تعمیر کریں گے۔ لوگ دور دراز سے لبیک کا ترانہ سجا کر اس کے ارد گرد طواف کرنے کے لیے آئیں گے۔ وہ غبار آلود اور گرد آلود ہوں گے۔ وہ اس کا طواف کریں گے۔ رب تعالیٰ کے مہمانوں کے لیے پانی مشروب ہوگا۔" حضرت ہاجرہ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں بھی بھلائی کی بشارت دے۔" ان کا نفس خوش ہوگیا انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

عمالقہ کے دو غلام آئے، وہ اپنے اونٹ کی جستجو میں تھے۔ انہیں پیاس لگی۔ ان کے اہلِ خانہ عرفہ میں تھے۔ انہوں نے پرندے دیکھے۔ جو خانہ کعبہ کی طرف اڑ رہے تھے۔ انہیں یہ امر عجیب لگا۔ انہوں نے کہا: "پانی کے بغیر پرندے کیسے اڑ رہے ہیں۔" ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ذرا ٹھہرو۔ پھر ہم پرندوں کے پیچھے چلیں گے۔" وہ کچھ دیر رک گئے، پھر روانہ ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ پرندے آجا رہے تھے۔ انہوں نے ایک پرندے کا تعاقب کیا، حتیٰ کہ وہ کوہِ ابی قبیس پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پانی کی طرف دیکھا۔ عریش دیکھا۔ وہ اترے۔ حضرت ہاجرہ سے بات چیت کی۔ انہوں نے ساری داستان سنا دی۔ انہوں نے پوچھا "یہ پانی کس کے لیے ہے؟" حضرت ہاجرہ: میرے لیے اور میرے بچے کے لیے۔" غلام: اسے کس نے کھودا ہے؟ حضرت ہاجرہ: "یہ رب تعالیٰ کا چشمہ ہے۔" وہ جان گئے کہ اس جگہ کوئی پانی نہیں کھود سکتا۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا۔ وہ بھی اسی جگہ منتقل ہو گئے۔ حضرت ہاجرہ ان سے مانوس ہو گئیں۔ حضرت اسماعیل ان کے بچوں میں پروان چڑھنے لگے۔ حضرت ابراہیم ہر ماہ براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ کے پاس آتے تھے۔ وہ صبح سویرے مکہ مکرمہ آجاتے تھے۔ اور دوپہر کے وقت شام کی طرف لوٹ جاتے تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے عمالقہ کو وہاں دیکھا۔ لوگوں کی کثیر تعداد دیکھی پانی کا چشمہ دیکھا تو مسرور ہو گئے۔

جب حضرت اسماعیل بڑے ہو گئے تو انہوں نے عمالقہ میں شادی کر لی۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کے لیے آئے۔ حضرت اسماعیل اپنے جانور چرانے گئے تھے۔ انہوں نے تیر کمان بھی ساتھ لیا تھا تاکہ اگر شکار ملے تو اس سے شکار کر سکیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے گھر آئے۔ اور یوں سلام کیا۔ "السلام علیکم یا اہل البیت!" حضرت اسماعیل کی بیوی خاموش رہی۔ جواب نہ دیا شاید دل میں جواب دیا ہو۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: "کیا میں نیچے اتروں؟" اس عورت نے جواب دیا۔ "نہیں۔" حضرت ابراہیم: "تمہارا کھانا اور پینا کیسا ہے؟" اس عورت نے تنگدستی کی شکایت کی۔ اس نے کہا: "کھانے نام کی تو کوئی چیز نہیں۔ جہاں تک پینے کا تعلق ہے تو ہم کم دودھ دینے والی بکری کو ہی دوہتے ہیں۔ پانی کی شدت آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔" حضرت ابراہیم: "گھر کے مالک کہاں ہیں؟" حضرت اسماعیل کی زوجہ: "وہ ضروری کام کے لیے گئے ہیں۔" حضرت ابراہیم: "جب وہ آئیں تو انہیں سلام دینا، اور کہنا: "اپنے گھر کی دہلیز تبدیل کر لو۔" پھر حضرت ابراہیم گھر لوٹ آئے۔ حضرت اسماعیل گھر واپس آئے۔ اپنی زوجہ سے پوچھا: "کیا یہاں کوئی آیا تھا۔" جواب میں زوجہ نے کہا: "حضرت ابراہیم آئے تھے۔" اس نے ان کے اور اپنے مابین ہونے والی

ساری گفتگو سنادی۔ انہوں نے اس زوجہ کو طلاق دے دی۔ پھر جتنی دیر رب تعالیٰ نے چاہا ٹھہرے رہے۔

عمالقہ مکہ مکرمہ کے والی تھے۔ انہوں نے حرمت حرم کو چاک کیا۔ انہوں نے اس میں بڑے بڑے امور حلال کیے۔ وہ امور پا لیے جنہیں وہ پا نہیں سکتے تھے۔ ان میں ایک شخص کھڑا ہوا۔ جسے عموق کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم! سابقہ روش پر باقی رہو۔ تم نے دیکھا ہے اور سنا ہے جو سابقہ اقوام ہلاک کر دی گئیں۔ اس طرح کا وطیرہ نہ اپناؤ۔ صلہ رحمی کرو۔ رب تعالیٰ کے حرم اور بیت اللہ کی حرمت چاک نہ کرو۔" عمالقہ نے اس شخص کی بات قبول نہ کی اور اپنی ہلاکت کے لیے سرکشی میں اضافہ کرتے گئے۔

پھر جرہم اور قطوراء دونوں چچازاد قافلہ کی شکل میں یمن سے روانہ ہوئے۔ ان کے شہروں کو قحط سالی نے آلیا تھا۔ وہ اپنی اولاد اور اموال سمیت عازم سفر ہوئے۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے اس میں رواں چشمہ دیکھا۔ درخت دیکھے۔ بہت سی آبادی دیکھی، مال کی کثرت دیکھی اور موسم سرما میں گرمی دیکھی تو اس جگہ نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ وہ اسی جگہ اترے۔ یمن سے جو قوم بھی عازم سفر ہوتی تو خود میں سے اپنا ایک بادشاہ بنا لیتی جو ان کے معاملات کی نگرانی کرتا۔ وہ اسی طریقہ کو اپنائے ہوئے تھے۔ اگرچہ ان کا کارواں مختصر ہوتا۔ مضاض بن عمرو اپنی قوم کا امیر تھا۔ جبکہ سمیدع بنو قطوراء کا امیر تھا۔ مضاض نے اپنے ساتھیوں کو قعیقعان کے مقام پر اتارا۔ جبکہ سمیدع نے بنو قطوراء کو اجیاد کے مقام پر اتارا۔ عمالقہ ان کے ساتھ جھگڑا کرنے لگے۔ انہوں نے عمالقہ پر غلبہ پا لیا۔ انہیں حرم سے نکال دیا۔ وہ حرم کے اردگرد رہنے لگے۔ حرم میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ ان ہر دو میں سے ہر ایک اپنی قوم کا امیر تھا، وہ دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ یہ عرب تھے۔ ان کی زبان عربی تھی۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل کی ملاقات کے لیے آتے تھے۔ حضرت اسماعیل نے ہلہ بنت مضاض کو دیکھا تو اس کے باپ مضاض سے اس کا رشتہ مانگ لیا۔

ابن جہم کی روایت میں اسی طرح ہے۔ حضرت اسماعیل نے پہلی شادی عمالقہ میں اور دوسری جرہم میں کی۔ جبکہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس طرح نہیں۔ اس میں ہے کہ انہوں نے پہلی اور دوسری شادی جرہم میں کی۔ انہوں نے زمزم کے واقعہ کے بعد لکھا ہے۔ "حضرت ہاجرہ اسی حالت پر تھیں کہ ان کے پاس سے جرہم کا کارواں گزرا۔ وہ کداء کے رستے سے آئے۔ اور مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے میں خیمہ زن ہو گئے۔ انہوں نے ایک منڈلاتا ہوا پرندہ دیکھا۔ انہوں نے کہا: "یہ پرندہ پانی پر چکر لگا رہا ہے۔ ہم تو اس وادی میں آتے ہیں۔ اس میں تو پانی کا نشان نہیں۔" دوسری روایت میں ہے جرہم نے مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی میں ڈیرا لگا لیا۔ انہوں نے اپنا ایک یا دو آدمی بھیجے۔ انہیں پانی مل گیا۔ واپس آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو پانی کے متعلق بتایا۔ جب جرہم پانی کے پاس آئے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس اتریں۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں! لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں۔" جرہم: "بالکل صحیح ہے۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس طرح حضرت ہاجرہ نے انس پالیا۔ وہ انس کو پسند کرتی تھی۔ جرہم وہیں اترے، اہل وعیال کو بھی بلا لیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے مابین ہی پروان چڑھ کر ان کے بچوں میں پلتے رہے۔ ان سے عربی سیکھی۔ ان سے محبت کرنے لگے۔ جب وہ جوان ہو گئے تو ان کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ حضرت ہاجرہ کا وصال ہو گیا۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شادی کر لی تو حضرت ابراہیم مکہ مکرمہ میں آئے اور اپنے خاندان کا حال دریافت کیا، حضرت اسماعیل سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ان کی بیوی سے ان کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: "وہ ہمارے لیے شکار لانے گئے ہیں۔" حضرت اسماعیل کے خاندان کا گزارا شکار پر ہی تھا۔ حضرت ابراہیم نے اس عورت سے گزراوقات کے متعلق پوچھا، تو اس نے کہا: "بہت بری ہے ہم تنگی اور شدت میں رہ رہے ہیں۔" اس عورت نے شکوہ کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: "جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا سلام دینا اور کہنا: "اپنے گھر کی دہلیز تبدیل کر لو۔" جب حضرت اسماعیل آئے گویا کہ انہوں نے کسی چیز کے ساتھ انس پایا۔ انہوں نے پوچھا: "کیا کوئی تمہارے پاس آیا تھا؟" عورت نے کہا: "ہاں! اس حلیہ کے ایک بزرگ آئے تھے۔" گویا کہ وہ ان کی شان کو چھپا رہی تھی۔ انہوں نے آپ کے بارے پوچھا۔ میں نے بتایا۔ انہوں نے مجھ سے گزراوقات کے بارے پوچھا، تو میں نے کہا: "ہم شدت اور تنگی میں ہیں۔" حضرت اسماعیل: "کیا وہ کچھ فرما بھی گئے ہیں۔" زوجہ: "ہاں! انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو سلام دوں۔ اور تم سے کہہ گئے کہ تم اپنے گھر کی دہلیز تبدیل کر لو۔" حضرت اسماعیل: "وہ میرے والد محترم تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں جدا کر دوں، تم اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلی جاؤ۔" انہوں نے اسے طلاق دے دی۔ دوسری عورت سے شادی کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر ان کے پاس آئے۔ حضرت اسماعیل گھر پر نہ تھے۔ ان کی زوجہ سے ان کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: "ہمارے کھانے کے لیے کچھ لینے گئے ہیں۔" حضرت ابراہیم: "گزراوقات کیسی ہو رہی ہے؟" عورت نے کہا: "ہم خیریت سے ہیں، ہر چیز دستیاب ہے۔ اس نے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔" حضرت ابراہیم: "کیا کھاتے ہو؟" عورت: "گوشت اور دودھ۔" حضرت ابراہیم: "پیتے کیا ہو؟" عورت: "پانی۔" حضرت ابراہیم نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے دودھ، گوشت اور پانی میں برکت فرما۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس وقت غلہ نہ تھا۔ اگر غلہ ہوتا تو وہ ان کے لیے اس میں بھی برکت کی دعا کر دیتے۔ مکہ مکرمہ کبھی بھی ان چیزوں سے خالی نہیں رہا۔"

ابوجہم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئے۔ وہ ان کے گھر پہنچے۔ یوں سلام کیا: السلام علیك اهل البيت و رحمة الله! ان کی زوجہ اٹھ کر ان کی طرف گئیں۔ سلام کا جواب دیا۔ خوش آمدید کہا۔ حضرت ابراہیم: گزر بسر کیسے ہو رہی ہے؟ عورت: الحمد للہ! بہترین! ہمیں بہت سا دودھ میسر ہے، بہت سا گوشت دستیاب ہے۔ ہمارا پانی اچھا ہے۔" حضرت ابراہیم: کیا غلہ بھی ہے۔ عورت: ان شاء اللہ! عنقریب ہوگا۔ ہم خوش

حال ہیں۔ حضرت ابراہیم: اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔" حضرت اسماعیل کی زوجہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، آپ نیچے اتریں، کھانا کھائیں، پانی پئیں۔" حضرت ابراہیم: "میں اتر نہیں سکتا۔" حضرت اسماعیل کی زوجہ: "آپ کے بال گردآلود ہیں، کیا میں آپ کا سر دھو کر تیل نہ لگا دوں؟" حضرت ابراہیم: "ضرور! اگر پسند کرو۔" وہ عورت مقام (ایک پتھر) لے کر آئی، وہ اس وقت سفید اور شیشے کی طرح تھا۔ یہ حضرت اسماعیل کے گھر پڑا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اپنی سواری پر ہی دائیں طرف اس کے آگے کر دی۔ اس عورت نے ان کی دائیں سمت دھو دی۔ جب فارغ ہوئے تو پتھر دوسری طرف منتقل کیا۔ انہوں نے اپنا بائیں پاؤں اس پر رکھا۔ اور اپنی سواری پر ہی سر کا دوسرا حصہ آگے کر دیا، اس عورت نے ان کا دوسرا حصہ بھی دھو دیا۔ اس پتھر پر آج تک یہ نشان ہے۔ ابوجہم نے لکھا ہے "میں نے انگلیوں اور ایڑی کے نشانات دیکھے ہیں۔" جب عورت نے سر دھولیا تو حضرت ابراہیم نے اسے فرمایا: "جب اسماعیل آئیں تو انہیں میرا اسلام دینا اور کہنا: "اب دروازہ کی دہلیز درست ہے۔ اس سے گھر کی اصلاح ہے۔" جب حضرت اسماعیل آئے۔ والد گرامی کی خوشبو پائی، تو فرمایا: "کیا میرے بعد تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟" زوجہ نے کہا: "ایک خوبصورت بزرگ آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا۔ میں نے بتایا۔ انہوں نے ہماری گزر اوقات کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ گزر بسر اچھی ہو رہی ہے۔" حضرت اسماعیل: "وہ جاتی دفعہ کیا کہہ گئے ہیں؟" زوجہ: "وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور کہتے تھے کہ اب گھر کی دہلیز درست ہے اسے برقرار رکھنا۔" حضرت اسماعیل: "وہ میرے والد گرامی تھے۔ تم میرے گھر کی دہلیز ہو۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنی زوجیت میں رکھوں۔"

ابوجہم نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل نے کہا: "میرے ہاں تم پہلے ہی معزز تھیں۔ اب تمہاری عزت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں۔" حضرت اسماعیل نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: "کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کون تھے، میں ان کے ساتھ اور اچھا سلوک کرتی۔" حضرت اسماعیل: نہ رو۔ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ تم اس سے زائد پر قادر نہ تھی۔ جتنا کچھ تم نے کر دیا ہے۔" اس زوجہ محترمہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دس فرزند ہوئے۔ ان میں سے ایک نابت تھے۔

تعمیرِ ابراہیمی

جب حضرت اسماعیل کی عمر تیس سال اور حضرت ابراہیم کی عمر ایک سو سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم پر وحی کی کہ وہ اس کا گھر تعمیر کریں۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میں یہ گھر کہاں بناؤں؟" "رب تعالیٰ نے فرمایا: "سکینہ کے پیچھے پیچھے چلو۔" یہ ہوا تھی جس کا ایک چہرہ اور دو پر تھے۔ حضرت ابراہیم کے ساتھ فرشتہ اور مرد بھی تھے۔ حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: "پھر حضرت ابراہیم شام میں اتنا عرصہ ٹھہرے رہے جتنا رب تعالیٰ نے چاہا پھر مکہ مکرمہ میں آئے۔ حضرت اسماعیل زمزم کے چشمہ کے قریب دوحہ کے نیچے تیر درست کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد ماجد کو دیکھا تو پرتپاک استقبال کیا۔ انہوں نے بھی اپنے لخت جگر کو گلے لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ دو ہستیاں بہت زیادہ روئیں۔ حتیٰ کہ پرندے بھی ان کے رونے کی وجہ سے رونے لگے۔ پھر فرمایا: "اسماعیل! رب تعالیٰ نے مجھے ایک امر کا حکم دیا ہے۔" حضرت اسماعیل: "آپ کو جو حکم ملا ہے کر گزریے۔" حضرت ابراہیم: "کیا تم میری مدد کرو گے؟" حضرت اسماعیل: "میں آپ کی مدد کروں گا۔" حضرت ابراہیم: "رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ اس کا گھر تعمیر کروں۔ انہوں نے بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت انہوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں۔

ابوجہم نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل اس جگہ اترے جو رب تعالیٰ نے حضرت خلیل کے لیے متعین فرمائی تھی۔ وہ ایک بلند ٹیلہ جو اپنے اردگرد سے بلند تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے بیت اللہ کی بنیادیں کھودیں۔ وہ حضرت آدم کی بنیادیں تلاش کرنا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ تیسرا کوئی نہ تھا۔ انہوں نے بیت اللہ کے اردگرد کھدائی کی۔ انہوں نے اتنا بڑا پتھر دیکھا جسے تیس افراد اٹھا سکتے تھے۔ انہوں نے بنیادیں کھودیں حتیٰ کہ حضرت آدم کی بنیاد تک پہنچ گئے۔

امام احمد نے صحیح سند سے لکھا ہے کہ وہ بنیادیں جو حضرت ابراہیم نے اٹھائیں تھیں وہ اس گھر کی پہلی بنیادیں تھیں۔ یہ بنیادیں زمین کی ساتویں تہ تک ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل پتھر لانے لگے۔ حضرت ابراہیم تعمیر کرنے لگے۔ جب عمارت کچھ بلند ہوگئی تو وہ مقام (حجر) لے آئے۔ اسے نیچے رکھا۔ حضرت ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے۔ حضرت اسماعیل انہیں پتھر پکڑا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرہ: ۱۲۷)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

ابوجہم نے روایت کیا ہے: "سکینہ نے حلقہ بنا لیا گویا کہ وہ بادل ہو۔ اس نے کہا: "میرے اوپر گھر تعمیر کرو۔" اس لیے تم کسی کافر یا جابر کو طواف کرتے نہ دیکھو گے مگر اس پر قادر ہو گا۔" حضرت ابراہیم نے گھر تعمیر کیا۔ آسمان کی طرف بلندی سات ذراع اور اس کی چوڑائی تین ذراع رکھی۔ زمین کی طرف طول بائیس ذراع رکھا۔ حجر بھی خانہ کعبہ میں داخل کر دیا یہ سات ذراع تھا۔ یہ پہلے حضرت اسماعیل کے ریوڑ کا باڑا تھا۔ انہوں نے پتھر پر پتھر جوڑ کر گھر تعمیر کیا۔ اس کا چھت نہیں بنایا تھا۔ اس کے دو دروازے رکھے تھے۔ ایک دروازے کے پاس ایک کنواں کھودا جو بیت اللہ کے ہدایا پھینکنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ انہوں نے رکن کو لوگوں کے لیے علامت مقرر کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام وادی کی طرف گئے تاکہ پتھر تلاش کریں۔ حضرت جبرائیل حجر اسود لے کر آئے، طوفان کے وقت اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔

اب حضرت جبرائیل اسے لے کر آئے۔حضرت ابراہیم نے رکن کی جگہ اسے رکھ دیا۔حضرت اسماعیل پتھر لے کر آئے تو حضرت ابراہیم رکن کی جگہ حجر اسود کو رکھ چکے تھے۔انہوں نے پوچھا:"آپ نے یہ پتھر کہاں سے لیا۔اسے کون لے کر آیا ہے؟"حضرت ابراہیم: جس نے مجھے نہ تمہارے سپرد کیا ہے نہ تمہارے پتھر کے۔"جب حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے انہوں نے حجر کو بھی بیت اللہ میں شامل کر دیا تھا۔مقام ابراہیمی کو بیت اللہ کے دائیں طرف متصل جوڑ دیا۔

امام بیہقی نے حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب رب تعالیٰ نے زمین کو غرق کیا تو بیت اللہ کو اٹھا لیا۔اسے عرش کے نیچے رکھ دیا۔دو ہزار سال تک زمین بنجر رہی۔حتیٰ کہ حضرت ابراہیم مبعوث ہو گئے۔رب تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔سکینہ آئی گویا کہ وہ بادل تھی۔اس کا سر تھا وہ گفتگو بھی کرتی تھی۔انسانی چہرے کی طرح کا چہرہ بھی تھا۔اس نے کہا:"ابراہیم! میرے سایہ کے مطابق جگہ لو اس پر بیت اللہ تعمیر کرو۔اس میں کمی بیشی نہ کرنا۔"حضرت ابراہیم نے اس کے سایہ کے مطابق جگہ لی۔انہوں نے اور حضرت اسماعیل نے بیت اللہ تعمیر کیا۔اس پر چھت نہ ڈالا۔لوگ اس میں زیورات اور سامان پھینکتے تھے۔جب یہ بھرنے کے قریب تھا تو پانچ افراد نے اس میں چوری کرنے کی کوشش کی۔چار مختلف کونوں میں کھڑے ہو گئے۔پانچواں اندر داخل ہو گیا۔وہ سر کے بل گرا اور مر گیا۔اس وقت رب تعالیٰ نے ایک سانپ بھیج دیا جو سفید تھا۔اس کا سر اور دم کالی تھی۔اس نے پانچ سو سال تک بیت اللہ کی حفاظت کی جو بھی اس کے قریب جاتا۔وہ ہلاک ہو جاتا۔حتیٰ کہ قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

علامہ ازرقی نے لکھا ہے"جب حضرت خلیل اللہ کو آسمان کی سیر کرائی گئی تو انہوں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا تو خانہ کعبہ کی جگہ کو پسند کیا۔ملائکہ نے ان سے کہا:"خلیل اللہ! آپ نے زمین میں رب تعالیٰ کے حرم کو پسند کیا ہے، انہوں نے سات یا پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے اسے تعمیر کیا۔ان پہاڑوں کے پتھر ملائکہ حضرت خلیل کے پاس لاتے تھے۔

علامہ ازرقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، بشر بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ارمینیہ سے آئے۔مجاہد نے کہا ہے کہ شام سے آئے۔ان کے ہمراہ سکینہ، فرشتہ اور ایک جانور تھا۔انہوں نے بیت اللہ کی اس طرح نشاندہی کی جس طرح مکڑا اپنا گھر بناتا ہے۔حضرت ابراہیم نے اس کی بنیادیں کھودیں۔حتیٰ کہ وہ ان پتھروں تک پہنچ گئے جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔جنہیں تیس افراد حرکت دے سکتے تھے۔پھر فرمایا:"اٹھو اور میرا گھر تعمیر کرو۔"انہوں نے عرض کی:"مولا! کس جگہ گھر بناؤں۔"رب تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا۔جس کا سر تھا۔اس نے حضرت ابراہیم کے ساتھ بات کی اس نے کہا:"خلیل اللہ! رب تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس بادل کی مقدار کا احاطہ کر لو۔"وہ اس کی طرف دیکھتے جاتے اور اس جگہ گھیرتے جاتے۔"اس سر نے کہا:"آپ نے عمدہ کام کیا ہے۔"سکینہ نے کہا:"آپ نے بیت اللہ کی نشاندہی کر لی ہے۔"انہوں نے کہا:"ہاں! وہ بادل اٹھ گیا۔پھر وہ بنیادیں نظر آ گئیں جو زمین کے اندر تھیں حضرت ابراہیم نے بیت اللہ

تعمیر کیا۔ اسی لیے کوئی جابر بادشاہ یا اجڈ اعرابی اس کا طواف نہیں کرتا، مگر اس پر سکون اور وقار ہوتا ہے۔ ازرقی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے پانچ پہاڑوں سے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ (۱) طورِ سیناء، (۲) طورِ زیتا، (۳) لبنان، (۴) جودی، (۵) حراء۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: "رب تعالیٰ کی حکمت عیاں ہے کہ کیسے اسے پانچ پہاڑوں سے تعمیر کیا تاکہ معنی میں مشاکلت پیدا ہو جائے۔ یہ پانچ نمازوں کا قبلہ ہے۔ اسلام کے ستون بھی پانچ ہیں اور کیسے سکینہ نے راہ نمائی کی۔ یہ پانچ نمازوں کا قبلہ ہے۔ سکینہ نماز کی شان میں سے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "نماز کی طرف اس طرح آؤ کہ تم پر وقار اور سکینت ہو۔"

علامہ ازرقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خلیل نے بیت اللہ بنایا آسمان کی طرف اس کی بلندی نو ذراع رکھی۔ زمین میں اس کا عرض رکن اسود سے رکن شامی تک تیس ذراع رکھا۔ اسی طرف حجر ہے۔ رکن شامی اور رکن غربی کے مابین بائیس ذراع رکھے۔ رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس ذراع رکھے۔ اس کے یمانی چھت کی لمبائی رکن اسود سے رکن یمانی تک بیس ذراع رکھی۔ اس کا دروازہ زمین پر رکھا۔ اس کا دروازہ نہ لگایا۔ اس کے اندر دائیں طرف ایک گڑھا کھودا جو بیت اللہ کے لیے بطور خزانہ استعمال ہوتا تھا۔ ابن الحاج مکی نے لکھا ہے: "مناسک حج میں بھی حضرت ابراہیم کی تعمیر کی کچھ خبر ہے۔ حضرت ابراہیم کی تعمیر پیچھے سے گول تھی۔ اس کے دو یمنی رکن تھے۔ قریش نے تعمیر کے وقت اس کے چار ارکان بنا دیے۔

اعلانِ حج

ابوجہم نے لکھا ہے "جب حضرت ابراہیم تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟" رب تعالیٰ نے فرمایا: "اعلان کرو، آواز پہنچانا میرا کام ہے۔" وہ مقامِ ابراہیمی پر بلند ہوئے اس وقت یہ بیت اللہ کے ساتھ متصل تھا۔ حتیٰ کہ وہ سارے پہاڑوں سے بلند ہو گیا۔ انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں۔ مشرق و مغرب کی طرف چہرہ پھیرا اور فرمایا "اے لوگو! تم پر بیت اللہ العتیق کا حج فرض کیا گیا ہے۔ اپنے رب کو لبیک کہو۔" سات سمندروں کے نیچے مشرق و مغرب اور زمین کے نیچے سے ہر چیز نے کہا: "لبیک اللھم لبیک" کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ اب بھی لبیک کا نغمہ الاپتے ہوئے آتے ہیں۔ اس دن سے لے کر روزِ حشر تک جس نے بھی حج کیا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا، جس نے رب تعالیٰ کی صدا پر لبیک کہا ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ ۖ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: "اس میں روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے یعنی مقام ابراہیمی پر کھڑے ہو کر آپ کی صدا لگانا بھی

نشانیوں میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔"

محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ روایت ہے کہ مقام ابراہیمی پر آپ کے قدموں کے نشانات بھی نشانی ہیں۔

علامہ فاکہی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر پر کھڑے ہوئے۔" فرمایا: "اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔" جو باپوں کی پشتوں یا ماؤں کے ارحام میں تھے سب نے یہ آواز سنی۔ اس نے جواب دیا: جس کے بارے رب تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ روزِ حشر تک حج کرے گا۔ "لبیک اللھم لبیک" بخدا! انہوں نے اسے گاڑھا یا چونے سے نہیں بنایا تھا۔ نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس کے ساتھ وہ چھت ڈالتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ہر روز ایک ساق (عرق) تعمیر کرتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ، ابن منیع، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور امام حاکم (انہوں نے اس روایت کی تصحیح کی ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے۔ عرض کی: "مولا! میں فارغ ہو گیا ہوں۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟" رب نے فرمایا: "تم اعلان کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں کس طرح اعلان کروں؟" فرمایا: "کہو، لوگو! تم پر بیت اللہ العتیق کا حج فرض کیا گیا ہے۔" یہ صدا اہلِ آسمان اور اہلِ زمین نے سنی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ دور دراز کے علاقے سے لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔" ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اعلان حج کرنے کا حکم دیا وہ کوہِ ابی قبیس پر چڑھے۔ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں۔ پھر آواز دی، "اے لوگو! رب تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تم اسے جواب دو۔" لوگوں نے ماؤں کے پیٹوں اور باپوں کی پشتوں میں لبیک کہا۔ سب سے پہلے اہلِ یمن نے لبیک کہی۔ وہی روزِ حشر تک حج کرے گا۔ جس نے حضرت ابراہیم کی آواز پر لبیک کہا ہو گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مناسکِ حج

ابو جہم نے کہا ہے "جب حضرت ابراہیم اعلانِ حج سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیل انہیں لے گئے۔ انہیں صفا اور مروہ دکھایا۔ حرم کی حدود پر انہیں کھڑا کیا۔ اس پر انہیں پتھر نصب کرنے کے لیے کہا۔ حضرت ابراہیم نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے حرم کے پتھر نصب کیے اور حضرت جبرائیل نے انہیں وہ مقامات دکھائے۔ ذوالحجہ کے ساتویں روز حضرت ابراہیم نے مکہ مکرمہ میں اس وقت خطبہ دیا۔ جب سورج ڈھل چکا تھا۔ وہ کھڑے تھے۔ حضرت اسماعیل بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسرے روز وہ باہر نکلے، وہ دونوں پیدل تھے۔ احرام باندھے ہوئے تھے۔ ہر ایک نے کچھ اشیاء اٹھا رکھی تھیں۔ ہر ایک کے پاس عصا تھا۔ جس پر وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اس لیے اس دن کو یوم الترویہ کہا جاتا

ہے۔ وہ دونوں منیٰ آئے۔ وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ وہ دائیں طرف اترے تھے۔ پھر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ سورج کوہِ ثبیر پر چمکنے لگا۔ پھر دونوں چل کر عرفہ آئے۔ حضرت جبرائیل امین ان کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ وہ نمرہ اترے۔ وہ انہیں عرفات کی نشانیاں دکھا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم اس سے پہلے بھی جانتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: "میں انہیں جان گیا ہوں۔ اس لیے اس جگہ کو عرفات کہا جاتا ہے۔ جب سورج ڈھل گیا، تو حضرت جبرائیل انہیں لے کر چلے، انہیں اس جگہ لے آئے جہاں آج کل مسجد ہے، حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر چند کلمات کہے حضرت اسماعیل بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے نماز ظہر اور عصر ملا کر پڑھی۔ حضرت جبرائیل انہیں پہاڑوں کی طرف لے گئے۔ وہ دعائیں مانگتے رہے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر وہ عرفہ سے پیدل روانہ ہوئے۔ پھر مزدلفہ رک گئے۔ وہاں نماز مغرب اور عشاء پڑھی۔ اس جگہ رات بسر کی۔ جب سورج طلوع ہو گیا تو قزح پر کھڑے ہو گئے جب سورج روشن ہو گیا تو پیدل چلے۔ محسر تک پہنچے تو اسے تیزی سے عبور کیا۔ پھر معمول کی رفتار سے چلے پھر جمرۃ العقبہ کو سات کنکریاں ماریں۔ جنہیں وہ مزدلفہ سے لے کر آئے تھے۔ وقت فجر منیٰ اترے۔ یوم النحر کو قربانی پیش کی اور بال منڈوائے۔ پھر منیٰ ٹھہر گئے، رمی جمار کیا جبکہ سورج بلند ہو چکا تھا۔ الابطح میں نماز ظہر پڑھی۔ یہ مناسک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے تھے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حج سے فارغ ہوئے تو شام چلے گئے۔ وہ ہر سال حج کرتے تھے۔ حضرت سارہ، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور الاسباط اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اس کا حج کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حج کیا۔

وقت وصال حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ آیا۔ انہوں نے ان سے مہلت مانگی۔ جب رب تعالیٰ نے ان کے وصال کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے رب تعالیٰ کے حکم پر سر تسلیم خم کیا۔ ملک الموت نے کہا: "اے خلیل اللہ! آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں کس حالت میں آپ کی روح کو قبض کروں۔" انہوں نے کہا: "سجدہ کی حالت میں۔" سجدہ کی حالت میں ان کی روح قبض کر لی گئی۔ شام میں انہیں دفن کیا گیا۔ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد حضرت اسماعیل اتنا عرصہ بحیات رہے جتنا رب تعالیٰ نے چاہا۔ پھر انہوں نے مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ باب کعبہ کے پاس الحجون میں دفن ہوئے۔ اسی جگہ حضرت ہاجرہ کی قبر انور بھی ہے۔"

عمالقہ اور جرہم کی تعمیر

ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، امام بیہقی نے دلائل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت جب تک رب تعالیٰ نے چاہا برقرار رہی۔ پھر وہ گر گئی، پھر عمالقہ نے اسے تعمیر کیا۔ وہ پھر گر گئی۔ پھر اسے جرہم نے بنایا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے، "کہا گیا ہے کہ اسے بنو جرہم کے زمانہ میں ایک یا دو دفعہ تعمیر کیا گیا، کیونکہ سیلاب نے اس کی دیواروں کو نقصان دیا تھا۔ یہ تعمیر نہ تھی بلکہ اس کی درستگی

تھی۔اس کے اور سیلابوں کے مابین ایک دیوار تعمیر کر دی گئی۔" میں کہتا ہوں کہ ابوجہم کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنو جرہم کے زمانہ میں مکہ مکرمہ کی بلند جگہ سے سیلاب بیت اللہ میں داخل ہو گیا۔جس سے عمارت گر گئی۔ جرہم نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔اس کے دو پٹ بنائے اور ایک تالہ بنایا۔اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

قصی بن کلاب کی تعمیر

زبیر بن بکار نے کتاب النسب میں اور امام ابواسحاق نے "الاحکام الاسلطانیہ" میں یہ صراحت کی ہے کہ اسے قصی بن کلاب نے تعمیر کیا تھا۔

قریش کی تعمیر

عنقریب اس کا تذکرہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم دیکھتی نہیں ہو کہ تمہاری قوم نے جب کعبہ بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی بنیادوں میں کمی کر دی۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر نہیں فرما دیتے۔آپ نے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی تاب نہ ہوئی ہوتی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اگر ام المؤمنین نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی ان دو شامی رکنوں کو استلام کرنا ترک کیا ہو جو حجر کے ساتھ ہیں مگر یہ کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر مکمل نہ ہوا۔" دوسری روایت میں ام المؤمنین نے فرمایا" مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی تائب نہ ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو گرا دیتا اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔قریش نے اس کی بنیاد کو کم کر دیا تھا۔میں اس کا ایک دروازہ بناتا۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے "اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی تائب نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دیتا، وہ جگہ اس میں داخل کرتا جسے اس سے نکال دیا گیا تھا۔میں اسے زمین کے ساتھ ملا دیتا۔اس کے دو دروازے بناتا۔ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور میں اسے حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔"

اس روایت نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی۔ابن رومان کہتے ہیں: "جب حضرت ابن زبیر نے اسے گرایا تو میں اس وقت وہاں موجود تھا۔انہوں نے حطیم کا حصہ بھی اس میں شامل کر دیا۔میں نے بنیاد ابراہیمی کے پتھر دیکھے وہ اونٹوں کی کوہانوں کی طرح تھے۔" حضرت جریر بن ابی حازم نے کہا ہے "میں نے ابن رومان سے کہا" وہ کس جگہ

ہے؟" انہوں نے کہا: "میں تمہیں اب بھی دکھا سکتا ہوں۔" میں ان کے ساتھ حجر میں داخل ہوا۔ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ کہا: "اس جگہ۔" جریر کہتے ہیں: "میں نے حجر کی جگہ کا اندازہ لگایا، وہ تقریباً چھ ذراع تھی۔" سعید بن مینا کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو سنا۔ وہ میری خالہ جان ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کر رہے تھے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! اگر تمہاری قوم شرک سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو گراتا اسے زمین کے ساتھ ملا دیتا۔ اس کے دو دروازے بناتا ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ حطیم کے چھ ذراع اس میں شامل کر دیتا۔ قریش نے یہ جگہ خانہ کعبہ سے اس وقت نکال دی تھی۔ جب انہوں نے اسے تعمیر کیا تھا۔"

امام مسلم نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے جب یزید کے زمانہ میں بیت اللہ جل گیا۔ اہل شام نے جب اس پر حملہ کیا تھا۔ حضرت ابن زبیر نے اسے چھوڑ دیا، جب حج کا زمانہ آیا۔ انہوں نے لوگوں کو شام کے لوگوں کے خلاف اکسانا چاہا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا: "اے لوگو! مجھے خانہ کعبہ کے بارے مشورہ دو، کیا میں اسے گرا دوں۔ پھر اسے تعمیر کروں، یا اس کی اصلاح کر دوں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میری رائے یہ ہے کہ تم اس کی اصلاح کر دو، وہ گھر چھوڑ دو، جس پر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، وہ پتھر اسی طرح چھوڑ دو، جن پر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان پر حضور ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے تو وہ اس وقت تک راضی نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کا گھر نیا بنایا جائے تو پھر تمہارا رب کے گھر کی کیفیت کیا ہوگی، میں تین بار رب تعالیٰ سے استخارہ کروں گا، پھر اپنے ارادہ پر عمل کروں گا۔" جب تین روز گزر گئے سب نے اتفاق کر لیا کہ اسے گرایا جائے۔ لوگ اس سے کنارہ کش رہنے لگے، کہ ابتداء کون کرے۔ حتیٰ کہ ایک شخص بیت اللہ پر چڑھا۔ اس نے اس سے ایک پتھر گرایا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسے کچھ نہیں ہوا۔ تو وہ بھی اس کے پیچھے گئے۔ انہوں نے بیت اللہ کو گرا دیا۔ حتیٰ کہ زمین تک پہنچ آئے۔ حضرت ابن زبیر نے ستون بنائے، ان پر پردے لٹکا دیے، حتیٰ کہ اس کی بنیادیں بلند ہو گئیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "لوگ ان پردوں کا طواف کرتے رہے۔ طواف میں خلل نہ آیا حتیٰ کہ جس روز حضرت ابن زبیر کو شہید کیا گیا۔ جنگ کی بھٹی خوب گرم تھی لوگ مشغول تھے۔ طواف کرنے والا کوئی نہ تھا، لوگوں نے ایک اونٹ کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا۔"

حضرت ابن زبیر نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنا وہ فرماتی تھیں۔" اگر لوگ کفر سے نئے نئے تائب نہ ہوئے ہوتے اور نہ ہی میرے پاس اتنی رقم ہے جو بیت اللہ کی تعمیر میں خرچ کروں تو میں پانچ ذراع حجر کو خانہ کعبہ میں شامل کر دیتی۔ اس کے دو دروازے رکھتی۔ ایک سے لوگ داخل ہوتے دوسرے سے باہر نکل جاتے۔"

حضرت ابن زبیر نے فرمایا: "آج میرے پاس رقم ہے جسے میں خرچ کروں۔ مجھے لوگوں کا خطرہ نہیں ہے۔" انہوں نے پانچ ذراع بیت اللہ میں شامل کر دیے حتیٰ کہ بنیادیں ظاہر ہو گئیں لوگوں نے انہیں دیکھا۔ انہی پر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا گیا۔ خانہ کعبہ کا طول اٹھارہ ذراع تھا۔ جب اس میں اضافہ ہوا تو طوالت دس ذراع بڑھ گئی۔ اس کے دو دروازے رکھے گئے

ایک سے آدمی اندر جاتا تھا دوسرے سے باہر نکل آتا تھا۔

جب حضرت ابن زبیر شہید ہو گئے تو حجاج نے عبدالملک کی طرف لکھا۔ اور اسے بتایا کہ ابن زبیر نے خانہ کعبہ کو ان بنیادوں پر تعمیر کیا ہے، جس میں اہل مکہ سے عدول کیا گیا ہے۔" عبدالملک نے لکھا" ہم ابن زبیر کے اس اضافہ کو پسند نہیں کرتے، جو انہوں نے طول میں اضافہ کیا ہے، اسے برقرار رکھو جو حجر میں اضافہ کیا ہے، اسے اپنی بنیادوں پر لوٹا دو۔ وہ دروازہ بند کر دو جو انہوں نے کھولا ہے۔" حجاج نے بیت اللہ میں کمی کی اور اسے سابقہ بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔

تاریخ مکہ میں علامہ ازرقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر نے جب خانہ کعبہ گرایا۔ اسے زمین کے برابر کیا اور حضرت ابراہیم کی بنیادیں ظاہر ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ حجر میں بنیادیں چھ ذراع تک تھیں اور ان بنیادوں کے پتھر اونٹوں کی گردنوں کی طرح تھے۔ وہ سرخ پتھر تھے جو باہم یوں جکڑے ہوئے تھے جس طرح انگلیاں باہم پھنس جاتی ہیں۔ انہوں نے وہاں ایک قبر دیکھی۔ فرمایا: "یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ حضرت ابن زبیر نے سرداروں میں سے پچاس افراد بلائے۔ انہیں اس پر گواہ بنایا، عبداللہ بن مطیع عدوی نے اس میں کدال داخل کیا۔ یہ کدال اس کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اسے بیت اللہ کے ارکان میں سے ایک رکن میں داخل کیا۔ سارے ارکان لرز اٹھے۔ بیت اللہ کی اطراف پر لرزہ طاری ہو گیا۔ سارا شہر کپکپا اٹھا۔ لوگ ڈر گئے۔ پتھر کا ایک ٹکڑا اڑا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں لیا، اس میں آگ کی طرح نور تھا۔ اس سے بجلی چمکی جس کا اجالا مکہ مکرمہ کے ہر گھر میں داخل ہو گیا۔ لوگ ڈر گئے۔ حضرت ابن زبیر نے کہا: "گواہ بن جاؤ" پھر انہی بنیادوں پر بنیاد رکھی۔ اس کے دو دروازے رکھے جو زمین کے ساتھ متصل تھے۔ جب رکن کی جگہ تک دیواریں بلند ہو گئیں۔ گراتے وقت رکن کو ریشم میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ انہوں نے اسے تابوت میں داخل کر کے اسے مقفل کر دیا تھا۔ پھر اسے دارالندوہ رکھ دیا تھا۔ انہوں نے خانہ کعبہ میں سے زیورات، کپڑے اور خوشبوئیں لیں اور حضرت شیبہ بن عثمان کے گھر خانہ کعبہ کے خزانہ میں رکھ دیں۔ جب حجر اسود کی جگہ تک دیواریں تعمیر ہو گئیں۔ تو انہوں نے دو پتھر رگڑ کر انہیں باہم جوڑ دیا۔ حضرت ابن زبیر نے اپنے نور نظر عباد اور جبیر بن شیبہ کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود کو کپڑے میں رکھیں اور فرمایا: "جب تم فارغ ہو جاؤ تو تکبیر کہنا، میں تمہاری تکبیر سن کر نماز مختصر کر دوں گا" جب انہوں نے حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھا تو تکبیر کہی لوگوں نے یہ تکبیر سنی۔ قریش کے وہ لوگ ناراض ہو گئے انہوں نے کہا: "زمانہ جاہلیت میں بھی قریش نے اس طرح نہیں رکھا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس ذات والا کو ثالث مقرر کیا، جو ان کے پاس سب سے پہلے داخل ہوئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔

حجر اسود جلنے کی وجہ سے پھٹ چکا تھا۔ ابن زبیر نے اسے چاندی سے جوڑ دیا۔ ابن عون نے کہا" جب حجر اسود پھٹا تو میں نے اس کے اندر دیکھا گویا کہ وہ چاندی تھا۔ جب حضرت ابن زبیر نے خانہ کعبہ کو گرایا تو اس کی لمبائی اٹھارہ ذراع تھی۔ جب اس لمبائی تک عمارت پہنچی تو وہ حجر کی وجہ سے کم نظر آئی۔ حضرت ابن زبیر نے فرمایا کہ قریش کی تعمیر سے

قبل یہ نو ذراع بلند تھی۔ قریش نے نو ذراع کا اضافہ کیا میں اسے مزید نو ذراع بلند کرتا ہوں۔ انہوں نے اسے ستائیس ذراع بلند کر دیا۔ یہ ستائیس مدماک تھی۔ اس کی دیواریں دو ذراع تھیں۔ انہوں نے اس کے اندر تین ستون بنائے۔ اس سے قبل دو لائنوں میں چھ ستون تھے۔ انہوں نے ایک وفد صفاء بھیجا۔ جو سنگ مرمر لے کر آیا۔ اسے روشنی کے لیے طاق میں رکھا۔ اس کے دروازے کے دو پاٹ بنائے۔ جن کی لمبائی گیارہ ذراع تھی۔ دوسرا دروازہ اس کے بالمقابل بنایا۔ اس کے لیے ایک لکڑی کی سیڑھی بنائی۔ جس کے ذریعے اس کی چھت پر جایا جا سکتا تھا۔ جب وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس کے اندر اور باہر کو خوشبو اور زعفران کی دھونی دی۔ اس پر قباطی کا غلاف چڑھایا۔ حکم دیا کہ ہر اطاعت گزار شخص تنعیم جائے اور وہاں سے عمرہ کرے۔ جو قربانی دے سکتا ہو وہ قربانی کرے۔ اگر اونٹ قربان نہ کر سکتا ہو تو بکری ذبح کرے۔ ورنہ جو چاہے صدقہ کر دے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک سو اونٹ ذبح کیے جب طواف کیا تو چاروں ارکان کو بوسہ دیا۔ یہ بیت اللہ حضرت ابن زبیر کی بنیادوں پر رہا۔ اس کے سارے ارکان کا بوسہ لیا جاتا رہا ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے تھے دوسرے سے نکل جاتے تھے، حتیٰ کہ ابن زبیر شہید ہو گئے۔ حجاج مکہ میں داخل ہو گیا اس نے حضرت ابن زبیر کی تعمیر کے بارے عبدالملک کو لکھا۔ اس نے لکھا کہ حجر کا حصہ گرا دو۔ خانہ کعبہ کو پہلے کی طرح رہنے دو۔ مغربی دروازہ بند کر دو۔ باقی کو اسی طرح رہنے دو۔" آج کل خانہ کعبہ حضرت ابن زبیر کی بنیادوں پر ہے۔ سوائے اس دیوار کے جو حجر کی طرف ہے، جبکہ مغربی دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ یہ حجاج نے بند کیا تھا۔ اس نے وہ سیڑھی بھی گرا دی جو وسط میں تھی۔ دروازے کی طوالت میں پانچ ذراع کی کمی کر دی۔ جب عبدالملک نے حج کیا تو حارث بن عبداللہ نے اسے کہا: "میں حضرت ابن زبیر کے لیے اس حدیث کی گواہی دیتا ہوں جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی۔ میں نے بھی ان سے وہ روایت سنی تھی۔ عبدالملک: "تم نے بھی سنی تھی۔" حارث: "ہاں! عبدالملک نے اسے چھڑی کے ساتھ زمین کریدی جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا: "کاش! میں خانہ کعبہ کو اسی طرح رہنے دیتا جس طرح ابن زبیر نے بنایا تھا۔"

حجاج کی تعمیر

امام سہیلی اور امام نووی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ شفاء الغرام میں ہے کہ حجاج نے خانہ کعبہ کا بعض حصہ ہی تعمیر کیا تھا۔

تیسرا باب

بیت اللہ کے اسماء مبارکہ

❶ کعبہ

ارشادِ ربانی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ (المائدۃ:۹۷)

مجاہد نے کہا ہے کہ مربع ہونے کی وجہ سے اس کا نام کعبہ رکھا گیا۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور عکرمہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ قاضی نے "المشارق" میں لکھا ہے کہ کعبہ بعینہٖ بیت اللہ ہے اور کچھ نہیں۔ اس کے مربع ہونے کی وجہ سے اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔ ہر بلند اور مربع عمارت کو کعبہ کہا جاتا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے "اس کے گول اور بلند ہونے کی وجہ سے اسے کعبہ کہا جاتا ہے، یا اس کے مربع ہونے کی وجہ سے اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔" شفاء الغرام میں ہے "ان لوگوں میں ابن ابی نجیح اور ابن جریج بھی شامل ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اسے کعبہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ٹخنے کی شکل پر ہے۔

❷ بکّہ

ابو مالک الغفاری نے لکھا ہے کہ بکہ بیت اللہ کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ مکہ سارے شہر کو کہا جاتا ہے۔ (ابن شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن جریر) حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ مکہ الفج سے لے کر تنعیم تک ہے جبکہ بکہ بیت اللہ سے لے کر البطحاء تک ہے۔ (ابن ابی حاتم) حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے: "بیت اللہ اور اس کا ارد گرد بکہ ہے جبکہ شہر کا دوسرا حصہ مکہ ہے۔" (ابن شیبہ، عبد بن حمید) مجاہد نے کہا ہے: "بکہ سے مراد کعبہ ہے اور مکہ اس کے ارد گرد کو کہا جاتا ہے۔" (عبد بن حمید) ابن شہاب نے کہا ہے بکہ بیت اللہ ہے جبکہ مکہ سارا حرم ہے۔ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ محمد بن مہاجر فرماتے ہیں کہ اسے بکہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ظالموں کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے۔" اس کی مزید تفصیل حرم کے اسماء میں بیان کی جائے گی۔

۳ بیت الحرام

اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

۴ مسجد حرام

ارشادِ ربانی ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (البقرۃ: ۱۴۴)

ترجمہ: "(لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔"

اس سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ مسجد حرام کا اطلاق خانہ کعبہ کے علاوہ مسجد حرام پر بھی ہوتا ہے۔

۵ قادس

شفاء الغرام میں اس نام کا تذکرہ ہوا ہے مگر انہوں نے اس میں گفتگو نہیں کی۔ ابوعبید البکری نے اپنی معجم میں کُراع سے نقل کیا ہے کہ القادس بیت اللہ کا نام ہے۔ کراع کے علاوہ دیگر علماء نے کہا ہے کہ اسے تطہیر کی وجہ سے قادس کہا جاتا ہے کیونکہ یہ گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

۶ ناذر

یہ بھی شفاء الغرام میں مذکور ہے۔ قاموس میں بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے اسماء میں سے ہے۔

۷ قریۃ القدیمہ

۸ البیت العتیق

ارشادِ ربانی ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ (الحج: ۲۹)

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام ترمذی نے، ابن جریر، حاکم نے (امام ترمذی نے اس روایت کو حسن جبکہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس کا نام البیت العتیق اس لیے رکھا ہے کیونکہ اس نے اسے جابر بادشاہوں سے آزاد کر دیا ہے کبھی کسی جابر نے اس پہ غلبہ نہیں پایا۔" عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ اس کو البیت العتیق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اسے جابروں سے آزاد کر دیا ہے کسی جابر نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا یعنی زمین کے کسی جابر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ اس کا ہے۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اسے البیت العتیق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ جس نے بھی اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں رب تعالیٰ نے اسے غرق ہونے سے بچا لیا تھا۔ (ابن منذر، ابن ابی حاتم) حسن نے کہا ہے کیونکہ یہ پہلا گھر ہے جسے تعمیر کیا گیا۔ (ابن ابی حاتم) لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کا قول درست ہے۔ ابن جماعۃ نے مناسک میں اسے درست قرار دیا ہے۔

۹ البنیہ

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے کہا: ''میں نے سوچا کہ میں اس عمارت کی طرف پیٹھ نہ کروں۔ رب تعالیٰ نے اس بنیہ (عمارت) کی بہت سی قسمیں اٹھائیں ہیں۔

۱۰ الدوار

اس نام کو یاقوت نے المشترک میں ذکر کیا ہے۔

چوتھا باب

خانہ کعبہ کے فضائل اور آداب

ابن خزیمہ، الطبرانی، امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بیت اللہ میں داخل ہوا، اس میں نماز پڑھی، وہ نیکی میں داخل ہوا۔ برائی سے نکل گیا۔ وہ اس طرح نکلا کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ فاکہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیت اللہ میں داخل ہونے کے بارے فرمایا: "یہ نیکی میں داخل ہونا اور برائی سے نکلنا ہے۔"

فاکہی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہند بن اوس سے کہا "کیا تم نے کعبہ دیکھا ہے؟ جو اس میں داخل ہوا۔ اس میں نماز پڑھی۔ وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو گیا گویا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو۔"

فاکہی نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میرا بیت اللہ میں دو رکعتیں پڑھنا مسجد حرام میں چار رکعتیں پڑھنے سے افضل ہیں۔"

فاکہی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ خانہ کعبہ میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ حضرت حسن نے اہلِ مکہ کے لیے جو رسالہ لکھا تھا اس میں تھا "جو بیت اللہ میں داخل ہو گیا وہ رب تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو گیا۔ وہ رب تعالیٰ کی پناہ، اور امن میں داخل ہو گیا۔ جو باہر نکلا تو وہ اس حال میں باہر نکلا کہ اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن جعدہ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان "من دخله كان آمنا" کے بارے روایت کیا ہے "وہ آگ سے امن میں ہے۔"

حافظ ابو طاہر السلفی جب خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تھے تو انہوں نے کتنے عمدہ اشعار کہے تھے:

ابعد دخول البيت والله ضامن ايبقى قبيح والخطايا كوامن

ترجمہ: "کیا بیت اللہ میں داخل ہو جانے کے بعد، جبکہ رب تعالیٰ ضامن ہو تو کیا کوئی گناہ باقی رہ سکتا ہے، گناہ تو مخفی ہوتے ہیں۔"

فحاشا و کلابل تسامح کلها   و یرجع کل وھو جذلان آمن

ترجمہ: "ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، بلکہ سب واپس آتے ہیں، وہ امن میں اور مسرور ہوتے ہیں۔"

دو فائدے

◆ ① شفاء الغرام میں ہے حضور ﷺ ہجرت کے بعد چار بار بیت اللہ میں داخل ہوئے۔

◇ ① فتح کے روز۔ (مسلم)

◇ ② فتح کے دوسرے روز۔ (امام احمد نے حضرت اسامہ سے روایت کیا ہے۔)

◇ ③ عمرۃ القضاء میں۔ (الطبری نے حضرت عروۃ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے جس طرح کہ عنقریب اس کا تذکرہ ہوگا۔)

◇ ④ حجۃ الوداع۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

◆ ② آئمہ اربعہ نے اتفاق کیا ہے کہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں کثرت سے داخل ہونے کو مستحسن سمجھا ہے۔ جہاں تک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ میرے پاس سے تشریف لے گئے۔ آپ خوش وخرم تھے۔ جب واپس آئے تو آپ غمزدہ تھے۔ میں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا: "میں خانہ کعبہ میں داخل ہوا تھا۔ میری خواہش ہے کہ میں اس میں داخل نہ ہوتا، مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد میری امت میری اتباع کرے گی۔" (امام احمد، ترمذی، امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

اس میں مستحب نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ آپ کا بیت اللہ میں داخل ہونا استحباب کی دلیل ہے اور داخل نہ ہونے کی تمنا کرنے کا سبب خود آپ نے بیان کر دیا ہے کہ آپ نے امت پر شفقت کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا۔ اس سے استحباب ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے عمرہ کیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا، مقام ابراہیمی کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ہمراہ ایسا فرد بھی تھا جو آپ کو لوگوں سے چھپائے ہوا تھا۔" ان سے ایک شخص نے پوچھا: "کیا حضور ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" (بخاری ومسلم)

اس میں بھی استحباب نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ علماء کرام نے فرمایا ہے "حضور ﷺ بیت اللہ میں اس لیے تشریف نہیں لے گئے تھے کیونکہ اس میں بت اور تصاویر تھیں۔ مشرکین آپ کو بت نکالنے یا تصویریں

مٹانے نہیں دیتے تھے۔ فتح مکہ کے روز آپ نے تصاویر ہٹانے کا حکم دیا۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔"

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کے آداب بہت سے ہیں۔ ان میں سے ایک غسل کرنا ہے۔ خفین اور جوتے اتارنا ہے۔ اپنی نظر اس کی چھتوں کی طرف نہ لے جانا ہے، کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی تھیں۔ "مسلمان مرد کے لیے تعجب ہے جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے، جب اپنی نظریں اس کے چھت کی طرف لے جاتا ہے تو اسے رب تعالیٰ کی جلالت اور عظمت کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے آپ نے سجدہ کی جگہ سے نظریں نہ ہٹائیں حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لے آئے۔"

آداب میں یہ بھی ہے کہ اس طرح بھیڑ نہ بنائی جائے کہ کسی کو یا خود کو اذیت ملے۔ اسی طرح یہ بھی آداب میں سے ہے کہ انسان کے دل میں خشوع وخضوع ہو۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو۔ اگر رو سکتا ہو، ورنہ رونے والی شکل بنا لے۔ اسی طرح آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق کسی سے سوال نہ کرے۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: "ہشام بن عبدالملک خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ اس نے حضرت سلام بن عبداللہ کو دیکھا۔ اس نے ان سے کہا: "کچھ ضرورت ہو تو بتائیں۔" انہوں نے کہا: "مجھے رب تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس کے گھر میں کسی اور سے مانگوں۔" البتہ خانہ کعبہ میں وہ امور بجا لائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیے تھے۔ مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید، رب تعالیٰ کی تعریف، دعا، استغفار اور نماز، غزوۃ الفتح میں مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔

❁❁❁

پانچواں باب

بیت اللہ کی زیارت کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیت اللہ کی زیارت کرنا خالص ایمان ہے۔حضرت حماد بن سلمہ نے فرمایا: "خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والا، بیت اللہ سے باہر دعا میں کوشش کرنے والے کی طرح ہے۔"

حضرت یونس بن خبّاب نے فرمایا: "خانہ کعبہ کی زیارت کرنا، اس کے علاوہ دیگر مقامات پر روزہ دار، قیام کرنے والے اور دعا مانگنے کی طرح عبادت ہے۔"

حضرت مجاہد سے روایت ہے "خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا، عبادت ہے۔"

حضرت سعید بن میسب نے فرمایا: "جس نے ایمان لاتے ہوئے اور تصدیق کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی زیارت کی وہ لغزشوں سے اس طرح نکل گیا گویا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو۔"

ابوسائب المدنی نے کہا ہے: "جس نے ایمان لاتے ہوئے اور تصدیق کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی زیارت کی تو اس کے گناہ اس طرح جھڑیں گے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔"

حضرت زہیر بن محمد نے فرمایا ہے: "مسجد حرام میں وہ بیٹھنے والا جو بیت اللہ کی طرف دیکھ رہا ہو جو طواف نہ کر رہا ہو۔وہ اس نمازی سے افضل ہے جو بیت اللہ میں نماز پڑھ رہا ہو۔لیکن بیت اللہ کی زیارت نہ کر رہا ہو۔"

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "بیت اللہ کی زیارت کرنا عبادت ہے۔بیت اللہ کی طرف دیکھنے والا روزہ دار، قیام کرنے والے، دعا مانگنے والے، عاجزی کرنے والے راہ خدا میں مجاہد کی طرح ہے۔" (الازرقی، الجندی)

❁❁❁

چھٹا باب

حجر اسود اور مقام ابراہیم کے فضائل

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، امام حاکم اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رکن اور مقام جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ جن کا نور رب تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے۔ اگر ان کا نور ختم نہ ہوتا تو از مشرق تا مغرب ان سے روشن ہو جاتا۔"

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رکن اور مقام جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیمی) جنت کے یاقوتوں میں سے ہیں۔ اگر بنو آدم انہیں اپنی خطاؤں کے ساتھ مس نہ کرتے تو یہ مشرق و مغرب کو روشن کر دیتے۔ انہیں جو بیمار یا مریض چھوتا ہے، رب تعالیٰ اسے شفاء یاب کر دیتا ہے۔"

امام ترمذی، امام احمد اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب حجر اسود جنت سے آیا تھا تو یہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ بنو آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔"

ابن خزیمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے سفید یاقوت تھا، مشرکین کی خطاؤں نے اسے کالا کر دیا ہے۔ جب روز حشر میں یہ آئے گا تو یہ کوہ احد کی طرح ہوگا، یہ اس شخص کی گواہی دے گا جس نے دنیا میں اسے استلام کیا ہوگا یا چوما ہوگا۔"

امام بدرالدین احمد بن محمد جو ابن صاحب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ جو اسود جنت کا یاقوت ہی کیوں ہے دیگر جواہرات میں سے کیوں نہیں تو میں کہوں گا کہ اس میں عجیب راز ہے۔ جسے میں نے "الرموز فی کشف اغطیۃ الکنوز" میں پڑھا ہے۔ میں اس کے بارے بڑا حریص ہوں لیکن اب میں اس پر سے کچھ پردہ اٹھاتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج متوسط فلک رابع میں ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لو لم يكن وسط الاشياء احسنها ما اختارت الشمس من افلاكها الوسطا

ترجمہ: "اگر اشیاء کا وسط عمدہ ترین نہ ہوتا تو سورج اپنے افلاک میں سے وسط کو پسند نہ کرتا۔"

یہ ان افلاک کا معاون اور مددگار ہوتا ہے جو اس کے اوپر اور نیچے ہوتے ہیں۔ معدہ نفس کے فلک رابع میں ہے یہ بھی اپنے سے اوپر اور نیچے والا اعضاء کا ممد و معاون ہوتا ہے۔ اس کا مستقر آگ ہے۔ رب تعالیٰ نے اس میں ترش چشمہ جاری کر دیا جو ہضم اور ٹھنڈک کا معاون ہے مکہ مکرمہ بھی دنیا کا متوسط فلک ہے۔ یہ آگ کا محل ہے یہ دنیا کا مددگار ہے۔ ارشاد فرمایا:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ (المائدۃ: ۹۷)

ترجمہ: "بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث لوگوں کے لیے۔"

یعنی یہ لوگوں کی دنیا اور دین کو قائم کرنے والا ہے۔ اس نے حجر اسود کو بھی جنت کے یاقوت میں سے بنایا جسے آگ کی پرواہ نہیں، اس سے معنوی اور حسی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

وطالما اصلی الیاقوت جمر اعضا ثم انطفا الجمر والیاقوت یاقوت

ترجمہ: "کئی دفعہ یاقوت کو تازہ انگارے سے تایا گیا، پھر انگارہ بجھ گیا یاقوت یاقوت ہی ہے۔ اس میں ایک اور راز بھی ہے۔ وہ یہ کہ وہ دائرہ یاقوتیہ کا نقطہ ہے۔"

حجر اسود کا سیاہ ہو جانا

امام سہیلی نے لکھا ہے "اس سے یہی حکمت واضح ہوتی ہے کہ اسے اولادِ آدم کی لغزشوں نے سیاہ کر دینا تھا۔ لیکن یہ خصوصیت خانہ کعبہ کے کسی اور پتھر یا اس کے پردوں میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اقرار نامہ رکھا گیا ہے۔ وہ عہد وہی فطرت ہے۔ جس پر لوگوں کی تخلیق ہوئی۔ یعنی رب تعالیٰ کی توحید ہر بچہ اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے وہ عہد اسی توحید پر لیا گیا تھا۔ لیکن اس بچے کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ جب وہ اس عہد نامے سے انحراف کرتا ہے تو شرک کی وجہ سے اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ جس طرح اولاد آدم کا دل اس عہد اور میثاق کا محل ہے۔ اسی طرح حجر اسود بھی اس عہد اور میثاق کی جگہ ہے۔ اسی طرح دونوں میں مناسبت قائم ہو گئی۔ جس طرح انسان کا دل گناہوں سے سیاہ ہو جاتا ہے اسی طرح حجر اسود بھی سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گیا۔ خطائیں اس کا سبب ہیں، یہ رب تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہے۔"

ابو شیخ نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے والد گرامی حضرت محمد بن علی رحمہما اللہ کے ہمراہ تھا۔ ایک شخص نے ان سے عرض کی: "اے ابو جعفر رحمہ اللہ! اس رکن کی تخلیق کیسے ہوئی؟" انہوں نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی۔ تو بنو آدم سے فرمایا: "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! جب انہوں نے اقرار کیا تو ایک نہر رواں ہوئی جو شہد سے زیادہ میٹھی تھی۔ وہ مکھن سے زیادہ نرم تھی۔ پھر قلم کو حکم دیا۔

اس نے اس نہر سے سیاہی لی اور اس اقرار کو اور جو کچھ روز حشر تک ہونے والا تھا، اسے لکھا۔ پھر قلم نے وہ اقرار نامہ اس پتھر میں رکھ دیا، یہ استلام اس پیروی میں ہی کیا جاتا ہے، جو انہوں نے کیا تھا۔"

عبدالرزاق نے مصنف نے ابوشیخ نے حضرت فاطمہ بنت حسن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے بنو آدم سے میثاق لیا تو اسے حجر اسود میں رکھ دیا۔ حجر اسود کو استلام کرنا، رب تعالیٰ کے عہد کے ساتھ وفا ہے۔

جندی نے فضائل مکہ میں، ابوالحسن القطان المطولات میں امام حاکم اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ انہوں نے جب طواف کا آغاز اور حجر اسود کی طرف منہ کیا تو فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔" پھر اسے چوم لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "امیر المومنین! یہ پتھر نفع اور نقصان دے سکتا ہے۔ حضرت عمر: "وہ کیسے؟" حضرت علی: "کتاب اللہ کے ساتھ۔" حضرت عمر: "کتاب اللہ میں یہ کہاں ہے؟" حضرت علی نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ (الاعراف:۱۷۲)

ترجمہ: "اور (اے محبوب یاد کرو) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا خود ان کے نفسوں پر (اور پوچھا) کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ سب نے کہا بیشک تو ہی ہمارا رب ہے۔"

رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تو ان کی کمر کو مس کیا۔ اولاد آدم سے اقرار لیا کہ وہ ان کا رب اور وہ اس کے بندے ہیں۔ اس نے عہد اور میثاق لیے انہیں باریک کاغذ میں لکھا۔ اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ اس نے اسے فرمایا: "اپنا منہ کھولو" اس نے اپنا منہ کھولا۔ وہ کاغذ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس نے فرمایا: "جو تمہارے ساتھ وفائے عہد کرے اس کی گواہی روزِ حشر دینا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: "حجر اسود کو روزِ حشر لایا جائے گا۔ اس کی تیز زبان ہوگی۔ جس نے اسے توحید کے ساتھ استلام کیا ہوگا، یہ اس کی گواہی دے گا۔ امیر المومنین! اس لیے یہ نقصان بھی دے سکتا ہے اور فائدہ بھی۔" حضرت عمر نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں جس میں آپ نہ ہوں اے ابوالحسن!"

تنبیہ: محب طبری نے کہا ہے کہ بعض ملحدین نے اعتراض کیا ہے کہ مشرکین کی لغزشوں نے حجر اسود کو کیسے سیاہ کر دیا جبکہ اہلِ ایمان کی توحید اسے سفید نہ کر سکیں؟

اس اعتراض کے تین جوابات دیئے گئے ہیں:

- ① جسے حضرت ابن عباس کی روایت اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے۔ جسے جندی نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا نور مٹا دیا ہے تاکہ جنت کی زینت کو تاریکی سے مستور کر دے، گویا کہ اب اس کا وصف تبدیل ہو گیا ہے، گویا کہ تاریکی اس کے لیے مانع حجاب ہے جو اسے دیکھنے نہیں دیتی۔ اگر اس کا وجود دیکھا جائے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ اس پر غیر مرئی ہونے کا اطلاق کیا جائے جس طرح کہ اس عورت پر غیر مرئی ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے جو کپڑوں میں مخفی ہو۔
- ② ابن حبیب نے بھی اس کا جواب دیا ہے، انہوں نے فرمایا: "اگر رب تعالیٰ چاہتا تو اسی طرح ہو جاتا۔ اے معترض! تجھے کیا علم کہ رب تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرما دی ہو کہ سیاہ رنگت سے رنگا تو جا سکتا ہو مگر اس پر رنگ نہ چڑھتا ہو جب کہ سفید اس کے برعکس ہو۔
- ③ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے سیاہ رنگ کو باقی رکھنا، عبرت کے لیے ہو۔ تاکہ علم ہو سکے کہ لغزشیں جب پتھر میں تاثیر کرتی ہیں تو اس کی حالت کیا ہو جاتی ہے، دلوں میں ان کی تاثیر کتنی بڑی ہو گی۔

حجر اسود کی گواہی

دارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "روز حشر کو رب تعالیٰ حجر اسود کو اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی، یہ ان کے ساتھ دیکھے گا۔ ایک زبان ہو گی اس کے ساتھ یہ گفتگو کرے گا، یہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے اسے استلام کیا ہو گا۔"

حضور اکرم ﷺ کا حجر اسود کو چومنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ نے حجر اسود کو استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ (امام بخاری، امام مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حجر اسود پر سجدہ کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا "میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے بھی اس کا بوسہ لیا اور اس پر سجدہ کیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔" (بیہقی)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "دو رکنوں کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔" (ترمذی)

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ حجر اسود کو چوم رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے حضور ﷺ

کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔"

محب الطبری نے کہا ہے "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح اس لیے فرمایا تھا کیونکہ لوگ بت پرستی سے نئے نئے تائب ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق کو یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں جاہل یہ گمان نہ کریں کہ حجر اسود کو استلام کرنا بعض پتھروں کی تعظیم کرنا ہے۔ جس طرح کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ حضرت عمر نے ارادہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ ان کا حجر اسود کو استلام کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے نہ کہ اس لیے کہ پتھر بذات خود نفع اور نقصان دے سکتا ہے جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ بتوں کے بارے عقیدہ رکھتے تھے۔

حجر اسود رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حجر اسود روز حشر اس طرح آئے گا کہ یہ کوہِ ابی قبیس سے بھی بڑا ہوگا۔ اس کی ایک زبان اور دو لب ہوں گے۔ جس نے اسے استلام کیا ہوگا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔ یہ زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس کے ساتھ وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔" اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ سوائے عبداللہ بن مؤمل کے، وہ ضعیف ہے۔

الطبرانی اور ابو عبید القاسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حجر اسود زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔"

ازرقی اور ابو طاہر المخلص نے یہ اضافہ کیا ہے "جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو نہ پایا، اس نے حجر اسود کو چھو لیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔"

اس روایت کو ازرقی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "حجر اسود زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس کے ساتھ وہ اس طرح اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔"

محمد بن ابی عمر اور ازرقی نے روایت کیا ہے "حجر اسود زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں ابن عباس کی جان ہے جو مسلمان بھی حجر اسود کے پاس جو بھی مانگتا ہے، رب تعالیٰ اسے ضرور عطا کرتا ہے۔"

الحافظ نے "المطالب العالیۃ" میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان کے شاگرد حافظ سخاوی نے مقاصد الحسنہ میں اضافہ کیا ہے۔ اس روایت کے کئی شواہد ہیں۔ الدیلمی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "حجر اسود زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے، جس نے اپنے ہاتھ سے اسے مس کیا اس نے رب تعالیٰ سے یہ بیعت کی کہ وہ اس کی

نافرمانی نہیں کرے گا۔"

اسی طرح حارث بن ابی اسامۃ اور خطیب اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "حجراسود زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے۔" امام خطابی نے لکھا ہے کہ "یہ زمین میں رب تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔"

اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے حجراسود کو استلام کیا تو اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا اور یہ رسم ہے بادشاہ اپنے عہد کو مصافحہ کے ساتھ پختہ کرتا ہے۔ وہ یہ مصافحہ اس شخص کے ساتھ کرتا ہے جسے وہ اپنے ساتھ مختص کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ انہیں اس سے مخاطب کرتا ہے جس کے ساتھ وہ عہد کرتے ہیں۔

"نہایہ" میں ہے "یہ کلام تمثیل ہے جب بادشاہ کسی سے مصافحہ کرتا ہے تو وہ شخص اس بادشاہ کا ہاتھ چوم لیتا ہے۔ حجر اسود رب تعالیٰ کے لیے اسی طرح ہے جس طرح بادشاہ کا دایاں ہاتھ ہوتا ہے جسے چوما جاتا ہے۔"

محب الطبری نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب بادشاہ کے پاس وفد آتا ہے تو وہ اس کا دایاں ہاتھ چوم لیتا ہے۔ جب حاجی پہلے پہلے وہاں جاتا ہے تو اس کے لیے سنت ہے کہ وہ حجراسود کو بوسہ دے یہ بادشاہ کے دائیں ہاتھ کی طرح ہو گیا۔ بلند و برتر مثال رب تعالیٰ کے لیے ہے۔

ساتواں باب

آبِ زمزم کے فضائل

آبِ زمزم کو اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے۔ اس کے بارے ایک قول یہ ہے کہ اس کے پانی کی کثرت کی وجہ سے۔ ابوعبید بکری نے کہا ہے کہ آبِ زمزم کو زمزم بھی کہا جاتا ہے، اس کا معنی کثیر ہے۔

ابن التیان نے "الموعب" میں لکھا ہے کہ آبِ زمزم کو زمزام بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی کثیر ہے۔ پانی کی حرکت کی وجہ سے بھی اسے زمزم کہا جاتا ہے۔ الزمزمہ وہ آواز ہوتی ہے جس میں گرج پیدا ہو۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس کے جمع ہونے کی وجہ سے اسے زمزم کہا جاتا ہے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ اسے زمزم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ "الھزمة" سے مشتق ہے۔ الھزمة سے مراد ایڑھی کے ساتھ زمین کو ٹٹولنا ہے۔ (اس روایت کو علامہ فاکہی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔) اس کو زمزم اس لیے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسے میزان کے ساتھ باندھا جاتا ہے تاکہ یہ دائیں بائیں نہ ہو۔

البکری نے معجم میں لکھا ہے کہ زمزم میں کئی لغات ہیں: (۱) زَمزَم (۲) زُمَزِم (۳) زُمَزم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ کھانے کا کھانا اور مرض سے شفا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "آبِ زمزم اس مقصد کے لیے کافی ہو جاتا ہے جس کے لیے اسے پیا جاتا ہے۔" اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ البتہ اس کے مرسل یا متصل ہونے میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "روئے زمین کا بہترین پانی آبِ زمزم ہے اس میں کھانا بھی ہے اور امراض سے شفاء بھی ہے۔" اس روایت کو الطبرانی نے لکھا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہم اسے شباعة کہتے تھے کیونکہ یہ ہمارے اہل و عیال کا بہترین مددگار ہوتا تھا۔" (الطبرانی) انہوں نے فرمایا: "پاکباز لوگوں کا مشروب پیا کرو۔" یعنی زمزم۔ (الازرقی) انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ جب کسی شخص کو تحفہ دینا چاہتے تو اسے آبِ زمزم پلا دیتے۔ (ابونعیم نے اس روایت کو الحلیہ میں ذکر کیا ہے۔ دمیاطی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔)

عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ ہی حج کیا۔ بیت اللہ کا طواف کر کے انہوں نے مقام ابراہیمی پر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر زمزم کے پاس سے گزرے وہ صفا کی طرف جا رہے تھے۔" انہوں نے کہا: "اے غلام! میرے لیے ایک ڈول نکالو۔" غلام نے ایک ڈول نکالا۔ انہیں پیش کیا گیا۔ انہوں نے پانی پیا۔ اپنے چہرے پر انڈیلا سر پر انڈیلا۔ انہوں نے کہا: "زمزم شفاء ہے۔ یہ اس مقصد کے لیے کافی ہو جاتا ہے جس کے لیے اسے پیا جاتا ہے۔" (الفاکہی)

الحافظ نے لکھا ہے یہ روایت موقوف ہے لیکن یہ ساری ان روایات سے احسن ہے اس ضمن میں میں جن سے آگاہ ہوا ہوں۔" امام احمد، امام ابن ماجہ نے حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "آبِ زمزم اس مقصد کے لیے کافی ہو جاتا ہے جس کے لیے اسے پیا جاتا ہے۔"

دو تنبیہ

1. بہت سے آئمہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس روایت کا تجربہ کیا ہے اور اسے صحیح پایا ہے۔
2. بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی فضیلت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک یہ اپنی جگہ پر ہوتا ہے۔ اگر اسے منتقل کر دیا جائے تو یہ تبدیل ہو جاتا ہے۔

"المقاصد الحسنیٰ" میں ہے اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو کی طرف لکھا۔ "اگر رات کے وقت میرا گرامی نامہ تمہیں مل جائے تو صبح نہ کرنا۔ اگر دن کے وقت میرا مبارک خط مل جائے تو شام نہ کرنا حتیٰ کہ میری طرف آبِ زمزم بھیج دو۔" انہوں نے دو مشکیزے آپ کی طرف بھیجے۔ آپ اس وقت مدینہ طیبہ میں تھے۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کی بات ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے)، ابن خزیمہ، حاکم، امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ بوتلوں میں آبِ زمزم لے کر جاتی تھیں۔ وہ فرماتیں "حضور ﷺ برتنوں اور مشکیزوں میں لے کر جاتے تھے۔ آپ اسے مریضوں پر انڈیلتے تھے وہ شفاء یاب ہو جاتے تھے۔"

الطبرانی نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عطاء سے آبِ زمزم لے جانے کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ آبِ زمزم لے کر گئے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما آبِ زمزم لے کر گئے۔

فائدہ

آئمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آبِ زمزم کو منتقل کرنا جائز ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے۔ شوافع نے آبِ زمزم اور حرم کے پتھر منتقل کرنے میں فرق کیا ہے۔ حرم کے پتھروں کو منتقل کرنا جائز نہیں۔ جبکہ آبِ زمزم لے جانا جائز ہے، کیونکہ زمزم ایسی چیز نہیں جو زائل ہو جائے تو پھر نہ ملے۔ امام شافعی نے یہ فرق کیا ہے۔ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

آبِ زمزم کی بعض خصوصیات

1. آبِ زمزم سے بخار اتر جاتا ہے۔ جس طرح کہ حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ (سنن النسائی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)
2. اس سے سر درد ختم ہو جاتا ہے۔ یہ حضرت ضحاک کا قول ہے۔
3. یہ شرعی اور طبی طور پر زمین کے سارے پانیوں سے افضل ہے۔ شیخ بدر الدین بن صاحب نے فرمایا: میں نے آبِ زمزم کا مکہ مکرمہ کے دوسرے چشمے کے پانے کے ساتھ موازنہ کیا۔ میں نے آبِ زمزم کو دوسرے پانی سے چارگنا وزنی پایا۔ پھر میں نے اسے طب کی کسوٹی پر پرکھا تو میں نے پایا کہ یہ طبی اور شرعی اعتبار سے سارے پانیوں سے افضل ہے۔ شیخ الاسلام البلقینی نے کہا ہے: "یہ جنت کے پانی سے بھی افضل ہے۔" اس کی مزید تفصیل "شق صدر" کے باب میں آئے گی۔
4. یہ شعبان کی نصف شب برات کو میٹھا اور عمدہ ہو جاتا ہے۔ یہ قول ابن الحاج نے مناسک میں کیا ہے۔ انہوں نے اسے مکی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے۔ شیخ مکی بن ابی طالب نے کہا ہے۔ "پندرہ شعبان کو آبِ زمزم میٹھا اور عمدہ ہو جاتا ہے یہ خوشگوار ہو جاتا ہے۔ اہلِ مکہ کہتے ہیں اور اس رات کو اس کے ساتھ سلوان کا چشمہ مل جاتا ہے۔ وہ اس رات پانی حاصل کرنے کے لیے بہت سے اموال خرچ کرتے ہیں۔ پانی پر بھیڑ بن جاتی ہے۔ صرف شرف و قدر والے لوگ ہی پانی تک جا سکتے ہیں۔ میں تین سال سے یہ مشاہدہ کر رہا ہوں۔
5. سال میں پندرہ شعبان کو یہ پانی زیادہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کنوؤں کا پانی کم ہو جاتا ہے۔ یہ عارف لوگ ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔ شیخ صالح ابوالحسن بکر باج رحمہ اللہ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا۔
6. اس کی زیارت سے نظر کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ (الضحاک)
7. یہ خطائیں اور لغزشیں معاف کرا دیتا ہے۔ اس کا تذکرہ ابوالحسن محمد بن مرزوق الزعفرانی نے "مناسک" میں کیا ہے۔ ازرقی نے حضرت مکحول سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "زمزم کی زیارت عبادت ہے، یہ خطائیں مٹا دیتا ہے۔"

◆ ۶ رب تعالیٰ نے اسے قدرے نمکین بنایا ہے۔ جس سے ایمان کے نمک کو جلا ملتی ہے۔ اگر اسے بہت زیادہ میٹھا بنا دیتا تو یہ انسانی فطرت پر غالب آجاتا۔ اسی طرح ابو العلاء المعرّی کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے۔

لك الحمد امواه البلاد باسرها　　عذاب و خصت بالملوحة زمزم

ترجمہ: "تیرے لیے ہی تعریف ہے سارے شہروں کے پانی میٹھے ہیں۔ جبکہ آبِ زمزم کو نمک کے ساتھ مختص کیا ہے۔"

◆ ۹ جس نے اسے اپنے سر پر تین چلو بھر کر انڈیلا اسے ذلت و رسوائی کا کبھی بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ علامہ فاکہی نے اہلِ روم کے بعض بادشاہوں سے نقل کیا ہے کہ یہ بات ان کی کتب میں ہے۔

آبِ زمزم کے بعض اسماء

علامہ فاکہی نے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا: "آبِ زمزم کے یہ نام ہیں: (۱) زمزم (۲) ھزمة جبرائیل (۳) سقیا اسماعیل (۴) لا تنزف ولا تذم (۵) برکۃ، سیدہ (۷) نافعہ (۸) مضنونہ (۹) عونہ (۱۰) بشریٰ (۱۱) صافیہ (۱۲) برہ (۱۳) عصمۃ (۱۴) سالمہ (۱۵) میمونہ (۱۶) مبارکہ (۱۷) کافیہ (۱۸) عافیہ (۱۹) مغذیہ (۲۰) طاھرہ (۲۱) حرمۃ (۲۲) مرویہ (۲۳) مؤنسہ (۲۴) طعام (۲۵) شفاء سقم

بعض علماء نے یہ اضافہ کیا ہے۔ طَیِّبہ، تکتم، شباعة العیال، شراب الابرار، قریۃ النمل، نقرۃ الغراب الاعصم، ھزمة اسماعیل، حضرة العباس۔

یاقوت نے اس نام کا تذکرہ المشترک میں کیا ہے۔ ھمزة جبریل۔

علامہ بکری نے "الشباعۃ" کا اضافہ کیا ہے۔

رکضة جبریل، حفیرة عبدالمطلب، یہ حضرت ابو عمر الزاہد سے نقل کیا گیا ہے۔

"الزھر" میں ابن سید نے زمم، شیعۃ اور حفیرة عبدالمطلب کا اضافہ کیا ہے۔ ابن خالویہ نے اپنی کتاب "لیس" میں "مکنونہ" اور "مکتومہ" کا اضافہ کیا ہے۔

✿✿✿

آٹھواں باب

حضرت عبدالمطلب کے ہاتھوں آبِ زمزم کی تجدید

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آبِ زمزم حضرت اسماعیل کا چشمہ ہے۔ حضرت جبرائیل نے اسے اپنی ایڑی سے رواں فرمایا تھا۔ ہاتھ یا اس کے علاوہ کسی اور عضو سے جاری نہ فرمایا۔ یہ اس طرف اشارہ تھا یہ وراثت میں ان کی اولاد میں جاری رہے گا۔ اس سے مراد حضور کریم ﷺ اور آپ کی امت ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ۔ (الزخرف:۲۸)

ترجمہ: ''اور آپ نے بنا دیا کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں۔''

اس سے مراد حضور ﷺ کی امت ہے۔ زمزم ایک رواں چشمہ رہا۔ مکہ مکرمہ کے باشندے اس سے فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جب اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصال فرمایا تو ان کے بعد ان کے نورِ نظر حضرت نابت بیت اللہ کے ولی بنے۔ وہ جب تک رب تعالیٰ نے چاہا بیت اللہ کے ولی رہے۔ پھر یہ ولایت مضاض بن عمرو الجرہمی اور بنو اسماعیل اور بنو نابت کے حصے میں آئی۔ وہ اپنے نانا اور بنو جرہم میں سے اپنے ماموؤں کے ساتھ ولایت کے منصب پر فائز رہے۔ پھر رب تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں پھیلا دیا۔ ان کے ننھال بنو جرہم بیت اللہ کے والی اور مکہ مکرمہ کے احکام بن گئے۔ اولاد اسماعیل اپنے ننھال اور رشتہ داری کی وجہ سے ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں بغاوت یا قتل و غارت ہو۔

پھر بنو جرہم نے مکہ مکرمہ میں بغاوت کا آغاز کر دیا۔ وہ حرم پاک کی معزز اشیاء کو حلال سمجھنے لگے۔ جو ان کے اہل کے علاوہ جو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتا وہ اس پر ظلم کرتے۔ جو مال خانہ کعبہ کے لیے بطور ہدیہ دیا جاتا وہ اسے ہڑپ کر جاتے۔ ان کے امور منتشر ہو گئے۔ جب کنانہ میں سے بنو بکر بن عبد مناۃ اور غبشان میں سے خزاعہ نے یہ امر دیکھا تو انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا تاکہ انہیں مکہ مکرمہ میں سے نکال دیں۔ انہوں نے ان کو جنگ کے بارے آگاہ کیا۔ باہم قتال ہوا۔ بنو بکر اور غبشان ان پر غالب آ گئے۔ انہوں نے ان کو مکہ مکرمہ سے جلا وطن کر دیا۔ زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں ظلم اور بغاوت نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جو اس میں بغاوت کرتا تھا مکہ مکرمہ اسے باہر نکال پھینکتا تھا۔ جو بادشاہ بھی اس کی حرمت کو حلال کرنے کا ارادہ کرتا اسے اسی جگہ ہلاک کر دیا جاتا۔ عمرو بن حارث بن مضاض خانہ کعبہ کے

دو ہرن اور حجر اسود کو لے کر نکلا۔ اس نے ہرنوں کو زمزم کے کنوئیں میں چھپا کر اسے بھر دیا۔ پھر مدت مدید گزر گئی حتیٰ کہ وہ جگہ بھی بھول گئی جہاں چشمۂ زمزم تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کے لیے اس کی نشاندہی کی۔ عمرو بن حارث بنو جرہم کو لے کر یمن چلا گیا۔

حضرت عبدالمطلب کی کھدائی

حضرت عبدالمطلب کی زمزم کی کھدائی کا قصہ ابن اسحاق نے حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب حطیم میں سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کوئی آیا اور ان سے کہا گیا: "برہ کو کھودو۔" انہوں نے کہا: "برہ کیا ہے؟" وہ آدمی چلا گیا۔ دوسرے روز جب وہ سوئے ہوئے تھے تو ایک شخص ان کے پاس آیا۔ انہیں کہا: "المضنونہ کو کھودو۔" انہوں نے پوچھا: "مضنونہ کیا ہے؟" وہ شخص پھر چلا گیا۔ تیسرے روز وہ اپنے بستر میں سوئے تو ان سے کہا گیا: "طیبہ" کو کھودو۔" انہوں نے پوچھا: "طیبہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "یہ دہ چشمہ ہے جو نہ تو کبھی خشک ہوگا۔ نہ اس کی مذمت کی جائے گی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے۔

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِيِّ غَيْرِ الْكَدِرْ يَسْقِي حَجِيجَ اللهِ فِي كُلِّ مُبَرّ
لَيْسَ يُخَافُ مِنْهُ شَئٌ مَا عَمَرْ

ترجمہ: "پھر پانی زیادہ ہو جانے کی دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ سارے مناسک میں حاجیوں کو سیراب کرتا رہے گا۔
جب تک آبِ زمزم برقرار رہے گا اس کی وجہ سے کسی کو کسی اذیت کا اندیشہ نہیں۔"

اس وقت حضرت عبدالمطلب قریش کے پاس گئے۔ انہیں فرمایا: "کیا تمہیں علم ہے کہ مجھے زمزم کی کھدائی کا حکم دیا گیا ہے۔" قریش نے پوچھا: "کیا تمہارے لیے بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کہاں ہے؟" حضرت عبدالمطلب: "نہیں۔" قریش: "اپنے بستر کے پاس لوٹ جائیں جب یہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اگر یہ رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہوا تو عنقریب یہ تفصیل تم سے بیان کر دی جائے گی۔ اگر یہ شیطان کی طرف سے ہوا تو پھر یہ خواب دوبارہ نہیں آئے گا۔" حضرت عبدالمطلب اپنے بستر کی طرف آگئے۔ اس میں سو گئے۔ انہوں نے التجا کی: "مولا! مجھے ساری تفصیلات سے آگاہ کر۔" انہیں خواب آیا۔ انہیں کہا گیا: "تکتم کو کھودو۔" یہ انہیں کہا گیا: "زمزم کو کھودو۔ اگر تم نے اسے کھودا تو تمہاری مذمت نہیں کی جائے گی۔ یہ تمہارے جدِ اعلیٰ کی وراثت ہے۔ یہ نہ تو کبھی خشک ہوگا نہ اس کی مذمت بیان کی جائے گی۔ یہ بڑے بڑے حاجیوں کے گروہوں کو سیراب کر دے گا۔ یہ اس بڑے شترمرغ کی طرح ہوگا جس کا گوشت تقسیم نہ کیا جائے۔ اس میں بکریاں چروانے کا حکم نافذ ہوگا۔ یہ میراث اور محکم عقد ہوگا یہ اس طرح نہیں جس طرح کہ تم جانتے ہو۔" حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: "یہ کہاں ہے؟" ان سے کہا گیا: "یہ لید اور خون کے مابین ہے۔ یہ اعصم کو لے (جس کے پروں پر سفیدی ہو)

کو کریدنے کی جگہ پر چیونٹیوں کے سوراخ کے قریب ہے۔"

حضرت عبدالمطلب اٹھے۔ چلے مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ ان علامات کا انتظار کرنے لگے جو انہیں بتائی گئی تھیں۔ حزورۃ میں ایک گائے ذبح کی گئی۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے قصاب سے بھاگ کر آ گئی حتیٰ کہ مسجد حرام میں اس کی جگہ لگی جو دو بتوں اساف اور نائلہ کے پاس تھی۔ اس جگہ ہی اس گائے کو ذبح کیا گیا۔ اس کا گوشت اٹھا کر لے جایا گیا۔ ایک کوا اڑتا ہوا آیا۔ حتیٰ کہ وہ لید پر گرا اور چیونٹیوں کی بستی کو روندھنے لگا۔ حضرت عبدالمطلب اٹھے۔ اس جگہ کھدائی کرنے لگے۔ ان کے ہمراہ ان کا نورِ نظر حارث بھی تھا۔ حارث کے علاوہ اور کوئی بیٹا نہ تھا۔ قریش ان کے پاس آئے۔ ان سے پوچھا: "کیا کر رہے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "مجھے زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔" جب حضرت عبدالمطلب کے لیے سب کچھ عیاں ہو گیا تو انہوں نے کنواں دیکھا تو باآواز بلند تکبیر کہی۔ قریش جان گئے کہ عبدالمطلب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ ان کے پاس گئے۔ ان سے کہا: "عبدالمطلب! یہ ہمارے باپ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے اس میں ہمارا بھی حق ہے ہم کو بھی اس میں شریک کر لو۔" انہوں نے فرمایا: "میں اس طرح نہیں کروں گا۔ یہ امر تمہیں چھوڑ کر میرے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔" قریش: "ہم کسی کو ثالث بنا لیتے ہیں۔" عبدالمطلب: "ضرور۔" قریش: "ہمارے اور تمہارے مابین بنوسعد بن حذیم کی کاہنہ فیصلہ کرے گی۔" یہ شام کی باسی تھی۔ حضرت عبدالمطلب بنو امیہ کے ہمراہ عازم سفر ہوئے قریش کے ہر قبیلہ میں سے چند چند افراد ساتھ تھے۔ شام اور حجاز کے مابین ریگستان تھا۔ جب وہ اس ریگستان تک پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا حتیٰ کہ ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنی قوم سے پانی مانگا۔ انہوں نے کہا: "ہم تمہیں پانی نہیں دے سکتے۔ ہمیں بھی تمہاری طرح پانی کی قلت کا خطرہ ہے۔" حضرت عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے کہا: "ہماری رائے وہی ہے جو آپ کی رائے ہے۔" انہوں نے کہا: "میری رائے تو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی قبر کھود لے۔ تم میں سے جب کوئی مر جائے گا تو اس کے ساتھی اسے اس کی قبر میں دفن کر دیں گے۔ حتیٰ کہ تم میں سے آخری شخص اپنے ساتھی کو دفن کر دے گا۔ ایک شخص کا ضائع ہو جانا سب کے ضائع ہو جانے سے آسان ہے۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ پھر انہوں نے کہا: "بخدا! خود کو یوں موت کے آگے پھینک دینا اور پانی تلاش نہ کرنا کمزوری ہے، پانی تلاش کرو، شاید رب تعالیٰ ہمیں سیراب کر دے۔ روانہ ہو جاؤ۔" سارے ساتھی بھی عازم سفر ہو گئے اور حضرت عبدالمطلب بھی رواں ہونے لگے جب اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے اسے اٹھایا تو اس کے قدموں کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ رواں ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے تکبیر کہی۔ ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی۔ پھر وہ نیچے اترے خود بھی پانی پیا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی پانی پلایا۔ پھر قبائل کو بلایا۔ ان سے فرمایا: "پانی کی طرف آؤ۔ رب تعالیٰ نے ہمیں پانی عطا فرمایا ہے۔ قریش نے کہا: "اے عبدالمطلب! رب تعالیٰ نے تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ ہم زمزم کے متعلق کبھی تم سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ جس ذات والا نے تمہیں اس صحرا میں یہ پانی پلا دیا ہے، اسی

نے تمہیں زمزم پلانا ہے۔تم اپنے چشمے کی طرف لوٹ چلو وہ کاہنہ تک نہ پہنچے۔ وہ چشمۂ زمزم اور حضرت عبدالمطلب کے درمیان سے ہٹ گئے۔حضرت عبدالمطلب واپس آئے، انہوں نے زمزم کی کھدائی کو مکمل کیا۔اس کے اردگرد حوض بنایا، جس کو وہ بھرتے تھے۔اور اسے حاجیوں کو پلاتے تھے۔قریش کے لوگ رات کے وقت حسد کرتے ہوئے وہ حوض گرا دیتے تھے۔حضرت عبدالمطلب صبح اسے درست کر دیتے تھے، جب یہ فساد زیادہ ہوگیا تو حضرت عبدالمطلب نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔انہوں نے خواب دیکھا انہیں کہا گیا یوں کہو:"مولا! میں اسے غسل کرنے کے لیے حلال نہیں کرتا بلکہ یہ پانی پینے والے کے لیے حلال اور شفا یابی عطا کرنے والا ہے۔" حضرت عبدالمطلب اٹھے۔اسی طرح صدا دی پھر واپس آ گئے۔اب جو شخص بھی ان کا حوض خراب کرنے کی کوشش کرتا اس کا جسم مرض میں مبتلا ہو جاتا۔حتیٰ کہ انہوں نے ان کا حوض اور چشمہ چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے چشمۂ زمزم میں سونے کے دو ہرن پائے۔ یہ وہی ہرن تھے جنہیں بنو جرہم جاتی دفعہ دفن کر کے گئے تھے۔انہوں نے اس میں عمدہ تلواریں اور زرہیں پائیں قریش نے ان سے کہا:"عبدالمطلب! ان اشیاء میں ہمارا بھی حق ہے۔" انہوں نے کہا:"نہیں۔لیکن اس معاملہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے مابین انصاف کر دے گا۔ہم ان اشیاء پر قرعہ اندازی کر لیتے ہیں۔" قریش: وہ کیسے؟" عبدالمطلب:"میں خانہ کعبہ کے لیے دو تیر، اپنے لیے دو تیر اور تمہارے لیے دو تیر مقرر کر لیتا ہوں۔جس چیز پر جس کا قرعہ نکل آیا وہ اسی کی ہوگی۔جس کا قرعہ نہ نکلا اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوگا۔" قریش:"یہ تم نے انصاف کیا ہے۔" انہوں نے دو زرد تیر خانہ کعبہ کے لیے مقرر کیا۔دو سیاہ تیر اپنے لیے جبکہ دو سفید تیر قریش کے لیے نکالے۔پھر اس قرعہ اندازی کرنے والے کو دیے جو ہبل کے پاس قرعہ اندازی کرتا تھا۔حضرت عبدالمطلب دعا کرنے کے لیے اٹھے۔قرعہ انداز قرعے پھینکنے لگا۔دو زرد تیر ہرنوں پر نکلے دو سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں کے لیے نکلے۔قریش کے نام پر کوئی قرعہ نہ نکلا۔حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے خانہ کعبہ کا دروازہ بنایا۔دروازے میں ہرنوں کا سونا استعمال کیا۔یہ پہلا سونا تھا۔جو خانہ کعبہ کے لیے وقف کیا گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے:"جب حضرت عبدالمطلب نے کنواں کھودا۔رب تعالیٰ نے چشمۂ زمزم کی طرف ان کی راہ نمائی کی۔ان کو اس شرف کے ساتھ مختص کیا کہ مکہ مکرمہ کے سارے چشمے معطل ہو گئے لوگ اس کی برکت اور فضل و برکت کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔کیونکہ یہ بیت اللہ میں تھا۔اور یہ چشمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے رواں ہوا تھا۔

فوائد

1. امام سہیلی نے لکھا ہے:"یہ تلواریں اور ہرن ایران کے بادشاہ ساسان نے خانہ کعبہ کے لیے بھیجے تھے۔ دوسرے قول کے مطابق سابور نے انہیں بھیجا تھا۔ایران کے بادشاہوں ابتداء میں ساسان یا سابور کے دور

تک بیت اللہ کا حج کرتے رہے۔

◆ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ تین علامات کے ساتھ حضرت عبدالمطلب کی راہ نمائی کی گئی۔

① سفید پروں والے کوے کی کریدنے کی جگہ سے۔

② یہ گوبر اور خون کے مابین ہے۔

③ چیونٹیوں کے بل کے پاس ہے۔

یہ علامات حکمت الٰہیہ اور اس لطیف مشاکلہ کی وجہ سے متعین کی گئی ہیں، جو علم تعبیر میں درست ہیں۔ زمزم اور اس کے پانی پر پوری طرح صادق آتی ہیں۔ جہاں تک گوبر اور خون کا تعلق ہے تو آبِ زمزم کھانے کے قائم مقام اور مرضوں سے شفاء ہے یہ اس مقصد کے لیے کافی ہو جاتا ہے جس کے لیے اسے پیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے تین شب و روز تک اسکا پانی پیا۔ وہ موٹے ہو گئے ان کے پیٹ کی شکنیں ختم ہو گئیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ حضور ﷺ نے دودھ کے بارے فرمایا ہے۔"جب تم میں سے کوئی دودھ پیے تو یوں کہے:"مولا! ہمارے لیے اس میں برکت ڈال دے۔ ہمارے لیے اس میں اضافہ فرما دے۔ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پینے کے قائم مقام ہو سکے۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مِنۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۝۶۶ (النحل: ۶۶)

ترجمہ: "جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لیے۔"

یہ مبارک چشمہ گوبر اور خون کے درمیان سے ظاہر ہوا۔ یہ دلائل اس کے معنی کے ساتھ مشاکلت رکھتے ہیں۔ جہاں تک کوے کا تعلق ہے۔ اس کی تاویل فاسق سے کی گئی ہے یہ سیاہ ہوتا ہے۔ کعبہ کے پاس اس کا کریدنا اس سیاہ حبشی کے کریدنے پر دلالت کرتا ہے۔ جو اپنی کدال کے ساتھ آخری زمانہ میں بیت اللہ کو گرا دے گا۔ گویا کوے کا کریدنا اس برے فعل کی عکاسی کر رہا ہے جو آخری زمانہ میں فاسق رحمٰن کے قبلہ اور اہلِ ایمان کے چشمہ کے ساتھ کرے گا۔ اس وقت قرآن پاک کو اٹھا لیا جائے گا اور دوبارہ بتوں کی عبادت کی جائے گی۔

صحیح روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:"چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی اسے خراب کرے گا۔" اس کے وصف میں "افحج" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے اس طرح کوا کو دیکھیں تو وہ "اعصم" ہے "افحج" ٹانگوں کے مابین فاصلے کو کہتے ہیں جس طرح "العصم" میں اختلاف ہے۔ اسی طرح قباعد میں بھی اختلاف ہے۔ جو چھوٹی پنڈلیوں سے معلوم ہو جاتا ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ اعصم وہ کوا ہوتا ہے جس کی پنڈلیاں اسی طرح کی ہوں۔ یہ علم تعبیر ہے کیونکہ یہ خواب ہے۔

اسی طرح چیونٹیوں کے بل میں بھی مشاکلت پائی جاتی ہے کیونکہ زمزم مکہ مکرمہ کا چشمہ ہے جہاں حاجی اور عمرہ

کرنے والے ہر طرف سے جاتے ہیں۔ وہ اس کے لیے جو اور گندم لے کر جاتے ہیں۔ وہاں کاشتکاری نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ۔ (ابراہیم: ۳۷)

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں۔“

چیونٹیوں کی بستی بھی اسی طرح ہے کیونکہ چیونٹیاں نہ کاشت کرتی ہیں نہ دانا بوتی ہیں۔ غلہ ہر سمت سے ان کے بل کی طرف کھینچا چلا آتا ہے۔ اس طرح مکہ مکرمہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ (النحل: ۱۱۲)

ترجمہ: ”اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال وہ یہ کہ ایک بستی تھی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے۔“

اسی طرح قریۃ کا لفظ "قریت الماء فی الحوض" حوض میں پانی جمع کرنے سے مشتق ہے خوابوں کی تعبیر کبھی لفظوں میں اور کبھی معنی میں کی جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے اس تعبیر میں لفظ اور معنی دونوں کو جمع کر دیا۔

۳ علامہ زمخشری نے ”ربیع الابرار“ میں لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل نے آبِ زمزم کو دو بار جاری کیا۔ ایک دفعہ حضرت آدم کے لیے۔ یہ طوفان کے زمانہ میں منقطع ہو گیا۔ پھر حضرت اسماعیل کے لیے۔ ”الزھر“ میں ہے خویلد بن اسد کے یہ اشعار بھی اس کی تائید کرتے ہیں جو اس نے حضرت عبدالمطلب کی شان میں کہے تھے:

اقول ما قولی علیهم بسبة　　　اليك ابن سلمى انت حافر زمزم

ترجمہ: ”میں کہتا ہوں میرا یہ کہنا تمہارے لیے گالی نہیں اے ابن سلمیٰ! تم نے ہی چشمۂ زمزم کھودا تھا۔“

ركية ابراهم يوم ابن هاجر　　　و ركفة جبرائيل على عهد آدم

ترجمہ: ”یہ حضرت ہاجرہ کے لختِ جگر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کنواں تھا۔ اور حضرت آدم کے وقت یہ حضرت جبرائیل کا چشمہ تھا۔“

ساتواں باب

مکہ مکرمہ اور حرم پاک کے بعض نام

امام نووی نے لکھا ہے کہ شہروں میں سے کوئی ایسا شہر نہیں جس کے نام مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں شہر سارے شہروں سے افضل ہیں۔ بعض اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں:

① البـاسّـہ

علامہ مجاہد نے فرمایا ہے کہ یہ اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے جو اس میں الحاد کرتا ہے۔

② برّہ

ابن خلیل نے یہ نام علامہ زرکشی سے نقل کیا ہے۔

③ بـاق

ابن رشیق نے اس کا تذکرہ "العمدۃ" میں کیا ہے۔ شفاء الغرام میں ہے کہ عرفات کا پہاڑ اور حجاز کی وادی کا نام ہے۔

④ بکّہ

یہ مکہ ہی ہے۔ میم کی جگہ الباء کو رکھ دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔ (آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: "بے شک پہلا (عبادت) خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لیے وہی ہے جو مکہ میں ہے۔"

پھر فرمایا: "ببطن مکۃ"

علامہ عطیہ نے فرمایا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ کو بکہ اور اس کے ارد گرد کو مکہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔

عکرمہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کا ارد گرد بکہ اور اس کے پرے مکہ ہے۔

ابو عبیدہ نے لکھا ہے بکہ مکہ کی وادی کا نام ہے۔
علامہ بکری نے لکھا ہے کہ اہل لغت فرماتے ہیں کہ مکہ اور بکہ ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ دو اسم ہیں جن کے معانی ایک چیز پر واقع ہوتے ہیں۔ مکہ کو اس کے قلیل پانی کی وجہ سے مکہ کہا جاتا ہے اور بکہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔
علامہ زرکشی نے اعلام میں اور الفاسی نے شفاء الغرام میں لکھا ہے کیونکہ یہ ان جابروں کی گردنیں توڑ دیتا ہے۔ جو اس میں الحاد کرتے ہیں۔ وہ اس میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ بالآخر خشوع وخضوع کرتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ متکبرین کی نخوت ختم کر دیتا ہے۔

◆۵ البلد

ارشادِ ربانی ہے
لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ (بلد:۱)
ترجمہ: "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔"
ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "البلد" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔
وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ (بلد:۲)
ترجمہ: "دراں حالیکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں۔"
اس سے مراد حضور ﷺ کی ذاتِ والا ہے، رب تعالیٰ فتح مکہ کے روز آپ کے لیے حلال کر دیا تھا کہ آپ جسے چاہیں تہ تیغ کر دیں جسے چاہیں زندہ رکھیں۔

◆۶ بلد اللہ

کیونکہ رب تعالیٰ نے دیگر شہروں کو چھوڑ کر اسے پسند فرمایا ہے۔

◆۷ البلدہ

ارشادِ ربانی ہے:
بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ (سبا:۱۵)
ترجمہ: "اتنا پاکیزہ شہر اور ایسا رب غفور (اہلِ سبا تمہاری خوش بختی کا کیا کہنا)
یاقوت نے المشترک میں لکھا ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ۔ (النمل:۹۱)

ترجمہ: "مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے میں عبادت کروں اس (مقدس) شہر کے رب کی۔"

علامہ واحدی اور ابن برجان نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے اسی طرح عبد بن حمید نے قتادہ سے اور د بن منذر نے جریج سے نقل کیا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ ہے۔

۸ البلد الحرام

یہ اسے مکہ کی حرمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

۹ البلد الامین

کیونکہ اس میں قتال حرام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿۳﴾ (التین:۳)

ترجمہ: "(قسم ہے) اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی۔"

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مکہ ہے۔" (الطبرانی فی الاوسط)

ابن عباس، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے اسی طرح فرمایا۔ اس میں مفسرین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۰ الثنیہ

علامہ زرکشی نے یہ ذکر کیا ہے۔ علامہ یاقوت نے المشترک میں لکھا ہے کہ یہ ثنیۃ البیضاء ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے جو تمہیں فتح کی طرف لے جائے گی۔ جبکہ تم مدینہ طیبہ کی طرف رخ کیے ہو۔ تم ذی طویٰ کی سمت سے مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں جاؤ، انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ مکہ مکرمہ کا نام ثنیہ ہے۔

۱۱ الحاطمۃ

یہ نام ارزقی اور امام نووی نے تحریر کیا ہے کیونکہ یہ ملحدوں کی گردنیں توڑ دیتا ہے۔

۱۲ الحرم

سلیمان بن خلیل نے اس کا تذکرہ اپنے "مناسک" میں کیا ہے۔ اسی طرح اسے الحُرمۃ یا الحِرمۃ کہا جاتا ہے۔

◆ ۱۳ الراس

امام نووی نے لکھا ہے کیونکہ یہ سارے روئے زمین سے افضل ہے۔ جس طرح کہ انسان کا سر افضل ہے۔ کراع نے کہا ہے:

فی الراس آیات لمن کان ذا حِجیً   و فی مدین العلیا و فی موضع الحجر

◆ ۱۴ الرِّتاج

اس کا تذکرہ علامہ طبری نے کہا ہے۔ زرکشی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی دروازہ ہے۔ خلیل نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ لیا جاتا ہے۔ حدیث پاک ہے:

جعل ماله رتاج الكعبة۔

اس نے اپنا مال مکہ کے لیے وقف کر دیا۔ اس کو دروازہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اسی سے داخل ہوا جاتا ہے۔

◆ ۱۵ سبوحۃ

شفاء الغرام میں اس کا تذکرہ ہے۔ اس کا معنی البلد الحرام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عرفات کی وادی کا نام ہے۔

◆ ۱۶ سلام

◆ ۱۷ البسل

اس کا تذکرہ صاحب القاموس نے کیا ہے۔

◆ ۱۸ صلاح

امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے امن کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ زرکشی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ کیونکہ اس میں لوگوں کی اصلاح ہے یا اس میں نیک اعمال سرانجام دیے جاتے ہیں۔

◆ ۱۹ طیبہ

◆ ۲۰ العذراء

کیونکہ تو اس جگہ کسی ناپسندیدہ امر سے نہیں ملے گا۔

۲۱ العرش

۲۲ العریش

ابن سیدہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ اس میں کھجوروں کو نصب کیا جاتا ہے اور ان سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ زرکشی نے لکھا ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ عریش پائے جاتے ہیں۔

۲۳ العروض

اس کا تذکرہ تعبیر میں کیا گیا ہے۔ صحاح میں ہے: عرّض الرجل اذا اتی العروض۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور اس کا ارد گرد ہے۔

۲۴ فاران

المشترک میں ہے کہ فاران مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے۔ یا حجاز کے پہاڑ کا نام ہے۔ اس کا تذکرہ تورات میں بھی ہے۔ اس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

۲۵ المقدسہ، القادس، القادسیہ

یہ بھی اس کے نام ہیں۔ جو القدس (پاکیزہ) سے مشتق ہیں کیونکہ یہ شہر گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ پہلا نام ابن جماعۃ نے لکھا ہے دوسرا اور تیسرا ابن قرقول نے لکھا ہے۔ زرکشی نے تیسرا اور الفاسی نے چوتھا نام لکھا ہے۔

۲۶ قریۃ الحمس

یہ احمس کی جمع ہے۔ اس سے مراد قریش ہیں، یا جسے قریش، کنانہ، جدیلہ اور قیس جنم دیں۔ انہیں حمس اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ اپنے دین میں شدت اختیار کرتے تھے۔ الحماسہ شجاعت کو کہا جاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔

۲۷ قریۃ النمل

یہ دونوں نام صاحب القاموس نے ذکر کیے ہیں۔ شفاء الغرام میں ہے کہ قریۃ النمل اور نقرۃ الغراب۔ یہ دونوں علامات حضرت عبدالمطلب کو اس وقت دکھائی گئیں تھیں جب انہیں آب زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بعض نے مجازی طور پر انہیں آب زمزم کے نام شمار کیا ہے۔ اگر ہمارے شیخ انہیں اسم سمجھتے تو ان سے مکہ مکرمہ کے اسی طرح نام رکھے جا سکتے ہیں جس طرح کل کا نام بعض رکھا جا سکتا ہے۔ یہ جائز ہے اس طرح مکہ مکرمہ کو صفا، مروہ اور جزورہ کہنا بھی جائز ہے۔

اگر ہمارے شیخ ملاحظہ کرتے کہ قریۃ الحمس مکہ کا نام ہے کیونکہ حمس مکہ کے باشندوں کو کہتے ہیں تو اسی طرح اس شہر کو قریۃ العمالیق اور قریۃ جرہم کہنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ حمس سے قبل یہی یہاں کے باشندے تھے۔ مگر قریۃ النمل، نقرۃ الغراب اور قریۃ الحمس لغت کی کتب سے منقول ہے۔ اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

◆ القریۃ

اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً۔ (النحل:۱۱۲)

ترجمہ: "اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال وہ یہ ہے کہ ایک بستی تھی۔"

مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے۔

◆ کوثی

ازرقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ امام سہیلی نے اسے یقین کے ساتھ کہا ہے۔ المطالع میں ہے۔ "اس میں ایک حصہ ہے جس پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔" فاکہی نے کہا ہے کہ کوثی قیقعان کے کنارے پر ہے۔ یا منیٰ کا پہاڑ کوثی ہے۔

◆ مامون

امام زرکشی نے اس کا تذکرہ کیا ابن دحیہ نے لکھا ہے کیونکہ اس میں قتال حرام ہے۔

◆ مخرج صدق

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو مدخل صدق اور مکہ مکرمہ کو مخرج صدق بنایا ہے۔

◆ مسجد حرام

حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے حرم سارے کا سارا مسجد حرام ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

◆ المعاد

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ (القصص:۸۵)

ترجمہ: "(اے محبوب) یقیناً وہ (قادر مطلق) جس نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے آپ کو واپس لے

جائے گا جہاں آپ چاہتے ہیں۔"
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

۳۳ المکتان

شیخ برھان الدین قیراطی نے اسماء مکہ کے قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ شفاء الغرام میں ہے: "شاید انہوں نے ورقہ بن نوفل کے اس شعر سے استدلال کیا ہو:

اریٰ الامر لا یزداد الا تفاقماً والضارنا بالمکتین قلیل

ترجمہ: "میں دیکھتا ہوں کہ معاملہ خطرناک ہو رہا ہے، اور مکتین میں ہمارے مددگار کم ہیں۔"
اس کی مزید تفصیل عنقریب آئے گی۔

۳۴ مکہ

مکہ کو مکہ کیوں کہا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کیونکہ یہ جابر لوگوں کی نخوت ختم کر دیتا ہے یا اس لیے کہ یہ فاجروں کو باہر نکال دیتا ہے۔ یا اس لیے کہ یہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یا اس لیے کہ اس کا پانی کم ہے۔ یا اس لیے کہ یہ سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ یا اس لیے یہ وادی کے دامن میں ہے، بارش کے وقت پانی ادھر آتا ہے جس کی وجہ سے سیلاب آجاتا ہے۔

۳۵ نادر

اسے الزھر میں لکھا گیا ہے۔

۳۶ الناشئہ

اسے ماوردی نے ذکر کیا ہے کیونکہ الحاد کرنے والے کو جلاوطن کر دیتا ہے۔ یا پیاس سے خشک ہو جانے "نسّ الشیئ" سے مشتق ہے۔ الصحاح میں ہے کہ مکہ کو اس کے پانی کی قلت کی وجہ سے الناسّہ کہا جاتا ہے۔

۳۷ النساسہ

اس کا معنی بھی وہی ہے جو سابقہ نام کا ہے یعنی قلیل پانی کی وجہ سے اسے النساسہ کہا جاتا ہے۔

۳۸ الناشہ

یہ نام "الزھر" میں نقل کیا گیا ہے۔ یعنی اس شخص کو دھتکار دیتا ہے۔

٣٩ الوادی

حضرت عمر فاروق کے کلام میں اس کا تذکرہ ہے۔

٤٠ ام راحم

اس کا تذکرہ شفاء الغرام میں ہے۔ الزہر میں اسے کراع سے نقل کیا گیا ہے۔ ماوردی نے اسے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ کیونکہ لوگ اس میں بھیڑ بناتے ہیں۔

٤١ ام الرّحم

اس کا معنی وہی ہے جو اس سے پہلے نام کا ہے۔

٤٢ ام الرّحمات

شیخ عبداللہ المرجانی نے اسے ابن عربی سے نقل کیا ہے۔

٤٣ ام روح

رَوح سے مراد رحمت ہے۔ اسے ابن اثیر نے المرصّع میں ذکر کیا ہے۔

٤٤ ام زحم

اسے الرشاطی نے ذکر کیا ہے۔

٤٥ ام صبیح

اسے بھی ابن اثیر نے المرصّع میں ذکر کیا ہے۔

٤٦ ام القریٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ (الانعام:٩٢)

علامہ ضحاک نے کہا ہے۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ ام القریٰ اسے کیوں کہتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کیونکہ زمین کو اس کے نیچے بچھایا گیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، جو پہلے گزر چکا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کیونکہ یہ سارے شہروں سے بڑا اور عظیم ہے۔ کیونکہ اس میں بیت اللہ ہے۔ کیونکہ رسم یہی ہے

کہ بادشاہ اور اس کا شہر سارے مقامات سے مقدم ہوتے ہیں۔ اسے "ام" اس لیے کہا گیا ہے۔ کیونکہ سارے امت اس کی طرف منہ کرتی ہے۔ یا اس لیے کہ ساری بستیوں والے اپنے دین اور دنیا میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

◆ ام کوثی

اس کا ذکر مرجانی نے کیا ہے۔ مگر اس پر گفتگو نہیں کی۔

❁❁❁

دسواں باب

حرم مکہ اور اسے حرم بنانے کا سبب

حرم مکہ سے مراد وہ جگہ ہے جس نے مکہ مکرمہ کا احاطہ کر رکھا ہے اور جوانب سے اس کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔اس کے شرف کی وجہ سے رب تعالیٰ نے اسے حرمت کا مقام عطا فرمایا ہے۔امام نووی نے الایضاح میں لکھا ہے۔"مدینہ طیبہ کے رستے اس کی حد تنعیم ہے، جہاں نفار کے گھر ہیں یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین میل دور ہے۔یمن کے رستے سے یہ لبن گھاٹی میں اضاۃ لبن تک ہے۔یہ جگہ مکہ مکرمہ سے سات میل دور ہے۔عراق کے رستے میں اس کی حد مقطع پہاڑ کی گھاٹی ہے۔یہ جگہ مکہ مکرمہ سے سات میل دور ہے۔جعرانہ کی طرف سے یہ آل عبداللہ بن خالد کی گھاٹی تک ہے، یہ مکہ مکرمہ سے نو میل ہے۔حدود حرم میں نو میل صرف یہ جگہ ہے۔

طائف کے رستہ میں عرفات میں یہ وادی نمرہ تک ہے۔یہ بھی مکہ مکرمہ سے سات میل دور ہے۔جدہ کے رستے میں یہ منقطع الاعشاش تک ہے یہ مکہ مکرمہ سے دس میل دور ہے۔" یہ وہ حد ہے جسے رب تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔اسے حرمت کے ساتھ مختص کیا ہے۔حکم میں سارے شہروں سے جدا رکھا ہے۔علامہ ارزقی نے کتاب مکہ میں یہی حدود لکھی ہیں۔ ہمارے اصحاب نے کتب فقہ میں بھی یہی حدود لکھی ہیں۔مثلاً ماوردی نے"احکام السلطانیہ" میں اس طرح لکھا ہے۔مگر علامہ ازرقی نے طائف کی طرف سے اس حد کے بارے لکھا ہے کہ یہ گیارہ میل ہے۔البتہ جمہور علماء نے اسے سات میل لکھا ہے۔شفاء الغرام میں کہ الفا کہی، ابوالقاسم عبید اللہ بن عبداللہ نے اپنی کتاب المسالک میں اسی طرح لکھا ہے۔علامہ ازرقی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی مخالفت نہ تو ان سے قبل نہ ہی ہم عصر اور نہ ہی ان کے عہد کے علماء نے کی ہے۔البتہ ماوردی اور صاحب المہذب نے ان کی مخالفت کی ہے۔ایک شاعر نے ان حدود کو اس طرح نظم کیا ہے:

و للحرم التحديد من ارض طيبه ثلاثة اميال اذا رمت اتقانه

و سبعة اميال عراق و طائف وجُدّة عشر و تسع جعرانه

و من يمن سبع بتقديم سينها لذالك سيل الحل لم يعد بنيانه

ترجمہ: "سرزمین مکہ سے حرم پاک کی حدود ہیں۔جب تم پختگی کا ارادہ کرو تو یہ مدینہ طیبہ کی طرف سے تین میل ہے۔عراق اور طائف کی طرف سے سات میل ہے جدہ کی طرف سے دس اور جعرانہ کی طرف

سے نو میل ہے اور یمن کی طرف سے سات میل ہے۔ جب سین کو مقدم کیا جائے یعنی حل کا سیلا ، حرم میں صرف ایک جگہ سے داخل ہوتا ہے۔ وہ جگہ تنعیم ہے۔"

علامہ طبری نے "القری" میں حرم کی حد بندی اور اس میں اختلاف کی چار وجوہات بیان کی ہیں:

1. حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت آدم علیہ السلام کو نیچے اتارا گیا تو وہ معذرت کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔ چالیس سال بعد رب تعالیٰ نے ان کی طرف جبرائیل کو بھیجا اور فرمایا: "اپنا سر اوپر اٹھائیں میں نے آپ کی توبہ قبول کر لی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مجھے اس طواف کا افسوس ہے جو میں تیرے فرشتوں کے ساتھ تیرے عرش کا کیا کرتا تھا۔" رب تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ "میں عنقریب آپ پر ایک گھر اتاروں گا۔ جسے میں قبلہ بناؤں گا۔" رب تعالیٰ نے بیت المعمور نازل کیا۔ وہ سرخ یاقوت تھا جو بہت زیادہ چمکتا تھا۔ اس کے دو دروازے تھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ اس کی دیواروں میں جنت کے سفید یاقوت کے ستارے چمکتے تھے۔ جب یہ گھر زمین پر آ گیا تو اس کے نور نے مشرق و مغرب کو جگمگا دیا۔ جنات اور شیاطین گھبرا کر بھاگ گئے۔ وہ فضا میں بلند ہوئے۔ تاکہ دیکھیں کہ یہ نور کہاں سے نکل رہا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مکہ مکرمہ سے نکل رہا تھا، تو وہ اس کے قریب ہونے کے لیے آئے۔ رب تعالیٰ نے ملائکہ بھیجے۔ تو حرم کے ارد گرد اس جگہ کھڑے ہو گئے، جہاں آج کل نشانات لگے ہوتے ہیں۔ انہوں نے جنات اور شیاطین کو روک دیا۔ اس لیے اس کا نام حرم رکھ دیا گیا۔

2. وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو ان کا رونا شدت اختیار کر گیا۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے خیمہ لگایا۔ یہ کعبہ کی جگہ تھا۔ یہ خیمہ جنت کے سرخ یاقوت کا تھا۔ اس میں تین قندیلیں تھیں، جن میں نور چمکتا تھا۔ اس کی روشنی حرم کی جگہوں تک جاتی تھی۔ رب تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے ذریعے اس خیمہ کی حفاظت فرمائی۔ وہ اس جگہ کھڑے تھے جہاں حرم کی حدود تھیں۔ وہ اس کی حفاظت کرتے تھے اور اس سے جنات کو دور رکھتے تھے۔ جب حضرت آدم کا وصال ہوا تو یہ خیمہ بھی اٹھا لیا گیا۔

3. روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ تعمیر کیا تو اپنے نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا: "مجھے ایک پتھر لا کر دو جسے میں لوگوں کے لیے علامت مقرر کر دوں۔" حضرت اسماعیل گئے مگر انہیں ایسا پتھر نہ ملا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حجر اسود کو پایا۔ انہوں نے پوچھا: "آپ کو یہ کہاں سے ملا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "یہ مجھے اس ذات والا نے بھیجا ہے جس نے مجھے تمہارے پتھر کے سپرد نہیں کیا۔ اسے حضرت جبرائیل لے کر آئے ہیں۔" حضرت ابراہیم نے اس پتھر کو اس جگہ رکھا وہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کو منور کرنے لگا ہر ہر سمت سے جہاں تک حجر اسود کا نور پہنچا رب تعالیٰ نے اسے حرم بنا دیا۔

◆ جب حضرت آدم زمین پر اترے تو انہیں اپنے آپ کے بارے شیاطین اور جنات کے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ رب تعالیٰ نے ملائکہ بھیجے۔ انہوں نے ہر طرف مکہ مکرمہ کو گھیر لیا۔ اس کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ جہاں جہاں ملائکہ کھڑے تھے۔ رب تعالیٰ نے اسے حرم بنا دیا۔ شفاء الغرام میں امام سہیلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا:

ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ⑪ (فصلت:۱۱)

ترجمہ: "آجاؤ (تعمیل حکم اور ادائے فرض کے لیے) خوشی سے یا مجبوراً دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

تو سرزمین حرم کے علاوہ کسی حصے نے جواب نہ دیا۔ رب تعالیٰ نے اسے حرم بنا دیا۔

علامہ زرکشی نے لکھا ہے: "اگر یوں کہا جائے کہ حرم کعبہ کی مد بندی کیوں کی گئی؟ تو اس کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

◆ ان احکام کے التزام کے لیے جو اس سے ثابت ہوتے ہیں اور اس کی برکات کو عیاں کرنے کے لیے۔

◆ کہا جاتا ہے کہ جب حجر اسود کو زمین پر لایا گیا تو یہ سفید تھا۔ اس سے نور نکل رہا تھا، جہاں تک وہ نور تھا اسے حرم کی حدود بنا دیا گیا۔ یہ معنی مناسب ہے اور سب سے بالاتر ہے۔

◆ یہ وہ انوار ہیں جنہیں عالم اعلیٰ سے رکھا گیا ہے، یہ ربانی، سری روحانی ہیں جو اس حصۂ زمین کی طرف متوجہ ہیں۔ اہل مشاہدہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ انوار حرم کی حدود تک جاتے ہیں۔ ان سے انوار کا منبع نکلتا ہے۔ یہ انوار حرمین شریفین اور ارض مقدسہ میں پھیلتے ہیں۔

علاماتِ حرم کا تذکرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حدودِ حرم کا تعین کیا۔ حضرت جبرائیل امین نے انہیں ان حدود کا تعین کر کے دیا۔ فتح مکہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا۔ انہوں نے ان حدود کی تجدید کی۔ (ابن سعد، ارزقی)

علامہ ارزقی نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے حرم کعبہ کا تعین کیا۔ حضرت جبرائیل امین نے انہیں یہ حدود دکھائیں۔ قصی نے ان کی تجدید کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ مکرمہ کے روز تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا۔ انہوں نے ان کی تجدید کی۔

✿✿✿

گیارھواں باب

مکہ مکرمہ کی تعظیم وتکریم

حضرت ابوشریح عدوی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دوسرے روز کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مکہ مکرمہ کو رب تعالیٰ نے حرم بنایا ہے، اسے لوگوں نے حرم نہیں بنایا۔ جو شخص رب تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں خونریزی کرے۔ نہ اس کا درخت کاٹے۔ اگر کوئی حضور ﷺ کے اس میں قتال سے رخصت لینا چاہے تو اسے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو یہ اذن دیا تھا تمہارے لیے یہ اجازت نہیں ہے۔ مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی، آج اس کی حرمت اس طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل اس کی حرمت تھی۔ تم میں سے موجود غائب تک پہنچا دے۔'' (امام شافعی، شیخان)

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے اس کو اس دن سے حرم بنایا ہے، جب اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ اسے اس روز بنایا جس دن اس نے سورج اور چاند کو بنایا۔ یہ حرم ہے، میرے بعد یہ کسی کے لیے حلال نہ ہوگا۔ یہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا، پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ جیسے کہ پہلی تھی۔'' (الطبرانی)

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک یہ اس حرم کی پوری طرح تعظیم بجالاتی رہی۔ جب انہوں نے اس کی تعظیم کو ضائع کر دیا وہ ہلاک ہو جائیں گے۔'' (ابن ماجہ)

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس روز سے حرم بنایا ہے۔ جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ یہ روز حشر تک حرم ہے، نہ تو اس کا درخت کاٹا جائے نہ اس کے شکار کو ڈرایا جائے، نہ ہی گم شدہ چیز اٹھائی جائے، مگر تشہیر کے لیے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''سوائے اذخر کے، یہ گھروں اور قبروں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سوائے اذخر کے۔'' (بخاری، ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ''اس شہر کو رب تعالیٰ نے اس

روز سے حرم بنایا ہے، جس دن اس نے آسمانوں، زمین، سورج، چاند تخلیق کیے۔ یہ اخشبین پہاڑ رکھے یہ رب تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ روز حشر تک حرام ہے۔ نہ تو مجھ سے قبل کسی کے لیے اس میں قتال حلال ہوا نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا۔ یہ رب تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ روز حشر تک حرام ہے۔ نہ تو اس کا درخت کاٹا جائے نہ ہی اس کے شکار کو خوفزدہ کیا جائے، نہ ہی اس میں گم شدہ چیز اٹھائی جائے مگر اس کے لیے جائز ہے تو آخر تک اس کا اعلان کراتا رہے۔"

امام ارزقی نے امام زہری سے مرسل روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں نے مکہ مکرمہ کو حرم نہیں بنایا۔ بلکہ رب تعالیٰ نے اسے حرم بنایا یہ روز قیامت تک حرام ہے۔ رب تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ سرکش وہ آدمی ہے جس نے حرم میں کسی کو قتل کیا۔ وہ شخص بھی سب سے زیادہ سرکش ہے جس نے اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کیا اور جس نے زمانہ جاہلیت کا بدلہ لینا شروع کیا۔

علامہ ارزقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا۔ ہمارے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ حرم اوپر سے تا عرش حرم ہی ہے۔" حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حرم کے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں تک حرم بنایا گیا ہے۔ یہ گھر چودھواں گھر ہے۔ ہر آسمان پر ایک گھر ہے ہر زمین میں ایک گھر ہے، اگر وہ گر پڑیں تو ایک دوسرے کے اوپر گریں۔

ارزقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "آسمانوں پر بیت المعمور ہے اسے الصراح کہا جاتا ہے وہ خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے اس میں روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے داخل ہوتے ہیں جنہوں نے پہلے اس کی زیارت نہیں کی ہوتی۔ ساتویں آسمان پر بھی خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ایک حرم ہے۔"

ازرقی، طبرانی اور امام بیہقی نے "الشعب" میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں چھ ہزار افراد پر میں لعنت کرتا ہوں۔ ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والے پر۔ تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والے پر، وہ شخص جو طاقت کے ساتھ مسلط ہوتا کہ اسے ذلیل کرے جسے رب تعالیٰ نے عزت دی ہو اور اسے عزت دے جسے رب تعالیٰ نے ذلیل کیا ہو۔ میری سنت کو ترک کرنے والے پر، میری عترت کے بارے وہ حلال کرنے والے پر جسے رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ رب تعالیٰ کے حرم کو حلال کرنے والے پر۔"

غیر ذوالعقول کی تعظیم کعبہ

ابن ابی الدنیا نے "ذم الملاہی" میں جویریہ بن اسماء سے وہ اپنے چچا سے روایت کرتیں ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں نے ایک قوم کے ساتھ حج کیا۔ ہم ایک جگہ اترے ہمارے ہمراہ ایک عورت تھی۔ وہ سوگئی۔ اٹھی تو اس پر ایک

سانپ لپٹا ہوا تھا۔ وہ اس کے پستانوں کے ارد گرد تھا۔ اس چیز نے ہمیں خوفزدہ کر دیا۔ وہ سانپ اسی طرح لپٹا رہا۔ وہ اسے نقصان نہیں دیتا تھا حتیٰ کہ ہم حرم پاک میں داخل ہو گئے۔ وہ نیچے کھسک گیا۔ ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ ہم نے اپنے نسک ادا کیے پھر واپس لوٹ آئے۔ جب ہم اس جگہ آئے جہاں پر سانپ اس کے ارد گرد لپٹا تھا تو اسی جگہ ہم نے قیام کیا۔ وہ عورت سو گئی جب جاگی تو وہ سانپ اس کے ارد گرد لپٹا ہوا تھا۔ پھر اس سانپ نے آواز نکالی تو وہ وادی سانپوں سے بھر گئی انہوں نے اس عورت کو اتنا ڈسا کہ صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ میں نے اس کی خادمہ سے کہا "ہمیں اس عورت کے بارے بتاؤ" اسنے کہا: "اس نے تین بار سرکشی کی۔ یہ جب بھی بچہ جنتی تنور کو گرم کر کے اس میں وہ بچہ پھینک دیتی۔"

علامہ ارزقی نے حضرت ابن ابی نجیح سے روایت کیا ہے کہ حرم پاک میں طوفان۔ کے زمانہ میں بڑے سانپ چھوٹوں کو نہیں کھاتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ابن سابط علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے زمانہ میں لوگ باہر نکل جاتے مکہ مکرمہ میں کوئی بھی باقی نہ رہتا تھا۔ ایک چور پیچھے رہ گیا۔ اس نے سونے کے ایک ٹکڑے کا عزم کیا۔ دوسرا اٹھانے کے لیے اسے نیچے رکھ دیا۔ جب اس نے اپنا سر بیت اللہ کی الماری میں داخل کیا تو اس کا سر بیت اللہ کے اندر ہی رہ گیا۔ جبکہ جسم بیت اللہ سے باہر تھا۔ لوگوں نے اسے کتوں کے آگے پھینک دیا۔

الجندی نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حرم کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ مگر اسے فوراً رکھ دیتے تھے، تاکہ وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔" حرم پاک کی تعظیم کے بارے احادیث اور روایات حدوشمار سے زیادہ ہیں۔

علامہ ازرقی نے حضرت خویلطب بن عبدالعزیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت اپنے خاوند سے پناہ لیتے ہوئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئی۔ خاوند نے اپنی بیوی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا میں نے اسے زمانہ اسلام میں دیکھا تو اس کا ہاتھ شل تھا۔

ازرقی نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رکن، مقام، زمزم اور حجر کے مابین "حطیم" ہے۔ اساف ایک مرد اور نائلہ ایک عورت خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ مرد نے اس میں اس عورت کا بوسہ لیا وہ دونوں پتھر بن گئے۔ انہیں خانہ کعبہ سے نکالا گیا۔ ایک کو چشمہ زمزم پر نصب کر دیا گیا۔ دوسرے کو خانہ کعبہ کے سامنے نصب کر دیا گیا۔ تاکہ ان سے عبرت پکڑیں۔ اور اس طرح کے فعل کا ارتکاب نہ کریں۔ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ ایمان کے ساتھ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ اس میں مظلوم کی ظالم کے لیے بددعا قبول ہوتی ہے جس نے ظالم کے لیے بھی اس جگہ دعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا۔ جس نے بھی اس جگہ جھوٹی قسم اٹھائی وہ جلدی سزا پا گیا۔ اس کی وجہ سے لوگ ظلم سے رک جاتے ہیں۔ لوگ اس جگہ قسمیں اٹھاتے تھے، حتیٰ کہ اسلام آ گیا رب تعالیٰ نے اپنے ارادہ کو روز حشر تک مؤخر کر دیا۔

تنبیہ

سابقہ احادیث میں تذکرہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے حرم بنایا ہے یہ اس روایت کے مخالف نہیں جسے امام احمد، امام مسلم، امام نسائی وغیرھم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے رب تعالیٰ کے حکم سے اسے حرم بنایا تھا اپنے اجتہاد سے نہیں یا رب تعالیٰ اس روز یہ فیصلہ کر دیا تھا جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی تھی کہ حضرت ابراہیم عنقریب مکہ مکرمہ کو حرم بنائیں گے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے لوگوں کے مابین اس کی حرمت کا اظہار کیا۔ اس سے قبل یہ رب تعالیٰ کے ہاں حرام تھا۔ طوفانِ نوح کے بعد انہوں نے اس کا اظہار کیا۔

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ سابقہ احادیث کا معنی یہ ہے کہ ابتداء میں رب تعالیٰ کسی ایسے سبب کے بغیر اسے حرم بنایا جو کسی کی طرف منسوب کیا جاتا۔ اس میں کسی کا عمل دخل نہ تھا۔ اس لیے اسے اس معنی سے مؤکد کیا۔ ''اسے لوگوں میں سے کسی نے حرم نہیں بنایا۔'' یعنی اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا بلکہ شرعی طور پر اس کی تحریم ثابت ہے۔ اس میں عقل کا عمل دخل نہیں ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی محرمات میں سے ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا لازم ہے یہ لوگوں کے حرام کردہ نہیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنی طرف سے اشیاء کو حرام کر دیا تھا۔ اسے ترک کرنے سے اجتہاد عمدہ نہیں ہوتا۔ ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی حرمت تخلیق کی ابتدا سے لگاتار قائم ہے۔ یہ ان اشیاء میں سے نہیں جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے ساتھ مختص ہوں۔

❁❁❁

بارھواں باب

ملائکہ اور انبیائے کرام کا حج کرنا اور اس کی تعظیم بجالانا

علامہ ازرقی نے حضرت عثمان بن ساج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضرت سعید نے بتایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے حج سے فارغ ہوئے تو دو گھاٹیوں کے پاس انہیں ملائکہ ملے۔ انہوں نے کہا: "حضرت آدم! رب تعالیٰ تمہارا حج قبول کرے، ہم نے آپ سے دو ہزار سال قبل اللہ کا حج کیا تھا۔"

علامہ ازرقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت آدم اپنے حج سے فارغ ہوئے تو ردم کے مقام پر ملائکہ نے ان کے ساتھ ملاقات کی۔ انہوں نے کہا "آدم! رب تعالیٰ تمہارا حج قبول کرے۔ ہم نے آپ سے دو ہزار سال قبل اس گھر کا حج کیا تھا۔" حضرت آدم: تم اس کے ارد گرد کیا کہتے تھے۔" ملائکہ: "ہم یہ ورد کرتے تھے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" حضرت آدم بھی طواف کرتے وقت یہی کلمات کہتے تھے۔"

علامہ ازرقی نے حضرت عمرو بن یسار مکی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب رب تعالیٰ نے کسی امر کے لیے کسی فرشتہ کو زمین میں بھیجنے کا ارادہ کرتا۔ رب تعالیٰ نے اس فرشتے کو اپنے گھر کے طواف کی اجازت دیتا۔ وہ فرشتہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نیچے اترتا۔

علامہ ازرقی، جندی اور ابن منذر نے حضرت وھب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سابقہ کتب میں پڑھا ہے ان میں ہے کہ رب تعالیٰ کسی فرشتے کو بھی زمین پر نہیں بھیجتا۔ مگر اسے بیت اللہ کی زیارت کا حکم دیتا تھا۔ وہ عرش الٰہی سے احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہوئے جدا ہوتا ہے وہ حجر اسود کو استلام کرتا ہے پھر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور بیت اللہ کے اندر دو رکعتیں پڑھتا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ملائکہ نے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

ازرقی نے ان سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے انہوں نے سبز عمامہ باندھ رکھا تھا۔ ان پر گرد وغبار تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کیسا غبار ہے جو میں آپ پر دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: "میں نے بیت اللہ کی زیارت کی۔ رکن پر ملائکہ کا ہجوم تھا۔ یہ غبار جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ ملائکہ کے پروں کی وجہ سے اڑا تھا۔"

حضرت آدم علیہ السلام کا حج

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم سرزمین ہند میں اترے۔ ان کے پاس جنت کی چار لکڑیاں تھیں۔ یہ وہی ہیں جن سے لوگ خوشبو حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے بیت اللہ کا حج کیا۔ صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ اور حج کے مناسک ادا کیے۔

علامہ ازرقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعید نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ستر پیدل حج کیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم نے حج کیا مناسک ادا کیے۔ جب فارغ ہوئے تو عرض کی: "مولا! ہر مزدور کی اجرت ہوتی ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! جس عمل میں آپ ہیں اس کی وجہ سے میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے جو بھی بیت اللہ کی زیارت کے لیے آیا۔ اس نے گناہوں کا اعتراف کر لیا، میں اسے معاف کر دوں گا۔"

ابن خزیمہ، ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت آدم اس گھر کے پاس ایک ہزار بار آئے۔ وہ کبھی بھی سوار ہو کر نہیں آتے، بلکہ ہند سے پیدل آتے۔ انہوں نے تین سو حج اور سات سو عمرے کیے تھے۔ پہلا حج انہوں نے ادا کیا، وہ عرفہ کھڑے تھے۔ حضرت جبرائیل امین ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "آدم! رب تعالیٰ آپ کا حج قبول کرے۔ ہم آپ کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اس گھر کا حج کرتے رہے ہیں۔"

ازرقی، جندی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت آدم نے حج کیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا، وہ طواف میں ملائکہ سے ملے۔ انہوں نے کہا: "آدم! رب تعالیٰ آپ کا حج قبول کرے ہم آپ سے دو ہزار سال قبل اس کا طواف کرتے تھے۔" حضرت آدم: تم طواف میں کیا کہتے تھے؟ ملائکہ: "ہم کہتے تھے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" حضرت آدم: "یہ اضافہ کرلو: لا حول ولا قوۃ الا باللہ" ملائکہ نے یہ اضافہ کرلیا۔

بیت اللہ کی تعمیر کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا حج کیا۔ وہ طواف میں ملائکہ سے ملے۔ ملائکہ نے انہیں سلام کیا۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا: "تم اپنے طواف میں کیا کہتے تھے؟" ملائکہ: "ہم آپ کے باپ حضرت آدم سے قبل یوں کہتے تھے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" حضرت آدم نے یہ اضافہ کر دیا: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" حضرت خلیل اللہ: "اب اس میں العلی العظیم کا اضافہ کرلو۔" ملائکہ نے یہ اضافہ کرلیا۔

حضرات ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا حج

اس سے قبل تعمیر کعبہ کے بیان میں حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کے حج کا

تذکرہ ہو چکا ہے۔علامہ ازرقی نے عبدالرحمان بن سابط سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''سابقہ انبیاء میں سے جب کسی نبی کی امت ہلاک ہو جاتی تو وہ مکہ مکرمہ میں آجاتا وہ اور اس کے ساتھی وہاں رب تعالیٰ کی عبادت کرتے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو جاتا۔اس میں حضرات نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کا وصال ہوا۔زمزم اور حجر کے مابین ان کی قبریں ہیں۔''

ابن جوزی نے ''مثیر العزم الساکن الی اشرف الاماکن'' میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طوفان سے قبل حضرت نوح علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج کیا تھا۔

علامہ ازرقی نے حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے بیت اللہ کا حج اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔مکہ مکرمہ میں ان کا وصال ہوا۔ان کی قبریں خانہ کعبہ کے مغرب میں دارالندوہ اور دار ابن ہاشم کے مابین ہیں۔

تنبیہ

حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کے حج کے بارے بہت سی احادیث اور روایات وارد ہیں۔اس کی سند اس روایت کی سند سے زیادہ قوی ہے ''ہر نبی نے بیت اللہ کا حج کیا سوائے حضرت ھود اور صالح علیہما السلام کے'' شیخ نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہ السلام کا حج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین ایک وادی میں حضور ﷺ کے ساتھ عازم سفر تھے۔آپ نے پوچھا: ''یہ کون سی وادی ہے؟'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''وادی الازرق'' آپ نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔وہ اپنی انگلی اپنے کانوں میں رکھی ہوئے ہیں وہ تلبیہ کہتے ہوئے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔'' پھر ہم آگے عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ہم ثنیہ پہنچ گئے۔آپ نے پوچھا: ''یہ کون سی گھاٹی ہے۔'' آپ سے عرض کی گئی: ''ہرشی کی گھاٹی'' آپ نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضرت یونس کو دیکھ رہا ہوں وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔اس اونٹنی کی نکیل کھجور کے چھلکے کی ہے۔انہوں نے اون کا جبہ پہن رکھا ہے وہ اس گھاٹی پر سے تلبیہ کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضرت موسیٰ بن عمران کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اس وادی میں احرام باندھے ہوئے ہیں۔انہون نے دو سفید چھوٹی چادریں پہن رکھی ہیں۔''

حضرت مجاہد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ نے سرخ اونٹ پر حج کیا وہ روحاء سے

گزرے۔ انہوں نے دوسفید چھوٹی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ ایک کو بطور ازار بند باندھ رکھا تھا دوسری اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ انہوں نے آسمان سے صدا سنی۔ "میرے بندے میں حاضر ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے۔ (ازرقی)

حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ستر انبیاء کرام نے بیت اللہ کا حج کیا۔ ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ انہوں نے دوسفید چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ ان میں حضرت یونس بھی تھے جو یوں کہہ رہے تھے "لبیک کاشف الکرب" (سعید بن منصور نے روایت کیا ہے)

دیگر انبیائے کرام کا حج

ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انبیائے کرام جب خانہ کعبہ کی حدود میں آتے تھے وہ اپنے جوتے اتار لیتے تھے۔ حضرت ابوذر خشنی نے اپنے مناسک میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنواسرائیل کے ایک ہزار انبیاء کرام نے حج کیا وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے جوتے ذوطویٰ میں رکھ دیے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صفاح الروحاء کے مقام سے ستر انبیاء حج کرتے ہوئے گذرے انہوں نے اون کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ان کے اونٹوں کی نکیلیں کھجور کے ریشوں کی تھیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ "فج الروحاء" کے مقام سے ستر انبیائے کرام حج کرتے ہوئے گذرے انہوں نے صوف کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے اونٹوں کی نکیلیں کھجور کے ریشوں کی تھیں۔ (ازرقی)

عثمان بن ساج سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: "صفاح الروحاء سے ستر انبیاء کرام سرخ اونٹوں پر سے گزرے۔ ان کی نکیلیں کھجور کے ریشوں کی تھیں انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ ان کے تلبیے متفرق تھے۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پچھتر انبیائے کرام نے حج کیا انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ مسجد منیٰ میں نماز پڑھی۔ اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ تمہاری نماز مسجد منیٰ میں نہ رہنے پائے تو ضرور یوں کر گزرو۔

عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عبدالرحمان بن ضمرہ السلوی کو سنا انہوں نے کہا: "رکن سے لے کر مقام تک پھر زمزم تک ستر انبیائے کرام کی قبریں ہیں، وہ حج کرنے آتے تھے۔ اسی جگہ ان کا وصال ہو گیا۔

بنواسرائیل کا حج

ابونعیم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بنواسرائیل میں سے ایک ہزار افراد حج کرتے تھے۔ وہ جب حرم کی

حدود تک پہنچتے۔ وہ اپنے جوتے اتار لیتے تھے پھر ننگے پاؤں حرم میں داخل ہوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک جماعت مکہ مکرمہ آئی جب وہ ذوطویٰ پہنچی تو انہوں نے اپنے جوتے اتار لیے۔ وہ بیت اللہ کی تعظیم کر رہے تھے۔

علامہ ازرقی اور ابن عساکر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حواریوں نے بھی حج کیا۔ جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو وہ حرم کی تعظیم کرتے ہوئے ننگے پاؤں چلنے لگتے۔

حضرت ذوالقرنین کا حج

علامہ ازرقی نے حضرت عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ انہیں عجیب لگا۔ انہوں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میں ذوالقرنین کے ساتھیوں میں سے ہوں۔'' حضرت خلیل اللہ: ''وہ کہاں ہے؟'' وہ شخص: ''وہ الابطح میں ہے۔'' حضرت ابراہیم نے اس سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ معانقہ کیا۔ ذوالقرنین سے کہا گیا: ''تم سوار کیوں نہیں ہوتے؟'' انہوں نے کہا: ''میں کیسے سوار ہو جاؤں، جبکہ یہ پیدل چل رہا ہے۔'' انہوں کے پیدل حج کیا۔

ابن ابی حاتم نے علباء بن احمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین مکہ مکرمہ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے جب انہوں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ''ہم ایسے بندے ہیں جنہیں حکم دیا گیا ہے۔'' ذوالقرنین: ''تمہارے لیے کون گواہی دے گا؟'' انہوں نے کہا: ''پانچ مینڈھے۔'' پانچ مینڈھوں نے گواہی دی۔ ذوالقرنین نے کہا: ''تم نے سچ کہا ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد اور اصحاب کہف کا حج

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام فج الروحاء کے مقام سے حج کرتے ہوئے یا عمرہ کرتے ہوئے ضرور گزریں گے۔ وہ تلبیہ کہہ رہے ہوں گے۔''

حضرت سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطن الروحاء کے پاس سے حج یا عمرہ کے لیے گزریں گے۔ وہ یوں تلبیہ کہہ رہے ہوں گے۔ ''لبیك اللھم لبیك''

ابن جوزی نے المثیر میں حضرت عطاف بن خالد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ جب اتریں گے تو وہ ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کریں گے۔ ان میں اصحاب کہف بھی ہوں گے۔ جب ان (اصحاب کہف) کا وصال ہوا تھا تو وہ حج نہیں کر سکے تھے۔

تیرھواں باب

اصحابِ فیل (ہاتھی والوں) کی داستان

اصحابِ فیل کا واقعہ صحیح روایت کے مطابق اس سال رونما ہوا تھا جس سال حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اکثر علماء کرام کا یہی موقف ہے۔ ان کی ہلاکت آپ اور آپ کے شہر کے شرف کی وجہ سے تھا ورنہ اصحاب فیل اہلِ کتاب عیسائی تھے۔ ان کا دین حال کے اعتبار سے اس دین سے زیادہ قریب تھا جسے اہلِ مکہ نے اپنا رکھا تھا۔ کیونکہ اہلِ مکہ کی اکثریت بت پرست تھی۔ رب تعالیٰ نے ان کی ایسی نصرت فرمائی جس میں کسی بشر کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ تقدیر زبانِ حال سے کہہ رہی تھی "اے گروہِ قریش! ہم نے اہلِ حبشہ کے خلاف تمہاری مدد اس لیے نہیں کی کہ تم ان سے بہتر تھے۔ لیکن ہم نے اس بیت اللہ کی حفاظت کرنا چاہی جسے ہم نبی امی خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرما کر مشرف کریں گے۔ اس کی تعظیم و توقیر کریں گے۔" اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞ (الفیل:۱-۵)

ترجمہ: "کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکروفریب کو ناکام نہیں بنا دیا۔ اور (وہ یوں کہ) بھیج دیے ان پر ہر سمت سے پرندے ڈاروں کے ڈار۔ جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں۔ پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ۔"

ذوالنواس یمن کا آخری مشرک بادشاہ تھا۔ اس نے ہی اصحاب الاخدود (خندق والوں) کو قتل کیا تھا۔ عیسائیوں کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔ دوس ذوثعلبان نے ان سے نجات دلائی۔ وہ قیصر روم کے پاس چلا گیا۔ وہ بھی عیسائی تھا۔ اس نے اس کے لیے نجاشی حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھا۔ اس نے ان کے ساتھ دو امیر ارباط اور ابرہہ بن الصباح ابویکسوم کو بھیجا ان کے ہمراہ بہت بڑا لشکر تھا۔ وہ یمن میں داخل ہو گئے شہروں میں گھس گئے۔ حمیر سے ملک چھین لیا۔ ذونواس نے سمندر میں چھلانگ دی۔ حبشہ کا لشکر یمن میں ٹھہر گیا۔ اس پر دو امیر مقرر کیے گئے۔ ارباط۔ ابرہہ۔ ان کے معاملہ میں اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ صفیں باندھ لیں اور جنگ کے لیے تیار ہو

گئے۔ ابرہہ کے ارباط سے کہا: "ہمیں اپنے مابین اس لشکر کشی کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں جس نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ بعد میں حبشہ کا بادشاہ وہی ہوگا۔ ارباط نے اس کی صدا پر لبیک کہا۔ وہ مقابلہ کرنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کے پیچھے ایک ایک جوان کھڑا تھا۔ ارباط نے ابرہہ پر حملہ کر دیا۔ اسے تلوار کی ضرب لگائی۔ اس کی ناک کاٹ کر رکھ دی۔ اس کا چہرہ زخمی کر دیا۔ ابرہہ کے جوان عتودہ نے ارباط پر حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا۔ ابرہہ زخمی حالت میں واپس آیا۔ اس نے اپنے زخم کا علاج کرایا۔ وہ صحتیاب ہوگیا۔ اس طرح یمن کا پورا علاقہ حبشہ کے پاس چلا گیا۔ نجاشی نے ابرہہ کی طرف خط لکھا۔ اس نے اسے اس فعل پر ملامت کی۔ اسے ڈرایا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس کا شہر روند ڈالے گا۔ اس کی پیشانی کے بال کاٹے گا۔ ابرہہ نے اس کے ساتھ نرمی کرتے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہوئے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ اپنے قاصد کے ہمراہ کچھ تحائف بھیجے۔ ایک توشہ دان بھیجا جس میں یمن کی مٹی تھی۔ اس میں اس کی پیشانی کے بال تھے۔ اس کے ساتھ یہ خط بھی بھیجا: "شاہ والا! یہ مٹی روندھ لیں۔ اپنی قسم پوری کر لیں۔ میں اپنی پیشانی کو بادشاہ کے دربار میں بھیج رہا ہوں۔ میں بادشاہ کا غلام ہوں۔" جب شاہِ حبشہ تک یہ خط پہنچا تو اسے یہ بہت پسند آیا۔ وہ ابرہہ سے راضی ہوگیا اور اس کے منصب پر برقرار رکھا۔

پھر ابرہہ نے دیکھا کہ لوگ حج کے زمانہ میں بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے تھے۔ اس نے پوچھا: "یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔" اسے کہا گیا: "یہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا حج کرنے جاتے ہیں۔" اس نے پوچھا: "بیت اللہ کیا ہے؟" اسے بتایا گیا: "اسے پتھروں سے بنایا گیا ہے۔" ابرہہ: "اس کا لباس کیا ہے؟" لوگ: "یہاں سے یمنی دھاری دار چادریں جاتی ہیں۔" ابرہہ نے کہا: "مجھے حضرت مسیح کی قسم! میں اس سے بہتر گھر بناؤں گا۔" اس نے صنعاء میں ایک بڑا گھر تعمیر کیا جس کی عمارت بہت بلند تھی۔ جس کی اطراف آراستہ تھیں۔ اہلِ عرب نے اسے قلیس کہا کیونکہ وہ اتنا بلند تھا کہ اس کی طرف دیکھنے والے کی ٹوپی اس کے سر سے نیچے گر پڑتی تھی۔ اس نے بلقیس کے محل سے ہر وہ چیز منتقل کی جس کی اسے ضرورت تھی۔ اہلِ یمن یہ کنیسہ بنانے میں ذلیل ہو گئے۔ اس نے اسے سفید، سرخ، زرد اور سیاہ سنگ مرمر سے بنایا۔ اسے سونے اور چاندی سے سجایا۔ اس میں جواہرات سجائے اس میں بہت بڑا سرخ یاقوت رکھا۔ اس میں سونے اور چاندی کی صلیبیں آویزاں کیں۔ عاج اور آبنوس کے منبر رکھے۔ اس میں عود جلایا جاتا تھا۔ اس کی دیواروں پر مشک پھینکا جاتا تھا۔ اس میں مزدوروں کے بارے اس کا ضابطہ یہ تھا۔ اگر اس کے کام پر جانے سے قبل سورج طلوع ہوگیا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے گا۔ ایک دن ایک مزدور سو گیا۔ حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کی ماں آئی۔ وہ ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس نے ابرہہ کے سامنے آہ وزاری کی۔ اور اپنے بیٹے کی سفارش کی۔ مگر ابرہہ نے انکار کر دیا۔ مگر یہ کہ وہ اس کے بیٹے کا ہاتھ کاٹے گا۔ بوڑھی نے کہا: "تو آج اپنا کدال مار لے کل یہ ملک کسی دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔" ابرہہ نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت تو کیا کہہ رہی ہے۔" بڑھیا نے کہا: "ہاں! جس طرح یہ مملکت کسی اور کے پاس سے تمہاری پاس آئی

ہے اسی طرح یہ تیرے پاس سے کسی اور کے پاس چلی جائے گی۔“اس نے اس عورت کی اس بات سے نصیحت پکڑی اور لوگوں کو معاف کرنے لگا۔

پھر اس نے نجاشی کی طرف لکھا: ”اے شاہِ ذی شان! میں نے آپ کے لیے کنیسہ بنایا ہے۔ اس سے قبل کسی بادشاہ کے لیے اس جیسا کنیسہ نہیں بنایا گیا ہوگا۔ میں سارے عرب کو مجبور کروں گا کہ وہ اس کا حج کریں گے۔“اس نے لوگوں کو حکم دیا لوگوں نے اس کا حج کیا۔ عرب کے کئی قبائل کئی سالوں تک اس کا حج کرتے رہے۔ لوگ اس میں عبادت کرتے تھے اور قربانیاں کرتے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اہلِ عرب کو اس خط کا علم ہوا جو ابرہہ نے نجاشی کی طرف لکھا تھا۔ بنو فُقَیم میں سے نسأۃ کے ایک شخص نے اس کنیسہ میں پیشاب کر دیا۔ پھر اپنے گھر چلا گیا۔“

ابن سعد نے کہا ہے”فضیل بن حبیب خثعمی اس کنیسہ کے بارے بری نیت رکھتا تھا۔ وہ ٹھہرا رہا حتیٰ کہ ایک رات وہ اس طرح آیا کہ کوئی اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس گندگی اٹھائی اور اسے اس کے قبلہ میں پھینک دیا۔ مردار جمع کیے اور انہیں اس کنیسہ میں پھینک دیا۔“

مقاتل نے کہا: ”قریش کے چند جوان اس کنیسہ میں گئے۔ انہوں نے اس میں آگ بڑھائی۔ اس روز تیز ہوا تھی۔ کنیسہ جل گیا۔ وہ نیچے گر پڑا۔ ابرہہ کو اس کے بارے خبر دی گئی۔ اس نے پوچھا: ”یہ کس نے کیا ہے؟“ اسے کہا گیا: ”یہ اس گھر کے اہل میں سے کچھ لوگوں نے کیا ہے جس کا اہلِ عرب حج کرتے ہیں۔“ یہ سن کر ابرہہ کو سخت غصہ آیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ضرور جائے گا۔ وہ خانہ کعبہ کو گرا دے گا۔ اس کا پتھر پتھر جدا کر دے گا۔ اس نے نجاشی کو خط لکھا اور اپنے اس ارادہ سے آگاہ کیا۔ اس نے اس سے التجا کی کہ وہ اپنا ہاتھی اس کی طرف بھیجے۔ نجاشی کا ایک ہاتھی تھا جسے ”محمود“ کہا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا ہاتھی تھا۔ زمین میں اتنا بڑا اور قوی ہاتھی اور کوئی نہ تھا۔ نجاشی نے وہ ہاتھی ابرہہ کی طرف بھیج دیا۔ اس نے اہلِ حبشہ کو حکم دیا۔ ساٹھ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا پھر وہ سرزمین مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب اہلِ عرب نے یہ سنا تو انہوں نے اسے عظیم سمجھا۔ اس سے غضب ناک ہوئے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ وہ خانہ کعبہ کو گرانے آرہا ہے تو انہوں نے کہا کہ اب اس کے ساتھ لڑنا ان کا حق ہے۔“ یمن کے اشراف میں سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لیے نکلا جسے ذونفر کہا جاتا تھا۔ اس نے اپنی قوم اور عرب کے ان قبائل کو دعوت دی جو اس کی بات مانتے تھے۔ کہ وہ ابرہہ کے ساتھ لڑیں اور بیت اللہ کو گرنے سے بچائیں۔ قبائل نے اس کی صدا پر لبیک کہا۔ وہ ابرہہ کے ساتھ معرکہ آزما ہوا مگر ابرہہ نے اسے شکست سے دو چار کر دیا۔ ذونفر گرفتار ہوا۔ اسے ابرہہ کے پاس لایا گیا۔ جب وہ اسے قتل کرنے لگا تو ذونفر نے اسے کہا: ”اے شاہِ والا! مجھے قتل نہ کرو۔ شاید مجھے اپنے ساتھ رکھنا میرے قتل کرنے سے بہتر ہو۔“ اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اسے اپنے ہاں قید کر دیا۔ ابرہہ آگے عازمِ سفر ہوا، جب وہ سرزمین خثعم پہنچا تو نفیل بن

حبیب خثعمی نے اپنی قوم کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔لیکن ابرہہ نے اسے بھی شکست سے دوچار کر دیا۔نفیل گرفتار ہوگیا۔اسے ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا جب اس نے اسے قتل کرنا چاہا تو نفیل نے اسے کہا: "اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو۔میں سرزمین عرب میں تمہاری راہ نمائی کروں گا۔" ابرہہ نے اسے چھوڑ دیا۔ابرہہ مکہ مکرمہ کا عزم کیے آگے بڑھا۔وہ طائف سے گزرا۔مسعود بن معتب بنو ثقیف کے ساتھ نکلا۔انہوں نے کہا: "ہم تمہارے غلام ہیں۔ہم آپ کی بات سنتے ہیں اور سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ہمارے ہاں آپ کا مخالف کوئی نہیں ہے۔ہمارا گھر وہی ہے جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں یعنی لات۔یہ بت طائف میں تھا۔وہ اس کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح وہ خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے۔شاہ والا! جس گھر کا آپ عزم کیے ہیں وہ مکہ میں ہے۔ہم آپ کے ساتھ ایسا شخص بھیجتے ہیں جو آپ کی راہ نمائی کرے گا۔" بادشاہ نے انہیں کچھ نہ کہا۔انہوں نے اس کے ساتھ ابورغال کو بھیجا۔وہ اس کی راہ نمائی مکہ مکرمہ کی راہ کی طرف کرتا تھا۔حتیٰ کہ وہ اسے مُغمّس لے گیا۔اسی جگہ یہ مرگیا۔لوگوں نے اس کی قبر پر پتھر برسائے۔مُغمّس میں لوگ اس کی قبر کو رجم کیا کرتے تھے۔جب ابرہہ مُغمّس فروکش ہوا۔اس نے حبشہ کا ایک شخص بھیجا جسے اسود بن مقصود کہا جاتا تھا۔وہ اپنے گھڑسوار دستے کے ساتھ گیا۔وہ مکہ مکرمہ گیا اور تہامہ سے قریش اور دیگر قبائل کے اونٹ ہانک کر لے آیا۔ان میں حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔وہ اس وقت قریش کے سردار اور عمر رسیدہ شخص تھے۔قریش، کنانہ اور ہذیل کے قبائل نے ابرہہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔پھر انہیں علم ہوگیا کہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت ان میں نہیں۔

ابرہہ نے حناطہ الحمیری کو مکہ مکرمہ بھیجا۔اس نے اسے کہا: "اس شہر کے سردار کے بارے پوچھو۔پھر اسے کہو کہ بادشاہ کہتا ہے "میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے نہیں آیا۔میں اس گھر کو گرانے کے لیے آیا ہوں اگر انہوں نے جنگ نہ کی تو مجھے ان کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اگر وہ میرے ساتھ جنگ کا ارادہ نہ کرے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔"

جب حناطہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔تو اس نے مکہ مکرمہ کے سردار اور راہ نما کے بارے پوچھا۔اسے بتایا گیا۔ "عبدالمطلب بن ہاشم۔" اس نے انہیں وہ کچھ کہا جو ابرہہ نے اسے بتایا تھا۔حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: "بخدا! ہم اس کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔نہ ہی ہمارا یہ ارادہ ہے۔یہ رب تعالیٰ کا مقدس گھر ہے۔اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے۔اگر وہ اسے روک دے تو یہ اس کا حرم اور گھر ہے۔اگر وہ اس کا رستہ کھلا چھوڑ دے تو ہم میں اس کا دفاع کرنے کی طاقت نہیں ہے۔" حناطہ نے کہا: "ابرہہ کے پاس چلیں۔اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس کے پاس لے آؤں۔" حضرت عبدالمطلب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ان کے ساتھ ان کے بعض بیٹے بھی تھے۔حتیٰ کہ وہ لشکر میں آئے۔انہوں نے ذونفر کے بارے پوچھا۔وہ ان کا دوست تھا۔وہ ان کے پاس گئے۔وہ اپنی مجلس میں تھا۔انہوں نے کہا: "ذوالنفر! جو مصیبت ہم پر اتری ہے کیا اس میں ہمیں کچھ فائدہ دے سکتے ہو؟" ذوالنفر نے اسے کہا: "اس شخص کے ہاتھوں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔جو بادشاہ کے ہاتھوں اسیر ہو۔جو اس کا منتظر ہو کہ بادشاہ اسے صبح قتل کرتا ہے یا شام کو۔

بخدا! میں اس مصیبت میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ البتہ ہاتھی کا سائس انیس میرا دوست ہے۔ اس کے پاس جائیں اور میں اسے بتا دیتا ہوں اور اسے آپ کا حق یاد دلاتا ہوں۔ میں اسے کہتا ہوں کہ وہ بادشاہ کے پاس جانے کے لیے آپ کو اجازت لے دے۔ آپ بادشاہ سے بات چیت کر لیں۔ وہ بادشاہ کے ہاں آپ کی سفارش کرے گا۔"

عبدالمطلب نے کہا: "میرے لیے یہی کافی ہے۔"

ذونفر نے انیس کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آیا تو اسے کہا: "یہ عبدالمطلب ہیں یہ قریش کے سردار اور مکہ مکرمہ کے چشمہ کے مالک ہیں۔ یہ لوگوں کو میدانوں میں درندوں کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھلاتے ہیں بادشاہ ان کے دو سو اونٹ لے کر آیا ہے۔ انہیں بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت لے دو۔ اور جتنی طاقت ہے ان کی اتنی مدد کرو۔" انیس نے کہا: "بالکل درست ہے۔" انیس نے ابرہہ سے بات کی۔ اس نے کہا: "بادشاہ سلامت! آپ کے دروازے پر قریش کے سردار ہیں۔ وہ آپ سے اذن مانگ رہے ہیں وہ مکہ کے چشمہ کے مالک ہیں وہ لوگوں کو میدانوں میں اور درندوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھلاتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت دیں۔" ابرہہ نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت عبدالمطلب سارے لوگوں سے زیادہ باجمال، خوبصورت اور عظیم تھے۔ جب ابرہہ نے انہیں دیکھا تو ان کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ اس نے انہیں اپنے تخت سے نیچے بٹھانا ناپسند کیا۔ اس نے یہ بھی ناپسند کیا کہ اہلِ حبشہ اسے دیکھیں کہ اس نے عبدالمطلب کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا ہوا ہے۔ وہ اپنی قالین پر بیٹھ گیا۔ عبدالمطلب کو اپنے ساتھ پہلو میں بٹھا لیا۔

"الدرر المنتظم" میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے تو اس کے ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی نے انہیں سجدہ کیا۔ وہ ابرہہ کو سجدہ نہیں کرتا تھا۔ ابرہہ نے اس پر تعجب کیا۔ اس نے جادوگر اور کاہن بلائے۔ اور اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: "اس ہاتھی نے انہیں سجدہ نہیں کیا بلکہ اس نور کو سجدہ کیا ہے جو ان کی آنکھوں کے مابین ہے۔"

ابرہہ نے اپنے ترجمان سے کہا "ان سے پوچھو ان کی کیا ضرورت ہے؟" ترجمان نے پوچھا تو انہوں نے کہا: "میری حاجت یہ ہے بادشاہ میرے وہ دو سو اونٹ واپس کر دے جنہیں وہ ہانک کر لے آیا ہے۔" جب ترجمان نے یہ بات بتائی تو بادشاہ نے کہا "انہیں کہو جب میں نے انہیں دیکھا تو یہ مجھے بہت اچھے لگے تھے لیکن اب میری دلچسپی کم ہو گئی ہے۔ جب انہوں نے اونٹوں کے بارے تو گفتگو کی ہے لیکن وہ اس گھر کو چھوڑ رہے ہیں جو ان کا اور ان کے آباء کا دین ہے اور میں جسے گرانے آیا ہوں۔ وہ اس کے متعلق مجھ سے گفتگو نہیں کر رہے۔" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: "میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اسے بھی روک دے گا۔" ابرہہ: "وہ مجھے نہیں روک سکتا۔"

عبدالمطلب: "وہ جانے یا تو جان۔"

ابن سائب اور مقاتل نے کہا ہے "پھر حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ کو تہامہ کے اموال پیش کیے تا کہ وہ بیت

اللہ کو گرائے بغیر واپس چلا جائے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔ انہوں نے انہیں قلاوے پہنائے۔ اشعار کیا اور انہیں خانہ کعبہ کے لیے وقف کر دیا۔ انہیں حرم میں بکھیر دیا۔ قوم ان کی طرف گئی۔ بعض کی کونچیں کاٹ دیں۔ حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ اور اس کے لشکر کے لیے بددعا کی۔ مقاتل کہتے ہیں حضرت عبدالمطلب نے کہا:

لاھُمَّ اخز الاسود بن مقصود	الآخِذَ الهجمةَ بعدَ التقليد
فتلّهَا الى طماطم سود	بين ثبير و حرا والبيد
والمروتين والمساعي السود	يهدم البيت الحرام المقصود
قد اجمعوا ان لا يكون لك عيد	احفرهم ابي و انت محمود

ترجمہ: مولا! اسود بن مقصود کو رسواء فرما۔ اس نے تقریباً ایک سو اونٹوں کو پکڑ لیا ہے، پھر اس نے ان اونٹوں کو کالے عجمی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ اونٹ ثبیر، حراء اور لبید کے درمیان تھے۔ وہ صفا و مروہ کے مابین تھے۔ وہ بیت اللہ الحرام کو گرانا چاہتا ہے۔ انہوں نے یہ اتفاق کر لیا ہے کہ تیرے لیے عید نہ منائی جائے۔ مولا! انہیں ذلیل و رسواء فرما تُو تو محمود ہے۔"

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ اشعار عکرمہ بن عامر کے ہیں۔ انہوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ پھر حضرت عبدالمطلب قریش کے پاس لوٹ آئے۔ انہیں خبردار کیا۔ انہیں مکہ مکرمہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جانے کا حکم دیا۔ تاکہ اس کا لشکر انہیں نقصان نہ دے۔ پھر حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہمراہ قریش کے بعض افراد تھے۔ وہ رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ وہ ابرہہ کے خلاف مدد مانگنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا:

لاھُمَّ ان المرء يمنع	رحله فا منع جلالك
لَا يغلبن صَلِيبُهُمْ	و محالهم عدوًا مِحَالك
وانْصُرْ على آل الصليب	و عابديه اليوم آلك
ان كنت تاركهم	و كعبتنا فامر ما بدالك

ترجمہ: "اے مولا! انسان بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے۔ پروردگار تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ ان کی صلیب اور قوت تیری قوت پر کل غالب نہ آ جائے۔ صلیب کی اولاد اور اس کی عبادت کرنے والوں کے خلاف اپنے پڑوسیوں کی مدد فرما۔ اگر تو انہیں اور ہمارے کعبہ کو چھوڑنے والا ہے تو معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تو چاہتا ہے۔"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب حبشہ کے خلاف دعا مانگنے لگے۔ انہوں نے کہا:

يَا رَبِّ لَا ارجولهم سواك يَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَ
وَامْنَعْهُمْ اَنْ يُخَرِّبُوْا قراك انّ عدوّا البيت من عاداك

ترجمہ: "مولا! ان کے بارے مجھے تیرے علاوہ کسی اور سے امید نہیں ہے۔ مولا! اس پناہ گاہ کو ان کے ہاتھوں سے محفوظ فرما۔ انہیں روک دے کہ وہ تیری بستیوں کو برباد کریں۔ جس نے تیرے ساتھ عداوت رکھی وہ بیت اللہ کا دشمن ہے۔"

ابن اسحاق کہتے ہیں "پھر حضرت عبدالمطلب اور قریش پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں کی طرف چلے آئے۔ وہ ان میں محفوظ ہو گئے۔ وہ دیکھنے لگے کہ ابرہہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر کیا کرتا ہے۔ مقاتل نے ذکر کیا ہے "حضرت عبدالمطلب ان کے ساتھ نہیں نکلے تھے۔ بلکہ مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ اس کے بارے فیصلہ فرما دے۔" پھر وہ اور حضرت ابومسعود ثقفی بلند جگہ پر چڑھ گئے۔ تاکہ وہ دیکھیں کہ ابرہہ مکہ مکرمہ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ صبح کے وقت ابرہہ نے تیاری کی تاکہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاتے۔ اس کے ہاتھی تیار کیے گئے۔ لشکر کو تیار کیا۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہا جاتا ہے کہ اس کے ہمراہ تیرہ ہاتھی تھے۔ جو سارے کے سارے ہلاک ہو گئے تھے۔

علامہ ماوردی نے اکثر مفسرین سے نقل کیا ہے کہ اس کے ہمراہ صرف ایک ہی ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔

ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے ہمراہ آٹھ ہاتھی تھے۔ ابرہہ نے بیت اللہ کو گرانے پر اتفاق کر لیا۔ وہ ہاتھی کو خانہ کعبہ کے سامنے لے کر آیا تھا تاکہ وہ اس کی اس طرح تعظیم کریں جس طرح وہ خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں۔

دیگر علماء نے لکھا ہے کہ تاکہ وہ ارکان کعبہ کو رسے ڈال لے۔ پھر وہ رسے ہاتھیوں کی گردنوں کے ساتھ باندھ دے پھر انہیں ہانکے تاکہ خانہ کعبہ یکبار نیچے آجائے۔ جب انہوں نے ہاتھی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کیا۔ نفیل بن حبیب آیا۔ اس نے ہاتھی کا کان پکڑا اس نے کہا: "محمود! تو حرم پاک میں ہے۔" پھر نفیل بھاگتا ہوا گیا حتیٰ کہ وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ہاتھی نیچے بیٹھ گیا۔ سپاہیوں نے اسے گرز سے مارا۔ تاکہ وہ اٹھے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس کے پیٹ کے نیچے ڈنڈے مارے۔ ان ڈنڈوں کے لوہے کے سرے چبوئے مگر ہاتھی نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا۔ وہ بھاگ نکلا۔ انہوں نے اس کا رخ شام کی طرف کیا تو اس نے اسی طرح کیا۔ اسی طرح وہ مشرق کی طرف بھی بھاگ نکلا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مکہ مکرمہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ اور بلند آواز نکالنے لگا۔

یونس بن بکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب ہاتھی بیٹھ گیا کہ سپاہی اسے قسمیں دینے لگے کہ وہ اسے یمن لے جائیں گے وہ دم ہلانے لگا۔ گویا کہ وہ ان سے عہد لے رہا ہے۔ جب وہ قسمیں اٹھاتے وہ اٹھتا۔ بھاگنے لگتا جب اسے

مکہ مکرمہ کی طرف لے کر آتے تو وہ فوراً بیٹھ جاتا۔ وہ اس کے لیے قسمیں اٹھانے لگتے۔ وہ دم ہلاتا گویا کہ قسموں کو پختہ کر رہا ہو۔ انہوں نے کئی بار اس طرح کیا۔

زجاج نے معانی القرآن میں لکھا ہے کہ ان کے جانور بیت اللہ کی طرف نہیں جاتے تھے۔ جب انہیں واپس لے کر آتے تو وہ چلنے لگتے۔ رب تعالیٰ نے انہیں بہت بڑی نصیحت فرمائی تھی۔ مگر وہ اس نیت پر ٹھہرے رہے کہ بیت اللہ کو گرا کر جائیں گے۔ وہ ہاتھی کے ساتھ کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ شام ہوگئی۔

ابن اسحاق کی روایت ہے اس رات انہوں نے عذاب کا ادراک کر لیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے ستاروں کو دیکھا وہ ان کی طرف پریشان کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ وہ انہیں عذاب کے قرب ہونے کے بارے انہیں بتا دیتے۔ وقتِ سحر ربِ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیل بھیج دیے۔ وہ خطاطیف کی طرح تھے۔ ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے۔ ایک پتھر ان کی چونچ میں ایک ایک ان کے پنجے میں تھا۔ وہ مسور اور چنے کے دانے کے برابر تھا۔ وہ پرندے آئے انہوں نے لشکر کے اوپر صف بندی کر لی۔ جب سپاہیوں نے پرندے دیکھے تو وہ خوفزدہ ہوگئے۔ وہ نیچے گر پڑے۔ پرندے چہچہائے۔ انہوں نے وہ پتھر پھینک دیے جو ان کی ٹانگوں اور چونچوں میں تھے۔ پتھر انسان کے ایک پہلو پر لگتا دوسرے سے نکل جاتا۔ اگر وہ ان کے سر پر لگتا تو نیچے سے نکل جاتا۔ وہ جسے لگتے اسے پیس کر رکھ دیتے وہ اسی جگہ گر پڑتا۔ اسے چیچک کے دانے نکل آتے۔ رب تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی جو ان کی ٹانگوں کو لگی۔ اس کی قوت میں اضافہ ہوگیا۔

ابونعیم نے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے ہاتھی کو ہانکنے والے اور اس کے سائس نے بتایا۔ انہوں نے کہا: ''ہمارے پاس بادشاہ کا بڑا ہاتھی تھا۔ وہ جس لشکر کی طرف جاتا تھا اسے شکست سے دوچار کر دیتا تھا۔ جب ہم حرم پاک کے قریب ہوئے ہم جب بھی ان کا رخ حرم کی طرف کرتے وہ بیٹھ جاتا جب ہم اسے مارتے وہ نیچے گر پڑتا۔ کبھی ہم اسے اتنا مارتے کہ ہم اکتا جاتے جب وہ مُحَسِّر پہنچا تو وہ بیٹھ گیا تو وہ نہ اٹھا۔ عذاب آگیا۔'' میں نے پوچھا: ''کیا تم دونوں کے علاوہ کسی نے نجات پائی؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! سب کو عذاب نہیں پہنچا تھا۔''

ابرہہ اور اس کے سپاہی اپنے شہروں کی طرف بھاگ نکلے۔ وہ جب بھی کسی زمین میں داخل ہوتے تو ان کا ایک عضو گر پڑتا حتیٰ کہ وہ خثعم کے شہروں تک جا پہنچے تو اس کا سر رہ گیا تھا۔ وہ اسی جگہ مر گیا۔ اس کا وزیر بھاگ نکلا۔ اس کا پرندہ اس کے سر کے اوپر تھا۔ حتیٰ کہ وہ نجاشی تک پہنچ گیا۔ اسے وہ داستان سنائی۔ جب وہ فارغ ہوگیا تو پرندے نے اسے پتھر مارا تو وہ بادشاہ کے سامنے مر گیا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ان پرندوں کے سر درندوں کے سروں کی طرح تھے۔ اس طرح کہ پرندے نہ پہلے اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے تھے۔ ان کا اثر ان کی جلدوں میں ہوگیا اس وقت چیچک کے مرض کی ابتدا ہوئی۔

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ وہ ابلق خطاطیف کی طرح تھے۔ عبد بن حمید، ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے ابابیل کو بلایا۔ انہیں سیاہ پتھر دیے جن پر مٹی تھی۔ جب انہوں نے لشکر کو گھیر لیا تو اس کے اوپر صف بندی کر لی۔ ہر انسان کو خارش لگ گئی۔ وہ جس حصہ پر خارش کرتا اس کا گوشت نیچے گر پڑتا۔ فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ وہ پرندے سمندر کی طرف سے آئے تھے۔ گویا کہ وہ ہند کے لوگ تھے۔ وہ اونٹوں کی طرح تھے۔ ان میں سے چھوٹے انسان کے سروں کی طرح تھے وہ جس پر بھی نشانہ مارتے تھے اسے مار دیتے تھے۔

ابو نعیم نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ”میں نے وہ کنکریاں دیکھی تھیں جو ان پرندوں نے اصحاب فیل پر پھینکیں تھیں۔ وہ چنے کے دانے کی طرح تھیں وہ مسور کے دانے سے بڑی تھیں ان پر مہر لگی ہوئی تھی گویا کہ وہ ظفار کا سنگریزہ تھا۔“

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”وہ چنے اور مسور کے دانے کے برابر تھیں۔ ان سے سرخ رنگ کے چھینٹے نکلتے تھے ان پر مہریں لگی ہوئیں تھیں۔

امام ابن اسحاق، امام واقدی، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے ہاتھی کو ہانکنے والے اور اس کے سائیس کو دیکھا وہ اندھے اور اپاہج تھے وہ لوگوں سے مانگا کرتے تھے۔“

ابو نعیم نے حضرت ابو صالح علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس ان کنکریوں میں سے ایک کنکری دیکھی۔ وہ قفیز کی طرح تھیں گویا کہ وہ ظفار کا عقیق ہو۔ ہر پتھر پر لگنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ ”ان سب کو یہ عذاب نہیں پہنچا تھا۔ وہ اس رستے سے دوڑتے ہوئے بھاگ گئے، جس سے آئے تھے۔ وہ نفیل بن حبیب کے متعلق پوچھ رہے تھے تا کہ وہ انہیں رستہ بتائے۔ اس وقت نفیل نے کہا:

این المفر و الا له الغالب — والاشرم المغلوب لیس غالب

ترجمہ: ”اب اب کہاں بھاگ کر جاتے ہو۔ رب تعالیٰ غالب ہے، اشرف مغلوب ہے، وہ غالب نہیں ہے۔“

وہ گرتے گراتے اور ہر ہر مقام مرتے مرتے نکل گئے۔ ابرہہ کو سنگریزہ لگا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ عازم سفر ہوا تھا۔ رستہ میں اس کا گوشت گرتا گیا۔ جب بھی ٹکڑا گرتا اس کے بعد گندگی، خون اور پیپ گرتی۔ جب اسے صنعاء لایا گیا تو وہ پرندے کے چوزے کی طرح تھا۔ اس کا دل پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

وقت صبح حضرت عبدالمطلب نے دیکھا۔ ان کے ہمراہ ابو مسعود بھی تھا۔ ابو مسعود نے کہا: ”ذرا سمندر کی طرف دیکھو۔“ انہوں نے کہا: ”مجھے سفید پرندے نظر آرہے ہیں۔“ ابو مسعود: ”دیکھو یہ کہاں جاتے ہیں؟ وہ ہمارے سروں پر چکر

لگانے لگے۔" انہوں نے پوچھا: "کیا انہیں جانتے ہو؟" اس نے کہا: "نہیں! یہ پرندے نہ نجد کے ہیں نہ تہامہ کے۔ نہ یمن کے ہیں نہ شام کے۔ یہ ہماری سرزمین پر اجنبی پرندے ہیں۔" حضرت عبدالمطلب: یہ کتنے بڑے ہیں۔ ابو مسعود: "وہ کھجور کی طرح ہیں۔ ان کی چونچوں میں کنکریاں ہیں۔ یہ ابابیل ہیں جو ایک دوسرے کے بعد آرہے ہیں ہر گروہ کے آگے آگے ایک پرندہ ہے جو اس کی قیادت کر رہا ہے۔ اس کی چونچ سرخ سر سیاہ اور گردن طویل ہے۔" حتیٰ کہ جب وہ لشکر تک پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے۔ ابو مسعود نے کہا: "یہ اس معاملہ کے لیے ہیں جو ہو کر رہے گا۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے اپنے ایک نور نظر کو ایک تیز رفتار گھوڑا دے کر بھیجا تاکہ دیکھے اس قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ گھوڑا ان کی طرف گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ سارے ریزہ ریزہ تھے۔ وہ لخت جگر واپس لوٹ آیا۔ اس نے اپنی ران سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ جب عبدالمطلب نے اسے دیکھا تو فرمایا "میرا بیٹا سارے عرب سے بڑا شہسوار ہے۔ اس نے بشارت دیتے ہوئے یا ڈراتے ہوئے کپڑا اٹھایا ہوا ہے۔ وہ جب ان کے قریب ہوا تو اس نے کہا "وہ سب مارے گئے ہیں۔" وہ پہاڑ سے کچھ ہی نیچے اترے تھے۔ انہوں نے کسی کو نہ دیکھا۔ جب وہ لشکر کے قریب ہوئے تو لشکر کو منہ کے بل گرا ہوا دیکھا۔ حضرت عبدالمطلب نے کلہاڑا لیا۔ اس سے زمین میں گڑھا کھودا۔ اسے سونے اور جواہرات سے بھر دیا۔ انہوں نے اپنے دوست کے لیے بھی گڑھا کھودا اس طرح اسے بھی بھر دیا۔ ہر ایک اپنے گڑھے پر بیٹھ گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے لوگوں کو بلایا۔ وہ آئے اور بہت سا سامان لے کر چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب کی عظمت میں اضافہ ہو گیا کیونکہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر نہیں نکلے تھے۔ رب تعالیٰ نے بہت بڑا سیلاب بھیجا۔ اس نے حبشیوں کی لاشیں اٹھائیں اور انہیں سمندر میں پھینک دیا۔

جب اہلِ حبشہ کو رب تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ تو اہلِ عرب کے دلوں میں قریش کی دھاک بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا: "یہ اللہ والے ہیں۔ انہوں نے ان کی طرف سے جنگ کی۔ دشمن کی تکلیف کو روکا۔ اس واقعہ کے بارے بہت سے اشعار کہے۔ جس طرح کہ حضرت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

قُلْتُ والاشرم یَرْدِی خیله ... انّ ذاالا شرم غِرٌّ بِالحَرَمِ

ترجمہ: "میں نے کہا کہ اشرم اپنے گھوڑے کو ہلاک کر دے گا۔ یہ ہونٹ کٹا حرم کے متعلق دھوکے میں ہے۔"

رامه تبّع فیمن جمّعتْ ... حمیر والحیُّ من آل قدم

ترجمہ: تبع نے اپنے لشکر جرار سمیت، حمیر نے اور آل قدم کے ایک قبیلہ نے اس کا قصد کیا تھا۔"

فانثنی عنه و فی اَوْدَاجِهٖ ... جارض امسك منه بالکَظَمِ

ترجمہ: "وہ اس سے رک گئے۔ اس کی رگوں میں ایسی رکاوٹ آجاتی ہے کہ روح نکلنے کی وجہ سے رک جاتی ہے۔"

نحن آل الله فی بلدته ... لم نزل فیها علی عهد ابرهم

ترجمہ: "ہم رب تعالیٰ کے شہر میں اس کے قریبی بندے ہیں اور حضرت ابراہیم کے دور سے یہاں فروکش ہیں۔"

حضرت عبد المطلب نے تبع کی داستان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن اسحاق نے اسے روایت کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "جب تبع اپنے شہر کی طرف لوٹ رہا تھا تو بنو ھذیل بن مدرکہ کا ایک وفد اس کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا کیا ہم آپ کی راہ نمائی اس گھر کی طرف نہ کریں، جہاں بہت سا مال ہے آپ سے پہلے بادشاہ اس سے غافل رہے اس میں موتی، زبرجد، یاقوت اور سونا اور چاندی ہے۔" اس نے کہا: "ضرور!" انہوں نے کہا: "مکہ کا گھر۔" بنو ھذیل چاہتے تھے کہ وہ اس طرح ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ جو بیت اللہ کے پاس بغاوت کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر تبع بہت خوش ہوا۔ وہ بیت اللہ کو گرانے کے عزم سے آگے بڑھا۔ رب تعالیٰ نے اس پر ہوا بھیج دی۔ اس نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو ٹیڑھا کر دیا۔ اس کا جسم مفلوج ہو گیا۔ اس نے اپنے ایک آدمی کو یہود کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا: "یہ کون سا مرض ہے جو مجھے لگ گیا ہے۔" یہودیوں نے پوچھا: "کیا کوئی نیا کام کیا ہے؟" تبع: "میں نے کوئی نیا کام نہیں کیا۔" یہودی: "اپنے نفس سے کوئی نیا کام کرنے سے کہا ہو؟" اس نے کہا: "ہاں! اس نے بیت اللہ کو گرانے کا ساز و سامان اٹھانے کے عزم کے بارے آگاہ کیا۔" یہودیوں نے کہا: "وہ رب تعالیٰ کا پاک گھر ہے۔ جس نے اسے بری نگاہ سے دیکھا وہ ہلاک ہو گیا۔" تبع: "اس سے باہر نکلنے کی کوئی صورت ہے؟" یہودی: "اپنے آپ سے وعدہ کرو کہ تم اس گھر کا طواف کرو گے۔ اسے غلاف چڑھاؤ گے، اس کی تعظیم بجا لاؤ گے۔" اس نے اپنے آپ سے یہ وعدہ کیا۔ رب تعالیٰ نے اسے نجات عطا فرما دی۔ وہ مکہ مکرمہ پہنچا، بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ سر منڈوایا چھ روز مکہ مکرمہ میں ٹھہرا لوگوں کے لیے جانور ذبح کیے۔ اہل مکہ کو کھلایا، شہد پلائی۔ خواب دیکھا کہ وہ بیت اللہ کو غلاف چڑھا رہا تھا۔ اس نے الخصف کا غلاف چڑھایا۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ اس سے عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھا رہا تھا۔ اس نے عافر کا غلاف چڑھایا۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ اس سے بھی عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھا رہا تھا۔ اس نے الملاء اور وصائل کا غلاف چڑھایا۔

تنبیہات

1. اکثر روایات میں ہے کہ کنکریاں مسور کے دانے سے بڑی اور چنے کے دانے سے چھوٹی تھیں بعض روایات میں ہے کہ وہ اس سے بڑی تھیں۔ گویا کہ ان میں چھوٹی بڑی تھیں جو کسی نے دیکھا اس کے متعلق بیان کر دیا۔
2. اگر کوئی کہے کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں ایک واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ اس نے حصین بن نمیر کو بھیجا اس نے کوہ ابی قبیس پر منجنیق نصب کی۔ خانہ کعبہ پر پتھر برسائے، حجر اسود کو توڑ دیا۔ خانہ کعبہ جل گیا اس کی دیوار گر پڑی۔ اس کا چھت بھی گر پڑا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں روکا نہ گیا کیونکہ دعوت مکمل ہو چکی تھی۔ بات مکمل ہو چکی تھی۔ دلیل ثابت ہو چکی تھی۔ رب تعالیٰ نے ان کا معاملہ آخرت کے لیے مؤخر کر دیا۔ حضور ﷺ نے فتنوں کے واقع ہونے کی خبر دے دی تھی۔ آپ نے بتا دیا تھا کہ عنقریب خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے گا۔

آپ کا نسب پاک

پہلا باب

اہلِ عرب کی فضیلت اور ان کے ساتھ محبت

حضور ﷺ کی اصل عرب ہے اس لیے مناسب ہے کہ اہلِ عرب کے بعض فضائل کا تذکرہ کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں مگر اس کے مضری، ربیعی یا یمانی سے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ رب تعالیٰ نے تخلیق میں عرب کو اور اہلِ عرب میں سے آپ کو منتخب کر لیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا۔ مخلوق میں سے بنو آدم کو منتخب کر لیا۔ بنو آدم میں سے عرب کو منتخب کیا۔ عرب میں سے مضر کو مضر میں سے قریش کو منتخب کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کر لیا۔ میں بہترین کی طرف بہترین میں سے بہترین ہوں۔ جس نے اہلِ عرب سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ اس نے میری وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ (الطبرانی، حاکم، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے خلق کو تخلیق کیا تو اس نے عرب کو منتخب کیا۔ عرب میں سے قریش کو منتخب کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کر لیا۔ میں بہترین میں سے بہترین ہوں۔" (حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل امین کو بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک قسم عرب دوسری قسم عجم تھے عرب میں رب تعالیٰ کے منتخب لوگ تھے۔ پھر عرب کو دو حصوں میں منقسیم کیا پھر یمن مضر اور قریش میں تقسیم کیا۔ رب تعالیٰ کے برگزیدہ بندے قریش میں تھے۔ پھر مجھے نکالا میں اس سے بہترین ہوں جس سے میں ہوں۔"

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو، بنو اسماعیل میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے

منتخب کرلیا۔

◆ اہلِ عرب سے محبت حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اہلِ عرب سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے اہلِ عرب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ جس نے اہلِ عرب سے بغض رکھا۔ اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا۔" (حاکم)

الطبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین وجوہات کی بناء پر اہلِ عرب سے محبت کرو۔ (۱) میں عربی ہوں۔ (۲) قرآن پاک عربی زبان میں ہے۔ (۳) اہلِ جنت کی زبان عربی ہے۔

◆ عرب سے بغض رکھنا دین سے جدا کر دینے والا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھو ورنہ تم دین سے جدا ہو جاؤ گے۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں۔ حالانکہ آپ کے وسیلہ سے رب تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھو گے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "عرب سے صرف منافق ہی بغض رکھ سکتا ہے۔" (الطبرانی)

◆ قریش کی فضیلت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "قریش کی محبت ایمان میں سے ہے۔ ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔" (الطبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اس معاملہ میں لوگ قریش کے تابع ہیں ان کے مسلمان قریش کے مسلمانوں کے تابع ہیں۔ ان کے کافر ان کے کافروں کے تابع ہیں۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ معاملہ قریش میں سے جو بھی ان کے ساتھ عداوت رکھے گا، رب تعالیٰ اسے منہ کے بل گرا دے گا۔ جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہے۔" (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے قریش کو ذلیل کرنے کی کوشش کی رب تعالیٰ نے اسے رسوا کر دیا۔" (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر قریش کے بارے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ اترانے لگیں گے تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔" (امام احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "امانت کو قریش میں تلاش کرو۔ امین قریش

میں ہے۔ اسے دیگر امین سے دو فضیلتیں حاصل ہیں۔ قریش کے طاقتور کو دوسرے طاقتور سے دو فضیلتیں حاصل ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "علم قریش میں اور امانت ازد میں ہے۔" (الطبرانی)

حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "قریش اہلِ امانت ہیں۔ جس نے ان کے ساتھ بغاوت کی رب تعالیٰ اسے ناک کے بل رسوا کرے گا۔"

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی قریش کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: "قتادہ! قریش کو گالیاں نہ دینا۔ شاید ان میں سے ایسے افراد دیکھو۔ جن کے عمل کے ساتھ تم اپنے عمل کو کم دیکھو جن کے افعال کے ساتھ اپنے افعال کو کم جانو۔ جب تم انہیں دیکھو تو ان پر رشک کرو۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔"

روایت ہے کہ حضرت ابوقتادہ انصاری نے فتح مکہ کے روز کہا: "اس روز رب تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دے گا۔" بعض صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ابوقتادہ کیا کہہ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ابوقتادہ! ذرا آہستہ! اگر تم اپنا حلم کا ان کے حلم کے ساتھ وزن کرو تو تم اپنے حلم کو ان کے حلم کے ساتھ حقیر جانو گے۔ اگر تم اپنی رائے کا ان کی رائے کے ساتھ وزن کرو تو تم اپنی رائے کو حقیر جانو گے اگر تم اپنے افعال کا ان کے افعال کے ساتھ موازنہ کرو تو تم اپنے افعال کو حقیر سمجھو گے۔ قریش کو نہ کچھ سکھاؤ۔ بلکہ ان سے سیکھو۔ اگر قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو ان کا مقام رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔" (بیہقی)

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھا کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نہ ان سے پیچھے رہا کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ انہیں کچھ نہ سکھاؤ بلکہ ان سے سیکھو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کرتا جو رب تعالیٰ کے ہاں ان کا ہے۔" (بیہقی)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "سات فضیلتوں کے ساتھ رب تعالیٰ نے قریش کو فضیلت عطا کی ہے۔ جو نہ تو ان سے قبل کسی کو عطا کی گئیں اور نہ ہی بعد میں دی جائیں گی۔ رب تعالیٰ نے قریش کو یہ فضیلت دی ہے کہ میں ان سے ہوں۔ نبوت ان میں ہے حجابۃ ان میں ہے۔ سقایہ ان میں ہے ہاتھی والوں کے خلاف ان کی مدد کی گئی۔ دس سال تک انہوں نے رب تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ ان کے علاوہ کوئی اور اس کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ ان کے بارے قرآن پاک کی سورت نازل کی۔ ان کے علاوہ کسی اور کے بارے سورت نازل نہ کی۔" (الطبرانی)

اس ضمن میں اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ اللہ رب العزت ابن جابر پر رحم فرمائے انہوں نے کیا خوب اشعار

کہتے ہیں:

من اعربِ العرب الا ان نسبتهٗ الی قریش حماة البیت والحرم

ترجمہ: عربوں کا عجیب وغریب امر یہ ہے کہ ان کی نسبت قریش کی طرف ہے جو بیت اللہ کے نگہبان اور حرم کے نگران ہیں۔"

لا عیب فیهم سوی الّا تری لهم ضَیْفًا یجوع ولا جَارًا بمهتضم

ترجمہ: "اس کے علاوہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے کہ ان کو دیکھے گا کہ ان کا مہمان بھوکا نہیں رہتا نہ ہی ہمسایہ کی حق تلفی ہوگی۔"

ما عاب منهم عدوٌ غیر انهم لم یصرفوا السیف یوما عن عدوهم

ترجمہ: "کسی دشمن نے ان کا کوئی عیب نہیں نکالا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کسی دن بھی دشمن سے تلوار نہیں پھیری۔"

من غض من مجدهم فالمجد عنه نأی لکنه غص اذ سادوا علی الامم

ترجمہ: "جس نے ان کی بزرگی کے ح قیمیں کمی کی تو بزرگی اس سے دور ہو گئی۔ لیکن اسے اس وقت تنگی ہوتی ہے جب وہ اقوام پر سردار بن جاتے ہیں۔"

لا خیر فی المرء لم یعرف حقوقهم لکنه من ذوی الاهواء والتهم

ترجمہ: "اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس نے ان کے حقوق نہ جانے۔ بلکہ وہ ہی خواہشات نفسانیہ کا پیروکار اور خراب ہے۔"

عیبت عداهم فزانوهم بأن ترکوا سیوفهم وهی تیجان لهامهم

ترجمہ: "ان کے دشمنوں نے ان پر عیب لگایا۔ انہوں نے ان کا موازنہ نہ کیا کہ وہ ان کی کھوپڑوں پر تلوار رکھتے ہیں جو تاجوں کی مانند ہوتی ہیں۔"

تجری دماء الاعادی من سیوفهم مثل المواهب تجری من اکفهم

ترجمہ: "ان کی تلواروں سے ان کے دشمنوں کا خون اس طرح گرتا ہے جس طرح ان کے ہاتھوں سے عطیات گرتے ہیں۔"

لهم احادیث مجد کالریاض اذا اهدت نواسم حبی باری النسم

ترجمہ: "ان کے بارے بزرگی کی گفتگو باغ کی مانند ہے۔ جب میرے محبوب روحوں کو پیدا کرنے والے کی طرف سے ہوا کے جھونکے تحائف لے کر آتے ہیں۔"

تری الغنی لدیہم الفقیر وقد عادوا سواء فلازم باب قصدہم

ترجمہ: تو دیکھے گا کہ ان کے دروازے پر غنی اور فقیر یکساں طور پر آتے ہیں تو بھی ان کے دروازے کو لازم پکڑ لے۔"

قل المصباح اذا مالاح نورہم ان کان عندك ھذا النور فابتسم

ترجمہ: "صبح سے کہو جب کہ قریش کا نور چمکے۔ اگر تیرے پاس اس طرح کا نور ہے تو پھر مسکراؤ۔"

اذا بدا البدر تحت اللیل قلت له أ أنت یا بدر ام مرای وجوہم

ترجمہ: "جب ماہ تمام ظاہر ہو تو اسے کہو اے چاند! تو ماہِ تمام ہے یا ان کے چہروں کا آئینہ ہے۔"

کانوا عیوناً ولکن للحفاۃ کما کانوا لیوثاً ولکن فی عداتہم

ترجمہ: "وہ چشمے ہیں لیکن پاکبازوں کے لیے۔ وہ شیر ہیں لیکن اپنے مدمقابلوں کے لیے۔"

کم قائل قال حازا لمجد وارثه ففلت ھم وارثوہٗ عن جدودھم

ترجمہ: "کتنے ہی کہنے والوں نے کہا کہ ان کے وارثوں نے بزرگی کی حدود عبور کر دیں ہیں میں نے کہا وہ اپنے آباء سے اس بزرگی کے وارث ہیں۔"

قد اورث المجد عبداللہ شیبة عن عمرو بن عبد مناف عن قصیہم

ترجمہ: "حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب سے بزرگی کے وارث بنے، عمرو بن عبدمناف اپنے قصی سے فضیلت کے وارث ہے۔"

مجاء فیہم بمن جال السماء و من سما علی النجم فی سامی بیوتہم

ترجمہ: "ان میں ایسے بھی تھے جو بزرگی کے آسمان تک جا پہنچے، بعض اپنے عمدہ گھروں میں ستاروں پر چلے۔"

فالعرب خیر الناس ثم خیرہم قریش ھم وھو منہم خیر خیرہم

ترجمہ: "عرب لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر ان میں بہترین قریش ہیں اور ان میں بہترین سے بہترین بھی ان میں سے ہیں۔"

قوم اذا قیل من؟ قالوا نبیکم منا فھل ھذہ تلفی لغیرہم

ترجمہ: "وہ ایسی قوم ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کون ہو؟ وہ کہتے ہیں تمہارے نبی کریم ﷺ ہم میں سے ہیں کہا کہ یہ سعادت کسی اور کو حاصل ہے۔"

ان تقراء "النحل" تنحل جسم حاسدہم و فی براۃ یبدو وجه جاھہم

ترجمہ: "اگر تم سورۃ النحل پڑھے تو ان کے حاسدوں کا جسم پگھل جائے گا۔ سورۃ براۃ سے ان کی وجاہت کی

شان عیاں ہوتی ہے۔"

قوم النبی فان تحفل بغیرهم　　　بین الوریٰ فقد استسمنت ذا ورم

ترجمہ: "حضور ﷺ کی قوم ایسی ہے کہ اگر تو ان کے علاوہ کسی اور کو جمع کرے گا تو تو لوگوں میں سے ورم والوں کو جمع کرے گا۔"

ان یجحد العجم فضل العرب قل لهم　　　خیر الوریٰ منکم ام من صمیمهم

ترجمہ: "اگر عجم والے عرب کی فضیلت کا انکار کریں تو ان سے کہو کہ حضور ﷺ کا تعلق تم سے ہے یا کہ آپ عرب کے خلاصہ میں سے ہیں۔"

من فضل العجم فض الله فاهٗ ولو　　　فاهو لعضّوا و عضو من نبیهم

ترجمہ: "جس نے عجم کو فضیلت دی۔ رب تعالیٰ ان کے منہ کو خراب کرے۔ اگر انہوں نے ایسی گفتگو کی تو ان کے منہ میں بات اٹک جائے گی۔ وہ اپنے نبی کریم ﷺ سے شرمندہ ہوں گے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

آپ ﷺ کے نسب کی پاکیزگی اور طہارت

آپ ﷺ کے نسب کی طہارت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ آپ ﷺ بنو ہاشم کا خلاصہ اور قریش کے عمدہ خاندان میں سے ہیں۔ آپ ﷺ سارے عرب و عجم سے معزز ہیں۔ آپ ﷺ والد گرامی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے عمدہ خاندان سے ہیں۔ آپ ﷺ سارے اہلِ مکہ اور سارے انسان بلکہ ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ اس کی گواہی آپ کے دشمن بھی دیتے تھے۔ یہی گواہی ابوسفیان نے ملک الروم قیصر کے سامنے دی تھی۔ حالانکہ وہ اس وقت آپ کا دشمن تھا۔ آپ کی قوم ساری اقوام سے معزز، آپ کا قبیلہ سارے قبائل سے افضل آپ کا خاندان سارے خاندانوں سے افضل ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (الانعام: ۱۲۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔"

حضرت عکرمہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تقلبك فی الساجدین (الشعراء: ۲۱۹) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں جلوہ افروز ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نبی بن کر جلوہ نما ہوئے۔" (البزار، الطبرانی)

حضرت عطاء سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ انبیائے کرام کی پشتوں سے منتقل ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر سے اطہر جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث ہوا ہوں۔ قرن بہ قرن زمانہ تبدل ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا جس میں میں مبعوث ہوا۔" (بخاری)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "عرب میں سے مضر اور مضر میں سے بنو عبد مناف اور بنو عبد مناف میں سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں سے بنو عبد المطلب بہترین ہیں۔ بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی ہے جب بھی اولاد آدم دو حصوں میں منقسم ہوئی میں ان میں سے بہترین میں تھا۔" (ابو نعیم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

مجھے بہترین قسم میں رکھا۔ پھر دو قسموں کو اثلاث میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین ثلث میں رکھا۔ پھر اثلاث کے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر قبائل کو گھروں میں تبدیل کیا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو!''

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے کہا: ''میں نے زمین کے مشارق و مغارب چھان مارے میں نے کسی کو محمد عربی سے افضل نہیں پایا نہ ہی کسی قبیلہ کو بنو ہاشم سے افضل پایا۔'' (الطبرانی، بیہقی، ابن عساکر)

حافظ نے ''امالی'' میں لکھا ہے کہ اس متن میں صحت کی علامات عیاں ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہما نے معضل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس حضرت جبرائیل آئے انہوں نے عرض کی: ''محمد عربی! ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا میں زمین کے مشرق و مغرب میں گھوما میں نے کنانہ سے عمدہ کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اس نے مجھے حکم دیا میں کنانہ میں گھوما۔ میں نے قریش سے بڑھ کر عمدہ کسی قبیلہ نہ دیکھا۔ اس نے مجھے حکم دیا میں نے قریش چھان بین کی۔ میں نے بنو ہاشم سے بڑھ کر کوئی قبیلہ نہ دیکھا پھر اس نے مجھے حکم دیا۔ میں ان کے نفوس میں سے منتخب کرلوں۔ مجھے کوئی نفس آپ کے نفس سے بہترین نظر نہ آیا۔'' (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کسی باغیہ نے جنم نہیں دیا۔ جب سے میں حضرت آدم کی صلب سے نکلا ہو۔ نسل در نسل اقوام مجھے کھینچتی رہیں حتیٰ کہ عرب کے دو بہترین قبائل بنو ہاشم اور بنو زھرہ سے میرا ظہور ہوا۔'' (ابن عساکر)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لقد جاء کم رسول من انفسکم۔''

الفاء کے فتح کے ساتھ۔ میں تم میں سے نسب، سسرال اور حسب کے اعتبار سے بہترین (نفیس) ہوں۔ حضرت آدم سے لے کر میرے آباء میں سے کوئی بھی بدکاری کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا سب صحیح نکاح سے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حضرت آدم سے لے کر میرا ظہور قدسی نکاح سے ہوا وہ کبھی بھی بدکاری سے نہ ہوا۔'' (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرا ظہور ہمیشہ صحیح نکاح سے ہوتا رہا۔ کسی وقت بھی بدکاری سے نہ ہوا۔'' (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرا ظہور صحیح نکاح سے ہوا۔ میرا ظہور حضرت

آدم سے لے کر کبھی بھی بدکاری کی وجہ سے نہیں ہوا۔حتیٰ کہ میں اپنے والدین کریمین کے گھر جلوہ افروز ہو گیا۔زمانہ جاہلیت کے نکاح میں سے مجھے کچھ بھی نہیں پہنچا تھا۔مجھے ہمیشہ نکاح اسلام کی طرح کے نکاح سے جنم دیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:"مجھے جاہلیت کی بدکاری میں سے کسی چیز نے جنم نہیں دیا۔مجھے ہمیشہ نکاح اسلام کی طرح کے نکاح نے ہی جنم دیا۔"(الطبرانی،ابونعیم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (اسلام سے سعادت مند ہونے والے) قریش حضرت آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل رب تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔وہ نور رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا تھا۔اس کی تسبیح کی وجہ سے ملائکہ بھی رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔جب رب تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی تو وہ نور حضرت آدم کی کمر میں رکھ دیا۔حضور ﷺ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے حضرت آدم کی کمر میں مجھے زمین پر اتارا۔مجھے حضرت نوح کی صلب میں رکھا۔پھر مجھے حضرت ابراہیم کی کمر میں رکھا۔وہ مجھے پاکیزہ اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں رکھتا رہا۔حتیٰ کہ میرے والدین کریمین کے ذریعے میرا ظہور کر دیا۔انہوں نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی تھی۔"(اسے ابن عمر العدنی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے)

رب تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

حَفِظَ الالہُ کرامةً لمحمدٍ — آباءَہُ الامجاد صونا لاسمه

ترجمہ: "اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی عزت و کرامت کرتے ہوئے آپ کے اجداد و امجاد کی حفاظت فرمائی آپ کے مبارک نام کی حفاظت کرتے ہوئے۔"

ترکوا السفاح فلم یصبھم عارہ — من آدم والی ابیه و امه

ترجمہ: "وہ سب بدکاری کے قریب بھی نہ گئے۔حضرت آدم سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک کسی کو یہ عار نہ پہنچی۔"

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

من عھد آدم لم یزل یحمی له — فی نسلھا الاصلاب والارحام

ترجمہ: حضرت آدم کے عہد سے لے کر آپ کے نسب پاک میں اصلاب اور ارحام آپ کے لیے حفاظت کرتے رہے۔"

حتی تنقل فی نکاح طاھر — ما ضَمَّ مجتمعین فیه حرام

ترجمہ: "حتیٰ کہ آپ پاکیزہ نکاح سے منتقل ہوئے۔ان میں سے کسی ایک نے بھی بدکاری کا ارتکاب نہ کیا۔"

فَبَدَا کبدر التمِّ لیلة وضعه — ما شانَ مطلعه المنیر قَتَام

ترجمہ: "آپ اپنی ولادت باسعادت کی رات چودھویں کے چاند کی طرح ظاہر ہوتے۔کالے غبار نے ان

کے روشن مطلع کو عیب دار نہ کیا۔"

فانجابت الظلماء من انوارہ والنور لا یبقی علیه ظلام

ترجمہ: "آپ کے انوار سے ظلمت چھٹ گئی۔ نور پر کسی قسم کی ظلمت باقی نہ رہی۔"

شکرًا لمهدیه الینا نعمةً لیست تحیط بکنهها الاوهام

ترجمہ: "اس ذاتِ والا کا شکریہ جس نے ہماری طرف آپ کو نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ ذہن آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔"

❁❁❁

تیسرا باب

آپ ﷺ کا نسب پاک

آپ ﷺ سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ حضور ﷺ کے نسب پاک میں عدنان تک سب کا اتفاق ہے۔ اس سے اوپر اختلاف ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین کتنے آباء تھے اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے زیادہ اور کسی نے کم بتائے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم تک نسب پاک میں اختلاف ہے۔ اس کی حقیقت صرف رب تعالیٰ جانتا ہے۔ علامہ، امام ابوعلی محمد بن اسعد بن علی بن حسن الجوانی نے ترجیح دیتے ہوئے کہا ہے کہ نسب پاک سارے طرق سے صحیح، عمدہ اور واضح ہے۔ اسی طرح یہ نسب میں ان کے شیوخ مثلاً شیخ شرف الدین بن ابی جعفر البغدادی جو ابن الجوانیہ سے معروف ہیں۔ ابوالغنائم زیدی، بطحاوی، سنجری، ابوبکر محمد بن عبدہ النفقسی وغیرھم کی یہی روایت ہے اکثر اجل علماء نسب نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی یہی روایت ہے۔ اکثر اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔ حافظ شرف الدین دمیاطی قاضی عزالدین بن جماعۃ، ابوالفتح، علامہ بدرالدین حسن بن حبیب حلبی نے اپنی اپنی سیرت کی کتب میں پھر یہ نسب اس طرح چلایا ہے۔ "عدنان بن اذ بن اود بن یسع بن ھمیسع بن سلامان بن بنت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل۔

ابن اسحاق اور ابن ہشام نے لکھا ہے "ادد بن مقوم بن ناحور بن تارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) بن آزر بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن افرخشذ بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

فاولئك السادات لم تر مثلهم ۔۔۔ عَیْنٌ علی متتابع الاحقاب

ترجمہ: "یہ سردار ہیں لگاتار کئی زمانوں سے اس طرح کا چشمہ تجھے نظر نہیں آئے گا۔"

لم یعرفوا رَدَّ العفاۃِ و طالما　　ردّوا عداتھم علی الاعقاب

ترجمہ: "مہمانوں کو رد کرنا انہوں نے جانا ہی نہیں۔ اکثر اوقات بعض لوگ ایڑیوں کے بل لوٹ جاتے ہیں۔"

زھر الوجوہ کریمۃ احسابھم　　یُعطون عافیھم بغیر حساب

ترجمہ: "وہ روشن چہروں والے عمدہ نسب والے وہ اپنے مہمانوں کو بے حساب عطا کرتے ہیں۔"

حَلُمُوا الی ان لا تکاد تراھم　　یوما علی ذی ھفوۃ بغضا بہٖ

ترجمہ: "وہ اتنے حلیم ہیں کہ تو انہیں نہیں دیکھے گا کہ کسی خطا کار پر ناراض ہو رہے ہوں۔"

ھو تکرموا حتیٰ ابوا ان یجعلوا　　بین العفاۃِ ومالھم من باب

ترجمہ: "وہ اتنے کریم ہیں کہ انہوں نے انکار کر دیا ہے کہ وہ اپنے مہمان اور اپنے مال کے مابین دروازہ رکھیں۔"

کانت تعیش الطیر فی اجنابھم　　والوحش حین تشح کل سحاب

ترجمہ: "پرندے ان کے پہلوؤں میں زندگی گزارتے ہیں۔ درندے بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں جب کسی قسم کا بادل نہیں برستا۔"

و کفاھم ان النبی محمدا　　منھم فمدحھم بکل کتاب

ترجمہ: "ان کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ محمد عربی ﷺ ان میں سے ہیں ان کی تعریف ہر ہر کتاب میں موجود ہے۔"

جس شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں رب تعالیٰ اس پر بھی رحم کرے:

نسب اضاء و شمسہ من ھاشم　　و سماء ہ من یعرب و نزار

ترجمہ: وہ ایسا نسب ہے جس نے روشن کر دیا ہے۔ اس کا سورج ہاشم ہیں اس کے آسمان یعرب اور نزار ہیں۔"

من معشرٍ ورثو السیادۃ کابرًا　　عن کابرٍ فھم کبار کبار

ترجمہ: وہ اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو سیادت کا وارث ہے یکے بعد دیگرے بنے وہ بڑوں سے بڑے ہیں۔"

اقمار اندیہ اسود وقائع　　اطواد احلام سحاب قطار

ترجمہ: "وہ مجلسوں کے چاند، حالات کے سردار، عقل کے پہاڑ اور لگاتار برسنے والے بادل ہیں۔"

لا عار فیھم غیر طول تیقظ　　ما زال ینفی ضیق طیف العار

ترجمہ: "اس کے علاوہ ان میں کوئی عار نہیں کہ وہ لگاتار ہوشیار ہیں، وہ عار کے خیال کی تنگی کی نفی کرتے ہیں۔"

اھل الرفادۃ والحجابۃ والحجا　　و سقایۃ الحجاج والزوّار

ترجمہ: وہ رفادہ، حجابہ، حجا، حاجیوں اور زیارت کرنے والوں کو پانی پلانے والے ہیں۔"

المطعمون اذالبلاد مجيعة و مبدلوا الاعسار بالايسار

ترجمہ: "وہ اس وقت کھلاتے ہیں جب شہر بھوکے ہوتے ہیں وہ تنگی کو کشادگی میں تبدیل کرنے والے ہیں۔"

والمجتبٰی الهادی خيارهم وهم بين الانام خيار كل خيار

ترجمہ: مجتبیٰ ہادی ﷺ ان میں سے بہترین ہیں حالانکہ وہ لوگوں میں سے بہترین ہیں۔"

ابوعمر نے لکھا ہے کہ شعراء نے حضور ﷺ کے نسب پاک کو نظم کرنے کی بہت کوششیں کیں ہیں۔ لیکن اس ضمن میں ابوالعباس عبداللہ محمد بن محمد الناشی کی کوشش بڑی لاثانی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

مدحت رسول الله ابغی بمدحه وفور حظوظی من كريم المواهب

ترجمہ: "میں نے حضور ﷺ کی تعریف کی۔ میں نے آپ کی تعریف سے عمدہ عطیات کا وافر حصہ چاہا۔"

مدحت امراء فات المديح موحّدًا باوصافِهٖ من مبعد او مقارِبٖ

ترجمہ: "میں نے اس ہستی کی تعریف کی ہے جن کی تعریف کرنے والا اپنے اوصاف میں قریبی اور دور کے لوگوں سے آگے نکل جاتا ہے۔"

نبيا تسامى فی المشارق نوره فلاحت هواديه لاهل المغارِبٖ

ترجمہ: "وہ ایسے نبی پاک ہیں مشارق میں جن کا نور پھیل گیا اور اہلِ مغرب کی پہاڑیاں بھی اس سے جگمگا اٹھیں۔"

اتتنا بِهٖ الانباء قبل مجيئهٖ و شاعت بِهٖ الاخبار فی كل جانب

ترجمہ: "آپ کے متعلق ہمیں آپ کے آنے سے پہلے ہی بشارات پہنچی تھیں۔ اور ہر طرف آپ کے بارے خبریں پھیل چکی تھیں۔"

اصبحت الكهان تهتف باسمهٖ و تنفی به رجم الظنون الكواذب

ترجمہ: "کاہن آپ کے اسم مبارک کو گنگنانے لگے اور انہوں نے آپ کے بارے جھوٹے گمانوں کی نفی کر دی۔"

وانطقت الاصنام نطقا تبرّأت الی الله فيه من مقال الاكاذب

ترجمہ: "بتوں نے بھی آپ کے بارے گفتگو کی اور جھوٹے اقوال سے رب تعالیٰ کی جناب میں برأت کا اظہار کیا۔"

و قالت لاهل الكفر قولاً مبينا اتاكم نبی من لوی بن غالب

ترجمہ: "انہوں نے اہلِ کفر سے واضح بات کی کہ تمہارے ہاں لوی بن غالب میں سے نبی کریم تشریف لا چکے ہیں۔"

ورام استراق السمع جن فزيلت مقاعدهم منها رجوم الكواكب

ترجمہ: "جنات نے چوری چھپے باتیں سننے کی کوشش کی ستاروں کے ٹوٹنے نے انہیں ان جگہوں سے دور کر دیا۔"

هدانا الى ما لم نكن نهتدى له لطول العمى عن موضحات المذاهب

ترجمہ: "ہماری راہ نمائی اس کی طرف کی جس کی طرف ہم راہ نمائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگرچہ مذاہب کی وضاحتیں ساری زندگی ہوتی رہتیں۔"

و جاء بآياتٍ تبين انها دلائل جبار مثيب معاقب

ترجمہ: "آپ ایسے معجزات لے کر تشریف لائے جن سے ظاہر ہو گیا کہ یہ جبار کے دلائل ہیں جو ثواب اور عذاب دینے والا ہے۔"

فمنها انشقاق البدر حتى تعممت شعوب الضيا منه رؤوس الاخاشب

ترجمہ: "ان میں سے ایک چاند کا دو حصوں میں منقسم ہو جانا ہے، حتیٰ کہ اس کی روشنی کی شعاعیں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پھیل گئیں۔"

و منها نبوع الماء بين بنانه و قد عدم الوراد قرب المشارب

ترجمہ: "ان میں سے ایک معجزہ آپ کی انگلیوں سے پانی رواں ہونا بھی ہے۔ پانی پینے والے گھاٹ کے قریب بھی نہ جا سکتے تھے۔"

فروّى بها جما عفيرا و اسهلت باعناقه طوعا اكف المذانب

ترجمہ: "اس میں سے بہت بڑے مجمع نے پانی پیا۔ آپ کے صحابہ کرام کے لیے انگلیوں کے پوروں سے پانی پینا آسان ہو گیا۔"

و بئر طفت بالماء من مس سهمه و من قبل لم تسمح بمذقة شارب

ترجمہ: "اور کنویں میں پانی آپ کے تیر کے چھونے سے ہی ابلنے لگا۔ اس سے قبل وہ پینے والے کی تھوڑی سی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔"

و ضرع مراه فاستدرو لم يكن به درة تضنهي الى كف حالب

ترجمہ: "آپ نے کھیری پہ دست اقدس لگایا تو وہ دودھ سے بھر گئی، حالانکہ پہلے اس میں اتنا دودھ بھی نہ تھا جو دوہنے والے کے ہاتھ کی طرف جاتا۔"

و نطق فصيح من ذراع مبينة لكيد عدوٍّ للعداوة ناصب

ترجمہ: "بکری کی دستی نے آپ سے فصیح زبان میں گفتگو کی اور اس نے دشمن کی اس چال سے آگاہ کیا جو دشمنی پر مبنی تھی۔"

و اخبارہٖ بالامر من قبل کونہٖ   و عند مبادیہ بما فی العواقب

ترجمہ: "واقع کے رونما ہونے سے قبل اس کی اطلاع دے دینا۔ آپ کے علم کے سرچشمہ کے پاس انجام کی بھی خبریں تھیں۔"

و من تلکم الآیات وحی اتی بہٖ   قریب المأتی مستجم العجائب

ترجمہ: "ان معجزات میں سے وہ وحی بھی شامل ہے۔ جو آپ پر آئی جس کے آنے کا وقت قریب تھا جو عجائب سے بھری ہوتی تھی۔"

تقاصرت الافکار عنہ فلم تطع   بلیغا و لم یخطر علی قلب خاطب

ترجمہ: "افکار اس سے عاجز تھے اس نے نہ تو کسی بلیغ کی اطاعت کی نہ ہی کسی واعظ کرنے والے کے دل سے گزرا ہوا تھا۔"

حوی کل علم واحتوی کل حکمۃ   وفات مرام المستمر الموارب

ترجمہ: "ہر علم کا اس نے احاطہ کر لیا، ہر حکمت کو اس نے گھیر لیا۔ لگا تار دھوکا دینے والے کا مقصد ختم ہو گیا۔"

اتانا بہٖ لاعن رویۃ مرتیءٍ   ولا صحف مشتمل ولا وصفِ کاتبٖ

ترجمہ: "آپ یہ علم ہمارے پاس لے کر آئے جو ایسے سوچ و بچار کی وجہ سے نہ تھا، جس میں شک ہو نہ وہ صحف پر مشتمل تھا نہ ہی وہ کاتب کی صفت کی وجہ سے تھا۔"

یواتیہ طورًا فی اجابۃ سائل   و افتاء مستفتٍ و وعظ مخاطب

ترجمہ: "آپ کے پاس وہ علم مسائل کا جواب لیے ہے، دریافت کرنے والے کو فتویٰ دینے کے لیے اور مخاطب سے واعظ کرنے کے لیے فوراً آجاتا تھا۔"

و اتیان برھان و فرض شرائع   و قصّ احادیث و نصب مأدب

ترجمہ: "یہ دلیل لانے، شریعت کے فرائض سمجھانے، احادیث بیان کرنے اور آداب سکھانے کے لیے آتا ہے۔"

تصریف امثال و تثبیت حجۃ   و تعریف ذی جحد و توقیف کاذب

ترجمہ: "اسی طرح پھیر پھیر کر مثالیں بیان کرنے، حجت ثابت کرنے انکار کرنے والے سے آگاہ کرنے اور جھوٹے کے بارے بتانے کے لیے علم کا سرچشمہ پھوٹتا۔"

و فی مجمع النادی و فی حومۃ الوغی   و عند حدیث المعضلات الغرائب

ترجمہ: "بڑے بڑے مجمع میں۔ جنگ کی شدت میں اور عجیب و غریب احادیث کے وقت بھی۔"

فیاتی علی ما شئت من طرقاتہٖ   کریم المعانی مستدرا الضوائب

ترجمہ: ''یہ علم اپنے طریقوں سے اس طرح آئے گا جس طرح تو چاہے گا۔ اس کے معانی عمدہ اور ہمیشہ درست ہوں گے۔''

و صدق منه البعض بعضا كأنما ۔۔۔ يلاحظ معناه بعين المراقب

ترجمہ: ''ان میں بعض بعض کی تصدیق کر رہی تھیں اور نگران کی آنکھ سے اس کا معنی دیکھا جاسکتا تھا۔''

و عجز الورٰى عن ان يجيئوا بمثل ما ۔۔۔ و صفناهٗ معلوم بطول التجارب

ترجمہ: ''ساری مخلوق اس طرح کا علم لانے سے عاجز آگئی جس کا ہم نے وصف بیان کر دیا ہے یہ بات طویل تجارب سے مشہور ہے۔''

تأبى بعبد الله اكرم والد ۔۔۔ تبلجِ منه عن كريم مناسب

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ کو آپ کا والد گرامی بننے کا شرف ملا۔ معزز رشتہ داروں نے ان سے اجالا پایا۔''

و شيبة ذی الحمد الذی فخرت بِهٖ ۔۔۔ قريش على اهل العلى والمناصب

ترجمہ: ''حضرت عبدالمطلب وہ ہیں جن پر قریش بلند منصب اور رفیع مقامات والے لوگوں پر فخر کرتے تھے۔''

و من كان يستسقى الغمام بوجههٖ ۔۔۔ و يصدر عن آراهٖ فی النوائب

ترجمہ: ''ان کے چہرے کے طفیل بادل مانگا جاتا تھا۔ مصائب میں ان کے مشوروں سے مدد لی جاتی تھی۔''

و هاشم البانی مشيد افتخارهٖ ۔۔۔ بغر المساعی و ابتذال المواهب

ترجمہ: ''ہاشم وہ ہیں جنہوں نے عمدہ کوشش اور عطیات دے کر فخر کی عمارت کو پختہ کیا۔''

و عبد مناف وهو علّم قومه ۔۔۔ اشتطاط المعانی و احتكام الرغائب

ترجمہ: ''عبد مناف نے اپنی قوم کو عمدہ مقاصد اور بلند عطیات کی تعلیم دی۔''

و ان قصيا من كرام غراسهٖ ۔۔۔ لفی منهل لم يدن من كف قاضب

ترجمہ: ''قصی بھی اپنے چمن کے عمدہ لوگوں میں سے ہیں وہ ایسے گھاٹ میں ہیں جس کے قریب کاٹنے والے کے ہاتھ نہیں جاسکتے۔''

بهٖ جمع الله القبائل بعد ما ۔۔۔ تعتمها نهب الاكُفِّ السوالب

ترجمہ: ''ان کے ذریعے ہی رب تعالیٰ قبائل کو جمع کیا بعد اس کے کہ لٹیروں کے ہاتھوں کی لوٹ مار نے انہیں تقسیم کر دیا تھا۔''

و حل كلاب من ذرا المجد معقلا ۔۔۔ تقا صرعنه كل دانٍ و عازب

ترجمہ: ''کلاب بھی بزرگی کی رفعتوں پر آشیاں بند ہوئے جس کو حاصل کرنے سے ہر قریبی اور بعیدی ناکام ہوگیا۔''

و مرة لم يحلل مريرة عزمه سفاه سفيه او محوبة حائب

ترجمہ: "مرہ وہ ہیں جن کے عزم کی رسی کو احمق کی طاقت یا گناہ گار کا گناہ نہ کھول سکا۔"

و كعب علا عن طالب المجد كعبه فنال باعلى السعى اعلى المراتب

ترجمہ: "حضرت کعب وہ ہیں جن کی ایڑھی بھی بزرگی کی جستجو کرنے والے سے بلند ہوگئی انہوں نے جدو جہد سے اعلیٰ مراتب حاصل کر لیے۔"

والوى لوى بالعِداة فطوعت له همم الشُمِّ الانوف الاغالب

ترجمہ: "لوی نے دشمنوں کو پھیر دیا اور ان کے لیے بڑے بڑے اور غالب سرداروں کی ہمتوں کو تابع کر دیا گیا۔"

و فى غالب بأس ابى الناس دونهم يدافع عنه كل قِرن مغالب

ترجمہ: "غالب میں جنگ کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ یہ کسی اور میں اتنی شدت نہ تھی وہ اس کے ساتھ ہر اس سردار کا مقابلہ کرتے تھے جو ان پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔"

و كانت لفهر فى قريش خطابة يعوذ بها عند اشتجارِ المخاطب

ترجمہ: "فہر کو قریش میں خطابت کا ملکہ حاصل تھا۔ مخاطب سے جھگڑے کے وقت اس سے پناہ لی جاتی تھی۔"

ما زال منهم مالك خير مالك و اكرم مصحوب و انجد صاحب

ترجمہ: "مالک ان میں سے بہترین مالک رہے۔ وہ معزز ساتھی اور عمدہ صاحب تھے۔"

والنضر طول يقصر الطرف دونه بحيث التقى ضوء النجوم الثواقب

ترجمہ: "نضر کے پاس اتنی طاقت تھی کہ نگاہ اس سے تھک جاتی تھی حتیٰ کہ تابندہ ستاروں کی روشنی مل جاتی۔"

لعمرى لقد ابدى كنانة قبله محاسن تابى ان تطوع لغالب

ترجمہ: "تمہاری زندگانی کی قسم! کنانہ نے اس سے قبل ایسے محاسن کا اظہار کیا جنہوں نے غالب اکثریت کی اطاعت سے انکار کر دیا۔"

و من قبله ابقى خزيمة حمده تليد تُراثٍ عن حميد الاقارب

ترجمہ: "اس سے پہلے خزیمہ نے اپنی تعریف باقی رکھی۔ وہ قریبی رشتہ داروں کے عمدہ خصائل کے وارث بنے۔"

و مدركه لم يدرك الناس مثله اعف و اعلى عن دنئ المكاسب

ترجمہ: "مدرکہ جیسا فرد لوگوں کو نہ مل سکا۔ وہ گھٹیا عادات سے بلند و برتر ہے۔"

الياس كان الياس منه مقارنا لا عدائه قبل اعتداد الكتائب

ترجمہ: "الیاس تو دشمن کے لیے ناامیدی تھے۔ لشکروں کے شمار کرنے سے قبل ہی دشمن ان پر فتح پانے

سے ناامید ہو جاتا تھا۔"

و فی مضر مستجمع الفخر کله　　اذا اعترکت یوما زحوف المقانب

ترجمہ: "مضر میں تو سارے فخر جمع تھے۔ جب کسی دن بے حقیقت لشکر باہم نبرد آزما ہوتے تھے۔"

و حل نزار من ریاسة اهلِهِ　　محلا تسامی عن عیون الرواقب

ترجمہ: "نزار نے اپنے اہل کی شان و شوکت کو اس جگہ اتارا جو نگرانوں کی آنکھوں سے بلند ہے۔"

و کان معد عدة لولیه　　اذا خاف من کید العدوا لمحارب

ترجمہ: "معد اپنے دوست کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جب اسے جنگ جو دشمن کی چال کا خطرہ ہوتا تھا۔"

و ما زال عدنان اذا عد فضله　　توحد فیهِ عن قریبٍ و صاحبٍ

ترجمہ: "عدنان کے فضائل جب بھی شمار کیے جاتے تو وہ ہر قریبی اور دوست سے جداگانہ نظر آتے۔"

واد تاڈّی الفضل منه لغایة　　وارث حواہ عن قدوم اشایب

ترجمہ: "اد کی وجہ سے فضل اپنی انتہاء کو پہنچا۔ وہ ایسے ترکہ کے وارث بنے جو انہیں بڑے بڑے سرداروں سے ملا تھا۔"

و فی ادد حلم تزین بالحجا　　اذا الحلم ازهاہ قطوب الحواجب

ترجمہ: "ادد میں ایسا حلم تھا جسے عقل نے مزین کیا تھا۔ حلم کو بڑے بڑے سرداروں نے پسند کیا ہے۔"

وما زال یستعلی همیسع بالعلی　　و یتبع آمالَ البعید المراقب

ترجمہ: "ھمیسع بلندیوں پر فائز رہے۔ وہ دور کے نگہبانوں کی امیدوں کی اتباع کرتے رہے۔"

و نبت نمته دوحة العز واتبنی　　معاقله و فی مسمخر الاهاضب

ترجمہ: "بنت کی پرورش عزت و کرم نے کی انہوں نے بلند و بالا پہاڑوں میں عزت کے قلعے تعمیر کیے۔"

و حیزت لقیدار سماحة خاتم　　و حکمة لقمان و همة حاجب

ترجمہ: "قیدار کے لیے خاتم کی سخاوت، لقمان کی حکمت اور حاجب کی ہمت کو جمع کر دیا گیا۔"

هم نسل اسماعیل صادق وعدہٖ　　فما بعدہ فی الفخر مسعیً لذاهب

ترجمہ: "یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں فخر میں چلنے والے کے لیے اس کے بعد کوئی رستہ نہیں ہے۔"

کان خلیل الله اکرم من عنت　　له الارض من ماش علیها وراکب

ترجمہ: "حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ان تمام سے معزز ہیں پیدل چلنے والوں اور سواروں میں سے زمین جس کے لیے جھک گئی ہے۔"

و تارح ما زالت له اريحيةٌ　　تبين منه عن حميد الغرائب

ترجمہ: ''تارح کے ایسے خصائل تھے جن سے عمدہ اوصاف عیاں ہوتے تھے۔''

و ناحور نحار العدى حفظت له　　مأثر لما يحصها عد حاسب

ترجمہ: ''ناخور دشمن کو ذبح کرنے والے ہیں، ان کے اتنے شاندار کارنامے ہیں کہ شمار کرنے والا انہیں گن نہیں سکتا۔''

وساروغ فى الهيجاء ضيغم غابة　　يقد الكماة بالمرهفات القواضب

ترجمہ: ''ساروغ جنگ میں جنگل کے شیر کی طرح ہوتے تھے، وہ تیز دھار تلواروں کی ساتھ بہادروں کو کاٹ دیتے تھے۔''

وارغو فناب فى الحروب محكم　　ظنين على نفس المشيح المغالب

ترجمہ: ''ارغو کو جنگوں میں ثالث بنایا جاتا تھا۔ روکنے والے اور غالب آنے والے نفس کو ناقابل اعتبار سمجھتے تھے۔''

وما فالغ فى فضله تلو قومه　　ولا عابر من دونهم فى المراتب

ترجمہ: ''اپنی قوم کا تابع نہ ان کے فضل کو ختم کرسکتا تھا نہ ہی کوئی اجنبی ان کے مراتب کا مقابلہ کرسکتا تھا۔''

و فالغ و ارفخشذ و سام سمت بهم　　سجايا حمتهم كلّ زار و عائب

ترجمہ: فالغ، ارفخشذ اور سام کو فضیلتوں نے رفعتوں پر فائز کر دیا تھا ہر منکر اور عیب لگانے والے سے ان کا دفاع کیا۔''

وما زال نوح عند ذى العرش فاضلا　　يعددهٗ فى المصطفين الاطايب

ترجمہ: ''حضرت نوح علیہ السلام عرش والے کے نزدیک فضیلت کے حامل رہے اس نے انہیں پاکیزہ اور چیدہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔''

ولمك ابوه فى الروع زائعا　　جريا على نفس الكمى المضارب

ترجمہ: ''ان کے والد گرامی لمک جنگ میں عمدہ ہوتے تھے۔ وہ ہر شمشیر زن اور بہادر کے ساتھ نبرد آزما ہوتے تھے۔''

و من قبل لمك لم يزل متوشلخ　　يذود العِدى بالذائدات الشوازب

ترجمہ: ''لمک سے پہلے متوشلخ تھے وہ تیز تلواروں سے دشمن کو دور ہٹاتے تھے۔''

كانت لادريس النبى منازل　　من الله لم تقرن بهمة الغاسب

ترجمہ: ''حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے رب تعالیٰ کی جناب ایسے مراتب ہے جنہیں غالب کی ہمت کے ساتھ

نہیں ملایا جا سکتا۔"

و یارد بحر عند اهل سراته ابی الخزایا مستدق المذاهب

ترجمہ: "یارد اپنے اہلِ فضل کے نزدیک سمندر تھے وہ ندامت کا انکار کر دیتے تھے وہ رستوں کو چھوٹا سمجھتے تھے۔"

و کانت لمهیاییل فیهم فضائل مهذبة من فاحشات المثالب

ترجمہ: "مہیاییل کے لیے ان میں فضائل تھے۔ وہ برے عیوب سے دور تھے۔"

و قینان من قبل اقتنی مجد قومه وفات بشاؤ الفضل و خد الرکائب

ترجمہ: "قینان نے اپنی قوم کی بزرگی کو جمع کر لیا تھا۔ وہ فضل کی رفتار سے سواروں سے آگے نکل گئے۔"

و کان انوش ناش للمجد نفسه و نزهها عن مردیات المطالب

ترجمہ: "انوش اپنے نفس کی بزرگی کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور نفس کو ہلاکت خیز آرزوؤں سے دور کر دیا۔"

وما زال شیث بالفضائل فاضلا شریفا بریا من زمیم المعایب

ترجمہ: "حضرت شیث بھی فضائل میں سب سے بڑھ گئے تھے وہ معزز تھے وہ برے عیوب سے پاک تھے۔"

و کلهم من نور آدم اقبسوا و عن عوده اجنوا ثمارا لمناقب

ترجمہ: "ان سب نے حضرت آدم علیہ السلام کے نور سے اکتساب کیا تھا۔ ان کے عود سے ہی انہوں نے مناقب کے پھول چنے تھے۔"

کان رسول الله اکرم منجب جری فی ظهور الطیبین المناجب

ترجمہ: "حضور ﷺ معزز اور برگزیدہ تھے آپ پاکیزہ اور عمدہ لوگوں کی پشتوں میں رواں رہے۔"

مقابلة آباءه وَ امهاته مبراة من فاضحات المثالب

ترجمہ: "آپ کے آباء امہات کے مقابلہ میں سربلند ہیں، وہ سب برے عیوب سے پاک ہیں۔"

علیه سلام الله فی کل شراق الاح لنا ضوئًا و فی کل غارب

ترجمہ: "آپ پر رب تعالیٰ کا سلام ہو ہر مشرق و مغرب میں آپ نے ہمارے لیے روشنی پھیلا دی۔"

چوتھا باب

آپ ﷺ کے آباء کرام کے ناموں کی شرح اور مختصر حالاتِ زندگی

عبداللہ

یہ علم اور مرکب اضافی سے منقول ہے۔ مضاف الیہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ اکثر اہلِ علم کا یہی مؤقف ہے۔ جیسا کہ علامہ بندنیجی نے کہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ”القول الجامع الوجیز الخادم للقرآن العزیز“ میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ مضاف اصل میں صفت ہے۔ عبد مملوک کو کہا جاتا ہے یہ تعبد سے مشتق ہے۔ اس کا معنی تذلل ہے۔ ابن الانباری نے کہا ہے ”عبد رب تعالیٰ کے لیے جھکنے والا ہوتا ہے۔ یہ اہلِ عرب کے قول ”طریق معبد“ سے مشتق ہے۔ جب اسے بہت سے لوگ روندھیں۔ عبودیت بندے کے عمدہ اوصاف میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب لبیب ﷺ کو اسی وصف سے یاد فرمایا تھا۔

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ کی کنیت ابوقثم ہے۔ قثم آپ ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔ یا قثم بمعنی الاعطاء یا الجمع سے ماخوذ ہے۔ جس شخص میں بہت سی بھلائیاں پائی جائیں اسے قثوم یا قثم کہا جاتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی کنیت ابواحمد یا ابومحمد تھی۔ اس کی کنیت ذبیح تھی۔ جیسے کہ ابن سعد، حاکم، ابن جریر، امام بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے چشمۂ زمزم کھودا تو ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ جس کا نام حارث تھا۔ اس پر انہوں نے اپنی کنیت رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بچے پیدا ہوئے پھر وہ جوان ہو گئے تو وہ ان میں سے کسی ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدی بن نوفل نے ان سے کہا تھا ”کیا تم ہم پر زیادتی کرتے ہو حالانکہ آپ کا کوئی بچہ نہیں ہے؟“ عبدالمطلب نے کہا تھا: ”اے ابوالقلۃ! کیا تو مجھے عار دلاتا ہے۔ بخدا! اگر رب تعالیٰ نے مجھے دس بچے دیے تو میں ان میں سے ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کروں گا۔“

جب ان کے ہاں دس بچے پیدا ہو گئے اور انہیں علم ہو گیا کہ یہ اب ان کا دفاع کر سکیں گے۔ زمزم کو کھودے ہوئے تیس سال گزر چکے تھے۔ انہوں نے انہیں جمع کیا، اپنی نذر کے بارے بتایا۔ اسے پورا کرنے کے لیے کہا۔ بیٹوں نے ان کی اطاعت کی۔ انہوں نے کہا: ”آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں۔“ انہوں نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک ایک تیر لے لے۔ اس پر اپنا نام لکھ لے۔ پھر انہیں میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ وہ

انہیں لے کر ہبل کے پاس چلے گئے۔ یہ کعبہ کے وسط میں کنویں کے پاس ایک بت تھا۔ اس کنویں میں لوگ اپنے تحائف پھینکتے تھے۔ اس کے پاس پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جن سے لوگ اپنے امور کے بارے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جناب عبدالمطلب نے قرعہ انداز سے کہا: ''میرے بچوں سے تیر لے کر ان سے قرعہ اندازی کرو۔'' انہوں نے اسے اپنی نذر کے متعلق بھی آگاہ کیا۔ ہر ہر بیٹے نے اسے وہ تیر پکڑا دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

''حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ سب سے پیارے یہی تھے۔ حضرت عبدالمطلب دیکھتے کہ جب وہ تیر اندازی میں غلطی کرتا تو نشانہ خطا جاتا تھا۔ تیر انداز نے تیر لیے تاکہ قرعہ اندازی کرے۔ حضرت عبدالمطلب رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ قرعہ انداز نے قرعہ نکالا۔ حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ چھری لی اور انہیں ذبح کرنے کے لیے اساف اور نائلہ کے پاس آگئے۔ حضرت عباس نے حضرت عبداللہ کو اپنے والد کی ٹانگوں کے نیچے سے کھینچ لیا۔ جب انہوں نے انہیں ذبح کرنے کے لیے لٹایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ کا چہرہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔ اس زخم کا نشان ان کے چہرے پر رہا، حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ قریش اپنی اپنی محافل سے اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا ''عبدالمطلب! کیا ارادہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔'' قریش: ''بخدا! تم اسے ذبح نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم اس کے متعلق معذور ہو جاؤ۔ اگر تم نے اس طرح کر دیا تو لوگ اپنے بیٹے لا کر ذبح کرتے رہیں گے۔ نسل انسانی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔'' عبداللہ بن مغیرہ نے کہا: ''بخدا! تم اسے ذبح نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم ان کے بارے معذور ہو جاؤ۔ اگر ان کا فدیہ ہمارے اموال بھی بنے۔ ہم ان کا فدیہ ادا کریں گے۔'' قریش نے کہا: ''اس طرح نہ کریں، حجاز جائیں، وہاں ایک کاہنہ ہے، جس کے تابع ایک جن ہے۔ اس سے اس کے متعلق پوچھ لو۔ پھر تمہیں اپنے اس معاملہ کے بارے اختیار ہے۔ اگر اس نے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا تو ذبح کر دینا اور اگر کسی ایسے کام کا حکم دیا جس میں آسائش ہو تو وہ کر دینا۔''

قریش عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچے انہیں پتہ چلا کہ وہ خیبر میں ہے، وہ سوار ہو کر خیبر پہنچے۔ اس کے متعلق پوچھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنی داستان سنائی۔ اپنی نذر کے بارے بتایا۔ کاہنہ نے کہا: ''تم آج چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ میرا تابع جن میرے پاس آجائے۔ میں اس سے پوچھوں گی۔'' قریش باہر نکل آئے۔ حضرت عبدالمطلب رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ پھر وقت صبح قریش دوبارہ اس کے پاس گئے۔ اس کاہنہ نے کہا: ''میرے پاس تمہارے متعلق خبر آچکی ہے۔ تم میں ایک شخص کی دیت کیا ہے؟'' قریش: ''دس اونٹ۔'' کاہنہ: ''تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ اپنے صاحب کو قریب کر لینا۔ دس اونٹ بھی قریب کر لینا۔ پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ کا اضافہ کر لینا۔ حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے تو اونٹ ذبح کر لینا۔ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے گا۔ اور تمہارے صاحب کو نجات مل جائے گی۔''

قریش عازم سفر ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے جب انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو حضرت عبدالمطلب دعا کرنے لگے۔ قریش نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کو قریب کر لیا۔ قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ انہوں نے دس اونٹوں کا اضافہ کر دیا۔ اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے۔ قرعہ نکالا گیا تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلتا رہا۔ حتیٰ کہ اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے، پھر قرعہ ڈالا تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔ قریش نے کہا: "عبدالمطلب! تمہارا رب راضی ہو گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں! بخدا! حتیٰ کہ میں تین بار قرعہ اندازی کر لوں۔" پھر دوسری اور تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے، ہر دو بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ ایک سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ کسی انسان یا درندے کو ان سے نہ روکا گیا۔

امام زہری نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے ایک سو اونٹ دیت دینے کا طریقہ رائج کیا۔ پھر قریش اور اہلِ عرب میں یہی طریقہ رائج پا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔

حاکم اور ابن جریر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کی: "اے ابن الذبیحین!" حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "دو ذبیح کون ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ۔" ابن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی اور بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔ نہ ہی مذکر نہ ہی مونث پیدا ہوا۔

ابن سعد نے لکھا "حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے علاوہ اور کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

الصلاح الصفدی نے تذکرہ میں اور ہمارے شیخ نے "المسالک" میں حضرت عبداللہ کے یہ اشعار لکھے ہیں:

لقد حکم السارون فی کل بلدۃٍ ۔۔۔ بان لنا فضلاً علی سادۃ العرب

ترجمہ: "شہروں میں چلنے والوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں سارے عرب کے سرداروں پر فضیلت حاصل ہے۔"

و انّ ابی ذوالمجد والسودد الذی ۔۔۔ یشار بہ ما بین نشز الی حفض

ترجمہ: "میرے والد گرامی وہ بزرگی اور فضیلت رکھتے ہیں کہ سارے نشیبوں و فراز میں ان کے ساتھ مشاورت کی جاتی ہے۔"

وجدی و آباء لہ اثّلوا العلی ۔۔۔ قدیما بطیب العرق والحسب المحض

ترجمہ: "میرے دادا اور آباء نے پرانے زمانہ سے ہی عمدہ نسب اور پاکیزہ حسب سے رفعت کو مضبوط کیا ہے۔"

تنبیہ

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا: "آگ میں۔" جب وہ چلنے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔"

شیخ نے "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" میں لکھا ہے "ان ابی و اباك فی النار" کے الفاظ پر راوی متفق نہیں ہیں۔ حماد بن سلمہ نے حضرت ثابت سے اسی طرح روایت کیے ہیں۔ لیکن حضرت معمر نے حضرت ثابت سے اور الفاظ سے روایت کیا ہے، انہوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا: "ان ابی و اباك فی النار" بلکہ آپ نے اسے فرمایا: "تم جب کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے عذاب کی بشارت دے دو۔" یہ الفاظ حضور ﷺ کے والد گرامی پر دلالت نہیں کر رہے۔ یہ روایت اس روایت سے بہتر ہے۔ معمر حماد سے بہتر ہیں۔ حماد کے حفظ کے بارے گفتگو کی گئی ہے۔ ان کے لیے منکر احادیث بھی روایت کی گئی ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ان کے پروردہ نے یہ احادیث ان کی کتب میں شامل کر دیں تھیں۔ حضرت حماد کو احادیث یاد نہ تھیں۔ وہ ان کتب سے روایات بیان کرتے جن سے ان کو وہم ہو گیا۔ اسی لیے امام بخاری نے ان سے ایک روایت بھی نہیں لی۔ امام مسلم نے اصول میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے وہ جو حضرت ثابت سے مروی ہے۔

اسی حاکم نے "المدخل" میں لکھا ہے کہ امام مسلم نے حماد سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ جبکہ حضرت معمر کی یادداشت کے بارے نہ تو گفتگو کی گئی ہے نہ ہی ان کی کسی روایت کو منکر کہا گیا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ زیادہ اثبت ہیں۔ پھر ہم پاتے ہیں کہ اسی طرح کی حدیث حضرت سعد بن وقاص سے بھی روایت ہے۔ البزار، الطبرانی، بیہقی نے حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: "میرا باپ کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا: "آگ میں۔" اس نے کہا: "آپ کے والد گرامی کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو اسے آگ کی بشارت دے دو۔"

یہ سند شیخین کی شرط پر ہے۔ ان الفاظ سے الفاظ کا تعین ہو گیا۔ اس کو دوسری روایت سے مقدم کرنے پر بھی اعتماد ہو گیا۔ الطبرانی اور البیہقی نے لکھا ہے کہ بعد میں اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا اس نے کہا: "حضور ﷺ نے مجھے تھکاوٹ والے کام کا مکلف بنا دیا ہے، میں جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں۔"

شیخ نے لکھا ہے "یہ زیادتی وضاحت کرتی ہے کہ وہ عام لفظ تھا جو آپ کی زبان اقدس سے نکلا تھا۔ اعرابی نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے حکم کی اتباع کی اور اس کے علاوہ اس کے لیے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اگر آپ کا جواب پہلے الفاظ کے ساتھ ہوتا تو وہاں کسی کو کسی بھی چیز کے بارے حکم نہیں ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اس میں راوی کا

تصرف ہے۔ اس نے اسے بالمعنی اپنی سمجھ کے مطابق روایت کیا ہے۔

صحیحین میں اسی طرح کی کثیر روایات ہیں۔ اس کے ایک لفظ میں راوی نے تصرف کیا ہے۔ جبکہ دوسری روایت اس سے زیادہ ثابت ہے۔ جس طرح کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو بسم اللہ پڑھنے کی نفی کے بارے ہے۔ امام شافعی نے اس کی یہی علت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ دوسری سند سے ثابت ہے کہ سماع کی نفی ہے۔ راوی نے اسے قرأت کی نفی سمجھ لیا ہے۔ اس نے جو سمجھا بالمعنی روایت کر دیا، اور غلطی کر دی۔ شیخ فرماتے ہیں:

''ہم مسلم شریف کی روایات کا وہی جواب دیتے ہیں جو امام شافعی نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی کے بارے جواب دیا ہے۔''

پھر میں نے ایک روایت دیکھی جس میں معمر کی روایت جیسے الفاظ تھے۔ اس میں زیادہ وضاحت ہے۔ کیونکہ اس نے وضاحت کر دی ہے کہ سائل نے اردہ کیا تھا کہ وہ آپ کے والد گرامی کے بارے سوال کرے۔ آپ نے ادب اور حسن انداز سے اسے جواب دیا۔

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت لقیط بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ہم میں سے جو بھی جاہلیت میں گزرا ہے، کیا ان میں سے کوئی خیر پر بھی ہے؟'' قریش کے ایک شخص نے کہا: ''تمہارا منافق باپ آگ میں ہے۔ اس نے لوگوں کے سامنے میرے باپ کے بارے جو کچھ کہا تھا اس کی وجہ سے گویا کہ میرے چہرے کی جلد اور گوشت کے مابین آگ لگ گئی۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے عرض کی: ''آپ کے والد گرامی! یارسول اللہ! جب میں نے غور و فکر کیا تو مجھے دوسرا فقرہ زیادہ عمدہ لگا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! آپ کے اہلِ خانہ کہاں ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''تم جب بھی کسی قرشی یا عامری مشرک کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے کہو ''مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمہیں وہ بشارت دیتا ہوں جو تمہیں بری لگے گی۔''

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ ساری روایات سے زیادہ واضح ہے۔ اگر پہلے الفاظ پر ہی سارے راویوں پر اتفاق کیا جائے تو وہ پہلے مسلک کے دلائل اور حدیث پاک کے معارض ہے جب دیگر ایسے دلائل اس سے تعارض آ جائیں جو اس سے راجح ہوں تو اس کے تاویل لازم ہو جاتی ہے اور ان دلائل کو اس سے مقدم کرنا لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصول میں یہ ضابطہ طے ہے۔

تتمہ

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اہل نار میں سے سب نے ہلکا عذاب جناب ابوطالب کا ہے۔ وہ آگ کی سطح پر ہیں۔ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جس سے ان کا دماغ ابل رہا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے

والدین کریمین آگ میں نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ آگ میں ہوتے تو ان کا عذاب جناب ابوطالب کے عذاب سے ہلکا ہوتا کیونکہ وہ ان سے رشتہ میں قریبی ہیں۔ وہ اس ضمن میں زیادہ معذور ہیں۔ انہوں نے بعثت کو نہ پایا تھا۔ نہ ہی ان پر اسلام پیش کیا گیا جس سے وہ رک گئے ہوں۔ لیکن جناب ابوطالب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ صادق و مصدوق نبی ﷺ نے ان کے بارے بتا دیا ہے کہ ان کا عذاب سب سے ہلکا ہے۔ لیکن آپ کے والدین اہلِ نار میں سے نہیں ہیں۔ اہلِ اصول اس امر کو دلالۃ الاشارہ کہتے ہیں۔

تنبیہ

وہ احادیث جو آپ کے والدین کریمین کے عدم نجات کے بارے ہیں۔ ان کے بارے علماء نے فرمایا ہے کہ وہ ان آیات اور احادیث سے پہلے کی ہیں جن کا تذکرہ مسلک اول میں کر دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ انہوں نے ان روایات کا جواب دیا ہے جو مشرکین کے بچوں کے بارے ہیں کہ وہ آگ میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ان احادیث کا ناسخ ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل:۱۵)

ترجمہ: ''اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔''

علماء نے حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے کئی مسلک اختیار کیے ہیں۔

پہلا مسلک

پہلا مسلک یہ ہے کہ انہیں کسی کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔ یہ امر کئی امور کا مجموعہ ہے۔ ان کا زمانہ مؤخر تھا۔ سابقہ انبیاء کرام اور ان کے مابین بہت زیادہ بعد تھا۔ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل حضرت عیسیٰ تشریف لائے تھے۔ حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ کے مابین تقریباً چھ سو سال کا عرصہ ہے یہ دونوں زمانۂ جاہلیت میں تھے۔ زمین کے مشرق و مغرب میں جاہلیت پھیلی ہوئی تھی۔ شریعت کو جاننے والے مفقود تھے۔ صحیح دعوت صرف اہلِ کتاب کے چند علماء کے پاس ہی تھی۔ جو زمین میں دور دراز پھیلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور سفر بھی نہ کر سکے۔ نہ ہی انہیں طویل زندگی نصیب ہوئی۔ آپ کے والد ماجد تقریباً اٹھارہ سال زندہ رہے۔ اور والدہ ماجدہ کا انتقال تقریباً بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس عمر میں اس زمانہ میں مقصود تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ بالخصوص آپ کی والدہ ماجدہ ایک پاکباز خاتون تھیں، باپردہ تھیں۔ گھر میں رہتی تھیں۔ مردوں میں اختلاط نہ فرماتی تھیں۔ عورتیں عموماً دین اور شریعتوں کے امور کو جانتی بھی نہیں ہیں خصوصاً زمانۂ جاہلیت میں تو مردوں کو دین کے بارے کچھ علم نہ تھا۔ عورتوں کو یہ علم کیسے ہو سکتا تھا۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث کیا تو اہلِ مکہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ (بنی اسرائیل: ۹۴)

ترجمہ: "کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر۔"

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ (المؤمنون: ۲۴)

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ (رسول بھیجنا) چاہتا تو وہ اتارتا فرشتوں کو ہم نے نہیں سنی یہ بات (جو نوح کہتا ہے) اپنے پہلے آباء و اجداد میں۔"

اگر ان کے پاس بعثت کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے کیونکہ وہ گمان کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم کو اسی دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا جس پر وہ تھے۔ انہوں نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو انہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ کرتا کیونکہ وہ مٹ چکی تھی۔ اسے ماننے والے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ حضرت خلیل اللہ اور ان کے مابین تین ہزار سال سے زائد کا عرصہ تھا۔ جسے دعوت نہ پہنچی ہو اس کے بارے یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ نجات یافتہ ہے۔ جیسے کہ آنے والی احادیث اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ اسے آزمائش سے پہلے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب ہے اس میں ہمارے آئمہ شافعیہ کا فقہ میں اور اشاعرہ کا اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس پر حضرت امام شافعی نے الام اور المختصر میں نص بیان کی ہے۔ سارے آئمہ نے اس کی پیروی کی ہے کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ انہوں نے بہت سی آیات سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً رب تعالیٰ کا یہ ارشاد:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ترجمہ: "اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔"

حضرت قتادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اس کے پاس رب تعالیٰ کی طرف سے خبر نہ پہنچ جائے۔ یا رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نہ آجائے۔"

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ (الانعام: ۱۳۱)

ترجمہ: "یہ اس لیے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا ہے بستیوں کو ظلم سے اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں۔"

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ (القصص: ۴۷)

ترجمہ: "(اور اس کی وجہ یہ ہے) کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت ان کے اعمال کے باعث جو انہوں نے کیے ہیں وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف

کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیات کی اور ہم ہو جاتے ایمان لانے والوں سے۔"

علامہ زرکشی نے ان کا تذکرہ "جمع الجمع" میں کیا ہے۔ انہوں نے اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے کہ منعم کا شکر ادا کرنا از روئے عقل واجب نہیں ہوتا بلکہ سماعت سے واجب ہوتا ہے یہ قاعدہ، قاعدہ کلامیۃ کی طرف لوٹتا ہے یہ عقلیین کی تحسین و تقبیح کا قاعدہ ہے۔ اس انکار پر اشاعرہ کے مابین اتفاق ہے جیسے کہ کلام اور اصول کی کتب میں معروف ہے۔ آئمہ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ مسئلہ کہ جسے دعوت نہ پہنچی ہو ایک دوسرے اصولی قاعدہ کی طرف لوٹتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا۔ اصول میں یہ دوسری آیت کی وجہ سے درست ہے۔ پھر آئمہ کی عبارت ان لوگوں کے بارے مختلف ہے۔ جنہیں دعوت نہ پہنچی ہو۔ عمدہ قول اس کا ہے جس نے کہا ہے کہ وہ نجات یافتہ ہے۔ امام سبکی نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ بعض آئمہ نے لکھا ہے کہ وہ فطرت پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ وہ مسلمان کے معنی میں ہے۔ بعض علماء نے حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی تھی۔ سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ امام الآبی نے شرح مسلم میں یہی لکھا ہے۔ ہمارے شیخ شرف الدین المناوی نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے وہ یہی جواب دیتے تھے جب ان کے بارے سوال کیا جاتا۔

اہلِ فترت کے بارے بہت سی روایات ہیں کہ انہیں روک دیا جائے گا۔ حتیٰ روزِ حشر انہیں آزمایا جائے گا جو اطاعت کرے گا اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جو نافرمانی کرے گا، اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ ان روایات میں سے تین کی تصحیح کی گئی ہے۔

1. اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "چار افراد روز حشر دلیل پکڑیں گے۔ (۱) ایسا بہرہ شخص جو کچھ بھی نہ سن سکتا ہو۔ (۲) احمق شخص (۳) انتہائی بوڑھا شخص (۴) وہ شخص جو فترت میں مرا کہے گا۔ "مولا! اسلام آیا۔ میں کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا۔" احمق کہے گا "اسلام آیا۔ بچے مجھے لید مارتے تھے۔" بوڑھا شخص عرض کرے گا: "مولا! اسلام آیا تو میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ فترت میں مرنے والا کہے گا: میرے پاس تیرا رسول آیا ہی نہیں۔" ان سب سے عہد لیا جائے گا کہ وہ رب تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ انہیں پیغام بھیجا جائے گا کہ وہ آگ میں داخل ہو جائیں۔ جب وہ آگ میں داخل ہو جائیں گے۔ آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی جو اس میں داخل نہیں ہو گا اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔"

2. دوسری وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت ہے۔ یہ روایت بھی حضرت اسود بن سریع سے منقول روایت کی طرح ہے اسے امام احمد، امام اسحاق، امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ان کی سندیں درست ہیں۔ عبدالرزاق نے اسے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔

◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر اہلِ جاہلیت آئیں گے وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوں گے۔ ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے،"مولا! نہ تو تو نے ہماری طرف رسول بھیجا ہے۔ نہ ہی تیرا کوئی امر ہم تک پہنچا ہے۔ اگر تو ہماری طرف رسول بھیجتا تو ہم تیرے سارے بندوں سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔" رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم میری اطاعت کرو گے؟" وہ کہیں گے:"ہاں!" وہ انہیں حکم دے گا کہ "وہ جہنم میں گر جائیں۔" وہ چلیں گے جب وہ اس کے قریب جائیں گے تو وہ اس کا شور وغل سنیں گے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے:"مولا! ہمیں اس سے نجات عطا فرما دے۔" رب تعالیٰ فرمائے گا،"کیا تم نے گمان نہیں کیا تھا کہ میں نے اگر تمہیں کسی امر کا حکم دیا تو تم اس کی اطاعت کرو گے۔" رب تعالیٰ ان سے عہد لے گا۔ پھر فرمائے گا۔"جہنم کی طرف جاؤ۔" وہ چلیں گے حتیٰ کہ وہ جب اسے دیکھیں گے تو ڈر جائیں گے، وہ واپس آ جائیں گے۔ وہ کہیں گے:"مولا! ہم اس سے ڈر گئے ہیں۔ ہم اس میں داخل ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے۔" رب تعالیٰ فرمائے گا۔"اب اس میں ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہو جاؤ۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اگر وہ پہلی بار جہنم میں داخل ہو جاتے تو آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جاتی۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:"فترت میں ہلاک ہونے والے احمق اور بچے کو لایا جائے گا۔ فترت میں مرنے والا کہے گا "مولا! میرے پاس نہ رسول آیا نہ کتاب۔" احمق عرض کرے گا:"مولا! تو نے مجھے عقل نہیں دی، جس سے میں خیر و شر کی پہچان کر سکتا۔" بچہ عرض کرے گا۔"میں عمل کی عمر کو نہ پا سکا۔" ان کے لیے آگ جلائی جائے گی۔ رب تعالیٰ انہیں فرمائے گا۔"اس میں داخل ہو جاؤ۔" وہ شخص اس میں داخل ہو جائے گا۔ جو رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ سعید ہوتا اگر وہ عمل کو پا لیتا۔ وہ شخص اس میں داخل ہونے سے رک جائے گا۔ جس کے بارے رب تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ شقی ہوتا اگر وہ عمل کو پا لیتا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔"تم نے میری نافرمانی کی ہے۔ اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوتی جب میں غیب کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجتا۔"

اس روایت کو امام البزار نے عطیہ العوفی کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں ضعف ہے۔ امام ترمذی کو اگر اپنی روایت کا شاہد مل جائے تو وہ اپنی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اس روایت کے کئی شاھد ہیں۔ حکم اس کے حسن اور ثبوت کا تقاضا کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"روزِ حشر چار افراد کو لایا جائے گا۔ (۱) بچہ (۲) احمق (۳) فترت میں مرنے والے کو (۴) بہت زیادہ بوڑھے کو۔ ہر ایک اپنی اپنی دلیل سے بات کرے گا۔ رب تعالیٰ جہنم کی وادی کو حکم دے گا کہ وہ ظاہر ہو جائے وہ انہیں کہے گا "میں لوگوں میں اپنی طرف سے رسول بھیجتا تھا۔ لیکن

میں تمہاری طرف خود ہی رسول ہوں۔"اس جہنم میں داخل ہو جاؤ۔" جس پر بدبختی غالب ہوگی وہ عرض کرے گا"مولا! کیا ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ ہم اسی سے تو ڈرا کرتے تھے۔" جس پر سعادت مندی غلبہ ہوگی۔ وہ تیزی سے اس میں چھلانگ لگا دے گا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔"تم نے میرے امر کی نافرمانی کی ہے۔ تم میرے رسُل کی تکذیب اور معصیت شدت سے کرتے۔" چھلانگ لگانے والے جنت میں اور رک جانے والے جہنم کے سپرد ہوں گے۔ (البزار، ابو یعلی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:"روزِ حشر احمق، فترت میں مرنے والے اور بچپن میں مرنے والے کو لایا جائے گا۔ احمق کہے گا"مولا! اگر تو نے مجھے عقل عطا کی ہوتی تو تو دانا اور عقلمند شخص مجھ سے سبقت نہ لے جاتا۔" فترت میں مرنے والا اور بچہ بھی اسی طرح کہے گا۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا"کیا میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں تو تم اطاعت کرو گے؟" وہ عرض کریں گے"ہاں" رب تعالیٰ فرمائے گا"جاؤ آگ میں داخل ہو جاؤ۔" اگر وہ آگ میں داخل ہو جاتے۔ آگ انہیں کچھ نہ کہتی ان کا گمان تھا کہ آگ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق کو مار ڈالتی ہے۔ وہ جلدی جلدی واپس آ جائیں گے۔ انہیں دوسری بار حکم ملے گا تو وہ اسی طرح کریں گے۔ رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ "تمہاری تخلیق سے قبل میں جانتا تھا کہ تم کیا کرو گے؟ میں نے اپنے علم کے مطابق ہی تمہیں تخلیق کیا ہے۔ میرے علم کے مطابق ہی تم نے عمل کرنا ہے۔ آگ! انہیں پکڑ لے۔" آگ انہیں پکڑ لے گی۔" (الطبرانی، ابونعیم)

حافظ نے"الاصابۃ" کی چوتھی قسم میں ابو طالب کے موضوع پر اس امتحان کی حکایت کے بعد لکھا ہے"ہمیں امید ہے کہ جناب عبد المطلب اور ان کے اہلِ خانہ برضا و رغبت اس آگ میں چھلانگ لگا دیں گے۔ اور نجات پا جائیں گے۔ سوائے جناب ابو طالب کے۔ انہوں نے بعثت کو پا لیا تھا۔ مگر وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آگ کی سطح پر ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی اس آزمائش کی حکایت حضور کے والدین اور سارے اہلِ فترت کے بارے رقم کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے"ان میں سے بعض رب تعالیٰ کی صدا پر لبیک کہیں گے اور بعض لبیک نہیں کہیں گے۔" مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ گمان یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین کریمین لبیک کہیں گے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کے بارے گمان یہ ہے کہ رب تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت کے صدقے انہیں لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ جس طرح کے تمام نے فوائد میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"میں روزِ حشر اپنے والد گرامی اور والدہ ماجدہ کی شفاعت کروں گا۔"

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ حضور ﷺ سے آپ کے والدین کریمین کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:"میں نے ان کے بارے رب تعالیٰ سے سوال نہیں کیا۔ البتہ میں روزِ حشر کو مقامِ محمود پر فائز ہوں گا۔" یہ اشارہ ہے۔ اس سے ان کے بارے خیر کی امید ہے۔ جب حضور ﷺ مقامِ محمود

پر تشریف فرما ہوں گے۔ آپ شفاعت کریں گے کہ رب تعالیٰ انہیں امتحان کے وقت اطاعت کی توفیق دے گا۔ بلاشبہ جب آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو آپ سے فرمایا جائے گا: ''آپ مانگیں۔ آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ شفاعت کریں۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

جیسے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جب آپ یہ مانگیں گے تو آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔

اس کے ساتھ وہ روایت بھی ملا لو جسے ابوسعید نیشاپوری نے ''شرف المصطفیٰ'' میں اور عمر الملا نے اپنی سیرت میں حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ میرے اہلِ بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے۔'' اس نے مجھے یہ عطا کر دیا ہے۔'' ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: ''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

حضور ﷺ کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہلِ بیت میں سے کوئی بھی آگ میں نہ جائے۔

یہ روایات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔ کیونکہ ایک ضعیف حدیث کے طرق جب زیادہ ہو جائیں تو اس سے اس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نصیب نہیں ہوگی۔ میری شفاعت تو حاء اور حکم (دو قبائل) کو بھی نصیب ہوگی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الآبی نے شرح مسلم میں ''ان ابی و اباك فی النار'' کی تشریح میں امام نووی کا قول ذکر کیا ہے کہ جو حالت کفر میں مرا وہ آگ میں جائے گا۔ اسے مقربین کی قرابت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

علامہ آلابی نے فرمایا ہے ''ذرا اس اطلاق کو دیکھو'' امام سہیلی نے لکھا ہے ''ہمیں اس طرح نہیں کہنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی وجہ سے زندوں کو تکلیف نہ دو۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: ''بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔''

شاید یہ روایت صحیح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا ہو، وہ آپ پر ایمان لے آئے ہوں۔

حضور ﷺ کی شانِ اقدس اس سے کہیں بالا ہے۔ رب تعالیٰ بھی کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔

پھر امام نووی نے لکھا ہے "جو فترت پر مرا وہ اسی دین پر تھا جس پر اہلِ عرب تھے وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ آگ میں جائے گا۔ یہ عذاب دعوت کو پہنچنے سے قبل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم وغیرہ کی دعوت انہیں پہنچی تھی۔"

انہوں نے لکھا ہے "ذرا اس منافات کو دیکھو بلاشبہ جنہیں دعوت پہنچ جاتی ہے، وہ اہلِ فترت میں سے نہیں ہوتے۔ اہلِ فترت میں وہ اقوام شامل ہوتی ہیں جو رسل عظام کے ان زمانوں میں ہوتی ہیں کہ نہ تو ان کی طرف پہلا رسول بھیجا گیا نہ ہی انہوں نے دوسرا رسول پایا۔ جیسے کہ وہ اعرابی جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ نہ ہی انہوں نے حضور ﷺ کو پایا۔ اس تفصیل کے مطابق فترت ان لوگوں کو شامل ہوگی جو دو رسولوں کے مابین ہوں گے۔ لیکن فقہاء جب فترت کے بارے گفتگو کرتے ہیں تو وہ مدت مراد لیتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین ہے۔ جب دلائل قاطع اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسا شخص عذاب میں مبتلا نہ ہوگا حتیٰ کہ حجت قائم ہو جائے گی۔ ہمیں علم ہو گیا ہے کہ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

اگر تم کہو "اہلِ فترت کے بارے صحیح احادیث ہیں کہ انہیں عذاب دیا جائے گا جیسے صاحب محجن وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے اس کے تین جوابات دیے ہیں:

1. یہ اخبار احاد ہیں جو دلیل قطعی کے مقابلہ میں نہیں آسکتیں۔
2. یہ عذاب انہی لوگوں کے ساتھ مختص ہے (جن کا تذکرہ احادیث طیبہ میں ہوا ہے) سبب رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔
3. ان احادیث میں عذاب ان لوگوں کے لیے مختص ہے جنہوں نے شرائع کو تبدیل کیا اور گمراہیاں پیدا کیں۔

اہلِ فترت کی تین اقسام ہیں:

1. جن لوگوں نے اپنی بصیرت سے توحید کو پالیا۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو کسی شریعت میں داخل نہیں ہوئے جیسے قس بن ساعدہ، زید بن عمرو وغیرہ۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو شریعت میں داخل ہو گئے تھے۔ جیسے کہ تبع اور اس کی قوم۔
2. جنہوں نے شریعت کو تبدیل کر دیا۔ شرک کیا توحید پر نہ رہے۔ اپنے آپ کے لیے ایک شریعت بنالی۔ حلال وحرام بنایا۔ اکثر لوگ اس قسم میں شامل تھے جیسا کہ عمرو بن لحی اس نے سب سے پہلے سائبہ، وصیلہ اور حامی کی ابتداء کی۔ بعض لوگوں نے اور اضافے کیے۔ انہوں نے جنات اور ملائکہ کی عبادت شروع کر دی۔ بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں۔ انہوں نے اور گھر بنا لیے ان کے لیے نگران اور پردے بنا دیے۔ ان کے لیے خانہ کعبہ کی نقلیں اتاریں۔ جیسے لات، عزیٰ اور منات۔
3. یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نہ شرک کیا، نہ توحید پر تھے۔ نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے۔ نہ ہی اپنے لیے

کوئی شریعت بنائی۔ نہ دین اختراع کیا۔ بلکہ ساری زندگی اس طرح گزاری کہ وہ ان امور سے غافل رہے جاہلیت کے دور میں بعض لوگ اس طرح بھی تھے۔

جب اہل فترت کو ان تین اقسام میں تقسیم کر دیا گیا تو جنہیں عذاب دینا صحیح روایات سے ثابت ہے وہ دوسری قسم میں شامل لوگ ہوں گے۔ وہ اپنی کفر کی وجہ سے معذور نہیں ہوں گے۔ حقیقت میں اہل فترت تیسری قسم ہی ہے۔ وہ دلائل قطعیہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو حضور ﷺ نے قس اور زید میں سے ہر ایک کے بارے فرمایا: "وہ ایک امت بن کر اٹھے گا۔" تبع وغیرہ کا حکم ان لوگوں کے حکم کی مانند ہے جو کسی دین میں داخل ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اس اسلام کو نہ پالے جو ہر دین کا ناسخ ہے۔"

دوسرا مسلک

آپ ﷺ کے والدین کریمین سے شرک ثابت نہیں۔ بلکہ وہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے جیسا کہ زید بن عمرو جیسے لوگ تھے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کا یہی قول ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "آپ کے سارے آباء توحید پر تھے۔" جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ "آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔ آپ کے آباء کافر نہ تھے۔ بہت سے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ (الشعراء: ۲۱۸)

ترجمہ: "جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور (دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا۔"

کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سارے آباء مسلمان تھے۔ اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر نہ تھے۔ آذر ان کا چچا تھا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ "تقلبك فی الساجدین" کو دیگر وجوہ پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ جب تمام کے بارے روایات وارد ہیں تو اسے تمام پر محمول کرنے میں کوئی منافات نہیں۔ جب یہ صحیح ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت پرست نہ تھے۔

جو بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہیں تھے۔ وہ آپ کا یہ فرمان ہے: "میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا۔" اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ (التوبہ: ۲۸)

ترجمہ: "مشرکین تو نرے ناپاک ہیں۔"

اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔

شیخ نے لکھا ہے "میں نے اس مؤقف کے لیے ایسے قوی دلائل پائے ہیں جو عام اور خاص کے مابین ہیں عام دو مقدموں سے مرکب ہے:

◆ ۱ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کے آباء میں سے تمام کے تمام اپنے زمانہ کے بہترین انسان تھے۔ امام بخاری کی حدیث ہے "مجھے بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث کیا گیا زمانہ قرن بہ قرن تبدیل ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے اس قرن میں مبعوث کیا گیا جس میں میں تھا۔" پہلے اس مفہوم کی بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔

◆ ۲ یہ بات بھی ثابت ہے کہ زمین سات یا اس سے زائد مسلمانوں سے خالی نہیں رہی۔ جن کے طفیل رب تعالیٰ اہلِ زمین سے مصائب دور کرتا تھا۔

عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن منذر نے تفسیر صحیح سند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "روئے زمین پر سات یا اس سے زائد مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہلِ زمین سب ہلاک ہو جاتے۔"

امام احمد نے الزہد میں اور خلال نے کرامات الاولیاء میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین سات مسلمانوں سے کبھی بھی خالی نہیں رہی جن کے طفیل رب تعالیٰ اہلِ زمین سے آفات دور کرتا تھا۔" جب ان مقدموں کو ملایا جائے تو امام رازی کا قول ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کے اجداد کرام میں ہر جد امجد اگر ان سات مسلمانوں میں سے ایک ہوں جن کا تذکرہ ہوا ہے، اگر وہ ان کے علاوہ کوئی اور ہو تو پھر دو امروں میں سے ایک امر لازم آئے گا۔

(ا) یا تو دوسرا شخص ان سے بہتر ہوگا۔ یہ قول صحیح حدیث کی مخالفت کی وجہ سے باطل ہے۔ یا وہ ان لوگوں سے بہتر ہوگا۔ حالانکہ وہ اپنے شرک پر ہوگا یا بالاجماع باطل ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرۃ:۲۲۱)

ترجمہ: "اور بے شک مومن غلام بہتر ہے آزاد مشرک سے۔"

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سارے آباء توحید پر تھے۔ تاکہ وہ ہر ہر زمانہ میں روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوں۔

خاص یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم تک سارے آباء اسلام پر تھے۔"

ابن منذر، ابن ابی حاتم، بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت

نوح علیہ السلام کے مابین دس قرن تھے۔ وہ سارے لوگ شریعت حق پر گامزن تھے۔ پھر انہوں نے اختلاف کیا تو رب تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا۔ تنزیل میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کی تفسیر میں ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا ۔ (نوح:۲۸)

ترجمہ: "میرے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور اسے بھی جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا۔"

نص قرآن اور اجماع سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سام بن نوح مومن تھے۔ بلکہ ایک اثر میں ہے کہ وہ نبی تھے۔ اسی طرح ان کے فرزند ارفخشد کے بارے روایت ہے کہ وہ اہلِ ایمان میں سے تھے۔ اس روایت کو ابن حکم نے تاریخ مصر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت نوح کو پایا۔ انہوں نے ان کے لیے دعا کی کہ رب تعالیٰ ان کی اولاد کو ملک اور نبوت عطا کرے۔ ارفخشد سے لے کر تارح تک آباء کے ایمان کی صراحت موجود ہے۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ بابل میں تھے وہ حضرت نوح کے عہد سے لے کر اسلام پر تھے۔ حتیٰ کہ نمرود ان کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کر لی۔

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام حضرت آدم سے لے کر نمرود کے زمانہ تک مومن تھے۔ نمرود کے زمانہ میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ آزر کو اگر حضرت ابراہیم کا باپ تسلیم کر لیا جائے تو وہ سلسلۃ النسب سے نکل جاتا ہے۔ اگر وہ ان کا چچا ہو تو اس کے لیے کوئی استثناء نہیں ہے۔ یہ قول یعنی آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا۔ بہت سے اسلاف سے مروی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ، ابن منذر نے مجاہد سے کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ کئی سندیں صحیح ہیں۔ ابن منذر نے ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

لغت کے اعتبار سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اب کا لفظ چچا پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہ عام استعمال ہے۔ اگرچہ مجازی طور پر ہے۔ شیخ نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن میں اسے ترک کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی صحیح احادیث اور علماء کی نصوص وضاحت کرتی ہیں کہ لوگ حضرت ابراہیم کے عہد سے دین ابراہیمی پر تھے۔ عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا۔ اس کو عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کی۔ دین ابراہیمی کو تبدیل کیا، اہلِ عرب کو بت پرستی کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ عمرو حضور کے جد امجد کنانہ کا معاصر تھا۔ اس امر کی مزید تفصیل عنقریب آئے گی۔

پھر شیخ نے وہ امور ذکر کیے ہیں جو عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، اسد، الیاس، کعب کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے "اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر کعب بن لوی تک کے ایمان کی

صراحت ہو چکی ہے صرف آزر میں اختلاف ہے۔ اگر وہ حضرت ابراہیم کا باپ ہے تو اس کے لیے مستثنیٰ ہے۔ اگر وہ آپ کا چچا ہوا تو وہ آپ کے اجداد سے نکل جائے گا۔ نسب پاک محفوظ ہوگا۔ مرہ اور حضرت عبدالمطلب تک چار اجداد ہیں جن کے بارے مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔ حضرت عبدالمطلب کا تذکرہ آرہا ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین پر رب تعالیٰ رحم کرے۔ انہوں نے کیا خوب لکھا ہے:

تنقل احمد نورا مبینا تلالا فی وجوہ الساجد دینا

ترجمہ: "احمد مجتبیٰ ﷺ نور مبین بن کر منتقل ہوئے، وہ سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں چمکے۔"

تقلب فیہم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

ترجمہ: "وہ ان میں قرن بہ قرن چلتے رہے حتیٰ کہ خیر المرسلین بن کر تشریف لائے۔"

تیسرا مسلک

تیسرا مسلک یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ بہت سے آئمہ اور حفاظ کا یہی مسلک ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو اس ضمن میں وارد ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں لکھا ہے۔ لیکن وہ موضوع نہیں ہیں۔ ابن صلاح نے علوم الحدیث میں بیان کیا ہے اور دیگر محدثین نے ان کی اتباع کی ہے کہ ابن جوزی نے موضوعات میں بہت سے تسامحات کیے ہیں ایسی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے جو موضوع نہیں ہیں بلکہ وہ ضعیف ہیں یا حسن یا صحیح ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" ہے۔ اس میں انہوں نے ان ساری احادیث کا تذکرہ کیا ہے جنہیں ابن جوزی نے موضوعات میں شامل کیا ہے۔ حالانکہ وہ مسند احمد میں ہیں۔ انہوں نے عمدہ طریقہ سے اسے رد کیا ہے۔ انہوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ ابن جوزی نے انہیں موضوع قرار دینے میں وہم سے کام لیا ہے۔ انہوں نے تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں ہیں۔ بعض حسن ہیں بعض صحیح ہیں۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو صحیح مسلم میں ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے لکھا ہے "یہ ابن جوزی کی شدید غفلت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہے۔"

ان کے شیخ حافظ زید الدین عراقی نے سب سے پہلے ابن جوزی کی گرفت کی۔ میں نے شیخ الاسلام کی کتابوں کی فہرست میں دیکھا کہ انہوں نے ابن جوزی کی گرفت پر کتاب شروع کی تھی۔ مگر میں اس کتاب سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ میں نے ان احادیث کو تلاش کر لیا جو موضوع نہ تھیں۔ ان میں سے بعض سنن ابی داؤد میں، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک میں تھیں۔ میں نے ہر ہر حدیث کا حکم بیان کیا کہ وہ ضعیف ہے یا حسن یا صحیح ہے۔ میں نے ایک تالیف لکھی جس کا نام

"النکت البدیعات علی الموضوعات" رکھا۔

جو حدیث پاک ہمارے زیر بحث ہے۔ اس میں بہت سے آئمہ اور حفاظ نے ابن جوزی کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے جس سے فضائل اور مناقب میں استدلال کرنا درست ہے۔ یہ موضوع نہیں۔ ان آئمہ میں خطیب بغدادی، حافظ ابوالقاسم، ابن عساکر، ابن شاہین، امام سہیلی، امام قرطبی، امام الطبری، علامہ ابن منیر، ابن سیدناس شامل ہیں۔ حافظ شمس الدین نے اس ضمن میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

حبا اللہ النبی مزید فضل علی فضل و کان بہ رؤفًا

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر فضل پر فضل فرمایا۔ وہ آپ کے ساتھ رؤف ہے۔"

فاحیا امہ و کذا اباہ لایمانٍ بہ فضلا لطیفا

ترجمہ: "اللہ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ یہ آپ پر فضل لطیف ہے۔"

فسلّم فالقدیم بذا قدیر و ان کان کان الحدیث بہ ضعیفا

ترجمہ: "یہ تسلیم کرلے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اس پر قادر ہے، اگرچہ اس کے بارے روایت ضعیف ہے۔"

مجھے بعض فضلاء نے بتایا ہے کہ اس نے شیخ الاسلام ابن حجر کا ایک فتویٰ بھی دیکھا ہے، جنہوں نے اس میں اس مسئلہ کا جواب دیا تھا۔ مگر میں اس سے آگاہ نہیں ہوا۔ میں صرف اس کلام سے آگاہ ہوا ہوں جو میں نے دوسرے مسلک میں لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی نے الروض الانف میں یہ روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ رب تعالیٰ سے آپ نے التجا کی کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کرے۔ اس نے آپ کے والدین کو زندہ کیا۔ وہ آپ پر ایمان لائے پھر ان کا وصال ہوگیا۔ "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔ حضور ﷺ بھی اس کے اہل ہیں جو عزت و کرامت چاہے آپ کے ساتھ مختص کر دے۔" انہوں نے اپنی کتاب میں کسی اور جگہ لکھا ہے کہ حضور کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "اگر آپ ان کے ساتھ کدی تک پہنچیں تو آپ جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ اسے آپ کے والد گرامی کا دادا دیکھ لیتا۔" اس میں آپ نے "جد ابیك" فرمایا ہے۔ "جدك" نہیں فرمایا۔ یہ امر بھی اس روایت کو تقویت دیتا ہے۔ جو ہم نے پہلے ذکر کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔

اس کے ساتھ ساتھ امام سہیلی کی اس روایت کو ابن جوزی نے موضوعات میں نہیں لکھا۔ انہوں نے اس میں ایک اور روایت کسی دوسری سند سے لکھی ہے۔ جس میں صرف آپ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس میں وہ روایت اس روایت کے علاوہ ہے جسے امام سہیلی نے ذکر کیا ہے۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ وہ مستقل ایک اور حدیث ہے۔ آئمہ نے اس روایت کو ان روایات کا ناسخ مانا ہے۔ جو اس کی مخالفت میں ہیں۔ انہوں نے نص بیان کی ہے کہ یہ

ان سے متاخر ہے اس لیے اس میں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے "حضور ﷺ کے فضائل لگا تار بڑھتے رہے۔ یہ امر بھی ان امور سے ہوگا۔ جن کے ساتھ رب تعالیٰ نے ان پر فضل کیا۔ آپ کو عزت بخشی۔ آپ کے والدین کریمین کا زندہ ہونا نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً۔ قرآن پاک میں ہے کہ بنو اسرائیل کا قتیل زندہ ہوا اس نے اپنے قاتل کے بارے بتایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی مردے زندہ کیے۔ جب یہ ثابت ہے تو پھر آپ کے والدین کریمین زندہ کرنے میں کون سی ممانعت تھی۔ تاکہ آپ کی فضیلت اور عزت زیادہ ہو جائے۔" شیخ الاسلام نے "مسالک الحنفاء" میں اور بھی گفتگو کی ہے جو آپ کی والدہ ماجدہ کے وصال کے باب میں ذکر کی جائے گی۔

خاتمہ

بعض علماء کے نزدیک یہ مسالک قوی نہیں ہیں۔ انہوں نے امام مسلم کی روایت کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے۔ نہ عدول اور نہ ہی نسخ کا قول کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے لکھا ہے "کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ اس امر کا تذکرہ کھلے عام کرتا رہے۔"

امام سہیلی نے "الروض الانف" میں امام مسلم کی حدیث لکھنے کے بعد لکھا ہے "ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ آپ کے والدین کریمین کے بارے اس طرح کی گفتگو کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دیا کرو۔" ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

"اس سے بڑھ کر اور اذیت ناک امر نہیں کہ کہا جائے کہ آپ کے والد گرامی آگ میں سے ہیں۔"

بعض علماء نے پانچواں قول بھی اختیار کیا ہے۔ وہ توقف ہے۔ شیخ تاج الدین فاکہانی نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ ہی آپ کے والدین کریمین کے حال سے آگاہ ہے۔ علامہ الباجی نے شرح الموطا میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کو کسی مباح یا غیر مباح فعل سے اذیت دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ آپ کے علاوہ دیگر انسانوں کو مباح امر سے اذیت دینا جائز ہے۔ اس سے ممانعت نہیں ہے۔ مباح کام کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی اذیت کسی دوسرے تک پہنچ جائے۔ اس لیے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے حرام نہیں کرتا جس کو رب تعالیٰ نے حلال

کیا ہے۔ لیکن بخدا! رسول کریم ﷺ کی لخت جگر اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔"
اس میں آپ نے سیدہ النساء کا حکم اپنا حکم بنا لیا وہ یہ کہ کسی مباح فعل سے بھی آپ کو اذیت دینا درست نہیں۔
ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب:۵۸)

ترجمہ: "اور جو لوگ دل دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (معیوب) کام کیا ہو تو انہوں نے اٹھا لیا (اپنے سر پر) بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ۔"

مؤمنین کی اذیت کو بغیر ما اکتسبوا کے ساتھ مشروط کیا جبکہ حضور ﷺ کو اذیت دینے کو کسی شرط کے بغیر ذکر فرمایا۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبدالمالک کی سند سے نوفل بن فرات سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک عامل تھا۔ اس کے پاس شام کا ایک شخص تھا۔ جو امین تھا اس نے اسے شام کے علاوہ میں ایسے شخص کو عامل مقرر کر دیا جس کے باپ پر تہمت تھی۔ یہ بات حضرت عمر تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے اسے فرمایا: "تو نے مسلمانوں کے علاقہ پر ایسے آدمی کو عامل کیوں مقرر کیا ہے جس کے باپ پر تہمت ہے۔ اس نے کہا: "رب تعالیٰ امیر المؤمنین کی اصلاح کرے۔ اگر اس کے باپ پر تہمت ہے تو پھر کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین بھی تو مشرک تھے (نعوذ باللہ منہ) حضرت عمر نے آہ نکالی۔ پھر خاموش رہے۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: "میں اس کی زبان کاٹ دوں؟ اس کا ہاتھ اور ٹانگ کاٹ دوں۔ اس کی گردن اڑا دوں۔" پھر فرمایا: "جب تک میں زندہ ہوں میرے ساتھ کلام نہ کرنا۔"

شیخ نے فرمایا ہے: "مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس مسئلہ پر کچھ اشعار کہوں جن پر میں اپنی تالیف کو ختم کروں میں نے یہ اشعار کہے ہیں:

ان الذی بعث النبی محمدا   انجی به الثقلین مما یجحف

ترجمہ: "بلاشبہ وہ ذات جس نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ سے ثقلین کو اس چیز سے نجات دی جو انہیں ہلاک کر سکتی تھی۔"

ولامه و ابیه حکم شائع   ابداه اهل علم فیما صنفوا

ترجمہ: "آپ کے والدین کے لیے ایک حکم معروف ہے۔ اہلِ علم نے اپنی کتب میں اسی کا اظہار کیا ہے۔"

فجماعة اجروهما مجری الذی   لم یاتِهٖ خبر الدعاة المسعف

ترجمہ: "ایک جماعت نے انہیں اس گروہ میں شمار کیا ہے جنہیں قریبی دعوت دینے والوں کی خبر نہیں پہنچی۔"

والحکم فیمن لم تجئه دعوة   ان لا عذاب علیه حکم یولف

ترجمہ: "ایسے لوگوں کے بارے رب تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے جنہیں دعوت نہ پہنچی ہو کہ ان پر کوئی عذاب نہیں۔"

فبذاك قال الشافعية كلهم   والاشعرية ما بهم متوقف

ترجمہ: "یہ نظریہ سارے شوافع اور اشعریہ کا ہے۔ ان میں سے کسی کا کوئی توقف نہیں ہے۔"

و بسورة الاسراء فيه حجة   و بنحوذا في الذكر آی تعرف

ترجمہ: "سورۃ الاسراء میں اس کی ایک دلیل موجود ہے جو ذکر کے ذال کی طرح مشہور ہے۔"

و لبعض اهل الفقه في تعليله   معنى ادق من النسيم والطف

ترجمہ: "بعض اہلِ فقہ نے اس کی تعلیل میں لکھا ہے کہ بادِ نسیم سے زیادہ نرم اور لطیف معنی ہے۔"

و نحا الامام الفخر رازی الورٰی   منحیً به للسامعين تشنف

ترجمہ: "اس مسئلہ میں امام رازی کا مؤقف وہ ہے جس میں سامعین کے لیے اعتراض کی گنجائش ہے۔"

اذهمْ علی الفطر الذی ولدوا ولم   يظهر عناد منهم و تخلف

ترجمہ: "وہ اس فطرت پر رہے جس پر ان کی ولادت ہوئی ان سے کسی عداوت اور عناد کا اظہار نہ ہوا۔"

قال الألیٰ ولد النبی المصطفی   كل علی التوحيد اذ يتحنف

ترجمہ: "پہلے گروہ نے کہا ہے کہ جو نور مصطفی ﷺ کے امین رہے وہ سب توحید پر تھے وہ ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے تھے۔"

من آدم لابيه عبدالله ما   فيهم اخو الشرك ولا مستنكف

ترجمہ: "حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک ایک شخص بھی نہ مشرک تھا نہ ہی بندگی کو عار سمجھنے والا تھا۔"

فالمشركون كما بسورة التوبة   نجس و كلهم بطهر يوصف

ترجمہ: "سورۃ التوبہ میں ہے کہ مشرک سارے کے سارے ناپاک ہیں۔ آپ کے آباء تو پاک و صاف تھے۔"

و بسورة الشعراء فيه تقلب   فی الساجدين فكلهم متحنف

ترجمہ: "سورۃ الشعراء میں تقلبك فی الساجدين ہے۔ آپ کے سارے آباء باطل سے منہ موڑنے والے یکسو تھے۔"

هذا كلام الشيخ فخر الدين فی   اسراره هطلت عليه الذرّف

ترجمہ: "یہ امام رازی کا قول ہے جو انہوں نے 'اسرار' میں لکھا ہے۔ ان پر رب تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔"

فجزاه رب العرش خير جزائه   و حباه جنات النعيم تزحرف

ترجمہ: "رب تعالیٰ انہیں بہترین جزاء دے۔ انہیں جنات النعیم میں جگہ دے اور انہیں آراستہ کرے۔"

فلقد تدين في زمان الجاهلية فرقة دين الهدٰى و تحنفوا

ترجمہ: "زمانہ جاہلیت میں ایک گروہ نے ہدایت کا دین اختیار کیا اور یک سو ہو گئے۔"

زيد بن عمرو بن نوفل هكذا الصديق ما شرك عليه يعكف

ترجمہ: "جیسے کہ زید بن عمرو بن نوفل اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہوں نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں تھا۔"

قد فسرّ السبكى بذاك مقالةً للاشعرى وما سواه مزيف

ترجمہ: "امام سبکی نے الشعریہ کے لیے یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مؤقف درست نہیں۔"

اذ لم تزل عين الرضا منه على الصديق وهو بطول عمر احنف

ترجمہ: "حضرت صدیق اکبر پر ہر وقت رضا کی آنکھ رہی وہ ساری عمر باطل سے روگرداں رہے۔"

عادت عليه صحبة الهادي فما فى الجاهلية للضلالة يقرف

ترجمہ: "انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر رہی وہ زمانہ جاہلیت میں بھی گمراہی کے قریب نہ گئے۔"

فلامه و ابوه احرى سيما و رأت من الآيات مالا يوصف

ترجمہ: "آپ کے والدین اس امر کے زیادہ مستحق تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایسی نشانیاں دیکھیں جنہیں صحیح طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

و جماعة ذهبوا الى احيائه ابويه حتّٰى امنا لا خرفوا

ترجمہ: "ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے یہ نظریہ غلط نہیں ہے۔"

روى ابن شاهين حديثا مسندا فى ذاك لكن الحديث مضعّف

ترجمہ: "ابن شاہین نے اس کے متعلق ایک روایت بھی نقل کی ہے لیکن وہ روایت ضعیف ہے۔"

هذى سالك لوتفرد بعضها لكفى فكيف بها اذا اتتالف

ترجمہ: "یہ مسالک ہیں اگرچہ بعض بعض سے جدا ہیں۔ یہ کافی ہیں ان کی کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب یہ اکٹھے ہو جائیں گے۔"

و بحسب من لا يرتضيها صته ادبا لكن اين من هو منصف

ترجمہ: "جو اسے پسند نہیں کرتا اسے ادباً خاموش رہنا ہی بہتر ہے، لیکن وہ کہاں ہے جو منصف ہے۔"

صلى الا له على النبى محمد ماجدد الدين الحنيف محنف

ترجمہ: "رب تعالیٰ اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا رہے جب تک علماء دین حنیف کی تجدید

کرتے رہیں۔"

عبد المطلب

ان کی کنیتیں ابوالحارث اور ابوالبطحاء تھیں۔ان کا نام شیبۃ الحمد تھا۔امام سہیلی نے اسے ہی درست قرار دیا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کا نام عامر تھا۔ابوعمر نے کہا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔شیبہ نام کیوں رکھا گیا اس میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے سر پر سفید نشان تھا۔جو ان کی مینڈھوں سے ظاہر ہوتا تھا۔دوسرے قول کے مطابق کیونکہ ان کے باپ نے ان کی ماں کو یہ وصیت کی تھی۔

ان کا لقب عبدالمطلب اس لیے پڑ گیا کیونکہ ان کے والد گرامی ہاشم تاجر کی حیثیت سے مدینہ طیبہ آئے۔وہ عمرو بن زید کے ہاں ٹھہرے۔انہوں نے اس کی نورِ نظر سلمیٰ بنت عمرو کو دیکھا تو پسند آ گئی۔اس کے باپ سے رشتہ مانگا تو اس نے رشتہ دے دیا۔اس نے یہ شرط رکھی کہ وہ جو بچہ بھی جنم دے گی تو اس کے اہلِ خانہ میں ہی رہے گا۔ ہاشم چلے گئے۔ زوجہ سے حق زوجیت ادا نہ کیا۔واپس آ گئے تو اسی جگہ اپنی زوجہ سے حق زوجیت ادا کیا کچھ مدت اسی جگہ ٹھہرے۔پھر زوجہ کو مکہ مکرمہ لے آئے۔جب اسے حمل ہوا تو وہ اپنے والد کے پاس چلی گئی۔ ہاشم شام گئے تو اس جگہ وصال ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔سات یا آٹھ سال وہیں ٹھہرے رہے۔اہلِ تہامہ کا ایک شخص مدینہ طیبہ سے گزرا۔وہاں کچھ بچے تیر اندازی کر رہے تھے۔ان میں ایک بچہ تھا جس کا تیر نشانے پہ لگتا تو وہ کہتا"میں ہاشم کا فرزند ہوں۔میں سید البطحاء کا بیٹا ہوں۔"اس شخص نے پوچھا"اے بچے! تیرا تعلق کن کے ساتھ ہے؟"اس بچے نے کہا:"میں شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔"وہ شخص مکہ مکرمہ گیا مطلب بن مناف کو حطیم میں دیکھا۔اس شخص نے کہا:"ابوالحارث! اٹھو۔وہ اٹھے ان کی طرف گئے۔اس شخص نے کہا:"میں ابھی ابھی یثرب سے آیا ہوں۔میں نے وہاں تیر اندازی کرتے ہوئے بچے دیکھے۔پھر اس نے ساری داستان سنا دی۔پھر کہا:"میں نے اتنا عمدہ اور خوبصورت بچہ دیکھا ہے کہ اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔مطلب نے کہا:"میں اس سے غافل رہا۔بخدا! میں اس وقت اپنے خاندان اور مال کی طرف نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اسے لے آؤں۔حارث نے اسے اپنی اونٹنی دی۔وہ اس پر سوار ہو گیا۔

مطلب روانہ ہوئے حتیٰ کہ رات کے وقت مدینہ طیبہ پہنچے پھر بنو عدی بن نجار کے پاس پہنچے۔اس کے سامنے بچے مجلس میں تھے۔جب اس نے اپنے بھتیجے کو دیکھا تو کہا"کیا یہ ہاشم کا فرزند ہے؟"لوگوں نے بتایا"ہاں! لوگوں نے مطلب کو پہچان لیا۔انہوں نے کہا"ہاں! یہ تمہارا بھتیجا ہے۔اگر تم اسے لے جانا چاہتے ہو تو اسی وقت لے جاؤ۔اس کی ماں کو اس کے بارے علم نہیں۔اگر اسے علم ہو گیا تو ہم اس کے اور تمہارے مابین حائل ہو جائیں گے۔"اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی پھر شیبہ کو بلایا۔اسے کہا:"میرے بھتیجے! میں تمہارا چچا ہوں۔میں تمہیں اپنی قوم میں لے جانا چاہتا ہوں۔میرے ہمراہ

سوار ہو جاؤ۔ مطلب نے اسے اونٹنی پر سوار کیا اور اونٹنی اٹھائی اور چل پڑے۔ جب شیبہ کی والدہ کو علم ہوا کہ اس کا چچا اسے لے گیا۔ وہ اپنے بیٹے پر غمزدہ ہو گئی اس نے یہ اشعار پڑھے:

کنا ولاة حمه رمه   حتی اذا قام علی اتمه
انتزعواه من امه   و غلب الاخوال حق عمه

ترجمہ: "اس بچے کے قلیل اور کثیر کے مالک ہم ہی تھے۔ جب وہ پروان چڑھا تو انہوں نے اسے اس کی ماں سے چھین لیا۔ چچا کا حق ماموؤں کے حق پر غالب آ گیا۔"

دوسرے قول کے مطابق انہوں نے والدہ کی اجازت سے انہیں حاصل کیا تھا۔ جب وقت چاشت مطلب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے حضرت عبدالمطلب تھے۔ لوگ بازاروں میں اور اپنی اپنی محافل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اسے خوش آمدید کہنے کے لیے اٹھے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ تمہارے ہمراہ کون ہے؟" اس نے کہا: "یہ میرا غلام ہے جسے میں نے یثرب سے خریدا ہے۔" پھر شیبہ کو لے کر جزورہ آیا۔ ان کے لیے حلہ خریدا اور انہیں اپنی زوجہ خدیجہ بنت سعید کے پاس لے گئے۔ رات کے وقت شیبہ کو حلہ پہنایا۔ انہیں بنو عبد مناف کی محفل میں بٹھایا اور انہیں ان کی داستان سنا دی۔ شیبہ بعد میں یہی حلہ پہن کر نکلتے تھے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گھومتے تھے۔ ان کا چہرہ سارے لوگوں سے خوبصورت تھا۔ لوگ انہیں کہتے "یہ عبدالمطلب (مطلب کے غلام) ہیں۔ ان کا یہی نام معروف ہو گیا شیبہ کو چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عبدالمطلب اکثر اپنے ننھیال جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے تھے۔

بلاذری نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب قریش کے حلیم اور حکیم افراد میں سے تھے۔ حرب بن امیہ ان کا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ جسے اذینہ کہا جاتا تھا۔ وہ اپنا مال لے کر تہامہ کے بازاروں میں جاتا تھا۔ اس کے اس فعل نے حرب کی آتش غیظ کو بھڑکایا۔ حرب نے قریش کے جوانوں کو اکسایا۔ اس نے کہا یہ گدھا تمہارے پاس آیا ہے۔ یہ بغیر کسی پناہ اور سواروں کے تمہارے شہر میں پھرتا رہتا ہے۔ بخدا! اگر تم اسے قتل کر دو۔ اس کا مال لے لو تو تمہیں کسی کے تعاقب کا کوئی خوف نہیں۔ کوئی شخص تم سے اس کے خون کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ عامر بن عبد مناف اور صخر بن عمرو نے اس یہودی پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبدالمطلب کو اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا۔ وہ چھان بین کرتے رہے حتیٰ کہ انہیں علم ہو گیا۔ وہ حرب بن امیہ کے پاس گئے۔ اس کے اس کرتوت پر اس کی سرزنش کی اور اپنے پڑوسی کے خون کا مطالبہ کرتے رہے وہ اپنی گفتگو میں سختی اختیار فرماتے رہے حتیٰ کہ الملحک اور اللجاج نے انہیں فخر کرنے پر بلایا اور نجاشی کو ثالث مقرر کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے نفیل بن عبد العزیٰ کو ثالث مقرر کیا۔ اس نے حرب سے کہا: "ابو عمرو! تم اس شخص پر فخر کرتے ہو جس کی قامت تجھ سے طویل ہے۔ جو تجھ سے حسین و جمیل ہے۔ جو عزت میں تجھ سے بڑھ کر اور ملامت میں تجھ سے کم ہے۔ وہ

اولاد میں تجھ سے کثیر ہے۔ عطیات میں تجھ سے زیادہ ہے۔ مدد کے اعتبار سے تجھ سے بڑھ کر ہے۔ میں اپنا یہ قول کرتا ہوں۔ عبدالمطلب! آپ کو غصہ دیر سے آتا ہے۔ عرب میں آپ کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ آپ مستقل مزاج ہیں۔ آپ کا قبیلہ آپ سے پیار کرتا ہے۔ آپ فخر میں جیت گئے ہیں۔ یہ سن کر حرب کو غصہ آیا۔ اس نے نفیل کو گالیاں دیں۔ اس نے کہا: "جب زمانہ نے تجھے سرنگوں کر دیا تو تجھے ثالث بنا دیا گیا۔ اہل عرب فضیل کے پاس اپنے فیصلے لے کر جاتے تھے۔ اسی واقعہ کے بارے فضیل نے یہ اشعار کہے ہیں:

اولاد شیبة اهل المجد قد علمت — عليا معد اذا ما هز هز الورع

و شيخهم خير شيخ لست تبلغه — انّي و ليس به سخف ولا طمع

يا حرب ما بلغت سعاتكم هبعا — سِقى الحجيج وما ذا يبلغ الهبع

ابو كما واحد الفرع بينكما — منه الغساش و منه الناضر الينع

ترجمہ: "حضرت شیبہ کی اولاد بزرگی والی ہے معد کی رفعت جانتی ہے۔ جب تقویٰ حرکت دیتا ہے ان کا بزرگ بہترین بزرگ ہے۔ تو ان تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ان میں نہ طیرین ہے نہ لالچ ہے۔ اے حرب! تمہاری کوشش تو اونٹ تک بھی نہیں پہنچی وہ تو حاجیوں کو پلاتے ہیں اور ایک اونٹ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ تمہارا باپ تو ایک ہے لیکن تمہارے مابین فرق بہت زیادہ ہے تم میں سے ہی کوئی وہ لکڑی ہے جسے پرندے گھونسلوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور تم میں ہی خوشگوار اور تر و تازہ پھل بھی ہے۔"

حضرت عبدالمطلب نے حرب کی رفاقت چھوڑ دی اور عبداللہ بن جدعان کو دوست بنا لیا ہے۔ انہوں نے حرب کو نہ چھوڑا۔ حتیٰ کہ اس سے ایک سو اونٹ لیے اور اس یہودی کے چچازاد کو دے دیے۔ اس نے اس یہودی کا مال بھی واپس کر دیا۔ مگر تھوڑا سا مال باقی تھا جو اس سے تلف ہو گیا تھا۔ وہ اس کا بھی ضامن بنا۔ ارقم بن نضلہ بن ہاشم نے اس واقعہ کے بارے اشعار لکھے ہیں:

و قبلك ما اردٰى امية هاشم — فاورده عمرو الى شرّ موردِ

ايا حرب قد حاربته غير مقصِّرٍ — شاك الى الغايات طلّاع انجُدِ

ترجمہ: "تم سے قبل ہاشم نے امیہ کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ عمرو نے اسے برے گھاٹ پر اتار دیا۔ اے ابو حرب! تو نے جنگ کرنے میں سستی سے کام نہیں لیا لیکن وہ نشیب و فراز سے آگاہی اور تجربات میں تجھ سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔"

بلاذری نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا پانی کا چشمہ تھا جسے "الھرم" کہا جاتا تھا۔

جندب بن حارث نے بنو ثقیف کے ہمراہ اس پر غلبہ پالیا۔ حضرت عبدالمطلب نے قضاعی کاہن کے پاس ان کے ساتھ فخر میں مقابلہ کیا۔ اس کاہن کا نام سلم تھا۔ یہ شام میں رہتا تھا۔ قریش کے چند افراد کے ساتھ حضرت عبدالمطلب اس کے پاس گئے۔ جندب ثقیف کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا۔ جب وہ کاہن تک پہنچے تو انہوں نے توشہ دان کے منکا میں ٹڈی کا سر چھپا دیا۔ کاہن نے کہا: "تم نے میرے لیے وہ چیز چھپائی ہے جو اڑتی ہے تو بلند ہوتی ہے، جب ٹیڑھی ہوتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ اس کی دم بڑی تیز ہے جو آری کی طرح چلتی ہے۔ انہوں نے کہا: "ذرا تفصیل بیان کرو" اس نے کہا اگر میرے اس قول کی تفصیل ہے تو یہ ہے کہ وہ ٹڈی کا سر ہے جو توشہ دان کے منکے میں ہے جو قلادہ کی تہ میں ہے۔" انہوں نے کہا: "تو نے سچ کہا ہے" انہوں نے اپنا اپنا نسب بیان کیا۔ اس نے کہا: "میں نور اور تاریکی کی قسم اٹھاتا ہوں۔ حرم والے گھر کی قسم! ہرم مین پانی کا چشمہ ہے۔ وہ کریم قریشی کے لیے ہے۔" یہ سن کر بنو ثقیف ناراض ہو گئے۔ انہوں نے اسے کہا: "ہمارے بلند منصب اور سخاوت کی وجہ سے یہ فیصلہ ہمارے حق میں کر دے۔ کیونکہ ہم بہت زیادہ نیزہ بازی کرتے ہیں۔" حضرت عبدالمطلب نے کہا: "کاہن! تم اس کے حق میں فیصلہ کرو جو بڑی بڑی خیرات والا ہے جس کا باپ مغرکا سردار ہے۔ وہ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے جب ان کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔" اس وقت کاہن نے کہا:

امّا و رب القلص الرواسم — یحملن ازوالاً بقیّ طاسم
ان سناء المجد والمکارم — فی شیبة الحمد سلیل هاشم
ابی النبی المرتضیٰ للعالم

ترجمہ: "ان اونٹنیوں کے رب کی قسم جو چلتے وقت زمین پر نشانات ڈالتی ہیں جو طاسم قبیلہ کے بہادروں کو اٹھاتی ہیں، بزرگی اور اخلاق کی روشنی شیبۃ الحمد میں ہے جو ہاشم کے فرزند ہیں۔ وہ اس نبی مرتضیٰ ﷺ کے دادا ہیں جو ساری دنیا کے لیے تشریف لائیں گے۔"

پھر اس نے کہا:

ان بنی النضر کرام ساده — من مضر الحمراء فی قلاده
اهل السناء و ملوك قاده — مزارهم بارضهم عبادة
ان مقالی فاعلموا شهاده

ترجمہ: "بنو نضر کریم اور سردار ہیں مضر الحمراء بھی اسی نسل سے ہیں وہ نورانی چہروں والے بادشاہ اور قائد ہیں۔ ان کی زمین میں ان کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ میرا یہ قول گواہ ہے۔ خوب جان لو۔"

پھر اس نے کہا: "ثقیف بھاگا ہوا غلام تھا۔ اسے پکڑ کر آزاد کیا گیا۔ اس کا اس کریم میں کوئی حق نہیں ہے۔"

جب اس کاہن نے عبدالمطلب کے لیے ہرم کا فیصلہ کر دیا تو حضرت عبدالمطلب کے دیکھے ادھار لیے پھر اونٹ

ذبح کیا اپنے ارد گرد کے لوگوں کو کھلایا کچھ اونٹ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر بھیج دیے۔ انہیں پرندوں اور درندوں کے لیے ذبح کر دیا گیا۔ جناب ابوطالب نے کہا ہے:

و نطعم حتیٰ تاکل الطیر فضلنا　　　اذ جعلت ایدی المنیضین ترعد

ترجمہ: "ہم کھلاتے ہیں حتیٰ کہ ہمارا کھانا پرندے بھی کھاتے ہیں۔ جب معالجوں کے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔"

علامہ بلاذری نے حضرت محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ جذام کا ایک کارواں حج کے بعد عازم سفر ہوا۔ انہوں نے اپنا ایک شخص نہ پایا۔ انہوں نے اسے مکہ مکرمہ کے گھر میں تلاش کیا۔ انہیں حذافہ بن غانم ملا۔ انہوں نے اسے ہی پکڑا اور باندھ دیا اور اسے لے کر چلے۔ حضرت عبدالمطلب طائف سے واپس آرہے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کا بیٹا ابولہب تھا جو انہیں لا رہا تھا کیونکہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ جب حذافہ نے انہیں دیکھا تو باآوازِ بلند انہیں پکارا۔

حضرت عبدالمطلب نے ابولہب سے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "یہ حذافہ بن غانم ہے جسے کارواں نے باندھ رکھا ہے۔ جناب عبدالمطلب: "ان کے پاس جا اور ان سے بات کر کہ معاملہ کیا ہے؟" وہ کارواں کے پاس گیا انہیں بتایا پھر وہ واپس آیا اور حضرت عبدالمطلب کو بتایا۔ انہوں نے کہا: "کیا تیرے پاس کچھ ہے۔" ابولہب: "میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔" عبدالمطلب: "ان کے پاس جا اور انہیں کچھ دے اور اس آدمی کو چھڑا لے۔" ابولہب ان کے پاس گیا اس نے کہا: "تم میرے مال اور تجارت سے آگاہ ہو۔ میں تمہیں بیس اوقیہ سونا اور دس اونٹ اور دس گھوڑے دوں گا۔ یہ میری چادر بطور رھن رکھ لو۔" انہوں نے ابولہب کی بات مان لی۔ حذافہ کو چھوڑ دیا۔ حذافہ آیا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے ابولہب کی آواز سنی تو انہوں نے کہا: "میرے باپ کی قسم! تو نافرمان ہے واپس لوٹ جا۔" ابولہب: "حذافہ میرے ساتھ ہے۔" ابولہب نے اسے بلایا: "اے حذافہ! کیا تو میری آواز سن رہا ہے؟" حذافہ: "ہاں! میرے والدین آپ پر فدا! اے حاجیوں کو پانی پلانے والے! مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیں۔ انہوں نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ آگئے۔ حذافہ نے یہ اشعار کہے:

بنو شیبة الحمد الذی کان وجهه　　　یضیئ ظلام اللیل کالقمر البدر

ترجمہ: "حضرت عبدالمطلب کے فرزند! جن کا چہرہ تاریک رات میں ماہِ تمام کی طرح چمکتا تھا۔"

کھولھم خیر الکھول و نسلھم　　　کنسل الملوك لاقصار و خزر

ترجمہ: "ان کے بزرگ بہترین بزرگ اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل ہے۔ وہ نہ تو کوتاہ قد نہ ہی بھینگے ہیں۔"

ملوك و ابناء ملوكٍ و سادة　　　تفلق عنھم بیضة الطائر الصقر

ترجمہ: "وہ بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد ہیں۔ سردار ہیں۔ گویا کہ شاہین کا انڈا پھٹا اور وہ نکلے۔"

لساقی حجیج ثم للخبز هاشم و عبد مناف ذلك السيد الفهر

ترجمہ: "وہ حاجیوں کو پلانے والے پھر ہاشم روٹی کھلانے والے ہیں عبد مناف فہر کے سردار تھے۔"

متی تلق منهم خارجا فی شبابه تجده علی احراء والده یجری

ترجمہ: "جب تم ان میں سے کسی شخص کو ملو گے جو جوانی سے نکل رہا ہوگا۔ تم اسے پاؤ گے کہ وہ اپنے والد کے نقشِ قدم پر چل رہا ہوگا۔"

هم ملاؤا البطحاء مجدا و سؤددا وهم نكلوا عنا غواة بنی بکر

ترجمہ: "انہوں نے بطحاء کو بزرگی اور سرداری سے بھر دیا ہے انہوں نے ہی بنو بکر کے باغیوں کو ہماری طرف سے سزا دی۔"

و هم یغفرون الذنب ینقم مثله وهم ترکوا رای السفاهة والهجر

ترجمہ: "وہ ایسے گناہ معاف کر دیتے ہیں جن کا بدلہ لیا جاتا ہے انہوں نے حماقت اور یاوہ گوئی کی رائے کو ترک کر دیا ہے۔"

اخارج اما اهلكن فلا تزل بشيبة منكم شاكرا اخر الدهر

ترجمہ: "اگر میں باہر نکلتا تو میں صرف ہلاک ہو جاتا تم پر لازم ہے تم تاقیامت شیبہ کا شکریہ ادا کرو۔"

بلاذری نے حضرت محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے خضاب لگایا کیونکہ انہیں جلد بڑھاپے نے آلیا۔ وہ یمن کے ایک بادشاہ کے پاس گئے اس نے انہیں خضاب لگانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے اپنے بالوں پر مہندی لگا دی۔ پھر خضاب لگایا۔ جب واپس لوٹے تو مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر دوبارہ خضاب لگایا۔ وہ بہت زیادہ خضاب لے کر آئے تھے۔ جب وہ اپنے گھر داخل ہوئے تو ان کے بال کوے کے پروں کی طرح تھے۔ ان کی زوجہ نتیلہ نے کہا: "یہ رنگ کتنا اچھا ہے۔ کاش! آپ ہمیشہ یہی استعمال کریں۔" اس وقت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

لو دام لی هذا السواد حمدته و کان بدیلا من شباب قد انصرم

ترجمہ: "اگر یہ سیاہی ہمیشہ رہتی تو میں اس کا شکر ادا کرتا۔ یہ اس جوانی کا بدل ہے جو گزر چکا ہے۔"

تمتعت منه والحیاة قصیرة ولا بد من موت نتیله او هرم

ترجمہ: "میں نے اس سے لطف اٹھایا ہے۔ زندگی مختصر ہے۔ نتیلہ کو موت یا بڑھاپا ضرور آئے گا۔"

وما ذالذی یجدی علی المرء خصفه و نعمته یوما اذا عرشه انهدم

ترجمہ: "اس دن انسان کو اس کی خوشحالی اور نعمت کیا فائدہ دے سکتی ہے جس دن اس کا تخت الٹ جائے گا

ان کے بعد اہلِ مکہ خضاب لگانے لگے۔"

حضرت عبدالمطلب کا جسم سفید تھا۔ وہ خوبصورت، طویل اور فصیح تھے۔ جو بھی انہیں دیکھتا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا انہیں سقایہ اور رفادہ کا منصب ملا۔ انہیں اپنی قوم میں شرف اور قدر نصیب ہوا۔ ان میں نورِ نبوت اور سلطنت کی ہیبت دیکھی جا سکتی تھی۔ ان کے اخلاق حد و شمار سے ماوراء ہیں۔ وہ قریش کے سردار تھے۔ نفس، والد، گھر، حسن و جمال، رونق اور جملہ افضال میں ان کا ثانی نہ تھا۔

علامہ رشاطی نے لکھا ہے زمانہ جاہلیت میں انہوں نے خود پر شراب حرام کر رکھی تھی۔ ان کے کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ انہوں نے ۱۲۰ سال یا ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: "لا الہ الا اللہ کہہ دیں۔ میں اس کلمہ کے ساتھ آپ کی گواہی دوں گا۔" ابوطالب نے کہا تھا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہیں۔" اس کا ظاہر اس بات پر تقاضا کرتا ہے کہ ان کی وفات شرک پر ہوئی۔ میں نے بعض کتب میں حضرت عبدالمطلب کے بارے اختلاف پڑھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حالتِ اسلام میں وصال کر گئے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ لیے تھے۔ انہیں علم ہو گیا کہ آپ توحید کے ساتھ ہی مبعوث ہوں گے۔

مسند دارمی اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "شاید آپ ان کے ساتھ کدیٰ یا کرای (قبور) تک پہنچی تھیں۔" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر آپ ان کے ساتھ اس جگہ تک پہنچتیں تو جنت کو نہ دیکھتیں حتیٰ کہ اسے آپ کے والد گرامی کے دادا جان دیکھ لیتے۔" یہ ان کے عدم اسلام پر دلالت کرتی ہے۔

لیکن ابن سکن نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے کیونکہ انہوں نے ذکر کیا تھا کہ آپ عنقریب مبعوث ہوں گے۔ جس طرح کہ بحیریٰ راہب، سیف بن ذی یزن، قس بن ساعدہ وغیرھم نے کہا تھا۔ پہلی وہ روایت گزر چکی ہے جسے حضرت ابن عباس نے ان سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے اصابۃ میں ابن سکن کی گرفت نہیں کی۔ مگر انہوں نے حضرت عبدالمطلب کا تذکرہ چوتھی قسم میں کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھا ہے "چوتھی قسم میں ان افراد کا تذکرہ کروں گا جنہیں غلطی یا وہم کی بنا پر صحابہ کرام میں شمار کیا جاتا ہے۔" ظاہر ہے کہ انہوں نے ان کا تذکرہ چوتھی قسم میں اس لیے کیا ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کو نہیں پایا تھا۔ انہیں صحابہ میں کیسے شمار کیا جا سکتا تھا جیسے کہ سیف ذی یزن۔ وہ حضور پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کے تین سال بعد مرا تھا۔ اگر وہ حضور ﷺ کی بعثت کا اقرار کر لیتا۔ اسے صحابہ میں شمار نہیں کیا

جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس نے آپ کو بعثت کے بعد نہیں دیکھا تھا بلکہ دیکھا ہی نہیں تھا۔" ابو طالب نے "الکنی" میں روزِ حشر آزمائش کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے "ہمیں امید ہے کہ جناب عبد المطلب اور ان کا خاندان اطاعت کریں گے اور رب تعالیٰ انہیں جنت عطا کر دے گا۔"

ہاشم

یہ "ہشم" سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنیٰ توڑنا ہے۔ ان کا نام عمرو العلاء تھا۔ یہ تو عَمر سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ بقاء ہے۔ اس معنیٰ کو ابوالفتح نے المبہج میں ذکر کیا ہے بطور دلیل ابی القماقم کا یہ شعر پڑھا ہے:

یا رب زد من عمرہ فی عمری　　　　واستوفِ منی یا الھی نذری

ترجمہ: "اے میرے مولا! میری عمر میں سے اس کی عمر میں اضافہ فرما دے۔ مولا! میری نذر کو پورا فرما۔"

روایت ہے کہ عیسیٰ بن عمر نے عمرو بن عبید سے پوچھا "تمہارا نام عمر کیوں رکھا گیا ہے؟" انہوں نے کہا: عمر کا معنی بقاء ہے۔ رب تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔" ابن دحیۃ نے کہا ہے کہ قسم اٹھانے کے لیے صرف عَمر استعمال ہوتا ہے۔" ارشادِ ربانی ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: "(اے محبوب) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔"

ان کا لقب ہاشم تھا۔ کیونکہ انہوں نے اہلِ مکہ کو ثرید کھلائی تھی۔ اہلِ مکہ کو سخت قحط سالی نے آلیا۔ یہ فلسطین گئے وہاں سے بہت سا آٹا خریدا۔ کیک خریدے۔ انہیں لے کر مکہ معظمہ آئے۔ اس کے بارے حکم دیا اس کی روٹیاں پکائی گئیں۔ پھر اس نے اونٹ ذبح کیے۔ ثرید بنائی اہلِ مکہ کو کھلائی۔ حتیٰ کہ وہ مستغنی ہو گئے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے دو سفر شروع کیے تھے۔ ایک سفر حبشہ کی طرف، دوسرا سفر شام کی طرف۔

رشاطی نے لکھا ہے "قریش کی تجارت مکہ مکرمہ سے آگے نہ تھی۔ عجمی لوگ ساز و سامان میں ان سے بڑھ کر تھے۔ یہ عجمیوں سے سامان خریدتے تھے۔ ہاشم سوار ہو کر شام گئے۔ قیصر کے ہاں ٹھہرے، وہ ہر روز ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ اسے ایک پیالے میں ڈالتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو بلاتے تھے سارے مل کر کھاتے تھے۔ اس بات کا تذکرہ قیصر سے کیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اس جگہ قریش کا ایک شخص ہے جو روٹی کی ثرید بناتا ہے۔ پھر اس پر شوربا انڈیلتا ہے۔ اس پر گوشت رکھتا ہے۔ اہلِ عجم شوربا پیالوں میں رکھتے تھے۔ پھر روٹی سے اسے کھاتے تھے۔ قیصر نے انہیں بلایا۔ قیصر نے ان سے گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کو عجیب سمجھا۔ وہ انہیں پیغام بھیجتا رہا اور ان سے ملاقات کرتا رہا۔ جب انہوں نے بادشاہ کے

دربار میں اپنا مقام دیکھا تو کہا: "میری قوم عرب کے تاجر ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے ایک خط لکھ دو جو انہیں امن دے اور ان کی تجارت امن کے ساتھ ہو۔ وہ تمہارے پاس حجاز کے چمڑے اور کپڑے لے کر آئیں گے۔ ان کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ انہیں تمہارے ہاں فروخت کریں۔ وہ تمہارے لیے سستے ہوں گے۔" بادشاہ نے انہیں امان نامہ لکھ دیا۔ ہاشم نے وہ خط لیا۔ شام کے راستے میں جب بھی وہ کسی قبیلہ کے پاس سے گزرتے۔ وہ ان کے سرداروں سے معاہدہ کرتے وہ انہیں کہتے کہ وہ اہلِ عرب کو اپنے ہاں راستہ میں اور اپنی زمین پر پناہ دیں۔ یہ رستہ کی امان تھی۔ ہاشم ایسے معاہدے کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ آئے۔ اہلِ مکہ کو وہ امان نامہ دیا۔ وہ بڑا بابرکت تھا پھر وہ بڑے کارواں کے ساتھ تجارت کے لیے نکلے۔ ہاشم بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ ان معاہدوں کو پورا کر رہے تھے جو ان کے اور اہلِ عرب کے مابین تھے۔ حتیٰ کہ وہ شام پہنچ گئے۔ اسی سفر میں وہ غزہ میں وصال کر گئے اسی وجہ سے انہیں ہاشم کہا جاتا تھا۔ یہ مشہور وجہ تسمیہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے انہیں عرب میں ہاشم کہا جاتا ہو۔ اسی طرح قیصر کے پاس بھی انہیں ہاشم کہا جانے لگا۔

ان کا بھائی عبد شمس نجاشی کے پاس گیا۔ اس سے معاہدے کیے۔ نوفل کسریٰ کے پاس گیا۔ اس سے معاہدے کیے۔ مطلب حمیر یمن گیا اور ان سے معاہدے کیے۔ ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل کو مجیزون کہا جاتا تھا۔ یہ سارے سردار بنے۔ ان کے بارے عبداللہ بن زبیری یا ان کے باپ نے کہا ہے:

یا ایھا الرجل المحوّل رحله	ھلا نزلت بآل عبد مناف
الآخذون العھد من آفاقھا	الراحلون لرحلۃ الایلاف
والرائشون و لیس یوجد رائش	والقائلون ھلم للاضیاف
والخالطون غنیھم بفقیرھم	حتیٰ یکون فقیرھم کالکافی
عمرو العلاھشم الثرید لقومہٖ	سفر الشتاء و رحلۃ الایلاف

ترجمہ: "اے وہ شخص جس نے اپنا کجاوہ الٹا کیا ہوا ہے۔ کیا تو آلِ عبد مناف کے ہاں نہیں اترا۔ جنہوں نے آفاق میں اپنے معاہدے کیے تھے۔ اور وہ اپنے عہد و پیمان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ وہ اس وقت کھلاتے تھے جب کوئی کھلانے والا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مہمان سے فرماتے تھے "ادھر آؤ" عمرو العلا نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنائی۔ وہ موسم سرما اور موسمِ گرما کا سفر کرتے تھے۔"

زبیر بن بکار نے "الموفقیات" میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش احتفاد کیا کرتے تھے۔ احتفاد یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کے اموال ضائع ہو جاتے وہ بلند زمین کی طرف نکل جاتے۔ وہاں خیمے لگا لیتے۔ وہ ان میں چلے جاتے وہ اس سے خوف سے مر جاتے کہ ان کی مفلسی کا کسی کو علم نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہاشم جوان ہو گئے۔ اپنی قوم میں معزز ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اے قوم! عزت کثیر تعداد میں ہے۔ اب تم سارے عرب سے زیادہ

مالدار ہو گئے ہو۔تعداد میں زیادہ ہو۔اس احتفاد کے بارے میری ایک رائے ہے۔" قریش:" آپ کی رائے درست ہوگی۔ہمیں حکم دیں ہم سرتسلیم خم کریں گے۔" انہوں نے کہا:" میری رائے ہے کہ اپنے غریبوں کو امیروں کے ساتھ ملا دو۔ایک غنی کے ساتھ غریب کو ملایا جائے۔وہ موسم گرما اور موسم سرما کے سفروں میں اس کی مدد کرے گرما کا سفر شام کی طرف اور سرما کا سفر یمن کی طرف ہوتا تھا۔غنی کے پاس جو زائد مال ہوگا غریب اور اس کے اہلِ خانہ اس کے سایہ میں زندگی گزاریں گے۔اس طرح یہ احتفاد ختم ہو جائے گا لوگوں میں باہم الفت پیدا ہوگی۔"

بلاذری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:" بخدا! قریش جانتے ہیں کہ جس ذات نے سب سے زیادہ معاہدے کیے تھے۔اور کارواں کی اجازت حاصل کی تھی۔وہ ہاشم تھے۔بخدا! قریش نے سفر کے لیے رسی نہ لی حضر کے لیے اونٹ نہ بٹھایا مگر ہاشم کی وجہ سے۔"

ہاشم ایک مالدار شخص تھے۔جب ذوالحجہ کا پہلا دن آتا وہ خانہ کعبہ کے ساتھ کمر لگاتے۔وہ خطبہ دیتے ہوئے کہتے:" اے گروہ قریش! تم نسب کے اعتبار سے سارے عرب کے سردار ہو۔تم رشتہ داری میں عرب کے سب سے زیادہ قریبی ہو۔تم بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔اس نے تمہیں اپنے مقدس گھر کا نگران بنایا ہے ساری اولاد اسماعیل کو چھوڑ کر تمہیں اس کا پڑوس عطا فرمایا ہے۔اس نے تمہاری اس سے بہترین حفاظت کی ہے جس طرح ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہے۔تم اس کے مہمانوں کی تعظیم کرو۔وہ دور دراز سے تمہارے پاس اس طرح آتے ہیں کہ ان کے سر گرد آلود ہوتے ہیں۔وہ سارے شہروں سے دبلی پتلی اونٹنیوں پر آتے ہیں۔وہ تھک جاتے ہیں۔ان کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ان میں جوئیں پڑی ہوئی ہیں۔انہیں اپنے پاس ٹھہراؤ۔اور ان کی مدد کرو۔اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا جو یہ سب کچھ برداشت کر سکتا تو میں کافی ہو جاتا۔میں اپنے مال میں سے حلال اور پاکیزہ مال نکالنے لگا ہوں جس سے نہ قطع رحمی کی گئی ہے جسے نہ ظلم کرتے ہوئے چھینا گیا ہے نہ اس میں حرام کا عمل دخل ہے جو اس طرح کرنا چاہے وہ ضرور کرے۔میں تمہیں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں ہر شخص بیت اللہ کے مہمانوں کے لیے ایسا مال نکالے جسے ظلم کرتے ہوئے چھینا نہ گیا ہو۔جس میں نہ قطع رحمی کی گئی ہو۔نہ ہی غصب کیا گیا ہو۔" سارے بنو کعب اس میں کوشش کرتے پھر اپنے اموال میں سے نکالتے۔ہر گھر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتا کہ اہلِ ثروت ایک سو ہرقلیہ بھیجا کرتے تھے۔وہ سامان ہاشم کے پاس لے کر آتے وہ یہ سارا سامان دارالندوہ میں رکھ دیتے تھے۔

حضرت ہاشم ہر سال بہت سا مال نکالتے تھے۔وہ چشمۂ زمزم کے پاس چمڑے کے حوض بنانے کا حکم دیتے تھے۔یہ زمزم کی کھدائی سے پہلے کی بات ہے۔پھر ان میں مکہ مکرمہ کے کنوؤں کا پانی ملایا جاتا تھا۔وہ حاجیوں کو پلایا جاتا تھا۔وہ حاجیوں کو ترویہ سے قبل مکہ میں پھر منیٰ میں پھر عرفات میں کھلاتے تھے۔وہ ان کے لیے روٹی اور گوشت کی روٹی اور گھی کی، روٹی اور کھجور کی ثرید بناتے تھے۔ان کو پانی پلاتے تھے پھر لوگ اپنے شہروں میں چلے جاتے۔ہاشم سارے

لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور باجمال تھے۔ اہلِ عرب انہیں قدح النضار اور بدر کہتے تھے۔

ابوسعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ ان کے چہرے پر نورِ نبوت دیکھا جا سکتا تھا۔ انہیں جو بھی دیکھتا تھا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ قیصر نے ان کی طرف پیغام بھیجا تاکہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دے۔ کیونکہ اس نے انجیل میں ان کے اوصاف پڑھے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

ہاشم کی اولاد میں نضلہ، عبدالمطلب، اسد، ابوصیفی، شفاء، خلدہ، رقیہ اور جیبیہ شامل ہیں۔

ان کے بھائی مطلب، عبدشمس، تماضر، قلابہ، نوفل، ابوعمرو عبید اور امیمہ ان کے بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاشم اور عبدشمس جڑواں تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے پیدا ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق پہلے ہاشم پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کی انگلی دوسرے کے جسم سے ملی ہوئی تھی۔ جب اسے جدا کیا گیا تو خون نکلا تو یہ کہا گیا: "عنقریب ان کے مابین خونریزی ہوگی۔" ہاشم اپنے والد عبدمناف کے بعد سقایۃ اور رفادہ کے نگران بنے۔ امیہ بن عبدشمس نے ان سے حسد کیا۔

بلاذری نے ہشام بن محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ امیہ بن عبدمناف مالدار تھا۔ اس نے اس طرح بننے کی کوشش کی جس طرح ہاشم تھے۔ تاکہ وہ بھی قریش کو کھلائے مگر وہ عاجز آ گیا۔ مگر قریش نے اس پر کوتاہی کا عیب لگایا۔ وہ ناراض ہو گیا۔ اس نے ہاشم کے ساتھ فخر میں اس شرط پر مقابلہ کیا کہ ہرنے والا پچاس اونٹنیاں دے گا۔ جنہیں مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جائے گا اور دس سال جلاوطن رہے گا۔ خزاعی کاہن ان کا ثالث تھا۔ یہ کاہن عسفان میں رہتا تھا۔ کاہن نے کہا: "مجھے چمکنے والے ستارے، تاباں چاند، برستے بادل، فضا میں منڈلاتے ہوئے پرندے کی قسم! نشیب و فراز کی قسم! ہاشم امیہ سے کارناموں میں سبقت لے گئے ہیں۔ وہ اول و آخر ہیں۔" ہاشم نے وہ اونٹ لیے انہیں ذبح کیا اور ان کا گوشت اہلِ مکہ کو کھلایا۔ امیہ شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں دس سال ٹھہرا رہا۔ یہ پہلی عداوت تھی جو بنو ہاشم اور امیہ میں رونما ہوئی تھی۔ ہاشم نے بیس سال کی عمر میں یا پچیس سال کی عمر میں غزہ میں وصال کیا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ درست مؤقف یہی ہے۔ بنو عبدمناف میں پہلے انہی کا وصال ہوا۔ پھر عبدشمس نے مکہ میں وصال کیا نوفل نے عراق کے رستہ میں وفات پائی، سلمان کے مقام پر مطلب نے یمن کے رستہ میں بردمان میں وفات پائی۔

عبد مناف

امام سہیلی نے لکھا ہے: "یہ اناف ینیف سے معفل کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی ہے بلند ہونا۔" مفضل کہتے ہیں کہ الانافۃ الاشراف اور الزیادہ کو کہتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام عبدمناف پڑ گیا۔ اس کا نام مغیرہ تھا۔ یاء مبالغہ کے لیے

ہے۔یعنی وہ دشمنوں پر غیرت کھاتے تھے۔ یا یہ "اغار الحبل" سے مشتق ہے۔" یہ بھی ممکن ہے کہ الھاء تانیث کی ہو۔ یہ مؤنث کے وصف سے منقول ہو۔ان کی کنیت ابوشمس تھی۔ والدہ کا نام حبی تھا۔ان کے حسن و جمال کی وجہ سے انہیں قمر البطحاء کہا جاتا تھا۔

ان کو عبدمناف اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی ماں حبی بنت ملیل نے انہیں مناۃ کی خدمت کے لیے مختص کیا تھا۔مناۃ ایک بہت بڑا بت تھا۔ان کا نام عبدمناۃ پڑ گیا۔ پھر قصی نے دیکھا تو انہیں عبدمناۃ بن کنانہ کے ساتھ موافقت نظر آئی تو انہوں نے اسے عبدمناف کر دیا۔ یہ اپنے والد کی زندگی میں ہی سردار بن گئے۔ یہ قریش میں صاحب اطاعت تھے۔شاعر نے ان کے بارے کہا ہے:

كانت قريش بيضة فتفلّقت ۔۔۔ فالمح خالصه لعبد مناف

ترجمہ: "قریش ایک انڈے کی مانند تھے جب اسے توڑا گیا تو اس کا مغز اور جوہر عبدمناف تھے۔"

بلاذری نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لونڈی دیکھی وہ شعر پڑھ رہی تھی:

كانت قريش بيضةً فتفلّقت ۔۔۔ المح خالصه لعبد الدار

حضور ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا یہ شعر اس طرح ہے؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔ عبدالدار کی جگہ عبدمناف ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسی طرح ہے۔"

قصی

یہ قصا یقصو سے مشتق ہے۔ان کا نام زید تھا۔امام سہیلی کے نزدیک یہ قَصی کی تصغیر ہے۔امام رشاطی نے لکھا ہے۔ ان کو قصی اس لیے کہتے تھے کیونکہ ان کے والد کلاب بن مرہ نے فاطمہ بنت سعد بن سیل سے نکاح کر لیا۔اسی سعد کے بارے شاعر کہتا ہے:

ما ارى فى الناس طرا رجلا ۔۔۔ حضر الباس كسعد بن سيل
فارس اضبط فيه عسرةً ۔۔۔ اذا وافق القرن نزل
و تراه يطرد الخيل كما ۔۔۔ يطرد الحر القطامي الحجل

ترجمہ: "میں نے سارے لوگوں میں جو جنگ میں شریک تھے ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا تھا، جو سعد بن سیل کی طرح کا تھا۔وہ ایسا شہ سوار تھا جو تنگی پر قابو پالیتا تھا۔جب وہ ہم پلہ بہادر سے ملتا تھا نیچے اتر آتا تھا۔تم اسے دیکھتے کہ وہ گھڑسواروں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح مقامی شاہین چکور کو دور کرتا ہے۔"

اس سعد نے سب سے پہلے تلواروں کو سونے اور چاندی سے آراستہ کیا تھا۔ کلاب کے اس فاطمہ سے دو بچے پیدا ہوئے۔ زہرہ اور قصی۔ کلاب کی وفات کے وقت قصی چھوٹا تھا۔ فاطمہ نے ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی۔ ربیعہ اسے اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس وقت قصی چھوٹا تھا۔ فاطمہ نے ربیعہ سے رزاح کو پیدا کیا۔ یہ قصی کا والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ قصی نے ربیعہ کی آغوش میں پرورش پائی۔ اسے اسی لیے قصی کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے وطن سے دور پرورش پائی تھی۔ رشاطی کہتے ہیں "زید اور ربیعہ کی اولاد میں فساد پیدا ہو گیا۔ اسے کہا گیا: "تو اپنی قوم میں کیوں نہیں جاتا ہے۔ اجنبیت کی عار دلائی گئی۔ قصی تو ربیعہ ہی کو اپنا باپ سمجھتا تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ اسے ساری بات بتائی۔ اس نے کہا:

اے میرے لختِ جگر! تو نفس اور باپ کے اعتبار سے معزز ہے تم کلاب بن مرہ کے فرزند ہو۔ تیری قوم بیت اللہ کے پاس رہتی ہے۔" قصی نے چلے جانے پر اتفاق کر لیا۔ والدہ نے کہا: "ذرا ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ اشہر حرام آجائیں تم عرب کے حاجیوں کے ساتھ چلے جانا۔ شہر حرام آیا تو وہ قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا۔ حج کیا پھر وہیں ٹھہر گیا۔ قریش نے اس کی قدر و منزلت جان لی۔ اسے ریاست اور سرداری پر فائز کر دیا۔ قصی رائے کے اعتبار سے عمدہ، لہجہ کے اعتبار کے سچے اور سخاوت کے دھنی تھے۔ پاکیزہ دامن تھے۔ ان کو سب سے پہلا مال اس شخص کا ملا جو مکہ مکرمہ آیا وہ بہت سے چمڑے لے کر آیا۔ اس نے انہیں بیچا اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ اس کا وارث نہ تھا اس نے یہ رقم قصی کو دے دی۔ اس وقت بنوخزاعہ ابطح کے والی تھے۔ قریش گھاٹیوں، پہاڑوں اور مکہ کے اطراف میں رہتے تھے۔ قصی نے حلیل بن حبشیہ کی نورِ نظر حبی کو دعوتِ نکاح دی۔ حلیل نے ان کا نسب جان کر اپنی بیٹی کا نکاح قصی سے کر دیا۔ حلیل اس وقت کعبہ معظمہ کا نگران اور مکہ مکرمہ کے معاملات کا والی تھا۔

قصی اس کے پاس ٹھہرے رہے۔ جس سے ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ جب ان کی اولاد پھیلی۔ ان کا مال کثیر ہوا شرف بڑھا تو حلیل مر گیا۔ اس نے خانہ کعبہ کی ولایت کی وصیت اپنی بیٹی حبی کو کی۔ اس نے کہا: "میں دروازہ نہ کھول سکتی ہوں نہ ہی بند کر سکتی ہوں۔ اس نے یہ منصب ابوغبشان بن حلیل کے سپرد کر دیا۔ اس کی عقل میں خلل تھا۔ قصی نے اس سے ایک مشکیزہ شراب اور جوان اونٹ کے بدلے خانہ کعبہ کی تولیت اس سے خرید لی۔ اس سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی "سودہ میں ابوغبشان سے بھی زیادہ نقصان اٹھانے والا" جب قصی نے خانہ کعبہ کی چابی لی تو بنوخزاعہ نے اس کا انکار کر دیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ قصی اور قریش سے جنگ کریں گے اور انہیں مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد سے نکال دیں گے۔ قصی نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ سے مدد طلب کی۔

بنوصوفہ لوگوں کو عرفات سے حج کراتے تھے۔ جب وہ منیٰ سے نکلتے تھے تو لوگوں میں سے کسی کو بھی نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب تک وہ کنکریاں نہ مارتے تھے کسی کو کنکریاں مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس سال بھی بنوصوفہ نے اسی طرح کیا جس طرح وہ پہلے کرتے تھے۔ قصی قریش، کنانہ اور قضاعہ کے ہمراہ عقبہ کے پاس آئے۔ انہوں نے بنوصوفہ

سے کہا: "ہم اس منصب کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ قصی نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ بہت خونریز جنگ ہوئی۔ فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے۔ صوفہ کو شکست ہوئی۔ قصی نے ان سے یہ منصب چھین لیا۔ بنو خزیمہ اور بنو بکر قصی سے ڈرنے لگے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ قصی عنقریب انہیں بھی اسی طرح روک دے گا۔ جس طرح اس نے بنو صوفہ کو روکا ہے۔ عنقریب وہ ان کے اور مکہ مکرمہ کے معاملات کے مابین حائل ہو جائے گا۔ انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا۔ خزاعہ اور بنو بکر نکلے۔ انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کی۔ سخت قتال ہوا۔ پھر انہوں نے صلح کی طرف دعوت دی کہ وہ عرب میں کسی شخص کو ثالث بنا لیں انہوں نے یعمر بن عوف کو ثالث بنا لیا۔ یہ شداخ کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے ان کے مابین یہ فیصلہ کیا کہ قصی کعبہ معظمہ اور مکہ مکرمہ کی ولایت کا خزاعہ سے زیادہ مستحق ہے۔ جو لوگ قریش نے خزاعہ کے قتل کیے ہیں ان کا خون رائیگاں ہے۔ وہ قدموں کے نیچے ہے۔ جو خزاعہ اور بنو بکر نے قریش کے لوگوں میں سے جو قتل کیے ہیں۔ ان کی دیت ہوگی۔ انہوں نے پانچ سو بیس افراد کی دیت دی۔ تیس زخمیوں کی بھی دیت دی۔ وہ قصی اور خانہ کعبہ کے امور کے مابین سے ہٹ گئے۔ یعمر کو اسی لیے الشداخ کہا جانے لگا۔

قصی خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے امور کے والی بن گئے۔ وہ اپنی قوم کو لے کر مکہ مکرمہ آیا اور انہیں اپنے گھر میں بسا دیا۔ انہوں نے قصی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس وقت حرم کعبہ میں کوئی گھر نہ تھا۔ قریش اس میں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت وہ باہر نکل جاتے وہ اس میں کوئی جرم کرنا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ وہاں پرانا گھر نہ تھا۔ جب قصی نے قریش کو جمع کیا۔ قصی سارے عرب سے زیرک انسان تھے۔ انہوں نے قریش سے کہا: "کیا تم سارے حرم کعبہ کے اردگرد جمع نہیں ہو جاتے۔ بخدا! اہلِ عرب تمہارے ساتھ جنگ کرنا حلال نہیں سمجھتے نہ ہی تمہیں وہ مکہ مکرمہ سے نکال سکتے ہیں۔ ہمیشہ کے لیے عرب کے سردار بن جاؤ۔" قریش نے کہا: "تم ہی ہمارے سردار ہو۔ ہماری رائے تمہاری رائے کے تابع ہے۔" قصی نے قریش کو جمع کیا اور وقتِ صبح انہیں خانہ کعبہ کے اردگرد لے آیا۔ قصی ہی پہلے شخص تھے جن کو بنو کعب میں سے سب سے پہلے ملک ملا۔ ان کی قوم نے ان کی اطاعت کی۔ ان کے پاس حجابۃ، سقایۃ، افادہ، ندوہ اور لواء کا منصب تھا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے سارے منصب حاصل کر لیے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا تھا اس لیے انہیں مجمع کہتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

و ابو کم قصی کان یدعی مجمعا   بہ جمع اللہ القبائل من فھر

و انتم نو زید و زید ابو کم   بہ زیدت البطحاء فخرا علی فخر

ترجمہ: "قصی ہی تمہارے باپ تھے جنہیں مجمع کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فہر کے متفرق قبائل کو جمع کر دیا۔ تم بنو زید ہو۔ زید ہی تمہارا باپ ہے۔ بطحاء نے ان کے ذریعے فخر پر فخر حاصل کر لیا۔"

قصی نے دار الندوہ تعمیر کیا۔ الندوہ لغت میں اجتماع کو کہا جاتا ہے کیونکہ قریش مشاورت کے لیے اس حویلی میں جمع ہوتے تھے۔ قریش کی کسی عورت کا نکاح نہ کیا جاتا نہ کوئی مرد نکاح کرتا نہ ہی وہ کسی معاملہ کے بارے مشاورت

کرتے مگر یہ سارے امور دارالندوہ میں طے پاتے تھے۔ جنگ کے لیے جھنڈا بھی اسی حویلی میں باندھا جاتا تھا۔ قصی یا ان کا کوئی بیٹا یہ جھنڈا باندھتا تھا۔

ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ جب قصی مکہ مکرمہ کے معاملات کے والی تھے۔ تو انہوں نے کہا: "اے گروہ قریش! تم رب تعالیٰ اور اس کے مقدس کے پڑوسی ہو۔ اس کے اہلِ حرام ہو۔ حاجی اور بیت اللہ کی زیارت کرنے والے رب تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ مہمان کی عزت و توقیر کرنا گویا کہ رب تعالیٰ کی عزت و توقیر کرنا ہے تم عطیات دو۔ ان کے لیے کھانے اور پینے کا بندوبست کرو۔ حتیٰ کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا تو میں سارے امور خود ہی کر گزرتا۔" انہوں نے قریش پر خراج مقرر کیا اور دودھ کا انتظام کرتے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ اور عرفات میں یہ انتظامات کرتے تھے۔ پھر یہ معاملہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ اسلام کا سورج طلوع ہو گیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: "قصی لوگوں کو حوضوں سے پلاتے تھے۔ میمون اور دیگر کنوؤں کا پانی ان میں لایا جاتا تھا۔ یہ عجول کنواں کھودنے سے پہلے کی بات ہے۔"

بلاذری نے لکھا ہے کہ قریش قصی سے پہلے اس کنویں کا پانی پیتے تھے۔ جسے لوی بن غالب نے مکہ مکرمہ سے باہر کھودا تھا۔ وہ حوضوں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر پانی کے ذخیروں اور اس کنویں کا پانی استعمال کرتے تھے جسے کعب بن مرہ نے عرفہ کے پاس کھودا تھا۔ قصی نے بھی ایک کنواں کھودا جسے عجول کہا جاتا تھا، یہ پہلا کنواں تھا جسے قریش نے مکہ مکرمہ میں کھودا تھا اسی کے بارے رجاز الحاج کہتا ہے:

نروی من العجول ثم ننطلق　　　　ان قصیا قدونی و قد صدق

بالشبع للناس وریٍّ مغتبق

ترجمہ: "ہم پہلے عجول کا پانی پیتے تھے۔ پھر ہم چلے گئے۔ قصی ایک باوفا سچے انسان تھے۔ لوگ اس کنویں سے سیر ہوتے تھے اور شام کے وقت خوب سیراب ہوتے تھے۔"

ایک اور شاعر نے لکھا:

آب الحجیج طاعمین دسمًا　　　　اشبعھم زید قصی لحمًا

ولبنا محضا و خبزا ھشما

ترجمہ: "حاجی گوشت چکھتے ہوئے لوٹ آتے۔ زید قصی انہیں گوشت سے سیر کرتے۔ خالص دودھ پلاتے اور روٹی کی ثرید کھلاتے۔"

روایت ہے کہ قصی نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا تھا: "جس نے کسی کمینے کی عزت کی وہ اس کی کمینگی میں شریک ہو گیا۔ جس کسی قبیح چیز کو عمدہ سمجھا وہ بھی اس میں شریک ہو گیا۔ عزت سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی ذلت اس کی اصلاح کر

دیتی ہے۔ یہ جسم کی دوا ہے۔ جس نے اپنی قدر سے زیادہ مانگا اسے محروم کر دیا گیا۔ حاسد تیرا چھپا دشمن ہے۔

قصی نے سب سے پہلے مزدلفہ میں آگ جلائی۔ تاکہ عرفات سے نکلنے والا اسے دیکھ لے۔ انہوں نے اپنے مناصب اپنی اولاد میں تقسیم کر دیے۔ عبد مناف کو سقایہ اور ندوہ دیا۔ اس میں نبوت اور ثروت تھی۔ اس نے عبدالدار کو حجابہ اور لواء کا منصب دیا۔ عبدالعزیٰ کو رفادہ اور ضیافہ دیا۔ وہ اس کے حکم سے ہی اس میں تصرف کرتے تھے۔ قصی کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ انہیں الحجون میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد لوگ الحجون میں دفن ہونے لگے۔ ان کی قوم کے معاملات ان کی اولاد نے سنبھال لیے۔

کلاب

اس کے جمع ہونے کی دو وجوہات ہیں:

1. امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ یا تو مصدر ہے جو مکالبہ کے معنی میں ہے یا یہ کلب کی جمع ہے کیونکہ اہلِ عرب کثرت کا ارادہ کرتے تھے جس طرح وہ سباع اور انمار نام رکھ لیتے تھے۔
2. روایت ہے کہ یہ شکار کے دلدادہ تھے۔ جس کی وجہ سے کتوں سے بھی پیار کرتے تھے۔ ان کے پاس بہت سے کتے ہوتے تھے۔ جب بھی یہ اپنے کتوں کو لے کر اپنی قوم کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتے "یہ کلاب بن مرہ ہیں" ان کا یہی لقب مشہور ہو گیا۔

ابوقیش اعرابی سے کہا گیا: "تم اپنے بچوں کے برے نام کیوں رکھتے ہو۔ مثلاً کلاب، ذئب وغیرہ اور اپنے غلاموں کے اچھے نام کیوں رکھتے ہو۔ مثلاً مرزوق، رباح وغیرہ۔ انہوں نے کہا: "ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لیے اور اپنے غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے ہیں۔" یعنی ان کے بیٹے دشمن سے لڑنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کے گلوں پر تیر مارتے تھے اس لیے وہ ان کے لیے ایسے نام پسند کرتے تھے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے: "جب کسی شخص کا اپنے ہم پلہ شخص کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا تو وہ کہتا "اے کتے! اے درندے! اے چیتے! اے عقلمہ! باہر نکل۔" ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹوں سے برائی دور رکھنے کے لیے ایسے نام رکھتے تھے۔ ان کا نام حکیم یا مہذب یا عروہ تھا۔ محب بن شہاب نے کہا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔ ایک عربی کہتا ہے:

حکیم بن مرہ سادی الوریٰ ۔۔۔ یبذل النوال و کف الاذیٰ

ترجمہ: "حکیم بن مرہ دنیا کا سردار عطیات دے کر اور تکلیف دور کر کے بنا۔"

ان کی کنیت ابوزہرۃ تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے آراستہ تلواریں بیت اللہ کے لیے وقف کیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصی کے نانا سعد بن سیل نے سب سے پہلے تلواروں پر سونا اور چاندی چڑھایا۔ اس نے کلاب بن مرہ کے ہاں دو

آراستہ تلواریں بھیجیں۔ انہوں نے انہیں خانہ کعبہ کے خزانہ میں رکھ دیا۔ ان کی والدہ کا نام ہند یا نعم بنت سریر تھا۔ بلاذری نے پہلی عورت کو ان کی والدہ قرار دیا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ قصی، زھرۃ۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے اجداد میں شامل ہیں۔

حافظ نے لکھا ہے کہ اہلِ نسب کے ہاں معروف یہ ہے کہ زہرہ مرد کا نام ہے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ یہ عورت کا نام ہے۔ مگر یہ قول ھشام بن کلبی نے مردود کر دیا ہے۔ زھرہ کا نام مغیرہ تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جو کچھ ابن قتیبہ نے لکھا ہے وہ معروف نہیں ہے۔

مرۃ

اس نام کے بارے کئی اقوال منقول ہیں:

1. یہ حنظلہ اور علقمہ کے وصف (تلخی) سے منقول ہے۔ لوگ اکثر یہ نام رکھتے تھے۔ تاء تانیث کے لیے ہے۔
2. یہ آدمی کے وصف "المرارۃ" سے مشتق ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ تمیم بن مرہ اس قول کو تقویت دیتا ہے تاء مبالغہ کے لیے ہے۔
3. امام سہیلی نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ جڑی بوٹیوں کے ناموں میں سے کیونکہ ابوحنیفہ نے لکھا ہے کہ مرہ ایک سبزی ہے جسے کاٹا جاتا ہے اور سرکہ کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ ھندباء کے ساتھ اس کے پتے ملتے جلتے ہیں۔
4. یہ قوت سے ماخوذ ہے جس طرح کہ ارشادِ ربانی ہے:

ذُوْ مِرَّةٍ ط (النجم: ۶)

ترجمہ: "بڑے دانا۔"

5. یہ مرّ الشئ سے مشتق ہے۔ جب کسی چیز کی تلخی شدید ہو جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ (القمر: ۴۶)

ترجمہ: "اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔"

ان کی کنیت ابویقظہ تھی۔ ان کے تین فرزند تھے۔ کلاب، تیم، یقظہ۔ اس کے نام پر ان کی کنیت تھی۔ تیم حضرت ابوبکر صدیق اور طلحہ بن عبیداللہ کا قبیلہ تھا۔ یقظہ سے بنومخزوم تھے۔ ان کی ماں بارقہ تھی۔

کعب

یہ کس سے منقول ہے۔ اس کے بارے کئی اقوال ہیں:

- ۱ یہ مشکیزہ یا کسی برتن میں جم جانے والے مکھن کے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ یہ زجاجی اور امام سہیلی کا قول ہے۔
- ۲ یہ انسان کی ایڑھی (کعب) سے مشتق ہے۔قوم میں ان کے شرف و قدر کی وجہ سے انہیں کعب کہا جاتا تھا۔ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے زجاجی وغیرہ نے یہ قول اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اہلِ عرب کہتے تھے۔ "ثَبَتَ ثُبُوْتَ الْكَعْبِ" امام سہیلی کا دوسرا قول یہی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے داستان سے یہ استدلال کیا ہے ان کے بارے روایت ہے کہ جس روز وہ شہید ہوئے اس روز وہ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ منجنیق کا پتھر اس کے کان کے پاس سے گزرا مگر دائیں بائیں متوجہ نہ ہوئے گویا کہ وہ قائم دائم ثابت قدم تھے۔
- ۳ یہ نیزہ کی گرہ (کعب) سے مشتق ہے۔قوم میں ان کی عزت و شرف کی وجہ سے انہیں یہ نام دیا جاتا تھا۔ان کی کنیت ابو ھصیص تھی۔ان کی والدہ کا نام معاویہ بنت کعب تھا۔اہلِ عرب کے ہاں ان کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ انہوں نے ان کے وصال کے دن سے تاریخ کا اجراء کیا۔ پھر عام الفیل سے تاریخ کا اجراء کیا پھر حضرت عبدالمطلب کے وصال سے۔

امام سہیلی لکھتے ہیں۔حضرت کعب نے ہی یوم العروبہ کو لوگوں کو جمع کیا تھا۔اسلام میں اسی دن کو جمعہ المبارک کے نام سے یاد کیا گیا۔ایک قول کے مطابق انہوں نے ہی سب سے پہلے اسی دن کو جمعۃ کہا تھا۔" محب بن ہاشم نے دوسرے قول کو درست قرار دیا ہے۔ابن حزم لکھتے ہیں" یوم الجمعۃ اسلامی نام ہے یہ نام زمانہ جاہلیت میں نہیں تھا۔یہ الجمع کا واحد ہے۔اس میں لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں۔عبد بن حمید نے صحیح سند سے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" جمعۃ کے نزول سے قبل اہلِ مدینہ طیبہ جمع ہوئے۔اس وقت ابھی حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف نہیں لائے تھے۔اس لیے اسے جمعۃ کہتے ہیں۔اس کی مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔

کعب اپنی قوم کو اس روز جمع کرتے تھے۔انہیں خطبہ دیتے تھے۔حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے کہا ہے کہ وہ کہتے تھے" غور سے سنو اور یاد رکھو۔ سمجھ اور سیکھ لو۔رات پھیلنے والی ہے۔ دن روشن ہے۔ زمین بچھونا ہے آسمان عمارت ہے۔ پہاڑ کیل ہیں۔ستارے نشانیاں ہیں کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا گیا۔ ہم سے رخ موڑ لو۔اگلے پہلوں کی طرح ہیں۔مذکر مؤنث کی مانند ہے۔جوڑا اور تنہا سب بوسیدہ ہو جائیں گے۔صلہ رحمی کرو اپنے عہد پورے کیا کرو سسرال کا تحفظ کیا کرو۔اپنے اموال کو ثمر آور کیا کرو۔ یہ تمہاری مروت کا سہارا ہیں۔کیا تم سے کسی ہلاک ہونے والے کو واپس آتے دیکھا ہے۔ یا میت کو اٹھتے دیکھا ہے۔ایک گھر تمہارے سامنے ہے یقین اس کے علاوہ ہے جو تم گمان کرتے ہو۔اپنے حرم کو مزین کرو۔اس کی تعظیم بجالاؤ۔اس کو مضبوطی سے تھام لو۔اس سے ایک عظیم خبر کا اظہار ہوگا۔ایک نبی کریم ﷺ کا اس سے ظہور ہوگا۔اسی لیے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تشریف لائے ہیں۔" پھر کہتے:

نهار و ليل كل اوب بحادث — سواء علينا ليلها و نهارها

على غفله ياتي النبي محمد — يخبر اخبار صدوقا خبيرها

ترجمہ: ''شب و روز کا جدا جدا آنا ہمارے لیے برابر ہے۔ یہ شب و روز بدل بدل کر آتے ہیں۔قوم غافل ہوگی جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے۔ وہ ایسے واقعات کی خبر دیں گے جن سے آگاہ کرنے والا سچا ہوگا۔''

اگر میں اس وقت دیکھنے سننے والا ہوتا۔ ہاتھ اور پاؤں سلامت ہوتے تو میں اس وقت اونٹ کی طرح ثابت قدم اور جوان اونٹ کی طرح تیز چلتا۔'' پھر وہ یہ شعر پڑھتے:

يا ليتني شاهد فحواء دعوته — حين العشيرة تبغي الحق خذلانا

ترجمہ: ''کاش! میں اس وقت موجود ہوتا جب یہ قبیلہ حق کو ناحق جھٹلانے کے لیے کوشاں ہوگا۔''

ان کی وفات اور حضور ﷺ کی بعثت کے مابین 560 سال ہیں۔ انہوں نے ہی سب سے ''امابعد'' کہا تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔

1. مرہ
2. ھصیص۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔
3. عدی

لؤی

یہ کس سے مشتق ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

1. یہ "لأی" کی تصغیر ہے۔ پھر "اللای" میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے۔ ابن الانباری وغیرہ نے کہا ہے یہ جنگلی بیل کو "اللائی" کہا جاتا ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گائے کو "اللائی" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ایک اعرابی کو یوں کہتے ہوئے سنا: "بكم لأيك هذه" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ "اللائی" سست روی کو کہتے ہیں۔ یہ عجلت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔
2. یہ لواء الجیش سے مشتق ہے۔
3. یہ ''لوی الرمل'' سے مشتق ہے۔

ان کی کنیت ابوکعب تھی۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ کعب، عامر (یہ سہیل بن عمرو کا قبیلہ ہے) سامہ، (ان کی ماں ماویہ تھی) خزیمہ بن لوئی (عائذہ قریش کا قبیلہ تھا) سعد بن لوئی (یہ بنانہ کا قبیلہ تھا) حارث (یہ جشم کا قبیلہ تھا) جشم لوئی کا غلام تھا۔ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ پھر ان پر یہ غالب آگیا، غوف۔ اس لیے غطفان ہیں۔ اس کی ماں عاتکہ تھی۔

دوسرے قول کے مطابق سلمی بنت حارث تھی۔ لؤی ایک حکیم اور دانا شخص تھے۔ وہ بچپن سے ہی حکمت آموز

باتیں کرتے تھے۔

بلاذری نے روایت کیا ہے کہ لوی نے کہا: "کتنی نیکیاں بوسیدہ نہیں ہوتیں نہ گمنام ہوتی ہیں۔ جب چیز گمنام ہو جاتی ہے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ جسے نیکی کا والی بنایا جاتا ہے اس کی نیکی پھیل جاتی ہے۔"

غالب

یہ غَلَب سے اسم فاعل ہے۔ ان کی کنیت ابوتیم تھی۔ ان کے صرف دو بیٹے تھے۔ لوی، تیم، یہ تیم الادرم کے نام سے معروف تھے۔ کیونکہ ان کے ایک جبڑے میں نقص تھا۔ قریش میں دو تیم تھے۔ تیم بن مرہ اور تیم الادرم۔ یہ کاہن تھا اس کی ماں کا نام لیلی بنت حارث تھا۔

فہر

یہ فِہر سے مشتق ہے۔ طویل پتھر کو فہر کہا جاتا ہے۔ یہ امام سہیلی کا قول ہے۔

خشنی نے کہا ہے "یہ ایسے پتھر کو کہا جاتا ہے جو ہتھیلی کو بھر دے۔ یہ مؤنث اور مذکر استعمال ہوتا ہے۔

الاصمعی نے لکھا ہے "جس نے فہر کو مؤنث کہا ہے اس نے خطا کی ہے۔" ان کی کنیت ابوغالب تھی۔ ان کی والدہ کا نام جندلہ تھا۔ یہ اہلِ مکہ کے رئیس تھے۔ غالب، اسد، عوف، جَون، ریص، حارث، بطن اور قیس ان کے بیٹے تھے۔

امام زھری نے انہیں ہی قریش کہا ہے۔

امام بیہقی نے یہ قول ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

امام زھری نے کہا ہے: "میں عرب کے نسب بیان کرنے والوں میں سے جسے پایا ہے اس طرح پایا ہے کہ اس نے کہا "جو فہر سے متجاوز ہوا وہ قریش نہیں ہے۔"

امام شعبی، ھشام بن محمد کلبی، مصعب بن عبداللہ کا یہی قول ہے۔ حافظ شرف الدین دمیاطی نے اسے درست کہا ہے۔ حافظ ابوالفضل عراقی نے بھی اسے درست کہا ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی نے کہا ہے کہ جمہور اہلِ نسب کا مؤقف یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے قریش بنونضر بن کنانہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ محمد بن اسحاق، ابوعبیدہ، معمر المثنی، ابوعبید قاسم بن سلام اور امام شافعی وغیرھم کا قول ہے۔ حافظ صلاح الدین علائی نے کہا ہے "صحیح نظری یہی ہے محققین نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان کے لیے حجت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کندہ کے وفد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ہم میں سے نہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہم بنونضر بن کنانہ ہیں۔ ہم اپنے آباء کی طرف نسب کو ترک نہیں

کرتے ہم اپنی ماؤں کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔" اس روایت کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ علائی نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ قریش بنوالیاس بن مضر ہے۔ اس قول کو الاستاذ ابومنصور عبدالقادر بن طاہر نے لکھا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ ابوعمرو بن علاء، ابوالحسن الاخفش، حماد بن سلمہ، عبیداللہ بن حسن وغیرہ نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنومضر بن نزار کو قریش کہا جاتا ہے۔ اسے استاذ نے قتیبہ سے روایت کیا ہے۔ مسعر بن کدام نے یہی روایت کیا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یانی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ قصی بن کلاب کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ یہ علامہ ماوردی، ابن الاثیر وغیرہ کا قول ہے۔ مبرد کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن "النور" میں ہے کہ یہ قول باطل ہے۔ گویا کہ یہ رافضیوں کا قول ہے۔ کیونکہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما قریش میں سے نہ ہوں۔ اگر وہ قریش میں نہ ہوں گے تو ان کی امامت باطل ہوگی۔ لیکن یہ مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے:

1. سمندر میں ایک بہت بڑا جانور ہوتا ہے جو سارے جانوروں سے قوی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کھاتا ہے لیکن اسے کھایا نہیں جاتا۔ وہ غالب آتا ہے لیکن اس پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت بتائی تھی جب انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ انہوں نے شاعر جمحی کے ان اشعار سے استدلال کیا تھا:

و قریش هی التی تسکن البحر ‏ ‏ ‏ بها سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی الحبة البحر ‏ ‏ ‏ علی ساکنی البحور جیوشا
تاکل الغث والسمین ‏ ‏ ‏ ولا تترك یوما لذی الجناحین ریشا
هکذا فی العباد حیّ قریش ‏ ‏ ‏ یاکلون البلاد اکلا کشیشا
ولهم فی آخر الزمان نبی ‏ ‏ ‏ یکثر القتل فیهم والخموشا
تملاء الارض خیله و رجال ‏ ‏ ‏ یحشرون المطیّ حشر کمیشا

ترجمہ: "قریش وہ جانور ہوتا ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔ وہ سمندر کی گہرائی میں بسنے والے سارے جانور پر غالب ہوتا ہے۔ وہ ہر کمزور اور موٹی چیز کو کھا جاتا ہے۔ وہ دو پروں والے جانوروں کا ایک پر بھی نہیں چھوڑتا۔ لوگوں میں قریش کی بھی یہی حالت ہے۔ وہ سارے شہروں کو اچھی طرح کھا جائیں گے۔ آخری زمانہ میں ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔

جو ان کے بہت سے لوگوں کو زخمی اور قتل کریں گے۔ وہ اپنے گھڑ سواروں پیادہ مجاہدین سے زمین کو بھر دیں گے اور اپنی سواریوں کو تیزی کے ساتھ جمع کریں گے۔" (ابن عساکر)

ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمرو بن عاص سے پوچھا: "قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے؟" انہوں نے کہا: "قریش سے مراد وہ جانور ہے جو اپنی قوت سے سارے جانوروں کو کھا جاتا ہے۔" محمد بن سلام نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ علامہ انباری نے اسی ترجیح دی ہے۔ علامہ المطرزی نے اس جانور کے بارے لکھا ہے۔ یہ سمندری جانور کا بادشاہ ہے۔ اور سب سے طاقتور ہے۔ اسی طرح قریش بھی لوگوں کے سردار ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ انہیں قریش اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تجارت کرتے تھے لین دین کرتے تھے۔ یہ قرش الرجل سے مشتق ہوگا۔ اس کا معنی لین دین کرنا اور تجارت کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقریش سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ابھارنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی تزئین و تحسین ہے۔ علامہ زجاجی نے لکھا ہے "لیکن یہ بعید ہے کیونکہ لغت میں تقریش کا معنی اکسانا ہے۔ اس کا معنی کلام کی تزئین و آرائش ہے ہی نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ تقریش سے مشتق ہے۔ جس کا معنی تفتیش ہے۔ کیونکہ وہ ضرورت مند کو ڈھونڈا کرتے تھے۔ پھر اس کی ضرورت کو پورا کر دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش بن بدر بن یخلد کی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا ہے۔ بنو نضر کی دلیل ہے۔ عرب کہا کرتے تھے۔ "قریش کا قافلہ آگیا۔ قریش کا قافلہ نکلا۔ یہ ابوعمرو کا قول ہے۔ ابن اسحاق کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش کو قریش اس لیے کہا جاتا ہے کہ قصی نے انہیں اس وقت جمع کیا تھا جب وہ مکہ آئے تھے۔ تقرش کا معنی جمع کرنا ہے یہ قول بھی ابوعمرو کا ہے۔

قرش دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ بطاح، ظواہر۔ قریش البطاح وہ ہیں جو قصی کے ساتھ ابطح مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ الظواہر وہ ہیں جو مکہ کے بالائی حصہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ ابطح میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ قریش کی طرف منسوب کو قرشی اور قریشی کہا جاتا ہے۔ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فہر قریش ہے پھر اس میں اختلاف ہے کیا پہلا اسم ہے اور دوسرا لقب ہے۔ یا اس کے برعکس ہے؟ زبیر وغیرہ نے کہا ہے کہ فہر لقب ہے اور ان کی والدہ نے ان کا نام قریش رکھا تھا۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ غالب، حارث، اسد، عوف، ریث، جون، محارث۔ بیٹی صرف ایک جندلہ تھی۔

مالک

یہ مَلَکَ کا اسم فاعل ہے۔ اس کی جمع ملاک یا ملّک آتی ہے۔ ان کی کنیت ابوحارث ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ ہے۔ اس کا لقب عکرشہ بنت عدوان تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس کا نام عرابۃ بنت سعد تھا۔ ان کا صرف ایک بیٹا فہر تھا۔ ان کی حکمت آموز باتوں میں سے ہے۔ "بہت سی صورتیں اپنے بارے معلومات کی مخالفت کرتی ہیں۔ وہ حسن و

جمال سے دھوکا دیتی ہیں۔ ان کے افعال قبیح ہوتے ہیں۔ صورتوں سے اجتناب کرو۔ معلومات کی جستجو کرو۔"

نضر

ان کا نام قیس تھا۔ حسن و جمال کی وجہ سے لوگ نضر کہتے تھے۔ سرخ سونے کو نضر کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔ مالک، یخلد، صلت ان کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام برۃ بنت مر تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ کنانہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا تھا۔ یہ سابقہ شریعتوں کی وجہ سے سابقہ زمانہ میں مباح تھا۔ یہ محرمات میں سے نہیں ہوتی تھی۔ نہ ہی ان گناہوں میں تھا۔ جن کا آغاز لوگوں نے کیا تھا۔ یہ امر نسب میں تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، بدکاری سے نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ (النسآء: ۲۲)

ترجمہ: "اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تھے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے)۔"

یعنی اسلام سے قبل اس کی جو حلت گزر چکی ہے۔ اس استثناء کا فائدہ یہ ہے تاکہ حضور ﷺ کے نسب پاک پر عیب نہ لگایا جائے۔ تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ آپ کے نسب پاک میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو بغاوت یا بدکاری کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ قرآن پاک نے جن گناہوں سے بھی روکا ہے کسی میں بھی "الا ما قد سلف" کا انداز نہیں اپنایا۔ صرف اسی جگہ یہ فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى۔ (الاسراء: ۳۲)

ترجمہ: "اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔"

اس میں "الّا ما قد سلف" نہیں فرمایا۔ اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنے میں بھی اسی طرح فرمایا۔ کیونکہ سابقہ شریعتوں میں دو بہنوں کو جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجیت میں دو بہنیں راحیل اور لیا تھیں۔ "الّا ما سلف" سے اسی مفہوم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ نکتہ حضرت ابن عربی نے اخذ کیا ہے ابو ربیع نے بھی کہا ہے کہ اہلِ عرب کی عادت یہ تھی کہ جب آدمی مر جاتا تھا تو اس کا بڑا بیٹا بعد میں اس کی بیوہ کو اپنے نکاح میں لے لیتا تھا۔ انہوں نے "مورد" میں لکھا ہے "جب میں اس قول سے آگاہ ہوا تو میں طویل مدت غور و فکر کرتا رہا۔ کیونکہ یہ برہ خزیمہ بن مدرکہ کی بیوی تھی اس کے بعد کنانہ بن خزیمہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوئے۔ کیا حضور ﷺ کے نسب پاک میں اس طرح کا امر واقع ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے جاہلیت کی بدکاری نے جنم نہیں دیا، مجھے اسلام کے نکاح کی طرح کے نکاح نے جنم دیا ہے۔" ابن کلبہ نے لکھا ہے کہ

انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھے ان میں سے کسی ایک میں بھی جاہلیت کا کوئی معاملہ نہیں پایا گیا تھا۔ پھر میں نے ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی کتاب "الاصنام" میں لکھا ہے "کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ وہ برہ بنت اد تھی۔ اس نے کنانہ کے لیے کوئی بچہ جنم نہ دیا بلکہ وہ اس عورت کی بھتیجی تھی۔ جو کہ برہ بنت مرتھی۔ کنانہ نے اس سے نکاح کیا تو نضر بن کنانہ پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے جب انہوں نے سنا کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ سے نکاح کر لیا ہے کیونکہ ان دونوں عورتوں کے نام بھی ایک تھے۔ نسب بھی قریبی تھا۔ اسی سے یہ بات ہمارے مشائخ اور علماء نسب کے ہاں رائج پا گئی۔ معاذ اللہ! حضور ﷺ کے نسب پاک میں اس طرح کا ناپسندیدہ نکاح پایا جاتا ہو۔ آپ نے فرمایا "میرا ظہور اسلام کے نکاح کی طرح کے نکاح سے ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ میرا ظہور میرے والدین کریمین سے ہوا۔" جس نے اس کے علاوہ کسی اور امر میں اعتقاد رکھا اس نے کفر کیا اور اس روایت میں شک کیا۔"

"الزھر" میں جاحظ کا یہ کلام نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ برہ اد بن طانجہ کی بیٹی تھی جس سے کنانہ نکاح کر لیا تھا۔ یہ وفات پا گئی۔ اس سے کوئی بچہ بھی پیدا نہ ہوا۔ پھر انہوں نے اس کے بعد اس کی بھتیجی برہ سے نکاح کر لیا۔ جس سے ان کی اولاد ہوئی۔ یہی درست قول ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ غلط ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے متصادم ہے۔ "رب تعالیٰ نے میرے کسی بھی والدین کو بدکاری پر جمع نہیں کیا۔" یہ بالاجماع بدکاری ہے۔ آپ کے پاکیزہ نسب میں کوئی شخص بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ پھر انہوں نے لکھا ہے "اسی سے سینوں میں ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اس سے وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔ شک اور رہوتا ہے۔ اس کا شرارہ بجھ جاتا ہے۔"

میں کہتا ہوں "جو بات جاحظ نے ذکر کی ہے وہ نفیس امور میں سے ہے۔ ہم نے پہلے نسب پاک کی جو طہارت بیان کی ہے۔ وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ امام سہیلی نے علامہ زبیر کی اور علامہ زبیر نے علامہ کلبی کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ کلبی سے بلاذری سے روایت کیا ہے۔ کلبی متروک ہے۔ اگر کوئی ثقہ روایت کرتا پھر بھی اس کا قول قبول نہ کیا جاتا کیونکہ زمانہ میں کافی بعد ہو چکا تھا۔ مشاہدہ بھی اس نے نہیں کیا تھا۔ اور یہ مؤقف اس طہارتِ نسب کے مخالف ہے۔ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علامہ زمخشری نے یہ لکھا ہے کہ آیت طیبہ میں استثناء تحریم میں مبالغہ کے لیے لائی گئی ہے۔ اباحت کے سارے دروازے بند کرنے کے لیے ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اگر تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اس سے نکاح کرو جو گزر چکا ہے تو اس سے نکاح کر لو۔ اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ بھی حلال نہیں۔ اس اعتبار سے مدعیٰ کی نقیض کو معلق کیا وہ حل کو محال سے ثابت کرنا ہے۔ وہ گزشتہ سے نکاح کرنا ہے۔ یہ محال ہوگا۔ اس وقت عدم حلت ثابت ہو جائے گی۔ بالخصوص جبکہ رب تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ یہ فحش، ناپسندیدہ اور برا رستہ ہے۔ مگر دو بہنوں کو جمع کرنا اس کے برعکس ہے۔ اس میں بھی استثناء ہے۔ اسے فوراً بعد ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف

ہے۔اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (النساء:۱۰۴)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

یہ اس شعر کی طرح ہے:

ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم بھن فلول من قراع الکتائب

ترجمہ: "اس کے علاوہ ان میں کوئی عیب نہیں کہ ان کی تلواریں لشکروں کو لگنے کی وجہ سے کند ہو چکی ہیں۔"

شاعر نے شبہ ذم کے ساتھ مدح کو مؤکد کیا ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ اگر سیف میں دندانے پڑ جانا عیب ہے تو ان میں یہ عیب پایا جاتا ہے لیکن یہ عیب نہیں ہے۔کیونکہ یہ کمال شجاعت ہے۔اس طرح محال کو معلق کر کے عیب کو ثابت کیا گیا ہے۔یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ: "جب تک نہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں۔"

امام الطیبی نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

کنانہ

کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جس طرح ترکش نے تیروں کو چھپایا ہوتا ہے۔الزجاجی نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب کا قول ہے"قبل الرماء تملاء الکنائن"ان کی کنیت ابونضر تھی۔ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد تھا۔ایک قول کے مطابق ھند بنت عمرو تھا۔ابوعمر نے کہا ہے عامر عدوانی نے اپنی وصیت میں کہا ہے:"اے میرے لختِ جگر! میں نے کنانہ بن خزیمہ کو پایا وہ عمر رسیدہ تھے۔عظیم شان کے مالک تھے۔ان کے علم وفضل کی وجہ سے لوگ ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔انہوں نے کہا:"مکہ مکرمہ سے ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کا وقت آگیا ہے جنہیں احمد (مجتبیٰ ﷺ) کہا جائے گا۔وہ رب تعالیٰ، نیکی، احسان اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیں گے۔تم ان کی اتباع کرنا تمہاری عزت وشرف میں اضافہ ہو جائے گا۔"ابوربیع نے لکھا ہے"کنانہ حجرے میں سوئے ہوئے تھے۔انہیں کہا گیا:"ابوالنضر! گھوڑوں، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت میں کسی کو چن لو۔"انہوں نے عرض کی:"مولا! سب کچھ عطا فرما۔" رب تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں عنایت فرما دیں۔ان کے بیٹوں کے نام ملکان، نضر، اور عمرو اور عامر تھے۔

خزیمہ

یہ خزمہ یا خزمہ کی تصغیر ہے۔ خزمہ کے بارے اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ "خزم" کا واحد ہے۔ یہ "دوم" کی طرح کا ایک درخت ہوتا ہے۔ مگر یہ اس سے چھوٹا اور چوڑا ہوتا ہے۔ اس پر کھجور کی طرح کا پھل لگتا ہے۔ وہ پک کر سیاہ ہو جاتا ہے مگر یہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے پتوں سے رسیاں اور ریشوں سے شہد کے خانے بنائے جاتے ہیں اس کا پھل انسان نہیں کھاتے مگر اسے کوے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ ابوحنیفہ دینوری کا قول ہے۔

ایک قول کے مطابق مقل کے پتوں کو خزمۃ کہا جاتا ہے۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ حوم سے مصدر مرۃ ہے۔ اس سے مراد چیز کو باندھنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس خزم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی باندھنا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "شراك مخزوم اى مشكوك" (زجاجی)

اگر یہ خزمۃ ہو تو اس سے مراد وہ نکیل ہے جو اونٹ کے ناک میں ڈالی جاتی ہے اس سے نکیل باندھی جاتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حلقہ ہے جو اونٹ کے ناک مس ڈالا جاتا ہے۔" ان کی کنیت ابواسد تھی۔ ان کی والدہ کا نام سلمی بنت اسلم یا سلمی بنت اسد تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ کنانہ، اسد، اسدۃ، عبداللہ۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام برہ بنت مر تھا۔ خزیمہ مکارم اخلاق اور عمدہ اوصاف کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ ان کے بارے ہی کہا گیا ہے۔

اما خزيمة فالمكارم جمة سبقت اليه و ليس ثَمَّ عتيد

ترجمہ: "سارے مکارم اخلاق خزیمہ میں تیزی کے ساتھ جمع ہو گئے۔ اور خوئی خلق بھی باقی نہ رہا۔"

مدرکہ

یہ ادراک سے اسم فاعل ہے۔ کلبی، بلاذری، ابوعبید اور ابن درید اور مبرد کے نزدیک ان کا نام عمرو تھا۔ رشی شاطبی نے تو مبالغہ کرتے ہوئے اس میں اجماع نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ان کا نام عامر رکھا ہے۔ ان کی کنیت ابوھذیل یا ابوخزیمۃ تھی۔ ان کے اس لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے والد الیاس اور ان کے بیٹے مدرکہ، عمرو، عامر اور عمیر اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت حلوان بارش اور گھاس کی تلاش میں نکلے ایک خرگوش سے ڈر کر ان کے اونٹ بھاگ گئے۔ ابن سائب نے لکھا ہے عمرو اونٹوں کے پیچھے نکلا زبیر نے لکھا ہے کہ عامر نے اسے پالیا تھا۔ عامر یا زبیر کے نزدیک عمرو نے خرگوش شکار کر لیا۔ اس لیے اس کا نام طابخہ پڑ گیا۔ عمیر چھپ گیا۔ اسے قمعہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ تیز چال چلتی ہوئی۔ خندفہ اس چال کو کہا جاتا ہے جس میں ڈور ہو۔ یہ چال عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ الیاس نے اسے کہا:

"ابن تخندف خندف" اس کا نام خندف پڑ گیا۔
ابو محمد عبداللہ بطلیوس نے لکھا ہے "عامر خرگوش کے پاس سے گزرا اسے مارا۔ اس کے بھائی نے کہا" میں تمہارا شکار پکاتا ہوں۔ عمرو نے اسے پکایا۔ عامر اونٹوں کو لے آیا۔ انہوں نے یہ بات اپنے والد کو بتائی تو اس نے کہا:

ادرکت یا عامر ما اردنا و انت ما ادرکت قد طبخنا

ترجمہ: "اے عامر! جو ہمارا ارادہ تھا تم نے اسے پالیا۔ عمرو! تم نے پایا تو نہیں البتہ شکار پکالیا۔"
اے عمیر! تم نے برا کیا جو چھپ گئے تھے۔ قمعہ کی اولاد میں عمرو بن لحی تھا جس نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا تھا۔

الیاس

یہ اس الیاس سے مشتق ہے جو امید کی ضد ہے۔ اسے امام سہیلی نے صحیح کہا ہے۔ ابن الانباری نے کہا ہے وصل اور ابتداء میں ہمزہ قطعی ہے۔ اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ رجل الیس سے مشتق ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اتنا بہادر ہو کہ راہِ فرار اختیار نہ کرے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ مجھے الاشرم نے ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے کہ "الیاس" سل اور کمزوری کو کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

هو الياس او داء الهيام اصابني فاياك عني لايكن بك مابيا

ترجمہ: "یہ سل یا جنون عشق کا مرض ہے۔ مجھ سے دور رہو تاکہ تمہیں وہ مرض نہ لگ جائے جو مجھے ہے۔"
یہ بھی ممکن ہے کہ اہلِ عرب کے قول "فلان الیس" سے مشتق ہو۔ یعنی وہ جنگوں میں ثابت قدم، محکم اور پیش قدمی کرنے والا ہے۔ حجاج نے کہا:

اليس يمشي قدما اذا اذّكر ما وعد الصابر من خير صَبَر

ترجمہ: "وہ ثابت قدم ہے۔ جب اسے یاد آتا ہے کہ صبر کرنے والے نے کیا بھلائی کا وعدہ کیا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔"

الاثرم نے لکھا ہے کہ الاسد الیس۔ بہادر شیر۔ اَلیَس کی جمع اَلیاس ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام الیاس ہے بعض نے لکھا ہے کہ ان کا نام حبیب تھا۔ کنیت ابوعمرو تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ سعد بن عدنان کی نسل میں سے تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ رباب بنت حیدہ تھی۔ (الطبری)

ایک قول یہ ہے کہ وہ حنفاء بنت ایاد تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جرھمیہ تھی۔ یہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے۔ مگر انہوں نے نام نہیں لکھا۔ ابن زبیر نے لکھا ہے کہ جب الیاس نے وہ برائیاں دیکھیں جو بنو اسماعیل نے اپنے آباء کے طور وطریقوں میں پیدا کیں تھیں۔ جب الیاس کا فضل و کرم عام ہو گیا اور ان کا قبیلہ ان پر راضی ہو گیا تو انہوں نے بنو اسماعیل کو

ان کے آباء کے طور طریقے پر واپس کیا۔ اہلِ عرب ان کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح وہ حکیم لوگوں مثلاً لقمان کی عزت کرتے تھے۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے وصی تھے یہ باجمال اور حسین تھے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "الیاس کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ مؤمن تھے۔" حج کے زمانہ میں ان کی صلب سے نبی کریم ﷺ کے تلبیہ پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانور ہانکے تھے۔

مضر

یہ علم اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ یہ ان کا لقب اس لیے پڑ گیا کیونکہ جو بھی انہیں دیکھتا تھا وہ ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ امام قتبی نے لکھا ہے کہ مضر المضیر ہ سے مشتق ہے۔ دودھ سے جو چیز بنائی جائے اسے مضیر ہ کہتے ہیں اس کی سفیدی کی وجہ سے ماضر کہا جاتا ہے۔ ان کا نام عمرو اور کنیت ابوالیاس تھی۔ ان کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان تھی۔ انہیں مضر الحمراء کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اہلِ عرب سفید کو بھی احمر کہتے تھے۔ (امام سہیلی)

ابن جریر، ماوردی، زبیر، بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ نزار کا وقت وصال آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ ان کے بیٹے مضر، ربیعہ، ایاد اور اغار تھے۔ "یہ سرخ قبہ ہے یہ اور اس کا سامان مضر کے لیے ہے۔ یہ سیاہ خیمہ اور اس کا سامان ربیعہ کے لیے ہے۔ یہ خادم (شمطاء) اور یہ سامان ایاد کے یہ بیٹھنے کی جگہ اور تھیلی اغار کے لیے ہے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ انہوں نے گدھے کی بھی وصیت کی تھی۔ شاعر نے لکھا ہے:

نزار کان اعلم اذ تولی　　　لای بنیه اوصی بالحمار

ترجمہ: "جب نزار والی بنے تو وہ جانتے تھے کہ کس بیٹے کے لیے انہوں نے گدھے کی وصیت کرنا ہے۔"

باپ نے کہا: "تم پر یہ امر مشکل ہو جائے۔ اور تقسیم میں اختلاف ہو جائے تو افعی جرھمی کے پاس چلے جانا یہ نجران میں رہتا تھا۔ جب نزار کا وصال ہو گیا اور اولاد پر تقسیم کا معاملہ مشکل ہو گیا تو افعی کی طرف گئے جب وہ چل رہے تھے تو مضر نے چری ہوئی گھاس دیکھی اس نے کہا: "جس اونٹ نے اسے چرا ہے وہ کانا ہے۔" ربیعہ نے کہا "وہ لنگڑا ہے۔" ایاد نے کہا: "اس کی دم کٹی ہوئی ہے۔" اغار نے کہا: "وہ بھاگا ہوا ہے۔" وہ تھوڑی دیر ہی چلے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا۔ اس نے ان سے اونٹ کے متعلق پوچھا۔ مضر نے کہا "وہ کانا ہے؟" وہ شخص: "ہاں۔" ربیعہ: "وہ بھاگا ہوا ہے؟" وہ شخص: "ہاں۔" ایاد: "اس کی دم کٹی ہوئی ہے؟" وہ شخص: "ہاں!" انمار: "وہ بھاگا ہوا ہے؟" وہ شخص: "ہاں! بخدا میرے اونٹ کے یہی اوصاف ہیں۔ اب مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟" انہوں نے کہا: "بخدا! ہمیں اس کے بارے کچھ علم نہیں۔" اس شخص نے ان پر وہ اونٹ لازم کر دیا۔ اس نے کہا: "میں تم سے جدا کیسے ہو سکتا ہوں۔ تم نے میرے اونٹ کے سارے اوصاف

بیان کر دیے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ چلا حتیٰ کہ وہ نجران آئے۔ افعی کے ہاں ٹھہرے۔ اونٹ والے نے افعی کو اپنا مقدمہ سنایا۔ اس نے کہا: "یہ میرے اونٹ کے اوصاف مجھے بتاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں:" انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔" افعی: "تم نے اونٹ کے اوصاف کیسے بیان کر دیے، حالانکہ تم نے اسے دیکھا نہیں۔" مضر نے اسے کہا: "میں نے گھاس کو ایک طرف سے کھایا ہوا دیکھا تھا۔ دوسری طرف چھوڑی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کانا ہے۔" ربیعہ: "میں نے دیکھا کہ اس کے ایک پاؤں کے نشانات واضح تھے جبکہ دوسرے کے نشانات غیر واضح تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ لنگڑا ہے۔" ایاد: "میں نے دیکھا کہ اس کی مینگنیاں صحیح و سالم تھیں۔ اگر اس کی دم ہوتی تو مینگنیاں ٹوٹی ہوئی ہوتیں۔" انمار: "میں نے دیکھا کہ اس نے عمدہ گھاس چری تھی پھر اسے چھوڑ کر اس گھاس کی طرف چلا گیا تھا جو اچھی نہ تھی میں سمجھ گیا کہ یہ بھاگا ہوا ہے۔" انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ افعی نے اس شخص سے کہا: "یہ تیرے چور نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔" پھر ان سے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے انہیں مرحبا کہا۔ اس نے کہا: "اتنے ذہین اور فطین ہو کر تم میرے محتاج کیسے ہو؟" پھر وہ نکل گیا۔ اس نے ان کے لیے کھانا اور شراب بھیجی۔ انہوں نے شراب پی۔ مضر نے کہا: "میں نے آج تک اتنی اچھی شراب نہیں پی۔ کاش یہ قبر پر نہ اگتی۔" ربیعہ: "میں نے آج تک اتنا عمدہ گوشت نہیں۔ چکھا کاش اس نے کتے کا دودھ نہ پیا ہوتا۔" ایاد: "میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا کاش! اسے غیر باپ کی طرف منسوب نہ کیا جاتا۔" انمار: "میں نے آج تک ایسا کلام نہیں سنا جو ہمارے لیے اس قدر مفید ہو۔" افعی نے ان کی باتیں سن لیں۔ پھر اس نے کہا: "یہ شیاطین کیا کہہ رہے ہیں؟" پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا۔ اس نے اسے بتایا: "وہ ایک سردار کی بیوی تھی۔ میں نے ناپسند کیا کہ اس کی جائیداد ضائع جائے۔ میں نے ایک شخص سے بدکاری کی۔ جس سے تو پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ملازم سے کہا: "جو شراب تو نے ہمیں پلائی ہے۔ اس کا معاملہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو تیرے باپ کی قبر پر اگی تھی۔" اس نے چرواہے سے بکری کے بارے پوچھا تو اس نے کہا: "اس بکری کو ہم نے کتیا کا دودھ پلایا تھا۔ کیونکہ اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا۔" مضر سے پوچھا گیا: "تم نے شراب کے بارے کیسے جان لیا؟" اس نے کہا: "کیونکہ مجھے شدید پیاس لگی تھی۔" ربیعہ سے پوچھا گیا: "تم نے گوشت کے بارے کیسے جان لیا تھا؟" اس نے کہا: "کیونکہ کتے کے گوشت پر چربی غالب نہیں ہوتی ہے جبکہ بکری کے گوشت پر چربی غالب ہوتی ہے۔" ایاد سے پوچھا گیا: "تجھے اس نے غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا کیسا علم ہو گیا؟" اس نے کہا: "کیونکہ اس نے کھانا رکھا پھر ہمارے ساتھ نہ بیٹھا اس کی اصل میں کمینگی تھی۔"

افعی نے کہا: "اب مجھے اپنی داستان سناؤ۔ انہوں نے اپنی داستان سنائی۔ اپنا اختلاف بیان کیا۔ اس نے کہا: "سرخ خیمہ اور اس کا مال مضر کے لیے ہے۔" اسے دینار اور اونٹ مل گئے۔ اسے مضر الحمراء کہا جانے لگا۔ اس نے کہا: "سیاہ خیمے میں جانور اور مال ربیعہ کے لیے ہے۔" اسے گھوڑے مل گئے۔ اسے ربیعۃ الفرس کہا جانے لگا۔ اس نے کہا:

"شمطاء اور وہ مال (سفید اور سیاہ داغوں والے گھوڑے) ایاد کے لیے ہیں۔ اسے ایاد الشمطاء کہا جانے لگا۔ اس نے انمار کے لیے دراھم و دینار کا فیصلہ کیا پھر وہ وہاں سے آ گئے۔ محمد بن سائب نے کہا ہے: "مضر نے سب سے پہلے حدی خوانی کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اونٹ سے گر پڑے۔ یہ جوان تھے ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ انہوں نے ہائے ہاتھ ہائے ہاتھ کی صدا لگائی۔ اونٹ چراگاہ سے ان کی طرف آنے لگے۔ صحیح ہونے کے بعد انہوں نے حدی خوانی کی۔ ان کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ بلاذری نے لکھا ہے: "ان کے غلام کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ چیخا تو اونٹ اس کے ارد گرد آنے لگے۔ اسی طرح حدی خوانی کا آغاز ہوا۔" حدیث پاک ہے "ربیعہ اور مضر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ دونوں مومن تھے۔"

ابن حبیب نے جید سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "مضر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ ملت ابراہیمی پر تھے۔" ابن حبیب نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ادد، عدنان، معد، ربیعہ، مضر، قیس، عیلان، تیم، اسد، ضبہ، خزیمہ کا وصال اسلام اور ملت ابراہیمی پر ہوا تھا۔

مضر کی حکمت آموز باتوں میں سے ہے:

"جو شر کاشت کرتا ہے وہ ندامت کاٹتا ہے خیر کی بھلائی یہ ہے کہ اسے جلدی کی جائے۔"

"اپنے نفسوں کو مشکلات کا عادی بناؤ۔ اور بری باتوں سے ان کا رخ پھیر دو۔"

"صلاح اور فساد میں صرف اتنا فرق ہے، جتنا دودھ والے جانور کو دوبارہ دوہنے میں۔"

الیاس اور الناس سے ان کے فرزند تھے۔ الناس سے مراد ہی عیلان ہے علامہ بلاذری فرماتے ہیں مضر کے غلام نے اسے آغوش پرورش میں لیا تھا۔ اس لیے اس نے اس کا نام عیلان رکھ دیا تھا۔ اس کے بیٹے کو قیس بن عیلان بن مضر کہا جاتا تھا۔ یہی قیس بن الناس ہے۔ ان کی والدہ کا نام رباب تھا۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے۔ قیس سے مراد قیس بن عیلان بن مضر کی اولاد ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں "عیلان قیس کی گود میں تھا یہ اس کا بیٹا نہ تھا۔ عیلان بن مضر کو قیس کہا جانے لگا۔ اسے اس کی طرف اس طرح منسوب کیا جانے لگا۔ جس طرح قضاعۃ میں سعد ھذیم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ھذیم نے اس کی پرورش کی تھی لیکن پہلی روایت درست ہے۔ ہمارے شیوخ کی وہی روایت ہے۔

نِزَار

ابو الفرج الاموی نے لکھا ہے کہ یہ نزر سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ یکتائے روزگار تھے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں:

"یہ النزر سے مشتق ہے۔ اس کا معنی قلیل ہے کیونکہ جب ان کے والد نے اپنا بچہ دیکھا تو اسے وہ نور نظر آیا جو اس کی آنکھوں کے مابین تھا۔ یہ نور نبوت تھا جو اصلاب میں منتقل ہو رہا تھا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ بہت سا کھانا پکایا اور کھلایا پھر کہا: "اس بچے کے بارے یہ کھانا بہت قلیل ہے۔" اس لیے ان کا نام نزار پڑ گیا۔

امام ابوالحسن ماوردی نے لکھا ہے کہ نزار کا نام خلدان تھا۔ یہ قائد تھے۔ بادشاہوں کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ یہ کمزور جسم والے تھے۔ ایران کا بادشاہ انہیں کہتا تھا "اے نزار تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" ایران کی زبان میں نزار کا معنی کمزور ہے۔ ان کا یہی نام مشہور ہو گیا۔

علامہ محب ابن شہاب نے لکھا ہے "یہ قول بہت غریب ہے" ان کی کنیت ابوایاد تھی یا ابوربیعہ تھی۔ ان کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم یا عنہ بنت جوشن تھا۔ یہ جرھمیہ تھی۔

معد

اس کے مادہ اشتقاق کے بارے کئی اقوال ہیں:

1. یہ مفعل کے وزن پر ہے یہ عددت الشئ اعدہ عدًّا سے مشتق ہے۔ (ابن الانباری، زجاجی)
2. یہ فعل ہے "معد الرجل فی الارض" (جب انسان سفر کرے) سے مشتق ہے۔ اس قول کو زجاجی نے مختصر الزاھر میں اور امام سہیلی نے لکھا ہے۔ امام سہیلی نے معد فی الارض کا معنی زمین میں فساد کرنا کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "فعَل کے وزن پر اسماء میں تضعیف ہوتی ہے۔ تضعیف اسماء میں وہ چیز شامل کر دیتی ہے جو ان میں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شمّر، قشعریرہ وغیرہ۔
3. معد گھوڑے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سوار کی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ امام سہیلی نے ابن الانباری سے روایت کیا ہے کہ معدَین وہ جگہ ہے جہاں شہ سواروں کی ایڑی لگتی ہے۔ آخری دو قوموں کے مطابق یہ معد سے مشتق ہوں گے۔ اس کا معنی قوت ہے۔ معدہ بھی اسی سے مشتق ہے۔ زجاجی نے لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ اہلِ عرب کے اس قول سے مشتق ہو "قد تمعدد الرجل" جب آدمی قوی اور شدید ہو جائے تو اس طرح کہا جاتا ہے ابوالفتح نے لکھا ہے جب بچہ مضبوط اور قوی ہو جائے تو کہا جاتا ہے "تمعدد الغلام" تمعد کا معنی، گفتگو کرنا، عبادت گزار بننا اور بولنا ہے۔ الزاجر کہتا ہے:

ربیته حتی اذا تمعددا — وصار نهدا کالحصان اجردا

ترجمہ: "میں نے اس کی تربیت کی جب وہ مضبوط ہو گیا۔ وہ چھوٹے بالوں والے گھوڑے کی طرح ہو گیا۔"

حضرت عمر فاروق نے بھی فرمایا ہے "اخشو شنوا و تمعددوا" ان کی کنیت ابوقضاعہ یا ابونزار تھی۔ ان کی والدہ مہدد بنت اللہتم تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ طسم سے تھی۔ بلاذری نے پہلا قول درست کہا ہے۔ جب بخت نصر کا زمانہ آیا تو معد بن عدنان کی عمر ۱۲ سال تھی۔ امام الطبری لکھتے ہیں "رب تعالیٰ نے ارمیاء بن خلیقا کی طرف وحی کی کہ بخت نصر کے پاس جائیں اسے بتائیں کہ میں نے اسے عرب پر تسلط عطا فرما دیا ہے معد کو براق پر سوار کر لیں تاکہ انہیں کسی

تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ان کی پشت انور سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور کروں گا۔ ان پر نبوت و رسالت ختم کروں گا۔" انہوں نے معد کو براق پر سوار کرایا انہیں سرزمین شام میں لے گئے ان کی نشو و نما بنو اسرائیل میں ہوئی انہوں نے وہاں ایک عورت سے شادی کر لی جسے معانہ بنت جوشن کہا جاتا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت ارمیاء حضرت معد کو عراق لے گئے تھے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ بخت نصر نے معد کو اس وقت قتل کرنے کا ارادہ کیا جب وہ عرب کے شہروں پر غالب آیا۔ اسے ایک نبی نے ڈرایا اس وقت یہ بات مشہور تھی کہ نبوت ان کی اولاد میں ہوگی بادشاہ نے انہیں باقی رکھا اور تکریم بجالایا۔

ابو ربیع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بخت نصر عرب پر غالب آیا تو رب تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے۔ وہ معد کو اٹھا کر لے گئے۔ جب حالات پرسکون ہو گئے تو انہیں لے آئے اور انہیں تہامہ اتار دیا۔ یہ مکہ میں اپنے ننھیال بنو جرہم کے پاس ٹھہر گئے۔ اس وقت بیت اللہ کے متولی جرہم تھے۔ یہ ان کے ساتھ ہی رہتے رہے۔ ان میں سے ہی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عدنان کو فرشتے اٹھا کر لے گئے تھے۔ ابو ربیع کہتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے۔

معد کی اولاد میں اختلاف ہے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ ان کے ہاں سترہ بچے پیدا ہوئے۔ نو کی نسل نہ چلی، آٹھ کی نسل چلی۔ جن کی نسل چلی ان کے نام یہ ہیں: قضاعہ۔ یہ سب سے بڑے تھے۔ ان کا نام عمرو اور لقب قضاعہ تھا۔ کیونکہ یہ اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ نزار، ایاد اکبر، حیدان، عبید، جنید، سلیم، قنص۔

نزار کے علاوہ سارے یمن چلے گئے۔

امام الطبرانی نے ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔" جب معد بن عدنان کی تعداد چالیس ہوگئی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اسے خوفزدہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کرنا چاہی۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی "ان کے لیے بددعا نہ کریں ان میں نبی امی نذیر اور بشیر پیدا ہوں گے ان سے امت مرحومہ پیدا ہوگی۔ وہ محمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہوگی۔ وہ رب تعالیٰ سے تھوڑے سے رزق سے راضی ہو جائیں گے۔ رب تعالیٰ ان سے قلیل عمل سے راضی ہو جائے گا۔ صرف لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ طیبہ کی وجہ سے رب تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا۔ ان کے نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ﷺ ہوں گے۔ وہ اپنی ہیبت کے باوجود متواضع ہوں گے ان کے سکوت میں نرمی ہوگی۔ وہ حکمت سے باتیں کریں گے۔ حلم استعمال کریں گے۔ میں ان کا ظہور قریش کے بہترین قبیلہ سے کروں گا۔ وہ سراپا بھلائی خیر سے خیر کی طرف جائیں گے۔ ان کی امت بھی بھلائی کی طرف جائے گی۔"

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ ضحاک بن معد نے بنومعد کے چالیس افراد کے ساتھ بنواسرائیل پر حملہ کیا انہوں نے صوف کی قمیصیں پہنی ہوئی تھی۔ ان کے گھوڑوں کی لگا میں کھجور کے ریشوں کی تھیں۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ قیدی بنایا۔ فتح پائی۔ بنواسرائیل نے کہا: ''موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام! بنومعد نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ان کی تعداد تھوڑی سی ہے۔ ان کی حالت اس وقت کیا ہوگی۔ جب وہ کثیر ہوگی۔ ان کے لیے بددعا کریں۔'' حضرت موسیٰ نے وضو کیا نماز پڑھی۔ پھر عرض کی: ''مولا! بنومعد نے بنواسرائیل پر حملہ کیا ہے۔ انہیں تہ تیغ کیا۔ قیدی بنائے اور فتح پائی ہے۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنومعد کے لیے بددعا کروں۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''موسیٰ! ان کے لیے بددعا نہ کرنا وہ میرے بندے ہیں۔ ان میں ایک نبی کریم ﷺ ہوں گے۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ میں ان کی امت سے محبت کرتا ہوں۔'' حضرت موسیٰ: ان کے لیے تیری محبت کتنی ہوگی؟'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''میں ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کردوں گا۔'' حضرت موسیٰ: ''مولا! تو ان کی امت سے کس طرح محبت کرے گا؟'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کا مغفرت طلب کرنے والا مجھ سے مغفرت طلب کرے گا۔ میں اسے معاف کردوں گا۔ دعا مانگنے والا مجھ سے دعا مانگے گا۔ میں اس کی دعا قبول کروں گا۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام: ''مولا! مجھے ان میں سے بنا دے۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ پہلے ہیں وہ متاخر ہیں۔''

عدنان

یہ عَدَنَ بِالْمَکَانِ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی جگہ قیام کرنا ہے۔ (ابن الانباری) ان کی کنیت ابو معد تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ انہوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا تھا۔ ان کے ہاں معد، الدیث، ابی، العی، عدی، امام سہیلی نے لکھا ہے کہ عدن کا شہر ان کی طرف ہی منسوب ہے (الزھر میں ہے کہ یہ کسی اور کی طرف منسوب ہے) ان کے ہاں حارث، المذھب (ضرب المثل ہے وہ مذھب سے زیادہ خوبصورت ہے) پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عدنان کی اولاد میں ''عک'' بھی تھا لیکن ہم دو امور کی وجہ سے اس میں مخالفت کرتے ہیں:

1. عک کے والد عدنان ابن عبداللہ بن الازد ہے۔ ابن معلی نے کتاب الترقیص میں لکھا ہے کہ علماء کا یہی رجحان ہے۔
2. اگر ابن اسحاق کا قول تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی عک عدنان کا صلبی بیٹا نہیں۔ جیسے کہ کلبی اور بلاذری نے لکھا ہے عک کا نام حارث بن دیث بن عدنان تھا۔

تنبیہ

جونسب پاک پہلے گزر چکا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس پر اتفاق ہے لیکن عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کے نسب میں بہت اضطراب ہے۔ اتنا اختلاف ہے کہ اکثر علماء نے یہ نسب بیان کرنے سے اعراض کیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن ان کے مابین اجداد میں اختلاف ہے۔

علماء نسب کا ان میں اختلاف ہے ایک گروہ کا موقف ہے کہ یہ نسب کسی کو معلوم ہی نہیں۔ انہوں نے ابن سعد کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ صرف معد بن عدنان اد تک نسب بیان فرماتے تھے۔ پھر آپ رک جاتے اور فرماتے "آگے نسب بیان کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اگر رب تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ یہ بتانا چاہتا تو بتا سکتا تھا۔" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہشام اور اس کا باپ متروک ہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ قول حضرت ابن مسعود کا ہے۔

دوسرے علماء فرماتے ہیں: "یہ نسب معروف ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل کے مابین چار اجداد ہیں۔ کسی نے کہا کہ ان کے مابین سات، کسی نے آٹھ، کسی نے نو، کسی نے دس کسی نے پندرہ کسی نے بیس کسی نے تیس کسی نے اڑتیس، کسی نے انتالیس کسی نے چالیس کسی نے اکتالیس اجداد بتائے ہیں۔ اس پر ابن جریر، ابن حبان اور ابن مسعود نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تذکرہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "ابن اسحاق نے جو کچھ لکھا ہے میرے نزدیک اس پر اعتماد کرنا بہتر ہے۔" انہوں نے لکھا ہے "ان میں سے بہتر روایت وہ ہے جسے طبرانی اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور پاک ﷺ سے سنا۔" آپ نے فرمایا: "معد بن عدنان بن اود بن زند بن الیریٰ بن اعراق الثریٰ" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ (الفرقان:۳۸)

ترجمہ: "اور یاد کرو قوم عاد ثمود اور اصحاب الرس کو اور ان کثیر التعداد قوموں کو جو ان کے درمیان گزریں۔"

انہیں رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اعراق الثریٰ سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں زند سے مراد ھمیسع ہیں۔"

اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ امام ذھبی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ الطبرانی نے صغیر میں ذکر کیا ہے۔ اس میں عبدالعزیز بن عمران ہے جسے امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اود کے والد زند ہیں امام دارقطنی نے لکھا ہے ہم اس روایت میں ہی زند کو جانتے ہیں۔ زند بن الجون ابو دلامہ شاعر ہے۔ جبکہ الیریٰ ایک درخت کو کہا جاتا ہے جس کی خوشبو بڑی عمدہ ہوتی ہے۔ الثریٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہیں اور حضرت خلیل اللہ کو آگ نے چھوا تک نہ تھا۔ جس طرح آگ مٹی کو کچھ نہیں کہتی۔"

معد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں ہوں گے۔ حضور ﷺ اور عدنان کے مابین تقریباً بیس اجداد ہیں۔ یہ امر بعید از قیاس ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین مدت تقریباً چھ سو سال بنتی ہے۔ اور اجدادِ کرام کی طویل عمروں کے بارے بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ معد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

زمانہ میں ہوں۔ جن علماء نے کہا ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل کے مابین کثیر اجداد ہوں ان کا موقف یہ ہے کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ حضرت معد حضرت روح اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں اور ان کے مابین صرف چار یا پانچ اجداد ہوں۔ خواہ ان کی عمریں طویل ہوں۔

صحیح بات جو میں تحریر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت معد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے تو پھر معتمد بات یہ ہے کہ ان کے اور حضرت اسماعیل کے مابین کثیر اجداد ہوں۔ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں تو پھر معتمد بات یہ ہے کہ ان کے مابین قلیل اجداد ہوں۔" حالانکہ پہلے یہ امر گزر چکا ہے کہ حضرت معد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "میرے نزدیک یہ روایت نہ تو اس روایت کے مخالف ہے جو اس سے قبل گزر چکی ہے اور نہ ہی یہ حضرت عمر فاروق کی روایت کے مخالف ہے کیونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ابن الیریٰ بن اعراق الثریٰ اسی طرح ہو جس طرح آپ کا یہ فرمان ہے "تم سب حضرت آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔ اس سے مراد ھمیسع وغیرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہوں۔ اس روایت کی کوئی ایسی ہی تاویل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عدنان کے مابین کتنی مدت ہے اس میں مؤرخین کا اختلاف نہیں۔ یہ محال ہے کہ ان دونوں کے مابین صرف چار یا سات اجداد ہی ہوں۔ جس طرح ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے یا ان کے مابین دس یا بیس اجداد ہوں کیونکہ مدت کا تقاضا ہے کہ زیادہ اجداد ہوں۔ امام طبری نے لکھا ہے کہ بخت نصر کے زمانہ میں حضرت معد کی عمر بارہ سال تھی۔" اگر آپ حافظ کے سابق کلام میں غور و فکر کریں گے تو امام سہیلی کا جواب آپ کو مل جائے گا۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے "نسب میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کے پاس کتابوں کا علم نہ تھا۔ جن کی طرف وہ رجوع کرتے۔ وہ صرف بعض بعض سے یاد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اختلاف رونما ہوا ہے۔" جب آپ کو یہ علم ہو گیا ہے تو آنے والے اسماء میں درج ذیل فوائد ہیں:

1. ابن درید نے لکھا ہے "عدنان کے بعد کے اسماء سریانی ہیں۔ ان کے مادۂ اشتقاق کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔"
2. ابن مصری نے قصیدۂ سُقراطیسیہ جس کی سات بڑی بڑی جلدیں ہیں کی شرح میں لکھا ہے "یہ اسماء عجمی ہیں۔ ان میں جن اسماء کے حروف چار یا اس سے زائد ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ غیر منصرف ہیں۔ ان کے اسباب عجمہ اور تعریف ہیں۔ جن کے حروف تین ہیں اگر ان کا وسط متحرک ہو تو وہ غیر منصرف ہیں اگر وہ ساکن الوسط ہوں تو وہ منصرف ہیں جیسے نوح وغیرہ۔
3. الحافظ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب لکھنے کے بعد لکھا ہے "جمہور اہلِ نسب اور اہلِ کتاب میں کوئی اختلاف نہیں۔ صرف اسماء کے نقطوں میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ کی ابتداء میں اس کے برعکس لکھا ہے وہ شاذ ہے۔ ابن درید نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک نسب صحیح ہے۔ اس

میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ تورات میں یہ نسب مذکور ہے۔ ان کی عمروں کا بھی تذکرہ ہے۔
علامہ جوانی نے مقدمہ میں لکھا ہے: "حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب صحیح ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں سوائے آباء کے اسماء کے۔ وہ دیگر زبانوں میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہے۔"

◆ حضرت آدم تک نسب پاک چلانے میں کراہت کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر نے جواز بیان کیا ہے۔ حضرت امام مالک سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا۔ جو نسب پاک کو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہے تو انہوں نے اسے ناپسند فرمایا۔ ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بھی ناپسند فرمایا۔ انہوں نے کہا: "اس شخص کو کون بیان کرتا ہے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب بیان کرنے کو مکروہ سمجھا ہے مثلاً یوں کہا جائے "ابراہیم بن فلاں بن فلاں" انہوں نے فرمایا: "اسے کون بتاتا ہے؟"

اُد

ابو عمر نے لکھا ہے کہ سارے طرق عدنان بن اد بتاتے ہیں صرف ایک گروہ عدنان بن اد بن ادد کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مادہ ادد ہے۔ ان کی والدہ النعجاء بنت عمرو بنت تبع سعد ذی قائش حمیری ہے۔

اُدَد

اس کے مادہ اشتقاق کے بارے کئی اقوال ہیں:

◆ ۱ "الود" سے فعَل کے وزن پر واؤ کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ ابن سراج نے لکھا ہے کہ یہ معد اور عمر کی طرح نہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کا ظاہری قول بھی اسی طرح ہے۔

◆ ۲ ممکن ہے یہ "الاد" سے مشتق ہو اہم اور عظیم امر کو "الاد" کہا جاتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا إِدًّا ﴿٨٩﴾ (مریم:۸۹)

ترجمہ: "(اے کافرو) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے۔"

◆ ۳ ممکن ہے یہ اددت الثوب سے مشتق ہو۔ اس کا معنی پھیلانا ہے۔

◆ ۴ ممکن ہے یہ ادت الابل سے مشتق ہو جب اونٹ باہر نکلیں۔ دوسرے قول کے مطابق ممکن ہے یہ الاد سے مشتق ہو۔ آیت طیبہ میں شاذ ہو۔ عمرو بن العلاء نے اس کا معنی عظیم لکھا ہے۔ ان کی والدہ حیّۃ قحطانیہ تھی۔ الحافظ نے

التبصیر میں لکھا ہے "عورتوں کے سارے اسماء جو اس صورت پر آتے ہیں وہ یاء کے ساتھ ہیں سوائے حضرت بن اکثم کی بہن کے۔ وہ خاء اور نون کے ساتھ ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام خا مہملہ اور نون کے ساتھ ہے۔

الیسع علیہ السلام

یہ نبی کریم علیہ السلام تھے۔ سورۃ الانعام اور ص میں ان کا ذکر ہے۔ یہ عجمی نام ہے۔ غیر منصرف ہے یا یہ عربی ہے۔ انہیں ان کے علم ان کے علم کی وسعت یا حق کے لیے جدوجہد کی وجہ سے یسع کہا جاتا تھا۔

ہمیسع

قوی شخص کو ہمیسع کہا جاتا ہے۔ اگر لوگ اسے ضمہ سے پڑھتے ہیں لیکن فتح سے پڑھنا درست ہے۔ امام سہیلی نے اس کا معنی عاجز ہے۔ ان کی والدہ حارثہ بنت مرداس بن زرعۃ ذی رعین الحمیری تھی۔

ابن سلامان

ان کی کسی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔

نبت

انہیں نابت بھی کہا جاتا ہے۔ الامیر ابونصر بن ماکول نے نابت بن اسماعیل کے باب میں لکھا ہے "ان کے بارے کہا جاتا ہے وہ نابت بن سلامان بن حمل بن قیذار بن اسماعیل ہیں۔ یہ آخری قول ہے۔ لیکن الجوانی کے اس کے برعکس لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "عدنان بن اد بن ادد بن یسع بن ہمیسع بن سلامان بن نبت۔ انہوں نے سلامان کو نبت سے مقدم کیا ہے۔ ان کی والدہ ہامہ بنت زید بن کہلان بن سباء بن یشجب بن قحطان۔

حَمَل

ان کی والدہ العاضریہ بنت مالک جرہمی تھی۔

قیذار

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اونٹوں کے مالک کو قیذار کہتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اونٹوں کے مالک یہی بنے تھے۔ انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "عرب کے علماء نسب لکھتے ہیں کہ عدنان کا نسب قیذار بن اسماعیل علیہ السلام کی طرف

لوٹتا ہے۔ قیذار اپنے زمانہ کا بادشاہ تھے۔ اس کا معنی وہ بادشاہ ہے جو غالب ہو۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ وہ عرب کے قبائل میں داخل ہو گئے۔ بعض رخصت ہو گئے۔ علماء نے ان کا نسب بیان نہ کیا۔ سوائے قیذار کی اولاد کے اللہ تعالیٰ نے قیذار کی اولاد کو پھیلایا جو ان کی زبان میں گفتگو کرتی تھی۔ ان کی والدہ ہالہ بنت حارث بن الضاض جرھمی تھی۔

مُقَوَّم

علامہ توزری سے اسے مُقَوِّم پڑھا ہے۔

ناحور

اگر یہ عربی ہو تو یہ نحر سے مشتق ہے۔

قیرح

یہ جعفر کے وزن پر ہے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ الترحۃ سے فیعل کے وزن پر ہے۔ بشرطیکہ یہ عربی ہو الترح سرور کی ضد ہے۔

یعرب

ابن درید نے کہا ہے یہ اعرب فی کلامہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے فصیح ہونا۔ یا یہ "اعرب بمن نفسه" سے مشتق ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ عربی ہو۔

یشجب

حافظ التوزری نے لکھا ہے کہ یہ "الشجب" سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہلاکت ہے۔ کیونکہ عرب اپنے بیٹوں کے ایسے ہی نام رکھتے تھے۔ وہ ان سے اپنے دشمن کے لیے بدفالی پکڑتے تھے۔

نابت

یہ نبت سے اسم فاعل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

اس نام میں ایک لغت میں اسماعین بھی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کے نبی اور رسول تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں ان کے ننھال بنو جرھم اور عمالقہ کی طرف بھیجا جو سرزمین حجاز میں تھے۔ بعض ان پر ایمان لے آئے بعض نے کفر کیا۔ ''اسماعیل'' عجمی نام ہے۔ امام سہیلی نے اس کا معنی ''مطیع اللہ'' لکھا۔ صاحب القاموس نے لغات القرآن میں لکھا ہے ''روشن ستاروں کا مطلع'' نام رکھا گیا۔ بنو آدم میں سے سب سے پہلے ان کا نام ہی رکھا گیا۔ لیکن ملائکہ کے اسماء اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آسمان دنیا کے ملائکہ کا نام اسماعیل تھے۔ وضاحت قصہ معراج میں آئے گی۔ بعض لوگوں نے اس کا مادۂ اشتقاق میں تکلف کیا ہے۔ انہوں نے اسے سمع اور ایل سے مشتق مانا ہے۔ ایل رب تعالیٰ کا نام ہے۔ اگر ان کا وزن افعالیل ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا۔ جس نے یہ کہا ہے کہ یہ افعالیل کے وزن پر ہے کیونکہ اس کا اصل سماعیل ہے کیونکہ انہوں نے رب تعالیٰ کا حکم سنا اور اطاعت کی۔

''المطلع'' میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دس خصائص ہیں۔

1. ان کی زبان عربی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے فصیح زبان میں گفتگو کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے رب تعالیٰ نے جس کی زبان پر عربی زبان رواں فرمائی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اس وقت ان کی عمر ۱۴ برس تھی۔ صحیح میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''وہ جوان ہوئے اور عربی سیکھی۔'' یہ تفصیل گزر چکی ہے۔ ''الحافظ'' میں لکھا ہے ''اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی زبان عربی نہ تھی۔ اس سے ''اول من تکلم بالعربیه'' کے قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے ''جس نے سب سے پہلے عربی میں گفتگو کی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔'' حافظ نے لکھا ہے کہ اس دونوں روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت اسماعیل نے سب سے پہلے فصیح عربی میں گفتگو کی یا اصل عربی انہوں نے جرہم سے سیکھی ہو۔ پھر رب تعالیٰ نے ان پر فصیح عربی الہام فرما دی ہو۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابن ہشام نے شرقی بن قطامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عربی یعرب بن قحطان اور بقیہ حمیر اور جرھم سے فصیح تھی۔ شاید حدیث پاک میں اولیت حضرت اسماعیل کے ساتھ مختص ہو۔ اور یہ اولیت ان کے بقیہ بھائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد کے اعتبار سے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہی عربی زبان میں گفتگو کی تھی۔

2. وہی حضور ﷺ کے نورِ مبارک کے مرکز تھے۔

◆ ۳ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے نورِ نظر تھے۔
◆ ۴ تعمیرِ کعبہ میں وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ شامل تھے۔
◆ ۵ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی پہلی اولاد تھے۔
◆ ۶ عرب کے انساب ان کی طرف لوٹتے ہیں۔
◆ ۷ آزمائش کے وقت انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا تھا۔
◆ ۸ وہ اس خدمت کے ساتھ کامیاب ہوئے تھے۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ (الصّٰفّٰت:۱۰۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے بچالیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دے کر۔''

◆ ۹ رب تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے انہیں چن لیا تھا۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا تھا۔''

◆ ۱۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فخر کیا تھا۔ فرمایا: ''انا ابن الذبیحین''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے انہیں بارہ ناموں سے یاد فرمایا ہے:

◆ ۱ اغلام۔ ◆ ۲ علیم۔ ◆ ۳ حلیم۔
◆ ۴ مسلم۔ ◆ ۵ مستسلم۔ ◆ ۶ آمر۔

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ۔ (مریم:۵۵)

ترجمہ: ''وہ حکم دیا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا۔''

◆ ۷ صابر۔

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

ترجمہ: ''اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔''

◆ ۸ مرضی۔

وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ (مریم:۵۵)

ترجمہ: ''اور آپ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔''

◆ ۹ صادق۔ ◆ ۱۰ رسول۔ ◆ ۱۱ نبی۔ ◆ ۱۲ مذکور۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ (مریم:۵۴)

ترجمہ: "اور ذکر کیجیے کتاب میں اسمٰعیل کا۔"

یہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے ذبیح کون تھا۔ اکثر علماء نے وضاحت کی ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بیس سے زائد دلیلوں کے ساتھ اس کے خلاف کارد کیا ہے۔

ان کی نسل سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی نہیں آیا۔ خالد بن سنان اگر فترت کے زمانہ میں ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح البخاری میں روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں سارے لوگوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ ان کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہے۔" اگر وہ فترت سے قبل ہوں تو ان کا نبی ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ (السجدہ: ۳)

ترجمہ: "تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے۔"

کئی علماء نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی مبعوث نہیں کیا۔" اسے ابن کثیر نے روایت کیا ہے۔ الحافظ نے فتح میں لکھا ہے "یہ حدیث جو صحیح میں ہے وہ خالد بن سنان کی داستان کو کمزور کرتی ہے۔ یہ روایت بلاشبہ صحیح ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں مقال ہے۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ مستقل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے استحکام کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام جبار یا بادشاہ کی زمین میں سے گزرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا: "یہ جبار اگر یہ جان گیا کہ تم میری زوجہ ہو تو وہ غالب آجائے گا اگر وہ تم سے پوچھے کہ اسے کہنا کہ تم میری بہن ہو تم اسلام میں میری بہن ہو۔" جب وہ جبار کی زمین میں داخل ہوئے اور اس کے سپاہیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے بادشاہ سے کہا: "تیری زمین میں ایک ایسی خاتون آئی ہے جو صرف تیرے لیے ہی مناسب ہے وہ سارے لوگوں سے زیادہ باجمال ہے۔" اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا: "ان کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ میری بہن ہے۔" پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا: "سارہ! روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مؤمن نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے مجھے تمہارے بارے پوچھا ہے میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو۔ تم میری تکذیب نہ کرنا۔" آپ نے انہیں اس کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بادشاہ کے پاس گئیں تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر دعا مانگی "مولا! میں

تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ مولا! میری عزت و ناموس کا مالک صرف حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو ہی بنانا۔ اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرمانا۔" یونہی اس نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تو ہاتھ شل ہو گیا۔ اس کے منہ سے آوازیں نکلنے لگیں حتیٰ کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارنے لگا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے ہی اسے قتل کیا ہے۔" اسے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ اس نے عرض کی: "آپ میرے لیے دعا کریں میں آپ کو نقصان نہیں دوں گا۔" آپ نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا۔ آپ اٹھیں وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر عرض کی: "مولا! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ میری عزت کا مالک صرف میرے خاوند کو ہی بنا۔ اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔" اسے پھر اسی طرح ہوا حتیٰ کہ وہ اپنے ٹانگیں زمین پر مارنے لگا۔ انہوں نے کہا: "اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اسے قتل کر دیا ہے۔" اسے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ اس بادشاہ نے عرض کی "آپ رب تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ میں آپ کو نقصان نہیں دوں گا۔" آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس نے اپنے پہرے داروں کو بلایا۔ اس نے کہا: "تم میرے پاس کسی انسان کو لے کر نہیں آئے بلکہ شیطان کو لے آئے ہو۔" (نعوذ باللہ منہ) اسے حضرت ابراہیم کے پاس لے جاؤ۔ انہیں حضرت ہاجرہ دو اور انہیں میری زمین سے نکال دو۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں وہ کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا۔ "مہیم" یا "مَھیا" حضرت سارہ: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کافر کو رسوا فرمایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ نے کافر کے مکر کو اس کی گردن پر پھینک دیا ہے اور مجھے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دی ہے۔" (بخاری، مسلم، نسائی، بزار، ابن حبان)

امام نووی نے لکھا ہے "حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی شہزادی تھیں جو عین الجر میں رہتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ الحازمی نے کہا ہے "یہ بعلبک کے قریب ہے۔" اس نے انہیں حضرت سارہ کو ھبہ کیا اور حضرت سارہ نے حضرت خلیل اللہ کو ھبہ کر دیا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ھبہ کرنے سے قبل حضرت ہاجرہ مصری قبط کے ایک بادشاہ کی شہزادی تھیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے اہلِ مصر سے کہا: "ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ مصر فتح ہوگا انہوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اہلِ مصر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ ان کے ساتھ نسب بھی ہے اور سسرالی رشتہ بھی ہے۔" اہلِ مصر نے کہا: "اس نسب کے حق کی حفاظت ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔ یہ بعید کا نسب ہے۔ انہوں نے سچ فرمایا ہے تمہاری والدہ ماجدہ ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی شہزادی تھی۔ عین شمس کے لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کی۔ انہوں نے ہمیں شکست دی۔ انہوں نے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے وہ وہاں سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس چلی گئیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ ھاجر سریانی زبان کا لفظ ہے۔ ان کا والد قبط کا بادشاہ تھا۔ ان کی رہائش حفن میں تھی۔ یہ مصر

کی ایک بستی یا شہر تھا۔ اس میں اب بھی عظیم آثار ہیں اس مذکور جبار کا نام عمرو بن امرئ القیس بن سبا تھا۔ یہ مصر کا بادشاہ تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس کا نام صادوق تھا۔ (ابن قتیبہ) یہ اردن کا بادشاہ تھا۔ ابن ہشام نے ''تیجان'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے گندم خریدا کرتے تھے۔ انہوں نے انہیں چکی پیستے دیکھا۔ یہی راز ہے جو بادشاہ کے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ ھبہ کرنے میں ہے۔ اس نے کہا: ''ان کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ اپنے آپ کی خدمت کریں۔'' اس سبب میں اختلاف ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہا تھا۔ ظالم کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہ انہیں چھین لیتا خواہ وہ بہن ہوتی یا بیوی۔'' ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بادشاہ صرف خاوندوں والی عورتوں سے تعرض کرتا تھا۔

یہ الحافظ کا قول ہے جو ایک تتمہ کا محتاج ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے دو نقصانوں میں سے بڑے کو ان میں خفیف کا ارتکاب کر کے دور فرمانا چاہا۔ بادشاہ کے غضب کا واقعہ لازماً رونما ہونا تھا۔ لیکن وہ جان جاتا کہ زندگی میں ان کا خاوند ہے تو اس کی غیرت خاوند کو قتل کرنے، غائب کرنے، قید کرنے یا نقصان دینے پر ابھار سکتی تھی۔ لیکن اسے اگر علم ہو جاتا کہ وہ ان کے بھائی ہیں تو پھر غیرت بھائی کی طرف سے ہوتا تھی نہ کہ بادشاہ کی طرف سے۔ وہ اس کی پرواہ نہ کرتا۔ ایک قول یہ بھی ہے ''اگر اسے پتہ چل گیا کہ آپ میری زوجہ ہیں تو وہ مجھے طلاق پر مجبور کرے گا۔'' میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ یہ حضرت ابن منبہ سے روایت بھی ہے جسے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

الحافظ زکی الدین منذری نے ''السنن'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے کہا: ''اس جبار کی عادت یہ تھی کہ وہ شادی شدہ عورت کے قریب نہ جاتا تھا حتیٰ کہ وہ اس کے خاوند کو قتل کر دیتا تھا۔ اگر وہ ظالم ہوتا تو وہ قتل سے نجات پاتا۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اور اس کے خلیل تھے۔ بعد میں آنے والے سارے انبیاء کرام کے باپ ہیں۔ یہ عجمی اسم ہے۔ اس کا معنیٰ ''اب راحم'' رحم کرنے والا باپ ہے۔ ''المطلع'' میں ہے اکثر محققین کی رائے ہے کہ یہ اسم جامد ہے مشتق نہیں ہے۔ بعض متکلفین نے کہا ہے کہ یہ اسم البراء یا البرء یا البرائۃ اور الھیمان یا الوھم یا الھمۃ سے مشتق ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے بری ہوئے۔ تو ان کا دل ذکر الٰہی کا عاشق بن گیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ لغزش کے سبب سے بری ہوئے اور مقام خلت پر فائز ہو جانے کا ارادہ کیا۔ بعض نے لکھا

ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں قربت کے قالب میں تخلیق کیا۔صدق نیت کے ساتھ انہوں نے ہمت کے ملکوت کی طرف عزم کیا۔ایک شاعر نے لکھا ہے:

و کنت بلا وجد اموت من الھوی　　　وھام علیّ القلب بالخفقانٖ
فلما ارانی القلب انك حاضری　　　شھدتك موجوداً بكل مكانٖ

ترجمہ: ''میں وجد کے بغیر محبت سے مر رہا ہوں۔مجھ پر دل نے دھڑکن کے ساتھ غلبہ پایا۔جب میرے دل نے مجھے دکھایا کہ آپ میرے پاس حاضر ہیں تو میں نے گواہی دے دی کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں۔''

ابراہیم اسم کے بارے کئی لغات ہیں۔

١ ابراہیم۔یہ مشہور لغت ہے۔　٢ ابراھام۔　٣ ابراھوم۔
٤ ابرھم۔　٥ ابراھم۔
٦ ابراھم۔ان لغات کو فراء نے بیان کیا ہے۔
٧ اسی اسم کو امالہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔
٨ ابراھام۔دوسرے الف کے امالہ کے ساتھ۔یہ شاذ ہے۔
٩ ابرھم۔

''المطلع'' میں ہے ابراہیم کی جمع ابارہ، اباریہ، ابارمہ، ابارھہ، براھم، براھیم، براھمۃ اور براۃ ہے۔اس کی تصغیر بُرَیہ یا ابیرہ یا بُریھیم ہے۔

ان کی کنیت ابو الضیفان تھی۔عکرمہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد یہ سارے انبیائے کرام سے افضل ہیں۔الحافظ ابن کثیر نے تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔اس کے دلائل بھی دیے ہیں۔

البزار، امام احمد، حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''بنو آدم میں سے بہترین حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ان میں سے افضل حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں۔'' اس طرح موقوفاً نہیں کہا جا سکتا۔اس کا حکم مرفوع ہے۔امام ذہبی نے اسی قول کو یقین کے ساتھ کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت کے بارے اختلاف ہے۔برزہ میں ولادت ہوئی۔یہ جگہ دمشق کے مضافات میں ہے۔یہ ابن عساکر نے لکھا ہے مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ ان کی ولادت ''کوثا'' میں ہوئی۔یہ جگہ سرزمین عراق میں بابل کی اقلیم میں ہے۔ان کی والدہ کا نام نوبا یا لیوثا تھا۔وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار بعد اس دنیا میں آئے۔حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام کے مابین دس صدیاں تھیں۔

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں امام واقدی سے روایت کیا ہے۔سب سے پہلے انہوں نے ہی سریانی

زبان میں گفتگو کی تھی۔ جب انہوں نے دریا عبور کیا تو وہ عبرانی زبان میں گفتگو کرنے لگے۔
الطبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے مابین دس صدیاں تھیں۔ نمرود (یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے) نے جن افراد کو آپ کے تعاقب میں بھیجا تھا۔ اس نے انہیں کہا "جب تم کسی کو دیکھو جو سریانی زبان میں گفتگو کر رہا ہو تو اسے واپس لے آؤ۔" جب انہوں نے حضرت خلیل علیہ السلام کو پایا اور آپ کو بولنے کے لیے کہا۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی زبان کو عبرانی میں تبدیل کر دیا۔ جب انہوں نے دریا عبور کیا تو اس زبان کو عبرانی کہا جانے لگا۔ سریانی زبان سے متعلق ابن سلام نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء سکھائے تو ملائکہ سے مخفی سکھائے۔ انہوں نے اسی زبان میں اسماء سیکھے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ ان کی اور بھی اولاد تھی۔ المطلع میں ہے حق کے رستہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دس مقامات ہیں جو انہوں نے انتہائی عزتوں کے ساتھ حاصل کیے۔

◆ ۱ قام طلب۔ جیسے:

هٰذَا رَبِّيْ۔ (الانعام:۷۶)

ترجمہ: "یہ ہے میرا رب۔"

◆ ۲ مقام دعوت۔ جیسے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ (الحج:۲۷)۔

ترجمہ: "اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا۔"

◆ ۳ مقام فضیلت۔ جیسے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط (البقرۃ:۱۲۵)

ترجمہ: "اور بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔"

◆ ۴ مقام فقر وفاقہ۔ جیسے:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ۔ (ابراہیم:۴۰)

ترجمہ: "میرے رب بنا دے مجھے نماز کو قائم کرنے والا۔

◆ ۵ مقام نعمت۔ جیسے:

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ (الشعراء:۷۹)

ترجمہ: "اور وہ جو مجھے کھلاتا بھی ہے اور مجھے پلاتا بھی ہے۔"

◆ ۶ مقام مغفرت۔ جیسے:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؀ (الشعراء: ۸۲)

ترجمہ: "اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بخش دے گا میرے لیے میری خطا روزِ جزا کو"۔

◆ ۷ مقامِ محبت۔ جیسے:

اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ (البقرۃ: ۲۶۰)

ترجمہ: "اے میرے پروردگار دکھادے مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو"۔

◆ ۸ مقامِ مغفرت۔ جیسے:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ؀ (الشعراء: ۸۴)

ترجمہ: "اور بنادے میرے لیے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں"۔

◆ ۹ مقامِ ہیبت۔ جیسے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ؀ (التوبۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: "بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے"۔

◆ ۱۰ مقامِ وارفتگی۔ اس مقام نے آپ کو واسطہ سے مستغنی کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

حسبی من سوالی علمه بحالی"

مؤرخین لکھتے ہیں: "حضرت ابراہیم نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ ان کی عمر ۱۷۵ سال یا دو سو سال ہو چکی تھی۔ ان کا وصال ارضِ مقدس میں ہوا۔ ان کی قبر انور یقیناً وہی ہے۔ انبیائے کرام میں سے صرف حضور ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبور انور کا صحیح علم ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا۔

ابن ابی شیبہ، ابن سعد، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضرت ابراہیم کی عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی تو قدوم (کلہاڑے) کے ساتھ ان کا ختنہ کیا گیا۔ اس کے بعد وہ اسی سال تک بحیات رہے"۔

حضرت سعید رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے ختنہ کرایا۔ سب سے پہلے ان کے بال سفید ہوئے۔ جب انہوں نے یہ سفیدی دیکھی تو عرض کی: "مولا! یہ کیا ہے؟" رب تعالیٰ نے فرمایا: "اے ابراہیم! یہ وقار ہے"۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میرے وقار میں اضافہ فرما"۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی مہمان نوازی کی۔ سب سے پہلے انہوں نے مونچھیں تراشیں، سب سے پہلے انہوں نے ناخن کاٹے۔ سب سے پہلے انہوں نے زیرِ ناف بال صاف کیے۔ (امام بیہقی اور ابن عدی نے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے)

ابو یعلی اور ابو شیخ نے عقیقہ میں موسیٰ بن علی بن رباح سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو ختنہ کرانے کا

حکم دیا گیا اس وقت ان کی عمر اسی سال تھی۔ انہوں نے جلدی کی کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کر لیا۔ درد شدید ہوا تو رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ نے جلدی کی اور قبل اس کے ہم آپ کو کسی آلہ کے متعلق بتاتے آپ نے ختنہ کر لیا'' انہوں نے عرض کی: ''مولا! میں نے ناپسند کیا کہ تیرے حکم کو مؤخر کروں'' شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم نے اسّی سال کی عمر میں قدوم میں (یا کلہاڑے کے ساتھ) ختنہ کیا۔

قدوم کو تخفیف اور تشدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جگہ کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آلہ ہے۔ دوسرے معنی کے وقت یہ تخفیف کے ساتھ ہوگا۔ پہلے معنی کے مطابق اس میں دو لغتیں ہیں۔ یہ اکثر کا قول ہے۔ داؤدی نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ پھر اس جگہ میں اختلاف ہے کسی نے کہا ہے کہ یہ شام کی ایک بستی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ سراۃ کا ایک شہر ہے۔ اکثر علماء کا گمان ہے کہ اس سے مراد آلہ ہے۔ الصحیح میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا تو اس وقت ان کی عمر اسی سال تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن حبان نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ اس روایت میں کمی و بیشی ہے۔ کیونکہ ۱۲۰ سال تو حضرت ابراہیم کی عمر تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو امام حاکم نے لکھا ہے اور اسے شیخین کی شرائط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا ختنہ ۱۲۰ سال میں ہوا تھا۔ کتاب العقیقہ میں ابو شیخ نے حضرت ابو ہریرہ سے موصولاً اور مرفوعاً روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے ''اس کے بعد وہ اسی سال زندہ رہے۔ اس طرح ان کی عمر دو سو سال ہوگی۔ بعض علماء نے ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ پہلے گروہ نے ان کی نبوت کی ابتداء سے شمار کیا ہے جبکہ دوسرے گروہ نے ان کی ولادت سے شمار کیا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے سب سے پہلے پائجامہ پہنا۔ انہوں نے سب سے پہلے زیر ناف بال صاف کیے۔ انہوں نے سب سے پہلے ختنہ کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی۔ انہوں نے سب سے پہلے بڑھاپا دیکھا۔

حضرت وکیع نے حضرت واصل بن مولیٰ ابن المسیبہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی ''آپ مجھے سارے اہل زمین سے زیادہ معزز ہیں۔ جب آپ سجدہ کریں تو زمین آپ کی شرم گاہ نہ دیکھے۔'' انہوں نے پائجامہ پہن لیا۔''

امام دیلمی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہندی سے خضاب لگایا۔''

ابن ابی شیبہ اور امام بزار نے حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے منبر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ دیا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے سب سے پہلے لشکر کے میمنہ، میسرہ اور قلب کو ترتیب دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے تھے جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو قیدی بنایا تھا۔

البزار اور الطبرانی نے حضرت معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''منبر بناؤ۔ میرے باپ حضرت ابراہیم نے منبر بنایا تھا۔ عصا پکڑو۔ میرے باپ حضرت ابراہیم نے عصا پکڑا تھا۔''

ابن ابی دنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام کیا تھا۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان نوازی کی تھی۔''

ابن سعد، ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے الحلیۃ میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عکرمہ سے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کی کنیت ابوالضیفان تھی۔ ان کی حویلی کے چار دروازے تھے۔ تاکہ کوئی شخص رہنے نہ پائے۔'' امام بیہقی نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کھانا تناول فرمانا چاہتے تو ایک میل تک کسی شخص کو تلاش کرتے جو ان کے ہمراہ کھانا کھائے۔''

ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں اور خطیب میں تاریخ میں حضرت تمیم داری سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس ہستی نے سب سے پہلے معانقہ کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔''

ابن سعد نے محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی۔ سب سے پہلے ثرید بنائی سب سے پہلے بالوں کی سفیدی دیکھی۔ رب تعالیٰ نے مال اور خدام میں وسعت دے رکھی تھی۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت مطرف سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے اپنی قوم کی بت پرستی سے تنگ آ کر اسے چھوڑا۔ جب رب تعالیٰ سے دعا کر کے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔

ابن ابی شیبہ، شیخان، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ لوگوں کو روزِ حشر ننگے پاؤں عریاں جسم اٹھایا جائے گا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ ''میں اپنے خلیل کو عریاں نہیں دیکھوں گا۔'' حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو سفید کپڑے پہنا دیے جائیں گے۔''

یہی روایت حضرت عبداللہ بن حارث نے اس طرح روایت کی ہے ''حضرت خلیل اللہ کو سب سے پہلے دو قبطیہ چادریں پہنائی جائیں گی۔ پھر حضور اکرم ﷺ اپنا یمنی حلہ پہنیں گے۔ آپ عرشِ الٰہی کے دائیں طرف ہوں گے۔

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے زہد میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دو بھوکے

شیر چھوڑے گئے شیروں نے ان کے قدم چاٹے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔
ان کے وصال کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ موت کے فرشتے سے کہا گیا "حضرت ابراہیم کے ساتھ نرمی برتنا" موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا وہ اپنے انگوروں میں تھے۔ فرشتہ ایک عمر رسیدہ آدمی کی شکل میں تھا۔ جس کا کچھ بھی باقی رہ گیا ہو جب حضرت خلیل اللہ نے اسے دیکھا تو اس پر رحم آیا۔ انہوں نے اسے اپنی ٹوکری لی۔ اور انگوروں کے باغ میں داخل ہو گئے۔ پھر انگور لا کر اس کے سامنے رکھ دیے۔ فرمایا: "کھاؤ" اس نے اپنے ہاتھ رکھے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ کھا رہا تھا پانی اس کی داڑھی اور سینے پر گر رہا تھا۔ حضرت خلیل اللہ نے تعجب کیا۔ انہوں نے کہا: "عمر نے تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس نے حضرت ابراہیم کی مدت عمر شمار کی اور کہا: "میری عمر اتنی ہے۔" حضرت خلیل اللہ نے کہا: "میری عمر بھی اتنی ہے۔ کیا میں انتظار کروں کہ میں بھی تمہاری طرح ہو جاؤں۔" مولا! میری روح قبض فرمالے۔ حضرت ابراہیم کا نفس خوشی خوشی وصال کے لیے تیار ہو گیا۔ ملک الموت نے اسی وقت ان کی روح قبض کر لی۔"
حضرت خلیل اللہ کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ اور بھی اولاد تھی۔

تارح

اس کا معنیٰ "یا اعوج" ہے۔ یہ آزر ہے۔ امام جوہری نے لکھا ہے کہ یہ عجمی نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آزر سے مشتق ہے جس کا معنیٰ تعاون کرنا ہے۔ تارح اور آزر اس کے دو نام ہیں۔ جس طرح کہ کئی سیرت نگاروں نے یقین کے ساتھ کہا ہے۔ امام سہیلی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کا معنیٰ "یا اعوج" ہے۔ یا یہ بت کا نام ہے۔ قرآن پاک میں یہ فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ۔ (الانعام: ۷۴)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے۔"

یعنی "دع آزر" آزر کو چھوڑ دیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کا کلمہ زجر و توبیخ کے استعمال ہوتا ہے۔
علامہ توزری نے لکھا ہے کہ اس کے دو نام تھے۔ تارح، آزر۔ حسن اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر بت کا نام ہے۔ جو فعل کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی "اتتخذ آذرَ الھا اتتخذ اصنامًا" یہ اس شخص کی قرات ہے جس نے را پر فتح پڑھا ہے جس نے راء پر ضمہ پڑھا اس وقت یہ "یا مخطئ" کے معنیٰ میں ہو گا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ "المؤازرۃ" سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ معاونت ہے۔ یہ اپنی قوم کی بت پرستی میں اس کی معاونت کرتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رفع کے ساتھ ہو اور حرف نداء کے اسقاط کے ساتھ ہو۔
علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ آزر، لابیہ کا عطف بیان ہے ندا کی وجہ سے اسے آزر بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک قول یہ

ہے کہ آزر بت کا نام تھا۔ کیونکہ یہ اس کی عبادت میں منہمک رہتا تھا۔ اسی لیے اسے بھی یہی نام دے دیا گیا۔ یا اس کا معنی عابد آزر ہوگا۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ اسے یوں بھی پڑھا گیا "ازرًا اتتخذ اصنامًا آلھۃ" اس وقت یہ بت کا نام ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے "لم تعبد آزر علی الانکار" پھر کہا "اتتخذ اصنامًا الھۃ" یہ اس کی تقریر اور تبیین کے لیے ہے۔ یہ انکار کے حکم میں شامل ہے۔ امام ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے "حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا جب وہ نمرود کے دربار میں معبودانِ باطلہ کا نگران بنا تو اسے آنور کا نام دے دیا گیا۔ (حضرت ابراہیم کے والد کے بارے تفصیلات جاننے کے لیے ضیاء النبی از جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کریں۔ مترجم)

ناحور

یہ اس ناحور کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ حضرت اسماعیل سے پہلے ہو چکا ہے۔ ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ اس نے ایک سو سالہ زندگی گزاری۔ ابن حبیب نے اس کی عمر ۱۴۸ سال لکھی ہے۔

شاروخ

علامہ جوانی نے اسے ساروغ لکھا ہے۔ ملک المؤید نے اسے ساروع بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس نے ۲۰۷ سال زندگی پائی۔

راغو

اسے رغو بھی پڑھا گیا ہے عربی میں اس کا معنی قاسم ہے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۲۲۸ سال زندگی گزاری۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۶۰ سال لکھی ہے۔

فالخ

ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے یہ سریانی زبان کا نام ہے عربی میں اس کا معنی وکیل ہے۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام کے بھائی تھے۔ جب ان کے باپ نے کوہِ جودی پر عربی میں گفتگو کی تھی انہوں نے اس زبان میں گفتگو نہیں کی تھی۔ انہوں نے ۲۶۷ سال عمر گزاری۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۹۰ سال لکھی ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۲۳۹ سال لکھی ہے۔ علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام بیشا حا لکھا ہے۔

عَیْبَر

یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ اسے عابر بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۳۴ سال لکھی ہے۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۴۶۳ سال لکھی ہے۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ یہ ہی حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ امام سہیلی اور حافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے نسب میں راجح قول یہ ہے۔ ھود بن عبداللہ بن رباح بن حادر بن عاد بن عوص بن آدم بن سام بن نوح۔ علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام رجانہ لکھا ہے یہ پاکیزہ خواتین میں سے تھیں۔

علامہ سہیلی اور توزری نے تاریخ طبری سے تحریر کیا ہے کہ عابر اور فالخ کے مابین ایک باپ قینان بھی ہیں۔ توزری نے اسے قین لکھا ہے۔ تورات میں اس کا ذکر نہیں کیونکہ یہ جادوگر تھا۔ لیکن ابن حزم نے الطبری کی گرفت کی ہے کہ تورات میں ان کے اجماع سے یہ نسب ثابت ہے۔

شالخ

امام سہیلی نے اس کا معنی الرسول یا الوکیل لکھا ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۴۶۳ سال زندگی بسر کی۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۳۳ سال اور ابن کلبی نے ۴۹۳ سال لکھی ہے۔ یہ اپنے والد کے وصی تھے۔

ارفخشذ

بعض نے اسے ارفخشذ لکھا ہے۔ بعض نے اسے الفخشذ لکھا ہے۔ صاحب "النور" نے اسے الفشخذ لکھا ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد روشن چراغ ہے۔ شاذ سریانی الزبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی روشنی ہے۔ ان کی والدہ الملوک بن خنوع کی بیٹی تھی۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۴۰۳ سال زندگی بسر کی۔ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۶۰ سال لکھی ہے۔ جبکہ ابن کلبی نے ان کی عمر ۴۶۸ سال لکھی ہے۔ ان کے بیٹوں کے نام عابر، مالک اور قینان تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے علم نجوم میں غور و فکر کیا۔ انہوں نے یہ علم خالی تنور سے حاصل کیا۔ طوفان سے قبل اس میں ہر علم لکھ دیا گیا تھا۔ اسے زمین میں دفن کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ علم وہاں سے سیکھ لیا۔

سام

امام احمد، امام ترمذی اور امام مالک نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سام ابوعرب حام ابوحبش اور یافث ابوروم ہیں" بزار، ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت نوح کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافث سام سے عرب، فارس اور روم والے پیدا

ہوئے۔ ان میں بھلائی ہے۔ یافث سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے ترک اور صقالبہ پیدا ہوئے۔ان میں بھلائی نہیں۔حام سے قبط ،بربر اور اہل سوڈان پیدا ہوئے۔"اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے"جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کی وصیت کی۔طوفان سے قبل ان کی عمر ۹۸ سال تھی۔ یہ ان کی پہلی اولاد تھی۔ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ یہ اہلِ زمین کے سرپرست تھے۔حضرت وہب نے لکھا ہے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ان کے ساتھ حضرت سام کی قبر تک پہنچے۔انہوں نے کہا:"سام! اللہ تعالیٰ کی اذن سے مجھے جواب دو۔"وہ رب تعالیٰ کی قدرت سے کھجور کی طرح کھڑے ہوگئے۔حضرت عیسیٰ:"تم نے کتنی عمر پائی ہے۔"سام:"میں نے چار ہزار سال زندگی پائی۔" حضرت عیسیٰ:"یہ دنیا کیسے ہے؟"سام:اس گھر کی طرح جس کے دو دروازے ہوں۔اس میں داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا۔ یہ موت سے گھبراتے تھے۔حضرت نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ سام پر موت طاری نہ کرے۔حتیٰ کہ وہ خود موت کے بارے سوال کریں۔حضرت سام بیمار ہوگئے۔مرض شدت اختیار کرگئی۔ بڑھاپا بھی تھا۔انہوں نے رب تعالیٰ سے موت کا سوال کیا اور ان کا وصال ہوگیا۔ یاقوت کے معجم البلدان میں لکھا ہے۔دمشق کے گرد و نواح میں مدینہ ایوب میں حضرت سام کی قبر ہے۔"

تنبیہ

شیخ برھان الدین ناجی نے کنز الراغبن میں لکھا ہے کہ حضرت سام نبی نہ تھے۔لیکن ابو اللیث سمرقندی نے"بستان" میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ابن سعد نے طبقات میں اور زبیر بن بکار نے الموفقیات میں کلبی سے روایت کی ہے کہ حضرت سام نبی تھے۔لیکن کلبی متروک ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

یہ رب تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔امام نووی نے لکھا ہے یہ عجمی نام ہے۔ یہ منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عربی ہے اور ناح ینوح سے مشتق ہے۔کیونکہ یہ ہمہ وقت گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے اس لیے نوح کے نام سے معروف ہوئے۔اس گریہ کے سبب میں اختلاف ہے۔اس کا ایک سبب یہ لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم پر گریہ زاری کرتے تھے۔ان پر افسوس کرتے تھے کیونکہ وہ توبہ کے بغیر غرق ہوئے تھے۔ان کے نام کے بارے اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔جس کی کوئی اصل نہیں۔ایک گروہ نے لکھا ہے کہ ان کا نام عبدالغفار تھا۔ یہ آدم ثانی ہیں کیونکہ حضرت آدم کی اولاد حضرت نوح سے ہی چلی۔طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے مابین دس صدیاں تھیں۔"

امام شعبی نے لکھا ہے "رب تعالیٰ نے حضرت نوح کو قابیل کی اولاد اور ان کے پیروکاروں کی طرف بھیجا۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے دو گروہ تھے۔ ایک پہاڑوں پر جبکہ دوسرا میدانوں میں رہتا تھا۔ پہاڑی علاقوں کے مرد خوبصورت اور عورتیں بدصورت جبکہ میدانی علاقے کی عورتیں خوبصورت اور مرد بدصورت تھے۔ قابیل کی اولاد میں بے حیائی پھیل گئی۔ رب تعالیٰ نے ان میں حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔ وہ ان میں ۹۵۰ سال رہے۔ وہ انہیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ انہیں ڈراتے رہے مگر انہوں نے لبیک نہ کہا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے عرض کی۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح:۲۶)

ترجمہ: "اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔"

جب ان کی دعا طوالت اختیار کر گئی۔ قوم کی سرکشی اور اذیت لمبی ہوگئی تو انہوں نے رب تعالیٰ سے التجا کی۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی۔

اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ۔ (ہود:۳۶)

ترجمہ: "بے شک ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم سے مگر وہی جو ایمان لا چکے ہیں۔ جب انہیں علم ہو گیا کہ ان کی پشت اور رحموں میں ایمان لانے والا کوئی نہیں تو انہوں نے یہ دعا مانگی۔"

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح:۲۶)

ترجمہ: "اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔"

رب تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! لکڑی کہاں سے لاؤں؟" رب تعالیٰ نے فرمایا: "درخت لگا لیں۔" انہوں نے ساج کا درخت لگایا۔ انہیں چالیس سال گزر گئے۔ حضرت نوح قوم کے لیے بددعا کرنے سے رک گئے۔ رب تعالیٰ نے قوم کی عورتوں کو بانجھ کر دیا۔ ان کے ہاں بچے نہ ہوتے تھے۔ جب درخت بڑا ہو گیا تو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اسے کاٹیں اسے سکھائیں پھر اس سے کشتی بنائیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ کیسے کشتی بنائیں۔ انہوں نے ایک طرف کشتی کا دروازہ رکھا۔ کشتی اسی ذراع طویل پچاس ذراع چوڑی تھی۔ وہ تیس ذراع بلند تھی۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس کی لمبائی چھ سو ذراع تھی۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ہر جانور جوڑا جوڑا سوار کر لیں۔ رب تعالیٰ نے بحر و بر کے جانور ان کے سامنے حاضر کر دیے۔ انہوں نے سب سے پہلے طوطا اور سب سے آخر میں گدھا سوار کیا۔ روایت ہے کہ کشتی میں صرف سات مومن تھے۔ حضرت نوح، ان کے فرزند سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں" دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ یا دس تھی۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی تعداد ۷۲ یا ۸۰ تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر سارے انبیاء کرام سے طویل تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی عمر ۱۳۰۰ سال تھی۔ جب وحی آئی تو ان کی عمر ۳۵۰ سال تھی۔ ۹۵۰ سال تک انہوں نے تبلیغ کی۔

"المطلع" میں ہے "شیطانوں میں سے صرف دو شیاطین نے اسلام قبول کیا ہے۔ حضور ﷺ کے شیطان نے اور حضرت نوح علیہ السلام کے شیطان نے۔ ابلیس نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا: "مجھ سے پانچ باتیں سیکھ لیں۔" انہوں نے فرمایا: "میں تیری تصدیق نہیں کروں گا۔" رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی "اس کی تصدیق کرو" انہوں نے کہا "بتاؤ" ابلیس: تکبر سے بچیں۔ میں اس آفت میں تکبر کی وجہ سے پھنسا ہوں۔ حسد سے بچیں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ طمع سے بچیں۔ آدم کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا طمع کی وجہ سے ہوا تھا حرص سے بچو۔ حواء کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا حرص کی وجہ سے ہوا تھا۔ طویل امیدی سے بچو۔ آدم وحوا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ طول امل کی وجہ سے ہوا تھا۔"

رب تعالیٰ نے حضرت نوح عبداً شکوراً فرمایا ہے۔ فریابی، ابن جریر اور حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کپڑے پہنتے یا کھانا کھاتے تو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رب تعالیٰ نے انہیں عبداً شکوراً فرمادیا۔

امام نسائی، حاکم، بزار ایک انصاری صحابی سے حضرت نوح علیہ السلام کی وصیتوں کو یوں روایت کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: "میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ ان میں کوتاہی تو ہو جائے لیکن انہیں بھولنا ہرگز نہیں۔" میں تمہیں دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں جن دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ ان سے رب تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔ اس کی صالح مخلوق بھی اس سے خوش ہو جاتی ہے۔ میں تمہیں لا الٰہ الا اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر زمین و آسمان کسی حلقہ میں ہوں تو یہ کلمہ انہیں توڑ کر رکھ دے اگر یہ کلمہ کسی پلڑے میں ہو تو اسے جھکا دے۔ میں تمہیں "سبحان اللہ و بحمدہٖ" کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ مخلوق کی نماز (ذکر) اور انس کے ذریعہ رب تعالیٰ مخلوق کو رزق دیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ (الاسراء: ۴۴)

ترجمہ: "اور (اس کائنات میں) کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے بیشک بہت بردبار، بہت بخشنے والا ہے۔"

میں جن دو چیزوں سے روکتا ہوں وہ ایسی ہیں جن سے رب تعالیٰ بھی اور اس کی صالح مخلوق چھپ جاتی ہے۔ میں تمہیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔"

تنبیہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔"ایک دن حضرت نوح علیہ السلام نے غسل کیا انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔انہوں نے فرمایا:"تو میری طرف دیکھتا ہے جبکہ میں غسل کر رہا ہوں رب تعالیٰ تیرا رنگ سیاہ کرے۔"اس کا رنگ کالا ہوگیا۔یہ ہی سوڈان کے باپ ہیں۔اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے اسے صحیح کہا ہے۔

امام ذھبی نے ان کا تعاقب کیا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمان ہے۔محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس مٹی سے تخلیق کیا جسے ساری زمین سے اکٹھا کیا گیا۔اس مٹی کے مطابق اولادِ آدم کی رنگت ہوتی ہے۔ان میں سے بعض سرخ، بعض سفید، بعض کالے اور بعض ان کے مابین ہیں۔اسی کے مطابق سخت، نرم، خبیث اور عمدہ ہیں۔

لامک

التیجان میں ہے کہ لامک عبرانی زبان کا لفظ ہے۔جبکہ عربی میں لمک ہے سریانی میں لمخ ہے۔اس کا معنی "متواضع" ہے۔امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے عود، غناء اور پانی کے حوض بنائے۔ابن ہشام نے لکھا ہے انہوں نے ۷۷۰ سال عمر بسر کی۔

متوشلخ

ابن حبیب نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۹۶۰ سال عمر پائی۔جوانی نے ان کی والدہ کا نام بروخا لکھا ہے۔ان کے بھائی بھی تھے لیکن وہ لاولد تھے۔یہ ہی اپنے باپ کے وصی تھے۔

خنوخ

گمان کیا جاتا ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت وھب سے پوچھا گیا "حضرت ادریس کون تھے؟"انہوں نے کہا:"وہ ابونوح کے دادا تھے۔"دوسری روایت کے مطابق یہ ان کے دادا تھے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے شاید دوسرا قول کو مجازاً استعمال کیا جاتا ہے باپ کا دادا، دادا ہی ہوتا ہے۔

انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔الحافظ کہتے ہیں اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حسن سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:

"الیاس ہی ادریس ہیں اور حضرت یعقوب ہی اسرائیل ہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت الیاس ہی ادریس ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں نہ کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی اولاد میں سے ہوں۔ سورۃ الانعام میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ

(سورۃ الانعام: ۸۴،۸۵)

ترجمہ: "اور نوح کو ہم نے ہدایت دی تھی ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (راہِ راست دکھائی) اور اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور (ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔"

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الیاس حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں خواہ ہم کہیں کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان "و من ذریتہ" میں ضمیر نوح علیہ السلام کے لیے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لازماً حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔

ابن اسحاق نے "المبدأ" میں لکھا ہے کہ الیاس بن فنحاص بن عیزان بن ہارون بن عمران ہیں حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ان سے پہلے تھے۔ اکثر صحابہ کرام کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے تھے۔ علامہ ابن عربی نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا نہ تھے۔ وہ تو بنو اسرائیل میں سے تھے۔ کیونکہ روایت ہے کہ وہ بنو اسرائیل سے تھے کیونکہ انہوں نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح استقبال کیا تھا۔ "مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح" اگر وہ آپ کے اجداد میں سے ہوتے تو "الابن الصالح" سے استقبال کرتے جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ یہ عمدہ استدلال ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور تلطف کے لیے ہے۔ لیکن یہ اس طرح نہیں ہے۔ امام نووی کا اشارہ یہی ہے۔

ابن اسحاق کا یہ قول کہ خنوخ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اہلِ کتاب سے ماخوذ ہے۔ علامہ مازری نے لکھا ہے کہ مؤرخین کہتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ اگر دلیل مل جائے کہ حضرت ادریس علیہ السلام رسول تھے۔ تو پھر نسابین کا یہ قول درست نہیں کہ وہ حضرت نوح سے پہلے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث شفاعت میں

ہے "حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔ اگر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو پھر ان کا قول درست ہے حالانکہ صحیح قول یہی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی تھے رسول نہ تھے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت یہ نص بیان کرتی ہے کہ حضرت آدم اور حضرت ادریس رسول تھے۔ الطبرانی، حاکم اور ابن حبان نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی اور رسول تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے قلم کے ساتھ لکھا تھا۔" امام حاکم نے ضعیف سند سے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس سفید رنگت والے، لمبے قد والے، بڑے پیٹ والے چوڑے سینے والے تھے ان کے سر پر بہت زیادہ بال تھے لیکن جسم کے بال کم تھے۔ ان کی ایک آنکھ دوسری سے بڑی تھی۔ ان کے جسم پر مرض کے بغیر سیاہ نقطے تھے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ان کی آواز نرم تھی۔ انہیں ادریس اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اللہ کی کتب اور اسلام کی سنن پڑھتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے کپڑے سیے انہیں پہنا اس سے قبل لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ ایک ہزار انسانوں نے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ جب رب تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا تو انہوں نے ان کے بعد اختلاف کیا اور بدعتیں پیدا کیں۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۳۶۵ سال زندگی بسر کی۔ "المطلع" میں ہے کہ ادریس کو سریانی میں خنوخ کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی بہت زیادہ عبادت کرنے والا ہے۔ ادریس اعجمی اور غیر منصرف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ الدرس یا الدراسۃ سے مشتق ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ کتابیں پڑھتے تھے۔ انہیں حضرت آدم اور حضرت شیث علیہما السلام کے صحیفے یاد تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ۵۱ جبکہ حضرت شیث علیہ السلام پر ۲۰ صحیفے نازل ہوئے۔ ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ وہ سب کو یاد کرتے اور پڑھتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے سیاہ اور سب سے پہلے علم ہیئت کے بارے خبر دی۔ حساب اور ستاروں کے بارے تائید سماوی سے بتایا۔ رب تعالیٰ نے انہیں ان کی دعا کی وجہ سے اٹھالیا تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی اتنی عبادت کی حتیٰ کہ ملائکہ نے ان کی رفاقت کی تمنا کی۔

یَرْد

ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ تورات میں ان کا نام یارد ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی "ضابط" ہے۔ انجیل میں ان کا نام یَرْد ہے۔ عربی میں اس کا معنی "ضبط" ہے وہ رب تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے تھے۔ انہوں نے ۹۶۲ سال عمر پائی۔ یہ اپنے والد کے وصی تھے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۸۹۵ سال لکھی ہے۔

مھلا ییل

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی الممدح ہے۔ التیجان میں ہے کہ یہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق زمین کے نگران بنے۔ انجیل میں ان کا نام مھلا ییل ہے جس کا معنی "یسبح اللہ" ہے۔ انہوں نے ۲۲۰ سال کی عمر میں

وصال کیا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "ان کے زمانہ میں بتوں کی عبادت شروع ہوئی۔"

قینن

یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ اسے قینان بھی پڑھا گیا ہے۔ "التیجان" میں ہے کہ قینان عبرانی زبان کا لفظ ہے عربی میں اسے "مستوی" کہتے ہیں۔ انجیل میں ان کا نام قایان ہے۔ عربی میں اس کا معنی عیسیٰ ہے۔ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ ان کے جانشین تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق قائم کیا۔ انہوں نے ۱۲۰ سال عمر گزاری۔ "النور" میں ہے میرے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ انہوں نے ہی انطاکیہ کا شہر بسایا تھا۔

یانش

التیجان میں ہے کہ سریانی میں اسے انوش کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا معنی صادق ہے۔ یہی زمین میں رب تعالیٰ کے امر کے والی تھے۔ وہ رب تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا رہے۔ حتیٰ کہ ان کی عمر ۹۵۰ سال ہوگئی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے کھجور لگائی۔ خانہ کعبہ کے دروازے لگائے۔ دانہ کاشت کیا۔ ابو العباس احمد بن قاضی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے دانہ کاشت کیا وہ کاشتکاری کرتے تھے۔ جوانی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام لبود بنت آدم تھا۔

صیث

اسے شیث اور شیاث بھی پڑھا گیا ہے۔ اسے منصرف اور غیر منصرف بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی ھبۃ اللہ یا عطیۃ اللہ ہے۔ ابن ہشام نے کہا کہ اس کا معنی نُصب ہے کیونکہ ان پر اور ان کی اولاد پر دینا نصب کی گئی۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد میں سے باجمال، افضل تھے یہ حضرت آدم کے مشابہ تھے۔ ان کو سب سے پیارے تھے۔ یہ اپنے والد گرامی کے وصی اور ولی عہد تھے۔ یہ سارے انسانوں کے باپ ہیں۔ سارے انسانوں کے نسب ان تک جاتے ہیں انہوں نے زندگی کے ۹۱۲ سال گزارے۔

آدم

ان کی کنیت ابو البشر، آدم اور خلیفہ ہے۔ آدم سریانی زبان کا لفظ ہے۔ اہلِ کتاب انہیں آدام کہتے ہیں علم اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ علامہ ثعلبی نے لکھا ہے عبرانی میں مٹی کو آدام کہا جاتا ہے۔ اسی لیے انہیں آدم کہا جانے لگا۔ علامہ جوھری اور جوالیقی نے لکھا ہے کہ یہ عربی زبان کا اسم ہے۔ اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا

ہے کہ یہ الادمۃ سے افعل کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے الادیم سے افعل کے وزن پر ہے کیونکہ انہیں سطح زمین سے بنایا گیا۔

ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ آدم کو آدم کیوں کہا جاتا ہے؟ کیونکہ انہیں سطح زمین سے بنایا گیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ اَعْیَن کی مانند ہے۔ وزن اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ "اَدَمْتُ بَیْنَ الشیئین" سے مشتق ہے۔ جب میں دو چیزوں میں مل جاؤں کیونکہ وہ پانی اور مٹی سے تخلیق کیے گئے۔ قاسم بن محمد نے الدلائل میں لکھا ہے کہ اگر یہ ادیم الارض سے مشتق ہو تو یہ فاعل کے وزن پر ہے۔ اس میں ہمزہ اصلی ہوگا۔ یہ الادمۃ سے افعل کے وزن پر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ "یہ قول درست نہیں کیونکہ کوئی ممانعت نہیں کہ یہ الادیم سے مشتق ہو۔ یہ افعل کے وزن پر ہو۔ ہمزہ زایدہ ہمزہ اصلیہ پر داخل ہو گیا ہو۔" خلیفہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: "بیشک میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔"

خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اپنے سے پہلے کا جانشین ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس قوم کے بعد آئے جنہیں "الجان" کہا جاتا تھا۔ یا اس لیے کہ وہ آسمانی ملائکہ کے جانشین بنے۔ "البشر" انہیں رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ (ص:۷۱)

ترجمہ: "میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کیچڑ سے۔"

دوسرا قول یہ ہے کہ بڑے بڑے امور سرانجام دینے کی وجہ سے انہیں بشر کہا جاتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے چہرے کی بشاشت کی وجہ سے انہیں بشر کہا جاتا ہے۔ انہیں الانسان رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾ (الدھر:۱)

ترجمہ: "بے شک گزرا ہے انسان پر زمانہ میں ایسا وقت جبکہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔"

اپنی جنس سے انس کی وجہ سے انہیں انسان کہا جاتا ہے۔ انسان وہ ہوتا ہے جس میں دو چیزیں پائی جائیں۔ وہ دوسرے سے پیار کرے دوسرا اس سے پیار کرے۔ بعض نے اسے النوس سے مشتق مانا۔ حرکۃ کو النوس کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی کوشش میں بہت زیادہ حرکت کرتا ہے۔ یا اسے الایناس کی وجہ سے الانسان کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی دیکھنا ہے کیونکہ یہ اپنی بصارت اور بصیرت سے ادراک کر لیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے مختلف آیات طیبات ہیں۔ کسی جگہ فرمایا:

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ۔ (آل عمران:۵۹)

کسی جگہ فرمایا:

مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ (الصّٰفّٰت:۱۱)

ترجمہ: "لیسدار کیچڑ سے بنایا اسے مٹی سے۔"

کسی جگہ فرمایا:

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر:۲۶)

ترجمہ: "کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار گارہ تھی۔"

کسی جگہ فرمایا:

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (الرحمٰن:۱۴)

ترجمہ: "بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند۔"

علماء کرام نے لکھا ہے "یہ ساری آیات ایک اصل کی طرف لوٹتی ہیں۔ ان سے مراد وہ مٹی ہے جس کی اصل طین ہے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ جب اس نے انہیں مٹی سے تخلیق کیا تو انہیں طین بنایا پھر حماً مسنون بنایا پھر صلصالا کالفخار بنایا۔ امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان جو اس نے ابلیس کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (ص:۷۶)

ترجمہ: "تو نے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے اور پیدا کیا ہے اسے کیچڑ سے۔"

اس کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ رب کے دشمن نے آگ کو مٹی پر فضیلت دینے میں غلطی کی۔ کیونکہ مٹی کئی اعتبار سے آگ سے افضل ہے۔

- ① مٹی کے خواص میں سے سکون، وقار، حلم، عاجزی، حیاء اور صبر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اور عاجزی کا یہی سبب تھا۔ رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ انہیں چن لیا۔ جبکہ آگ کے خواص میں خفت، طیش، حدت، ارتفاع اور اضطراب ہے۔ یہ امور ابلیس کے تکبر کا سبب بنے۔ اسے لعنت اور ہلاکت کا سبب بنا دیا۔
- ② جنت کی مٹی مشک کی ہے۔ اس میں آگ نہیں ہے۔
- ③ آگ عذاب کا سبب ہے لیکن مٹی اس کے برعکس ہے۔
- ④ مٹی مختلف امور کو جمع کرنے کا سبب ہے جبکہ آگ مختلف امور کو متفرق کر دیتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "حضرت آدم علیہ السلام کو روزِ جمعۃ المبارک کو تخلیق کیا گیا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کئی امور میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔

1. انہیں اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔
2. انہیں ملائکہ سے سجدہ کرایا۔
3. انہیں اپنی جنت میں سکونت دی۔
4. انہیں چن لیا۔
5. ان کی اولاد کی تکریم کی۔
6. انہیں سارے اسماء کی تعلیم دی۔
7. انہیں پہلا نبی بنایا۔
8. وہ علم سکھایا جسے ملائکہ بھی نہیں جانتے تھے۔
9. ان کی نسل سے انبیاء اور مرسلین پیدا فرمائے۔ صدیقین اور اولیاء پیدا فرمائے۔"

تاریخ کی کتب میں ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سال زندگی پائی۔

پانچواں باب

"انا ابن العواتك والفواطم" کا مفہوم

سعید بن منصور، الطبرانی، ابن عساکر نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔ اس روایت کو حافظ، ناقد ضیاء الدین مقدسی نے صحیح کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں سلیم میں سے عواتک کا فرزند ہوں۔" ابن عساکر نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے کسی غزوہ میں فرمایا: "انا النبی لا کذب، انا عبدالمطلب، انا ابن العواتك۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھوڑا دوڑایا۔ آپ کا گھوڑا آگے نکل گیا آپ نے فرمایا: "میں عواتک کا فرزند ہوں۔ یہ گھوڑا گویا کہ سمندر ہے۔" ابن عساکر نے روایت کیا یہ کہ احد کے روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "میں فواطم کا فرزند ہوں۔"

القاموس میں ہے "عتک یعتِک" کا معنی جنگ میں پلٹ کر حملہ کرنا ہے اور "عتکت المرأة" سے مراد یہ ہے کہ عورت کا شرافت اور سرداری میں بلند منصب ہوتا ہے۔ کریم اور خالص کو عاتک کہا جاتا ہے۔ عاتکہ اس کھجور کو بھی کہا جاتا ہے۔ جس کا گابھا لگایا جائے۔ خوشبودار عورت کو بھی عاتکہ کہا جاتا ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ لغت میں عاتکہ کا معنی طاہرہ ہے۔ صحاح اور قاموس میں ہے کہ حضور ﷺ کی جدات میں سے نو عواتک ہیں۔ تین بنو سلیم میں سے ہیں۔ عاتکہ بنت ہلال، ہاشم کے دادا کی والدہ۔ عاتکہ بنت مرہ۔ ہاشم کی والدہ، عاتکہ بنت الاوقص۔ ام وھب ام عبدمناف بن زھرۃ۔ یہ حضور ﷺ کے نانا کی والدہ تھی۔ حضور ﷺ کے ننھال کی ساری عواتک بنو سلیم کے علاوہ ہیں۔ "نہایہ" میں ہے کہ بنو سلیم کی عواتک تین ہیں۔ لیکن انہوں نے لکھا ہے عاتکہ بنت ہلال عبدمناف ابو قصی کی والدہ تھیں۔ صحاح اور قاموس میں ہے قصی والد عبدمناف کی والدہ عاتکہ ہوگی۔ ہر حال میں کہا گیا ہے کہ ام قصی اور ان کے بیٹے عبدمناف دونوں کی مائیں عاتکہ تھیں۔ یا تو ان میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔ یا ایک کا نام اور دوسری کا لقب تھا۔

"نہایہ" میں ہے عواتک میں سے پہلی دوسری کی پھوپھی اور تیسری کی پھوپھی ہے۔ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی جدات میں سے چودہ عواتک تھیں۔ تین قریشی، چار سلیمات، دو عدوانیہ، ھذلیہ، قحطانیہ، ثقفیہ، اسدیہ، خزیمیہ،

قضاعیۃ۔ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی جدات میں سے فواطم دس ہیں۔عواتک اور فواطم کے آباء میں اختلاف کی وجہ سے میں ان کا تذکرہ نہیں کرتا۔خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی ساری جدات پاکیزہ تھیں۔ان کے زیادہ شرف یا شہرت کی وجہ سے عواتک اور فواطم کو مختص کیا گیا۔

امام حلیمی نے لکھا ہے کہ اس نے ان پر فخر کا اردہ نہیں کیا تھا۔بلکہ مذکورہ خواتین کے مراتب اور مقامات سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔جس طرح کہ ایک شخص کہے "میرے والد فقیہ تھے۔"اس کا اردہ فخر کرنے کا نہیں بلکہ وہ دوسروں کو چھوڑ کر اس کی تعریف کرنا چاہتا ہے۔شاید آپ کا ارادہ ہو کہ آپ اس نعمت کا شکر ادا کریں جو رب تعالیٰ نے آپ پر آپ کے آباء اور جدات پر کی ہے۔اس میں فخر نامی چیز نہیں ہے۔

میلاد پاک

پہلا باب

بنو زھرہ میں حضرت عبد اللہ کا نکاح کرنے کا سبب

ابن سعد، ابن البرقی، الطبرانی، حاکم اور ابو نعیم نے لکھا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے فرمایا: "ہم ایک سفر میں یمن گئے۔ میں یہود کے ایک عالم کے پاس ٹھہرا۔ مجھے اہلِ کتاب میں سے ایک شخص نے کہا: "آپ کا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" میں نے کہا: "قریش کے ساتھ۔" اس نے پوچھا: "کس خاندان سے ہو؟" میں نے کہا: "بنو ہاشم سے۔" اس نے کہا: "کیا میں آپ کے بعض اعضاء کو دیکھ لوں۔" میں نے کہا: "ہاں! شرم گاہ کے علاوہ۔" اس نے میری ناک کی ایک طرف پھر دوسری طرف دیکھا۔ اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی ناک کے ایک طرف سلطنت دوسری طرف نبوت ہے۔ ہم یہ سب بنو زہرہ میں پاتے ہیں۔ کیا جانتے ہو کیسے؟" میں نے کہا: "نہیں۔" اس نے کہا: "کیا بنو زہرہ میں سے تمہاری بیوی ہے؟" میں نے کہا: "نہیں۔" اس نے کہا: "واپس جا کر بنو زہرہ میں نکاح کرلو۔" حضرت عبد المطلب مکہ لوٹے تو ہالہ بنت اھیب سے خود نکاح کر لیا اور اپنے نورِ نظر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ بنت وھب سے کر دیا۔ ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ قریش نے کہا: "حضرت عبد اللہ اپنے والد پر فتح پا گئے ہیں۔"

امام بیہقی اور ابو نعیم نے امام زھری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بہت حسین اور خوبصورت تھے۔ ایک دن وہ قریش کی عورتوں کی طرف گئے ان میں سے ایک عورت نے کہا: "کون ہے جو اس نوجوان سے نکاح کرلے اور اس نور مبارک کی امین بن جائے جو اس کی آنکھوں کے مابین ہے۔ میں اس کی آنکھوں کے مابین نور دیکھ رہی ہوں۔" حضرت آمنہ بنت وھب نے ان سے نکاح کر لیا۔ زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ سودہ بنت زہرہ کاہنہ تھی۔ اس نے ایک دن بنو زھرہ سے کہا: "تم میں سے یا تو کوئی نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دے گی۔ اپنی اپنی بیٹیاں مجھے پیش کرو۔" لوگوں نے اپنی اپنی بیٹیاں پیش کیں۔ اس نے ہر ایک کے بارے وہ بات کی جو بعد میں سچ ثابت ہوئی۔ جب حضرت آمنہ بنت وھب کو اسے پیش کیا گیا تو اس نے کہا: "یہ نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دے گی۔ ان کی شان و شوکت عظیم ہوگی۔" جب اس سے جہنم کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ کہتا: "عنقریب نذیر تمہیں اس کے متعلق بتائے گا۔"

دوسرا باب

حمل مبارک اور اس کی برکات

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جناب عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے نورِ نظر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ انہیں لے کر بنو اسد بن عبد العزیٰ کے پاس سے گزرے۔ جب اس عورت نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: "عبد اللہ! کہاں جا رہے ہو" انہوں نے کہا: "اپنے والدِ گرامی کے ساتھ۔" اس عورت نے کہا: "اگر تم اسی وقت مجھ سے مباشرت کرلو تو میں وہ سو اونٹ دینے کے لیے تیار ہوں جو تمہاری طرف سے ذبح کیے گئے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "میں اپنے والد گرامی کے ساتھ ہوں میں نہ ان سے مخالفت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں اور نہ ہی فراق کی۔ میں ذرا بھر بھی ان کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا۔" حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو وھب بن مناف کے پاس لے گئے۔ وہ بنو زھرہ کے سردار تھے۔ نسب اور شرف میں سب سے بلند تھے۔ حضرت عبد اللہ کا نکاح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ وہ اس وقت نسب اور قدر میں قریش کی ساری عورتوں سے افضل تھیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے صدفِ شکم میں چلا گیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اس عورت کے پاس سے گزرے جس نے اس وقت بات کی تھی مگر اب اس نے کچھ نہ کہا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ: آج تجھے کیا ہو گیا ہے کہ آج تو مجھے اپنا آپ اس طرح پیش نہیں کر رہی جس طرح کل پیش کیا تھا۔ اس نے کہا: "وہ مبارک نور جو کل آپ کے پاس تھا آج آپ سے جدا ہو گیا ہے۔ آج مجھے آپ کی ضرورت نہیں۔" یہ عورت اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنتی تھی۔ ورقہ نے جاہلیت میں عیسائیت اختیار کر لی تھی اور کتب کی اتباع کر لی تھی۔ وہ کہتے تھے: "اولاد اسماعیل میں سے اس امت میں ایک نبی تشریف لائیں گے۔" اس عورت کا نام ام قتال تھا۔ اس نے یہ اشعار بھی کہے:

الآن و قد ضيعت ما كنت قادرا　　　عليه قد فارقك النور الذى جاء نى بك

ترجمہ: "اب میرے پاس آئے ہیں جبکہ آپ سے وہ چیز جا چکی ہے، جس پر آپ قادر تھے۔ آپ سے وہ نور جدا ہو چکا ہے جسے اس وقت آپ میرے پاس لے کر آئے تھے۔"

غدوت علينا حافلا فلا قد بذلته　　　هناك لغير فالحقن بشانك

ترجمہ: "کل آپ ہمارے پاس آئے تو آپ کے پاس وہ نور تھا۔ اب آپ وہ نورِ مبارک میرے علاوہ کسی اور کو دے چکے ہیں اب آپ اپنا کام کریں۔"

ولا تحبنی الیوم خِلّوا ولیتنی اصبتُ جنینًا منك یا عبد ارك

ترجمہ: "مجھے آج فارغ البال نہ سمجھو۔ اے عبداللہ! کاش میں آپ کے نورِ مبارک کی امین بن سکتی۔"

ولکن ذاکم صار فی ال زھرۃ به یدعم اللہ البریۃ ناسك

ترجمہ: "لیکن اس نورِ مبارک کی امین تو حضرت آمنہ بن چکی ہیں۔ اس نورِ مبارک کے ذریعے رب تعالیٰ مخلوق کے اخلاق درست فرمائے گا۔"

اس نے یہ اشعار بھی کہے:

علیك بآل زھرۃ حیث کانوا و آمِنةً الّتی حملت غلاما

ترجمہ: "آپ کی آل زہرہ کے پاس چلے جائیں جہاں پہلے تھے۔ اور حضرت آمنہ کے پاس تشریف لے چلیں جو اس من موہنے بچے سے حاملہ ہیں۔"

تری المھدی حین تری علیھا و نورا قد تقدمه اماماً

ترجمہ: "آپ نے انہیں دیکھا تو آپ نے ان سے وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔ آپ نے نور دیکھا جو فوقیت لے گیا تھا۔"

فکل الخلق یرجوہ جمیعًا یسود الناس مھتد یا امامًا

ترجمہ: "ساری مخلوق اس کی امید رکھتی تھی۔ وہ ہدایت یافتہ اور امام بن کر لوگوں کے سردار بنیں گے۔"

براۃ اللہ من نور صفاءً فاذھب نورہ عنا ظلاما

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے انہیں اس نور سے پاکیزگی عطا فرمائی۔ ان کے نورِ مبارک نے ہم سے تاریکیاں ختم کر دیں۔"

فیھدی اھل مکۃ بعد کفر و یفرض بعد ذالکم الصیاما

ترجمہ: "اہلِ مکہ کو کفر کے بعد ہدایت نصیب ہوگی۔ اس کے بعد وہ تم پر روزے فرض کرے گا۔"

ابو نعیم، خرائطی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے نورِ نظر کو لے کر نکلے تاکہ ان کا نکاح کریں۔ تو وہ اہلِ قبالہ کی ایک کاہنہ عورت کے پاس سے گزرے۔ اس نے کتب پڑھ رکھی تھیں۔ اس کا نام فاطمہ بنت مر خثعمیہ تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر نورِ نبوت دیکھ لیا۔ اس نے کہا: "اے نوجوان! کیا اسی وقت مجھ سے مباشرت کرتے ہو؟ میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امّا حرام فالحمام دونه والحل لاحل فاستبینه
فکیف بالامر الذی تبغینه یحمی الکریم عرضه و دینه

ترجمہ: "رہا حرام تو موت حرام سے بہتر ہے۔ حلال تو مجھے اس میں واضح نظر نہیں آرہا۔ جو کچھ تم چاہتی ہو میں اسے کیسے پورا کر سکتا ہوں۔ کریم شخص اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرتا ہے۔"

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا۔ تین روز تک وہیں قیام کیا پھر اس عورت کے پاس سے گزرے تو اس نے انہیں کچھ نہ کہا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: "تو آج مجھے اپنا آپ اس طرح پیش کیوں نہیں کر رہی جس طرح کل پیش کیا تھا۔" عورت: "تم کون ہو؟" عبداللہ: "میں فلاں ہوں۔" عورت: "تم وہ نہیں ہو۔ اگر تم وہی ہوتے تو میں تمہاری آنکھوں کے مابین نور دیکھتی۔ مجھے اب وہ نور نظر نہیں آ رہا۔ میرے بعد تم نے کیا کیا ہے؟" حضرت عبداللہ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ عورت: "میں مشکوک کردار والی عورت نہیں ہوں۔ میں نے تمہارے چہرے میں نور دیکھا۔ میں اسے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ مگر رب تعالیٰ نے انکار کر دیا۔ مگر اسی جگہ جہاں اس کی منشاء تھی۔ تم چلے جاؤ۔ اپنی زوجہ محترمہ کو بتا دو کہ ان کے شکم اطہر میں روئے زمین کی بہترین ذات جلوہ گر ہو چکی ہے۔" پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

انی رائیت مخیلة لمعت فتلالأت بحناتم القطر
ملمائها نور یضئ له ما حوله کاضاءة البدر
و رجوتها فخرا ابؤبه ما کل قادح زنده یوری
انه ما زهریه سلبت ثوبیك ما ستلبت وما تدری

ترجمہ: "میں نے پانی سے لبریز بادل دیکھا وہ چمکا اور بارش سے بھرپور ہونے کی وجہ سے روشن ہوا۔ میں نے ایسا نور دیکھا جس نے اپنے اردگرد کو منور کر دیا۔ جس طرح چودھویں کا چاند روشن کرتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس شرف و قدر کو لوٹا دیا گیا ہے۔ ہر چقماق مارنے والے کی آگ روشن نہیں ہوتی۔ بخدا! تمہارے پاس جو امانت تھی وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے لے لی ہے اور تمہیں علم تک نہیں۔"

اس نے یہ اشعار بھی کہے تھے:

بنی هاشم قد غادرت من اخیکم امینة از للباه یعتلجان
کما غادرا المصباح بعد خبوه فتائل قد میثت له بدهانِ
وما کل ما یحوی الفتی من تلاده بخزم ولا ما فاته بتوانی
فاجمل اذا طالبت امرا فانه سیکفیکهٔ جدان یصطرعانِ

سیکفیکهٔ اما ید مقفعلة　　اما ید مسبوطة ببنانِ
ولما قضت منه امینة ما قضت　　بنا بصری عنه و کل لسانی

ابن سعد نے یزید بن عبداللہ سے اور امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم سنا کرتے تھے کہ جب حضرت آمنہ کے شکم اقدس میں حضور اکرم ﷺ کا نور مبارک جلوہ گر ہوا تو وہ فرماتی تھیں " مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ میں آپ سے حاملہ ہوں۔ نہ ہی مجھے اس طرح کا بوجھ محسوس ہوا جس طرح کا بوجھ خواتین محسوس کرتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ میری ماہواری رک گئی تھی۔ میں نیند اور بیداری کے مابین تھی۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے بتایا: "کیا آپ کو علم ہے کہ آپ حاملہ ہیں؟" میں نے کہا: "میں نہیں جانتی۔" اس نے کہا: "آپ اس امت کے سردار سے حاملہ ہیں۔ وہ اس امت کے نبی ہیں۔ وہ جب دنیا میں جلوہ گر ہوں گے تو پیر کا دن ہوگا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک نور نکلے گا جو سرزمین شام میں بصری کے محلات کو بھر دے گا۔ جب وہ اس دنیا میں تشریف لے آئیں تو ان کا نام نامی محمد ﷺ رکھنا۔" حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میں حاملہ ہوں پھر کچھ مدت وہ میرے پاس نہ آیا۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو اس نے مجھے کہا: "یوں کہو:

اعیذہ بالواحد　　من شر کل حاسد

ترجمہ: "میں اسے خدائے یکتا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر حسد کرنے والے کے شر سے۔"

میں یہ پڑھتی تھی۔ میں نے یہ واقعہ اپنی عورتوں سے کہا تو انہوں نے کہا: "اپنی کلائیوں اور گردن میں لوہا پہن لو۔" میں نے اسی طرح کیا۔ میں نے کچھ دن بعد دیکھا کہ وہ لوہا کٹ کر گر چکا تھا۔ پھر میں نے اسے نہیں لٹکایا۔

ایک شاعر نے لکھا ہے:

حملته آمنة و قد شرفت به　　و تباشرت کل الانام بقربه

ترجمہ: "حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ سے حاملہ ہوئیں۔ وہ اس شرف سے مشرف ہوئیں۔ سارے لوگوں نے آپ کے قرب کی بشارت دی۔"

حملا خفیفا لم تجد الما به　　و تباشرت و حش الفلا فرحًا به

ترجمہ: "یہ ہلکا سا حمل تھا انہوں نے اس کا درد محسوس نہ کیا۔ جنگل کے جانوروں نے اس سے خوش ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو بشارات دیں۔"

واستبشرت من نور منّ و کیف لا　　وهو الغیاث و رحمة من ربه

ترجمہ: "وہ اپنے نور سے خوش ہو گئے۔ یہ کیسے نہ ہوتا آپ غیاث ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رحمت ہیں۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان "میں نے حمل کا بوجھ محسوس نہ کیا" الزھر مین شداد کی روایت اس کے برعکس ہے۔

ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ ابتدائے حمل میں ثقل تھا۔لیکن بعد میں ہلکا پن محسوس ہونے لگا۔تا کہ معمول سے خارج ہو جائے۔الحافظ ابونعیم نے یہ بات وضاحت سے لکھی ہے۔

حضرت بریدہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت آمنہ نے اس وقت خواب دیکھا جب حضور اکرم ﷺ ان کے صدف شکم میں تھے۔انہیں کہا گیا:"آپ کے پیٹ مبارک میں سیدالمرسلین ہیں، سارے جہانوں سے بہترین ہیں۔جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام نامی احمد (ﷺ) یا محمد (ﷺ) رکھنا اور ان کی گردن مبارک میں یہ لٹکا دینا۔" جب میں بیدار ہوئی تو میرے پاس ایک کاغذ پڑا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا:

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد

ترجمہ: "میں اسے خدائے یکتا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ہر حاسد کے شر سے۔"

کل خلق زائد من قائم او قاصد

ترجمہ: "میں کھڑے ہونے والے اور پیغام لانے والے مخلوق میں سے زائد کے شر سے۔"

عن السبیل حائد علی الفساد جاھد

ترجمہ: "راہِ راست سے ہٹنے والے کے شر سے۔فساد کے لیے کوشش کرنے والے کے شر سے۔"

من نافث او عاقد و کل خلق مارد

ترجمہ: "پھونک مارنے والے اور گرہ لگانے والے اور ہر سرکش مخلوق کے شر سے۔"

یا خذہ بالمراصد فی طرق الموارد

ترجمہ: "وہ انہیں کمین گاہوں سے پکڑ لیتا ہے سارے گھاٹوں کے رستوں سے۔"

برتر اور عظیم رب تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز سے محفوظ رکھا۔اپنے ید علیا آپ کے اوپر رکھا۔ایسی پناہ دی جسے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔رب تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔وہ آپ کو نقصان نہیں دے سکتے تھے۔نہ ہی آپ کو بیٹھنے میں، سونے میں، جاگنے یا اٹھنے میں نقصان پہنچا سکتے تھے۔نہ رات کی ابتدا میں نہ دن کے آخر میں نقصان دے سکتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور ﷺ اپنی امی جان کے بطن اقدس میں تھے تو انہیں خواب آیا کہ آپ اس کا نام "احمد" رکھیں۔"

امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی:"یارسول اللہ! ہمیں اپنے بارے بتائیں۔" آپ نے فرمایا:"میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔جب میری والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ گویا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے۔جس سے سرزمین شام میں ان کے لیے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔"

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب آپ میرے پیٹ مبارک میں جلوہ نما ہوئے تو میں نے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ کیا حتیٰ کہ دنیا میں تشریف لے آئے۔"

حمل مبارک کی ابتدا کب ہوئی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے ایام تشریق لکھا ہے۔ بعض نے عاشوراء لکھا ہے۔ ابوزکریا یحییٰ بن عائذ نے لکھا ہے "آپ پورے نو ماہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ مبارک میں رہے۔ آپ کو درد یا ہوا وغیرہ کی کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ حاملہ خواتین محسوس کرتی ہیں۔"

تنبیہ

الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ عنقریب تذکرہ آئے گا کہ حضرت آمنہ نے اس وقت بھی نور دیکھا تھا جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ یہ روایت بہتر ہے کیونکہ اس کے طرق متصل ہیں ممکن ہے کہ آپ سے نور دو بار نکلا ہو۔ ایک دفعہ حمل کے وقت دوسری بار ولادت کے وقت۔ اس میں کوئی ممانعت بھی نہیں۔ اسی طرح دونوں احادیث میں تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔" الشیخ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "حمل کے وقت نور خواب میں جبکہ ولادت کے وقت عالم بیداری میں دیکھا تھا۔"

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابھی تک حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، بلاذری نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ امام ذھبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے۔ بڑے بڑے سیرت نگاروں کا یہی قول ہے۔ امام حاکم نے یہ روایت لکھی ہے۔ اسے صحیح کہا ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مدت حمل دو ماہ ہو چکی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور ﷺ پنگھوڑے میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ایک قول کے مطابق آپ کی عمر اس وقت دو ماہ یا ۹ ماہ یا اٹھارہ ماہ تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کا قول یہی ہے۔ "میں کہتا ہوں کہ یہ کثیر کا قول تو ہے لیکن اکثر کا قول یہ نہیں۔"

ابن سعد نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ شام کی طرف قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ گئے۔ جب وہ اپنی تجارت سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے۔ مدینہ طیبہ سے گزرے تو حضرت عبداللہ علیل ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "میں اپنے ننھیال بنو عدی بن نجار کے ہاں ٹھہر جاتا ہوں۔" وہ وہاں ایک ماہ تک بیمار رہے۔ ان کے ساتھی مکہ مکرمہ آ گئے۔ حضرت عبدالمطلب اپنے لختِ جگر کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا: "وہ بیمار ہیں اور اپنے ننھیال بنو عدی کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔" حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے لختِ جگر حارث کو بھیجا۔ انہوں نے پایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے۔ انہیں دار النابغہ میں دفن کیا جا چکا ہے۔ حارث نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بتایا جسے سن کر انہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چچاؤں، بھائیوں اور بہنوں کو بہت صدمہ ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں تھے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۲۵ برس تھی۔

امام واقدی نے لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ کے وصال اور عمر کے بارے یہ روایت سب سے صحیح ہے۔ علامہ علائی اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس وقت عمر مبارک ۱۸ سال تھی۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ نے حضرت آمنہ کے علاوہ اور انہوں نے حضرت عبداللہ کے علاوہ کسی سے نکاح نہ کیا۔

اخذ الالہ ابا الرسول ولم یزل ۔۔۔ برسولہ الفرد الیتیم رحیما

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والد ماجد پر وفات طاری فرمادی۔ وہ اپنے یکتا اور منفرد رسول مکرم ﷺ پر رحیم رہا۔"

نفسي الفداءُ بفردٍ في يتمه والدرُّ احسن ما يكون يتيما

ترجمہ: "میرا نفس اس ذات والا پر فدا جو اپنے یتیم ہونے میں منفرد تھے۔ در اگر در یتیم ہو تو وہ بہت خوبصورت ہوتا ہے۔"

ابوحیان نے بحر میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اس لیے یتیم ہو گئے تھے تاکہ مخلوق میں سے کسی کا حق آپ پر نہ ہو۔

ابن معاد نے کشف الاسرار میں لکھا ہے "آپ اس لیے یتیم ہو گئے کیونکہ ہر کبیر کی بنیاد صغیر ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ جب آپ اپنی عمر کی ابتدا میں بلند درجات پر فائز ہوں تو آپ کو علم ہو جائے کہ معززوہ ہوتا ہے جسے رب تعالیٰ عزت عطا فرمائے۔ آپ کی قوت رب تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ نیز آپ غریبوں اور یتیموں پر رحم کریں۔

حضرت آمنہ نے اپنے خاوند محترم کا مرثیہ لکھا۔ اسے ابن اسحاق نے المبداء میں اور ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے:

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم و جاور لحدا خارجا في الغمائم

ترجمہ: "بطحاء کی ایک طرف حضرت ہاشم کے فرزند کو موت نے سلا دیا ہے۔ وہ مختلف پردوں میں لپٹا ہوا ہے مکہ مکرمہ سے باہر قبر کا پڑوسی بن گیا ہے۔

دعته المنايا بغتةً فاجابها وما تركت في الناس مثل ابن هاشم

ترجمہ: "موت نے انہیں اچانک دعوت دی تو انہوں نے وہ دعوت قبول کر لی اور اس نے لوگوں میں ہاشم کے بیٹے کی مانند کسی کو نہیں چھوڑا۔"

عشية راحو يحملون سريرهٗ يعاور اصحابه في التزاحمُ

ترجمہ: عشاء کے وقت لوگ اس کی چارپائی کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ اور بھیڑ کی وجہ سے اس کے دوست باری باری کندھا تبدیل کر رہے تھے۔"

فان يك غالته المنايا و ريبها فقد كان معطاء كثير التراحم

ترجمہ: اگرچہ موت اور اس کی مشکلات نے اسے چھین لیا ہے۔ مگر وہ حقیقت میں بہت زیادہ عطا کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا تھا۔"

قاسم الوزیری المغربی نے لکھا ہے کہ حضرت آمنہ نے حضرت عبداللہ کا مرثیہ کہتے ہوئے لکھا:

اضحى ابن هاشم فى مهماء مظلمة — فى حفرة بين احجار لدى الحصر

سقى جوانب قبر انت ساكنه — غيث احم الذرى ملآن ذو درر

ترجمہ: "حضرت ہاشم کا فرزند تاریک جنگل میں اس قبر میں چلے گئے جو الحصر کے پاس پتھروں کے مابین ہے۔ جس قبر میں آپ جلوہ فرما ہیں اسے ایسا بادل سیراب کرے جو بہتے ہوئے آنسوؤں کے قریب ہو اور موتیوں سے بھرا ہوا ہو۔"

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ نے ترکہ میں حضرت ام ایمن، پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں چھوڑیں۔

چوتھا باب

آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ اور جگہ

اس باب کی دو فصلیں ہیں پہلی فصل آپ کی ولادت کے دن، مہینہ اور سال کے بارے ہے۔

صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ پیر کے روز پیدا ہوئے۔ امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سے سوموار کے دن کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں اس دن پیدا ہوا ہوں۔" یا فرمایا: "اس روز مجھ پر وحی کا نزول ہوا ہے۔"

یعقوب بن سفیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کے روز آپ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا گیا۔ پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔ اور پیر کے روز ہی آپ نے حجر اسود اٹھایا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہ آیت طیبہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: "آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارا دین۔"

بھی پیر کے روز ہی نازل ہوئی۔ غزوۂ بدر بھی پیر کے روز ہوا۔ لیکن عمدہ مؤقف یہ ہے کہ غزوۂ بدر جمعہ کے روز ہوا۔ اور یہ آیت طیبہ جمعۃ المبارک کے دن اتری۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور ﷺ بروز پیر طلوع فجر کے وقت رونق افروز ہوئے۔"

الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے "صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ دن کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ دوپہر کے وقت اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔"

علامہ زرکشی نے اس قول کو درست کہا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

یا ساعۃ فتح الھدیٰ ارفادھا — لطفا و قد منح الجزا سعادھا
لاحت بشھر ربیع الزاکی الذی — فاق الشھور جلالۃ اذ سادھا
حیث النبوۃ اشرقت بمآثر — کالشھب لا یحصی الوریٰ تعدادھا
حیث الامانۃ والرسالۃ قد بدت — یعلی لمکۃ غورھا و نجادھا

ترجمہ: "اے وہ ساعت! جس میں ہدایت نے اپنے عطیات کے دروازے کھول دیے جب ثواب نے اسے سعادت مندی عطا کی۔ یہ عطیات اس ربیع الاول میں چمکے جو سارے مہینوں سے اس وقت فضیلت پا گیا جب سیادت کا تاج اس کے سر پر سجا دیا گیا۔ نبوت اتنی علامات کے ساتھ واضح ہوئی جتنے آسمان پر ستارے ہوتے ہیں۔ لوگ جن کی تعداد گن نہیں سکتے۔ جب امانت اور رسالت کا اظہار ہوا تو آپ نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز پر غلبہ پا لیا۔"

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ ستاروں کے قریب ہو جانے کی روایت ضعف ہے۔ کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ آپ کی ولادت رات کے وقت ہو۔ علامہ زرکشی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مؤقف درست نہیں۔ کیونکہ نبوت کا زمانہ معجزات کا زمانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے دن کے وقت ستارے گرے ہوں۔ (قریب آئے ہوں)

یا ساعة! نلنا السعادة والهنا فيها بخير العالمين محمد

ترجمہ: "وہ مبارک ساعت! جس میں ہم نے سعادت حاصل کی۔ جس میں خیر العالمین محمد عربی ﷺ کی دنیا میں جلوہ نما ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔"

تمت لنا افراحها بظهوره تكملت في شهر مولد احمد

ترجمہ: "آپ کے ظہور سے اس کی خوشیاں ہمارے لیے مکمل ہو گئیں۔ حضور ﷺ کے میلاد کے مہینے میں یہ تکمیل پذیر ہو گئیں۔"

ایک اور شاعر نے لکھا ہے:

توالت امور السعادة في خير ساعة بمولد خير لرسل في ساعة السعد

فياطيب اوقاتٍ يا طيب مولدٍ يا طيب مولود حدى سائر المجد

ترجمہ: "جب حضور ﷺ سعادت کی ساعت میں جلوہ افروز ہوئے تو بہترین گھڑی میں سعادت کے سارے امور لگاتار تھے۔ اے پاکیزہ وقت! اے پاکیزہ شہر! اے وہ پاکیزہ مولود جس نے ساری فضیلتوں کو گھیر لیا تھا۔"

ابن کثیر اور الحافظ نے لکھا ہے کہ جمہور علماء نے لکھا ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں اس دنیا میں تشریف لائے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہی بات معروف ہے۔ بعض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

يقول لنا لسان الحال منه و قول الحق يعذب للسميع

فوجهي والزمان و شهر وضعي ربيع في ربيع في ربيع

ترجمہ: "آپ کے بارے حال کی زبان یہی کہتی ہے۔ یہ حق کی بات ہے جو سننے والے کو شیریں لگتی ہے۔

میرا چہرہ انور، میرا زمانہ اور میری ولادت کا مہینہ بہار میں بہاریں بہار ہے۔"

بعض اہلِ معانی نے لکھا ہے"آپ کی ولادت موسم بہار میں ہوئی۔اس کے دن اور رات معتدل ہوتے ہیں نہ زیادہ گرمی اور نہ زیادہ سردی ہوتی ہے۔اس کی ہوا یبوست اور رطوبت کے مابین ہوتی ہے۔سورج ھبوط اور علو کے مابین ہوتا ہے چاند سفید راتوں کے پہلے درجہ میں ہوتا ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کی والدہ کا نام آمنہ اور دایا کا نام شفاء رکھا آپ کی پرورش کرنے والی کا نام برکۃ اور نماء تھا آپ کو دودھ پلانے والیوں میں ثواب، حلم اور سعد پایا جاتا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے آپ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔اس روایت کو ابن شیبہ نے مصنف میں حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔العرز میں ہے"اس پر عمل ہے، ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔ایک قول کے مطابق آٹھ راتیں گزر چکی تھیں۔اسے ابو عمر نے روایت کیا ہے۔ابن دحیہ نے اسے ترجیح دی ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ اکثر روایات کا تقاضا یہی ہے۔ایک روایت میں دس ربیع الاول کا تذکرہ ہے۔حافظ دمیاطی نے حضرت جعفر صادق سے یہی روایت کیا ہے۔اور اسے صحیح کہا ہے۔ایک قول سترہ تاریخ کا ہے۔ایک قول اٹھارہ تاریخ کا ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ یکم ربیع الاول کو طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

ابن اسحاق اور ابو نعیم نے مطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ سے روایت کیا ہے وہ اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ اور میں عام الفیل کو پیدا ہوئے۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث سے پوچھا:"قباث! تم بڑے ہو یا حضور ﷺ! انہوں نے کہا"حضور ﷺ مجھ سے بڑے ہیں۔مگر میری عمر آپ سے زیادہ ہے حضور ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے تھے۔میں اپنی امی کے ساتھ ہاتھی کے سبز ٹکڑے پر کھڑا تھا۔

آپ اس واقعہ کے پچاس دن بعد اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔علامہ مسعودی اور امام سہیلی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ابو بکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے لکھا ہے کہ جب اصحابِ فیل مکہ مکرمہ میں آئے تو محرم کے تیرہ دن باقی تھے۔بعض نے اس کے ساتھ یہ اضافہ کیا ہے کہ اس روز اتوار تھا۔اس سال محرم کی یکم روز جمعہ کو تھی۔ابن سعد، ابن عساکر نے حضرت امام ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ جب اصحاب فیل مکہ مکرمہ میں آئے تو محرم کا نصف مہینہ گزر چکا تھا۔حضور ﷺ اس سے ۵۵ راتیں بعد میں پیدا ہوئے تھے۔"

حافظ دمیاطی نے اسی قول کو صحیح لکھا ہے ایک قول چالیس روز بعد کا، ایک قول ایک ماہ چھ دن بعد کا، ایک قول دس سال بعد کا ایک ایک قول تیس سال بعد کا، ایک قول چالیس سال بعد کا اور ایک قول ستر سال بعد کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ رمضان المبارک کے بارہ دن گزر چکے تھے۔اصحاب فیل کو ۲۳ سال گزر چکے تھے۔ایک

قول ہے کہ آپ صفر میں، ایک قول ہے کہ آپ ربیع الآخر میں۔ ایک ہے کہ آپ محرم میں اور ایک قول ہے کہ آپ عاشوراء کے دن پیدا ہوئے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس وقت اپریل کے ۲۰ دن گزر چکے تھے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے میں نے تاریخ اسلام میں غور وفکر کیا۔ میں نے غور وفکر کیا کہ آپ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور اس دن ۲۰ اپریل ہو لیکن نے یہ حساب درست نہ پایا۔ بیس اپریل اس وقت بنتا ہے جبکہ آپ رمضان المبارک میں پیدا ہوئے ہوں۔ علامہ ابوالحسن الماوردی نے لکھا ہے "ربیع الاول کے مہینہ کے رومی مہینوں میں سے فروری (پانچواں سریانی مہینہ) کے بالمقابل تھا۔ علامہ دمیاطی نے لکھا ہے کہ آپ حمل برج میں پیدا ہوئے۔

ایک قول کے مطابق برج ثور میں پیدا ہوئے۔ اس سے اس احتمال کو تقویت ملتی ہے کہ آپ اپریل کی ابتدا میں پیدا ہوئے ہوں۔ یا آپ آزار میں پیدا ہوئے ہوں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ منازل میں سے غفر میں پیدا ہوئے۔ انبیاء کرام اسی منزل میں پیدا ہوتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے۔

خیر المنزلتین کانت فی الابد   ھو ما بین الزبانی والاسد

ترجمہ: "ہمیشہ دو منزلوں میں سے بہترین منزل وہ ہے جو زبانی اور اسد کے مابین ہے۔"

غفر کے ساتھ عقرب (بچھو) کا منہ ملا ہوا ہے۔ عقرب منہ کے ساتھ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے ساتھ شیر کی دم متصل ہے۔ شیر اپنی دم کے ساتھ کسی کو نقصان نہیں دیتا۔ وہ اپنے پنجوں اور جبڑوں سے نقصان دیتا ہے۔"

ابن دحیہ نے لکھا ہے "میرا خیال ہے کہ امام سہیلی "السنبلہ" کو بھول گئے ہیں اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ "سماک" الاسد میں سے ہے۔ حضرت ابوعبداللہ بن الحاج نے "المدخل" میں لکھا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ کو ربیع الاول کے مہینہ اور پیر کے دن کے ساتھ مختص کیا گیا۔ صحیح اور اکثر علماء کرام کے نزدیک مشہور روایت یہی ہے۔ آپ رمضان المبارک میں پیدا نہ ہوئے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ جس میں شب قدر ہے جو کئی فضائل کے ساتھ مختص ہے نہ ہی آپ اشہر حرم میں پیدا ہوئے۔ جن کو رب تعالیٰ نے اس دن سے حرمت والا بنایا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی تھی۔ نہ ہی آپ شعبان کی ۱۵ تاریخ کو پیدا ہوئے نہ ہی جمعۃ المبارک کے روز یا دن کو پیدا ہوئے تو اس کے چار جواب ہیں۔

1. حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے روز پیدا کیا۔ یہ بہت بڑی تنبیہ ہے وہ یہ کہ قوتوں، رزقوں، پھلوں اور ان ساری بھلائیوں کی تخلیق جن سے بنو آدم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حیاتِ نو پاتے ہیں ان سے دوا بناتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر ان کے سینے کھل اٹھتے ہیں۔ نفوس خوش ہو جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر ان کے نفوس مطمئن ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہیں وہ چیز حاصل ہوتی ہے جس پر ان کی زندگی کا دارومدار ہے جس طرح کہ رب حکیم

کی حکمت کا تقاضا ہے۔ اس ماہِ مبارک اور مبارک دن میں آپ کا وجود آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے کیونکہ اس طرح عظیم بھلائی نصیب ہوئی۔ اور وہ برکت ملی جو ساری امت محمدیہ کو شامل ہے۔

◆ ربیع الاول میں آپ کا ظہور اس شخص کے لیے بہت بڑا اشارہ ہے جو ربیع کے لفظ کے مادۂ اشتقاق کو دیکھے گا۔ اس میں عمدہ فال اور آپ کی امت کے لیے بشارت ہے۔ امام شیخ عبدالرحمن الصقلی نے لکھا ہے "ہر انسان کا اس کے نام میں حصہ ہوتا ہے یہ امر اشیاء اور انسانوں میں مشترک ہے۔ اگر اس طرح ہے تو پھر موسم بہار میں زمین رب تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے شق ہو جاتی ہے اس سے وہ رزق نکلتے ہیں جو بندوں کا سہارا بنتے ہیں ان پر ان کی زندگی، معیشت اور احوال کی اصلاح کا دارومدار ہوتا ہے۔ دانہ، گٹھلی، طرح طرح کی نباتات اور قوتیں شق ہو جاتی ہے۔ دیکھنے والے کو یہ منظر دلکش دکھائی دیتا ہے۔ وہ اشیاء زبان حال سے اپنے لگنے کی بشارت دیتی ہیں۔ اس میں رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ابتداء کی بہت بڑی بشارت ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اگر تم ان ایام میں باغ میں داخل ہوں۔ اسے دیکھیں تو آپ کو یوں لگے گا گویا کہ وہ آپ کے لیے مسکرا رہا ہے۔ اس کی زیب و زینت تجھے زبان حال سے بتا رہی ہوگی کہ اس میں کون کون سے پھل اور رزق مخفی ہیں۔ اسی طرح زمین کی کیفیت ہوتی ہے۔ جب اس کی کلیاں کھلتی ہیں۔ آپ کی ولادت ربیع الاول میں ہونے میں یہ ساری بشارات ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کا اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ بڑی شان کے مالک ہوں گے۔ آپ عالمین کے لیے رحمت مؤمنین کے لیے بشارت ہوں گے۔ وہ دونوں جہانوں میں ان کی ہلاکتوں اور خوفوں کے لیے پناہ گاہ ہوں گے۔ آپ کی وجہ سے کفار سے بھی عذاب دور ہو جائے گا۔ ارشادِ پاک ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال: ۳۳)

ترجمہ: "اور نہیں اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں۔"

اس طرح بہت زیادہ برکات، رزق اور قوتوں کا نزول ہوا۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

◆ اس موسم کی آپ کی شریعت مطہرہ کے ساتھ مشابہت ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ موسم بہار سارے موسموں سے معتدل ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ حسین ہوتا ہے۔ نہ اس میں سخت سردی اور نہ ہی سخت گرمی ہوتی ہے۔ نہ ہی دن اور راتیں طویل ہوتی ہیں بلکہ سارے امور معتدل ہوتے ہیں۔ یہ موسم بیماریوں اور امراض سے محفوظ ہوتا ہے۔ جن میں انسان موسم خزاں میں مبتلا ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں انسانوں کے قویٰ کو نئی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ مزاج درست ہوتے ہیں۔ سینے کھل اٹھتے ہیں کیونکہ جسم بھی اسی طرح قوت پاتے ہیں جس طرح نباتات باہر نکلتے وقت قوت پاتی ہیں۔ کیونکہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔ موسم بہار کے دن روزہ کے لیے اور راتیں نماز

کے لیے عمدہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی طوالت، گرمی اور سردی میں اعتدال پایا جاتا ہے۔ یہ آپ کی شریعت مطہرہ کے ساتھ مشابہت ہے جس شریعت بیضاء کے ساتھ آپ تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہ بوجھ اتار دیا ہے جو ہم سے پہلے لوگوں پر تھے۔

◆ رب حکیم نے چاہا کہ زمان و مکان کو آپ کی وجہ سے شرف ملے نہ ہی زمان و مکان کو آپ کی وجہ سے شرف ملے جو زمان یا مکان آپ کے ساتھ مل جائے اسے بہت بڑی فضیلت اور رتبہ مل جائے۔ البتہ جو زمان و مکان زیادہ اعمال کی وجہ سے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اگر آپ ان اوقات میں پیدا ہوتے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے تو یہ وہم ہو سکتا کہ ان کی وجہ سے آپ کو شرف ملا ہے۔ رب تعالیٰ نے ان اوقات کے علاوہ میں آپ کی ولادت رکھی تاکہ آپ کی عظمت اور رفعت کا اظہار ہو سکے۔

دوسری فصل اس جگہ کے بارے ہے جہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ کیا وہ جگہ مکہ مکرمہ میں ہے یا اس سے باہر۔ صحیح قول یہی ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اس مکان کے بارے اختلاف ہے۔ اس کے بارے درج ذیل اقوال ہیں:

◆ آپ اس گھر میں جلوہ افروز ہوئے جو زقاق المولد میں ہے جو گھاٹی میں ہے جو شعب بنی ہاشم کے نام سے معروف ہے۔ وہ حضرت عقیل کے پاس تھی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ گھر حضور ﷺ نے حضرت عقیل کو ہبہ کر دیا تھا۔ تادم وصال یہ ان کے پاس رہا۔ ان کے بعد ان کی اولاد نے اسے محمد بن یوسف کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عقیل نے اسے ہجرت کے بعد اس وقت خریدا تھا جب قریش نے مہاجرین کے گھر فروخت کیے تھے۔

◆ آپ کی ولادت شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔

◆ آپ ردم میں پیدا ہوئے۔

◆ آپ عسفان میں پیدا ہوئے۔

❁❁❁

پانچواں باب

اہلِ کتاب کے علماء کا اس رات کے بارے بتا دینا

ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سات آٹھ سال کا بچہ تھا۔ جو دیکھتا اسے یاد رکھتا تھا۔ میں نے ایک صبح بلند قلعے پر ایک یہودی کو چیختے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: "اے گروہِ یہود! سارے یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا۔ انہوں نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! تجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے کہا: "احمدِ مجتبیٰ ﷺ کا ستارہ آج طلوع ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ آج رات پیدا ہو گئے ہیں۔"

ابن سعد، حاکم، ابونعیم نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک یہودی مکہ مکرمہ میں رہتا تھا۔ وہ وہاں تجارت کرتا تھا۔ جب وہ رات آئی جس میں حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے تو اس نے قریش کی محفل میں کہا: "اے قریش کے گروہ! کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟" قوم نے کہا: "بخدا! ہم نہیں جانتے۔" اس یہودی نے کہا: "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے خوب یاد رکھو۔ اس رات آخری امت کے نبی پیدا ہو گئے ہیں ان کے کندھوں کے مابین علامت ہوگی۔ وہاں لگاتار بال ہوں گے۔ گویا کہ وہ گھوڑے کی گردن کے بال ہوں۔ وہ دو راتیں دودھ نہیں پی سکیں گے۔" قریش اپنی اپنی محافل سے اٹھے وہ یہودی اس کی بات پر تعجب کر رہے تھے۔ جب وہ اپنے اپنے گھر گئے تو ہر انسان نے یہ بات اپنے اہلِ خانہ کو بتائی۔ انہوں نے بتایا: "آج عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوئے ہیں جن کا نام نامی انہوں نے "محمد" ﷺ رکھا ہے۔ وہ قوم اس یہودی کے پاس آئی۔ اسے بتایا۔ اس نے کہا: "تم میرے ساتھ چلو حتیٰ کہ میں اسے دیکھ لوں۔" وہ اسے لے کر آئے اور اسے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے۔ اس نے انہیں کہا: "مجھے ذرا اپنا نورِ نظر دکھانا۔" اس نے اپنا نورِ نظر اسے دکھایا۔ اس نے آپ کی کمر انور سے کپڑا ہٹایا۔ اس نے مہر نبوت دیکھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو قریش نے پوچھا: "تیرے لیے ہلاکت! تجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے کہا: "بخدا! آج بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی ہے۔ اے گروہِ قریش! تم خوش ہو جاؤ۔ اب تمہاری سطوت کا بول بالا ہوگا۔ اس کی شہرت از مشرق تا مغرب پھیل جائے گی۔"

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بنو قریظہ، بنو نضیر، فدک اور خیبر کے یہودی حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی صفات جانتے تھے۔ وہ بھی جانتے تھے کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت

کریں گے۔ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو یہود کے علماء نے کہا: "آج رات احمد مجتبیٰ ﷺ پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے کہا: "احمد مجتبیٰ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔" وہ یہ سب کچھ جانتے تھے۔ آپ کا اقرار کرتے تھے۔ آپ کا حلیہ بیان کرتے تھے مگر حسد اور سرکشی کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔"

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت شعیب بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ مرالظہران کے مقام پر اہلِ شام کا ایک راہب رہتا تھا۔ جسے عیص کہا جاتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اسے بہت سا علم عطا کر رکھا تھا۔ وہ اپنے کنیسہ میں رہتا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتا۔ لوگوں سے کہتا: "عنقریب تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ اہلِ عرب اس کا دین اختیار کریں گے۔ وہ عجم کا مالک ہوگا۔ اس کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جو انہیں پالے وہ ان کی اتباع کرے تو اس نے اپنی ضرورت پوری کر دی۔ جس نے انہیں پالیا اور ان کی مخالفت کی تو اس نے غلطی کی۔ بخدا! میں نے امن اور خوشحالی کی زمین کو نہیں چھوڑا اور اس خشک اور خوف کی زمین میں نہیں آیا مگر ان کی وجہ سے۔" مکہ مکرمہ میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا وہ اس کے متعلق پوچھتا۔ وہ کہتا: "ابھی تک وہ بچہ پیدا نہیں ہوا۔" جب اس رات کی صبح آئی جس میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عیص کے پاس آئے اس کے کنیسہ کے نیچے کھڑے ہو کر اسے بلایا۔ اس نے پوچھا: "کون ہو؟" انہوں نے کہا: "میں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہوں۔" اس نے نیچے دیکھا تو کہا: "آپ اس مبارک بچے کے دادا ہیں آج پیر کے دن وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے جس کے متعلق میں بتایا کرتا تھا۔ پیر کے دن ہی وہ مبعوث ہوں گے۔ آپ کا ستارہ آج رات طلوع ہو گیا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اسے آج رات درد ہوگا۔ یہ شکایت اسے تین دن تک رہے گی۔ پھر اسے صحت مل جائے گی۔ اپنی زبان کی حفاظت کرنا۔ جتنا حسد ان پر ہوگا اتنا حسد کسی اور پر نہیں کیا گیا ہوگا۔ اتنی بغاوت کسی اور پر نہیں کی جائے گی جتنی بغاوت ان پر ہوگی۔" حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: "ان کی عمر مبارک کتنی ہوگی۔" عیص: "اگر ان کی عمر طویل بھی ہوئی تو وہ ستر سال تک نہیں پہنچیں گے۔ وہ ساٹھ کے عشر میں کسی طاق سال میں وصال کر جائیں گے۔ وہ اکسٹھ سال یا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال کر جائیں گے۔"

❁❁❁

چھٹا باب

وقتِ ولادت معجزات

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے ان کے لیے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔" یہ روایت ابن سعد نے نقل کی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ "بصریٰ" سے مراد شام کا ایک شہر ہے جو دمشق کے قریب ہے۔ "المسکتۃ الفاحمۃ" میں ہے کہ بصریٰ کو مختص کرنے میں عجیب نکتہ ہے۔ شام کا یہ پہلا شہر تھا جس میں نورِ محمدی ﷺ داخل ہوا۔ شام کے شہروں میں سے سب سے پہلے یہی فتح ہوا۔ بغداد کے ایک شہر کا نام بھی "بصریٰ" ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے میری والدہ ماجدہ نے بتایا ہے وہ حضرت آمنہ کے پاس اس وقت موجود تھیں جب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے گھر کی ہر چیز میں نور نظر آیا۔ میں نے ستارے دیکھے وہ قریب آ گئے تھے۔ مجھے یوں لگا کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔"

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا...... میری والدہ ماجدہ نے وہ خواب دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔ انبیاء کرام کی مائیں اسی طرح دیکھتی ہیں۔" ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے ان کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (امام احمد، بزار، حاکم، ابن حبان۔ حاکم اور ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔)

ابن حبان نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا: "میرے اس نورِ نظر کی عجیب شان ہے۔ جب یہ میرے بطن اقدس میں تھے تو میں نے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہیں کیا تھا۔ آپ بہت ہلکے تھے۔ آپ کی برکت بہت عظیم تھی۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا گویا کہ مجھ سے شہاب نکلا ہے جس سے میرے لیے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو گئی تھیں۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ اس طرح تشریف نہ لائے جس طرح بچے پیدا ہوتے ہیں بلکہ آپ کے ہاتھ زمین پر تھے سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔

ابن سعد اور ابن عسا کر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب مجھ

سے میرے نورِ نظر محمد عربی ﷺ جدا ہوئے تو ان سے نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو زمین نور سے جگمگا اٹھی۔ امام احمد اور ابن سعد نے حسن سند سے حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اپنے معاملہ کی ابتداء کے بارے فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ میری امی جان نے دیکھا کہ ان سے نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔"

ابن سعد نے محمد بن عمر الاسلمی سے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ آپ اپنے گھٹنوں کے بل زمین پر آئے دستِ اقدس زمین پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی۔ اپنے پکڑا اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ آپ کے لیے شام کے محلات اور بازار روشن ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بصریٰ کے مقام پر اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔" اس نورِ مبارک سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ملک آپ کی فضیلت اور سلطنت کا گھر ہے۔ جیسے کہ حضرت کعب نے ذکر کیا ہے کہ سابقہ کتب میں ہے "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔ یثرب ہجرت فرمائیں گے۔ آپ کا ملک شام ہوگا۔" شام کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے: "بصریٰ کے محلات روشن ہونے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ آپ بصیرت کو نور عطا فرمائیں گے۔ اور مردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشیں گے۔" اس نور سے اس نور کی طرف اشارہ بھی ہے جو نورِ مبارک آپ لے کر آئے۔ جس کے ساتھ اہلِ زمین کو ہدایت نصیب ہوئی۔ شرک کی تاریکی دور ہوئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ (المائدہ: ۱۶-۱۵)

ترجمہ: "بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی دکھاتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو پیروی کرتے ہیں اس کی خوشنودی کی سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے انہیں تاریکیوں سے اجالے کی طرف اپنی توفیق اور دکھاتا ہے انہیں راہِ راست۔"

امام ابوشامۃ نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کی وقت جو نور ظاہر ہوا تھا وہ قریش میں مشہور ہو گیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ان اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں۔

وانت لما ولدت...

رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم فرمائے جس نے اشعار کہے ہیں:

لما استهل المصطفى طالعا اضاء الفضاء من نوره الساطع

ترجمہ: "جب حضور ﷺ بوقتِ صبح رونق افروز ہوئے تو آپ کے وسیع نور سے فضاء روشن ہوگئی۔"

و عطر الكون شذى عطره الطيب من دانٍ و من شاسع

ترجمہ: "آپ کے عمدہ اور تیز عطر کی خوشبو نے قریب اور دور کو معطر کر دیا۔"

نادت الاكوان من فرحة يا مرحبا بالقمر الطالع

ترجمہ: "کائنات نے خوشی سے صدا دی۔طلوع ہونے والے چاند کو خوش آمدید۔"

ابن سعد نے موسیٰ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے۔آپ نے ہاتھ مبارک زمین پر رکھے۔سر اقدس آسمان کی طرف بلند کیا۔اور مٹھی مبارک کو مٹی سے بھر لیا۔بنولہب کے ایک شخص تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا:"اگر یہ بات سچ ہے تو یہ بچہ سارے اہلِ زمین پر غالب آجائے گا۔"

ابن سعد، ابونعیم سے قوی سند سے حسان بن عطیۃ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ اپنی ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف لائے۔آپ کی نظر مبارک آسمان کی طرف تھی۔امام سہیلی نے یہ اضافہ کیا ہے"آپ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں بند تھیں صرف سبابہ سے آپ یوں اشارہ فرما رہے تھے گویا کہ آپ تسبیح بیان فرما رہے ہوں۔"

علامہ امام شمس الدین جوجری نے لکھا ہے۔اس حالت میں نگاہ ناز کو اوپر اٹھانے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی شان وقدر بہت بلند ہوگی۔آپ ساری مخلوق کے سردار ہیں۔یہ آپ کے معجزات میں سے ہے۔یہ آپ کی ولادت کے وقت آپ کا پہلا فعل تھا۔اس میں اس شخص کے لیے اشارہ ہے جو غور وفکر کرتا ہے کہ آپ نے ولادت سے لے کر مٹی پر قبضہ جمانے تک جو کچھ بھی کیا تو عقل کا اشارہ اسی طرف ہے کہ آپ ہر لحہ اور ہر آن آپ کی رفعت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔مخلوق پر آپ کی شان بلند ہوتی رہے گی۔آسمان کی طرف سر اٹھانے میں آپ کی سرداری کی طرف اشارہ ہے۔آپ نے رفعت کے علاوہ کسی اور امر کا قصد نہ کیا۔

ابن الجوزی نے"الوفاء"میں حضرت ابوالحسین بن براء سے روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"میں نے آپ کو دیکھا آپ گھٹنوں کے بل تھے۔آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔پھر آپ نے مٹھی بھر مٹی پر قبضہ کیا پھر سجدہ میں گر گئے۔بعض اہلِ اشارات نے کہا ہے"جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ (مریم:۳۰)

ترجمہ: "بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔"

انہوں نے اپنے بارے عبودیت اور رسالت کی خبر دی جبکہ حضور ﷺ نے سر سجدہ میں رکھ دیا۔آپ سے ایک

نور نکلا۔جس سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھا۔آپ نے مٹی اٹھائی اور سر اقدس آسمان کی طرف بلند کیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت زبانی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت فعلی تھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت خبر دینے کے ساتھ تعلق رکھتی تھی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت انوار کے ظہور کے ساتھ تھی۔سجدہ میں یہ اشارہ بھی تھا کہ آپ کے امر کی ابتداء قرب پر ہے۔جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ (العلق:١٩)

ترجمہ: ''اے حبیب سجدہ کیجیے اور ہم سے اور قریب ہو جائیے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب کا سب سے زیادہ قریبی ہوتا ہے۔''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت مقامِ عبودیت کی طرف اشارہ کرتی ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مقامِ قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔''ایک شاعر نے کہا ہے:

لك القرب من مولاك يا اشرف الورىٰ و انت لكل المرسلين ختام

ترجمہ: ''اے سارے لوگوں سے افضل! آپ کو اپنے رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہے۔آپ خاتم المرسلین ہیں۔''

انت لنا يوم القيامة شافع و انت لكل الانبياء امام

ترجمہ: ''آپ ہمارے لیے روزِ حشر شفیع ہوں گے۔آپ سارے انبیاء کے امام ہیں۔''

عليك من الله الكريم تحية مباركة مقبولة و سلام

ترجمہ: ''آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے ایسا سلام ہو جو مبارک اور مقبول ہو۔''

حضرت ابونعیم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت شفاء بنت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو میرے ہاتھ پر جلوہ گر ہوئے۔آپ نے آواز نکالی میں نے سنا آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔''از مشرق تا مغرب روشن ہو گیا۔میں نے روم کے بعض محلات کو دیکھ لیا۔پھر میں نے آپ کو لباس پہنایا۔آپ کو لٹا دیا۔جلد ہی مجھ پر تاریکی چھا گئی۔مجھ کو رعب اور لرزہ نے آلیا۔میں نے اپنی دائیں سمت سنا کوئی کہہ رہا تھا''تم انہیں کہاں لے گئے تھے۔''اس نے جواب دیا:''مغرب کی طرف۔''پھر تاریکی چھٹ گئی۔پھر مجھے رعب اور کپکپاہٹ نے آلیا۔میں نے اپنے بائیں جانب کسی کو فرماتے سنا:''تم انہیں کہاں لے گئے تھے۔''اس نے کہا:''مشرق کی طرف۔''یہ بات ہمیشہ میرے ذہن میں رہی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کر دیا۔

تنبیہات

◆ ① الشیخ نے اپنے فتاویٰ لکھا ہے: "میں کسی ایسی حدیث سے آگاہ نہیں جس میں تذکرہ ہو کہ آپ نے ولادت کے وقت چھینک ماری ہو۔ میں نے ابن سعد، دلائل از بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر کا مطالعہ کیا ہے۔ مستدرک اور حاکم کو پڑھا ہے۔ ان میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں۔ وہ حدیث مبارک جو ابھی ابھی حضرت شفاء سے روایت گزری۔ اس میں لفظ "الاستہلال" سے چھینک کی مشابہت نظر آتی ہے۔ مگر اس میں چھینک کا صراحۃً تذکرہ نہیں۔ لغت میں "الاستہلال" وقت ولادت بچے کا رونا ہے۔ شاید اس سے مراد چھینک ہی ہو۔ علامہ شمس الدین جوجری نے لکھا ہے کہ استہلال اگرچہ لغت میں وقتِ ولادت آواز نکالنا ہوتا ہے مگر اسے چھینک پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

◆ ② عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کی یہ عادت ہے کہ وہ آپ کا ذکر خیر سنتے وقت تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض علماء نے اس قیام کو بدعت لکھا ہے۔ مگر عاشق صادق، حسانِ وقت ابوزکریا یحییٰ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب — على فضة من خط احسن من كتب
و ان ينهض الاشرف عند سماعه — قياما صفوفا او جثيا على الركب
اما الله تعظيما سر كتب اسمه — على عرشه يا رتبه سمت الرتب

ترجمہ: "جو شخص عمدہ کتابت کرتا ہے اس کے ذریعے چاندی پر سونے کے ساتھ حضور ﷺ کی تعریف لکھنا بھی کم ہے۔ آپ کی تعریف سن کر سرداروں کی صفوں میں کھڑا ہونا چاہیے یا گھٹنوں کے بل جھک جانا چاہیے۔ ربِ تعالیٰ نے تعظیم کرتے ہوئے آپ کا اسم گرامی اپنے عرش پر لکھا ہے۔ اے وہ مرتبہ! جو سارے مراتب سے بڑھ گیا ہے۔"

اتفاق ہے کہ شیخ الاسلام تقی الدین السبکی کے درس ختم پر ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے۔ قاضی اور اعیانِ مملکت ان کے سامنے تھے جب پڑھنے والا اس شعر تک پہنچا: ان ينهض الاشراف... تو امام صرصری کے ان اشعار کی اتباع کرتے ہوئے شیخ اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں کو ایک مبارک ساعت میسر آئی۔" اس کا تذکرہ ان کے بیٹے شیخ الاسلام ابونصر بن عبدالوھاب نے "الطبقات الکبریٰ" میں ان کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

◆ ③ بعض لوگوں نے آپ کی طرف سے یہ مشہور کر دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ جھوٹ اور باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔" شیخ امام زرکشی نے لکھا ہے کہ حافظ سمعانی نے ابوبکر الحیری سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "مجھے ایک صالح بزرگ نے کہا ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ وہ فرماتے ہیں" میں نے عرض کی: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم! مجھ تک پہنچا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے "میں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔" میں نے حاکم ابوعبداللہ نے اس روایت کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تو اس طرح نہیں فرمایا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابوعبداللہ نے سچ کہا ہے۔"

حلیمی علیہ الرحمۃ نے "الشعب" میں لکھا ہے "یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو پھر عادل سے مراد اس کا وہ معروف اسم ہوگا جس سے اسے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ عدل کی وجہ سے عادل نہیں ہوگا۔ یا اہلِ فارس کے اعتقاد کی وجہ سے وہ عادل ہوگا۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ۔ (ھود:۱۰۱)

ترجمہ: "پس نہ فائدہ پہنچایا انہیں ان کے جھوٹے خداؤں نے۔"

یعنی جو ان کے معبودانِ باطلہ تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی پر کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔
الشیخ نے الدرر میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے الشعب میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ حاکم نے اس روایت کو باطل سمجھا ہے جو بعض جہلاء نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کی ہے "میں عادل بادشاہ کسریٰ انوشروان کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔ پھر ایک پاکباز شخص نے حضور کریم ﷺ کو اپنے خواب میں دیکھا تو اس نے آپ سے ابوعبداللہ کی یہ بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "میں نے ایسی بات نہیں فرمائی۔" آپ نے ابوعبداللہ کی تصدیق کی۔ صاحب المقاصد نے تحریر کیا ہے کہ ابن رجب نے جو اپنے طبقات میں یہ تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "ولدت فی زمن الملک العادل" یہ صحیح نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔

ساتواں باب

پتھر کی ہنڈیاں ٹوٹ گئی

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگوں کے ہاں رات کے وقت بچہ پیدا ہوتا تو وہ کسی برتن کے نیچے رکھ دیتے تھے اور صبح تک اسے نہیں دیکھتے تھے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے آپ کو ہنڈیا کے نیچے رکھا۔ صبح کے وقت ہنڈیا کے پاس گئے تو وہ دو حصوں میں پھٹ چکی تھی۔ آپ کی مبارک آنکھیں آسمان کی طرف تھیں۔ قریش نے اس پر بہت تعجب کیا۔

ابن سعد نے ثقہ آدمیوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو ہنڈیا کے نیچے رکھ دیا۔ ہنڈیا پھٹ گئی۔ انہوں نے آپ کو دیکھا آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

امام بیہقی نے حضرت ابوالحسن التنوخی سے روایت کیا ہے کہ جب قریش کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ صبح تک اسے اپنی خواتین کو دے دیتے۔ وہ اس پر ہنڈیاں رکھ دیتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو انہوں نے آپ پر بھی ہنڈیاں رکھی۔ وقتِ صبح وہ آپ کے پاس آئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ہنڈیا دو حصوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ انہوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی نگاہِ ناز آسمانوں کی طرف بلند تھی۔ وہ خواتین حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا: ”ہم نے آج تک ایسا بچہ نہیں دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس پر ہنڈیا ٹوٹ چکی تھی اور اس کی نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔“ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: ”اس مبارک بچہ کی حفاظت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ اسے بھلائی نصیب ہوگی۔“ ابن جوزی نے ابوالحسین بن براء سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”میں نے آپ پر برتن رکھا۔ میں نے اسے پایا کہ وہ ٹوٹ چکا تھا آپ اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے۔ جس سے دودھ نکل رہا تھا۔“ بعض اہلِ اشارہ نے کہا ہے کہ ہنڈیا کے اس طرح پھٹ جانے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا امر غالب ہوگا۔ آپ جہالت کی ظلمت کو ختم کر دیں گے۔“

آٹھواں باب

آپ کا مختون پیدا ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے دربار میں میری یہ عزت ہے کہ میں مختون پیدا ہوا۔ کسی نے میری شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔" اس روایت کو الطبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، ابن سعد، ابن عدی، نے حضرت عباس، ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت جن میں ہشام بن محمد نے "کتاب الجامع" میں ابن حبیب نے المعجم میں، ابن درید نے الوشاح میں ابن جوزی نے "العلل اور تلقیح" شامل ہیں۔ ان کا یہ مؤقف ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ احادیث اس کے بارے متواتر ہیں کہ آپ مختون پیدا ہوئے۔ لیکن امام ذھبی نے ان کی گرفت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں تو اس کی صحت کے بارے بھی نہیں جانتا یہ متواتر کیسے ہو سکتی ہے۔" امام ذھبی کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ تواتر سے مراد یہ ہو کہ یہ روایت مشہور ہو چکی ہے سیرت کی کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اس تواتر سے مراد وہ تواتر نہیں جو محدثین کی اصطلاح میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کا اس وقت ختنہ کیا جب انہوں نے آپ کا شق صدر کیا۔ یہ روایت خطیب نے ابوبکرہ سے مرفوعاً لکھی ہے مگر اس کی سند درست نہیں ہے۔ امام ذھبی نے اسے منکر لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں" آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے عرب کے دستور کے مطابق آپ کا ختنہ کیا۔ اس روایت کو ابوعمر نے لکھا ہے مگر حافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ حافظ قطب الدین الخیضری نے لکھا ہے "میرے نزدیک پہلا قول زیادہ راجح ہے۔ اور اس کے دلائل دوسرے قول سے قوی ہیں۔ میں کہتا ہوں" میں نے پہلے ایک سند کا تذکرہ کیا ہے جسے حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ زرکشی نے لکھا ہے کہ حضرت ضیاء الدین کا کسی روایت کو صحیح قرار دینا امام حاکم کے صحیح قرار دینے سے بہتر ہے۔"

خیضری نے لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مختون پیدا ہونے میں عیب بھی پایا جاتا ہے تو ہم اسے کہیں گے "آپ کے حق میں تو یہ انتہائی کمال ہے۔ کیونکہ یہ کھال جو ختنہ کے وقت کاٹی جاتی ہے بعض اوقات یہ نظافت اور طہارت کی تکمیل میں رکاوٹ بن جاتی ہے یہ وظیفۂ زوجیت کے قت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ

کو اس طرح پیدا فرمایا کہ مختون، مسرور اور سارے عیوب و نقائص سے بری تھے۔" اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر آپ کا شق صدر کیوں ہوا۔ وہ سیاہ گوشت کا ٹکڑا کیوں نکالا گیا جو شیطان کا حصہ ہوتا ہے اگر اس طرح ہے جس طرح آپ نے کہا ہے تو پھر آپ کی تخلیق اس کے بغیر ہی ہونا چاہیے تھی۔

میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ ختنہ کرنا اور ناف کاٹنا یہ ظاہری امور ہیں جو آدمی کے عمل کے محتاج ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ یہ اشیاء آپ میں پیدا نہ فرمائیں تا کہ کسی کا آپ پر احسان نہ ہو۔ آپ کمالِ طہارت پر پیدا ہوں۔ لیکن اس گوشت کے ٹکڑے کو باہر نکالنا جو شیطان کا حصہ ہوتا ہے اس کا محل دل ہوتا ہے اس سے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ اگر رب تعالیٰ آپ میں یہ بھی پیدا نہ فرماتا تو آدمیوں کو اس کی حقیقت پر آگاہی نہ ہو سکتی تھی۔ رب تعالیٰ نے یہ حقیقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر کی تا کہ آپ کے باطن کا کمال بھی متحقق ہو سکے۔ جس طرح اس نے ظاہر کر دیا تھا کہ آپ کا ظاہر مکمل ہے۔ (امام سبکی)

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے روایت لکھی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے آپ کو جنم دیا تو آپ پاکباز تھے۔ جسم اطہر پر کوئی گندگی نہ تھی۔ آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہاتھوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔

فائدہ

بہت سے انبیاء کرام مختون پیدا ہوئے۔ ابن درید نے الوشاح اور ابن جوزی نے التلقیح میں ان کی تعداد تیرہ لکھی ہے۔ انہوں نے یہ روایت حضرت کعب الاحبار سے روایت کی ہے۔ ابن جوزی نے محمد بن حبیب سے یہ روایت لکھ ۱۴ لکھی ہے۔ ان میں سے ہر ایک ان کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر دوسرے نے نہیں کیا۔ درج ذیل انبیائے کرام کے بارے ان کا اتفاق ہے۔ حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت یوسف، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت کعب الاحبار نے ان انبیاء کا اضافہ کیا ہے۔" حضرت ادریس، حضرت سام، حضرت یحییٰ علیہم السلام۔" حضرت ابن حبیب نے ان انبیاء کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت زکریا، حضرت حنظلہ بن صفوان (یہ اصحاب الراس کے نبی تھے) ان کے کلام سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سترہ انبیاء مختون پیدا ہوئے تھے۔ سب سے پہلے حضرت آدم اور سب سے آخر میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ الشیخ نے قلائد الفوائد میں ان کے نام اسی طرح نظم کیے ہیں۔

و سبعة مع عشر قد روی خلقوا ــــ وهم ختان فخذ لازلت ما نوسا

ترجمہ: "سترہ انبیاء کے بارے روایت ہے کہ وہ مختون پیدا ہوئے۔ سب تم سے محبت کریں انہیں یاد کر لو۔"

محمد، آدم ادریس، شیث نوح ــــ سام هود شعیب یوسف موسیٰ ـ

ترجمہ: ''وہ حضرت محمد مصطفی، حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت سام، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہم السلام ہیں۔''

لوط، سلیمان، یحییٰ، صالح   زکریا خنظله الرسی مع عیسٰی

ترجمہ: ''حضرت لوط، حضرت سلیمان، حضرت یحییٰ، حضرت صالح، حضرت زکریا، حضرت حنظلہ الرسی اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔''

علامہ قاضی عبدالباسط البلقینی نے یوں فرمایا ہے:

و فی الرسل مختونًا لعمرك خلقه   ثمان و تسع طیبون اکارم

ترجمہ: ''تیری زندگانی کی قسم! رسل عظام میں سے آٹھ اور نو پاکیزہ صفت اور مکارم اخلاق کے مالک انبیاء مختون پیدا ہوئے۔''

وهم زکریا، شیث، ادریس، یوسف   و خنظله عیسٰی و موسٰی و آدم

و نوح و شعیب سام لوط و صالح   سلیمان یحییٰ هود یاسین خاتم

ترجمہ: ''ان میں حضرات زکریا، شیث، ادریس، یوسف، حنظلہ، عیسیٰ، موسیٰ اور حضرات آدم، نوح، شعیب، سام، لوط، صالح، سلیمان، یحییٰ، ہود، یاسین اور حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔''

نواں باب

چاند جھک جاتا ادھر جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کی ایک علامت نے مجھے آپ کے دین میں داخل کر دیا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ پنگھوڑے میں تھے۔ چاند سے سرگوشی فرما رہے تھے۔ آپ اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ وہ ادھر ہی جھک جاتا تھا۔ جدھر آپ اشارہ فرماتے تھے۔“ آپ نے فرمایا: ”میں اس سے باتیں کرتا تھا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ وہ مجھے رونے سے روکتا تھا۔ میں اس کی پیشانی آواز سنتا تھا۔ جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

امام ابوعثمان الصابونی نے لکھا ہے کہ سند اور متن میں غریب ہے۔ لیکن معجزات میں حسن ہے۔“

الحافظ نے الفتح میں امام واقدی نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ ولادت کی ابتداء میں پنگھوڑے میں گفتگو فرماتے تھے۔“ ابن سبع نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ ملائکہ آپ کے پنگھوڑے کو حرکت دیتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے یہ کلام فرمائی ”اللہ اکبر کبیراً الحمد للہ کثیراً“

پنگھوڑے میں کئی افراد نے گفتگو کی ہے۔ ہمارے شیخ نے قلائد الفوائد میں انہیں یوں نظم کیا ہے۔

تکلم فی المهد النبی محمد	و موسیٰ و عیسیٰ والخلیل و مریم
و مبرئ جریج ثم شاهد یوسف	و طفل لدی الاخدود یرویه مسلم
و طفیل علیه مر بالامة التی	یقال لها تزنی ولا تتکلم
وما شطة فی عهد فرعون طفلها	و فی زمن الهادی المبارك یختم

ترجمہ: ”پنگھوڑے میں ان لوگوں نے گفتگو کی حضور اکرم ﷺ، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت مریم رضی اللہ عنہا، مبرئ جریج، شاہد یوسف۔ وہ بچہ جو خندق کے پاس تھا۔ یہ روایت مسلم نے نقل کی ہے۔ وہ بچہ جس نے ان لونڈی کی گواہی دی تھی جسے کہا جا رہا تھا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ مگر وہ بات نہیں کر رہی تھی۔ فرعون کے عہد میں کنگھی کرنے والی کے بچہ نے اور ہادی مبارک کے زمانہ میں۔“

❁❁❁

دسواں باب

ابلیس کا غم، اسے آسمانوں پر جانے سے روک دینا اور غیبی صدائیں

امام سہیلی اور ابو ربیع نے حافظ بقی بن مخلد کی تفسیر سے روایت کیا ہے کہ ابلیس چار بار چیخا:

1. جب اسے ملعون کیا گیا۔
2. جب اسے نیچے اتارا گیا۔
3. جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔
4. جب سورۃ الفاتحہ نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے کہا: ''آج رات وہ ہستی پیدا ہوگئی ہے جو ہمارا معاملہ خراب کر دے گی۔'' اس کے لشکر نے اسے کہا: ''کاش! تو اس کے پاس جائے اور اسے ناخن مار دے۔'' جب وہ حضور ﷺ کے قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو بھیجا تو انہوں نے اسے ٹانگ مار کر عدن میں پھینک دیا۔

زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ابلیس ساتوں آسمانوں تک جا سکتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اسے تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ وہ چار تک جا سکتا تھا۔ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو اسے سارے آسمانوں سے روک دیا گیا۔

الخرائطی اور ابن عساکر نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ قریش کے چند افراد جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو، عبداللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث تھے وہ ایک بت کے پاس جمع ہوتے تھے۔ وہ ایک دن اس کے پاس گئے۔ اسے دیکھا کہ وہ منہ کے بل گرا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ اسے پکڑا اور اسے پہلی حالت پر رکھ دیا۔ وہ جلد ہی نیچے گر پڑا۔ پھر تیسری بار نیچے گر پڑا۔ عثمان نے کہا: ''یہ کسی اہم امر کی وجہ سے نیچے گر رہا ہے۔'' اسی رات کو حضور ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

أیا صنم العید الذی صف حوله   صنادید وفد من بعید و قرب

ترجمہ: ''اے عید کے وہ بت جس کے ارد گرد دور و نزدیک کے سرداروں نے صفیں باندھ رکھی ہیں۔''

ینکس مقلوباں ذاك قل لنا اذاك سفیه امر تنکس للعتب

ترجمہ: "کس وجہ سے تو الٹ ہوا ہے۔ ہمیں بتا یہ حماقت ہے یا بگاڑ کی وجہ سے ہے۔"

فان کان من ذنب اسأنا فاننا نبوء باقرار و نلوی علی الذنب

ترجمہ: "اگر یہ اس گناہ کی وجہ سے ہے جو ہم سے صادر ہوا ہے۔ تو ہم اس گناہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔"

و ان کنت مغلوبا تنکست صاغرا فما انت فی الاصنام بالسید الرب

ترجمہ: "اگر تو مغلوب ہو گیا ہے اور ذلیل ہو کر اوندھا ہو گیا ہے تو پھر تو بتوں میں بڑا رب نہیں ہے۔"

انہوں نے بت کو لیا۔ اسے اس کی سابقہ حالت پر لوٹا دیا۔ جب وہ سیدھا ہو گیا تو اس کے پیٹ سے یہ آواز آئی:

تردی لمولود اضائت لنوره جمع فجاج الارض بالشرق والغرب

ترجمہ: "ہم اس مبارک مولود کی وجہ سے برباد ہو گئے ہیں۔ جس کے نور سے زمین کی ساری شاہراہیں از مشرق تا غرب روشن ہو گئی ہیں۔"

و خرت له الاوثان طرا وارعدت قلوب الملوك الارض طرا من الرعب

ترجمہ: "سارے بت اس کی وجہ سے گر گئے ہیں اور اس کے رعب سے سارے بادشاہوں کے دل لرز اٹھے ہیں۔"

و نار جمیع الفرس باخت و اظلمت قدبات شاه الفرس فی اعظم الکرب

ترجمہ: "سارے ایران کی آگ بجھ گئی ہے اور تاریکی چھا گئی ہے اور شاہ ایران سے بڑی تکلیف میں رات بسر کی ہے۔"

و صدت عن الکهان بالغیب جنها فلا مخبر منهم بحق ولا کذب

ترجمہ: "اس آگ نے کاہنوں کے جنات غیب کی خبریں سننے سے روک دیا ہے اب سچ یہ جھوٹ کی خبر دینے والا کوئی نہیں ہے۔"

فیا لقصی ارجعوا عن ضلالتکم و هبوا الی الاسلام والمنزل الرحب

ترجمہ: "اے قصی کی اولاد! اپنی گمراہی سے لوٹ چلو اور اسلام اور وسیع منزل کی طرف جلدی سے چلو۔"

خرائطی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بتایا جاتا ہے کہ زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل نجاشی کے پاس گئے۔ اس وقت ابرہہ مکہ مکرمہ سے واپس جا چکا تھا۔ انہوں نے کہا: "جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا: "اے قریشیو! مجھے سچ بتانا کہ تم میں ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے والد گرامی کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ جب ان

کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تو وہ بچ گئے اور ان کی طرف سے بہت سے اونٹ ذبح کیے گئے۔" ہم نے کہا: "ہاں!" اس نے پوچھا: "کیا تمہیں علم ہے کہ انہوں نے کیا کیا؟" ہم نے کہا: "انہوں نے ایک عورت سے شادی کی جسے آمنہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ انہوں نے انہیں حاملہ حالت میں چھوڑا اور عازم سفر ہو گئے۔" نجاشی: "کیا تمہیں علم ہے کہ کیا ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے یا نہیں۔" ورقہ نے کہا: "بادشاہ سلامت! میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں اپنے ایک بت کے قریب ہوا۔ میں نے اس کے پیٹ سے کسی ہاتف کو سنا وہ کہہ رہا تھا:

ولد النبی فذلت الاملاك　　　و نأى الضلال و ادبر الاشراك

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔ بادشاہ ذلیل ہو گئے۔ گمراہی دور چلی گئی اور شرک پیٹھ کر دور ہو گیا۔"

پھر وہ بت اپنے منہ کے بل گر پڑا۔ زید بن عمرو نے کہا: "اے بادشاہ! مجھے اس کے بارے علم ہے۔ میں اس رات باہر نکلا میں کوہِ ابی قبیس پر آیا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے دو سبز پر تھے۔ وہ کوہِ ابی قبیس پر کھڑا تھا۔ پھر اس نے مکہ مکرمہ کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا: "شیطان ذلیل ہو گیا۔ بت باطل ہو گئے۔ الامین پیدا ہو گئے۔" پھر اس نے اپنا کپڑا پھیلایا۔ اس نے اسے مشرق و مغرب تک پھیلا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے نیچے ہر چیز روشن ہو گئی ہے۔ ہاتف اپنے پروں سے پھڑ پھڑایا حتیٰ کہ وہ خانہ کعبہ پر گر پڑا۔ اس کا نور قریب تھا کہ میری بینائی اچک لیتا۔ اس سے سارا تہامہ روشن ہو گیا۔ اس نے کہا: "زمین پاک ہو گئی۔ اس کی بہار لوٹ آئی۔" اس نے ان بتوں کی طرف اشارہ کیا جو خانہ کعبہ کی چھت پر تھے۔ وہ سارے نیچے گر پڑے۔" نجاشی نے کہا: "اب میں تمہیں اپنے بارے بتاتا ہوں۔ میں اس رات سویا تھا۔ جس رات کا تذکرہ تم کر رہے ہو۔ میں اپنے خیمہ میں تنہا تھا۔ اچانک زمین سے سر اور گردن بلند ہوئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اصحابِ فیل پر ہلاکت اتری! ابابیل نے انہیں پتھروں سے برباد کر دیا۔ ظالم اور مجرم اشرم ہلاک ہو گیا ہے۔ نبی مکی حرمی ﷺ پیدا ہو گئے ہیں جس نے ان کی صدا پر لبیک کہا وہ کامیاب ہو گیا جس نے انکار کیا وہ سرکشی کر گیا۔" پھر وہ زمین میں داخل ہو گیا۔ وہ غائب ہو گیا۔ میں چیخنے لگا۔ میں گفتگو بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا مگر میں کھڑا نہ ہو سکا۔ میرے اہلِ خانہ میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں کہا: "اہلِ حبشہ کو مجھ سے دور لے جاؤ۔" وہ انہیں دور لے گئے تو رب تعالیٰ نے میری زبان اور ٹانگیں چھوڑ دیں۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ایک ہاتف نے کوہِ ابی قبس سے اور دوسرے نے الحجون سے آواز دی۔ جو حجون پر کھڑا تھا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

فاقسم ما انثی من الناس انجبت　　　ولا ولدت انثی من الناس والده

کما ولدت زھریة ذات مفخر　　　مجنبة لؤم القبائل ماجده

فقد ولدت خیر البریۃ احمد — فاکرم بمولود و اکرم بوالدۃ

ترجمہ: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ لوگوں میں سے کوئی عورت بھی اتنی بلند قسمت نہیں نہ ہی کسی عورت اتنا بہترین بچہ جنم دیا ہے جس طرح کا مبارک بچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا ہے۔ اس کی بزرگی قبائل کی ملامت کے لیے ڈھال ہے۔ انہوں نے سارے لوگوں سے بہترین احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا ہے۔ یہ مولود کتنا مبارک ہے اور اس کی والدہ ماجدہ کتنی مبارک ہے۔"

یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا — و میزوا الامر بعقل مضی

ان بنی زھرۃ من سرکم — فی غابر الامر و عند البدی

واحدۃ منکم فھاتوا لنا — فمن مضی فی الناس او من بقی

واحدۃ من غیرھم مثلھا — جنینھا مثل النبی التقی

ترجمہ: "اے بطحاء کے مکینو! لغزش نہ کھاؤ۔ اور عمدہ عقل کے ساتھ معاملہ کو ممتاز کرو۔ بنو زھرہ تمہاری گزشتہ اور موجودہ افراد میں سے افضل ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا یکتا اور بے مثال ہیں گزشتہ اور موجود لوگوں میں ان کی مثال کو لاؤ۔ ان کا بچہ نبی تقی بن کر تشریف لائے گا۔"

❁❁❁

گیارھواں باب

دریائے دجلہ کا پھٹ جانا، ایوانِ کسریٰ کا لرز اٹھنا، اس کے کنگرے گر جانا اور آگ کا بجھ جانا

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ پرویز کسریٰ نے دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک محل تعمیر کیا۔ اس پر بہت زیادہ مال و دولت خرچ کیا۔ اس نے اس عمارت کا بہت بڑا محراب بنایا جس جیسا محراب اور کہیں نہ تھا۔ ہمہ وقت اس کے پاس کاہن، جادوگر اور ستارہ شناس رہتے تھے۔ ان میں ایک عرب شخص بھی تھا۔ جسے سائب کہا جاتا تھا۔ باذان نے اسے یمن سے بھیجا تھا۔ جب کسریٰ کو کسی اہم کام کا سامنا ہوتا تو وہ ان سب کو جمع کرتا اور کہتا: "اس معاملہ میں غور و فکر کرو کہ یہ کیا ہے۔"

جب حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو کسریٰ نے دیکھا کہ اس عمارت کا محراب کسی سبب کے بغیر ہی پھٹ گیا ہے۔ دریائے دجلہ کا بند بند ٹوٹ گیا ہے۔ یہ معاملہ دیکھ کر وہ غمزدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے کاہن، جادوگر اور نجومی بلائے۔ ان میں سائب بھی تھا۔ اس نے انہیں کہا: "میری عمارت کا محراب کسی ظاہری سبب کے بغیر ہی پھٹ گیا ہے۔ تم اپنے علم کے مطابق اس کا سبب بیان کرو۔" انہوں نے آسمان میں غور و فکر کیا ان کے لیے زمین تاریک ہو گئی۔ لیکن انہیں کسی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ سائب نے یہ تاریک رات ایک ٹیلے پر گزاری۔ وہ دیکھتا رہا۔ اس نے حجاز کی طرف چمکتی ہوئی بجلی دیکھی۔ وہ مشرق کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ وقتِ صبح اس نے اپنے نیچے ایک سبز باغ دیکھا۔ اس نے اپنے قیافہ کے بارے بتایا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو بھی حجاز سے ایک سلطان اعظم (ﷺ) کا ظہور ہوگا۔ وہ مشرق تک پہنچیں گے۔ ان کی وجہ سے زمین بہت زیادہ شاداب ہو جائے گی۔" جب کاہن اور نجومی ایک دوسرے سے ملے اور انہوں نے وہ دیکھا جو انہیں پہنچا تھا۔ سائب نے جو کچھ دیکھا تھا وہ دیکھا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "بخدا! کسی اہم امر کی وجہ سے تمہارے علم اور اس چیز کے مابین کچھ حائل ہے۔ یہ امر آسمان سے آیا ہے۔ ایک نبی کریم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں یا مبعوث ہوں گے۔ جو اس بادشاہ سے یہ ملک چھین لیں گے۔ اگر تم نے کسریٰ کو یہ بتا دیا کہ تمہارا یہ ملک تم سے چھن جائے گا تو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔" انہوں نے باہم اتفاق کر لیا کہ وہ یہ معاملہ کسریٰ سے چھپائیں گے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا: "ہم نے غور و فکر کیا ہے ہم نے پایا ہے کہ دجلہ کے بند اور عمارت کے محراب کا آغاز منحوس دن سے کیا گیا تھا۔ جب شب و روز گزرتے گئے تو نحوست ان پر چھاتی گئی اور یہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اب ہم آپ کے لیے حساب و کتاب کرتے

ہیں۔ اس پر آپ کی عمارت تعمیر کرتے ہیں جو کبھی بھی زوال پذیر نہ ہوگی۔" انہوں نے اعداد وشمار کیا۔ بادشاہ کو عمارت بنانے کے لیے کہا۔ انہوں نے دریائے دجلہ کا بند آٹھ ماہ میں تعمیر کر دیا۔ اس پر بڑے بڑے اموال خرچ کیے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو گئے۔ بادشاہ نے اس سے انہیں کہا: "کیا میں اس کی دیواروں پر اپنی محفل سجا لوں؟" انہوں نے کہا: "ہاں! بادشاہ نے وہاں فرش اور قالین بچھانے کا حکم دیا۔ وہ اسی حالت پر تھے کہ دریائے دجلہ پھٹ گیا۔ وہ عمارت نیچے سے بہہ گئی۔ اس نے اپنے سارے کاہن، جادوگر اور نجومی جمع کیے اور ایک سو کے قریب کو قتل کر دیا۔ اس نے انہیں کہا: "میں نے تمہیں اپنا قرب دیا تم پر اپنے اموال خرچ کیے پھر تم نے مجھ سے خیانت کی۔" انہوں نے کہا: "ہم نے اسی طرح خطا کی ہے جس طرح ہم سے پہلے لوگوں نے لغزش کی تھی۔" پھر انہوں نے حساب وکتاب کیا۔ اسے عمارت بنانے کا حکم دیا۔ جب وہ عمارت بنانے سے فارغ ہو گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو اوپر بیٹھنے کے لیے کہا۔ بادشاہ وہاں بیٹھنے سے ڈر گیا۔ وہ سوار ہوا اور اس کی بنیاد پر چلنے لگا۔ جب وہ چل رہا تھا تو عمارت دوبارہ پھٹ گئی۔ وہ آخر تک بہہ گئی۔ بادشاہ نے ان سب کو بلایا۔ اس نے کہا: "میں تم سب کو تہ تیغ کر دوں گا ورنہ مجھ سے سچ بولو۔ انہوں نے اس کے ساتھ سچ بولا اور اسے معاملہ کی خبر دی۔" بادشاہ نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! تم نے یہ سب کچھ مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا۔" انہوں نے کہا: "ہمیں خوف نے روکا تھا۔" بادشاہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

ابن جریر نے تاریخ میں، امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل میں اور خرائطی نے مخزوم بن ہانی سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی۔ انہوں نے کہا: "جب وہ رات آئی جس میں حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی تو کسریٰ کا محل لرز اٹھا۔ اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ ایران کی آگ بجھ گئی۔ حالانکہ وہ ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ موبذان نے خواب میں دیکھا کہ آگے آگے باغی اونٹ ہیں اور ان کے پیچھے عربی گھوڑے ہیں۔ انہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور کسریٰ کے شہروں میں پھیل گئے۔ وقتِ صبح کسریٰ گھبرا کر اٹھا۔ پہلے جرأت کر کے اس پر صبر کیا۔ پھر اس سے سوچا کہ یہ امر اپنے وزراء اور مشیروں سے چھپانا نہیں چاہیے۔" اس نے اپنے وزراء اور مشیر جمع کیے۔ اپنا تاج پہنا۔ اپنے تخت پر بیٹھا۔ پھر اپنے مشیروں اور وزیروں کو بلایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو نے ان سے پوچھا: "کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں! جب تک کہ آپ خود نہ بتا دیں۔" بادشاہ اسی حالت پر تھا جب اسے ایک خط ملا جس میں ایران کی آگ کے بجھ جانے کا تذکرہ تھا۔ اس کا غم بڑھ گیا۔ پھر اس نے وہ امر بھی بیان کر دیا جس نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔ موبذان نے کہا: "اللہ تعالیٰ بادشاہ کی اصلاح کرے۔ میں نے اس رات دیکھا ہے۔" پھر اس نے بادشاہ کو اپنا خواب بیان کر دیا۔ بادشاہ: "موبذان یہ سب کچھ کس لیے ہے۔" موبذان ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے کہا: "یہ اس واقعہ کی وجہ سے ہے جو عرب کی طرف رونما ہوا ہے۔" کسریٰ نے نعمان بن منذر کی طرف لکھا۔ "میری طرف ایک ایسا عالم بھیجو جس سے میں جو چاہوں پوچھ لوں۔" نعمان نے عبدالمسیح کو

اس کی طرف بھیج دیا۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا تو اس نے کہا: "کیا تجھے علم ہے کہ میں تجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں؟" عبدالمسیح: "مجھے بادشاہ بتا دیں، اگر میرے پاس علم ہوا تو میں خود بتا دوں گا ورنہ اس شخص کی طرف راہ نمائی کروں گا جو یہ سب کچھ جانتا ہوگا۔" بادشاہ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ عبدالمسیح نے کہا "یہ علم میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے مشرقی علاقے میں رہتا ہے اس کا نام سطیح ہے۔" بادشاہ: "اس کے پاس جا۔ اس سے اس امر کے متعلق پوچھو۔ اور اس کی تعبیر میرے پاس لے کر آؤ۔" عبدالمسیح اٹھا۔ سطیح تک پہنچا۔ وہ نزاع کے عالم میں تھا۔ عبدالمسیح نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ عبدالمسیح نے یہ اشعار پڑھے۔

اصم ام یسمع یظریف الیمن...

جب سطیح نے عبدالمسیح کا کلام سنا تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ پھر کہا: "عبدالمسیح تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر آیا ہے۔ وہ سطیح کے پاس آیا ہے حالانکہ سطیح اس وقت نزع کے عالم میں ہے۔ تجھے بنو ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے۔ تاکہ ایوانِ کسریٰ کے لرزنے، آگ کے بجھنے اور موبذان کے خواب کے بارے بتائے موبذان کے سرکش اونٹ دیکھے جنہیں عربی گھوڑے ہانک رہے تھے۔ انہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کر لیا تھا۔ وہ کسریٰ کے شہروں میں پھیل گئے تھے۔ عبدالمسیح! جب تلاوت کثرت سے ہوگی۔ عصا والا ظاہر ہوگا وادی سماوہ بہنے لگے گی۔ بحیریٰ ساوہ خشک ہو جائے گا تو یہ ملک شام سطیح کا ملک نہ رہے گا۔ کسریٰ کے بادشاہ اتنے ہوں گے جتنے کنگرے گرے ہیں۔ آنے والا امر آ کر رہے گا۔" پھر سطیح اسی جگہ مر گیا۔ عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا۔ اسے یہ تعبیر بتائی۔ اس نے کہا: "ابھی تو ہم میں چودہ بادشاہ ہوں گے۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" ان کے دس بادشاہ چار سالوں میں گزر گئے۔ بقیہ چار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک رہے۔ اللہ تعالیٰ ابو عبداللہ محمد بن ابی زکریا یحییٰ بن علی الشقر اطی پر رحم کرے۔ انہوں نے کتنے عمدہ اشعار کہے ہیں:

ضائت لمولدہ الآفاق واتصلت	بشری الھواتف فی الاشراق والطفل
و صرح کسری تداعی من قواعدہ	وانقض منکسر الارجاء ذامیل
و نار فارس لم توقدو ما خمدت	من الف عام و نھر القوم لم یسل
خرت لمولدہ الاوثان وانبعثت	ثواقب الشھب ترمی الجن بالشعل

ترجمہ: "آپ کی ولادت کے وقت آفاق روشن ہو گئے اور صبح و شام ہواتف لگاتار بشارات دینے لگے۔ کسریٰ کا محل بنیادوں سے لرز گیا۔ اس کے اطراف ٹوٹ کر گر پڑے اور وہ ایک طرف جھک گیا۔ ایران کی آگ بجھ گئی۔ جو ایک ہزار سال لگاتار جل رہی تھی بجھی نہ تھی۔ اسی طرح قوم کا دریا بھی خشک ہو گیا۔ آپ کی ولادت کے وقت بت نیچے گر پڑے۔ ایسے شہاب ثاقب گرے جو جنات پر آگ کے شعلے برساتے تھے۔"

امام بوصیری نے لکھا ہے:

أَبَانَ مولدہ عن طیب عنصرہٖ — یا طیب مبتداء منہ و مختتمِ

ترجمہ: "آپ کی پاکیٔ فطرت کی وجہ سے آپ کے زمانہ ولادت نے بہت سے امور کو ظاہر کیا۔ آپ کا حسنِ ابتداء اور حسنِ خاتمہ کتنا خوبصورت ہے۔"

یومٌ تفرّس فیہ الفرس انھم — قد أُنذِرُوْا بحلول البؤس والنّقمِ

ترجمہ: "اسی مبارک دن کو اہلِ فارس نے فراست سے معلوم کر لیا کہ انہیں عنقریب اور سخت عذاب کے نزول سے ڈرایا جائے گا۔"

و بات ایوان کسری وھو مُنْصَدِعٌ — کشمل اصحاب کسری غیر مُلْتَئِمِ

ترجمہ: "اس روز کسریٰ کا محل یوں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسے نوشیرواں کا لشکر بکھر گیا تھا۔"

والنّار خامِدۃُ الانفاس مِن اَسَفٍ — عَلَیہِ والنھر ساھِی العین مُنْسَدِمِ

ترجمہ: "آگ کے وہ شعلے بجھ گئے جو ساوہ کے خشک ہونے پر آنسو بہاتے تھے اور نہر فرات کی آنکھ شرمندگی کی وجہ سے غلط بین ہو گئی۔"

و سَاءَ سَاوَۃَ ان غاضت بُحیرتُھا — و رُدَّ وارِدُھَا بِالْغَیْظِ حِیْن ظَمِی

ترجمہ: "ساوہ کے باسی غمزدہ ہو گئے کیونکہ اس کا پانی جذب ہو گیا۔ پیاسا اس کے پاس آیا تو وہ غضبناک ہو کر واپس گیا۔"

کان بالنّار ما بالماء من بَللٍ — حُزنًا و بالماء ما بالنّار مِن ضرمِ

ترجمہ: "گویا کہ غم کی وجہ سے آگ میں پانی کی خاصیت پیدا ہو گئی۔ اور پانی میں آگ کے اوصاف پیدا ہو گئے۔"

والجن تَھتِف والانوار ساطعۃ — والحق یظھر من مَعنی و مِن کَلِمِ

ترجمہ: "جنات آپ کی نبوت کی صدا لگا رہے ہیں۔ انوار پھیل رہے ہیں، صداقت لفظاً اور معنیً ظاہر ہو رہے ہیں۔"

عموا و صَمُّوا فاعلانُ البَشائرِ لَمْ — یُسمع وَ بارِقَۃُ الانذار لم تُشِمِ

ترجمہ: "منکرین ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں کہ انہیں نہ تو بشارت کا اعلان سنائی دیتا ہے نہ غضب الٰہی کی بجلی نظر آتی تھی۔"

من بعدھا اخبر الاقوام کاھِنُھُم — بأنّ دِینَھم المُعوَجَّ لَم یُقِمِ

ترجمہ: "اس کے باوجود کہ اقوام کا کاہن انہیں بتا چکا تھا کہ اب کا ٹیڑھا دین درست نہیں ہو گا۔"

من بعد ما عاینُوا فی الأفق من شهبٍ   مُنقضّةٍ و فق مَا فِي الارضِ من صَنَمٍ

ترجمہ: "اس کے بعد کہ انہوں نے افق سے شہابوں کو گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسی طرح زمیں میں بت بھی اوندھے ہو گئے تھے۔"

حتّٰی غدا عن طریق الحقِّ مُنهزمٌ   مِنَ الشیاطین یَقْفُو اِثرَ منهَزِمٍ

ترجمہ: "حتیٰ کہ شیاطین پر آگ کے انگارے پڑے وہ آسمان کے دروازے چھوڑ کر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے۔"

امام بوصیری نے اپنے قصیدے ہمزیہ میں لکھا ہے:

و محیًا کالشمس مِنك مضِیٌّ   اَسْفرت عَنهُ لیلةٌ غراءُ

ترجمہ: "آپ کا چہرۂ انور سورج کی طرح تاباں ہے جس نے روشن رات جگمگا اٹھی۔"

لیلةُ المولدِ الّذی کان لِلدِّینِ   مِنِ سرورٌ بِیَومِهٖ وازْدِهَاءُ

ترجمہ: "میلاد پاک کی رات وہ ہے جس کے دن میں دین کے لیے سرور اور رونق ہے۔"

و توالت بشری الهواتفِ اَنْ قد   وُلِد المُطفَیٰ وَ حَقّ الهَنَاءُ

ترجمہ: "ھواتف کی بشارات لگاتار آتی رہیں کہ مصطفیٰ پاک ﷺ کی ولادت ہو چکی ہے۔ وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

و تداعَی اِیوانُ کِسرَی ولَو   لَا آیةٌ مِنْك ما تداعَی البِنَاءُ

ترجمہ: "ایوانِ کسریٰ کی بنیادیں لرز گئیں۔ اگر یہ آپ کی طرف سے معجزہ نہ ہوتا تو یہ بنیادیں نہ لرزتیں۔"

و غدا کلُّ بیتِ نارٍ و فیه   کُربةٌ مِن خُمودها و بلاءُ

ترجمہ: "یہ آتش کدہ جس میں آگ جل رہی تھی۔ اس میں آگ کے بجھنے کی وجہ سے مصیبت اور بلا آ گئی۔"

و عیونٌ للفرس غارت فهل کانَ   لِنیرانِهم بِها اِطْفَاءُ

ترجمہ: "اہلِ فارس کے چشمے خشک ہو گئے۔ کیا ان سے ان کی آگ بجھ سکتی ہے۔"

فَهَنِیئًا بِهِ لآمِنَةَ الْفَضْلُ   الذی شرُفَت بهٖ حَوَّاءُ

ترجمہ: "آپ کی وجہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو مبارک ہو۔ یہ مبارک اس فضل کی وجہ سے ہے جس سے آپ کی اجداد کو نوازا گیا۔"

مَنْ لِحَوّاءَ اَنَّهَا حَمَلت اَحْ   مَدًا و اِذهَا بِهٖ نُفَسَاءُ

ترجمہ: "ان جدات طاہرات کو مبارک جس کی پاکیزہ رحموں میں آپ جاتے رہے اور باہر تشریف لاتے رہے۔"

يَوم نالت بوضعه ابنتهٗ وَهْبٍ من فخارٍ مَالم تنله النّساءُ

ترجمہ: ''جب حضرت آمنہ کے ہاں آپ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے وہ فخر پایا جسے اور عورتیں نہ پاسکیں۔''

و أتت قومها بأفضَلِ مِما حَملت قَبْلُ مَريمُ العَذرَاءُ

ترجمہ: ''وہ اپنی قوم کے پاس اس من موہنے بچے سے افضل نور نظر لے کر آئیں جسے کنواری حضرت مریم علیہا السلام لے کر آئی تھیں۔''

شَمَّتَتْهُ الاملاكُ إذ وَضَعَتْهُ و شفتنا بِقولِها الشفاءُ

ترجمہ: ''جب آپ ان کے ہاں پیدا ہوئے تو ملائکہ نے آپ کو یرحمک اللہ کہا حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے اپنے فرمان سے شفا پالی۔''

رافعًا رَأسَه و فى ذالِك الرَّفعِ اِلىٰ كُلِّ سُؤدَدٍ اِيْماءُ

ترجمہ: ''آپ اپنے سر اقدس کو اوپر اٹھائے ہوئے تھے اس سر بلندی میں ہر سرداری کی طرف اشارہ تھا۔''

رَامِقًا طَرفه السَّمَاءَ وَ مَرْمَى عَيْنٍ مِنْ شأنه العلُو العلاءُ

ترجمہ: ''آپ نے نظر مبارک آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی تھی۔ آپ کی اس بلند نظر میں رفعت اور بلندی کی علامت تھی۔''

و تدلّت زُهرُ النجوم اِلَيْهِ وَ اَضَائَت بِضَوْءِ هَا الارجاءُ

ترجمہ: ''ستاروں کی روشنی آپ کے قریب ہوگئی۔ ان کی نورانیت میں سے زمین کی اطراف جگمگا اٹھیں۔''

وَ تراءَ ت قُصورُ قيصرِ بِالشّامِ يراها مَن دَارُهٗ البِطحاءُ

ترجمہ: ''انہوں نے اس نور میں روم میں قیصر کے محلات دیکھ لیے۔ یہ منظر اس نے دیکھا جس کا گھر وادیٔ بطحا میں تھا۔''

❁❁❁

بارھواں باب

ابن اسحاق اور امام واقدی نے لکھا ہے "جب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ آئیں اور اسے دیکھیں۔" وہ آئے اور آپ کی زیارت کی۔ حضرت آمنہ نے ان کو وہ سارے واقعات بتائے جو وقتِ حمل رونما ہوئے تھے۔ جو کچھ ان سے کہا گیا تھا جو انہیں نام نامی کے بارے حکم دیا تھا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کو لیا خانہ کعبہ لے گئے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگے۔ اس عطاء پر اس کا شکر ادا کرنے لگے۔ پھر آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئے۔ ان کی زبان پر یہ اشعار تھے:

الحمد لله الذی اعطانی — هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد فی علی الغلمان — اعیذهٗ بالبیت ذی الارکانِ
حتی یکون بلغة الفتیان — حتی اراه بالغ التبیانِ
اعیذه من شرذی شنآنِ — من حاسد مضطرب العیانِ
ذی همة لیس له عینانِ — حتی اراه رافعا للشانِ
انت الذی سمیت فی الفرقان — احمد مکتوب علی اللسانِ

ترجمہ: "سب ستائش اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے مجھے صاف آستینوں والا یہ مبارک بچہ عطا کیا۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں ہی سارے بچوں کا سردار بن گیا ہے۔ میں اس کو ارکان والے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حتیٰ کہ میں اسے توانا اور طاقتور دیکھوں۔ میں اسے رب تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس حاسد کے شر سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جو آنکھیں گھماتا ہے۔ میں اسے اس ہمت والے سے رب تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب بصارت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے رفیع الشان والا اور بلند منصب والا دیکھوں۔ آپ ہی کی ذات وہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے احمد مجتبیٰ ﷺ نام پاک زبان پر رواں ہے۔"

امام بیہقی نے ابوالحسن التنوخی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی ولادت باسعادت کو سات دن گزر گئے تو آپ کے دادا جان آپ کی طرف سے بکرے ذبح کیے قریش کی دعوت کی۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو انہوں نے پوچھا "عبدالمطلب رضی اللہ عنہ! اپنے نورِ نظر کا نام کیا رکھا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "میں نے اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا ہے۔" قریش: "آپ نے اپنے آباء واجداد کے ناموں سے اعراض کیوں کیا؟" انہوں نے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں رب تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوق ان کی تعریف کرے گا۔"

ابوعمر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ کے جدامجد نے آپ کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کر کے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام نامی "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" رکھا۔ آپ سے عرض کی گئی ابوالحارث! آپ نے ان من موہنے بچے کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں رکھا ہے اور اس کے آباء کے اسماء میں سے کوئی نام کیوں نہ رکھا؟ انہوں نے کہا: "میرا ارادہ ہے کہ رب تعالیٰ آسمان میں اور زمین میں لوگ اس کی تعریف کریں۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ ایک خواب کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" رکھا تھا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پشت سے نکلی ہے۔ اس کا ایک کنارہ آسمان پر دوسرا زمین میں ہے۔ پھر وہ ایک درخت کی طرح ہوگئی۔ اس کے ہر ہر پتے پر نور تھا۔ مشرق و مغرب والے اس کے ارد گرد لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک کاہنہ سے یہ خواب بیان کیا تو اس نے یہ تعبیر بتائی کہ ان کی صلب سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ آسمان اور زمین والے جس کی تعریف کریں گے۔ اس لیے انہوں نے آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی وہ کچھ بتایا ہوگا جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ امام عارف باللہ ابراہیم بن احمد الرقی پر رحم کرے انہوں نے یہ اشعار کتنے عمدہ کہے ہیں:

لو ان کل الخلق لیلۃ المولد　　　الھادی علی الھامات منھم قاموا

ترجمہ: "اگر آپ کی ولادت کی رات ساری مخلوق سر کے بل کھڑی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو۔"

شکر النعمۃ ربھم فیما حبو　　　فیھا بعشر عشیرھا ما قاموا

ترجمہ: "رب تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے کا شکر ادا کریں تو وہ اس کے دسویں حصہ کا دسویں حصہ بھی ادا نہیں کر سکیں گے۔"

ھی نعمۃ ما غادرت من دینہ　　　کفر ولا من دینہ الاسلام

ترجمہ: "اس نعمت نے کسی کو نہیں چھوڑا خواہ اس کا دین کفر تھا یا اسلام۔"

عمتھم بحارھا فالعالم　　　العلوی والسفلی فیھا عاموا

ترجمہ: "اس کا سمندر عالم علوی اور عالم سفلی سب کو محیط ہوگیا۔"

فالحمد لله الذی من فضله عم البریة كلها الانعام

ترجمہ: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل سے سارے انسانوں پر انعام فرمایا۔"

نظر الرحیم الی الورٰی فراھم اغوتھم الانصاب والازلام

ترجمہ: "اس رحیم ذات نے لوگوں کی طرف دیکھا۔ اس نے انہیں اس طرح دیکھا کہ بتوں اور تیروں نے انہیں برباد کر دیا تھا۔"

و تحیروا فی ظلمة الكفر الذی عبدت به الاوثان والاصنام

ترجمہ: "وہ کفر کی اس تاریکی میں سرگرداں تھے جس میں بتوں اور اصنام کی پوجا کی جاتی تھی۔"

تفشی الفواحش فی المحافل جھرةً لا ینکرون کانھم انعام

ترجمہ: "سرِعام محافل میں گناہ کیے جاتے تھے وہ انہیں عجیب نہیں سمجھتے تھے گویا کہ وہ جانور تھے۔"

یبغی القوی علی الضعیف یقھر الوالی الیتیم و تقطع الارحام

ترجمہ: "قوی کمزور پر ظلم کرتا تھا۔ سرپرست یتیم پر ظلم ڈھاتا تھا۔ قطع رحمی کی جاتی تھی۔"

فاغاثھم رب العباد بشرعة فیھا الحدود علی السداد تقام

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے ایسی شریعت کے ساتھ اپنے بندوں کی مدد کی۔ جس میں درست کرنے کے لیے حدود قائم کی جاتی ہیں۔"

دین النبی محمد خیر الورٰی من فصلت فی دینه الاحکام

ترجمہ: "حضور ﷺ کا دین جو سب سے بہترین ہیں جن کے دین میں احکام تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔"

موسٰی و عیسٰی بشرا بظھورهٖ و دعا به من قبل ابراھام

ترجمہ: "حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے ان کے ظہور کی بشارت دی اور اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی۔"

شکرا لمھدیه الینا نعمة لیست تحیط بکنھھا الاوھام

ترجمہ: "اس ذات والا کا شکریہ جس نے ہم پر ایسی نعمت کی ہے جس کی حقیقت کو ذہن نہیں پہنچ سکتے۔"

❁❁❁

تیرھواں باب

میلادِ پاک کے بارے علماء کے اقوال

حافظ ابوالخیر سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے: "میلاد پاک کا عمل تیسری صدی کے اسلاف صالحہ میں سے کسی سے بھی منقول نہیں۔ اس پر بعد میں عمل ہونے لگا۔ پھر سارے شہروں اور اطراف و اکناف میں لوگ ربیع الاول کے مہینے میں جمع ہوتے ہیں۔ وہ ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو بہت رونق پر دلالت کرتے تھے۔ وہ اس کی راتوں میں گوناگوں خیرات کرتے ہیں۔ وہ مسرت کا اظہار کرتے ہیں وہ نیک کاموں میں زیادہ رغبت کرتے ہیں۔ وہ میلاد پاک کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ ان پر عام فضل کا اظہار ہوتا ہے۔"

امام الحافظ ابوالخیر بن الجزری نے لکھا ہے "میلاد پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سارے سال میں امان ملتی ہے اور مقاصد میں جلد کامیاب ہونے میں بشارت ملتی ہے۔"

میں کہتا ہوں "سب سے پہلے میلاد پاک اربل کے بادشاہ ابوسعید مظفر کوکوبری بن زین الدین نے شروع کیا تھا" ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ بادشاہ میلاد شریف ربیع الاول میں مناتا تھا۔ بہت بڑی محفل کا انعقاد ہوتا تھا۔ یہ بادشاہ زیرک، بہادر، دانا اور مرد میدان تھا۔ شیخ ابن دحیۃ نے میلاد پاک پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "التنویر فی مولد البشیر النذیر" رکھا۔ بادشاہ نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں اس شخص سے تفصیل رقم کی ہے جو اس بادشاہ کی محفل میں حاضر تھا کہ اس کی محفل میلاد میں بھونی ہوئی بکریوں کے پانچ ہزار سر تھے۔ دس ہزار مرغیوں کے تھے۔ فرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت دیکھے۔ بہت سے علماء اور صوفیاء محفل میلاد میں شرکت کرتے تھے۔ بادشاہ انہیں خلعتیں پہناتا، انعامات سے نوازتا۔ وہ ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ مہمانوں کے لیے مہمان خانہ ہوتا تھا۔ وہ ہر سال اس گھر میں سالانہ ایک لاکھ دینار صرف کرتا تھا۔ وہ ہر سال دو لاکھ دینار صرف کر کے فرنج سے قیدی آزاد کراتا تھا۔ وہ تیس ہزار دینار خرچ کر کے حرمین شریفین کے رستے درست کراتا تھا۔ یہ صدقات ان صدقات کے علاوہ تھے جنہیں مخفی کیا جاتا تھا۔"

اس بادشاہ کی زوجہ ربیعہ خاتون بنت ایوب جو ناصر صلاح الدین بادشاہ کی بہن تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ اس بادشاہ کی قمیص موٹے کرباس کی ہوتی تھی۔ جس کی قیمت پانچ دراہم بھی نہیں ہوتی تھی۔ وہ کہتی ہیں "میں ان سے اس کے متعلق

ناراض ہوئی تو انہوں نے کہا "میں پانچ دراہم کا لباس پہنوں اور بقیہ صدقہ کر دو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقراء اور مساکین کو نظر انداز کر دوں۔" بہت سے آئمہ نے اس بادشاہ کی تعریف کی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت ابوشامہ بھی ہیں جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں انہوں نے لکھا ہے کہ ایسا نیک عمل مستحب ہے۔ اس کو کرنے والے کی قدر دانی کی جائے گی اور اس کی تعریف کی جائے گی۔" ابن الجوزی نے لکھا ہے "یہ عمل ابلیس کو ذلیل کرنے اور اہلِ ایمان کے نورِ یقین میں اضافہ کرنے کے لیے ہے۔" علامہ ابن ظفر نے لکھا ہے "الدرر المنتظم" میں ہے حضور ﷺ کے محب اور عاشق آپ کی ولادت کی خوشی میں، بہت سی دعوتیں کرتے ہیں۔ قاہرہ میں شیخ ابوالحسن ابن قفل علیہ الرحمۃ بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ اسی طرح شیخ ابی عبداللہ محمد بن نعمان بھی بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ اس سے قبل جمال الدین عجمی ہمدانی بھی بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ یوسف الحجار بھی اپنی وسعت کے مطابق اس محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں "میں نے یوسف بن علی کو سنا وہ اپنے گھر میں محفل میلاد کا انعقاد کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں "میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ اس خواب کو بیس سال گزر چکے ہیں۔ میرا ایک دینی بھائی تھا۔ اس کا نام شیخ ابوبکر حجار تھا۔ میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں اور شیخ ابوبکر حجار حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ابوبکر نے اپنی داڑھی پکڑ لی اور اسے دو حصوں میں بانٹ دیا۔ حضور ﷺ سے ایسا کلام کیا جسے میں نہ سمجھ سکا۔

حضور اکرم ﷺ نے انہیں جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: "اگر یہ نہ ہوتا تو یہ آگ میں ہوتی۔" پھر آپ نے میری طرف رخ انور کیا۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں ماروں گا۔ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! کس لیے؟" آپ نے فرمایا: "تاکہ تو میلاد پاک منانا اور سنتیں ترک نہ کرے۔" یوسف نے کہا: "بیس سال سے میں محفل میلاد کرا رہا ہوں۔" میں نے اس یوسف کو سنا۔ "میں نے اپنے بھائی ابوبکر حجار سے سنا۔ انہوں نے کہا: "میں نے منصور نشار سے سنا۔" انہوں نے کہا: "میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے وہ قول عرض کیا جو فقہاء محافل میلاد کے بارے کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "جو ہم سے خوش ہوتا ہے۔ ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔"

شیخ امام علامہ نصیر الدین ابن الطباخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے: "جب کوئی خرچ کرنے والا اس رات میں خرچ کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ انہیں وہ جو کچھ کھلاتا ہے جس کا کھانا حلال ہے۔ وہ سناتا ہے جس کا سننا حلال ہے اور لوگوں کو ایسے امور بتاتا ہے جو انہیں آخرت کا شوق دلاتے ہیں۔ وہ یہ سب کچھ حضور ﷺ کی ولادت مبارک پر خوشی مناتے ہوئے کرتا ہے۔ یہ سب کچھ جائز ہے۔ اس سے ثواب ملے گا۔ بشرطیکہ اس کی نیت صاف ہو۔ وہ یہ دعوت فقراء کو چھوڑ کر اغنیاء کے ساتھ مختص نہ کرے۔ مگر وہ فقراء اور غرباء کے ساتھ ہمدردی کا ارادہ کرے تو اسے زیادہ ثواب ملے گا۔ اگر اجتماع اس طرح کا ہو جس طرح آج کل کے قراء اجتماع کرتے ہیں وہ حشیش کھاتے ہیں۔ بے ریش لڑکے وہاں جاتے

ہیں۔ ایسے قوال کو دور کر دیا جاتا ہے جس کی داڑھی ہوتی ہے۔ ایسے نغمات گائے جاتے ہیں جو دنیوی خواہشات کو ابھارتے ہیں، ایسے اجتماع سے علم رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں یہ گناہ کی محفل ہے۔"

شیخ امام جمال الدین بن عبدالرحمان الکتانی نے لکھا ہے "حضور ﷺ کا میلاد پاک منانا باعث عزت وتکریم ہے۔ آپ کی ولادت کا دن بڑا عظیم اور مقدس ہے۔ آپ کا وجود مسعود اس کی نجات کے لیے سبب کا مبداء ہے جو آپ کی اتباع کرتا ہے۔ جو آپ کی ولادت پر خوشی مناتا ہے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اس کی برکات اس شخص کے لیے مکمل ہو جاتی ہیں جو اس سے ہدایت پاتا ہے۔ یہ دن روز جمعہ کے مشابہ ہے جس میں جہنم کو بڑھکا نہیں جاتا۔ اس لیے مسرت کا مناسب اظہار کرنا، خرچ کرنا اور اس شخص کی دعوت پر جانا جو محفل میلاد کراتا ہے۔ مناسب ہے۔

امام ظہیر الدین ترمتنی نے لکھا ہے "یہ فعل زمانہ اول میں اسلاف کرام سے واقعہ نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ حضور سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ کی از حد تعظیم بجالاتے تھے۔ اس تعظیم اور محبت تک ہم سب مل کر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ اس کے ذرہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ بشرطیکہ میلاد کی محفل کرانے والا، پاکباز افراد کو جمع کرے۔ حضور کریم ﷺ پر درود پاک پڑھیں۔ فقراء اور مساکین کو کھانا کھلائیں۔ اس شرط کے ساتھ اسے ہر وقت اس کا ثواب ملے گا۔ لیکن عوام کو جمع کرنا، سماع اور رقص کرنا قوال پر کپڑے پھینک دینا۔ اس کی صورت اور آواز کی تعریف کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس عمل کی مذمت کرنا بہتر ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ سلف صالحین اسے نہیں کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس امت کے آخر کو وہی امر دوست کرے گا جو اس کے اول کو درست کرے گا۔"

شیخ نصیر الدین نے لکھا ہے "یہ سنت تو نہیں ہے لیکن اس نیت سے اس روز خرچ کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ایسا سماع منعقد کرانا جو بے ریش لڑکوں سے خالی ہو۔ جو ایسے نغمات سے خالی ہو جن میں عشقیہ اور دنیاوی خواہشات کو ابھارنے والے اشعار ہوں جیسے کہ قد، رخسار، آنکھوں اور آبرو کی تعریف کرنا۔ بلکہ ایسے اشعار پڑھنا جو آخرت کی رغبت دلائیں۔ دنیا سے زہد پیدا کریں تو یہ ایک عمدہ اجتماع ہے۔ اس کا انعقاد کرنے والے کو عمدہ ثواب ملے گا۔ لیکن اس میں لوگوں کا بلاضرورت مانگنا مکروہ ہے۔ لیکن پاکباز افراد کا ایسے اجتماع جو کھانا کھائیں۔ رب تعالیٰ کا ذکر کریں۔ حضور ﷺ پر درود پاک پڑھیں اس سے اس شخص کے ثواب و اجر میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

حضرت ابوشامہ نے اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے لکھا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

1. ایسی بدعت جو کتاب وسنت، اثر اور اجماع کے خلاف ہو۔ یہ گمراہ بدعت ہے۔
2. ایسی بدعت جو بھلائی پیدا کرے جو کتاب وسنت اور اجماع کو مخالف نہ ہو۔ یہ بدعت مذمومہ نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان کے بارے فرمایا تھا "یہ بدعت کتنی عمدہ ہے۔" میں کہتا ہوں "یہ حقیقت ہے کیونکہ

حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں قیام پر ابھارا آپ نے قیام کیا دوسری رات صحابہ نے آپ کی اقتداء کی پھر حضور ﷺ باجماعت اس کی ادائیگی ترک فرما دی۔ کیونکہ اس میں اس شعار کی حیاتِ نو ہے جس کا شارع نے حکم دیا ہے۔ اس پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

بدعت حسنہ کے جواز پر اتفاق ہے۔ یہ مستحب ہے۔ اس میں اس شخص کو ثواب ملتا ہے جس کی نیت عمدہ ہوتی ہے۔ یہ ہر وہ بدعت ہوتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ کے قواعد کے موافق ہوتی ہے۔ وہ کتاب و سنت میں سے کسی چیز کے مخالف نہیں ہوتی۔ نہ ہی اس کے کرنے سے کسی ممنوع چیز کا ارتکاب ہوتا ہے۔ مثلاً منبر بنانا، مدارس اور سرائے وغیرہ بنانا اسی طرح دیگر امورِ خیر جو زمانہ اول میں موجود نہ تھے۔ شریعت مطہرہ انہی کے موافق اتری ہے۔ مثلاً نیکی کرنا نیکی اور بھلائی کے امور میں معاونت کرنا۔ اس طرح یہ بدعت کتنی عمدہ ہے جو اربل کے شہر میں منعقد ہوتی ہے۔ یہ محفل ہر سال ولادت باسعادت کے روز منائی جاتی ہے۔ صدقات دیے جاتے ہیں۔ بھلائی کی جاتی ہے زینت اور سرور کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں فقراء کے ساتھ احسان بھی ہے جو اس امر کا شعور دلاتا ہے کہ محفلِ میلاد کا انعقاد کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ کی محبت، تعظیم اور شان ہے۔ وہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ جس نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ موصل میں سب سے پہلے شیخ عمر بن محمد الملا نے محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ یہ پاکباز شخص تھے۔ اربل کے بادشاہ نے انہی کی اتباع کی تھی۔

شیخ صدرالدین موہوب بن عمر شافعی نے لکھا ہے "یہ ایسی بدعت ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ بدعت اس وقت مکروہ ہوتی ہے جب وہ سنت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ سنت کے مخالف نہ ہو تو اس میں کراہت نہیں ہوتی۔ اس پر انسان کو ثواب ملتا ہے۔ جب وہ سرور اور فرحت کے اظہار کے لیے محفلِ پاک کا انعقاد کرتا ہے۔" انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "یہ بدعت ہے لیکن اس بدعت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن وہ اس مقصد کے لیے لوگوں سے سوال نہ کرے۔ لیکن اسے اگر ظن غالب ہو کہ جس شخص سے وہ مانگ رہا ہے وہ خوش ہوگا تو پھر یہ مانگنا مباح ہے۔ اس میں کراہت نہیں ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے "عمل میلاد کی اصل بدعت ہے۔ قرون ثلاثہ کے کسی فرد سے یہ منقول نہیں ہے لیکن یہ محاسن اور ان کی ضد پر مشتمل ہے۔ جو یہ عمل محاسن کے لیے کرتا ہے۔ ان کی ضد سے بچتا ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے، ورنہ نہیں۔" لیکن میرے نزدیک اس کی اصل ثابت ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "اس روز رب تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ ہم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، روزہ رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں۔" آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نے یہ عمل شکر ادا کرتے ہوئے کیا کہ اس دن میں رب تعالیٰ نے اس پر نعمت کی یا اس سے عذاب دور کیا تو وہ ہر سال

کے اس روز میں یہ عمل کرے گا۔رب تعالیٰ کا شکر مختلف طریقوں سے ادا ہوتا ہے۔شکر عبادات،سجود،قیام،روزہ،صدقہ اور تلاوت کرکے ادا کیا جاسکتا ہے۔حضور اکرم ﷺ سے بڑی نعمت اور کون سی ہے جو اس دن ملی جب میلاد پاک منایا جاتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ انسان کوشش کرے کہ اسی روز محفلِ میلاد منعقد کرے جس روز آپ پیدا ہوئے تھے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو سکے۔جو یہ امر پیش نظر نہ رکھے اس کے لیے روا ہے کہ وہ اس ماہ مبارک کے جس دن چاہے۔میلاد کرائے بلکہ علماء نے اس میں اتنی وسعت دی ہے کہ وہ سال کے جس دن میں چاہے محفل میلاد کرالے۔یہ روایت میلاد مبارک منانے کی اصل ہے۔البتہ ان محافل میں ایسے امور سرانجام دینے چاہئیں۔جن سے رب تعالیٰ کا شکر ادا ہو سکے۔مثلاً تلاوت کرنا،کھانا کھلانا،صدقہ دینا۔نعتیں پڑھنا۔ایسے اشعار پڑھنا جو دلوں کو عمدہ کام کرنے پر ابھاریں۔آخرت کی ترغیب دیں لیکن سماع وغیرہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ مباح کے دائرہ میں ہو اس حیثیت سے اس دن مسرت کا اظہار ہو لیکن حرام یا مکروہ سماع اور اسی طرح خلاف اولیٰ کام بھی ممنوع ہیں۔"

حافظ ابن جزری نے لکھا ہے"ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔اس سے پوچھا گیا"تیرا کیا حال ہے؟اس نے کہا:"آگ میں ہوں۔لیکن ہر سوموار کے روز میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔میں ان انگلیوں سے اس قدر پانی چوس لیتا۔اس نے اپنی انگلیوں کی پوروں کی طرف اشارہ کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس وقت اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا جب اس نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ محمد عربی ﷺ پیدا ہوئے ہیں۔میں نے انہیں دودھ پلایا ہے۔"ابولہب کافر ہے۔اس کی مذمت میں قرآن پاک نازل ہوا ہے۔جب وہ حضور ﷺ کی ولادت پر خوش ہوا تو اسے آگ میں اس کی جزا دی گئی۔حضور ﷺ کی امت کے اس فرد کا کیا حال ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوا اور آپ کی محبت میں حسب استطاعت خرچ کیا۔مجھے زندگی کی قسم!اس کی جزا یہ ہے کہ رب تعالیٰ اسے اپنے فضل سے جنت النعیم میں داخل کرے گا۔"

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر دمشقی نے کیا خوب کہا ہے:

اذا کان ھذا کا فرجاء ذمه
و تبت یداه فی الجحیم مخلدا

ترجمہ: "ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ دوزخ ہے جس کی مذمت تبت یدا ابی لھب پوری سورت نازل ہوئی۔"

اتی انه فی یوم الاثنین را کما
یخفف عنه بالسرور باحمد

ترجمہ: "جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور کی ولادت کی خوشی میں اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔"

فما ظن الذی کان عمره
باحمد مسرور او مات موحدا

ترجمہ: "اس شخص کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس نے ساری زندگی حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی

منانے میں گزاری اور توحید کی حالت میں اسے موت آئی۔"

ہمارے شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے"میرے نزدیک میلاد پاک کی اصل یہ ہے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہوں قرآن پاک کی تلاوت کریں وہ روایات سنائیں جو آپ کی ولادت کے بارے مروی ہیں۔ان معجزات کا تذکرہ کریں جو ولادت کے وقت ظہور پذیر ہوئے۔پھر وہ تبرک کھائیں اور اس بدعت حسنہ پر اضافہ کیے بغیر لوٹ آئیں۔اسی بدعت حسنہ پر انسانوں کو ثواب ملتا ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم اور آپ کی ولادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار ہے۔"

انہوں نے فرمایا:"میرے لیے اس کے علاوہ ایک اور صحیح روایت ظاہر ہوئی جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اس روایت کو امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے نبوت کے بعد اپنے لیے عقیقہ کیا حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ آپ کے جد امجد نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا تھا۔عقیقہ دو بار نہیں ہوسکتا۔اس کو اس امر پر محمول کیا جائے گا یہ آپ نے رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے عقیقہ کیا تھا جس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔نیز اس لیے کہ یہ آپ کی امت کے لیے شریعت بن جائے۔جس طرح کہ آپ اپنی ذات والا پر درود شریف پڑھتے تھے۔ہمارے لیے بھی مستحب ہے کہ ہم آپ کے میلاد پاک پر شکر کا اظہار کریں۔کسی جگہ جمع ہوں کھانا کھلائیں۔" سنن ابن ماجہ میں ہے"صحیح یہ ہے کہ یہ مستحبہ اور حسنہ بدعت ہے جب کہ یہ شرعی طور پر منکرات سے خالی ہو۔" رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

لمولد خیر العالمین جلال — لقد غشی الاکوان منه جمال
فیا مخلصا فی حق احمد هذه — لیالٍ بدا فیهن منه هلال
فحق علینا ان نعظم قدره — فتحسن احوال لنا و فعال
فنطعم محتاجا و نکسوعا ریا — و نرفد من اضحی لدیه عیال
فتلك فعال المصطفی و خلاله — و حسبك افعال له و خلال
لقد كان فعل الخیر قرة عینه — فلیس له فیما سواه مجال

ترجمہ: "حضور ﷺ کے میلاد پاک کا جلال ہے۔آپ کی وجہ سے کائنات جمال سے لبریز ہوگیا ہے۔اے مخلص! ان راتوں میں حضور ﷺ کے لیے چاند طلوع ہوا۔ہم پر یہ فرض ہے کہ آپ کی قدر کی تعظیم کریں تاکہ ہمارے افعال اور احوال بہتر ہوسکیں۔ہم محتاج کو کھانا کھلائیں، عریاں کو لباس دیں اور صاحب اولاد کو عطیات دیں۔یہ آپ کے افعال اور خلال ہیں تمہارے لیے آپ کے افعال اور خلال کافی ہیں۔بھلائی کے فعل میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔اس کے علاوہ آپ کا اور کوئی میدان نہیں ہے۔"

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

یا مولد المختار انت ربیعنا — بك راحة الارواح والاجساد
یا مولدا فاق الموالد کلها — شرفنا و ساد بسید الاسیاد
لا زال نورك فی البریه ساطعا — یعتاد فی ذا الشهر کالاعیاد
فی کل عام للقلوب مسرة — بسماع ما نرویه فی المیلاد
فلذالك یشتاق المحب و یشتهی — شوقا الیه حضور ذا لمیعاد

ترجمہ: "اے حضور اکرم ﷺ کے میلاد پاک! تو ہماری بہار ہے۔ تیرے ساتھ ارواح اور جسموں کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ اے میلاد پاک جو شرف میں سارے میلادوں سے فوقیت لے گیا ہے اور سرداروں کا سردار بن گیا ہے۔ کائنات میں تیرا نور پھیلتا جا رہا ہے اور اس ماہِ مبارک میں یہ عیدوں کی طرح ہو رہا ہے ہر سال دلوں کو مسرت نصیب ہوتی ہے۔ وہ ان روایات کو سنتے ہیں جو ہم میلاد پاک کے بارے روایت کرتے ہیں اس سے محب کو شوق آلیتا ہے۔ وہ اس دن حاضر ہونے کے لیے خواہش رکھتا ہے۔"

تاج الدین فاکہانی مالکی نے گمان کیا ہے کہ میلاد پاک مذمومہ بدعت ہے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے اس میں لکھا ہے "ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے ہمیں سید المرسلین ﷺ کی اتباع کرنے کی ہدایت دی۔ دین کے ستونوں کی طرف ہدایت دینے میں اس کے ہماری مدد کی۔ ہمارے لیے آسان کیا کہ ہم سلف صالحین کی اتباع کریں۔ حتیٰ کہ ہمارے دل علم شرعی کی انواع اور حق مبین کے دلائل سے بھر گئے۔ دین میں نئی چیزیں اور بدعات پیدا کرنے سے ہمارے دل پاک ہو گئے۔ میں اس ذاتِ والا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے یقین کے انوار کے ساتھ احسان فرمایا۔ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مضبوط گرہ تھامنے کی توفیق دی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لا شریک ہے محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں وہ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ صلی اللہ علیه و آله و اصحابه و ازواجه امهات المؤمنین صلاة دائمةً الی یوم الدین۔ اما بعد!

لوگوں کے ایک گروہ نے بار بار سوال کیا ہے کہ میں اس اجتماع کے بارے رائے دوں جو لوگ ربیع الاول کے مہینے میں کرتے ہیں۔ جیسے میلاد کہتے ہیں کہ کیا اس کی کوئی اصل ہے یا یہ بدعت ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کا تفصیلی جواب لکھا جائے۔ میں رب تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے کہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ اس میلاد کی کوئی اصل کتاب یا سنت میں ہو۔ امت کے علماء میں سے کسی سے اس کا عمل منقول نہیں ہے۔ جو دین کا نمونہ ہو۔ جو پہلے صالحین کے آثار

سے دلیل لیتے ہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے جسے اہلِ باطل نے پیدا کیا ہے کھانے والوں نے اپنے نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اسے پیدا کیا ہے۔ اس کی دلیل ایسی ہے جس کا اظہار احکام خمسہ پر ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ عمل واجب ہوگا یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام ہوگا۔ یہ نہ تو واجب ہے نہ ہی مستحب ہے کیونکہ مستحب کی حقیقت یہ ہے کہ شرع اس کا تقاضا کرے اور اسے ترک کرنے پر مذمت نہ کرے۔ اس امر کا نہ تو شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے نہ اسے صحابہ کرام نے کیا ہے نہ ہی تابعین نے کیا ہے۔ میرا یہی جواب رب تعالیٰ کے سامنے ہوگا اگر مجھ سے اس کے بارے پوچھا گیا۔ یہ عمل مباح بھی نہیں کیونکہ دین میں بدعت مسلمانوں کے اجماع سے مباح نہیں ہو سکتی۔ اب صرف مکروہ یا حرام ہی بچ گیا ہے اس صورت میں کلام دو فصلوں میں ہوگا۔ اور دونوں حالتوں میں فرق ہوگا۔

- ۱ یہ عمل یا تو انسان اپنے، اپنے اہلِ خانہ، عیال اور دوستوں کے مال سے کرے گا۔ یہ اجتماع کھانے سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ وہ کوئی گناہ نہیں کریں گے۔ یہ مکروہ بدعت ہے۔ کیونکہ گذشتہ اہلِ اطاعت میں سے کسی نے یہ عمل نہیں کیا۔ جو اسلام کے فقہاء تھے عوام کے علماء تھے۔ اپنے زمانے کے سورج تھے وہ مقامات کی زینت تھے۔
- ۲ یا اس میں جرم کا عمل دخل ہوگا کوئی اس میں اس لیے دے گا کہ اس کے نفس کو تکلیف ہوگی۔ دل کو اذیت ہوگی۔ علماء نے فرمایا ہے کہ حیاء سے مال لینا تلوار سے مال لینے کی طرح ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ ساتھ ایسی غناء بھی ہو جو باطل آلات، دف اور مستی ہو۔ مرد بے ریش لڑکوں اور گویا عورتوں کے ساتھ جمع ہوں عورتوں کے ساتھ ملنا، انہیں دیکھنا۔ ان کے ساتھ رقص کرنا لہو میں مستغرق ہو جانا اور روزِ حشر کو بھول جانا اسی طرح وہ خواتین بھی ہیں جو انفرادی طور پر جمع ہوں۔ جو مبارک دینے اور گانے میں دینی آوازیں بلند کریں۔ وہ تلاوت اور ذکر مشروع کے دائرہ سے نکل جائیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ کے اس فرمان سے غافل ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ (الفجر: ۱۴)

ترجمہ: "بے شک آپ کا رب (سرکشیوں اور مفسدوں کی) تاک میں ہے۔"

اس کے حرام ہونے میں دو افراد کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ مروت والا شخص اسے عمدہ نہیں سمجھتا صرف لوگ ہی اسے عمدہ سمجھتے ہیں جن کے دل مر چکے ہیں وہ گناہوں سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے وہ اسے عبادت شمار کرتے ہیں اسے منکر اور حرام نہیں سمجھتے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسلام اسی طرح اجنبی بن جائے گا جس طرح وہ پہلے تھا۔ ہمارے شیخ قشیری نے کتنی عمدہ بات کی ہے۔

قد عرف المنکر واستنکر	لمعروف فی ایامنا الصعبہ
و صار اھل العلم فی وھدۃٍ	و صار اھل الجھل فی رتبہ
عاد عن الحق فما للذی	ساروا بہ فیما مضی نسبہ

فقلت للابرار اهل التقى والدين لما اشتدت الكربة
لا تنكروا احوالكم قد اتت نوبكم فى زمن الغربة

ترجمہ: "آج کل برائی کو اچھا سمجھا جانے لگا ہے۔ اور اس مشکل وقت میں نیکی کو عجیب سمجھا جانے لگا ہے۔ اہل علم گڑھے میں گر گئے ہیں۔ وہ حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس کے ساتھ کیا نسبت ہے جس کی وجہ سے وہ ماضی میں سردار بنے۔ میں نے نیک اور پاکباز لوگوں کو اس وقت کہا جب مصیبت سخت ہو گئی کہ اپنے احوال کا انکار نہ کرو۔ غربت کے زمانہ میں تمہاری باری آئی ہے۔"

امام ابوعمرو بن علاء نے کتنی عمدہ بات کی ہے کہ لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ عجیب چیز پر تعجب کا اظہار کرتے رہیں گے۔" اس کے ساتھ ساتھ اسی مہینہ میں آپ کا وصال بھی ہوا تھا۔ اس میں خوشی غم سے زیادہ تو نہیں ہے۔ یہ ساری تفصیلات ہماری طرف سے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ رب تعالیٰ اسے قبول کرے گا فاکہانی نے اپنی کتاب میں یہی کچھ لکھا ہے۔

الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں ان کا خوب خوب جواب دیا ہے۔ فاکہانی نے لکھا ہے "مجھے میلاد پاک کی اصل نہ کتاب میں ملی۔" اس کے بارے کہا جا سکتا ہے کہ علم کی نفی وجود کی نفی کو لازم نہیں ہے۔ امام ابن حجر نے سنت سے میلاد پاک کی اصل ثابت کی ہے۔ میں نے اس کی دوسری اصل بھی ثابت کی ہے" ان دونوں کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ فاکہانی نے لکھا ہے "یہ بدعت ہے۔ جسے اہلِ باطل نے ایجاد کیا ہے۔" اس کے بارے کہا جا سکتا ہے۔ "اسے عادل اور عالم بادشاہ نے شروع کیا ہے۔ اس کا مقصد تقرب الی اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ علماء اور صلحاء اس کے پاس جمع ہوتے تھے۔ کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ابن دحیہ نے اس کے لیے ایک کتاب لکھی یہ علماء اہلِ دین تھے وہ اسی پر راضی ہو گئے اسے برقرار رکھا اور اس کا انکار نہیں کیا۔" فاکہانی نے لکھا ہے "یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ مستحب کی حقیقت وہ ہوتی ہے جسے شرع شریف طلب کرے۔" اس کا جواب یہ ہے کہ مستحب کبھی نص سے اور کبھی قیاس سے ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں نص نہیں ہے لیکن اس میں قیاس سے استحباب ہے جس کا انحصار ان دو اصلوں پر ہے جن کا تذکرہ آ رہا ہے۔ فاکہانی نے لکھا ہے "یہ مباح بھی نہیں کیونکہ دین میں بدعت مباح نہیں ہو سکتی۔" یہ بات بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ بدعت کی صرف دو اقسام حرام اور مکروہ نہیں بلکہ مباح، مندوب اور واجب بھی ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "شرع میں بدعت وہ امر ہے جو حضور ﷺ کے عہد مبارک میں نہ ہو۔ یہ حسنہ اور قبیحہ میں منقسم ہے۔ شیخ عزالدین ابن سلام نے لکھا ہے۔ "بدعت کی یہ اقسام ہیں:

1. واجب
2. حرام
3. مندوب
4. مکروہ
5. مباح

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم بدعت کو شرعی قواعد پر پیش کریں گے۔ اگر وہ واجب کے قواعد کے تحت آئے گی تو وہ واجب ہوگی۔ اگر وہ حرام کے قواعد کے تحت ہوگی تو وہ حرام ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ مندوب کے قواعد کے تحت ہوگی تو مندوبہ ہوگی۔ اسی طرح وہ مباح اور مکروہ ہوگی۔" انہوں نے ہر ہر بدعت کی مثالیں پیش کی ہیں۔ مثلاً مہمان خانے اور مدارس۔ اسی طرح ہر وہ بھلائی کا کام جو عصر اول میں نہ تھا۔ اسی طرح نماز تراویح، تصوف کے دقائق، مجادلہ، مسائل کے استدلال کے لیے محافل۔ بشرطیکہ ان سب سے قرب الٰہی کا قصد کیا گیا ہو۔"

امام بیہقی نے "مناقب الشافعی" میں امام شافعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بدعت کی دو قسمیں ہیں:

1. وہ بدعت جو کتاب، سنت، اثر یا اجماع کے مخالف ہو۔ یہ گمراہ بدعت ہے۔
2. جو بھلائی کی وجہ سے پیدا ہو۔

اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ مذمومہ نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کے قیام کے بارے فرمایا تھا "یہ عمدہ بدعت ہے" یعنی یہ بدعت ہے پہلے نہ تھا۔ اس میں کسی گزشتہ امر کارد بھی نہ ہو۔ بدعت کی اس قسم میں نہ تو کتاب، سنت، اثر اور اجماع کی مخالفت ہے۔ یہ مذموم نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو وہ احسان ہے جو پہلے زمانہ میں جاری نہ تھا۔ ایسا کھانا جو گناہ کے ارتکاب سے خالی ہو۔ احسان ہے۔ یہ مندوبہ بدعت ہے جس طرح کہ ابن عبدالسلام کے کلام سے عیاں ہے۔

فاکہانی کے دوسرے رد کا جواب یہ ہے کہ اس میں تحریم ان امور کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے ساتھ ملا دیے گئے ہیں۔ یہ حرمت میلاد کے شعار کے اظہار کے لیے جمع ہونے میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور اگر نماز جمعہ میں ہوں گا تو وہ بھی قبیح و شنیع بن جائے گی۔ یہ نماز جمعہ کے لیے اجتماع کی حرمت کو لازم نہ ہوگی۔ یہ امر واضح ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض ایسے امور نماز تراویح میں بھی رونما ہوتے ہیں۔ ان امور کی وجہ سے نماز تراویح تو حرام نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نماز تراویح کے لیے جمع ہونا قرب کا باعث ہے۔ اس کے ساتھ جو امور ملا دیے گئے ہیں وہ شنیع ہیں۔ ہم اس طرح کہتے ہیں کہ میلاد پاک کے لیے جمع ہونا مندوب ہے قرب الٰہی کا باعث ہے لیکن جو امور اس کے ساتھ ملا دیئے گئے ہیں وہ مذموم ہیں۔

فاکہانی نے لکھا ہے کہ اسی ماہ میں آپ کا وصال بھی ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ہم پر رب تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ آپ کی وفات سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔ شریعت مطہرہ نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ ہم نعمت پر شکر کا اظہار کریں۔ مصیبت کے وقت صبر شکر کریں۔ شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ولادت کے وقت عقیقہ کریں تاکہ شکر کا اظہار ہو سکے بچے کی ولادت پر فرحت کا اظہار ہو سکے۔ لیکن موت کے وقت اس نے

ہمیں ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ گری اور جزع کے اظہار سے روکا ہے۔ قواعد شرعیہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس ماہ مبارک میں آپ کی ولادت کی خوشی کا اظہار کیا جائے آپ کی وفات پر غم کا اظہار نہ کیا جائے۔ ابن رجب نے اپنی کتاب "الطائف" میں لکھا ہے کہ روافض نے عاشوراء کے روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء کرام کے مصائب کے ایام کو منانے کا حکم نہیں دیا۔ نہ ان کے وصال کے دن کو ماتم کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو مرتبہ میں ان سے کم ہوگا اس کی کیفیت کیا ہوگی؟

امام ابو عبداللہ بن حاج نے اپنی کتاب "المدخل" میں میلاد پاک پر بہت عمدہ گفتگو کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں جو شعار اور شکر کا اظہار ہے وہ قابل تعریف ہے اور ان محرمات اور منکرات کی مذمت ہے جو میلاد پاک کے ارد گرد گھڑلیں گئیں ہیں۔" میں فصل در فصل ان کی گفتگو پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے لکھا ہے۔

فصل فی المولد

اگرچہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ میلاد پاک بڑی بڑی عبادات میں سے ہے۔ وہ جو کچھ ربیع الاول میں کرتے ہیں اس سے شعائر کا اظہار ہوتا ہے لیکن اب اس مقدس محافل کو بدعتوں اور محرمات نے گھیر لیا ہے۔ ان میں سے ایک عورتوں کے گانے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ آلات موسیقی ہوتے ہیں۔ وہ انہیں سماع کے آلات بناتے ہیں وہ ذمیم قواعد پر انہیں بجاتے ہیں۔ وہ اکثر ان اوقات کو ضائع کر دیتے ہیں جنہیں رب تعالیٰ کے شرف اور عظمت عطا کی ہے۔ انہوں نے ان اوقات کو بدعتوں اور محرمات سے ملا دیا ہے۔ بلاشبہ اس رات کے علاوہ کسی دوسری رات میں سماع کے بارے وہ کچھ ہے جو ہے اس وقت اس کی حالت کیا ہوگی۔ جب اس کے ساتھ اس ماہ مبارک کی فضیلت بھی متصل کر دی گئی ہو۔ جو رب تعالیٰ نے اسے بخشی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں جلوہ گر ہوئے۔ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت عطا کر کے ہم پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ لازم تو یہ تھا کہ اس ماہِ مبارک میں عبادت اور بھلائی کے امور اضافہ کر دیا جائے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے جس نے ہم پر یہ نعمت فرمائی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہِ مبارک میں دیگر مہینوں کی بنسبت زیادہ عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ صرف اور صرف اپنی امت کے ساتھ نرمی اور رحمت کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ آپ اس خدشہ سے عمل ترک فرما دیتے تھے کہ وہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ یہ بھی آپ کی امت پر رحمت تھی۔ لیکن اس ماہ مبارک کی فضیلت اس سائل کے لیے عیاں کر دی جس نے آپ سے سوموار کے روز روزہ رکھنے کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا اس روز میری ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ اس دن کا شرف اس ماہ مبارک کے شرف کو متضمن ہے۔ جس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پوری طرح اس کا احترام کریں۔ ہم اس کو اسی طرح فضیلت دیں جس طرح رب تعالیٰ نے اسے دیگر مہینوں پر فضیلت دی۔ ان میں سے ایک فرمان یہ ہے "میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ

رہا۔ آدم اور ان سے علاوہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔'' زمان اور مکان کی فضیلت ان عبادات کی وجہ سے ہوتی ہے جو ان میں کی جاتی ہے۔ زمان و مکان کو بذات خود کوئی شرف نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا شرف ان خصوصیات کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان کے ساتھ مختص کر دی جاتی ہیں۔ ذرا دیکھو کہ رب تعالیٰ نے اس ماہ مبارک اور پیر کے دن کو کس شرف کے ساتھ مشرف فرمایا ہے۔ اس دن روزہ رکھنا فضیلت کا باعث ہے کیونکہ اس دن آپ پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے لازم ہے کہ جب یہ ماہِ مبارک آئے تو اس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اس کا پوری طرح احترام کیا جائے آپ کی اتباع کی جائے کیونکہ آپ مخصوص اوقات میں زیادہ عبادت فرماتے تھے۔ ذرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کو دیکھو۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت پورے عروج پر ہوتی تھی۔'' ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی استطاعت کے مطابق ان اوقات کی تعظیم بجالائیں۔

اگر سائل یہ سوال کرے کہ آپ اوقات فاضلہ میں ایسے امور کا التزام کیوں کرتے ہو جن کا اہتمام دیگر اوقات میں نہیں کرتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی یہ مشہور عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ اپنی امت کے لیے تخفیف پسند کرتے تھے۔ بخصوص ان امور میں جو آپ کے ساتھ مختص ہوتے تھے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپ نے مدینہ طیبہ کو اسی طرح حرم بنایا۔ جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا لیکن اس کے باوجود آپ نے اس کے شکار کو قتل کرنے سے منع نہ فرمایا۔ درخت کاٹنے سے نہ روکا۔ یہ صرف آپ کی اپنی امت پر تخفیف تھی۔ آپ اس جہت سے امور کو دیکھتے تھے۔ اگرچہ وہ امر بذاتِ خود فضیلت والا ہوتا تھا۔ لیکن آپ امت کی تخفیف کے لیے اسے ترک فرما دیتے تھے۔ اس طرح اس ماہ مبارک کی تعظیم اس طرح کرنا چاہیے کہ اس میں پاکیزہ اعمال میں اضافہ کرنا چاہیے۔ ان ماہِ مقدس کی تعظیم کے لیے ان سے اجتناب کرے۔ اگرچہ یہ امور دیگر مہینوں میں بھی مطلوب ہوتے ہیں۔ لیکن اس ماہِ مقدس کا احترام زیادتی کا اضافہ کرتا ہے جس طرح کہ رمضان المبارک اور دیگر حرمت والے مہینوں کا تقاضا ہے۔ لازم ہے کہ انسان بدعتوں سے بچے۔ بعض لوگ اس زمانہ میں ایسے امور بجالاتے ہیں جو اس حکم کے برعکس ہیں جب یہ ماہ مبارک آتا ہے تو وہ لہولعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ وہ آلاتِ موسیقی بجاتے ہیں۔ بلکہ بعض تو گمان کرتے ہیں کہ وہ ادب سیکھ رہے ہیں۔ وہ میلادِ پاک کا آغاز تلاوت مقدس سے کرتے ہیں پھر اس شخص کو دیکھتے ہیں جو زیادہ بول لیتا ہو۔ نفوس کو ابھارنے کے لیے زیادہ اشتعال انگیز طریقے جانتا ہو۔ لیکن یہ فساد کی وجوہات ہیں۔

بعض لوگ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ خطرناک امر کا اضافہ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ نغمہ گو نوجوان ہو اس کی شکل اچھی ہو۔ آواز خوبصورت ہو اچھا لباس پہنتا ہو اچھی ہیئت پر ہو۔ وہ غزل گاتا ہے وہ اپنی آواز اور حرکات میں نسوانیت پیدا کرتا ہے۔ اپنے ہمراہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔ فریقین میں فتنہ بھڑک اٹھتا ہے اور ایسا فساد

رونما ہوتا ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح میاں اور بیوی کے باہمی حالات خراب ہو جاتے ہیں۔ ان میں فراق ہو جاتا ہے۔ انہیں جلد نحوست آلیتی ہے۔ ان کا معاملہ جمعیت کے بعد منتشر ہو جاتا ہے جب سماع کے ساتھ محفل میلاد منائی جائے تو یہ ایسے مفاسد پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر محفل میلاد ایسے عمل سے خالی ہو۔ صرف کھانا بنایا جائے اس سے میلاد کی نیت کی جائے۔ بھائیوں کو اس پر بلایا جائے۔ اور یہ ہر اس امر سے خالی ہو جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے تو پھر یہ صرف نفس نیت کے اعتبار سے بدعت ہے۔ کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے۔ یہ اسلاف کرام کا عمل نہیں ہے۔ اسلاف کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ ان میں سے کسی کے بارے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے میلاد کی نیت کی ہو۔ ہم بھی انہی کے تابع ہیں۔ ہمیں وہی کچھ کرنا چاہیے جو وہ کرتے تھے۔

ان کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے میلاد کی مذمت نہیں کی۔ بلکہ حرمات اور منکرات میں سے ان امور کی مذمت کی ہے جو محفلِ میلاد کی ارد گرد چھا جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام کی ابتدا میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس ماہِ مبارک میں زیادہ سے زیادہ بھلائی کے کام کیے جائیں نیکی، صدقات اور خیرات کثرت سے کیے جائیں۔ میلاد پاک کا یہ عمل وہ ہے جسے ہم نے عمدہ سمجھا ہے اس میں قرآن پاک کے پڑھنے کے علاوہ اور کھانا کھلانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، یہ بھلائی، نیکی اور قربت کا ذریعہ ہے۔

انہوں نے آخر میں جو بدعت کہا ہے تو پھر یہ یا تو سابقہ تفصیل کے متناقض ہوگا۔ یا اس مراد بدعت حسنہ ہوگی۔ یا اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا۔ یہ ایسے امور بجالانا بھلائی ہے اور میلاد کی نیت کرنا بدعت ہے جیسے کہ انہوں نے کہا کہ یہ نفس نیت کے اعتبار سے بدعت ہے کیونکہ اسلاف کرام میں سے کسی نے میلاد کی نیت نہیں کی تھی۔ کلام کا ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے فقط میلاد کی نیت کرنا مکروہ سمجھا ہے۔ کھانا کھلانے اور بھائیوں کو دعوت دینے کو مکروہ نہیں سمجھا۔ اگر اسے ان کے کلام کے ابتدائی حصہ سے ملایا جائے جس میں انہوں نے بھلائی کے کاموں پر ابھارا ہے تا کہ اس نعمتِ کبریٰ کا شکر ادا ہو سکے جو رب تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر کی ہے۔ میلاد کی نیت کا معنیٰ یہی ہے۔ وہ اس طرح کی مذمت کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ پہلے انہوں نے اسی کی ترغیب دی ہے۔

نیت کے بغیر بھلائی کے امور کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر تصور ہو بھی سکے تو پھر وہ عمل نہ تو عبادت ہوگا اور نہ ہی اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ کیونکہ نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں ہوتا۔ اس مبارک عمل میں نیت یہی ہے کہ انسان رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس مبارک مہینہ میں حضور ﷺ کو پیدا فرمایا۔ یہ میلاد پاک کی نیت ہے یہ۔ ایک مستحسن نیت ہے۔

پھر ابن الحاج نے لکھا ہے "بعض لوگ محفل میلاد صرف اس لیے کرتے ہیں تا کہ تعظیم کا اظہار ہو سکے لیکن درحقیقت لوگوں نے ان کے پیسے دینے ہوتے ہیں جو اس نے بعض مواقع پر انہیں دیے تھے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ پیسے

اسے واپس مل جائیں لیکن وہ تقاضا کرنے سے شرماتا ہے۔وہ محفلِ میلاد کراتا ہے حتیٰ کہ اسے وہ رقم مل سکے جو دوسروں کے پاس ہے۔اس میں مفاسد کی کئی وجوہات ہیں۔وہ صفت نفاق سے متصف ہے۔وہ اس امر کا اظہار کر رہا ہے جو اس کے باطن کے خلاف ہے۔ بظاہر وہ محفلِ میلاد کرا رہا ہے۔اس سے دارِ آخرت کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔لیکن بباطن وہ روپے جمع کر رہا ہے۔اسی طرح بعض لوگ اس لیے محفل میلاد کرتے ہیں تا کہ وہ دراہم جمع کریں یا لوگ ان کی تعریف کریں۔ان کی مدد کریں۔اس میں ایسے مفاسد ہیں جو کسی پر مخفی نہیں ہیں۔اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مذمت میلاد پاک کے عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ صحیح نیت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

✿✿✿

رضاعت

پہلا باب

آپ ﷺ نے کتنی خواتین کا دودھ پیا

کہا جاتا ہے کہ آپ نے دس خواتین کا دودھ پیا۔

1. اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا۔ انہوں نے سات ایام تک آپ کو اپنا شیر پلایا۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں "صاحب المورد والغرر" بھی شامل ہیں۔
2. ثویبہ۔ ابن مندہ نے لکھا ہے کہ اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ ابونعیم نے لکھا ہے کہ ابن مندہ کے علاوہ میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اسلام کا تذکرہ کیا ہو۔ ابن جوزی نے لکھا ہے۔ "ہم نہیں جانتے کہ اس کے اسلام قبول کیا تھا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ میں ایسے طرق سے آگاہ نہیں ہو سکا جس میں ثویبہ کے بیٹے کے اسلام کا تذکرہ ہو۔ ثویبہ نے آپ کو کئی روز تک دودھ پلایا۔ حتیٰ کہ حضرت حلیمہ سعدیہ آ گئیں۔ آپ سے پہلے ثویبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد کو دودھ پلایا تھا۔

عبدالرزاق، اسماعیلی اور امام بخاری نے کتاب النکاح "و امھاتکم اللاتی ارضعنکم" میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو اپنا شیر پلایا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے ایک اہلِ خانہ نے اسے بری حالت میں دیکھا۔ اس نے اسے پوچھا: "کیا حال ہے؟" ابولہب نے کہا: "تمہارے بعد میں کسی سکون اور آرام سے نہیں ملا۔ البتہ مجھے اس (انگلی) کے ذریعہ پانی پلایا جاتا ہے کیونکہ میں نے اس کے ذریعہ ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

امام سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس نے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس وقت ابولہب کی موت کو ایک سال گزر چکا تھا۔ ابولہب نے حضرت عباس سے کہا "پیر کے روز مجھ پر عذاب کی تخفیف ہوتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں" جب ثویبہ نے ابولہب کو حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے ثویبہ کو اسی وقت آزاد کر دیا تھا۔ ابولہب کو یہ جزا دی گئی۔ "العزر" میں ہے "اس امر میں اختلاف ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو کب آزاد کیا تھا۔ یہ موقف صحیح ہے۔ ایک موقف یہ

ہے کہ حضرت خدیجہ نے چاہا کہ وہ ثویبہ کو ابولہب سے خرید لیں اور اسے آزاد کر دیں۔لیکن ابولہب نہ مانا۔جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے۔ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔لیکن یہ مؤقف درست نہیں ہے۔

الحافظ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ کبھی کافر کو بھی آخرت میں عمل صالح فائدہ دیتا ہے۔لیکن یہ نظریہ درست نہیں کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ (الفرقان: ۲۳)

ترجمہ: ''اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کاموں کی طرف اور ان کو گرد وغبار بنا کر اڑا دیں گے۔''

یہ روایت مرسل ہے حضرت عروہ نے اسے مرسل روایت کہا ہے۔انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ روایت کس سے سنی ہے۔اگر فرض کر لیا جائے کہ متصل ہے تو پھر بھی اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ خواب ہے۔جس سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔لیکن ایک احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہو۔جس طرح کہ صحیح میں جناب ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا تذکرہ ہے۔امام بیہقی نے لکھا ہے کہ کفار کے لیے خیر کے بطلان کے بارے جو کچھ وارد ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں آگ سے نجات نہیں ملے گی نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔لیکن یہ جائز ہے کہ ان کے اس عذاب میں تخفیف ہو جس کے مستحق وہ ان جرائم کی وجہ سے بنے تھے جو وہ کفر کے علاوہ کرتے تھے۔اس کی وجہ وہ نیک اعمال ہوں گے جو وہ کرتے تھے۔

البتہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے''اس بات پر اجماع ہے کہ کفار کو ان کے اعمال کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔نہ ہی انہیں کوئی ثواب ملے گا۔نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔اگرچہ بعض بعض سے شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ اس احتمال کو رد نہیں کرتا جو امام بیہقی نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ سب کچھ کفر کے گناہ کے بارے ہے۔لیکن جو عذاب کفر کے گناہ کے علاوہ ہے اس کی تخفیف میں کیا مانع ہے؟

امام قرطبی نے لکھا ہے''یہ تخفیف اس کے ساتھ خاص ہے یا اس کے ساتھ خاص ہے جس کے بارے نص وارد ہوئی ہے۔ابن منیر نے لکھا ہے''یہ دو قضیے ہیں۔جن میں سے ایک محال ہے۔وہ کافر کی اطاعت کا اعتبار اس کے کفر کے ہوتے ہوئے محال ہے۔کیونکہ اطاعت کے لیے شرط ہے کہ وہ صحیح قصد سے واقع ہو۔کافر میں یہ مفقود ہوتی ہے۔دوسرا قضیہ یہ ہے کہ اس کے بعض اعمال پر ثواب کا اثبات کیا جائے یہ رب تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے۔عقل اسے محال نہیں سمجھتی جب یہ امر ثابت ہو گیا تو پھر ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا کسی معتبر قربت کی وجہ سے نہ تھا۔بلکہ یہ اس طرح کی عنایت ہے جس طرح رب تعالیٰ نے جناب ابوطالب پر مہربانی کی تھی۔

النقرة

ابن بطال نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابولہب کو اس روز انگوٹھے کے گڑھے کے برابر پانی پلایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ جس طرح کہ انہوں نے جناب ابوطالب کی روایت میں لکھا ہے کہ ضحضاح من نار لا فی النار۔ کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کا تحفظ کیا تھا۔ لیکن ابولہب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو اذیتیں دیتا تھا۔ اس کے ساتھ نرمی اور رفق بھی جناب ابوطالب سے کم ہوگی۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ گڑھا ہے جو انگوٹھے اور سبابہ انگلی کو ملانے سے بنتا ہے۔ اسے اتنا پانی پلایا جاتا ہے جس قدر اس گڑھے میں آتا ہے۔

حضور ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ثویبہ کا احترام کرتے تھے۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ اس کے لیے کپڑے بھیجتے تھے۔ یہ غزوۂ خیبر کے بعد مرگئی۔ آپ نے اس کے بیٹے مروح کے بارے پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بھی مر چکا ہے۔ آپ نے اس کے رشتہ داروں کے متعلق پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

◆ ۳ حضرت حلیمہ کے علاوہ بنوسعد کی ایک عورت نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی۔ ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بنوسعد بن بکر میں دودھ پیتے تھے۔ ان کی رضاعی ماں نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ اس وقت آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہمراہ جلوہ افروز تھے۔

◆ ۴ خولہ بنت منذر نے بھی آپ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کا تذکرہ امام ابوالحسن ابراہیم ابن الامین نے کیا ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ''العدوی'' نے اس کا تذکرہ کیا ہے ''العیون المورد'' میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ لیکن یہ وہم ہے۔ اس نے آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ اس بات کا تذکرہ ابن سعد، ابوعمر وغیرہما نے کیا ہے۔ الحافظ نے ''الاصابۃ'' میں اسی طرح لکھا ہے۔ اس کا نسب چلانے کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے فرزندِ ارجمند کے دایا ہیں۔ درست بھی یہی ہے۔ لیکن بعض پرانے نسخوں میں ''ابن'' کا لفظ مٹ گیا ہے۔ میں نے کسی ایسے شخص کو نہ دیکھا جو اس امر سے آگاہ کرتا۔ مدت بعد میں نے قاضی عزالدین بن قاضی بدرالدین کی مختصر سیرت کا مطالعہ کیا اس میں تحریر تھا کہ ابن امین نے جو یہ لکھا ہے کہ خولہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا یہ ان کا وہم ہے۔ بعض ہم عصر علماء نے ان سے کسی گرفت کے بغیر یہ مؤقف روایت کیا ہے۔ میں اس امر پر خوش ہوگیا۔ میں نے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔

◆ ۵ حضرت ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی۔ علامہ قرطبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن مشہور مؤقف یہ ہے کہ آپ ان کی کفالت میں تھے۔ انہوں نے اپنا دودھ آپ کو نہیں پلایا تھا۔

۶، ۷، ۸ ابوعمر نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ بنوسلیم کی تین خواتین کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کو اپنا دودھ پیش کیا۔ آپ نے ان کا دودھ نوش فرمالیا۔

۹ ام فروہ۔ مستغفری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت ابن اسحاق سے روایت لکھی ہے کہ انہوں نے حضرت ام فروہ حضور اکرم ﷺ نے جن کا دودھ پیا تھا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو سورۃ قل یاایھاالکافرون' پڑھ لیا کرو۔ یہ شرک سے برأت ہے۔'' حضرت ابوموسیٰ مدینی نے لکھا ہے اس حدیث کے راوی میں اختلاف ہے۔ کسی نے فروہ، کسی نے ابوفروہ اور کسی نے ام فروہ لکھا ہے۔

الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے کہ یہ فحش خطاء ہے۔ اس کے راوی ابوفروہ ہیں۔ جب بعض راویوں نے دیکھا کہ عن ابی فروۃ ظئر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں نے اسے خطا سمجھا۔ انہوں نے ام فروہ صحیح سمجھا۔ اس گمان پر انہوں نے آگے روایت کر دیا اور خطا کی۔ ظئر کا لفظ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس کا اطلاق اس کے خاوند پر بھی ہوتا ہے۔

اصحاب السنن الثلاثہ نے عن ابن اسحاق عن فروہ بن نوفل عن ابیہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ابواسحاق میں اختلاف ہے۔ معتمد مؤقف یہی ہے۔

۱۰ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔ بنت ابی ذویب۔ ابن کلبی نے لکھا ہے کہ ابوذؤیب کا نام الحارث بن عبداللہ تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام کبشہ تھی۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ ﷺ کے رضاعی بھائی

1. آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ سعید بن منصور، ابن سعد، شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ! آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر سے نکاح کیوں نہیں فرما لیتے وہ قریش کی حسین خواتین میں سے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ میرے رضاعی بھائی کی نورِ نظر ہیں۔'' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت حلیمہ اور بنو سعد کی ایک اور عورت کے اعتبار سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔

2. اسی طرح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بھی آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ میری بہن حضرت سفیان کی نورِ نظر سے نکاح کیوں نہیں فرما لیتے۔ امام مسلم نے ان کا نام عزۃ بنت ابی سفیان لکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا آپ پسند کرتی ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں! آپ انہیں بھی اس خیر میں شریک کر لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ میرے لیے جائز نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہم آپ کے بارے گفتگو کرتے ہیں کہ آپ ابوسلمہ کی نورِ نظر سے نکاح فرمانا چاہتے ہیں۔'' ایک روایت میں ان کا نام درہ بنت ابی سلمہ ہے۔ آپ نے پوچھا: ''ابوسلمہ کی نورِ نظر!'' انہوں نے عرض کی ''ہاں'' آپ نے فرمایا ''اگر وہ آغوش میں زیرِ پرورش نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔

3. اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ امام سہیلی کا موقف ہے۔ الزہر میں ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ اہلِ تاریخ اور اہلِ صحیح نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پینے والے ابوسلمہ عبداللہ بن عبداللہ تھے۔ انہوں نے ابوجحش کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہی درست موقف ہے۔ امام سہیلی نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ خطا ہے۔ حضرت ابوسلمہ کے بارے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ثویبہ نے آپ کو اور انہیں دودھ پلایا تھا۔ جیسا کہ صحیح

بخاری میں ہے۔ امام سہیلی نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ جبکہ ان کی جگہ حضرت ابن جحش نے تذکرہ کر دیا۔

◆ حضرت عبداللہ بن حارث یہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے نورِ نظر تھے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دودھ پیا تھا۔ ان کا نام ضمرہ تھا۔

◆ حفص بن حارث۔ الحافظ نے ان کا ذکر ''الاصابۃ'' میں کیا ہے۔

◆ امیۃ بنت حارث۔ ان کا ذکر ابوسعید نیشاپوری نے کیا ہے۔ الحافظ نے اسے برقرار رکھا ہے۔

◆ خذامۃ۔ اس سے مراد حضرت شیماء رضی اللہ عنہا ہیں یہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حضور ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ جیسا آپ ان کے ہاں جلوہ گر تھے۔ ابن اسحاق نے یونس بن بکیر سے روایت کیا ہے کہ شیماء ہی خذافہ ہیں پھر شیماء نام ان پر غالب آ گیا۔ یہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ حضور ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ ابن اسحاق نے ابو وجزہ السعدی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت شیماء حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کی کیا علامت ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''جب میں آپ کو اٹھائے ہوئے تھی تو آپ نے مجھے اپنے دندانِ مبارک سے کاٹا تھا۔'' حضور اکرم ﷺ نے یہ علامت پہچان لی۔ اپنی چادر مبارک ان کے لیے پھیلا دی۔ فرمایا: ''یہاں! یہاں!'' انہیں اپنی مبارک چدر پر بٹھایا۔ اور پھر اختیار دیا ''اگر پسند کرو تو میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ محبت اور عزت ملے گی۔ اگر پسند کرو تو میں تمہیں سامان دے دیتا ہوں اور اپنی والدہ کے پاس چلی جاؤ یہ بھی تمہیں اختیار ہے۔'' انہوں نے عرض کی ''آپ مجھے سامان عطا فرما دیں۔ میں اپنی والدہ کے پاس چلی جاتی ہوں۔'' آپ نے انہیں سامان عنایت کیا۔ وہ اپنی قوم میں چلی گئیں۔ بنوسعد کا خیال ہے کہ آپ نے ان کو غلام عطا کیا تھا۔ جس کا نام مکحول تھا۔ ایک لونڈی بھی دی تھی۔ انہوں نے غلام کی اس لونڈی کی شادی کر دی تھی۔ ان کی نسل باقی رہی۔ ابوعمر نے اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت شیماء کو پھولدار کپڑا اور تین غلام اور لونڈیاں دیں تھیں۔ ''الزھر'' اور ''الاصابۃ'' میں ہے کہ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لوری دیتے ہوئے یوں کہتی تھیں:

یا ربنا ابق لنا محمد حتی اراہ یافعا و امردا

و اکبت اعادیہ والحسدا واعطہ عِزّا یدوم ابدا

ترجمہ: ''مولا! محمد عربی ﷺ کو ہمارے لیے سلامت رکھ۔ حتیٰ کہ میں انہیں جوان اور نکھرو دیکھوں۔ مولا! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل فرما۔ انہیں ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ باقی رہے۔''

ھذا اخ لی لم تلدہ امی و لیس من نسل ابی و اعمی

فدیۃ من مخول معم فانمہ اللھم فیمن تنمی

ترجمہ: "یہ میرے محترم بھائی ہیں جنہیں میری والدہ نے تو جنم نہیں دیا نہ ہی یہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں لیکن میں ان پر اپنے چچا اور ماموں کو فدا کرتی ہوں۔ مولا! ان بچوں میں ان کی بھی نشو و نما فرما جن کو تو پروان چڑھائے۔"

وہ لوری دیتے وقت یہ اشعار بھی پڑھتی تھیں:

محمد خير البشر ممن مضى و من غبر
من حج اواعتمر احسن من وجه القمر
من كل انثى و ذكر من كل مبثوب اعز
جنبنى الله الغير فيه اوضح لى الاثر

ترجمہ: "محمد عربی ﷺ سارے ان انسانوں سے بہترین ہیں جو گزر چکے ہیں یا آئندہ آئیں گے۔ جنہوں نے حج یا عمرہ کیا۔ وہ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ وہ ہر مذکر اور مونث سے اور ہر نوجوان اور روشن جبین سے خوبصورت ہیں۔ ان کی وجہ سے رب تعالیٰ مجھے حوادثات زمانہ سے بچائے اور میرے لیے علامت واضح فرمائے۔"

تیسرا باب

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا اسلام

ابن کثیر نے لکھا ہے "ظاہر امر یہی ہے کہ حضرت حلیمہ نے بعثت کو نہیں پایا تھا۔" الحافظ نے شرح الدرر میں لکھا ہے "ابن کثیر کا یہ قول قابل قبول نہیں۔ ابو یعلی، الطبرانی اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھ سے حضرت حلیمہ سعدیہ نے روایت بیان کی ہے ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ بعثت سے مدت بعد پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ کا سماع بھی ہجرت سے سات یا اس سے زائد سال بعد ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے والد ماجد کے ساتھ حبشہ سے آتے تو اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اس مدت میں یا اس کے بعد جعرانہ آئیں تھیں۔ ابن کثیر کی روایت میں بہت اختلاف ہے۔ اس روایت میں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ علماء مختلف ہیں بعض نے عبدالله بن جعفر عن حليمه اور بعض نے عن عبدالله بن جعفر حدثتني حليمه کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

لیکن یہ نظریہ مستند نہیں بلکہ معتبر اس شخص کا قول ہے جو کہتا ہے "عن عبدالله رضى الله عنه بن جعفر حدثت عن حليمه" الحافظ نے لکھا ہے "ابن کثیر نے دیکھا ہے کہ یہ علت اس یقین کو روکتی ہے کہ حضرت عبداللہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو پایا ہو۔ لیکن حقیقت میں ایسی کوئی علت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شواہد جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو پایا کثیر ہیں اور ان کی اسناد جید ہیں۔

ابن سعد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں صحیح راوی ہیں۔ انہوں نے حضرت محمد بن منکدر سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "ایک عورت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ وہ آپ کی رضاعی امی جان تھیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ "امی امی" کہہ کر اٹھے۔ اپنی چادر لی اور اسے بچھایا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اس پر بیٹھ گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ "حدثت عن حليمه" کی روایت کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے بعض داستان حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے سنی اور بعض اس شخص سے سنی جس نے ان سے سنی تھی یا جس نے ان سے روایت کی تھی۔ حافظ مغلطائی رحمہ اللہ نے ان کے ایمان کے بارے ایک جزء تحریر کیا ہے۔ یہ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ "امام بخاری نے ادب میں ابوداؤد اور الطبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اس وقت جعرانہ میں گوشت تقسیم فرمارہے تھے۔ میں اتنا بڑا تھا کہ میں اونٹ کی ہڈی اٹھا سکتا تھا۔ ایک عورت آئی۔ وہ حضور ﷺ کے قریب ہوئی۔ آپ نے اپنی مبارک چادر ان کے لیے پھیلا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا ''یہ خاتون کون ہیں؟'' صحابہ کرام نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کی رضاعی امی ہیں۔ امام ذہبی کا یہ قول کہ ممکن ہے وہ ثویبہ ہو مردود ہے۔ کیونکہ انہوں نے سات ہجری کو وفات پائی تھی۔'' پھر حافظ مغلطای نے رضاعت کی حدیث نقل کی ہے۔ پھر کہا ہے ''اگر کہا جائے کہ ان دونوں روایتوں سے استدلال کرنے کی وجہ کیا ہے؟'' ہم اسے کہیں گے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

اس شخص کے شبہ کو دور کرنے کے لیے جو یہ کہتا ہے کہ غزوۂ حنین میں حاضر ہونے والی آپ کی رضاعی بہن تھی کیونکہ یہ بعید ہے کہ آپ کی رضاعی والدہ کی عمر اس وقت اتنی زیادہ ہو کیونکہ یہ دونوں روایت دو صحابیات نے بیان کیں ہیں جو انہوں نے ان سے بالمشافہ سنیں تھیں۔ حالانکہ وہ اس وقت کم سن تھیں۔ یہ امر بھی اسی مؤقف کو تقویت دیتا ہے۔'' میں کہتا ہوں کہ الحافظ نے بہت سے آثار لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ آنے والی آپ کی رضاعی امی ہی تھیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ متعدد طرق اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس کی اصل اصیل ہے۔ ان طرق کا اتفاق اس شخص کا رد ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ آپ کی رضاعی بہن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔

حافظ دمیاطی نے یہی گمان کیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو صحابیات میں شامل کیا ہے۔ ابوبکر بن احمد بن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ ''ان خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''باب الحار: حلیمہ بنت ابی ذؤیب۔ حافظ ابو محمد منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی رضاعی امی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تھیں اور آپ سے روایت بھی کی تھی۔

حافظ ابن الجوزی نے الحدائق میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تھا۔ انہوں نے آپ سے قحط سالی کی شکایت کی۔ آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا تو انہوں نے حضرت حلیمہ کو چالیس بکریاں اور کچھ اونٹ عطا کیے۔ پھر نبوت کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اسلام قبول کیا، بیعت کی اور ان کے خاوند حضرت حارث نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ القاضی ابوالفضل عیاض نے ''الشفاء'' میں لکھا ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی۔ اور ان کی ضرورت پوری کر دی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں انہوں نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

میں کہتا ہوں ''قاضی عیاض کا ''الشفاء'' میں یہ کلام ہے۔ ابن اسد نے عمر بن سعد سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کی رضاعی امی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔ ان کی

ضرورت پوری کی۔ پھر وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر کے پاس آئیں۔ تو انہوں نے اسی طرح کیا پھر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ "الام" کا اطلاق عرف اور لغت میں حقیقی ماں پر ہوتا ہے۔ ہم نے کسی کو نہیں سنا جو بہن کو ماں کہتا ہو۔ اسی طرح یہ روایت بھی اس گمان کو رد کرتی ہے جسے امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عمرو بن سائب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کے رضاعی باپ حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے اپنی کچھ چادر ان کے لیے بچھا دی۔ پھر آپ کی رضاعی امی حاضر خدمت ہو گئیں۔ آپ نے چادر کا دوسرا حصہ ان کے لیے بچھا دیا۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی حاضر ہوا تو آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ ابوعمر نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور ﷺ کی رضاعی امی جان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ تیسری وجہ: کہنے والے کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ یوں کہے "ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ آنے والی حضرت حلیمہ ہی تھیں تو پھر ان کے اسلام کی کیا دلیل ہے؟" شاید یہ دلیل ہو کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ یا یہ دلیل ہو کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

حافظ مغلطای نے لکھا ہے "میں نے ۸۳۸ھ میں ماہِ ربیع الآخر کی ۲۲ تاریخ اتوار کے روز خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی۔ میں نے ان سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ امام علامہ ابوالحسن علی بن جابر ہاشمی نے یہ اشعار ہمیں سنائے ہیں۔

اما حلیمه مرضع المختار فبه غدت تزهی علی الاخبار
فی جنة الفردوس دار مقامها اکرم بها یا صاحبی من دار

ترجمہ: "حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے پاکبازوں پر فخر کرنے لگیں ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ اے میرے دوست! یہ کتنا معزز ٹھکانہ ہے۔"

الحافظ دمیاطی لکھتے ہیں "میں نے ان کے بارے یہ اشعار لکھے ہیں:

اضحت حلیمه تزدهی بمفاخر مانا لها فی عصر اثنانِ
منها الکفاته والرضاع و صحبة والغایة القصوی رضا الرحمانِ

ترجمہ: "حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان مفاخر پر فخر کرنے لگیں جو ان کے زمانہ میں دو افراد بھی حاصل نہ کر سکے۔ وہ مفاخر حضور ﷺ کی کفالت، رضاعت اور صحابیت ہے۔ بلند مقصد رب تعالیٰ کی رضا ہے وہ انہیں حاصل ہو گئی۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حارث رضی اللہ عنہ کو بہت سے علماء نے صحابہ میں شمار نہیں کیا۔ ابن اسحاق نے یونس

بن بکیر کی روایت میں لکھا ہے کہا انہوں نے کہا: "مجھے میرے والد اسحاق بن یسار نے بیان کیا ہے کہ بنو سعد کے کچھ افراد نے کہا" حضور ﷺ کے رضاعی باپ مکہ مکرمہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے قریش نے انہیں کہا: "حارث! کیا آپ اپنے اس بیٹے کو سن نہیں رہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔" حارث! وہ کیا کہتے ہیں؟ قریش: ان کا گمان ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا۔ رب تعالیٰ کا ایک ایسا دار ہے جس میں آگ ہے۔ وہ اس میں نافرمانوں کو سزا دے گا۔ ایک گھر ایسا ہے جس میں وہ اپنے اطاعت گزاروں کو عزتیں عطا کرے گا۔ اس نے سارا امر منتشر کر دیا ہے۔ ہماری جمعیت بکھیر دی ہے۔" حارث آپ کے پاس آئے۔ کہا: "نورِ نظر! آپ کو اور آپ کی قوم کو کیا ہے۔ وہ آپ سے بغض رکھتی ہے اور گمان کرتی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ جنت یا دوزخ کی طرف جائیں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "میں یہ گمان کرتا ہوں۔ جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ تھام لوں گا۔ حتیٰ کہ میں تمہیں آج کے دن بات یاد کراؤں گا۔" اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام لاتے وقت انہوں نے کہا تھا: "میرا نورِ نظر میرا بازو تھام لے گا اور مجھے وہ بات یاد کرائے گا جو اس نے کی تھی پھر وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ مجھے جنت میں داخل کر دیں گے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔"

❀❀❀

چوتھا باب

رضاعت کی داستان

ابن اسحاق، ابن راھویہ، ابویعلی، الطبرانی اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے، امام بیہقی، ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، امام بیہقی نے امام زھری سے، ابویعلی اور ابونعیم نے شداد بن اوس سے مرفوع اور مختصر، امام احمد اور دارمی نے عتبہ بن عبداللہ سے، ابونعیم نے ابوبریدہ سے، ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے یحییٰ بن یزید سعدی سے اور بن سعد نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں سبز مائل گدھی پر مکہ مکرمہ آئی۔ جس نے کارواں کو تھکا دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اہلِ کارواں پر شاق گزرنے لگی۔ میرے ہمراہ میرا بچہ بھی تھا۔ ایک اونٹنی بھی ہمارے ساتھ تھی۔ بخدا! اس کی کھیری میں ایک قطرہ بھی دودھ نہ تھا۔ بخدا! ہم ساری رات سو بھی نہیں سکتے تھے۔ میرے بچے کے لیے نہ تو ہماری اونٹنی کے پاس دودھ تھا نہ ہی میرے پاس دودھ تھا۔ حتیٰ کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ علامہ عوفی نے ذکر کیا ہے جب حضرت حلیمہ سعدیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ایک ہاتف کو یوں کہتے ہوئے سنا:

ان ابن آمنة الامین محمدا — خیر الانام و خیرة الاخیار
ما ان له غیر الحلیمة مرضع — نعم الامینة هی علی الابرار
مامونة من کل عیب فاحش — و نقیة الاثواب والازرارِ
لا اسلمنه الی سواها انه — امر و حکم جأ من الجبار

ترجمہ: ''حضرت آمنہ کے فرزند امین محمد ﷺ سارے لوگوں سے اور پاکباز افراد سے بہترین ہیں۔ ان کے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ کے علاوہ کوئی اور دودھ پلانے والی نہیں ہو سکتی۔ وہ پاکباز پر بہترین امینہ ہیں وہ ہر فحش عیب سے محفوظ ہیں۔ ان کے کپڑے اور ازار پاک ہوتے ہیں۔ آپ انہیں حضرت حلیمہ کے علاوہ کسی اور کے سپرد نہ کریں یہ جبار رب تعالیٰ کی طرف سے امر اور حکم ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا ''بخدا! میں کسی عورت کو نہیں جانتی حضور ﷺ اسے پیش کیے گئے۔ جب اسے بتایا جاتا کہ آپ یتیم ہیں وہ آپ کا انکار کر دیتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بچے کے باپ سے انعامات کی توقع رکھتی تھیں۔ ہم کہتی

تھیں کہ ایک یتیم کا دادا اور ماں کیا دے سکتیں ہیں۔ ہم یہ ناپسند کرتی تھیں۔ میرے علاوہ ساری خواتین بچے لے چکی تھیں۔ جب مجھے آپ کے علاوہ کوئی اور بچہ نہ ملا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا: ''بخدا! مجھے یہ سخت ناپسند ہے کہ میں اپنی ساتھیوں کے ساتھ بچے کے بغیر جاؤں۔ میں اسی دریتیم کے پاس جاتی ہوں۔ اور اسے لے آتی ہوں۔ میں گئی اور آپ کو لے آئی۔ حضرت آمنہ نے مجھے فرمایا: ''حلیمہ! مجھے لگا تار تین راتوں سے کہا جا رہا ہے تم اپنے نور نظر کے لیے بنوسعد پھر آلِ ذؤیب میں دایا تلاش کرو۔'' حضرت حلیمہ: ''ابوذؤیب میرے خاوند ہیں۔'' حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ کو وہ سارے امور بتا دیے جو انہوں نے حمل اور ولادت کے وقت دیکھے تھے۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: ''جب میں نے آپ کو اپنی آغوش میں رکھا۔ اپنا دودھ آپ کو پیش کیا تو آپ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی نے دودھ پیا حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گیا۔ پھر دونوں سو گئے۔ میرا خاوند اونٹنی کی طرف گیا۔ اس کی کھیری دودھ سے بھر چکی تھی۔ اس نے دودھ نکالا۔ پھر پیا۔ میں نے بھی اس کا دودھ پیا۔ ہم نے خیریت سے وہ رات بسر کی۔ مجھے میرے خاوند نے کہا ''حلیمہ! میرا خیال ہے کہ ہم نے ایک مبارک بچہ حاصل کیا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب سے ہم نے یہ من موہنا بچہ لیا ہے ہم نے خیریت اور برکت کے ساتھ رات بسر کی ہے۔'' میں نے کہا ''مجھے بھی یہی امید ہے۔''

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضرت حلیمہ کے پاس سے گزری۔ انہوں نے کہا: ''کیا میں تمہیں اپنے اس فرزند کے بارے نہ بتاؤں۔ اس کے حمل میں یہ یہ امور رونما ہوئے۔ ان کی ولادت کے وقت یہ یہ امور رونما ہوئے۔'' پھر انہوں نے انہیں اسی طرح بتا دیا جس طرح انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے سنا تھا۔ یہودیوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''اس بچے کو قتل کر دو۔'' پھر انہوں نے پوچھا: ''کیا یہ بچہ یتیم ہے؟'' حضرت حلیمہ: ''نہیں! یہ اس کے باپ اور میں اس کی ماں ہوں۔'' یہودی: ''اگر یہ یتیم ہوتے تو ہم اسے قتل کر دیتے۔''

پھر ہم واپس آئے۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی۔ آپ کو بھی اپنے ہمراہ سوار کیا۔ بخدا! میری گدھی سارے کارواں سے آگے نکل گئی۔ کوئی گدھا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ میری ساتھی عورتیں کہنے لگیں ''ابوذؤیب کی نورِ نظر! ہم پر رحم کر کیا یہ وہی گدھی ہے جسے لے کر تم ہمارے ہمراہ نکلی تھی۔'' میں نے کہا: ''ہاں! بخدا! یہ وہی ہے۔'' ان عورتوں نے کہا: ''بخدا! آج اس کی عجیب شان ہے۔'' امام زھری نے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو عکاظ کے میلے میں لے گئیں ایک کاہن نے آپ کو دیکھا۔ اس نے کہا: ''اے عکاظ بازار والو! اس بچے کو قتل کر دو۔ اسے سلطنت نصیب ہو گی۔'' حضرت حلیمہ گھبرا گئیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کو ان سے نجات عطا کی۔

حضرت حلیمہ نے فرمایا: ''ہم بنوسعد کی زمین میں آ گئے۔ بخدا! ہماری زمین ساری روئے زمین سے زیادہ قحط سالی کا شکار تھی۔ ہماری بکریاں چرتی تھیں۔ جب وہ شام کے وقت واپس آتی تھیں تو وہ سیر شکم ہوتی تھیں۔ ان کی کھیریں

دودھ سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہم ان کا دودھ نکالتے تھے اور پی لیتے تھے۔ کسی اور انسان کو دودھ کا ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ہماری قوم اپنے چرواہوں سے کہتی تھی: "تمہارے لیے ہلاکت! اس جگہ بکریاں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔" وہ میری بکریوں کے ساتھ اپنی بکریاں چراتی ان کی بکریاں بھوکی آتیں ان کی کھیروں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جب میری بکریاں واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے۔ کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتیں۔ جب میں نے آپ کو اپنے گھر میں داخل کیا تو بنوسعد کے ہر ہر گھر سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی۔ حتیٰ کہ اگر کسی کو کوئی مرض لاحق ہو جاتا۔ وہ آپ کا ہاتھ پکڑتا وہ اسے اذیت کی جگہ پر رکھ دیتا۔ رب تعالیٰ اسے شفاء عطا فرماتا۔ ان کا کوئی اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی وہ پھر بھی اسی طرح کرتے تھے۔

ابونعیم نے اس شخص سے روایت کیا ہے جو حضرت حلیمہ کی بکریاں چراتا تھا کہ وہ حضرت حلیمہ کی بکریوں کو دیکھتا تھا وہ اپنے سر نہیں اٹھاتی تھیں مگر ان کے منہ میں سبزہ نظر آتا تھا۔ ان کی مینگنیوں میں بھی سبزہ نظر آتا تھا حالانکہ وہ بکریاں بیٹھ کر اس گھاس کے تنکے کھاتی تھیں جو انہیں نظر آتا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا "اسی طرح رب تعالیٰ ہمیں برکت دکھاتا رہا۔ ہم اسے دیکھتے رہے حتیٰ کہ آپ کی عمر مبارک دو سال ہو گئی۔ آپ اس انداز سے پروان چڑھتے تھے کہ کوئی بچہ اس طرح پروان نہ چڑھا۔" حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کا دودھ چھڑایا گیا تو آپ نے سب سے پہلے یہ کلام کی: "الله اکبر کبیراً الحمد لله کثیرا و سبحان الله بکرة و اصیلا۔"

ابونعیم نے حضرت حلیمہ کے ایک چرواہے سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ دو سال تک رہے۔ آپ اپنی صحت کے اعتبار سے چار سال کے لگتے تھے۔ حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئیں تاکہ ان کی زیارت کر لیں۔ ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ حضرت آمنہ آپ کو واپس لوٹا دیں کیونکہ انہوں نے آپ کی عظیم برکت دیکھ لی تھی۔ جب وہ سرر وادی میں پہنچے تو وہ حبشہ کے ایک گروہ کو ملے۔ انہوں نے ان کے ساتھ رفاقت اختیار کر لی۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی طرف دیکھا۔ آپ کے شانوں کے مابین مہر نبوت دیکھی۔ آنکھوں میں سرخی دیکھی۔ انہوں نے پوچھا: "کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے؟" حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا: "بخدا! نہیں یہ سرخی ان کی چشمان مقدس سے جدا نہیں ہوتی۔" انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! یہ نبی ہیں۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں۔ "ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آ گئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھ لیا تو ہم نے عرض کی: "آپ اپنے نورِ نظر کو اس سال ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔ ہمیں ان کے متعلق مکہ مکرمہ کی وباء کا خدشہ ہے۔ بخدا! ہم برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے ہاں کہہ دیا۔ اور آپ کو ہمارے ساتھ بھیج دیا۔" ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم ﷺ کو واپس لا رہی تھیں تو وہ ذوالمجاز کے مقام سے گزریں۔ وہاں

ایک قیافہ شناس تھا۔ جس کے پاس بچے لائے جاتے تھے وہ انہیں دیکھتا تھا۔ جب اس نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں میں سرخی دیکھی۔ مہر نبوت دیکھی تو چیخ اٹھا ''اے گروہ عرب! اس بچے کو قتل کر دو ورنہ یہ تمہارے اہلِ دین کو قتل کر دے گا۔ تمہارے بتوں کو توڑ دے گا۔ اس کا امر تم پر غالب ہو کر رہے گا۔'' حضرت حلیمہ آپ کو لے کر چپکے سے نکل آئیں۔ ابن سعد نے یہ اضافہ کیا ہے ''وہ الھذلی یوں چیخنے لگا: ''ہائے ہذیل! ہائے ہذیل! اس کے معبود انِ باطلہ! یہ بچہ تو آسمان سے صرف ایک حکم کا منتظر ہے۔ وہ لوگوں کو اکسانے لگا کہ وہ آپ کو شہید کر دیں۔ وہ اسی وقت دیوانہ ہو گیا اس کی عقل زائل ہو گئی۔ وہ حالتِ کفر میں مر گیا۔''

ہم دو یا تین ماہ ہی ٹھہرے ہوں گے۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ دیکھتے بچے کھیل رہے ہوتے تھے۔ مگر آپ ان سے اجتناب کرتے تھے۔ ابن سعد نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ حضور ﷺ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں ایک دن وہ آپ سے غافل ہو گئیں۔ آپ دوپہر کے وقت اپنی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ انہوں نے آپ کو آپ کی رضاعی بہن کے ساتھ پایا۔ انہوں نے کہا: ''اس گرمی میں انہیں لے کر آئی ہو؟'' حضرت شیماء نے کہا ''امی جان! مجھے اس بھائی کی گرمی نہیں لگتی۔ میں دیکھتی ہوں کہ بادل ان کے سر پر سایہ کناں رہتا ہے۔ جب یہ رکتے ہیں وہ بھی رک جاتا ہے۔ جب یہ چلتے ہیں وہ بھی چلنے لگتا ہے۔'' حضرت حلیمہ: ''میری نورِ نظر! کیا یہ سچ ہے؟'' حضرت شیماء: ''قسم بخدا! ہاں!''

ایک دن حضور کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: میں دن کے وقت اپنے بھائیوں کو کیوں نہیں دیکھتا؟'' حضرت حلیمہ سعدیہ نے عرض کی: ''وہ ہماری بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ وہ رات تک باہر ہی رہتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے بھی ان کے ساتھ بھیج دیا کریں۔ آپ خوشی خوشی ان کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ ایک دن آپ ان کے ساتھ گئے۔ دوپہر کے وقت ان کا بھائی دوڑتا ہوا آتا۔ اس نے کہا ''امی جان! میرے بھائی محمد عربی (ﷺ) کو جا لو۔ بخدا! تمہارے پہنچنے سے قبل وہ وصال فرما چکے ہوں گے۔'' حضرت حلیمہ سعدیہ: ''ان کا قصہ کیا ہے؟'' رضاعی بھائی: ''ہم ایک جگہ کھڑے تھے ایک شخص اچانک آیا۔ اس نے آپ کو ہمارے درمیان سے اٹھایا آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ اس نے آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا۔'' ابن اسحاق کی روایت میں ہے ''وہ دو شخص تھے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے آپ کے سینہ انور کو شق کیا۔ وہ آپ کو مار رہے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ نے کیا کہا۔''

میں اور آپ کا رضاعی باپ دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی نگاہ ناز آسمان کی طرف تھی۔ آپ کا رنگ متغیر تھا۔ میں آپ پر جھکی آپ کے بوسے لینے لگی۔ میں نے کہا: ''میری جان آپ پر قربان! آپ کو کیا ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''امی جان! خیر ہے میں ایک جگہ کھڑا تھا۔ تین افراد میرے پاس آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا۔ جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے

پکڑا اور پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ مجھے ہلکے پھلکے انداز میں لٹایا۔ میرا سینہ شق کیا۔ میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ مجھے کوئی درد یا تکلیف نہ تھی۔ پھر اس نے میرے پیٹ میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ میرے پیٹ سے ایک ٹکڑا باہر نکالا۔ اسے برف سے دھویا اچھی طرح دھو کر اسے واپس اسی جگہ لوٹا دیا۔"

صحیح مسلم میں ہے "آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑا نیچے لٹایا۔ دل باہر نکالا۔ اسے شق کیا۔ اس میں سے سیاہ ٹکڑا باہر نکالا۔ عرض کی "یا حبیب اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ شیطان کا حصہ ہے۔" پھر انہوں نے سینہ اقدس اس چیز سے بھر دیا جو ان کے پاس تھی۔ پھر نور سے مہر نبوت لگائی۔ اب بھی میں اپنی رگوں اور جوڑوں میں مہر نبوت کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔ تیسرا شخص اٹھا۔ اس نے کہا: "ایک طرف ہو جاؤ۔ رب تعالیٰ نے تمہیں جو حکم دیا تھا تم نے اسے پورا کر دیا ہے۔ وہ میرے قریب ہوا۔ اپنا ہاتھ میرے سینے سے لے کر ناف تک پھیرا وہ شق اذنِ الٰہی سے درست ہو گیا۔"

حضرت عبداللہ بن عتبہ کی روایت میں ہے "دو سفید پرندے میری طرف آئے گویا کہ وہ گدھیں تھیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا "کیا یہ وہی ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں!" وہ جلدی سے میری طرف آئے۔ انہوں نے گدی کے بل مجھے نیچے لٹایا۔ میرا پیٹ مبارک چاک کیا۔ میرا دل باہر نکالا۔ دو سیاہ ٹکڑے اس میں سے باہر نکالے۔ ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا: "میرے پاس برف کا پانی لے کر آؤ۔ انہوں نے میرا پیٹ دھو دیا۔ پھر اس نے کہا: "میرے پاس برد کا پانی لے کر آؤ۔ انہوں نے اس کے ساتھ میرے دل کو دھویا پھر اس نے کہا "میرے پاس سکینہ لے کر آؤ۔" اس نے اسے میرے دل میں انڈیل دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اچھی طرح اٹھایا پہلے شخص نے کہا "ان کا ان کی امت کے دس افراد کے ساتھ وزن کرو۔" انہوں نے میرا وزن کیا میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر اس نے کہا: "اب ان کا وزن سو افراد کے ساتھ کرو۔" اس نے میرا وزن کیا تو میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر اس نے کہا: "اب ان کی امت کے ایک ہزار افراد کے ساتھ ان کا وزن کرو۔" اس نے ایک ہزار افراد کے ساتھ میرا وزن کیا میں اپنے اوپر ایک ہزار کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ وہ کہیں میرے اوپر نہ گر پڑیں۔ میرا وزن ان سے بھی بڑھ گیا۔ اس نے کہا: "انہیں چھوڑ دو۔ اگر ان کی ساری امت کے ساتھ ان کا وزن کرو گے پھر بھی یہ وزن میں بڑھ جائیں گے۔ پھر انہوں نے مجھے سینہ کے ساتھ ملایا۔ میرے سر کا بوسہ لیا۔ میری آنکھوں کے مابین چوما۔ پھر کہا: "یا حبیب اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ اگر آپ جان لیتے کہ آپ کے ساتھ کس بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا: "میں آپ کو لے کر بنو سعد کے گھروں کے پاس آئی۔ لوگوں نے مجھے کہا "انہیں کاہن کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ وہ انہیں دیکھ کر ان کا علاج کرے۔" آپ نے فرمایا: "جو تمہیں خدشہ ہے اس میں سے مجھے کچھ بھی نہیں۔ میں اپنے آپ کو صحیح دیکھ رہا ہوں۔ میرا دل صحیح ہے۔" لوگوں نے کہا: "انہیں جنون نے آلیا ہے یا جنات مس

کر گئے ہیں۔ وہ مجھ پر غالب آ گئے۔ میں آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ اسے آپ کی داستان سنائی۔ اس نے مجھے کہا: "مجھے چھوڑ دو۔ میں اس بچے سے اس کی داستان سنوں گا۔ وہ تم سے زیادہ اپنے امر سے آگاہ ہے۔ مبارک بچے! ذرا اپنی حکایت بیان کریں۔" آپ نے اسے داستان سنائی۔ کاہن اپنے قدموں پر کھڑا ہوا۔ اس نے بلند آواز سے کہا: "اے اہلِ عرب! اس شر کی وجہ سے جو قریب آ گیا ہے۔ اس بچے کو قتل کر دو۔ مجھے بھی اس کے ساتھ ہی مار ڈالو۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا۔ اور یہ جوان ہو گئے تو یہ تمہاری عقلوں کو نادان کہیں گے۔ تمہارے معبودوں کو جھٹلا دیں گے۔ وہ ایسے رب تعالیٰ کی طرف تمہیں بلائیں گے جسے تم نہیں جانتے۔ تم ان کے دین کا انکار کر دو گے۔" جب میں نے اس کی یہ گفتگو سنی۔ میں نے آپ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ میں نے کہا: "تو زیادہ پاگل اور احمق ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ تو اس طرح کرے گا تو میں انہیں لے کر تیرے پاس نہ آتی۔ اپنے لیے کسی قاتل کو تلاش کرو۔ ہم محمد عربی ﷺ کو قتل نہیں کریں گے۔" میں آپ کو اپنے گھر لے آئی۔ بنو سعد کے ہر گھر سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ لوگوں نے مجھے کہا "حلیمہ! انہیں ان کے دادا کے پاس لے جاؤ۔ اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔" میرے خاوند نے مجھے کہا "میرا خیال ہے کہ ہم انہیں ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے جائیں تا کہ وہ ان کا علاج کرائیں۔ بخدا! انہیں جو کچھ ہوا ہے وہ فلاں حاسد کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ انہوں نے آپ کی عظیم برکت دیکھی ہے۔ اے حلیمہ! جب ہم نے یہ مبارک بچہ لیا تھا ہمارے پاس چند کمزور بکریاں تھیں اب ان کی تعداد تین سو ہے۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا: "میں نے یہ پختہ عزم کر لیا۔ میں نے ایک ندا سنی کوئی کہہ رہا تھا "ایک وادی بطحا! تجھے مبارک، آج تیری طرف نور، دین، رونق اور کمال لوٹا دیا جائے گا۔ اب تو امن میں ہو گئی ہے کہ تجھے رسوا کیا جائے یا تجھے ذلیل کیا جائے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ جب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں۔ آپ لوگوں میں گم ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔ وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں۔ ان سے کہا: "میں آج رات محمد عربی ﷺ کو لے کر آ رہی تھی۔ جب میں مکہ مکرمہ کی بلند جگہ پر پہنچی تو وہ گم ہو گئے۔ بخدا! میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں۔" حضرت عبدالمطلب اٹھ کھڑے ہوئے۔ خانہ کعبہ کے پاس جا کر دعا مانگنے لگے کہ رب تعالیٰ انہیں لوٹا دے۔ امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے کہا:

یا رب ان محمدا لم یوجد فجمع قومی کلھم مبدد

ترجمہ: "مولائے کریم! محمد عربی ﷺ نہیں مل رہے۔ میری ساری قوم کا شیرازہ منتشر ہو گیا ہے۔"

ابن سعد اور ابن جوزی نے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

لاھم رد راکبی محمدا اردده لی ثم اتخذ عندی یدا

انت الذی جعلته لی عضدا لا یبعد الدھر به فیبعدا

انت الذی سمتیه محمدا

ترجمہ: "مولا میرے شہ سوار محمد عربی ﷺ کو واپس لوٹا دے۔ انہیں مجھے واپس لوٹا دے اور مجھ پر احسان فرما۔ تو نے ہی انہیں میرے لیے سہارا بنایا ہے زمانہ انہیں مجھ سے دور نہ کر دے کہ وہ دور چلے جائیں تو ہی وہ ذات ہے جس نے ان کا نام نامی محمد ﷺ رکھا ہے۔"

آسمان نے غیبی ہاتف چلایا: "اے لوگو! نہ چیخو۔ محمد عربی ﷺ کا ایک رب ہے وہ انہیں رسوانہ کرے گا وہ انہیں ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عبدالمطلب! ہمیں ان تک کون پہنچائے گا؟" ہاتف: "وہ وادی تہامہ میں دائیں طرف درخت کے پاس ہیں۔ حضرت عبدالمطلب سوار ہو کر اس طرف گئے۔ ورقہ بن نوفل بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ آپ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ آپ کے دادا جان نے پوچھا: "بچے! آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔" انہوں نے کہا: "میں آپ کا دادا ہوں۔ میری جان آپ پر فدا۔" انہوں نے آپ کو اٹھایا۔ گلے لگایا۔ وہ رو رہے تھے۔ پھر انہیں لے کر مکہ مکرمہ آ گئے۔ آپ ان کے آگے زین پر تھے۔ قریش مطمئن ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے 20 اونٹ ذبح کیے بکریاں اور گائیں ذبح کیں اور اہل مکہ کو کھانا کھلایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے کہا: "آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا: "میرے نورِ نظر کی رضاعی امی! تم انہیں لے جانے پر بڑی حریص تھیں۔" ہم نے کہا: "ہمیں حوادثات زمانہ کا خوف ہے۔" حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا: "مجھے ان کے بارے سچ سچ بتاؤ۔" انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے انہیں ساری داستان سنا دی۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تمہیں میرے نورِ نظر کے بارے شیطان سے اندیشہ ہے۔ بخدا! ہرگز نہیں شیطان ان پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ بخدا! میرے نورِ نظر کی بڑی شان ہو گی۔ کیا میں تمہیں ان کی شانیں بتاؤں۔" ہم نے کہا: "ہاں!" انہوں نے فرمایا: "جب یہ میرے بطن اقدس میں تھے تو یہ اتنے خفیف تھے کہ اتنا خفیف حمل میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔ وقت حمل میں نے نیند میں نور دیکھا جس سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ پھر ان کی ولادت کا انداز بھی نرالہ تھا۔ کوئی بچہ بھی اس طرح پیدا نہیں ہوا ہو گا۔ یہ اپنے ہاتھوں کے بل زمین پر تشریف فرما ہوا۔ اس نے سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔

حضرت حلیمہ نے کہا: "میں نے یہ ساری باتیں حضرت عبدالمطلب کو بیان کر دیں۔" انہوں نے فرمایا: "حلیمہ! میرے اس بچے کی شان بہت بلند ہو گی۔ میری تمنا ہے کہ میں وہ زمانہ پالوں۔" پھر حضرت عبدالمطلب نے بہت سا سامان دیا اور ہر بھلائی دے کر مجھے گھر لوٹا دیا۔

حضرت ابن المعلی الازدی نے "کتاب الترقیص" میں رقم کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اشعار پڑھ کر حضور ﷺ کو لوری دیا کرتی تھیں۔

یا رب اذا عطینه فابقه　　و اعله الی العلا و رقه

وادخض اباطیل العدا بحقہ

ترجمہ: "مولا! جب تونے یہ من موہنا بچہ عطا کیا ہے تو اسے باقی بھی رکھ۔ اسے رفعتوں پر فائز فرما اور ترقی عطا فرما ان کے بارے دشمن کی لغو باتوں کو بے اثر بنا۔

ابن سبع علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنا ایک پستان مبارک پیش کرتی تھیں۔ آپ اس سے دودھ نوش فرما لیتے تھے۔ جب دوسرا پستان مبارک پیش کرتیں تو آپ دودھ نوش فرمانے سے انکار کر دیتے تھے۔ بعض علماء نے شرح میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا ایک اور نورِ نظر بھی دودھ پیتا ہے یہ آپ کا عدل تھا، عدل آپ کی فطرت میں شامل تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ عرفی نے لکھا ہے کہ اس دور میں عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا عار سمجھتی تھیں۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب اپنے بچوں کو رضاعت کے لیے باہر اس لیے بھیجتے تا کہ ان کا بچہ نجیب اور فصیح بن سکے۔ بعض نے لکھا ہے کہ تا کہ ان کی خواتین اپنے خاوندوں کے لیے فارغ ہو سکیں۔ لیکن آپ کے بارے یہ احتمال نہیں ہے کیونکہ آپ کے والد ماجد تو اس وقت وفات پا چکے تھے جب آپ اپنی امی جان کے بطن صدف میں تھے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر مبارک پانچ سال ہوئی تو آپ اپنی امی جان کے پاس واپس آ گئے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۴ سال تھی۔ علامہ الاموی نے ذکر کیا ہے کہ جب آپ واپس آئے تو عمر مبارک چھ سال تھی۔ حضرت حلیمہ ہر سال آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آتی تھیں تا کہ آپ کے دادا جان آپ کی زیارت کر لیں۔ لیکن رضاعت کی تکمیل کے بعد حضرت حلیمہ صرف دو بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

١ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کرنے کے بعد وہ آپ کے پاس خشک سالی کی شکایت لے کر آئیں۔ آپ نے حضرت خدیجہ سے بات کی انہوں نے آپ کو بیس بکریاں اور کچھ بھیڑیں دیں۔

٢ جبکہ دوسری بار آپ غزوۂ حنین کے روز حاضر ہوئیں۔

لقد بلغت بالهاشمي حليمة — مقامًا علا في ذروة العز و المجد

و زادت مواشيها و اخصب ربعها — و قد عم هذا السعد كل بني سعد

ترجمہ: "حضرت رسولِ ہاشمی ﷺ لے کر حضرت حلیمہ سعدیہ عزت و شرف کی رفعتوں پر فائز ہو گئی۔ ان کے جانوروں میں اضافہ ہو گیا۔ ان کا علاقہ شاداب ہو گیا سارے بنو سعد میں یہ سعادت عام ہو گئی۔"

علامہ ابن جابر کے یہ اشعار کتنے تعجب خیز ہیں:

بخير الخلق يشرح كل صدر — و عند الله حاز اجل قدر

ترجمہ: "حضور ﷺ کی وجہ سے سارے سینے کھل جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے ہاں انہیں اعم اور عمدہ مقام

نصیب ہوتا ہے۔"

شق الصدر خص كشق صدر كما خص الكليم بشق بحر

ترجمہ: "آپ کو شق صدر کے ساتھ اس طرح مختص کیا گیا جس طرح آپ کے ساتھ شق بدر مختص تھا۔ جس طرح حضرت کلیم اللہ کے لیے سمندر کا شق ہونا مختص تھا۔"

وسعى الروح جاء لدفع شكت كسعى عصا الكليم لدفع سحر

ترجمہ: "شک دور کرنے کے لیے درخت اس طرح دوڑ کر آئے جس طرح جادو دور کرنے کے لیے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا عصا دوڑا تھا۔"

له شرفان من عم و خال ففاق المرسلين بكل عصر

ترجمہ: "آپ کو چچاؤں اور ماموں کی طرف سے شرف نصیب ہوا۔ ہر زمانہ کے مرسلین سے آپ فائق ہو گئے۔"

بدا من خير بيت في قريش و ارضع في بني سعد بن بكر

ترجمہ: "آپ قریش کے بہترین گھر میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنو سعد میں آپ نے دودھ نوش کیا۔"

فضمّ الى فصاحته آل سعد سماحة هاشم و جلال فهر

ترجمہ: "آپ میں آلِ سعد کی فصاحت، حضرت ہاشم کی سخاوت اور فہر کا جلال پیدا ہو گیا۔"

لقد سعدت حليمة حيث حازت رضاعته و نالت كل فخر

ترجمہ: "حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو دودھ پلا کر سعادت مند بن گئیں اور انہوں نے ہر فخر کو پالیا۔"

فدرّ عليه منها الثدى حالا و لم يك قبل ذا يشفى بدر

ترجمہ: "ان کے پستان مبارک میں اس وقت دودھ اتر آیا۔ حتیٰ کہ پہلے وہاں دودھ نہ تھا۔"

و اعلم انه لاخيه حق فغادر ثديها الثانى بدفر

ترجمہ: "آپ کو علم عطا کیا گیا کہ آپ کے رضاعی بھائی کا بھی حق ہے۔ آپ نے دوسری طرف کے پستان کو مکمل چھوڑ دیا۔"

و شارفها جرت لبنا فاروت و كانت لا تبض حهم بقطر

ترجمہ: "ان کی اونٹنی بھی دودھ اتار لائی۔ اس نے سیراب کر دیا حالانکہ پہلے وہ انہیں ایک قطرہ دودھ بھی نہیں دیتی تھی۔"

او سرعت الاتان بِهٖ نهوضا فاعجب كل من فى الركب يسرى

ترجمہ: "ان کی گدھی بھی تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگی کارواں میں ہر چلنے والا شخص متعجب ہو گیا۔"

و كانت من وراء القوم ضعفا فصارت عن امام القوم تجری

ترجمہ: "وہ کمزوری کی وجہ سے ساری قوم سے پیچھے تھی۔ وہ اپنی قوم کے آگے آگے چلنے لگی۔"

فقالوا ان لابنك لشأنا اخذت مباركا فثقي بيسر

ترجمہ: "انہوں نے کہا تمہارا یہ فرزند بڑی شان کا مالک ہے۔ تم نے مبارک بچہ لیا ہے خوشحالی پر یقین کر لے۔"

و كان يشب فی شهر كعام اذا اعتبروا و فی يوم كشهر

ترجمہ: "آپ ایک ماہ میں اتنے بڑھ جاتے دوسرے بچے اتنا سال میں بڑھتے۔ جبکہ وہ شمار کرتے تھے۔"

و يصبح دون صبيتهم دهينا كحيلا طيبا من غير عطر

ترجمہ: "دیگر بچوں کے علاوہ آپ وقت صبح یوں اٹھتے کہ آپ کے تیل لگا ہوا ہوتا۔ سرمہ ڈالا گیا ہوتا تھا اور عطر کے بغیر ہی آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔"

و كانوا فی اشد الارض جدبا فعم القطر منها كل قطر

ترجمہ: "ان کی زمین ساری زمینوں سے زیادہ قحط سالی کا شکار تھی۔ ان پر ہر طرف سے عام بارش برسنے لگی۔"

و خلف بيوتهم جبرائيل وافی فشق الصدر منه بغير ضر

ترجمہ: "ان کے گھروں کے پیچھے حضرت جبرائیل نے آپ کو پایا اور کسی تکلیف کے بغیر آپ کا سینہ چاک کیا۔"

والقی معمز الشيطان منه فطهره فنال اتم طهر

ترجمہ: "انہوں نے آپ میں سے شیطان کا حصہ باہر نکال پھینکا اور آپ کو پاک صاف کر دیا۔ آپ نے مکمل ترین پاکیزگی پالی۔"

حشا منه الحشا علما و حلما و ايمانا علی ورع و صبر

ترجمہ: "انہوں نے آپ کے بطن اقدس کو علم اور حلم سے بھر دیا اسے ایمان، تقویٰ اور صبر سے لبریز کر دیا۔"

و اكرمه الا له بشق صدر ووضع الوزر عنه و رفع ذكر

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے آپ کو شق صدر کے ساتھ مختص فرمایا آپ سے بوجھ دور کیا اور آپ کا ذکر بلند کیا۔"

فكان رضا بلا سخط و بذلا بلا بخل و خيرا دون شر

ترجمہ: "آپ غصے کے بغیر راضی تھے۔ بخل کے بغیر سخی اور شر کے بغیر بھلائی پر فائز تھے۔"

له خلق الملائكه وهو خلق من البشر الخصيص بكل بشر

ترجمہ: "آپ ملائکہ کے اوصاف سے متصف تھے۔ آپ کو مخصوص انسانوں سے مکمل خندہ پیشانی کے ساتھ تخلیق کیا گیا۔"

اله العرش ارسله بشيرا نذيرا داعيا لهدًى و يُسر

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے آپ کو بشیر، نذیر ہدایت اور خوشحالی کی طرف داعی بنا کر بھیجا۔"

فابدلنا بهدى بعد جهل و عوضنا بسير بعد عسر

ترجمہ: "آپ نے ہماری جہالت کو ہدایت میں بدل دیا اور تنگ دستی کے بعد ہمیں خوشحالی عطا فرما دی۔"

عليه صلاة رب العرش تندى كما تندى الرياض بكل فجر

ترجمہ: "آپ پر رب تعالیٰ کا سلام اس طرح لگاتار آئے جس طرح وقتِ فجر باغ میں شبنم لگاتار آیا کرتی ہے۔"

يواصل عرفها آلا و صبا كان ثناهم نفحات زهر

ترجمہ: "صبح و شام ان کی خوشبو لگاتار آتی ہے گویا کہ پھول کی مہک ان کی پہچان ہے۔"

امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے:

و بدت فی رضاعه معجزات ليس فيها عن العيون خفاء

ترجمہ: "آپ کی رضاعت میں ایسے معجزات ظاہر ہوئے جن میں آنکھوں کے لیے کوئی خفا نہیں تھا۔"

اذا بته ليتمه مونعات قلن ما فى اليتيم عنا غناءُ

ترجمہ: "آپ کی یتیمی کی وجہ سے دائیوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ایک یتیم سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

فاتته من آل سعد فتاة قد ابتها لفقرها الرضعاء

ترجمہ: "آلِ سعد کی ایک خاتون آپ کے پاس آئیں۔ ان کے فقر کی وجہ سے شیر خواروں نے ان کا انکار کر دیا تھا۔"

ارضعته لبانها و فسقتها و بنيها البانهن الشياء

ترجمہ: "بکریوں نے اپنے دودھ سے آپ کو اور ان کی اولاد کو سیراب کیا اور انہیں خوب سیر کیا۔"

اصبحت شولا عجافا و امست ما بها شائل ولا عجفاءُ

ترجمہ: "صبح کے وقت ان کی اونٹنی کمزور اور ناتواں تھی لیکن شام کے وقت اس میں کمزوری اور ناتوانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔"

اخصب العيش عندها بعد محل اذغدا للنبى منها عذاءُ

ترجمہ: "قحط سالی کے بعد ان کی زندگی خوشگوار ہو گئی۔ جب حضور ﷺ نے وہاں سے غذا تناول فرمائی۔"

يالها منة لقد ضوعف الاجر عليها من حنبها والجزاءُ

ترجمہ: "اس پر تعجب! اس کے اجزا اور جزاء کو دوگنا کر دیا گیا۔ جو کہ اس کے جنس سے تھا۔"

و اذا سخر الالٰہ اناسا لسعید فانھم سعداء

ترجمہ: "جب رب تعالیٰ لوگوں کو کسی سعید کے لیے مسخر کرتا ہے تو وہ سعادت مند ہوتے ہیں۔"

حیث انبتت سنابل والضعیف لدیہ یستشرف الصنعاءُ

ترجمہ: "حتیٰ کہ ان کے ہاں خوشے اگے۔ اور قحط سالی کے زمانہ میں ان کی زندگی خوشگوار ہو گئی۔"

و اتت جدہ و قد فصلتہ و بھا من فصالہ البرحاء

ترجمہ: "ان کی کوشش بر آئی اور انہوں نے دودھ چھڑا دیا اور جب آپ نے دودھ چھوڑ دیا تو انہیں تنگی نے آلیا۔"

اذ احاطت بہ ملائکۃ اللہ فظنت بانھم قرناء

ترجمہ: "جب رب تعالیٰ کے ملائکہ نے آپ کا گھیراؤ کر لیا انہوں نے گمان کیا کہ وہ آپ کے ساتھ شیطان ہیں۔"

و رای وجدھا بہ و من الوجد لھیب تصلی بہ الاحشاء

ترجمہ: "انہوں نے ان کی محبت آپ کے ساتھ دیکھی۔ یہ محبت ایسا شعلہ ہے جو آنتوں کو جلا ڈالتا ہے۔"

فارقتہ کرھا و کان لدیھا ثاویا لا یمل منہ الثواء

ترجمہ: "وہ نا چاہتے ہوئے آپ سے جدا ہو گئے۔ آپ کے پاس تو ایسا مقام تھا جس میں رہنے والے بالکل اکتاتے نہیں ہیں۔"

شق عن صدرہٖ و اخرج منہ مضغۃ عند غسلہ سوداء

ترجمہ: "آپ کا سینہ شق کیا گیا۔ اور اسے دھوتے وقت سیاہ ٹکڑا نکال دیا گیا۔"

ختمتہ یمنی الامین قد ادوع ما لم یذع لہ انباء

ترجمہ: "حضرت جبرائیل امین نے اپنے دائیں ہاتھ سے مہر نبوت لگا دی اور ایسی اشیاء سے بطن اقدس بھر دیا جس سے کوئی آگاہ نہیں۔"

صان اسرارہٖ الختام فلا الفض ملم منہ ولا الافضاء

ترجمہ: "اس مہر نے آپ کے اسرار کو محفوظ کر دیا۔ نہ یہ پھیل سکتے ہیں اور نہ نازل ہونے والا اسے توڑ سکتا ہے۔"

الف النسك والعبادۃ والخلوۃ طفلا و ھکذا النجباء

ترجمہ: "آپ نے نسک، عبادت اور خلوت سے بچپن سے ہی سے محبت کی۔ کریم لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

اذا حلت الھدایۃ قلبا نشطت فی العبادۃ الاعضاء

ترجمہ: "جب ہدایت آپ کے دل میں اتر گئی تو اعضاء عبادت کرنے میں منہمک ہو گئے۔"

تنبیہات

1. بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وزن سے مراد اعتباری وزن ہے اور جھک جانے سے مراد فضیلت میں آپ کا فائق ہونا ہے۔ اور فرشتوں نے یہ عمل اس لیے کیا تھا تاکہ حضور اکرم ﷺ اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور اپنی امت کو بتائیں اور یہ بھی یہی عقیدہ رکھے۔ کیونکہ یہ امور اعتقادیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام برھان الدین بن یوسف علیہ الرحمۃ نے پوچھا انہوں نے مجھے یہ لکھا "یہ حدیث پاک تقاضا کرتی ہے کہ معانی (اوصاف) کو رب تعالیٰ نے ذوات بنایا ہے۔ فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا تھا "انہیں ایک پلڑے میں اور ان کی امت کے ایک ہزار افراد کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔ اس طرح کیا گیا تو آپ بہت زیادہ فضیلت پا گئے گویا دیکھنے والا دیکھ رہا تھا کہ وہ آپ پر گر رہے تھے۔ جب فرشتے نے یہ رجحان دیکھا یہ معنوی اعتبار سے تھا۔ اگر آپ کی امت کے سارے اوصاف ایک پلڑے میں اور آپ کے اوصاف دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں تو آپ کا پلڑا جھک جائے گا۔ ان فرشتوں نے کہا تھا "اگر آپ کا وزن آپ کی ساری امت سے کیا جائے پھر بھی آپ کا پلڑا جھک جائے گا۔ کیونکہ آپ ساری مخلوق سے بہترین ہیں اور رب تعالیٰ نے جو فضائل آپ کو عطا فرمائے ہیں کسی اور کا ان فضائل میں آپ کے برابر ہونا محال ہے۔

2. امام سہیلی نے لکھا ہے۔ "اہلِ عرب کے نزدیک رضاعت کا اجر لینا قابل ستائش نہ تھا۔ حتیٰ کہ یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی "آزاد عورت اپنے پستانوں کی کمائی نہیں کھاتی" "الزھر" میں ہے کہ یہ ضرب المثل اس لیے رائج نہیں ہوگی۔ المفضل الضبی نے کتاب "الفاخر" میں لکھا ہے" آزاد عورت بھوکی مر سکتی ہے لیکن اپنے پستانوں کی کمائی نہیں کھاتی نہ ہی اپنا پردہ چاک کرتی ہے تاکہ اس چیز کا اظہار ہو جائے جس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔" المید انی نے ابوعبید کی اتباع کرتے ہوئے کہا ہے "یعنی وہ دایا نہیں بنتی اگرچہ بھوک اسے اذیت بھی دے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے "لیکن بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بنو سعد میں شرف وقدر والی خاتون تھیں۔ قوم کی معزز خواتین میں سے ایک تھیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نبی ﷺ کی رضاعت کے لیے منتخب کیا تھا۔ جس طرح کہ اس نے آپ کے لیے معزز پیٹ اور مکرم اصلاب منتخب فرمایا۔ رضاعت نسب کی مانند ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت حلیمہ اور ان کی قوم کی دیگر خواتین نے رضاعت کا اجر صرف اس لیے طلب کیا کیونکہ قحط کی وجہ سے سخت حالت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

3. حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے ایسا حمل نہیں دیکھا جو مجھے آپ کے حمل سے زیادہ ہلکا لگے۔" اس سے یہ امر ذہن میں آتا ہے کہ شاید انہیں آپ ﷺ سے علاوہ بھی حمل ہوا ہو۔ ابن سعد نے صراحت سے یہ لکھا ہے کہ حضرت اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا "میں اولاد سے حاملہ ہوئی لیکن کوئی

حمل آپ سے زیادہ ہلکا نہ تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ امام واقدی نے فرمایا ہے "یہ امر ہمارے ہاں معروف نہیں ہے۔ نہ ہی یہ اہلِ علم کے ہاں مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اولاد نہ ہوئی۔ امام واقدی نے امام زھری سے روایت کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ میرے بطن اقدس میں تھے اور میں نے آپ کی ولادت کے وقت کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔" دوسری روایت میں ہے "نہ ہی مجھے احساس ہوا اور نہ ہی اس طرح بوجھ محسوس ہوا جس طرح خواتین بوجھ محسوس کرتی ہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے "اسحاق بن عبداللہ، ابن ابی طلحہ کے بھائی تھے یہ روایت مرسل ہے۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبداللہ سے ایک حمل ضائع ہوگیا ہو۔ انہوں نے اس سے اس کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اس طرح مختلف روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔ بشرطیکہ ہم امام واقدی کا قول قبول کرلیں۔ سبط بن جوزی نے اپنے معمول کے مطابق لکھا ہے کہ علماء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور حمل سے حاملہ نہیں ہوئی تھیں۔ حضرت آمنہ نے مبالغہ کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے یا اس لیے اتفاقاً واقع ہوا ہے۔

لیکن ابن جوزی کے کلام کا شگاف کسی پر مخفی نہیں ہے۔ جس طرح میں نے مختلف اقوال جمع کیے ہیں وہ زیادہ بہتر ہے۔

❁❁❁

آپ کے اسماء مبارکہ اور کنیت

علماء کرام نے اس موضوع پر الگ الگ تصانیف لکھی ہیں۔ان کے بارے مختلف اشعار لکھے ہیں۔ان میں سے ایک مفسر، امام ابوعبداللہ قرطبی ہیں۔اسی طرح امام علامہ زینی عبدالباسط بن امام بدرالدین بلقینی نے اپنے قصیدہ صیحہ میں اسماء مصطفی ﷺ اور ان کی شرح اس طرح نظم کی ہے کہ کسی اور شاعر نے یوں نظم نہیں کی۔انہوں نے اس کا نام ''الاصطفاء'' اور ''الوفاء فی شرح الاصطفاء'' رکھا ہے۔لیکن انہوں نے اسماء گرامی کو حروف تہجی کے اعتبار سے نہیں لکھا۔بلکہ اتفاق سے جو اسم مبارک آگیا اس کو نظم کر دیا۔لیکن اس اعتبار سے سب سے عمدہ کام الشیخ نے الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ میں کیا ہے۔میں نے اس جگہ ان دونوں کتابوں کا خلاصہ لکھا ہے۔اس کے ساتھ جلاء الافہام اور زاد المعاد میں سے بہت سے اضافے کیے ہیں۔اسی طرح میں نے حافظ ابوالخیر السخاوی کی تصنیف لطیف ''القول البدیع'' اور امام القسطلانی کی مواھب سے استفادہ کیا ہے۔اس طرح اس میں چار ابواب شامل کیے ہیں۔

❁❁❁

پہلا باب

مقدمہ

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ کثیر اسماء اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ مسمّٰی عظیم اور بلند شان والا ہے۔ یہ خصوصی عنایت اور شان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لیے تم دیکھو گے کہ عرب کے کلام میں مسمیات کے اسماء ارادہ اور جان بوجھ کر زیادہ رکھے گئے ہیں۔ امام نووی نے لکھا ہے "جن اسماء کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان میں سے اکثر صفات ہیں مثلاً عاقب، حاشر۔ لیکن ان پر اسم کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے۔" "الاصطفاء" میں ہے "اگر یوں کہا جائے کہ ان اسماء پر صفات غالب ہیں جیسے کہ ماحی، مختار وغیرہ تو میں اس کا جواب یوں دوں گا کہ صفات پر اسماء کا اطلاق بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں ذوات کو پہچاننے اور ان میں سے امتیاز کرنے میں شریک رہیں اور غالباً اسی طرح ہوتا ہے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اگر آپ کی صفات سے آپ کے اسماء مبارکہ مشتق ہوں تو ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔ ابن قیم نے لکھا ہے "کیونکہ جب آپ کے اسماء آپ کے اوصاف مدح ہوں تو آپ کا ہر وصف آپ کا اسم ہوگا۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم اس آپ کے وصف میں امتیاز کریں جو آپ کے ساتھ مختص ہے یا غالب میں اس کا اطلاق آپ پر ہوتا ہے۔ یا آپ کا اسم اس سے مشتق ہو اور اس وصف میں فرق کریں جو مشترک ہو۔ اور اس سے آپ کے لیے ایسا اسم نہ ہو جو آپ کے ساتھ مختص ہو۔"

الشیخ نے لکھا ہے "ان اسماء میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اسم کے لفظ سے وارد نہیں بلکہ وہ مصدر یا فعل کے صیغے پر ہیں۔ قاضی اور ابن دحیہ وغیرھما نے اس کا اعتبار کیا ہے جمہور اصحاب الحدیث نے رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں اس امر کا خصوصی اعتبار کیا ہے۔" ابن قیم نے لکھا ہے "کیونکہ اسماء معانی کے قالب ہوتے ہیں۔ ان پر دلالت کرتے ہیں اس لیے حکمت کا تقاضا ہے کہ قوالب اور معانی کے مابین ربط اور نسبت ہو۔ یہ اس اجنبی کی طرح نہ ہوں۔ جس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ حکیم کی حکمت ان کا انکار کرتی ہے۔ واقع اس کے خلاف گواہی دیتا ہے بلکہ حسن، قبح، ثقل، لطافت اور کثافت میں اسماء کی تاثیر مسمیات میں اور مسمیات کی تاثیر اسماء میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

و قل ان ابصرت عیناك ذالقب   الا و معناه ان فكرت فی لقبه

اگر تم اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہو تو پھر غور کرو کہ حضور ﷺ کے اوصاف سے آپ کے اسماء کیسے مشتق کر لیے

گئے جو ان کے معانی کے مطابق ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ کو آپ کی تعریف کو متضمن رکھا ہے۔ آپ کے ذکر کی تعریف میں اپنے شکر کی عظمت کو پیش نظر رکھا ہے۔"

بعض علماء نے فرمایا ہے "اسماء اسم کی جمع ہے اسی سے مراد وہ کلمہ ہے جسے اہلِ عرب مسمّٰی کے مقابلہ میں بنا لیتے ہیں۔ جب اسے بولا جاتا ہے تو اس سے اس مسمّٰی کا معنی سمجھا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے چار امور کی رعایت لازم ہے۔

① اسم ② مسمّٰی ③ مسمّی ④ تسمیہ

اسم وہ لفظ ہے جسے کسی ذات پر دلالت کرنے کے لیے بنایا جائے تاکہ اس کی پہچان ہو سکے یا وہ اپنے ماسواء سے مختص ہو سکے۔ مثلاً زید کا لفظ۔ مسمّٰی وہ ذات ہوتی ہے۔ جو اس اسم سے مقصود ہوتی ہے۔ جیسے کہ زید کی شخصیت مسمّی سے مراد اس لفظ کو وضع کرنے والا ہوتا ہے۔ تسمیہ سے مراد اس لفظ کو اس ذات سے مختص کرنا ہوتا ہے۔ وضع سے مراد اس لفظ کو اس معنی کے ساتھ مختص کرنا ہوتا ہے کہ جب اسے بولا جائے یا محسوس کیا جائے تو اس سے وہی معنی سمجھا جائے۔

تنبیہ

امام غزالی نے اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے۔ الحافظ نے اسے رقم کیا ہے کہ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم ایسا اسم رکھیں جو آپ کے آباء نے نہ رکھا ہو نہ ہی اسے آپ نے بنفس نفیس رکھا ہو۔ واللہ اعلم

دوسرا باب

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "میرے پانچ اسماء ہیں"

حضرت جبیر بن مطعم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابوموسیٰ، حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہم سے یہ روایت مروی ہے۔ حضرت جبیر سے ان کے لختِ جگر محمد اور نافع سے روایت کیا ہے محمد نے امام زہری سے اور ان سے ایک مخلوق نے جن میں سفیان بن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ، معمر بن راشد، مالک بن انس اور محمد بن میسرہ شامل ہیں نے روایت کیا ہے۔

حضرت سفیان کی روایت

امام احمد، امام مسلم اور امام ترمذی جامع اور شمائل میں روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: "میرے پانچ اسمائے مبارکہ ہیں۔ میں محمد عربی (فداہ روحی) ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں وہ الماحی ہوں جس کے ذریعہ رب تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میں الحاشر ہوں۔ لوگوں کو میرے قدموں پر اٹھایا جائے گا۔ میں العاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اس روایت کے الفاظ جسے شیخان اور دارمی نے شعیب سے روایت کیا ہے۔ مذکورہ بالا روایت کی طرح ہیں۔ اسی طرح شیخان کی وہ روایت جو انہوں نے اور الطبرانی نے معمر سے نقل کی ہے۔ وہ اسی روایت کی طرح ہے لیکن وہیں "خمسۃ" کے لفظ کا تذکرہ نہیں۔ محمد بن جبیر کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرے پانچ اسمائے گرامی ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں وہ ماحی ہوں میرے ذریعہ رب تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں۔ رب تعالیٰ لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کرے گا۔ میں العاقب ہوں۔"

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ یحییٰ نے اسے مرسل بنایا ہے۔ انہوں نے اسے معن بن عیسیٰ وغیرہ سے متصل روایت کیا ہے۔ دارقطنی نے اسے اوہام مالک میں ذکر کیا ہے۔

اسے امام بخاری نے متصل روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الحافظ نے کہا ہے کہ معن بن عیسیٰ نے مالک سے متصل روایت کیا ہے۔ اکثر محدثین نے اسے مالک سے، زہری سے محمد بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے۔ یہ معنی میں اس روایت کے ساتھ متصل ہوگئی ہے جو مالک سے مروی ہے جسے اسماعیلی کے نزدیک جویریہ بن اسماء نے اور محمد بن مبارک نے عبداللہ بن نافع عن ابی عوانہ روایت کیا ہے۔ دارقطنی نے اسے الغرائب میں مالک سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ مالک کے اکثر ساتھیوں نے اسے مرسل روایت کیا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ امام مالک کے علاوہ بھی اس کا متصل ہونا معروف ہے۔ یونس بن زید اور عقیل، معمر نے اسے متصل روایت کیا ہے۔ ان سے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح شعبہ سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے عیینہ سے اور امام ترمذی نے بھی انہی سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے امام زھری سے روایت کیا۔ محمد بن میسرہ کے الفاظ یہ ہیں "میرے پانچ اسمائے گرامی ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں الماحی ہوں، رب تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں الحاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ اٹھیں گے۔ میں العاقب یعنی الخاتم ہوں۔" (امام بیہقی)

نافع بن جبیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: "میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، ماحیؑ خاتم اور عاقب ہوں۔" (امام احمد، بیہقی، ابونعیم)

الشیخ نے لکھا ہے کہ اس طرح اسمائے گرامی تعداد میں چھ ہیں۔ اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ "خمیس" کا لفظ آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے صرف "لی اسماء" فرمایا ہے۔ جبیر نے ان میں سے ان کا تذکرہ کیا جن کا تذکرہ کیا۔ یا ان سب کا تذکرہ کیا لیکن راوی نے بعض یاد رکھے۔ عبدالملک بن مروان نے نافع سے کہا "کیا تم ان اسماء گرامی کو شمار کر سکتے ہو جنہیں حضرت جبیر بن مطعم شمار کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہاں! وہ چھ اسماء گرامی ہیں وہ درج ذیل ہیں: "محمد، احمد، خاتم، حاشر، عاقب، ماحی۔"

حاشر سے مراد یہ ہے کہ آپ قرب قیامت کے نزدیک مبعوث ہوئے۔ تمہیں رب تعالیٰ کے سخت عذاب سے ڈرایا۔ عاقب سے مراد یہ ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ ماحی سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ آپ کے طفیل آپ کے پیروکاروں کی برائیاں مٹا دے گا۔" اس روایت کو یعقوب بن سفیان نے ثقہ آدمیوں سے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح لکھا ہے۔ جبکہ امام بیہقی اور ابونعیم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے یہ مرسل ہے لیکن اس کی سند حسن ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ روایت متصل ہے۔ نافع نے اسے اپنے والد گرامی سے نقل کیا ہے۔ لیکن عبدالملک کے سابقہ قول کی وجہ سے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا جنہیں حضرت جبیر شمار کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت

انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں احمد ہوں، میں محمد ہوں۔ میں حاشر ہوں، لوگوں کو میرے قدموں پر اٹھایا جائے گا۔ میں ماحی ہوں۔ رب تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹا دے گا۔ روز حشر لواءِ حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں مرسلین کا امام ہوں گا۔ میں ان کا شفیع ہوں گا۔"

دوسری اسناد میں یہ روایت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، علی المرتضیٰ، اسامہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے

مروی ہے۔ابن عدی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ کے ہاں میرے دس اسماء ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، رب تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں عاقب ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں حاشر ہوں، مخلوق میرے ہمراہ میرے قدموں پر اٹھے گی۔ میں رسول الرحمۃ ہوں، میں رسول التوبۃ ہوں۔ میں رسول الملاحم ہوں۔ میں مقفی ہوں۔ میں سب انبیاء سے بعد میں آیا ہوں۔ میں قثم یعنی کامل ہوں۔“ اس روایت میں ابوالبختری وھب بن وھب ہے جو متہم ہے۔

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ”ایک دن حضور ﷺ کہیں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔حتیٰ کہ ہم یہودیوں کے کنیسہ میں داخل ہو گئے۔اس دن ان کی عید تھی۔انہوں نے ہمارا داخل ہونا ناپسند کیا۔آپ نے ان سے فرمایا: ”اے گروہِ یہود! بخدا! میں حاشر ہوں، میں عاقب ہوں، میں مقفی ہوں، خواہ تم ایمان لاؤ یا جھٹلاؤ۔“ پھر آپ واپس آ گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔(ابونعیم)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے ہمارے لیے اپنے نام یاد فرمائے۔ان میں نے بعض ہمیں یاد رہ گئے ہیں۔آپ نے فرمایا: ”میں محمد ہوں، میں احمد، مقفی، حاشر، نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔“ (ابونعیم اور المحاملی)

امام احمد اور امام مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت لکھی ہے ”ان اسماء میں سے بعض ہمیں یاد رہ گئے۔ بعض کو ہم یاد نہ رکھ سکے۔آپ نے فرمایا: ”میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، میں عاقب ہوں، میں عاقب اور مقفی ہوں۔میں نبی الرحمۃ والتوبۃ والملحمۃ“ امام مسلم کی روایت میں ہے ”و نبی الملحمۃ“

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ”مدینہ طیبہ کے ایک رستہ میں میں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی۔آپ نے فرمایا: ”میں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں نبی الرحمۃ، نبی التوبۃ ہوں۔میں مقفی ہوں، میں حاشر اور نبی الملاحم ہوں۔“ (امام احمد، امام ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے مدینہ طیبہ کی ایک گلی میں حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”آپ نے فرمایا: ”میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، میں مقفی اور نبی الرحمۃ ہوں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں احمد ہوں، میں محمد، حاشر، مقفی اور خاتم ہوں۔“

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے دس اسماء ہیں۔“ حضرت طفیل نے فرمایا ”مجھے صرف آٹھ نام یاد رہ گئے ہیں دو بھول گئے ہیں۔آپ نے فرمایا: ”میں محمد، احمد، الفاتح، الخاتم، ابوالقاسم، الحاشر، العاقب، الماحی ہوں جس کے ذریعے رب تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔“ سیف بن وھب نے کہا ”میں نے یہ روایت ابوجعفر سے بیان کی۔انہوں نے کہا: ”سیف! کیا میں تمہیں وہ دو اسماء نہ بتاؤں۔“ میں نے کہا ”ضرور! انہوں نے کہا: ”وہ طٰہٰ اور یٰس

ہیں۔" (ابن مردویہ، ابونعیم، الدیلمی)

ابن دحیہ نے لکھا ہے "یہ سند کسی چیز کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث وضع کرنے والوں کے ارد گرد گھومتی ہے۔ ابو یحیٰ ضعیف ہے۔ یہی سیف ہے الشیخ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ مگر اس طرح نہیں ہے۔ ابو یحیٰ تیمی دو ہیں ایک اسماعیل بن یحیٰ ہے۔ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ اس سے روایت نہ لینے پر اجماع ہے۔ اس سند میں یہ نہیں ہے۔ دوسرا ابو یحیٰ اسماعیل بن ابراہیم التیمی ہے۔ یہ ابن عساکر کی روایت ہے الحافظ نے تقریب میں اسے ضعیف کہا ہے۔

فصل

امام محدث ابو عبداللہ احمد بن محمد العرفی اور ابو العباس قرطبی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا۔ "لِی خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ" جب رب تعالیٰ نے آپ کو بقیہ اسماء سے آگاہ نہ فرمایا تھا۔ ابن عساکر نے اس کے دو احتمال لکھے ہیں:

- شاید یہ حضور ﷺ کے الفاظ نہ ہوں۔ جیسا کہ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ لیکن الحافظ نے لکھا ہے کہ حدیث پاک میں یہ الفاظ صراحۃً موجود ہیں "اِنَّ لِی خَمْسَةَ اَسْمَاءٍ"
- یہ حضور اکرم ﷺ کے الفاظ ہی ہوں لیکن ان سے حصر مراد نہ ہو۔ آپ نے پانچ کو ذکر کے لیے مختص فرمایا ہو۔ یا اس لیے کہ سامع ان کے علاوہ دیگر اسماء کو جانتا تھا۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "میرے پانچ نام فضیلت اور عظمت والے ہیں۔ یا آپ نے ان کی شہرت کی وجہ سے انہیں ترک کیا۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "میرے پانچ نام مشہور ہیں"۔ اس کے علاوہ دیگر احتمالات بھی ہیں اس احتمال کا ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ الحافظ نے یہ اضافہ کیا ہے "یا اس سے مراد یہ ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ جو میرے ساتھ مختص ہیں مجھ سے قبل یہ کسی کے نام نہ تھے۔"

القاضی نے لکھا ہے "ان اسماء گرامی کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ کتب قدیمہ میں موجود تھے۔ سابقہ امم کے علماء انہیں جانتے تھے۔" لیکن قاضی صاحب کی گرفت یہ کہہ کر لی گئی ہے کہ سابقہ کتب میں آپ کے اسماء اس سے کہیں زائد تھے۔" الشیخ نے لکھا ہے "لی خمسۃ اسماء" اس کے منافی نہیں کہ آپ کے اسماء اس سے زائد نہ ہوں کیونکہ اصول کے قواعد میں سے ہے کہ عدد میں تخصیص نہیں ہو سکتی۔ کتنی ہی احادیث میں ایک تعداد کا تذکرہ ہے۔ لیکن اس سے مراد حصر نہیں ہے۔ جیسے کہ یہ روایت ہے کہ سات افراد کو رب تعالیٰ روز حشر کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔ احادیث میں ان سے زائد کا بھی تذکرہ ہے۔ میں نے ان کی تعداد ستر شمار کی ہے۔"

✿✿✿

تیسرا باب

شرح اسماء النبی ﷺ

قاضی ابوبکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ بعض صوفیاء کرام نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں۔ حضور ﷺ کا صرف ایک نام مبارک ہے۔ میں کہتا ہوں ''آپ کے پانچ سو ناموں سے تو میں آگاہ ہوں۔ اب میں ان کا خلاصہ ذکر کرنے لگا ہوں۔ میں بطور رموز قاضی کے لیے ''یا'' العزفی کے لیے ع، ابن دحیہ کے لیے ''د'' ابوالفتح ابن سید الناس کے لیے ''ح'' امام سیوطی کے لیے ''ط'' امام سخاوی کے لیے ''خا'' شیخ عبدالباسط بلقینی کے لیے ''عا'' استعمال کروں گا جبکہ بقیہ علماء کرام کے ناموں کی تصریح کروں گا۔

محمد ﷺ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: ''اور نہیں محمد مگر رسول۔''

ابن قیم نے لکھا ہے۔ یہ علم اور صفت ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے حق میں دونوں امر جمع ہیں۔ اگرچہ یہ آپ کے علاوہ جن لوگوں کا نام رکھا جاتا ہے وہ صرف علم ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے اسمائے گرامی کی یہی شان ہے۔ یہ ایسے اعلام ہیں۔ یہ ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جن میں مدح کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ان میں علمیت اور وصف میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن مخلوق کے ناموں کی کیفیت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ، الخالق، البارئ، المصور، القہار۔ یہ اسمائے مبارکہ رب تعالیٰ کے نام ہیں اور یہ رب تعالیٰ کی صفات پر بھی دلالت کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے اسماء گرامی بھی ہیں اگر یہ صرف علم ہوتے تو ان کا ایسا معنی نہ ہوتا جو مدح پر دلالت کرتا۔

''محمد'' دراصل اسم مفعل ہے یہ ''الحمد'' سے مشتق ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے۔ یہ محمود کی ثناء، محبت، اجلال اور تعظیم کے معنی کو متضمن ہے۔ حمد کی حقیقت بھی یہی ہے۔ یہ معظم اور مبجل کی طرح عین کلمہ کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یہ بناء کثرت کے لیے وضع کی گئی ہے۔ اگر اس سے اسم فاعل مشتق کیا جائے تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جس سے حمد کا فعل کثرت سے صادر ہو۔ مثلاً معلم، مفہم، مفرح وغیرہ۔ اگر اس سے اسم مفعول مشتق کیا جائے تو اس سے مراد وہ ذات ہوگی

جس پر یکے بعد دیگرے لگا تار کثرت سے اس فعل کا صدور ہوا۔ یا اس سے مراد وہ ذات ہوگی جو حمد کی مستحق ہو خواہ استحقاقاً ہو یا وقوعاً۔ "محمد" سے مراد وہ ذات ہے جس کے لیے تعریف کرنے والوں کی بہت زیادہ تعریف ہو۔ یہ تعریف یکے بعد دیگرے پیہم ہو۔ جیسے کہ الاعشٰی نے کہا ہے:

الیك ابیت اللعن كان و جیفها الى الماجد القرم الجواد المحمّد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تمہیں لعنت سے بچائے اس کی ڈور ایسے شخص کی طرف ہے جو معزز ہے۔ بڑا سردار ہے۔ سخی ہے اور جس کی بار بار تعریف کی جاتی ہے۔"

یعنی اس کی بار بار تعریف کی جاتی ہے یا جس میں خصائل محمودہ مکمل ہیں۔ آپ نام مبارک آپ کے اسمائے گرامی میں سے مشہور اور جلیل ہے۔ اس لیے یہ کئی اعتبار سے مخصوص ہے۔

1. کسی کافر کا اسلام مکمل نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اس اسم مبارک کو پڑھ لے۔ وہ "محمد رسول اللہ" کہے گا تو اس کا اسلام صحیح ہوگا۔ "احمد" کہنا کافی نہیں ہے۔ لیکن امام حلیمی نے جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ "ابوالقاسم" کا اضافہ کرلے۔
2. تشہد میں یہی نام استعمال کرنا ضروری ہے۔ تشہد میں احمد یا اور کوئی نام لانا درست نہیں ہے۔ اسی طرح خطبہ میں بھی اسی نام نامی کو لایا جا سکتا ہے۔
3. اس کے چار حروف ہیں تا کہ رب تعالیٰ کے اسم کے ساتھ اس کی موافقت ہو سکے۔ اس اسم کریم کے بھی چار حروف ہیں۔
4. رب تعالیٰ نے اپنے عرش پر اپنے نام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک لکھا ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ نام اپنے مبارک اسم محمود سے مشتق کیا ہے جیسے کہ حضرت حسان بن ثابت نے لکھا ہے۔

و ضم الاله اسم النبی الى اسمه اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد
و شق له من اسمه لیجله فذو العرش محمود و هذا محمد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا نام پاک اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ جب کہ مؤذن پانچ بار نماز میں اشہد کہتا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کا نام اپنے اسم گرامی سے مشتق کیا تا کہ آپ کو عظمت عطا کرے۔ عرش والا محمود ہے یہ محمد ہیں۔"

امام بخاری نے اپنی تاریخ الصغیر میں علی بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جناب ابوطالب کہتے ہیں:

فشق له من اسمه لیجلّه فذو العرش محمود و هذا محمد

6. کسر اور بسط کے ساتھ ضرب دینے سے مرسلین کی تعداد نکل آتی ہے۔ مرسلین کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ اس میں

دو میم ہیں۔ دوسری میم مشدد ہے جو دو حروف ہیں۔ جب میم کو توڑا جائے تو یہ ہی میم بنتی ہے۔ ہر میم تکسیر میں تعداد میں ۹۰ ہوتی ہے۔ جبکہ میم کا عدد ۴۰ اور یاء کا ۱۰ ہے۔ یہ ۲۷۰ بن گئے۔ جبکہ دال کے اعداد ۳۵ ہیں کیونکہ "د" کے ۳۵ الف کا ایک عدد ہے۔ لام کے تیس اعداد ہیں۔ حاء کے آٹھ اعداد ہیں اس میں تکسیر نہیں ہے۔

- جنت میں حضرت آدم کی کنیت ابو محمد ہوگی۔ ساری اولاد کو چھوڑ کر کنیت آپ کے نام پر ہوگی۔
- ابن العماء نے "کشف الاسرار" میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان آپ کا ذکر کرتے تھے اس لیے ان کے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا گیا۔
- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آپ کے نام مبارک سے رواں ہوئی۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ میم سے مراد کفر کا اسلام سے مٹ جانا ہے۔ یا اس مراد اس شخص کی برائیوں کا مٹ جانا ہے۔ جو آپ کی اتباع کرے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر احسان فرمایا اور ان میں آپ کو مبعوث فرما دیا۔ ارشادِ پاک ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: "یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر۔"

یا میم سے مراد آپ کے طفیل آپ کی امت کو ملک نصیب ہونا ہے۔ یا اس سے مراد مقام محمود ہے۔ "الحاء" سے مراد رب تعالیٰ کے حکم سے آپ کا حکم مخلوق میں رواں ہونا ہے یا اس سے مراد آپ کے ذریعے امت کو حیاتِ نو عطا کرنا ہے۔ دوسری میم سے مراد آپ کی امت کی مغفرت ہے۔ دال سے مراد داعی الی اللہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ۔ (الاحزاب: ۴۶)

ترجمہ: "دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے۔"

"محمد" کے لفظ کی اس خاص شکل کے بارے کہا گیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مخلوق کو اسی شکل پر پیدا فرمایا ہے۔ میم صورت میں انسان کے سر کی طرح ہے۔ حاء دونوں ہاتھوں کی طرح ہے الحاء کا باطن انسان کے بطن کی طرح اور اس کا ظاہر اس کے ظاہر کی طرح ہے۔ مخرج میم کی طرح ہے۔ دال انسان کی دونوں ٹانگوں کی طرح ہے۔ اس کے بارے کسی شاعر نے یوں کہا ہے:

له اسم صوّر الرحمان ربی	خلائقه علیه کما تراه
له رجل و فوق الرجل ظهر	و تحت الراس قد خلقت یداه

ترجمہ: "آپ کے اسم مبارک پر رب رحمان نے اپنی مخلوق کو تخلیق کیا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس کی ٹانگیں ہے، ٹانگوں کے اوپر پشت ہے۔ اور سر کے نیچے اس کے ہاتھ تخلیق کیے گئے ہیں۔"

مگر یہ تکلف ہے۔ قاضی نے لکھا ہے کہ آپ کے نام محمد اور احمد ہونے میں عجیب وغریب علامات اور خصائص ہیں۔ آپ کے زمانہ سے قبل رب تعالیٰ نے اس امر کا تحفظ فرمایا کہ کوئی شخص محمد یا احمد نام نہ رکھے۔ وہ احمد نام مبارک جو سابقہ کتب میں تھا۔ جس کے ذریعہ انبیائے کرام نے بشارت دی تھی۔ رب تعالیٰ نے اپنی حکمت سے منع کر دیا تھا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور یہ نام رکھے۔ نہ ہی کسی دعویٰ کرنے والے نے اس کا دعویٰ کیا تاکہ کسی کمزور شخص کے دل میں التباس یا شک پیدا نہ ہو۔ محمد نام کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اہل عرب یا دیگر لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ نام نہ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کی ولادت سے قبل یہ امر مشہور ہو گیا کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ جس کا نام نامی "محمد" ہوگا۔ الطبرانی اور البیہقی نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد سے پوچھا گیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام جاہلیت میں محمد کیوں رکھا۔ انہوں نے کہا "میں بنو تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ ہم پانی کے کنوئیں پر فروکش ہوئے۔ ایک راہب نے ہمیں دیکھا۔ اس نے کہا: "عنقریب تم میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ ہم جلدی سے اس کی طرف گئے۔ اس سے پوچھا "ان کا نام کیا ہوگا؟" اس نے کہا: "محمد" جب ہم واپس آئے تو رب تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک بیٹا عطا فرمایا اس نے اس کا نام محمد رکھا۔

وہ افراد زمانہ جاہلیت میں جن کا نام محمد رکھا گیا ان کی تعداد بیس سے کم ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ حفاظت کی کہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہ کیا۔ نہ کسی کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ نہ ہی کسی پر ایسی علامات کا ظہور ہوا۔ حتیٰ کہ یہ امر ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے متحقق ہو گیا۔

1. محمد بن احیحہ۔ عبدان بن عثمان الحافظ نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے انہی کا نام محمد رکھا گیا۔"
2. محمد بن اسامہ بن مالک۔
3. محمد بن البرّ
4. محمد بن حارث بن حدیج
5. محمد بن حرماز
6. محمد بن حمران بن ابی حمران
7. محمد بن حزاعی بن علقمہ بن خزابہ
8. محمد بن خولی
9. محمد بن سفیان بن مجاشع۔ یہ مشہور شاعر فرزوق کے دادے کا دادا تھا۔ "العیون" میں ہے کہ یہ اس کا دادا تھا لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے۔
10. محمد بن عدی بن ربیعہ بن سواد
11. محمد بن عقبہ بن احیحہ۔ الحافظ نے کہا ہے "مجھے معلوم نہیں کہ کیا اس سے مراد محمد بن احیحہ ہے۔ اور اب اس کی نسبت دادا کی طرف کر دی گئی ہے یا یہ دو علیحدہ ہیں۔
12. محمد بن عمر بن مغفل
13. محمد بن الیحمد۔ یمن کے ماہرین نسب یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی کا نام محمد رکھا گیا۔

◆ محمد بن یزید بن عمرو بن ربیعہ۔ ◆ محمد الاسدی ◆ محمد الفقیمی۔

امام سہیلی نے تین افراد پر اکتفاء کیا ہے۔ قاضی نے سات افراد کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں محمد بن مسلمہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن دحیہ نے محمد بن عتوارہ کا ذکر کیا ہے۔ دراصل یہ محمد بن البرئی ہے۔ اس کے جداعلیٰ کی طرف اسے منسوب کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے صرف محمد بن ربیعہ نے اسلام پایا اور اسے قبول کیا۔ ابن سعد، البغوی، بلاذری، ابن سکن، ابن شاہین وغیرہم نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ ابن الشیر نے ان کے بارے توقف کیا ہے۔ لیکن اس توقف کی کوئی وجہ نہیں۔ محمد بن مسلمہ سے مراد محمد بن حارث ہیں۔ الحافظ نے ''الاصابۃ'' کی تیسری قسم میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ بلقینی نے اپنی شرح میں انہیں یوں نظم کیا ہے۔

ان الذین سموا باسم محمد — من قبل خیر الخلق ضعف ثمان
ابن البر مجاشع بن ربیعہ — محمد ابن سلم محمدی حزمان
لیثی ھو السلمی و ابن اسامۃ — سعدی و ابن سوادۃ ھمدان
و ابن الجلاح مع الاسیدی یأفتی — ثم الفقیمی ھکذا الحمران

ترجمہ: ''حضور ﷺ کی ولادت با سعادت سے قبل سولہ افراد کا نام محمد رکھا گیا تھا۔ وہ درج ذیل ہے۔ ابن البر، مجاشع بن ربیعہ ابن مسلم، خزمان، لیثی یہ سلیمی ہے ابن اسامہ، سعدی، ابن سوادہ ہمدان اے نوجوان ابن الجلاح الاسیدی کے ساتھ پھر فقیمی اسی طرح حمران۔''

ابن مسلم سے مراد ابن مسلمۃ ہے۔ ضرورت کے لیے اس میں ترخیم کی گئی ہے۔ قاضی نے انہیں ذکر کرنے میں ان کی اتباع کی ہے۔ لیکن الفتح اور الزھر میں ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت سے پندرہ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ قاضی کی مراد یہ ہے کہ جو جاہلیت میں پیدا ہوا اور جس کا نام محمد رکھا گیا۔ ابن مسلمہ ان میں سے ہیں الشیخ عبدالباسط نے محمد بن حارث کا تذکرہ نہیں کیا۔ حزمان سے مراد محمد بن حزمان ہے۔ انہوں نے شرح شفاء از حلبی کی اتباع کی ہے۔ وہاں ''الاشارہ از المغلطای'' سے نقل کیا گیا ہے۔ میں نے الاشارہ کے کئی نسخوں میں اسے محمد بن حرماز پڑھا ہے۔ اسی طرح مغلطای نے الزھر میں الحافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔

آپ ﷺ کا نام ''محمد'' کیوں رکھا گیا۔ اس کے متعلق امام بیہقی اور ابوعمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا ''آپ نے اس بچے کا نام محمد کیوں رکھا ہے اور اس کے آباء کے ناموں سے اعراض کیوں کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ آسمان میں رب تعالیٰ اور زمین میں لوگ اس کی تعریف کریں گے۔'' اس خواب کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جو آپ کے دادا جان نے دیکھی تھی۔ اس اسم گرامی کی برکات یہ ہیں کہ ابونعیم نے الحلیۃ میں حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے رب تعالیٰ

کی نافرمانی ایک سو سال تک کی تھی۔ پھر وہ مرگیا۔ لوگوں نے اسے گندگی پر پھینک دیا۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر وحی کی "اسے گندگی سے اٹھاؤ۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! بنو اسرائیل یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے ایک سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔" رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی "حقیقت اسی طرح ہے مگر یہ جب بھی تورات کھولتا تھا۔ اسم محمد کو دیکھتا تھا۔ اسے چوم لیتا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا۔ میں نے اس کی قدردانی کی۔ اس کے گناہ معاف کر دیے اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا ہے۔" روایت ہے کہ جنت میں حضرت آدم کی کنیت ابومحمد تھی۔ اس روایت کو ابن عدی، ابوالشیخ، ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور امام بیہقی، ابن عساکر اور ابن عدی نے اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے حضرت کعب سے، ابوالشیخ نے بکر بن عبداللہ المزنی سے اور ابن عساکر نے غالب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں سارے اہل جنت کو ان کے اسماء سے پکارا جائے گا سوائے حضرت آدم کے۔ انہیں ابومحمد کی کنیت سے یاد کیا جائے گا تاکہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کا اظہار ہو سکے۔

مختلف اشیاء پر اسم گرامی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اس روایت کو ابویعلیٰ اور الطبرانی نے ذکر کیا ہے۔ جبکہ امام بزار نے اس روایت کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ میں جب بھی کسی آسمان پر سے گزرتا تو میں دیکھتا کہ میرا نام وہاں لکھا ہوتا وہاں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوتا۔" الشیخ نے لکھا ہے کہ یہ روایت حسن ہے کیونکہ اس کے طرق کثیر ہیں۔ میں نے اس کی تشریح "اتحاف اللبیب بیان ماوضع فی معراج الحبیب ﷺ" میں کر دی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جنت کے دروازے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا ہے۔

الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت سے، عقیلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمان سے آیا تھا۔ انہوں نے وہ انگوٹھی اپنی انگلی پر پہن لی۔ اس پر رقم تھا۔ "انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی و رسولی" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔" ابن عساکر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں پر لکھا ہوا تھا: "محمد رسول اللہ خاتم النبیین"

البزار نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے، امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے الخرائطی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اس طرح امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ جس کنز کا ذکر رب تعالیٰ نے کیا ہے وہ

ٹھوس سونے کی ایک تختی تھی۔ وہاں لکھا ہوا تھا "بسم اللہ الرحمان الرحیم" مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے۔ پھر وہ تھکتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو آگ کا ذکر کرتا تھا۔ پھر ہنستا ہے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو یاد کرتا ہے پھر غافل رہتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

ابن ظفر نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک پتھر پر عبرانی خط میں یہ لکھا ہوا پایا "باسمك اللهم! واضح عربی زبان میں لکھا تھا۔ حق تمہارے رب کی طرف سے آ گیا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے لکھا تھا۔ ابن طغربل نے اپنی کتاب "النطق المفہوم" میں ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے جزیرہ میں ایک بہت بڑا درخت دیکھا۔ اس کے بڑے بڑے پتے تھے۔ ان سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔ ان کے سبز رنگ میں قلم قدرت کے ساتھ سرخ اور سفید رنگ میں تین لائنوں میں لکھا ہوا تھا۔ پہلی لائن میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ دوسری میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ جبکہ تیسری سطر میں ان الدین عند اللہ الاسلام لکھا ہوا تھا۔

ابن مرزوق نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مرجان نے لکھا ہے "ہم بحر ہند میں محو سفر تھے۔ تیز آندھی آئی اس نے ہمیں ایک جزیرہ میں پھینک دیا۔ وہاں ہم نے ایک سرخ پھول دیکھا جس سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ وہاں سفید رنگت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ سفید پھولوں پر زرد رنگت میں یہ لکھا ہوا تھا: براة من الرحمٰن الرحیم الی جنات النعیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

ایک شخص سے روایت ہے کہ اس نے ایک مچھلی پکڑی جس کے ایک کان پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔" ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک زرد خربوزہ دیکھا جس میں گول گول سفید خطوط تھے۔ اس کی ایک طرف اللہ اور دوسری طرف عزّ احمد واضح خط میں لکھا ہوا تھا۔" اسی طرح ۹۰۹ھ یا ۹۱۰ھ میں انگور کا ایک دانہ پایا گیا۔ اس میں خوبصورت خط کے ساتھ "محمد" لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح عرش اور ملکوت کی ہر ہر چیز پر آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ شعر کہا ہے:

بدا مجده من قبل نشأة آدم وأسماءه في العرش من قبل تكتب

ترجمہ: "حضرت آدم کی تخلیق سے قبل آپ کی بزرگی عیاں ہوئی۔ اس سے قبل عرش پر آپ کے اسماء گرامی مکتوب تھے۔"

تنبیہات

1. تسمیہ کی فضیلت میں ایک روایت بھی درست نہیں۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے "اس کے بارے ہر روایت موضوع ہے" ابن بکیر نے اس موضوع پر خصوصی تالیف رقم کی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو، وہ

مجھ سے محبت کرتے ہوئے اور میرے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اس کا نام محمد رکھا تو وہ اور اس کا بچہ جنت میں جائیں گے۔" اس روایت کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری جگہ انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔

میں کہتا ہوں "معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ اس کی سند میں ابوالحسن حامد بن حماد بن مبارک ابن بکیر کا شیخ ہے امام ذہبی نے میزان میں اور الحافظ نے "لسان" میں ذکر کیا ہے کہ اس کی یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں اس کا شیخ اسحاق بن سیار مجہول ہے۔ حضرت عبداللہ بن رافع نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "جب تم کسی بچے کا نام محمد رکھ لو تو نہ اسے مارو نہ اس کی حرمت کرو۔" اس روایت کو طیالسی نے حکم بن عطیہ سے روایت کیا ہے۔ البزار نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ "جس دسترخوان پر کھانا کھلایا جائے اس پر بیٹھا نہ جائے۔ اس میں میرا نام ہو تو اسے دن میں دو بار صاف کرو۔" اس روایت کو احمد بن کنانہ کی سند سے ابن عدی نے روایت کیا ہے۔ اور اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ امام ذہبی نے المیزان میں الحافظ نے اللسان میں لکھا ہے کہ یہ مکذوب کی حدیث ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے "میں نے اس روایت کی ایک اور سند بھی پالی ہے جس میں احمد بن کنانہ نہیں ابوسعید النقاش نے اپنے معجم الشیوخ میں لکھا ہے کہ ہمیں ابوبکر محمد بن عبدالخالق نے، انہیں ابوصالح شعیب بن خصیب نے، انہیں عباس بن زید نے اور ان سے سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے کہ محمد بن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس کے ہاں تین بچے پیدا ہوں وہ ان میں سے کسی ایک کا نام محمد نہ رکھا اس نے جاہلانہ کام کیا۔" اس روایت میں مصعب اور لیث ضعیف ہیں۔ اس روایت کو حارث نے ابن ابی اسامۃ سے اسماعیل بن ابی اسماعیل سے روایت کیا ہے۔ دارقطنی نے لکھا ہے "یہ ضعیف ہے اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔" الاصابۃ میں ابن حشیب سے روایت ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری برکت کے حصول کے لیے میرا نام رکھا۔ اس پر میری برکت ہوگی اور روزِ حشر تک یہ برکت ہوتی رہے گی۔" ابن منذہ نے لکھا ہے کہ اگر یہ وہ حشیب ہیں جو سعید بن سوید سے روایت کرتے ہیں تو وہ تو قدیمی تابعی ہے وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

امام ابوالخیر سخاوی نے لکھا ہے کہ مرفوع روایت میں اس طرح نہیں ہے "جس کا ارادہ ہو کہ اس کی بیوی کا حمل مذکر ہو تو وہ اس کے پیٹ پر اپنا ہاتھ رکھے اور یوں کہے "اگر یہ حمل مذکر ہوا تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا تو وہ حمل مذکر ہی ہوگا۔" ابوشعیب عبداللہ بن حسن نے اپنے جزء میں حضرت عطاء سے روایت کیا ہے "ماں کے پیٹ میں

جس بچے کا نام محمد رکھ دیا گیا ہو وہ مذکر ہی ہوگا۔" میں کہتا ہوں کہ بعض راویوں نے اسے مرفوع روایت بھی کیا ہے ابن جوزی نے الموضوعات میں عائشہ بنت سعد سے روایت کیا ہے۔ وہ اسے اپنے والد سے اسی طرح روایت کرتی ہیں۔ مگر اس سند میں عثمان بن عبدالرحمان ہے ابن معین نے جس کی تکذیب کی ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے "موضوعات روایات ثقہ راویوں سے روایت کی گئی ہیں۔" ابن نجار نے تاریخ بغداد میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس کا حمل ہو، اس نے یہ نیت کی کہ وہ اس کا نام محمد رکھے گا۔ رب تعالیٰ اسے مذکر بنائے گا۔ خواہ وہ مؤنث ہی ہو۔" علامہ وھب نے لکھا ہے "میں نے سات بچوں کے بارے یہ نیت کی میں نے سب کے نام محمد رکھے ہیں۔

یہ وھب ابوالبختری ہیں جو متہم ہیں۔ الشیخ نے یہ روایت موضوعات میں لکھی ہے۔ عقبہ نے کہا ہے یہ وھب وضاع اور کذاب ہے۔

امام بخاری نے صحیح میں، تاریخ میں، امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا تم تعجب نہیں کرتے۔" امام بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے "اللہ کے بندو! ذرا دیکھو" دوسرے الفاظ میں یوں ہے "کیا تم دیکھتے نہیں کہ رب تعالیٰ نے قریش کے سب وشتم اور لعنت کو مجھ سے کیسے دور کر دیا ہے۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں وہ مذمم پر لعنت کرتے ہیں۔ میں تو محمد ﷺ ہوں۔" شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے "امالیہ" میں لکھا ہے کہ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کفار نام کو برا بھلا نہیں کہتے تھے بلکہ وہ مسمّٰی کو کہتے تے۔ مسمّٰی تو ایک ہی ہے" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ میرے اس اسم کو کافی ہو گیا ہے۔ جو محمد ہے کہ اس کے ساتھ گالی دے کر مذاق نہ کیا جائے۔

الحافظ نے لکھا ہے "کفار قریش اپنی سخت ناپسندیدگی کی وجہ سے آپ کو اس نام سے یاد نہیں کرتے تھے جو تعریف پر دلالت کرتا تھا۔ بلکہ وہ اس کی ضد کی طرف پھر جاتے تھے۔ وہ جب آپ کو برائی کے ساتھ یاد کرتے تھے تو "مذمم" کہتے تھے۔ وہ کہتے تھے "فعل اللہ بمذمم" "مذمم آپ کا نام نہیں۔ نہ ہی آپ اس نام سے معروف ہیں۔ اس طرح وہ اس ضمن میں کسی دوسرے شخص کی طرف پھر جاتے تھے۔

احمد

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط (الصف: ٦)

ترجمہ: "مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہوگا۔"

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جب سے رب تعالیٰ نے اس دنیا کی تخلیق کی ہے ہمارے نبی کریم ﷺ سے قبل کسی

کا نام احمد نہیں تھا۔ نہ ہی آپ کی حیاتِ طیبہ میں کسی کا نام "احمد" تھا آپ کے بعد صحیح مؤقف کے مطابق خلیل کے والد احمد کا نام احمد رکھا گیا۔ یہ سیبویہ کے استاذ تھے۔ المبرد نے لکھا ہے۔ جستجو کرنے والوں نے جستجو کی ہے۔ لیکن انہوں نے خلیل کے باپ سے پہلے کسی کا نام نہیں پایا۔ الحافظ ابوالفضل العراقی نے لکھا ہے کہ اس نظریہ پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ابونصر سعید بن احمد، خلیل کے والد سے پہلے کے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اکثر اہلِ علم کا نظریہ ہے کہ اس کا نام یحمد ہے صرف ابن معین نے اسے احمد لکھا ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے یہ علم ہے جو صفت سے منقول ہے۔ فعل سے منقول نہیں۔ یہ صفت افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد فضیلت ہے۔ ابن قیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام اور زاد المعاد میں لکھا ہے کہ اس نام میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا یہ فاعل کے معنی میں ہے یا مفعول کے معنی میں۔ ایک گروہ نے لکھا ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی کسی بھی تعریف کرنے والے سے زیادہ تعریف کرنے والا" دوسرے گروہ نے لکھا ہے کہ یہ مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ ذات جو سارے انسانوں سے زیادہ تعریف کی مستحق ہو۔ اس طرح یہ معنی میں نام محمد کی طرح ہوگا۔ مگر ان میں اس اعتبار سے فرق کیا گیا ہے کہ محمد وہ ہوتا ہے جس کی تعریف کے بعد تعریف کی جائے یہ اس کے لیے حامدین کی حمد کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ایسی عادات کی کثرت کو مستلزم ہے جن پر تعریف کی جائے۔ احمد وہ ہوگا جس کی کسی بھی شخص سے افضل تعریف کی جائے۔ نام محمد میں کثرت اور کمیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جبکہ نام احمد میں صفت اور کیفیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جو کسی بھی دوسرے شخص سے حمد کا زیادہ مستحق ہو۔ جس کی تعریف اکثر اور افضل حمد سے کی جائے۔ یہ دونوں اسم مفعول کے معنی میں ہیں۔ یہ آپ کی تعریف میں زیادہ بلیغ اور اکمل ہے۔ یہی مؤقف مختار اور راجح ہے۔ اگر اس سے فاعل کا معنی لیا جاتا تو پھر اس کی جگہ حماد استعمال کیا جاتا۔ یعنی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ آپ اپنے رب کی تعریف سارے لوگوں سے زیادہ کرتے تھے۔ اگر آپ کا احمد نام اس اعتبار سے ہوتا کہ آپ اپنے رب کی تعریف سارے لوگوں سے زیادہ کرنے والے تھے تو پھر "الحماد" کہنا بہتر تھا۔ جس طرح کہ آپ کی امت کا یہ نام رکھا گیا۔ آپ کے یہ دونوں اسماء گرامی آپ کے ان خصال اور اوصاف کی وجہ سے مشتق کیے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے آپ اس امر کے مستحق ہوئے ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے۔"

ابن قیم نے لکھا ہے "حضور ﷺ کا نام محمد اور احمد اس لیے رکھا گیا کیونکہ یہ وصف آپ میں پایا جاتا ہے وہ وصف حمد ہے۔ آپ رب تعالیٰ کے ہاں محمود ہیں۔ ملائکہ کے نزدیک محمود ہیں۔ انبیاء کرام کے نزدیک محمود ہیں سارے اہلِ زمین کے ہاں محمود ہیں۔ اگرچہ بعض نے آپ کا انکار کیا ہے پھر ہر عاقل کے نزدیک آپ میں کمال کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس شخص کے عقل نے انکار اور سرکشی کرتے ہوئے انکار کیا ہے۔ اگر اسے علم ہو جاتا کہ آپ ان اوصاف سے متصف ہیں تو وہ ضرور آپ کی تعریف کرتا۔

القاضی، امام سہیلی اور ابن قیم نے لکھا ہے "حمد کا وصف آپ میں اتنا زیادہ پایا جاتا ہے کہ کسی اور میں اس قدر نہیں پایا جاتا۔ آپ کے اسماء گرامی احمد اور محمد ہیں۔ آپ کی امت حمادون ہے۔ جو ہر تنگی اور آسائش میں رب تعالیٰ کی تعریف کرتی ہے۔ آپ کی اور آپ کی امت کی نماز کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ خطبہ کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ کتاب حکیم کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ کھانے، پینے اور دعا کے بعد حمد کو مشروع کیا گیا ہے۔ اسی طرح سفر کے آنے کے بعد حمد کو مشروع کیا گیا ہے۔ روزِ حشر لواء الحمد آپ کے دست اقدس میں ہوگا۔ جب آپ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے شفاعت کے لیے سجدہ ریز ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن ملے گا تو آپ اپنے رب تعالیٰ کی تعریف ایسے کلمات سے کریں گے جو اسی وقت آپ پر الہام کیے جائیں گے۔ آپ ہی صاحب مقام المحمود ہیں۔ جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔ جب آپ اس مقام پر فائز ہوں گے تو اہلِ موقف میں سے سارے مسلمان، کافر اول و آخر آپ کی تعریف کریں گے۔

تنبیہ

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ آپ کا نام احمد، محمد سے پہلے تھا۔ کیونکہ آپ کا احمد نام سابقہ کتب میں موجود ہے۔ جبکہ نام محمد کا تذکرہ صرف قرآن پاک میں آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے سارے لوگوں سے قبل اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ امام سہیلی نے لکھا "آپ کا اسم گرامی اس وقت محمد نہیں ہوسکتا جب تک احمد نہ ہو۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ تو اس نے آپ کو مشرف فرمایا نبوت کا تاج آپ کے سر پر سجا دیا۔ اسی لیے اسم احمد کو نام محمد پر مقدم کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر کیا تو فرمایا: "اسمه احمد" حضرت موسیٰ نے تذکرہ کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا: "یہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے تو انہوں نے عرض کی: "مولا! مجھے امت احمد ﷺ میں سے کر دے۔" احمد نام کا تذکرہ محمد نام سے پہلے کیا گیا۔ کیونکہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کی تعریف سارے لوگوں سے پہلے کی جب آپ کو وجود اطہر ملا۔ مبعوث ہوئے تو بالفعل محمد بن گئے۔ اسی طرح آپ شفاعت میں رب تعالیٰ کی تعریف ایسے کلمات سے کریں گے جو اس وقت آپ پر الہام کیے جائیں گے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کی تعریف سارے تعریف کرنے والوں سے زیادہ کریں گے۔ پھر آپ کی شفاعت قبول ہوگی تو آپ اپنی شفاعت پر رب تعالیٰ کی تعریف کریں گے۔ ذرا دکھو کہ ذکر اور وجود میں، دنیا اور آخرت میں ایک اسم دوسرے سے مقدم کیسے ہے۔ تمہارے لیے وہ حکمت الٰہی عیاں ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے رب تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں اسموں کے ساتھ مختص فرمایا۔

قاضی اور امام سہیلی رحمہما اللہ نے صراحت سے لکھا ہے کہ نام احمد نام محمد سے پہلے کا ہے۔ الحافظ نے الفتح میں یہی نظریہ اپنایا ہے۔

لیکن ابن قیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام اور زاد المعاد میں اس کا رد کیا ہے اور یہ موقف رکھنے والے کو غلط کہا

ہے۔ پھر اس تورات سے نقل کیا ہے جسے اہلِ کتاب کے مؤمنین پڑھتے ہیں کہ وہاں حضرت اسماعیل کے تذکرہ میں ماذ ماذ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے 'ان کے ہاں بارہ عظیم سردار ہوں گے۔ ایک عظیم سردار کا نام ماذ ماذ ہوگا۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اہلِ کتاب کے مؤمنین علماء کے نزدیک ماذ ماذ حضور ﷺ کا نام مبارک ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے تورات کی ایک شرح میں پڑھا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ یہ دونوں صرف سید رسول محمد ﷺ کے نام کو متضمن ہیں۔'' ابن قیم نے مزید لکھا ہے کہ ایک اور شارح نے لکھا ہے کہ تورات میں آپ کا اسم گرامی اس سے بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ بہت سے ایسے آثار موجود ہیں جو ابن قیم کے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو ''احمد'' اس لیے فرمایا ہے کیونکہ نام احمد نام محمد سے تورات میں متاخر ہے اور قرآن میں نام محمد سے مقدم ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کے یہ دونوں اسماء مبارکہ آپ کے لیے صفت ہیں۔ ان میں وصفیت علمیت کے منافی نہیں کیونکہ ان کا معنیٰ مقصود ہے۔ آپ ہر امت کے نزدیک اس وصف سے معروف ہو گئے جو اس کے ہاں زیادہ مشہور تھا۔ علامہ راغب نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو اس وصف کے ساتھ اس لیے مختص کیا ہے کیونکہ یہ بتلانا مقصود تھا کہ آپ ان سے اور ان سے پہلے انبیاء میں سے سب سے زیادہ رب تعالیٰ کی تعریف کرنے والے تھے۔ کیونکہ آپ میں اس قدر اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ جمیلہ پائے جاتے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی میں یہ جمع نہ ہوئے تھے۔

تنبیہ

''احمد'' نام رکھنے کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ حضرت انس سے جو مرفوع روایت نقل کی جاتی ہے کہ دو بندے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ انہیں جنت کی طرف جانے کا حکم ملے گا۔ وہ عرض کریں گے: ''مولا! ہم جنت کے مستحق کیسے بن گئے ہیں ہم نے تو ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کی بنا پر تو ہمیں جنت عطا کرتا۔'' رب تعالیٰ فرمائے گا: ''اے میرے بندو! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنے آپ کے ذمۂ کرم لیا ہوا ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں نہیں ڈالا جائے گا جس کا نام احمد یا محمد ہوگا۔''

یہ روایت صحیح نہیں۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس کو ابن بکیر نے احمد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کذاب ہے۔ اس کا شیخ صدقہ بن موسیٰ اور اس کا باپ معروف نہیں ہیں۔

فائدہ

عربی میں اسم احمد غیر منصرف ہے۔ اس پر نہ تنوین آتی ہے نہ کسرہ آتا ہے۔ اس کے اسباب علمیت اور وزن فعل ہیں۔ ایک شاعر نے اس کے بارے اپنے اس شعر کو اس طرح معمہ بنایا ہے۔

وراكعة فى ظل غصن منوطة ۔۔۔ بلؤلؤة نيطت بمنقار طائر

راکعۃ سے مراد "الدال" ہے وہ شاخ جو اس کے سایہ میں ہے وہ الف ہے۔ اللؤلؤ سے مراد المیم ہے منقار الطائر سے مراد "الحاء" ہے۔

الابرّ

یہ بررت فلاناً سے افعل کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی محسن ہے۔ یہ اسم مبارک ساری بھلائیوں کو جامع ہے۔ یہ لفظ سچ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ "ایک انسان سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کے ہاں اسے بارًا (سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ ایک شخص لگاتار جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کے ہاں اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"

آپ اس بات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز ہوں۔ کیونکہ آپ میں ایسے اخلاق حمیدہ جمع ہیں جو مخلوق میں سے کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت ابو علی حاتمی نے لکھا ہے کہ اہلِ ادب کا اتفاق ہے کہ ان سارے شاعروں میں سے جنہیں اہلِ عرب نے کہا ہے ابو ایاس دؤلی کا یہ قول سب سے زیادہ سچا ہے۔

وما حملت من ناقة فوق رحلها
ابرو اوفی ذمة من محمد

ترجمہ: "کسی اونٹنی نے اپنے کجاوہ پر ایسے شخص کو نہیں اٹھایا جو محمد عربی ﷺ سے زیادہ پاکباز اور وعدہ وفا کرنے والا ہو۔"

رب تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے آپ کا یہ نام رکھا ہے۔ اللہ کے حق میں "البر" کا معنی یہ ہے کہ وہ محسن، وعدے کا سچا یا البرّ کا خالق ہے۔ آپ پہلے دو معانی کے اعتبار سے برّ ہیں۔

الابطحی

یہ نسبت الابطح کی طرف ہے۔ الابطح پانی کی گذرگاہ ہے۔ جس میں سنگریزے ہوتے ہیں۔ اس جگہ اس سے مراد ابطح ہے۔ یہ مکہ کی وادیوں میں سیلاب کی گذرگاہ ہے۔ یہ مکہ اور منیٰ کے مابین ہے اس کی ابتداء محصب سے ہوتی ہے۔ لغت میں اس سے مراد وہ جگہ ہے جو پہاڑوں سے نیچے ہو اور گزرگاہ سے بلند ہو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

واکرم ضیا فی البیوت اذا انتمی
واکرم جدا ابطحیا یسودُ

ترجمہ: "جب آپ نے نشوونما پائی تو آپ شہرت کے اعتبار سے گھروں میں سب سے معزز ہو گئے۔ آپ آباء کے اعتبار سے معزز ہیں آپ ابطحی ہیں۔ آپ سردار بن گئے ہیں۔"

آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ کا تعلق قریش بطاح کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جب قصی بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کے والی بنے تو انہوں نے مکہ مکرمہ کو اپنی قوم کے مابین چار حصوں میں منقسم کر دیا۔ جب بنو کعب اور بنو عامر زیادہ ہو

گئے۔ تو انہوں نے بنو محارب اور بنو حارث کو بطحاء سے ظواہر کی طرف نکال دیا۔ قریش بطاح سے مراد بنو کعب بن لوئی، بنو عبد مناف، بنو عبد الدار، بنو مرہ بن کلاب، بنو مخزوم بن یقظہ، بنو تیم بن مرہ و بنو جمح، بنو عدی بن مالک اور بنو عامر بن لوئی ہیں۔ قریش ظواہر سے مراد بنو محارب، بنو حارث، بنو الادرم۔ حضرت عبد المطلب کو سید الابطح والاباطح کہا جاتا تھا۔

الابلج

اس سے مراد خندہ پیشانی یا فرخندہ جبین ہے یا اس سے مراد کرم، سخاوت اور بھلائی یا اس کا واضح ہو جانا ہے۔ اس سے صباح ابلج اور انبلجت الشمس ہے۔

الابیض

یہ بیاض (سفیدی) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ سیاہی کی ضد ہے۔ اس سے مراد سخی اور فیاض ہے۔ ذوالرمۃ کا شعر ہے:

و ابیض مرتاح النجیزة للندی　　　　له نائل بالمکرمات ینیض

ترجمہ: "اس شعر میں ابیض سخی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یا اس سے مراد مبارک اور بابرکت ہے۔"

جعدی کا قول ہے:

کم بت ارقب منك یوما ابیضا　　　　فی شبه وجهك بالندی متهلل

اس شعر میں ابیضا مبارکاً کے معنی میں ہے۔ یا اس سے مراد وہ شخص ہے جو البیاض سے متصف ہو۔ اس سے مراد عزت کی نظامت ہے۔ کہا جاتا ہے اجل ابیض، امرأۃ بیضاء یعنی اس کی عزت گندگی سے پاک ہے۔ جناب ابوطالب کا شعر ہے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　　ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

ترجمہ: "آپ کی عزت ہر گندگی سے پاک ہے۔ ان کے چہرہ انور کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کے ملجاء و ماویٰ اور بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں۔"

الاتقی

یہ تقی یتقی سے افعل تفضیل کا صیغہ ہے۔ یہ اتقی یتقی سے نہیں ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم جانتے ہو میں تم میں سے سب سے زیادہ متقی، تم میں سے سب سے زیادہ پاکباز اور تم میں سے سب سے زیادہ سچا ہوں۔"

علامہ جوہری لکھتے ہیں کہ التَّقِیّ، المتقی، التُّقی اور تقوی ایک ہی چیز ہے لغت میں گفتگو کی قلت ہے۔ یہ

ابن فارس کا قول ہے۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خوف اور احتیاط ہے۔ اس کی اصل شرک سے پھر گناہوں سے بچنا ہے۔ پھر شبہات سے دور رہنا ہے۔ پھر فضول امور کو ترک کر دینا۔ اس کی حقیقت اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے حکم کی مخالفت سے بچنا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا "تقویٰ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "کیا کبھی ایسا رستہ اختیار کیا ہے جس کے دونوں طرف کانٹے ہوں۔" اس شخص نے کہا: "ہاں!" حضرت ابوہریرہ: "تم کیا کرتے ہو؟" وہ شخص: "جب میں کانٹا دیکھتا تو اس سے دور ہو جاتا ہوں۔ اس سے پھر جاتا ہوں یا تجاوز کرتا ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "یہی تقویٰ ہے۔" اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں لکھا ہے ابن المعتز نے ان اشعار میں اس معنی کو واضح کیا ہے۔

خل الذنوب صغیرها و کبیرها ذاك التقی

واضع کماش فوق ارض الشوك یحذر ما یری

لا تحقرن صغیرة ان الجبال من الحصا

ترجمہ: "چھوٹے بڑے گناہوں کو چھوڑ و یہی تقویٰ ہے۔ اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو کانٹوں والی زمین پر چلتا ہے اور جو دیکھتا ہے اس سے اجتناب کرتا ہے کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھ پہاڑ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے بنے ہیں۔"

جب اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہو "هو اهل تقوىٰ" تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کا اہل ہے کہ اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس کی سزا سے بچا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "یہ رب تعالیٰ کا خوف، قرآن پاک پر عمل پیرا ہونا، قلیل پر قناعت اور قیامت کے دن کے لیے تیاری کرنا ہے۔" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بندہ متقین کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ ان امور کو چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہ ہو اس خوف سے کہ شاید ان میں حرج ہو۔"

تنبیہ

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ۔ (الاحزاب:۱)

ترجمہ: "اے نبی (مکرم!) (حسب سابق) ڈرتے رہیے اللہ تعالیٰ سے۔"

یہ تقویٰ پر دوام اختیار کرنے کا حکم ہے۔ جس طرح کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ۔ (الحدید:۲۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور (سچے دل سے) ایمان لے آؤ اس کے رسول (مقبول) پر۔"
یعنی ایمان پر ہمیشگی اختیار کرو۔ اتقی الناس کا معنی پہلے گزر چکا ہے۔

الاجود

یہ الجود سے افعل تفضیل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد کرم ہے۔ علامہ نحاس نے لکھا ہے کہ جواد وہ ہوتا ہے جو اس کو بھی عطا کرتا ہے جو مستحق نہیں ہوتا۔ جو اسے دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا۔ جو کثیر عطا کرے اور فقر کا اندیشہ نہ کرے۔ اسی سے مطر جواد یعنی کثیر بارش ہے۔ تیز رفتار گھوڑے کو فرس جواد کہا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سخاوت کے مترادف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ سخاوت کا درجہ اس سے کم ہے۔ حاجت کے وقت نرمی اختیار کرنے کو السخاء کہا جاتا ہے۔ رسالہ قشیریۃ میں ہے کہ ایک قوم نے کہا ہے کہ جس نے بعض عطا کیا وہ سخی ہے۔ اور جس نے اکثر عطا کر دیا اور اپنے نفس کے لیے کچھ ہی رکھا وہ جواد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ سخاوت آسانی کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ یہی جود ہے۔ اس کی ضد تقتیر ہے۔ امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ فیاض تھے۔ لیکن رمضان المبارک میں آپ کی فیاضی بہت زیادہ ہوتی تھی۔" ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں الاجود کے بارے نہ بتاؤں۔ اللہ تعالیٰ اجود ہے۔ بنو آدم میں سے اجود میں ہوں۔" اجود الناس پر گفتگو ہو چکی ہے۔

الاجل

یعنی وہ ذات جس کی جلالت اور عظمت رب تعالیٰ اور اس کے بندوں کے ہاں بہت زیادہ ہو۔

الاجیر

اسے "ع" نے بعض الہامی کتب سے نقل کیا ہے کیونکہ آپ اپنی امت کو آگ سے بچائیں گے۔ الشیخ نے لکھا ہے "میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا جس نے اس کا ذکر کیا ہو مجھے خدشہ ہے کہ شاید اس احید سے غلط پڑھا گیا ہے۔ جس کا تذکرہ آرہا ہے۔

احاد

تورات کے پانچویں سفر میں اسی طرح مذکور ہے۔ ان کے نزدیک اس کا معنی "واحد" ہے۔ یہ معنی کئی اعتبار سے صحیح ہے۔

❶ آپ اس اعتبار سے واحد ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں ان کے "خاتم" ہیں۔

- آپ سیادت میں یکتا ہیں۔
- آپ کی شریعت دیگر شرائع سے اکمل ہیں اس اعتبار سے آپ یکتا ہیں۔
- آپ اپنے دین کے احکام اور بلند امور اور خصائص کے اعتبار سے یکتا ہیں۔ مثلاً شفاعت عامہ، حوضِ کوثر، مقام محمود وغیرہ۔

الشیخ نے لکھا ہے کہ عربی میں احاد ہے۔ یہ واحدٍ واحدٍ سے عدول ہے۔ یہ بعید نہیں کہ تورات میں آپ کا نام مبارک یہی ہو۔ جسے عربی میں معدول ہے۔ واحدٍ واحدٍ سے اسے معدول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ متعدد امور میں ہیں۔ اسے واحد سے احاد میں عدول کیا گیا۔ تاکہ یہ اختصار کے ساتھ اس امر پر دلالت کرے۔ جیسا کہ عدل کا فائدہ ہے کہ لفظ کو بار بار نہ لایا جائے۔ یہ اسم ربِ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے ہی آپ کا یہ نام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں واحد کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے لا شریک ہے۔

الاحد

وہ مخلوق میں سے صفات کمال کے اعتبار سے منفرد ہیں۔ حق کے قرب کے اعتبار سے منفرد ہیں۔ یہ صفات مشبہ میں سے ہے۔ اس کی اصل وَحَد ہے۔ واؤ کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ مگر یہ شاذ ہے کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ابتداء کو مفتوح کلمہ کو اس کی حالت پر رکھا جائے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی صفاتِ کامل میں منفرد ہوتا ہے۔ احد اور واحد کے مابین جو فرق ہے اسے عنقریب بیان کیا جائے گا۔ ذات کے اعتبار سے وہ واحد اور صفات کے اعتبار سے احد ہے۔ یا الواحد وصل کے لیے الاحد فصل کے لیے ہے۔ الواحد سے مراد یہ ہے وہ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا ہے۔ الاحد سے مراد یہ ہے کہ وہ ان سے عذاب دور کرتا ہے۔

الاحسن

یہ الحُسن سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد اعضاء کا متناسب ہونا ہے۔ اس سے مراد صفات کمال کا جامع ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ (حٰم السجدہ: ۳۳)

ترجمہ: "اور اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے دعوت دی اللہ تعالیٰ کی طرف اور نیک عمل کیے اور کہا میں تو (اپنے رب کے فرمانبردار) بندوں سے ہوں۔"

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی

اور فرمایا: ''اس سے مراد رب تعالیٰ کے حبیب ﷺ ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کے صفی ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کو روئے میں کے سارے لوگوں سے محبوب ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول کیں ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو اس چیز کی طرف بلایا ہے جس کے بارے رب تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی ہے۔ حضرت انس نے فرمایا ہے: ''حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ حسین، سارے لوگوں سے زیادہ فیاض اور سارے لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔'' اللہ تعالیٰ امام بوصیری رحمہ اللہ پر رحم کرے۔ انہوں نے کیا خوب فرمایا ہے:

فهو الذی تم معناه و صورتهٗ ثم اصطفاه حبيبا باری النسم

منزه عن شريك فی محاسنهٖ فجوهر الحسن فيه غير منقسم

ترجمہ: ''آپ کی وہ ذات ہے جو معنوی اور صوری اعتبار سے مکمل ہوگئی پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنا محبوب چن لیا۔ آپ اپنے اوصاف میں کسی شریک سے منزہ ہیں۔ آپ میں حسن جوہر غیر منقسم ہے۔''

شرف بن فارض نے کیا خوب فرمایا ہے:

و علی تفنن و اصفيه بحسنهٖ يفنی الزمان و فيه ما لم يوصف

ترجمہ: ''آپ کے حسن کے گوناگوں اور متنوع اوصاف کرنے والوں کے لیے زمان فنا ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے اوصاف اتنے ہیں کہ وہ شمار نہیں ہو سکتے۔''

علامہ نسفی نے لکھا ہے، یہ اسم بھی رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ آپ کا نام رکھا ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (المؤمنون: ۱۴)

ترجمہ: ''پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔''

الاحشم

یہ الحشمۃ سے افعل تفضیل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد وقار اور سکون ہے۔ یعنی آپ سارے لوگوں سے زیادہ باوقار تھے۔

احید

قاضی نے لکھا ہے کہ یہ اسم گرامی تورات میں موجود ہے۔ کیونکہ اپنی امت کو آگ سے بچائیں گے۔ حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قرآن مجید میں میرا نام محمد ہے۔ انجیل میں احمد ہے۔ تورات میں احید ہے۔ کیونکہ میں اپنی امت کو آگ سے بچاؤں گا۔''

یہ احتمال بھی ہے یہ "حاد عن الشیء" سے مشتق ہو۔جس کا معنی کسی چیز سے روگرداں ہونا اور بھاگنا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ نے باطل کے رستہ سے عدول فرمایا اور اپنی امت کو راہِ حق پر چلایا۔یہ عجمہ یا علمیت یا وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

الآخذ الحجزات

یہ الاخذ سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی حاصل کرنا ہے۔امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے آگ جلائی ہو۔جس میں چوپائے اور کیڑے مکوڑے گرنے لگیں۔میں تمہیں کمر سے پکڑتا ہوں مگر تم اس آگ میں گرنا چاہتے ہو۔" امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ جلائے جس میں کیڑے اور ٹڈیاں گرنے لگیں وہ انہیں آگ سے دور ہٹا رہا ہو۔میں تمہیں کمر سے پکڑتا ہوں تم میرے ہاتھ سے نیچے گرنا چاہتے ہو۔"

الآخذ الصدقات

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا ۔ (التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ: "اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے۔"

یہ آیت طیبہ ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔اس سے مراد نفلی صدقہ ہے جو ان کی توبہ کی تکمیل کے لیے تھا۔لیکن دیگر لوگوں کے لیے یہ عام معنی میں اور فرض زکوٰۃ کے لیے استعمال ہوا ہے۔اس لیے زکوٰۃ نہ دینے والوں نے کہا: "ہم صرف اس کو زکوٰۃ دیں گے جس کی نماز ہمارے لیے سکون کا باعث بنی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اغنیاء سے زکوٰۃ لیتے تھے اور غرباء پر خرچ کرتے تھے۔

اخرابا

یہ انجیل میں آپ کا اسم گرامی تھا۔اس کا معنی آخری نبی ہے۔ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت کے دروازہ کی دہلیز کو پکڑیں گے۔ان کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔" پھر انہوں نے تورات کی یہ آیت پڑھی:

اخرابا قدامابا الاولون الآخرون۔

الاخشی للہ

یہ نام الشیخ نے ابوداؤد کی اس حدیث پاک سے لیا ہے۔ ''بخدا! میں چاہتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا بن جاؤں۔'' شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے لکھا ہے ''اس میں اشغال ہے۔ کیونکہ خوف اور خشیت وہ حالت ہے جو اس عذاب کی شدت کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے جس کا خائف پر واقع ہو جانا ممکن ہوتا ہے۔ دلیل قاطع اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کو عذاب نہ ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ۔ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو۔''

آپ کے بارے خوف اور شدید خوف کا تصور کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے لیے نسیان جائز ہے۔ جب سزا کی نفی کو موجبات سے نسیان حاصل ہو گیا تو آپ کے لیے خوف پیدا ہو گیا۔ یوں نہ کہا جائے کہ شدتِ خوف اور عظیم خشیت کے بارے آپ کا آگاہ کرنا نوع کے اعتبار سے عظیم ہے۔ تعداد کی کثرت کے اعتبار سے نہیں۔ یعنی جب بھی آپ سے خوف کا صدور ہوا خواہ وہ تنہائی میں ہی ہوا ہو وہ دوسرے شخص کے خوف سے شدید تھا۔

خشیت کا معنی خوف ہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے خشیت خوف سے بڑی اور زیادہ ہیبت والی ہوتی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر نے لکھا ہے کہ خشیت یہ ہے کہ تو اس سے اتنا ڈرے وہ تیرے اور معصیت کے مابین حائل ہو جائے۔ آپ کا خوف رب تعالیٰ کے عرفان کے مطابق تھا۔

استاد ابوعلی دقاق نے لکھا ہے کہ رھبۃ کے کئی مراتب ہیں۔

1. پہلا درجہ خوف ہے۔ یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔
ارشادِ ربانی ہے:
خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۷۵ (آل عمران:۱۷۵)
ترجمہ: ''مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔''

2. خشیت۔ یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔ ارشادِ پاک ہے:
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر:۲۸)
ترجمہ: ''اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔''

3. تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ ''اللہ'' کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابوحیوۃ، عمر بن عبدالعزیز اور ابوحنیفہ نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قرأۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہوگا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو

تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔کسی شاعر نے لکھا ہے:

ترجمہ: ''میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔''

آخر ماخ

اسے ''ع'' نے ذکر کیا ہے۔ یہ نام حضرت شیث علیہ السلام کے صحیفے میں موجود تھا۔اس کا معنی ہے: صحیح اسلام والے۔

الادعج

اس سے مراد وہ ذات ہے جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ ہوں۔

الادوم

یہ مداومۃ سے افعل تفضیل کے وزن پر ہے۔اس سے مراد کسی چیز پر مداومت اختیار کرنا ہے۔اس کا اصل معنی پرسکون ہو جانا ہے۔ جیسے دام الماء اذا سکن۔ امام مسلم اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی پرسکون (ٹھہرے ہوئے) پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے۔'' کیونکہ آپ ہر وقت اپنے کی اطاعت میں مگن رہتے تھے۔اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا۔شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:'' آپ کا عمل دائمی ہوتا ہے۔تم میں سے کون اتنی استطاعت رکھتا ہے جتنی استطاعت آپ رکھتے تھے۔ چاشت کی نماز پر آپ کی عدم مواظبت اس کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ اس قدر نماز چاشت پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ اسے نہیں چھوڑیں گے۔ پھر آپ اسے ترک کر دیتے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ اسے کبھی نہیں پڑھیں گے۔'' کیونکہ آپ غالب احوال میں اپنے عمل پر مواظبت اختیار فرماتے تھے۔بعض اوقات کسی عمل کو کسی حکمت کی وجہ سے چھوڑ بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا۔ جب صحابہ کرام کو اس قیام کا علم ہوا تو وہ بھی قیام کرنے لگے۔آپ نے اس اندیشہ سے یہ قیام ترک فرما دیا کہ اسے کہیں آپ کی امت پر فرض نہ کر دیا جائے۔ان کے لیے حرج پیدا ہوا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے نمازِ ظہر کی سنتوں کو قضاء کرنے پر مواظبت نہیں فرمائی۔ یہ سنتیں بعض اوقات رہ جاتی تھیں۔کیونکہ آپ عصر کے بعد وفدوں کی وجہ سے مشغول ہوتے تھے۔ آپ نے فجر کی سنتیں بھی قضاء کرنے پر مواظبت نہ کی۔جبکہ وادی میں نمازِ صبح کے ساتھ یہ رہ گئی تھیں جبکہ فجر کی سنتیں انتہائی مؤکد ہیں۔ان کی قضاء کا وقت کراہت کا وقت نہیں مگر ظہر کی سنتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

اذنِ خیر

آپ کا یہ نام اس عضو پر رکھا گیا ہے جو سماعت کا آلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَقُولُونَ هُوَ اُذُنٌ ۚ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ ۔ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: ''اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمائیے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا۔''

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ یہ بکواس نبتل بن حارث نے کیا تھا۔ یہ منافق تھا۔ یہ حضور ﷺ کے پاس آتا تھا۔ آپ کی باتیں سن کر منافقین تک پہنچاتا تھا۔ یا اس سے مراد جلاس بن سوید ہے۔ حسن اور مجاہد نے کہا ہے ''ھو اذن'' سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے عذر ہم سے سن لیتے ہیں پھر خاموش ہو جاتے ہیں یعنی ہم ان کی اذیت یا مشکل میں پڑ جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ کو جو معذرت بھی پیش کی جائے آپ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ ہر چیز سن لینے والے کو ''اذن'' کہا جاتا ہے۔ اس کی سماعت کی کثرت کی وجہ سے محل سے ہی ان کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے اس جگہ اس کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی ''ذو اذن'' یعنی سننے والا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ''اَذِنَ للشئی'' سے مشتق ہے جس کا معنی غور سے سنتا ہے۔

حدیث پاک ہے ''رب تعالیٰ اس طرح غور سے کوئی بات نہیں سنتا۔ جس طرح وہ اپنے نبی کریم ﷺ کا قرآن پاک پڑھنا غور سے سنتا ہے۔'' رب تعالیٰ نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔ اگرچہ منافق اس کلمہ سے آپ کی مذمت کا ارادہ کرتے تھے۔ یہ ذال کے ضمہ کے ساتھ مشہور ہے۔ نافع نے اسے ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عطیہ نے لکھا ہے۔ اذن خیر سے مراد یہ ہے کہ آپ خیر اور حق کی بات سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں سنتے۔ یہ مضاف اور مضاف الیہ ہی ہیں۔ لیکن عاصم نے اس خیر کو مرفوع پڑھا ہے۔ انہوں نے ''اذن'' کو بھی تنوین دی ہے۔ یہ حسن کی تفسیر کے موافق ہے یعنی جو تمہاری معذرتوں کو قبول کر لے وہ تمہارے لیے بہتر ہوتا ہے'' علامہ عزفی نے لکھا ہے کہ آپ کا اسم گرامی ''اذن خیر'' یہ ادراک کی اس فضیلت میں سے ہے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ کوئی خیر باقی نہیں رہتی۔ نہ ہی بات رہتی ہے مگر آپ ان میں سے عمدہ ترین کو سن لیتے ہیں۔

الارجح

اس کا معنی یہ ہے کہ علم اور فضل کے اعتبار سے دوسرے سے برتر۔ شق صدر کی روایت میں ہے کہ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: ''ان کا وزن ان کی امت میں سے دس افراد کے ساتھ کرو۔'' اس نے میرا وزن کیا تو میں وزن میں بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا: ''ان کا وزن ان کی امت کے ایک سو افراد کے ساتھ کرو۔'' اس نے ان کے ساتھ وزن کیا تو میں وزن میں بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا ''اب ان کا وزن ان کی امت کے ایک ہزار افراد کے ساتھ کرو۔'' اس نے وزن

کیا تو میں وزن میں بڑھ گیا۔ اس ہنے کہا: ''انہیں چھوڑ دو۔ اگر تم ان کا وزن ان کی ساری امت کے ساتھ بھی کرو گے تو یہ وزن میں بڑھ جائیں گے۔'' یعنی یہ فضیلت میں ان سے زیادہ ہوں گے۔'' حضرت زھیر بن صرد نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

ان لم تدارکھم نعماء تنشرھا — یا ارجح الناس حلمًا حین یختبر

ترجمہ: ''اگرچہ انہیں وہ نعمتیں لگا تار نہ ملیں جنہیں آپ پھیلاتے ہیں اے حلم کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ! جب کہ کسی کا امتحان لیا جاتا ہے۔''

ارجح الناس عقلًا

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں ہیں۔ میں نے ان سب میں یہی پایا ہے کہ رب تعالیٰ نے آغاز دنیا سے لے کر اختتام دنیا تک سارے انسانوں کو حضور ﷺ کے مقابلہ میں اتنی عقل عطا کی ہے جتنا کہ دنیا کی ساری ریتوں کے مقابلہ میں ریت کا ایک ذرہ ہو۔ حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ عقلمند اور دانا تھے۔''

الارحم

یہ رحمت سے مشتق ہے یعنی سارے لوگوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

ارحم الناس بالعیال

ان دونوں اسماء مبارکہ کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

الازج

جس شخص کی آبروئیں طویل پتلی اور مڑی ہوئی ہوں۔ بال کثیر ہوں۔

الازکی

یہ الزکاۃ سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد طہارت ہے۔ ازکی العالمین سے مراد سارے جہانوں سے پاکیزہ مراد ہے۔

الازھر

یہ زھارۃ سے مشتق ہے جس کا معنی رونق ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا رنگ سفید (ازھر) تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی سفید روشن ہے۔ یہ اس روایت کے معنی میں ہے جسے ابن حبان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا۔''

الاسدّ

اس کا معنی المستقیم ہے یہ السدد سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد استقامت اور درست قول اور صحیح عمل کی توفیق ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو سارے لوگوں سے زیادہ ملک، انس، استقامت اور توفیق عطا کی گئی تھی۔ آپ رائے کی چھٹن سے سلامت تھے۔ کیونکہ آپ سے جو کچھ بھی صادر ہوتا تھا خواہ وہ از سبیل اجتہاد ہوتا وہ وحی کی طرف سے ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ کے اجتہاد میں بھی غلطی کا امکان نہ تھا۔

اشجع الناس

یہ شجاعت سے مشتق ہے۔ مصیبت کے وقت دل کی شدت کو شجاعت کہا جاتا ہے۔

الاشد حیاء من العذراء فی خدرھا

آپ حیاء کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے۔ قبیح امر سے مذمت کے خوف سے نفس کے انقباض کو حیاء کہا جاتا ہے۔

الاشنب

دانتوں کے جمال کو اشنب کہا جاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

الاصدق

یہ افعل تفضیل کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی ثبوت اور قوت ہے۔ جب انسان نیزہ بازی میں قوی اور ثابت ہو تو کہا جاتا ہے۔ "رجل صدق" حق پر ثابت قدم رہنے میں کوئی شخص بھی آپ سے بڑھ کر نہ تھا۔ آپ گفتگو میں بھی سب سے زیادہ سچے تھے۔ حق پر سب سے زیادہ ثابت قدم تھے۔ راہِ خدا میں سب سے زیادہ قوی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: "آپ گفتگو کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ سچے تھے۔ یہ اسم مبارک رب تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ (النساء: ۱۲۲)

ترجمہ: "کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں۔"

اصدق الناس لھجۃ

یعنی آپ زبان اقدس کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ سچے ہیں۔

الاطیب

یعنی افضل، اشرف یا خوشبو کے اعتبار سے سب سے عمدہ۔

الاعز

یعنی غلبہ اور قوت کے اعتبار سے آپ افضل ہیں۔

الاعظم

یہ العظمۃ سے افعل کے وزن پر ہے۔ یعنی آپ خلق اور خلق کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں۔ عظمت کمال ذات اور کمال صفات کی طرف راجع ہے۔ یہ حسن اور کمال کی غایت کو شامل ہے۔

الاعلیٰ

یہ العلو سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد رفعت ہے۔ یعنی آپ رفعت کے اعتبار سے دوسروں سے بلند ہیں۔ ابوحفص نسفی نے لکھا ہے کہ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ﴿٧﴾ (النجم:۷)

ترجمہ: ''اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔''

لیکن اس استدلال میں اختلاف ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ اس سے اس طرح استدلال کرنے کی وجہ میرے لیے عیاں نہیں ہوئی۔ اگر ہم استوی، ھو، دنا، فتدلی اور کان میں ضمائر کو حضور ﷺ کے لیے مختص کریں۔ تفسیر میں یہ قول مرجوع ہے اعلیٰ کو اس کی صفت بنانا درست نہیں کیونکہ ضمیر کا وصف بیان نہیں ہوسکتا جیسے کہ نحو کا قاعدہ ہے۔ البتہ ایک کمزور رائے اس کے حق میں ہے۔ گویا کہ انہوں نے اسے استویٰ کی ضمیر سے حال بنایا ہے۔ وھو بالافق مبتدا ہے۔ حال اس کی خبر ہے۔ معنیٰ یہ ہوگا۔ وہ بلندی پر متمکن ہوا اس حال میں کہ وہ افق پر تھا۔ یہ بہت دور کی بات ہے۔

اعلم باللہ

آپ رب تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ جس طرح کہ امام احمد کی روایت کردہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا اور رب تعالیٰ کی حدود کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں کہا ہے۔

اغر علیه للنبوة خاتم من الله مشهود یلوح و یشهد

ترجمہ: ''آپ پر مہر نبوت تاباں تھی۔ رب تعالیٰ کی طرف اس کی گواہی دی گئی تھی اور اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔''

افصح العرب

جس طرح کہ یہ تذکرہ اس روایت میں ہے جسے اصحاب الغریب نے اس لفظ سے روایت کیا ہے۔ ابن کثیر اور الشیخ نے لکھا ہے کہ ہم اس کی سند سے آگاہ نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ روایت بھی نقل کی ہے ''میں ان لوگوں میں سے فصیح ترین

ہوں جو الضاد سے گفتگو کرتے ہیں کیونکہ میرا تعلق قریش کے ساتھ ہے۔"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اہلِ عرب میں سے فصیح ترین ہیں۔ کیونکہ وہی الضاد سے گفتگو کرتے ہیں۔ کسی دوسری زبان میں یہ حرف نہیں۔"افصح" فصح الرجل سے افعل کے وزن پر ہے۔ یہ افصح اذا تکلم سے مشتق نہیں کیونکہ افعل تفضیل صرف ثلاثی سے بنتا ہے۔ الصحاح میں ہے: "رجل فصیح و کلام فصیح یعنی بلیغ۔"

الفصاحۃ کا معنی واضح ہونا بھی ہے"افصح الصبح" صبح کا اجالا ظاہر ہوا۔" اسی سے ہے ہر واضح چیز کو مفصح کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی خالص ہونا بھی ہے جیسے"فصح اللبن" یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دودھ سے جھاگ اتار لی جائے۔

اکثر الانبیاء تبعا

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر انبیاء میں سے بعض نبی اس طرح آئیں گے کہ اس کے ہمراہ صرف ایک تصدیق کرنے والا ہوگا۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: "مجھے امید ہے میرے پیروکار سارے انبیاء سے زیادہ ہوں گے۔" شاید اس وقت رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی امت نہ دکھائی ہو۔ آپ نے انہیں نہ دیکھا ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کی امید کو پورا کر دیا۔

الاکرم

یعنی وہ ہستی جو زیادہ کرم کے ساتھ متصف ہو۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کرم حریت کی طرح ہی ہے لیکن یہ چھوٹے اور بڑے محاسن میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ کرم بڑے بڑے محاسن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔"

دارمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کے ہاں اولین و آخرین سے معزز ہوں۔ میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔" آپ کی آپ کے رب کے ہاں عزت و کرامت یہ ہے کہ اس نے آپ کی حیات طیبہ کی قسم اٹھائی۔ آپ کی عبادت میں آپ پر شفقت کی اور کم عبادت کرنے کے لیے کہا کسی اور کے لیے اسی طرح نہ کیا بلکہ زیادہ عبادت پر ہی ابھارا۔ آپ کے لیے قسم اٹھائی کہ آپ مرسلین میں سے ہیں۔ آپ مجنون نہیں ہیں۔ آپ خلق عظیم پر ہیں۔ اس نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے نہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ آپ کو مختون پیدا کیا تاکہ کوئی شخص آپ کی شرم گاہ نہ دیکھ سکے۔ آپ کی روح قبض کرنے کے لیے فرشتہ اجل اجازت لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ سے قبل وہ کسی سے اجازت لے کر نہیں آیا تھا۔ یہ نام رب تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے رکھا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ (العلق:۳)

ترجمہ: "آپ کا رب بڑا کریم ہے۔"

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جسے ہر کریم پر زیادہ کرم کرنے پر کمال حاصل ہو۔ یا وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر اتنی نعمتیں کیں ہوں۔ جنہیں شمار نہ کیا جا سکتا ہو۔ وہ ان کے لیے حلیم ہو وہ ان کی ناشکری پر انہیں جلد سزا نہ دیتا ہو۔

اکرم الناس، اکرم ولد آدم

ہر دو اسمائے گرامی کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

الاکلیل

اس کا معنی تاج ہے۔ گول تاج کو اکلیل کہا جاتا ہے۔ آپ انبیاء کرام کے تاج ہیں۔ پاکبازوں کے سردار ہیں۔ آپ کے شرف اور قدر کی وجہ سے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ یا اس لیے کہ آپ کی رسالت نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جس طرح تاج سارے سر کا احاطہ کرتا ہے۔

الامجد

یہ المجد سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد شرف ہے۔

الامر والناھی

یہ الامر اور النھی سے اسم فاعل ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے۔"

یہ آپ کے حق میں فرض عین اور کسی اور کے لیے فرض کفایہ ہے۔ امام بوصیری نے فرمایا ہے:

نبینا الآمر الناھی فلا احد ابر فی قول لا منه ولا نعم

ترجمہ: "ہمارے نبی کریم ﷺ حکم دینے والے اور منع کرنے والے ہیں۔ آپ کے قول لا یا نعم میں کوئی آپ سے زیادہ سچا نہیں ہے۔"

علامہ العزفی نے لکھا ہے کہ یہ وصف درحقیقت رب تعالیٰ کا ہے کیونکہ آپ رب تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین وسیلہ ہیں۔ لہٰذا اسے آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ آپ کو ہی دیکھا جا سکتا ہے کہ آپ آمر اور ناھی ہیں۔ اور دلیل سے جانا جا سکتا ہے کہ آپ واسطہ ہیں۔ الامر کے کئی معانی ہیں۔ اس جگہ "طلب ایجاد الشئ" مراد ہے۔ النھی سے مراد "طلب ترکہ" ہے۔ الشیخ ابو اسحاق الشیرازی کے نزدیک اصح روایت کے مطابق ان میں علو کا تقاضا کیا گیا ہے۔ اہلِ اصول میں

سے ایک گروہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یعنی طالب مطلوب منہ سے عالی مرتبہ ہے۔ اسے استعلاء حاصل ہے۔ کیونکہ یہ طلب اصح روایت کے مطابق عظمت کے ساتھ ہوگی۔ امام رازی، آمدی اور ابن الحاجب کا یہی موقف ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا ہے تو پھر رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کو آمر اور ناھی کا وصف عطا ہونا۔ آپ کے بلند منصب اور رفعت شان پر دلالت کرتا ہے نیز یہ کہ آپ سارے لوگوں میں سے بلند منصب ہیں۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ آپ جو حکم دیں یا منع کریں۔ آپ کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

ترجمہ: ”اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔“

الامام

وہ ہستی جس کی بھلائی وغیرہ میں اقتداء کی جائے۔ اس کا اطلاق واحد اور جمع پر ہوتا۔

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ:۱۲۴)

ترجمہ: ”بیشک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا۔“

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ (الفرقان:۷۴)

ترجمہ: ”اور بنانا ہمیں پرہیزگاروں کے لیے پیشوا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

امام لهم يهديهم الحق جاهدا معلم صدق ان يطيعوه يهتدوا

ترجمہ: ”آپ ان کے امام ہیں انہیں کوشش کے ساتھ حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں آپ سچائی کے معلم ہیں اگر وہ آپ کی اطاعت کریں گے تو ہدایت پالیں گے۔“

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ مخلوق آپ کی اقتداء کرتی ہے وہ آپ کے فرمان اور عمل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

امام الخیر

ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرو تو عمدہ طریقہ سے سلام عرض کیا کرو۔ تم نہیں جانتے کہ شاید تمہارا سلام آپ کو پیش کیا جائے۔“ لوگوں نے عرض کی: ”آپ ہی ہمیں سکھا دیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”یوں کہو“ اللهم اجعل صلواتك و رحمتك و بركاتك على سيد المرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك الامين و رسولك امام الخير و قائد

الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ المقام المحمود الذی یغبطہ فیہ الاولون والآخرون۔

امام العالمین

العالم اسم جنس ہے۔ علم نہیں ہے۔ اس کی جمع عوالم اور عالمین آتی ہے۔ خواہ ہم کہیں کہ یہ ذوالعقول کے ساتھ مختص ہے۔ اور یہ ثقلین کے لیے مختص ہے۔ جیسا کہ زمخشری نے قول کیا ہے کیونکہ یہ العلم سے مشتق ہے۔ خواہ وہ کہیں یہ ہر چیز کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کا عالم کہا جاتا ہے۔ صحیح مؤقف یہی ہے۔ کیونکہ یہ العلامۃ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر موجود چیز وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی جمع عالمون نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لفظ عام ہے جبکہ العالمون ذوالعقول کے ساتھ خاص ہے۔ جمع مفرد سے اخص نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے سیبویہ نے کہا ہے کہ الاعراب (دیہاتی) اس عرب کی جمع نہیں ہیں۔ جس پر ان کا اور اہلِ قریٰ (شہریوں) کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ عوالم کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسیب سے روایت ہے کہ عالم کی تعداد ایک ہزار ہے۔ چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی پر ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔ چالیس خشکی میں اور چالیس سمندر میں عالم ہیں۔ حضرت کعب سے روایت ہے کہ عوالم کی تعداد صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امام العاملین

عامل کی جمع عاملین ہے۔ اس سے مراد بندے ہیں۔

امام المتقین

یعنی وہ ذات جس کی وہ اقتداء کریں۔ اس کی ہدایت کی اتباع کریں۔ یہ متق کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جو شرک سے بچے۔ شک اور مخالفات سے اجتناب کرے۔ امام الخیر میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

امام النبیین، امام الناس

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”روزِ حشر میں انبیاء کرام کا امام اور خطیب ہوں گا۔ میں ان کی شفاعت کروں گا۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔“ امام احمد کی روایت میں ہے ”میں امام الناس ہوں۔“ روزِ حشر کو اس کی تخصیص کی وضاحت ”سید الناس“ میں آئے گی۔

الامان

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور ﷺ کے عہد میں دو امان تھے۔ ایک کو اٹھالیا گیا جبکہ دوسری امان باقی ہے۔ ارشاد پاک ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳ (الانفال: ۳۳)

ترجمہ: ''اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہوں ان میں اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔''

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے بارے دو امان نازل کیں۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو میں روزِ حشر تک تم میں استغفار کو چھوڑ جاؤں گا۔''

حضور ﷺ اپنی امت کے لیے امان ہیں۔ آپ اپنی قوم کے لیے امان ہیں ان پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوتا۔ آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے عذاب ان سے دور ہو جاتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب تک آپ نے وصال نہیں فرمایا اس وقت آپ امان اعظم تھے۔ جب تک آپ کی سنت مطہرہ باقی ہے یہ امان باقی ہے۔ جب سنت مطہرہ ختم ہو جائے گی تو اس وقت مصائب اور فتنوں کا انتظار کرو۔''

الامنته

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: ''ستارے آسمان کے لیے باعث امن ہیں۔ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ کچھ آجائے گا جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کرام کے لیے امن کا باعث ہوں۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو میرے صحابہ کرام کو اس امر کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ میرا صحابہ کرام میری امت کے لیے امن کا باعث ہیں۔ جب میرے صحابہ کا وصال ہو جائے گا۔ تو میری امت کو اس چیز کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔''

الامنة

وہ شخص جسے ہر چیز پر امین بنایا گیا ہو۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی پر امین بنایا ہے یا اس کا معنی محافظ ہے۔ یعنی آپ نے اپنے صحابہ کرام کی بدعتوں، اختلافات اور فتنوں سے ان کی حفاظت کی۔ یہ آپ کے اس فرمان کے منافی نہیں ہے۔ ''جب رب تعالیٰ کسی امت پر رحم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی ﷺ کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے۔'' کیونکہ احتمال ہے کہ رحمت سے مراد امن ہو کہ وہ مسخ، خسف اور عذاب کی دیگر انواع سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دیگر وہ فتنے ہیں جن کا دروازہ آپ کے وجود کی وجہ سے بند تھا۔ یا اس کا معنی الامن ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ۔ (الانفال:١١)

ترجمہ: ''یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا۔''

آپ کو یہ اسم گرامی اس لیے عطا کیا گیا ہے کیونکہ آپ اہلِ ایمان کے لیے عذاب سے اور کافروں کے لیے خسف

اور عقاب سے امان ہیں۔

الأمّة

ساری بھلائیوں کی جامع جن کی اقتداء کی جائے یا خیر کے معلم۔ الآمۃ کا اصل جماعۃ ہے۔ آپ کا یہ نام اسی طرح رکھا گیا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ نام رکھا گیا تھا۔ کیونکہ آپ میں ایسے اوصاف حمیدہ اور خصال جمیلہ جمع ہیں جو بہت سے لوگوں میں بھی جمع نہیں ہیں۔

الم، المر، المص

''د'' نے ان کا تذکرہ کیا ہے مشہور یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے نام ہیں۔ اگر یوں کہا جائے تو صحیح ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ جو رب تعالیٰ نے آپ کے بھی نام رکھے ہیں۔

الالمعی

یہ ''لمع النار'' سے مشتق ہے۔ اس سے مراد آگ کی روشنی اور نور ہے۔ اس سے مراد دل اور زبان کا تیز ہونا اور انسان کا ذہین ہونا ہے۔ کیونکہ آپ بہت زیادہ دانا تھے۔ جب کسی معاملہ کا اول اور ابتداء ظاہر ہو جاتی تو آپ اس کے آخر کو جان جاتے تھے۔ جیسے کہ اوس بن حجر نے کہا ہے۔

''المعی وہ ہوتا ہے جو تمہارے بارے یوں گمان رکھتا ہے گویا کہ اس نے تمہیں دیکھا ہے اور تمہیں سنا ہے۔

الآمن

یہ صاحب کے وزن پر ہے۔ یہ خالص، تقی، شریف اور نقی کے معنی میں ہے۔ یہ امن سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد نفس کی طمانیت اور خوف کا ختم ہونا ہے۔ یہ امان اور امانۃ کی طرح ہے۔ آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ روزِ حشر رب تعالیٰ آپ کو امن عطا فرمائے گا۔ ارشاد پاک ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ ۔ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''اس روز رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو''

اس میں حکمت یہ ہے تاکہ آپ اپنی امت کی شفاعت کے لیے فارغ ہو سکیں کیونکہ اس روز سارے انبیاء ''نفسی نفسی'' پکار رہے ہوں گے۔ اگر آپ امن سے نہ ہوتے تو اس روز آپ بھی نفسی نفسی پکارتے۔

آپ مخلوق کے شر سے بھی محفوظ تھے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائی تھی۔ پہلے جب آپ باہر نکلتے تھے تو جناب ابو طالب آپ کے ہمراہ محافظ بھیجتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔[1]

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے (شر) سے۔"

اس کے بعد جب جناب ابو طالب آپ کے ساتھ کسی کو بھیجنے لگتے تو آپ فرماتے: "چچا جان! رب تعالیٰ نے مجھے تحفظ عطا فرمایا ہے۔ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" لیکن اس مؤقف میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ آیت طیبہ غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئی اور جناب ابو طالب ہجرت سے قبل وفات پا چکے تھے۔

آپ کا یہ فرمان اس امر کے منافی نہیں ہے۔ "خیبر میں کھائے ہوئے لقمہ کی اذیت بار بار لوٹ کر آتی ہے۔ اس نے میری رگ کاٹ کر رکھ دی ہے۔" کیونکہ وہ آیت طیبہ غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئی۔ جبکہ زہر آلود بکری آپ کو غزوہ خیبر میں پیش کی گئی۔" نہ ہی وہ تکالیف اس فرمان میں ہیں جو آپ کو غزوہ احد میں پہنچیں تھیں۔ کیونکہ اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو قتل سے محفوظ رکھے گا۔ اسے نفس سے کم پر محمول کیا جائے گا۔ اس کے نزول کے بعد آپ نے نگرانی کا جو حکم دیا تھا وہ شریعت مطہرہ میں جواز پیدا کرنے کے لیے تھا۔

الامین

اس کا تذکرہ ابن فارس نے کیا ہے۔ اس کا معنی قوی اور حافظ ہے جس کی امانت پر اعتماد کیا جائے۔ جب کہ دیانت میں ترغیب رکھی جائے۔ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾

(التکویر: ۱۹-۲۰-۲۱)

ترجمہ: "یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔ (سب فرشتوں کا سردار) اور وہاں کا امین ہے۔"

یہ دو قولوں میں سے ایک ہے قاضی نے اسے اکثر مفسرین کی طرف منسوب کیا ہے کہ مذکور رسول سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ آپ کو آپ کے بچپن میں آپ کے وقار، سچ، ہدایت گندگیوں سے اجتناب کی وجہ سے امین کہا جاتا تھا۔

حضرت کعب بن مالک نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

امین محب فی العباد مسوّم بخاتم رب قاہرٍ للخواتم

ترجمہ: "آپ امین ہیں۔ لوگوں میں محبوب ہیں۔ رب قاہر کی طرف سے آپ مہروں کی مہر ہیں۔ تعمیر کعبہ کے وقت قریش نے کہا تھا "ھذا امین ان شاء اللہ۔"

امام مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے میں آسمان میں امین ہوں۔ میرے پاس آسمان سے خبر صبح و شام آتی ہے۔" آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ وحی الٰہی کے محافظ اور اطاعت الٰہی پر قوی تھے۔ یا اس کا معنی مامون ہے۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ یہ آپ کا اسم

گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنی وحی پر آپ کو امین بنایا ہے۔ آپ کو اپنے اور اپنی مخلوق کے مابین واسطہ بنایا ہے۔ آپ کو امانت کی پوشاک پہنائی ہے جو خیانت کی ضد ہے۔ آپ کو صداقت کا ایسا تاج پہنایا ہے جو قابل فخر موتیوں سے آراستہ ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الاحزاب: ۷۲)

ترجمہ: ''ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں اور زمین پر۔''

میں امانت سے مراد فرائض مفروضہ ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد دل کی نیت ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے بندوں کو اس پر امین بنایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ جس نے توحید کو مخفی رکھا۔ وہ اسی طرح ہے گویا کہ اس نے اس کو ظاہر کیا ہے۔ اس نے امانت ادا کر دی ورنہ نہیں۔ یا اس سے مراد عقل یا عدالت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں۔

الاُمّی

ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ۔ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: ''جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے۔''

امی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اچھی طرح لکھ نہ سکے۔ جیسے کہ حدیث پاک میں ہے ''ہم امی امت ہیں جو حساب وکتاب سے آشنا نہیں ہیں۔'' ''الام'' کی طرف نسبت اسی طرح ہے جس طرح گویا کہ آپ اسی حالت پر ہی جس پر آپ کی والدہ نے آپ کو جنم دیا تھا۔ آپ کا امی ہونا آپ کے حق میں معجزہ ہے۔ اگرچہ دیگر افراد کے لیے اس طرح نہیں ہے۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ''کیونکہ آپ کا عظیم معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق علوم اور معارف کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اور بھی فضل وکرم کے ساتھ نوازا گیا تھا۔ ایسی ہستی کے لیے ایسے علوم ومعارف جو نہ پڑھی سکتی ہو نہ لکھ سکتی ہو۔ جو نہ مطالعہ کر سکتی ہو جسے نہ تلقین کی جا سکتی ہو۔ یقیناً تعجب کا مقام ہے۔ عبرت کی انتہاء اور بشر کے لیے معجزہ ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ قرات، کتابت علوم ومعارف کو نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مراد تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ جب ثمرہ اور مطلوب حاصل ہو گیا تو واسطہ سے استغنیٰ حاصل ہو گیا۔

تنبیہ

القاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ''جس شخص نے آپ کا وصف امی یا یتیمی کا تذکرہ کیا۔ اس کا مقصد آپ کی تعظیم وتوقیر تھا تو یہ عمدہ ہے۔ جس نے کسی بری نیت سے کہا۔ اسے قتل کر دیا جائے گا یا حسب حال اس کو ادب سکھایا جائے گا۔''

"الاُمّی": الامّی کو الامی بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن عطیہ نے اسے اسی طرح پڑھا ہے۔ یہ الام کی طرف منسوب ہے جو قصد کے معنی میں ہے یعنی یہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو مدعا ہیں۔ اتباع کی جگہ ہیں لوگ اپنے افعال اور شرع میں آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ آپ کا ایک اور نام ہوگا۔ ابن جنی نے لکھا ہے کہ احتمال ہے یہ الامیؐ کے معنی میں ہو۔ اس میں اس طرح تغییر کر دی ہو جس طرح نسب میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ دوسری لغت ہوگی دوسرا اسم نہ ہوگا۔

انعم اللہ

"اَنْعُم" نعمۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد احسان ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر نعمت ہیں۔ آپ کو ان کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے مخلوق کو بہت سی نعمتیں ملیں مثلاً اسلام، کفر سے اجتناب اور خسف سے امن۔

انفس العرب

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبۃ: ۱۲۸)

ترجمہ: "بیشک تشریف لایا تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے۔"

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے "انفسکم" پڑھا یعنی قدر و منزلت میں تم میں سے عظیم ترین۔ انفس نفاسۃ سے افعل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد شرف، علو اور عزت ہے۔ اسی سے دُرِّ نفیس ہے۔ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اس آیت طیبہ میں مخاطب اہل عرب ہیں۔ جب آپ ان سے عظیم ہیں تو غیر عرب سے عظیم ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ اہل عرب دیگر لوگوں سے افضل ہیں۔ اہل عرب کو یہ فضیلت حضور ﷺ کی وجہ سے ملی۔ جیسے کہ شاعر نے کہا ہے:

وَكَمْ اَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذُوِيْ شَرَفٍ   كَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَدْنَانُ

ترجمہ: "بہت سے باپ اپنے بیٹے کی وجہ سے شرف کی رفعتوں تک پہنچے جس طرح بنو عدنان کو حضور ﷺ کی وجہ سے رفعت ملی۔"

اوفی الناس ذماما

لوگوں میں سے حرمت و رعب کے لحاظ سے سب سے زیادہ۔ جس طرح کہ حضرت حسان کا شعر پہلے گزر چکا ہے۔

وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا   اَبَرُّ وَ اَوْفٰى ذِمَّةً مِّنْ مُّحَمَّدٍ

الانوار المجرد

تاباں، چمکدار، متجر د سے مراد ہر وہ چیز ہے جو آپ کے جسم اطہر سے جدا ہو اور اسے دیکھا جا سکے۔

الاواہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ یوں دعا مانگا کرتے تھے: "مولا! مجھے اپنا بہت زیادہ شکر گزار بنا دے، مجھے اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنا دے۔ مجھے بہت زیادہ ڈرنے والا بنا دے۔ اپنا بہت زیادہ اطاعت گزار بنا دے۔ اپنے لیے بہت زیادہ عاجزی کرنے والا بنا دے۔ اپنے لیے خشوع و خضوع کرنے والا بنا دے۔" "الاواہ" کے معنی میں اختلاف ہے۔ اس کے بارے کئی اقوال ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ خشوع کرنے والے۔ دعا میں عاجزی کرنے والے، مومن، توبہ کرنے والے، یقین رکھنے والے، جھکنے والے، نگرانی کرنے والے، تسبیح کرنے والے، خطاء کے بغیر استغفار کرنے والے۔ حلیم و کریم رحیم، خوف رکھنے والے، ذکر کرنے والے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ یہ سارے اوصاف آپ میں پائے جاتے ہیں۔

الاوسط

اس کا معنی یا تو عادل یا ہر چیز سے بہترین ہے۔ رب تعالیٰ یہ شعر کہنے والے پر رحم کرے:

یا اوسط الناس طرافی تفاخرھم — و فی تفاضلھم یا اشرف العرب

ترجمہ: "اے وہ ذات پاک جو فخر اور فضیلت میں سارے لوگوں میں سے بہترین ہے۔ اے سارے عرب سے زیادہ شرف والے!"

اللہ تعالیٰ نے یہ وصف آپ کی امت کے بارے بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ (البقرہ: ۱۴۳)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے بنایا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت۔"

یعنی عدول، بہترین، اہلِ دین، غلو اور تقصیر کے مابین۔

الاولی

اہلِ ایمان کے نفسوں کے لیے بھی زیادہ قریب اور مستحق اور دین و دنیا کے امور میں سے ہر چیز سے افضل۔ اس کی مزید تفصیل خصائص میں آئے گی۔

الاول

سابق، دوسرے سے مقدم یا وہ ذات جس کی پیروی کی جائے۔ یہ اس جگہ غیر منصرف ہے۔ کیونکہ اسے آپ کا

علم بنا دیا گیا ہے۔ اس میں وزن فعل بھی ہے۔ بصریوں کے نزدیک یہ وہ وصف ہے جو لفظ میں مطلقاً جاری ہوتا ہے۔ یہ اسبق کی طرح ہے جو السبق سے اسم تفضیل ہے۔ جب یہ الف اور لام سے خالی ہو تو اس کا مفرد اور مذکر ہونا لازم آتا ہے۔ اگر اس کی اضافت کی نیت کی گئی ہو تو یہ مبنی بر ضمہ ہوتا ہے۔

الآخر

یہ الاول کی ضد ہے۔ یہ تاخر سے اسم فاعل ہے جو تقدم کی ضد ہے۔ امام بیہقی نے معراج کے قصہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پھر آپ نے رب تعالیٰ کی مخلوق سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کی "السلام علیك یا اول! السلام علیك یا آخر! السلام علیك یا حاشر!" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ سلام کا جواب ارشاد فرمائیں۔"

امام بزار نے اسراء کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے آپ کو تخلیق کے اعتبار سے اول النبیین بنایا ہے۔ بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر بنایا ہے۔"

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں روز حشر اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میرے لیے زمین شق ہوگی۔ میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہوں۔"

مذکورہ بالا دونوں اسماء رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔ اس کے حق میں اول کا معنی یہ ہے کہ بدایۃ کے بغیر اشیاء کے وجود قبل ان کے لیے سابق۔ اور ان کے فناء کے بعد بلا نہایۃ ان کا آخر" قاضی نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اس کے لیے نہ اول ہے نہ آخر۔"

اول الرسل خلقا، اول شافع، اول مشفع

وہ ذات جو شفاعت کرے گی۔ اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ اس سے مراد یہ التجا ہے کہ وہ گناہ گاروں سے تجاوز کرے۔

اول المسلمین، اول من تنشق عنه الارض، اول المومنین

اسلام اور ایمان کے پیشوا۔

آية الله

اسے الشیخ نے ذکر کیا ہے مجاہد سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ۔ (حم السجدہ ۵۳)

ترجمہ: "ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں۔"

اس سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں کیونکہ آپ ظاہری علامت ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ یہ "آتی" سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ ایک چیز کو دوسری چیز سے ممتاز کرتی ہے۔ یا یہ "اولی الیہ" سے مشتق ہے۔ کیونکہ مطلوب پر استدلال کرنے کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ آپ کا اس لیے یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو ہدایت کے راستے کا علم بنایا ہے۔ ایسا علم جو دائمی کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (آل عمران: ۴)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ان کے لیے سخت عذاب ہے"

اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔

حرف الباء

البارع

یہ "برع الشئی" سے مشتق ہے۔ جب انسان اپنے ساتھیوں سے فضل، علم، حلم اور حکم میں فائق ہو جائے۔

البارقلیط

قاضی نے لکھا ہے کہ یہ انجیل میں آپ کا نام تھا۔ اس کا معنی روح القدس ہے۔ ثعلب نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے جو حق اور باطل کے مابین فرق کر دے۔ اس کا معنی حامد یا حماد بھی ہے۔ شیخ تقی الدین شمنی نے لکھا ہے کہ اکثر اہل انجیل کے نزدیک اس کا معنی المخلص ہے۔

الباطن

وحی کی وجہ سے امور کی حقیقت سے آشنا۔ یہ رب تعالیٰ کا اسم ہے اس کا معنی نگاہوں سے اس طرح مخفی ہونا ہے۔ جو امور کے باطنی معانی کا اس طرح آشنا ہو کہ اسے اشتباہ لاحق نہ ہو سکے۔ ایک معنی یہ بھی کہا گیا ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے باطن اور علامات کے اعتبار سے ظاہر ہو۔" ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جس کی حقیقت کو عقول اور حواس نہ پا سکیں۔ آپ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے مقام کی اس بلندی کا ادراک نہ ہو سکے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ امام بوصیری نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اعیی الوری فهم معناه فلیس یری ... للقرب والبعد فیه غیر منفحم

ترجمہ: "حضور ﷺ کے کمالات کو سمجھنے نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے۔ خواہ کوئی آپ کے قریب ہو یا بعید وہ

آپ کے کمالات بیان کرنے سے عاجز ہی ہے۔"

كالشمس تظهر للعينين من بعد صغيرة و تكل الطرف من امم

ترجمہ: "آپ کی مثال سورج کی سی ہے جو دور سے آنکھوں کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور نزدیک سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔"

و كيف يدرك في الدنيا حقيقة قوم نيام تسلوا عنه بالحلم

ترجمہ: "وہ قوم دنیا میں آپ کی حقیقت کو کیسے پا سکتی ہے جو محوِ خواب ہے۔ اور خوابوں کی دنیا میں ہے۔"

فمبلغ العلم فيه انه بشر و انه خير خلق الله كلهم

ترجمہ: "ہمارے علم کا منتہیٰ یہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور آپ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہترین ہیں۔"

البالغ، البیان

الباهر

الکسائی نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "محمد عربی ﷺ "بدر باہر" ہیں۔ یعنی ان کا نور سارے انبیاء کے انوار پر غالب ہے۔ کیونکہ اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس سے بہت زیادہ فیض حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ بدر باہر سے مشتق ہے۔ یعنی چاند کا نور ستاروں کے انوار پر غالب ہے۔

یا اس لیے کہ آپ حسن و جمال میں ساری مخلوق پر غالب ہیں۔ اس وقت یہ "بهرت فلانة النساء" سے مشتق ہوگا۔ یا اس لیے کہ آپ نے حجت کو ظاہر کیا۔ جس طرح شاعر نے اس شعر میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

لقد بهرت فلا تخفى على احد الا على اكمه لا يعترف القمرا

ترجمہ: "آپ نے حجت ظاہر کر دی جو کسی پر مخفی نہیں سوائے اس کے جو پیدائشی اندھا ہو اور چاند کو نہ پہچانتا ہو۔"

الباهي

حسن جمیل۔ یہ بہاء سے اسم فاعل ہے۔

البحر

یہ برّ کا عکس ہے۔ اس کا اطلاق کثیر، وسیع اور گہرے پانی پر ہوتا ہے۔ ہر بڑے دریا کو بحر کہا جاتا ہے۔ تیز رفتار گھوڑے کو بحر کہا جاتا ہے۔ کسائی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: "محمد عربی ﷺ بحر بے کراں ہیں۔" یہ آپ کے فائدہ کی عمومیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ آپ بذاتِ خود پاک ہیں۔ اپنے پیروکاروں کو پاک فرمانے والے ہیں نیز آپ کا کرم بڑا وسیع ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ اسلام پر آپ جو کچھ بھی مانگا گیا آپ نے ضرور عطا

کر دیا۔ ایک شخص نے آپ سے وہ بکریاں مانگیں جو دو پہاڑوں کے مابین ہیں۔ آپ نے وہ سب اسے عطا فرما دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا۔ اس نے کہا "میری قوم اسلام قبول کر لے۔ محمد عربی ﷺ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ فقر کا اندیشہ نہیں رہتا۔"

البدء

ایسا سردار کہ جب سرداروں کو گنا جائے تو اس سے ابتدا ہو کیونکہ آپ سب سے زیادہ جلیل ہیں۔

البدیع

یہ ابدع سے صفت مشبہ ہے۔ یعنی حسن و جمال میں بدیع۔ مستقل اور منفرد۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی آلہ اور مارہ کے بغیر کسی چیز کو بنانا ہے۔

البدر

پورا چاند۔ چاند کے مکمل ہونے کی وجہ سے اسے بدر کہا جاتا ہے۔ آپ کی تکمیل، کمال اور شرف کی رفعت کی وجہ سے آپ کو بدر کہا گیا ہے۔ الکسائی نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "محمد عربی ﷺ بدر باہر، نجم زاہر اور بحر زافر ہیں۔

البر

اس سے مراد اطاعت، یا احسان یا صدق ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا: "تین افضل نیکیاں ہیں:

1. غضب میں صدق
2. تنگدستی میں سخاوت
3. قدرت ہوتے ہوئے درگزر کرنا

حضور ﷺ نے فرمایا: "نیکی حسن خلق میں سے ہے۔" کیونکہ آپ اس مقام پر فائز ہیں اس پر آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے احسان میں مبالغہ کرنے والا! وعدے کا سچا۔

البرقلیطس

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ رومی زبان میں یہ حضور اکرم ﷺ کا نام ہے۔

البرھان

ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں برھان سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (النساء: ۱۷۴)

ترجمہ: "آچکی ہے تمہارے پاس ایک (روشن) دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے۔"

لغت میں برہان حجت کو کہتے ہیں۔ دوسرے قول کے مطابق ایسی دلیل جو اتنی واضح اور عیاں ہو کہ مکمل یقین عطا کر دے۔ دونوں معنوں کے اعتبار سے حضور ﷺ حجت ہیں کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی اس کی مخلوق پہ حجت ہیں۔ اپنے دلائل اور معجزات کی وجہ سے روشن اور واضح حجت ہیں۔ یہ اسم گرامی رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔

البشر

انسان کو بشر کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی جلد ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ دیگر حیوانات کی جلد بالوں، صوف اور اون سے ڈھکی ہوتی ہے۔ آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ سارے انسانوں سے عظیم اور جلیل ہیں۔ جس طرح کہ عام اسم کے ساتھ خاص لوگوں کا نام رکھا جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (الکہف: ۱۱۰)

ترجمہ: "آپ فرمائیے میں بشر ہی ہوں تمہاری مثل۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگ بشریت میں برابر ہیں۔ انسانیت کے اعتبار سے ان میں مساوات ہے۔ وہ ان معارف جلیلہ کی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ مختص ہیں۔ اس لیے اس کے بعد فرمایا: "یوحیٰ الیّ" یہ اس جہت پر تنبیہ ہے جس کی وجہ سے آپ کو لوگوں پر فضیلت ملی۔ یعنی میں وحی اور رسالت کی وجہ سے تم میں سے مخصوص اور ممتاز بن گیا ہوں۔"

بشریٰ عیسیٰ

یہ بشارت سے فعلی کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد خوش کرنے والی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (الصف: ۶)

ترجمہ: "مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہوگا۔"

مستدرک میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں پانچ انبیاء ہیں جن کے بارے بشارت دی گئی۔ حضرت محمد عربی، عیسیٰ، اسحاق، یعقوب، یحییٰ صلی اللہ علیہم وسلم۔

بماذ بماذ

اسے "ذ" سے تورات کے سفر اول سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ باء کے دو، میم کے چالیس الف کا ایک

الذال کے چار دوسری میم کے چالیس اور الف کا ایک عدد ہے۔ جبکہ ذال کے چار اعداد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ تعداد بانوے بنتی ہے۔ یہ تعداد حضور ﷺ کے اسم گرامی کی تعداد کے برابر ہے۔ جبکہ قاضی نے شفاء میں "ماذ ماذ" ذکر کیا ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ شاید صحیح نام یہی ہو لیکن اس میں تحریف کر دی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ابن قیم نے اسے جلاء الافہام میں تورات سے اور اہل کتاب کے بعض شارحین سے نقل کیا ہے۔ پھر انہوں نے وہی کلام ذکر کیا ہے جو "د" نے ذکر کیا ہے۔ ماذ ماذ صحیح ہے۔

البلیغ

فصیح۔ ایسا فصیح جو اپنی عبارت کے ساتھ اپنے ضمیر کی تہ تک پہنچ جائے۔

البہاء

عزت و شرف۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ اس امت کی عزت اور شرف ہیں۔

البہی

حسن عاقل۔

البینہ

واضح دلیل۔ ارشاد فرمایا:

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾

(البینہ:۱)

ترجمہ: "جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا (وہ) اور مشرکین (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک نہ آجائے ان کے پاس روشن دلیل۔"

اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ رسول البینہ کا بدل یا عطف بیان ہے۔

البیان

کشف، اظہار یا فصاحت۔ یا یہ مبیّن کے معنی میں ہے یعنی لوگوں کے لیے ایسے امور کا اظہار کرنے والے جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے یا انہی روکا گیا ہے یا اس کا معنی "موضح" بھی ہے یعنی امت کے لیے دین کے مخفی امور کو واضح کرنے والے۔

حرف التاء

التالی

اپنے سے پہلے کی اتباع کرنے والے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ (النحل: ۱۲۳)

ترجمہ: "پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا"۔

یا اس سے مراد تلاوت کرنا ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا ۔ (البقرة: ۱۵۱)

ترجمہ: "جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں"۔

التذکرہ

جس سے لوگوں کو نصیحت ملے۔ غافل آگاہ ہو جائے۔ الراغب نے لکھا ہے کہ یہ العلامۃ اور دلیل سے اہم ہے کیونکہ یہ دونوں امور حسیہ کے ساتھ مختص ہیں جبکہ تذکرہ امور ذہنیہ کے ساتھ مختص ہے۔

جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ (الحاقة: ۴۸)

ترجمہ: "یہ متقین کے لیے نصیحت ہے"۔

بعض نے کہا کہ تذکرہ سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔

التقی

یہ تقویٰ سے فعیل کے وزن پر ہے قاضی نے لکھا ہے کہ ایک پرانا پتھر ملا ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔ (محمد تقی مصلح سید امین)

التلقیط

"ع" نے اس کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے اہل روم کی کتب میں آپ کا یہ نام ہے۔

التنزیل

یہ منزل کے معنی میں ہے یعنی مرسل۔ یا جس پر قرآن اتارا گیا ہو۔ جیسا کہ ارشاد پاک ہے:

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ (الحاقة: ۴۳)

ترجمہ: "بلکہ یہ نازل شدہ ہے رب العالمین کا۔"

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یا حضور ﷺ یا قرآن مجید ہے۔ پہلے اعتبار سے یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ۔ (البینۃ:۲)

ترجمہ: "ایک رسول اللہ کی طرف سے۔"

التہامی

یہ تہامہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے اسماء میں سے ہے۔ تہامہ نجد سے بلاد حجاز تک نشیبی جگہ کا نام ہے۔ کیونکہ وہاں ہوا متغیر ہو جاتی ہے اس لیے اس کو تہامہ کہا جاتا ہے۔

حرف الثاء

ثانی اثنین

یہ قرآن پاک کی آیت سے ماخوذ ہے۔ یعنی دو میں سے دوسرے۔ اس سے مراد حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ اس آیت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ اپنے رب کے ادب میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے تھے۔ تنگی اور خوشحالی میں آپ کا اعتماد اپنے رب پر تھا اس جگہ آپ نے اپنے رب کا نام پہلے ذکر کیا۔ تا کہ اس کی تعظیم ہو جائے اور آپ کو لذت نصیب ہو۔

الثمال

"ط" نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ملجاء، ماویٰ، مددگار، معین اور کافی ہے جیسے کہ آپ کے دادا نے آپ کی تعریف میں کہا: "ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل" آپ یتیموں کے مددگار اور بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں۔ جب حضرت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے اس وقت آپ معصوم بچپن میں تھے۔ انہوں نے آپ میں خیر کی علامات اور برکت کی نشانیاں دیکھ کر یوں کہا تھا۔ بعض اوقات ظاہر کو دیکھ کر باطن پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

و قل من ضمنت خیرا طویتہٗ
الا فی وجھہ للخیر عنوان

ترجمہ: "کم ہی ایسا ہوا ہے کہ ان کی عادت میں جو مخفی ہو مگر ان کے چہرے پر خیر کا عنوان لکھ دیا جاتا ہے۔"

ثمال کا معنی رب تعالیٰ کی ذات کی طرف منقطع ہونے والا یا رب تعالیٰ کی کفایت پر اعتماد کرنے والا۔

حرف الجیم

الجامع

الجبار

"یاد" نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب میں ہے "تقلد سیفك ایها الجبار فان ناموسك و شرائعك مقرونة بهیبة یمینك" رب تعالیٰ کے لیے اس کا معنی کسی چیز کی اصلاح کرنے والا۔ یا بلند شان والا یا متکبر ہے۔ آپ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ یا تو آپ نے اپنی امت کی ہدایت یا تعلیم کے ساتھ اصلاح کی یا دشمن پر غالب آتے یا سارے انسانوں سے مرتبہ میں بلندی پر فائز ہوئے۔ رب تعالیٰ نے آپ سے اس جبر کی نفی کی ہے جو تکبر کے معنی میں ہے جو آپ کے مناسب نہیں فرمایا:

مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ (ق:۴۵)

ترجمہ: "آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔"

"الصحاح" میں ہے کہ جبر کا معنی یہ ہے کہ انسان فقر سے غنی ہو جائے یا اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو درست کرے۔ ابن درید نے لکھا ہے کہ جبار کا معنی عظیم الخلق ہے جبار کا معنی لوگوں پر مسلط ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت طیبہ کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ یعنی مسلط انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ قتال کی آیت سے منسوخ ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ جبار اس وقت مسلط میں ہوگا۔ جب کہ آپ کو قتال کا حکم مل چکا ہو۔ زبور کے سیاق و سباق کے اعتبار سے بھی یہی معنی مناسب ہے۔ شرح میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنے والے نہیں بلکہ داعی اور ہادی ہیں۔

الجدّ

عظیم حصے والے جلیل القدر والے۔ الجد کا معنی ہے کوشش کرنے والا۔ یعنی آپ عبادت میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے۔

الجلیل

یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی عظیم ہے۔ جس کی صفات مکمل ہو جائیں۔ عظیم وہ ہوتا ہے۔ جس کی صفات جلیل ہوں، ذاتِ کبیر ہو۔ جلال اور جمال میں فرق یہ ہے کہ جلال صفت سلبیہ ہے جبکہ جمال صفت ثبوتیہ ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ذات جو جلال کی صفات سے متصف ہو۔ وہ کمال صفات کی طرف راجع ہو۔ جس طرح کبیر کمال ذات کی طرف راجع ہوتا ہے۔ عظیم ذات اور صفات دونوں کے کمال کا جامع ہوتا ہے۔

کرمانی نے کہا ہے کہ اگر کہا جائے کہ جلال، عظمت اور کبریاء میں کیا فرق ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ مترادفات ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیر کی ضد صغیر، جلیل کی ضد دقیق، عظیم کی ضد حقیر ہے۔ ضد کے ساتھ ہی اشیاء واضح ہوتی ہیں۔ جب اس کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ایسے اوصاف سے متصف ہونا جو اس کے لائق ہیں ایک قول یہ ہے کبریاء کمالِ ذات کی طرف راجع ہے۔

الجهفم

یہ جعفر کے وزن پر ہے اس سے مراد وہ ذات ہے جس کا سر بڑا چہرہ گول کشادہ جبین اور سینہ وسیع ہو۔ یہ سارے اوصاف آپ میں پائے جاتے ہیں۔

الجوّاد

علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ جواد کی حقیقت یہ ہے کہ انسان پر خرچ کرنا مشکل نہ ہو۔ یہ کرم کا پہلا مرتبہ ہے۔ سخاوت، پھر جود پھر ایثار ہے۔ جو بعض عطا کر دے بعض رکھ لے وہ سخی ہے جو اکثر خرچ کر دے اور کچھ رکھ لے وہ جواد ہے جو نقصان برداشت کرے دوسرے کو خود پر ترجیح دے وہ موثر ہے۔

الجواد

یہ الجود سے صفت مشبہ ہے۔ کریم اور سخی کو الجواد کہا جاتا ہے۔

حرف الحاء

الحاتم

"با" نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں موجود ہے۔ یہ حضرت کعب الاحبار علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں "اس کا معنی ہے کہ خلق کے اعتبار سے سارے انبیائے کرام سے حسین۔"

الحاشر

دوسرے باب کی احادیث میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے آپ نے فرمایا: "انا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی" ایک روایت میں "علی قدمی" ہے۔ "علی قدمی" کے معنی میں اختلاف ہے یا تو اس کا معنی ہے "میرا زمانہ میرا عہد" کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے یا اس کا معنی ہے کہ میرے سامنے لوگوں کو اٹھایا جائے گا جیسے کہ ارشاد ہے:

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: "اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہوگا"

خطابی اور ابن دحیہ نے کہا ہے "اس کا معنی ہے اثری" یعنی آپ آگے آگے ہوں گے مخلوق آپ کے پیچھے پیچھے ہوگی۔ کیونکہ سب سے پہلے زمین آپ کے لیے شق ہوگی۔ پھر ہر نفس کو زندہ کیا جائے گا۔ جو آپ کے پیچھے ہوگا" خطابی نے لکھا ہے کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ روایت میں "علی عقبی" کے الفاظ ہیں۔ العزفی نے لکھا ہے "قدم کو اثر سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق معنی یہ ہے علی اثر زمانی قرب قیامت جس طرح کہ آپ نے فرمایا: "مجھے اور قیامت کو اس طرح (اکٹھا) بھیجا گیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ القدم سے مراد زمانہ ہو۔ یعنی میرے قدموں پر کھڑا ہونے کا وقت حشر کی علامات کو ظاہر کرے گا۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ ہی کوئی شریعت ہوگی۔ حضرت نافع بن جبیر کی روایت میں ہے "میں عاشر ہوں جسے قیامت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے" یا میری شہادت پر لوگوں کو اٹھایا جائے گا جو میں رب تعالیٰ کے لیے لوگوں پر دوں گا" اس کی تفسیر میں ایک احتمال ہے وہ یہ کہ اس امر کا تقاضا یہ ہے کہ آپ محشور ہوں۔ حاشر سے اس کی تفسیر کیسے بیان ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہ اسم فاعل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فعل کی فاعل کی نسبت اضافت ہے۔ اضافت تھوڑی سی مناسبت کے ساتھ بھی درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ ہی آپ کی امت کے بعد کوئی امت ہے۔ تو حشر کو آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا کیونکہ یہ آپ کے بعد واقع ہوگا۔ "علی عقبی، علی قدمی" کو واحد اور تثنیہ دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے حشر کے ساتھ اپنا وصف بھی بیان فرمایا ہے۔ فرمایا:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ۔ (یونس: ۴۵)

ترجمہ: "اور جس روز وہ ان سب کو جمع کرے گا۔"

وَحَشَرْنٰهُمْ۔ (الکہف: ۴۷)

ترجمہ: "ہم جمع کریں گے انہیں۔"

اسی طرح آپ کا یہ اسم مبارک رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔"

حاط حاط

"ع" نے کہا ہے کہ زبور میں آپ کا یہ نام ہے۔

الحافظ

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ رب تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے "ساری موجودات کا عدم سے تحفظ۔ ضدات میں سے بعض کا بعض سے تحفظ" امام غزالی نے لکھا ہے کہ بندوں میں سے حافظ وہ ہوتا ہے جو اپنے اعضاء کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنے دل اور دین کی غضب، شہوت کی صلابت، نفس کے دھوکہ اور شیطان کے فریب سے اس کی

حفاظت کرتا ہے۔ یہ حفظ سے اسم فاعل ہے۔ کیونکہ آپ امت اور وحی کے محافظ ہیں اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ آپ سے نسیان کے وقوع کی وجہ سے آپ کے اس وصف میں اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جیسے کہ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مسجد میں ایک شخص کی قرأت سنی تو فرمایا: "رب تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے وہ آیت یاد کرا دی جو میں بھول چکا تھا۔" کیونکہ ایسا کبھی کبھار ہی ہوا ہے۔ جبکہ حکم اغلب پر لگایا جاتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت آئے گی۔

الحاکم

"د" نے آپ کا یہ اسم گرامی لکھا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ۔ (النساء:۱۰۵)

ترجمہ: "بیشک ہم نے نازل کی ہے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ تاکہ فیصلہ کریں آپ لوگوں میں۔"

الحامد

یہ حمد سے اسم فاعل ہے۔ حمد سے مراد رب تعالیٰ کی ایسی تعریف ہے جس کا وہ اہل ہے۔ "د" نے لکھا ہے کہ یہ اسم گرامی حضرت کعب نے ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں کسی کو کہتے ہوئے سنا "آپ انسانوں میں سے بہترین ہستی اور سید العالمین سے حاملہ ہیں۔ جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام محمد رکھنا تورات میں ان کا نام حامد اور انجیل میں احمد ہے۔" آپ حامل لواء احمد بھی ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں حبیب اللہ ہوں میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ روز حشر لواء حمد میرے پاس ہوگا میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔"

شیخ سے لواء احمد کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ حقیقی ہے یا معنوی؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ معنوی ہے۔ اس سے مراد حمد ہے کیونکہ لواء کی حقیقت جھنڈا ہے۔ یہ تو لشکر کا سپہ سالار پکڑتا ہے۔ حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ روز حشر آپ لوگوں کے سردار اور امام ہوں گے۔ اس وقت آپ رب تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے۔"

ابن اثیر نے روایت لکھی ہے کہ ہر دھوکہ باز کے لیے جھنڈا ہے۔ یعنی ایسی علامت ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے کیونکہ جھنڈے کو رئیس کی شہرت کی جگہ رکھا گیا ہے۔

الحامی

امت کی ہر ہلاکت اور بربادی سے حفاظت کرنے والے۔ یا بیت اللہ اور حرم پاک کی حفاظت کرنے والے اور مجرموں کے ہاتھوں سے اسے دور کرنے والے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ کے لیے روا تھا کہ

آپ اپنے نفس کی حفاظت کریں۔ اگرچہ اس کا وقوع آپ سے نہیں ہوا۔

الحائل لامته من النار

یہ اسم فاعل ہے یعنی امت کو آتش جہنم سے بچانے والے۔

حبیب اللہ

یہ محبۃ سے فعیل کے وزن پر ہے۔ یہ مفعول یا فاعل کے معنی میں ہے۔ کئی احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ قاضی نے لکھا ہے "اصل میں محبت اس چیز کی طرف میلان کا نام ہے جو محب کے موافق ہو، لیکن یہ مفہوم اس شخص کے حق میں ہے جس سے میلان درست ہو۔ رفق سے فائدہ اٹھانا درست ہو۔ یہ مخلوق کا درجہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اعراض سے منزہ ہے۔ بندے کے ساتھ اس کی محبت یہ ہے کہ وہ بندے کو سعادت مند ہونے اور عصمت اور توفیق کی قدرت دے اس کے لیے قرب کے اسباب پیدا کرے۔ اس پر اپنی رحمت نچھاور کرے۔ اس کے دل سے حجابات اٹھا دے حتیٰ کہ وہ اسے اپنے دل کے ساتھ اسے دیکھ لے۔ بصیرت اور زبان کے ساتھ اس کی زیارت کرلے۔ وہ اس طرح ہو جائے جس طرح حدیث پاک میں ہے جب میں بندے سے پیار کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔"

"الاصطفاء" میں ہے کہ شرح المواقف میں ہے "رب تعالیٰ سے ہماری محبت ایک روحانی کیفیت ہے جو رب تعالیٰ کمال مطلق کے تصور سے مترتب ہوتی ہے۔ اور اس کا تقاضا ہے کہ حریم قدس کی طرف سستی اور کاہلی کے بغیر مکمل توجہ رکھی جائے۔ جبکہ رب تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے ہماری محبت وہ کیفیت ہے جو اس میں کمال کے تخیل پر مترتب ہوتی ہے۔ اس کا تعلق لذت کے ساتھ ہو یا شفقت یا مشاکلہ کے ساتھ ہو۔ جس طرح کہ عاشق کی اپنے معشوق کے ساتھ محبت۔ منعم علیہ کی منعم کے لیے محبت باپ کی بچے کے ساتھ محبت۔ پھر یہ ہمارے نزدیک رضا اور ترک اعتراض کے ساتھ ارادہ کی طرح ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ ارادہ کی طرح ہے۔ اسی پر یہ مترتب ہوتی ہے۔ جیسا کہ "الارشاد" میں ہے کہ حقیقت میں رب تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ارادہ ہے ارادہ متجدد کے متعلق ہوسکتا ہے لیکن رب تعالیٰ کا اول نہیں ہے۔

حبیب اور خلیل میں فرق یہ ہے کہ خلیل وہ ہوتا ہے جسے رب تعالیٰ پہلے آزماتا ہے۔ پھر اس سے محبت کرتا ہے جبکہ حبیب وہ ہوتا ہے جسے آزمائش کے بغیر ہی وہ محبت کرتا ہے۔

مقام محبت اور مقام خلت میں اختلاف کیا گیا ہے کہ ان میں سے افضل کون سا مقام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ خلیل وہی ہوتا ہے جو حبیب ہو اور حبیب وہی ہوتا ہے جو خلیل ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ محبت کا درجہ بلند

ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا رتبہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے بلند ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقام خلت بلند ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: "اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل بنالیتا۔" آپ نے انہیں خلیل نہ بنایا۔ حالانکہ آپ نے حضرت سیدہ خاتونِ جنت، ان کے نورانِ نظر اور حضرت اسامہ وغیرہم کے لیے محبت کا اظہار کیا۔"

اہل الاشارات نے محبت کی فضیلت میں بہت عمدہ کلام کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "خلیل وہ ہوتا ہے جو واسطہ کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام:۷۸)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے دکھادی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔"

حبیب کے لیے فرمایا:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ (النجم:۹)

ترجمہ: "یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔"

خلیل وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت طمع کی حد میں ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ (الشعراء:۸۲)

ترجمہ: "اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بخش دے گا میرے لیے میری خطا روزِ جزا کو۔"

جبکہ حبیب کی مغفرت یقین کی حد میں ہوتی ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح:۲)

ترجمہ: "تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت) سے پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت) بعد لگائے گئے۔"

خلیل آزمائش میں حسبی اللہ کہتا ہے۔ جبکہ حبیب کے لیے کہا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔ (الانفال:۶۴)

ترجمہ: "اے نبی (مکرم) کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔"

خلیل عرض کرتے ہیں:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ۔ (الشعراء:۸۵)

ترجمہ: "اور بنادے میرے لیے سچی ناموری۔"

حبیب سے کہا جاتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ (الانشراح:۴)

ترجمہ: "ہم نے بلند کر دیا آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔"

حبیب کو التجاء کے بغیر دیا جاتا ہے۔ خلیل عرض کرتے ہیں:

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ (ابراہیم: ۳۵)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح صاف کر دے۔"

حضرت قاضی صاحب نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا لب لباب اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔ یہ نہ کہا جائے کہ یہ اس وقت ہے کہ جب آپ کے لیے بھی مقامِ خلت ثابت ہو جائے کیونکہ آپ کے لیے مقامِ خلت ثابت ہے آپ کے لیے مقامِ محبت بھی ثابت ہے۔ نہ تو حضرت خلیل اللہ سے وصفِ محبت سلب کیا جائے گا خلت محبت سے اخص ہے۔ نہ ہی ہمارے نبی کریم ﷺ سے وصفِ خلت سلب کیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے شبِ معراج آپ سے فرمایا: "میں نے آپ کو اپنا خلیل بنا لیا ہے۔ اس امر پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سارے انبیاء کرام سے افضل ہیں بلکہ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے مطلق افضل ہیں۔"

حبیب الرحمان

آپ کا یہ اسم گرامی معراج کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے امام بزار وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حبنطی

"ع" نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ اسم گرامی انجیل میں ہے جس کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

الحجازی

یہ حجاز کی طرف نسبت ہے۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ، یمامہ اور ان کی بستیاں ہیں۔ اس علاقہ کو حجاز اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تہامہ اور نجد کے مابین آڑ ہے۔

حجة الله على الخلائق

"الفردوس" میں سند کے بغیر مرقوم ہے "میں رب تعالیٰ کی دلیل ہوں" اس کا معنی "برہان" ہے۔

الحجة البالغة

حجت سے مراد وہ شی ہے جو صحیح قصد پر واضح دلالت کرے۔ بالغہ سے مراد ایسی کاملہ ہے جس میں نقصان نہ ہو۔

حرز الامیین

یعنی امیوں کے محافظ اور برائی کو ان سے روکنے والے۔ امام بخاری نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملا۔ میں نے کہا: ”مجھے حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کریں۔“ انہوں نے فرمایا: ”ضرور! آپ کے بعض وہ اوصاف جو تورات میں ہیں وہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں۔“ ارشاد ربانی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۵)

ترجمہ: ”اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بر وقت ڈرانے والا۔“

حرز سے مراد پناہ ہے، الامیین سے مراد اہلِ عرب ہیں یعنی آپ عذاب اور ذلت سے ان کی پناہ ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ اہلِ عرب اور غیر عرب سب کے لیے پناہ گاہ ہیں۔ پھر آپ کو امیین کے ساتھ مختص کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کا تعلق اہلِ عرب کے ساتھ ہے۔ ان کی تخصیص کا قصد کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ زیادہ توجہ اور ان کی شان کی وجہ سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ بنو اسرائیل کو اہلِ عرب کی شان اور رفعت سے آگاہ کرنا ہے جو اہلِ عرب کو آپ کی وجہ سے ملی نیز یہ کہ ان کا غیر ان کے تابع کی طرح ہے۔“

الحرمی

حرم مکی سے نسبت ہونے کی وجہ سے آپ کا یہ اسم گرامی رکھا گیا ہے۔

الحریص

یہ الحرص سے فعیل بمعنی مفعول ہے۔ مطلوب کے لیے ارادہ کی شدت کو حرص کہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ۔ (التوبۃ: ۱۲۸)

ترجمہ: ”بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا۔“

الحریص علی الایمان، حرب اللہ

لوگوں کے گروہ کو حزب کہا جاتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ایسی جماعت کو حزب کہا جاتا ہے۔ جس میں سختی ہو۔ حزب اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے متقی بندے اور اس کے دین کے مددگار ہیں۔

الحسیب

یہ احسبنی السئی سے فعیل بمعنی مفعل ہے۔ اس سے عطاء حساباً ہے۔ یا اس سے حسب کے اعتبار سے شریف

اور کریم ہونا ہے۔آباء، دین کے مفاخر اس میں شمار ہوتے ہیں۔ یا اس سے مراد فعل یا آباء میں کرم اور شرف ہے۔حسب، کرم کی مانند ہے۔ یہ اس شخص میں بھی ہو سکتا ہے۔جس کے آباء شرفاء میں سے نہ ہوں۔لیکن شرف مجد کی طرح ہے۔ یہ صرف آباء کی شرافت کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے۔ یہ محاسب یا مکافی کے معنی میں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔امام غزالی لکھتے ہیں: ''صرف بطور مجاز ہی بندے کا اس وصف میں دخل ہو سکتا ہے۔مثلاً یہ کہ وہ اپنے بچے کی نگرانی کے لیے کافی ہو یا اپنے شاگرد کی تعلیم کے لیے کافی ہو کہ اسے کسی دوسرے کی ضرورت نہ پڑے۔'' آپ کے حق میں یہ معنی صحیح ہے کیونکہ آپ اپنی امت کے لیے ان امور میں کافی ہیں۔دین و دنیا میں جس کے وہ محتاج ہیں۔وہ کسی دوسرے کے محتاج نہیں ہیں۔

الحفیظ

یہ حفظ سے فعیل کے وزن پر ہے۔اس سے مراد کسی چیز کے زائل ہو جانے سے اس کی حفاظت کرنا ہے۔خواہ وہ امر ذہن میں ہو اور اس کے زائل ہونے کا سبب نسیان ہو یا خارج میں ہو تو اس کے زائل ہونے کا سبب تضیع ہو۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔اس پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ ساری اشیاء اس کے علم میں محفوظ ہیں۔اس پر نسیان طاری نہیں ہو سکتا۔وہ موجودات کی زائل ہو جانے سے حفاظت کرتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے جو تیرے راز کا تیرے اغیار سے تحفظ کرے اور تیرے ظاہر کی حفاظت اس طرح کرے کہ تو فجار کی رفاقت اختیار نہ کر سکے۔

رب تعالیٰ کا یہ فرمان:

وَمَآ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ﴿۸۶﴾ (ھود:۸۶)

ترجمہ: ''اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان۔''

کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کرنے والا نہیں اور ان پر تمہیں جزا دینے والا نہیں۔

فَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ﴿۸۰﴾ (النساء:۸۰)

ترجمہ: ''پھر تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر۔''

ہم نے آپ کو ان کے تحفظ کے لیے نہیں بھیجا۔حتیٰ کہ وہ کفر اور گناہوں میں نہ گریں یا ان کے گناہ اور بدکاریوں کو جمع کریں اور ان پر ان کا محاسبہ کریں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ قتال کی آیت سے منسوخ ہے۔اس حکم کے بعد آپ پہلے معنی کے اعتبار سے حفیظ ہیں۔کہ آپ اس سے انہیں دور کریں اور اس پر ان سے جہاد کریں۔دوسرے معنی کے اعتبار سے مفہوم یہ ہے کہ آپ روزِ حشر ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ الحافظ سے زیادہ بلیغ ہے۔

الحقی

اس کا معنی ثابت ہے۔ اس کی اصل واقع کے ساتھ مطابقت یا محق یا حق کے مظہر کے ساتھ مطابقت ہے۔ ربّ تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ (یونس:۱۰۸)

ترجمہ: "بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے۔"

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ (الزخرف:۲۹)

ترجمہ: "یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول۔"

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ (الانعام:۵)

ترجمہ: "بے شک انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ ان کے پاس آیا۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ حق سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ دوسرے قول کے مطابق حق سے مراد قرآن پاک ہے ارشاد پاک ہے:

وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ۔ (آل عمران:۸۶)

ترجمہ: "اور وہ (پہلے خود) گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے۔"

حدیث شفاعت میں ہے "محمد حق" اس کا معنی ثابت ہے۔ یہ اسم رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی وہ موجود ہے جس کا امر اور الوہیت متحقق ہو۔ یا کسی چیز کو اس طرح بنانے والا ہے۔ جس طرح اس کی حکمت تقاضا کرے۔ آپ ﷺ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی صداقت اور نبوت متحقق ہے۔

امام فخرالدین رازی نے صدق اور حق کے مابین فرق کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کسی چیز کا واقع کی طرف نسبت صدق ہے۔ جو کچھ واقع میں ہے اس کی کسی چیز کی طرف نسبت حق ہے۔

الحکم

اس کا معنی حاکم یا مانع ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس سے مراد ایسا حاکم ہے۔ جس کے حکم کو کوئی لوٹانے والا نہ ہو۔ نہ ہی اس کے فیصلہ پر کوئی گرفت کر سکتا ہو۔ ارشادِ پاک ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا۔ (الانعام:۱۱۴)

ترجمہ: "(آپ ان سے پوچھئے) کیا اللہ کے سوا میں تلاش کروں کوئی اور منصف۔"

الحکیم

"ع" نے لکھا ہے کیونکہ آپ نے جان لیا۔ عمل کیا اور اپنے رب تعالیٰ کا یقین کیا۔ شیخ نے لکھا ہے کہ یہ حکمت سے فعیل کے وزن پر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ: "سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں۔"

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (الاسراء:۳۹)

ترجمہ: "یہ ہدایات جنہیں بذریعہ وحی آپ کی طرف آپ کے رب نے بھیجا ہے اور یہ دانائی کی باتوں میں سے ہیں۔"

وہ ذات جو علم اور تعلیم کے اعتبار سے حکمت سے متصف ہوتی ہے۔ وہ حکیم ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں حکمت سے کیا مراد ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ:۲۶۹)

ترجمہ: "عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک کی معرفت اور فہم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد درست بات ہے۔ یا ایسا علم ہے جو عمل تک لے جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سنت یا خشیتِ الٰہی ہے۔ حدیث پاک ہے:

"حکمت کی بنیاد خوفِ الٰہی ہے۔" (ابن مردویہ)

امام مالک نے فرمایا ہے: "میرے دل میں آیا ہے کہ حکمت سے مراد دین الٰہی کی سوجھ بوجھ ہے۔ اس سے مراد ایسا امر ہے۔ جو رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی شخص کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تم ایک شخص کو دیکھو گے۔ جو دنیا کے معاملہ میں دانا ہوگا۔ دوسرے کو دیکھو گے کہ وہ دنیاوی معاملہ میں کمزور ہوگا لیکن اپنے دین حق کے معاملات سے آگاہ ہوگا۔ رب تعالیٰ نے اسے یہ نعمت عطا کر دی اُسے اس سے محروم کر دیا۔" آپ ان سارے معانی کے اعتبار سے حکیم ہیں۔ "الشرح" میں ہے کہ آپ امور کو محکم فرمانے والے میں یہ احکام سے فعیل مفعل کے معنی میں ہے۔ اس کا معنی محکم کرنا ہے یا یہ حکم سے فاعل کے معنی میں ہے یہ اصلاح کے لیے روکنا ہے۔ یہ حکمت سے اعم ہے۔ ہر حکمت حکم ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ کیونکہ حکم یہ ہے کہ ہم کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ ایجاب یا سلب کا فیصلہ کریں۔ یا اس سے مراد ذوالحکمۃ ہے۔ اس سے مراد افضل علوم کے ساتھ افضل اشیاء کی معرفت ہے۔ علم اور عقل کے ذریعے حق تک پہنچنا ہے۔ رب تعالیٰ کے بارے اس کا معنی یہ ہے اشیاء کو جاننا اور صحیح طرح انہیں پیدا کرنا۔ انسان کے حق میں اس کا معنی

یہ ہے۔ موجودات کی معرفت اور عمدہ کام کرنا۔

الحلیم

''د'' نے فرمایا ہے کہ تورات میں آپ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے۔ یہ حلم سے اسم فاعل مبالغہ کے لیے ہے۔
جناب ابوطالب نے آپ کی تعریف میں فرمایا:

حلیم رشید عادل غیر طائش   یوالی الھا لیس عنه بغافل

ترجمہ: ''آپ حلیم، رشید اور نازیبا گفتگو نہ کرنے والے ہیں۔ آپ اس معبود سے محبت کرتے ہیں جو آپ سے غافل نہیں ہے۔''

الحِلْم سے مراد امور میں تثبت ہے اور عجلت کو ترک کرنا ہے۔ آپ کو اس فرمان جو آپ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا تھا: ''تم میں دو خصلتیں ہیں جنہیں رب تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ پسند کرتے ہیں۔ وہ حلم اور تثبت ہیں۔'' اس میں حلم یا اناۃ پر عطف تفسیر ہے۔ اس سے مراد خاص عقل ہے۔ قاضی نے لکھا ہے ''اس سے مراد وہ حالت ہے جو اسباب اور حرکات کے وقت محکم اور ثابت رہتی ہے۔'' دوسرے علماء نے فرمایا: ''اس سے مراد غضب کے ہیجان کے وقت طبیعت اور نفس کا ضبط ہے۔'' قاضی نے لکھا ہے ''اس مراد آلام اور مصائب کے وقت نفس کو روک لینا ہے۔'' اس کی مثال صبر ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کی جمع احلام ہے ارشادِ ربانی ہے:

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ۔ (الطور: ۳۲)

ترجمہ: ''کیا حکم دیتی ہیں انہیں ان کی عقلیں۔''

عقل کو حلم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حلم کا سبب ہوتی ہے۔ ابن عطیہ نے لکھا ہے کہ یہ عقل ہی ہے۔ جب اس کے ساتھ استحکام اور ثبات ملایا جائے۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ حلیم تھے۔ ہر حلیم سے کبھی لغزش ہو جاتی ہے۔ خطاء ہو جاتی ہے مگر آپ نے کثیر تکالیف کے باوجود صبر کا مظاہرہ ہی کیا۔ آپ نے حلم کا ہی اظہار کیا۔ حلم رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ رب تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے۔ اس کے اور حقود کے مابین فرق یہ ہے کہ حقود وہ ہوتا ہے جو انتقام کو فرصت کے وقت تک کے لیے مؤخر کر دیتا ہے۔ مگر حلیم اسے توبہ کے انتظار میں مؤخر کرتا ہے۔ عنقریب وہ فرق آئے گا جو اس کے، صبر اور عفو کے مابین ہے۔

الحلاحل

اس سے مراد، سردار، بہادر یا زیادہ مروت والا ہے۔ گویا کہ یہ حلول اور استقرار سے مشتق ہے۔ کیونکہ اضطراب اور ثبات کی قلت سرداروں کی علامت نہیں ہوتی۔ ایک شاعر نے حضور ﷺ کی تعریف میں کہا

و عربة ارض ما يحل حلالها　　　　من الناس الا اللوذعی الحلاحل

ترجمہ: "سرزمین مکہ مکرمہ وہ جگہ ہے جہاں لوگوں میں سے صرف وہ اترا ہے جو بہت زیادہ دانا اور بہادر ہے۔"

شاعر نے آپ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا ہے "رب تعالیٰ مکہ مکرمہ سے ہاتھی کو روک رہا تھا۔ لیکن اپنے رسول مکرم ﷺ اور اہلِ ایمان کو اس پر مسلط فرمادیا۔ یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا۔ میرے لیے بھی ان کی ایک گھڑی (ساعت) کے لیے حلال ہوا۔ یہ میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہ ہوگا۔"

الحماد

یہ حمد سے مشتق ہے۔ یعنی بہت زیادہ حمد کرنے والا۔

حمّطایا

ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سابقہ کتب میں حضور ﷺ کے یہ اسمائے گرامی تھے:

احمد، محمد، ماحی، مقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فاوقلیط اور ماذ ماذ (صلی الله علیه وسلم)

ابوعمر زاہد نے کہا ہے کہ میں نے اس شخص سے پوچھا جس نے یہودیت سے اسلام قبول کیا تھا۔ اس نے کہا اس کا معنی یہ ہے جو حرم کا تحفظ کرے اور حرام سے روکے۔" ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ آپ نے بتوں، بدکاری اور گناہوں سے حرم پاک کی حفاظت کی۔"

الحمید

یہ فعیل کے معنی ہے جو حامد یا محمود کے معنی میں ہے یہ حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد تعریف کرنا ہے۔ یعنی وہ ذات جس کے اخلاق محمود ہوں۔ افعال پسندیدہ ہوں۔ یا رب تعالیٰ کی ایسی تعریف کرنے والا کہ کوئی اور اس طرح تعریف نہ کرسکتا ہو یا کثیر المحامد۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جس نے ازل سے اپنی تعریف کی۔ پھر ابد تک اس کے بندوں نے اس کی تعریف کی۔ یا وہ ذات جو حمد کی مستحق ہے کیونکہ وہ ہر کمال کے ساتھ متصف ہے۔ اور یہ ہر قسم کی نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔

حٰم، عسق

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ یہ آپ کے اسماء میں سے ہے۔ امام جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

الحنان

اس سے مراد رحمۃ ہے۔

الحنیف

دین اسلام کی طرف مائل اور اس پر ثابت قدم۔ یا اس رستہ سے ہٹ کر حق اور استقامت کے رستہ پر چلنے والا۔ جس پر عام لوگ نہ چلیں۔ ارشادِ پاک ہے:

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ (النحل:۱۲۳)

ترجمہ: "پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا۔"

حنیفا کا معنی طاہراً ہے۔ نہایۃ میں روایت ہے۔ "خلقت عبادی حنفاء" میں نے لوگوں کو پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ مگر وہ سارے مسلمان نہیں ہے کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَّمِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ (التغابن:۲)

ترجمہ: "پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مؤمن ہیں۔"

الحیی

کثیر حیاء والے۔ قبائح سے نفس کے انقباض کو حیاء کہا جاتا ہے امام دارمی نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ بڑے باحیاء تھے۔ آپ سے جس چیز کے بارے بھی سوال کیا جاتا۔ آپ ضرور عطا فرما دیتے۔"

الحیّ

زندہ، اپنی قبر انور میں نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے اس کی مزید تفصیل قبر انور میں آپ کی حیاتِ طیبہ کے بارے آئے گی۔

الحاتِم الحاتَم

"د" نے ان دونوں اسماء کا ذکر کیا ہے۔ "الحاتم" کا معنی ہے کہ آپ سارے انبیائے کرام سے خلق اور خلق میں عمدہ ہیں کیونکہ آپ انبیائے کرام کا جمال ہیں۔ آپ اس انگوٹھی کی مانند ہیں جس سے جمال حاصل کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب نبوت سمٹی اور مکمل ہوئی تو وہ اس مہر کی طرح ہوگئی۔ جسے خط کے اختتام پر لگایا جاتا ہے۔ الخاتم کا معنی آخری نبی ہے۔ یہ ختمت الشئی سے اسم فاعل ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: "نہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "میری اور مجھ سے قبل انبیاء کرام کی مثال وہ شخص ہے جس نے گھر بنایا۔ اس نے اسے حسین اور مکمل بنایا۔ صرف کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھی۔ وہ اس عمارت کے ارد گرد چکر لگانے لگے وہ اس پر تعجب کرنے لگے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔" عنقریب مزید تفصیل آئے گی۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی کئی حکمتیں ہیں:

- آپ پر رحمت کا اختتام ہوا۔
- آپ کی امت زمین پر زیادہ دیر نہ رہے۔ یہ بھی آپ کی تکریم ہے۔
- ہم گزشتہ اقوام کے حالات سے آگاہ ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کی امت کو آخری امت بنایا۔ تاکہ دوسرے ان کے احوال سے آگاہ نہ ہوں۔ یہ بھی آپ کی تکریم ہے۔
- اگر آپ کے بعد نبی ہوتا تو وہ آپ کی شریعت کا ناسخ ہوتا۔ آپ کا شرف اس میں ہے کہ آپ کی شریعت ساری شریعتوں کی ناسخ ہو، منسوخ نہ ہو۔ اسی لیے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اپنی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے کیونکہ وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ نہ کوئی نیا نبی بنے گا نہ ہی نیا نبی تخلیق ہوگا۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ آپ کے بعد موجود ہیں۔

الخازن لمال الله

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! میں تمہیں نہ کچھ عطا کرتا ہوں نہ ہی کسی چیز سے روکتا ہوں مگر میں خازن ہوں۔ میں چیز کو اسی جگہ رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ (امام احمد) امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے "میرے پاس جو کچھ ہے میں اس کا خازن ہوں۔ میں اسے اس طرح تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ سارے امور رب تعالیٰ کی مشیت سے رونما ہوتے ہیں۔"

الخاشع

الخشوع لغت میں سکون کو کہتے ہیں۔ الازھری نے لکھا ہے "التخشع کا معنی التذلل ہے۔ "المحکم" میں ہے خشع الرجل سے مراد ہے آدمی کا زمین کی طرف نگاہ لے جانا۔ اہلِ تصوف نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ حق کے لیے جھکنا۔ بعض نے کہا کہ پوری ہمت کے ساتھ دل کا رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا۔" حسن نے کہا ہے کہ خشوع سے مراد وہ دائمی خوف ہے جو ہمہ وقت دل پر طاری رہتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ هو تذلل القلوب لعلام الغيوب محمد

بن علی الترمذی نے لکھا ہے "وہ شخص خاشع ہوتا ہے جس نے اپنی شہوت کی آگ بجھا دی ہو۔ اس کے سینے کا دھواں پرسکون ہو۔ دل میں تعظیم کا نور چمک رہا ہو۔

اس کی شہوت مرگئی ہو۔ اس کا دل زندہ ہوگیا ہو اس کے اعضاء پر خشوع طاری ہو۔" علامہ قیشری نے لکھا ہے "علماء کا اتفاق ہے کہ خشوع کا محل دل ہے۔ یہ تواضع کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔"

الخاضع

الصحاح میں ہے کہ اس سے مراد جھکنا اور عاجزی کرنا ہے۔ الزھری نے لکھا ہے خضوع خشوع کے قریب ہے۔ لیکن خشوع بدن، آواز اور نگاہ میں ہوتا ہے جبکہ خضوع گردن میں ہوتا ہے۔

الخافض

یعنی خافض الجناح یہ خفض سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد نرمی کرنا اور پہلو جھکانا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (الشعراء: ۲۱۵)

ترجمہ: "آپ نیچے کیا کیجیے اپنے پروں کو ان لوگوں کے لیے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اہلِ ایمان سے۔"

یا وہ ذات جو اپنی سطوت سے جابروں اور وقت کے کسریٰ کو توڑ کر رکھ دے۔" یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی مصائب اور تکالیف کو دور کرنے والا ہے۔ یا اس سے مراد وہ ذات ہے جو بدبختوں کو دور کر کے نیچا کرتا ہے اور متقیوں کو قریب کر کے بلند کرتا ہے۔

الخالص

میل کچیل سے پاک اور صاف۔

الخبیر

اسے "یاد" نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے:

واسأل به خبيراً۔

قاضی ابوبکر بن العلا نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ سے علاوہ کسی اور سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے مسئول خبیر ہے۔ وہ حضور ﷺ کی ذات ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ نام رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ رب تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ یا اس کا معنی مخبر ہے۔ حضور ﷺ دو اعتبار سے خبیر ہیں۔

1. کیونکہ آپ رب تعالیٰ کے مخفی علم اور عظیم معرفت کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔
2. آپ رب تعالیٰ کے اذن سے اپنی امت کو آگاہ کرنے والے ہیں خبیر، علم اور شہید میں فرق شہید کی تعریف میں

آئے گا۔

خطیب النبیین

حدیث شفاعت میں ہے "میں انبیائے کرام کا امام اور خطیب ہوں گا، یعنی ان کا پیش رو اور کلام کرنے والا ہوں گا۔ خطیب وہ ہوتا ہے جو عمدہ خطبہ دے سکتا ہو۔ یہ وہ منثور اور مسجع کلام ہوتی ہے۔ جو خطیب منبر پر کرتا ہے۔ یہ الخطب یا المخاطبۃ یا الاخطب سے مشتق ہے۔

خطیب الامم، خطیب علی اللہ تعالیٰ

"ط" نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ الامم امۃ کی جمع ہے۔ وافد کی جمع وافدین ہے۔

الخلیل، خلیل الرحمان

انہیں "خاء" نے ذکر کیا ہے عنقریب خلت کے معنی میں اس پر گفتگو ہو گی۔

خلیل اللہ

امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا تمہارا یہ ساتھی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔"

یہ فعیل کے وزن فاعل کے معنی میں ہے یہ الخلۃ سے مشتق ہے۔ اس سے مراد وہ محبت ہے جو دل میں اتر جاتی ہے۔ دل میں رچ بس جاتی ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

قد تخللت مسلك الروح مني — و لذا سمي الخليل خليلا

فاذا مانطقت كنت حديثي — و اذا ما سكت كنت العليلا

ترجمہ: "اب آپ میری روح کی جگہ پر رواں ہیں۔ اسی لیے خلیل کہا جاتا ہے۔ جب میں بولتا ہوں تو آپ ہی میرا موضوع باعث ہوتے ہیں۔ جب میں خاموش ہو جاتا ہوں تو میں بیمار ہو جاتا ہوں۔"

یہ اس محبت الٰہیہ کی نسبت سے درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور میں تھی۔ رب تعالیٰ کے بارے اس لفظ کا اطلاق مقابلہ کے اعتبار سے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خلت کا اصل معنی الاصطفاء ہو۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت اور عداوت رکھتے تھے۔ آپ کے لیے رب تعالیٰ کی خلت اس کی آپ کے لیے نصرت ہے۔ اس نے آپ کو خیر الخلق بنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ الخلۃ سے مشتق ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے آپ کو خلیل اس لیے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ سب سے منقطع ہو کر اپنے رب کے ساتھ لو لگا چکے تھے۔ اور صرف اسی سے ہی اپنی حاجت بیان کرتے تھے۔ امام واحدی نے لکھا ہے "پہلا قول ہی درست ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خلیل محمد اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیل

اللہ ہیں۔" اگر خلت کا معنی حاجت کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا خلیل نہیں ہو سکتا۔
الخلت محبت سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ بعض کوتاہ اندیشوں نے خیال کیا ہے کہ محبت کا درجہ خلت سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل ہیں۔ حضور ﷺ حبیب اللہ ہیں۔ ان کی جہالت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ محبت عام ہے جبکہ خلت خاص ہے۔ یہ محبت کی انتہاء ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ لیکن آپ نے نفی فرمادی ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور آپ کا خلیل ہو۔ حالانکہ آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، ان کے والد گرامی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے تھے۔ اسی طرح رب تعالیٰ توابین، متطہرین، صابرین سے محبت کرتا ہے جبکہ اس کی خلت دو خلیلوں کے ساتھ خاص ہے۔" ابن قیم نے طویل گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ علم اور فہم کی قلت کی وجہ سے ہے۔ علامہ زرکشی نے بردہ شریف کی شرح میں لکھا ہے "بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ محبت خلت سے افضل ہے۔ وہ کہتے ہیں محمد عربی ﷺ حبیب اللہ ہیں جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ یہ نظریہ کمزور ہے کیونکہ خلت خاص ہے۔ یہ محبت اور محب کا اکٹھا ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ توابین سے محبت کرتا ہے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اسی طرح خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔

الخليفه

وہ ذات جو کسی دوسرے کی جانشین بنے اس میں حاء مبالغہ کے لیے ہے۔ اسی لیے آپ کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔
اس معنی کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے زمین کو آباد کرنے، لوگوں کے امور سلجھانے، ان کے نفوس کی تکمیل اور اس میں امورِ الٰہیہ کے نفاذ کے لیے انہیں اپنا خلیفہ بنایا تھا خلیفہ کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے فیضان کو قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ واسطہ کے بغیر رب تعالیٰ کا امر قبول نہیں کر سکتے۔

خليفة الله

"د" نے اس کا ذکر کیا ہے احادیث معراج میں ہے "نعم الاخ و نعم الخليفه. نعم المجيى" حدیث پاک میں خلیفہ کے لفظ کا اطلاق رب تعالیٰ پر بھی کیا گیا ہے۔ "اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفه فى االاهل" یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے "د" نے لکھا ہے کہ اس کا معنی وکیل، باقی اور آخر کے معنی کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ خلافت کا عمل اس شخص کے جانے کے بعد شروع ہوتا ہے جس کا وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کا وجود تو دائمی ہے وہ سب سے بعد بھی رہے گا۔ الشیخ نے لکھا ہے" آپ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ ہیں اس کی مخلوق میں اس کے احکام کا نفاذ کرتے ہیں یہ وکیل کے معنی کے

قریب ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ باقی کے معنی میں ہو یعنی جس کا دین اور شریعت باقی ہو۔ کیونکہ یہ دین حق سارے ادیان کے بعد آیا ہے یہ منسوخ نہیں ہوگا۔ یا یہ آخر کے معنی میں ہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔

الخیر

اس کا معنی فضل اور نفع ہے۔ یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ کی وجہ سے آپ کی امت کو بہت زیادہ خیر ملی۔ یا الفاضل کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے اجل خیر۔ جیسے عدل یا خیّر جیسے کیّس یعنی فاضل یا اس سے مراد فضل و احسان [illegible] والا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ۔ (التوبہ:٦١)

ترجمہ: "وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا۔"

امام خطابی نے بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ وہ خیر اور فضل میں فرق کرتے تھے۔ کیونکہ خیر کے دروازے متعدد ہیں کیونکہ افضلیت قاصر ہے۔ کہا جاتا ہے آزاد ہاشمی حبشی غلام سے افضل ہے۔" لیکن ممکن ہے حبشی غلام کثیر اطاعت اور لوگوں کے لیے نفع بخش ہونے میں اس سے بہتر ہو۔"

خیر الانبیاء

یعنی انبیاء سے افضل۔ اخیر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس میں تفضیل کا معنی پایا جاتا ہے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ جیسے کہ اشرّ میں ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا استعمال کثیر ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار یہ استعمال ہوسکتا ہیں جیسے بلال خیر الناس و ابن الاخیر۔

خیرة اللہ

اس کا معنی مخلوق میں سے پسندیدہ اور چیدہ ہیں یا لوگوں میں سے افضل اور کثیر خیر والے کے معنی میں ہے۔

خیر البریہ، خیر الناس، خیر العاملین، خیر خلق اللہ

"ذ" نے ان اسماء کا ذکر کیا ہے یہ اسماء مشہور روایات اور احادیث سے معروف ہیں۔ خصائص میں مزید تفصیل آئے گی۔

خیر هذه الامة

امام بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا" کیا آپ نے شادی کر لی ہے؟" میں نے کہا: "نہیں!" انہوں نے فرمایا: "شادی کرو۔ اس امت کے بہترین (حضور ﷺ) کی سب سے زیادہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔"

حرف دال

دار الحکمۃ

الشیخ نے اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں حکمت کا گھر اور علی المرتضیٰ اس کا دروازہ ہیں۔" حاکم نے اس روایت کو صحیح اور ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ الشیخ نے ان کی گرفت کی ہے۔ حافظ علائی اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ روایت نہ صحیح ہے نہ موضوع بلکہ حسن ہے۔ میں نے اپنی دوسری کتاب میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔

الداعی الی اللہ

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ آرام فرما تھے۔ انہوں نے آپ کے لیے ایک ضرب المثل بیان کی کہ آپ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا۔ اس میں ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ اس نے ایک دعوت دینے والا بھیجا۔ جس نے داعی کے جواب میں لبیک کہا وہ گھر میں داخل ہو گیا اس نے دعوت کھائی جس نے داعی کو لبیک نہ کہا وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ ہی کھانا کھایا۔" پھر انہوں نے کہا: "گھر جنت ہے۔ داعی حضور ﷺ ہیں جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے آپ کی نافرمانی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔"

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ لوگوں کو اطاعت الٰہیہ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ انہیں اس پر ابھارتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ۔ (الاحزاب: ۴۶)

ترجمہ: "دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے۔"

یعنی آپ رب تعالیٰ کی توحید اور عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ باذنہ سے مراد یہ ہے کہ اس ذات کے آسان بنانے کے ساتھ آپ دعوت دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے الاذن کا لفظ عاریۃً لیا گیا ہے کیونکہ یہ اسی پر مترتب ہوتا ہے۔ کیونکہ اس امر میں داخل ہونا ایک رسول کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ جب الاذن پایا گیا تو یہ آپ کے لیے آسان ہو گیا۔ اس سے اس مشکل کا شعور ہوتا ہے۔ جو آپ کی تبلیغ اور اہلِ شرک کو توحید کی طرف بلانے کے لیے جس کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ انتہائی مشکل کام تھا۔ رب تعالیٰ نے اپنی مدد اور اعانت سے اسے آسان کر دیا۔ یا اس کا معنی رغبت رکھنے والا اور رب تعالیٰ سے بھلائی طلب کرنے والا ہے۔ یہ دعاء سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی رغبت اور گریہ زاری سے طلب کرنا اور مانگنا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اپنا نام بھی یہی فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ (یونس:۲۵)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے امن وسلامتی کے گھر کی طرف۔“

الدامغ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "دامغ جیشات الاباطیل" آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ آپ نے باطل کو حق کے ساتھ ضرب لگائی۔ وہ مٹ گیا۔ آپ نے حجۃ البالغہ کی تلوار کے ساتھ شرک کے لشکروں کی کمر توڑ دی۔

الدانی

یہ ”الدنو“ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی قرب ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ (النجم:۸)

ترجمہ: ”پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔“

الدعوة

اس سے مراد کلمہ توحید ہے۔ یعنی اس کلمہ کی طرف دعوت دینے والے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ نے سب سے لوگوں کی ہدایت کی طرف راہ نمائی کی۔ یا یہ الموعو بہ کے معنی میں ہے مصدر کا اطلاق اسم مفعول پر کیا گیا ہے۔

دعوة ابراهيم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔“

دعوة النبيين، دليل الخير

دلیل کا معنی ہادی ہے۔

دهتم

یہ جعفر کے وزن پر ہے جس کا حسن اطلاق کا مالک ہے۔

حرف ذال

الذاكر

یہ ذکر سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد رب تعالیٰ کی تقدیس وتسبیح بیان کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ (الاعراف:۲۰۵)

ترجمہ: "اور یاد کرو اپنے رب کو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں میں سے اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے چلائے بغیر (یوں یاد کرو)۔"

امام رازی نے لکھا ہے "اس کا معنی یہ ہے کہ لازم ہے کہ ہر وقت اور ہر لحہ ذکر حاصل ہو۔ ذکر قلبی کی مداومت لازم ہے۔ کیونکہ ولا تکن من الغافلین کا تقاضا ہے کہ انسان ایک لحظہ کے لیے رب تعالیٰ کے جلال اور کبریائی کو دل میں طلب کرنے سے غفلت نہ برتے۔ جتنی کہ انسانی قوی میں طاقت ہوتی ہے۔ انسانی طاقت میں جتنی وسعت ہے۔ بلاشبہ حضور اکرم ﷺ ساری مخلوق سے بڑھ کر اس امر سے پیار کرتے تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر اس امر کے مستحق تھے کہ درجہ کمال اور مشاہدہ حق میں استغراق کا رتبہ، آپ کے ساتھ مختص ہو۔

الذخر

آخرت کے لیے کچھ ذخیرہ کرنا۔

الذکر

اس کا معنی قوی، شجاع، شناء اور شرف ہے۔ "ع د" نے کہا ہے کیونکہ آپ نفس کے اعتبار سے معزز ہیں دوسروں کو عزتیں عطا کرنے والے ہیں۔ دوسروں کو شرف کے بارے بتانے والے ہیں آپ میں ذکر کی تینوں وجوہ جمع ہیں۔ آپ اس امت کا بھی شرف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا۔ (الطلاق:۱۰)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل کیا ذکر ایک رسول۔"

ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذاتِ والا ہے۔ دوسرے کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل امین ہیں۔ رسولاً ذکراً کا حال یا بدل ہے یا اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس صورت میں رسول ذکر کا بدل ہوگا۔ مضاف محذوف ہوگا یعنی ذکرا رسولا ای صاحب ذکر یا وہ اس محذوف کی صفت ہوگا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ اس فرمان میں:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (الرعد:۲۸)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔"

میں ذکر سے مراد حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔"

الذكار

الشیخ نے اس نام کو "الاواہ" والی سابقہ روایت سے اخذ کیا ہے۔ "واجعلنی لك ذكارًا" مجھے بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنادے۔ یعنی آپ اپنے رب کا کثیر ذکر کرتے تھے۔ سوئے ہوئے جاگتے ہوئے۔ حرکات وسکنات میں قیام و قعود میں ہر مشہور احوال میں رب تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ ہر ہر آن اپنے رب تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

ذِکر الله، الذ کَر

الذَّکَر کا معنی جلیل اور عظیم ہے اس سے ہے کہ قرآن مجید جلیل القدر ہے اس لیے اسے عظیم سمجھا کرو۔

ذوالتاج

تاج والے اس سے مراد عمامہ ہے۔ کیونکہ عمامے اہلِ عرب کے تاج تھے۔ آپ عمامہ شریف باندھا کرتے تھے۔

ذوالجهاد

صاحب جہاد۔ یہ الجَہد سے مشتق ہے اس کا معنی تھکاوٹ اور مشقت ہے۔ یا یہ الجُہد ہے اس کا معنی طاقت ہے۔ راہِ خدا کا مجاہد ذاتِ خداوندی کے لیے اور اعلائے کلمۂ حق کے لیے خود کو بہت زیادہ تھکاتا ہے۔ اس کا جنت راستہ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد جہاد القلب ہے۔ اس سے مراد شیطان کو دور کرنا نفس کی خواہشات سے رکنا ہے۔ اسی طرح ہاتھ اور زبان کا جہاد ہے۔ اس سے مراد امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے۔ استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنے ظاہر کو مشاہدہ سے مزین کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس کے سر کو مشاہدہ سے مزین کر دیا" علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ مجاہدہ کا اصل نفس کو اس کی مرغوب اشیاء سے دور کرنا ہے اور سارے اوقات میں اس کی خواہشات کے خلاف ابھارنا ہے۔

ذوالحطیم

اس سے مراد وہ حجر ہے جسے تعمیر کعبہ کے وقت عمارت سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق دو رکنوں اور دروازے کے مابین کی جگہ کو حطیم کہا جاتا ہے اس کو حطیم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ خانہ کعبہ کو تعمیر کر لیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا۔ یا اس لیے کہ لوگ اس جگہ بھیڑ بناتے ہیں وہ ایک دوسرے پر اس جگہ اژدہام بناتے ہیں۔ یا لوگ زمانہ جاہلیت میں اس جگہ اپنے وہ کپڑے پھینک دیتے تھے۔ جن میں طواف کرتے تھے۔ وہ پڑے رہتے تھے حتیٰ کہ زمانہ انہیں بوسیدہ کر دیتا تھا۔ یا اس لیے کہ یہ گناہ کو ختم کر دیتا ہے۔ کتب سابقہ میں آپ کا یہ اسم گرامی موجود تھا۔ کیونکہ آپ نے بیت اللہ کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کرایا اور بتوں سے پاک کیا ملک العلام کی عبادت کے لیے اسے محفوظ مقام بنایا۔

ذوالحوض المورود

حشر کے ابواب میں اس پر بحث ہوگی۔

ذوالخلق العظیم

آپ کے اخلاقِ عالیہ کے ابواب میں اس پر بحث ہوگی۔

ذوالسیف

سابقہ کتب میں آپ کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ کی کئی تلواریں تھیں۔ جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

ذوالسکینہ

صاحب سکینہ۔ یہ سکون سے فعیلہ کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد حرکت میں سکون و وقار ہے الصنعانی نے لکھا ہے کہ سکینہ سے مراد رحمت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (التوبہ:۲۶)

ترجمہ: "اللہ نے اپنی تسکین ان پر اور مدد فرمائی ایک رسول اور مومنین پر۔"

ذوالصراط المستقیم

ذوطیبہ

مدینہ طیبہ والے! اس شہر کو مدینہ طیبہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں کے مکین امن سے رہتے ہیں یا شرک سے پاک ہوتے ہیں۔

ذوالعزۃ

ذوالعطایا

عطایا عطیہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد عطا و عنایت ہے۔

ذوالفتوح

فتوح فتح کی جمع ہے۔ اس سے مراد دشمن پر نصرت ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ﴿۱﴾ (الفتح:۱)

ترجمہ: "یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی۔"

اس سے مراد فتح مکہ یا صلح حدیبیہ ہے۔ فتح بعد میں ہوئی لیکن اسے ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا کیونکہ اس کا

وقوع محقق تھا۔ یہ واقع کے قائم مقام رکھا گیا۔

ذوالفضل

احسان والے۔

ذوالمدینہ

مدینہ طیبہ والے۔

ذوالمعجزات

معجزات والے۔ عنقریب معجزات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

ذوالقضیب

باریک تلوار والے! آپ کی یہ صفت انجیل میں تحریر ہے وہاں ہے کہ آپ کے پاس لوہے کی باریک تلوار ہوگی۔ جس کے ساتھ آپ جہاد کریں گے۔

ذوالقوۃ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ (التکویر: ۱۹-۲۰)

ترجمہ: "یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔"

قاضی نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہیں۔ یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے رب تعالیٰ نے آپ کا بھی نام رکھ دیا۔

ذوالمقام المحمود

اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

ذوالمیسم

بڑے حسین، بڑے جمیل، خوبصورت۔

ذوالھراوہ

عصا والے۔ سطیح کی روایت میں ہے۔ "پھر صاحب عصا آئیں گے۔" ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس کی مراد حضور ﷺ کی ذات والا تھی کیونکہ آپ کے دست اقدس میں اکثر عصا ہوتا تھا۔ یا آپ کے آگے ڈنڈے کے ساتھ چلا جاتا

تھا۔ اسے آپ کے لیے گاڑھ دیا جاتا تھا۔ آپ اس کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔ صاحب الھراوۃ کے تحت اس کا تتمہ ذکر کیا جائے گا۔

ذو الوسیلة

وسیلہ جنت میں سب سے بڑا مقام ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے۔ وسیلہ کا ذکر رب تعالیٰ کا قرب اور اس کے ہاں مقام ہے۔ الخصائص اور آپ کی شفاعت کے باب میں مزید گفتگو ہو گی۔"

"ذو" صرف مُظْہَر کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے۔ لیکن مبرد کا موقف اس کے برعکس ہے۔ وہ ضمیر متکلم کی طرف اس کی اضافت کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ ذیٔ کہتے ہیں یعنی میرا دوست۔ اسی طرح وہ "فِيَّ" بھی کہتے ہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "ذو کے ساتھ اضافت صاحب کے ساتھ اضافت سے عمدہ ہے۔ کیونکہ تابع کی اضافت اس کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جیسے ذومال۔ جبکہ صاحب کی اضافت متبوع کے ساتھ کی جاتی ہے۔ مثلاً ابو ہریرہ صاحب رسول اللہ ﷺ لیکن اس طرح نہیں کہا جائے گا۔ "النبی صاحب ابی ہریرہ" مگر صرف ایک صورت میں۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر سورۃ الانبیاء میں کیا گیا تو رب تعالیٰ نے ذوالنون فرمایا۔ ذا کے ساتھ تذکرہ کیا جو شرف پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح لفظ نون کی طرف مضاف کیا جو "حوت" سے معزز لفظ ہے۔ اگرچہ ان کا معنی ایک ہے لیکن "نون" کو رب تعالیٰ نے سورتوں کی ابتداء میں ذکر کیا ہے۔ شرف و تعظیم میں مبالغہ کرتے ہوئے اس سے قسم کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن سورت "ن" ان کا ذکر مقصود نہیں اس لیے رب تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ (القلم: ۴۸)

ترجمہ: "نہ ہو جائیے مچھلی والے کی مانند۔ جب اسے پکارا وہ غم اور اندوہ سے بھرا ہوا تھا۔"

حرفِ الراء

الراجی

یہ الرجاء سے اسم فاعل ہے جو خوف کی ضد ہے۔ یہ دل کا تعلق اس محبوب شیٔ کے ساتھ ہے جو عنقریب حاصل ہو گی۔ ایک قول یہ ہے کہ کریم کی سخاوت پر یقین کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حسن وعدہ کی وجہ سے دل کا سرور ہے۔ بعض نے اس میں اور تمنی میں فرق کیا ہے اس طرح کہ تمنی والا سستی کا اظہار کرتا ہے وہ جدو جہد کے رستہ پر نہیں چلتا اور رجاء اس کے برعکس ہے۔ ایک فرق یہ ہے کہ رجاء ممکن کے ساتھ مختص ہے جبکہ تمنی ممکن اور محال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمنی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول سے محبت کرنا خواہ انتظار اور نگہبانی کے ساتھ ہو یا ان کے بغیر ہو۔ لیت اس کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے لیت الشباب یعود۔ ترجی اس چیز کا انتظار ہوتا ہے جس کے حصول کا یقین تو نہ ہو لیکن

امکان ہو۔ یہ مجبوب اشیاء میں لعل کے ساتھ مختص ہے۔ لعل العدو یموت۔

الراضع

اس کا تذکرہ میں تردد ہے۔

الراضی

"د" نے اس اسم گرامی کو رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: "عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ اب راضی ہو جائیں گے۔"

اس سے مراد وہ قانع ہے جو ہر اس چیز پر قناعت کرتا ہے جو اسے دی جاتی ہے۔ یہ رضا سے اسم فاعل ہے۔ بندے کی رب تعالیٰ سے رضا یہ ہے کہ اس کی قضاء کے جاری ہوتے وقت اسے ناپسند نہ کرے۔ رب کی اپنے بندے سے رضا یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو دیکھے کہ وہ اس کے اوامر پر عمل پیرا ہے۔ اس کے نواہی سے اجتناب کر رہا ہے۔

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تلاوت کیا۔

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ (الابراہیم:۳۶)

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! ان بتوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا جس نے میری نافرمانی کی (اس کا معاملہ تیرے پر ہے) بیشک تو غفور رحیم ہے۔"

حضرت عیسیٰ کی یہ عرض پڑھی:

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ (المائدہ:۱۱۸)

ترجمہ: "اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے۔"

آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند فرمائے اور عرض کی: "مولا! میری امت۔ مولا! میری امت! پھر آپ رونے لگے۔ رب تعالیٰ حضرت جبرائیل امین سے فرمایا: "اے جبرائیل! محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور عرض کرو: "ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے خوش کر دیں گے۔ آپ کو غمزدہ نہیں کریں گے۔"

الراغب

یہ رغب الیہ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس پر حریص ہو جانا ہے رغبت کی اصل "الاتساع" ہے اسی سے ہے۔ حوض رغیب۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾ (الانشراح:٨)

ترجمہ: "اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے "باقی سب کو چھوڑ کر صرف رب تعالیٰ کی طرف اپنی رغبت رکھیں۔ آگ سے ڈرتے ہوئے اور جنت کی طرف رغبت کرتے ہوئے اس کی جناب میں آہ و زاری کریں۔"

الرافع

وہ ذات بالا جس کی وجہ سے آپ کی امت کو رفعت نصیب ہوئی۔ وہ آپ کی ملت کی اتباع سے مشرف ہوئے۔ یہ اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذاتِ والا جو اہلِ ایمان کی سعادت مند کر کے بلند کرتی ہے۔ اور کافروں کو دور کر کے انہیں پست کرتی ہے۔

راکب البراق

معراج کے باب میں اس پر بحث ہوگی۔

راکب البعیر

سابقہ کتب میں آپ کو اس نام سے یاد کیا گیا تھا۔

راکب الجمل

"ذ" نے لکھا ہے حضرت ذوالکفل شعیا علیہ السلام کی کتاب میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے کہا گیا: "ذرا اٹھو دیکھو اور بتاؤ کیا دیکھا ہے۔" میں نے کہا: "میں نے دو سوار دیکھے ہیں جو آ رہے ہیں۔ ایک گدھے پر سوار ہے جبکہ دوسرا اونٹ پر سوار ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہتا ہوا اترا کہ بابل اور اس کے بت برباد ہو گئے۔" ان سے فرمایا گیا کہ گدھے کے سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اونٹ کے سوار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ بابل کی سلطنت آپ کی نبوت اور تلوار کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ الشیخ نے کہا ہے: "اسی لیے جب نجاشی تک آپ کا گرامی نامہ پہنچا، اور وہ آپ پر ایمان لے آیا تو اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے آپ کے بارے بشارت راکب الحمار سے دی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے آپ کے بارے بشارت راکب الجمل سے دی ہے۔" ابن عسا کر نے کہا کہ اگر کہا جائے کہ آپ کو اونٹ کی سواری کے ساتھ کیوں مختص کیا گیا ہے حالانکہ آپ نے گھوڑے اور گدھے پر بھی سواری کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اہلِ عرب میں سے ہوں گے۔ کیونکہ اونٹ اہلِ عرب کی سواری ہے۔ انہی کے ساتھ مختص ہے۔ دیگر اقوام کی طرف منسوب نہیں ہے۔"

راکب الناقة، راکب النجیب

آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں موجود ہے۔

الرَّجِل

سبوطہ اور جعودہ کے مابین قدرے گھنگھریالے بالوں والے۔ یعنی آپ کی زلف معنبر نہ بالکل سیدھی تھیں نہ ہی گھنگھریالی تھیں بلکہ ان کے مابین تھیں۔

الرجیح

فضل میں دوسرے سے زیادہ۔ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے الرجحان سے مشتق ہے۔ اس کا معنی زیادہ ہے۔ رجح المیزان اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کا ایک پلڑا جھک جائے۔

الرحب الکف

کثیر اور وسیع عطا والے۔ آپ اس وصف سے متصف تھے۔

رحمة الامة، رحمة للعالمین

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔"

آپ ساری مخلوق کے لیے رحمت ہیں مومن کے لیے ہدایت کے ساتھ، منافق کے لیے قتل سے امان کے ساتھ اور کافر کے لیے تاخیر عذاب کے ساتھ رحمت ہیں۔ ابوبکر بن طاہر علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمت کی زینت کے ساتھ مزین فرمایا ہے۔ آپ رحمت ہیں آپ کی ساری عادات مبارکہ، شمائل حمیدہ مخلوق پر رحمت ہیں۔ آپ کی زندگی رحمت ہے۔ آپ کا وصال رحمت ہے۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا: "میری حیاتِ طیبہ تمہارے لیے رحمت ہے۔ میرا وصال تمہارے لیے رحمت ہے۔" آپ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ کسی امت کے ساتھ رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی کا اس سے قبل وصال ہو جاتا ہے وہ ان کے پیش رو اور ان کے لیے ایسے امور کا انتظام فرماتا ہے جن کے وہ محتاج ہوتے ہیں۔

رحمة مهداة

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں بطور ہدیہ دی گئی رحمت ہوں۔" الطبرانی نے روایت کیا ہے "بعثت رحمة مهداة"۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں

کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ وہ اس کا کوئی عوض نہیں مانگتا۔ کیونکہ جب رحمت ہدیہ ہو تو وہ اس کا عوض نہیں چاہتا۔"

الرؤف الرحیم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ: "بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔"

الاستاذ ابوبکر بن فورک نے کہا ہے "رب تعالیٰ نے آپ کو یہ دونوں اسم اپنے اسماء حسنیٰ سے عطا فرمائے ہیں رحمت کی شدت کو رافت کہا جاتا ہے۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے "اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ مصائب اور شدائد کو دور کرنے کے لیے ہے۔ پسندیدہ امر کو طلب کرنا رحمت ہے۔ اسی لیے رحمت کو رافت سے مقدم رکھا گیا ہے۔ عرب کے کلام میں مہربانی اور شفقت اور رافت کو رحمت کہا جاتا ہے۔ یہ آپ کے حق میں صحیح ہے آپ ساری مخلوق سے زیادہ رحم کرنے والے سب سے زیادہ مہربانی اور شفقت فرمانے والے ہیں۔ رب تعالیٰ کے حق میں یہ معنی محال ہے۔ اس لیے اس کے لازم کے ساتھ اس کی تاویل کی گئی ہے۔ اس سے مراد اس کے اہل کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا ہے۔ بندے کو وہ ثواب دینا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہوتا۔ اس سے وہ سزا دور کرنا ہوتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ رحمۃ اور رافت میں فرق یہ ہے کہ رأفت وہ احسان ہے محسن کے ساتھ شفقت جس کا مبدأ ہوتا ہے۔ رحمۃ وہ احسان ہے محسن کا فاقہ جس کا مبدأ ہوتا ہے۔

الرسول، رسول اللہ، رسول الرحمۃ

ان سب کا معنی واضح ہے۔

رسول الملاحم

ملاحم ملحمۃ کی جمع ہے۔ جنگ کے میدان کو ملحمہ کہا جاتا ہے۔ یہ لحمۃ الثوب سے مشتق ہے یا یہ اللحم سے مشتق ہے کیونکہ میدانِ جنگ میں لوگوں کا بہت زیادہ گوشت پڑا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ کو جہاد اور تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔

الرشید

یہ الرُشد سے فعیل کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد امور میں استقامت ہے یہ راشد کے معنی میں ہے۔ یعنی مستقیم

یا مرشد کے معنی میں ہے یعنی ہادی۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٢﴾ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: "بلاشبہ آپ رہنمائی فرماتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف آپ کے چچا جناب ابوطالب نے آپ کی تعریف میں کہا تھا:"

حلیم الرشید عادل غیر طائش یوالی الهالیس عنه غافل

ترجمہ: "آپ حلیم و رشید ہیں اور آپ نے کبھی بھی نازیبا گفتگو نہیں کی۔ آپ ایسے معبود برحق کی عبادت کرتے ہیں جو آپ سے غافل نہیں ہیں۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کی تدابیر مشورہ اور راہ نمائی کے بغیر سیدھی مقاصد کی طرف جائیں یا وہ ذات جو مخلوق کی راہ نمائی ان کی مصالح کی طرف کرلے۔

الرضا

الرضوان

رضا والا، یا وہ رب تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رضا ہے۔

رضوان الله

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رضا۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ۔ (المائدہ:۱۶)

ترجمہ: "دکھاتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو پیروی کرتے اس کی خوشنودی۔"

یعنی جس نے اس کے رسول مکرم ﷺ کی اتباع کی۔

الرفيق

یہ رفق سے مشتق ہے فعیل مفعل کے معنی میں ہے اس کا معنی لطف۔ آپ بندوں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔

الرفيع الذكر

ارشاد پاک ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ (الانشراح:۴)

ترجمہ: "ہم نے بلند کر دیا آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔"

ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس حضرت جبرائیل

امین آئے۔ انہوں نے کہا: "آپ کا رب فرمارہا ہے کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔" انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ فرماتا ہے: "جب میرا ذکر ہوگا میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔"

اس کا معنی العلی ہے۔ یا اس کا معنی دوسرے سے بلند درجہ ہے۔ یا رفیع مرفوع کے معنی میں ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس امت کو ایمان کے ساتھ کفر اور نافرمانی کی پستی سے نکال کر بلند فرمانے والے ہیں۔ رفیع رافع کے معنی میں ہے۔ الرفیع اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے۔

رفیع الدرجات

اسے "ط" نے ذکر کیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے:

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ (الانعام: ١٦٥)

ترجمہ: "اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں۔"

مجاہد نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ یعنی آپ کو ایسے خصائص عطا کر کے بلند درجہ فرمایا جو آپ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے تھے۔

الرقیب

جو اشیاء کی نگرانی کرے، ان کی حفاظت کرے۔ یہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے یہ المراقبہ سے ہے۔ جس کا معنی حفاظت کرنا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ المراقبہ سے مراد بندے کا اپنے رب تعالیٰ کے بارے عرفان ہے یہ اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ اس کا معنی ہے کہ وہ ذات عالم کی مخفی اشیاء سے آگاہ ہے۔

رکن المتواضعین

حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں آپ کا یہ نام تھا۔

الرھاب

یہ الرھب سے مبالغہ ہے۔ اس کا معنی خوف ہے۔ یہ الترھب سے مشتق نہیں کیونکہ مبالغہ صیغہ عموماً ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے نیز یہ آپ نے رہبانیت سے منع فرمایا۔ اس سے آپ کو متصف نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث پاک ہے:

"واجعلنی لک شکارا لک رھّابا۔" (ابن ماجہ)

الروح

اصل میں روح اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے جسم قائم ہو۔ آپ کو، قرآن مجید، جبرائیل امین رحمت اور وحی کو روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ہر چیز مخلوق کو ہدایت کے ساتھ حیات نو عطا فرماتی ہے۔ وہ گمراہی سے مر چکے ہوتے

ہیں۔ان سے عذاب دور کرتی ہے جس طرح جسم روح کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ۔ (النبا:۳۸)

ترجمہ: "جس دن کھڑے ہوں گے روح۔"

روح کے بارے کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ یا جبرائیل امین ہیں۔اس کے بارے بھی بہت سے قول ہیں۔

روح الحق، روح القدس

یہ دونوں اسماء الانجیل میں ہیں روح القدس سے مراد ایسی پاکیزہ روح ہے۔جو میل کچیل سے پاک ہو۔یہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہوگا۔حق سے مراد یا تو رب تعالیٰ کی ذات ہے۔روح کی اس کی طرف اضافت مشرف کے لیے ہے۔جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے یا اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔اس صورت میں اضافت بیان کے لیے ہوگی۔یعنی روح ہی حق ہے۔

حرف الزا

الزاجر

یہ زجر سے اسم فاعل ہے اس کا معنی روکنا اور منع کرنا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی نافرمانیوں سے منع کرتے تھے۔ان کی وجہ سے جھڑکتے تھے۔ارشاد پاک ہے:

وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "اور روکتا ہے انہیں برائی سے۔"

الزاھر

چمکدار، رنگت والے، روشن چہرے والے۔قصص الکسائی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

"محمد عربی ﷺ روشن ستارہ ہیں۔"

الزاھد

آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں مرقوم ہے۔زہد رغبت کی ضد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حرام ترک کرنا ہے۔کیونکہ حلال مباح ہوتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ حرام میں زہد واجب ہے۔حلال میں افضل ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں زہد نہ تو حلال کو حرام کرنا ہے نہ ہی مال کا ضیاع ہے۔لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ تجھے اس پر جو کچھ تمہارے ہاتھ میں اس سے بڑھ کر اعتماد نہ ہو جو

کچھ رب تعالیٰ کے پاس ہے، اور جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو تمہیں اس میں اتنی ہی رغبت ہو جتنی کہ اگر وہ باقی ہوتی۔

الزاھی

واضح حسین یا جس کا امر ظاہر ہو۔ ہدایت کی علامات کے ساتھ جس کی عمدہ دلیل سے کوئی امر واضح ہو جائے۔ ایسے امر سے پاک جو منصب نبوت کے لائق نہ ہو۔

زعیم الانبیاء

زعیم کفیل کے معنی میں ہے۔ یا آپ روز حشر اپنی امت کی کامیابی کے ضامن ہیں۔ ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں اس شخص کے لیے جنت کی زمین میں ایک محل کا ضامن ہوں جس نے ریاء کو ترک کر دیا حالانکہ وہ حق پر ہو۔"

الزکی

طاہر، مبارک یہ الزکاۃ سے مشتق ہے جس کا معنی نمو اور طہارت ہے۔ سطیح نے آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا تھا "نبی زکی یاتی الوحی من قبل العلی"

"ذ" نے اسے رب تعالیٰ کے اس قول سے اخذ کیا ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ۔ (البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ: "جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں۔"

لیکن یہ اخذ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ زکّی سے وصف مزکّی آتا ہے زکی نہیں آتا۔ آپ کے حق میں یہ اسم مبارک کتنا عمدہ ہے۔ اس کا معنی ظاہر ہے۔

زلف

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ فضل و شرف میں سارے انبیاء سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ یا آپ کو رب تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہے۔

الزمزمی

"ذ" یہ زمزم کی طرف منسوب ہے۔ یہ وہ چشمہ ہے جو رب تعالیٰ نے آپ کے جد امجد حضرت اسماعیل کے لیے رواں فرمایا تھا۔ آپ اس امر کے مستحق ہے کہ آپ کو اس کی طرف منسوب کیا جائے۔

الزین

خَلق اور خُلق کے اعتبار سے حسن کامل۔اس کی ضد شین ہے۔

زین من وافی القیامۃ

اس نام کو قاضی نے ذکر کیا ہے۔معجزات میں گوہ کے بارے روایت میں اس کی مزید تفصیل آئے گی۔جب اس نے کہا تھا: "السلام علیك یازین من وافی القیامۃ۔"

حرف السین

سابق العرب

حضرت انس سے مرفوع روایت ہے۔آپ نے فرمایا: "سبقت لے جانے والے چار ہیں۔میں عرب سے سبقت لے جانے والا ہو۔حضرت صہیب اہلِ روم سے سبقت لے جانے والے ہیں۔حضرت سلمان اہلِ ایران سے سبقت لے جانے والے ہیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ اہلِ حبشہ سے سبقت لے جانے والے ہیں۔" سابق، سبق سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی تقدم ہے۔کبھی کبھی فضیلت کے اظہار کے لیے بھی یہ لفظ عاریۃً لیا جاتا ہے جیسے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ (الواقعہ:۱۰)

ترجمہ: "آگے رہنے والے آگے آگے ہوں گے۔"

اس کا معنی ایسا مخلص ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرے۔اپنے رب تعالیٰ کی رضا کی جستجو میں میدان چھان مارے ایک قول کے مطابق لوگوں کی تین اقسام ہیں۔

1. ایسا شخص جو ابتدا سے ہی بھلائی میں جلدی کرتا ہے۔اس پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے۔وہ سابق ہوتا ہے۔
2. ایسا شخص جس کی عمر گناہ اور غفلت میں گزرتی ہے پھر وہ توبہ کرتا ہے وہ اصحاب الیمین میں سے ہوتا ہے۔
3. ایسا شخص جو ابتداء سے ہی شر کے بارے جلدی کرتا ہے۔پھر اسی پر براجمان رہتا ہے حتیٰ کہ وہ مر جاتا ہے۔وہ اصحاب الشمال میں سے ہوتا ہے۔یا آپ کو اس لیے سابق کہا گیا ہے کیونکہ ساری مخلوق سے پہلے آپ کے لیے ہی جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

السابق بالخیرات

الساجد

جھکنے والے، اطاعت گزار "ط" نے اس نام کو رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ۔ (الدھر:۲۶)

ترجمہ: "اور رات (کی تنہائیوں میں) بھی اس کو سجدہ کیا کرو۔"

وَ كُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ (الحجر:۹۸)

ترجمہ: "اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں سے۔"

رب تعالیٰ کی عبادت اور ان کے ساتھ اپنے خضوع میں مداومت اختیار کریں۔

سبیل اللہ

"د" نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اسے اخذ کیا ہے۔

وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ (الانفال:۴۷)

ترجمہ: "اور روکتے تھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے۔"

اس سبیل اللہ کے بارے دو قول ہیں سدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ سبیل اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ایسا راستہ ہیں جو رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ واضح شاہراہ کو سبیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی رضا تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ۔ (سورہ محمد:۳۴)

ترجمہ: "جو لوگ خود بھی کفر کرتے رہے اور دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکتے رہے۔"

یعنی وہ حضور ﷺ کی صفت کو چھپاتے ہیں۔

السَبِط

سیدھے بالوں والے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

السخی

کریم۔ سخاء سے صفت مشبہ ہے۔ اس سے مراد "کرم" ہے۔

السدید

السدید، السداد سے فعیل بمعنی اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد استقامت ہے۔ یا مُفعِل کے معنی میں ہے۔ یعنی امت کے دنیاوی امور کی اصلاح کر کے اس کے شگاف کو بھرنے والے۔ آخرت میں ان کی شفاعت کرنے والے۔

السراج المنیر

ارشادِ ربانی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (الاحزاب:۴۵-۴۶)

ترجمہ: "اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور ہر وقت ڈرانے والا۔"

سراج کا معنی حجۃ، یا ھادی یا چراغ یا سورج ہے۔ آپ کو سراج اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے دنیا کو اپنے نور سے منور کر دیا۔ اپنے ظہور سے کفر اور اس کی ظلمت کو مٹا دیا۔ سورج سے آپ کو تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ روشن ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ کو سراج اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ سارے ادیان میں آپ کا دین اس طرح جگمگا اٹھا جس قدر تاریک رات میں سورج جگمگا اٹھتا ہے ایک عارف باللہ نے کہا ہے "رب تعالیٰ نے آپ کے نورِ نبوت سے بصیرت کے انوار کی مدد کی جس طرح اس نے نگاہوں کے انوار کی مدد سورج کے ساتھ کی۔ آپ کو سراج کے نور سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس سے مراد شمس ہے یا اس لیے کہ آپ اس زمانہ میں مبعوث ہوئے جسے کفر اور جہالت کی وجہ سے رات سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ آپ نے یقین اور ہدایت کے نور سے اس تاریکی کو ختم کر دیا۔

قاضی ابوبکر ابن عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "ہمارے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آپ کو سراج اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ ایک چراغ سے بہت سے چراغ جلائے جا سکتے ہیں۔ پہلے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اسی طرح اطاعات کے چراغ حضور ﷺ کے چراغ سے روشن کیے جاتے ہیں۔ آپ کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ آپ کو سورج کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوئی وجوہات ہیں۔

١. سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک اس سے پہلے فجر اول اور فجر ثانی سورج کے طلوع کی بشارت لے کر آتی ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو مبعوث نہ کیا گیا حتیٰ کہ انبیاء، مرسلین اور سابقہ کتب نے آپ کو بشارت دے دی ہے۔

٢. سورج جلاتا ہے روشن کرتا ہے۔ اسی طرح آپ کی بعثت میں ایسا نور ہے جو آپ کے اولیاء کرام کے دلوں میں چمکتا ہے۔ آپ کی تلوار میں ایسی آگ ہے جو آپ کے دشمنوں کے دلوں کو جلا دیتی ہے۔

٣. سورج میں ہدایت اور راہ نمائی ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے گمراہی سے راہ نمائی عطا کی۔

۴. سورج انوارِ فلکیہ کا سردار ہے۔ آپ سید الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کا وصف المنیر ذکر کیا ہے۔ لیکن سورج کا یہ وصف ذکر نہیں کیا کیونکہ اسے آپ کے نور سے تخلیق کیا گیا ہے۔ نیز اس لیے کہ سورج کا اقتدار صرف دنیا پر ہے جبکہ آپ کی سلطنت کا جھنڈا دنیا اور آخرت دونوں میں لہرا رہا ہے۔

الصراط المستقیم

اس کی تفصیل حرف الصاد میں آئے گی۔

سرخلیطس

''ع'' نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ سریانی زبان میں آپ کا نام ہے اس کا معنی برقلیطس ہے۔

السریع

سابق۔ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرنے والے یا الشدید۔ جیسے کہ ارشادِ پاک ہے:

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ (الانعام:۱۶۵)

ترجمہ: ''بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے۔''

اس جگہ سریع شدید کے معنی میں ہے ورنہ عذاب کی جلدی حلم کے وصف کے منافی ہے۔ کیونکہ وہ ہوتا جو اپنی نافرمانی کرنے والے کو جلد سزا نہیں دیتا۔

ایک قول کے مطابق سریع العقاب کا معنی یہ ہے کہ جب عذاب کا وقت آجاتا ہے تو پھر اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

سعد اللہ

''خا'' نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

سعد الخلائق

سعید

یہ سعد سے فعیل بمعنی فاعل ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کے لیے سعادت لازم کر دی ہے۔ آپ کی امت کے لیے ساری امم پر سیادت لازم ہے۔

السلام

عیب سے سلامت۔ شک سے پاک۔ اس کی اصل السلامۃ ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ کے وجود مسعود کے صدقے آپ کی امت یا دیگر اقوام بھی عذاب سے بچ گئیں۔ یا اس لیے کہ آپ عیب اور نقص سے پاک ہیں۔ آپ ہر کجی اور شک سے بری ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جس کی ذات ہر عیب سے پاک ہو۔ اس کی صفات نقص سے منزہ ہوں۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کو ہلاکتوں سے بچانے والا۔ ایک قول یہ ہے اہلِ ایمان پر جنت میں سلام بھیجنے والا۔ اس میں اس کا رجوع قدیم ازلی کلام کی طرف ہوگا۔ یہ قول امام الحرمین کا ہے۔

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے جس کی مخلوق اس کے ظلم سے محفوظ ہو۔ یا جو اہلِ ایمان کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ یا برگزیدہ لوگوں پر سلام بھیجنے والا۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ (النمل:۵۹)

ترجمہ: "سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا۔"

آپ کے حق میں اسم گرامی پہلے اور چوتھے معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ پانچویں معنی کے اعتبار سے بھی درست ہے۔ کیونکہ آپ اہلِ ایمان کو ہدایت عطا کر کے عذاب سے بچانے والے ہیں۔ تیسرا اور چھٹا معنی آپ کے حق کے اعتبار سے درست نہیں۔

السلطان

بادشاہ، دلیل، برھان۔ برھان کے معنی میں اس کا استعمال مشہور ہے۔ یہ قرآن کی لغت ہے۔ حجت کے معنی میں یہ مؤنث ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے قضت بہ علیك السلطان" قاموس میں ہے کہ سلطان دلیل کو کہتے ہیں۔ بادشاہ کی طاقت یا والی کی طاقت کو کہتے ہیں۔ یہ سلیط کی جمع ہو تو یہ مؤنث ہوتا ہے۔ اس کا معنی تیل ہے۔ اس سے بادشاہ روشنی حاصل کرتا ہے یا یہ دلیل کے معنی میں ہے۔ جب اس سے آدمی کا معنی مراد لیا جائے تو یہ مذکر ہوتا ہے۔ آپ کو سلطان اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ آپ آخرت میں بندوں پر رب تعالیٰ کی حجت ہوں گے۔ آپ دنیا میں اس کی برھان ہیں۔ آپ اقتدار والے ہیں۔ آپ قوت والے ہیں۔ اس وقت یہ السلاطۃ سے مشتق ہوگا۔ یہ قہر اور غلبہ سے اقتدار حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح فصیح کو بھی سلیط کہا جاتا ہے کیونکہ اسے کلام کی فنون پر اقتدار ہوتا ہے۔ اسی طرح شور کرنے والی عورت کو سلیطہ کہا جاتا ہے کیونکہ اسے گفتگو پر قوت حاصل ہوتی ہے۔ آدمیوں کے ساتھ اس کی لڑائی سخت ہوتی ہے۔ قاموس میں ہے کہ سلیط کا لفظ مذکر کے لیے بطور مدح اور مؤنث کے لیے بطور مذمت آتا ہے۔ عبدالباسط نے اس کے بارے لکھا ہے۔

یا امام الانام ایۃ وصف ان یکن للذکور فھو مدیح
و اذا ما بہ الاناث نعتنا فھو فی نعتھن ذم قبیح

ترجمہ: "اے لوگوں کے امام! وہ کون سا وصف ہے جو مذکر کے لیے ہو تو قابل ستائش ہے اور اگر ہم اسے مونث بطور وصف ذکر کریں تو وہ ان کے وصف میں قبیح مذمت بن جاتا ہے۔"

السمیع

یہ السمع سے فعیل بمعنی فاعل ہے۔ یہ ظاہری حواس میں سے ایک ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① (الاسراء:۱)

ایک قول کے مطابق یہ ضمیر حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔ جب شب معراج کو آپ رب تعالیٰ کا کلام سننے سے مشرف ہوئے تو آپ کا یہ نام رکھ دیا گیا۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اس کا معنی یہ ہے جو راز بھی وہ سن لیتا ہے وہ اسے مخفی رکھتا ہے۔ رب تعالیٰ کی سماعت مسموعات کے متعلق ہے۔

السمّی

بلند مرتبہ۔ یہ السمو سے مشتق ہے۔ آسمان کو اس کی رفعت کی وجہ سے السماء کہا جاتا ہے۔

السنا

پھیلنے والی روشنی اور چمکنے والا نور۔ اگر یہ الف ممدودہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد شرف اور علو ہے۔ کیونکہ آپ نے اس امت کو شرف و فخر عطا کیا یا آپ صاحب شرف ہیں۔ اس لیے آپ کا یہ اسم گرامی رکھا گیا۔

السند

کبیر، جلیل جس پر اعتماد کیا جائے جس کا قصد کیا جائے جو ملجا و ماویٰ ہو۔

السیّد

ایسا رئیس جس کی اتباع کی جائے جس کی بات مانی جائے یا جس کی طرف پناہ حاصل کی جائے ضروریات پوری کرنے کے لیے لوگ جس کے محتاج ہوں۔ یا جو اپنے رب کی اطاعت بجا لائے یا فقیہ اور عالم ہو۔ یا جو علم، تقویٰ اور عبادت میں سردار ہوں۔ یا جو ہر چیز میں لوگوں سے فائق ہو۔ اس کے بارے اور بھی اقوال ہیں۔

حضور ﷺ مذکورہ بالا سارے معانی کے اعتبار سے سردار ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ النحاس نے لکھا ہے کہ یہ لفظ رب تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے الف لام کے بغیر استعمال کیا جاتا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے "الف لام کے ساتھ اس کا استعمال جائز ہے اس کے بغیر اس شخص کے لیے استعمال کر سکتے ہیں جو علم اور تقویٰ میں مشہور ہو۔ دوسرے شخص کے لیے یہ مکروہ ہے۔"

حاکم وغیرہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب ایک شخص فاسق کو "یا سید" کہتا ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔"

تنبیہ

امام احمد نے مطرف بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "اے قریش کے سید! آپ نے فرمایا: "السید تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا جواب سید الناس میں آئے گا۔"

سید الثقلین

ثقلین سے مراد انسان اور جن ہیں کیونکہ یہ دونوں اجناس زمین کے لیے ثقل یا اس پر بوجھ ہیں۔ یا اس لیے کہ ان کو تمیز کرنے کی فضیلت عطا کی گئی ہے۔

سید الکونین، سید ولد آدم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ"

سید الناس

حدیث شفاعت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو کس طرح؟ رب تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔" یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں ہے کہ لوگ مختلف انبیائے کرام کے پاس جائیں گے۔ وہ سارے "نفسی نفسی" کہیں گے سب سے آخر میں لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

آپ نے یوم القیامۃ کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کیونکہ اس میں آپ کی سیادت ہر ایک کے لیے ظاہر ہوگی۔ اس وقت کوئی جھگڑا کرنے والا یا سرکشی کرنے والا نہ ہوگا۔ لیکن دنیا میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس میں کفار کے بادشاہ اور سردار آپ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ حاکم نے روایت کیا ہے: "انا سید الناس ولا فخر" یعنی اس فخر سے اکمل اور اعظم اور کوئی فخر نہیں جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ یہ فضیلت جو میں نے حاصل کی ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے اسے اپنی جانب سے حاصل نہیں کیا۔ میں اپنی طاقت سے اس تک نہیں پہنچا لہٰذا میرے لیے مناسب نہیں کہ میں اس پر فخر کروں۔" امام نووی نے لکھا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کے قریب ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ (المؤمن:١٦)

ترجمہ: "کسی کی بادشاہی ہے کی۔"

آج اور اس کے بعد کی ملکیت رب تعالیٰ کے لیے ہی ہے کیونکہ دنیا میں بعض لوگ ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا مجازاً ان کی طرف ملکیت کی نسبت کر دی جاتی ہے۔ یہ ساری ملکیت آخرت میں ختم ہو جائے گی۔ صرف رب تعالیٰ کی ملکیت باقی رہ جائے گی۔ یہ اس شخص کو جھڑکتے ہوئے کہا گیا ہے جو دنیا میں اپنی ملکیت کا گمان کرتا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے: "حضور ﷺ نے دو وجوہات کی بناء پر اس طرح کہا ہے:

◆ ① رب تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١ (الضحیٰ:١١)

ترجمہ: "اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کریں۔"

◆ اس کا تعلق اس تفصیل کے ساتھ ہے۔ جس کی تبلیغ کرنا ضروری ہے تاکہ آپ کی امت کو آپ کا کچھ عرفان حاصل ہو سکے اور وہ آپ کے بارے ایسا عقیدہ رکھیں۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے: "مجھے حضرت موسیٰ (یا حضرت یونس) پر فضیلت نہ دو۔" تو یہ اس علم ہو جانے سے پہلے کا فرمان ہے کہ سید الناس ہیں یا آپ نے ادب اور تواضع کرتے ہوئے یوں فرمایا: یا ایسی تفضیل سے منع فرمایا جو کسی نبی کی تنقیص شان کا سبب بنے۔ یا جھگڑے کی طرف لے جائے یا اس سے مراد نفس نبوت میں تفضیل ہے خصائص میں تفضیل نہیں۔" امام نووی نے لکھا ہے: "انبیائے کرام کے مابین فضیلت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ (البقرہ: ۲۵۳)

ترجمہ: "یہ سب رسول ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض پر بعض کو۔"

السیف

حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے حضور ﷺ کے لیے قصیدہ پڑھا جس کی ابتدا بانت سعاد سے ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مھند من سیوف الھند مسلول

ترجمہ: "حضور ﷺ ایسی تلوار ہیں جس سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے۔ آپ ہند کی بنی ہوئی سونتی ہوئی تلوار ہیں۔"

تو آپ نے فرمایا:

من سیوف اللہ۔

السیف

کاٹنے والی تلوار۔ اس میں استعارہ مرشحہ ہے۔ کیونکہ آپ حقیقی تلوار کے لیے موزوں ہیں۔ جس کے ساتھ آپ کو بلیغ تشبیہ دی گئی ہے۔ دونوں کو جمع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ دونوں کے ساتھ رب تعالیٰ نے ہر جھگڑا کرنے والے اور لڑنے والے کا نشان مٹا دیا۔ اپنے دین حق کو غالب کیا باطل کو رسوا کیا۔

سیف الاسلام

دیلمی نے عرفجہ بن شریح سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اسلام کی تلوار اور ابو بکر صدیق ردت کی تلوار ہیں۔"

سیف اللہ

اس پر گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

حرف الشین

الشارع

عالم ربانی، عامل معلم یا دین حق کو اچھی طرح واضح کرنے والے۔ یہ شرع سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ظاہر اور واضح کرنا ہے۔ علماء کی زبانوں سے اس کا آپ پر اطلاق مشہور ہو چکا ہے۔ کیونکہ آپ نے دین اور احکام مشروع فرمائے۔ اسی طرح شریعت کا اجراء فرمایا رب تعالیٰ نے اس لفظ کے ساتھ اپنا وصف بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ۔ (الشوریٰ: ۱۳)

ترجمہ: "اس نے مقرر فرمایا تمہارے لیے وہ دین۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

شافع

شفاعت کرنے والے۔

المشفع

جو شفاعت کرے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے۔ شفاعت سے مراد گناہ گاروں سے تجاوز کرنے کی التجا ہے۔

الشفیع

یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ پہلا اور تیسرا اسم گرامی اس حدیث مبارک میں ہیں جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے جو "الاول" کی بحث میں گزر چکی ہے۔ دوسرا نام نامی "اکثر الانبیاء، تابعا" کی بحث میں گزر چکا ہے۔

الشافی

ہر مرض اور دکھ سے شفاء عطا کرنے والے۔ امت سے ہر مصیبت دور کرنے والے۔

الشاکر

یہ الشکر سے اسم فاعل ہے۔ یہ اس محسن کی تعریف کرنا ہے جو احسان کرے یا اس سے مراد نعمت کا تصور اور اس کا اظہار ہے یا یہ الکشر سے مقلوب ہے۔ جس کا معنی ظاہر کرنا ہے۔ یا یہ عین شکری سے مشتق ہے یعنی بھری ہوئی آنکھ۔ شکر سے مراد منعم کے ذکر سے بھر جانا ہے۔ امام قشیری نے لکھا ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس نعمت کے بارے گفتگو

کرے۔ اپنے رب کی نعمت کا اقرار کرے۔ یا اس شکر سے اپنے عجز کا اعتراف ہے۔ شکر کی تین اقسام ہیں:

- ① زبان سے شکر۔ اس سے مراد نعمت کا اعتراف ہے۔
- ② ارکان سے شکر۔ اس سے مراد موافقت اور خدمت سے متصف ہونا ہے۔
- ③ دل کے ساتھ شکر۔ یہ مشاہدہ کی بساط پر بیٹھنا ہے۔ اس کے ساتھ حدود اور حرمت کی حفاظت کرنا۔

القاضی نے لکھا ہے کہ مخلوق کی طرف سے شکر یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا عرفان ہو۔ اور خالق کی طرف سے شکر یہ ہے کہ وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے۔ شکر کی جزا کو مجازاً شکر کہا گیا ہے۔ ان کے مابین مشاکلۃ کا علاقہ پایا جاتا ہے۔ جس طرح کہ رب تعالیٰ نے برائی کی سزا کو برائی کہا ہے۔

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰)

ترجمہ: "برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

الشکار

یہ شکور سے بلیغ ہے جو شاکر سے بلیغ ہے جیسے کہ الغفور کی بحث میں یہ علم ہوگا۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ اپنی دعا میں عرض کرتے تھے: "رب اجعلنی لك شكّارا۔"

الشکور

بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے۔ یہ فعول کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے یا اس سے مراد وہ ذات ہے جو قلیل عمل پر کثیر ثواب عطا کرے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے تاکہ آپ پر کسی کا احسان نہ رہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے ایسی ذات جو قلیل عمل پر بہت بڑا اجر عطا کرے۔ امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم سوجھ جاتے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ! آپ اتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں حالانکہ رب تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکرگزار بندہ نہ بنوں۔"

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شاکر سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ شاکر وہ ہوتا ہے جو عطاء پر شکریہ ادا کرتا ہے۔ شکور وہ ہوتا ہے جو مصیبت پر شکر ادا کرتا ہے۔ "الشاکر وہ ہوتا ہے جو موجود پر شکر ادا کرتا ہے جبکہ الشکور وہ ہوتا ہے جو مفقود پر شکر ادا کرتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک فتویٰ کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟" حضرت شقیق نے کہا: اگر ہمیں عطا کر دیا جائے تو ہم شکر ادا کرتے ہیں اگر ہمیں

روک دیا جائے تو ہم صبر کرتے ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق نے جواب دیا: مدینہ طیبہ کے کتے اسی طرح کرتے ہیں حضرت شقیق: آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: اگر ہمیں عطا کیا جائے تو ہم ترجیح دیتے ہیں اگر ہمیں روک دیا جائے تو ہم شکر ادا کرتے ہیں۔"

الشاهد

عالم یا حاضر مطلع۔ یہ شہود سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ (الاحزاب:۴۶)

ترجمہ: "ہم نے اس کو بھیجا (سب سچائیوں) کا گواہ بنا کر۔"

یعنی ان لوگوں پر شاہد بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا ہے آپ کا ان کے بارے فرمان عنداللہ اسی طرح مقبول ہے جیسے عادل گواہ کا قول قبول کیا جاتا ہے۔

الششن

بڑے بڑے ہاتھوں اور قدموں والے۔ اہلِ عرب ایسے شخص کی تعریف کرتے تھے۔ القاضی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے پوروں میں چھوٹے پن کے بغیر سختی ہو۔ مردوں میں یہ وصف قابل تعریف ہے۔ کیونکہ اس طرح گرفت مضبوط ہوتی ہے۔

الشديد

یہ اشداء کا واحد ہے۔ شدید صفت مشبہ ہے۔ جس کی شدت واضح ہو۔ اس سے مراد قوت ہے جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: "(جانِ عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں سخت ہیں۔"

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ (التحریم:۹)

ترجمہ: "اور ان پر سختی کرو۔"

حضرت حسن نے لکھا ہے کہ ان پر ان کی شدت کا عالم یہ تھا کہ وہ احتیاط کرتے تھے کہ ان کے جسم اور کپڑے بھی چھونے نہ پائیں۔

الشدقم

بلیغ۔جس کے منہ کے کنارے بڑے ہوں۔اس کی میم زائد ہے۔امام مسلم نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کشادہ دہن تھے۔

الشریف

یہ الشرف سے صفت مشبہ ہے۔اس سے مراد بلند رتبہ ہے یا دوسرے سے افضل مراد ہے۔فعیل فاعل یا مفعول کے معنی میں ہے۔

الشفاء

بیماری سے شفاء۔اور اس سے سلامتی۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ کے طفیل بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ (یونس:۵۷)

ترجمہ: "آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور (آ گئی ہے) شفا روگوں کی جو سینوں میں ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذاتِ والا ہے۔

الشمس

دن کے ستارے کو شمس کہا جاتا ہے۔آپ کا یہ نام نامی اس لیے رکھا گیا یا تو آپ کی شریعت کے غلبہ کی وجہ۔یا اس کے علو اور رفعت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔کیونکہ سورج کا رتبہ سارے ستاروں سے بلند ہے۔متاخرین اہل ہیئت کے محققین کے نزدیک چھٹے آسمان پر ہے۔یا اس لیے کہ اس سے کثیر نفع حاصل ہوتا ہے۔جیسے حضور ﷺ سے بہت زیادہ نفع اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔سورج کھیتی پکاتا ہے۔دانہ مضبوط کرتا ہے۔جسم تر کرتا ہے۔یا اس عظیم منصب اور جلیل قدر کی وجہ سے آپ کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو آپ کو عطا کیا گیا ہے۔آپ کے اوصاف کے کمال کی وجہ سے آپ کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔آپ کے جلال کی وجہ سے آنکھ بھر کر آپ کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا۔سورج کے بڑے جسم کی بھی یہی کیفیت ہے۔حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ یہ سورج زمین سے ایک سو ساٹھ یا پچاس، یا بیس گنا بڑا ہے۔نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔بلکہ یہ اسے تھکا دیتی ہے۔اسے اندھا کر دیتی ہے۔یا اس لیے کہ انبیائے کرام کا مبارک نور آپ کے نور سے ہی ہے۔جیسے کہ امام بوصیری نے کہا ہے:

و کل آی آتی الرسل الکرام بہا ۔۔۔ فانما اتصلت من نورہٖ بہم

ترجمہ: "وہ سارے معجزات جو دیگر رسل عظام علیہم السلام لے کر آئے۔ یہ معجزات انہیں آپ کے نور پاک کی وجہ سے بھی نصیب ہوئے تھے۔"

جس طرح سارے ستارے سورج کے نور سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔ دیگر ستاروں کے انوار سورج کے نور کے سامنے چھپ جاتے ہیں گویا کہ وہ اس سے اکتساب کرتے ہیں ورنہ سورج ایک شفاف جوہر ہے جس کا کوئی رنگ نہیں بذاتِ خود روشن ہے۔ یا دیگر ستارے مراد ہیں جن کا ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے ہم صرف چاند کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود مکمل ہے۔

الشہاب

سردار یا روشن ستارہ۔ آپ کا یہ اسم مبارک اسی طرح رکھا گیا ہے جس طرح آپ کا نام النجم رکھا گیا ہے۔ یا اس سے آپ کو شہاب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے ذریعے رب تعالیٰ نے اپنے دین کی ہر سرکش اور باغی سے حفاظت کی۔ جس طرح کہ آسمانِ دنیا ہر سرکش شیطان سے حفاظت شہب کے ساتھ کی۔ حضرت کعب بن مالک آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان الرسول شهاب ثم يتبعه　　　نور مضيئ فضل على الشهب

ترجمہ: "بلاشبہ حضور ﷺ شہاب ہیں پھر ایک تاباں نور آپ کے پیچھے ہوتا ہے آپ کو شہب پر فضیلت حاصل ہے۔"

الشہم

سید۔ سردار جس کا حکم نافذ ہو۔

الشہید

علیم یا پاکباز عادل۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ: ۱۴۳)

ترجمہ: "اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔"

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ اہلِ احد کے لیے اس طرح دعا فرمائی جس طرح آپ میت کے لیے دعا فرماتے تھے۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہارا پیش رو ہوں۔ میں تمہارا گواہ ہوں۔" یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے کہ وہ ذات جس سے کچھ بھی مخفی نہ ہو۔" ابن الاثیر نے لکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو فعیل بمعنی فاعل ہے جب مطلق علم کا اعتبار کیا جائے تو وہ علیم ہے۔ جب امور باطنیہ کی طرف نسبت کی جائے تو وہ خبیر ہے جب امور ظاہریہ کی طرف نسبت کی جائے تو وہ شہید ہے یہ شہید خبیر اور علیم ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے علم کے مطابق روزِ حشر گواہی دیں

گے۔امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "روز حشر حضرت نوح کو بلایا جائے گا۔ان سے پوچھا جائے گا: "کیا آپ نے پیغام حق پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے "ہاں" ان کی قوم کو بلایا جائے گا۔اس سے پوچھا جائے گا "کیا انہوں نے تمہیں پیغام حق پہنچا دیا تھا" وہ کہیں گے "ہمارے پاس تو کوئی نذیر نہیں آیا۔ ہمارے پاس کوئی بھی نہیں آیا۔" حضرت نوح سے کہا جائے گا کہ آپ کی گواہی کون دے گا؟ وہ کہیں گے "محمد عربی ﷺ اور آپ کی امت۔" ارشادِ ربانی ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ۔ (البقرہ:۱۴۳)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے بنایا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت۔"

حرف الصاد

الصابر

یہ الصبر سے اسم فاعل ہے۔نفس کو تنگی اور گھبراہٹ کے وقت جزع و فزع سے روک لینا ہے۔"الاحیاء" میں ہے۔یہ دین کے باعث کا ثبات ہے تا کہ وہ خواہشات نفسانیہ کے باعث (ابھارنے والے) کا مقابلہ کر سکے۔" امام قشیری نے لکھا ہے "صبر یا تو بندے کے تصرف یہ ہے یا کسی دوسرے کے تصرف پر۔ پہلا صبر اس چیز پر ہے جس کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا جس چیز سے روکا ہے۔دوسرا صبر اس چیز پر ہے جو رب تعالیٰ کے حکم سے بندے تک پہنچے اور اس میں مشقت ہو۔" حضرت جنید بغدادی نے لکھا ہے "منہ بسورے بغیر تلخی کا گھونٹ پی لینا صبر ہے۔" حضرت ابن عطاء نے لکھا ہے "حسن ادب کے ساتھ مصائب کے ساتھ ٹھہرنا ہے۔" جریری نے کہا ہے کہ انسان نعمت اور امتحان کی حالت ترک کر دے لیکن رب تعالیٰ سے شکوہ کرنا اس کے منافی نہیں ہے۔کیونکہ رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر فرمایا ہے۔

وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ (ص:۴۴)

ترجمہ: "ہم نے انہیں پایا صبر کرنے والا۔"

حالانکہ انہوں نے شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ (الانبیاء:۸۳)

ترجمہ: "مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے۔"

آزمائش کے بوجھ کے ساتھ ساتھ مصیبت پر پرسکون ہونا صبر ہے۔بعض علماء نے فرمایا ہے: "صبر کے تین درجات ہیں:

1. شکوہ ترک کر دینا۔یہ تائبین کا درجہ ہے۔

◆ تقدیر پر رضا یہ زاہدین کا درجہ ہے۔
◆ جو کچھ رب تعالیٰ کرتا ہے اس سے محبت۔ یہ صدیقین کا درجہ ہے۔"

حضرت خواص علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے "یہ کتاب وسنت کے احکام پر ثبات ہے" بعض علماء نے فرمایا ہے کہ صبر یا بدنی ہوگا یا نفسی۔ اگر صبر پیٹ کی شہوت سے ہو تو یہ عفت ہے۔ اگر مصیبت سے ہو تو یہ صبر ہے۔ اس کی ضد جزع وفزع ہے۔ اگر غنا کو برداشت کرنے میں ہو تو یہ ضبط نفس ہے۔ اس کا ضد اترانا ہے۔ اگر یہ جنگ میں ہو تو یہ شجاعت ہے۔ اس کی ضد بزدلی ہے۔ اگر یہ غصہ پی جانے میں ہو تو یہ حلم ہے اس کی ضد سفاہت ہے۔ اگر یہ گفتگو مخفی رکھنے میں ہو تو یہ راز چھپانا ہے۔ اور اگر زندگی کی فضولیات سے ہو تو یہ زہد ہے۔ ارشاد پاک ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ (الطور:۴۸)

ترجمہ: "اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے۔"

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (النحل:۱۲۷)

ترجمہ: "اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ کی توفیق۔"

حضور ﷺ ان سارے معانی کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ صابر تھے۔ ابن سعد نے حضرت اسماعیل بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کی اذیتوں پر سب لوگوں سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔

الصاحب

"ع، ح، د، خا" یہ الصحبۃ سے اسم فاعل ہے۔ معاشرہ اور ملازمہ کو صحبۃ کہا جاتا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ (النجم:۲)

ترجمہ: "تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا نہ بہکا۔"

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ (التکویر:۲۲)

ترجمہ: "اور تمہارا یہ ساتھی کوئی مجنون تو نہیں۔"

"ذ" نے کہا ہے "یہ عالم، حافظ اور لطیف کے معنی میں ہے۔ "ع" نے کہا ہے "آپ کو صاحب اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ حسن معاملہ، مروّت، وقار، عزت اور نیکی کے ساتھ پیش آتے تھے۔" "ذ" نے کہا ہے کہ کبھی کبھی صاحب کا اطلاق رب تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے "اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل" "ع" نے کہا ہے کہ صحبت کی تین اقسام ہیں:

◆ تم سے بالاتر کی رفاقت۔ یہ حقیقت میں خدمت ہوتی ہے۔ اس کے آداب میں سے ہے کہ انسان عزت کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس سے صادر ہو اسے برداشت کرے۔

- اپنے سے کم تر کی رفاقت۔ یہ تقاضا کرتی ہے کہ متبوع پر شفقت کی جائے تابع کی عزت کی جائے۔اس کے آداب میں سے ہے کہ تم اس کے عیب کو کسی سرزنش کے بغیر بتادو۔
- برابر کی رفاقت۔ یہ دوستوں اور ساتھیوں کی رفاقت ہے۔اس کا انحصار ایثار پر ہے۔اس کے آداب میں سے ہے کہ ان کے عیوب سے پہلوتہی کی جائے جو کچھ ان سے صادر ہو اسے اچھی طرح برداشت کیا جائے۔"

صاحب الآیات

صاحب المعجزات

صاحب الازواج الطاہرات

صاحب البرھان

صاحب البیان

صاحب التاج

یہ اسم گرامی انجیل میں مرقوم ہے۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔ یا تاج سے مراد عمامہ اس وقت صرف اہلِ عرب عمامہ باندھتے تھے۔ یہ عمامے اہلِ عرب کے تاج ہیں۔

صاحب الخیر

صاحب الدرجۃ العالیہ الرفیعہ

صاحب الرداء

صاحب السجود لرب المعبود

صاحب السرایا

صاحب الشرع

صاحب العطاء

صاحب العلامات الباہرات

صاحب العلو والدرجات

صاحب الفضیلۃ

صاحب الفرج

صاحب القوم

صاحب المغنم

صاحب الحجۃ

صاحب الحوض المورود

صاحب الکوثر

دارقطنی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جو نہر کوثر کے چلنے کی آواز سننا چاہتا ہو۔اسے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھنی چاہئیں۔

صاحب الحطیم

صاحب الخاتم

یا اس سے مراد مہر نبوت ہے۔یا اس سے مراد وہ مبارک انگوٹھی ہے جسے آپ پہنتے تھے۔

صاحب زمزم

صاحب سلطان

"یا" نے لکھا ہے کہ سابقہ کتب میں آپ کا یہ اسم گرامی موجود تھا۔ابن ظفر نے حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب سے نقل کیا ہے "ان کی سلطنت کی نشانی ان کے کندھے پر ہوگی۔" عبرانی زبان میں ہے "ان کے شانے پر مہر نبوت ہوگی۔اس جگہ سلطان سے مراد نبوت ہے۔لفظ سلطان پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

صاحب السیف

سابقہ کتب میں آپ کا یہ اسم گرامی بھی موجود ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جہاد کریں گے۔سابقہ کتب میں ہے کہ آپ کی تلوار آپ کے کندھے پر ہوگی۔آپ راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی عبادت ہونے لگے جس کا کوئی شریک نہیں۔" امام علامہ جمال الدین بن نباتہ نے تلوار اور قلم کے مابین فخر کا مقابلہ لکھا ہے۔انہوں نے وہاں تلوار کے خصائص لکھے ہیں اسے قلم پر فوقیت دی ہے نیز یہ کہ آپ کے دست اقدس نے تلوار تو اٹھائی ہے قلم نہیں۔

صاحب شفاعۃ العظمی

صاحب اللواء

اس سے مراد لواء حمد ہے۔آپ کبھی کبھی وہ جھنڈا اٹھایا کرتے تھے جو جنگ کے لیے باندھا جاتا تھا۔اس طرح یہ جہاد سے کنایہ ہوگا۔

صاحب المحشر

محشر سے مراد حشر کی جگہ ہے۔ اس سے مراد یوم قیامت ہے۔ روزِ حشر آپ ہی کلام فرمائیں گے۔ اس میں شفاعت، لواء مقامِ محمود اور کوثر آپ کو ہی نصیب ہوگی۔ آپ کے لیے ایسے خصائص کا اظہار ہوگا۔ جو کسی اور میں نہیں پائے جائیں گے۔

صاحب المدرعة

انجیل میں آپ کا اسم گرامی "راکب الجمل" مذکور ہے مدرعۃ سے مراد لوہے کا گرزہ ہے اس اسم کا معنی جہاد اور جنگ کی طرف راجع ہے۔

صاحب المعشر

مزدلفہ سارے کا سارا معشر ہے۔ اس کو مشعر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں شعائر یعنی دین کی علامات ہیں۔

صاحب المعراج

صاحب المقام المحمود

صاحب المنبر

صاحب النعلين

صاحب الهراوة

انجیل میں آپ کا یہ اسم گرامی مکتوب ہے۔ ھراوہ سے مراد عصا ہے۔ شاید اس سے مراد وہ عصا مبارک ہے جو حوضِ کوثر کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں اپنے عصا مبارک کے ساتھ لوگوں کو دائیں طرف ہٹاؤں گا۔" امام نووی نے لکھا ہے کہ اس اسم گرامی کی یہ وجہ بیان کرنا ضعیف ہے۔ کیونکہ اس سے مراد ایسی نشانی سے آپ کی پہچان کروانی مقصود ہے۔ جسے دیکھ کر لوگوں کو آپ کی صداقت کا یقین آجائے۔ نیز سابقہ کتب میں آپ کی اسی اسم کے ساتھ بشارت دی گئی ہے۔ لہٰذا اس سے عصا کی تفسیر کرنا درست نہیں جو آخرت میں ہوگا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ اپنے دستِ اقدس میں اکثر عصا مبارک پکڑتے تھے۔ آپ چلتے تھے تو عصا آپ کے آگے ہوتا تھا۔ اسے آپ کے لیے گاڑھا جاتا تھا۔ آپ اس کی طرف رخِ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔" امام احمد نے زہد میں ابوالمثنی الاملوکی سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ انبیائے کرام عصا لے کر کیوں چلتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے تھے۔

صاحب لا اله الا الله

تورات میں آپ کی یہ صفت مذکور ہے۔ "رب تعالیٰ آپ کا وصال نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ آپ کی وجہ سے ٹیڑھی

ملت سیدھی ہو جائے گی۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں گے۔"

الصارع

یہ صَدَع سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی باآواز بلند دلیل دینا ہے یہ صدیع سے ہے اس کا معنی فجر ہے سے یا یہ الصدع سے مشتق ہے۔ جس کا معنی فاصلہ یا فرق ہے" ط" نے اسے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ (الحجر:۹۴)

ترجمہ: "سو آپ اعلان کر دیجیے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔"

الصادق

یہ صدق سے اسم فاعل ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہمیں حضور ﷺ نے فرمایا جو صادق و مصدوق ہیں کہ حضرت جبرائیل نے آپ کو بتایا۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ صادق و مصدوق آپ کے واضح اسماء ہیں یہ اعلام کے قائم مقام ہو گئے ہیں۔ زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل حضور ﷺ سے ملا اس نے کہا: "ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ اس پیغام کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ (الانعام:۳۳)

ترجمہ: "تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم (دراصل) اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝ (النساء:۸۷)

ترجمہ: "کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے میں۔"

صاعد المعراج

یہ الصعود سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی اوپر چڑھنا ہے۔

الصالح

شب معراج کو انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ کا اس طرح استقبال کیا تھا "مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح" الصالح ایسا کلمہ ہے جو خیر کے سارے معانی کو جامع ہے۔ زجاج نے لکھا ہے کہ صالح وہ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ کی فرائض اور بندوں کے حقوق پورے کرتا ہے۔" المطالع میں ہے "صالح وہ ہوتا ہے جو وہ سارے حقوق پورے کرتا ہے جو اس پر لازم ہوتے ہیں۔"

الصبور

یہ الصبر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ فعول کے وزن پر فاعل کے معانی میں ہے۔ اس ذات کو صبور کہا جاتا ہے جسے جلد بازی، گرفت کرنے پر نہ ابھارے۔ آپ اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر کرتے تھے۔ ان کے لیے بہت زیادہ حلم کا مظاہرہ فرماتے۔ جب غزوۂ احد کے روز جب عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے چہرہ انور پر تیر مارا۔ آپ کے دندانِ مبارک ٹوٹ گئے۔ اور نچلا لب مبارک زخمی ہو گیا۔ عبداللہ بن شہاب نے آپ کا چہرہ انور زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن قمئہ نے آپ کے چہرہ انور پر مارا حتیٰ کہ خود کی دو کڑیاں چہرہ انور میں چلی گئیں۔ اس روز آپ سے عرض کی گئی کہ آپ ان کے لیے بددعا کریں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! میری قوم کو ہدایت عطا فرما۔ وہ کچھ نہیں جانتے۔" آپ رب تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ (الاحقاف: ۳۵)

ترجمہ: "(پس اے محبوب) آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔"

اولوالعزم رسل عظام سے مراد حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

الصبور رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات جسے جلد بازی گناہ گاروں کا مؤاخذہ کرنے پر نہ ابھارے۔ نہ ہی وہ سرکشی کی سزا دینے میں جلدی کرے۔ صبر اور حلم کے مابین فرق یہ ہے کہ حلم امر کے آخر میں سزا کا شعور نہیں دلاتا۔ جبکہ صبر یہ شعور دلاتا ہے۔

الصبیح

خوبصورت۔ یہ صباحۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد حسن و جمال ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

الصدوق

جس ہستی سے صدق کا صدور بار بار ہو۔ اس سے مراد اخلاص ہے۔ اس کا پہلا مرتبہ ظاہر اور باطن میں ایک جیسا ہونا ہے۔ واسطی نے لکھا ہے "قصد کے ساتھ توحید کی درستگی صدق ہے۔"

الصدق

اسے الشیخ علیہ الرحمۃ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَآءَهٗ (الزمر: ۳۲)

ترجمہ: "پس اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور تکذیب کرتا ہے اس سچ کی

جب وہ اس کے پاس آیا۔"

الصدیق

یہ الصدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی یقین رکھنے والا یا وہ ذات ہے جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے۔

الصراط المستقیم

ابو العالیۃ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات والا ہے۔اس روایت کو عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ ایسا راستہ ہیں جو رب تعالیٰ تک جاتا ہے۔صراط سے مراد واضح راستہ اور مستقیم سے مراد ایسا سیدھا ہے جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو۔صراط الذین انعمت علیھم۔

الصفوہ

عمدہ۔خلاصہ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: "انت نبی الله و صفوته"

الصفوح

تورات میں آپ کی یہ صفت موجود ہے "آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف اور درگزر فرمائیں گے۔" شمائل میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "حضور ﷺ بری بات نہ کرتے تھے آپ فحش گو نہ تھے۔آپ نہ بازاروں میں شور فرماتے تھے۔نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے۔بلکہ درگزر اور معاف کر دیتے تھے۔" صفوح الصفح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی گناہ گاروں سے درگزر کرنا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ (الحجر:۸۵)

ترجمہ: "(اے حبیب) پس آپ درگزر فرمایا کیجئے ان سے عمدگی کے ساتھ۔"

ایک قول یہ ہے کہ یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ بعض اوقات انسان معاف کر دیتا ہے درگزر نہیں کرتا۔"عا" نے لکھا ہے "میرے نزدیک عفو، صفح سے زیادہ بلیغ ہے۔کیونکہ یہ مواخذہ سے اعراض کرنا ہے جبکہ عفو گناہ کو محو کر دیتا ہے۔محو کا لازم اعراض ہے۔لیکن اس کے برعکس نہیں۔

الصفی

وہ ذات جسے عظیم ہستی اپنے آپ کے لیے چن لے یہ فعیل فعول کے معنی میں ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو چن لیا تھا۔"

الصِّندِید

سید، جس کی ساری اطاعت کریں۔ بہادر شجاع، علیم، جواد، شریف۔

الصَّیِّن

یہ الصانۃ سے صفت مشبہ ہے۔ اس سے مراد امور کی حفاظت کرنا ہے۔ کیونکہ آپ اپنے نفس کی میل کچیل سے حفاظت کرتے تھے۔ اپنے قلب انور کی شک اور ہوس سے حفاظت کرتے تھے۔

حرف الضاد

الضابط

ضبط الشیٔ سے مشتق ہے یعنی کسی چیز کی حفاظت کرنا۔ یہ حفیظ یا حافظ کے معنی کی طرف راجع ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ اس کلام الٰہیہ کی حفاظت فرماتے تھے جو آپ پر وحی کیا جاتا تھا۔ یعنی اس کی حفاظت فرماتے تھے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔

الضارب الحسام

الضارع

رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خشوع وخضوع کرنے والے۔ کہ ضَرع سے اسم فاعل ہے۔ آپ کا یہ ام گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ عاجزی، انکساری اور خشوع وخضوع کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِيۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيۡفَةً۔ (الاعراف: ۲۰۵)

ترجمہ: ”اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے۔“

الضحاك

وہ ہستی جو میدان جنگ میں دشمن کا خون بہائے۔

الضحوك

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تورات میں آپ کا اسم گرامی الضحوک ہے ”آپ بہت زیادہ جہاد فرمائیں گے۔ اونٹ پر سوار ہوں گے۔ چادر اوڑھیں گے۔ آپ روٹی کے ٹکڑے پر اکتفاء کریں گے۔ آپ کی تلوار آپ کے مبارک کندھے پر ہوگی۔“

ابن فارس نے لکھا ہے کہ آپ کو الضحوک اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کا نفس عمدہ تھا آپ اپنے پاس آنے

والے کو مسکرا کر ملتے تھے۔ اہلِ عرب کے جفا جو اور اعرابی آپ کے پاس آتے تھے۔ وہ آپ کو سخت اور تند خو نہیں پاتے تھے۔ بلکہ گفتگو میں آپ نرم ہوتے تھے۔ آپ کا لہجہ انتہائی شائستہ ہوتا تھا۔

الضمین

یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دراصل اس کا معنی الکفالۃ ہے۔ لیکن اس جگہ یہ حفاظت اور نگرانی کے معنی میں ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ اپنی امت کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہوئے اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دو جبڑوں کے مابین ہے اور اس چیز کی ضمانت دے جو دو ٹانگوں کے مابین ہے میں رب تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

الضیغم

سید، سردار، جس کی اطاعت کی جائے، جری، بہادر۔

الضیاء

بہت زیادہ اور عظیم نور۔ آپ کو اور قرآن پاک کو ضیاء اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ ان دونوں سے اہلِ دانش اور عقلمند اس طرح ہدایت حاصل کرتے ہیں جس طرح تاریک ظلمتوں میں نور سے راہ نمائی لی جاتی ہے۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حکمة بعد حکمة و ضیاء   قد هدینا بنورها من عمانا

ترجمہ: "آپ حکمت کے بعد حکمت اور ایسا اجالا ہیں جس کے نور کے ذریعے ہمارے اندھے پن سے ہماری راہ نمائی لی گئی۔"

حرف الطاء

طاب طاب

"ع" نے لکھا ہے آپ کا یہ اسم گرامی تورات میں موجود ہے۔ اس کا معنی عمدہ ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس قوم میں بھی آپ کا ذکر کیا جائے اس میں آپ کا ذکر خوشگوار لگے۔

الطاهر

میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف، مطہر، منزہ۔ یہ طہارۃ سے اسم فاعل ہے۔ بعض علماء نے اسے دو قسموں میں

منقسم کیا ہے۔

١ حسی ٢ معنوی

حسی یہ ہے کہ انسان ظاہری میل کچیل سے پاک وصاف ہو۔ معنوی یہ ہے کہ انسان باطنی گندگی سے صاف ہوں جیسے گندے اخلاق۔ انسان اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو۔ علامہ نیسا پوری نے لکھا ہے کہ طہارت کی دس قسمیں ہیں:

١ دل کی طہارت۔ یہ دل کو رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے پھیر لینا ہے۔

٢ سِرّ کی طہارت۔ یہ مشاہدہ کا دیدار کرنا ہے۔

٣ طہارۃ الصدر۔ اس سے مراد رجاء اور قناعت ہے۔

٤ طہارۃ الروح۔ اس سے مراد حیاء اور ہیبت ہے۔

٥ طہارۃ البطن۔ اس سے مراد حلال کھانا اور عفت ہے۔

٦ طہارت البدن۔ اس سے مراد شہوات کو ترک کرنا ہے۔

٧ طہارۃ الیدین۔ ان سے مراد تقویٰ اور جدو جہد ہے۔

٨ طہارۃ المعصیۃ۔ اس سے مراد حسرت اور ندامت ہے۔

٩ طہارۃ اللسان۔ اس سے مراد ذکر اور استغفار ہے۔

١٠ طہارۃ التقصیر۔ اس سے مراد برے خاتمہ کا خوف ہے۔ ہم رب تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ طہارت کی ساری اقسام کے جامع ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ظاہر اور باطن سر اور علانیہ کو پاک صاف فرمایا ہے۔

الطبیب

اسے "خا، عا" نے ذکر کیا ہے۔ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ اس سے مراد جسم اور نفس کا اس طرح علاج کرنا ہے کہ مرض ختم ہو جائے۔ یعنی وہ ذات اقدس جو علیلوں کو شفاء یاب کرتی ہے۔ جس کی برکت سے دکھ دور ہو جاتے تھے۔

الطراز المعلم

یعنی مشہور علم جس کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے الطِرازِ کپڑے کا نام ہے یہ فارسی کا لفظ ہے جسے معرب بنایا گیا ہے۔ اس امت کے شرف کی وجہ سے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ معلَم۔ مفعول کا صیغہ ہے۔ جس پر علامت لگا دی گئی ہو۔ وہ علامت جس سے ایک چیز دوسری سے ممتاز ہو جائے۔

ظس

طسم

ان دونوں ناموں کو "ذ" اور نسفی نے ذکر کیا ہے۔ ایک جماعت نے انہیں رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ذکر کیا ہے۔ ایسے اسماء کی دو قسمیں ہیں:

- ① وہ جو اسم مفرد ہو جیسے صاد، قاف۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔
- ② ایسا نام جو کئی ناموں کا مجموعہ ہو۔ وہ اسم مفرد کے وزن پر ہو جیسے حم، طس، یس۔ یہ ہابیل اور قابیل کے وزن پر ہیں ان میں اعراب اور حکایت جائز ہے۔ اسی طرح طسم ہے۔ یہ جائز ہے کہ اس کے نون کو فتح دے کر میم کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اس طرح یہ ایک مرکب اسم بن جائے گا جیسے "دارابجرد" یہ دارا اور بجرد سے مرکب ہے۔ دارا بادشاہ کا نام ہے۔ بجرد شہر کا نام ہے۔

طٰہٰ

بہت سے علماء نے اس کو آپ کا اسم شمار کیا ہے۔ ابن مردویہ نے ضعیف سند سے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یعنی اے وہ ذات والا جو عیوب اور گناہوں سے پاک ہے۔ اے وہ ذات جو ہر بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ میں نے اپنی کتاب "القول الجامع الوجیز لخادم القرآن العزیز" میں ایسے اسماء پر بہت بحث کی ہے جو قرآن پاک کی سورتوں کی ابتداء میں ہیں۔

الطھور

خود پاک، دوسروں کو پاک کرنے والے! آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ گناہوں سے پاک ہیں۔ عیوب سے منزہ ہیں۔ اپنی امت کو بھی گناہوں سے پاک صاف فرمانے والے ہیں۔

الطیب

یہ سید کے وزن پر ہے۔ پاک، صاف۔ آپ سے پاکیزہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ دل کے اعتبار سے آپ اتنے پاک ہیں کہ آپ کا علقہ نکال دیا گیا ہے۔ جسم اطہر کے اعتبار سے آپ سراپا اطاعت ہیں۔ امام ترمذی نے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کوئی ایسا مشک یا عطر نہیں سونگھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ عمدہ خوشبو رکھتا ہو۔" الطیب کے لفظ کا اطلاق رب تعالیٰ کی ذات والا پر بھی ہوتا ہے۔ "رب تعالیٰ پاک (طیب) ہے وہ پاکیزہ چیزیں ہی قبول کرتا ہے۔" (مسلم)

حرف الظاء

الظاہر

عیاں، واضح یا قاہر۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبۃ:۳۳)

ترجمہ: ''وہی (قادرِ مطلق ہے) جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت دے کر اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے ایسے تمام دینوں پر۔''

علو اور غلبہ کو ظہور کہا جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں بھی ہے۔اس کا معنی ہے وہ ذات جو ظاہری علامات اور قدرت کاملہ کی وجہ سے عیاں ہو۔

الظفور

خا،عا، نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔فعول بمعنی فاعل ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی کامیابی ہے۔

حرف العین

العابد

یہ عَبَدَ سے اسم فاعل ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:۹۹)

ترجمہ: ''اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس یقین۔''

العادل

مستقیم، سیدھا۔جس کے فیصلے میں کوئی ظلم اور ستم نہ ہو۔عدل، ظلم کی ضد ہے۔جناب ابو طالب نے کہا ہے:

حلیم رشید عادل غیر طائش یوالی الھا لیس عنہ غافل

العارف

صبر کرنے والے یا عالم۔علامہ قشیری نے لکھا ہے کہ علماء کی زبان پر معرفت سے مراد علم ہے۔ ہر عارف باللہ عالم ہوتا ہے۔اسی طرح ہر اس کے برعکس ہے۔صوفیاء کرام کے نزدیک اس شخص کی صفت ہے جو حق تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔وہ اپنے گندے اخلاق سے بچتا ہے۔نفس کی غلاظت سے منقطع ہو جاتا ہے۔وہ مخلوق کے لیے اجنبی بن جاتا ہے۔وہ نفس کی آفات سے بری ہو جاتا ہے اس وقت اسے عارف اور اس کی اس حالت کو معرفت کہا جاتا ہے۔ ہیبت حاصل ہونا

اس کی علامات میں سے ہے جس کی معرفت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی ہیبت بڑھ جاتی ہے۔ ہیبت معرفت کی شرط ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ (آل عمران:۲۸)

ترجمہ: ''اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ اپنی ذات سے (یعنی غضب سے)۔''

اسی طرح خوف ایمان کی شرط ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۷۵)

ترجمہ: ''مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔''

خشیت علم کی شرط ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ (فاطر:۲۸)

ترجمہ: ''اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔''

معرفت سکینہ کا سبب بنتی ہے علم سکون کا سبب بنتا ہے۔ امام شبلی نے فرمایا ہے: ''عارف کا رب تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ محب شکوہ نہیں کرتا۔ رجاء رکھنے والے کو قرار نہیں اور رب تعالیٰ سے فرار نہیں۔''

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے ''میدان معرفت میں انبیائے کرام کی ارواح نے دوڑ لگائی حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک وصال کے گلشن کی طرف سب سے آگے نکل گئی۔''

اگر یہ پوچھا جائے کہ عارف باللہ افضل ہے یا احکام الٰہیہ کا عالم افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے لکھا ہے کہ عارف باللہ افضل ہے۔ کیونکہ علم اپنے معلوم کے مطابق افضل ہوتا ہے۔ معرفت رب تعالیٰ کی صفات کا علم ہوتا ہے۔ ان کا علم ہر معلوم کے علم سے افضل ہے کیونکہ ان کا تعلق معلومات میں سے افضل کے ساتھ ہے۔ یہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ (فاطر:۲۸)

اس جگہ علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو حق تعالیٰ کی صفات کا عرفان رکھتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء پر اسے محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان پر خشیت کا غلبہ نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ کا فرمان سچ ہے اسے صرف اس پر محمول کیا جائے گا جو رب تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہو۔ اور اس سے ڈرتا ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عمل متعدی عمل قاصر سے بہتر ہے۔ ایمان افضل اعمال میں سے ہے یہ عمل قاصر ہے جبکہ حضور ﷺ نمازوں کے بعد تسبیحات کہتے تھے۔ اسے اموال صدقہ کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔ حالانکہ صدقات کا نفع فقراء کو ہوتا ہے۔

العاضد

معین، مددگار۔ اس کا اصل معنی بازو سے پکڑنا ہے پھر اسے مددگار کے لیے عاریۃً استعمال کیا جانے لگا۔

العافی

گناہوں سے تجاوز کرنے والے لغزشوں اور خطاؤں کو مٹا دینے والے۔

العالم، العلیم

"د" نے ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔ "یا" نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے عالم عِلم سے مشتق ہے اور اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے دنیاوی اور اخروی حقائق کا ادراک کرنے والا۔ دوسرا مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ دونوں اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہیں۔ رب تعالیٰ کے حق میں "عالم" کا معنی یہ ہے دنیاوی اور اخروی امور کے حقائق کو جاننے والا۔ علیم سے مراد وہ ذات ہے جسے کمال علم، اس کا ثبات اور ایسا علم کامل حاصل ہو جو کسی اور کو حاصل نہ ہو۔ اس نے اپنے نبی کریم ﷺ کا یہ نام اس لیے رکھا وہ علیم کے علم کو جانتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت سے آگاہ ہیں۔ غیبی امور ان کے سامنے عیاں ہیں آپ کو اولین و آخرین کے علوم عطا کیے گئے ہیں۔ آپ تورات، انجیل اور الہامی کتب سے آگاہ ہیں۔ حکماء کی حکمتوں کو جانتے ہیں گزشتہ اقوام کے حالات سے آگاہ ہیں۔ آپ عربی زبان سے پوری طرح آگاہ ہیں آپ اس کے غریب الفاظ جانتے ہیں۔ فصاحت کی اقسام سے واقف ہیں۔ آپ اس کے ایام، امثال، احکام اور اشعار کے معانی سے آگاہ ہیں اسی طرح آپ علوم کے فنون سے بھی آگاہ ہیں تفصیلات آرہی ہیں۔

العامل

اسے ع، ح، ط نے ذکر کیا ہے۔ شاید یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے:

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ (الانعام: ۱۳۵)

ترجمہ: "آپ فرمائیے اے میری قوم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرنے والا ہوں۔"

امام ترمذی نے حضرت علقمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "کیا حضور ﷺ دنوں میں سے کسی دن کے لیے کچھ مخصوص کرتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ تم میں سے کس میں اتنی طاقت ہے جیسی طاقت آپ میں تھی۔"

العائل

فقیر۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ (الضحیٰ: ۸)

ترجمہ: ''آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔''

یعنی آپ کو فقیر پایا تو آپ کو مالِ غنیمت دے کر غنی کر دیا۔ یا آپ کے دل کو غنی کر دیا۔ میں کہتا ہوں:
''اس غنی کے بعد آپ کا اسم عائل (فقیر) کہنے میں اختلاف ہے۔''

العبد

حضور ﷺ کے والد گرامی عبداللہ کے زمرہ میں ''عبد'' پر گفتگو ہو چکی ہے مزید تفصیل آگے آئے گی۔

عبد اللہ

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ۔ (الجن: ۱۹)

ترجمہ: ''اور بے شک جب کھڑا ہوتا ہے اللہ کا بندہ۔''

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ کے نزدیک ناموں میں سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں۔'' امام حسین بن محمد الدمغانی نے اپنی کتاب ''شوق العروس وانس النفوس'' میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ عرش کے نزدیک حضور ﷺ کا اسم گرامی عبدالحمید، ملائکہ کے نزدیک عبدالمجید، انبیاء کرام کے نزدیک عبدالوہاب، شیاطین کے ہاں عبدالقہار جنات کے ہاں عبدالرحیم، پہاڑوں میں عبدالخالق، خشکی میں عبدالقادر، سمندر میں عبدالمہیمن مچھلیوں کے نزدیک عبدالقدوس، حشرات کے ہاں عبدالغیاث، وحشی جانوروں کے ہاں عبدالرزاق درندوں کے ہاں عبدالسلام، جانوروں کے نزدیک عبدالمؤمن، پرندوں کے ہاں عبدالغفار ہے۔ مگر یہ روایت بہت زیادہ غریب ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ابن جوزی نے اسے ''التبصرۃ'' میں بھی نقل کیا ہے۔

العدّۃ

ذخیرہ۔ مصائب اور تکالیف دور کرنے کے لیے تیار۔ مشکلات اور الجھنیں دور کرنے کے لیے سامان۔ آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ روزِ حشر اپنی امت کے لیے محفوظ ذخیرہ ہیں۔ اس کی نجات اور سلامتی کے کفیل ہیں۔

العدل

گواہی دینے میں کافی یا مستقیم۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے عدل میں مبالغہ کرنے والا۔ عدل، ظلم کی ضد ہے یا اس کا معنی استقامت ہے۔ یعنی وہ ذات جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ اس کے بندوں میں اس کا حکم جاری ہے۔

العربی

شب معراج کے متعلقہ روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کا اس طرح استقبال کیا "مرحبا بالنبی العربی" اس روایت کو حسن بن عرفہ نے لکھا ہے۔ آپ عربی کی طرف منسوب ہیں اہلِ عرب کی کئی اقسام ہیں۔

◆ ۱ عاربۃ۔ یہ خالص عربی ہیں۔ یہ ارم اور سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے نو قبائل ہیں جو درج ذیل ہیں۔ عاد، ثمود، اُمیم، عبید، جشم، جدیس، عملیق جرہم اور وبار۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل کو عربی سکھائی گئی۔ عبدالملک بن حبیب نے لکھا ہے کہ وہ پہلی زبان جسے حضرت آدم جنت سے لے کر اترے وہ عربی تھی پھر اس میں تحریف ہوگئی۔ تو یہ سریانی بن گئی۔ یہ سورنہ جزیرہ کی طرف منسوب ہے اسی جگہ حضرت نوح اور ان کی قوم کا بسیرا تھا۔ یہ عربی زبان کے مشابہ تھی۔ مگر اس میں تحریف کر دی گئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں موجود سارے انسانوں کی یہی زبان تھی، سوائے ایک شخص کے۔ جسے جرہم کہا جاتا تھا۔ اس کی زبان پہلی عربی تھی جب وہ کشتی سے باہر نکلے تو ارم بن نوح نے اس کی ایک بیٹی سے نکاح کر لیا۔ پھر اس کی اولاد عوص بن عاد، عبید، جاثر، ثمود اور جدیس کی یہی زبان بن گئی۔ عاد کو جرہم کے نام سے پکارا جانے لگا۔ کیونکہ وہ اس کا نانا تھا۔ سریانی زبان ارفخشذ بن سام کی اولاد میں رہی حتیٰ کہ یہ اس کی اولاد میں سے قحطان تک پہنچ گئی۔ اس کا بسیرا یمن میں تھا۔ بنو اسماعیل اسی جگہ فروکش ہوئے۔ ان سے قحطان کی اولاد سے عربی سیکھ لی۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ صحاح کے اس قول کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔ "یعرب بن قحطان نے سب سے پہلے عربی میں گفتگو کی۔ یعنی سریانی زبان والوں میں سے۔

◆ ۲ بنو قحطان۔ یہ عرب کی دوسری قسم ہے۔ انہیں متعربہ کہا جاتا ہے یہ خالص عربی نہیں ہیں۔

◆ ۳ المستعربہ یہ بھی خالص عربی نہیں ہیں۔ ابن دحیہ نے کہا ہے "یہ بنو اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد میں سے ہیں۔ نحاس نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کی عربی کے مطابق ہی قرآن پاک نازل ہوا۔ لیکن حمیر اور جرہم کی عربی اس عربی کے علاوہ ہے۔ وہ فصیح نہیں ہے۔ زبیر کا کتاب النسب میں اسی طرف میلان ہے۔ انہوں نے اسی کی دلیل دی ہے کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کیا۔ اسی طرح ابو بکر بن اشتہ نے کتاب المصاحف میں لکھا ہے۔

العروۃ الوثقی

مضبوط گرہ۔ دین میں محکم یا ایسا سبب جو رب تعالیٰ کی رضا تک پہنچا دے۔ الشیخ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق فرمایا ہے:

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۥ (البقرۃ:۲۵۶)

ترجمہ: "تو اس نے پکڑ لیا مضبوط حلقہ۔"

میں عروۃ الوثقیٰ سے مراد حضور ﷺ ہیں یا اس سے مراد اسلام ہے۔

العزیز

قوی یا غالب۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ (المنفقون:۸)

ترجمہ: ''حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے ہے۔''

یعنی امتناع اور جلالت قدر۔ لیکن رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ط (یونس:۶۵)

ترجمہ: ''یقیناً عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ساری۔''

میں عزت کاملہ مراد ہے۔ جس میں الٰہیۃ، تخلیق، احیاء، اماتۃ اور دائمی بقا شامل ہے یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ یہ نام مبارک رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ رب تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی ہے ممتنع، یا غالب یا وہ ذات جس کی مثال نہ ہو۔ یا دوسرے کو عزت عطا کرنے والا آپ کے حق میں یہ سارے معانی صحیح ہیں۔

العصمۃ

یعنی وہ ذات پاک اولیاء جس کی کرامت کی رسی کو تھامیں۔ گناہ گار جس کی شفاعت میں پناہ حاصل کریں۔
عصمۃ عاصم کے معنی میں ہے جس طرح عدل عادل کے معنی میں ہے۔

ابن سعد، الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ کے چچا نے آپ کے معصوم بچپن میں آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کی۔ جب اہل مکہ کو لگا تار قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب ابوطالب کوہ ابی قبیس پر چڑھ گئے آپ کے روئے تاباں کے طفیل بارش کی دعا کی۔ انہیں بارش عطا کر دی گئی۔ انہوں نے آپ کی تعریف میں کہا:

و ابیض لیستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

ترجمہ: ''یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معصوم کے معنی میں ہو جس طرح لقمہ ملقوم کے معنی میں ہے۔ اصل میں اس سے مراد وہ چیز ہے جو کنگن کی طرح پہنی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے جیسا کہ المواقف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ اور اس طرح سارے انبیاء کرام میں رب تعالیٰ نے گناہ پیدا ہی نہیں کیا۔''

عصمۃ اللہ تعالیٰ

''الفردوس'' میں سند کے بغیر روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انا عصمة الله انا حجة الله۔

العطوف

از حد شفیق۔ یہ العطف سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ دراصل اس کا معنی جھکنا ہے۔ عطف الغصن اس وقت کہا جاتا ہے جب شاخ جھک جاتی ہے انسان کے دو پہلوؤں کو عطف کہا جاتا ہے۔ پھر اسے نرمی اور شفقت کے لیے عاریۃً استعمال کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ یہ علی سے متعدی ہو۔ جب یہ عن سے متعدی ہو تو یہ اس کی ضد ہے۔ آپ کی شفقت اور رافت کی وجہ سے آپ کو عطوف کہا جاتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عطوف علیہم لا یثنّی جناحه　　　　الی کنف یحنو علیہم و یمهد

ترجمہ: "ان پر آپ کی شفقت آپ کے رحمت کے پروں کو ٹیڑھا نہیں کر سکتے۔ آپ ان پر شفقت کرتے تھے اور ان کے معاملہ کو آسان کرتے تھے۔"

العظیم

جلیل، کبیر۔ عظمۃ الشئ اس چیز کے بارے کہا جاتا ہے۔ جو بذاتِ خود کامل ہو غیر سے مستغنی ہو عظیم اور جلیل میں فرق پہلے گزر چکا ہے۔ تورات کے سفر اول میں ہے "عنقریب وہ عظیم کو عظیم امت کے لیے پیدا کرے گا۔ آپ عظیم ہیں خلق عظیم پر فائز ہیں۔ آپ کے حق میں اس کا معنی ہے جلیل الشان۔ یا وہ ذات ہر چیز جس سے کم مرتبہ ہو۔ یا جو عظمت کے بلند مراتب پر فائز ہو جن کی حقیقت تک ذہن اور عقل نہ پہنچ سکیں۔ یا وہ ذات جس کی عظمت کی ابتدا نہ ہو جس کی کبریائی کی انتہا نہ ہو۔

العفو

اسے "یا" اور "د" نے ذکر کیا ہے یہ العافی کی مثل ہے۔ لیکن یہ اس سے زیادہ بلیغ ہے کہا جاتا ہے فھو عافٍ وعفو پہلا لفظ عفو کی اصل پر جبکہ دوسرا لفظ۔ درگزر کے بار بار اور کثرت کے وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی گناہوں میں کوئی ایک قسم بھی معاف نہ کر سکا تو اسے عفو نہیں بلکہ کافی کہا جائے گا۔ عفو، حلم اور احتمال میں فرق یہ ہے کہ عفو مؤاخذہ کو ترک کر دینے کو کہتے ہیں حلم سے مراد وہ حالت ہے جو ان اسباب کو ثبات دے دے جو مواخذہ کے لیے تحریک پیدا کریں۔ احتمال سے مراد نفس کو الآم اور تکلیف دہ امور سے روک لینا ہے۔ یہ صبر کی طرح ہے۔ اس کے اور صفح کے مابین جو فرق ہے وہ گزر چکا ہے۔ عنقریب اس کے اور غفور کے مابین جو فرق ہے۔ اسے عنقریب بیان کیا جائے گا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے۔

عفو عن الذلّات یقبل عذرھم　　　　و ان احسنوا فاللّٰہُ بالخیر اجود

ترجمہ: "آپ کی ان کی لغزشوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ ان کی معذرت کو قبول کرتے ہیں۔ اگر وہ احسان

کریں تو رب تعالیٰ بھلائی کرنے پر بہت سخی ہے۔"

کیونکہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ عفو اور درگزر کرتے تھے۔

العفیف

اس کا ذکر "د" نے کیا ہے یعنی وہ ذات اپنے نفس کو ناپسندیدہ امور سے بچالے نفس کو شبہات میں گرنے سے روک لے۔ یہ عفۃ سے اسم فاعل ہے۔ یہ نفس کی وہ حالت ہے جس میں وہ غلبہ شہوت سے رک جاتا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

لنا حرمة لا تستطاع یقودها نبی اتی بالحق عف مصدق

ترجمہ: "ہمارے ایک حرمت ایسی ہے جسے حاصل نہیں کیا جاسکتا یعنی وہ پاک اور عفیف اور مصدق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حق کے ساتھ تشریف لائے ہے۔"

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو سابقہ کتب میں اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے آپ سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز تھے۔ عنقریب اس صفت کا مزید تذکرہ ہوگا۔

العلامة

"ط" اور "ع" نے اس اسم کا ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی شاہد یا ایسی علامت ہے جس سے راہ نمائی حاصل کی جائے سیدھے رستہ کی طرف استدلال کیا جائے آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ صراطِ مستقیم کے راہ نما ہیں۔

العَکم

ایسی علامت جس سے راہ نمائی حاصل کی جائے یا علم مشہور یا سید مذکور۔

علم الایمان، علَم الیقین

العلی

"ع" اور "د" نے اس کا ذکر کیا ہے اس کا معنی کبیر یا سارے مراتب سے بلند رتبہ ہے۔ جس کی قدر سارے شکوک وشبہات سے بالاتر ہو۔ یہ رب تعالیٰ کہ اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے اس سے مراد وہ ذات ہے جس کی ذات ادراک سے بالاتر ہو۔ جس کی صفات تصور میں نہ آسکتیں ہوں۔ یا جس کے جلال میں عقلیں متحیر ہوں۔ جس کے جمال کا وصف بیان کرنے سے زبانیں تھک جائیں۔

العماد

ایسا سردار جس پر اعتماد رکھا جائے اور سارے مصائب میں اسی کی پناہ حاصل کی جائے۔

العین

العین کئی معنوں میں مشترک ہے۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

1. حاسہ بصر۔ کیونکہ آپ نے اپنی امت کو ہدایت کے رستے دکھائے۔ انہیں ہلاکت کے رستوں سے بچایا۔ جس طرح کہ حاسہ بصر سے دیکھا جاتا ہے کہ کسی چیز کے نقصانات کیا ہیں اور فوائد کیا ہیں یا اس لیے کہ یہ امت شرف میں ساری امم سے بڑھ کر ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: ''ہوتم بہترین امت جو ظاہر کی گئی لوگوں (کی ہدایت و بھلائی) کے لیے۔''

جس طرح کہ سر آنکھ کی وجہ سے سارے جسم سے شرف رکھتا ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سارے انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ آپ کی امت آپ کے دین کے کمال کی وجہ سے افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نبی کریم ﷺ کی وہ اتباع کر رہی ہے وہ ساری مخلوق سے اکمل ہے۔

اسی طرح سونے اور ہر چیز کے بہترین حصہ کو عین کہا جاتا ہے کیونکہ آپ سارے انبیاء سے افضل ہیں۔ اس لیے آپ کو اس نام سے موسوم کیا گیا۔ اس سے ہے کہ فلاں شخص اپنی قوم کا عین (ان میں سے بہترین) ہے عین کا معنی سید بھی ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کے سردار ہیں۔ اس لیے یہ آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی قوم کا سردار بھی ہے کیونکہ آپ ساری مخلوق سے جلیل اور عظیم ہیں۔ اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی قوم کا سردار بھی ہے۔ کیونکہ آپ ساری مخلوق سے جلیل اور عظیم ہیں۔ اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی انسان بھی ہے یہ تسمیۃ الخاص باسم العام (خاص ذات کا عام نام رکھنے) کے باب سے ہے کیونکہ آپ سارے انسانوں سے افضل ہیں۔ جاری پانی کو بھی عین کہا جاتا ہے کیونکہ آپ خود پاکیزہ اور دوسروں کو پاک فرمانے والے ہیں۔ لوگوں کی جماعت کو بھی عین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کی مہابت اور جلالت کی وجہ سے دیکھنے والا آپ کو جماعت میں گمان کرتا ہے۔ وہ آپ کے رعب اور دبدبہ سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ امام بوصیری نے فرمایا ہے۔

کانہ وھو فردٌ فی جلالتہٖ ۔۔۔ فی عسکر حین تلقاہ و فی حشم

ترجمہ: ''گویا کہ آپ اپنی جلالت میں فرد یکتا ہیں لشکر میں بھی جب وہ آپ سے ملے اور رشتہ داروں میں سے بھی۔''

عین کا معنی سورج بھی ہے۔ آپ کے علو، رفعت اور کثیر فوائد کی وجہ سے آپ کو سراج بھی کہا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی پانی کا چشمہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ حکمت کا منبع اور رحمت کی معدن ہیں اس لیے آپ کو عین کہا جاتا ہے۔

حرف الغین

الغالب

قاھر۔ یہ الغلبہ سے اسم فاعل ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ اس کے حق میں اس کا معنی ہے۔ اپنی مخلوق میں اپنی مشیت کو پورا کرنے والا۔ خواہ وہ پسند کرے یا ناپسند کرے۔

الغطمطم

وسیع اخلاق والے۔ صاحب حسن خلق، حلیم۔

الغفور

آپ کا یہ وصف تورات میں موجود ہے۔ ''بلکہ آپ درگزر فرمائیں گے۔ معاف کر دیں گے۔''

یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ یہ غفار کے معنی میں ہے یعنی اپنے بندوں میں سے جس کے گناہوں کی چاہے پردہ پوشی فرما دے۔ اور ان پر عتاب کر کے ان کا اظہار نہ کرے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ''الغفور میں مبالغہ کی وہ نوع پائی جاتی ہے جو الغفار میں نہیں ہے۔ الغفار مغفرت کے تکرار اور اس کی کثرت پر دلالت کرتا ہے جبکہ الغفور اس کے وجود اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کامل مغفرت والا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مغفرت کے بلند درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ نحویوں میں سے ابو بکر بن طلحہ نے کہا ہے ''مبالغہ کے صیغے متفاوت ہیں۔ فعول وہ ہوتا ہے جس سے فعل کا صدور کثرت سے ہو۔ ''فعال'' اس کے لیے ہے جو کچھ بنائے مثلاً ''صناعۃ'' مفعال جو اس کے لیے آلہ کی طرح ہو۔ فعیل جو اس کے لیے طبیعت کی طرح بن جائے۔ فعل جو اس کے لیے عادت کی طرح ہو جائے۔ الغفور، العفو سے اخص مطلق ہے۔ کیونکہ غفور گناہ معاف کر کے اس کی پردہ پوشی کر دیتا ہے۔ کیونکہ الغفر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ستر (ڈھانپ دینا) مکمل طور پر معاف کرنا اس کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ اس کا نہ ہونا مؤاخذہ شمار کیا جاتا ہے۔ العفو سے مراد بھی گناہ معاف کرنا ہے لیکن کبھی اس میں پردہ پوشی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ العفو سے مشتق ہے۔ جس کا معنی مٹا دینا ہے یہ گناہ کی پردہ پوشی کیے بغیر گناہ کی وجہ سے مؤاخذہ ترک کرنا ہے۔ ہر عفو غفور ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ ممکن ہے ان کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہو۔ کیونکہ اس شخص میں ان دونوں صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ جس کے گناہ کی پردہ پوشی کی جائے۔ اسے مٹا دیا جائے اور اس کا مؤاخذہ نہ کیا جائے۔ غفور عفو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک دوسرے سے منفرد ہو گئے۔ جو پردہ پوشی کیے بغیر مٹا دے۔ وہ عفو ہے۔ یا جو پردہ پوشی کرے لیکن گناہ نہ مٹائے بلکہ مخفی طور پر اس کا مؤاخذہ کرے وہ الغفور ہے۔

الغنی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿الضحیٰ:٨﴾

ترجمہ: "اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔"

"غنی" کی تین اقسام ہیں:

- حاجات کو پورا کرنا۔ یہ صرف رب تعالیٰ کا وصف ہے۔
- اس کی قلت۔ حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے "الغِنی غِنی النفس"
- کثرتِ مال۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ﴿النسآء:٦﴾

ترجمہ: "اور جو ہو غنی تو اُسے چاہیے کہ پرہیز کرے۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات جو کسی کی محتاج نہ ہو۔ سب اس کے محتاج ہوں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "مخلوق میں غنی کا معنی یہ ہے جس کی ضرورت اور حاجت صرف رب تعالیٰ کی طرف ہو" حضور ﷺ کی یہی کیفیت تھی۔

الغوث

ایسا مددگار جس سے مشکلات اور مصائب میں مدد طلب کی جائے۔ شدائد اور الجھنوں میں جس سے اعانت طلب کی جائے۔

الغیاث

کثیر بارش۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس لیے ہے کیونکہ آپ جود و سخا میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاض تھے۔ آپ نے ابرِ کرم کی دعا مانگی جو فوراً قبول ہوئی۔ اسی وقت لوگوں پر شدید بارش ہوئی۔ اسی کے بارے جناب ابو طالب نے فرمایا ہے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامٰی عصمة اللاراملِ

حرف الفاء

الفاتح

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ عنقریب معراج کی حدیث پاک میں آئے گا۔ و جعلنی فاتحا و خاتما۔ "اس نے مجھے فاتح اور خاتم بناتا ہے۔" عبدالرزاق نے حضرت ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے خاتم اور فاتح بنا کر بھیجا گیا ہے مجھے جوامع الکلم اور اس کے فواتح عطا کیے گئے ہیں۔"

"یا" اور "د" نے فرمایا ہے رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ (الاعراف: ۸۹)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! فیصلہ فرما ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔"

ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۖ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ (سبا: ۲۶)

ترجمہ: "پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق (وانصاف) کے ساتھ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اس کا معنی ہے اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کرنے والا۔ فتح قضاء کے معنی میں ہے یا الفاتح سے مراد ہے۔ رزق اور رحمت کے دروازے کھولنے والا۔ بندوں کے امور میں سے بعض امور کے دروازے بند کرنے والا۔ یا لوگوں کے قلوب اور بصائر کو حق کے لیے کھولنے والا۔ یا ان کا مددگار۔ حضور اکرم ﷺ اس لیے فاتح ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے مابین حکم الٰہی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں ظلم وستم سے منع کرتے تھے۔ یا آپ لوگوں کی بصیرت کے لیے ہدایت کے دروازے کھولتے تھے۔ بھلائی پر ان کی راہ نمائی کرتے تھے۔ ان کے مددگار تھے۔ یا آپ رب تعالیٰ سے مخاطب ہونے کا دروازہ کھولیں گے یا اس لیے کہ آپ نے اس امت کی ہدایت کی ابتدا کی۔ ان کے لیے علم کا وہ دروازہ کھولا جو بند تھا۔ جیسے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ دروازے کھولنے والے جو سختی سے بند تھے۔"

"ط" نے لکھا ہے کہ آپ کا اس اعتبار سے بھی فاتح ہونا صحیح ہے کہ رسل عظام میں سے سب سے پہلے آپ کی تخلیق ہوئی۔ یا آپ شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔ یہ آپ کے اسم اول اور آخر کی مانند ہے۔ آپ میں یہ سارے معانی جمع ہیں۔

الفارق

"ع" نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم گرامی زبور شریف میں ہے۔ اس کا معنی ہے حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ یہ الفرق سے اسم فاعل ہے۔

الفارقليط

حرف باء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی جا چکی ہے کہ آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں ہے۔ امام ثعلب نے لکھا ہے کہ اس کا پہلا حرف الفاء ہے۔ اس کا معنی ہے حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ محمد بن حمزہ الکرمانی نے

لکھا ہے یہ بھی مذموم نہیں ہے۔ ابوعبیدہ بکری نے لکھا ہے کہ الباء کے ساتھ البارقیط ہے۔ اس کا معنی روح الحق ہے۔

الفاضل

کامل حسن والے، عالم۔ کیونکہ فضل میں علم کے معانی پائے جاتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۚ (سبا:۱۰)

ترجمہ: "بے شک ہم نے بخشی داؤد کو اپنی جناب سے بڑی فضیلت۔"

یہاں فضل سے مراد علم ہے یا کثیر فضیلت والے۔ یہ فضل میں بلند درجہ ہے۔

الفائق

ہر چیز سے بہترین۔ الصحاح میں ہے فاق الرجل اقرانہ بعض وہ اپنے ساتھوں سے سبقت لے لیا کیونکہ آپ مخلوق میں سے بہترین ہیں اس لیے آپ کو اس نام مبارک سے موسوم کیا گیا۔ یا آپ نسب کے اعتبار سے ساری مخلوق سے افضل ہیں یا فضل اور ادب کے اعتبار سے زیادہ ہیں۔

الفتاح

یہ فاتح کے معنی میں ہے لیکن یہ اس سے بلیغ ہے یا اس کا معنی ناصر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ (الانفال:۱۹)

ترجمہ: "اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو آ گیا تمہارے پاس فیصلہ۔"

یعنی نصرت۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات جو گناہوں کی وجہ سے نعمتوں کے دروازے بند نہ کرے۔ اور بھلا دینے کی وجہ سے رحمت بھیجنے کو ترک نہ کرے۔ یا جو نفوس پر اپنے توفیق کے دروازے کھولے۔ قلوب پر اپنی تحقیق کے دروازے کھولے جو اپنی عنایت سے ہر بند دروازہ کھول دے۔ اپنی ہدایت سے مشکل کو عیاں کر دے۔

الفجر

یہ دراصل مصدر ہے اس سے مراد صبح ہے۔ القاضی نے ابن عطاء سے نقل کیا ہے "الفجر" سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی وجہ ایمان پھوٹ نکلا ہے۔

الفخر

عظیم، کبیر۔

الفخم

عظیم، جلیل۔

الفدغم

حسین، جمیل، عظیم، جلیل۔

الفرد

جو ہستی اپنی صفاتِ حمیدہ اور خلقتِ جمیلہ میں منفرد ہو۔ یہ الواحد سے اخص ہے یہ الوتر سے اخص ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جس کے ساتھ کوئی اَور خلط ملط نہ ہو سکے۔

الفرط

صحیح البخاری میں ہے "میں تمہاری پیش رو ہوں۔ میں تمہارا گواہ ہوں۔" الفرط اس شخص کو کہتے ہیں جو پانی کے چشمے کی طرف پہلے چلا جاتا ہے حوض درست کرتا ہے ان کے لیے پانی کا انتظام کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے لیے اس شخص کو بطور مثال ذکر کیا ہے جو اپنے ساتھیوں سے آگے جاتے ان کے لیے وہ انتظامات کرے جس کے وہ محتاج ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے یہی شرح لکھی ہے جبکہ امام مسلم کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

انا الفرط علی الحوض۔

ایک اور قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارا امام ہوں تم میرے پیچھے ہوں۔ آپ اپنی امت کی شفاعت کے لیے امت کے آگے آگے ہوں گے۔

الفصیح

یہ فصاحت سے فعیل کے وزن پر ہے۔ لغت میں البیان کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں کلام کا تالیف کے ضعف، کلمات کے تنافر اور تعقید سے خالص ہونا ہے۔ یہ معنی کے اعتبار سے ہے۔ لفظ کے اعتبار سے اس کلام کا فصحاء کی زبان پر ہونا اور ان کی عربی کے مطابق ہونا ہے۔

الفضل

الاحسان۔ آپ کا یہ اسم اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں۔ اس اُمت بلکہ ساری مخلوق پر اس کا احسان ہیں یا یہ الفاضل یعنی الشریف الکامل کے معنی میں ہے۔

فضل اللہ

الماوردی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان میں:

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۸۳﴾ (النساء:۸۳)

ترجمہ: "اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ (کا) تم پر اور اس کی رحمت تو ضرور تم اتباع کرنے لگتے شیطان (کی) سوائے چند آدمیوں کے۔"

میں ایک کے قول کے مطابق فضل اللہ سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔

الفطن

حاذق۔ ذہین یہ الفطنہ سے ماخوذ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فہم فیض کے رستے سے ہوتا ہے یا اکتساب کے بغیر ہوتا ہے۔

الفلاح

"ع" نے لکھا ہے۔ آپ کا یہ اسم مبارک زبور میں ہے اس کا معنی ہے جس کے ذریعے رب تعالیٰ باطل کو مٹا دے۔ گویا کہ یہ غیر عربی لفظ ہے۔ کیونکہ لغت میں الفلاح کامیابی اور کامرانی کو کہتے ہیں۔ امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے "اہلِ عرب کے کلام میں بھلائی کو جمع کرنے والا کوئی لفظ فلاح سے بڑھ کر نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہو۔ آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ میں بھلائی کی ایسی خصلتیں جمع ہیں جو کسی اور میں جمع نہیں یا اس لیے کہ آپ حقیقی کامیابی کا سبب ہیں۔"

الفِهَم

"عا" نے لکھا ہے تیزی سے سمجھنے کو الفہم کہا جاتا ہے اس سے مراد دل سے کسی چیز کا علم اور عرفان ہے۔ یہ لغت میں اس کی تعریف ہے۔ اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے "یہ ایسی خوبی ہے جو اس ذہن کو تیار کرتی ہے جو نفس کے لیے قوت ہے۔ وہ اسے آراء کے حصول کے لیے تیار کرتی ہے تاکہ وہ اس امر کا تصور کرے یا دوسرے کی طرف سے اس پر وارد ہو۔ جیسے کہ فکر ابتداء میں ذہن کی حرکت کو کہا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے مطالب کی طرف جائے۔ الحدس اس کی حرکت کی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے یہ نفس کی طرف سے حد اوسط تک پہنچ جاتا ہے۔ اس قوت کی استعداد کی شدت کو الذکاء کہا جاتا ہے یا الفہم سے دقائق معانی کا ادراک کرنے والا مراد ہے۔ یا حروف تہجی کے چہروں سے مشکلات کے پردے ہٹانے والا مرد ہے۔

فاتح الکنوز۔

فئة المسلمين

اس نام کو ہمارے شیخ نے ذکر کیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث پاک سے اخذ کیا ہے وہ ایک سریہ میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: "لوگ میدان جنگ سے بھاگ نکلے میں بھی بھاگنے والوں میں

شامل تھا۔ جب ہم کھلے میدان میں پہنچے تو ہم نے کہا "ہم نے کیا کیا ہے۔ ہم لشکر جرار سے بھاگ آئے ہیں ہم غضب کے مستحق بن گئے ہیں۔" ہم نے کہا: "کاش! ہم خود کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کریں۔ اگر ہمارے لیے توبہ ہوئی تو ہم وہیں ٹھہرے رہیں گے اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہوا ہو تو ہم چلے جائیں گے۔" ہم نماز فجر سے قبل آپ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ تو میں اٹھ کر آپ کی طرف گیا آپ کے ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کی۔ ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہم راہِ فرار اختیار کرنے والے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بلکہ تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔" ہم نے عرض کی: "ہم نے لشکر جرار سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں مسلمانوں کا گروہ ہوں۔" اس روایت کو ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے ذکر کیا ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے "اس کے ذریعہ آپ نے ان کے عذر کو آسان بنایا۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی یہی تاویل ہے۔"

اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ۔ (الانفال:١٦)

ترجمہ: "یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف۔"

حرف القاء

القاری

کریم۔ جواد۔ یہ القریٰ سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد مہمان نوازی ہے۔ امام مسلم اور امام بخاری نے وحی کی ابتداء والی روایت میں نقل کیا ہے "ہرگز نہیں۔ بخدا! رب تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ محتاج کو عطا کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔" اس کا مفہوم یہ ہے جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا ہے "آپ کو کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ میں ان خصائل حمیدہ کو جمع کر دیا ہے۔ جو آپ کے مکارم اخلاق اور حسن شمائل پر دلالت کرتے ہیں۔

القاسم

امور کو تقسیم کرنے والے، عطا کرنے والے۔ یہ القسم سے اسم فاعل ہے اس کا معنیٰ عطاء ہے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ رب تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔"

القاضی

فیصلہ کرنے والے! یہ قضاء سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد کسی امر کا فیصلہ کرنا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے۔ کیونکہ یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ دعویٰ اور گواہیوں کے بغیر فیصلہ کر سکتے تھے۔ یہ ابن دحیہ کا موقف ہے انہوں

نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جیسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ آپ کے لیے روا ہے کہ آپ اپنے نفس نفیس اور اپنی اولاد کے لیے فیصلہ کریں۔ جو گواہی دے اس کی گواہی قبول کریں۔ جیسے کہ حضرت خزیمہ کے قصہ سے عیاں ہے۔ آپ کی غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے میں فتویٰ دینے کو مکروہ نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ آپ کے بارے غضب سے کوئی اندیشہ نہیں جس طرح کہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے میں یہ اندیشہ ہوسکتا ہے کیونکہ آپ شیطان سے محفوظ ہیں۔

القانت

اطاعت گزار۔ یہ قنوت سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت کو لازم پکڑنا ہے۔ یا اس کا معنی خاشع ہے یا نماز میں طویل قیام کرنے والا ہے۔

القائد

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے یعنی وہ ذات والا جو لوگوں کی راہ نمائی کرے انہیں ہدایت کے رستے پر لے جائے۔ ہلاکت کی راہ سے پھیرے۔ امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب وہ گھبرا جائیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔"

قائد الغر المحجلین

اسے "یا" اور "عا" نے ذکر کیا ہے۔ الغر، اغر کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی روشن ہو۔ محجل سے مراد وہ گھوڑا ہے جس کی ٹانگوں میں سفیدی ہو۔ اس سے مراد آپ کی امت ہے۔ آپ جنت کی طرف اس کے قائد ہوں گے۔ امام مسلم اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "روزِ حشر میری امت کو ان کے وضوء کے آثار کی وجہ سے غر محجلین کہا جائے گا۔ خصائص میں مزید تشریح آئے گا۔

قائد الخیر

"ط" نے اسے اس حدیث پاک سے اخذ کیا ہے جسے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے جس میں "امام" کا تذکرہ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ آپ خیر لے کر آتے ہیں۔ اسے اپنی امت تک پہنچا دیتے ہیں یا امت کو خیر کی طرف لے جاتے ہیں۔ امت کی خیر کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔

القائل

اس کا معنی حاکم ہے کیونکہ وہ اپنے فیصلہ کا نفاذ کرتا ہے یا اس سے مراد حجت ہے۔

القائم

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی القیم یعنی نگران ہے۔

القتال

ابن فارس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تورات میں ہے "احمد مجتبیٰ ﷺ بہت زیادہ جہاد اور قتال کرنے والے ہوں گے۔" آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا ہے کیونکہ آپ نے بہت زیادہ جہاد کیا۔

القتول

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔

قثم

امام ابو اسحاق الحربی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "ایک فرشتہ میرے پاس آیا۔ اس نے عرض کی "آپ قثم ہیں۔ آپ کا اخلاق عمدہ ہے آپ کا نفس مطمئنہ ہے۔ ابن دحیہ نے اس کے مادہ اشتقاق کے بارے لکھا ہے کہ القثم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی عطا کرنا ہے۔ حضور ﷺ کے جود و کرم کی وجہ سے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ یا یہ اس القثم سے مشتق ہے جس کا معنی جمع کرنا ہے آپ کا یہ نام اس لیے ہے کیونکہ آپ بھلائی کی ساری خصلتوں اور فضائل کو جمع کرنے والے ہیں۔

قثوم

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔

قدم صدق

صحیح میں حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ (یونس: ۲)

ترجمہ: "بیشک اُن کے لیے مرتبہ بلند ہے اُن کے رب کے ہاں۔"

میں قدم صدق سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت علی المرتضیٰ سے اس آیت روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ ان کے شفیع ہوں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے "یا" نے اسے حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔

امام قشیری نے لکھا ہے اس سے مراد ان کے لیے وہ رحمت ہے جو حضور ﷺ کو ودیعت کر دی گئی ہے۔ "قدم" ایک عضو ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد خیر اور فضل میں آگے بڑھنا ہے۔ اس سے مراد بلند رتبہ ہونا ہے۔ صدق کی طرف اس کی اضافت فضل و شرف کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ مسابقت کو قدم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی آگے بڑھا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی بھلائی کی طرف جایا جاتا ہے جس طرح کہ نعمت کو

یہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہاتھ سے ہی دی جاتی ہے۔

قدمایا

آپ کا یہ اسم گرامی تورات میں موجود ہے۔اس کا معنی اول سابق ہے۔

القرشی

اسے "د" نے ذکر کیا ہے یہ قریش کی طرف نسبت ہے۔

القریب

رب تعالیٰ کے قریب۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ (النجم:۸،۹)

ترجمہ: "پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہو یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔"

آپ اپنے رب کے قریب ہوئے حتیٰ کہ آپ اس ذات والا کے اتنے قریب ہوئے جس طرح ایک ذات دوسری ذات کے اتنا قریب ہوتی ہے جس طرح کہ دو قوسین ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ یا اس سے بھی زیادہ قربت نصیب ہوئی۔رب تعالیٰ کی ذات مکان اور جگہ سے منزہ ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی عاجزی کی وجہ سے لوگوں کے قریب ہیں قرب کی دو قسمیں ہیں:

1. بندے کا اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہونا۔انسان یہ قرب اطاعت شعار بن کر اور ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہ کر حاصل کرتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس پر ایمان لا کر اور اس کی تصدیق کر کے پھر اس کے احسان اور تحقیق کے ساتھ اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔
2. حق تعالیٰ کی مخلوق کے قریب ہونا۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو دین میں عرفان اور آخرت میں مشاہدہ اور معاینہ سے مشرف فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حنیف علیہ الرحمۃ سے قرب کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "تیرا اس ذات والا کے قریب ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ تو عبادات پر مداومت کرے اور اس کا تیرے قریب ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تجھے ہمیشہ توفیق دیتا رہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: "اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں"

بعض علم کے ساتھ ان کے قریب ہوں۔ان کے حالات میں سے کچھ بھی اُن پر مخفی نہیں ہے۔

القسم

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے۔

القطب

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے۔قوم کے سردار۔اس کے امور کے مرکز ضروریات کے مدار۔

القمر

اسے "خا" اور "عا" نے ذکر کیا ہے۔اس سے مراد معروف ستارہ ہے جب پورا ہونے لگتا ہے اور اس کی عمر تین راتیں ہو جاتی ہے تو اسے قمر کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا نور دیگر ستاروں کے نور پر غلبہ پا لیتا ہے۔اس سے پہلے اسے ہلال کہا جاتا ہے۔آپ کو قمر اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے ہدایت کے نور سے کفر کی تاریکی کو ختم کیا۔قصص الکسائی میں ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "محمد عربی ﷺ بحر ذاخر اور قمر باہر ہیں۔"

القوی

یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ (سورۃ التکویر:۲۰)

ترجمہ: "جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔"

ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضور ﷺ ہیں دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد حضرت جبرائیل امین میں یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔انوار التنزیل میں ہے "قوت کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے۔اس کا کم سے کم درجہ امکان اور بلند ترین درجہ قدرت تامہ ہے۔رب تعالیٰ قادر ہے۔اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

القیّم

"یا" نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں قیم ہوں" قیم جامع کامل کو کہا جاتا ہے شاید یہ قثم ہو۔لیکن کتب الانبیاء میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی: "مولا! ہمارے لیے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرما وہ فترت کے بعد سنت کو قائم کریں گے۔" قیم بعض اوقات اس معنی میں ہوتا ہے۔آمدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جریبہ بن اللثیم بارگاہِ رسالت مآب میں آئے۔انہوں نے اسلام قبول کیا اور یہ اشعار کہے:

بدلت دینا غیر دین قدیئم   کنت من الذنب کانی فی الظلم

یا قیم الدین اقمنا نستقم   فان اصادف مأ ثما فلن آثِم

ترجمہ: ''میں نے اس دین کے علاوہ ایک اور دین اختیار کر لیا ہے جس کی مذمت کی جاتی تھی۔ میں گناہ کی وجہ سے گویا کہ تاریکیوں میں غرق تھا۔ اے دین کو قائم کرنے والے! ہمیں سیدھا کریں ہم سیدھے ہو جائیں گے۔ اگر میں کسی گناہ سے اچانک بھی مل گیا تو میں اس کا ارتکاب نہیں کروں گا۔''

القیم رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "انت قیم السمٰوٰت والارض و من فیھن" ''ذ'' نے لکھا ہے کہ یہ القائم کے معنی میں ہے ''عا'' نے لکھا ہے یہ القائم سے زیادہ بلیغ ہے اس کے اور قیوم اور قیام کے مابین فرق یہ ہے یہ دونوں اسماء رب تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ یہ زیادہ بلیغ ہیں۔ یہ صرف مدح میں ہی استعمال ہوتے ہیں لیکن القیم کا معاملہ ان کے برعکس ہے۔

حرف الکاف

الکاف

اسے ابن عساکر نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات والا جسے سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہو لیکن یہ معنی درست نہیں ہے۔ کیونکہ ''کافۃ'' سے کسی فعل کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ الا یہ کہ اسم فاعل بنے۔ اس کا معنی یہ ہے وہ ذات جو لوگوں کو گناہوں سے روکے۔

الکافۃ

جامع، محیط۔ اس میں ہاء مبالغہ کے لیے ہے۔ دراصل یہ الکف سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی روکنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عاقبہ کی طرح مصدر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ (سبا:۲۸)

ترجمہ: ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف۔''

علامہ زمخشری نے لکھا ہے ''آپ کی رسالت عام ہے جو سارے لوگوں کو محیط ہے جب یہ سب کو عام ہے تو یہ انہیں روکتی ہے کہ کوئی ایک بھی اس سے باہر نکلے۔ اس کی مزید تفصیل خصائص میں آئے گی۔''

الکافی

اسے ''عا'' نے ذکر کیا ہے۔ یہ الکفایہ سے اسم فاعل ہے اس سے مراد ضرورت پورا کرنا ہے کسی کی مراد کو پورا کرنا ہے آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ آپ روز حشر شفاعت کر کے اپنی امت کی ضرورت پوری کریں گے۔ ان کی وہ مراد پوری کریں گے جن کی انہیں امید ہو گی یعنی گروہوں کے خلاف مدد۔ یا اس لیے کہ رب تعالیٰ آپ کے دشمنوں کے لیے کافی ہو گیا۔ جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّا كَفَيْنَٰكَ ٱلْمُسْتَهْزِءِينَ ﴿٩٥﴾ (الحجر:٩٥)

ترجمہ: "ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے۔"

اس صورت میں الکافی سے مراد المکفی ہوگا۔ یہ جائز ہے فاعل مفعول کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسے ماء دافق، عیشہ راضیہ میں دافق اور راضیہ مدفوق اور مرضیہ کے معنی میں ہیں۔

الکامل

خَلق اور خُلق میں مکمل۔

الکثیر الصمت

کم گفتگو والے۔ ایسی گفتگو نہ کرنے والے جس میں فائدہ نہ ہو۔

الکریم

جواد، معطی۔ شرف اور خیر کی ساری انواع کو جمع کرنے والے۔ یا جس ذات نے اپنے نفس کو مخالفات کی میل سے پاک کر دیا ہو۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ (التکویر:١٩)

ترجمہ: "یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے۔"

میں رسول کریم سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل امین ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کا یہ فرمان:

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ (التکویر:٢٢)

ترجمہ: "اور تمہارا یہ ساتھی کوئی مجنون تو نہیں۔"

یہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتے کہ حضور ﷺ مرتبہ میں حضرت جبرائیل امین سے کم ہوں۔ کیونکہ حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل امین کے مراتب میں اتنا فرق ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

یہ کریم رب تعالیٰ کے اسماء میں سے بھی ہے۔ اس کا معنی فضل کرنے والا، درگزر کرنے والا یا بلند رتبہ یا خیر کثیر ہے۔ یہ سارے معانی آپ کے حق میں صحیح ہیں۔

الکفیل

سردار۔ اپنی قوم کے امور کے کفیل۔ ان کی اصلاح کرنے والے۔ یہ الکفالۃ سے فعیل کے وزن پر ہے اس سے مراد ضمانت ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ فوز و فلاح کے ساتھ اپنی امت کے کفیل ہیں۔ کیونکہ آپ

نے ان کے لیے شفاعت بجا کر رکھی ہے یا یہ مفعول کے معنی میں ہے جیسے جریح، کحیل آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کی نصرت اور فتح یابی کی کفالت کی یا یہ الکفل کے معنی میں ہے۔ یہ رحمت اور نعمت کے حق میں ہے آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ مخلوق کے لیے رحمت اور نعمت ہیں۔

کنديده

"ذ" نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ نام "زبور" میں ہے۔

الكنز

مال یا نفیس چیز کو کنز کہا جاتا ہے۔آپ کی نفاست کی وجہ سے آپ کو کنز کہا جاتا ہے۔ یا اس لیے کہ آپ کی وجہ سے ہمیں دنیاوی اور اخروی سعادت حاصل ہوئی۔

كهيعص

اسے "ذ" نے آپ کے اسماء مبارکہ میں ذکر کیا ہے بعض نے اسے رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ذکر کیا ہے۔

الكوكب

"عا" نے اسے ذکر کیا ہے۔اس سے مراد قوم کا شہسوار یا سردار ہے۔ یا اس سے مراد معروف ستارہ ہے۔آپ کی شریعت کے واضح ہونے اور ملت کی رفعت کی وجہ سے آپ یہ نام رکھا گیا ہے۔

حرف اللام

اللبيب

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے یہ لبب سے صفت مشبہ ہے اس سے مراد دانا، ذہین، فطین ہے۔

اللسان

اس کا معنی زبان ہے بعض اوقات اس کا اطلاق رسالت یا قوم کے ترجمان پر بھی ہوتا ہے۔اس جگہ اس سے مراد یہی ہے۔آپ کی فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے آپ کا یہ اسم گرامی رکھا گیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ (الشعراء: ۸۴)

ترجمہ: "اور بنا دے میرے لیے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں۔"

میں لسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے رب تعالیٰ سے التجا کی

کہ وہ ان کی نسل میں ایسی ذات پیدا فرما دے جو حق کو قائم کرے۔ حق کی طرف راہ نمائی کرے ان کی یہ دعا قبول کر لی گئی۔

اللَّيسن

فصیح، بلیغ، خوش گفتار۔

اللوذعی

ذکی، فصیح۔ تیز ذھن والے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اللیث

شدید، قوی، سردار، بہادر یا بلیغ۔

حرف المیم

المؤتمن

وہ ذات والا جو اپنی امانت کو پورا کرے۔ یہ الائتمان سے اسم مفعول ہے اس کا معنی حفاظت کرنا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ آپ نے وحی میں امانت سے کام لیا وحی کی حفاظت کی۔ یا اس امت کی گواہی دیں گے۔

المؤمّل

جس سے بھلائی کی امید وابستہ ہو۔

المؤمم

مقصود۔ ہر امید رکھنے والا جس کی پناہ کی امید رکھے۔

المؤید

منصور۔ یہ اید سے اسم مفعول ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۲﴾ (الانفال: ۶۲)

ترجمہ: "وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے۔"

المؤیّد

ناصر، قوی، شدید۔

الماء المعین

سطح زمین پر رواں صاف اور پاکیزہ پانی۔

المامون

یہ الائتمان سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی وہ ذات جن کی امانت اور دیانت پر اعتماد کیا جائے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ سے کسی شر کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

المؤمن

ایمان سے متصف۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ ۔ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: "پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے"۔

ایمان الامن سے مشتق ہے کیونکہ مؤمن دنیا میں عقاب اور آخرت میں عذاب سے محفوظ ہوتا ہے۔

الماجد

بہت زیادہ سخاوت کرنے والے۔ یا حسن خلق والے یا معزز۔ یہ المجد سے مشتق ہے۔ وسیع شریف اور کثیر فوائد کو مسجد کہا جاتا ہے۔ حضرت ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے کہا ہے:

سمح الخليقة ماجد و كلامه حق فيه رحمة و نكال

آپ عمدہ اخلاق کے مالک اور معزز ہیں۔ آپ کا کلام حق ہے۔ آپ میں رحمت بھی ہے اور سزا بھی۔ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے الماجد اور المجید بھی ہیں۔ یعنی وہ ذات بابرکات جو اپنی ذات کے اعتبار سے معزز، افعال کے اعتبار سے قابل ستائش اور عطاء کے اعتبار سے جزیل ہو یہ جلیل، وھاب اور کریم کو جامع ہے۔

الماحی

دوسرے باب میں حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں ماحی ہوں۔ رب تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا"۔

قاضی نے لکھا ہے یعنی وہ کفر کو مکہ مکرمہ اور عرب کے شہروں اور اس جگہ تک مٹا دے گا۔ جہاں تک آپ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ آپ کی امت کی سلطنت پہنچے گی۔ محو سے مراد ظہور اور غلبہ ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبۃ:۳۳)

ترجمہ: "تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر"۔

امام حاکم، بیہقی نے متصل سند سے ایک اور طریق سے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
"میں ماحی ہوں۔" آپ اپنے پیروکاروں کی برائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔

ماذماذ

آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں موجود ہے اس کا معنی ہے طیب طیب۔ پاکیزہ پاکیزہ۔

المانح

عطا کرنے والے۔ یہ منح سے اسم فاعل ہے۔ بڑی بڑی عطا کرنے والے۔

المانع

جو اہلِ طاعت کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔ ان کی مدد اور اعانت کرتے ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اس کا معنی ہے وہ ذات جو ادیان اور ابدان میں ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو مٹا دے۔ ایسے اسباب مہیا کرے جو ان کی حفاظت کریں۔ یا وہ اس شخص کو محروم کر دے جو عطاء کا مستحق نہ ہو۔ آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے "مولا! جسے تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ جسے تو روک دے اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں۔" رب تعالیٰ کا روک لینا حکمت ہے اس کی عطا جود و رحمت ہے۔

المبارك

عظیم برکت والے۔ برکت سے مراد اضافہ اور نمو ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ برکت ایسا لفظ ہے جو خیر کی ساری انواع کو جامع ہے۔ اس سے رب تعالیٰ کا یہ ارشادِ پاک ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ (الدخان: ۳)

ترجمہ: "ہم نے اُتارا ہے اُسے ایک بابرکت رات میں۔"

یعنی وہ رات جو خیر کی ساری انواع کو جامع ہے حضرت حسان ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں کہا:

صلی الالہ و من یحف بعرشہٖ — والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: "اللہ رب العزت اور وہ ملائکہ جنہوں نے اس کے عرش کو گھیر رکھا ہے اور پاکیزہ لوگ حضرت مبارک احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔"

حضرت عباس بن مرداس نے آپ کی تعریف میں کہا ہے:

فآمنت باللہ الذی انا عبدہٗ — و خالفت من امسی یرید المھالِکا

ووجھت وجھی نحو مکہ قاصدا — و بایعت بین الاخشبینِ المبارکا

نبی اتانا بعد عیسی بناطق من الحق فیه الفضل منه کذالك

ترجمہ: "میں اس رب تعالیٰ پر ایمان لایا ہوں جس کا میں بندہ ہوں۔ میں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ جو ہلاکتوں کا ارادہ کرتا ہے۔ میں مکہ مکرمہ کی طرف قصد کرتے ہوئے ارادہ کرتا ہوں۔ میں نے الاخشبین کے مابین مبارک ذات کی بیعت کی ہے۔ آپ ایسے پاکباز نبی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے۔ آپ ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جو حق بیان کرتی ہے۔ اسی طرح آپ سے فضل و کرم بھی حاصل ہوتا ہے۔"

"ع" نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ میں برکت اور اجر رکھ دیا ہے۔ آپ کے صحابہ کرام میں فضائل اعمال رکھ دیے ہیں اور آپ کی امت کو دیگر امم پر فضیلت دی ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں:

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم:۳۱)

ترجمہ: "اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں۔"

کی تفسیر میں ہے۔ "لوگوں کو بہت زیادہ نفع دینے والے۔"

المبرّأ

ہر بری عادت سے دور۔ اس کی مزید تفصیل آپ کے پسینے کی پاکیزگی میں آئے گی۔

المبتھل

آہ وزاری کرنے والے۔ یہ الابتہال سے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی ہے آہ وزاری کرنا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔ (آلِ عمران:٦١)

ترجمہ: "تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے اللہ کے حضور التجا کریں۔"

یعنی پھر ہم جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔

المبشر

یہ بشارت سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد خوش کن خبر سنانے والا رب تعالیٰ کے اس ہے۔ ارشاد میں:

فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۱﴾ (آل عمران:۲۱)

ترجمہ: "تو خوشخبری دو انہیں دردناک عذاب کی۔"

میں یہ انذر کے معنی میں ہے بشارت کو انداز کے معنی میں بطور استہزاء اور مذاق استعمال کیا گیا ہے۔

المبعوث بالحق

حق کے ساتھ بھیجے جانے والے۔ یہ البعث سے اسم مفعول ہے اس کا معنی الارسال ہے۔ آپ کو ساری مخلوق کے لیے بھیجا گیا ہے۔ خصائص میں مزید تذکرہ آئے گا۔

المبلّغ

رسالت و نبوت کا پیغام اس طرح پہنچانے والے کا حق ادا ہو جائے۔ یہ بلّغ الرسالۃ سے اسم فاعل ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ‌ؕ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: "اے رسول! پہنچا دیجئے جو اتارا گیا آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔"

المبیح

وہ ذات بابرکات جس نے اپنی امت کے لیے وہ امور مباح کر دیے جو سابقہ امم میں حرام کر دیے گئے تھے۔ الخصائص میں مزید وضاحت آئے گی۔

المبیّن

یہ التبیین سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی اظہار کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ ۔ (النحل:۴۴)

ترجمہ: "تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لیے اس ذکر کو جو نازل کیا گیا۔"

المتبتل

اس اسم گرامی کو "ط" اور "عا" نے ذکر کیا ہے اس کا معنی مخلص اور رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔

جہاں تک آپ کے اس فرمان کا تعلق ہے "لا رھبانیۃ ولا تبتل فی الاسلام" تو اس سے مراد نکاح نہ کرنا ہے۔

المتبسم

یہ تبسم سے اسم فاعل ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ مزید وضاحت، آپ کے ضحک اور تبسم کے باب میں بیان کی جائے گی۔

المتبّع

اس کا تذکرہ "ط" اور "عا" نے کیا ہے یہ اتباع سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد وہ ذات والا ہے جس کی اتباع دوسرے لوگ کریں۔ یہ لوگ اقوال یا افعال میں جس کی اقتدا کریں۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو۔"

رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اقوال اور افعال میں آپ کی اتباع کریں۔ آپ کے اقوال میں آپ کی اتباع اس لیے واجب ہے کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں تھے۔ آپ کے افعال کی اتباع اس لیے واجب ہے کیونکہ آپ کی عصمت کی وجہ سے آپ سے حرام امر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی آپ سے کسی مکروہ فعل کا صدور ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بعض اہلِ کمال سے مکروہ فعل صادر نہیں ہوتا۔ آپ سے کیسے صادر ہوسکتا ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ سے بھی مکروہ فعل کے صدور کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ فعل ہمارے حق میں مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے جیسے وضو کرتے وقت ایک ایک بار اعضاء دھونا۔ یہ جواز کے بیان کے لیے ہے۔ امام نووی نے علماء کرام سے لکھا ہے کہ اس طرح آپ کا وضو کرنا آپ کے حق میں اعضاء کو تین بار دھونے سے افضل ہے۔

المتربص

یہ اسم مبارک امام شمس الدین البرماوی نے رجال العمدۃ میں رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ﴿۳۱﴾ (الطور:۳۱)

ترجمہ: "انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔"

یعنی تم اس چیز کا انتظار کرو جس کی تم میرے لیے تمنا کرتے ہو۔ میں اس نصرت اور فتح مندی کا منتظر ہوں جس کا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔

المترحم

یہ ترحم سے اسم فاعل ہے۔

المتضرع فی الدعاء

رب تعالیٰ کے لیے خشوع کرنے والے۔

المتقن

یہ الاتقان سے اسم فاعل ہے۔اس سے مراد امور کو محکم کرنا ہے۔ یا اس سے مراد ذہین اور فطین ہے۔

المتقی

یہ اتقی سے اسم فاعل ہے۔

المتلوّ

یہ التلو سے اسم فاعل ہے۔اس سے مراد اتباع ہے کیونکہ آپ کی اتباع اور اقتداء کی جاتی ہے۔

المتلو علیه

یہ تلاوۃ سے ہے کیونکہ حضرت جبرائیل امین آپ پر قرآن پڑھتے تھے۔

المتمکن

بیت اللہ کو جب پہلی بار گرایا گیا تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا:

"عبدی المنتخب المتمکن المنیب المختار" المتمکن کا معنی ہے زمین میں قیام کرنے والی ایسی ذات لوگ جس کی اتباع اور اطاعت کریں۔جس کا دین غالب اور مشہور ہو جائے۔تمکن اہلِ حقائق کی صفت ہے۔تکوین ارباب احوال کی صفت ہے۔جب تک بندہ رستہ میں ہوتا ہے وہ صاحب تکوین ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں ترقی کرتا جاتا ہے جب وہ منزل آشنا ہو جاتا ہے تو وہ تمکن بن جاتا ہے۔استاذ ابوعلی الدقاق نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب تکوین تھے۔وہ کلام مقدس سن کر لوٹ آئے۔حال نے ان پر اثر کیا۔ان کے بارے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ (الاعراف:۱۴۸)

ترجمہ: "اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔"

حضور ﷺ صاحب تمکین ہیں آپ وصال کے بعد واپس لوٹے۔آپ نے جو مشاہدہ کیا اس نے آپ پر اثر نہ کیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم:۱۷)

ترجمہ: "نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔"

المتمم لمکارم الاخلاق

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔"

المتمم

مکمل خُلق اور خَلق والے۔

المتھجد

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ۔ (بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ: "اور ان کے بعض حصہ میں اُٹھو اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوتِ قرآن کے ساتھ)۔"

المتوسط

"خا" نے لکھا ہے رب تعالیٰ اور اپنی امت کے مابین شفاعت کرنے والے۔

المتوکل

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ (الفرقان:۵۸)

ترجمہ: "اے مصطفیٰ! آپ بھروسہ کیجئے ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔"

تورات میں آپ کا یہ اسم مبارک مذکور ہے جس طرح کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو منزہ فرمایا ہے اس آیت میں اس نے اپنے نبی کریم کی شان کو بڑھایا ہے۔"

کیونکہ توکل میں لوگوں کے مختلف احوال ہیں۔ "بعض اپنے نفس پر، بعض اپنے اہل پر، بعض اپنے جاہ و منصب پر، بعض اپنی سلطنت پر، بعض اپنی صفت پر، بعض اپنے غلہ پر اور بعض لوگوں پر توکل کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ایسی چیز پر توکل رکھتا ہے جو ختم ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان سب اشیاء سے منزہ فرما دیا۔ اور آپ کو اپنی ذات پر توکل کرنے کا حکم دیا۔" توکل یہ ہے کہ جسم کو عبودیت میں، دل کے تعلق کو ربوبیت کے ساتھ اور طمانیت کو رب تعالیٰ کے ساتھ مشغول رکھا جائے اگر وہ عطا کرے تو اس کا شکر ادا کیا جائے۔ اگر روک لے تو صبر کرے۔"

ایک قول یہ ہے کہ توکل یہ ہے کہ بندہ رب تعالیٰ پر اعتماد کرے۔ اس کی قضا پر یقین رکھے۔ لیکن ضروری کوشش کرنا

ضروری ہے۔ یہ سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ الاستاذ ابوالقاسم القشیری نے لکھا ہے "توکل کا مقام دل ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کوشش کرنا اس کے منافی نہیں ہے۔ اگر مشکل پیش آئے تو یہ رب تعالیٰ کی تدبیر کی وجہ سے ہے۔ اگر آسانی پیش آئے تو یہ رب تعالیٰ کے آسان بنانے کی وجہ سے ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ نے حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ سے ان کی ابتدائی معاملہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: "میں نے ایک جگہ ایک پرندہ دیکھا جس کے پر ٹوٹے ہوئے تھے۔ اس کے پاس ایک ایسا پرندہ آیا جس کے پر صحیح تھے اس کی چونچ میں ٹڈی تھی۔ اس نے وہ اس پرندے کو کھلا دی۔ میں نے روزگار چھوڑ دیا۔ میں عبادت میں مشغول ہوگیا۔" حضرت ابراہیم نے فرمایا: "آپ نے وہ صحیح پرندہ بننا پسند کیوں نہ کیا جو اس بیمار پرندے کو کھلاتا تھا تاکہ آپ اس سے افضل ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والا ہاتھ سے بہتر ہے۔"

المتین

اسے "حا اور "عا" نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی قوی اور شدید ہے۔ اس سے "حبل متین" ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اس کا معنی ہے۔ قوی، سلطان جو قدرت اور امکان کے بلند درجات پر فائز ہو۔

المثبَّت

یہ ثبات سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی تمکن اور استقرار ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ۔ (بنی اسرائیل: ۷۴)

ترجمہ: "اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا۔"

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کے دل کو اپنے دین پر محکم فرمایا ہے۔

المثبِّت

یہ اسم فاعل ہے۔ اسے "عا" اور "خا" نے ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے اس کو ثابت قدم فرمانے والے جو آپ کے دین کی اتباع کریں۔

المجادل

امور کو محکم فرمانے والے۔ یہ الجدال سے اسم فاعل ہے۔ یہ دلیل کے غلبہ کے لیے منازعہ اور مغالبہ کے اعتبار سے گفتگو میں معارضہ کرنا ہے۔ جدال کی اصل احکام ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: "اور ان بحث (ومناظرہ) کیجئے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔"

المجاھد

یہ جہاد سے اسم فاعل ہے۔ارشاد پاک ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ۔ (التوبۃ:۷۳)

ترجمہ: "اے نبی کریم! جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں کے ساتھ"

یعنی آپ کفار کے ساتھ تلوار کے ساتھ اور منافقین کے ساتھ حجت قائم کرنے، یا حدود قائم کرنے یا ان کے راز افشاء کرنے کے ساتھ جہاد کریں۔

المجتبٰی

یہ اجتباء سے اسم مفعول ہے۔اس کا معنی ہے چن لینا۔

المجتھد

اطاعت میں جدوجہد کرنے والے۔امر مقصود کے لیے اپنی ساری توانائی خرچ کرنا جہاد ہے۔

المجیب

یہ اَجَاب سے اسم فاعل ہے۔

المجیر

یہ اَجَار سے اسم فاعل ہے۔جو پناہ طلب کرے اسے پناہ دینے والے جو مدد طلب کرے اس کی مدد کرنے والے۔

المجید

رفیع قدر والے، زیادہ برکت والے، کریم، شریف۔یہ فعیل بمعنی فاعل ہے ہر مجد سے مشتق ہے۔یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اس کا معنی کریم، جمیل بہت زیادہ فضل و کرم کرنے والا۔یا وہ ذات جس کے جمال کے اوصاف میں کوئی شریک نہ ہو۔نہ رفعت شان میں جس کے مرتبہ پر کوئی فائز ہو سکے۔

المحجۃ

یہ الحجّ سے مفعلۃ کے وزن پر ہے۔اس کا معنی قصد کرنا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے۔کیونکہ لوگ آپ کا قصد کرتے ہیں۔

المحرِّض

قتال، یا جہاد یا عبادت پر ابھارنے والے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ؕ (الانفال:۶۵)

ترجمہ: "اے نبیؐ! برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر۔"

المحرّم لظلم

المحفوظ

یہ الحفظ سے اسم مفعول ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے رکھا گیا۔ کیونکہ آپ شیطان سے محفوظ ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: "شیطان نے میرے ساتھ تعرض کیا۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز منقطع کر دے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا فرما دیا۔" اس میں دلیل ہے آپ شیطان سے محفوظ ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلے شیطان نے آپ سے تعرض کیوں کیا۔ کیا جس رستہ سے آپ گزرتے تھے وہاں سے شیطان بھاگ نہیں جاتا تھا۔ جیسے کہ حضرت عمر فاروق کے لیے ہوتا تھا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "شیطان آپ کو کسی رستہ میں چلتے ہوئے نہیں دیکھتا مگر وہ دوسرے رستے پر چلنے لگتا ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شیطان سے محفوظ تھے۔ آپ اس کے مکر و فریب اور غرور سے محفوظ تھے۔ اس کے وسوسہ اور شر سے محفوظ تھے۔ آپ کے ساتھ اس کا جمع ہونا اور اس کا بھاگ جانا آپ کے حق میں برابر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بلند مرتبہ پر فائز نہ تھے۔ ان کے حق میں شیطان کا بھاگ جانا ہی بہتر تھا۔ اسی میں ہی اُن کی حفاظت کا زیادہ یقین تھا۔ اس کے شر کے دور ہونے کا زیادہ امکان تھا۔ یہ بھی روا ہے جو شیطان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہو وہ کوئی دوسرا ہو۔ ان کے ساتھ والا شیطان نہ ہو۔ ان کے ساتھ والا شیطان نہ بھاگتا ہو۔ بلکہ وہ جدا نہ ہوتا ہو۔ وہ ان کے ہمراہ اسی طرح ہو جس طرح دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

المحکّم

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے حاکم سے مراد قاضی ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ (النساء:٦٥)

ترجمہ: "پس اے مصطفی تیرے رب کی قسم یہ لوگ یوں نہیں ہو سکتے۔"

المحرِّم

حرام کو بیان کرنے والے۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے رب تعالیٰ نے فرمایا منع ہو۔ اس میں رخصت نہ دی۔

المحلل

حلال کو مشروع فرمانے والے۔ وہ چیز مراد ہے جسے کھانے کا شرعاً اذن دیا گیا ہو۔

المحمود

اسے "یا، ع اور د" نے ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جس میں اتنی زیادہ عمدہ صفات پائی جائیں کہ وہ تعریف کا مستحق ہو۔ حضرت حسان بن ثابت نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے:

فاصبح محمودًا الی اللہ راجعا   یبکّیہ جفن المرسلات و یحمد

ترجمہ: "آپ محمود اور رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے بن گئے یہ بادل بھی آپ پر رو رہا ہے اور آپ کی تعریف کر رہا ہے۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں کہا ہے:

و شق لہ من اسمہ لیجلہ   فذو العرش محمود و ھذا محمد

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے آپ کی عظمت کی وجہ سے آپ کا نام اپنے اسم سے مشتق کیا عرش کا مالک محمود ہے یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔"

المحید

یہ حاد الشئ سے مشتق ہے۔ ایک کا دوسری سے پھر جانا اس کا معنی ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ باطل سے پھر گئے اور آپ نے حق کی اتباع کر لی۔ یا یہ احاد سے مشتق ہے۔ کیونکہ آپ امت کو لے کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ دین حنیف کے رستہ پر چلے۔

المخبت

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے "الاواہ" میں اس کا ذکر گزر چکا ہے خشوع اور خضوع کو اخنات کہا جاتا ہے۔

المخبر

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آپ پر وحی ہوا اس کی تبلیغ کرنے والے۔

المختار

یہ الاختیار سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی چن لینا ہے۔ حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ سفر اول میں ہے "محمد عربی ﷺ میرے چیدہ بندے ہوں گے۔ وہ نہ تندخو اور نہ فحش گو ہوں گے۔ نہ بازاروں میں شور و غل کریں گے نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے۔"

المختص

یہ الاختصاص سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کو مختص کر لینا ہے آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ

رب تعالیٰ نے آپ کو اپنے لیے چن لیا تھا۔ آپ کو اپنی مخلوق پر ترجیح دی تھی۔ یا اس سے مراد اسم فاعل ہو۔ آپ کا یہ نام اس لیے ہو کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے مختص کر لیا ہو اس کی محبت اور قرب میں اضافہ کو ترجیح دی ہو۔

المختص بالقرآن

اسے ''عا'' نے ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری پر ترجیح دینے والا۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں کو رب تعالیٰ نے اس طرح چن لیا ہے فلاں نے اپنے نفس کے لیے یہ چن لیا ہے۔ یہ دونوں اوصاف آپ میں پائے جاتے ہیں۔ القرآن دراصل مصدر ہے جیسے کفران۔ ساری الہامی کتب میں سے اس کتاب عزیز کو القرآن اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ساری کتب کے لب لباب کا جامع ہے۔ بلکہ یہ سارے علوم کا جامع ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَتَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ۔ (یونس:۱۰۱)

ترجمہ: ''اور یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل ہے۔''

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ۔ (النحل:۸۹)

ترجمہ: ''اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا۔''

یہ اسم مبارک اس کتاب زندہ کے لیے مختص ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ اس کے علم کی طرح ہو گیا ہے جیسے کہ تورات حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

المختص بآی لا تنقطع

''الآی'' آیۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی علامت ہے۔ اس سے مراد معجزہ ہے۔ ان معجزات میں سے قرآن پاک بھی ایک معجزہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی آیات نہ فنا ہوں گی نہ منقطع ہر روز حشر تک باقی رہیں گی۔ ان کی تجدید ہوتی رہے گی۔ ان معجزات میں سے ایک قرآن پاک بھی ہے۔ لیکن دیگر انبیائے کرام کے معجزات ان کے وصال کے بعد ختم ہو گئے۔

المختّم

یہ تختم سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد انگوٹھی پہننا ہے۔ یا وہ ذات جس پر مہر نبوت لگی ہو۔

المخصوص بالغرّ

المخصوص بالمجد

المخضم

سردار، شریف، عظیم، معزز۔

المخلص

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے وہ ذات بابرکات جو رب تعالیٰ میں سچی ہو۔ جس نے اطاعت الٰہیہ میں ریاء کو ترک کر دیا ہو۔ یہ اخلاص سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد صدق اور ترک دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ (الزمر: ۱۴)۔

ترجمہ: "فرمائیے اللہ کی ہی عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اس کے لیے اپنے دین کو۔"

الاستاذ ابوالقاسم القشیری نے فرمایا ہے کہ اخلاص اطاعت میں بالقصد حق کو منفرد کر لینا ہے یا مخلوق کے مشاہدہ سے فعل کو نکھارنا ہے۔ اس میں اور صدق میں فرق یہ ہے کہ صدق سے مرد فعل کو نفس کے مشاہدہ سے پاک کرنا ہے۔ جبکہ اخلاص یہ ہے کہ فعل کو مخلوق کے ملاحظہ سے پاک کیا جائے۔ مخلص وہ ہوتا ہے جس میں ریا نہ ہو اور صادق وہ ہوتا ہے جس میں خود پسندی نہ ہو۔

المدثر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ (المدثر: ۱)

ترجمہ: "اے چادر لپیٹنے والے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فترۃ الوحی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا۔ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ میں نے اپنی نگاہ اٹھائی۔ اچانک میں نے وہ فرشتہ دیکھا جو میرے پاس غارحراء میں آیا تھا۔ وہ آسمان اور زمین کے مابین ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس سے مرعوب ہو گیا۔ میں واپس لوٹ آیا۔ میں نے کہا: "مجھے چادر اوڑھ دو مجھے چادر اوڑھ دو۔" اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

یہ اس حالت سے مشتق اسم ہے جو نزولِ وحی کے وقت آپ پر طاری تھی۔ چادر لپیٹنے والے کو مدثر کہا جاتا ہے۔

المدنی

یہ مدینہ طیبہ کی طرف نسبت ہے۔

مدینۃ العلم

امام ترمذی نے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "میں علم کا شہر ہوں حضرت علی اس کا دروازہ ہیں۔" صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ حدیث طیبہ حسن ہے۔ جیسے حافظ علائی اور ابن حجر نے لکھا ہے۔

المذکّر

مبلغ، واعظ۔ یہ تذکرہ سے اسم فاعل ہے۔ موعظہ اور تبلیغ کا تذکرہ کہا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ (الغاشیہ:۲۱)

ترجمہ: "آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔"

المذکور

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے یعنی آپ کا ذکر خیر سابقہ کتب میں موجود ہے۔

المرء

کامل مروت والی ذات۔ ہمزہ کے بغیر اس کا معنی الانسانیۃ ہے۔ علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت الاحنف سے مروت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "اخلاق حسنہ کو اختیار کرو قبیح امر سے رک جاؤ" ایک قول یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو میل کچیل سے محفوظ رکھے لوگوں کے سامنے اسے عیب دار نہ کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: "مروت یہ ہے کہ تو لالچ نہ کرے نہ رسوا ہو جائے سوانہ کرے کہ بوجھ سمجھا جانے لگے۔ بخل نہ کرے کہ تجھے گالیاں دی جانے لگیں جاہل نہ بنے کہ تجھ سے جھگڑا کیا جانے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ تو پوشیدگی میں ایسا فعل نہ کرے جسے اعلانیہ کرتے ہوئے تجھے حیا آتی ہو۔" ایک قول یہ ہے کہ یہ ہر محاسن کو جامع اسم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مروت کی دو قسمیں ہیں:

- ① ھو مروءۃ ظاھرۃ۔ یہ ریاست ہے۔ مروءۃ باطنہ یہ عفاف ہے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو لوگ شر کو نہیں جانتے مگر ان میں کسی ایک سے لغزش ہو جاتی ہے ان سے درگزر کیا کرو سوائے حدود کے۔"

ماوردی نے لکھا ہے کہ ان کی لغزشوں کے بارے دو وجوہات ہیں:

- ① وہ صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔
- ② وہ پہلی لغزش ہوتی ہے جو کسی اطاعت گزار سے سرزد ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ اس میں بلند درجہ پر فائز تھے اس لیے آپ کا یہ اسم گرامی ہے۔ زہیر بن صرد نے کہا ہے:

وامنن علی رسول اللہ فی کرم   فانك المرء نرجوه و ندّخر

ترجمہ: "یارسول اللہ! کرم کرتے ہوئے مجھ پر احسان فرمائیں۔ آپ ایسے انسان کامل ہیں جن سے ہم امید رکھتے ہیں اور مشکل میں آپ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔"

المرتجی

اسے ''ط'' نے ذکر کیا ہے۔ یہ الرجاء سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد ''امید'' ہے کیونکہ لوگ آپ سے ہی امید رکھتے ہیں کہ ان کی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ اور اس کی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ سب سے بڑی مشکل روزِ حشر فیصلہ کی گھڑی میں ہے۔ یا یہ اسم فاعل ہے۔ یعنی آپ رب تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کی امت کے حق میں آپ کی شفاعت کو قبول کرے گا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جسے رد نہیں کیا جاتا ہر نبی نے اپنی اپنی دعا مانگ لی ہے۔ لیکن میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے منتخب کر رکھا ہے۔ ان شاء اللہ میری امت یہ دعا ضرور پائے گی۔ ان میں سے ہر وہ شخص اسے پا لے گا جو اس حالت میں مرا کہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔

المرتضی

جس سے جس کا مولا راضی ہو جائے اس سے پیار کرے اور اسے منتخب کر لے۔

المرتّل

یہ رتّل سے اسم فاعل ہے اس سے مراد وہ ذات ہے جو قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے حتیٰ کہ اس کے حروف اور حرکات ظاہر ہو جائیں۔ ارشاد پاک ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝۴ (المزمل: ۴)

ترجمہ: ''اور (حسبِ معمول) ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے قرآن کریم کو۔''

امام ترمذی نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور کریم ﷺ ایک سورت پڑھتے۔ اس میں ترتیل کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لمبی سورت سے بھی لمبی ہو جاتی تھی۔''

المرحوم

یہ رحم سے اسم مفعول ہے۔

مرحمة

ابو نعیم نے ''الحلیہ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مرحمہ اور ملحمۃ بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ مجھے تاجر اور کاشتکار بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا۔'' یعنی مجھے اہلِ ایمان کے لیے رحمت اور کافرین کے لیے شدت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ۔ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: "کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔"

المرسل

اسے "ع" اور "د" نے ذکر کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (الرعد: ۴۳)

ترجمہ: "اور وہ لوگ بطور گواہ کافی ہیں جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ کفار کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں۔ فرمائیے (میری رسالت پر) اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان۔"

یہ الرسالۃ سے مفعل کے وزن پر ہے۔ اس کے اور رسول کے مابین فرق یہ ہے کہ اول ارسال میں تتابع (لگاتار) کا تقاضا نہیں کرتا جبکہ یہ صرف ایک دفعہ ہوتا ہے لیکن "الرسول" اس کا تقاضا کرتا ہے۔

المرشد

الھادی۔ یہ اَرْشَدَ سے اسم فاعل ہے۔ یعنی راہِ ہدایت کی طرف راہ نمائی کرنے والے۔

مرغمۃ

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ الصحاح میں ہے "مجھے کافروں کو رسوا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔" حتیٰ کہ وہ مٹی کے ساتھ مل جائیں پھر یہ لفظ ذلت اور عجز کے لیے استعمال ہونے لگا۔

المرغّب

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے۔ یہ رَغَّبَ سے اسم فاعل ہے۔ کیونکہ آپ مخلوق کو اطاعت الٰہیہ پر ابھارتے ہیں۔ جو بھلائی اس کے پاس ہے اس کی طرف ترغیب دلاتے ہیں۔ زید بن علی نے:

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ (الانشراح: ۸)

ترجمہ: "اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔"

میں فَرَغِّبْ پڑھا ہے یعنی لوگوں کو اس کی مغفرت طلب کرنے کی طرف اور اس کے اجر سے محبت کرنے کی طرف ترغیب دیں۔

المزکی

اسے "ط" نے ذکر کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: "اور پاک صاف کر دے انہیں۔"

یعنی آپ انہیں شرک اور بتوں کی میل کچیل سے دور کرتے ہیں۔

المزمل

یہ اصل میں المتزمل ہے۔تا کو یاء میں تبدیل کر کے ادغام کیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ۔ (المزمل:۲،۱)

ترجمہ: "اے چادر لپیٹنے والے رات کو قیام کیجئے"۔

المزمزم

وہ ذات جس کے قلب انور کو آبِ زمزم سے دھویا گیا ہو۔شق صدر کے باب میں مزید تفصیل آئے گی۔

مزيل الغمة

یہ ازالہ سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی دور کرنا ہے۔الغمۃ الغم سے مشتق ہے اس کا معنی مصیبت اور شدت ہے۔اس کا اصل معنی ڈھانپ دینا ہے غمام (بادل) اس سے ہے کیونکہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ دیتا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ نے شک کی ظلمت کو نور یقین کے ساتھ روشنی دی۔شرک کے پردہ کو دین متین سے دور کیا۔ متقین کے دلوں سے غفلت کے پردے ہٹائے۔

المسبّح

اسے "ط" اور "عا" نے ذکر کیا ہے۔یہ التسبیح سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی ہے۔حق تعالیٰ کی مخلوق کے اوصاف سے تنزیہ بیان کرنا ہے۔اس کی اصل پانی میں تیزی سے تیرنا ہے۔"عا" نے لکھا ہے کہ اس میں اور تقدیس اور تنزیہ میں فرق یہ ہے کہ تقدیس سے مراد ہے کہ رب تعالیٰ کو ہر اس وصف سے دور سمجھنا جو ربوبیت کے لائق نہ ہو۔تنزیہ یہ ہے کہ اسے بشریت کے اوصاف سے دور سمجھنا اور تسبیح یہ ہے کہ اسے ساری مخلوق کے اوصاف سے بعید سمجھنا۔

المستجيب

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے یہ استجاب سے اسم فاعل ہے۔یہ اجاب کے معنی میں ہے۔اس کی سین طلب کے لیے نہیں بلکہ استفعل ،افعل کے معنی میں ہے۔کعب الغنوی نے کہا ہے:

وداعٍ دعا يا من يجيب الى الندا　　　فلم يستجبه عند ذالك مجيب

رب تعالیٰ کے اس فرمان میں "تستجیبون" کو "تجیبون" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ۔ (الاسراء:۵۲)

یہ بھی ممکن ہے کہ المستجیب المستجاب کے معنی میں ہو۔فعیل بمعنی مفعول ہو آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ ہم

پر لازم ہے کہ ہم آپ کی اطاعت کریں۔ آپ کی صدا پر لبیک کہیں جب بھی آپ ہمیں بلائیں خواہ ہم نماز میں ہوں۔ آپ کو جواب دینے سے ہماری نماز باطل نہیں ہوگی۔

المستعيذ

اسے "ط" نے ذکر کیا ہے یہ "العوذ" سے اسم فاعل ہے اس سے مراد رب تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرنا ہے۔ اس سے پناہ طلب کرنا اور اس کی طرف جھکنا ہے اور اس سے استعانت طلب کرنا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل:۹۸)

ترجمہ: "سو جب تم تلاوت کرنے لگو قرآن (کی) تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے اس شیطان کی وسوسہ اندازیوں سے۔"

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (الاعراف:۲۰۰)

ترجمہ: "اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے۔"

آپ کا قرأت کے وقت اور ہر وقت شیطان کے وسوسہ سے، اس کی جھاڑ پھونک سے، جو اس نے تخلیق کیا ہے اس کے شر سے آپ کا پناہ مانگنا مشہور ہے۔ جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ استعاذہ آپ پر واجب تھا۔ پھر ہم آپ کی اتباع کرتے ہیں۔

المستغفر من غير ماثم

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾ (النصر:۳)

ترجمہ: "تو (اس وقت) اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے۔"

ابن السنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم شمار کیا کرتے تھے حضور ﷺ ایک محفل میں ایک سو بار یہ کلمات پڑھتے تھے: "رب اغفرلی و تب علی انك انت التواب الرحيم"

المستغني

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔ "غنی" کے باب میں تفصیل گزر چکی ہے۔

المستقيم

یہ الاستقامة سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو جو اس میں کمی کر دے۔ یا اس کا معنی ہے صراط مستقیم پر چلنے والا۔ صراط مستقیم سے مراد حق کا رستہ ہے حسن اور ابو عالیہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ (ہود:۱۱۲)

ترجمہ: "پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے حکم دیا گیا آپ کو۔"

آپ اس طرح استقامت اختیار فرمائیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ حق کے رستہ پر استقامت اختیار فرمائیں۔ اس سے انحراف نہ فرمائیں بلکہ اس پر مداومت اختیار فرمائیں۔ استاذ ابوالقاسم القشیری نے لکھا ہے "استقامت وہ درجہ ہے جس میں امور مکمل ہوتے ہیں۔ اس درجہ پر فائز ہونے سے ساری خیرات حاصل ہوتی ہیں۔ اس کا پہلا درجہ تقویم ہے۔ یعنی نفس کو ادب سکھانا۔ پھر استقامت ہے اس سے مراد اسرار کے قریب ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الاستقامۃ سے مراد رسم و رواج اور عادات سے نکلنا ہے اور قدم صدق پر رب تعالیٰ کے سامنے قیام کرنا ہے۔

المسدّد

اسے "ط" نے ذکر کیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے جو رب تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ جسے ابن ابی حاتم نے حضرت وھب سے روایت کیا ہے۔ "میں انہیں ہر بھلائی کے رستہ پر چلاؤں گا۔"

المُسرٰی بہٖ

یہ الاسراء سے اسم مفعول ہے۔ اس کا تذکرہ معراج کی تفصیل میں آئے گا۔

المسعود

اسے "د" اور "عا" نے ذکر کیا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا اور اس کی شقاوت کو ختم کر دیا۔ "د" نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہو جیسے محبوبِ محبّب کے معنی میں ہے۔

المسلّم

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے۔ سارے مقاصد میں رب تعالیٰ پر توکل کرنے والے۔

المسیح

اس کا معنی مبارک ہے۔ یا وہ ذات جو مریض کو مس کرے تو وہ شفایاب ہو جائیں۔ یہ فعیل فاعل کے معنی میں ہے۔ یا اس سے مراد وہ ذات ہے جس کے پاؤں کا نچلا درمیانی حصہ زمین پر نہ لگے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "مسیح" کہا جاتا ہے۔ آپ کو مسیح کیوں کہا جاتا ہے اس کے بارے علماء کرام نے دس اقوال ذکر کیے ہیں:

1. آپ جس مریض کو بھی چھوتے تھے وہ شفاء یاب ہو جاتا تھا۔
2. آپ کے چہرہ انور کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ کو "المسیح" کہا جاتا ہے۔ المسیح لغت میں حسین کو کہا جاتا ہے۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

◆ بہت زیادہ وظیفہ زوجیت کرنے کی وجہ سے۔
◆ اس کا ایک معنی صدیق ہے۔
◆ چاندی کے ٹکڑے کو المسیح کہا جاتا ہے۔آپ کی رنگت سفید تھی لیکن اس میں سرخی کی آمیزش تھی۔
◆ المسیح کا ایک معنی تلوار بھی ہے۔آپ کے حق میں یہ معنی عیاں ہے کیونکہ آپ سیف اللہ ہیں۔
◆ اس کا ایک معنی ہے بہت زیادہ سفر کرنے والا۔حضور ﷺ نے ساتوں آسمانوں کا سفر کیا۔
◆ رب تعالیٰ نے آپ کو معصوم عن الخطا بنایا ہے۔
◆ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو برکت کے ساتھ مس کیا تھا۔
◆ آپ اس طرح پیدا ہوئے گویا کہ آپ کو تیل لگایا گیا تھا۔آپ مسرور ومختون تھے۔حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جب آپ صبح بیدار ہوئے تھے تو آپ کو تیل لگا ہوتا تھا آپ کی کنگھی کی ہوئی تھی۔جبکہ دوسرے بچوں کے بال بکھرے ہوئے ہوتے تھے۔ابوعبید نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک المسیح کی اصل المشیخ ہے۔

المشاور

یہ المشاورۃ سے اسم فاعل ہے۔اس سے مراد آراء دینا ہے تاکہ علم ہو سکے کہ مشاورت کرنے والوں کے پاس کیا ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (ال عمران:۱۵۹)

ترجمہ: "اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حضور ﷺ سے زیادہ اپنے صحابہ کرام سے مشاورت کرتا ہو۔"

المشذب

طویل،معتدل قامت والے۔

المشرد

یہ التشرید سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی دشمن کو سزا دینا ہے۔اسے ذال کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان میں پڑھا ہے۔

فَشَرِّذْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ ۔ (الانفال:۵۷)

ترجمہ: "منتشر کر دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں۔"

یعنی انہیں اچھی طرح قتل کریں جو آپ سے جنگ کریں۔ انہیں ان لوگوں کے لیے عبرت بنادیں جو بعد میں آپ کے ساتھ جنگ کریں۔ تاکہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے کوئی آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

المشقع

اسے ''یاء'' نے ذکر کیا ہے۔ لغت میں اس کا معنی حمد بیان کرنے والا ہے۔ ابن ظفر نے لکھا کہ آپ کا یہ اسم مبارک حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں ہے وہاں ہے ''وہ میرے بندے ہوں گے۔ میرا نفس ان سے خوش ہوگا۔ ان پر وحی کا نزول ہوگا۔ وہ اقوام پر میرا عدل ظاہر کریں گے۔ وہ انہیں وصیتیں کریں گے۔ وہ ہنسیں گے نہیں نہ ہی بازار میں ان کی آواز سنائی دے گی۔ وہ نابینا آنکھوں کو، بہرے دلوں کو اور پردہ میں لپٹے دلوں کو کھول دیں گے۔ میں جو کچھ انہیں عطا کروں گا وہ کسی اور کو عطا نہیں کروں گا۔ وہ نئے انداز سے رب تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے وہ زمین کے دور سے علاقوں سے آئیں گے۔ وہ کائنات اور اس کے رہائشیوں کو پاک وصاف کریں گے۔ وہ رب تعالیٰ کی تکبیر و تہلیل کریں گے۔ وہ نہ کمزور ہوں گے نہ ہی مغلوب ہوں گے۔ نہ خواہشات کی طرف جھکیں گے۔ نہ ہی ان صالحین کو رسوا کریں گے جو کمزور گروہ کی مانند ہوں گے۔ بلکہ وہ صدیقین کو قوی کریں گے وہ رکن المتواضعین ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا نور ہوں گے جو کبھی نہ بجھے گا۔ ان کی سلطنت کی مہر ان کے کندھے پر ہوگی۔''

میں نے ابن ظفر کی کتاب خیر البشر کو دیکھا ہے مگر یہ عبارت نظر نہیں آئی۔

المشهود

اسے ''د'' نے ذکر کیا ہے جس کے اوامر اور نواہی کی گواہی دی جائے۔ رب تعالیٰ کے فرمان ''شاہد و مشہود'' کی تفسیر میں امام قرطبی نے لکھا ہے کہ شاہد سے مراد انبیاء کرام اور مشہود سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔ اس کی تفصیل اس ارشاد پاک میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے اس کی جو میں دوں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہو تو ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔ اس کے بعد فرمایا گیا تم نے اقرار کرلیا اور اٹھالیا تم نے اس پر بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کرلیا اللہ نے

فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

المشیح

وسیع سینے والے یا جس ہستی کا سینہ اور پیٹ برابر ہوں۔

المشیر

یہ اشار سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے خلوص کا اظہار کرنا۔ صحیح رستہ بیان کرنا۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ ہر اپنی نصیحت میں مخلص ہوتے تھے۔

المصافح

یہ المصافحہ سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد ہاتھ سے پکڑنا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے۔ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اس پر اجماع ہے اس کے ساتھ ساتھ خندہ پیشانی اور مغفرت کی دعا کرنا مستحب ہے۔

المصارع

اسے "خا" "عا" نے ذکر کیا ہے وہ ذات جو اپنی قوت سے لوگوں کو پچھاڑ دے۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ابو الاسد کلدہ الجمحی کو پچھاڑا تھا ابو الاسد کی قوت کا عالم یہ تھا وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ دس افراد اسے اس کے قدموں سے کھینچتے تھے۔ نیچے چمڑا پھٹ جاتا تھا لیکن یہ ہلتا تک نہ تھا۔

المصباح

چراغ۔ ستاروں کے ناموں میں سے ایک نام۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ سے آفاق روشن ہو گئے تھے۔

مصحح الحسنات

کیونکہ نیکیوں کے لیے شرط ہے کہ آپ پر ایمان لایا جائے۔

المصدّق

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے یہ صدّق سے اسم فاعل ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ نے حضرت جبرائیل امین کی اس امر میں تصدیق کی جو انہوں نے رب تعالیٰ کے بارے آپ کو بتایا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ۔ (الزمر: ۳۳)

ترجمہ: "اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی"۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ کیونکہ آپ صدق کے ساتھ تشریف لائے اس پر

ایمان لائے۔ آپ کی امت کے لیے جمع کی ضمیر استعمال کر کے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ (الزمر: ٣٣)

ترجمہ: ''یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔''

ایک قول یہ ہے کہ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ الفریق یا الفوج محذوف ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنے سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کی۔ ارشاد فرمایا:

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ ۔ (آل عمران: ٨١)

ترجمہ: ''پھر تشریف لائے وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمہارے پاس ہیں۔''

المصدَّق

یہ اسم مفعول ہے۔ یعنی آپ جو پیغام حق لے کر آئے آپ کی امت نے اس کی تصدیق کر دی۔

المصدوق

المصطفٰی

آپ کے سارے اسماء میں سے یہ اسم مبارک سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کی اصل ''مصتفو'' ہے۔ جو الصفوۃ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی خلوص ہے۔ پہلے بہت سی احادیث گزر چکی ہیں جن میں تذکرہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی مخلوق میں سے چن لیا ہے۔

المصلح

یہ اصلح سے اسم فاعل ہے اس کا معنی فساد دور کرنا اور راہِ ہدایت کو واضح کرنا ہے آپ نے شرک اور سرکشی کو ختم کر کے دین کی اصلاح کی۔ مخلوق کی ہدایت کے ساتھ اصلاح کی۔

المصلّٰی

جس ہستی پر درود پاک پڑھا جائے۔

المصون

المِضخم

سید، شریف، عظیم، جلیل۔

المضری

آپ کے جد امجد مضر کی طرف نسبت ہے۔

المضئی

یہ اضاء سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی روشن ہونا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اسی طرح ہے جس طرح آپ کا اسم گرامی الضیاء ہے پہلے نور اور ضیاء کے مابین جو فرق ہے۔وہ گزر چکا ہے حضرت کعب نے آپ کی تعریف میں کہا ہے "نور یضیئی له فضل علی الشهب"

المطاع

جس کے سامنے سر اطاعت خم کر کے اس کی اتباع کی جائے یہ الطاعۃ سے اسم مفعول ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (محمد:۳۳)

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی۔"

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿٢١﴾ (التکویر:۲۱)

ترجمہ: "سب فرشتوں کا سردار اور وہاں کا امین (ہے)۔"

اس کے بارے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذاتِ والا ہے۔

المطهّر

اسے "ذ" اور "ط" نے ذکر کیا ہے اگر اسے ہاء کے کسرہ سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے شرک کی میل سے پاک کرنے والے۔اگر ہاء کے فتح سے پڑھا جائے تو اس سے مراد وہ ذات ہوگی جو ظاہری اور باطنی طور پر پاک و صاف ہو۔

المطيع

ابن ماجہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ الاذاہ سے مراد رب تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا ہے۔یہ الطوع سے اسم فاعل ہے۔

المعروف

"عا" نے اسے ذکر کیا ہے۔اس سے مراد نیکی، احسان اور بھلائی ہے۔یعنی رب تعالیٰ کے لیے نیکی اور احسان کرنے والے۔

المعزز

عزت والے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح:۹)

ترجمہ: "تاکہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔"

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی۔"

رب تعالیٰ نے آپ کی عزت و توقیر کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کا معنی ہے آپ کی عزت و تکریم کرو۔ یا آپ کی عزت و تکریم میں اضافہ کرو۔ یا آپ کی مدد کرو۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے آپ کے پاس آواز پست کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (الحجرات:۲)

ترجمہ: "نہ بلند کیا کرو اپنی آواز کو نبی (کریم) کی آواز سے۔"

المعصوم

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے۔"

المعطی

عطا کرنے والا، فضل و کرم کرنے والے۔ یہ عطا سے اسم فاعل ہے یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

المعظَّم

یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے جلیل الشان، بڑی سلطنت والے یا وہ ذات جس سے ہر چیز مرتبہ میں کم ہو۔ یا جو عظمت کے اس مرتبہ پر فائز ہو کہ عقل اور ذہن جس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔

المعقب

اسے "د" اور "ط" نے ذکر کیا ہے۔ یہ عاقب کے معنی میں ہے کیونکہ آپ سارے انبیائے کرام کے بعد میں تشریف لائے۔ "عا" نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ذات جو دوسری ذات کی جانشین بنے۔ یہ عاقب کے معنی میں ہے "نجم معقب" اسی سے ہے۔ جب ایک ستارہ دوسرے کے بعد طلوع ہو۔ یا اَعْقَب سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جس ذات کی نسل باقی رہے۔ کیونکہ آپ کی نسل روز حشر تک باقی رہے گی۔ اس سے مراد حضرت سیدۃ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک ہے۔ یہ آپ کی خصائص میں سے ہے کہ آپ کی نور ان نظر کی اولاد پاک آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

المعلّم

بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والے۔ دارمی نے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا" مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے"

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں فرمایا:

معلّم صدق ان یطیعوہ یھتدوا۔

ترجمہ: "آپ صدق کے معلّم ہیں اگر وہ آپ کی اطاعت کریں گے تو ہدایت پا جائیں گے۔"

المعلَّم

یہ اسم مفعول ہے جیسے المعظَّم۔ یہ نفس کو تنبیہ ہے تاکہ وہ معانی کا تصور کرے۔ یہ اس کی توفیق ہے یا کہ وہ حروف تہجی میں غور و فکر کرے۔ عَلَّم اور اَعْلَم ایک ہی معنی میں ہے ارشاد پاک ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: "سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے۔"

یعنی آپ کی راہ نمائی کی۔ آپ کو ہدایت عطا کی۔ ایسے امور کی طرف آپ کی راہ نمائی کی جسے آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ امور کے حوادث، دل کے مخفی امور، غیوب کے اسرار، دین کے امور، احکام اور اسلام کی شریعت سے آپ کو آگاہ کر دیا۔

معلم امة

المعلن

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ اپنی دعوت کا اعلانیہ اظہار کرنے والے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والے"

المعلّٰی

جسے دوسرے سے بلند رتبہ عطا کیا گیا ہو۔ یہ تعلیہ سے اسم مفعول ہے جس کا معنی رفعت ہے۔

المعمَّم

یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی عمامہ والے۔ آپ کا یہ اسم مبارک سابقہ کتب میں موجود ہے۔

المعین

مددگار یا بہت زیادہ اعانت کرنے والے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: "آپ بھلائی کے امور پر مدد فرماتے ہیں۔"

المغرم

یہ الغرام سے مشتق ہے یعنی رب تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے۔

المغنم

یہ غنیمۃ کی طرح ہے یعنی ہر چیز سے بہترین۔

المغنی

احسان اور فضل و کرم کرنے والے۔ یہ اغناء سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد وہ احسان اور فضل ہے جس سے ضرورت پوری ہو سکے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبۃ: ۷۴)

ترجمہ: ”اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔“

اس آیت طیبہ میں حضور ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم بیان کی گئی ہے۔ آپ کی رفیع مقام اور بلند منصب کی طرف اشارہ ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے بندوں تک نعمتیں پہنچانے میں آپ کا ذکر اپنے ساتھ کیا ہے آپ کو انہیں غنی کرنے والا بنایا ہے کیونکہ آپ کے دست اقدس سے بہت سی فتوحات ہوئیں اور صحابہ کرام کو مال غنیمت ملا۔

المفتاح

وہ چیز جس سے بند دروازہ کھل جائے۔

المفخم

سینوں میں جن کی تعظیم و توقیر ہو۔ آنکھوں میں جن کی ہیبت ہو۔ اس سے مراد آپ کے جسم اطہر کے اعضاء مبارکہ ہیں۔

المفضال

یہ الافضال سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد جود و کرم ہے۔

المفضّل

انہے ”ذ“ اور ”ط“ نے ذکر کیا ہے یہ المکرم یا المقدس کے وزن پر ہے۔ یعنی سارے عالمین پر اپنا فضل و کرم کرنے والے۔ یا دوسروں سے افضل۔ یہ تفضیل سے اسم مفعول ہے۔ اس سے مراد عزت و تکریم ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوق سے فضیلت بخشی ہے اور بلند مراتب کو آپ کے ساتھ مختص کیا ہے۔

المفلج

وہ ذات جس کے دانتوں کے مابین خلا ہو۔

المفلح

"عا" نے ذکر کیا ہے۔ یہ الفلاح سے اسم فاعل ہے جس کا معنی فوز و بقا ہے۔

المقتصد

یہ الاقتصاد سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد عدل یا سید ھا رستہ ہے۔

المستقیم

المقتضی

سب انبیاء کرام کے بعد تشریف لانے والے۔ اسے ابن خطیب نے ذکر کیا ہے۔

المقدس

اسے "یا" "ع" اور "د" نے ذکر کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کا یہ اسم گرامی سابقہ کتب میں ذکر فرمایا۔ اس کا معنی ہے گناہوں سے پاک، عیوب سے مبرا یا مذمومہ اوصاف سے پاک و صاف۔ تقدیس کا اصل معنی ہے تطہیر یا بُعد۔ یہ اسمائے حسنیٰ میں سے القدوس ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات جو ایسے نقائص اور عیوب سے پاک ہو جو اس کے لائق نہ ہوں۔

المقدِّس

اپنے پیروکاروں کو شرک کی غلاظتوں سے پاک اور صاف کرنے والے۔

المقدم

یہ مؤخر کی ضد ہے۔ یہ قدم سے اسم مفعول ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو خَلق، خُلق، رتبہ اور شرف کے اعتبار سے دیگر انبیائے کرام سے مقدم فرمایا ہے۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے:

و قدّمتك جميع الانبياء بها ۔۔۔ والرسل تقديم مخدوم على خَدَمٖ

ترجمہ: "سارے انبیاء اور رسل عظام نے اس کے ساتھ آپ کو اس طرح مقدم کیا جس طرح مخدوم خادم سے مقدم ہوتا ہے۔

المقرئ

جو ذات دوسرے کو قرآن پاک پڑھ کر سنائے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ قرآن پاک پڑھ کر سناؤں۔" یعنی، آپ کو اس کی تعلیم دوں۔ جیسے استاد اپنے شاگرد کے لیے پڑھتا ہے تاکہ اسے فائدہ ملے نہ کہ وہ خود استفادہ کرے۔ اس روایت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ہے۔

المقسِط

یہ اَقْسَطَ سے اسم فاعل ہے یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی عادل ہے جس کا فیصلہ مظلوم کو ظالم سے انصاف لے کر دے۔

المقصوص

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔ (یوسف: ۳)

ترجمہ: "ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ایک بہترین قصے اس قرآن کے ذریعے۔"

المقفّٰی

اس کا معنی ہے وہ ذات والا جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو یہ عاقب کی طرح ہے۔

المقوّم

یہ تقویم سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی الاستقامۃ ہے یا المقیم کے معنی میں ہے۔

مقیل العثرات

مقیم السنة

یہ تورات اور زبور میں آپ کا اسم مبارک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رب تعالیٰ ان کا وصال نہیں فرمائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرما دے گا۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں گے۔" دوسری روایت میں ہے کہ وہ ان کا وصال نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے ٹیڑھے رستہ کو سیدھا کر دے گا۔" زبور میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی: "مولا! ہم میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما جو فترت کے بعد ہمارے لیے سنت قائم فرمائیں۔

المكتفی باللہ

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے یعنی وہ ذات جس نے اپنے سارے امور رب تعالیٰ کے سپرد کر دیے ہوں اور ہر حال میں اپنے رب تعالیٰ پر توکل کیا ہو۔

المکرّم

اسے "ذ" نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ معزز تھے۔

المکفی

المکلّم

یہ اسم مفعول ہے اور مخاطب کے معنی میں ہے۔ معراج شریف کی روایت میں ہے کہ آپ نے حق تبارک وتعالیٰ کا خطاب سنا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ کو شرف ہم کلامی نصیب ہوا۔ پھر آپ کو اس اسم مبارک کو الکلام سے مشتق کیوں نہ کیا گیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کہا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معنی کا اعتبار کبھی مادۂ اشتقاق کی تصحیح کے لیے ہوتا ہے جیسے اسم فاعل اس معنی کا رد کیا گیا ہے کہ جس سے کسی وصف کا ظہور ہو اسی سے اس کا اسم مشتق کرنا واجب ہے۔ کبھی کبھی یہ ترجیح کے لیے ہوتا ہے جیسے کلیم، قارورۃ۔ اس وقت یہ لازم نہیں آتا کہ جو اس وصف سے متصف ہو اس کو اسی سے مشتق کیا جائے جیسے کہ قاضی عضد الدین نے تحقیق کی ہے۔

المکی

مکہ مکرمہ کی طرف نسبت ہے جو رب تعالیٰ کے سارے شہروں سے افضل ہے۔

المکین

بعض علماء نے اسے رب تعالیٰ نے اسے فرمان سے اخذ کیا ہے۔

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ (التکویر:۲۰)

ترجمہ: "جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔"

یہ المکانۃ سے فعیل کے وزن پر ہے۔ وہ ہستی خالق کے ہاں جس کا عظیم مقام ہو۔

الملاحمی

الملاذ

پناہ گاہ جناب ابوطالب نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے:

یلوذ بہ الھلاك من آل ھاشم　　　فھم عندہ فی نعمۃ و فواضل

ترجمہ: "بنو ہاشم کے ہلاک ہونے والے افراد بھی آپ کے دامن میں پناہ گزیں ہوتے ہیں وہ آپ کے دربار میں نعمتوں اور عنایتوں میں ہوتے ہیں۔"

الملبّي

اسم کا معنی المطیع یا المخلص یا المجیب یا المحب ہے۔ یہ لبّی یلبّی سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے رب تعالیٰ کی اطاعت میں لگا تار مصروف رہنا۔

الملجاء

پناہ گاہ۔

الملحمة

یہ لحمۃ الثوب سے مشتق ہے کیونکہ لوگ جنگ میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح گتھم گتھا ہوتے ہیں جس طرح کپڑے کا تانا بانا کے ساتھ ملا ہوتا ہے یا یہ اللحم سے مشتق ہے کیونکہ میدانِ جنگ میں مقتولوں کا بہت سا گوشت پڑا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ نام اس لیے ہے کیونکہ آپ تلوار اور جہاد کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔

ملقّي القرآن

آپ نے حضرت جبرائیل امین کی زبان اقدس سے قرآن پاک لیا اور اسے اپنی امت کو عطا کر دیا۔ یعنی انہیں اس کی تبلیغ کر دی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝ (النمل:٦)

ترجمہ: ''بے شک آپ کو سکھایا جاتا ہے قرآن حکیم بڑے داناسب کچھ جاننے والے کی جانب سے۔''

المليك

یہ المُلك سے فعیل کے وزن ہے جو لوگوں پر حکومت کرے اور ان کے امور کے انتظامات کرے۔ یا جو عزت وغلبہ اور سلطنت کا والی ہو۔ رب تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے کائنات اور اس کے موجودات سے مستغنی ہو۔ اور مخلوقات میں سے کوئی چیز اس سے مستغنی نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ذات ہے جو اشیاء کو عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہو۔

الملئ

''عا'' رب تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز سے مستغنی یا جس کا فیصلہ اور حکم عمدہ ہو۔

الممنوح

اسے ''عا'' نے ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ ذات ہے جسے رب تعالیٰ نے دنیوی اور اخروی بھلائیاں عطا کیں ہوں یا جو اپنی اُمت کو یہ بھلائیاں عطا فرمادے عطیات سے نوازے کیونکہ رب تعالیٰ نے اسے یہ سب کچھ عطا کیا ہو۔

المنوع

"عا" نے اسے ذکر کیا ہے۔ یعنی وہ ذات جس کے پاس اتنی قوت اور طاقت ہو جو اسے شیطان سے روک دے۔ وہ طاقت اسے دشمن سے بچاوے۔ یا وہ ذات جسے رب تعالیٰ دشمنوں سے بچائے اور ہر برائی اور ہلاکت سے اس کی حفاظت کرے۔

المنادی

رب تعالیٰ یا اس کی توحید کی طرف دعوت دینے والے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ۔ (آل عمران: ۱۹۳)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! بے شک سنا ہم نے منادی کرنے والے کو کہ بلند آواز سے بلاتا تھا ایمان کی طرف۔"

ابن جریج رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔

المناذی

شب معراج حضرت جبرائیل امین نے آپ کو حریم ناز کی طرف جانے کی دعوت دی۔

المنتجب/المنتخب

ان دونوں اسماء کا معنی مختار ہے۔

المنتصر/المنجد

مددگار، ناصر، یا بلند شان والے۔ یہ أنجد سے اسم فاعل ہے اس کا معنی بلند ہونا یا مدد کرنا ہے۔

المنحمنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ انجیل میں آپ کا اسم گرامی ہے۔ سریانی میں اس کا معنی "محمد" ہے۔

المنذر

رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ۔ (الرعد ۷)

ترجمہ: "آپ تو (کج روی کے انجام بد سے) ڈرانے والے ہیں۔"

یہ حصر خاص ہے یعنی آپ کفار کو ہدایت دینے پر قادر نہیں یہ حصر عام نہیں کیونکہ حضور ﷺ کے دیگر اوصاف بھی ہیں جیسے بشارت۔ یہ انذار سے صفت ہے۔ جس کا معنی ہے ڈر کے پیغام پہنچانا۔

المنزل علیہ/المنصف

عادل۔حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ انصاف کرنے والے تھے۔

المنصور

جس کی نصرت کی جائے یہ نصر سے اسم مفعول ہے۔اس کا معنی تائید ہے۔

المنقذ

یہ الانقاذ سے اسم فاعل ہے۔اس سے مراد مصائب کے بھنور کے نجات عطا کرنا ہے۔آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے کیونکہ آپ ہمیں روز حشر شفاعت فرما کر مشکلات کے بھنور سے نکالیں گے۔حضرت حسان نے فرمایا:

یدل علی الرحمان من یقتدی بہ و ینقذ من ھول الخزایا و یرشد

ترجمہ: "جو حق پہ کی اقتداء کرتا ہے آپ رحمان تک اس کی راہ نمائی کرتے ہیں۔آپ غموں کے خوف میں وعدہ پورا کرتے ہیں اور راہ نمائی کرتے ہیں۔"

رب تعالیٰ کے اس فرمان اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ (الزمر ۱۹) "تو کیا آپ چھڑا سکتے ہیں اسے جو آگ میں ہے؟" اس سے مراد یہ ہے جو عذاب کا مستحق ہو جائے اسے بچانے پہ آپ قادر نہیں۔اگر آپ اسے ایمان کی طرف بلانے کی پوری سعی فرمائیں۔

منۃ اللہ

ارشاد پاک ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ۔ (آل عمران ۱۶۴)

ترجمہ: "یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔"

اس آیت طیبہ میں صرف اہل ایمان کا ذکر کیا ہے کیونکہ آپ کی بعثت سے صرف انہوں نے ہی فائدہ اٹھایا ہے ان پر احسان جتلانے کی یہی وجہ ہے۔

المنیب

"الاذا" میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔یہ الانابۃ سے اسم فاعل ہے اس سے مراد اطاعت کی طرف توجہ کرنا ہے۔ اس کے اور تائب اور اذاب کے مابین فرق یہ ہے کہ تائب وہ ہوتا ہے جو عذاب الٰہی کے خوف سے مخالفات سے منہ موڑ لیتا ہے۔المنیب وہ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے ان سے منہ موڑتا ہے اور اذاب وہ ہوتا ہے جو اوصاف محمودہ کی تعظیم کرتے ہوئے ان سے منہ موڑتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ الانابۃ اولیاء اور مقربین کا وصف ہے۔رب

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿٣٣﴾ (ق ۳۳)

ترجمہ: "اور آیا ایسا دل لیے ہوئے جو یادِ الٰہی کی طرف متوجہ تھا۔"

توبۃ اہل ایمان کا وصف ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (النور ۳۱)

ترجمہ: "اور رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے سب ایمان والو!"

المنیر

یہ اَنَار سے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی روشن کرنا ہے۔ یعنی اپنے حیات بخش پیغام سے اہلِ ایمان کے دلوں کو روشن کرنے والا۔

المھاب

وہ ذات جس کی سلطنت اور جرأت سے لوگ خوف کھائیں۔ یہ الھیبۃ سے اسم مفعول ہے۔ الاحیاء میں ہے کہ ہیبت سے مراد وہ خوف ہے اجلال اور تعظیم جس کا مصدر ہو۔ یہ خوف سے اخص ہے کیونکہ ہر خوف میں تعظیم نہیں ہوتی۔ جیسے بچھو وغیرہ سے خوف لیکن سلطان معظم کا خوف ہیبت ہے۔ یہ آپ کا اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ دشمن ایک ماہ کی مسافت سے آپ سے خوفزدہ ہو جاتا تھا۔ اس کی مزید تفصیل خصائص میں آئے گی۔

المھاجر

"ع" اور "ح" نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

المھداۃ

یہ اھدی الشئ سے مشتق ہے۔ آپ نے فرمایا: انما انا رحمۃ مھداۃ۔

المھدی

یہ اھدیٰ سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد مرشد اور بھلائی کے رستہ کی طرف راہ نمائی کرنے والا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢﴾ (الفتح: ۲)

ترجمہ: "اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر۔"

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے:

جزعاً على المهديّ اصبح ثاويا ۔۔۔ يا خير من وطی الحصا لا تبعد

ترجمہ: "اے آنکھو! اس رسول مکرم ﷺ پر روتے ہوئے افسوس کر رہی ہو جو قبر انور میں تشریف لے گئے ہیں۔ اے عظیم ترین ذات والا! آپ سلامت رہیں۔"

المهذب

پاکیزہ اخلاق والے، میل کچیل سے پاک۔ یہ التھذیب سے اسم مفعول ہے۔ اس معنی خلوص بھی ہے۔

المهيمن

اسے "یا" نے ذکر کیا ہے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے:

حتّٰى احتوٰى بيتك المهيمن من ۔۔۔ خندف علياء تحتها النطق

ترجمہ: "حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے در اقدس کو ان رفعتوں پر آشیاں بند کر دیا کہ قوت گویائی اس سے عاجز ہے۔"

"ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ "المهيمن" اصل میں "يا ايها المهيمن" ہے۔ اس آیت طیبہ میں بھی آپ کا یہ اسم پاک مذکور ہے۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ۔ (المائدہ: ۴۸)

ترجمہ: "اور اے حبیب (ﷺ)! اتاری ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) سچائی کے ساتھ تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے آسمانی کتاب ہے۔ یہ قرآن محافظ ہے اس پر۔"

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ "مهيمنا عليه" سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ ابن جریر نے لکھا ہے: "اس وقت اس کلام کی تاویل اس طرح کرنا پڑے گی و انزلنا الكتاب مصدقا الكتب قبله اليك مهيمناً عليه"۔ "مصدّقا" الکتاب سے حال ہوگا اور مھیمنا اس کاف سے حال ہوگا جو الیک میں ہے یہ حضور ﷺ سے کنایہ ہے۔ اس تاویل میں آیت میں غیر مرتب بست و کشاد ہے۔ پہلا حال "مصدقاً" الیک میں "ک" کی طرف راجع ہے "مھیمنا" دوسرا حال کتاب مفعول ثانی کی طرف راجع ہے۔

ابن جریر کی یہ گرفت کی گئی ہے کیونکہ اس کا عطف اس مصدق پر ہے جو الکتاب سے حال ہے نہ کہ کاف پر اس کا عطف ہے۔ ورنہ یوں کہا جاتا "مصدقا لما بين يديك"۔ اسے اس امر پر محمول کرنا کہ خطاب سے غیب کی طرف التفات کے قبیلہ سے ہے۔ یہ نظم قرآن سے بعید ہے۔ یہ ابو حیان کا مؤقف ہے لیکن ابن عطیہ نے اسے جائز قرار دیا ہے کہ مصدّقاً اور مهيمناً دونوں کاف سے حال ہوں۔ یہ صرف مجاہد کی قرات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جمہور کی قرات بھی ہے۔

مھیمن: اکثر علماء کے نزدیک یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ ھیمن یھیمن سے مشتق ہے۔ جس کا معنی نگرانی کرنا

ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی شاہد، حافظ یا رقیب، یا قائم یا مؤمن یا الامین ہے۔ حضور ﷺ پہلے، چوتھے اور پانچویں معنی کے اعتبار سے مھیمن ہیں۔

المورود حوضه

یہ ورود سے اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ ذات والا جس کے حوض پر روز حشر لوگ آئیں گے۔

الموصل

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی تورات میں موجود ہے۔ اس کا معنی مرحوم ہے۔

المؤتی جوامع الکلم

اس اسم گرامی کا تذکرہ خصائص میں آئے گا۔

الموحٰی الیه

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔ عنقریب اس کا تذکرہ بعثت کے ابواب میں ہوگا۔

المولی

اسے "یا" نے ذکر کیا ہے۔ رب تعالیٰ ف فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب ٦)

ترجمہ: "نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہیں۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "کوئی مؤمن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں اس کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ جو مال چھوڑے گا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے جس نے قرض یا ضائع شدہ مال چھوڑا وہ میرے پاس آجائے میں اس کا مولا ہوں۔"

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ مولیٰ کے لفظ کا اطلاق سولہ معانی پر ہوتا ہے۔ اقرب، مالک، سید، معتق، منعم، ناصر محب، تابع، ماموں، چچازاد، حلیف، عقیل، صھر، عبد منعم علیہ، معتق جو بھی کسی امر کا والی بنے یا اسے قائم کرنے والا بنے وہ مولا ہے۔ ان معانی کی اکثریت احادیث طیبہ میں ہے یہ معنی جو آپ کے مناسب ہوگا۔ اسے آپ کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔ آپ کے مقام کے لائق یہ معانی ہیں۔ سید، منعم، ناصر محب۔ یہ اسم مبارک رب تعالیٰ کے اسماء میں سے بھی ہے۔ اس وقت یہ مالک کے معنی میں ہوگا۔

موذموذ

اسے "ع" نے بیان کیا ہے۔ آپ کا یہ اسم مبارک صحف ابراہیمی میں تھا۔

الموعظة

وہ چیز جس کے ساتھ وعظ و نصیحت کی جائے یہ الوعظ سے مشتق ہے۔ خلیل کے نزدیک اس کا معنی ہے بھلائی کے ساتھ اس چیز کی یاد کرانا جس کے دل میں رقت پیدا ہو جائے آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کی بعثت سے بندوں کو قیامت یاد کرائی ہے کیونکہ آپ کی بعثت روز حشر کی علامت ہے۔

المؤقر

حلیم۔ باوقار۔ آپ کی مجلس پاک بہت باوقار ہوتی تھی۔ اس کے اطراف سے کوئی چیز بھی نہیں نکلتی تھی۔

الموقن

یہ الیقن سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کو ذہن میں بٹھا کر، اسے سمجھ کر اور اس سے شک روک کے اس پہ یقین کرنا ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے "یہ معرفت اور درایت سے اعلیٰ مقام ہے کیونکہ یہ علم کی صفات سے ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ (التکاثر ۵)

ترجمہ: "یقینی طور سے۔"

اس معاملہ معرفت اور درایت کے خلاف ہے۔ معرفۃ الیقین اور درایۃ الیقین نہیں کہا جاتا۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ دل سے رب تعالیٰ کی توحید، اس کے علم اور صفات، ان پر ایمان اور جو پیغام آپ پر وحی کیا جاتا تھا اس کے بارے یقین رکھتے تھے۔ آپ کو ان امور کی پوری معرفت تھی۔ کسی چیز میں کوئی شک و شبہ نہ تھا اور آپ ہر اس چیز سے معصوم تھے جو اس معرفت کے متضاد یا منافی تھی۔ جیسے کہ قاضی نے تصریح کی ہے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مینذ میذ

اسے عین نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی تورات میں مذکور ہے۔

المیزان

رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے کہا گیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ (الشوریٰ ۱۷)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وہ جس نے کتاب کو نازل کیا حق کے ساتھ اور نازل کیا میزان کو۔"

میں میزان سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔ یہ مؤقف امام محمود بن حمزہ الکرمانی نے لکھا ہے اگر یہ کہا جائے کہ اس کا عطف اس الکتاب پر کرنا کیسے صحیح ہے جو انزل کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ

کے اس فرمان کی طرح ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ (الطلاق ۱۰)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نازل فرمایا تمہاری طرف ذکر۔"

المیسِّر

"ع" "ط" نے اس کا ذکر کیا ہے یعنی دین کو آسان کرنے والے۔ یہ یُسر سے اسم فاعل ہے جو عُسر (تنگی) کی ضد ہے۔ اس کا معنی سہولت ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث پاک میں روایت کیا ہے جس میں آپ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے رب تعالیٰ آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث کیا ہے" ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو امور میں سے اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان امر کو اختیار فرمایا۔"

میَمّم

اس کا معنی مقصود ہے۔ یہ التیمم سے اسم مفعول ہے۔ جس کا معنی قصد کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ روز حشر مخلوق آپ کی پناہ کا قصد کرے گی۔ وہ سلامتی پانے کے لیے آپ کے منصب کا ارادہ کرے گی۔

حرف النون

النابذ

یہ النبذ سے اسم فاعل ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ (الانفال ۵۸)

ترجمہ: "تو پھینک دو ان کی طرف (ان کا معاہدہ) واضح طور پر۔"

یعنی آپ ان کی طرف یہ عہد اس انداز سے پھینکیں کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یہ عہد ان کی طرف پھینکا گیا ہے انہیں علم ہو جائے کہ آپ کے اور ان کے مابین سارے تعلقات ختم ہیں۔ جنگ میں اس طرح ان کے ساتھ مقابلہ نہ کریں کہ انہیں عہد کے باقی ہونے کا وہم ہو کیونکہ یہ خیانت کی طرح ہے۔

الناجز

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔ وعدہ وفا کرنے والے یہ نجز الوعد سے اسم فاعل ہے۔ اس وصف میں آپ بہت بلند مقام رکھتے تھے۔

الناس

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۚ (النساء: ۵۴)

ترجمہ: "کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔"

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ آیت طیبہ میں "الناس" سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ یہ خاص کا عام اسم کے ساتھ نام رکھنے کے باب سے ہے۔ کیونکہ آپ کی شان بڑی جلیل اور عظیم ہے۔ یا آپ میں اس قدر خصال حمیدہ ہیں جو دیگر سارے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

الناسخ

یہ النسخ سے اسم فاعل ہے لغت میں نسخ سے مراد ہے اس چیز کے ساتھ کسی چیز کو ختم کرنا جو اس کے بعد آئے اور اصطلاح میں اس سے مراد خطاب کے ساتھ حکم شرعی اٹھالینا ہے۔

آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ نے اپنی شریعت مطہرہ سے ساری شریعتوں کو منسوخ فرمایا اسی لیے آپ اصول میں مختار تھے۔ ہم سے پہلے کی شریعتیں مطلقاً ہماری شریعت نہیں ہیں اگرچہ آپ نے اس کے نسخ کا ارادہ نہ بھی فرمایا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر آپ نے ہماری شریعت میں اس کے نسخ کا ارادہ نہ فرمایا ہو تو وہ ہماری شریعت ہوگا میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام ابوزکریا المناوی سے سنا ہے وہ اس شخص کے نظریہ کے بارے کہتے تھے "اس شخص کا نظریہ صحیح ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت نے مطلقاً ساری شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کرنا چاہیے جس کا موقف یہ ہے کہ جب نسخ کا ارادہ نہ ہو تو ہم سے پہلے کی شریعت ہماری شریعت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ بشرطیکہ آپ ہمارے لیے اسے مشروع فرمائیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم پہلی شریعتوں کے مطابق عبادت کریں گے۔

رب تعالیٰ نے اس وصف کے ساتھ اپنی بھی توصیف فرمائی ہے۔

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ (البقرہ: ۱۰۶)

ترجمہ: "جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں (دوسری) بہتر اس سے یا (کم از کم) اس جیسی۔"

الناسك

عابد، یہ النسک سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی عبادت ہے۔

الناشر

لپیٹنے کے بعد کسی چیز کو پھیلانا، یہ النشر سے اسم فاعل ہے اس کا معنی پھیلانا ہے۔ اسی سے صحیفہ حدیث اور بادل کو پھیلانا ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ نے اسلام کو پھیلایا۔ اسلام کے احکام کا اظہار کیا یا یہ الحاشر کے معنی میں ہے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

الناصب

اسے "د" اور "ط" نے ذکر کیا ہے شاید اس کا معنی اسلام کے احکام واضح کرنے والے ہوں یہ النصب سے مشتق ہے۔ اس سے مراد وہ علامات ہیں رستہ میں جن سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے یا اس سے مراد دین اسلام کو قائم کرنے والے ہیں۔ شاید یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہو۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾ (الم نشرح ۷)

یعنی دعا میں آہ وزاری کریں۔ ناصب سے مراد بلند ہے۔ بلند سینے والے شخص کو رجل ناصب کہا جاتا ہے۔ جنگ کے شعلے بڑھکانے والے کو ناصب الحرب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دعا میں آہ وزاری کرنے والے کو ناصب کہا جاتا ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب آپ جہاد سے فارغ ہوں تو عبادت میں کوشش کیا کریں۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پہ سابقہ نعمتیں شمار کیں۔ شرح صدر نے آپ کی مصیبتیں اور مشقتیں دور کرنے کا وعدہ فرمایا اسی طرح وزن ہٹانے اور تنگی کو آسانی سے بدلنے کا وعدہ فرمایا آپ کو شکر پر ابھارا آپ کو عبادت میں کوشش کرنے کی ترغیب دی۔

الناصح

یہ انبیائے کرام کے اس قول سے ماخوذ ہے جو انہوں نے شب معراج حضور ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے کہا تھا "اس نبی امی ﷺ کو خوش آمدید جنہوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور اپنی امت کے لیے خلوص کا اظہار کیا" امام خطابی نے لکھا ہے کہ النصیحہ ایسا کلمہ ہے جس سے اس ساری بھلائیوں کو تعبیر کیا جا سکتا ہے منصوح علیہ کے لیے جن کا ارادہ کیا جائے۔ جنہیں ایک کلمہ سے تعبیر کرنا ناممکن ہو۔ نعمت میں اس کا معنی اخلاص ہے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ نصح سے مراد اس شئ پر فعل صادر کرنا ہے جس کی اصلاح اور سلامتی مقصود ہو یہ النصاح سے ماخوذ ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑا ہے جس سے کپڑا سیا جاتا ہے۔

النہایہ میں ہے "النصح کا اصل خلوص ہے، کہا جاتا ہے نصحت العسل" جس شہد کو موم سے پاک کیا جاتا ہے گویا کہ ناصح منصوح لہ کی اصلاح کے لیے جو کوشش کرتا ہے اسے شہد کو موم سے صاف کرنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

نبی الرحمۃ

رحمت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

النبی الصالح

شب معراج میں انبیائے کرام اور ملائکہ نے آپ کا اس طرح استقبال کیا: "مرحبا بالنبی الصالح" صالح کا معنی پہلے گزر چکا ہے۔

نبی الاحمر، نبی الاسود

جن وانس یا عرب وعجم کے نبی ﷺ

نبی التوبۃ

توبہ کا معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہے۔ حضرت سہل نے لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے "ٹال مٹول ترک کرنا" امام الحرمین نے لکھا ہے "توبہ کا لفظ جب بندے کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی ہے کہ لغزشوں پر نادم ہو کر ان سے رجوع کرنا۔ جب اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے "بندوں پر نعمتیں اور بخششیں کرنا۔"

نبی الحرمین

حرمین سے مراد مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ہے۔

نبی زمزم

بیت اللہ کے فضائل کے ابواب میں زمزم پر بحث ہو چکی ہے۔

نبی الرحمۃ

رحمت پر گفتگو ہو چکی ہے۔

نبی الملحمۃ

الملحمۃ پر گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے "مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔"

نبی الملاحم

ملاحم الملحمۃ کی جمع ہے۔

النباء

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے اس سے مراد عظیم شان والے اور عمدہ جسم اطہر والے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② (النبا:۱-۲)

ترجمہ: ''وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔''

اس سے مراد یا قرآن حکیم یا نبی کریم ﷺ ہیں۔

النجم

اسے ''خا'' نے ذکر کیا ہے یہ آپ کا اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ ایمان کی راہ پر چلنے والا آپ کے ساتھ راہ نمائی حاصل کرتا ہے۔ جس طرح ستاروں سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء کرام سے روایت کیا ہے کہ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① (النجم:۱)

ترجمہ: ''میں نجم۔''

سے مراد حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے ھَوٰی سے مراد آپ کا شب معراج واپس آنا ہے۔

النجم الثاقب

منور کرنے والا۔ وہ چیز جو جس پر پڑے اسے اپنے نور اور اجالے سے جگمگا دے۔ السلمی نے رب تعالیٰ کے فرمان النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ (الطارق:۳) میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔

النجیب

اس کا معنی کریم، حبیب یا چیدہ اور برگزیدہ ہے۔

النجید

ماہر راہ نما یا جری بہادر جس سے دوسرا عاجز آجائے۔ یہ فعیل فاعل کے معنی میں ہے۔

نجیّ اللہ

علامہ راغب نے لکھا ہے کہ النجی مناجی کے معنی میں ہے۔ یہ واحد اور جمع میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ (مریم:۵۲)

ترجمہ: ''ہم نے انہیں قریب کیا راز کی باتیں کرنے کے لیے۔''

خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ (یوسف:۸۰)

ترجمہ: "الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔"

الندب

اس کا معنی نجیب اور ظریف ہے۔ اس کی جمع ندوب اور ندباء ہے۔

النذیر

یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ اس سے مراد امور کے انجام سے ڈرانا ہے۔ نذیر اور رسول میں عموم من وجہ کی نسبت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں دوسرے کے متعلق ایسی خبر دینے میں جمع ہیں جس سے ڈرا جائے لیکن رسول اس میں منفرد ہے کہ وہ کبھی کبھی ایسی خبر بھی دیتا ہے جس میں خوف نہیں ہوتا۔ نذیر اس منذر سے منفرد ہے جو اپنے بارے ایسی خبر دے جس سے خوف آئے۔ آپ کا یہ اسم گرامی اس لیے ہے کیونکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے۔ انہیں برے حساب سے خوفزدہ کرتے تھے۔ آپ کی شریعت مطہرہ کے احکام کی تبلیغ کرنے والے ہر مبلغ کو نذیر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ (الاحقاف:۲۹)

ترجمہ: "پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔"

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ: "اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا۔"

یعنی اہلِ اطاعت کو بشارت دینے والے اور نافرمانوں کو ڈرانے والے۔

النسیب

عمدہ نسب والے۔ یہ النسبۃ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے اشتراک۔ آپ کے نسب پر تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے۔

النصیح

یہ النصح سے فعیل بمعنی فاعل ہے۔

النعمۃ

اس سے مراد عمدہ حالت ہے۔ نعمت کا لفظ جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قلیل یا کثیر کو نعمت کہا جاتا ہے۔ دوسرے تک احسان پہنچانے کو انعام کہا جاتا ہے۔ بشرطیکہ جس تک یہ انعام پہنچ رہا ہے وہ گفتگو کرنے والوں میں سے

ہو۔ اس لیے نہیں کہا جاتا کہ فلاں نے گھوڑے پر انعام کیا۔

نعمة الله

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔ (ابراہیم: ۲۸)

ترجمہ: ''ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل دیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے۔''

میں نعمت کو بدلنے والے کفار قریش ہیں اور نعمت سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان:

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا۔ (النحل: ۸۳)

ترجمہ: ''وہ پہچانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اس کے باوجود وہ انکار کرتے ہیں اس کا۔''

میں نعمت سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔ یعنی وہ جانتے ہیں کہ آپ نبی و مرسل ہیں۔

النقيّ

میل کچیل سے پاک، گندگی سے منزہ و مطہر۔

النقيب

اسے ایک گروہ نے ذکر کیا ہے۔ جب بنو نجار کے نقیب حضرت ابوامامۃ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو بنو نجار نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لیے ان کی جگہ نقیب مقرر فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم میرے ننھال ہو۔ میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔'' نقیب کے بارے مختلف اقوال ہیں:

1. قوم کی گواہی دینے والا۔
2. امین۔
3. ضامن۔

قوم کا نقیب وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم کے مخفی حالات کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔

النور

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ (المائدہ: ۱۵)

ترجمہ: ''بے شک تشریف لایا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور۔''

ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس جگہ نور سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ۔ (النور: ۳۵)

ترجمہ: "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو۔"

میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نور سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ ابن جریر اور منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت کعب سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا۔ حضرت کعب نے فرمایا: "مثل نورہ کمشکاۃ" سے مراد طاق ہے۔ رب تعالیٰ نے اس سے حضور ﷺ کے قلب انور کی مثال بیان کی ہے "فیہا مصباح" سے مراد آپ کا قلب انور ہے۔ "فی زجاجۃ" سے مراد آپ کا سینہ اقدس ہے۔ "کانہا کوکب دری" میں حضور ﷺ کے سینہ اقدس کو روشن ستارے سے تشبیہ دی گئی ہے "یکاد زیتہا یضیئی" سے مراد ہے قریب ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کے لیے عیاں ہوں۔ خواہ آپ گفتگو نہ بھی فرمائیں۔ جس طرح کہ قریب ہے تیل آگ کے بغیر ہی روشنی دے۔

الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "المشکاۃ" حضور ﷺ کا پیٹ مبارک ہے۔ الزجاجۃ آپ کا قلب انور ہے۔ مصباح سے مراد وہ نور ہے جو آپ کے قلب انور میں ہے "توقد من شجرۃ مبارکۃ" میں شجرہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ "زیتونۃ لا شرقیہ ولا غربیہ" سے مراد ہے کہ وہ نہ یہودی ہیں نہ ہی نصرانی" پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ (آل عمران: ۶۷)

ترجمہ: "نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ وہ شرک کرنے والوں میں سے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آپ کی تعریف میں کہا ہے:

لو لم تکن فیہ آیات مبیّنۃ ۔۔۔ لکان منظرہ ینبیك بالخبر

ترجمہ: "اگر آپ میں واضح علامات نہ بھی ہوتیں پھر بھی آپ کا دلکش سراپا ہی تمہیں آپ کی صداقت کی خبر دے دیتا۔"

قاضی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ کے معاملہ کے واضح ہونے، آپ کی نبوت کے عیاں ہونے اور اہل ایمان اور اہل عرفان کے دلوں کو روشن کرنے کی وجہ سے آپ کو "نور" کہا جاتا ہے۔

یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے "ذوالنور" یعنی نور کا خالق، آسمانوں اور زمین کے انوار اور اہل ایمان کے دلوں کو ہدایت کے نور سے منور کرنے والا۔ دراصل نور اس کیفیت کا نام ہے۔ جو بالنفس قائم ہو۔ اس ذات کے مقابلہ میں ہو جو بذات خود روشن ہو۔ علامہ جوہری نے اسے الضیاء کہا ہے۔ لیکن یہ اس سے شدید ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا ہے: "یہ وہ منتشر روشنی ہے جو نگاہوں کی مدد کرتی ہے۔" اس کی دو اقسام ہیں:

1. جس کا ادراک بصیرت کی آنکھ سے ہو۔ اس سے مراد پھیلنے والا نور الٰہی ہے جیسے عقل کا نور قرآن پاک اور حضور ﷺ
2. جس کا ادراک بصارت کی آنکھ سے ہو۔ اس سے مراد وہ نور ہے جو اجسام سے نکلتا ہے۔ جیسے چاند، سورج وغیرہ۔

اس سے پہلے وہ فرق بیان ہو چکا ہے جو نور اور ضوء میں ہے۔ اس کے اور شعاع اور بریق کے مابین فرق یہ ہے۔ جیسے کہ شرح المواقف میں ہے کہ یہ دونوں وہ اشیاء ہیں جو نور طلب کرنے والے اجسام پر چمکتی ہیں گویا کہ یہ ان سے نکل رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ ان کے رنگ کو مغلوب کر دیں لیکن ضوء اور نور کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ضوء سے مراد وہ کیفیت ہے جو جسم کے ساتھ بذاتہٖ قائم ہو۔ دوسرے سے مراد وہ کیفیت ہے۔ جو جسم کے ساتھ لغیرہٖ قائم ہو۔ اگر یہ چمک اور دمک جسم کے لیے ذاتی ہو۔ جیسے کہ سورج کو حاصل ہے تو اسے شعاع کہتے ہیں یا جسم کے لیے غیر ذاتی ہو۔ دوسرے سے حاصل کردہ ہو جیسے آئینہ سے نکلنے والی روشنی جب اسے سورج کے سامنے کیا جائے اسے بریق کہتے ہیں۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے۔ شعاع ضوء کی طرف جسم کے لیے ذاتی ہوتی ہے۔ جبکہ بریق نور کی طرح ہوتی ہے۔ جو ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ دوسری چیز سے حاصل کردہ ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ضیاء نور سے شدید ہے تو رب تعالیٰ نے اس فرمان میں نور کے ساتھ تشبیہ کیوں دی ہے۔ ضیاء کے ساتھ تشبیہ کیوں نہیں دی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ضیاء کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تو عقلاء میں سے کوئی بھی گمراہ نہ ہوتا۔ رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ان میں سے بعض سعادت مند اور بعض شقی ہوں گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ سورج کی ضیاء میں کوئی گم کردہ راہ نہیں ہوتا۔ لیکن رات کو چلنے والا چاند کی روشنی کے باوجود گمراہ ہو جاتا ہے۔ اسی سے وہ حکمت بھی سمجھی جا سکتی ہے جو آپ کا اسم گرامی ضوء کو چھوڑ کر نور رکھنے میں ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی مثال مصباح کے نور سے بیان کی ہے۔ سورج کے نور سے بیان نہیں کی حالانکہ اس کا نور زیادہ مکمل اور اتم ہوتا ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن مصباح کے نور کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقصود یہ ہے جیسے کہ امام رازی نے لکھا ہے کہ نور کی قلب انور میں، قلب کی سینۂ اقدس میں اور سینۂ اقدس کی جسم اطہر میں مثال بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ چراغ کی طرح ہیں اس سے مراد چراغ کی بتی کی روشنی ہے۔ یہ بتی شیشے میں ہے شیشہ طاق میں ہے جہاں کوئی سوراخ نہیں ہے یہ مثال اسی طرح ہی مکمل ہو سکتی تھی جس طرح اس کا تذکرہ ہوا ہے۔ کیونکہ معرفت کے نور کے کئی آلات ہیں جن کا جمع ہونا ضروری ہے۔ جیسے فہم، عقل اور بیداری۔ اسی طرح چراغ کے نور کے لیے بھی تیل، شیشہ اور بتی کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سورج کا نور عالم سفلی کی طرف توجہ کر کے چمکتا ہے جبکہ معرفت کا نور عالم علوی کی طرف توجہ کر کے چمکتا ہے جیسے کہ چراغ کا نور۔ سورج کا نور دن کے وقت چمکتا ہے۔ جبکہ نور معرفت رات کے وقت چراغ کے نور کی طرح چمکتا ہے جبکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ سورج

کا نور ساری مخلوق کو ملتا ہے لیکن معرفت کا نور چراغ کے نور کی طرح بعض افراد کو ملتا ہے۔

نور الامم

امم کا ھادی۔

نور اللہ الذی لا یطفاء

اسے "خا" نے ذکر کیا ہے۔

نون

ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس آیت طیبہ میں نون سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ (القلم:۱)

ترجمہ: "ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔"

کہ نون سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

حرف الھاء

الھادی

اسے "یا" نے ذکر کیا ہے یہ ھدیٰ سے اسم فاعل ہے۔ اگر یہ حرف جر سے متعدی ہو تو اس سے مراد راہ نمائی کرنا ہے۔ اگر یہ بذاتِ خود متعدی ہو تو اس کا معنی وصول ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: "بلاشبہ آپ راہنمائی فرماتے ہیں صراط مستقیم کی طرف۔"

یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اس کا معنی ہے وہ ذات جو اپنے بندوں کے لیے معرفت کے رستہ کو منور کرے۔ حتیٰ کہ وہ اس کی ربوبیت کا اقرار کرلیں۔ یا اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کی اس چیز کی طرف راہ نمائی کرے جو اس کی معیشت کے لیے ضروری ہو۔ الھدایۃ کا اطلاق کبھی ہدایت کی تخلیق پر بھی ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں اس کی نفی ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ (القصص:۵۶)

ترجمہ: "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔"

کبھی اس کا اطلاق نرمی اور رفق کے ساتھ راہ نمائی کرنے پر بھی ہوتا ہے اس صورت میں یہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کا وصف ہوگا۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق داعی پر بھی ہوتا ہے جیسے:

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (الرعد: ۷)

ترجمہ: "ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہیں۔"

الهاشمی

آپ کے جد امجد ہاشم کی طرف منسوب کیا گیا۔ نسب پاک میں ان پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

الهجود

بہت زیادہ نماز تہجد پڑھنے والے یعنی رب تعالیٰ کی اطاعت میں رات کو قیام کرنے والے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل: ۷۹)

ترجمہ: "اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو۔ تلاوت قرآن کے ساتھ یہ نماز زائد ہے آپ کے لیے۔"

اس کی مزید تفصیل خصائص میں بیان کی جائے گی۔

الهُدٰی

ارشاد، دلالت، راہ نمائی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ۝ (النجم: ۲۳)

ترجمہ: "حالانکہ آگئی ہے ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت۔"

یہ مصدر ہے۔ مبالغہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ حضور ﷺ کا اسم گرامی رکھا گیا ہے۔ امام احمد علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین اور اہلِ ایمان کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا۔"

هدية الله

الهمام

عظیم بادشاہ۔

الهمة

سید، سردار، سخی، بہادر۔

الھیّن

سکینت و وقار۔ ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب الھین اللین مخفف سے تعریف کرتے اور مثقل سے مذمت کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید جب یہ مثقل ہو تو یہ نرمی اور رفق کی کثرت پر دلالت کرتے ہیں نتیجتاً یہ دونوں امر اس جگہ ہوتے ہیں جہاں جہاں سختی اور شدت کا تقاضا ہوتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التوبہ:۷۳)

ترجمہ: "اور سختی کیجئے ان پر۔"

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: "کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔"

لیکن جب یہ مخفف ہوں تو یہ اس کا تقاضا نہیں کرتے۔ یہ اصل وصف کے حصول کا تقاضا کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ انہیں اپنے اپنے مقام پر استعمال کیا جائے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (الحجر:۸۸)

ترجمہ: "اور نیچے کیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لیے۔"

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: "بڑے رحمدل ہیں آپس میں۔"

یا اس لیے کہ الھَون کا مخفف سہولت کے معنی میں ہے اور اس کا مثقل ذلت اور رسوائی کا معنی میں ہے۔

حرف الواو

الواجد

اسے "عا" نے ذکر کیا ہے اس کا معنی عالم یا غنی ہے یہ الجدۃ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی استغناء ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ اس کا معنی ہے وہ غنی یا عالم جو کسی کا محتاج نہ ہو لیکن دوسرے اس کے فیض و کرم کے منتظر ہوں۔

الواسط

اسے "د" نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ہے جو نسب کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ فلاں اپنی قوم میں سے وسیط ہے یعنی وہ نسب کے اعتبار سے بلند ہے۔ واسط اس جوہر کو کہا جاتا ہے جو ہار کے وسط میں ہوتا ہے۔

الواعد

یہ الوعد سے اسم فاعل ہے۔ جب اسے مطلق بولا جائے تو یہ خیر کے لیے ہوتا ہے۔ جبکہ وعید شر کے لیے استعمال ہوتا ہے بشرطیکہ ڈرانے یا خوشخبری دینے پر کوئی قرینہ پایا جائے۔

الواسع

کثیر جود و کرم کرنے والے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے اس کا معنی ہے ہر چیز کو محیط۔ یا جس کا رزق ساری مخلوق سے زیادہ ہو یا جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہو۔ یا عطاء کرنے والا یا عالم یا غنی۔

والواضع

زائل کرنے والے، قطع کرنے والے۔ یہ الوضع سے اسم فاعل ہے یہ الحط سے اعم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ۔ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "اور اُتارتا ہے ان سے اُن کا بوجھ۔"

الامر سے مراد وہ بوجھ ہے جو اٹھانے والے کو حرکت کرنے سے روک دے۔ یہ بنو اسرائیل کی تکالیف اور مشکلات کی مثال ہے۔ جیسے توبہ کے لیے خود کو قتل کرنا، خطا کرنے والے عضو کو کاٹ دینا وغیرہ۔

الواعظ

"د" نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ (سبا:۴٦)

ترجمہ: "صرف میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہے۔"

الوعظ سے مراد ڈرانا ہے۔ خلیل نے کہا ہے اس سے مراد خیر کی یاد کرانا ہے جس سے دل پگھل جائیں جوہری نے کہا ہے اس سے مراد نصیحت کرنا اور آخرت یاد کرنا ہے۔

الوافی

یہ الوفی سے مشتق ہے۔ آپ کے خَلق اور خُلق کے کمال کی وجہ سے اور کسی دوسرے کے مقابلہ زیادہ عقل و دانائی کی وجہ سے آپ کا یہ اسم مبارک ہے:

وَافٍ وَ مَاضٍ شهاب يستضاءُ بِهٖ   بدر انار على كل الانجيل

ترجمہ: "آپ عقل میں بالا ہیں۔ آپ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ آپ سے نورانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ ایسے مکمل چاند ہیں جو ہر انجیل پر تاباں ہوئے۔"

الوالی

اس کا معنی مالک، یا بادشاہ یا حاکم ہے۔ یہ الوفاء سے مبالغہ کا صیغہ فعیل کے وزن پر ہے۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ وعدہ کی پاسداری کرنے والے تھے۔ یہ ولایت سے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی امارت ہے۔ یا وہ معزز جو بلند مرتبہ امور کے قریب ہو۔ اس وقت یہ الولاء سے مشتق ہوگا جو قریب کے معنی میں ہوگا۔ یہ اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

الوجیہ

رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت واحترام والے۔

الورع

متقی۔ یہ الورع سے اسم فاعل ہے۔ ابن یونس نے کہا ہے کہ الورع سے مراد ہر شبہ سے نکل جانا اور ہر طرف سے نفس کا محاسبہ کرنا ہے۔

الوسیم

حسین، خوبصورت چہرے والے۔

الوسیلہ

جس سے قدر اور شرف والی ذات کا قرب نصیب ہو۔ آپ مخلوق کا رب تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

الوصیّ

خلیفہ۔ کسی کے بعد امر کو قائم کرنے والے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تبلیغ و رسالت کا امر قائم کیا۔ جنہوں نے آپ کی بشارت دی تھی۔ آپ کی رسالت کی خبر دی تھی اور آپ کی اتباع پر ابھارا تھا۔

الوفیّ

اس کا تذکرہ ''د'' نے کیا ہے۔ مکمل خَلق و خُلق والے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو الوفاء سے مشتق ہے۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے تھے۔ الابر میں قاضی علیہ الرحمۃ کا قول گزر چکا ہے۔ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا ''کیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں؟'' اس نے کہا: ''نہیں'' یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے۔

ولیّ الفضل

فضل و احسان کرنے والے۔

الولیؒ

ناصر، سرپرست، امت کی مصلحتوں کے نگران رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (المائدہ:۵۵)

ترجمہ: "صرف تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک)۔"

رب سے پیار کرنے والا، یا ولایت سے متصف۔ اس سے مراد حقائق سے پردہ اٹھانا ہے۔ دنیا کے علائق سے قطع تعلق ہوجانا ہے۔ مخلوق کے باطن میں تصرف کرنا ہے۔ علامہ قشیری نے ولی کے دو معانی ہیں:

- فعیل مفعول کے معنی میں۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جسے رب تعالیٰ اپنے امور کا والی بنادے۔ اسے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے نفس کے سپرد نہ کرے۔
- فعیل بمعنی فاعل۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جو رب تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا ولی بنتا ہے۔ وہ لگا تار نیک عمل کرتا ہے اور اس سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ (الشوریٰ:۲۸)

ترجمہ: "اور وہی کارساز حقیقی (اور) سب تعریفوں کے لائق ہے۔"

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ (البقرہ:۲۵۷)

ترجمہ: "اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔"

الوهاب

یہ الهبہ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی عوض کے بغیر مال خرچ کرنا ہے۔ مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔ یہ رب تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جو استحقاق کے مطابق عطا کرتی ہے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہو اسے خرچ کرنے میں ناراض نہ ہوتی ہو۔

حرف الیاء

الیتیم

یہ الیتیم سے اسم فاعل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بچے کے والد کا اس کی بلوغت سے قبل فوت ہوجانا۔ حیوانات کی ماں مرنے کی وجہ سے انہیں یتیم کہا جاتا ہے۔ ہر منفرد کو بھی یتیم کہا جاتا ہے۔ اسی سے درِ یتیم ہے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾ (الضحیٰ:۶)

ترجمہ: "کہ اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر اپنی آغوش رحمت میں جگہ دی۔"

میں ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے ہم نے آپ کو قریش میں در یتیم اور منفرد نہیں پایا۔

یٰسٓ

ایک جماعت نے آپ کا یہ اسم گرامی ذکر کیا ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابوطفیل سے اور امام بیہقی نے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ معنی روایت کیا ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے اگر یہ آپ کا اسم ہوتا تو یہ "یا یسین" ہوتا۔ جیسے کہ اس نے فرمایا:

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ۔ (یوسف:۴۶)

ترجمہ: "اے یوسف! اے صدیق!"

ابن دحیہ نے لکھا ہے "یہ ضروری نہیں۔ کلبی نے اسے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے اسے حرف یاء کو محذوف کر کے پڑھا ہے۔

اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی نام رکھے ہیں جن کا تذکرہ الخصائص میں آئے گا۔

چوتھا باب

آپ کی کنیت

علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ کنیت کی اصل یہ ہے کہ یہ کنایہ سے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز سے گفتگو کی جائے مگر اس کا غیر سمجھا جائے۔ مثلاً کہا جاتا ہے فلاں کی کنیت ابوالحسن ہے۔ میں نے اس کی کنیت ابوزید رکھی۔ یہ مخفف اور مثقل دونوں طرح استعمال ہوتی ہے۔ مگر مخفف استعمال اکثر ہے۔ کنیت کسی شخص کے احترام اور تعظیم کے لیے استعمال کی جاتی ہے تاکہ خطاب میں اس کے نام کی صراحت نہ ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

اکنیه حین انادیه لاکرمه ولا القبهُ السَّوأةَ اللقبُ

ترجمہ: "میں جب اسے پکارتا ہوں تو اسے کنیت سے پکارتا ہوں تاکہ اس کا اکرام کروں اسے لقب سے نہیں پکارتا۔ لقب ایک معیوب امر ہے۔"

کنیت صرف انسان کے ساتھ مختص ہے۔ کسی اور مخلوق کی کنیت نہیں ہوتی۔ اصل یہی ہے۔

اسی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عرب کے پہلے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس میں قابلیت کے جوہر تھے۔ جب وہ کچھ پروان چڑھا اور اس قابل ہوا کہ وہ کچھ آداب سیکھے تو بادشاہ نے پسند کیا کہ آبادی سے دور اس کے لیے ایک محل تعمیر کرے۔ وہ بچہ اس میں ٹھہرے اس میں ملوکانہ آداب سیکھے۔ وہ ایسے افراد سے نہ ملے جو اس کے اخلاق بگاڑ دے۔ بادشاہ نے جنگل میں ایک محل تعمیر کیا۔ بچے کو اس میں منتقل کیا۔ اس کے لیے ایسے افراد منتخب کیے جو اس کو علم اور ملوکیت کے آداب سکھائیں۔ بادشاہ نے ان کی دنیاوی ضروریات کو پورا کیا۔ پھر اس بچے کے چچازاد اور امراء کے بچوں کو اس کے پاس چھوڑا۔ تاکہ وہ اس کے ساتھ پیار کریں۔ اس کے آداب سیکھیں۔ ان کی موافقت کی وجہ سے اسے بھی ادب نصیب ہو جائے۔ بادشاہ ہر سال اپنے بچے کے پاس جاتا تھا اس کے ہمراہ وہ لوگ بھی ہوتے تھے جن کے بچے اس بچے کے ہمراہ تھے تاکہ وہ اپنی اولاد سے ملیں۔ جب وہ ان تک پہنچے تو بادشاہ کے بیٹے نے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جو بادشاہ کے ہمراہ آئے تھے۔ بادشاہ نے کہا: "یہ ابوفلاں ہے، یہ ابوفلاں ہے۔" اس سے مراد ان بچوں کے باپ تھے جو اس بچے کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ انہیں ان کے باپوں کے ساتھ نسبت سے ہی جانتا تھا۔ اس سے

عرب میں کنیت رکھنے کا رواج پڑ گیا۔
حضور ﷺ کی کئی کنیتیں تھیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

ابو القاسم

یہ کنیت سب سے مشہور ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور ﷺ بقیع میں چل رہے تھے۔ کسی نے آپ کو اس طرح آواز دی ''ابو القاسم'' آپ نے سراقدس اس کی طرف کیا تو اس نے کہا: ''میں نے آپ کو نہیں بلایا۔ میں نے تو فلاں کو بلایا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میرا نام تو رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔ مجھے قاسم بنایا گیا ہے میں تمہارے مابین تقسیم کرتا ہوں۔'' اسی حدیث پاک سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی کنیت ابو القاسم تھی۔

علامہ الغزقی اور ابوالحسن سلام بن عبداللہ باہلی نے اپنی کتاب "الذخائر والاعلاق فی آداب النفوس و مکارم الاخلاق" میں لکھا ہے کہ آپ کی یہ کنیت اس لیے ہے کیونکہ آپ روزِ حشر اہلِ جنت میں جنت تقسیم کریں گے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ جمہور اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ آپ اپنے لختِ جگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے نام نامی پر اپنی کنیت رکھی۔ آپ کی اولاد اطہار میں سے یہی سب سے پہلے پیدا ہوئے اور سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا۔

ابو ابراهيم

امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کے بارے آپ کے نفس میں کچھ تردد تھا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس آئے اور یوں سلام عرض کیا:

"السلام عليك يا ابا ابراهيم"

ابو الارامل

اس کا ذکر ابن دحیہ نے کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "صاحب الذخائر والاعلاق" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ابو المؤمنين

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:٦)

ترجمہ: "نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد "وھو اب لھم" پڑھا ہے۔ یعنی آپ شفقت، رافت اور محبت میں امت کے لیے باپ کی طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ 18-08-2011 بروز جمعرات بمطابق 17 رمضان المبارک کو سبل الہدیٰ کی پہلی جلد کے ترجمہ سے فراغت نصیب ہوئی۔ رب تعالیٰ اسے اپنی درگاہِ والا میں قبول فرمائیں۔ آمین!

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

(اردو ترجمہ)

سُبلُ الھُدیٰ والرّشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد دوم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آپ کے جسدِ اطہر کے اوصاف

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ نے آپ کے اعضائے مبارکہ کے اوصاف پر ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الآیات البینات فیما فی اعضاء رسول اللہ من المعجزات" ہے میں عنقریب اس کا خلاصہ بہت سے اضافوں کے ساتھ لکھوں گا۔ مقصد صرف آپ کے جسم مطہر کے اوصاف تحریر کرنا ہے۔ میں زیادہ فائدہ کے لیے بعض معجزات کا بھی تذکرہ کروں گا۔

پہلا باب

آپ کا حسن و جمال

ربّ تعالیٰ نے نفوس کو مختلف درجات پر پیدا فرمایا ہے بعض حسن و جمال کی انتہا پر بعض متوسط اور بعض نچلے درجہ میں ہیں۔ پھر ہر مرتبہ کے کئی درجات ہیں۔ انبیاء کرام حسن و جمال کے بلند ترین درجہ پر ہوتے ہیں ان کے اجسام مطہرات پر کوئی عیب نہیں ہوتا۔ ان کے اجسام بہت حسین ہوتے ہیں۔ پھر حسن و جمال میں ان کے بھی درجات ہیں ہمارے نبی کریم سید الانبیاء ﷺ مزاج کے اعتبار سے سارے انبیاء سے عمدہ، جسم کے اعتبار سے اکمل روح کے اعتبار سے پاکیزہ ہیں۔ ہم آپ کے بعض اوصاف اور اخلاق کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جس سے تمہارے لیے یہ امر آسان ہو جائے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ حسین ہو۔''

صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی آپ کی ایسی ذات تھی جس کا جسم منور بہت خوبصورت تھا۔'' حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ آپ دور سے سب سے خوبصورت اور قریب سے سب سے حسین و جمیل تھے۔'' (امام بیہقی)

حضرت جابر بن سمرہ نے روایات کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک چاندنی والی رات میں آپ کی زیارت کی آپ نے سرخ حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ میں کبھی آپ کو اور کبھی چاند کو دیکھتا رہا۔ آپ میری آنکھوں کو چاند سے زیادہ خوبصورت لگے۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے بال کانوں کی لوتک ہوں اور وہ سرخ حلہ میں حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت لگتا ہو۔ (مسلم، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ حلیہ کے اعتبار سے سارے انسانوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔''

حضرت طارق بن عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم عازم سفر ہوئے ہمارے ہمراہ ہودج میں ایک عورت بھی تھی۔ حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ کے قریب اترے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس عورت نے کہا: ''میں نے کسی کا چہرہ نہیں دیکھا

جو چودھویں کے چاند سے ملتا جلتا ہو۔ مگر آپ کا چہرہ سب سے زیادہ ماہِ کامل سے ملتا تھا۔''

ابو اسحاق الہمدانی نے اس عورت سے کہا جس نے حضور ﷺ کے ہمراہ حج کرنے کی سعادت حاصل کی تھی ''میرے لیے حضور ﷺ کے حسن و جمال کی تشبیہ بیان کرو۔'' اس نے کہا ''آپ ماہ تمام کی طرح تھے۔ میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔''

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے حضرت ربیع بنت مسعود سے کہا: ''میرے لیے حضور ﷺ کا سراپا بیان کریں۔'' انہوں نے فرمایا: ''میرے بیٹے! اگر تم آپ کو دیکھ لیتے تو کہتے گویا کہ سورج طلوع ہے۔''

طیبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ گویا کہ تم دیکھتے کہ سورج نکل آیا ہے۔ آپ کے نفس پاک سے ہی سورج کو نکالا گیا ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کسی کو حضور ﷺ سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھا۔ گویا کہ سورج آپ کے چہرۂ انور میں رواں تھا۔'' علامہ طیبی نے لکھا ہے سورج کے فلک میں چمکنے کو آپ چہرہ انور میں حسن کے رواں ہونے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس سے شاعر کا یہ قول بھی ہے:

یزیدك وجهه حسنا　　اذا ما زدته نظرا

ان کا چہرہ حسن میں تمہارے لیے اور اضافہ کر دے گا۔ جب تم ان کی زیارت کے لیے نظر کا اضافہ کرو گے اس میں تشبیہ کا عکس بھی ہے اور یہ مبالغہ کے لیے بھی ہے یہ بھی جائز ہے کہ یہاں خبر استقرار مقدار ہو اور یہ تناسی التشبیہ کے باب سے ہو۔ آپ کے چہرہ انور کو اس کا مقر اور جگہ بنایا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے یہ تناہی تشبیہ ہو۔ آپ کے چہرہ انور کو تشبیہ کے لیے جگہ اور مقر بنایا گیا ہو۔ کسی شاعر نے کتنا خوب لکھا ہے۔

لم لا یضئی بك الوجود ولیله　　فیه صباح من جمالك مسفر

فبشمس حسنك كل یوم مشرق　　و ببدر وجهك كل لیل مقمر

ترجمہ: ''آپ کی وجہ سے کائنات اور اس کی رات روشن کیوں نہ ہو۔ اس میں آپ کے جمال کی روشن صبح ہے۔ آپ کے حسن کے سورج کی وجہ سے ہر دن روشن ہے۔ آپ کے چہرہ کے چاند کی وجہ سے ہر رات چاندنی والی ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آ گیا۔ آپ کسی چراغ کے ساتھ کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آ گیا۔

حضرت ام معبد نے روایت کیا ہے حضور ﷺ بہت زیادہ حسین و جمیل تھے۔ آپ کا حسن سب کے لیے عیاں

تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ہر حسین چیز دیکھی ہے لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین و جمیل چیز نہیں دیکھی۔" حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ آپ بہت زیادہ بلند قامت نہ تھے۔"

تنبیہ

ابن منیر، زرکشی وغیرہما نے آپ کے اس فرمان کے بارے جو آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہیں حسن کا حصہ (نصف) عطا کیا گیا، کہا ہے: "بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں دوسرے نصف میں دوسرے لوگ شریک ہیں لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ آپ کی مراد یہ ہے کہ جو حسن و جمال ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا اس کا نصف حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا کیا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس حسن کا نصف عطا کیا گیا جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا گیا تھا۔ آپ حسن کی انتہا پر تھے حضرت یوسف کو اس کا نصف دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام ترمذی نے حضرت قتادہ سے اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث کیا اس کا چہرہ اور آواز خوبصورت تھی۔ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ اور آواز کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین ہیں۔"

نفطویہ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ (النور: ۳۵)

ترجمہ: "قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔"

کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ضرب المثل رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان کی ہے، یعنی آپ کی نگاہِ ناز ہی آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی۔ اگرچہ آپ قرآن پاک کی تلاوت نہ بھی کریں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا ہے:

لو لم تكن فيه آيات مبينة   كانت بداهة نبيك بالخبر

ترجمہ: "اگر آپ کے پاس واضح معجزات نہ بھی ہوتے پھر بھی آپ کا سراپا تمہیں آپ کے بارے سچی خبر بتا دیتا۔"

امام قرطبی نے لکھا ہے "بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہمارے لیے آپ کے سارے حسن کو آشکارا نہیں کیا گیا اگر آپ کا سارا حسن آشکارا کر دیا جاتا تو ہماری آنکھوں میں آپ کی زیارت کرنے کی تاب نہ ہوتی۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے:

فهو الذی تم معناه و صورتهٗ   ثم اصطفاه حبيبا بارئ النسم

ترجمہ: "آپ وہ ذات بابرکات ہیں جس کی صورت اور سیرت مکمل ہوگئی تو خالق کائنات نے آپ کو اپنا حبیب منتخب کر لیا۔"

منزہ عن شریك فی محاسنہ فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

ترجمہ: "آپ اس امر سے بالاتر ہیں کہ آپ کے اوصاف میں کوئی اور شریک ہو سکے آپ کا جوہر حسن تقسیم نہیں ہو سکتا۔"

اعیا الوری فهم معناہ فلیس یری للقرب والبعد فیه غیر منفخم

ترجمہ: "آپ کے کمالات کے سمجھنے سے قوم کو عاجز کر دیا گیا ہے۔ خواہ کوئی آپ کے قریب ہے یا بعید وہ آپ کے کمالات بیان کرنے سے عاجز ہی ہے۔"

کالشمس تظهر للعینین من بعد صغیرۃً و تکل الطرف من امم

ترجمہ: "آپ کی مثال سورج کی سی ہے جو دور سے آنکھوں کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور وہ نزدیک سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔"

مشرف بن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

و علی تفنن واصفیه بحسنہ یفنی الزمان و فیه ما لم یوصف

ترجمہ: "آپ کے سراپا کو بیان کرنے والے گوناگوں افراد کا زمانہ ختم ہو گیا ہے مگر آپ کا ایک وصف بھی بیان نہیں ہو سکا۔"

سیدی علی بن ابن وفا نے آپ نے حسن و جمال میں کتنے خوبصورت اشعار کہے ہیں:

کم فیه للابصار حسن مدهش کم فیه للارواح راح مسکر

ترجمہ: "آپ میں کتنا ہی حسن ہے جو دیکھنے والے کو مدہوش کر دیتا ہے۔ آپ کے حسن میں ارواح کے لیے کتنی ہی لذت اندوز راحت ہے۔"

سبحان من انشأ من سبحاتہ بشرا باسرار الغیوب یبشر

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت سے ایک کامل بشر پیدا کیا جو غیب کے اسرار کی بشارت دیتے ہیں۔"

قاسوا جهلا بالغزال تغزلا هیهات یشبهه الغزال الاحور

ترجمہ: "لوگ جہالت کی وجہ آپ کی تعریف میں آپ کو ہرن کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ کو سیاہ آنکھ والے ہرن سے تشبیہ دی جائے۔"

هذا و حقك ماله من مشبه وَاَرٰی المشبه بالغزالة یکفر

ترجمہ: "تمہارے حق کی قسم آپ کو ہرن کے ساتھ تشبیہ دینا درست نہیں میرا خیال ہے کہ آپ کو ہرن کے ساتھ تشبیہ دینے والا کفرانِ نعمت کرتا ہے۔"

یاتی عظیم الذنب فی تشبیہٖ　　لولا رب جمالہ یستغفر

ترجمہ: "وہ آپ کو اس طرح تشبیہ دینے میں عظیم گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ آپ کے حسن و جمال کے خالق کے حضور توبہ کیوں نہیں کرتا۔"

فخر الملاح بحسنہم و جمالہم　　و بحسنہٖ کل المحاسن تفخر

ترجمہ: "حسین لوگ اپنے حسن و جمال پر فخر کرتے ہیں، جبکہ ہر ہر محاسن آپ کے حسن پر فخر کرتا ہے۔"

فجمالہ مجلی لکل جمیلۃ　　ولہ منار کل وجہ نیر

ترجمہ: "آپ کا جمال ہر خوبصورتی کی جلوہ گاہ ہے۔ ہر ہر اعتبار سے آپ کے لیے ایک روشن مینار ہے۔"

جنات عدن فی جنی و جناتہٖ　　و دلیلہ ان المراشف کوثر

ترجمہ: "آپ کے رخساروں کے سونا میں عدن کے باغات ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا حوضِ کوثر ہے۔"

ھیہات الھو عن ھواہ بغیرہٖ　　والغیر فی حشر الاجانب یحشر

ترجمہ: "اگر میں آپ کو چھوڑ کر کسی اور سے محبت کروں تو یہ افسوس ہے، غیر کو تو روزِ حشر اجنبیوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔"

کتب الغرام علی فی اسفارہٖ　　کتبا تؤوّل بالھوٰی و تفسر

ترجمہ: "عشق نے اپنے بارے میں میرے لیے ایسی کتب تحریر کیں ہیں، محبت کے ساتھ جن کی تفسیر اور تاویل کی جاتی ہے۔"

فدع المدعیّ وما ادعاہ من الھوٰی　　فدعیہ بالھجر فیہ یھجر

ترجمہ: "محبت میں دعویٰ کرنے والے کو اور اس کے دعویٰ کو ترک کر دو۔ اس دعویٰ میں وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔"

و علیك بالعلم العلیم فانہ　　لخطیبہ فی کل خطب منبر

ترجمہ: "تم علیم ذات کی علامتوں کو لازم پکڑو۔ ان کے اوصاف بیان کرنے والے کو ہر حالت میں منبر نصیب ہوتا ہے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی رنگت مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ روشن رنگت والے تھے۔ آپ نہ تو گندم گوں تھے اور نہ رنگت شدید سفید تھی۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کی رنگت میں سرخی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت اس طرح سفید تھی گویا کہ آپ کو چاندی سے بنایا گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔

(امام احمد، ترمذی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت تاباں تھی۔ مگر وہ شدید سفید نہ تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رنگت کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ ابوالطفیل نے کہا ہے: ''حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی چہرہ انور خوبصورت تھا۔'' (بخاری، مسلم، احمد)

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سفید تھی، آپ کا چہرۂ انور حسین تھا۔ آپ کا قد میانہ تھا۔

حضرت علی نے فرمایا ہے کہ آپ کی رنگت تاباں تھی۔ (بیہقی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت سارے انسانوں سے حسین تھی۔ (ابن جوزی)

حضرت ام معبد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی رنگت بہت خوبصورت تھی۔ (بیہقی)

حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ تاباں جسم والے اور صاف رنگت والے تھے۔ (ترمذی، بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو کالی چادر پیش کی گئی آپ نے اسے زیب بدن فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''عائشہ! یہ تمہیں کیسی لگتی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یہ تو آپ پر بہت خوبصورت لگ رہی

ہے۔اس کی سیاہی آپ کی سفیدی میں اور آپ کی سفیدی اس کی سیاہ رنگت میں گھل مل گئی ہے۔" (ابن عساکر)

تنبیہات

1. امام احمد، یعقوب بن سنان، بزار، حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کی رنگت مبارک گندم گوں تھی۔" امام احمد نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔آپ کی سفید رنگت گندم گوں رنگت کی طرف میلان رکھتی تھی۔امام احمد نے حسن سند کے ساتھ لکھا ہے سفیدی گندم گو رنگت کی طرف میلان رکھتی تھی۔

ابن ابی شیبہ نے اپنے شیخ حضرت ھوذہ سے، امام احمد نے اپنے شیخ محمد بن جعفر سے اور ابونعیم نے روح سے روایت کیا ہے کہ حضرت یزید الفارسی نے فرمایا: "میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔میں نے اس خواب کا تذکرہ حضرت ابن عباس سے کیا تو انہوں نے فرمایا: "آپ کا حلیہ بیان کرو۔" میں نے حلیہ مبارک بیان کیا جس میں تھا کہ آپ کی رنگت گندم گوں تھی۔جو سفیدی طرف مائل تھی۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: "اگر تم آپ کو عالم بیداری میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ بیان نہ کر سکتے۔" الحافظ نے لکھا ہے "ان روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ گندم گوں رنگت سے مراد وہ سرخی ہے جس میں سفیدی کی آمیزش ہے۔مثبت سفیدی سے مراد وہ سفیدی ہے جس میں سرخی کی آمیزش ہو۔منفی سے مراد وہ سفیدی ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو۔اس رنگت کو اہلِ عرب ناپسند کرتے تھے۔اسے شدید سفید رنگت کہتے تھے۔"

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ وہ رنگت جس میں کوئی شک و شبہ نہیں وہ سفید روشن ہے۔وہ اعضاء مبارکہ جو دھوپ یا ہوا میں تھے۔ان میں سرخ یا گندم گوں رنگت کی آمیزش تھی۔آپ کے کپڑوں کے نیچے رہنے والے اعضاء کی رنگت بہت سفید تھی۔

بعض علماء نے ان کی یہ کہہ کر گرفت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا کوئی امر مخفی نہ تھا۔حتیٰ کہ وہ آپ کا ایسا وصف بیان کرتے جو آپ کا نہ ہوتا۔کیونکہ وہ ہمہ وقت آپ کے قریب رہتے تھے۔آپ ہر وقت دھوپ میں نہیں رہتے تھے۔اگر کبھی کبھار حاضر خدمت ہونے والا آپ کا یہ وصف بیان کرتا اور وہ اس وقت حاضر ہوتا۔جب دھوپ نے آپ کی رنگت متغیر کر دی ہو تو یہ ممکن ہے بہتر یہ ہے ان روایات میں گندم گوں رنگت کو اس سرخی پر محمول کیا جائے جس میں سفیدی کی آمیزش ہو۔

میں کہتا ہوں کہ بعض علماء کے قول کہ حضرت انس پر آپ کی رنگت مخفی نہ تھی۔ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ کی رنگت سفید تھی۔گندم گوں نہ تھی۔جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا ہے۔روایات میں سے یہ صحیح ترین روایت ہے۔دیگر راویوں نے اسی روایت کی اتباع کی ہے۔

الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ حضرت حمید نے حضرت انس سے "اسمر اللون" روایت کیا ہے جبکہ ان سے دیگر راویوں نے "ازھر اللون" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ پھر ہم نے حضرت انس کے علاوہ ان راویوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کا حلیہ بیان کیا ہے ان سب نے آپ کا وصف سفید رنگت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے گندم گوں رنگت سے حلیہ بیان نہیں کیا۔ ان کی تعداد پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔

ابوالحسن ابن الضحاک نے کتاب الشمائل میں انہیں شمار کیا ہے ان میں حضرات ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، علی المرتضیٰ، ابوجحیفہ، ابن عمر، ابن عباس، ہند بن ابی ہالہ، حسن بن علی، ابوطفیل، مخرش کعبی، ابن مسعود، براء بن عازب سعد بن ابی وقاص، عائشہ صدیقہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ انہوں نے دس حضرات کی احادیث اور ان کی اسناد ذکر کیں ہیں۔ پھر فرمایا: "جو روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو جمہور کی موافقت کرتی ہے وہی اولیٰ اور راجح ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا چاہیے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

جو ابویزید فارسی کی روایت ہے کہ آپ کی رنگت گندم گوں تھی جو سفیدی کی طرف مائل تھی۔ تو یہ روایت کی خطا ہے۔ دوسری روایت صحیح ہے۔

◆ عبداللہ بن امام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "آپ کی رنگت شدید سفید تھی۔" حضرت ابوہریرہ سے امام بزار اور یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ آپ کی رنگت شدید سفید تھی۔ یہ روایت حضرت انس کی روایت کے مخالف ہے۔ امام مسلم کی روایت ہے کہ آپ کی رنگت سفید تھی جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ ان دونوں روایات میں سے یہ روایت اصح ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ ان سے مراد وہ اعضائے مبارکہ ہیں جن پر دھوپ نہیں پڑتی تھی۔

◆ ابوزید المروزی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ کا رنگ سفید نہ تھا بلکہ شدید سفید تھا۔ اس روایت کی شرح میں داؤدی نے اعتراض کیا ہے قاضی نے لکھا ہے کہ یہ وہم ہے اور کہا ہے "شاید اس شخص کی روایت صحیح ہے جس نے کہا ہے کہ آپ کی رنگت نہ سفید تھی نہ گندم گوں تھی۔"

الحافظ نے لکھا ہے "یہ جید نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی رنگت نہ تو بہت زیادہ سفید تھی۔ نہ ہی زیادہ گندم گوں تھی۔ بلکہ آپ کی سفید رنگت میں سرخ رنگت کی آمیزش تھی جو اس طرح کی رنگت والا ہوتا تھا۔ اسے "اسمر" کہا جاتا ہے اسی لیے حضرت انس کی روایت میں ہے "کان اسمر" آپ کی رنگت گندم گوں تھی۔ الحافظ نے لکھا ہے "ان سب روایات سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ مروزی کی روایت امھق لیس بالابیض مقلوب ہے۔ کیونکہ اس کی توجیہ ممکن ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے امھق سے مراد ایسا اخضر رنگ ہو جس میں نہ سفیدی ہو نہ ہی گندم گوں رنگت اور سرخ رنگت غالب ہو۔ رؤبۃ سے روایت ہے کہ امھق پانی کی سبز رنگت کو کہا جاتا ہے۔ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو یہ توجیہ اس وقت ہوگی۔ جبکہ

کئی طرق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کی رنگت سفید تھی۔

- قاضی نے احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون نے لکھا ہے کہ جس شخص نے کہا: "حضور ﷺ کی رنگت سیاہ تھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ کے اوصاف میں سے کسی صفت کو جھٹلانا کفر ہے جو قتل کو واجب قرار دیتا ہے۔" لیکن حقیقت اس طرح نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ایسے قرینہ کا ہونا ضروری ہے جس سے یہ شعور ملتا ہو کہ اس نے آپ کا عیب بیان کرنے کی جسارت کی ہے۔

✿✿✿

تیسرا باب

آپ کا سر اقدس اور زلف معنبر کے اوصاف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ اس روایت کو امام بخاری، ابوالحسن بن الضحاک نے حضرت جبیر بن مطعم سے، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ہند بن ابی ہالہ سے اور امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا سر اقدس بڑا تھا۔ آپ کے بال مبارک نہ سیدھے تھے نہ ہی گھنگھریالے تھے۔ جب مانگ نکالی جاتی تھی تو مانگ نکل آتی تھی، آپ کے گیسوئے پاک کانوں کی لوئے بڑھے ہوئے نہ تھے۔ آپ کے بال مبارک بہت گھنے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نہ تو آپ کے بال گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ ان کے درمیان تھے۔" (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر اقدس پر بہت زیادہ بال تھے۔ آپ کے بال نہ سیدھے تھے نہ ہی گھنگھریالے تھے بلکہ ان کے درمیان تھے۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے آپ کے حلیہ میں فرمایا ہے: "آپ کے بال کم نہ تھے جو آپ کو عیب دار بناتے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ ان امور میں اہلِ کتاب کی موافقت کرتے تھے جن میں آپ کو کسی چیز کا حکم نہ دیا گیا ہوتا۔ اہلِ کتاب اپنے بال لٹکاتے تھے۔ مشرکین اپنے بالوں کی مانگ نکالتے تھے۔ پہلے حضور ﷺ نے اپنے بال لٹکائے پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کے بال مبارک دو اقسام کے مابین تھے۔ نہ تو بالکل سیدھے اور نہ ہی گھنگھریالے تھے۔ بلکہ ان کے مابین تھے۔ وہ آپ کے کندھوں اور کانوں کے مابین تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے بال مبارک آپ کے کانون کے نصف تک تھے۔

حضرت علی بن حجر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے بال نہ سیدھے تھے نہ ہی گھنگھریالے تھے بلکہ ان کے مابین تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور ﷺ کی کنگھی کیا کرتی تھی۔ میں آپ

کے سر کے اوپر سے بالکل آنکھوں کے درمیان سے مانگ نکالا کرتی تھی۔ ابن سحاق، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ کے سر کے اوپر (مغز والی جگہ) سے مانگ نکالتی تھی آگے کے بال آپ کی پیشانی پر گرا دیتی تھی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے بال آپ کے کندھوں تک تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے بال کانوں سے نیچے اور شانوں سے اوپر تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ کی چار مینڈھیاں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور ﷺ جب کنگھی فرمایا کرتے تھے تو آپ کے بال گویا کہ ریت میں بل کی طرح ہوتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بال آپ کے کانوں اور شانوں کے مابین تھے۔

عبدالمجید بن جعفر نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی۔ انہوں نے اسے تلاش کیا حتیٰ کہ اسے پالیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے عمرہ کیا سر مبارک کا حلق کرایا۔ لوگ آپ کے بال مبارک لینے کے لیے جلدی سے آئے۔ میں نے جلدی سے آپ کی پیشانی کا بال حاصل کیا۔ میں نے انہیں اس ٹوپی میں رکھ لیا۔ میں جس معرکہ میں شرکت کرتا ہوں اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے، مجھے فتح نصیب ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے جمرہ العقبہ کو رمی جمار کیا، پھر قربانی کی۔ پھر نائی نے آپ کے سر اقدس کے دایاں طرف کے بال کاٹے۔ آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ کو عطا فرما دیے۔ پھر اس نائی نے سر اقدس کے بائیں طرف کے بال کاٹے تو آپ نے انہیں فرمایا: "یہ بال لوگوں میں تقسیم کردو۔"

امام مسلم کی روایت میں ہے "میں نے آپ کی زیارت کی۔ نائی آپ کے بال کاٹ رہا تھا۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد سرگرداں تھے۔ وہ یہی ارادہ رکھتے تھے کہ ہر بال کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ پر ہی گرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "آپ کے بال بہت زیادہ تھے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کے بال بہت حسین تھے۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کے بال بہت حسین تھے۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور ﷺ کی داڑھی اور سر اقدس کے بال شدید سیاہ تھے۔"

اسرائیل نے عثمان بن مواہب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے میرے اہلِ خانہ نے ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ میرے پاس پانی کا چھوٹا سا پیالہ تھا۔ وہ چاندی کی ایک ڈبیہ لے کر آئیں جن میں حضور ﷺ کے بال تھے۔ جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا۔ تو وہ کوئی چیز دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجتا۔ میں نے اس ڈبیہ میں دیکھا تو میں نے سرخ بال دیکھے۔

تنبیہات

◆ سابقہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے بال مبارک کانوں کی لو سے نیچے اور کندھوں سے اوپر ہوتے تھے۔ یہ جمہور اہلِ لغت کا قول ہے۔ اصحاب المحکم، النہایۃ اور المشارق وغیرہم نے اسی طرح لکھا ہے مگر اس میں جوہری کا اختلاف ہے۔ انہوں نے "لَمَمَ" کے مادہ میں لکھا ہے کہ اللّمۃ سے مراد وہ بال ہیں جو کانوں کی لو سے متجاوز ہوں۔ جب وہ بال کندھوں تک پہنچ جائیں تو انہیں "الجُمّۃ" کہا جاتا ہے۔ انہوں "وَفَر" کے مادہ میں مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کانوں کی لو تک بڑھے ہوئے بالوں کو وفرہ کہا جاتا ہے پھر جمۃ اور پھر اللمۃ ہے۔ اس سے مراد وہ بال ہیں جو شانوں تک بڑھے ہوئے ہوں۔

حافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے "یہی قول درست ہے اور دیگر اہلِ لغت کے قول کے موافق ہے۔ ان دونوں روایتوں (فوق الجمۃ ودون الوفرہ اور اس کے برعکس) کو صرف اسی احتمال پر جمع کیا جا سکتا ہے جس پر امام ترمذی کی روایت کی تاویل کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی "دون" کی مراد اس جگہ کی نسبت کے اعتبار سے ہوتی ہے جہاں تک بال پہنچے ہوں۔ امام ترمذی کی روایت اسی تاویل پر محمول ہوگی کہ آپ کے بال جمہ کے اوپر تھے۔ یعنی اس جگہ سے بلند تھے۔ اسی طرح آپ کے بال لمہ ہوں گے۔ جو وفرہ اور جمہ کے مابین ہوتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کا مفہوم یہ ہوگا "کان شعرہ فوق الوفرہ" یعنی کثرت میں وہ وفرہ سے زیادہ جمہ سے کم تھے۔ اس طرح ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ ہر راوی نے وہی کچھ روایت کیا ہے جو وہ فوق اور دون سے سمجھا ہے۔

قاضی نے لکھا ہے کہ ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ کے جو بال کانوں تک تھے وہ کانوں کی لو تک پہنچے ہوئے تھے۔ جو کندھوں تک تھے وہ آپ کے مبارک شانوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اختلاف اوقات کے اختلاف کی وجہ سے آپ بال نہ کاٹتے تھے تو وہ مبارک شانوں تک پہنچ جاتے۔ جب کاٹتے تھے تو وہ کانوں کے نصف تک ہوتے تھے۔ اس طرح بال کبھی لمبے اور چھوٹے ہوتے تھے۔

◆ "زاد المعاد" میں ابن القیم نے لکھا ہے کہ آپ نے صرف چار بار حلق کرایا ہے۔ اس کی مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔

◆ ابن عساکر نے دو غیر ثابت سندوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بال بالکل سیدھے تھے۔ لیکن صحیح سند سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بال نہ گھنگھریالے اور نہ ہی سیدھے تھے۔ ان کے مابین تھے۔

◆ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ "حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک اور بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں۔ تاکہ آپ کا دایاں کان مبارک دو مینڈھیوں کے درمیان سے نکلے۔ تاکہ یہ اس کان کو گھیر لیں۔ جبکہ دایاں کان

مبارک دو مینڈھیوں سے نکلے جو اسے گھیر لیں۔ ان مینڈھیوں سے یہ کان مبارک اس طرح نکلیں گویا کہ وہ چمکتے ہوئے ستارے ہوں۔

آپ کے سر اقدس میں سفید بال کنپٹیوں میں تھے۔ اور داڑھی مبارک میں سفید بال ٹھوڑی کے اوپر تھے۔ یہ سفید بال گویا کہ چاندی کے دھاگے تھے۔ جو سیاہ بالوں کے سامنے چمکتے تھے۔ جب ان بالوں کو زردی سے رنگ دیا جاتا تھا تو وہ یوں چمکتے تھے گویا کہ سامنے کے سیاہ بالوں میں سونے کے دھاگے چمک رہے ہوں۔

❁❁❁

چوتھا باب

جبین اطہر، ابرو مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی جبین اطہر کشادہ تھی۔ (بیہقی، ابن عساکر)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی جبین مبارک کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو مبارک باریک اور لمبی تھیں جو باہم متصل نہ تھیں۔ ان کے مابین ایک رگ تھی جو غصے کے وقت پھول جاتی تھی۔

ایک صحابی نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ابرو پتلی تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی پیشانی کشادہ اور روشن تھی۔ (ابن عساکر)

الحافظ ابو احمد بن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ روشن جبین تھے۔ جب آپ کی جبین اطہر بالوں سے نکلتی یا رات کے وقت چمکتی یا آپ کا چہرہ لوگوں کے سامنے ہوتا تو آپ کی پیشانی یوں نظر آتی گویا کہ وہ روشن سورج ہو۔ جیسے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

متی تبدو فی اللیل البھیم جبینه   یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان او من قد یکون کاحمد   نظاما لحق او نکالًا لملحدِ

ترجمہ: "جب تاریک رات میں آپ کی جبین اطہر ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ تاریکیوں میں روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی مانند کون تھا اور کون ہوگا۔ آپ حق کے لیے موتیوں کی لڑی اور ملحد کے لیے ہلاکت ہیں۔"

تنبیہات

1. حضرت ام معبد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ابروئیں باریک اور پتلی تھیں جو باہم متصل نہ تھیں۔ ابن قتیبہ اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ درست وہی ہے جسے حضرت ہند نے بیان کیا ہے۔ ابن الاثیر اور القطب نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی طرف وحی کی "میرے معاملہ میں کوشش کرو سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔" حتیٰ کہ فرمایا اس نبی

ﷺ کی تصدیق کرو جو کشادہ جبین ہوں گے اور ان کے ابروئیں آپس میں ملی ہوں گی۔"

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کی آبروئیں باہم متصل تھیں۔" ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ وہ پہلے باہم متصل نہ تھیں۔ یا یہ فرق دیکھنے والے کے بُعد یا قرب کی وجہ سے ہے۔ یعنی وہ نہ باہم متصل ہوں نہ ہی جدا ہوں بلکہ دونوں کے مابین تھوڑا سا فاصلہ ہو۔ جو صرف اسے ہی نظر آتا ہو جو باریک بینی سے دیکھتا ہو۔ جیسے کہ آپ کی ناک مبارک کے بارے بیان کیا جاتا ہے کہ جو غور و فکر کے بغیر دیکھتا تھا اسے یہ اونچی معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ ناک مبارک بہت اونچی نہ تھی۔

پانچواں باب

مبارک آنکھیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں میں سیاہ حصہ بہت زیادہ سیاہ اور سفید حصہ بہت زیادہ سفید تھا۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ پلکیں طویل تھیں۔ (امام احمد اور امام مسلم)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور پلکیں لمبی تھیں اور آنکھوں میں سرخی تھی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اشکل العینین تھے۔ راوی نے حضرت سماک بن حرب سے پوچھا: ''اشکل العینین کیا ہوتا ہے'' انہوں نے فرمایا: ''آنکھوں کے گوشوں کا طویل ہونا۔''

امام مسلم وغیرہ نے لکھا ہے کہ ''اشہل العینین'' ہے۔ اس کا معنی ہے سرخ و سیاہ آنکھوں والے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کی پلکیں مڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مبارک آنکھیں سرخ و سیاہ تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی چشمانِ مقدس کی سیاہی کو سفیدی نے گھرا ہوا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔ آپ کی پلکیں لمبی تھیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''اگر تم حضور اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدس کو دیکھو گے تو کہو گے کہ ان میں سرمہ لگا ہوا ہے حالانکہ ان میں سرمہ لگا ہوا نہیں ہوتا تھا۔''

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی ''میرے معاملہ میں کوشش کرو، سستی نہ کرو۔'' حتیٰ کہ فرمایا: ''اس نبی عربی ﷺ کی تصدیق کرو جن کی آنکھیں خوبصورت اور بڑی ہوں گی۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ ان میں سرخی تھی، پلکیں لمبی تھیں۔ داڑھی مبارک گھنی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سیاہ تھیں۔

ابن عدی، امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا

تم دیکھتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے۔ بخدا! مجھ پر تمہارا رکوع اور سجود مخفی نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

الحافظ ابوبکر نے لکھا ہے اور ابن الضحاک نے انہی کی پیروی کی ہے کہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کے نور سے چیزیں تاباں ہو جاتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں مجھ سے قبل رکوع اور سجود نہ کیا کرو۔ میں تمہیں اپنے آگے سے اور اپنے پیچھے سے دیکھ لیتا ہوں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اپنے پیچھے سے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔"

حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ حضور ﷺ اپنے پیچھے صفوں میں اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح اس شخص کو دیکھتے جو آپ کے آگے ہوتا تھا۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کہکشاں کے گیارہ ستارے دیکھ لیتے تھے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کہکشاں کے بارہ ستارے دیکھ لیتے تھے۔ امام قرطبی نے "اسماء النبی" میں پہلے قول پر یقین کیا ہے۔ انہوں نے ان اشعار میں اسی فضیلت کو نظم کیا ہے۔

وھو الذی یری النجوم الخافیه — مبیناتٍ فی السماء العالیه
احدی اعشر قد عدّ فی الثریا — لناظر سواہ ماتھیا

آپ کی ذات تو وہ ہے جو بلند و بالا آسمان میں چھپے ستاروں کو واضح طور پر دیکھ لیتی تھی آپ نے کہکشاں میں گیارہ ستارے شمار فرمائے۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ ممکن نہ تھا۔

انہوں نے "القول المکرم" میں لکھا ہے "اس کے بارے میں کوئی اصل میں آگاہ نہیں ہوا۔ جس کی طرف اسے منسوب کیا جائے لوگ کہتے ہیں کہ ثریا میں صرف نو ستارے ہیں۔

تنبیہات

1. قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ آپ کا یہ معجزہ (تاریکی میں اور پیچھے سے دیکھ لینا) شب معراج کے بعد رونما ہوا تھا۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ کوہِ طور کی رات کے بعد تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کو دس فرسخ کی مسافت سے دیکھ لیتے تھے۔

2. یہ رؤیت، ادراک کی رؤیت ہے۔ اہلِ حق کے لیے رؤیت کا انحصار اس آلہ کے وجود پر نہیں جسے آنکھ کہا جاتا ہے۔ نہ شعاع اور بالمقابل ہونا ضروری ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔ جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے تو

آپ میں بھی رؤیت کا وصف پایا جاتا ہے۔ آنکھوں میں بصارت پیدا کرنے والا اس بات پر قادر ہے کہ وہ بصارت کا وصف کسی اور چیز میں پیدا فرما دے۔

الحرانی نے لکھا ہے "آپ کا یہ معجزہ رب تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ یہ دلالت کر رہا ہے کہ آپ حقیقت میں باطن سے آگاہ ہیں یہ آپ کے علوم و معارف کی وسعت ہے۔ آپ کا یہ علم آپ کے رب کریم کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ آپ کے اپنے نفس کی طرف سے نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اس چیز سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ جو آپ کے سامنے ہے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کے امر سے ہے اور اس چیز سے بھی آگاہ فرمایا جو مؤخر ہے یہ بھی رب تعالیٰ کے امر سے ہے یعنی آپ کو ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا۔ آپ کے دل انور کے مدرکات کی حد یہ ہے تو پھر رب تعالیٰ نے آپ کی آنکھ کے مدرکات کو بھی یہی وسعتیں عطا فرما دی ہوں۔ آپ محسوسات کو بھی اپنے پیچھے سے اس طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھ لیتے تھے۔

عجیب وغریب بات وہ ہے جسے بختیار محب بن محمود نے اپنے رسالہ "الناصریہ" میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے شانوں پر دو آنکھیں تھیں جو سوئی کے ناکے کی طرح باریک تھیں۔ آپ ان سے دیکھ لیتے تھے۔ کپڑے ان کے لیے حجاب نہیں بنتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اشیاء کی تصاویر آپ کے سامنے کی دیوار پر بن جاتی تھیں۔ جس طرح کہ شیشہ میں اشیاء کی تصاویر بن جاتی ہیں اسی دیوار پر آپ لوگوں کے افعال مشاہدہ فرما لیتے تھے۔

الحافظ نے لکھا ہے "اگر شارع حکیم سے یہ بات صحیح سند سے روایت ہے تو درست ہے ورنہ یہ رائے کا مقام نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے آلہ کے بغیر آپ کے ادراک پر محمول کر کے آپ کے معجزہ کا اثبات کیا جائے۔"

ابن منیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے اس معجزہ کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح بغیر ضرورت کے شارع کے لفظ کی تعطیل لازم آئے گی۔

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس امر کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی زیادہ عزت وکرامت ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ کی قوت سماعت

آپ ﷺ اپنے حواس کی سلامتی کے ساتھ وہ آواز فرما لیتے تھے جسے حاضرین نہیں سن سکتے تھے۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے کان مبارک مکمل تھے۔

امام ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور ابونعیم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تم وہ سنتے ہو جو کچھ میں سن رہا ہوں۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہمیں تو کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ میں آسمان کے چرچرانے کی آواز سن رہا ہوں۔ اسے چرچرانے پر ملامت کیوں کی جائے۔ اس میں بالشت بھر جگہ نہیں۔ مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ کر رہا ہے یا قیام کر رہا ہے۔"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اپنی خچر پر سوار تھے۔ وہ خچر رستہ سے ہٹ گئی۔ قریب تھا کہ وہ آپ کو نیچے پھینک دیتی۔ وہاں چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں۔ آپ نے فرمایا: "ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے۔" ایک شخص نے عرض کی: "میں" آپ نے پوچھا: "یہ کب مرے؟" اس نے عرض کی: "یہ زمانہ جاہلیت میں شرک کی حالت میں مرے۔" آپ نے تعجب کیا اور فرمایا: "یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا تم یہ مخفی نہ رکھو گے تو میں رب تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں وہ عذاب قبر سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ بنو نجار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ اس قوم کی آواز سنی جسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ خچر واپس لوٹنے لگی۔ آپ نے پوچھا: "اس شخص کو کب دفن کیا گیا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "اسے زمانہ جاہلیت میں دفن کیا گیا۔" آپ نے اسے عجیب سمجھا......

یہ امر بھی ثابت ہے کہ آپ پر کبھی کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی۔ آپ اسے سن لیتے تھے اور اسے یاد فرما لیتے تھے لیکن اسے اور کوئی صحابی نہ سن سکتا تھا۔

تنبیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک جگہ میں ایک سننے والا اس آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔ جس کو دوسرا شخص نہ سن رہا ہو۔ حالانکہ اس کی طرح اس کی سماعت صحیح ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معنیٰ ادراک رب تعالیٰ جس کے لیے چاہے پیدا کر دے جس کے لیے چاہے روک دے۔ یہ طبیعی امر نہیں ہے۔ نہ ہی مروجہ امر ہے۔

ساتواں باب

آپ کی ناک مبارک اور رخسار

امام ترمذی نے حضرت ہند بن ابی ہالہ سے اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی۔" حضرت ہند نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "اس پر نور کا غلبہ رہتا تھا۔ جو غور سے نہ دیکھتا اسے یوں لگتا کہ آپ کی ناک کے بانسوں کا ابھار ہے۔ لیکن ان میں ابھار نہ تھا۔"

ایک صحابی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ناک مبارک پتلی (اور نازک) تھی۔ حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے رخسار مبارک نرم تھے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ کے رخسار مبارک نرم تھے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی رخسار مبارک نرم اور ناک مبارک اونچی تھی۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "آپ کے رخسار مبارک سفید تھے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ کے رخسار مبارک سفید تھے۔"

آٹھواں باب

آپ کا منہ مبارک، دندانِ مبارک اور لعابِ دہن (تھوک مبارک)

حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "حضور ﷺ کا منہ مبارک وسیع تھا۔ آپ کے دانت بھنچے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ جدا جدا تھے ان سے نور نکلتا تھا۔"

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور اکرم ﷺ کا منہ مبارک وسیع تھا۔" (امام احمد، بخاری، مسلم)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے دندانِ مبارک بہت زیادہ چمکتے تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا منہ مبارک بہت خوبصورت تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے سارے عطر سونگھے ہیں۔ میں نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو حضور ﷺ کی خوشبو سے عمدہ ہو۔"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک ڈول پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پانی نوش فرمایا۔ پھر اس ڈول میں کلی کر دی۔ یا اس کنوئیں میں کلی کر دی تو اس میں مشک و عنبر جیسی خوشبو آنے لگی۔ (امام احمد، ابن ماجہ)

امام ابن ضحاک نے یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے "آپ کی خدمت میں پانی کا ایک ڈول پیش کیا گیا، آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ آپ نے اس کنوئیں یا ڈول میں کلی کی تو وہاں مشک یا مشک سے بھی عمدہ خوشبو آنے لگی۔ اس سے خوشبو باہر نکلنے لگی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جب آپ مسکراتے تھے تو دیواریں آپ کے نور سے جگمگا اٹھتیں۔ میں نے آپ سے قبل یا آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمارے گھر میں ایک کنواں تھا جس میں آپ نے اپنا مبارک تھوک پھینکا، مدینہ طیبہ کا کوئی کنواں اس سے زیادہ میٹھا نہ تھا۔" (ابونعیم)

حضرت عمیرہ بنت مسعود الانصاریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں اور میری بہنیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (یہ پانچ بہنیں تھیں) ہم نے آپ کی زیارت کی تو آپ خشک گوشت تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کے لیے ایک ٹکڑا

چبایا پھر وہ ٹکڑا مجھے پکڑا دیا۔ میں نے انہیں اپنی بہنوں میں تقسیم کر دیا۔ اس میں سے ہر ایک نے اس میں ایک ایک حصہ چبایا۔ ان کے منہ سے مشک کی سی خوشبو آنے لگی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک فحش گو عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت خشک گوشت تناول فرما رہے تھے۔ اس نے عرض کی: "کیا آپ مجھے عطا نہیں فرمائیں گے؟" آپ نے اسے اپنے سامنے سے عطا فرمایا۔ اس نے کہا: "نہیں! مجھے وہ عطا فرمائیں جو آپ کے منہ میں ہے۔" آپ نے اپنے منہ مبارک سے نکالا۔ اسے عنایت فرمایا۔ اس نے اسے اپنے منہ میں ڈال لیا اور کھا گئی۔ اس کے بعد اس کی ساری بے حیائی اور فحش گوئی ختم ہو گئی۔

حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم ان کی والدہ ماجدہ سے جدا ہو گئے۔ جب وہ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے قسم اٹھائی کہ وہ انہیں دودھ نہیں پلائیں گی۔ حضور ﷺ نے انہیں یاد فرمایا اور ان کے منہ میں مبارک تھوک پھینکا۔ فرمایا: "اسے میرے پاس لے کر آیا کرو۔ رب تعالیٰ اس کا رازق ہے۔" میں نے پہلے، دوسرے اور تیسرے روز اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔"

رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

بحر من الشهد فى فيه مرا شفه   ياقوت من صدف فيه جواهر

ترجمہ: "آپ شہد کا سمندر ہیں آپ کے منہ مبارک سے اس کے چشمے رواں ہیں۔ آپ صدف کے یاقوت ہیں جس میں آپ کے جواہرات ہیں۔"

جنى النحل فى فيه و فيه حياتنا   و لكنه من لى بلثم لثامه

رحيق الثنايا والمثانى تنفست   إذا قال عن فتح بطيب خِتامه

ترجمہ: "گویا کہ آپ کے منہ مبارک میں شیریں کھجور ہے۔ اس میں ہماری زندگی ہے۔ کون ہے جو میرے لیے آپ کے نقاب کا بوسہ لے آپ جب اپنے منہ مبارک سے کوئی الفاظ نکالتے ہیں تو آپ کے دندان مبارک سے خوشبو نکلتی ہے۔"

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ انہیں شدید پیاس لگی۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے پانی مانگا مگر پانی نہ ملا۔ آپ نے انہیں اپنی زبان اقدس عطا فرما دی۔ انہوں نے اسے چوسا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔" ابن عساکر نے یہ روایت منقطع لکھی ہے۔ اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ "حضور ﷺ کے دانت مبارک جدا جدا تھے۔" جب آپ گفتگو فرماتے تھے تو آپ کے دندان مبارک سے نور نکلتا تھا۔ اس روایت کو امام ترمذی، امام دارمی نے، ابو زرعہ رازی نے دلائل میں اور ابن ضحاک نے ذکر کیا ہے۔

اس کی سند جید ہے۔

حضرت سہل بن سعید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: ''میں کل جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں رب تعالیٰ فتح فرمائے گا۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ سے پیار کرتا ہے اور رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ اس سے پیار کرتے ہیں۔'' صبح کے وقت ہر شخص کی یہ تمنا تھی کہ کاش جھنڈا اسے ملے۔ وقت صبح آپ نے فرمایا: ''علی کہاں ہیں؟'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''ان کی آنکھوں میں درد ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان کی طرف پیغام بھیجو۔'' انہیں آپ کے پاس لایا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا۔ وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میری امی جان، خالہ جان اور میں نے آپ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ میری امی اور خالہ نے کہا: ''نورِ نظر! ہم نے اس ذات جیسا نہ کوئی حسین دیکھا ہے نہ اتنے صاف کپڑے کسی کے دیکھے ہیں۔ نہ کسی کی اتنی نرم کلام سنی ہے۔ ہم نے ایک نور دیکھا جو آپ کے منہ سے نکل رہا تھا۔''

نواں باب

آپ کی داڑھی مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "آپ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی تھی۔"
(بیہقی، ابن عساکر، ابن جوزی)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ (بیہقی، ابن عساکر)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال سیاہ تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک یہاں سے یہاں تک بھرپور تھی۔ (ابن عساکر)

الحافظ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے۔ آپ کے لب تعلیں کے نیچے جگہ ابھری ہوئی تھی۔ اس کے اردگرد جگہ بلند تھی۔ گویا کہ وہ جگہ سفید موتی تھی۔ اس کے نیچے بال مبارک لٹکے ہوئے تھے۔ یہ بال آپ کی داڑھی پر تھے گویا کہ یہ بال داڑھی ہی کے تھے۔

حضرت ابوضمضم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں "الرجیع" میں اترا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہاں ایک صحابی رسول ہیں جن کا نام اسعد بن خالد ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔" میں ان کے پاس آیا۔ میں نے کہا: "کیا آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! میں نے آپ کی زیارت کی ہے۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ آپ کی داڑھی مبارک خوبصورت تھی۔" (الدینوری، ابن عساکر)

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال کثیر تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر اقدس کے اگلے حصہ کے کچھ بال اور داڑھی مبارک کے کچھ بال سیاہ اور سفید ملے جلے تھے۔ جب آپ تیل لگاتے تو یہ بال نظر نہیں آتے تھے۔ جب آپ تیل نہ لگاتے تھے تو یہ بال نظر آتے تھے۔ (امام مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس سے زائد بال سفید نہ تھے۔'' (امام بخاری، امام مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔(ابن سعد نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے) ابن الضحاک نے سفید بالوں کی تعداد چودہ لکھی ہے۔حمید نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفید بال بیس نہ تھے۔حمید نے کہا ہے کہ ان کی تعداد سترہ تھی۔حضرت قتادہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا تھا۔آپ کی ٹھوڑی، کنپٹیوں اور سر میں تھوڑے سے بال سفید تھے۔(امام مسلم)

ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے ربیعہ سے کہا:''کیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کی ہے؟'' انہوں نے فرمایا:''ہاں! میں نے انہیں سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ کی ٹھوڑی مبارک میں بیس بال سفید تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اگلے حصہ میں تقریباً بیس بال سفید تھے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی میں نے آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی کے اوپر سفیدی دیکھی۔''

حضرت عبداللہ بن بسر المازنی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور ﷺ کی ٹھوڑی مبارک پر چند بال سفید تھے۔'' (امام بخاری)

حضرت ابوایاس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس سے حضور ﷺ کے بڑھاپے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:''رب تعالیٰ نے آپ کو سفیدی سے عیب دار نہیں کیا۔''

ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شاید حضرت انس نے آپ کی داڑھی کی سفیدی کی طرف اشارہ کیا ہے۔حالانکہ ان سے بھی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ کے کچھ بال سفید تھے۔انہوں نے آپ کی ٹھوڑی مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا۔انہوں نے فرمایا:''حضور ﷺ کے تھوڑے سے بال ہی سفید ہوئے تھے۔لیکن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حناء اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس نے فرمایا:''حضور ﷺ نے اپنی مبارک داڑھی کو زرد رنگ سے رنگا۔اس میں بیس سے زائد بال سفید نہ تھے۔'' حضرت قتادہ نے فرمایا:''میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:''کیا حضور

ﷺ نے خضاب استعمال کیا؟ انہوں نے فرمایا: ”نہیں! آپ کی کنپٹیوں کے چند بال ہی سفید تھے۔“ امام بخاری نے ان سے یہ روایت لکھی ہے۔ حضور ﷺ نے خضاب استعمال نہیں کیا۔ آپ کی ٹھوڑی مبارک اور کنپٹیوں کے چند بال ہی سفید تھے۔

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضرت انس سے پوچھا: ”کیا حضور ﷺ نے خضاب استعمال کیا تھا؟“ انہوں نے فرمایا: ”آپ کو خضاب کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔“ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: ”اگر میں آپ کے سراقدس میں سفید بال گننا چاہتا تو انہیں گن سکتا تھا۔“

ابن سعد نے یونس بن طلق بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نائی نے آپ کی مونچھیں چھوٹی کیں۔ اس نے آپ کی داڑھی مبارک میں سفیدی دیکھی تو اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ روک دیا اور فرمایا: جس کے بال اسلام میں سفید ہوں تو وہ روزِ حشر اس کے لیے نور ہوں گے۔“

تنبیہات

1. الحافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے ”ان روایات کے مجموعہ سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ کی ٹھوڑی مبارک کے اوپر زیادہ بال سفید تھے۔ سراقدس اور داڑھی کے دوسرے حصوں میں سفید بال کم تھے۔ حضرت قتادہ سے حضرت انس نے فرمایا تھا: ”آپ کی کنپٹیوں میں ہی کچھ سفید بال تھے۔“ ان کی مراد یہ ہے کہ بالوں کو خضاب لگانے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

2. آپ کے سراقدس اور داڑھی مبارک میں کتنے بال سفید تھے ان میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر کی حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ آپ کے دس سے زائد سفید بال نہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے قلت کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے ”آپ کی داڑھی مبارک میں بیس بال سفید نہ تھے۔ حضرت حمید نے اپنی ٹھوڑی کے اوپر اشارہ کر کے بتایا: ”سترہ بال“

حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے سراقدس اور ٹھوڑی کے اوپر سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ حمید نے ان کی تعداد سترہ بتائی ہے۔ امام حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں اگر آپ کی داڑھی اور سراقدس کے سفید بال شمار کرتا تو میں انہیں گیارہ سے زیادہ نہ شمار کر سکتا۔“

علامہ بلقینی نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ ساری روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔ دوسری روایت یہ وضاحت ہے کہ سفید بال مبارک بیس سے کم تھے وہ سترہ تھے۔ بات اسی طرح

ہے جس طرح ہم نے ذکر کر دی ہے۔ دس بال آپ کی ٹھوڑی کے اوپر تھے۔ باقی دیگر داڑھی میں تھے۔ کیونکہ تیسری روایت میں انہوں نے کہا ہے "حضور ﷺ کی داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ داڑھی ٹھوڑی وغیرہ سب کو شامل ہوتی ہے۔ عبداللہ بن بسر کی روایت کے مطابق دس بال ٹھوڑی کے اوپر اور دیگر روایات کے تقاضا کے مطابق دیگر بال ساری داڑھی میں سفید تھے۔ حمید نے اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ٹھوڑی کے اوپر سترہ بال سفید تھے۔ یہ نفس حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث پاک اسی امر پر دلالت کر رہی ہے جسے ہم نے ذکر کر دیا ہے جہاں تک چوتھی روایت کا تعلق ہے تو یہ اس کے منافی نہیں کہ ٹھوڑی کے اوپر دس بال سفید ہوں بقیہ سفید بال بقیہ داڑھی میں ہوں۔"

دسواں باب

آپ کا چہرہ انور

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے پوچھا گیا "کیا حضور ﷺ کا چہرہ انور تلوار کی مانند تھا۔" انہوں نے فرمایا: "نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔" (بخاری، ترمذی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا "کیا حضور ﷺ کا چہرہ انور تلوار کی طرح تھا؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں! بلکہ سورج اور چاند کی طرح گول تھا۔" (مسلم) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور سارے لوگوں سے حسین اور خُلق سارے لوگوں سے عمدہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کا چہرۂ انور بہت بھاری بھرکم اور اس پر بہت زیادہ گوشت نہ تھا۔ آپ کا چہرہ گول تھا۔ حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بلند مرتبت اور رفیع منصب تھے۔ آپ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا چہرہ انور گولائی میں تھا۔ (مسلم و بیہقی)

حضرت ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ چہرہ انور بالکل گول نہ تھا، بلکہ ہموار تھا۔ اہلِ عرب ایسے چہرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا ظاہر تاباں اور چہرۂ انور روشن تھا۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کا چہرہ انور سارے لوگوں سے حسین اور رنگت سارے لوگوں سے روشن تھی۔" (ابن جوزی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور چاند کے ہالے کی طرح تھا۔ (ابونعیم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ گویا کہ سورج آپ کے چہرۂ انور سے طلوع ہوتا تھا۔" (ابن جوزی)

ایک عورت نے حضور ﷺ کے ہمراہ حج کیا۔ ابواسحاق ہمدانی نے اس سے کہا: "میرے لیے آپ کے سراپا کی تشبیہ بیان کرو۔" اس نے کہا: "آپ چودھویں کے چاند کی طرح تھے۔ میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔" (امام بیہقی)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کپڑے سی رہی تھی۔ میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے اسے تلاش کیا، مگر وہ نہ ملی۔ حضور ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے

نکلنے والی شعاع کے اجالے میں میں نے سوئی تلاش کر لی۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ آپ جب سورج کی دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آجاتا تھا۔ آپ جب چراغ کے اجالے میں کھڑے ہوتے تھے۔ چراغ کی روشنی پر آپ کا نور غالب آجاتا تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ انور یوں منور ہو جاتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ ہم آپ کے چہرہ انور سے آپ کی مسرت کا اندازہ لگا لیتے تھے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ حضور ﷺ مسرور تشریف لائے آپ کے چہرہ انور کے خدوخال روشن تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور آئینہ کی طرح ہو جاتا۔ گویا کہ دیواروں کا وجود آپ کے چہرۂ انور میں نظر آتا تھا۔

تنبیہات

1. الحافظ نے "گویا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے" میں کہا ہے کہ شاید آپ اس وقت چہرۂ انور کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہوں۔ وہ جگہ جہاں سے مسرت کا اظہار ہو رہا ہو وہ آپ کی جبین اطہر ہو۔ اس میں مسرت کا اظہار ہو رہا ہو۔ گویا کہ یہ تشبیہ بعض چہرۂ انور کی تھی۔ لہٰذا اسے چاند کے حصہ سے تشبیہ دینا درست ہے۔ انہوں نے الغازی میں حضرت کعب کی توبہ کی قصہ میں لکھا ہے "اس راز کے بارے سوال کیا جاتا ہے جو چاند کے ٹکڑے کے ساتھ تشبیہ دینے میں ہے، حالانکہ بہت سے بلیغ شعراء نے بغیر قید کے پورے چاند کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام آپ کو طلوع ہوتے آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ حضرت کعب جنہوں نے اس طرح فرمایا ہے۔ ان کا تعلق شعراء صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ اس ضمن میں ان کی کیفیت مشہور ہے۔ جو یہ سب بیان کیا گیا ہے کہ یہ تشبیہ اس سیاہی سے بچنے کے لیے دی جاتی ہے، جو چاند میں ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ تشبیہ سے مراد وہ نور اور ضیاء ہے جو چاند میں ہے وہ سارے چاند میں ہے صرف ایک قطعہ میں محدود نہیں ہے۔ شاید "قطعۃ قمر" سے مراد پورا چاند ہو۔ الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک سے کئی اسناد سے روایت کیا ہے "گویا کہ آپ چاند کا ہالہ ہیں۔"

امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز نماز پڑھی اور رب تعالیٰ سے فتح کی دعا کی۔ انہوں نے فرمایا: "پھر آپ ہماری طرف توجہ فرما ہوئے تو گویا کہ آپ کے چہرۂ انور کا ایک حصہ چاند تھا۔" آپ نے فرمایا: "یہ فلاں فلاں کا مستقل ہے" الطبرانی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے اس چہرۂ انور سے ہماری طرف توجہ فرمائی جو گویا کہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ یہ اس وقت آپ کی صفت پر محمول ہو گا جب آپ توجہ فرما ہوتے ہوں گے۔"

◆ یہ تشبیہات جو آپ کے اوصاف میں وارد ہیں۔ یہ اہلِ عرب اور شعراء کی عادت کے مطابق ہیں ورنہ ان اشیاء میں سے کوئی چیز بھی آپ کی صفات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ شعر لکھا ہے:

کالبدر والکاف ان انصفت زائدۃ   فلا تظننها کافًا تِشبیه

ترجمہ: "کالبدر" میں اگر تم انصاف سے کام لو تو یہ کاف زائد ہے۔ اسے یہ گمان نہ کرو کہ یہ کاف تشبیہ کے لیے ہے۔"

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

یقولون یحکی البدر فی الحسن وجههٗ   و بدر الدجی عن ذالك الحسنِ منحطٌّ

کما شبهوا غض النقا بقوامهٖ   لقد بالغوا بالمدح للغصن واشتطُّوا

ترجمہ: "شعراء کہتے ہیں کہ اس کا چہرہ حسن میں ماہِ تمام کی نقل اتارتا ہے۔ لیکن ماہِ تمام اس حسن سے کم درجہ ہے جس طرح کہ انہوں نے نقا کی شاخ کو ممدوح کے قد کے ساتھ تشبیہ دی ہے انہوں نے شاخ کی تعریف میں تو مبالغہ کیا ہے۔ انہوں نے اس فیصلہ میں زیادتی کی ہے۔"

◆ حضرت ابن دحیہ نے لکھا ہے "حضور ﷺ کا چہرہ انور گول تھا" حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرما کر اس شخص کے شک کو دور کیا ہے جو سننے والے کو اس وقت ہو سکتا تھا جب آپ کو تلوار سے تشبیہ دی جاتی کہ شاید چہرہ انور لمبا تھا۔ انہوں نے اس گولائی کی طرف اشارہ کیا ہے جو چاند میں ہے کیونکہ اس سے ہر وہ شخص پیار کرتا ہے جو اسے دیکھتا ہے اس میں گرمی کی تکلیف کے بغیر نور ہوتا ہے۔ اس کی طرف دیکھنا ممکن ہوتا ہے لیکن سورج کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ آنکھیں اس کی وجہ سے چندھیا جاتی ہیں اور یہ دیکھنے سے روک دیتا ہے۔ الحافظ نے فتح میں لکھا ہے "شاید اس شخص نے چمک اور دمک میں تلوار جیسا چہرہ کہنے کا ارادہ کیا ہو۔ لیکن حضرت براء نے فرمایا: "نہیں! چہرۂ انور چاند کی مانند تھا جو چمک و دمک میں تلوار سے زیادہ ہے۔ کیونکہ چاند میں گولائی ہے اس میں تابانی ہے بلکہ اس کے ساتھ تشبیہ دینا زیادہ بلیغ اور مشہور ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "چہرہ انور گول تھا۔ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ آپ کا چہرہ انور دونوں اوصاف کا جامع تھا۔ کیونکہ تلوار کی طرح کہنے سے یہ احتمال تھا کہ شاید سائل نے اس سے مراد طوالت اور چمک کی ہے لیکن انہوں نے اس شخص کا بلیغ رد کیا۔ یہ امر بھی مشہور ہے کہ صرف سورج سے تشبیہ دینے سے مراد عموماً چمک دمک لی جاتی ہے۔ لیکن چاند سے تشبیہ دینے سے مراد ملاحت لی جاتی ہے۔ لیکن راوی نے یہ کہہ کر آپ کے دونوں اوصاف کی تشبیہ مراد لی ہے۔ "چہرہ انور گول تھا" اس نے آپ کے چہرۂ انور کے حسن اور گولائی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

گیارھواں باب

آپ کی گردن مبارک اور کندھوں کے درمیان کا حصہ

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن لمبی تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن چاندی کی گڑیا کی گردن کی طرح تھی۔" (ترمذی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گردن چاندی کی صراحی کی طرح تھی۔ امام احمد اور شیخان نے حضرت براء بن عازب سے، امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے اور امام ترمذی نے حضرت ہند رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے مابین کافی فاصلہ تھا۔" امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ بڑے بڑے تھے اور آپ کے شانوں کے مابین کافی فاصلہ تھا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "جب بھی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے آپ انہیں عطا فرما دیتے...... انہوں نے آپ کا کپڑا کھینچ لیا حتیٰ کہ آپ کا شانہ مبارک ظاہر ہو گیا۔ میں نے آپ کے کندھے کی طرف دیکھا گویا کہ وہ سفیدی میں چاند کا ٹکڑا تھا۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مبارک کندھوں پر چادر رکھتے تھے تو گویا کہ وہ چاندی کے ٹکڑے تھے۔ الحافظ ابو بکر بن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک سارے لوگوں سے خوبصورت تھی۔ آپ کی گردن کا وہ حصہ جو کپڑوں سے باہر ہوتا تھا وہ چاندی کی صراحی کی طرح تھا۔ جس میں سونے کی آمیزش ہو۔ وہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کے ساتھ چمکتا تھا۔ جو حصہ کپڑوں میں رہتا تھا وہ گویا کہ وہ چودھویں کا چاند تھا۔

بارھواں باب

کمرانور اور ختم النبوۃ

محرش بن عبداللہ الکعبی نے فرمایا ہے "حضور ﷺ نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کیا میں نے آپ کی کمر انور کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی کا ٹکڑا تھی۔"

مہر نبوت کے بارے مختلف اقوال:

1. مہر نبوت۔ وہ قبہ میں لگے ہوئے بٹن کی طرح تھی (یا حجلہ کے انڈے کی طرح تھی) امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: "میں حضور ﷺ کی کمر انور کے پیچھے کھڑا تھا۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا وہ قبہ میں لگے ہوئے بٹن کی طرح تھی۔"
2. وہ بند مٹھی کی طرح تھی۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے شانوں کے مابین بائیں کندھے کی ہڈی کے بالائی حصہ پر مہر نبوت دیکھی وہ مٹھی کی طرح تھی جس پر تل بنے ہوئے تھے۔"
3. وہ کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کے دو شانوں کے مابین مہر نبوت دیکھی جو کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ وہ آپ کے جسدِ اطہر کے ساتھ مشابہت رکھتی تھی۔" ابن ضحاک نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کے مبارک شانوں کے مابین مہر نبوت دیکھی وہ کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔"
4. وہ جمع شدہ بال تھے۔ امام احمد، امام ترمذی، حاکم، ابو یعلی اور الطبرانی نے ابو یزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "میرے قریب ہو جاؤ اور میری کمر پر ہاتھ پھیرو۔" میں آپ کے قریب ہوا اور آپ کی کمر انور پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے مہر نبوت پر اپنی انگلیاں رکھیں' ان سے پوچھا گیا 'مہر نبوت کیا تھی؟' انہوں نے فرمایا: 'وہ آپ کے کندھے کے پاس جمع شدہ بال تھے۔'
5. وہ ابھرتے ہوئے گوشت کی گرہ کی طرح تھی۔ امام احمد، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اپنے والد محترم کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے شانوں کے مابین ابھرے ہوئے گوشت کی گرہ کی طرح مہر نبوت دیکھی۔

◆ ۶ وہ ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی۔ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کے شانوں کے مابین مہر نبوت ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی۔''

◆ ۷ وہ بندوق کی گولی کی طرح تھی۔ ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی کمر انور پر مہر نبوت بندوق کی گولی کی طرح تھی۔ یہ گوشت کی ہی تھی اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ الحافظ ابوالحسن الہیثمی نے ''موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان'' میں لکھا ہے کہ بعض راویوں نے مہر نبوت کو اس عہد کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے جو خطوط پر لگائی جاتی ہے۔

◆ ۸ وہ سیب کے ایک دانے کی طرح تھی۔ امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ کے کندھے کی ہڈی کے نیچے مہر نبوت سیب کے دانے کی طرح تھی۔

◆ ۹ وہ سینگی (پچھنے لگانے والا آلہ) کے نشان کی مانند تھی۔ امام احمد اور امام بیہقی نے ہرقل کے قاصد تنوخی سے روایت کیا ہے۔ اچانک میں نے کندھے کی ہڈی کی جگہ مہر دیکھی جو سینگی کے نشان کی طرح تھی۔

◆ ۱۰ وہ سیاہ تل کی مانند تھی جو زردی کی طرف مائل تھا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مہر نبوت سیاہ تل کی طرح تھی جو زردی کی طرف مائل تھا۔ اس کے اردگرد لگا تار بال اگے ہوئے تھے۔ گویا کہ وہ گھوڑے کی گردن کے بال ہوں۔'' آٹھویں تنبیہ میں آئے گا کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

◆ ۱۱ سبز تل کی طرح تھی جو گوشت کے اندر ہو۔ اس روایت کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ آٹھویں تنبیہ میں آئے گا کہ یہ بھی ثابت نہیں ہے۔

◆ ۱۲ یہ بکری کے بچے کے گھٹنے کی طرح تھی۔ الطبرانی اور ابونعیم نے ''المعرفۃ'' حضرت عباد بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت حضور اکرم ﷺ کے بائیں کندھے کی ایک طرف میں تھی۔ وہ بکری کے بچے کے گھٹنے کی طرح تھی۔ آپ ناپسند کرتے تھے کہ مہر نبوت کو دیکھا جائے۔'' اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

◆ ۱۳ وہ کبوتری کے انڈے کی طرح تھی جس کے اندرونی حصہ میں ''اللہ وحدہٗ لا شریک لہ'' اور بیرونی حصہ میں ''توجّہ حیث شئت فانك منصور'' لکھا ہوا تھا۔'' اس روایت کو امام ترمذی اور ابونعیم نے لکھا ہے۔ الموردمیں ہے یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی مزید تفصیل آٹھویں تنبیہ میں آئے گی۔

◆ ۱۴ وہ تاباں نور کی طرح تھی۔ اسے ابن عائذ نے روایت کیا ہے۔

◆ ۱۵ وہ تین اکٹھے بال تھے۔ اسے ابوعبداللہ محمد القضاعی نے روایت کیا ہے۔

16. وہ کبوتری کے بالوں کی طرح تھی۔ اسے ابن ابی عاصم نے اپنی سیرت میں لکھا ہے۔

17. وہ چھوٹا سا سیاہ نشان تھا جو گہرے بھورے رنگ کی طرف مائل تھا۔

18. وہ اس چیز کی طرح تھی جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرو بن اخطب ابوزید الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کی کمر انور پر مہر نبوت دیکھی" پھر انہوں نے اپنے ناخن سے اشارہ کیا گویا کہ وہ مہر لگا رہے ہوں۔

19. یہ آپ کے کندھوں کے مابین چاند کے دائرہ کی طرح تھی۔ جس میں دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ جبکہ دوسری میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اسے ابودحداح احمد بن اسماعیل دمشقی نے اپنی سیرت کی پہلی جلد میں لکھا ہے "المورد اور الغرز" میں ہے یہ روایت باطل ہے۔

20. وہ شتر مرغ کے انڈے کی طرح تھی۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے کندھوں کے مابین مہر نبوت دیکھی وہ شتر مرغ کے انڈے کی طرح تھی۔ وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔ الحافظ ابوالحسن الہیثمی نے "مورد الظمآن" میں لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں اسی طرح مروی ہے۔ البتہ وہاں تحریر ہے کہ مہر نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ درست بھی یہی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ مہر نبوت بکرے کے بچے کے گھٹنے کی طرح تھی۔ ابن حبان کی روایت بعض راویوں کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے "اتحاف المہرہ" میں دیکھا ہے وہاں شہاب الدین بوصیری نے لکھا ہوا ہے کہ وہ اونٹ کے گھٹنے کی مانند تھی۔ انہوں نے صحابی کا نام مٹا دیا ہے اسے مسند ابویعلی کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ کیونکہ اصل الفاظ بکری کے بچے کے گھٹنے کی مانند تھے جسے اونٹ کے گھٹنے کی طرح سے تبدیل کر دیا ہے۔ پھر میں نے ابن عساکر کی تاریخ دیکھی۔ انہوں نے یہ روایت ابویعلی کی سند سے رقم کی ہے۔ صحابی کا نام عباد بن عمرو لکھا ہے۔ الحافظ کے الاصابۃ میں لکھا ہے اس کی سند میں ایسا شخص ہے جو معروف نہیں ہے۔ یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ بکری کے بچے کے گھٹنے کی طرح تھی۔

21. وہ ابھرتے ہوئے سرخ گوشت کی طرح تھی۔ ابن ضحاک نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مہر نبوت سرخ ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی جو کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔"

تنبیہات

1. آپ کے جسدِ اطہر میں مہر نبوت کہاں تھی اس جگہ میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ آپ بائیں کندھے کی

بالائی ہڈی کے پاس تھی۔حضرت سلمان سے شاذ روایت میں ہے کہ وہ آپ کے بائیں کندھے کی ہڈی کے پاس تھی۔ اس روایت کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے۔لیکن میں نے یہ روایت دونوں نسخوں میں نہیں دیکھی۔ نہ ہی ختم نبوت کی بعثت میں اور نہ ہی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے۔" گویا کہ یہ کسی اور جگہ ہے۔

◆ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ ساری روایات معنیٰ میں قریب قریب ہیں۔ یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ ہر راوی نے مہر نبوت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جو اسے مناسب لگی۔مثلاً حجلہ کے انڈے (قبہ کے بٹن کی طرح) کسی نے کہا ہے کسی نے کبوتری کے انڈے کی طرح کہا ہے۔کسی نے سیب کے دانے کی طرح کسی نے ابھرے ہوئے گوشت کی طرح کہا ہے۔کسی نے سینگی کے نشان کی طرح کسی نے بکری کے بچے کے گھٹنے کی طرح کہا ہے ان سارے الفاظ کا مدعا ایک ہی ہے یعنی گوشت کا حصہ۔جس نے اسے بال کہا ہے تو اس کی وجہ ہے کہ مہر نبوت کے اردگرد بال اگے ہوئے تھے۔امام قرطبی نے "المفهم" میں کہا ہے کہ یہ ساری روایات ثابت کرتی ہیں کہ مہر نبوت سرخ رنگ کی ابھری ہوئی چیز تھی۔جو آپ کے بائیں کندھے کے پاس تھی۔ جب وہ کم ہوتی تو وہ کبوتری کے انڈے کی طرح اور بڑھتی تو وہ ہاتھ کی مٹھی کی طرح ہو جاتی تھی۔قاضی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔البتہ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے" لیکن وہ روایت جس میں ہے کہ یہ بند مٹھی کی طرح تھی ظاہر میں اس کی مخالفت ہے۔کثیر روایات کے مطابق اس کی تاویل کی جائے گی۔اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ بند مٹھی کی ہیئت میں تھی لیکن اس سے کم تھی۔ یہ کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔"

◆ امام سہیلی نے لکھا ہے" آپ کے بائیں کندھے کی ہڈی کے پاس مہر نبوت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ آپ شیطان کے وسوسہ سے معصوم ہیں۔شیطان اسی جگہ سے ابن آدم میں وسوسہ سازی کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابوعمر نے قوی سند سے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ بنو آدم میں شیطان کی جگہ دکھا دے۔" اسے ایک شفاف جسم دکھایا گیا جس کا اندر باہر سے نظر آتا تھا۔اسے شیطان کو ایک مینڈک کی شکل میں دکھایا گیا جو اس کے کندھے پر دل کے بالکل بالمقابل تھا۔مچھر کی سونڈھ کی طرح اس کی سونڈھ تھی۔وہ اس کے کندھے کے بائیں طرف سے دخل اندازی کر رہا تھا۔ جب اس نے رب تعالیٰ کا ذکر کیا تو وہ بھاگ گیا۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے" اعتبار کی جہت سے مہر نبوت لگانے میں حکمت یہ ہے کہ جب آپ کا قلب انور ایمان سے بھر دیا گیا تو اس پر مہر لگا دی گئی۔جس طرح اس برتن پر مہر لگا دی جاتی ہے، جو مشک یا جواہرات سے بھرا ہو۔ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے سارے اجزاء جمع فرمائے۔آپ کی تکمیل فرما کر اس پر

مہر نبوت لگا دی۔ اس مہر کی وجہ سے نہ تو آپ اور نہ ہی آپ کا دشمن اس تک پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ چیز محفوظ ہوتی ہے جس پر مہر لگا دی جائے۔ رب تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ہمارے لیے اسی طرح تدبیر فرمائی ہے جب ہم کسی چیز کو مہر سمیت حاصل کرتے ہیں تو شک ختم ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے مابین جھگڑا اٹھ جاتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ نے آپ کے دل میں مہر لگا دی۔ جس سے آپ کا دل مطمئن ہو گیا اس میں اس نے نور ڈالا۔ دل کی قوت میں اضافہ ہوا۔ وہ کندھوں کے مابین سے انڈے کی طرح ظاہر ہو گیا۔

◆ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان احادیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مہر نبوت آپ کی ولادت کے وقت نہ تھی۔ یہ اس وقت لگائی گئی جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ کا شق صدر ہوا۔ اس شخص کی گرفت کی گئی ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت مہر نبوت تھی۔ اس قول کو ابوالفتح نے لکھا ہے۔ دوسرا مؤقف یہ ہے کہ ولادت کے وقت یہ مہر موجود تھی۔ ابن عائذ کا یہی مؤقف ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ پہلا قول صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ "الغرر" میں بھی اسی مؤقف کو درست مانا گیا ہے۔ ان روایات کا بھی یہی تقاضا ہے۔ جن کو شق صدر کے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اور اس حدیث پاک کا تقاضا ہے جسے اس باب کے آغاز میں ذکر کیا گیا مہر نبوت تین بار لگائی گئی۔

① بنوسعد کے ہاں۔ ② بعثت کے وقت۔ ③ شب معراج کو۔

آپ کی دس سال کی عمر میں جو شق صدر ہوا اس میں مجھے مہر نبوت کا تذکرہ نظر نہیں آیا۔

◆ الحافظ برھان الدین الحلبی سے پوچھا گیا کہ کیا ختم نبوت حضور ﷺ کی خصوصیت تھی۔ یا ہر نبی پر خاتم نبوت لگی ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا: "مجھے تو اس ضمن میں کچھ علم نہیں۔ لیکن جو بات ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ یہ کئی اعتبار سے آپ کے لیے خاص ہے۔ (۱) یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ جبکہ آپ کے علاوہ کوئی اور نبی اس طرح نہ تھا۔ کیونکہ باب نبوت آپ پر بند ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد یہ کبھی بھی نہیں کھولا جائے گا۔ حاکم نے حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "رب تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر اس کے دائیں ہاتھ پر نبوت کی علامت ہوتی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ کی نبوت کی علامت آپ کے کندھوں کے مابین تھی۔"

◆ قاضی نے کہا ہے کہ مہر ملائکہ کے اس شق کا اثر تھا جو انہوں نے آپ کے کندھوں کے مابین کیا تھا۔ لیکن امام نووی نے ان کی گرفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ مؤقف درست نہیں۔ آپ کے سینہ اور پیٹ کو شق کیا گیا تھا۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس شق کا اثر ایک واضح خط کی شکل میں تھا۔ جو آپ کے سینۂ اقدس سے لے کر آپ کے بطن اقدس کے نیچے نرم حصہ تک تھا۔ جیسے کہ صحیح میں ہے۔ شق اس طرح ثابت نہیں کہ وہ آپ کی کمر انور تک پہنچ گیا ہو اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ شق آپ کے شانوں کے مابین سے لے کر آپ کے

بطن اقدس ہوگا۔ قاضی کا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ میں قاضی علیہ الرحمۃ کے مؤقف کی روایت سے آگاہ ہوا ہوں۔ وہ عتبہ بن عبدالسلمی کی روایت ہے۔ اس میں ہے کہ جب دو فرشتوں نے آپ کا شق صدر کیا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: ''اسے سی دو۔'' اس نے اسے سی دیا اور اس پر مہر نبوت لگا دی۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ختم نبوت آپ کے کندھوں کے مابین تھی تو یہ اسی مہر کا اثر تھا۔ امام نووی اور ان کے ہم نوا دیگر علماء نے سمجھا ہے ''بین کتفیہ'' شق کے متعلق ہے۔ بلکہ وہ تو ختم کے متعلق ہے۔ ابو یعلی اور ابونعیم نے حضرت شداد بن اوس سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ فرشتے نے جب آپ کا قلب انور نکالا۔ اسے دھویا۔ پھر اسے اسی جگہ لوٹا دیا۔ اس کے ہاتھ میں نور کی مہر تھی۔ اس نے اسی سے اس پر مہر لگا دی۔ یہی نور نبوت ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ظَھَرَ سے مراد من وراظھر ہو۔ یعنی آپ کے بائیں کندھے کے پاس کیونکہ دل اسی جہت میں ہوتا ہے۔

ابو داؤد طیالسی، ابن ابی اسامہ نے دلائل میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے جب بعثت کے وقت آپ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے مجھے گدی کے بل لٹایا۔ پھر میرا دل چاک کیا اسے باہر نکالا۔ اسے سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا۔ پھر اسے اس کی جگہ رکھ دیا۔ پھر اسے اسی جگہ جوڑ دیا۔ اس نے مجھے لٹایا۔ میری کمر پر مہر لگائی۔ حتیٰ کہ میں نے دل میں اس مہر کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اس نے کہا ''اقراء'' یہ قاضی علیہ الرحمۃ کی وہ روایت ہے جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ یہ باطل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تیسری تنبیہ میں امام سہیلی کا کلام گزر چکا ہے، جو امام قاضی علیہ الرحمہ کے کلام کی وضاحت کرتا ہے۔

◆5 حضرت شداد بن اوس کی روایت میں ہے کہ آپ کا اس وقت شق صدر ہوا جب آپ بنو سعد کے ہاں جلوہ افروز تھے۔ اس میں ہے۔ ''فرشتہ آیا۔ اس کے ہاتھ میں مہر نبوت تھی۔ جس سے شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس نے آپ کے سینہ اقدس کے وسط میں اور کندھوں کے مابین مہر لگا دی۔'' اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ کے دو مقامات پر مہر نبوت لگی ہوئی تھی۔

◆6 الحافظ نے لکھا ہے کہ جو یہ کہا گیا ہے کہ مہر نبوت سینگی کے اثر کی طرح تھی یا سیاہ تل یا سبز تل تھا جس پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ او سر فانك منصور'' لکھا ہوا تھا۔ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ القطب نے المورد میں اور محب بن شہاب نے الغرر میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ ابوخطاب ابن دحیہ نے حکیم ترمذی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ مہر نبوت جو حضور ﷺ کے مبارک شانوں کے مابین تھی وہ گویا کہ کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ جس کے باطن میں ''اللہ واحد'' اور ظاہر میں توجہ حیث شئت

فانك منصور لکھا ہوا تھا۔ ابن منصور نے لکھا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

9 ایک قول یہ ہے کہ یہ مہر نبوت جو آپ کے کندھوں کے مابین تھی یہ آپ کے وصال کے وقت اٹھالی گئی تھی۔ اسی سے آپ کے وصال کی پہچان ہوئی۔ ابو نعیم اور امام بیہقی نے امام واقدی کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "صحابہ کرام کو حضور ﷺ کے وصال میں شک ہوا۔ بعض نے کہا: "آپ کا وصال ہو گیا ہے۔" بعض نے کہا: "آپ کا وصال نہیں ہوا ہے۔" حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے شانوں کے مابین رکھا اور کہا "آپ کا وصال ہو گیا ہے" آپ کے کندھوں سے ختم نبوت اٹھالی گئی ہے۔ اسی سے آپ کے وصال کی پہچان ہوئی۔ ابن سعد نے واقدی سے اور انہوں نے ام معاویہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔ واقدی متروک ہے بلکہ جماعت نے انہیں کذاب کہا ہے۔

"الزھرۃ" میں ہے کہ حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت تحریر کی ہے کہ انہوں نے اس وقت حضور ﷺ کو چھوا جب آپ کا وصال ہوا تو انہوں نے پایا کہ مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا تھا۔ مجھے حاکم کی تاریخ کا نصف حصہ ملا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا اس میں مجھے یہ روایت نظر نہ آئی۔ گویا کہ وہ مجھے نظر نہ آئی تا کہ میں اس کی سند دیکھتا۔ میں اسے صحیح گمان نہیں کرتا۔ الاصطفاء میں ہے اگر کہا جائے کہ حضور ﷺ کی رسالت اور نبوت حضور ﷺ کے وصال کے بعد حقیقت میں باقی ہیں جیسے مؤمن کا ایمان وصال کے بعد باقی رہتا ہے۔ کیونکہ روح ہی نبوت، رسالت اور ایمان سے متصف ہوتی ہے روح باقی رہتی ہے وہ جسم کی موت سے متغیر نہیں ہوتی۔ تو پھر مہر نبوت کو کیوں اٹھالیا گیا جو کہ نبوت و رسالت کی علامت تھی۔ میں کہتا ہوں "کیونکہ اسے ایک حکمت کے تحت لگایا گیا تھا۔ وہ شیطان سے تحفظ اور حفاظت تھی۔ وصال سے اس سے تحفظ مل گیا۔ لہٰذا اسے جسم اطہر میں باقی رکھنے کا فائدہ نہ رہا۔ امام نسفی نے ذکر کیا ہے کہ انبیائے کرام کے وصال کے بعد نبوت و رسالت کے وصف ان میں حقیقۃً باقی رہتا ہے۔ ابوالحسن الاشعری اور ان کے عام ساتھیوں کا یہی مؤقف ہے۔ لیکن اس طرح نہیں جس طرح نسفی نے لکھا ہے کیونکہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں عنقریب اس کی تحقیق آئے گی۔

10 حافظ ابراہیم حربی نے اپنی غریب میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ مہر نبوت میرے منہ سے لگ رہی تھی۔ اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔"

❁❁❁

تیرھواں باب

سینۂ اقدس، پیٹ مبارک

حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سینۂ اقدس وسیع تھا۔ آپ کا پیٹ مبارک برابر تھا۔ سینہ قدرے آگے کو نکلا ہوا تھا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نہ آپ کو پیٹ کا موٹاپا تھکا تا تھا نہ ہی اس کا کمزور ہونا آپ میں عیب پیدا کرتا تھا۔"

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے جب بھی حضور اکرم ﷺ کو دیکھا مجھے تو وہ کاغذ یاد آئے جو ایک دوسرے پر لپٹے ہوئے ہوں۔"

حافظ ابوبکر احمد بن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے پیٹ مبارک کی تین سلوٹیں تھیں۔ ایک ازار بند کے نیچے ہوتی تھی جبکہ دو ظاہر ہوتی تھیں۔ بعض علما نے فرمایا ہے کہ دو سلوٹیں ازار بند کے نیچے ہوتی تھی۔ ایک ظاہر ہوتی تھی۔ یہ سلوٹیں لپٹے ہوئے سفید کپڑے کی طرح تھیں۔ بہت ہی نرم تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا پیٹ مبارک اور سینۂ اقدس برابر تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وہ اعضاء مبارکہ جن پر کپڑا نہ ہوتا تھا وہ بھی روشن تھے۔ سینہ کی ہڈی اور ناف کے مابین بالوں کا خط ملا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سینۂ اقدس اور پیٹ مبارک بالوں سے صاف تھا۔ دونوں بازو، دونوں کندھوں اور سینہ کے اوپر والے حصہ میں بال اگے ہوئے تھے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے پہلو روشن تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پہلو سفید تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سینہ اقدس سے لے کر ناف تک بالوں کی لائن تھی۔ یہ بال ایک خط کی مانند تھے۔ آپ کے بقیہ سینے اور پیٹ پر بال نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سینہ اقدس کے اوپر سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک خط بنا ہوا تھا۔ گویا کہ وہ مشک اذفر کی ایک سطر تھی۔ آپ کے جسم اطہر اور سینۂ اقدس پر ان کے علاوہ اور بال نہ تھے۔

چودھواں باب

شق صدر

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ﴿۱﴾ (الشرح:۱)

ترجمہ: "کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔"

الکشاف میں ہے کہ یہ علی وجہ انکار انشراح صدر کی نفی پر استفہام ہے۔ اس سے انشراح صدر کے اثبات اور ایجاب میں مبالغہ مقصود ہے۔ گویا کہ آپ سے کہا گیا: "ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔" اسی لیے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا "وَوَضَعۡنَا" پر عطف کیا ہے۔

علامہ الطیبی نے لکھا ہے یعنی عدم انشراح کا انکار کیا ہے جب اس کا انکار ہوا تو انشراح ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ہمزہ انکار کے لیے ہے۔ انکار نفی کے لیے ہے۔ جب نفی نفی پر داخل ہو تو اثبات لازم آتا ہے۔ اس ہمزہ کو تقریر بنانا درست نہیں ہے۔ علامہ راغب نے لکھا ہے کہ "الشرح" کا اصل معنی ہے گوشت پھیلانا اسی سے شرح صدر ہے۔ اس سے مراد رب تعالیٰ کی طرف سے سینہ اقدس کا نور الٰہی کی وجہ سے اس کی طرف سے سکینہ اور سکون کی وجہ سے پھیل جانا ہے۔" انہوں نے لکھا ہے "صدر سے مراد سینہ ہے۔ اس کی جمع صدور ہے بعض حکماء نے لکھا ہے کہ جہاں رب تعالیٰ نے دل کا کہا ہے تو وہاں عقل اور علم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰی لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ۔ (ق:۳۷)

ترجمہ: "بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل (بینا) رکھتا ہو۔"

جہاں اس نے سینہ کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد شہوت اور خواہش کے سارے اعضاء ہیں۔ جیسے:

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۵﴾ (طٰہٰ:۲۵)

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! کشادہ فرما دے میرے لیے میرا سینہ۔"

یہاں سارے قویٰ کی اصلاح مراد ہے۔ اسی طرح فرمایا:

وَیَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ (التوبہ:۱۴)

ترجمہ: "اور صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینوں کو جو اہلِ ایمان ہے۔"

مکی نے لکھا ہے کہ صدر سے مراد دل ہے کیونکہ فہم اور علم اسی میں ہوتا ہے اسے دل کے قرب اور اس کے ساتھ ملے ہونے کی وجہ سے صدر کہا جاتا ہے۔ حکیم ترمذی نے لکھا ہے کہ اس جگہ صدر کا ذکر کیا دل کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ سینہ میں وسوسہ کی جگہ ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ نے اس وسوسہ کو ختم کر دیا۔ اسے خیر کے دواعی میں بدل دیا اسی سے مراد شرح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دل عقل اور معرفت کی جگہ ہے۔ شیطان اسی کا قصد کرتا ہے۔ شیطان سینے کی طرف آتا ہے جو دل کا قلعہ ہوتا ہے۔ جب اس میں راہ پاتا ہے تو اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے انسان تنگ دل ہو جاتا ہے۔ وہ اطاعت میں لذت نہیں پاتا نہ ہی اسلام کی حلاوت پاتا ہے جب وہ ابتداء سے ہی اپنے دشمن کو دھتکار دے تو اسے امن حاصل ہو جاتا ہے تنگی دور ہو جاتی ہے۔ انشراح صدر ہو جاتا ہے۔ عبودیت کی ادائیگی کے لیے قیام آسان ہو جاتا ہے۔ الاستاذ ابو علی دقاق نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ مرید تھے۔ انہوں نے عرض کی: "رب اشرح لی صدری" ہمارے نبی کریم ﷺ مراد تھے آپ سے فرمایا گیا "الم نشرح لك صدرك"۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ "الم نشرح لک صدرک" نہیں فرمایا گیا یعنی اس میں لَكَ ذکر کیا گیا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔

1. رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ یہ شرح صدر صرف آپ کے لیے ہے جس طرح آپ صرف میرے لیے اطاعت کرتے ہیں۔
2. اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ رسالت کے منافع آپ ﷺ کی طرف ہی لوٹتے تھے۔ گویا کہ کہا گیا کہ ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کھولا ہے۔ اپنے لیے نہیں کھولا۔ "نشرح" میں "ن" عظمت کے لیے ہے۔ کیونکہ منعم کی عظمت نعمت کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ جن و انسان کے جھگڑے کی وجہ سے آپ تنگ دل ہوتے تھے۔ آپ کو رب تعالیٰ نے اتنی وسعت عطا کی تھی۔ جس سے آپ یہ سب کچھ برداشت کر لیتے تھے۔

اس آیت طیبہ کے بارے مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ امام بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے اسے اتنا وسیع کیا حتیٰ کہ اس میں حق کے ساتھ مناجات اور خلق کو دعوت سما گئیں۔ آپ غائب ہوتے ہوئے بھی حاضر ہوتے تھے۔ یا ہم نے اس میں حکمتیں ودیعت کر کے اور جہالت کی تنگی کو دور کر کے اسے وسیع کیا۔ یا آپ کے لیے وحی کے حصول کو آسان بنایا ہے حالانکہ یہ پہلے آپ پر بہت گراں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جس میں بچپن میں یا اس روز جس دن آپ سے میثاق لیا گیا۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے۔ آپ کا دلِ انور نکالا۔ اسے دھویا اسے علم اور ایمان سے بھرا شاید یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے "اگر اس سے مراد وہ میثاق ہے جو عالم ذر میں لیا گیا تھا تو پھر اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ دن ہے جس دن آپ مبعوث ہوئے۔" اس جگہ شیخ

کی عبارت محذوف ہے میں کہتا ہوں گویا کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کی اصل ہے۔
ان اقوال اور شق صدر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔شرح صدر سے مراد اس کا شق کرنا ہے۔اس سے تکلیف دہ چیز نکالنا ہے۔اسی کی طرف ابن جریر اور ابن کثیر نے اشارہ کیا ہے۔

شق صدر چار بارہوا

❶ امام بیہقی نے حضرت ابراہیم بن طہمان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے حضرت سعد سے رب تعالیٰ کے اس فرمان الم نشرح لك صدرك کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے قتادہ نے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا:''آپ کے سینہ اقدس سے لے کر آپ کے پیٹ کے نچلے حصہ تک شق صدر ہوا۔آپ کا قلب انور باہر نکالا گیا......''

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔انہوں نے آپ کو پکڑا زمین پر لٹایا قلب انور شق کیا دل باہر نکالا اسے شق کیا اس سے لوتھڑا باہر نکالا۔کہا:''یہ آپ کے جسم اطہر میں سے شیطان کا حصہ تھا۔پھر قلب انور کو سونے کے طشت میں آبِ زمزم سے دھویا۔پھر اسے سی دیا اور اسے اپنی جگہ لوٹا دیا۔بچے دوڑ کر آپ کی رضاعی امی کے پاس گئے۔انہوں نے کہا:''محمد عربی ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔''جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ کا رنگ متغیر تھا۔حضرت انس نے فرمایا:''میں سوئی کے اثرات آپ کے سینہ اقدس پر دیکھ سکتا تھا۔''

امام احمد، امام دارمی، امام حاکم، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عتبہ بن عبد سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:''میری رضاعی امی بنو سعد میں سے تھیں۔میں اور ان کا نورِ نظر بکریاں چرانے گئے۔ہم اپنے ساتھ کھانا لے کر نہیں گئے تھے۔''

میں نے کہا:''میرے بھائی! جاؤ اور ہمارے لیے امی جان سے کھانا لے کر آؤ۔''میرا رضاعی بھائی چلا گیا۔میں بکریوں کے پاس ٹھہر گیا۔میرے پاس دو پرندے آئے۔گویا کہ وہ گدھ تھے۔ان میں سے ایک نے کہا''کیا یہ وہی ہیں'' دوسرے نے کہا''ہاں! وہ جلدی سے میرے پاس آئے۔مجھے گدی کے بل لٹایا۔میرا پیٹ چاک کیا۔میرا دل نکالا۔اسے چیرا۔اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:''میرے پاس برف کا پانی لے کر آؤ۔''انہوں نے اس سے میرا پیٹ دھویا۔پھر اس نے کہا:''میرے پاس برف کا پانی لے کر آؤ۔''انہوں نے اس کے ساتھ میرا دل دھویا۔اس نے کہا:''میرے پاس سکینہ لے کر آؤ۔''اس نے اسے میرے دل میں انڈیل دیا۔ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:''اسے سی دو۔''اس نے اسے سی دیا اور اس پر مہر نبوت لگا دی۔''

دوسری بار

اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ عبداللہ بن امام احمد نے زوائد مسند میں ثقہ راویوں سے ابن حبان، حاکم، ابونعیم، ابن عساکر اور ضیاء نے "المختارہ" میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! آپ کی نبوت کا ابتدائی معاملہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "میں صحرا میں تھا۔ میں چل رہا تھا۔ میری عمر دس برس تھی۔ میں نے اچانک اپنے سر کے اوپر دو آدمی دیکھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "کیا یہ وہی ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں! انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے ان جیسے آدمی کبھی نہ دیکھے تھے۔ نہ ہی اتنی پاکیزہ ارواح اور اتنے صاف کپڑے دیکھے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازوؤں سے پکڑا۔ میں اس کے پکڑنے کا لمس بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "انہیں لٹا دو" انہوں نے مجھے بالکل سیدھا لٹا دیا۔ یا انہوں نے مجھے گدی کے بل لٹا دیا۔ پھر میرا پیٹ چاک کیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا "اس کا سینہ شق کرو۔" ان میں سے ایک میرے سینے کی طرف جھکا اور جو کچھ نظر آیا اسے چیر دیا لیکن نہ خون نکلا نہ مجھے درد ہوا۔ ان میں سے ایک سونے کے ٹرے میں پانی لاتا رہا دوسرا میرا پیٹ دھوتا رہا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "ان کا سینہ شق کر دو۔" انہوں نے سینہ شق کیا لیکن مجھے درد نہ ہوا۔ پھر اس نے میرا دل چاک کیا۔ اس سے کینہ اور حسد نکال دیا۔ اس سے گوشت کا لوتھڑا نکالا اور اسے پھینک دیا۔ اس نے دوسرے سے کہا: "اس میں رحمت اور رافت ڈال دو۔" اس نے چاندی نما کوئی چیز دل میں ڈال دی۔ پھر اس نے سفوف نکالا اور اسے سینہ پر پھینک دیا پھر مجھے کہا: "اٹھو، سلامت رہو" جب میں واپس آیا تو میرے دل میں چھوٹے کے لیے رحمت اور بڑے کے لیے رأفت تھی۔

تیسری بار

بعثت کے وقت، ابوداؤد الطیالسی، حارث بن اسامہ، امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک مہینہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی۔ اتفاق سے وہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ایک دن آپ باہر نکلے۔ آپ نے سماعت فرمایا: "السلام علیك!" آپ نے فرمایا: "میں سمجھا کہ شاید کوئی جن ہے" میں جلدی سے آیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس داخل ہوا۔ انہوں نے عرض کی: "آپ کو کیا ہوا ہے؟" میں نے انہیں سارا واقعہ بتایا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو بشارت ہو سلام بھلائی ہوتا ہے۔ پھر میں دوسری بار نکلا میں نے حضرت جبرائیل کو دیکھا۔ ان کا ایک پر مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی سمت تھا۔ میں خوفزدہ ہو گیا۔ میں جلدی سے گھر آنے لگا۔ میں نے انہیں اپنے دروازہ کے پاس پایا۔ انہوں نے مجھ سے کلام کیا حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا۔ میں وعدہ کے مطابق آیا۔ مگر وہ کچھ دیر سے آئے۔ میں واپس آنا ہی

چاہتا تھا کہ میں نے انہیں اور حضرت میکائیل کو دیکھ لیا۔ انہوں نے افق کو گھیر رکھا تھا۔ حضرت جبرائیل نیچے اترے اور حضرت میکائیل آسمان اور زمین کے مابین تھے۔ حضرت جبرائیل نے مجھے پکڑا مجھے گدی کے بل زمین پر لٹایا۔ میرا دل انور شق کیا پھر اس سے وہ کچھ نکالا جو کچھ رب تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا۔ پھر اسی جگہ لوٹا دیا۔ پھر اسے سی دیا۔ مجھے الٹا کیا جس طرح برتن کو الٹا کیا جاتا ہے۔ میری کمر پر مہر نبوت لگائی۔ حتیٰ کہ میں نے مہر نبوت کو محسوس کیا۔

چوتھی بار

امام مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرے پاس آئے میں اپنے اہلِ خانہ میں تھا۔ مجھے زمزم کے پاس لایا گیا۔ میرا سینہ چاک کیا گیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت و ایمان سے لبریز تھا۔ انہوں نے اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ حضرت انس نے فرمایا: ''حضور ﷺ ہمیں اپنا سینۂ اقدس دکھایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر فرشتہ مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گیا......''

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں شبِ معراج کے بارے بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ میں خطیم (حجر) میں تھا۔ میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا: ''ان تینوں میں سے درمیانے'' وہ میرے پاس آیا اس نے یہاں سے یہاں تک سینہ چاک کیا۔ میرا دل باہر نکالا۔ میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے میرا قلب انور دھویا۔ پھر وہ طشت اس میں انڈیل دیا پھر اسے سی دیا۔ پھر میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے کم اور گدھے سے بڑا تھا۔''

وہ احادیث مبارکہ جن میں شق صدر کا تذکرہ زمانہ کی تعیین کے بغیر ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو کیسے علم ہوا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا۔'' آپ نے فرمایا: ''ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے میں وادیٔ بطحاء میں تھا۔ ان میں سے ایک زمین پر آیا دوسرا آسمان اور زمین کے مابین تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''کیا یہ وہی ہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں! یہ وہی ہیں۔ اس نے کہا: ''ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو۔'' میرا وزن ایک شخص کے ساتھ کیا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر اس نے کہا: ''ان کا وزن دس آدمیوں کے ساتھ کرو۔'' اس نے میرا وزن دس آدمیوں کے ساتھ کیا۔ میرا پلڑا جھک گیا۔'' پھر اس نے کہا: ''ان کا وزن سو افراد کے ساتھ کرو۔'' اس نے سو افراد کے ساتھ میرا وزن کیا۔ میرا پلڑا جھک گیا۔ اس نے کہا ''اب ان کا وزن ایک ہزار افراد کے ساتھ کرو۔'' اس نے

میرا وزن ایک ہزار افراد کے ساتھ کیا۔ وہ ترازو کے پلڑے سے میرے اوپر گرنے لگے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''اگر ان کا وزن ان کی پوری امت سے کرو گے پھر بھی ان کا پلڑا جھک جائے گا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ''ان کا پیٹ چاک کرو۔'' اس نے میرا پیٹ چاک کیا۔ پھر اس نے کہا: ''ان کا قلب انور دھو دو۔'' اس نے میرا دل شق کیا۔ اس میں سے مغمز الشیطان نکالا۔ گوشت کا لوتھڑا نکالا۔ انہیں پھینک دیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ''ان کے پیٹ کو اس طرح دھو دو جس طرح برتن دھویا جاتا ہے ان کا دل اس طرح دھو دو جس طرح ازار دھویا جاتا ہے۔ پھر اس نے سکینہ کو منگوایا جو سفید برھرۃ کی طرح تھا۔ اس نے اسے میرے دل میں انڈیل دیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ''ان کا پیٹ سی دو۔'' اس نے میرا پیٹ سی دیا۔ میرے کندھوں کے مابین مہر نبوت لگا دی۔ پھر وہ مجھ سے دور چلے گئے گویا کہ میں یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''دو فرشتے میرے پاس آئے۔ وہ سارس کی شکل میں تھے۔ ان کے پاس ثلج، برد اور ٹھنڈا پانی تھا۔ ان میں سے ایک نے میرا سینہ شق کیا۔ دوسرے نے اپنی چونچ سے اس میں یہ اشیاء انڈیلیں اور قلب انور دھو دیا۔ ابونعیم نے حضرت یونس بن میسرہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس فرشتہ آیا۔ اس کے پاس سونے کا طشت تھا۔ اس نے میرا پیٹ چاک کیا۔ انہوں نے میری آنتیں نکالیں۔ پھر انہیں دھویا پھر ان پر سفوف چھڑکا اس نے کہا: ''یہ ایک محکمہ دل ہے۔ یہ اسے یاد رکھتا ہے۔ جو اس میں رکھا جاتا ہے۔ اس میں دو دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ دو سننے والے کافی ہیں آپ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ مقفّی اور حاشر ہیں۔

آپ کا قلب سلیم ہے۔ آپ کی زبان مبارک سچی ہے آپ کا نفس مطمئنہ ہے۔ آپ کے اخلاق عمدہ ہیں۔ آپ قثم ہیں۔''

دارمی، ابن عساکر نے ابن غنم سے روایت کیا ہے۔ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت جبرائیل امین حضور ﷺ پر نازل ہوئے۔ آپ کا قلب انور شق کیا۔ پھر حضرت جبرائیل نے کہا: ''آپ کا قلب انور محکم ہے۔ اس میں دو سننے والے کان دو دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ مقفّی اور حاشر ہیں۔ آپ کے اخلاق عمدہ ہیں آپ کی زبان سچی ہے۔ آپ کا نفس مطمئنہ ہے۔

تنبیہات

1. الحافظ ابو الفضل عراقی نے کہا ہے کہ ابن حزم اور عیاض نے شب معراج کو شق صدر کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ شریک کی تخلیط ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہ روایت صحیحین میں شریک کی سند کے علاوہ بھی منقول ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے ''شب معراج کو شق صدر کے انکار کے بارے توجہ نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔" الحافظ نے لکھا ہے: "بعض علماء نے شب معراج کو شق صدر کا انکار کیا ہے۔ اس کے بارے روایات متواتر ہیں۔

◆ امام قرطبی اور تور بشتی نے شرح المصابیح میں اور الطیبی نے شرح مشکاۃ میں الحافظ اور الشیخ وغیرھما نے لکھا ہے کہ شق صدر کے بارے جتنی روایات ہیں۔ جن میں قلب انور کے نکالنے کا تذکرہ ہے۔ انہیں کسی تعرض کے بغیر ہی تسلیم کرنا ضروری ہے۔ انہیں حقیقت سے پھیرنا درست نہیں کیونکہ رب تعالیٰ میں یہ قدرت ہے۔ اس میں سے کچھ بھی محال نہیں۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام آپ کے سینہ میں سوئی کے نشانات دیکھا کرتے تھے۔

◆ علامہ ابن منیر نے کہا ہے کہ آپ کا شق صدر ہوا اور آپ نے اس پر صبر کیا۔ یہ عمل اس عمل کی جنس سے ہے۔ جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آزمایا گیا بلکہ اس سے جلیل تر اور مشکل تر ہے۔ کیونکہ وہ معاریض تھیں یہ حقیقت ہے۔ شق صدر بھی بار بار ہوا۔ آپ یتیم تھے معصوم بچپن میں تھے۔ اپنے اہلِ خانہ سے دور تھے۔

◆ شیخ الاسلام ابوالحسن السبکی سے سوال کیا گیا کہ وہ سیاہ لوتھڑا کیا تھا جو آپ کے قلب انور سے شق صدر کے وقت نکالا گیا۔ نیز فرشتے کے اس قول کا مفہوم کیا ہے "یہ آپ میں سے شیطان کا حصہ تھا۔" انہوں نے جواب دیا ہے" یہ لوتھڑا بشر کے قلوب میں رب تعالیٰ پیدا فرماتا ہے۔ اسی میں ہی ابلیس وسوسہ سازی کرتا ہے۔ اسے آپ سے ختم کر دیا گیا۔ اب آپ میں ایسی جگہ نہ تھی۔ جس میں شیطان کچھ وسوسہ کر سکتا۔ حدیث پاک کا یہی مفہوم ہے۔ ورنہ آپ کے جسم اطہر میں شیطان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ فرشتے نے جو کچھ پھینکا تھا وہ ایسا امر تھا جو بشری جبلات میں شامل تھا۔" امام سبکی سے پوچھا گیا "رب تعالیٰ نے آپ کی مبارک ذات میں یہ لوتھڑا پیدا کیوں کیا تھا؟" کیا ممکن نہ تھا کہ رب تعالیٰ آپ کو اس کے بغیر ہی تخلیق فرما دیتا؟ انہوں نے فرمایا: "یہ انسانی اجزاء میں سے تھا۔ اس کی تخلیق انسانی تخلیق کی تکمیل کے لیے تھی۔ اس کی تخلیق ضروری تھی۔ کرامت ربانیہ کی وجہ سے اسے اتار کر پھینک دیا گیا۔" بعض علماء نے لکھا ہے اور اگر رب تعالیٰ آپ کو اس کے بغیر تخلیق فرماتا تو لوگوں کو اس کی حقیقت سے آگاہی نہ ہو سکتی۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کے ہاتھوں اسے عیاں کیا تا کہ آپ کے باطن کا کمال متحقق ہو سکے جیسے کہ آپ کے ظاہر کا کمال عیاں تھا۔

◆ شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ آپ کے دل انور کو شق کیے بغیر ہی ایمان اور حکمت سے بھر سکتا تھا۔ پھر بھی آپ کا شق صدر کیا اس میں یہ حکمت ہے تا کہ آپ کی قوتِ یقین میں اضافہ ہو جائے۔ آپ کے شق صدر کو ملاحظہ کیا مگر اس کا اثر نہ لیا اس کے ساتھ ساتھ آپ سارے عادیہ خوفوں سے امن میں تھے۔ آپ حال اور مقال کے اعتبار سے سارے لوگوں سے شجاع تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کا وصف بیان کیا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (النجم: ۱۷)

ترجمہ: "نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔"

◆ اس میں اختلاف ہے کہ کیا شق صدر اور اس کا دھویا جانا آپ کے ساتھ مختص ہے یا دیگر انبیاء بھی اس میں شامل ہیں۔ شیخ نے عدم مشارکت کا قول کیا ہے۔ عنقریب خصائص میں آئے گا کہ صحیح یہ ہے کہ دیگر انبیاء بھی اس میں شامل ہیں۔

◆ بار بار شق صدر کے وقوع میں کیا حکمت ہے؟ الحافظ نے پہلی، تیسری اور چوتھی بار شق صدر کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا: "ان تینوں بار میں حکمت ہے۔ جب پہلی بار شق صدر ہوا تو یہ آپ کا معصوم بچپن تھا۔ تاکہ آپ شیطان سے محفوظ ہو کر اعلیٰ احوال میں نشو ونما پاسکیں۔ پھر بعثت کے وقت شق صدر ہوا تاکہ آپ کے قلب انور میں جو کچھ القاء کیا جائے آپ قوی دل کے ساتھ اکمل احوال میں اسے حاصل کرسکیں۔ پھر معراج کے وقت شق صدر ہوا تاکہ آپ کا قلب انور مناجات کے لیے تیار ہو سکے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ دوسری بار شق صدر کی حکمت بیان کرنے سے خاموش رہے حالانکہ اپنی کتاب التوحید میں یقین کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ دس سال کی عمر مکلف کی عمر کے قریب ہوتی ہے۔ آپ کا سینہ چاک کیا گیا۔ اسے پاک وصاف کیا گیا تاکہ کسی ایسی چیز کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جس کی وجہ سے لوگوں پر عیب لگایا جاتا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے "شاید اس بار دھونے میں یہ حکمت ہو تاکہ دوسری بار دھونے سے اسباغ میں مبالغہ ہو جائے۔"

ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ کا قلب انور دھویا گیا حالانکہ وہ پہلے ہی مقدس تھا وہ اس قابل تھا کہ جو خیر اس میں ڈالی جاتی وہ اسے قبول کرتا۔ پہلی بار آپ کا سینہ اقدس دھویا گیا آپ معصوم بچپن میں تھے۔ اس سے لوتھڑا باہر نکالا گیا۔ یہ آپ کی تعظیم کے لیے تھا اور معراج میں جو کچھ القاء کیا جاتا تھا۔ اس کے لیے تیار کرنا تھا۔ اس میں وہی حکمت کارفرما ہے جو اس شخص کے لیے وضو کرنے میں ہے جو پہلے باوضو ہو۔ یہ آپ کی تعظیم کے لیے تھا۔ رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور مناجات کرنے کے لیے تیار کرنا مقصود تھا۔ دوسری اور تیسری اور چوتھی بار دھونے میں یہی حکمت تھی۔ کیونکہ کفایت تو حاصل ہو چکی تھی۔ بقیہ تین بار آپ کی تعظیم کے لیے شق صدر کیا گیا۔ اسی طرح آپ کے باطن کو دھویا گیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (الحج: ۳۲)

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے اور جو ادب واحترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا تو یہ (احترام) اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے۔"

آپ کے سینہ اقدس کا دھونا اسی قبیل سے تھا۔ آپ کی امت کے لیے یہ بالفعل اشارۃ تھا کہ وہ شعائر اللہ کی تعظیم کرے جس طرح کہ انہیں بالقول حکم دیا گیا تھا۔

برہان نعمانی نے اپنی کتاب السراج میں لکھا ہے ''حرم شریف میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔ حریمِ ناز میں داخل ہونے کے بارے تمہارا کیا خیال ہے؟ حرم شریف کا تعلق عالم الملک کے ساتھ ہے۔ یہ ظاہری کائنات ہے۔ اس کے لیے آپ کے جسم اطہر کے ظاہر کو دھویا گیا۔ حریم ناز کا تعلق عالم ملکوت کے ساتھ ہے۔ وہ باطنی کائنات ہے۔ آپ کے جسم اطہر کا باطن دھویا گیا۔ آپ کو معراج کرائی گئی۔ تاکہ آپ پر نماز فرض ہو۔ آپ آسمانوں کے ملائکہ کو امامت کرائیں۔ پاکیزگی نماز کی شرائط میں سے ہے۔ لہٰذا آپ کے ظاہر اور باطن کو پاک کیا گیا۔ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ نے آپ کو نور بنا کر تخلیق کیا۔ جو انبیاء میں سے منتقل ہوتا رہا۔ نور کی پاکیزگی اتنی ہوتی ہے جو اسے حسی تطہیر سے مستغنی کر دیتی ہے۔ نیز پہلی دفعہ شق صدر آپ کے لیے باطن کی تطہیر کے لیے کافی نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نبوت کے بعد بھی آپ میں ایسی چیز تھی جو اس کی محتاج تھی، حالانکہ آپ بشریت کی میل کچیل سے پاک تھے۔ اس کا جواب یہ ہے، پہلی بار دھونا عین الیقین، دوسری بار دھونا علم الیقین اور تیسری بار دھونا حق الیقین کے لیے تھا۔

◆ ۸ کیا اس سے آپ کو تکلیف ہوئی یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ آپ کو تکلیف نہیں ہوئی۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو بہت اذیت ہوئی اسی لیے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ رنگت متغیر ہو جانا حکایۃً ہے۔ یہ اس وقت ہوا تھا جب آپ بنو سعد میں تھے۔ بعد میں شق صدر کا اثر کسی سے منقول نہیں۔ دوسری بار شق صدر کے بارے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

◆ ۹ کیا شق صدر کسی آلہ سے تھا یا نہیں۔ اس کا کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جس نے اس کی جستجو کی ہو۔ شق کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ یہ آلہ کے ساتھ ہو۔ حضرت ابوذر سے مروی ہے۔ ''اسے سی دو۔ دوسرے نے اسے سی دیا۔'' عتبہ بن عبد کی روایت میں ہے ''اسے سی دو'' اس نے اسے سی دیا'' حضرت انس کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے سینہ انور میں سوئی کے اثرات دیکھا کرتے تھے۔''

◆ ۱۰ حضرت ابوذر کی روایت میں ہے ''پھر سکینہ کو لایا گیا جو گویا کہ برھرھۃ تھا۔ اسے میرے سینہ میں انڈیل دیا گیا۔ ابن انباری نے لکھا ہے برھرھۃ سکینہ ہی ہے جس کا سر ٹیڑھا تھا جسے عام لوگ درانتی کہتے ہیں۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے ''میں ایک روایت سے آگاہ ہوا ہوں جس میں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''سکینہ لائی گئی گویا کہ وہ سفید درہم تھی'' اس کے بعد میرے لیے عیاں ہوا کہ برھرھہ سے مراد سکینہ وہ چیز ہے جو سفید ہوتی ہے۔ جس کا لوہا صاف ہوتا ہے۔ اسے سفیدی اور صفائی میں خوبصورت عورتوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے یہ لفظ سکینہ ہے۔ یہ سکون سے فعیلہ کے وزن پر ہے۔ قرآن پاک میں یہ سکون اور طمانیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

◆ ۱۱ طشت کا ذکر کیا کیونکہ غسل کے آلات میں سے مشہور یہی ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ طشت کے تذکرہ اور اس

کے حروف کی حکمت کے لیے ذرا رب تعالیٰ کا یہ فرمان دیکھو:

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝ (النمل:۱)

ترجمہ: "طا۔سین۔ یہ آیتیں ہیں قرآن (حکیم) اور روشن کتاب کی۔"

۱۲ سونے کو اس لیے مختص کیا گیا ہے کیونکہ یہ اس معنی کے زیادہ مناسب ہے جس کا آپ کے ساتھ ارادہ کیا گیا تھا۔ اگر تم لفظ الذهب کو دیکھو۔ یہ الذهاب کے مطابق ہے۔ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ ناپاکی کو آپ سے دور لے جائے۔ آپ کو خوب پاک وصاف کر دے۔ اگر تم سونے کے معنی اور اس کے اوصاف کو دیکھو گے تو تم دیکھو گے یہ ساری دھاتوں سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے "انقی من الذهب" حضرت بریرہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے فرمایا تھا۔ "میں ان کے بارے اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنارا سرخ سونے کے بارے جانتا ہے۔" حضرت حذیفہ نے کہا تھا "اس کا دل سونا ہے۔" جریر بن حازم نے کہا تھا "وہ تو سونے کا آدمی ہے۔" اس سے مراد عیوب سے پاک صاف ہونا ہے۔ اسی طرح سونے کے اوصاف کی بھی اس جگہ مطابقت ہے۔ اس میں رسوب اور ثقل پایا جاتا ہے اسے پارہ میں ڈالا جائے جو ساری اشیاء سے ثقیل ہوتا ہے تو وہ بھی تہ میں بیٹھ جاتا ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ (المزمل:۵)

ترجمہ: "بیشک ہم جلدی القاء کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام۔"

روایت ہے کہ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا آپ اونٹنی پر ہوتے تو اس پر یہ گراں گزرتا۔ حتیٰ کہ اس کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے صفت معقولہ صفت محسوسہ کے مطابق ہوگئی۔ اسی طرح سونے کا وصف ہے کہ اسے آگ نہیں کھاتی۔ قرآن پاک کی بھی صفت ہے۔ روزِ حشر آگ اس دل کو نہیں کھائے گی جس میں قرآن پاک ہوگا۔ نہ ہی اس بدن کو کھائے گی جس نے اس پر عمل کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "اگر قرآن پاک کو چمڑے میں ڈال کر آگ میں پھینکا جائے تو وہ نہیں جلے گا" اسی طرح سونے کے اوصاف قرآن اور وحی کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں زمین اسے بوسیدہ نہیں کرتی۔ ہوا اسے ضائع نہیں کرتی۔ اسی قرآن کو زیادہ پڑھنے سے بھی دل اکتاتا نہیں اس میں تبدیلی کرنا بھی ممکن نہیں۔ اسی طرح سونے کے اوصاف میں ہے کہ یہ نفیس ہوتا ہے لوگوں کے ہاں گراں قدر ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن اور حق عزیز ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ (فصلت:۴۱)

ترجمہ: "اور بے شک یہ بڑی عزت (وحرمت) والی کتاب ہے۔"

اگر تم اس کے اوصاف اور لفظ کی طرف دیکھو گے۔ اس کے ظاہر اور اس کی ذات میں غور و فکر کرو گے تو تمہارے لیے سب کچھ عیاں ہوگا۔ یہ دنیا کی زیب و زینت ہے۔ قرآن و وحی کے ساتھ حضور ﷺ اور آپ کی امت کے لیے بادشاہوں کے خزانے کھول دیے گئے۔ ان کا سونا اور چاندی ان کے نصیب میں آ گئے پھر رب تعالیٰ نے اس شخص کے لیے جنت میں سونے کے محلات کا وعدہ کیا ہے جو قرآن پاک اور وحی کی اتباع کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دو باغ ہوں گے جن میں برتن اور ہر چیز سونے کی ہوگی" قرآن مجید میں ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ۔ (الزخرف: ۷۱)

ترجمہ: "گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور جام۔"

گویا کہ وہ ذھب (سونا) اس ذھب کے بارے بتاتا ہے قرآن پاک کی اتباع کرنے والا جس کی طرف جائے گا۔ اس کے اوصاف حق اور قرآن پاک کے اوصاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس کا لفظ ناپاکی ختم ہو جانے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حکمتیں بالغہ اس شخص کے لیے ہیں جو غور و فکر کرتا ہے۔ اس کے لیے صحیح اعتبار ہے۔ جو تدبر کرتا ہے۔ بعض علماء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ سونا لطف اور سامان میں سے ہے۔ شاعر کہتا ہے:

صفراء لا تنزل الاحزان ساحتها لو مسها حجر مسته سراء

ترجمہ: "یہ زرد دھات جس کے صحن میں کبھی بھی غم نہیں اترتے۔ اسے اگر پتھر چھو لے تو اسے بھی خوشحالی لے آئی گی۔"

◆ امام نووی نے لکھا ہے "اس خبر میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے سونا اور چاندی کے استعمال کا جواز وہم میں آ سکے۔ کیونکہ یہ ملائکہ کا فعل اور ان کا استعمال ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کا حکم ہمارا حکم ہو۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے سونا اور چاندی کے برتنوں کو حرام کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ سونے اور چاندی کے برتن مدینہ طیبہ میں حرام ہوئے تھے۔

◆ آپ کے سینۂ انور کے دھونے کے لیے آبِ زمزم استعمال کیا گیا۔ کیونکہ یہ سارے پانیوں سے افضل ہے۔ امام بلقینی نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ آپ کا سینۂ اقدس جنت کے پانی سے نہیں دھویا گیا کیونکہ آبِ زمزم کی اصل جنت سے ہی ہے۔ پھر یہ زمین پر قرار پذیر ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ارادہ کیا گیا ہے کہ آپ کی برکت زمین پر رہے۔" دیگر علماء کرام نے فرمایا ہے: "آبِ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کی اصل ہے ان کی تربیت اسی پر ہوئی۔ ان کا دل اور جسم اسی سے پروان چڑھے۔ وہ اس کے اور مبارک شہر کے سردار بن گئے۔ اس لیے مناسب تھا کہ ان کے صادق و مصدوق نورِ نظر کے لیے بھی اسی طرح ہو۔ کیونکہ اس میں اشارہ ہے کہ یہ پانی اس کے بعد آپ کے ساتھ ہی مختص رہے گا۔ فتح مکہ کے روز آپ کی ولایت اس پر مکمل ہوگئی۔ آپ نے سقایہ کا منصب حضرت عباس کے لیے اور حجابۃ کا منصب حضرت عثمان بن

شبیہ اور ان کی نسل کے لیے مختص کر دیا۔

◆ ۱۵ آپ کے سینہ اقدس کو ثلج اور برد کے پانی سے دھویا گیا اس کے ساتھ زمین کے گرد و غبار کی آمیزش نہیں ہوئی۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وقت آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے پاک ہوگا۔ آپ کی شریعت بیضاء اور سنت مطہرہ کو عروج نصیب ہوگا۔ اس سے آپ کے انشراح صدر کی طرف بھی اشارہ ہے۔ آپ کے دشمن کے خلاف آپ کی نصرت کی جائے گی اس سے آپ کے قلب انور کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔ آپ کی طمانیت کے لیے آپ کی امت کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ان کے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ آپ کا قلب انور ثلج سے اس لیے دھویا گیا تھا تا کہ اس سے اس ثلج کے بارے علم ہو سکے۔ جو ثلج یقین آپ کے دل میں تھی۔ آپ تکبیر اور قرآت کے مابین عرض کرتے تھے "مولا! برد اور ثلج سے میری لغزشیں دھو دے۔" رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپ کے دل کو اس چیز کے ساتھ دھو دے۔ جسے اس طشت میں جنت سے لایا گیا۔ جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ تا کہ آپ کا قلب انور جنت کی خوشبو سونگھ لے۔ اس کی حلاوت پالے تا کہ آپ دنیا میں زہد اختیار کریں اور خلق کو جنت کی طرف دعوت دینے میں حریص ہوں۔ آپ کے دشمن آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے چاہا کہ وہ آپ کے تنگ سینہ ہونے کی نفی فرما دے۔ آپ کے قلب انور کو دھویا تا کہ اسے وسعت نصیب ہو سکے اور اس کی تنگی دور ہو سکے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (الحجر: ۹۷)

ترجمہ: "اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کہا کرتے ہیں۔"

کئی بار آپ کا قلب انور دھویا گیا۔ آپ کی کیفیت یہ ہوگئی کہ جب آپ کو مارا گیا یا آپ کا سر اقدس زخمی کیا گیا۔ یا آپ کے دندان مبارک توڑے گئے تو آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! میری قوم کو معاف کر دے، بلاشبہ وہ نہیں جانتے۔"

◆ ۱۶ ایک روایت میں ہے کہ پیٹ دھویا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کچھ ہے جو پیٹ کے اندر ہوتا ہے، یعنی دل۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایک روایت میں دل کا ذکر ہے۔ پیٹ کا ذکر نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ہر روایت کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے۔ انہیں اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ نے ایک بار پیٹ کے دھونے کے بارے فرمایا۔ اور دل کا ذکر نہ کیا دوسری بار قلب انور کا ذکر کیا پیٹ کا ذکر نہ کیا اس سے اس جگہ کو صاف کرنے میں مبالغہ بھی حاصل ہو گیا۔

◆ ۱۷ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ "اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایمان اور حکمت سونے کے طشت میں کیسے آسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ عرض ہے اور اعراض کی توصیف صرف اسی جگہ کی جا سکتی ہے جہاں وہ قائم ہوتی ہیں۔ عرض میں انتقال ناممکن ہے۔ کیونکہ انتقال اجسام کی صفت سے ہے اعراض کی صفت نہیں ہے۔" ہم اس اعتراض کا جواب یہ

دیتے ہیں کہ اس حکمت اور ایمان کے طشت کی تعبیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح دودھ کی تعبیر علم سے کی گئی۔ جس میں سے بعض آپ نے نوش فرمایا اور بعض حضرت عمر فاروق کو عطا کر دیا آپ کے قلب انور میں جو کچھ انڈیلا گیا اس کی تاویل حکمت اور ایمان سے کی گئی۔ اس سنہری طشت جس میں ثلج اور برد تھا۔ پہلی مرتبہ آپ نے اس کی تاویل وہی کی۔ جو آپ نے اس کی صورت ملاحظہ کی۔ اس وقت آپ کم سن تھے۔ جب طشت میں ثلج دیکھا تو اسے ثلج ہی سمجھا۔ جب دوسری بار شق صدر ہوا تو اس وقت آپ مبعوث ہو چکے تھے۔ اس وقت طشت کو ثلج سے لبریز دیکھا اس وقت اس کی تاویل حکمت اور ایمان سے کی۔ یہ مختلف جگہوں پر آپ کے یہ الفاظ آپ کے مقامات کی غمازی کر رہے ہیں۔

امام نووی اور الحافظ نے لکھا ہے کہ طشت میں ایسی چیز کا ہونا، جس سے کمال ایمان اور کمال حکمت میں اضافہ ہو۔ ممکن ہے کہ یہ لبریز ہونا حقیقت میں ہو۔ معانی کو اجسام دینا جائز ہے، جیسے روایت ہے کہ روزِ حشر سورۃ البقرہ سائبان کی طرح آئے گی۔ موت مینڈھے کی شکل میں آئے گی۔ اسی طرح اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

امام بیضاوی نے شرح المصابیح میں لکھا ہے کہ شاید یہ تمثیل کے باب سے ہو۔ معانی کی تمثیل بہت زیادہ رونما ہوتی ہے جیسے کہ آپ کے لیے جنت اور آگ کی تمثیل کو دیوار میں عیاں کیا گیا۔ اس کا مقصد محسوس کے ساتھ کشف معنوی ہوتا ہے۔" امام نووی نے "جعل فیہ شی..." کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے آپ کا ایمان سارے لوگوں سے قوی ترین تھا۔"

۱۸ سینہ اور پیٹ کو بھر دیا گیا۔ ایک روایت میں پیٹ جبکہ دوسری روایت میں دل کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کو اکٹھا بھرا گیا تھا۔ ایک روایت میں پیٹ کے بارے بتایا دوسری میں قلب انور کے بارے بتایا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے دل کا ارادہ کیا تو از روئے وسعت کا پیٹ مبارک کا ذکر کر دیا ہو۔ کیونکہ اہلِ عرب بعض اوقات چیز کے قرب کی وجہ سے بھی کسی چیز کو نام دے دیتے تھے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ (الانعام: ۱۲۵)

ترجمہ: "اور جس (خوش نصیب کے) لیے ارادہ فرماتا ہے کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے۔"

اس آیت میں سینہ سے مراد دل ہے۔ اسے سینہ کا نام دے دیا ہے کیونکہ دل سینے میں ہوتا ہے۔

۱۹ حکمت سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ علم ہے جو رب تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ بصیرت کے نفاذ، نفس کی تہذیب حق کی تحقیق اور اس پر عمل پیرا ہونا بھی ہو۔ اس کی ضد سے رک جانا بھی اس لیے شامل ہے۔ جو ان سب کو محیط ہو وہ حکیم ہوتا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے "بہت سے اقوال سے

ہمارے لیے یہی عیاں ہوا ہے" حکمت کا اطلاق قرآن پر بھی ہوتا ہے۔ وہ سارا حکمت کے تذکرہ پر ہی مشتمل ہے۔ اسی طرح وہ نبوت مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ہے۔ کبھی اس کا اطلاق فقط علم، کبھی فقط معرفت پر ہوتا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ اس زمرہ میں صحیح بات یہ ہے کہ اس بات سے مراد یہ ہے کہ چیز کو اس کی جگہ پر رکھا جائے۔ رب تعالیٰ کی کتب عظیم کو سمجھنا بھی اس میں شامل ہے۔ دوسری تفسیر پر کبھی کبھی حکمت ایمان کے بغیر پائی جاتی ہے۔ کبھی نہیں پائی جاتی۔ لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے یہ لازم وملزوم ہیں کیونکہ ایمان حکمت پر دلالت کرتا ہے۔

۵ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ کا جو وزن کیا گیا تھا اس سے مراد اعتباری وزن ہے۔ اس سے مراد فضل میں رجحان ہے۔ حقیقت بھی اسی طرح ہے۔ دو فرشتوں کے فعل کا فائدہ یہ ہے تاکہ حضور ﷺ جان لیں۔ اپنی امت کو بتائیں وہ یہی اعتقاد رکھے۔ کیونکہ یہ امور اعتقادیہ میں سے ہے۔

میں نے شیخ برہان الدین ابی شریف علیہ الرحمۃ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ ابھی تک میں سابقہ کلام سے آگاہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اس حدیث پاک کا تقاضا ہے کہ رب تعالیٰ نے معانی کو ذوات بنا دیا ہے۔ اس وقت فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا: "انہیں ایک پلڑے میں رکھو۔ دوسرے میں ان کی امت کے ایک ہزار افراد کو رکھو۔" اس نے اسی طرح کیا تو آپ کا پلڑا جھک گیا، وہ اتنا جھک گیا کہ آپ کو خیال ہوا کہ ان میں سے بعض آپ کے اوپر گریں گے۔ جب دو فرشتوں نے آپ کے پلڑے کا اس طرح جھک جانا دیکھا یہ معنیٰ ہی تھا۔ اگر آپ کی امت کے سارے فضائل جمع کیے جائیں۔ انہیں ایک پلڑے میں ڈالا جائے پھر بھی آپ کا پلڑا جھک جائے گا۔ فرشتوں نے بھی کہا تھا" اگر ان کی امت کا وزن بھی آپ کے ساتھ کیا جائے پھر بھی آپ کا پلڑا جھک جائے گا۔ کیونکہ آپ کی خوبیاں اور جو خوبیاں رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں یہ محال ہے کہ کوئی ان میں آپ کے برابر ہو جائے۔

پندرھواں باب

آپ کے ہاتھ اور مبارک بغلیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پوروں میں سختی تھی۔ آپ کی انگلیاں طویل تھیں۔ آپ کے جوڑ مضبوط تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ (ابویعلی، ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ (بخاری)

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے بازو اور کلائیاں لمبی تھیں۔ آپ کے ہاتھوں کی ہڈیاں مضبوط تھیں۔ آپ کے جوڑ بہت بہت خوبصورت تھے۔ آپ کی ہڈیاں لمبی تھیں، آپ کی انگلیاں گویا کہ چاندی کی شاخیں تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی کلائیاں لمبی تھیں۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ آپ کی کلائیوں پر بال تھے۔ آپ کے بازو طویل تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں وسیع تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی کلائیاں چوڑی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے کسی حریر و دیباج کو نہیں چھوا، جو حضور اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے نرم ہو۔'' (امام احمد، شیخان)

حضرت مستور بن شداد سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں آپ کی بارگاہ میں آیا۔ میں نے آپ کا دست اقدس پکڑنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ ریشم سے زیادہ نرم اور ثلج سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔'' (الطبرانی)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا تھا۔ یا آپ کی جلد سے اپنی جلد مس کرتا تھا۔ پھر میں اپنے ہاتھ کو دیکھتا تو اس سے مشک سے عمدہ خوشبو آرہی ہوتی۔'' حضرت یزید بن اسود سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑایا وہ برف سے ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبو آور تھا۔'' (شیخان)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے میرے رخسار کو ہاتھ لگایا میں نے آپ کے ہاتھ کو ٹھنڈا اور اتنا خوشبودار پایا گویا کہ وہ ابھی عطار کی شیشی سے نکلا ہو۔'' (مسلم)

مثنی بن صالح نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور ﷺ سے مصافحہ کیا۔ بخدا! میں نے کوئی ہتھیلی آپ کی ہتھیلی سے نرم نہیں دیکھی۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مکہ مکرمہ میں بیمار پڑ گیا۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ تاکہ میری عیادت فرمائیں آپ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ میرے چہرے، سینہ اور پیٹ کو مس فرمایا۔ مجھے آپ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک آج تک جگر میں محسوس ہو رہی ہے۔" (امام احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو دیکھا، آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔" (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (ابن سعد)

بنو حریش کے ایک شخص نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا: "حضور ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ مجھ پر آپ کی بغلوں کا پسینہ گرا، جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔" (البزار)

حافظ محب الدین الطبری نے لکھا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ "آپ کی بغلوں کی رنگت متغیر نہ تھی بلکہ جسم کے دیگر حصوں کی طرح سفید تھی۔ لیکن دیگر لوگوں کی کیفیت اس کے برعکس ہوتی ہے۔" امام قرطبی نے بھی اسی طرح لکھا ہے انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کی بغلوں میں بال نہیں تھے۔ مزید تفصیل خصائص میں آئے گی۔

تنبیہات

1. حضرت انس وغیرہ نے یہ وصف بیان کیا ہے کہ آپ کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔ جبکہ یہ وصف حضرت ہند کے بیان کردہ وصف کے مخالف ہے۔ انہوں نے انہیں سخت کہا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان دو اوصاف کو جمع کرنا یوں ممکن ہے کہ نرمی سے مراد جلد اطہر کی نرمی ہے اور سختی سے مراد ہڈیوں کی سختی ہے۔ آپ کے جسم اطہر کو نرمی اور قوت عطا کی گئی تھی۔" ابن بطال نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیاں پُر از گوشت تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ نرم تھیں۔ اصمعی نے الششن کا معنی ہتھیلیوں کی سختی بیان کی ہے اس سے خلیل کا بیان کردہ معنی زیادہ بہتر ہے۔ اگر اصمعی کا معنی قبول کر بھی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ جب جہاد فرماتے یا کسی سخت کام میں مصروف ہوتے تھے۔ تو ہتھیلیاں اس کا کام کی مناسبت سے سخت ہو جاتی تھیں۔ جب آپ اس کام کو ترک فرما دیتے تھے تو پھر وہ اپنی اصلی جبلت یعنی نرمی کی طرف لوٹ آتی تھیں۔
   قاضی نے لکھا ہے کہ ابوعبید نے الششن کی وضاحت سختی اور چھوٹے پن سے کی ہے۔ اس پر ان کی گرفت اس

طرح کی گئی ہے کہ یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی انگلیاں لمبی تھیں۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت نعمان کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا: ”آپ کی ہتھیلیاں چوڑی تھیں، تحقیق یہ ہے کہ الششن کا معنی ہے لمبی اور موٹی۔ جن میں سختی نہ ہو۔“

◆ حکیم ترمذی، امام قرطبی اور دمیری نے شرح المنہاج میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی سبابہ انگلی وسطی انگلی سے طویل تھی۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے ”یہ یقینی طور پر باطل ہے۔ اسے کسی بھی ثقہ مسلمان نے روایت نہیں کیا۔ حالانکہ آپ اکثر اپنی انگلیوں سے اشارہ فرماتے رہتے تھے۔ کسی نے بھی اس طرح روایت نہیں کیا۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔“ شعبہ نے اپنی مسبحہ اور وسطی انگلیاں اس طرح ملائیں۔“ امام ترمذی نے حضرت مستورد بن شداد سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو حسن لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے قیامت کے ساتھ ہی بھیجا گیا لیکن اس سے سبقت لے گیا جس طرح یہ انگلی اس انگلی سے سبقت لے گئی ہے۔ آپ نے یہ سبابہ اور وسطی انگلیوں کے بارے فرمایا۔ الحافظ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے ”جو کچھ حکیم ترمذی نے لکھا ہے وہ ایک واضح خطا ہے۔ لیکن مسند امام احمد اور سنن ابی داؤد میں ہے حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھی...... میرے والد گرامی آپ کے قریب ہوئے۔ آپ کے قدم پکڑ لیے۔ حضور ﷺ ان کے لیے قرار پذیر ہو گئے۔ میں بھولی نہیں کہ آپ کے قدم کی سبابہ انگلی دیگر انگلیوں سے لمبی تھی۔“

علامہ فتح الدین ابن شہید نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ کیفیت آپ کے قدم مبارک کی سبابہ انگلی میں تھی۔ انہوں نے اپنی منظوم سیرت میں لکھا ہے:

وصف زینب بنت کردم فیما راته عینها فی القدم
سبابة النبی کانت اطول اصابع النبی فاحفظ و اسأل

ترجمہ: ”حضرت زینب بنت کردم نے آپ کے قدم مبارک کا وہ وصف بیان کیا جو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا کہ آپ کے قدم مبارک کی سبابہ انگلی دیگر انگلیوں سے طویل تھی۔ یہ بات خوب یاد رکھ اور مزید پوچھ۔“

❁❁❁

سولہواں باب

آپ کی مبارک پنڈلیاں، مبارک رانیں اور قدمین شریفین

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی پنڈلیاں پتلی تھیں۔ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں نے آپ کی پنڈلی دیکھی جو کھجور کی گوند کی طرح سفید تھی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی ران سے کپڑا اٹھ گیا۔ آپ غزوۂ خیبر میں سوار تھے۔ میں نے آپ کی ران مبارک کی سفیدی دیکھ لی۔" (ابن ابی خیثمہ)

انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی مبارک ایڑھی پر گوشت کم تھا۔" (مسلم)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ گویا کہ میں آپ کی پنڈلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔" (بخاری)

حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کشادہ تھے۔ دونوں پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ تمام اعضاء ہموار تھے۔ دونوں پاؤں کا درمیانی حصہ اٹھا ہوا تھا۔ آپ کے پاؤں ہموار تھے۔ جن پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔" (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے قدمین شریفین سارے انسانوں سے خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت میمونہ بنت کردم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے قدم مبارک کی سبابہ انگلی کی زیارت کی۔ جو دیگر انگلیوں سے لمبی تھی۔ (امام احمد)

رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

یا رب بالقدم التی اوطأتها ۔۔۔ من قاب قوسین المحل الاعظم

و بحرمة القدم التی جلعت له ۔۔۔ کتف البریة فی الرسالة سلّما

ثبت علی متن الصراط تکرما ۔۔۔ قدمی و کن لی منقذا و مسلّما

واجعلهما ذخرى و من كاناله امن العذاب ولا يخاف جهنما

ترجمہ: "مولا! اس مبارک قدم کے صدقے جسے تو قاب قوسین او ادنیٰ کے بلند ترین رتبہ تک لے گیا۔ اور اس قدم کی حرمت کے طفیل جس کے لیے رسالت میں لوگوں کے کندھوں کو سیڑھی بنایا گیا۔ میرے قدموں کو پل صراط پر محکم فرما۔ اور میرا محافظ اور سلامتی عطا کرنے والا بن جا۔ انہیں میرے لیے ذخیرہ بنا۔ اس کے لیے بھی جسے عذاب سے امن ہو اور اسے جہنم کا اندیشہ نہ ہو۔"

تنبیہات

1. بہت سے مداحین نے ذکر کیا ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ جب سخت چٹان پر چلتے تھے تو آپ کے قدمین شریفین اس میں دھنس جاتے تھے۔ اس روایت کا کتب احادیث میں بالکل تذکرہ نہیں ہے۔ امام برہان الدین ناجی نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کے مروی نہ ہونے کا یقین کیا ہے۔ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس کی سند ہے نہ ہی کتب احادیث میں اس کا تذکرہ ہے تمہارے لیے الشیخ کا بتادینا ہی کافی ہے۔ میں نے بہت سی کتابیں پڑھیں۔ مجھے احادیث اور تواریخ کی کتب میں ایسی روایت نظر نہیں آئی۔ حضور ﷺ کی طرف اسے منسوب کرنا کیسے درست ہے۔

2. حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کی خنصر انگلی اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ اس روایت کو امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں سلمہ بن حفص سعدی ہے۔ ابن حبان نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی روایت لینا درست ہے۔ اس کی یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ حضور ﷺ کی تخلیق بڑے اعتدال پر ہوئی تھی۔

سترھواں باب

آپ کے اعضاء کی ضخامت

امام ترمذی نے حضرت ہند بن ہالہ، امام بیہقی، ابن جوزی اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن ضحاک نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہڈیوں کے سرے بڑے بڑے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہڈیوں کے سرے بڑے بڑے تھے۔

(ترمذی، بیہقی)

اٹھارھواں باب

آپ کی قامت، تخلیق کا اعتدال اور جلد کی رقت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نہ ہی طویل القامت اور نہ کوتاہ قد تھے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کا قد میانہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا قد میانہ تھا۔ جو طوالت کے زیادہ قریب تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی تخلیق اعتدال پر ہوئی تھی۔ اعضاء کا اعتدال عیاں تھا۔ آپ کی قامت طویل قامت سے چھوٹی اور کوتاہ قامت سے بڑی تھی۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ قامت میں سارے لوگوں سے حسین، چہرہ کے اعتبار سے سارے لوگوں سے جمیل رنگت کے اعتبار سے سارے لوگوں سے خوبصورت خوشبو کے اعتبار سے سارے لوگوں سے عمدہ اور ہتھیلیوں کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ نرم تھے۔ (ابن ضحاک، ابن عساکر)

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور ﷺ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ آپ دراز قد اور نہ ہی کوتاہ قد تھے۔ (متفق علیہ)

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نہ اتنے طویل تھے کہ آنکھوں کو برا لگے نہ اتنے پست قد تھے کہ آنکھیں حقیر سمجھیں آپ دو شاخوں کے مابین ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ (بیہقی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک سفر میں حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ میں نے کبھی کسی ایسی چیز کو مس نہیں کیا جو آپ کی جلد سے نرم تر ہو۔" (البزار، الطبرانی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نہ تو بہت زیادہ دراز قد اور نہ ہی زیادہ پست تو تھے۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جس شخص کے ساتھ بھی چلتے آپ اس سے طویل نظر آتے۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی قامت مبارکہ درمیانی تھی۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا چہرہ انور سارے لوگوں سے حسین تھا۔ آپ کی تخلیق سارے لوگوں سے عمدہ ہوئی تھی۔ آپ کی مبارک قامت نہ طویل تھی نہ ہی پست تھی۔ (بخاری ومسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا قد مبارک نہ تو بہت زیادہ طویل اور نہ ہی بہت زیادہ پست تھا۔ جب آپ تنہا چلتے تھے تو آپ کا قد مبارک میانہ لگتا تھا۔ جب بھی کوئی ایسا شخص آپ کے ساتھ چلتا جس کا قد طویل ہوتا تو آپ کو قامت مبارکہ اس سے طویل ہو جاتی جب بھی دراز قد آدمی آپ کے ساتھ چلتے تو حضور ﷺ کا قد مبارک ان سے طویل ہو جاتا۔ جب وہ آپ سے جدا ہوتے تو آپ کا قد میانہ ہو جاتا۔ (ابن ابی خیثمہ، بیہقی، ابن عساکر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا قد مبارک نہ طویل تھا نہ ہی پست تھا۔ بلکہ میانہ تھا۔ آپ کسی قوم میں ہوتے تھے تو آپ کی قامت سب سے بلند نظر آتی تھی۔ ان سے ہی روایت ہے کہ آپ کی مبارک جلد نرم تھی۔ ابن سبع نے لکھا ہے جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کے مبارک کندھے سارے اہلِ محفل سے بلند ہوتے تھے۔

انیسواں باب

آپ کا مبارک پسینہ اور خوشبو مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔ (ابن ضحاک)
انہوں نے فرمایا: ''میں نے کبھی بھی کوئی خوشبو یا پسینہ نہیں سونگھا جو آپ کی خوشبو یا پسینہ سے زیادہ عمدہ ہو۔'' امام احمد، شیخان اور امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے ''میں نے کوئی مشک اور عطر نہیں سونگھا جو حضور ﷺ کی خوشبو سے عمدہ ہو۔''
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کے جسم اطہر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ میرے والدین آپ پر نثار! میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا۔'' (ابن عساکر)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تھے۔ آپ ان کے ہاں قیلولہ فرماتے تھے۔ وہ آپ کے لیے چمڑے کی چٹائی بچھاتی تھیں۔ آپ اس پر آرام فرما ہوتے تھے۔ آپ کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔ وہ آپ کا پسینہ جمع کرتی تھیں۔ اسے اس شیشی میں ملا دیتی تھیں۔ جس میں عطر ہوتا تھا۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے۔ فرمایا: ''ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے ہم اسے اپنی خوشبو میں ملائیں گے وہ سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو بن جائے گی۔'' (مسلم)
حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ کے چہرۂ انور پر پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ جن سے مشک اذفر سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔ آپ کا دستِ اقدس گویا کہ عطار کا ہاتھ تھا۔ خواہ آپ خوشبو لگاتے یا نہ لگاتے۔ اگر کوئی آپ سے مصافحہ کر لیتا تو وہ سارا دن اپنے ہاتھوں سے خوشبو سونگھتا رہتا۔ اگر آپ کسی بچے کے سر پر دست اقدس رکھتے وہ اپنے سر کی خوشبو کی وجہ سے دیگر بچوں سے ممتاز ہو جاتا تھا۔
(ابوبکر ابن ابی خثیمہ، ابونعیم)
حضرت انس نے فرمایا: ''حضور ﷺ کی رنگت مبارکہ سفید تھی۔ آپ کا پسینہ موتیوں کی طرح ہوتا تھا۔''
حضرت عتبہ بن فرقد سلمی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے ان سے کہا: ''ہم اچھی سے اچھی خوشبو لگانے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن آپ سے ہمیشہ عمدہ خوشبو آتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مجھے پھنسیاں نکل آئیں۔ میں آپ کے پاس آیا اور یہ عرض کی آپ نے فرمایا: ''کپڑے اتار دو۔'' میں نے شرم گاہ کے علاوہ

بقیہ پیڑے نا رے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس پر اپنا لعاب دہن رکھا۔ پھر میری کمر اور پیٹ پر مل دیا۔ اسی دن سے مجھ سے یہ خوشبو آتی ہے۔ (الطبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنی نورِ نظر کی شادی کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس تو اس وقت کچھ بھی نہیں۔ لیکن میرے پاس ایسی شیشی لے کر آؤ جس کا منہ کھلا ہو اور کسی درخت کی ٹہنی لے کر آؤ۔ اس نے دونوں چیزیں حاضر خدمت کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شیشی میں اپنا پسینہ ڈالنے لگے حتیٰ کہ اسے بھر دیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ لے جاؤ۔ اپنی نورِ نظر سے کہنا کہ اسی تنکے کو شیشی میں ڈال کر خوشبو استعمال کرے۔ وہ عورت جب خوشبو لگاتی تھی اہلِ مدینہ طیبہ اس کی خوشبو سونگھتے تھے۔" (الطبرانی، ابویعلی، ابن عدی)

حضرت وائل بن حجر نے فرمایا: "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تھا یا آپ کی جلد میری جلد سے مس کرتی تھی بعد میں مَیں اپنے اس ہاتھ کو پہچان لیتا تھا۔ اس سے مشک سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔" (الطبرانی)

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دستِ اقدس پکڑایا۔ وہ ثلج سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔" (امام بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے ساری خوشبوئیں سونگھیں ہیں۔ میں نے کوئی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے عمدہ نہیں سونگھی۔ میں نے ہر نرم چیز کو مس کیا۔ لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے نرم تر کوئی چیز نہ چھوئی۔" (ابن عساکر)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار کو مس کیا میں نے آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی۔ گویا کہ آپ نے ابھی ابھی اپنا دست اقدس عطار کی شیشی سے نکالا ہو۔" (مسلم)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے چہرۂ انور پر پسینہ موتیوں کی طرح نظر آتا تھا۔ آپ کے پسینے کی خوشبو مشک اذفر کی خوشبو سے عمدہ تھی۔" (ابن سعد، ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت مبارکہ سفید تھی۔ آپ کا پسینہ موتیوں کی طرح تھا۔"

قریش کے ایک شخص نے کہا: "جب آپ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو سنگسار کیا تو میں اپنے والد کے ہمراہ تھا۔ جب انہیں پتھر لگنے لگے تو میں مرعوب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ آپ کی بغل مبارک سے پسینہ نکلا جو گویا کہ مشک اذفر کی خوشبو لیے تھا۔" (دارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو ہم آپ کو آپ کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔آپ نے فرمایا:"میرے قریب ہو جاؤ"۔میں آپ کے قریب ہو گیا۔میں نے کسی مشک و عنبر کو نہیں سونگھا جو حضور اکرم ﷺ کی خوشبو سے عمدہ ہو۔" (البزار)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور ﷺ کی کئی خصوصیات تھیں۔آپ جس رستہ سے گزرتے تھے۔آپ کے پیچھے جانے والا آپ کی خوشبو سے سمجھ جاتا تھا کہ آپ اس رستہ سے گزرے ہیں۔"
(بخاری فی تاریخ، دارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے کسی راستہ پر چلتے تھے تو اس رستہ سے آپ کی خوشبو آتی تھی۔کہا جاتا تھا کہ اس راستہ سے حضور ﷺ گزرے ہیں۔رب تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یہ شعر کہا ہے:

ولو ان رَكْبًا يَمَّمُوْكَ لقادهم   نسيمك حتى يستدل به الرَّكْبُ

ترجمہ: "اگر کوئی کارواں آپ کا قصد کرے تو آپ کی خوشبو ہی اس کی راہ نمائی کر دے گی حتیٰ کہ کارواں اس سے رستہ پالے گا۔"

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

يروح على تلك الطريق الّتى غدا   عليها فلا ينهى علاه نهاتهٗ
تنفسه فى الوقت انفاس عطرهٖ   فمن طيبهٖ طابت له طرقاتهٗ
تروح له الارواح حيث تنسمت   لها سحرا من حُبهٖ نسماته

ترجمہ: "آپ ان رستوں سے واپس آجاتے ہیں جن سے روانہ ہوتے ہیں۔آپ کی انتہا آپ کی مزید رفعت کو روک نہیں سکتی۔آپ سانس لیتے ہیں تو مشامِ جاں معطر ہو جاتی ہے۔آپ کی خوشبو سے سارے رستے خوشبودار ہو گئے ہیں۔جب آپ کی نسیمِ سحر کے دلآویز جھونکے آتے ہیں تو ارواح کو راحت نصیب ہوتی ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔(مسلم)

ابن عساکر اور ابو نعیم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں بیٹھی سوت کات رہی تھی۔حضور ﷺ اپنا جوتا درست فرما رہے تھے۔آپ کی جبین اطہر سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔جسے دیکھ کر میں ششدر ہو گئی۔" آپ نے فرمایا: ششدر کیوں ہو گئی ہو؟" میں نے عرض کی:"آپ کی جبین اطہر سے پسینے کے قطرات بہہ رہے ہیں۔آپ کے پسینہ سے نور نکلنے لگا ہے۔اگر آپ کو ابو کبیر الھذلی دیکھ لیتا تو اسے علم ہو جاتا کہ اس کے ان اشعار

کے آپ زیادہ مستحق ہیں۔

مبرأ عن كل غبرّ حيضة و فساد مرضعة وداءٍ معفل

و اذا نظرت الى اسرة وجهه برقت بروق العارض المتهلل

ترجمہ: ''وہ حیض کی گرد سے پاک، دودھ پلانے والی کے فساد سے منزہ اور مہلک مرض سے دور ہے۔ جب تم اس کے چہرہ کی پاکیزگی کو دیکھو گے تمہیں صاف بادل کی چمکتی ہوئی بجلیاں نظر آئیں گی''۔

❁❁❁

بیسواں باب

آپ کی چال مبارک، نیز یہ کہ آپ کا سایہ نہ تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ میں تھا۔ میں جب چلتا تو آپ مجھ سے آگے نکل جاتے۔ میرے پہلو میں ایک شخص تھا اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: "آپ کے لیے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے زمین سمٹ جاتی ہے۔" (امام احمد، ابن سعد)

حضرت یزید بن مرثد سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ چلتے تھے تو تیزی سے چلتے تھے حتیٰ کہ اگر آدمی آپ کے پیچھے بھاگتا پھر بھی وہ آپ کو پا نہ سکتا تھا۔ (ابن سعد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی کو چال میں حضور ﷺ سے زیادہ تیز نہیں دیکھا۔ زمین آپ کے لیے سمیٹ دی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو تھکا دیتے تھے۔ آپ کو پرواہ بھی نہ ہوتی تھی۔"

(امام احمد، ترمذی، بیہقی، ابن عساکر)

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورج کی دھوپ یا چاند کی چاندنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔

حکیم ترمذی نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر اسے روندھ نہ سکے اور آپ کے لیے رسوائی کا باعث نہ بنے۔

ابن سبع نے لکھا ہے کہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ آپ نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تھے۔ آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے۔ آپ کی دعا میں آپ کی یہ التجا بھی اس امر کی گواہی دیتی ہے۔ "واجعلنی نورًا"

❁❁❁

اکیسواں باب

آپ کی آواز مبارک

ابن سعد نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس کی آواز اور چہرہ خوبصورت تھا۔ حتیٰ کہ تمہارے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ کی آواز اور چہرہ انور بھی خوبصورت تھا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا وہ حسین چہرے والا، کریم حسب والا اور عمدہ آواز والا تھا۔ پھر تمہارے نبی کریم ﷺ بھی خوبصورت چہرہ والے کریم حسب والے اور عمدہ آواز والے تھے۔"

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آواز مبارک بہت عمدہ تھی۔" (ابن الضحاک)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: حتیٰ کہ وہ خطبہ پردہ نشیں خواتین نے اپنے پردوں میں سنا۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" حضرت عبداللہ بن رواحہ نے بنو غنم میں یہ آواز مبارک سنی وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ (ابونعیم، بیہقی)

حضرت عبدالرحمن بن معاذ التیمی نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ ہمارے کانوں کو کھول دیا گیا۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "رب تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیے حتیٰ کہ ہم اپنے اپنے خیموں میں سن رہے تھے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔" (ابن سعد، ابونعیم)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نصف رات کے وقت حضور ﷺ کی قرأت سن لیتے تھے حالانکہ میں اپنے عریش میں ہوتی تھی۔"

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے نماز عشاء میں سورۃ "والتین" پڑھی۔ میں نے ایسی آواز نہ سنی جو آپ کی آواز سے حسین ہو۔ (متفق علیہ)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ کی آواز گونج دار تھی۔"

❁❁❁

بائیسواں باب

آپ کی فصاحت

لغۃً بیان کو فصاحت کہتے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ کلام کمزور تالیف، الفاظ کی بے ربطگی اور پیچیدگی سے پاک ہو۔ یہ معنی کے اعتبار سے تعریف ہے۔لفظ کے اعتبار سے اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ کلام جو فصحاء کی زبان پر ہو ان کی عربیت کے ساتھ معتمد علیہ ہو اور اس کا استعمال اکثر ہو۔"

اس کے اور بلاغت کے مابین فرق یہ ہے کہ فصاحت کے ساتھ مفرد، کلام اور متکلم کی توصیف بیان کی جا سکتی ہے۔ جبکہ بلاغت کے ساتھ آخری دو کی توصیف ہو سکتی ہے۔مفرد کی فصاحت سے مراد یہ ہے کہ وہ حرف کی بے ربطگی، غرابت اور قیاس کی مخالفت سے پاک ہو۔فصاحت کلام یہ ہے کہ وہ تالیف کے ضعف، کلمات کی پیچیدگی اور بے ربطگی سے پاک ہو۔اس کی بلاغت سے مراد یہ ہے کہ یہ اپنی فصاحت کے ساتھ ساتھ حال کے مقتضیٰ کے مطابق ہو۔فصاحۃ المتکلم سے مراد ایسا ملکہ ہے جس سے وہ مقصود کو تعبیر کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔اس کی بلاغت سے مراد یہ ہے کہ ایسا ملکہ جس کی بنا پر وہ بلیغ کلام کی تالیف کی وجوہ پر قدرت رکھتا ہو۔ بلاغت مطلق اخص ہے۔ ہر بلیغ فصیح ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ بلیغ وہ ہوتا ہے جو اپنی عبارت کے ساتھ اپنے ضمیر کے مخفی امر تک پہنچ جائے۔

امام علامہ ابوسلیمان احمد خطابی نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ اکرم ﷺ کو وحی کے ابلاغ کا منصب رفیع عطا فرمایا۔ اپنے دین کے امور بیان کرنے کا رتبہ عطا کیا۔ تو آپ کے لیے وہ زبان منتخب کی جو ساری زبانوں سے شیریں تھی۔ جو ساری زبانوں سے فصیح اور واضح تھی۔ پھر آپ کی مدد ان جوامع الکلم سے کی۔ جنہیں آپ کی نبوت کے لیے معاون اور رسالت کی نشانی بنایا۔ تاکہ آپ کے قلیل الفاظ سے کثیر علم نکلے جسے سامعین کے لیے یاد کرنا آسان ہو اور اسے اٹھانا انہیں بوجھل نہ بنا دے۔ جس نے آپ کے کلام میں سے جوامع کی جستجو کی ہے اس پر یہ امر مخفی نہیں رہتا۔"

امام ابن الاثیر نے النہایۃ کی ابتداء میں لکھا ہے"رب تعالیٰ اپنی توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد کرے تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ زبان کے اعتبار سے سارے اہلِ عرب سے فصیح تھے۔ بیان کے اعتبار سے واضح تھے۔ گفتگو کے اعتبار سے شیریں تھے۔ الفاظ کے اعتبار سے سب سے مناسب، لہجہ کے اعتبار سے واضح حجت کے اعتبار سے سب سے درست تھے۔ آپ خطاب کے مواقع کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے

والے تھے۔ یہ سب کچھ تائید الٰہی، الفاظ سماعی، عنایت ربانی اور رعایت روحانی کی وجہ سے تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ بنونہد سے گفتگو کر رہے تھے وہ گفتگو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سن رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اہلِ عرب کے وفود کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے ہیں جس کا اکثر حصہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور ادب سکھانے میں کمال کر دیا اور میں نے بنوسعد میں پرورش پائی۔"

اہلِ عرب کے خاندان، قبائل، شعوب کے اختلاف کے باوجود انہیں ایسے کلام سے مخاطب فرماتے تھے۔ جسے وہ سمجھ جاتے تھے۔ جسے وہ جان جاتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کو ان عقول کے مطابق مخاطب کروں۔" گویا کہ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ علوم عطا فرمائے جو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ متفرق امور آپ میں جمع فرما دیے۔ صحابہ کرام اور اہلِ عرب کے وفود جو آپ کے پاس آتے تھے۔ ان کی کلام کا اکثر حصہ جانتے تھے۔ جس سے آپ انہیں مخاطب ہوتے تھے۔ جسے وہ نہ جانتے تھے وہ آپ سے پوچھ لیتے تھے آپ ان کے لیے اس کی وضاحت کر دیتے تھے۔

قاضی ابوالفضل عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "جہاں تک زبان کی فصاحت اور گفتگو کی بلاغت کا تعلق ہے تو اس میں آپ بلند رتبہ اور اعلیٰ منصب پر فائز تھے جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔ آپ جبلت کی سہولت، طبعی انقیاد، قلیل الفاظ اور کثیر معانی کے ساتھ، غریب الفاظ کے عدم اختلاط کے ساتھ، ایسی گفتگو کے ساتھ جو ضعف تالیف سے پاک تھی۔ صحیح معانی کے ساتھ اور تکلف کی قلت کے ساتھ معروف تھے۔ آپ کو جوامع الکلم عطا کیا گیا تھا۔ آپ کو حکمت آموز باتوں اور عرب کی زبانوں کے علم کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ ہر قوم کو اس کی زبان میں مخاطب کرتے تھے۔ اس کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ ان کی بلاغت کے طریقے سے انہیں جوابات دیتے تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اکثر آپ کی گفتگو کی تشریح کے طالب ہوتے تھے۔ جس نے آپ کی احادیث طیبہ میں غور کیا۔ سیرت پاک کو سمجھا اس کے لیے یہ بات ثابت ہو گئی۔

آپ کی زبان کی فصاحت وہ انتہاء ہے جسے پایا نہیں جا سکتا۔ ایسا مقام ہے جس کی انتہا نہیں۔ ایسے کیوں نہ ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کی زبان اقدس کو اپنی تلواروں میں سے ایک تلوار بنایا ہے۔ جس سے آپ رب تعالیٰ کی مراد کو بیان کرتے تھے۔ اور اس کے بندوں کو اس کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اس کے امر کے بارے آپ حکمت سے گفتگو کرتے تھے۔ اس کے ذکر کی حقیقت سے اس کی مراد کو واضح کرتے تھے۔ جب آپ بولتے تھے تو آپ ساری مخلوق سے فصیح ہوتے تھے۔ جب وعظ فرماتے تھے تو ساری مخلوق سے زیادہ مخلص ہوتے تھے۔ آپ نہ تو بے ہودہ گوئی کرتے تھے نہ ہی ہرزہ سرائی کرتے تھے۔ آپ کا سارا کلام علم کے اعتبار سے ثمر آور تھا۔ شرع اور حکم کے مطابق ہوتا تھا۔ کوئی بشر ایسا کلام نہیں کر سکتا جو آپ کی گفتگو سے زیادہ محکم ہو۔ جو آپ کے کلام سے زیادہ شیریں ہو۔ آپ اس امر کے سزاوار تھے کہ اپنی زبان اقدس

سے رب تعالیٰ کی مرادعیاں کرتے۔ رب تعالیٰ کے بندوں پر اس کی حجت قائم کرتے۔ اس کے فروض، اوامر، نواہی اور زواجر کو عیاں کرتے۔ آپ بیان کے اعتبار سے ساری مخلوق سے محکم تھے۔ زبان کے اعتبار سے فصیح تھے۔ بیان کے اعتبار سے واضح تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کی فصاحت کسی شاہد کی محتاج نہیں نہ ہی کوئی دوست یا دشمن اس کا انکار کرتا ہے۔

قاضی صاحب نے لکھا ہے "آپ کے مشہور کلام مبارک، معروف فصاحت اور جوامع الکلم کے بارے لوگوں نے کئی دیوان لکھے ہیں۔ ان کے الفاظ اور معانی میں کتب تالیف کیں ہیں ان میں بعض ایسے ہیں کہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ان کا سامنا بھی نہیں ہوسکتا۔ جیسے کہ آپ کا ارشاد ہے:

المسلمون تتكافأ دماؤهم و يسعى بذمتهم ادناهم وهم يدو احد على من سواهم۔ (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: "تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے۔ اگر کوئی کم درجہ والا مسلمان کسی قوم کو امان دے گا یا عہد کرے گا تو سب مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہوگی تمام مسلمان دشمن کے مقابلہ میں یکجان ہوں گے۔"

المسلمون كاسنان المشط۔ (ابن لآل فی مکارم الاخلاق)

ترجمہ: "مسلمان کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔"

المرء مع من احب۔ (امام بخاری، امام مسلم عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "انسان کو اس کی معیت حاصل ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔"

لا خير فى صحبة من لا يرى لك مثل ما ترى له۔ (ابن عدی عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "اس شخص کی رفاقت میں کوئی فائدہ نہیں جو اس طرح تمہارے لیے تمنا نہ کرے جس طرح تم اس کے لیے تمنا کرتے ہو۔"

الناس معادن كمعادن الذهب والفضة خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى الاسلام اذا فقهوا۔ (امام بخاری، امام مسلم)

ترجمہ: "لوگوں کے مزاج اس طرح مختلف ہوتے ہیں۔ جس طرح سونے اور چاندی کی معدنیات ہوتی ہیں جاہلیت میں ان میں سے بہترین اسلام میں بہترین ہیں جب کہ وہ سمجھ رکھیں۔"

ما هلك امرؤ عرف قدر نفسه۔ (ابن السمعانی فی تاریخہ عن علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "وہ شخص ہلاکت کے گڑھے میں نہیں گرتا جو اپنی قدر پہچان لیتا ہے۔"

المستشار مؤتمن وهو بالخيار ان شاء تكلم و ان شاء سكت۔ (عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے اسے اختیار ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو گفتگو کرے چاہے

تو خاموش ہو جائے۔"

رحم الله عبدا قال خیرا فغنم او سکت عن شر فسلم۔ (الدیلمی عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "رب تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو بھلائی کی بات کرتا ہے جس سے فائدہ ملتا ہے یا شر سے خاموش رہتا ہے اور محفوظ رہتا ہے۔"

اسلم تسلم یوتك الله اجرك مرتین۔ (امام بخاری وامام مسلم)

ترجمہ: "اسلام لے آ سلامتی پا جائے گا۔ رب تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا کرے گا۔"

ان احبکم الیّ و اقربکم منی مجلسًا یوم القیامة الموطّؤون اکنافًا الذین یالفون و یؤلفون۔

ترجمہ: "تم میں سے ازروئے محبت میرے سب سے قریب اور ازروئے مجلس روزِ حشر تم میں سے میرے سب سے نزدیک وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے۔ جن کے پہلو نرم ہوتے ہیں۔ وہ محبت کرتے ہیں، ان سے محبت کی جاتی ہے۔"

لعله یتکلم بما لا یعنیه و یبخل بما لا یغنیه۔ (بیہقی، ترمذی)

ترجمہ: "شاید وہ لا یعنی گفتگو کرتا ہے اور ایسی چیز میں بخل کرتا ہے جو اسے مستغنی نہیں کرتی۔"

ذوالوجهین لا یکون عند الله وجیهًا۔

ترجمہ: "دو چہروں والا رب تعالیٰ کے ہاں معزز نہیں ہو سکتا۔"

آپ نے زیادہ بحث مباحثہ، کثرت سوال، مال کے ضیاع، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا۔

اتق الله حیثما کنت واتبع السیئة الحسنة تمحها و خالق الناس بخلق حسن۔ (امام احمد)

ترجمہ: "جہاں کہیں بھی رہو رب تعالیٰ سے ڈرو۔ برائی کے بعد نیکی کرو وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔"

خیر الامور اوسطها۔ (ابن السمعانی)

ترجمہ: "امور میں بہترین میانہ روی ہے۔"

احبب حبیبك هونا ما عسی ان یکون بغیضك یومًا ما۔ (امام ترمذی)

ترجمہ: "اپنے دوست سے پیار کرو تو وقار کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ کسی دن تمہارا دشمن بن جائے۔"

الظلم ظلمات یوم القیامة۔ (بخاری)

ترجمہ: ''ظلم روزِ حشر کی تاریکیوں میں سے ہے۔''

''مولا! میں تجھ سے اسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے تو میرے دل کو ہدایت دے دے میرے امور جمع کر دے۔ میرے بکھرے شیرازے کو جمع کر دے۔ جس کے ساتھ میرے باطن کی اصلاح کر دے۔ اس کے ذریعے میرے ظاہر کو بلند کر دے۔ اس کے ذریعے تو میرے اعمال کو پاکیزہ کر دے۔ اس کے ذریعے مجھے رشد الہام کلام فرما دے اس کے ذریعے میری محبوب چیز واپس کر دے۔ اس کے ذریعے مجھے ہر برائی سے بچا لے۔ مولا! میں تجھ سے قضاء میں کامیابی شہداء کے مراتب، سعادتمندوں کی سی زندگی اور دشمن پر نصرت کا سوال کرتا ہوں۔'' (امام ترمذی)

اسی طرح آپ کی حسین گفتگو، تقاریر، خطبے دعوتیں اور معاہدوں کو بہت سے لوگوں نے بہت سے لوگوں سے روایت کیا ہے۔ جس سے یہ اختلاف مٹ جاتا ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے اس مقام پر فائز تھے۔ دوسرے کے بارے جس کا انداز بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ آپ لوگوں سے اتنی سبقت لے گئے تھے۔ جس کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے وہ کلمات جمع کیے ہیں جو آپ کے پہلے کسی نے نہیں کہے تھے۔ نہ کسی کو یہ قدرت ملی کہ اس کے قالب میں انہیں ڈالا جاتا جیسے کہ آپ نے غزوۂ حنین کے روز فرمایا تھا:

حمی الوطیس۔

ترجمہ: ''اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔''

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

مات حتف انفه۔

ترجمہ: ''وہ جہاد میں شرکت کیے بغیر مرا۔''

انہوں نے فرمایا: ''بخدا! یہ ایسے کلمات ہیں جنہیں میں نے اہلِ عرب میں سے کسی سے پہلے نہیں سنے تھے۔

لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین۔

ترجمہ: ''مؤمن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔'' (بخاری)

السعید من وعظ بغیرہ والشقی من شقی فی بطن امه۔ (مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''سعید مند وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑتا ہے۔ بد بخت وہ ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ سے بد بخت ہو۔''

الثعالبی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

کل صید فی جوف الفرا۔

ترجمہ: ''سارے شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہیں۔''

لا ينتطح فيها عنزان۔

ترجمہ: "اس میں دو کمزور شخص بھی نہیں لڑتے۔"

هدنة على دخن۔

ترجمہ: "ظاہر صلح باطن لڑائی۔"

جماعة على قذى۔

ان المنبت لا ارضا قطع ولا ظهرا ابقى۔

نصرت بالرعب۔

ترجمہ: "رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔"

اوتيت جوامع الكلم۔

ترجمہ: "مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔"

انما مما انبت الربيع يقتل حبطا او يلم۔

الايمان قيد الفتك۔

يا خيل الله اركبى۔

اشتدى ازمة تنفرجى۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں "ان کے علاوہ اور بھی بہت سے جوامع الکلم ہیں جو پڑھنے والے کو تعجب میں ڈالتے ہیں۔ وہ ان کی حکمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اس میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں۔ میں حضرت عبدالمطلب کا فرزند ارجمند ہوں۔ میں سارے عرب سے فصیح عربی بولنے والا ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا ہوں۔ بنوسعد میں پروان چڑھا ہوں۔ زبان میں میرے ساتھ مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ فصیح ہو۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس سے کیا چیز روک سکتی ہے۔ قرآن میری زبان عربی مبین میں نازل ہوا۔ میں قریش میں سے ہوں۔ میں نے بنوسعد میں پرورش پائی ہے۔" اس طرح آپ کے لیے دیہات کے لوگوں کی قادر الکلامی اور فصاحت اور شہریوں کے الفاظ کی فصاحت اور ان کے کلام کی رونق آپ میں جمع ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "آپ ہم سب سے زیادہ فصیح کیوں ہیں؟ حالانکہ آپ ہمارے سامنے کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔" آپ نے فرمایا: "لغت اسماعیل علیہ السلام مٹ چکی تھی۔ حضرت جبرائیل امین اسے لے کر آئے۔ میں نے اسے یاد کر لیا۔" (ابونعیم، بیہقی)

برہ بنت عامر ثقفیہ جو اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھی۔ اس نے اپنے بھائیوں سے کہا: "اے بنو عامر! کیا تم میں سے کسی نے محمد عربی ﷺ کی زیارت کی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم سب نے موسم کے ایام میں ان کی زیارت کی ہے" اس نے پوچھا: "کیا تم میں سے کسی نے انہیں گفتگو کرتے دیکھا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں" اس نے کہا: "ان کی فصاحت کیسی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہماری بہن! جھوٹ عرب کے قبیح ترین عیوب میں سے ہے۔ لیکن آپ کی فصاحت کا یہ عالم ہے کہ نہ تو ماضی میں کوئی پیدا ہوا ہے نہ ہی مستقبل میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو آپ سے زیادہ فصیح ہو۔ آپ محوِ گفتگو ہوتے ہیں تو آپ سے خوش گفتار کوئی نہیں ہوتا۔ آپ کا کلام دانا کو عاجز کر دیتا ہے۔ آپ کا خطاب خطیب کو خاموش کرا دیتا ہے۔" اس روایت کو احمد بن عبداللہ محمد البکری نے اپنی کتاب "انس الواحش وروی العاطش" میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن عبدالرحمان زھری نے اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ کیا انسان اپنی بیوی سے ٹال مٹول کر سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں۔ جبکہ وہ غریب ہو۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! میں عرب میں گھوما ہوں۔ میں نے ان کی فصاحت سنی ہے۔ میں نے آپ سے فصیح کسی کو نہیں سنا۔" آپ نے فرمایا میرے رب تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور میں بنو سعد میں پروان چڑھا ہوں۔"

(ابن عساکر)

حضرت زکریا بن یحییٰ بن یزید سعدی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں سارے عرب سے فصیح ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا ہوں۔ بنو سعد میں پروان چڑھا ہوں۔ میری زبان دانی کا مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے۔" (ابن سعد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ فصیح تھے۔ آپ ایسی کلام میں گفتگو کرتے تھے جسے صحابہ کرام نہ جانتے تھے حتیٰ کہ آپ انہیں خود آگاہ فرما دیتے۔"

آپ عرب کے سارے طرزِ تکلم سے آگاہ تھے

آپ نہ صرف قریش، انصار اور اہلِ حجاز سے ہی محوِ گفتگو ہوتے تھے۔ بلکہ عرب کے دیگر لوگوں کے ساتھ آپ کلام فرماتے تھے۔ ذرا آپ کی وہ دعا دیکھو جو آپ نے بنو فہد کے لیے فرمائی تھی۔ وہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت طہفہ بن رھم کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے قحط سالی کی شکایت تھی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم تہامہ کی نشیبی زمین میس کے کجاوؤں میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم جھاؤ کا پھل چنیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بادل میں پانی کم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہوا اسے ادھر ادھر لے جا رہی ہے۔ وہ اسے دور کی سرزمین سے لے جا رہی ہے۔ جسے روندھنا بہت سخت ہے۔ تیل کی شیشی خشک ہو چکی ہے۔ نباتات سوکھ چکی ہیں۔ املوج گر پڑا ہے۔ شاخیں خشک ہو گئی ہیں قربانی کے جانور ہلاک ہو گئے ہیں۔ کھجوریں خشک ہو گئیں ہیں۔ یا رسول اللہ! شرک اور ظلم سے توبہ کر کے ہم آپ کی

بارگاہ میں پہنچے ہیں۔ ہم نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا ہے۔ شریعت اسلام کو مانا ہے۔ جب تک سمندر کی موجیں بلند ہوتی رہیں گی۔ جب تک یعار اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ہم گمشدہ جانوروں کی طرح تھے۔ جن میں دودھ نہ ہو۔ جنہیں پانی سے سیراب نہ کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: "مولا! ان کے خالص دودھ اور مکھن میں برکت فرما۔ اس دودھ میں برکت فرما جس میں پانی ملایا گیا ہو۔ مولا! ان کے چرواہوں کو گھاس اور نباتات میں بھیج دیے۔ جہاں پھل پک چکا ہو۔ ان کو کثیر پانی عطا فرما۔" ان کے اموال اور اولاد میں برکت فرما۔ جس نے نماز پڑھی وہ مسلمان ہے جس نے زکوٰۃ دی وہ محسن ہے۔ جس نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی وہ مخلص ہے۔ اے بنو فہد! تمہارے ساتھ مشرکین کے عہد میں بادشاہ کے وظائف ہیں۔ تم زکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں رکو گے۔ زندگی میں حق سے نہیں پھرو گے نماز میں سستی نہیں کرو گے۔"

پھر آپ نے بنو نہد کے لیے ایک مکتوب گرامی ان کے ہمراہ بھیجا۔ جو یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"من محمد رسول اللہ الی بنی نہد بن زید! اس شخص پر سلامتی جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم پر ایمان لایا اے بنو نہد! زکوٰۃ میں عمدہ مال تمہارے لیے ہے۔ ہم درمیانہ مال لیں گے۔ ایسے گھوڑوں پر جنہیں بطور سواری استعمال کیا جائے یا جس پر سواری کرنا مشکل ہو ان میں زکوٰۃ نہیں۔ تمہاری چراگاہوں میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ نہ تمہارے طلح کو کاٹا جائے گا۔ نہ تمہارے شیر آور جانوروں کو روکا جائے گا۔ جب تک تم غیظ و غضب نہیں چھپاؤ گے۔ تم عہد شکنی نہ کرو۔ جس نے اس امر سے انحراف نہ کیا جو اس مکتوب گرامی میں ہے اس کے لیے رب تعالیٰ کے دربار سے جزاء اور ثواب ہے۔ جس نے انکار کیا اس کے لیے سزا ہے۔" (ابو نعیم، دیلمی، ابو نعیم)

جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ ہمدان کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ ان میں سے مالک بن نمط نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہمدان کے سردار ہیں۔ یہ ان کے شہروں اور دیہاتوں میں سے عمدہ لوگ ہیں۔ وہ آپ کے پاس تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر آئے ہیں وہ اسلام کے عہود اور مواثیق سے متصل ہونا چاہتے ہیں۔ انہیں رب تعالیٰ کے بارے کسی ملامت گر کی ملامت کچھ نہیں کہتی۔ انہیں خارف اور یام کے قبائل کے لوگوں کی پرواہ نہیں۔ کوئی چغل خور اس عہد کو توڑ نہیں سکتا نہ ہی کوئی مصیبت اسے ختم کر سکتی ہے۔ جب تک میں سے ہیں۔ لعلع قائم ہے۔ جب تک وحشی گائیں چٹیل میدانوں میں چلتی رہیں۔"

حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھا:

"محمد رسول اللہ کی طرف سے یہ مکتوب گرامی خارف، اہل جناب الھضب اور حقاف رمل کے لوگوں کے لیے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مالک بن نمط اور ان کے قبیلہ کے مسلمان شامل ہیں۔ ان کے

لیے بلند مقامات، نشیبی مقامات اور سخت مقامات اس وقت تک ہیں جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں گے۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں گے۔ ان کے لیے ان میں ان کے جانوروں کے لیے چارہ ہے۔ وہ ان مقامات پر جانور چرائیں گے۔ ان کے اونٹوں اور کھجوروں میں ہمارے لیے وہی کچھ ہے جو وہ عہد اور میثاق کے مطابق ادا کریں گے۔ صدقہ میں بوڑھا اونٹ، بوڑھی اور نئے اونٹوں کی اولاد، گھر میں رہنے والے بچے، رنگے ہوئے چمڑے ان کے لیے ہیں۔ انہیں نوجوان گائے، بکری اور اونٹ زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔"

آپ نے قطن بن حارثہ یا حارثہ بن قطن کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھا: "یہ خط مبارک محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کلب کے قبائل، ان کے حلیف قبائل، ان کے قطن بن حارثہ کے ہمراہ وہ قبائل جن پر اسلام نے مہربانی کی ہے۔ وہ وقت پر نماز ادا کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ وہ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں عہد بنائیں گے۔" آپ نے بہت سے گواہوں کے نام لیے جن میں حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی بھی تھے۔ ان جانوروں میں جو خود چراتے ہیں، جن کے ہمراہ بچے ہوں یا جو دوسروں کے بچوں پر پیار کرتے ہوں۔ ہر پچاس میں ایک ایسی اونٹنی دینا ہوگی۔ جو کمزور نہ ہو۔ جبکہ بوجھ اٹھانے والے اونٹ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ بکریوں میں چالیس بکریوں میں ایک بکری بطور زکوٰۃ لی جائے گی۔ اسی طرح جاری چشمے سے سیراب ہونے والی زمین عشر ہوگا اس فریضہ میں کمی و بیشی نہیں ہوگی۔

آپ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھا "عظیم رؤساء اور وزراء خوبصورت چہروں اور حسین رنگوں والوں کی طرف! وہ فرض نماز ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر دیں جو نہ بوڑھی ہو نہ ہی بچہ ہو۔ گوشت سے بھرپور ہو۔ وہ درمیانی بکری بطور زکوٰۃ دیں۔ رکاز میں خمس ہے۔ جو کنوارا زنا کرے اسے ایک سو کوڑے مارو ایک سال جلاوطن کر دو۔ جو شادی شدہ زنا کرے اسے پتھر مارو۔ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سستی اور کاہلی نہ دکھاؤ۔ رب تعالیٰ کے فرائض میں کوئی پوشیدگی اور خفاء نہیں۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ان کے امیر حضرت وائل بن حجر ہیں جن کو حضور ﷺ نے امیر مقرر فرمایا ہے۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "صدقہ کے بارے یہ الفاظ اس روایت میں کہاں ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ ان میں مالوف فصیح الفاظ ہیں۔ سلاست کی مانوس ترکیب ہے۔ یہ غریب الفاظ کی بندش اور گفتگو میں مشکل اسالیب کو استعمال میں لانا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا کلام اجنبی اور غیر مانوس تھا۔ ان کی بلاغت اسی طریقہ پر تھی جو اجنبی اور غیر مانوس ہو۔ آپ نے بھی ان الفاظ کا استعمال زیادہ کیا جو مالوف اور مانوس نہ تھے۔ تاکہ ان کے لیے وہ پیغام واضح ہو سکے جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ آپ لوگوں سے ان زبان میں گفتگو کریں جنہیں وہ جانتے ہوں۔ تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ سکیں۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اہل عرب کے زبانوں کے اختلاف کے باوجود ہر شخص کے ساتھ اس کی زبان میں گفتگو

کرتے تھے۔ اس کی تراکیب اور کلمات کا اسلوب اختیار کرتے تھے۔ جبکہ اور کوئی شخص اپنی زبان سے متجاوز نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسری زبان اس کے لیے اس طرح ہوتی تھی جس طرح عربی عجمی کو سن لے۔ یہ صرف اور صرف آپ پر قوتِ الٰہیہ اور عنایات ربانیہ کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ آپ کو ساری مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا تھا آپ ہر سیاہ و سرخ کے نبی ہیں۔ آپ کے علاوہ ہر شخص اس شخص کی زبان سمجھنے سے قاصر ہوتا جو اس کی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں گفتگو کر رہا ہوتا۔ کیونکہ آپ عرب کی زبانوں میں سے ہر ہر زبان میں گفتگو کر لیتے تھے۔ آپ ان ساری زبانوں میں فصیح اور بلیغ ہوتے تھے۔ آپ اس فضیلت کے مستحق بھی تھے۔ کیونکہ آپ کو ساری بشری صفات بدرجہ اتم عطا کی گئی تھیں۔ آپ کو کثیر امور میں لوگوں پر فضیلت دی گئی تھی۔ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں مستغنی کر دیا ہے تو لوگوں سے سوال نہ کرو۔ اوپر والا ہاتھ تو نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

انہوں نے کہا: "آپ نے ہمارے ساتھ ہماری زبان میں گفتگو کی آپ نے حضرت کعب بن عاصم الاشعری سے فرمایا:
"لیس من امبر امصیام فی امسفر" یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی میں سے نہیں۔

یہ صحیح زبان ہے۔ اشعری اور یمن کے اکثر لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے بیان میں رغبت کرتے ہوئے۔ حسن تعلیم اور انہیں ان کی ہی زبان میں سمجھاتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے۔ جب ایک عامری شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

سل عنك۔

ترجمہ: "مجھ سے جو چاہو سوال کرلو۔"

یہ بنو عامر کی زبان ہے۔

❁❁❁

تئیسواں باب

وہ افراد جن کے اجسام میں آپ کے جسد اطہر کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے

وہ بلند اقبال ہستیاں اور افراد جن کے اجسام آپ کے جسد اطہر سے ملتے جلتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام

اس امر کا تذکرہ "استجلاب ارتقاء الغرف لجب اقرباء الرسول و ذوی الشرف" کے مصنف نے کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

روایت ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آپ کے مشابہ تھے۔

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔" امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کوئی حضور اکرم ﷺ کے مشابہ نہ تھا۔
روایت ہے کہ ان کا چہرہ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور سے مشابہت رکھتا تھا۔

الحافظ نے لکھا ہے "یعنی وہ اہلِ بیت میں سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے۔ حضرت ابن سیرین کی روایت حضرت امام زہری کی روایت کے معارض ہے ان کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے۔ وہ حضرت امام زہری نے بیان کیا ہے وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حیات ظاہری تک محدود ہوگا۔ اس زندگی میں وہ اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہ نسب حضور ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ جبکہ حضرت ابن سیرین کی روایت میں جو تذکرہ ہے وہ حضرت امام حسن کے وصال کے بعد مراد ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ حضرت امام حسین حضرت امام حسن کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ یا یہ مطلب ہوگا کہ وہ بعض اعضاء میں مشابہت رکھتے ہوں۔ امام ترمذی نے ہانی بن ہانی کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سر اقدس سے لے کر سینہ اقدس تک اور حضرت امام حسین سینہ اقدس سے لے کر قدمین شریفین تک حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔ حضرت انس کی روایت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت

کو تقویت دیتی ہے۔

- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد محترم ﷺ کے مشابہ تھیں۔
- ان کے برادر محترم حضرت ابراہیم بن محمد عربی ﷺ بھی آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔
- خرائطی نے "اعتدال القلوب" میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ وہ آپ سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے حاملہ ہوئیں۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بشارت دی کہ وہ ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ آپ کے مشابہ ہوں گے۔"
- حضور ﷺ کے چچازاد ذوالجناحین حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔"
- ان کے دونوں فرزند حضرت عون اور حضرت عبداللہ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عون سے فرمایا: "وہ خَلق اور خُلق میں آپ کے مشابہ ہیں۔"
- حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس کے فرزند حضرت قثم رضی اللہ عنہما۔ (اس کا ذکر ابن السکن نے کیا ہے)
- ابوسفیان بن نوفل بن حارث رضی اللہ عنہما۔ (الحجر، الاستیعاب)
- حضرت عقیل بن ابی طالب کے فرزند حضرت محمد اور حضرت مسلم۔ (ابن حبان)
- سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امام شافعی کے جد اعلیٰ۔ (زبیر بن بکار) امام حاکم نے حضرت امام شافعی کے مناقب میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک روز حضور ﷺ خیمہ میں تھے۔ حضرت سائب بن عبیداللہ حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ہمراہ ان کے لخت جگر بھی تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ وہ اپنے باپ کے مشابہ ہو۔" یہ فرزند حضرت شافع بن سائب تھے۔"
- حضرت عبداللہ بن عامر کریز عبشمی رضی اللہ عنہ۔
- کابس بن ربیعہ بن عدی رضی اللہ عنہ۔
- علی بن نجار۔ قاسم بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ قاسم بن محمد۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ خلق میں حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔
- ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ عنہم۔ یحییٰ بن قاسم بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم۔
- عبیداللہ بن ابی طلحہ الخولانی۔ مسلم بن معتب۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لیکن الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کے بارے روایت موضوع ہے۔ وہ آپ سے مشابہت نہیں رکھتے تھے۔
- حضرت ثابت بنانی اور حضرت قتادہ بن دعامۃ۔ صاحب اجتلاب ارتقاء الغرق نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

✿ محمد بن عبد اللہ المہدی۔ جن کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔ الحافظ نے ان سب کا ذکر الفتح میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب میں کیا ہے۔ لیکن ان کا امام مہدی کو ایسے افراد میں شمار کرنا لغزش ہے۔ امام ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام مہدی کے حلیہ میں لکھا ہے "ان کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی کا نام ہے۔ وہ خُلق میں تو آپ کے مشابہ ہوں گے لیکن خَلق میں مشابہ نہیں ہوں گے۔"

حضرت ابوالعباس احمد شہاب الدین اپنی اس نظم میں ان سارے قدسی صفات افراد کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

بالمصطفٰی شُبّه بعض الناس   فاحفظهم ولا تكن بالناسی

ترجمہ: "بعض ہستیاں حضور ﷺ کے مشابہ ہیں۔ ان کو یاد کرلو اور فراموش کرنے والوں میں سے نہ بنو۔"

فاطمة الزهراء و ابناها الحسن   ثم حسین كلاهما حسن

ترجمہ: "حضرت فاطمۃ الزہراء اور ان کے دونوں فرزندانِ ارجمندان رضی اللہ عنہم۔ یہ دونوں شہزادے بہت خوبصورت تھے۔"

و ابن رسول الله ابراهیم   و نوفل بن حارث العظیم

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ جو عظیم شخص تھے۔"

و ابن ابنه بالجمیل ذكره   ابو محمد امیر البصرة

ترجمہ: "ان کے پوتے حضرت ابومحمد جو بصرہ کے امیر تھے اور ان کا ذکر بہت جمیل ہے۔"

و جعفر و ابناه عبدالله   و عونا و اذّكر لا تكن باللاهی

ترجمہ: "حضرت جعفر طیار، ان کے فرزند حضرت عبداللہ اور حضرت عون رضی اللہ عنہ تو یاد کر تو غافل لوگوں میں سے نہ ہوجا۔"

ابنا عقیل و هما محمد   و مسلم و سائب الممجّد

ترجمہ: "حضرت عقیل کے دونوں فرزند یہ حضرت محمد اور حضرت مسلم ہیں اور سائب مجد۔"

ابن یزید وهو جد الشافعی   امامنا الاعظم نجل شافع

ترجمہ: "وہی ابن یزید ہیں جو حضرت امام اعظم کے جد امجد ہیں جو شریف النسل اور سفارش کرنے والے ہیں۔"

والحِبر عبدالله و ذا ابن عامر   ابن كریز العبشمی الفاخر

ترجمہ: "اسی طرح حبر عبداللہ یہ ابن عامر ہیں۔ ابن کریز العبشمی فاخر ہیں۔"

كالبس والده ربیعه   ابن عدی نسبته رفیعه

ترجمہ: "اسی طرح کابس ان کے والد ربیعہ ابن عدی جن کی نسبت بلند ہے۔"

اليشكرى وعد بعد اليشكرى ‏ ‏ يحيى هو ابن قاسم بن جعفر

ترجمہ: ''یشکری اور ان کے بعد یحییٰ کو شمار کیا گیا ہے۔ یہ ابن قاسم بن جعفر ہیں۔''

ابن محمد مولانا على ‏ ‏ ابن حسين بن على الولى

ترجمہ: ''ہمارے سردار ابن محمد علی بن حسین بن علی ولی رضی اللہ عنہم ہیں۔''

وولد العباس وهو قثم ‏ ‏ و ابن معتب المسمّٰى مسلم

ترجمہ: ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت قثم، حضرت ابن معتب جنہیں مسلم کہا جاتا ہے۔''

القاسم الثبت ابن عبدالله ‏ ‏ بن محمد عظيم الجاه

ترجمہ: ''حضرت قاسم الثبت بن عبداللہ بن محمد جو عظیم مرتبہ والے ہیں۔''

مجده عقيل الكريم ‏ ‏ كذا ابن عبد ابراهيم

ترجمہ: ''اسی طرح ان کے جد امجد عقیل الکریم اسی طرح ابراہیم بن عبداللہ آپ کے مشابہ ہیں۔''

وجده فالحسن بن حسن ‏ ‏ ابن على يا له من محسن

ترجمہ: ''ان کے جد امجد حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کاش ان کے لیے کوئی محسن ہوتا۔''

والسيد المهدى الذى ليظهر ‏ ‏ قبيل عيسى و به يبشر

ترجمہ: ''سید امام مہدی جن کا ظہور عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگا۔ وہ آپ کی بشارت دیں گے۔''

و ابن ابى طلحه عبدالله ‏ ‏ و ذالك خولانى بلا اشتباه

ترجمہ: ''ابن ابی طلحہ حضرت عبداللہ۔ یہ بلا شبہ خولانی ہیں۔''

ابن عوانة الشريف المغربى ‏ ‏ احمد لقب الشبيه بالنبى

ترجمہ: ''ابن عوانہ شریف مغربی جن کا لقب احمد تھا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔''

و قد جاء فى تاسع قرن قد سفى ‏ ‏ وجهه على البدور قد اضاء

ترجمہ: ''یہ نویں صدی میں جلوہ افروز ہوئے۔ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن تھا۔''

و قد رئيت لطيف الذات ‏ ‏ ممدّحًا باحسن الصفات

ترجمہ: ''میں نے ان کی زیارت کی ہے ان کی ذات لطیف تھی اور یہ عمدہ اوصاف سے آراستہ تھے۔''

و ذكروا عثمان فى التشبيه ‏ ‏ بالمصطفى و ليس بالوجيه

ترجمہ: ''بعض سیرت نگاروں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے لیکن وہ

آپ کے مشابہ نہ تھے۔"

و اثر فیه اتی موضوع ۔۔۔۔ لمتعلق فی شبیهه مصنوع

ترجمہ: "اس کے متعلق اثر موضوع ہے۔ یہ جھوٹ ہے اور ان کی مشابہت میں مصنوعی بات ہے۔"

وهو جمیل الذکر علی الدرجة ۔۔۔۔ و بأبنتیه المصطفٰی قد زوّجه

ترجمہ: "وہ عمدہ ذکر والے اور بلند مرتبہ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی دو نوران نظر سے ان کا نکاح کیا تھا۔"

صلی الله علیه ابدا و سلّما ۔۔۔۔ والآل والصحب الکرام العظما

ترجمہ: "رب تعالیٰ آپ پر، آپ کی اولاد اطہار پر صحابہ کرام وعظام پر درود و سلام بھیجے۔"

اس مؤلف کے شاگرد حضرت شمس الدین محمد بن محمد بن محب الدین احمد بن احمد قیسی مالکی نے اس قصیدہ کو ان کے بعد مکمل کیا۔ ان کے یہ اشعار ہیں:

وعد فی اشباهه الخلیل ۔۔۔۔ و آدم المعظم الجلیل

ترجمہ: "آپ کے مشابہت رکھنے والے افراد میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت آدم قابل تعظیم اور جلیل کو شمار کیا جاتا ہے۔"

صعی علیهما الا له دائمًا ۔۔۔۔ مسلّمًا مالاح نجم فی السما

ترجمہ: "رب تعالیٰ ہمیشہ ان پر درود اور سلام بھیجے جب تک آسمان پر تارے چمکتے رہیں۔"

کذاك عبدالله بن نوفل ۔۔۔۔ کذا ابوسفیان اخوه المعتلی

ترجمہ: "اسی طرح حضرت عبداللہ بن نوفل اور ان کے بلند و برتر بھائی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔"

وعده الناظم نوفلا بلا ۔۔۔۔ شك مخالف لما قد نقلا

ترجمہ: "شمار کرنے والے نے حضرت نوفل کو بھی ان بلند نصیب لوگوں میں شمار کیا ہے۔ یہ بلا شبہ ہیں یہ اس روایت کے مخالف ہے جسے نقل کیا گیا ہے۔"

کذالك المهدی ایضًا منتقد ۔۔۔۔ لما مضی فی الاصل وهو المعتمد

ترجمہ: "اسی طرح حضرت امام مہدی جو متقی ہوں گے۔ یہ اصل میں گزر چکا ہے۔ یہی معتمد روایت ہے۔"

وعد فی الاشباه ایضا ثابت ۔۔۔۔ هو البنانی و کذا قتادہ

ترجمہ: "آپ کے مشابہ افراد میں حضرت ثابت بنانی اور حضرت قتادہ کو شمار کیا گیا ہے۔"

ابن دعامة کذاك القاسم ۔۔۔۔ کذالك عبدالله العرہ العالم

ترجمہ: ''اسی طرح حضرت ابن دعامۃ، قاسم اور عبداللہ ہیں جن کے والد عالم تھے۔''

شافع ابن ذی ذکر الجمیل الفضل والتبجیل مولانا عقیل

ترجمہ: ''اسی طرح شافع، ذکر جمیل والے فضل و کرم والے ہمارے سردار حضرت عقیل ہیں۔''

شافع جد الامام الشافعی لما مضی عن صاحب الشرائع

ترجمہ: ''اسی طرح امام شافعی کے جد امجد ہیں۔ یہ بات صاحب الشرائع سے منقول ہے۔''

صلی اللہ علیہ الرب ذوالجلال کذا الصحاب جملہ والآل

ترجمہ: ''رب تعالیٰ آپ پر آپ کی اولاد اطہار پر اور صحابہ کرام پر درود بھیجے۔''

وہ امور جو آپ کی ولادت مبارکہ اور بعثت کے مابین رونما ہوئے

پہلا باب

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی کفالت

آپ کی عمر مبارک چار سال تھی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ ایک قول کے مطابق اس وقت عمر مبارک چھ سال، سات سال یا نو سال یا پانچ سال یا بارہ سال ایک ماہ اور دس دن عمر مبارک تھی۔ آپ کا وصال مقام الابواء کے مقام پر ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق شعب ابی طالب الحجون کے مقام پر وصال ہوا لیکن دوسرا قول غلط ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ رب تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں تھے۔ آپ اس عزت و کرامت کی وجہ سے بڑی اچھی طرح پروان چڑھ رہے تھے۔ جس کا رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ارادہ فرمایا تھا۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال مقام ابواء میں ہو گیا۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔"

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ بعض بصریوں نے لکھا ہے کہ ان کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔ شعب ابی ذب الخزاعی میں مدفون ہوئیں۔ مگر یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے "یہ موقف غلط ہے۔ ان کی قبر انور مکہ مکرمہ میں نہیں۔ ان کی قبر انور ابواء کے مقام پر ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر آپ کے ننھال بنو عدی کے پاس گئی تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ واپس آ رہی تھیں کہ ان کا وصال ہو گیا۔" ابن ہشام نے لکھا ہے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو النجاریہ تھی۔ یہی وہ ننھالی رشتہ ہے جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تھے۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو وہ آپ کو لے کر آپ کے ننھال بنو عدی کی طرف گئیں تا کہ انہیں آپ کی

زیارت کرائیں۔ان کے ہمراہ حضرت ام ایمن بھی تھیں۔ یہ آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ یہ کارواں دو اونٹوں پر سوار تھا۔ وہ دارالنابغہ میں ٹھہریں۔ ایک ماہ قیام کیا۔ حضور ﷺ ان امور کو یاد فرماتے تھے جو آپ کے وہاں قیام کے دوران رونما ہوتے۔ جب آپ نے بنوعدی بن نجار کا بلند مکان دیکھا تو فرمایا: "اس جگہ میں انصار کی ایک لونڈی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ میں اپنے ماموں زاد بچوں کے ہمراہ ہوتا تھا۔ ہم ان پرندوں کو اڑایا کرتے تھے۔ جو اس مکان پر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نے ایک گھر دیکھا تو فرمایا: "اسی گھر میں میری امی جان ٹھہریں تھیں۔ اسی گھر میں میرے والد گرامی کی قبر انور ہے۔ میں نے بنوعدی کے تالاب میں تیراکی سیکھی تھی۔"

یہودی قوم آپ کے پاس آتی تھی۔ وہ آپ کی طرف دیکھتی تھی۔ حضرت ام ایمن فرماتی ہیں "میں نے یہ بات اچھی طرح یاد کر لی۔" پھر آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئیں۔ جب ابواء پہنچیں تو ان کا وصال ہو گیا۔ ان کی قبر انور وہیں ہے حضرت ام ایمن آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آ گئیں۔

ابونعیم نے محمد بن عمر اسلمی سے اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایک یہودی نے دیکھا۔ وہ مجھے مختلف انداز میں دیکھتا رہا۔ اس نے پوچھا: "بچے! تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے کہا: "احمد" اس نے میری کمر انور دیکھی۔ میں نے اسے سنا وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا "یہ اس امت کے نبی ہیں۔" پھر وہ میرے ماموؤں کے پاس گیا انہیں بتایا۔ انہوں نے میری والدہ ماجدہ کو بتایا امی جان کو میرے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ ہم مدینہ طیبہ سے نکل آئے۔ حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں "مدینہ طیبہ میں ایک دن دوپہر کے وقت دو یہودی آئے۔ اس نے کہا: "ہمیں احمد مجتبیٰ ﷺ کی زیارت کرائیں۔" میں آپ کو باہر لے کر آئی۔ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا آپ کو کچھ دیر چومتے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "یہ اس امت کے نبی ہیں۔ یہ ان کا دار ہجرت ہے۔ عنقریب اس شہر میں قتل ہوگا۔ لوگ قیدی بنیں گے۔ بہت عظیم امر رونما ہوگا۔" حضرت ام ایمن فرماتی ہیں "میں نے ان کی ساری باتیں خوب یاد کر لیں۔"

ابونعیم نے ام سماعۃ بنت ابی رھم سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ آپ امی جان کی سر کے اوپر کھڑے تھے۔ انہوں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام   يا ابن الذی من حومة الحمام

ترجمہ: "میرے لختِ جگر! اللہ تعالیٰ آپ کو بابرکت کرے۔ اسے اس ذات والا کے نور نظر جس نے موت کے ہجوم سے"

نجا بعون الملك العلّام   فودی غداۃ الضرب بالسھام

ترجمہ: "ملک علام کی مدد سے نجات پالی۔کل تیروں کے ساتھ قرعہ اندازی کر کے انہیں بچالیا گیا۔"

بمائۃ من ابل سوّام ان صح ما ابصرت فی المنامِ

ترجمہ: "جنہیں ایک سو اونٹ دے کر بچالیا گیا۔اگر وہ کچھ درست ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا ہے۔"

فانت مبعوث الی الانام تبعث فی الحل والحرام

ترجمہ: "تو پھر آپ کو سارے انسانوں کی طرف مبعوث کیا جائے گا۔حل اور حرم میں آپ مبعوث ہوں گے۔"

من عند ذی الجلال والاکرام تبعث بالتحقیق والاسلام

ترجمہ: "آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جائے گا۔آپ حق اور اسلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔"

دین ابیك البرّ ابراھام تبعث بالتحنیف والاسلام

ترجمہ: "آپ اپنے پاکباز باپ حضرت ابراہیم کے دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔آپ حنفیت اور اسلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔"

ان لا توالیھا من الاقوام فالیه انھاك عن الاصنام

ترجمہ: "آپ اپنی قوم کے ساتھ ملکر ان بتوں سے دوستی نہ کریں۔میں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ کو بتوں سے روکتی ہوں۔"

پھر فرمایا: "ہر زندہ نے مرنا ہے۔ہر نئے نے بوسیدہ ہونا ہے۔ہر بڑے نے فنا ہونا ہے۔میرا وصال ہو جائے گا۔لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔کیونکہ میں خیر کو چھوڑے جا رہی ہوں۔میں نے پاکیزہ بچہ جنم دیا ہے۔" پھر ان کا وصال ہو گیا۔ہم جنات کو سنتے تھے۔وہ ان اشعار کے ساتھ ان کی نوحہ گری کرتے تھے۔

نبکی الفتاۃ البرہ الامینه ذات الجمال الصفة الرزینه

ترجمہ: "ہم اس محترمہ خاتون پر رو رہے ہیں۔جو احسان کرنے والی، اطاعت کرنے والی اور امینہ تھیں وہ باجمال، پاکباز اور باوقار تھیں۔"

زوجة عبدالله و قرینه ام نبی الله ذی الکسینه

ترجمہ: "وہ حضرت عبداللہ کی زوجہ محترمہ اور ساتھی تھیں۔وہ صاحب سکینہ نبی اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ تھیں۔"

و صاحب المنبر بالمدینه صارت لدی حفرتھا رھینه

ترجمہ: "وہ مدینہ طیبہ میں منبر پر جلوہ گر ہوں گے۔حضرت آمنہ اپنی قبر انور میں مدفون ہو گئی ہیں۔"

لو فودیت لفدیت ثمینه و للمنایا شفرۃ سنینه

ترجمہ: "اگر ان کا فدیہ ادا کیا جاتا تو ان کا فدیہ گراں بہا ہوتا۔اموات کے پاس تیز چھری ہے۔"

لا تُبقي ظعانا ولا ظعينة　　　الا اتت و قطعت و تينه

ترجمہ: "یہ کسی مرد یا عورت کو نہیں چھوڑتی بلکہ ان کے پاس آتی ہے اور اس کی شاہ رگ کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔"

امّا هلكت ايها الحزينه　　　عن الذى ذوالعرش يعلي دينه

ترجمہ: "اے غمزدہ! آپ ہلاک نہیں ہوئیں۔ یہ موت عرش کے مالک کی طرف سے ہے۔ جو آپ کے دین کو غالب کرے گا۔"

كلنا والهة حزينه　　　نبكيك للعطلة و للزينه

و للضعيفات و للمسكينه

ترجمہ: "ہم سب غمگین اور افسردہ ہیں۔ آپ کی جدائی اور فراق پر رو رہے ہیں۔ ہم کمزور اور ناتواں عورتوں پر روتے ہیں۔"

تنبیہ

ابو حفص شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں، محب الطبری نے اپنی سیرت میں، دارقطنی اور ابن عساکر نے، خطیب نے السابق اور اللاحق میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ آپ میرے ہمراہ تھے۔ ہم الحجون کی گھاٹی کے پاس سے گزرے۔ آپ غمگین اور افسردہ تھے۔ میں بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: "حمیراء! ادھر ہی ٹھہرو۔" میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ کافی دیر وہیں ٹھہرے رہے پھر واپس آئے تو آپ مسرور اور خوش تھے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ پر میں فدا! آپ میرے پاس تھے تو آپ غمزدہ اور افسردہ تھے آپ رو رہے تھے حتیٰ کہ میں بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگی۔ پھر آپ میرے پاس آئے تو آپ شاداں و فرحاں تھے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "میں اپنی امی جان کی قبر انور پر گیا تھا۔ میں نے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ انہیں زندہ کر دے۔ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں ان کی قبر انور میں لوٹا دیا۔"

اس روایت میں ابو غزیہ متفرد ہے۔ پھر اس سے کعبی متفرد ہے۔ دارقطنی نے لکھا ہے کہ اس سند میں مالک کا تذکرہ جھوٹ ہے اسے ابو عزیہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس کے وضع کا الزام اس پر یا اس پر ہے جس نے اس سے روایت لی ہے۔ اس روایت کے موضوع ہونے کا حکم حافظ ابوالفضل بن ناصر، جوزقانی، ابن جوزی الذھبی نے لگایا ہے۔ الحافظ نے "اللسان" میں اسے برقرار رکھا ہے۔ ایک جماعت نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے تذکرہ میں اسے موضوع لکھا ہے۔ ابن شاہین اور ان کے پیروکاروں نے اسے ان احادیث کی ناسخ کہا ہے۔ جن میں استغفار سے منع کیا گیا ہے۔"

میں کہتا ہوں "یہ درست نہیں کیونکہ وہ روایات جن میں استغفار منع کیا گیا ہے ان کی بعض اسناد صحیح ہیں۔ان روایات کو امام مسلم، ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں لکھا ہے۔اگر اس روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے۔پھر بھی یہ صحیح روایات کی ناسخ نہیں ہوگی۔"ابن دحیہ نے لکھا ہے"آپ کے والدین کریمین کے زندہ کیے جانے کے بارے روایات موضوع ہیں قرآن مجید اور اجماع ان کا رد کرتا ہے۔"رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ۔ (النساء:۱۸)

ترجمہ: "اور نہ ان لوگوں کی توبہ جو مرتے ہیں۔"

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ۔ (البقرہ:۲۱۷)

ترجمہ: "پھر مر جائے حالت کفر پر۔"

جو شخص حالت کفر میں مرا ہو۔رجعت کے بعد سے ایمان نفع نہیں دے سکتا۔بلکہ اگر وہ معاینہ کے وقت ایمان لے آئے۔ایمان اسے نفع نہیں دے گا۔اعادہ کے بعد ایمان لانے کی کیفیت کیا ہوگی۔تفسیر میں ہے کہ آپ نے کہا "کاش! مجھے علم ہو جاتا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ (البقرہ:۱۱۹)

ترجمہ: "اور آپ سے باز پرس نہیں ہوگی ان دوزخیوں کے متعلق۔"

میں کہتا ہوں "کاش! ابن دحیہ اس روایت پر موضوع ہونے کا حکم لگانے پر ہی اکتفا کرتے۔اور حضور ﷺ کا ادب و احترام کرتے ہوئے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے اجتناب کرتے۔یہی بہتر تھا۔

امام قرطبی نے ان کی گرفت کی ہے۔انہوں نے لکھا ہے"جو کچھ ابن دحیہ نے لکھا ہے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔"اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے فضائل اور خصائص آپ کے وصال تک ہر ہر لحہ بڑھتے رہے۔آپ کے والدین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا ان امور میں سے ہوگا۔جو رب تعالیٰ نے آپ پر فضل و کرم کرتے ہوئے انعام فرمائے ہیں۔ان کا زندہ کرنا نہ تو شرعاً اور نہ ہی عقلاً محال ہے۔کتاب عزیز میں بنو اسرائیل کے زندہ ہو جانے کا تذکرہ ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کیا کرتے تھے۔اسی طرح حضور ﷺ نے بھی کئی مردے زندہ کیے۔جب یہ ثابت ہو گیا ہے تو پھر ان کے زندہ کیے جانے کے بعد ایمان لانے سے کیا چیز رکاوٹ ہے یہ آپ کی کرامت اور عزت کی وجہ سے تھا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ روایت میں بھی مذکور ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے:"جو حالت کفر میں مرا......"

یہ حدیث طیبہ سے مردود ہے۔کیونکہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے سورج کو غروب ہو جانے کے بعد لوٹا دیا۔حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر پڑھی۔اسی روایت کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے کہ یہ

روایت ثابت ہے۔ اگر سورج کا واپس لوٹنا نفع بخش نہ ہوتا۔ اور اس وقت کی تجدید نہ ہوتی تو رب تعالیٰ سورج نہ لوٹاتا۔ حضور ﷺ کے والدین کریمین کو بھی زندہ کرنا اسی طرح ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول کر لی تھی حالانکہ انہیں عذاب آنے ہی والا تھا۔ جیسے کہ یہ اقوال میں سے ایک قول ہے۔ قرآن پاک کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

آیت طیبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے کا حکم ہے۔ امام قرطبی کا کلام ختم ہوا۔ اسے حافظ نے شرح الدرر میں نقل کیا ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ امام قرطبی کا رجوع شمس کے ساتھ تجدید وقت کا استدلال بہت عمدہ ہے۔ اس سے اس نماز کے اوامر کا حکم لگایا جائے گا۔ ورنہ سورج کو لوٹانے کا فائدہ ہی نہیں کیونکہ غروب آفتاب کے بعد نمازِ عصر قضا ہو سکتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "میں نے ایک اور استدلال کیا ہے جو اس استدلال سے بھی واضح ہے۔ وہ یہ کہ آخری زمانہ میں اصحابِ کہف کو اٹھایا جائے گا وہ حج کریں گے۔ وہ اس امت کے افراد ہوں گے۔ یہ ان کے لیے باعث شرف ہوگا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ اصحاب الکہف حضرت امام مہدی کے مددگار ہوں گے۔ اس روایت کو ابن مردویہ نے لکھا ہے۔ انہوں نے یہ بھی شمار کیا ہے۔ اصحابِ کہف مرنے کے بعد زندہ ہو جانے پر کیا کیا کریں گے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کریمین کے لیے ایک مخصوص عمر لکھی ہو۔ پھر وہ عمر مکمل ہونے سے قبل ہی ان کا وصال کر دیا ہو۔ پھر رب تعالیٰ اس عمر کو پورا کرنے کے لیے ان کو زندہ کیا ہو اس میں وہ ایمان لائے ہوں۔ ان کے وصال اور دوبارہ زندہ کرنے کے مابین مدت اس لیے ہوتا کہ وہ ایمان کو پالیں۔ یہ ان فضائل میں سے ہو جن کو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے مختص فرمایا ہو۔ جس طرح اصحابِ کہف کے لیے اس مدت میں تاخیر ہوئی تاکہ وہ اس مدت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر سکیں۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے "کاش! مجھے علم ہوتا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔" تو یہ روایت معضل ضعیف ہے۔ اس سے دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔" الحافظ ابن سید الناس نے "العیون" میں لکھا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے والدین کریمین کو زندہ کیا۔ وہ آپ پر ایمان لائے پھر لکھا ہے "یہ اس روایت کے مخالف ہے جسے امام احمد نے ابورزین عقیلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ماں کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہاری ماں آگ میں ہے۔" میں نے عرض کی: "آپ کے اہلِ خانہ میں سے جو وفات پا چکے ہیں وہ کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری ماں میری والدہ ماجدہ کے ساتھ ہو۔" بعض علماء نے ان دونوں روایات میں مطابقت پیدا کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ لگاتار بلند سے بلند تر مقامات کی طرف ترقی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کی روح پاک کو قبض فرمالیا۔ یہ روا ہے کہ یہ فضیلت آپ

کے بعد میں حاصل ہوئی ہو۔ پہلے نہ ہو۔آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنا ان احادیث طیبات سے متاخر ہو۔اس میں تعارض نہ ہو۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کاش! مجھے علم ہو جاتا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟''

اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾ (البقرہ:۱۱۹)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوشخبری دینے والا آپ سے باز پرس نہیں ہوگی ان دوزخیوں کے بارے۔''

پھر آپ نے ان کا ذکر نہ کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔'' اس روایت کو ابن جریر نے محمد بن کعب القرظی نے مرسل روایت کیا ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔اس طرح یہ روایت داؤد ابن عاصم سے روایت ہے۔ یہ روایت معضل ہے۔اس کی سند بھی ضعیف ہے۔اس سے دلیل حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ سبب اصول بلاغت اور اسرار بیان کے اعتبار سے کئی وجوہ سے باطل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات اور اس سے پہلے کی آیات ساری کی ساری یہودیوں کے بارے ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ۔ (البقرہ:۴۰)

پھر اس آیت طیبہ پر اس داستان کو ختم کر دیا۔

يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔ (البقرہ:۴۰)

ان آیات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جہنمیوں سے مراد اہلِ کتاب کے کافر ہیں۔حدیث پاک میں اس کی وضاحت موجود ہے۔مجاہد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ''سورۃ البقرہ کی چار ابتدائی آیات مؤمنین کی تعریف میں ہیں۔دو آیتیں کافروں کے بارے ہیں۔تیرہ آیات منافقین کے بارے ہیں اور چالیس سے 120 تک آیات بنو اسرائیل کے بارے ہیں۔''

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ سورۃ طیبہ مدنی ہے۔اکثر مخاطبین یہودی ہیں۔اس مناسبت سے اور وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ سورۃ طیبہ مدنی ہے۔اکثر مخاطبین یہودی ہیں۔اس مناسبت سے اور وضاحت ہو جاتی ہے کہ جحیم اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں آگ بہت بڑی ہے۔لغت اور آثار کا مقتضیٰ یہی ہے۔ابن جریر نے مالک سے روایت کیا ہے ''آگ میں بڑی آگ کا نام جحیم ہے۔''

ابن جریج سے روایت ہے انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَٰبٍ ط (الحجر:۴۴)

ترجمہ: "اس کے سات دروازے ہیں۔"

کے بارے فرمایا ہے کہ پہلا درجہ جہنم ہے۔ پھر لظی، پھر الحطمۃ، پھر السعیر پھر سقر پھر جحیم پھر الھاویہ ہے۔ ابو جہل جحیم میں ہے۔ اس درجہ کا مستحق وہ کافر ہے جس کا کفر عظیم ہو۔ دعوت کے وقت جس کی دشمنی سخت ہو۔ علم کے بعد اس نے سرکشی کی ہو۔

جب یہ روایت صحیح ہے کہ جناب ابوطالب سب سے ہلکے عذاب میں ہیں۔ اس کی وجہ ان کی آپ کے ساتھ رشتہ داری اور قرابت ہے۔ حالانکہ انہوں نے آپ کی دعوت کو پایا تھا۔ ساری زندگی اسے رد کرتے رہے۔ آپ کے والدین کے بارے تمہارا گمان کیا ہے۔ جن کا قرب اور رشتہ جناب ابوطالب سے قریبی ہے۔ محبت اور الفت بھی زیادہ ہے۔ ان کا عذر بھی معقول ہے۔ ان کی عمر بھی قلیل تھی۔ معاذ اللہ! ان کے بارے یہ گمان کیا جائے کہ وہ جحیم میں ہیں۔ وہ عذاب عظیم میں مبتلا ہیں اس امر کو وہ بھی نہیں سمجھ سکتا جسے کم سے کم ذوق دیا گیا ہو۔ جہاں تک اس آیت طیبہ کے نزول کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ (التوبہ: ۱۱۳)

ترجمہ: "درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے۔"

کہ حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کیا تو یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس روایت کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن جریر، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے اور ابن مردویہ نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ان کی قبر انور مکہ مکرمہ میں ہے۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے لیکن امام ذھبی نے مختصر میں اس کی گرفت کی ہے۔ اس کی سند میں ایوب بن ہانی ہے جسے ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس علت کی بنا پر اس کی صحت پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری علت بھی ہے۔ یہ اس روایت کے مخالف ہے جسے صحیح بخاری میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں جناب ابوطالب کی وفات کے فوراً بعد نازل ہوئیں۔ جب حضور ﷺ نے ان کے لیے استغفار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں دو علتیں ہیں۔ سبب نزول میں مخالفت ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے یہ غلطی ہے۔ حضرت آمنہ کی قبر انور مکہ مکرمہ میں نہیں ابواء میں ہے۔

الشیخ نے لکھا ہے کہ ان اسناد میں سے صحیح ترین سند اس روایت کی ہے جس میں کہ حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر تشریف لے گئے۔ اس روز آپ بہت زیادہ روئے تھے۔" اس روایت کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اس روایت میں کوئی علت نہیں اس میں احادیث کی کوئی مخالفت نہیں نہ ہی استغفار سے نہی ہے۔ کیونکہ یہ بکاء تو صرف اس دقت کی وجہ سے ہوتی ہے جو صرف مردوں کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ خواہ اس میں تعذیب کا سبب نہ بھی ہو۔"

پھر انہوں نے لکھا ہے "میں ایک ایسے اثر سے آگاہ ہوا ہوں۔ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آمنہ کا وصال توحید کی حالت پر ہوا۔ (حضرت ام سماعہ بنت وھم کی روایت پہلے گزر چکی ہے) حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے ان

ارشادات میں وضاحت موجود ہے کہ وہ توحید پر تھیں۔انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا ذکر کیا۔آپ نے ذکر کیا کہ آپ کے فرزندار جمند کو رب تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جائے گا۔وہ بتوں کی عبادت سے منع کریں گے۔قوم کے ساتھ ان بتوں سے محبت نہیں کریں گے۔کیا توحید اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔توحید رب تعالیٰ اور اس کی الہیت کا اعتراف ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔یہ بتوں کی عبادت سے برأت کا نام ہے۔بعثت سے قبل شرک وکفر سے برأت اور توحید کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے۔اس شخص کی داستان میں علماء نے لکھا ہے جس نے وقتِ موت اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ وہ اسے جلا دیں اسے راکھ بنا کر ہوا میں بکھیر دیں۔"رب تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔" یہ کلمہ اس کے ایمان کے منافی نہیں کیونکہ اس نے قدرت میں شک نہیں کیا تھا۔بلکہ اسے علم نہ تھا۔اس نے گمان کیا تھا کہ جب اس نے اس طرح کر دیا تو اسے لوٹایا نہیں جا سکے گا۔جاہلیت کے سارے لوگوں پر کافر ہونے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ایک گروہ نے حنفیت اختیار کر رکھی تھی۔انہوں نے اہلِ شرک کے رسوم ورواج کو ترک کر دیا تھا۔انہوں نے دین ابراہیمی کو تھام لیا تھا۔یہی توحید ہے جیسے زید بن عمرو قس بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل نے اختیار کیا تھا۔حدیث پاک میں ان سب کے ایمان کا تذکرہ اور جنت کی گواہی دی گئی ہے کوئی تعجب نہیں اگر حضور ﷺ کے والدین ان میں شمار ہوں۔دین حنیف اختیار کرنے کی گواہی دی گئی ہے۔کوئی تعجب نہیں اگر حضور ﷺ کے والدین ان میں شمار ہوں۔دین حنیف اختیار کرنے کا اصل سبب وہ علم تھا۔جو انہوں نے اہلِ کتاب سے سنا تھا کہ حضور ﷺ کے بعثت کا زمانہ قریب آچکا ہے۔وہ حرم پاک سے مبعوث ہوں گے۔ان کے یہ یہ اوصاف ہوں گے۔حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے یہ امور کسی اور شخص سے زیادہ سنے تھے۔انہوں نے آپ کے مبارک حمل اور ولادت مبارکہ کے وقت بہت سے امور کا مشاہدہ کیا تھا۔جنہوں نے یقیناً انہیں دین حنیف اختیار کرنے پر ابھارا ہوگا۔انہوں نے نور دیکھا جو ان سے نکلا تھا۔جس سے ان کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔حتیٰ کہ انہوں نے شام کے محلات دیکھ لیے جیسے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی والدات مکرمات دیکھتی تھیں۔جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔شق الصدر کی وجہ سے وہ پریشان تھیں تو انہوں نے ان سے کہا:"کیا تمہیں ان کے بارے شیطان سے اندیشہ ہے۔بخدا! ہرگز نہیں۔شیطان کا ان پر کوئی تسلط نہیں ہے۔یہ اس امت کے نبی ہوں گے۔ان کی شان بڑی رفیع ہوگی۔" وہ آپ کو اس سال مدینہ منورہ لے گئیں جب ان کا وصال ہوا۔انہوں نے آپ کے بارے یہودیوں کی باتیں سنیں۔انہوں نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔واپسی پر مقام ابواء میں ان کا وصال ہو گیا۔یہ سارے امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دین حنیف اختیار کر لیا تھا۔"

الشیخ نے لکھا ہے"اگر تم کہو کہ یہ کیسے امر طے ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دین حنیف اختیار کر لیا تھا اور وہ موحدہ تھیں۔صحیح روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کی اجازت طلب کی۔مگر انہیں اجازت نہ ملی۔آپ نے فرمایا:"میری والدہ ماجدہ تمہاری ماں کے ساتھ ہیں" یہ اس کے برعکس موقف کا شعور دلاتے ہیں۔توحید

پر موت تو یقیناً عذاب کی نفی کرتی ہے؟

میں کہتا ہوں "جہاں تک اس حدیث پاک کا تعلق ہے۔ "امی مع امکما" اگرچہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے کہ علوم حدیث میں یہ امر طے ہے کہ حاکم روایت کی تصحیح میں غفلت سے کام لیتے تھے۔ امام ذہبی نے حاکم کے اس روایت کے بارے فیصلہ کے بعد لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں۔" بخدا! نہیں عثمان بن عمیر کو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔" امام ذہبی نے اس روایت کا ضعف ظاہر کیا ہے اور اس پر قسم بھی اٹھائی ہے۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان "امی مع امکما" آپ پر یہ وحی ہونے سے پہلے کا ہو کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا تھا "میں نہیں جانتا کہ تبع لعین ہے یا کہ نہیں"

اس روایت کو امام حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب آپ پر تبع کے بارے وحی نازل ہوگئی تو آپ نے فرمایا: "تبع کو گالیاں نہ دیا کرو۔ وہ اسلام لے آیا تھا۔" گویا کہ پہلے آپ پر والدہ ماجدہ کے بارے کچھ بھی نازل نہ ہوا تھا۔ وہ اشعار نہ پہنچے تھے جو انہوں نے وقت وصال کہے تھے۔ نہ وہ آپ کو یاد تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ آپ نے اپنا فرمان مطلق رکھا کہ اہلِ جاہلیت کے بارے اصول کی وجہ سے وہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ بعد میں آپ پر ان کے بارے وحی نازل ہوگئی۔

دوسری روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ "ما سألتهما ربی" یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مابین اور آپ کے مابین اس موضوع پر گفتگو نہ ہوئی تھی۔ بعد میں ہوئی۔ جہاں تک استغفار کرنے کی اجازت نہ ملنے کا تعلق ہے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ممنوع تھا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں جس پر قرض ہو۔ آپ کے لیے ممنوع تھا کہ آپ اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔ حالانکہ وہ مسلمان ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کا استغفار ربِ تعالیٰ کے دربار میں فوراً قبول ہو جاتا ہے۔ جب جس کے لیے استغفار کر دیتے۔ وہ دعا کے فوراً بعد جنت میں بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ مقروض کو اس کے مقام سے روک دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ قرض ادا کرے۔" یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ دین حنیف پر ہوں لیکن انہیں برزخ میں کفر کے علاوہ کسی اور امر کی وجہ سے روک دیا گیا ہو۔ جو اس امر کا تقاضا کرتا ہو کہ آپ کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے بعد میں آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان دونوں روایات کا یہ جواب دیا جائے کہ وہ موحدہ تھیں۔ لیکن انہیں بعثت اور مر کر جی اٹھنے جیسے امور کے بارے آگاہی نہ ہوئی ہو۔

یہ بہت بڑی اصل ہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ حتیٰ کہ وہ بعثت پر ایمان لائیں۔ ساری شریعت مطہرہ پر ایمان لائیں۔ اسی لیے ان کا زندہ کرنا حجۃ الوداع تک مؤخر کیا گیا۔ حتیٰ کہ شریعت مطہرہ مکمل ہوگئی۔ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ۔ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: "آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارا دین۔"

پھر انہیں زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ ساری شریعت بیضاء پر ایمان لے آئیں۔ یہ نفیس معنی ہے۔ الشیخ نے اپنی کتاب "الدرر الکامنہ فی اسلام السیدۃ آمنہ" اور "مسالك الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔

میں اہلِ عرب کے ایک عالم دین کے فتویٰ سے آگاہ ہوا ہوں۔ جس نے حضرت الشیخ ہی کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس موضوع پر بحث کرنے والوں کی تین اقسام ہیں:

- وہ قسم جو اپنے قائل کی تکفیر کا سبب بنتی ہے جو زندیق ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا قتل ضروری ہے۔ وہ اس طرح کا تکلیف دہ کلام آپ کو اذیت دینے کی غرض سے کرتا ہے۔ وہ آپ کی تعظیم و توقیر میں کمی کرنے کا قصد کرتا ہے۔
- ایک قسم وہ ہے جو اپنے قائل کے لیے باعث عار نہیں ہوتی۔ اسے ایک ضروری امر اس موضوع پر گفتگو کرنے پر ابھارتا ہے۔ جیسے کہ ایک محدث حدیث پاک کی تشریح کرتا ہے۔ یہ ان امور میں سے ہوگا جن پر وہ بحث کرتا ہے اور شرعی دواعی کی طرف دعوت دیتا ہے۔
- ایک قسم وہ ہے جس میں ہمارے لیے گفتگو کرنا حرام ہے۔ لیکن متکلم قتل تک نہیں پہنچتا۔ وہ وہ شخص ہے جسے شرعی داعی اس پر گفتگو کرنے پر نہیں ابھارتا۔ ایسے شخص کو حسبِ حال تادیب سکھائی جائے گی۔ اگر اس کی جرأت اور زبان کے عدم تحفظ کا احساس ہو تو اسے ادب سکھانے میں شدت سے کام لیا جائے گا۔ اسے شرعی مناصب سے معزول کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عامل کو معزول کر دیا تھا۔

ایک دانا کو اس حدیث پاک کا انکار نہیں کرنا چاہیے، جس میں آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنے کا ذکر خیر ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس مقام پر اس کے صحیح ہونے سے صرفِ نظر نہیں کرنی چاہیے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ ترغیب و ترہیب میں صحیح ہونا شرط نہیں ہے۔ اس مقام کے بارے تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کی صحت کا کوئی مانع نہیں ہے۔ ان شاء اللہ! آپ کی درگاہ اقدس کے ہر عاشق کے گمان پر یہ امر غالب ہے۔

دوسرا باب

حضرت عبدالمطلب کی کفالت

جب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو آپ کو آپ کے جد امجد نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ انہوں نے آپ پر اتنی شفقت کی کہ اتنا پیار وہ اپنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سایہ میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ ان کے جلال کی وجہ سے ان کے بیٹوں میں سے بھی اس پر بیٹھنے کی جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ تشریف لاتے اور اس پر جلوہ افروز ہو جاتے۔ آپ کے چچا آپ کو ہٹانے کی کوشش کرتے۔ تو حضرت عبدالمطلب انہیں کہتے "میرے فرزند دلبند کو چھوڑ دو۔" وہ آپ کی کمر پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے "میرے اس نورِ نظر کی بڑی شان ہو گی۔"

حضرت ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے "میرے اس نورِ نظر کو بیٹھنے دو یہ اپنے نفس میں کچھ محسوس کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ شرف کے اس بلند مقام تک پہنچیں گے جس پر کوئی عربی نہ پہلے پہنچا ہو گا نہ ہی بعد میں پہنچ گا۔" ابن سعد اور ابن عساکر نے امام زہری، مجاہد، نافع اور ابن جبیر سے روایت کیا ہے یہ سب کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے جد امجد کی چٹائی پر تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ آپ کے چچا آپ کو ہٹانے کی کوشش کرتے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے "میرے اس بچے کو چھوڑ دو یہ بلند رتبہ سے انس کرتے ہیں۔" بنو مدلج کے بعض لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: "ان کی خوب حفاظت کرو ان کے قدمین شریفین اس قدم سے بہت زیادہ ملتے ہیں جو مقام ابراہیمی میں ہے" حضرت عبدالمطلب حضرت ام ایمن سے فرماتے "برکۃ! ان کی خوب حفاظت کیا کرو۔ ان سے غفلت کا اظہار نہ کیا کرو۔ اہلِ کتاب گمان کرتے ہیں کہ یہ اس امت مرحومہ کے نبی کریم (ﷺ) ہیں۔"

المحاملی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سنا "حضرت عبدالمطلب کے لیے حجر میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ اس پر ان کے علاوہ اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ حرب بن امیہ اور دیگر سرداران قریش اس چٹائی کے ارد گرد بیٹھتے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ ابھی معصوم بچپن میں تھے۔ آپ اس چٹائی پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے آپ کو کھینچا تو آپ رونے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ "میرا نورِ نظر کیوں رو رہا ہے؟" لوگوں نے بتایا "انہوں نے چٹائی پر بیٹھنے کی کوشش

کی اور ہم نے انہیں منع کیا۔" انہوں نے فرمایا: "میرے نورِ نظر کو اس پر بیٹھنے دو۔ یہ اپنے بارے شرف محسوس کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ شرف کے اس مقام تک پہنچیں گے جس پر نہ پہلے نہ ہی بعد میں کوئی عربی پہنچا ہوگا۔"

بلاذری نے امام زھری اور محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کے لیے کھانا لایا جاتا تو وہ حضور ﷺ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیتے۔ اکثر اوقات اپنی ران پر بٹھا لیتے۔ آپ کو عمدہ کھانا کھلاتے۔ وہ آپ پر بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ اگر کھانا اس وقت آتا جب حضور ﷺ تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے حتیٰ کہ آپ تشریف لے آتے۔ ان کے لیے ظلِ کعبہ میں ایک چٹائی بچھائی جاتی۔ ان کے فرزند اس چٹائی کے ارد گرد بیٹھتے تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب آجاتے تو وہ انؓ کے جلال کی وجہ سے ان کے سر پر کھڑے ہو جاتے۔ حضور ﷺ اپنے معصوم بچپن میں تھے۔ آپ ان کی چٹائی پر بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچا آپ کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے: "میرے نورِ نظر کو چھوڑ دو۔ تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ ان کی عظیم شان ہوگی۔" وہ آپ کا سراقدس چومتے۔ سینہ اقدس پر ہاتھ پھیرتے آپ کی زیارت کر کے اور آپ کی گفتگو سن کر مسرور ہوتے۔

ابو نعیم نے محمد بن مراسلی سے اور وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں "ایک دن حضرت عبدالمطلب حطیم میں تشریف فرما تھے۔ ان کے پاس نجران کا پادری تھا وہ ان سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم ایک نبی کے اوصاف پاتے ہیں جو اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے۔ یہ شہر ان کی ولادت گاہ ہوگا۔ ان کا یہ یہ حلیہ ہوگا۔" حضور ﷺ تشریف لائے اس نے آپ کی آنکھوں، کمر اور قدموں کو دیکھا تو کہا "یہ بچہ کون ہے۔ یہ آپ کا کیا لگتا ہے؟" حضرت عبدالمطلب: "یہ میرا بیٹا ہے۔" پادری: "نہیں! ہمارے نزدیک اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔" حضرت عبدالمطلب "یہ میرے بیٹے کا فرزندِ ارجمند ہے۔ اس کے والد گرامی اس وقت وفات پا گئے تھے جبکہ یہ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں تھے۔" پادری نے کہا: "آپ نے سچ کہا ہے۔" حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: "اپنے اسے محترم بھتیجے کی حفاظت کرو۔ کیا تم سن نہیں رہے کہ ان کے بارے کیا کہا جا رہا ہے؟"

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن سعد، حاکم نے معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں زمانہ جاہلیت میں حج کرنے نکلا۔ میں نے ایک طویل بزرگ دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ وہ یوں کہہ رہے تھے:

ردّ الی راکبی محمدا ارددہ ربی واتّخذ عندی یدا

ترجمہ: "مولا! میرے شہ سوار حضرت محمد عربی ﷺ کو واپس لوٹا دے۔ مولا! انہیں واپس لوٹا دے اور مجھ پر احسان کر۔"

انہوں نے ان کے بارے پوچھا تو ان سے کہا گیا "یہ قریش کے سردار حضرت عبدالمطلب ہیں ان کے بہت زیادہ اونٹ ہیں جب ان میں سے کوئی ایک گم ہو جائے تو یہ اس کی جستجو میں اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بھیجتے ہیں۔ جب وہ

گم ہو جائیں تو یہ اپنے من موہنے پوتے کو بھیجتے ہیں۔ وہ جس مقصد کے لیے بھی جاتے ہیں کامیاب ہو کر آتے ہیں۔ انہوں نے ان کو اس مقصد کے لیے بھیجا جس سے ان کے بیٹے عاجز آ چکے تھے۔ لیکن اب انہیں دیر ہو گئی ہے۔" ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ اونٹ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: "میرے نورِ نظر! میں آپ پر اتنا غمزدہ ہوا ہوں کہ اتنا غمگین کسی اور پر نہیں ہوا۔ اب کبھی بھی مجھ سے جدا نہ ہونا۔"

ابن جوزی نے حضرت ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ میں نے ایک دن غفلت کا مظاہرہ کیا۔ مجھے اس وقت علم ہوا جب حضرت عبدالمطلب میرے سر پر کھڑے تھے۔ وہ فرما رہے تھے "برکۃ!" میں نے کہا: "لبیک" حضرت عبدالمطلب: "کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے اپنے نورِ نظر کو کہاں پایا ہے؟" میں نے عرض کی: "نہیں۔" انہوں نے کہا: "میں نے بیری کے درخت کے نیچے بچوں کے ہمراہ اسے پایا ہے۔ اس سے غافل نہ ہو جایا کرو۔ اہلِ کتاب گمان کرتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے ان سے آپ کے بارے خطرہ ہے۔"

تیسرا باب

اہلِ مکہ کے لیے رحمت کی بارش

ابن سعد، بلاذری، ابن ابی الدنیا، الطبرانی اور بیہقی نے حضرت رقیقہ بنت ابی صیفی ابن ہاشم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''قریش کو کئی سال لگاتار قحط سالی کا انتظار کرنا پڑا۔ جلد خشک ہوگئی ہڈیاں سوکھ گئیں۔ اسی اثناء میں کہ میں سو رہی تھی یا سونے کے قریب تھی۔ میں نے ایک ہاتف کو بآواز بلند چیختے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے گروہِ قریش! یہ نبی کریم ﷺ ہیں جو تم میں مبعوث ہونے والے ہیں۔ ان کی بعثت کے ایام قریب ہیں۔ ان کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ تم بارش اور خوشحالی کی طرف جلدی کرو۔ تم خود میں سے ایسے شخص کو تلاش کرو جو نسب کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہو۔ جن کا جسم عظیم اور اعضاء مضبوط ہوں۔ جن کا رنگ سفید ہو۔ پلکیں طویل ہوں۔ رخسار ہموار ہوں۔ ناک بلند ہو۔ ان کے لیے ایک ایسا فخر ہے جس کا وہ اظہار نہیں کرتے۔ ایک ایسا رستہ ہے جس کی طرف راہ نمائی کی جائے گی۔ وہ بھی نکلیں ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد نکلے ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص ان کے قریب ہو جائے۔ وہ سب غسل کریں۔ خوشبو لگائیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیں۔ بیت اللہ کا طواف کریں۔ وہ کوہِ ابی قبیس پر چڑھیں۔ وہ شخص ابرِ رحمت کی دعا کرے بقیہ آمین کہیں۔ ارے! ان میں ایک طیب وطاہر ذات موجود ہے۔ جب چاہو ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگ لیا کرو۔''

حضرت رقیقہ نے کہا: ''یہ سن کر میں گھبرا گئی۔ میری جلد لرز اٹھی۔ عقل مبہوت ہوگئی۔ میں نے اہلِ مکہ کو اپنا خواب سنایا۔''

سارے اہلِ مکہ نے کہا: ''اس سے مراد حضرت عبدالمطلب ہیں۔'' قریش ان کے پاس گئے۔ ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے غسل کیا۔ خوشبو لگائی، حجر اسود کو بوسہ دیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر سارے کوہِ ابی قبیس پر چڑھ گئے۔ لوگ حضرت عبدالمطلب کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ان کی جدوجہد کو اطمینان نصیب ہوا۔ وہ ان کی دو اطراف میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہمراہ حضور ﷺ بھی تھے۔ آپ اپنے معصوم بچپن میں تھے۔ حضرت عبدالمطلب اٹھے۔ انہوں نے یہ دعا مانگی: ''اے مولا! اے ضرورت پوری کرنے والی ذات! اے مصیبت دور کرنے والے! تو سکھائے بغیر ہی سب کچھ جانتا ہے، تجھ سے مانگا جاتا ہے تو بخیل نہیں ہے۔ یہ تیرے بندے اور بندیاں ہیں۔ جو تیرے حرم پاک کے صحن میں جمع ہیں۔ وہ تیرے پاس اس قحط سالی کا شکوہ کر رہے ہیں۔ جس نے چارہ اور گھر کو خشک کر دیا ہے۔ مولا! ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو بہت عظیم اور خوشگوار ہو۔'' کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آسمان پانی سے پھٹ گیا۔

وادیاں پانی سے بہنے لگیں۔ قریش کے سردار حضرت عبدالمطلب سے کہہ رہے تھے۔ "ابوالبطحاء! آپ کو بشارت ہو۔ اہلِ بطحاء کو آپ کی وجہ سے حیاتِ نو نصیب ہوئی ہے۔" حضرت رقیقہ بنت صیفی نے اس واقعہ کے بارے یہ اشعار کہے تھے۔

بشيبة الحمد اسقى الله بلدتنا	و قد فقدنا الحيا و اجلو ذالمطر
فجاد بالماء جو نى له سبل	سحًّا فعاشت به الانعام و لشجر
سيل من الله بالميمون طائره	و خير من بشرت يوما بِهِ مضر
مبارك الامر يستسقى الغمام به	ما فى الانام له عدل ولا خطر

ترجمہ: "حضرت عبدالمطلب کے ذریعہ رب تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا۔ بارش مفقود ہو گئی تھی۔ اسے برسے ہوئے مدت ہو گئی تھی۔ بہت تیز بارش ہوئی۔ جس سے رستہ بہہ پڑے۔ جانوروں اور درختوں کو حیاتِ نو نصیب ہوئی۔ یہ بارش اس مبارک ذات کے وسیلہ سے تھی، جن کا شگون بہت مبارک ہے۔ وہ ان سے بہترین ہیں جن کی کسی دن مضر کے بشارت دی ہو۔ وہ مبارک امر والے ہیں جن کے طفیل ابر کرم طلب کیا جاتا ہے لوگوں میں نہ ان کی نظیر ہے نہ مثیل۔"

چوتھا باب

ولادت مبارکہ کے ساتویں سال کے واقعات

ابن الجوزی نے "الوفا" میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر مبارک کے ساتویں سال آپ کو شدید آشوبِ چشم ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کا علاج کرایا گیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا: "عکاظ کی طرف ایک راہب رہتا ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو سوار کرا کر ادھر لے گئے۔ اسے آواز دی اس کا گرجا بند تھا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ اس کا گرجا لرز اٹھا۔ قریب تھا کہ اس پر گر پڑتا۔ وہ جلدی سے باہر نکلا۔ اس نے کہا "عبدالمطلب! یہ بچہ اس امت کا نبی ہوگا۔ اگر میں تمہارے پاس نہ آتا تو یہ گرجا میرے اوپر گر پڑتا۔ انہیں واپس لے جاؤ۔ ان کی حفاظت کرو۔ اہلِ کتاب انہیں شہید نہ کر دیں۔" پھر اس نے آپ کا علاج کیا۔ آپ کی محبت آپ کی قوم کے ہر ہر فرد کے دل میں ڈال دی گئی۔ جو بھی آپ کو دیکھتا وہ آپ کی محبت کا اسیر بن جاتا۔

✿✿✿

پانچواں باب

حضرت عبدالمطلب کی وفات اور جناب ابوطالب کی وصیت

جب آپ کے جدامجد کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر مبارک کیا تھی۔ اس میں اختلاف ہے۔ مختلف اقوال کے مطابق عمر مبارک آٹھ سال، آٹھ سال ایک ماہ اور دس دن، نو سال، دس سال یا چھ سال تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق عمر بیاسی سال یا ایک سو چوالیس سال یا پچانوے سال یا ایک سو بیس سال تھی۔

محمد بن عمر الاسلمی نے حضرت ام ایمن سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ حضرت عبدالمطلب کی چارپائی کے پیچھے پیچھے روتے جارہے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ انہیں الحجون میں دفن کیا گیا۔

ابن سعدی نے امام واقدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی "کیا آپ کو حضرت عبدالمطلب کی وفات یاد ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں اس وقت آٹھ سال کا تھا۔"

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے "جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے جناب ابوطالب کو وصیت کی کہ وہ حضور ﷺ کی حفاظت کریں۔ ان کی نگہبانی کریں۔ ان کے امور کی نگہداشت کریں۔ انہوں نے جناب ابوطالب کو اس لیے وصیت کی تھی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ اور جناب ابوطالب کی والدہ ایک ہی تھیں۔ آپ کے جدامجد کے وصال کے بعد جناب ابوطالب آپ کے امور کے والی بنے۔"

ابن سعد، ابن عساکر اور حسن بن عرفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا وصال ہوا تو ابوطالب آپ کے امور کے نگران بنے۔ وہ آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ وہ آپ سے بہت شدید محبت کرتے تھے۔ وہ اتنا پیار اپنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے پاس ہی سوتے تھے۔ وہ آپ کے لیے خصوصی کھانے کا اہتمام کرتے تھے۔ جناب ابوطالب کی اولاد اگر جب اکٹھے کھاتے یا الگ الگ کھاتے تو وہ سیر نہ ہوتے تھے۔ جب حضور ﷺ ان کے ہمراہ کھاتے تو وہ سب سیر ہوجاتے۔ جناب ابوطالب جب اپنی اولاد کو صبح یا شام کا کھانا کھلانا چاہتے تو فرماتے "ابھی ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ میرا فرزند دلبند آجائے۔" حضور ﷺ تشریف لاتے ان کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ ان کا کھانا بچ جاتا۔ اگر ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تو وہ سیر نہ ہوتے تھے۔ اگر دودھ ہوتا تو سب سے پہلے آپ نوش فرماتے۔ پھر دیگر

اولاد کو وہی پیالہ پکڑاتے۔ وہ اس سے پی لیتے ان کا آخری شخص بھی ایک پیالے سے سیراب ہو جاتا۔ حالانکہ وہ دودھ ایک شخص بآسانی پی سکتا تھا۔ جناب ابوطالب کہتے "آپ بہت مبارک ہیں" بچے صبح سویرے اٹھتے تو ان کی آنکھوں پر میل کچیل لگی ہوتی۔ بال بکھرے ہوتے۔ جب حضور ﷺ صبح اٹھتے تو آپ کے سر پر تیل لگا ہوتا آنکھوں میں سرمہ ہوتا۔

ابونعیم نے حضرت ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ نہ بچپن میں نہ ہی بڑی عمر میں۔ وقت صبح آپ جاتے آبِ زمزم پی لیتے۔ بعض اوقات ہم کھانا پیش کرتے تو آپ فرماتے "میں سیر ہوں"

حسن بن سفیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جناب ابوطالب بچوں کو ناشتہ دیتے ان کے ہاتھ ناشتہ میں چلے جاتے، مگر حضور ﷺ اپنا دست اقدس روک لیتے۔ جب ابوطالب نے یہ دیکھا تو انہوں نے آپ کا کھانا علیحدہ کر دیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

جناب ابو طالب اور ابرِ کرم

جلہمۃ بن عرفطہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مکہ مکرمہ آیا۔ قریش قحط سالی کا شکار تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "لات وعزّیٰ کے پاس چلو۔" کسی نے کہا: "مناۃ کے پاس چلو" ان میں سے ایک حسین و شکیل بزرگ نے کہا: "تم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے بقیہ ہیں۔" لوگوں نے کہا: "گویا کہ تمہاری مراد جناب ابو طالب ہیں۔" اس نے کہا: "ہاں! وہ سارے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ اٹھا۔ انہوں نے جناب ابو طالب کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک حسین و باجمال شخص باہر نکلا۔ اس نے ازار پہنا ہوا تھا۔ سارے لوگ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "جناب ابو طالب! وادی قحط سالی کا شکار ہو گئی ہے۔ اہل و عیال بھوک سے مرنے لگے ہیں۔ آئیں ہمارے لیے ابرِ رحمت کی دعا کریں۔" جناب ابو طالب باہر نکلے ان کے ہمراہ ایک من موہنا بچہ بھی تھا۔ گویا کہ سورج ابھی بادلوں کی اوٹ سے نکلا ہو۔ ان کے اردگرد ان کے ہم عمر بچے بھی تھے۔ جناب ابو طالب نے انہیں پکڑا۔ ان کی کمر انور خانہ کعبہ کے ساتھ لگا دی۔ اس بچے نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ ادھر ادھر سے بادل آنے لگے۔ وہ ایک جگہ جمع ہو گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ وادی بہہ پڑی اور ہر طرف شادابی لہلانے لگی۔
اسی واقعہ کے بارے جناب ابو طالب نے کہا ہے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　ثمال الیتامٰی عصمة للارامِلِ

ترجمہ: "وہ سفید چہرے والے ہیں ان کے چہرۂ انور کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی عزت کے محافظ ہیں۔"

یلوذ به الهلاك من آل هاشم　　　فهم عنده فی نعمة و فَوَاضِلِ

ترجمہ: "بنو ہاشم کے ہلاک ہونے والے افراد آپ کی پناہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ آپ کے پاس نعمتیں اور عنایات ہیں۔"

ابن سعد نے عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے کہ جناب ابو طالب نے فرمایا: "میں اپنے محترم بھتیجے کے ہمراہ ذوالمجاز کے مقام پر تھا۔ مجھے پیاس نے آلیا۔ میں نے آپ سے شکوہ کیا۔ میں نے کہا: "میرے بھتیجے! مجھے پیاس لگی ہے۔ میں نے آپ کو صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کے پاس گھبراہٹ کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آرہا تھا۔ آپ نے فرمایا "چچا جان! آپ کو پیاس لگی ہے؟" میں نے کہا: "ہاں! آپ نے اپنی ایڑھی زمین پر ماری۔ پانی کا چشمہ رواں ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "پانی ہی پی لیں۔" میں نے پانی پی لیا۔

ساتواں باب

آپ کا سفرِ یمن

ابن جوزی نے "الوفا" میں لکھا ہے کہ جب عمر مبارک دس سال سے زیادہ ہوئی تو آپ اپنے چچا حضرت زبیر کے ہمراہ سفر پر نکلے۔ وہ ایک وادی سے گزرے جس میں نر اونٹ تھا۔ جو لوگوں کو گزرنے سے روک رہا تھا۔ جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ بیٹھ گیا۔ سینہ زمین پر رگڑنے لگا۔ آپ اپنے اونٹ سے اترے اس اونٹ پر سوار ہو گئے۔ جب وادی عبور کر لی۔ تو اس اونٹ کو چھوڑ دیا۔ جب وہ سفر سے واپس لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ وادی پانی سے بھری ہوئی تھی۔ اہلِ کارواں رک گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "میرے پیچھے پیچھے آؤ۔" آپ اس وادی میں گھس گئے۔ قریش آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ رب تعالیٰ نے پانی خشک کر دیا تھا۔ وہ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو لوگوں کو یہ واقعہ بتایا۔ لوگوں نے کہا: "اس بچے کی شان نرالی ہوگی۔"

❁❁❁

آٹھواں باب

سفرِ شام

ابن سعد اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے بزار اور ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے۔ امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جناب ابوطالب نے کارواں کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "چچا جان! مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟" حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ چمٹ گئے۔ جناب ابوطالب کے دل میں رقت پیدا ہوگئی۔ جب وہ عازم سفر ہونے لگے تو آپ کو بھی اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ وہ ایک پادری کے پاس ٹھہرے۔ پادری نے پوچھا: "یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ میرا بچہ ہے۔" پادری نے کہا: "یہ آپ کا بچہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔" جناب ابوطالب: "کیوں؟" پادری: کیونکہ ان کا چہرہ انور نبی کا چہرہ اور ان کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں۔" جناب ابوطالب: "اللہ تعالیٰ اس سے جلیل ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو؟" پادری: "اس بچے کو یہودیوں سے بچاؤ۔" پھر وہ آگے عازم سفر ہو گئے۔ ایک اور پادری کے ہاں فروکش ہوئے۔ پادری نے پوچھا: "یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟" جناب ابوطالب: "یہ میرا بچہ ہے: پادری: "اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔" جناب ابوطالب: "کیوں؟" پادری: "کیونکہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں۔" جناب ابوطالب: "سبحان اللہ! رب تعالیٰ اس سے اجل ہے جو کچھ تو کہہ رہا ہے۔" جناب ابوطالب نے حضور ﷺ سے کہا: "میرے محترم بھتیجے! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "چچا جان! انکار نہ کریں۔ رب تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے۔"

بحیرا راہب

جب یہ کارواں بصریٰ پہنچا وہاں ایک راہب کا بسیرا تھا۔ جسے بحیرا کہا جاتا تھا۔ وہ عیسائیت کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔ قریش کے کارواں اکثر وہاں سے گزرتے تھے۔ اس سے قبل وہ راہب نہ تو ان سے تعرض کرتا تھا نہ ہی ان سے بات چیت کرتا تھا۔ اس سال جب یہ کارواں اس کے گرجا کے پاس فروکش ہوا۔ اس نے اپنے جاگرے سے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ ساری قوم کو چھوڑ کر بادل آپ کے سر اقدس پر سایہ کناں تھا۔ کارواں آگے آیا، وہ گرجا کے قریب ایک درخت کے نیچے فروکش ہو گیا۔ حضور ﷺ اس کے سایہ کے نیچے آئے تو اس کی شاخیں آپ پر جھک گئیں۔

جب بحیرا نے یہ دلکش منظر دیکھا۔ وہ اپنے گرجا سے اترا۔ وہ آپ کو تلاش کرنے لگا۔ اس نے آپ کا دست اقدس تھاما اور کہا: ''یہ عالمین کے سردار ہیں۔ انہیں رب تعالیٰ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا۔'' قریش کے بزرگوں سے کہا: ''جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے یہ کسی بھی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ فوراً سجدہ ریز ہو جاتے یہ چیزیں صرف نبی کے لیے سجدہ کرتی ہیں۔ میں انہیں اس مہر نبوت سے جانتا ہوں جو کندھے کی ہڈی کے نیچے ہے۔'' پھر وہ واپس آیا۔ اس نے کثیر کھانا پکانے کا حکم دیا کھانا پک گیا تو اس نے کارواں کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا: ''میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ گروہ قریش! میں چاہتا ہوں کہ اس کھانے میں تمہارے چھوٹے بڑے آزاد اور غلام شریک ہوں۔'' ایک شخص نے کہا: ''بحیرا! آج تیری شان نرالی ہے ہم اکثر یہاں سے گزرتے ہیں پہلے تمہارا سلوک تو اس طرح نہ ہوتا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ بحیرا نے کہا: ''تم نے سچ کہا ہے۔ اسی طرح معاملہ تھا جس طرح تم کہہ رہے ہو۔ لیکن تم مہمان ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عزت کروں۔ تمہارے لیے کھانا بناؤں جسے تم کھاؤ۔'' قریش ان کے پاس گئے حضور ﷺ اونٹوں کے پاس رہے۔ یا اپنے کمسن ہونے کی وجہ سے قوم کے سامان کے پاس رہے۔ جب دیکھا تو اسے وہ حلیہ نظر نہ آیا۔ جسے وہ جانتا تھا اپنے پاس مکتوب پاتا تھا۔ اس نے کہا: ''اے گروہِ قریش! تم میں سے کوئی میرے کھانے سے رہ نہ جائے۔ تو قریش نے کہا: ''تمہارے کھانے سے کوئی نہیں رہا۔ سوائے ایک بچے کے۔ وہ سب کم عمر ہیں وہ ہمارے سامان کے پاس ہیں۔'' بحیرا نے کہا: ''اس طرح نہ کرو۔ اسے بھی بلاؤ۔ وہ بھی کھانا کھائے۔ حارث بن عبدالمطلب اٹھا اور آپ کو لے آیا۔ جب آپ آئے تو بادل آپ پر سایہ فگن تھے۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو درخت کے سایہ کے نیچے جگہ نہ تھی۔ سایہ خود بخود آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ پادری نے کہا: ''ذرا درخت کا سایہ دیکھو ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ اس امت کے نبی ہیں جنہیں رب تعالیٰ سارے لوگوں کی طرف مبعوث کرے گا۔''

جب حضور اکرم ﷺ اس درخت سے علیحدہ ہوئے تو وہ اپنی جڑ سے پھٹ گیا۔ پھر آپ کے اعضاء مبارکہ کو دیکھنے لگا۔ وہ آپ کے وہی اوصاف پاتا جو اس کے ہاں لکھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: ''ان کی آنکھوں کی سرخی آتی جاتی رہتی ہے یا دائمی ہے۔'' قریش نے کہا: ''یہ سرخی دائمی ہے ان کی آنکھوں سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ بحیرا حضور ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''من موہنے بچے! میں آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو سوال بھی کروں آپ نے اس کا صحیح جواب دینا ہے۔'' بحیرا نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ اس نے سنا تھا کہ آپ کی قوم انہی معبودان باطلہ کی قسمیں اٹھاتی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ سے لات و عزیٰ کی قسم اٹھا کر کچھ نہ پوچھنا۔ مجھے جتنا بغض ان کے ساتھ ہے اتنا بغض کسی اور چیز سے نہیں۔'' اس نے کہا: ''میں آپ کو رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں جو سوال کروں آپ اس کا صحیح جواب دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جو چاہو سوال کرو۔'' اس نے آپ کی نیند اور بیداری کے متعلق سوالات کیے۔ آپ اسے جوابات ارشاد فرمانے لگے جو ان اوصاف کے موافق تھے جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھی۔ پھر وہ جناب ابو طالب کی

طرف متوجہ ہوا۔ اس نے پوچھا: "یہ معصوم بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟" جناب ابوطالب: "یہ میرا بیٹا ہے۔" بحیرا: "یہ آپ کا بیٹا نہیں اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔" جناب ابوطالب: "یہ میرا بھتیجا ہے۔" بحیرا: "اس کے والد محترم کیا کرتے ہیں؟" جناب ابوطالب: "یہ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں تھے کہ ان کا وصال ہو گیا تھا۔ بحیرا: "آپ نے سچ کہا ہے۔ اس بچے کو اپنے شہر لے جائیں اور اس کے بارے یہودیوں سے محتاط رہیں۔ بخدا! اگر انہوں نے اس کی زیارت کر لی اور وہ صفات جان گئے جن سے میں آگاہ ہو چکا ہوں۔ تو وہ انہیں اذیت دیں گے۔ تمہارے اس بھتیجے کی شان بڑی عظیم ہوگی۔ انہیں لے کر اپنے شہر لوٹ جائیں انہیں روم کی طرف نہ لے جائیں۔ اگر انہوں نے انہیں دیکھ لیا تو انہیں پہچان جائیں گے۔ وہ انہیں شہید کر دیں گے۔"

بحیرا نے دیکھا تو اسے اچانک سات رومی نظر آئے۔ جو روم سے آئے تھے۔ اس نے ان کا استقبال کیا اور پوچھا: "کس لیے آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم اس نبی کے لیے نکلے ہیں جو اس مہینے کو اپنے شہر سے نکلیں گے سارے رستوں پر لوگوں کو بٹھا دیا گیا ہے۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ اس رستہ سے آئے ہیں۔" بحیرا نے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر رب تعالیٰ نے کسی امر کا ارادہ فرما لیا ہو کیا لوگوں میں سے کوئی اُسے لوٹا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: "نہیں! انہوں نے بحیرا کی بیعت کی۔ اس کے ہمراہ ٹھہر گئے۔ بحیرا قریش کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: "میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اس کا سرپرست کون ہے؟" انہوں نے بتایا: "ابوطالب" بحیرا برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ جناب ابوطالب آپ کو واپس لے آئے۔ بحیرا نے اپنا آدمی ان کے ہمراہ بھیجا۔ زیتون اور کیک بطور زادِ راہ دیے۔ جناب ابوطالب نے اس واقعہ کے بارے بہت سے قصائد لکھے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:

ان ابن آمنة الامين محمداً ... عندی بمثل منازل الاولاد

ترجمہ: "حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نور نظر محمد الامین ﷺ مجھے میری اولاد کی مانند ہیں۔"

لما تعلق بالزمام رحمته ... والعيس قد قلّصن بالازواد

ترجمہ: "جب وہ زمام کے ساتھ لٹک گئے تو مجھے ان پر ترس آ گیا اونٹنیاں ہمیں لے کر زادِ راہ کے ساتھ بلند مقامات طے کر رہی تھیں۔"

فارفضّ من عنيّ دمع ذارف ... مثل الجمان مفرق الافراد

ترجمہ: "میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جو موتیوں کی طرح جدا جدا ہو کر گر رہے تھے۔"

راعيت منه قرابةً موصولةً ... و حفظت فيه وصية الاجداد

ترجمہ: "میں نے ان کی متصل قرابت کی رعایت کی اور ان کے بارے اپنے آباء و اجداد کی وصیت یاد کی۔"

وامرته بالسير بين عمومة ... بيض الوجوة مصالتٍ انجاد

ترجمہ: "میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ چلیں جو سفید چہروں والے قوی اور کشادہ پیشانیوں والے ہیں۔"

ساروا لابعد طية معلومة فلقد تباعد طية المرتاد

ترجمہ: "وہ دور دراز کی معلوم جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل مقصود بہت دور تھی۔"

حتٰی اذا ما القوم بصری عاینوا لاقوا علی شرك من المرصاد

ترجمہ: "حتیٰ کہ جب وہ کارواں بصریٰ پہنچا۔ تو انہوں نے گھاٹی کے رستے پر ایک عالم سے ملاقات کی۔"

خبراً فاخبرهم حديثا صادقًا عنه فرد معاشر الحساد

ترجمہ: "اس نے آپ کے بارے سچی بات بتائی اور حاسدوں کے گروہوں کو لوٹا دیا۔"

قوما یهوداً قد رائو اما قد رای ظل العمامة ثاغری الاکباد

ترجمہ: "یعنی یہودی قوم جس نے وہ ہی علامات دیکھ لیں تھیں جو اس نے دیکھی تھیں جو جگروں کو چیرنے والی تھیں۔"

ساروا لفتكِ محمد فنهاهم عنه واجهد احسن الاجهاد

ترجمہ: "انہوں نے حضور ﷺ کو شہید کرنا چاہا لیکن بحیرا نے انہیں روک دیا اور اس میں بہت عمدہ کوشش کی۔"

فثنی زبیراء بحیر فانثنی فی القومِ بعد تجادلٍ و تعاد

ترجمہ: "بحیر نے زبیراء کو ہٹایا تو وہ سرکشی اور جھگڑے کے بعد اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا۔"

و نهی دریسا فانتهی لما نهی عن قول جر ناطق بسداد

ترجمہ: "اس نے دریس کو روکا تو وہ اس عالم کے قول کی وجہ سے اس امر سے رک گیا جس سے اسے روکا گیا تھا جو درست بات کرتا تھا۔"

بکی خرنا لما رانی محمد کان لا یرانی راجعا لمعاد

ترجمہ: "جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو غم واندوہ کی وجہ سے رونے لگے گویا کہ انہوں نے دیکھا کہ میں مقررہ وعدہ پر واپس نہیں آؤں گا۔"

فبت یجافینی تهلل دمعه و عبرته عن مصجعی ووسادی

ترجمہ: "میں نے اس طرح رات بسر کی کہ آپ کے آنسو میرے بستر اور تکیہ کی طرف لگا تار مجھے تیروں کی طرح لگتے رہے۔"

فقلت له قرب قتودك و ارتحل　　لا تخش منی جفوة ببلاد

ترجمہ: ”میں نے آپ سے کہا اپنے کجاوہ کو قریب کریں اور عازم سفر ہو جائیں۔ شہروں میں مجھ سے کسی ظلم کا اندیشہ نہ کریں۔“

وحل زمام العیس وارحل بنامعا　　علی عزمة من امرنا ورشاد

ترجمہ: ”اونٹنی کی زمام پکڑ لیں اور ہمارے حکم اور راہ نمائی کے ساتھ صبر کے ساتھ عازم سفر ہو جائیں۔“

رح رائحاً فی الرائحین مشیعا　　لذی رحم والقرم غیر عباد

ترجمہ: ”آپ سفر کرنے والوں کی معیت میں عازم سفر ہو جائیں۔ یہ لوگ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان لوگوں سے دور کی رشتہ داری نہیں۔“

فرحنا مع القوم التی راح رکبها　　یومون من غورین ارض ایاد

ترجمہ: ”ہم اس قوم کے ساتھ عازم سفر ہوئے جن کا کارواں چلا۔ جو بنو ایاد کی نشیبی سرزمین کا قصد کیے ہوئے تھے۔“

فما رجعوا حتی راؤا من محمد　　احادیث تجلو رین کل فؤاد

ترجمہ: ”وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ایسے امور دیکھ لیے جنہوں نے ہر دل کے زنگ کو دور کر دیا۔“

و حتی راؤ احبار کل مدینه　　سجودا له من عصبة و فراد

ترجمہ: ”حتیٰ کہ انہوں نے دیکھا کہ ہر شہر کے علماء تنہا اور گروہ کی شکل میں آپ کے سامنے سجدہ ریز تھے۔“

زبیر او تماما قد کان شاهدا　　دریس فهموا کلهم بفساد

ترجمہ: ”زبیر، تمام اور دریس سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان سب نے فساد کا ارادہ کیا تھا۔“

فقال لهم قولا بحیر افا یقنوا　　به بعد تکذیب و طول بعاد

ترجمہ: ”بحیرا نے ان سے ایک بات کی۔ تکذیب اور طویل سرکشی کے بعد انہوں نے اس کا یقین کر لیا۔“

کما قال للرکب الذین تهودوا　　و جاهد فی الله حق جهاده

ترجمہ: ”جس طرح کہ اس نے یہودیوں کے کارواں سے کہا تھا۔ اس نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا تھا۔“

قال و لم یترك له الفصح ردّه　　فان له ارصاد کل مضاد

ترجمہ: ”اس نے انہیں کہا۔ اسے لوٹانے میں خلوص کو ترک نہ کیا۔ بلاشبہ اس کے لیے ہر مخالف کے لیے گھات ہے۔“

فانی اخاف الحاسدین فانه　　لفی الکتب مکتوب بای مداد

ترجمہ: ”مجھے ان کے بارے حاسدوں کا خوف ہے۔ آپ کا تذکرہ سابقہ کتب میں لکھا گیا ہے۔“

الم ترنی من بعدهم هممته   بفرقة حر الوالدين كرام

ترجمہ: "کیا تجھے علم نہیں کہ جب میں نے سفر کا پختہ ارادہ کر لیا تھا تو آزاد اور کریم والدین کے لخت جگر کی جدائی میں میری کیا حالت ہوئی۔"

باحمد لما ان شددت مطيتي   برحلي و قد و دعتهٔ بسلام

ترجمہ: "یعنی احمد مجتبیٰ ﷺ کی جدائی میں میری کیفیت کیا تھی۔ جب میں نے اپنی سواری بھی کس لی اور آپ کو الوداعی سلام بھی کر لیا۔"

بکی حزناً والعيس قد فصلت بنا   وامسك بالكفين فضل زمام

ترجمہ: "آپ غم سے رونے لگے۔ اونٹنی ہمارے مابین جدائی ڈال رہی تھی۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے زمام کا کنارہ تھاما ہوا تھا۔"

ذکرت اباه ثم و قرقت عبرة   بحورا من العينين ذات سجام

ترجمہ: "میں نے آپ کے والد گرامی کو یاد کیا۔ میری آنکھیں بھر آئیں پھر دونوں آنکھوں سے لگا تار آنسو ٹپکنے لگے۔"

فقلت تروح راشدا فی عمومةٍ   مداسين فی الباساء غير لئام

ترجمہ: "میں نے عرض کی آپ ایسے چچاؤں میں عازم سفر ہوں جو مصیبت میں ہمدردی کرنے والے ہیں جو کمینے نہیں ہیں۔"

فرحنا مع العير التی راح اهلها   شآم الهوی والاصل عير شآم

ترجمہ: "ہم اس کارواں کے ساتھ چلے جو شام کی طرف رواں دواں تھا۔ اصل کارواں شام کا ہی ہے۔"

فلما هبطنا ارض بصری تشرفوا   لنا فوق دور ينظرون جسام

ترجمہ: "جب ہم بصریٰ کی سرزمین پر اترے تو لوگ ہمیں گھروں کی چھتوں سے دیکھنے لگے۔ وہ ہمارے بڑے اجسام دیکھ رہے تھے۔"

جاء بحيرا عند ذالك حاشداً   لنا بشراب طيب و طعام

ترجمہ: "اس وقت بحیرا ہمارے لیے بہترین کھانا اور عمدہ پانی لے کر حاضر ہوا۔"

فقال اجمعو اصحابكم لطعامنا   فقلنا جمعنا القوم غير غلام

ترجمہ: "اس نے کہا اپنے ساتھیوں کو کھانے کے لیے جمع کر لو۔ ہم نے کہا کہ ایک بچے کے علاوہ سارے لوگ جمع ہیں۔"

یتیما فقال ادعوہ ان طعامنا　　کثیر علیہ القوم غیر حرام

ترجمہ: "وہ بچہ یتیم ہے۔ بحیری نے کہا لوگوں کے لیے کافی ہے۔ اس پر بہت سے لوگ جمع ہیں اور حرام نہیں ہے۔"

فلما رآہ مقبلا نحو دارہ　　توقیہ حر الشمس ظل غمام

ترجمہ: "جب اس نے آپ کو گھر کی طرف آتے دیکھا تو آپ کو بادل کا سایہ سورج کی گرمی سے بچا رہا تھا۔"

حنی راسہ لشبہ السجود و ضمہ　　الی نحرہ والصر اتی ضمام

ترجمہ: "اس نے سجدہ کی حالت میں آپ کی طرف اپنا سر جھکا دیا اسے آپ کے سینہ اور گردن کے ساتھ لگا دیا۔"

و اقبل رکب یطلبون الذی رای　　بحیرا من الاعلام وسط خیام

ترجمہ: "ایک کارواں آیا وہ انہی علامات کا متلاشی تھا جنہیں بحیرا نے خیمہ کے وسط میں دیکھ لیا تھا۔"

فثار الیھم خشیۃ لغرامھم　　و کانوا ذوی مکرمعا و غرام

ترجمہ: "بحیرا ان کے مکروفریب کی وجہ سے تیزی سے اٹھ کر ان کی طرف گیا۔ وہ مکروفریب کے دھنی تھے۔"

دریس و تمام قد کان فیھم　　زبیر و کل القوم غیر نیام

ترجمہ: "اس قوم میں دریس، تمام اور زبیر تھے ساری قوم کے پاس بے نیام تلواریں تھیں۔"

فجاؤوا قد ھموا بقتل محمد　　فردھم عنہ بحسن خصام

ترجمہ: "وہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ لے کر آئے تھے۔ بحیرا نے انہیں بڑی اچھی طرح لوٹا دیا۔"

بتاویلہ التوراۃ حتی تفرقوا　　فقال لھم ما انتم بطغام

ترجمہ: "اس نے اس کے لیے تورات کی تشریح کی حتیٰ کہ وہ منتشر ہو گئے۔ اس نے انہیں کہا کہ تم ردی لوگ نہیں ہو۔"

فذالک من اعلامہ و بیانہ　　و لیس نھار واضح کظلام

ترجمہ: "یہ سب کچھ آپ کی علامات اور اظہار کے لیے تھا واضح دن تاریکی کی طرح نہیں ہوتا۔"

تنبیہات

1. ترمذی نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ بحیرا لگاتار اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ جناب ابوطالب نے آپ کو حضرت بلال اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ہمراہ بھیج دیا۔ حافظ شرف الدین دمیاطی نے "المورد والعیون" میں ان کی گرفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو سال بڑے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سفر کے وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ اس واقعہ کے تقریباً تیس سال بعد حضرت بلال حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے۔ پہلے وہ بنو خلف کے پاس تھے۔ جب انہیں اسلام لانے کی پاداش میں تکالیف دی گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید لیا تھا۔

الحافظ نے الاصابۃ میں اسی طرح لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "یہ الفاظ اس روایت میں ویسے ہی داخل کر دیئے گئے ہیں۔ یا کسی راوی کا وہم ہے۔"

ابن مندہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی رفاقت اختیار کی اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال اور حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ اس وقت وہ تجارت کے لیے شام جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ بیری کے درخت کے نیچے فروکش ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اس راہب کے پاس گئے، جسے بحیرا کہا جاتا تھا۔ تاکہ اس سے کچھ حاصل کریں۔ اس نے پوچھا: "یہ ہستی کون ہے جو بیری کے سایہ کے نیچے تشریف فرما ہے۔" حضرت ابوبکر صدیق: "وہ محمد عربی بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔" راہب: "بخدا! یہ اس امت کے نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت محمد عربی ﷺ کے علاوہ اور کوئی اس درخت کے نیچے کھڑا نہیں ہوا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو احتمال ہے کہ یہ کسی اور سفر کا واقعہ ہے جو اس سفر کے بعد ہوا تھا۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے: "ممکن ہے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کو اجرت پر لیا ہو یا امیہ بن خلف نے انہیں بھیجا ہو۔" مگر یہ دونوں امور درست نہیں:

① اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ان کے ہمراہ نہ تھے۔ نہ ہی ان کی یہ عمر تھی کہ وہ کسی چیز کے مالک بن سکتے۔

② حضرت بلال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ لہٰذا اس قول پر توجہ نہیں دی جائے گی۔

② ان یہودیوں نے بحیرا کی بیعت کر لی تھی۔" العیون میں ہے کہ اگر یہ درست ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس امر پر بیعت کی تھی کہ وہ حضور ﷺ کو اذیت نہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ بیعت کا اور کوئی مفہوم سمجھ نہیں آتا۔" الغرر" میں ہے کہ پہلا قول ظاہر ہے تاکہ "فیہ" میں ضمیر کی موافقت ہو سکے۔" پھر وہ اس کے ساتھ ٹھہر گئے۔" اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نہ تو حضور ﷺ کو پکڑیں گے۔ نہ ہی آپ کو تکلیف دیں گے جس مقصد کے لیے انہیں بھیجا گیا ہے۔ وہ بحیرا کے ساتھ ٹھہریں گے کیونکہ اگر وہ آپ کو پکڑے بغیر لوٹ گئے تو انہیں اپنی جانوں کے بارے خطرہ ہے۔ یہ عمدہ وجہ ہے۔

③ سیر زھری میں ہے کہ بحیرا تیماء کے یہودیوں کا عالم تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس قصہ کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عیسائی تھا۔ مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بحیرا کا تعلق بنو عبدالقیس سے تھا اور یہ عیسائی تھا۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اس کا مسکن میفعہ تھا۔ یہ بلقاء کے پاس گرجا کے پیچھے ایک بستی تھی۔ امام سروجی نے اپنے "مناسک" میں لکھا ہے کہ کفافہ کے پاس وادی الظباء میں تمر الھندی کا درخت ہے۔ عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ بحیرا کا گرجا وہیں تھا۔" امام قلبی نے لکھا ہے کہ طلوعِ اسلام سے کچھ مدت پہلے ایک ہاتف کو سنا گیا تھا۔ اس نے کہا تھا: "روئے زمین کے انسانوں میں سے تین ہستیاں بہترین ہیں۔ (۱) بحیرا (۲) رئاب بن البراء الشنی (۳) منتظر۔ منتظر سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: "رئاب الشنی اور اس کے بیٹے کی قبر پر ہمیشہ بوندا باندی ہوتی رہتی ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ بحیرا کا نام نرجس تھا۔ الروض الانف میں یہی لکھا ہے۔ "الاشارۃ" میں اس کا نام جرجیس لکھا ہے۔ الزھر، الاصابۃ، المیزان میں اسی طرح لکھا ہے۔ اس نے بعثت کو نہیں پایا تھا۔

نواں باب

عصمتِ ربانی

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت داؤد بن حصین سے اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اس حالت پر جوان ہوئے کہ آپ پوری طرح رب تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں تھے۔ اس نے آپ کو جاہلیت کے عیوب اور گندگی سے پوری طرح محفوظ رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کے سر اقدس پر کرامت اور رسالت کا تاج سجانا چاہتا تھا۔ آپ اس طرح جوان ہوئے کہ آپ مروت کے اعتبار سے اپنی قوم سے افضل تھے۔ خلق کے اعتبار سے حسین تھے۔ حسب کے اعتبار سے کریم تھے۔ پڑوس کے اعتبار سے عمدہ تھے۔ حلم کے اعتبار سے عظیم اور گفتگو کے اعتبار سے سچے تھے۔ امانت کے اعتبار سے عظیم تھے۔ آپ فحش اور ان عادات سے دور تھے جو لوگوں کے دامنوں کو میلا کر دیتی ہیں۔ آپ نے کبھی کسی کو گالی گلوچ نہیں دی تھی۔ آپ میں پاکبازی کے امور اتنے زیادہ جمع ہو گئے کہ آپ کی قوم آپ کو امین کہنے لگی۔

ابو ہاشم محمد بن ظفر نے "خیر البشر بخیر البشر" میں لکھا ہے کہ عرب کے حکیم اکثم بن صیفی نے حج کیا۔ آپ اس وقت قریب البلوغ تھے۔ اس نے جناب ابو طالب سے کہا: "آپ کا یہ بھائی کتنی جلدی جوان ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ میرے بھائی نہیں بلکہ میرے بھتیجے اور حضرت عبداللہ کے نورِ نظر ہیں۔" اکثم: "یہ دو ذبیحوں کے فرزند ہیں۔" جناب ابوطالب: "ہاں۔ اکثم آپ کو غور سے دیکھنے لگا۔" اس نے کہا: "ان کے بارے تمہارا کیا گمان ہے؟" ابوطالب: "ہم ان کے بارے حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ یہ باوفا اور سخی ہیں۔" اکثم: "اس کے علاوہ کچھ اور؟" جناب ابوطالب: "ان کی قوم مضبوط ہے۔ ان کی محفل عمدہ ہے ان کا فضل محکم ہے۔" اکثم: "اس کے علاوہ کچھ اور؟" جناب ابوطالب: "ہم ان کی محفل سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ جس چیز کو یہ چھولیں ہم اسے بابرکت سمجھتے ہیں۔" اکثم: "میں اور بھی کچھ کہتا ہوں یہ مضبوط ہاتھ اور قوی ٹانگ مبارک سے سارے عرب کو روندھ ڈالیں گے۔ پھر انہیں عمدہ اور سرسبز و شاداب وادی میں لے جائیں گے۔ جس نے ان کی اتباع کر لی وہ ہدایت پالے گا۔ جس نے ان سے روگردانی کی وہ ہلاک ہو جائے گا۔"

ابن سعد نے ربیع بن خثیم سے روایت کیا ہے کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے فیصلے کرانے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضور ﷺ بیان فرماتے تھے کہ رب تعالیٰ آپ کو بچپن میں جاہلیت کے امور سے کیسے محفوظ رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "آپ قریش کے بچوں میں تھے۔ ہم پتھر منتقل کر

رہے تھے۔ جن کے ساتھ بچے کھیلتے تھے۔ ہم سب عریاں تھے۔ آپ نے بھی اپنا ازار لیا اور اپنے کندھے پر رکھ دیا۔ اس پر پتھر لانے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''میں بھی ان بچوں کے ساتھ آ اور جا رہا تھا۔ کسی نے مجھے سخت مکا مارا اور کہا: ''اپنا ازار بند باندھ لیں۔'' میں نے ازار بند لیا اور اسے مضبوطی سے باندھ لیا۔ میں اپنی گردن پر پتھر رکھ کر منتقل کرنے لگا۔ میرے ساتھیوں میں سے صرف میں نے ہی ازار باندھا ہوا تھا۔'' اسی طرح کا واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی پیش آیا تھا۔

الطبرانی، بیہقی، ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ معظمہ کو تعمیر کیا تو دو دو افراد مل کر پتھر لا رہے تھے۔ میں اور میرا بھتیجا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم مل کر پتھر اٹھا رہے تھے۔ ہم نے اپنے ازار اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ہم ان پر پتھر منتقل کر رہے تھے۔ جب ہم لوگوں کے قریب جاتے تو ہم ازار پہن لیتے تھے۔ آپ میرے آگے آگے تھے۔ آپ اچانک گر پڑے۔ میں دوڑ کر آیا آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔ میں نے پوچھا: ''میرے بھتیجے! کیا ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں عریاں چلوں۔'' میں نے آپ کا ازار بند باندھ دیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ظاہر کر دیا۔

امام ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ جب بحیرا نے لات و عزیٰ کی قسم دے کر آپ سے کچھ پوچھنا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''ان معبودانِ باطلہ کی قسم اٹھا کر مجھ سے کچھ نہ پوچھنا بخدا! مجھے جتنا بغض ان سے ہے کسی اور سے نہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''میں نے سوائے دو بار کے ان امور میں سے کسی امر کا ارادہ نہیں کیا تھا جو لوگ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ ہر دو بار رب تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا تھا۔ ایک رات ہم اپنے اہلِ خانہ کی بکریاں چرا رہے تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ''میری بکریوں کی بھی نگرانی کرو۔ میں مکہ مکرمہ جاؤں تاکہ میں بھی اسی طرح قصے کہانیاں سنوں۔ جس طرح نوجوان سنتے ہیں اس نے ہامی بھر لی۔ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ جب میں مکہ مکرمہ کے پہلے گھر کے پاس آیا۔ میں نے وہاں سے آلات بجنے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے مجھے بتایا: ''فلاں نے فلانہ سے شادی کی ہے۔'' میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میں وہیں سو گیا۔ بخدا! مجھے سورج کی دھوپ نے جگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آ گیا۔ اس نے مجھے کہا: ''کیا دیکھا ہے؟'' میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں دیکھا۔'' پھر میں نے اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ ایک اور رات میں نے اسے کہا: ''میری بکریوں کی دیکھ بھال کرنا حتیٰ کہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر داستانیں سن آؤں۔'' میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اسی طرح آلات موسیقی بجنے کی آواز سنائی دی جس طرح پہلے سنائی دی۔'' میں انتظار کرنے لگا۔ حتیٰ کہ میں وہیں سو گیا۔ بخدا! مجھے سورج کی دھوپ نے جگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹ آیا۔ اس نے پوچھا: ''کیا کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں۔'' میں نے اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ بخدا! اس کے بعد میں نے کبھی بھی ایسی چیز کا ارادہ نہیں کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے

نبوت سے سرفراز فرمادیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رب تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: "اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔"

تو آپ نے قریش کے قبائل کو بلایا۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر جرار کھڑا ہے؟ کیا تم میری تصدیق کرو گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔" (الشیخان) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے زید بن عمرو کو سنا وہ ہر اس جانور کو معیوب سمجھ رہا تھا جسے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی ان جانوروں میں سے کچھ بھی نہیں چکھا۔ جنہیں بتوں پر ذبح کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے مجھے رسالت سے سرفراز فرمادیا۔" (ابونعیم)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی: "کیا آپ نے کبھی بتوں کی پوجا کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" کیا آپ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" میں ہمیشہ سے یہ جانتا تھا کہ یہ سارے امور جن پر لوگ ہیں کفر ہیں۔ مگر میں نہیں جانتا تھا کہ الکتاب اور الایمان کیا ہے؟ (ابونعیم، ابن عساکر)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بوانہ کے مقام پر ایک بت تھا، قریش سال میں ایک بار اس کے پاس جاتے تھے۔ جناب ابوطالب اپنی قوم کے ساتھ وہاں جاتے تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ سے بھی اس کے بارے گفتگو کرتے تھے، مگر آپ ہمیشہ انکار فرمادیتے تھے۔ حتیٰ کہ میں دیکھتی تھی کہ جناب ابوطالب آپ سے ناراضگی کا اظہار کر رہے ہوتے تھے۔ پھوپھیاں بھی ناراضگی کا اظہار کرتی تھیں۔ وہ کہتیں: "محمد عربی! آپ چاہتے ہیں کہ نہ تو آپ اپنی قوم کی عید میں شرکت کریں نہ ہی کسی میلے میں شریک ہوں۔" وہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ تھوڑی سی مسافت تک گئے۔ پھر مرعوب و مرھوب واپس آگئے۔ آپ کی پھوپھیوں نے کہا: "آپ کو کیا ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے خدشہ ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی لغزش نہ ہو جائے۔" انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ آپ کو کبھی بھی شیطان کی وجہ سے امتحان میں نہیں ڈالے گا۔ آپ میں بھلائی کی ساری خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جب بھی میں ان معبودان باطلہ کے قریب جانے کی کوشش کرتا ایک لمبا سفید شخص میرے سامنے آجاتا وہ کہتا: "یا محمد! انہیں مس بھی نہ کرنا۔" حضرت ام ایمن نے فرمایا: "پھر کبھی بھی آپ نے ان کی عید میں شرکت نہیں کی۔" (ابونعیم، ابن سعد)

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے جاہلیت میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ عرفات میں اپنی قوم کے ساتھ کھڑے تھے۔ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ حتیٰ کہ آپ لوگوں کے ساتھ ہی باہر نکلے۔ یہ رب

تعالیٰ کی توفیق ہی تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قریش اور ان کے ہم دین لوگ (حمس) عرفہ کی رات مزدلفہ میں ہی قیام کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "ہم بیت اللہ کے باسی ہیں، جبکہ لوگ اور دیگر اہلِ عرب عرفات میں قیام کرتے تھے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (البقرہ:۱۹۹)

ترجمہ: "پھر تم بھی (اے مغرورانِ قریش) وہاں تک (جا کر) واپس آؤ جہاں جا کر دوسرے لوگ واپس آتے ہیں۔"

امام زہری نے روایت کیا ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے قریش حضور اکرم ﷺ کو "الامین" کہتے تھے۔ وہ چاہتے کہ جو جانور بھی ذبح کریں آپ اسے مس کریں اور اس میں برکت کی دعا کریں۔" امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین پہلی دفعہ آپ پر وحی لے کر آئے تو آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "مجھے اپنے بارے خدشہ ہے۔" انہیں سارا واقعہ سنایا تو انہوں نے عرض کی: "بخدا! ہرگز نہیں آپ کو بشارت ہو۔ رب تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، غریبوں کو عطا کرتے ہیں، مہمان کی خاطر کرتے ہیں، حق کے امور پر مدد کرتے ہیں۔"

تنبیہات

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آپ کے بچپن میں پیش آیا تھا۔ پھر آپ کو ازار باندھنے کا حکم دیا گیا۔ امام سہیلی، ابن کثیر، ابو الفتح اور الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ واقعہ دو دفعہ رونما ہوا تھا۔ (۱) آپ کے بچپن میں، (۲) تعمیرِ کعبہ کے وقت۔ لیکن علامہ مغلطای نے اپنی کتاب "الزہر" اور "دلائل النبوۃ" میں اسے بعید سمجھا ہے کیونکہ جب آپ کو ایک دفعہ کسی چیز سے روک دیا جاتا تو آپ کسی اعتبار سے اس کی طرف دوبارہ نہیں آتے تھے۔ عنقریب حضرت عباس کی روایت میں آئے گا کہ اس وقت آپ کو پہلی دفعہ غیبی صدا سنائی دی تھی۔ وہ روایت جسے ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب ابوطالب زمزم کا کنواں درست فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ پتھر منتقل کر رہے تھے۔ آپ اپنے معصوم بچپن میں تھے۔ آپ اپنے ازار بند پر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ پر بے ہوشی چھا گئی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو جناب ابوطالب نے اس امر کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ایک آنے والا میرے پاس آیا اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے مجھے کہا: "آپ ازار بند باندھ لیں۔" یہ پہلی چیز تھی جسے آپ نے دیکھا تھا۔

الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے۔ اس روایت کا راوی النضر ضعیف ہے۔ اس کی سند اور متن میں اختلاط ہو جاتا تھا۔ اس نے یہ واقعہ چشمہ زمزم کے بارے روایت کر دیا ہے۔ حضرت عباس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت عباس سے روایت ہے اور یہ تعمیرِ کعبہ کے وقت رونما ہوا تھا۔

دسواں باب

حرب الفجار

یہ جنگ شوال میں یا شعبان میں ہوئی تھی۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک چودہ یا پندرہ سال تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس وقت عمر مبارک بیس سال تھی۔ قریش اور ان کے حلیف قبائل اور قیس عیلان کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عروۃ الرحال بن عتبہ نے نعمان بن منذر کے ایک کارواں کو پناہ دی۔ براض بن قیس نے کہا: "کیا تو اسے کنانہ کے خلاف بھی پناہ دیتا ہے۔" عروۃ نے کہا: "ہاں! ساری مخلوق کے خلاف! عروۃ الرحال اس کارواں میں نکلا، براض بھی اس کی جستجو میں نکلا۔ جب وہ تیمن ذی طلال کے مقام پر تھا تو عروہ غافل ہو گیا۔ براض نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ واقعہ حرمت والے مہینے میں رونما ہوا تھا۔ اس لیے اسے الفجار کہا جاتا ہے۔ قریش کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: "براض نے عروہ کو قتل کر دیا ہے۔" قریش اس وقت عکاظ کے مقام پر تھے۔ وہ عازم سفر ہوئے۔ ھوازن کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے انہیں جالیا، وہ ابھی تک حرم میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہ باہم لڑتے رہے حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ وہ حرم میں داخل ہو گئے۔ ھوازن قتل عام سے رک گئے۔ پھر یہ جنگ کئی روز تک جاری رہی۔ کنانہ اور قیس کے درج ذیل چار ایام تھے۔ شمظہ، یوم العبلاء، یہ عکاظ کے قریب تھے۔ یوم الشرب۔ اس روز بہت زیادہ قتل عام ہوا تھا۔ اس روز ابوسفیان، امیہ اور حرب نے خود کو جکڑ لیا تھا تا کہ وہ راہ فرار اختیار نہ کریں۔ انہیں العنابس کہا جاتا تھا۔ یوم الحریرہ، نخلہ کے پاس۔ اس روز بنونصر کے علاوہ قریش کو شکست ہوئی تھی۔ وہ ثابت قدم رہے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی بعض ایام میں شرکت کی تھی۔ آپ اپنے چچاؤں کے ساتھ نکلے تھے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی تھی۔ میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتا تھا۔ مجھے پسند ہے کہ میں نے اس جنگ میں شرکت نہ کی ہوتی۔"

ایام نجار کا آخری دن تھا۔ ھوازن اور کنانہ نے آئندہ سال عکاظ کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ وہ وعدہ کے مطابق آ گئے۔

حرب ابن امیہ قریش اور کنانہ کا سردار تھا۔ عتبہ بن ربیعہ یتیم تھا اور حرب کی کفالت میں تھا۔ حرب نے اسے نکلنے سے روکا مگر وہ حرب کی اجازت کے بغیر ہی نکل آیا۔ اسے اس وقت علم ہوا جب وہ دونوں لشکروں کے مابین اپنے اونٹ پر سوار ہو کر یہ اعلان کر رہا تھا: "اے مضر کے گروہ! تم کس لیے ہلاکت کے گڑھے میں گرتے ہو؟" ھوازن نے اسے کہا:

"تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟" عتبہ: "اس بات پر صلح کی طرف کہ ہم تمہیں تمہارے مقتولین کی دیت دیں گے اور اپنے خون تمہیں معاف کر دیں گے۔" انہوں نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے؟" عتبہ: "ہم کچھ افراد کو بطور رہن تمہارے پاس رکھیں گے۔" ھوازن: "اس کا ضامن کون ہوگا؟" عتبہ: "میں۔" ھوازن: "تم کون ہو؟" عتبہ: "میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہوں۔" یہ سن کر وہ راضی ہو گئے۔ کنانہ بھی راضی ہو گئے۔ انہوں نے ھوازن کو چالیس افراد بطور رھن دیے جن میں حکیم بن حزام جیسی شخصیت بھی تھی۔ جب بنو عامر بن صعصعۃ نے اپنے ہاتھوں میں یہ رہن دیکھا تو انہوں نے بھی اپنا خون معاف کر دیا۔ ان افراد کو آزاد کر دیا۔ اس طرح حرب الفجار ختم ہو گئی۔ کہا جاتا تھا کہ عتبہ اور ابو طالب کے علاوہ کوئی شخص مال کے بغیر سردار نہ بنا۔ یہ دونوں مال کے بغیر ہی سردار بن گئے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے حرب الفجار میں قتال نہیں کیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے اس میں قتال کیا تھا۔

❀❀❀

گیارھواں باب

حلف الفضول

اس وقت عمر مبارک بیس برس تھی۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ قریش حرب الفجار سے واپس آئے تھے۔ اہلِ عرب کا یہ معاہدہ سارے معاہدوں سے زیادہ عزت والا اور شرف والا تھا۔ سب سے پہلے حضرت زبیر بن عبدالمطلب نے اس معاہدے کی طرف دعوت دی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ زبید کا ایک شخص کچھ سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ عاصی بن وائل سہمی نے اس سے وہ سامان خرید لیا۔ یہ مکہ میں شرف اور قدر والا سمجھا جاتا تھا۔ اس نے زبیدی کو اس کے حق سے محروم کر دیا۔ زبیدی نے اس کے احلاف عبدالدار، مخزوم، جمح اور سہم سے مدد مانگی۔ مگر انہوں نے عاصی کے خلاف اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ جب زبیدی نے یہ ظلم دیکھا تو وہ کوہِ ابی قبیس پر چڑھ گیا۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ اس نے بآواز بلند کہا:

یا آل فهر لمظلوم بضاعته	ببطن مكه نائی الدار والنفر
و محرم اشعث لم يقض عمرته	يا للرجال بين الحِجر والحَجَر
ان الحرام لمن تمت مكارمه	ولا حرام لثوب الفاجر الغدر

ترجمہ: "اے آلِ فہر اس مظلوم کی فریاد سنو۔ مکہ مکرمہ کی وادی میں جس کا سامان ظلماً چھین لیا گیا ہے۔ وہ اپنے وطن اور مددگاروں سے دور ہے۔ وہ حالت احرام میں ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے لوگو! مجھ پر حجر اسود اور حطیم کے مابین ظلم ہوا ہے۔ عزت تو اس کی ہے جس کے اخلاق مکمل ہوں۔ فاجر اور دھوکہ باز کے کپڑوں کی وجہ سے تو اس کی کوئی عزت نہیں۔"

سب سے پہلے حضرت زبیر بن عبدالمطلب اٹھے۔ انہوں نے کہا: "ایسے شخص کو چھوڑا نہیں جا سکتا" بنو ہاشم، زہرہ، تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہو گئے۔ اس نے ان کے لیے کھانا بنایا۔ انہوں نے ذوالقعدہ میں ایک معاہدہ کیا کہ وہ ظالم کے خلاف مظلوم کے حق میں یکجان ہوں گے۔ حتیٰ کہ ظالم مظلوم کا حق ادا کر دے۔ جب تک سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا۔ جب تک حراء اور ثبیر اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ وہ معیشت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ قریش نے اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا۔ یہ سارے افراد عاصی بن وائل کے پاس گئے۔ اس سے زبیدی کا سامان چھینا اور اسے

اس شخص کے حوالے کر دیا۔

ابن اسحاق نے طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی اور ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس معاہدہ کے وقت میں عبداللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جائیں۔ اگر اسلام میں بھی اس جیسے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔''

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں قریش کے اس معاہدہ میں شریک تھا۔ میں المطیبین کے معاہدوں میں شریک نہ تھا۔ میں حلف الفضول میں اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھا۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں اسے توڑوں اور مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ دیے جائیں۔'' اس معاہدہ کو حلف الفضول کیوں کہا جاتا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سے قبل بنو جرہم میں بھی اسی طرح کا معاہدہ رونما ہوا تھا۔ اس میں ان تین افراد نے شرکت کی تھی۔ (۱) فضل بن ضالہ (۲) فضل بن وداعہ (۳) فضل بن حارث۔ یہ امام قتبی کا قول ہے زبیر نے ان افراد کا اضافہ کیا ہے۔ (۱) فضل بن شراعہ (۲) فضل بن قضاعہ۔ جب بعد والے لوگوں نے ایسا ہی معاہدہ کیا تو اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جو کچھ ابن قتیبہ نے لکھا ہے وہ عمدہ ہے۔ لیکن حدیث پاک میں اس سے قوی سبب بیان کیا گیا ہے۔ حمیدی نے عبداللہ بن محمد اور عبدالرحمان بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ معاہدہ ہو رہا تھا تو میں عبداللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ اگر اسلام میں اس جیسے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔ انہوں نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ فضول (زیادہ لی ہوئی چیز) کو اس کے مالک کے حوالے کریں گے۔ ظالم کی مظلوم کے خلاف مدد نہیں کی جائے گی۔''

ایک اور قول کے مطابق اسے حلف الفضول اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے زائد اموال مہمانوں کے لیے مختص کیے تھے۔

بارھواں باب

گلہ بانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اس نے بکریاں چرائیں۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے بھی بکریاں چرائیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں۔ میں قراریط پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔" (بخاری، ابن سعد، ابن ماجہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہم اراک کا پھل چن رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "کالا پھل چنو۔ یہ عمدہ ہوتا ہے۔ میں بھی اسے چنا کرتا تھا، جب میں بکریاں چراتا تھا۔" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ بھی بکریاں چراتے تھے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! ہر نبی نے بکریاں چرائیں۔"

امام ابوداؤد الطیالسی، بغوی، ابن مندہ، ابونعیم اور ابن عساکر بشر بن حرب بصری سے اور امام احمد اور عبد بن حمید نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اونٹوں والوں اور بکریوں والوں نے باہم فخر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے تو وہ بکریاں چراتے تھے۔ حضرت داؤد مبعوث ہوئے تو وہ بکریاں چراتے تھے۔ میں مبعوث ہوا تو میں بھی اجیاد پر اپنے اہلِ خانہ کی بکریاں چراتا تھا۔"

تنبیہات

1. علماء کرام نے بعثت سے قبل بکریاں چرانے کی حکمت میں لکھا ہے کہ اس طرح انبیائے کرام کو اس امر پر تربیت ہوتی ہے جن کا انہیں عنقریب مکلف بنایا جاتا ہے۔ یعنی امت کے معاملہ کی نگرانی بکریوں کو چرانے سے حلم اور شفقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ ان کو چراتے، چراگاہ میں ان کے بکھرنے انہیں جمع کرنے ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ میں انہیں منتقل کرنے، انہیں چور اور درندے سے محفوظ کرنے، ان کی طبیعتوں کے اختلاف، کمزوری کے ساتھ ساتھ ان کے منتشر ہو جانے اور ان کی سخت نگرانی سے وہ امت کے امور پر صبر کرنے کے عادی بن جاتے تھے۔ وہ امتیوں کی طبیعتوں کے اختلاف اور ان کی عقول کے تفاوت سے آگاہ ہوتے تھے۔ وہ شکستہ دل کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ کمزور پر نرمی کرتے تھے۔ ان کی عمدہ نگرانی کرتے

تھے۔ اگر انہیں فوراً ہی اس اہم امر کی ذمہ داری سونپی جاتی تو اسے برداشت کرنا ان کے لیے آسان نہ ہوتا۔ بلکہ وہ بکریاں چرا کر تدریجاً ان امور کے عادی بن جاتے ہیں۔ بکریوں کو ان کے ساتھ اس لیے مختص کیا گیا تھا کیونکہ وہ دوسری مخلوق سے کمزور ہوتی ہیں وہ اونٹوں اور گائے کی نسبت تیزی سے منتشر ہوتی ہیں۔ یہ دیگر جانوروں کی بنسبت جلدی سے اطاعت کر لیتی ہیں۔ حضور ﷺ نے اس امر کا تذکرہ کیا حالانکہ آپ کو علم تھا کہ آپ رب تعالیٰ کے ہاں ساری مخلوق سے معزز ہیں۔ یہ آپ کی آپ کے رب کے لیے تواضع اور عاجزی تھی۔ یہ احسان کی وضاحت تھی جو رب تعالیٰ نے آپ پر اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر فرمایا تھا۔

◆ الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شوافع سے نقل کیا ہے جس شخص نے آپ کی گستاخی کرتے ہوئے کہا "آپ بکریاں چراتے تھے" اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔

❁❁❁

تیرھواں باب

دوسری بار سفرِ شام

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ذوالحجۃ کے چودہ دن گزر چکے تھے۔ ابن سعد، ابن السکن اور ابو نعیم نے حضرت نفیسہ بنت منیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی۔ تو سارے اہلِ مکہ آپ کو الامین کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ آپ میں بھلائی کی ساری خصلتیں جمع تھیں۔ ابوطالب نے آپ سے کہا: "میرے بھتیجے! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کے پاس مال نہیں۔ زمانہ ہم پر شدت اختیار کر گیا ہے، ہم پر قحط سالی کا دور آ گیا ہے۔ نہ ہمارے پاس سرمایہ ہے نہ ہم تجارت کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی قوم کا کارواں ہے جو شام جا رہا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد آپ کی قوم کے افراد کو اس کارواں میں بھیجتی ہیں وہ ان کے اموال میں ان کے لیے تجارت کرتے ہیں۔ وہ نفع پاتے ہیں۔ کاش! آپ بھی خدیجہ کے پاس جائیں۔ انہیں اپنا آپ پیش کریں۔ وہ آپ کی طرف جلدی کریں گی۔ دوسروں پر آپ کو ترجیح دیں گی۔ کیونکہ آپ کی طہارت کا انہیں علم ہے اگرچہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ آپ شام جائیں۔ مجھے آپ کے بارے یہودیوں سے خوف ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تاجر پیشہ خاتون تھیں۔ وہ شرف اور قدر والی تھیں۔ وہ مالدار تھیں۔ وہ تجارتی کارواں شام بھیجا کرتی تھیں۔ ان کا تجارتی سامان قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ وہ مردوں کو اجرت پر بھیجتی تھیں اور بطور مضاربت انہیں رقم دیتی تھیں قریش ایک تاجر پیشہ قوم تھی۔ جو تاجر نہ ہوتا تھا اس کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "شاید وہ اس ضمن میں مجھے خود پیغام بھیجیں جناب ابوطالب نے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو نگران بنا دیں گی۔ پھر آپ اس امر کو تلاش کریں گے جو پیٹھ پھیر کے جا چکا ہوگا۔" اسی بات پر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

حضرت خدیجہ تک یہ گفتگو پہنچ گئی وہ پہلے ہی آپ کی صداقت، امانت، اخلاقِ کریمانہ سے آگاہ تھیں۔ انہوں نے کہا: "مجھے علم نہیں کہ وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں۔" پھر انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا "مجھے آپ کی صداقت، امانت اور کریمانہ اخلاق کا علم ہوا ہے۔ اسی چیز نے مجھے آپ کی طرف پیغام بھیجنے پر مجبور کیا ہے۔ میں آپ کو اس سے دوگنا نفع دوں گی جو آپ کی قوم کے کسی بھی شخص کو دیتی ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے ہاں کر دی۔ پھر اپنے چچا جناب ابوطالب سے

ملے اور ان سے یہ تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا "یہ وہ رزق ہے جو رب تعالیٰ آپ کی طرف لے کر آیا ہے۔ حضور ﷺ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے میسرہ سے فرمایا "نہ ان کے کسی حکم کی نافرمانی کرنا اور نہ ہی ان کی رائے کی مخالفت کرنا۔" آپ اور میسرہ عازم سفر ہوئے آپ پر بادل سایہ کناں تھا۔ آپ کے چچا اس کارواں کو الوداع کہنے آئے۔

آپ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ آپ شام پہنچ گئے۔ آپ بصریٰ کے بازار میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے جلوہ گر ہوئے۔ پاس ہی راہب کا گرجا تھا۔ جسے نسطورا کہا جاتا تھا۔ اس نے میسرہ کو دیکھا۔ یہ میسرہ کا واقف تھا۔ اس نے پوچھا: "میسرہ! اس درخت کے نیچے کون ہستی جلوہ افروز ہے۔" میسرہ: "یہ قبیلہ قریش کے ایک فرد ہیں۔" راہب: اس درخت کے نیچے ہمیشہ ایک نبی ہی تشریف فرما ہوئے ہیں۔ کیا ان کی آنکھوں میں سرخی ہے؟" میسرہ: "ہاں! یہ سرخی ان سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔" راھب: "بخدا! یہ وہی ہیں یہ آخری نبی ہیں۔ کاش میں انہیں اس وقت پالیتا۔ جب انہیں اپنے شہر سے نکل جانے کا حکم دیا جائے گا۔"

ابوسعد نیشاپوری نے "الشرف" میں لکھا ہے جب اس نے بادل کو سایہ فگن دیکھا تو گھبرا گیا۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟" میسرہ نے کہا: "میں خدیجہ کا غلام ہوں۔" وہ میسرہ سے چھپ کر حضور ﷺ کی طرف گیا اس نے آپ کے سر اقدس اور قدمین شریفین کے بوسے لیے۔ اس نے عرض کی: "میں آپ پر ایمان لایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا ذکر رب تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے۔" پھر عرض کی: "محمد عربی ﷺ میں نے آپ کو ساری علامات سے پہچان لیا ہے۔ صرف ایک علامت رہ گئی ہے۔ ذرا اپنے مبارک کندھے سے کپڑا ہٹائیں۔" آپ نے کپڑا ہٹایا تو وہاں مہر نبوت جگمگا رہی تھی۔ وہ اسے چومنے لگا۔ وہ کہنے لگا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے رسول نبی امی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا: "میرے بعد اس درخت کے نیچے وہ نبی، امی، ہاشمی عربی مکی جلوہ افروز ہوں گے، جو صاحب حوض، صاحب شفاعت اور صاحب لواء الحمد ہوں گے۔" میسرہ نے یہ بات ذہن نشین کر لی۔

پھر حضور ﷺ بصریٰ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ سامان کی خرید و فروخت کی۔ سامان کے بارے آپ کے مابین اور ایک اور شخص کے مابین سامان کے بارے جھگڑا ہو گیا۔ اس شخص نے کہا: "آپ لات و عزیٰ کی قسم اٹھائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے کبھی بھی ان معبودان باطلہ کی قسم نہیں اٹھائی۔" اس نے کہا: "فرمان آپ کا ہی درست ہے۔" پھر وہ میسرہ کو ایک طرف لے گیا۔ اس نے کہا: "میسرہ! یہ اس امت کے نبی ہیں۔ بخدا! آپ وہ ہیں جن کے اوصاف ہمارے علماء اپنی کتب میں پاتے ہیں۔" میسرہ نے یہ بات بھی یاد رکھ لی۔

پھر یہ کارواں واپس آ گیا۔ میسرہ حضور ﷺ کا دیدار کرتا رہتا تھا۔ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور شدید گرمی ہوتی تو وہ

دو فرشتے دیکھتا جو آپ کو دھوپ سے سایہ کرتے۔ حالانکہ آپ اپنے اونٹ پر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں حضور ﷺ کی محبت ڈال دی تھی گویا کہ وہ آپ کا غلام تھا۔ ابوسعد نے الشرف میں لکھا ہے "انہوں نے سامانِ تجارت فروخت کیا اور اتنا نفع حاصل کیا کہ اس سے قبل اتنا نفع کبھی نہ ہوا تھا۔ میسرہ نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ میں چالیس سال سے حضرت خدیجہ کی تجارت کر رہا ہوں۔ میں نے اتنا زیادہ نفع کبھی نہیں دیکھا جتنا نفع اس بار ہوا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی برکت ہے۔" جب وہ مرّ الظہر ان تک پہنچے تو میسرہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "کیا آپ حضرت خدیجہ کے پاس پہلے تشریف نہیں لے جاتے اور انہیں اس کثیر نفع سے آگاہ نہیں کرتے شاید وہ آپ کے پہلے دو حصوں میں ایک حصہ کا اضافہ کر دے۔" حضور ﷺ سرخ اونٹ پر جلوہ افروز ہو گئے۔ آگے نکل آئے حتیٰ کہ دوپہر کے وقت مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔ حضرت خدیجہ اپنی چھت پر تھیں ان کے ہمراہ اور بھی خواتین تھیں۔ جن میں حضرت نفیسہ بنت منیہ بھی تھیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ دو فرشتے آپ کے سرِ اقدس پر سایہ کر رہے تھے۔ حضرت خدیجہ نے یہ دلکش منظر دیگر خواتین کو بھی دکھایا۔ انہوں نے بھی اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ کثیر نفع کا مژدہ سنایا۔ جسے سن کر وہ خوش ہوئیں۔ انہوں نے پوچھا: "میسرہ کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا: "وہ پیچھے ہے۔" حضرت خدیجہ نے کہا: "جائیں اسے جلدی لے آئیں۔" وہ چاہتی تھیں کہ جو بادل سایہ کناں دیکھا تھا وہ انہی پر تھا یا کسی اور پر تھا۔ حضور اکرم ﷺ سوار ہو گئے۔ حضرت خدیجہ چھت پر چڑھ گئیں۔ انہوں نے پہلی سی حالت ملاحظہ کی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ وہ بابرکت ذات آپ ہی کی ہے۔ جب میسرہ آیا تو انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے بارے میسرہ کو بتا دیا۔ میسرہ نے انہیں وہ بات بتائی جو نسطورا نے کہی تھی۔ اس شخص کی بات بھی بتائی جس میں سدرا کے بارے اختلاف ہو گیا تھا۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے دیکھا کہ انہیں اتنا کثیر نفع ہوا ہے تو انہوں نے آپ کو پہلے سے طے شدہ حصہ سے دوگنا حصہ دیا۔

وہ اس بات کا تذکرہ ورقہ بن نوفل سے کرتی تھیں۔ انہوں نے نصرانیت اختیار کر رکھی تھی۔ وہ کتب کی جستجو میں رہتے تھے۔ وہ علم سیکھتے رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ نے وہ ساری باتیں بتا دیں جو میسرہ نے بتائیں تھیں اسے اس سایہ کے بارے بھی بتایا جو ملائکہ کرتے تھے۔ ورقہ نے کہا: "خدیجہ! محمد عربی ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے علم ہے کہ اس امت کے نبی باقی ہیں جس کا انتظار ہو رہا ہے۔ یہی اس کا زمانہ ہے۔" ورقہ اس امر کا انتظار کرتے رہے۔ انہوں نے اس کے بارے کچھ اشعار بھی کہے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:

اتبکر ام انت العشية رائح   و فی الصدر من اضمارك الحزن فادح

ترجمہ: "کیا تو صبح یا شام کے وقت عازمِ سفر ہونے والا ہے۔ تیرا سینہ زخمی لگتا ہے کیونکہ تو غم کو چھپا رہا ہے۔"

لفرقة قوم لا احب فراقهم   كانك عنهم بعد يومين نازح

ترجمہ: "یہ اس قوم کے فراق میں ہے جس کا فراق تجھے پسند نہیں۔ یوں لگتا ہے کہ دو دن کے بعد تو ان سے جدا ہو جائے گا۔"

و اخبار صدق خبرّت عَن محمد   یخبرها عنه اذا غاب ناصح

ترجمہ: "حضرت خدیجہ نے حضرت محمد عربی ﷺ کے بارے سچی خبریں بتائیں ہیں ان کے بارے ناصح نے اس وقت بتایا تھا جب آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔"

فتاكِ الذی وُجّهتِ یا خیر حرة   بغور و بالنجدین حیث الصحاصح

ترجمہ: "اے عمدہ ترین آزاد خاتون! وہ بہادر جس کو آپ نے غور اور نجدین کی طرف بھیجا تھا جہاں چٹیل میدان ہیں۔"

الی سوق بصری فی الرکاب التی غدت   و هن من الاحمال قعص دوالح

ترجمہ: "آپ نے اس جوان کو اونٹوں کے کارواں کے ہمراہ بصریٰ روانہ کیا تھا۔ جو زیادہ بوجھ کی وجہ سے سینے کی گردن توڑ مرض میں مبتلا ہو چکے تھے۔"

فخبّرنا عن کل خیر بعلمه   و للحق ابواب لهن مفاتح

ترجمہ: "اس نے اپنے علم کے مطابق ہر بھلائی کی خبر دی۔ حق کے ایسے دروازے بھی ہیں جن کی چابیاں بھی ہیں۔"

بأن ابن عبدالله احمد مرسل   الی کل من ضمت علیه الا باطح

ترجمہ: "اس نے بتایا کہ حضور احمد مجتبیٰ ﷺ ہر اس شخص کی طرف مبعوث ہوں گے جنہیں وادیوں نے گھیر رکھا ہے۔"

و ظنی به ان سوف یبعث صادقًا   کما ارسل العبدان هود و صالح

ترجمہ: "آپ کے بارے میرا گمان یہ ہے کہ آپ سچائی کے ساتھ اس طرح مبعوث ہوں گے جس طرح حضرت ہود اور حضرت صالح مبعوث ہوئے تھے۔"

و موسٰی و ابراهیم حتی یُرٰی له   بهاء و منشور من الذکر واضح

ترجمہ: "جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت خلیل مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کے لیے حسن واضح ہوگا اور آپ ذکر کی بلندیوں پر فائز ہوں گے۔"

و یتبعهٗ حیا لؤی بن غالب   شبابهم والا شیبون الجحاجح

ترجمہ: "لوئی بن غالب کا قبیلہ آپ کی پیروی کرے گا۔ وہ بوڑھے اور سردار آپ کی اتباع کریں گے۔"

فان ابق حتی یدرك الناس امرہ فانی به مستبشر الود فارح

ترجمہ: "اگر میں اس وقت زندہ رہا حتیٰ کہ زمانہ نے لوگوں کو پالیا تو میں آپ کی نبوت سے مسرور ہوں گا۔"

و الا فانی یا خدیجة فاعلمی عن ارضك فی الارض العریفة نازخ

ترجمہ: "اے خدیجہ! ورنہ جان لیں میں تمہاری سرزمین کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا رب کی زمین بڑی وسیع ہے۔"

انہوں نے یہ قصیدہ بھی لکھا:

لججت و کنت فی الذکری لجوجًا لهم طالما بعث النشیجا

ترجمہ: "میں ایک خیال میں مستغرق تھا۔ ایک غم نے مجھے پریشان کر دیا۔ اس نے مجھے گریہ وزاری پر مجبور کر دیا۔"

ووصف من خدیجة بعد وصف فقد طال انتظاری یا خدیجا

ترجمہ: "حضرت خدیجہ سے میں نے پیہم خوبیاں سنیں۔ میں نے کہا: "اے خدیجہ! میرا انتظار طویل ہو گیا ہے۔"

ببطن مکتین علی رجائی حدیثك ان اری منه خروجا

ترجمہ: "میں نے آپ کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ کا ظہور مکہ مکرمہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سے ہوگا۔"

بما اخبرتنا من قول قس من الرهبان اکرہ ان یعوجا

ترجمہ: "جو عیسائی کی بات آپ نے مجھے بتائی ہے میں پسند نہیں کرتا کہ وہ غلط ہو۔"

بانّ محمدا سیسود قومًا و یخصم من یکون له حجیجا

ترجمہ: "کہ محمد مصطفی ﷺ عنقریب ہمارے سردار بن جائیں گے۔ جو شخص بھی جھوٹی دلیل لے کر آئے گا۔ آپ اس کا مقابلہ کریں گے۔"

و یظهر فی البلاد ضیاء نور یقیم به الرئیة ان تعوجا

ترجمہ: "شہروں میں نور کے اجالے کا اظہار ہوگا۔ آپ کی وجہ سے مخلوق کو ٹیڑھے پن سے بچا لیا جائے گا۔"

فیلقی من یحاربه خسارا و یلقی من یسالمه فلوجا

ترجمہ: "جو آپ سے دشمنی رکھے گا اسے خسارہ ہوگا۔ جو آپ سے صلح کر لے گا اسے کامیابی ملے گی۔"

فیالیتنی اذا ما کان ذاکم شهدت و کنت اولهم و لوجا

ترجمہ: "کاش! یہ واقعات آپ کے سامنے رونما ہوں۔ میں آپ کے بارے گواہی دے سکوں اور آپ کی صدا پر لبیک کہوں۔"

و لو جا فی الذی کرهت قریش ولو عجت بمکتها عجیجا

ترجمہ: "میں یہ دین ضرور قبول کر لیتا۔ خواہ قریش اسے ناپسند کرتے۔ وہ مکہ مکرمہ میں شور مچاتے۔"

ارجی بالذی کرھوا جمیعا الی ذی العرش ان سفلوا عروجا

ترجمہ: "میں عرش کے مالک کے ہاں اسی چیز سے بلندی پاؤں گا۔ جسے قریش ناپسند کریں گے وہ رسوائی کا سامنا کریں گے۔"

ھل امر السفاھۃ غیر کفر بمن یختار من سمك البروجا

ترجمہ: "جس ذات نے رفعت کے برجوں کو اپنے لیے پسند کر لیا ہو اس کا انکار ذلت اور رسوائی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔"

فان یبقوا وابق تکن امور یضج الکافرون مھا ضجیجا

ترجمہ: "اگر وہ بھی باقی رہے اور میں بھی باقی رہا تو ایسے واقعات کا ظہور ہوگا جس پر کافر رو دیں گے۔"

فان اھلك فکل فتی سیلقی من الاقدار متلفۃ خروجا

ترجمہ: "اگر میں ہلاک ہوجاؤں تو پھر ہر جوان تقدیر کے فیصلے پر سر جھکاتے ہوئے دار فانی کو چھوڑنے والا ہے۔"

تنبیہات

❶ راہب نے کہا تھا: "اس درخت کے نیچے صرف نبی ہی تشریف فرما ہوئے ہیں۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے "اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لمحہ اس درخت کے نیچے صرف ایک نبی ہی تشریف فرما ہوئے ہیں۔" اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ اور کوئی ٹھہرا ہی نہیں کیونکہ انبیاء کرام بہت پہلے گزر چکے تھے۔ خبر میں قط کا لفظ صرف نفی کی تاکید کے لیے آتا ہے ایک درخت کی عموماً اتنی عمر نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ معلوم ہوسکے کہ اس کے نیچے حضرت عیسیٰ یا ان کے علاوہ دیگر انبیائے کرام ہی فروکش ہوئے ہوں۔ یہ بھی معمول کے خلاف ہے کہ ایک درخت کے نیچے کوئی نہ ٹھہرے۔ حتیٰ کہ ایک نبی تشریف لائیں وہ ہی اس کے نیچے تشریف فرما ہوں۔ البتہ اس شخص کی روایت صحیح ہے۔ جس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے علاوہ اس کے نیچے کوئی فروکش نہ ہوا۔" یہ روایت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں کی ہے۔ یہ درخت اسی نشانی کے ساتھ مخصوص ہوگا۔"

علامہ عزالدین بن جماعۃ نے لکھا ہے کہ صرف زمانہ کے بعد میں اس کے امتناع پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ نہ ہی یہ محال ہے۔ کیونکہ اسے بعید سمجھنا خبر کا ظاہر ہی کمزور کرتا ہے کیونکہ انبیاء کے متعلقات خرق العادۃ ہی ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اس درخت کا تادیر باقی رہنا اور اسے محفوظ رکھنا کہ انبیائے کرام کے علاوہ کوئی اور اس کے نیچے فروکش نہ ہو یہ بعید نہیں ہے۔ یہ بات واضح ہے اسے یاد کرلو۔

میں کہتا ہوں کہ جو شیخ عزالدین نے لکھا ہے اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابوسعد نے روایت کیا ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ امام واحدی نے لکھا ہے کہ اس سفر شام میں حضور ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق بھی تھے۔ وہ ایک جگہ اترے جہاں بیری کا درخت تھا۔ حضور ﷺ اس کے سایہ میں تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت ابوبکر تشریف لے گئے۔ راہب نے ان سے پوچھا: "اس درخت کے سایہ کے نیچے کون تشریف فرما ہے۔" انہوں نے کہا: "محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (فداہ روحی) راہب نے کہا: "بخدا! یہ نبی ہیں اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ کے بعد حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہی تشریف فرما ہوئے ہیں۔"

علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ زیتون کے درخت کی عمر تین ہزار سال تک ہو سکتی ہے۔

- "النور" میں ہے "میں نے میسرہ کو نہیں دیکھا کہ اس کا ذکر کتب صحابہ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ بعثت سے پہلے ہی وفات پا گیا تھا۔ اس نے بعثت کو نہیں پایا تھا ورنہ وہ اسلام لے آتا۔" میں کہتا ہوں کہ الحافظ نے الاصابۃ میں اس کا ذکر قسم اول میں کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں کسی ایک صحیح روایت سے آگاہ نہیں ہوں جس میں یہ تذکرہ ہو کہ وہ بعثت تک زندہ رہا ہو۔ میں صرف احتمال پر ہی اس کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

چودھواں باب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح

آپ کے جن خصائل کا ذکر میسرہ نے کیا اور جو امور خود حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ملاحظہ کیے وہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نکاح کا سبب بن گئے۔ ابن اسحاق نے المبتداء میں تحریر کیا ہے "قریش کی خواتین کی ایک عید ہوتی تھی جس میں وہ مسجد میں جمع ہوتی تھیں ایک روز وہ مسجد میں تھیں کہ ایک یہودی ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اے خواتین قریش! عنقریب تم میں ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ تم میں سے جو ان کی زوجہ بننے کی طاقت رکھتی ہو وہ ضرور ان کی بیوی بن جائے۔"

دیگر خواتین نے اسے قبیح سمجھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اس کی بات غور سے سنی۔ اور دیگر خواتین کی طرح اس یہودی سے تعرض نہ کیا۔ انہوں نے یہ بات اپنے دل میں بٹھالی۔ جب میسرہ نے ان نشانیوں کا تذکرہ کیا جو اس نے دیکھی تھیں اور خود بھی علامات دیکھی تو انہوں نے کہا: "اگر وہ کچھ سچ ہے جو یہودی نے کہا تھا تو پھر وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔" پیغام نکاح کے سبب میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابوسعید نیساپوری نے "الشرف" میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "اپنے چچاجان کے پاس تشریف لے جائیں اور کہیں کہ وہ صبح سویرے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔" جب جناب ابوطالب آئے تو انہوں نے کہا: "ابوطالب! عمرو کے پاس جائیں۔ اس سے بات چیت کریں اور میرا نکاح اپنے بھتیجے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیں۔" جناب ابوطالب نے کہا: "خدیجہ! میرے ساتھ مذاق نہ کریں۔" انہوں نے کہا: "یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے۔" جناب ابوطالب اپنی قوم کے افراد کے ساتھ اس کے پاس گئے۔

امام زہری نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے۔ جب واپس آئے تو ایک عورت آپ کے پاس آئی اس نے عرض کی: "محمد عربی! کیا خدیجۃ الکبریٰ کو پیغام نکاح دینے گئے تھے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں!" اس عورت نے عرض کی: "بخدا! قریش کی ہر عورت خواہ خدیجۃ ہو یا کوئی اور۔ وہ آپ کو اپنا کفو سمجھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیاء کے ساتھ حضرت خدیجۃ کو پیغام نکاح دینے کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت یعقوب بن سنان نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم

ﷺ اور میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس سے گزرے۔ اس نے مجھے آواز دی۔ میں اس کے پاس گیا۔ حضور ﷺ وہیں ٹھہر گئے۔ اس خاتون نے کہا: "کیا آپ کے ساتھی کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: "ضرور! تمہاری زندگانی کی قسم! میں نے اس خاتون سے تذکرہ کیا۔ اس نے کہا: "وقت صبح ہمارے پاس آجانا۔" ہم صبح کے وقت ان کے گھر گئے ہم نے دیکھا کہ انہوں نے گائے ذبح کر رکھی تھی۔ اور حضرت خدیجہ نے حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔

ابن اسحاق نے المبتداء میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: "محمد عربی ﷺ! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے فرمایا: "کس سے؟" انہوں نے عرض کی: "مجھ سے۔" آپ نے فرمایا: "یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ قریش کی بیوہ خاتون ہیں۔ میں قریش کا یتیم ہوں۔" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "مجھے پیغام نکاح دیں۔" ابن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے "جب انہیں ان علامات کا یقین ہوگیا جو انہوں نے خود دیکھی تھیں یا میسرہ نے جن کے متعلق بتایا تھا۔ وہ ایک شریف، دانا اور معزز خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ عزت و کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس وقت وہ نسب کے اعتبار سے قریش میں بہترین شرف کے اعتبار سے عمدہ اور کثیر مال کی مالک تھیں۔ قوم کے سارے مرد ان کے ساتھ نکاح کرنے کے متمنی تھے۔ بشرطیکہ وہ قدرت رکھتے۔ اس نے اپنا آپ حضور ﷺ کے لیے پیش کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: "میں آپ کی قرابت، قوم میں فضیلت، امانت اور حسن خلق کی وجہ سے آپ میں رغبت رکھتی ہوں۔" حضور ﷺ نے یہ بات اپنے چچاؤں کو بتادی۔

ابن سعد نے حضرت نفیسہ بنت منیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایک محتاط، معزز اور مضبوط خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ رب تعالیٰ نے عزت و کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ وہ اس وقت قریش میں سے نسب کے اعتبار سے افضل، شرف کے اعتبار سے عظیم اور کثیر مال کی مالکہ تھیں۔ ساری قوم ان کے ساتھ نکاح کرنے پر حریص تھی۔ انہوں نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا اظہار بھی کیا تھا اور اس مقصد کے لیے کثیر رقم بھی خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے حضور ﷺ کی طرف اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ اس وقت حضور ﷺ شام سے واپس آئے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی: "محمد عربی! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے فرمایا: "وہ کون ہے؟" میں نے عرض کی: "خدیجہ۔" آپ نے فرمایا: "یہ میرے لیے کیسے ممکن ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ سب کچھ میرے ذمہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" میں گئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ فلاں وقت ان کے پاس تشریف لائیں۔" آپ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے چچا عمرو بن اسد کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان کا نکاح کر دیں۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ "الشرف" میں

نیشاپوری نے لکھا ہے کہ جناب ابوطالب اپنی قوم کے دس افراد کے ساتھ عمرو بن اسد کے پاس گئے اسے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے آپ کا نکاح کر دیا۔ عمرو بن اسد نے کہا: "یہ ایسی صفات سے متصف ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔" ابن ہشام نے لکھا ہے "حق مہر بیس اونٹنیاں تھیں۔" بلاذری اور دمیاطی نے کہا ہے کہ ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔"

ابوالحسین بن فارس نے لکھا ہے کہ جناب ابوطالب نے یہ خطبہ دیا:

"ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے، معد کی نسل سے اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا۔ ہمیں اپنے مقدس گھر کا پاسبان بنایا۔ اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا۔ ہمیں ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے۔ ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر کیا۔ یہ میرا بھتیجا ہے ان کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر دنیا کے بڑے سے بڑے شخص کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اگر یہ مال دار نہیں تو کیا ہوا؟ مال تو ڈھلنے والا سایہ ہے بدل جانے والی چیز ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے تم بھی آشنا ہو۔ انہوں نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ حق مہر مقرر کیا ہے۔"

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچا عمرو بن اسد نے کہا "یہ ایسی صفات ہیں جن کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔ میں حضرت خدیجہ کا نکاح آپ سے کرتا ہوں۔" دوسری روایت کے مطابق ورقہ نے اس طرح کہا تھا، ابن اسحاق نے المبتداء میں لکھا ہے "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح فرمایا اس وقت آپ کو شام سے واپس آئے دو ماہ اور پچیس دن گزر چکے تھے۔" امام زہری نے لکھا ہے کہ اہلِ مکہ کے ایک شاعر نے یہ شعر لکھا تھا:

لا تزهدی خدیج فی محمد نجم یضیئی کما اضاء الفرقد

ترجمہ: "اے خدیجہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کم مایہ نہ سمجھنا۔ یہ وہ نجم ہیں جو روشن ستارے کی طرح منور ہیں۔"

تنبیہات

◆ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچا نے ان کا نکاح کیا تھا۔ اکثر سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے۔ امام سہیلی نے اسے ہی صحیح کہا ہے۔ الطبری نے حضرات جبیر بن مطعم، ابن عباس، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سب سے یہی روایت کیا ہے کہ عمرو بن اسد نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔ خویلد حرب الفجار سے پہلے مر چکا تھا۔ عمر بن ابوبکر المومّلی نے لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے چچا نے ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔

امام زہری نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے والد خویلد نے ان کا نکاح کیا تھا۔ وہ شراب

کے نشہ میں مخمور تھا۔ حضرت خدیجہ نے اس پر حلہ ڈال دیا۔ اسے خوشبو لگا دی۔ جب اس کا نشہ ختم ہوا۔ تو اس نے کہا: "یہ حلہ کیسا ہے یہ خوشبو کیسی ہے۔" اس لیے کہا گیا" تو نے حضرت خدیجہ کا نکاح محمد عربی ﷺ سے کر دیا ہے" پہلے اس نے انکار کر دیا پھر اس کی اجازت دے دی۔ ابن اسحاق نے امام زھری کی موافقت کی ہے۔ اپنی کتاب کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے" ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کیا تھا۔"

- اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت حضور ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر اس وقت پچیس برس تھی۔ "الغرر" میں ہے یہ قول صحیح ہے اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو عمر حافظ عبد الغنی المقدسی نے یہی قطعی قول کیا ہے۔ "الاشارہ" میں ہے کہ آپ کی عمر اکیس برس تھی۔ ایک قول ستائیس برس کا ایک تیس برس کا اور ایک سینتیس برس کا بھی ہے۔ "الغرر" میں ہے کہ یہ چاروں اقوالِ ضعیف ہیں۔ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس تھی" الغرر" میں اسی کو صحیح کہا گیا ہے۔ ایک قول پینتالیس برس کا دوسرا تیس برس کا اور تیسرا قول اٹھائیس برس کا ہے۔

- حافظ یعقوب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے" جو اہلِ کوفہ نے لکھا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو اہلِ مدینہ نے لکھا ہے کہ حق مہر کے ضامن حضرت علی رضی اللہ عنہ بنے تھے۔ یہ غلطی ہے۔ "الزھر" میں ہے" ہم نے ایسی روایت پائی ہے جو اس غلطی کی نفی کرتی ہے۔ ابن اسحاق نے المبتداء میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" مجھے میرے والد گرامی نے بھیجا کہ وہ تمہارے لیے حق مہر کے ضامن ہیں تم حضور ﷺ کا نکاح کر دو۔" یہ روایت اس امر کی وضاحت کر دیتی ہے جس کا معنی یعقوب کو مشکل لگا تھا۔

الحافظ نے حاشیہ میں گرفت کی ہے کہ شاید اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی بھی تھی یا نہیں۔ کیونکہ ان کی عمر کے بارے مختلف اقوال ہیں۔ الغرر میں ہے" اس وقت ان کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔ ہم عنقریب ان کی عمر کے بارے اختلاف بیان کریں گے۔ وقت اسلام ان کی عمر آٹھ سال یا دس سال تھی۔ اس طرح وہ حضور ﷺ سے تیس یا بتیس سال چھوٹے تھے۔ حضور ﷺ کا نکاح ان کی ولادت کے پانچ یا سات سال قبل ہوا تھا۔

❁❁❁

پندرھواں باب

تعمیر کعبہ

تعمیر کعبہ کے کئی اسباب تھے۔

- آگ کی وجہ سے اس کی دیواریں کمزور ہوگئی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عورت خانہ کعبہ کو دھونی دے رہی تھی۔ ایک شرارہ خانہ کعبہ کے غلاف پر گرا۔ اس نے اسے جلا دیا۔
- سیلاب اس کے اندر داخل ہوگیا۔ اس نے اسے کمزور کرنے کے بعد گرا دیا۔
- بعض چوروں نے خانہ کعبہ سے زیورات اور سونے کے دو ہرن چوری کر لیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صرف ایک ہی ہرن تھا جو ہیروں اور جواہرات سے مرصع تھا۔ یہ ساری اشیاء بنو ملیح کے غلام دویک سے برآمد ہوئیں۔ قریش نے اس کے ہاتھ کاٹ دیے۔ قریش کا گمان ہے کہ بنو ملیح نے انہیں چوری کر کے دویک کے پاس رکھ دیا تھا۔ قریش نے ارادہ کیا کہ اس کی بنیادیں مضبوط کر دیں۔ اس کا دروازہ بلند کر دیں تا کہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندر نہ جائے۔ رومیوں کے ایک تاجر یا قوم کی تجارتی کشتی کو سمندر نے جدہ کے ساحل پر پھینک دیا تھا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک قبطی شخص تھا، جو بڑھئی تھا۔ اہلِ مکہ نے اس سے بعض امور میں خدمات لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک بہت بڑا سانپ خانہ کعبہ کے اس کنویں سے نکلا کرتا تھا جس میں تحائف پھینکے جاتے تھے۔ وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپا کرتا تھا۔ لوگ اس سے ڈرا کرتے تھے کیونکہ جو شخص بھی اس کے قریب جاتا تھا وہ اپنی دم بلند کر لیتا تھا اور منہ سے آواز نکالتا تھا۔ وہ اپنا منہ کھول لیتا تھا۔ لوگ اس سے ڈرا کرتے تھے۔

امام سہیلی نے علامہ زرین سے نقل کیا ہے کہ جرہم کے ایام میں ایک شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ تا کہ اس کے خزانہ چوری کرے اس پر کنویں کے دیوار گر پڑی۔ حتیٰ کہ قریش آگئے انہوں نے اسے دیوار کے نیچے سے نکالا اور اس سے وہ سامان لے لیا۔ پھر اس کنویں میں ایک سانپ رہا کرتا تھا۔ جس کا سر بکرے کے سر جتنا تھا۔ اس کا ظاہری حصہ سیاہ اور باطنی حصہ سفید تھا۔ وہ اس کنویں میں پانچ سو سال تک رہا۔ ابن اسحاق نے اسی سانپ کا ذکر کیا ہے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب وہ بیت اللہ کے اردگرد لپٹ جاتا تھا تو اس کا منہ اس کی دم کے ساتھ لگتا تھا۔ ایک دن وہ

خانہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپ رہا تھا۔ رب تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا اس نے اسے اچک لیا۔ وہ اسے لے گیا۔ اس وقت قریش نے کہا: "ہمیں امید ہے کہ رب تعالیٰ ہمارے ارادہ سے راضی ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس ایک ماہر کاری گر ہے اور ہمارے پاس لکڑی بھی ہے۔ رب تعالیٰ ہماری طرف سے سانپ کو بھی کافی ہو گیا ہے۔"

جب انہوں نے اس معاہدہ پر اتفاق کر لیا اس وقت ابو وھب بن عمرو اٹھے۔ انہوں نے ایک پتھر اٹھایا۔ یہ پتھر ان کے ہاتھوں سے نکل کر اسی جگہ لوٹ گیا۔ انہوں نے کہا: "اے گروہِ قریش! اس کی تعمیر میں صرف پاکیزہ رزق ہی خرچ کرنا اس پر کسی باغیہ عورت کی کمائی، سود کی کمائی اور کسی سے چھینی ہوئی رقم خرچ نہ کرنا۔" بعض سیرت نگار اس کلام کو ولید بن مغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پھر قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا۔ وہ سمت جس میں دروازہ ہے اسے بنو عبد مناف اور بنو زھرہ نے بنانا شروع کیا۔ حجر اسود سے رکن یمانی تک بنو مخزوم نے تعمیر کیا۔ ان کے ساتھ قریش کے قبائل بھی تھے خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار بنو جمح اور بنو سہم نے تعمیر کی۔ شمالی دیوار جس طرف حطیم ہے اس کو تعمیر کرنے کا کام بنو عبد الدار، بنو اسد اور بنو عدی کے سپرد ہوا۔ لوگ پتھر جمع کرنے لگے حضور ﷺ نے بھی ان کے ساتھ پتھر منتقل کیے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی تو حضور ﷺ اور حضرت عباس پتھر لا رہے تھے۔ حضرت عباس نے آپ سے عرض کی۔ "اپنا ازار اپنی مبارک گردن پر رکھ لیں۔ یہ آپ کو پتھروں سے بچائے گا۔" آپ نے اسی طرح کیا۔ یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔ آپ زمین پر گر پڑے۔ آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ آپ نے فرمایا: "میرا ازار! میرا ازار! آپ نے ازار باندھ لیا۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کو یوں نہ دیکھا گیا۔

عبد الرزاق، الطبرانی اور الحاکم نے حضرت ابو طفیل سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ پتھروں سے بنایا گیا۔ انہیں جوڑنے کے لیے گارا استعمال کرنے کا تکلف بھی نہ کیا گیا تھا۔ دونوں رکنوں کے مابین اس حلقہ کی مانند جگہ آگے بڑھا دی گئی تھی۔ اس پر کپڑے لٹکائے جاتے تھے۔ روم سے ایک کشتی آئی جب وہ جدہ کے قریب پہنچی تو وہ ٹوٹ گئی۔ قریش اسکی لکڑی لینے کے لیے گئے۔ انہوں نے وہاں ایک رومی بڑھئی دیکھا۔ وہ اسے بھی لے آئے اور لکڑی بھی لے آئے تاکہ اس سے بیت اللہ تعمیر کریں۔ وہ جب بھی بیت اللہ کو گرانے کی کوشش کرتے ان کے لیے ایک سانپ ظاہر ہوتا جس نے اپنا منہ کھولا ہوتا۔ رب تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا جو گدھ سے بڑا تھا۔ وہ اسے اپنے پنجوں میں دبوچ کر اجیاد کی طرف لے گیا۔ قریش نے خانہ کعبہ کو گرا دیا۔ وادی کے پتھروں سے اس کی تعمیر کی۔ انہوں نے آسمان کی طرف اسے بیس ہاتھ بلند کیا۔ اسی اثناء میں کہ حضور ﷺ اجیاد سے پتھر لا رہے تھے۔ آپ نے سیاہ دھاری دار چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے اسے اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ آپ کو آواز سنائی دی۔ "محمد عربی ﷺ اپنی شرم گاہ ڈھانپ لیں۔" اس کے بعد

آپ کو اس طرح نہ دیکھا گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر لوگ خانہ کعبہ کو گرانے سے ڈر گئے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: "میں اسے گرانے کا آغاز کرتا ہوں۔" اس نے کدال لی۔ خانہ کعبہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "مولا! خوفزدہ نہ کرنا۔ مولا! ہم صرف بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر اس نے رکن اسود اور رکن یمانی کی طرف سے گرانا شروع کیا۔ اس رات لوگ انتظار کرتے رہے۔ انہوں نے کہا: "ہم انتظار کرتے ہیں اگر اسے کچھ ہوا تو ہم خانہ کعبہ کو نہیں گرائیں گے۔ ہم اسے اسی طرح چھوڑ دیں گے۔ اگر اسے کچھ نہ ہوا تو ہم اسے گرا دیں گے۔ رب تعالیٰ ہمارے ارادہ پر راضی ہوگا۔ وقت صبح ولید بالکل صحیح تھا۔ لوگوں نے خانہ کعبہ گرانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے سبز پتھر دیکھے جو اونٹوں کی کوہانوں کی طرح تھے۔ وہ ایک دوسرے میں جکڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اپنی کدال ان پتھروں کے مابین رکھی تا کہ ان کو اکھیڑے۔ جب ان پتھروں میں حرکت پیدا ہوئی تو سارا خانہ کعبہ لرز اٹھا۔ لوگوں نے ایسی بجلی دیکھی جس سے ان کی آنکھیں چندھا گئیں۔ یہ روشنی ان پتھروں کے نیچے سے نکلی۔ وہ انہی بنیادوں پر رک گئے۔

قریش نے رکن میں ایک مکتوب دیکھا۔ یہ مکتوب سریانی میں تھا۔ قریش اسے پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ایک یہودی سے اسے پڑھوایا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ "میں اللہ رب العزت ہوں۔ میں مکہ مکرمہ کا مالک ہوں۔ میں نے اسے اس روز تخلیق کیا ہے جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ شمس و قمر کی صورت گری کی۔ میں نے اس کی اطراف میں سات فرشتے مقرر کیے ہیں۔ یہ شہر اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کے دو پہاڑ باقی ہیں۔ اس کے دودھ اور پانی میں اہل مکہ کے لیے برکت ہے۔"

انہوں نے مقام ابراہیمی میں ایک اور مکتوب دیکھا۔ اس میں تحریر تھا "مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اس کے باشندوں کے لیے تین اطراف سے رزق آئے گا۔ اس کے مکینوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ پہلے اس کی بے حرمتی کریں۔" ایک اور نوشتہ میں تھا "جو بھلائی کاشت کرے گا وہ اس کا رشک آور پھل کھائے گا۔ جو شر کاشت کرے گا۔ وہ ندامت برداشت کرے گا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم برائیاں کرتے ہو اور تمہیں اچھائیوں سے جزاء دی جائے گی۔ یہ ناممکن ہے کیونکہ مثل مشہور ہے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔"

پھر قریش نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کی حتیٰ کہ وہ حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے۔ حجر اسود کو رکھنے میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ صرف وہ ہی اسے اس کی جگہ پر رکھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے باہم معاہدہ کر لیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ بنو عبد اللہ نے خون سے بھرپور پیالہ منگوایا۔ انہوں نے اور بنو عدی نے اس میں ہاتھ ڈال کر موت قبول کرنے کا عہد کیا۔ اسی لیے وہ "لعقۃ الدم" کے نام سے مشہور ہوئے۔ قریش چار یا پانچ راتیں اسی کشمکش میں رہے پھر وہ مسجد میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے باہم مشاورت کی۔ بعض اہل روایت نے لکھا ہے کہ ابوامیہ بن مغیرہ نے کہا۔ یہ سارے قریش سے عمر رسیدہ تھا۔

"اے گروہِ قریش! جس امر میں تمہارا اختلاف ہوا ہے۔ اس میں اس شخص کو ثالث بنا لو۔ جو سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہو۔ وہ تمہارے مابین فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ اس دروازہ سے داخل ہوئے۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: "یہ الامین تشریف لے آئے ہیں۔ یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں جب آپ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو ساری بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس کپڑا لے کر آؤ"۔ آپ کے پاس ایک کپڑا لایا گیا۔ آپ نے حجراسود کو اس پر اپنے دستِ اقدس ﷺ رکھ دیا۔ پھر فرمایا: "ہر ہر قبیلہ اس کپڑے کا ایک ایک کنارہ پکڑے پھر سب مل کر اسے اوپر اٹھاؤ۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب حجراسود اپنی جگہ پر پہنچا تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اسے رکھ دیا۔ آپ پر نزولِ وحی سے قبل قریش آپ کو الامین کہا کرتے تھے۔ "الزھر" اور "الاشارہ" میں ہے کہ اس روز سوموار تھا۔

یعقوب بن سنان نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ جب قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ وہ حجراسود کی جگہ تک پہنچے تو وہ اس کے بارے جھگڑنے لگے کہ کون سا قبیلہ حجراسود کو رکھنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ انہوں نے فرمایا: "ہمارا فیصلہ وہ شخص کرے گا جو سب سے پہلے اس جگہ آئے گا۔" حضور ﷺ سب سے پہلے وہاں تشریف لے آئے۔ انہوں نے آپ کو ثالث بنا لیا۔ آپ نے حجراسود کو ایک کپڑے میں رکھا۔ پھر ہر قبیلہ کے سردار کو باہر نکالا۔ اور اس کپڑے کا کنارہ پکڑایا۔ آپ اوپر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے حجراسود کو بلند کیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپ پسندیدہ امور پر پروان چڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ نزول وحی سے قبل لوگ آپ کو الامین کہا کرتے تھے۔ وہ جو جانور بھی ذبح کرتے تھے تو وہ آپ سے التماس کرتے آپ ان کے لیے اس میں برکت کی دعا کرتے۔

ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ نے حجراسود رکھا۔ تو اہلِ نجد میں سے ایک شخص آپ کے قریب گیا تاکہ آپ کو پتھر دے جس سے آپ حجراسود کو سہارا دے سکیں۔ حضرت عباس نے فرمایا: "ہرگز نہیں! انہوں نے خود حضور ﷺ کو ایک پتھر پیش کیا۔ آپ نے اس کے ذریعے حجراسود کو سہارا دیا۔ یہ دیکھ کر نجدی غضبناک ہو گیا۔ اس نے کہا: "تعجب ہے۔ اس شرف، دانائی اور دولت مند قوم نے اس شخص کو اپنا ثالث بنا لیا ہے۔ جو عمر میں ان سے کم ہے مال میں ان سے قلیل ہے۔ انہوں نے اس کے سامنے یوں سر جھکا دیے ہیں گویا کہ وہ اس کے خادم ہیں۔ بخدا! یہ انہیں ضرور منتشر کر دے گا۔ یہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔" کہا جاتا ہے کہ یہ بکواس کرنے والا ابلیس تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریب تھا کہ قریش کے مابین شر پھیل جاتا۔ پھر وہ پرسکون ہو گئے۔ جب قریش نے حضور ﷺ کو اپنا ثالث بنا لیا تو ہبیرہ بن ابووھب مخزومی نے یہ اشعار کہے:

تشاجرت الاحیاء فی فصل خطة ۔۔۔ جرت طیرهم بالنحس من بعد اسعد

ترجمہ: "بیت اللہ کی تعمیر کے منصوبہ کے درمیان ہی قریش کے مابین جھگڑا کیوں پڑا۔ سعادت مندی کے

بعد ان کا پرندہ نحوست کے ساتھ اڑنے لگا۔"

تلاقوا لها بالبغض بعد مودة　　　　واقعد نارا بينهم شر موقد

ترجمہ: "محبت کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ بغض سے ملاقات کی۔ ان کے مابین آتش جنگ بری طرح بھڑکنے ہی والی تھی۔"

فلما رائينا الامر قد جدجده　　　　و لم يبق شئى غير سل المهند

ترجمہ: "جب ہم نے معاملہ دیکھا جو شدت اختیار کر چکا تھا۔ اور ہندی تلواریں سونتنے کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ بچا تھا۔"

رضينا و قلنا العدل اول طالع　　　　يجئى من البطحاً عن غير موعد

ترجمہ: "ہم راضی ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ عدل وہ کرے گا جو سب سے پہلے آئے گا۔ جو وعدہ کے بغیر ہی بطحاء کی طرف سے آئے گا۔"

فلم يفجنا الامين محمد　　　　فقلنا رضينا بالامين محمد

ترجمہ: "حضور ﷺ جو امین ہیں وہ ہمارے پاس اچانک آ گئے۔ ہم نے کہا کہ ہم محمد الامین ﷺ پر راضی ہیں۔"

بخير قريش كلها امر ديمة　　　　و فى اليوم مع ما يحدث الله فى الغد

ترجمہ: "یہ سارے قریش سے افضل ہیں۔ یہ دائمی امر ہے۔ آپ آج بھی افضل ہیں اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے آپ کے لیے مستقبل میں بہت سے فضائل مختص کر رکھے ہیں۔"

فجاء بامر لم ير الناس مثله　　　　اعم و ارضٰى فى العواقب والبدى

ترجمہ: "آپ ایسا امر لے کر آئے جس کی مثل لوگوں نے نہیں دیکھا تھا۔ جو اپنے آغاز اور انجام کے اعتبار سے بہت عام اور پسندیدہ تھا۔"

اخذنا باكناف الردى كلنا　　　　له حقه من رفعه قبضة اليد

ترجمہ: "ہم نے چادر پاک کے کناروں کو پکڑ لیا۔ ہم میں سے ہر ایک نے حجر اسود کو ہاتھ سے اٹھانے کی سعادت حاصل کر لی۔"

فقال ارفعوا حتى اذا ما علت به　　　　اكفّ اليه فسرَّ فى خير مسند

ترجمہ: "آپ نے فرمایا: "اسے اٹھاؤ۔" جب ہاتھ اسے اٹھا کر اوپر لے گئے۔ آپ نے اسے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھ دیا۔"

و کان رضینا ذاك بعینه منه واعظم بہ من رای هادٍ و مهتد

ترجمہ: "ہم آپ کی اس رائے سے بالکل راضی ہو گئے۔ یہ رائے کسی راہ نمائی کرنے والے یا ہدایت یافتہ کی رائے سے محکم تھی۔"

لِتلك ید منه علینا عظیمة یروح بها رکب العراق و یغتدی

ترجمہ: "آپ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان تھا، سمندر کے مسافرین اس واقعہ کو صبح و شام بیان کرتے تھے۔"

قریش مکہ نے خانہ کعبہ بنایا تو اس کی بلندی اٹھارہ ذراع تھی۔ اس کا طول اس لمبائی سے نو ذراع زائد تھا۔ جسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے اس کی چوڑائی سے بھی کچھ ذراع کم کر دیے تھے۔ انہوں نے انہیں حطیم میں چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کے پاس حلال کے اس خرچہ میں کمی آ گئی تھی جو انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے مختص کیا تھا۔ انہوں نے اس کا دروازہ بلند رکھا تاکہ وہ جسے چاہیں اندر جانے کی اجازت دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ انہوں نے اس کے اندر دو صفوں میں چھ ستون بنائے۔ اس لائن میں تین ستون بنائے جو حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف تھی۔ انہوں نے رکن یمانی کے ساتھ ایک سیڑھی رکھی تھی۔ جس سے وہ چھت پر جاتے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ پر چھت ڈالی۔ اس پر پرنالہ لگایا جو حجر میں گرتا تھا۔

تنبیہ

اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی۔ "الاشارۃ" میں ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ ازرقی نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ بچپن میں تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے یہ کہ شاید انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہو۔ جسے امام عبدالرزاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بلوغت کے قریب پہنچی تو ایک عورت نے خانہ کعبہ کو دھونی دینے کے لیے آگ جلائی۔ ایک شرارہ خانہ کعبہ کے غلاف پر گر پڑا، جس سے خانہ کعبہ جل گیا......

مجاہد سے روایت ہے کہ یہ واقعہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا ہے۔ ابن عبدالبر اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی طرح لکھا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بعثت سے پانچ سال قبل رونما ہوا تھا۔ الحافظ نے اسے ہی مشہور روایت قرار دیا ہے۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ تعمیر کے آغاز کے وقت سے پہلے خانہ کعبہ جلا ہو۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس وقت عمر مبارک پچیس برس تھی۔ مگر یہ قول درست نہیں ہے۔

بعثت مبارکہ

پہلا باب

بت پرستی کا آغاز

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے قبل سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ تک لوگ بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے رسل عظام کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔ عرب و عجم اس گمراہی میں گرے ہوئے تھے۔ بہت سے عجمی آگ کی پوجا کرتے تھے۔ انہیں مجوسی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے آگ کے لیے مخصوص گھر بنا رکھا تھا۔ جہاں مسلسل آگ جلائی جاتی تھی۔ وہ اس آگ کی طرف منہ کر کے ہی نماز پڑھتے تھے۔ اسی کے لیے اپنی قربانیاں کرتے تھے۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ یہ نفع اور نقصان دے سکتی ہے۔ کسریٰ کے بادشاہ اسی گمراہی پر تھے۔

ان کا ایک گروہ مشہور ستاروں کی عبادت کرتا تھا۔ یہ گروہ سمجھتا تھا کہ یہ سارا عالم سفلی جسے دنیاوی زندگی کہا جاتا ہے۔ اس کو ستاروں کی وجہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ستاروں کی وجہ سے رواں دواں ہے۔ سورج کا فیضان سب کو شامل ہے۔ اس گروہ نے جواہرات اور معادن سے بت بنا رکھے تھے۔ جن کے نام ستاروں کے ناموں پر رکھے گئے تھے۔ وہ ان کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کے لیے قربانیاں کرتے تھے۔ وہ انہیں نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے تھے۔ اس گروہ کو الصابئہ کہا جاتا تھا۔

ابوجعفر ابن جریر اور مسعودی وغیرہما نے بت پرستی کے آغاز کے بارے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اہلِ عرب میں سے چند افراد کے علاوہ سارے بقیہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے تھے۔ انہیں "الذین اشرکوا" کہا جاتا تھا۔ یہ ان کی نشانی اور علامت تھی۔ اگرچہ غیر اللہ کی عبادت میں ان کے علاوہ دیگر اقوام بھی شامل تھیں۔ مگر اس اسم کا اطلاق صرف اہلِ عرب پر ہوتا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سب سے پہلے بت پرستی شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں بت پرستی سے روکا۔ وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ

قرآن مجید میں ذکر ہے۔ پھر یہ برائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک پھیلتی چلی گئی۔ پھر یہ برائی حضور ﷺ کے عہد ہمایوں تک آگئی۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو سراپا رحمت وفضل بنا کر بھیجا۔ آپ نے لوگوں کو رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا۔ مشرکین نے آپ کا انکار کر دیا۔ علامہ فاکہی نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے اس بت پرستی کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ بیٹے اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص مرگیا۔ اس کے بیٹے نے اس کی موت پر جزع وفزع کی۔ اسے صبر نہ آتا تھا۔ اسنے اس کی شکل کی مثال بنالی۔ جب بھی اسے اشتیاق ہوتا وہ اس کی طرف دیکھ لیتا۔ وہ مرگیا تو اس کے ساتھ اسی طرح کیا گیا۔ حتیٰ کہ یہ عادت بن گئی۔ جب آباء مرگئے تو بیٹوں نے کہا: ''ہمارے آباء نے انہیں اس لیے بنایا ہے کیونکہ وہ ان کے خدا تھے۔'' وہ ان کی پوجا کرنے لگے۔

عبد بن حمید نے محمد بن کعب سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے روایت کیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ (نوح:۲۳)

ترجمہ: ''رئیسوں نے کہا (اے لوگو نوح کے کہنے پر) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور (خاص طور پر) ود اور سواع کو۔''

حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین ایک صالح قوم تھی۔ ان کے بعد ایک قوم آئی جو عبادت کرتی تھی۔ ابلیس نے ان سے کہا: ''اگر تم اپنے آباء کی تصاویر بنالو تو ان کی طرف دیکھتے رہنا۔'' انہوں نے تصاویر بنالیں ان کے مرنے کے بعد دوسری قوم آگئی۔ ابلیس نے انہیں کہا: ''تم سے پہلے لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔'' انہوں نے ان کی عبادت کرنا شروع کی۔

ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ فرزند تھے جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعقوق، اور نسر تھے۔ یہ عبادت گزار تھے۔ ان میں سے ایک شخص مرگیا۔ وہ اس پر بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔ شیطان ان کے پاس آیا۔ اس نے انہیں کہا: ''کیا تم اپنے اس ساتھی پر غمزدہ ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' اس نے کہا: ''کیا میں تمہارے قبلہ کی طرف اس کی تصویر نہ بنادوں۔ جب تم اسے دیکھو تو تمہارے دل تسلی پا جائیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ تو ہمارے قبلہ کی طرف ایسی چیز بنائے جس کی طرف ہم منہ کر کے نماز پڑھیں۔'' ابلیس: ''میں اسے مسجد کے آخری کونہ میں بنا دیتا ہوں۔'' انہوں نے کہا: ''درست ہے۔'' اس نے اس کی تصویر بنادی۔ جب وہ پانچوں مرگئے تو اس نے مسجد کے ایک کونے میں ان کی تصاویر بنادیں۔ وہ ان تصاویر کو تھوڑا تھوڑا اپناتے چلے گئے حتیٰ کہ انہوں نے رب تعالیٰ کی عبادت ترک کر دی۔ وہ ان کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ ان لوگوں نے کہا:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ۔ (نوح: ۲۳)

ترجمہ: "ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو۔"

عبد بن حمید نے حضرت ابوجعفر بن یزید بن مہب سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان شخص تھا۔ وہ اپنی قوم میں محبوب تھا۔ جب وہ مرگیا وہ سرزمین بابل میں اس کی قبر کے اردگرد خیمہ زن ہو گئے۔ اس پر رونے لگے۔ جب ابلیس نے ان کا جزع وفزع دیکھا۔ تو انسانی شکل میں ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اس پر تمہارا غم میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا میں تمہیں اس کی تصویر بنادوں۔ جو تمہاری محافل میں رہے گی اسے دیکھ کر تمہیں یہ یاد آجایا کرے گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں" ابلیس نے اس کی تصویر بنادی۔ انہوں نے اسے اپنی محافل میں سجادیا۔ وہ اسے یاد کرنے لگے۔ جب ابلیس نے ان کا یہ اشتیاق دیکھا تو اس نے کہا: "کیا میں تم میں سے ہر ہر انسان کے گھر اس کی تصویر بنادوں۔ جسے دیکھ کر وہ اسے یاد کیا کرے۔" انہوں نے کہا: "ہاں" اس نے ہر ہر گھر میں اس کی تصویر بنادی۔ اسے دیکھ کر وہ اسے یاد کرنے لگے۔ ان کی اولاد کا زمانہ آگیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے آباء ان تصاویر کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ نسل درنسل یہ امر بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ اسے یاد کرنے کا معاملہ مٹ گیا۔ انہوں نے اسے اپنا معبود بنالیا۔ رب تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ اس کی عبادت کرتے رہے۔ سب سے پہلے بت کی پرستش کی گئی۔ وہ "وڈ" تھا۔

امام بخاری، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "وہ بت جن کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔ ان کی پوجا ہونے لگی۔ ود بنو کلب کا بت تھا۔ جو دومۃ الجندل کے مقام پر تھا۔ سواع بن ھذیل کا بت تھا۔ یغوث بنو مراد کا بت تھا۔ بنو غطیف نے بھی سباء کے نزدیک اسے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ یعوق ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کے اسماء تھے۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم سے کہا: "وہ اپنی اپنی محافل میں ان کی تصاویر لگا لیں۔ ان کو انہی کے نام دے دیں۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ وہ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب ایک نسل مرگئی جب مٹ گیا تو ان کی اولاد ان کی عبادت کرنے لگی۔ جب طوفان آیا تو مٹی اور پانی نے ان بتوں کو دفن کردیا۔ حتیٰ کہ عرب کے مشرکین کے لیے نکال دیا۔

اہلِ عرب میں سے سب سے پہلے عمرو بن لحیّ نے بت پرستی کی طرف دعوت دی۔ ابن اسحاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ حضرت اکثم بن الجون خزاعی سے فرمارہے تھے۔ "اے اکثم! میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا۔ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا۔ میں نے کسی شخص کو اس قدر ملتے جلتے نہ دیکھا۔ جس طرح وہ تم سے اور تم اس سے ملتے ہو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی یہ مشابہت مجھے کچھ نقصان تو نہ دے گی؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! تم مومن ہو۔ وہ کافر تھا۔ اس نے

سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا اور بت نصب کیے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھ سے بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن لحی مکہ مکرمہ سے شام کی طرف گیا۔ جب وہ بلقاء کی سرزمین مآب تک پہنچا وہاں عمالقہ رہتے تھے۔ اس نے انہیں بتوں کی پوجا کرتے دیکھا۔ اس نے ان سے پوچھا "یہ کیسے بت ہیں جن کی تم پوجا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا: "یہ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اگر ہم بارش مانگیں تو یہ ہم پر بارش برساتے ہیں۔ اگر ہم ان سے مدد طلب کریں تو یہ ہماری مدد کرتے ہیں۔" اس نے کہا: "کیا تم مجھے ان میں سے ایک بت دے نہیں دیتے۔ میں اسے اہلِ عرب کی طرف لے جاؤں گا وہ اس کی عبادت کریں گے۔" انہوں نے اسے ایک بت دے دیا۔ جسے ہبل کہا جاتا تھا۔ وہ اسے لے کر مکہ مکرمہ آگیا۔ اس نے اسے نصب کیا اور لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کی دعوت دی۔

علامہ فاکہی نے حضرت ہشام بن سائب سے روایت کیا ہے کہ ایک جن عمرو بن ربیعہ کے تابع تھا۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کے لیے ایسے اشعار پڑھے جن میں یہ حکم تھا کہ وہ جدہ کے ساحل سے بتوں کو نکالے۔ عمرو جدہ کے ساحل پر آیا۔ اس نے وہاں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو پایا۔ یہ وہ بت تھے جن کی پوجا حضرت نوح اور حضرت ادریس علیہما السلام کے زمانہ میں ہوتی تھی۔ طوفان نے انہیں وہاں پھینک دیا تھا۔ ان پر ریت چڑھ گئی تھی۔ عمرو نے انہیں وہاں سے نکالا۔ تہامہ لے آیا۔ حج کا زمانہ آگیا اس نے لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کرلی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بنو اسماعیل میں بت پرستی کے بارے بتایا جاتا ہے کہ جب اہلِ مکہ میں سے کسی کے حالات سخت ہو جاتے۔ ان کے شہروں میں قحط سالی آجاتی تو وہ اپنے ساتھ حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر کے ساتھ جاتے وہ جہاں فروکش ہوتے اسی جگہ پتھر کو رکھ لیتے اور اس کا اس طرح طواف کرتے جس طرح بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ ان پتھروں کی پوجا کرنے لگے جو انہیں عمدہ لگتے تھے حتیٰ کہ وہ انہیں دھونی دیتے۔ انہوں نے اپنا دین بھلا دیا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دین بھلا دیا۔ وہ بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ وہ ان گمراہیوں میں ڈوب گئے، جن میں ان سے قبل لوگ مستغرق تھے۔ ان میں حضرت ابراہیم کے زمانہ کے امور میں سے کچھ امور باقی بھی تھے۔ مثلاً وہ بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ عرفہ اور مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، وہ قربانیاں کرتے تھے، حج اور عمرہ کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان میں وہ امور شامل کر دیے تھے جو ان میں نہ تھے۔ کنانہ اور قریش یہ تلبیہ پڑھتے تھے "لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك" وہ تلبیہ کے ساتھ رب تعالیٰ کی وحدانیت بیان کرتے تھے پھر اس کے ساتھ اپنے معبودانِ باطلہ کو داخل کر دیتے تھے۔ وہ ان کی

ملکیت رب تعالیٰ کے دست اقدس میں سمجھتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ۝ (یوسف:۱۰۶)

ترجمہ: "اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت تھے۔ وہ ان کے لیے اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اولادِ اسماعیل میں سے جس نے ان بتوں کو اپنا معبود بنایا انہوں نے وہی ان کو نام دے دیے۔ جب انہوں نے دین اسماعیل کو چھوڑ دیا۔ بنو ھذیل نے سواع کو، بنو کلب نے ود کو، بنو کلب نے یغوث کو، بنو خیوان نے یعوق کو اور ذوالکلاع حمیر نے نسر کو اپنا معبود بنالیا۔ بنو ادیم نے عم انس کو اپنا معبود بنالیا۔ وہ اپنے گمان کے مطابق اپنے جانور اور کھیتیاں رب تعالیٰ اور ان بتوں کے مابین تقسیم کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کے حق میں سے جو حصہ عم انس کے حق میں چلا جاتا وہ اسے اس کے لیے چھوڑ دیتے۔ جو عم انس کا حصہ رب تعالیٰ کے حصے میں چلا جاتا وہ اسے واپس لوٹا دیتے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (الانعام:۱۳۶)

ترجمہ: "اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہیں تو وہ (حصہ) جو ہوان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو حصہ ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

بنو ملکان بن کنانہ کا ایک بت تھا جسے سعد کہا جاتا تھا۔ وہ ان کی ایک بہت بڑی چٹان پر نصب تھا۔ بنو ملکان کا ایک شخص بہت زیادہ اونٹ رکھتا تھا۔ وہ اپنے اونٹوں کو لے کر اس بت کے پاس گیا وہ اپنے گمان کے مطابق اس سے برکت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب اونٹوں نے اسے دیکھا تو وہ بھاگ گئے، ہر سمت بکھر گئے۔ ان کا مالک ناراض ہو گیا۔ اس نے ایک پتھر لیا اسے دے مارا۔ اس نے بت کو کہا: "رب تعالیٰ تجھے بابرکت نہ کرے۔ تو نے میرے اونٹ منتشر کر دیے ہیں۔ پھر وہ اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ جب اس نے اپنے اونٹ جمع کر لیے تو اس نے کہا:

اتينا الى سعد ليجمع شملنا ۔۔۔ فشتتنا سعد فلا نحن من سعد

فهل سعد الاصخرة بتنوفة ۔۔۔ من الارض لا يدعى لغيّ ولا رشد

ترجمہ: "ہم سعد کے پاس آئے تاکہ وہ ہماری شیرازہ بندی کرے۔ اس نے ہمیں بکھیر دیا اب سعد کے ساتھ

ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سعد کیا ہے؟ وہ بلند چٹان پر ایک بت ہی ہے۔ جو نہ گمراہی دے سکتا ہے نہ ہدایت۔"

قریش نے خانہ کعبہ کے اندر بھی ایک بت نصب کر رکھا تھا جسے ہبل کہا جاتا تھا۔ انہوں نے زمزم کے چشمہ کے پاس اساف اور نائلہ کو نصب کر رکھا تھا۔ وہ ان کے پاس جانور ذبح کرتے تھے۔ اساف اور نائلہ بنو جرہم کے دو بت تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ہم لگاتار سنتے رہے کہ اساف اور نائلہ کا تعلق بنو جرہم کے ساتھ تھا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کے اندر بدکاری کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کے ہر ہر گھر میں بت تھا۔ جس کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ جب ایک شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا وہ عازم سفر ہوتے وقت سب سے آخر میں اسے چھوتا۔ جب سفر سے واپس آتا تو جو سب سے پہلے اسے چھوتا اس کے بعد وہ اپنے اہل خانہ کے پاس جاتا۔ جب رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو توحید کے ساتھ مبعوث کیا تو قریش نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (ص:۵)

ترجمہ: "کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا بے شک یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے۔"

تنبیہ

امام واقدی نے لکھا ہے کہ وَدّ مرد کی شکل میں تھا سواع عورت کی شکل میں تھا۔ یغوث شیر کی شکل میں تھا۔ یعوق گھوڑے کی شکل میں تھا۔ نسر کی شکل پرندے جیسے تھی۔ "الفتح" میں ہے "یہ شاذ ہے مشہور یہی ہے کہ وہ سارے انسانی شکل میں تھے۔ وہ آثار جو ان کی عبادت کے سبب پر دلالت کرتے ہیں ان کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

مسعودی نے "مروج الذہب" میں لکھا ہے "ہندوستان اور چین کے بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا جسم ہے۔ ملائکہ بھی اجسام ہیں۔ رب تعالیٰ آسمان پر مخفی ہے۔ اس عقیدہ نے انہیں اس امر پر ابھارا کہ وہ رب تعالیٰ کی شکل و صورت پر بت بنالیں۔ انہوں نے مختلف شکلوں میں ملائکہ کے اجسام کے بھی بت بنالیے۔

ان بتوں میں سے بعض بت انسان کی شکل میں تھے، بعض دیگر شکلوں میں تھے۔ وہ ان کی پوجا کرتے وہ ان کے لیے قربانیاں کرتے وہ ان کے لیے نذریں مانتے، کیونکہ وہ انہیں رب تعالیٰ کے مشابہ سمجھتے۔ وہ ان سے رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے۔ وہ طویل مدت اسی گمراہی میں رہے۔ حتیٰ کہ ان کو ایک گمراہ شخص نے بتایا کہ یہ افلاک اور ستارے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔ یہ زندہ ہیں اور گفتگو کرتے ہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے مطابق ہوتا ہے جو رب تعالیٰ کے امر سے ستاروں کے ذریعے جاری ہوتا ہے۔" انہوں نے افلاک اور ستاروں کی تعظیم شروع کر

دی۔ وہ ان کے لیے قربانیاں کرنے لگے۔ وہ طویل مدت تک اسی عقیدہ پر رہے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ستارے دن کے وقت چھپ جاتے ہیں اور بعض اوقات رات کے وقت بھی پس پردہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے ایک گمراہ نے کہا: "وہ ان کی صورتوں اور شکلوں پر بت بنا لیں۔" انہوں نے مشہور ستاروں کے مطابق بت بنا لیے۔ ہر ہر گروہ ایک ایک ستارے کی تعظیم کرنے لگا۔ اس کے لیے قربانیاں کرنے لگا۔ جب زمانہ طویل ہوتا گیا انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ پھر وہ ستاروں کی پوجا کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ایک گمراہ شخص ہندوستان میں پیدا ہوا۔ وہ ہند سے سند کی طرف گیا پھر وہ عجم کے شہروں کی طرف چلا گیا۔ اس نے سب سے پہلے صابئہ کے مذہب کا اظہار کیا۔ لوگوں کے لیے بت پرستی کو جائز قرار دیا۔ ان کے سجدہ کو روا قرار دیا۔ اس کا سبب وہ شبہ بیان کیا ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس نے حیلوں اور مکر و فریب سے ان کی عقلوں کو ان کی عبادت کے قریب کر دیا۔"

علامہ مسعودی نے لکھا ہے: "جم وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سب سے پہلے آگ کی تعظیم کی۔ لوگوں کو اس کی تعظیم کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا: "یہ سورج اور ستاروں کی روشنی کے مشابہ ہے۔" اس نے روشنی کے مراتب بتائے، اس کے بعد لوگ لڑنے لگے۔ لوگ ہر بڑی چیز کی تعظیم کرنے لگے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

علمائے یہود ونصاریٰ، راہبوں، کاہنوں کی حضور ﷺ کے بارے بشارات

اس کتاب کے ساتوں باب میں بہت سے ایسے واقعات گزر چکے ہیں۔ اب میں صرف ان واقعات کا ذکر کروں گا جن کا تذکرہ وہاں نہیں ہوا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"احبار کا تعلق یہود کے ساتھ، راہبوں کا تعلق عیسائیوں کے ساتھ اور کاہنوں کا تعلق اہلِ عرب کے ساتھ تھا۔ یہ سارے آپ کی بعثت سے قبل آپ کے بارے گفتگو کرتے تھے۔ علمائے یہود اور نصاریٰ آپ کا حلیہ اور اوصاف اور زمانہ اپنی اپنی کتب میں مرقوم پاتے تھے۔ ان کے انبیائے کرام نے بھی ان سے آپ کے بارے عہد لیے تھے۔ کاہنوں کے پاس ان کے جنات آتے تھے۔ وہ جو کچھ چوری چھپکے سن لیتے وہ کاہنوں کو بتا دیتے تھے۔ اس وقت ان پر شہاب باری نہیں ہوتی تھی۔ کاہن جو بیان کرتے تھے ان میں سے بعض امور رونما ہو جاتے تھے۔ اہلِ عرب ان کی باتوں کو توجہ سے سنتے تھے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرما دیا۔ وہ ان امور کو بیان کرتے تھے جن میں کاہن بیان کرتے تھے۔ انہیں وہ پہچان گئے۔

زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن حویرث

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ عید کے روز قریش اپنے ایک بت کے پاس جمع ہوئے۔ محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ یہ بت بوانہ کے مقام پر تھا۔ قریش اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے لیے قربانیاں کرتے تھے۔ اس کے پاس اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ ہر سال ایک روز اس کے پاس عید مناتے تھے۔ مذکورہ بالا چار افراد ان سے مستثنیٰ تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "سچائی کا عہد کرو۔ اپنے معاملات ایک دوسرے سے چھپاؤ۔" انہوں نے کہا "ٹھیک ہے۔" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "جان لو! تمہاری قوم راہِ حق پر نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو فراموش کر چکی ہے۔ یہ کیسے پتھر ہیں جن کا ہم طواف کرتے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اے ہماری قوم! اپنے لیے کوئی دین تلاش کرو۔ بخدا! تم کسی دین پر نہیں ہو۔" یہ چاروں مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ وہ دین ابراہیمی حنیفیت کو تلاش کرنے لگے۔ ورقہ بن نوفل نے نصرانیت اختیار کر لی۔ اس

نے نصرانیت کے علماء سے علم حاصل کیا۔ عبیداللہ بن جحش اسی التباس پر رہا حتیٰ کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں تھیں۔ وہ اس کے ہمراہ تھیں۔ حبشہ پہنچ کر عبیداللہ نے نصرانیت اختیار کر لی۔ وہ نصرانیت پر ہی ہلاک ہوا۔ یہ حبشہ میں صحابہ کرام کے پاس سے گزرتا تھا۔ یہ کہتا تھا "ہم نے بینائی حاصل کر لی ہے۔ مگر تم ابھی تک اس کی جستجو میں ہو۔ مگر ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکے۔"

عثمان بن حویرث ملک الروم قیصر کے پاس چلا گیا اس کے دربار میں اپنا مقام بنا لیا۔ زید بن عمرو نے توقف کیا اس نے نہ یہودیت اور نہ ہی نصرانیت اختیار کی۔ اس نے اپنی قوم سے جدائی اختیار کر لی۔ اس نے بتوں، مردار، خون اور ان ذبیحوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی جو بتوں پر ذبح کیے جاتے تھے۔ وہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتا تھا۔ وہ کہتا تھا "میں حضرت ابراہیم کے رب کی عبادت کرتا ہوں" اس نے اپنی قوم کو اس کے عیوب کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے زید بن عمرو کو دیکھا وہ بہت عمر رسیدہ شخص تھا۔ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ پشت لگائے ہوئے تھا۔ وہ کہہ رہا تھا" اے گروہ قریش! مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں زید بن عمرو کی جان ہے۔ میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں۔" پھر وہ کہتا "مولا! اگر میں جان لیتا کہ تجھے عبادت کا کون سا طریقہ پسند ہے۔ تو میں اس طریقہ سے تیری عبادت کرتا۔ لیکن میں وہ طریقہ نہیں جانتا" پھر وہ اپنے کجاوہ پر سجدہ ریز ہو جاتا۔ وہ زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچا لیتا تھا۔ جب کوئی شخص اپنی بچی کو قتل کرنا چاہتا تو وہ اسے کہتا "اسے قتل نہ کرو۔ میں اس کی کفالت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔" وہ اسے لے لیتا جب وہ پروان چڑھ جاتی تو وہ اس کے باپ سے کہتا "اگر پسند کرو تو میں یہ تمہیں واپس کر دیتا ہوں اور اگر پسند کرو تو ابھی اس کی مزید کفالت کرتا ہوں۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے کہ حضور ﷺ نے نزول وحی سے قبل بلدح کے دامن میں زید بن عمرو سے ملاقات کی۔ آپ کی خدمت میں ایک دسترخوان پیش کیا گیا۔ اس میں گوشت تھا۔ آپ نے اس میں سے کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر زید سے فرمایا: "میں اس جانور کا گوشت نہیں کھاتا جسے تم اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو۔ نہ ہی میں اس جانور کا گوشت کھاتا ہوں جس پر وقت ذبح رب تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔" زید بن عمرو قریش پر عیب لگایا کرتا تھا۔ وہ ان ذبیحوں کے بارے کہتا تھا جن کو بتوں کے لیے ذبح کیا جاتا تھا "بکری کو پیدا تو رب تعالیٰ کرے۔ وہ اس کے لیے آسمان سے پانی اتارے۔ زمین سے اس کے لیے چارہ پیدا کرے۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دو۔ اس میں رب تعالیٰ کا انکار اور غیر اللہ کی تعظیم ہے۔"

امام بخاری نے مناقب میں، اسماعیلی، زبیر بن بکار اور فاکہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے کہ

زید بن عمرو شام کی طرف نکلا۔ وہ اس دین کی تلاش میں تھا۔ جس کی وہ پیروی کرے۔ وہ یہودیوں کے ایک عالم سے ملا۔ اس سے ان کے دین کے بارے پوچھا۔ اس نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارا دین اختیار کرلوں۔ مجھے اپنے دین کے بارے بتا۔" اس نے کہا "تم ہمارا دین اس وقت تک اختیار نہیں کر سکتے حتیٰ کہ تم غضبِ الٰہی سے کچھ حصہ پالو۔" زید نے کہا "میں غضب الٰہی سے ہی تو بھاگتا پھر رہا ہوں۔ مجھ میں سکت نہیں کہ میں غضبِ الٰہی کو برداشت کرسکوں۔ میری راہ نمائی کسی اور چیز کی طرف کرو۔" اس عالم نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ تم دینِ حنیف اختیار کرلو۔" زید: "دین حنیف کا ہے؟" عالم یہودیت: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین۔ وہ نہ یہودی تھے نہ ہی نصرانی تھے۔ وہ صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔" زید عازم سفر ہوا وہ عیسائیوں کے ایک عالم سے ملا۔ اس نے اسی طرح اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا: "تم اس وقت تک ہمارا دین اختیار نہیں کرسکتے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی لعنت کا کچھ حصہ لے لو۔" زید: "میں رب تعالیٰ کی لعنت سے ہی بھاگتا پھر رہا ہوں میں لعنتِ الٰہی کو برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ کیا کسی اور دین کی طرف میری راہ نمائی کرو گے؟" اس نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ تم دینِ حنیف اختیار کرلو۔" زید: "یہ دین حنیف کیا ہے۔" عالم عیسائیت: "یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے وہ نہ یہودی اور نہ عیسائی تھے وہ صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔" جب زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے ان کے علماء کی یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا: "مولا! گواہ رہنا میں دینِ ابراہیمی پر ہوں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "زید بن عمرو دینِ ابراہیم کی تلاش میں نکلا۔ وہ راہبوں سے پوچھتا پوچھتا موصل اور جزیرہ تک پہنچ گیا۔ پھر شام گیا۔ وہ سرزمین بلقاء میں ایک راہب میفعہ سے ملا۔ وہ علم نصرانیت میں ماہر تھا۔ اس نے اس سے دینِ حنیف کے بارے پوچھا۔ اس نے اسے بتایا "تو اس دین کی جستجو میں ہے جس کی طرف راہ نمائی کرنے والا ایک شخص بھی نہیں لیکن ایک کریم نبی ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ ان کا ظہور انہی شہروں کی طرف سے ہوگا۔ جن سے تو نکل کر آیا ہے۔ وہ دینِ حنیف کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ وہ ابھی مبعوث ہوں گے۔ ان کے ظہور کا وقت یہی ہے۔" زید جلدی سے عازم سفر ہوا۔ جب وہ لخم کے شہروں میں پہنچا تو انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ورقہ بن نوفل نے اس کا یہ مرثیہ لکھا:

رشدت و انعمت ابن عمرو و انما   تجنبت تنورا من النار حامیا

ترجمہ: "ابن عمرو! تم نے راہِ ہدایت کو پالیا ہے۔ یہ راہ تمہیں کافی غور و فکر کے بعد ملی ہے۔ اس طرح تم گرم تنور کے شعلوں سے بچ گئے ہو۔"

بدینك ربا لیس رب كمثله   و تركك او ثان الطواغی كماھیا

ترجمہ: "یہ نجات تمہیں اس وقت ملی جب تم نے وہ دین اختیار کیا جس کے رب جیسا کوئی رب نہیں تم نے

ذلیل و رسوا بتوں کو چھوڑ دیا۔"

و ادراكك الدين قد طلبتهٔ   و لم تك عن توحيد ربك ساهيا

ترجمہ: "تم نے وہ دین پالیا جس کی تم جستجو کر رہے تھے۔ تم اپنے رب کی توحید کو فراموش کرنے والے نہ تھے۔"

فاصبحت فی دار کریم مقامها   تعلل فيها با الكرامة لاهيا

ترجمہ: "تم ایسے گھر میں مقیم ہو چکے ہو جو بڑا معزز ہے۔ تم وہاں عزت و اکرام کے ساتھ اپنی محنت کا ثمر پاتے رہو گے۔"

تلاقی خلیل الله فيها و لم تكن   من الناس جبارا الى النار هاويا

ترجمہ: "تم اس گھر میں حضرت خلیل اللہ سے ملاقات کرو گے۔ تم سرکشوں میں سے اور آگ میں گرنے والوں میں سے نہ تھے۔"

و قد تدرك الانسان رحمة ربهٖ   ولو كان تحت الارض سبعين واديا

ترجمہ: "انسان کو اس کے رب کی رحمت آلیتی ہے خواہ وہ زیر زمین ستر وادیوں کی گہرائی میں ہو۔"

زید نے بہت سے قصائد لکھے ہیں جن میں توحید کا تذکرہ ہے ان میں سے ایک قصیدہ یہ ہے:

أربا واحدا ام الف رب   ادين اذا تقسمت الامور

ترجمہ: "کیا میں ایک رب تعالیٰ کی عبادت کروں یا ایک ہزار معبودانِ باطلہ کی عبادت کروں۔ جب امور تقسیم ہوں۔"

عزلت اللات والعزى جميعا   كذالك يفعل الجلد الصبور

ترجمہ: "میں نے لات و عزیٰ سب بتوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ایک مضبوط اور محکم ارادے والا شخص اسی طرح کرتا ہے۔"

فلا عزى ادين ولا ابنتيها   ولا صنمي بنى عمرو ازور

ترجمہ: "میں نہ تو عزیٰ اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی پوجا کرتا ہوں نہ بنو عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔"

ولا غنما ادين و كان ربا   لنا فی الدهر اذ حلمی يسير

ترجمہ: "نہ میں غنم بت کی پوجا کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ اس وقت ہمارا رب تھا جب میں کم عقل تھا۔"

عجبت و فی الليالی معجبات   و فی الايام يعرفها البصير

ترجمہ: "مجھے تعجب ہوا۔ شب و روز میں بہت سی تعجب خیز چیزیں ہیں جنہیں دانا شخص ہی جان سکتا ہے۔"

بان اللہ قد نفی رجالا کثیر کان شانھم الفجور

ترجمہ: "کہ رب تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کیا جو گناہ کے عادی تھے۔"

وابقی آخرین ببر قوم یربل منھم الطفل الصغیر

ترجمہ: "کسی کو قوم کی نیکی کی وجہ سے باقی رکھا ان میں سے ایک ننھا سا بچہ بھی نشو ونما پا کر جوان ہو گیا۔"

و بینا المرء یعثر ثاب قوما کما یتروّح الغض النضیر

ترجمہ: "ایک شخص سست ہوتا ہے لیکن کسی دن اس کی حالت اس شاخ کی مانند ہو جاتی ہے جو سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔"

لکن اعبدالرحمان ربّی لیغفر ذنبی الرب الغفور

ترجمہ: "میں تو اس رحمان کی عبادت کرتا ہوں جو میرا پروردگار ہے۔ تاکہ وہ بخشنے والا رب میرے گناہ معاف کر دے۔"

فتقوی اللہ ربکم احفظوھا متی ما تحفظوھا لا تبوروا

ترجمہ: "لوگو! تم نے رب تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کر رکھا ہے تو اس کی حفاظت کرو۔ جب تک تم اس کی حفاظت کرو گے تم ہلاک نہ ہو گے۔"

تری الابرار دارھم جنان و للکفار حامیۃ سعیر

ترجمہ: "تم دیکھو گے کہ پاکبازوں کے لیے جنات میں محل ہیں اور کفار کے لیے شعلہ فشاں آگ ہے۔"

و خزی فی الحیاۃ و ان یموتوا یُلاقوا ما تضیق بہ الصدور

ترجمہ: "ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے۔ اگر وہ مر گئے تو وہ ایسے امور سے ملاقات کریں گے جن سے سینے تنگ ہو جائیں گے۔"

ابو یعلی، الطبرانی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "زید بن عمرو مر گیا۔ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: "زید بروزِ حشر ایک جماعت کے قائم مقام ہو کر اٹھے گا۔"

ابو یعلی نے حسن سند سے حضرت سعید بن زید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے زید بن عمرو کے بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "وہ ایک امت کے قائم مقام ہو کر آئے گا۔" الباغندی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ زید بن عمرو کے لیے دو درخت تھے۔" ابن کثیر نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے زید بن عمرو کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مابین ایک امت کے قائم مقام ہو کر اٹھے گا۔" ابن کثیر نے اس کی سند کو قوی اور جید لکھا ہے۔ زید بعثت سے پانچ سال قبل وفات پا گیا تھا اس وقت قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔

قس بن ساعدہ

یہ ابن ساعدہ بن جذامۃ بن زفر بن زیاد بن نزار الایادی تھا۔ علامہ المرزبانی نے لکھا ہے کہ اس نے ۳۳۲ سال زندگی بسر کی۔ اکثر اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اس نے ۶۰۰ سال زندگی بسر کی۔ اس کی حکمت آموز باتیں حضور ﷺ نے بھی سماعت فرمائی تھیں۔ اہلِ جاہلیت میں سے سب سے پہلے یہی بعثت پر ایمان لایا تھا۔ اس نے ہی دورانِ خطبہ عصا کا سہارا لیا تھا۔ اس نے ہی سب سے پہلے اما بعد! کہا تھا۔ اسی نے ہی سب سے پہلے "من فلاں الی فلاں" لکھا تھا۔ روایت ہے کہ اس نے عکاظ کے میدان میں لوگوں کو خطبہ دیا تھا۔ لوگوں کو حضور ﷺ کی بعثت کا مژدہ سنایا۔ انہیں آپ کی اتباع پر ابھارا۔ امام محمد بن داؤد نے کتاب "الزھرہ" میں لکھا ہے کہ جب زیاد کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور ﷺ نے ان سے قس بن ساعدہ کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ وہ تو مر گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "گویا کہ میں اب بھی اسے عکاظ کے بازار میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہا تھا۔ وہ ایسی گفتگو کر رہا تھا۔ جس میں سے شاید ہی مجھے کچھ یاد ہو۔"

ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں یاد ہے۔" آپ نے فرمایا: "سناؤ" اس نے کہا کہ اس نے کہا: "اے لوگو! سنو اور یاد رکھو۔ اگر کچھ یاد کر لو تو اس سے نفع اٹھاؤ ہر زندہ نے مرنا ہے ہر مرنے والے نے فنا ہونا ہے۔ ہر آنے والے نے آ کر رکھنا ہے۔ بارش اور نباتات کی قسم! رزق اور اقوات کی قسم والد اور والداؤں کی قسم! زندوں اور مردوں کی قسم! متفرق اور مجتمع کی قسم! آیات بعد آیات کی قسم! بلاشبہ آسمان میں خبر ہے۔ زمین میں عبرت ہے۔ رات تاریک ہے۔ آسمان برجوں والا ہے۔ سمندر موجوں والا ہے۔ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ جاتے ہیں لیکن وہ واپس نہیں آتے۔ کیا وہ اس مقام پر راضی ہو گئے ہیں اور وہیں ٹھہر گئے ہیں یا وہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر سو گئے ہیں قس ایسی قسم اٹھاتا ہے جو سچی ہے جس میں وہ جھوٹا نہیں ہے۔ جس میں نہ وہ گناہ گار ہے۔ رب تعالیٰ کا ایک ایسا دین ہے جو اسے اس دین سے پسندیدہ ہے جس پر تم ہو۔ خاتم النبیین ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ان کے ظہور کی بابرکت گھڑیاں تم پر سایہ فگن ہونے والی ہیں۔ اسے بشارت ہو جو ان پر ایمان لایا۔ اسے ہدایت نصیب ہو گئی۔ اس کے لیے ہلاکت ہو جس نے ان کی مخالفت اور نافرمانی کی۔

گزشتہ اقوام اور نسلوں میں سے ان کے لیے ہلاکت جو غافل رہے۔ اے گروہ ایاد! آباؤ اجداد کہاں ہیں۔ مریض

اور ان کی عبادت کرنے والے کہاں ہیں۔ فرعون اور شداد کہاں ہیں۔ پختہ عمارات بنانے والے کہاں ہیں۔ وہ زیب و زینت والے! اشرف و قدر والے! اور مال و اولاد والے کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہے جس نے بغاوت کی۔ سرکشی کو جمع کیا اور گنا۔ اس نے کہا: "میں تمہارا برتر رب ہوں۔ کیا وہ اموال، اولاد میں تم سے زیادہ نہ تھے۔ وہ امیدوں اور عمروں میں تم سے زیادہ نہ تھے۔ مٹی نے انہیں اپنے سینے سے تباہ کر دیا۔ زمانہ نے انہیں اپنی طوالت سے روند دیا۔ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں ہیں۔ ان کے گھر خالی ہو گئے ہیں۔ بھیڑیوں نے ان کے گھروں کو آباد کیا ہے۔ بلکہ وہ خدائے برتر یکتا ہے وہ برحق معبود ہے وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کون ہے جو مجھے اس کے شعر سنائے گا؟"

جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس کے یہ اشعار سنائے۔

فی الذاھبین الاولین ... من القرون لنا بصائر
لمّا رائیت مواردًا ... للموت لیس لھا مصادر
و رائیت قوی نحوھا ... تمضی الاصاغر والاکابر
لا یرجع الماضی الیّ ... ولا من الباقین غائر
ایقنت انی لا محا ... لہ حیث صار القوم صائر

ترجمہ: "ہم سے پہلے جانے والوں میں ہمارے لیے کئی بصیرت افزاء باتیں ہیں۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ موت میں جانے کے لیے تو کئی راستے ہیں لیکن اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری قوم کے چھوٹے بڑے اسی طرف رواں دواں ہیں نہ ہی گزرنے والا میری سمت لوٹنے والا ہے نہ ہی بقیہ لوگوں میں سے کوئی واپس لوٹنے والا ہے۔ میں نے یقین کر لیا ہے کہ مجھے بھی یقینا اسی طرف لوٹنا ہے جس طرف میری قوم گئی ہے۔"

امام بیہقی نے بعض روایات لکھنے کے بعد لکھا ہے "اگرچہ بعض روایات کمزور ہیں، لیکن یہ سب اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے" امام ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ اسناد اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی اصل ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ اسی کی اسناد ضعیف ہیں۔" الشیخ نے موضوعات از ابن جوزی کی تہذیب میں لکھا ہے "اس کی پہلی سند عمدہ ہے۔ اس میں امام زھری ہیں۔ پھر وہ راوی ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم کے راوی ہیں علی بن محمد المدائنی ثقہ ہیں۔ احمد بن عبید کے بارے ابن عدی نے لکھا ہے کہ وہ صدوق ہیں۔"

الشیخ نے لکھا ہے کہ جب اس کے ساتھ خلف بن اعین کی سند کو ملایا جائے تو بلا توقف اس کے لیے حسن کا فیصلہ کر دیا

جائے گا۔ جب تم یہ جان چکے ہو تو یہ روایت ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔ اس میں ابن جوزی اور ان کے پیروکاروں کا اختلاف ہے۔ امام بیہقی نے ایک اور سند سے امام بیہقی سے روایت کیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ قصہ طوالت کے ساتھ تحریر کیا ہے جو بہت سے اشعار کے ساتھ آراستہ ہے۔ اس کے متعلق شیخ نے لکھا ہے "اس پر واضع کے آثار واضح ہیں۔"

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قس بن ساعدہ اپنی قوم کو خطبہ دیتا تھا۔ اس نے کہا: "حق اس طرف سے آئے گا۔" اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا "اس سے تمہاری مراد کیا ہے؟" اس نے کہا: "وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ابروئیں باہم متصل نہ ہوں گی۔ ان کی چشمان مقدس بہت زیادہ سفید اور بہت زیادہ سیاہ ہوں گی۔ ان کا تعلق لوئی بن غالب کے قبیلہ کے ساتھ ہوگا۔ وہ قیس اخلاص کے کلمہ کی طرف بلائیں گے۔ ابدی زندگی اور نعمتوں کی طرف بلائیں گے۔ جب وہ تمہیں بلائیں تو انکی دعوت پر لبیک کہنا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا۔ تو میں ان لوگوں میں سے سب سے پہلا ہوتا جو دوڑ کر ان کی طرف جاتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی داستان

امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا: "میں ایک کارواں میں یمن کی طرف گیا۔ اس کارواں میں ابوسفیان بھی تھا۔ حنظلہ بن ابی سفیان کا خط موصول ہوا۔ اس میں تحریر تھا "محمد عربی ﷺ نے الابطح میں کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کیا ہے "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں میں تمہیں رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔" اہل یمن کی محافل میں یہ خبر پھیل گئی۔ ایک یہودی عالم ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا: "مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں اسی شخص کا چچا موجود ہے۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہارے بھتیجے میں جنوں کے اثرات پائے جاتے ہیں؟" میں نے کہا: "بخدا! نہیں! نہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ نہ ہی وہ خیانت کرتے ہیں۔ قریش تو انہیں الامین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" عالم: "کیا وہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے ہیں؟" میں نے "ہاں" کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر مجھے ابوسفیان سے اندیشہ لاحق ہوا کہ وہ میری تکذیب اور تردید کرے گا۔" میں نے کہا: "نہیں! وہ نہیں لکھ سکتے۔" وہ عالم جھپٹ کر اٹھا۔ اس نے اپنی چادر پیچھے چھوڑ دی۔ اس نے کہا: "یہودی ذبح ہو گئے۔ یہودی قتل ہو گئے۔" جب ہم اپنی منازل پر پہنچے تو ابوسفیان نے کہا: "ابوالفضل! تمہارے بھتیجے سے تو یہودی بھی ڈرتے ہیں۔" میں نے کہا "میں نے دیکھ لیا ہے کیا تو ان پر ایمان لائے گا؟" اس نے کہا: "میں ان پر ایمان نہیں لاؤں گا حتیٰ کہ میں کداء پر گھوڑے دیکھ لوں۔" میں نے کہا: "تو یہ کیا کہہ رہا ہے؟" اس نے کہا: "ویسے ہی ایک کلمہ میری زبان پر آ گیا تھا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ کداء سے گھوڑوں کا ظہور ضرور کرے گا۔ حضرت عباس نے فرمایا: "جب حضور ﷺ نے مکہ فتح فرمایا ہم نے دیکھا کداء سے گھوڑے آ چکے تھے۔ میں نے ابوسفیان سے کہا: "ابوسفیان! ذرا اپنی وہ بات

یاد کرو۔" انہوں نے کہا: "بخدا! مجھے وہی یاد آرہی ہے۔"

امیہ اور شام کا ایک عالم

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابوسفیان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اور امیہ بن ابی الصلت تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے۔ امیہ نے کہا: "کیا ہم نصاریٰ کے ایسے عالم کے پاس نہ جائیں جس پر علم کی انتہا ہوتی ہو اور اس سے آپ کے متعلق پوچھیں۔" اس نے کہا: "مجھے تو اس کی کوئی خواہش نہیں۔" امیہ عالم کے پاس گیا۔ پھر واپس آگیا۔ اس نے کہا: "میں اس عالم کے پاس گیا تھا۔ میں نے اس سے چند امور کے متعلق پوچھا۔ پھر پوچھا: "مجھے اس نبی کے بارے بتاؤ جن کا انتظار کیا جا رہا ہے؟" عالم: "ان کا تعلق عرب سے ہوگا۔" امیہ: "کس عرب سے؟" عالم: "اس گھر کے مکینوں سے ان کا تعلق ہوگا، جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ قریش میں سے تمہارے بھائیوں کے ساتھ ہی اس کا تعلق ہوگا۔ امیہ: ان کا حلیہ بیان کرو۔ عالم: وہ ایک جوان آدمی ہیں۔ جب وہ بڑھاپے میں قدم دھریں گے تو ان کے کام کا آغاز ہوگا۔ وہ ظلم اور قطع رحمی سے بچتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ وہ طرفین سے کریم ہیں۔ نسب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کی اکثر فوج ملائکہ ہوگی۔ امیہ: اس کی علامت کیا ہے؟ عالم: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد شام تیس بار لرزہ ہے ہر بار اہلِ شام پر مصائب آتے ہیں۔ ایک بار لرزنا باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بھی ان کے لیے مصائب ہوں گے۔"

ابوسفیان نے کہا: "بخدا! یہ باطل ہے۔" امیہ نے کہا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ یہ حق ہے۔" پھر ہم عازم سفر ہوئے۔ اس کارواں نے ہمیں بتایا جو ہمارے پیچھے تھا "تمہارے بعد شام میں زلزلہ آیا۔ جس نے اہلِ شام کو برباد کر کے رکھ دیا۔ انہیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ابوسفیان نے کہا: "امیہ میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اب تمہیں نصرانی عالم کی بات کیسے لگتی ہے؟" میں نے کہا: "بخدا! وہ سچا ہے۔" میں مکہ مکرمہ آیا۔ اپنے امور سرانجام دیے۔ پھر تاجر کی حیثیت سے یمن چلا گیا۔ وہاں پانچ مہینے ٹھہرا رہا۔ پھر میں مکہ مکرمہ آیا۔ لوگ مجھے سلام کرنے آئے۔ وہ مجھے اپنے سامان کے متعلق پوچھنے لگے۔ پھر محمد عربی ﷺ میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے میرے سفر کے متعلق اور وہاں قیام کے متعلق پوچھا۔ لیکن انہوں نے اپنے سامان کے متعلق نہ پوچھا۔ میں نے ہند سے کہا: "بخدا! یہ معاملہ مجھے تعجب میں ڈالتا ہے۔ قریش کے ہر ہر شخص نے مجھ سے اپنے سامان کے بارے پوچھا ہے۔ لیکن محمد عربی ﷺ نے اپنے سامان کے متعلق نہیں پوچھا۔" اس نے کہا: "مجھے ان کے معاملہ کا علم نہیں۔ مگر یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کے نبی ہیں۔" مجھے ہند نے مبہوت کر دیا۔ مجھے نصرانی کا قول یاد آگیا۔ میں نے کہا: "وہ اس سے زیادہ دانا ہیں کہ وہ ایسی باتیں کریں۔" ہند نے کہا: "بخدا! وہ ایسی بات کرتے ہیں۔"

الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم غزوہ یا ایلیاء کے مقام پر تھے۔ مجھے امیہ بن ابی صلت نے کہا: "ابوسفیان! مجھے عتبہ بن ربیعہ کے بارے بتاؤ؟" میں نے کہا: "عتبہ بن ربیعہ!" اس نے کہا: "وہ کریم الطرفین ہے۔ وہ حرام امور سے اجتناب کرتا ہے۔ ظلم سے باز رہتا ہے۔" میں نے کہا: "ہاں! وہ معزز اور عمر رسیدہ شخص ہے۔" امیہ: "عمر ہی اسے عیب دار کر رہی ہے۔" میں نے کہا: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ جو عمر میں آگے بڑھتا ہے۔ اس کا شرف بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔" امیہ: مجھ پر جلدی نہ کرو۔ حتیٰ کہ میں تمہیں بتا دوں۔ میں نے کتب میں ایسے نبی کا تذکرہ پایا ہے جو ہماری اس چٹان سے مبعوث ہوں گے۔ میں گمان کرتا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں۔ میں نے اہل علم سے مباحثہ کیا تو انہوں نے اسے بنو عبد مناف میں سے بتایا۔ میں نے بنو عبد مناف میں غور و فکر کیا تو مجھے اس کے لیے عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی موزوں شخص نظر نہ آیا۔ جب تم نے مجھے اس کی عمر کے بارے بتایا تو میں جان گیا کہ یہ وہ شخص نہیں اس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو چکی ہے مگر اس پر وحی نہیں آئی۔

ابوسفیان نے کہا: "میں واپس آیا۔ حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہو چکا تھا۔ میں ایک کارواں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ میں امیہ کے پاس سے گزرا۔ اسے مذاق کرتے ہوئے کہا: "اس نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔ جس کی تو تعریف کرتا تھا۔" اس نے کہا: "وہ حق ہے ان کی اتباع کرلو۔ ابوسفیان! اگر ان کی مخالفت کرو گے تو تمہیں اس طرح باندھ دیا جائے گا۔ جس طرح بکری کا بچہ باندھا جاتا ہے پھر تمہارا فیصلہ کر دیا جائے گا۔"

حضرت عبدالرحمان بن عوف کی داستان

ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے یمن کی طرف سفر کیا۔ حضور ﷺ کی بعثت میں ایک سال باقی تھا۔ میں نے عشکلان بن عواکن کے ہاں قیام کیا۔ وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔ میں جب بھی یمن جاتا اس کے پاس ضرور قیام کرتا۔ وہ مجھ سے مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ، زمزم کے متعلق ضرور سوال کرتا۔ وہ پوچھتا "کیا تمہارے ہاں کسی ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے۔ جس کا ذکر پھیلتا جا رہا ہو۔ کیا تم میں سے کسی ایک نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہے۔" میں نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہو گئے۔ میں اس شخص سے ملا۔ میں اس وقت وہ بہت ضعیف ہو چکا تھا۔ اس کی قوت سماعت جواب دے چکی تھی۔ میں اس کے ہاں فروکش ہوا۔ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اس کے پاس جمع ہوئی۔ انہوں نے اسے میرے مقام کے بارے بتایا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی۔ وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے کہا: "اے قریش کے بھائی ذرا اپنا نسب بیان کرو۔" میں نے کہا: "میں عبدالرحمان بن عوف بن عبد عدی بن حارث بن زہرہ ہوں۔" اس نے کہا: "زہرہ کے بھائی! اتنا ہی کافی ہے۔ کیا میں تمہیں ایسی بشارت نہ سناؤں جو تجارت سے عمدہ ہو۔" میں نے کہا: "ضرور۔" اس نے کہا: "میں تمہیں تعجب خیز بات بتاتا ہوں۔ تمہیں مرغوب امر کی

بشارت دیتا ہوں۔ اس پہلے مہینے میں رب تعالیٰ نے تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اس نے انہیں منتخب کر لیا ہے۔ ان پر کتاب نازل کی ہے۔ ان کے لیے ثواب مقرر کیا ہے۔ وہ بتوں سے روکتے ہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ وہ حق کا حکم دیتے ہیں۔ وہ خود بھی اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ باطل سے روکتے ہیں اسے باطل سمجھتے ہیں۔" میں نے پوچھا "ان کا تعلق کن کے ساتھ ہوگا؟" اس نے کہا: "وہ خطاء نہیں کریں گے۔ وہ لغزش نہیں کریں گے۔ نہ ہی ان کے لیے ہلاکت ہوگی۔ ان کا تعلق بنو ہاشم سے ہوگا۔ تم ان کے ماموؤں میں سے ہوں گے۔" عبدالرحمان! اس واقعہ کو خوب جان لو۔ جلدی سے واپس جاؤ۔ ان پر ایمان لے آؤ اور ان کے معاون اور مددگار بن جاؤ۔ ان کی تصدیق کرو۔ ان کی خدمت میں میرے یہ اشعار پیش کر دینا۔

اشهد بالله ذی المعالی	و فالق اللیل والصباح
انك فی السر من قریش	یا ابن المفدّٰی من النباج
ارسلت تدعو الی یقین	یرشد للحق ـ والفلاح
اشهد بالله ربِّ موسٰی	انك ارسلت بالبطاح
فکن شفیعی الی ملیك	یدعو البریا الی النجاح

ترجمہ: "میں بلند اور عظیم رب تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں۔ وہ پروردگار جو رات کو اجالے میں اور دن کو تاریکی میں تبدیل کرنے والا ہے۔ اس شخص کے نور نظر! جسے فدیہ دے کر ذبح ہونے سے بچا لیا گیا تھا۔ آپ قریش میں سے رازوں والے شخص ہیں آپ کو رسول ﷺ بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ اس یقین کی طرف دعوت دیتے ہیں جو حق اور کامیابی کی طرف بلاتا ہے۔ میں حضرت موسیٰ کے پروردگار کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ کو وادیٔ بطحاء میں مبعوث کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں۔ اس دعوت کے طفیل جس میں لوگوں کے لیے فلاح کا پیغام ہے۔"

حضرت عبدالرحمان نے فرمایا: "میں نے یہ اشعار یاد کر لیے۔ جلدی جلدی اپنے امور نمٹائے پھر واپس آ گیا۔ مکہ مکرمہ آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق سے ملاقات کی۔ انہیں یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا: "یہ حضور ﷺ ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ اور بھی کچھ افراد تھے۔ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "میں ایک بااخلاق چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہارے پیچھے بھلائی دیکھتا ہوں۔" میں نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ وہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "تم میرے پاس ایک امانت لے کر آئے ہو؟ یا بھیجنے والے نے تمہیں ایک پیغام

دے کر بھیجا ہے؟ اسے نکالو" میں نے ساری داستان آپ کے گوش گزار کی۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "میرا بھائی حمیر خاص مسلمانوں سے ہے۔ پھر فرمایا اور مجھ پر بہت سے ایمان لانے والے ایسے ہیں جنہوں نے میری زیارت نہیں کی۔ انہوں نے میری تصدیق کی۔ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ وہ میرے سچے بھائی ہیں۔"

عروہ بن مسعود ثقفی اور کاہن

ابوہاشم بن ظفر نے "خیر البشر" میں حضرت عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کے معاملہ کے ظاہر ہونے سے قبل میں نجران کی طرف تجارت کی غرض سے گیا۔ میں اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے دو لڑکیاں دیکھیں جو اپنی بکریاں لے کر ایک درخت کی طرف جا رہی تھیں۔ وہ بیٹھ گئیں۔ میں لیٹا تو سو گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا "اے معز زین کی نور نظر! تمہارے گمان کے مطابق یہ کون ہے؟" دوسری: "یہ عروہ بن مسعود ہیں۔ جو سردار بنائے بغیر ہی سردار بن گئے ہیں۔ جو سخاوت کے دھنی ہیں جو تھک کر پناہ لینے آئے ہیں۔" پہلی: "تم نے سچ کہا ہے۔ یہ کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے کہاں جانا ہے؟" دوسری: "یہ بلند قلعے سے آئے ہیں۔ بنو ثقیف کے طائف سے آئے ہیں۔ یہ نجران جا رہے ہیں۔ جہاں مخالیف کا مقام ہے۔" پہلی: "تم نے سچ کہا ہے اس سفر میں انہیں کیا ملے گا؟" دوسری: "ان کا سفر آسان رہے گا۔ تجارت کا بازار خوب گرم ہوگا اور انہیں خوب نفع ہوگا۔" پہلی: "تم نے سچ کہا ہے۔ اس کے معاملہ کا انجام کیا ہوگا؟" دوسری: "یہ بطور سردار زندگی بسر کریں گے۔ یہ ایک نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں گے۔ ایک عظیم معاملہ کے والی بنیں گے۔" پہلی نے کہا: "تم نے سچ کہا ہے۔ یہ نبی کیا ہوتا ہے؟" دوسری: "یہ دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اس کا معاملہ عجیب ہوتا ہے۔ ان کے پاس آسمان سے ایک کتاب آئے گی۔ جو عقل کو مبہوت کر دے گی جو لوگوں پر غالب آجائے گی۔" عروہ نے فرمایا: "پھر وہ رک گئیں مجھے نیند نے آلیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے ان کا اثر نہ دیکھا۔ جب میں نجران پہنچا تو وہاں کا پادری جو میرا دوست تھا۔ اس نے کہا: "اے ابو یعفور! تمہارے حرم پاک کے اہل میں سے ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ وہ حق کی طرف بلائیں گے۔ حضرت مسیح کے حق کی قسم! وہ سارے انبیائے کرام میں سے بہترین اور آخری ہوں گے۔ اگر ان کا ظہور ہو جائے تو ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والا بن جانا۔"

حضرت عمرو بن معدیکرب اور کاہن

ابن ظفر نے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! بعثت سے قبل ہی میں جانتا تھا کہ حضور ﷺ نبی مرسل ہیں۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: "ہم ایک ضروری کام کی وجہ سے ایک کاہن کے پاس گئے۔

اس کاہن نے کہا: "مجھے برجوں والے آسمان کی قسم! رستوں والی زمین کی قسم! گرد و غبار والی ہوا کی قسم! یہ سارے شور و غل ایک اہم معاملہ کی وجہ سے ہے" لوگوں نے پوچھا: "یہ سب کچھ کس لیے ہے؟" اس نے کہا: "ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوگا۔ وہ ناطق کتاب اور چیرنے والی تلوار کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔" لوگوں نے پوچھا کہ ان کا ظہور کہاں ہوگا؟" اس نے کہا: "وہ مکہ مکرمہ میں ظہور کریں گے۔ کامرانی کی طرف دعوت دیں گے۔ وہ جوئے کے تیروں کو باطل قرار دیں گے۔ وہ شراب نوشی اور بدکاری سے منع کریں گے ہر قبیح امر سے روکیں گے۔" لوگوں نے پوچھا: "ان کا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہوگا؟" اس نے کہا: "وہ معزز شیخ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ جو زمزم کا کنواں کھود یں گے۔ وہ منڈلاتے ہوئے پرندوں کو اور چیرنے والے درندوں کو کھلائیں گے۔" لوگوں نے پوچھا: "ان کا نام کیا ہوگا؟" اس نے کہا: "محمد ﷺ ان کی عزت ابدی ہوگی۔ ان کا دشمن ذلیل و رسوا ہوگا۔"

ابن الھیبان کی خبر

امام بیہقی نے حضرت عالم بن عمرو سے انہوں نے بنو قریظہ کے ایک بزرگ سے روایت لکھی ہے۔ اس نے کہا "کیا تمہیں علم ہے کہ اسید، ثعلبہ اور اسید بن عبید نے کیوں اسلام قبول کیا؟ میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "شام سے ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ یہودی اسے ابن ھیبان کہتے تھے۔ وہ ہمارے پاس ٹھہر گیا۔ بخدا! ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو نماز پنجگانہ اس طرح ادا کرتا ہو۔ وہ حضور ﷺ کی بعثت سے دو سال قبل ہمارے پاس آیا۔ جب ہمیں قحط سالی آلیتی۔ بارش نہ ہوتی تو ہم اسے کہتے "ابن الھیبان! ہمارے لیے بارش کی دعا کرو۔" وہ کہتا: "بخدا! ہرگز نہیں! حتیٰ کہ پہلے تم صدقہ ادا کرلو ہم کہتے "کتنا" وہ کہتا "ایک صاع کھجور یا دو صاع جو" ہم صدقہ ادا کرتے۔ پھر وہ ہمارے پہاڑوں کی طرف نکل جاتا۔ ہم اس کے ہمراہ ہوتے۔ وہ رحمت کی بارش کی دعا کرتا۔ بخدا! ابھی وہ اپنی جگہ پر ہی ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ بادل گزرنے لگتے۔ اس نے یہ عمل ایک، دو یا تین بار نہیں کیا تھا۔ اس کی وفات کا وقت آگیا۔ ہم اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے کہا: "اے یہود کے گروہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے شراب اور خمیر کی سرزمین سے نکل کر اس تنگی اور بھوک کی سرزمین کی طرف آنے پر کس نے مجبور کیا ہے" لوگوں نے کہا: "تم ہی بہتر جانتے ہو" اس نے کہا: "میں اس شہر میں اس لیے آیا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کی امید ہے ان کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔

وہ اس شہر کی طرف ہجرت کریں گے۔ میں ان کی اتباع کروں گا۔ جب ان کا ظہور ہوگا تو تم ان سے آگے نہ بڑھنا۔ وہ خون بہانے، اولاد اور خواتین کو قید بنانے کے ساتھ مبوث ہوں گے۔ یہ چیزیں تمہیں ان پر ایمان لانے سے نہ روک دیں۔" پھر وہ مر گیا۔ جب وہ رات آئی جس میں بنو قریظہ مغلوب ہوئے تو ان نوجوانوں نے کہا "اے گروہ یہود! بخدا! یہ وہ ہستی ہیں جن کا تذکرہ تمہارے لیے ابن الھیبان کرتا تھا۔" یہودیوں نے کہا: "یہ وہ نہیں ہیں۔" ان نوجوانوں نے

کہا: "بخدا! یہ ان کے ہی اوصاف ہیں۔" پھر وہ قلعہ سے نیچے اتر آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنے اموال اور اولاد مشرکین کے ہمراہ ہی چھوڑ دیے۔ جب یہ قلعہ فتح ہو گیا تو یہ ساری اشیاء انہیں لوٹا دیں گئیں۔

جرہم کے ایک عالم کی خبر

ابن ابی خیثمہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ قریش کے چند افراد سمندر کے ایک جزیرہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے وہاں جرہم کا ایک بزرگ دیکھا۔ اس نے پوچھا "تمہارا تعلق کس کے ساتھ ہے؟" انہوں نے کہا: "اہلِ مکہ میں سے قریش کے ساتھ" ایک دن اس بزرگ نے کہا: "آج رات وہ ستارا طلوع ہو گیا ہے تم میں ایک نبی کریم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔" جب انہوں نے دیکھا تو حضور ﷺ اسی رات کو مبعوث ہوئے تھے۔"

اہلِ بصریٰ کے ایک عالم کی خبر

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بصریٰ کے بازار میں تھا ایک راہب نے اپنے گرجا سے دیکھا اور کہا: "اس کارواں سے پوچھو کیا تم میں سے کوئی اہلِ حرم میں سے ہے؟" میں نے کہا: "ہاں میں ہوں۔" راہب: کیا احمد مجتبیٰ کا ظہور ہو گیا ہے؟" میں نے پوچھا: "کون احمد؟" راہب: "ابن عبد اللہ بن عبد المطلب۔" اس مہینے میں ان کا ظہور ہو گا۔ وہ آخری نبی ہوں گے۔ حرم کعبہ سے ان کا ظہور ہو گا۔ وہ نخلستانوں اور سخت چٹانوں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ خبردار! کوئی شخص تم سے سبقت نہ لے جائے۔" حضرت طلحہ نے فرمایا: "اسی راہب کی بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں مکہ مکرمہ آیا۔ پوچھا: "کیا کوئی واقعہ رونما ہوا ہے؟" لوگوں نے بتایا: "ہاں! محمد عربی ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی اتباع کر لی ہے۔" میں جلدی سے نکلا۔ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں راہب کی بات بتائی۔ حضرت ابو بکر باہر نکلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو یہ واقعہ سنایا آپ نے مسرت کا اظہار کیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ نوفل بن عدویہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انہیں ایک رسی سے باندھ دیا۔ اسی لیے انہیں قرینین کہا جاتا تھا۔

نجران کے رئیس کی خبر

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہلِ نجران کے رؤساء کے پاس ایک کتاب تھی۔ جس کے وہ نسل در نسل وارث تھے۔ جب ان کا کوئی رئیس مر جاتا۔ ریاست کسی دوسرے شخص کے پاس چلی جاتی۔ تو وہ اس کتاب پر مہر لگاتا۔ وہ یہ مہر دوسری مہروں کے ساتھ لگاتا۔ وہ انہیں نہ توڑتا۔ اس رئیس کا زمانہ آیا۔ جو حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں تھا۔ وہ چلتا ہوا پھسل گیا۔ اس کے بیٹے نے کہا: "دور والا ہلاک ہو۔" اس کی مراد حضور ﷺ کی ذات تھی۔ اس کے باپ

نے اسے کہا: "اس طرح نہ کہو۔ وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ سابقہ کتب میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔" جب وہ مرگیا تو اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ ان مہروں کو توڑ ڈالے۔ اس نے وہ مہریں توڑ دیں۔ اس نے ان کتب میں آپ کا ذکر خیر پایا وہ اسلام لے آیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا اس نے حج کیا وہ یوں کہہ رہا تھا۔

اليك تعدو قلقا و ضينها　　معترضا في بطنها جنينها

مخالفا دين النصارى دينها

ترجمہ: "آپ کی سمت وہ اونٹنی آتی ہے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے جس کے کجاوہ کی رسی کمزور ہو چکی ہے۔ اس کے پیٹ میں موجود بچے کی اسے پرواہ نہیں ہے۔ اس کا دین عیسائیوں کے دین کے مخالف ہے۔"

❁❁❁

تیسرا باب

بعثت کے وقت شہاب باری اور شیطانوں کو سننے سے روک دیا گیا

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ (الجن:١)

ترجمہ: ''آپ فرمائیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے۔''

وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ (الاحقاف:٢٩)

ترجمہ: ''اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو کہ وہ قرآن سنیں تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔'' (احقاف:٢٩)

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾ (الشعراء:٢١٢)

ترجمہ: ''انہیں (شیطانوں کو) تو اس کے سننے سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔''

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴿٢﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿٤﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿٥﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ (الجن:١تا٩)

ترجمہ: "ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم (دل سے) اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز شریک نہ بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا۔ اور بے شک ارفع و اعلیٰ ہے ہمارے رب کی شان۔ نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا۔ اور (یہ راز بھی کھل گیا کہ) ہمارے احمق اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کہتے رہے۔ اور ہم نے تو یہ خیال کیے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو۔ اور ان انسانوں نے بھی یہی گمان کیا۔ جیسے تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں کرے گا۔ اور (سنو!) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمان کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔ اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لیے لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لیے کسی شہاب کو انتظار میں۔"

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ (احقاف: ۳۲)

ترجمہ: "انہوں نے (جا کر) کہا اے ہماری قوم! ہم نے (آج) ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے۔ پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم! قبول کرلو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور بچا لے گا تمہیں دردناک عذاب سے۔ اور جو قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی دعوت کو تو وہ اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں زمین میں۔ (کہ اس سے بچ کر بھاگ نکلے)" (الاحقاف: ۳۰ تا ۳۲)

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیاطین آسمان پر چڑھ جایا کرتے تھے۔ وہ وحی کے کلمات سن لیتے تھے۔ وہ زمین پر آتے تو اس پر اضافہ کر کے بیان کرتے تھے۔ وہ اسی طرح رہے۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جنات کو سننے کے لیے ان کے مقامات پر بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ انہوں نے ابلیس سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ اس نے کہا: "یہ زمین پر رونما ہونے والے کسی واقعہ کی وجہ سے ہے۔" اس

نے شیاطین کو بکھیر دیا۔ انہوں نے پایا کہ حضور ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! یہی وہ واقعہ ہے۔" ان پر شہاب مارے جاتے تھے۔ جب تم سے وہ ستارہ مخفی ہو جاتا ہے تو وہ اس جان کو جالیتا ہے۔ اس کا نشانہ خطاء نہیں جاتا لیکن وہ اسے قتل نہیں کرتا بلکہ وہ اس کا پہلو اور اس کی ایک سمت جلد دیتا ہے۔

ابن سعد، امام بیہقی اور ابونعیم نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آسمان پر جنات کے ہر ہر قبیلے کے لیے بیٹھنے کی جگہ مختص تھی۔ وہ اس سے وحی سن لیتے تھے کاہنوں کو اس کے متعلق بتا دیتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو جنات کو سننے سے روک دیا گیا۔ جب اہلِ عرب کو جنات نے خبر نہ دی تو انہوں نے کہا: "آسمان والے ہلاک ہو گئے ہیں۔" اونٹ والا ہر روز ایک اونٹ ذبح کرنے لگا۔ گائیں کا مالک ہر روز ایک گائے ذبح کرنے لگا۔ بکریوں والا ہر روز بکری ذبح کرنے لگا۔ ابلیس نے کہا "زمین میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس ہر طرف کی مٹی لے کر آؤ۔" وہ ہر ہر سمت کی مٹی لے کر اس کے پاس آنے لگے۔ وہ مٹی کو سونگھتا گیا جب اس نے مکہ مکرمہ کی مٹی سونگھی تو اس نے کہا "اسی جگہ واقعہ رونما ہوا ہے۔" جنات خاموش ہو گئے اس وقت حضور ﷺ مبعوث ہو چکے تھے۔"

امام بیہقی نے عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے مابین زمانہ فترت میں آسمانوں کی حفاظت نہیں ہوتی تھی۔ جنات سننے کے لیے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو آسمان کی شدت سے حفاظت کی گئی اور شیاطین پر شہاب برسائے جاتے۔"

محمد بن عمر اسلمی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب حضور ﷺ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجایا گیا تو آسمانوں پر خبریں سننے سے شیاطین کو روک دیا گیا۔ انہیں شہاب مارے گئے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ ابلیس سے کہا۔ اس نے کہا: "سرزمین مقدس میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔" وہ اس طرف گئے۔ لیکن اس طرف ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ ابلیس اس واقعہ کی تلاش میں مکہ مکرمہ گیا اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ غارِ حراء میں موجود تھے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔ ابلیس اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا۔ اس نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔ ان کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین بھی ہیں۔"

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ان کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین بھی ہیں۔"

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا کسی کو ایک شہاب بھی نہیں مارا گیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجایا گیا۔ پھر شہاب باری ہونے لگی۔ جب قریش نے یہ معاملہ دیکھا جسے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے جانور ذبح کرنے لگے وہ غلام آزاد کرنے لگے۔ انہوں نے اسے فنا سمجھا۔

بنوثقیف نے بھی اسی طرح کیا عبد یالیل تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا: "جلدی نہ کرو۔ ذرا دیکھو اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں جو لوگوں کے ہاں معروف ہیں تو پھر یہ لوگوں کی بربادی کے لیے ہے۔ اور اگر ایسے ستارے ٹوٹ رہے ہیں جو معروف نہیں ہیں۔ تو یہ اس واقعہ کی وجہ سے ہیں جو رونما ہوا ہے۔" لوگوں نے دیکھا تو ایسے ستارے ٹوٹ رہے تھے جو معروف نہ تھے۔ انہوں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: "یہ کسی نبی کریم ﷺ کے ظہور کی وجہ سے ہے۔" اس واقعہ کی کچھ مدت بعد ابوسفیان طائف آیا۔ اس نے بتایا کہ محمد عربی ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ نبی مرسل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔" عبد یالیل نے کہا: "یہ شہاب اسی لیے برسائے جا رہے تھے۔"

سعید بن منصور اور امام بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "شہاب نہیں برسائے جاتے تھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ لوگ اپنے جانور ذبح کرنے لگے۔ غلام آزاد کرنے لگے۔"

ابن اسحاق اور ابن سعد نے یعقوب بن مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ اس شہاب باری سے بنوثقیف سب سے پہلے خوفزدہ ہوئے۔ وہ بنوعلاج کے ایک شخص عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا: "تو دیکھ نہیں رہا کہ کیا رونما ہو رہا ہے؟" اس نے کہا: "ہاں! ذرا دیکھو۔ اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔ جن سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ جن سے موسم گرما اور سرما کی پہچان ہوتی ہے۔ تو پھر یہ دنیا کو لپیٹا جا رہا ہے۔ مخلوق کے اختتام کا وقت آ گیا ہے۔ اگر ٹوٹنے والے ستارے کوئی اور ہیں تو پھر یہ اس امر کے لیے ہیں جس کا ارادہ اللہ رب العزت نے کیا ہے۔ عرب میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہوگا۔" عمرو بن امیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا تھا۔

ابن سعد اور ابونعیم نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ وحی کو سن لیا جاتا تھا۔ جب اسلام آیا تو جنات کو سننے سے روک دیا گیا۔ بنو اسد کی ایک عورت تھی جس کے تابع ایک جن تھا۔ اس عورت کا نام سعیر تھا۔ جب اس جن نے دیکھا کہ وہ وحی تک نہیں پہنچ سکتا تو وہ اس عورت کے سینے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا:

وضع العناق، رفع الشقاق و جاء امر لا یطاق۔

"حضور ﷺ نے بدکاری کو حرام قرار دے دیا۔"

محمد بن عمر اسلمی اور ابونعیم نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے: "زمانۂ فترت میں شیاطین باتیں سن لیتے تھے۔ ان پر شہاب نہیں برسائے جاتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو ان پر شہاب مارے جاتے تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "شیاطین وحی کو سن لیتے تھے۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو انہیں روک دیا گیا۔ جنات نے ابلیس سے یہ شکوہ کیا۔ اس نے کہا: "کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔" وہ کوہ ابی قبیس کے او پر چڑھ گیا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ مقام ابراہیمی کے پیچھے نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس نے کہا: "میں جا تا ہوں اور

آپ کی گردن توڑ دیتا ہوں۔" وہ آپ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے اسے ٹانگ مار کر اردن میں پھینک دیا۔

الخرائطی نے الھواتف میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے اپنے اسلام کے آغاز کے بارے بتاتے ہوا کہا۔ "میں ریت کے ٹیلے پر چل رہا تھا۔ اچانک مجھ پر نیند غالب آگئی۔ میں اپنی سواری سے اترا۔ میں نے اسے بٹھایا اور خود سو گیا۔ میں نے سونے سے قبل پناہ طلب کی۔ میں نے کہا: "میں اس وادی کے عظیم جن کی پناہ طلب کرتا ہوں۔" میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا وہ اسے میری اونٹنی کے گلے میں اتارنا چاہتا تھا۔ میں گھبرا کر اٹھ گیا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے کہا: "یہ خواب پریشاں ہے۔" میں دوبارہ سو گیا۔ میں نے اسی طرح کا خواب دیکھا۔ میں گھبرا کر جاگ گیا۔ میں اپنی اونٹنی کے ارد گرد گھوما۔ مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میری اونٹنی پر لرزہ تھا۔ میں پھر سو گیا۔ میں نے اسی طرح کا خوفناک خواب دیکھا۔ میں بیدار ہوا میں نے دیکھا کہ میری اونٹنی کانپ رہی تھی۔ میں نے دیکھا تو مجھے ایک جوان شخص نظر آیا جس طرح کا شخص میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا ایک بزرگ شخص اسے روکے ہوئے تھا۔ وہ باہم لڑ رہے تھے اسی اثناء میں تین وحشی بیل نمودار ہوئے۔ بزرگ نے جوان سے کہا: "اٹھو اور ان تینوں میں سے جسے چاہو ان اونٹنی کے بدلے میں لے لو۔" وہ جوان اٹھا۔ اس نے ایک بیل پکڑ لیا۔ وہ چلا گیا۔ وہ بزرگ میری طرف توجہ فرما ہوا۔ اس نے کہا: "اے نوجوان! جب کسی وادی میں اترو اور اس کے خوف سے اندیشہ کرو، تو یوں کہا کرو۔" میں اس وادی کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو محمد عربی ﷺ کا رب ہے، جنات میں سے کسی کی پناہ نہ مانگو ان کا معاملہ اب باطل ہو چکا ہے۔" میں نے پوچھا "یہ محمد کون ہیں؟" اس نے کہا: "وہ نبی عربی ہیں، وہ نہ شرقی اور نہ ہی غربی ہیں۔ وہ سوموار کے روز مبعوث ہوئے ہیں۔" میں نے پوچھا "ان کا مسکن کہاں ہے؟" انہوں نے کہا: "مدینہ طیبہ۔ کھجوروں والی سرزمین میں۔" وقت صبح میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا۔ میں تیز رفتاری سے چلتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ لیا۔ میرے بیان کرنے سے قبل ہی آپ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔"

امام مسلم اور ابن اسحاق نے انصار کے چند افراد سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا: "زمانہ جاہلیت میں جو ستارے ٹوٹتے تھے تم انہیں کیا کہتے تھے؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! جب ہم دیکھتے تھے کہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو ہم کہتے تھے "کوئی بادشاہ مر گیا ہے۔ کوئی بادشاہ مسند اقتدار پر بیٹھا ہے یا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی بچہ مرا ہے۔" آپ نے فرمایا: "حقیقت اس طرح نہیں تھی۔ بلکہ رب تعالیٰ جب اپنی مخلوق کے بارے کوئی فیصلہ کرتا تو اسے حاملین عرش سن لیتے۔ وہ تسبیح بیان کرتے۔ ان کی تسبیح سن کر وہ ملائکہ تسبیح بیان کرتے جو ان کے نیچے ہوتے۔ پھر ان

کے نیچے والے تسبیح بیان کرتے۔ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ وہ بھی تسبیح بیان کرتے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہتے "تم نے تسبیح کیوں کہی ہے؟ وہ کہتے ہم سے اوپر والے فرشتوں نے تسبیح بیان کی ہے جسے سن کر ہم نے تسبیح کہی ہے۔" وہ پوچھتے "کیا تم اوپر والے فرشتوں سے پوچھ نہیں لیتے کہ وہ کس لیے تسبیح خوانی کر رہے تھے؟ وہ اس طرح سوال کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ سوال حاملین عرش سے کہا جاتا ہے۔ ان سے پوچھا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ تسبیح خوانی کیوں کی ہے؟ وہ کہتے: "رب تعالیٰ نے انہیں مخلوق کے بارے یہ فیصلہ کیا ہے۔" یہ خبر ایک آسمان سے ہوتی ہوئی دوسرے آسمان تک پہنچ جاتی حتیٰ کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ وہ باہم گفتگو کرتے۔ وہاں سے شیاطین چوری چھپکے سے سن لیتے۔ وہ اپنے وہم اور اختلاف سے سن لیتے۔ وہ اسے کاہنوں کو بتاتے۔ وہ اسے بیان کرتے۔ بعض غلط بیانی کرتے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان ستاروں کے ذریعے شیاطین کو روک دیا جو انہیں مارے جاتے ہیں۔ اب کہانت ختم ہو گئی ہے آج کے بعد کوئی کہانت نہیں۔"

لہیب بن مالک اللہبی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے کہانت کا تذکرہ کیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم پہلے لوگ ہیں جنہیں آسمانوں کی حفاظت شیاطین کی زجز و توبیخ اور شہاب باری کے متعلق علم ہوا۔ اس حقیقت کے انکشاف کے لیے ہم اپنے کاہن خطر بن مالک کے پاس گئے۔ وہ بہت زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ اس کی عمر ۲۸۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ سارے کاہنوں سے زیادہ عالم تھا۔ ہم نے اسے کہا: "اے خطر! اس نے ہمیں اشارہ کیا کہ ہم خاموش رہیں۔" اسی اثناء میں آسمان سے ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا۔ وہ بلند آواز سے چلایا۔

"اسے سزا مل چکی ہے۔ اس کی سزا نے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کا عذاب اسے جلد پہنچ چکا ہے۔ شہاب نے اسے راکھ بنا دیا ہے۔ اس کے جواب نے اسے پریشان کر دیا ہے۔ ہائے بربادی! اس کی کیا حالت ہو چکی ہے۔ غم نے اسے نڈھال کر دیا ہے۔ اس کی تباہی لوٹ آئی ہے۔ اس کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس کی حالت بدل چکی ہے۔" پھر اس نے کہا:

یا معشر بنی قحطان اخبرکم بالحق والبیان

ترجمہ: "اے گروہ بنو قحطان میں تمہیں حق اور سچ بات بتاتا ہوں۔"

اقسمت بالکعبة والارکان والبلد المؤتمن السدان

ترجمہ: "میں خانہ کعبہ، اس کے ارکان اور اس مقدس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں۔ جو اپنے مکینوں کو پناہ دینے والا ہے۔"

لقد منع السمع عتاة الجن بثاقب بکف ذی سلطان

ترجمہ: "باغی جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے ایک طاقتور ہاتھ ان پر شہاب برساتا ہے۔"

من رجل مبعوث عظیم الشان یبعث بالتنزیل والقرآن

ترجمہ: "یہ ساری حفاظت ایک عظیم شان والے رسول مکرم ﷺ کے لیے ہوئی ہے۔ وہ تنزیل اور قرآن

کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں۔"

و بالھدی و فاصل القرآنِ　　　　تبطل بہ عبادۃ الاوثان

ترجمہ: "وہ ہدایت اور فیصلہ کرنے والی کتاب کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ ان کی تشریف آوری سے بتوں کی عبادت کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

حضرت لہیب فرماتے ہیں: "پھر ہم نے خطر سے کہا "خطر! تیرے لیے ہلاکت! تو ایک عظیم امر کا ذکر کر رہا ہے۔ اس کے بارے تو اپنی قوم کو کیا مشورہ دیتا ہے؟" اس نے کہا:

اری لقومی ما اری سعی لنفسی　　　　ان یتبعوا خیر نبی الانس

ترجمہ: "میں اپنی قوم کو بھی وہی مشورہ دیتا ہوں جو اپنے لیے عمدہ سمجھتا ہوں۔ وہ اس نبی اکرم ﷺ کی اتباع کریں۔ جو سارے انسانوں سے بہترین ہیں۔"

برھانہ مثل شعاع الشمس　　　　یبعث فی مکۃ دار الحمس

بمحکم التنزیل غیر اللبس

ترجمہ: "ان کی دلیل سورج کی طرح تاباں ہوگی۔ وہ مکہ مکرمہ دار حمس میں مبعوث ہوں گے۔ وہ ایسی محکم کتاب کے ساتھ مبعوث ہوں گے جس میں التباس کا اندیشہ نہ ہوگا۔"

ہم نے اسے کہا: "اے خطر! اس نبی کریم ﷺ کا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہوگا؟ اس نے کہا: "زندگانی کی قسم! وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے۔ ان کی بردباری میں غصہ نہ ہوگا۔ اس کی تخلیق میں عیب نہ ہوگا۔ وہ ایک لشکر میں تشریف فرما ہوں گے۔ یہ لشکر آلِ قحطان اور آلِ ایش پر مشتمل ہوگا۔" میں نے پوچھا: "خطر! وہ قریش کے کس خاندان میں سے ہوں گے؟" اس نے کہا: "ارکان والے بیت اللہ کی قسم! حجر اسود اور آبِ زمزم کی قسم! وہ ہاشم کے معزز خاندان سے ہوں گے۔ وہ غزوات کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ وہ ہر ظالم کا خاتمہ کر دیں گے۔" پھر اس نے کہا: "یہ گفتگو جو مجھے جنات کے سردار نے بتائی تھی۔" پھر اس نے کہا: "اللہ اکبر! حق آیا اور چھا گیا۔ جنات ہر قسم کی گفتگو سننے سے روک دیے گئے۔" پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ اس پر بے ہوشی چھا گئی۔ تیسرے روز اسے افاقہ ہوا۔ اس نے کہا: "لا الہ الا اللہ۔" حضور ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا: "اس نے نبوت کی مانند گفتگو کی ہے۔ وہ روزِ حشر تنہا ایک امت کی مانند اٹھے گا۔"

تنبیہات

1. امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا شہاب قتل کر دیتا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا لیکن وہ زخمی کر دیتا ہے۔ جلا ڈالتا ہے۔ ناکارہ بنا دیتا ہے لیکن قتل نہیں کرتا۔"

جنات کو سننے والی چیز سنانے سے قبل شہاب سے قتل کرنے کے بارے دو اقوال ہیں:

① اس سے پہلے کہ وہ سنی ہوئی چیز کسی دوسرے کو سنائیں انہیں قتل کر دیا جاتا۔ اسی اعتبار سے انبیاء کرام کے وسیلہ کے علاوہ آسمان کی خبریں زمین تک نہیں آ سکتیں۔ اسی لیے کہانت ختم ہو گئی ہے۔

② جب وہ سنی ہوئی بات کسی دوسرے کو بتا دیتے ہیں اس کے بعد انہیں مار دیا جاتا ہے۔ اسی لیے وہ دوبارہ سننے کے لیے نہیں آتے۔ ماوردی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن امام قرطبی نے پہلا قول درست سمجھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سعید بن جبیر، امام بخاری، ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو ملائکہ اس کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے پر مارتے ہیں۔ گویا کہ چٹان پر زنجیر گری ہو۔ جب ان سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں "تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟" وہ کہتے ہیں: "اس نے حق بات ہی کی ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے۔" چوری چھپکے سننے والے یہ بات سن لیتے ہیں۔ یہ چوری چھپکے سننے والے ایک دوسرے کے اوپر یوں ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنی انگلیوں کو لائن کی شکل میں سیدھا کیا اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا۔ اس طرح کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر تھیں۔ ایک سننے والا ایک بات سن لیتا ہے۔ وہ اسے اپنے سے نیچے والے کو سناتا ہے اس سے نیچے والا اپنے سے نیچے والے کو سناتا ہے۔ حتیٰ کہ آخری جن اسے جادوگر یا کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے۔ بعض اوقات اس سنانے والے کو سنانے سے قبل ہی شہاب اسے آلیتا ہے۔ بعض اوقات وہ سنا چکا ہوتا ہے کہ اسے شہاب آلیتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ ایک سو جھوٹ بولتا ہے وہ کہتا ہے "کیا میں نے اس روز یوں یوں نہ کہا تھا۔ وہ بات کی تصدیق کرتا ہے جو آسمان سے سنی تھی۔"

یہ قول: "اسے شہاب کبھی وہ بات سنانے سے قبل اور کبھی سنانے کے بعد آلیتا ہے۔" سابقہ دونوں امور کو جمع کرتا ہے۔ ابوعثمان جاحظ نے لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ جب ایک خبر جنات کو معلوم ہو جاتی ہے تو پھر اسے حاصل کرنے کے لیے جنات اپنے آپ کو کیوں جلاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ انہیں یہ امر فراموش کرا دیتا ہے تا کہ ان کی مشقت زیادہ ہو سکے۔

③ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قرآن و حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ رجم ستاروں کے ساتھ ہو۔ امام قرطبی نے لکھا ہے "جن شہاب سے جنات کو مارا جاتا ہے نہ وہ ثوابت ستارے نہیں ہیں کیونکہ ثابت ستارہ چلتا نہیں ہے۔ نہ ہی دور سے اس کی حرکات کو دیکھا جا سکتا ہے۔" انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "علماء نے فرمایا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ستارے ٹوٹتے ہیں۔ یہ بھی روا ہے کہ یہ اسی طرح ہو جس طرح ہم دیکھتے ہیں پھر وہ آگ میں منتقل ہو جاتا ہو۔ جب کہ وہ شیاطین کو پا لیتا ہو۔ یہ بھی امکان ہے کہ ہواء میں آگ کا شعلہ پھینکا جاتا ہو، جو ہمیں یوں

محسوس ہوتا ہو کہ وہ ستارا ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔" انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "وہ ستارے جنہیں لوگ ٹوٹتے ہوئے دیکھتے ہیں نقاش اور مکی نے لکھا ہے ان سے مراد وہ ستارے نہیں جو آسمان پر رواں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حرکت کو دیکھا نہیں جا سکتا لیکن اس ٹوٹنے والے ستارے کی حرکت نظر آتی ہے کیونکہ یہ ہمارے قریب ہوتا ہے۔"

امام ابوعبداللہ الحلیمی نے "منہاج" میں لکھا ہے "ہم اپنے رب تعالیٰ کا جو کلام تلاوت کرتے ہیں۔ اس میں یہ تذکرہ نہیں کہ شیاطین کو کواکب یا نجوم (ستارے) مارے جاتے ہیں۔" انہوں نے طویل گفتگو کے بعد لکھا ہے "بلکہ وہ شہاب ہیں یہ آگ کے شعلے ہوتے ہیں۔ مصابیح ان شعلوں سے کنایہ ہیں ستاروں سے نہیں۔"

امام شہاب الدین ابوشامۃ نے لکھا ہے "لغت میں شہاب اس شعلے کا نام ہے جو آگ سے پھیلتا ہے۔ پھر اس کا اطلاق اس ستارے پر ہونے لگا جو ان شیاطین کو مارا جاتا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ جب اسے شیاطین کو مارنے کے لیے معین کیا جاتا ہے تو یہ آگ کا ایک شعلہ ہوتا ہے، اسی ملابست اور مجاورت کی وجہ سے مجازاً اس پر شہاب کا لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

الشقر الطیسی کے کلام کا ظاہر بھی اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب انہوں نے شہاب ثاقب ان کو بنایا جنہیں آگ کے شعلوں کے ساتھ مارا جاتا ہے تو بھی اس امر پر دلالت ہے کہ ان کے نزدیک شہب وہ ستارے ہیں جو اسی مقصد کے لیے ہوتے ہیں۔ پھر کہا: "مصابیح سے مراد وہ ستارے ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے شہب کے ساتھ شیاطین کو مارنے کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ کیونکہ ستارے شیاطین کے پیچھے بذاتِ خود ٹوٹتے ہیں۔" پھر انہوں نے حلیمی کا کلام نقل کیا ہے، پھر فرمایا: "اس میں کوئی خفا نہیں کہ ستاروں کے ساتھ مارنے کا ذکر احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔"

عرب کے قدیمی اشعار میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے انصاری صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے بتایا ہے کہ اسی اثناء میں کہ وہ حضور ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ستارہ ٹوٹا، وہ روشن ہو گیا......

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں امام زہری سے روایت کیا ہے ان سے اس شہاب باری کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا یہ زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! لیکن جب اسلام آیا تو اس میں شدت اور سختی آ گئی۔" پھر حضرت ابوشامۃ نے عرب کے شعراء کا کلام بطور شاہد پیش کیا ہے۔ پھر فرمایا: "سابقہ دونوں توجیہات کو دو اعتبار سے جمع کرنا ممکن ہے۔

(1) مضاف کو اس کے بارے علم کی وجہ سے محذوف کر دیا گیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی۔ رمی بنار نجمہ

وانقضّ انقضاض نارا الکوا کب۔ ان سے مراد وہ شعلے ہیں جنہیں شہب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا ہے کہ جو چیز چوری چھپکے سننے والے کا تعاقب کرتی ہے وہ شھاب مبین (الحجر:۱۸) (ایک روشن شعلہ) ہے۔ دوسری جگہ اسے شھاب ثاقب (الصافات:۱۰) (تیز شُعلہ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شہاب آگ کے شعلہ سے عبارت ہے اسی سے جنات کو جلانے کا عمل ہوتا ہے۔

۴ مجازاً نجوم کا اطلاق شہب پر کر دیا گیا ہو۔ جس طرح کہ لفظ شہب کا اطلاق نجوم پر ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے ایک کی دوسری کے ساتھ ملابست پائی جاتی ہے جیسے کہ ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ آگ کے شعلوں کے ساتھ ستارے جنات پر برسائے جاتے ہیں۔

ان کے شیخ، الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے ''امالیہ'' میں لکھا ہے کہ جس کے ساتھ شہب برسائے جاتے ہیں۔ اسے رجم کے وقت تخلیق کیا جاتا ہے۔ اسی سے ابوعلی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا ہے:

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ (الملک:۵)

میں ضمیر ھاء ''السماء'' کی طرف راجع ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ "و جعلنا شھبھا" ہے۔ مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ضمیر مضاف الیہ کے لیے بن گئی ہے۔

۳ امام ابوعبداللہ نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ شہاب باری نبوت کی وجہ سے تھی تو پھر اسے حضور ﷺ کے وصال کے بعد دائمی کیوں رکھا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نبوت کے دوام کے ساتھ دائمی ہے۔ حضور ﷺ نے کہانت کے بطلان کی خبر دی ہے۔ اگر آپ کے وصال کے بعد آسمان کی حفاظت نہ کی جاتی تو جنات دوبارہ امور سننے کی طرف لوٹ جاتے کہانت لوٹ آتی۔ اس کے بطلان کے بعد یہ جائز نہیں۔ کیونکہ نبوت کی وجہ سے آسمانوں کی حفاظت کی گئی۔ اگر اسے ختم کر دیا جائے اور کہانت لوٹ آئے تو کمزور مسلمان شبہ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے وہ گمان کرنے لگیں کہ کہانت لوٹ آئی ہے کیونکہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ لہٰذا حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد لگاتار حفاظت کی جائے۔

الحافظ نے لکھا ہے ''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نزول وحی کی وجہ سے شہاب باری میں شدت اور سختی آ گئی تھی تو پھر یہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد منقطع کیوں نہ ہوئی؟ اب بھی ہم ستاروں کو ٹوٹتے ہوئے دیکھتے ہیں؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ امام زہری کی سابقہ روایت سے اس کا سبب معلوم ہو جاتا ہے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے ''آج رات عظیم شخص پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ستارے کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں ٹوٹتے۔ بلکہ ہمارا رب جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو اہلِ آسمان ایک دوسرے کو اس کے بارے بتاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ

خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ جنات چپکے سے اچکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اسے اپنے دوستوں کی طرف پھینکنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نئے نئے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے سختی اور شدت کا سبب منقطع نہیں ہوا۔ کیونکہ ان واقعات کی خبر ملائکہ تک پہنچتی ہے۔ بعثت کے بعد اس سختی کے باوجود شیاطین کا یہ طمع ختم نہیں ہوا کہ وہ چوری چھپکے سن لیں۔ آپ کے وصال کے بعد یہ طمع کیسے ختم ہو سکتا تھا۔ جب غیلان نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا: "ممکن ہے کہ شیاطین، جو چوری چھپکے سن لیتے ہیں تم نے ان سے سنا ہو کہ عنقریب تم مر جاؤ گے۔ انہوں نے یہ بات تمہاری طرف پھینک دی ہے۔" اس سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ چوری چھپکے سننا حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی جاری رہا۔ وہ ان واقعات کی خبریں سننے کی کوشش کرتے۔ لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکتے مگر جو تیزی سے اچک لینے کی کوشش کرتا۔ شہاب ثاقب اس کا تعاقب کرتا۔ اگر اپنے ساتھیوں تک بات پہنچانے سے قبل اسے شہاب لگ جاتا تو وہ وہیں مر جاتا۔ ورنہ وہ اس کی بات سن لیتے اور آگے پھیلا دیتے۔

◆ کیا آپ کی بعثت سے قبل بھی یہ شہاب باری ہوتی تھی یا یہ بعثت کے بعد شروع ہوئی؟ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ اس ضمن میں ان کے دو اقوال ہیں:

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اکثر علماء کا پہلا قول نقل کیا ہے۔ امام سہیلی، شیخ عزالدین، شیخ ابوشامہ وغیرہم نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ بہت سے علماء نے اس کو درست مانا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے ان فرامین سے استدلال کیا ہے:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ (الصافات:٦ تا ٨)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم نے آراستہ کیا ہے آسمانِ دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے اور (اسے) محفوظ کر دیا ہے ہر سرکش شیطان (کی رسائی) سے۔ نہیں سن سکتے کان لگا کر عالم بالا کی باتوں کو اور پتھراؤ کیا جاتا ہے ان پر ہر طرف سے۔"

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾

(الحجر:١٧ تا ١٨)

ترجمہ: "اور ہم نے محفوظ کر دیا ہے آسمان کو ہر شیطان سے جو راندہ ہوا ہے۔ بجز اس کے جو چوری چھپے سن لے تو (اس صورت میں) تعاقب کرتا ہے اس کا ایک روشن شعلہ۔"

علامہ زرکشی نے بردہ شریف کی شرح میں لکھا ہے: "یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ شہاب باری بعثت سے پہلے بھی تھی، کیونکہ ان کی تخلیق اسی لیے ہوئی ہے۔"

اسی طرح رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ (الجن: ۸)

ترجمہ: "اور (سنو!) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمان کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔"

یہ جنات کی طرف سے خبر دینا ہے کہ شہاب باری موجود تھی۔ لیکن اسے جو سے اکھیڑ اگیا۔ بلکہ آسمان کی حفاظت مین اضافہ کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ امام علامہ شمس الدین الھروی نے شرح مسلم میں لکھا ہے "اس آیت طیبہ میں اس موقف کی دلیل موجود ہے کہ اس سے مراد بھرپور اور کثرت ہے پہلے جنات سننے کے لیے بیٹھنے والے مقامات پر بیٹھ جاتے تھے۔ ان میں سے بعض شہاب اور نگرانوں سے خالی ہوتے تھے۔ اب وہ مقامات بھر گئے ہیں۔ کوئی مقام بھی شہب یا نگرانوں سے خالی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے ستاروں کی تخلیق کے دو فائدے لکھے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ (الملک: ۵)

ترجمہ: "اور بیشک ہم نے قریبی آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر دیا ہے اور بنا دیا ہے انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ۔"

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ (الصافات: ۶-۷)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم نے آراستہ کیا ہے آسمانِ دنیا کو ستاروں کے نکھار سے اور (اسے) محفوظ کر دیا ہے ہر سرکش شیطان (کی رسائی) سے۔"

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں حضرت معمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے امام زہری سے عرض کی: کیا زمانہ جاہلیت میں شہاب باری ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: "ہاں!" میں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ (الجن: ۹)

ترجمہ: "اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لیے لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لیے کسی شہاب کو انتظار میں۔"

جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو اس شہابِ باری میں شدت اور سختی آ گئی۔ امام بیہقی نے لکھا ہے: "یہ موقف قرآن کے ظاہر کے ساتھ موافقت رکھتا ہے کیونکہ اس نے جنات کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ (الجن: ۸)

ترجمہ: "اور (سُنو!) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمان کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔"

جنات نے خبر دی ہے کہ آسمان کی حفاظت اور شہاب باری میں اضافہ کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ حفاظت اور شہابوں سے بھر گیا ہے۔ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے قبل بھی آسمان کے نگران تھے۔ ان کے ہمراہ تیار شہاب ہوتے تھے۔ ان کی دلیل وہ روایت بھی ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور کریم ﷺ انصار کے مابین تشریف فرما تھے اچانک ایک ستارہ ٹوٹا۔ وہ روشن ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "جب زمانہ جاہلیت میں اس طرح ستارے ٹوٹتے تھے تو تم کیا کہتے تھے......"

اسی طرح انہوں نے زمانۂ جاہلیت کے شعراء سے بھی استدلال کیا ہے جیسے اوس بن حجر، عوف بن جذع اور بشر بن ابی حازم وغیرہ۔

ایک جماعت نے دوسرا مؤقف اختیار کیا ہے۔ یہی مؤقف حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب، امام شعبی، امام نافع بن جبیر رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ابو عثمان الجاحظ نے اسے درست قرار دیا ہے۔ ابن جوزی کا میلان اسی طرف ہے۔ انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ روایات کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ شیاطین نے شہاب باری کو عجیب سمجھا اور اس کا سبب تلاش کیا۔ اسی وجہ سے عرب میں کہانت کا رواج تھا۔ لوگ اپنے فیصلے کے لیے کاہنوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسے اس طرح ختم کر دیا گیا کہ شیاطین اور چوری چھپکے سننے کے مابین شہاب اور نگران حائل ہو گئے۔ لیکن محققین علماء نے دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ بعثت سے قبل اس طرح شہاب باری نہیں ہوتی تھی جس سے شیطان چوری چھپکے سننے سے رک جاتے بلکہ کبھی ان پر شہاب برسائے جاتے تھے اور کبھی نہیں برسائے جاتے تھے۔ کبھی ایک طرف سے شہاب مارے جاتے تھے کبھی دوسری طرف سے مارے جاتے تھے۔ ساری اطراف سے نہیں مارتے جاتے تھے۔ شاید رب تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی اشارہ ہے۔

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۞ دُحُوْرًا۔ (الصافات: ٨)

ترجمہ: "اور پتھراؤ کیا جاتا ہے ان پر ہر طرف سے۔"

انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "یہ بعید نہیں ہے کہ یوں کہا جائے کہ ستارے ٹوٹنا قدیمی زمانہ سے ہو۔ لیکن یہ شیاطین کو مارنے کے لیے نہ تھا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو یہ شیاطین کو مارنے کا سبب بن گئے۔" مگر یہ مؤقف قابل اعتراض ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے "میں نے حضرت وھب بن منبہ سے ایک روایت ایسی پائی ہے جس سے اشکال دور ہو جاتا ہے اور اس سے مختلف روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابلیس سارے آسمانوں پر چڑھ جایا کرتا

تھا۔ وہ ان میں جیسے چاہتا پھرتا رہتا تھا۔ اسے روکا نہیں جاتا تھا۔ حضرت آدم کے نزول سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے تک اسے چار آسمانوں سے روک دیا گیا۔ جب ہمارے نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو اسے بقیہ تین آسمانوں سے بھی روک دیا گیا۔ شیاطین کو سننے سے روک دیا گیا اسے اور اس کے لشکر کو ستارے مارے جاتے تھے۔"

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے الطبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ کے مابین زمانہ فترت میں آسمانوں کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو آسمانوں کی سختی حفاظت کی گئی۔ شیاطین پر شہاب برسائے گئے انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔

سدی کی سند سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آسمان کی حفاظت صرف اس وقت کی جاتی ہے، جب زمین پر کوئی نبی ہو یا غالب دین ہو۔ شیاطین ایسے مقامات پر بیٹھتے تھے جہاں سے وہ چوری چھپے سن لیتے تھے۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو ان پر شہاب برسائے جانے لگے۔"

امام بن منیر نے لکھا ہے کہ روایت کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ جنات پر شہاب برسائے جاتے تھے۔ لیکن اس طرح نہیں۔ جیسے کہ امام مسلم کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ (الجن: ۹)

ترجمہ: "لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لیے کسی شہاب کو انتظار میں۔"

اس کا معنی یہ ہے کہ ان پر شہاب برسائے جاتے تھے کبھی وہ نشانہ پر لگتے اور کبھی نشانہ خطا ہو جاتا لیکن بعثت سے قبل ان پر لگاتار شہاب برسائے جاتے تھے۔ اس لیے اس کا وصف "رصدا" ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے نشانہ خطا نہیں جاتا۔"

❁❁❁

چوتھا باب

بعض ہواتف سے جو خبریں سنی گئیں اور بتوں کا اوندھا ہو جانا

ابن سعد نے حضرت تمیم الدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں شام میں تھا۔ اس وقت حضور ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ میں ایک ضروری کام کے لیے باہر نکلا مجھے رات نے آلیا۔ میں نے کہا: "میں اس وادی کے عظیم جن کی پناہ میں ہوں۔" جب میں اپنے بستر پر لیٹ گیا تو مجھے ایک منادی نے ندا دی، میں اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس نے کہا: "رب تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو۔ جنات رب تعالیٰ کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔" میں نے پوچھا: "تو کس کے بارے بات کر رہا ہے؟" اس نے کہا: "رسول الامیین کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ ہیں۔ میں نے الحجون میں ان کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ کی اتباع کر لی ہے۔ جنات کا مکر ختم ہو چکا ہے۔ انہیں شہاب مارے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اسلام قبول کرلو۔"

وقت صبح میں ایوب کے گرجا میں گیا ایک راہب سے پوچھا۔ اس نے کہا: "اس غیبی صدا نے تم سے سچ کہا ہے۔ ہم اپنی کتابوں میں آپ کے اوصاف پاتے ہیں۔ حرم پاک سے ان کا ظہور ہوگا۔ دوسرے حرم کی طرف وہ ہجرت کریں گے۔ وہ سارے انبیائے کرام سے بہترین ہیں۔ کوئی اور شخص تم سے سبقت نہ لے جائے۔" حضرت تمیم نے فرمایا: "میں تکالیف اٹھاتا ہوا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔"

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے مختصر، ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن کعب سے، ابن جوزی نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے، ابو یعلی اور امام بیہقی نے حضرت سواد بن قارب سے روایت کی ہے۔ ابن عمر اور محمد بن کعب نے فرمایا کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر فاروق لوگوں کے ہمراہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک عربی شخص آیا۔ کسی نے کہا: "وہ سواد بن قارب ہیں۔" وہ مسجد میں داخل ہوئے وہ حضرت عمر فاروق کی تلاش میں تھے۔ جب حضرت عمر فاروق نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "یہ شخص پہلے مشرک تھا بعد میں اسلام لے آیا۔ یا یہ کاہن تھا۔ اس شخص نے سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟" اس نے کہا: "ہاں! امیر المومنین!" حضرت عمر فاروق: "کیا تم زمانہ جاہلیت میں کاہن تھے۔" وہ شخص: "سبحان اللہ! امیر المومنین! آپ میرے بارے یوں گمان کرتے ہیں۔ آپ نے میرا اس طرح استقبال کیا ہے کہ جب سے آپ مسلمانوں کے امور کے والی بنے ہیں کسی نے

اس طرح میرا استقبال نہیں کیا۔" حضرت عمر فاروق: "رب تعالیٰ معاف کرے۔ ہم زمانہ جاہلیت میں اس سے بھی زیادہ برائی پر تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول محترم ﷺ اور اسلام سے عزت دے دی۔" وہ شخص: "ہاں! امیر المومنین! زمانہ جاہلیت میں میں کاہن تھا۔" حضرت عمر فاروق: "مجھے وہ خبر بتاؤ جو تمہارا صاحب تمہارے پاس لے کر آیا تھا۔" وہ شخص: "میرا جن اسلام کے ظہور سے ایک ماہ قبل میرے پاس آیا۔"

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں ایک رات نیند اور بیداری کے مابین تھا۔ ایک جن میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے اپنی ٹانگ سے مارا۔ اس نے کہا: "اے سواد! اٹھو، قبیلہ بنو لوئی بن غالب سے رسول مکرم ﷺ تمہارے پاس تشریف لا چکے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ میں نے سر اٹھایا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

عجبت للجن و تطلابها — و شدها العیسی باقتابها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ — ما صادق الجن ککذابها
فارحل الی الصفوة من هاشم — لیس قداماها کادبارها

ترجمہ: "مجھے جنات اور ان کی خبروں پر تعجب ہوا۔ مجھے ان کا اونٹنیوں کے پلانوں کے ساتھ باندھنے نے تعجب میں ڈالا۔ وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ مومن جن کافر جنات کی طرح نہیں ہیں۔ تم بھی بنو ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف جاؤ۔ شریر لوگ پاکبازوں کی طرح نہیں ہیں۔"

میں نے اسے کہا: "مجھے چھوڑ دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔" میں نے وہ رات اونگھتے ہوئے گزار دی۔ تیسری رات وہ پھر میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے اپنی ٹانگ ماری۔ اس نے کہا: "سواد! اٹھو۔ میری بات غور سے سنو عقل مند ہو تو اسے سمجھو۔ بنو لوئی بن غالب سے حضور ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔" پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

عجبت للجن و تجساسها — و شدها العیس باحلاسها
تهوی الی مکة تبغی الهدیٰ — ما خیر الجن کانجاسها
فارحل الی الصفوة من هاشم — و ارم بعنیك الی رأسها

ترجمہ: "مجھے جنات اور ان کی تفتیش پر تعجب ہوا۔ مجھے اس کی اونٹنیوں کو کجاوؤں کے ساتھ باندھنے پر تعجب ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ کی طرف گئے تاکہ حق کو تلاش کرو۔ پاکیزہ جنات گندے جنات کی طرح نہیں ہیں۔ تم بنو ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف سفر کرو۔ اپنی آنکھوں کو ان کے سر اقدس کی زیارت کے لیے

متعین کردو۔"

میں اٹھا۔ میں نے کہا: "میرا دل رب تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا۔ مدینہ طیبہ آ گیا۔ حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ کے قریب ہوا میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میری عرض سنیں۔" آپ نے فرمایا: "کہو۔" میں نے یہ نعت آپ کی خدمت میں پیش کی:

اتانی رئیی بعد ھدءٍ و رقدۃ و لم یك فیما بلوت بکاذبٍ

ترجمہ: "میرا جن سکون اور نیند کے بعد میرے پاس آیا۔ جہاں تک میں نے اسے آزمایا تھا وہ جھوٹا ہرگز نہ تھا۔"

ثلاث لیال قوله کل لیلة اتاك رسول من لوئی بن غالبٍ

ترجمہ: "وہ تین راتیں میرے پاس آتا رہا ہر رات اس کا یہی قول تھا کہ لوئی بن غالب سے رسول مکرم ﷺ تیرے پاس تشریف لا چکے ہیں۔"

فشمرت عن ذیل الازار وسطت بی الذعب الوجناء بین السباسبٍ

ترجمہ: "میں نے اپنے تہ بند کے دامن کو اٹھا لیا مجھے میری تیز رفتار موٹے رخساروں والی اونٹنی ٹیلوں کے مابین لے کر اڑی۔"

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ و انك مامون علی کل غائبٍ

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور آپ ہر قسم کے غیب پر امین ہیں۔"

و انك ادنی المرسلین و سیلة الی یابن الاکرمین الاطایبٍ

ترجمہ: "بلاشبہ آپ بارگاہِ ربوبیت میں پہنچنے کے سب سے قریبی وسیلہ ہیں۔ اے معزز اور پاکیزہ افراد کے نورِ نظر!"

فمرنا بما یاتیك من وحی ربنا و ان کان فیما جاء شیب الذوائبٍ

ترجمہ: "آپ کے پاس جو ہمارے رب تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ آپ اس کے مطابق ہمیں حکم دیں خواہ وہ حکم ایسا ہو جس سے بال سفید ہو جائیں۔"

و کن لی شفیعًا حین لا ذو قرابة بمغن فتیلا عن سواء بن قاربٍ

ترجمہ: "اس روز آپ میرے شفیع بن جائیں جس روز کوئی رشتہ داری نہ ہوگی۔ ایسی شفاعت فرمائیں جو سواد بن قارب کو ہر لحاظ سے مستغنی کر دے۔"

میری یہ نعت سن کر حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام بہت زیادہ خوش ہوئے۔ فرحت و انبساط کے اثرات ان

کے چہروں سے عیاں تھے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: "اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے یہ واقعہ بیان کرتے تھے۔" بخدا! زمانہ جاہلیت میں ایک بت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ قریش کے بعض لوگ وہیں جمع تھے جنہیں آل ذریح کہا جاتا تھا۔ ایک شخص نے ان کے لیے بچھڑا ذبح کر رکھا تھا۔ ہم منتظر تھے کہ وہ اس کا گوشت ہمارے لیے تقسیم کرے۔ اچانک بچھڑے کے پیٹ سے اتنی بلند آواز آئی کہ اتنی بلند آواز میں نے پہلے نہیں سنی تھی۔ یہ بعثت مبارکہ سے ایک ماہ یا اتنی ہی مدت پہلے کی بات ہے۔ یہ آواز یوں تھی "یا آل ذریح! امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ۔"

ہشام بن محمد نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرا ایک خادم تھا اس کا تعلق بنو کلب سے تھا۔ اسے حابس بن دغنہ کہا جاتا تھا۔ اچانک وہ گھبرایا ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اپنے اونٹ لے لو۔" میں نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا؟" اس نے کہا: "اسی اثناء میں کہ میں وادی میں تھا۔ پہاڑ کی گھاٹی سے ایک شخص بلند ہوا۔ اس کا سر چکی کی طرح تھا۔ وہ شاہین کی تیزی سے نیچے آیا۔ حتیٰ کہ اس کے قدم نیچے لگ گئے۔ میں نے آج تک اتنی بڑی چیز نہیں دیکھی تھی۔ اس نے کہا:

یا حابس بن دغنه یا حابس　　　لا تعرفن لفعلك الوساوس

ترجمہ: "اے حابس بن دغنہ اے حابس یہ وسوسے تجھے اس فعل سے روک نہ دیں۔"

هذا سنا النور بكف تابس　　　فاجنح الى النور ولا تعابس

ترجمہ: "یہ آگ والے کے ہاتھ میں نور کا اجالا ہے۔ نور کی طرف مائل ہو جا اور ترش رو نہ بن۔"

پھر وہ غائب ہو گیا۔ میں اپنے اونٹ لے کر دوسری وادی میں چلا گیا۔ میں سو گیا۔ ایک سوار نے مجھے ٹانگ ماری میں بیدار ہو گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ وہی تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

يا حابس اسمع ما اقول ترشد　　　ليس ضلول حائز كمهتد

لا تتركن نهج الطريا الا قصد　　　قد نسخ الدين بدين احمد

ترجمہ: "اے حابس جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے سنو ہدایت پا جاؤ گے۔ گمراہ اور ظالم ہدایت یافتہ کی طرح نہیں ہوتا۔ تم سیدھے رستہ کے نہج کو نہ چھوڑو۔ پہلے دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی وجہ سے منسوخ ہو چکے ہیں۔" یہ سن کر مجھے بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر مجھے افاقہ ہو گیا۔"

ابن درید نے "الاخبار المنثورہ" میں ابن کلبی سے روایت کیا ہے کہ خنافر بن التوأم کاہن تھا۔ وہ ایک شاداب وادی میں اترا جاہلیت میں اس کے ماتحت ایک جن تھا۔ اسلام کے زمانہ میں وہ اس کے پاس نہیں آتا تھا۔ اس نے

کہا: "ایک رات میں ایک وادی میں تھا۔ عقاب کی طرح کی چیز مجھ پر گری۔ خنافر نے کہا "شصار ہو؟" اس نے کہا: "میں کچھ کہنے لگا ہوں۔" میں نے کہا: "کہو میں سن رہا ہوں۔" اس نے کہا: "ہر مدت کا اختتام اور ہر کام کی غایت ہے۔" میں نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "ہر سلطنت کے لیے ایک مدت مقررہ ہے۔ پھر وہ اقتدار تبدیل ہو جاتا ہے۔ سابقہ ملتیں منسوخ ہو چکیں ہیں۔ ساری اقوام حقائق کی طرف لوٹ آئیں ہیں۔ میں نے شام میں آلِ لوام کے بعض حکام دیکھے۔ وہ حکام کے حکام تھے۔ وہ عمدہ کلام دہرا رہے تھے۔ وہ نہ تو مؤلف اشعار تھے۔ نہ ہی متکلف سجع کلام تھا۔ میں نے وہ کلام کان لگا کر سنا میں مرعوب ہو گیا۔ میں نے دوبارہ سنا تو گھبرا گیا۔ میں نے پوچھا: "تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اسے کس کی طرف منسوب کرتے ہو؟" انہوں نے کہا: "یہ عظیم خطاب ہے۔ جو الملک الجبار کی طرف سے آیا ہے اے شصار! غور سے سنو۔ وہ ساری خبروں سے سچا کلام ہے۔ پاکبازی کے رستہ پر چلو۔ آتش جہنم کی گرمی سے بچ جاؤ گے۔" میں نے پوچھا "وہ کیسا کلام ہے؟" انہوں نے بتایا: "وہ کفر اور ایمان کے مابین فرق کرنے والا ہے۔ بنو مضر میں سے ایک رسولِ کریم ﷺ اسے لے کر آئے ہیں۔ پھر وہ شہروں اور بستیوں والے ہیں۔ وہیں مبعوث کیے گئے ہیں۔ ان کا غلبہ ہو چکا ہے۔ وہ ایسے کلام کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ جو غالب ہو چکا ہے۔ صراطِ مستقیم واضح ہو چکا ہے۔ اس میں اس شخص کے لیے وعظ و نصیحت ہے جو عبرت حاصل کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: "بڑی بڑی آیات کے ساتھ کون مبعوث ہوا ہے۔" اس نے کہا: "احمد مجتبیٰ ﷺ خیر البشر مبعوث ہوئے ہیں۔ اگر میں ان پر ایمان لے آیا تو مجھے جنت نصیب ہوگی۔ اگر میں نے مخالفت کی تو مجھے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اے خنافر! میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ میں جلدی سے تمہاری طرف آیا ہو تم بھی ہر ناپاک کافر سے پہلوتہی کرو۔ ہر طاہر اور مؤمن کی رفاقت اختیار کرو ورنہ میں تم سے جدا ہو جاتا ہوں۔" میں سوار ہو کر آیا۔ میں نے صنعاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اسلام پر ان کی بیعت کر لی۔ اسی واقعہ کے بارے میں میں نے یہ اشعار کہے ہیں:

الم تر ان الله عاد بفضله ۔۔۔ وانقذ من لفح الجحيم خنافرا

دعانی شصار للتی لو دفعتها ۔۔۔ لا صليت جمرا من لظى الهول جائرا

ترجمہ: "کیا تم نے دیکھا کہ رب تعالیٰ نے فضل فرمایا اور خنافر کو آگ کے شعلوں سے بچا لیا۔ شعار نے مجھے اس چیز کی طرف دعوت دی کہ اگر میں اسے ترک کر دیتا تو میں ظلم کرتے ہوئے جہنم کی آگ کو تاپ لیتا۔"

محمد بن عمر اسلمی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو خثیم کے کچھ لوگ اپنے بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے بتوں کے پاس فیصلے کرانے کے لیے جاتے تھے وہ اپنے بت کے پاس تھے کہ انہوں نے ایک غیبی صدا سنی۔

یا ایها الناس ذووالاجسام	و مسند والحکم الی الاصنام

ترجمہ: "اے اجسام والے لوگو! اے فیصلوں کو بتوں کی طرف منسوب کرنے والو!"

اکلکم اورهٔ کالنعام	الا ترون ما رای امامی

ترجمہ: "کیا تم سب جانوروں کی طرح پاگل ہو۔ کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔"

من ساطع یجلو دجی الظلام	ذاك نبی سید الانام

ترجمہ: "یعنی وہ پھیلتا ہوا نور جو ظلمتوں کو دور کر رہا ہے۔ وہ نبی کریم سید الانام ﷺ ہیں۔"

اعدل ذی حکم من الاحکام	یصدع بالنور و بالاسلام

ترجمہ: "وہ احکام کا فیصلہ کرنے میں سارے لوگوں سے زیادہ عادل ہیں وہ نور اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔"

من هاشم فی ذروة السنام	مستعلن بالبلد الحرام

ترجمہ: "وہ ہاشم کے بلند و بالا قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ حرم پاک میں اسلام کا اعلان کر رہے ہیں۔"

جاء بهدم الکفر بالاسلام	اکرمه الرحمان من امام

ترجمہ: "وہ اسلام کے ساتھ کفر کو ختم کرنے آئے ہیں۔ رحمان رب تعالیٰ نے انہیں عزتوں سے نوازا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ یہ اشعار یاد کر کے بکھر گئے۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ انہیں خبر مل گئی کہ مکہ مکرمہ سے حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔"

ابن شاہین نے ابوخیثمہ عبدالرحمان بن ابی بسرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سعد العشیرہ کا ایک بت تھا۔ جسے قراض کہا جاتا تھا۔ وہ اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔ اس کا ایک محافظ تھا۔ وہ انہی میں سے تھا۔ جسے ابن وقشہ کہا جاتا تھا۔"

عبدالرحمان نے فرمایا: "ذباب بن حارث نے بتایا کہ ابن وقشہ کے تابع ایک جن تھا جو اسے مستقبل کی خبریں دیتا تھا۔ ایک رات وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے اسے کسی چیز کے بارے بتایا۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ اس نے کہا: "اے ذباب! سارے عجیب امور میں سے عجیب امر سنو محمد عربی ﷺ کو الکتاب کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے وہ مکہ میں توحید کی دعوت دے رہے ہیں مگر اہل مکہ ان کی دعوت قبول نہیں کر رہے۔" میں نے اسے کہا: "یہ کیا ہے؟" اس نے بتایا: "میں نہیں جانتا مجھے اس طرح بتایا گیا ہے۔" اس واقعہ کے کچھ ہی دیر بعد ہم نے سن لیا کہ حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہو چکا ہے۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں اس بت کی طرف گیا اور اسے توڑ دیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے اسلام قبول لیا۔ میں نے یہ اشعار کہے:

تبعت رسول اللہ اذ جاء الھدٰی — و خلفت قراضا بدار ھوانِ
و لما رائیت اللہ اظھر دینہٗ — اجبت رسول اللہ حین دعانی

ترجمہ: ”حضور ﷺ جب ہدایت کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے آپ کی اتباع کر لی۔ میں قراض کو ذلت و رسوائی کے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ جب میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے اپنے دین کا اظہار کر دیا ہے۔ جب آپ نے مجھے دعوت دی تو میں نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔“

الخرائطی نے حضرت سفیان الہذلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں ایک کارواں کے ساتھ شام کی طرف عازم سفر ہوا۔ جب ہم زرقاء اور معان کے مابین تھے تو ہم نے وہاں رات بسر کی۔ ایک سوار زمین اور آسمان کے مابین معلق تھا۔ اس نے کہا: ”اے سونے والو! جاگ جاؤ۔ یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد مجتبیٰ ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ جنات کو پوری طرح دھتکار دیا گیا ہے۔ اس کارواں میں سارے جوان لوگ تھے۔ انہوں نے یہ پیغام سنا ہم اپنے اہل کی طرف لوٹے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔

الطبرانی، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ العمانی سے بیان کیا ہے کہ مازن الطائی عمان کی سرزمین پر تھے۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے بت کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کے بت کو یاور کہا جاتا تھا۔ مازن کہتے ہیں ”ہم نے ایک دن ایک جانور ذبح کیا۔ میں نے بت سے آواز سنی۔ اس نے کہا: ”مازن! میری طرف آؤ۔ آؤ! ایک بات سنو جو مخفی نہیں ہے۔ یہ نبی مرسل ہیں جو حق کلام کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ ان پر ایمان لے آؤ۔ تاکہ تم شعلہ بار آگ کی حدت سے بچ سکو۔ جس کا ایندھن پتھر ہو گا۔“ مازن نے کہا۔ میں نے کہا: ”بخدا! یہ عجیب بات ہے۔“ ایک اور دن میں نے ایک ذبیحہ ذبح کیا۔ میں نے ایک آواز سنی وہ کہہ رہا تھا ”اے مازن سنو اور خوش ہو جاؤ۔ خیر ظاہر ہو چکا ہے۔ شر چھپ چکا ہے۔ بنو مضر سے حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے دین حق کے ساتھ تشریف لا چکے ہیں۔ پتھر کے بتوں کو چھوڑ و تم جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے۔“

مازن نے کہا۔ میں نے کہا: ”بخدا! یہ عجیب بات ہے۔ یہ تو بھلائی ہے جس کا میرے ساتھ ارادہ کیا گیا ہے۔“ ایک شخص حجاز سے ہمارے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا: ”وہاں کی کوئی بات بتاؤ۔“ اس نے کہا: ”تہامہ سے ایک شخص کا ظہور ہوا ہے۔ جو ان کے پاس جاتا ہے۔ وہ اسے کہتے ہیں ”رب تعالیٰ کے داعی کو جواب دو۔“ انہیں احمد مجتبیٰ ﷺ کہا جاتا ہے۔“ میں نے کہا: ”بخدا! یہی خبر میں نے سنی تھی۔“ میں سوار ہو کر آیا۔ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میرے لیے اسلام کو واضح کر دیا گیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت میں نے یہ اشعار کہے:

کسّرت یادرا اجذاذا او کان لنا — ربا نطیف بہ ضلا بتضلال

بالهاشمي هدانا من ضلالتنا و لم يكن دينه مني على بال

يا راكباً بلغ عمرا و اخوتها انى ممن قال ربي باذر قالي

ترجمہ: "میں نے بادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ ہمارا رب تھا ہم گمراہی کی وجہ سے اس کا طواف کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے رسول ہاشمی علیہ السلام کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا کی۔ اس سے قبل آپ کے دین کی میرے نزدیک کچھ اہمیت نہ تھی۔ اے شہ سوار میری طرف سے عمرو اور اس کے بھائیوں تک یہ پیغام پہنچا دے جس نے کہا کہ میرا رب بادر ہے تو میں اس سے ناراض ہوں گا۔"

حضرت مازن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں ایسا شخص ہوں۔ جو شراب کا دلدادہ ہے۔ موسیقی کا شوقین ہے۔ عورتوں کا رسیا ہے۔ ہم پر قحط سالی کا دور دورہ رہا ہے۔ ہمارے اموال ختم ہو چکے ہیں۔ اہل و عیال کمزور ہو چکے ہیں۔ یارسول اللہ! میری اولاد نہیں آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ مجھ سے یہ برائیاں دور کرے۔ مجھے حیا عطا فرمائے۔ مجھے اولاد نرینہ دے۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا کی: "مولا! اس کی موسیقی کو قرآن میں تبدیل کر دے۔ اس کے حرام کو حلال میں بدل دے۔ اسے حیاء عطا فرما۔ اسے اولادِ نرینہ عطا فرما۔" حضرت مازن نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میری ساری برائیاں ختم کر دیں۔ عمان سرسبز و شاداب ہو گیا۔ میں نے چار آزاد عورتوں سے شادی کر لی۔ میرے ہاں حیان بن مازن پیدا ہوا۔ میں نے یہ اشعار کہے:

اليك رسول الله سقت مطيتي تجوب الفيافي من عمان الى العرج

ترجمہ: "یارسول اللہ! میں اپنی سواری کو آپ کی طرف ہانک کر لایا۔ وہ عمان سے عرج تک کے جنگلات طے کرتی ہوئی آئی۔"

لتشفع لي يا خير من وطئ الثرى فيغفرلي ربي فارجع بالفلج

ترجمہ: "اے بہترین انسان! تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں۔ میرا رب میرے گناہ معاف کر دے، میں کامیابی کے۔"

الى معشر خالفت في الله دينهم فلا رائهم رائي ولا شرجهم شرجي

ترجمہ: "ساتھ معشر کی طرف لوٹوں۔ میں نے رب تعالیٰ کے لیے ان کے دین کی مخالفت کی ہے۔ نہ ان کی رائے میری رائے نہ ان کا دین میرا دین ہے۔"

و كنت امرءًا بالزغب والخمر مولعا شبابي حتى آذن الجسم بالنهج

ترجمہ: "میں شراب اور بدکاری کا دلدادہ تھا۔ مگر انہوں نے میرے جسم کو راہِ راست سے آگاہ کر دیا۔"

فبدلني بالخمر خوفا و خشية   و بالعهر احصانا و حصن لی فرجی

ترجمہ: ''رب تعالیٰ نے میری شراب نوشی کو خوف و خشیت میں اور میری بدکاری کو عفت میں بدل دیا اس نے میری شرم گاہ کی حفاظت کی۔''

فاصبحت همی فی الجهاد و نیتی   فلله ما صومی و لله ما حجی

ترجمہ: ''اب میرا ارادہ اور نیت صرف جہاد کرنے کی تھی۔ میرا روزہ اور میرا حج صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے۔''

ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت نفیل بن عمرو الهذلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک جانور ذبح کیا۔ میں نے اسے اپنے بت کے لیے ذبح کیا۔ میں نے اس کے پیٹ سے سنا وہاں سے صدا آ رہی تھی۔'' تعجب ہے مکمل تعجب! بنو عبدالمطلب سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ انہوں نے بدکاری اور بتوں کے لیے جانوروں کو ذبح کرنا حرام قرار دیا ہے۔ آسمانوں کی حفاظت کی گئی ہے۔ اب ہمیں شہاب مارے جاتے ہیں۔ ہم پھیل جاتے ہیں۔''

ہم مکہ مکرمہ آئے لیکن ہم نے کسی کو نہ پایا جو ہمیں حضور ﷺ کے متعلق بتاتا حتیٰ کہ ہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ ہم نے عرض کی: ''ابوبکر! کیا مکہ مکرمہ میں کسی ایسی ہستی کا ظہور ہوا ہے جو رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہو۔ جس کا نام نامی ''احمد'' ہو۔'' انہوں نے فرمایا: ''کس لیے؟ میں نے انہیں ساری حکایت بتائی۔ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے رسول مکرم ہیں۔

ابوسعد نیشاپوری نے الشرف میں جندل بن نضلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: ''میرا ایک جن تھا۔ وہ میرے پاس آیا اس نے مجھے دھمکایا اور کہا:

هب فقد لاح سراج الدین   بصادق مهذب امین

فا اهل علی ناجیة امون   تمشی علی الصحصح والحزون

ترجمہ: ''صادق، مہذب اور امین کے ذریعے دین کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔ تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو جا جو چٹیل میدانوں اور سخت زمین پر چلے۔''

میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے پوچھا: ''کیا؟'' اس نے کہا: ''زمین بچھانے والے کی قسم! فرض مقرر کرنے والے کی قسم! طول و عرض میں محمد عربی ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔ وہ پاکیزہ حرم میں پروان چڑھے ہیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی ہے۔'' میں اسی وقت روانہ ہوا۔ میں نے یہ غیبی صدا سنی۔

یا ایها الراکب المزجی عطیته   نحوا لرسول لقد وفقت للرشد

ترجمہ: ''اے وہ شہ سوار! جو اپنی اونٹنی کو حضور ﷺ کی طرف لے کر جا رہا ہے تمہیں ہدایت کی توفیق دی گئی ہے۔''

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں میں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا۔ وقت صبح میں نے ایک ہاتف کو سناوہ کہہ رہا تھا:

یا ایھا الراقد فی اللیل الاجم　　　قد بعث اللہ نبیًا فی الحرم
من ھاشم اھل الوفاء والکرم　　　یجلو دجنات الدیاجی والظلم

ترجمہ: "اے تاریک رات میں جاگنے والے! رب تعالیٰ نے حرم پاک میں نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کر دیا ہے۔ وہ باوفا اور صاحب جود و کرم ہاشم کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ تاریکیوں اور رات کی ظلمتوں کو ختم کریں گے۔"

میں نے ارد گرد سر گھمایا۔ مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے کہا:

یا ایھا الھاتف فی داجی الظلم　　　اھلا و سھلا بك من طیف الم
بین ھداك اللہ فی لحن الکلم　　　ماذا الذی تدعو الیہ تغتنم

ترجمہ: "اے رات کی تاریکی میں صدا لگانے والے! تجھے میری طرف سے خوش آمدید! رب تعالیٰ تجھے ہدایت دے واضح زبان میں بتا تو مجھے جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے اور جس کا تو فائدہ اٹھاتا ہے۔"

اس نے گلا صاف کیا۔ اس نے کہا: "نور کا ظہور ہو چکا ہے۔ جھوٹ باطل ہو چکا ہے۔ محمد عربی ﷺ سرور کے ساتھ مبعوث ہو چکے ہیں۔" پھر اس نے کہا:

الحمد للہ الذی لم یخلق الخلق عبث　　　ارسل فینا احمد خیر نبی قد بعث
صلی اللہ علیہ ما حج لہ رکب و حث

ترجمہ: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے مخلوق کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس نے ہم میں احمد مجتبیٰ ﷺ کو مبعوث کیا۔ وہ بہترین نبی ہیں جو مبعوث ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ آپ پر اس وقت تک درود و سلام بھیجے، جب تک اس کے لیے حج ہوتا رہے اور حج پر ابھارا جاتا رہے۔"

پھر صبح طلوع ہو گئی۔ میں نے اونٹ پالیا۔

ابوسعد نیشاپوری نے "شرف" میں حضرت جعد بن قیس سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: "ہم چار افراد زمانہ جاہلیت میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ ہم یمن کی وادی میں سے گزرے۔ رات ہو گئی۔ ہم نے وادی کے عظیم جن کی پناہ حاصل کی۔ اپنے اونٹوں کو باندھا۔ جب رات پرسکون ہو گئی۔ میرے ساتھی سو گئے تو وادی کی ایک طرف سے ایک ہاتف نے کہا:

الا یا ایھا الرکب المعرس بلغوا — اذا ما وقفتم بالحطیم و زمزما
محمدا المبعوث منا تحیة — تشیعة من حیث سارو یمما
و قولوا له انا لدینک شیعة — بذالک اوصانا المسیح ابن مریما

ترجمہ: ”اے رات کے وقت آرام کرنے والے قافلے! جب تم حطیم اور زمزم کے پاس ٹھہرو تو ہماری طرف سے محمد عربی ﷺ کو سلام عرض کرنا وہ جہاں کہیں بھی جائیں تم ان کے ہمراہ ہو جاؤ۔ ان سے عرض کرو۔“ ہم آپ کے دین کے معاون ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اسی چیز کی وصیت کی تھی۔“

ابونعیم نے حضرت خویلد الضمری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم ایک بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے اس کے پیٹ سے ایک چیخنے والے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”چوری چھپے سننا ختم ہو گیا اس نبی کریم ﷺ کے لیے شہاب برسائے جاتے ہیں جن کا ظہور مکہ مکرمہ سے ہوا ہے۔ ان کا نام نامی احمد ہے۔ یثرب ان کی ہجرت گاہ ہے۔ وہ نماز، روزہ، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔“ ہم نے اس بت کے پاس سے اٹھ کر آ کے لوگوں سے اس کی بابت سوال کیا تو انہوں نے کہا: ”مکہ مکرمہ سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا ہے ان کا اسم گرامی احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔“

ابن جریر، الطبرانی، ابن ابی الدنیا، ابونعیم اور خرائطی نے حضرت عباس بن مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میرے اسلام کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب میرے والد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے مجھے اس بت کے بارے وصیت کی جسے ضمار کہا جاتا تھا۔ میں نے اسے ایک گھر میں رکھ دیا۔ میں ہر روز اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب حضور ﷺ کا ظہور ہوا تو میں دوپہر کے وقت میں اپنے اونٹوں میں تھا۔ اچانک میرے پاس ایک سفید شتر مرغ آیا۔ وہ روئی کی طرح تھا اس پر سفید پوش انسان سوار تھا۔ اس نے مجھے کہا: ”اے عباس بن مرداس! کیا تو نے دیکھا نہیں کہ آسمان کے نگران کافی ہو گئے ہیں۔ جنگ نے لوگوں کو خاکستر بنا دیا ہے۔ گھوڑوں نے اپنے سوار گرا دیے ہیں۔ وہ ذات بابرکات جو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ تشریف لائی ہے۔ وہ سوموار کے دن اور منگل کی رات تشریف لائی ہے۔“

وہ قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہیں۔ میں مرعوب ہو کر باہر نکلا۔ جو کچھ میں نے سنا تھا اس نے مجھے ڈرا دیا تھا۔ حتیٰ کہ میں بت ضمار کے پاس آیا۔ ہم اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے پیٹ سے آوازیں سنتے تھے۔ میں اس کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کے ارد گرد جھاڑو دیا اسے چھوا اسے بوسہ دیا۔ میں نے رات کے وقت اس کے پیٹ سے آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا:

قل للقبائل من سلیم کلھا — ھلک الانیس و عاش اھل المسجد
اودی ضمار و کان یعبد مرةً — قبل الکتاب الی النبی محمد
ان الذی ورث النبوة والھدی — بعد ابن مریم من قریش مھتدی

ترجمہ: "ان سارے قبائل سے کہو جن کا تعلق بنوسلیم سے ہے کہ انیس ہلاک ہوگیا ہے۔ مسجد والوں نے زندگی پالی ہے۔ بلاشبہ وہ ذات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت اور ہدایت کی وارث بنی وہ قریش میں سے ہدایت یافتہ ہے۔ ضمار ہلاک ہوگیا حضور ﷺ پر نزولِ کتاب سے پہلے ان کی طویل عرصہ تک عبادت کی جاتی رہی۔"

میں نے یہ بات لوگوں سے چھپالی۔ میں نے کسی کو کچھ نہ بتایا جب لوگ غزوہ الاحزاب سے واپس آئے میں ذات عرق کے پاس عقیق کے رستہ میں اپنے اونٹوں کے پاس تھا۔ میں نے بلند آواز سنی میں نے سر اٹھایا۔ ایک شخص شتر مرغ پر سوار تھا وہ کہہ رہا تھا۔ "وہ نور جو سوموار کے روز اور منگل کی رات کو واقع ہوا وہ عضباء والی ذاتِ کریمانہ کے پاس ہے۔ وہ بنواحی العنقاء کے گھر میں ہے۔" اس کے شمال سے ایک ہاتف نے کہا "جنات اور ان کے شیاطین کو بشارت ہو۔ سواریوں نے اپنے سواروں کو گرادیا ہے۔ آسمان کے نگرانوں نے اس کی حفاظت کی ہے۔" میں گھبرا کر اٹھا بیٹھا۔ مجھے علم ہوگیا کہ نبی محترم حضرت محمد ﷺ مرسل ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے درج ذیل اشعار آپ کی خدمت میں پیش کیے:

لعمرك انی یوم اجعل جاهلا   ضمارا لرب العالمین مشارکا

ترجمہ: "میں آپ کی حیاتِ طیبہ کی قسم میں ایک دن ضمار کو رب العالمین کا شریک بناتا تھا یہ میری جہالت تھی۔"

و ترکی رسول الله والاوس حوله   اولئك انصار له ما اولئکا

ترجمہ: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ اوس آپ کے اردگرد تھے وہ سب آپ کے انصار تھے۔"

کتاركٍ سهل الارض والحزن یتبغی   لیهلك فی کل الامور المهالکا

ترجمہ: "جس طرح کہ وہ شخص جو نرم اور سخت زمین کو چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ وہ سارے امور میں ہلاکتوں میں گر کر برباد ہو جائے۔"

فآمنت بالله الذی انا عبدهٗ   و خالفت من امسی یرید المهالکا

ترجمہ: "میں اس رب تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہوں جس کا میں بندہ ہوں۔ میں نے اس کی مخالفت کی ہے جو میری ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے۔"

ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا   ابایع بین الاخشبین المبارکا

ترجمہ: "میں نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا عزم کر لیا ہے میں الاخشبین کے مابین مبارک ذات کی بیعت کروں گا۔"

نبی اتی من بعد عیسی بناطق   من الحق فیه الفضل فیه کذالکا

ترجمہ: ''وہ ایسے نبی کریم ﷺ ہیں جو حضرت عیسیٰ کے بعد حق کے ساتھ گفتگو کرنے والی کتاب کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس میں فضل ہے۔''

امین علی الفرقان اول شافع   و اول مبعوث یجیب الملائکة

ترجمہ: ''وہ فرقان پر امین ہیں سب سے پہلے شافع ہیں اور وہ سب سے اول مبعوث ہیں جو ملائکہ کو جواب دیتے ہیں۔''

تلاقی عری الایمان بعد انتقاصها   فاحکمها حتی اقام المناسکا

ترجمہ: ''تم دیکھو گے کہ ایمان کی دیواریں لرزنے کے بعد گر چکی ہیں۔ میں انہیں مضبوط کروں گا۔ حتیٰ کہ میں مناسک کو قائم کروں گا۔''

ابونعیم نے راشد بن عبدربہ سے روایت کیا ہے۔ المعلاۃ کے مقام پر ایک بت تھا۔ جسے سواع کہا جاتا تھا۔ بنو ھذیل اور بنوسلیم میں سے بنوظفر اس کی پوجا کرتے تھے۔ بنوظفر نے راشد بن عبد ربہ کو بنوسلیم کا تحفہ دے کر سواع کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''میں سواع کے پاس فجر کے وقت پہنچا۔ میں نے اس کے پیٹ سے ایک چیخنے والے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تعجب ہے۔ بنوعبدالمطلب سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ انہوں نے بدکاری، سود اور بتوں کے لیے ذبح کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ آسمان کی حفاظت کر دی گئی ہے۔ ہمیں شہاب مارے جاتے ہیں۔'' پھر اس کے پیٹ سے ایک اور ہاتف کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ''ضمار کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی پوجا ہوتی تھی۔ ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ جن کا اسم گرامی احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔ وہ ایسے نبی کریم ﷺ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔ روزہ رکھنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔'' پھر اس کے پیٹ سے ایک اور ہاتف نے کہا:

ان الذی ورث النبوۃ والھدی   بعد ابن مریم من قریش متھدی

ترجمہ: ''وہ ذات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت اور ہدایت کی وارث بنی۔ وہ قریش میں سے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں۔''

راشد کہتے ہیں: ''میں نے فجر کے وقت سواع کو دیکھا۔ دو سانپ اس کا جسم چاٹ رہے تھے۔ وہ اس کے تحائف کھا رہے تھے۔ پھر وہ سواع پر چڑھ کر پیشاب کر رہے تھے۔'' اس وقت انہوں نے یہ شعر کہا:

ارب یبول الثعلبان براسه   لقد ذل من بالت علیه الثعالب

ترجمہ: ''کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر سانپ پیشاب کر رہے ہوں۔ جس کے سر پر سانپ پیشاب کر

دیں۔وہ رسوا ہو جاتا ہے۔"

اس وقت حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہو گیا۔

رویانی اور ابن عساکر نے حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔جب رات چھا گئی تو میں نے باآواز بلند کہا"میں اس وادی کے شریر لوگوں سے اس وادی کے سردار جن کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔"اچانک ایک ہاتف نے آواز دی۔

و یحك عذ باللّٰه ذی الجلال منزل الحرام والحلال
و وحد اللّٰه ولا تبالی ما کید الجن من الاھوال
ان تذکر اللّٰه علی الامیال و فی سھول الارض والجبال
قد صار کید الجن فی سفال الا التقی و صالح الاعمال

ترجمہ: "تیرے لیے ہلاکت! تو اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کر۔جس نے حرام اور حلال کو نازل کیا ہے۔رب تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لے ذرا پرواہ نہ کر۔اب خوفناک اشیاء سے جنات کا مکر کچھ اہمیت نہیں رکھتا تو مختلف ناموں میں،ہموار زمین اور پہاڑوں پر اس کی تسبیح بیان کر۔اب جنات کا مکر و فریب ختم ہو چکا ہے سوائے متقیوں اور صالح اعمال کے سرانجام دینے والوں نے۔"

میں نے اسے کہا:

یا ایھا الھاتف ما تقول ارشد عندك ام تضلیل

ترجمہ: "اے ہاتف! تو کیا کہتا ہے کیا تمہارے پاس ہدایت کا سامان ہے یا گمراہی ہے۔"

اس نے کہا:

ھذا رسول اللّٰه ذوالخیرات جاء بیاسین و حامیات
و سور بعد مفصلات یامر بالصلاۃ والزکوۃ
و یزجر الاقوام عن ھنات قد کن فی الانام منکرات

ترجمہ: "یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو ساری بھلائیوں کے مالک ہیں۔جو یاسین اور حٰم سورتوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔آپ کے پاس مفصلات کے بعد اور بھی کئی سورتیں ہیں۔آپ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔آپ لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔ساری بدکاریاں اسلام میں برائیاں ہیں۔"

میں نے کہا:"تو کون ہے؟"اس نے کہا:"میں جن مالک بن مالک ہوں۔"

روؔیانی نے عمرو بن اثال سے روایت ہے۔اس جن نے کہا:"مجھے حضور ﷺ نے نجد کے جنات پر عامل مقرر کیا ہے۔"میں نے اپنی سواری اٹھائی۔میں نے کہا:

ارشد راشد هديت لاجعت ولا عريت

ولا برحت سيّدا مقيتًا

ترجمہ: "اے راہ نما! تجھے ہدایت عطا کر دی جائے تو میری راہ نمائی کر۔تو نہ بھوکا رہے نہ ہی تو عریاں ہو۔تو سردار اور غذا بخش رہے۔"

اس نے کہا:"تو میری اتباع کر۔"وہ یوں کہہ رہا تھا:

صاحبك الله و سلّم نفسك و بَلَّغَ الاهل وادّى جِلّكا

آمن به افلح ربى حقك وانصره اعزّ ربى نصركا

ترجمہ: "رب تعالیٰ تجھے صحیح وسلامت رکھے۔وہ تمہیں اہلِ خانہ تک پہنچائے۔وہ تمہیں تمہاری سرزمین تک پہنچا دے۔تم آپ ﷺ پر ایمان لے آؤ۔میرا رب تمہارا حق پورا کر دے گا۔آپ کی مدد کرو رب تعالیٰ تمہاری بھرپور مدد کرے گا۔"

میں نے کہا:"کاش! کوئی میرے اونٹوں کی حفاظت کرے۔میں آپ کی خدمت حاضر ہو کر آپ پر ایمان لے آؤں۔"اس نے کہا:"میں ان اونٹوں کی کفالت کرتا ہوں۔حتیٰ کہ میں اسے تمہارے اہلِ خانہ تک پہنچاؤں گا۔"میں نے ایک اونٹ لیا۔پھر مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا۔میں نے دیکھا لوگوں جمعۃ المبارک ادا کر رہے تھے۔وہ نماز میں تھے۔میں نے کہا:"لوگ نماز پڑھ لیں پھر میں مسجد کے اندر جاؤں گا۔"میں اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔انہوں نے فرمایا:"داخل ہو جاؤ۔تمہارے اسلام کا واقعہ ہمیں پہنچ چکا ہے۔"میں نے کہا:"میں پاکیزگی اچھی طرح حاصل نہیں کر سکتا۔"انہوں نے مجھے وضو کا طریقہ سکھایا۔آپ فرما رہے تھے۔"جو مسلمان بھی اچھی طرح وضو کرے۔پھر بھرپور انداز سے نماز ادا کرے تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

جب حضور اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا:"اس بزرگ نے کیا کیا جس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارے اونٹوں کو تمہارے اہلِ خانہ تک صحیح وسالم پہنچا دے گا۔اس نے اپنی امانت ادا کر دی ہے۔"میں نے کہا:"رب تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔"آپ نے فرمایا:"ہاں! رب تعالیٰ اس پر رحم کرے۔"

اموی، فاکہی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور ﷺ کے امر کا ظہور ہوا۔تو ایک جن کوہ ابی قبیس پر کھڑا ہو گیا۔اس نے کہا:

قبح الله رأی کعب بن فهر ما ارق العقول والاحلام

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کعب بن فہر کی رائے کو قبیح کرے۔ وہ عقل اور دانش سے کتنا عاری ہے۔"

دنینا انها تعنف فیها دین آباءها الحماة الکرام

ترجمہ: "اس کا دین یہ ہے کہ وہ اپنے دین میں اپنے معزز اور محترم آباء کے دین پر غیب لگاتا ہے۔"

حالف الجن جن بصری علیکم و رجال النخیل والآطام

ترجمہ: "اس نے تمہارے خلاف بصریٰ کے جنات، نخلستانوں اور ٹیلوں کے لوگوں سے عہد کیا ہے۔"

توشك الخیل ان تروها تهاوی تقتل القوم فی حرام بهام

ترجمہ: "قریب ہے کہ تو دیکھے کہ اسلام کا لشکر یہاں آ گیا ہے۔ اور باعظمت شہروں میں قوم کو قتل کیا جا رہا ہے۔"

هل کریم منکم له نفس حر ما جد الوالدین والاعمام

ترجمہ: "کیا تم میں ایک ایسا معزز شخص ہے جو آزاد بھی ہو جس کے والدین اور چچے باعزت ہوں گے۔"

ضارب ضربة تکون نکالاً و رواحا من کربة و اغتمام

ترجمہ: "وہ ایک ایسی ضرب لگائے۔ جو عبرت کا باعث بھی ہو اور رنج و غم سے بھی نجات عطا کرے۔"

یہ خبر مکہ مکرمہ میں پھیل گئی۔ مکہ مکرمہ کے لوگ باہم یہ باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: "تم نے اس قدر سستی کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ جنات تمہیں اکسانے لگے ہیں۔ انہوں نے اہلِ ایمان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ ایک شیطان تھا جو لوگوں سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے مسعر کہا جاتا ہے جس شیطان نے بھی کسی نبی کے خلاف لوگوں کو ابھارا۔ رب تعالیٰ اسے قتل کر دیتا ہے۔" تین دن گزر گئے ہاتف نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ آواز دی۔

نحن قتلنا مسعرا لمّا طغی واستکبرا

و سفهه الحق و سن المنکر بشتمه نبینا المطهرا

قنعته سیفا جروفا ابترا انا نذودمن اراد البطرا

ترجمہ: "ہم نے مسعر کو قتل کر دیا ہے۔ جب اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔ حق کو برا بھلا کہا۔ برائی کا رواج کیا اس نے حضور ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ میں نے شمشیر براں کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ ہم سرکشی کرنے والوں کو دھتکار دیتے ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ ایک عظیم جن تھا جسے سمجح کہا جاتا تھا۔ میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔ وہ ایمان لایا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تین دن سے اس جن کی تلاش میں تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔

ابن عساکر نے زمیل یا زمل بن عمرو العذری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو عذرہ کا ایک بت تھا۔ جسے خمام کہا جاتا تھا۔ وہ اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے خادم کا نام طارق تھا۔ لوگ اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کا ظہور ہوا تو ہم نے باآواز بلند سنا "اے طارق! اے طارق! نبی صادق ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ ناطق وحی کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ سرزمین تہامہ میں ان کا ظہور ہوا ہے۔ ان کی نصرت کرنے والوں کے لیے سلامتی ہے۔ ان کے دشمنوں کے لیے ندامت ہے۔ اب میری طرف سے روزِ حشر تک کے لیے "الوداع" ہے۔

زمل نے کہا: "وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے:

الیك یا رسول الله اعملت نصها اکلفها نصًّا وقوزًا من الرمل

ترجمہ: "یارسول اللہ! اس اونٹنی کو تیزی کے ساتھ لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے اسے نرم اور سخت زمین پر چلایا ہے۔"

لا نصر خیر الخلق نصرا مؤزّرًا و اعقد جبلا من حبالك فی حبلی

ترجمہ: "تاکہ میں مخلوق میں سے بہترین ذات کی عمدہ مدد کروں۔ آپ کے معاہدوں میں اپنا عہد بھی شامل کرلوں۔"

و اشهد ان الله لا شئی غیره ادین له ما اثقلت قدمی نعلی

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جب تک میرے جوتے میرے پاؤں کو بوجھل بناتے رہیں گے میں آپ کا دین ہی اختیار کروں گا۔"

ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم ﷺ کو مبعوث کیا تو ہر بت منہ کے بل گر پڑا۔ شیاطین ابلیس کے پاس آئے اور اسے بتایا۔ اس نے کہا: "ایک نبی مبعوث ہو چکے ہیں۔ تم اس کی تلاش کرو۔" انہوں نے کہا: "ہم نے انہیں نہیں پایا۔" اس نے کہا: "میں انہیں تلاش کرتا ہوں۔" ابلیس باہر نکلا۔ اس نے آپ کو پایا کہ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شیاطین کی طرف لوٹ آیا۔ اس نے کہا: "میں نے آپ کو پایا آپ کے ہمراہ جبرائیل امین ہیں۔"

مجاہد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابلیس نے چار دفعہ چیخ ماری تھی:

1. جب ملعون ہوا۔
2. جب نیچے اتارا گیا۔
3. جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے۔
4. جب سورۃ الفاتحہ نازل ہوئی۔

پانچواں باب

بعثت کے وقت آپ کی عمر مبارک اور بعثت کی تاریخ

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ صحیح موقف یہ ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔ یہ مشہور موقف ہے اور اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "سیرت نگاروں کے نزدیک یہی موقف درست ہے۔" قاضی نے حضرت ابن عباس اور سعید بن میسب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت شاذ ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر مبارک ۴۳ سال تھی۔ مگر صحیح موقف پہلا ہی ہے۔

شیخ الاسلام بلقینی نے لکھا ہے کہ مشہور قول کے مطابق جب غارِ حرا میں حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ کسی نے ایک دن زائد، کسی نے دس ایام زائد کسی نے دو ماہ زائد کسی نے دو سال، کسی نے تین سال اور کسی نے پانچ سال زائد کہا ہے۔ اس روز پیر کا مبارک دن تھا۔ دن کا وقت تھا۔ کس ماہ میں آپ کی بعثت ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے سترہ رمضان المبارک کسی نے سات رمضان المبارک کسی نے چودہ رمضان المبارک کا قول کہا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔" یہ قول راجح ہے جیسے کہ عنقریب تذکرہ ہوگا کہ آپ ماہِ رمضان مبارک میں غارِ حرا میں خلوت نشیں ہوتے تھے۔ فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس طرح آپ کی اس وقت عمر مبارک چالیس سال اور چھ ماہ بنتی ہے۔ ایک قول ہے کہ اس وقت رجب کی سترہ تاریخ تھی۔ ایک قول ہے کہ ربیع الاول کی یکم یا آٹھ تاریخ تھی۔" حضرت ابوداؤد الطیالسی سے روایت ہے کہ اس امر کا تقاضا ہے کہ حضرت جبرائیل امین رمضان المبارک کے آخری ایام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ راجح قول یہی ہے۔"

امام احمد، اور شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔"

تنبیہات

1. علامہ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ یہ کمال کی عمر ہوتی

ہے۔ ایک قول کے مطابق سارے انبیائے کرام علیہم السلام اسی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ جہاں تک اس امر کا تذکرہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھایا گیا تو اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ تو اس کے بارے کوئی مشہور متصل روایت نہیں۔ جس سے استدلال ہو سکے۔" حقیقت اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے ذکر کیا ہے۔

حضرت وھب بن منبہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "عیسائیوں کا یہی گمان ہے..... جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا اس وقت ان کی عمر مبارک ۳۳ سال تھی۔"

اس روایت کو امام حاکم نے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں عبدالمنعم بن ادریس ہے۔ محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اس کی سند میں اسحاق بن بشر ہے۔ یہ کذاب تھا اور احادیث گھڑا کرتا تھا۔ لیکن اس نے کہا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ اس روایت ابن عساکر نے سعید بن میسب سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں علی بن زید ہے۔ یہ ضعیف ہے۔ جبکہ صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں کہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی۔

◆ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ یہ روایت "ہر نبی کو چالیس سال کی عمر بعد نبوت سے سرفراز کیا گیا" موضوع ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی اور انہیں آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ انبیاء کرام کے لیے چالیس سال عمر کی قید لگانا درست نہیں۔

انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک کے بارے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا رد وہ روایت کر دیتی ہے جو علامہ ابن قیم سے ابھی ابھی گزر چکی ہے۔ عنقریب آپ کے وصال کے ابواب میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا "حضرت جبرائیل ہر سال مجھ سے ایک دفعہ قرآن مجید کا تکرار کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار تکرار کیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ہر نبی نے اپنے سے ماقبل نبی کی عمر سے نصف عمر پائی ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ مجھے امید ہے کہ ساٹھ سال کے لگ بھگ میرا وصال بھی ہو جائے گا۔" اس روایت سے الطبرانی نے لکھا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس کی اسناد کا تذکرہ وصال کے ابواب میں آئے گا۔

سیرت نگاروں میں اسی طرح مشہور ہے جس طرح حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں مبعوث ہوئے۔ امام علاء الدین علی بن محمد الخازن نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے۔ الحافظ نے یہ اضافہ کیا ہے "آپ اسی ماہ رمضان المبارک میں غار حرا میں تشریف لائے تھے کہ فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔"

ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "ایک قول یہ ہے کہ آپ ۸ ربیع الاول ۴۱ عام الفیل کو مبعوث ہوئے۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک کو مبعوث ہوئے۔ بعض علماء نے

ان دو اقوال کو جمع کرنے کی یوں سعی کی ہے کہ خوابوں کے ساتھ آپ کو آپ کے میلاد کے مہینے میں مبعوث کیا گیا۔ ان کی مدت چھ ماہ تھی۔ پھر عالم بیداری میں آپ پر وحی کی گئی۔ ان کی مزید تشریح آٹھویں باب کی ساتویں تنبیہ میں آئے گی۔

اس روز پیر کا مبارک دن تھا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا "آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اس روز میں جہانِ رنگ و بو میں آیا۔ اسی روز میں مبعوث ہوا۔ یا اسی روز مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔" محمد بن عمر اسلمی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہوا تو اس وقت رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں۔ اس روز پیر کا دن تھا۔

امام احمد، ابن جریر، الطبرانی، امام بیہقی نے الشعب میں حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "صحف ابراہیمی رمضانِ المبارک کی پہلی رات کو، تورات چھ رمضان المبارک کو، انجیل تیرہ رمضان المبارک کو، زبور اٹھارہ رمضان المبارک کو اور قرآن پاک چوبیس رمضان المبارک کو نازل ہوا۔"

❁❁❁

چھٹا باب

سچے خوابوں سے آغاز اور شجر و حجر کا سلام

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ پر وحی کی ابتداء پاکیزہ خوابوں سے ہوئی۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔" (البخاری)

ابونعیم نے حضرت علی بن حسین سے اور وہ اپنے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ پر سب سے پہلے سچے خوابوں کا آغاز ہوا۔ آپ جو چیز بھی خواب میں دیکھتے وہ اسی طرح ہوتی جس طرح آپ دیکھتے تھے۔"

حضرت علقمہ بن قیس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انبیاء کرام پر سچے خوابوں سے آغاز ہوتا تھا حتیٰ کہ ان کے دل پرسکون ہو جاتے۔ پھر ان پر وحی کا نزول ہوتا۔"

امام بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کو سچے خواب دکھائے۔ آپ پر یہ امر گراں گزرا تو آپ نے اس کا تذکرہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔" انہوں نے عرض کی: "آپ کو بشارت ہو۔ رب تعالیٰ آپ کے ساتھ صرف بھلائی کا ارادہ فرمائے گا۔"

ابن سعد نے حضرت برہ بنت ابی تجراہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے آپ کو سچی عزتوں کے ساتھ نوازنے کا ارادہ کیا۔ آپ پر نزولِ وحی کا آغاز ہونے لگا تو آپ قضائے حاجت کے لیے دور نکل جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو کوئی گھر نظر نہ آتا تھا۔ آپ گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو یوں سلام عرض کرتا: "السلام علیک یا رسول اللہ!" آپ اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے دیکھتے تو آپ کو کوئی نظر نہ آتا۔"

امام احمد، امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر بعثت سے قبل سلام بھیجا کرتا تھا۔ میں اسے اب بھی جانتا ہوں۔"

عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان العلامہ بن جاریہ الثقفی نے بعض اہلِ علم سے روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے آپ کو سچی عزتوں سے نوازنا چاہا اور بعثت کی ابتداء ہونے والی تھی۔ آپ قضائے حاجت کے لیے دور تشریف لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ گھر آپ کو نظر نہ آتے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں میں چلے جاتے تھے۔ آپ

جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تھے۔ وہ آپ کو یوں سلام عرض کرتا "السلام علیک یا رسول اللہ! آپ اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے دیکھتے تو آپ کو پتھر یا درخت نظر آتے۔ یہ سلام صفت نبوت کے ساتھ سلام تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم"

ابن سعد نے حضرت ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "خدیجہ! میں نور دیکھتا ہوں۔ میں آواز سنتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں کہیں کاہن نہ بن جاؤں"۔ انہوں نے عرض کی: "رب تعالیٰ آپ سے اس طرح نہیں کرے گا۔ آپ سچ بولتے ہیں۔ امانت ادا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔"

ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال قیام فرما رہے۔ سات سال آپ نور اور اجالا دیکھتے تھے۔ آواز سنتے تھے۔ آٹھ سال تک آپ پر وحی کا نزول ہوتا رہا۔"

علامہ الخازن نے لکھا ہے "اگر یہ قول درست ہے تو اسے نبوت سے دو سال قبل پر محمول کیا جائے گا۔ جن میں حضور ﷺ نبوت کی بشارات دیکھا کرتے تھے۔ اسے نبوت کے بعد کے ان تین سالوں پر بھی محمول کیا جائے گا۔ جو اعلانیہ دعوت سے قبل تھے اور دس سال آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلانیہ دعوتِ اسلام دی۔

تنبیہات

- ❶ امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ یہ پتھر جو بعثت سے قبل آپ کو سلام پیش کرتا تھا۔ وہ حجر اسود تھا" اظہر موقف یہی ہے کہ یہ سلام حقیقت میں تھا۔ رب تعالیٰ نے شجر و حجر کو بولنے کی توفیق عطا فرما دی تھی۔ جس طرح اس نے رونے والے تنے میں قوت گویائی پیدا فرما دی تھی۔ اس کی مزید تفصیل معجزات میں بیان کی جائے گی۔
- ❷ قاضی علیہ الرحمۃ وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ حضور ﷺ کے معاملہ کا آغاز سچے خوابوں سے اس لیے ہوا تاکہ فرشتہ اچانک آپ کے پاس نہ آجائے۔ وہ نبوت کی صراحت کے ساتھ اچانک نہ آجائے کہ قویٰ بشریہ اسے برداشت نہ کر سکیں۔ پہلے نبوت کے خصال کے اوائل، کرامت کی بشارات اور سچے خوابوں سے آغاز ہوا۔ حدیث پاک میں نور "دیکھنے" آواز سننے اور آپ پر شجر و حجر کے سلام کا تذکرہ ہے۔ وہ آپ کو نبوت کا سلام پیش کرتے تھے۔ تاکہ آپ کو اس عظیم امر کا احساس ہو سکے جس کا آپ کے ساتھ ارادہ کیا گیا تھا۔ اس امر کے لیے تیار ہو جائیں جو آپ کا منتظر تھا اور فرشتہ اسی امر کے ساتھ آئے جس کے ابتدائی امور آپ کے پاس ہوں۔"

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت جبرائیل امین کے آنے سے قبل حضرت اسرافیل رضی اللہ عنہما آپ کے ہمراہ رہے

امام احمد نے اپنی تاریخ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر وحی کا نزول ہوا اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ کے ہمراہ حضرت اسرافیل تین سال رہے۔ وہ آپ کو کلمہ اور دیگر امور سکھاتے تھے۔ قرآن پاک آپ کی زبان اقدس میں ابھی تک نہیں اترا تھا۔ جب تین سال گزر گئے تو حضرت جبرائیل امین آ گئے۔ وہ بیس سال تک آپ کی زبان اقدس میں قرآن پاک کا نزول کرتے رہے۔ دس سال تک مکہ مکرمہ میں دس سال تک مدینہ طیبہ میں ۶۳ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اس تفصیل کا تقاضا ہے کہ چالیس سال عمر مبارک کے بعد تین سال تک حضرت اسرافیل آپ کے ہمراہ رہے پھر حضرت جبرائیل امین آ گئے۔"

علامہ ابوشامۃ نے لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت (جو اگلے باب میں آ رہی ہے) اس امر کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ اگر آپ کے معاملہ کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا ہو۔ پھر اس مدت میں حضرت اسرافیل آپ کے ساتھ مل گئے ہوں جو آپ نے غارِ حرا میں بسر کی تھی۔ وہ سرعت کے ساتھ آپ کی طرف کلمہ پھینکتے ہوں۔ حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو تین دفعہ بھینچنے کے بعد سورۃ الاقراء کی ابتدائی آیات سکھا دیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے وہی کچھ بیان کیا ہو جو حضرت جبرائیل امین کے ہمراہ ہوتے ہوئے آپ کے ساتھ پیش آیا ہو اور ان امور کو بیان نہ کیا ہو جو حضرت اسرافیل کے ہمراہ ہوتے ہوئے پیش آئے ہوں۔ ان کا مقصد روایت کو مختصر کرنا ہو۔ یا یہ کہ وہ حضرت اسرافیل کے واقعہ سے آگاہ ہی نہ ہوں۔"

بعض علماء کرام نے حضرت اسرافیل کے ہمراہ ہو جانے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ وہ صور پھونکنے پر مؤکل ہیں حضور ﷺ کو قربِ قیامت کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ آپ کی بعثت قیامت کی علامات میں سے تھی۔ حضرت اسرافیل کو اسی مناسبت کی وجہ سے آپ کے ہمراہ بھیجا گیا۔ آپ سے قبل کسی اور نبی کے ساتھ نہیں بھیجا گیا تھا۔

امام واقدی نے امام شعبی کی اس خبر کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت جبرائیل امین کے علاوہ کسی اور فرشتے کو نہیں لگایا گیا۔"

الحافظ نے لکھا ہے "اس میں جو کچھ ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ نافی اپنی نفی کی دلیل

پیش کر دے۔ تو اسے مقدم کیا جائے گا۔"

الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے "ایسی روایت بھی ہے جس سے امام شعبی کی یہ روایت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس روایت کو امام مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں حضرت جبرائیل امین حاضر تھے۔ انہوں نے اوپر سے ایک آواز سنی۔ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔ انہوں نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہ فرشتہ ہے جو ابھی زمین پر آیا ہے۔ اس سے قبل یہ زمین پر کبھی نہیں آیا" وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو۔ جو آپ کو عطا کیے گئے ہیں۔ آپ سے قبل کسی نبی کو یہ نور عطا نہیں کیے گئے۔ وہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں جو شخص بھی ان کا حرف پڑھے گا۔ اسے عطا کر دیا جائے گا۔" علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے۔"

امام الطبرانی اور امام بیہقی نے الزھد میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل امین کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے جبرائیل! مجھے اس ذات کی قسم! جس نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آج شام کے لیے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑا سا آٹا یا مٹی بھر جَو بھی نہیں ہیں۔" اس کے ساتھ ہی آپ نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔ جس سے آپ خوفزدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا رب تعالیٰ نے قیام کا حکم دیا ہے۔" انہوں نے عرض کیا: "نہیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو حکم دیا ہے۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کا کلام سن لیا ہے۔" حضرت اسرافیل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "رب تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر پیش کروں کہ تہامہ کے پہاڑ سونے، چاندی، زمرد اور یاقوت کے پہاڑ بن کر آپ کے ہمراہ ہیں۔" میں نے عرض کی: "آپ چاہیں تو بادشاہ نبی بن جائیں یا عبد نبی بن جائیں۔" حضرت جبرائیل امین نے آپ کو عاجزی کا اشارہ کیا آپ نے تین دفعہ فرمایا "میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا ایک فرشتہ اترا۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: "یہ وہ فرشتہ ہے جو جب سے تخلیق ہوا ہے زمین پر نہیں آیا......"

اس تفصیل سے عیاں ہوتا ہے کہ امام واقدی کا مؤقف معتمد علیہ ہے۔"

آٹھواں باب

نزولِ وحی کی ابتدا

نزولِ وحی کے بارے روایت کو امام بیہقی نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے۔ شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔ ابن اسحاق اور ابن جوزی نے عبید بن عمیر اللیثی سے، موسیٰ بن عقبہ نے حضرت سعید بن مسیب سے، ابونعیم اور ابن عساکر نے سلیمان بن طرخان التیمی سے، امام بیہقی اور ابونعیم نے عمرو بن شرجیل سے، ابونعیم اور امام بیہقی نے ابن شہاب سے اور دولابی نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے نقل کیا ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔ آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک آنے والا آپ کے پاس آیا۔ اس کے ہمراہ اس کے دو ساتھی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا: "یہ وہی ہیں۔" اس کے بعد وہ آپ کے قریب نہ ہوئے۔ آپ نے اس بات کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا۔ انہوں نے کہا: "اے میرے بھتیجے! یہ کچھ بھی نہیں آپ کو ویسے ہی خواب آیا ہے۔" پھر آپ کو خواب دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا: "چچا جان! مجھ پر وہ شخص غالب آگیا جس کا تذکرہ میں نے آپ سے کیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا۔ حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔" آپ کے چچا جان آپ کو اہلِ کتاب کے ایک شخص کے پاس لے گئے۔ جو مکہ مکرمہ میں علاج کرتا تھا۔ انہوں نے آپ کا واقعہ اس سے بیان کیا اور اسے کہا "ان کا علاج کرو۔" اس نے ساری صورت حال کا جائزہ لیا۔ آپ کے قدمین شریفین دیکھے۔ مبارک کندھوں کی زیارت کی۔ اس نے کہا "اے عبدمناف! تمہارا یہ بھتیجا پاک و صاف ہے۔ اس میں بھلائی کی علامات پائی جاتی ہیں اگر یہودیوں نے ان پر غلبہ پالیا تو وہ انہیں شہید کر دیں گے۔ یہ کسی شیطانی عمل سے نہیں۔ لیکن یہ ان نوامیس میں سے ہے جو دلوں کو نبوت کے لیے دیکھتے ہیں۔" وہ آپ کو واپس لے آئے۔

پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے گھر کی چھت کی ایک لکڑی نکل گئی ہے۔ اس میں سے چاندی کی سیڑھی داخل کی گئی ہے۔

اس سے دو شخص نیچے اترے ہیں۔ آپ نے مدد طلب کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ کو کلام کرنے سے روک دیا گیا۔ ایک آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ دوسرا آپ کے پہلو کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے آپ کے پہلو میں ہاتھ داخل کیا۔ اسے

اندر لے گیا۔ مبارک پسلیاں نکالیں۔ حضور ﷺ نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اس نے آپ کے قلب انور کو باہر نکالا۔ اسے اپنے ہاتھ پر رکھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ کتنا پاکیزہ دل ہے۔ یہ پاکباز ہستی کا قلب انور ہے۔ انہوں نے آپ کے قلب انور کو پاک کیا۔ اسے دھویا پھر اسے اس کی جگہ پر لگا دیا۔ پسلیوں کو ان کی جگہ پر لگا دیا۔ پھر وہ اوپر چلے گئے اور وہ سیڑھی اٹھا لی گئی۔ چھت بھی پہلے کی طرح ہو گئی۔" آپ نے اس خواب کا تذکرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کیا تو انہوں نے عرض کی: "آپ کو بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ یہ بھلائی ہے آپ کو بشارت ہو۔"

عبید بن عمیر کی روایت میں ہے کہ آپ نے خواب میں حضرت جبرائیل امین کو بھی دیکھا۔ ان کے ہمراہ دیباج کا ٹکڑا تھا جس میں کتاب تھی۔ انہوں نے آپ سے کہا: "پڑھیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا پڑھوں؟" انہوں نے آپ کو اتنی طاقت سے بھینچا کہ آپ نے سمجھا شاید وصال کا وقت ہو گیا ہے۔ انہوں نے آپ کو چھوڑا۔ عرض کی پڑھیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا پڑھوں؟" انہوں نے آپ کو اتنی قوت سے بھینچا کہ آپ نے سمجھا کہ شاید وصال کا وقت آ گیا ہے۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر عرض کی "پڑھیں۔" آپ نے فرمایا "کیا پڑھوں؟" آپ نے یوں صرف اس لیے فرمایا تھا تاکہ وہ اسی طرح کریں جس طرح پہلے کیا تھا۔ انہوں نے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ ﴿۵﴾ (العلق: ۱ تا ۵)

ترجمہ: "آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

حضور ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔ حضرت جبرائیل امین چلے گئے جب حضور ﷺ اپنی نیند مبارک سے بیدار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: "گویا کہ میرے دل پر کتاب لکھی جا چکی تھی۔" آپ نے اس خواب کا تذکرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا: "آپ کو بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ صرف بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔"

پھر خلوت نشینی کو آپ کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا گیا۔ آپ رمضان المبارک میں غار حرا میں خلوت نشین ہوتے تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اہل خانہ بھی ہوتے تھے۔ آپ کئی راتوں تک وہیں عبادت کرتے تھے۔ پھر آپ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ آتے۔ زادِ راہ لیتے۔ یہ کھانا اس مسکین کو کھلاتے جو آپ کے پاس آتا۔ جب آپ واپس آتے تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے۔ اس کے ارد گرد سات یا جتنے رب تعالیٰ چاہتا چکر لگاتے۔ پھر اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ

جاتے اور زادِ راہ لے لیتے۔ آپ نے ایک دن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "جب میں نے اپنی خلوت کو ختم کیا اور نیچے آیا تو مجھے آواز دی گئی۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے سر اٹھایا تو مجھے آسمان اور زمین کے مابین کچھ نظر آیا۔ میں نے کہا: "مجھے چادر اوڑھادو مجھے چادر اوڑھادو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے معاملہ کی ابتدا خوابوں سے ہوئی۔ آپ نے سب سے پہلے حضرت جبرائیل کو اجیاد کے مقام پر دیکھا۔ انہوں نے باآواز بلند کہا: "اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! میں جبرائیل ہوں۔" آپ بھاگ کر لوگوں میں آگئے۔ کچھ نہ دیکھا۔ پھر آپ تنہا ہوئے تو انہوں نے آپ کو صدا دی۔ آپ بھاگ آئے۔ پھر حضرت جبرائیل غارِ حرا کی طرف سے ظاہر ہوئے۔"

ایک اور روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں جب خلوت گزیں ہوتا ہوں تو میں اجالا دیکھتا ہوں۔ میں یہ ندا سنتا ہوں۔ "اے محمد عربی! میں جبرائیل ہوں۔ بخدا! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ معاملہ نہ ہو جائے۔" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "خدا کی پناہ! رب تعالیٰ آپ کے ساتھ اس طرح نہیں کرے گا۔ آپ امانت ادا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔" جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت خدیجہ نے ان کو آپ کا واقعہ بتایا۔ انہوں نے کہا: "آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جائیں وہ ایسا شخص ہے جس نے کتابیں پڑھیں ہیں۔ انہیں بتائیں کہ آپ کیا سنتے ہیں۔" یہ دونوں ہستیاں ورقہ کے پاس گئیں۔ آپ نے فرمایا: "جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں اپنے پیچھے سے صدا سنتا ہوں۔ "اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میں جبرائیل ہوں۔" میں بھاگ کر آجاتا ہوں۔" ورقہ نے کہا: "سبوح! سبوح! اس زمین میں حضرت جبرائیل کا نام کیوں لیا جاتا ہے۔ جس میں بتوں کی پوجا ہوتی ہے۔ جبرائیل تو رب تعالیٰ اور اس کے انبیائے کرام کے مابین امین ہیں۔ وہ ان کے پاس اس کی وحی لے کر آتے ہیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اس طرح نہ کریں۔ آپ ٹھہر جائیں حتیٰ کہ آپ سن لیں کہ وہ کیا کہتے ہیں پھر میرے پاس آ کر مجھے بتائیں۔"

ایک رات آپ نکلے آپ نے سنا "کسی نے کہا "السلام علیکم! آپ نے کہا کہ آپ نے گمان کیا کہ شاید وہ جن ہو۔ آپ جلدی سے آئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس آگئے۔ انہوں نے عرض کی: "کیا ہوا ہے؟" آپ نے سارا واقعہ انہیں سنایا۔ انہوں نے عرض کی: "آپ کو بشارت ہو سلام بھلائی ہی ہے۔" ایک بار آپ غارِ حرا کی طرف تشریف لے گئے۔

آپ نے فرمایا: "میں باہر نکلا۔ جب میں پہاڑ کے وسط تک پہنچا میں نے آسمان کی طرف سے ایک صدا سنی کوئی کہہ رہا تھا: "اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں جبرائیل ہوں۔" میں نے سر اٹھایا۔ میں نے حضرت جبرائیل کو ایک شخص کی شکل میں دیکھا۔ وہ آسمان کے افق پر کھڑے تھے۔ میں انکی طرف دیکھنے لگا۔

یں نہ آگے ہوا نہ پیچھے ہٹا میں آسمان کے آفاق سے ان سے نظریں ہٹانے لگا۔ میں جس کونے میں دیکھتا وہ مجھے نظر آتے۔ میں اسی طرح کھڑا تھا۔ میں نہ آگے بڑھ رہا تھا۔ نہ ہی پیچھے ہٹ رہا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے میری تلاش میں اپنے آدمی بھیج دیے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ گئے ان کے پاس آئے۔ میں اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ پھر میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس آیا۔ میں حضرت خدیجہ کے پاس آیا۔ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے عرض کی: ''ابوالقاسم! آپ کہاں تھے؟ بخدا! میں نے آپ کی تلاش میں آدمی بھی بھیج دیے تھے۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا: ''میرے چچازاد! آپ کو بشارت ہو۔ آپ ثابت قدم رہیں۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔'' وہ اٹھیں، اپنے کپڑے جمع کیے۔ ورقہ کے پاس گئیں انہیں سارا واقعہ سنایا جو میں نے انہیں سنایا تھا۔ ورقہ نے کہا: قدوس! قدوس! مجھے اس کی ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ اے خدیجہ! اگر آپ سچ بول رہی ہیں، تو ان کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا کرتا تھا۔ وہ اس امت کے نبی ہیں۔ انہیں عرض کریں کہ وہ ثابت قدم رہیں۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آگئیں۔ ورقہ کی بات آپ کو عرض کی۔ جب آپ کی خلوت کی مدت ختم ہوگئی۔ آپ واپس آئے، حسبِ معمول خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ وہاں ورقہ مل گئے۔ انہوں نے کہا: ''میرے بھتیجے! جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یا سنا ہے مجھے اس کے بارے بتائیں۔'' آپ نے انہیں بتایا۔ ورقہ نے آپ سے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ آپ کی تکذیب کی جائے گی۔ آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ آپ کو ضرور اذیت دی جائے گی۔ اگر میں نے وہ وقت پالیا تو میں رب تعالیٰ کے دین کی ایسی نصرت کروں گا جسے وہ جان لے گا۔'' پھر انہوں نے آپ کا سر اقدس قریب کیا اور درمیان سے بوسہ لیا۔

حضرت خدیجہ نے آپ سے عرض کی: ''اے میرے چچازاد! کیا آپ مجھے اپنے اس ساتھی کے متعلق بتا سکتے ہیں جب وہ آپ کے پاس آئے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! انہوں نے عرض کی: ''جب وہ آئے تو مجھے بتا دینا۔'' حضرت جبرائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے خدیجہ! یہ جبرائیل ہیں۔ یہ میرے پاس آگئے ہیں۔'' انہوں نے عرض کی: اے میرے چچازاد! اٹھیں اور میری بائیں ران پر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ ان کی بائیں ران پر جلوہ افروز ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''کیا اب آپ حضرت جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے عرض کی: ''اب آپ میری دائیں ران پر تشریف لے آئیں۔'' آپ ان کی دائیں ران پر تشریف فرما ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''کیا اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے اپنا دوپٹہ اتار دیا۔ حضور ﷺ ان کی آغوش

میں جلوہ افروز تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''کیا اب بھی حضرت جبرائیل امین آپ کو نظر آرہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''اے میرے چچازاد! آپ کو بشارت ہو۔ آپ ثابت قدم رہیں۔ بخدا! یہ فرشتہ ہے، شیطان نہیں ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام ہفتہ اور اتوار کی راتوں کو آپ کے سامنے آتے رہے۔ سوموار کی رات کو رسالت کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ غار حرا میں آپ کے پاس حق آ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت جبرائیل امین نیچے اتر آئے حضرت میکائیل آسمان اور زمین کے مابین رہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ''کیا وہ وہی ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' انہوں نے کہا ''ایک شخص کے ساتھ ان کا وزن کرو۔'' انہوں نے آپ کا وزن ایک شخص کے ساتھ کیا۔ آپ کا وزن اس سے بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا: ''اب ان کا وزن دس افراد سے کرو۔'' انہوں نے دس افراد کے ساتھ آپ کا وزن کیا تو آپ کا وزن بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا: ''اب ان کا وزن ایک سو افراد سے کرو۔'' انہوں نے آپ کا وزن کیا تو آپ کا وزن زیادہ ہو گیا۔ انہوں نے کہا: ''اب ان کا وزن ایک ہزار افراد سے کرو۔'' انہوں نے آپ کا وزن ایک ہزار افراد سے کیا تو آپ کا وزن بڑھ گیا۔ لوگ میزان پر سے آپ پر گرنے لگے۔ حضرت میکائیل نے کہا: ''بخدا! آپ کی امت آپ کی اتباع کرے گی۔'' پھر آپ کو ایک قالین پر بٹھایا گیا جس پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''ان کا بطن اقدس چاک کر دو۔'' اس نے بطن اطہر چاک کیا۔ اس سے شیطان کا حصہ اور خون کا لوتھڑا نکالا۔ اسے پھینک دیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''ان کے قلب انور کو برتن کی طرح دھو دو'' اس نے آپ کے قلب انور کو اچھی طرح دھو دیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ''ان کے بطن اقدس کو سی دو۔'' اس نے آپ کا پیٹ مبارک سی دیا۔ انہوں نے آپ کو بٹھایا۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو رسالت کی بشارت دی۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن ہو گئے۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: ''آپ پڑھیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' انہوں نے آپ کو زور سے بھینچا۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر عرض کی: ''آپ پڑھیں۔'' میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

انہوں نے آپ کو زور سے بھینچا۔ پھر عرض کی: ''آپ پڑھیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔''

انہوں نے آپ کو زور سے بھینچا۔ پھر چھوڑا اور کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق: ۱ تا ۵)

ترجمہ: ''آپ پڑھیئے! اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اس سورۃ کا یہی حصہ ابتداء میں نازل ہوا۔ جبکہ بقیہ سورت بعد میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس تشریف لے آئے۔ آپ کے اعضاء مبارکہ یا قلب انور پر لرزہ طاری تھا آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو یوں سلام عرض کرتا: ''السلام علیك یا رسول الله!''

آپ اپنے گھر تشریف لائے آپ کو اپنی عظیم کامیابی کا یقین تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا: ''مجھے کپڑا اوڑھ دو۔ مجھے کپڑا اوڑھ دو۔'' انہوں نے کپڑا اوڑھ دیا۔ جب آپ کی گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ جس واقعہ کے بارے میں نے تمہیں بتایا ہے وہ میں نے خواب میں دیکھا ہے وہ حضرت جبرائیل تھے۔ جو میرے لیے عیاں ہوئے تھے۔ میرے رب تعالیٰ نے انہیں میری طرف بھیجا تھا۔'' آپ نے سارا واقعہ حضرت خدیجہ کو سنایا۔ فرمایا: ''مجھے اپنے بارے خدشہ ہے۔'' حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''ہرگز نہیں! آپ کو بشارت ہو۔ رب تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ امانت ادا کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کو عطا کرتے ہیں۔ حق کے معاملات میں مدد کرتے ہیں۔ آپ رب کی طرف سے آنے والے پیغام کو قبول فرمائیں۔ یہ حق ہے۔ آپ کو بشارت ہو۔ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ربیعہ کے غلام عداس کے پاس تشریف لے گئیں۔ یہ نصرانی تھا۔ اس کا تعلق اہلِ نینویٰ سے تھا۔ انہوں نے فرمایا: ''عداس! میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہیں جبرائیل کے متعلق علم ہے؟'' اس نے کہا: ''قدوس! قدوس! اس زمین پر جبرائیل کو کیوں یاد کیا جاتا ہے جہاں بتوں کی پوجا ہوتی ہے۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا: ''مجھے ان کے متعلق بتاؤ۔'' عداس: ''وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیائے کرام کے مابین امین ہیں۔ وہی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر وحی لے کر آتے تھے۔'' حضرت خدیجہ واپس آ گئیں اور حضور ﷺ کو لے کر ورقہ کے پاس گئیں۔ یہ حضرت خدیجہ کا چچازاد تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں نصرانیت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ عربی میں کتابیں لکھتا تھا اور انجیل بھی لکھا کرتا تھا۔ یہ عمر رسیدہ تھا۔ اس کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ نے اسے کہا: ''اے میرے چچازاد! اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔'' ورقہ نے آپ سے کہا: ''میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟'' حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا اسے سب کچھ بتا دیا۔ ورقہ نے کہا: ''آپ کو بشارت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ کو جہاد کا حکم دیا جائے گا۔

اگر میں نے وہ وقت پالیا تو میں آپ کے ہمراہ جہاد کروں گا۔ کاش میں اس وقت طاقتور ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔" ورقہ نے کہا: "ہاں! جو ہستی بھی آپ جیسا پیغام حیاتِ آفریں لے کر آیا اس کی عداوت کی گئی۔ اگر میں نے وہ دن پالیا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔" پھر اس نے آپ کا سر اقدس قریب کیا اور اسے چوم لینے کی سعادت حاصل کی۔ پھر زمانہ فترت میں ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کچھ اشعار کہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

یا للرجال و صرف الدهر والقدر　　　وما لشئ قضاه الله من غير

ترجمہ: "اے لوگو! زمانہ کی گردش اور تقدیر کے انقلاب پر تعجب کرو۔ اور رب تعالیٰ کے فیصلوں میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔"

حتی خديجه تدعونی لما خبرها　　　امرًا اراه سياتی الناس من اخر

ترجمہ: "حتیٰ کہ حضرت خدیجہ نے مجھے بلایا تا کہ میں انہیں اس معاملہ کے بارے بتاؤں جو عنقریب لوگوں کے پاس آئے گا۔"

و خبرتنی بامر قد سمعت به　　　فيما مضى من قديم الدهر والعصر

ترجمہ: "انہوں نے مجھے ایسی بات بتائی جسے میں نے گذشتہ زمانوں اور اوقات سے سن رکھا تھا۔"

بان احمد ياتيه و يخبره　　　جبريل انك مبعوث الى البشر

ترجمہ: "کہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل آتے ہیں اور انہیں بتاتے ہیں کہ آپ کو نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

فقلت علّ الذی ترجين ينجزه　　　لكِ الا له فرجّی الخير وانتظر لی

ترجمہ: "میں نے کہا" رب تعالیٰ تمہاری امید پوری کرے گا۔ تم بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔"

و ارسليه الينا کی نسئله　　　عن امره ما يری فی النوم والسهر

ترجمہ: "تم آپ کو ہمارے پاس بھیج دو تا کہ ہم آپ کے معاملہ کے بارے آپ سے سوال کر سکیں کہ آپ نیند اور بیداری میں کیا دیکھتے ہیں۔"

فقال حين اتانا منطقا عجبا　　　يقف منه اعالی الجلد والشعر

ترجمہ: "جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے وہ بات بتائی جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔"

انی رائیت امین الله واجهنی فی صورة أکملت من اعظم الصور

ترجمہ: "انہوں نے فرمایا:"میں نے رب تعالیٰ کے امین کو دیکھا ہے۔ وہ ایسی صورت میں میرے پاس آئے جو عظیم صورتوں سے مکمل ترین صورت تھی۔"

ثم استمر فکاد الخوف یذ عرنی مما یسلم من حولی من الشجر

ترجمہ: "پھر حضرت جبرائیل چلے گئے۔ جو درخت مجھے ارد گرد سے سلام عرض کرتے تھے مجھے ان کی وجہ سے خوف لگا۔"

فقلت ظنی وما ادری ایصدقنی ان سوف تبعث نتلو منزل السور

ترجمہ: "میں نے کہا"میرا گمان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ میری تصدیق کریں کہ عنقریب آپ کو مبعوث کیا جائے گا آپ عنقریب نازل ہونے والی سورتوں کی تلاوت کریں گے۔"

وسوف انبیكِ ان اعلنت دعوتهم من الجهاد بلا من ولا كدر

ترجمہ: "اگر آپ نے کفار کو اعلانیہ دعوت دی تو میں کسی احسان اور منت کے بغیر ہی آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔"

فان یك حقا یا خدیجة فاعلمی حدیثك ایانا فاحمد مرسل

ترجمہ: "اے خدیجہ! اگر آپ سچی ہیں تو پھر اپنی اس بات کے متعلق جان لو کہ حضور ﷺ کو ہماری طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

و جبریل یاتیه و میکال معهما من الله وحی یشرح الصدر منزل

ترجمہ: "آپ کے پاس حضرت جبرائیل آتے ہیں حضرت میکائیل بھی آپ کے ہمراہ ہوتے ہیں وہ ایسی وحی لے کر آئے ہیں جس سے سینہ کھل جاتا ہے۔"

یفوز به من فاز فیها بتوبةٍ و یشقی به الغالی القوی المضلل

ترجمہ: "جو توبہ کے ساتھ اس سے کامیاب ہوگا وہ کامران ہو جائے گا۔ لیکن سرکش، طاقتور اور گمراہ بدبخت رہے گا۔"

فریقان منهم فرقة فی جنانه و اخری باحواز الجحیم تعلّل

ترجمہ: "ان کے دو گروہ بن جائیں گے ایک گروہ جنت میں جائے گا۔ دوسرے کو جہنم کی گہرائیوں میں پھینکا جائے گا۔"

فسبحان من تهوی الریاح بامره و من هوفی الایام ما شاء یفعل

ترجمہ: "وہ ذات پاک ہے جس کے حکم سے ہوائیں چلتی ہیں جو ایام میں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔"

و من عرشه فوق السموٰت كلها   و اقضاء ه فى خلقه لا تبدل

ترجمہ: "جس کا عرش سارے آسمانوں سے اوپر ہے۔ مخلوق میں جس کے فیصلوں کو بدلا نہیں جا سکتا۔"

تنبیہات

❶ بخاری شریف میں "الرؤیا الصادقۃ" جبکہ دوسری کتب میں "الصالحۃ" مروی ہے۔ یہ الفاظ انبیاء کے حق میں امور آخرت کے اعتبار سے ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ البتہ دنیاوی امور کے اعتبار سے صالحہ اصل میں اخص ہے۔ ایک نبی کے سارے خواب سچے ہوتے ہیں۔ اکثر صالحہ ہوتے ہیں۔ دنیا کے اعتبار سے کبھی غیر صالحہ بھی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ غزوۂ احد کے روز نظر آنے والا خواب۔ لیکن انبیائے کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کے خواب میں عموم وخصوص کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم الصادقہ کی یہ تفسیر کریں جو تعبیر کی محتاج نہ ہوں اور اگر ہم یہ تفسیر کریں کہ وہ پریشان کن خوابوں کے علاوہ ہیں تو صالحہ اخص مطلق ہو جائے گی۔

امام نصر بن یعقوب الدینوری نے تعبیر القادری میں لکھا ہے "الرؤیا الصادقہ وہ خواب ہوتے ہیں جو بعینہٖ واقع ہوں۔ یا نیند میں جن کی تعبیر بیان ہو سکے۔ یا ان کی تعبیر وہ شخص کرے جو جھوٹ نہ بولتا ہو۔ الصالحۃ وہ خواب ہوتے ہیں جو خوش کر دیں۔

❷ امام بیضاوی نے لکھا ہے کہ جو خواب آپ کو آتا اس کی تعبیر کی وضاحت کے لیے صبح کے اجالے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ الفلق صبح کو کہتے ہیں۔ لیکن جب یہ اس معنی یا اس کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال ہو تو اس تخصیص اور بیان کے لیے اسے اضافت العام الی الخاص کے اعتبار سے مضاف کیا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: عين الشيء و نفسه۔

الطیبی نے لکھا ہے کہ الفلق کی بہت بڑی شان ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ کے وصف میں یہ استعمال ہوا ہے "فالق الاصباح" اور رب الفلق سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ عالم شہادت کی ظلمت کے چھٹ جانے اور سورج کے سلطان کے طلوع ہو جانے کی وجہ سے صبح کے ظہور اور آفاق کے جگمگانے کی خبر دیتا ہے۔ جیسے پاکیزہ خواب عالم غیب کے انوار اور ہدایات کے مطالع کے آثار کے بارے آگاہ کرتے ہیں۔ ان خوابوں کو، جو نبوت کے اجزاء میں سے چھوٹا سا جز ہوتے ہیں۔ اور اس کی تنبیہات میں سے ایک تنبیہ ہوتی ہیں انہیں تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں نبوت کے ثبوت پر عقول کے لیے مشترک ہیں کیونکہ نبی کو اسی لیے نبی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ان غیوب سے آگاہ کرتا ہے عقول جن کا ادراک نہیں کر سکتیں۔"

ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ خواب کو فلق الصبح کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ نبوت کے سورج کے لیے یہ خواب اس کے انوار کے مبادی ہوتے ہیں۔ وہ نور پھیلتا جاتا ہے حتیٰ کہ سورج نکل آتا ہے اس کا نور مکمل ہو جاتا ہے۔ جس کا باطن نورانی ہو۔ وہ تصدیق میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہوتا ہے۔ جس کا باطن تاریک ہو وہ تکذیب میں چمگادڑ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ ابوجہل۔ دیگر لوگ ان دو منزلوں کے مابین ہوتے ہیں ہر ایک کو وہی مقام ملتا ہے۔ جتنا اسے نور عطا کیا جاتا ہے۔

◆ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ وہ امور جن سے حضور ﷺ کی بعثت کی ابتدا ہوئی مثلاً سچے خواب، خلوت سے محبت، غار حرا میں خلوت گزینی، اس میں مصروف عبادت ہونا اور کئی کئی راتوں تک اس میں مصروفِ عبادت رہنا یہ وہ اسباب اور مقدمات تھے جو نبوت کے لیے ارھاصات اور اس کے ظہور کے مبادی تھے خلوت سے دل کو فراغت ملتی ہے۔ یہ غور و فکر کے لیے معاون ہوتی ہے۔ یہ مشغولیت کے دعاوی کو منقطع کر دیتی ہے۔ بشر اپنی فطرت اور طبیعت سے سخت ریاضت اور شدید علاج سے ہی جدا ہو سکتا ہے۔ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کے معاملہ کی ابتدا سے ہی آپ پر لطف فرمایا۔ خلوت کو آپ کے لیے پسندیدہ بنا دیا۔ لوگوں کے ملاپ کو منقطع کر دیا۔ تاکہ آپ لوگوں کی پسندیدہ عادات کو فراموش کر دیں۔ اور اس چیز کو لگاتار چھوڑ دیں جو قابل ستائش نہیں۔ آپ تقویٰ کے شعار کو لازم پکڑیں۔ رب تعالیٰ کے سامنے مقام بندگی پر کھڑے ہوں۔ تاکہ آپ کے قلب انور میں خشوع پیدا ہو۔ آپ کا مزاج مبارک وحی کے ورود کے لیے تیار ہو سکے۔ آپ آسانی سے منزل مراد تک پہنچ سکیں۔ آپ اسے مشکل اور سخت نہ پائیں۔ ان سارے اسباب کو اس امر کے لیے مقدمات بنا دیا گیا۔ جو اس معاملہ میں آپ کے لیے تیار تھا۔ تاکہ اسے پسند نہ کریں اور اس امر کے لیے تیار ہو جائیں۔ جس کا آپ کو حکم دیا جائے۔ پھر آپ کے پاس توفیق اور تبشیر آ گئی۔ آپ نے اسے قوت الٰہیہ کے ساتھ حاصل کر لیا۔ فضائل نبویہ آپ کے لیے جمع ہو گئے۔"

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ فرشتے کے ظہور سے قبل اس کے مخاطب کرنے سے قبل رب تعالیٰ نے آپ پر جو خلوت گزینی کے بارے الہام فرمایا تھا اس کے فوائد یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا تاکہ آپ قریش کے معبودانِ باطلہ سے حسبِ معمول دور رہیں۔ آپ کا پاکیزہ نفس بتوں کی گندگی کے قرب سے بھی دور رہے۔ آپ ان سے برأت کا اظہار فرمائیں۔ ان کے ساتھ بغض فرمائیں۔ آپ پاکبازی اور قرب کے افعال کی طرف توجہ فرمائیں۔

◆ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ "آپ کی خلوت کے لیے غار حرا کو اس لیے مختص کیا گیا کیونکہ اس میں قیام کرنے سے خانہ کعبہ کو دیکھنا ممکن ہوتا تھا۔ جو شخص اس میں خلوت گزین ہوتا ہے۔ اس کو تین عبادات حاصل ہوتی ہیں۔ (۱) خلوت، (۲) عبادت (۳) بیت اللہ کی زیارت۔

الحافظ نے لکھا ہے "قریش اس غار میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ جیسے کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے غارِ حرا میں خلوت نشین ہونے کے لیے آپ کے ساتھ تنازع نہ کیا۔ کیونکہ قریش میں سے سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب اس غار میں خلوت گزیں ہوئے تھے۔ قریش ان کی شان اور عمر کی وجہ سے ان کی تعظیم کرتے تھے۔ حضور ﷺ اپنے جد امجد کی جگہ میں خلوت نشیں ہوتے تھے۔ آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے آپ کے چچاؤں نے آپ سے تعرض نہ کیا۔

◆ آپ نے فرمایا: "آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک آنے والے کو دیکھا" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نیند کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین سورۃ الاقراء لے کر آئے تو آپ عالم بیداری میں تھے۔ ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ کی آسانی، رفق اور سہولت کے لیے حضرت جبرائیل عالم بیداری میں آپ کے پاس آنے سے قبل عالم نیند میں آپ کے پاس آئے ہوں۔ کیونکہ نبوت ایک عظیم امر تھا۔ اس کا بوجھ بڑا ثقیل تھا۔ انسان کمزور ہوتا ہے۔ معراج کے باب میں علماء کا ایسا قول آئے گا جو اس مؤقف کی تائید کرے گا۔

"الزھر" میں ہے "انبیائے کرام کی شان اس سے کہیں رفیع ہوتی ہے۔ امام سہیلی نے جو ذکر کیا ہے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ اس روایت کی سند میں کوئی حرج نہیں۔

◆ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ ریشم کے ٹکڑے میں کتاب ہونے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی امت عجم کے ممالک کو فتح کرے گی۔ ان سے ریشم دیباج چھین لے گی۔ جو ان کی زیب و زینت تھی۔ اس سے وہ آخرت کی ملکیت اور جنت کا لباس حاصل کریں گے جو ریشم اور دیباج ہوگی۔

◆ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان "اس میں فرشتہ آپ کے پاس آیا" سے مراد یہ ہے کہ وہ فرشتہ غار کے اندر آیا تھا۔ اس سے اس شخص کے وہم کا اختتام ہوتا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ فرشتہ غار کے اندر داخل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ حضور ﷺ غار کے اندر اور فرشتہ غار سے باہر تھا۔

الحافظ نے لکھا ہے "جب یہ علم ہوگیا کہ آپ رمضان المبارک میں غار حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ جب نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو آپ اسی غار میں جلوہ افروز تھے۔ اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے سر اقدس پر ماہِ رمضان المبارک میں رسالت کا تاج سجایا گیا۔ اس کا میلان ابن اسحاق کے اس قول کی طرف ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً چالیس سال تھی۔ جبکہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں اس جہان رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ فرشتہ پہلے رمضان المبارک میں غار حرا میں آیا ہو۔ دوسری بار انذار کے ساتھ ربیع الاول کے مہینہ میں آیا ہو۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ہو:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ (المدثر: ۱ تا ۲)

ترجمہ: "اے چادر لپیٹنے والے! اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔"

۱ فرشتے نے آپ کو تین بار "اقرأ" کیوں کہا؟ امام ابوشامہ علیہ الرحمۃ اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احتمال ہے کہ پہلی بار آپ کا فرمان "ما انا بقارئ" امتناع کے لیے۔ دوسری دفعہ نفی محض کے بارے خبر دینے کے لیے اور تیسری دفعہ استفہام کے لیے ہے۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابوالاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ "کیف اقراء" ہے۔ ابن اسحاق نے عبید بن عمیر سے "ما ذا قرأ" روایت کیا ہے۔ امام زہری کی مرسل میں کیف اقراء ہے۔ ان سب سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ استفہامیہ ہے۔ الحافظ نے لکھا "شاید اس تکرار میں ایمان کے اس انحصار کی طرف اشارہ ہے۔"

قول، عمل اور نیت۔ وحی بھی تین امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ توحید، احکام، قصص۔

۹ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو کس لیے بھینچا؟ اس میں یہ حکمت ہے تاکہ آپ کی توجہ کسی دوسری چیز سے اس امر کی طرف مبذول کرائی جائے یا اس سے مراد معاملہ میں شدت اور سختی کا اظہار ہے تاکہ اس قول کے ثقل کی طرف اشارہ ہو سکے۔ جسے عنقریب آپ کی طرف پھینکا جانا تھا۔ جب ان کے لیے ظاہر ہوگیا کہ آپ نے اس پر صبر کیا ہے تو انہوں نے وہ قول آپ کی طرف پھینک دیا۔ اگرچہ رب تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی۔ لیکن آپ کی نسبت سے اس کا اظہار مقصود تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تاکہ آپ کو آزمایا جائے کہ کیا آپ اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں۔ جب آپ نے کچھ نہ کہا تو یہ اس پر دلیل ہوگئی کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہیں گے۔ الحافظ نے بعض علماء سے لکھا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ کیونکہ کسی اور نبی کے بارے نقل نہیں کی کہ اس کی وحی کی ابتدا میں اس طرح کا واقعہ رونما ہوا ہے۔

علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت جس مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ اس مشقت کے لیے مقدمہ تھا جو نزولِ قرآن کے وقت جس کا آپ کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے اس موضوع پر کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ باب شدتِ وحی میں اس کا تذکرہ آئے گا۔

۱۰ بار بار بھینچنے میں تنبیہ میں مبالغہ مقصود ہے۔ اس میں یہ بھی تنبیہ ہے کہ وہ شاگرد کو تنبیہ کرنے میں محتاط رہے اور اسے دل کو حاضر کرنے کا حکم دے۔ ایک قول کے مطابق وہ تین سخت حالات تھے جو آپ کے لیے واقع ہوئے۔ ان میں شعب ابی طالب میں محصور ہونا۔ دوسرا ہجرت کرنا اور تیسرا غزوۂ احد کا دن ہے۔ تین ارسالات

میں یہ اشارہ ہے کہ ان سخت حالات کے بعد آسانی پیدا ہو جائے گی یا دنیا، برزخ اور آخرت میں آسانی پیدا ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔

⑪ سورۃ الاقراء کی یہی آیات پہلے نازل ہوئیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ جبکہ بقیہ سورت بعد میں نازل ہوئی۔ اس اولیت میں حکمت یہ ہے کہ پانچوں آیات قرآن کے مقاصد پر مشتمل ہیں۔ ان میں آغاز کی فضیلت ہے۔ یہ آیات اس امر کی متحق ہیں کہ انہیں عنوان القرآن کے نام سے یاد کیا جائے۔ کیونکہ عنوان وہ مختصر عبارت ہوتی ہے جو سارے مقاصد کو جمع کرتی ہے۔ اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ یہ مقاصد قرآن پر مشتمل ہیں کہ مقاصد علم توحید، احکام اور اخبار پر مشتمل ہیں۔ یہ آیات قرأت کے حکم پر مشتمل ہیں اس کی ابتدا بسم اللہ سے ہے۔ اس میں احکام کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں رب تعالیٰ کی توحید، اس کی ذات کا اثبات، اس کی صفات ذات اور صفات فعل کا تذکرہ ہے۔ اس میں اصولِ دین کی طرف اشارہ ہے۔ علم الانسان ما لم یعلم کا تعلق اخبار کے ساتھ ہے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی۔ "اقرأ باسم ربك" آپ اپنی طاقت اور قدرت اور اپنے نفس کی صفت اور اپنی معرفت سے نہیں پڑھیں گے۔ بلکہ آپ اپنی قرات کو رب تعالیٰ کے پاک نام کے ساتھ ابتدا کرتے ہوئے پڑھیں۔ اپنے سارے امور میں اسی سے مدد طلب کرتے ہوئے پڑھیں۔ وہ آپ کو اسی طرح سکھائے گا۔ جس طرح اس نے آپ کی تخلیق کی ہے جس طرح اس نے آپ سے گوشت کا لوتھڑا نکال لیا ہے۔ اس نے آپ کو وہ تمام علوم سکھا دیے جو آپ پہلے نہیں جانتے تھے آپ کو امور دین، بندوں کی مصلحتوں اور ان غیوب سے آگاہ فرما دیا جن کے بارے آپ گفتگو فرماتے ہیں۔

⑫ الحافظ نے لکھا ہے کہ سورۃ الاقراء کی یہ آیات سب سے پہلے اتری ہیں لیکن زمخشری کا نقطہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ سورۃ الفاتحہ سب سے پہلے نازل ہوئی۔ بلاشبہ یہ وہم ہے۔ انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے سورت اقراء کی آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد سورۃ الفاتحہ کا نزول ہوا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ سورۃ الاقراء کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ یہی مؤقف ہے جسے سلف اور خلف میں سے جمہور علماء نے اپنایا ہے۔ یہ قول درست نہیں کہ سب سے پہلے سورۃ المدثر نازل ہوئی۔

⑬ جب آپ کے پاس اچانک وہ امر آ گیا جو عادت کے مخالف تھا جو آپ کے قلب انور میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس حالت میں تامل کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ نبوت سارے بشری طباع کو زائل نہیں کرتی۔

⑭ علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ قلب سے فؤاد کی طرف عدول میں حکمت یہ ہے کیونکہ فؤاد قلب کا وعاء (برتن) ہوتا ہے۔ جیسے کہ بعض اہل لغت نے کہا ہے۔ جب وعاء پر لرزہ طاری ہو گیا تو دل پر بھی طاری ہو جائے گا۔ اس کے تذکرہ

میں وہ تعظیم ہے جو دل کے ذکر میں نہیں ہے۔

◆ آپ نے چادر اوڑھانے کا اس لیے حکم دیا کیونکہ یہ عادت تھی کہ چادر اوڑھنے سے لرزہ سے سکون مل جاتا تھا۔

◆ آپ کے فرمان "خشیت علی نفسی" میں مذکورہ خشیت کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ اس کے بارے علماء کے بارہ اقوال ہیں۔ ان میں سے صحیح یہ ہے کہ اس سے رعب کی شدت سے موت مراد ہے یا مرض مراد ہے یا اس کا دوام مراد ہے۔

علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ کو اس امر کے بارے شک تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آیا تھا بلکہ آپ کو خدشہ یہ تھا کہ شاید آپ اس امر کو نہ اٹھا سکیں۔ آپ نبوت کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکیں۔ آپ کا وصال ہو جائے یا پہلی بار فرشتے سے ملاقات کے وقت شدت کی وجہ سے آپ کا قلب انور نکل نہ جائے۔ یا آپ کا یہ گمان اس وقت تھا جب آپ نے ابتداء میں عالم نیند اور عالم بیداری میں بشارات دیکھیں۔ فرشتے سے ملاقات سے قبل آپ نے صدا سنی۔ رب تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے تحقق سے پہلے کی بات تھی۔ شاید اس وقت آپ کو یہ خدشہ ہو کہ یہ کہیں شیطان کی طرف سے نہ ہو۔ لیکن جب فرشتہ رب تعالیٰ کی طرف سے رسالت کا پیغام لے کر آ گیا تو پھر نہ تو اس کے بارے شک نہ جواز رہا نہ ہی شیطان کے تسلط کا خدشہ رہا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ بعثت کی روایت میں جو کچھ بھی وارد ہوا ہے اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔

امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ دوسرا احتمال کمزور ہے کیونکہ یہ حدیث پاک کی صراحت کے خلاف ہے کیونکہ یہ فرشتے کے بھینچنے اور سورۃ الاقراء کی پانچ آیات لانے کے بعد کا واقعہ ہے۔

◆ ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ کا تذکرہ نہ کیا حالانکہ وہ عیسائی تھا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اکثر احکام پر مشتمل تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ حضور ﷺ کا معاملہ بھی اسی طرح تھا۔ یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ کو فرعون اور اس کے ساتھیوں سے انتقام لینے کے لیے بھیجا گیا لیکن حضرت عیسیٰ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ کے دست اقدس سے اس امت کے فرعون کی ہلاکت ہوئی۔ اس سے مراد ابوجہل ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی غزوہ بدر کے روز واصل جہنم ہوئے۔ یا اس نے رسالت کی تحقیق کرتے ہوئے یوں کہا۔ کیونکہ حضرت جبرائیل کا حضرت موسیٰ پر نازل ہونا اہلِ کتاب کے نزدیک متفق ہے۔ حضرت عیسیٰ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اکثر یہودی ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ امام سہیلی نے جو لکھا ہے کہ ورقہ کے عیسائیوں کے عقائد تھے۔ حالانکہ عیسائی سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نبی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ انہیں تین اقانیم میں سے ایک اقلیم سمجھتے تھے۔ مگر یہ محال ہے۔ ایسے عقیدہ کو ورقہ اور ان

جیسے دیگر لوگوں کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ جو نہ عقائد کی اس تبدیلی میں شامل ہوئے تھے اور نہ ہی تبدیلی کرنے والے کے گروہ میں شامل ہوئے۔

حضرت ابونعیم نے حسن سند کے ساتھ حضرت عروہ سے اس واقعہ کے بارے روایت کیا ہے کہ پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد ورقہ کے پاس آئیں۔ انہیں آپ کے بارے بتایا۔ انہوں نے کہا: "اگر آپ سچ بول رہی ہیں تو آپ پر وہی آیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ جس کے بارے بنواسرائیل اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دیتے تھے۔" اس سے پتہ چلتا ہے کہ ورقہ نے کبھی حضرت عیسیٰ اور کبھی حضرت موسیٰ علیہما السلام کا نام لیا تھا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے ناموس عیسیٰ کا تذکرہ کیا کیونکہ ان میں عیسائیت پائی جاتی تھی۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو وہاں ناموس موسیٰ کا تذکرہ کیا یہ اس مناسبت کی وجہ سے تھا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ یہ دونوں امور درست ہیں۔

۱۸ امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ جب ورقہ نے آپ سے عرض کی کہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے تو آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ جب انہوں نے کہا: "وہ آپ کو اذیت دیں گے۔" پھر بھی آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ جب انہوں نے عرض کی: "وہ آپ کو نکال دیں گے۔" تو آپ نے فرمایا: "کیا وہ مجھے نکال دیں گے۔" اس میں حب الوطنی کی دلیل ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ وطن سے جدا ہونا نفس پر کتنا شاق گزرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شہر تو رب تعالیٰ کا حرم بھی ہے۔ اس کے گھر کا پڑوس ہے۔ آپ کے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شہر بھی ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا: "کیا وہ مجھے نکال دیں گے۔"

اس جملہ پر آپ کے نفس میں تحرک آجانے کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے مکہ مکرمہ سے نکل جانے کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا: "اَوَ مخرجی ھم" الف استفہام کے بعد آپ نے واؤ کا اضافہ فرمایا۔ کیونکہ واؤ مقدم کلام کا رد کرتی ہے۔ مخاطب کو یہ شعور دلاتی ہے یہ استفہام از روئے انکار ہے۔ اسے اس کے کلام سے تکلیف اور اذیت ہوئی ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ خشیت یہ ہو کہ آپ کی قوم اس طرح ایمان نہ لائے جس طرح کہ آپ کو امید ہو وہ آپ کی وجہ سے شرک کی میل اور جاہلیت کی گندگی سے نہ بچ سکے۔ وہ آخرت کے عذاب سے نجات نہ پا سکے اور وہ مقصد پورا نہ ہو سکے جو آپ کو ان کی طرف بھیجنے میں ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پریشانی ان دونوں امور کے لیے ہو۔ اس ضمن میں شیخ تقی الدین السبکی سبقت لے گئے ہیں۔ الطبقات میں ان کے نور نظر نے ان سے حکایت بیان کی ہے کہ اس ضمن میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ کا نفس اس لیے بے چین ہو گیا کہ شاید وہ لوگ آپ پر اس طرح ایمان نہ لائیں جس طرح کہ آپ چاہتے ہوں۔ اس کے علاوہ وہ آپ کو اذیت دیں۔ آپ کی تکذیب کریں۔ یہ اخراج کے ساتھ منقطع

ہو۔کسی انسان کے لیے اس سے عظیم اور کوئی امر نہیں کیونکہ آپ تو رب تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا تھے۔وطن سے جدائی کا احساس ایک فطرتی امر ہے۔حضور ﷺ کی ذات والا اس سے عظیم اور اعلیٰ ہے کہ آپ کا وقوف صرف اس عظیم جگہ پر ہی ہو۔

۱۹ اسماعیلی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ بعض طعن کرنے والوں نے محدثین پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے یہ کیسے روا ہے کہ آپ کو اپنی نبوت میں شک ہو۔حتیٰ کہ آپ ورقہ کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس امر کا ذکر کیا جس سے آپ کو خدشہ تھا۔"

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ یہ ہے کہ جب وہ کسی عظیم امر کو کسی مخلوق تک پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کی ترشیح اور بنیاد کو اس سے مقدم کرتا ہے۔حضور ﷺ کا سچے خواب دیکھنا، خلوت سے محبت کرنا اور عبادت میں مصروف ہونا اسی قبیل سے تھا۔جب اچانک فرشتہ آپ کے پاس آ گیا یہ ایک خلاف عادت امر تھا۔آپ کی بشری طبع اس سے بے چین ہوگئی۔اس حالت میں غور و فکر بھی ممکن نہ تھا۔کیونکہ نبوت ہمارے طباع بشریہ کو زائل نہیں کرتی۔اس میں کوئی تعجب نہیں کہ اگر آپ خلافِ عادت امر پر بے چین ہوتے ہوں حتیٰ کہ جب وہ امر گزر گیا اور آپ اس سے مالوف ہو گئے۔آپ اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس تشریف لے آئے۔آپ ان سے محبت کرتے تھے۔انہیں سارا واقعہ سنایا۔انہوں نے آپ کی خشیت کو کم کیا کیونکہ وہ آپ کے اخلاق کریمانہ اور شمائل حمیدہ سے آگاہ تھیں۔انہوں نے ورقہ سے مدد لینے کا ارادہ کیا۔کیونکہ وہ ان کی صداقت سے آگاہ تھیں وہ سابقہ کتب کے عالم تھے۔جب آپ نے ان کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین ہو گیا۔اور اس کا اعتراف کر لیا۔اسماعیلی رحمۃ اللہ نے اس حکمت کا بھی ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے آپ نے اس واقعہ کا ذکر کیا تاکہ اس کی وجہ سے آپ کی خبر آپ کے ہم نشینوں تک پہنچ جائے۔ان لوگوں تک پہنچ جائے جو آپ کی باتیں غور سے سنتے تھے اور وہ آپ کے فرامین غور سے سنیں۔

۲۰ ورقہ سے مراد ابن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد تھے۔الطبری، البغوی، ابن السکن اور ابن نافع وغیرہم نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔یونس بن بکیر نے ابومیسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کیا ہے کہ ورقہ نے حضور ﷺ سے عرض کی: "آپ کو بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہستی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کی مثل پر ہیں آپ نبی مرسل ہیں...... جب ورقہ کا وصال ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے قس کو جنت میں دیکھا۔انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔"

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے زبیر بن بکار نے جید سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو جمح کی ایک عورت کے غلام تھے۔اہلِ مکہ انہیں مکہ مکرمہ میں اذیتیں دیتے تھے۔

انہیں میدان میں کمر کے بل لٹا دیتے تھے تاکہ وہ شرک کا اظہار کریں مگر وہ احد احد کے نعرے الاپتے رہے۔

ورقہ ان کے پاس سے گزرے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذیت دی جارہی تھی۔ انہوں نے کہا: ''احد، احد، اے بلال بخدا! مشرکین مکہ! اگر تم نے انہیں شہید کر دیا میں ان کی قبر کو رحمت کی آماجگاہ بنا دوں گا۔''

یہ مرسل روایت ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ورقہ زندہ رہے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی طرف دعوت دی۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس روایت اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے قول کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ ورقہ کا جلد ہی وصال ہو گیا یعنی اسلام کے مشہور ہو جانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم ملنے سے قبل ہی ان کا وصال ہو گیا۔ اس پر اس روایت کی وجہ سے اعتراض نہیں کیا جائے گا جسے ابن عائذ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ورقہ کی صورت نصرانیت پر آئی تھی۔ کیونکہ اس روایت کا ایک راوی عثمان بن عطا ہے جو ضعیف ہے۔

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اسے سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ اگر وہ اہلِ آتش میں سے ہوتا تو اس نے سفید کپڑے نہ پہنے ہوئے ہوتے۔

ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''میں نے اسے سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ اگر وہ اہلِ آتش میں سے ہوتا تو اس نے سفید کپڑے نہ پہنے ہوئے ہوتے۔

ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اسے جنت کے مرکز میں دیکھا۔ اس نے سندس کا لباس پہن رکھا تھا۔''

البزار، ابن عساکر نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ورقہ کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ میں نے اسے ایک جنت یا دو جنتوں میں دیکھا ہے۔''

نواں باب

نزولِ وحی کی کیفیت

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: "ماہِ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن۔"

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① (القدر:۱)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں۔"

امام حاکم، امام بیہقی نے حضرت سعید بن جبیر سے اور امام نسائی، ابن ابی حاتم، امام حاکم اور امام بیہقی نے ایک اور سند سے، الطبرانی نے ایک اور سند سے، البزار نے ایک اور سند سے اور ابن ابی شیبہ نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن پاک کو "الذکر" سے الگ کیا گیا۔ حضرت جبرائیل امین کو دیا گیا انہوں نے لیلۃ القدر کو ایک ہی دفعہ اسے آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارتا رہا۔ مواقع کے مطابق لوگوں کے کلام کے جواب میں اور ان کے اعمال کے جواب میں تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں نازل ہوا۔ پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ⑩ (بنی اسرائیل:۱۰۶)

ترجمہ: "اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔"

امام زرکشی نے البرھان میں اور شیخ نے الاتقان میں لکھا ہے کہ یہ نظریہ صحیح اور مشہور ہے۔

الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے۔ یہ مؤقف درست اور معتمد علیہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن پاک آسمان دنیا میں بیس لیلۃ القدر میں یا تیئس لیلۃ القدر میں یا پچیس لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ ہر سال اتنا قرآن نازل ہوتا جتنا پورے سال میں نازل ہونا ہوتا تھا۔ پھر وہ تھوڑا تھوڑا کر کے پورے سال میں نازل ہوتا۔

ایک قول یہ ہے کہ نزولِ قرآن کا آغاز لیلۃ القدر کو ہوا پھر یہ تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ کتاب حکیم لوحِ محفوظ سے یکبار اتری۔ محافظ فرشتوں نے اسے بیس راتوں میں حضرت جبرائیل امین پر نازل کیا۔ انہوں نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں آپ پر نازل کیا۔

تنبیہات

❶ قرآن پاک کی عظیم شان اور حضور اکرم ﷺ کی رفیع شان کی وجہ قرآن پاک کو آسمانِ دنیا پر یکبار اتارا گیا۔ اس سے مقصود ساتوں آسمانوں کے مکینوں کو بتانا مقصود تھا کہ یہ آخری کتاب ہے جو سید الانبیاء ﷺ پر افضل امت کے لیے اتارا گیا ہے۔ ہم نے یہ کتاب ان کے قریب اس لیے کی ہے تاکہ ان پر نازل کریں۔ اگر حکمت الٰہیہ کا تقاضا نہ ہوتا کہ اسے امتِ محمدیہ پر تھوڑا تھوڑا حسبِ واقعات اتارا جائے تو اسے دیگر کتابوں کی طرح یکبار اتار دیا جاتا لیکن رب تعالیٰ نے اس کتابِ زندہ اور دیگر کتابوں میں فرق کیا ہے۔ اس کے لیے دو امر مختص کیے۔

Ⓐ پہلے اسے یکبار نازل کیا۔

Ⓑ پھر اسے حضور اکرم ﷺ کے شرف و قدر کی وجہ سے متفرق طور پر نازل کیا۔ یہ حکمت ابوشامہ نے لکھی ہے:

حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "قرآن پاک کو آسمان دنیا پر یکبار نازل کیا گیا۔ اس سے امت کے لیے اس حصہ کو تسلیم کرنا مقصود تھا جو اسے حضور ﷺ کی بعثت کی وجہ سے نصیب ہوا۔ آپ کی بعثت سراپا رحمت تھی۔ جب یہ رحمت دروازہ کھولنے سے باہر نکلی تو یہ حضور ﷺ اور قرآن پاک کے ہمراہ آ گئی۔ قرآن کریم کو آسمان دنیا میں بیت العزت میں رکھ دیا گیا تاکہ یہ دنیا کی حد میں شامل ہو جائے۔ نبوت کو حضور ﷺ کی قلب انور میں رکھ دیا گیا حضرت جبرائیل رسالت لے کر حاضر خدمت ہو گئے پھر وحی لے کر حاضر ہوتے۔ گویا کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس رحمت کو جو اس امت کا حصہ تھا اسے اس امت کے سپرد کرے۔"

امام ابوالحسن السخاوی رحمۃ اللہ نے "جمال القرآن" میں لکھا ہے۔ بنو آدم کی تکریم اور ملائکہ کے ہاں ان کی تعظیم کی وجہ سے قرآن پاک کو آسمان دنیا پر یکبار نازل کیا گیا۔ اس سے انہیں یہ پہچان کرانا تھی کہ انہیں رب تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور عنایت شامل حال ہے۔ اسی وجہ سے رب تعالیٰ کے ستر ہزار ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ سورۃ الانعام کے ساتھ جائیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو حکم دیا۔ وہ یہ کتاب حکیم سفرۃ کرام (فرشتوں) کو املاء کرائیں۔ وہ اسے یاد کریں اور اس کی تلاوت کریں۔ اس میں حضور ﷺ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے لیے مساوات یہ ہے کہ یہ کتاب یکبار اتری۔ مگر اس میں حضور اکرم ﷺ کے لیے فضیلت یہ ہے کہ اس کا نزول آپ پر تھوڑا تھوڑا ہوا تاکہ آپ اسے یاد کر سکیں۔

❷ حضرت ابوشامہ نے لکھا ہے کہ ظاہر ہے کہ آسمان دنیا پر اس کا یکبارگی نزول آپ کی نبوت کے ظہور سے قبل

ہوا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا نزول بعد میں ہوا ہو۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ دوسرا مؤقف درست ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایات میں اس امر کی صراحت موجود ہے۔
الحافظ نے لکھا ہے "امام احمد، امام بیہقی نے الشعب میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "تورات چھ رمضان المبارک کو، انجیل تیرہ رمضان المبارک کو، زبور اٹھارہ رمضان المبارک کو، اور قرآن پاک چوبیس کو اور صحف ابراہیمی یکم رمضان المبارک کو نازل ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ روایت رب تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے:
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرہ:۱۸۵)
ترجمہ: "ماہِ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن۔"
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① (القدر:۱)
ترجمہ: "بیشک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں۔"
ممکن ہے۔ اس سال شب قدر اسی رات کو ہو۔ اس رات کو سارا قرآن پاک آسمان دنیا پر اتارا گیا۔ پھر چوبیس رمضان المبارک کو زمین پر اتارا گیا ہو۔ اس کی ابتدا اقرا باسم ربك۔ (الاقراء:۱) سے ہوئی ہو۔
الشیخ نے لکھا ہے "لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں مبعوث ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو پہلے سچے خوابوں کے ساتھ آپ کے میلاد کے مہینہ میں مبعوث کیا گیا۔ ان کی مدت چھ ماہ تھی۔ پھر عالم بیداری میں آپ پر وحی کی گئی۔ امام بیہقی وغیرہ نے اسی کا ذکر کیا ہے۔
◆ حضرت ابو شامہ نے لکھا ہے کہ اس میں کیا راز ہے کہ قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا گیا۔ دیگر کتب کی طرح یکبار کیوں نہ اتارا گیا؟
ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا جواب قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ارشاد پاک ہے:
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ (الفرقان:۳۲)
ترجمہ: "اور کہنے لگے کفار (از راہِ اعتراض) کیوں نہیں اتارا گیا ان پر قرآن یکبارگی؟"
یعنی جس طرح سابقہ انبیائے کرام پر کتب نازل ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا:
كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ (الفرقان:۳۲)
یعنی اس کے ساتھ آپ کے قلب انور کو قوی کریں۔ اگر ہر ہر واقعہ کے بارے تازہ وحی آئے تو دل کو اس سے

تقویت نصیب ہوتی ہے۔اور مرسل الیہ کے ساتھ شدید عنایت ہوتی ہے۔اس کی وجہ سے فرشتہ اکثر اترتا ہے۔اس کے ساتھ عہد کی تجدید ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ حریم قدس سے آنے والے پیغام کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔اتنا سرور نصیب ہوتا ہے کہ یہ قلم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔اسی لیے حضور ﷺ رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔بعض علماء نے اس کا معنی یہ لکھا ہے" تاکہ ہم آپ کے قلب انور کی حفاظت کریں۔کیونکہ آپ امی تھے آپ نہ تو کتب پڑھ سکتے تھے نہ ہی لکھ سکتے تھے۔آپ پر تھوڑا تھوڑا قرآن پاک نازل کیا گیا تاکہ اس کا حفظ آپ کو ثابت ہو سکے۔جبکہ دیگر انبیاء کاتب اور قاری (لکھنے اور پڑھنے والے) ہوتے تھے۔ان کے ساری کتاب یاد کرنا ممکن تھی۔

ان کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کو یکبار اس لیے نازل نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں ناسخ و منسوخ آیات تھیں۔یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب یہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا جاتا۔بعض آیات کسی سوال کے جواب پر، بعض کسی قول کے انکار پر بعض کسی فعل کے انکار پر مشتمل ہوتی تھیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ اسے حضرت جبرائیل امین بندوں کے کلام اور ان کے اعمال کے جواب میں لے کر نازل ہوتے۔" رب تعالیٰ نے اس کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی ہے۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ (الفرقان: ۳۳)

ترجمہ: "اور نہیں پیش کریں گے آپ پر کوئی اعتراض مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس اس کا صحیح جواب"۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ قرآن پاک کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے بارے دو حکمتیں اپنے ضمن میں رکھتی ہے۔

۶ علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رب تعالیٰ کا کلام نازل کردہ ہے۔لیکن انزال کے معنی میں ان کا اختلاف ہے۔بعض نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی قرأت کا اظہار کرنا ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ اس کا معنی رب تعالیٰ کا اپنے کلام اقدس کو حضرت جبرائیل پر الہام کرنا ہے۔جبکہ وہ آسمان پر ہوں۔بلند مرتبہ پر ہوں اس کی قرأت کی انہیں تعلیم دینا ہے۔پھر حضرت جبرائیل کا اس کلام کو زمین پر لانا ہے۔"

تنزیل کے دو طریقے ہیں:

① حضور اکرم ﷺ کا صورت بشریہ سے صورت ملکیہ میں آجانا اور حضرت جبرائیل سے قرآن مجید حاصل کرنا۔

② فرشتے کا بشری شکل میں آنا حتیٰ کہ حضور ﷺ اس سے قرآن پاک حاصل کر لیں۔پہلی حالت دونوں حالتوں میں سے مشکل ہوتی تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے:" عادۃً کہنے والے اور سننے والے کے مابین مناسبت ہونا ضروری ہے۔یا تو یہ سننے والا کہنے والے کے وصف کے ساتھ متصف ہو۔اس سے مراد روحانیت کا غالب ہو جانا ہے۔یہ نوع اول ہے۔یا قائل کا سننے

والے کے وصف سے متصف ہو جانا ہے۔ یہ بشریت ہے۔ یہ دوسری قسم ہے۔ بلاشبہ پہلی قسم سخت ہوتی ہے۔

علامہ الطبی نے لکھا ہے "شاید آپ پر نزول قرآن اس طرح ہوتا ہو کہ فرشتہ روحانی طور پر کلام مقدس رب تعالیٰ سے حاصل کرتا ہو یا لوح محفوظ سے یاد کر لیتا ہو۔ پھر اسے حضور ﷺ پر نازل کرتا ہو۔ آپ اسے حاصل کر لیتے ہوں۔ علامہ قطب رازی نے کشاف کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ "لغت میں انزال کے معنی پناہ دینے یا کسی چیز کو بلندی سے پستی کی طرف حرکت دینے کے ہیں۔ لیکن یہ دونوں معانی کلام مقدس میں متحقق نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یہ اس کے بارے مجازی معنی میں مستعمل ہوں گے۔ جس نے کہا ہے "قرآن معنیٰ رب تعالیٰ کی ذات والا کے ساتھ قائم ہے۔ انزال کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسے کلمات اور حروف ایجاد کرے جو اس معنی پر دلالت کریں اور انہیں لوح محفوظ میں ثابت کر دے۔" لغوی معانی میں یہی مناسب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے انزال سے مراد لوح محفوظ میں اس کے اثبات کے بعد آسمان دنیا میں اس کا اثبات ہو۔ یہ دوسرے معنی کی مناسب ہے۔ رسل عظام پر انزال کتب سے مراد یہ ہے کہ فرشتہ انہیں روحانی طور پر حاصل کرے۔ یا لوح محفوظ سے اسے یاد کرے۔ وہ اسے لے کر آئے اور رسل عظام پر القاء کر دے۔"

الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے "میں نے اپنے شیخ علامہ محی الدین الکافیجی رحمۃ اللہ سے روحانی طور پر حاصل کرنے کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "اس کیفیت کو سمجھا نہیں جا سکتا۔"

امام بیہقی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر:۱) کے بارے فرمایا ہے کہ اس سے رب تعالیٰ کی مراد یہ ہے (واللہ اعلم) کہ ہم نے فرشتے کو سنا دیا ہے۔ اسے سمجھا دیا ہے اور جو کچھ اس نے سنا ہے اسے ہم نے نازل کر دیا ہے۔" فرشتہ اوپر سے نیچے منتقل کرنے والا ہوگا۔

حضرت ابوشامہ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ یہ معنی ان سارے معانی کے اعتبار سے مطرد ہے۔ جو قرآن پاک یا اس میں سے چیز کی طرف منسوب ہیں جس کی ان اہل السنۃ والجماعۃ کی ضرورت ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہ وہ صفت ہے جو ذاتِ خداوندی کے ساتھ قائم ہے۔

الشیخ نے لکھا ہے کہ اس مؤقف کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے کہ قرآن پاک کو حضرت جبرائیل بطور سماعت رب تعالیٰ سے حاصل کرتے تھے جسے امام الطبرانی نے حضرت نواس بن سمعان سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ وحی کے ساتھ گفتگو فرماتا ہے تو آسمان پر خوف خدا کی وجہ سے سخت لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ جب آسمان کے مکین اسے سنتے ہیں تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرائیل امین سر اٹھاتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان کے ساتھ جو چاہتا ہے کلام فرماتا ہے۔ وہ اسے لے کر ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔ جب بھی وہ کسی آسمان کے مکینوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ان سے پوچھتے ہیں "ہمارے رب تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟" وہ فرماتے ہیں "اس نے سچ

ہی فرمایا ہے۔" حتیٰ کہ وہ معاملہ کو وہاں لے جاتے ہیں جہاں کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ وحی کے ساتھ گفتگو فرماتا ہے۔ تو اہل آسمان اس طرح کی آواز سنتے ہیں گویا کہ کوئی زنجیر چٹان پر گری ہو۔ وہ اس سے گھبرا جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ قیام قیامت کا حکم ہے...... اس روایت کی اصل صحیح میں موجود ہے۔

امام علامہ شہاب الدین محمد بن احمد بن الخلیل الخولی نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ کے نازل ہونے والے کلام کی دو قسمیں ہیں۔

① رب تعالیٰ حضرت جبرائیل امین سے فرماتا "اس نبی کو کہہ دو جس کی طرف تمہیں بھیجا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس طرح اس طرح کرو۔" انہیں یہ یہ حکم دو۔ حضرت جبرائیل وہ کچھ سمجھ جاتے جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہوتا۔ پھر اس نبی کے پاس آتے اسے وہ پیغام پہنچاتے جو رب تعالیٰ نے انہیں دیا ہوتا۔ مگر یہ عبارت بعینہا وہ عبارت نہیں ہوتی تھی۔ جس طرح کہ بادشاہ اپنے قابل اعتماد شخص سے کہتا ہے "فلاں سے کہو کہ بادشاہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ خدمت میں خوب کوشش کرو۔ اپنی فوج کو قتال کے لیے جمع کرو۔ اگر قاصد یوں کہے "تمہیں بادشاہ کہہ رہا ہے کہ میری خدمت میں سستی نہ کرو فوج کو منتشر نہ ہونے دو۔ انہیں جنگ کی ترغیب دو۔" اسے نہ تو جھوٹ کی طرف منسوب کیا جائے گا نہ ہی پیغام کی ادائیگی میں اس سے کوتاہی ہوگی۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل امین سے یوں کہے: "میرے نبی کو یہ کتاب پڑھ کر سناؤ۔" حضرت جبرائیل امین کسی تبدیلی کے بغیر کلام الٰہی اس نبی پر نازل کر دیں۔ جیسے کہ بادشاہ کوئی خط لکھتا ہے۔ اسے کسی امین شخص کے سپرد کرتا ہے اسے کہتا ہے "اسے فلاں کو پڑھ کر سناؤ۔" وہ اس میں کسی کلمہ یا حرف میں تبدیلی نہیں کرتا۔" الشیخ نے لکھا ہے "قرآن مجید دوسری قسم ہے۔ پہلی قسم سنت ہے جیسے کہ وارد ہے کہ حضرت جبرائیل امین سنت لے کر اسی طرح آتے تھے جس طرح قرآن پاک نازل کرتے تھے۔

❀❀❀

دسواں باب

وحی کی شدت اور گرانی

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ (المزمل:۵)

ترجمہ: ”بیشک ہم جلد ہی القاء کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام۔“

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی قریب تھا کہ آپ کی مبارک ران میری ران کو توڑ کر رکھ دیتی۔“ (امام مسلم، امام بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”اگر آپ پر وحی کا نزول اس حالت میں ہوتا کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہوتے تو وہ اپنی گردن زمین پر رکھ دیتی۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں ہوتی تھی کہ وہ حرکت کر سکے حتیٰ کہ نزول وحی کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا۔“ پھر وہ مذکورہ بالا آیات طیبہ کی تلاوت کریں۔“ (امام احمد، عبد بن حمید، حاکم)

حضرت ابو اروی دوسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے آپ کی زیارت کی آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ اپنی سواری پر سوار تھے۔ وہ چیخ رہی تھی۔ وہ اپنے ہاتھ مار رہی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے بازو ٹوٹ رہے ہیں۔ بعض اوقات وہ بیٹھ جاتی۔ بعض اوقات اپنے پاؤں زمین پر گاڑھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوتی۔ حتیٰ کہ آپ سے وحی کی گرانی ختم ہو جاتی۔ آپ بڑے سے موتیوں کی مانند پسینہ مبارک گرتا۔“ (ابن سعد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو اس کی شدت آلیتی۔ آپ کے چہرہ انور کی رنگت متغیر ہو جاتی۔ آپ پر اپنی چشمانِ مقدس کو بند کر لیتے۔“ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ وحی نازل ہو رہی ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ نزول وحی اختتام پذیر ہو جاتا۔“ (مسلم)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ پر وحی کا نزول شروع ہوتا تو آپ کے سر سے خراٹوں جیسی آواز آنا شروع ہو جاتی۔ آپ کی رنگت مبارکہ متغیر ہو جاتی۔ آپ اپنے دندانِ مبارک سے سردی محسوس کرتے۔ آپ سے پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح گرنے لگتے۔“ (ابن سعد)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کی ناقہ مبارکہ کی نکیل پکڑے ہوئے تھی۔ اس وقت آپ پر سورۃ المائدہ کا نزول ہو رہا تھا۔ قریب تھا کہ میرا بازو اس سورت کے بوجھ کی وجہ سے ٹوٹ جاتا۔" (امام احمد، امام الطبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ پر سورۃ المائدۃ کا نزول ہوا۔ آپ اپنی سواری پر سوار تھے۔ وہ آپ کا بوجھ برداشت نہ کر سکی آپ اس سے نیچے تشریف لے آئے۔"

الحافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ پر سورۃ الفتح کا نزول ہوا۔ آپ اپنی سواری پر سوار تھے۔ آپ حسبِ حال کبھی ادھر اور کبھی ادھر جاتے۔" حضرت ام المؤمنین عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے آپ کی زیارت کی۔ سخت سردی کے روز آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ جب یہ ختم ہوا تو آپ کی جبین اطہر پر سے پسینے کے قطرات بہہ رہے تھے۔" (امام بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کو وحی کا احساس ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "میں گھنٹی کی آواز سنتا ہوں۔ میں خاموش ہو جاتا ہوں۔ جب بھی مجھ پر نزولِ وحی ہوتا ہے۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ گویا کہ میرا نفس قبض کیا جا رہا ہے۔"

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہا کرتے تھے "کاش! میں آپ کی اس وقت زیارت کر لوں جب آپ وحی نازل ہو رہی ہو۔" جب حضور ﷺ جعرانہ کے مقام پر تھے۔ آپ کے سر اقدس پر کپڑا تھا۔ جس سے سایہ کیا جا رہا تھا۔ آپ کے ہمراہ بعض صحابہ کرام بھی تھے جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ جس نے خوشبو لگا رکھی تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس شخص کے بارے آپ کا کیا خیال ہے جس نے خوشبو لگانے کے بعد جبہ کو بطور احرام باندھا۔" حضور ﷺ نے اس کی طرف دیکھا پھر خاموش ہو گئے۔ آپ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی کو اشارہ کیا "آؤ، دیکھ لو۔" حضرت یعلی آئے اور انہوں نے اپنا سر اندر داخل کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ انور سرخ تھا۔ آپ سے اس طرح آواز آ رہی تھی۔ جس طرح جوان اونٹ سے آواز آتی ہے۔ ساعت بھر آپ کی کیفیت یہی رہی پھر یہ ختم ہو گئی۔" (امام بخاری، امام مسلم)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث افک میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اسی شدت نے آ لیا جو پہلے آپ پر طاری ہو جاتی تھی۔ (امام بخاری اور امام مسلم)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کو بُل (باریک پردہ) آلیتا۔ (امام حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ پر نزول وحی ہوتا تو آپ کے چہرہ انور اور جسم کی رنگت متغیر ہو جاتی۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی گفتگو نہ فرماتے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کے سر اقدس میں درد شروع ہو جاتا آپ سر اقدس پر مہندی لگا لیتے۔ (ابونعیم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو حضور ﷺ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آپ اپنی زبان اقدس اور لب لعلیں کو حرکت دیتے تھے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ (القیامۃ: ۱۶ تا ۱۹)

ترجمہ: "(اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کر لیں اس کو۔ ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھانا۔ پس جب ہم ایسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اسی پڑھنے کا پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔"

اس کے بعد جب حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ غور سے سنتے جب وہ چلے جاتے تو آپ ان آیات کی قرأت فرما لیتے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا۔

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تو ہم میں سے کوئی ایک نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا حتیٰ کہ وحی کا نزول ختم ہو جاتا۔"

تنبیہات

❶ امام ابو شامہ نے لکھا ہے کہ یہ پسینہ جو آپ کو آجاتا تھا۔ چہرہ انور کا سرخ ہو جانا آواز تھکنا اسی طرح سواری پر یا ران پر ناقابل برداشت بوجھ ہو جانا۔ یہ وحی کی گرانی کی وجہ سے تھا۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے امر کی ابتدا میں فرمایا تھا۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ (المزمل: ۵)

ترجمہ: "بیشک ہم جلد ہی اِلقاء کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام۔"

اس کی وجہ یہ ہے بشری قویٰ کمزور ہوتے ہیں۔ وہ جناب جلیل کی طرف سے اس طرح کے عظیم وارد کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ نبوت بوجھ اور ثقل ہے جسے اہلِ قوت اور اولوالعزم رسل عظام رب تعالیٰ کی مدد سے برداشت کر سکتے ہیں۔

◆ علامہ شیخ الاسلام بلقینی نے کہا ہے کہ حصولِ وحی آپ کی مشقت کے اعتبار سے جو کیفیت ہوتی تھی یہ وہ حالت ہے جس میں موت کے بغیر دنیا کے احوال جاننا ہے۔ یہ برزخی مقام ہے جو آپ کو نزولِ وحی کے وقت حاصل ہوتا تھا۔ جب برزخ عام میں میت کے لیے بہت سے احوال سے پردہ اٹھتا ہے تو رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حیاتِ ظاہری میں ہی برزخ کے ساتھ مختص فرما دیا۔ اس میں آپ پر وہ وحی نازل ہوتی جو بہت سے اسرار پر مشتمل ہوتی۔ اسی طرح بہت سے صلحاء کے لیے نیند وغیرہ کے وقت بہت سے اسرار پر آگاہی ہوتی ہے۔ یہ مقامِ نبوی سے مدد لیے بغیر مقام حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اسی مقام کا فیضان ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ "بندۂ مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔"

صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد رات کے وقت ٹیلوں کی طرف نکلیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے سودہ! ہم آپ کو پہچان لیا ہے۔" وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور اس مسئلہ کے بارے آپ سے سوال کیا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کے دست اقدس میں گوشت کا ٹکڑا تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ پر وحی کی۔ گوشت کا ٹکڑا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر آپ نے سر اقدس بلند فرمایا۔ اور فرمایا: "اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے کہ تم قضائے حاجت کے لیے جا سکتیں ہیں۔" ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نزولِ وحی کے وقت آپ کے احساسات مکمل طور پر ختم نہیں ہوتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے مگر آپ نہ گرتے تھے مگر آپ نہ گرے۔ نہ ہی دستِ اقدس سے گوشت کا ٹکڑا گرا۔

◆ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ کا نزول وحی کے وقت زبانِ اقدس کو حرکت دینا ابتداء میں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے آپ وہ چیز حاصل کرنے کے حریص تھے۔ جو رب تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ آپ اس کے ساتھ ساتھ تلاوت بھی فرماتے رہتے تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ خاموش رہا کریں۔ حتیٰ کہ وحی سے فراغت ہو جائے۔ اس لیے ارشاد فرمایا

وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ ۖ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

ترجمہ: "اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے آپ کی طرف اس کی وحی اور دعا مانگا کیجئے میرے رب! (اور) زیادہ کر میرے علم کو۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ اپنی زبانِ اقدس اور لب لعلیں کو کیوں حرکت دیتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ اس خدشہ سے کہ کہیں آپ سے وحی چھوٹ نہ جائے۔ دوسرا قول یہ ہے آپ کو خدشہ تھا۔ وحی کے آخری

حصے سے فارغ ہونے سے قبل اس کا پہلا حصہ بھول نہ جائے۔ پھر آپ پہ یہ گراں گزرے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ پہ وحی کا نزول ہو رہا ہے تو آپ اس سے محبت کی وجہ سے اسے پڑھنے لگتے۔

"الحافظ" لکھتے ہیں کہ دوسرا مؤقف واضح ہے۔ جلدی کرنے کی وجہ سے وہ مشقت ہوتی تھی جو آپ نزولِ وحی کے وقت محسوس فرماتے تھے۔ آپ نزولِ وحی کے حصول میں جلدی فرماتے تھے تاکہ مشقت جلد ختم ہو سکے۔ تیسرے مؤقف کا ظاہر یہ ہے کہ آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے جو نزول ہوتا تھا آپ اس کے ساتھ محبت کی وجہ سے جلدی جلدی اسے پڑھتے تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ حتیٰ کہ نزول وحی اختتام پذیر ہو جائے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی بُعد نہیں کہ اس کے اسباب متعدد ہوں۔

❀❀❀

گیارھواں باب

وحی کی اقسام

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر وحی مختلف کیفیات میں نازل ہوتی تھی۔

❶ نیند میں سچے خواب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز (الصافات:۱۰۲)

ترجمہ: ''میں نے دیکھا کہ خواب میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہے۔ عرض کیا میرے پدرِ بزرگوار! کر ڈالیئے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔''

یہ فرمان اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انبیائے کرام پر وحی نیند کے عالم میں بھی آتی تھی۔ جس طرح کہ ان پر عالم بیداری میں وحی آتی تھی۔ صحیح میں حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔'' پھر انہوں نے درج بالا آیاتِ طیبہ پڑھی۔

❷ فرشتہ دکھائی دیے بغیر ہی آپ کے قلب انور میں القاء کر دیتا تھا۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا: ''روح القدس نے میرے دل میں القا کیا ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرتا حتیٰ کہ وہ اپنا رزق مکمل کر لے۔ رب تعالیٰ سے ڈرو عمدہ طریقوں سے رزق تلاش کرو۔ رزق کا دیر سے آنا تمہیں اس امر پر برانگیختہ نہ کر دے کہ تم اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ تلاش کرو۔ جو کچھ رب تعالیٰ کے پاس ہے اسے اس کی اطاعت سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا۔ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہِ راست) مگر وحی کے طور پر۔''

کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ اس نبی کے دل میں وحی الہام کر دیتا تھا۔ الحلیمی نے لکھا ہے کہ وحی کی یہ قسم کانوں کو چھوڑ کر دل کے مختص ہوتی ہے۔

❸ آپ کو گھنٹی کی آواز کی طرح کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ قسم آپ پر سب سے زیادہ گراں ہوتی تھی۔ فرشتہ آپ کے

پاس آتا تو شدید سردی کے ایام میں بھی جبین اطہر سے پسینے کے قطرات گرنے لگتے۔ حتیٰ کہ آپ کی سواری زمین پر بیٹھ جاتی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حارث بن ہشام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟" آپ نے فرمایا: "کبھی یہ گھنٹی کی آواز کی مانند میرے پاس آتی ہے۔ وحی کی یہ قسم مجھ پر سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے۔ جب یہ مجھ سے جدا ہوتی ہے تو مجھے وہ کچھ یاد ہو چکا ہوتا ہے جو فرشتے نے کہا ہوتا ہے بعض اوقات فرشتہ کسی انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے۔ وہ مجھ سے محوِ گفتگو ہوتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔

ابن سعد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔ انہوں نے ابوسلمہ الماجشون سے روایت کیا ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "وحی دو طرح سے میرے پاس آتی ہے۔

① میرے پاس حضرت جبرائیل امین آتے ہیں وہ مجھ پر اسی طرح القاء کرتے ہیں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص سے ہمکلام ہوتا ہے۔

② کبھی مجھے گھنٹی کی آواز کی طرح آواز آتی ہے حتیٰ کہ وہ وحی مجھے یاد ہو جاتی ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے "اس حالت کو رب تعالیٰ کے اس فرمان کے نزول سے پہلے پر محمول کیا جائے گا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ۔ (القیامۃ:١٦)

ترجمہ: "(اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ۔"

فرشتہ مختلف اشکال میں آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔ جیسے کہ تذکرہ ہے کہ فرشتہ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اعرابی کی شکل میں بھی آیا تھا۔ یہ ساری روایات صحیح میں موجود ہیں۔

◆ رب تعالیٰ آپ کے ساتھ کسی واسطہ کے بغیر عالم بیداری میں پس پردہ ہم کلام ہوتا تھا۔ جیسے کہ شب معراج کو رب تعالیٰ آپ کے ساتھ ہمکلام ہوا تھا۔ یہ ان علماء کرام کے مؤقف کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا تھا۔

◆ رب تعالیٰ کسی پردے کے بغیر ہی ہمکلام ہوتا تھا۔ جیسے شب معراج رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کلام فرمایا۔ یہ اس شخص کے مؤقف کے مطابق ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ الشیخ نے لکھا ہے "جہاں تک میں جانتا ہوں قرآن پاک میں اس قسم میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں! ممکن ہے آپ سورۃ البقرہ کا آخر، سورۃ الضحیٰ کا بعض حصہ سورۃ الم نشرح کو اس قسم میں شمار کیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے رب تعالیٰ سے ایک سوال پوچھا۔میری خواہش تھی کہ کاش میں نے وہ سوال نہ پوچھا ہوتا۔میں نے عرض کی:''مولا! تونے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا ہے۔''رب تعالیٰ نے فرمایا:''محمد عربی! کیا میں نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر پناہ دی۔کیا میں نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ نہیں پایا کہ راہِ ہدایت پر گامزن کر دیا۔کیا آپ کو تنگدست نہیں پایا اور غنی کر دیا۔کیا میں نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھولا۔آپ کا بوجھ آپ سے کم نہیں کیا۔آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند نہیں کیا۔جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں آپ کا ذکر ہوگا۔''

◆ رب تعالیٰ نیند میں آپ کے ساتھ گفتگو فرماتا۔جیسے امام ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:''رب تعالیٰ حسن صورت میں میرے پاس آیا۔فرمایا:''ملأ اعلیٰ کے فرشتے جس چیز میں جھگڑا کر رہے ہیں۔''

بعض علمائے کرام نے سورۃ الکوثر کو اسی قسم میں شمار کیا جاتا ہے۔امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور ﷺ ہمارے سامنے تھے۔آپ کو ہلکی سی نیند آئی۔پھر آپ نے مسکراتے ہوئے نگاہِ مبارک بلند فرمائی۔پھر سورۃ الکوثر کی تلاوت کی۔

امام رافعی نے اپنی کتاب ''امالیہ'' میں رقم کیا ہے۔''علماء کرام میں سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ سورۃ الکوثر اسی نیند کے عالم میں اتری۔انہوں نے کہا ہے کہ جو کچھ انبیائے کرام کو نیند کی حالت میں حاصل ہوتا ہے وہ وحی ہی ہوتا ہے۔کیونکہ انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔''انہوں نے فرمایا ہے:''یہ صحیح تو ہے لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ قرآن پاک سارے کا سارا ہی عالم بیداری میں نازل ہوا۔گویا کہ نیند ے عالم میں وہی سورۃ الکوثر آپ کے سامنے آئی جو عالم بیداری میں نازل ہو چکی تھی۔یا آپ پر وہی الکوثر پیش کی گئی۔جس کے بارے سورت نازل ہوئی۔آپ نے یہ سورت صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائی اور ان کے لیے اس کی تفسیر بیان کی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔اسے اس حالت پر محمول کیا جائے گا۔جو آپ پر نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔اسے برحاء الوحی کہا جاتا ہے۔

الشیخ نے کہا ہے''امام رافعی کا قول انتہائی احتیاط پر مبنی ہے۔اس سے آگاہ ہونے سے قبل میرا میلان بھی اسی طرف تھا۔لیکن دوسری تاویل پہلی تاویل سے زیادہ صحیح ہے۔کیونکہ آپ کا فرمان''یہ مجھ پر ابھی ابھی اتری ہے۔''یہ اس امر کا دفاع کرتا ہے کہ اس کا نزول اس سے قبل ہو چکا ہو۔بلکہ ہم کہیں گے کہ یہ سورت اس حالت میں نازل ہوئی۔لیکن یہ حالت نیند کی حالت نہیں ہوگی۔بلکہ اس سے مراد وہ حالت ہوگی جو آپ پر نزولِ وحی کے وقت طاری ہو جاتی تھی۔بعض

علماء نے فرمایا ہے کہ اس حالت میں آپ کا دنیا سے تعلق ختم ہو جاتا تھا۔

◆ بعض اوقات شہد کی مکھی کی طرف بھنبھناہٹ کی آواز آتی تھی۔ امام احمد اور امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ انور کے پاس شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی تھی۔

◆ وہ علم جو رب تعالیٰ احکام میں اجتہاد کے وقت آپ کے دل میں ڈال دیتا تھا۔ آپ کی زبان پر جاری کر دیتا تھا۔ کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ جب اجتہاد کرتے تھے تو آپ کا اجتہاد قطعی طور پر درست ہوتا تھا۔ آپ خطا سے معصوم تھے آپ کے لیے یہ معجزہ تھا۔ اس قسم میں اور دل میں القاء کرنے میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول اجتہاد سے ہوتا تھا جبکہ القاء اس کے بغیر ہی ہوتا تھا۔ ارشاد الساری میں ہے "لیکن اصولیین کے کلام کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ آپ کا اجتہاد اور وحی دو علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔" میں وحی کی انہی اقسام سے آگاہ ہوا ہوں۔

حضرت جبرائیل امین کبھی تو آپ کے پاس اس شکل میں حاضر ہوتے جس میں رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ ان کے چھ سو پر ہوتے۔ ان سے موتی اور یاقوت گر رہے ہوتے۔ یہ شکل آپ نے دو بار دیکھی تھی۔ ایک دفعہ شب معراج کو آسمان پر اور دوسری دفعہ زمین میں۔" بعض اوقات وہ ایسے شخص کی شکل میں حاضر ہوتے جس نے شدید سفید لباس پہنا ہوا ہوتا۔ اس کے بال انتہائی سیاہ ہوتے۔" کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں اور کبھی کسی اور شخص کی صورت میں نازل ہوتے۔ بعض اوقات پہاڑوں کے فرشتے کے ذریعہ بھی وحی کا نزول ہوا۔ جیسے کہ سفر طائف میں تذکرہ آئے گا۔ بعض اوقات حضرت اسرافیل کی زبان سے بھی نزول وحی ہوتا جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

تنبیہات

◆ امام حلیمی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھیالیس اقسام میں وحی آتی تھی۔ انہوں نے ان اقسام کا ذکر کیا ہے لیکن الحافظ نے لکھا ہے کہ ان میں اکثر صفات حامل وحی کی ہیں اور وہ ساری اقسام ان اقسام میں شامل ہیں جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

◆ نزول وحی کو گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دینا ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے کیونکہ عمدہ چیز کو مذموم چیز سے تشبیہ نہیں دی جاتی۔ کیونکہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ ملانا۔ اس میں مشبہ وحی ہے وہ محمود ہے۔ جبکہ مشبہ بہ گھنٹی کی آواز ہے وہ مذموم ہے۔ کیونکہ اس سے روکا گیا ہے۔ اس سے نفرت کی جاتی ہے اور ملائکہ اسکے ساتھ رفاقت نہیں رکھتے جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے تو پھر اس کام کو، جو فرشتہ کرتا ہے اس امر کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے جس سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ ساری صفات میں مشبہ بہ کے مساوی ہو۔ بلکہ ان کا کسی ایک وصف میں اشتراک کافی سمجھا جاتا ہے۔ اس جگہ احساس کو بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس چیز کا ذکر کیا جس سے سننے والے کے افہام کے قریب ہو سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آواز کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ (۱) قوت کی جہت (۲) بجنے کی جہت۔ یہ تشبیہ قوت کی جہت کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا اس سے نفرت اس سے بجنے کی جہت کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شیطان کا مزمار ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ نہی سوال کے بعد واقع ہوئی ہو۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

ابن بطال نے لکھا ہے کہ اسی کیفیت میں ملائکہ رب تعالیٰ سے وحی حاصل کرتے ہیں۔ التوربشتی نے کہا ہے کہ وحی کی اس آواز کو اس کیفیت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے ملائکہ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو ہریرۃ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ آسمانوں پر کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ تو رب تعالیٰ کے اس فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فرشتے اپنے پر مارتے ہیں گویا کہ کسی چٹان پر کوئی زنجیر گری ہو۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں "تمہارے رب تعالیٰ نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں۔" اس نے حق ہی کہا ہے وہ العلی الکبیر ہے۔ (بخاری)

علامہ قاضی نے لکھا ہے "جو اس طرح کا امر ہوتا ہے۔ اسے اس کے ظاہر پر رکھا جاتا ہے۔ اسے اسی صورت اور کیفیت میں رکھا جاتا ہے جسے رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا یا ملائکہ اور رسل عظام میں سے وہ جانتا ہے۔ جسے رب تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے۔ اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اسے اس کے ظاہر سے پھیرنے کی سعی کی جاتی ہے تو وہ غور و فکر اور ایمان کی کمی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جب شریعت مطہرہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ دلائل عقلیہ اسے پھیر نہیں سکتے۔ اس مذکورہ گھنٹی کے بارے کہا جاتا ہے کہ یہ فرشتے کی آواز ہوتی تھی جب وہ وحی نازل کرتا تھا۔ یا یہ ملائکہ کے پروں کی آواز ہوتی تھی۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ یہ لگاتار آواز ہوتی تھی۔ جسے آپ سماعت کرتے تھے۔ آپ ابتداء میں جو آواز سنتے تھے وہ ثابت نہیں رہتی تھی۔ آپ بعد میں اسے سمجھتے تھے۔

- ۳ گھنٹی کی آواز کو مقدم کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے کان مبارک وحی کے لیے تیار ہو جائیں ان میں کسی اور امر کی گنجائش نہ رہے۔ کیونکہ گھنٹی کی آواز لگاتار آتی ہے اس لیے دیگر آلات کو چھوڑ کر اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔
- ۴ آپ کا یہ فرمان (وھو اشد علیّ) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وحی ساری ہی شدید ہوتی تھی۔ لیکن یہ قسم سب سے زیادہ شدید ہوتی تھی۔ یہ بات واضح ہے۔ کیونکہ گھنٹی کی آواز سے کلام سمجھنا انسان کے کلام سے سمجھنے سے مشکل ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ عادت یہ ہے کہ قائل اور سامع کے مابین مناسبت ہونا ضروری ہے۔ یہ مناسبت یا

تو اس طرح ہے کہ سامع کو قائل کے وصف سے متصف کر دیا جائے اس پر روحانیت کا غلبہ ہو جائے یہ پہلی قسم ہے۔ یا قائل کو سامع کے وصف سے متصف کر دیا جائے۔ یہ بشریت ہے اور یہ دوسری قسم ہے۔ بلاشبہ پہلی قسم زیادہ شدید ہوتی ہے۔

امام بلقینی نے لکھا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کلام عظیم سے پہلے اس کی تعظیم کو سامنے رکھتے ہوئے۔ بہت سے امور کا اہتمام کرنا ہوتا تھا۔ جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نزول وحی کی اس شدت کا علاج کرتے تھے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ قسم اس لیے شدید ہوتی تھی کیونکہ اس سے دل کو یکجا کرنا پڑتا تھا تاکہ جو کچھ سنے اسے خوب یاد رکھے۔

◆ ایک قول یہ ہے کہ آپ پر یہ کیفیت اس وقت طاری ہوتی تھی جبکہ وعید یا تہدید کی آیت اترتی تھی۔ لیکن الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ جیسے کہ حضرت یعلی بن امیہ کی حدیث پاک سے ثابت ہے۔ مشقت پر مترتب ہونے والی اس شدت کا فائدہ یہ تھا کہ اس سے قریب میں اضافہ ہوتا تھا۔

◆ آپ کے فرمان (فینفصم عنّی و قد وعیت) یہ ماضی میں ہے جبکہ "فیکلمنی فأعی" یہ مستقبل میں ہے کیونکہ یاد کرنا آپ کو فرشتے سے جدا ہونے سے قبل حاصل ہو چکا ہوتا تھا۔ دوسری صورت میں مکالمہ کی حالت میں ہی وہ سب کچھ یاد ہو جاتا تھا۔ پہلی صورت میں آپ ملائکہ کے اوصاف سے متصف ہو جاتے تھے جب آپ اپنی فطرتی حالت پر آتے تو آپ کو وہ سب کچھ یاد ہو چکا ہوتا جو کچھ آپ سے کہا جاتا تھا۔ اس لیے اس کو ماضی سے تعبیر کیا۔ دوسری حالت معمول کی حالت ہوتی تھی۔

◆ امام الحرمین نے لکھا ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین کسی انسانی شکل میں آتے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ ان کی زائد خلقت کو ختم کر دیتا یا اسے زائل کر دیتا پھر بعد میں اسے لوٹا دیتا۔

الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ جب حضرت جبرائیل حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے۔ تو ان کی روح کہاں ہوتی تھی۔ کیا اس جسم میں ہوتی تھی جو حضرت دحیہ کلبی کی جسامت کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ یا اس شکل میں ہوتی تھی جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے اور ان کے چھ سو پر ہیں۔ اگر وہ بڑے جسم میں ہوتی تھی تو جو حضور اکرم ﷺ کے پاس آتا تھا وہ جبرائیل نہیں ہو سکتا۔ نہ روح کی جہت سے نہ ہی جسم کی جہت سے۔ اگر روح اسی جسم میں ہوتی تھی جو حضرت دحیہ کے جسم کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا تو کیا وہ جسم مر جاتا تھا جس کے چھ سو پر تھے۔ جس طرح کہ وہ اجسام مر جاتے ہیں جب ارواح ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ یا وہ جسم زندہ اور اس روح سے خالی رہتا تھا جو اس جسم میں

منتقل ہو چکی ہوتی تھی جو حضرت دحیہ کے جسم کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔

میں کہتا ہوں "یہ بعید نہیں ہے کہ وہ پہلے جسم سے منتقل ہو جاتے ہوں لیکن وہ اس کی موت کا موجب نہ بنتا ہو کیونکہ ارواح کے جدا ہونے سے اجسام پر موت طاری ہو جانا از روئے عقل واجب نہیں ہے۔ یہ ایک طریقہ ہے جسے رب تعالیٰ نے بنو آدم کی ارواح میں جاری فرمایا ہے۔ وہ جسم باقی رہتا ہے اس کے معارف اور اطاعت میں کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ ان کی روح کا دوسرے جسم میں منتقل ہو جانا اسی طرح ہو جس طرح شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتی ہے۔"

شیخ سراج الدین البلقینی نے اپنی کتاب "الفیض الجاری علی صحیح البخاری" میں لکھا ہے "یہ بھی جائز ہے کہ آنے والے حضرت جبرائیل امین ہی ہوں اور وہ اپنی پہلی شکل میں ہوں۔ مگر یہ کہ جب وہ منضم ہو جاتے ہوں تو وہ انسانی شکل کی ہیئت کے برابر آجاتے ہوں۔ جب اسے چھوڑتے ہوں تو وہ پہلی شکل میں آجاتے ہوں۔ اس کی مثل وہ روئی ہے جو دھنی ہوئی ہو۔ دھننے سے اس کی بہت بڑی جسامت بن جاتی ہے اور ذات میں بھی کوئی تغیر نہیں آتا۔ یہ مثال صرف سمجھانے کے لیے ہے۔

علامہ علاء الدین القونوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "الاعلام بالمام الارواح بعد الموت علی الاجسام" میں لکھا ہے "حضرت جبرائیل امین حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آجایا کرتے تھے۔ حضرت مریم کے لیے ایک تندرست انسان کی شکل میں منتقل ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو ان کی حالتِ حیات میں ملکیہ قدسیہ کا خاصہ عطا فرمایا ہو۔ اسے ایسی قوت بخشی ہو کہ وہ کسی دوسرے بدن میں بھی تصرف کر سکتے ہوں حالانکہ وہ اپنے پہلے بدن میں بھی لگاتار تصرف کر رہے ہوں۔ ابدال کے بارے کہا جاتا ہے کہ انہیں ابدال اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے منتقل ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی جگہ پر ایک شبح ہوتی ہے جو ان کے اصل جسم کے مشابہ ہوتی ہے یہ اس کا بدل ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام نے عالم اجساد اور عالم ارواح کے مابین ایک اور عالم بھی ثابت کیا ہے اس پر وہ ارواح کے مختلف اجسام میں منتقل ہو جانے اور عالم امثال میں مختلف اشکال میں ظہور کرنے کی بنیاد رکھتے ہیں یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ (مریم: ۱۷)

ترجمہ: "پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔"

ایک ہی روح، مثلاً حضرت جبرائیل امین کی روح ایک ہی وقت میں اصلی شبح میں بھی تصرف کر رہی ہوتی ہے اور اس مثال کی شبح میں بھی تصرف کر رہی ہوتی ہے۔ یہ عقد اس طرح حل ہو جاتا ہے جو بعض آئمہ سے منقول ہے کہ

انہوں نے بعض اکابر سے حضرت جبرائیل امین کے جسم کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا: "ان کا پہلا جسم کہاں جاتا تھا؟" وہ جسم جس نے اپنے پروں سے افق کو گھیر لیا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔ جب وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔" بعض آئمہ نے یہ جواب دینے کا تکلف کیا تھا "ان کا بعض جسم بعض میں پیوست ہو جاتا تھا۔ ان کا حجم چھوٹا ہو جاتا تھا۔ وہ حضرت دحیہ کی شکل میں متشکل ہو جاتے تھے۔ پھر وہ پھیل کر پہلی شکل میں آ جاتے تھے۔ لیکن جو کچھ صوفیائے کرام نے کہا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ یہ روا ہے کہ ان کا جسم اول پہلی حالت میں ہی ہوتا ہو۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ آتی ہو۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اور شبح پیدا کر دی ہو۔ ان کی روح بیک وقت ان دونوں میں تصرف کر رہی ہو۔

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے "ارواح کی کیفیت اجسام کی کیفیت سے جداگانہ ہے۔ یہ رفیق الاعلیٰ میں ہوتی ہے۔ لیکن یہ میت کے بدن کے ساتھ بھی متصل ہوتی ہے۔ اس طرح کہ جب کوئی اسے سلام کرتا ہے تو یہ اسی سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنی اسی جگہ میں ہوتی ہے۔ حضرت جبرائیل امین کو حضور اکرم ﷺ نے دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ صرف دو پروں نے افق گھیر رکھا تھا۔ پھر وہ حضور اکرم ﷺ کے اتنے قریب ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا لیتے تھے۔ اپنے دست اقدس آپ کی مبارک رانوں پر رکھ لیتے تھے۔ اہلِ ایمان کے دلوں کو ایمان سے وسعت نصیب ہوتی ہے۔ وہ اتنا قریب ہو جاتے تھے۔ حالانکہ ان کا ٹھکانہ آسمانوں پر ہوتا تھا۔ رؤیتِ جبرائیل کی حدیث میں ہے "میں نے سر اقدس بلند کیا تو حضرت جبرائیل آسمانوں اور زمین کے مابین قدم ملائے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "محمد عربی! آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ معظم ہیں میں جبرائیل ہوں"۔ میں جس سمت میں بھی نگاہ اٹھاتا میں انہیں اسی طرح دیکھتا۔"

جب غائب کو شاہد پر قیاس کیا جاتا ہے تو پھر غلطی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ روح بھی اجسام کی جنس میں سے ہے۔ جو اگر ایک جگہ ہوں تو دوسری ہونا ان کے لیے ناممکن ہوتا ہے یہ خطا ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے "فرشتے کا انسانی شکل میں متشکل ہو جانے کا مفہوم یہ نہیں کہ اس کی ذات ہی آدمی بن جاتی تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے وہ اس صورت میں اس لیے ظاہر ہوتے تھے تا کہ اپنے مخاطب کے ساتھ انس پیدا کریں۔ ظاہری امر یہ ہے کہ زائد مقدار نہ زائل ہوتی تھی نہ فنا ہوتی تھی۔ بلکہ دیکھنے والے سے مخفی ہو جاتی تھی۔

1. الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت میں جس بھنبھناہٹ کا تذکرہ ہے وہ گھنٹی کی آواز سے متعارض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حاضرین کے اعتبار سے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ تھی لیکن آپ کے مقام اعلیٰ کے اعتبار سے گھنٹی کی آواز تھی۔

بارھواں باب

فترۃ الوحی

ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت امام زہری سے، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب آپ پر غارِ حرا میں وحی نازل ہوئی تو کچھ دن گزر گئے آپ نے حضرت جبرائیل امین کو نہ دیکھا۔ آپ بہت زیادہ غمناک ہوئے۔ آپ کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں تک اس لیے گئے تاکہ وہاں سے خود کو گرالیں۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ کبھی ثبیر کی طرف جاتے اور کبھی حرا کی طرف تشریف لے جاتے۔ آپ کا اردہ تھا خود اس سے نیچے گرالیں۔ آپ اسی اثناء میں کہ کسی پہاڑ پر جارہے تھے تو حضرت جبرائیل امین ظاہر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا محمد عربی! آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" اس سے آپ کے نفسِ نفیس کو سکون ملا آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ آپ واپس آگئے۔ جب فترۃ الوحی طوالت اختیار کرگئی تو دوسرے روز بھی اسی طرح ہوا۔ جب آپ پہاڑ کی چوٹی تک جاتے تو حضرت جبرائیل امین ظاہر ہوجاتے اور آپ کو اسی طرح عرض کرتے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں غارِ حرا میں ایک ماہ خلوت نشیں رہا۔ جب خلوت کے یہ دن گزر گئے تو میں نیچے اترا۔ وادی کے دامن میں آیا۔ اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا۔ میں نے آواز سنی۔ میں نے دائیں طرف دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے بائیں طرف دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں آگے پیچھے دیکھا اگر مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ پھر مجھے صدا سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی میں نے وہ فرشتہ دیکھا، جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا۔ وہ آسمان اور زمین کے مابین کرسی (یا عریش) پر بیٹھا ہوا تھا میں اس سے مرعوب ہوگیا۔ میں وادی میں اترا۔ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگیا میں نے کہا: "مجھے کپڑا اوڑھادو مجھے کپڑا اوڑھادو۔ مجھ پر ٹھنڈا پانی انڈیلو۔ اس وقت یہ آیاتِ طیبات نازل ہوئیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَأَنذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ۝٥ (المدثر: ۱ تا ۵)

ترجمہ: "اے چادر لپیٹنے والے! اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور اپنے لباس کو پاک رکھیے اور بتوں سے (حسبِ سابق) دور رہیے۔"

پھر لگا تار وحی آنے لگی۔

ابن اسحاق اور ان کے پیروکاروں نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل امین سورۃ الضحیٰ لے کر آئے۔

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (والضحیٰ: ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: "قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوشِ رحمت میں) جگہ دی۔ اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجیے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجیے۔"

تنبیہات

1. الحافظ نے لکھا ہے کہ فترۃ الوحی سے مراد وحی کا کچھ مدت کے لیے مؤخر ہو جانا ہے اس فترت سے اقراء اور یاایھا المدثر کے مابین حضرت جبرائیل امین کا حاضر خدمت ہونا مراد نہیں ہے بلکہ نزولِ وحی کا مؤخر ہونا مراد ہے۔" میں کہتا ہوں کہ اس مؤقف میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے جیسے کہ پہلے باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت زہری کی روایات گزر چکی ہیں۔
2. فترۃ الوحی میں حکمت یہ ہے تا کہ آپ کو ہونے والی بے چینی دور ہو سکے اور دوبارہ نزولِ وحی کا شوق پیدا ہو سکے۔
3. فترت کی مدت میں اختلاف ہے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ مدت اڑھائی سال مذکور ہے۔ "الزھر" میں ہے لیکن یہ مؤقف اس روایت سے مجروح ہوتا ہے جسے حضرت ابن عباس نے اپنی تفسیر میں رقم کیا ہے کہ یہ مدت چالیس دن تھی۔ تفسیر ابن جوزی، معانی الزجاج اور فرّاء نے یہ مدت پندرہ روز لکھی ہے۔ تفسیر مقاتل میں یہ مدت تین دن ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں آپ کے رفیع مقام کے ساتھ یہ مدت زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ وہ مدت مناسبت نہیں رکھتی جس کا امام سہیلی نے تذکرہ کیا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ امام سہیلی نے جس مؤقف پر اعتماد کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

روایت اس کے معارض ہے کہ یہ مدت ایام پر مشتمل تھی۔

- الفتح کے بعض قدیمی نسخوں میں اور الشیخ اور الشیخ القسطلانی نے اپنی شروح میں تحریر کیا ہے کہ امام احمد نے اپنی تاریخ میں امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ فترت وحی کی مدت تین سال تھی۔ ابن اسحاق نے یقین کے ساتھ یہی قول کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ یہ وہم ہے۔ اسے ابن اسحاق کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں گویا کہ الحافظ نے اس مؤقف کی صرف تقلید کی ہے اور مذکور تاریخ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اس تاریخ میں، طبقات ابن سعد میں اور دلائل البیہقی میں امام شعبی سے روایت ہے کہ جب آپ کی بعثت ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام تین سال تک آپ کے ہمراہ رہے۔ وہ آپ کو کلمہ اور کچھ امور سکھاتے رہے۔ اس وقت کسی زبان میں آپ پر قرآن پاک نہیں اترا تھا۔ جب یہ تین سال گزر گئے تو حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اور بیس سال تک آپ پر آپ کی زبان میں قرآن پاک اترتا رہا۔

- حافظ ابن کثیر نے البدایۃ میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فترت الوحی کی مدت دو سال یا اڑھائی سال تھی۔ ظاہر ہے یہ وہ مدت ہے جس میں حضرت میکائیل علیہ السلام آپ کے ہمراہ رہے۔ جیسے کہ امام شعبی وغیرہ نے لکھا ہے یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اس سے قبل حضرت جبرائیل اقراء کا نزول آپ کر چکے تھے۔ پھر وہ فترت الوحی کی مدت آگئی جس میں حضرت میکائیل آپ کے ہمراہ رہے۔ پھر حضرت جبرائیل "یا ایہا المدثر" لے کر آپ کے پاس آگئے۔ پھر لگاتار وحی کا نزول ہونے لگا۔

میں کہتا ہوں "امام شعبی سے یہ ثابت ہے کہ آپ کے ہمراہ حضرت اسرافیل رہے نہ کہ حضرت میکائیل۔ اگرچہ ابن التین نے اسی مؤقف کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ امام شعبی کی عبارت کو سمجھنا چاہے اگرچہ کچھ سمجھ آجائے تو یہی مؤقف ظاہر ہے۔

- امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فترۃ الوحی کے بارے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا۔ میں آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نظر اٹھائی تو مجھے وہی فرشتہ نظر آیا جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا۔"

سورۃ المزمل کی تفسیر میں حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمان سے پوچھا کہ قرآن پاک کی کون سی آیت پہلے نازل ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: "یا ایہا المدثر" میں نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ سب پہلے اقراء باسم ربک نازل ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تمہیں وہی کچھ بتاتا ہوں

جو مجھے حضور اکرم ﷺ نے بتایا تھا۔ آپ نے فرمایا: "میں غارِ حرا میں خلوت گزیں تھا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہو گئی میں نیچے آیا تو مجھے آواز سنائی دی۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ امام زھری کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے قول کہ سورۃ المدثر پہلے نازل ہوئی میں اولیت سے مراد وہ اولیت مخصوصہ مراد ہے جو فترۃ الوحی کے بعد آئی۔ یا یہ انذار کے ساتھ مختص ہے۔ اس سے مطلق اولیت مراد نہیں ہے۔ حرف عطف اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ علم ہو سکے کہ اس کا پہلے امر پر عطف ہے۔ گویا کہ حضرت عروہ نے کہا ہے "ای بحدیث عائشه فی بدء الوحی و نزول سورة اقراء"

پھر الحافظ نے کہا ہے: "اگر اس میں واؤ عاطفہ کا ثبوت ہی ہوتا یہ اس چیز کے تقدم پر دلالت کرتی ہے جس پر عطف کیا جائے تو پھر ان کا قول "عن فترة الوحی" اور "الملك الذی جاء نی بحراء" دلالت کرتا ہے کہ "یا ایها المدثر" اقرا سے بعد نازل ہوئی۔

حضرت یحییٰ بن کثیر کی حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے، حضرت جابر سے مروی روایت پہلے گزر چکی ہے۔ ان دونوں جملوں کی وجہ سے امر میں اشکال پیدا ہو گیا۔ جب کہ بعض نے یہ یقین کر لیا ہے کہ سب سے پہلے "یا ایها المدثر" نازل ہوئی۔ لیکن امام زھری کی یہ روایت صحیح ہے جس نے اس اشکال کو ختم کر دیا ہے۔

انہوں نے تفسیر میں تذکرہ کیا ہے کہ یحییٰ کی روایت میں اس فرمان کی وجہ سے مشکل پیدا ہوتی ہے "میں نے غار حرا میں خلوت گزینی کی۔ جب یہ مدت گزر گئی تو میں نیچے اترا۔ میں وادی میں پہنچا تو یہ صدا دی گئی...... میں نے سر بلند کیا تو حضرت جبرائیل ہوا میں عرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: "مجھے چادر اوڑھ دو۔" دو امور میں سے کسی ایک امر کی وجہ سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے کہ یا تو یحییٰ سے یا ان کے شیخ سے اس قصہ میں سے جملے رہ گئے ہیں "حضرت جبرائیل غارِ حرا میں سورۃ اقراء لے کر آئے۔" پھر وہ ساری روایت جس کا تذکرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا ہے یا آپ کسی اور مہینے میں غار حرا میں خلوت گزیں ہوئے ہوں گے۔ امام بیہقی نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت لکھی ہے کہ آپ ہر سال میں ایک مہینہ (رمضان المبارک) میں غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ یہ خلوت گزینی فترت وحی کی مدت میں تھی۔ جب یہ خلوت گزینی ختم ہوئی تو حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس آ گئے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ جس نے یہ قول کیا ہے کہ سورہ اقراء پہلے نازل ہوئی تو اس نے مطلق اولیت کا ارادہ کیا ہے جس نے کہا ہے کہ "یا ایها المدثر" پہلے نازل ہوئی۔ اس نے رسالت کی قید کی وضاحت کے ساتھ یوں کہا ہے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا ہے کہ یا ایھا المدثر پہلے نازل ہوئی۔ یہ ان کا اجتہاد ہے یہ ان کی روایات میں

سے نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جسے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے۔

◆ عطاء خراسانی نے لکھا ہے کہ سورۃ المزمل، سورۃ المدثر سے پہلے نازل ہوئی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ عطا ضعیف ہے اور اس کی روایت معضل ہے۔ صحیح احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ سورۃ المزمل بعد میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس میں رات کے وقت قیام کا تذکرہ ہے۔ یہ امور ابتدائے وحی سے مؤخر ہیں۔ لیکن سورۃ المدثر کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس میں ہے قم فانذر (المدثر:۲) ترجمہ: ''اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔''

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے "یا ایھا المدثر" کے نزول کے بارے دو احادیث کو ملانے سے یہ بات آشکارہ ہوتی ہے کہ یہ آپ کے فرمان "دثرونی اور زملونی" کے بعد نازل ہوئی۔ کیونکہ زملونی سے مراد دثرونی ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس وقت یاایھا المزمل کا نزول ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یاایھا المزمل یاایھا المدثر کے بعد نازل ہوئی۔ کیونکہ یاایھا المدثر کی ابتدا میں انذار کا تذکرہ ہے۔ اس کے ساتھ ابتدا میں آپ کی بعثت ہوئی۔ جبکہ سورۃ المزمل کا آغاز قیام اللیل سے ہو رہا ہے اس میں قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ یہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے قبل بہت سا قرآن پاک نازل ہو چکا ہو۔

◆ سورۃ المدثر کی وہ مقدار جو نازل ہوئی اس میں وہ امر ہے جو رسالت کے متعلق ہے۔ پہلی آیت طیبہ میں اس حالت سے موانست کا تذکرہ ہے جس میں آپ اس وقت تھے۔ یعنی چادر اوڑھنے کی حالت۔ اس سے آپ کی رفیع شان آشکارا ہوتی ہے۔ آپ کے اسمائے گرامی مدثر اور مزمل میں پہلے بحث ہو چکی ہے۔ دوسری آیت طیبہ میں انذار کا ذکر ہے۔ مفعول کو تفخیم کے لیے حذف کر دیا گیا ہے۔ قیام سے مراد یا تو حقیقی قیام ہے یعنی آپ اپنے بستر سے اٹھیں۔ یا اس سے مجازی معنی مراد ہے۔ یعنی آپ اٹھنے کا محکم ارادہ فرمائیں۔ اس جگہ صرف انذار پر اکتفاء کرنے میں حکمت یہ ہے حالانکہ آپ کو مبشر بھی بنا کر بھیجا گیا تھا کیونکہ اسلام کی ابتدا تھی۔ اس لیے انذار کا حکم دیا گیا۔ جب اس نے آپ کی اطاعت کر لی جس نے کر لی تو پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ (الاحزاب:۴۵)

ترجمہ: ''ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا۔''

تیسری آیت طیبہ میں رب تعالیٰ کی بزرگی اور تعظیم بیان کرتے ہوئے اس کی عظمت و کبریائی بیان کرنے کا حکم ہے اس کو نماز کی تکبیر پر بھی محمول کرنے کا احتمال ہے جیسے کہ چوتھی آیت میں تطہیر کو بدن اور کپڑوں کی تطہیر پر محمول کیا جاتا ہے۔ پانچویں آیت میں ہر اس چیز کو ترک کرنے کا حکم ہے۔ جو توحید کے منافی ہو اور عذاب کی طرف لے جائے۔ ان دونوں سورتوں کے مابین مناسبت حاصل ہو گئی۔ یہ دونوں نزولِ وحی کے آغاز میں نازل ہوئیں۔ ان کے الفاظ قلیل اور

معانی کثیر ہیں۔

◆ 9 ابن اسحاق نے سورۃ الضحیٰ کے نزول کا جو سبب ذکر کیا ہے۔اسے امام الطبرانی نے العوفی کی سند سے روایت کیا ہے۔لیکن العوفی ضعیف راوی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اسے اسماعیل آلِ زبیر کے غلام کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے۔اسے سلیمان التیمی نے اس سیرت میں لکھا ہے جسے انہوں نے تالیف کیا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے"یہ ساری روایات کسی حالت میں بھی ثابت نہیں ہیں۔ یہ اس سبب کے مخالف ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ علیل ہو گئے۔آپ دو یا تین راتیں قیام نہ فرما سکے۔ایک عورت آپ کے پاس آئی۔اس نے کہا:"مجھے لگتا ہے کہ آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ گیا ہے۔وہ دو یا تین راتوں سے آپ کے قریب نہیں آیا۔"اس وقت سورۃ الضحیٰ کا نزول ہوا۔"

الحافظ نے لکھا ہے"صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ فترت جو سورۃ الضحیٰ کے نزول کے سبب میں بیان کیا جاتا ہے۔وہ مذکورہ فترت کے علاوہ ہے۔جو ابتدائے وحی میں ہوئی۔وہ کئی دنوں پر مشتمل تھی جبکہ یہ دو یا تین راتوں تک مشتمل تھی۔بعض راویوں پر یہ معاملہ مختلط ہو گیا ہے۔صحیح معاملہ وہی ہے جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا ہے۔ابن کثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ سیرتِ ابن سحاق میں اس سورت کے نزول کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ جب مشرکین نے آپ سے ذوالقرنین وغیرہ کے بارے پوچھا تو آپ نے ان سے جواب کا وعدہ کر لیا لیکن ان شاء اللہ نہ کہا تو بارہ دنوں تک حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔آپ مضطرب ہو گئے۔مشرکین طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔تو حضرت جبرائیل امین سورۃ الضحیٰ لے کر حاضر ہو گئے۔ان سوالات کا جواب بھی لے کر آئے جو انہوں نے پوچھے تھے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس مقام پر سورۃ الضحیٰ کا نزول بعید از قیاس ہے۔لیکن یہ جائز ہے کہ دو قصوں میں زمانہ قریب ہو۔راویوں نے ایک قصہ کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہو۔ یہ واقعات بعثت کی ابتداء میں رونما نہیں ہوئے تھے بلکہ کافی مدت بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

الطبرانی نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مشہور راوی نہیں کہ حضرت جبرائیل امین کے نہ آنے کا سبب یہ تھا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ تھا۔آپ کو اس کے بارے علم نہ تھا۔جس کی وجہ حضرت جبرائیل امین دیر سے آئے۔حضرت جبرائیل کے جلد نہ آنے کا سبب کتے کا یہ بچہ ہونا مشہور ہے۔لیکن یہ اس سورت کے نزول کا سبب نہیں بن سکتا۔صحیح میں اسے مردود کہا گیا ہے۔ یہ امر جو اس کے مخالف ہو وہ ثابت نہیں ہے۔

◆ 10 الاسماعیلی نے لکھا ہے کہ فترۃ الوحی نبوت کی تاسیس کے مقدمات میں سے تھی۔تاکہ اس سے آپ کی مشق ہو

سکے۔ لیکن یہ آپ پر گراں گزری۔ کیونکہ آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے ابھی اس طرح مخاطب نہیں کیا گیا تھا۔ آپ ربِ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ان کے بندوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔" آپ پر یہ گراں گزرا کہ شاید یہ ایسا امر ہو جس سے ابتدا کی گئی ہو۔ لیکن یہ مکمل نہ ہوا ہو۔ اسی لیے آپ غمزدہ ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آپ نبوت کا بوجھ برداشت کرنے کے عادی ہو گئے۔ اور اس بوجھ پر آپ صبر فرماتے جو آپ پر اترتا تو رب تعالیٰ نے آپ کے لیے وہ کچھ کھول دیا جو اس نے کھول کے دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی کو ابتداءً مخاطب کیا جائے جب حال اس امر کی حقیقت پر دلالت نہ کرے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو الحمدللہ کہتے ہوئے سنے۔ اس کے لیے ظاہر نہ ہو سکے کہ وہ قرأت کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بعد کی آیات پڑھ لے تو اس کو یقین ہو جائے گا کہ وہ قرأت کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو یوں کہتے ہوئے سنے "خلت الدیار" اسے یقین نہ آئے کہ وہ شعر پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ وہ کہہ دے "محلها و مقامها"۔

آپ نے پہاڑوں کی چوٹیوں سے خود کو گرانے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کیونکہ نبوت کا بوجھ برداشت کرنے کی قوت کمزور تھی۔ آپ کو خدشہ تھا کہ ساری مخلوق اس کی مخالفت کرے گی۔ جس طرح ایک شخص اس غم سے نجات حاصل کرنا چاہے جو اسے جلدی آلے۔ وہ اسے دور کرنے کے اسباب تلاش کرنے لگے۔ حتیٰ کہ وہ اس عمدہ انجام میں غور و فکر کرلے۔ جو بالآخر اسے نصیب ہونا ہے تو وہ صبر کر لے گا اس کے نفس کو قرار نصیب ہو گا۔

الحافظ نے لکھا ہے" پہلا ارادہ جو مذکور ہے اس کے بارے صحیح خبر میں ہے کہ اس خدشہ کی وجہ سے تھا کہ کہیں آپ اس امر سے محروم نہ ہو جائیں جس کی بشارت ورقہ نے دی تھی۔ دوسرا ارادہ، جس کے بعد حضرت جبرائیل آپ کے لیے عیاں ہوئے اور عرض کی" آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں" وہ یہ احتمال رکھتا ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔

جو بات میرے لیے عیاں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس معنی میں ہے جو اس سے پہلے ذکر ہوا ہے۔ جو مفہوم اسماعیلی نے ذکر کیا ہے۔ وہ اس سے قبل حضرت جبرائیل کی ابتداءً آمد میں ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ شاید یہ مفہوم اس روایت سے ماخوذ ہو جسے الطبرانی نے ابن شہاب سے ذکر کیا ہو۔ اس میں ہے" اے محمد عربی ﷺ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے فرمایا:" میں نے ارادہ فرمایا تھا کہ میں خود کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا لوں۔" (یہ فقرات بدء الوحی کی حدیث سے ساتھ باہر سے چسپاں کر دیے گئے ہیں۔ یہ باطل میں کھوٹے اور مردود ہیں تفصیلات جاننے کے لیے ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۶ کا مطالعہ کریں۔ مترجم)

تیرھواں باب

وحی، نبی، رسول، نبوت اور رسالت کا معنی

"الوحی" باب وَحیٰ یحیٰ سے مصدر ہے۔ اَوحیٰ الیہ بھی اسی طرح ہے۔ اس کی جمع وُحِیٌّ آتی ہے۔ یہ اصل میں فلوس کی طرح فعول کے وزن پر ہے۔ بعض اہلِ کہتے ہیں "وحیت الیه، ووحیت له و اوحیت الیه وله"۔ لغت میں اس سے مراد کسی کو شریعت مطہرہ کے بارے بتانا ہے۔ کبھی وحی کو مطلق رکھا جاتا ہے اور اس سے مراد اسم مفعول "الموحیٰ" لیا جاتا ہے۔ اس وقت مصدر کا اطلاق مفعول پر ہوگا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۴)

ترجمہ: "مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔"

اس سے مراد وہ کلام ہے جسے نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا۔ میں نے اپنی کتاب القول الجامع الوجیز میں وحی اور اس کے معانی پر خوب بحث کی ہے۔ اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔

الرسول، اس سے مراد وہ مذکر انسان ہے جس پر عمل اور تبلیغ کے بارے وحی کی جائے۔ یہ رسالۃ سے فعول کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد رب تعالیٰ کا اس انسان کو یوں فرمانا ہے جسے وہ جان لے "میں نے تمہیں بھیجا ہے یا میں نے تمہیں مبعوث کیا ہے۔ میری طرف سے پیغام پہنچاؤ۔" ایک قول یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ اور اس کے بندوں میں سے عقلمندوں کے مابین سفارت ہے۔ رسالت نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ اس میں امت کی ہدایت کے لیے حکم دیا جاتا ہے جبکہ نبوت نبی تک محدود ہوتی ہے جیسے علم اور عبادت۔ الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے لکھا ہے "نبوت رسالت سے افضل ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات کی معرفت کے بارے وحی ہے۔ یہ اپنی دونوں اطراف کے اعتبار سے رب تعالیٰ کے متعلق ہے۔ جبکہ رسالت میں تبلیغ کا حکم ہوتا ہے وہ دونوں اطراف میں سے صرف ایک طرف رب تعالیٰ کے متعلقہ ہوتی ہے۔" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ یہ رسالت نبوت کو بھی متلزم ہوتی ہے۔ یہ نبوت پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ رسول کی طرح ہے۔ جو اس نبوت سے اخص ہوتا ہے جو اعم ہوتی ہے۔ جیسے النبی، رسول مرسل کے معنی میں ہے یہ فعول کے وزن پر مفعل کے معنی میں ہے۔

ارسال سے مراد رب تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ وہ ان لوگوں کو تبلیغ کرے جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے۔ یہ تتابع کے

مفہوم میں ہے جیسے "جاء الناس اَرسالاً" لوگ گروہ در گروہ آئے۔ جب وہ ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گویا کہ یہ بار بار تبلیغ کرنے کو لازم ہے۔ یا امت کے لیے اس رسول کی اتباع لازم قرار دی جاتی ہے۔

النبی:

یہ یا تو مُنبًا کے معنی میں ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ اپنے نبی کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے اسے بتاتا ہے کہ وہ اس کا نبی ہے۔ یہ فعیل کے وزن پر فعول کے معنی میں ہے۔ یا یہ منبئ کے معنی میں ہوگا۔ یعنی لوگوں کو وہ کچھ بتانے والا جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ یہ فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے۔ یہ اکثر ہمزہ کے بغیر آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہموز ہے جسے مخفف کیا گیا ہے۔ اس کے ہمزہ کو یاء میں تبدیل کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ النبوہ سے مشتق ہے۔ اس سے مراد رفعت ہے کیونکہ نبی کا رتبہ ساری مخلوق سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔ النباء کا معنی خبر ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے بتایا ہے بعض اوقات سہولت کے لیے اس پر ہمزہ نہیں بھی ڈالا جاتا۔

نبی سے مراد وہ مذکر انسان ہے جس پر رب تعالیٰ اپنی شریعت کی وحی کرے اور اسے اس کی تبلیغ کا حکم نہ دے اگر اسے تبلیغ کا حکم دیا تو وہ رسول بن جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر اسے تبلیغ کا حکم دیا گیا لیکن اس پر کتاب نازل نہ ہوئی یا اس اپنے سے ما قبل نبی کی شریعت کو منسوخ نہ کیا تو وہ نبی ہے۔ اگر اس میں یہ وصف پائے گئے تو وہ رسول ہے۔ دو اقوال کی بناء پر رسول نبی سے اخص ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ۔ (الحج ۵۲)

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی۔"

رب تعالیٰ نے ارسال کو دونوں کے لیے ثابت فرمایا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اگر دونوں مترادف ہوتے تو پھر بلیغ کلام میں ان کا تکرار اچھا نہ ہوتا۔ اس آیت میں یہ عبارت مقدر ہے: وما ارسلنا من رسول ولا نبأنا من نبیٍ۔

جیسے شاعر کا یہ شعر ہے:

و راَیتُكَ زوجك فی الوغی ‏ ‏ ‏ متقلد سیفا و رمحًا

یعنی حاملاً رمحاً۔

آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کے بارے فلاسفر کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "اس شخص کا قول جس نے کہا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے اپنا نبی ہونا معلوم ہو۔" بعض نے لکھا ہے کہ نبوت حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین سفارت کا

نام ہے۔" یہ سارے اقوال غلط ہیں۔ صحیح مؤقف وہی ہے جسے اشاعرہ میں سے اہل حق وغیرہم نے اختیار کیا ہے کہ نبوت نبی کی ذاتیات میں سے کسی ذاتی کی طرف راجع نہیں ہے نہ ہی اس کے اعراض میں سے کوئی عرض ہے جسے اس کے لیے کمایا گیا ہو بلکہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہبہ ہوتی ہے۔ یہ اس پر اس کی طرف سے نعمت ہوتی ہے۔ وہ اسے رسالت کا اہل بنا دیتا ہے۔ اس کا لب لباب رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف راجع ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چن لے وہ اسے کہے: "میں نے تمہیں بھیجا ہے یا میں نے تجھے مبعوث کیا ہے تم میرا پیغام پہنچاؤ۔"

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت اعتباریہ صفات میں سے ہیں جیسے ولی کے لیے ولایت، سلطان کے لیے امامت وغیرہا کیونکہ قول اپنے متعلق کے لیے کوئی صفت واجب نہیں کرتا۔ جیسے کہ قاضی عرض الدین نے وضاحت کی ہے:

تنبیہات

1. رب تعالیٰ کے اس فرمان "ارسلنك" سے رسالت کا قدیمی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ رب تعالیٰ کا کلام قدیمی ہوتا ہے کیونکہ رسالت فقط کلام قدیم نہیں ہے بلکہ یہ متعلق کے اعتبار سے کلام قدیمی ہے جبکہ تعلق اور متعلق حادث ہیں قدیمی نہیں ہیں۔

2. امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یا نبیء اللہ! (ہمزہ کے ساتھ) حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: "میں نبیء اللہ نہیں ہوں بلکہ میں نبیّ اللہ ہوں۔" امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ منکر حدیث ہے اس کی سند میں حمدان بن اعین ہے یہ ثقہ نہیں ہے۔ اگر اسے صحیح سمجھ بھی لیا جائے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ ابو یزید نے لکھا ہے کہ نبأت من ارض الی ارض اخری" یعنی میں ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلا جب اس نے کہا: "یا نبیء اللہ! تو احتمال ہے کہ اس نے ارادہ کیا ہو "اے طرید اللہ! جسے رب تعالیٰ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکالا ہو۔ آپ نے اسے اس طرح مخاطب کرنے سے منع کیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح رب تعالیٰ نے اہل ایمان کو "راعنا" کہنے سے منع فرما دیا کیونکہ اس لفظ سے یہودی آپ کو برے نام سے یاد کرنے کا ارادہ کرتے تھے۔

✿✿✿

چودھواں باب

آپ کی اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت کی مثال

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میری مثال اور اس علم اور ہدایت کی مثال جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے وہ کثیر بارش ہے جو کسی جگہ برسے۔ اس جگہ کا ایک حصہ عمدہ ہو جو پانی کو قبول کرلے۔ وہاں بہت سا گھاس اُگے۔ دوسرا حصہ سخت ہو۔ جو پانی کو روک لے۔ لوگ اس پانی سے فائدہ اٹھائیں لوگ خود بھی اس سے پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلائیں۔ زمین کا تیسرا حصہ چٹیل میدان ہو جو نہ تو پانی کو روکے اور نہ ہی گھاس پیدا کرے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے رب تعالیٰ کا دین سیکھا۔ اس چیز نے اسے نفع دیا جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا اس نے علم حاصل کیا۔ دوسروں کو سکھایا۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس کی وجہ سے سر نہ اٹھایا۔ اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

امام بیہقی، امام احمد، اور رامہرمزی نے حضرت عبد اللہ بن بریدۃ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا: "اے لوگو! میری مثال اس چیز کی مثال جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس قوم کی سی ہے جو اپنے دشمن سے ڈرے کہ وہ اس پر اچانک حملہ آور نہ ہو جائے وہ کسی شخص کو بھیجیں جو ان کے لیے دشمن کی خبر رکھے۔ وہ شخص دشمن کو دیکھ لے۔ وہ آئے تاکہ اپنی قوم کو آگاہ کرے۔ اسے خدشہ ہو کہ اسے دشمن اس سے قبل آلے گا کہ وہ اپنی قوم کو آگاہ کرے۔ وہ اپنے کپڑے سے اشارہ کرے۔ "اے لوگو! دشمن تمہارے پاس آگیا ہے۔" (وہ تین بار یوں کہے) میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر کو دیکھ لیا ہے میں نے عیاں طور پر دشمن دیکھ لیا ہے۔ نجات! نجات! اس کی قوم کا ایک گروہ اس کی اطاعت کرے۔ وہ رات کی ابتداء میں سامان سفر باندھ لیں۔ وہ وقار اور سکون کے ساتھ چلیں وہ نجات پاجائیں جبکہ دوسرا گروہ اس کی تکذیب کریں۔ وہ اپنی جگہ پر ہی رہیں۔ دشمن اس پر حملہ کرکے اسے تہس نہس کرے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی۔ اس کی اتباع کی۔ حق میں سے جو کچھ میں لے کر آیا ہوں۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے میری تکذیب کی میری نافرمانی کی۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت جابر بن

عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے سر اقدس میری گود میں رکھا اور آرام فرما ہو گئے۔ جب آپ سو جاتے تھے تو آپ کے خراٹوں کی آواز آتی تھی۔ اسی اثناء میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا حضور ﷺ میری ران کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس ایسے افراد آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے حسن و جمال سے رب تعالیٰ ہی آگاہ تھا۔ وہ آپ کے پاس آکر رک گئے۔ بعض آپ کے سر اقدس کے پاس اور بعض مبارک ٹانگوں کے پاس بیٹھ گئے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ حضرت جبرائیل میرے سر کے پاس اور حضرت میکائیل میری ٹانگوں کے پاس ہیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "ان کی ضرب المثل بیان کرو۔" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "اس عبد کامل کو بھلائی عطا کی گئی ہے۔ ہم نے کسی بندے کو نہیں دیکھا جسے اس طرح عطا کیا گیا ہو جس طرح انہیں عطا کیا گیا ہے۔ ان کی چشمان مقدس سو جاتی ہیں لیکن قلب انور بیدار رہتا ہے۔" ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: "آؤ ہم ان کے لیے ضرب المثل بیان کریں۔" ان میں سے بعض نے کہا: "یا تو تم ضرب المثل بیان کرو ہم اس کی تاویل کرتے ہیں یا ہم ضرب المثل بیان کرتے ہیں تم اس کی تاویل کرو۔" ایک نے کہا: "سنو! تمہارے کان سنیں۔ سمجھو تمہارا دل سمجھے۔ ان کی مثال اس فرشتے (یا آدمی) کی سی ہے۔ ایک روایت میں ہے "سید" کا تذکرہ ہے جس نے ایک مضبوط عمارت بنائی۔ پھر اس نے اس میں دعوت کی۔ پھر اس نے ایک دعوت دینے والا بھیجا۔ اس نے لوگوں کو اس کے کھانے اور پینے کی طرف دعوت دی۔ ان میں سے بعض نے اس قاصد کی دعوت پر لبیک کہا۔ بعض نے دعوت رد کر دی۔ جس نے دعوت قبول کر لی اس نے اس کے کھانے سے کھایا۔ اس کے مشروب سے پیا۔ جس نے دعوت قبول نہ کی اسے سخت عذاب دیا گیا۔ اب اس کی تاویل بیان کرو۔" دوسرے نے کہا: "سید سے مراد رب تعالیٰ کی ذات والا ہے۔ عمارت سے مراد اسلام ہے۔ کھانے سے مراد جنت ہے داعی سے مراد حضور ﷺ کی ذات والا ہے۔ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اسے جنت ملی جس نے آپ کی نافرمانی کی۔ اس نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے مابین خطِ امتیاز کھینچ دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر حضور ﷺ بیدار ہوئے۔" فرمایا: "اے ابن ام عبد! تم نے کیا دیکھا ہے؟ کیا تم نے سنا ہے کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ حضرت عبد اللہ نے عرض کی: "میں نے یوں یوں دیکھا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون تھے؟" میں نے عرض کی: "رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جو انہوں نے ضرب المثل بیان کی ہے وہ یہ ہے: "رحمن نے جنت بنائی۔ اس کی طرف اپنے بندوں کو بلایا جس نے اس کی دعوت پر لبیک کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ جس نے اس کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ اسے

عذاب اور سزا ملی۔ انہوں نے جو کچھ کہا اس میں سے کچھ بھی میرے لیے مخفی نہ رہا۔ وہ ملائکہ تھے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ روشن کی۔ جب اس کا ارد گرد روشن ہو گیا تو اس میں ٹڈیاں، کیڑے مکوڑے اور جانور گرنے لگے۔ وہ انہیں روکنے لگا لیکن یہ جانور اس پر غلبہ پا گئے اور آگ میں گرنے لگے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں لیکن تم اس میں زبردستی گھس رہے ہو۔"

امام مسلم کی روایت میں ہے: "یہ میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں لیکن تم مجھ پر غالب آرہے ہو اور زبردستی اس میں داخل ہو رہے ہو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دیکھا جس طرح ایک سونے والا دیکھتا ہے۔ آپ نے دو فرشتے دیکھے۔ ایک آپ کی مبارک ٹانگوں کے پاس بیٹھ گیا دوسرا آپ کے سر اقدس کے پاس بیٹھ گیا۔ جو آپ کی مبارک ٹانگوں کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے دوسرے سے کہا: "ان کی اور ان کی امت کی مثال بیان کرو۔" دوسرے نے کہا: "ان کی اور ان کی امت کی مثال کچھ یوں ہے کہ ایک مسافر قوم ہو جو کسی چٹیل میدان تک پہنچی ہو۔ ان کے پاس زادِ راہ نہ ہو جس کے ساتھ وہ میدان عبور کر سکیں یا واپس آسکیں وہ اسی حالت پر ہوں کہ ایک شخص ان کے پاس آئے جس نے دھاری دار چادر کا حلہ پہن رکھا ہو۔" وہ کہے: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں گھاس والے باغ میں سیراب کرنے والے حوض پر لے چلوں۔ کیا تم میری اتباع کرو گے؟ وہ کہیں "ہاں" وہ انہیں سرسبز شاداب باغ میں بھرپور حوض پر لے جائے۔ وہ اس سے کھائیں پئیں اور موٹے ہو جائیں وہ شخص انہیں کہے: "کیا میں نے تمہیں اس حالت پر نہیں پایا تھا۔ تم نے مجھے کہا تھا کہ میں تمہیں سرسبز و شاداب باغ اور بھرپور حوض پر لے چلوں تو تم میری اتباع کرو گے؟ وہ کہیں "ہاں! وہ کہے تمہارے سامنے اس سے بھی شاداب باغ ہے۔ اس حوض سے بھی زیادہ لبریز حوض ہے تم میری پیروی کرو۔" ان میں سے ایک گروہ کہے: "اس نے سچ کہا ہے۔ ہم اس کی ضرور پیروی کریں گے۔" دوسرا کہے: "ہم اس پر راضی ہیں۔ ہم اسی جگہ قیام کریں گے۔"

تنبیہات

❶ پہلی حدیث پاک کے بعض فوائد:

الغیث سے مراد بارش ہے بارش کے سارے ناموں کو چھوڑ کر صرف الغیث کو مختص کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ مخلوق کو اس وقت بارش کی کتنی ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا۔ (الشوریٰ ۲۸)

ترجمہ: "اور وہی ہے جو برساتا ہے مینہ اس کے بعد کے لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔"

آپ کی بعثت سے قبل لوگ زمانہ فترت میں تھے۔ انہیں دل کی موت اور علم کے چلے جانے کے ساتھ آزمایا گیا تھا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی رحمت نے ان کی دست گیری کی۔ اس نے آسمانی وحی کی برکھا ان پر برسائی۔ ان کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جسے لگاتار قحط سالی کا سامنا کرنا پڑے۔ پھر ان پر برسنے والے بادل چھا جائیں حتیٰ کہ رب تعالیٰ کا لطف و کرم انہیں آلے۔ آسمان سے رحمت کی بارش برسنے لگے۔ پھر ہر فریق اس بارش سے اسی طرح حصہ لے جس طرح کہ ان مثالوں میں بیان کیا گیا ہے۔

امام قرطبی، امام نووی نے حضرت قاضی صاحب کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دین متین کو اس عام بارش کے ساتھ تشبیہ دی جو لوگوں پر اس وقت برسے جب انہیں اس کی ضرورت ہو۔ آپ کی بعثت سے قبل لوگوں کی یہی حالت تھی جیسے کہ ابر کرم مردہ شہر کو حیاتِ نو عطا کرتا ہے۔ اسی طرح دین کے علوم نے مردہ دلوں کو زندگی عطا کر دی۔ پھر سامعین کو مختلف زمینوں سے تشبیہ دی گئی۔ جن پر رحمت کی بارش برسے۔ ان میں سے ایک عالم اور معلم ہے وہ اس پاک سرزمین کی طرح ہے جو پانی پی لے خود بھی فائدہ اٹھائے۔ اس سے سبزہ اُگے دوسرے کو بھی فائدہ ہو۔

ان میں سے بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے نوافل پر عمل نہیں کرتے نہ ہی اس میں تفقہ حاصل کرتے ہیں جو انہوں نے جمع کیا ہوتا ہے۔

بلکہ وہ کسی دوسرے کے لیے امور سرانجام دیتے ہیں۔ وہ اس زمین کی طرح ہوتے ہیں جس میں پانی ٹھہر جائے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرح اشارہ کیا ہے۔ "رب تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میرا فرمان سنا اسے یاد کیا پھر اسے اسی طرح ادا کیا جس طرح اس نے سنا تھا۔"

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو علم کو سنتے ہیں وہ اسے نہ یاد کرتے ہیں نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں نہ دوسرے کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ اس زمین کی طرح ہوتے ہیں جو شور زدہ ہو یا چکنی زمین ہو جو نہ تو خود پانی کو قبول کرے اور دوسرے کے لیے بھی اسے خراب کر دے۔

الحافظ نے لکھا ہے: "آپ نے پہلے دو گروہوں کی تعریف فرمائی کیونکہ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن تیسرے گروہ کی مذمت فرمائی کیونکہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ پھر میرے لیے یہ عیاں ہوا کہ ہر ہر مثال میں دو دو گروہ ہیں۔ پہلے کی ہم نے وضاحت کر دی ہے دوسری مثال کا پہلا گروہ وہ ہے جو دین میں داخل ہوا لیکن علم سماعت نہ کیا، یا سماعت کیا لیکن نہ اس پر عمل کیا نہ ہی اسے آگے لکھایا۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "من لم یرفع بذالك رأسا" یعنی اس سے اعراض کیا۔ اس سے نہ نفع اٹھایا۔ نہ دوسرے کو نفع دیا۔ اس مثال کا دوسرا

گروہ یہ ہے جو دین میں بالکل داخل نہ ہو بلکہ اس تک پیغامِ حق پہنچا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو۔ اس سے مراد وہ ہموار زمین ہے جو سخت ہو۔ جس پر سے پانی گزر جائے وہ اس سے نفع حاصل نہ کرے۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے: ولم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ۔

الطیبی نے لکھا ہے کہ المظہری نے کہا ہے کہ زمین میں آپ نے تین اقسام کا ذکر فرمایا ہے جبکہ علم کے اعتبار سے لوگوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) جس نے رب تعالیٰ کے دین میں سوجھ بوجھ حاصل کی۔ (۲) جس نے اس کے لیے سر تک نہ اٹھایا یعنی اس نے تکبر کیا اور دین کو قبول نہ کیا۔ آپ نے یہ تذکرہ اس لیے فرمایا ہے کیونکہ زمین کی اقسام میں سے پہلی اور دوسری قسم ایک ہی قسم کی طرح ہیں اس طرح کہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ دوسری قسم سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جو علم اور دین کے احکام کو قبول کر لیتے ہیں۔ (۲) جو انہیں قبول نہیں کرتے۔ اس امر کا تقاضا تھا کہ حدیث پاک میں لوگوں کو دو اقسام میں منقسم کیا جاتا۔ (۱) جن سے نفع پایا جا سکتا ہے۔ (۲) جن سے نفع نہیں پایا جا سکتا لیکن حقیقت میں لوگوں کی تین ہی اقسام ہیں۔ (۱) وہ لوگ جو اس قدر علم حاصل کرتے ہیں جو فتویٰ کے درجہ تک نہیں پہنچا نہ وہ تدریس اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ یہ پہلی قسم ہے بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس قدر علم حاصل کیا جس پر عمل ہو سکے۔ وہ فتویٰ اور تدریس کا درجہ بھی حاصل کر لیتے ہیں وہ لوگوں کو فائدہ بھی دیتے ہیں یہ دوسری قسم ہے بعض وہ ہیں جو بالکل علم حاصل نہیں کرتے یہ تیسری قسم ہے۔

الطیبی نے لکھا ہے: "اس دوسری وجہ پر شارحین کا اتفاق ہے۔ حدیث پاک کا ظاہر پہلی وجہ کو تقویت دیتا ہے کیونکہ تمثیل کا پہلا حصہ دو امور سے مرکب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "اصناف منھا طائفۃ" "اصاب ارضا" پر معطوف ہے۔ منھا کی ضمیر اس مطلق زمین کی طرف راجع ہے جس پر آپ کا فرمان "ارضا" دلالت کر رہا ہے پھر پہلی زمین کو "وکانت" میں حرف تعقیب کے ساتھ جدا کیا گیا ہے۔ کانت کا عطف "کانت قیس" پر ہے۔ اس طرح پہلی زمین کا عمدہ حصہ اور ٹھوس زمین پر مشتمل ہونا لازم آتا ہے جبکہ دوسری کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ "وکانت" میں واؤ وتر کو وتر کے ساتھ ملاتی ہے اور "واصابت" میں جفت کو جفت کے ساتھ ملاتی ہے۔ اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ (فاطر ۲۰-۱۹)

ترجمہ: "اور یکساں نہیں ہے اندھا اور بینا۔ اور نہ (یکساں ہیں) اندھیرے اور نور۔"

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (الاحزاب ۳۵)

ترجمہ: "بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں۔"

الکشاف میں ہے کہ مؤنث کا مذکر پر عطف اور زوجین کے زوجین پر عطف کے مابین فرق یہ ہے کہ مذکر اور

مؤنث دو مختلف جنسیں ہوتی ہیں۔ جب یہ دونوں ایک حکم میں مشترک ہوں تو ان کے مابین حرف عطف ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ دوسرا حرف عطف حرف جمع کے ساتھ صفت کا صفت پر عطف کرنے کے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے گویا کہ معنی یہ ہوگا "ان الجامعین و الجامعات لهذه الطاعات اعدّ الله لهم" اسی طرح تمثیل کی اصل دو امور سے مرکب ہے۔ (۱) ہدایت (۲) علم۔ کیونکہ اعتدال میں ان میں تغایر پایا جاتا ہے۔ دونوں کلاموں میں تقابل کے معنی کی رعایت کرنا اسی کی تائید کرتا ہے۔ یعنی شادابی روک لینا۔ اور ان میں سے ایک کا پانی کو روک لینا۔ دوسری کا پانی نہ روکنا۔ آپ نے اپنے فرمان "انما هی قیعان" سے اس کا حصہ بیان فرمایا ہے پھر تفصیل بیان کرنے کے لیے ان کے بعد فاء تعقیبة کا تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا: فذالك مثل من فقه فی دین الله و نفعه... کیونکہ آپ نے اس میں مثل کا لفظ دوبارہ ذکر کیا ہے۔ امام نووی کا یہ فرمان اسی کی تائید کرتا ہے کہ "رعوا"۔ "الرعی" سے مشتق ہے۔ مسلم شریف کے سارے نسخوں میں اسی طرح ہے بخاری میں یہ لفظ "وزرعوا" ہے۔ یہ دونوں الفاظ صحیح ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بھی اسی چیز کی تائید کرتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس وقت کلام میں بست و کشاد ہو گا۔ "رعوا" یہ انبتت الكلاء کے مناسب ہے۔ "فشربوا و سقوا" یہ اجادب کے مناسب ہے۔ "نفع الله بها" میں ضمیر "ارض" کی طرف راجع ہو گی۔ ان دونوں کا معنی صحیح ہے کیونکہ "زرعوا" الاول کے متعلق ہے یہ اجادب کے متعلق نہیں ہے۔ یہ پانی کو کھانے اور پینے کے لیے بھی کافی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ یہ کھیتی کے لیے کافی ہو۔

اس طرح حدیث پاک میں دو اطراف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (۱) ہدایت میں مبالغہ کرنے والا (۲) گمراہی میں مبالغہ کرنے والا۔ جس نے رب تعالیٰ کی ہدایت قبول کر لی اور علم حاصل کیا اسے "فقہ فی الدین" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جس نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا انہیں "لم یرفع بذلك رأسا" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اسے "و لم یقبل هدی الله" سے بھی تعبیر کیا۔ دوسرا پہلے کا عطف تفسیری ہے۔ وسط کو چھوڑ دیا۔ اس میں سے پہلا وہ ہے جس سے خود علم سے فائدہ اٹھایا اسے یہ کافی ہو گیا۔ دوسرے نے خود تو نفع نہ اٹھایا لیکن دوسرے کو نفع دیا۔

حدیث پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ توفیقات حاصل نہیں کی جا سکتیں بلکہ یہ ربانی عطیات ہیں وہ جسے چاہتا ہے ان کے ساتھ مختص کر دیتا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ رب تعالیٰ انہیں چراغ نبوی سے رواں فرماتا ہے۔ وہ شخص جو کتاب، سنت اور دیگر ایسے امور سے اجتناب کرتا ہے تو اس کے بارے علم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس کے لیے ظاہری استعداد کی پرواہ کی گئی۔ فقیہ وہ ہوتا ہے جو عالم بنے۔ اس کے مطابق عمل پیرا ہو۔ دوسروں کو وہ علم سکھائے۔ اگر کسی میں ان میں سے ایک وصف بھی مفقود ہو تو اس نام سے رہ جائے گا۔ عامل عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کے ساتھ لوگوں کو نفع دے۔ جس طرح وہ انہیں اپنے عمل سے نفع دے رہا ہے۔ اگر اس سے فقط عمل

سے فائدہ دیا تو یہ بھی کافی ہے۔ اس سے زیادہ حصہ کو نہ پایا گیا۔ جسے کہ وہ سرزمین جو گھاس والی ہو لیکن اس میں پانی نہ ہو۔ جو اپنے سبزہ زار کو ظاہر نہ کرے لیکن وہ صرف قول پر اکتفاء کرے تو وہ صرف سیرابی کے مشابہ ہوگا۔ اگر اس نے ان دونوں امور سے منع کیا تو وہ ایسی سرزمین کی طرح ہوگا جہاں پانی اور گھاس تو ہو لیکن بعض تاریکیاں اسے حقداروں تک پہنچنے کے مانع ہوں۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

من منح الجهال علماً اضاعه و منع المستوجبين فقد ظلم

ترجمہ: "جس نے جاہلوں کو علم دیا اس نے اسے برباد کر دیا اور جس نے حق داروں کو روکا اس نے ظلم کیا۔"

◆ دوسری حدیث پاک کے بعض فوائد:

دو چشمانِ مقدس کا تذکرہ کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ امر آپ کے ہاں متحقق ہے۔ وہ سارے امور اسی طرح ظہور پذیر ہوئے ہیں جس طرح کہ کوئی گویا کہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ جسے کوئی شک وشبہ نہ ہو سکتا ہو۔

قاضی، نووی اور الطیبی نے لکھا ہے کہ "انا النذير العريان" ضرب المثل ہے۔ یہ امر کی شدت، خوف والی چیز کے قریب ہو جانے اور ڈرانے والے کی تہمت سے بری ہونے کے لیے بولی جاتی ہے اس کی اصل یہ ہے کہ اگر ایک شخص دشمن کو دیکھ لے جس نے اس کی قوم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ وہ ان پر اچانک شب خون مارنا چاہتا ہو۔ اسے خطرہ ہو کہ دشمن اس سے قبل اس کی قوم تک پہنچ جائے گا وہ اپنا کپڑا اتارے۔ اسے کسی لکڑی کے کنارے پر لگائے۔ وہ چیخنے لگے تاکہ اس کی قوم اپنا بندوبست کرے اور دشمن کے آنے سے قبل تیاری کر لے۔ وہ اس طرح اس لیے کرتا ہے کیونکہ یہ دیکھنے والے کے لیے زیادہ واضح اور اس کا منظر زیادہ شنیع اور عجیب وغریب ہوتا ہے یہ انہیں دشمن کے لیے تیاری پر ابھارنے سے زیادہ بلیغ ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس کی اصل یہ ہے کہ ایک شخص لشکر سے ملے۔ وہ اس سے سامان چھین لے اسے عریاں کر دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس جائے۔ ان سے کہے: "میں نے ایک لشکر دیکھا ہے اس نے مجھ سے میرا سامان چھین لیا ہے۔" وہ اسے عریاں دیکھیں۔ وہ اس کے صدق کی تحقیق کریں کیونکہ وہ اسے جانتے ہوں۔ اس کے خلوص میں انہیں کوئی شک نہ ہو۔ نہ ہی وہ عموماً عریاں ہوتا ہو۔ ان قرائن کی وجہ سے وہ قطعی طور پر سچا سمجھتے ہوں۔ آپ نے اپنے لیے یہ ضرب المثل بیان کی کیونکہ آپ ایسا پیغام لے کر آئے جس کی ابتدا ایسے معجزات اور خوارق سے ہوئی جو آپ کے قطعی صدق پر دلالت کرتے تھے۔ آپ نے مخاطبین کے ذہن کے قریب کرنے کے لیے یہ ضرب المثل بیان کی۔

کیونکہ وہ اس امر کے بارے جانتے تھے اور اس سے آگاہ تھے۔

الطیبی نے لکھا ہے: "یہ تشبیہ تشبیہات مفرقہ میں سے ہے۔ آپ نے اپنی ذات اقدس کو اس شخص سے تشبیہ دی۔

آپ نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے اس شخص سے تشبیہ دی جو اپنی قوم کو حملہ آور لشکر سے ڈراتا ہے۔ آپ نے اپنی امت میں سے آپ کی تصدیق کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں کو اس شخص سے تشبیہ دی جو اس شخص کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے۔"

"انا النذیر العریان" میں تاکید کی کئی اقسام ہیں۔ (۱) بعینی۔ کیونکہ دیکھنا صرف آنکھ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۲) "انی" اور "انا" (۳) العریان۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دشمن انتہائی قریب پہنچ چکا ہے۔ اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ آپ اسی ڈرانے میں سچ کے ساتھ مختص ہیں۔ اس میں کوئی تشبیہ نہیں ہے۔ آپ نے پہلے فریق کے بارے فرمایا: "فاطاعنی" دوسرے کے بارے مقابلہ میں فرمایا: "کذب" تاکہ یہ شعور مل سکے کہ اطاعت تصدیق کے ساتھ پیچھے رہ جانے والی ہے اور تکذیب گناہوں کی پیروی کراتی ہے گویا کہ آپ نے ہر دو فریق کو دو معنوں میں کر دیا اور ان کی طرف اپنے اس فرمان سے اشارہ کر دیا۔ من اطاعنی... اس کے بعد فرمایا "اجتاحھم" پھر فرمایا "اھلکھم" یہ بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس نے انہیں مکمل طور پر برباد کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔

◆ تیسری حدیث پاک کے بعض فوائد:

قاضی ناصر الدین البیضاوی نے "شرح المصابیح" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک دو امور کا احتمال رکھتی ہے۔ (۱) یہ حکایۃً ہو۔ اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور اسے حکایۃ بیان کر دیا ہو۔ (۲) یا یہ اس مشاہدہ کے بارے خبر ہو جو انہوں نے خود ملاحظہ کیا ہو اور ان کے لیے منکشف ہوا ہو۔ بعض ملائکہ نے کہا: "ان العین نائمۃ و القلب یقظان" یہ اس امر کی تحقیق کے لیے ہے کہ کاملہ نفوس قدسیہ کا ادراک حواس کے ضعف اور بدن کے ڈھیلے پن سے کمزور سے نہیں ہوتا۔

فمن اطاع محمدا میں الفاء سببیہ ہے۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے رب کے حکم سے اس کی طرف بلاتے ہیں تو آپ اس کی طرف سے سفیر ہیں جس نے اس کی اطاعت کی۔ آپ نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی۔" الطیبی نے کہا ہے آپ کا فرمان: "مثل کمثل رجل" تشبیہ کا مطلع ہے۔ اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ یہ تشبیہ تشبیہات مفرقہ میں سے نہیں جیسے امرء القیس کا یہ شعر ہے:

كأنّ قلوب الطير رطبا و يابسا — لدى وكرها العنّاب والحشف البالي

اس شعر میں تر و تازہ دلوں کو عناب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ خشک دلوں کو خشک کھجوروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے بلکہ یہ ایسی تمثیل ہے جس میں سبب ان امور سے جدا ہو جاتا ہے جو بعض بعض کے ساتھ ملے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کا ارادہ تفریق کا ہوتا تو آپ یوں فرماتے: "مثلہ کمثل داع بعثہ رجل" اسی لیے ملائکہ نے اس کی تاویل داعی کو

جواب نہ دینے سے کی ہے۔ انہوں نے تاویل میں حسن ادب کا خیال رکھا ہے۔ مشبہ شخص کی صراحت نہیں کی گئی بلکہ وہ آپ کے اس فرمان سے خود آشکارہ ہو جاتا ہے۔ "من اطاع اللہ" اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ۔ (یونس ۲۴)

ترجمہ: "بس حیات دنیوی (کے عروج و زوال) کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے سو گھنی ہو کر اگی پانی کے باعث سرسبزی زمین کی۔"

تفسیر کشاف میں ہے: "الماء" کے ساتھ کاف لگایا گیا ہے۔ اس سے مقصود دنیا کو پانی کے ساتھ یا کسی اور مقدر مفرد کے ساتھ تشبیہ نہیں یہ لبید کے اس شعر میں واضح ہے:

و ما الناس الا کالدیار و اھلھا بھا یوم حلّوھا و غدوا بلاقع

اس میں لوگوں کو دیار کے ساتھ تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ اس میں ان کے وجود کو اور ان کے زوال کی سرعت کو اور فناء کو اس میں اہل دیار کے آنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اسے ان کے جلدی چلے جانے اور اسے خالی چھوڑ جانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو جو عالمین سے آگے بڑھ گئی ہے اس رحمت کے ارسال کے ساتھ تشبیہ دی ہے جسے مخلوق کے لیے بطور تحفہ بھیجا گیا ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ (الانبیاء ۱۰۷)

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔"

پھر اس نے مخلوق کے لیے جنت تیار کی۔ آپ نے لوگوں کو جنت کی طرف دعوت دی۔ اس کی نعمتوں اور رونق کی طرف دعوت دی۔ پھر حکم فرمایا کہ لوگ اس رستہ پر چلیں جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ وہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام کر آپ کی اتباع کریں۔ گویا کہ لوگ اپنی طبیعتوں کی کھائی میں گرنے لگے تھے۔ وہ اپنی شہوات میں مشغول تھے رب تعالیٰ نے آپ کے لطف و کرم کے طفیل ارادہ کیا کہ انہیں بلند کرے۔ رب تعالیٰ نے قرآن اور سنت کی رسی (تعلق یا رشتہ) ان کی طرف لٹکائی۔ تاکہ اس ہلاکت سے انہیں نجات عطا کرے۔ جس نے اسے تھام لیا وہ نجات پا گیا وہ فردوس اعلیٰ، جناب اقدس اور ملیک کے ہاں بلند مقام پا گیا۔ جو زمین کی طرف مائل ہوا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ رحمت الٰہیہ میں سے اپنے حصہ سے وہ محروم ہو گیا۔ وہ اس کریم مہمان نواز کی طرح ہے جس نے ایک حویلی بنائی اس میں طرح طرح کے لذیذ کھانے رکھے۔ میٹھے مشروبات رکھے۔ پھر لوگوں کی طرف ایک داعی بھیجا جس نے ان کی عزت کرتے ہوئے انہیں کھانے کی دعوت دی۔ جس نے داعی کی پکار پر لبیک کہا اس نے وہ عزت پالی۔ جس نے اتباع نہ کی وہ محروم رہا۔ پھر انہیں اس جگہ

رکھا گیا جہاں ان پر رب تعالیٰ کا غصہ نازل ہو ان پر ابدی عذاب کا نزول ہو کیونکہ "وہ نہ گھر میں داخل ہوئے نہ ہی دستر خوان سے کھایا" کیونکہ کلام کا آغاز اس لیے کیا گیا ہے تا کہ علم ہو سکے کہ رحمت الٰہیہ اس کے غضب سے سبقت لے گئی ہے۔ اگر عذاب اور غضب کی صراحت کے ساتھ اختتام کیا جاتا تو مطابقت نہ ہوتی اس سے۔اس امر کا تذکرہ کیا جو مراد پر علی سبیل الکنایہ دلالت کرتا ہے۔ان کا یہ قول "محمد فرق بین الناس" گویا کہ یہ سابق کلام کے لیے تتمہ ہے کیونکہ یہ اسی کے معنی پر مشتمل ہے ملائکہ کی موجودگی میں اس کی تاکید کرتا ہے۔یہ بعض کلام کو بعض کی طرف لوٹاتا ہے۔ان کی تمثیل بیان کرتا ہے۔حدیث پاک کے کئی مقامات پر مظہر کو مضمر کی جگہ پر رکھا گیا ہے۔الفاظ کا یکے بعد دیگرے تکرار کیا گیا ہے۔ مجمل کی تمثیل بیان کی گئی ہے اور اس کی تاویل بیان کی گئی ہے۔یہ سارے امور مکمل ارشاد، علل دور کرنے اور سامعین کو غفلت کی نیند اور جہالت کی اونگھ سے بیدار کرنے کے لیے ہیں۔انہیں اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ قرآن پاک اور سنت مطہرہ کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس بدعت اور گمراہی سے اجتناب کریں جو قرآن وسنت کے مخالف ہو۔

چوتھی حدیث پاک کے بعض فوائد

آپ کا فرمان "مثلی" یعنی لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے میں میری مثال اور انہیں آگ سے بچانے میں میری مثال اور اس چیز کی مثال جو ان کے لیے سرکشی کے امور کو مزین کرتی ہے اس شخص کی سی ہے۔اس جگہ جملہ کی جملہ کے ساتھ تفسیر بیان کی گئی ہے فرد کی فرد کے ساتھ تمثیل بیان نہیں کی گئی۔

امام نووی نے لکھا ہے "اس حدیث پاک کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جاہلوں، اپنی شہوتوں اور گناہوں کے ساتھ مخالفت کرنے والوں کو آتش جہنم میں گرنے کی تشبیہ بیان کی ہے۔اس پر ان کی حرص کو اور انہیں آپ کا روکنا بیان کیا گیا ہے۔" قاضی ابوبکر ابن عربی نے لکھا ہے: اس مثال میں کثیر معانی ہیں اس کا مقصود یہ ہے کہ مخلوق لوگ آگ پر ہلاکت کی غرض سے نہیں آرہے بلکہ وہ منفعت اور شہوت کی اتباع کرتے ہوئے آرہے ہیں جیسے پتنگے آگ میں ہلاکت کی غرض سے نہیں آرہے بلکہ وہ روشنی کی وجہ سے اس میں گرتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ وہ دور سے کسی حالت کو نہیں دیکھ سکتے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ تاریکی میں ہوتے ہیں جب روشنی کو دیکھتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ روشن دان ہے جس سے نور نکل رہا ہے۔وہ اس مقصد کے لیے اس کی طرف جاتے ہیں اور وہ جل جاتے ہیں انہیں شعور تک نہیں ہوتا۔ایک قول یہ ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کی نظر کمزور ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تاریک گھر میں ہیں چراغ روشن دان ہے۔وہ خود کو اس طرف لے جاتا ہے۔اس پر خود کو پھینک دیتا ہے۔پرواز کی تیزی کی وجہ سے وہ اسے تجاوز کرتا ہے۔وہ تاریکی میں گرتا ہے۔واپس لوٹتا ہے تو جل جاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اسے نور کی شدت کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے۔وہ اپنی جہالت کی شدت کی وجہ سے اسے بجھانے کی کوشش کرتا ہے وہ خود کو اس ہلاکت میں ڈالتا ہے جسے جھیلنے کی اس میں سکت نہیں ہوتی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: "اس حدیث پاک میں انسانوں کے شہوات پر گرنے کو پتنگوں کے آگ پر گرنے سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن آدمی کی جہالت پتنگوں کی جہالت سے زیادہ ہے کیونکہ وہ ظاہری روشنی سے دھوکہ میں آتا ہے جب وہ جل جاتا ہے تو اس کا عذاب فوراً ختم ہو جاتا ہے آدمی اس آگ میں طویل مدت تک یا ہمیشہ کے لیے رہتا ہے۔"

الطیبی نے لکھا ہے: "اس حدیث پاک میں واقع تشبیہ کی تحقیق کا دارومدار رب تعالیٰ کے اس فرمان کے عرفان پر ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرۃ ۲۲۹)

ترجمہ: "اور جو کوئی آگے بڑھتا ہے اللہ کی حدوں سے سو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی حدود اس کی حرام کردہ اشیاء اور منہیات ہیں جیسے کہ صحیح حدیث پاک میں ہے: رب تعالیٰ کی چراگاہ (جس میں کسی کو چرنے کی اجازت نہیں) اس کے حرام کردہ امور ہیں۔ دنیا کی محبت اس کی زیب و زینت سے محبت اس کی لذتوں اور شہوتوں سے محبت محارم کی بنیاد ہے۔ آپ نے اپنے کافیہ اور شافیہ بیانات سے ان حدود کو انسان کے آگ میں گرنے سے تشبیہ دی۔ اس آگ کے جلنے سے زمین کے مشارق و مغارب روشن ہو جاتے ہیں لوگوں کے آگ میں گرنے کو اور اس تفصیل کی پرواہ نہ کرنے کو، حدود اللہ کو عبور کرنے کو، ان لذتوں اور شہوتوں پر گرنے کے حرص کو حضور کریم ﷺ کا انہیں جڑ سے پکڑ کر بچانے کو تشبیہ سے بیان کیا گیا ہے جو آگ میں گرتے ہیں وہ آگ جلانے والے پر غالب آجاتے ہیں وہ انہیں آگ سے پتنگوں کے ساتھ دور نہیں کر سکتا۔ جبکہ آگ جلانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس سے راہ نمائی پائیں اسے تاپیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن پتنگے اپنی جہالت کی وجہ سے اسے اپنی ہلاکت کے سبب بنا لیتے ہیں۔ اس تفصیل سے بھی مقصد یہی ہے کہ امت کو ہدایت نصیب ہو اور اس امر سے بچے جو اس کی ہلاکت کا سبب بنے لیکن انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اسے اپنی ہلاکت کا سبب بنا لیا ہے۔ آپ کے فرمان "اخذ بحجزکم" میں استعارہ ہے اس میں آپ کے امت کو ہلاکت سے روکنے کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جو اس شخص کو کمر سے پکڑ لے جو ہلاکت خیز کنوئیں میں گرنے کا ارادہ کر رہا ہو۔

"الفاء" فصیحۃ ہے جیسے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات ۱۲)

ترجمہ: "کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے تو مکروہ سمجھتے ہو۔"

جب رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے سوال کیا "کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے" تو لوگوں نے جواب دیا "نہیں" تو رب تعالیٰ نے فرمایا: "اگر کیفیت اس طرح ہے تو پھر تم اسے ناپسند

کرتے ہو اسی طرح جب آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''میری اور تمہاری مثال یعنی میرا اور تمہارا وصف پھر آپ نے مشبہ کے بارے فرمایا: ''اس شخص کی مثل ہے'' اس سے ان ساری تشبیہات کا علم ہو گیا جنہیں ہم نے ابھی ابھی بیان کیا ہے پھر آپ نے اس امر کا تذکرہ کیا جو اس سے اہم اور بہتر تھی وہ آپ کا یہ فرمان ہے ''فانا اخذ بحجزکم'' گویا کہ یوں کہا گیا ''جب یہ تمثیل صحیح ہے تو میں آگ جلانے والے کی طرح اور تم ان پتنگوں کی طرح ہو جو آگ میں گرتے ہیں میں تمہیں کمر سے پکڑ رہا ہوں۔''

اس نکتہ کی وجہ سے ''مثل الناس'' میں غیبت سے مخاطب ''فانا اخذ بحجزکم'' کی طرف عدول کیا گیا ہے جیسے کہ تم اس شخص سے گفتگو کرو جس سے تمہیں از حد محبت ہو۔ حال یہ ہو کہ وہ اس چیز میں مشغول ہو پھر تم اس سے محبت کی شدت اور اس کی نجات پر حرص کی وجہ سے تم اسے اپنے سامنے موجود پاؤ اور تم اس کی نجات کے لیے کوشش کرنے لگو۔

❁❁❁

پندرھواں باب

آپ کی اور آپ سے قبل انبیائے کرام کی مثال

امام احمد، الشیخان، اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے، امام احمد اور امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میری اور مجھ سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک عمارت بنائے اسے بہت خوبصورت، حسین اور مکمل بنائے۔ مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ اس عمارت میں داخل ہوں۔ وہ اس کا طواف کریں۔ وہ اس پر تعجب کریں وہ کہیں "اس جگہ اینٹ کو کیوں نہ لگا دیا گیا" یا وہ کہیں "تم نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھ دی تاکہ تمہاری یہ عمارت مکمل ہو جاتی۔ میں انبیائے کرام میں سے اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔ میں جلوہ افروز ہوا تو انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مشبہ ایک ہے جبکہ مشبہ بہ پوری جماعت ہے تو پھر یہ تشبیہ کیسے صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے سارے انبیائے کرام کو ایک شخص کی طرح بنایا کیونکہ آپ نے جس تشبیہ کا ارادہ فرمایا وہ صرف کل کے اعتبار سے ہی درست ہو سکتی تھی۔ اسی طرح گھر اینٹوں کے ملنے سے ہی مکمل ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تشبیہ تمثیلی ہو۔ وہ یہ ہے کہ مشبہ کے اوصاف میں سے ایک وصف لیا جائے اور اس کی مثل کو مشبہ بہ کے احوال میں سے تشبیہ دی جائے گویا کہ آپ نے انبیائے کرام اور ان کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ انہیں بھیجا گیا اس گھر سے تشبیہ دی جس کی بنیادیں مضبوط ہوں جس کی بنیادیں بلند ہوں لیکن اس میں صرف ایک جگہ باقی ہو جس سے اس گھر کی تکمیل ہوتی ہو۔ ہمارے نبی کریم ﷺ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے تشریف لائے ہیں گویا کہ آپ وہ اینٹ ہیں جس سے بقیہ گھر کی تکمیل ممکن ہے۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے گمان کیا ہے کہ وہ اینٹ جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ اس مذکور گھر کی چوٹی پر تھی اگر اسے نہ رکھا جاتا تو وہ گھر گر جاتا۔ اسی طرح ہی مذکور تشبیہ سے مراد مکمل ہو سکتی ہے۔

اگر یہ بات منقول ہے تو عمدہ ہے۔ ورنہ یہ لازم نہیں ہے سیاق کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اینٹ اس جگہ پر ہو جس کے نہ ہونے سے اس گھر کا نامکمل ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ امام مسلم نے حضرت ہمام سے روایت کیا ہے: "وہ

اینٹ گھر کے کونوں میں سے کسی کونہ میں ہو" اس سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ اینٹ مکمل کرنے والی اور حسن میں اضافہ کرنے والی ہو۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اس کے بغیر معاملہ ناقص ہو لیکن حقیقت اس طرح نہیں۔ ہر نبی کی شریعت اس کی نسبت سے مکمل تھی لیکن اس جگہ حضور اکرم ﷺ کی شریعت کی نسبت سے اکمل مراد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر شریعتیں گزر چکی ہیں۔"

سولہواں باب

حضور ﷺ کی نبوت کا وقت

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے سر اقدس پہ رسالت کا تاج کب سجایا گیا؟ آپ نے فرمایا: "اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے مابین تھے" انہوں نے حضرت ابو الجدعاء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا؟ آپ نے فرمایا: "اس وقت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔" اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔" اس طرح کی دیگر احادیث کتاب کی ابتداء میں تیسرے باب میں گزر چکی ہیں۔

❁❁❁

ستر ہواں باب

جنگلی جانوروں کو آپ کی رسالت کا علم

امام احمد نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس بزرگ سے سنا ہے جس نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اسے عنبس کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا: ''میں اپنے اہل کی گائے ہانک کرلے جارہا تھا۔ میں نے اس کے پیٹ سے سنا: ''کوئی کہہ رہا تھا: ''یا آل ذریح! قول فصیح۔ رجل یصیح: لا اله الا الله۔ ہم مکہ مکرمہ میں آئے تو ہم نے پایا کہ حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا تھا۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک بھیڑیا ایک چرواہے کے پاس آیا۔ اس نے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا حتیٰ کہ اس سے بکری چھین لی۔ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: ''میں اس رزق کی طرف آیا جو رب تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا تھا لیکن تو نے مجھے اس رزق سے محروم کر دیا ہے۔'' اس شخص نے کہا: ''میں نے آج تک اس طرح نہیں دیکھا ایک بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔'' اس بھیڑیے نے کہا: ''اس سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین ایک ہستی پاک کا ظہور ہوا ہے جو تمہیں ماضی اور مستقبل کی ساری باتیں بتائے گی۔'' وہ شخص یہودی تھا وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔ یہ ساری تفصیل آپ کے معجزات کے ابواب میں آئے گی۔ وہاں گوہ کا یہ قول بھی آئے گا: انت رسول الله ''آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

❁❁❁

اٹھارواں باب

شیر خوار بچے اور گونگے بچے کی آپ کی رسالت کی گواہی

امام بیہقی نے حضرت معرض بن عبداللہ بن معیقب الیمانی سے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حجۃ الوداع ادا کیا۔ میں مکہ مکرمہ کے ایک گھر میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ آپ کا چہرہ چاند کے ہالے کی مانند تھا۔ میں نے آپ سے تعجب خیز واقعہ دیکھا۔ آپ کے پاس ایک شخص ایسا بچہ لے کر آیا جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''بچے! میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: ''آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' آپ نے اسے فرمایا: ''رب تعالیٰ تجھ میں برکت ڈالے۔ تو نے صحیح کہا ہے۔'' پھر اس بچے نے کلام نہ کیا حتیٰ کہ وہ گفتگو کرنے کی عمر تک پہنچ گیا۔ ہم اسے مبارک الیمامۃ کہتے تھے۔''

اسی طرح شمر بن عطیہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنے جوان بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میرا یہ بچہ جب سے پیدا ہوا ہے اس وقت سے یہ باتیں نہیں کرتا۔'' حضور ﷺ نے اسے فرمایا: ''اسے میرے قریب کرو۔'' اس نے اسے آپ کے قریب کیا۔ آپ نے اسے پوچھا: ''میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: ''آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' معجزات کے ابواب میں مزید تفصیل آئے گی۔

آپ کی بعثت کے بعد رونما ہونے والے واقعات

پہلا باب

حضرت جبرائیل امین کا آپ کو وضوء اور نماز کے بارے بتانا

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو وضوء اور نماز کے بارے بتایا۔ جب آپ وضوء سے فارغ ہوئے تو آپ نے مٹھی بھر پانی لیا اور اسے اپنی شرم گاہ کی جگہ چھڑکا۔"

اس روایت کو امام احمد، امام دارقطنی نے، الطبرانی نے اوسط میں، ابونعیم، امام بیہقی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے آخر میں ہے: "حضرت جبرائیل امین نے پانی کا چشمہ رواں کیا۔ انہوں نے وضو کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ، کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ سر کا مسح کیا۔ ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکا۔ پھر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دو سجدے کیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے حضرت جبرائیل امین کو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

اس واقعہ کو ابن اسحاق، علامہ بلاذری، قتادہ، کلبی اور محمد بن قیس نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے آپ کو وضوء، نماز اور اقراء باسم...... کے بارے بتایا۔ وہ وادی کی بلند جگہ پر تھے۔ انہوں نے وادی کے کنارے پر پاؤں مارا جس سے پانی کا چشمہ بہہ پڑا۔ حضرت جبرائیل نے وضوء کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ آپ جان لیں کہ نماز کے لیے طہارت کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضوء کیا جس طرح حضرت جبرائیل نے وضو کیا تھا۔ پھر حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے کعبہ معظمہ کی طرف رخ کر کے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان کا رخِ انور حجر اسود کی طرف تھا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ حضرت جبرائیل واپس چلے گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انہیں اسی طرح وضوء کرنے کا طریقہ سکھایا جس طرح آپ نے حضرت جبرائیل امین کو کرتے دیکھا تھا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے وضوء کیا جس طرح کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے دیکھا۔ پھر آپ

نے انہیں نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ جس طرح کہ حضرت جبرائیل امین نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت ام المؤمنین نے بھی اسی طرح نماز ادا کی۔

امام احمد، امام بیہقی اور ابن عبد البرّ نے اسماعیل بن ایاس بن عفیف الکندی سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ایک تاجر شخص تھا میں زمانہ جاہلیت میں حج کرنے کے لیے آیا۔ میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس آیا تاکہ ان سے کچھ سامانِ تجارت خریدوں۔ بخدا! میں ان کے پاس منیٰ میں تھا کہ اچانک ایک شخص ان کے قریبی خیمہ سے نکلا۔ اس ہستی نے سورج کی طرف دیکھا۔ جب دیکھا کہ سورج مائل ہوگیا ہے تو اس نے وضو کیا۔ اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر اسی خیمہ سے ایک بچہ نکلا جو بلوغت کے قریب تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد اسی خیمہ سے ایک خاتون نکلی وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ پھر اس آدمی نے رکوع کیا۔ اس کے ساتھ اس بچے اور اس خاتون نے بھی رکوع کیا۔ پھر اس نے سر اٹھایا تو اس بچے اور اس خاتون نے بھی سر اٹھایا۔ پھر وہ شخص سجدہ ریز ہوگیا اس بچے اور خاتون نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے حضرت عباس سے پوچھا: ''عباس! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ''یہ محمد بن عبد اللہ میرے بھتیجے ہیں۔'' میں نے پوچھا: ''یہ خاتون کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''یہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔'' میں نے پوچھا: ''یہ بچہ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ ان کا چچا زاد حضرت علی بن ابی طالب ہے۔'' میں نے کہا: ''یہ کیسا عمل کر رہے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''وہ نماز ادا کر رہے ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ ابھی ان کی اتباع ان کی زوجہ محترمہ اور ان کے اس چچا زاد نے کی ہے۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ عنقریب ان کے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح ہوں گے۔''

حضرت عفیف نے فرمایا: ''کاش! میں اسی روز آپ پر ایمان لے آتا۔ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرا ایمان لانے والا ہوتا۔'' اس روایت اس شخص کا رد کرتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ صبح و شام صرف دو نمازیں فرض تھیں۔''

تنبیہات

1. امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے علم ہوتا ہے کہ وضو فرض کے اعتبار سے مکی اور تلاوت کے اعتبار سے مدنی ہے۔ کیونکہ وضو کی آیت مدنیہ ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے تیمم کی آیت طیبہ نازل کی۔'' انہوں نے یوں نہ فرمایا: ''آیۃ الوضوء'' کیونکہ یہ آیت بھی موجود تھی کیونکہ وضو کرنا اس سے قبل فرض ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بارے آیت اس قرآن پاک میں نازل نہیں ہوئی تھی جسے تلاوت کیا جاتا تھا حتیٰ کہ سورۃ المائدہ کا نزول ہوگیا۔''

میں کہتا ہوں کہ امام حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ اہل سنت کے مؤقف کو رد کرنے کے لیے دلیل کی

ضرورت ہے جو یہ کہتا ہے کہ سورۃ المائدہ کے نزول سے قبل وضو کرنا فرض نہ تھا۔ پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی: "حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ رو رہی تھیں۔ انہوں نے عرض کی "قریش کے اس گروہ نے آپ کو شہید کرنے پر معاہدہ کر لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس وضو کے لیے پانی لے کر آؤ" آپ نے وضو فرمایا پھر مسجد کی طرف نکل گئے۔

ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات سارے سیرت نگاروں کے ہاں معروف ہے کہ جب سے نماز فرض ہوئی اس وقت سے آپ نے ایک نماز بھی وضو کے بغیر نہ پڑھی۔ صرف جاہل یا سرکشی کرنے والا ہی اس کا انکار کرتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان: "رب تعالیٰ نے آیۃ التیمم نازل فرمائی" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ان کے پاس جو علم آیا وہ تیمم کے حکم کے بارے تھا۔ وضو کے حکم کے بارے نہ تھا۔ وضو پر عمل تو پہلے سے ہی تھا لیکن آیت وضو کے نزول میں حکمت ہے تا کہ اس کا فرض ہونا تلاوت بھی ہو سکے۔

دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ آیت وضوء پہلے نازل ہو چکی ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرا ہوں۔ پھر اس کا بقیہ حصہ نازل ہوا ہو۔ وہ اس قصہ میں تیمم کا ذکر ہو۔ اس پر آیت تیمم کا اطلاق اسی طرح ہو جس طرح کل کا اطلاق بعض پر ہوتا ہے لیکن الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن حارث کی روایت جسے امام بخاری نے تفسیر میں نقل کیا ہے وہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری آیت طیبہ اسی قصہ کے بارے نازل ہوئی۔ ظاہر وہی ہے جسے ابن عبد البر نے لکھا ہے۔

القاضی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے وضو کب فرض ہوا۔ ابن جہم نے لکھا ہے کہ ابتدا کے اسلام میں وضو سنت تھا۔ پھر آیت تیمم سے فرض ہو گیا۔ جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ وضو اس سے قبل بھی فرض تھا۔

◆ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین کی یہ نماز اس نماز کے علاوہ ہے جسے انہوں نے بیت اللہ کے پاس دوبارہ پڑھا تھا۔ جس میں پانچ نمازوں کے اول اور آخر اوقات بتائے تھے۔ یہ واقعہ پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد ظہور پذیر ہوا تھا۔

◆ ابن حزم کا قول ہے کہ وضو مدینہ طیبہ میں مشروع ہوا تھا۔ لیکن اس مؤقف پر ان کا تعاقب کیا گیا۔

◆ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حربی اور یحییٰ بن سلام نے لکھا ہے کہ شب معراج سے قبل صرف دو نمازیں فرض تھیں۔ (۱) غروب آفتاب سے قبل (۲) طلوع آفتاب سے قبل۔ ابن جوزی نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں پر صرف دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کو فرض کیں تھیں۔ الحافظ نے حربی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "اہل علم کی ایک جماعت نے ان کا رد کیا ہے۔ اس سے پہلے

انہوں نے لکھا: "ایک جماعت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ معراج سے قبل کوئی نماز فرض نہ تھی۔ البتہ رات کی نماز کسی تعداد کے بغیر پڑھی جاتی تھی۔

◆ ابن اسحاق نے اس جگہ حضرت ابن عباس کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کو امامت کرائی تھی۔ انہوں نے آپ کو دو دنوں میں پانچ نمازوں کے اوقات بتائے تھے لیکن امام سہیلی نے لکھا ہے:

"اس روایت کا تذکرہ اس جگہ مناسب نہیں کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ قصہ شب معراج کی صبح کو پیش آیا تھا۔"

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابوبکر صدیق کا دامن اسلام سے وابستہ ہونا

ابوعمر نے لکھا ہے کہ اس بات میں سب علماء کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سب سے پہلے ایمان لائیں۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اس امر پر اجماع رہا ہے کہ مخلوقِ خدا میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں۔ کوئی مرد یا کوئی عورت آپ سے سبقت نہ لے جا سکا۔ امام ذہبی نے بھی یہی فرمایا ہے۔ محمد بن کعب القرظی نے لکھا ہے: ''اس امت میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔'' (امام بیہقی)

حضرت قتادہ اور زہری نے لکھا ہے کہ مرد و خواتین میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں۔ امام ثعلبی نے اس پر اتفاق لکھا ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ ان کے بعد کون اسلام لایا؟ امام نووی نے لکھا ہے کہ محققین کی جماعت کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے ''حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں۔ رب تعالیٰ کے پیغام کی انہوں نے تصدیق کی۔ آپ کا بوجھ بانٹا۔ سب سے پہلے وہی ایمان لائیں۔ آپ کے پیغامِ حق کی تصدیق کی۔ رب تعالیٰ نے ان کی وجہ سے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ ہلکا فرمایا۔ آپ جب بھی کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرتے یا ناگوار بات سنتے آپ غمزدہ ہوتے تو رب تعالیٰ ان کی وجہ سے آپ کا غم دور کر دیتا۔ جب آپ ان کے پاس آتے تو آپ انہیں ثابت قدم رہنے کے لیے کہتیں۔ آپ کی تصدیق کرتیں۔ لوگوں کا معاملہ آپ پر آسان فرماتیں۔ رب تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ امام واقدی نے لکھا ہے: ''پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے پیغامِ حق کی تصدیق کی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے ایک روز بعد حضرت علی حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا: ''محمد عربی! یہ کیا ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ رب تعالیٰ کا وہ دین حق ہے جسے اس نے اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے ایسے رسل عظام کو بھیجا ہے میں تمہیں بھی اللہ رب العزت وحدہٗ لا شریک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ لات و عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔'' حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی: ''میں نے اس معاملہ کے بارے آج سے قبل نہیں سنا۔

میں کسی معاملہ کا فیصلہ نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں اپنے والد گرامی سے مشاورت کرلوں۔" حضور اکرم ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ آپ کا راز اس سے قبل ہی افشاء ہو جائے کہ آپ اس کا واضح اعلان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "علی! اگر تم نے اسلام قبول نہیں کرنا تو پھر اس معاملہ کو چھپا کر رکھنا۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس رات ٹھہرے رہے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام جاگزیں کر دیا۔ وہ صبح سویرے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "آپ مجھ پر اسلام پیش کریں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم یہ گواہی دو کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کا اظہار کرو اور شریکوں سے برأت کا اظہار کر دو۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ اسلام قبول کر لیا۔ وہ جناب ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام چھپاتے تھے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

مجاہد نے لکھا ہے: "اللہ رب العزت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جو خصوصی انعام فرمایا وہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے قبل حضور ﷺ کی زیر کفالت تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا۔ قریش کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب ابو طالب کے بہت زیادہ اہل وعیال تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا: "چچا جان! آپ کے بھائی ابو طالب کثیر اولاد والے ہیں۔ لوگوں کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آئیں ہم ان کی اہل وعیال میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔" یہ دونوں حضرات جناب ابو طالب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "ہم چاہتے ہیں کہ اولاد کے بارے آپ کا بوجھ کم کریں۔ حتیٰ کہ یہ قحط سالی ختم ہو جائے۔" جناب ابو طالب نے کہا: "میرے لیے عقیل کو چھوڑ دو بقیہ میں سے جسے چاہو لے جاؤ۔" ابن ہشام نے عقیل اور طالب کا تذکرہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کو پکڑا اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حضرت عباس نے حضرت جعفر کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ آپ مبعوث ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی اتباع کر لی۔ آپ کی تصدیق کی۔ حضرت عباس کے پاس حضرت جعفر رہے حتیٰ کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ان سے مستغنی ہو گئے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ بعض اہل علم نے تذکرہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ گھاٹی کی طرف تشریف لے جاتے۔ حضرت علی بھی اپنے والد، چچاؤں اور ساری قوم سے چھپتے ہوئے وہیں پہنچ جاتے۔ یہ دونوں ہستیاں نماز ادا کرتیں۔ جب رات پڑتی تو واپس آجاتیں۔ وہ اسی حالت پر ٹھہرے رہے جتنا عرصہ رب تعالیٰ نے چاہا پھر ایک روز جناب ابو طالب ان سے آگاہ ہو گئے۔ یہ دونوں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: "میرے بھتیجے! یہ کون سا دین ہے جسے تم نے اختیار کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "چچا جان! یہ رب تعالیٰ کا دین ہے۔ اس کے ملائکہ اور رسل عظام کا دین ہے یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ میں آپ کے ساتھ خلوص کا اظہار

کروں۔ آپ کو ہدایت کی طرف بلاؤں۔ آپ سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ میری دعوت کو قبول کریں اور میری مدد کریں۔" جناب ابوطالب نے کہا: "میرے بھتیجے! میں اپنے آباء کے دین کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی ناپسندیدہ چیز کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جناب ابوطالب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے نور نظر! یہ کون سا دین ہے جسے تم نے اختیار کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "والد گرامی! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے آپ کے پیغام حق کی تصدیق کی ہے۔ آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔" انہوں نے کہا: "وہ تمہیں بھلائی کی طرف ہی بلائیں گے۔ انہیں لازم پکڑلو۔"

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ہمارے پاس جناب ابوطالب آ گئے۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا: "تم کیا کر رہے ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے کہا: "جو کچھ آپ فرما رہے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن بخدا! میں نہیں چاہتا کہ میری اولاد مجھ پہ غالب آ جائے۔"

امام بیہقی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اس امت میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔ حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے والد گرامی کے خوف سے اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے والد گرامی نے ان سے پوچھا: "کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "اپنے چچا زاد کی مدد اور اعانت کرو۔" سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔

امام ترمذی اور ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ نے منگل کے روز نماز پڑھی۔ ابن جریر نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

ابوعمر نے کہا ہے کہ حضرات سلمان، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید خدری، زید بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ابن اسحاق اور امام زہری کا یہی قول ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے: "مردوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

اسلام قبول کیا۔ امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کی: ''محمد عربی ﷺ! کیا یہ سچ ہے جو کچھ قریش کہہ رہے ہیں کہ آپ نے ہمارے معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ہماری عقول کو نادان کہا ہے۔ ہمیں کافر کہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول ہوں۔ اسی نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں اس کا پیغام پہنچاؤں۔ تمہیں حق کی طرف دعوت دوں۔ بخدا! یہ سچ ہے۔ ابوبکر! میں تمہیں بھی رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔'' آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے انکار نہ کیا بلکہ فوراً اسلام قبول کر لیا۔ بتوں کا انکار کیا۔ شریکوں کو ٹھکرا دیا۔ اسلام کا اقرار کیا جب وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹے تو وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جسے بھی اسلام کی طرف دعوت دی اس میں تردد اور تاخر تھا سوائے ابوبکر صدیق کے۔ انہوں نے میری دعوت کو فوراً قبول کر لیا۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی نبوت کی علامات دیکھ لیں تھیں۔ آپ کی دعوت سے قبل ہی آپ کی شان رفیع کے بارے سن لیا تھا۔ انہوں نے پہلے اس میں غور وفکر کر لیا تھا جب آپ نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: ''رب تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ساتھ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس سے قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ انہوں نے چاند کو دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں اتر آیا ہے۔ پھر اسے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ کے سارے گھرانوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ ہر ہر گھرانہ میں اس کا ایک ایک ٹکڑا گرا ہے۔ پھر سارا جمع ہو کر ان کی گود میں آگیا ہے۔ انہوں نے بعض اہل کتاب کو یہ خواب سنایا۔ انہوں نے اس کی تعبیر کی کہ منتظر نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ ان کی اتباع کر لینا تم سارے لوگوں سے زیادہ سعادت مند بن جاؤ گے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے تردد نہ کیا۔

ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو بطور دلیل پیش کیا ہے:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة — فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا
خیر البریّة اتقاها و افضلها — بعد النبی و اوفاها بما حملا
و الثانی الثانی المحمود مشهده — و اوّل الناس منهم صدّق الرسلا

ترجمہ: ''جب تو کسی قابل اعتماد بھائی کے دکھ کو یاد کر کے روئے تو اپنے برادر محترم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی یاد کیا کرو جو کچھ انہوں نے کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ ساری مخلوق سے عمدہ، تقویٰ شعار اور افضل تھے۔ وہ اس ذمہ داری کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے جو انہوں نے اٹھائی، آپ دوسرے اور فرمانبردار ہیں۔ ان کا مشہد تعریف کے قابل ہے۔ وہ سارے لوگوں میں سے سب سے پہلے رسل عظام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔''

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت حسان کی اس تعریف کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا اور آپ خاموش رہے۔ آپ نے انکار نہ فرمایا۔ اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابراہیم النخعی نے کہا ہے یہ سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اسلام قبول کیا۔ (امام احمد) ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام نخعی کا یہ قول جمہور اہل السنۃ کے نزدیک مشہور ہے۔

امام الطبری نے ابن صلاح کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بہتر ہے کہ ساری روایات میں تطبیق کی جائے۔ یوں کہا جائے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ نابالغ بچوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق پہلے عربی شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ یہ متفق امر ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی پر حضرت علی اور دیگر حضرات کا یہ قول محمول کیا جائے گا: ''مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق نے اسلام قبول کیا'' یعنی بالغ مردوں میں سے۔''

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے خیثمہ نے فضائل صحابہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت ابو بکر صدیق مجھ سے چار امور میں سبقت لے گئے۔ میں ان میں کسی میں بھی سبقت نہ لے جاسکا۔ (۱) وہ اسلام ظاہر کرنے میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ (۲) انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی۔ (۳) غار ثور میں آپ کی رفاقت اختیار کی۔ (۴) نماز ادا کی۔ میں اس وقت گھاٹی میں نماز ادا کرتا تھا۔ وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے۔ میں اسے مخفی رکھتا تھا۔''

بعض محققین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام قبول کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ورقہ بن نوفل نے اسلام قبول کیا۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ کی نبوت کو پایا تھا لیکن رسالت کو نہیں پایا تھا لیکن یہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: ''آپ کو بشارت ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کی بشارت حضرت ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کی مثل پر ہیں۔ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ اگر میں نے وہ وقت پالیا تو میں آپ کے ساتھ جہاد کروں گا۔" اس سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی تھی۔"

علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت خالد بن سعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہما سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔"

❁❁❁

تیسرا باب

سابقین الاولین

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ ان کی قوم ان سے محبت کرتی تھی۔ وہ قریش میں سب سے زیادہ قریش کے سب کو جانتے تھے وہ سب سے زیادہ قریش میں سے خیر اور شر سے آگاہ تھے۔ وہ ایک تاجر انسان تھے خصائل حمیدہ اور اوصاف سنیہ کے مالک تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آتے تھے ان کی تجارت، علم اور حسن معاملہ کی وجہ سے ان سے پیار کرتے تھے۔ وہ اپنی قوم کے قابل اعتماد لوگوں کو دعوت اسلام دینے لگے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے کہ درج ذیل افراد نے ان کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ (۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۲) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ۔ جب حضرت صدیق اکبر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا تو نوفل بن خویلد نے انہیں پکڑا اور ایک رسی سے باندھ دیا۔ بنو تیم نے اسے منع نہ کیا۔ یہ نوفل قریش کا شیر کہلاتا تھا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو "القرینین" کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: "مولا! ہماری طرف سے ابن عدویہ کو کافی ہو جا۔" یہ سارے حضرات بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ انہیں قرآن پاک سنایا۔ انہیں اسلام کے حق ہونے کے بارے بتایا۔ اس عزت کے بارے بتایا جس کا رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا۔ یہ سارے خوش بخت افراد اسلام لے آئے۔ انہوں نے اسلام کے حق ہونے کا اقرار کر لیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "یہ آٹھ افراد وہ خوش قسمت ہیں جو اسلام لانے میں سبقت لے گئے۔ انہوں نے نماز پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ وہ آپ کے پیغام ابدی پر ایمان لائے۔ امام بخاری نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ کے ہمراہ پانچ مرد، دو عورتیں اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھے۔"

الحافظ نے تحریر کیا ہے: "مردوں سے مراد حضرت بلال، زید بن حارثہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو راہِ خدا میں اذیت دی جاتی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔ امیہ نے انہیں اذیتیں دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ پانچویں صحابی کون سے ہیں؟ بعض مفسرین نے ان سے مراد حضرت شقران کی ذات لی ہے۔ ابن السکن نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد گرامی کی طرف سے ان کے اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے وارث بنے تھے۔

بعض شارحین نے حضرت ابوفکیہہ کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ احتمال ہو سکتا ہے۔ شاید ان کے ہمراہ ان کے والد گرامی بھی ہوں۔ انہیں راہِ خدا میں اذیتیں دی جاتیں تھیں۔ دو خواتین سے مراد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

علامہ دمیاطی کی اتباع کرتے ہوئے بعض شیوخ نے لکھا ہے کہ ان سے مراد حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا ہیں لیکن یہ مؤقف واضح نہیں ہے۔ اگرچہ انہوں نے بھی پہلے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کا تذکرہ سابقین میں نہیں کیا جاتا۔ اگر اسی طرح ہوتا تو حضرت عباس کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو سابقین میں شمار کیا جاتا کیونکہ انہوں نے بھی اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا جب حضرت ام فضل نے اسلام قبول کیا تھا۔

اس حدیث پاک کی تشریح میں ابن اسحاق کے نزدیک آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا اگرچہ اس وقت بہت سے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے لیکن وہ اپنے رشتہ داروں سے اپنا اسلام چھپاتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے خود کو دیکھا۔ میں تیسرے نمبر پر اسلام لایا تھا۔ کسی اور نے اسلام قبول نہ کیا تھا مگر اسی دن جس دن میں نے اسلام قبول کیا تھا۔ میں سات روز تک ٹھہرا رہا۔ میں نے تیسرے نمبر پر اسلام قبول کیا۔''

الحافظ نے لکھا ہے: ''حضرت سعد کا یہ بیان ان کی آگہی کے مطابق ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جس نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا وہ اپنا اسلام چھپاتا تھا۔ شاید ان سے دو اور سے مراد حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تو قطعی طور پر اس وقت اسلام لا چکی تھیں۔ شاید انہوں نے مردوں کی تخصیص کی ہو۔

اس سے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عمار اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی روایات کو جمع کرنا ممکن ہے یا حضرت

سعد رضی اللہ عنہ کے فرمان کو بالغ آزاد مردوں پر محمول کیا جائے گا تا کہ مذکورہ غلام اس سے نکل سکیں یا وہ دوسرے افراد کے اسلام سے آگاہ نہ تھے۔ اسماعیلی کی روایت کے یہ الفاظ دوسرے قول کی تائید کرتے ہیں "ما اسلم احد قبلی" امام بخاری کی روایت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے لیکن یہ مشکل امر ہے کیونکہ ان سے پہلے ایک جماعت اسلام لا چکی تھی۔ ابن مندہ نے لکھا ہے کہ ان کے فرمان "جس روز میں نے اسلام قبول کیا تھا اس روز کسی اور نے اسلام قبول نہیں کیا تھا" میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ اس روز ان کے ساتھ اسلام لانے میں کسی نے شرکت نہ کی ہو جس روز انہوں نے اسلام قبول کیا ہو۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابتداء میں سات افراد نے اسلام کا اظہار کیا۔ (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (۶) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "پھر حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ نے اور ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد دس افراد نے اسلام قبول کیا۔ گیارہویں نمبر پہ حضرت عتبہ بن غزوان نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت الارقم بن ابی الارقم نے اسلام قبول کیا۔

پھر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوالحسن خیثمہ الاطرابلسی نے ان کے فضائل میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا چار افراد نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ پھر حضرت قدامۃ اور حضرت عبد اللہ نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی تھے، پھر حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت سعید بن زید دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ پھر حضرت اسماء، حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہم تو بعد میں پیدا ہوئیں تھیں۔ وہ اس وقت کیسے اسلام لا سکتی تھیں۔ ان کی ولادت چار نبوت کو ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمیر بن ابی وقاص، پھر حضرت خباب بن الارت، حضرت عبد اللہ بن مسعود، پھر حضرت مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہم دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ پھر حضرت سلیط بن عمرو، حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ، ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت سلامۃ، حضرت خنیس ابن حذافہ، عامر بن ربیعہ الغزی، حضرت عبد اللہ بن جحش، ان کے بھائی ابواحمد، حضرت جعفر طیار، ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت حاطب بن حبیب، ان کی زوجہ محترمہ فاطمۃ بنت المجلل، ان کے بھائی حضرت خطاب بن حارث، ان کی زوجہ محترمہ فکیھۃ بنت یسار، حضرت معمر بن حارث، حضرت سائب بن عثمان بن مظعون، حضرت مطلب بن ازہر، ان کی زوجہ محترمہ رملۃ بنت عوف، حضرت نعیم بن عبد اللہ، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت خالد بن سعید بن عاصی، ان کی زوجہ محترمہ

حضرت امینہ بنت خلف، حضرت خاطب بن عمرو، حضرت ابو خذیفہ، حضرت واقد بن عبد اللہ، حضرت خالد، حضرت عامر، حضرت عاقل، حضرت ایاس بنو بکر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب ابن سنان، حضرت عتبہ بن مسعود، حضرت ابو نجیح عمرو بن عتبہ، حضرت مازن بن مالک رضی اللہ عنہم نے اسلام کا اجالا پالیا۔

امام بخاری، امام مسلم اور برقانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ نے حضرت عمرو بن عتبہ سے کہا: "آپ کس چیز کی وجہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے چوتھے نمبر پر اسلام قبول کیا۔" انہوں نے فرمایا: "میں زمانہ جاہلیت میں سمجھتا تھا کہ لوگ کسی بھی چیز پر نہیں ہیں۔ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہے جو مختلف خبریں بتاتا ہے۔ میں اپنی سواری پہ سوار ہوا۔ میں اس شخص کے پاس پہنچ گیا۔ آپ اپنی قوم سے مخفی تھے۔ میں جستجو کرتے کرتے آپ تک پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں نبی ہوں۔" میں نے پوچھا: "نبی کیا ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے رب تعالیٰ نے بھیجا ہے۔" میں نے پوچھا: "اس نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس نے مجھے صلہ رحمی، بت توڑنے، رب تعالیٰ کی توحید بیان کرنے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔" میں نے عرض کی: "آپ کی دعوت کس نے قبول کی ہے؟" آپ نے فرمایا: "ایک آزاد اور ایک غلام نے۔" اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تھے۔

ابو عمر نے حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی السابقین الاولین میں کیا ہے۔ حاکم نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے چوتھے نمبر پر اسلام قبول کیا۔ مجھ سے قبل تین افراد ایمان لا چکے تھے۔ میں نے چوتھے نمبر پر اسلام قبول کیا۔" حضرت ابو عمر نے لکھا ہے: "یہ دونوں یعنی حضرت ابو نجیح اور حضرت ابو ذر اپنی قوم کے پاس چلے گئے تھے۔" حضرت ابو ذر کے بھائی حضرت انیس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

چوتھا باب

حضرت ابوذر اور ان کے بھائی حضرت انیس کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ابو داؤد طیالسی اور امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن صامت سے اور حضرت امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن صامت نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے! میں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے سے تین سال قبل نماز پڑھتا تھا۔" میں نے پوچھا: "کس کے لیے؟ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے لیے۔" میں نے پوچھا: "آپ منہ کس طرف کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "جہاں میرا رب میرا منہ کر دیتا۔ میں نماز عشاء پڑھتا۔ جب رات کا آخری وقت آتا تو میں خود کو پھینک دیتا گویا کہ میں چادر ہوتا۔ حتیٰ کہ دھوپ مجھ پر غلبہ پا لیتی۔ میرے بھائی انیس نے مجھے کہا: "مجھے مکہ مکرمہ میں ایک ضروری کام ہے۔ تم میری بھی کفایت کرو۔" وہ چلے گئے پھر واپس آ گئے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بنو غفار کا ایک شخص تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔" میں نے اپنے بھائی کہا: "اس شخص کے پاس جاؤ۔ اس سے گفتگو کرو۔ اس کے بارے خبر لے کر میرے پاس آ جاؤ۔" انیس گئے۔ وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ انہوں نے آنے میں دیر کر دی۔ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا: "تمہارے پاس کیا خبر ہے؟" انہوں نے کہا: "بخدا! میں نے اس پاکباز شخص کی زیارت کی ہے۔ جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے مکہ مکرمہ میں ایک شخص کو دیکھا ہے جو تمہارے دین پر ہے۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ اخلاق حسنہ کا حکم دیتے ہیں۔" میں نے پوچھا: "لوگ ان کے بارے کیا کہتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "لوگ انہیں شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔" حضرت انیس شاعر تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنیں ہیں۔ بخدا! ان کا کلام کاہنوں کے کلام جیسا نہیں۔ میں نے شعر کی اقسام پر بھی ان کا کلام پرکھا ہے۔ لیکن وہ کسی شاعر کے کلام سے ملاپ نہیں رکھتا۔ وہ شعر نہیں ہے بخدا! وہ سچے ہیں لوگ جھوٹے ہیں۔" میں نے بھائی سے کہا: "تمہاری اس خبر سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ تم دھیان رکھو۔ میں خود جا کر دیکھتا ہوں۔" انہوں نے ہامی بھر لی اور کہا: "اہل مکہ سے محتاط رہنا، وہ ان کے ساتھ بغض رکھتے ہیں وہ انہیں ناپسند کرتے ہیں۔" میں نے پانی سے لبریز مشکیزہ اٹھا لیا۔ دوسری روایت

میں ہے: ''میں نے توشہ دان لیا۔ اپنے عصا پکڑا میں نے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ میں مسجد حرام میں آیا۔ میں حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں تھا۔ میں نے پہلے آپ کو دیکھا ہوا نہ تھا۔ نہ ہی میں آپ کے بارے پوچھنا پسند کرتا تھا۔ حضرت ابن صامت کی روایت میں ہے: ''میں نے اہل مکہ میں سے کمزور شخص کو تلاش کیا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں تم صابی کہتے ہو؟'' اس نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا: ''صابی! صابی! وادی کے سارے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ وہ ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھے مارنے لگے۔ حتیٰ کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب میں اٹھا تو گویا کہ میں سرخ پتھر (بت) تھا۔ میں چشمہ زمزم کے پاس آیا۔ اپنا خون دھویا۔ اس کا پانی پیا۔ میں تین شب و روز تک وہیں ٹھہرا رہا۔ میں کھاتا بھی زمزم ہی تھا۔ میں موٹا ہو گیا حتیٰ کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں نکل آئیں۔ مجھے بھوک کی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ طواف کے دوران میرے پاس سے گزریں۔ میں نے انہیں کہا: ''ان میں سے ایک سے دوسرے کی شادی کر دو۔'' وہ اپنے قول سے واپس نہ ہوئیں وہ میرے پاس آئیں۔ میں نے ان سے کہا: ''یہ تو لکڑی کی مانند ہیں۔'' وہ دونوں چلی گئیں وہ کہہ رہی تھیں: ''کاش! یہاں کوئی ہوتا جس سے ہم مدد مانگ سکتیں۔'' رستہ میں انہیں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''انہوں نے ایسی بات کی ہے جو منہ کو بھر دیتی ہے۔''

حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے حجر اسود کو استلام کیا۔ آپ نے اور آپ کے یارِ غار نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے یوں سلام عرض کیا: ''السلام علیك یا رسول الله! اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله'' میں نے چہرہ انور پر خوشی کے اثرات دیکھ لیے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے سب سے پہلے آپ کو اسلام کا سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ! پھر فرمایا ''کون ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں بنو غفار میں سے ایک شخص ہوں۔ آپ نے اپنا دست اقدس اپنے چہرہ انور پر رکھ لیا۔ میں نے دل میں کہا: ''میرا قبیلہ بنو غفار کی منسوب ہوتا شاید آپ کو ناگوار گزرا ہے۔ میں آپ کا دست اقدس پکڑنا چاہا۔ حضرت یار غار رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ روک لیا۔ وہ آپ کے بارے مجھ سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ پھر آپ نے سر اقدس اٹھایا۔ فرمایا: ''اس جگہ کب سے ہو؟ میں نے عرض کی: ''میں اس جگہ تین شب و روز گزر چکے۔'' فرمایا: ''تمہیں کون کھلاتا ہے؟ میں نے عرض کی: ''آب زمزم کے علاوہ میرا اور کچھ کھانا پینا نہ تھا۔ حتیٰ کہ میرے پیٹ کی شکنیں نکل آئیں ہیں۔ مجھے بھوک کی کمزوری بھی محسوس نہیں ہو رہی۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ مبارک پانی ہے۔ یہ کھانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یہ مرضوں سے شفاء بھی ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو

گیا۔ میں آپ کو نہیں جانتا تھا۔ آپ کے بارے کسی سے پوچھنا بھی ناپسند تھا۔ میں آب زمزم پیتا رہا۔ میں مسجد میں رہا۔ میں لیٹ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے فرمایا: "لگتا ہے یہ مسافر ہے۔" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے فرمایا: "میرے ہمراہ میرے گھر چلو۔" میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ نہ انہوں نے کچھ پوچھا۔ نہ ہی میں نے کچھ بتایا۔ وقت صبح میں نے اپنا مشکیزہ اور سامان لیا اور مسجد میں آ گیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھنے لگا لیکن مجھے کسی نے آپ کے بارے نہ بتایا۔ میں نے وہ سارا دن گزار دیا۔ رات آ گئی۔ میں اسی جگہ لیٹ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے انہوں نے فرمایا: "کیا اس شخص کو ابھی تک اپنی منزل کا پتہ نہیں چلا۔" میں نے کہا: "نہیں" انہوں نے فرمایا: "میرے ہمراہ آ جاؤ۔" میں ان کے ہمراہ گیا۔ نہ انہوں نے کچھ پوچھا۔ نہ ہی میں نے کچھ بتایا۔ تیسرے روز بھی اسی طرح ہوا میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تم اس شہر میں کیوں آئے ہو؟" میں نے کہا: "اگر آپ میرا راز چھپائیں تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔" دوسری روایت میں ہے: "اگر آپ عہد اور وعدہ کریں کہ میری راہ نمائی کریں گے تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔" آپ نے وعدہ کیا۔ میں نے انہیں ساری بات بتا دی۔ انہوں نے یہ فرمایا: "تم ہدایت پا گئے ہو بلاشبہ وہ حق پر ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وقتِ صبح تم میرے پیچھے چلنا۔ اگر مجھے کوئی خطرہ نظر آیا تو میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں پانی انڈیل رہا ہوں" دوسری روایت میں ہے "میں دیوار کے ساتھ لگ جاؤں گا گویا کہ میں اپنا جوتا درست کر رہا ہوں۔ تم وہاں سے گزر جانا۔ حتیٰ کہ تم میرے ساتھ کاشانہ اقدس میں داخل ہو جاؤ۔" وہ چلے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ حتیٰ کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ میں اُن کے ساتھ حاضر خدمت ہو گیا۔ میں نے آپ سے عرض کی: "آپ مجھ پر اسلام پیش کریں۔" آپ نے اسلام پیش کیا۔ میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "ابوذر! اس امر کو مخفی رکھنا۔ اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ۔ میرے معاملہ کے بارے انہیں بتاؤ۔ جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو ہمارے پاس آ جانا۔ میں نے عرض کی: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں ان کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کروں گا۔"

میں وہاں سے نکلا میں مسجد حرام میں آیا۔ وہاں قریش موجود تھے۔ میں نے بآواز بلند کیا: "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله" قریش نے کہا: "اس صابی کی خبر لو۔" پوری قوم اٹھ کھڑی ہوئی انہوں نے مجھے مارنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ میں لیٹ گیا۔ حضرت عباس نے مجھے پا لیا۔ وہ مجھ پر جھکے انہوں نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! کیا تم نہیں جانتے یہ بنو غفار کا ایک شخص ہے۔ تمہاری تجارتی شاہراہ وہیں سے گزرتی ہے۔" وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

دوسری صبح بھی میں نے اسی طرح کیا۔ قریش نے مجھے اسی طرح مارا حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے چھوڑایا۔ حضرت ابن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آج

شام کا کھانا میرے گھر تناول فرمائیں۔" حضور ﷺ روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا۔ انہوں نے ہمیں طائف کے کشمش کھلائے۔ میں نے پہلی بار یہ پھل کھایا تھا۔ پھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "کھجوروں والی سرزمین میرے لیے آشکارا ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ یثرب (مدینہ منورہ) ہی ہے کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو پیغام حق دو گے۔ شاید رب تعالیٰ تمہاری وجہ سے انہیں فائدہ دے اور تمہیں اس کا اجر دے۔"

میں انیس کے پاس آ گیا۔ انہوں نے پوچھا: "تم نے کیا کیا ہے؟" میں نے کہا: "میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کر دی ہے۔" انہوں نے کہا: "میں بھی تمہارا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کر دی ہے۔" پھر ہم اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے بھی فرمایا: "میرا وہی دین ہے جو تمہارا دین ہے۔"

میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کر دی ہے۔" ہم نے اپنا سامان اٹھایا۔ اپنی قوم کے پاس آئے ان میں سے نصف نے اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے نصف نے اس وقت اسلام لانے کا وعدہ کر لیا جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو بقیہ نصف نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بنو اسلم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! جن شرائط پر ہمارے بھائیوں نے اسلام قبول کیا ہے انہی پر ہم بھی اسلام لاتے ہیں۔" ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: بنو غفار کو رب تعالیٰ معاف کر دے۔ بنو اسلم کو رب تعالیٰ سلامت رکھے۔

تنبیہات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر کی حضور ﷺ سے ملاقات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے ہوئی تھی۔ حضرت ابن صامت کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رات کے وقت طواف کے دوران حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ سے ملاقات کی ہو پھر طواف کے دوران آپ سے ملاقات کر لی ہو۔ یا اس کے برعکس ہو۔ ان میں سے ہر ایک نے وہ یاد کر لیا ہو جو دوسرے نے یاد نہ کیا ہو۔

❷ المفھم میں ہے کہ ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا بہت تکلف ہے۔ خصوصاً جبکہ حضرت عبداللہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر وہیں تین روز تک رہے ان کے پاس زادِ راہ نہ تھا۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ان کے پاس زادراہ اور مشکیزہ تھا۔

الحافظ نے لکھا ہے: "ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں زادِ راہ سے مراد وہ سامانِ سفر ہو جو انہوں نے روانگی کے وقت ساتھ لیا ہو۔ جو مکہ مکرمہ میں اقامت کے دوران ختم ہو گیا ہو اس مشکیزہ میں وہ پانی تھا جسے وہ حالتِ سفر میں استعمال کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران انہیں اس کے پانی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تو انہوں نے اسے پھینک دیا۔ امام بخاری کی وہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جسے انہوں نے حضرت ابوقتیبہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے پہلے آپ کو دیکھا ہوا نہ تھا۔ میں آپ نے بارے کسی سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں زمزم پیتا رہا اور مسجد میں ٹھہرا رہا۔"

❁❁❁

پانچواں باب

دار ارقم میں جانے کا سبب

حضور ﷺ دار ارقم بن ابی ارقم میں تشریف لے گئے۔ وہاں اپنی قوم سے چھپ کر عبادت کرتے رہے۔ مسلمان بھی آپ کے ساتھ وہیں ہی تھے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد چالیس ہوگئی۔ ان کے آخر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب ان کی تعداد چالیس ہوگئی تو وہ دار ارقم سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہم اپنا دین کیوں مخفی رکھیں جبکہ مشرکین باطل پر ہو کر اپنے دین کا اظہار کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "عمر! ہم تعداد میں کم ہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں جس جس محفل میں بھی حالت کفر میں بیٹھا کرتا تھا اب میں ہر اس محفل میں اپنے ایمان کا اظہار ضرور کروں گا۔"

حافظ ابن خیثمہ طرابلسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۳۸ ہوگئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اصرار کیا کہ وہ ایمان کا اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا: "ابو بکر! ہم تعداد میں کم ہیں۔" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ حضور ﷺ اس امر پر راضی ہو گئے۔ مسلمان مسجد حرام کی اطراف میں بکھر گئے۔ ہر شخص اپنے اپنے قبیلہ کی محفل میں جا بیٹھا۔ حضرت ابو بکر صدیق بطور خطیب لوگوں میں کھڑے ہو گئے۔ یہ پہلے خطیب تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ مشرکین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے مسجد کی اطراف میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مارا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو روندھا گیا۔ انہیں شدید مارا گیا۔ عتبہ بن ربیعہ ان کے قریب ہوا اور اپنے جوتوں سے انہیں مارنے لگا۔ انہیں اتنا مارا گیا کہ ان کے چہرے پر ان کی ناک نظر نہیں آتی تھی۔ بنو تیم آگئے۔ مشرکین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دور ہو گئے۔ بنو تیم انہیں ایک کپڑے میں اٹھا کر گھر لائے۔ انہیں ان کی وفات میں کوئی شک نہ تھا۔ بنو تیم واپس مسجد حرام میں آئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کر دیں گے۔" وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ابو قحافہ اور بنو تیم آپ سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے آخری حصہ میں انہوں نے جواب دیا۔ انہوں نے سب سے پہلے پوچھا: "حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے۔" یہ سن کر بنو

تیم چلے گئے۔ انہوں نے ان کی والدہ سے کہا: "انہیں کچھ کھلاؤ اور کچھ پلاؤ۔" تنہائی میں والدہ نے اصرار کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس پر ایک ہی جملہ تھا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟" انہوں نے کہا: "بخدا! مجھے تمہارے یارِ (غار) کا کوئی علم نہیں ہے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "حضرت ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور ان سے آپ کے متعلق پوچھو۔" وہ نکلیں حتیٰ کہ حضرت ام جمیل کے پاس گئیں۔ ان سے کہا: "ابوبکر تم سے پوچھ رہے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیاحال حال ہے؟ حضرت ام جمیل نے کہا: "میں کسی ابوبکر اور کسی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں جانتی۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے ہمراہ ابوبکر صدیق تک جانے کے لیے تیار ہوں۔" انہوں نے کہا: "ضرور! حضرت ام جمیل ان کے ہمراہ آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کرب ناک حالت میں پایا۔ ان کی حالت دیکھ کر حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا کی چیخیں نکل گئیں۔ انہوں نے کہا: "جس قوم نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ فاسق و فاجر ہے۔ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ ان سے ضرور انتقام لے گا۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ کی والدہ سن رہی ہیں" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان کی موجودگی کوئی حرج نہیں" حضرت ام جمیل: "آپ صحیح و سالم خیریت سے ہیں۔" حضرت صدیق اکبر: آپ کہاں ہیں؟ حضرت ام جمیل: آپ دار ارقم میں جلوہ افروز ہیں۔ حضرت صدیق اکبر: بخدا! میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ ہی کچھ پیوں گا حتیٰ کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں" ہم نے صبر کیا۔ جب لوگ پرسکون ہو گئے تو ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے۔ آپ ہمارے ساتھ ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر انہیں بوسے دینے لگے۔ مسلمان بھی ان پر جھکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور میں ان کے لیے رقت پیدا ہو گئی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اب مجھے کوئی تکلیف نہیں مگر چہرے کے زخم درد کر رہے ہیں۔ یہ میری امی ہیں جنہوں نے اپنے لخت جگر کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔ آپ بابرکت ہیں شاید آپ کے طفیل رب تعالیٰ انہیں آتش جہنم سے بچا لے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی۔ انہیں رب تعالیٰ کی طرف بلایا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ دار ارقم میں ایک ماہ تک ٹھہرے رہے۔ اس وقت ان کی تعداد ۳۹ تھی۔ جس روز مشرکین نے سیدنا صدیق اکبر کو مارا اسی روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے لیے یا ابوجہل کے لیے دعا مانگی۔ آپ نے بدھ کے روز یہ دعا مانگی جمعرات کے روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہم اپنا دین کس لیے مخفی رکھیں...... لیکن اس جگہ حضرت عمر فاروق کے اسلام کا تذکرہ عجب سا لگتا ہے کیونکہ انہوں نے حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: "پھر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ اسلام کا تذکرہ مکہ مکرمہ میں پھیل گیا اور لوگ اس کے بارے گفتگو کرنے لگے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے اپنی قوم سے چھپ کر نماز ادا فرما لیتے اسی اثنا میں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ہمراہ تھے کہ اچانک مشرکین کا ایک گروہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت مسلمان نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ ان کے عیب نکالے۔ حتیٰ کہ ان میں باہم لڑائی ہونے لگی۔ اس دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو اونٹ کے جبڑے دے مارے۔ اس سے وہ زخمی ہو گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔

چھٹا باب

اعلانیہ تبلیغ کا حکم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (الحجر: ۹۴)

ترجمہ: ''سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔''

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: ''اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔''

ابن سعد نے حضرت عبد الرحمان بن قاسم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ پیغام حق کا واضح اعلان کر دیں جو رب تعالیٰ کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔ آپ لوگوں میں اعلانیہ تبلیغ فرمائیں۔ رب تعالیٰ کی طرف انہیں بلائیں، نبوت کے تین سال تک آپ نے مخفی تبلیغ فرمائی۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم دے دیا۔

حضرت جعفر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ پر بہت گراں گزرا۔ ایک ماہ تک آپ اپنے گھر میں ہی تشریف فرما رہے۔ حتیٰ کہ آپ کی پھوپھیوں نے سمجھا کہ شاید آپ بیمار ہیں وہ آپ کی عیادت کے لیے آئیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے کوئی مرض نہیں ہے بلکہ مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں بنو عبد المطلب کو جمع کروں اور انہیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دوں۔'' پھوپھیوں نے عرض کی: سب کو جمع فرما لیں لیکن ابولہب کو نہ بلائیں۔ وہ آپ کو مناسب جواب نہ دے گا۔'' یہ کہہ کر پھوپھیاں چلی گئیں۔ بوقت صبح حضور ﷺ نے بنو عبد المطلب کی طرف پیغام بھیجا وہ سب حاضر ہو گئے ان کے ہمراہ بنو عبد مناف کے بعض افراد بھی تھے۔

وہ سارے پینتالیس (۴۵) افراد تھے۔ جب وہ سارے جمع ہو گئے تو ابولہب نے کہا: ''یہ آپ کے چچا اور چچا زاد ہیں۔ ان سے جو چاہیں گفتگو کریں لیکن نماز ترک کر دیں۔ جان لیں کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ ہم سارے عرب سے ٹکر لے سکیں۔ پسندیدہ امر تو یہ ہے کہ آپ کا خاندان اور آپ کے رشتہ دار آپ کو اس کام سے روک دیں۔ یہ اس امر سے آسان

ہے کہ آپ اپنے اس کام میں مشغول ہو جائیں قریش کے قبائل آپ پر ٹوٹ پڑیں۔سارا عرب ان کی مدد کرے۔اے میرے بھتیجے! میں دیکھتا ہوں کہ اپنی قوم کے لیے اتنی شرانگیز چیز لے کر اور کوئی نہیں آیا جتنی شرانگیز چیز آپ اپنی قوم کے لیے لے کر آئے ہیں۔"

حضور ﷺ خاموش رہے۔آپ نے اس محفل میں گفتگو نہ کی۔کئی ایام تک آپ ٹھہرے رہے۔آپ یہ ابولہب کا کلام گراں گزرا۔حضرت جبرائیل امین آپ پر نازل ہوئے۔رب تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونے کے لیے عرض کی۔آپ نے دوسری بار ان کو جمع کیا۔رب تعالیٰ کی تعریف یوں فرمائی:

الحمد لله احمده و استعينه و اومن به وا توكل عليه و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له۔

پھر فرمایا:"کوئی شخص اپنے اہلِ خانہ سے جھوٹ نہیں بولتا۔اگر میں (بفرض محال) سارے لوگوں سے جھوٹ بول دوں پھر بھی تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔میں بالخصوص تمہاری طرف اور بالعموم سارے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔بخدا! تم اس طرح مر جاؤ گے جس طرح تم سو جاتے ہو پھر تمہیں اس طرح اٹھایا جائے گا جس طرح تم جاگتے ہو۔تم کچھ تم کرو گے اُن کے بارے تمہارا محاسبہ ہو گا۔احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں اور برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دیا جائے گا۔یا پھر ہمیشہ کے لیے جنت یا پھر ابدی جہنم نصیب ہو گی۔تم پہلے لوگ ہو جنہیں میں ڈرا رہا ہوں۔میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جو دشمن کو دیکھ لے۔اسے خدشہ ہو کہ کہیں دشمن اس سے قبل نہ پہنچ جائے۔وہ دور سے ہی صدا دینے لگے:"جاگو! جاگو!"

ساری قوم نے نرم جواب دیا۔مگر ابولہب نے کمینگی کا اظہار کیا۔اس نے کہا:"بنو عبد المطلب! یہی چیز ہمارے لیے رسوائی کا سبب بنے گی۔ان کا ہاتھ پکڑ لو۔قبل اس کے کہ کوئی اور آ کر ان کا ہاتھ پکڑ لے۔اگر اس وقت تم نے انہیں ان کے سپرد کر دیا تو تم ذلیل ہو جاؤ گے۔اگر تم نے ان کا دفاع کیا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔جناب ابو طالب نے کہا: "بخدا! جب تک ہم زندہ ہیں۔ہم ان کا دفاع کرتے رہیں گے۔"

حضرت صفیہ نے ابولہب سے کہا:"اے بھائی! کیا یہ بات تجھے زیب دیتی ہے کہ تم اپنے بھتیجے اور ان کے دین کو رسوا کرو۔بخدا! لوگ لگاتار بتاتے آئے ہیں کہ حضرت عبد المطلب کی نسل سے ایک نبی پیدا ہوں گے۔بخدا! یہ وہی نبی محترم ﷺ ہیں۔" ابولہب نے کہا:"یہ باطل ہے۔یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں یہ پردہ نشیں عورتوں کی باتیں ہیں۔جب قریش کے سارے قبائل تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور سارا عرب بھی ان کے ہمراہ نہ ہو گا اس وقت ان کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے ہمارے پاس کیا طاقت ہو گی۔اس وقت ہم ان کا ایک لقمہ ہی ہوں گے۔" امام بخاری، امام مسلم، علامہ

بلاذری نے حضرت ابن عباس وغیرہم سے روایت کیا ہے جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی: وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء: ۲۱۴) تو حضور اکرم ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اس کی چوٹی پر چڑھ کر صدا دی۔ اے لوگو! لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا: "یہ کون ہے؟ جو شخص وہاں خود نہ جا سکا اس نے اپنا نمائندہ وہاں بھیج دیا تا کہ وہ دیکھے کہ وہاں کیا ہے؟ ابولہب اور قریش آئے۔ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اگر تم سے کہوں کہ گھڑ سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: "بلاشبہ ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے کبھی نہیں سنا۔"

آپ نے فرمایا: "اے گروہِ قریش! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اے بنو عبد مناف! خود کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو عبد شمس خود کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو کعب بن لوئی آتش جہنم سے خود کو بچاؤ۔ میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اے عباس رسول اللہ ﷺ کے چچا، خود کو آگ سے بچائیں۔ میں رب کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اے صفیہ، حضور ﷺ کی پھوپھو، اے فاطمہ، خاتون جنت! خود کو آگ سے بچاؤ۔ میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔"

ابولہب نے کہا: "تم برباد ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔" اس وقت سورۃ تبت یدا ابی لهب نازل ہوئی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے بنو عبد المطلب! بخدا! میں کسی جوان کو نہیں دیکھتا جو اتنی عمدہ چیز لے کر تمہارے پاس آیا ہو جتنی بہترین چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کا امر لے کر آیا ہوں۔"

ابن سعد، امام بیہقی، ابو نعیم وغیرہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا: "جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾ (الحجر: ۹۴) تو آپ نے فرمایا: "علی! ہمارے لیے بکری کی ران اور ایک صاع غلہ بطور کھانا پکاؤ۔ دودھ کا بڑا پیالہ تیار کرو۔ پھر بنو عبد المطلب کو بلا لو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اسی طرح کیا قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ اس وقت ان کی تعداد کم و بیش چالیس تھی۔ ان میں آپ کے چچا، ابو طالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابولہب بھی تھے۔ میں نے وہ پیالہ ان کے سامنے پیش کیا حضور ﷺ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔ آپ نے اسے اپنے دندان مبارک سے چیرا پھر اسے پیالے کی اطراف میں بکھیر دیا۔ فرمایا: "رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" وہ سارے لوگ کھانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔ ان کی انگلیوں کے نشانات نظر آتے تھے بلکہ وہ اتنا کھانا تھا جسے صرف ایک شخص کھا سکتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: "ان لوگوں کو پلاؤ" میں

دودھ کا پیالہ لے آیا۔ انہوں نے وہ دودھ پیا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔ بخدا! اس پیالے سے صرف ایک شخص سیراب ہو سکتا تھا۔ جب حضور ﷺ نے گفتگو کا ارادہ کیا تو ابولہب بول پڑا: "تمہارے صاحب نے کتنا اچھا جادو کیا ہے۔" لوگ منتشر ہو گئے حضور ﷺ نے ان سے بات نہ کی۔ دوسرے روز آپ نے فرمایا: "علی! کل کی طرح کا کھانا تیار کرو۔" میں نے اسی طرح کھانا تیار کیا۔ حضور ﷺ نے اسی طرح کیا جس طرح کل کیا تھا۔ لوگوں نے جی بھر کر کھایا۔ پھر فرمایا: "اے بنو عبد المطلب! بخدا! میں کسی جوان کو نہیں جانتا جو اتنا عمدہ پیغام لے کر آیا ہو جتنا عمدہ پیغام میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کا معاملہ لے کر آیا ہوں۔ اس امر پر میری مدد کون کرے گا؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "یارسول اللہ! اگرچہ میں ساری قوم سے کم عمر ہوں۔" سارے لوگ خاموش رہے۔ پھر انہوں نے کہا: "اے ابو طالب! کیا تم اپنے بیٹے کو نہیں دیکھ رہے؟ انہوں نے کہا: "اسے چھوڑ دو۔ یہ اپنے بھائی سے صرف خیر ہی پائے گا۔"

ساتواں باب

وفد قریش

امام زہری اور ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''جب حضور ﷺ نے اپنی قوم کو اعلانیہ اسلام کی تبلیغ کی اور اسی طرح انہیں پیغامِ حق سنایا جس طرح کہ رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا تو آپ کی قوم نے اسے عجیب نہ سمجھا نہ ہی اس کی تردید کی۔ حتیٰ کہ آپ نے ان کے معبودان باطلہ کا ذکر کیا اور ان کے عیب نکالے۔

امام عتقی نے لکھا ہے: ''یہ نبوت کا چوتھا سال تھا'' جب آپ نے ان کے معبودان باطلہ کے عیوب نکالے تو انہیں عجیب لگا۔ انہوں نے آپ سے عداوت اور مخالفت پر اتفاق کر لیا۔ مگر رب تعالیٰ نے جسے اسلام لانے کی توفیق دی۔ ان کی تعداد قلیل تھی۔ وہ سارے مخفی تھے۔

جناب ابو طالب نے آپ کی بھرپور مدد کی۔ انہوں نے آپ کا دفاع کیا۔ حضور ﷺ اسلام کی تبلیغ اعلانیہ فرمانے لگے۔ کوئی چیز آپ کو اس تبلیغ سے نہ روک سکی۔ جب قریش نے دیکھا کہ کوئی چیز بھی آپ کو تبلیغ حق سے نہیں روک سکتی اور آپ ان کے معبودانِ باطلہ کے عیوب نکال رہے ہیں اور جناب ابو طالب بھی آپ کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کو ان کے سپرد نہیں کر رہے تو ان کے چند افراد سردار، جناب ابو طالب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا ''ابو طالب! تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے ہمارے دین کے عیب نکالتے ہیں۔ ہماری عقول کا نادان کہتا ہے۔ ہمارے آباء کو گمراہ کہتا ہے۔ تم یا تو انہیں روک لو یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ تم بھی اسی دین پر ہو جس پر ہم ہیں۔ ہم انہیں کافی ہو جائیں گے۔'' جناب ابو طالب نے انہیں نرم لہجہ سے سمجھایا اور انہیں عمدہ طریقے سے ٹال دیا۔ سردارانِ قریش واپس چلے گئے۔ حضور ﷺ اپنے کام میں مصروف رہے۔ رب تعالیٰ کے دین حق کا اظہار کرتے رہے۔ رب تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے پھر آپ کے اور قریش کے تعلقات کشیدگی اختیار کرتے گئے حتیٰ کہ لوگوں میں باہمی دوری پیدا ہو گئی ان میں کینہ اور بغض پیدا ہو گیا۔ قریش میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر پھیل گیا۔ قریش نے لوگوں کو آپ کے خلاف اکسایا۔ لوگوں کو آپ کی دشمنی کی ترغیب دی۔

سردارانِ قریش ایک بار پھر جناب ابو طالب کے پاس گئے۔ انہوں نے ان سے کہا: ''ابو طالب! آپ عمر میں سب سے زیادہ ہیں۔ مقام منصب میں آپ رفیع ہیں۔ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو روک دیں مگر آپ نے

اسے نہ روکا بخدا! ہم صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباء کو کوئی برا بھلا کہے۔ ہماری عقول کو نادان کہا۔ ہمارے معبودان (باطلہ) کے عیوب نکالے۔ آپ اسے روک دیں ورنہ ہم آپ سے اور ان سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ ہم میں سے ایک فریق ختم ہو جائے۔" پھر وہ واپس آجائے۔ جناب ابو طالب پر ان کی قوم کا یہ فراق اور عداوت گراں گزری وہ نہ تو حضور اکرم ﷺ کو ان کے سپرد کر سکتے تھے نہ ہی آپ کو رسواء کر سکتے تھے۔ انہوں نے آپ کو بلا بھیجا۔ آپ سے کہا: "اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی تھی۔ انہوں نے مجھے اس طرح کہا ہے۔ آپ خود پر بھی رحم کریں۔ مجھ پر بھی ترس کریں مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالیں جسے میں اٹھا نہ سکوں۔" حضور ﷺ نے سمجھا کہ شاید جناب ابو طالب نے اپنی رائے تبدیل کر دی ہے۔ وہ آپ کو مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ وہ آپ کی مدد کرنے اور اعانت کرنے سے کمزور دکھانے لگے ہیں۔ آپ نے چچا سے فرمایا: "چچا جان! بخدا! اگر یہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں دستِ اقدس پر رکھ دیں تا کہ میں اس تبلیغ سے کنارہ کش ہو جاؤں بخدا! میں اسے ترک نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ یا تو رب تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دے یا میرا وصال ہو جائے" پھر آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ جب آپ جانے لگے تو جناب ابو طالب نے آپ کو بلایا اور کہا: "آپ جائیں۔ جیسے چاہیں تبلیغ کریں۔ بخدا! میں آپ کو کبھی بھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔" پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم　　حتی اوسد فی التراب دفینا

ترجمہ: "بخدا! یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ مجھے زمین کے اندر مدفون کر دیا جائے۔"

فاقض لامرک ما علیک غضاضۃ　　و ابشر و قرّ بذاک منک عیوناً

ترجمہ: "آپ جیسے چاہیں تبلیغ کریں، آپ پر کوئی حرج نہیں آپ کو بشارت ہو اور اس کے ساتھ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

و دعوتنی و زعمت انک ناصحی　　فلقد صدقت و کنت ثم امینا

ترجمہ: "آپ نے مجھے بھی دعوت دی میرا گمان ہے آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ امین بھی ہیں۔"

لو لا الملامۃ او حذاری سبۃ　　لو جدتنی سمحا بذاک مبیناً

ترجمہ: "اگر میری اس احتیاط کو ملامت یا عار نہ سمجھا جاتا تو آپ مجھے اس ضمن میں بہت فیاض پاتے۔"

"الروض الانف" میں ہے "حضور ﷺ نے عرب المثل بیان کرتے وقت سورج اور چاند کو مختص فرمایا۔ آپ نے دائیں ہاتھ کے ساتھ سورج کو مختص فرمایا کیونکہ یہ ایک روشن نشانی ہے۔ چاند کو بائیں ہاتھ کے ساتھ مختص فرمایا کیونکہ اس کا نور

سورج کی روشنی کی طرح واضح نہیں ہے۔ آپ نے ان دونوں کو ضرب المثل کے لیے مختص کیا کیونکہ ان کا نور محسوس ہے۔
آپ رب تعالیٰ کے حریم ناز سے بھی نور ہی لے کر آئے۔ ارشاد فرمایا:

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَهٗ۔ (التوبۃ ۳۲)

ترجمہ: "(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو۔"

بلاغت نبویہ کا تقاضا یہی تھا کہ جب کفار نے ارادہ کیا کہ آپ نور اعلیٰ کو ترک کر دیں تو اس کے مقابلہ میں نور ادنیٰ کو لایا جاتا۔ نیز یہ کہ آپ ان میں سے اعلیٰ کو دونوں ہاتھوں میں سے افضل کے ساتھ مختص فرماتے۔ اس سے مراد دایاں دست اقدس ہے یہ ایسی بلاغت ہے جس کی مثال نہیں لائی جا سکتی۔ اس میں ایسی حکمت کارفرما ہے جو کسی دانا پر مخفی نہیں ہے۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب قریش کو علم ہو گیا کہ جناب ابو طالب کسی صورت میں بھی آپ کو ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ اس کے لیے وہ ان سب کا فراق برداشت کرنے پر بھی تیار ہیں ان کی عداوت مول لینے پر بھی راضی ہیں تو وہ عمارہ بن ولید کو لے کر ان کی خدمت میں گئے۔ ان سے کہا: "ابو طالب! یہ عمارہ ہے۔ جو قریش کے سارے جوانوں میں سے بہادر ہے۔ سارے جوانوں سے حسین ہے۔ اسے لے لیں۔ اس کی دیت اور نصرت تمہارے لیے ہو گی۔ اسے اپنا بیٹا بنا لو۔ یہ تمہارا ہی ہو گا۔ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جس نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے تمہارے آباء کے دین کی مخالفت کی ہے۔ تمہاری قوم کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو نادان کہا ہے۔ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ تمہیں ایک آدمی کے بدلے آدمی مل جائے گا۔"

جناب ابو طالب نے کہا: "بخدا! تم میرے ساتھ کتنا برا سودا کر رہے ہو۔ تم مجھے اپنا بیٹا اس لیے دے رہے ہو تاکہ میں اس کی نشوونما کروں اور اپنا لختِ جگر تمہیں اس لیے دوں تاکہ تم اسے شہید کر دو۔ بخدا! اس طرح کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ کیا تم کسی اونٹنی کو دیکھا ہے کہ کسی دوسری اونٹنی کے بچے سے محبت کر رہی ہو۔"

مطعم بن عدی نے کہا: "ابو طالب! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اس لیے نجات دلانے کی کوشش کی ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ مگر تم اس میں سے کچھ بھی پسند نہیں کرتے۔" ابو طالب نے مطعم سے کہا "بخدا! انہوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ لیکن تو نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تو مجھے ضرور رسواء کرے گا۔ میرے خلاف قوم کی ضرور مدد کرے گا۔ تیرے لیے جو مناسب ہو وہ کر لے۔" پھر امر شدت اختیار کر گیا۔ لڑائی سخت ہو گئی۔ قوم نے سارے معاہدے توڑ دیے۔ وہ ایک دوسرے سے عداوت کرنے لگے۔ اس وقت جناب ابو طالب نے مطعم بن عدی اور ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے جنہوں نے آپ کے ساتھ عداوت رکھی ہوئی تھی:

الاقل لعمرو الولید و مطعم　　　الالیت حظّی من حیاطکم بکر

ترجمہ: "ارے! تم عمرو، ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ کاش! تمہارے ساتھ دشمنی کرنے کی وجہ سے مجھے ایک نوجوان اونٹ ہی مل جاتا۔"

من الخور خنجاب کثیر رغاءہٗ　　　یرش علی الساقین من بولہٖ قطر

ترجمہ: "جسے کمزوری نے پست قد بنا دیا ہو وہ بہت زیادہ بلبلاتا ہو اور پیشاب کے قطرات اس کی پنڈلی پر گر رہے ہوں۔"

تخلف خلف الورد لیس بلاحق　　　اذا ما علا الفیفاء قیل لہ و بر

ترجمہ: "اس کی ایک صفت یہ بھی ہو کہ وہ پانی پینے والے اونٹوں سے ہمیشہ پیچھے ہی رہے کبھی ان کے نہ مل سکے اسے بلی کہا جائے۔"

أرٰی اخوینا من ابینا و امنا　　　اذا سئلا قالا الی غیرنا الامر

ترجمہ: "میں اپنے دو سگے بھائیوں کو دیکھتا ہوں جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ معاملہ کسی اور کے پاس ہے۔"

بلی لھما و لکن تجرجما　　　کما جرجمت من راس ذی علق ضخر

ترجمہ: "بلکہ یہ معاملہ انہی کے ہاتھوں میں ہے مگر وہ اس طرح گرے ہیں جس طرح ذوعلق پہاڑ سے پتھر گرتا ہے۔"

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلاً　　　ھما نبذانا مثل ما نبذ الخمر

ترجمہ: "میں بنو عبد شمس اور بنو نوفل سے شکایت کناں ہوں۔ انہوں نے ہمیں انگارے کی طرح علیحدہ کر دیا ہے۔"

ھما اغمز للقوم فی اخویھما　　　فقد اصبحا منھم اکفھما صفر

ترجمہ: "انہوں نے اپنی قوم کو سرعام رسوا کیا لیکن اب وہ خالی ہاتھ ہو چکے ہیں۔"

ھما اشرکا فی المجد من لا ابالہ　　　من الناس إلّا ان یرش لہ ذکر

ترجمہ: "وہ بزرگی میں اس کے شریک ہیں جس کا باپ نہ ہو۔ مگر جبکہ اس کا ذکر مخفی کیا جائے۔"

و تیم و مخزوم و زھرۃ منھم　　　و کانوا لنا مولًی اذا بغی النصر

ترجمہ: "بنو تیم، بنو مخزوم اور بنو زہرۃ نے بھی اپنا تعلق انہی کے ساتھ جوڑ لیا ہے حالانکہ وہ اس وقت ہمارے

حلیف تھے جبکہ مدد کے لیے پکارا گیا۔"

فو اللہ ما تنفک منا عداوۃ ولا منھم ما کان من نسلنا شفر

ترجمہ: "بخدا! جب تک ہماری نسل میں ایک شخص بھی باقی ہے ان کے ساتھ ہماری عداوت اسی طرح باقی رہے گی۔"

ابن اسحاق کہتے ہیں: "پھر قریش نے ان قبیلوں کو ترغیب دی کہ وہ ان صحابہ کرام کو اذیت دیں جن کا تعلق ان کے قبیلہ کے ساتھ تھا۔ یہ قبیلہ اپنے میں سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ وہ انہیں اذیتیں دیتے تھے۔ انہیں دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا کے ذریعے آپ کی حفاظت کی۔ جب جناب ابوطالب نے قریش کا یہ رویہ دیکھا تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا۔ انہیں حضور ﷺ کی حفاظت پر ابھارا۔ وہ ان کے ہمراہ جمع ہو گئے۔ انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا دشمن ابولہب ان سے جدا ہی رہا۔ جب جناب ابوطالب نے اپنی قوم کی اس جدوجہد کو دیکھا۔ ان کے اس تحفظ کو دیکھا تو انہوں نے ان کی تعریف کرتے ہوئے اور حضور ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تاکہ ان میں شدت پیدا ہو اور وہ ان کے ساتھ حضور ﷺ کا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا:

اذا جمعت یوماً قریش لمفخر فعبد مناف سرّھا و صمیمھا

ترجمہ: "جب بھی قریش کسی قابل فخر کام کے لیے جمع ہوتے تو عبد مناف ان میں سے خالص اور کریم ثابت ہوئے۔"

و ان خصلت اشراف عبد منافھا ففی ھاشم اشرافھا و قدیمھا

ترجمہ: "جب عبد مناف کے عمدہ لوگوں کو شمار کیا جائے تو بنو ہاشم میں بہترین اور عمدہ ہوں گے۔"

و ان فخرت یوما فان محمدا ھو المصطفی من سرھا و کریمھا

ترجمہ: "جب انہوں نے کسی ہستی پر فخر کیا تو وہ بلاشبہ حضور ﷺ کی ذات ہی ہو گی جو ان کے کریم اور عمدہ لوگوں میں سے برگزیدہ ہیں۔"

تداعت قریش غثھا و سمینھا علینا فلم تظفر و طاشت حلومھا

ترجمہ: "قریش نے ہمارے خلاف ہر گندے اور غلیظ شخص کو دعوت دی۔ لیکن وہ کامیابی نہ پا سکے تو وہ پاگل ہو گئے۔

و کنا قدیما لا نقر ظلامۃً اذا ما ثنوا صعر الخدود نقیمھا

ترجمہ: "ہماری پرانی عادت ہے کہ ہم ظلم کو باقی نہیں رہنے دیتے۔ جب لوگ تکبر کی وجہ سے رخسار ٹیڑھے کرتے ہیں تو ہم انہیں سیدھا کر لیتے ہیں۔"

و نحمی حماھا کل یوم کریھۃ　　　و نضرب عن احجارھا من یرومھا

ترجمہ: "ہم ہر مصیبت میں اپنی قوم کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی پناہ گاہوں پر حملہ کرنے والوں کا مار دیتے ہیں۔"

بنا انتعس العورا الذوداء انما　　　باکتافنا تندی و تنمی ارومھا

ترجمہ: "ہماری وجہ سے خشک لکڑیاں بھی شاداب ہوگئیں۔ ہمارے پہلو میں ان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور وہ تراوت حاصل کرتی ہیں۔

آٹھواں باب

حضرت حمزہ دامن اسلام میں

ابن ابی حاتم نے الاجمح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ باجمال اور خوبصورت تھے۔ ان کے بال بہت خوبصورت تھے۔ یہ شکار کرتے تھے۔ ایک روز حضور ﷺ ابو جہل کے پاس سے گزرے۔ ابو جہل نے آپ کو تکلیف اور اذیت دی۔ حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے دو عورتیں ان کے پیچھے پیچھے آرہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا: "اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ ابو جہل نے ان کے بھتیجے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو یہ اس طرح نہ چلتے۔" حضرت حمزہ نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا: "کیا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "ابو جہل نے حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ اس طرح کیا ہے۔" آپ کو حمیت نے آلیا۔ وہ سیدھے مسجد حرام میں آئے۔ ابو جہل وہاں بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف گئے اور اس کے سر پر کمان دے ماری۔ فرمایا: "میرا دین وہی ہے جو محمد عربی ﷺ کا دین ہے اگر تم سچے ہو تو مجھے روک لو۔" قریش ان کی طرف لپکے۔ انہوں نے کہا: "ابو یعلی، ابو یعلی!" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔ (الفتح ۲۶)

ترجمہ: "جب جگہ دی کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو وہی (زمانہ) جاہلیت کی ضد تو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین کو اپنے رسولِ (مکرم) پر اور اہل ایمان پر اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر۔"

اجلح نے کہا ہے کہ اس جگہ مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے بنو اسلم کے ایک شخص نے بتایا ہے۔ اس کا حافظہ تیز تھا۔ الطبرانی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ ابو جہل حضور ﷺ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت حضور ﷺ کوہ صفا کے پاس تھے۔ اس نے آپ کو اذیت دی۔ آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ کے دین حق کے عیب نکالے۔ آپ کے معاملہ کو کمزور کہا۔ مگر حضور ﷺ نے بات تک نہ کی۔ عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی اپنے گھر میں یہ سارے بکواسات سن رہی تھی۔ پھر ابو جہل مسجد حرام میں چلا گیا وہ قریش کی محفل میں بیٹھ گیا۔ جلد ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شکار سے واپس آگئے۔ وہ اپنی کمان سونتے ہوئے تھے۔ وہ شکار کے دلدادہ تھے۔ جب وہ شکار سے واپس آتے تو اپنے اہلِ خانہ کے پاس نہ آتے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے۔ وہ اسی دوران قریش کی ہر ہر محفل

کے پاس سے گزرتے وہاں رکتے۔ انہیں سلام کرتے۔ ان کے ساتھ گفتگو کرتے۔ حضرت حمزہ قریش کے بہادر جوانوں میں سے تھے۔ جب آپ لونڈی کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: "اے ابو عمارۃ! کاش آپ اس سلوک کا مشاہدہ کر لیتے جو ابو جہل نے ابھی ابھی آپ کے بھتیجے محمد عربی ﷺ سے کیا ہے۔ اس نے انہیں بیٹھے ہوئے پایا۔ اس نے انہیں برا بھلا کہا۔ اذیت دی۔ ناپسندیدہ کلام کیا۔ پھر واپس چلا گیا مگر حضور ﷺ نے بات تک نہ کی۔" یہ سن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غصہ نے آلیا۔ رب تعالیٰ نے بھی ان کے سر پر سچی عزت کا تاج سجانا چاہا۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ ابو جہل کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ آج کسی سے بات تک نہ کر رہے تھے۔ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو اسے دیکھا وہ اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف گئے اس کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اپنی کمان اٹھائی۔ اس کے سر پر دے ماری اسے شدید زخمی کر دیا۔ اسے کہا: "کیا تو انہیں برا بھلا کہتا ہوں؟ حالانکہ میں بھی ان کے دین پر ہوں۔ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اگر طاقت ہے تو مجھے روک لو۔" بنو مخزوم کے بعض لوگ اٹھ کر حضرت حمزہ کی طرف گئے تاکہ ابو جہل کی مدد کریں۔ ابو جہل نے کہا: "ابو عمارہ کو چھوڑ دو بخدا! میں نے ان کے بھتیجے کو برا بھلا کہا تھا۔"

پھر حضرت حمزہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ خود سے کہا: "تم قریش کے سردار ہو تم نے اس صابی کی اتباع کر لی ہے۔ اپنے آباء کا دین ترک کر دیا ہے۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس سے تو موت بہتر ہے۔" انہوں نے کہا: "مولا! اگر یہ ہدایت ہے تو اس کی تصدیق میرے دل میں ڈال دے۔ ورنہ اس سے نکلنے کی سبیل پیدا فرما دے۔" انہوں نے یہ رات اس طرح اضطراب میں گزاری کہ اس سے قبل اس اضطراب کے ساتھ رات بسر نہیں کی تھی۔ وقت صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی میرے بھتیجے! میں اس امر میں گر چکا ہوں جس سے نکلنے کی سبیل مجھے بتا دیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ہدایت ہے یا گمراہی ہے، مجھ سے باتیں کریں۔ میرے بھتیجے! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے باتیں کریں۔"

حضور اکرم ﷺ ان کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ انہیں وعظ و نصیحت کی۔ ڈرایا، بشارت سنائی۔ رب تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔ میرے محترم بھتیجے! اپنے دین کا اظہار کریں۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے وہ سب کچھ دیا جائے جس پر آسمان سایہ فگن ہے اور میں پہلا دین اختیار کر لوں۔" جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو قریش کی اذیتیں کافی حد تک کم ہو گئیں کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آپ کا دفاع کریں گے۔ حضرت حمزہ نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حمدت الله حين هدى فؤادي ... الى الاسلام و الدين الحنيف

ترجمہ: "میں نے اس وقت رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی اس نے اسلام

اور دین حق کی طرف ہدایت دی۔"

لدین جاء من رب عزیز — خبیر بالعباد بھم لطیف

ترجمہ: "اس دین کی طرف راہ نمائی کی جو رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو اپنے بندوں سے آگاہ اور ان پر لطف و کرم فرمانے والا ہے۔"

اذا تلیت رسائله علینا — تحدر دمع ذی اللب الحصیب

ترجمہ: "جب اس کے صحف کی تلاوت ہم پر کی جاتی ہے تو ہر دانا اور عقلمند شخص کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔"

رسائل جاء احمد من هداها — بآیات مبینة الحروف

ترجمہ: "یہ ہدایت کے ایسے صحف ہیں جنہیں احمد مجتبیٰ ﷺ لے کر آئے ہیں یہ ایسی آیات کے ساتھ ہیں جن کے حروف واضح ہیں۔"

و احمد مصطفی فینا مطاع — فلا تغسوه بالقول الضعیف

ترجمہ: "حضور کریم ﷺ کی ہم میں اطاعت کی جاتی ہے۔ کوئی کمزور قول ان کا گھیراؤ نہیں کر سکتا۔"

فلا و الله نسلمه لقوم — و لما نقض فیهم بالسیوف

ترجمہ: "ہم انہیں دشمن کے سپرد نہیں کریں گے۔ ہم نے ابھی تک ان کے مابین تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا۔"

و نترك منهم قتلی بقاع — علیها الطیر کالو رد العکوف

ترجمہ: "ہم ان کے مقتولین کو میدان میں پھینک دیں گے۔ ان پر چکر لگانے والے لشکر کی مانند پرندے آئیں گے۔"

و قد خبرت ما صنعت ثقیف — به فجزی القبائل من ثقیف

ترجمہ: "مجھے اس سلوک کے بارے بھی علم ہو گیا ہے جو بنو ثقیف نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔"

اله الناس شرّ جزاء قوم — و لا اسقاهم صوب الخریف

ترجمہ: "رب تعالیٰ بنو ثقیف کے ان قبائل کو بری سزا دے اور موسم خریف کی بارش سے محروم کر دے۔"

❁❁❁

نواں باب

عتبہ بن ابی ربیعہ بارگاہِ رسالت مآب میں

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابو یعلی، حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن قریش جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا: "تم خود میں سے وہ شخص تلاش کرو جو جادو، کہانت اور شعر کو سب سے زیادہ جانتا ہو وہ اس آدمی (حضور ﷺ) کے پاس جائے جس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارا امر بکھیر دیا ہے۔ ہمارے دین کے عیب نکالے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ بات چیت کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔" انہوں نے کہا: "اس مقصد کے لیے عتبہ بن ربیعہ مناسب ترین شخص ہے۔"

ابن اسحاق، ابن منذر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ ایک دن عتبہ بن ابی ربیعہ نے کہا: وہ قریش کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ تنہا مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے کہا: "اے گروہ قریش! کیا میں محمد عربی ﷺ کے پاس نہ جاؤں۔ ان سے بات کروں۔ ان پر چند امور پیش کروں شاید وہ ان میں سے کچھ کو قبول کر لیں۔ ہم انہیں کچھ دے دیں اور وہ ہم سے باز آجائیں۔" یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ قریش نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آئے روز اضافہ ہو رہا تھا۔ قریش نے کہا: "ہاں ابو الولید! اٹھو اور ان سے بات چیت کرو۔"

ابو یعلی نے جید سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قریش ایک روز حضور اکرم ﷺ کے لیے جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا: "خود میں سے اس شخص کا انتخاب کرو جو جادو، کہانت اور شعر کو سب سے زیادہ جانتا ہو، وہ اس شخص کے پاس جائے جس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارے دین میں عیب نکالے ہیں وہ اس کے ساتھ بات چیت کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔" قریش نے کہا: "اس مقصد کے لیے عتبہ ہی مناسب ترین شخص ہے۔ ابو الولید! تم ہی جاؤ، عتبہ اٹھ کر حضور ﷺ کے پاس گیا۔ وہ آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: "اے میرے بھتیجے! آپ کا ہمارے قبیلہ میں کیا مقام ہے۔ آپ اس سے خوب آشنا ہیں۔ اپنے نسب کے مقام سے بھی آگاہ ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کو ایک عظیم امر سے دوچار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو نادان کہا ہے۔ ان کے معبودوں کے عیوب نکالے ہیں۔ ان کے گزشتہ آباء کو کافر کہا ہے۔ محمد عربی! آپ بہتر ہیں

یا عبد اللہ! آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب! حضور ﷺ خاموش رہے۔ عتبہ نے کہا: "اگر آپ کا خیال ہے کہ یہ آپ سے بہتر ہیں تو یہ تو معبودوں کی عبادت کرتے تھے (حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد المطلب کے ایمان کے بارے بحث پہلے گزر چکی ہے) اگر آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ ان سے بہتر ہیں تو آپ بات کریں ہم سن رہے ہیں ہم کسی ایسے جوان کو نہیں دیکھا جو آپ کے پیغام سے برا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس آیا ہو۔ آپ نے ہماری جمعیت منتشر کر دی۔ ہمارے دین کے عیوب نکالے۔ ہمیں عرب میں رسواء کر دیا۔ حتیٰ کہ ان میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک جادوگر ہے۔ یا قریش میں ایک کاہن ہے۔ اب میں آپ کو چند امور پیش کرنے لگا ہوں آپ ان میں غور و فکر کر لیں۔ شاید آپ ان میں سے بعض کو قبول کر لیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابو ولید! کہو میں سن رہا ہوں۔" اس نے کہا: "اے میرے بھتیجے! جو امر آپ لے کر آئے ہیں اگر اس سے مقصود مال و دولت کا حصول ہے تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ سارے قریش سے زیادہ مالدار بن جائیں گے۔ اگر آپ کا مقصود سردار بننا ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی فیصلہ آپ کے بغیر نہ ہو گا۔ اگر آپ کا مقصود بادشاہی ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر یہ کسی جن کا اثر ہے جسے آپ خود سے دور نہیں کر سکتے تو پھر ہم آپ کا علاج کراتے ہیں اور اس میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ کو شفاء مل جائے بعض اوقات ایک جن کسی انسان پر غلبہ پالیتا ہے حتیٰ کہ اس کا علاج کرایا جائے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔"

جب عتبہ اپنی اس بکواس سے فارغ ہو گیا۔ حضور ﷺ اس کی باتیں سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا: "ابو الولید! فارغ ہو گئے ہو؟ اس نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "اب سنو" اس نے کہا: "میں سن رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝٣ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝٤ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا
فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا
عٰمِلُوْنَ ۝٥ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا
اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝٦ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٧ (فصلت ۱ تا ۷)

ترجمہ: "حا-میم۔ اتارا گیا ہے (یہ قرآن) رحمن و رحیم (خدا) کی طرف سے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں، یہ قرآن عربی (زبان میں) ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو علم (و

فہم) رکھتے ہیں۔ یہ مژدہ سنانے والا اور (بروقت) خبردار کرنے والا ہے بایں ہمہ منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے۔ اور ان (ہٹ دھرموں) نے کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں (لپیٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔ تم اپنا کام کرو، ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ فرمائیے میں انسان ہی ہوں (بظاہر) تمہاری مانند (البتہ) وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود خداوند یکتا ہی ہے پس متوجہ ہو جاؤ۔ اس کی طرف اور مغفرت طلب کرو اس سے اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔"

عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ صلہ رحمی کا واسطہ دیا کہ آپ رک جائیں۔ حضور ﷺ سجدہ کی آیت تک پڑھا۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا: "ابوالولید! تو جو کچھ سننا تھا سن لیا۔ اب تو جانے یا وہ عتبہ نے کہا: "اس کے علاوہ کچھ اور ہے" آپ نے فرمایا: "میرے پاس صرف یہی کلام خداوندی ہے۔"

عتبہ اٹھا۔ اپنے ساتھیوں کے پاس نہ گیا۔ اپنے گھر چلا گیا۔ ابوجہل نے کہا: "گروہ قریش! ہم دیکھتے ہیں کہ عتبہ بھی صابی ہو گیا ہے۔ اس کو ان کے کھانے نے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ یہ اس کی کسی ضرورت کی وجہ سے اس طرح ہوا ہے۔ آؤ ہم عتبہ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ سب عتبہ کے پاس آئے۔ ابوجہل نے کہا: "عتبہ! ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کیونکہ تو صابی ہو گیا ہے۔ ان کے امر نے تجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ اگر تجھے کوئی ضرورت ہے تو ہم تیرے لیے اتنے اموال جمع کر دیتے ہیں جو تمہیں محمد عربی ﷺ کے کھانے سے مستغنی کر دیں گے۔ یہ سن کر عتبہ ناراض ہو گیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ کبھی بھی حضور ﷺ سے بات نہ کرے گا۔ اس نے کہا: "تم سب جانتے ہو کہ میں سارے قریش سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں ان کے پاس گیا...... اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ قریش نے کہا: "تو نے انہیں کیا جواب دیا؟"
عتبہ: بخدا! مجھے اس ذات کی قسم جس نے یہ عمارت قائم کی ہے۔ میں ان کے کلام میں سے کچھ بھی نہیں سمجھا البتہ انہوں نے تمہیں عاد اور ثمود جیسے عذاب سے ڈرایا ہے۔ میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ تمہیں پسند ہے کہ محمد عربی ﷺ جب کوئی بات کرتے ہیں تو وہ جھوٹ نہیں بولتے مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔" قریش نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! تم سے ایک شخص عربی میں گفتگو کر رہا تھا لیکن تمہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ عتبہ: بخدا! میں نے اس جیسا کلام نہیں سنا۔ وہ نہ شعر، نہ جادو اور نہ ہی کہانت ہے۔ اے گروہ قریش! میری بات مان جاؤ۔ اسے مجھ پر آنے دو۔ اس شخص اور اس کے معاملہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔ بخدا! اس کلام کا بہت بڑا اثر ہو گا جو میں سن کر آیا ہوں اگر عرب نے ان کا کام تمام کر دیا تو تمہاری طرف سے ایک اور شخص ان پر

غالب آگیا وہ تمہاری طرف سے بھی کافی ہو جائے گا۔ اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کا ملک تمہارا ملک اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔ تم اس کی وجہ سے سارے لوگوں سے زیادہ سعادت مند بن جاؤ گے۔ اے میری قوم! اس معاملہ میں میری اطاعت کرلو۔ اس کے بعد ہر معاملہ میں میری نافرمانی کر لینا۔ بخدا! میں نے اس ہستی سے ایسا کلام سنا ہے جس کی مثل آج تک میرے کانوں نے کلام نہیں سنا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میں انہیں کیا جواب دیتا؟ قریش نے کہا: ''بخدا! ولید! اس نے تم پر بھی جادو کر دیا ہے۔'' عتبہ: ''یہ میری رائے ہے اب جو تمہارا دل کرے وہ کرو۔''

دسواں باب

مشرکین کے حضور ﷺ سے مختلف سوالات

مشرکین کے یہ سوالات ہدایت کے حصول کے لیے نہ تھے بلکہ از راہ سرکشی و بغاوت تھے۔ اس لیے ان سے جو سوالات کیے گئے انہوں نے ان میں سے اکثر کے جوابات نہ دیے۔ رب تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انہوں نے مشاہدہ کر لیا یا جس چیز کا وہ ارادہ کرتے ہیں وہ انہوں نے دیکھ لی تو وہ پھر بھی اپنی سرکشی میں ہی سرگرداں رہیں گے۔ وہ اپنی گمراہی اور ضلالت میں ہی بھٹکے رہیں گے۔ انہوں نے نبوت کے اتنے دلائل دیکھ لیے تھے جن میں انصاف کرنے والے کے لیے شفاء تھی۔ ارشاد ہے:

اَوَلَمۡ یَکۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ؕ (العنکبوت ۵۱)

ترجمہ: "کیا انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔"

اس مفہوم میں یہ شعر بھی ہے:

لو لم تكن فيه آيات مبينة　　　كانت بداهته تنبيك بالخبر

ترجمہ: "اگر آپ کے بارے واضح علامات نہ ہوتیں پھر آپ کا حسن و جمال ہی تجھے آپ کی صداقت کی خبر دے دیتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰی وَحَشَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ كُلَّ شَیۡءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ یَجۡهَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ (الانعام ۱۱۱)

ترجمہ: "اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں۔"

"الروض الانف" میں ہے کہ ان نشانیوں کے بارے مشرکین کے سوالات اس لیے تھے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کی اس حکمت سے نا آشنا تھے جو مخلوق کی آزمائش میں مقصود ہے۔ جو انبیاء کرام کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی عبادت

کرنے میں مخفی ہے۔ان کا ایمان دلائل میں غور و فکر کرنے کا نتیجہ ہو۔اس کے مطابق ان کا ثواب مترتب ہو۔اگر پردہ اٹھا دیا جائے اور علم ضروری حاصل ہو جائے تا کہ اس حکمت کو تلاش کیا جائے جس کی وجہ سے ثواب اور سزا ہوتی ہے تو اس پر انسان کو اجر نہیں ملے گا کیونکہ اس انسان کے کسب کا عمل دخل نہیں ہوتا جس طرح انسان کو اس رنگ اور بالوں وغیرہ کا اجر نہیں ملتا جس پر اس کی تخلیق ہوتی ہے۔انہیں اس دلیل کی وجہ سے اجر دیا جاتا ہے جس میں غور و فکر علم کسبی کا تقاضا کرتا ہے۔"

ابن اسحاق، ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر ہر قبیلہ میں سے ایک ایک سردار غروب آفتاب کے وقت خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے۔انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجو۔ان سے بحث و مباحثہ کرو حتیٰ کہ تمہیں معذور سمجھا جائے۔انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے ان کے پاس تشریف لائے۔آپ کا گمان تھا کہ شاید اس کلام کے بارے ان کی کوئی رائے بن چکی ہے جس کے بارے آپ ان سے بات چیت کرتے تھے۔آپ ان کی ہدایت کے حریص تھے۔ان کی ہدایت سے محبت کرتے تھے۔ان کی مصیبت آپ پر گراں گزرتی تھی۔آپ ان کے پاس بیٹھ گئے۔انہوں نے کہا: "محمد عربی! ہم نے آپ کی طرف اس لیے پیغام بھیجا ہے تا کہ آپ سے بات چیت کریں۔انہوں نے کہا: "بخدا ہم کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے اپنی قوم کو مصیبت میں اس طرح ڈالا ہو جس طرح آپ نے ڈالا ہے۔آپ نے ہمارے آباء کو برا بھلا کہا ہے۔ہمارے دین کے عیوب نکالے ہیں۔ہمارے معبودانِ (باطلہ) کو برا بھلا کہا ہے۔ہماری عقلوں کو ناسمجھ کہا ہے۔جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔کوئی قبیح باقی نہیں رہا مگر آپ اسے ہمارے پاس لے آئے ہیں۔اگر اس سے آپ کا مقصود مال کا حصول ہے تو ہم آپ کے لیے اپنے اموال جمع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ آپ ہم میں سے دولت مند بن جائیں گے۔اگر آپ شرف کے خواہاں ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اگر بادشاہی درکار ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر یہ کسی جن کا اثر ہو جو تمہارے پاس آتا ہو اور اس نے آپ پر قبضہ جما رکھا ہو تو ہم آپ کا علاج کراتے ہیں حتیٰ کہ آپ کو شفاء مل جائے یا ہم اس کے بارے معذور سمجھے جائیں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان مقاصد میں سے میرا کوئی بھی مقصد نہیں جن کا تم ذکر کر رہے ہو۔میں تمہارے اموال ہڑپ کرنے نہیں آیا۔نہ تمہارا سردار بننا چاہتا ہوں۔نہ تم پر بادشاہ بننے کی آرزو ہے بلکہ رب تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔اس نے مجھ پر کتاب حکیم اتاری ہے اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بشیر اور نذیر بن کر تمہارے پاس جاؤں۔تمہیں اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات پہنچاؤں۔تمہارے لیے خلوص کا اظہار کروں۔اگر تم نے میرا پیغام قبول کر لیا تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہارا حصہ ہو گا۔اگر تم نے میرا پیغام رد کر دیا تو میں صبر کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ فرما دے۔"

سرداران قریش نے کہا: "اے محمد عربی! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ان امور میں سے کسی امر کو قبول نہیں کرتے جو ہم

نے آپ کو پیش کیے ہیں۔ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا شہر سارے شہروں سے تنگ ہے۔ ہمارا مال سب سے قلیل ہے۔ ہماری زندگی سب سے زیادہ سخت ہے۔ رب تعالیٰ التجاء کریں کہ وہ اسی طرح کہ نہریں یہاں بھی جاری کر دے جس طرح کی نہریں عراق اور شام میں ہیں۔ وہ ہمارے گزشتہ آباء کو زندہ کر دے ان میں سے قصی بن کلاب کو ضرور زندہ کرو۔ وہ سچے بزرگ تھے۔ ہم ان سے آپ کے بارے پوچھیں گے کہ کیا یہ حق ہے یا باطل اگر انہوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور اگر آپ نے اس طرح کر دیا جس طرح ہم کہتے ہیں تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے رب تعالیٰ کی بارگاہ والا میں ہمیں آپ کی قدر و منزلت کا علم ہو جائے کہ اس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس مقصد کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں رب تعالیٰ کی طرف سے وہی چیز لے کر آیا ہوں جس کے ساتھ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ جس پیغام کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہارا حصہ ہو گا۔ اگر تم اسے رد کر دو گے تو میں رب تعالیٰ کے امر کے لیے صبر کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ فرما دے۔"

سرداران قریش نے کہا: "اگر آپ اس طرح نہیں کرتے تو اپنے لیے ہی کچھ نے لیں۔ اپنے رب تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ آپ کے ساتھ فرشتہ بھیج دے جو آپ کی تصدیق کرے۔ رب تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ آپ کے لیے باغات بنا دے محلات اور سونے اور چاندی کے خزانے بنا دے جو آپ کو مستغنی کر دے۔ آپ رزق کے لیے بازار جاتے ہیں معیشت تلاش کرتے ہیں جس طرح کہ ہم تلاش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم جان لیں کہ آپ کی فضیلت کیا ہے اگر آپ رسول ہیں" حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "میں اسی طرح نہیں کروں گا۔ میں اپنے رب تعالیٰ سے اس طرح کے سوالات نہیں کروں گا۔ مجھے اس کے ساتھ تمہاری طرف مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے مجھے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اگر تم میرا یہ پیغام قبول کر لو تو یہ تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت میں سے تمہارا حصہ ہو گا۔ اگر تم رد کرو گے تو میں صبر کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ کر دے۔

سرداران قریش نے کہا: "آسمان پر سے ہم پر ایک ٹکڑا گر جائے جیسے کہ آپ کا گمان ہے کہ آپ کا رب چاہے تو اس طرح کر سکتا ہے۔ آپ پر صرف اسی وقت ایمان لائیں گے جس وقت آپ اس طرح کریں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ رب تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ تمہارے ساتھ اس طرح کرنا چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔ سرداران قریش نے کہا: "محمد عربی! ﷺ کیا آپ کا رب نہیں جانتا تھا کہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے اور آپ سے اس طرح کے سوالات کریں گے۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

ترجمہ: ''اور کفار نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کر دیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ (لگ کر تیار) ہو جائے آپ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کر دیں ندیاں جو اس باغ میں (ہر طرف) بہ رہی ہوں۔ یا آپ گرا دیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے، ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا آپ اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کو (بے نقاب کر کے) ہمارے سامنے لے آئیں۔ یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لیے ایک گھر سونے کا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہ لائیں گے کہ آپ آسمان پر چڑھیں یہاں تک کہ اتار لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔ آپ (ان سب خرافات کے جواب میں) اتنا فرما دیں کہ میرا رب (ہر عیب) سے پاک ہے میں کون ہوں مگر (اللہ کا) بھیجا ہوا۔''

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (الرعد: ۳۰)

ترجمہ: ''اسی طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ایک قوم میں جس سے پہلے گزر چکی ہیں کئی قومیں تاکہ آپ پڑھ کر سنائیں انہیں وہ (کلام) جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا اور یہ کفار انکار کر رہے ہیں رحمٰن کا۔ فرمائیے وہی میرا پروردگار ہے نہیں کوئی معبود بجز اس کے اسی پر ہی میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اس کی جناب میں رجوع کیے ہوں۔''

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (سباء: ۴۷)

ترجمہ: ''فرمائیے (لوگو!) جو معاوضہ میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس رکھو میری (دل سوزیوں) کا اجر تو (میرے) اللہ کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ

بِالتَّقْوٰی ﴿۱۲﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۬ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ (العلق ۹ تا ۱۹)

ترجمہ: ”آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کا حکم دیتا۔ (تو اس کے لیے کتنا بہتر ہوتا) آپ نے دیکھ لیا اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے۔ خبردار! اگر وہ (اپنی روش سے) باز نہ آیا، تو ہم ضرور (اسے) گھسیٹیں گے اس کے پیشانی کے بالوں سے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطا کار ہے۔ پس وہ بلا لے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لیے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلا ئیں گے۔ ہاں ہاں! اس کی ایک نہ سنیے۔ (اے حبیب!) سجدہ کیجئے اور (ہم سے اور) قریب ہو جائیے۔“

ابو یعلی، ابونعیم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی و انذر عشیر تك الاقربین (الشعراء ۲۱۴) تو حضور ﷺ نے کوہ ابی قبیس پر چڑھ کر یوں آواز دی: اے آل عبد مناف! میں ڈرانے والا ہوں۔“ قریش آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے انہیں ڈرایا۔ انہوں نے کہا: ”آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ نبی ہیں آپ پر وحی کی جاتی ہے۔ حضرت سلیمان رحمۃ اللہ کے لیے ہوا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو مسخر کر دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ رب تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ وہ اس چٹان کو سونے کی بنا دے جو آپ کے قدموں کے نیچے ہے ہم اس سے کاٹ کر لے جائیں وہ ہمیں موسم گرما اور موسم سرما کے موسم سے مستغنی کر دے کیونکہ آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ اسی طرح کے نبی ہیں۔“ ابھی قریش آپ کے اردگرد ہی تھے کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے رب تعالیٰ نے مجھے وہ کچھ عطا کر دیا ہے جو تم نے اس سے مانگا تھا۔ اگر میں چاہوں تو اسی طرح ہو جائے لیکن اس نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو تم بابِ رحمت میں داخل ہو جاؤ اور تم میں سے بعض ایمان لے آئیں گے یا وہ اس چیز کو تمہارے سپرد کر دے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ اس وقت بابِ رحمت سے دور کر دیا جائے گا۔ تم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا۔ میں نے بابِ رحمت کو اختیار کیا ہے۔ تم میں سے بعض ایمان لے آئیں گے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اگر اس نے تمہیں یہ سب کچھ عطا کر دیا پھر تم نے کفر کیا تو وہ تمہیں اس طرح عذاب دے گا کہ اس طرح کا عذاب اس سے قبل کسی کو نہ دیا ہوگا۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

امام احمد، امام نسائی، امام حاکم اور ضیاء نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے

فرمایا: ''اہل مکہ نے حضور ﷺ سے التجاء کی کہ آپ کے لیے کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے پہاڑ دور ہٹ جائیں تاکہ وہ کاشتکاری کرسکیں۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے انہوں نے عرض کی'' آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے فرمایا ہے: 'اگر آپ پسند کریں تو میں کوہِ صفا کو ان کے لیے سونے کا بنا دیتا ہوں۔ اس کے بعد اگر انہوں نے کفر کیا تو میں انہیں ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں اس طرح کا عذاب میں نے کسی کو نہیں دیا ہوگا اور اگر آپ پسند فرمائیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''مولا! رحمت کا دروازہ کھول دے۔''

دوسری روایت میں ہے' اگر آپ پسند کریں تو انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو انہیں وہ کچھ عطا کر دیا جاتا ہے جو کچھ انہوں نے مانگا ہے۔ اگر انہوں نے انکار کیا تو میں انہیں اسی طرح ہلاک کر دوں جس طرح ان سے پہلی اقوام ہلاک ہوئی تھیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ (بنی اسرائیل ۵۹)

ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' اگر آپ پسند کریں تو آپ کی قوم کو وہ کچھ مل جاتا ہے جو اس نے مانگا ہے لیکن اگر وہ ایمان نہ لائے تو انہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ کی قوم کو مہلت دی جاتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''بلکہ میری قوم کو مہلت دے دو۔'' اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی:

انہوں نے کہا: ''اے محمد عربی! کیا آپ کا رب نہیں جانتا تھا کہ ہم عنقریب آپ کے پاس بیٹھیں گے اور آپ سے وہ سوالات کریں گے جو ہم نے ابھی سوالات کیے ہیں اور آپ سے وہ مطالبات کریں گے جو ہم نے ابھی آپ سے مطالبات کیے ہیں وہ آپ کو وہ جوابات سکھا دیتا جو آپ ہمیں دیتے۔ وہ آپ کو بتا دیتا کہ اس ضمن میں وہ کیا کرنے لگا ہے۔ اگر ہم نے آپ کا پیغام قبول نہ کیا تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کو یمامہ کا ایک شخص ''رحمان'' قرآن پاک سکھاتا ہے۔ بخدا! ہم رحمان پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ محمد عربی! ہم نہ آپ کے پاس اپنے عذر بیان کر دیئے ہیں۔ بخدا! ہم نے آپ کو چھوڑیں گے نہ ہی اس پیغام کو چھوڑیں گے حتیٰ کہ آپ ہمیں ہلاک کر دیں یا ہم آپ کو شہید کر دیں۔'' ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''ہم فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (نعوذ باللہ منہ) ان میں سے ایک نے کہا: ''ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کو ہمارے سامنے لے آئیں۔''

جب انہوں نے اتنے بکواسات کر لیے تو حضور ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ہمراہ عبد اللہ بن ابی امیہ بھی اٹھا۔ یہ آپ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس نے عرض کی: ''محمد عربی! ﷺ آپ اپنے لیے کچھ امور کے بارے التجاء کریں تاکہ اس سے آپ کے اس مقام کو ہم جان سکیں جو آپ کو رب

تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے۔ وہ لوگ آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کی اتباع کریں گے مگر آپ نے اس طرح بھی نہیں کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ اس عذاب کو جلدی لے آئیں جس سے آپ انہیں ڈراتے ہیں مگر آپ نے اس طرح بھی نہیں کیا۔ بخدا! میں تو آپ پر ایمان نہ لاؤں گا حتیٰ کہ آسمان کی طرف سیڑھی لگا دیں۔ پھر اس پر چڑھیں میں آپ کی طرف دیکھتا رہوں۔ پھر آپ ایک کتاب لے کر آئیں جسے چار ملائکہ اٹھائے ہوں وہ آپ کے لیے گواہی دیں کہ آپ اسی طرح ہیں جس طرح آپ کہتے ہیں۔ بخدا! اگر آپ اس طرح کر بھی دیں مجھے گمان ہے کہ میں پھر بھی آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ پھر وہ آپ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حضور ﷺ بھی غمزدہ ہو کر اپنے اہل بیت کے پاس واپس آ گئے کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ شاید یہ لوگ آپ پر ایمان لے آئیں۔

جب آپ اٹھ کر آ گئے تو ابو جہل نے سردارانِ قوم سے کہا: ''اے گروہ قریش! محمد عربی ﷺ نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ وہ ہمارے دین میں عیب نکالیں گے۔ ہمارے آباء کو برا بھلا کہیں گے۔ ہماری عقول کو نادان کہیں گے۔ میں نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ کل میں ان کے لیے اتنا پتھر اٹھا کر لاؤں گا جتنا اٹھا سکا۔ جب وہ اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوں گے تو میں انہیں وہ پتھر دے ماروں گا۔ میں ان کا سر کچل کر رکھ دوں گا۔ اس کے بعد خواہ تم مجھے بنوہاشم کے سپرد کر دینا یا میرا دفاع کرنا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف مجھ سے جو چاہیں سلوک کریں۔'' سردارانِ قریش نے کہا: ''بخدا! ہم تجھے کسی کے سپرد نہیں کریں گے جو تمہارے دل میں آئے کر گزر۔''

وقتِ صبح ابو جہل نے بہت بھاری سا پتھر لیا پھر حضور ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ حسب معمول صبح سویرے آئے۔ آپ مکہ مکرمہ میں تھے لیکن شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آپ جب نماز ادا فرمانے لگتے تو رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ خانہ کعبہ کو اپنے اور شام کے مابین رکھتے تھے حضور اکرم ﷺ نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی آ چکے تھے۔ وہ اپنی اپنی محافل میں منتظر تھے کہ ابو جہل کیا کرتا ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا پھر آپ کی سمت آیا۔ جب وہ قریب آیا تو شکست خوردہ ہو کر واپس آ گیا۔ وہ مرعوب تھا۔ اس کا رنگ متغیر تھا۔ اس کے ہاتھ پتھر پر شل ہو چکے تھے حتیٰ کہ پتھر اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑا۔ قریش کے افراد اٹھ کر اس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: ''ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: ''میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اٹھا جس کا میں نے تم سے کل رات وعدہ کیا تھا۔ جب میں ان کے قریب گیا تو بہت بڑا اونٹ ان کے مابین حائل ہو گیا۔ بخدا! میں اس جسامت کا اونٹ آج تک نہیں دیکھا۔ نہ اتنا بڑا سر، نہ اتنے بڑے جبڑے اور نہ ہی اتنی بڑی گردن کبھی دیکھی۔ وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ اگر وہ میرے قریب ہوتا تو اسے پکڑ لیتے۔''

اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

(الرعد:۳۱)

ترجمہ: "اور اگر کوئی ایسا قرآن اترتا جس کے ذریعے سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے اثر سے پھٹ جاتی زمین یا مردوں سے اس کے ذریعے بات کی جا سکتی! (یہ قدرت سے بعید نہ تھا) بلکہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں (باایں ہمہ وہ ایمان نہ لاتے)۔"

وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ (بنی اسرائیل:۵۹)

ترجمہ: "اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے (اور وہ فوراً تباہ کر دیئے گئے تھے)۔"

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ (الفرقان ۷ تا ۱۱)

ترجمہ: "اور کفار بولے کیا ہوا ہے اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں ایسا کیوں نہ ہوا کہ اتارا جاتا اس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے ساتھ مل کر (لوگوں کو) ڈراتا یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا (کم از کم) اس کا ایک باغ ہی ہوتا کھایا کرتا اس (کی آمدنی) سے اور ان ظالموں نے (یہاں تک) کہہ دیا کہ تم پیروی نہیں کر رہے ہو مگر ایسے شخص کی جس پر جادو کیا گیا ہے۔ ملاحظہ تو کیجیے کیسے بیان کرتے ہیں آپ کے متعلق طرح طرح کی مثالیں سو وہ (اس بے ادبی کے باعث) گمراہ ہو گئے پس وہ راہ نہیں پا سکتے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنا دے آپ کے لیے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنا دے آپ کے لیے بڑے بڑے محلات بلکہ یہ تو جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کر رکھی ہے ان کے لیے جو جھٹلاتے ہیں قیامت کو بھڑکتی ہوئی آگ۔"

گیارھواں باب

قریش کا چند ایسے سوالات پوچھنا جنہیں نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ نضر بن حارث قریش کے شیطانوں میں سے تھا۔ یہ بھی حضور ﷺ کو اذیتیں دیا کرتا تھا صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ حالتِ کفر میں غزوہ بدر میں ہلاک ہوا تھا۔ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کیا تھا۔ اس نے کہا: "اے گروہ قریش! بخدا! تمہارے پاس ایک ایسا معاملہ آیا ہے جس کا حل ابھی تک تمہارے پاس نہیں آیا۔ محمد عربی (ﷺ) تمہارے مابین ایک نوخیز جوان تھے۔ تمہیں وہ سب سے زیادہ پسندیدہ تھے وہ سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے زیادہ امین تھے حتیٰ کہ جب تم نے ان کی کن پٹیوں میں سفیدی دیکھ لی وہ تمہارے پاس وہ پیغام لے کر آئے جو لے کر آئے تو تم نے کہہ دیا کہ وہ جادوگر ہیں۔ ہرگز نہیں! بخدا! وہ جادوگر نہیں ہیں۔ ہم نے جادوگروں کو اور ان کی جھاڑ اور پھونک کر دیکھا ہے۔ تم نے کہہ دیا ہے کہ وہ کاہن ہیں۔ بخدا! وہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کی قافیہ بندی بھی دیکھی ہے اور ان کا آراستہ کلام بھی سنا تم نے کہا کہ وہ شاعر ہیں۔ بخدا! وہ شاعر نہیں ہیں۔ ہم شعری پڑھتے بھی ہیں اس کی ساری اقسام، اس کے ھزج اور رجز سے آگاہ ہیں۔ تم نے کہہ دیا کہ وہ مجنون ہیں بخدا! وہ مجنون بھی نہیں ہیں ہم نے جنون کو دیکھا ہے۔ ان میں نہ اس طرح کا گلا گھٹنا ہے نہ ہی اس طرح کا وسوسہ ہے نہ ہی اس طرح خلط ملط ہوتا ہے۔ اے گروہ قریش! اپنے بارے خوب غور و فکر کرلو تمہارے پاس ایک عظیم امر آیا ہے۔

یہی نضر حیرہ گیا۔ وہاں سے بادشاہوں کی داستانیں سیکھیں جب حضور اکرم ﷺ کسی محفل میں جلوہ افروز ہوں اس میں وعظ و نصیحت فرماتے قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے تو آپ کے بعد یہ اسی محفل میں چلا جاتا یہ کہتا "قریش! بخدا! میری باتیں ان کی باتوں سے عمدہ ہیں۔ تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان کی باتوں سے عمدہ باتیں بتاتا ہوں" پھر یہ ایران کے بادشاہوں کی باتیں سناتا پھر کہتا: "محمد عربی! مجھ سے عمدہ باتوں والے کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں وہ انہیں اسی طرح لکھ لیتے ہیں جس طرح میں لکھتا ہوں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ اسی کا قول ہے: "عنقریب میں اسی طرح نازل کروں گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اسی کے بارے قرآن پاک کی آٹھ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ (القلم ۱۵)

ترجمہ: "جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔"

جب نضر بن حارث نے یہ بات کی تو انہوں نے اسے اور اس کے ساتھ عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ طیبہ کے یہودی علماء کے پاس بھیجا۔ انہوں نے انہیں کہا: "ان سے محمد عربی ﷺ کے بارے پوچھو۔ ان سے ان کا حلیہ بیان کرو۔ ان کے کلام کے بارے بتاؤ۔ وہ اہل کتاب ہیں۔ انبیاء کے بارے ان کے بارے ایسا علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔"
یہ دونوں عازم سفر ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہودی علماء سے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا۔ آپ کا حلیہ بیان کیا اور آپ کا بعض کلام سنایا۔ ان دونوں نے کہا: "تم اہل کتاب ہو۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تم ہمیں اس صاحب کے بارے بتاؤ۔" یہودی علماء نے انہیں کہا: "ان تین اشیاء کے بارے ان سے پوچھ لینا جن کے بارے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں اگر انہوں نے ان کے متعلق بتا دیا تو وہ نبی مرسل ہوں گے۔ ورنہ وہ اپنی طرف سے گھڑنے والے ہوں گے ان کے بارے اپنی رائے قائم کر لینا۔ ان سے ان نوجوانوں کے بارے پوچھنا جو پہلے زمانہ میں کہیں چلے گئے تھے کہ ان کا معاملہ کیا تھا۔ ان کی داستان عجیب ہے۔ ان سے اس سیاح شخص کے بارے پوچھنا جو زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچا تھا کہ اس کی حکایت کیا ہے۔ ان سے روح کے بارے سوال کرنا۔ اگر وہ تمہیں ان چیزوں کے بارے بتا دیں تو ان کی اتباع کر لینا وہ نبی مرسل ہیں۔ اگر وہ جوابات نہ دے سکیں وہ خود سے گھڑنے والے ہوں گے ان کے بارے اپنی رائے قائم کر لینا۔"
نضر اور عقبہ واپس مکہ مکرمہ آ گئے۔ قریش کے پاس پہنچے اور کہا: "ہم ایسی چیز لے آئے ہیں جو تمہارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے گی۔ ہمیں علماء یہود نے بتایا ہے کہ ہم ان سے چند امور کے بارے سوالات کر لیں۔ اگر انہوں نے ان کے متعلق تمہیں بتا دیا تو وہ نبی ہوں گے۔ ورنہ وہ ایک مفتون شخص ہوں گے۔ ان کے بارے اپنی رائے قائم کر لینا۔" وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ ان امور کے بارے پوچھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "میں کل تمہیں ان کے جوابات دوں گا۔" آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ قریش واپس لوٹ گئے۔
ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پندرہ راتیں گزر گئیں۔ امام زہری اور موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ تین روز تک وحی نہ آئی۔ نہ ہی رب تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی نہ ہی حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے حتیٰ کہ اہل مکہ افواہیں پھیلانے لگے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ نے تم سے کل کا وعدہ کیا تھا حتیٰ کہ آج پندرہ دن گزر چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں ان سوالات میں سے کسی ایک کا جواب بھی نہیں دیا جو ہم نے ان سے کیے تھے۔ وحی نہ آنے کی وجہ سے حضور ﷺ بہت زیادہ غم زدہ ہوئے۔ اہل مکہ کی باتیں آپ پر گراں گزریں۔ پھر حضرت جبرائیل امین سورۃ الکھف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس میں اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق بتایا۔
ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت جبرائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "تم اتنی دیر

سے میرے پاس نہ آئے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا۔" انہوں نے عرض کی:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ (مریم ۶۴)

ترجمہ: "اور (جبرائیل! میرے نبی سے کہو) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا"

پھر سورۃ الکہف کا نزول ہوا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿١﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿٢﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿٣﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿٨﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ﴿١٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ۚ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ
عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ (کہف ا تا ۱۸)

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر یہ کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرا کجی (اور معاش و معاد) درست کرنے والی ہے تاکہ ڈرائے سخت گرفت سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ مژدہ سنائے ان اہلِ ایمان کو جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بے شک ان کے لیے بہت عمدہ جزا ہے وہ ٹھہریں گے اس (جنت) میں تا ابد اور تاکہ ڈرائے ان (نادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے (فلاں کو اپنا) بیٹا نہ انہیں اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ کتنی بڑی بات ہے وہ بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے وہ نہیں کہتے مگر (سرتاسر) جھوٹ۔ تو کیا آپ (فرطِ غم سے) تلف کر دیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے۔ بے شک ہم نے بنایا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعث زینت و آرائش تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے اور ہم ہی بنانے والے ہیں ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں (ویران کر کے) چٹیل میدان، غیر آباد۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں۔ (یاد کرو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھر انہوں نے دعا مانگی اے ہمارے رب! ہمیں مرحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے لیے اس کام میں ہدایت۔ پس ہم نے بند کر دیئے ان کے کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو گنے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے اس مدت کو جو وہ (غار میں) ٹھہرے تھے۔ (اے حبیب!) ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بے شک وہ چند نوجوان تھے جو ایمان لائے تھے اپنے رب پر اور ہم نے ان کے (نور) ہدایت میں اضافہ کر دیا۔ اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہ حق میں کھڑے ہو گئے تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے۔ یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے بنالیا ہے اس کے سوا غیروں کو (اپنے) خدا کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو ورنہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ

پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے اور جب تم الگ ہو گئے ہو ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اب پناہ لو غار میں پھیلا دے گا تمہارے لیے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) اور مہیا کر دے گا تمہارے لیے تمہارے اس کام میں آسانیاں اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے ان کی غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا ہوا ڈوبتا ہے۔ اور وہ (سو رہے) ہیں ایک کشادہ جگہ غار میں (سورج کا) یوں (طلوع و غروب) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے (حقیقت یہ ہے) کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو تو نہیں پائے گا اس کے لیے کوئی مددگار (اور) رہنما اور (اگر تو دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازو ان کی دہلیز پر۔ اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے منظر کو دیکھ کر بیٹھا ہے۔"

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ (کہف:۸۳)

ترجمہ: "اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے ذی القرنین کے متعلق۔"

ذوالقرنین کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام صعب بتایا ہے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یقین کے ساتھ یہی نام روایت کیا گیا ہے۔ ابن ہشام نے التیجان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے۔ امام شیخ تقی الدین المقریزی نے "الخطط" میں لکھا ہے کہ محققین علماء نے اسی طرح لکھا ہے۔ الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے کہ اعشیٰ کا شعر ہے:

و الصعب ذو القرنين امسى ثاويا   بالحنو في جدث هناك مقيم

ترجمہ: "الصعب ذوالقرنین مقام حنو میں مدفون ہو گئے۔ اسی قبر کے پاس امیم کی بھی قبر ہے۔"

پھر الحافظ نے دیگر شواہد ذکر کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ راجح قول یہی ہے کہ اس کا نام الصعب ہی تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام منذر تھا۔ نام کے بارے اور اقوال بھی ہیں۔ ان کا لقب ذوالقرنین تھا کیونکہ وہ طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب کے مقامات تک پہنچے۔ یہ امام زہری کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچا اس لیے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے ایک قول یہ ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سورج کو دو سینگوں سے پکڑ لیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے حقیقت میں دو سینگ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی دو مینڈھیاں تھیں جو بہت طویل تھیں حتیٰ کہ وہ اس کے پاؤں کے نیچے آجاتی تھیں۔ ایک

قول یہ ہے کہ وہ نور اور تاریکی میں داخل ہوا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسے اتنی طویل زندگی نصیب ہوئی کہ اس کے زمانہ میں لوگوں کی دو نسلیں ختم ہو گئیں تھیں۔ اس کی نبوت میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ یہ نبی تھا حضرت عبداللہ بن عمرو سے اسی طرح مروی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: ''قرآن پاک کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں'' المبتداء میں حضرت وہب نے لکھا ہے کہ وہ ایک صالح بندہ تھا۔ رب تعالیٰ نے اسے چار امم کی طرف بھیجا۔ دو امتیں زمین کے طول میں اور دو امتیں زمین کے عرض میں تھیں، امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک طویل قصہ لکھا ہے۔

زبیر بن بکار اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہما اور ضیاء المقدسی نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ''مجھے بتائیں کیا ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ'' انہوں نے فرمایا: ''وہ نہ نبی تھے نہ ہی بادشاہ بلکہ ایک صالح بندے تھے رب تعالیٰ نے ان سے محبت کی۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے محبت کی۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے اور انہوں نے رب تعالیٰ کے لیے خلوص کا اظہار کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسے ان کی مینڈھی کی جگہ پر مارا جس سے ان کا وصال ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ انہیں ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا قوم نے دوبارہ انہیں مارا لہٰذا ان کا نام ذوالقرنین پڑ گیا'' الحافظ نے لکھا ہے کہ اس قول میں اشکال ہے کیونکہ ان کا فرمان ''وہ نبی نہ تھے'' وہ ان کے اس فرمان سے مخالفت رکھتا ہے ''رب تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا'' الا یہ کہ بعثت کو نبوت کی رسالت کے علاوہ کسی اور امر پر محمول کیا جائے۔

اکثر علماء ربانیین کا قول یہ ہے: ''وہ پاکباز بادشاہوں میں سے تھے'' امام بخاری نے ان کا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ سے قبل کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: ''اس سے اس شخص کا قول کمزور نظر آتا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس سے مراد یونانی اسکندر ہے کیونکہ اسکندر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب تھا جبکہ حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین دو ہزار سے زائد کا عرصہ ہے جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اسکندر کا نام ذوالقرنین پہلے ذوالقرنین سے مشابہت کی وجہ سے رکھا گیا تھا کیونکہ اس کی مملکت بھی بڑی وسیع تھی اور اس نے اکثر شہروں کو مغلوب کر لیا تھا کیونکہ اس نے ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان کے بادشاہ کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس نے دو عظیم مملکتوں کا نظم و نسق سنبھالا تھا۔ (۱) روم (۲) ایران۔ اسی لیے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے وہ مقدم الذکر ہے۔ ان دونوں میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔ (۱) وہ وجہ جس کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے علامہ فاکہی کی روایت بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے جو انہوں نے جبید بن عمیر تابعی سے روایت کی ہے کہ ذوالقرنین نے پیدل حج کیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بارے سنا تو ان سے ملاقات کی۔ ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ذوالقرنین کو کوئی فیصلہ

کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے ان کے لیے فیصلہ کیا۔ (۲) امام رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے جبکہ اسکندر کافر تھا لیکن جمہور کا موقف یہ ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ (۳) ذوالقرنین کا تعلق اہل عرب کے ساتھ تھا جبکہ اسکندر یونانی تھا۔

جس نے یہ کہا ہے کہ ذوالقرنین ہی اسکندر ہے اسے اس روایت سے شبہ پڑا ہے جسے ابن جریر نے ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے پوچھا: "آپ نے فرمایا: "اس کا تعلق اہل روم سے تھا۔ اسے مملکت عطا کی گئی۔ وہ مصر کی طرف گیا وہاں اسکندریہ شہر بنایا۔" اگر یہ روایت صحیح ہو تو جھگڑا ختم ہو گیا۔ لیکن ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

الشیخ تقی الدین المقریزی نے "الخطط" میں تحریر کیا ہے کہ علماء کرام کی تحقیق یہ ہے کہ جس ذوالقرنین کا ذکر قرآن پاک میں ہے اس کا نام صعب بن حارث تھا۔ حضرت سام بن نوح اس کا نسب ختم ہوتا ہے۔ یہ حمیر کا بادشاہ تھا انہیں عرب العاربہ یا عرب العرباء کہا جاتا ہے۔ ذوالقرنین تاج پوش تبع تھا۔ جب اقتدار سنبھالا تو ابتداء میں جبر و ستم سے کام لیا۔ پھر رب تعالیٰ کے لیے عاجزی و انکساری کی۔ جس نے یہ سمجھا ہے کہ اسکندر ذوالقرنین ہے اس نے خطاء کی ہے۔ اسی ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی۔ لفظ "ذو" عربی ہے یمن کے بادشاہوں کا لقب بھی ذوالقرنین ہوتا تھا جبکہ اسکندر رومی یونانی تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ ذوالقرنین اسکندر یونانی نہیں ہے۔

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ (الکہف ۸۳)

ترجمہ: "فرمائیے میں ابھی بیان کرتا ہوں تمہارے سامنے اس کا حال۔"

رب تعالیٰ نے اس روح کے بارے فرمایا جس سے جسم کو زندگی نصیب ہوتی ہے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۸۵)

ترجمہ: "(انہیں) بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ آیت طیبہ مکیہ ہے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے۔ اس کے راوی امام مسلم کے راوی ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ یہود نے حضور اکرم ﷺ سے مدینہ طیبہ میں روح کے بارے پوچھا تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ الحافظ نے لکھا ہے: "ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ امکان ہے کہ یہ آیت طیبہ کئی بار نازل ہوئی ہو۔ دوسری بار آپ کے سکوت کو مزید تفصیل کی توقع پر محمول کیا جائے گا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ان کے پاس حق کے ساتھ تشریف لائے جسے وہ جانتے تھے انہوں نے آپ کی صداقت کو بھی جان لیا۔ جب انہوں نے آپ سے ان امور کے بارے پوچھا تو آپ نے اپنے علم غیب

کا اظہار کرتے ہوئے انہیں سوالات کے جوابات مرحمت فرما دیے تو حسد ان کے مابین حائل ہو گیا۔ انہوں میں سے ایک نے کہا:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ (حٰم السجدہ:۲۶)

ترجمہ: "مت سنا کرو اس قرآن کو اور شور وغل مچا دیا کرو اس کی تلاوت کے درمیان تم (اس طرح) غالب آجاؤ۔"

ایک دن ابو جہل نے آپ کے ساتھ اور آپ کے لائے ہوئے حق کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے کہا اگر وہ قریش! محمد عربی ﷺ گمان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا وہ لشکر جو تمہیں آگ میں عذاب دے گا اور تمہیں وہاں روکے رکھے گا اس کی تعداد انیس ہے۔ تم تعداد میں بہت زیادہ ہو کیا تم میں سے ایک سو ان میں سے ایک کو بھی نہیں پکڑ سکے گا؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: "اور ہم نے نہیں مقرر کیے آگ کے داروغے مگر فرشتے اور نہیں بنایا ان کی تعداد کو مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تاکہ یقین کر لیں اہل کتاب اور بڑھ جائے اہل ایمان کا ایمان اور نہ شک میں مبتلا ہوں اہل کتاب اور مومن تاکہ کہنے لگیں جن کے دلوں میں روگ ہے اور کفار کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے اس بیان سے۔ یونہی اللہ تعالیٰ (ایک ہی بات سے) گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے اور نہیں ہے یہ بیان مگر نصیحت لوگوں کے لیے۔"

بارھواں باب

ولا تجھر بصلاتك ولا تخافت بها واتبغ بين ذالك سبيلًا

کا نزول

سعید بن منصور، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت طیبہ اس وقت اتری جب حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں مخفی تھے۔ جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تھے تو آواز مبارک بلند فرماتے تھے۔ جب مشرکین تلاوت سنتے تو قرآن پاک کو برا بھلا کہتے۔ اسے نازل کرنے والے اور لانے والے کو برا بھلا کہتے وہ منتشر ہو جاتے۔ وہ آپ سے قرآن پاک سننے سے انکار کر دیتے۔ جب کوئی شخص آپ سے قرآن پاک سننا چاہتا تو وہ چھپ کر سنتا تا کہ کہیں قریش اسے پکڑ نہ لیں۔ جب وہ دیکھتا کہ قریش نے اسے دیکھ لیا ہے تو وہ چپکے سے کھسک جاتا تا کہ قریش اسے اذیت نہ دیں۔ اگر حضور ﷺ پست آواز سے تلاوت فرماتے تو آپ کی قرأت سننے والے کچھ بھی نہ سن سکتے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿۱۱۰﴾ (الاسراء ۱۱۰)

ترجمہ: "اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ۔"

ابن اسحاق نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ وہ ذات جس نے حضور ﷺ کے بعد سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں بآواز بلند قرأت کی وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوئے انہوں نے کہا: "بخدا! قریش نے قرآن پاک کی بآواز بلند قرأت سنی ہی نہیں۔ کون ہے جو انہیں بآواز بلند قرآن پاک کی قرأت سنائے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: "آپ کے بارے ہمیں قریش سے خطرہ ہے۔ ہمیں ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا قبیلہ ہو۔ جو اسے قریش سے اس وقت روک سکے جب وہ اس کے ساتھ برا ارادہ کریں۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے چھوڑ دو۔ عنقریب رب تعالیٰ انہیں مجھ سے روک دے گا۔" دوسرے روز وقت صبح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقام ابراہیمی کے پاس آئے قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ انہوں نے وہاں کھڑے ہو کر یوں

تلاوت شروع کی:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ (الرحمٰن ۱،۲)

ترجمہ: "رحمٰن نے (اپنے حبیب کو) سکھایا ہے قرآن۔"

پھر وہ لگاتار سورۃ الرحمان کی تلاوت کرتے رہے۔ قریش نے غور و فکر کیا۔ انہوں نے کہا: "ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ پھر انہوں نے کہا: "یہ تو اس کلام میں سے پڑھ رہا ہے جسے محمد عربی ﷺ لے کر آئے ہیں۔" وہ خود آ کر ان کے پاس گئے۔ ان کے چہرے پر مارنے لگے۔ وہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف لوٹ آئے۔ ان کے چہرے پر ضربوں کے نشانات تھے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں آپ کے بارے یہی اندیشہ تھا۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! یہ دشمنانِ خدا میری نظروں میں جتنے آج رسواء ہوئے ہیں پہلے کبھی نہ تھے۔ اگر تم پسند کرو تو میں کل بھی اسی طرح کروں گا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: "نہیں! آپ نے انہیں وہ کلام سنا دیا ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔"

تیرھواں باب

ابوجہل کا حضور اکرم ﷺ کی صداقت کا اعتراف

ابن اسحاق اور امام بیہقی نے امام زہری سے اور حضرت سعید بن مسیب سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ ایک رات ابوسفیان، ابوجہل اور اخنس بن شریق حضور ﷺ کی زبان اقدس سے قرآن پاک سننے کے لیے نکلے۔ رات کے وقت آپ اپنے کاشانہ اقدس میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ہر ایک شخص ایک جگہ پر بیٹھ کر قرآن پاک سنتا رہتا۔ اسے دوسرے ساتھی کا علم نہ ہوتا تھا۔ وہ ساری رات قرآن پاک سنتے گزار دیتے۔ وقتِ فجر وہ پھیل جاتے وہ رستے میں ایک دوسرے سے ملتے وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے وہ ایک دوسرے سے کہتے۔ "آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اگر تمہارے احمقوں نے تمہیں اس طرح دیکھ لیا تو ان کے دل میں یہ بات گھر کر جائے گی۔" پھر وہ لوٹ آئے۔ دوسری رات ان میں سے ہر ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ساری رات قرآن پاک سنتے گزار دی۔ طلوعِ فجر کے وقت گھر لوٹنے لگے۔ وہ رستہ میں ایک دوسرے سے مل گئے۔ انہوں نے وہی بات کی جو وہ پہلی رات کر چکے تھے۔ پھر گھر لوٹ آئے۔ تیسری رات پھر وہ اپنی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ ساری رات قرآن پاک سنتے ہوئے گزار دی۔ جب فجر طلوع ہوگئی تو گھر لوٹنے لگے۔ رستہ میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے کہا: "اب ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ہم وعدہ کرلیں کہ پھر اس حرکت کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا پھر جدا جدا ہو گئے۔

صبح کے وقت اخنس نے اپنا ڈنڈا لیا اور ابوسفیان کے پاس آگیا۔ اس نے کہا: "ابوحنظلہ! مجھے اپنی رائے کے بارے آگاہ کرو کہ تم نے محمد عربی ﷺ سے کیا سنا ہے؟ امام زہری نے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے اخنس سے کہا: "تو اس کے بارے کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: "میں تو اسے حق سمجھتا ہوں۔" ابوسفیان نے کہا: "ابوثعلبہ! بخدا! بعض اشیاء میں نے ایسی سنیں میں جن کا معنی اور مراد میں سمجھ گیا۔ بعض اشیاء کا معنی تو سمجھ گیا لیکن ان کی مراد نہ سمجھ سکا۔" اخنس نے کہا: "بخدا میری کیفیت بھی یہی ہے۔" پھر وہ وہاں سے نکل کر ابوجہل کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "ابوالحکم! جو کلام تو نے محمد عربی ﷺ سے سنا ہے اس کے بارے تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: "میں نے کیا سنا ہے؟ بنو عبد مناف اور ہم نے شرف میں جھگڑا کیا۔ ہم نے کھانا کھلایا۔ انہوں نے بھی کھانا کھلایا۔ ہم نے سوار کرایا انہوں نے بھی سوار کرایا۔ انہوں نے عطا کیا ہم نے بھی عطا کیا۔ حتیٰ کہ ہم قدموں کے بل دوڑنے لگے۔ ہماری کیفیت ان گھوڑوں کی طرح تھی جو شرط میں شرکت

کرتے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ہم میں ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہم یہ مرتبہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ بخدا! میں تو کبھی بھی ان پر ایمان نہیں لاؤں گا نہ ہی ان کی تصدیق کروں گا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس روز حضور اکرم ﷺ کو جان لیا تھا جب میں ابوجہل کے ساتھ چل رہا تھا۔ مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں حضور اکرم ﷺ نے ہم سے ملاقات کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ابوالحکم! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف آؤ۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔" ابوجہل نے کہا: "کیا آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں گے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم گواہی دیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ بخدا! اگر میں جان لیتا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے تو میں ضرور آپ کی اتباع کر لیتا۔" حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ ابوجہل نے میری طرف توجہ کی اور کہا: "بخدا! میں جانتا ہوں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے لیکن بنو قصی نے کہا: "حجابۃ ہماری ہے" ہم نے کہا: "ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا "ندوہ ہمارا ہے" ہم نے کہا: "ٹھیک ہے" انہوں نے کہا: "لواء ہمارا ہے۔" ہم نے کہا: "ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا: "سقایۃ ہمارا ہے۔" ہم نے کہا: "ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کھانا کھلانا ہم نے بھی کھانا کھلایا حتیٰ کہ جب خوب دوڑ لگی تو انہوں نے کہا: "ہم میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے۔" بخدا! میں ان پر کبھی بھی ایمان نہیں لاؤں گا۔"

چودھواں باب

ولید بن مغیرہ کا قرآن پاک کے بارے موقف

ابن اسحاق، مقاتل، ابن ابی حاتم، ابونعیم، امام بیہقی اور الواحدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ پر سورۃ الغافر کا نزول ہوا تو حضور ﷺ نے مسجد حرام میں اسے پڑھا۔ ولید نے اسے سنا۔ پھر وہ بنو مخزوم کی مجلس میں چلا گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! میں نے محمد عربی ﷺ سے ایسا کلام سنا ہے جو کسی جن و انس کا کلام نہیں ہے۔ اس کی جڑیں مستحکم ہیں اس کی شاخیں ثمر آور ہیں بخدا! اس کی شیرینی ہے۔ اس میں حسن و زیبائی ہے۔ وہ غالب ہی آتا ہے۔ اس پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا۔" پھر وہ واپس آ گیا۔

قریش نے کہا: "ولید صابی ہو گیا ہے۔ بخدا! اگر ولید صابی ہو گیا تو سارا قریش صابی ہو جائے گا۔" اس ولید کو ریحانہ قریش کہا جاتا تھا۔ ابوجہل نے کہا: "میں ولید کو کافی ہو جاؤں گا" وہ غمزدہ صورت بنا کر ولید کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "چچا! تیری قوم چاہتی ہے کہ وہ تیرے لیے مال جمع کر دے تا کہ وہ تجھے مال دے تو محمد عربی ﷺ کے پاس مال لینے ہی جاتا ہے۔" ولید نے کہا: "قریش جانتے ہیں میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔" ابوجہل نے کہا: "پھر ان کے بارے ایسی بات کہو جس نے تیری قوم کو علم ہو جائے کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے۔" ولید نے کہا: "میں ان کے بارے کیا کہوں؟ بخدا! وہ کسی جن اور انسان کا کلام نہیں ہے۔" ابوجہل نے کہا: "تیری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہ ہو گی حتیٰ کہ تو کہے۔" "مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اس کے بارے غور و فکر کر سکوں۔"

جب وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ حج کا زمانہ تھا اس نے کہا: "اے قوم قریش! حج کا زمانہ آ گیا ہے۔ عنقریب تمہارے پاس عرب کے وفود آئیں گے انہوں نے تمہارے اس صاحب کے بارے سن لیا ہے۔ ان کے بارے ایک رائے قائم کر لو۔ رائے میں اختلاف نہ کرنا ورنہ تم ایک دوسرے کی تکذیب کرو گے۔" قریش نے کہا: "ابو عبد شمس! تم ہی ہمارے لیے رائے قائم کرو۔ ہم وہی کہیں گے۔" اس نے کہا: "نہیں! بلکہ تم ہی کہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

قریش! ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہیں۔" ولید: بخدا! وہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ ان میں نہ تو کاہنوں جیسا زمزمہ ہے نہ ہی ان جیسا سجع ہے۔" قریش یہ ہم کہیں گے کہ وہ مجنون ہیں۔" ولید: بخدا! وہ مجنون نہیں ہیں، ہم جنون کو جانتے ہیں۔ نہ تو ان کی آواز مجنونوں جیسی ہے نہ ہی وہاں وسوسہ کا عمل دخل ہے۔ قریش! ہم کہیں گے کہ وہ شاعر

ہیں۔" ولید: بخدا! وہ شاعر نہیں ہیں۔ ہم شعر کی ساری اقسام رجز، ہزج، قریضہ، مقبوضہ اور مبسوطہ سے آگاہ ہیں۔ قریش: ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہیں۔ ولید: بخدا! وہ جادوگر نہیں ہیں ہم نے جادوگروں اور ان کے جادو کو دیکھا ہے۔ ان میں نہ ان جیسی جھاڑ پھونک ہے نہ ہی ان جیسی گرہ باندھنا ہے۔" قریش: ابوعبد شمس! تم ہی بتاؤ۔ ولید: بخدا! ان کے کلام میں مٹھاس ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط ہیں۔ اس کی شاخیں ثمر آور ہیں۔ ان امور میں سے تم جو بھی کہیں گے میں جانتا ہوں کہ وہ باطل ہو گا سب سے قریبی قول یہ ہے کہ تم کہو کہ وہ جادوگر ہیں وہ اپنے جادو سے آدمی اور اس کے بیٹے کو، آدمی اور اس کی بیوی کو، آدمی اور اس کے بھائی کو اور آدمی اور اس کے قبیلہ کو جدا کر دیتے ہیں۔" اس امر پر اتفاق کر کے وہ بکھر گئے۔ حج کے زمانہ میں وہ مکہ مکرمہ کی سڑکوں پر بیٹھ گئے۔ وہاں سے جو بھی گزرتا اسے حضور اکرم ﷺ سے ڈراتے۔" رب تعالیٰ نے ولید کے بارے یہ آیات طیبات نازل کیں۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ (المدثر: ۱۱ تا ۲۹)

ترجمہ: "آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور دے دیا ہے اس کو مال کثیر اور بیٹے دیے ہیں جو پاس رہنے والے ہیں اور مہیا کر دیا ہے اسے ہر قسم کا سامان۔ پھر طمع کرتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں۔ ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔ میں اسے مجبور کروں تاکہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ اس نے غور کیا اور پھر ایک بات طے کر لی اس پر پھٹکار اس نے کتنی بری بات طے کی۔ اس پر پھٹکار کیسی بری بات اس نے طے کی۔ پھر دیکھا پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا۔ پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے یہ نہیں ہر؟؟؟ مگر انسان کا کلام۔ عنقریب میں اسے جہنم میں جھونکوں گا۔ اور تو کیا سمجھے کہ جہنم کیا ہے؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔ جھلسا دینے والی آدمی کی کھال کو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر رب تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے قرآن پاک اتارا جو اس کے ہمراہ جو آپ ﷺ کے بارعیب جوئی کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

(الحجر ۹۳)

ترجمہ: "جنہوں نے کر دیا تھا قرآن کو پارہ پارہ پس آپ کے رب کی قسم! ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔"

اس زمانہ حج میں عرب حضور اکرم ﷺ کے بارے باتیں کرنے لگے۔ آپ کا ذکر پاک سارے عرب میں پھیل گیا۔

پندرھواں باب

صحابہ کرام پر ظلم وستم

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ”پھر قریش نے اپنے قبائل کو ابھارا کہ وہ ان مسلمانوں کو اذیت دیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے ہر قبیلہ مسلمانوں پر جھپٹ پڑا۔ وہ انہیں اذیتوں میں مبتلا کرتے انہیں دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے وہ انہیں قیدی بناتے مار کر، بھوکا رکھ کر اور مکہ مکرمہ کی چٹانوں پر پیاسا رکھ کر اذیت دیتے۔ جب گرمی شدت اختیار کر جاتی۔ بعض کمزور لوگ یہ فتنہ برداشت نہ کر سکے۔ وہ اس فتنہ میں مبتلاء ہو گئے۔ بعض محکم رہے رب تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔

ابن اسحاق نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ”کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترکِ دین کے لیے مشرکین اتنی اذیتیں دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جاتے ہوں۔“ انہوں نے فرمایا: ”ہاں! بخدا! مشرکین ایک مسلمان کو اتنا مارتے تھے۔ وہ اسے اتنا بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے کہ وہ اس اذیت کی وجہ سے سیدھا ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کفار اس سے پوچھتے: ”رب تعالیٰ کو چھوڑ کر لات وعزیٰ تیرے معبود ہیں؟“ وہ کہتا: ”ہاں!“ حتیٰ کہ اگر اس کے پاس سے بھونڑا گزرتا وہ اسے کہتے: ”رب تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ بھونڑا تیرا معبود ہے۔“ وہ کہتا ہے: ”ہاں! کیونکہ اسے ستایا ہی اتنا جاتا تھا۔“

ابو جہل وہ خبیث شخص تھا جو قریش کے آدمیوں کو انگیخت کرتا تھا۔ اگر وہ کسی ایسے شخص کے بارے سنتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو شرف و قدر والا ہوتا وہ اسے رسواء کرتا وہ اسے کہتا: ”تو نے اپنے باپ کا دین ترک کر دیا ہے۔ وہ تجھ سے بہتر تھا۔ ہم تیری دانائی کو پاگل کر دیں گے۔ تیری رائے کو جھٹلا دیں گے۔ تیرا شرف کم کر دیں گے۔“ اگر وہ تاجر ہوتا تو یہ کہتا: ”بخدا! ہم تیری تجارت میں مندا پیدا کر دیں گے۔ تیرا مال برباد کر دیں گے۔“ اگر اسلام قبول کرنے والا کمزور ہوتا تو یہ اسے مارتا۔ لوگوں کو بھی ابھارتا کہ وہ اسے ماریں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

یہ اسلام کے سچے اور دل کے پاکیزہ تھے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب دو پہر خوب گرم ہو جاتی تو امیہ

بن خلف انہیں پکڑ کر باہر نکال لاتا۔ مکہ مکرمہ کی چٹانوں پر انہیں پشت کے بل لٹا دیتا۔ پھر ایک بڑا پتھر لانے کا حکم دیتا۔ اسے ان کے سینۂ اقدس پر رکھ دیا جاتا۔ امیہ ان سے کہتا: ''تمہیں اس طرح ستایا جاتا رہے گا حتیٰ کہ تم انتقال کر جاؤ یا محمد عربی ﷺ کا انکار کر دو اور لات وعزیٰ کی پوجا شروع کرو۔ وہ اس مصیبت کے عالم میں بھی احد احد کے ترانے الاپتے۔ وہ فرماتے: ''میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

علامہ بلاذری نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ انہیں تپتی دوپہر میں اذیت دی جارہی تھی۔ اگر اس چٹان پر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھا جاتا وہ بھی پک جاتا۔ وہ فرمارہے تھے: ''میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔ یہ سن کر امیہ کو اور غصہ آجاتا وہ ان کی اذیت میں اضافہ کر دیتا وہ ان کے حلق پر مارتا۔ جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتے۔'' پھر انہیں افاقہ مل جاتا۔

ابن سعد نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے حج یا عمرہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں بھی رسی تھی۔ انہیں بچے کھینچ رہے تھے وہ احد احد پکار رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے: ''میں لات، عزیٰ، ہبل، نائلہ اور بوانہ کا انکار کرتا ہوں'' امیہ انہیں دہکتی چٹان پر لٹا دیتا۔ علامہ بلاذری نے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا: ''کفار حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال لیتے وہ اپنے لڑکوں سے کہتے کہ انہیں مکہ مکرمہ دو پہاڑوں کے مابین لے کر گھسیٹو۔ وہ اسی طرح کرتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس پر احد احد ہوتا۔ ابن سعد نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ناتواں تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں اذیت دی جاتی تھی تاکہ یہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں لیکن ان کی زبان سے ایک ایسا کلمہ بھی نہ نکلتا تھا جو کفار چاہتے تھے۔ امیہ بن خلف انہیں اذیتیں دیتا تھا۔'' بلاذری نے حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر اذیت شدت اختیار کر جاتی تو وہ احد احد کے ترانے الاپتے۔ کفار انہیں کہتے: ''اس طرح کہو جس طرح ہم کہہ رہے ہیں۔'' وہ فرماتے: ''میری زبان نہ اس طرح بول سکتی ہے نہ اسے پسند کرتی ہے۔'' بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کفار نے مجھے ایک دن اور ایک رات تک پیاسا رکھتے پھر مجھے باہر نکالتے اور گرم دن میں گرم چٹان پر مجھے اذیتیں دیتے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ورقہ بن نوفل حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے وہ اذیتیں دی جارہی ہوتیں وہ احد احد کے ترانے الاپ رہے ہوتے۔ ورقہ کہتے ''بخدا! یا بلال! احد احد، پھر وہ امیہ کی طرف توجہ کرتے دیگر کفار کی طرف رخ کرتے اور کہتے ''بخدا! اگر تم نے اسے شہید کر دیا تو میں ان کی قبر انور کو رحمت الٰہیہ کی آماجگاہ بنا دوں گا۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: ''اس مسکین کے بارے تو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اسے کب تک

اذیتیں دیتا رہے گا؟ امیہ نے کہا: "تم نے ہی بگاڑا ہے تم ہی اسے اس اذیت سے نجات دلا سکتے ہو۔" جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اسی طرح کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو ان سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے۔ وہ تیرے دین پر بھی ہے۔ وہ ان کے بدلے میں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔" امیۃ نے کہا: "میں قبول کرتا ہوں میں انہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے وہ غلام دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو ان کے اہل خانہ نے انہیں پکڑتے۔ انہیں گرم چٹان پر پھینک دیتے۔ ان سے کہتے: "لات و عزیٰ تیرے رب ہیں۔" وہ کہتے: "احد احد" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے فرمایا: "تم اس انسان کو کب تک اذیت دیتے رہو گے۔"

انہوں نے سات اوقیہ دے کر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں تذکرہ کیا کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر! مجھے بھی اس امر میں شریک کر لینا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں نے انہیں آزاد کر دیا ہے۔"

بلاذری نے جید سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابو خالد سے روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پانچ اوقیہ میں حضرت بلال کو خریدا تھا۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

یہ عراق کے مضافات کے رہائشی تھے۔ بنو ربیعہ کے بعض افراد نے اس علاقہ پر شبخون مارا۔ حضرت خباب کو قیدی بنالیا اور انہیں حجاز لا کر فروخت کر دیا سباع بن عبد العزیٰ نے انہیں خرید لیا یہ بنو زہرہ کا حلیف تھا ابو الیقظان کا خیال ہے کہ حضرت خباب سباع کے ماں کی طرف سے بھائی تھے علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت خباب قیدی بن کر ام انمار کے پاس آئے۔ یہ ان کی مالکہ بنی۔ پھر اس نے ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت خباب ہکلاتے تھے۔ جب وہ عربی میں گفتگو کرتے تو ان کی زبان میں لکنت آجاتی تھی اس لیے ان کو "الارت" کہا جاتا تھا۔

بلاذری نے روایت کیا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو گرم پتھر پر لٹا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی کمر کا پانی ختم ہو جاتا تھا۔

بلاذری نے امام شعبی اور ابولیلیٰ الکندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: "قریب ہو جائیں۔ قریب ہو جائیں۔" انہوں نے انہیں اپنی جگہ پر بٹھالیا۔ انہوں نے فرمایا: "سوائے ایک شخص سے اور کوئی آپ سے زیادہ اس جگہ پر بیٹھنے کا مستحق نہیں۔" حضرت خباب: امیر المؤمنین! وہ کون سا شخص ہے؟ حضرت عمر فاروق: وہ حضرت بلال (یا حضرت عمار بن یاسر) ہیں۔ حضرت خباب: وہ مجھ سے زیادہ اس جگہ کے مستحق نہیں ہیں۔ بعض مشرکین حضرت بلال کا دفاع کرتے تھے لیکن میرا دفاع کرنے والا کوئی

نہ تھا۔ میں نے خود کو ایک دن دیکھا مشرکین نے میرے لیے آگ جلائی انہوں نے اس پر مجھے لٹا دیا۔ ایک کافر نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھ دیا۔ وہ زمین میری کمر سے ہی ٹھنڈی ہوئی۔" پھر حضرت خباب نے اپنی کمر سے کپڑا ہٹایا، وہاں برص نما داغ تھے۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ لوہار پیشہ تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے پاس تشریف لاتے تھے۔ ان کی مالکہ کو اس کی خبر ہوگئی۔ وہ لوہے کا ٹکڑا لیتی۔ اسے بھٹی میں گرم کرتیں۔ اسے حضرت خباب کے سر کے اوپر رکھ دیتیں۔ انہوں نے اس تکلیف کے لیے عرض گذاشت بارگاہ رسالت مآب میں کر دی آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: "مولا! خباب کی مدد فرما۔" ان کی مالکہ کو درد کی شکایت ہوگئی۔ وہ کتوں کے ساتھ بھونکا کرتی تھی۔ اسے کہا گیا کہ سینگیاں لگواؤ۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ لوہا لیتے اسے بھٹی میں گرم کرتے اور اس سے اس کا سر داغتے محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو عتبہ بن ابی وقاص انہیں اذیتیں دیا کرتا تھا۔ امام بخاری، محمد بن عمر اسلمی اور امام بیہقی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ ہم مشرکین سے شدت ناک اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! کیا آپ رب تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا نہیں مانگیں گے؟ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ ایمان لائے تھے کفار لوہے کی کنگھیوں سے ان کی ہڈیوں سے گوشت اکھیڑ لیتے تھے لیکن وہ اپنا دین ترک نہیں کرتے تھے۔ ایک شخص کے سر پر آری رکھ کر چلا دی جاتی تھی۔ وہ دو حصوں میں منقسم تو ہو جاتا تھا لیکن اپنے دین سے برگشتہ نہیں ہوتا تھا۔ رب تعالیٰ اس امر (دین حق) کو ضرور مکمل فرمائے گا۔ حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا۔ اسے رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوگا۔ نہ ہی اسے اپنے بھیڑوں کے بارے بھیڑیے کا خدشہ ہوگا۔"

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی کمزور مسلمانوں میں سے تھے جنہیں راہِ خدا میں تکالیف دی جاتی تھیں۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان کمزور مسلمانوں میں ہوتا ہے جنہیں راہِ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ تاکہ وہ اپنے دین حق کو چھوڑ دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے:

"حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو راہِ خدا میں اتنا ستایا جاتا حتیٰ کہ انہیں پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہوتے۔"

حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ

ان کا نام افلح تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یسار تھا۔ یہ صفوان بن امیۃ کے غلام تھے۔ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ اس وقت امیہ بن خلف نے انہیں پکڑ رکھا تھا۔ اس نے ان کی ٹانگ کے ساتھ رسی باندھ رکھی تھی۔ اس نے حکم دیا انہیں گھسیٹا گیا۔ پھر انہیں ایک چٹان پر پھینک دیا گیا۔ ایک کیڑا ان کے پاس سے گزرا اس نے ان سے کہا: "کیا یہ تمہارا رب نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: "میرا رب تعالیٰ وہ اللہ ہے جس نے مجھے تخلیق کیا ہے اس نے تجھے بھی تخلیق کیا ہے۔ اسی نے اس کیڑے کو پیدا کیا ہے۔" یہ سن کر امیہ کو غصہ آگیا وہ ان کا گلا دبانے لگا اس کے ساتھ اس کا بھائی ابی بن خلف بھی تھا۔ اس نے کہا: "اس کے عذاب میں اضافہ کر دے حتیٰ کہ محمد عربی (فداہ روحی و ابی و امی) آئیں اور اپنے جادو سے انہیں نجات عطا کریں۔" وہ دوپہر کے وقت انہیں لے کر نکلتا۔ وہ انہیں زنجیریں پہنا کر چٹان پر پھینک دیتا۔ ان کے پیٹ پر بڑا سا پتھر رکھ دیتا۔ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ وہ اسی حالت پر رہتے حتیٰ کہ کفار گمان کرتے کہ ان کا وصال ہو چکا ہے پھر انہیں افاقہ ہو جاتا۔ سیدنا ابوبکر صدیق ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ابوفکیہہ کو راہِ خدا میں اتنا ستایا جاتا کہ انہیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہوتے۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

ان کے بھائی حضرت عبداللہ، اور والدین حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اذیت دی جاتی تھی۔ بلاذری اور امام بیہقی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر، حضرت خباب، حضرت صہیب، حضرت عمار رضی اللہ عنہم نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ اپنے چچا جان کے دفاع کی وجہ سے محفوظ تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی وجہ سے محفوظ تھے۔ جبکہ دیگر کمزور مسلمانوں کو لوہے کی زرہیں پہنا دی جاتی تھیں۔ انہیں دھوپ میں پھینک دیا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی اذیت شدت اختیار کر دی جاتی۔ ابوجہل حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کے دل پر نیزہ دے مارا۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔

ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس شخص سے سنا جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی: "انہوں نے صرف شلوار پہنی ہوئی تھی میں ان کی کمر پر نشانات دیکھے میں نے عرض کی: "یہ کیا ہے" انہوں نے کہا: "یہ اس وجہ سے ہیں کہ قریش مجھے اذیت دیتے تھے وہ مجھے تپتی ہوئی چٹان پر پھینک دیتے

تھے۔ بلاذری نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت عمار، حضرت یاسر اور حضرت عبد اللہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم کو راہِ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ''آل یاسر! صبر کرو! تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ حضرت یاسر اسی اذیت میں وصال فرما گئے حضرت سمیہ کے دل پر ابو جہل نے نیزہ مارا۔ وہ بھی شہید ہوگئیں۔ حضرت عبد اللہ کو تیر مارا تو وہ گر پڑے۔

حضرت لبیبہ رضی اللہ عنہا

بلاذری نے لکھا ہے کہ ابو البختری نے ان کا نام لبیبہ بیان کیا ہے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمر فاروق انہیں اذیت دیتے حتیٰ کہ تھک جاتے۔ انہیں چھوڑ کر کہتے: ''میں نے تمہیں صرف اس لیے چھوڑا ہے کیونکہ میں تھک گیا ہوں۔'' وہ کہتیں: ''اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو رب تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح اذیت دے گا۔''
ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت حسان نے فرمایا: ''میں عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ آیا۔ حضور اکرم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دی جا رہی تھی۔ میں حضرت عمر کے پاس کھڑا ہوگیا۔ وہ غصے میں تھے۔ وہ بنو عمرو کی لونڈی کا گلا دبا رہے تھے حتیٰ کہ وہ ان کے ہاتھوں میں لٹک گئیں میں نے کہا: ''یہ تو انتقال کر چکی ہیں۔'' حضرت سیدنا صدیق اکبر نے انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمر اور ابو جہل انہیں ستاتے تھے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے: ''ابو جہل کہا کرتا تھا کیا تم ان لوگوں کو محمد عربی ﷺ کے پیروکاروں کو نہیں دیکھتے اگر جو کچھ محمد عربی ﷺ لے کر آئے ہیں۔ وہ حق اور خیر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ زنیرہ ہدایت حاصل کرنے میں ہم سے سبقت لے گئی ہے۔'' حضرت زنیرۃ رضی اللہ عنہا کو اتنی اذیت دی گئی کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی۔ ابو جہل نے کہا: ''لات و عزیٰ نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''لات و عزیٰ کو تو یہ بھی علم نہیں کہ ان کی پوجا کون کرتا ہے۔ لیکن یہ ایک آسمانی امر ہے۔ میرا رب تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ میری بصارت لوٹا دے۔'' اس رات کی صبح کو رب تعالیٰ کی ان کی بصرت لوٹا دی۔ قریش نے کہا: ''یہ تو محمد عربی ﷺ کا جادو ہے۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خریدا اور خرید کر آزاد کر دیا۔''

حضرت ام عُمیس رضی اللہ عنہا

یہ بنو زہرۃ کی لونڈی تھیں اسود بن عبد یغوث انہیں اذیتیں دیتا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی لختِ جگر

یہ بنو نہد بن زید کی لونڈی تھیں۔ بنو عبد الدار کی ایک عورت انہیں اذیتیں دیتی تھی۔ وہ انہیں کہتی تھی: "بخدا! میں تمہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گی یا تمہیں وہ خرید لے جس نے تمہیں صابی بنایا ہے۔" حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ اس عورت نے انہیں آٹا پسوانے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "بخدا! میں تمہیں کبھی بھی آزاد نہیں کروں گی۔" حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: "ام فلاں! ذرا ترس کرو۔" اس نے کہا: "اگر تمہیں زیادہ ترس آرہا ہے تو تم انہیں خرید کر آزاد کر دو۔ بخدا! تم نے ہی انہیں خراب کیا ہے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان کی کیا قیمت ہوگی۔" اس نے کہا: "اتنی" انہوں نے فرمایا: "میں نے انہیں اتنی رقم میں خرید لیا ہے۔ یہ دونوں آزاد ہیں۔ تم اس کا آٹا واپس کر دو۔" انہوں نے کہا: "کیا ہم اس سے فارغ ہو کر آٹا واپس کر دیں یا ابھی واپس کر دیں۔" انہوں نے فرمایا: "جیسے تمہاری مرضی۔"

حضرت حمامہ رضی اللہ عنہا

یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ابو عمر نے ان کا تذکرہ "الدرر" میں کیا ہے انہیں بھی راہِ خدا میں اذیت دی جاتی تھی۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسے بہت سے غلاموں کو خریدا جنہیں راہِ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ ان میں حضرات بلال، عامر بن فہیرہ، ابو فکیہہ، بنو مؤمل کی لونڈی، نھدیہ اور ان کی نور نظر اور زنیرہ شامل ہیں۔ حاکم نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جناب ابو قحافہ نے اپنے نور نظر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "نور نظر! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم قوی اور سخت غلاموں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ تمہاری معاونت کریں گے اور تمہارا دفاع کریں گے۔" اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "والد گرامی! میں انہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لیے آزاد کرتا ہوں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ (اللیل ۵، ۶)

ترجمہ: "پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت بلال کا تذکرہ کیا ان صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جنہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ حالانکہ وہ سخت اذیتوں کا شکار تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق کا نام عتیق تھا۔

جزى الله خيرا عن بلالٍ و صحبه   عتيقا و اخزى فاكهاً و اباجهل

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے اور فاکہہ اور ابوجہل کو رسواء کرے۔“

عشیة همّا فی بلالٍ و صحبه ولم یحذرا ما یحذر المرءُ ذو العقل

ترجمہ: ”اس رات انہوں نے حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ برا ارادہ کیا۔ وہ اس چیز سے نہ ڈرے جس سے صاحب عقل شخص ڈرتا ہے۔“

بتوحیده رب الانام و قوله شهدت بأن الله ربّی علی مهل

ترجمہ: ”کیونکہ انہوں نے رب تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: ”میں اطمینان سے گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ ہی میرا رب ہے۔“

فان تقتلونی تقتلونی و لم اکن لا شرك بالرحمان من خیفة القتل

ترجمہ: ”اگر تم مجھے قتل کر سکتے ہو تو مجھے قتل کر دو لیکن میں قتل کے خوف سے رب تعالیٰ سے شرک نہیں کروں گا۔“

فیا ربَّ ابراهیم و العبد یونس و موسی و عیسی نجّنی ثمَّ لا تمل

ترجمہ: ”اے حضرت ابراہیم کے رب! اے حضرت یونس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے رب مجھے نجات دے پھر انہیں مہلت نہ دے۔“

لمن ظلَّ یهوی العز من آل غالب علی غیر حق کان منه و لا عدل

ترجمہ: ”جس نے آلِ غالب سے عزت چھیننے کی کوشش کی وہ حق پر نہیں ہے اور اس کا یہ معاملہ انصاف پر مبنی نہیں ہے۔“

✿✿✿

سولھواں باب

ہجرتِ حبشہ اولیٰ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصائب ملاحظہ کیے۔ آپ کو تو رب تعالیٰ کی طرف سے عافیت حاصل تھی۔ آپ کو اپنے چچا جناب ابو طالب کی تائید بھی حاصل تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”کاش! تم سرزمین حبشہ کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسے بادشاہ کی حکومت ہے جس کے پاس کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہارے لیے آسائش پیدا فرمادے۔“ اس وقت فتنہ کے خوف سے اور رب تعالیٰ کی طرف اپنا دین بچاتے ہوئے صحابہ کرام حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔ یہ ہجرت بارہ مردوں اور دو عورتوں نے کی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ہجرت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد دس تھی۔ ابن ہشام نے ان کی تعداد ۱۲ مرد اور ۳ عورتیں لکھی ہیں بعض نے بارہ مرد اور چار عورتیں لکھی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ مہاجرین ۱۲ مردوں اور پانچ عورتوں پر مشتمل تھے۔ العراقی نے ”الدرر“ میں اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

سب سے پہلے حضرت عثمان غنی اور ان کی رفیقہ حیات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلی ذات ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ محترمہ حضرت سہلۃ بنت سہیل بن عمرو، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیۃ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خثمہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”عمر ہم پر سب سے زیادہ شدت کرتے تھے۔ جب ہم نے سرزمین حبشہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں اپنے اونٹ پر سوار تھی۔ میں جانا ہی چاہتی تھی کہ عمر نے پوچھا: ”ام عبداللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ”تم نے ہمیں ہمارے دین میں اتنی اذیتیں دی ہیں ہم رب تعالیٰ کی زمین میں اس جگہ چلے جائیں گے جہاں ہمیں اذیت نہ دی جائے۔“ انہوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح وسلامت لے جائے“ پھر وہ چلے گئے۔ میرے شوہر محترم آئے۔ میں نے انہیں

حضرت عمر کی رقت کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا: "کیا تم امید رکھتی ہو کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ بخدا! نہیں! وہ اسلام نہیں لائیں گے حتیٰ کہ خطاب کا گدھا بھی اسلام لے آئے۔"

اس مبارک کارواں میں حضرت سہیل بن بیضاء، حضرت ابوسبرہ ابی رہم عامری شامل تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے ان افراد کا اضافہ کیا ہے۔ "حضرت ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو حضرت ابوسبرۃ کی زوجہ محترمہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم لیکن ابن اسحاق نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کارواں میں شامل تھے جو دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے لکھا ہے: "ان کے امیر حضرت عثمان بن مظعون تھے۔" لیکن امام زہری نے انکار کیا ہے انہوں نے کہا: "ان کا کوئی امیر نہ تھا۔" یہ مسلمان چوری چھپکے روانہ ہوئے۔ بعض پیادہ اور بعض سوار تھے وہ شعیبیہ کی بندرگاہ تک پہنچے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ تاجروں کی دو کشتیاں آ گئیں۔ انہوں نے نصف دینار فی کس کے حساب سے مسلمانوں کو کشتیوں پر سوار کر لیا۔ قریش ان کے تعاقب میں نکلے۔ جب وہ سمندر تک پہنچے تو مسلمان وہاں سے جا چکے تھے۔ وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ پکڑ سکے۔ مسلمانوں نے فرمایا: "ہم سرزمین حبشہ پہنچے۔ اہل حبشہ ہمارے لیے بہترین پڑوسی ثابت ہوئے۔ ہمیں اپنے دین پر امن نصیب ہو گیا۔ ہم رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ ہمیں کوئی اذیت نہ دیتا تھا نہ ہی ہمیں کسی ناپسندیدہ بات کو سننا پڑتا تھا۔"

مشرکین کہتے تھے: "کاش! محمد عربی (فداہ روحی) ہمارے معبودوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تو ہم انہیں اور ان کے صحابہ کو امن سے رہنے دیتے لیکن وہ جس برائی کے ساتھ ہمارے معبودوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کو اس برائی کے ساتھ یاد نہیں کرتے۔"

حضور ﷺ پر صحابہ کرام کی اذیتیں گراں گزرتی تھیں۔ آپ پر مشرکین کی تکذیب بھی شاق گزرتی تھی۔ ان کی گمراہی آپ کو غمزدہ کر دیتی تھی۔ آپ ان کی ہدایت کے متمنی تھے۔ اتفاق سے ایک دن آپ نے سورۃ النجم تلاوت کی۔ آپ بڑی ترتیل سے قرأت فرماتے تھے۔ جب آپ اس آیت طیبہ تک پہنچے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ (النجم ۱۹-۲۰)

ترجمہ: "(اے کفار!) کبھی تم نے غور کیا لات و عزیٰ کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے۔"

شیطان آپ کے سکتہ کی گھات میں تھا۔ اس کے بعد شیطان نے یہ جملہ کہہ دیا: "انھن الغرانیق العلا ان شفاعتھن لترتجٰی" حتیٰ کہ اسے ان لوگوں نے سن لیا جو آپ کے قریب تھے۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید حضور اکرم ﷺ کا قول ہے۔ اس نے یہ قول پھیلا دیا۔ مکہ مکرمہ کے ہر مشرک کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ ان کی زبانوں پر یہ فقرہ چھا گیا۔ وہ خوش ہو گئے انہوں نے کہا: "محمد عربی! (فداہ روحی) ہمارے دین کی طرف واپس لوٹ آئے ہیں۔" جب

آپ نے سورۃ النجم کو ختم کیا تو آپ نے سجدہ کیا۔ ولید بن مغیرہ کے علاوہ ہر مشرک نے سجدہ کیا۔ یہ عمر رسیدہ تھا۔ اس نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسی پر سجدہ کیا۔ دونوں فریقوں کو اس پر تعجب ہوا۔ مسلمانوں کو تعجب ہوا کہ مشرکین نے ان کے ہمراہ سجدہ کیا ہے جو کچھ شیطان نے کہا تھا مشرکین اسے نہیں سن سکے تھے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ مشرکین کو حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ یہ فقرہ لوگوں میں پھیل گیا۔ شیطان نے اس کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ یہ بات سرزمین حبشہ تک پہنچ گئی۔ مسلمانوں نے بھی اسے سن لیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ بات سنی تو آپ پر بہت گراں گزری۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿52﴾ (الحج ۵۲)

ترجمہ: ”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیا شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک) پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو دخل اندازی شیطان کرتا ہے پھر پختہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔“

الغرانیق کا یہ قصہ کئی اسناد سے مروی ہے۔ تین اسانید صحیح کی شرائط پر ہیں۔ یہ مراسیل ہیں ان سے وہ استدلال کر سکتا ہے جو مرسل روایت سے دلیل پکڑتا ہے۔ اسی طرح ان سے وہ بھی استدلال کر سکتا ہے جو مرسل روایت سے استدلال نہیں کرتا کیونکہ یہ اسناد ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ پہلی سند میں ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سند کے ساتھ حافظ ضیاء الدین المقدسی نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے دوسری سند میں ابن جریر نے عبد الرحمان بن حارث بن ہشام کا تذکرہ کیا ہے۔ جبکہ تیسری سند میں ابن جریر نے ابو العالیۃ سے روایت کیا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: ”ابن عربی نے اپنی عادت کے مطابق جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ”اس ضمن میں امام طبری نے بہت سی باطل روایات ذکر کی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں۔ یہ مردود اطلاق ہے۔“ اسی طرح قاضی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: ”یہ روایت کسی بھی صحیح کے مصنف نے روایت نہیں کی۔ نہ ہی کسی ثقہ راوی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔“ لیکن الحافظ نے لکھا ہے: ”یہ سب کچھ قواعد پر پورا نہیں اترتا جب طرق کثیر ہو جائیں اور ان کے مخارج

متفرق ہو جائیں تو اس امر پر دلالت ہوتی ہے کہ اس قصہ کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔" اس موضوع پر عنقریب تفصیل سے بات ہوگی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"جب حبشہ میں مسلمانوں تک یہ بات پہنچی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ولید بن مغیرہ اور ابو حیحہ نے حضور ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو پھر مکہ مکرمہ میں کافر کون رہا؟ ہمارے قبیلے ہمیں بڑے پسندیدہ ہیں۔ وہ واپس لوٹتے ہوئے عازم سفر ہوئے۔ جب وہ مکہ مکرمہ سے کچھ دور تھے تو وہ بنو کنانہ کے ایک کارواں سے ملے۔ انہوں نے ان سے قریش کے بارے میں پوچھا۔ کارواں نے کہا: "محمد عربی ﷺ نے ان کے معبودان باطلہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کیا تو گروہ نے انکی اتباع کر لی۔ پھر آپ نے رجوع کیا اور معبودانِ باطلہ کو برے الفاظ سے یاد کرنے لگے تو قریش بھی مسلمانوں کے ساتھ برا سلوک کرنے لگے۔ ہم نے انہیں اسی حالت پر چھوڑا ہے۔

مسلمانوں نے باہم مشاورت کی کہ وہ واپس حبشہ لوٹ جائیں۔ پھر کہا: "اب ہم قریب پہنچ چکے ہیں ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ قریش کا سلوک دیکھتے ہیں۔ اپنے اہلِ خانہ سے ملاقات کرتے ہیں۔" پھر واپس چلے جائیں گے۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر کوئی یا تو کسی کی پناہ لے کر داخل ہوا یا چھپ کر۔ وہ تھوڑی سی مدت ہی مکہ مکرمہ ٹھہرے پھر سرزمین حبشہ چلے گئے۔ ۵ ہجری ماہ رجب میں وہ گئے تھے۔ شعبان اور رمضان کا مہینہ وہاں ٹھہرے۔ یہ سجدہ رمضان میں ہوا تھا۔ وہ اسی سال شوال میں واپس آگئے۔ ان میں سے بعض صحابہ کرام حضور ﷺ کے ہمراہ ہی مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ بعض کو روک دیا گیا حتی کہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ بعض مکہ مکرمہ میں ہی وصال کر گئے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے۔ جب یہ مہاجرین واپس آئے تو ان کی قوم نے ان کے ساتھ شدید رویہ اختیار کیا۔ ان کے قبیلوں نے ان کے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ انہوں نے ان سے بہت سی مشکلات کا سامنا کیا۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصائب ملاحظہ کیے۔ وہ ولید کی پناہ میں آجا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک مشرک شخص کی امان میں عافیت کے ساتھ آیا اور جا رہا ہوں۔ جبکہ میرے دینی بھائی راہِ خدا میں ایسی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں جو مجھے نہیں پہنچ رہیں۔ یہ مجھ میں بہت بڑا عیب ہے۔ وہ ولید کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا: "اے ابو عبد شمس! تیرا ذمہ پورا ہو گیا۔ میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں۔" اس نے پوچھا: "میرے بھتیجے! کیوں؟ شاید میری قوم میں سے کسی نے تجھے اذیت دی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "نہیں! لیکن میں رب تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں۔ میں اس کے علاوہ کسی اور کی پناہ کا متمنی نہیں ہوں۔" اس نے کہا: "مسجد میں آؤ اور اعلانیہ میری پناہ واپس کرو۔ جیسے میں نے تمہیں اعلانیہ پناہ دی تھی۔" یہ دونوں مسجد گئے۔ ولید نے کہا: "یہ عثمان ہیں جو میری پناہ واپس کرنے

آئے ہیں۔" حضرت عثمان نے فرمایا: "سچ کہا ہے۔ میں نے اسے باوفا پایا ہے۔ اس کی پناہ بڑی عمدہ تھی لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ میں رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کی پناہ حاصل نہ کروں۔ میں نے اس کی پناہ واپس کر دی ہے۔" پھر حضرت عثمان چلے گئے۔ لبید بن ربیعہ قریش کی محفل میں اشعار پڑھ رہا تھا (یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عثمان ان کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ لبید نے کہا: "الا کل شی ما خلا الله باطل" رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" لبید نے کہا: "کل نعیم لا محالة زائل۔" یقیناً ہر نعمت ختم ہونے والی ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: "تم نے جھوٹ بولا ہے۔ جنت کی نعمتیں ختم نہیں ہوں گی۔" لبید نے کہا: "اے گروہ قریش! پہلے تو تمہارے اس ہم نشین کو اذیت نہیں دی جاتی تھی۔ تم میں یہ واقعات کب سے رونما ہونے لگے ہیں؟ اس قوم کے ایک شخص نے کہا: "یہ ہمارے احمقوں میں سے ایک احمق ہے۔ جو ہمارے دین سے جدا ہو چکے ہیں۔ تم اس کی بات محسوس نہ کرو۔" حضرت عثمان نے اسے جواب دیا: حتیٰ کہ ان کے مابین جھگڑا پھوٹ پڑا۔ ان میں سے ایک شخص اٹھا اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر تھپڑ مار دیا۔ حتیٰ کہ آنکھ نیلی ہوگئی۔ ولید بن مغیرہ پاس ہی کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: "اے میرے بھتیجے! تمہاری آنکھ ایسے زخموں سے محفوظ تھی۔ تم ایک مضبوط پناہ میں تھے۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میری صحیح آنکھ بھی چاہتی ہے کہ اسے بھی اسی طرح اذیت پہنچے جس طرح اس آنکھ کو پہنچی ہے۔ اے ابو عبد شمس! میں اس ذاتِ والا کی پناہ میں ہوں۔ جو بہت زیادہ معزز اور قدرت والی ہے۔" ولید نے کہا: "اے میرے بھتیجے! اگر میری پناہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو دوبارہ حاصل کر لو۔" انہوں نے فرمایا: "نہیں!"

جب جناب ابو طالب نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد کو پناہ دی تو بنو مخزوم کے کچھ افراد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "ابو طالب! تم نے اپنے بھتیجے محمد عربی (فداہ روحی) کو تو پناہ دے رکھی ہے۔ اب تم نے ہمارے اس صاحب کو کیوں پناہ دی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "انہوں نے مجھ سے پناہ مانگی۔ وہ میرے بھانجے ہیں اگر میں بھانجے کو پناہ نہیں دے سکتا تو پھر میں اپنے بھتیجے کو بھی پناہ نہیں دے سکتا۔" ابولہب اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: "اے گروہ قریش! تم نے اس بزرگ کو بہت زیادہ ستا لیا ہے۔ جو شخص ان کی پناہ میں آجاتا ہے تم اس پر سختیاں کرنے لگتے ہو۔" بخدا! تمہیں اس سے رکنا ہو گا۔ ورنہ میں ان کے ہمراہ ہر اس جگہ کھڑا ہوں گا جہاں یہ کھڑے ہوں گے۔ حتیٰ کہ وہ اس مقصد کو حاصل کر لیں جو ان کا ارادہ ہے۔" انہوں نے کہا: "اے ابو عتبہ! جو امر تجھے ناپسندیدہ ہو گا۔ ہم اس سے اجتناب کریں گے۔" ابولہب کفار کا سب سے بڑا احمایتی اور مددگار تھا۔ انہوں نے اسے اسی پر باقی رکھا۔ جب جناب ابو طالب نے ابولہب کی یہ بات سنی تو انہوں نے اس امید پر یہ اشعار کہے کہ شاید ابولہب ان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ انہوں نے کہا:

ان امرءً ا ابو عتبہ عمہٗ لفی روضۃ ما ان یسام المظالما

ترجمہ: "وہ شخص جس کا چچا ابوعتبہ ہو وہ ایسے گلشن میں ہوتا ہے کہ اس پر ستم نہیں ڈھایا جاسکتا۔"

اقول لہ و این منہ نصیحتی ابا معتب ثبت سوادك قائما

ترجمہ: "میں اسے کہتا ہوں لیکن اس پر میری نصیحت اثر نہیں کرتی کہ ابو معتب اپنی قوم کے اتفاق کو محکم کر۔"

و لا تقبلن الدھر ما عشت خطّۃً تسب بھا اما ھبطت المواسما

ترجمہ: "جب تک تو زندہ ہے تو کسی ایسی شئی کو قبول نہ کر جس کی وجہ سے تجھ پر ہر اس محفل میں عیب لگایا جائے جس میں تو جائے۔"

و ولّ سبیل العجز غیرك منھم فانك لم تخلق علی العجز لازما

ترجمہ: "اپنے علاوہ دوسری کے لیے انکساری کی راہ چھوڑ دے تجھے عاجزی کے رستہ پر برقرار رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔"

و حارب ان الحرب نصف و لن تری اخا الحرب یعطی الخسف حتی یسالما

ترجمہ: "راہِ جنگ اپنا۔ بلاشبہ جنگ انصاف لینے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ جنگجو رسوا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کے ساتھ صلح کر لی جاتی ہے۔"

و کیف و لم یجنو علیك عظیمۃ و لم یخذلوك غانماً او مغارِماً

ترجمہ: "تو اپنی قوم سے جدا کیوں ہوتا ہے حالانکہ اس نے تجھ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا۔ نہ ہی تجھے مال غنیمت یا تاوان کی حالت میں رسوا کیا۔"

جزی اللہ عنا عبد شمس و نوفلا جماعتنا کیما ینالوا المحارما

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ عبد شمس، نوفل ان کے گناہوں اور خطاؤں کی سزا دے۔"

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمدا و لما تروا یوماً لدا الشعب قائما

ترجمہ: "تم نے جھوٹ بولا ہے کہ محمد عربی ﷺ کو ہم سے چھین لیا جائے گا حالانکہ تم نے وہ دن دیکھا ہی نہیں جس دن شعب کے پاس شمشیر زنی ہوگی۔"

تنبیہات

① ابن اسحاق کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ مہاجرین حبشہ اس وقت واپس آئے جب انہوں نے ہجرت اولی کے

مہاجرین کے خروج کا تذکرہ کیا اس میں حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کا تذکرہ کیا پھر یہ تذکرہ کیا کہ مہاجرین حبشہ تک اہل مکہ کے اسلام کی خبر پہنچ گئی اور انہوں نے یہ خبر قبول کر لی...... انہوں نے تذکرہ کیا ہے کہ واپس آنے والوں میں حضرات عثمان غنی، ابو حذیفہ، سہلہ بنت سہیل، عبد اللہ بن جحش، عتبہ بن غزوان، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، سویبط بن سعد، طلیب بن عمر، عبد الرحمان بن عوف، عبد اللہ بن مسعود، ابوسلمہ، ام سلمہ، شماس بن عثمان، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ربیعہ، عمار بن یاسر (ان کے بارے میں انہیں شک ہے) معتب بن عوف، عثمان بن مظعون، سائب بن عثمان، حضرت عثمان کے بھائی قدامہ اور عبد اللہ، خنیس بن حزافہ، ہشام بن عاصی، عامر بن ربیعہ، لیلیٰ بنت ابی خثمہ، عبد اللہ بن مخرمۃ، عبد اللہ بن سہیل بن عمرو، ابو سبرہ، ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو، سکران بن عمرو، سودہ بنت زمعہ، سعد بن خولہ، ابو عبیدہ بن جراح، عمرو بن حارث۔ سہیل بن بیضاء اور عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہم۔

پھر انہوں نے لکھا ہے: ''جو مہاجرین زمین حبشہ سے مکہ مکرمہ پہنچے ان کی تعداد ۳۳ تھی۔ موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ جو مہاجرین پہلے سبب کی وجہ سے حبشہ سے واپس آئے تھے وہ اولین مہاجرین تھے۔ طبقات، عیون، اشارہ، مورد میں یہی صراحت موجود ہے۔

◆ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھوڑی سی مدت ہی مکہ مکرمہ میں ٹھہرے پھر وہ حبشہ چلے گئے لیکن زاد المعاد میں ان کا تعاقب کیا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے چار یا پانچ سال بعد آئے تھے۔ انہوں نے تفصیل سے اسی موضوع پر لکھا۔ انہوں نے اس دوسری ہجرت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی کیا ہے ایک جماعت کا تذکرہ کیا ہے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئی تھی۔ یا تو یہ وہم ہے یا غزوۂ بدر سے قبل ایک اور گروہ وہاں سے آیا تھا اس طرح مہاجرین کے تین گروہ وہاں سے آئے تھے۔ (۱) ہجرت مدینہ سے قبل (۲) غزوۂ بدر سے قبل (۳) غزوۂ خیبر کے وقت۔ (بلاشبہ یہی قول درست ہے۔ اس سے سارے اشکال ختم ہو جاتے ہیں۔)

❁❁❁

سترھواں باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ اولی کے بعد اسلام قبول کیا۔ "الزھر" میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ذوالحجۃ کے ماہ مبارک میں اسلام قبول کیا۔ بعثت کا چھٹا سال تھا ان کی عمر چھبیس سال تھی۔ ابن سعد نے اس روایت کو حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے۔ ابن جوزی نے پانچ ہجری کو ان کے اسلام قبول کرنے کا سال مقرر کیا ہے۔ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین روز بعد اسلام قبول کیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی۔ ابن سعد نے حضرت ابن مسیب سے یہی تعداد نقل کی ہے۔ اسحاق بن بشر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس وقت مرد مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تھی جبکہ خواتین کی تعداد بیس تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ "الزھر" میں ہے شاید یہی قول درست ہے کیونکہ ابن اسحاق کا مؤقف ہے کہ اس وقت حبشہ میں ۶۳ مہاجرین تھے۔

میں کہتا ہوں: "ابن اسحاق نے ان مسلمانوں کا ذکر کیا تھا جنہوں نے دوسری بار ہجرت کی تھی جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دو ہجرتوں کے مابین اسلام قبول کیا تھا۔ جیسے کہ حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے چالیس سے زائد مسلمانوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسحاق بن بشر کذاب تھا یہ احادیث گھڑ لیتا تھا۔ اس کی روایت ثقہ افراد کی روایت کے مقابلہ میں نہیں آسکتی۔

حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے کے متفرق اسباب بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ ابھی تذکرہ آئے گا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ ابن اسحاق، ابن سعد، ابویعلی، حاکم نے حضرت انس سے، بزار، الطبرانی نے حضرت اسلم سے اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ حضرت اسلم نے ان سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "کیا میں تم سے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان نہ کروں۔" ہم نے کہا: "ضرور! انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ سے بہت سخت عداوت رکھتا تھا۔ ایک دن میں ابوجہل یا شیبہ بن ربیعہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا: "اے گروہ قریش! محمد عربی ﷺ ہمارے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہتے ہیں ہماری عقلوں کو نادان کہتے ہیں۔ ہمارے گزشتہ آباء کو آگ کا ایندھن کہتے ہیں۔ سنو! جس نے محمد عربی کو شہید کر دیا میں اسے ایک سو سرخ و سیاہ اونٹ دوں گا۔ میں اسے ایک ہزار اوقیہ چاندی

دوں گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تلوار حمائل کر کے نکلا...... میں ترکش لٹکائے ہوئے تھا۔ میں نے حضور ﷺ کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ میں ایک بچھڑے کے پاس سے گزرا۔ لوگ اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ میں کھڑا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ بچھڑے کے پیٹ سے ایک ہاتف چیخ رہا تھا۔ اے ذریح! ایک فصیح شخص بلیغ زبان میں بلا رہا ہے۔ وہ اس گواہی کی طرف بلا رہا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس امر کا ارادہ تو صرف میں ہی کیے ہوئے ہوں۔" پھر میں ایک بکری کے پاس سے گزرا۔ وہاں ہاتف غیبی نے یہ اشعار پڑھے:

یا ایها الناس ذو الاجسام　　　ما انتم و طائش الاحلام

ترجمہ: "میں نے سوچا: "بخدا! صرف میں ہی اس امر کا ارادہ کیے ہوئے ہوں۔ پھر میں ضمار بت کے پاس سے گزرا۔ اس کے پیٹ سے ہاتف کی آواز آ رہی تھی۔"

ترك الضمار كان يعبد مرّةً　　　قبل الصلاة مع النبی محمد

ترجمہ: "اب ضمار کو ترک کر دیا گیا ہے حالانکہ کافی مدت تک اس کی پوجا ہوتی رہی تھی۔ اس وقت محمد عربی ﷺ کے ہمراہ نماز نہیں پڑھی گئی تھی۔"

ان الذی ورث النبوة و الهدٰی　　　بعد ابن مريم من قريش مهتدی

ترجمہ: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو ذات والا نبوت اور ہدایت کی والی بنی وہ قریش میں سے ہدایت یافتہ ہے۔"

سيقول من عبد الضمار و مثله　　　ليث الضمار و مثله لم يعبد

ترجمہ: "عنقریب وہ لوگ جنہوں نے خمار کی پوجا کی تھی وہ اور ان جیسے دوسرے لوگ کہیں گے کہ کاش! اس کی عبادت نہ کی جاتی۔"

واصبرا باحفص فانك امروء　　　يأتيك غير غرّ بنی عدی

ترجمہ: "ابو حفص! صبر کرو! آپ ایسے فرد ہیں جن کے پاس ایسی عزت آئے گی جو بنو عدی کی عزت کے علاوہ ہو گی۔"

لا تعجلن فانت ناصر دينه　　　حقا يقينًا باللسان و باليد

ترجمہ: "تم جلدی نہ کرو! تم ان کے دین کی نصرت کرنے والے ہو۔ تم یقیناً زبان اور ہاتھ کے ساتھ ان کی مدد کرو گے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں جانتا تھا کہ اس نے بھی میرا ہی ارادہ کیا ہے۔ پھر مجھے ایک شخص

ملا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: "وہ حضرت نعیم بن عبد اللہ النحام تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنی قوم کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا: "ابن خطاب! کہاں جا رہے ہو؟" میں نے کہا: "میں اس صابی کا ارادہ کیے ہوئے ہوں جس نے قریش کے امر کو متفرق کر دیا ہے۔ اس کی عقل کو نادان کہا ہے۔ اس کے دین میں عیوب نکالتا ہے اس کے معبودان کو برا بھلا کہتا ہے میں اس کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں۔" حضرت نعیم نے ان سے کہا: "اے عمر! بخدا! تمہیں تمہارے نفس نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔ کیا بنو عبد مناف تمہیں زمین پر چلتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ کیا تم اپنے اہل خانہ کے پاس نہیں جاتے اور ان کا معاملہ درست نہیں کرتے۔" حضرت عمر فاروق: میرے کون سے گھر والے؟ حضرت نعیم: تمہاری بہنوئی سعید بن زید اور تمہارے بہن فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کر لیا ہے انہوں نے محمد عربی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔" حضرت نعیم نے یہ صرف اس لیے کہا تھا تاکہ عمر حضور اکرم ﷺ کو اذیت دینے سے رک جائیں۔ عمر فاروق اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف واپس لوٹ آئے۔

حضور اکرم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ اگر کوئی ایسا شخص اسلام قبول کر لیتا جس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ ایک یا دو افراد کو ایسے آدمی کے ساتھ ملا دیتے جو ان کے لیے خرچ کرتے، آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو افراد کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملایا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر دستک دی۔ ان کے پاس حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے پاس صحیفہ تھا جس میں سورت "طٰہٰ" تھی۔ وہ ان دونوں کو یہ سورت پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمر فاروق کی آہٹ سنی تو حضرت خباب کمرہ میں چھپ گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ لیا اور اسے اپنی ران کے نیچے چھپا دیا۔ حضرت عمر نے حضرت خباب کی قرأت سن لی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: "یہ کون سی آواز ہے جو میں نے ابھی سنی ہے؟ ان میاں بیوی نے کہا: "تم نے کچھ بھی نہیں سنا۔" حضرت عمر فاروق: میں نے آواز سنی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے محمد عربی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔" انہوں نے حضرت سعید بن زید کو پکڑ لیا۔ ان کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کے لیے اٹھیں تو انہوں نے انہیں بھی مارا اور زخمی کر دیا۔ اس وقت ان دونوں نے کہا: "ہاں! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ہم رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔" جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون دیکھا تو بہت نادم ہوئے۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا: "مجھے وہ صحیفہ دو جسے میں نے تمہیں ابھی ابھی پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ ذرا میں دیکھوں کہ محمد عربی کس پیغام کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔" حضرت عمر فاروق پڑھ اور لکھ سکتے تھے۔ ان کی بہن نے کہا: "ہمیں خدشہ ہے کہ تم اس کی بے ادبی کرو گے۔" انہوں نے کہا: "یہ خدشہ نہ رکھو۔" انہوں نے اپنے معبودوں کی قسمیں اٹھائیں کہ اسے پڑھ کر واپس کر دیں گے۔ جب انہوں نے اتنی بات کی تو حضرت فاطمہ نے سوچا کہ شاید عمر اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: "بھائی! تم اپنے شرک کی وجہ سے ناپاک ہو

اسے صرف پاکیزہ فرد ہی چھوسکتا ہے۔" حضرت عمر اٹھے: غسل کیا ان کی بہن نے انہیں صحیفہ دیا۔ اس میں سورت "طٰہٰ" تھی۔ جب انہوں نے اس کا ابتدائی حصہ پڑھا تو کہا: "یہ کلام کتنا عمدہ اور معزز ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے "بسم اللہ الرحمان الرحیم" پڑھی تو اس کے مادہ اشتقاق پر غور کیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① (الحدید ۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہہ رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب اور دانا ہے۔"

حتیٰ کہ وہ اس آیت طیبہ تک پہنچ گئے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ (الحدید ۷)

ترجمہ: "ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس کی راہ میں ان مالوں سے جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا۔"

انہوں نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد أن محمداً رسول الله۔

جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت سنی تو کمرہ سے باہر نکل آئے۔ کہا: "عمر! بخدا! مجھے امید تھی کہ رب تعالیٰ تمہیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مخصوص فرمادے گا۔ میں نے کل سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے: "مولا! ابو الحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کی نصرت فرما۔

اللہ! اللہ یا عمر!

مجاہد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اسلام سے بہت دور تھا۔ میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا۔ عمر بن عبد عمران کے گھروں کے نزدیک حزورہ کے نزدیک ہماری محفل سجتی تھی۔ میں ایک رات اپنے دوستوں کے پاس جانے کے لیے نکلا۔ وہ اسی محفل میں ہوتے تھے۔ میں وہاں پہنچا تو میں نے وہاں کسی کو نہ پایا۔ میں نے دل میں کہا: "ہوسکتا ہے کہ میں فلاں شراب فروش کے پاس جاؤں تو میں اس کے پاس شراب پالوں اور میں اسے پی لوں۔ میں باہر نکلا لیکن میں نے اسے بھی نہ پایا۔ میں نے دل میں کہا: "کاش! میں خانہ کعبہ کی طرف جاؤں۔ اس کا طواف کروں" میں مسجد حرام میں آیا۔ میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ جب آپ نماز ادا کرتے تھے تو شام کی طرف رخ انور کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کو اپنے اور شام کے مابین رکھتے تھے آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین نماز پڑھتے تھے۔ میں نے دل میں کہا: "بخدا! میں آج رات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنوں گا۔ میں سنوں گا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔" میں نے کہا: "اگر میں اس طرح آپ کے سامنے گیا تو ہو

سکتا ہے کہ میں آپ کو ڈرا دوں۔" میں حجر اسود کی طرف سے آیا۔ میں خانہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا گیا حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں آپ کی قبلہ کی سمت کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے مابین صرف خانہ کعبہ کا غلاف تھا۔ جب میں نے قرآن پاک سنا تو میرے دل میں رقت پیدا ہو گئی میں رونے لگا۔ اسلام میرے اندر داخل ہو گیا۔ میں اسی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی۔ آپ واپس لوٹ آئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ آپ حضرت عباس اور ابن ازھر کے گھروں کے مابین پہنچ گئے تو میں نے آپ کو جا لیا جب آپ نے میری آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا۔ آپ نے گمان کیا کہ شاید میں آپ کو اذیت دینے کے لیے آپ کے تعاقب میں ہوں۔ آپ نے مجھے جھڑکا پھر فرمایا: "ابن خطاب! اس وقت کس لیے آئے ہو؟" میں نے عرض کی: "میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور پیغام حق پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ جو اس کی طرف سے آیا ہے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ پھر فرمایا: "ابن خطاب! رب تعالیٰ نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی ہے۔" پھر آپ نے میرے سینہ پر اپنا دست اقدس پھیرا۔ میرے لیے ثابت قدمی کی دعا کی۔ پھر میں واپس آ گیا۔ حضور ﷺ بھی اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

ایک اور روایت میں ہے: "جب حضرت خباب نے حضرت عمر سے کہا: "یا عمر! اللہ، اللہ! اس وقت حضرت عمر نے کہا: "خباب! محمد عربی ﷺ تک میری راہ نمائی کریں حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لوں۔" انہوں نے کہا: "آپ اپنے گھر کوہِ صفا کے پاس ہیں۔ آپ کے ہمراہ آپ کے صحابہ کرام بھی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لی اسے حمائل کیا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ جب صحابہ کرام نے ان کی آواز سنی تو ایک صحابی اٹھے انہوں نے دروازہ کے شگاف میں سے دیکھا۔ وہ گھبرا کر واپس آ گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! یہ عمر ہیں جو اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے ہیں۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اسے آنے دو اگر اس نے بھلائی کا ارادہ کیا تو ہم بھی اس کے ساتھ بھلائی کا سلوک کریں گے۔ اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا تو ہم اسی کی تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "اسے آنے دو۔ اگر رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو وہ اسے ہدایت دے گا۔" ایک شخص نے دروازہ کھولا۔ دو افراد نے عمر کو پکڑا حتیٰ کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، اسے چھوڑ دو۔" حضور ﷺ اٹھ کر ان کی طرف آئے حتیٰ کہ حجرہ میں ان سے ملاقات کی۔ ان کی چادر کے دامن کو پکڑ کر زور سے کھینچا پھر فرمایا: "عمر! کس ارادہ سے آئے ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کا عذاب تم پر نازل ہو جائے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" حضور ﷺ نے باآواز بلند تکبیر کہی جس سے ان تمام صحابہ کرام کو علم ہو گیا جو اس گھر میں تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے بھی تکبیر کہی جس سے مکہ مکرمہ کی

گلیاں گونج اٹھیں۔ وہ منتشر ہو گئے۔ انہوں نے خود کو محفوظ سمجھ لیا کیونکہ اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسلام لا چکے تھے۔ انہیں علم ہو گیا تھا کہ اب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کریں گے اور وہ بھی ان کی وجہ سے دشمن سے محفوظ ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

الحمد لله ذی المنّ الّذِی و جبت　　له علینا ایادٍ کلها عبرٌ

ترجمہ: "ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لیے ہیں جو احسان فرمانے والا ہے اس کی وجہ سے ہم پر ایسے احسانات ہوئے جن کا بدل نہیں"

و قد بدأنا فکذبنا فقال لنا　　صدق الحدیث نبیّ عنده الخبر

ترجمہ: "ابتداء میں ہم نے آپ کو جھٹلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سچی بات بتائی۔ آپ کے پاس غیب کی خبریں ہیں۔"

و قد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدی　　ربّی و قالوا جمیعا قدصبا عمر

ترجمہ: "میں نے خطاب کی بیٹی پر ظلم کیا۔ پھر اسی رات رب تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی۔ لوگوں نے کہا کہ عمر صحابی ہو گیا ہے۔"

و قد ندمت علی ما کان من زللی　　بظلمها حین تتلی عندها السور

ترجمہ: "مجھ سے جو خطاء ہوئی تھی اس پر مجھے ندامت تھی۔ حالانکہ اس کے پاس سورتیں تلاوت کی جا رہی تھیں۔"

لما دعت ربّها ذالعرش خالقها　　و ان احمد فینا الیوم مشتهر

ترجمہ: "جب اس نے عرش والے خالق کو پکارا۔ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں بہت مشہور ہیں۔"

نبی صدق اتی بالحق من ثقةٍ　　و افی الامانة ما فی عوده خور

ترجمہ: "وہ سچے نبی ہیں جو حق کے ساتھ رب تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ آپ وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں۔ آپ کی عود میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔"

ابن اسحاق نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس رات میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے یاد کیا کہ اہل مکہ میں سے سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کون ہے؟ حتیٰ کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اسے بتاؤں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔" میں نے دل میں کہا کہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے شدید دشمن ہے۔ میں وقت صبح اس کے پاس گیا۔ اس کے دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل باہر نکلا اس نے کہا: "میرے بھانجے! تمہیں خوش آمدید! صبح صبح کس لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: "میں اس لیے آیا

ہوں تاکہ تمہیں بتادوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے پیغام حق کی تصدیق کر دی ہے۔" اس نے میرے چہرہ پر دروازہ مارا۔ اس نے کہا: "رب تعالیٰ تجھے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے۔"

صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے کہا: "قریش سے سب سے زیادہ تیزی سے باتیں کون پھیلاتا ہے؟ انہیں بتایا گیا: "جمیل بن معمر الجمحی" وہ ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: "میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اے جمیل! کیا تجھے علم ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں نے محمد عربی ﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے۔" جونہی انہوں نے یہ بات کی وہ اپنی چادر گھسیٹتا ہوا اٹھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے پیچھے تھے میں اپنے والد گرامی کے پیچھے پیچھے تھا۔ حتیٰ کہ وہ مسجد حرام کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: "اے گروہ قریش! ابن خطاب صابی بن گیا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے کہا: "اس نے جھوٹ بولا ہے بلکہ میں نے تو اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں نے یہ گواہی دی ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔" سارے قریش ان پر جھپٹ پڑے۔ وہ ان کے ساتھ لڑتے رہے حتیٰ کہ سورج ان کے سروں پر آگیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ وہ ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو چاہو کرلو۔ بخدا! جب ہماری تعداد تین سو ہو جائے گی تو پھر یا تو تم ہمارے لیے اس شہر کو خالی کر دو گے یا پھر ہم کہیں چلے جائیں گے۔" وہ اس حالت پر تھے کہ قریش کا ایک بزرگ رسیدہ شخص ان کے پاس آیا اس نے یمنی چادر اور منقش حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پوچھا: "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: "عمر صابی ہو گیا ہے۔" اس نے کہا: "رک جاؤ۔ ایک آدمی نے اپنے آپ کے لیے ایک امر پسند کیا ہے تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ بنو عدی تمہارا یہ صاحب، تمہارے سپرد کر دیں گے۔ اس لیے اس کا رستہ چھوڑ دو۔ گویا کہ وہ کپڑا تھے جو ان سے فوراً جدا ہو گئے۔ ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: "والد گرامی! وہ شخص کون تھا جس نے لوگوں کو اس روز آپ سے دور کیا تھا۔ جس روز آپ نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ سے لڑ رہے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "نور نظر! وہ عاصی بن وائل تھا۔ وہ حالت شرک پر مرا تھا۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ عاصی ان کے پاس آیا اس نے یمنی چادر پہن رکھی تھی۔ ریشمی حلہ پہن رکھا تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا ہوا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "تمہاری قوم گمان کرتی ہے کہ وہ مجھے عنقریب قتل کر دے گی کیونکہ میں نے اسلام قبول کرلیا

ہے۔" عاصی نے کہا: "کوئی شخص آپ تک نہیں آسکتا۔ آپ امن سے رہیں۔" عاصی باہر نکلا۔ وہ لوگوں سے ملا۔ ان کا اژدہام جمع ہو چکا تھا۔ اس نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "ہم ابن خطاب کے ارادہ سے نکلے ہیں۔ وہ صابی ہو گیا ہے۔" عاصی نے کہا: "تم اس تک نہیں جا سکتے۔" لوگ راستہ ہی سے واپس آگئے۔ امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو گئے تو ہم غالب ہی رہے۔" ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! ہم میں ظاہری طور پر خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کی طاقت نہ تھی حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! آسمان والے حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے کی خوشیاں منا رہے ہیں۔"

امام احمد، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان افراد میں سے جو تجھے پسند ہے ان کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ ابو جہل یا عمر بن خطاب۔" رب تعالیٰ کے حضور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسندیدہ تھے۔

اٹھارواں باب

شعب ابی طالب میں محصوری

ابو الاسود، امام زہری، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ صحابہ کرام حبشہ چلے گئے ہیں۔ وہ وہاں امن وسکون سے رہ رہے ہیں نجاشی نے بھی انہیں پناہ دے رکھی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک بہادر شخص تھے۔ ان کی وجہ سے صحابہ کرام محفوظ ہو گئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے حتیٰ کہ حضرت حمزہ اور صحابہ کرام قریش پر غالب آنے لگے۔ اسلام قبائل میں پھیلنے لگا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے کہا: ''اس شخص نے ہمارے بیٹوں اور خواتین کو خراب کر دیا ہے۔'' انہوں نے لوگوں سے کہا: ''ہم سے کئی گنا دیت لے لو اور قریش کے علاوہ اور کوئی شخص ان کو شہید کر دو۔ ہمیں بھی سکون دو۔ خود کو آرام پہنچاؤ لیکن آپ کی قوم نے انکار کر دیا۔ بنو مطلب نے بھی بنو ہاشم کی مدد کی۔ جب قریش کو پتہ چل گیا کہ آپ کی قوم نے آپ کو تحفظ فراہم کر دیا ہے تو قریش میں سے مشرکین نے اتفاق کر لیا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو گھاٹی کی طرف نکل جانے پر مجبور کریں۔ انہوں نے اس امر پر بھی اتفاق کیا کہ وہ ایک عہد نامہ لکھیں جس میں یہ طے کریں کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو نہ رشتہ دیں گے نہ ہی ان سے رشتہ لیں گے۔ نہ ان سے کچھ خریدیں گے نہ ہی انہیں کچھ فروخت کریں گے۔ نہ ان سے صلح کریں گے نہ ہی ان کے بارے میں دل میں رقت پیدا ہو گی۔ حتیٰ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپ کو شہید کر دیں۔'' قریش نے اس معاہدہ پر اتفاق کیا پھر ایک عہد نامہ رقم کیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس تحریر کو منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا۔ ابن ہشام نے کاتب کا نام نضر بن حارث تحریر کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بد دعا فرمائی تو اس کی بعض انگلیاں شل ہو گئیں۔ بعض سیرت نگاروں نے بغیض بن عامر کا نام لکھا ہے۔ اس کا ہاتھ بھی مفلوج ہو گیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے ہشام بن عمرو کا نام لکھا ہے۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان سارے اقوال کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ امکان ہے کہ ان سب نے مختلف نسخے تحریر کیے ہوں۔

پھر انہوں نے یہ عہد نامہ خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا تاکہ ان کے نفس اس پر محکم رہیں۔ انہوں نے بنو ہاشم کے لیے بازاروں کے رستے بند کر دیے۔ وہ کسی کھانے، پینے اور خرید وفروخت ہونے والی چیز کو نہ چھوڑتے مگر اس کی طرف جلدی سے جاتے اور اسے فوراً خرید لیتے۔ جب قریش نے یہ اذیت ناک سلوک دیکھا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب جناب ابو طالب کے

پاس گئے ان کے مؤمن اور کافران کے ہمراہ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئے۔ مؤمن از روئے دین جبکہ کافر حمیت کی وجہ سے وہاں چلا گیا۔ بنو ہاشم میں سے ابولہب قریش کی جانب چلا گیا اس نے قریش کی مدد کی۔ جب یہ اپنی قوم سے جدا ہوا تو ہند بنت عتبہ اسے ملی۔ اس نے کہا: "عتبہ کی بیٹی! جب میں نے لات وعزیٰ کو چھوڑنے والوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان کی مدد کی ہے تو کیا میں نے لات وعزیٰ کی نصرت نہیں کی؟ اس نے کہا: "ہاں! ابوعتبہ! اللہ تجھے جزائے خیر دے۔"

علامہ بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت تحریر کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم تین سال تک گھاٹی میں محصور رہے۔ کھانے پینے کا سامان بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک شخص نفقہ لے کر نکلتا وہ اس سے خرید نہ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ واپس آجاتا۔ حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہو گیا۔"

قریش کا یہ اذیت ناک اور سنگ دلانہ سلوک دیکھ کر جناب ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

الا ابلغا عنّی علیٰ ذات بیننا　　لؤیًّا و خصامن لؤی بنی کعب

ترجمہ: "ہمارے آپس میں جو عمدہ تعلقات ہیں ان کی وجہ سے بنولوی کو یہ پیغام پہنچا دو۔ ان میں بنوکعب کو یہ پیغام پہنچا دو۔"

الم یعلموا انا وجدنا محمدا　　نبیًّا کموسی خط فی اوّلِ الکتبِ

ترجمہ: "کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے محمد عربی ﷺ کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح کا نبی پایا ہے جن کا تذکرہ سابقہ کتب میں ہے۔"

و ان علیه فی العباد محبّةً　　وَ لَا خیر ممن خصّه الله بالحبِّ

ترجمہ: "لوگوں میں ان کے بارے میں پیار کے جذبات ہی پائے جاتے ہیں۔ اس بھلائی سے زیادہ کوئی بھلائی نہیں جسے رب تعالیٰ محبت کے لیے مختص کرے۔"

و ان الذی لصقتم فی کتابکم　　حکم کائن نحسا کراغیة السقبِ

ترجمہ: "جو عہد نامہ تم نے خانہ کعبہ کے اندر لٹکایا ہے وہ تمہارے لیے اسی طرح منحوس ہوگا۔ جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بچے کی آواز تھی۔"

افیقوا افیقوا قبل ان یحفر الثری　　و یصبح من لم یجن دنبا کذی ذنبِ

ترجمہ: "جاگ جاؤ! جاگ جاؤ۔ اس سے پہلے کہ مٹی کو کھودا جائے اور بے گناہ بھی گناہ گار کی طرح ہو جائے۔"

و لا تتبعوا امرا الو شاةِ و تقطعوا　　او امرنا بعد المودّة و القربِ

ترجمہ: "چغل خوروں کی پیروی نہ کرو۔ اس طرح تم محبت اور مودت کے بعد تعلقات منقطع کر دو گے۔"

و تسلجبوا جربا عواناً و ربّما　　　امرّ علی من ذاقه حلب الحرب

ترجمہ: "جنگ کو چکھنے کی آرزو لگا تار نہ کرو۔ اسے جس نے بھی چکھا اسے اس کا ذائقہ کڑوا ہی لگا۔"

فلسنا و رب البیت نسلّم احمد　　　لعزّاء من عضّ الزّمانِ و لا رَبِ

ترجمہ: "خانہ کعبہ کی قسم ہم زمانہ کی تکالیف یا مصائب سے ڈر کر حضور اکرم ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے۔"

و لمّا تبن منا و منکم سو الف　　　و ایدٍ اترت بالقساسیة الشهب

ترجمہ: "نہ تو ابھی تک تمہاری اور ہماری گردنیں یا ہاتھ اس طرح عیاں ہوئے ہیں جنہیں قصاصی تلواروں سے کاٹا گیا ہو۔"

بمعترکٍ ضنكٍ تری کَسِرُ العنا　　　به و النسور الطخم یعلفن کالشرب

ترجمہ: "ایسی خون آشام جنگ میں جہاں تو ٹوٹے ہوئے نیزوں کو دیکھے گا۔ جہاں کالے سروں والے گدھ شرابیوں کی طرح پڑے ہوں گے۔"

کان مجال الخیل فی مجراته　　　و معمعة الابطال معرکة الحرْبِ

ترجمہ: "گویا کہ اسی کے ارد گرد گھوڑوں کا شور جنگ کے معرکہ میں جوانوں کا شور ہے۔"

الیس ابونا هاشم شدازرهٗ　　　و اوصی بنیه بالطعان و بالضرب

ترجمہ: "کیا ہمارا باپ ہاشم نہیں ہے۔ جنہوں نے خود کو بھی مضبوط کیا اور اپنے بیٹوں کو نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی وصیت کی۔"

و لسنا نمل الحرب حتی تملنا　　　و لا نشتکی ما ان ینوب من النکب

ترجمہ: "ہم جنگ سے اکتا نہیں جاتے حتیٰ کہ وہ ہم سے اکتا جائے اور ہم مصیبت کا شکوہ کسی سے نہیں کرتے۔"

و لکنا اهل الحفائظ و النهی　　　اذا طار ارواح الکماة من الرعبِ

ترجمہ: "بلکہ ہم تو ایسے جوانمرد ہیں کہ ہم اس وقت بھی ہوش میں ہوتے ہیں محافظ ہوتے ہیں جب جوانوں کی روحیں رعب کی وجہ سے پرواز کر جاتی ہیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تین سال اسی تنگی میں گزر گئے۔ صرف مخفی طور پر ہی کوئی چیز ان تک جا سکتی تھی۔ وہ لوگ ان تک یہ اشیاء پہنچاتے تھے جو صلہ رحمی کرتے تھے۔

ابو جہل کو حکیم بن حزام ملے۔ ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا۔ اس نے گندم اٹھائی ہوئی تھی یہ اسے اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔ وہ بھی شعب ابی طالب میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ

تھیں وہ ان کے ساتھ چمٹ گیا۔ اس نے کہا: "کیا تم بنو ہاشم تک کھانا لے جانا چاہتے ہو؟ تم نہ خود جا سکتے ہو اور نہ ہی تمہارا یہ کھانا جا سکتا ہے حتیٰ کہ میں تمہیں مکہ مکرمہ میں رسوا کر دوں گا۔" ابوالبحتری نے کہا: "یہ ان کی پھوپھی کا کھانا ہے جو ان کے پاس تھا کیا تو ان کا کھانا ہی ان تک جانے نہیں دیتا۔ اس شخص کا رستہ چھوڑ دے ابوجہل نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ دونوں الجھ پڑے۔ ابوالبحتری نے اونٹ کا جبڑا لیا اور ابوجہل کو دے مارا۔" اسے زخمی کر دیا اسے بری طرح روند ڈالا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پاس ہی کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے وہ ناپسند کرتے تھے کہ یہ بات حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے جس سے آپ مزید غمزدہ ہوں۔"

اس پورے دورانیہ میں جناب ابوطالب حضور ﷺ سے عرض کرتے کہ آپ ایک بستر پر آرام فرما ہو جائیں۔ وہ دیکھتے رہتے کہ کوئی شخص آپ کو شر یا اذیت پہنچانے کے لیے تو نہیں آیا۔ جب آپ سو جاتے تو وہ اپنے بیٹوں، بھائیوں یا چچازادوں میں سے کسی کو کہتے وہ حضور ﷺ کے بستر پر لیٹ جاتے۔ حضور ﷺ کسی دوسرے بستر پر تشریف لے جاتے وہ پھر بھی آپ کی نگرانی کرتے رہتے حتیٰ کہ تین سال گزر گئے۔

پھر رب تعالیٰ نے ان کے اس ظالمانہ عہدنامہ پر دیمک کو مسلط فرما دیا۔ وہ عہد نامہ کی ظلم سے بھرپور شقوں کو چٹ کر گئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جہاں جہاں بھی اس عہد نامہ میں رب تعالیٰ کا نام تھا دیمک اسے کھا گئی۔ اس نے شرک، ظلم اور قطع رحمی کی شقوں کو باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو اس امر سے آگاہ فرما دیا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا کو آگاہ کیا۔ جناب ابوطالب نے پوچھا: "کیا آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو اسی طرح فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "بخدا! آپ کے پاس کوئی حاضر نہیں ہوا۔" دوسری روایت میں ہے انہوں نے کہا: چمکدار ستاروں کی قسم! آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔" وہ بنوہاشم اور بنومطلب کے ساتھ مسجد حرام میں آئے۔ انہیں قریش کی طرف سے خطرہ تھا جب قریش نے انہیں دیکھا تو انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ حضور ﷺ کو سپرد کرنے آئے ہیں یہ مصیبت اور اذیت سے گھبرا گئے ہیں۔ جناب ابوطالب نے کہا: "چند امور ایسے ہیں جن کا ہمارے اور تمہارے مابین تذکرہ نہیں ہوا۔ تم وہ صحیفہ لے کر آؤ جس میں تمہارا معاہدہ لکھا ہوا ہے۔ شاید ہمارے اور تمہارے مابین صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔

جناب ابوطالب نے اس خدشہ کے پیش نظر یوں فرمایا تھا کہ وہ کہیں لانے سے قبل ہی وہ عہد نامہ دیکھ نہ لیں۔ وہ ساری دستاویز لے کر آئیں۔ انہیں شک نہ گزرے اور وہ اس میں گڑبڑ نہ کر دیں۔ انہوں نے وہ عہد نامہ اپنے سامنے رکھا اور ابوطالب سے کہا: "اب وقت آگیا ہے کہ تم ان امور سے باز آجاؤ جو تم نے اپنے لیے ہمارے لیے پیدا کیے ہیں۔" جناب ابوطالب نے فرمایا: "میں تمہارے پاس ایسا معاملہ لے کر آیا ہوں جو ہمارے اور تمہارے مابین انصاف کر دے گا۔ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کہ وہ صحیفہ جو تمہارے سامنے ہے رب تعالیٰ نے اس

پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ کے نام کے علاوہ تمہارے ظلم وستم کی ساری شقیں چٹ کر دی ہیں۔ اگر معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح انہوں نے فرمایا ہے تو ہم انہیں تمہارے سپرد نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہمارا آخری فرد بھی مر جائے۔ اگر ان کی یہ بات سچ نہ نکلی تو ہم انہیں تمہارے سپرد کر دیں گے۔ خواہ انہیں قتل کر دینا یا باقی رکھنا۔" قریش نے کہا: "جو کچھ تم کہہ رہے ہو ہم اسی پر راضی ہیں۔ انہوں نے وہ دستاویز کھولی۔ انہوں نے اسے اسی طرح پایا جس طرح صادق و مصدوق نبی ﷺ نے اس کی خبر دی تھی۔ جب قریش نے اس خبر کی صداقت دیکھ لی جو حضور اکرم ﷺ نے جناب ابوطالب کو بتائی تھی تو انہوں نے کہا: "یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے۔" ان کی بغاوت اور سرکشی میں اضافہ ہو گیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے کہا: "ہمارا دشمن اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ جھوٹ اور جادو کو اس کی طرف منسوب کیا جائے ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ یہ قطع رحمی جس پر تم نے اتفاق کر لیا ہے یہ سرکشی اور جادو کے زیادہ قریب ہے۔ جناب ابوطالب نے فرمایا: "اے گروہ قریش! ہمیں محصور و مقید کیوں کیا گیا ہے۔ اب معاملہ عیاں ہو چکا ہے یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ ظلم، قطع رحمی اور برائی کے قریب طرف تم ہو۔" پھر وہ اور ان کے ساتھی غلاف کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس شخص کے خلاف ہماری مدد فرما جو ہم پر ظلم کرتا ہے۔ قطع رحمی کرتا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے جسے حرام کیا گیا ہے۔" پھر وہ گھاٹی کی طرف لوٹ گئے۔

جب جناب ابوطالب کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ عرب کے لوگ قریش کے ساتھ نہ مل جائیں تو انہوں نے اس وقت اپنا قصیدہ لامیہ کہا: انہوں نے اس میں حرم کعبہ اور اس کی عظمت کے طفیل پناہ مانگی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کسی صورت میں بھی حضور ﷺ کو قریش کے حوالے نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ سارے عالم بالا کو سدھار جائیں ابن اسحاق اور ابوھفان عبد اللہ بن احمد نے کثیر اشعار کا ذکر کیا ہے، ابوھفان نے بہت سے زائد اشعار کا تذکرہ کیا ہے میں ان میں سے بعض کا تذکرہ کر رہا ہوں:

خلیلی ما اذنی لاول عاذل   بصغواء فی حق و لا عند باطل

ترجمہ: "اے میرے یار! میرے کان حق یا باطل کے بارے پہلی ہی دفعہ سنتے وقت اس کے بارے ملامت کرنے والے نہیں۔"

خلیلی ان الرای لیس بشرکۃ   و لا نہنہ عند الامور البلابل

ترجمہ: "اے میرے دوست! عظیم امور کے وقت رائے میں نہ شرکت ہو سکتی ہے نہ ہی اسے ڈانٹ کر روکا جا سکتا ہے۔"

و لما رائیت القوم لا ود عندھم   و قد قطعوا کل العری و الوسائل

ترجمہ: "جب میں نے دیکھا کہ میری قوم میں باہمی محبت نہیں رہی اور انہوں نے ہر رشتہ اور تعلق توڑ لیا ہے۔"

قد صارحونا بالعداوة و الاذی و قد طاوعوا امر العدوّ المزایل

ترجمہ: "انہوں نے پوری عداوت کے ساتھ ہمارا مقابلہ کیا اذیت دی اور اس دشمن کا حکم بجا لائے جو ہر صورت میں علیحدہ ہونے والا تھا۔"

و قد حالفوا قوماً علینا اظنة یعضون غیظا خلفنا بالاناملِ

ترجمہ: "انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ عہد کیے جو ہمارے لیے بدگمانی رکھتے تھے۔ جو ہماری عدم موجودگی میں جوشِ غضب سے انگلیاں کاٹتے تھے۔"

صبرت لهم نفسی بسمراء سمحة و ابیض غضب من تراث المقاول

ترجمہ: "میں لچکدار نیزے اور ایسی تلوار کو لے کر ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکل آیا جو بادشاہوں کی طرف سے ہمیں وراثت میں ملی تھی۔"

و احضرت عند البیت رهطی و اخوتی و امسکت من اثوابه بالوصائلِ

ترجمہ: "میں نے اپنے قبیلہ اور بھائیوں کو خانہ کعبہ کے پاس جمع کیا۔ بیت اللہ کے سرخ دھاری دار غلاف کو پکڑ لیا۔"

قیاما معا مستقبلین رتاجهٗ لدی حیث یقضی خلفه کل نافلِ

ترجمہ: "میں سب کے ہمراہ اس دروازے کی سمت منہ کر کے کھڑا تھا۔ جہاں ہر قسم اٹھانے والا قسم اٹھاتا تھا۔"

اعوذ برب الناس من کل طاعن علینا بسوء او صلح بباطل

ترجمہ: "میں برے الزامات لگانے والے اور باطل پر مصر شخص سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

و من کاشح یسعٰی لنا بمعیبة و من ملحق فی الدین ما لم نحاول

ترجمہ: "میں ایسے کینہ جو شخص سے پناہ مانگتا جو ہم پر عیب لگانے کی سعی کرتا ہے۔ ہمیں اس دین سے ملانے کی سعی کرتا ہے جس کا ہم ارادہ نہیں کرتے۔"

و ثور و من ارسی بثیرا مکانه وراق لیرقی جراء و نازل

ترجمہ: "ثور پہاڑ اور اس ذات کی قسم جس نے ثبیر کو اپنی جگہ پر نصب کیا حراء کے پہاڑ پر اترنے والے اور چڑھنے والے کی قسم۔"

و بالبیت حق البیت من بطن مکه و باللّٰه ان اللّٰه لیس بغافل

ترجمہ: "بیت اللہ اور اس کے حق کی پناہ جو وادیٔ مکہ میں ہے۔ رب تعالیٰ کی پناہ جو اپنے بندے سے لمحہ بھر

بھی غافل نہیں ہوتا۔"

و بالحجر الاسود اذ یمسحونه　　　اذا کتنفوه بالضحی و الاصائل

ترجمہ: "حجراسود کی پناہ جسے لوگ بوسہ دیتے ہیں اور صبح وشام اس کا گھیراؤ کیے رکھتے ہیں۔

و موطیٔ ابراهیم فی الضمر برطبة　　　علی قدمیه حافیا غیر ناعل

ترجمہ: "اس پتھر کی پناہ جسے حضرت خلیل اللہ کے قدم چومنے کی سعادت ملی۔ وہ ننگے پاؤں تھے۔ اُن کے قدموں کے نشانات وہیں پڑ گئے۔"

و من حج بیت الله من کل راکب　　　و من کل ذی نذر و من کل راجل

ترجمہ: "ہر اس شخص کی پناہ جو اس مقدس گھر کا حج کرنے کا ارادہ کرے۔ خواہ وہ سوار ہو یا پیدل ہو یا نذر مانے ہوئے ہو۔"

فهل بعد هذا من معاذ لعائذ　　　و هل من معیذ یتقی الله عاذل

ترجمہ: "کیا اس کے بعد بھی کوئی پناہ ہے جسے پناہ طلب کرنے والا مانگ سکے۔ کسی ملامت کرنے والے کی پناہ کے بعد بھی کسی کی پناہ ہو سکتی ہے جو رب تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہو۔"

یطاع بنا العدّی و ودّوا لو اننا　　　تسدبنا ابواب ترك و كابل

ترجمہ: "ہمیں نظر انداز کر کے ہمارے دشمنوں کی باتیں سنی جاتی ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ہمارے لیے ترکی اور کابل کے رستے بند ہو جائیں۔"

کذبتم و بیت الله نترك مكة　　　و نظعن الا امركم فی بلابل

ترجمہ: "خانہ کعبہ کی قسم! تم نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ مکرمہ کو چھوڑ کے کہیں چلے جائیں گے۔ یہ تمہاری وسوسہ سازی ہے۔"

کذبتم و بیت الله نبزی محمدا　　　و لما نطا عن حوله و نناضل

ترجمہ: "بیت اللہ کی قسم تم نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمد عربی ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے۔ ہم نے ان کے ارد گرد نہ نیزہ بازی کی ہے نہ ہی تیر اندازی۔"

و نسلمه حتی نصرع حوله　　　و نذهل عن ابنائنا و الحلائل

ترجمہ: "اور ہم انہیں تمہارے سپرد کر دیں گے۔ نہیں! ہم تو ان کے ارد گرد اپنی جانیں قربان کریں گے ہم اپنی بیویوں اور اولادوں کو بھول جائیں گے۔"

و ينهض قوم في الحديد اليكم نهوص الزّوايا تحت ذات الصلاصل

ترجمہ: "ایک غرق آہن قوم تمہارے پاس اس طرح آئے گی جس طرح پانی لانے والیاں اونٹنیاں برتن اٹھا کر آتی ہیں۔"

و حتّٰی نری ذا الضغن یر کب ردعه من الطعن فعل الانکب المتحامل

ترجمہ: "حتیٰ کہ تو دیکھے گا کہ ایک کینہ رکھنے والا شخص نیزہ کھا کر بھی نہیں رکے گا۔ وہ حاملہ اونٹنیوں کی طرح مشکل سے چل رہا ہوگا۔"

انا لعمر الله ان جد ما اری تبلسن اسیافنا بالاماثل

ترجمہ: "رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اگر وہ واقعہ رونما ہوگیا جو میرے نہاں خانہ دل میں ہے تو پھر ہماری تلواریں کئی بزرگوں کے سینوں میں پیوست ہو جائیں گی۔"

بکفی فتًی مثل الشهاب سميدع اخي ثقة حامي الحقيقة باسل

ترجمہ: "یہ تلواریں ایسے جوان کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کی مانند تاباں قابل اعتماد حقیقت کا مددگار اور بہادر ہوگا۔"

و ما ترك قدم لا ابالك سيّدا يحوط الذمار غير ذرب مؤكل

ترجمہ: "تیرا باپ مرے! اس عظیم سردار کو چھوڑنا کتنا قبیح ہے جو امور کی نگرانی بھی کرے، فحش گوئی بھی نہ کرے اور اپنا کام بھی دوسروں کے سپرد نہ کرے۔"

و ابيض يستقى الغمام بوجهه ثمال اليتامٰى عصمة للارامل

ترجمہ: "وہ سفید رنگت والے ہیں ان کے چہرہ کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے سرپرست اور بیوگان کی پناہ گاہ ہیں۔"

يلوذبه الهلاك من آل هاشم فهم عنده في نعمة و فواضل

ترجمہ: "بنوہاشم کے مفلس لوگ ان کے ہاں پناہ لیتے ہیں وہ ان کے ہاں سے رحمت اور فضل حاصل کرتے ہیں۔"

جزى عنا عبد شمس و نوفلاً عقوبة شرّ عاجلا غير اجل

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے عبد شمس اور نوفل کو شر کی ایسی سزا دے جس میں عجلت ہو دیر نہ ہو۔

بميزانِ قسط لا يخيس شعيرةً له شاهد من نفسه غير مائل

ترجمہ: "ایسی سزا جو عدل کے ترازو میں تلی ہو۔ اس میں جَو بھر بھی کمی نہ آئے۔ مجرم کا ضمیر بھی کہے کہ یہ سزا

ظالمانہ نہیں ہے۔"

و نحن صمیم من ذؤابة هاشم　　و آل قصّی فی الخطوب الاوائل

ترجمہ: "ہم بنو ہاشم اور بنو قصی میں سے وہ خالص النسل آدمی ہیں جو گذشتہ معاملات کی روح رواں ہیں۔"

فکل صدیق و ابن اخت نعُدُّہ　　لعمری و جدنا غبّه غیر طائلِ

ترجمہ: "ہر دوست اور ہر بھانجا جسے اپنا شمار کرتے ہیں زندگانی کی قسم! ہم نے اسے پایا ہے کہ اسے ایک دن چھوڑ کر ایک دن ملنا بھی فائدہ مند نہیں ہے۔"

سوی ان رھطا من کلاب بن مرّة　　براء الینا من معقة خاذلِ

ترجمہ: "لیکن کلاب بن مرہ کا ایک قبیلہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں توڑا۔"

و نعم ابن اخت القومِ غیر مکذبٍ　　زھیر حساما معزدا من حمائل

ترجمہ: "زہیر قوم کا کتنا عمدہ بھانجا ہے۔ اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ وہ اس تلوار کی طرح ہے جسے نیام سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔"

اشم من الشمِّ البھالیل ینتمی　　الی حسبٍ فی حومة المجد فاضل

ترجمہ: "وہ عظیم سرداروں سے بھی بالاتر ہے۔ وہ اس عظیم نسب کی طرف منسوب ہے جو شرف میں بہت آگے ہے۔"

لعمری لقد کلفت وجدا باحمد　　و اخوته دأب المحب المواصلِ

ترجمہ: "مجھے اپنی حیات کی قسم! میں احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کے بھائیوں کی محبت میں اس طرح اسیر ہوں جس طرح دائمی محب کسی کی محبت کا اسیر ہوتا ہے۔"

فلا زال فی الدنیا جمالا لاھلھا　　و زینا علی رغم العدوّ المخاتل

ترجمہ: "رب تعالیٰ ان لوگوں کو دنیاوی حسن و جمال سے آراستہ کرے جنہوں نے محمد عربی ﷺ اور ان کے بھائیوں سے محبت کی۔"

فمن مثله فی الناس الیّ مؤمّل　　اذا قاسه الحکام عند التفاضل

ترجمہ: "لوگوں میں ان کی مثل کون ہے کس سے امیدوں کی لو لگائی جا سکتی ہے۔ فضائل میں فیصلہ کرنے والوں کو ان سے برتر نظر نہ آیا۔"

حلیم رشید عادل غیر طائش　　یو الی الھالیس عنه بغافل

ترجمہ: "وہ حلیم، ہدایت یافتہ عادل ہیں جلد باز نہیں ہیں وہ ایسے معبود برحق سے محبت کرتے ہیں جو ان سے غافل نہیں ہے۔"

فایّدہ رب العباد بنصرہٖ و اظھر دینا حقہ غیرناصلِ

ترجمہ: "بندوں کا رب تعالیٰ اپنی نصرت کے ساتھ ان کی مدد کرے، ان کے دین کو غالب کرے ان کا حق زائل ہونے والا نہیں۔"

فو اللہ لولا ان اجئَ بسبۃٍ تجر علی اشیاخنا فی القبائلِ

ترجمہ: "بخدا! اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ ہمارے بزرگوں کو قبائل میں برا بھلا کہا جائے گا۔"

لکنا اتبعناہ علی کل حالۃٍ من الدھر جدا غیر قولِ التھازلِ

ترجمہ: "تو پھر ہم ہر حال میں ان کی اتباع کرتے۔ زمانوں تک ان کی پیروی کرتے رہتے میں یہ بات از روئے مذاق نہیں کر رہا۔"

لقد علموا ان ابنا لا مکذب لدینا و لا یعنی بقول الاباطل

ترجمہ: "یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے فرزند کی تکذیب کرنے والا ہم میں سے کوئی بھی نہیں لیکن جھوٹوں کی باتوں پر کوئی بھی توجہ دینے والا نہیں۔"

فاصبح فینا احمد فی ارومۃٍ یقصر عنھا سورۃ المتطاولِ

ترجمہ: "احمد مجتبیٰ ﷺ ایسے والدین کے ہاں جلوہ افروز ہوئے کہ ظلم کرنے والوں کے ہاتھ ان کی شان کو کم کرنے سے کوتاہ رہے۔"

حدبت نفسی دونہ و حمیتہٗ و دافعت عنہ بالذری و الکلاکل

ترجمہ: "میں نے ان کے لیے اپنے نفس کو بہت تکلیف دی ہے۔ میں نے اپنی کمر اور سینے سے آپ کا بھرپور دفاع کیا۔"

یہ قصیدہ بہت طویل ہے۔ میں نے اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ قصیدہ بہت عظیم اور بلیغ ہے۔ اسے صرف وہی لکھ سکتا ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ یہ سات معلقات قصیدوں سے بھی بلیغ ہے۔ یہ معنی کے اعتبار سے بھی بلیغ ہے۔ اس میں انہوں نے اس دستاویز کا تذکرہ کیا ہے جسے قریش نے لکھا تھا۔ یہ جناب ابو طالب نے اس وقت لکھا تھا جب وہ شعب ابی طالب میں داخل ہوئے تھے لہٰذا اسے اس جگہ ذکر کرنا ہی مناسب اور بہتر ہے۔

انیسواں باب

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب پہلی ہجرتِ حبشہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ آئے تو ان کی قوم نے ان کے ساتھ سختی کی۔ ان کے قبائل ان پر جھپٹ پڑے۔ انہیں ان کی طرف سے سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں دوسری بار ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ دوسری دفعہ ہجرت کرنا صحابہ کرام پر بہت گراں تھا۔ انہیں قریش کی طرف سے سخت تکالیف برداشت کرنا پڑیں کیونکہ معلوم ہو گیا تھا کہ نجاشی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت عمدہ سلوک کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے پہلے بھی ہجرت کی اب دوسری بار ہجرت کر رہے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "تم رب تعالیٰ کی طرف اور میری طرف ہی ہجرت کرنے والے ہو۔ تمہارے لیے یہ دونوں ہجرتیں ہیں۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہمارے لیے یہ کافی ہے۔"

ابن سعد اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس ہجرت میں مردوں کی تعداد ۸۳ تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس ہجرت میں قبیلہ قریش کی گیارہ خواتین شامل تھیں جبکہ سات خواتین کا تعلق دیگر قبائل کے ساتھ تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے اس تعداد میں اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کی داستان امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے اور ابن اسحاق نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے اور طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"ہم سرزمین حبشہ میں فروکش ہو گئے۔ نجاشی ہمارے لیے عمدہ پڑوسی ثابت ہوا۔ ہمیں اپنے دین پر امن نصیب ہو گیا۔ ہم رب تعالیٰ کی عبادت سکون کے ساتھ کرنے لگے۔ ہمیں نہ تو اذیت دی جاتی تھی۔ نہ ہی ہم ایسی چیز کو سنتے تھے جو ہمیں ناپسند ہو۔ جب قریش تک یہ خبر پہنچ گئی تو انہوں نے باہم مشاورت کی انہوں نے مشورہ کیا کہ دو مضبوط افراد کو ہمارے تعاقب میں بھیجا جائے اور وہ نجاشی کے لیے مکہ مکرمہ کے عمدہ تحائف بھیجیں۔ ان میں سے عجیب ترین تحائف چمڑے کے تھے۔ انہوں نے اس کے لیے بہت سے چمڑے جمع کیے۔ انہوں نے ہر ہر پادری کے لیے ایک ایک تحفہ دیا۔ پھر عمارة بن ولید اور عمرو بن عاص کو بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ہر ہر پادری کو نجاشی سے گفتگو کرنے سے قبل ایک ایک تحفہ دیں۔ پھر نجاشی کے پاس جائیں اسے تحائف پیش کریں۔ پھر اس سے التجاء کریں کہ وہ ان مہاجرین سے گفتگو کیے بغیر

ہی انہیں تمہارے سپرد کر دے۔"

وہ عازم سفر ہوئے۔ نجاشی کے پاس پہنچے۔ ہم وہاں عمدہ گھر اور عمدہ پڑوس میں رہ رہے تھے۔ انہوں نے ہر ہر پادری کو ایک ایک تحفہ دیا۔ انہوں نے ہر ہر پادری سے کہا: "ہم میں سے چند پاگل جوان بھاگ کر تمہارے بادشاہ کے ہاں پناہ گزیں ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا دین بھی چھوڑ دیا ہے۔ وہ تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں۔ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ ہی تم اس سے آشنا ہو۔ ہمیں اپنی قوم کے سرداروں نے بادشاہ کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں ان کی طرف لوٹا دے۔ جب ہم بادشاہ کے ساتھ محوِ گفتگو ہوں تو تم اسے مشورہ دینا کہ وہ انہیں ہمارے سپرد کر دے اور ان کے ساتھ بات چیت نہ کرے کیونکہ ان کی قوم انہیں سب سے بہتر اور اچھی طرح جانتی ہے۔" پادریوں نے کہا: "بالکل ٹھیک ہے۔" پھر وہ نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ اسے سجدہ کیا۔ اسے اس کے تحائف دیے۔ اس نے ان کے تحائف قبول کر لیے۔ پھر ان دونوں نے اسے کہا: "اے شاہ والا! ہمارے چچا زادوں میں سے چند احمق لوگوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں۔ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ ہی آپ۔ ان کے قبائل کے سرداروں، ان کے آباء اور چچاؤں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو واپس کر دیں کیونکہ وہ ان کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ وہ ان کے عیوب سے آگاہ ہیں۔"

عمرو اور عمارہ کے نزدیک اس سے زیادہ بغض والی اور کوئی چیز نہ تھی کہ نجاشی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا کلام سنے۔ اس کے پادریوں نے کہا: "شاہِ والا! یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کی قوم ان سے زیادہ آگاہ ہے۔ وہ انہیں سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ آپ ان مہاجرین کو ان کے سپرد کر دیں تاکہ وہ انہیں اپنے ملک اور قوم میں لے جائیں۔" نجاشی نے پوچھا: "وہ کہاں ہیں؟" ان دونوں نے کہا: "وہ آپ کی اسی سرزمین پر ہیں۔" یہ سن کر نجاشی کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! ہرگز نہیں میں ان کو ان کے سپرد نہیں کروں گا یوں نہیں ہو سکتا کہ ایک قوم میرے پڑوس میں آ کر بسیرا کرے۔ وہ میرے شہر میں آئیں وہ مجھے دیگر بادشاہوں پر ترجیح دیں حتیٰ کہ میں پہلے انہیں بلاؤں گا اور ان سے اس کی بابت پوچھوں گا جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں۔ اگر حقیقت اسی طرح ہوئی جس طرح یہ کہہ رہے ہیں تو میں ان کو ان کے سپرد کر دوں گا ورنہ میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان کے پڑوس کو عمدہ کروں گا کیونکہ انہوں نے میرا پڑوس پسند کیا ہے۔"

پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں بلایا۔ جب نجاشی کا قاصد ان کے پاس پہنچا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "جب تم اس کے پاس پہنچو گے تو تم کیا کہو گے؟" انہوں نے کہا: "بخدا! ہم وہی کچھ کہیں گے جس کا ہمیں علم ہے جس کا حکم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے خواہ وہ جو کچھ چاہے کرے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آج میں تمہارا خطیب ہوں گا۔"

نجاشی نے اپنے اپنے پادریوں کو بلا لیا۔ انہوں نے اس کے ارد گرد اپنے اپنے صحیفے کھول لیے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ دیگر مسلمان ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ لوگوں نے پوچھا: "تم نے بادشاہ کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: "ہم رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔" نجاشی: یہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ اپنی قوم کے دین کو بھی تم نے چھوڑ دیا ہے نہ تو تم میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ہی کسی اور قوم کا دین اختیار کیا ہے۔"

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ برے افعال سرانجام دیتے تھے۔ قطع رحمی کرتے تھے۔ پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے۔ قوی کمزور کو ہڑپ کر جاتا تھا۔ ہم اسی حالت پر تھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہم میں اپنا رسول مکرم ﷺ مبعوث فرمایا ہم ان کے نسب سے آگاہ ہیں۔ ان کی صداقت سے آشنا ہیں۔ عفت اور امانت کو جانتے ہیں انہوں نے ہمیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کی توحید کا اقرار کریں۔ اس کی عبادت کریں۔ ان بتوں اور پتھروں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔ انہوں نے ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔" انہوں نے اسلام کے امور شمار کیے پھر فرمایا: "انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے، حرام امور اور خونریزی سے بچنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں برے امور، جھوٹ، فواحش، یتیم کا مال کھانے اور پاکیزہ دامن خواتین پر تہمت لگانے سے روکا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی ان پر ایمان لے آئے۔ اس پیغام کی تصدیق کی جو وہ رب تعالیٰ کے حضور سے لے کر آئے۔ ہم خدائے یکتا کی عبادت کرنے لگے۔ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جسے رب تعالیٰ نے ہم پر حرام کیا ہے۔ اس چیز کو حلال سمجھتے ہیں جسے رب تعالیٰ نے ہم پر حلال کیا ہے۔ ہماری قوم ہمارے ساتھ عداوت کرنے لگی۔ انہوں نے ہمیں اذیتیں دیں۔ ہمیں اپنے دین سے برگشتہ کرنا چاہا تاکہ ہمیں بتوں کی پوجا کی طرف لوٹا دیں تاکہ ہم ان خبائث کو حلال سمجھیں جنہیں ہم حرام سمجھتے ہیں۔ جب انہوں نے ہم پر غلبہ پایا ہم پر ظلم کیا۔ زندگی کا دائرہ ہم پر تنگ کیا اور وہ ہمارے اور ہمارے دین حق کے مابین حائل ہو گئے تو ہم آپ کے شہر کی طرف نکل آئے۔ دیگر بادشاہوں کو چھوڑ کر آپ کو ترجیح دی۔ آپ کے پڑوس میں رغبت رکھی۔ اے شاہِ والا! ہمیں امید ہے آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔"

نجاشی نے ان سے کہا: "کیا آپ کے پاس اس کلام کا کچھ حصہ ہے جسے لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں!" نجاشی: "اس میں سے کچھ پڑھیں" انہوں نے سورۃ "کھیعص" کی ابتدائی آیات تلاوت کیں جنہیں سن کر نجاشی رونے لگا۔ حتیٰ کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ اس کے پادری بھی رونے لگے حتیٰ کہ ان کے صحیفے

بھیگ گئے۔ نجاشی نے کہا: "یہ کلام مقدس اور وہ کلام جسے لے کر حضرت موسیٰ تشریف لائے تھے ایک ہی چراغ سے نکلے ہیں۔" پھر نجاشی نے عمرو سے کہا: "کیا یہ تمہارے غلام ہیں۔" عمرو: نہیں۔ نجاشی: کیا یہ تمہارے مقروض ہیں؟ عمرو: نہیں! نجاشی: "تم دونوں چلے جاؤ۔ بخدا! میں ان کو تمہارے سپرد کبھی بھی نہیں کروں گا۔" جب یہ دونوں نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو نے کہا: "بخدا! کل میں ایسی چال چلوں گا جس سے مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا۔" عمارہ نے کہا: "اس طرح نہ کرنا۔ ان کی ہمارے ساتھ رشتہ داری ہے۔ اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہیں۔" عمرو: میں نجاشی کو بتاؤں گا کہ مسلمان گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بندے ہیں۔"

صبح یہ دونوں نجاشی کے دربار میں چلے گئے۔ انہوں نے کہا: "بادشاہ سلامت! یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے بہت بڑی بات کرتے ہیں۔ ذرا ان سے پوچھیں کہ وہ ان کے بارے کیا کہتے ہیں؟ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا تاکہ ان سے یہ سوال کرے۔ مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے وہ اتنے غمزدہ کبھی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "اگر اس نے تم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے پوچھ لیا تو تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا: "بخدا! ہم ان کے بارے وہی کچھ کہیں گے جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ جو چاہے ہو جائے۔" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی نہ بولے۔ میں ہی تمہارا خطیب ہوں۔" مسلمان نجاشی کے پاس پہنچے تو وہ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ عمرو اس کے دائیں اور عمارہ اس کے بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پادری اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ نجاشی نے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا: "تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کیا کہتے ہو؟" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم ان کے بارے وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری مریم کی طرف پھینکا تھا۔" نجاشی نے زمین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس سے ایک تنکا اٹھایا۔" پھر کہا: "جو کچھ تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے بتایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکا کی مقدار بھی زائد نہیں ہیں۔ اے راہبو! اے پادریو! بخدا! تم ان میں ذرا بھر بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔" اس کے پادری اس کے اپنی ناکوں سے آوازیں نکالنے لگے۔ نجاشی نے کہا: "بخدا! اگر تم اپنی ناکوں سے آوازیں بھی نکالو۔" پھر اس نے کہا: "تمہیں خوش آمدید! جس ہستی پاک کے پاس سے تم آئے ہو انہیں مرحبا! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ وہی ذات بابرکات ہیں جن کا ذکر خیر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ وہی رسول مکرم ہیں جن کی شہادت حضرت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی۔ تم جہاں چاہو رہو۔ بخدا! اگر اس سلطنت کا بوجھ مجھ پر نہ ہوتا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کے نعلین پاک اٹھانے کی کوشش کرتا۔" اس نے ہمارے لیے کھانے اور لباس کا حکم دیا۔ پھر کہا جاؤ! امن کے ساتھ رہو۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہو گا۔ جو تمہیں گالی دے گا

اس پر جرمانہ ہوگا۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ مجھے سونے کا پہاڑ دیا جائے اور میں تم میں سے کسی شخص کو اذیت دوں۔" دوسری روایت میں ہے کہ نجاشی نے مسلمانوں سے کہا:

"کیا تمہیں کوئی اذیت دیتا ہے؟" مسلمان: ہاں! اس نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے: "جو ان میں سے کسی کو اذیت دے گا اسے چار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔" اس نے پوچھا: "کیا یہ تمہارے لیے کافی ہے؟" ہم نے کہا: "نہیں!" اس نے کہا: "اس کو دگنا کر دو۔" حضرت موسیٰ بن عقبہ نے لکھا کہ نجاشی نے کہا: "جس نے ان مسلمانوں کی طرف اذیت آمیز نظر سے دیکھا تو اسے جرمانہ ہوگا۔" پھر کہا: "ان کے تحائف انہیں واپس کر دو۔ بخدا! مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا! رب تعالیٰ نے مجھ سے اس وقت کوئی رشوت نہیں لی تھی جب اس نے مجھے میرا ملک لوٹایا تھا۔ کہ میں اب رشوت لینے لگوں۔ اس نے میرے بارے لوگوں کی بات نہیں مانی تھی کہ اب میں اس کے بارے لوگوں کی بات ماننے لگوں۔" اس طرح یہ دونوں اس کے دربار سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلے۔

پھر اہل حبشہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے نجاشی سے کہا: "تم نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔" انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کے لیے کشتیاں تیار کرا دیں۔ اس نے کہا: "ان پر سوار ہو جاؤ۔ اسی طرح ہو جاؤ جس طرح پہلے تھے اگر مجھے شکست ہو جائے تو جہاں چاہنا چلے جانا۔ اگر مجھے کامیابی نصیب ہو جائے تو پھر اسی جگہ قیام کرنا۔" انہوں نے کاغذ لیا۔ اس میں لکھا: "وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے، رسول اور روح ہیں وہ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکا تھا۔" پھر اس نے وہ کاغذ دائیں کندھے کے پاس اپنی قباء کے نیچے رکھا۔ وہ اہل حبشہ کی طرف نکلا۔ انہوں نے اس کے لیے دو صفیں بنا لیں، اس نے کہا: "اے اہل حبشہ! کیا میں لوگوں میں سے تمہارا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔" اہل حبشہ: ہاں! نجاشی: تم نے میری سیرت کو کیسے پایا ہے؟ اہل حبشہ: بہت عمدہ۔ نجاشی: پھر تمہیں کیا ہوا ہے؟ اہل حبشہ: تم نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندے ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ) نجاشی نے کہا: اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر اپنی قباء کے اوپر رکھا ہوا تھا: "وہ گواہی دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے کچھ بھی زائد نہیں ہیں۔" اس کی مراد وہ کچھ تھا جو کچھ اس نے لکھا ہوا تھا۔ اہل حبشہ اس سے راضی ہو گئے وہ واپس چلے گئے۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ہم نجاشی کے شہر میں رہ رہے تھے۔ عمدہ گھر اور بہترین پڑوس تھا۔ ہم اس عمدہ حالت پر تھے کہ اہل حبشہ میں سے ایک شخص نجاشی سے اس کی مملکت کے بارے جھگڑنے لگا۔ بخدا! ہم پہلے اتنے غمزدہ کبھی نہ ہوئے تھے جتنے غمگین اس روز ہوئے تھے۔ ہمیں یہ خدشہ تھا کہ اگر وہ شخص نجاشی پر غالب آ گیا تو ایک ایسا شخص

آجائے گا جو ہمارے حقوق کی اس طرح رعایت نہیں کرے گا۔ جس طرح نجاشی کرتا ہے۔ نجاشی اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ان کے مابین دریائے نیل کا پاٹ تھا۔ صحابہ کرام نے فرمایا: ''وہ کون سا شخص ہے جو وہاں جائے۔ اس قوم کی معرکہ آزمائی دیکھے پھر ہمارے پاس خبر لے کر آئے۔'' حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں جاتا ہوں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''تم؟ وہ سارے صحابہ کرام میں سے کم سن تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے لیے مشکیزہ میں ہوا بھری۔ اسے ان کے سینے کے نیچے رکھا۔ اس پر تیرتے ہوئے وہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر چلے گئے۔ جہاں یہ معرکہ ہونا تھا۔ حتیٰ کہ وہ جنگ دیکھنے لگے۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا: ''ہم نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ نجاشی اپنے دشمن پر غالب آجائے اور اسے شہروں میں اقتدار نصیب ہو جائے۔ بخدا! ہم اسی انتظار میں تھے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ اچانک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کپڑا لہرایا اور کہا: ''تمہیں بشارت ہو۔ نجاشی کو غلبہ نصیب ہو چکا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔ بخدا! ہم اتنے خوش کبھی نہ ہوئے تھے جتنے خوش اس دن ہوئے تھے نجاشی واپس آگیا۔ رب تعالیٰ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا۔ اسے شہروں میں تسلط حاصل ہو گیا۔ حبشہ کا اقتدار اسے مل گیا۔ ہم بڑے سکون سے اس کے پاس رہنے لگے۔

علامہ الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابو الفرج الاموی نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے عمرو اور عمارۃ کے مابین نجاشی کے دربار تک پہنچنے سے قبل ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت ڈال دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو ایک بدشکل انسان تھا جبکہ اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی عمارہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ وہ عمرو کی بیوی سے اور اس کی بیوی اس سے محبت کرنے لگی۔ انہوں نے عزم کیا کہ وہ عمرو کو سمندر میں پھینک دیں۔ عمارۃ نے عمرو کو سمندر میں پھینک دیا۔ وہ تیرنے لگا۔ اس نے کشتی والوں کو آواز دی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسے کشتی پر سوار کر لیا۔ عمرو نے عمارہ سے عداوت کو دل میں چھپائے رکھا اس کے لیے ظاہر نہ کی بلکہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اپنے چچا زاد عمارہ کو بوسہ دو تاکہ اس کا دل خوش ہو جائے۔'' جب یہ سرزمین حبشہ پہنچے اور رب تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر کے واپس لوٹایا تو عمرو نے عمارہ کے ساتھ ایک چال چلی۔ اس نے اسے کہا: ''تم ایک خوبصورت انسان ہو۔ یہ عورتیں خوبصورتی کو پسند کرتی ہیں۔ تم نجاشی کی عورت سے تعرض کرو۔ شاید ہماری آرزو کو پورا کرنے کے لیے نجاشی کے پاس سفارش کرے۔'' عمارۃ نے اسی طرح کیا۔ وہ بار بار نجاشی کی بیوی کے پاس جانے لگا۔ اس کے عطروں میں سے ایک عطر بھی حاصل کر لیا۔ جب عمرو نے یہ دیکھا تو وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اسے عمارہ کے بارے بتایا۔ بادشاہ کو عزت و ناموس نے آلیا۔ اس نے کہا: ''اگر یہ میرا پڑوسی نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر

دیتا۔ لیکن عنقریب میں اس کے ساتھ وہ معاملہ کروں گا جو قتل سے بھی برا ہوگا۔" اس نے جادوگروں کو بلایا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ عمارہ پر جادو کر دیں۔ انہوں نے اس کی شرمگاہ پر اپنی پھونک ماری کہ وہ چہرے کے بل اڑنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑوں پر وحشی جانوروں کے ساتھ جا ملا۔ وہ جب کسی انسان کو دیکھتا تو اس سے دور بھاگ جاتا۔ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت کے آخری سالوں میں اس کے چچا زاد حضرت عبداللہ بن ربیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان سے اجازت لی کہ وہ اس کے پاس جائیں شاید کہ وہ اسے پالیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ سرزمین حبشہ گئے۔ عمارہ کو ہر جگہ ڈھونڈا انہیں بتایا گیا کہ وہ فلاں پہاڑوں پر ہے وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ ہی آتا ہے اور ان کے ساتھ ہی واپس چلا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ اس کی طرف گئے۔ اس رستہ میں چھپ گئے جہاں وہ پانی پینے آتا تھا۔ انہوں نے اچانک عمارہ کو دیکھ لیا۔ بالوں نے اسے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ گویا کہ وہ شیطان تھا۔ حضرت عبداللہ نے اسے پکڑ لیا۔ اسے صلہ رحمی کا واسطہ دینے لگے۔ وہ اس پر جھکے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: "اے بجیر! مجھے چھوڑ دو۔ اے بجیر مجھے چھوڑ دو۔" لیکن عبداللہ نے اسے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی مر گیا۔

امام زہری نے فرمایا: "میں نے یہ روایت حضرت عمرو بن زبیر کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ نجاشی نے یہ بات کیوں کی تھی۔" رب تعالیٰ نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی کہ آج میں اس کے بارے لوگوں سے رشوت لیتا پھروں۔ اس نے میرے متعلق لوگوں کی بات نہیں مانی تھی کہ آج میں اس کے بارے لوگوں کی بات مان لوں۔" میں نے کہا: "مجھے تو کوئی علم نہیں۔" حضرت عمرو نے کہا: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ نجاشی کا باپ اس کی قوم کا بادشاہ تھا۔ اس کے بھائی کے بارہ لڑکے تھے لیکن نجاشی کے باپ کا صرف یہی بیٹا تھا۔ اہل حبشہ نے ان کے بارے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو مسند اقتدار پر بٹھا دیں تو اس کی پشت سے بارہ لڑکے ہیں جو نسل در نسل حبشہ کی زمام اقتدار سنبھالیں گے۔ حبشہ کی حکومت طویل مدت تک ان کے پاس رہے گی۔ ان کے مابین اختلاف نہیں ہوگا۔" انہوں نے نجاشی کے باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور مسند اقتدار پر اس کے بھائی کو بٹھا دیا۔ کچھ دیر اسی طرح گزر گئی۔ نجاشی اپنے چچا کے پاس پلتا رہا۔ اس کے چچا کے معاملہ کی تدبیر صرف وہی کرتا تھا۔ نجاشی ایک عقلمند اور دانا شخص تھا۔ جب اہل حبشہ نے چچا کے نزدیک اس کا یہ مقام دیکھا۔ انہوں نے کہا: "یہ لڑکا اپنے چچا کے معاملات میں غالب آگیا ہے۔ ہم اس سے امن میں نہیں کہ وہ ہمارا بادشاہ بن جائے۔ پھر اسے علم ہو جائے کہ ہم نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ اگر اسے یہ علم ہو گیا تو وہ ہم میں سے ہر ہر شخص کو قتل کر دے گا۔" انہوں نے اس کے بارے مشاورت کی کہ یا اسے قتل کر دیا جائے یا اسے ہمارے

شہروں سے نکال دیا جائے۔" اس کے چچا کے پاس گئے۔ اس نے کہا: "تمہارے نزدیک اس لڑکے کا جو مقام ہے ہم اس سے آگاہ ہیں۔ تم جانتے ہو نا کہ ہم نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا اور اس کی جگہ تمہیں مسند اقتدار پر بٹھا دیا تھا۔ ہمیں خطرہ ہے کہ یہ ہمارا بادشاہ بن جائے گا اور یہ ہمیں قتل کر دے گا۔ یا تو اسے قتل کر دو یا اسے جلا وطن کر دو۔" اس نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! کل تم نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ آج میں اسے قتل کر دوں؟ میں اسے تمہارے شہروں سے جلاوطن کر دیتا ہوں۔" وہ اسے لے کر نکلے۔ اسے بازار میں کھڑا کر دیا۔ ایک تاجر نے اسے چھ سو یا سات سو دراہم میں خرید لیا۔ اس نے اسے کشتی پر سوار کیا اور اپنے ہمراہ لے گیا۔ عشاء کے وقت بادل امڈ کر آئے۔ اس کا چچا بارش میں نہانے کے لیے باہر نکلا اس پر بجلی گری اور وہ مر گیا۔ اہل حبشہ اس کے لڑکوں کے پاس گئے۔ لیکن وہ سارے احمق تھے۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی بھلائی نہیں تھی۔ حبشہ کا معاملہ بگڑ گیا۔ اہل حبشہ نے ایک دوسرے سے کہا: "بلاشبہ تمہارا وہ بادشاہ جو تمہارا معاملہ سدھار سکتا تھا وہی تھا جسے تم نے کل فروخت کر دیا تھا۔ اگر تمہیں حبشہ کے معاملات کو درست کرنے کی فکر ہے تو اسے جانے سے قبل جا لو۔" وہ اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے جا لیا اسے واپس لے آئے۔ اس کے سر پر تاج سجا دیا۔ اس کے تخت پر اسے بٹھا دیا۔ اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

بادشاہ نے کہا: "جس طرح تم نے میرا غلام مجھ سے لے لیا ہے۔ اسی طرح اب میری رقم کو واپس کر دو۔" اہل حبشہ نے کہا: "ہم تمہیں وہ رقم واپس نہیں کریں گے۔" تاجر نے کہا: "بخدا! میں نجاشی سے اس ضمن میں ضرور بات کروں گا۔" وہ اس کے پاس گیا اس سے بات کی اس نے کہا: "اے شاہِ والا! میں نے ایک غلام خریدا تھا۔ جنہوں نے مجھے غلام بیچا تھا۔ انہوں نے رقم پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ پھر انہوں نے وہ غلام مجھ سے چھین لیا۔ لیکن میری قیمت واپس نہیں کی۔" نجاشی کا پہلا حکمت آمیز فیصلہ یہ تھا: "اس تاجر کا مال واپس کر دو۔ یا میں اس کے غلام کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ وہ اسے جہاں چاہے گا لے جائے گا۔" اہل حبشہ نے کہا: "ہم اس کی رقم اسے دے دیتے ہیں۔" انہوں نے اس کی رقم واپس لوٹا دی۔ اسی لیے اس نے مذکورہ بالا جملہ کہا تھا۔

مہاجرین حبشہ نجاشی کے پڑوس میں عمدہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی واپس لوٹ آئے۔ جب دیگر مسلمانوں نے سنا کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں تو ان میں سے ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں واپس آگئیں۔ دو صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں وصال فرما گئے۔ ۲۴ صحابہ کرام نے غزوہ بدر میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔

حضور اکرم ﷺ کا نجاشی کی طرف خط مبارک

امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن امیۃ الضمری کو حضرت جعفر

طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ آپ نے ایک خط مبارک لکھوایا۔ اس میں یہ عبارت تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی الاصحم کی طرف!

تم پر سلامتی ہو۔ میں اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جو ملک، قدوس، مؤمن اور مھیمن ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکا تھا۔ وہ کنواری، طیبہ اور طاہرہ تھیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا۔ ان میں روح پھونکی جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان میں روح پھونکی۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ جو وحدہ لا شریک ہے میں اس کی اطاعت کرنے کی تمہیں ترغیب دیتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری اتباع کرو۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ جو پیغام حق میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں تمہارے پاس اپنے چچا زاد حضرت جعفر بن ابی طالب اور بعض مسلمانوں کو بھیج رہا ہوں۔ جب یہ تمہارے پاس پہنچیں تو انہیں اپنے پاس ٹھہرا لینا۔ ظلم کو ترک کر دو۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو رب تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ میں نے خلوص کا اظہار کر دیا ہے۔ میری نصیحت کو قبول کر لو سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔''

اس کے جواب میں نجاشی نے یہ عریضہ بھیجا:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نجاشی الاصحم بن الابجر کی طرف سے!

یا نبی اللہ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ اس معبود برحق کے علاوہ کوئی خدا نہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کا مکتوب گرامی مل چکا ہے۔ جس میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ذکر کیا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! آپ نے جو کچھ ذکر کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں۔ جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں ہم نے اسے پہچان لیا ہے۔ آپ کے چچا زاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمارے ہاں قیام کر لیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی اتباع کر لی ہے۔ میں نے آپ کے چچا زاد کی بیعت کر لی ہے۔ میں نے ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں اپنے نور نظر اریحا بن الاصحم کو آپ کی بارگاہ میں بھیج رہا ہوں۔ میں صرف اپنے نفس کا مالک ہوں۔

اگر آپ حکم دیں تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ یا رسول اللہ! ﷺ میں اسی طرح کروں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے۔"

تنبیہات

- ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اس سفر میں عمرو کا رفیق راہ عبداللہ بن ربیعہ تھا لیکن سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ اس سفر میں عمرو کا رفیق عمارہ تھا۔ عبداللہ عمرو کے ساتھ نجاشی کے پاس اس وقت گیا تھا جبکہ غزوۂ بدر رونما ہو چکا تھا۔
- حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کہا: "انہوں نے ہمیں نماز کا حکم دیا۔" اس سے مراد وہ نماز تھی جو پانچ نمازوں سے پہلے فرض تھی۔ جبکہ زکوٰۃ سے مراد مطلق صدقہ ہے کیونکہ مال کی زکوٰۃ مدینہ طیبہ میں فرض ہوئی تھی۔

مہاجرین حبشہ کے اسماء

یہ اسماء ذکر کرنے کے دو فوائد ہیں۔ (۱) ان کی پہچان (۲) ان کا شمار امت کے اکابر صالحین میں ہوتا ہے۔ علامہ جوزی نے الصفوۃ کے مقدمہ میں حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ صالحین کے تذکرہ کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔" ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ قبائل اور خاندان کے اعتبار سے کیا ہے لیکن مجھے یہ ترتیب مشکل لگی ہے۔ یہ اس شخص کے لیے مشکل ہے جو ان میں سے کسی ایک کا نام معلوم کرنا چاہے۔ لہٰذا میں انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کروں گا۔

(الف) حضرت ابان بن سعد رضی اللہ عنہ۔ ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن دیگر سیرت نگاروں نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوہ خیبر کے ایام میں اسلام قبول کیا تھا اور اس غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی تھی۔ حضرت ابراہیم بن حارث، حضرت الاسود بن نوفل،

(باء) حضرت بشیر بن حارث رضی اللہ عنہ (تاء) حضرت تمیم بن حارث رضی اللہ عنہ۔ (ج) حضرت جابر بن سفیان، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت جنادہ بن سفیان، حضرت جہم بن قیس۔ (ح) حضرت حارث بن حارث بن قیس۔ حضرت حارث بن حاطب، حضرت حارث بن خالد، حضرت حارث بن عبد قیس۔ حضرت حاطب بن حارث، حضرت حاطب بن حارث بن معمر قرشی جمحی، حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس۔ حضرت حجاج بن حارث، حضرت حطاب بن حارث۔

(خاء) حضرت خالد بن حزام، حضرت خالد بن سعید، حضرت خالد بن سفیان، حضرت خزیمہ بن جہم، حضرت خنیس بن حذافہ۔ (راء) حضرت ربیعہ بن ھلال، (زاء) حضرت زبیر بن عوام۔ (س) حضرت سائب بن حارث، حضرت سائب بن

عثمان، حضرت سعد بن خولہ، حضرت سعد بن حارث، حضرت سعید بن عبد قیس، حضرت سعید بن عمرالتمیمی، حضرت سفیان بن معمر، حضرت سکران بن عمرو، حضرت سلمہ بن ہشام، حضرت سلیط بن عمرو، حضرت سہیل بن بیضاء، حضرت سویبط بن حرملہ۔ (شین) حضرت شرجیل بن عبد اللہ، (طاء) حضرت طیب بن ازھر، حضرت طیب بن عمیر، (عین) حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عامر بن ابی وقاص، حضرت عامر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن جحش، حضرت عبد اللہ بن حارث، حضرت عبد اللہ بن حذافہ، حضرت عبد اللہ بن سفیان، حضرت عبد اللہ بن سہیل، حضرت عبد اللہ بن شہاب، حضرت عبد اللہ بن اسد، حضرت عبد اللہ بن عرفطہ، حضرت عبد اللہ بن قیس، حضرت عبد اللہ بن مخزمہ، حضرت عبد اللہ بن غافل، حضرت عبد اللہ بن مظعون، عبید اللہ بن جحش (اس نے وہاں نصرانیت اختیار کرلی تھی پھر اسی نصرانیت پر مرا تھا) حضرت عبد الرحمان بن عوف، حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت عتبہ بن مسعود، حضرت عثمان بن ربیعہ، حضرت عثمان بن عبد غنم، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عدی بن نفلہ، حضرت عروہ بن ابی اثاثہ، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عمرو بن رباب، حضرت عمرو بن امیۃ، حضرت عمرو بن جہم، حضرت عمرو بن حارث، حضرت عمرو بن سعید، حضرت عمرو بن عثمان، حضرت عمرو بن ابی سرح، حضرت عمیر بن رباب، حضرت عیاش بن ابی ربیعہ، حضرت عیاض بن زہیر۔ (الفاء) فراس بن نضر بن حارث۔ (القاف) حضرت قذافہ بن مظعون، حضرت قیس بن حذافہ، حضرت قیس بن عبد اللہ (المیم) حضرت مالک بن زمعہ، حضرت محمد بن حاطب، حضرت محمید بن جزئ، حضرت مصعب بن عمیر۔ حضرت مطلب بن ازہر، حضرت معبد بن حارث، حضرت معتب بن عوف، حضرت معمر بن حارث، حضرت معیقیب بن فاطمہ، حضرت مقداد بن اسود کندی، (النون) حضرت نبیہ بن عثمان، حضرت نعمان بن عدی، (الھاء) ہاشم بن ابی حذیفہ، حضرت ھبار بن سفیان، حضرت ہشام بن عتبہ، حضرت ہشام بن عاصی (الیاء) حضرت یزید بن زمعہ، حضرت یسار ابوفکیہہ۔ حضرت ابوروم بن عمیر بن ہاشم، حضرت ابوبسرۃ بن ابی رہم، حضرت ابو سلمہ بن عبد اللہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح حضرت ابوقیس بن حارث۔

صحابیات

حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت امینہ، حضرت برکۃ بنت یسار، حضرت حریملہ بنت عبد الاسود حضرت حسنہ ام شرحبیل، حضرت خزیمہ بنت جہم، حضرت رقیہ بنت سید الخلائق ﷺ حضرت رملہ بنت ابی عوف، حضرت ریطہ بنت الحارث، حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت عمیرہ بنت اسعد، حضرت فاطمہ بنت صفوان بن امیہ، حضرت فاطمہ بنت علقمہ، حضرت فاطمہ بنت المجلل حضرت فکیہہ بنت یسار، حضرت لیلیٰ بنت ابی خیثمہ، حضرت ہمینہ بنت خلف، حضرت ھند بنت ابی امیہ، حضرت ام حرملہ بنت عبد الاسود، حضرت ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم۔

سرزمین حبشہ میں پیدا ہونے والے صحابہ کرام

حضرت جعفر طیار اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کے ہاں حضرت عبد اللہ، حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت امیہ بنت خلف کے ہاں حضرت سعید اور امۃ پیدا ہوئے۔ حضرت رملہ بنت ابی عوف کے ہاں حضرت عبد اللہ بن مطلب، حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت فاطمہ بنت مجلل کے ہاں حضرت محمد اور حضرت حارث پیدا ہوئے۔ حضرت ریطہ کے ہاں حضرت موسیٰ، حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

بیسواں باب

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے ہی میرے والدین اہل ایمان تھے۔ ہر دن صبح یا شام کے وقت حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں ضرور تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں کو اذیت دی جانے لگی تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت حبشہ کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ وہ جب برک الغماد تک پہنچے تو انہیں ابن دغنہ ملا۔ وہ قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے کہا: "اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے میں زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔" ابن دغنہ نے کہا: "آپ جیسی ہستی نہ نکل سکتی ہے نہ نکالی جا سکتی ہے آپ غریب کی مدد کرتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کے امور پر مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ آپ واپس لوٹ جائیں اور اپنے شہر میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت حارث بن خالد بھی تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میرے ہمراہ میرے قبیلہ کا ایک شخص بھی ہے۔" ابن دغنہ نے کہا: "اسے آگے جانے دیں۔ آپ اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ جائیں۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: "رفاقت کا حق کہاں گیا؟ حضرت حارث نے کہا: "آپ واپس لوٹ جائیں۔ آپ کو اجازت ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس حبشہ میں چلا جاؤں گا۔" وہ روانہ ہو کر حبشہ چلے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔ ابن دغنہ ان کے ہمراہ تھا۔ ابن دغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "ابوبکر جیسے شخص کو باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ کیا تم ایسے شخص کو اپنے شہر سے باہر نکال رہے ہو۔ جو کمزوروں کی مدد کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے۔ حق کے امور پر مدد کرتا ہے۔ قریش نے ابن دغنہ کی بات نہ جھٹلائی۔ انہوں نے ابن دغنہ کی پناہ کو نافذ کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ انہوں نے ابن دغنہ سے کہا: "ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اسی گھر میں ہی نماز پڑھے۔ وہاں جو چاہے پڑھے لیکن ہمیں اس سے اذیت نہ دے۔ نہ ہی باآواز بلند تلاوت کرے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری خواتین اور بیٹوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔" ابن دغنہ نے یہ بات جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ وہ نہ باآواز بلند نماز پڑھتے تھے نہ ہی اپنے گھر سے باہر قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے پھر انہیں خیال آیا۔

انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی وہ وہاں نماز پڑھتے تھے۔ مشرکین کی خواتین اور بچوں کا اژدہام ان کے پاس جمع ہو جاتا۔ وہ ان کے گریہ پر تعجب کرتے اور ان کی طرف دیکھتے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک نرم دل انسان تھے۔ قرآن پاک پڑھتے وقت ان کی آنکھوں سے آنسو گرتے رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر مشرکین مکہ گھبرا اٹھے۔ انہوں نے ابن دغنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: "ہم نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت اپنے گھر میں کریں گے۔ انہوں نے اس امر سے تجاوز کیا ہے۔ انہوں نے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا دی ہے۔ وہاں بآواز بلند نماز اور قرأت کرتے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری خواتین اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔"

ان کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کریں کہ صرف اپنے گھر میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں تو ان کی پناہ قائم رکھو۔ اگر وہ انکار کریں تو انہیں کہو کہ وہ تمہاری پناہ واپس کر دیں۔ ہمیں سخت ناپسند ہے کہ ہم آپ کی پناہ واپس کر دیں لیکن ہم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اعلانیہ قرأت بھی پسند نہیں کرتے۔"

ابن دغنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو ان شرائط پر پناہ دی تھی۔ یا تو ان شرائط کی پاسداری کرو یا میری پناہ واپس کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ کہیں کہ ابن دغنہ نے ابوبکر کو پناہ دی تھی لیکن ان کی قوم نے اس کی پناہ کو ٹھکرا دیا۔" جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں اور میں رب تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں۔"

اس وقت حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: "میں نے تمہاری ہجرت گاہ دیکھی ہے۔ وہ دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کھجوروں والی سرزمین پاک ہے۔ صحابہ کرام مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ مہاجرین حبشہ میں سے اکثریت مدینہ طیبہ کی طرف چلی گئی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔" جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا آپ کو امید ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! بقیہ تفصیل ہجرت مدینہ کے باب میں بیان کی جائے گی۔"

ابن اسحاق نے قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب ابن دغنہ کی پناہ میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو قریش کا ایک احمق انہیں رستہ میں ملا۔ وہ خانہ کعبہ کی طرف جا رہے تھے۔ اس نے ان کے سر اقدس پر مٹی پھینک دی۔ ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس احمق نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: "تم نے خود ہی اپنے نفس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تین بار اس طرح کہا: "میرے مولا! تو کتنا حلیم ہے۔"

اکیسواں باب

ظالمانہ دستاویز کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "پھر قریش میں سے ایک جماعت اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی جو قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف لکھی تھی۔ اس صحیفہ کو ختم کرنے کے لیے سب سے اہم کردار ہشام بن عمرو کا تھا۔ یہ نضلہ بن ہاشم کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ اس کے بنو ہاشم کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ یہ اپنی قوم میں شرف والا شخص تھا۔ یہ رات کے وقت ایک اونٹ لاتا۔ یہ خوراک سے لدا ہوتا تھا۔ اس وقت بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں تھے۔ جب وہ اونٹ گھاٹی کے منہ تک جاتا تو یہ اس کی نکیل اس کی گردن پر رکھ دیتا پھر اس کے پہلو پر ضرب لگاتا۔ وہ اونٹ گھاٹی میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے پاس چلا جاتا۔ وہ دوسرا اونٹ لاتا جسے گندم سے لادا گیا ہوتا تھا وہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے: "جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو یہ سارے لوگوں سے زیادہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والا تھا۔ اس نے ایک رات میں خوراک کے تین اونٹ اس گھاٹی میں بھیجے۔ قریش کو یہ علم ہو گیا وہ وقت صبح اس کے پاس گئے اور اس ضمن میں اس سے بات چیت کی۔ اس نے کہا: "اب میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جو تمہاری مخالفت میں ہو۔" قریش چلے گئے اس نے دوسری رات بھی اسی طرح کیا۔ اس نے ایک یا دو اونٹ گھاٹی میں داخل کر دیے۔ یہ دیکھ کر قریش کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا۔ ابو سفیان نے کہا: "اسے چھوڑ دو۔ یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں۔ بخدا! اگر ہم بھی اسی طرح کریں جس طرح یہ کرتا ہے تو ہمارے لیے بہتر ہوتا۔" یہ ہشام زہیر بن ابی امیۃ کے پاس گیا۔ اس کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبد المطلب تھا۔ اس نے اسے کہا: "اے زہیر! کیا تو راضی ہے کہ تو خود تو کھانا کھائے۔ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے لیکن تیرے ننھال اس حالت میں ہوں جسے تو جانتا ہے جو نہ کچھ خرید سکیں نہ کچھ فروخت کر سکیں۔ جو نہ نکاح کر سکیں نہ کوئی ان کے ساتھ نکاح کرے۔ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ اگر وہ ابو الحکم بن ہشام کے ننھال ہوتے۔ اگر تم اس طرح کی دعوت دیتے جس طرح کہ اس نے تجھے دعوت دی ہے تو تیری دعوت پر لبیک نہ کہتا۔" اس نے کہا: "ہشام! تیرے لیے ہلاکت! میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں ایک شخص ہوں۔ اگر میرے ساتھ ایک اور شخص ہوتا تو میں اس صحیفہ کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا۔" اس نے کہا: "تجھے ایک

شخص مل گیا ہے۔ زہیر نے کہا: "وہ کون ہے؟" ہشام نے کہا: "وہ میں ہوں۔" زہیر نے کہا: "پھر تیسرا شخص تلاش کرو۔" وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا اس نے اسے کہا: "اے مطعم! کیا تو راضی ہے کہ بنو عبد مناف میں سے دو قبیلے ہلاکت میں گر رہے ہوں اور تو قریش کی موافقت کرتے ہوئے اسے دیکھ رہا ہو۔ بخدا! اگر تم قریش کو اس اذیت میں مبتلا کر دیتے تو وہ تم پر اس سے کہیں جلدی حملہ آور ہو جاتے۔" اس نے کہا: "میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں اکیلا شخص ہوں۔" اس نے کہا: "تو نے دوسرا شخص بھی پالیا ہے۔" مطعم: وہ کون ہے؟ ہشام: "وہ میں ہوں۔" اس نے کہا: "تیسرا شخص تلاش کرو۔" ہشام نے کہا: "وہ بھی مل گیا ہے؟" معطم: وہ کون؟ ہشام: "وہ زہیر بن امیہ ہے۔" اس نے کہا: "چوتھا شخص بھی تلاش کرو۔" ہشام ابی البحتری بن ہشام کے پاس گیا۔ اسے اسی طرح کہا جس طرح مطعم بن عدی کو کہا تھا۔ اس نے اسے کہا: "کیا کوئی اور شخص بھی اس معاملہ میں ہماری مدد کر سکتا ہے؟ ہشام: ہاں! ابوالبحتری: وہ کون؟ ہشام: زہیر، مطعم اور میں تمہارے ساتھ ہیں۔ ابوالبحتری: پانچواں فرد بھی تلاش کرو۔" ہشام زمعہ بن اسود کے پاس گیا۔ اس سے بات چیت کی: اسے ان کی قرابت اور حق یاد کرایا۔ اس نے پوچھا: "کیا کوئی اور شخص اس معاملہ میں ہماری مدد کرنے کے لیے تیار ہے۔" ہشام نے کہا: "ہاں! اس نے مذکورہ بالا افراد کے نام اسے بتا دیے۔

زبیر بن ابی بکر نے لکھا ہے کہ سہیل بن بیضاء فہری نے یہ ساری تگ و دو کی تھی۔ جناب ابوطالب کے قصیدہ کا مصرعہ ھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیا بھی اس مؤقف کی تائید کرتا ہے۔ ابن سعد نے ان افراد میں عدی بن قیس کا اضافہ کیا ہے ان میں سے حضرات ہشام، زہیر، سہیل اور عدی رضی اللہ عنہم کو اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سارے افراد رات کے وقت الحجون کی بلندی پر چڑھے۔ باہم مشاورت کی انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس ظالمانہ دستاویز کے اختتام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ حتیٰ کہ یہ ختم ہو جائے۔ زہیر نے کہا: "میں تم میں سے سب سے پہلے آغاز کروں گا۔ سب سے پہلے میں ہی گفتگو کا آغاز کروں گا۔"

وقت صبح وہ اپنی اپنی محفل میں گئے۔ زہیر بھی نکلا۔ اس نے خوبصورت حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا: "اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں۔ کپڑے پہنتے ہیں جبکہ بنو ہاشم ہلاکت کے گھاٹ میں اترے ہوئے ہیں۔ وہ نہ خرید سکتے ہیں نہ ہی فروخت کر سکتے ہیں۔ بخدا! میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا حتیٰ کہ یہ صحیفہ چاک کر دوں۔" ابوجہل: مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "تو جھوٹ بول رہا ہے۔ بخدا! وہ شق نہیں ہوگا۔" زمعہ بن اسود نے کہا: "جھوٹا تو تو ہی ہے۔ بخدا! جب یہ دستاویز لکھی جا رہی تھی اس وقت ہم اس پر راضی ہی نہ تھے۔" ابوالبحتری نے کہا: زمعہ نے سچ کہا ہے جو کچھ اس میں لکھا گیا ہم اس پر راضی نہیں ہیں۔ نہ ہی اس کا اقرار کرتے ہیں۔" مطعم نے کہا: "تم دونوں نے سچ کہا ہے۔ اس کے علاوہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ ہم رب تعالیٰ کے حضور اس

سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے۔" ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کہا۔ ابو جہل نے کہا: "یہ ایسا امر ہے جس کا فیصلہ رات کو کیا گیا ہے۔ اس کے بارے اس کے علاوہ کسی اور جگہ مشاورت ہوئی ہے۔ جناب ابو طالب مسجد حرام کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مطعم اٹھا تا کہ اس صحیفہ کو چاک کر دے۔ اس نے دیکھا کہ دیمک نے رب تعالیٰ کے نام کے علاوہ سب کچھ چٹ کر دیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے لکھا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب شعبِ ابی طالب میں تین سال تک محصور رہے۔ (ابونعیم)

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے: "میں نے محمد بن صالح اور عبد الرحمن بن عبد العزیز سے پوچھا کہ بنو ہاشم شعبِ ابی طالب سے کب باہر نکلے؟ انہوں نے کہا: بعثت کے دسویں سال یعنی ہجرت سے تین سال قبل۔

القصوص میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ شعبِ ابی طالب سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک ۴۹ سال تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب یہ صحیفہ چاک چاک ہو گیا۔ اس میں جو کچھ تحریر تھا وہ سب کچھ باطل ہو گیا تو جناب ابو طالب نے ان لوگوں کی توصیف کرتے ہوئے یہ اشعار کہے جنہوں نے اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے کے لیے تگ و دو کی تھی۔ انہوں نے کہا:

الاهل اتی بحرینا صنع ربنا　　　　علی نأیهم و الله بالناس ارود

ترجمہ: "کیا وہ سب کچھ مہاجرین حبشہ کو مسافت کے باوجود معلوم ہو گیا ہے جو کچھ ہمارے رب تعالیٰ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر حلیم ہے۔"

فیخبرهم ان الصحیفة مزقت　　　　ان کل ما لم یرضه الله مفسد

ترجمہ: "ان کو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس دستاویز کو چاک کر دیا گیا ہے جسے رب تعالیٰ پسند نہیں کرتا وہ فنا ہو جاتی ہے۔"

تراوحها افك و سحر مجمّع　　　　ولم یلف سحر اخر الدهر یصعد

ترجمہ: "جھوٹ اور دروغ گوئی نے اس صحیفہ کو تقویت دی۔ جھوٹ قیامت تک بھی ترقی نہیں کر سکتا۔"

فمن ینش من حصار مکة عزة　　　　فعزتنا فی بطن مکة اتلد

ترجمہ: "اگر کوئی اس لیے معزز ہے کہ اس کی رہائش مکہ مکرمہ میں ہے تو پھر اس شہر میں ہماری عزت بہت قدیم ہے۔"

نشأنا بها و الناس فیها قلائل　　　　فلم ننفك نزداد خیرا و نحمد

ترجمہ: "جب لوگ بہت کم تھے تو ہم نے اس شہر میں نشو و نما پائی۔ خیر کے اعتبار سے ہم میں اضافہ ہوتا رہا ہر جگہ ہماری تعریف ہوتی رہی۔"

و نطعم حتی یترك الناس فضلهم — اذ جعلت ایدی المفیضین ترعد

ترجمہ: "ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ لوگ اپنی فضیلت کو ترک کر دیتے ہیں۔ جب فال گیروں کے ہاتھ بھی کانپنے لگتے ہیں۔"

جزی اللہ رهطا بالحجون تتابعوا — علی ملاء یهدی لحزم و یرشد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس گروہ کو جزاء دے جو حجون پر تھا۔ جنہوں نے اس گروہ کی اعانت کی۔ جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔"

قعود لدی خطم الحجون کانهم — مقاولةٌ بل هم اعزّو امجد

ترجمہ: "وہ حجون کی رفعت پر ایسے بیٹھے تھے گویا کہ وہ سردار تھے۔ بلکہ وہ سرداروں سے بھی معزز و محترم تھے۔"

اعان علیها کل صقر کانهٗ — اذا مامشی فی رفرف الدرع احرد

ترجمہ: "اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے والا ہر شخص شاہین کی مانند تھا۔ جب وہ خود سے بندھی ہوئی زرہ کے ساتھ چلتا تو آہستہ چلتا ہے۔"

جریٌّ علی جلّی الخطوب کانه — شهاب بکفی قابس یتوقد

ترجمہ: "وہ بڑے بڑے امور کی طرف جرأت سے بڑھنے والا ہے گویا کہ وہ آگ لینے والے شخص کے دونوں ہاتھوں میں روشن انگارہ ہے۔"

من الاکرمین من لؤی بن غالب — اذا سیم خسفا وجهه یتربد

ترجمہ: "وہ لوی بن غالب کے معززین میں سے ہے۔ جب اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کیا جاتا ہے تو اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔"

الظ بهذا الصلح کل مبرأ — عظیم اللواء امرہ ثم یحمد

ترجمہ: "اس صلح میں مدد کرنے والا ہر آدمی عیب سے پاک، بڑے جھنڈے والا اور قابل ستائش ہے۔"

قضوا ما قضوا فی لیلهم ثم اصبحوا — علی مهل و سائر الناس رقد

ترجمہ: "انہوں نے اس رات کو جو فیصلہ کرنا تھا کر دیا۔ پھر صبح کے وقت منزل پر جا پہنچے۔ جبکہ سارے دیگر لوگ سو رہے تھے۔"

هم رجعوا سهل بن بیضاء راضیاً — و سرّ ابوبکر بها و محمد

ترجمہ: "انہوں نے سہل بن بیضاء کو راضی بھیج دیا۔ حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سے مسرور ہو گئے۔"

متی شرك الاقوام فی جلّ امرنا و کنا قدیما اقبلها نتودّد

ترجمہ: ''یہ لوگ ہمارے عظیم کاموں میں کب شرکت کرتے ہیں حالانکہ کافی مدت سے ہم باہم محبت کرتے رہے ہیں۔''

فیا لقصّی هل لکم فی نفوسکم و هل لکم فیما یجیئ به غدٌ

ترجمہ: ''اے بنو قصی! کیا تم نے کبھی اپنے متعلق سوچا ہے اور کبھی سوچا ہے کہ مستقبل میں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔''

❁❁❁

بائیسواں باب

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابن سعد نے ابوعون دوسی سے، امام بیہقی نے ابن اسحاق سے۔ ابن جریر اور ابو الفرج نے عباس بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ آئے۔ اس وقت حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ قریش کے چند افراد ان کے پاس گئے۔ حضرت طفیل ایک شریف، معزز اور نغز گو شاعر تھے۔ قریش نے ان سے کہا: "طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو۔ یہ جو شخص ہمارے ہاں ظہور پذیر ہوا ہے اس کا معاملہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارا معاملہ بکھیر دیا ہے۔ ان کی بات جادو کی طرح ہے۔ جو آدمی اس کے باپ، آدمی اور اس کے بھائی اور آدمی اور اس کی بیوی کو جدا کر دیتا ہے ہمیں تمہارے بارے خدشہ ہے۔ تمہاری قوم کے بارے اور خطرہ ہے کہ کہیں تمہیں بھی ایسے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جیسے حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ہے۔ ان سے نہ بات کرنا نہ ہی ان کی بات سننا۔" حضرت طفیل نے کہا: "بخدا! وہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے اتفاق کر لیا کہ میں آپ سے نہ بات کروں گا نہ ہی آپ کی بات سنوں گا۔ حتیٰ کہ مسجد حرام کی طرف جاتے وقت میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔ تا کہ کہیں آپ کی بات میرے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ میں مسجد حرام کی طرف گیا حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے قریب گیا۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا مگر یہ کہ اس نے مجھے آپ کی باتیں سنا دیں۔ میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔ میں نے دل میں کہا: "میں ایک قادر الکلام شخص ہوں مجھ پر کلام کا حسن و قبح عیاں ہے۔ مجھے کیا چیز روک سکتی ہے کہ میں اس شخص سے سن لوں کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اگر وہ عمدہ ہوا تو اسے قبول کر لوں گا۔ اگر قبیح ہوا تو اسے ترک کر دوں گا۔" میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ واپس لوٹ آئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں نے عرض کی: "آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا ہے میں شاعر ہوں۔ ذرا سنیں میں کیا کہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "سناؤ" میں نے آپ کو اشعار سنائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اب میں پڑھتا ہوں سنو۔" آپ نے سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کر دی۔ مجھ پر اسلام پیش کیا۔ بخدا! میں نے اتنا حسین کلام کبھی نہیں سنا تھا نہ ہی کبھی اتنا عمدہ امر دیکھا تھا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے عرض کی: "یا نبی اللہ! ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میری قوم میری اطاعت کرتی ہے۔ میں اپنی قوم کے پاس جانے لگا ہوں۔ میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دوں

گا۔ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ میرے لیے کوئی نشانی بنادے۔ جو ان کے خلاف میرے لیے مددگار ثابت ہوں۔" آپ نے دعا مانگی: "مولا! اس کے لیے نشانی بنادے۔" میں ایک بارش والی تاریک رات میں اپنی قوم کی طرف عازم سفر ہوا۔ حتیٰ کہ جب میں ثنیہ تک پہنچا اور گھاٹی کے مکینوں کو دیکھنے لگا تو میری آنکھوں کے سامنے ایک نور نمودار ہو گیا جو چراغ کی طرح تھا۔ میں نے عرض کی: "مولا! اسے میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ سے نمودار کر دے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ اسے مثلہ سمجھیں گے۔" وہ نور میرے عصا کے کنارے سے نکلنے لگا گویا کہ وہ ایک معلق قندیل تھی۔ میں گھاٹی سے اتر کر نیچے ان کے پاس آنے لگا۔ حتیٰ کہ میں اہل خانہ کے پاس آ گیا۔ جب میں اپنے گدھے سے اترا تو میرے والد گرامی میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے کہا: "والد صاحب! مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میرا اور آپ کا تعلق ختم! انہوں نے کہا: "نور نظر! کیوں؟ میں نے کہا: "میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ دین محمدی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔" انہوں نے کہا: "لخت جگر! میرا دین وہی ہے جو تمہارا دین ہے۔" میں نے کہا: "جائیں! غسل کریں۔ صاف کپڑے پہنیں۔" انہوں نے اسی طرح کیا پھر آئے۔ میں نے انہیں اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر میری زوجہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے کہا: "میرا اور تیرا تعلق ختم۔" اس نے کہا: "میرے والدین آپ پر فدا! کیوں؟ میں نے کہا: "اسلام نے میرے اور تیرے مابین تفریق ڈال دی ہے۔ میں نے حضور ﷺ کے دین کی اتباع کر لی ہے۔" اس نے کہا: "میرا دین وہی ہے جو آپ کا دین ہے۔" میں نے کہا: "جاؤ! پاکیزہ کپڑے پہن کر آؤ۔" اس نے اسی طرح کیا۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن میری امی نے اسلام قبول نہ کیا۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو دعوتِ اسلام دی لیکن اس نے گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کیا۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! دوس پر بدکاری نے غلبہ پالیا ہے۔ اس کے لیے بددعا فرمائیں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "دوس کو ہدایت نصیب فرما۔" پھر فرمایا: "ان کے پاس جاؤ۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور ان کے ساتھ نرمی کرو۔" میں اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ میں اسے دعوت دیتا رہا حتیٰ کہ حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق گزر گئے۔ میں دوس میں سے مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضور ﷺ خیبر میں تشریف فرما تھے۔ حتیٰ کہ دوس کے ستر یا اسی گھرانے مدینہ طیبہ میں فروکش ہو گئے۔ پھر ہم خیبر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ہمارے لیے بھی مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ نکالا۔" حضرت طفیل نے جب اسلام قبول کیا تو یہ اشعار کہے:

أَلَا بَلِّغْ لَدَيْكَ بَنُو لُؤَيٍّ ... عَلَى الشَّنَآنِ وَالْغَضَبِ وَالْمَرَدِّي

ترجمہ: "بنو لوی کو عداوت، غضب اور ہلاکت کے باوجود یہ پیغام دے دو۔"

بِأَنَّ اللّٰهَ رَبَّ النَّاسِ فَرْدٌ ... تَعَالَى جَدُّهُ مِنْ كُلِّ نِدِّ

ترجمہ: ''کہ لوگوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔اس کی شان یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔''

و ان محمد عبد رسول　　　دلیل هدی و موضع کل رشد

ترجمہ: ''نیز یہ کہ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ہدایت کے راہ نما ہیں۔ ہر ہدایت کو روشن کرنے والے ہیں۔''

رئیت له دلائل انبائتنی　　　بان سبیله یهدی تقصد

ترجمہ: ''میں نے آپ کے ایسے دلائل دیکھے جنھوں نے مجھے بتا دیا کہ آپ کا رستہ منزل کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔''

و ان الله جلّله بهاء　　　و اعلی جده فی کل جدّ

ترجمہ: ''رب تعالیٰ نے آپ کو رفیع عظمت بخشی ہے اور آپ کی کوشش کو ہر کوشش سے بلند کیا ہے۔''

و قالت لی قریش عد عنه　　　فان مقاله کالغرّ یعدی

ترجمہ: ''مجھ سے قریش نے کہا کہ آپ سے پہلوتہی کروں۔آپ کی گفتگو غر پرندے کی طرح بیمار کر دیتی ہے۔''

فلمّا ان املت الیه سمعی　　　سمعت مقاله کمشور شهد

ترجمہ: ''جب میں نے آپ ﷺ کی طرف اپنے کان جھکائے تو میں نے آپ کی گفتگو سن لی جو شہد کی طرح شیریں تھی۔''

و الهمنی هدایا الله عنه　　　و بدل طالعی نحسی بسعدی

ترجمہ: ''رب تعالیٰ نے مجھے ان کی وجہ سے ہدایت دے دی۔میرے نحوست کے ستارے کو سعادت میں بدل دیا۔''

ففزت بما حباه الله قلبی　　　و خاز محمد بصفاء ودّی

ترجمہ: ''جو کچھ رب تعالیٰ نے میرے دل کو دیا تھا میں اس کی وجہ سے کامیاب ہو گیا۔میری محبت کے خلوص کے ساتھ محمد عربی ﷺ کامیاب ہو گئے۔''

✿✿✿

تئیسواں باب

اراشی اور زبیدی کی داستانیں

ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "مجھے عبد الملک بن ابی سفیان الثقفی نے بیان کیا ہے۔ وہ ایک اچھے انسان تھے۔ انہوں نے کہا: "اراش سے ایک شخص اپنے اونٹ لے کر آیا۔ ابو جہل نے اس سے اونٹ خرید لیے۔ وہ قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام کرنے لگا۔ وہ شخص آیا اور قریش کی محافل میں کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ مسجد حرام کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا: "اے معشر قریش! ابو الحکم کے خلاف میری مدد کون کرے گا؟ میں غریب مسافر ہوں۔ اس نے میرا حق سلب کر لیا ہے۔" ان اہل محفل نے کہا: "تمہیں وہ شخص نظر آ رہا ہے۔ (وہ آپ سے مذاق کر رہے تھے کیونکہ وہ اس عداوت کو جانتے تھے جو حضور اکرم ﷺ اور ابو جہل کے مابین تھی) ان کے پاس جاؤ۔ وہی ابو جہل کے خلاف تمہاری مدد کریں گے۔"

اراشی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ساری داستانِ غم عرض کی۔ آپ ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اہل محفل نے ایک شخص سے کہا: "ان کے پیچھے پیچھے چلو اور دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ اس کے دروازہ تک آئے دستک دی۔ اس نے پوچھا: "کون؟ آپ نے فرمایا: (جانِ عالم) محمد (ﷺ) آپ نے فرمایا: "باہر نکل۔" وہ باہر نکلا اس کے چہرے کی شادابی ختم ہو چکی تھی۔ اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس اراشی کا حق ادا کرو۔" اس نے عرض کی: "ضرور! میں ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں۔ وہ اندر گیا۔ پھر باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں اراشی کی رقم تھی اس نے اسے اس کے حوالے کر دیا۔ اراشی اسی محفل کے پاس گیا اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ جزائے خیر دے بخدا! انہوں نے میرا حق دلوایا ہے۔" اتنے میں وہ شخص بھی آ گیا جس کو قریش نے آپ کے پیچھے بھیجا تھا۔ انہوں نے پوچھا: "تمہارے لیے ہلاکت! تم نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے بڑا تعجب خیز امر دیکھا ہے۔ بخدا! جب حضور ﷺ نے ابو جہل کے دروازے پر دستک دی تو وہ باہر نکلا تو گویا کہ وہ ایک روح کے بغیر جثہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس مسکین کو اس کا حق ادا کرو۔" اس نے کہا: "بالکل! آپ اسی جگہ تشریف رکھیں حتیٰ کہ میں اس کا حق ادا کر دوں وہ اندر گیا باہر نکلا تو اراشی کو اس کا حق ادا کر دیا۔" اتنے میں ابو جہل بھی آ گیا۔ قریش نے پوچھا: "تیرے لیے ہلاکت! تجھے کیا ہوا تھا؟ اس طرح کے فعل کا ارتکاب تجھ سے پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا؟ اس نے کہا: "بخدا! جب انہوں نے میرے دروازہ پر دستک دی۔ جب میں نے

آپ کی آواز سنی تو میں رعب سے بھر گیا۔ میں آپ کی طرف باہر نکلا۔ آپ کے سر کے اوپر ایک نرا اونٹ تھا۔ میں نے کسی اونٹ کی اتنی بڑی گردن، اتنا بڑا سر اور اتنے بڑے جبڑے نہیں دیکھے تھے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔"

محمد بن عمر اسلمی نے حضرت یزید بن رومان سے، ابونعیم نے ابویزید مدنی سے اور ابوفرعہ باہلی سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک زبیدی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "اے گروہ قریش! کون اپنا سامانِ تجارت لے کر تمہارے پاس آیا کرے گا؟ کون نفع بخش سامان لے کر تمہارے پاس آئے گا۔ تمہارے ہاں کوئی تاجر کیسے آیا کرے گا۔ تم تو اس شخص پر ظلم کرتے ہو جو تمہارے حرم میں داخل ہوتا ہے۔" وہ اسی طرح ساری مجلسوں میں گیا۔ حتیٰ کہ وہ اس محفل پاک میں چلا گیا جس میں حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام جلوہ افروز تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: "کس نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ وہ تین اونٹ لے کر آیا ہے وہ اس کے بہترین اونٹ تھے۔ ابوجہل نے ان کی اصلی قیمت کی تہائی قیمت لگا دی ہے۔ اب ابوجہل کے خوف سے کوئی شخص میرے اونٹ زیادہ قیمت میں نہیں خرید رہا۔ اس نے میرے سامان کی قیمت کم کر دی ہے اور مجھ پر ظلم کیا ہے۔"

حضور ﷺ نے پوچھا: "تیرے اونٹ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کی: "وہ حزورۃ کے مقام پر ہیں۔" حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہیں تشریف لے گئے۔ اونٹوں کو دیکھا وہ بہت خوبصورت تھے آپ نے زبیدی کے ساتھ سودا بازی کی حتیٰ کہ اسے خوش کر دیا۔ آپ نے وہ اونٹ خرید لیے۔ اس قیمت میں دو اونٹ فروخت کر دیے تیسرا اونٹ بیچا اور اس کی قیمت بنوعبدالمطلب کی بیوگان میں تقسیم کر دی۔ ابوجہل بازار کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گفتگو بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا: "اے عمرو! اس طرح کا سلوک آئندہ نہ کرنا جس طرح کا سلوک اس اعرابی کے ساتھ کیا ہے ورنہ تجھے مجھ سے ایسے امر کا سامنا کرنا پڑے گا جو تجھے ناپسند ہوگا۔" وہ کہہ رہا تھا: "محمد عربی ﷺ! میں پھر ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ محمد عربی! میں ایسی حرکت نہیں کروں گا۔" حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ امیہ بن خلف اور دیگر سرداران قریش ابوجہل کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "آج تو محمد عربی ﷺ کے ہاتھوں رسوا ہو گیا ہے یا تو تو ان کی اتباع کرنا چاہتا ہے یا تیرے اندر ان کا رعب داخل ہو گیا تھا۔" اس نے کہا: "میں کبھی بھی ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کے دائیں بائیں آدمی دیکھے جنہوں نے نیزے پکڑ رکھے تھے اگر میں ان کی مخالفت کرتا تو وہ مجھے مار ڈالتے۔"

چوبیسواں باب

نصاریٰ کا وفد

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں رونق افروز تھے۔ عیسائیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں جلوہ افروز تھے ان تک آپ کی خبر حبشہ سے پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ سے مختلف سوالات کیے۔ قریش کے افراد خانہ کعبہ کے اردگرد اپنی اپنی محافل میں تھے۔ جب وہ مختلف سوالات سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت دی۔ انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ جب انہوں نے قرآن حکیم سنا تو ان کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ آپ کی تصدیق کی۔ انہوں نے آپ کو آپ کے ان اوصاف سے پہچان لیا جو ان کی کتب میں بیان کیے گئے تھے۔ جب وہ وہاں سے اٹھے تو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ابوجہل نے ان سے ملاقات کی۔ اس نے انہیں کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے تمہیں تمہارے اہل دین نے اس لیے بھیجا تاکہ تم اس شخص کے بارے انہیں بتاؤ۔ تم یونہی ان کی محفل میں بیٹھے۔ اسی وقت تم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ تم نے ان کی تصدیق کر دی۔ ہم کسی ایسے کارواں کو نہیں جانتے جو تم سے زیادہ احمق ہو۔'' اس وفد نے کہا: ''تم پر سلامتی ہو۔ ہم تم جیسے جاہلوں کی طرح گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں اپنا دین مبارک تمہیں اپنا دین مبارک۔ ہم نے بھلائی حاصل کرنے میں تاخیر نہیں کی۔''

دوسرے قول کے مطابق یہ نجران کا وفد تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کون سا وفد تھا۔ ان کے بارے یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۝ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ۝ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ۝ (القصص: ۵۲ تا ۵۵)

ترجمہ: "جن کو ہم نے عطا فرمائی کتاب (نزول) قرآن سے پہلے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اس کے ساتھ بے شک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم اس سے پہلے بھی سر تسلیم خم کر چکے تھے یہ لوگ ہیں جنہیں دیا گیا ان کا اجر دو مرتبہ بوجہ ان کے صبر کے اور وہ دور کرتے ہیں نیکی کے ساتھ برائی کو نیز اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے خرچ کرتے رہتے ہیں اور جب وہ سنتے ہیں کسی بیہودہ بات کو تو منہ پھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں تم سلامت رہو ہم جاہلوں سے الجھنے کے خواہاں نہیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ میں نے امام زہری سے ان آیات طیبات کے بارے سوال کیا کہ ان کا نزول کن لوگوں کے بارے ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں لگا تار سنتا رہا کہ یہ آیات طیبات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے نازل ہوئیں۔ اسی طرح سورۃ المائدہ کی یہ آیات طیبات بھی ان کے بارے ہی نازل ہوئیں۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ (المائدۃ ۸۲ تا ۸۳)

ترجمہ: "ضرور پائیں گے آپ لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو اور مشرکوں کو اور پائیں گے آپ سے زیادہ قریب دوستی میں ایمان والوں سے انہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے اور جب سنتے ہیں (قرآن) جو اتارا گیا رسول کی طرف تو تو دیکھے گا ان کی آنکھوں کو چھلک رہی ہوتی ہیں۔ آنسوؤں سے اس لیے کہ پہچان لیا انہوں نے حق کو۔"

پچیسواں باب

سورۂ عبس کی ابتدائی آیات کا نزول

امام ترمذی، ابن منذر اور ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابو یعلی نے حضرت انس سے، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے قریش کے کسی سردار کے ساتھ گفتگو کی۔ آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپ کو امید تھی کہ وہ اسلام لے آئے گا ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا۔ حضرت انس اور حضرت ابو مالک نے لکھا ہے کہ وہ امیہ بن خلف تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ اس محفل میں قریش کے کئی سردار جمع تھے۔ ان میں ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "کیا وہ کلام عمدہ نہیں جسے میں لے کر آیا ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! بخدا! دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ انہوں نے عرض کی: "نہیں۔"

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے وہ نابینا تھے۔ آپ سردارانِ قریش کے ساتھ مصروف تھے۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آپ سے کچھ پوچھا۔ انہیں علم نہ تھا کہ آپ مصروف ہیں۔ وہ آپ سے التجاء کرنے لگے کہ آپ انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنائیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! مجھے راہ دکھائیں مجھے وہ علم سکھائیں جو رب تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے۔" حضور ﷺ پر یہ مداخلت گراں گزری۔ آپ نے انہیں جھڑکا کیونکہ آپ ان سردارانِ قریش کے ساتھ مشغول تھے۔ آپ کو امید تھی کہ شاید کوئی اسلام لے آئے۔ جب حضرت ابن ام مکتوم نے اصرار کیا تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝١ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝٣ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّآ۔ (عبس: 1 تا 11)

ترجمہ: "چیں بہ چیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا اب اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں۔ آپ پر کوئی ضرر نہیں اگر وہ نہ سدھرے اور جو آپ کے پاس آیا دوڑتا ہوا

اور وہ ڈر بھی رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں ایسا نہ چاہیے۔"

جب ان آیات طیبات کا نزول ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کی تعظیم کی۔ مدینہ طیبہ میں ۱۳ بار انہیں اپنا نائب بنایا جیسے کہ ابو عمر نے لکھا ہے۔ ان کا تفصیلی تذکرہ آپ کے مؤذنین کے بارے میں آئے گا۔ وہ جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے: "اس ذات کو مرحبا جس کی وجہ سے رب تعالیٰ نے مجھ پر عتاب فرمایا ہے۔" آپ ان کے لیے اپنی چادر پھیلا دیتے۔"

تنبیہات

- حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مجاہد سے مروی روایات مبہم کی تفسیر میں سابقہ اقوال کو جمع کرنے والی ہیں۔
- الحافظ نے لکھا ہے کہ اسلاف کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ "عَبَسَ" کا فاعل حضور اکرم ﷺ کی ذات والا ہے لیکن داؤدی نے عجیب وغریب بات لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس کا فاعل کافر ہے۔
- وہ بات بھی عجیب ہے جسے قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ یہ مبہم شخص ولید بن مغیرہ یا امیہ بن خلف ہے لیکن یہ قیاس باطل ہے اور مفسرین کی طرف سے جہالت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ولید اور امیہ دونوں حالت کفر میں مرے تھے۔ ایک کی موت ہجرت سے قبل جبکہ دوسرا غزوۂ بدر میں مرا تھا نہ تو امیہ کبھی مدینہ طیبہ حاضر ہوا تھا نہ اکیلے نہ ہی وفد کی صورت میں جیسے کہ امام سہیلی اور امام قرطبی نے لکھا ہے۔

لیکن قاضی ابن عربی نے یہ قول تحقیق کے بغیر لکھ دیا ہے کیونکہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تعلق اہل مکہ سے تھا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ یہ حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے تھے۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ یہ حضور ﷺ کی ہجرت سے قبل مدینہ طیبہ ہجرت کر آئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حضور سید عالم ﷺ کے بعد ہجرت کی تھی مگر پہلا قول درست ہے۔ سورۂ عبس بلا اختلاف مکیہ ہے تو پھر کوئی چیز رکاوٹ بن سکتی تھی کہ حضرت ابن مکتوم اور امیہ اور ولید ایک جگہ جمع ہوں۔" پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سبھی کا یہی موقف ہے۔ انہوں نے ان سے اسی طرح روایت کیا ہے اگر سورۂ عبس مدینہ طیبہ میں نازل ہوتی یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں اسلام قبول کیا ہوتا تو ابن عربی کا قول درست ہوتا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مجھے تو زیادہ تعجب الزہر کے مصنف پر بھی ہوا کہ انہوں نے سکوت اختیار کیا حالانکہ وہ اس سے کم تر اشیاء پر بھی گرفت کرتے ہیں۔

◆ یہ بھی عجیب بات ہے کہ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔ سورت عبس پہلے نازل ہوئی تھی۔ الزہر میں ہے کہ اس مؤقف میں توقف کی ضرورت ہے۔ میں نے کسی مؤرخ یا مفسر کو نہیں دیکھا جس نے جزم یا نقل کے ساتھ یہ قول کیا ہو۔ ان سب کے اس قول کی طرف دیکھا جائے گا۔" ان کا قدیم الاسلام ہونا اس کی تردید کرتا ہے۔" امام سہیلی نے اپنے مؤقف کی تاکید ان کے اس قول سے بھی کی ہے: "استدینی یا محمد" "اے محمد عربی! ﷺ مجھے دین سکھائیں۔ انہوں نے آپ کو یا رسول اللہ" کے الفاظ سے مخاطب نہیں کیا ہے۔ لیکن مغلطای نے لکھا ہے کہ میں نے مذکورہ بالا الفاظ درست "استدینی یا محمد" کہیں نہیں دیکھے۔

میں کہتا ہوں "اس سیرت (ابن ہشام) کے الفاظ جس کی امام سہیلی نے شرح لکھی ہے وہ یہ ہیں "ابن ام مکتوم نے حضور ﷺ سے بات کی اور عرض کی کہ آپ انہیں قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔" امام ترمذی نے روایت لکھی ہے اسے حسن لکھا ہے۔ ابن حبان نے اسے صحیح لکھا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: "جعل یقول یا رسول اللہ ارشدنی" جبکہ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "فجعل عبد اللہ یستقری النبی آیۃً من القرآن قال یا رسول اللہ علّمنی ما علمك اللہ۔"

✿✿✿

چھبیسواں باب

"قل یا ایھا الکافرون" کا نزول

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس، ابن ابی حاتم اور الانباری نے مصاحف حضرت سعید بن میناء سے امام عبدالرزاق نے ابن وہب اور ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ ان سب سے کہا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور سید کائنات ﷺ محو طواف تھے کہ اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، عاصی بن وائل سہمی آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے انہوں نے آپ کو بلایا تاکہ آپ کو مال و دولت دیں اور مکہ مکرمہ کی مالدار شخصیت بن جائیں یا آپ کا نکاح اس عورت سے کر دیں جسے آپ پسند کریں۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی! ﷺ ہم آپ کو یہ سب کچھ عطا کرتے ہیں لیکن آپ ہمارے معبودان (باطلہ) کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ انہیں برائی کے ساتھ یاد نہ کریں۔ اگر آپ یہ قبول نہیں کرتے تو آپ کے سامنے ایک امر رکھتے ہیں اس میں صلح کی گنجائش ہے۔" آپ نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ ایک سال ہمارے معبودوں کی عبادت کر لیا کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبودوں کی عبادت کر لیا کریں گے۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی! ﷺ آئیں! ہم اس معبود کی عبادت کر لیتے ہیں جس کی آپ کرتے ہیں اور آپ ان معبودان کی عبادت کر لیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اور آپ ایک امر میں مشترک ہو جائیں گے۔ اگر وہ معبود عمدہ ہوا جس کی آپ عبادت کرتے ہیں تو ہم کو اس سے حصہ مل جائے گا اور اگر وہ معبودان بہتر ہوئے جن کی ہم عبادت کرتے ہیں تو آپ کو اس سے حصہ مل جائے گا۔" اس وقت یہ سورت طیبہ نازل ہوئی:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ③ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥

(الکافرون: ۱ تا ۶)

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے اے کافرو میں پرستش نہیں کیا کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس (خدا) کی جس کی میں عبادت کیا کرتا تھا اور نہ ہی میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم پوجا کیا کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔ جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

ستائیسواں باب

سورۃ الروم کی ابتدائی آیات کا نزول

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن لکھا ہے)، امام نسائی، امام بیہقی، الضیاء المقدسی نے حضرت ابن عباس، ابن جریر، امام بیہقی نے ایک اور سند سے انہی سے، ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے، ابو یعلی اور ابن ابی حاتم نے حضرت براء بن عازب سے، امام ترمذی اور امام الطبرانی نے نیار بن مکرم سے، ابن عبد الحکم نے فتوح مصر میں ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب سے اور ابن جریر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ قریب کی سر زمین میں روم اور ایران باہم جنگ آزما ہوئے۔ اہل روم کو شکست ہوئی۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچی تو ان پر بہت شاق گزری۔ حضور ﷺ کو ناپسند تھا کہ ایران کے آتش پرست روم کے اہل کتاب پر غالب آجائیں۔ یہ خبر سن کر کفار مکہ بہت خوش ہوئے۔ وہ صحابہ کرام سے ملے۔ انہوں نے کہا: "تم اہل کتاب ہو۔ اہل ایران میں سے ہمارے بھائی تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آگئے ہیں۔ جب تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ (الروم ۱ تا ۶)

ترجمہ: "الف، لام، میم۔ ہرا دیئے گئے رومی پاس کی زمین میں اور وہ ہار جانے کے بعد ضرور غالب آجائیں گے۔ چند برس کے اندر اللہ ہی کا حکم ہے پہلے بھی اور بعد بھی اور اس روز خوش ہوں گے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب ہے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

جب یہ آیات طیبات نازل ہوئیں تو مشرکین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ تمہارے صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ روم ایران پر غالب آجائے گا۔" انہوں نے فرمایا: "میرے صاحب نے سچ فرمایا

ہے۔" دوسری روایت میں ہے جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کفار کے پاس پہنچے اور فرمایا: "تم اس بات پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں۔ خوشیاں نہ مناؤ۔ رب تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کرے گا۔ بخدا! اہل روم اہل ایران پر غالب آجائیں گے۔ یہ بات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی ہے۔" ابی بن خلف اٹھ کر ان کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "تم نے جھوٹ بولا ہے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے خدا کے دشمن! تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔" ابی نے کہا: "ہم دس دس اونٹنیاں شرط رکھتے ہیں (یہ شرط کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے) اگر روم ایران پر غالب آگیا تو یہ اس اونٹنیاں میں دوں گا اور اگر ایران روم پر غالب آگیا تو دس اونٹنیاں تم دو گے یہ مدت تین سال ہے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "مدت اس طرح درست نہیں جس طرح تم نے ذکر کی ہے "بضع" کی یہ مدت تین سے نو سال تک ہو سکتی ہے۔ شرط میں اضافہ کر دو اور مدت بڑھا دو۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ ابی سے ملے۔ اس نے کہا: "شاید تم نادم ہو کر آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں! آؤ ہم شرط میں اضافہ کر لیتے ہیں اور مدت بڑھا دیتے ہیں۔ میں اونٹوں کی تعداد سو اور مدت نو سال مقرر کرتا ہوں۔" ابی نے کہا: "ٹھیک ہے" جب ابی کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق مکہ مکرمہ سے چلے جائیں گے تو وہ ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "مجھے خدشہ ہے کہ تم مکہ مکرمہ چھوڑ جاؤ گے۔ مجھے اپنا ضامن دو۔" انہوں نے حضرت عبداللہ کو اپنا ضامن مقرر کیا۔

جب ابی نے احد کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ حضرت عبداللہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا حتیٰ کہ تم مجھے ضامن دو۔" انہوں نے اپنا ضامن دیا۔ وہ احد کی طرف گیا۔ پھر مکہ مکرمہ واپس آنے لگا۔ اسے زخم لگا ہوا تھا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمی کیا تھا۔ یہ اسی سے مکہ مکرمہ میں واصل جہنم ہوا۔ اہل روم اہل ایران پر غالب آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ابی سے جیت گئے۔ انہوں نے ابی کے ورثاء سے ایک سو اونٹ لے لیے۔ انہوں نے انہیں بارگاہ رسالت میں حاضر کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں صدقہ کر دو۔" انہوں نے وہ سارے راہ خدا میں صدقہ کر دیے۔

❀❀❀

اٹھائیسواں باب

جنابِ ابو طالب کی وفات

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مشہور قول کے مطابق جناب ابو طالب کی وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال سے قبل ہوئی۔ ان دونوں کی وفات ہجرت مصطفی ﷺ کے تین سال قبل ایک ہی سال میں ہوئی۔ "الفصوص" میں ہے اس وقت گھاٹی سے باہر نکلنے کو اٹھائیس روز گزر چکے تھے ابن حزم نے لکھا ہے کہ جناب ابو طالب کی وفات نصف شوال کو ہوئی۔

ابن شیبہ، امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو صحیح لکھا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سدی سے، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب سے، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب جناب ابو طالب کا وقت وفات آیا تو قریش نے ایک دوسرے سے کہا: "عمر اور حمزہ اسلام لا چکے ہیں۔ محمد عربی (ﷺ) کا معاملہ قریش کے سارے قبائل تک پھیل چکا ہے۔ آؤ جناب ابو طالب کے پاس جاتے ہیں۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ کچھ لے کر اور کچھ دے کر اپنے بھتیجے سے ہماری صلح کرا دیں۔ ہم اس سے امن میں نہیں کہ وہ ہمارا معاملہ ہم سے چھین لیں گے۔" سرداران قریش جناب ابو طالب کے پاس گئے ان سے گفتگو کی۔ ان سرداروں میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف ابوسفیان اور دیگر لوگ شامل تھے۔ انہوں نے کہا: "ابو طالب! ہم میں آپ کا کیا مقام ہے اس سے آپ بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ ہمیں آپ کے بارے اندیشہ ہے۔ آپ اس عداوت سے آگاہ ہیں۔ جو ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے مابین ہے۔ آپ انہیں بلائیں کچھ لے اور کچھ دے کر ہماری صلح کرا دیں۔ تاکہ وہ ہم سے اور ہم ان سے رک جائیں وہ ہمارے دین کو اور ہم ان کے دین کو ترک کر دیں۔" جناب ابو طالب نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائے۔ جناب ابو طالب اور سرداران قریش کے مابین ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل کو اندیشہ لگ گیا کہ اگر اس جگہ حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہو گئے تو جناب ابو طالب میں ان کے لیے نرم جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ ابوجہل جلدی سے اچھلا اور اس جگہ جا بیٹھا۔ حضور ﷺ کو اپنے چچا کے قریب ایسی جگہ نہ مل سکی جس جگہ آپ بیٹھ جاتے۔ آپ دروازہ کے قریب بیٹھ گئے۔ جناب ابو طالب نے کہا: "اے میرے بھتیجے! یہ آپ کی قوم کے سردار ہیں۔ یہ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ کچھ لے

دے کر صلح کر لیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں! صرف ایک کلمہ طیبہ۔ یہ مجھے دے دیں۔ جس سے یہ سارے عرب کے مالک بن جائیں گے۔ سارا عجم بھی ان کا دین اختیار کر لے گا۔" دوسری روایت میں ہے: "سارا عرب ان کا دین اختیار کر لے گا اور سارا عجم انہیں جزیہ دینے لگے گا۔" وہ آپ کے اس کلمہ پر تعجب کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: "صرف ایک کلمہ۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! ابوجہل نے کہا: "بالکل! آپ کے والد گرامی کی قسم! دس ایسے کلمات" آپ نے فرمایا "یوں کہو: "لا الہ الا اللہ۔ سارے معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دو جن کی تم پوجا کرتے ہو۔" انہوں نے تالیاں بجائیں پھر کہا: "اے محمد عربی! کیا آپ چاہتے ہیں کہ سارے معبودان کو ایک معبود بنالیں۔ آپ کا معاملہ عجیب ہے۔"

انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "یہ شخص تمہیں وہ کچھ دینے کے لیے تیار نہیں جو تم ارادہ کرتے ہو۔ چلو۔ اپنے دین پر عمل پیرا ہو۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے۔" پھر وہ متفرق ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے ان کے بارے سورۃ ص کی ابتدائی آیات نازل کیں۔

جناب ابو طالب نے حضور ﷺ سے عرض کی: "بخدا! میرے بھتیجے! آپ نے ان سے کوئی بعید امر کا مطالبہ نہیں کیا۔" جب انہوں نے یہ بات کی تو آپ نے سوچا کہ شاید جناب ابو طالب ایمان لے آئیں۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! آپ ہی وہ کلمہ کہہ لیں۔ روز حشر میں آپ کی شفاعت کروں گا۔" جب انہوں نے آپ کا اتنا اشتیاق دیکھا تو انہوں نے کہا: "بھتیجے! اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے بعد آپ پر اور آپ کے چچا زادوں پر طعنہ زنی کریں گے اور قریش کہیں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے خوف سے پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ ضرور پڑھ لیتا۔ میں یہ کلمہ صرف اور صرف آپ کو خوش کرنے کے لیے پڑھتا۔

ابن کلبی نے لکھا ہے کہ جب جناب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا۔ تو ان کے پاس قریش کے سردار جمع ہوئے انہوں نے انہیں وصیت کی۔ انہوں نے کہا: "اے گروہ قریش! رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے تمہیں چن لیا ہے۔ تم سارے عرب کا دل ہو۔ تم جان لو کہ کوئی خوبی نہیں رہی مگر تم نے سارے عرب کی خوبیوں کو جمع کر لیا ہے۔ کوئی شرف نہیں رہا مگر تم نے سارے شرف کو حاصل کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے تمہیں لوگوں پر فضیلت ملی ہے۔ اسی وسیلہ کی وجہ سے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ میں تمہیں اس پاکیزہ عمارت کی تعظیم کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس میں رب تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ معیشت کا دارومدار ہے۔ اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے تم صلہ رحمی کرو۔ قطع رحمی نہ کرو۔ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ بغاوت اور نافرمانی کو ترک کر دو۔ اسی وجہ سے تم سے پہلی اقوام ہلاک ہوئیں تھیں۔ داعی کو جواب دو۔ سائل کو عطا کرو۔ اس میں زندگی اور موت کا شرف ہے۔ سچ کو لازم پکڑو امانت ادا کرو۔ ان سے خاص لوگوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ عام میں عزت بڑھتی ہے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم حضور ﷺ کے ساتھ بھلائی کرو

وہ قریش میں امین ہیں عرب میں صدیق ہیں۔ وہ ان ساری خوبیوں کے جامع ہیں جن کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے غریب لوگ، اطراف کے پاکیزہ فطرت لوگ اور کمزور لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہہ چکے ہیں ان کے کلمہ کی تصدیق کر چکے ہیں۔ ان کے امر کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ وہ قریش کے سردار بن گئے ہیں۔ جبکہ قریش کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔ عرب کے لوگ ان سے دلی طور پر محبت کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے اپنے دل ان کی محبت کے لیے مختص کر دیے ہیں اور اقتدار کی باگ ان کے ہاتھ میں تھما دی ہے۔ اے گروہِ قریش! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار بن جاؤ۔ جنگوں میں ان کے معاون بن جاؤ۔ بخدا! تم میں سے جو بھی ان کی راہ پر چلے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جو بھی ان کی ہدایت کے رستہ پر چلے گا وہ سعادت مند ہو گا۔ اگر مجھے کچھ مہلت ملتی اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو ساری جنگوں میں ان کا ساتھ دیتا اور ان سے مصائب دور کرتا۔" اس کے بعد جناب ابوطالب وفات پا گئے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے دیکھا کہ ابوجہل اور عبداللہ بن مغیرہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "چچا! لا الہ الا اللہ کہہ دیں۔ میں رب تعالیٰ کے ہاں اس کی گواہی دوں گا۔" ابوجہل اور عبد اللہ بن مغیرہ نے کہا: "اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہیں۔" حضور ﷺ بار بار اصرار کرتے رہے۔ وہ دونوں بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ حتیٰ کہ جناب ابوطالب نے کہا: "وہ عبدالمطلب کے دین پر ہی ہیں۔" انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ (التوبۃ ۱۱۳)

ترجمہ: "درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ وہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ (القصص ۵۶)

ترجمہ: "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے ہیں جبکہ واضح ہو گیا کہ یہ دوزخی جن کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہے: "یارسول اللہ! جناب ابوطالب آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کی نصرت کرتے تھے۔ کیا یہ چیزیں انہیں فائدہ دیں گی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے انہیں آگ کی سختیوں میں پایا۔ میں انہیں اٹھا کر آگ کی سطح پر لے آیا۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ

کی نچلی سطح پر ہوتے۔" امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ کے ہاں آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "شاید انہیں روز حشر میری شفاعت فائدہ دے۔ انہیں آگ کی سطح پر لایا جائے گا وہ آگ ان کے ٹخنوں تک ہوگی۔ جس سے ان کا دماغ پگھل جائے گا۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "روز حشر سب سے ہلکا عذاب اس شخص کا ہوگا۔ جس کے قدموں کے تلووں کے نیچے ایک انگارہ رکھا جائے گا۔" ایک اور روایت میں دو انگاروں کا تذکرہ ہے۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اسے آگ کے جوتے اور تسمے پہنائے جائیں گے۔ جس سے اس کا دماغ پگھل جائے گا۔" ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حتیٰ کہ دماغ اس کے قدموں میں بہنے لگے گا۔ امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "وہ گمان کرے گا کہ اس سے شدید عذاب کسی کو نہیں ہو رہا حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "سارے اہل آگ میں سے جناب ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ انہیں آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جن سے ان کا دماغ پگھل جائے گا۔" ان ساری روایات سے اس روایت کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہے جسے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے فرمایا: "اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ کہہ لیں۔" امام بیہقی، ابو الفتح اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسلام قبول کیا تو انہوں نے جناب ابو طالب کی حالت کے بارے پوچھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے اگر یہ گواہی ان کے پاس موجود ہوتی تو اپنے اسلام کے بعد اسے ادا کرتے انہیں ابو طالب کی حالت معلوم ہو گئی۔ مگر آپ سے نہ پوچھا حالت ادا کا اعتبار کیا جاتا ہے تحمل کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر ابو طالب نے کلمۂ توحید پڑھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کے لیے مغفرت طلب کرنے سے نہ روکتا۔ عبد الرزاق، فریابی اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت طیبہ جناب ابو طالب کے بارے نازل ہوئی۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ۔ (الانعام ۲۶)

ترجمہ: "اور وہ روکتے ہیں اس سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے نفسوں کو۔"

وہ مشرکین کو روکتے تھے کہ حضور ﷺ کو اذیت نہ دیں لیکن آپ کے پیغام حق سے دور تھے۔ امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب جناب ابو طالب کی

روح پرواز کر گئی تو میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کے چچا کا انتقال ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جاؤ اور انہیں دفن کر دو۔" انہوں نے فرمایا: "جب میں نے انہیں دفن کر دیا تو میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا آپ نے فرمایا: "غسل کر لو۔"

اس سے وہ نظریہ بھی باطل ہو گیا جسے مؤرخ مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ جناب ابو طالب ایمان لے آئے تھے لیکن یہ مؤقف صحیح احادیث کے مقابلہ میں نہیں آسکتا۔

تنبیہات

- ❶ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جناب ابو طالب کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ غور و فکر کرنے سے یہ حکمت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ جناب ابو طالب کی جزاء اور ان کے عمل کے مابین مشاکلت نظر آتی ہے وہ یہ کہ جناب ابو طالب پوری طرح حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ صرف حضرت عبد المطلب کے دین پر ثابت رہے انہوں نے وفات کے وقت کہا تھا: "میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں۔" اسی لیے عذاب ان کے قدموں پر مسلط کیا گیا کیونکہ وہی اپنے آباء کے مذہب پر تھے۔
- ❷ الحافظ نے لکھا ہے کہ وہ آیت جس میں آپ کو استغفار سے منع کیا گیا ہے۔ وہ جناب ابو طالب کی وفات سے کافی مدت بعد میں نازل ہوئی۔ یہ آیت ان کے حق میں اور غیر کے حق میں عام ہے۔ امام بخاری نے کتاب تفسیر میں اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ آیت طیبہ اس کے بعد نازل ہوئی۔
- ❸ حضور ﷺ نے جناب ابو طالب سے کہا: "لا الہ الا اللہ" کہہ دیں۔ آپ نے "محمد رسول اللہ" ﷺ کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں کلمات ایک کلمہ کی مانند ہو گئے ہیں۔ شاید ابو طالب جانتے ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن وہ توحید الہیہ کا اقرار نہ کرتے ہوں۔ اسی لیے انہوں نے اپنے قصیدہ نونیہ میں لکھا ہے:

و دعوتني و علمت انك صادق　　　و لقد صدقت و كنت ثم امينا

ترجمہ: "آپ نے مجھے دعوت دی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔ آپ سچے ہیں پھر آپ امین ہیں۔"

آپ نے دعوت میں صرف لا الہ الا اللہ پر اکتفاء کیا۔ اگر وہ توحید کا اقرار کر لیتے تو رسالت کی گواہی دینے میں توقف نہ کرتے۔

- ❹ عجیب اتفاق یہ ہے کہ حضور ﷺ کے جن چچاؤں نے اسلام کو پایا ان کی تعداد چار ہے۔ (۱) ابو طالب، ان کا نام عبد مناف تھا۔ (۲) ابولہب۔ اس کا نام عبد العزیٰ تھا۔ (۳) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔ (۴) حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ مؤخر الذکر دونوں کو دولت اسلام نصیب ہوئی۔

◆ ۵ بعض غالی شیعہ گمان کرتے ہیں کہ جناب ابو طالب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے واہیہ روایات سے استدلال کیا ہے جن کا الحافظ نے ''الاصابۃ'' میں رد کیا ہے۔

◆ ۶ آپ نے فرمایا: ''شاید انہیں میری شفاعت فائدہ دے۔ اس امید کا وقوع حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے عیاں ہو جاتا ہے لیکن آپ کے اس فرمان کی مشکل عیاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝۴۸ (المدثر ۴۸)

ترجمہ: ''پس انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔''

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اسی لیے اسے آپ کی خصوصیت میں شمار کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں منفعت کا معنی حدیث میں منفعت کے معنی کے منافی ہے آیت میں اس کا معنی آگ سے نکالنا ہو گا جبکہ حدیث شریف میں منفعت سے مراد تخفیف ہو گا۔ امام قرطبی نے یقین کے ساتھ یہی جواب لکھا ہے۔

امام بیہقی نے ''البعث'' میں لکھا ہے یہ روایات جناب ابو طالب کی شان میں صحیح ہیں روایت صحت کے حوالے سے ان کے انکار کا کوئی معنی نہیں ہے۔

میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ کفار کے حق میں شفاعت اس سچی خبر کے وجود کی وجہ سے ممتنع ہے کہ ان کے بارے کوئی شفاعت نہ کرے۔ یہ ہر کافر کے حق میں عام ہے۔ شاید اس سے وہ مخصوص ہو جائے جس کی تخصیص پر روایت ثابت ہو جائے۔

بعض اہلِ نظر نے اسے اس امر پر محمول کیا ہے کہ کافر پر عذاب اس کے کفر کی وجہ سے واقع ہو گا۔ اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہو گا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ شافع کے دل کی تسلی کے لیے بعض کفار کے بعض گناہوں کے عذاب سے تخفیف کر دے۔ یہ کفر کی وجہ سے ثواب نہیں ہو گا کیونکہ کفر پر اس کی موت کی وجہ سے یہ سب کچھ رائیگاں ہو چکا ہے۔

امام قرطبی نے المفہم میں لکھا ہے: ''اس شفاعت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ زبان قولی سے یا زبان حالی سے ہو گی۔ دوسرا تو آیت طیبہ کی وجہ سے مشکل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص کے جواز کے لیے ہے۔ جبکہ دوسری قسم کا مفہوم یہ ہے کہ جب جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں اضافہ کیا۔ آپ سے تکالیف دور کیں تو اس کا اطلاق شفاعت پر کیا۔ کیونکہ یہ شفاعت اسی وجہ سے تھی۔'' اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ جس سے تخفیف ہو گی اسے یہ تخفیف محسوس نہ ہو گی۔ گویا کہ اس نے اس سے فائدہ ہی نہ اٹھایا۔ اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ وہ شخص سمجھے گا کہ آگ میں اس سے شدید عذاب کسی اور کا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہنم کا تھوڑا سا عذاب بھی پہاڑ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جہنمی یہی سمجھے گا کہ اسے عذاب کی تخفیف سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

انتیسواں باب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال

امام بخاری نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہجرت سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت سے تقریباً دو سال قبل ہوا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا لیکن علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔

ابن جوزی نے حکیم بن حزام اور ثعلبہ بن صغیر سے روایت کیا ہے کہ جناب ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے مابین ایک ماہ اور پانچ ایام کا فرق تھا۔ جبکہ امام حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جناب ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد وصال فرما گئیں۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان کا وصال دس رمضان المبارک میں ہوا۔ ان کی عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی۔ پھر انہوں نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے کہ ان کا وصال بعثت کے دسویں سال ہوا۔ اس وقت بنو ہاشم گھاٹی سے باہر نکل چکے تھے۔ انہیں الحجون میں دفن کیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر انور میں اترے۔ اس وقت نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ یعقوب بن سفیان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال ہوا تو نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام کی صداقت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی مشیر تھیں وہ آپ کو تسلی دیتی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں انہیں "طاہرہ" کے دلنواز لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ ان کے مزید فضائل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ابواب میں آئیں گے۔

تیسواں باب

جناب ابو طالب کے وصال کے بعد آپ کو اذیتیں

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے قریش سے ان اذیتوں کا سامنا کیا جن کی جرأت وہ جناب ابو طالب کی زندگی میں نہ کر سکے۔ ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے جب جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو قریش کا ایک احمق آپ ﷺ سے ملا۔ اس نے آپ کے سر اقدس پر مٹی پھینک دی۔ حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے سر اقدس پر مٹی تھی۔ آپ کی ایک نور نظر اٹھیں وہ آپ کے سر اقدس سے مٹی صاف کرنے لگیں اور ساتھ ساتھ روتے جا رہی تھیں۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے: "نور نظر! نہ رو۔ رب تعالیٰ تمہارے والد گرامی کا محافظ ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے قریش سے کسی ایسے امر کا مشاہدہ نہیں کیا جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔" الطبرانی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو قریش آپ سے بدکلامی کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! میں نے آپ کا چلے جانا کتنی جلدی محسوس کیا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "قریش بزدلی کا مظاہرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔" ابن سعد نے حضرت حکیم بن حزام اور حضرت ثعلبہ بن صغیر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ کے لیے دو مصیبتیں جمع ہو گئیں۔ آپ گھر میں ہی تشریف فرما رہتے۔ آپ کم ہی باہر نکلتے تھے۔ آپ کو قریش سے ایسی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا جن کی جرأت وہ جناب ابو طالب کی زندگی میں نہ کر سکے۔ یہ خبر ابولہب تک پہنچ گئی۔ وہ آپ کے پاس آیا اس نے کہا: "محمد عربی (فداہ روحی ﷺ) آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ جو آپ جناب ابو طالب کی زندگی میں کرتے تھے لات و عزیٰ کی قسم! لوگ آپ تک نہیں آسکیں گے حتیٰ کہ میں مر جاؤں۔"

ابن غیطلہ نے آپ کو برا بھلا کہا۔ ابولہب اس کے پاس گیا اور اسے برا بھلا کہا۔ وہ بھاگ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اے گروہ قریش! ابو عتبہ صابی ہو گیا ہے۔" قریش آئے وہ اس کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا: "میں نے عبدالمطلب کے دین کو نہیں چھوڑا۔ لیکن میں اپنے بھتیجے کی حفاظت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ اپنا کام مکمل کر لیں۔" انہوں نے

کہا: ''تونے بہت اچھا اور عمدہ کام کیا ہے۔ صلہ رحمی کی ہے۔''

کئی دنوں تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔ آپ جہاں چاہتے تشریف لے جاتے کوئی آپ سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ وہ سب ابولہب سے ڈرتے تھے۔ حتیٰ کہ عقبہ بن ابومعیط اور ابوجہل ابولہب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: ''ذرا اپنے بھتیجے سے پوچھو کہ تمہارے باپ کا ٹھکانہ کہاں ہے۔'' ابولہب: میں نے ان سے پوچھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے کہا: ''وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ آگ میں ہیں۔'' ابولہب نے کہا: ''محمد عربی! کیا عبدالمطلب کا ٹھکانہ آگ میں ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! جو بھی اس دین پر مرے گا جس پر عبدالمطلب کا انتقال ہوا ہے وہ آگ میں ہوگا۔'' ابولہب نے کہا: ''میں آپ کا دشمن ہی رہوں گا۔ آپ گمان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب آگ میں ہیں۔'' پھر ابولہب اور دیگر قریش کا رویہ شدت اختیار کر گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ بدبخت افراد جو آپ کے کاشانہ اقدس میں آپ کو اذیت دیتے تھے۔ وہ یہ تھے: ابولہب۔ حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء اور ابن الاصداء العذلی۔ حکم بن ابی العاص کے علاوہ کسی کو اسلام نصیب نہ ہوا۔ ان میں سے ایک نے آپ پر اس وقت بکری کی رحم پھینک دی جب آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ جب آپ کے گھر میں ہنڈیا پک رہی ہوتی تو ایک شخص آگے بڑھ کر اس میں گندگی پھینک دیتا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ نماز پڑھتے وقت پردہ فرما لیا کرتے تھے۔ امام بخاری، ابن منذر، ابویعلی اور الطبرانی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عمرو بن عاص سے پوچھا: ''مجھے اس شدید ترین تکلیف کے بارے بتائیں جو حضور ﷺ کو مشرکین کی طرف سے پہنچی تھی۔ انہوں نے کہا: ''اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ حطیم میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے آپ کی گردن مبارک کے اردگرد کپڑا ڈالا۔ پھر اسے زور سے مروڑا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے انہوں اسے کندھے سے پکڑ کر دور کیا اور کہا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔

ترجمہ: ''کیا تم اس ذات والا کو شہید کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب تعالیٰ ہے۔''

ابویعلی اور الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے: ''جب حضور ﷺ نے نماز ادا فرما لی۔ ان مشرکین کے پاس سے گزرے وہ خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''گروہ قریش! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں ذبح کے ساتھ ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔'' آپ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ ابوجہل نے کہا: ''محمد عربی! (فداہ روحی وابی وامی ﷺ) آپ جاہل نہیں ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ایک ہے۔'' بزار اور ابویعلی نے صحیح سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مشرکین

نے حضور اکرم ﷺ کو اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے کہا: ''تمہارے لیے ہلاکت! کیا تم اس پاکیزہ ہستی کو قتل کر رہے ہو جو کہتی ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔''

امام بخاری، امام مسلم، بزار اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کسی دن نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے قریش کے لیے بددعا کی ہو۔ سوائے ایک روز کے۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا۔ قریب ہی اس اونٹ کی اوجھڑی پڑی تھی جسے کل ہی ذبح کیا گیا تھا۔ قریش نے یا ابوجہل نے کہا: ''اس اونٹ کی اوجھڑی کون اٹھائے گا اور اس وقت محمد عربی ﷺ کے کندھوں پر رکھ دے گا۔ جب وہ سجدہ ریز ہوں۔'' ان میں سے بدبخت ترین عقبہ بن ابی معیط اٹھا۔ وہ اوجھڑی اٹھا لایا اور اسے آپ کی کمر انور پر رکھ دیا۔ وہ سب ہنسنے لگے۔ وہ ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنا سر نہ اٹھایا۔ اتنے میں حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ اوجھڑی کو آپ کی کمر انور سے ہٹایا اور جس نے یہ گندی حرکت کی تھی اس کے لیے بددعا کی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی پھر اپنا سر اقدس بلند کیا۔ اللہ رب العزت کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر ان بدبختوں کے لیے بددعا کی۔ آپ جب بھی دعا مانگتے تین دفعہ دعا مانگتے۔ جب سوال کرتے تو تین دفعہ سوال کرتے تھے۔ آپ نے عرض کی: ''مولا! قریش میں سے ایک گروہ کی گرفت فرما۔ مولا! ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما۔'' آپ نے ساتواں فرد بھی ذکر فرمایا مگر مجھے یاد نہیں رہا مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے جس جس فرد کا نام لیا وہ غزوۂ بدر میں مقتول ہوا۔ پھر انہیں ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ البتہ امیہ بن خلف کو اس گڑھے تک پہنچنے سے قبل ہی چھٹ گیا تھا۔ امام بزار اور امام الطبرانی نے الاوسط میں یہ اضافہ کیا ہے: ''پھر آپ مسجد حرام سے باہر تشریف لائے آپ کو رستہ میں ابوالبختری ملا۔ ابوالبختری نے ایک چھڑی اٹھا رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ اس نے پوچھا: ''آپ کو کیا ہوا؟'' آپ نے فرمایا: ''میرا رستہ چھوڑ دے۔'' اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں آپ کا رستہ نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ مجھے بتا دیں کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ جب آپ نے سمجھ لیا کہ وہ آپ کا رستہ نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اسے فرمایا: ''ابوجہل نے حکم دیا۔ مجھ پر گوبر پھینکا گیا۔'' ابوالبختری نے کہا: ''آپ میرے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہو جائیے۔ ابوجہل کی طرف متوجہ ہو کر ابوالبختری نے کہا: ''ابوالحکم! کیا تو نے حکم دیا ہے اور محمد عربی (جانِ عالم ﷺ) پر گوبر پھینکا گیا ہے۔'' اس نے کہا: ''ہاں! اس نے ڈنڈا اٹھایا اسے ابوجہل کے سر پر دے مارا۔ لوگ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ ابوجہل چلایا: ''تمہارے لیے ہلاکت! محمد عربی ﷺ چاہتے ہیں کہ تمہارے مابین عداوت کی آگ بھڑک اٹھے اور وہ اور ان کے صحابہ کرام بچ نکلیں۔''

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا گیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: "تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم اس ہستی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔"

بزار، ابونعیم نے فضائل میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جو سب سے زیادہ قوی ہو۔" انہوں نے کہا: "ہم نہیں جانتے۔" حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے شجاع تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ قریش آپ کو پکڑے ہوئے تھے۔ ہر فرد آپ کو مار رہا تھا۔ وہ آپ کو گھسیٹ رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے: "تم وہی ہو نا جس نے سارے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے۔ مگر ہم میں سے سوائے ابوبکر کے اور کوئی آپ کے قریب نہ جا سکا۔ وہ اسے مارتے ہوئے اسے کھینچتے ہوئے اور اسے پیچھے ہٹاتے رہے۔ انہوں نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! کیا تم اس شخص کو قتل کر رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی وہ مبارک چادر اٹھائی جو ان کے اوپر تھی۔ گریہ بار ہو گئے حتیٰ کہ ان کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آل فرعون کا مؤمن بہتر تھا یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؟ ساری قوم خاموش رہی۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ بخدا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک ساعت آل فرعون کے مؤمن سے بہتر تھی۔ وہ شخص اپنا ایمان چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔"

دارقطنی نے "الافراد" میں حضرت عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے: "جناب ابو طالب کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے بہت سی تکالیف برداشت کیں۔

❁❁❁

اکتیسواں باب

حضور ﷺ کا سفر طائف

حضرت موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''جب جناب ابو طالب کی وفات ہوئی اور قریش نے ایسی اذیتیں دیں جن کی وہ جناب ابو طالب کی زندگی میں جرأت نہ کر سکے تو حضور ﷺ طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ اکیلے تھے۔ آپ پیدل تھے۔ ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ بعثت کے دسویں سال شوال کے ماہ کے آخر میں عازم سفر ہوئے تا کہ بنو ثقیف آپ کی مدد کریں۔ وہ آپ کا آپ کی قوم سے دفاع کریں۔ آپ کو امید تھی کہ شاید وہ پیغام حق کی تصدیق کریں۔''

آپ جب طائف پہنچے تو آپ ثقیف کے سرداروں کے پاس گئے۔ یہ سردار تین بھائی عبد یالیل، مسعود اور حبیب تھے۔ یہ عمرو بن عمیر کے بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کی زوجیت میں قریش میں سے بنو جمح کی ایک عورت تھی۔ اس عورت کا نام صفیہ بنت معمر تھا۔ یہ صفوان بن امیہ کی ماں تھی۔

حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ آپ نے انہیں اسلام کا پیغام دیا اور آپ کے مخالف لوگوں کے خلاف آپ کی مدد کرنے کے لیے کہا۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہو تو وہ غلاف کعبہ کو نوچ ڈالے گا۔'' دوسرے نے کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ کو آپ کے علاوہ اور کوئی شخص نہ ملا جسے وہ مبعوث کرتا؟ تیسرے نے کہا: ''بخدا! میں آپ سے گفتگو نہیں کروں گا۔ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہوئے جیسے کہ آپ کہتے ہیں تو آپ کا مقام و منصب اس سے کہیں بالا ہے کہ میں آپ کے کلام کا جواب دوں اور اگر آپ رب تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہیں۔ پھر بھی میں آپ سے بات تک نہیں کرنا چاہتا۔'' حضور ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ان کی بھلائی سے مایوس ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''تم نے میرے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر لیا۔ اب اسے مخفی رکھنا۔'' آپ کو ناپسند تھا کہ ان کے اس سلوک کی خبر قریش تک پہنچے۔

آپ طائف میں دس روز یا ایک ماہ قیام فرما رہے۔ آپ ان کے ہر ہر سردار کے پاس گئے۔ اس سے بات چیت کی۔ مگر انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی! ہمارے شہر سے نکل جائیں۔'' انہوں نے اپنے احمقوں اور غلاموں کو ابھارا۔ وہ آپ کو برا بھلا کہتے۔ چیخیں مارتے حتیٰ کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ اہل طائف آپ کے رستہ میں دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ جب حضور سرور کائنات ﷺ ان صفوں کے مابین سے گزرے جب بھی آپ قدم مبارک اٹھاتے یا رکھتے اہل طائف اس پر پتھروں کی بارش کر دیتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک سے خون مبارک بہنے لگا۔ سلیمان تیمی نے یہ اضافہ کیا ہے: "جب آپ کو پتھر لگتا تو آپ زمین پر بیٹھ جاتے وہ آپ کو شانوں سے پکڑتے اور آپ کو کھڑا کرتے۔ جب آپ چلنے لگتے تو وہ آپ پر پتھر برساتے اور خود ہنسنے لگتے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: "حضرت زید بن حارثہ اپنے آپ سے حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرتے حتیٰ کہ ان کے سر پر بھی زخم آئے۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے: "جب آپ نے اہل طائف سے نجات پائی تو آپ کے دونوں پاؤں سے خون نکل رہا تھا۔ آپ ان کے باغوں میں سے ایک باغ کی طرف آئے۔ آپ نے انگور کی بیل کے سایہ میں توقف فرمایا۔ آپ کو بہت زیادہ اذیت اور تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ کی ملکیت میں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو ناپسند فرمایا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے کتنی عداوت رکھتے تھے۔ جب آپ انگور کی بیل کے سایہ میں قدرے پرسکون ہو گئے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ طائف سے واپس آنے لگے۔ آپ درخت کے سایہ کے نیچے تشریف فرما ہو گئے دو رکعتیں نماز ادا کی پھر یہ دعا مانگی "مولا! میں اپنی قوت کی کمی، اپنے حیلہ کی قلت اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تجھ سے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے۔ تو میرا رب بھی ہے تو مجھے اس بعید کے حوالے کرتا ہے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے۔ یا تو نے کسی دشمن کو میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر تیری طرف سے مجھ پر غضب نہ ہو تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں لیکن تیری بارگاہ سے عافیت میرے لیے زیادہ دل کشا ہے میں تیری ذات کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں جس کے ساتھ دنیا اور آخرت کا امر درست ہوتا ہے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے۔ مجھ پر اپنی ناراضگی اتارے میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے۔ "لا حول و لا قوۃ الا بك۔"

جب ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے آپ کو دیکھا تو انہیں آپ پر ترس آیا۔ انہوں نے اپنے غلام کو بلایا جسے عداس کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اسے کہا: "انگوروں کا یہ گچھا لو۔ اسے اس طشت میں رکھو۔ اسے اس شخص کے پاس لے جاؤ اسے کہو کہ وہ اس میں سے کچھ کھا لے۔" عداس نے اسی طرح کیا اس نے وہ طشت حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا پھر عرض کی: "آپ کھائیں۔" جب آپ نے اپنا دست اقدس آگے بڑھایا تو بسم اللہ پڑھی۔ پھر تناول فرمانے لگے۔ عداس نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا۔ پھر عرض کی: "بخدا! ان شہروں کے باسی تو یہ کلام نہیں پڑھتے۔" حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: "اے عداس! تیرا تعلق کس شہر کے ساتھ ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ عداس نے کہا: "میں عیسائی ہوں۔ میں اہل نینوا

یں سے ہوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "پاکباز بندے حضرت یونس علیہ السلام کی بستی۔" عداس نے پوچھا: "آپ کو کیا معلوم ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کون تھے؟ بخدا جب میں نینوا میں سے نکلا تو دس افراد بھی حضرت یونس علیہ السلام کو نہیں جانتے تھے۔ آپ نے حضرت یونس کو کیسے جان لیا حالانکہ آپ اُمّی ہیں اور اُمّی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ میرے بھائی تھے۔ وہ بھی نبی تھے۔ میں بھی نبی ہوں۔" عداس آپ پر جھکا۔ وہ آپ کے سر اقدس، ہاتھوں اور قدموں کے بوسے لینے لگا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے ایک دوسرے سے کہا: "اب اس نے تمہارا غلام بھی خراب کر دیا ہے۔" جب عداس ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے کہا: "تیرے لیے بربادی! تو اس شخص کا سر، پاؤں اور ہاتھ کیوں چومنے لگا۔ اس نے کہا: "میرے آقا! روئے زمین پر ایسا کوئی شخص نہیں جو ان سے بہترین ہو۔ مجھے انہوں نے ایک ایسی چیز کے بارے بتایا ہے جسے صرف نبی جانتا ہے۔" اس نے کہا: "عداس! وہ تجھے تیرے دین سے برگشتہ نہ کر دے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔" عداس نے اپنے سرداروں سے اس وقت کہا جب وہ غزوۂ بدر کے لیے جا رہے تھے۔ انہوں نے اسے بھی ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ عداس نے انہیں کہا: "کیا تم اس شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہو جسے میں نے تمہارے باغ میں دیکھا تھا۔ بخدا! اس کے مقابلہ میں تو پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے۔" انہوں نے کہا: "عداس! اس کی زبان کا جادو تجھ پر چل گیا ہے۔"

حضور اکرم ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تو آپ بہت غمزدہ تھے۔ کسی مرد یا عورت نے آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا تھا۔ حضرت خالد العدوانی نے کہا ہے کہ انہوں نے طائف کے بازار میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اپنی کمان یا عصا کے ساتھ کھڑے تھے۔ میں نے آپ کو سنا آپ سورۃ والسماء والطارق کی تلاوت کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے ختم کیا۔ میں نے زمانہ جاہلیت میں اس سورت کو یاد کر لیا۔ حالانکہ میں اس وقت مشرک تھا۔ پھر میں نے اسے اسلام کے زمانہ میں پڑھا۔ مجھے بنو ثقیف نے بلایا۔ انہوں نے پوچھا: "تم نے اس شخص سے کیا سنا ہے؟ میں نے انہیں وہ سورت سنادی۔ ان کے ہمراہ جو قریش کے لوگ تھے۔ انہوں نے کہا: "ہم اپنے صاحب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اگر ہم جان جاتے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے تو ہم ان کی اتباع کر لیتے۔ (امام احمد، امام بخاری فی تاریخہ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی: "کیا آپ پر ایسا دن بھی گزرا ہے جو احد کے روز سے شدید ہو؟ آپ نے فرمایا: "میں نے تمہاری قوم سے بہت سی اذیتیں برداشت کی ہیں۔ سب سے زیادہ یوم عقبہ کو مجھے اذیت دی گئی۔ جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا آپ پیش کیا۔ مگر کسی ایک نے بھی میری صدا پر لبیک نہ کہا۔ میں غمزدہ ہو کر آگے چل پڑا۔ جب میں قرن الثعالب کے مقام پر پہنچا تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ میں نے ایک بادل دیکھا جو مجھ پر سایہ فگن تھا۔ اس میں حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے عرض کی: "آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی قوم کے گستاخانہ جملے سن لیے ہیں۔ انہوں نے جو جوابات دیے ہیں۔ اس نے وہ سن لیے ہیں۔ اس نے آپ کے پاس

پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں اسے ان کے بارے حکم دیں۔" مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے بلایا۔ مجھے سلام کیا۔ پھر عرض کی: "محمد عربی (فداک روحی ﷺ) آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی قوم کے گستاخانہ جملے سن لیے ہیں۔ میں پہاڑوں پر مامور فرشتہ ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ تاکہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر پسند فرمائیں تو میں یہ دو پہاڑ ان پر گرا دوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔" (امام احمد امام بخاری اور امام مسلم)

حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل میرے پاس آئے۔ انہوں نے عرض کی: "محمد عربی! (فداک روحی ﷺ) آپ کا رب آپ پر سلام بھیجتا ہے یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اس نے اسے بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ وہی کرے جس کا آپ اسے حکم دیں۔" پہاڑوں کے فرشتے نے آپ سے عرض کی: "اگر آپ پسند کریں تو میں ان پر پہاڑ گرا دوں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں انہیں زمین میں دھنسا دوں۔" آپ نے فرمایا: "اے پہاڑوں کے فرشتے! مجھے امید ہے کہ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا ہوگی جو لا الہ الا اللہ کہے گی۔" پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: "آپ اسی طرح رؤف رحیم ہیں جس طرح آپ کے رب نے آپ کا نام رکھا ہے۔" الاموی اور ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ جب حضور ﷺ اہل طائف سے واپس آئے۔ انہوں نے آپ کی صدا پر لبیک نہ کہا۔ وہ آپ کی تصدیق اور نصرت کے لیے نہ اٹھے تو آپ نے مقام نخلہ میں کچھ مدت قیام کیا مکہ مکرمہ واپس آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے عرض کی: "آپ اہل مکہ کے پاس کیسے واپس جائیں گے حالانکہ انہوں نے آپ کو وہاں سے نکال دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اے زید! رب تعالیٰ آسائش اور گنجائش پیدا فرما دے گا۔ رب تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی نصرت کرے گا۔" آپ حراء کی طرف تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن اریقط کو اخنس بن شریق کی طرف بھیجا تاکہ وہ آپ کو پناہ دے۔ اس نے کہا: "میں حلیف ہوں اور حلیف صریح کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دیتا۔" پھر آپ نے عمرو بن سہیل کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا: "بنو عامر بن لوی بنو کعب کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دیتے۔" پھر آپ نے مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا۔ اس نے آپ کو "ہاں" کہا۔ اس نے کہا: "آپ سے کہیں کہ آپ تشریف لے آئیں۔" عبداللہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو بتایا۔ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ رات اسی کے ہاں بسر کی۔ وقت صبح مطعم بن عدی باہر نکلا۔ اس نے اپنے ہتھیار سجا رکھے تھے۔ اس کے اردگرد اس کے چھ یا سات لڑکے بھی تھے۔ اس نے آپ سے عرض کی: "آپ طواف کریں۔" انہوں نے اپنی تلواریں حمائل کیں اور مطاف کو گھیر لیا۔ ابوسفیان مطعم کے پاس آیا اور کہا: "کیا تو نے پناہ دی ہے یا ان کی اتباع کر لی ہے؟" اس نے کہا: "صرف پناہ دی ہے۔" اس نے کہا: "جس کو تو نے پناہ دی ہو اسے تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ وہ اس کے ہمراہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اپنا طواف مکمل کیا۔ جب آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں گئے

تو وہ بھی آپ کے ہمراہ ہی تھے۔ ابوسفیان اپنی محفل میں چلا گیا۔

حضور ﷺ کچھ مدت ٹھہرے رہے۔ پھر رب تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد مطعم مر گیا۔ حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا: "اگر آج مطعم زندہ ہوتا وہ ان قیدیوں کے بارے مجھ سے گفتگو کرتا تو میں انہیں آزاد کر دیتا۔"

تنبیہ

ابن جوزی نے لکھا ہے: "بعض اوقات قلیل الایمان ملحد کے ذہن میں آسکتا ہے کہ حضور ﷺ کو کیا ضرورت تھی کہ آپ کسی کافر کی پناہ میں داخل ہوتے۔ آپ حج کے ایام میں کہتے: "کون ہے جو مجھے پناہ دے گا حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا لوں۔"

اسے کہا جائے گا: "یہ امر ثابت ہے کہ رب تعالیٰ قادر ہے وہ کسی حکمت کے تحت ہی کوئی کام کرتا ہے۔ جب اس کے فعل کی حکمت ہم پر مخفی ہو تو ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم سرِ تسلیم خم کر دیں۔ حضور ﷺ سے جو کچھ صادر ہوا تو اس حکیم ذات سے صادر ہوا۔ جس نے کلیات کے قوانین قائم کیے۔ افلاک میں گردش پیدا کی۔ پانی اور ہوا کو جاری کیا۔ یہ سب کچھ حکیم اور قادر کی تدبیر کی وجہ سے ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ آپ کو ستایا گیا۔ اذیتیں دی گئیں تو ہمارے لیے عیاں ہوتا ہے کہ ان میں وہ حکمتیں ہیں کہ اگر ان میں سے بعض حکمتیں ظاہر ہو جائیں تو مصائب کے پردے سے دو حکمتیں عیاں ہوں گی۔

1. مبتلیٰ کو اختیار دینا۔ تاکہ اس کا دل مصائب پر راضی ہونے سے سکون پا سکے۔ اس طرح دل کو جو مکلف بنایا جائے وہ احسن طریقہ سے ادا کرے گا۔
2. دلائل کے مابین شبہ پیدا کرنا تاکہ مجتہد کو وہ شبہ دور کرنے کی وجہ سے ثواب مل سکے۔"

بتیسواں باب

جنات کا قبولِ اسلام

بعثت کے ابواب میں جنات کا آپ کی قرأت سننے کے بارے تذکرہ ہو چکا ہے۔ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: "اس شخص کا قول جو یہ کہتا ہے کہ جنات کا وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا تھا جب آپ طائف سے واپس آ رہے تھے ان میں سے بعض کے حاضر خدمت ہونے کی اولیت پر صراحۃً دلالت نہیں کرتا۔ وہ بات جو اس روایت سے عیاں ہوتی ہے جس میں شہاب باری میں مبالغہ کا تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بعثت اور نزولِ وحی کے بعد رونما ہوا تھا۔ جب انہوں نے اس کے بارے جستجو کی تو اس کے سبب آگاہ ہو گئے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ پھر دعوتِ اسلامیہ پھیلنے لگی۔ جس نے اسلام قبول کیا اس نے قبول کر لیا۔ ان جنات نے بھی قرآن پاک سنا وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے۔ یہ واقعہ دو ہجرتوں کے مابین رونما ہوا تھا۔ وہ کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں بھی حاضر ہوئے تھے۔

محمد بن عمر اسلمی، ابونعیم نے حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے کہ جنات ماہ ربیع الاول نبوت کے گیارہویں سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے لکھا ہے: "جب حضور ﷺ طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے تو رات کے وقت مقام نخلہ میں نماز ادا فرمائی۔ اس وقت آپ کے پاس سے جنات کا وہ گروہ گزرا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے وہ اہل نصیبین میں سے سات جن تھے انہوں نے آپ کی قرأت سماعت کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے چلے گئے۔ وہ ایمان لا چکے تھے۔ وہ اس پیامِ حق کی صدا پر لبیک کہہ چکے تھے جو انہوں نے سنا تھا۔ ان آیات میں رب تعالیٰ نے ان کا تذکرہ ہی کیا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۝۲۹ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝۳۰ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ۔

(الاحقاف: ۲۹ تا ۳۱)

ترجمہ: "اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو وہ قرآن سنیں تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو پھر جب تلاوت مکمل ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے انہوں نے جا کر کہا اپنی قوم سے ہم نے (آج) ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہ راست کی طرف اے ہماری قوم قبول کر لو اللہ تعالیٰ کی طرف دی جانے والی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔"

ابن شیبہ، احمد بن منیع، حاکم، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کی وادی میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب انہوں نے کتابِ حکیم کی تلاوت سنی تو وہ نیچے آ گئے۔ ان کی تعداد سات تھی۔ مذکورہ آیات طیبات ان کے بارے ہی نازل ہوئی ہیں۔

ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ بالا جنات تعداد میں سات تھے۔ وہ اہلِ نصیبین میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن مسعود سے عرض کی: "اس رات یہ کس نے آپ کو بتایا تھا جس رات جنات نے آپ کا قرآن سنا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "درخت نے" محمد بن عمر اسلمی اور ابونعیم نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ جب یہ نو جنات کا گروہ نخلہ کی وادی سے روانہ ہوا یہ فلاں، فلاں اور الاحقب تھے۔ وہ اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے چلے گئے۔ بعد میں وفد کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی تعداد تین سو تھی۔ یہ الحجون آئے۔ الاحقب بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہماری قوم الحجون میں حاضر خدمت ہے۔ وہ آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت الحجون تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام مسلم نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "کیا اس روز تم میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل تھا جب جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی۔" انہوں نے فرمایا: "اس رات ہم میں سے کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہ تھا۔ بلکہ ہم نے ایک رات آپ کو نہ پایا۔ ہم نے سوچا کہ شاید کسی نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ ہم نے ساری رات اضطراب میں گزار دی۔ صبح کے وقت آپ حراء کی طرف سے تشریف لے آئے۔" ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو نہ پایا۔ ہم نے آپ کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔ تو ہم نے پریشانی میں رات گزار دی۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس جنات کا داعی آیا تھا۔ میں ان کے

ہمراہ گیا تھا۔ میں نے انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ آپ تشریف لے گئے۔ ہمیں ان کے آثار اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ نے سنا آپ فرمارہے تھے: "میں نے الحجون کے مقام پر جنات کو قرأت سناتے ہوئے رات گزار دی۔"

میں کہتا ہوں کہ ان روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ جنات نے مقام نخلہ میں آپ کی قرأت سننے کی سعادت حاصل کی۔ وہ اسلام لے آئے۔ آپ نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیج دیا تا کہ وہ اسے ڈرائیں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ آپ نے انہیں قرآن پاک سنایا۔ اس وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ نہ تھے۔ بلکہ اس کے بعد میں رونما ہونے والے واقعہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔

الطبرانی، ابونعیم وغیرہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو آج رات جنات کا معاملہ دیکھنا چاہتا ہو وہ حاضر ہو جائے۔ میرے علاوہ اور کوئی حاضر نہ ہوا۔ ہم روانہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "آج رات چچا زاد اور بھائیوں کی اولاد آئے گی۔ میں انہیں قرآن پاک پڑھ کر سناؤں گا۔" ہم روانہ ہوئے جب ہم مکہ مکرمہ کی بلند جگہ پر پہنچے تو آپ نے اپنے مبارک پاؤں سے میرے لیے ایک دائرہ کھینچا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کے اندر بیٹھ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: "اس سے نہ نکلنا حتیٰ کہ میں آجاؤں۔ پھر آپ جنات کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ کھڑے ہوئے اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو بہت سی سیاہ چیزوں نے آپ کو گھیر لیا۔ گویا کہ وہ مکھیاں تھیں۔ جنہوں نے کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھے۔ ان کی شرم گاہیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ میں ان کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ پہاڑوں پر سے بھی مرد آپ کے پاس جمع ہو رہے تھے۔ ان کے سرداروں نے کہا: "میں انہیں آپ سے دور لے جاتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی بھی پناہ نہیں دے سکے گا۔" وہ جنات میرے اور آپ کے مابین حائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ مجھے آپ کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر وہ بادل کی طرح آہستہ آہستہ جانے لگے حتیٰ کہ ایک گروہ باقی رہ گیا۔ طلوع فجر کے وقت حضور اکرم ﷺ فارغ ہوئے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ میرے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے جنات کی طرف بھیجا گیا تھا۔" میں نے عرض کی: "یہ کیسی آوازیں تھیں جنہیں میں سن رہا تھا؟ آپ نے فرمایا: "یہ ان جنات کی آوازیں تھیں جب انہوں نے مجھے الوداع کہا اور مجھ پر سلام بھیجا۔" میں نے عرض کی "اس گروہ نے کیا کہا؟ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! وہ وہی ہیں۔" انہوں نے آپ سے زاد راہ کا سوال کیا۔ آپ نے ہڈی اور لید انہیں دی۔ آپ نے فرمایا: "ہر وہ ہڈی تمہارا زاد راہ ہے جس سے گوشت اتار لیا گیا ہو۔ یہ سبز لید تمہارا زاد راہ ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! لوگ انہیں ہمارے لیے چھوڑ دیں گے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ چیزیں انہیں کیا فائدہ دیں گی؟" آپ نے فرمایا: "وہ کسی ہڈی کو نہیں پائیں گے مگر اس پر اسی

طرح گوشت چڑھ جائے گا جس طرح اس سے اتارا گیا تھا۔ وہ کسی لید کو نہیں پائیں گے مگر اس میں اسی طرح دانے ہوں گے جس روز انہیں کھایا گیا۔ لہٰذا تم میں سے کوئی ہڈی، مینگنی اور لید سے استنجا نہ کرے۔" وقت صبح میں نے ساٹھ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ دیکھی۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ جنات تعداد میں بارہ ہزار تھے جو موصل کے جزیرہ سے آئے تھے۔ ابوحمزہ ثمالی نے ذکر کیا ہے کہ جنات کے اس قبیلہ کو بنو شیعبان کہا جاتا تھا۔ یہ تعداد میں سارے جنات سے زیادہ تھے یہ ان کے سردار تھے۔ ابلیس کے عام لشکری یہی تھے۔

تنبیہات

1. حضرت سفیان ثوری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "یہ جنات تعداد میں نو تھے۔ ان میں سے ایک زوبعتہ تھا۔ یہ وادیٔ نخلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی تعداد پندرہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ستر سواریوں پر تھے ان کے سردار کا نام وردان تھا۔ حضرت عکرمہ کی روایت میں ہے کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اس اختلاف میں اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے وفود مختلف اوقات میں مکہ مکرمہ میں اور مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

2. وہ جنات جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے اسماء میں اختلاف ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ ان کی تعداد سات تھی۔ تین کا تعلق اہل حران کے ساتھ تھا چار کا تعلق اہل نصیبین سے تھا۔ ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حسی (۲) منسی (۳) شاصر (۴) ماصر (۵) الارد (۶) اینان (۷) الاحقب۔

اسماعیل بن ابی زیاد نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد نو تھی ان کے اسماء یہ تھے: (۱) سلیط (۲) شاصر (۳) خاصر (۴) حسا (۵) مسا (۶) ارقم (۷) ادرس (۸) حاصر۔

امام بیہقی نے حضرت ابو معمر الانصاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے چٹیل میدان میں ایک مردہ سانپ دیکھا۔ انہوں نے کہا: "میرے پاس کدال لے کر آؤ۔" انہوں نے گڑھا کھودا۔ سانپ کو ایک کپڑا میں لپیٹا اور اسے دفن کر دیا۔ اچانک ایک ہاتف نے صدا دی جو نظر نہیں آ رہا تھا: "اے سرق! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: "اے سرق! تم چٹیل میدان میں مرو گے۔ میری امت کا بہترین فرد تمہیں دفن کرے گا۔" حضرت عمر نے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟" اس نے کہا: "میرا تعلق جنات سے ہے یہ سرق تھے۔ جن جنات نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی ان میں یہ اور میں ہی باقی رہ گئے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبیٔ پاک ﷺ سے سنا:

"اے سرق! چٹیل میدان میں تمہاری موت واقع ہوگی اور میری امت کا بہترین فرد تمہیں دفن کرے گا۔"

ابن سلام نے ابن اسحاق السبیعی کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی اثناء میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ چل رہا تھا۔ انہوں نے بگولا دیکھا۔ دوسرا بگولا آیا جو اس سے بھی بڑا تھا۔ جب یہ چھٹ گیا تو وہاں ایک مردہ سانپ پڑا تھا۔ ہم میں سے ایک شخص اپنی چادر لے آیا۔ اس نے اسے چیرا اور اس کے کچھ حصہ سے سانپ کو کفن دیا اور اسے دفن کر دیا۔ جب رات پڑی تو دو عورتوں نے پوچھا: "تم میں سے عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟ ہم نے کہا: "ہم کسی عمرو بن جابر کو نہیں جانتے۔" انہوں نے کہا: "اگر تم اجر کے خواہاں ہو تو تم نے اجر پا لیا ہے۔ فاسق جنات نے مؤمن جنات کے ساتھ جنگ کی۔ انہوں نے عمرو بن جابر کو شہید کر دیا۔ یہ وہی سانپ تھا جو تم نے دیکھا تھا۔ ان کا تعلق اس گروہ سے تھا جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔" ابن ابی الدنیا نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر پر تھے۔ دو سانپوں میں باہم لڑائی ہوئی ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ وہ اس کی خوشبو اور حسن سے بہت متاثر ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص اٹھا۔ اس نے اس سانپ کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اسے دفن کر دیا۔ انہوں نے کسی قوم سے سنا جو نظر نہیں آ رہی تھی۔ "السلام علیکم! تم نے عمرو کو دفن کیا ہے۔ ہمارے مسلمانوں اور کافروں کے مابین جنگ ہوئی۔ کافر نے مسلمان کو شہید کر دیا۔ وہ وہی سانپ تھا جس کو تم نے دفن کیا ہے۔ یہ اس گروہ میں سے ایک تھا جس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔

امام احمد کے فرزند حضرت عبد اللہ نے زوائد میں، الطبرانی اور امام حاکم نے صفوان بن معطل وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ان سات جنات میں سے آخری تھا۔ جو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے۔" ابن ابی الدنیا نے حضرت معاذ بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "امیر المؤمنین! میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں۔ میں فلاں میدان میں تھا۔ دو بگولے آئے۔ ایک اس طرف سے دوسرا دوسری طرف سے۔ وہ باہم لڑنے لگے۔ پھر وہ جدا ہوئے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں وہاں پہنچا جہاں وہ لڑے تھے۔ میں نے اتنے زیادہ سانپ دیکھے کہ میں نے اتنے سانپ پہلے نہیں دیکھے تھے۔ بعض سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہاں ایک زرد رنگ کا مردہ سانپ بھی تھا۔ میں سانپوں کے پاس گیا اور انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا کہ ان میں خوشبو آور سانپ کون سا ہے۔ وہ ایک پتلا سا زرد سانپ تھا۔ میں نے کہا: "یہ خوشبو اس خوبی کی وجہ سے ہے جو اس میں ہے۔" میں نے اسے اپنے عمامہ میں لپیٹا اور اسے دفن کر دیا۔ اسی دوران کہ میں چل رہا تھا کسی ایک صدا دینے والے نے صدا دی میں اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس نے کہا: "عبد اللہ! تم نے یہ کیا کیا ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا یا پایا تھا اس کے بارے اسے بتایا۔ اس نے کہا: "تمہیں ہدایت

نصیب ہوئی ہے۔ یہ جنات کے دو قبیلے بنوشیبان اور بنواقیش تھے۔ ان میں باہم جنگ ہوئی۔ ان میں سے ایک جن شہید ہوگیا۔ یہ ان جنات میں سے ایک تھا جنہوں نے زبان رسالت سے قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔

ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے ابو ہاشم ناجی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "ہم ابو رجاء عطاردی کے ہاں گئے انہوں نے پوچھا: "کیا تمہیں ان جنات کے بارے علم ہے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی۔" وہ مسکرانے لگے، انہوں نے کہا: "میں تمہیں اس چیز کے بارے بتاتا ہوں جو میں نے سنی اور دیکھی۔ ہم عازم سفر تھے جب ہم نے چشمہ دیکھا تو وہاں اپنے خیمے لگا لیے میں قیلولہ کرنے لگا۔ اچانک ایک سانپ خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ مضطرب تھا۔ وہ میرے برتن کی طرف آیا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ اسے سکون ملا۔ جب ہم نے نماز عصر پڑھی تو وہ مرگیا۔ میں اپنے توشہ دان کی طرف گیا۔ اس میں سے سفید کپڑا نکالا۔ میں نے اس سانپ کو اس میں لپیٹا اس کے لیے گڑھا کھودا اور اسے دفن کر دیا۔ ہم بقیہ دن اور رات محوسفر رہے۔ وقت صبح ہم پانی پر اترے ہم نے اپنے خیمے لگائے۔ میں قیلولہ کرنے لگا۔ میں نے آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا: "تمہیں دو دفعہ سلام! نہ ایک دفعہ، نہ دس دفعہ نہ سو دفعہ اور نہ ہزار دفعہ اور اس سے زیادہ دفعہ۔" میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" اس نے کہا: "ہم جنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔ تم نے وہ فعل سرانجام دیا ہے جس کی جزاء ہم تمہیں نہیں دے سکتے۔" میں نے پوچھا: "میں نے تمہارے ساتھ کیا نیکی کی ہے؟" اس نے کہا: "جو سانپ تمہارے پاس مرا تھا۔ وہ ان جنات میں سے ایک تھا جنہوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی تھی۔"

علامہ باوردی نے لکھا ہے: "یہ ان جنات میں سے ایک تھا جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔" الحافظ نے "الاصابۃ" میں لکھا ہے: "یہ قصہ سابقہ قصے سے مختلف ہے۔ ان میں سے ایک دوسرے کو ثابت کر رہا ہے۔ ممکن ہے پہلا قصہ نو کی تعداد سے مقید ہو جبکہ دوسرا ان کے ساتھ مقید ہو جنہوں نے آپ سے قرآن پاک سماعت کیا ہو۔ شاید یہ دو گروہ ہوں۔ مسرق کی داستان میں ہے کہ وہ بیعت کرنے والوں میں سے آخری جن تھا۔ ممکن ہے اس کا آخر ہونا بیعت کے ساتھ مقید ہو۔"

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عبد اللہ کے ساتھیوں میں بعض ساتھی حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب انہوں نے بعض رستہ طے کر لیا تو انہوں نے ایک سانپ دیکھا جو رستہ میں ٹیڑھا پڑا تھا۔ اس کی رنگت سفید تھی اس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم چلو۔ میں آگے نہیں بڑھوں گا حتیٰ کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اس سانپ کا معاملہ کدھر جاتا ہے۔ جلد ہی وہ سانپ مرگیا۔ میں نے سفید کپڑا لیا اسے اس میں لپیٹا اور رستے کے ایک طرف اسے دفن کر دیا۔ میں پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ بخدا! ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ مغرب کی طرف سے چار خواتین آئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: "تم میں سے کس نے عمرو کو دفنایا ہے؟ ہم

نے پوچھا: "کون سا عمرو؟ اس نے کہا: "تم میں سے کس نے سانپ کو دفن کیا ہے؟" میں نے کہا: "میں نے۔" اس نے کہا: "بخدا! تم نے دائمی روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ قیام کرنے والے کو دفن کیا ہے وہ رب کے احکامات کا حکم دیتا تھا۔ وہ تمہارے نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا۔ اس نے آپ کے نبی ﷺ کے اوصاف آسمان سے سنے حالانکہ وہ چار سو سال بعد مبعوث ہوئے تھے۔" ہم نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر اپنا حج ادا کیا۔ پھر میں مدینہ طیبہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا انہیں سانپ کے معاملہ کے بارے بتایا۔ انہوں نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: "وہ مجھ پر میری بعثت سے چار سو سال قبل ایمان لایا تھا۔"

ابن ابی الدنیا نے حضرت حذیفہ عدوی سے روایت کیا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اپنے باغ سے نکلے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے رستہ میں دو بگولے دیکھے جب وہ بگولے جدا ہوئے تو ایک سانپ مارا جا چکا تھا۔ وہ نیچے اترے۔ اپنی قوس کے سرے سے اسے اٹھایا پھر اسے دفن کر دیا۔ جب رات پڑی تو ہاتف نے یہ اشعار پڑھے:

يا ايها الرّاكب المزجي مطيةً   اربع عليك سلام الواحد الصمد

رائيت عَمراً و قد القي كلاكله   دون العشيرة كالفرغامة الاسد

ترجمہ: "اے وہ سوار! جو اپنی سواری کو ہانک رہا ہے۔ ذرا نرمی کر۔ تجھ پر یکتا اور بے نیاز خدا کا سلام ہو تو نے عمرو کو دیکھا جس نے اپنے قبیلہ سے دور ببر شیر کی طرح اپنا سینہ نیچے پھینکا تھا۔"

وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ واقعہ بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ نصیبین کا قاصد عمرو بن جومایۃ تھا۔ اسے محض بن جوشن عیسائی ملا۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے نصیبین کو دیکھا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے میرے لیے بلند کیا تھا۔ میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ اس کی نہروں کے پانی کو شیریں کر دے۔ اس کے پھلوں کو میٹھا کر دے اور وہاں ابر کرم زیادہ برسائے۔

◆ حضرت ابن عباس نے انکار کیا ہے کہ جنات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جمع ہوئے ہوں۔ صحیحین میں ان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نہ تو حضور ﷺ نے جنات کو قرآن پاک سنایا اور نہ ہی انہیں دیکھا۔ حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ عکاظ کے بازار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت شیاطین آسمانی خبریں سننے سے روک دیے گئے تھے۔ ان پر شہاب مارے جاتے تھے۔ جنات نے کہا: "یہ شہاب باری کسی واقعہ کی وجہ سے ہے جو ظہور پذیر ہوا ہے۔ انہوں نے زمین کا مشرق اور مغرب چھان مارا۔ ایک گروہ تہامہ میں حضور ﷺ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت آپ نخلہ کے مقام پر تھے عکاظ کی سمت جا رہے تھے۔ آپ نے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ صبح پڑھائی جب انہوں نے قرآن پاک سنا تو اس کو غور سے سنا۔ انہوں نے کہا: ''اسی وجہ سے ہمیں آسمانی خبروں سے روک دیا گیا ہے۔ وہ اپنی قوم کی طرف گئے۔ انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم!

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ۔ (الجن: ۱،۲)

ترجمہ: ''ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے راہ دکھاتا ہے ہدایت کی۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت طیبہ نازل کی:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ۔ (الجن: ۱)

ترجمہ: ''آپ فرمائیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے۔''

امام بیہقی نے لکھا ہے: ''یہ واقعہ جو حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے یہ اس وقت کے بارے ہے جب پہلے جنات نے آپ کی قرأت سنی تھی۔ اس وقت وہ آپ کی حالت سے آگاہ ہوئے۔ آپ نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ پھر دوسری بار جنات کا داعی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور انہیں قرآن پاک سنایا جیسے کہ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔'' حضرت کعب سے روایت بھی امام بیہقی کی تائید کرتی ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے دونوں واقعات کو یاد فرمایا اور انہیں روایت کیا۔

دیگر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت سے عیاں ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے جنات کو قرآن پاک سنایا۔ آپ نے انہیں دیکھا۔ یہ روایت حضرت ابن عباس کی نفی کی روایت پر مقدم ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی روایت مروی ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید کرتی ہے۔ ابن جریر نے جید قوی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ۔ (الاحقاف ۲۰) ترجمہ: ''اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو۔'' کی تفسیر میں ہے کہ ان جنات کی تعداد ۹ تھی۔ ان کا تعلق اہل نصیبین سے تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں ان کی قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ تشریح بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح دونوں قصوں کو روایت کیا ہے۔

۶ الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہمارے مؤقف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ بعثت کی ابتداء کے بارے ہے جیسے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جنات نے آپ کو دیکھا تو آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ صبح پڑھا رہے تھے یہ احتمال بھی ہے یہ واقعہ معراج سے بعد کا ہو۔ یہ قطعی بات ہے کہ آپ معراج سے قبل بھی نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز پڑھتے تھے۔ پہلے ایک نماز طلوع آفتاب سے

قبل اور دوسری غروب آفتاب سے قبل تھی۔ اس میں دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ (ق:۳۹)

ترجمہ: "اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔"

اس صورت میں حدیث پاک میں نماز فجر کا اطلاق وقت کے اعتبار سے ہوگا۔ ان پانچ نمازوں میں سے ایک نماز کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ جو شب معراج کو فرض ہوئی تھیں۔ اس طرح جنات کا یہ واقعہ بعثت کے آغاز کے بارے میں ہوگا۔

امام ترمذی اور امام الطبرانی نے اس سند سے یہ روایت لکھی ہے جو کسی بھی اشکال سے سالم ہے۔ اسے میں نے ابو اسحاق سبیعی، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے تحریر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جنات آسمان کی طرف جاتے تھے۔ وحی سن لیتے تھے...... اس جیسی دیگر روایات پہلے گزر چکی ہیں اور یہی عمدہ مؤقف ہے۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

مختلف قبائل کو تبلیغ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ میدان عرفات میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اپنا آپ پیش کرتے۔ آپ فرماتے: "ارے کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے۔ قریش نے تو مجھے روک دیا ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ نبوت کے ابتدائی تین سالوں تک حضور ﷺ خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ چوتھے سال اعلانیہ تبلیغ فرمائی۔ دس سال تک لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپ حج کے ایام میں عکاظ، مجنہ اور ذو المجاز میں لوگوں کی قیام گاہوں میں تشریف لے جاتے وہ انہیں یہ دعوت دیتے کہ وہ آپ کا دفاع کریں حتیٰ کہ آپ اپنے رب کے پیغامات پہنچا لیں ان کے لیے جنت ہوگی لیکن آپ کسی کو نہ پاتے جو آپ کی مدد کرتا نہ ہی کوئی آپ کی آواز پر لبیک کہتا حتیٰ کہ آپ ایک ایک قبیلہ کے بارے پوچھتے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ آپ فرماتے: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے۔ سارا عجم تمہارے زیر نگیں ہوگا۔ جب تم ایمان لے آؤ گے تو تم جنت کے مالک بن جاؤ گے۔" ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا۔ وہ کہتا: "اس کی اطاعت نہ کرنا۔ یہ صابی ہے۔ کاذب ہے (نعوذ باللہ منہ) لوگ بری طرح آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیتے۔ وہ آپ کو اذیت دیتے وہ کہتے: "آپ کی قوم آپ کو سب سے زیادہ جانتی ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: پھر حضور سرور کائنات ﷺ طائف سے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ آپ کی قوم آپ کی شدت سے مخالف تھی۔ مگر کچھ کمزور افراد تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور ﷺ ایام حج میں اپنا آپ قبائل کو پیش کرتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ انہیں بتاتے کہ آپ نبی اور مرسل ہیں ان سے فرماتے کہ وہ آپ کی تصدیق کریں۔ آپ کا دفاع کریں حتیٰ کہ آپ واضح طور پر اس پیغام کو پہنچا دیں جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں۔

ابن اسحاق نے امام بیہقی، امام احمد، ان کے فرزند دلبند، امام الطبرانی نے ثقہ افراد سے حضرت ربیعہ بن عباد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میں اپنے والد کے ہمراہ منیٰ میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ عرب کے قبائل پر کھڑے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "اے بنو فلاں! میں تمہاری طرف رب تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں وہ تمہیں

حکم دیتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کے جن شریکوں کی تم پوجا کرتے ہو انہیں چھوڑ دو۔ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔ میری تصدیق کرو۔ میرا دفاع کرو حتیٰ کہ میں وہ پیغام پہنچا دوں جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔"

آپ کے پیچھے پیچھے ایک بھینگا اور روشن چہرے والا شخص تھا۔ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ اس نے عدن کا حلہ پہن رکھا تھا۔ جب حضور ﷺ اپنے فرمان سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا: "اے بنو فلاں! یہ شخص تمہیں اس طرف دعوت دیتا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی بندگی کا پٹا اتار پھینکو۔ جنات اور مالک بن اقیش کے حلیفوں کو ترک کر دو اور اس کی بدعت اور گمراہی کو قبول کر لو۔ تم اس کی اطاعت نہ کرنا۔ نہ ہی اس کی بات سننا۔" میں نے اپنے باپ سے کہا: "یہ شخص کون ہے جو حضور ﷺ کے فرمان کی تردید کرتا ہے۔ جہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے ہیں یہ بھی وہاں جاتا ہے۔" میرے باپ نے کہا: "یہ ان کا چچا عبد العزیٰ بن عبد المطلب ابولہب ہے۔"

امام الطبرانی نے حضرت طارق بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں ذو المجاز کے بازار میں تھا۔ میرے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ فرما رہا تھا: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔" ایک شخص ان کے پیچھے تھا۔

وہ کہہ رہا تھا: "اے لوگو! یہ کذاب ہے (نعوذ باللہ منہ) اس کی اطاعت نہ کرنا۔" میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" لوگوں نے مجھے بتایا: "اس ہستی کا تعلق بنو ہاشم کے ساتھ ہے۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ہے۔" الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت مدرک بن منیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اپنے باپ کے ہمراہ حج کیا جب ہم منیٰ پہنچے تو ہم نے ایک جماعت دیکھی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا: "یہ جماعت کیسی ہے؟" اس نے کہا: "یہ صابی گروہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت فرما رہے تھے: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔"

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، الطبرانی نے کبیر میں مدرک بن منیب سے اور وہ اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں نے زمانہ جاہلیت میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ فرما رہے تھے: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔" بعض نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف تھوکنے کی جسارت کی اور آپ علیہ السلام پر مٹی پھینکی۔ بعض نے آپ کو برا بھلا کہا۔ حتیٰ کہ دوپہر کے وقت ایک (مبارک) بچی آئی اس کے پاس پانی تھا۔ اس نے آپ کا چہرہ انور اور دست اقدس دھو دیے۔ آپ نے فرمایا: "نور نظر! اپنے والد گرامی کے بارے کسی غلبہ یا ذلت کا اندیشہ نہ کرو۔" میں نے پوچھا: "یہ بچی کون ہے؟ مجھے بتایا گیا: "یہ آپ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔"

امام احمد، امام بیہقی نے اشعث بن سلیم کی سند سے بنو کنانہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں نے حضور پاک ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ذوالمجاز کے بازار میں تشریف فرما تھے۔ آپ لوگوں سے فرمارہے تھے: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔" ایک بدبخت شخص آپ کے پیچھے تھے۔ وہ آپ پر مٹی پھینک رہا تھا۔ وہ ابوجہل تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لات و عزّیٰ کی عبادت کو ترک کر دو۔" وہ وہیں جاتا جہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ اس کے آگے آگے تھے۔ آپ اس کی طرف توجہ بھی نہیں فرمارہے تھے۔"

الحافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: "محفوظ مؤقف یہ ہے کہ وہ شخص ابولہب تھا۔ ابوجہل کہنا وہم ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ کبھی یہ اور کبھی وہ ہوتا ہو کیونکہ یہ دونوں حضور ﷺ کو اذیت دینے میں پیش پیش تھے۔ یہی ظاہری بات ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا آپ بنو کندہ، بنو کلب، بنو عامر بن صعصعہ اور بنو حنیفہ کو پیش کیا لیکن انہوں نے سارے عرب سے بڑھ کر سختی سے ان کی تردید کی۔ امام واقدی نے یہ اضافہ کیا ہے: "آپ نے بنو عبس، بنو غسان، بنو محارب، بنو فزارہ، بنو مرّہ، بنو سُلیم، بنو نصر، بنو ثعلبہ، بنو حارث، بنو عذرہ اور بنو قیس بن خطیم پر اپنا آپ پیش کیا۔" امام واقدی نے ان کی تفصیلات لکھی ہیں۔

محمد بن عمر اسلمی نے عامر بن سلمہ الحنفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا: "ہم رب تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جنت سے محروم نہ کرے۔ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ آپ لگاتار تین سال عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں ہمارے پاس تشریف لاتے رہے۔ آپ ہمیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ نیز یہ کہ ہم آپ کو تحفظ دیں حتیٰ کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا لیں۔ آپ ہمارے ساتھ جنت کا وعدہ فرماتے تھے ہم نے نہ تو آپ کی دعوت قبول کی اور نہ ہی عمدہ طریقہ سے آپ کو جواب دیا۔ ہم نے آپ کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔ مگر آپ ہمارے ساتھ حلیم تھے۔ میں پہلے سال ہجر کی طرف آیا۔ مجھے ھوذہ بن علی نے کہا: "کیا سال حج کے دوران کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ میں نے کہا: "قریش کا ایک شخص مختلف قبائل کے پاس جاتا رہا۔ وہ انہیں رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی طرف دعوت دیتا رہا۔ نیز یہ کہ وہ اس کا دفاع کریں حتیٰ کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا لے۔ ان کے لیے جنت ہوگی۔" ھوذہ نے کہا: "ان کا تعلق قریش کے کس قبیلے کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: "وہ نسب کے اعتبار سے سب سے افضل تھے۔ ان کا تعلق بنو عبدالمطلب کے ساتھ تھا۔" ھوذہ: کیا وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھے؟ میں نے کہا: "ہاں! ہاں! اس نے کہا: "ان کا معاملہ یہاں تک آجائے گا؟ میں نے کہا: "شہروں میں سے ہوتا ہوا یہاں تک؟" اس نے کہا: "اس سے بھی آگے۔" میں دوسرے سال پھر ہجر گیا۔ اس نے کہا: "اس ذات

پاک نے کیا کیا؟" میں نے کہا: "بخدا! میں نے انہیں گزشتہ سال کی طرح ہی دیکھا ہے۔" پھر میں نے تیسرے سال بھی آپ کی زیارت کی۔ یہ زیارت آخری بار تھی۔ پھر آپ کا معاملہ پھیل گیا اور لوگوں میں آپ کا ذکر کثرت سے ہونے لگا۔

امام حاکم، امام بیہقی، ابونعیم اور قاسم بن ثابت نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنا آپ لوگوں پر پیش کریں۔ آپ باہر نکلے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا...... پھر ہم ایسی محفل میں آئے جہاں سکون اور وقار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہوں نے سلام کیا: پوچھا: "کس قوم کے ساتھ تعلق ہے؟" انہوں نے کہا: "بنو شیبان بن ثعلبہ سے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! یہ لوگوں کے سردار ہیں۔ ان میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک ہیں۔" مفروق حسن و جمال اور بلاغت میں سب سے فائق تھا۔ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں جو اس کے سینے پر لٹک رہی تھیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب ہی تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: "تمہاری تعداد کتنی ہے؟" اس نے کہا: "ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں۔ ایک ہزار قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔" سیدنا صدیق اکبر: تمہارے دفاع کا انداز کیا ہے؟" اس نے کہا: "ہم جنگ کے وقت شدید غضب ناک ہوتے ہیں۔ ہم جس قبیلہ سے ناراض ہوتے ہیں اس سے جنگ کرنے میں شدت اختیار کرتے ہیں۔ عمدہ گھوڑی کو اولاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسلحہ کو اونٹوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ نصرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کبھی ہم غالب اور کبھی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کا تعلق قریش کے ساتھ ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔ آپ کی ذات والا یہ ہے۔" مفروق: آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے۔ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ نیز یہ کہ تم مجھے پناہ دو۔ میری مدد کرو قریش نے تو اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ اس کے رسول کی تکذیب کی ہے۔ باطل کی وجہ سے حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ اللہ رب العزت کی ذات غنی اور حمید ہے۔" مفروق نے کہا: "اے قریش کے بھائی! آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ بخدا! میں نے اس کلام سے عمدہ کلام نہیں سنا۔" حضور اکرم ﷺ نے ان آیات بینات کی تلاوت فرمائی:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ (الانعام ۱۵۱)

ترجمہ: "آپ فرمائیے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے، ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو۔"

مفروق نے کہا: "بخدا! آپ عمدہ اخلاق، اچھے شمائل کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ وہ قوم کتنی احمق ہے جس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر غالب آنے کی کوشش کی۔" پھر اس نے یہ معاملہ ہانی بن قبصہ کی طرف لوٹا دیا اس نے کہا: "یہ ہانی ہیں جو ہمارے بزرگ اور دینی معاملات کے سرپرست ہیں۔"

ہانی نے کہا: "قریش کے بھائی! میں نے آپ کی گفتگو سن لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رائے درست نہیں کہ ایک ہی محفل میں ہم اپنا دین ترک کر دیں اور آپ کے دین کی اتباع کر لیں۔ یہ انجام کے اعتبار سے قلیل غور و فکر کی دلیل ہے۔ جلدی میں لغزش ہو جاتی ہے۔ ہم ناپسند کرتے ہیں کہ اپنے پیچھے لوگوں کو چھوڑ کر کوئی معاہدہ کر لیں لیکن ہم واپس جاتے ہیں۔ آپ بھی واپس تشریف لے جائیں۔ ہم بھی غور و فکر کرتے ہیں۔ آپ بھی غور و فکر کر لیں۔" ہانی مثنی کو بھی اس معاملہ میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا: "یہ مثنی ہیں جو ہمارے بزرگ اور سپہ سالار ہیں۔" مثنی نے کہا: "(انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا) اے قریش کے بھائی! میں نے آپ کی گفتگو سن لی ہے، اس کے بارے ہانی کا جواب بہت عمدہ ہے۔ عجلت میں اپنا دین ترک کرنا اور آپ کا دین اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ ہم دو پانیوں کے مابین ہیں۔ (۱) یمامہ (۲) سمامہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "ان دو پانیوں سے کیا مراد ہے؟" مثنی نے کہا: "یہ کسریٰ کی نہریں اور عرب کے پانی ہیں۔ جہاں تک کسریٰ کی نہروں کا تعلق ہے تو اس کا گناہ قابل معافی نہیں۔ اس کا عذر مقبول نہیں جہاں تک اہل عرب کے پانیوں کا تعلق ہے تو ان کا گناہ قابل معافی اور ان کا عذر مقبول ہے۔ کسریٰ سے ہم نے معاہدہ کیا ہے کہ ہم کسی واقعہ کا ظہور نہیں کریں گے کسی واقعہ کو ظاہر کرنے والے کو پناہ نہیں دیں گے۔ میرے قریشی بھائی! جس معاملہ کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں بادشاہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اگر آپ پسند کریں کہ ہم آپ کو عرب کے پانیوں سے پناہ دیں تو یہ ہمیں قبول ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "تم نے کتنا عمدہ جواب دیا ہے۔ تم نے سچ بولا ہے۔ دین الٰہی کی نصرت وہی کر سکتا ہے جو اس کا ساری جوانب سے دفاع کرے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ ہی مدت میں، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی زمین، شہر اور اموال کا مالک بنا دے اور ان کی عورتیں تمہارے قبضہ میں ہو جائیں تو کیا تم رب تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو گے؟" نعمان نے کہا: "مولا! تیرے لیے ہی تعریف ہے۔" پھر حضور ﷺ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (الاحزاب ۴۵،۴۶)

ترجمہ: ''اے نبی (مکرم ﷺ) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا۔''

پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت سعید بن یحییٰ نے اپنے مغازی میں اپنے والد گرامی سے، ابونعیم نے حضرت عبدالرحمان عامری سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ''ہم عکاظ میں تھے کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: ''کس قبیلہ کے ساتھ تعلق ہے؟ ہم نے کہا: ''بنو عامر بن صعصعہ میں سے بنو کعب سے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تم میرا دفاع کرو۔ حتیٰ کہ میں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں۔ میں تم میں سے کسی کو کسی امر پر مجبور نہیں کروں گا۔'' انہوں نے کہا: ''ہم آپ پر ایمان تو نہیں لائیں گے لیکن آپ کا دفاع کریں گے حتیٰ کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا لیں۔'' ان کے پاس بیحرۃ بن فراس قیشری آیا؟ اس نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کون شخص ہے جو مجھے عجیب لگ رہا ہے؟ انہوں نے کہا: ''یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (فداہ روحی) ہیں؟'' اس نے پوچھا: ''تمہارا اور ان کا کیا تعلق ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ گمان کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ہیں۔'' انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ ہم ان کا دفاع کریں حتیٰ کہ یہ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا لیں۔'' اس نے کہا: ''تم نے انہیں کیا جواب دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے انہیں خوش آمدید کہا ہے۔ انہیں مثبت جواب دیا ہے۔ ہم نے ان سے کہا ہے کہ ہم انہیں اپنے شہروں میں لے جائیں گے اور ہر اس چیز سے ان کا دفاع کریں گے جس سے اپنی جانوں کا دفاع کرتے ہیں۔'' بیحرۃ نے کہا: ''میں اس بازار والوں میں سے کسی شخص کو نہیں جانتا جو اتنی بری چیز لے کر لوٹا ہو جتنی بری چیز لے کر تم لوٹ رہے ہو کیا تم قوم کے اس احمق شخص (نعوذ باللہ منہ) کا ارادہ کر رہے ہو جس کی قوم نے اسے دھتکار دیا ہے۔ اس کی تکذیب کی۔ تم نے اسے پناہ دے دی ہے۔ اس کی مدد کی ہے۔ سارا عرب تمہیں ایک قوس سے تیر برسائے گا۔ تمہاری رائے سب سے بری رائے ہے۔'' پھر وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا: ''اٹھو اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ۔ بخدا! اگر تم میری قوم کے پاس نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔''

حضور اکرم ﷺ اٹھ کر اپنی اونٹنی کی طرف گئے۔ تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ بیحرۃ خبیث اٹھا اور اس نے اونٹنی کے پہلو پر مارا۔ اونٹنی بدکی اور اس نے حضور ﷺ کو نیچے پھینک دیا۔ اس وقت بنو عامر کے پاس حضرت ضباعہ بنت

عامر رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے آئی تھیں۔ اس نے کہا: ''اے بنو عامر! میرا عامر نہیں ہے۔ کیا تمہارے سامنے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جا رہا ہے تم میں سے کوئی بیحرۃ کو منع نہیں کرتا۔'' اس کی قوم کے تین افراد بیحرۃ کی طرف گئے۔ جبکہ دو نے اس کی مدد کی۔ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو پکڑ لیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔ وہ اس کے سینے پر چڑھ گیا اور اس کے چہرے پر تھپڑ مارنے لگا۔ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! ان میں برکت فرما۔ مولا! ان پر لعنت فرما۔'' وہ تین افراد جنہوں نے آپ کی مدد کی تھی وہ مشرف باسلام ہو گئے۔ انہیں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ وہ حضرات عطیف، غطفان یسران سہل اور عروہ بن عبداللہ تھے جبکہ دوسرے افراد ہلاک ہو گئے۔

جب لوگ حج کر کے چلے گئے تو بنو عامر بھی واپس اپنے قبیلے میں چلے گئے۔ وہ اپنے ایک عمر رسیدہ شخص کے پاس گئے جو ان کے ساتھ حج کرنے نہ جا سکا تھا۔ وہ جب بھی حج سے واپس جاتے تو وہ اپنے اس بوڑھے سے دورانِ حج رونما ہونے والے واقعات بیان کرتے تھے۔ جب وہ اس سال اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے حج کے متعلق پوچھا۔ بنو عامر نے کہا: ''ہمارے پاس قریش کا ایک شخص آیا۔ اس کا تعلق بنو عبدالمطلب سے تھا جو گمان کرتا تھا کہ وہ نبی ہے۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کا دفاع کریں۔ اس کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اسے اپنے شہروں کی طرف لے جائیں اس بوڑھے نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور کہا: ''اے بنو عامر! کیا اس نقصان کی تلافی ممکن ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کسی نے کبھی بھی نبوت کے بارے جھوٹا قول نہیں کہا۔ بلاشبہ وہ حق ہے۔ اس وقت تمہاری رائے کہاں گئی تھی؟

ابونعیم نے روایت کیا ہے بکر بن وائل حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا۔ حضور ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ان کے پاس جاؤ اور ان پر اسلام پیش کرو۔'' وہ ان کے پاس آئے اور انہیں اسلام پیش کیا۔ انہوں نے کہا: ''حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا بزرگ حارثہ آجائے جب حارثہ آیا اس نے کہا: ''ہمارے اور فرس کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ جب ہم اس جنگ سے فارغ ہو جائیں گے تو ہم واپس آئیں گے اور آپ کی باتوں میں غور و فکر کریں گے۔'' جب وہ اور فرس باہم جنگ آزما ہوئے تو ان کے بزرگ نے کہا: ''اس شخص کا کیا نام تھا جس نے تمہیں اس امر کی طرف بلایا جس کی طرف بلایا۔'' انہوں نے کہا: ''محمد (مصطفی ﷺ)'' اس نے کہا: ''آج تمہارا شعار یہی ہے۔'' انہیں فرس پر نصرت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میری وجہ سے ان کی نصرت کی گئی۔'' محمد بن عمر الاسلمی نے جہم بن ابی جہم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ بنو عامر پر کھڑے ہوئے۔ آپ نے انہیں اللہ رب العزت کی طرف بلایا۔ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: ''تعجب ہے۔ آپ کی قوم نے آپ کو تھکا دیا ہے۔ پھر عرب کے سارے قبائل نے آپ کو تھکا

دیا ہے حتیٰ کہ آپ ہمارے پاس آگئے اور ہمیں بار بار دعوت دینے لگے۔ میں آپ کو حاجیوں کے لیے عبرت بنا دوں گا۔" وہ حضور ﷺ کی طرف اٹھ کر گیا۔ وہ پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس کی پنڈلی توڑ دی۔ وہ اپنی ٹانگ کی وجہ سے چیخنے لگا۔ حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

ابونعیم نے حضرت عبد اللہ بن وابصہ العبسی سے وہ اپنے والد گرامی سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: "ہم منیٰ میں تھے کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ہمیں دعوت دی ہم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق العبسی بھی تھا۔ اس نے ہمیں کہا: "میں قسم اٹھاتا ہوں کہ کاش ہم اس ہستی کی تصدیق کر لیں۔ ہم انہیں اٹھا کر اپنے کجاؤں کے وسط میں رکھ لیں۔ یہ عمدہ رائے ہے میں قسم اٹھاتا ہوں کہ ان کا امر غالب ہو جائے گا۔ یہ پوری طرح کامیاب ہو جائیں گے۔" قوم نے انکار کر دیا۔ وہ واپس چلی گئی۔ میسرہ نے انہیں کہا: "ہمارے ساتھ فدک چلو۔ وہاں یہودیوں کا بسیرا ہے۔ ہم ان سے اس ہستی کے بارے پوچھیں گے۔" وہ یہودیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے اپنی کتاب کھولی۔ پھر حضور ﷺ کا ذکر خیر پڑھا۔ "وہ نبی امی عربی ہوں گے۔ وہ گدھے پر سواری کریں گے۔ وہ روٹی کے ٹکڑے پر اکتفاء کریں گے۔ ان کی قامت نہ طویل ہوگی اور نہ ہی پست۔ ان کے بال نہ سیدھے ہوں گے نہ ہی گھنگھریالے ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ ان کا رنگ گہرا ہوگا۔" یہودیوں نے کہا: "اگر وہ تمہیں اسلام کی طرف دعوت دے رہے ہیں تو ان کی دعوت قبول کر لو۔ ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ ہم تو ان سے حسد کرتے ہیں۔ ہم ان کی اتباع نہیں کریں گے۔ ہم ان کی وجہ سے بڑی آزمائش کا سامنا کریں گے۔ اہل عرب میں ہر ایک یا تو ان کی اتباع کرلے گا یا وہ اسے قتل کر دیں گے۔" حضرت میسرہ نے کہا: "اے میری قوم! اب تو معاملہ واضح ہو چکا ہے۔" حضرت میسرہ نے اسلام قبول کر لیا۔

ابونعیم نے ابن رومان، عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کندہ کے خیموں میں تشریف لائے۔ اپنا آپ ان پر پیش کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کی قوم میں سے چھوٹے شخص نے کہا: "اے میری قوم! اس شخص کو حاصل کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ اس سے قبل کہ کوئی اور تم سے سبقت لے جائے۔ بخدا! اہل کتاب ہمیں بیان کرتے رہے ہیں کہ حرم سے ایک نبی پاک کا ظہور ہوگا۔ ان کے ظہور کا وقت یہی ہے۔" مگر قوم نے انکار کر دیا۔

امام بیہقی نے عاصم بن عمر سے اور وہ اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: "سوید بن صامت مکہ مکرمہ میں حج اور عمرہ کرنے کی نیت سے آیا۔ سوید کو اس کی قوم اس کی جلد، شعر، شرف اور نسب کی وجہ سے الکامل کہتے تھے یہ اشعار اسی کے ہیں:

الا رب من تدعو صديقا و لو ترى مقالته بالغيب سائك ما يفرى

ترجمہ: "ارے! کتنے ہی ایسے انسان ہیں جنہیں تو دوست سمجھتا ہے۔ کاش! تو ان کی مخفی گفتگو سن لیتا اور ان کا جھوٹ گھڑنا تجھے برا لگتا۔"

مقالته کالشهد ما کان شاهداً　　و بالغیب ما ثور علی ثغرة النحر

ترجمہ: "سامنے اس کی گفتگو شہد کی طرح شیریں ہوتی ہے جبکہ پیٹھ پیچھے وہ گدی کے گڑھے کے لیے تلوار کی دھار کی طرح ہے۔"

یسرك بادیه و تحت ادیمه　　تمیمة غش تبتری عقب الظهر

ترجمہ: "اس کا ظاہر تجھے مسرور کر دے گا لیکن اس کی کھال کے نیچے فریب کی سرگوشی ہے جو پیٹھ کے پٹھوں کو قطع کر دیتی ہے۔"

تبین لك للعینان ما هو کاتم　　من الغل و البغضاء بالنظر الشزر

ترجمہ: "جو بغض اور کینہ وہ چھپا رہا ہوتا ہے اس کی ترچھی نگاہوں والی آنکھیں تجھ پر واضح کر دیں گی۔"

فرشنی بخیر طال ما قد بریتنی　　و خیر الموالی من یریش و لا یبری

ترجمہ: "تم نے لمبا عرصہ میری مخالفت میں بسر کیا ہے اب میری مدد کر کیونکہ بہترین دوست وہ ہوتا ہے جو مدد کرتا ہے کمزور کرنے کی سعی نہیں کرتا۔"

جب حضور اکرم ﷺ نے اس کے متعلق سنا تو اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے رب تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ سوید نے آپ سے کہا: "اس طرح کا کلام میرے پاس بھی ہے جیسے آپ کے پاس ہے۔" حضور ﷺ نے پوچھا: "تمہارے پاس کیا ہے؟" اس نے کہا: "میرے پاس حضرت لقمان کی حکمت ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: "اسے میرے سامنے پیش کرو۔" اس نے اسے آپ پر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ عمدہ کلام ہے لیکن جو کلام میرے پاس ہے وہ اس سے افضل ہے وہ قرآن پاک ہے جسے رب تعالیٰ نے نازل کیا ہے وہ سراپا ہدایت اور نور ہے۔" حضور ﷺ نے اس پر قرآن پاک پڑھا۔ اسے ایمان کی طرف دعوت دی۔ وہ اس سے دور نہ رہا۔ اس نے کہا: "یہ ایک بہترین کلام ہے۔" پھر وہ چلا گیا۔ مدینہ طیبہ اپنی قوم کے پاس گیا۔ جلد ہی خزرج نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے: "ہمارا خیال ہے کہ جب اسے قتل کیا گیا تو وہ مسلمان تھا۔" یہ جنگ بعاث سے قبل قتل ہوا تھا۔

❁❁❁

چونتیسواں باب

آپ کا مذاق اڑانے والوں کا انجام

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ (الرعد ۳۲)

ترجمہ: "اور بے شک تمسخر اڑایا گیا رسولوں کا جو آپ سے پہلے گزرے پس میں نے ڈھیل دی کافروں کو (کچھ عرصہ تک) پھر میں نے پکڑ لیا انہیں تو (دیکھو) کیسا (بھیانک) تھا میرا عذاب۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ (الحجر:۹۵،۹۶)

ترجمہ: "ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے۔ جو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا۔"

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾ (الحجر:۹۷ تا ۹۹)

ترجمہ: "اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کرتے ہیں سو آپ پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں سے اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس الیقین۔"

مذاق اڑانے والوں کی تعداد کے بارے جمہور علماء کرام کا مؤقف یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد آٹھ تھی۔ الغرر میں اسی روایت کو صحیح کہا گیا ہے۔ ابو عمرو العراقی نے الدرر میں اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

1. الاسود بن عبد یعوث بن وہب بن زہرہ۔ یہ حضور ﷺ کے ماموں کا بیٹا تھا۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ جب مسلمانوں کو دیکھتا تو کہتا: "تمہارے پاس زمین کے وہ بادشاہ آگئے ہیں جو قیصر و کسریٰ کی سلطنت کے

وارث بنیں گے۔" یہ حضور ﷺ سے کہا کرتا تھا: "محمد عربی! ﷺ آج آسمان سے کیا نئی خبر آئی ہے؟" یہ اپنے اہل خانہ سے عازم سفر ہوا۔ اسے بادِ سموم نے آلیا۔ اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ حتیٰ کہ وہ حبشی ہوگیا۔ وہ اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ مگر انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ انہوں نے دروازہ بند کیا۔ وہ مبہوت ہو کر باہر نکل گیا۔ پھر پیاسا مر گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اسے خارش نے آلیا۔ اس کے سر سے پیپ بہنے لگی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا جس سے یہ مرض استسقاء میں مبتلا ہوگیا۔ اس کا پیٹ بہت زیادہ پھول گیا۔ جس کی وجہ سے یہ مر گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اسے بہت زیادہ پیاس لگی۔ اس نے پانی پیا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔

میں کہتا ہوں "پہلے قول کو ابونعیم نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اسے ربیع بن انس سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے اضافہ کیا ہے۔" یہ سفید رنگت والا خوبصورت انسان تھا۔ دوسرے قول کو الطبرانی، بیہقی اور ضیاء نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ تیسرے قول کو ابونعیم نے دو ضعیف سندوں سے روایت کیا ہے جبکہ چوتھے قول کو بیاض نے الاصول میں لکھا ہے۔

ابن ابی حاتم اور علامہ بلاذری نے صحیح سند سے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے الاسود کی گردن کو جھکایا حتیٰ کہ اس کا سینہ جھک گیا۔ حضور ﷺ فرمانے لگے: "میرا ماموں! میرا ماموں! حضرت جبرائیل امین نے کہا: "محمد عربی! ﷺ اسے چھوڑ دو میں اسے کافی ہوگیا ہوں۔" ان روایات میں مخالفت نہیں ممکن ہے اس کے ساتھ یہ سارے واقعات پیش آئے ہوں۔

◆ حارث بن قیس السہمی: یہ ابن العنطلہ کے نام سے معروف تھا۔ یہ اپنی ماں کی طرف منسوب تھا۔ یہ ایک پتھر لیتا۔ اس کی پوجا کرتا جب دوسرا خوبصورت پتھر نظر آتا تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کی پوجا شروع کر دیتا۔ اسی کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿۴۳﴾ (الفرقان ۴۳)

ترجمہ: "کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا اس (احمق) کو جس نے بنالیا اپنا خدا اپنی خواہش کو۔ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہیں؟"

یہ بد بخت کہا کرتا تھا کہ محمد عربی ﷺ نے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔ وہ ان کے ساتھی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ موت کے بعد اٹھیں گے۔ بخدا! ہمیں صرف زمانہ، ایام کا گزرنا اور حوادثات ہلاک کرتے ہیں۔" اس نے نمکین مچھلی کھائی پھر پانی پیتا رہا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قتل ہوگیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس کے سر سے پیپ بہنے لگی تھی۔ میں

کہتا ہوں کہ پہلے قول کو عبد الرزاق، ابن جریر وغیرہما نے حضرت قتادہ سے اور حضرت مقسم سے روایت کیا ہے۔

٣- اسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ: علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ اور اس کے ساتھی حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف آنکھوں کے اشارے کرتے تھے۔ یہ کہتے تھے: "تمہارے پاس زمین کے بادشاہ آگئے ہیں۔ یہ قیصر و کسریٰ پر غالب آئیں گے۔ یہ سیٹیاں بجاتے تھے۔ اس نے حضور ﷺ کی گستاخی کی جو آپ پر گراں گزری۔ حضور ﷺ نے اس کے لیے بد دعا کی کہ رب تعالیٰ اس کی بصارت چھین لے اور یہ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت جبرائیل امین اس درخت کے پتے اور کانٹے اس کے چہرے اور آنکھوں پر مارنے لگے حتیٰ کہ وہ اندھا ہو گیا۔ یہ اپنے غلام سے مدد طلب کرنے لگا۔ اس کے غلام نے اسے کہا: "مجھے تو تمہارے علاوہ کوئی نظر نہیں آرہا جو تمہارے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہو۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو یہ اندھا ہو گیا۔ یہ حضور ﷺ کو اذیت دینے سے رک گیا۔ غزوۂ بدر کے روز اس کا بیٹا زمعہ بن اسود واصل جہنم ہوا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن الجدع نے اس کا کام تمام کیا۔ اس کا بیٹا عقیل بھی مارا گیا۔ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ دوسرے قول کے مطابق صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔

۴- مالک بن الطلاطلۃ: ابن کلبی اور بلاذری نے ان میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ احمق تھا۔ حضور ﷺ نے اس کے لیے بد دعا کی۔ رب تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگی۔ حضرت جبرائیل امین نے اس کا پیٹ چیر دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ علامہ بلاذری اور دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اس کی طرف اشارہ کیا اس کے سر سے پیپ بہنے لگی۔ بعض نے یہ واقعہ عمر بن الطلاطل کے بارے بیان کیا ہے مگر وہ درست نہیں۔

۵- عاص بن وائل السہمی: علامہ بلاذری نے لکھا ہے: "یہ اپنے گدھے یا سفید خچر پر سوار ہوا۔ یہ جب ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں اترا۔ یہ طائف جا رہا تھا۔ اس کا گدھا یا خچر زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ مر گیا۔ دوسرا قول یہ ہے جب اس کا گدھا یا خچر بیٹھا تو اسے سانپ نے ڈنگ مار دیا۔ وہ اسی جگہ مر گیا پہلے قول کو علامہ بلاذری نے جبکہ دوسرے قول کو ابو نعیم نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم اور ابن اسحاق نے حضرت خباب بن الارت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں لوہار تھا۔ میں نے عاص بن وائل کے لیے تلواریں بنائیں۔ میں اس کے پاس قیمت مانگنے کے لیے آیا۔ اس نے کہا: "میں تمہیں ان کی قیمت نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم محمد عربی ﷺ کا انکار کر دو۔" میں نے کہا: "میں انکار نہیں کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ تجھے مارے پھر تجھے زندہ کرے۔" اس نے کہا: "کیا میں مر جاؤں گا پھر مجھے زندہ کیا جائے گا۔" میں نے کہا:

"ہاں!!اس نے کہا: "مجھے چھوڑ دو۔ میں مر جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر مجھے مال و دولت دیا جائے گا۔ تو اس وقت میں تمہیں تمہارا حق ادا کر دوں گا۔ بخدا!! اے خباب! تم اور تمہارے یہ صاحب رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے زیادہ معزز نہیں۔ تمہارا حصہ وہاں زیادہ نہ ہوگا۔" اس وقت یہ آیات طیبات اتریں:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ (مریم ۷۷ تا ۸۰)

ترجمہ: "کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا مجھے ضرور ضرور دیا جائے گا اولاد اور مال۔ (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اس نے (خداوند) رحمن سے کوئی وعدہ؟ ہرگز ایسا نہیں۔ ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے لیے عذاب کو خوب لمبا کرنا اور ہم ہی وارث ہوں گے جو وہ کہتا ہے (یعنی اس کے مال و اولاد کے) اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔"

◆ حکم بن عاص بن امیہ: علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا۔ یہ آپ کو برا بھلا کہتا اور آپ اس سے نازیبا گفتگو سنتے تھے۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ چل رہے تھے۔ یہ آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ یہ آپ کے لیے ناک اور منہ چڑھا رہا تھا۔ اس نے فتح مکہ کے روز اسلام کا اظہار کیا۔ اس کے دین میں تردد تھا۔ ایک دن اس نے حضور اکرم ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں جھانکا۔ اس وقت آپ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ اپنا نیزہ لے کر باہر نکلے۔ آپ نے فرمایا: "اس شگاف سے کون دیکھ رہا تھا۔ اگر میں اسے پالیتا تو اس کی آنکھ پھوڑ ڈالتا۔" آپ نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی اور اسے مدینہ طیبہ سے جلا وطن کر دیا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مدینہ طیبہ سے باہر رہا۔

ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پیچھے تھا وہ آپ کی نقلیں اتار رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھا فرمایا: "تو اسی طرح ہو جا" وہ اپنے گھر لوٹ آیا۔ ایک ماہ تک اس پر بے ہوشی طاری رہی پھر اسے افاقہ ہوا۔ اس کی شکل اسی طرح ہو چکی تھی جس طرح وہ نقلیں اتارتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم ہی تھا۔

◆ ولید بن مغیرہ: علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ولید ایک شخص کے پاس سے گزرا جسے حراث کہا جاتا تھا وہ اپنے تیر کا پھل درست کر رہا تھا۔ اس کا پاؤں ایک تیر پر آیا۔ اسے ہلکی سی خراش لگی۔ یا وہ تیر اس کے ازار سے اٹک گیا۔ جس سے اس کی پنڈلی پر ہلکی سی خراش آئی۔ حضرت جبرائیل امین اس پر جھکے انہوں نے اسے مارا

اسی کی ٹانگ پر پھوڑا نکل آیا وہ واصل جہنم ہو گیا۔

ابولہب: یہ حضور ﷺ کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب سے آگے آگے تھا۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے دراقدس پر گندگی اور غلاظت پھینک دیتا تھا۔ ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا انہوں نے اسے پکڑا اور گندگی اس کے سر پر پھینک دی۔ ابولہب اپنا سر جھاڑنے لگا اور کہنے لگا: "صابی احمق! اب اس نے گندگی پھینکنا کم کر دی تھی۔

ابن ابی الزناد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں شریر ہمسایوں کے مابین تھا۔ ایک طرف ابولہب جبکہ دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط تھا۔ وہ گندگی لے کر آتے تھے۔ اسے میرے دروازے پر پھینک دیتے تھے۔" حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے: "اے بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے۔" پھر آپ اپنے دراقدس سے وہ گندگی ہٹا دیتے تھے۔

ابولہب نے اپنے بیٹے کو ایسی چیز دے کر بھیجا جس سے آپ کو اذیت ہوتی تھی۔ اس نے آپ کو سنا آپ سورۃ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے کہا: "میں نجم کے رب کا انکار کرتا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تجھ پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرمائے۔" وہ تجارت کے لیے گیا: "ایک شیر آیا۔ عتبہ حوران کے مقام پر اپنے ساتھیوں کے مابین سویا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلنے لگا اور سونگھنے لگا۔ وہ عتبہ تک پہنچ گیا اور اسے نگل گیا۔ عتبہ کے آخری کلمات یہ تھے: "کیا تمہیں کہتا نہ تھا کہ محمد عربی ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ سچے ہیں۔" پھر وہ مر گیا۔

میں کہتا ہوں کہ ابولہب کے اس لڑکے کا نام عتیبہ تھا۔ عنقریب اس واقعہ کا تذکرہ آئے گا۔

ابولہب ایک ایسے مرض سے ہلاک ہوا جسے رسولی کہا جاتا تھا۔ اہل عرب اس سے بدفالی لیتے تھے۔ جسے یہ رسولی نکل آتی تھی وہ اس سے دور بھاگتے تھے۔ جب ابولہب اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے اہل خانہ نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ وہ کافی مدت بغیر گور و کفن پڑا رہا۔ حتیٰ کہ اس کی اولاد کو عار دلائی جانے لگی۔ انہوں نے اس کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ابولہب کو اس میں پھینک دیا۔ اس کی بیوی ام جمیل حرب کی بیٹی تھی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو بہت زیادہ اذیتیں دیتی تھی۔ یہ حمالۃ الحطب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ نام اس لیے رکھا ہے کیونکہ وہ کانٹے اٹھاتی تھی اور رات کے وقت اس رستہ میں پھینک دیتی تھی جہاں سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گزرنا ہوتا تھا تاکہ یہ کانٹے انہیں لگیں۔ ایک دن اس نے بہت بڑی گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی۔ یہ تھک گئی اور آرام کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ فرشتہ آیا اس نے اسے اس رسی کے ساتھ پیچھے سے کھینچا جو اس کی گردن میں تھی۔ اس کا گلا بند ہو گیا اور یہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضور اکرم ﷺ پر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَۙ

تو حضور ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ آپ اعلان کرنے لگے: "اے بنو فہر، اے بنو عدی! حتیٰ کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ جو شخص خود نہ آسکتا تھا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ ابولہب اور قریش بھی آگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ذرا بتاؤ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس وادی میں ایک گھڑ سوار دستہ ہے جو تم پر غارت گری کرنا چاہتا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: "ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ ہی بولتے سنا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں آگے آنے والے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔" ابولہب نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔" اس وقت یہ سورت نازل ہوئی:

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ ۝١ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَؕ ۝٢ سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍۚ ۝٣ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِۚ ۝٤ فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۝٥ (مسد: ۱ تا ۵)

ترجمہ: "ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا۔ عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں اور اس کی جورو بھی بد بخت ایندھن اٹھانے والی۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔"

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ابو الاصواء بھی آپ کو اذیت دیتا تھا وہ حضور اکرم ﷺ سے کہتا تھا: "اہل کتاب آپ کو اپنے افسانے سکھاتے ہیں۔ لوگ آپ کو مجنون معلّم کہتے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے بد دعا کی۔ یہ پہاڑ پر چڑھا۔ اس پر بہت سے پہاڑی بکرے چڑھے انہوں نے اسے سینگ مار مار کر مار دیا۔

ابن اسحاق نے ان میں امیہ بن خلف انجمی کا ذکر بھی کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب بھی یہ حضور ﷺ کو دیکھتا تو آپ کی عیب جوئی کرتا اور اشارے سے باتیں کرتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ اۨلَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ (الہمزۃ: ۱، ۲)

ترجمہ: "ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لیے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے۔ (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے۔ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔"

اسی طرح ابن اسحاق نے کلدہ بن علقمہ کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں کیا ہے۔ خشنی نے لکھا ہے کہ علقمہ بن کلاہ درست ہے۔ حضور اکرم ﷺ جب کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے۔ اس میں اللہ رب العزت کی طرف بلاتے۔ قرآن

پاک کی تلاوت کرتے قریش کو اس عذاب سے ڈراتے جو گذشتہ اقوام کو پہنچا تھا تو آپ کے بعد یہ بدبخت اسی محفل میں چلا جاتا۔ ایران کے بادشاہوں کے قصے بیان کرتا پھر کہتا: "بخدا! محمد عربی کا کلام میرے کلام سے عمدہ نہیں۔ ان کی باتیں بھی پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ وہ انہیں اسی طرح لکھ لیتے ہیں جس طرح میں لکھ لیتا ہوں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الفرقان ۵)

ترجمہ: "اور کفار نے کہا یہ تو افسانے ہیں پہلے لوگوں کے۔ اس شخص نے لکھوا لیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اسے ہر صبح و شام۔ (تاکہ ازبر ہو جائیں)"

رب تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے یہ آیت طیبہ نازل کی:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان ۶)

ترجمہ: "آپ فرمائیے اتارا ہے اس کو اس (خدا) نے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو واقعی وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ ولید بن مغیرہ بھی آپ کے پاس ہی تھا۔ نضر بن حارث آیا اس محفل میں قریش کے اور بھی افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے گفتگو کی۔ نضر نے آپ کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہا۔ آپ نے گفتگو فرما کر اسے خاموش کر دیا، پھر انہیں یہ آیت طیبہ سنائی۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (الانبیاء ۹۸-۱۰۰)

ترجمہ: "(اے مشرکو!) تم اور جن بتوں کی تم عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ تم اس میں داخل ہونے والے ہو (سوچو!) اگر یہ خدا ہوتے۔ تو نہ داخل ہوتے جہنم میں اور (جھوٹے خدا اور ان کے پجاری) سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جہنم میں (شدت عذاب سے) چیخیں گے اور وہ اس میں اور کچھ نہ سن سکیں گے۔"

حضور ﷺ اٹھ کر تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن زبعری آیا۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اس جگہ بیٹھ گیا۔ ولید نے اسے کہا: "بخدا! ابھی ابھی نضر بن حارث نے محمد عربی ﷺ سے بات کی۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اور وہ معبودان جن کی ہم پوجا کرتے ہیں سارے جہنم کا ایندھن ہیں۔" عبداللہ نے کہا: "اگر میں انہیں پالیتا تو میں انہیں خاموش کرا دیتا۔ محمد عربی (ﷺ) سے یہ سوال تو کرو کہ ہر وہ معبود جس کی غیر اللہ کے علاوہ پرستش کی جائے وہ اپنے پجاریوں

سمیت جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ ہم ملائکہ کی جبکہ یہود حضرت عزیر کی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔" ولید اور اس کے ہم نشینوں نے عبد اللہ کی اس بات کو عجیب سمجھا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید اس نے دلیل پکڑی ہے اور جھگڑا کیا ہے۔ جب بارگاہ رسالت مآب میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ ذات جو یہ پسند کرے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ اس کی بھی پوجا کی جائے تو وہ اپنے پجاریوں کے ہمراہ آتش جہنم میں ہوگی۔ وہ تو شیاطین کی اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے شیاطین انہیں حکم دیتے ہیں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾ (الانبیاء: ۱۰۱-۱۰۳)

ترجمہ: "بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں جن کی خواہش انہوں نے کی تھی ہمیشہ رہیں گے۔ نہ غمناک کرے گی انہیں وہ بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے (انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے اگر ابن زبعری اور دیگر کفار قریش اس آیت طیبہ میں غور و فکر کرتے تو انہیں علم ہو جاتا کہ ان کا اعتراض دو اعتبار سے درست نہیں۔

1. یہ قریش کو خصوصی خطاب ہے جو بت پرست تھے۔ یہ کلام لات وعزیٰ اور ہبل اور ان کے دیگر بتوں کے بارے ہو رہا ہے۔
2. آیت طیبہ میں "وما تعبدون" کے الفاظ ہیں "و من تعبدون" نہیں ہے۔ ان کا یہ اعتراض حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور ملائکہ کے "بارے کیسے لازم" آسکتا تھا کیونکہ یہ ذو العقول ہیں جبکہ بت غیر ذو العقول تھے۔ اسی لیے آیت طیبہ میں لفظ "ما" ہے جو غیر ذو العقول پر دلالت کرتا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابن زبعری فصحاء عرب میں سے تھا۔ اس پر من اور ما کے مقامات مخفی نہ تھے۔ اس کا ارادہ صرف قیاس اور اس عموم معنوی کے اعتبار سے تھا جس میں حکم اس کے علت کے عموم کی وجہ سے عموم ہوتا ہے۔ یعنی اگر کسی چیز کا معبود ہونا لازم کرتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہو تو یہ مفہوم تو ملائکہ، حضرت عزیز اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب کئی اعتبار سے دیا گیا ہے۔

- گذشتہ آیت طیبہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کے لیے بھلائی مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔اس طرح ملائکہ، الانبیاء اور بتوں اور شیاطین کے مابین مساوات قائم کرنا اسی طرح ہے جس طرح بیع اور ربا (سود) میں برابری قائم کی جائے۔اہل باطل کی کیفیت یہی ہوتی ہے وہ ان اشیاء میں مساوات کرتے ہیں جن میں شریعت مطہرہ، عقل اور فطرت نے تفریق کی ہے اور ان اشیاء میں تفریق پیدا کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے برابری قائم فرمائی ہے۔
- بت تو ایسے پتھر تھے جو نہ مکلف تھے نہ ہی وہ بول سکتے تھے۔ان کی اور ان کے پجاریوں کی اہانت کرنے کے لیے انہیں جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔اس سے اس شخص کو عذاب دینا مقصود نہیں جو عذاب کا مستحق نہ ہو۔
- جس نے ان کی پوجا کی ہے اس نے اپنے گمان کے مطابق ان کی پوجا کی ہے۔انہوں نے اپنی طرف کسی کو بلایا نہیں۔مشرکین نے شیاطین کی پوجا کی تھی۔ان کا وہم تھا کہ یہ ان کے لیے عبادت ہے۔رب تعالیٰ نے ملائکہ کو، حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کو ان سے بری فرما دیا۔غیر اللہ سے مراد الشیاطین ہیں۔یہ ساری وجوہات رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کی گئی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ (الانبیاء ۱۰۱)

ترجمہ: ''بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی۔''

جب تم رب تعالیٰ کے اس فرمان وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (التحریم ۶) میں غور وفکر کرو گے تو یہ بات عیاں ہوگی کہ ان کے معبودانِ باطلہ کے ذریعے ہی انہیں عذاب دیا جائے گا۔یہ شدید عذاب ہے اور ساری امیدوں کو قطع کرتا ہے۔

اسی طرح الاخنس بن شریق بھی آپ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔اس کا نام ابی تھا بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھا۔یہ آپ سے قرآن پاک سنتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے درج ذیل آیات طیبات نازل کیں:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ (القلم ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ: ''اور نہ بات مانیے کسی (جھوٹی) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی جو بہت نکتہ چیں، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔سخت منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے بڑھا ہوا، بڑا بدکار ہے اکھڑ مزاج ہے، اس کے علاوہ بداصل ہے۔''

تنبیہ

ابن اسحاق نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ آیات طیبات اخنس کے بارے نازل ہوئیں، اس روایت کو ابن ابی حاتم سے سدی سے، ابن سعد، عبد بن حمید نے شعبی سے عبد الرزاق اور ابن منذر نے کلبی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیات اسود بن عبد یغوث کے بارے نازل ہوئیں۔ ایک اور قول یہ ہے یہ ولید بن مغیرہ کے بارے نازل ہوئیں۔

اسی طرح ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط بھی آپ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ باہم دوست تھے۔ ابن مردویہ، ابونعیم نے الدلائل میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر سے، امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن جریر اور ابن منذر نے مقسم مولی ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ابو معیط یا عقبہ بن ابی معیط مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ وہ آپ کو اذیت نہیں دیتا تھا۔ یہ ایک حلیم شخص تھا جبکہ دیگر قریش آپ کو اذیت دیتے تھے۔ ابو معیط کا ایک دوست تھا جو شام گیا ہوا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ قریش نے کہا: ''ابو معیط صابی ہو گیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ جب بھی سفر سے واپس آتا وہ کھانا تیار کرتا۔ اہل مکہ کو اس کی دعوت دیتا۔ اس نے کھانا بنایا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: ''میں تیرا کھانا اس وقت تک نہیں کھاؤں گا حتیٰ کہ تو یہ گواہی دے دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول (محترم) ہوں۔'' اس نے کہا: ''میرے بھتیجے! کھا لو۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا حتیٰ کہ تو یہ گواہی دے۔'' اس نے یہ گواہی دی۔ آپ نے اس کا کھانا کھا لیا۔ اس رات اس کا دوست شام سے آ گیا۔ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معاملہ کا کیا کیا؟ اس نے کہا: ''آپ پہلے سے شدت سے اس پر قائم ہیں۔'' اس نے کہا: ''میرے دوست ابو معیط نے کیا کیا؟'' اس عورت نے کہا: ''وہ صابی ہو گیا ہے۔'' اس نے وہ رات بری کیفیت میں گزاری۔ وقت صبح ابو معیط اس کے پاس آیا۔ اسے سلام کیا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: ''تو نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟'' اس نے کہا: ''میں تیرے سلام کا جواب کیوں دوں؟ جبکہ تو صابی ہو گیا ہے۔'' اس نے کہا: ''کیا قریش نے اسی طرح کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''بخدا! میں صابی نہیں ہوا لیکن میرے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ میں اس کے لیے گواہی دوں۔ مجھے شرم آئی کہ وہ میرے گھر سے کھائے بغیر چلا جائے۔ میں نے اس کے لیے گواہی دے دی۔'' اس کے دوست نے کہا: ''میں تجھ سے صرف اسی وقت راضی ہوں گا جب تو ان کے پاس جائے اور ان کے چہرۂ (انور) پر تھوکے۔'' دوسری روایت میں ہے، ابو معیط نے کہا: ''میں ان کے لیے کیا عمل کروں کہ ان کے سینے صاف ہو جائیں۔'' اس کے دوست نے کہا: ''تو ان کی محفل میں جا۔ ان کے چہرۂ (والضحیٰ) پر تھوک دے اور انہیں

برے الفاظ سے یاد کرے۔ اس نے اسی طرح کیا لیکن آپ کے چہرۂ انور تک اس کا تھوک نہ پہنچ سکا۔ حضرت ابوبکر النقاش سے روایت ہے کہ عقبہ نے جب آپ کے چہرہ انور کی طرف تھوکا تو وہ تھوک اسی کے چہرہ پر پڑا اور وہاں برص کا داغ بن گیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: ''اگر میں نے تجھے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے باہر پالیا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔'' ابی بن خلف نے کہا: بخدا! میں محمد عربی ﷺ کو قتل کر دوں گا۔'' حضور ﷺ تک یہ بات پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! بلکہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ ان شاء اللہ!'' جب ابی تک یہ بات پہنچی تو وہ گھبرا گیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے جو بات بھی سنتے تھے وہ ہو کر رہتی تھی۔ وہ غزوۂ بدر کے وقت عقبہ کے ساتھ عازم سفر ہوا مگر اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے کہا: ''ہمارے ساتھ نکل۔'' اس نے کہا: ''اس ہستی نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اگر اس نے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے باہر پالیا تو میں ان کی گردن اڑا دوں گا۔'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''تیرے پاس ایک ایسا سرخ اونٹ ہے جسے کوئی نہیں پکڑ سکتا اگر ہمیں شکست ہوئی تو تو اس پر بیٹھ کر بھاگ آنا۔'' وہ ان کے ہمراہ نکلا۔ جب رب تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت سے دو چار کیا اور ان کے لاشے گڑھے میں پھینکے گئے۔ آپ ﷺ نے قریش کے ستر افراد قیدی بنا لیے۔ آپ کی خدمت میں ابو معیط پیش کیا گیا۔ اس نے آپ سے پوچھا: ''کیا آپ مجھے قتل کر دیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ اس کی گردن اڑا دی۔ قیدیوں میں سے اس روز اس کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کیا گیا۔''

غزوۂ احد کے روز ابی مشرکین کے ہمراہ نکلا۔ وہ حضور ﷺ کی تلاش میں تھا تاکہ وہ آپ پر حملہ کر دے ایک شخص آپ کے اور اس کے مابین حائل ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اس کا رستہ چھوڑ دو۔ آپ نے نیزہ لیا اور اسے دے مارا۔ وہ اس کی پسلی کی ہڈی پر لگا۔ اس سے زیادہ خون نہ نکلا خون اس کے پیٹ میں جمع ہو گیا۔ وہ اس طرح آوازیں نکالتا تھا جس طرح بیل آوازیں نکالتا ہے۔ اسی حالت میں اس کے ساتھی اسے اٹھا کر لے گئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: ''تجھے کیا ہوا ہے؟ واللہ! تجھے صرف خراش ہی آئی ہے۔'' اس نے کہا: ''اگر آپ کا صرف لعاب دہن ہی مجھ تک پہنچ جاتا وہ بھی مجھے قتل کر دیتا۔ آپ نے مجھے فرما نہیں دیا تھا: ''میں تجھے قتل کروں گا۔ اگر یہ ضرب اہل ذو مجاز کو لگتی تو انہیں بھی مار ڈالتی۔'' وہ اسی روز مر گیا۔ ابی معیط کے بارے یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ (الفرقان ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ: ''اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا

ہوتا رسول (مکرم) کی معیت میں (نجات کا) راستہ۔ ہائے افسوس! کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔ واقعی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن سے اس کے میرے پاس آجانے کے بعد۔ اور شیطان تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔"

تنبیہات

1. ابن سعد نے کہا ہے: "میں نے امام واقدی سے پوچھا: "رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ (الحجر ۹۵) یہ سورت مکیہ ہے۔" انہوں نے کہا: "میں نے مالک اور ابن ابی ذئب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ انہیں کافی ہوگیا۔ بعض کو اندھا کر دیا بعض پر موت طاری کر دی اور بعض کو اس طرح کافی ہوگیا کہ اس نے آپ کی ہجرت کے لیے اسباب مہیا کر دیے۔" بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ ان کے معاملہ کے بارے آپ کو کافی ہوگیا۔ وہ آپ کو نقصان نہ دے سکے۔
2. علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ مذاق کرنے والے ایک ہی وقت میں سارے ہلاک ہو گئے تھے لیکن امام واقدی کا مؤقف درست ہے۔"
3. اکثر روایات میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابی اسے واپس لے گیا تھا لیکن بعض کتب میں اس کے برعکس لکھا ہے۔

ان مذاق اڑانے والوں میں ابو جہل بھی تھا۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے اسے یہ کنیت دی تھی۔ اس سے قبل اسے ابو الحکم کہا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے ابو جہل کو ابو الحکم کہا تو اس نے خطاء کی اس خطاء کی رب تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہیے۔" آپ نے فرمایا: "ہر امت کا کوئی نہ کوئی فرعون ہوتا ہے۔ اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابو جہل حضور ﷺ سے ملا۔ اس نے کہا: "محمد عربی! ﷺ آپ ہمارے معبودان کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں ورنہ ہم اس معبود کو برا بھلا کہیں گے جس کی آپ عبادت کرتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ (الانعام ۱۰۸)

ترجمہ: "اور تم نہ برا بھلا کہو انہیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں۔ اللہ کے سوا (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی برا بھلا کہنے لگیں اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے۔"

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت حضور ﷺ ان کے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے رک گئے اور رب تعالیٰ کی طرف انہیں بلانے لگے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ (الدخان ۴۳)

ترجمہ: "بلاشبہ زقوم کا درخت۔"

تو ابوجہل نے کہا: "اے گروہ قریش! کیا جانتے ہو کہ یہ زقوم کا درخت کیا ہے جس سے محمد عربی ﷺ تمہیں ڈراتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "نہیں!" اس نے کہا: "اس سے مراد یثرب کی عجوہ کھجور اور مکھن ہے۔ بخدا! اگر ہم نے اس پر قدرت پالی تو اسے خوب کھائیں گے۔ اس وقت رب تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ (الدخان: ۴۳ تا ۴۸)

ترجمہ: "بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کی خوراک ہوگا۔ پگھلے تانبے کی مانند پیٹوں میں جوش مارے گا۔ جیسے کھولتا پانی جوش مارتا ہے۔ (حکم ہوگا) اس (نابکار) کو پکڑ لو اور پھر اسے گھسیٹ کر لے جاؤ جہنم کے وسط میں پھر انڈیلو اس کے سر کے اوپر کھولتا پانی (اسے) عذاب دینے کے لیے۔"

الحمدللہ ثم الحمدللہ! آج بروز پیر رات ۹:۴۵ بجے سبل الھدیٰ کی دو جلدوں کے ترجمہ سے فراغت نصیب ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کے حبیب لبیب ﷺ کی نظر عنایت اور مرشد کریم رحمۃ اللہ کی خاص توجہ کا ثمر ہے کہ اس حقیر کو اس عظیم تصنیف کی ابتدائی دو جلدوں کا ترجمہ کرنے کی سعادت ملی۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ اس تصنیف لطیف کا مکمل ترجمہ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے۔ آمین!

خاک راہ حجاز
ذوالفقار علی ساقی
دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
۲۱-۱۱-۱۱ بمطابق ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد

فی

سیرتِ خیرُ العِباد (اردو)

جلد سوم - چہارم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

زاویہ پبلشرز

9-C دربار مارکیٹ، لاہور

Ph: 042-37248657, 37112954

Mob: 0300-9467047, 0321-9467047, 03004505466

Email: zaviapublishers@gmail.com

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

(اُردو)

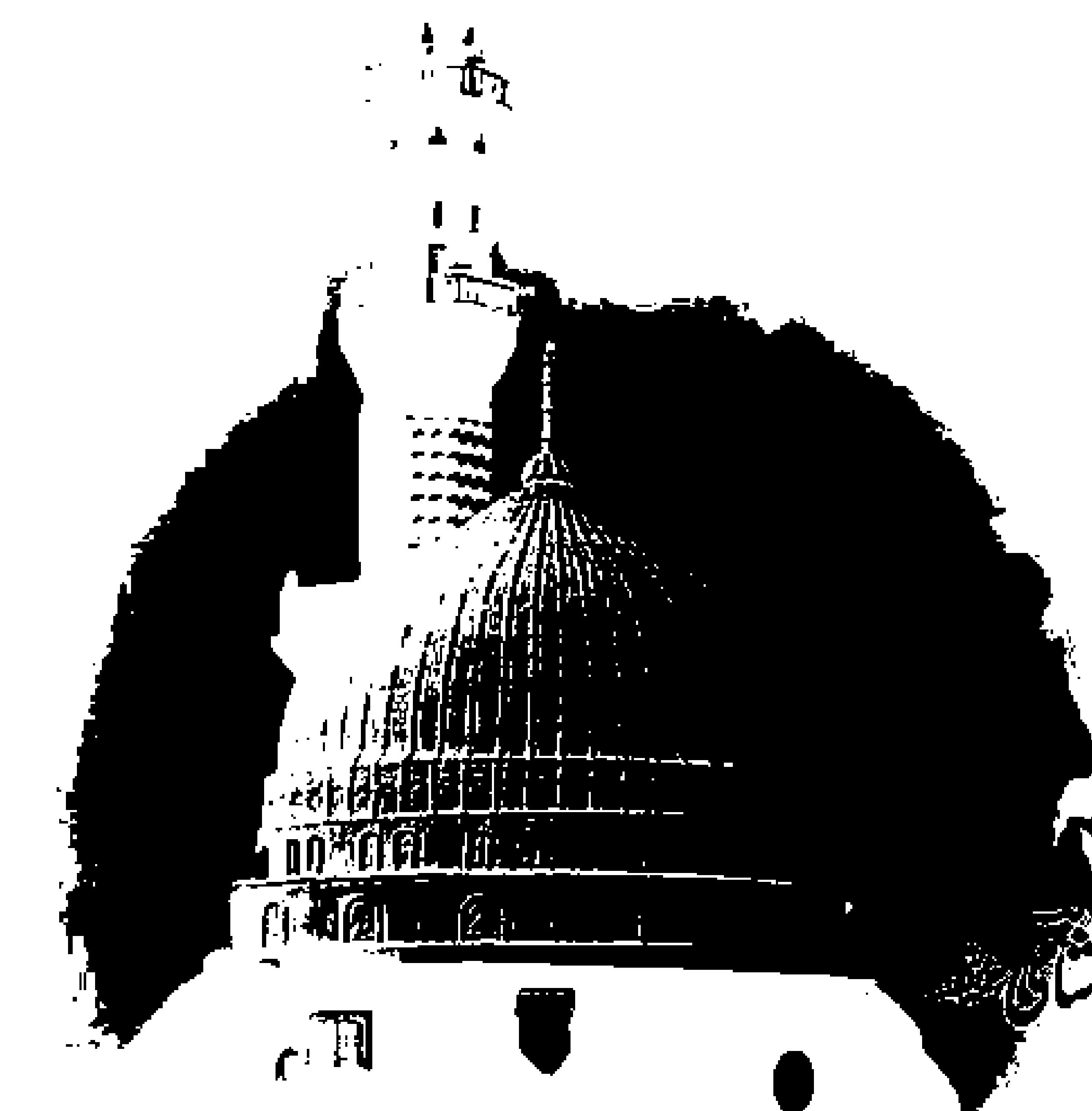

تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور
042-37248657 Fax:042-371129
0300-9467047 - 0321-9467047 - 030

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اردو ترجمہ)

سُبُل الہُدیٰ والرشاد
فی
سیرتِ خیرُ العباد

اردو

سُبُل الہُدیٰ والرشاد

فِی

سیرتِ خیر العباد

جلد سوم - چہارم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

Ph: 042-37248657- 37112954

Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466

Email:zaviapublishers@gmail.com

2013ء

بار اول..........................1100

ہدیہ..........................

زیرِ اہتمام..............نجابت علی تارڑ

کمپوزنگ..........ایمان گرافکس (عبدالقادر)

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

راولپنڈی کے سول ڈسٹری بیوٹر

اسلامک بُک کارپوریشن

فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک ، راولپنڈی 051-5536111

مکتبہ رحیمیہ، اردو بازار، کراچی	021-32744994
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
بیت القرآن، اردو بازار، کراچی	0300-2176120
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
نورانی ورائٹی ھاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	0313-8461000
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ	055-4237699

فہرست جلد سوم

حضور اکرم ﷺ سے یہود اور منافقین کی عداوت

فہرست جلد چہارم

(اردو ترجمہ)

سُبُل الهُدیٰ والرشاد

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد سوم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

معراجِ مصطفیٰ

علیہ التحیۃ والثناء

اس موضوع پر میں نے ایک عظیم تصنیف رقم کی ہے۔ میں نے اس کا نام "الآیات البینات فی معراج سید اھل الارض والسماوات" رکھا۔ پھر میں ایسے امور پر آگاہ ہوا جن کا تذکرہ میں نے اس کتاب میں نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے اس موضوع پر دوسری کتاب لکھ دی۔ میں نے اس کا نام "الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق" رکھا۔ میں نے ان کتب میں ایسے فوائد اور نفائس لکھے ہیں جو صرف ان کا ہی حصہ ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس جگہ ان کا خلاصہ ذکر کر دوں۔

❀❀❀❀

پہلا باب

رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان کے بعض فوائد

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ
بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① (الاسراء:۱)

ترجمہ: ''ہرعیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد ونواح کو تا کہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا۔''

اس آیت طیبہ پر کئی اعتبار سے بحث

1-اس کا شان نزول

امام، عالم حضرت ابوحیان علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر ''النہر'' میں تحریر کیا ہے کہ اس آیت طیبہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کا تذکرہ فرمایا تو کفار مکہ نے آپ کی تکذیب کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

ماقبل کے ساتھ تعلق

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اور امام برہان النسفی نے لکھا ہے'' ماقبل کلام کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس سورت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر ہے۔ ان کے مبارک اوصاف، اور حریم ناز میں ان کے مقام کا تذکرہ ہے۔ ملت حنیفیہ کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عقائد دینیہ میں ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سورت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے سچے دل کے ساتھ ان کی ملت کی اقتداء کی۔ حق پر ان کی سنت کو قائم کیا۔ اس سورت مبارکہ کے اختتام پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ (النحل:۱۲۵)

ترجمہ: "(اے محبوب!) بلائیے لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے۔"

بعد میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (النحل:۱۲۷)

ترجمہ: "اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان کی (ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے۔"

صبر ناپسندیدہ امور کو برداشت کرنا ہی ہے۔ یہ تحمل تجمل (خوبصورتی) کی طرف لے جاتا ہے۔

"النھر" میں ہے۔" جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صبر کا حکم دیا اور کفار پر غمزدہ ہونے سے منع فرمایا نیز منع فرمایا کہ آپ ان کے مکروفریب سے تنگدل نہ ہوں۔ ان کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے جھوٹ، سحر اور شعر وغیرہ کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کا شرف، فضل اور آپ کا بلند مقام بیان فرمایا جو آپ کو رب تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے۔"

الشیخ نے "مناسبات" میں ذکر کیا ہے" یہ سورت مبارکہ اور اس کے بعد کی چار سورتوں کا نزول قدیم ہے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" سورت بنو اسرائیل، الکھف، مریم، طٰہٰ اور الانبیاء کا نزول قدیمی ہے۔ اور انہیں ابتدائے اسلام میں یاد کر لیا گیا تھا۔" یہی ان کی ترتیب کی وجہ ہے۔ یہ سورت بھی ان کے قدیمی نزول میں مشترک ہے۔ یہ سورتیں مکی ہیں۔ یہ ساری قصص پر مشتمل ہیں۔

میرے لیے اس کا سورت النحل کے ساتھ اتصال میں ایک اور سبب بھی ظاہر ہوا۔ وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس سورت کے اختتام میں فرمایا:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط (النحل:۱۲۴)

ترجمہ: "صرف ان لوگوں پر سنیچر کی پابندی تھی جنہوں نے اختلاف کیا تھا۔"

اس سورت مبارکہ میں اہلِ سبت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس تورات کا ذکر جمیل ہے جو انہیں دی گئی۔ جیسے کہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" تورات ساری کی ساری سورت بنو اسرائیل کی پندرہ آیات پر مشتمل تھی۔" رب تعالیٰ نے ان کی نافرمانیاں، فساد، مساجد کو برباد کرنے کا ذکر کیا۔ پھر رب تعالیٰ نے ذکر کیا کہ انہوں نے کس طرح حضور اکرم ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ آپ کو مدینہ طیبہ سے باہر نکالنے کی سعی کی۔ آپ ﷺ سے

روح کے بارے سوال کیا۔ پھر اس سورت کا اختتام حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے نو معجزات پر کیا۔ فرعون کو ان کے خطاب سے آگاہ کیا۔ بتایا کہ فرعون نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو نقصان دینے کی کوشش کی۔ تو اسے برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد بنو اسرائیل کو ان کی زمین کا وارث بنا دیا گیا۔ اس میں مدینہ طیبہ کے یہودیوں کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ طیبہ سے باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ عنقریب خود ہی یہاں سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شہر خوباں کے مالک بن جائیں گے۔ یہ اس طرح ہے جس طرح فرعون برباد ہوا تھا جب اس نے بنو اسرائیل کو نقصان دینے کی کوشش کی تھی۔ اس سورت میں مسجد اقصیٰ کے گرنے کا تذکرہ ہے۔ اس کا آغاز سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج پاک سے کیا گیا۔ کیونکہ آپ اس میں تشریف لے گئے تھے۔"

تسبیح سے آغاز کرنے میں حکمت

ابن جوزی نے زاد المسیر میں لکھا ہے "اس جگہ تسبیح سے آغاز کرنے میں دو حکمتیں ہیں۔

1. اہل عرب کا معمول تھا کہ وہ عجیب امر کے وقت تسبیح کیا کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرا کے مخلوق کو تعجب میں ڈال دیا۔
2. گویا کہ اسے ان کے رد کے قائم مقام رکھا۔ کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی معراج کا ذکر فرمایا تو کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ رب تعالیٰ اس امر سے منزہ اور پاک ہے کہ وہ جھوٹے کو اپنا رسول بنائے۔

قاضی تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں لکھا ہے کہ امام سے سوال کیا گیا کہ اس سورت پاک کا آغاز تسبیح سے کیوں کیا گیا ہے جبکہ سورۃ الکہف کا آغاز تحمید سے کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جہاں کہیں بھی ان دونوں کا تذکرہ ہوا ہے تسبیح کو تحمید سے مقدم کیا گیا ہے۔ مثلاً

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ (النصر: ۳)

ترجمہ: "تو اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے۔"

سبحان اللہ والحمد للہ۔

ابن زملکانی نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ سورت معراج پاک پر مشتمل ہے۔ مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی آپ کی تکذیب گویا کہ رب تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ اس کا آغاز سبحان سے کیا گیا کہ رب تعالیٰ اس امر سے پاک اور مطہر ہے کہ جھوٹ

کو اس کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ سورۃ الکہف مشرکین کے اصحاب کہف کے بارے سوال کے بعد میں نازل ہوئی۔ وحی میں بھی تاخیر ہوئی۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ رب تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ اور اہلِ ایمان پر اپنی نعمتوں کو منقطع نہیں فرمائے گا۔ بلکہ کتاب حکیم کو نازل کر کے ان پر اپنی نعمت کو مکمل کرے گا۔ لہٰذا اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے اس کا آغاز حمد سے کیا گیا۔

سبحان اللہ کے بارے گفتگو

حضرت محمود الکرمانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''برہان'' میں لکھا ہے۔ ''اس کلمہ کو اللہ رب العزت نے اپنی ذاتِ والا کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ سورت بنی اسرائیل کی ابتداء اس کے مصدر سورۃ الصف کی ابتداء اور سورۃ الحشر کی ابتداء اس کی ماضی اور سورۃ الجمعۃ اور سورۃ التغابن کی ابتداء اس کے مضارع سے کی۔ سورۃ الاعلیٰ کی ابتداء اس کے امر سے کی تاکہ اس مبارک کلمہ کی ساری صورتیں استعمال ہو سکیں۔ امام حاکم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ''سبحان اللہ'' کے معنی کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''ہر برائی سے رب تعالیٰ کی تنزیہ''

ابن ابی حاتم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سبحان اللہ اسم ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ اپنی تعظیم بیان فرماتا ہے۔ اس کلمہ سے ہر برائی سے کنارہ کش ہوتا ہے۔'' امام ماوردی نے لکھا ہے'' یہ ایسا ذکر ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ اپنی تعظیم بیان فرماتا ہے۔ یہ کلمہ صرف اسی کے لیے موزوں ہے۔'' صاحب النظم نے لکھا ہے کہ لغت میں السَّبح تباعد کو کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ (المزمل: ۷)

ترجمہ: ''یقیناً آپ کو دن میں بڑی مصروفیتیں ہیں۔''

سبحان اللہ کا معنی ہے کہ رب تعالیٰ ہر اس امر سے پاک ہے جو اس کے مناسب نہیں ہے۔ التسبیح کے اور معانی بھی ہیں جنہیں میں نے ''القول الجامع الوجیز لخادم للقرآن العزیز'' میں بیان کیا ہے۔

امام موفق الدین نے شرح المفصل میں لکھا ہے'' جان لو کہ علماء کرام نے اعلام کو معانی پر معلق کیا ہے۔ انہوں نے ان کا اطلاق اعیان پر کیا ہے۔ اس میں سے اہلِ عرب کا قول ''سبحان'' بھی ہے۔ یہ ہمارے نزدیک عَلَم ہے جو تسبیح کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اس کا معنی برأت اور تنزیہ ہے۔ اس سے فعل نہیں ہے یہ ان تسبیح پر دلالت کرتا ہے جو حقیقت میں مصدر ہے۔ اس معنی پر اسے عَلَم بنا دیا گیا ہے۔ یہ اس کی معرفت ہے۔ یہ معرفہ اور الف نون کی زیادتی کی وجہ سے

غیر منصرف ہے۔ شاعر کے اس قول "سبحانه ثم سبحاناً یعود له" میں تنوین کی دو وجوہات لکھی گئی ہیں:

1. یہ ضرورت کے لیے ہے۔
2. اس نے تصور کا ارادہ کیا ہے۔

ضیاء بن العلج نے البسیط میں لکھا ہے کہ یہ سبّح کا مصدر ہے۔ جب انسان سبحان اللہ کہتا ہے یہ سبحان التنزیہ کا مدلول ہے لفظ کا نہیں۔ ہم کہتے ہیں "تسبیح تنزیہ کے معنی میں بھی ہے کیونکہ سَبَّحْتُ کا معنی ہے میں نے رب تعالیٰ کی تنزیہ بیان کی۔ اس وقت تنزیہ کے معنی پر ان کی مطابقت قائم ہوگئی۔ سبحان کو تسبیح پر معلق کرنا درست ہوگیا۔ بطور علم اس کا استعمال بہت قلیل ہے۔

یہ اکثر اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ جب یہ مضاف ہوتا ہے تو یہ علم نہیں ہوتا کیونکہ اعلام مضاف نہیں ہوتے۔ شعر میں "سبحان" کے مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ جس کے لیے وہ علم ہے۔ وہ خود علم نہیں ہے۔

ابن عمرو بن حاجب نے لکھا ہے کہ شاعر کا یہ شعر اس بات کی دلیل ہے کہ سبحان تسبیح کا علم ہے۔

قد قلت لمّا جاء نی فخره　　سبحان من علقمة الفاخر

اگر یہ علم نہ ہوتا تو اسے منصرف کرنا ضروری ہوتا۔ کیونکہ الف اور نون علمیت کے ساتھ غیر منصرف ہوتا ہے۔ الشہاب السمین نے اپنی کتاب الاعراب میں لکھا ہے "ایک قول یہ ہے کہ یہ مصدر ہے کیونکہ اس کا ثلاثی فعل سنا گیا ہے۔ یہ ایسے اسماء میں سے ہے جو مضاف ہو سکتے ہیں۔ یہ مفرد بھی ہو سکتا ہے جب یہ مفرد ہو تو یہ معرفہ ہونے اور الف نون کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے۔ جیسے کہ سابقہ شعر سے عیاں ہے۔ جیسے شاعر کا شعر ہے:

سبحانه ثم سبحانا یعود له　　و قبلنا سبّح الجودی والجمد

ایک قول یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اس طرح کیا گیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد کے قائم مقام ہے۔ اگر اس کے معرفہ ہونے کی نیت کی جائے تو یہ اپنی حالت پر برقرار رہے گا۔ اگر اسے نکرہ سمجھا جائے تو اسے منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔ یہ شعر اس امر کی مدد کرتا ہے کہ وہ مصدر ہو مصدر کا اسم نہ ہو۔ کیونکہ یہ منصرف وارد ہوا ہے۔ پہلے قول کو اپنانے والے سے کہا جائے گا کہ اس کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ یہ نکرہ ہے معرفہ نہیں ہے۔ یہ ان اسماء میں سے ہے جو مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتے ہیں۔ یہ غیر منصرف ہے۔ یہ اس مقدر فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کا اظہار جائز نہیں۔"

حضرت ابو شامہ نے لکھا ہے "جب یہ منصوب ہو تو اس مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہوگا جس کے فعل کا اضمار لازم ہوتا ہے۔ اس کا فعل یا تو فعل امر ہے یا خبر ہے اس صورت میں یہ لفظ دو امور کا احتمال رکھتا ہے یعنی یا تو سبحوا الذی

اسریٰ یا سبح الذی اسریٰ کے معنی میں ہے۔ یعنی رب تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے آپ کی تعریف کی جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا: "الحمد للہ رب العالمین"

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کے مذہب کے مطابق اس میں عامل وہ فعل ہے جو اس کے معنی میں ہے لفظ میں نہیں۔ کیونکہ اس کے لفظ سے فعل نہیں آتا۔ یہ "قعدا القرفصاء و استمل الصماء" کی مثل ہے یہ عبارت یوں ہے۔ "انزہ اللہ تعالیٰ تنزیھا" تیسرے قول کے مطابق یہ "تنزیھا" کے قائم مقام ہو گیا۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے "سبحان" تسبیح کے لیے علَم ہے۔ جیسے عثمان انسان کا نام ہوتا ہے۔ یہ مضمر فعل کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ جو مقدر ہوتا ہے۔ اسے ظاہر کرنا چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ عبارت دراصل یوں تھی: "اسبح اللہ سبحان۔" پھر اسے فعل کے قائم مقام کر دیا گیا۔ یہ اس تنزیہ پر دلالت کرتا ہے جو ان تمام قبائح سے پاکیزگی بیان کرے جنہیں رب تعالیٰ کے دشمن اللہ رب العزت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

امام الطیبی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "اس ترکیب سے یہ مصدر لکھنے سے مقصد تاکید ہے۔ یہ عبارت دراصل یوں تھی اسبح تسبیحا و اسبح سبحان. پھر عامل کو حذف کر دیا گیا اور اس کو اس کے مقام پر رکھ دیا گیا تا کہ اس امر پر دلالت ہو کہ ذات سے مقصود مصدر ہے۔ فعل تابع ہے۔ یہ تنزیہ کے وجود کی سرعت کے بارے خبر دینے کے بارے بتانے کا فائدہ دیتا ہے۔

امام کسائی نے لکھا ہے کہ یہ دراصل منادیٰ ہے۔ اصل عبارت یوں تھی: "یا سبحانك" مگر جمہور نے ان کے اس قول کا انکار کیا ہے۔ اسفاقسی اور السمین نے لکھا ہے کہ کسائی کا یہ قول مردود ہے۔ کیونکہ اس پر حرف نداء کے دخول کے بارے نہیں سنا گیا۔ بعض علماء نے گمان کیا ہے کہ اس کا لفظ تثنیہ کا لفظ ہے اور اس کا معنی بھی اسی طرح ہے۔ جیسے لبیک مگر یہ مؤقف غریب ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اس کا مفرد سُبْحًا ہو اور یہ منصوب نہ ہو بلکہ مرفوع ہو۔ اس کی نون اضافت سے ساقط نہ ہو اور اس پر فتح لازم ہوتا ہے۔

عجیب و غریب تو بات وہ ہے جسے امام ماوردی نے لکھا ہے کہ ابان بن تغلب نے لکھا ہے کہ سبحان کلمہ کی اصل نبطیہ ہے۔ یعنی اس کی اصل شبھانك. اس کو معرب بنا کر سبحانك بنا دیا گیا۔ جسے سبحان کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ وہ اس کا مفعول یہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی تسبیح بیان کی جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فاعل ہو۔ اس کا یہ معنی ہو کہ وہ ذات پاکیزگی بیان کرتی ہے جس نے اپنے بندہ خاص (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سیر کرائی۔

اسریٰ پر بحث

برہان نسفی میں ہے کہ اہل لغت نے لکھا ہے کہ اسریٰ اور سریٰ دو لغتیں ہیں۔ بعض نے اسے رات کے وقت چلنے کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے۔ السمین نے لکھا ہے کہ سریٰ اور اسریٰ سقی اور اسقی کی طرح ہے۔ اس جگہ ہمزہ تعدیہ کے لیے نہیں ہے۔ لیکن ابن مطیہ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ بعبدہٖ کی باء سے متعدی ہے۔ سورۃ البقرہ میں پہلے گزر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ فاعل کے مفعول کے ساتھ مصاحبت کا تقاضا نہیں کرتا لیکن المبرد کا اس سے اختلاف ہے۔

اسفاقسی نے لکھا ہے کہ الباء تعدیہ کے لیے ہے۔ جمہور کے نزدیک ہمزہ اس کے ساتھ ترادف کرتا ہے۔ لیکن المبردی سے اختلاف کرتے ہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ الباء کے ساتھ تعدیہ فاعل کی مفعول کے ساتھ مصاحبت کا تقاضا کرتی ہے۔ مثلاً تم یہ کہو قعدت بہٖ۔ تو اس کے ساتھ مشارکت ضروری ہے۔ خواہ وہ مشارکت ہاتھ کے ساتھ ہی ہو۔ مگر اس آیت طیبہ سے ان کا رد کر دیا گیا ہے۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ (البقرہ:۱۷)

ترجمہ: ''لے گیا اللہ ان کا نور۔''

کیونکہ رب تعالیٰ کا یہ وصف بیان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ نور کے ساتھ چلا گیا۔ لیکن شاعر کا یہ شعر ان دونوں کا رد کرتا ہے:

دیار التی کانت و نحن علی منی　　　تحل بنا لو لا نجاء الرکائب

تحل بنا، تحلنا کے معنی میں ہے۔ اس جگہ باء تعدیہ کے لیے ہے۔ مگر یہ مشارکت کا تقاضا نہیں کرتی۔ کیونکہ دیار حرام نہیں تھے کہ وہ حلال ہو گئے ہیں۔ کیونکہ الباء ہمزہ کے معنی میں ہے۔ ان دونوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ یوں نہیں کہا جا سکتا: اذھبت بزید۔

ابن دحیہ اور ابن منیر نے المبرد کے قول کی تائید کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسریٰ بعبدہٖ سے وہ امور حاصل ہوتے ہیں جو اس طرح کہنے سے حاصل نہیں ہوتے بعث الی عبدہٖ کیونکہ الباء مصاحبت کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی ذات خداوی الطاف کریمانہ، عنایت ربانیہ اور مدد کے لحاظ سے آپ کے ساتھ ساتھ تھی۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے'' آپ ﷺ کی یہ دعا بھی اس امر کی گواہی دیتی ہے۔ '' اللھم انت الصاحب فی السفر 'مولا! سفر میں تو ہی ساتھی ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ جس نے کہا'' مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے لازم ہے کہ میں فلاں کے ساتھ حج کروں گا تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ حج کرے۔ لیکن اگر اس نے کہا'' للہ علی ان احج فلانا'' تو اس پر لازم ہوگا

کہ وہ اپنے مال سے اس کے سفر حج کی مدد کرے۔اس میں فرق یہ ہے کہ الباء مصاحبت کا فائدہ دیتی ہے۔اس کا رد پہلے گزر چکا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اسریٰ السُّریٰ سے ماخوذ ہے۔اس سے مراد رات کے وقت چلنا ہے۔اہلِ عرب رات کے وقت چلنے کو اسریٰ اور سریٰ کہتے ہیں۔یہ اکثر اہلِ عرب کا قول ہے لیکن الحوفی نے لکھا ہے کہ اسریٰ رات کے وقت چلنے کو جبکہ سریٰ دن کے وقت چلنے کو کہا جاتا ہے۔"

الحافظ نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ اسریٰ رات کے اول حصہ میں اور سریٰ رات کے آخری حصہ میں چلنے کو کہتے ہیں۔

یہ معنی اقرب ہے قراء نے اسریٰ میں اختلاف نہیں کیا جبکہ رب تعالیٰ نے اس فرمان:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ۔ (ھود:۸۱)

ترجمہ: "پس آپ لے کر نکل جائیے اپنے اہل و عیال کو۔"

اسے ہمزہ وصلی اور قطعی کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اس میں اس شخص کی گرفت ہے جو یہ کہتا ہے کہ اسریٰ اور سریٰ ایک ہی معنی میں ہیں۔امام سہیلی نے لکھا ہے کہ السُّریٰ سریت سے مشتق ہے۔جب میں رات کے وقت چلوں۔یہ لازم ہے۔جبکہ الاسراء معنی میں متعدی ہے لیکن اس کے مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا کہ یہ ایک ہی معنی میں ہے۔اسریٰ بعبدہٖ کا معنی ہے۔کہ اس ذات نے براق بھیجا۔جو آپ کو سیر کے لیے لایا۔جیسے کہ تم کہو امضیتُ یہ جعلتہ یمضی کے معنی میں ہے۔مفعول کو حذف کر دیا گیا کیونکہ اس پر دلالت قوی ہے۔یہ ذکر کرنے سے مستغنی ہے۔کیونکہ ذکر سے مقصود حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔وہ سواری نہیں جو آپ کو لے کر گئی تھی۔جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کی داستان کا معنی ہے کہ یہ جس بھی سواری پر سوار ہوں۔انہیں اسی پر اپنے ساتھ لے چلیں۔یہ معنی اس وقت ہوگا جب ہمزہ قطعی پڑھا جائے۔جب ہمزہ وصلی ہو تو اس کا معنی ہے کہ رات کے وقت انہیں لے کر چلیں۔اسراء میں تو اس طرح نہیں ہوا تھا۔کیونکہ اس طرح کہنا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں۔"سریٰ بعبدہٖ"

حافظ اور نسفی نے لکھا ہے کہ جو بات یقین سے کہی جا سکتی ہے وہ اس حیثیت سے ہے جس میں اشارہ عاجز آ جاتا ہے۔کیونکہ آپ نے رات کے وقت سفر براق پر کیا تھا۔اگر آج کوئی یوں کہے "سرت بزید" اور وہ مصاحبت کا معنی لے تو اس کا یہ معنی صحیح ہوگا۔

العبد پر کلام

مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ اس جگہ "عبد" سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذات والاصفات ہے۔ لغت میں اس سے ذوالعقول کی نوع میں سے مملوک مراد ہے۔ المحکم میں ہے "العبد سے مراد انسان ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ہو کیونکہ وہ اپنے خالق کا مملوک ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ تعبد سے مشتق ہے۔ اس کا معنی تذلل ہے۔" ابن الانباری نے لکھا ہے کہ عبد سے مراد رب تعالیٰ کے لیے خشوع و خضوع کرنے والا ہے۔ طریق معبد وہ رستہ ہوتا ہے جسے لوگوں نے خوب روندا ہو۔ امام جمال الدین بن مالک نے عبد کی جمع کے بارے دو اشعار لکھے تھے۔ الشیخ نے دو اشعار کے ساتھ اس کا تتمہ لکھا ہے۔ ان سے قبل بھی ایک شعر کا اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

"ابن مالک نے عبد کی جمع کے بارے اشعار لکھے ہیں۔ میں نے ان پر ان کی مثل اضافہ کیا ہے۔ فائدہ اٹھاؤ خوب کوشش کرو۔

عبد کی جمع عباد، عبید اور اعبد آتی ہے۔ اسی طرح اس کی جمع اعابد اور عبدآتی ہے۔ اسی طرح اس کی جمع عُبدان اور عِبدان، عِبدی آتی ہے۔ اگر چاہو تو ان میں توسیع کر لو۔ اعباد، عبود، عبدۃ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ فتح کے ساتھ تخفیف کر لو اسی طرح عبدّان بھی ہے اسی طرح یہ جمع اعبدۃ، عبدون اور عبیدون آتی ہے۔ یہ سیکھ جاؤ۔ تمہیں صحیح رستہ پر چلنا نصیب ہوگا۔"

الاسنوی نے لکھا ہے کہ سیبویہ نے لکھا ہے کہ العبد دراصل صفت ہے لیکن اب اسے اسماء کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ الشیخ زکریا رحمہ اللہ نے فتح الرحمان میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے بعبدہ فرمایا ہے۔ نبیہ یا حبیبہ نہیں فرمایا تاکہ آپ ﷺ کی امت گمراہ نہ ہو جائے یا رب تعالیٰ کی طرف مضاف کر کے عبودیت کا وصف بیان کرنا اشرف مقامات میں سے ہے۔

الاستاذ، ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ مومن کے لیے مقام عبودیت سے افضل، اعلیٰ اور اشرف کوئی مقام نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اشرف مقامات پر اسی نام سے یاد فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: "ہر (عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ۔ (الکہف:۱)

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے نازل فرمائی اپنے بندے پر یہ کتاب۔"

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ (النجم:۱۰)

ترجمہ: ''پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی۔''

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ۔ (الفرقان:۱)

ترجمہ: ''بڑی خیر و برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندے پر۔''

شیخ عبدالباسط البلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے''اسی سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس وصف سے کیوں یاد فرمایا جبکہ اپنے اس فرمان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے سیادت کا وصف بیان فرمایا۔

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا۔ (آل عمران:۳۹)

ترجمہ: ''سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا۔''

امام ابوالقاسم القشیری نے فرمایا ہے:''اسی مفہوم میں یہ اشعار پڑھو:

یا قومِ قلبی عند زهراء   یعرفه السامع والرائی

لا تدعنی الا بیا عبدها   فانّه اشرف اسمائی

ترجمہ: ''اے میری قوم! میرا دل زہراء (محبوب) کے پاس ہے۔ ہر سننے والا اور دیکھنے والا اسے جانتا ہے۔
تم مجھے ''یا عبدھا'' کے لقب سے ہی یاد کرو۔ یہ نام میرے سارے اسماء میں سے افضل ہے۔''

العوفی رحمہ اللہ نے فرمایا:''اس کی وجہ یہ ہے کہ الٰہیت، سیادت اور ربوبیت درحقیقت اللہ رب العزت کے لیے ہیں۔ کسی اور کے لیے نہیں۔ اس کے علاوہ ہر مخلوق کے لیے عبودیت کا وصف حقیقی ہے۔ جب وہ مقام عبودیت میں ہوگا وہ درحقیقت اپنے اصلی مقام پر ہوگا۔ حقیقی مرتبہ اشرف مراتب میں سے ہوتا ہے کیونکہ حقیقت کے بعد مجاز ہوتا ہے حق کے بعد گمراہی ہی ہے۔''

البرہان النسفی نے لکھا ہے''جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج بلند درجات اور رفیع مراتب تک پہنچے رب تعالیٰ نے آپ پر وحی کی:''محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس نام سے پکاروں؟ آپ نے عرض کی:''مولا! اپنی ذات کی طرف عبودیت کی نسبت کو فراموش نہ کرنا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: ''ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات سیر کرائی جس نے اپنے محبوب بندے کو۔''

عبد اور عبودیت کے بارے علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔ الفاظ کے معانی مختلف ہیں۔ ہر ایک نے اپنے مقام و منصب کے مطابق گفتگو کی ہے۔ ابوحفص النیسا پوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:''عبد وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کے اوامر پر

خوشی خوشی عمل کرتا ہے۔ وہ اسے جو بھی حکم کرتا ہے۔" ابن عطاء رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "عبد وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت میں کچھ بھی نہ ہو" الجریری نے لکھا ہے "عبد کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے اخلاق کو اپنا لے" حضرت رویم رحمہ اللہ نے کہا ہے: "عبد کی عبودیت اس وقت متحقق ہوتی ہے جب وہ مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دے۔ اپنی قوت و طاقت سے برأت کا اظہار کرے وہ جان لے کہ سب کچھ اس کے لیے اور اس کے ساتھ ہے۔" حضرت عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "تم اس وقت وصفِ عبودیت سے متصف ہو گے جب تم اپنے آپ کے لیے کچھ بھی ملکیت نہ دیکھو تم یہ سمجھو کہ تم کسی نقصان یا فائدہ کے مالک نہیں ہو۔" رب تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے یہ اشعار لکھے ہیں:

و کنت قدیما اطلب الوصل منهم   فلمّا اتانی العلم و ارتفع الجهل
تیقنت ان العبد لا مطلب له   فان قربوا فضل و ان ابعدوا عدل
ان اظهروا لم یظهروا غیر وصفهم   و ان ستروا والستر من اجلهم یحلو

ترجمہ: "میں قدیمی زمانہ سے ان سے وصال کا متمنی تھا۔ جب میرے پاس علم آیا تو جہالت ختم ہوگئی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ عبد کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ قرب بخش دیں تو یہ فضل ہے اگر وہ دور کر دیں تو یہ عدل ہے۔ اگر وہ ظاہر کریں تو اپنے وصف کے علاوہ کسی کا اظہار نہ کریں اگر وہ مخفی کریں تو ان کی وجہ سے پوشیدگی بھی شیریں ہوتی ہے۔"

امام رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "عبد کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جسم اور روح سمیت معراج کرائی کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ (العلق: ۹، ۱۰)

ترجمہ: "(اے حبیب!) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔"

لیلاً پر گفتگو:

الحافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے "لیلاً" الاسراء کے لیے ظرف ہے یہ تاکید کے لیے ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مجاز کا وہم ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کبھی اس کا اطلاق دن کے وقت چلنے پر بھی ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے یہ سیر رات کے کچھ حصہ میں ہوئی۔ ساری رات میں نہیں ہوئی۔ کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں سرٰی فلان لیلاً۔ جب وہ رات کا کچھ حصہ ہی چلے۔ "سرٰی فی لیلۃ" اس وقت کہتے ہیں جب وہ ساری رات چلے جب یہ چلنا رات کے وقت ہو تو

اسریٰ لیلاً نہیں کہا جاتا۔" رات کے ابتدائی حصہ میں چلنے کو ادلج کہا جاتا ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے فرمایا:

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا۔ (الدخان:۲۳)

ترجمہ: "لے چلو میرے بندوں کو راتوں رات۔"

ابوشامہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے "اسریٰ کو رات کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ سفر رات کے وقت ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا۔ (یونس:٦٧)

ترجمہ: "اور روشن دن بنایا۔"

یعنی اس میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ لیل نائم وساھر کے باب سے ہے یعنی اس میں نیند اور بیداری حاصل ہوتی ہے۔ یہ مجاز کے ابواب میں سے مشہور باب ہے۔

بہت سے لوگوں نے اسے مشکل سمجھا ہے کہ "لیلاً" الاسراء کی ظرف ہو۔اس اشکال کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ الاسراء سے مراد رات کو چلنا ہے۔الاسراء کو جب مطلق رکھا جاتا ہے تو یہ بات سمجھ آجاتی ہے۔کہ یہ رات کے وقت واقع ہوا تھا۔یہ الصبوح فی شرب الصباح کی طرح ہے۔یہ اس قول کا محتاج نہیں ہے۔میں نے وقتِ صبح، صبح کا مشروب پیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حقیقت اسی طرح ہے لیکن اہلِ عرب بعض اوقات یوں کر لیتے ہیں۔خصوصاً جب وہ تاکید کا ارادہ کریں۔تاکید ان کے کلام کی انواع میں سے ایک نوع اور ان کا اسلوب ہے۔عرب کہتے ہیں اخذ بیدیه و قال بلسانه۔ قرآن عزیز میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ۔ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: "اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے۔"

یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ (آل عمران:۱٦٧)

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں اپنے مونہوں سے۔"

فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ (النحل:۲٦)

ترجمہ: "پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے۔"

جریر نے کہا ہے:

سرٰی نحوھا لیلًا کان نجومہ قنادیل فیھن الذبال المنقل

ترجمہ: "وہ رات کے وقت اس کی طرف گیا گویا کہ اس کے ستارے قندیل ہیں جن میں بتیوں کے دھاگے ہیں"۔

ذبال، ذبالۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد فتیلہ ہے۔

الجوہری نے لکھا ہے "لیلاً" اس لیے فرمایا ہے اگرچہ سرٰی کا معنی رات کو سفر کرنا ہی ہوتا ہے تاکہ تاکید حاصل ہو جائے یہ اس طرح ہے: "سرت امس نھارا والبارحۃ لیلاً"۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے "اگر تم کہو کہ الاسراء کا معنی رات کو چلنا ہوتا ہے تو پھر اللیل کا تذکرہ کیوں کیا؟ تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے لیلاً جو نکرہ فرمایا جو اسراء کی مدت کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے لے کر شام تک کا فاصلہ رات کے مختصر حصہ میں طے ہوا۔ حالانکہ یہ چالیس راتوں کی مسافت ہے۔ اس میں تنکیر بعضیت کے معنی پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت "من اللیل" بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴿ (الاسراء: ۷۹)

ترجمہ: "اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو یہ نماز زائد ہے آپ کے لیے"۔

اس آیت طیبہ میں بعض رات قیام کرنے کا حکم ہے۔

ابوشامۃ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: "اس وجہ میں کوئی حرج نہیں۔ امام سخاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "رب تعالیٰ نے فرمایا: لیلاً" الاسراء رات کے وقت ہی سفر کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جو مسافت اس رات کے حصہ میں طے کی گئی وہ چالیس راتوں سے کم مدت میں بھی طے نہیں ہو سکتی تھی۔ معنی یہ ہوگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے ایک حصہ میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام سے اس مقام تک سیر کرائی۔ یہ تعجب کا مقام ہے۔ لیلۃ کی جگہ لیل کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ جب کہا جائے سرٰی لیلۃً تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے ساری رات سفر کیا۔ اگر لَیل کا لفظ ذکر کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں سفر کیا گیا۔

صاحب الفوائد نے علامہ زمخشری کے قول کا تعاقب کیا ہے۔ اس میں الطیبی نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ پھر انہوں نے لکھا ہے: "یہ بھی امکان ہے کہ تنکیر سے مراد تعظیم و تفخیم ہو۔ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سورت کا آغاز ایسے کلمہ سے کیا گیا ہے جو اس تعظیم کی خبر دے رہا ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ وصف عبدیت سے کیا۔ پھر مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا تذکرہ کیا۔ پھر مسجد اقصیٰ کے اردگرد برکت کا تذکرہ کیا۔ زمانہ کی تعظیم کی گئی۔ پھر ان آیات اور نشانیوں کی تعظیم کی گئی جو

اس کی طرف منسوب ہیں۔آیات کو جمع ذکر کیا۔تاکہ یہ آیات کی ساری انواع کو شامل ہو جائے۔ یہ سب کچھ اس امر کی تصدیق کر رہے ہیں جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔مفہوم یہ ہے کہ اس ہستی پاک کی کیا شان ہے جس کو سیر کرائی گئی جس کے لیے مقام عبدیت متحقق ہے۔آپ نے رات کے مختصر حصہ میں عنایات سرمدیہ حاصل کیں۔اس رات کی شان کتنی عظیم ہے۔

ابن المنیر رحمہ اللہ نے فرمایا: "رات کے وقت معراج اس لیے ہوئی کیونکہ یہ خلوت کا وقت ہوتا ہے۔خصوصیت کا وقت ہوتا ہے۔یہ اس نماز کا وقت ہے جو صرف آپ پر فرض تھی۔

قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ (المزمل:۲)

ترجمہ: "(نماز کے لیے) قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑا۔"

اور تاکہ اہل ایمان کے ایمان بالغیب میں اضافہ ہو اور کافر کے لیے فتنہ بنے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئی کرم نوازیاں کیں۔ان میں سے بعض یہ ہیں:

1. چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔جنات کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا۔آپ کے صحابہ کرام کا ان کی آگ دیکھنا۔(صحیح مسلم)

رات کے وقت آپ کا غار کی طرف تشریف لے جانا۔رات اصل ہے۔مہینہ کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔اس کی سیاہی بصارت کی روشنی کے ساتھ ملتی ہے۔اس میں داستان گوئی سے لطف اٹھایا جاتا ہے۔آپ اکثر سفر رات کے وقت ہی کیا کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم رات کا سفر کیا کرو۔رات کے وقت زمین کو سمیٹ دیا جاتا ہے۔رات عبادت کے لیے کوشش کرنے کا وقت ہوتا ہے۔آپ رات کے وقت اتنا زیادہ قیام فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ کے قدمین شریفین سوجھ جاتے تھے۔رات کے وقت قیام کرنا آپ پر واجب تھا۔آپ کی عبادت رات کے وقت زیادہ ہوتی تھی۔اسی لیے آپ کو رات کے وقت ہی معراج کرائی گئی۔تاکہ آپ کی تصدیق کرنے والے کا اجر زیادہ ہو سکے۔تاکہ وہ ایمان بالغیب والوں کی صف میں شامل ہو سکے۔رب تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں رات کو دن سے مقدم ذکر کیا ہے۔ارشاد فرمایا:

وَجَعَلۡنَا الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ اٰیَتَیۡنِ۔ (الاسراء:۱۲)

ترجمہ: "اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو قدرت کی دو نشانیاں۔"

وَہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ﴿۶۲﴾ (الفرقان:۶۲)

ترجمہ: "اور وہ وہی ہے جس نے بنایا ہے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا اس کے لیے جو چاہتا ہے کہ نصیحت قبول کرے یا چاہتا ہے کہ شکر گزار بنے۔"

صحیح روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہمارا رب تبارک وتعالیٰ رات کو جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے تو آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے" ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کروں ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اسے معاف کروں۔"

یہ خصوصیت دن کو عطا نہیں کی گئی۔ حضور ﷺ نے اس رحمت، دوگنا اجر اور دعا کی اجابت کی جلدی کا تذکرہ کیا جو اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ نیز اس میں فلسفیوں کے اس قول کا بھی ابطال ہے کہ رات کی شان میں سے اہانت اور شر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت کئی اقوام کو سرفرازیاں عطا کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ۔ (الانعام:۷۶)

ترجمہ: "پھر جب چھا گئی ان پر رات۔"

فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ۔ (الحجر:۶۵)

ترجمہ: "آپ لے کر نکل جائیے اپنے اہل و عیال کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے۔"

وَوٰعَدۡنَا مُوۡسٰى ثَلٰثِيۡنَ لَيۡلَةً۔ (الاعراف:۱۴۲)

ترجمہ: "اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس راتوں کا۔"

ہم نے ان کے ساتھ مناجات کیں۔ رات کے وقت انہیں اپنے اہلِ خانہ کو لے جانے کا حکم دیا۔ بعض اہلِ اشارات نے لکھا ہے: "جب اللہ تعالیٰ نے رات کی نشانی کو مٹایا:

وَجَعَلۡنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبۡصِرَةً۔ (الاسراء:۱۲)

ترجمہ: "اور بنادیا دن کی نشانی کو روشن۔"

رات کا دل ٹوٹ گیا۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی۔

ابوامامۃ بن نقاش علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ کے حق میں شب معراج لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ جبکہ آپ کی امت کے حق میں لیلۃ القدر افضل ہے۔ کیونکہ امت کو ایک رات عبادت کرنے کا ثواب اسی سال سے زائد ملتا ہے۔ جبکہ شب معراج میں عمل کرنے کے ثواب کا تذکرہ نہ صحیح روایت میں ہے نہ ضعیف میں۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے اسے معین نہیں فرمایا۔ امام بلقینی علیہ الرحمۃ کے اس شعر سے بھی یہی علم ہوتا ہے شب معراج لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

اولاك رؤيته فی ليلة فضلت ليالی القدر فيها الرب ارضاك

ترجمہ: "اس نے اس رات کو آپ کو اپنا دیدار کرایا جو شب قدر سے فضیلت پاگئی اس میں آپ کے رب نے آپ

کو راضی کر دیا۔"

"الاصطفاء" میں ہے: "شاید اس میں یہ حکمت ہے کہ اس میں آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا جو ہر چیز سے افضل ہے۔ اس لیے اسے کسی عمل کا مطلق ثواب نہیں بنایا۔ بلکہ وہ اسے روزِ قیامت اپنے بندوں پر بطور احسان فرمائے گا۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا دن افضل ہے یا رات؟ کسی نے دن کو اور کسی نے رات کو ترجیح دی۔ امام ابو الحسین بن فارس نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس میں ہر ایک کے افضل ہونے کی علیحدہ علیحدہ وجوہات بیان کیں ہیں۔

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پر گفتگو

اس جگہ مِنْ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ علامہ زرکشی نے اپنی کتاب "اعلام الساجد باحکام المساجد" میں لکھا ہے کہ المَسجِد المَفعِل کے وزن پر ہے۔ یہ سجدہ کرنے کی جگہ کا نام ہے۔ یہ فتح کے ساتھ اسم مصدر ہے۔ ابوزکریا الفراء نے لکھا ہے: "ہر وہ فعل جو فَعَلَ يَفْعُلُ کے وزن پر ہو۔ جیسے دَخَلَ يَدْخُلُ تو اس میں المفعل کا صیغہ فتح کے ساتھ آتا ہے۔ خواہ وہ اسم ہو یا مصدر۔ ان میں فرق نہیں ہوتا جیسے دَخَلَ مَدْخَلًا۔ وہ اسماء جن کے عین کلمہ کو کسرہ دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں المسجد، المطلع، المغرب، المشرق وغیرھا۔ انہوں نے کسرہ کو اسم کی علامت قرار دیا ہے۔ بعض اہلِ عرب نے اسے فتح دیا ہے۔ المسجد کو المسجَد اور المطلِع کو المطلَع بھی پڑھا گیا ہے۔ فتح ان سب میں جائز ہے۔ اگرچہ ہم نے اس کے بارے نہیں سنا۔

"الصحاح" میں ہے: "المسجَد انسان کی پیشانی کی وہ جگہ ہے جس پر سجدہ کیا جاتا ہے۔" ابوحفص الصقلی نے اپنی کتاب تثقیب اللسان میں لکھا ہے: "اسے مَسجد پڑھا گیا ہے۔ کئی علماء نے اسی طرح لکھا ہے۔ مسجد چھوٹی چٹائی کو کہا جاتا ہے۔ عرف میں زمین کی ہر جگہ کو مسجد کہا جاسکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزگی بنا دیا گیا ہے۔"

سجدہ نماز کے افضل افعال میں سے ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔ جگہ کا نام اسی سے مشتق کر لیا گیا ہے۔ اسے مسجد کا نام دیا گیا مَرکع نہ کہا گیا عرف میں اس جگہ کو اس نام سے مختص کیا گیا جو پانچ نمازوں کے لیے مختص کی گئی ہو۔ حتیٰ کہ عیدگاہ کو مسجد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح مدارس کو بھی مسجد نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انہیں اس مقصد کے لیے نہیں بنایا گیا۔

"الْحَرَامِ" پر گفتگو

ابوشامہ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "الحرام کی اصل المنع ہے۔ اسی سے بیت الحرام ہے۔ فلاں حرام کہا جاتا ہے یعنی فلاں

محرم ہے۔ یہ حلال کی ضد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے محرم کو ان امور سے روک دیا جاتا ہے۔ جو دوسروں کے لیے جائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح حرم میں ان امور سے روک دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں میں حلال ہیں۔ علامہ ماوردی نے کتاب الجزیہ میں لکھا ہے "ہر وہ جگہ جہاں رب تعالیٰ نے المسجد الحرام کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد حرام ہے۔ مگر رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس سے مستثنیٰ ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ (البقرۃ:۱۴۴)

ترجمہ: "(لو) پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔"

اس سے مراد خانہ کعبہ معظمہ ہے۔ الحافظ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "مسجد حرام کا لفظ دراصل خانہ کعبہ کی حقیقت ہے۔"

رب تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ (آل عمران:۹۶)

ترجمہ: "بیشک پہلا عبادت خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لیے وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ بڑا برکت والا ہے ہدایت کا سرچشمہ سب جہانوں کے لیے۔"

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس اول مسجد کے بارے عرض کی جو روئے زمین پر سب سے پہلے بنائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" بعد میں یہ لفظ اس مسجد کے لیے استعمال فرمایا جو خانہ کعبہ معظمہ کے اردگرد تھی۔ آپ نے فرمایا: "مسجد حرام میں ادا کی گئی ایک نماز کا ثواب اتنی اتنی نمازوں کے برابر ہے۔" آپ نے یہ استعمال تغلیب مجازی کے طور پر کیا۔ اسی طرح اس شخص نے بھی اسے تغلیب مجازی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مسجد حرام سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: "ہر (عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے۔"

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز تھے۔ یہ گھر مکہ مکرمہ کے گھروں میں سے ایک تھا۔

حرم پاک ان کے اردگرد تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ

ترجمہ: "یہ رعایت اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔"

یہ سب کچھ باب تغلیب سے ہے جو مجاز کے لیے جائز ہے۔اس میں وسعت ہے ورنہ مسجد حرام کے لفظ کی جگہ میں اشتراک لازم آتا۔مجاز اس سے اولیٰ ہے۔اشتراک کے بارے کیسے کہا جا سکتا ہے اسے بولتے ہی اس کا اطلاق خانہ کعبہ پر ہوتا ہے۔یا اس مسجد پر ہوتا ہے جو اس کے ارد گرد ہے۔کسی قرینہ کی وجہ سے ہی اس سے پورا مکہ مکرمہ مراد ہو سکتا ہے۔

اقصیٰ پر گفتگو

علامہ برہان الدین النسفی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔''اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی مسجد ہے۔اس کو مسجد اقصیٰ اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اس کے اور مسجد حرام کے مابین بہت زیادہ مسافت ہے۔''علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ اسے مسجد اقصیٰ اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اس سے پرے کوئی مسجد نہ تھی۔الکفیل نے لکھا ہے کہ اس مسجد کے لیے یہ وصف ثابت ہو گیا ہے اگرچہ اس سے پرے اور بھی مساجد ہوں۔جو اس سے بھی دور ہوں کیونکہ جب ایک نام کسی سبب کی وجہ سے معروف ہو جاتا ہے تو سبب کے زائل ہونے سے وہ ختم نہیں ہوتا۔

ابن دحیۃ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:''حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے لے کر بعد کے سارے انبیاء کرام علیہم السلام اسی جگہ سے تشریف لائے۔اسی لیے سارے انبیاء کرام علیہم السلام اسی جگہ جمع ہوئے۔کیونکہ یہ ان کا گھر تھا۔تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ آپ رئیس مقدم اور امام اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

حضرت ابو شامۃ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:''اس سے مراد وہ بیت المقدس ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آباد کیا ہے۔یہ ہمیشہ محترم و مکرم رہا۔یہ ان تین مساجد سے ایک ہے۔جن کی تعظیم اور زیارت کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔یہ مسجد اہلِ مکہ یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دور تھی۔اس لیے اسے الاقصیٰ کہا گیا۔اقصیٰ القصی سے افعل کے وزن پر ہے۔القاصی سے مراد بعید ہے۔

ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے'' آپ کو پہلے مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرائی گئی۔اس میں یہ حکمت کارفرما تھی کہ سرکش پر حق کا اظہار ہو سکے۔اگر مکہ مکرمہ سے آسمان کی طرف سیر کرائی جاتی تو سرکش اور دشمن کے لیے تفصیل و بیان کا راستہ نہ رہتا۔جب انہیں بتایا گیا کہ آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو انہوں نے آپ سے بیت المقدس کی اشیاء کے بارے سوالات کیے۔کیونکہ انہوں نے اسے دیکھا تھا،اسے جانتے تھے۔وہ جانتے تھے کہ آپ پہلے وہاں تشریف نہیں لے گئے۔جب آپ نے انہیں اس کے بارے بتایا تو آپ کی صداقت عیاں ہو گئی کہ آپ نے رات کے قلیل حصہ میں مسجد اقصیٰ کی سیر کی۔جب اتنے سفر کی صداقت ثابت ہو گئی تو بقیہ واقعات کی صداقت خود بخود عیاں ہو جائے گی۔

ایک قول یہ ہے تاکہ آپ ﷺ کی معراج بالکل سیدھی ہو۔ کیونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمان کا ایک دروازہ جسے مصعد الملائکۃ کہا جاتا ہے وہ بیت المقدس کے مقابلہ میں ہے۔ آسمان اس سرزمین سے اٹھارہ میل قریب ہے۔

الحافظ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: ''اس میں اعتراض کی گنجائش ہے'' ایک قول یہ ہے تاکہ آپ ﷺ دونوں قبلوں کو جمع کریں کیونکہ اکثر انبیائے کرام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ کو بھی اس کی طرف جانے کا سفر حاصل ہو جائے تاکہ فضائل کے سارے اسباب جمع ہو جائیں۔ ایک قول کے مطابق یہ حشر کی جگہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آپ کے قدمین شریفین وہاں بھی لگ جائیں۔ تاکہ ان قدمین شریفین کی برکت سے آپ کی امت پر روزِ حشر آسان ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کو وہ قبلہ دکھا دے جس کی طرف مدت تک آپ رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ جس طرح کہ آپ اس خانہ کعبہ کو جانتے تھے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواحِ انبیاء علیہم السلام کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ انہیں آپ کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ ایک قول یہ ہے تاکہ اسے حسًا اور معنًی برکت حاصل ہو جائے۔

ابن دحیۃ نے لکھا ہے ''یہ احتمال بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہو کہ اس سرزمین کو آپ کے قدمین شریفین کی برکت سے مشرف فرما دے۔ تاکہ حضور اکرم ﷺ کی نماز کی برکت سے اس کی تقدیس مکمل ہو جائے۔ جب اس کی تقدیس مکمل ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ''زیارت اور تعظیم کے لیے صرف تین مساجد کی طرف منہ کرنا شرعاً روا ہے۔''

1. مسجد حرام۔ کیونکہ یہ آپ کی ولادت گاہ ہے۔ اسی جگہ سے آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجایا گیا ہے۔
2. مسجد نبوی۔ یہ آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ آپ کا روضہ انور اسی جگہ ہے۔
3. مسجد اقصیٰ۔ کیونکہ یہ آپ کی معراج کی جگہ ہے۔

رموز الکنوز میں ہے: ''اگر کوئی یوں کہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں تھیں۔ رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو آسمان کی طرف جانے کے بارے کیوں نہ بتا دیا؟ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں تاکہ وہ ایمان کی سمت استدراجاً (آہستہ آہستہ) بڑھیں۔ پہلے اسراء کا تذکرہ کیا۔ جب آپ کی صداقت کی علامات عیاں ہو گئیں۔ آپ کی رسالت کے دلائل سچ ثابت ہو گئے۔ وہ اس معجزہ سے مانوس ہو گئے تو انہیں اس معجزہ سے آگاہ فرمایا جو اس معجزہ سے بڑا تھا۔ یعنی آپ کی معراج۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بارے بتایا۔ اللہ رب العزت نے سورۃ النجم نازل کی۔

امام رازی اور برہان نے لکھا ہے ''الیٰ'' کا کلمہ غایت کی انتہاء کے لیے ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان "اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا" کا مدلول یہ ہے کہ آپ مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے تھے۔ اس میں یہ مدلول نہیں کہ آپ اس کے اندر

بھی تشریف لے گئے تھے۔"

میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ محققین نے لکھا ہے جب "الیٰ" انتہائے غایت کے لیے ہو اور قرینہ تقاضا کرے کہ مابعد میں داخل ہو گیا ہو گا تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ جیسے کوئی کہے "قرأت القرآن من اوله الیٰ آخرہ" آخر کا ذکر اس جگہ قرینہ ہے کیونکہ اسے غایت بنایا گیا ہے۔ ایک قول کے مطابق قرینہ یہ ہے کہ سارے قرآن پاک کے حفظ کی وجہ سے کلام مسبوق ہے۔ یہ امر غایت کے خروج کے منافی ہے۔ لہٰذا دخول کا تعین ہو گیا۔ یا قرینہ مابعد کے خروج پر دلالت کرے گا تو اس پر بھی عمل کیا جائے گا۔ جیسے

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ (البقرہ:۱۸۱)

ترجمہ: "پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔"

اسراء کی آیت میں قرینہ یہ علم ہے کہ شاید آپ بیت المقدس کی طرف سیر نہ کرائی گئی ہو۔ شاید آپ اس کے اندر تشریف نہ لے گئے ہوں لیکن صحیح احادیث میں صراحت ہے کہ آپ بیت المقدس میں تشریف لے گئے تھے۔

بارکنا حوله پر بحث

امام راغب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ برکت سے مراد کسی چیز میں خیر الٰہی کا ثبوت ہے اور مبارک وہ ہوتا ہے جس میں خیر ہو۔ "المصباح میں ہے البرکۃ سے مراد نمو اور زیادتی ہے۔ مبارک دراصل مبارک فیہ ہے۔" "النموذج میں ہے" اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ نے کیسے فرمایا: "بارکنا حوله" لیکن "بارکنا علیه یا فیه" نہیں فرمایا۔ جبکہ مسجد کے اندر برکت اس کے اردگرد کی برکت سے زیادہ ہوتی ہے۔ خصوصاً مسجد اقصیٰ میں" ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے مراد دنیاوی برکات جیسے رواں نہریں اور ثمر آور درخت۔ یہ برکات مسجد کے اردگرد ہیں۔ اس کے اندر نہیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دینی برکات ہیں۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مقر تھا۔ یہ ان کی عبادت گاہ اور وحی اور ملائکہ کے نزول کی جگہ ہے۔ رب تعالیٰ نے بارکنا حوله فرمایا تا کہ اس کی برکت عام ہو جائے۔ اس سے مراد مسجد اقصیٰ کے اردگرد وہ امور ہیں جو سرزمین شام اور اس کے اردگرد ہیں۔ یہ بیت المقدس کے رقبہ سے زیادہ ہیں یا گویا کہ بیت المقدس اصل ہے۔ رب تعالیٰ نے جب اس کے اردگرد برکات رکھ دیں ہیں تو اس کے اندر بدرجہ اولیٰ برکات ہوں گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دینی اور دنیوی برکات ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ برکات ہیں جو اس سے پھوٹتی ہیں پھر ساری روئے زمین میں پھیل جاتی ہیں۔ کیونکہ زمین کی ساری نہروں کا منبع بیت المقدس کی چٹان کے نیچے ہے۔

التفسیل میں ہے" اگر کہا جائے کہ مسجد اقصیٰ کے ارد گرد برکت ہے تو پھر مسجد حرام اس سے ممتاز کیسے ہوگی؟ میں کہتا ہوں" مسجد اقصیٰ کے ارد گرد برکات دنیا، شادابی اور سبزہ کے اعتبار سے ہیں۔ جبکہ مسجد حرام کے ارد گرد برکات دین، فضل، اس میں طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور اس کی زیارت کرنے والوں کی نیکیوں کو کئی گنا بڑھادینے کے اعتبار سے ہیں۔ کیونکہ اجر تھکاوٹ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ یہ بے آب وگیاہ وادی ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے دنیاوی شادابی اور وسعت سے منزہ فرمایا ہے۔ تاکہ اس کی طرف قصد دنیا کے قصد کے ساتھ نہ ملا ہو۔ یہ دینی برکت ان دنیاوی برکات سے افضل ہے۔"

لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ط

السمین اور ابن عادل نے لکھا ہے کہ عام قراء نے اسے نریہ پڑھا ہے۔ انہوں نے بارکنا کا اعتبار کیا ہے۔ اس میں غائب سے التفات ہے۔ یعنی اسریٰ بعبدہٖ (غائب) سے بارکنا، نریہ (متکلم) کی طرف التفات ہے۔ حسن نے اسے لیریہٗ پڑھا ہے۔ اس قرأت کے اعتبار سے اس میں چار التفات ہوں گے۔ پہلا التفات غائب سے متکلم کی طرف پھر متکلم سے غائب کی طرف پھر متکلم کی طرف اور پھر غائب کی طرف التفات ہے۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے" التفات بلاغت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔"

الطیبی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمان "سُبۡحٰنَ الَّذِيۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ" یہ آپ ﷺ کی عالم شہادت سے عالم غیب کی سیر پر دلالت کرتا ہے۔ یہ غائب کے ہی مناسب ہے "الَّذِيۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ" برکات کے انزال منزل کی عظیم شان پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تفخیم کے زیادہ مناسب ہے۔ لنریہ یہ مقام سرا اور اس عالم سے غائب ہونے کا اعادہ ہے۔ اس لیے یہاں غائب ذکر کرنا ہی مناسب ہے۔ من آیاتنا یہ گزشتہ امور کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ آپ کے رفیع مقام، قریب اور رب تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وہ مجھ سے سنتا ہے وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔" غائب کی طرف التفات اس جگہ بہت مناسب ہے۔

رؤیت سے مراد وہ عجائب اور نشانیاں ہیں جو اس رات آپ کو دکھائی گئیں۔ جو رب تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ آپ ﷺ نے کیا۔

ابوشامۃ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے" اس جگہ من تبعیض کے لیے ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ نشانیاں حضور امام الانبیاء ﷺ نے ملاحظہ فرمائی تھیں لیکن وہ علامات اور نشانیاں رب تعالیٰ کی ساری علامات، قدرتوں اور نشانیوں کے اعتبار سے بعض ہی تھیں۔ کسی چیز کی ظاہری علامت کو آیت کہا جاتا ہے۔ پھر اس کا غالب استعمال اس

امر پر ہونے لگا۔ جو رسل عظام علیہم السلام کی صداقت، معبود برحق اور کرامات اولیاء پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

برھان میں ہے" اگر کہا جائے کہ یہ آیت طیبہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض آیات ہی دکھائی تھیں۔ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام:۷۵)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے دکھادی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔"

یہ فرمان اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ساری نشانیاں دکھائی تھیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج سے افضل ہو۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں" آسمانوں اور زمینوں کی ملکوت بھی بعض نشانیاں بھی ہیں۔ یہ بھی مخصوص نشانیاں ہیں۔ بعض مطلق بعض مخصوص سے افضل ہے۔ کیونکہ مطلق کو کامل کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔ اس کا مشہور جواب یہ بھی ہے کہ بعض آیاتِ الٰہیہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت سے افضل ہیں۔"

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

السمین نے لکھا ہے کہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ انہ میں ضمیر اللہ رب العزت کے لیے ہے۔ الطیبی نے لکھا ہے" یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ ضمیر العبد کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے ابوالبقاء نے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" وہ ذات بابرکات ہماری گفتگو سماعت کرنے والی ہے۔ ہماری ذات کو دیکھنے والی ہے۔ ضمیر الفعل کو درمیان میں لانا یہ اس احساس کے لیے ہے کہ یہ عزت صرف اسی ذات والا کے ساتھ مختص ہے، شاید اس ضمیر میں جو جواز ہے وہ دونوں امور کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کو دیکھا بھی اور اس کا کلام بھی سنا۔"

علامہ ماوردی نے لکھا ہے" اس جگہ السمیع اور البصیر کو دو وجوہات کی بنا پر ذکر کیا گیا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی ذاتِ والا کا وصف بیان کیا۔ اگرچہ یہ ایسی صفات ہیں جو سارے احوال میں رب تعالیٰ کی ذات کو لازم ہیں کیونکہ اسراء کی شب، رات کی تاریکی میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اسی ذات نے کی تھی۔ آپ کا اس میں نہ دیکھنا آپ کو نقصان نہیں دیتا۔ اس ذاتِ والا نے اپنے عبد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں سنیں اور ہر التجاء کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔
2. جب آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "السمیع" وہ تصدیق یا تکذیب کو سن رہا ہے۔ البصیر

جو کچھ آپ نے معراج کی رات کو کیا تھا۔ وہ رب تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے "وہ ذات بابرکات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو سنتی ہے۔ البصیر وہ آپ کے افعال مبارکہ کو دیکھتی ہے۔ وہ ان کے خلوص اور تہذیب سے آگاہ ہے۔ اسی کے مطابق وہ آپ کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔" علامہ الطیبی اور السکونی نے گرفت نہیں کی۔

صاحب الکفیل نے لکھا ہے "اس جگہ رب تعالیٰ نے دو اوصاف السمیع اور البصیر کا تذکرہ کیا ہے یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ وہ ذات بابرکات خوب جانتی ہے کہ وہ اپنے رسالات اور کرامات کو کہاں رکھے۔ وہ اپنی نشانیوں کو دیکھ رہا ہے جیسے وہ ذات اعلم ہے اسی طرح وہ السمیع اور البصیر بھی ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ سن رہا ہے اسراء کی تصدیق کون کر رہا ہے اور تکذیب کرنے والے کو دیکھ رہا ہے۔" انہوں نے علامہ زمخشری کا سابقہ کلام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "اس کلام میں جزاء کے وجوب اور اس عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ نبوت کے فضائل مکتسبہ ہیں۔" اس عقیدہ سے اجتناب کرو۔

امام غزالی نے لکھا ہے: "سمیع وہ ہوتا ہے جس کے ادراک سے کوئی مسموع نہ چھپ سکے خواہ وہ کتنا ہی مخفی ہو۔ وہ سر اور سرگوشی سن لیتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی ادق اور مخفی چیز کو سن لیتا ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں سخت چٹان پر چلنے والی کالی چیونٹی کے چلنے کی آواز سن سکتا ہے۔ وہ کانوں اور سوراخوں کے بغیر سن لیتا ہے۔ اس کا سننا اس بات سے پاک ہے کہ واقعات اس کی طرف راہ پائیں۔ تم مسموعات کے تغیر سے سمع کی جتنی بھی پاکی بیان کرلو کہ وہ کانوں اور آلہ سے سنتا ہے تم یہ جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں سمع ایسے وصف سے عبارت ہے جس سے مسموعات کی صفات کے کمال منکشف ہوتے ہیں۔ جو اس مسئلہ میں دقتِ نظر سے غور و فکر نہیں کرتا وہ لازماً تشبیہ کے سمندر میں گرجاتا ہے۔ ہوشیار رہو۔ اسے دقیق نظر سے دیکھو۔"

انہوں نے فرمایا ہے "اسی طرح بصیر وہ ذات ہوتی ہے۔ جو دیکھتی ہے مشاہدہ کرتی ہے۔ زیر زمین بھی کوئی چیز اس سے نہیں چھپ سکتی۔ اس کا دیکھنا اس بات سے منزہ ہے کہ وہ پلکوں یا حلقہ سے ہو۔ وہ اس امر سے پاک ہے کہ صورتیں اور رنگ اس کی ذات میں منعکس ہوں جس طرح انسان کے آنکھ کے حلقہ میں اشیاء اور رنگ منعکس ہوتے ہیں۔ یہ تغیرات اور تاثیر حدث کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک اس سے منزہ ہے۔ اس ذات کے حق میں بصر اس وصف سے عبارت ہوگا جس سے مصنوعات کی صفات کا کمال عیاں ہوتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا باب

سورۃ النجم کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ
هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝٥ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝٦ وَهُوَ بِالْاُفُقِ
الْاَعْلٰى ۝٧ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ
اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً
اُخْرٰى ۝١٣ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝١٤ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝١٥ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا
يَغْشٰى ۝١٦ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝١٧ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝١٨ (النجم: ۱ تا ۱۸)

ترجمہ: ''قسم ہے اس تابندہ ستارے کی جب وہ نیچے اترا تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے بڑے دانا نے۔ پھر اس نے بلندیوں کا قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارہ پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفی نے) کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ درماندہ ہوئی چشم مصطفی اور نہ (حدِ ادب) سے آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

اس کے نزول کا سبب

اس کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین نے بکواس کیا حضور نبی کریم ﷺ قرآن پاک خود گھڑ لیتے ہیں۔

ماقبل سے مناسبت

امام رازی اور برہان النسفی نے فرمایا ہے: ''کہا گیا ہے کہ اس سے سابقہ سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اسماء کی قسمیں اٹھائیں ہیں۔ حروف کی قسمیں نہیں۔ جیسے کہ سورۃ الصافات، سورۃ الذاریات اور سورۃ الطور اور یہ سورت مبارکہ۔ پہلی سورت میں قسم وحدانیت کے اثبات کے لیے ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ (الصافات:۴)

ترجمہ: ''تمہارا معبود ایک ہی ہے۔''

دوسری سورت میں وقوع حشر اور جزاء کے لیے قسم اٹھائی۔ جیسے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾ (الذاریات:۶،۵)

ترجمہ: ''بیشک جو وعدہ تم سے کیا گیا وہ سچا ہے اور یقیناً سزا کا دن ضرور آئے گا۔

تیسری آیت طیبہ میں حشر کے وقوع کے بعد عذاب کی ہمیشگی کے لیے قسم اٹھائی۔ فرمایا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ (الطور:۸،۷)

ترجمہ: ''یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔''

اس سورت مبارکہ میں بیانِ نبوت کے لیے قسم اٹھائی۔ فرمایا: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ (النجم:۱)

تاکہ وحدانیت، حشر اور نبوت کے تینوں اصول مکمل ہوسکیں۔ اس کی ماقبل کے ساتھ مناسبت کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کفار نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سرکشی اور بغاوت کی حد کر دی۔ اور آپ کے کلام مبارک پر طعن کیا جیسے کہ اس سورت میں گزر چکا ہے اس سورت میں وہ چیز بیان کی جو آپ کے دعویٰ کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ آپ کے کلام مبارک کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ اسے قسم کے ساتھ مؤکد کر کے بیان کیا۔

اس سے مابعد سورتوں کے ساتھ اس کی مناسبت کئی اعتبار سے ہے:

۱- اس سورت کا اختتام اور اس سورت کا آغاز النجم سے کیا۔

۲- اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو صبر کا حکم دیا۔ فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ (الطور:۴۸)

ترجمہ: ''اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے۔''

صبر ایک مشکل کام ہے۔اس سورت کی ابتداء میں وہ امر ذکر کر دیا جو آپ کی عظیم شان اور رفیع منزلت پر دلالت کرتا ہے۔تا کہ صبر کرنا آپ کے لیے آسان ہو جائے۔

۳- جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ۝۴۹ (الطور:۴۹)

ترجمہ: ''اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عیاں ہو گیا کہ رب تعالیٰ نے آپ کو عمدہ جزاء دی ہے۔پھر فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى ۝۲ (النجم:۲)

ترجمہ: ''تمہاری (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔''

شیخ نے اس کی مناسبت کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے۔وہ یہ کہ سورۃ الطور میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی ذریت کا تذکرہ کیا کہ وہ اپنے آباء کے ہمراہ ہوں گے۔جبکہ اس سورت میں یہودیوں کی اولاد کا ذکر کیا۔فرمایا:

هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ ۚ (النجم:۳۲)

ترجمہ: ''اس وقت سے تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم حمل تھے اپنی ماؤں کے شکموں میں۔''

ابن المنذر اور ابن حبان نے حضرت ثابت بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہودیوں کا چھوٹا بچہ مرجاتا تو وہ اسے صدیق کہا کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:''یہودی جھوٹ بولتے ہیں جو بچہ بھی رب تعالیٰ ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے وہ شقی یا سعید ہوتا ہے۔''اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے حق میں فرمایا:

اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ (الطور:۲۱)

ترجمہ: ''اور ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ہم کمی نہیں کریں ان کے عملوں کی جزاء میں ذرہ بھر۔''

یعنی ہم جو کچھ اولاد کو دیں گے اس کی وجہ سے ان کے آباء کے اعمال میں کمی نہیں کریں گے اس وقت کفار یا کبیرہ گناہ کرنے والوں کے بارے کہا:

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ۝۳۹ (النجم:۳۹)

ترجمہ: ''اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔''

یہ اس امر کے برعکس ہے جو جھوٹے اہلِ ایمان کے بارے فرمایا:

ابوحیان نے لکھا ہے یہ سورت مبارکہ مکی ہے۔ ما قبل کے ساتھ اس کی مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ (الطور:۳۳)

ترجمہ: ''کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی گھڑلیا ہے۔''

انہوں نے آپ کو شعر کی طرف منسوب کیا۔ کاہن کہا، مجنون کہا۔ رب تعالیٰ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ آپ گمراہ نہیں۔
کچھ آپ کے پاس آتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ یہ پہلی سورت مبارکہ ہے۔ جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے حرم پاک میں تلاوت
تھا۔ مشرکین نے اسے سنا تھا۔ آپ نے سجدہ کیا تو ایمان والوں، مشرکین اور جن وانس سب نے سجدہ کیا تھا۔ مگر ابولہب
سجدہ نہیں کیا تھا۔ اس نے مٹھی بھر مٹی لی اور اپنی پیشانی کی طرف لے گیا۔ اس نے کہا: ''یہ کافی ہے'' میں کہتا ہوں ''اس
ابولہب کا ذکر عجیب ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ
سورت جس میں سجدہ تھا وہ النجم تھی۔ حضور ﷺ نے سجدہ کیا سارے لوگوں نے سجدہ کیا۔ مگر ایک شخص نے سجدہ نہ کیا۔ میں
اسے دیکھا اس نے مٹھی بھر مٹی لی اس پر سجدہ کیا۔ میں نے اسے دیکھا کہ اس حالت کفر میں مارا گیا وہ امیہ بن خلف تھا۔
مردویہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا۔ اس وقت جن و
اور درختوں نے سجدہ کیا۔ ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے ''مگر دو افراد نے سجدہ نہ کیا۔ ان میں سے ایک امیہ بن خلف اور دوسرا
بن مغیرہ تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا۔ آپ کے
مسلمانوں، مشرکین اور جن وانس نے سجدہ کیا۔

قسم پر بحث

حضرت شیخ نے الاتقان میں فرمایا ہے: ''کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ کا قسم اٹھانے کا مفہوم کیا ہے۔ اگر وہ اہلِ ا
کے لیے ہو تو وہ تو قسم کے بغیر خبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگر وہ کافر کے لیے ہو تو اس کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ میں ا
جواب دیتا ہوں کہ قرآن پاک لغت عرب کے مطابق نازل ہوا۔ جب وہ تاکید کرنے کا ارادہ کرتے تھے۔ وہ قسمیں اٹھا
تھے۔'' حضرت ابوالقاسم القشیری نے اس کا جواب یہ دیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے کمالِ حجت اور تاکید کے لیے قسمیں اٹھائیں۔
کی وجہ یہ ہے کہ دو افراد کے مابین فیصلہ یا تو گواہی سے ہوتا ہے یا قسم سے۔ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں دو ا
تذکرہ کیا تا کہ کفار کے لیے حجت باقی نہ رہے۔ فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔ (آل عمران:۱۸)

ترجمہ: "شہادت دی اس نے کہ بے شک کوئی خدا نہیں سوائے اس کے اور (یہ گواہی دی) فرشتوں اور اہلِ علم نے۔"

قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ (یونس:۵۳)

ترجمہ: "آپ فرمائیے ہاں! بخدا یہ سچ ہے۔"

ایک اعرابی نے جب رب تعالیٰ کا یہ فرمان سنا:

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۔ (الذاریات:۲۲،۲۳)

ترجمہ: "اور آسماں میں ہے تمہارا رزق اور ہر وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ حق ہے۔"

وہ چیخ اٹھا۔ اس نے کہا: "اس جلیل کو کس نے ناراض کر دیا حتیٰ کہ اس نے قسم اٹھا دی۔" قسم معظم نام کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ کبھی رب تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھائی۔ قرآن پاک میں ایسے سات مقامات ہیں۔

قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ ۔ (یونس:۵۳)

ترجمہ: "آپ فرمائیے ہاں قسم بخدا۔"

قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ۔ (التغابن:۷)

ترجمہ: "فرمائیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا۔"

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ۔ (مریم:۶۸)

ترجمہ: "اے محبوب! تیرے رب کی قسم ہم جمع کریں گے انہیں بھی اور شیطانوں کو بھی۔"

فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ (الحجر:۹۲)

ترجمہ: "پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے ان سب سے۔"

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ (النساء:۶۵)

ترجمہ: "(اے مصطفیٰ) تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔"

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ۔ (المعارج:۴۰)

ترجمہ: "پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی۔"

باقی ساری قسمیں مخلوقات کی ہیں۔ مگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ نے مخلوق کی کیسے قسم کھائی حالانکہ مخلوق کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے؟ ہم اس کا جواب کئی اعتبار سے دیتے ہیں:

1. اس کا مضاف حذف ہے یہ دراصل وَرَبِّ النجم تھا۔
2. اہل عرب ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے۔ ان کی قسمیں اٹھاتے تھے قرآن پاک اسی پر نازل ہوا جسے وہ جانتے تھے۔
3. قسم ان اشیاء کی اٹھائی جاتی ہے۔ قسم اٹھانے والا جنہیں عظیم سمجھتا ہے اور وہ انہیں عظیم سمجھتا ہے۔ رب تعالیٰ سے تو عظیم کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اس نے کبھی اپنی ذات کی قسم اٹھائی اور کبھی اپنی پیدہ کردہ اشیاء کی کیونکہ یہ اسی کی قدرت پر دلالت کرتی تھیں۔"

ابن ابی الاصبع نے اپنی کتاب "اسرار الفواتح" میں لکھا ہے "مصنوعات کی قسم صانع کی قسم کو متلزم ہے کیونکہ مفعول کا ذکر فاعل کے ذکر کو متلزم ہے کیونکہ مفعول کا وجود فاعل کے بغیر محال ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے جس کے ساتھ چاہا قسم اٹھادی لیکن کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم اٹھائے۔ قسم یا ظاہری ہوتی ہے یا مضمر۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

1. جس قسم پر لام دلالت کرتی ہے جیسے:

لَتُبۡلَوُنَّ فِيۡٓ اَمۡوَالِكُمۡ ۔ (آل عمران:۱۸۶)

ترجمہ: "یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے۔"

1. قسم جس پر معنی دلالت کرتا ہے جیسے:

وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ (مریم:۷۱)

ترجمہ: "اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔"

یہاں واللہ مقدر ہے۔

قرآن پاک میں اکثر قسموں کا فعل محذوف ہے۔ ایسی قسمیں واؤ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر یہ باء کے ساتھ ہوں تو فعل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جیسے:

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ ۔ (الانعام:۱۰۹)

ترجمہ: "اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی۔"

يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ ۔ (النساء:۶۲)

ترجمہ: "وہ قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی۔"

تم باء کے ساتھ قسم فعل کے حذف کے ساتھ نہیں دیکھو گے۔ جس نے باللہ کو قسم کہا اس نے خطاء کی ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمان:۱۳)

ترجمہ: "یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔"

بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (الاعراف:۱۳۴)

ترجمہ: "اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔"

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ۚ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ (المائدہ:۱۱۶)

ترجمہ: "وہ عرض کریں گے پاک ہے تو ہر شریک سے کیا مجال تھی میری کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں اور اگر میں نے کہی ہوتی ایسی بات تو تو ضرور جانتا اس کو۔"

ابن قیم نے لکھا ہے: "اللہ رب العزت کچھ امور پر کچھ امور کے ساتھ قسم اٹھاتا ہے۔ وہ اپنے ذات کریمانہ کی صفات کے ساتھ اور ان آیات کی قسم اٹھاتا ہے جو اس کی ذات اور صفات کو متلزم ہیں۔ اس کی اپنی بعض مخلوق کی قسم اٹھانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ چیز اس کی عظیم نشانی ہے۔ قسم یا تو جملہ خبریہ پر ہوگی۔ یہ قسم کثیر ہے جیسے رب تعالیٰ کا یہ فرمان:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ۔ (الذاریات:۲۳)

ترجمہ: "پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ حق ہے۔"

یا قسم جملہ طلبیہ پر ہوگی۔ جیسے رب تعالیٰ کا یہ فرمان:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (الحجر:۹۲،۹۳)

ترجمہ: "پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے ان سب سے اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔"

اس قسم سے کبھی مقسم علیہ کی تحقیق کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اس وقت اس کا تعلق خبر کے ساتھ ہوگا۔ کبھی قسم کی تحقیق مراد ہوتی ہے۔ قسم سے مراد مقسم علیہ کی تاکید اور تحقیق مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا تعلق ایسے امور سے ہو جو عمدہ ہوں۔ جیسے غائب اور خفیہ امور۔ جبکہ ان کے ثبوت پر قسم اٹھائی جائے یا وہ امور مشہور اور ظاہر ہوں جیسے سورج، چاند، رات، دن، آسمان اور زمین۔ اس لیے ان کے ذریعہ قسم اٹھائی جاتی ہے۔ ان پر قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ جس چیز کی رب تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے وہ اس کی نشانیوں میں سے ہوتی ہے۔ روا ہے کہ وہ مقسم بہ ہو۔ لیکن اس کے برعکس نہیں ہو سکتا۔

امام رازی نے لکھا ہے: ''بعض سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے جمع سے قسم اٹھائی ہے۔ جیسے والذاریات۔ بعض میں واحد کے ساتھ قسم اٹھائی ہے جیسے والطور۔ اس نے "والاطوار والبحار" نہیں فرمایا۔ اس میں گفتگو یہ ہے کہ وہ اکثر جمع جن کی قسم رب تعالیٰ نے اٹھائی ہے متحرکات ہیں۔ واحد ہوا ایک جگہ قائم اور ثابت نہیں ہوتی کہ اس پر قسم واقع ہو سکے۔ بلکہ اس کی کئی اقسام ہیں۔ یہ اپنی انواع سے بدلتی رہتی ہے۔ اس کا مقصود ہی تغیر و تبدل سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے والذاریات فرمایا۔ یہ ایک مستقل نوع کی طرف اشارہ ہے۔ غیر مستقل فرد کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ جبکہ پہاڑ ثابت ہوتا ہے اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ ایک پہاڑ طویل عرصہ تک ایک جگہ برقرار رہتا ہے۔ اس لیے اس کی قسم اٹھائی۔ اس طرح ایک ستارے کی قسم اٹھائی۔ اگر وہ "والریح" کہتا تو مقسم بہ کا علم نہ ہو سکتا۔ جبکہ پہاڑ کا علم ہوتا ہے۔ وہ سورتیں جن کا آغاز حروف کو چھوڑ کر اسماء کی قسمیں اٹھا کر کیا گیا ہے تو اس میں قسم اصول ثلاثہ میں سے کسی ایک کے اثبات کے لیے ہے۔ وہ اصول (۱) وحدانیت، (۲) رسالت، (۳) حشر ہیں۔ ایمان انہی کے ساتھ مکمل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں سے صرف ایک سورت میں وحدانیت کے اثبات کے لیے قسم اٹھائی ہے۔ وہ سورۃ الصافات ہے۔ اس میں فرمایا:

اِنَّ اِلٰـهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ۝۴ (الصافات:۴)

ترجمہ: ''کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔''

کیونکہ کفار اگرچہ کہتے تھے کہ آپ نے مختلف معبودان کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ وہ شرک میں مبالغہ کرتے تھے لیکن وہ مختلف حالات اور واقعات میں توحید کی صراحت بھی کرتے تھے وہ کہتے تھے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ (الزمر:۳)

ترجمہ: ''ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اس کا مقرب بنا دیں۔''

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ۚ (العنکبوت:۶۱)

ترجمہ: ''اور اے حبیب اگر آپ پوچھیں ان سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور کس نے فرمانبردار بنا دیا ہے سورج اور چاند کو تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔''

وہ حقیقت میں مبالغہ نہیں کرتے تھے۔ انکار مطلوب اول تھا۔ لہٰذا صرف دلیل پر اکتفاء کیا لہٰذا ان دونوں سورتوں میں زیادہ قسمیں نہیں اٹھائیں۔ بلکہ حضور ﷺ کی صداقت کے اثبات کے لیے قسم اٹھائی۔ آپ کے رسول ہونے پر ایک سورت میں ایک قسم اٹھائی۔ فرمایا:

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ (النجم:۱،۲)

ترجمہ: "قسم ہے اس ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔ تمہارا ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔"

دوسری سورت میں دو قسمیں اٹھائیں۔ فرمایا:

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ (الضحیٰ:۱تا۳)

ترجمہ: "قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی۔ جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔"

آپ کی رسالت کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ نے حروف اور قرآنِ کریم کی بہت سی قسمیں اٹھائیں ہیں۔ ارشاد فرمایا:

یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ﴿۳﴾ (یٰسین:۱،۳)

ترجمہ: "اے سید! قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔"

ہم نے اس کی تفسیر میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی تاکہ قسم میں دلیل کی طرف اشارہ ہو جائے۔ جبکہ بقیہ سورتوں میں مقسم علیہ حشر اور جزاء ہیں تاکہ کفار کا انکار حد سے خارج ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ سورتوں میں جمع مؤنث سالم کی قسمیں اٹھائیں۔ جمع مذکر سالم کی قسم کسی سورت میں نہیں کھائی۔ ارشاد فرمایا: والصّافات۔ (الصافات:۱) والذاریات۔ (الذاریات:۱) رب تعالیٰ یوں نہیں فرمایا: "والصالحین من عبادی" نہ ہی مقربین کی قسم اٹھائی حالانکہ مذکر مؤنث سے افضل ہوتا ہے کیونکہ واؤ اور نون کے ساتھ جمع غالباً ذوالعقول کی ہوتی ہے۔

ہم نے یہ بھی تذکرہ کر دیا ہے کہ ان اشیاء کی قسمیں اٹھانا صرف ایک صورت میں ہوتا ہے جس میں امر ظاہر ہو۔ اور کفار کی طرف سے اعتراف (توحید) بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن رسالت کے لیے معاملہ یوں نہیں ہوتا کیونکہ اس سورت میں اس کا حصول ہوتا ہے جس میں حروف اور قرآن پاک کی قسمیں اٹھائی باقی ہیں۔ حشر اور جزاء کے اثبات کا حصول باقی رہا لیکن حشر کا اثبات اس لیے ہے تاکہ صالح کو ثواب اور سرکش کو عذاب دیا جائے۔ اس کا فائدہ ذوالعقول کو ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ قسم ان کے علاوہ کسی اور چیز کی اٹھائی جائے وہ سورتیں جن میں وحدانیت کے اثبات کے لیے قسمیں اٹھائی جاتی ہیں تو ان میں پہلے ساکنات کی قسمیں اٹھائیں۔ فرمایا: "والصافات" جبکہ بقیہ چار سورتوں میں متحرکات کی قسمیں اٹھائیں۔ فرمایا: "والذاریات، والمرسلات، والنازعات والنادیات" کیونکہ حشر میں جمع ہونا اور منتشر ہونا ہوتا ہے۔ یہ حرکت کے زیادہ مناسب ہے۔ چار سورتوں میں ہواؤں کی قسمیں اٹھائیں جو کہ واضح ہے۔ یہ جمع ہوتی اور منتشر ہوتی ہیں۔ وہ ذات والا

جومختلف ہواؤں کے ذریعے بکھرے بادل کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔وہ ان طریقوں میں سے کسی طریقہ سے متفرق اجزاء کو بھی جمع کرنے پر قادر ہے۔جسے اس کی مشیت پسند کرے۔"

امام رازی نے ایک اور جگہ میں لکھا ہے:"رب تعالیٰ نے نہ تو وحدانیت پر اور نہ ہی نبوت پر زیادہ قسمیں اٹھائی ہیں۔سورۃ الصافات میں رب تعالیٰ نے وحدانیت پر قسم اٹھائی۔نبوت پر اس سورت میں صرف ایک امر کے ساتھ قسم اٹھائی۔ والضحیٰ میں دو امر کے ساتھ قسمیں اٹھائیں۔اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین حشر کے بارے میں ہیں۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ (اللیل:1)

ترجمہ: "قسم ہے رات کی جب وہ ہر چیز پر چھا جائے۔"

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ (الشمس:1)

ترجمہ: "قسم ہے آفتاب کی اور اس کی دھوپ کی۔"

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ (البروج:1)

ترجمہ: "قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے۔"

یہ ساری قسمیں حشر کے بارے ہیں۔کیونکہ توحید کے دلائل کثیر ہیں۔یہ سارے عقلی ہیں۔جیسے کہا گیا ہے:

و فی کل شی له آیة تدل علی انه واحد

ترجمہ: "ہر چیز میں اس کے لیے ایک نشانی ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ واحد ہے۔"

اسی طرح نبوت کے بھی بہت سے دلائل ہیں۔یہ متواتر مشہور معجزات ہیں جبکہ حشر کا امکان عقل سے ثابت ہوتا ہے یہ ظاہر ہے۔لیکن اس کے وقوع کے امکان صرف سماعت سے ثابت ہوتا ہے۔اس کے بارے رب تعالیٰ نے بہت سی قسمیں اٹھائیں تاکہ انسان کو اس پر پورا یقین ہو سکے۔

النجم پر بحث

صاحب القاموس نے لکھا ہے:"المطلع میں ہے کہ طلوع ہونے والے ستارے کو النجم کہا جاتا ہے۔اس کی جمع انجم، انجام، نجوم اور نجم ہوتی ہے۔الثریا کہکشاں کو بھی النجم کہا جاتا ہے۔ایسی جڑی بوٹی کو بھی نجم کہا جاتا ہے جو تنے کو بغیر ہو۔اسی طرح مقررہ وقت کو بھی نجم کہا جاتا ہے۔

ابن عادل نے اللباب میں لکھا ہے" ستارے کو اس کے طلوع کی وجہ سے النجم کہا جاتا ہے طلوع ہونے والے ہر

ستارے کو نجم کہا جاتا ہے اسی طرح "نجم السن والقرن والنبت" کہا جاتا ہے۔ امام قرطبی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ نجم فلان ببلد فلاں نے سلطان کے خلاف بغاوت کی ہے۔

ابن القیم نے لکھا ہے "لوگوں میں اختلاف ہے کہ نجم سے کیا مراد ہے؟ حلبی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک کی قسم اٹھانا ہے کیونکہ وہ تھوڑا تھوڑا حضور ﷺ پر اترا تھا۔ کبھی تین آیات اور کبھی چار آیات اور کبھی ایک سورت اترتی تھی۔ اس طرح بیس سال میں مکمل نازل ہوا۔ یہ عطاء، مقاتل، ضحاک، مجاہد اور فراء کا قول ہے۔ اس قول کے مطابق ھُوِیّ سے مراد بلندی سے نیچے نزول ہوگا۔ اس اعتبار سے قرآن پاک کو اس لیے نجم کہا جاتا ہے کیونکہ یہ متفرق طور پر نازل ہوا۔ اہلِ عرب تفرق کو تنجم اور متفرق کو منتجم کہا کرتے ہیں۔ نجوم الکتابت سے مراد اس کی اقساط ہیں۔ کہا جاتا ہے "جعلت مالی علی فلان نجوما منجّمة کل نجم کذا و کذا" اس سے مراد قرض کی اقساط ہیں۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اہلِ عرب چاند کی منازل کے مطالع بناتے تھے پھر قرض کے لیے اپنی اقساط کو ان کے مطابق مقرر کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے "جب ثریا ستارہ طلوع ہوگیا تو تم پر یہ حلال ہے۔" پھر ہر ہر قسط کو متفرق کر دیا جاتا ہے۔ خواہ اسے طلوع نجم کے ساتھ مختص نہ بھی کیا جائے۔"

امام رازی نے لکھا ہے "اس قسم میں حضور ﷺ کے معجزات کے بارے استدلال ہے آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۳﴾ (یٰسین: ۱ تا ۳)

ترجمہ: "اے سید! قسم ہے قرآن حکیم کی بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں یقیناً آپ راہِ راست پر ہیں۔"

علی بن ابی طلحہ اور عطیہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد ثریا ستارہ ہے۔ جب وہ گرے اور غائب ہو جائے۔ اس صورت میں ھَوٰیَ کا معنی اس کا غائب ہونا ہوگا۔ یہ مجاہد سے دوسری روایت ہے۔ اہلِ عرب نجم بول کر ثریا مراد لیتے تھے۔ شاعر نے کہا:

اذا طلع النجم عشاء　　اتبغی الراعی کساء

ترجمہ: "جب عشاء کے وقت ثریا ستارہ طلوع ہوا تو نگران نے چادر کا تقاضا کیا۔"

حدیث پاک ہے: "جب بھی نجم (ثریا) طلوع ہوا اور زمین میں کوئی وباء ہو تو اسے اٹھالیا جاتا ہے۔" (امام احمد)

اس قول کو ابن جریر اور زمخشری نے پسند کیا ہے۔ السمین نے کہا ہے "یہ صحیح موقف ہے کیونکہ یہ غلبہ کی وجہ سے علم بن گیا ہے۔ عمر بن ابی ربیعہ کا شعر ہے۔

احسن النجم فی السماء الثریا والثریا فی الارض زین النساء

ترجمہ: ''آسمان کا سب سے خوبصورت ستارہ ثریا ہے اور زمین میں ثریا عورتوں کے لیے زینت ہے۔''

امام رازی نے لکھا ہے''اس قول کی مناسبت یہ ہے کہ دیکھنے والے کو ثریا ستارہ سب سے واضح نظر آتا ہے کیونکہ اس کی علامت ہوتی ہے۔ یہ کسی اور ستارے کے ساتھ ملتبس نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے لیے عیاں ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ذات والا بھی واضح معجزات کی وجہ سے ہر ایک سے ممتاز ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی۔ جب ثریا ستارہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو پھل چننے کا موسم قریب آجاتا ہے۔ جب یہ سردی یا گرمی میں طلوع ہوتا ہے تو امراض ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو شک اور امراضِ قلبیہ کم ہو گئیں حکمت کے پھل چنے جانے لگے۔

ابوحمزہ اور ثمالی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ستارے ہیں جو روزِ حشر بکھر جائیں گے۔ یا اس سے مراد الشعراء ستارہ ہے۔ یا اس سے مراد''الزہرہ'' ستارہ ہے۔ الاخفش نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جڑی بوٹی ہے جس کا تنا نہیں ہوتا جیسے کہ ارشادِ پاک ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ (الرحمٰن:٦)

ترجمہ: ''اور آسمان کے تارے اور (زمین) کے درخت اسی کو سجدہ کناں ہیں۔''

اس صورت میں ھویٰ سے مراد اس کا گرنا ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے:''اس سے مراد قوی جسمانیہ کی نشو ونما اور ان کی اصلاح ہے۔ قوت عقلیہ اصلاح کی زیادہ مستحق ہے۔ یہ اصلاح رسل عظام سے ہی ممکن ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ پسندیدہ موقف یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ستارہ ہے جو آسمان پر ہوتا ہے کیونکہ سامع کے لیے یہ امر عیاں ہے۔''اذا ھوی'' اسی پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اس سے مراد قرآن پاک اور پھر ثریا مراد ہے۔'' حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات والا ہے۔ جب آپ شب معراج کو واپس تشریف لائے۔ ھویٰ سے مراد آپ کا واپس تشریف لانا ہے۔''

صاحب السراج رقم طراز ہیں۔''اس تفسیر نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ کیونکہ یہ تفسیر آپ کے ساتھ کئی وجوھات کی بناء پر مطابقت رکھتی ہے۔ آپ نجم ہدایت ہیں۔ اس رات میں آپ پر نماز فرض ہوئی۔ دین میں نماز کے ارفع مقام سے تم آگاہ ہو۔ آپ رات کے وقت آسمان اور زمین میں تاباں ہوئے۔ آپ انتہائی سرعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ رات کے وقت تشریف لے گئے۔ یہ ستارے کے طلوع ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ صاحب بصارت پر یہ امور مخفی نہیں ہیں۔ لیکن ارباب بصیرت ان میں شک نہیں کرتے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ''

مجاہد سے روایت ہے کہ اس سے آسمان کے سارے ستارے مراد ہیں۔ابوعبیدہ نے اس قول کو یقین کے ساتھ کہا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ واحد بول کر جمع مراد لیا گیا ہے۔جیسے شاعر کہتا ہے:

فبانت تعد النجم فی مستحیرۃٍ۔ اس مصرعہ میں النجم بمعنی النجوم ہے۔ایک وجہ یہ ہے لیکن میں اہلِ تاویل میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے یہ قول کیا ہو۔''لیکن میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ حضرت مجاہد سے منقول یہ قول پہلے گزر چکا ہے۔اسے علامہ ماوردی نے حسن سے بھی نقل کیا ہے۔امام رازی لکھتے ہیں۔ان کے مابین مناسبت یہ ہے کہ ستاروں سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔اسی مناسبت اور مشابہت کی وجہ سے ان کی قسم اٹھائی گئی۔حضرت عکرمہ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے''ان سے مراد وہ ستارے ہیں جو شیاطین کو اس وقت مارے جاتے ہیں جب وہ چوری چھپے خبریں سننے جاتے ہیں۔یہ علامہ ماوردی کا قول ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث کرنا چاہا تو آپ کی ولادت سے قبل بہت سے ستارے ٹوٹنے لگے۔ان کی وجہ سے اکثر اہل عرب گھبرا گئے۔وہ کاہن کے پاس گئے۔وہ انہیں حوادثات کے بارے بتاتا تھا۔انہوں نے اس سے ان کے متعلق پوچھا۔اس نے کہا:''ذرا بارہ برجوں کو دیکھو۔اگر ان میں ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو دنیا کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔اگر ان میں سے نہیں ٹوٹ رہے تو عنقریب ایک عظیم امر رونما ہوگا۔اس کو تلاش کرو۔جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو یہی وہ امر عظیم تھا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ①

ترجمہ: ''قسم ہے اس تابندہ ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔''

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ شہاب باری شیاطین کو اہلِ آسمان سے دور کرتے ہیں۔جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام اہلِ زمین سے شیاطین کو دور کرتے ہیں۔''

ابن قیم نے لکھا ہے''حضرت ابن عباس سے منقول روایت سارے اقوال سے اظہر ہے۔رب تعالیٰ نے اس ظاہری اور واضح نشانی کی قسم اٹھائی جسے بطور علامت مقرر فرمایا۔اس کے ذریعہ اپنی وحی کی حفاظت کی تاکہ شیاطین اسے چوری چھپے نہ سن سکیں۔یہ امر پر دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ جو کچھ لے کر تشریف لائے ہیں وہ حق ہے وہ سچ ہے۔شیاطین کو اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔بلکہ ستاروں کے ذریعے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔اس مؤقف کے مطابق مقسم بہ اور مقسم علیہ میں بہت زیادہ ربط پایا جاتا ہے۔مقسم بہ میں مقسم علیہ کے لیے دلیل ہے۔وہ ستارے جو شیاطین کو مارے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔جس سے وہ اپنے دین اور وحی کی حفاظت کرتا ہے۔ان آیات کی حفاظت کرتا ہے جو وہ

اپنے رسل عظام پر نازل کرتا ہے اس سے اس کا دین حق، شریعتِ مطہرہ، اسماء مبارکہ اور صفاتِ مطہرہ کا اظہار ہوتا ہے۔ ان ستاروں کو جو نظر آتے ہیں۔ ان ہدایت دینے والے ستاروں کے لیے نگران اور خدمت گزار بنایا گیا۔ نزولِ قرآن کے وقت اسے نجم کہنا واضح نہیں۔ نہ ہی اس کے نزول کو ھوی کہنا درست ہے۔ نہ ہی قرآن پاک میں ایسا کچھ تذکرہ ہے کہ اس لفظ کو اس معنی پر محمول کیا جائے۔ نہ ہی یہ معنی واضح ہے کہ اس قسم کو ثریا کے ساتھ مختص کیا جائے جب وہ غائب ہو جائے نہ ہی یہ معنی واضح ہے کہ اس سے مراد روزِ حشر ستارے کا ٹوٹ جانا ہے بلکہ یہ ایسا امر ہے جس پر اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے۔ اپنی نشانیوں سے ان کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ وہ اس چیز کے عدم ظہور کی وجہ سے مخاطبین کے لیے دلیل نہیں بناتا۔ خصوصاً جبکہ مخاطبین روزِ قیامت کے منکر ہوں۔ رب تعالیٰ ایسی چیز سے استدلال فرماتا ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس کی مخالفت ممکن ہو۔ اس لیے ابن کثیر اور حسن کا موقف ظاہر ہے۔

ھَوٰی کی وضاحت

السمین نے لکھا ہے ''اذا میں عامل یا تو محذوف فعل قسم ہے اصل عبارت یوں ہوگی۔ **اقسم بالنجم وقت ھویہ**'' لیکن ابوالبقاء وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ مشکل ہے فعل قسم انشاء ہے انشاء حال ہے۔ جبکہ ''اذا'' مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ یہ باہم کیسے مل سکتے ہیں؟ الطیبی نے المقتبس سے نقل کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ''اذا'' سے مستقبل کا معنی لیا جائے تو صرف وقت کے لیے رہ جاتا ہے۔ جسے **آتیك اذا احمرّ البسر** ''یعنی میں تمہارے پاس اس وقت آؤں گا جب کھجوریں سرخ ہو جائیں گی۔ اس سے استقبال کا معنی لے لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس سے غیب ہونے کا وقت ہے'' شیخ عبدالقاہر نے لکھا ہے، جب رب تعالیٰ نے کسی متوقع امر کی خبر دی ہو تو وہ خبر واقع کی مانند ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں تکلف نہیں ہوتا۔ مستقبل محقق ماضی کی طرح ہوتا ہے۔ السمین نے لکھا ہے ''یا یہ مقدر ہوگا۔ یہ نجم سے حال ہوگا کیونکہ اس کی اس حالت کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ جب وہ گر رہا ہو۔ لیکن اس میں دو اعتبار سے مشکل ہے۔

1. نجم ایک جسم ہے زمان اس سے حال نہیں بن سکتا۔ جیسے کہ اس کی خبر نہیں بن سکتا۔
2. اذا مستقبل کے لیے ہوتا ہے وہ حال کیسے ہو سکتا ہے؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نجم سے مراد قرآن پاک کا ایک حصہ ہے۔ قرآن پاک بیس سال میں نازل ہوا۔ یہ حضرت ابن عباس وغیرہما کی تفسیر ہے۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ یہ مقدرہ حال ہے۔ اس کا عامل نجم کا وجود ہے۔ قرآن پاک کی جو مراد ہے۔ یہ ابوالبقاء کا نظریہ ہے لیکن اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ قرآن پاک ظرف میں عمل نہیں کرتا۔

جب اس سے مراد یہ ہو کہ یہ اس مخصوص کتاب کا عَلَم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نجم منجم کے معنی میں ہے گویا کہ یوں کہا گیا:
"القرآن المنجّم فی ھذا الوقت"

المصباح میں ہے "ھَوَی یَھْوِی باب ضرب یضرب سے ہے۔ ھُوَیا اس کا مصدر ہے ابن القوطیۃ نے ھواءً مصدر کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا معنی ہے بلندی سے نیچے آنا۔ شاعر نے کہا ہے:

فشبح بھا الاماعز وھو تھوی ھُوی الدلو اسلمھا الرشاء

ھُوِیّ کو فتح اور ضمہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

امام راغب نے لکھا ہے: "الھوی کا معنی ہے بلندی سے گرنا" پھر لکھا ہے الھُوِیّ کا معنی ہے نیچے گرنا جبکہ الھَوِیّ کا معنی ہے بلندی کی طرف جانا۔ ایک قول یہ ہے لغت میں ھوی کا مقصد ہمیشہ نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ اگر وہ قصد نہ کرے۔ اہلِ لغت نے لکھا ہے ھَوَی یھوِی ھویًا کا معنی ہے بلندی سے گرنا۔ جبکہ ھوی یھوٰی ھویً کا معنی ہے بلند ہونا۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں ھوی اور انھوی دو لغتیں ہیں ان کا معنی ایک ہی ہے شاعر نے ان دونوں کو اس شعر میں جمع کیا ہے۔

ولم منزل لولای طحت کما ھوی باجرامہ من فلۃ النیق منھوی

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس قسم میں ستارے کو اس کیفیت سے مقید اس لیے کیا ہے کیونکہ وہ جب وسطِ آسمان میں ہوتا ہے۔ وہ زمین سے دور ہوتا ہے۔ سفر کرنے والا اس سے راہ نمائی نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ وہ اس سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا علم نہیں حاصل کر سکتا۔ جب یہ نیچے آتا ہے تو جوانب کا تعین ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ بھی اسی وصف سے متصف ہیں۔ آپ ﷺ نے اہلِ ایمان کے لیے رحمت کے پر نیچے کیے۔ آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ پھر ستارہ کو ھویٰ کے ساتھ مختص کیا طلوع کے ساتھ مختص نہ کیا کیونکہ اس سے دینی اور دنیاوی ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ دنیوی راہ نمائی کا تو تذکرہ ہو چکا ہے جہاں تک دینی راہ نمائی کا تعلق ہے تو جیسے کہ حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا:

لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ○ (الانعام: ۷۶)

ترجمہ: "میں پسند نہیں کرتا ڈوب جانے والوں کو۔"

اس میں ایک لطیف نکتہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ نجم کی قسم اٹھانا اس کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے۔ بعض مشرکین ستاروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اس کے روبہ زوال ہونے کے بارے آگاہ کر دیا کہ یہ الٰہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ (النجم:٢)

السمین نے لکھا ہے کہ یہ جواب قسم ہے۔ امام رازی اور برہان النسفی نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ ہم ضلال اور غی میں فرق نہیں کرتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ضلال ھدی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ کہ غی، رشد کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ

(الاعراف:۱۴۶)

ترجمہ: ''اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیوں کو تو بھی نہ ایمان لے آئیں ان پر اور دیکھ بھی لیں راہ ہدایت تو بھی نہ بنائیں اپنا راستہ۔''

تحقیق یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ ضلال کا مختلف مقامات پر اعم استعمال ہے۔ جیسے تم کہو "ضلّ بعیری و رحلی" لیکن تم غوی نہیں کہہ سکتے۔ ضلال سے مراد یہ ہے کہ راہ رو اپنی منزل تک پہنچنے کا سیدھا راستہ نہ پا سکے۔ جب کہ غوایت یہ ہے کہ اس کی منزل کا سیدھا راستہ نہ ہو۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جو مومن صحیح رستہ پر نہ ہو تم اسے انّ سعیہ غیر رشد تو کہہ سکتے ہو۔ لیکن انہ ضالّ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ضال کافر کی طرح ہوتا ہے۔ غاوی فاسق کی طرح ہوتا ہے۔ گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: مَا ضَلَّ یعنی مَا کَفَرَ۔ یہ آیت طیبہ ہماری دلیل ہے۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا ۔ (النساء:٦)

ترجمہ: ''پس اگر محسوس کرو تم ان سے دانائی۔''

یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ الضلال عدم کی طرح ہے جبکہ غوایت درجہ اور مرتبہ میں فاسد وجود کی طرح ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ "مَا جَنَّ" کے معنی میں ہو۔ مجنون ''ضال'' ہوتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان کی طرح ہے:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿٣﴾ (القلم:٢،٣)

ترجمہ: ''آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔''

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ گمراہ نہیں بلکہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ آپ ایسے مرشد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو حریم ناز کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿٤﴾ (القلم:٤)

ترجمہ: ''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔''

یہ اس جگہ اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ (النجم:۳)

ترجمہ: ''اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔''

یہ بھی خلق عظیم ہے۔ رب تعالیٰ نے مَا ضَلَّ سے یہ اشارہ کر دیا کہ آپ ایک رستہ پر گامزن ہیں۔ مَا غَوٰی سے اشارہ کیا کہ آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔ ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' سے یہ اشارہ فرمادیا کہ یہ رستہ ایک وسیع شاہراہ ہے۔ آپ اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ آپ اس کے وسط میں رواں دواں ہیں۔ یہ رستہ منزل مقصود تک جلد پہنچا دیتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ رب تعالیٰ کا فرمان وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نہ گمراہ ہوئے نہ ہی راہ راست سے بھٹکے۔ وہ گمراہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ راہِ راست سے کیسے بھٹک سکتا ہے جو اپنی خواہش سے گویاں بھی نہیں ہوتا۔ گمراہ تو وہ ہوتا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ (ص:۲۶)

ترجمہ: ''اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہِ خدا سے۔''

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ ماغوٰی کا معنی ہے کہ آپ نے نقصان نہ اٹھایا۔ شاعر نے کہا ہے:

فمن يلق خيرا يحمد الناس امره و من يغو لا يعدم على الغي لأ لما

ترجمہ: ''جو بھلائی سے ملاقات کرتا ہے لوگ اس کے معاملہ کی تعریف کرتے ہیں۔ جو اس کی جستجو میں نقصان اٹھاتا ہے لوگ اسے ملامت کرتے ہیں۔''

پھر یہ بھی جائز ہے کہ یہ خبر وحی کے بعد کی ہو۔ یہ بھی روا ہے کہ یہ خبر آپ ﷺ کے عام احوال کی ہو۔ یعنی آپ ہمیشہ سے توحید الٰہی کا اقرار کرنے والے تھے۔ یہی مؤقف صحیح ہے۔

ابن القیم نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم ﷺ سے اس ضلال کی نفی فرمادی جو ہدایت کے منافی ہے اور اس غی کی بھی نفی فرمادی جو رشد کے منافی ہے۔ یہ نفی اپنے ضمن میں یہ گواہی لیے ہوئے ہے کہ آپ ﷺ ہدایت اور رشد پر ہیں۔ ہدایت آپ کے علم مبارک اور رشد آپ کے عمل مبارک میں ہے یہ دونوں اصل ہیں جو بندے کے کمال کی غایت ہیں یہ بندے کی سعادت اور اصلاح ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خلفاء راشدین کو اسی وصف سے یاد فرمایا ہے۔ فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم میری اور میرے بعد خلفاءِ راشدین مہدیین کی سنت کی اتباع کرو۔''

راشد، غاوی کی ضد ہے مہدی، ضال کی ضد ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس نے علم نافع اور عمل صالح سے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا ہو وہ ہدایت والا ہوتا ہے۔ دین حق پر گامزن ہوتا ہے۔ ہدایت یافتہ اور راشد کو وہی شخص ضال اور غاوی کہہ سکتا ہے جو ساری مخلوق سے جاہل ہو۔ اس کا دل سارے دلوں سے اندھا ہو وہ حقیقت انسانیۃ سے سب سے زیادہ دور ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وما انتفاع اخی الدنیا بناظرہ   اذا استوت عندہ الانوار والظلم

ترجمہ: "میرے بھائی نے اس دنیا کو دیکھ کر کیا نفع حاصل کیا جب اس کے نزدیک انوار اور ظلم برابر ہوں۔"

لوگوں کی چار اقسام ہیں:

- ❶ اپنے علم میں ضال، اپنے قصد اور عمل میں گمراہ۔ یہ سارے لوگوں سے سیاہ دل ہوتے ہیں۔ یہی رسل عظام ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔
- ❷ علم میں ہدایت یافتہ، منزل اور عمل میں گمراہ۔ یہ امت میں سے گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔ ہر اس شخص کی یہی حالت ہوتی ہے جو حق کو جانتا ہے لیکن اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔
- ❸ اپنے علم میں گمراہ۔ لیکن اس کا مقصد بھلائی ہوتا ہے لیکن اس سے شعور نہیں ہوتا۔
- ❹ علم میں ہدایت یافتہ اپنے مقصد میں راشد۔ یہ وہ بلند نصیب لوگ ہوتے ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے ورثاء ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد قلیل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام و منصب بہت بلند ہوتا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے برگزیدہ ہوتے ہیں۔

ذرا غور کرو رب تعالیٰ نے کیسے فرمایا: "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ" اس کی جگہ آپ کے اسم گرامی کا تذکرہ نہ فرمایا، تاکہ کفار پر دلیل قائم ہو سکے کہ آپ ان کے عمر بھر کے ساتھی ہیں۔ وہ آپ کے حالات، اقوال اور اعمال سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں وہ آپ کو کسی کذب، گمراہی یا ضلالت کی وجہ سے نہیں جانتے۔ وہ کسی ایک نازیبا بات پر بھی آپ کو ملامت نہیں کر سکتے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرح اشارہ کیا ہے:

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ ۔ (المؤمنین: ٦٩)

ترجمہ: "یا انہوں نے اپنے رسول مکرم کو نہ پہچانا تھا۔"

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ (التکویر: ٢٢)

ترجمہ: "اور تمہارا ساتھی کوئی مجنون تو نہیں۔"

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (النجم:۳)

اللہ رب العزت نے پہلے "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى" ماضی سے تعبیر فرمایا۔ اب مضارع کا صیغہ ذکر فرمایا۔ یہ انتہائی عمدہ ترتیب ہے۔ یعنی اے مشرکین مکہ! جب آپ ﷺ نے تمہیں چھوڑا۔ تمہارے معبودانِ باطلہ سے رخ انور موڑا۔ آپ خلوت گزیں ہوئے تو آپ گمراہ نہیں ہوئے۔ جب اب آپ مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور آپ کو تم پر گواہ مقرر کیا جا چکا ہے تو اب آپ اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں۔ آپ نہ تو پہلے ضال اور غاوی تھے اب تو آپ گمراہی سے بچانے والے مرشد کریم اور ھادی ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس ہستیٔ پاک کو کفر اور عیوب سے بچپن میں بچا لیتا ہے جسے وہ اپنا رسول بنا کر مبعوث کرنا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ معصوم بچپن میں بھی گمراہ نہ ہوئے کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں۔ ابن عادل نے لکھا ہے کہ ینطق میں فاعل یا تو وہ ضمیر ہے جو حضور اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے یا یہ ضمیر قرآن پاک کے لیے ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط (الجاثیہ:۲۹)

ترجمہ: "یہ ہمارا نوشتہ ہے جو بولتا ہے تمہارے بارے میں سچ۔"

ابن قیم نے لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی گفتگو کو اس امر سے منزہ فرما دیا ہے کہ وہ خواہشات سے نکلے۔ اس کمال کی آپ کو ہدایت عطا فرمائی۔ آپ کے بارے اس نے یوں نہ فرمایا: "وما ینطق بالھوٰی" کیونکہ عن الھوٰی سے آپ کی نفی زیادہ ابلغ ہے یہ امر اس بات کو متضمن ہے کہ آپ سے گفتگو آپ کی خواہش سے نکلتی ہی نہیں۔ جب یہ کیفیت ہے تو پھر آپ اس کے ساتھ گفتگو کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ دو امور کی نفی کو متضمن ہے:

- ۱ گفتگو کے صدور سے ھوٰی (خواہشات) کی نفی۔
- ۲ اپنی طرف سے گفتگو کرنے کی نفی۔

آپ حق کے ساتھ گفتگو فرماتے ہیں۔ اس کا منبع ہدایت اور رشد ہے۔ گمراہی اور غوایت اس کا مصدر نہیں ہے۔

اللباب میں ہے کہ نحاس نے لکھا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا ہے کہ اس جگہ "عن" ہونا ہی بہتر ہے یعنی آپ کی گفتگو آپ کی رائے سے نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۴)

ترجمہ: "نہیں ہے یہ مگر وحی جوان کی طرف کی جاتی ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ یہ الباء کے معنی میں ہے۔ یعنی آپ باطل کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار کہتے تھے: "محمد عربی ﷺ اپنی جانب سے قرآن گھڑ لیتے ہیں۔" المصباح میں ہے کہ ھوٰی، ھویتہ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی کسی سے محبت اور پیار کرنا ہے۔ پھر اس کا اطلاق نفس کے میلان اور کسی چیز سے اس کے انحراف پر ہونے لگا۔ پھر مذموم میلان پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے: "اتبع ھواہ"

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ھوٰی کی تفسیر میں سب سے عمدہ قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس سے مراد محبت ہے۔ لیکن نفس کی طرف سے ھویۃ کا معنی اجبتہ ہے۔ ھوٰی کے الفاظ قرب، نزول اور سقوط پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے حاویہ ہے جب نفس خسیس ہو وہ رفعتوں کو ترک کر دیتا ہے۔ وہ غلیظ اشیاء سے پیار کرنے لگتا ہے۔ اس لیے ھوٰی کو نفس امارہ کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے۔"

امام شعبی نے لکھا ہے کہ ھوٰی کو ھوٰی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے صاحب کو گرا دیتی ہے۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ ھوی ایک معبود ہے۔ جس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس کا ایک شدید شیطان ہے۔ سرکش شیطان اس کی خدمت کرتا ہے۔ جو اس کے بت کی پوجا کرتا ہے یا اس کے شیطان کی اتباع کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے اسے ہدایت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ (الجاثیہ: ۲۳)

ترجمہ: "ذرا اس کی طرف تو دیکھو جس نے بنالیا اپنا خدا اپنی خواہش کو اور گمراہ کر دیا ہے اس نے اسے باوجود علم کے اور مہر لگا دی ہے اس کے کانوں اور اس کے دل پر اور ڈال دیا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ پس کون ہدایت دے سکتا ہے اسے اس کے بعد کیا تم غور نہیں کرتے۔"

وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ بِغَیۡرِ ہُدًی مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۰﴾ (القصص: ۵۰)

ترجمہ: "اور کون زیادہ گمراہ ہے۔ اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تین اشیاء نجات دینے والی اور تین اشیاء ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دلانے والی

اشیاء یہ ہیں:

- ❶ اعلانیہ اور پوشیدہ رب تعالیٰ سے ڈرنا۔
- ❷ رضا اور غضب میں عدل کرنا۔
- ❸ فقر اور غنی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

ہلاکت میں ڈالنے والی اشیاء درج ذیل ہیں:

- ❶ ایسا طمع جس کی اتباع کی جائے۔
- ❷ ایسی خواہشات جن کی اتباع کی جائے۔
- ❸ انسان کا اپنی رائے کو عجیب سمجھنا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آسمان کے نیچے کوئی ایسا معبود باطل نہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہو۔ جو رب تعالیٰ کے ہاں اس خواہش سے بڑا ہو جس کی اتباع کی جائے۔" بعض حکماء نے لکھا ہے کہ خواہشات عقلوں کو دھوکا دینے والی اور سیدھے رستہ سے پھیرنے والی ہیں۔ یہ اپنے صاحب کو صحیح سے بیمار اور واضح سے خلل والی چیز کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہ سب سے زیادہ اندھی ہوتی ہیں مگر دیکھ لیتی ہیں۔ یہ سب سے زیادہ بہری ہوتی ہیں مگر سن لیتی ہیں۔ جیسے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "کسی چیز کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔" ایک اور عارف نے کہا ہے: "عقل کی بصیرت کے مطابق انسان اشیاء کو دیکھتا ہے جس کی عقل خواہشات نفسانیہ سے سلامت ہو وہ اشیاء کو ان کی حقیقت پر دیکھ لیتا ہے۔ گندا اور وہ نفس جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ اپنی طبیعت کے مطابق اشیاء کو دیکھتا ہے۔" ایک حکیم کی انگوٹھی میں یہ لکھا ہوا تھا "جس کی عقل پر خواہشات کا غلبہ ہو گیا وہ نادم ہوا۔" ابن درید نے اپنی مقصورات میں لکھا ہے:

و آفة العقل الهوی فمن علا　　　علی هواه عقله فقد نجا

ترجمہ: "خواہشات نفسانیہ عقل کے لیے آفت ہے۔ جس کی عقل خواہشات پر غالب آ گئی وہ نجات پا گیا۔"

اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾ (النجم:۴)

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ بیان کے لیے تکملہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ﴿۳﴾ تو گویا کہ کہنے والے نے کہا "پھر آپ کیسے گفتگو کرتے ہیں؟ کیا دلیل اور اجتہاد سے گفتگو کرتے ہیں؟" فرمایا: "نہیں! یہ حریم ناز سے آنے والی وحی کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ یہ کلام "هو وحی یوحی" سے زیادہ بلیغ ہے۔

"اِنْ" مانفی کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جس طرح ما شرطیہ اِنْ کے معنی میں ستعمال ہوتا رہتا ہے۔

اللباب میں ہے "یُوْحٰی وحی" کی صفت ہے۔ اس صفت کو استعمال کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مجاز کی نفی کرتا ہے۔ یعنی وہ حقیقت میں وحی ہے صرف نام کی وحی نہیں۔ یہ اس قول کی طرح ہے "هذا قول يقال" ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل عبارت یوں تھی: "یُوْحٰی الیه" اس میں مزید فائدہ ہے۔ امام قرطبی نے السجستانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو اس آیت کو "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ" کا بدل بنالو۔ ابن الانباری نے لکھا ہے"یہ غلط ہے کیونکہ ان حفیفہ "ما" کا بدل نہیں ہوسکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تم یوں نہیں کہہ سکتے: "والله ما قمت ان انا تصاعد"

ابن القیم نے لکھا ہے: "ضمیر اس مصدر کی طرف راجع ہے جو فعل سے سمجھا جاتا ہے یعنی "ما نطقه الا وحی یوحی" یہ قول اس شخص کے قول سے عمدہ ہے جس نے کہا ہے کہ یہ ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ یہ فرمان آپ کے قرآن مجید اور سنت مطہرہ کے بارے گفتگو کرنے کو عام ہے۔ کیونکہ یہ دونوں وحی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: "اور اتاری ہے اُس نے آپ پر کتاب اور حکمت۔"

ان سے مراد قرآن پاک اور سنتِ مطہرہ ہیں۔ دارمی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سنت مطہرہ لے کر اسی طرح اترتے تھے جس طرح قرآن مجید لے کر آتے تھے۔" میں کہتا ہوں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے ایک شخص نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے آپ کی رائے کیا ہے جس نے خوشبو لگانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا۔" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر اس کی طرف دیکھا پھر آپ خاموش ہو گئے۔ آپ پر وحی آ گئی جب یہ کیفیت جدا ہوئی تو پوچھا: "سوال کرنے والا کہاں ہے؟" اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے فرمایا: "اپنا جبہ اتار دو۔ خوشبو کے اثرات دھو ڈالو اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ہر وہ چیز لکھ لیتا تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کرتا تھا۔ میں اسے یاد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ قریش نے مجھے روک دیا۔" انہوں نے مجھے کہا: "تم ہر وہ چیز لکھ لیتے ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے ہو۔ آپ بشر (کامل) ہیں۔ آپ رضا اور غصہ کے عالم میں بھی گفتگو فرماتے ہیں۔" میں لکھنے سے رک گیا۔ حتیٰ کہ اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا گیا۔ آپ نے اپنی مبارک اُنگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا: "لکھا کرو۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں

میری جان ہے۔ مجھ سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں صرف حق بات ہی کرتا ہوں۔" بعض صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے ساتھ خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں صرف حق بات ہی کرتا ہوں۔"

امام احمد، امام الطبرانی اور ضیاء نے اپنی صحیح میں حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص کی شفاعت سے دو قبیلوں یا ربیعہ اور مضر میں سے ایک قبیلہ جتنے لوگ جنت میں جائیں گے۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ ربیعہ اور مضر کیا ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ مجھے کہنے کے لیے کہا جاتا ہے۔"

امام رازی نے لکھا ہے: "ھو یا تو معلوم ضمیر ہے یا مذکور ضمیر ہے۔ اس میں دو وجوہات ہیں۔ ان میں سے مشہور یہ ہے کہ یہ معلوم ضمیر ہے۔ اس سے مراد قرآن حکیم ہے گویا کہ فرمایا: "ما القرآن الا وحی" یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے جو کہتا ہے "النجم سے مراد قرآن پاک نہیں"، لیکن وہ شخص جو کہتا ہے ھو الوحی۔ اس میں مذکور ضمیر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ضمیر ضمناً مذکور کی طرف عائد ہے۔ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک اور فرمان عالی شان ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان "وما ینطق عن الھوٰی" اپنے ضمن میں نطق کو لیے ہے اس سے مراد قول اور کلام ہے۔ گویا کہ فرمایا: "وما کلامہ ولا نطقہ الا وحی" اس میں ایک اور وجہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ان کفار کا رد ہے جو کہتے تھے کہ آپ کی باتیں کاہن اور آپ کا کلام کاہن کا کلام ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "ان ھو الا وحی یوحٰی" یہ شاعر کا بھی کلام نہیں۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الحاقۃ: ۴۱،۴۲)

ترجمہ: "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو۔"

رب تعالیٰ کا یہ فرمان "ان ھو الا وحی یوحی" ھو وحی سے ابلغ ہے اس میں مبالغہ فائدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے: "یہ کاہن کا قول ہے یہ شاعر کا قول ہے۔" مراد ان کے قول کی نفی ہے۔ یہ نفی کے صیغہ سے حاصل ہو سکتی تھی۔ فرمایا: "حقیقت اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو" پھر یہ اضافہ کر دیا: "بل ھو وحی"

انوار التنزیل میں ہے: "اس شخص نے اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد روا نہیں سمجھتا۔ اسے یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب آپ پر وحی کی جائے کہ آپ اجتہاد کریں تو وہ آپ کا اجتہاد ہو گا۔ جو آپ کی طرف

منسوب ہو وہ واجب ہوگا۔لیکن اس مؤقف میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔کیونکہ وہ اس وقت وحی سے ہی ہوگا۔"

الطیبی نے لکھا ہے:"یہ آیت طیبہ تنزیل کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں سے کسی استدلال کرنے والے کے لیے استدلال کرنا درست نہیں کہ وہ اجتہاد کے اثبات یا نفی کے لیے استدلال کرے۔کیونکہ ھو کی ضمیر قرآن پاک کے لیے۔کیونکہ بعض مفسرین نے نجم کی تفسیر قرآن حکیم سے کی ہے۔انہوں نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔پھر تابیر النخل کے بارے حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔"

امام رازی نے لکھا ہے:"درست مؤقف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے۔لیکن ظاہر اس کے برعکس ہے۔آپ نے جنگ میں اجتہاد کیا تھا۔آپ نے حرام کیا تھا۔فرمایا:

لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (تحریم:۱)

ترجمہ: "کیوں حرام کرتے ہو جس کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا۔"

آپ نے اجازت دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔ (التوبۃ:۴۳)

ترجمہ: "درگزر فرمایا ہے اس نے آپ سے لیکن کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی۔"

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى پر گفتگو (النجم:۵)

"التبیان" میں ہے:"اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ جس نے آپ کو وحی کی تعلیم دی ہے اس میں ایسے اوصافِ حمیدہ پائے جاتے ہیں جو شیطان میں پائے جانے والے گندے اوصاف کے متضاد ہیں۔جو گمراہی اور غوایت کا ہی سبق پڑھاتا ہے۔یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ہے:

ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝۲۰ (التکویر:۲۰)

ترجمہ: "جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔"

اس ذات کے ایسے اوصاف سے متصف کرنے میں کئی امور پر تنبیہ ہے:

1. اس میں ایسی قوت ہے کہ وہ اپنی طاقت سے شیاطین کو قریب ہونے سے روک سکتا ہے۔کہ شیاطین اس کے قریب ہو کر کلام الٰہی میں کچھ کمی وبیشی کریں۔بلکہ جب اسے شیطان دیکھتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔وہ اس کے قریب نہیں جاتا۔

◆ وہ اس رسولِ کریم ﷺ کا مددگار ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔ وہ اس کا معاون اور ناصر ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (التحریم: ۴)

ترجمہ: "اللہ آپ کا مددگار ہے۔ جبریل اور نیک بخت مومنین بھی آپ کے مددگار ہیں۔"

ایسی ذات جس کی مددگار، معاون اور معلم ہو وہ نصرت یافتہ اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا ہادی اور ناصر ہے۔

◆ جس نے اس رسولِ کریم ﷺ سے عداوت رکھی اس نے ان کے صاحب اور معاون سے دشمنی رکھی۔ وہ حضرت جبرائیل امین ہیں۔ جس نے قوت والے اور شدت والے کے ساتھ عداوت رکھی اس نے خود کو ہلاکت کے لیے پیش کر دیا۔

◆ وہ اس چیز کے نفاذ پر قادر ہے جس کا اسے حکم دیا جاتا ہے اور کوئی اسے یوں کرنے سے روک نہیں سکتا۔

السمین نے لکھا ہے: "علّمه کا فاعل حضرت جبرائیل امین ہیں۔ یہ ظاہر موقف ہے۔ جیسے علامہ ماوردی اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت حسن کے علاوہ سارے علماء کا موقف ہے۔ حضرت حسن نے لکھا ہے کہ اس میں فاعل ذات باری تعالیٰ ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ (الرحمٰن: ۱، ۲)

ترجمہ: "رحمٰن نے (اپنے حبیب) کو سکھایا ہے قرآن۔"

ذو مرۃ کلام کی تکمیل کے لیے ہوگا۔"

اللباب میں ہے: "یہ جائز ہے کہ یہ الھاء حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ہو۔ یہ ہی ظاہری موقف ہے۔ اس کا دوسرا مفعول محذوف ہوگا۔ یعنی علّمه النبی الوحی الی الموحی۔ یہ بھی روا ہے کہ یہ قرآن پاک اور وحی کے لیے ہو۔ اس صورت میں مفعول اول محذوف ہوگا۔ یعنی علمہ النبی۔" امام رازی نے لکھا ہے" بہتر ہے کہ کہا جائے کہ یہ ضمیر حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: "علّم محمدا شدید القوی جبرائیل" یہ ضمیر صاحبکم کی طرف راجع ہوگی۔ شدید القوی سے مراد جبرائیل امین ہیں۔ اس سے مراد آپ کی عملی اور علمی قوی مراد ہیں۔ جو سارے شدید ہیں۔ شدید القوی میں کئی فوائد ہیں:

◆ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے۔ اگر صرف علمه جبرائیل کہہ دیا جاتا ان کے اوصاف ذکر نہ کیے جاتے تو حضور اکرم ﷺ کو ظاہری فضیلت حاصل نہ ہو سکتی۔

◆ اس میں مشرکین کا رد بھی ہے جو کہتے تھے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ فرمایا: "انہیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا انہیں شدید القوی نے سکھایا ہے۔

◈ اس میں حضرت جبرائیل امین کے قول پر وثوق بھی ہے۔شدید القوی سے یہ وثوق محکم ہوتا ہے۔کیونکہ ادراک کی قوت وثوق کے لیے شرط ہوتی ہے۔اسی طرح حفظ کی قوت بھی۔

ان سارے اوصاف کے جامع ہونے کی وجہ سے انہیں شدید القوی کہا ہے۔یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہو گیا۔

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝ (التکویر: ۲۰،۲۱)

ترجمہ: ''جو قوت والا ہے جو مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے سردار اور وہاں کا امین ہے۔''

اللباب میں ہے''یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے کیونکہ یہ مرفوع ہے۔یہ غیر حقیقی ہے۔علامہ زمخشری نے اسی موقف کو یقین کے ساتھ کہا ہے۔صاحب الکفیل نے کہا ہے:''نہیں۔بلکہ یہ اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔انہوں نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔واضح قوت والے کو شدید کہا جاتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے کہا'' آپ کے رب نے آپ کی کتنی عمدہ تعریف کی ہے۔''فرمایا ہے:

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝ (التکویر: ۲۰،۲۱)

ترجمہ: ''جو قوت والا ہے۔مالک عرش کے ہاں،عزت والا ہے۔(سب فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے۔''

آپ کی قدرت اور امانت کا علم کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی:''میری قوت کا عالم یہ ہے کہ مجھے مدائن لوط کی طرف بھیجا گیا۔یہ چار شہر تھے۔ہر شہر میں چار لاکھ جنگجو افراد تھے۔دیگر لوگ ان کے علاوہ تھے۔میں نے انہیں نچلی زمین سے اٹھایا حتیٰ کہ آسمان والوں نے ان کے مرغوں کی اور کتوں کی آوازیں سنیں۔پھر میں نے انہیں الٹا کر نیچے پھینک دیا۔میری امانت کا عالم یہ ہے کہ مجھے جس کا حکم دیا جاتا ہے میں صرف اسی ذات کی طرف اسے لے کر جاتا ہوں جس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا ہے کسی اور کی طرف نہیں لے کر جاتا۔''

حضرت محمد بن سائب نے لکھا ہے:''حضرت جبرائیل امین کی قوت کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے شہروں کو سیاہ پانی کے نیچے سے اٹھایا۔انہیں اپنے پر اٹھایا۔آسمان تک لے گئے۔حتیٰ کہ آسمان والوں نے ان کے مرغوں اور کتوں کی آوازیں سنیں۔پھر انہیں الٹا دیا۔ان کی قوت کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے ابلیس کو دیکھا جو ارض مقدس کی ایک گھاٹی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کر رہا تھا۔انہوں نے اس لعین کو پر مارا اور اسے ہندوستان کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ان کی قوت کا عالم یہ ہے کہ وہ لحظہ بھر میں آسمان سے انبیاء کرام کے پاس آتے اور چلے جاتے۔''

ذو مرۃ پر گفتگو

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ قطرب نے کہا ہے کہ اہلِ عرب میں ہر پختہ اور محکم رائے والے کو ذو مرۃ کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

قد کنت قبل لقاء کم ذا مرّۃٍ　　　عندی لکل مخاصم میزانہ

ترجمہ: ''میں تمہاری ملاقات سے قبل عقل و دانش والا تھا۔ ہر جھگڑنے والے کے لیے میرے پاس میزان ہوتا تھا۔''

حضرت جبرائیل امین کی رائے کی اس پختگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انبیاء علیہم السلام پر وحی پر امین مقرر کیا تھا۔ جوھری نے لکھا ہے المِرۃ قوت اور شدید عقل کو کہتے ہیں۔ اس سے رجل مریر ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

تری الرجل الخیف فتزدریہ　　　وحشو ثبابہ اسد مریر

ترجمہ: ''تم اسے دبلا پتلا دیکھ کر اس سے نفرت کرتے ہو حالانکہ اس کے کپڑے کا بھراؤ قوی شیر ہے۔''

ابن القیم نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ذات ہے جس کا منظر دلکش ہو۔ صورت حسین ہو صاحب جلال ہو۔ شیطان کے یہ اوصاف نہیں ہو سکتے۔ وہ تو رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے قبیح صورت ہے۔ حضرت جبرائیل امین تو ساری مخلوق سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ ساری مخلوق سے زیادہ جمیل اور امین ہیں۔ حضور ایزدی میں ان کا بڑا مقام ہے۔ اس لیے وہ پیغام رسانی کے لیے معتبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم، قوت، حسنِ منظر اور جلالت کے ساتھ ان کا وصف بیان کیا۔ حضور اکرم ﷺ بھی ان اوصاف سے متصف تھے۔ حضور ﷺ ہمارے لوگوں سے زیادہ شجاع، عالم، باجمال اور پاکیزہ نفس تھے۔''

امام نے ذو مرۃ کے بارے لکھا ہے کہ اس میں کئی وجوہ ہیں:

1. قوت والا۔ یہ معنی حضرت مجاہد سے روایت کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے: ''لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرّۃ سوی''۔
2. عقل اور دین میں کمال والا۔
3. دلکش منظر اور عظیم ہیبت والا۔
4. اچھے اخلاق کا مالک۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ماوردی نے پانچویں معنی کا اضافہ کیا ہے وہ ہے: ''غناء والا''

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ ان سارے اوصاف سے متصف ہیں۔ اگر اعتراض کیا

جائے کہ ذومرۃ کا معنی شدید القوی گزر چکا ہے تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس کے قویٰ شدید ہیں اور اسے قوت حاصل ہے؟ اس کا جواب دو اعتبار سے دیا گیا ہے:

- ❶ یہ اس وقت درست نہیں ہوتا جب وصف کے بعد وصف ہو جب یہ بطور بدل ہو تو جائز ہوتا ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا: "علّمه ذو قوة نزل شديد القوى" یہ اس کا وصف نہ رہا۔ اصل عبارت یوں تھی: "ذو قوة عظيمة او كاملة"
- ❷ مرۃ کو مفرد ذکر کرنا بعض اوقات یہ تفصیل بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ ان کے قویٰ شدید مشہور ہیں۔

ان میں ایک اور قوت بھی ہے جسے رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ مختص کیا ہے۔ اس وقت ہم کہیں گے کہ اس سے مراد ذوشدۃ ہوگا۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ "علّمه من قواه شديدة" یعنی ان کے قویٰ بھی شدید ہیں اور ان کی ذات میں بھی شدت ہے۔ بعض اوقات انسان کثیر قوت والا اور چھوٹے جسم والا ہوتا ہے۔ اس میں لطف آور بات یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے شدید القوی سے مراد قوت علم لی ہے ذومرۃ سے قوت جسم مراد لی ہے۔ علم کو جسم سے مقدم کیا۔ جیسے فرمایا:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ (البقرۃ: ۲۴۷)

ترجمہ: "اور زیادہ دی ہے اسے کشادگی علم میں اور جسم میں۔"

"ذو" پر گفتگو پہلے سے گزر چکی ہے۔"

فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ (النجم: ۶،۷)

اللباب میں ہے "مکی نے کہا ہے کہ استوٰی ایک یا زیادہ سے زیادہ دو افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے فراء نے ضمیر کو دو کے لیے بنایا ہے۔"

علامہ ماوردی اور قرطبی نے لکھا ہے: "فاستوٰی یعنی جبرائیل وہ آسمان پر اپنے مقام کی طرف بلند ہوئے۔ اس وقت انہوں نے حضور ﷺ کو سکھا دیا تھا۔" یہ حضرات ابن المسیب اور ابن جبیر کا قول ہے۔

امام نے فرمایا ہے: "یہ مشہور ہے۔ "استوٰی کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے" وہ اس صورت ظاہر ہوئے جس پر رب تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی ہے۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کے پاس انسانی شکل میں حاضر ہوتے تھے جس طرح وہ دیگر انبیائے کرام کے پاس آتے تھے۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "وہ انہیں وہ شکل دکھائیں جس پر رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ انہوں نے دو بار آپ ﷺ کو وہ صورت دکھائی۔ (۱) زمین میں (۲) آسمان پر۔ زمین پر افق اعلیٰ

پر اپنی اصلی صورت دکھائی۔ اس وقت حضور ﷺ غار حراء میں تشریف فرما تھے۔ مشرق کی طرف سے حضرت جبرائیل نمودار ہوئے۔ مغرب تک زمین کو گھیر لیا۔ حضور اکرم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت جبرائیل امین شکل انسانی میں آپ کے پاس آئے۔ اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ چہرہ انور سے غبار صاف کیا۔ جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا: "جبرائیل! میرا خیال نہیں تھا کہ رب تعالیٰ نے کسی کو اس طرح پیدا کیا ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ! میں نے ابھی اپنے صرف دو پر ہی کھولے تھے میرے چھ سو پر ہیں ہر مشرق سے لے کر مغرب تک وسیع ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ تو عظیم خلقت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "میں تو رب تعالیٰ کی مخلوق کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو پیدا فرمایا۔ ان کے چھ سو پر ہیں۔ ہر پر میرے سارے پروں کے برابر ہے۔ وہ کبھی خوفِ الٰہی سے سمٹتے ہیں تو وہ چڑیا کی مانند ہو جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿٢٣﴾ (التکویر: ۲۳)

ترجمہ: "بلاشبہ اس نے اس قاصد کو دیکھا ہے، روشن کنارے پر۔"

آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپ نے انہیں دیکھا۔ انبیاء کرام میں سے صرف حضور اکرم ﷺ نے ہی انہیں اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے: "حضرت جبرائیل امین کی یہ روایت شب معراج کے بارے نہیں ہے۔ بلکہ یہ روایت پہلے کی ہے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ زمین پر جلوہ افروز تھے۔ یہ بعثت کی ابتداء فترۃ وحی سے بعد کا واقعہ ہے۔ اللباب میں ہے" اس کی ضمیر میں دو وجہیں ہیں:

◆ یہ وجہ اظہر ہے کہ یہ مبتداء ہے اور بالافق اس کی خبر ہے۔ ضمیر حضور اکرم ﷺ یا حضرت جبرائیل امین کے لیے ہے۔ پھر اس جملہ میں دو وجوہات ہیں۔

① یہ استوٰی کے فاعل سے حال ہے۔ یہ مکی کا قول ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین اپنی اصلی صورت میں بلند ہوئے۔ اس سے قبل حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس شکل میں نہیں دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں یوں کرنے کے لیے فرمایا۔

② یہ جملہ متانفہ ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "ھو" کا استوٰی میں مستتر ضمیر پر عطف ہے۔ استوٰی کی ضمیر یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ حسن کا قول ہے یا جبرائیل یا حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے۔ یہ ضعیف ہے کیونکہ یوں کہا جاتا ہے استوی ھو و فلان۔ البتہ ضرورت شعری کے لیے کہا جا سکتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام افق اعلیٰ پر اصلی صورت میں جلوہ نما ہوئے کیونکہ وہ شکل انسانی میں آپ

کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جبرائیل افق مشرق پر نمودار ہو گئے۔ انہوں نے افق کو بھر دیا۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابن منذر، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل کو اصلی شکل میں دیکھا۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ ہر پر نے افق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے ہر پر سے جواہرات، موتی اور یاقوت گر رہے تھے۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے فرمایا کہ وہ آپ کو اصلی شکل دکھائیں۔ انہوں نے عرض کی: "آپ اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کریں۔" آپ نے مولائے کریم سے دعا کی۔ مشرق کی طرف سے ایک صورت نمودار ہوئی۔ وہ بلند ہونے لگی، پھیلنے لگی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس آئے چہرہ انور سے غبار صاف کیا۔"

المصباح میں ہے کہ الاُفُق زمین اور آسمان کا کنارہ ہے۔ اس کی جمع آفاق ہے اسے اُفْق بھی پڑھا گیا ہے علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ الافق الاعلیٰ کے بارے تین اقوال ہیں:

1. مطلع الشمس یہ مجاہد کا قول ہے۔
2. وہ افق جہاں سے دن نمودار ہوتا ہے یعنی طلوع فجر۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔
3. افق اسماء یہ آسمان کے کناروں میں سے ایک کنارہ ہے۔ یہ ابن زید کا قول ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

اخذنا بآفاق السماء علیکم لنا قمرا ها والنجوم الطوالع

ترجمہ: "ہم آسمان کے آفاق کے اعتبار سے تم سے برتری پا گئے ہیں۔ اس کے شمس و قمر اور طلوع ہونے والے ستارے ہمارے ہیں۔"

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ (النجم:۸)

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس میں کئی وجوہ ہیں:

سب سے مشہور وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ یعنی اس کے بعد کہ انہوں نے اپنا پر پھیلایا جبکہ وہ افق اعلیٰ پر تھے۔ وہ اس صورت میں متشکل ہوئے جس میں عموماً آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔"

امام قرطبی نے لکھا ہے: "افق اعلیٰ پر استواء کے بعد حضرت جبرائیل حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ مفہوم یہ

ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل کا عظیم جسم دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو انسانی شکل میں لوٹا دیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ یہ جمہور کا قول ہے۔"

اس اعتبار سے تدلّی کے بارے میں تین اقوال ہیں:

❶ الدلو اور ابتدلی کا معنی ایک ہے گویا کہ فرمایا: "دنا فقرب" اللباب میں ہے "فرّاء کا مؤقف یہ ہے کہ فتدلّی میں فاء، واؤ کے معنی میں ہے اصل عبارت یوں ہوگی۔ ثم تدلی علیه الصلوٰۃ والسلام و دنا کہہ سکتے ہو۔ اسی طرح "شتمنی و اساء اور اساء و شتمنی" بھی ہیں۔ شتم اور اساء ایک ہی چیز کا نام ہے۔

رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی طرح ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① (القمر:۱)

ترجمہ: "قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہو گیا۔

یعنی انشق القمر و اقتربت الساعة۔

❷ اس کلام میں تقدم و تاخر ہے دراصل عبارت یوں ہوگی: "ثم تدلّی من الافق فدنا من النبی"

❸ دنا، قصد کے معنی میں ہے یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے قریب جانے کا قصد کیا۔ اس جگہ سے حرکت کی جس میں وہ تھے۔ قریب ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہوئے۔ اس جگہ دنو سے مراد منزلت ہے جیسے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا فرمان سناتے ہوئے فرمایا ہے: "من تقرب مِنّی شبرا تقربت عنه ذراعا و من اتانی یمشی اتیته هرولة" یہ اس معنی کی طرف اشارہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہوئے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہوئے۔ اس میں قرب منزلت کے معنی میں استعمال ہوگا جیسے کہ امام رازی نے لکھا ہے۔ جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ⑨ (النجم:۹)

اللباب میں ہے "اس جگہ مجبوراً دو مضاف محذوف ماننا پڑیں گے۔ اصل عبارت یوں ہوگی "فکان مقدار مسافة قربه منه مقدار مسافة قاب"

امام رازی نے لکھا ہے: "حضرت جبرائیل امین اور حضور اکرم ﷺ کے مابین دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اہلِ عرب اس امر کو اکثر استعمال کرتے تھے۔ ان کے دو امیر یا سردار جب صلح کرتے باہم عہد کرتے تو وہ اپنی دو کمانیں نکالتے ہر ایک اپنی قوس کو اپنے ساتھی کی کمان کے ساتھ ملا لیتا اس طرح کہ اس کا ہاتھ اس کے ساتھی کے ہاتھ کے ساتھ ہوتا۔ ان کے بازو آگے نکلے ہوتے۔ اسے مباتہ بھی کہتے تھے۔ اس اعتبار سے دو کمانوں کے مابین فاصلہ مراد ہوگا۔ یا حضرت جبرائیل امین حریم ناز اور حضور اکرم ﷺ کے مابین سفیر تھے۔ وہ حضور ﷺ کے تابع تھے۔ وہ اسی طرح ہوں گے جس طرح کسی کے ساتھ عہد کیا جائے۔

اللباب میں ہے: "القاب کا معنی القدر ہے۔ تم کہتے ہو: "هذا قاب هذا" یعنی اس کی قدر القیب، القاد، القید اور القیس اس کی مثالیں ہیں۔" جوہری نے لکھا ہے: "یہ دراصل حَابَیْ قبِیں تھا۔ اسے مقلوب کیا گیا ہے۔" حدیث پاک میں ہے: "القاب قوس احد کم من الجنة خير من الدنيا وما فيها" القوس سے مراد معروف قوس (کمان) ہی ہے جس کے ذریعے تیر پھینکے جاتے ہیں۔ یہ مؤنث ہے اس کی تصغیر شاذ ہی ہوتی ہے۔ بعض اہلِ لغت اس کی تصغیر قویس بناتے ہیں۔ مگر وہ تانیث کے بغیر ہوتی ہے۔ قوس کے ساتھ ضرب المثل بیان کی گئی ہے۔ یہ قاب سے جدا نہیں ہوتی۔ اگر چہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ التباس کا اندیشہ نہیں۔"

الواحدی نے لکھا ہے کہ جمہور کہتے ہیں کہ قوس سے مراد وہ کمان ہے جس کے ساتھ تیر پھینکے جاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کلائی ہے کیونکہ اس کے ساتھ روز لگا کر تیر پھینکے جاتے ہیں۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "حضرات سعید بن جبیر، عطاء، ابو اسحاق الہمدانی اور ابو وائل کا قول ہے کہ فکان قاب قوسین سے مراد کلائیوں کی مقدار ہے۔ قوس سے مراد کلائی ہے جس سے ہر چیز کو پھینکا جاتا ہے یہ بعض حجازیوں کی لغت ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ از دشنوءۃ کی لغت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن جریر، ابن منذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ قول راجح ہونا چاہیے۔" الطبرانی، ابن مردویہ اور ضیاء نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "قاب، قید اور قوسان سے مراد کلائیاں ہیں۔" اللباب میں ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: "اَوْ یَزِیْدُوْنَ" اس کا معنی ہے کہ دیکھنے والے کی نظر کے مطابق ان دونوں مقداروں میں سے ایک مقدار۔ ان میں اتنا قرب ہے کہ دیکھنے والا شک نہیں کر سکتا۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس جگہ "اَوْ" شک کے لیے نہیں بلکہ مسافت کی مقدار کی تحقیق کے لیے ہے۔ وہ قوسین کی مقدار سے زائد نہیں۔ جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ (الصافات: ۱۴۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے بھیجا تھا انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔''

یہ اس مقدار کی تحقیق کے لیے ہے وہ یعنی وہ ایک لاکھ سے کم نہ تھے یا ایک فرد زائد تھا۔ اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ (البقرۃ: ۷۴)

ترجمہ: ''پھر سخت ہو گئے تمہارے دل یہ منظر دیکھنے کے بعد بھی۔ وہ تو پتھر کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

یعنی ان کے دل کی قسوت پتھر کی قساوت سے کم نہ تھی۔ اگر وہ پتھر کی قساوت سے زائد ہو گی تو اس سے کم بھی نہ ہو گی۔ یہ معنی اس شخص کے معنی سے احسن، الطف اور ادق ہے جس نے ''او'' کو بل کے معنی میں کیا۔ یہ معنی اس شخص کے معنی سے بھی خوبصورت ہے جس نے اسے دیکھنے والے کے اعتبار سے اسے شک کے لیے بتایا ہے یا اسے ''اَوْ'' کے معنی میں کیا ہے۔ ابن کثیر نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

اللباب میں ہے: ''ادنیٰ اسم تفضیل ہے۔ مفضل علیہ محذوف ہے جو ادنیٰ من قاب قوسین ہے۔ آیت کا معنی یہ ہو گا ''حضرت جبرائیل امین زمین پر افق اعلیٰ پر استواء کے بعد قریب ہوئے۔ اور قریب ہوئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دو کمانوں کے درمیان جتنا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم رہ گیا۔

تنبیہ

اس قریب ہونے والے سے مراد حضرت جبرائیل امین ہیں۔ جو قریب ہوئے ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین دو کمانوں جتنا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ قاضی نے یہ مؤقف جمہور سے روایت کیا ہے۔ ابن کثیر نے ہی صحیح لکھا ہے۔ اکابر صحابہ کرام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے ''کیونکہ سورت کی ابتداء سے حضرت جبرائیل کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں۔ اس آیت طیبہ تک ان کے ہی اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ (النجم: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: ''اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔''

حضور ﷺ نے صحیح حدیث میں اسی طرح تفسیر بیان کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تھے۔ میں انہیں صرف دوبار اس شکل میں دیکھا ہے۔ جس پر ان کی تخلیق ہوئی۔ قرآن پاک کے الفاظ کئی وجوہ کی بناء پر

اس کے بعد کسی اور امر پر دلالت نہیں کرتے۔

1. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "علّمہ شدید القوی" یہ حضرت جبرائیل امین ہی ہیں سورۃ التکویر میں ان کا وصف قوت کے ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے۔
2. فرمایا: "ذو مرۃ" (النجم:٦) یعنی حسنِ خلق۔ سورۃ التکویر میں انہیں الکریم کہا گیا ہے۔
3. فرمایا: "فاستوٰی وھو بالافق الاعلیٰ" یہ آسمان کا کنارہ ہے۔ یہ استواء حضرت جبرائیل کا تھا۔
4. فرمایا: "ثم دنی... ادنی" یہ حضرت جبرائیل کا قرب ہے وہ زمین میں اس جگہ آئے جہاں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ یا شب معراج یہ دنو اور قرب ہوا تھا۔ جبکہ آپ ساتوں آسمانوں کے اوپر تھے۔
5. فرمایا: "ولقد رآہ... المنتھٰی۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرائیل ہی تھے۔ حضور ﷺ نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل تھے۔"
6. "ولقد راٰہ" "دنافتدلّٰی" "فاستوٰی" "وھو بالافق الاعلیٰ" میں ایک ہی ضمیر ہے۔ مناسب نہیں ہے کہ مفسرین کے مابین دلیل کے بغیر ہی مخالفت قائم کی جائے۔
7. اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ وہ ذاتِ والا جو قریب ہوئی افق اعلیٰ پر تھی۔ اس سے مراد آسمان کا افق ہے وہ زمین کے قریب ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک ہوئے۔ وہ دنو اور تدلی جن کا تذکرہ حضرت شریک کی روایت میں ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ ابن کثیر نے اسی بات کو یقین کے ساتھ کہا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے دو بار دیکھا۔ انہوں نے ایک اسے کہا ہے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿١٠﴾ (سورۃ النجم:١٠)

ابن عادل نے امام رازی کی تبع میں کہا کہ اَوْحٰی کے فاعل میں دو وجہیں ہیں:

1. رب تعالیٰ کی ذات والا اس وقت معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف وحی کی۔
2. دوسرے اوحٰی میں فاعل حضرت جبرائیل ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل پر وحی کی جو انہوں نے آگے وحی کی۔ اس اعتبار سے اس ذات میں دو دو جوہات ہیں جن کی طرف حضرت جبرائیل نے وحی کی:
   1. وہ مخصوص ہو۔ اس سے مراد حضرت جبرائیل کا حضور ﷺ پر وحی کرنا ہوگا۔

۴ وہ عام ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل پر وحی کی جو انہوں نے ہر رسول پر نازل کیا۔

اس میں اس امر کی تفصیل ہے کہ حضرت جبرائیل نے اس میں کوئی خیانت نہیں کی جو ان کی طرف وحی کیا گیا۔ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ (الشعراء: ۱۹۳)

ترجمہ: "اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبرائیل)۔"

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ (التکویر: ۲۱)

ترجمہ: "(سب فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے۔"

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ہم کہیں کہ اوحیٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو عبدہٖ سے مراد حضور اکرم ﷺ ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر وہ کچھ نازل کیا جو ہر رسول پر نازل کیا۔

پہلے اوحیٰ کے فاعل میں دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں فاعل حضرت جبرائیل امین ہوں۔ انہوں نے وہ وحی آپ پر نازل کی ہو جو رب تعالیٰ نے ان پر نازل کی تھی۔ حضرت عطاء، کلبی، حسن، ربیع اور ابن زید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس اعتبار سے دوسرے اوحیٰ کے فاعل میں دو وجہیں ہیں:

۱ وہ جبرائیل ہوں۔ حضور اکرم پر حضرت جبرائیل نے وحی کی جو وحی کی۔

۲ فاعل رب تعالیٰ کی ذات ہو یعنی حضرت جبرائیل امین نے حضور اکرم ﷺ پر وہ وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی تھی۔

"ما اوحی" میں کئی وجوہ ہیں:

۱ نماز کی فضیلت۔

۲ کوئی نبی آپ سے اور آپ کی امت سے قبل جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

۳ مَا عموم کے لیے ہے۔ اس سے ہر وہ امر مراد ہوگا جسے لے کر حضرت جبرائیل لائے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ (النجم: ۱۱)

ابن قیم نے لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کے تصدیق کے بارے بتایا ہے کہ دل نے اس کی تصدیق کی جو کچھ چشمانِ مقدس نے دیکھا دل نے آپ کی تصدیق کی۔ اس شخص کی طرح نہ تھا جس نے کسی چیز کو اس کی حقیقت کے برعکس دیکھا۔ دل اس کی بصارت کی تکذیب کر دے۔ بلکہ آپ نے جو کچھ دیکھا دل مبارک نے اس کی تصدیق کر دی۔

آپ نے جان لیا کہ حقیقت اسی طرح ہے۔کہا جاتا ہے: "كذبته عينه و كذب قلبه و كذب جسده" جب انسان کے ظن وگمان کے برعکس امر رونما ہو جائے۔شاعر نے لکھا ہے:

كذبتك عينك ام رائيت بواسط غلس الظلام من الرباب خيالا

ترجمہ: "تیری آنکھ نے جھوٹ بولا ہے یا تو نے رات کی تاریکی کی ظلمت میں رباب کا تصور دیکھا ہے۔"

یعنی تیری آنکھ نے وہ کچھ دکھا دیا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی اسی چیز سے نفی فرمائی ہے۔اس نے بتا دیا کہ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔دل نے اس کی تکذیب نہ کی۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ "الفؤاد" میں دو قول ہیں: اس سے مراد صاحب الفؤاد ہے اسے الفؤاد سے تعبیر کیا۔ کیونکہ یہ جسم کا قطب ہے۔اس سے زندگی قائم ہے یا اس سے مراد فؤاد کا نفس ہے۔کیونکہ اعتقاد کا محل وہی ہوتا ہے۔

اللباب میں ہے کہ ہشام اور ابوجعفر نے کذب کو ذال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔باقیوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔پہلے اعراب کے اعتبار سے معنیٰ یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نے جو کچھ اپنی چشمان سے دیکھا ہے۔آپ کے قلب انور نے اس تصدیق کی۔دارمی نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ المعرفہ کا ہو کیونکہ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔کیونکہ پہلے "الٰی عبده" میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر گزر چکا ہے۔اسی طرح "ما ضل صاحبکم" میں بھی آپ کا ذکر گزر چکا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ یہ ایک ایسا تصور ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔دوسرا ما موصولہ ہے جو مفعول لہ بن رہا ہے۔عائد محذوف ہے رایٰ کا فاعل ضمیر ہے جو حضور اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔تخفیف کی قرأت میں بھی اسی طرح ہے کَذَبَ خود متعدی ہوتا ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ زیر دینے والا محذوف سمجھا ہے اصل عبارت یوں تھی: "فیما رآه" یہ مکی وغیرہ کا قول ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

لو كنت صادقة الذى حدثتنى لنجوت منجا الحارث بن هشام

ترجمہ: "تو جو کچھ مجھے بیان کر رہی ہے اگر تو اس میں سچی ہے تو تو حارث بن ہشام کی طرح نجات پا گئی ہے۔"

اس "فی الذی حدثتنی" ہے۔انہوں نے ما میں دو وجہیں جائز قرار دی ہیں:

1. یہ الذی کے معنی میں ہو۔اس وقت مفہوم یہ ہوگا "جو کچھ آپ نے چشمان مقدس سے دیکھا دل انور نے اسے نہ جھٹلایا۔"
2. یہ مصدریہ ہو۔ابن قیم نے لکھا ہے۔اس کا معنی یہ ہوگا۔"آپ کے دیدار الٰہی کو آپ کے دل نے نہ جھٹلایا۔اس صورت میں دو امور مقدر ہوں گے۔اس میں رؤیت قلب اور رؤیت بصر کی تطابق اور توافق کی خبر دینا ہوگا۔ان میں سے ہر ایک نے دوسری کی تصدیق کی۔یہ تشدید کی قرأت کا ظاہری معنی ہے۔ایک گروہ نے اسے مشکل سمجھا

ہے۔ ان میں مبرد بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس قرأت میں بعد نہیں ہے۔ جب آپ نے اپنے قلب انور سے دیکھا تو دل اقدس سے جان بھی لیا جب علم کا وقوع ہو جائے تو اس کے ساتھ کذب کا احتمال نہیں رہتا۔ جب کوئی چیز دل میں معلوم ہو تو اس کے ہمراہ اس کی تکذیب کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب دو اعتبار سے دیا گیا ہے:

① بعض اوقات ایک انسان بعض اوقات کسی چیز کو اس کی حقیقت کے برعکس دیکھتا ہے۔ اس کا دل اس کی تکذیب کرتا ہے۔ جب وہ اسے معلوم کی صورت کو خلافِ حقیقت دیکھتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اس کی آنکھ اس کی تکذیب کرے۔ اس لیے کہا جاتا ہے "کذب قلبه و کذب ظنه و کذبته عينه" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے اس امر کی نفی فرما دی۔ بتا دیا کہ آپ کے قلب انور سے جو کچھ دیکھا تھا وہ بالکل اسی طرح تھا۔ جیسے کوئی کسی چیز کی اصلی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے۔ لہٰذا یوں کہنا درست ہے "لم تكذبه عينه"

② رأی میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو۔ الفؤاد کی طرف راجع نہ ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا "دل نے اس چیز کی نفی نہ کی جو آنکھ نے دیکھا الحمدللہ! اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا "دل نے تکذیب نہ کی بلکہ اس کی تصدیق کی۔ دونوں قرأتوں میں معنیٰ یہ ہوگا: "نہ تو دل انور نے اس وہم میں ڈالا کہ آپ نے دیکھا حالانکہ آپ نے نہ دیکھا ہو اور نہ ہی آپ کی بصارت نے بہتان لگایا۔"

اللباب میں ہے۔ امام رازی نے بھی اسی طرح لکھا ہے "یہ بھی جائز ہے کہ رآی کا فاعل اسی ضمیر میں ہو جو الفؤاد کی طرف راجع ہو۔ یعنی آپ کے قلب انور نے اس چیز میں شک نہ کیا جو آپ کی آنکھ نے دیکھا۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ کے قلب انور نے حضرت جبرائیل امین کی اس صورت کی تکذیب نہ کی جو آپ نے چشمان مقدس سے دیکھی۔ دل انور نے یوں نہ کہا کہ میں اسے نہیں جانتا جو کچھ آپ نے مشاہدہ کیا اگر وہ اس طرح کرتا تو وہ جھوٹا ہوتا۔ کیونکہ اس نے جان لیا تھا۔ آپ نے چشمانِ مقدس سے دیکھا۔ دل نے اسے جان لیا۔ اسے شک نہ رہا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ حق ہے۔ یہ تخفیف کی قرأت کے مطابق معنی ہے۔ تشدید کی قرأت کے مطابق اس کا معنی یہ ہے "اس نے یوں نہ کہا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا تھا وہ مخفی تھا۔ اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ رائی کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ دل انور ہے۔ گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: "جو کچھ قلب انور نے دیکھا اس نے اس تکذیب نہ کی۔ اس نے یہ نہ کہا کہ یہ جن یا شیطان ہے۔ بلکہ اسے یقین ہو گیا جو آپ نے اپنے قلبِ انور سے دیکھا۔ وہ سچ اور صحیح تھا۔ رائی سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بَصر ہے یعنی دل نے اس کی تکذیب نہ کی جو بصارت نے دیکھا۔ دل نے اسے خیال نہ سمجھا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ "ال" جنس کے لیے معنی یہ ہوگا کہ قلوب نے اس کی تکذیب نہ کی جو حضور اکرم ﷺ نے مشاہدہ کیا تھا۔ دلوں نے اس کی صحت کی

گواہی دے دی جو محمد عربی ﷺ نے دیکھا تھا۔

المرئی کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل کو دیکھا انہوں نے سبز رفرف کے دو حلے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے آسمان اور زمین کے مابین فضاء کو گھیر رکھا تھا۔

اسے امام ترمذی اور امام فریابی نے روایت کیا ہے اسے صحیح لکھا ہے ایک قول میں اس سے مراد آیاتِ عجیبہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے قلبِ انور کے ساتھ رب تعالیٰ کی زیارت دو بار کی۔ (مسلم)

تیسرے باب "رؤیت باری تعالیٰ" میں اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰى ⑫ (النجم:۱۲)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے انکار اور مخالفت کا انکار کیا ہے۔ جیسے کہ عالم کے لیے جاہل کی مخالفت کا انکار کیا جاتا ہے۔

اللباب میں ہے: "الاخوان نے اسے "افتمرونه" پڑھا ہے۔ باقیوں نے اسے تمارونہ پڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور شعبی نے اسے افتمرونه پڑھا ہے۔ پہلی قرأت میں دو وجہیں ہیں:

1. یہ "مریتُه حقه" سے مشتق ہے۔ جبکہ میں اس پر غلبہ پالوں۔ اور اس کے حق کا انکار کروں۔ اسے "علی" سے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ اس میں غلبہ کے معانی پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا ہے:

لئن هجرت اخا صدق و مكرمة　　　لقد مريت اخاما كان يمريكا

ترجمہ: "اگر تو نے اپنے معز ز اور سچے بھائی کو چھوڑ دیا تو تو نے ایسے بھائی کا حق مارا جو تیرا حق نہیں مارتا تھا۔"

کیونکہ جب اس نے اس کے حق کا انکار کر دیا تو گویا کہ اس پر غالب آگیا۔ المبرد نے لکھا ہے کہا جاتا ہے "مراه لمن حقه و على حقه" جب کوئی کسی کا حق روک دے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ علی، عن کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسے بنوکعب بن ربیعہ کا قول "رضی اللہ علیک" یہ رضی اللہ عنک کے معنی میں ہے۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ عن کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا جیسے المبرد نے لکھا ہے بلکہ فعل میں مخالفت کا معنی پایا جاتا ہے۔ الف کے ساتھ قرأت زیادہ ظاہر ہے۔

2. یہ مراه كذا على كذا سے مشتق ہے۔ یعنی وہ اس پر غالب آگیا۔ یہ المراء سے ہے جس کا معنی الجدال ہے یا یہ

ما راہ عاریہ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی جھگڑا کرنا ہے۔ یہ مَرَی الناقة سے مشتق ہے۔ کیونکہ جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک اس چیز کو نکال لیتا ہے جو اس کے صاحب کے پاس ہوتی ہے۔ اس کے لیے مناسب تو یہ تھا کہ اسے "فی" کے ساتھ متعدی کیا جاتا۔ جیسے کہا جاتا ہے "جادله فی كذا" یہ غلبہ کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لیے اسے علی سے متعدی کیا گیا۔ حضرت عبداللہ نے اسے "ما راہ" سے مشتق کر کے پڑھا ہے۔ یہ رباعی ہے۔ اس کا معنی ہے "کیا تم آپ سے جھگڑا کرتے ہو؟ آپ نے جو کچھ دیکھا اس کے بارے آپ کیسے جھگڑا کرتے ہو؟ کیونکہ آپ نے جو کچھ ملاحظہ کیا ہے اسے یقین کی آنکھ کے ساتھ ملاحظہ کیا ہے۔ رؤیت کے بعد شک نہیں ہوتا۔

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں دونوں معانی شامل ہیں۔ کیونکہ ان کا جھگڑا انکار تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ انکار ان کی طرف سے ہمیشہ سے تھا یہ نیا جھگڑا نہیں ہے۔

ابن قیم نے لکھا ہے "یہ قوم جدال اور انکار کے مابین جمع ہو گئی۔ ان کا جھگڑا انکار کا جھگڑا تھا یہ مناظرہ کوئی حق کو واضح کرنے اور راہ نمائی حاصل کرنے کے لیے نہ تھا۔ الف کا اثبات مجادلہ پر دلالت کرتا ہے۔ علی کے ساتھ تذکرہ کرنا مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔ الف کے ساتھ قرأت دونوں معانی کو شامل ہے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ اس وقت جھگڑا کیا تھا جب آپ نے معراج کی تھی۔ انہوں نے کہا: "آپ ہمارے لیے بیت المقدس کا محل وقوع بیان کریں۔ ہمارے کارواں کے بارے میں بتائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مفہوم یہ ہو گا کہ تم آپ سے جھگڑا کرتے ہو اور جو کچھ آپ نے دیکھا جسے جانا اور جس پر یقین کیا کیا تم اس پر الزام لگاتے ہو۔ اگر کہا جائے کہ اس طرح کیوں نہ کہا گیا "اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا رَاٰى ﴿۱۲﴾" یعنی ماضی کے صیغہ کے ساتھ۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے ساتھ اس وقت جھگڑا کیا جب آپ کو سیر کرائی گئی۔ پھر مضارع کا صیغہ لانے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصل عبارت یوں تھی: "افتمارونه علی ما یری فکیف فکیف وهو قد رآه فی السماء فماذا تقولون فیه"۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ (النجم: ۱۳)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل امین کو ایک بار اور دیکھا پہلی بار آسمان کے بغیر افق اعلیٰ پر دیکھا تھا دوسری بار آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ دوسری بار کا تذکرہ ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل کو اس شکل میں دیکھا تھا جس میں رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا تھا۔ یہ شب معراج کو ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: شب معراج رؤیت باری تعالیٰ

ثابت ہے۔انہوں نے اسی آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے۔سلف وخلف کی ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے۔اس کی تحقیق اگلے باب میں آرہی ہے۔

اللباب میں ہے "ولقد" میں واؤ ممکن ہے عاطفہ ہو۔یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حال کے لیے ہو یعنی تم اس میں آپ سے کیسے جھگڑا کرتے ہو جو کچھ آپ نے دیکھا۔آپ نے اس اعتبار سے اسے دیکھا ہے۔جس میں کوئی شک نہیں۔نزلۃ نزول سے فعلۃ کے وزن پر ہے۔جسے جلسہ، جلوس سے مشتق ہے۔اس کی نصب کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

1. یہ اس ظرف کی وجہ سے منصوب ہے جو مرۃ ہے۔کیونکہ فعلۃ فعل سے مرہ کے لیے اسم ہے۔یہ اسی کے حکم میں ہے۔الشہاب الحلبی نے لکھا ہے کہ یہ بصریوں کا موقف نہیں ہے۔یہ قراء کا موقف ہے۔مکی نے اس سے نقل کیا ہے۔
2. یہ اس مصدر کی وجہ سے منصوب ہے جو حال کے قائم مقام ہے۔یعنی "راہ نازلاً نزلۃً اخر لی" حوفی اور ابن عطایہ نے یہی مذہب اختیار کیا ہے۔
3. یہ مصدر موکد کی وجہ سے منصوب ہے۔ابوالبقاء نے اسے مرۃ اخری یا رویۃ اخری مقدر مانا ہے۔شہاب حلبی نے لکھا ہے کہ نزلہ کی رویۃ کے ساتھ تاویل کرنے میں اختلاف ہے۔اخری دلالت کر رہا ہے کہ رؤیت اس سے قبل تھی۔

عند سدرۃ المنتھیٰ رأی کا ظرف مکان ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ پر گفتگو

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ کئی وجوہات کا احتمال رکھتا ہے:

1. کسی چیز کی اس کے مکان کی طرف اضافت جیسے اشجار بلدۃ منتھی وہ جگہ ہوگی جسے نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی روح عبور کرسکتی ہے۔حضرت کعب الاحبار نے لکھا ہے "یہ جگہ عرش کی اصل میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کے سروں پر ہے۔اسی پر مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔اس کے پرے کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔
2. محل کی حال کی طرف اضافت جیسے کتاب الفقہ۔اصل عبارت یوں ہوگی: "سدرۃ عندھا منتھی العلوم"
3. ملک کی اضافت مالک کی طرف۔جیسے دار زید یا شجر زید۔اس صورت میں منتھیٰ الیہ محذوف ہوگا۔اصل سدرۃ المنتھی الیہ ہوگا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ (النجم: ۴۲)

ترجمہ: ''اور یہ کہ سب کو آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔''

منتہیٰ الیہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ سدرۃ کی اس کی طرف اضافت یوں ہوگی جیسے البیتہ کی اضافت ہے جو تعظیم و شرف کے لیے ہے۔ جیسے تسبیح میں کہا جاتا ہے: "یا غایۃ رغباہ یا منتھی املاہ"

امام قرطبی نے لکھا ہے ''اس جگہ کو سدرۃ المنتہیٰ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کے بارے نو اقوال ہیں:

1. کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جو کچھ اوپر سے آتا ہے اس جگہ آ کر رک جاتا ہے۔ وہاں سے اسے لے لیا جاتا ہے جو کچھ زمین سے جاتا ہے وہ اس جگہ جا کر رک جاتا ہے۔ (مسلم)
2. انبیاء کرام کا علم اس جگہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے پرے جو کچھ ہے وہ مخفی ہے۔ (ابن عباس)
3. اعمال اس تک جاتے ہیں۔ اس سے انہیں اٹھا لیا جاتا ہے۔ (ضحاک)
4. انبیاء اور ملائکہ اس جگہ ٹھہر جاتے ہیں۔
5. شہداء کی ارواح یہاں پر رک جاتی ہیں۔ (ربیع بن انس)
6. اہلِ ایمان کی ارواح اس جگہ ٹھہرتی ہیں۔ (قتادہ)
7. جو حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ اور منہج پر ہے وہ اسی جگہ جا کر رک جاتا ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)
8. یہ وہ درخت ہے جو عرش اٹھانے والے فرشتوں کے سروں پر ہے۔ اس پر مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔
9. جسے اس مقام تک لے جایا جاتا ہے اس کی عزت و کرامت کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

ماوردی نے لکھا ہے ''دوسری چیزوں کو چھوڑ کر صرف سدرۃ کو ہی کیوں منتخب کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیری کے درخت کے تین اوصاف ہوتے ہیں: (۱) لمبا سایہ (۲) لذیذ ذائقہ (۳) عمدہ خوشبو۔ اسے اس ایمان کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے جو قول، نیت اور عمل میں جمع ہوتا ہے۔ ایمان میں سے اس کا سایہ عمل کی مانند ہے کیونکہ یہ پھیلتا ہے۔ اس کا ذائقہ نیت کی طرح ہے جو کہ مخفی ہوتی ہے۔ اس کی خوشبو قول کی طرح ہے جو ظاہر ہوتا ہے۔

تنبیہ

بیری کے درخت کو کاٹنے سے روکا گیا ہے۔ ابو داؤد، الطبرانی، بیہقی، الضیاء نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بیری کا درخت کاٹا رب تعالیٰ اس کا سر آگ میں گرائے۔'' الطبرانی نے 'سدر الحرم' کا اضافہ کیا ہے۔ ابو داؤد نے لکھا ہے: ''یعنی جس نے جنگل میں سے ایسا بیری کا درخت کاٹا

جس کے نیچے مسافر یا چوپائے ٹھہرتے تھے۔ اس نے فضول اور ظلم کرتے ہوئے کاٹا تو اس کا سر جہنم کی آگ میں گرے گا۔''
امام بیہقی نے ابوثور سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام شافعی علیہ الرحمہ نے بیری کے درخت کو کاٹنے کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''کوئی حرج نہیں۔'' روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو'' اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔ جس پر ابوداؤد نے اسے محمول کیا ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت عروہ بیری کا درخت کاٹتے تھے حالانکہ وہ اس روایت کے راوی ہیں جس میں اس درخت کو کاٹنے کی نہی وارد ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نہی خاص ہو جیسے کہ ابوداؤد نے کہا ہے۔

خطابی نے لکھا ہے کہ علامہ مزنی سے اس کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جس نے کسی قوم یا یتیم کی بیری کو کاٹنے کے لیے حملہ کیا یا اس نے وہ درخت کاٹا جس کا کاٹنا رب تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا۔ اس وقت وہ اس سزا کا مستحق ہوگا جس کا تذکرہ آپ نے کیا۔ مسئلہ کا تذکرہ سامع سے پہلے گزر چکا ہوگا۔ اس نے جواب تو سن لیا۔ مگر مسئلہ نہ سنا۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کی روایت کو اس کی نظیر کہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "انما الربا فی النسیئة" انہوں نے صرف جواب سنا۔ انہوں نے مسئلہ نہ سنا حالانکہ آپ نے فرمایا تھا: ''سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر مثل بمثل دست بدست'' علامہ مزنی نے اسی چیز سے استدلال کیا ہے۔ جس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میت کو بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اگر یہ حرام ہوتا تو اس سے فائدہ اٹھانے کا حکم نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا: ''بیری کے پتے شاخ کی مانند ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے حرم پاک کے ان درختوں کے پتوں وغیرہ میں برابری قائم فرمائی ہے جسے کاٹنا حرام قرار دیا۔ جب بیری کے پتوں سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا منع نہ فرمایا۔ تو بیری کے درخت کو کاٹنے کے جواز پر دلیل قائم ہوگئی۔''

الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے ''اس حدیث پاک کی میرے نزدیک عمدہ تاویل یہ ہے کہ اسے حرم پاک کی بیری پر محمول کیا جائے۔ جیسے کہ الطبرانی کی روایت میں ہے۔ ابن الاثیر نے النہایۃ میں لکھا ہے: ''ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حرم پاک کی بیری کا درخت ہے کیونکہ وہ حرم ہے یا مدینہ طیبہ کی پاک زمین کا بیری کا درخت ہے۔ اسے کاٹنے سے منع فرمایا تاکہ یہ ہجرت کرنے والے کے لیے انس اور سایہ کا سبب بن سکے۔ یا اس سے مراد بیری کا وہ درخت ہے جو چٹیل میدان میں ہو کیونکہ مسافر اور حیوان اس کا سایہ حاصل کرتے ہیں یا وہ درخت ہے جو کسی دوسرے انسان کی ملکیت میں ہو۔ ظالم اس پر حملہ کرے اور اسے ناحق کاٹ دے۔'' لیکن یہ حدیث مضطرب الروایۃ ہے کیونکہ اکثر راویوں نے اسے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود بیری کا درخت کاٹتے تھے اور اس سے دروازے بناتے تھے۔ ہشام کہتے تھے: ''یہ اس

بیری کے درخت کے دروازے ہیں جسے میرے والد صاحب نے کاٹا تھا۔اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس درخت کا کاٹنا مباح ہے۔''

ابوداؤد نے حضرت حسان بن ابراہیم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے حضرت ہشام بن عروہ سے بیری کے درخت کو کاٹنے کے متعلق پوچھا۔وہ اپنے والد گرامی کے مکان کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔انہوں نے فرمایا:''تم یہ دروازے اور چوکھٹیں دیکھ رہے ہو۔یہ اس بیری کے درخت کے ہیں جنہیں میرے والد صاحب نے اپنی سرزمین سے کاٹا تھا۔''

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰىؕ﴿۱۵﴾ (النجم:۱۵)

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنت الماویٰ کے مقام کی تعریف یہ ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔یہ عرش کے دائیں طرف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقام تھا۔بعد میں اسی جگہ سے آپ کو نکالا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ سارے اہل ایمان کی ارواح جنت الماویٰ میں ہوتی ہیں۔یہ عرش کے نیچے ہیں۔وہ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کی عمدہ خوشبو سونگھتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ یہ مقام حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کا ٹھکانہ ہے۔

اللباب میں ہے''یہ ابتدائیہ جملہ ہے جو حال کی جگہ ہے بہتر ہے کہ اسے حال ظرف کہا جائے جنت الماویٰ اس کا فاعل یہ ہے۔عام قراء نے اسے جنۃٌ اسم مرفوع پڑھا ہے۔لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،حضرت ابو درداء،حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن زبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم،حضرت زر بن جیش،حضرت محمد بن کعب نے اسے جَنَّہٗ فعل ماضی کا صیغہ پڑھا ہے۔اس میں ھاء ضمیر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔الماویٰ فاعل ہے اس کا معنی ہے کہ رب تعالیٰ کی پناہ نے آپ کو گھیر لیا یا گھر اور رات نے آپ کو گھیر لیا۔یا اس کے سایہ نے آپ کو گھیر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہو گئے۔

امام رازی نے لکھا ہے:''احتمال ہے کہ اس قرات کے مطابق''عندھا''کی ضمیر''النزلۃ''کی طرف راجع ہو۔یعنی نزول کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماوی نے ڈھانپ لیا۔صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ السدرۃ کی طرف راجع ہے۔اللباب میں ہے: یہ جمہور کا قول ہے۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس قرأت کو عجیب سمجھا ہے۔ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔انہوں نے کہا ہے:''اجن اللہ من قرأھا''جب ایسی عظیم ہستیوں سے یہ قرأت منقول ہے تو آپ کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں ہوگی۔لیکن مستعمل اجنہ (رباعی) ہے۔اسے ثلاثی بھی استعمال کیا گیا ہے۔جو''علی''سے متعدی ہوتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡهِ الَّیۡلُ۔ (الانعام:۷۶)

ترجمہ: ''پھر جب چھاگئی ان پر رات۔''

ابوالبقاء نے لکھا ہے کہ یہ شاذ ہے۔ اجنہ مستعمل ہے۔

اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی ﴿۱۶﴾ (النجم:۱۶)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل کو دیکھا۔ پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھا۔ ذکر فرمایا کہ اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اور اسے اس چیز نے ڈھانپ لیا جسے ڈھانپ لیا یہ عمدہ استطرا د ہے۔ قرآن مجید میں یہ ایک لطیف اسلوب ہے۔

اللباب میں ہے: ''اذ'' حالتِ نصب میں ہے۔ امام نے لکھا ہے: ''اذ'' کا عامل یا اس کا مابعد ہے یا اس کا ماقبل ہے۔ اس میں دو وجہیں ہیں۔ اگر ہم کہیں کہ اس کا عامل ماقبل ہے تو اس میں دو احتمال ہیں۔ ان میں اظہر احتمال یہ ہے کہ آپ نے انہیں اس وقت دیکھا جب سدرۃ پر وہ چھار ہا تھا جو چھار ہا تھا۔ دوسرے احتمال میں عامل وہ فعل ہے جو النزلۃ میں ہے۔ آپ نے انہیں دوسری بار دیکھا۔ یہ دیکھنا اس وقت تھا جب سدرۃ پر چھار ہا تھا جو چھار ہا تھا۔ یہ نزول اس وقت کے بعد تھا جب سدرۃ پر عجائب کا نزول ہوا تھا۔ اس پر چھار ہا تھا جو چھار ہا تھا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ فائدہ کے بغیر واپس نہیں لوٹے تھے۔ اگر ہم کہیں کہ اس میں عامل مابعد ہے تو پھر اس کا عامل ''ما زاغ البصر'' ہے یعنی جب سدرۃ پر چھار ہا تھا جو چھار ہا تھا اس وقت بھی آپ کی نگاہِ ناز بھی درماندہ نہ ہوئی جب سدرۃ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھار ہا تھا۔

اس وقت سدرۃ پر کیا چھایا تھا اس کے بارے اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سونے کے بستر یا سونے کی ٹڈیاں تھیں۔ یہ حضرات ابن عباس، ابن مسعود اور ضحاک کا قول ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرات ابن مسعود اور ابن عباس نے حضور نبی اکرم ﷺ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے سدرۃ کو دیکھا اس پر سونے کے بستر چھائے ہوئے تھے۔ میں نے ہر ہر پتے پر ایک فرشتہ دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا تھا۔'' میں کہتا ہوں کہ امام نے لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ دلیل سمعی سے ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر اس میں حدیث صحیح ہو تو درست ہے۔ ورنہ اسے متعین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے۔ ایسی حدیث پاک کو اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا۔ ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ اس پر چھائے ہوئے تھے گویا کہ وہ پرندے تھے۔ وہ شوق فراواں اور حصولِ تبرک کے لیے زیارت

کرتے ہوئے اس پر چڑھتے تھے۔ جیسے لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر انوارِ الٰہیہ چھار ہے تھے۔ کیونکہ جب آپ سدرۃ پہنچے تو رب تعالیٰ نے اس طرح تجلی فرمائی جس طرح رب تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تھی۔ انوارِ ظاہر ہوئے لیکن سدرۃ کا درخت پہاڑ سے مضبوط تھا۔ وہ ثابت رہا۔ جبکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ درخت نے حرکت نہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جیسے کہ روایت ہے کہ ان میں سے ہر چیز وہاں چھا رہی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اسے مبہم رکھا۔ یعنی سدرۃ پر اس نے ملکوت کے دلائل اور اس کی قدرت کے عجائب جو چھا رہے تھے انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ (النجم:۱۷)

الصحاح میں ہے قد زاغ البصر ای مَالَ۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ نہ تو چشمانِ اقدس دائیں بائیں مائل ہوئیں۔ نہ اس حد سے آگے بڑھیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کی نفی فرما دی جو اس مشاہدہ کرنے والے کو لاحق ہوتی ہے جسے بادشاہوں اور عظیم لوگوں کے سامنے کھڑے ہونے کے آداب نہ آتے ہوں۔ جو دائیں بائیں متوجہ ہوتا ہو۔ اس مقام پر آپ کے کمال ادب کے بارے بتایا۔ آپ نے کسی جانب توجہ نہ کی۔ آیاتِ ربانیہ اور عجائب کے علاوہ کسی اور جگہ نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ بلکہ آپ اس عبد کامل کی طرح کھڑے ہوئے جس کا ادب اس پر لازم کرتا ہے کہ وہ سر جھکائے رکھے اور صرف اس چیز کی طرف توجہ کرے جو اس کی مراد ہے کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ دل اضطراب سے پاک تھا۔ اس پر طمانیت اور سکون چھایا ہوا تھا۔ یہ کمال کی انتہاء ہے۔ زیغ البصر سے مراد یہ ہے کہ نظر کا ایک جانب پھر جانا۔ اور تا حد نگاہ اسے آگے لے جانا۔ اس سورت میں آپ کے لیے یہ تنزیہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ کا عمل مبارک گمراہی ہو، قصد مبارک ضلالت سے اور کلام مبارک خواہشات سے پاک ہے۔ دل اس سے پاک ہے کہ وہ بصارت کی تکذیب کرے۔ نگاہِ ناز ٹیڑھے پن اور سرکشی سے پاک ہے۔ یہ آپ کی تعریف ہے:

تلک المکارم لا قعبان من لبن　　　شیبا بماء فعادا بعد ابوالاً

ترجمہ: "یہ مکارم اخلاق دودھ کے ایسے پیالے نہیں جن میں پانی ملایا گیا جو بعد میں پیشاب میں تبدیل ہو جائیں۔"

اللباب میں امام رازی کی تبع میں ہے: "البصر کا لام دو وجوہات کا احتمال رکھتا ہے:

معروف یعنی حضور پاک ﷺ کی نگاہِ ناز درماندہ نہ ہوئی۔اس اعتبار سے اس کی کئی وجوہ ہیں۔اگر ہم کہیں کہ سدرۃ پر سونے کے بستر اور سونے کی ٹڈیاں چھائی ہوئی تھیں تو معنی یہ ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ نے نہ تو ان کی طرف توجہ کی اور نہ ہی ان میں مصروف ہوئے۔آپ کی نظر آپ کے مقصودِ حقیقی پر رہی۔اس صورت میں یہ بستر اور ٹڈیاں آپ کے لیے امتحان نہ تھیں۔

اگر ہم کہیں کہ وہاں انوارِ الٰہیہ چھائے ہوئے تھے تو پھر اس میں دو وجوہات ہیں۔

1. آپ نے دائیں بائیں توجہ نہ کی۔بلکہ ان کے مشاہدہ میں مصروف رہے۔
2. کمزوری کی وجہ سے آپ کی نگاہِ ناز درماندہ نہ ہوئی۔پہلی صورت میں آپ کے کمالِ ادب کا بیان ہے۔دوسری صورت میں آپ کی قوت کا بیان ہے۔

لام میں دوسری وجہ یہ ہے کہ تعریف الجنس کے لیے ہو۔یعنی عظمت کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی نگاہِ ناز بالکل مائل نہ ہوئی۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یوں ہوتا تو عبارت کچھ اس طرح ہوتی "مَا زَاغَ بَصَرٌ" یہ عمومیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔کیونکہ نفی کے اظہار میں نکرہ عمومیت کا فائدہ دیتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (انعام:۱۰۳)

ترجمہ: "نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں۔"

یوں نہیں فرمایا: "لم یدرکہ بصر"

وَمَا طَغٰی (النجم:۱۷)

ترجمہ: "اور نہ (حدِ ادب سے) آگے بڑھی۔"

امام رازی نے لکھا ہے اسمیں دو وجوہات ہیں:

1. یہ عطف ہے ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہے۔
2. یہ عطف ہے ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کیا گیا جن کا بعض حصہ محذوف ہے۔

پہلی وجہ کی مثال "خرج زید و دخل عمرو" مقدرہ کی مثال "خرج زید و دخل" یہ دونوں وجہیں جائز ہیں۔پہلی وجہ کے اعتبار سے گویا کہ رب تعالیٰ نے نور کے ظہور کے وقت کہا: "مَا زاغ بصر محمد وما طغی محمد بسبب الالتفات و لو التفت لکان طاغیا" دوسری وجہ ظاہر ہے اگر کہا جائے کہ سدرۃ پر چھانے والی چیز ٹڈیاں تھیں تو معنی یہ ہوگا کہ آپ نے رب تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ کی۔آپ نے نہ ٹڈیوں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی

اور کی طرف توجہ کی۔ اگر چھانے والا نور ہو تو معنی یہ ہوگا کہ آپ کی نگاہِ ناز انوارِ الٰہیہ سے مائل نہ ہوئی۔لیکن رب تعالیٰ نے مَا مَالَ وَمَا جَاوَزَ نہ فرمایا۔کیونکہ اس جگہ میل اور تجاوز کا ذکر کرنا مذموم ہے۔لہٰذا اس جگہ الزیغ اور الطغیان کا تذکرہ کیا۔اس میں ایک اور وجہ بھی ہے۔وہ یہ کہ یہ حضور ﷺ کے یقین کی شدت تک پہنچنے کی تفصیل ہے وہ یقین جس کے اوپر یقین نہیں۔ یعنی آپ کی نگاہِ ناز رستہ سے نہ ہٹی۔آپ نے خلافِ حقیقت کچھ نہ دیکھا۔اس شخص کے برعکس جو سورج کو دیکھتا ہے۔پھر وہ سفید چیز کو دیکھے تو وہ اسے زرد یا سبز نظر آتی ہے۔دیکھنے کی راہ سے آپ کی نگاہ نہ ہٹی۔ "وما طغی" کا معنی ہے کہ آپ نے معدوم کو موجود تصور نہ کیا یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اس سے تجاوز نہ کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (النجم:۱۸)

اللباب میں ہے"الکبریٰ میں دو وجوہ ہیں: اظہر یہ ہے کہ مفصول ہے۔رأی من آیات ربہ حال مقدم ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: "لقد رأی الآیات الکبریٰ من آیات ربہ" دوسرا احتمال یہ ہے کہ من آیات ربہ الرؤیۃ کا مفعول ہے۔الکبریٰ، آیاتِ ربہ کی صفت ہے۔اس جمع کی صفت مونث واحدہ لگانا درست ہے۔اس کا یہاں فاصلہ ہونا بہت عمدہ ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے:"الکبریٰ میں دو احتمال ہیں:

- یہ محذوف کی صفت ہے۔اصل عبارت یوں ہے:لقد رای من آیات ربہ۔
- یہ آیاتِ ربہ کی صفت ہے۔اس صورت میں رأی کا مفعول محذوف ہوگا۔اصل عبارت یوں ہوگی: "رای من آیات ربہ الکبریٰ آیۃً او شیئًا"۔

امام قرطبی نے لکھا ہے:"روا ہے کہ من زائدہ ہو یعنی "رأی آیات ربہ الکبریٰ"۔بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد آپ کا حضرت جبرائیل امین کو اصلی صورت میں دیکھنا ہے۔

امام نے لکھا ہے:"ظاہری بات یہی ہے کہ ان آیات سے مراد اس کے علاوہ کچھ اور ہے۔اگرچہ یہ علامت بھی عظیم ہے۔لیکن روایات میں ہے کہ رب تعالیٰ کی مخلوق ایسی بھی ہے جو ان سے بھی بڑی ہے۔الکبریٰ اکبر کی تانیث ہے۔گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: "رأی من آیات ربہ آیات ھی اکبر الآیات"۔

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیل امین کو دیکھا۔انہوں نے رفرف کا حلہ پہن رکھا تھا۔انہوں نے آسمان اور زمین کے مابین فضا کو بھر رکھا تھا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس روایت سے علم ہوتا ہے کہ رفرف سے مراد حلہ ہے یہ فرمان باری تعالیٰ بھی اس کی تائید کرتا ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ ۔ (الرحمٰن:۷۶)

ترجمہ: "وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسند پر جو از حد نفیس۔"

رفرف کی اصل وہ چیز ہے جو دیباج کی ہو۔ نرم ہو عمدہ ہو پھر اس کا استعمال پردہ میں ہونے لگا۔ ہر وہ عمدہ چیز جسے تہ کیا جائے تو وہ مڑ جائے وہ رفرف ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "شب معراج کو آپ نے اپنی سیر کو جاتے وقت اور واپس آتے وقت یہی دیکھا تھا۔ یہ بہت احسن ہے۔"

امام نے لکھا ہے: "یہ آیت طیبہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شب معراج کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا تھا۔ آپ نے آیات الٰہیہ کو دیکھا تھا۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ دلیل پکڑنے کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رؤیت آیات پر قصہ معراج کو ختم کیا ہے۔ فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا ۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔"

حتیٰ کہ فرمایا:

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ (الاسراء:۱)

ترجمہ: "تاکہ ہم دکھائیں آپ کو اپنی نشانیاں۔"

اگر آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہوتا تو ممکنات میں سے سب سے بڑی بات ہوتی۔ یہ آیت رؤیت کے لیے ہوتی۔ کیونکہ رؤیت سب سے بڑی چیز ہے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے "اہل السنۃ والجماعۃ میں سے جس نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اس شب کو رویہ واقع نہیں ہوئی تھی اس نے ان دونوں آیات سے استدلال کیا ہے۔ اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کی خبر دیتا لوگوں کو بتاتا۔

تیسرا باب

شب معراج دیدارِ الٰہی میں علماء کا اختلاف

وہ درست مؤقف جس پر اہلِ حق ہیں وہ یہ ہے کہ از روئے عقل رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے محال نہیں ہے۔ اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ آخرت میں رؤیت ہوگی۔ اہلِ ایمان رب تعالیٰ کی زیارت کریں گے۔ بدعتیوں کے ایک گروہ نے یہ گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ دیدارِ الٰہی عقلاً محال ہے لیکن یہ مؤقف واضح خطاء اور بہت بڑی جہالت ہے۔

کتاب حکیم کی ادلہ، سنت مطہرہ، اجماع صحابہ کرام اور بعد کے علماء کا اس بات پر اجماع عیاں ہے کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی ہوگا۔ اکیس صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے یہی روایت کیا ہے۔ اس کے بارے آیاتِ قرآنیہ مشہور ہیں۔ اہلِ بدعت کے اس پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات اہل السنۃ کے متکلمین کی کتب میں مذکور ہیں۔ دنیا میں دیدارِ الٰہی عقلاً اور سمعاً ممکن ہے۔ اہلِ حق کا مؤقف یہ ہے کہ رؤیت وہ قوت ہے جسے رب تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کر دیتا ہے۔ اس میں شعاعوں کا متصل ہونا شرط نہیں اور نہ ہی مرئی کا سامنے ہونا شرط ہے۔ لیکن ہمیں ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے یہ عادت رواں ہوگئی ہے۔ یہ اتفاق کی جہت سے ہے شرط کی جہت سے نہیں۔ ہمارے آئمہ عظام نے عمدہ دلائل سے اسے ثابت کیا ہے۔ رؤیت باری تعالیٰ کے لیے جہت ہونا لازم نہیں رب تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔ بلکہ اہلِ ایمان اسے جہت کے بغیر دیکھیں گے جیسے وہ جانتے ہیں کہ وہ کسی جہت میں نہیں ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات موجود ہے۔ ہر موجود کو دیکھنا صحیح ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی زیارت کرنا بھی صحیح ہے۔ حکم اپنے وجود اور عدم کے لیے اپنی علت کے اردگرد گھومتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ موجود ہونا ہی رؤیت کی صحت کے لیے علت ہے۔ اس کا وقوع اور نہ سمجھ سکنا اس کے جواز کو لازم نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کی سنت مطہرہ یہی ہے کہ اس نے اسے ہم میں پیدا نہیں کیا۔ مگر یہ جواز ہے کہ وہ یہ ہم میں پیدا کر دے۔ کیونکہ یہ محال نہیں۔ اس میں اور بھی ابحاث ہیں جو اہلِ کلام کی کتب میں موجود ہیں۔ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے دیدار کی التجاء کی۔ عرض کی:

رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: "اے میرے رب مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔"

ان کا اعتقاد تھا کہ رب تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے التجاء کی۔ اس آیت طیبہ میں دو دلیلیں ہیں: یہ محال ہے کہ ایک نبی کو یہ علم نہ ہو کہ رب تعالیٰ کے لیے کیا روا ہے اور کیا روا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس چیز کی التجاء کرتا ہے جو جائز ہو اور محال نہ ہو۔ کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام محال کا سوال نہیں کرتے۔ لیکن اس امر کا وقوع اور مشاہدہ ہونا اس غیب سے ہوتا ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ ذاتِ والا جانتی ہے جسے وہ بتاتا ہے اور آگاہ کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں ایسا جواب دیا جو جواز کے لیے منافی نہیں ہے۔ فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِیْ ۔ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: "تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے۔"

لَنْ اُرٰی نہیں فرمایا جس سے اس کی نفی کی طرف اشارہ ملتا ہو۔ یعنی تم میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ وصف ابھی تم میں نہیں پایا۔ ان کے لیے ان چیز کی تمثیل بیان کی جو ان سے اقوی اور اثبت تھی یعنی پہاڑ۔ فرمایا:

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: "البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔"

دوسری دلیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے لیے اپنی رؤیت کو کوہِ طور کے ساتھ معلق کیا۔ اگر کوہِ طور تجلی کے وقت برقرار رہا تو انہیں دیدارِ الٰہی سے شادکام کیا جائے گا۔ وہ چیز جسے ممکن کے ساتھ معلق کیا جائے۔ وہ ممکن ہوتی ہے۔ کیونکہ تعلیق کا معنی ہے معلق بہ۔ کے ثبوت کے وقت معلق کے ثبوت کے بارے میں خبر دینا ہے۔ اس پر یہ جملہ شرطیہ خبریہ ہے بشرطیکہ جزاء دراصل خبر ہو۔ جیسے کہ یہاں ہے۔ لہٰذا رؤیت کا امکان لازمی طور پر ثابت ہو گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ محال تو بالکل کسی چیز پر وقوع نہیں ہوتا۔ جب امکان ثابت ہو گیا تو امتناع اٹھ گیا۔ حضرت موسیٰ کی گذارش:

تُبْتُ اِلَیْكَ ۔ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: "میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں۔"

یعنی میں اس سے توبہ کرتا ہوں کہ میں نے اس چیز کا سوال کیا جو میرے لیے دنیا میں مقدر نہیں ہے۔ ایک قول یہ

ہے کہ یہ التجاء ان انوار کی شدت کی وجہ سے تھی۔ جو آپ پر نازل ہوئے حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جیسے کہ تم اس جائز فعل کے بارے کہتے ہو جو تمہیں مشقت میں مبتلا کر دے۔ ''میں ایسا کام کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔''

قاضی ابوبکر الھذلی نے لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ کا مفہوم یہ ہے ''دنیا میں کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مجھے دیکھ سکے۔ جو دنیا میں مجھے دیکھتا ہے وہ اسی وقت مر جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے پہاڑ کو دیکھا تھا وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔''

قاضی نے لکھا ہے ''میں نے بعض اسلاف اور متاخرین کو سنا ہے ان کا موقف یہ ہے کہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممتنع ہے۔ یہ امتناع اس کی ذات کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس کے جواز کا ثبوت ہے۔ یہ اس لیے ممتنع ہے کیونکہ اہل دنیا کی تراکیب اور قوی کمزور ہیں۔ یہ اعضاء متغیرہ ہیں یہ ایسے حادثات کا سامنا کرتے ہیں جو جگر کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ موت اور فناء سے ڈرتے ہیں۔ انہیں دنیا میں رؤیت پر قوت حاصل نہیں ہے۔ آخرت میں ان کی ایک اور ترکیب ہوگی۔ انہیں ثابت اور مضبوط قوی بخشے جائیں گے ان کے دلوں اور آنکھوں کا نور مکمل ہوگا۔ آخرت میں انہیں رؤیت کی قدرت حاصل ہوگی۔''

میں نے اسی طرح کا موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: ''یہ دیدار الٰہی دنیا میں نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ذات باقی ہے باقی کو فانی کے ساتھ نہیں دیکھا جا سکتا۔ آخرت میں انہیں باقی رہ والی نظریں ملیں گی۔ باقی کو باقی کے ساتھ دیکھا جا سکے گا۔'' امام مالک علیہ الرحمۃ کا کلام عمدہ اور خوبصورت ہے۔ اس میں محال ہونا قدرت کے ضعف کی وجہ سے ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے رؤیت کا بوجھ اٹھانے کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: ''صحیح مسلم میں ایک روایت ہے جو اس گروہ کی تائید کرتی ہے مرفوع روایت ہے۔'' جان لو تم اپنے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکو گے حتیٰ کہ مر جاؤ۔'' اس روایت کو ابن خزیمہ نے حضرت ابو امامۃ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ جب دنیا میں رؤیت از روئے عقل جائز ہوگی۔ یہ سماعت کے اعتبار سے ممتنع تھی۔ جس نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت کیا ہے۔ اس کے لیے یہ کہنا روا ہے کہ متکلم اپنے خطاب کی عمومیت میں داخل نہیں ہوتا۔''

قاضی نے لکھا ہے: ''جس نے اس سے اختلاف کیا ہے اس کے لیے رب تعالیٰ کا یہ فرمان حجت نہیں ہے۔''

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز (الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ: ''نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں۔''

کیونکہ اس آیت طیبہ کی تاویلات میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادراک سے مراد احاطہ ہے۔ اس میں مطلق رؤیت کی نفی نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے "اس نفی میں عموم اوقات یا عموم حالات میں سے کسی حالت پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ یہ مراد کہاں سے ثابت ہو گئی کہ اوقات میں سے کسی وقت میں اور احوال میں سے کسی حال میں نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ بلکہ اسے دار دنیا کی نسبت کے اعتبار سے محمول کرنے کا یقین ہو جائے گا۔ تاکہ دلائل سمعیہ کو جمع کیا جا سکے۔"

امام قرطبی نے المفہم میں لکھا ہے: "ابصار جمع ہے۔ اس کے ساتھ الف لام لگایا گیا ہے جو تخصیص کو قبول کرتا ہے۔ یہ سمع کے اعتبار ثابت ہے۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ (المطففین: ۱۵)

ترجمہ: "یقیناً انہیں اپنے رب سے اس دن روک دیا جائے گا۔"

اس سے مراد کفار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ (القیامۃ: ۲۲،۲۳)

ترجمہ: "کئی چہرے اس روز تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

انہوں نے لکھا ہے کہ جب یہ آخرت میں جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے۔ کیونکہ دیکھنے والے کے اعتبار سے دونوں اوقات برابر ہیں۔" الحافظ نے لکھا ہے: "یہ عمدہ استدلال ہے۔"

اس آیت طیبہ سے رؤیت کے امکان کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ اگر رویت ممتنع ہوتی تو نفی رؤیت کی وجہ سے آیت سے مدح حاصل نہ ہو سکتی۔ اس لزوم کی وجہ یہ ہے کہ ممتنع اپنی ذات کی حد میں منافی ہوتا ہے۔ اس کی نفی مدح کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ وہ لازمی ہوتا ہے۔ لیکن معدوم کی رؤیت ممتنع ہوتی ہے۔ عدم رؤیت کی وجہ سے اس کی مدح نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا "المعدوم لایُرٰی" مدح نہیں ہوگی۔ کیونکہ معدوم کی رؤیت ممتنع ہے۔ رب تعالیٰ کی رؤیت کے عدم کی نفی سے مدح ثابت ہو سکی ہے۔ لہٰذا اس کی رؤیت ممکن ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عدم رؤیت سے نفی سے مدح رؤیت باری تعالیٰ کے امکان کی وجہ سے ہوگی۔ لیکن اسے دیکھا نہیں جا سکتا کیونکہ امتناع ہے۔ نگاہیں اس میں معذور ہیں۔ کبریائی اور جلال کے حجابات ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کی رویت ممتنع ہے۔ لیکن اس پر صفات سلبیہ ایسی صفات ہیں جو مدح کرتی ہیں۔ اگر ہم آیت طیبہ میں ادراک سے مراد وہ رؤیت لیں جو مرئی کی جوانب اور حدود کا احاطہ کر لے تو اس وقت یہ آیت طیبہ نہ صرف رؤیت کے جواز پر دلالت کرے گی بلکہ وقوع کے تحقق پر بھی دلالت کرے گی۔ کیونکہ اسے بطور مدح ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی دلالت سے جواز کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ جب تو اسے دیکھے گا تو تیری نگاہ اس کا احاطہ نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ

وہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ وہ نگاہوں سے دیکھا تو جاسکتا ہے لیکن احاطہ کے اعتبار سے نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ قطعی طور پر تناہی سے پاک ہے۔ وہ ان حدود سے منزہ ہے جو انتہائیں اور جوانب ہیں۔ غیر متناہی چیز کا احاطہ محال ہوتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث پاک کی شرح میں آئے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں رویت کے جواز کا قول بھی ہوگا۔ لیکن یہ سعادت حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ آپ کے علاوہ جس کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے وہ گمراہ ہے۔ امام موفق الدین الکاشی اور امام مہدوی نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس کے کفر کا قول کیا ہے۔ امام جمال الدین الاردبیلی نے کتاب الانوار میں لکھا ہے: ''جب دیدار کے بارے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی تو یہ انہیں حاصل نہ ہو سکا تو یہ لوگوں میں سے کسی اور کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے''۔ لیکن اس امر میں توقف بہتر ہے۔

فصل

حضور اکرم ﷺ نے شب معراج رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں۔ اس کے بارے دو مؤقف ہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیدار کی نفی کی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مشہور ہے۔ بہت سے محدثین اور متکلمین نے یہی مؤقف اپنایا ہے۔ امام دارمی نے مبالغہ کرتے ہوئے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ دوسرا مؤقف یہ ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ عبدالرزاق نے معمر سے اور وہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ محمد عربی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار انہیں شدید لگتا تھا۔ حضرت ابن عباس کے ساتھیوں حضرت کعب الاحبار، امام زھری، معمر اور دیگر آئمہ کا یہی مؤقف ہے۔ الشیخ ابوالحسن الاشعری اور ان کے پیروکاروں اور ابن خزیمہ کا یہی مؤقف ہے۔ پھر ان کا اختلاف ہے کہ کیا آپ نے اپنے دل مبارک سے یا چشمان مقدس سے اس کی زیارت کی تھی۔ امام احمد سے یہ دونوں اقوال منقول ہیں۔ امام نووی نے لکھا ہے ''اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شب معراج کو اپنے رب تعالیٰ کو اپنے سر اقدس کی مبارک آنکھوں سے دیکھا تھا۔ عنقریب ان کے دلائل کا تذکرہ ہوگا۔

ایک گروہ نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے کیونکہ دلائل کے تعارض کی وجہ سے نہ نفی کا قول کیا ہے نہ اثبات کا۔ امام قرطبی نے اس کو راجح کہا ہے۔ محققین کی ایک جماعت نے یہی مذہب اختیار کیا ہے یہ چیز اسے قوی کرتی ہے کہ اس ضمن میں کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔ دونوں گروہوں نے ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے جو ایک دوسرے کے معارض ہیں۔ اور

ان میں تاویل ہو سکتی ہے۔ یہ فضیلت کا مسئلہ نہیں جس میں ظنی دلائل کافی ہوں بلکہ یہ عقائد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔

امام سبکی نے سیف المسلول میں لکھا ہے" اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دلیل قطعی اور متواتر ہی ملے بلکہ اگر ایک صحیح حدیث مل جائے وہ آحاد کی روایت ہو تو اس پر اعتماد کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق اعتقاد کے مسائل سے ہے جن میں دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہم اس کے مکلف نہیں ہیں۔"

قاضی علیہ الرحمۃ نے الشفاء وغیرہ میں لکھا ہے" جواز میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ ان آیات طیبات:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: "نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں۔"

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: "تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔"

میں کوئی ایسی نص نہیں ہے جو رؤیت کے خلاف ہو۔ بلکہ یہ جواز کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا تو اس کے بارے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے نہ ہی کوئی قابل اعتماد نص ہے کیونکہ اس میں سورۃ النجم کی دو آیتوں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ (النجم:۱۱)

ترجمہ: "نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ) نے۔"

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ (النجم:۱۷)

ترجمہ: "اور نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی۔"

لیکن ان میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ان میں رؤیت اور عدم رؤیت کا احتمال ممکن ہے کیونکہ ان میں یہ صراحت نہیں ہے۔ اس ضمن میں آپ سے کوئی قطعی اور متواتر روایت بھی منقول نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس کی یہ روایت کہ آپ نے اپنے سر اقدس کی آنکھوں سے دیکھا تھا یا دل سے دیکھا تھا۔ یہ اعتقاد سے تعلق رکھتی ہے۔ انہوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا حتیٰ کہ اس کا اعتبار کیا جائے اور اس اعتقاد پر عمل کیا جائے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ اسی طرح کی روایت حضرت شریک نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا

دیدار کیا تھا۔ حضرت معاذ کی روایت "رائیت ربی فی احسن صورۃ" کی سند اور متن مضطرب ہے۔ حضرت ابوذر کی روایت الفاظ کے اعتبار سے مختلف احتمال رکھتی ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا یا نہ کیا۔ کیونکہ آپ نے اس کی ذات کو نور فرمایا ہے روایت ہے "نورانی اراہ" یعنی وہ نور ہے میں اسے کیسے دکھ سکتا ہوں کیونکہ نور کو دیکھنے سے آنکھیں چندھا جاتی ہیں۔ دوسری روایت ہے "نور انی اراہ" وہ نور ہے میں نے اس کو دیکھا ہے۔

قاضی نے لکھا ہے "اس رؤیت کا وقوع ہمارے لیے نہیں ہوا۔ نہ ہی میں نے اسے اصول میں سے کسی اصل میں دیکھا ہے۔ یہ محال ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات والا نور ہو۔ نور جسم ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات اقدس اس سے بلند و بالا ہے۔ اسی لیے اس کا نام مبارک "نور" ہے یعنی نور والا یا نور کا خالق۔ ایک اور روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: "کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: "میں نے نور دیکھا ہے۔" ان میں سے کسی ایک روایت سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ یہ وضاحت کر رہی ہیں کہ آپ نے اسے نہیں دیکھا۔ اگر یہ صحیح ہو" میں نے نور دیکھا ہے" تو اس کا مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بتایا کہ آپ نے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھا بلکہ نور دیکھا۔ جس نے آپ کو دیدار الٰہی سے روک دیا۔ یہ فرمان اس فرمان کی طرف راجع ہے "نور آنّی اراہ" میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اس کا حجاب نور ہے جو آنکھوں کو چندھا دیتا ہے۔ یہ حدیث مبارک معنی میں اس روایت کے مشابہ ہے "حجابہ نور" (مسلم) الاکمال میں ہے "ہمارے بعض مشائخ نے اس میں توقف کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے" یہ کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ لیکن یہ جائز ہے۔ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں جائز ہے۔"

پہلے مؤقف کے دلائل

امام بخاری، امام مسلم، عبدالرزاق عبد بن حمید، ترمذی اور ابن جریر وغیرہم نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ عبدالرزاق نے اضافہ کیا ہے "حضرت ابن عباس حضرت کعب سے ملے۔ میدان عرفات کا مقام تھا۔ انہوں نے ان سے ایک سوال کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "ہم بنو ہاشم یہی گمان کرتے ہیں (کہ آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے) دوسری روایت میں ہے "حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا" حضرت کعب نے تکبیر کہی جس کی گونج پہاڑوں سے ابھری۔ پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضور انور ﷺ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے مابین تقسیم کیا ہے۔ (حضور ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دو بار اس سے گفتگو کا شرف حاصل کیا۔ پھر انہوں نے اتفاق کر لیا۔

حضرت مسروق حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے عرض کی: ''امی جان! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟'' انہوں نے فرمایا: ''جو کچھ تم سے کہا ہے اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جو شخص تم سے تین امور بیان کرے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ یا اس نے رب تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے جو تم سے یہ بیان کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ انہوں نے جھوٹ بولا ہے یا رب تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان لگایا ہے۔'' پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ٚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: ''نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔''

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مگر وحی کے طور پر یا پس پردہ۔''

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا؟ تو اس نے بھی جھوٹ بولا ہے۔ یا رب تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے۔'' پھر انہوں نے آیت کریمہ تلاوت کی:

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ (لقمان:۳۴)

ترجمہ: ''اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا۔''

جو تم سے یہ کہے کہ آپ نے کچھ چھپایا ہے اس نے بھی بہتان باندھا ہے۔ یا جھوٹ بولا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ

(المائدۃ:۶۷)

ترجمہ: ''اے رسول پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نہیں پہنچایا آپ نے اللہ کا پیغام۔''

بلکہ آپ نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصلی شکل میں دوبار دیکھا۔'' امام احمد اور امام مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت مسروق نے عرض کی:

''میں ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ میں سیدھا ہو گیا۔ میں نے عرض کی: کیا یہ رب تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے؟

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ (النجم: ۱۳)

ترجمہ: "اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔"

صحابہ کرام نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی: "کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! میں نے حضرت جبرائیل کو اترتے وقت دیکھا تھا۔"

امام احمد نے حضرت ھمام سے، حضرت امام مسلم نے حضرت معاذ بن ہشام سے اور یزید بن ابراہیم نے ان سب سے حضرت قتادہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "اگر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لیتا تو آپ سے ایک سوال پوچھتا۔" انہوں نے فرمایا: "کون سا؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کی ہے؟" انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے التجاء کی تھی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟" آپ نے فرمایا: "وہ نور ہے وہ کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔" (یا "وہ نور ہے میں نے اس کی زیارت کی ہے) دوسری روایت میں ہے "میں نے نور دیکھا ہے۔"

تنبیہات

1. ایک جماعت نے لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کسی مرفوع روایت سے رؤیت کی نفی نہیں کی۔ اگر ان کے پاس مرفوع روایت ہوتی تو وہ اس کا تذکرہ کرتیں۔ انہوں نے آیت طیبہ کے ظاہر سے استدلال کیا تھا۔ جو کچھ اس نظریہ کے حامل لوگوں نے کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت ام المؤمنین کے فرمان سے صحیح آگاہ نہ تھے کہ انہوں نے اس کے بارے حضوا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟" آپ نے فرمایا: "میں نے حضرت جبرائیل کو نیچے اترتے دیکھا ہے۔"
2. جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی عقل کی مطابق ان سے گفتگو کی تھی جس نے ان کے مؤقف میں لغزش کا ارادہ کیا ہے۔ وہ خطا کار ہے۔ وہ بے ادب ہے۔
3. ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے معراج سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا۔ جس میں آپ نے جواب ارشاد فرمایا تھا۔ جو فرمایا تھا۔ اگر وہ معراج کے بعد سوال کرتے تو آپ انہیں اثبات میں جواب ارشاد فرماتے۔ یہ مؤقف کمزور ہے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے آپ سے معراج کے بعد سوال کیا تھا۔ ان کے لیے بھی رؤیت ثابت نہ ہو سکی۔

❹ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی ہے۔ امام ترمذی نے حسن روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔'' حضرت عکرمہ نے عرض کی: ''کیا رب تعالیٰ کا ارشاد نہیں:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: ''نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں۔''

انہوں نے کہا: ''تم پر تعجب ہے۔ وہ اس کا نور ہے۔ جس وقت وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے آپ نے دو بار اپنے رب کا دیدار کیا تھا۔'' لب لباب یہ ہے کہ آیت طیبہ میں مراد رؤیت کے وقت اس کا احاطہ کرنا ہے۔ اصل رؤیت کی نفی نہیں ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ الادراک سے مراد احاطہ ہے۔ رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ جب احاطہ کی نفی کے بارے نص وارد ہوگئی تو اس سے احاطہ کے بغیر رؤیت کی نفی لازم نہیں آتی۔ جو رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ (براہِ راست) مگر وحی کے طور پر۔''

اس کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

① رؤیت کے وقت کلام کا ہونا ضروری نہیں۔ رؤیت کلام کے بغیر جائز ہوگی۔

② یہ عام ہے جو سابقہ دلائل سے مخصوص ہے۔

③ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس جگہ مراد واسطہ کے بغیر کلام کرنا ہے۔ اگرچہ اس قول کا احتمال ہے لیکن جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس جگہ وحی سے مراد الہام اور خواب میں زیارت کرنا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو وحی کہا جاتا ہے۔

اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ''یا پس پردہ۔''

اس کے بارے امام واحدی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ کسی کے ساتھ آواز بلند کیے بغیر کلام کرے۔ وہ اس طرح رب تعالیٰ کا کلام سنیں کہ اس کی ذات کی زیارت نہ کریں۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہاں حجاب ہو جو ایک جگہ کو دوسری جگہ سے جدا کر رہا ہو۔ جو محجوب کی حد بندی پر دلالت کر رہا ہو۔ یہ اسی طرح ہے کہ جیسے پس پردہ سنا جائے اور متکلم نظر نہ آئے۔

❺ حضرت کعب کا یہ فرمان کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دو بار کلام کیا تھا۔'' اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے کئی بار یہ شرف حاصل کیا تھا۔ ارشاد فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ (طٰہٰ:۱۷)

ترجمہ: "اور (ندا آئی) یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ!"

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ (طٰہٰ:۸۳)

ترجمہ: "اور کس وجہ سے تم جلدی آگئے اپنی قوم سے اے موسیٰ!"

فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ۔ (طٰہٰ:۸۵)

ترجمہ: "ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے جانے کے) بعد۔"

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ۔ (الاعراف:۱۴۵)

ترجمہ: "پھر (فرمایا) پکڑلو اسے مضبوطی سے۔"

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ۔ (طٰہٰ:۴۳)

ترجمہ: "آپ دونوں جائیں فرعون کے پاس۔"

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ۔ (طٰہٰ:۳۹)

ترجمہ: "میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے (تا کہ جو دیکھے فریفتہ ہو جائے) اور (اس تدبیر کا منشاء یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔ یاد کرو جب چلتے چلتے آئی آپ کی بہن۔"

دوسرے مؤقف کے دلائل

◆ ابن کثیر اور ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس سے مطلق اور مقید روایات منقول ہیں۔ ان میں سے مطلق کو مقید پر محمول کرنا ضروری ہے۔ مقید وہ ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابو العالیہ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے نقل کی ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ۔ (النجم:۱۱)

ترجمہ: "نہ جھٹلایا دل نے۔"

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ (النجم:۱۳)

ترجمہ: "اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔"

اس روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے قلب انور سے دو بار رب تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ حضرت عطاء کی سند سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے دلِ انور سے رب تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ ابن مردویہ نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دل سے دیکھا تھا چشمانِ مقدس سے نہیں دیکھا تھا۔ امام نسائی اور ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے آپ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اسے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ دل سے دو بار اس کی زیارت کی ہے۔" پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ (النجم: ۸)

ترجمہ: "پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔"

◆ ۲ الحافظ نے لکھا ہے کہ رؤیت الفؤاد سے مراد دل انور سے دیکھنا ہے۔ اس سے صرف حصولِ علم مراد نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ سے رب تعالیٰ کے بارے جانتے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے یہ ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے قلب انور سے اسے دیکھا ہے۔ جو رؤیت آپ کو حاصل ہوئی اسے آپ کے قلبِ انور میں اس طرح تخلیق کیا گیا جس طرح کسی اور کے لیے آنکھ میں رؤیت تخلیق کی گئی۔" صاحب السراج نے لکھا ہے" اولیا کرام کا معاملہ آپ کے برعکس ہے۔ جب وہ رؤیت یا مشاہدہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ اس سے معرفت مراد لیتے ہیں۔ یہ اہم امور میں سے ہے اسے یاد کرلو۔ بہت سے لوگ اس میں لغزش کھا جاتے ہیں۔"

رؤیت کے لیے از روئے عقل کوئی مخصوص چیز ہونا شرط نہیں ہے۔ اگرچہ آنکھ کی تخلیق میں عادت یہی ہے۔ امام واحدی نے لکھا ہے" آپ نے اپنے قلب انور سے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ اس صورت میں رب تعالیٰ نے آپ کی چشم مقدس کو دل میں بنادیا تھا یا دل مبارک کے لیے بھی ایک آنکھ بنادی تھی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا صحیح دیدار کرلیا۔"

◆ ۳ حضرت ابن عباس سے یہ مقید روایات ہیں۔ ان سے حضرت ام المؤمنین کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کہ ان کی نفی کو آنکھ سے دیکھنے پر اور ان کے اثبات کو دل سے دیکھنے پر محمول کیا جائے۔

◆ ۴ ابن کثیر نے لکھا ہے: "وہ حدیث جسے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رایت ربی عزّوجلّ" اس کی سند صحیح ہے۔ یہ صحیح کی شرط پر ہے۔ لیکن یہ حدیث المنام سے

مختصر ہے۔

- ابن کثیر نے لکھا ہے "جن راویوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی چشمانِ مقدس سے دیکھا تھا تو یہ بہت غریب ہے کیونکہ اس ضمن میں کسی صحابی سے بھی کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ علامہ بغوی کا یہ قول "ایک جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ آپ نے اپنی چشمِ مقدس سے دیکھا تھا۔" یہ حضرات انس، حسن اور عکرمہ کا قول ہے۔" اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بغوی نے اسے ابوالحسن الواحدی کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن کثیر کا یہ قول بھی عمدہ نہیں کہ اس ضمن میں صحابہ کرام سے کچھ مروی نہیں۔ الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔ ایک بار اپنی چشمِ مقدس سے اور دوسری بار اپنے قلب انور سے۔"

❁❁❁❁

چوتھا باب

کس وقت اور کس جگہ سے معراج کا سفر ہوا

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اول: جگہ کے بارے

امام بخاری نے لکھا ہے کہ آپ اس وقت بیت اللہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ باب بدء الخلق میں بیت اللہ اور باب المعراج میں الحطیم کا ذکر کیا کبھی الحجر کا ذکر کیا۔ یہ شک حضرت قتادہ کی طرف سے ہے۔ جیسے کہ امام احمد نے اپنی روایات میں عفان بن ھمام سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "بینما انا فی الحطیم" حضرت قتادہ نے بھی الحجر فرمایا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ الحجر سے مراد الحطیم ہی ہے۔ یہ بعید مؤقف ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ رکن اور مقام یا چشمہ زمزم اور حجر کے مابین تھے۔ اگر حطیم اور حجر میں جلوہ نما ہونے میں اختلاف ہے اس سے مراد وہ مبارک جگہ ہے جس میں سے اس مبارک سفر کا آغاز ہوا۔ کیونکہ یہ واقعہ متعدد بار رونما نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ واقعہ مخرج کے ایک ہونے کی وجہ سے ایک ہی ہے۔

امام زھری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے کاشانۂ اقدس کے چھت میں سوراخ کیا گیا جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔" امام واقدی کی روایت میں ہے کہ آپ کو شعب ابی طالب سے معراج کرائی گئی۔ الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو رات کے وقت غائب پایا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان اقوال کو جمع کرنا ممکن ہے آپ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر فرمائی۔ ان کا گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ چھت میں سوراخ کیا گیا گھر کی نسبت آپ کی طرف کی گئی کیونکہ آپ اس میں جلوہ افروز تھے۔ گویا کہ آپ مالک تھے۔ آپ کو مسجد حرام کی طرف لے جایا گیا، آپ پر نیند کے اثرات تھے۔ پھر مسجد کے دروازے کی طرف لے جایا گیا۔ آپ کو براق پر سوار کرایا گیا۔ ابن اسحاق نے حسن کی مرسل روایت لکھی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ کو مسجد کی طرف لے گئے۔ یہ روایت بھی اسی جمع کی تائید کرتی ہے۔"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ مختلف روایات "اسی اثناء میں کہ میں مسجد حرام میں تھا۔" "میں اپنے گھر میں تھا۔" "میں ام

ہانی کے گھر تھا'' میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ آپ مسجد حرام میں تھے۔

دوسری فصل، مقام کے بارے

وہ صحیح موقف جس پر علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ الاسراء (معراج) بعثت کے بعد ہوئی تھی۔ وہ بات جس کا تذکرہ حضرت شریک کی روایت میں ہے کہ تین افراد آپ کے پاس آئے ابھی آپ پر نزولِ وحی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس میں ہے ''اس رات آپ نے انہیں نہ دیکھا حتیٰ کہ وہ دوسری رات آئے۔'' انہوں نے دوبار آنے کے مابین مدت کا تعین نہیں کیا۔ اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ دوسری بار آنا نزولِ وحی کے بعد تھا۔ اس وقت معراج ہو چکی تھی۔ اگر دونوں بار آنے میں مدت ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ مدت ایک رات ہو یا زیادہ راتیں ہوں یا کئی سال ہوں۔''

ابن کثیر نے لکھا ہے''اس پر محمول کرنا زیادہ ظاہر ہے۔ ابن قیم نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ حافظ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:''اس سے حضرت شریک کی روایت سے اشکال دور ہو جاتا ہے۔ اس سے اس امر پر اتفاق حاصل ہوتا ہے کہ معراج بعثت سے بعد اور ہجرت سے قبل عالم بیداری میں ہو۔ اس سے خطابی اور ابن حزم کی تشنیع ختم ہو جاتی ہے کہ شریک نے اپنے اس دعویٰ سے اجماع کی مخالفت کی ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوا تھا'' الحافظ نے لکھا ہے کہ بعض شارحین نے جو لکھا ہے کہ یہ ان دو راتوں کے مابین تھی جن میں سات یا نو یا تیرہ فرشتے تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ تو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ وہ فرشتے مختلف سالوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے جیسے کہ شارح مذکور نے سمجھا ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے اس جگہ لفظ قبل مخصوص امر میں استعمال ہوا ہے مطلق نہیں ہے۔ اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ کو معراج نزولِ وحی سے قبل کرایا گیا۔ یعنی یہ اچانک ہوا تھا۔ امام زھری کی روایت بھی اسی تائید کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا:''میرے کاشانہ اقدس کی چھت میں سوراخ کیا گیا۔''

اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس سال ہوا تھا۔ جمہور نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ ہجرت سے ایک سال قبل ہوا تھا۔ امام نووی نے یہی موقف اختیار کیا ہے ابن حزم نے مبالغہ کرتے ہوئے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ قاضی نے لکھا ہے کہ معراج ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔ کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز کی فرضیت کے بعد آپ کے ہمراہ نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس میں بھی اختلاف نہیں کہ ان کا وصال ہجرت سے قبل ہو گیا تھا۔ اس میں بھی اختلاف نہیں کہ نماز شبِ معراج کو فرض ہوئی تھی۔ ابن دحیہ نے قاضی کی یوں گرفت کی ہے''وہ نماز جو انہوں نے آپ کے ہمراہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی وہ بعثت کی ابتداء میں تھی۔ وہ دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام تھی۔ شب

معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نماز کے فرض ہونے سے پہلے وصال ہو چکا تھا۔(ابن سعد اور یعقوب بن سفیان)

معتمد مؤقف یہ ہے کہ جس نے یہ کہا اس کی مراد یہ ہے کہ جنہوں نے کہا ہے کہ فرض نماز سے قبل ان کا وصال ہوا تھا ان کی مراد پانچ نمازیں ہیں۔اگر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ بالا فرمان سچ ثابت ہو جائے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال نماز فرض ہونے سے پہلے ہوا تھا۔اس سے دونوں اقوال کو جمع کیا جا سکتا ہے۔اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ان کا وصال معراج سے پہلے ہوا تھا۔عسکری نے روایت کیا ہے کہ ان کا وصال ہجرت سے سات سال قبل ہوا تھا۔ان کے تذکرہ میں یہ تفصیل بیان ہو گی۔

معراج کس مہینہ میں ہوئی تھی۔اس میں اختلاف ہے۔ابن الاثیر نے حزم کے ساتھ لکھا ہے۔امام نووی نے فتاویٰ میں رقم کیا ہے کہ معراج ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔امام نووی نے لکھا ہے کہ ۲۷ ربیع الاول کی شب کو معراج ہوئی تھی۔انہوں نے اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے۔فتاویٰ الانبوی،اذرعی نے توسط میں زرکشی نے الخادم میں دمیری نے حیاۃ الحیوان میں اور مسلم شریف کے بعض نسخوں میں اسی طرح لکھا ہے۔فتاویٰ کے اکثر نسخوں میں ربیع الآخر لکھا ہوا ہے۔ابن دحیہ نے الابتہاج میں،الحافظ نے فتح میں اور ابن دحیہ نے التنویر والمعراج الصغیر،ابوشامہ نے باعث میں اور الحافظ نے فضائل رجب میں لکھا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ معراج رجب کے مہینہ میں ہوئی۔امام نووی نے امام رافعی کی تبع کرتے ہوئے الروضۃ میں یہی لکھا ہے۔ایک قول رمضان المبارک اور ایک قول شوال کا بھی ہے۔

ابن عطیہ نے یہ اختلاف لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ یہ صحیفہ شق ہونے کے بعد اور بیعۃ العقبہ سے پہلے ہوئی تھی۔ابن دحیہ نے لکھا ہے:''ممکن ہے کہ یہ رات پیر کی مبارک شب ہو،ہجرت کی تاریخ کے حساب کے مقدمات اسی کی دلیل ہے۔لب لباب یہ ہے کہ انہوں نے یہ استنباط کیا ہے۔انہوں نے ولادتِ مبارکہ،بعث مبارکہ،معراج،ہجرت اور وصال مبارک کو پیر کے دن ہی ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔انہوں نے لکھا ہے''یہ انتقالات نبویہ کی ہیئتوں سے وجودِ مسعود،نبوت، معراج اور وصال کے اعتبار سے پانچ ہیئتیں ہیں۔آپ کے حق میں پیر کا روز اسی طرح ہے جس طرح حضرت آدم کے حق میں جمعۃ المبارک تھا۔اس روز میں ان کی تخلیق ہوئی۔اسی میں انہیں زمین پر اتارا گیا۔اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں ان کا وصال ہوا۔آپ کے وجودیہ اور دینیہ اطوار ایک ہی دن کے ساتھ مختص ہیں۔ابن شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''پیر کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت،بعثت،معراج اور اسی میں آپ کا وصال ہوا۔''اسی میں آپ کو سیر کرائی گئی۔''اس امر پر اتفاق ہے کہ معراج رات کے وقت ہوئی تھی۔

تنبیہ

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ معراج پیر کی رات کو ہوئی تھی۔ کیونکہ رات اس دن کے تابع ہوتی ہے جو اس کے بعد ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے "اس بات پر اجماع ہے کہ عرفہ کی شب وہ رات ہوتی ہے جو عرفہ کے دن سے پہلے ہوتی ہے۔" بعض علماء فرماتے ہیں "بعض لوگوں کے گمان کے مطابق ہفتہ کی رات جمعۃ کے بعد کی رات ہے۔" نجات میں جو لکھا ہے: "ہر دن کی رات وہ شب ہوتی ہے جو اس سے پہلے ہوتی ہے کیونکہ مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور اس کا آخر دن پر ہوتا ہے۔ ہمارے شوافع آئمہ نے یہی تفصیلات لکھی ہیں۔ عرفہ کی رات اگرچہ شرعی طور پر اس سے مؤخر ہوتی ہے۔ لیکن شرعاً حکم میں شامل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مخصوص وقت میں وقوف مشروع قرار دیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اعتراض نہیں ہوگا۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ (یٰس: ۴۰)

ترجمہ: "اور نہ رات کی یہ طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے۔"

کیونکہ مفسرین نے اس کا ایک اور معنی لکھا ہے۔ مجاہد لکھتے ہیں: "رب تعالیٰ کے فیصلہ اور علم میں ہے کہ دن رات کو نہیں چھوڑتا حتیٰ کہ اسے پا لیتا ہے اور اس کی ظلمت مٹا دیتا ہے۔ رب تعالیٰ کے فیصلہ اور علم میں ہے کہ رات دن کو نہیں چھوڑتی اسے پالیتی ہے اور اس کے اجالے کو ختم کر دیتی ہے۔"

الضحاک نے لکھا ہے: "کوئی دن اس طرف سے نہیں گزرتا بلکہ رات بھی اسی طرف سے گزر جاتی ہے۔" امام بغوی نے لکھا ہے: "وہ معلوم حساب سے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے وقت سے پہلے نہیں آتا۔" ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی سلطنت میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ رات کے وقت سورج طلوع نہیں ہوتا۔ دن کے وقت چاند روشن نہیں ہوتا۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں گے ایک دوسرے کو پالیں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ رات رات کے متصل نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کے مابین دن بطور فاصل ہوتا ہے۔

❀❀❀❀

پانچواں باب

معراج کی کیفیت اور بار بار معراج کے بارے

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

معراج کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجمالاً نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور اس کی تفصیلات اور عجائب میں متفرق احادیث ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ان کا تذکرہ بعد میں آئے گا البتہ معراج کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اس کے بارے علماء کے کئی اقوال ہیں:

یہ قول اکثر علماء کا ہے کہ معراج جسم انور اور روح اقدس کے ساتھ عالم بیداری میں ہوئی تھی یہ مکہ مکرمہ سے لے کر بیت المقدس تک۔ پھر سماوات علیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک رب تعالیٰ نے چاہا معراج ہوئی۔ قاضی لکھتے ہیں: "یہ موقف ہی حق ہے۔ اسی پر آیت طیبہ کی نص دلالت کر رہی ہے۔ بہت سی احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ آیت طیبہ اور ان احادیث طیبہ سے عدول نہیں کیا جائے گا جو اس کے بارے وارد ہیں۔ نہ ہی اس حقیقت سے عدول کیا جائے گا۔ الفاظ سے اذہان جس کی طرف تیزی سے جاتے ہیں۔ تاویل کا سہارا صرف محال ہونے کی صورت میں لیا جاتا ہے جبکہ الفاظ کو ان کی حقیقت پر محمول کرنا متعذر ہو۔ جسم اطہر اور روح مبارک کے ساتھ معراج کرانے میں اور حالتِ بیداری میں معراج کرانے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے تاویل کرنا پڑے۔ اگر معراج عالم نیند میں ہوتی تو یہ آیت اس طرح ہوتی۔ "سبحان الذی اسرٰی بروح عبدہٖ" بعبدہٖ کا لفظ نہ ہوتا۔ عبد سے حقیقت میں روح اور جسم مراد ہے رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی پر دلالت کر رہا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم:۱۷)

ترجمہ: "نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔"

ملکوت کے عجائب میں جن عجائب کو دیکھنے کا آپ کو حکم دیا گیا نگاہِ ناز نے ان سے عدول نہ کیا۔ نہ ہی ان سے تجاوز

کیا۔ یہ بھی اس امر پر صراحت ہے کہ معراج عالم بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ تھی۔ کیونکہ امر کو بصر کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یہ عالم بیداری میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (النجم:۱۸)

ترجمہ: "یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

اگر معراج نیند میں ہوتی تو اس میں نہ نشانی ہوتی نہ ہی معجزہ ہوتا۔ اگرچہ انبیائے کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں وہ ابلغیت اور خرق عادت امر نہیں ہوتا جو بیداری میں ہوتا ہے اگر یہ عالم نیند میں ہوتی تو کفار اسے بعید از قیاس نہ سمجھتے نہ ہی اس کی تکذیب کرتے۔ نہ ہی اس کی وجہ سے کمزور مسلمان فتنہ میں مبتلا ہوتے۔ کیونکہ ایسے خوابوں کا انکار نہیں کیا جاتا۔ نہ ہی کفار اسے بعید از قیاس سمجھتے نہ اس کی تکذیب کرتے نہ فتنہ میں مبتلا ہوتے۔ یہ سارے امور اسی وقت ہی رونما ہو سکتے ہیں جب معراج جسمِ اطہر کے ساتھ عالم بیداری میں ہو۔

امام بخاری نے باب الاسراء میں اور حضرت سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (الاسراء:۶۰)

ترجمہ: "اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے۔"

اس سے مراد آنکھ کا مشاہدہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کو شب معراج کرایا گیا۔ سعید نے یہ اضافہ کیا ہے: "اس سے مراد خواب نہیں ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ مشاہدہ کی نسبت آنکھ کی طرف کی گئی ہے تا کہ قلب کے ساتھ دیکھنے سے احتراز ہو سکے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں رؤیت قلب کو اس آیت طیبہ سے ثابت کیا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ (النجم:۱۱)

ترجمہ: "نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ نے)"

آنکھ کے مشاہدہ کو اس آیت طیبہ سے ثابت کیا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (النجم:۱۷)

ترجمہ: "نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔"

ابن مردویہ نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام مکہ

مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ جب مشرکین نے آپ کو روک دیا تو اس میں بعض لوگوں کے لیے فتنہ تھا۔ ابن مردویہ نے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا گویا کہ بنوامیہ میرے منبر کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے مراد دنیا ہے جو انہیں ملے گی۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی'' یہ دونوں روایات ضعیف ہیں صحیح مؤقف وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ ابن عباس نے جو کچھ فرمایا ہے یقینی طور پر وہی حق ہے کہ اس سے مراد شب معراج آنکھ مبارک سے مشاہدہ کرنا ہے۔ حضرات مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، مسروق، ابراہیم، قتادہ، عبدالرحمان وغیرہم نے یہی کہا ہے۔

تنبیہ

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا مؤقف ہے کہ شب اسراء اور تھی اور شب معراج اور۔ کیونکہ انہوں نے ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ باب باندھا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں ان کے لیے مغایرت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ نماز کی ابتداء میں ان کا تذکرہ ان کے متحد ہونے کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے یہ باب باندھا ہے۔ ''شب الاسراء کو نماز کیسے فرض ہوئی؟ نماز شب معراج کو ہی فرض ہوئی۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں متحد ہیں۔ انہوں نے ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ باب اس لیے باندھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ قصہ پر مشتمل ہے۔ اگرچہ دونوں واقعات ایک ہی وقت رونما ہوئے تھے۔

دوسرا قول

اسراء بیت المقدس تک جسم اطہر کے ساتھ اور آسمانوں تک سیر روح مبارک کے ساتھ تھی۔ ایک گروہ کا یہ مؤقف ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: ''(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔''

انہوں نے مسجد اقصیٰ کو اس اسراء کے لیے انتہاء بنایا ہے۔ جس میں اس حیثیت سے تعجب ہے کہ وہ رات کے قلیل میں رونما ہوا۔ کفار اس میں محال ہونے کی وجہ سے تعجب کرتے تھے۔ جب اہل ایمان کا تعجب قدرت باہرہ کی وجہ سے تھا۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور کرامت کا بھی ظہور ہے۔ اگر مسجد اقصیٰ سے زائد سیر ہوتی تو رب تعالیٰ اس کا ذکر کرتا تاکہ آپ کی مدح اور توصیف میں اور اضافہ ہوتا۔''

آئمہ کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ایمان کی طرف استدراجاً لانے کے لیے پہلے اسراء کا تذکرہ کیا۔ جب آپ کی صداقت کی نشانیاں عیاں ہوگئیں اور آپ کی رسالت کی برہان پوری ہوگئی اور وہ اس معجزہ سے اُنس پا گئے تو انہیں اس سے بڑے معجزہ کے بارے بتایا وہ معراج ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس کے بارے بتایا۔ رب تعالیٰ نے سورۃ النجم میں یہ واقعہ نازل فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی شب میں تھی۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ ''میرے پاس براق لایا گیا میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا...... پھر مجھے آسمان دنیا کی طرف لے جایا گیا'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''جب میں بیت مقدس میں فارغ ہوگیا تو میرے پاس سیڑھی لائی گئی۔''

تیسرا قول

اگرچہ اسراء روح کے ساتھ تھا یہ نیند میں خواب تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی حکایت بیان فرمائی:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ۔ (الصافات: ۱۰۲)

ترجمہ: ''اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انبیائے کرام کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن ان کے قلوبِ مبارکہ نہیں سوتے۔'' یہ مؤقف رکھنے والے علماء کرام نے اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (اسراء: ۶۰)

ترجمہ: ''اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے۔''

اگر عالم بیداری میں معراج ہوتی تو ''الرؤیۃ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ شریک کی روایت میں ہے ''آپ مسجد حرام میں آرام فرما تھے'' پھر انہوں نے شب معراج کی ساری داستان روایت کر دی۔ پھر روایت کیا: ''جب میں اپنی نیند سے بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا'' یہ مؤقف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی معراج کے بارے سوال کیا جاتا تو فرماتے: ''یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ایک سچا خواب تھا'' یعقوب راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔ یہ منقطع حجت ہے۔'' یہ قول حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''مجھے آلِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص نے بتایا ہے کہ حضرت ام المومنین

رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: "اس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر غائب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آپ کی روح کو سیر کرائی گئی۔" شفاء کے نسخوں میں ہے "میں نے شب معراج آپ کا جسم اطہر مفقود نہ پایا۔"

پہلی دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رؤیا کبھی کبھی الرویۃ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی عالم بیداری میں مشاہدہ کرنا۔ جیسے ابن دحیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے:

و کبّر للرویا و ھش فوادہ و بشر قلبا کان جما بلا بلہ

رب تعالیٰ کا یہ فرمان الا فتنۃ للناس۔ (الاسراء: ۶۰) بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد آنکھ کا مشاہدہ ہے وجود مسعود کے ساتھ سیر ہے کیونکہ نیند میں سیر کرنا لوگوں کے لیے فتنہ نہیں ہو سکتا کیونکہ محال امر سمجھتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ لوگ مرتد ہو گئے۔ کفار نے کہا: "محمد عربی (جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بیت المقدس گئے۔ پھر اسی رات مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ جبکہ ایک کارواں ایک ماہ وہاں تک جاتے ہوئے اور ایک وہاں سے آتے ہوئے لگاتا ہے۔" اگر یہ خواب ہوتا تو کوئی بھی اسے بعید از قیاس نہ سمجھتا۔ یہ معروف امر ہے کہ ایک سونے والا کبھی خود کو آسمانوں میں کبھی مشرق میں اور کبھی مغرب میں دیکھتا ہے کوئی بھی اسے بعید نہیں سمجھتا۔ عالم بیداری میں معراج کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے اس رات قریش کے ایک کارواں کا پانی پیا تھا۔ انہوں نے یہ پانی پیالہ میں ڈال کر ڈھانپ رکھا تھا وقت صبح اس برتن میں پانی نہ تھا۔ انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ اسی طرح آپ نے اس شخص کی راہ نمائی کی تھی جس کا اونٹ براق کی آہٹ سن کر بھاگ گیا تھا۔ آپ نے اہلِ مکہ کو اس کی نشانی بھی بتائی تھی۔ آپ نے دو بوروں کا تذکرہ کیا جن میں سے ایک سیاہ اور دوسرا اسفید و سیاہ تھا۔ آپ نے اس کارواں کے بارے بتایا کہ وہ بدھ کو آ جائے گا۔ جس میں سے اونٹ والے کی راہ نمائی کی تھی۔ اور جن کے پیالے سے پانی نوش کیا تھا۔ یہ سارے امور عالم بیداری میں ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے حضرت ابن عباس کا یہ فرمان گزر چکا ہے "یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی شب کرایا گیا تھا۔"

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ اس وقت کا تذکرہ ہو جبکہ ابتدائے سفر میں فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو۔ آپ استراحت فرما ہوں۔ حضرت حسن کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا۔ حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے مجھے جگایا۔ میں بیٹھ گیا۔ میں نے کچھ بھی نہ دیکھا۔ میں اپنے بستر پر لوٹ گیا...... وہ مجھے مسجد حرام کے دروازے تک لے گئے۔ میں نے وہاں ایک جانور پایا۔" اسے ابتدائے حال پر محمول کیا جائے گا۔ پھر آپ مسجد حرام کے دروازے کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کو سوار کرایا گیا۔ آپ عالم بیداری میں تھے۔ حدیث پاک میں یہ ذکر نہیں کہ آپ سارے واقعہ کے دوران سوئے ہی

رہے۔آپ کا یہ فرمان "پھر میں بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا" اس کے بارے حافظ نے لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ معراج کئی بار ہوئی تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں ورنہ اسے اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ جب میں ملکوت کے عجائب کے مشاہدہ سے لوٹا اور عالم دنیوی کی طرف آیا جب میں عالم بشریت کی طرف آیا تو میں مسجد حرام میں تھا۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ پر وحی ہوتی تھی تو آپ بہت زیادہ مستغرق ہوتے تھے۔ جب وحی کا نزول ختم ہو جاتا تھا تو آپ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آتے تھے۔اس حالت کو آپ نے بیداری سے تعبیر فرمایا۔ جیسے کہ اس حدیث پاک میں ہے جس میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔اہل طائف نے آپ کو جھٹلایا۔آپ نے فرمایا: "جب میں واپس آیا تو میں غمزدہ تھا۔میں قرن الثعالب پہنچ کر اپنی پہلی حالت پر آیا۔" حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ اپنے نورِ نظر کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تاکہ آپ اسے گھٹی دیں۔انہوں نے اسے آپ کی مبارک ران پر بٹھا دیا۔حضور اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں مصروف ہو گئے۔حضرت اسید نے اپنا بچہ وہاں سے اٹھا لیا جب حضور اکرم پہلی حالت پر آئے تو بچہ کو نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے آپ کو بتایا کہ اسے اٹھا لیا گیا ہے آپ نے اس بچہ کا نام منذر رکھا اس میں "استیقظ" کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔شریک کی تغلیط کو اس معنی پر محمول کرنا بہت بہتر ہے۔

تنبیہ

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس رات کو آپ کی چشمِ مبارک تو سوئی تھی لیکن دل مبارک حاضر تھا۔آپ نے اپنی چشمانِ مقدس کو بند کر لیا تھا تاکہ محسوسات میں سے کوئی چیز آپ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔" قاضی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یہ درست نہیں یہ مقام ملکوت کے عجائب کو دیکھنے کا مقام ہے کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ (الاسراء:۱)

ترجمہ: "تاکہ ہم آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔"

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (النجم:۱۸)

ترجمہ: "یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

آنکھ سے جلد مشاہدہ ہوتا ہے۔اس طرح آپ کی اس کیفیت کو اس وقت پر بھی محمول نہیں کیا جا سکتا جب آپ نے انبیائے کرام کو امامت کرائی تھی۔

جو قول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ ایسی سند سے وارد نہیں جو حجت بن سکے بلکہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ابن دحیہ نے التنویر میں لکھا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''معراجہ العفیر'' میں لکھا ہے کہ شوافع کے امام قاضی ابو العباس بن سریج نے لکھا ہے ''یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ صحیح حدیث کے رد کے لیے اسے وضع کیا گیا ہے۔'' اگر اسے صحیح تصور بھی کر لیا جائے اور یہ مجہول صیغہ سے روایت ہو تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنا مشاہدہ بیان نہیں کیا کیونکہ وہ اس وقت آپ کی زوجہ نہ تھیں۔ اگر اسے معروف روایت کیا جائے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ وظیفۂ زوجیت آپ نے مدینہ طیبہ میں ادا کیا تھا۔ اسراء کے وقت ان کی عمر ایسی تھی جس میں امور ضبط نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہجرت کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ اگر معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہو تو اس وقت ان کی عمر سات سال ہوگی یا اس سے کم۔ اس شخص کے قول کے مطابق جس نے کہا ہے کہ معراج بعثت سے ایک سال بعد میں ہوئی وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔

تنبیہ

زاد المعاد میں ہے: ''وہ فرق معلوم ہونا چاہیے جو اس موقف کہ معراج نیند میں تھی اور اس موقف کے مابین ہے کہ معراج جسم اطہر کے بغیر صرف روح کے ساتھ تھی ان کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ نہیں کہتے کہ یہ نیند تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سفر آپ کی روح مبارک کے ساتھ تھا۔ آپ کا جسم اطہر غائب نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں امور میں فرق ہے۔ کیونکہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے وہ ضرب الامثال ہوتی جو محسوس صور میں معلوم کے لیے پیش کی جاتی ہیں وہ دیکھتا ہے گویا کہ اسے آسمان کی سیر کرائی گئی یا وہ مکہ مکرمہ یا زمین کے گوشوں کی طرف گیا اس کی روح نہ جاتی ہے نہ اوپر چڑھتی ہے۔ اس کے لیے صرف ضرب المثل بیان کی جاتی ہے۔ معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ کو جسم مبارک اور روح اقدس کے ساتھ معراج کرائی گئی۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ آپ کی روح مبارک کو سیر کرائی گئی۔ آپ کا جسم غائب نہیں ہوا تھا۔ یہ گمان نہیں کرتے کہ معراج خواب تھی۔ بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ روح کی ذات کو سیر کرائی گئی۔ اسے حقیقت میں معراج کرائی گئی۔ اس نے وہ امور سرانجام دیے جو وہ مفارقت کے بعد دیتی ہے۔ اس وقت اس کی حالت وہی تھی جو مفارقت کے بعد ہوتی ہے۔ وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر جا کر رک گئی۔ وہ رب تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گئی اس نے اسے جو چاہا حکم دیا پھر وہ زمین پر آ گئی۔ اس شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امر اکمل صورت میں حاصل ہوا تھا جو مفارقت کے بعد روح کے لیے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے یہ فرق عیاں ہو گیا جو سونے والا دیکھتا ہے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم مقام پر فائز تھے۔ آپ کا بطن اقدس چاک کیا گیا

آپ کا وصال نہ ہوا آپ کو درد نہ ہوا۔ حقیقت میں آپ کی روح مبارک کو سیر کرائی گئی لیکن آپ کا وصال نہ ہوا۔ جبکہ دیگر لوگوں کی ارواح مرنے کے بعد ہی آسمانوں کی طرف جاتی ہیں۔" اس کی مزید تفصیل حیات النبی ﷺ کے باب میں آئے گی۔

دوسری فصل، کتنی بار معراج ہوئی؟

ایک گروہ جس میں ابوشامہ بھی شامل ہیں ان کا موقف ہے کہ معراج کئی بار ہوئی۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے سعید بن منصور، بزار، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں سو رہا تھا کہ حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے میرے شانوں کے مابین مس کیا۔ میں ایک درخت کی طرف گیا جس میں پرندوں کے گھونسلوں کی طرح کوئی چیز تھی۔ ایک میں حضرت جبرائیل اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ وہ اوپر جاتی گئی بلند ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ وہ شمس وقمر سے بھی اوپر چلی گئی۔ میں پہلو بدل رہا تھا۔ اگر میں آسمان کو چھونا چاہتا تو اسے چھو سکتا تھا۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔ میں نے بہت بڑا نور دیکھا۔ پس پردہ موتی اور یاقوت تھے۔ نور گرا۔ حضرت جبرائیل امین بے ہوش ہو گئے۔ گویا کہ وہ بوریا ہوں۔ میں جان گیا کہ ان میں مجھ سے زیادہ خشیت پائی جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی کی۔" دوسری روایت ہے کہ اس نے مجھ پر وحی کی کہ کیا میں بادشاہ بننا چاہتا ہوں یا عبد نبی" حضرت جبرائیل نے لیٹے ہوئے مجھے اشارہ کیا کہ میں تواضع اختیار کروں۔ میں نے عرض کی: "نہیں بلکہ میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔"

❁❁❁❁

چھٹا باب

گمراہ لوگوں کے معراج کے بارے اعتراضات کے جواب

حضور اکرم ﷺ کی معراج میں کسی ایک مسلمان کو بھی اختلاف نہیں ہے گمراہوں نے باطل شبہات کے ساتھ اس پر اعتراضات کیے ہیں۔امام رازی وغیرہ نے ان کا رد کیا ہے۔میں ان اعتراضات کا تذکرہ کروں گا پھر ان کے جوابات لکھوں گا۔گمراہوں نے کہا ہے"اس قدر تیز رفتاری سے حرکت کرنا عقل میں نہیں آسکتا۔اگر آپ آسمان کی طرف تشریف لے جاتے تو افلاک میں لازم شگاف ہوتا۔یہ محال ہے۔بھاری جسم کا آسمان کی طرف چڑھنا مشہور نہیں ہے۔اگر یہ معجزہ سچا ہوتو یہ آپ کے سارے معجزات سے عظیم ہوتا۔لازم ہوتا کہ آپ اس کا اظہار لوگوں کے مجمع عام میں کرتے حتیٰ کہ لوگ اس سے آپ کی نبوت کی صداقت پر استدلال کرتے۔اس وقت معراج ہونا جس میں کوئی آپ کو نہ دیکھ رہا ہو عبث ہے۔یہ حکیم کی حکمت کے مناسب نہیں ہے۔

1. پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس قدر تیز رفتاری سے حرکت کرنا ممکن ہے رب تعالیٰ اس پر قادر ہے۔اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ فلک اعظم رات کی ابتداء سے لے کر آخر تک نصف چکر کے قریب حرکت کرتا ہے۔ہندسہ کے حساب سے یہ ثابت ہے کہ چکر کی قطر کی طرف نسبت ایک اور تین کی نسبت سے ہے۔

اگر یہ سمجھا جائے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے فلک اعظم کے اوپر تشریف لے گئے تو آپ نے صرف نصف قطر کے اعتبار سے ہی حرکت کی ہے۔جب نصف چکر زمانہ کی مقدار ممکن ہوگئی تو نصف قطر کے مقدار میں حرکت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔یہ برہان قاطع ہے کہ آپ رات کے تہائی حصہ میں مکہ مکرمہ میں عرش اعلیٰ تک گئے یہ امر ممکن ہے۔اگر یہ حقیقت ہے تو پھر پوری رات میں اس کے حصول کا امکان زیادہ بہتر ہے۔

حساب کی رو سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ سورج کے دونوں کناروں کا فاصلہ کرۂ ارض کے دونوں کناروں سے ایک سو ساٹھ گنا زیادہ ہے اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ سورج کی ٹکیہ انتہائی قلیل مدت میں طلوع ہو جاتی ہے اس سے بھی یہی دلیل ملتی ہے کہ اس سرعت سے حرکت کرنا ممکن ہے۔اگر ہماری گفتگو ایسے شخص کے بارے میں ہے جو حساب نہ جانتا ہو تو ہم

اسے کہیں گے کہ تم شمس و قمر اور ستاروں کو دیکھتے ہو کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اتنی مسافت طے کرتے ہیں جسے کئی سالوں میں بھی طے نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا قلیل مدت میں دور دراز تک چلی جاتی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ (سباء:۱۲)

ترجمہ: ''اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی ہوتی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی۔''

اسی طرح آندھی ایک لحظہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ فوراً چلی جاتی ہے۔ اسی طرح اس شخص نے جس کے پاس الکتاب کا علم تھا اس نے یمن کے دور کے علاقہ سے پلک جھپکنے کی دیر میں بلقیس کا تخت حاضر کیا تھا۔ اجسام اپنی تمام ماہیات میں ایک دوسرے کے متماثل ہوتے ہیں۔ جب یہ حرکت بعض اجسام کے حق میں ثابت ہو گئی۔ تو سارے اجسام میں ان کے حصول کا امکان ثابت ہو گیا۔ یہ ممکنات میں سے ہے۔ ربِ تعالیٰ اسی خصوصیت کو اپنے نبی اکرم ﷺ کے جسد اطہر میں بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔

◆ ۲ افلاک کا پھٹ جانا محال نہیں ہے جنت اور دوزخ کا انکار کرنے والوں نے اس کو محال سمجھا ہے۔ شیخ سعد الدین لکھتے ہیں: ''معراج کے محال ہونے کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اس دعویٰ کی بنیاد فلاسفہ کے اس اصول پر ہے کہ آسمان میں شگاف ہونا اور پھر مل جانا ممتنع ہے۔ ورنہ اہلِ حق کے نزدیک آسمانوں میں شگاف ہونا اور ان کا ملنا حق ہے۔ اجسام علویہ اور سفلیہ متماثل ہیں جو جواہرہ فردہ متماثلہ سے مرکب ہوتے ہیں۔ اس مذکورہ تماثل کی وجہ سے جو چیز ایک جسم پر صحیح ہوتی ہے وہ دوسری پر بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ جب اجسام سفلیہ پھٹ سکتے ہیں تو اجسام علویہ بھی پھٹ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سارے ممکنات پر قادر ہے۔ وہ آسمانوں میں شگاف کرنے پر بھی قادر ہے اس کے بارے سنا بھی گیا ہے اس کی تصدیق لازم ہے۔

◆ ۳ جسم کثیف کے بلند ہونے کو بعید از قیاس سمجھنا جسم لطیف روحانی کے عرش سے عالم کے مرکز میں نزول کے بعید از قیاس ہونے کو لازم ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کا ایک رات میں معراج ممتنع ہے تو پھر حضرت جبرائیل کا عرش سے مکہ مکرمہ کی طرف ایک لحظہ میں نزول بھی ممتنع ہے۔ اگر ہم اس پر امتناع کا حکم لگائیں تو یہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت پر طعن ہوگا۔ معراج کو ثابت کرنے کا قول دراصل نبوت کی اصل کے جواز کو تسلیم کرنے کی فرع ہے۔ اس حرکت کو ممتنع سمجھنا نزول جبرائیل کے امتناع کو لازم ہے جب یہ باطل ہے تو وہ کچھ بھی باطل ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

◆ رات کو معراج کرانے کے کئی فوائد ہیں:

◇ ① تا کہ اہلِ ایمان کا غیب پر ایمان زیادہ ہو۔ اہلِ کفر کے کفر میں اضافہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (الاسراء:۶۰)

ترجمہ: "اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے۔"

رات خلوت اور اختصاص کا وقت ہوتا ہے۔ جو شخص بادشاہ کے پاس دن کو بیٹھتا ہے اور جو رات کو بیٹھتا ہے ان کے مابین بہت فرق ہے۔ اس کے باوجود کفار نے کہا:

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ (الاحقاف:۷)

ترجمہ: "کہ یہ کھلا جادو ہے۔"

ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ انہیں دن کے وقت یہ معجزہ دکھاتے یا انہیں ایسی خبر دیتے جو انہیں یقین کا فائدہ دیتی جب آپ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر دیا تو انہوں نے کہا:

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ (القمر:۲)

ترجمہ: "بڑا زبردست جادو ہے۔"

ساتواں باب

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء جن سے یہ داستان مروی ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان سے ابن مردویہ نے عبید بن عمیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے، عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، ابن مردویہ نے حضرت ابوذر سے، الحافظ نے اطراف المسند میں لکھا ہے: ''اس میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ یہ دراصل ابی ذر تھا نسخہ سے ''ذر'' کا لفظ محذوف ہو گیا ہے۔ ابی کو ابی سمجھا گیا۔ اسے مسند ابی بن کعب میں غلطی سے درج کر دیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ''دارقطنی نے علل میں لکھا ہے کہ اس میں وہم ابوضمرۃ انس بن عیاض کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔ اس روایت کو ابوحفص نسفی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ لیکن میں اس سے آگاہ نہیں ہوا۔

حضرت انس بن مالک۔ انہوں نے کسی واسطہ کے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ثابت بنانی کی سند سے ان کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ شیخان نے شریک بن عبد اللہ، ابن مردویہ نے کثیر بن خنیس اور امام نسائی نے یزید بن ابی مالک اور ابن ابی حاتم نے ایک اور سند سے اسے روایت کیا ہے۔

ابن جریر، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے عبد الرحمن بن ہاشم کی سند سے روایت کیا ہے۔ اسے عبد العزیز بن صہیب کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ الطبرانی نے اسے میمون بن سیاہ، ابن جریر نے ابوسلمہ بن سلیم، ابن مردویہ نے اسے ابو ہاشم سے، ابن سعد اور سعید بن منصور اور بزار نے اسے ابوعمران الجولانی کی سند سے روایت کیا ہے ان میں سے بعض کی روایت میں وہ امور ہیں جن کا تذکرہ دوسروں کی روایت میں نہیں۔''

بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ۔ ان سے امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ حضرت بلال بن حمامۃ اور حضرت بلال بن سعد، ان سے ابوحفص النسفی نے روایت کیا ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ ان سے امام بخاری، امام مسلم، الطبرانی، ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ ان سے ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ۔ ان سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ ان سے

ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔ان سے البزار، الطبرانی، بیہقی نے روایت کیا ہے۔حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ۔ان سے الطبرانی، ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ان سے امام احمد، ابونعیم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔امام احمد اور ابویعلی نے حضرت عکرمہ کی سند سے، امام مسلم اور امام بخاری نے ابوالعالیہ اور عکرمہ کی سند سے، امام احمد، امام نسائی اور بزار نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بزار نے حضرت زرارہ بن اوفی کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر، ان سے ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ان سے ابن سعد اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی۔ان سے ابوحفص نسفی نے روایت کیا ہے۔عبداللہ بن اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ، ان سے بزار، بغوی اور ابن قانع نے روایت کیا ہے۔حضرت ابن مسعود۔ان سے امام مسلم نے مرہ کی سند سے ابن عرفہ نے عبیداللہ کی سند سے روایت کیا ہے۔امام احمد اور ابن ماجہ نے موثر بن عفازہ کی سند سے روایت کیا ہے۔بزار، ابویعلی اور الطبرانی نے علقمہ اور امام بیہقی نے زر بن حبیش کی سند سے روایت کیا ہے۔عبدالرحمان بن عابس ابن دحیہ نے ان کا تذکرۃ التنویر میں کیا ہے۔حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما۔ان سے ابوحفص النسفی نے روایت کیا ہے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سے امام احمد اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے امام احمد اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔حضرت انس بن عیاض۔ان کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے۔حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ۔ان سے امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابن جریر، امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ان کا ذکر ابن دحیہ نے کیا ہے۔حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ۔ان سے امام بخاری، امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ابوالحمراء رضی اللہ عنہ۔ان سے امام الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ابوالدرداء رضی اللہ عنہ۔ان سے ابوحفص النسفی نے روایت کیا ہے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ان سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ان سے ابن جریر، ابن ابی حاتم، امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے ابوالازھر سے روایت کیا ہے۔زید بن ابی حکیم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت کا وہ شخص کیسا ہے جسے سفیان ثوری کہا جاتا ہے۔کیا اس میں کوئی حرج نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔یہی حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے انہوں نے بیان کیا ہے کہ آپ نے شب معراج کے بارے فرمایا: ''میں نے آسمان میں دیکھا۔'' میں نے آپ کی خدمت میں روایت عرض کر دی۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! آپ کی امت کے بعض لوگ

معراج کے بارے عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ داستان گوؤں کی باتیں ہیں۔"

حضرت ابوسفیان بن حرب۔ ان سے ابوحفص النسفی نے روایت کیا ہے۔ ابوسلمہ بن دحیہ اور ابوسلمی رضی اللہ عنہ۔ ابوحفص نے ان سے روایت کی ہے۔ ابولیلی انصاری رضی اللہ عنہ۔ ان سے الطبرانی اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ان سے ابن جریر، ابن ابی حاتم، امام بیہقی، حاکم نے ابوالعالیۃ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہیں۔ وہ حفظ کے سچے تھے۔ امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت سعید بن میسب کی سند سے۔ امام احمد اور امام مسلم نے ابوسلمہ کی سند سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے ابوالصلت کی سند سے ابن مردویہ نے سلیمان التیمی کی سند سے ابن سعد، سعید بن منصور اور الطبرانی نے ان کے غلام کی سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔ ابن مردویہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے حاکم، امام بیہقی، ابن مردویہ نے امام زہری اور حضرت عروہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ابن مردویہ نے ہشام کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہا۔ ان سے ابوحفص النسفی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے ابوسعید اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا۔ ان سے الطبرانی، ابویعلی اور ابن عساکر نے ابوصالح کی سند سے روایت کیا ہے۔

❀❀❀❀

آٹھواں باب

داستانِ معراج

اللہ تعالیٰ آپ پر اور مجھ پر رحم کرے جان لو۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام کی روایات میں سے ہر ایک کی روایت میں اس چیز کا تذکرہ ہے جو دوسرے کی روایت میں نہیں۔ میں نے استخارہ کیا اور ان کی احادیث کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔ میں نے اس داستان کو ایک ترتیب سے لکھا ہے۔ تاکہ یہ یاد رکھنے والے کانوں کے لیے شیریں بن سکے۔ اور سارے حالات میں اس کا نفع عام ہو سکے۔ اگر تم کہو کہ معراج کے بارے بعض روایات بعض کے مخالف ہیں۔ ممکن ہے کئی بار معراج ہوئی ہو۔ تم نے ان سب کو ایک قصہ میں کیسے شامل کر دیا ہے؟ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں" یہ ظاہری لوگوں کا کمزور طریقہ ہے وہ اربابِ نقل ہیں وہ جب کسی قصہ میں ایک لفظ دیکھتے ہیں جو سیاق میں کسی دوسری روایت کے مخالف ہوتا ہے۔ وہ اسے دوسری مرتبہ معراج قرار دے دیتے ہیں۔ جب مختلف روایات ان کے پاس پہنچتی ہیں اور انہیں متفرق معراجیں قرار دے دیتے ہیں۔ صحیح مؤقف وہی ہے جسے آئمہ نے اختیار کیا ہے کہ معراج صرف ایک ہی مکہ مکرمہ سے بعثت سے بعد ہوئی تھی۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ معراج کئی بار ہوئی۔ ان کے لیے یہ کیسے روا ہے کہ وہ گمان کریں کہ ہر بار آپ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر آپ رب تعالیٰ اور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے مابین آتے جاتے رہے حتیٰ کہ یہ پانچ رہ گئیں پھر رب تعالیٰ فرماتا رہا۔" میں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔ پھر دوسری بار اسی امر کا اعادہ کیا اور دس دس نمازیں کم کر دیں۔"

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں" مالک بن صعصعہ کی روایت میں بیت المقدس میں جانے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض راوی بعض روایت کو حذف کر دیتے تھے یا تو اسے اس کا علم ہوتا تھا۔ یا وہ اسے بھلا چکا ہوتا تھا۔ یا وہ اس چیز کا ذکر کرتے جو اس سے اہم ہوتی تھی یا بعض طبیعت میں روانی ہوتی تو وہ ساری روایت بیان کر دیتا۔ بعض اوقات وہ اپنے مخاطب کو وہ چیز بیان کر دیتا ہو جو اس کے لیے زیادہ نفع بخش ثابت ہوتی۔ جس نے ہر اس روایت کو جو دوسری روایت کے مخالف ہوا اسے اس امر پر محمول کیا ہے کہ یہ دوسری بار معراج کے بارے ہے۔ اس طرح اس نے کئی معراجیں ثابت کی ہیں۔

اس نے عجیب وغریب مؤقف اختیار کیا ہے۔ اس نے غلط روش اختیار کی اور مدعا پر پورا نہ اترا۔ کیونکہ ساری روایات میں ہے کہ انبیاء کرام نے آپ ﷺ کی تعریف کی ساری روایات میں ہے کہ آپ پر نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر اس تعدد کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یہ بہت بعید مؤقف ہے۔"اسلاف میں سے کسی سے یہ مؤقف ثابت نہیں ہے۔ اگر معراج اتنی بار ہوتی تو حضور اکرم ﷺ اپنی امت کو اس کے بارے ضرور فرماتے۔ اور لوگ اسے بار بار نقل کرتے۔"

الحافظ "الفتح" میں مزید لکھتے ہیں "آپ نے ہر نبی کے بارے سوال کیا۔ ہر دروازے کے دربان نے آپ کے بارے پوچھا کہ کیا آپ کی طرف قاصد بھیجا گیا تھا؟ اسی طرح پانچ نمازوں کا فرض ہونا۔ قصہ میں اس طرح کے تعدد کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ بلکہ بعض روایات جو دوسری روایات سے تضاد رکھتی ہوں یا تو ان کے رد کا تعین کیا جائے گا یا انہیں ترجیح دی جائے گی۔ البتہ اس تعدد میں آپ کی نیند میں وقوع ہونے والے واقعات جو بعد میں عالم بیداری میں ظہور پذیر ہوئے ہوں شامل نہیں کیا جائے گا۔"

اب میں اس داستان کا آغاز کرتا ہوں "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ بیت اللہ میں حجر کے مقام پر تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور ایک اور فرشتہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ پہلے نے کہا: "ان میں سے وہ کون ہیں؟" درمیانے نے کہا: "وہ ان سے بہترین ہیں۔" یہ پہلی رات کا واقعہ ہے۔ پھر آپ نے انہیں دوسری رات دیکھا۔ پہلے نے کہا: "یہ وہی ہیں۔" درمیانے نے کہا: "ہاں!" آخری نے کہا: "قوم کے سردار کو پکڑلیں جو دو افراد کے مابین ہیں۔" فرشتے واپس آگئے وہ تیسری رات آئے۔ پہلے نے کہا: "وہ وہی ہیں۔" درمیانے نے کہا "ہاں" آخری نے کہا: "قوم کے اس سردار کو پکڑلو جو دو افراد کے مابین ہیں۔" انہوں نے آپ کو اٹھایا۔ چشمۂ زمزم کے پاس لے آئے۔ آپ کو کمر کے بل لٹا دیا۔"

ایک اور روایت میں ہے "میرے کاشانۂ اقدس کا چھت چیرا گیا۔ حضرت جبرائیل امین نیچے آئے۔ انہوں نے آپ کا سینۂ اقدس پیٹ تک چاک کیا۔ حضرت جبرائیل نے حضرت میکائیل سے کہا: "میرے پاس طشت میں آب زمزم لے کر آئیں۔ تاکہ میں آپ کے قلب اطہر کو صاف کروں۔ سینۂ اقدس کھول دوں۔" انہوں نے آپ کا قلب انور نکالا۔ اسے تین بار دھویا۔ اس سے کچھ نکالا۔ حضرت میکائیل آب زمزم کے تین طشت لے کر ان کے پاس آئے۔ پھر وہ سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے آپ کے سینہ میں انڈیل دیا۔ اسے حلم، علم، یقین اور اسلام سے بھر دیا۔ پھر اسے باہم جوڑ دیا۔ اس پر مہر نبوت لگا دی۔ پھر براق لایا گیا۔ اس پر زین ڈالی گئی تھی۔ اسے لگام ڈالی گئی تھی۔ وہ سفید جانور تھا۔ وہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ وہ تاحد نظر قدم اٹھاتا تھا۔ اس کے کانوں میں لرزہ تھا۔ جب وہ پہاڑوں پر آتا

تو اپنے قدم اٹھالیتا۔ جب نیچے آتا تو اپنے بازو اٹھالیتا تھا۔ اس کی رانوں کے پاس دو پر تھے جن سے وہ اپنے پاؤں جھاڑتا تھا۔ امام ثعلبی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے رخسار انسان کے رخساروں کی طرح تھے۔ ان کی گردن کے بال گھوڑے کے بالوں کی طرح تھے۔ اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح تھے۔ اس کے سم اور دم گائے کے سموں اور دم کی طرح تھی۔ اس نے مشکل محسوس کی۔ اس نے گویا اپنے کان کھڑے کر لیے۔ حضرت جبرائیل نے اسے جھڑ کا۔ انہوں نے کہا: ''رک جا؟ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کرتا ہے۔'' حضرت جبرائیل امین نے اس کی گردن کے بالوں پر ہاتھ رکھے اور کہا: ''براق! تجھے حیاء نہیں آتی۔ بخدا! مخلوق میں کوئی ایسا نہیں جو تجھ پر سوار ہوا ہو اور وہ درگاہ ربانیہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہو۔'' یہ سن کر براق کو پسینہ آگیا۔ اسے شرم نے آلیا۔ وہ ٹھہر گیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ آپ سے قبل انبیائے کرام اس پر سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ یہ جانور حضرت ابراہیم کی اس وقت سواری بنتا تھا جب وہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔''

حضرت جبرائیل اسے لے کر روانہ ہوئے۔ دوسری روایت میں ہے: ''میں حضرت جبرائیل کے ساتھ روانہ ہوا۔'' ابوسعید نیشا پوری نے ''الشرف'' میں لکھا ہے۔ حضرت جبرائیل رکاب تھامے ہوئے تھے۔ حضرت میکائیل براق کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل دائیں طرف اور حضرت میکائیل بائیں طرف تھے۔ یہ حضرات قدسیہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ کھجوروں والی زمین تک پہنچے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی: ''آپ نیچے تشریف لائیں اور نماز ادا فرمائیں۔'' آپ نے اسی طرح کیا۔ پھر آپ سوار ہو گئے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' انہوں نے عرض کی: ''آپ نے طیبہ میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہی آپ کی ہجرت گاہ ہوگی۔'' براق آگے رواں ہوا۔ وہ تاحد نظر قدم اٹھاتا جا رہا تھا۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''آپ نیچے تشریف لائیں اور نماز ادا فرمائیں۔'' آپ نے اسی طرح کیا۔ پھر سوار ہو گئے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ نے مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت کے پاس نماز ادا کی ہے۔'' پھر براق روانہ ہوا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی: ''آپ نیچے اتریں اور نماز ادا کریں۔'' آپ نے اسی طرح کیا۔ پھر سوار ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ نے طور سیناء میں نماز ادا کی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا۔''

پھر آپ ایسی سرزمین تک پہنچے جہاں محلات نظر آرہے تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: ''آپ

نیچے تشریف لائیں اور نماز ادا کریں۔'' آپ نے اسی طرح کیا۔ پھر سوار ہو گئے۔ براق آگے روانہ ہو گیا۔ حضرت جبرائیل نے پوچھا: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ نے بیت اللحم میں نماز ادا کی ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔'' آپ براق پر رواں دواں تھے کہ آپ نے ایک بہت بڑا جن دیکھا۔ وہ آگ کا شعلہ لیے آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب بھی آپ توجہ فرماتے۔ آپ اسے دیکھ لیتے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب آپ انہیں پڑھیں تو اس کا شعلہ بھی بجھ جائے اور وہ منہ کے بل گر پڑے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ضرور!'' حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''کہیں: قل اعوذ بوجہ الکریم و بکلمات اللہ التامّات التی لا یجاوزھن بر و لا فاجر من شر ما ینزل من السماء و من شر ما یعرج فیھا و من شر ما ذراء فی الارض و من شر ما یخرج منھا و من شر فتن اللیل والنھار و من طوارق اللیل والنھار الا طارقا یطرق بخیر یا رحمان۔'' آپ نے یہ کلمات پڑھے تو وہ منہ کے بل گر پڑا اور اس کا شعلہ بجھ گیا۔

آپ آگے روانہ ہو گئے۔ آپ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو ایک دن کاشت کرتی دوسرے دن وہ کھیتی کاٹ لیتی تھی۔ وہ جب بھی کھیتی کاٹتے تھے تو وہ پہلے طرح ہو جاتی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں جن کا اجر سات سو گنا تک کر دیا جاتا ہے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے پورا کر دیا جاتا ہے۔'' آپ نے عمدہ خوشبو سونگھی۔ آپ نے فرمایا: ''جبرائیل! یہ کیسی خوشبو ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کرنے والی اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے۔ وہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کر رہی تھی کہ اچانک کنگھی نیچے گر پڑی اس نے کہا: ''بسم اللہ فرعون ہلاک ہو گیا۔'' اس کی بیٹی نے کہا: ''کیا میرے باپ کے علاوہ تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔'' اس عورت کا خاوند اور دو لڑکے تھے۔ اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے انہیں ابھارا کہ وہ اپنے دین سے لوٹ آئیں۔ فرعون نے کہا: ''میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تم مجھے قتل کر دو تو پھر ہمیں ایک ہی گھر میں دفن کرنا۔'' دوسری روایت میں ہے۔ اس عورت نے کہا: ''مجھے تجھ سے ایک ضروری کام ہے۔'' فرعون: ''وہ کیا؟'' اس عورت نے کہا: ''میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں جمع کرنا اور انہیں اکٹھا جمع کر دینا۔'' فرعون نے کہا: ''میں تمہاری یہ تمنا پوری کر دوں گا؟'' اس نے تانبے کی دیگ میں پانی گرم کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس میں اس عورت کو اور اس کی اولاد کو پھینک دیا جائے۔ انہیں ایک ایک کر کے اس میں پھینک دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ شیر خوار بچے تک پہنچ گئے۔ اس بچے نے کہا: ''امی جان! اس دیگ میں گر جانا۔ پیچھے نہ ہٹنا۔ آپ حق پر ہیں۔'' چار بچوں نے بچپن میں گفتگو کی ہے:

① اس بچے نے۔

② حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے

③ جریج کے صاحب نے

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔"

پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جس کے سر پھوڑے جا رہے تھے۔ جب انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ پہلے کی طرح ہو جاتے۔ انہیں ذرہ بھر بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے غفلت برتتے ہیں۔" پھر آپ کا گزر ایسی قوم سے ہوا جس کے اگلے حصے پر بھی چیتھڑے تھے اور پچھلے حصے پر بھی۔ وہ اس طرح چر رہے تھے جس طرح اونٹ اور بکریاں چرتی ہیں۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔" یہ لوگ خشک کانٹے، زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ پھر آپ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے ہنڈیوں میں عمدہ گوشت پڑا تھا۔ ان کے پاس کچا اور گندا گوشت بھی پڑا تھا۔ وہ کچا گندا گوشت کھا رہے تھے لیکن عمدہ پکا ہوا گوشت چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس پاکیزہ اور حلال بیوی ہوتی ہے۔ وہ خبیث عورت کے پاس جاتا ہے وہ صبح تک رات وہیں بسر کرتا ہے یا کسی عورت کے پاس پاکیزہ حلال مرد ہوتا ہے وہ خبیث شخص کے پاس جاتی ہے اور اس کے پاس رات بسر کرتی ہے۔" پھر آپ اس لکڑی کے پاس سے گزرے جو رستہ میں پڑی تھی اس کے پاس سے جو بھی کپڑا یا چیز گزرتی وہ اسے چیر دیتی۔ آپ نے فرمایا: "اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو رستوں پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ۔ (الاعراف:٨٦)

ترجمہ: "اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈرا رہے ہو تم (راہ گیروں کو)"

آپ نے ایسا شخص دیکھا جو خون کی نہر میں تیر رہا تھا۔ وہ پتھر نگل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ سود خور ہے۔" پھر آپ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن میں سے ایک شخص نے بہت بڑا گٹھا بنا رکھا تھا۔ وہ اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔ وہ اس میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں وہ انہیں ادا نہ کر سکتا ہو وہ مزید بوجھ اٹھانے کا متمنی ہو۔"

پھر آپ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جس کی زبانیں اور لب لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب بھی

انہیں کاٹا جاتا وہ پہلی حالت پر واپس آ جاتے۔ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! یہ کون ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ آپ کی امت کے فتنہ پسند خطباء ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔'' پھر آپ کا گزر ایسی قوم سے ہوا جس کے ناخن تانبے کے تھے وہ اپنے سینے اور چہرے نوچ رہے تھے۔'' آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! یہ کون ہیں؟'' عرض کی: ''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔''

پھر آپ ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے جس سے بہت بڑا بیل نکلا تھا۔ وہ بیل اسی طرح واپس جانا چاہتا تھا جس طرح نکلا مگر اس میں یہ طاقت نہ تھی۔ آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ وہ شخص ہے جو کسی بڑے کلمہ سے بات کر لیتا ہے۔ پھر اس پر نادم ہوتا ہے مگر اسے لوٹانے پر قادر نہیں ہوتا۔'' پھر آپ ایسی وادی سے گزرے جس سے مشک کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ آپ نے آواز سماعت فرمائی۔ آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ جنت کی آواز ہے۔ وہ عرض کر رہی ہے: ''مولا! مجھے وہ کچھ عطا کر دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ میرے کمرے، استبرق، ریشم، سندس، عبقر، موتی، مرجان، سونا اور چاندی کثیر ہو گئے ہیں۔ میرے جام، پیالے، سواریاں، شہد اور پانی زیادہ ہو گیا ہے۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت، مؤمن مرد اور مؤمن عورت ہے جو مجھ پر اور میرے رسل عظام پر ایمان لایا۔ جس نے نیک اعمال کیے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔ جو مجھ سے ڈرا اس کے لیے امن ہے۔ جس نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اسے عطا کر دیا۔ جس نے مجھے قرض دیا میں نے اسے جزاء دے دی۔ جس نے مجھ پر توکل کیا میں اس کے لیے کافی ہو گیا۔ بلاشبہ میں خدائے یکتا ہوں۔ میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اہل ایمان کامیاب ہو گئے۔ تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ جنت نے کہا: ''میں راضی ہو گئی ہوں۔''

پھر آپ ایسی وادی سے گزرے جہاں سے عجیب و غریب آواز آئی۔ گندی بو آ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ جہنم کی صدا ہے۔'' وہ عرض کر رہی ہے: ''مولا! تو نے مرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ میری زنجیریں، میرے طوق، میرے شعلے، میری گرمی، میری پیپ اور میرا عذاب بہت سخت ہو گیا ہے۔ میری گہرائی زیادہ ہو گئی ہے۔ میری گرمی شدت اختیار کر گئی ہے۔ تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہر مشرک مرد اور مشرکہ عورت تیرے لیے ہے۔ ہر کافر مرد اور ہر کافرہ عورت تیرے لیے ہے۔ ہر خبیث مرد اور ہر خبیثہ عورت تیرے لیے ہے۔ ہر وہ سرکش تیرے لیے ہے جو روزِ جزا پر ایمان نہیں رکھتا۔'' آپ نے دجال کو بھی دیکھا۔ آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ! آپ نے اسے کیسے دیکھا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے کہ اس کا جسم بہت بڑا تھا وہ سفید اور تاباں تھا۔ اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی تھی گویا کہ وہ چمکدار ستارہ ہو۔ اس کے سر کے بال گویا کہ درخت کی

شاخیں تھیں۔ وہ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ تھا۔" آپ نے سفید ستون دیکھے گویا کہ وہ موتی تھا جسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: "تم کیا اٹھائے ہوئے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "یہ اسلام کا ستون ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اسے شام میں رکھیں۔" آپ آگے رواں تھے کہ آپ نے اپنے دائیں طرف ایک پکارنے والے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: "اے محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم میری طرف دیکھیں۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ یہودیوں کا داعی تھا۔ اگر آپ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔" اسی اثناء میں کہ آپ رواں دواں تھے کہ آپ نے اپنی دائیں طرف آواز سنی۔ پکارنے والا کہہ رہا تھا۔ "محمد عربی! ﷺ میری طرف دیکھیں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" آپ نے اسے بھی جواب نہ دیا۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "یہ عیسائیوں کا داعی تھا۔ اگر اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت عیسائی بن جاتی۔" تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ایک عورت دیکھی جس کا سر ننگا تھا۔ رب تعالیٰ نے اسے ہر طرح کی زیب و زینت سے آراستہ فرمایا تھا۔ اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ! میری طرف توجہ فرمائیں۔ میں آپ سے سوال کرنا چاہتی ہوں۔" آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ دنیا ہے۔ اگر اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔" تھوڑی سی دیر کے بعد آپ نے ایک چیز دیکھی جو رستہ سے ہٹ کر آپ کو بلا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "محمد عربی ﷺ میرے پاس آؤ۔" حضرت جبرائیل نے عرض کی: "آپ آگے تشریف لے چلیں۔" آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ رب تعالیٰ کا دشمن ابلیس ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں۔" کچھ دیر بعد آپ نے رستہ کے ایک طرف ایک بڑھیا دیکھی۔ اس نے کہا: "محمد عربی! میری طرف توجہ کریں۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔" آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اس دنیا کی عمر اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی عمر ہے۔" آپ آگے رواں تھے کہ آپ نے رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق دیکھی۔ انہوں نے آپ کو یوں سلام عرض کیا: "السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک حاشر!" حضرت جبرائیل نے عرض کی: "آپ ان کے سلام کا جواب ارشاد فرمائیں۔" آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوسری اور تیسری مخلوق ملی۔ اس نے بھی آپ کو اسی طرح سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔" آپ کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے ہوا۔ وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ ایک طویل اور گندم گوں شخص تھے۔ گویا کہ وہ ان کا تعلق شنوءۃ قبیلہ کے افراد کے ساتھ ہو۔ وہ باآواز بلند کہہ رہے تھے "تو نے انہیں عزت دی ہے۔ تو نے انہیں فضیلت دی ہے۔" آپ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے پوچھا: "جبرائیل! یہ

تمہارے ساتھ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انہیں خوش آمدید کہیں یہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کیا۔" انہوں نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی اور کہا: "اپنی امت کے لیے آسانی کا سوال کرنا۔" یہ مبارک کارواں آگے روانہ ہوگیا۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں۔" آپ نے پوچھا: "یہ کس کے ساتھ جھگڑا کر رہے تھے؟" حضرت جبرائیل: "اپنے رب تعالیٰ سے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "کیا یہ اپنے رب تعالیٰ کے حضور اپنی صدا بلند کر رہے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "رب تعالیٰ نے انہیں خاص مقام عطا فرمایا ہے۔" پھر یہ کارواں ایک شخص کے پاس سے گزرا جو کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "جبرائیل! تمہارے ہمراہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ تمہارے بھائی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور برکت کی دعا کی اور کہا: "اپنی امت کے لیے آسانی کا سوال کرنا۔" آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔" پھر آپ ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ جس کے پھل گویا کہ سرخ ہوں۔ اس کے نیچے ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ کچھ عیال بھی تھے۔ آپ نے چراغ اور روشنی دیکھی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔" آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "یا جبرائیل! آپ کے ہمراہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ آپ کے لخت جگر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" انہوں نے کہا: "نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید! جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور اپنی امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کیا ہے۔ نورِ نظر! آج رات آپ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ آپ کی امت آخری امت ہے۔ یہ سب سے کمزور امت ہے۔ اگر آپ اپنی امت کی کسی حاجت کو پورا کر سکتے ہیں تو ضرور کر دینا۔" انہوں نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی۔

یہ کارواں آگے بڑھ گیا حتیٰ کہ بیت المقدس کی وادی میں پہنچ گیا۔ وہاں جہنم قالین کی طرح عیاں تھی۔ آپ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اسے کیسے پایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "کوئلہ کی طرح۔" پھر آپ بیت المقدس پہنچ گئے۔ باب یمانی سے داخل ہوئے۔ مسجد کے دائیں اور بائیں دو نور پھیل رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کیسے نور ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "جو نور آپ کے دائیں طرف ہے وہ آپ کے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کا محراب ہے۔ جو نور آپ کے بائیں طرف ہے وہ آپ کی بہن حضرت مریم علیہا السلام کی قبر انور پر ہے۔ آپ مسجد کے اس دروازہ سے داخل ہوئے جہاں سورج اور چاند کا میلان ہوتا ہے۔" حضرت جبرائیل امین اس چٹان کے پاس گئے جو بیت المقدس میں ہے۔ انہوں نے اس میں انگلی ڈال کر اس میں شگاف کیا۔ اس کے ساتھ براق باندھا۔ مسلم شریف میں ہے کہ انہوں نے اس حلقہ کے ساتھ

براق باندھا جس کے ساتھ انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔آپ جب مسجد اقصیٰ کی چٹان پر چڑھے تو حضرت جبرائیل نے کہا: ''محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم کیا میں اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کروں کہ وہ آپ کو حورعین دکھائے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے کہا: ''آپ میرے ہمراہ ان خواتین کے پاس چلیں اور انہیں سلام کریں۔'' وہ چٹان کی بائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔آپ ان کے پاس گئے۔انہیں سلام کیا۔انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔آپ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''عمدہ سیرت والیاں، خوبصورت چہرہ والیاں، ہم پاکباز بندوں کی بیویاں ہیں۔وہ پاک ہو گئے۔ان میں میل نہ رہی۔وہ مقیم ہو گئے۔انہوں نے سفر نہ کیے۔وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہو گئے۔اب انہیں موت نہیں۔''

پھر آپ نے اور حضرت جبرائیل امین نے دو رکعتیں نماز پڑھی تھوڑی سی دیر میں وہاں انبیائے کرام علیہم السلام جمع ہو گئے۔ان میں بعض حالت قیام، بعض حالتِ رکوع اور بعض حالتِ سجود میں تھے۔پھر مؤذن نے آذان دی۔اقامت کہی گئی وہ سب انتظار کرنے لگے کہ اب انہیں امامت کون کرائے گا۔حضرت جبرائیل امین نے آپ کا دست اقدس پکڑا اور مصلی امامت پر کھڑا کر دیا۔آپ نے انہیں دو رکعتیں پڑھائیں۔دوسری روایت میں ہے کہ انبیائے کرام نے آپ کو آگے کھڑا کیا تھا۔حضرت کعب سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آذان دی۔آسمان سے فرشتے اتر آئے۔رب تعالیٰ نے آپ کے لیے سارے انبیاء کو جمع کر دیا۔آپ نے ملائکہ اور انبیاء کو نماز پڑھائی۔جب آپ واپس آئے تو حضرت جبرائیل امین نے پوچھا: ''کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے پیچھے نماز کس نے ادا کی؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہر نبی نے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے۔''

امام حاکم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ انبیاء کرام کی ارواح نے باہم ملاقات کی۔انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا۔وہ عظیم ملک عطا فرمایا مجھے انکساری کرنے والی امت بنایا۔میری اقتداء کی جاتی ہے۔اس نے مجھے آگ سے بچایا۔اسے مجھ پر ٹھنڈی اور سلامتی والا بنا دیا۔''

پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کی: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے شرف ہمکلامی بخشا۔میرے ہاتھوں فرعون کو ہلاک کیا۔بنو اسرائیل کو نجات دی۔میری امت میں سے ایک ایسی قوم بنائی جو حق کے ساتھ راہ نمائی کرتی ہے اور اس کے ساتھ عدل کرتی ہے۔'' پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔انہوں نے کہا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے بڑا ملک بنایا۔مجھے زبور کا علم عطا کیا۔میرے لیے لوہا نرم کیا۔میرے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا وہ پرندوں کے ساتھ مل کر تسبیح بیان کرتے تھے۔مجھے حکمت اور

فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی۔"

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی یوں تعریف بیان کی: "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہوا کو مسخر کیا۔ میرے لیے شیاطین اور انسانوں کو مسخر کیا۔ وہ میرے لیے محراب، مجسمے، بڑے بڑے پیالے اور جم جانے والی ہنڈیاں بناتے۔ مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔ مجھے اپنے فضل و کرم سے ہر چیز عطا کی۔ میرے لیے جن وانس کے لشکر، شیاطین اور پرندوں کو مسخر کیا۔ مجھے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا کی۔ مجھے عظیم سلطنت عطا کی جو میرے بعد کسی کے حصہ میں نہ ہوگی۔ میرے ملک کو پاکیزہ ملک بنایا جس میں نہ حساب ہے نہ ہی عذاب۔"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ انہوں نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا۔ مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی مثل بنایا۔ انہیں مٹی سے بنایا پھر انہیں کہا: "ہوجا" تو وہ بن گئے۔ مجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی۔ مجھے یہ سعادت بخشی کہ میں مریضوں کو شفایاب کر دیتا تھا۔ میں اذن الٰہی سے مردے زندہ کر دیتا تھا۔ اس نے مجھے بلند کیا۔ مجھے پاک کیا۔ مجھے اور میری والدہ ماجدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی۔ شیطان کو ہم پر کوئی تسلط نہ تھا۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم سب نے اپنے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی ہے۔ میں بھی اپنے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے لگا ہوں۔" پھر فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا مجھے سارے لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قرآن پاک نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ میری امت کو بہترین امت قرار دیا۔ جس کا ظہور لوگوں کے لیے کیا گیا ہے۔ میری امت کو بہترین امت بنایا۔ میری امت کو اول اور آخر بنایا۔ میرے لیے میرا سینہ کھولا۔ مجھ سے میرا بوجھ دور کیا۔ میرا ذکر بلند کیا۔ مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔"

پھر انہوں نے باہم قیامت کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اپنا معاملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹایا۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔" انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا۔ انہوں نے بھی فرمایا: "مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔" انہوں نے معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹایا۔ انہوں نے فرمایا: "اس کے مقررہ وقت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ میرے رب نے میرے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ دجال کا ظہور ہوگا۔ میرے پاس دو تلواریں ہوں گی۔ جب دجال مجھے دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ وہ جب مجھے دیکھے گا تو رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ حتیٰ کہ پتھر کہے گا: "اے مسلمان! میرے نیچے کافر ہے۔ آؤ اسے تہ تیغ کر دو۔ رب تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے گا۔ لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اس وقت یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا۔ وہ ہر بلند جگہ سے تیزی کے ساتھ آئیں

گے۔وہ ہر چیز کو تباہ کر دیں گے۔وہ جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے کھا جائیں گے۔جس پانی کے پاس سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔لوگ واپس آئیں گے۔میرے پاس ان کی شکایت کریں گے۔میں رب تعالیٰ سے دعا کروں گا۔وہ انہیں ہلاک کر دے گا۔زمین پر ان کی بو پھیل جائے گی۔رب تعالیٰ بارش کو نازل کرے گا۔پانی ان کے اجسام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گا۔رب تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔جب صورت حال اس طرح ہوگی تو قیامت اس حاملہ اونٹنی کی طرح ہوگی جس کے اہلِ خانہ نہیں جانتے کہ دن یا رات میں کسی وقت اس کا وضع حمل ہو جائے۔"

حضور سید المرسلین ﷺ کو پیاس نے آلیا۔آپ کی خدمت اقدس میں دو پیالے پیش کیے گئے۔ایک دائیں طرف سے دوسرا بائیں طرف سے۔ایک میں دودھ اور دوسرے میں شہد تھی۔ایک روایت میں ہے کہ آپ کی خدمت میں تین برتن پیش کیے گئے۔ان کے منہ ڈھانپے ہوئے تھے ان میں سے ایک برتن آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اس میں پانی تھا۔آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پی لیا۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہ پیا۔پھر آپ کی خدمت میں ایک اور برتن پیش کیا گیا۔آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا۔پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا۔جس میں شراب تھی۔آپ سے عرض کی گئی کہ آپ نوش فرمائیں۔آپ نے فرمایا:"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔میں سیراب ہو چکا ہوں۔"حضرت جبرائیل نے عرض کی:"یہ عنقریب آپ کی امت پر حرام کر دی جائے گی۔"ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کی خدمت میں پانی، شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ایک روایت میں پانی کی جگہ شہد کا تذکرہ ہے۔آپ نے تھوڑا سا شہد تناول فرمایا۔دودھ کا برتن پکڑا تو اس سے سیر ہو کر پیا۔حضرت جبرائیل امین نے آپ کے شانۂ اقدس پر ہاتھ رکھا اور عرض کی:"آپ نے فطرت کو پا لیا ہے۔اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ان میں سے بہت تھوڑے آپ کی اتباع کرتے۔اگر آپ پانی پی لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔"ایک روایت میں ہے کہ اس بزرگ نے حضرت جبرائیل سے کہا جو منبر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔"تمہارے رفیق نے فطرت کو پا لیا ہے۔یہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

پھر آپ کی خدمت میں وہ سیڑھی لائی گئی جس سے اولاد آدم کی ارواح اوپر چڑھتی ہیں مخلوق نے اتنی حسین سیڑھی نہ دیکھی ہوگی۔اس کا ایک زینہ چاندی کا اور دوسرا زینہ سونے کا تھا۔ابو سعید نے شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے کہ جنت الفردوس سے ایک سیڑھی آپ کی خدمت میں لائی گئی۔جس پر موتی جڑے ہوئے تھے۔آپ کے دائیں اور بائیں فرشتے تھے۔آپ اور حضرت جبرائیل اس پر چڑھ گئے۔حتیٰ کہ آسمان دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازے تک پہنچ گئے۔اس دروازے کو باب الحفظة کہا جاتا ہے اس پر نگران فرشتے کا نام اسماعیل ہے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ہوا پرسکون ہوتی ہے۔وہ نہ کبھی آسمان کی طرف چڑھتی ہے نہ زمین کی طرف آتی ہے۔مگر

اس روز جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تھا" آپ کے آگے ستر ہزار فرشتے تھے۔ ہر فرشتے کے ساتھ ستر ہزار کا لشکر تھا۔ حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: "کون ہو؟" انہوں نے کہا: "جبرائیل!" پوچھا گیا: "تمہارے ہمراہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ" اس نے کہا: "کیا ان کی طرف پیغام دے کر بلایا گیا ہے؟" جبرائیل: ہاں!" فرشتہ: "انہیں مرحبا اھلاً وسھلاً" رب تعالیٰ بھائی اور خلیفہ کی طرف سے انہیں سلام پہنچائے۔ وہ کتنے اچھے بھائی اور کتنے اچھے خلیفہ ہیں۔ وہ کتنے اچھے آنے والے ہیں۔" فرشتہ آگے آیا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ جب آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت آدم تشریف فرما تھے۔ وہ اس صورت میں تھے جس میں رب تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان پر ان کی اولاد میں اہلِ ایمان کی ارواح پیش کی جاتیں وہ فرماتے: "کتنی پاکیزہ روح ہے۔ کتنا طیب نفس ہے۔ اسے علیین میں رکھ دو۔" پھر ان پر کفار کی ارواح پیش کی جاتیں۔ وہ کہتے "کتنی خبیث روح ہے؟ کتنا خبیث نفس ہے؟ اسے سجین میں رکھ دو۔" ان کی دائیں طرف ہجوم تھا۔ ایک دروازہ تھا جس سے عمدہ خوشبو نکل رہی تھی۔ ایک دروازہ بائیں طرف تھا جس سے گندی بو آرہی تھی۔ اس طرف بھی ہجوم تھا۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے۔ خوش ہو جاتے جب بائیں طرف دیکھتے تو غمزدہ ہو جاتے اور رونے لگتے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید!" حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا: "اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ اژدہام ان کی اولاد کا ہے۔ دائیں طرف جنتی ہیں۔ بائیں طرف دوزخی ہیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ ان کے دائیں طرف جنت کا دروازہ ہے۔ جب اپنی اولاد میں سے جنت میں داخل ہونے والے کو دیکھتے ہیں تو مسکراتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ ان کے بائیں طرف جہنم کا دروازہ ہے۔ جب اپنی اولاد میں سے اس میں داخل ہونے والے کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں غمزدہ ہوتے ہیں۔"

پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ اچانک آپ نے دسترخوان دیکھے جن پر عمدہ گوشت پڑا ہوا تھا۔ لیکن ان کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ پھر آپ نے اور دسترخوان دیکھے جس سے بُو آرہی تھی۔ لوگ ان سے کھا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: "اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے" آپ نے ایسے دسترخوان دیکھے جن پر انتہائی خوبصورت بھونا ہوا گوشت تھا۔ اس کے اردگرد مردار پڑے ہوئے تھے۔ لوگ مردار کی طرف جا رہے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔ وہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! یہ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ زانی ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال کرتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں جسے رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔"

پھر آپ تھوڑا سا آگے تشریف لے گئے۔آپ نے ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ کمروں کی طرح تھے۔جن میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ان میں سے ایک اسے جب بھی ڈنگ مارتا وہ گر پڑتا وہ کہتا:''رب تعالیٰ قیامت قائم نہ ہو۔وہ آلِ فرعون کی راہ پر تھے۔وہ انہیں روندھ رہے تھے۔وہ انہیں سن رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آہ وزاری کر رہے تھے۔آپ نے پوچھا:''جبرائیل! یہ کون ہیں؟''انہوں نے عرض کی:''یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں:

الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''وہ جسے پاگل بنا دیا ہو شیطان نے چھوکر۔''

پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔آپ نے ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے۔جو اپنے منہ کھولتے تھے اور پتھر نگل رہے تھے۔دوسری روایت میں ہے،وہ اپنے منہ سے جہنم کے پتھر کھا رہے تھے وہ پتھر ان کے پیچھے سے نکل رہے تھے۔وہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کر رہے تھے۔آپ نے پوچھا:''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''انہوں نے عرض کی:''یہ وہ لوگ ہیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰى ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡكُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾ (النساء:۱۰)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو کھاتے ہیں یتیموں کے مال ظلم سے وہ تو بس کھا رہے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور وہ عنقریب جھونکے جائیں گے بھڑکتی آگ میں۔''

پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔آپ نے کچھ خواتین دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں۔بعض کو پاؤں کے بل اوندھا لٹکایا گیا تھا۔وہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و پکار کر رہی تھیں۔آپ نے فرمایا:''جبرائیل! یہ کون ہیں؟''انہوں نے عرض کی:''یہ وہ عورتیں ہیں جو بدکاری کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتی ہیں۔''

پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔آپ نے ایسے لوگ دیکھے جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جا رہا تھا۔انہیں کہا جا رہا تھا:''اسے کھاؤ! جیسے تم اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔''آپ نے پوچھا:''جبرائیل! یہ کون ہیں؟''انہوں نے عرض کی:''یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت اور عیب جوئی کرتے ہیں۔''

پھر یہ دونوں حضرات قدسی دوسرے آسمان کی طرف بلند ہو گئے۔حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو ان کو کہا گیا:''کون؟''انہوں نے کہا:''جبرائیل!''پوچھا گیا:''تمہارے ہمراہ کون ہے؟''انہوں نے کہا:''جانِ عالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم''پوچھا گیا:''کیا ان کی طرف پیغام بھیج کر بلایا گیا ہے؟''انہوں نے کہا:''ہاں''کہا گیا:''انہیں مرحبا، اھلا و سھلا اللہ

تعالیٰ انہیں ایک بھائی اور ایک خلیفہ کی طرف سے سلام بھیجے۔ وہ کتنے عمدہ بھائی اور کتنے عمدہ خلیفہ ہیں؟ وہ کتنے اچھے آنے والے ہیں۔" ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ جب وہ آسمان پر جلوہ افروز ہو گئے۔ وہاں دو خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام۔ ان میں سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ ان کے کپڑے اور ان کے بال ایک جیسے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی قوم کے کچھ افراد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک میانہ تھا۔ ان کی رنگت میں سرخی اور سفیدی تھی۔ بال سیدھے تھے گویا کہ وہ ابھی ابھی حمام سے نکلے ہوں۔ وہ حضرت عروہ بن مسعود الثقفی کے مشابہ تھے۔ آپ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید! انہوں نے آپ کے لیے دعا کی۔

پھر یہ حضرات قدسی تیسرے آسمان کی طرف چلے گئے۔ حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ ان سے پوچھا گیا: "کون ہو؟" انہوں نے کہا: "جبرائیل!" پوچھا گیا: "آپ کے ہمراہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "روح کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پوچھا گیا: "کیا انہیں پیغام بھیج کر بلایا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہاں۔" آپ کو خوش آمدید اور مرحبا کہا گیا۔ آپ کو سلام پیش کیا گیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب یہ دونوں حضرات آسمان پر آئے تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی قوم کے کچھ افراد تھے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: "صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا!" انہوں نے آپ کے لیے دعائے خیر کی۔ انہیں حسن و جمال کا نصف عطا کیا گیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے حسین ترین تھے۔ وہ اس طرح حسین تھے جس طرح ماہِ تمام سارے ستاروں سے حسین ہوتا ہے۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔" پھر یہ دونوں حضرات چوتھے آسمان تک پہنچے۔ حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: "کون؟" انہوں نے کہا: "جبرائیل" ان سے پوچھا گیا: "آپ کے ہمراہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" انہوں نے پوچھا: "کیا انہیں پیغام دے کر بھیجا گیا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ کو خوش آمدید اور مرحبا کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بھائی اور ایک خلیفہ کی طرف سے سلام بھیجے۔ آپ کتنے اچھے بھائی اور خلیفہ ہیں۔ آپ کتنے اچھے آنے والے ہیں۔ جب وہ آسمان تک پہنچے تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں بلند مقام عطا کیا تھا۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "صالح بھائی اور صالح نبی کو سلام۔" پھر آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔

پھر یہ دونوں حضرات پانچویں آسمان کی طرف رواں ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے

کہا۔ان سے پوچھا گیا: ''کون؟'' انہوں نے کہا: ''جبرائیل۔'' انہوں نے پوچھا: ''آپ کے ہمراہ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ۔'' ان سے پوچھا گیا: ''کیا انہیں پیغام بھیجا گیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' انہوں نے کہا: ''خوش آمدید! مرحبا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خلیفہ اور بھائی کی طرف آپ کو سلام! آنے والے کتنے اچھے خلیفہ اور کتنے اچھے بھائی ہیں۔'' ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔جب وہاں پہنچے تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ان کی نصف داڑھی سفید اور نصف داڑھی سیاہ تھی۔داڑھی ان کی ناف تک تھی۔ان کے اردگرد بنو اسرائیل تھے۔وہ انہیں کچھ بیان فرمارہے تھے۔آپ نے ان کو سلام کیا۔انہوں نے انہیں سلام کا جواب دیا۔انہوں نے کہا: ''صالح بھائی اور صالح نبی کو سلام۔'' پھر دعائے خیر کی۔ آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''یہ اپنی قوم کے محبوب حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔'' پھر یہ دونوں حضرات چھٹے آسمان کی طرف بلند ہوئے۔حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ان سے پوچھا گیا: ''کون؟'' انہوں نے کہا: ''جبرائیل!'' ان سے پوچھا گیا: ''آپ کے ہمراہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''محمد مصطفیٰ ﷺ'' پوچھا گیا: ''کیا انہیں پیغام دے کر بھیجا گیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہا گیا۔آپ کو کہا گیا: ''آپ کو ایک بھائی اور ایک خلیفہ کی طرف سے سلام! آپ کتنے اچھے بھائی اور کتنے اچھے خلیفہ اور کتنے اچھے آنے والے ہیں۔'' آپ کے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔آپ بعض ایسے انبیاء کرام کے پاس سے گزرے جن کے ہمراہ ایک قبیلہ تھا۔آپ بعض ایسے انبیائے کرام کے پاس سے گزرے جن کے ہمراہ ایک قوم تھی۔بعض انبیاء کے ہمراہ ایک شخص بھی نہ تھا۔پھر آپ ایک عظیم ہجوم کے پاس سے گزرے۔آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' آپ کو جواب دیا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہیں۔لیکن آپ اپنا سر اقدس بلند فرمائیں۔آپ نے بہت ہی بڑا اژدہام دیکھا۔جس نے اس طرف سے بھی اور اس طرف سے بھی افق کو گھیر رکھا تھا۔آپ سے عرض کی گئی: ''یہ آپ کی امت ہے۔ان کے علاوہ ستر ہزار ایسے بھی ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔'' جب یہ حضرات آسمان پر چڑھے تو وہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ان کی رنگت گندم گوں تھی۔وہ طویل قامت تھے۔گویا کہ وہ شنوءۃ کے ایک آدمی ہوں۔ان کے بال کثیر تھے۔اگر انہوں نے دو قمیصیں بھی پہنی ہوتیں وہ ان سے بھی باہر نکل آتے۔'' حضور اکرم ﷺ نے انہیں سلام کیا۔انہوں نے سلام کا جواب دیا۔پھر کہا: ''صالح بھائی اور صالح نبی کو سلام۔'' پھر آپ کے لیے دعائے خیر کی۔پھر کہا: ''لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں درگاہِ ربانیہ میں ان سے زیادہ معزز ہوں۔بلکہ یہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔'' جب حضور اکرم ﷺ آگے گزرے تو یہ رونے لگے۔ان سے پوچھا گیا: ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ کو مجھ سے بعد میں مبعوث کیا گیا۔لیکن ان کے امتی میرے امتیوں سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔بنو اسرائیل گمان کرتے ہیں کہ میں سارے بنو آدم سے

بارگاہِ ربوبیت میں معزز ہوں۔ لیکن یہ ہستی مجھ سے بعد میں دنیا میں گئی۔ لیکن میں مرتبہ میں ان سے کم ہوں۔ اگر یہ اکیلے ہی ہوتے مجھے کوئی پرواہ نہ تھی۔ لیکن ان کے ہمراہ ان کی ساری امت ہوگی۔" پھر یہ حضرات آگے گزر گئے۔

جب ساتویں آسمان تک پہنچے تو اوپر رعد، برق اور بجلیاں دیکھیں۔ حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ ان سے پوچھا گیا۔ "کون؟" انہوں نے کہا: "جبرائیل!" پوچھا گیا: "آپ کے ہمراہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ!" پوچھا گیا کیا انہیں پیغام دے کر بلایا گیا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ کو خوش آمدید اور مرحبا کہا گیا۔ آپ کو ایک بھائی اور ایک خلیفہ کی طرف سے خوش آمدید آپ کتنے اچھے آنے والے ہیں۔ ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ انہوں نے بلند آسمانوں سے تسبیح کی آوازیں سنیں۔ ان کے ساتھ بھی بہت سی تسبیحات تھیں۔ بلند آسمان ڈرتے ڈرتے تسبیح خوانی کر رہے تھے۔ یہ یوں کہہ رہے تھے: "سبحان العلی الاعلیٰ سبحانہ و تعالیٰ" جب یہ حضرات آسمان پر چڑھے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ان کے بال سیاہ اور سفید تھے۔ وہ جنت کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ایک کرسی پر بیت المعمور کی طرف کمر انور ٹیکے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی قوم کے کچھ افراد تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "صالح نبی اور صالح فرزند کو خوش آمدید!" انہوں نے کہا: "آپ اپنی امت کو حکم دیں کہ جنت میں زیادہ پودے لگایا کرے۔ اس کی مٹی بہت عمدہ اور اس کی زمین بہت وسیع ہے۔" آپ نے پوچھا: "جنت کے پودے کیسے لگتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنے سے" دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "اپنی کو میری طرف سے سلام دینا اور انہیں بتانا کہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے۔ اس کا پانی بڑا شیریں ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ پڑھنے سے اس میں پودہ لگ جاتا ہے۔" آپ اولادِ ابراہیم میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ تھے۔ ان کے پاس ایسی قوم بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے چہرے سفید تھے۔ وہ اوراق کی مانند تھے۔ ایک قوم کی رنگت میں کچھ اختلاط تھا۔ یہ لوگ اٹھے جن کی رنگت میں اختلاط تھا۔ وہ ایک نہر میں داخل ہوئے۔ اس میں انہوں نے غسل کیا۔ جب وہ باہر نکلے تو ان کی رنگت بھی سفید ہو چکی تھی۔ ان کی رنگت ان کے ساتھیوں کی رنگت کی طرح ہو چکی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ سفید رنگت والے کون تھے۔ یہ کون تھے جن کی رنگت میں اختلاط تھا اور یہ کون سی نہر ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ لوگ جو سفید رنگت والے تھے یہ وہ تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا تھا۔ جن کی رنگت میں اختلاط تھا ان کے بعض اعمال پاکیزہ اور بعض اعمال عمدہ نہ تھے۔ انہوں نے توبہ کی۔ رب تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ان نہروں میں سے پہلی نہر اللہ تعالیٰ کی رحمت دوسری اللہ تعالیٰ کی نعمت اور تیسری کا تذکرہ اس آیت طیبہ میں ہے:

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ (الانسان:۲۱)

ترجمہ: ''اور ان کا پروردگار انہیں شراب طہور پلائے گا۔''

آپ سے عرض کی گئی کہ یہ آپ کا اور آپ کی امت کا مقام ہے۔ آپ نے اپنی امت کو دو حصوں میں منقسم دیکھا۔ ایک حصہ نے کاغذ کی طرح سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے حصے کے کپڑے صحیح سفید نہ تھے بلکہ میلے تھے۔ حضور ﷺ بیت المعمور میں داخل ہو گئے۔ آپ کی امت کے سفید پوش لوگ بھی آپ کے ہمراہ اس میں داخل ہو گئے۔ لیکن جن کے کپڑے میلے تھے انہیں روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ بھی بھلائی پر تھے۔ آپ نے اور دیگر اہلِ ایمان نے بیت المعمور میں نماز ادا کی۔ اس مقدس گھر میں ہر روز ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں۔ پھر وہ دوبارہ حشر تک اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ اور وہ سفید پوش لوگ اس سے باہر نکل آئے۔

الطبرانی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب شب معراج مجھے ملاء اعلیٰ کی سیر کرائی گئی تو حضرت جبرائیل خشیت الٰہیہ سے پرانے بوریا کی طرح ہو گئے تھے۔ پھر آپ کے پاس تین برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شہد تھا۔ آپ نے دودھ نوش فرمالیا۔ حضرت جبرائیل نے کہا۔'' آپ کی امت فطرت پر عمل پیرا ہوگی۔'' یا'' یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔'' پھر آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ زمین سے بلند ہونے والی چیز اس جگہ جا کر رک جاتی ہے وہاں سے اسے حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اوپر سے آنے والی چیز بھی اس جگہ آ کر رک جاتی ہے۔ اسے وہاں سے حاصل کر لیا جاتا ہے۔ آپ نے ایک درخت دیکھا اس کے نیچے سے نہریں نکل رہی تھیں۔ کچھ نہریں ایسے پانی کی تھیں جو بوسیدہ نہیں ہوتا تھا۔ کچھ نہریں شراب کی تھیں جو پینے والوں کے لیے سراپا لذت تھیں۔ کچھ نہریں صاف شہد کی تھیں۔ اگر ایک سوار ستر سال اس کے سایہ میں چلتا رہتا وہ پھر بھی اسے طے نہ کر سکتا۔ اس کا پھل ہجر کے مٹکوں کی طرح تھا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ قریب تھا کہ اس کا ایک پتا اس امت کو ڈھانپ دیتا۔ الطبرانی کی روایت میں ہے'' اس کا ایک پتا مخلوق کو سایہ کر سکتا تھا۔'' ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا اس پر رنگ غالب تھا۔ پتہ نہیں انہیں کس چیز سے بنایا گیا تھا۔ جب اس پر اللہ تعالیٰ کا وہ امر غالب آ گیا جو آ گیا تو وہ متغیر ہو گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ یاقوت اور زبرجد میں تبدیل ہو گیا۔ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس کا حسن و جمال بیان کر سکے۔ اس میں سونے کے بستر لگے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہاں سونے کی ٹڈیاں تھیں۔

آپ سے عرض کی گئی کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اس پر آپ کی امت کا ہر وہ شخص فائز ہوگا جو آپ کی راہ پر چلے گا۔ اس کی اصل سے چار نہریں رواں تھیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی نہریں۔ آپ نے پوچھا: ''اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا:

"باطنی نہریں جنت کی نہریں ہیں جبکہ ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔" دوسری روایت میں ہے کہ اس کے اصل سے ایک چشمہ رواں تھا جسے سلسبیل کہا جاتا تھا۔ اس سے دو نہریں نکل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نہر کوثر ہے۔ جو تیر کی طرح تیزی سے بھرپور رواں دواں تھی۔ اس پر موتی، یاقوت اور زبرجد کے خیمے تھے۔ اس پر سبز نرم پرندے تھے۔ آپ نے وہاں سونے اور چاندی کے برتن دیکھے۔ یہ نہر یاقوت اور زمرد پر بہہ رہی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آپ نے ایک برتن لیا۔ اس پانی سے بھرا اور نوش فرمایا۔ وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت جبرائیل نے کہا: "یہ وہ نہر ہے جسے رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ دوسری نہر، نہر رحمت تھی۔ جو اس میں غسل کرتا ہے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرائیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ ایک پر نے افق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے پروں کی رنگت یاقوت اور موتیوں کے بارے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ جنت کے اندر تشریف فرما ہو گئے۔ وہاں ایسی نعمتیں تھیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا تھا۔ جن کے بارے کسی کان نے نہ سنا تھا۔ نہ ہی ان کے بارے کسی بشر کے دل پر گمان گزرا تھا۔ آپ نے دیکھا اس کے دروازے پر لکھا تھا "صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور جبکہ قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔" آپ نے پوچھا: "جبرائیل! کیا وجہ ہے کہ قرض صدقے سے افضل ہے؟" انہوں نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ سائل جب مانگتا ہے تو اس کے پاس کچھ ہوتا ہے لیکن قرض مانگنے والا صرف حاجت کے وقت ہی مانگتا ہے۔" آپ کے سامنے ایک حور آ گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: "تو کس کے لیے ہے؟" اس نے عرض کی: "حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے۔" آپ نے جنت کو دیکھا جسے سفید موتی سے بنایا گیا تھا۔ وہاں موتیوں کے قبے تھے۔ آپ نے کہا: "جبرائیل! میرے صحابہ مجھ سے جنت کے بارے سوال کریں گے۔" انہوں نے عرض کی: "انہیں بتائیں کہ جنت ایک بلند جگہ ہے جس کی مٹی مشک ہے۔" آپ نے باہر سے ایک ہلکی سی آواز سنی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کیسی آواز ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔" آپ آگے بڑھے وہاں دودھ کی نہریں تھیں جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا۔ وہاں شراب کی نہریں تھیں جو پینے والوں کے لیے سراپا لذت تھیں۔ وہاں صاف شہد کی نہریں تھیں۔ وہاں ڈول جتنے بڑے انار تھے۔ روایت ہے کہ وہ انار ایسے تھے کہ گویا کہ وہ کجاوے والے اونٹوں کی جلد ہوں۔ وہاں کے پرندے بختانی اونٹوں کی طرح تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ پرندے تو بڑے نرم و ملائم ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں نے ان سے بھی زیادہ نرم اور ملائم پرندے کھائے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی ان سے کھاؤ گے۔" اسی اثناء میں کہ آپ رواں دواں تھے کہ آپ نے ایک نہر

ملاحظہ فرمائی۔ اس کے دونوں کناروں پر آپ نے موتی دیکھے۔ اس کی مٹی مشک اذفر کی تھی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ کوثر ہے۔"

پھر آپ پر آگ کو پیش کیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب، زجر اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا پھینک دیا جاتا تو اسے بھی ہڑپ کر جاتی۔ وہاں ایک قوم تھی جو مردار کھا رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں۔" آپ نے نیلی آنکھوں والا سرخ شخص دیکھا۔ پوچھا: "جبرائیل! یہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا ہے۔" آپ نے آگ کے نگران فرشتے مالک کو دیکھا۔ وہ ایک ترش رو شخص تھا۔ جس کے چہرے سے غصہ عیاں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سلام کیا۔ پھر جہنم کو بند کر دیا گیا۔ آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا۔ وہاں خلائق اور ملائکہ کے انوار تھے۔ یہ انوار درخت پر پڑ رہے تھے۔ اس کے ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ تھا۔ اس پر ہر رنگ کا بادل چھا رہا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا: "آپ کا رب تسبیح بیان کر رہا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "وہ کیا کہہ رہا ہے؟" انہوں نے کہا: "وہ کہہ رہا ہے: سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبقت رحمتی غضبی۔" پھر حضرت جبرائیل پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ کو سیر کرائی گی حتیٰ کہ آپ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے قلموں کے چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ آپ نے ایک شخص دیکھا جو نور عرش میں غوطہ زن تھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟ کوئی فرشتہ ہے؟" جواب دیا گیا: "نہیں!" آپ نے پوچھا: "نبی ہے؟" جواب دیا گیا: "نہیں!" آپ نے پوچھا: "پھر کون ہے؟" آپ سے عرض کی گئی: "یہ وہ شخص ہے جو ہر وقت دنیا میں ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ اس کا دل مساجد کے ساتھ معلق ہوتا تھا۔ اور جو اپنے والدین کو گالیوں کے لیے پیش نہیں کرتا تھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کی۔ آپ سجدہ ریز ہو گئے۔ اس وقت رب تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ اس نے کہا: "اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ نے عرض کی: "لبیک یا رب!" رب تعالیٰ نے فرمایا: "مانگو!" آپ نے عرض کی: "مولا! تو نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔ انہیں عظیم ملک عطا کیا ہے۔ تو نے موسیٰ سے کلام کیا ہے۔ تو نے حضرت داؤد کو عظیم سلطنت بخشی ہے۔ حضرت سلیمان کے لیے جن وانس اور شیاطین کو مسخر کیا۔ ان کے لیے ہوا مسخر کی۔ انہیں اتنی عظیم سلطنت بخشی جو کسی اور کے لیے نہ ہو گی۔ تو نے حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل سکھائی۔ انہیں اس طرح بنایا کہ وہ مادرزاد کوڑھیوں اور برص کے مریضوں کو درست کر دیتے تھے۔ وہ تیرے حکم سے مردے زندہ کرتے تھے انہیں اور ان کی والدہ ماجدہ کو مردود شیطان سے پناہ دی۔ اسے ان پر کوئی تسلط حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے آپ کو اپنا حبیب بنا لیا

ہے۔" (راوی کہتے ہیں: "تورات میں آپ کا اسم گرامی حبیب مکتوب ہے) میں نے آپ کو سارے لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے لیے آپ کا سینہ کھولا۔ آپ سے آپ کا بوجھ کم کیا۔ آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں آپ کا ذکر ہوگا۔ میں نے آپ کی امت کو بہترین امت بنایا ہے۔ اس کا اخراج لوگوں کے لیے کیا ہے۔ انہیں اول و آخر بنایا ہے۔ آپ کی امت کے لیے خطبہ جائز نہیں حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دے دیں کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ بھی بنائے جن کے سینے ان کے انجیل ہیں۔ میں نے آپ کو خلق کے اعتبار سے سارے انبیاء سے اول اور بعثت کے اعتبار سے آخر بنایا ہے۔ میں نے آپ کو سات ایسی آیات بخشی ہیں جنہیں بار بار پڑھا جاتا ہے۔ میں نے آپ سے پہلے کسی نبی کو یہ عطا نہیں کیا۔ میں نے آپ کو اپنے عرش کے خزانہ کے نیچے سے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات عطا کیں۔ میں نے آپ سے قبل کسی نبی کو یہ عطا نہیں کیں تھیں۔ میں نے آپ کو کوثر عطا کی۔ میں نے آپ کو اسلام، ہجرت، جہاد، صدقہ، رمضان المبارک، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عطا کیا۔ میں نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس دن سے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں ہیں۔ آپ اور آپ کی امت انہیں قائم کریں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے یوں فضیلت بخشی ہے۔ اس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے مجھے سارے لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ ایک ماہ کی مسافت سے میرے دشمنوں کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیا۔ میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا۔ مجھ سے قبل یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں۔ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزگی بنا دیا گیا ہے۔ مجھے فواتح الکلم، خواتم الکلم اور جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ مجھ پر میری امت پیش کی گئی۔ مجھ پر تابع اور متبوع مخفی نہ رہے۔ میں نے انہیں ایسی قوم پر دیکھا جو بالوں کے جوتے پہنیں گے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ایسی قوم کے پاس آئے ہیں جن کے چہرے چوڑے ہیں آنکھیں چھوٹی ہیں گویا کہ ان کی آنکھوں میں سوئی سے شگاف کیا گیا ہے۔ مجھ پر کچھ مخفی نہ رہا جس پر وہ تھے۔ میرے بعد کوئی قوی نہیں ہے۔ مجھے پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا۔" آپ کو یہ تین اسمائے گرامی عطا کیے گئے: سید المرسلین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین۔

حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ نمازیں، سورۃ البقرہ کی آخری آیات اور اس شخص کی بخشش کا مژدہ سنایا گیا جس نے شرک نہ کیا۔

پھر آپ سے بادل چھٹ گیا۔ حضرت جبرائیل نے آپ کا دست اقدس تھام لیا۔ آپ جلدی سے واپس آگئے۔ آپ حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے کچھ نہ کہا۔ پھر آپ حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کے

متعلق فرمایا: ''وہ تمہارے بیے بہت اچھے صاحب تھے۔'' انہوں نے پوچھا: ''محمد عربی ﷺ! آپ نے کیا کیا۔ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟'' آپ نے فرمایا رب تعالیٰ نے مجھ پر اور میری امت پر دن میں اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔'' اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں۔ میں آپ سے پہلے تجربہ کر چکا ہوں۔ میں بنو اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ میں اس سے بھی کم فریضہ کی وجہ سے ان کی طرف سے شدت کا سامنا کر چکا ہوں۔ انہوں نے کمزوری کا اظہار کیا اور اسے ترک کر دیا۔ آپ کی امت تو جسم، بدن، بصارت اور سماعت کے اعتبار سے کمزور ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا گویا کہ مشورہ لے رہے ہوں۔ حضرت جبرائیل نے کہا: ضرور! اگر آپ پسند کرتے ہیں۔ آپ جلدی سے واپس آئے۔ درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ بادل نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ سجدہ ریزی کرتے ہوئے گر پڑے۔

آپ نے عرض کی: ''مولا! ہم سے تخفیف فرما۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''میری امت سے تخفیف فرما۔ وہ ساری امتوں سے کمزور امت ہے۔'' اس نے فرمایا: ''میں نے پانچ نمازوں کی تخفیف کر دی ہے۔'' آپ حضرت کلیم اللہ کے پاس آئے فرمایا: ''مجھ سے پانچ نمازوں کی تخفیف کر دی گئی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹ چلیں۔ تخفیف کا سوال کریں۔ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۔'' آپ اسی طرح اپنے رب تعالیٰ اور حضرت کلیم اللہ کے مابین آتے جاتے رہے۔ رب تعالیٰ پانچ پانچ نمازیں کم کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے فرمایا: ''محمد!'' آپ نے عرض کی: ''لبیك و سعدیك'' اس نے فرمایا: ''یہ شب و روز میں پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز کا اجر دس گنا ہے۔ یہ پچاس نمازیں ہیں۔ میرے ہاں قول کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہ کیا میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دوں گا۔ اگر اس نے اس پر عمل کیا میں دس نیکیاں لکھوں گا۔ جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو اس کے لیے کچھ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے برائی کر دی تو اس کے لیے صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔'' آپ نیچے اترے۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام تک پہنچے انہیں بتایا انہوں نے کہا: ''اپنے رب تعالیٰ کے پاس جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔ آپ کی امت میں یہ طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا ''میں اتنی بار تخفیف کے لیے حریم ناز میں گیا ہوں کہ اب مجھے اس مقصد کے لیے وہاں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لیکن میں راضی ہوں۔ میرا سر تسلیم خم ہے۔'' ایک صدا دینے والے نے صدا دی۔ میں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نیچے تشریف لے آئیں۔'' آپ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے وہ یہی کہتا: ''آپ پچھنے لگوایا کریں۔'' دوسری روایت میں ہے: ''اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ

لگوائے۔ پھر آپ نیچے تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا: ''میں اہلِ آسمان میں سے جس کے پاس سے بھی گزرا اس نے مجھے مرحبا کہا میرے لیے مسکرایا سوائے ایک ہستی کے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ مجھے مرحبا کہا میرے لیے دعا کی لیکن وہ مسکرایا نہیں۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''وہ مالک آگ کا نگران تھا۔ جب سے اس کی تخلیق ہوئی ہے وہ نہیں ہنسا۔ اگر وہ کسی کے لیے ہنستا تو آپ کے لیے ضرور ہنستا۔'' جب آپ آسمان دنیا تک پہنچے تو آپ نے نیچے دیکھا تو آپ کو دھواں اور غبار نظر آیا۔ آپ نے پوچھا: ''اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ شیاطین ہیں جو بنو آدم کی آنکھوں کے سامنے حائل ہوتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت میں غور و فکر نہیں کرتے اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ عجائب دیکھتے۔''

پھر آپ سوار ہو کر واپس لوٹ آئے۔ آپ قریش کے کارواں کے پاس سے گزرے وہ فلاں جگہ تھا۔ ان میں سے ایک اونٹ کے اوپر دو بورے تھے۔ ایک سیاہ بورا اور دوسرا بورا سفید تھا۔ جب آپ اونٹوں کے پاس سے گزرے تو اونٹ ڈر گئے۔ وہ بھاگ نکلے۔ ایک اونٹ گر پڑا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پھر آپ ایسے کارواں کے پاس سے گزرے جس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ آپ نے انہیں سلام کیا ان میں سے ایک نے کہا ''یہ آواز تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔'' پھر آپ صبح سے کچھ دیر پہلے مکہ مکرمہ میں واپس آ گئے۔ وقتِ صبح آپ پر گراں گزرا کہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے آپ غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل آپ کے پاس سے گزرا وہ آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے ازروئے مذاق کہا: ''کیا نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے پوچھا: ''وہ کیا؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے آج رات سیر کرائی گئی ہے۔'' ابوجہل: ''کہاں تک؟'' آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس تک۔'' اس نے کہا: ''وقتِ صبح آپ ہمارے سامنے آ گئے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! اس نے اس خدشہ سے آپ کی تکذیب نہ کی کہ ممکن ہے کہ آپ اس کی قوم کو یہ بات نہ بتائیں جب وہ اسے بلائے۔'' اس نے کہا: ''آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپ اسے وہ کچھ بتانا پسند کریں گے جو کچھ مجھے بتایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! اس نے یوں صدا لگائی: ''اے بنو کعب کے قبیلے! لوگ اٹھ کر اس کے پاس آنے لگے حتیٰ کہ وہ آ کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے کہا: ''اپنی قوم کو وہی بات بتائیں جو مجھے ابھی ابھی بتائی ہے۔'' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے آج رات سیر کرائی گئی ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''کہاں تک؟'' آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس تک۔'' انہوں نے پوچھا: ''پھر آپ صبح کے وقت ہمارے پاس آ گئے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' ان میں سے بعض تالیاں بجانے لگے۔ بعض نے تعجب کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اپنے سروں پر رکھ لیے۔ وہ شور و غل کرنے لگے۔ انہوں نے اس امر کو عجیب سمجھا۔ مطعم بن عدی نے کہا: ''آج سے پہلے تک آپ کا ہر معاملہ واضح تھا لیکن آپ کا آج کا قول واضح نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ

جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ منہ) ہم ایک ماہ جاتے ہوئے اور ایک ماہ وہاں سے آتے ہوئے اپنے اونٹوں کے جگر پگھلاتے ہیں۔آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ایک رات میں وہاں سے ہو کر آ گئے۔لات وعزیٰ کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کہا: "تو نے اپنے محترم بھتیجے کے ساتھ کتنی بری بات کی ہے۔ان کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔ان کی تکذیب کی ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق وصدیق ہیں۔" قریش نے کہا: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے بیت المقدس کے اوصاف بیان کریں۔اس کی عمارت اور ہیئت کیسی ہے۔وہ پہاڑ سے کتنا قریب ہے۔" آپ مسجد اقصیٰ کے اوصاف بیان کرنے لگے۔آپ پر کچھ وصف ملتبس ہو گیا جس کی وجہ سے آپ پریشان ہونے لگے کہ مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے لایا گیا۔آپ اس کی طرف دیکھنے لگے۔اسے عقیل یا عقال کے گھر کے پاس رکھ دیا گیا۔قریش نے پوچھا: "اس کے کتنے دروازے ہیں۔" آپ نے اس کے دروازے نہیں گنے تھے۔آپ اس مسجد کی طرف دیکھ کر ایک ایک دروازہ دیکھ کر بتانے لگے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے رہے: "آپ سچ کہتے ہیں۔آپ سچ فرماتے ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" قریش نے کہا: "بخدا! آپ نے اس مسجد کے اوصاف تو سچ بیان فرمائے ہیں۔"

پھر انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا آپ ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک رات میں بیت المقدس گئے اور صبح سے قبل واپس آ گئے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! میں آپ کی اس سے بھی دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔میں صبح وشام آپ کے پاس آنے والی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں۔" اسی وجہ سے ان کا نام ابو بکر صدیق پڑ گیا۔قریش نے کہا: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ہمارے کارواں کے بارے بتائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں فلاں کارواں سے روحاء کے مقام پر ملا۔ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔وہ اس کی جستجو میں تھے۔وہاں کوئی بھی نہ تھا۔وہاں پانی کا پیالہ تھا میں نے اس میں سے پانی پیا۔پھر میں نے فلاں کارواں کو تنعیم کے مقام پر دیکھا۔اس کارواں کے آگے آگے سیاہی مائل سفید اونٹ ہے۔اس پر سیاہ ٹاٹ تھا۔اس پر دو سیاہ بورے تھے۔یہ کارواں ابھی ابھی ثنیہ سے تمہارے پاس آنے ہی والا ہے؟" قریش: "وہ کارواں کب آئے گا؟" آپ نے فرمایا: "بدھ کے روز کو۔" جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس کارواں کا انتظار کرنے لگے۔دن ختم ہونے والا تھا مگر ابھی تک کارواں نہیں پہنچا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔آپ کے لیے دن کی ایک ساعت میں اضافہ کر دیا گیا۔سورج آپ کے لیے روک دیا گیا۔حتیٰ کہ کارواں آ گیا۔رات کے وقت قریش ان کے پاس گئے۔انہوں نے کہا: "کیا تمہارا اونٹ گم ہوا تھا؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے دوسرے کارواں سے پوچھا: "کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ہڈی ٹوٹی تھی؟" انہوں نے بھی ہاں میں جواب دیا۔قریش نے پوچھا: "کیا تمہارے پاس پانی کا پیالہ تھا؟" ایک شخص نے کہا: "ہاں! بخدا! میں نے ہی اسے رکھا تھا۔اس میں سے کسی نے نہیں پیا تھا۔میں نے سمجھا کہ شاید اسے زمین پر انڈیل دیا گیا

ہے۔" قریش نے آپ پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا۔ انہوں نے کہا: "ولید نے سچ کہا ہے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (الاسراء:۶۰)

ترجمہ: "اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے۔"

فائدہ:

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ سے بہت عمدہ خوشبو آنے لگی جو دلہنوں سے آنے والی خوشبو سے عمدہ تھی۔" اس شاعر پر رب تعالیٰ رحم کرے جس نے یہ اشعار لکھے ہیں:

ساد الانام محمد خیر الوری　　بفضائل جلت عن الاحصاء

ترجمہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر الوریٰ ان فضائل کی وجہ سے سارے لوگوں کے سردار بن گئے جو حد و شمار سے ماوراء ہیں۔"

و جوامع الکلم التی مانا لھا　　احد من الفصحاء والبلغاء

ترجمہ: "اور ان جوامع الکلم کی وجہ سے سردار بن گئے جنہیں فصحاء اور بلغاء میں سے کوئی بھی حاصل نہ کر سکا۔"

و الی الخلائق کلھم ارسالہ　　فشفی القلوب الجمّۃ الادواء

ترجمہ: "آپ کو ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ دلوں نے ساری مرضوں سے شفاء پائی۔"

و لہ الشفاعۃ والوسیلۃ فی غد　　و مقامہ الساحی علی الشفعاء

ترجمہ: "کل روزِ حشر شفاعت اور وسیلہ آپ کا ہی مقام ہے۔ آپ کا مقام سارے شفاعت کرنے والوں سے بلند ہے۔"

و یجی یومئذ کما قد قالہ　　انا راکب والرسل تحت لوائی

ترجمہ: "کل روزِ حشر آپ اسی طرح آئیں گے جس طرح آپ نے فرمایا: "میں سوار ہوں گا اور رسل عظام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔"

و لقد دنا من ربہ لمّا دنا　　فی لیلۃ المعراج والاسراء

ترجمہ: "جب آپ شبِ معراج کو قریب ہوئے تو آپ اپنے رب تعالیٰ کے بہت قریب ہو گئے۔"

سمع الخطاب بحضرۃ قد سیۃ　　　　ما حلھا بشر من العظماء

ترجمہ: ''آپ نے حریم ناز سے خطاب سماعت فرمایا۔ جو بڑے بڑے عظیم انسانوں کو نصیب نہ ہوا تھا۔''

و برؤیۃ الجبار فازونا لھا　　　　من نعمۃ عظمت علی النعماء

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا دیدار کر کے آپ کامیاب ہو گئے اور ایسی نعمت حاصل کر لی جو بڑی بڑی نعمتوں سے عظیم ہے۔''

مَا نَال مُوسٰی والخلیل و مجتبی　　　　ما نلتہ یا سید الشفعاء

ترجمہ: ''اے شفاعت کرنے والوں کے سردار! جو کچھ آپ نے پایا ہے اسے حضرت موسیٰ اور حضرت خلیل علیہما السلام بھی نہ پا سکے۔''

یا کنز مفتقر و ملجاء عائذٍ　　　　یا افضل الاجواد و الکرماء

ترجمہ: ''اے فقیر کے خزانہ اور پناہ طلب کرنے والے کی پناہ! اے وہ ذات والا جو سارے کریموں اور سخیوں سے افضل ہیں۔''

انت الوسیلۃ للاِلہ فسل لنا　　　　عفوا عن الزلات والھواء

ترجمہ: ''رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا وسیلہ آپ ہی ہیں آپ ہمارے لیے سوال کریں کہ وہ ہماری خطائیں اور لغزشیں بخش دے۔''

و دخولنا الجنات اول و ھلۃ　　　　و شفاعۃ للمفسد الخطاء

ترجمہ: ''وہ ہمیں سب سے پہلے جنت میں داخل کر دے اور فسادی اور خطا کار کے لیے شفاعت فرمائیں۔''

بك نستغیث و نستجیر و نلتجی　　　　من ذی البلاء و فتنۃ الاھواء

ترجمہ: ''ہم آپ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں آپ سے ہی پناہ کرتے ہیں خواہشات کے فتنہ اور مصیبت میں آپ سے ہی پناہ کے طالب ہوتے ہیں۔''

و لزوم فضلاً من جنابك سیّدی　　　　و شفاعۃ یا سید العشفعاء

ترجمہ: ''اے شفاعت کرنے والوں کے سردار! میں آپ کی جناب سے فضل اور شفاعت کی التجاء کرتا ہوں۔''

فالیك ساق اللہ سحب صلوتہ　　　　و جزاك رب الناس خیر جزاء

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ آپ پر سلام اور درود کا ابر کرم بھیجے اور لوگوں کا پروردگار آپ کو عمدہ جزائے خیر دے۔''

و علی صحابك الرضی متعددا والآل والاتباع والعلماء

ترجمہ: "آپ کے پسندیدہ صحابہ کرام پر سلام ہو اور آپ کی اولاد پاک پر، اتباع کرنے والوں پر اور علماء پر سلام ہوں۔"

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے:

سریت الی حرم لیلاً الی حرم کما سری البدر فی داج من الظلم

ترجمہ: "آپ رات کے مختصر حصہ میں ایک حرم پاک سے دوسرے حرم پاک کی طرف اس طرح تشریف لے گئے جس طرح تاریک رات میں ماہِ تمام چلتا ہے۔"

و بت ترقی الی ان نلت منزلة من قاب قوسین لم تدرك ولم ترم

ترجمہ: "آپ مسلسل رفعت حاصل کرتے گئے حتیٰ کہ آپ نے قرب الٰہی کی وہ منزل پالی جو نہ پائی جا سکتی ہے نہ ہی جس کا قصد کیا جا سکتا ہے۔"

و قدّمتك جمیع الانبیاء بها والرسل تقدیم مخدوم علی خدمِ

ترجمہ: "سارے انبیاء کرام نے وہاں آپ کو اپنا اس طرح امام بنالیا جس طرح مخدوم اپنے خادموں کا پیشوا بنایا جاتا ہے۔"

و انت تخترق السبع الطباق بهم فی موکب کنت فیه صاحب العلم

ترجمہ: "آپ نے اس کارواں میں ساتوں آسمانوں کو چیرا جس کارواں کے علمبردار آپ ہی تھے۔"

حتی اذا لم تدع شأوًا المستبق من الدنو ولا مرقًی لمستنم

ترجمہ: "آپ چلتے چلتے وہاں پہنچ گئے کہ آگے بڑھنے والے کے لیے کوئی درجہ نہ رہا اور راہ پر جانے والے کے لیے رفعت کا کوئی مقام نہ رہا۔"

حفضت کل مقام بالاضافة اذ نودیت بالرفع مثل المفرد العلم

ترجمہ: "آپ نے اس وقت اپنے مقام کی وجہ سے سارے انبیاء کرام کے مقامات کو پست کر دیا جب آپ کو رفعت کے لیے مفرد علم کی طرح بلایا گیا۔"

کیما تفوز بوصل ایّ مستتر عن العیون و سر ای مکتتم

ترجمہ: "تاکہ آپ ایسے وصال سے شادکام ہوں جو کسی مقرب کی آنکھ کو دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ اور ایسے راز سے

آگاہ ہوئے جن سے کوئی عارف آگاہ نہ ہوسکا۔''

فحزت کل فخار غیر مشترکٍ و حزت کل مقام غیر مزدحم

ترجمہ: ''آپ ہر قسم کی عزت کا بلاشرکت غیر مالک بن گئے۔ اور ہر مقام سے مزاحمت کے بغیر گزر گئے۔''

و جل مقدار ما ولیت من رتب و عز مقدار ما اولیت من نعم

ترجمہ: ''جو رفیع مناصب آپ کو دیے گئے ان کی منزلت بہت بڑی ہے۔ جو نعمتیں آپ کو عطا کی گئی ہیں وہ بہت عظیم ہیں۔''

بشریٰ لنا معشر الاسلام ان لنا من العنایۃ رکنا غیر منھدم

ترجمہ: ''اے گروہ اسلام! ہمارے لیے بشارت! عنایت ربانی سے آپ ہمارے لیے ایسا ستون ہیں جو کبھی نہیں گر سکتا۔''

لمّا دعا اللہ داعینا لطاعتہ یا اکرم الرسل کنا اکرم الامم

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ''یا اکرم الرسل'' کہہ کر مخاطب کیا تو ہم معزز امت بن گئے۔''

❁❁❁❁

نواں باب

معراج کے بارے کچھ تنبیہات

❶ ابن المنیر نے لکھا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی عزت و اکرام ہے کہ آپ کو فوراً سیر کے لیے بلایا گیا۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا۔" جبکہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے لیے ایک مدت مقررہ کی گئی۔ انہیں اس مقصد کے لیے تیار کیا گیا۔ آپ سے انتظار کی اذیت کو ختم کر دیا گیا۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ مقام مرید پر اور حضور اکرم ﷺ مقام مراد پر فائز تھے۔

❷ ابن دحیہ نے آپ کے فرمان "میرے گھر کی چھت کو چیرا گیا" کے زمرہ میں لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام دروازہ سے کیوں داخل نہ ہوئے۔ حالانکہ ارشاد ربانی ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (البقرۃ:۱۸۹)

اس میں حکمت یہ ہے تاکہ مناجات میں مبالغہ ہو۔ یہ اس امر پر تنبیہ تھی کہ یہ کرامات اور عزت وعدہ کے بغیر تھی۔ شاید یہ آپ کے شق صدر کی طرف اشارہ ہو۔ یہ اس کی تمہید ہو۔ فرشتے نے چھت میں سوراخ کر کے آپ کو دکھایا ہو۔ چھت فوراً مل گیا ہو۔ اس طرح فرشتے نے آپ کو وہ کیفیت دکھائی ہو جو آپ کے ساتھ ہونا تھا۔ آپ کے حق میں لطف اور بصارت کے عیاں کرنے کے لیے آپ کے گھر میں اس کا مشاہدہ آپ کو کرا دیا ہو۔ اگر فرشتہ حسب معمول دروازے سے آتا۔ وہ پہلے صحن میں آتا۔ پھر اس کمرہ میں جاتا۔ جس میں آپ جلوہ افروز تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے: "فرشتہ کے چھت سے نیچے آنے میں شاید یہ حکمت ہے کہ اس طرح فرشتہ اچانک آپ کے پاس آجائے۔ نیز اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ یہ سفر بلندی کی طرف ہوگا۔

❸ وہ دو افراد جن کے مابین حضور ﷺ لیٹے ہوئے تھے وہ حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے۔ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ یہ آپ کی تواضع اور حسن خلق ہی تھا۔ حالانکہ آپ ساری مخلوق سے افضل ہیں اس کے باوجود آپ لوگوں کے ساتھ لیٹ جاتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اپنے نفس کے لیے کسی فضیلت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اس میں یہ

دلیل بھی ہے کہ ایک گروہ کو ایک جگہ سو جانا چاہیے لیکن شرط یہ ہے ہر ایک کے پاس اتنا کپڑا ہو جس سے وہ اپنے ساتھی سے اپنے جسم کو ڈھانپ سکے۔

❹ شق صدر، خاتم النبوۃ طشت، سونے اور آبِ زمزم کے بارے پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

❺ جبرائیل کے بارے گفتگو۔اس میں کئی فوائد ہیں:

① اس اسم کے بارے۔اس اسم میں کئی لغات ہیں۔یہ کل لغات ۲۱ ہیں: (۱) جِبرِیل (۲) جَبرِیل (۳) جَبرءِل (۴) جَبرَئِیل (۵) جَبرائِیل (۶) جبرائیل (۷) جَبرائل (۸) جبرایل (۹) جبرییل (۱۰) جبرئِیل (۱۱) جبرءِلَّ (۱۲) جَبرَئِل (۱۳) جبرال (۱۴) جبرال (۱۵) جِبرال (۱۶) جَبرِین (۱۷) جَبرِین (۱۸) جبرئین (۱۹) جِبرِین (۲۰) جَبرائیل (۲۱) جبراییل

② الروض الانف میں ہے ''جبرائیل کا معنی عبدالرحمان یا عبدالعزیز ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف اور مرفوع روایت مروی ہے۔موقوف روایت زیادہ صحیح ہے۔اکثر علماء کا خیال ہے کہ اس اسم کا آخری لفظ ''ایل'' عجمی ہے۔حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے کہ ان اسماء میں اضافہ مغلوبۃ ہے عجم کے کلام میں کہا جاتا ہے غلام زید، زید غلام۔اس اعتبار سے ایل کا معنی عبد ہو گا۔اس اسم کا پہلا حصہ رب تعالیٰ کے اسماء میں سے ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل کا نام عبداللہ اور میکائیل کا نام عبیداللہ ہے۔ہر وہ چیز جو ''ایل'' کی طرف راجع ہو۔وہ رب تعالیٰ کی بندگی کرنے والی ہوتی ہے۔علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے ''اسرافیل کا معنی عبدالرحمان ہے'' عکرمہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ایل کا معنی اللہ تعالیٰ ہے۔ علامہ ماوردی نے لکھا ہے ''اس روایت میں کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہیں کی۔'' امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ اکثر کا قول ہے۔امام شہاب الدین حلبی نے لکھا ہے۔''اس اسم کے بارے علماء کا اختلاف ہے کہ یہ مشتق ہے یا نہیں۔'' جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے کیونکہ عجمی اسماء کا اشتقاق نہیں ہوتا۔بعض نے لکھا ہے کہ یہ جبروت اللہ سے مشتق ہے۔اسی طرح اس میں یہ اختلاف بھی ہے کہ یہ اسم بسیط ہے یا مرکب ہے۔کیونکہ جبر کا معنی ہے عبد اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔اسرافیل کے بارے بھی اسی طرح کہا گیا ہے۔پھر اس کی ترکیب میں اختلاف ہے کہ کیا مرکب اضافی ہے یا مرکب مزجی ہے۔بعض نے پہلا موقف اختیار کیا ہے۔پہلا موقف رد کر دیا گیا ہے کیونکہ اس طرح چاہیے کہ انہیں مضاف اور مضاف الیہ کا اعراب دیا جاتا۔پہلے اسم کو محل کے مطابق اعراب دیا جاتا جبکہ دوسرے اسم کو تنوین اور جر دی جاتی کیونکہ یہ غیر منصرف نہیں ہے جیسے کہ اس فرمان میں ''ال'' ہے یہ

اس شخص کے نزدیک ہے جس نے اسے رب تعالیٰ کا اسم بنایا ہے۔

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ (التوبۃ:۱۰)

ترجمہ: ”وہ نہیں لحاظ کرتے کسی مومن کے حق میں کسی رشتے داری کا اور نہ کسی وعدے کا۔“

یہ ایسے ہوگا جیسے تم کہو جاء عبداللہ، رائیت عبداللہ، مررت بعبداللہ۔ بعض علماء مثلاً ابوعباس مہدوی نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ یہ مرکب مزجی ہے جیسے بعلبک، حضرموت۔ یہ مؤقف درست لگتا ہے لیکن بعض نے اس کا رد اس طرح کیا ہے کہ اس طرح لازمی تھا کہ پہلا حصہ مبنی بر فتح ہوتا لیکن بعض اہلِ لغت اسے کسرۃ دیتے ہیں۔ بعض نے یہ رد اس طرح کیا ہے کہ اگر یہ مرکب مزجی ہوتا تو یہ روا تھا کہ اسے مضاف اور مضاف الیہ کا اعراب دیا جاتا۔ یا اسے مبنی علی الفتح رکھا جاتا جیسے احد عشر، یہ مرکب مزجی ہے۔ اس میں یہ وجوہات جائز ہیں۔ اس کے بارے نہ تو یہ سنا گیا ہے کہ یہ مبنی ہے نہ ہی اسے مضاف اور مضاف جیسا اعراب دیا جاتا ہے۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ یہ مرکب مزجی نہیں ہے۔ لیکن یہ رد بھی مردود ہے کیونکہ یہ دونوں جواز میں سے ایک پر آتا ہے۔ اور اتفاق ہے کہ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔“

امام سہیلی نے لکھا ہے ”حضرت جبریل علیہ السلام کے اسم میں اتفاق ہے کہ یہ جہت عربی کے موافق ہے۔ اگرچہ یہ عجمی ہے۔ جبر کا معنی اس چیز کی اصلاح کرنا ہے جو فاسد ہوگئی ہو۔ حضرت جبرائیل وحی پر مؤکل ہیں۔ وحی میں اس چیز کی اصلاح ہوتی ہے جو خراب ہو جائے۔ یہ اسم مبارک مکہ مکرمہ اور عرب میں معروف نہیں تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو بتایا تو وہ عداس، نسطورا اور ورقہ سے اس کے بارے پوچھنے گئیں۔ انہوں نے کہا: ”قدوس قدوس! ان شہروں میں حضرت جبرائیل کا تذکرہ کیوں کیا جاتا ہے۔“

۳ حضرت جبرائیل کے بعض فضائل۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں ۳۵ مقامات پر ان کا تذکرہ صراحت وغیرہا کے ساتھ کیا ہے۔ تین مقامات پر رب تعالیٰ نے ان کا نام، اسم لے کر ذکر فرمایا ہے۔ دو بار سورۃ البقرہ میں ذکر فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ۔ (البقرۃ:۹۷)

ترجمہ: ”آپ فرمائیے جو دشمن ہو جبریل کا۔“

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ۔ (البقرۃ:۹۸)

ترجمہ: ”جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل کا۔“

سورۃ التحریم میں ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ۔ (التحریم:۴)

ترجمہ: ''اور اگر تم نے ایکا کر لیا آپ کے مقابلہ میں تو اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے اور جبریل۔''

چار مقامات پر از روئے تعظیم جمع کے صیغے کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا۔ جیسے کہ آلِ عمران میں فرمایا:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (آلِ عمران:۳۹)

ترجمہ: ''پھر آواز دی ان کو فرشتوں نے جب کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنی عبادت گاہ میں۔''

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ۔ (آلِ عمران:۴۲)

ترجمہ: ''اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہیں۔''

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ (آلِ عمران:۴۵)

ترجمہ: ''جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے۔''

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ۔

یعنی جبرائیل امین اور روح سے مراد وحی ہے۔ آٹھ مقامات پر لفظ روح کے ساتھ تذکرہ کیا ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ۔ (المعارج:۴)

ترجمہ: ''عروج کرتے ہیں فرشتے اور جبریل اللہ کی بارگاہ میں۔''

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا۔ (القدر:۴)

ترجمہ: ''اترتے ہیں فرشتے اور روح القدس اس میں۔''

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا۔ (مریم:۱۷)

ترجمہ: ''پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبرئیل کو۔''

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ:۸۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں تقویت دی جبرئیل سے۔''

اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (المائدۃ:۹)

ترجمہ: ''جب میں نے تمہاری روح القدس کے ذریعے مدد کی۔''

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ (النحل:۱۰۲)

ترجمہ: "فرمائیے نازل کیا ہے اسے روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔"

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ (الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

ترجمہ: "اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبرائیل)۔"

رب تعالیٰ نے انہیں ایک مقام میں سات خوبصورت صفات کے ساتھ یاد فرمایا وہ صفات یہ ہیں۔ رسالت، کرم، قوت، مکانہ، قربۃ، طاعۃ الملائکۃ اور امانت۔ سورۃ التکویر میں فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ (التکویر: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ: "یہ (قرآن) معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے، جو قوت والا ہے، مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے (سب فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے۔"

ابو الشیخ نے "عظمۃ" میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے قریب حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے ایک ہزار سال کی مسافت سے دور ہیں۔" ابو الشیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "یہ چار فرشتے ہیں۔ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت مالک الموت، رب تعالیٰ نے انہیں سب سے پہلے تخلیق کیا اور سب سے آخر میں ان پر موت طاری کرے گا۔ سب سے پہلے انہیں زندہ کرے گا۔ یہ منتظمین ہیں۔ خالد بن ابی عمران سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ کے رسل عظام کی طرف سے اس کے امین ہیں۔ حضرت میکائیل لوگوں کے وہ اعمال حاصل کرتے ہیں جو بلند ہوتے ہیں حضرت اسرافیل نگران کی طرح ہیں۔"

ابو الشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: "یا رسول اللہ! رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے ہاں معزز کون ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں۔" حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "جبرائیل! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے ہاں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟" انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا۔" حضرت جبرائیل اوپر گئے۔ پھر نیچے آئے۔ اور عرض کی: "جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور فرشتہ اجل۔" حضرت جبرائیل انبیاء پر وحی لانے اور جنگ میں ان کی مدد کرنے پر مؤکل ہیں۔ حضرت میکائیل ہر اس قطرہ پر یا پتے پر نگران ہیں جو نیچے گرتا ہے۔ فرشتہ اجل تری اور خشکی میں ہر بندے کی روح قبض کرنے پر مؤکل ہیں۔ اسرافیل رب تعالیٰ کے امین ہیں۔

◆ میکائیل میں درج ذیل لغات ہیں: (۱)میکال (۲)مکائیل (۳)میکائیل (۴)میکئیل (۵)میکئل (۶)میکائیل (۷)میکاء یل۔

◆ براق، البریق سے مشتق ہے۔ اس کے رنگ کے بارے روایت ہے کہ وہ سفید ہے یا یہ البرق سے مشتق ہے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ یا یہ شاۃ برقاء سے مشتق ہے ایسی بکری مراد ہے جس کی سفید اون میں کالے بال ہوں۔ حدیث پاک میں اس کا جو وصف اس کی سفیدی سے بیان کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ ایسی بکری سفید بکریوں میں ہی شمار کی جاتی ہے۔ امام احمد اور حارث نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابر قوا فانّ دم عفراء از کی عند اللہ من دم شو دوین" اس حدیث پاک میں سفید بکری کو دو سیاہ بکریوں کے مقابلہ میں رکھا جس سے سفید رنگ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے براق کی رنگت سارے رنگوں سے افضل ہو گی۔ یہ بھی روا ہے کہ دونوں معانی کو اکٹھا کیا جائے اس کی رنگت اور تیز رفتاری کی وجہ سے اسے براق کہا جاتا ہو۔ اس صورت میں اس کا اعتبار ایسے مجمل الفاظ میں ہو گا جو بیک وقت دو معانی کا احتمال رکھتا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مشتق نہ ہو۔"

ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ براق پر آپ کا سوار ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے کیونکہ کسی سے یہ نقل نہیں کہ وہ کسی ایسے جانور کا مالک بنا ہو جو اس کی جنس کے خلاف ہو۔ آپ میں یہ طاقت بھی تھی کہ آپ براق کے بغیر اوپر تشریف لے جاتے۔ لیکن براق میں آپ کی عظمت و رفعت کی بشارت تھی۔ کیونکہ اگر آپ خود اوپر چڑھ جاتے تو یہ چلنے والے کی شکل میں ہوتا۔ سوار پیدل چلنے والے کے برعکس ہوتا ہے۔

ابن دحیۃ نے لکھا ہے "کبھی کبھی خرق عادت اور عادت کو ساتھ ملا دیا جاتا ہے تاکہ انس حاصل ہو۔" حق تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براق کے بغیر سیر کرائے۔ لیکن سواری کرانا آپ کے عظیم مقام کے پیش نظر تھا۔ براق پر آپ کو سیر کرانا آپ کی عزت و کرامت کے اظہار کے لیے تھا۔ جب عظیم شہنشاہ اپنے کسی خاص دوست کو اپنے ہاں بلاتا ہے تو اس کے لیے خصوصی سواری بھیجتا ہے جو اسے اٹھا کر اس کے پاس لے آتی ہے۔ براق کی شکل گھوڑے سے نہیں بلکہ خچر سے ملتی تھی تاکہ یہ اشارہ ملے کہ یہ سواری حالت امن میں ہے۔ جنگ اور خوف کی حالت نہیں ہے۔ یا اس کی تیز رفتاری سے اس معجزہ کا اظہار تھا کہ یہ تیز رفتار جانور اس جانور کے مشابہ ہے جو عموماً تیز رفتار نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ میں خچر پر سوار ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تحقیق

کے لیے تھا کہ آپ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے مقام پر ایسے جانور پر سوار ہوتے ہیں جو سریع رفتار نہیں یہ دشمن کی شکست کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو شجاعت اور قوت عطا کی تھی۔ کیونکہ عام طور پر امن اور سکون کے مقام پر خچر پر سوار ہوا جاتا ہے۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جنگ آپ کے نزدیک حالت امن کی طرح تھی۔ آپ قوت قلب، شجاعت نفس، توکل اور اعتماد کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ فرشتوں نے جنگ کی حالت میں گھوڑوں پر سواری کی۔ کیونکہ عرف میں اس حالت میں عمومی طور پر گھوڑوں پر ہی سواری کی جاتی ہے۔ براق کی شکل خچر کی شکل سے لطیف تھی۔ ایسی سواری یقیناً خچر سے بہت عمدہ اور اچھی ہوگی۔ وہ پھولے ہوئے جسم سے اچھی ہوگی۔ لیکن گھوڑے کی کیفیت اس کے برعکس ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی اس سیر کو طیران (پرواز) نہیں کہا بلکہ سیر ہی کہا ہے کیونکہ عرب رات کو چلنے کو سُری کہتے ہیں۔ اس سے یہی آشکارہ ہوتا ہے کہ جب کسی ولی کامل کے لیے بعید مسافت کو سمیٹ دیا جائے تو اس پر مسافر کے لفظ کا ہی اطلاق ہوگا۔ اور اس پر مسافر کے احکام ہی لاگو ہوں گے۔ رب تعالیٰ نے واپسی کے سفر میں براق ذکر نہیں کیا کیونکہ اوپر چڑھتے وقت اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔ جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ۔ (النحل:۸۱)

ترجمہ: ''اور تخلیق کیا تمہارے لیے وہ لباس جو تمہیں گرمی سے بچاتا ہے۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لباس سردی سے بھی بچاتا ہے۔

فتح الصفا میں ہے: ''یہ سیر فرشتوں کے پروں پر یا ہوا کے دوش پر کیوں نہ ہوئی جیسے ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اٹھا کر لے جاتی تھی یا ایک قدم میں فاصلہ سمیٹ کیوں نہ دیا گیا جیسے طیّ زمان ہوتا ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں تاکہ آپ خلاف عادت نشانیوں سے آگاہ ہو سکیں اور عجیب امر سے آگاہ ہو سکیں۔ اگر ملائکہ اٹھا کر لے جاتے یا یہ مسافت ہوا کے ذریعہ طے کی جاتی تو اس میں زیادہ تعجب نہ ہوتا۔ اتنی عظیم براق پر سفر کرنے میں تعجب ہے اس میں فرشتوں کی ایسی تعظیم منقول ہے جو ان کے پروں پر اٹھانے سے زیادہ ہے حضرت جبرائیل امین نے آپ کی رکاب تھام رکھی تھی۔ حضرت میکائیل نے لگام پکڑ رکھی تھی۔ ان کا تعلق اکابر فرشتوں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ براق پر سوار تھے۔ یہ شرف بہت زیادہ ہے۔

براق کی صورت کیسی تھی اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس سے اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ صاحب الاحتفال نے لکھا ہے کہ خچر سے کم اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کا چہرہ انسان کے چہرے کی طرح تھا۔ اس کا جسم

گھوڑے کے جسم کی طرح تھا۔اس کے پائے بیل کے پاؤں کی طرح تھے۔اس کی دم ہرن کی دم کی طرح تھی۔
ایک اور شخص نے لکھا ہے"اس کا جسم انسان کے جسم کی طرح تھا۔اس کی دم اونٹ کی دم کی طرح تھی۔اس کے بال گھوڑے کے بالوں کی طرح تھے۔اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح تھے۔اس کے سم گائے کے سم کی طرح تھے۔اس کا سینہ سرخ یاقوت کی طرح تھا۔اس کی کمر سفید موتی کی طرح تھی۔اس کی رانوں کے پاس دو پر تھے۔"لیکن یہ سارا حلیہ صحیح نہیں ہے۔پروں کے رانوں میں ہونے میں راز یہ ہے کہ سواری کا پچھلا حصہ بوجھل ہو سکے۔یا اسے خرقِ عادت امر پر محمول کیا جا سکے یا اس لیے کہ اس سے سوار کو سہولت میسر آسکے۔کیونکہ اگر یہ پر پہلوؤں میں ہوتے تو یہ سوار کی رانوں کے نیچے یا اس کے اوپر ہوتے۔جب یہ سکیڑتی یا پھیلاتی تو اس سے سوار کو تکلیف ہوتی۔

بعض روایت میں ہے کہ یہ نہ مذکر تھی نہ ہی مونث تھی۔اس کا تقاضا ہے کہ یہ خلقت میں منفرد ہو۔اور یہ تولید کے بغیر ہی پیدا ہوئی ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ (الذاریات:۴۹)

ترجمہ: "اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے۔"

شیخ سعد الدین نے لکھا ہے کہ معز ز فرشتے نہ مذکر ہیں نہ ہی مؤنث ہیں۔ایک اور اثر میں ہے کہ حضرت جبرائیل اسے مؤنث کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔براق پر لرزہ کیوں طاری ہوا؟ اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔
ابن بطال نے لکھا ہے کہ کیوں کہ انبیاء کو اس پر سواری کیے کافی مدت گزر چکی تھی۔اس لیے وہ اچھلنے لگا۔
المبتداء میں ابن اسحاق نے اسی طرح لکھا ہے:"براق اچھلنے لگا۔مجھ سے پہلے انبیاء اس پر سواری کرتے تھے۔"
انبیاء کی سواری کو کافی مدت گزر چکی تھی۔فترت کے زمانہ میں اس پر کوئی سوار نہ ہوا تھا۔
ابن دحیہ اور ابن منیر نے لکھا ہے کہ براق خوشی سے جھوما تھا کہ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہو رہے ہیں۔
حضرت جبرائیل نے اسے زبان حال سے یوں فرمایا تھا۔ان کا مقصد یہ نہ تھا۔وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے جھوما تھا۔اس وجہ سے اس کو پسینہ آ گیا تھا۔گویا کہ اس نے زبانِ حال سے یہ جواب دیا تھا۔اس نے اچھلنے سے برأت کا اظہار کیا تھا۔عتاب کی ندامت سے اسے پسینہ آ گیا تھا۔یہ اس پہاڑ کے لرزہ کے قریب ہے جسے آپ نے فرمایا تھا:"ٹھہر جا۔تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید سوار ہے۔"یہ خوشی سے جھومنا تھا۔غصہ سے اچھلنا نہیں تھا۔شیخ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے لکھا ہے کہ"یہ بعید نہیں کہ یوں کہا جائے کہ وہ جانور ہمارے نبی کریم ﷺ کی ہیبت

کی وجہ سے کانپا ہو"۔

۸ حافظ نے لکھا ہے کہ عجیب و غریب حکایات میں سے یہ بھی ہے کہ جب حضرت جبرائیل نے براق کو عتاب کیا تو براق نے ان کے سامنے عذر پیش کیا کہ آپ نے آج صفراء کو مس کیا تھا صفراء سے مراد وہ بت ہے جو خانہ کعبہ کے پاس نصب تھا۔ حضور اکرم اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا "اس کے لیے ہلاکت ہے جو تیری پوجا کرے۔" آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو منع فرما دیا تھا کہ وہ اسے مس نہ کریں فتح مکہ کے روز اسے توڑ دیا گیا تھا۔ "الزہر" میں ہے اس روایت کا تذکرہ کرنا بھی درست نہیں ہے اسے حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے یہ حضرت امام احمد کے فرزند حضرت عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ انہوں نے اس کا شدت سے انکار کیا ہے۔

۹ عجیب و غریب روایات میں سے وہ روایت بھی ہے جسے ماوردی، ثعلبی، قرطبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موت اور حیات دو جسم ہیں۔ موت کی بو جو بھی سونگھتا ہے وہ مرجاتا ہے۔ حیات سیاہ و سفید داغوں والی گھوڑی کی مانند ہے۔ حضرت جبرائیل امین اور دیگر انبیاء اسی پر سوار ہوتے تھے۔ یہ کسی چیز کے پاس سے نہیں گزرتی نہ ہی کوئی چیز اس کی بو سونگھتی ہے مگر اسے زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔

۱۰ اس میں اختلاف ہے کہ کیا حضرت جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کے ساتھ براق پر سوار ہوئے تھے یا نہیں۔ اگر سوار ہوئے تھے تو حضور اکرم ﷺ کے آگے یا پیچھے سوار ہوئے تھے۔ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس براق لایا گیا۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیل امین اس پر سوار ہی رہے حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو اپنے آگے سوار کر لیا اور وہ انہیں لے کر چلے۔ ابویعلیٰ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل براق لے کر آئے اور حضور اکرم ﷺ کو اپنے آگے سوار کر لیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس براق لایا گیا۔ میں حضرت جبرائیل امین کے پیچھے بیٹھ گیا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ براق حضور کریم ﷺ سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کی سواری کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ امام فاکہی نے حسن سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ملاقات کے لیے آتے تھے۔" حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے: "مجھ سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام اس پر سواری کرتے تھے۔" حضرت انس سے روایت ہے "مجھ سے پہلے انبیائے کرام کے لیے اسے مسخر کر دیا گیا تھا۔" حضرت سعید بن مسیب اور ابوسلمہ

عبد الرحمان سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو براق پر سیر کرائی گئی۔ یہ حضرت ابراہیم کی سواری تھی۔ جس پر سوار ہو کر وہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔

11 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بچپن میں چار بچوں نے گفتگو کی۔ ابن ماشطہ، حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ، جریج کا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ "پنگھوڑے میں صرف تین بچوں نے گفتگو کی ہے۔" امام مسلم نے اصحاب اخدود کی داستان میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کو آگ میں پھینکنے کے لیے لایا گیا تاکہ وہ رب تعالیٰ کا انکار کر دے۔ اس کے پاس ایک شیر خوار بچہ تھا۔ وہ عورت تھوڑی سی پیچھے ہٹی۔ اس بچے نے کہا: "امی جان! صبر کریں۔ آپ حق پر ہیں۔" ابن قطیبہ نے اس بچے کی عمر سات ماہ لکھی ہے۔ ثعلبی نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں گفتگو کی تھی۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں گفتگو کی تھی۔ امام واقدی کی سیر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ولادت کے ابتدائی ایام میں گفتگو کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے عہد ہمایوں میں مبارک الیمامہ نے گفتگو کی تھی۔ جب یہ علم ہو گیا تو پھر آپ کے فرمان کے بارے کہا جائے گا کہ یہ اس وقت کا ہے جب آپ کو زیادہ افراد کا علم نہیں ہوا تھا۔

12 روایات میں ہے کہ آپ براق سے نیچے تشریف لائے اور متعدد مقامات پر نماز ادا کی۔ جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ براق پر ہی رہے حتیٰ کہ آپ بیت المقدس پہنچ گئے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ ممکن ہے انہوں نے اپنے اجتہاد سے کہا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس مؤقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے براق باندھنے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا انکار کیا ہے حالانکہ صحیح احادیث میں صحابہ کرام کی ایک جماعت سے یہ امور منقول ہیں۔

13 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے براق باندھنے کا انکار کیا ہے امام ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ براق باندھی گئی تو انہوں نے فرمایا: "کیا یہ خدشہ تھا کہ براق بھاگ جائے گا۔ حالانکہ آپ کے لیے عالم الغیب والشہادۃ مسخر کر دیا گیا تھا۔" امام بیہقی اور امام سہیلی نے لکھا ہے "مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ یعنی جس نے بیت المقدس میں براق باندھنے کا مؤقف اختیار کیا ہے اس کے پاس اس سے زیادہ علم ہے جس نے اس کی نفی کی ہے۔ اسے قبول کرنا اولیٰ ہے۔" امام نووی نے لکھا ہے 'براق باندھنے میں امور میں احتیاط سے کام لینے اور اسباب ترک نہ کرنے پر عمل کیا گیا تھا۔ اس طرح توکل پر زد نہیں پڑتی جبکہ اعتماد رب تعالیٰ کی ذات پر ہو۔' ا

سہیلی نے لکھا ہے "اس میں توکل کی صحت کے ساتھ ساتھ احتیاط کو لازم پکڑنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ تقدیر پر ایمان کامل ہو۔" جیسے کہ ابن منبہ سے روایت ہے جو ہلاکتوں سے بچا اس نے احتیاط کا دامن نہ چھوڑا۔ انہوں نے کہا: "میں نے اللہ تعالیٰ کی سابقہ ستر کتب میں پڑھا ہے یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے" پہلے سواری کو باندھو پھر توکل کرو۔" آپ کو یقین تھا کہ آپ کے لیے کائنات مسخر کر دی گئی ہے۔ آپ کو تقدیر الٰہی پر بھی ایمان تھا۔ آپ کو یہ بھی یقین تھا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر بھی آپ نے سفروں میں زادِ راہ لیا۔ جنگوں میں ہتھیار استعمال کیے۔ غزوہ احد میں دو زرہیں پہنیں۔ براق باندھنے کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔

◆ بیت المقدس کے فضائل۔

① اس کی تعمیر کے بارے

ابوبکر واسطی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "زمین پر پانی تھا۔ رب تعالیٰ نے ہوا بھیجی جس نے پانی کو چھوا۔ سطح زمین پر جھاگ نمودار ہوئی رب تعالیٰ نے اسے چار حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ سے مکہ مکرمہ، دوسرے سے مدینہ طیبہ، تیسرے سے بیت المقدس اور چوتھے حصے سے کوفہ کو بنایا۔"

امام احمد، امام نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا تو اس کے درمیان میں تین دعائیں مانگیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں یہ عطا فرما دیں۔ یہ دعا مانگی کہ ان کا فیصلہ اس کے فیصلہ کے موافق ہو جائے۔" رب تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔ انہوں نے یہ التجا کی کہ وہ انہیں ایسی مملکت عطا کرے جو ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ رب تعالیٰ نے یہ التجاء بھی قبول کر لی۔ انہوں نے التجاء کی کہ جو شخص بھی بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نیت سے اس کی طرف سفر کرے۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گویا ابھی ابھی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم امید کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کی یہ التجاء قبول کر لی ہوگی۔"

ابن ابی شیبہ اور واسطی نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس سارے آسمانوں تک اور اسی کی مقدار زمین تک مقدس ہے۔ واسطی نے حضرت عطاء خراسانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت سلیمان بیت المقدس کو بنانے سے فارغ ہوئے۔ رب تعالیٰ نے "باب الرحمۃ" کے نزدیک دو درخت اگائے ایک سے سونا اور دوسرے سے چاندی اگی۔ ان میں سے ہر ایک سے ہر روز ایک رطل سونا اور ایک رطل چاندی اٹھائی جاتی تھی۔ مسجد میں فرش

لگایا گیا۔ایک ٹائل سونے کی اور دوسری ٹائل چاندی کی لگائی گئی۔جب بخت نصر آیا تو اس نے بیت المقدس کو گرادیا سونے اور چاندی کی اسی ٹائلیں اٹھا کر لے گیا انہیں رومیۃ میں پھینک دیا۔

واسطی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے بنو اسرائیل کے دس ہزار قاری مختص کیے۔ پانچ ہزار دن کے وقت پانچ ہزار رات کے وقت عبادت کرتے تھے۔شب و روز کی ہر ساعت میں اس میں عبادت ہوتی تھی۔واسطی نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہوگئے۔انہوں نے یہ دعا مانگی: ''مولا! جو اس میں ڈرتا ہوا داخل ہوا اسے امن عطا فرما۔جو اس میں دعا کرے اس کی دعا کو قبول فرما۔جو مغفرت طلب کرے اس کی بخشش فرما۔'' رب تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ''میں نے آل داؤد کی دعائیں قبول کرلیں ہیں۔'' انہوں نے چار ہزار گائیں، سات ہزار بکریاں ذبح کیں۔ بہت سا کھانا تیار کیا اور بنو اسرائیل کی دعوت کی۔اس ضمن میں بہت سے آثار ہیں۔مؤرخین نے اس کی عمارت، جواہر، معادن، یاقوت، چھت، زمین اور دیواروں کے بارے ایسی باتیں لکھیں ہیں دنیا کے ملوک اور شہنشاہ جن سے عاجز ہیں۔جب بخت نصر آیا تو اس نے بیت المقدس کو ویران کر دیا۔وہ عمدہ چیزیں لے لیں جو اس میں تھیں۔

۲ اس کے بعض فضائل:

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ۔ (الاسراء:۱)

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گرد ونواح کو۔''

یہ آیت طیبہ اس کی شان والا کو آشکارا کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرانے سے قبل اس کی سیر کرائی گئی۔رب تعالیٰ نے اس برکت کا تذکرہ کیا جو اس کے ارد گرد ہے۔رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَ نَجَّیۡنٰہُ وَ لُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۱﴾ (الانبیاء:۷۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے نجات دی آپ کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنایا تھا تمام جہان

والوں کے لیے۔"

المقدسی نے اس کے فضائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جنت بیت المقدس کی مشتاق ہے۔ بیت المقدس کی چٹان جنت الفردوس میں سے ہے۔" واسطی نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جس نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بیت المقدس میں پڑھیں پھر نماز صبح اس میں ادا کی وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگیا کہ گویا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی ابھی جنم دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بیت المقدس میں ایک دن ایک ہزار دن کی طرح اور اس میں ایک ماہ ایک ہزار ماہ کی طرح اور اس میں ایک سال ایک ہزار سال کی طرح ہے۔ جو اس میں وصال کر گیا گویا کہ اس نے آسمان پر وصال کیا۔" حضرت کعب سے روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر روز دو بار بیت المقدس کی طرف دیکھتا ہے۔" بیت المقدس کی فضیلت میں بہت سی آثار روایت ہیں۔

③ بیت المقدس کے اسماء

(۱) مسجد اقصیٰ (۲) مسجد ایلیاء (۳) بیت المقدس (۴) بیت المقدس۔

اس سے مراد پاکیزہ گھر یا پاک کر دینے والا گھر ہے۔ یہ گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ ابن سراقہ نے لکھا ہے کہ مقدس سرزمین تین ہیں۔ (۱) فلسطین (۲) اردن (۳) دمشق۔ ان شہروں تک حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نگاہ اس وقت پہنچی تھی۔ جب انہیں پہاڑ پر بلند کیا گیا۔ ان سے کہا گیا "جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ وہ آپ کی ملکیت میں ہوگا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کی ملکیت میں ہوگا۔" (۵) بیت المقدس (۶) مسلم اسے شَلم بھی پڑھا ہے۔ طبرانی میں اس کا معنی بیت السلام ہے۔ (۷) حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر بالکل بیت المقدس کے اوپر ہے۔ اگر اس سے کوئی پتھر گرے تو وہ عین صخرۃ کے اوپر گرے گا۔ اسی لیے اس کا نام 'اوری شلم' جنت کو دارالسلام کہا جاتا ہے (۸) اُوری شلم (۹) کورہ الیا (۱۰) اورای سلم (۱۱) بیت ایل یعنی بیت اللہ (۱۲) صہیون (۱۳) مصرث (۱۴) بابوش (۱۵) کورشیلاہ (۱۶) صلعون (۱۷) سلیم (۱۸) فسط مصر (۱۹) ارض المحشر والمنشر (۲۰) المحفوظہ (۲۱) المفرقۃ (۲۲) مدینۃ الجنۃ۔

④ اس کے خصائص کے بارے

نماز کا کئی گنا اجر ملنا۔ اس میں نماز ادا کرنے کا اجر کتنے گنا ہے اس کے بارے مختلف روایات ہیں:

(۱) پانچ سو نمازوں کا ثواب۔ امام احمد، ابن ماجہ، بزار اور ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس میں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔''

(۲) ایک ہزار نمازوں کا ثواب۔ ابن ماجہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بیت المقدس کے بارے بتائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ حشر کی زمین ہے۔ اس میں جاؤ وہاں نماز ادا کرو وہاں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔'' امام نووی لکھتے ہیں'' اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے امام ذہبی نے اسے منکر لکھا ہے۔

(۳) پچاس ہزار نمازوں کا ثواب۔ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''گھر میں کسی شخص کی ادا کی ہوئی ایک نماز کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے۔ قبیلہ کی مسجد میں ادا کی گئی نماز کا ثواب پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ جبکہ مسجد اقصیٰ میں ادا کی گئی نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ جبکہ مسجد حرام میں ادا کی گئی نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

(۴) دو سو پچاس نمازوں کا ثواب۔ امام الطبرانی نے اپنی معجم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا بیت المقدس میں نماز ادا کرنے سے چارگنا فضیلت رکھتی ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں ایک نماز کا ثواب دو سو پچاس نمازوں کے برابر ہے۔

(۵) بیس ہزار نمازوں کے برابر ثواب۔ یہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے۔ اس کی مزید تفصیل مدینہ طیبہ کے فضائل کے ابواب میں آئے گی۔

دوسرا فائدہ

اس کی زیارت کے لیے سفر کرنا مستحب ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تین مساجد کے علاوہ کسی اور طرف رخت سفر نہ باندھا جائے۔ (۱) میری مسجد (۲) مسجد حرام کی طرف (۳) مسجد اقصیٰ کی طرف۔''

تیسرا فائدہ

اس میں قرآن پاک ختم کرنا مستحب ہے۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابو مجلہ سے روایت کیا ہے کہ علماء مستحب

سمجھتے ہیں کہ جو ان مساجد میں سے کسی مسجد میں جائے تو وہ باہر نکلنے سے قبل قرآن پاک ختم کرے۔

چوتھا فائدہ

اس میں ٹھہرنا مستحب ہے۔ حضرت مکحول سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما بیت المقدس میں قیام کرتے تھے۔'' بہت سے صحابہ کرام اس میں قیام کرتے تھے۔

پانچواں فائدہ

اس میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ روایت ہے کہ بیت المقدس میں روزہ رکھنا آگ سے نجات ہے۔

چھٹا فائدہ

اس سے عمرہ اور حج کا احرام باندھنا مستحب ہے۔ ابو داؤد نے حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرہ یا حج کا احرام مسجد اقصیٰ سے باندھا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

ساتواں فائدہ

اس کے لیے زیتون کا تیل بطور تحفہ بھیجنا مستحب ہے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بیت المقدس کے بارے بتائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ حشر کی سرزمین ہے۔ وہاں جاؤ اور نماز ادا کرو۔ اس میں نماز ادا کرنے کا ثواب کسی اور جگہ نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا درجہ رکھتا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اگر میں وہاں جانے کی استطاعت نہ رکھوں تو؟'' آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے زیتون کا تیل بطور تحفہ بھیجو۔ تاکہ اس میں روشنی ہو سکے۔ جس نے اس طرح کیا گویا وہ وہاں خود گیا۔''

آٹھواں فائدہ

بعض اسلاف نے لکھا ہے کہ اس میں گناہوں کا عذاب بھی دوگنا ہوتا ہے۔ حضرت کعب سے روایت ہے کہ جب وہ حمص سے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے آتے۔ جب ایک میل کی مسافت تک پہنچے تو وہ ذکر تلاوت اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ وہ مسجد اقصیٰ سے ایک میل باہر بھی اسی طرح نکلے۔ انہوں نے کہا: ''اس میں گناہوں کا عذاب بھی کئی گنا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی مقدس جگہوں پر گناہ کرنے والا زیادہ جرأت کرتا ہے اور وہ رب تعالیٰ سے کم خوف کھاتا ہے۔'' واسطی نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ہمارے ہمراہ اس مسجد کی طرف نکلو۔ اس میں

برائی کی سزا اس طرح دوگنی ہے جس طرح اس میں نیکیوں کی جزاء دگنی ہے۔"

نواں فائدہ

دجال بیت المقدس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ ساری زمین پر غالب آجائے گا۔ مگر وہ حرم پاک اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وہ اہلِ ایمان کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا۔ رب تعالیٰ اسے اور اس کے لشکر کو شکست دے دے گا۔ حتیٰ کہ دیوار کے اندر سے اور درخت کے تنے سے آواز آئے گی۔ "اے مؤمن! کافر اس جگہ چھپا ہے۔ آؤ اسے قتل کردو۔"

دسواں فائدہ

مسجد اقصیٰ کی چٹان مسجد حرام میں حجر اسود کی طرح ہے۔ ابونعیم نے حضرت وھب سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی چٹان سے فرمایا: "میں اپنا عرش تجھ پر ضرور رکھوں گا۔ میں اپنی مخلوق کو تیرے پاس ضرور جمع کروں گا۔ اس روز حضرت داؤد علیہ السلام سوار ہو کر تیرے پاس ضرور آئیں گے۔"

امام واسطی اور ابن عساکر نے حضرت یزید بن جابر سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے لکھا ہے:

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ (ق:۴۱)

ترجمہ: "اور کان لگا کر سنو اس دن کے بارے میں جس دن پکارنے والا قریب سے پکارے گا۔"

حضرت اسرافیل بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہوں گے۔ وہ صور پھونکیں گے۔ وہ کہیں گے۔ "اے بوسیدہ ہڈیو! اے پارہ پارہ جلدو! اے ٹکڑے ٹکڑے بالو! رب تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم فیصلے کے لیے جمع ہو جاؤ۔"

ابن جریر اور واسطی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بیان کرتے تھے کہ وہ بیت المقدس کی چٹان سے یہ صدا لگائیں گے۔ وہ زمین کے وسط میں ہے۔" حضرت کعب سے روایت ہے کہ یہ جگہ دوسری زمین سے اٹھارہ میل آسمان کے قریب ہے۔

گیارھواں فائدہ

بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

بارھواں فائدہ

روایت ہے کہ جسے بیت المقدس میں دفن کیا گیا اسے قبر کے فتنہ اور منکر نکیر کے سوالات سے بچالیا گیا۔ جسے ایلیاء میں دفن کیا گیا اسے آسمان دنیا میں دفن کیا گیا۔ ابونعیم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بیت المقدس میں فوت ہوا گویا کہ وہ آسمان پر فوت ہوا۔"

تیرھواں فائدہ

خطیب نے الموضح میں لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلے انبیائے کرام علیہم السلام جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر بیت اللہ کے مؤذن پھر بیت المقدس کے مؤذن پھر میری مسجد کے مؤذن پھر سارے مؤذنین۔"

چودھواں فائدہ

بیت المقدس، مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جھوٹی قسم اٹھانے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کی سزا جلد مل جاتی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سلیمان بن عبد الملک کے گورنر کو صخرۃ کی طرف لے جانے کا حکم دیا تا کہ وہ اس کے پاس قسم اٹھائیں۔ سوائے ایک کے سب نے قسمیں اٹھادیں۔ اس نے اپنی قسم کا فدیہ ایک ہزار دینار ادا کر دیا۔ ایک سال میں دیگر سارے عمال مر گئے تھے۔

پندرھواں فائدہ

ابن جریر نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ حق کے ساتھ غالب رہے گا۔ ان کا مخالف انہیں نقصان نہ دے سکے گا۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کہاں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بیت المقدس میں یا بیت المقدس کے اطراف میں۔" ابویعلی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ دمشق کے دروازوں پر، بیت المقدس کے دروازوں پر اور اس کے اردگرد مصروف جنگ رہے گا۔ رسواء کرنے والوں کی رسوائی انہیں نقصان نہیں دے گی۔ وہ حق کے ساتھ غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔"

سولہواں فائدہ

ابوالمعالی نے روایت کیا ہے کہ جس نے حج کیا اور ایک ہی سال میں مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی وہ اس طرح پاک ہوگیا کہ گویا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو۔ لیکن امام نووی نے فرمایا ہے: ''اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔'' اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

سترھواں فائدہ

دارمی نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کے محراب میں دائیں بائیں اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اسے مسجد نبوی کے ساتھ ملایا ہے۔

اٹھارھواں فائدہ

صیدلانی، ماوردی، رویانی، بغوی اور بندنیجی، امام غزالی اور امام کراسانی نے لکھا ہے کہ بیت المقدس میں نماز عید ادا کرنا مستحب ہے۔ اس میں نماز عید ادا کرنا، عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

انیسواں فائدہ

ابن سراقہ نے کتاب المداد میں لکھا ہے ''اسلام کی بڑی بڑی مساجد میں سے ایک مسجد بیت المقدس ہے۔'' کہا جاتا ہے کہ عید یا جمعۃ المبارک کے روز اس کی ایک صف بھی مکمل نہیں ہوتی۔

بیسواں فائدہ

وہ مقامات جو انبیائے کرام علیہم السلام کے آثار کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ان کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ خصوصاً اس جگہ کی زیارت کرنا مستحب ہے جہاں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

اکیسواں فائدہ

خانہ کعبہ کا بیت المقدس کی طرف جانا۔ واسطی نے فضائل بیت المقدس کو خالد بن معدان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ خانہ کعبہ سج کر صخرہ کی طرف جائے گا۔ سارے حاجی اور عمرہ کرنے والے اس کے ساتھ معلق ہوں گے۔ جب چٹان اسے دیکھے گی تو وہ اس کی زیارت کرنے والوں کو مرحبا کہے گی۔ حضرت کعب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ بیت اللہ کو سجا کر بیت المقدس کی طرف لے جایا

جائے گا۔انہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔اس کے ساتھ حاجی اور عمرہ کرنے والے معلق ہوں گے۔ابن مردویہ. اصفہانی اور دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"روزِ حشر خانہ کعبہ سج کر میری قبرانور کی طرف آئے گا۔وہ عرض کرے گا: "السلام علیك یا محمد (صلی الله علیه وسلم)" میں کہوں گا: علیك یا بیت الله! میرے بعد میری امت نے کیا کیا؟ وہ کہے گا:"جو میرے پاس آگیا میں اسے کافی ہو جاؤں گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور جو میرے پاس نہیں آئے گا۔آپ اس کے لیے کافی ہو جائیں گے۔آپ ان کے شفیع ہوں گے۔"

15. حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات بیت المقدس میں نماز ادا کی ہو۔انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر آپ نے نماز ادا کی ہوتی۔تو تمہارے لیے بھی اس میں نماز ادا کرنا فرض کر دیا جاتا۔امام بیہقی اور امام ابن کثیر نے کہا ہے کہ مثبت کو نافی پر مقدم کیا جائے گا۔یعنی جس نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں نماز ادا کی۔اس کی بات مان لی جائے گی۔جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔ اسکا علم اس سے زیادہ ہے جس نے اس نماز کی نفی کی ہے۔لہٰذا اس زیادتی کو قبول کرنا بہتر ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نماز میں تلازم سے منع کیا گیا ہے اگر نماز پڑھنا مشروع قرار دینا ہوتو آپ نے اس میں نماز پڑھنے کو مشروع قرار دیا ہے۔آپ نے اسے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ساتھ ملایا ہے۔

16. روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے عروج سے قبل انبیائے کرام کو نماز پڑھائی۔الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی موقف ظاہر ہے۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے واپسی سے دوبارہ انبیائے کرام کو نماز پڑھائی۔حافظ ابن کثیر نے اس موقف کو درست قرار دیا ہے۔صاحب السراج نے لکھا ہے کہ اس امر سے کوئی مانع نہیں کہ آپ نے انہیں دوبار نماز پڑھائی ہو۔

17. اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے انبیائے کرام کو کیسے نماز پڑھائی حالانکہ وہ وصال کے بعد دار آخرت میں ہیں۔ وہ دارِعمل نہیں ہے۔قاضی اور امام سبکی نے اس کے دو جوابات دیے ہیں: (۱) ہم کہتے ہیں کہ انبیائے کرام شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں۔شہداء اپنے رب تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں۔بعید نہیں کہ وہ حج کرتے ہوں اور نماز پڑھتے ہوں۔جیسے کہ روایت میں اس امر کا تذکرہ ہے۔وہ حسب استطاعت رب تعالیٰ کا قرب اختیار کرتے ہیں۔اگرچہ ان کا وصال ہو چکا ہے۔وہ اسی دنیا میں ہیں جو دارالعمل ہے جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو اس کے بعد آخرت آجائے گی جو دارالجزاء ہے تو عمل منقطع ہو جائے گا۔لب لباب یہ ہے ان کے کثیر اعمال اور زیادہ اجر کی وجہ سے انکے برزخ پر دنیا کا حکم لگایا جائے گا۔(۲) امام سبکی لکھتے ہیں' ہم کہتے ہیں کہ آخرت میں منقطع ہونے والی چیز

تکلیف ہے۔ کبھی کبھی اعمال تکلیف کے بغیر از روئے تلذذ اور رب تعالیٰ کے لیے خشوع وخضوع کے لیے بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا روایت ہے کہ انبیائے کرام تسبیح بیان کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ شفاعت کے وقت حضور سرورِ عالم ﷺ کے سجدۃ کی طرف دیکھو کیا یہ عبادت اور عمل نہیں ہے۔ ان دونوں جوابات پر برزخ کی مدت میں ان اعمال کا حصول ممتنع نہیں ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ انہوں نے یہ دعا مانگی: ''مولا! اگر تو نے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق دی ہے تو مجھے یہ توفیق دینا'' انہیں اس کے وصال کے بعد دیکھا گیا۔ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہی کافی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر سارے انبیاء کرام علیہم السلام کا وصال نہیں ہوا حتیٰ کہ اختیار دیا گیا کہ انہیں دنیا میں باقی رہنے اور آخرت کے مابین اختیار دیا گیا۔ انہوں نے آخرت کو اختیار کیا۔ بلاشبہ اگر وہ دنیا میں اور رہتے تو ان کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا پھر وہ جنت میں تشریف لے جاتے اگر وہ یہ نہ جانتے کہ رب تعالیٰ کے حریم ناز میں ان کا جانا افضل ہے تو وہ اسے اختیار نہ کرتے۔ اگر اس دنیا سے ان کا انتقال قرب الٰہی میں کمی کرتا تو وہ اسے منتخب نہ کرتے۔ اس کی مزید تفصیل باب حیات النبی ﷺ میں آئے گی۔''

۱۸ یہ کون سی نماز تھی جو حضور اکرم ﷺ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو پڑھائی تھی صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ مشہور نماز ہی تھی۔ کیونکہ لغت کے اعتبار سے نص کو اس کی شرعی حقیقت پر ہی محمول کیا جائے گا الا یہ کہ اسے شریعت پر محمول کرنا مشکل ہو۔ اس جگہ ایسا کوئی عذر نہیں اس لیے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ نماز عشاء کی یا صبح کی نماز تھی۔

میں کہتا ہوں' یہ برابر ہے کہ خواہ ہم کہیں کہ آپ نے عروج سے قبل یا بعد میں انبیاء کرام کو نماز پڑھائی۔ کیونکہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے نماز ظہر ادا فرمائی۔ جو امر ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ یہ نفلی نماز تھی یا شب معراج سے قبل فرض نماز تھی۔ امام نووی کا فتویٰ دوسرے مؤقف کی تائید کرتا ہے۔

۱۹ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ آسمان پر آپ کا انبیاء کو دیکھنا ان کی ارواح کو دیکھنے پر محمول کیا جائے گا۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ کیونکہ صحیح یہ ہے کہ ان کو جسم اقدس کے ساتھ اٹھایا گیا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے بھی اسی طرح کہا گیا ہے۔ البتہ جنہوں نے آپ کے ہمراہ بیت المقدس میں نماز پڑھی اسے خاص ارواح پر محمول کیا جائے گا۔ امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے انبیائے کرام کی ارواح سے ملاقات کی۔'' اس میں یہ دلیل ہے کہ ارواح اپنے اجسام میں متشکل ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ

ارواح اجسام کے ساتھ ہوں۔ وہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے انبیائے کرام آپ کے لیے جمع کیے۔ البزار اور الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا۔ جن کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے یا ذکر نہیں فرمایا وہ سارے انبیاء وہاں جمع تھے۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔"

◆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "اس نے مجھے عظیم مملکت عطاء کی ہے۔" ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کسی عرفی سلطنت کا وعدہ نہ تھا۔ یا تو مملکت کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہوگی۔ اس سے مراد ان کا بڑے بڑے بادشاہوں پر غالب آجانا ہے بطور مثال نمرود ہی کافی ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے اپنے خلیل کے لیے مغلوب کر دیا تھا۔ وہ ان کے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔ عظیم بادشاہ کا مغلوب ہو جانا عظیم مملکت کے مغلوب کے مانند ہے۔ قاہر مقہور سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اضافت ان کی اولاد اور بیٹوں کی طرف ہو۔ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی سلطنت حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی سلطنتیں مراد ہوں۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ (النساء: ۵۴)

ترجمہ: "ہم نے مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب و حکمت اور عظیم الشان سلطنت عنایت فرمادی ہے۔"

اس جگہ آپ کی ذریت اور اولاد کی طرف ہی اشارہ ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے انہیں اپنے نفس پر پورا کنٹرول تھا۔ اضطراب کے مقامات پر بھی ان کے نفس پر ان کا قبضہ رہا جیسے کہ جب حضرت جبرائیل نے ان سے پوچھا: "کیا کچھ حاجت ہے؟" انہوں نے فرمایا: "تمہاری طرف تو نہیں۔"

◆ اس میں اختلاف ہے کہ برتن کب پیش کیے گئے۔ کیا وہ عروج سے پہلے تھے یا بعد میں ان کی تعداد کتنی تھی؟ اکثر روایات میں ہے کہ عروج سے قبل برتن پیش کیے گئے۔ امام احمد، شیخین، امام نسائی، ترمذی نے حضرت مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ "پھر آپ کو بیت المعمور کی طرف اٹھایا گیا...... پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب جبکہ دوسرے میں دودھ تھا۔" امام بخاری نے حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے "مجھے سدرۃ المنتہی لے جایا گیا۔ وہاں چار نہریں تھیں...... مجھے تین پیالے پیش کیے گئے۔ ابن عائذ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی: "پھر ہم روانہ ہوئے۔ ہمیں تین ڈھانپے ہوئے برتن پیش کیے گئے۔" امام سہیلی، ابن دحیۃ، ابن منیر، ابن کثیر اور الحافظ نے لکھا ہے "شاید یہ برتن دو دفعہ پیش کیے گئے تھے۔" تا کہ ساری روایات کو جمع کیا جاسکے۔" ابن کثیر اور حافظ نے لکھا ہے کہ برتنوں کی تعداد میں

اختلاف ہے۔اسکو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ بعض راویوں نے ان امر کا تذکرہ کر دیا جس کا ذکر دوسرے نے نہ کیا۔ چار برتن تھے جنہیں دو بار پیش کیا گیا۔ چار نہریں تھیں جو سدرۃ المنتہیٰ کی اصل سے نکلتی تھیں۔

◆ ۲۲ اگر ہم یہ کہیں کہ برتن دو بار پیش کیے گئے تھے تو شراب پیش کرنے اور آپ کے اعراض اور حضرت جبرائیل کا درست قرار دینے کا مدعا یہ ہے کہ اس سے بہت زیادہ اجتناب کیا جائے۔ کیا یہ شراب جنت کی شراب تھی یا دنیا کی۔" اگر یہ جنت کی شراب تھی تو اس سے اجتناب اس لیے تھا کیونکہ یہ اس شراب کے صورۃً مشابہ تھی جو حرام تھی یہ تقویٰ کی انتہاء ہے۔ اگر اس سے مراد دنیا کی شراب ہے تو پھر اس سے اجتناب کا سبب واضح ہے۔ اگر پہلا امر مراد لیا جائے تو اس سے ایک فائدہ سمجھ آتا ہے۔ وہ یہ کہ جس نے مشروبات کی ایسی کیفیت بنائی جو شراب سے ملتی ہو۔ اور اس شکل میں پیش کیا جس میں اہلِ شہوات پیش کرتے ہیں تو اس سے برا کام کیا اگر چہ اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ پانی کا گلاس اس طرح پھرانا جس سے شراب نوش کی مشابہت پیدا ہو جائے ایسا کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔

◆ ۲۳ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ اختیار کبھی تو دو واجبوں کے مابین ہوتا ہے جیسے کفارۃ یا دو مباح اشیاء میں ہوتا ہے لیکن واجب اور ممنوع اور مباح اور ممنوع میں اختیار محال ہے۔ ذرا دودھ اور شراب پیش کرنے کے بارے غور کرو۔ کیا ارادہ یہ تھا کہ ان دونوں کو مباح قرار دیا جائے اور ان کا اذن دیا جائے۔ جیسے تم کسی مہمان کو دو کھانے پیش کرو تو تم اس کے لیے دونوں مباح قرار دو گے۔ ان میں سے ایک کو اختیار کرنے کا کیا مفہوم ہے۔ حضرت جبرائیل کے اس قول کا کیا مفہوم ہے" آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے یا آپ نے صحیح مؤقف اختیار کیا ہے۔ اگر مراد یہ ہو کہ ان میں سے ایک میں اذن دیا جائے اس طرح کہ دوسرے کو ممنوع قرار دیا جائے تو پھر ممنوع اور مباح میں اختیار لازم آئے گا۔ یہ متصور نہیں ہو سکتا۔ وہ امر جس سے یہ اشکال اٹھ جائے گا وہ یہ ہے کہ حرام امر کی حرمت اور حلال امر کی حلت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے سپرد کیا جائے آپ کی معصوم نگاہِ ناز کے سپرد کیا جائے جب آپ نے انہیں دیکھا تو اجتہاد نے شراب کی حرمت اور دودھ کی حلت کا فتویٰ دے دیا وہ رب تعالیٰ کے علم کے ساتھ موافقت پا گیا۔ اس لیے جبرائیل امین نے کہا:" آپ نے درست کام کیا ہے" اگر یہ مقدر مانا جائے کہ شاید شراب حرام نہ ہو کیونکہ اسے مدینہ طیبہ میں حرام کیا گیا تھا۔ تو آپ کا اجتناب از روئے تقویٰ ہو گا کہ اسے عنقریب حرام کر دیا جائے گا۔

◆ ۲۴ ابو خطاب کلبی نے لکھا ہے" فطرۃ کا اطلاق اسلام پر اور اصل خلقت پر ہوتا ہے پہلے معنی کے اعتبار سے آپ کا یہ فرمان ہے" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے" رب تعالیٰ کے اس فرمان کا دوسرا معنی ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ (الروم:۳۰)

ترجمہ: ''(مضبوطی سے پکڑو) اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔''

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (فاطر:۱)

ترجمہ: ''(سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔''

یعنی ان کی تخلیق کا مبداء ہے۔ حضرت جبرائیل کا قول ''آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔'' کی مراد یہ ہے کہ آپ نے وہ دودھ اختیار کیا ہے جس پر تخلیق کی بنیاد ہے اسی سے گوشت بنتا ہے یا آپ نے اسے اس لیے اختیار کیا ہے کہ دین اسلام میں ہمیشہ کے لیے حلال ہے۔ جبکہ شراب کو حرام کر دیا جائے گا۔ تعبیر کے علم کی رو سے دودھ سے مراد علم ہوتا ہے۔ جیسے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے اسے پیا حتیٰ کہ میں سیراب ہو گیا۔ وہ میرے ناخنوں سے نکلنے لگا۔ میں نے بقیہ دودھ حضرت عمر کو پکڑا دیا۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''علم''

اگر یہ سیر عالم بیداری میں ہو تو بعض اوقات عالم بیداری میں بھی ایسے اشارات پائے جاتے ہیں جو تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ عمدہ فال کو پسند کرتے تھے۔ جب آپ کا قلب انور ایمان اور حکمت سے بھر گیا۔ تو اس کے مطلق علم اس میں ڈالا گیا۔ رب تعالیٰ نے اس دودھ کو علم اور قلب انور کی تقویت کا سبب بنایا تاکہ وہ اس کے انوار کو برداشت کر سکے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ شاید دودھ کو فطرت اس لیے کہا گیا ہو کیونکہ یہ وہی خوراک ہے جو سب سے پہلے بچے کے پیٹ میں داخل ہوتی ہے اور اس کی آنتیں کھولتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا میلان اس کی طرف تھا اس لیے آپ نے اسے پسند فرمایا۔ اس لیے بھی کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر آپ شراب کو اختیار فرما لیتے تو یہ لغزش ہوتی حضور اکرم ﷺ لغزش سے معصوم ہیں اس وقت یہ مسئلہ اجتہادی ہوتا۔ کیونکہ شراب کو بعد میں حرام کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: ''پھر سیڑھی لائی گئی۔ اگلا سفر براق پر نہیں ہوا تھا۔ اس میں اختلاف ہے حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے کہ آپ براق پر ہی سوار رہے حتیٰ کہ آپ کو آسمان کی سیر کرا دی گئی۔ ابو جمرۃ اور ابن دحیۃ نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے لیکن دیگر علماء کا مؤقف ہے کہ روایات آشکارا کرتی ہیں کہ اگلا سفر براق پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ سیڑھی کے ذریعے ہوا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے ''پھر میرے پاس سیڑھی لائی گئی۔'' ابن کثیر نے لکھا ہے ''جب آپ بیت المقدس سے فارغ ہوئے تو آپ کے لیے سیڑھی نصب کی گئی۔ آپ اس پر چڑھ کر

آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہ چڑھنا براق پر نہیں تھا جیسے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے بلکہ براق تو مسجد اقصیٰ کے ساتھ بندھی رہی تا کہ آپ اسی پر مکہ مکرمہ لوٹ چلیں۔" الشیخ نے لکھا ہے کہ یہی مؤقف درست ہے جس پر احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔

◆ ۲۶ ابن دحیہ نے معراج کو دس اقسام میں تقسیم کیا ہے جتنے ہجرت کے سال ہیں سات معراج ساتوں آسمانوں تک تھے۔ آٹھواں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک تھا۔ نواں معراج اقلام کی آواز سننے تک تھا جبکہ دسواں معراج عرش اور رفرف تک تھا۔

◆ ۲۷ روایت ہے کہ جنت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک پانچ سو سال کا سفر ہے ایک درجہ نیچے آتا ہے تا کہ ولی اللہ اس پر چڑھے پھر وہ اپنے مقام پر چلا جاتا ہے ظاہر ہے کہ معراج کا زینہ بھی اسی طرح تھا۔

◆ ۲۸ معراج کے قصے میں چڑھنے اور اترنے سے یہ نہ سمجھا جائے رب تعالیٰ اور اس کے بندے کے مابین مسافت ہے یہ کفر ہے۔ ہم اس سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں یہ چڑھنا اور اترنا بندے کی نسبت سے ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی قرب کے باوجود اس رات مقام عبودیت سے آگے نہیں گئے تھے۔ آپ اور حضرت یونس علیہ السلام اس وقت جب مچھلی نے انہیں نگل لیا تھا ہو انہیں لے کر سمندر میں چلی گئی تھیں وہ پھر انہیں لے کر سمندر کی تہ میں اتر گئی تھے، عدم جہت، تحیز، حد اور احاطہ کے اعتبار سے برابر تھے۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ آپ نے چھ ہزار سال کی مسافت طے کی تھی۔ جب تمہیں یہ علم ہو گیا تو پھر آپ کی یہ مسافت اور سفر اس لیے تھا تا کہ اہلِ آسمان کے نزدیک آپ کی رفعت کا اظہار ہو سکے۔ نیز یہ علم ہو سکے کہ آپ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ اس مقصد کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ آپ کو براق پر سوار کرایا گیا۔ آپ کے لیے سیڑھی نصب کی گئی۔ آپ کو انبیائے کرام اور ملائکہ کا امام بنایا گیا۔ حالانکہ رب تعالیٰ قادر تھا کہ آپ کو براق اور سیڑھی کے بغیر ہی سیر کراتا۔

اصحاب جہت سے کہا جائے گا "تمہیں اس چیز نے حق کا عقیدہ رکھنے سے روکا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ ہر موجود کا کسی نہ کسی جہت میں ہونا ضروری ہے۔ ہمیں عرش اور اس سے اوپر کی اشیاء کے بارے بتائیں کہ کیا وہ قدیم ہیں یا حادث ہیں۔ اگر کہیں کہ قدیم ہیں تو انہوں نے عالم کے قدیم ہونے کا قول کیا۔ اس نے دو محال امور کی طرف دعوت دی۔ (۱) ازل میں رب تعالیٰ کے علاوہ اس کے ہمراہ اور بھی تھا۔ دو قدیموں میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا جو اس سے افضل ہو۔ جہت اور مکان یا تو جسم ہوں گے یہ سارے اجسام کے وجود کی طرف دعوت دیتی ہے یہ اس شخص کا قول ہے جس نے کہا ہے کہ عالم قدیم ہے نعوذ باللہ منہ۔ اگر وہ کہیں کہ عالم حادث ہے تو کہو کہ

نے سچ کہا ہے کہ رب تعالیٰ پہلے موجود تھا حالانکہ اس وقت جہت نہیں تھی۔ محال جائز یا واجب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قدیم حادث کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ اس کے ہونے سے قبل اس سے مستغنی تھا۔ وہ ماضی میں اس سے مستغنی تھا اور مستقبل میں اسی طرح مستغنی رہے گا۔ یہ محال ہے کہ کل کا خالق اپنی ہی بعض مخلوق کا محتاج ہو۔ استواء اور نزول وغیرہ کے وہ الفاظ اور صفات جن کو ظاہری طور پر جاری کرنا مشکل ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ ہم اسے اس کی کسی مخلوق سے مشابہت نہیں دیتے۔ نہ ہی کسی اس صفت کا انکار کرتے ہیں جو اس ذات نے اپنے لیے ثابت کی ہے یا حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے ثابت کی ہے۔

◆ ابن حبیب سے روایت ہے کہ زمین اور آسمان کے مابین ایک سمندر ہے جسے مکفوف کہا جاتا ہے اس کے سامنے اس دنیا کے سمندر اسی طرح ہیں جس طرح بحر بے کراں کے سامنے ایک قطرہ ہو۔ اس سمندر کو ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے شق کیا گیا۔ یہ حضرت موسیٰ کے لیے شق بحر سے بڑا معجزہ ہے۔

◆ آسمان اور زمین کے مابین فیصلہ

امام احمد، ابو داؤد، امام ترمذی، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے مابین کتنا فیصلہ ہے؟" ہم نے کہا: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ان کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے ہر آسمان کے مابین پانچ سو سال جتنی مسافت ہے۔ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال مسافت جتنی ہے۔ ساتوں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے وہ اوپر سے نیچے تک اتنا بڑا ہے جتنا زمین اور آسمان کے مابین فاصلہ ہے۔ ان کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جن کے پاؤں سے لے کر گھٹنوں تک کا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت جتنا ہے۔ اس کے اوپر عرش ہے۔ اس کی موٹائی اتنی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ ہے۔ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

ابن راھویہ اور بزار نے صحیح سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آسمان و زمین کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ ہر آسمان پانچ سو سال کی مسافت جتنا موٹا ہے۔ ساتوں آسمانوں تک اسی طرح ہے۔ اسی طرح زمینیں ہیں۔ ساتویں آسمان سے لے کر عرش تک اسی طرح ہے۔"

ابن جریر اور ابن منیر نے حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کا

عرش پانی پر تھا۔ اس نے جو کچھ تخلیق کیا تھا اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ جب اس نے خلق کو بنانے کا ارادہ کیا تو پانی سے دھواں نکالا وہ پانی کے اوپر پھیلا اس لیے اس کا نام سماء رکھ دیا۔ پھر اس نے پانی کو خشک کر دیا۔ ایک زمین بنادی۔ پھر اسے چیر کر دو دنوں میں سات زمینیں بنادیں۔ زمین کو مچھلی پر بنایا۔ رب تعالیٰ نے اس فرمان میں اسی کا تذکرہ ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ (نون:1)

ترجمہ: ''ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔''

مچھلی پانی میں ہے پانی پتھر پر ہے۔ پتھر فرشتے کی پشت پر ہے فرشتہ چٹان پر ہے چٹان ہوا میں ہے۔ لقمان نے اسی چٹان کا ذکر کیا ہے جو نہ آسمان میں اور نہ زمین پر ہے۔ مچھلی نے حرکت کی جس سے لرزہ پیدا ہوا زمین پر زلزلہ آیا۔ رب تعالیٰ نے اس پر پہاڑ گاڑھ دیے۔ زمین قرار پذیر ہوگئی۔ اس نے اس میں پہاڑ تخلیق کیے۔ اس کے باسیوں کے لیے رزق اور اس کے درخت پیدا کیے۔ دو دن منگل اور بدھ میں یہ امور مکمل کیے پھر آسمان کی طرف توجہ فرما ہوا یہ دھوئیں کی طرح تھا یہ دھواں پانی کے سانس لینے سے پیدا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے اسے ایک آسمان بنادیا پھر اسے چیر کر سات آسمان بنادیے۔ دو دن جمعرات اور جمعہ میں یہ کام مکمل ہوئے۔ روز جمعہ کو اسی لیے جمعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن آسمانوں اور زمین کی تخلیق کو جمع کیا۔ ہر آسمان کے امور اس کے سپرد کیے۔ یعنی اس کے ملائکہ، سمندر، پہاڑ اور برد وغیرہا تخلیق کیے۔ آسمانِ دنیا کو ستاروں سے سجایا انہیں شیاطین سے تحفظ اور باعث زینت بنایا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے عرش آسمانوں پر ہے۔ آسمان اس کی زمین کے اوپر ہیں۔'' انہوں نے انگلی سے اشارہ کیا کہ وہ قبہ کی طرح ہیں۔ ابن ابی حاتم نے قاسم بن بزۃ سے روایت کیا ہے کہ آسمان مربع شکل میں نہیں۔ وہ گول گنبد دار ہے جو لوگوں کو سبز نظر آتا ہے۔ الطبرانی اور ابن منذر نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ آسمان دنیا گول موج سے، دوسرا آسمان سفید زمرد سے تیسرا آسمان لوہے سے چوتھا آسمان تانبے سے اور پانچواں آسمان چاندی سے چھٹا آسمان سونے سے اور ساتواں آسمان سرخ یاقوت سے بنایا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے یہ اضافہ کیا ہے ''اس کے اوپر نور کا صحرا ہے۔ اس کے اوپر کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پردوں پر ایک فرشتہ نگران ہے جسے میطاطروس کہا جاتا ہے۔'' حضرت کعب سے روایت ہے کہ آسمان دودھ سے زیادہ سفید اور کوہ قاف سے زیادہ سبز ہے۔

(۶۱) حضرت جبرائیل امین نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ ممکن ہے انہوں نے دروازے پر دستک دی ہو یا آواز دی ہو۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ پہلی بات زیادہ قرین صواب ہے کیونکہ معروف صدا یہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آسمان کے دروازے کھولنے کے لیے کہا کیونکہ انہوں نے یہ دروازے بند پائے تھے۔ آپ کے آنے سے قبل دروازے کھولے نہیں گئے تھے۔ اگرچہ زیادہ اکرام اسی میں تھا۔ کیونکہ آپ اگر انہیں کھلا دیکھتے تو آپ یہ گمان کرتے کہ یہ اسی طرح رہتے ہیں۔ اس طرح اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کو علم ہو سکے کہ اس طرح آپ کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ نیز رب تعالیٰ نے آپ کو بتانا چاہا کہ آپ اہل آسمان میں معروف ہیں۔ حضرت جبرائیل سے جب پوچھا گیا "کون؟" تو انہوں نے "جبرائیل" کہا اپنا نام لیا تاکہ کسی اور کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ انہیں انتظار نہ کرنا پڑے کیونکہ وہ نیچے اترتے رہتے تھے اوپر چڑھتے رہتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے اسم گرامی کو مقدم کیا۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لانے کے لیے قاصد بن کر گئے تھے۔ فرشتے کے جواب مرحبا سے ابن دحیہ اور ابن منیر نے یہ استنباط کیا ہے کہ سلام کا جواب اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے دینا جائز ہے۔ لیکن ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ فرشتے کا قول "مرحبا" سلام کا جواب نہیں ہے کیونکہ اس نے دروازے کھولنے سے قبل آپ کو خوش آمدید کہا تھا۔ ابن ابی جمرۃ نے روایت کیا ہے کہ آپ جب بھی کسی نبی کے پاس سے گزرے تو حضرت جبرائیل نے کہا: "آپ انہیں سلام کریں۔" آپ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

۶۲ اذن طلب کرنے والے سے اگر کہا جائے کہ وہ اپنا نام بتائے تو لازمی ہے کہ وہ محمد شامی کہے۔ صرف محمد پہ اکتفاء نہ کرے۔ کیونکہ محمد نامی افراد بہت سے ہوتے ہیں۔ اس سے اشتباہ لازم آتا ہے نہ ہی "انا" "میں" کہے۔ بلکہ اپنا نام لے کیونکہ حضرت جبرائیل نے "میں" نہیں کہا تھا بلکہ جبرائیل کہا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے اجازت طلب کی آپ نے پوچھا: "کون؟" جواب آیا: "میں۔" آپ نے اس کا انکار فرماتے ہوئے فرمایا: "انا" کیا ہوتا ہے۔ آپ نے دو وجہوں سے اس لفظ کا انکار فرمایا۔ (۱) اس میں عظمت کا احساس ہے۔ سب سے پہلے یہ لفظ شیطان نے استعمال کیا تو وہ مردود ہو گیا۔ اس نے کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ (الاعراف:۱۲)

ترجمہ: "میں اس سے بہتر ہوں تو نے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے اور تو نے پیدا کیا ہے اسے کیچڑ سے۔"

فرعون نے بھی کہا تھا:

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ (النازعات:۲۴)

ترجمہ: "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔"

نیز یہ مبہم ہے کہ ضمیر کس طرف راجع ہو یہ بیان ناکافی ہے۔ جب ضمیر کا مضمر متعین ہو تو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اجازت طلب کرنے والا اس سے پردہ میں ہوتا ہے جس سے اجازت طلب کر رہا ہوتا ہے اس کے لیے متعین نہیں ہوتا گویا کہ اس نے اسے جاہل رکھ کر ذلیل کیا ہے۔

◆ خازن کا قول "کیا انہیں پیغام دے کر بھیجا گیا ہے؟ یہ دراصل یوں عبارت تھی: "اَوَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ" علماء نے کہا ہے کہ اس بعثت سے مراد رسالت نہیں ہے۔ آپ ملکوت اعلیٰ میں معروف تھے۔ بلکہ اس سے مراد معراج کے لیے بلانا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس نعمت الٰہیہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے یا خوش ہوتے ہوئے اس طرح کہا تھا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ کوئی بشر اذن الٰہی کے بغیر اس قدر رفعت پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ حضرت جبرائیل اسے لے کر نہیں جاتے جس کے لیے انہیں نہ بھیجا گیا ہو۔ خازن نے کہا: "آپ کے ہمراہ کون ہے؟" اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ خازن کو علم ہو گیا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی ہستی ہے ورنہ سوال اس طرح ہوتا "کیا آپ کے ہمراہ کوئی ہے؟ یہ علم یا تو مشاہدہ سے ہوا تھا کیونکہ آسمان شفاف ہیں۔ یا امر معنوی کی وجہ سے تھا یعنی انوار زیادہ ہو گئے تھے۔ لہٰذا لازم تھا کہ حضرت جبرائیل کو اذن دیا جاتا اور دروازہ کھول دیا جاتا۔ خازن نے اتنا انتظار نہ کیا کہ اس پر دروازہ کھولنے کے لیے وحی کی جائے کیونکہ اس کے لیے لازم تھا کہ جب آپ کو سیر کے لیے بلایا گیا ہے تو دروازہ فوراً کھول دیا جائے۔ خازن نے کہا "مرحبا" اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر ماتحتوں کو علم ہو جائے کہ ان کا سردار اور آقا کسی کی عزت کرنا چاہتا ہے تو ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے اس کی بشارت دے دیں۔ اگرچہ اس نے انہیں اس کا اذن نہ بھی دیا ہو۔ نہ ہی اس طرح راز افشاء ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ خازن خوب جانتا تھا کہ آپ کو عزت و اکرام کے لیے بلایا گیا ہے۔ اس نے آپ کو جلدی بشارت دی۔ سچی فراست سے اسی طرح علم حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ یہ اپنے اہل اور محل میں ہو جیسے اسے وحی سے علم حاصل ہوتا ہے۔

خازن نے آپ کو غائب کے صیغہ سے مخاطب کیا۔ آپ کو مخاطب کے صیغہ سے مرحبا نہ کہا۔ کیونکہ اس نے دروازہ کھولنے سے قبل آپ کو مرحبا کہا تھا۔ حضور ﷺ کے مخاطب کرنے سے پہلے کہا تھا۔ اس لیے اس نے حضرت جبرائیل سے کہا تھا "آپ کے ہمراہ کون ہے؟ انہیں خطاب کے صیغہ سے مخاطب کیا۔ کیونکہ انہوں نے فرشتے کو خطاب کیا تھا۔ جانبین سے تخاطب کی وجہ سے غیب کا حکم اٹھ گیا تھا۔ شاید اس نے آپ کو خطاب کے صیغہ کے بغیر آپ کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کو خطاب کیا ہو۔ غائب کی ہا بعض اوقات خطاب کے کاف سے زیادہ تعظیم کا اظہار کرتی ہے۔

- حضرت جبرائیل سے جب پوچھا گیا: "آپ کے ہمراہ کون ہے؟" تو انہوں نے جواب دیا: "(جانِ عالم، راحت جاں) محمد ﷺ۔ اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ اسم کنیت سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا نام لیا تھا۔ کنیت نہیں کہی تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ علوی اور سفلی سارے عالمین میں معروف تھے۔ اگر کنیت اسم سے زیادہ معزز ہوتی تو حضرت جبرائیل آپ کی کنیت سے بتاتے۔
- ملائکہ نے کہا: "و قد ارسل الیہ" اس کے استفہام کے بارے ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں: "عالم علوی آپ کی رسالت اور عظمت سے آگاہ تھے۔ کیونکہ رسالت کے وقت کے بارے سوال کیا۔ رسالت کے بارے سوال نہیں کیا۔ اسی لیے انہوں نے یہ جواب دیا: "خوش آمدید! آنے والے کتنی شان کے مالک ہیں۔" ان کا اس طرح کہنا یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ فرشتے آپ کی شانِ جلالت اور عظیم رفعت سے آشنا تھے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کو حسنِ خطاب سے مخاطب کیا تھا۔ علماء کرام نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۞ (النجم:۱۸)

ترجمہ: "یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

آپ نے ملکوت میں اپنی مبارک صورت (سراپا) دیکھا تھا۔ وہ عالمین کا دلہا تھی۔

- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔" یقیناً آپ کا یہ سوال حضرت آدم علیہ السلام کے مرحبا کہنے کے بعد میں ہوگا۔" حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت اس کے برعکس ہے۔ وہی قابل اعتماد ہے۔ اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ترتیب نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو یوں استقبال کیا تھا "مرحبا بالابن الصالح" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے باپ ہونے پر فخر تھا۔ بنو آدم کی ارواح آپ پر پیش کی جاتی ہیں۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اہلِ جنت اور اہلِ نار کی ارواح آسمان میں ہیں۔ قاضی نے اسے مشکل کہا ہے۔ کیونکہ احادیث میں ہے کہ مؤمنین کی ارواح جنت میں نعمتوں سے شادکام ہوتی ہیں جبکہ کفار کی سجین میں ہوتی ہیں۔ وہ آسمان میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض اوقات یہ ارواح پیش کی جاتی ہوں۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت گزرے ہوں جب یہ ارواح پیش کی جا رہی ہوں۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ظاہر کرتا ہے کہ انہیں کسی وقت (صبح و شام) آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ (مومن:۴۶)

ترجمہ: ''دوزخ کی آگ ہے پیش کیا جاتا ہے انہیں اس پر صبح وشام۔''

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کفار کی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے جیسے کہ نص قرآ
سے ثابت ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ جنت حضرت آدم کے دائیں طرف اور آگ بائی
طرف ہو دونوں طرف سے ان کے لیے عیاں کر دیا جاتا ہو۔''

الحافظ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ نظر آنے والی ارواح ابھی تک اجسام میں داخل نہ ہوئی ہوں۔ انہیں اجسام سے قبل
تخلیق کر دیا گیا ہو۔ ان کا ٹھکانہ حضرت آدم کے دائین اور بائیں طرف ہو۔ انہیں بتایا گیا کہ عنقریب ان کا ٹھکانہ کہا
ہوگا۔ اس لیے جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے تو خوش ہو جاتے جب بائیں طرف دیکھتے تو غمزدہ ہو جاتے۔
ارواح جو اجسام میں ہیں۔ وہ قطعاً مراد نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ مراد ہیں جو اجسام سے جنت یا دوزخ کی طرف منتقل
چکی ہیں۔ یہ مراد بھی ختم ہوگئی۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ان سے عام مخصوص ارواح ہیں۔ یا ان سے خصو
ارواح مراد لی گئی ہیں۔

الفتح میں معراج کے باب میں ہے: ''اب میرے لیے ایک اور احتمال عیاں ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے مراد
ارواح ہیں جو جسموں سے نکل چکی ہیں۔ وہ مستقر نہیں ہیں۔ آسمان دنیا میں حضرت آدم کا انہیں دیکھنا اس کو لاز
نہیں کرتا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہوں اور وہ اس میں داخل ہوتی ہوں۔ ابن اسحا
کی یہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ ''میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس تھا۔ ان پر ان کی مؤمن اولاد کی ارو
پیش کی جا رہی تھیں۔ وہ کہہ رہے تھے'' یہ پاکیزہ روح اور پاکیزہ نفس ہے۔ اسے علیین میں رکھ دو۔'' پھر ان
فاجروں کی ارواح پیش کی گئیں۔ انہوں نے کہا: ''یہ خبیث روح اور خبیث نفس ہے۔ اسے سجین میں رکھ دو۔'' حضر
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے'' ان کے دائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ ان
بائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے خبیث بو آ رہی تھی۔'' اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کو اپنا لینا سب سے بہتر
لیکن اس کی سند ضعیف ہے لہٰذا اسے متقدم پر لازم نہیں کیا جا سکتا۔''

امام سہیلی نے لکھا ہے'' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اپنے دائیں طرف اصحاب یمین کو کیسے دیکھ لیا حالا
اس وقت ان کی تعداد قلیل تھی۔ شاید اس رات ان میں سے ایک بھی نہ مرا ہو۔ حالانکہ حدیث پاک کا ظاہر تقاضا
ہے کہ وہ پوری جماعت تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ سیر دل کی آنکھ کے ساتھ تھی تو اس
تاویل یہ ہے کہ عنقریب ایسا ہوگا۔ اگر آنکھ کے مشاہدہ سے سیر ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اہل ایمان

ارواح کو وہاں دیکھا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی نیند کی وجہ سے اس پر موت طاری کر دیتا ہے۔جیسے کہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الزمر:۴۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں پھر روک لیتا ہے ان روحوں کو جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری روحوں کو مقررہ میعاد تک۔"

وہ ارواح اوپر چلی گئیں تھیں پھر اپنے اجسام میں واپس آ گئیں۔ابن دحیہ نے لکھا ہے "اگر کہا جائے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سارے سعادت مندوں کی ارواح آسمانوں میں ہوں۔حالانکہ اس وقت کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں موجود تھے۔وہ سب سعادت مند تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں زمین میں ان کے مقامات پر دیکھ لیا تھا لیکن انہیں اپنی دائیں سمت میں دیکھا۔تقیید نظر کے لیے ہے۔منظور کے لیے نہیں۔

حضرت جبرائیل امین نے کہا: "یہ آپ کے باپ ہیں آپ انہیں سلام کریں۔اس کا تقاضا یہ ہے آنے والا مقیم کو پہلے سلام کرے۔"

شریک کی روایت ہے کہ آپ نے آسمانِ دنیا میں دو رواں نہریں دیکھیں۔یعنی نیل اور فرات۔ان کی اصل ایک تھی۔حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں اس کی مخالفت ہے وہاں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے بعد ہے کہ اس کی اصل سے چار نہریں نکل رہی تھیں۔" ان میں نیل اور فرات کا تذکرہ کیا۔ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ان نہروں کا منبع سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ہے۔ان کا مقر آسمان دنیا ہے وہ وہاں سے نیچے زمین پر نازل ہوتی ہیں۔

شریک کی روایت میں ہے "پھر حضور تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانِ دنیا پر تشریف لے گئے آپ نے وہاں ایک اور نہر ملاحظہ کی۔وہاں موتی اور زبرجد کے محلات تھے۔آپ نے اس میں دست اقدس مارا اس کی مٹی مشک اذفر کی تھی۔ آپ نے پوچھا: "جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ وہ کوثر ہے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔"

شریک کی روایت میں یہ اشکال ہے۔کوثر جنت میں ہے جبکہ جنت ساتویں آسمان پر ہے۔امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: "میں جنت میں داخل ہوا۔وہاں ایک نہر تھی۔جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔میں نے پانی کے نیچے ہاتھ مارا تو اس کی تہ مشک اذفر کی تھی۔حضرت جبرائیل

امین نے عرض کی: "یہ وہ کوثر ہے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔" اس روایت کی اصل بخاری میں ہے انہوں نے اسے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے روایت کیا ہے لیکن اس میں جنت کا ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو جنت میں آپ کو ایک نہر دکھائی گئی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید کچھ عبارت محذوف ہو۔ وہ یوں ہو "پھر آپ آسمان دنیا سے سیر کرتے کرتے ساتویں آسمان تک جا پہنچے۔ وہاں ایک نہر ملاحظہ کی۔" ان کے شاگرد حافظ قطب الدین الخیضری نے الخصائص میں لکھا ہے "یہ بعید ہے کیونکہ پہلے آسمان اور ساتویں آسمان کے مابین دوسرے پانچ آسمان بھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے اوصاف دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ ان کے دروازے جداگانہ ہیں۔ ان کے خدام جداگانہ ہیں لیکن یوں کہا جا سکتا ہے کہ نہر کوثر کی اصل جنت میں ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کی ایک شاخ کو آسمان دنیا میں رواں کر دیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جلدی دیکھ کر مسرور ہوں۔ کیونکہ یہ مراتب علویہ میں سے پہلا مرتبہ ہے۔ حضرت جبرائیل کی یہ عرض بھی اسی کی تائید کرتی ہے "یہ آپ کے رب نے آپ کو عطا کی ہے۔"

- حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کا یوں استقبال کیا "صالح فرزند اور صالح نبی کو خوش آمدید! یہ آپ کی بہت خوبصورت تعریف ہے۔ صلاح کا دوبار تذکرہ نبوت کے ساتھ کیا۔ یعنی سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے ہمراہ آپ صالح ہیں۔ اس میں صلاح کی فضیلت اور اس کے بلند منصب کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے ساتھ وصف بیان کیا گیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کی صلاح خاص صلاح ہوتی ہے جو صالحین کی عمومیت کو شامل نہیں ہوتی۔ بہت سارے انبیاء نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ انہیں صالحین کے زمرہ میں شامل کر دے۔ اعلیٰ ادنیٰ کے زمرہ میں آنے کی تمنا نہیں کرتا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ امم کے صالحین کی صلاح سے نبوت اعلیٰ مقام ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صلاح جس کی نسبت انبیاء کی طرف کی جاتی ہے وہ اس صلاح سے علیحدہ ہے جس کی نسبت امم کی طرف کی جاتی ہے۔ انبیاء کی صلاح کامل صلاح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے سارے فساد ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے مکمل صلاح ہوتی ہے۔ ان سے کم مرتبہ لوگوں میں درجہ بدرجہ صلاح ہوتی ہے۔ اس سے جس قدر فساد زائل ہوگا۔ اسی قدر صلاح کے لفظ کا اس پر اطلاق ہوگا۔ انبیائے کرام نے آپ کا وصف صلاح کا تذکرہ کیا کیونکہ یہ خیر کی ساری خصلتوں کو شامل ہے۔ اسی لیے ہر ہر نبی نے آپ کو اسی وصف سے یاد کیا۔ صالح وہ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو پورا کرتا ہے یہ ایک ایسا جامع مانع کلمہ ہے جو سارے اچھے خصائل کو شامل ہے اسی لیے کسی نے آپ کو نبی صادق یا نبی امین کے ساتھ یاد نہیں کیا۔

آپ نے سود خوروں کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے پیٹ پھولے ہوئے تھے یہ سزا گناہ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ سود خور اپنا پیٹ اسی طرح بڑھاتا ہے جس طرح وہ حرام امور سے اپنا پیسہ بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اس کے مال سے برکت اٹھا دی جاتی ہے۔ اس کے پیٹ میں ہوا بھر دی جاتی ہے وہ اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔

كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ جسے پاگل بنا دیا ہو شیطان نے چھو کر۔''

انہیں آل فرعون کے رستہ میں اس لیے رکھا گیا وہ ان پر سے صبح و شام گزرتے ہیں کیونکہ دیگر کفار کی بنسبت انہیں سخت عذاب ہو رہا ہے۔ وہ ٹھہرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے جہنم کے رستے میں ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس حیثیت سے کفار ان پر سے گزرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس امر کے مابین رکھا ہے کہ وہ رک جائیں تو ان کے لیے بہتر ہو یا وہ زیادہ اصرار کریں اور انہیں جہنم کے سپرد کر دے۔ یہ اس شخص کی صفت ہے جو آگ کے رستہ میں ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''پس جس کے پاس آئی نصیحت اپنے رب کی طرف سے تو وہ (سود سے) رک گیا تو جائز ہے اس کے لیے جو گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود کھانے لگے تو وہ لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ان کے پیٹ دیکھے جو گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔

اگر یوں کہا جائے کہ سود خوروں کے یہ احوال جن کا تذکرہ آپ نے کیا ہے اگر انہیں ان کے آخرت کے احوال سے تعبیر کیا جائے تو آل فرعون کو تو شدید عذاب میں داخل کر دیا گیا ہے۔ برزخ میں صبح و شام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر حالت وہی ہو جس پر آپ نے انہیں دیکھا ہے تو ان کے پیٹ کون سے تھے؟ حالانکہ وہ صرف ہڈیاں رہ گئے ہیں وہ بوسیدہ ہو چکے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے انہیں برزخ میں دیکھا۔ یہ ان کی ارواح کی حالت تھی۔ اس میں اس شخص کے موقف کی تصحیح ہے جو کہتا ہے کہ ارواح لطیف اجسام ہیں جو نعمتوں اور عذاب کے قابل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح میں ایسے آلام اور درد پیدا کر دیے ہیں جو پیٹ پھولنے سے

ہوتا ہے حتیٰ کہ انہیں قدموں سے روندھا جاتا ہے وہ کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہیں۔ اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ انہیں آلِ فرعون سے شدید عذاب دیا جاتا ہے۔ البتہ اس میں یہ دلیل ہے کہ انہیں آلِ فرعون وہ کفار روندھتے ہیں جو سود خور نہیں تھے۔ وہ برزخ میں اسی طرح رہیں گے۔ حتیٰ کہ وہ روزِ حشر جب اٹھیں گے تو اس طرح ہوں گے جس طرح شیطان نے چھو کر انہیں مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کا منادی یہ اعلان کرے گا۔

اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾ (غافر:۴۶)

ترجمہ: ''داخل کر دو فرعونیوں کو سخت تر عذاب میں۔''

اسی طرح آپ نے ان عورتوں کو دیکھا جو پستانوں کے بل لٹکائی گئی تھیں یہ روا ہے کہ آپ نے ان کی ارواح کو دیکھا ہو۔ ان میں ایسے درد پیدا کر دیے گئے ہوں جو اس حالت سے پیدا ہوتے ہوں۔ یہ بھی احتمال ہے ان کی آخرت کے حالات کو مثالی شکل میں پیش کیا گیا ہو۔

◆ آپ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ (مریم:۵۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے بلند کیا تھا انہیں بڑے اونچے مقام تک۔''

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو دیکھا وہ ان سے بلند رتبہ تھے۔ حضرت کعب سے روایت لی گئی کہ حضرت ادریس کو یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ انہیں انکے وصال سے قبل چوتھے آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ وہ فرشتہ انہیں اٹھا کر لے گیا تھا جو ان کا دوست تھا۔ وہ فرشتہ سورج کا نگران تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے انہیں کہا کہ وہ انہیں جنت کی سیر کرائیں۔ رب تعالیٰ نے اسے یہ اذن دے دیا۔ چوتھے آسمان پر انہوں نے موت کا فرشتہ دیکھا جسے دیکھ کر انہیں تعجب ہوا۔ اس نے کہا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابھی حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کر لوں۔'' انہیں زندہ ہی اس بلند مقام تک لے جایا گیا جو ان کے ساتھ مختص تھا۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔

◆ علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا یہ رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس عالم میں کسی ایک عام مؤمن کے بارے حسد کا تصور نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ کے چیدہ چیدہ لوگوں کے بارے یہ تصور کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ ان کا یہ گریہ اس اجر کی وجہ سے تھا جو ان کی امت کے اجر کی وجہ سے کم تھا۔ کیونکہ ان کی امت نے بہت سے ایسے اعمال کیے تھے جن کی وجہ سے ان کا اجر کم ہو گیا تھا۔ کیونکہ ہر نبی کو اس کے متبعین کا اجر بھی دیا جائے گا۔ ان کے پیروکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں سے کم تھے۔ اگرچہ ان کی عمریں اس امت کی عمروں سے قلیل تھیں۔ ابن ابی

جمرۃ نے لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے دلوں میں ان کی امتوں کے بارے رحم ڈال دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ گریہ بار ہوئے۔ آپ سے اس گریہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والوں بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو اس کی رحمت سے وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔ ان کے دلوں میں بندگانِ خدا کے لیے کثیر رحمت ہوتی ہے۔ اس لطف اور رحمت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے تھے۔ یہ امت پر رحم کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ یہ فضل اور جود و کرم کا وقت تھا۔ انہوں نے امید کی کہ شاید قبولیت کے اس وقت کے طفیل رب تعالیٰ ان کی امت پر رحم کرے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کی امت دو حصوں میں منقسم ہے: (۱) وہ قسم جو ایمان پر مری ہے (۲) وہ امت جو کفر پر مری تھی۔ جو ایمان پر مرے تھے وہ لازماً جنتی تھے۔ جو کفر پر مرے تھے جنت ان کے لیے حرام تھی۔ جو وجہ تم نے ذکر کی ہے اس کی وجہ سے ان کا رونا درست نہیں۔ کیونکہ ان کے بارے حکم گزر چکا ہے۔ وہ نافذ ہو چکا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے رب تعالیٰ نے انہیں اسی طرح دو حصوں میں منقسم کیا ہے جیسے کہ اس کی حکمت کا منشاء تھا ایک ایسی تقدیر تھی جو ہر حال میں نافذ ہو چکی تھی۔ دوسری تقدیر کا نفاذ نہیں ہوا تھا۔ جو کسی کی دعا یا صدقہ کے سبب نافذ ہونا تھی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے تین دعائیں مانگیں۔ وہ یہ دعائیں ہیں۔ (۱) اُن کا دشمن ان پر غالب نہ ہو۔ (۲) وہ انہیں قحط سالی سے ہلاک نہ کرے۔ یہ دونوں دعائیں قبول ہو گئیں۔ آپ نے تیسری دعا یہ مانگی کہ وہ ان کے مابین باہم خونریزی نہ کرے۔ یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ آپ سے کہا گیا "یہ امر ایسا ہے جس کا نفاذ ہو چکا ہے۔" پہلی دو دعائیں ایسی تھیں جن کا نفاذ آپ کی دعا کے طفیل ہونا تھا۔ جبکہ تیسری دعا کا نفاذ ہر حال میں ہونا تھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اپنی امت پر بڑے شفیق اور لطیف تھے۔ انہوں نے سوچا کہ شاید رب تعالیٰ اس وقت دعا اور آہ زاری کے صدقہ ان کی امت کے مقدر کو تبدیل کر دے۔ کیونکہ وہ وقت لطف و احسان کا وقت تھا۔ کیونکہ یہ اس کے حبیب مکرم ﷺ کی سیر کا وقت تھا۔ تاکہ وہ انہیں قرب اور فضل عمیم کی خلعتیں زیبِ تن کرے۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے سوچا کہ شاید ان کی امت کو بھی اس وقت کچھ حصہ مل جائے۔

اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی جاتی ہے وہ یہ کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر مسرور ہوئے۔ جب حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ اس وقت حضور ﷺ قریب ہی تھے۔ تاکہ آپ یہ سماعت فرما لیں۔ اگر اس گریہ کا تعلق صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوتا تو وہ اس وقت روتے جب حضور اکرم ﷺ ان سے دور چلے جاتے کیونکہ ان کا رونا اور آپ کے سماعت فرمانے میں ان کے لیے آسانی تھی۔ کیونکہ اس سے اس

بشارت کو عیاں کرنا تھا جوان کے رونے اور حضور اکرم ﷺ کے سماعت کرنے میں تھی۔ وہ بشارت حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا یہ فرمان ہے: "حضور ﷺ کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔" نماز کے بارے بھی اس امت کے حق میں اس رعایت کا ظہور ہوا جو کسی اور سے نہ ہوا۔ حضرت ابوہریرہ کی اس روایت میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ "جب میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو وہ مجھ پر بڑے شدید تھے۔ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ میری امت کے لیے بہت بہتر ثابت ہوئے۔" حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں واپس آیا میں موسیٰ کے پاس سے گزرا۔ وہ تمہارے لیے بہترین ساتھی ثابت ہوئے۔"

◆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ایک لڑکا...... از روئے تنقیص نہ تھا۔ بلکہ یہ رب تعالیٰ کے عظیم کرم اور قدرت کا اظہار تھا۔ کیونکہ اس عمر میں حضور ﷺ کو وہ کچھ عطا کیا گیا جو آپ سے قبل کسی نبی کو بھی عطا نہیں کیا گیا تھا جس کی عمر آپ کی مبارک عمر سے زیادہ تھی۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے" آدمی کو اس وقت غلام کہا جاتا ہے جب بڑھاپے کے باوجود قوت پائی جائے۔" ابن جمرہ نے لکھا ہے" اہل عرب آدمی کو اس وقت غلام کہتے تھے جب وہ ان میں سردار ہوتا تھا۔ لہٰذا اس لفظ میں افضلیت کے دیگر الفاظ سے زیادہ اختصاص پایا جاتا ہے لہٰذا حضرت موسیٰ نے آپ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے" ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے اس نعمت کی طرف اشارہ کیا تھا جو آپ کی عمر مبارک زیادہ ہونے کے باوجود آپ میں رہی۔ آپ کے جسد اطہر میں بڑھاپا داخل نہ ہوا۔ نہ ہی قوت میں کمی واقع ہوئی۔ حتیٰ کہ جب ہجرت کے وقت اہل مدینہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کو جوان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بوڑھا کہا۔ حالانکہ آپ کی عمر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر سے زیادہ تھی۔

◆ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے کہا: "میرا گمان نہیں تھا کہ رب تعالیٰ نے کسی اور کو مجھ سے بلند مرتبت کیا ہوگا۔" اس کے بارے ابن بطال نے لکھا ہے" حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے یہ اس لیے سمجھا تھا کیونکہ رب تعالیٰ نے دنیا میں اُن کے ساتھ کلام فرمایا تھا۔" ارشاد فرمایا:

اِنِّی اصۡطَفَیۡتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَبِكَلَامِیۡ ۫ (اعراف: ۱۴۴)

ترجمہ: "میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے۔"

اس جگہ 'الناس' سے مراد سارے انسان ہیں۔ وہ اس وجہ سے مستحق تھے کہ کسی کو ان سے بلند مرتبہ نہ دیا جاتا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مقام محمود عطا کیا تو آپ حضرت کلیم سے بلند مرتبہ ہو گئے۔

◆ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے" ظاہر ہے کہ وہ ذات جس نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا "ابکاك" رب تعالیٰ کی ذات

تھی۔حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا جواب اسی پر دلالت کرتا ہے۔انہوں نے عرض کی:"مولا!اس ہستی کو تو نے میرے بعد بھیجا ہے میری امت سے زیادہ ان کی امت جنت میں داخل ہوگی۔"

◆ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام ساتویں آسمان پر تھے۔یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے مطابقت رکھتا ہے۔

إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِي وَبِكَلَامِي (اعراف:۱۴۴)

ترجمہ: "میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے۔"

یہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ حضرت شریک نے کہا ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ساتویں آسمان پر ہوئی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ان کی موافقت کرتی ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم،ادریس،موسیٰ،عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی۔انہوں نے ان کی ملاقات کی جگہ کا تعین نہیں کیا۔سوائے انہوں نے فرمایا کہ حضرت آدم نے آپ سے آسمان دنیا پر اور حضرت ابراہیم سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی۔اگر یہ کہا جائے کہ یہ ملاقات متعدد بار ہوئی تھی تو پھر تو کوئی اشکال نہیں۔اگر یہ موقف اختیار نہ کیا جائے تو پھر ان روایات کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ حضرت موسیٰ حالت عروج میں چھٹے آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم ساتویں آسمان پر تھے۔جبکہ واپسی پر حضرت کلیم اللہ ساتویں آسمان پر تھے کیونکہ اس طرح کی کوئی روایت نہیں جس میں تذکرہ ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے آپ سے اس طرح نماز کے بارے گفتگو کی ہو جس طرح حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے گفتگو کی تھی۔واپسی پر آپ سب سے پہلے ساتویں آسمان پر آئے۔اس آسمان پر ہی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے حضرت کلیم اللہ سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی ہو۔پھر آپ کے ساتھ انہیں ساتویں آسمان پر لے جایا گیا ہو۔کیونکہ وہ کلام الٰہی سے مشرف ہو چکے تھے۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امت مرحومہ کی نماز کے بارے آپ سے گفتگو کر لی۔

◆ حضرت شریک نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہر آسمان پر آپ کی ملاقات کسی نہ کسی نبی سے ہوئی۔حضرت انس نے سب کے نام لیے تھے مگر مجھے صرف یہ یاد رہا کہ دوسرے آسمان پر حضرت ادریس سے اور چوتھے آسمان پر حضرت ہارون سے،پانچویں آسمان پر نہ جانے کس سے جبکہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔حضرت انس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"تذکرہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے آسمانوں میں حضرات آدم،ادریس،موسیٰ،عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی۔"لیکن انہوں نے ان کے مقامات کو ثابت نہیں کیا۔سوائے اس کے کہ حضرت آدم کو

آسمان دنیا پر پایا حضرت ابراہیم سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی۔" یہ روایت شریک کی روایت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ لیکن یہ دونوں اس روایت کی مخالفت کرتے ہیں جو قتادہ نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت ابن صعصعہ سے روایت کی ہے۔ اکثر نے ان کی موافقت کی ہے۔ سیاق بھی ان کی روایت کے رجحان پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے ہر اس نبی اور اس کے مقام کا نام لیا جس نے آپ سے ملاقات کی۔ حضرت ثابت نے حضرت انس سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔ حتیٰ کہ دوسرا آسمان آ گیا۔ وہاں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام موجود تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد تھے۔ انہوں نے تذکرہ کیا کہ آپ نے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف سے، چوتھے پر حضرت ادریس سے، پانچویں پر حضرت ہارون سے۔ چھٹے پر حضرت موسیٰ سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی۔ لیکن حضرت انس نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے۔ لیکن انہوں نے ان کے نام نہیں لیے۔ شریک کی روایت میں ان کے مقامات کا تعین نہیں بلاشبہ جنہوں نے اسماء اور مقامات کا تذکرہ کیا ہے ان کی روایت بہتر ہے۔ حضرت قتادہ اور حضرت ثابت کی روایت میں اتفاق بھی ہے۔

یزید بن ابی مالک نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ البتہ انہوں نے حضرات ادریس اور ہارون علیہما السلام کے بارے ان کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت ہارون چوتھے جبکہ حضرت ادریس نے پانچویں آسمان پر ملاقات کی۔ حضرت ابوسعید خدری نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ لیکن انہوں نے کہا ہے:" آپ نے حضرت یوسف کو دوسرے آسمان پر اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو تیسرے آسمان پر دیکھا۔ پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے ارجح روایت ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں دیکھا کہ وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تھے۔ بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہی ہے۔ جو روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیت المعمور چھٹے آسمان پر شجرۃ طوبیٰ کے پاس ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو اسے اس بیت المعمور پر محمول کیا جائے گا۔ جو چھٹے آسمان پر شجرۃ طوبیٰ کے پاس ہے کیونکہ آپ سے روایت ہے کہ ہر آسمان پر ایک بیت اللہ ہے جو عین خانہ کعبہ کے اوپر ہے۔ ہر بیت اللہ فرشتوں سے بھرا رہتا ہے۔ حضرت ربیع بن انس سے روایت ہے کہ بیت المعمور آسمان پر ہے۔

◆ متکلمین نے ان انبیاء اور ان کے مقامات کے بارے گفتگو کی ہے جنہوں نے مختلف آسمانوں پر آپ سے ملاقات کی۔ بعض علماء نے اس پر بالکل گفتگو نہیں کی۔ بعض نے ان کے بارے گفتگو کی ہے۔ پھر انہوں نے باہم اختلاف

کیا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جن انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی ان کا تذکرہ لوگوں کے عرف کے مطابق کیا گیا ہے۔ جب وہ کسی آنے والے کا استقبال کریں اور جلدی جلدی اس کی ملاقات کے لیے جائیں۔ یقیناً ان میں سے بعض دوسروں پر سبقت لے جائیں گے۔ بعض نے آپ سے ملاقات کرلی اور بعض نے ملاقات نہ کی۔ ابن بطال کا یہی رجحان ہے۔ امام سہیلی نے ان کا یہ موقف باطل قرار دیا ہے۔ ابن بطال کے علاوہ دیگر علماء نے لکھا ہے کہ یہ ان خاص حالات پر تنبیہ ہے جو ان انبیاء کرام کے ساتھ مختص ہیں ایسے حالات کا عنقریب آپ کو بھی سامنا کرنا پڑے گا جیسے کہ رب تعالیٰ نے ان کا تذکرہ کلام مقدس میں کیا ہے۔ حضور ﷺ عمدہ فال کو پسند کرتے تھے۔ نیند میں خواب کی مثال عالم بیداری میں فال کی طرح ہے۔ اہل تعبیر کہتے ہیں کہ جس نے خواب میں کسی نبی کی زیارت کی تو اس کی شدت یا نرمی یا دیگر امور میں اس کی کیفیت بالکل اسی طرح ہوگی جیسے کہ قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں ان کا تذکرہ ہے۔

ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آسمانِ دنیا پر ملاقات کی۔ کیونکہ وہ اول الانبیاء اور اول آباء ہیں۔ وہ اصل ہیں۔ وہ اولی میں سے اول ہیں۔ اس لیے انہوں نے نبوت کو ابوت کے ساتھ ملایا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: "حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات میں یہ تنبیہ ہے انہیں جنت سے نکال کر زمین میں بھیجا گیا۔ عنقریب آپ نے بھی ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے جانا تھا۔ اس میں یہ مشقت اور کراہت مشترک ہے۔ جو ان حضرات قدسیہ کو وطن کے فراق میں برداشت کرنا پڑی۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اس وطن لوٹ آیا جس سے اسے نکالا گیا تھا۔

ابن دحیۃ نے لکھا ہے: "یہ اس بات پہ تنبیہ ہے کہ ہجرت کے ابتدائی سالوں میں آپ ﷺ کو حضرت آدم جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت آدم نے اپنی اولاد کے ساتھ دنیا کو آباد کیا تھا۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال اسلام کو ترقی دی۔ اہل اسلام کی تربیت کی۔ آپ نے انصار کے ساتھ اتحاد کیا تاکہ اس دین کے ساتھ اس ساری زمین کو آباد کریں جس کو رب تعالیٰ نے سارے ادیان پر غلبہ دینا تھا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "میری امت کی سلطنت اس جگہ تک پہنچے گی جو میرے لیے سمیٹی گئی۔ یہ بشارت ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں پوری ہوئی حتیٰ کہ شرق و غرب کا خراج اس کے پاس آتا تھا۔ جب بادل چھاتا تو وہ کہتا" جہاں چاہو برسو۔ تمہارا خراج میرے پاس ہی آئے گا۔"

آپ نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کی۔ یہودی ان کی آزمائش بنے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ انہیں شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوپر اٹھالیا۔ حضرت یحییٰ کو انہوں نے شہید کر دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ کا دوسری آزمائش سے گزرنا یہ تھا کہ آپ کو وہاں یہودیوں کے ساتھ آزمایا گیا۔ انہوں نے آپ کو اذیت دی۔ آپ پر غالب آنے کی کوشش کی۔ آپ پر پتھر گرانے کی کوشش کی تاکہ آپ کو شہید کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی طرح بچالیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچایا تھا۔ انہوں نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر دینے کی کوشش کی۔ وہ لقمہ آپ کو ہمیشہ اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ تادم وصال اس کی اذیت ہوتی رہی جیسے کہ آپ نے وصال کے وقت فرمایا تھا۔ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں کے قریب ہی گزرے تھے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت یہ تھی کہ وہ بنو اسرائیل کے ساتھ مصروف جہاد رہے۔ ان کی اذیتوں، حیلوں اور مکروفریب پر صبر کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف یوں مدد مانگی۔

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ (آل عمران:۵۱)

ترجمہ: "کون میرے مددگار ہیں اللہ کی راہ میں۔"

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ (آل عمران:۵۱)

ترجمہ: "(یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ (کے دین) کی۔"

ہجرت کے دوسرے سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے حالات سے گزرنا پڑا۔ اس سال آپ نے انصار کو غزوۂ بدر کی طرف نکلنے کی دعوت دی۔ انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ آپ کی نصرت کی۔ دوسرے آسمان پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ یہ اس امر پر تنبیہ تھی کہ آپ کو عنقریب ان جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آپ نے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔ یہ آپ کی تیسری حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کے مشابہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ پھر وہ اپنے بھائیوں پر فتح یاب ہوئے۔ انہوں نے انہیں یہ کہہ کر معاف کر دیا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ (یوسف:۹۲)

ترجمہ: "نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں کو) وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔"

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو ان کی قوم نے وطن سے باہر نکالا۔ غزوۂ فتح کے روز ان پر غلبہ پالیا اور انہیں معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں اسی طرح کہتا ہوں جس طرح میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ...'' ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ان کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی۔ ابن اقرص نے لکھا ہے کہ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو زمین کے خزانوں کا مالک بنا دے گا۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرنے میں یہ مناسبت بھی ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال غزوۂ احد رونما ہوا۔ مسلمانوں کو اس جیسی آزمائش نہ اس سے قبل اور نہ بعد میں سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ غم اور حزن کی داستان تھی۔ اہلِ تعبیر کہتے ہیں: ''جس شخص نے خواب میں اپنا نام یوسف دیکھا تو اسے دکھ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ مادۂ اشتقاق کی حیثیت سے ہے۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انجام بہت عمدہ تھا۔ ان کا ہر اگلہ لمحہ پہلے لمحہ سے عمدہ تھا۔ غزوۂ احد میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور ﷺ شہید ہو چکے ہیں جسے سن کر مسلمانوں کو بہت زیادہ دکھ ہوا۔ جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے مفقود ہونے پر دکھ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ طویل مدت کے بعد انہوں نے اس کی خوشبو پائی۔ ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کیا گیا۔ انہیں تاریک کنویں میں پھینک دیا گیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی جبین اطہر پر پتھر لگا۔ حتیٰ کہ آپ پہلو کے بل آپ اس گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے کھودے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ حضرت طلحہ نے آپ کا سر اقدس اپنی گود میں رکھا حتیٰ کہ آپ سو گئے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے ''چوتھے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ اسی جگہ کو رب تعالیٰ نے ''مكانًا عليًا'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم کے ذریعے لکھا۔ اس سے آپ کی چوتھی حالت سے آگہی ہوتی ہے۔ وہ آپ کی علو شان ہے۔ حتیٰ کہ بادشاہ بھی آپ سے ڈرنے لگے۔ آپ نے ان کی طرف خطوط لکھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف دعوت دی۔ حتیٰ کہ ابوسفیان نے اس وقت کہا جب وہ ہرقل کے پاس تھا۔ جب اس کے پاس آپ کا گرامی نامہ پہنچا اور اس نے ہرقل کا خوف دیکھا'' ابن ابی کبشہ (حضور اکرم ﷺ) کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے حتیٰ کہ بنو اصفر کا بادشاہ بھی اس سے ڈرنے لگا ہے۔ آپ نے قلم کے ذریعے ساری زمین کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔ بعض نے آپ کی اتباع کر لی جیسے نجاشی اور عمان کا بادشاہ۔ بعض نے آپ کے ساتھ صلح کر لی۔ آپ کو تحائف بھیجے جیسے ہرقل اور مقوقس۔ جس نے نافرمانی کی رب تعالیٰ

نے آپ کو اس پر غلبہ عطا فرما دیا۔ یہ بلند مرتبت مقام ہے۔آپ نے قلم کے ساتھ اس طرح لکھا (لکھوایا) جیسے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا تھا۔

پانچویں آسمان پر آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کی۔وہ اپنی قوم کے محبوب تھے۔اس سے قریش کی اور سارے عرب کی آپ کے لیے محبت عیاں ہوتی ہے۔حالانکہ وہ پہلے آپ سے بغض رکھتے تھے۔ابن ابی جمرۃ لکھتے ہیں "حضرت ہارون علیہ السلام نے پانچویں آسمان پر آپ سے ملاقات کی۔کیونکہ انہیں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا قرب حاصل تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام الٰہی سے مشرف ہونے کی وجہ سے بلند منصب پر فائز تھے۔"ابن دحیہ نے لکھا ہے "حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم سے اذیتیں برداشت کیں۔ان سے انتقام لیا۔ان کی توبہ کے لیے انہیں ایک دوسرے کو قتل کرنا لازم قرار دیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کلیم اللہ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو بنو اسرائیل کے پاس چھوڑ گئے اور مناجات کے لیے کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام سے اختلاف کیا۔مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے۔انہیں قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔انہوں نے عہد توڑا۔وعدہ خلافی کی۔انہیں کمزور کیا۔ان سے بہت بڑا قصور سرزد ہو گیا۔انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی۔رب تعالیٰ نے صرف قتل کے ساتھ ان کی توبہ قبول کی۔ایک ساعت میں ان کے ستر ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے۔آپ کی سیرت طیبہ میں اس کی مثال وہ امور ہیں جن کا آپ کو بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر کے یہودیوں سے کرنا پڑا۔انہوں نے عہد کو توڑا۔مختلف پارٹیاں بنائیں۔انہیں جمع کیا۔لوگوں کو اکٹھا کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کا اظہار کیا۔آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔اس واقعہ سے کچھ مدت قبل آپ ان کے پاس گئے تاکہ آپ دو مقتولوں کی دیت میں ان سے تعاون کے لیے کہیں۔انہوں نے بظاہر آپ کی عزت کی۔آپ کو دیوار کے نیچے بٹھایا۔پھر آپ پر چکی پھینکنے کا ارادہ کیا۔حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔آپ کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کیا جو انہوں نے ارادہ کیا تھا۔اس وقت آپ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے اور انہیں تہ تیغ کرنے کا عزم کیا۔

رب تعالیٰ نے انہیں قتل کر دیا۔بنو قریظہ کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی میں قتل کر دیا گیا۔برے مکر نے انہیں ہی گھیر لیا۔یہودیوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اسی طرح کمزور سمجھا جیسے غزوہ خندق میں مسلمانوں کو کمزور سمجھا۔

ساتویں آسمان پر آپ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔یہ آپ کی اس حالت کے ساتھ مشابہت ہے جب آپ نے شام پر حملہ کیا۔جابر بادشاہوں پر غلبہ پالیا۔بنو اسرائیل کو اس شہر میں داخل کر دیا جس سے وہ باہر نکلے تھے۔اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک پر حملہ کیا۔صاحب دومۃ پر غلبہ پالیا۔حتیٰ کہ جزیہ پر اس کے ساتھ صلح کر

لی۔اسے قیدی کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ ساتوں آسمانوں پر آپ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔اس سے آپ کی قوم کی مخالفت کا اشارہ ملتا ہے۔حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔انہوں نے ان کی اذیتوں پر صبر کیا۔آپ کو ہجرت کے ساتویں سال جس مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اس سے قبل اتنی مخالفت کا سامنا کبھی نہیں کرنا پڑا تھا۔اسی سال آپ نے خیبر، فدک اور یہدیوں کے سارے قلعے فتح کیے۔رب تعالیٰ نے ان کے مقدر میں جلاوطنی لکھ دی۔انہیں مصیبت کے چھانٹے سے مارا۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔انہوں نے سرزمین مقدسہ میں شریعت نافذ کرنے کا ارادہ کیا۔اپنی قوم کو اس پر ابھارا مگر انہوں نے سستی کا مظاہرہ کیا۔انہوں نے کہا: ''وہاں جبارین کی قوم ہے ہم کبھی بھی اس میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ خود وہاں سے باہر نکل آئیں۔'' حتیٰ کہ انہوں نے بالکل مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''ہم اس میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ وہاں ہیں۔'' رب تعالیٰ ان سے ناراض ہوا۔وہ ان کے اور اس زمین کے مابین حائل ہو گیا۔انہیں میدانِ تیہ میں پھینک دیا۔ہجرت کے چھٹے سال آپ نے ارادہ کیا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔وہاں شریعت مطہرہ اور سنت ابراہیمی کا نفاذ کریں۔قریش نے آپ کو روک دیا۔آپ اس سال مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے۔اس لیے اس جگہ آپ کی ملاقات حضرت کلیم علیہ السلام سے ہوئی۔

ساتویں آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔اس میں دو حکمتیں کارفرما ہیں۔(۱) آپ نے انہیں بیت المعمور کے پاس دیکھا۔وہ اس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔یہ گھر بالکل خانہ کعبہ کے اوپر ہے فرشتے اس کا حج کرتے ہیں۔جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا لوگوں میں اعلان کیا کہ وہ آکر اس کا حج کریں۔(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے آخری احوال میں سے ہے کہ آپ نے بیت اللہ کا حج کیا آپ کے ہمراہ ستر ہزار صحابہ کرام تھے۔

اگر کوئی شخص حضرت ابراہیم کو خواب میں دیکھے تو یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اسے حج کی سعادت نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ ہی حج کے داعی ہیں اور بیت اللہ کی بنیادیں انہوں نے ہی اٹھائی ہیں۔

ابن جمرۃ نے لکھا ہے'' آپ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔کیونکہ وہ آپ کے اب اخیر تھے۔تاکہ آپ ان کے ساتھ ملاقات کر کے انس حاصل کریں۔کیونکہ اس کے بعد دوسرے عالم کی طرف جانا تھا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے منصب کا تقاضا تھا کہ انہیں بلند مرتبہ نصیب ہو۔حبیب کا مقام خلیل سے ارفع ہوتا ہے۔اسی

لیے آپ قاب قوسین کے مقام تک پہنچے۔''ابن دحیہ نے لکھا ہے:''آپ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔اس ملاقات میں مناسبت یہ ہے کہ آپ نے ہجرت کے ساتویں سال عمرۃ قضاء کیا۔آپ اور صحابہ کرام لبیک کا ترانہ الاپتے ہوئے سنت ابراہیمی زندہ کرتے ہوئے اور اس رسم کو قائم کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔جاہلیت نے جس کا تذکرہ بھی ختم کر دیا تھا۔اس کا معاملہ تبدیل ہو چکا تھا۔بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ وہ ساتویں آسمان پر بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔یہ اس طرف اشارہ تھا کہ آپ ساتویں سال بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ہجرت کے بعد آپ پہلی بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔خانہ کعبہ بیت المعمور کے بالکل نیچے ہے۔آپ نے بیت المعمور کے وصف میں فرمایا:''ہر روز اس میں ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں۔جن کی دوبارہ باری نہیں آتی۔''یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوں گے۔پھر اس کی طرف نہیں لوٹیں گے حتیٰ کہ آپ فتح مکہ کے سال اور حجۃ الوداع کے وقت اس میں داخل ہوئے۔

◆ ۵۰ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء کرام کو امامت کرائی۔انہیں سلام کیا۔آپ نے انہیں پہچان لیا۔پھر اسی رات انہیں آسمانوں پر دیکھا تو حضرت جبرائیل سے ان کے بارے سوال کیا۔اگر آپ انہیں دیکھ لیتے اور انہیں پہچان لیتے تو آپ کو ضرورت نہ تھی کہ آپ ان کے بارے حضرت جبرائیل سے سوال کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کرام آپ کے ہمراہ بیت المقدس میں جمع ہوئے۔آپ نے ہیئت بشریہ پر ان کی امامت کرائی۔تو ان کا وجود زمین پر متحقق ہو گیا۔پھر آپ علوی ملکوت پر تشریف لے گئے۔انہیں اس حالت پر نہ پایا جس پر انہیں دیکھا تھا۔وہ ان روحانی اشکال پر تھے جو رب تعالیٰ نے ملکوت علوی کے مطابق انہیں عطا کیں تھیں۔یہ ان کے بشری اصل سے انس اور ان کی تکریم و تعظیم کے لیے تھا کہ آپ نے پہلے انہیں زمین پر دیکھا پھر آسمان پر انہیں ان کے مقامات پر دیکھا۔آپ نے وثوق کے لیے نہ کہ تعجب کے لیے پوچھا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ذات باری تعالیٰ جس نے ایک لمحہ میں آپ کو اس مقام تک پہنچایا ہے۔وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو آنکھ جھپکنے سے قبل آسمانوں پر لے جا سکتی ہے۔

◆ ۵۱ اگر اعتراض کیا جائے کہ آپ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھ لیا حالانکہ ان کے اجسام تو ان کی قبور میں تھے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کی ارواح نے ان کے اجسام کی صورتوں کی شکلیں بنا لیں تھیں یا انبیاء کرام کے اجسام کو آپ کی عزت و تکریم کی خاطر اس رات کو وہاں حاضر کیا گیا۔امام بیہقی کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔''آپ کو حضرت آدم اور ان کے علاوہ سارے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا۔''ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ

ان انبیاء کرام کو دیکھنا کئی وجوہ کا اعتبار رکھتا ہے۔

① آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر نبی کو اس کی قبر انور میں دیکھا اس شکل وصورت میں دیکھا جس کے بارے آپ کو بتایا گیا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بصر وبصیرت کی اتنی قوت عطا فرمائی تھی۔ جس سے آپ نے ان کا ادراک کر لیا۔ آپ کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے۔ میں نے دیوار کی جانب میں جنت اور آگ کو دیکھا'' یہ دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے: (۱) آپ نے انہیں اس جگہ دیکھا ہو جیسے کہا جاتا ہے:''میں نے اپنے گھر کے طاق سے چاند دیکھا۔ اس سے مرد طاق کی جگہ ہے۔'' (۲) آپ کے لیے دیوار کی ایک طرف میں ان کی تمثیل پیش کی گئی۔ قدرت دونوں امور پر قادر ہے۔

② یا آپ نے انبیائے کرام کی ارواح کو ان کی صورتوں میں دیکھا ہو۔

③ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو معراج کرانا چاہا تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی عزت وتوقیر کے لیے انہیں ان کی قبور سے اٹھایا۔ حتیٰ کہ ان کی طرف سے آپ کو بشارت اور انس حاصل ہوگیا۔ بعض کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے اور بعض کی طرف ہم نے اشارہ نہیں کیا۔ نہ ہی ہم انہیں جانتے ہیں۔ تاکہ آپ کے لیے اس قدرت کا اظہار ہو سکے۔ جس پر کوئی چیز غالب نہیں آ سکتی۔ نہ ہی وہ کسی امر سے عاجز ہے۔ ان سارے وجوہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہیں دی جا سکتی کیونکہ قدرت ان سب پر قادر ہے۔

ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے''ارواح کی دو اقسام ہیں: (۱) وہ روح جسے عذاب دیا جاتا ہے (۲) وہ روح جس پر انعام کیا جاتا ہے۔ وہ روح جسے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے وہ عذاب کی وجہ سے نہ زیارت کر سکتی ہے نہ ہی ملاقات۔ جب کہ وہ روح جس پر انعام ہو رہا ہوتا ہے وہ مقید نہیں ہوتی بلکہ آزاد ہوتی ہے وہ ملاقات کر سکتی ہے، زیارت کر سکتی ہے۔ وہ یاد کر سکتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہوا۔ اس کے ہمراہ ہر وہ روح ہوتی ہے جس کے اعمال اس جیسے ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح رفیق اعلیٰ میں ہے ارشاد ربانی ہے:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ؕ (النساء:۶۹)

ترجمہ: ''اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔''

یہ معیت دنیا، دار برزخ اور دار جزاء میں ثابت ہے۔ انسان اسی کے ہمراہ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ پھر انہوں

نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا تذکرہ کیا۔"جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ نے حضرات ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔انہوں نے قیامت کے بارے گفتگو کی۔اس نص سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارواح علم کا مذاکرہ کرتی ہیں۔رب تعالیٰ نے شہداء کے بارے بتایا ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رب تعالیٰ کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔وہ رب تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل پر مسرور ہو رہے ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ملاقات تین اعتبار سے ہوتی ہے۔

(۱)وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں۔جب وہ اس کے ہاں زندہ ہیں تو وہ ملاقات کرتے ہیں۔(۲)وہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کر کے خوش ہوتے ہیں۔(۳)يَسْتَبْشِرُوْنَ کا لغت میں معنی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بشارت دے رہے ہوتے ہیں...... پھر انہوں نے بہت سی خوابوں کا تذکرہ کیا ہے پھر لکھتے ہیں:

"صریح روایت سے ثابت ہے کہ ارواح باہم ملاقات کرتی ہیں اور باہم پہچانتی ہیں۔ابن ابی الدنیا نے عبدالرحمان بن ابی انیسہ سے اور انہوں نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی والدہ کو ان کا بڑا صدمہ ہوا۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بنوسلمۃ میں لگاتار افراد کا وصال ہوتا جا رہا ہے کیا مرنے والے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں کہ میں بشر کو اپنا سلام بھیج دوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا:"ہاں! ام بشر! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ باہم یوں تعارف رکھتے ہیں جیسے درخت کے سروں پر پرندے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں...... انہوں نے اس زمرۃ میں بہت سے آثار کا تذکرہ کیا پھر لکھا:"روح بنفسہا قائم ذات ہے جو اوپر چڑھتی ہے نیچے اترتی ہے جو ملتی ہے جدا ہوتی ہے جو آتی جاتی ہے وہ حرکت کرتی ہے پرسکون ہوتی ہے۔اس کے ایک سو سے زائد دلائل ہیں جسے ہم نے اپنی کتاب معرفۃ الروح والنفس میں ذکر کر دیا ہے۔ہم نے وہاں اس شخص کا دعویٰ باطل ثابت کیا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے۔جس نے اس کے علاوہ کسی اور موقف کو اپنایا اس نے اپنا نفس نہ پہچانا۔رب تعالیٰ کی ارواح کا وصف دخول، خروج، قبض اور رجوع سے فرمایا ہے ان کے آسمان پر چڑھنے ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلنے اور دروازے بند ہونے کا تذکرہ کرتا ہے اس کے بارے انہوں نے بہت سی آیات اور احادیث کا تذکرہ کیا پھر لکھا:" آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ نے معراج کی شب انبیائے کرام کو دیکھا ہے۔بعض اہل حدیث نے یہ گمان کیا ہے کہ آپ نے ان کی اشباح اور ارواح کو دیکھا تھا۔انہوں نے فرمایا:"وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے جن انبیائے کرام کو دیکھا ان کا حلیہ بیان فرمایا تو ان کے اجسام کا حلیہ بیان کیا۔

ایک گروہ نے اس میں مخالفت کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ یہ روایت ان کی ارواح کے بارے ہے اجسام کے بارے نہیں۔ ان کے اجسام اسی زمین کے اندر تھے۔ انہیں اس وقت اٹھایا جائے گا جب دیگر اجسام کو اٹھایا جائے گا۔ اس سے قبل نہیں اٹھایا جائے گا۔ اگر اس سے قبل انہیں اٹھایا جائے تو روزِ حشر سے قبل ان کی وجہ سے زمین شق ہو جائے۔ وہ صور پھونکتے وقت پھر موت کا ذائقہ چکھیں تو یہ تیسری بار موت ہوگی۔ یہ قطعی طور پر باطل ہے۔ اگر ان کے اجسام کو قبور سے نکالا جاتا تو رب تعالیٰ انہیں واپس نہ لوٹاتا وہ جنت میں ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو انبیاء کرام پر حرام قرار دیا ہے حتیٰ کہ آپ جنت میں تشریف فرما ہو جائیں۔ آپ سب سے قبل جنت کے دروازے پر دستک دیں گے سب سے پہلے آپ ہی کے لیے زمین شق ہوگی۔ آپ سے قبل کسی کے لیے زمین شق نہیں ہوگی اس سے لازمی طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا جسدِ اطہر زمین کے اندر ہے۔

آپ کے صحابہ کرام نے آپ سے عرض کی: "آپ پر ہمارا درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ کا جسمِ اطہر تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام طیبہ کو کھائے۔ اگر آپ اپنی قبر انور میں تر و تازہ نہ ہوتے تو آپ اس طرح جواب نہ دیتے۔ آپ ﷺ سے یہ صحیح روایت منقول ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر ملائکہ مقرر کیے ہیں جو آپ تک آپ کی امت کا درود و سلام پہنچاتے ہیں۔ یہ بھی آپ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جب آپ حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ہمراہ باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: "ہمیں اسی طرح اٹھایا جائے گا۔"

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ میں اعلیٰ علیین میں ارواح انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ ہے۔ یہ بھی صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ روح مبارک تو اعلیٰ علیین میں تھی۔ لیکن اس کا اتصال ان کی قبر انور میں جسم اطہر کے ساتھ بھی تھا۔ روحِ مبارک جسمِ اطہر کے ساتھ اس طرح تھی کہ وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے اور سلام کرنے والے کو سلام کا جواب بھی مرحمت فرما رہے تھے۔ ان دونوں امور میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ارواح کی کیفیت اجسام کی کیفیت سے جداگانہ ہے۔ تم پاؤ گے کہ دو ارواح باہم ملی ہوتی

ہیں۔ان میں بہت زیادہ قرب ہوتا ہے۔حالانکہ ان کے اجسام کے مابین بہت بعد ہوتا ہے۔اسی طرح تم دو ارواح کو دیکھو گے وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں اگرچہ ان کے اجسام باہم ملے ہوتے ہیں۔روح کا اترنا اور چڑھنا،اور اس کا قرب و بعد کا تعلق اس امر سے نہیں جس کا تعلق بدن کے امور سے ہو۔یہ ساتوں آسمانوں کے اوپر جاتی ہے پھر زمین پر آجاتی ہے۔حالانکہ صرف روح کو قبض کرنے اور میت کو قبر میں رکھنے کے مابین تھوڑا سا وقت ہوتا ہے۔اتنے مختصر وقت میں جسم نہ اوپر جاسکتا ہے نہ نیچے اتر سکتا ہے۔اسی طرح یہ نینداور بیداری میں جسم سے اوپر جاتی ہے پھر واپس آجاتی ہے۔بعض علماء نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ یہ سورج کی طرح ہے جو آسمان پر ہے اور اس کی شعاعیں زمین پر ہیں۔لیکن ہمارے شیخ ابوالعباس حرانی نے لکھا ہے کہ یہ مثال مطابق نہیں ہے۔سورج آسمان پر ہی رہتا ہے۔اس کی شعاع زمین پر ہی ہوتی ہے۔وہ نہ تو سورج اور نہ ہی اس کی صفت ہے۔بلکہ عرض ہے جو سورج اور جسم کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے جو اس کے بالمقابل ہوتا ہے جبکہ روح بذات خود اوپر چڑھتی ہے۔نیچے آتی ہے۔اس کی مزید تفصیل باب''حیاۃ النبی ﷺ''میں آئے گی۔

بیت المعمور کی تفصیل

ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ معمور کا معنی چھاجانے والا کثیر ہے۔اسے ضراح بھی کہا جاتا ہے ملائکہ اسے ضراح کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین سے دور ہے۔مجاہد نے معمور کا معنی ضریح یعنی بعید بھی کیا ہے۔اکثر روایات کے مطابق یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ابن جریر،منذر،حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''یہ ساتویں آسمان پر ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر وہ تاقیام قیامت دوبارہ اس جگہ نہیں آتے۔''ابن راھویہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے بیت المعمور کے بارے روایت کیا گیا۔انہوں نے فرمایا:''یہ ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کے بالکل اوپر اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔اس کی حرمت خانہ کعبہ کی طرح ہے۔ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔جو تاقیام قیامت دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔''

ابن مردویہ،عقیلی اور ابن ابی حاتم نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:''ساتویں آسمان پر ایک بیت اللہ ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے چوتھے آسمان پر ایک نہر ہے جسے الحیوان کہا جاتا ہے حضرت جبرائیل ہر روز اس میں داخل ہوتے ہیں۔اس میں ایک غوطہ لگاتے ہیں پھر یہ جھاڑتے ہیں جن سے ستر ہزار قطرات گرتے ہیں۔رب تعالیٰ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں۔اس میں نماز ادا کریں۔وہ

یوں کرتے ہیں پھر تاقیام قیامت ان کی باری نہیں آتی۔

ایک فرشتے کو ان کا امیر بنا دیا جاتا ہے اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ان فرشتوں کو آسمان پر ٹھہرائے۔ وہ وہاں تاقیام قیامت رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں۔" اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ موضوع نہیں ہے۔ جیسے کہ میں نے "الفوائد المجموعۃ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ" میں صراحت کی ہے۔

ابوالشیخ نے خالد بن سعید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ اسرافیل اہلِ آسمان کے مؤذن ہیں ان کی اذان جن وانس کے علاوہ آسمان اور زمین کے سارے مکین سنتے ہیں۔ وہ ایک عظیم فرشتے کو آگے کرتے ہیں وہ انہیں نماز پڑھاتا ہے۔" مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت میکائیل انہیں بیت المعمور میں نماز پڑھاتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کی تعداد ساری مخلوق سے زیادہ ہے۔ کیونکہ سارے عوالم میں کسی کے بارے یہ معلوم نہیں کہ اس کی جنس میں سے ہر روز ستر ہزار افراد پیدا ہوتے ہیں۔

◆ فَرُفِعَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ رُفع کا معنی اُرِیَ لَہٗ ہے یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے رفع اور رؤیت دونوں مراد ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کے اور بیت المعمور کے مابین اتنے عالم ہوں جن پر ادراک کسی کو حاصل نہ ہوسکتا ہو۔ اسے اٹھا کر آپ کے سامنے لایا گیا ہو۔ آپ نے اسے اپنی بصارت اور بصیرت سے دیکھ لیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ سارے عالم جو آپ کے اور بیت المعمور کے مابین ہوں انہیں زائل کر دیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ آپ کی بصارت نے اس کا ادراک کر لیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عالم اپنی حالت پر اور بیت المعمور اپنی حالت پر رہی ہو۔ آپ کی بصارت اور بصیرت میں اضافہ کر دیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ آپ نے اس کا ادراک کر لیا ہو اس کا معائنہ کر لیا ہو۔ قدرت کو ہر چیز پر دسترس حاصل ہے۔

اکثر روایات میں "رُفِعْتُ" کا صیغہ ہے۔ لیکن بعض میں رُفِعَتْ بھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ رفع سے مراد یہ ہے کہ اسے اٹھا کر آپ کے قریب کر دیا گیا کیونکہ اس لفظ کا اطلاق قریب پر بھی ہوتا ہے۔

◆ آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی۔ اس میں مناسبت یہ ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ مکہ ام القریٰ ہے۔ یہی مبتداء اور منتہیٰ ہے کیونکہ روایت ہے کہ ساری زمین مکہ مکرمہ سے بچھائی گئی۔ اسی لیے اس کا نام ام القریٰ رکھا گیا۔ یا اس لیے کہ ساری بستیوں والے دین و دنیا کے لیے اسی کی طرف آتے ہیں۔ وہ حج اور عمرہ، تجارت اور روزگار کے لیے آتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ (المائدۃ:۹۷)

ترجمہ: "بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقاء کا باعث لوگوں کے لیے۔"

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ (الحج:۲۸)

ترجمہ: "تا کہ وہ حاضر ہوں اپنے (دینی دنیوی) فائدوں کے لیے۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اجر اور تجارت ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ اور ام القریٰ میں وہ مناسبت ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ تک مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ مکہ مکرمہ تک شرق وغرب کے اہل آفاق کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس میں اجتماع ہوتا ہے۔ آپ کا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ آٹھویں سال مکہ مکرمہ کو فتح فرمالیں گے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر ٹڈیاں اور بستر چھائے ہوئے تھے۔ یہ رب تعالیٰ کے لشکر میں سے ایک لشکر ہے۔ اسی طرح فتح مکہ کے روز وہاں اللہ تعالیٰ کا لشکر چھا رہا تھا۔ اسی طرح وہاں لوگوں کی مختلف جنسیں موجود ہوتی ہیں۔ وہاں سیاہ وسفید لوگ آتے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ حدیث پاک میں موجود ہیں۔ جیسے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر ایسے رنگ چھائے تھے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ان کی حسن و زیبائی سے صرف رب تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔ زیادہ جمال کی وجہ سے کوئی ان کی تعریف نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ ان صحابہ کرام کے رنگ بڑے حسین تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا۔ وہ ایمان اور قرآن سے مزین تھے۔ ان کی عظمت شان کا عالم یہ تھا کہ کوئی ان کی تعریف نہیں کر سکتا تھا۔

پھر چار نہروں کا ظہور ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عنقریب یہ امت ان تک پہنچ جائے گی۔ اس طرح آپ کا یہ فرمان بھی سچ ثابت ہو گیا" میرے لیے زمین کے مشارق ومغارب کو لپیٹ دیا گیا۔ جہاں تک میرے لیے لپیٹا گیا میری امت عنقریب وہاں تک پہنچ جائے گی۔"

◈ حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے جبکہ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے" یہ تعارض ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ علماء کا موقف وہی ہے جس کا تذکرہ حضرت انس کی روایت میں ہے۔ اس کا تقاضا ہی یہ ہے کہ یہ ایسے وصف سے متصف ہو کہ اس جگہ ہر نبی مرسل اور ملک مقرب کا علم ختم ہو جاتا ہو۔ نیز حضرت انس کی روایت مرفوع جبکہ حضرت ابن مسعود کی روایت موقوف ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں:" سدرۃ المنتہیٰ کا چھٹے آسمان پر ہونا تعارض پیدا نہیں کرتا۔ جیسے کہ بقیہ روایات پر

دلالت کرتی ہیں۔ آپ ساتویں آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد اس تک پہنچے۔ اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی اصل چھٹے آسمان پر ہے۔ اس کی شاخیں اور فروع ساتویں آسمان پر ہیں چھٹے آسمان میں اس کے تنے کی اصل ہے۔"

- ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ ظاہر بات یہی ہے کہ جنت شجرۃ المنتہیٰ کے نیچے زمین بچھائی گئی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا: "وہاں دو باطنی نہریں تھیں۔ اس لفظ کا اطلاق اسی چیز پر ہو سکتا ہے جسے سمجھا جا سکتا ہو۔ باطن کے لیے لازم ہے کہ اس کی روانی کسی چیز کے نیچے ہو اس وقت اس پر باطن کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔
- قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی اصل زمین میں ہو۔ کیونکہ آپ نے فرمایا: "نیل اور فرات اس کے اصل سے نکلتے ہیں۔" مشاہدہ سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ وہ زمین سے نکلتے ہیں۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی اصل زمین میں ہو۔" امام نووی نے ان کی گرفت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اس کی اصل سے رواں ہوتی ہے۔ لیکن وہ زمین سے پھوٹتی نہیں ہیں۔ لب لباب یہ ہے کہ ان کی اصل جنت سے ہے وہ پہلے سدرہ کی اصل سے رواں ہوتی ہیں پھر زمین پر قرار پذیر ہوتی ہیں پھر وہاں سے پھوٹتی ہیں۔
- آپ کا یہ فرمان "اس کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں" دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں" ان الفاظ کا احتمال ہے کہ انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے گا یا اسے اس باب پر محمول کیا جائے جس میں کسی چیز کے قرب کی وجہ سے اسے یہ نام دے دیا جاتا ہے۔ اگر اسے حقیقت پر محمول کیا جائے تو یہ نہریں درخت کی اصل سے رواں ہوتی ہوں گی۔ اس درخت کا ذائقہ بیر کی طرح ہوگا۔ اس کی جڑ سے پانی نکل رہا ہوگا۔ قدرت اس سے عاجز نہیں ہے۔ اگر اسے دوسرے امر پر محمول کیا جائے تو پھر نہروں کا منبع درخت کی اصل کے قریب ہوگا۔
- آپ کا فرمان "دو باطنی نہریں جنت کی نہریں ہیں۔" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ باطن ظاہر سے اجل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دونوں اصل میں باطن تھیں انہیں دارالبقاء میں رکھا گیا۔ جبکہ ظاہر کم اجل ہوتا ہے لہٰذا ظاہری نہروں کو دارالفناء میں رواں کیا گیا۔ اسی طرح اعتقاد اسی پر ہوتا ہے جو باطن میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: "رب تعالیٰ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔"
- حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے "ساتویں آسمان پر ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ جب سے دو نہریں رواں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کوثر ہے۔ جبکہ دوسری رحمت کی نہر ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی تشریح ان دو باطنی

نہروں سے کی جائے۔ جن کا تذکرہ اس حدیث پاک میں ہے جیسے کہ مقاتل سے روایت ہے کہ دو باطنی نہریں سلسبیل اور کوثر ہیں۔"

۶۱ امام نووی لکھتے ہیں: "نیل اور فرات کی اصل جنت سے ہے۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ کی اصل سے نکلتی ہیں پھر وہاں رواں ہوتی ہیں جہاں اللہ رب العزت چاہتا ہے پھر زمین پر نازل ہوتی ہیں اس میں رواں ہوتی ہیں پھر اس سے باہر آتی ہیں۔" عقل اسے منع نہیں کرتا۔ روایت کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔

۶۲ اس روایت سے نیل اور فرات کے پانی کی فضیلت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا منبع جنت میں ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سیحان، جیحان، نیل اور فرات جنت کی نہریں ہیں۔" علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین میں چار نہریں ایسی ہیں جن کی اصل جنت سے ہے۔ اسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیحان اور جیحان کا منبع بھی سدرۃ المنتہیٰ کے اصل سے ہے۔ نیل اور فرات ان سے ممتاز ہوں گی۔ مذکورہ روایت میں باطنی نہروں سے مراد سیحان اور جیحان کے علاوہ ہیں۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "شب معراج میں ان کا تذکرہ نہیں ہے شاید اصلاً سدرۃ المنتہیٰ سے رواں نہ ہوتی ہوں۔ شاید یہ فرات اور نیل سے نکلتی ہوں۔"

۶۳ ان نہروں کو شیرینی، حسن اور برکت کی وجہ سے جنت کی نہروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے بہتر مؤقف یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ جنت کی نہریں ہیں۔ دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ شاید یہ اس طرح گرتی ہوں جس طرح بارش گرتی ہے۔ پھر یہ زمین سے ایک جگہ جمع ہو جاتی ہوں۔ حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک اپنے مستقر تک پہنچ جاتی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ان انہار کے قرب و جوار میں زمین میں گرتی ہوں۔ حتیٰ کہ ان کی ابتداء سے آج تک کوئی آگاہ نہ ہو۔ ابو الشیخ نے العظمۃ میں لکھا ہے کہ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ بنو عیص کا ایک شخص تھا جسے حائد بن شالوم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کہا جاتا تھا۔ وہ بادشاہوں کے خوف سے بھاگ نکلا۔ وہ سرزمین مصر میں داخل ہو گیا۔ وہیں ٹھہرا رہا۔ جب اس نے دریائے نیل کے عجیب امور دیکھے تو اس نے قسم اٹھائی کہ وہ نیل کا ساحل نہیں چھوڑے گا حتیٰ کہ اس کے آخری سرے تک پہنچے گا کہ یہ کہاں سے نکلتا ہے۔ یا وہ مرجائے گا۔ وہ چلتا رہا۔ تیس سال لوگوں میں اور تیس سال لوگوں کے بغیر چلتا رہا۔ یا وہ پندرہ سال لوگوں میں اور پندرہ سال آبادی کے بغیر ہی چلتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ بحر اخضر تک پہنچ گیا۔ اس نے نیل کی طرف دیکھا جہاں سے وہ شق ہو کر نکلتا تھا سیب کے درخت کے نیچے ایک شخص نماز ادا کر رہا تھا۔ جب اس نے اسے دیکھا تو اسے

اس سے انس پیدا ہوگیا۔اس نے اسے سلام کیا۔ پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میں حائذ بن شالوم ہوں ۔تم کون ہو؟ اس نے کہا: ''میں عمران بن فلان بن عیص ہوں ۔'' حائذ: کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: ''میں اس نیل کی وجہ سے آیا ہوں ۔کیا کسی کتاب میں لکھا ہے کہ کوئی شخص اس دریا کے منبع تک پہنچا ہو۔میرا گمان ہے کہ وہ شخص تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا اس کے منبع تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ اس نے کہا: ''اس سمندر کے کنارے رواں ہو جاؤ۔عنقریب تم ایک سواری سے ملو گے جس کی ابتداء تو تمہیں نظر آئے گی لیکن اس کی انتہا نظر نہیں آئے گی۔اس کا آخر تمہیں خوفزدہ نہ کردے۔ یہ سورج سے عداوت رکھتی ہے۔جب سورج طلوع ہوتا ہے یہ اس پر جھپٹتی ہے تاکہ اسے نگل لے۔جب سورج غروب ہوتا ہے تو یہ اسی طرح اس پر جھپٹتی ہے۔تم اس سواری پر سوار ہو جانا یہ تمہیں سمندر کے کنارے پر لے جائے گی۔اس پر رواں رہنا یہ تمہیں عنقریب لوہے کی زمین تک لے جائے گی۔ اگر تم اس پر آگے رواں رہو گے تو تم سونے کی زمین تک پہنچ جاؤ گے۔وہیں نیل کا علم ختم ہوتا ہے۔'' وہ شخص عازم سفر ہوا حتیٰ کہ سونے کی سرزمین تک پہنچ گیا۔پھر سونے کی دیوار آگئی پھر سونے کی بالکونی آگئی۔پھر سونے کا گنبد آگیا جس کے چار دروازے تھے۔اس نے وہ چیز دیکھی جو اس دیوار کے اوپر سے گر رہی تھی۔حتیٰ کہ وہ قبہ میں قرار پذیر ہو جاتی تھی۔پھر وہ چاروں دروازوں کی طرف آتی تھی۔تین نہریں زمین کے اندر چلی جاتی تھیں جبکہ چوتھی نہر سطح زمین پر رواں ہوتی تھی وہ نیل تھا۔اس نے اس سے پانی پیا، وہاں آرام کیا دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی۔ ایک فرشتہ اس کے پاس آیا اس نے کہا: ''حائذ! رک جا۔تجھے اس دریا کا علم حاصل ہو چکا ہے یہ جنت ہے یہ جنت سے نازل ہوتا ہے۔''

ابن ابی جمرۃ نے حضرت جبرائیل امین کے فرمان ''دو نہریں جو باطنی ہیں وہ جنت میں ہیں اور دو ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔'' میں لکھا ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نیل اور فرات جنتی نہریں ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے بتایا کہ حضرت جبرائیل نے آپ کو عرض کی ہے کہ ان انہار کا منبع سدرۃ المنتہیٰ ہے وہ باطنی نہریں جنت کی طرف چلی جاتی ہیں۔نیل اور فرات دنیا کی طرف نازل ہوتی ہیں۔سدرۃ المنتہیٰ جنت میں نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ پھوٹنے کے بعد جنت سے رواں ہوتی ہیں۔ یہ مؤقف اس روایت کے مخالف ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: 'سیحان، جیحان، نیل اور فرات جنتی نہریں ہیں۔'' ان دونوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نیل اور فرات کا منبع سدرۃ المنتہیٰ ہے۔جب یہ نیچے اترتی ہیں تو پہلے جنت کی طرف جاتی ہیں وہ جنت میں داخل ہوتی ہیں پھر زمین کی طرف اترتی ہیں۔

◆ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ جس نے جنت کا پانی پی لیا وہ نہ مرے گا نہ فناء ہوگا۔ نہ ہی اس کا فضلہ اس طرح نکلے گا جس طرح دنیا میں نکلا کرتا تھا۔ بلکہ اس کے جسم سے مشک کے قطرات نکلیں گے۔ رب تعالیٰ نے اس پانی میں یہ عظیم خاصیت رکھی ہے۔ جب اس کی حکمت نے تقاضا کیا کہ یہ نہریں اس دنیا میں اتریں اس نے ان سے یہ خاصیت چھین لی۔ اس کے جوہر کو ان کے حال پر باقی رکھا۔ سارے خواص کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ہے تو اس کی خاصیت کو باقی رکھتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو اس کے جوہر کو باقی رکھ کر اس کی خاصیت کو سلب کر لیتا ہے خواص کی ذاتوں کی تاثیر نہیں ہوتی۔ بلکہ خاصیت بھی اس کی مخلوق ہے۔ جوہر بھی اس کی مخلوق ہے۔ قدرت ان سب میں موثر ہے۔

◆ ابن کثیر لکھتے ہیں ''اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نہریں اپنی صفائی، شیرینی، روانی اور دیگر صفات میں جنت کی نہروں کے مشابہ ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا: ''عجوہ جنت کی کھجور ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ جنتی پھل کے مشابہ ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اسے جنت سے چنا گیا ہے حس اس کے خلاف کی گواہی دیتی ہے جس سے یہ تعین ہوگیا کہ مراد اس کا غیر ہوگا۔ اسی طرح ان انہار کے مصادر کو زمین میں دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس مؤقف پر ان کی گرفت کی گئی ہے کہ ان نہروں کی یہ کیفیت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جنت سے نہ ہوں۔ کیونکہ نزول کی کیفیت کے بارے پہلے لکھا جا چکا ہے امام نووی وغیرہ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ جنت سے ہیں اس میں کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ جنت کے پانی میں وہ خواص ہیں جو ان نہروں میں نہیں۔ ابن ابی جمرہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے۔

◆ حضرت شریک کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آسمان دنیا میں دو نہریں دیکھیں۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''یہ نیل اور فرات کا عنصر ہے۔'' دوسرے محدثین کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان نہروں کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے ''ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ نے یہ دو نہریں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیگر نہروں کے ہمراہ دیکھیں پھر آسمان دنیا میں یہ دو نہریں دیکھیں عنصر سے مراد ان کا انتشار ہے۔

◆ ابونعیم اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ گمان کرتے ہو کہ شاید جنت کی نہریں زمین کو چیر کر بنائی گئی ہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ سطح زمین پر رواں ہیں۔''

◆ حارث نے اپنی سند میں اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت کعب الاحبار سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''شہد کی نہر دریائے نیل ہے۔ دودھ کی نہر دریائے دجلہ ہے۔ شراب کی نہر دریائے فرات ہے اور پانی کی نہر

دریائے سیحان ہے۔"

◆ ۴۰ "سدرہ پر سونے کی ٹڈیاں چھائی ہوئی تھیں۔" امام بیضاوی نے لکھا ہے کہ ٹڈیوں اور بستروں کا تذکرہ از روئے تمثیل ہے کیونکہ درخت کے اوپر کیڑے پتنگے گرتے رہتے ہیں۔ ان کی صفائی، پاکیزگی اور سفیدی کی وجہ سے انہیں سونے سے تشبیہ دی گئی ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے "شاید یہ حقیقت میں ہی سونے کی ہوں۔ رب تعالیٰ نے ان میں پرواز کا وصف پیدا کر دیا ہو۔ قدرت اس امر پر قادر ہے۔"

◆ ۴۱ "غفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر" امام سبکی نے لکھا ہے: "مراد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اس امر سے مشرف کر دیا ہے یعنی اگر آپ کے گناہ ہوتے تو انہیں معاف کر دیا جاتا لیکن آپ کے گناہ تو بالکل تھے ہی نہیں۔" الشیخ نے اپنی کتاب المحرر میں لکھا ہے کہ اس امر پر بارہ اقوال ہیں: امام سبکی نے پانچ اور الشیخ نے بقیہ کو فاسد قرار دیا ہے جو مقبول اقوال ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ علامہ قاضی نے الشفاء میں لکھا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ یوں کہیں:

وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ؕ (الاحقاف:۹)

ترجمہ: "اور میں (از خود یہ) نہیں جان سکتا کہ کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا جائے گا تمہارے ساتھ۔"

اس وقت کفار خوش ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح:۲)

ترجمہ: "تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔"

جبکہ اہلِ ایمان کے انجام کا تذکرہ دوسری کسی اور آیت طیبہ میں کیا۔ آیت طیبہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی بخشش کر دی گئی ہے کسی گناہ کی وجہ سے آپ کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اس اثر کو ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

قاضی نے لکھا ہے "اس جگہ المغفرۃ سے مراد عیوب سے پاکیزگی ہے۔" بعض محققین نے لکھا ہے کہ اس جگہ مغفرت، عصمت سے کنایہ ہے۔ یعنی آپ کو گزشتہ اور آئندہ عمر مبارک میں معصوم بنا دیا گیا ہے۔ یہ قول بہت عمدہ ہے۔ بلغاء نے قرآن پاک کے بلاغت کے اسالیب میں سے ایک اسلوب یہ بھی شمار کیا ہے کہ اس نے مغفرت، عفو اور توبہ سے کنایۃً تخفیفات مراد لیں ہیں۔ جیسے رات کے قیام کے منسوخ کرتے وقت فرمایا:

عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ ۔ (المزمل:۲۰)

ترجمہ: ''وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی۔''

آپ سے سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ دینے کو منسوخ کرتے وقت فرمایا:

فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ ۔ (المجادلۃ:۱۳)

ترجمہ: ''پس جب تم ایسا نہیں کر سکے تو اللہ نے تم پر نظر کرم فرمائی۔''

رمضان المبارک کی رات کو جماع کی حرمت کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا:

فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ وَعَفَا عَنۡكُمۡ ۚ فَالۡـٰٔنَ بَاشِرُوۡهُنَّ ۔ (البقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: ''پس اس نے نظر کرم فرمائی تم پر اور معاف کر دیا تمہیں سو اب تم ان سے ملو ملاؤ۔''

امام سبکی نے لکھا ہے: ''میں نے اس آیت طیبہ اس کے ماقبل اور مابعد میں غور وفکر کیا ہے۔ میں نے پایا ہے کہ یہ صرف ایک احتمال رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے مراد صرف آپ کو مشرف فرمانا ہے۔ حالانکہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔ لیکن ارادہ کیا گیا ہے کہ آیت طیبہ میں ان تمام نعمتوں کا تذکرہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کی ہیں۔ تمام اخروی نعمتیں دو امور میں منقسم ہیں۔ (۱) سلبیہ۔ اس سے مراد گناہوں کی معافی ہے۔ (۲) ثبوتیہ۔ یہ ان گنت ہیں۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

و يتم نعمته عليك۔ (البقرۃ:۱۸۷)

تمام دنیوی نعمتیں دو امور میں منقسم ہیں۔ (۱) دینیہ۔ ان کی طرف اپنے اس فرمان میں اشارہ کر دیا۔

وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ (الفتح:۲)

ترجمہ: ''اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر۔''

دنیویہ۔ اگر ان سے دین مقصود ہو تو وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ۝ (الفتح:۳)

ترجمہ: ''اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے۔''

اخروی نعمتوں کو دنیویہ نعمتوں پر مقدم کیا۔ تاکہ اہم نعمتیں مقدم ہو سکیں۔ اس سے یہ انتظام فرمایا کہ حضور نبی پاک ﷺ پر ہر قسم کی نعمتوں کی تکمیل ہو سکے۔'' اس معنی سے آگاہ ہو جانے کے بعد میں نے ابن عطیہ کا قول دیکھا۔ وہ بھی اسی کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اس حکم سے مشرف فرمانا۔ آپ کے گناہ تو

بالکل تھے ہی نہیں۔" انہیں صحیح مؤقف کی توفیق دی گئی ہے۔

- "ثم اخذ علی الکوثر حتی دخل الجنۃ" شیخ عزالدین نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک اس بات کی دلیل ہے کہ سدرۃ جنت میں داخل نہیں ہے۔ ابن ابی جمرہ نے اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ابن دحیۃ نے لکھا ہے: "ثم اس جگہ ترتیب کے لیے نہیں ہے جیسے کہ اس فرمان میں ہے:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (البلد:١٧)

ترجمہ: "پھر وہ ایمان والوں سے ہو۔"

یہ واؤ کی طرح جمع اور اشتراک کے لیے ہے۔ یہ اپنی اصل سے خارج ہے۔ فتح الصفا کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف ظاہر کے خلاف ہے۔

- بعض علماء نے قرض کے درہم کا اٹھارہ گنا اجر ہونے کی توجیہ میں لکھا ہے۔ قرض کا ایک درہم صدقہ کے دو دراہم کے برابر ہے۔ جبکہ صدقہ کے درہم کا اجر دس گنا ہے۔ قرضہ کا درہم قرض دینے والے کی طرف لوٹتا ہے۔ وہ دو درہم ہے اگر بیس دراہم سے دو دراہم نکال لیں تو باقی اٹھارہ دراہم بچ جاتے ہیں۔ میں نے علامہ نورالدین المحلی کو پڑھا۔ انہوں نے اصول میں اسی طرح لکھا تھا۔ پھر میں نے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول پڑھی۔ انہوں نے لکھا تھا: "اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ صدقہ دینے والے کو ایک درہم کا دس گنا اجر ملتا ہے۔ ایک درہم صدقہ کا دیا گیا اور بقیہ نو دراہم۔ یہ کل دس دراہم بنتے ہیں۔ قرض کے دراہم کو گنا گیا تو یہ اٹھارہ دراہم بن گئے۔ قرض کا ایک درہم شمار نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ قرض خواہ کی طرف واپس آجاتا ہے۔ اس طرح دگنا کرنے سے اٹھارہ درہم رہ جاتے ہیں۔ جبکہ صدقہ میں درہم واپس نہیں ہوتا تو دس ہوتے ہیں۔

- ابن دحیۃ نے لکھا ہے" آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی اس میں بہت زیادہ عزت و کرامت ہے کیونکہ آپ اپنی امت کو جنت خریدنے کے لیے کہتے تھے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبۃ:١١١)

ترجمہ: "یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمان داروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے

لیے جنت ہے۔لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں) میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اے ایمان والو!) خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور یہی تو سب سے بڑی فیروزمندی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو وہ جنت دکھادی جو آپ اپنی امت کو خریدنے کے لیے کہتے تھے۔تاکہ آپ اس کا مشاہدہ کرسکیں۔کیونکہ آپ لوگوں کو جنت کی طرف بلاتے تھے۔یہ وہ گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی ضیافت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا تاکہ آپ اس کی طرف دعوت دیں۔ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپ کو یہ دار دکھادے۔کثیر نعمتیں دکھادے۔تاکہ آپ پوری دلجمعی کے ساتھ دعوت دیں۔تاکہ آپ جان سکیں کہ ساری مخلوق اس میں سماسکتی ہے۔یہ پھر بھی نہیں بھرتی۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخلوق کو پیدا فرمادے۔جیسے روایت سے ثابت ہے۔یہ بھی احتمال ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو جنت اس لیے دکھائی ہو۔تاکہ اس کے مقابلہ میں آپ کو دنیا کی خست کا علم ہوسکے۔تاکہ آپ دنیا میں زیادہ زہد اختیار فرمائیں۔ مصائب پر زیادہ صبر کریں۔کہا جاتا ہے کہ وہ آزمائش کتنی عمدہ ہوتی ہے جو اپنے صاحب کو آسائش کی طرف لے جائے اور وہ نعمت کتنی بری ہوتی ہے جو اپنے صاحب کو آزمائش کی طرف لے جائے یہ بھی احتمال ہے کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہو جو بھی نعمت اور کرامت کسی اور کے لیے ہو وہ حضور ﷺ کے لیے بھی ضرور ہو۔حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے یہ نعمت تھی کہ انہیں روزِ قیامت سے قبل جنت میں داخل کردیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ نعمت اپنے حبیب اور نجی حضور اکرم ﷺ کے لیے بھی ہو۔

◆ ابن دحیہ نے لکھا ہے'' آپ کو آگ اس لیے دکھائی گئی تاکہ آپ روزِ حشر امن میں رہیں۔جب سارے انبیاء نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ہمارے نبی کریم ﷺ امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔یہ اس وقت ہے جب جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس سے امن عطا فرمادیا۔فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ۔ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو۔''

اس میں یہ حکمت کارفرما ہے تاکہ آپ اپنی امت کی شفاعت کے لیے فارغ ہوسکیں۔اگر وہ آپ کو امن عطا نہ فرماتا تو آپ بھی دیگر انبیاء کی طرح اپنے نفس میں مشغول ہوتے۔کیونکہ انہوں نے روزِ قیامت سے قبل اس میں

کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ اسے دیکھیں گے تو گھبرا جائیں گے۔ اس کی وجہ سے ان کی زبانیں شفاعت سے رک جائیں گی۔ ان کے نفوس اپنی امت سے مشغول ہو جائیں گے۔ جبکہ آپ نے اس سے قبل آگ کو دیکھا ہوگا۔ آپ اس طرح نہیں گھبرائیں گے جس طرح دیگر انبیاء گھبرا جائیں گے۔ آپ خطبہ پر قادر ہوں گے۔ اس سے مراد مقام محمود ہے۔ کیونکہ کفار آپ کی تکذیب کرتے تھے آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ آپ کو بہت زیادہ ستاتے تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ آگ دکھادی جو اس نے کفار کے لیے تیار کر رکھی تھی۔ تاکہ آپ کے قلب انور کو تسلی ہو سکے۔ یہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس کے دشمن رسوا ہوں اور ان سے انتقام لینے سے اس کے دل کو سکون ملے۔ وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ دوستوں کی شفاعت قبول کر کے اس کے دل کو خوش کیا جائے۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر احسان ہو کہ وہ آپ کی برکت اور شفاعت سے اہل ایمان کو آتش دوزخ سے بچا لے۔

- آپ نے کسی فرشتے کو اس شکل میں نہیں دیکھا جس میں وہ لوگ آخرت میں اسے دیکھیں گے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ اگر آپ اسے اس شکل میں دیکھ لیتے تو آپ اسے نہ دیکھ سکتے۔
- الطیبی نے لکھا ہے: ''مالک نے حضور اکرم ﷺ کو پہلے سلام کیا تاکہ آپ کا خوف زائل ہو سکے۔ حالانکہ دیگر انبیاء کو پہلے آپ نے سلام کیا تھا۔''
- روایت ہے کہ آپ آگ کے خازن کے علاوہ جس فرشتے سے بھی ملے وہ آپ سے مسکراتا ہوا ملا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تو آپ سے قبل اور نہ ہی آپ کے بعد کسی سے مسکراتے ہوئے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ (التحریم:٦)

ترجمہ: ''اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو سخت مزاج ہیں۔''

یہ فرشتے رب تعالیٰ کے غضب پر مؤکل ہے۔ یہ غضب ان سے کبھی بھی زائل نہیں ہوتا۔ یہ روایت اس روایت کے معارض ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے کبھی بھی میکائیل کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' حضرت جبرائیل نے عرض کی: ''جب سے آگ کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ مسکرائے نہیں۔'' یہ روایت اس روایت کے معارض ہے جسے دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں مسکرائے۔ اس کے بارے آپ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے حضرت میکائیل کو قوم کی جستجو میں دیکھا ان کے پروں پر غبار تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے میں انہیں دیکھ کر مسکرایا۔'' امام سہیلی نے لکھا ہے'' جب دونوں روایات صحیح ہیں تو انہیں اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت میکائیل اس وقت سے نہ مسکرائے جب سے

آگ کو پیدا کیا گیا۔ مگر اس وقت وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے مسکرائے۔ یہ روایت عام ہو گی جس سے خصوص مراد لیا گیا ہے۔ یا حضور اکرم ﷺ نے پہلی حدیث دوسری حدیث سے پہلے بیان کی ہو۔ پھر ان کے مسکرانے کی بات کی۔"

◆ ۹ ساتویں معراج جس میں آپ نے اقلام کے چلنے کی آواز سنی تھی اس میں مناسبت یہ ہے کہ ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک ہوا تھا۔ اس میں حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے شام کی طرف تشریف لے گئے۔ اس میں تیس ہزار صحابہ کرام نے شرکت کی۔ آپ نے اس غزوہ کو مخفی نہ رکھا۔ بلکہ اعلان فرمایا تاکہ صحابہ کرام اس کے لیے تیاری کر لیں۔ آپ نے تیاری میں مکمل کوشش کی۔ نہ تو جنگ کی نوبت آئی نہ ہی آپ نے کوئی شہر فتح کیا کیونکہ ابھی تک شام کی فتح کا وقت نہیں آیا تھا۔ عزم تقدیر کی وجہ سے منسوخ ہو گیا۔ قلم خشک ہو گیا۔ آپ مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔ مسلمانوں پر وقار تھا۔ سکون تھا۔ ان پر اضطراب نہ تھا۔

◆ ۱۰ خریف الاقلام سے مراد اقلام کی حرکت ہے۔ ملائکہ ان اقلام کو حرکت دے کر رب تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی وحی لکھتے ہیں۔ یا وہ چیز لکھتے ہیں جسے لوح محفوظ سے منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ یا جسے رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے لکھا جائے اور جس امر کو وہ چاہتا ہے کہ اسے اٹھا دیا جائے۔ اس میں اہل السنۃ کے لیے دلیل ہے کہ یہ صحیح موقف ہے کہ وحی اور مقادیر کو ان اقلام سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے جن کی کیفیت سے صرف اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح آیات طیبہ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جو کچھ اس ضمن میں ہے اسے اس کے ظاہر پر رکھا جائے گا۔ لیکن اس کی کیفیت اور جنس سے صرف اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔ یا وہ آگاہ ہے جسے وہ آگاہ کرتا ہے مثلاً اس کے ملائکہ اور رسل عظام۔ جو صرف کمزور ایمان والا ہے وہ اس کی تاویل کرتا ہے اور حیلہ جوئی کرتا ہے۔ کیونکہ شریعت مطہرۃ میں اس کا تذکرہ ہے۔ عقل کی دلیل اس کے مابین حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہتا ہے وہ حکم کرتا ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کو عیاں کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے اپنے غیب کا اظہار کر دیتا ہے ورنہ وہ کتابت اور یاد کرانے سے مستغنی ہے۔

◆ ۱۱ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ اقلام تقادیر لکھتی ہیں۔ تقدیر پہلے سے لکھی جا چکی ہے کتابت حادث ہے۔ روایت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لوح محفوظ کو اس کی کتابت سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل قلم خشک ہو چکا ہے۔ یہ کتاب ملائکہ کے صحیفوں تک محدود ہے۔ جیسے وہ فروع جنہیں اصل سے منسوخ کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ محو اور اثبات بھی ہے جس کا ذکر آثار میں ہے۔ وہ اصل لوح محفوظ جس سے لوح پر لکھا جاتا ہے وہ قدیمی علم غیب ہے جو ازل سے قدیم ہے۔ اس میں محو و اثبات نہیں ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ مد

لوح ہے نہ قلم۔آپ نے اقلام چلنے کی آواز سنی۔اس میں یہ حکمت ہے کہ آپ کو قلموں کے خشک ہو جانے پر اطمینان ہو جائے حتیٰ کہ آپ امور کو تقدیر کے سپرد کر دیں سبب کے سپرد نہ کریں۔حتیٰ کہ سبب پر تعبد کی رو سے بحث کی جاتی ہے نہ کہ تعوذ کی رو سے۔اسی سے توکل مکمل ہوتا ہے۔اسباب کے اختلاف کے وقت اسی سے اضطراب میں سکون آتا ہے۔امام قرطبی نے لکھا ہے:"جن اقلام کی اس جگہ توصیف کی گئی ہے ان کی اصل وہ قلم ہے جس کی قسم رب تعالیٰ نے اس فرمان میں کھائی ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿١﴾ (القلم:١)

ترجمہ: "قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں"۔

یہ القلم جنس کے لیے ہوگا۔

◆ دسویں معراج جو رفرف ہے۔جب آپ نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی۔حریم ناز میں حاضر ہوئے۔مقام انس پر فائز ہوئے۔حجابات اٹھا دیئے گئے۔آپ نے خطاب سنا آپ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔یہ صورت کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنی کے اعتبار سے ہے۔اس میں مناسبت یہ ہے کہ ہجرت کے دسویں سال دو ملاقاتیں جمع ہوئیں۔(۱) بیت اللہ سے ملاقات، بیت اللہ کا حج، وقوف عرفہ، تکمیل دین اور مسلمانوں پر نعمتوں کی تکمیل۔(۲) اس میں آپ کا وصال ہوا۔رب تعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔آپ دار فناء سے دار بقاء کی طرف تشریف لے گئے۔اپنی روح کریمہ کے ساتھ مقعد صدق کی طرف تشریف لے گئے۔حق کے وعدہ اور وسیلہ کی طرف تشریف لے گئے۔یہ ایک بلند منصب ہے جو صرف ایک عبد کریم کے لیے مختص ہے۔وہ عبد کریم حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے۔صحیح روایت میں ہے کہ آپ سے وسیلہ کے بارے پوچھا گیا۔آپ نے فرمایا:"یہ جنت میں ایک منصب ہے جس پر رب تعالیٰ کا ایک بندۂ خاص فائز ہوگا۔مجھے امید ہے کہ وہ عبد خاص میں ہی ہوں گا" آپ کی امید پوری ہوگی۔آپ کے دل اقدس کو یہ توفیق ملے گی۔

◆ ابن دحیہ نے لکھا ہے حضور کریم ﷺ کو دیدار اور کلام الٰہی کے لیے مختص کیا گیا کیونکہ آپ روز حشر کے شفیع ہیں۔رب تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی اس مقام پر فائز کر دیا تاکہ اس روز آپ پر اس طرح خوف طاری نہ ہو جس طرح دیگر انبیاء پر طاری ہوگا۔رب تعالیٰ نے چاہا کہ آپ سے انقباض دور ہو جائے تاکہ آپ مقام محمود پر فائز ہو سکیں۔رب تعالیٰ نے اس سے قبل ہی آپ کو اپنا دیدار کرا دیا اور کلام الٰہی سے بلند منصب پر فائز کر دیا۔

◆ رب تعالیٰ نے فرمایا:"میں نے آپ کو سورۃ البقرۃ کا آخر اپنے عرش کے نیچے خزانہ سے عطا کیا ہے.....توربشتی نے

لکھا ہے: "اعطی کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپ پر نازل ہوا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ التجاء قبول کر لی گئی:

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾ (البقرہ:۲۸۶)

ترجمہ: "ہم طالب ہیں تیری بخشش کے اے ہمارے رب! اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے ذمہ داری نہیں ڈالتا اللہ تعالیٰ کسی شخص پر مگر جتنی طاقت ہو اس کی اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو (برا عمل) اس نے کمایا اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا خطا کر بیٹھیں اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اے ہمارے پروردگار نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر تو ہی ہمارا دوست (اور مددگار) ہے تو مدد فرما ہماری قوم کفار پر۔"

الطیبی نے لکھا ہے "اس کلام میں یہ اشارہ ہے کہ اعطاء، انزال کے بعد ہو۔ اس سے مراد دعا کا قبول ہونا ہے یہ طلب سے مسبوق ہے۔ کیونکہ یہ سورت طیبہ مکہ میں نازل ہوئی اور معراج بھی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس کا تعلق اس آیت طیبہ سے ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ (النجم:۳)

ترجمہ: "اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔"

اسے اعطاء اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اس کو کنز تحت العرش سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے سورۃ البقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں۔ یہ مجھ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔"

◆ شب معراج میں نماز فرض کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو اس رات آپ نے ملائکہ کی عبادت ملاحظہ فرمائی۔ ان میں بعض کھڑے تھے وہ بیٹھے نہیں تھے۔ بعض رکوع میں تھے وہ سجدہ نہیں کرتے تھے۔ بعض سجدہ میں تھے وہ قعدہ نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ایک رکعت

میں یہ ساری عبادات جمع کر دیں، جسے ایک بندہ پورے خلوص اور اطمینان سے اس کی شرائط سے پڑھتا ہے۔

◆ نیز اس رات میں یہ عبادت فرض کرنے میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک عظیم الشان عبادت ہے اس لیے اسے بلاواسطہ فرض کیا گیا۔ امام سہیلی لکھتے ہیں: "نمازوں کو آپ پر حریم ناز میں فرض کیا گیا تا کہ ان کی فضیلت آشکارا ہو سکے۔ کیونکہ یہ درگاہِ قدسیہ میں فرض ہوئیں۔ لہٰذا ان کے لیے پاکیزگی ہونا بہت ضروری ہے۔ ان کے لیے یہ شرط ہے۔ ان میں رب تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے۔ رب تعالیٰ بندے سے ہمکلام ہوتا ہے۔ فرماتا ہے: "میرے بندے نے میری حمد بیان کی ہے۔ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے۔ حریم ناز میں ان کے فرض ہونے میں یہی مشابہت ہے۔ کیونکہ وہاں آپ نے اپنے رب کا کلام سنا۔ اس سے مناجات کیں۔ آپ کے ظاہر اور باطن کو آبِ زمزم سے دھو کر آپ کو سیر کرائی گئی۔ اسی طرح نمازی بھی طہارت حاصل کرتا ہے۔ حضور سیاح لامکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسد اطہر کے ساتھ اس دنیا سے نکل گئے۔ اس وقت نمازی پر بھی رب تعالیٰ سے مناجات کرنے اور قبلہ رو ہو جانے کے علاوہ ہر چیز حرام ہو جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ اسی طرح نمازی بھی اپنے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھاتا ہے۔ اس میں بیت المعمور کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں معبود برحق کی طرف اشارہ ہے جس سے نمازی سرگوشی کر رہا ہوتا ہے جس کے لیے وہ نماز ادا کر رہا ہوتا ہے۔

◆ "میں نے آپ سے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔" حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت مالک بن صعصعۃ کی روایت میں دس نمازوں کا ذکر ہے۔ حضرت شریک کی روایت میں "شطرھا" کا تذکرہ ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں: "اس سے مراد ہے کہ بعض نمازیں کم کر دی گئیں۔ بار بار حریم ناز میں جانے پر نمازیں کم ہوتی گئیں۔ یہ روایت حضرت ثابت کی روایت کے مخالف نہیں ہے۔" الحافظ لکھتے ہیں: "اسی طرح دس نمازوں کا ذکر ہے گویا کہ دو بار حریم ناز میں جانے سے دس نمازیں کم ہو گئیں۔ اور پانچ بار جانے سے شطر نمازیں کم ہو گئیں۔ شطر سے مراد بعض ہے۔ حضرت ثابت کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی تھی۔ یہ زیادتی معتمد ہے باقی روایات کو اسی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ امام بیہقی اور امام ابن خزیمہ نے حضرت ابن صعصعۃ سے جو روایت نقل کی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ میں حضرت کلیم اللہ اور رب تعالیٰ کے مابین آتا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھ سے پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی گئیں۔" ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ شطر کا لفظ اعم ہے۔ تا کہ یہ شعور نہ ملے کہ یہ نمازیں ایک ہی بار کم کر دیں گئیں۔

◆ ابو طالب جمحی نے اپنی کتاب "التحیات" میں لکھا ہے "ہر قوم کا سلام کرنے کا اپنا انداز تھا۔ اہلِ عرب کا سلام "السلام" تھا۔ کسریٰ کا سلام اس کے سامنے سجدہ کرنا تھا۔ زمین چومنا تھا۔ اہلِ فارس کا سلام بادشاہ کے سامنے ہاتھوں کو زمین پر پھینکنا تھا۔ حبشہ کا سلام بادشاہوں کے سامنے ہاتھ سینے پر رکھنا تھا۔ اہلِ روم کا سلام سر جھکا کر سر ننگا کرنا تھا۔ اہلِ نوبہ کا سلام ہاتھوں سے دعا کا اشارہ کرنا تھا۔ اہلِ بجا کا سلام یہ تھا کہ آنے والا بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا تھا۔ اگر وہ خدمت تک پہنچ جاتا تو ہاتھ اٹھا کر بار بار ہاتھ رکھتا۔ یہ سارے انداز اس نماز میں شامل ہیں جو مالک الملوک کے سامنے ادا کی جاتی ہے۔ اس لیے نماز کے آخر میں کہا جاتا ہے "التحیات لِلّٰہ" یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سارے التحیات کی مستحق وہی ذات ہے۔

◆ حضرت انس نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔" حضرت ثابت نے حضرت انس سے روایت لکھی ہے "ہر شب و روز میں مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔" کہا جا سکتا ہے کہ دوسری روایت اختصار کے لیے ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے اللہ نے فرمایا: "میں نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ آپ پر فرض کا ذکر آپ کی امت پر فرض کو متلزم ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس بھی ہے الا یہ کہ وہ آپ کی خصوصیت ہو۔

◆ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے "حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کی تخفیف کے بارے گفتگو نہ کی۔ کیونکہ مقام خلت رضا اور تسلیم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح کلام کرنا اس منصب کے منافی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے کلیم کو ادلال اور انبساط عطا کیا جاتا ہے۔" امام قرطبی نے لکھا ہے: "اس مقصد کے لیے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو اس لیے مختص کیا گیا کیونکہ ان کی امت کو نماز کا اس طرح مکلف بنایا گیا کہ اس طرح کسی اور امت کو مکلف نہیں بنایا گیا۔ انہیں یہ بوجھ گراں لگا۔ حضرت کلیم اللہ نے امت محمدیہ پر شفقت فرمائی۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا یہ قول بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے "میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔" بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شاید اس میں حکمت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نبی نہیں جس کے پیروکار حضرت موسیٰ سے زیادہ ہوں۔ نہ ہی کسی کو اتنی بڑی کتاب دی گئی نہ ہی کسی کی کتاب میں اتنے جامع احکام تھے۔ اس اعتبار سے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ مناسب تھا کہ وہ تمنا کرتے کہ آپ پر بھی وہی انعام ہو جو ان پر ہوا تھا۔ وہ اس کے زوال کا ارادہ نہ کرتے۔ یہ بھی مناسب تھا کہ وہ آپ کو اس امر سے آگاہ کرتے جو ان کے لیے واقع ہوا تھا۔ اور اس کے بارے خلوص کا اظہار کرتے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جب ابتداء میں حضرت موسیٰ نے جو خواہش کی اس کا تدارک انہوں نے خلوص اور شفقت کا اظہار کر

کے کیا ہو۔تاکہ ابتداء میں جو کچھ ہوا تھا اس کے غلط وہم پیدا نہ ہو سکے۔صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔"

امام قرطبی لکھتے ہیں:"جس شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ نے نیچے آتے وقت سب سے پہلے حضرت موسیٰ سے ملاقات کی۔یہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن صعصعۃ کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں چھٹے آسمان پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔"

یہ روایت حضرت شریک کی اس روایت سے قوی ہے جس میں ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔الحافظ لکھتے ہیں:"اگر ہم یوں کہیں کہ آپ نے جاتی دفعہ حضرت موسیٰ کو چھٹے اور واپسی پر ساتویں آسمان پر دیکھا تو یہ اشکال دور ہو سکتا ہے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے"حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اس امت پر خصوصی شفقت کی تھی۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت اصرار کیا تھا کہ وہ اس امت کے لیے شفاعت فرمائیں۔تخفیف کے لیے التجاء کریں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہیں وادیٔ سینا کے مغربی کنارے پر الواح عنایت ہوئیں تو انہوں نے ان میں امت مرحومہ کی صفات پڑھیں۔انہوں نے کہا:"میں نے الواح میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے۔جو ان صفات کی حامل ہے۔مولا! اسے میری اُمت بنا دے۔"آپ سے فرمایا گیا:"وہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔"اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:"مولا! پھر مجھے ان کی امت میں سے بنا دے۔"ان کی اس امت پر یہ خصوصی شفقت اسی لیے تھی۔

٥١ حضرت موسیٰ نے آپ سے عرض کی:"میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں۔"یہ اس امر کی دلیل ہے کہ تجربہ کا علم علوم پر زائد ہوتا ہے۔یہ علوم کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتا یہ صرف تجربہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم سارے لوگوں سے زیادہ ہے سارے لوگوں سے افضل ہیں آپ اسی وقت ہی حریم ناز میں اس سے ملاقات کر کے آئے۔اس جگہ جلوہ افروز ہوئے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی نبی مرسل فائز ہو سکا۔اس فضل و کرم کے باوجود حضرت موسیٰ نے آپ سے عرض کی:"میں لوگوں کے بارے آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔"اس کا سبب بھی ذکر کر دیا کہ انہوں نے بنو اسرائیل کو خوب آزمایا تھا۔انہوں نے بتا دیا کہ اس علم کا دارومدار تجربہ پر ہے۔وہ ان کے پاس زیادہ ہے۔"

٥٢ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ساتھ کسی امر کا جو معمول بنا ہوا ہو اسے کسی دوسری چیز پر لاگو کرنے کی بھی اس میں دلیل ہے۔کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے بارے یہ فیصلہ دیا تھا کہ یہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔اس کے ثبوت کے لیے انہوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے تجربہ کا تذکرہ کیا وہ قوم بعد میں آنے والی قوم سے زیادہ

قوی اور مضبوط تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

كَانُوٓا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الۡاَرۡضَ وَعَمَرُوۡهَاۤ اَكۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوۡهَا۔ (الروم:۹)

ترجمہ: ''وہ زیادہ تھے ان سے زور میں اور انہوں نے خوب ہل چلائے زمین میں اور انہوں نے اسے آباد کیا اس سے زیادہ جتنا انہوں نے اسے آباد کیا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ جو بوجھ قوی نہ اٹھا سکا اسے کمزور بدرجہ اولیٰ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بات معمول کے رواں کرنے میں حکمت کے اثر سے محکم ہے۔ جبکہ قدرت اس پر قادر ہے کہ کمزور سے وہ بوجھ اٹھوا دے جو قوی نہ اٹھا سکے۔ روایت ہے کہ بنو اسرائیل پر دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کو فرض تھیں مگر وہ یہ بوجھ نہ اٹھا سکے تھے۔

◆ اس امت کے لیے تخفیف کرانا اس امر کی دلیل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر تشریف لے گئے تھے تو جو حضرت کلیم اللہ کا رونا اسی وجہ سے تھا جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہوتا تو وہ اس وقت بھی روتے جب آپ واپس تشریف لائے تھے یا خاموش رہتے۔ بلکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور خلوص کے اظہار کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ان عطیات میں سے ایک عطیہ تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص تھے۔ انہوں نے اس امت پر تخفیف کرنے پر تعرض کیا تھا۔ یہ عطیہ بالکل اپنی درست جگہ پر عیاں ہوا۔ کیونکہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ آپ نے اس بارے گفتگو کی تو آپ کی ضرورت کو پورا کر دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے التجاء قبول کر لی۔ نماز پچاس سے کم ہو کر پانچ رہ گئیں۔ فضل و کرم کا اضافہ ہو گیا۔ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے اس امت سے ان نمازوں کے فرض کو زائل کر دیا لیکن فضل و احسان کرتے ہوئے ان کا ثواب باقی رکھا۔

◆ ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے کہ اس روایت میں صوفیائے کرام کے اس فرمان کی دلیل ہے کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ کیونکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس ضمن میں کوئی گفتگو نہ کی کیونکہ ان کا مقام بلند تھا اگر وہ یہ بات کرتے تو یہ ان کے بلند مقام کے زیبا نہ ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ گفتگو کی جو ان کے مقام کے ساتھ مختص تھی۔ ہر ایک کا خاص مقام تھا جس سے اس نے تجاوز نہ کیا۔

◆ ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی بار بار ملاقات میں کئی فوائد ہیں۔ (۱) ایک ہی داستان میں شفاعت کا تکرار تا کہ شافع کا مقصود پورا ہو سکے۔ (۲) جب معاملہ اصرار کی حد تک پہنچ جائے تو اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے (۳) اس امر کی تعظیم جس پر قدرت نہ ہو (۴) ناصح مشیر کی طرف رجوع کرنا۔ (۵) شافع مشفوع لہ کی طلب پر توقف نہ کرے (۵) اگر عذر ہو تو شافع مشفوع لہ کے سامنے بیان کر دے (۶) شفاعت سے

روکا جائے اگرچہ وہ شخص اس میں شامل بھی ہو۔

(۹۶) جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دسویں بار جانے کے لیے عرض کی تو آپ نہ گئے۔ اس کے دو اسباب ہیں: (۱) جب معاملہ اصرار کی حد تک پہنچ جائے تو اسے ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ (۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورِ فراست سے سمجھ لیا تھا کہ نمازیں اس سے کم نہ ہوں گی۔ آپ نے حیاء کی اور التجاء نہ کی۔ فراست کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے پانچ پانچ کی تخفیف کی۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اگر وہ آخری پانچ بھی تخفیف کر دیتا تو ساری نمازیں ختم ہو جاتیں۔ آپ یہ جانتے تھے کہ کسی نہ کسی وظیفہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا سوال کو ترک کر دیا۔ آپ کے لیے غیب منکشف ہوا کہ علم قدیم ان پانچ نمازوں کی بقاء کے ساتھ ہے لہٰذا وہ باقی رہیں۔ فراست نے سچ کہا۔ غور و فکر صحیح نتیجہ تک پہنچا۔ روایت ہے جب آپ دسویں بار حریم ناز میں جانے سے رک گئے تو منادی نے ندا دی: ''میں نے اپنا فریضہ لاگو کر دیا ہے۔ اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔''

(۹۷) ابن دحیہ نے لکھا ہے'' آپ بار بار حریم ناز میں جاتے رہے کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ہر بار امر علی سبیل الالزام نہیں ہے۔ صرف آخری بار حکم الزام کے اعتبار سے تھا۔ جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ (ق:۲۹)

ترجمہ: ''میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔''

(۹۸) ابن ابی جمرۃ نے لکھا ہے'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دسویں بار تخفیف کے لیے نہ گئے۔ اس میں یہ دلیل ہے جب رب تعالیٰ کسی بندے کی سعادت مندی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا اختیار رب تعالیٰ کی رضا میں رکھ دیتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا اختیار اور ترجیح رب تعالیٰ کی رضا میں رکھ دی تھی۔ وہ پانچ نمازوں کی فرضیت ہے۔ یہ آپ کی تکریم اور رفعتِ شان کے لیے ہے۔ اگر آپ تخفیف کے لیے واپس جاتے لیکن تخفیف نہ کی جاتی تو آپ کا اختیار تقدیر کے مخالف ہوتا۔ جب آپ کو اختیار دیا گیا۔ اختیار میں آپ کی منشاء پوری کر دی گئی تو یہ وہی دلیل ہے جس سے ہم نے استدلال کیا ہے۔ یہ آپ کی رفعتِ شان ہے۔ آپ نے جب تخفیف کا ارادہ کیا تو آپ کی رضا پوری کر دی گئی ہر دو حالات، طلب یا عدم طلب میں آپ کا اختیار تقدیر کے موافق تھا۔ اس میں صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے لیے یہ دلیل بھی ہے کہ حال حامل ہوتا ہے محمول نہیں ہوتا۔'' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی امت پر شفقت کرنے کا حال وارد ہوا تو آپ نے تخفیف کے لیے جلدی کی کسی طرف نہ دیکھا۔ جب رب تعالیٰ سے حیاء کا حال وارد ہوا تو امت کے لیے توجہ نہ کی نہ ہی کسی چیز کی التجاء کی۔

(۹۹) اس حدیث پاک میں اس امر کی دلیل ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے (۱) وہ تقدیر جس کے بارے میں یہ مقدر ہے کہ وہ کسی واسطہ یا دعاء کی وجہ سے نافذ نہ ہو سکے گی۔ جیسے کہ اس جگہ پچاس نمازیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازوں کا حکم دیا۔ اس کا ارادہ سبقت لے گیا کہ ان کا نفاذ نہ ہو۔ رب تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو سبب بنا دیا۔ (۲) وہ تقدیر جن کا نفاذ مقدر ہو چکا ہے۔ کوئی لوٹانے والا اسے نہیں لوٹا سکتا۔ وہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے جب ان کا حکم دیا تو اس کا ارادہ سبقت لے گیا یہ نافذ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام نفع نہ دے سکا۔

(۱۰۰) ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنی ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔ (ق:۲۹)

ترجمہ: ''میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا۔''

اگر اس سے مراد یہ ہو کہ خبر تبدیل نہیں ہوتی تو پھر بات کو مطلق کیسے رکھا جاتا ہے کیونکہ احکام کی بات ہو رہی ہے۔ اسی لیے پچاس نمازوں کو پانچ میں تبدیل کیا۔ نسخ کا تبدیل ہونا باقی نہیں رہتا۔ اگر مراد یہ ہو کہ حکم تبدیل نہیں ہوتا تو یہ بات طے ہے کہ احکام میں نسخ جائز ہے۔ جیسے کہ نمازیں پانچ رہ گئیں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ کسی حکم کے بارے بتا دے کہ وہ ابدی ہے تو اس کی تبدیلی اور نسخ محال ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ خبر دی ہے کہ یہ ابدی ہے خبر تبدیل نہیں ہوتی نہ ہی اس کے بعد نسخ کی توقع ہو سکتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ملائکہ کی زبانوں سے یا ان کے صحیفے میں اس امت کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ انہیں ہر روز پچاس نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ جب نمازیں پانچ کر دیں تو ان کی تعداد کم ہو گئی لیکن اجر میں کمی نہ ہوئی کیونکہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ تعداد کے اعتبار سے پانچ نمازیں اور اجر کے اعتبار سے پچاس ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرح ہے: ''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے پھر شوال کے چھ روزے رکھے اس نے گویا کہ پورے سال کے روزے رکھے۔'' اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے چھتیس روزوں کو دس سے ضرب دیں تو یہ تین سو ساٹھ بنتے ہیں۔ ایک سال میں اتنے ہی دن ہوتے ہیں۔

نیز اس چیز کا اعتبار بھی کیا گیا نماز میں جس کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً وضو وغیرہ۔ اس کے لیے وہ کچھ پایا گیا جو دو ساعتوں اور ایک ساعت کے بعض حصہ میں جو کچھ آتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر امت مرحومہ پر پچاس

نمازیں برقرار رکھی جاتیں تو سارا دن اور ساری رات نماز کی ضروریات میں گزر جاتا کیونکہ ابتداء میں ہر نماز کے لیے وضوء ضروری تھا۔ پھر اسے مستحب قرار دیا گیا۔ گویا کہ اس امت کا ایک شخص ان پانچ نمازوں کی وجہ سے ہمہ وقت نماز میں رہتا ہے جیسے کہ رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا پورا سال روزہ سے رہتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں کی طرف کمی کا تعلق تبدیل القول سے نہیں بلکہ تبدیل تکلیف ہے۔ البتہ پانچ نمازوں کے بعد پچاس کی خبر دینا تبدیل اخبار ہے۔

(۱۰۱) ابو خطاب اور ابن منیر نے لکھا ہے کہ اہلِ سنت کا مذہب ہے کہ دخولِ وقت سے قبل، فعل کے تمکن سے قبل نسخ جائز ہے۔ اس میں معتزلہ سے اختلاف ہے۔ ہر گروہ نے اپنے قاعدے اور عقیدہ کے مطابق گفتگو کی ہے۔ اہلِ سنت کے نزدیک خلاف استطاعت مکلف بنانا جائز ہے۔ بلکہ یہ واقع ہوتا ہے کیونکہ سارے افعال اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں۔ بندہ کسی فعل کی تخلیق پر قدرت نہیں رکھتا۔ نہ ہی اس کی حفاظت کے لیے اس میں تاثیر پیدا کرنا ممکن ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴿۹۶﴾ (الصافات:۹۶)

ترجمہ: ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اس آیت طیبہ میں ''ما'' مصدریہ ہے لیکن اس ''ما'' کو موصولہ کہتے ہیں۔ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق کہتے ہیں ''انسان اپنے فعل کی تخلیق خود کرتا ہے۔ وہ اپنے اختیار اور استطاعت کے مطابق اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے۔ ان کے نزدیک خلافِ استطاعت پر تکلیف ساقط نہیں ہوتی۔ ان کے نزدیک تمکن سے قبل نسخ کا تصور بھی نہیں ہے۔ جیسے کہ اس کے قاعدہ کا تصور ہو سکتا ہے۔ لیکن اہلِ سنت کے نزدیک تمکن سے قبل نسخ جائز ہے۔ کیونکہ یہ واقع ہوا ہے۔ وقوع سے بڑھ کر اور اس کے جواز کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔

انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں۔ پھر اس میں تخفیف کر دی۔ اسے فدیہ سے منسوخ کر دیا حالانکہ وہ وقت نہیں گزرا تھا جس میں انہیں ذبح کیا جا سکتا تھا۔

اس دلیل سے معتزلہ مختلف مشکلات میں گر پڑے حتیٰ کہ انہوں نے حقائق کو خلط ملط کر دیا۔ اس کے مختلف جوابات دیے۔ بعض نے کہا: ''انہیں ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ خواب تھا۔ عالم بیداری میں نہ تھا۔ اس شخص کی عقل سے زیادہ کسی کی عقل زیادہ گمراہ نہیں جو یہ کہتا ہے کہ ایک واقعہ میں کسی نبی کو مغلوب کر لیا گیا۔ حالانکہ اس

واقعہ کاظہور اس نبی سے ہوا تھا۔اس نے ہی وہ فیصلہ کیا تھا۔اس سے ہی اس کا صدور ہوا تھا۔حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام نے کہا تھا۔

يَاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز (الصافات:۱۰۲)

ترجمہ: ''میرے پدر بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ حدیث پاک کا راوی اس کی تاویل اور تشریح کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔حتیٰ کہ اگر دو تاویلوں میں اختلاف ہو جائے تو ہم صاحب واقعہ کی تاویل کو معلوم کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کے بارے سب سے زیادہ جانتا ہے۔حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام جو ایک پاکباز اور راست گو نبی تھے ان کی اس تاویل کو جسے رب تعالیٰ نے درست اور صحیح قرار دیا اس شخص کی تاویل سے کیسے مقدم نہیں کیا جائے گا جو بدعتی، گمراہ اور مبہوت ہے۔

بعض معتزلہ نے کہا ہے''یہ حکم ہے لیکن ابتدائی امور جیسے پکڑنا، باندھنا، لٹانا اور چھری پکڑنے کے بارے حکم ہے۔ لیکن یہ دلیل بھی سابقہ دلیل کی طرح بے سرو پا ہے۔جیسے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ۔ (الصافات:۱۰۲)

ترجمہ: ''میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔''

انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہیں لٹا رہا ہوں۔نیز یہ کہ یہ مقدمات''لا'' کے ساتھ نہیں ہیں۔خصوصاً حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے حق میں۔کیونکہ انہیں علم تھا کہ مقصد صرف اس طرح حاصل نہ ہوگا جس طرح کہ اس طرح لٹانا جیسے ذبح کے لیے نہیں لٹایا جاتا۔یہ صحیح رستہ سے پہلوتہی ہے۔اور سرکشی اور عناد کی طرف رجحان ہے۔

بعض معتزلہ کہتے ہیں:''انہیں ذبح کا حکم دیا گیا تھا۔انہوں نے یوں کر بھی دکھایا تھا۔لیکن چھری الٹی ہوگئی اور اس نے نہ کاٹا۔یا حضرت ذبیح اللہ کی گردن لوہے کی بن گئی۔یہ بھی بے تکی دلیل ہے۔اس کا لب لباب یہ ہے کہ اندازے سے نقل کرنا بھی کذب ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ وہ ذبح ہو گئے تھے۔پھر زخم بھر گیا تھا۔یہ مؤقف بھی عقل اور نقل کے خلاف ہے۔اگر معاملہ اس طرح ہوتا تو آیت طیبہ میں یوں کہنے پر اقتصار نہ کیا جاتا:

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ (الصافات:۱۰۳)

ترجمہ: ''اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔''

نیز ذبح کے ذکر میں زیادہ آزمائش ہے اور فدیہ کا فائدہ ساقط ہو جاتا ہے۔مذکورہ بالا تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تمکن سے قبل نسخ جائز ہے۔شب معراج کی داستان سے اس کی تردید کرنا ممکن نہیں ہے۔کیونکہ اس میں

کوئی خفاء نہیں ہے کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اور آپ کی امت پچاس نمازیں پڑھیں پھر نماز کا وقت ہونے سے قبل اسے منسوخ کر دیا گیا جسے منسوخ کر دیا گیا۔

امام سہیلی لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں فرض کیں پھر دس دس کی کمی کر کے صرف پانچ کو باقی رکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ پانچ پانچ کی کمی کی گئی۔ ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کیونکہ پانچ بھی دس میں شامل ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اسے نسخ کہیں گے یا نہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ اس کا تعلق عمل سے قبل عبادت کے نسخ سے ہے۔ لیکن ابوجعفر النحاس نے اس کا رد کیا ہے۔ انہوں نے اس رد کی بنیاد دو ستونوں پر رکھی ہے۔ ان کا اصول اور نقطۂ نظر یہ ہے کہ عبادات ان پر عمل پیرا ہونے سے قبل منسوخ نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ البداء ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی ذات پر محال ہے۔ (۲) اگر بعض کے نزدیک عبادت کا اس پر عمل پیرا ہونے سے قبل نسخ جائز بھی ہو۔ پھر بھی کسی کے نزدیک اس کا نسخ زمین پر پہنچنے سے قبل اور مخاطبین سے پہنچنے سے پہلے جائز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نسخ کا یہ دعویٰ علامہ قاشانی اور ان کے ہم نوا علماء نے کیا ہے۔ تاکہ ان کا موقف درست ثابت ہو جائے کہ بیان مؤخر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ تو ایک شفاعت تھی جو حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے کی تھی۔ یہ اپنے پروردگار سے ایک التجا تھی کہ وہ اس امت مرحومہ سے تخفیف کرے۔ اس لیے اسے نسخ نہیں کہا جاسکتا۔

لیکن علامہ ابوجعفر النحاس کا یہ مؤقف درست نہیں ہے کہ عبادات کا نسخ ان پر عمل پیرا ہونے سے قبل نہیں ہوسکتا۔ ان کا اسے البداء کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ بداء کی حقیقت یہ ہے کہ کسی آمر کے لیے ایک حقیقت ظاہر جو اسے درست معلوم ہو۔ حالانکہ اسے پہلے اس میں کوئی صحت نظر نہ آتی تھی۔ یہ اس ذات پاک کے لیے محال ہے جو اشیاء کو علم قدیمی اور علم ازلی سے جانتی ہے۔ اس میں نسخ نامی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ نسخ تو ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ذاتِ باری تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ اس کی حکمت کے تقاضا کے مطابق ہوتا ہے۔ جس طرح کہ مرض کو صحت اور صحت کو مرض میں تبدیل کرنا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبد مامور پر جب کوئی حکم لاگو ہوتا ہے تو اس کے لیے تین امور کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ (۱) اس کام کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ (۲) حکم سنتے وقت اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم۔ (۳) اگر وہ حکم واجب ہو تو اس کے وجوب کا عقیدہ رکھنا۔ اگر فعل سے قبل ہی منسوخ کر دیا جائے تو اس طرح صرف دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ عزم اور وجوب کا اعتقاد۔ اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ ہے بندہ اپنی آزمائش اور امتحان میں پورا اترتا ہے۔ اسے اس کی نیت کے مطابق اجر و ثواب دیا جاتا ہے بلاشبہ امر کا نسخ اس کے نزول سے پہلے جائز نہیں نہ ہی مخاطب کے علم سے پہلے جائز ہے۔ جس نسخ کا ذکر علامہ نحاس

نے کیا ہے وہ نسخ کی حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عبادت جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ ہمارے نزدیک حضور اکرم ﷺ اور آپ کی امت مرحومہ سے پینتالیس نمازوں کا ختم ہو جانا دو اعتبار میں سے ایک لحاظ سے ہے۔ (۱) یا تو حضور ﷺ سے ان کی ادائیگی منسوخ ہو گی۔ اس طرح آپ سے عزم اور وجوب کا اعتقاد رکھنا بھی ختم ہو جائے گا۔ یہی حقیقت میں نسخ ہے۔ اس سے اس کی تبلیغ بھی آپ سے منسوخ ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ ہر اس چیز کی تبلیغ پر حریص تھے جس کا آپ کو حکم دیا جاتا۔ ابو جعفر نحاس کا یہ قول کہ یہ ایک سفارش اور شفاعت تھی اس سے نسخ کی نفی ہو جاتی ہے۔ درست نہیں کیونکہ نسخ کبھی کبھی ایک مشہور سبب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی شفاعت ہی آپ کے لیے نسخ کا سبب بنی۔ یہ حقیقت میں نسخ کو باطل کرنے والی نہیں۔ صرف اس تبلیغ کا حکم آپ سے منسوخ ہوا ہے۔ جو نسخ سے قبل آپ پر واجب تھی۔ پانچ نمازوں کا حکم دینا آپ کے خواص میں سے ہے۔ جہاں تک آپ کی امت کا تعلق ہے تو اس سے کوئی حکم منسوخ ہی نہیں ہوا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اس سے صرف خبر دینا مقصود ہو عبارت مقصود نہ ہو۔ اگر یہ صرف خبر ہو تو اس میں نسخ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے خبر کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو خبر دی کہ آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہیں یعنی وہ لوح محفوظ پر پچاس نمازیں ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا: ''یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ان کا اجر پچاس جتنا ہے۔ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ تاویل کی کہ بالفعل پچاس نمازیں فرض ہیں۔ پھر آپ بارگاہِ صمدیت میں جاتے رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ پچاس نمازیں ثواب کے اعتبار سے ہیں۔ عمل کے اعتبار سے نہیں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ از روئے خبر ہو از روئے عبادت نہ ہو۔ اگر یہ خبر ہو تو پھر اس میں نسخ کا عمل دخل نہیں ہے۔ خبر کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہو کہ آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوح محفوظ میں پچاس ہیں۔ جیسے کہ روایت کے آخر میں ہے۔ ''یہ پانچ پچاس ہی ہیں۔ ایک نیکی کا اجر و ثواب دس گنا ہے آپ نے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ یہ فضیلت کے اعتبار سے پچاس ہیں۔ آپ حریمِ ناز میں تشریف لے گئے حتیٰ کہ آپ کو بیان کر دیا گیا کہ یہ ثواب کے اعتبار سے پچاس ہیں نہ کہ عمل کے اعتبار سے۔

(۱۰۲) اس تفصیل سے عیاں ہو گیا ہے کہ فعل کا نسخ اس کے تمکن سے قبل جائز ہے۔ یہ آپ کے حق میں تو صحیح ہے۔ لیکن آپ کی امت کے حق میں صحیح نہیں۔ کیونکہ ابلاغ سے قبل نسخ محال ہے۔ کیونکہ تکلیف کے لیے شرط ہے کہ مکلف کو علم کے ساتھ تمکین حاصل ہو۔ جب اس کے لیے علم شرط نہ ہو تو ابلاغ سے قبل تکلیف کا نسخ اس کے تناقض میں سے ہے۔

ابن دحیہ لکھتے ہیں: ''آپ کی امت کے حق میں بھی نسخ صحیح ہے۔ کیونکہ اسلام ہر مسلمان پر لازم قرار دیتا ہے کہ اسلام کی فروعات اور دین کی ساری شرائع میں ان کی تفصیل کے ساتھ داخل ہو جائے ہر وہ شخص جو اپنی زندگی میں ایمان لے آیا وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ ابھی تک ایسے احکام تھے جن کا ابھی تک نزول نہیں ہوا تھا اور جو نہ ہی پوری طرح بیان کیے گئے تھے۔ ان میں سے بعض ایک اعتبار سے مجمل اور دوسرے اعتبار سے مبین نازل ہوئے تھے۔ بعض ابھی تک نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کا نزول بعد میں ہوا تھا۔ ایمان اور التزام تو سب کو شامل ہے جس طرح ابلاغ سے بعد نسخ جائز ہے اسی طرح ابلاغ سے قبل بھی نسخ جائز ہے۔ اکثر احکام پہلے مجمل واجب ہوئے بعض میں ضرورت کے وقت ان کی تفصیلات بیان کی گئیں۔ جیسے نماز اور زکوٰۃ۔ وجوب کی ابتداء میں ان کی تعداد اور تیاری کے متعلق نہ بتایا گیا۔ نہ ان کے اوقات نہ ہیئت اور نہ ہی شرائط کے بارے بتایا۔ ان اجمالات کے باوجود تکلیف برقرار تھی۔ کیونکہ التزام اول کے ساتھ ہی مکلف ان کے التزام پر داخل ہو گیا تھا خواہ وہ امر جیسا بھی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ سے اسلام کے بارے سوال کیا تھا'' تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم فرض نماز ادا کرو۔ فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج ادا کرو۔'' ان مجمل اور غیر مبین قواعد کی وجہ سے اس پر تکلیف مکمل ہو گئی۔

(۱۰۳) ابن دحیہ نے لکھا ہے ''جب تم علماء کو سنو کہ وہ فعل سے قبل نسخ پر گفتگو کر رہے ہوں تو جان لو کہ ان کا ارادہ ہے کہ یہ نسخ اس زمانہ کے گزرنے سے قبل ہو پہلے فعل کی وسعت رکھتا ہو۔ اسی میں اختلاف ہے۔ وہ ہر متفق علیہ نسخ کا فعل سے قبل کا ہی تصور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو ہو گیا وہ گزر گیا اس کی تکلیف ختم اور اس کا نسخ بھی ختم۔ اگر تم انہیں یوں کہتے ہوئے سنو: ''ابلاغ سے قبل تکلیف کا نسخ متعذر ہوتا ہے کیونکہ ابلاغ تکلیف کے لیے شرط ہے تو جان لو کہ ان کا ارادہ یہ ہے تکلیف کی تکمیل ہو۔ ابلاغ کے ساتھ یہی مشروط ہے ہمارے نزدیک اصل تکلیف اس پر موقوف نہیں ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ امر قدیمی ہے۔ وہ مامور کے وجود سے بھی پہلے محقق ہے چہ جائیکہ اسے اس کا ابلاغ ہو۔

(۱۰۴) بعض عارفین نے لکھا ہے: ''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں محبت متمکن ہو گئی ان کے لیے طور کے انوار روشن ہو گئے تاکہ وہ انہیں حاصل کر سکیں لیکن روک دیا گیا۔ جب انہیں ندا دی گئی انہیں منادی کا اشتیاق پیدا ہوا۔ وہ بنو اسرائیل میں یہ کہتے ہوئے گھوما کرتے تھے'' کون میرا بوجھ اٹھائے گا حتیٰ کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں۔'' ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اپنے حبیب کے ساتھ مناجات کو طول دے سکیں۔ جب شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا گزر ان کے پاس سے ہوا۔ تو انہوں نے آپ کو حریم ناز میں بھیجا تا کہ وہ بار بار حبیب کے حبیب کی زیارت سے شاد کام ہو سکیں۔" ایک عارف نے لکھا ہے "جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے دیدار کا سوال کیا تو ان کی یہ التجاء پوری نہ ہوئی۔ یہ شوق انہیں مضطرب رکھتا تھا۔ یہ امید ان کی آتش شوق کو بھڑکاتی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدار الٰہی نصیب ہوا ہے اور ان کے لیے فضیلت کا دروازہ کھلا ہے تو انہوں نے کثرت سے سوال کیا تا کہ اس ہستی کی زیارت کر لیں جس نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

واستفشق الارواح من نحو ارضکم — لعلّی اراکم او ازی من یراکم
و انشد من لاقیت عنکم عساکم — تجوودون لی بالعطف منکم عساکم
فانتم حیاتی ان حییت و ان امُتُ — فیا حبذا ان متُّ عبد هواکم

ترجمہ: "تمہاری سرزمین سے آنے والی ارواح کا میں مشتاق رہتا ہوں کہ شاید میں تمہیں دیکھ لوں یا انہیں دیکھوں جنہوں نے تمہاری زیارت کی ہو۔ میں جس سے ملاقات کرتا ہوں اسے تمہارے بارے پوچھتا ہوں کہ شاید تم مجھ پر بھی کرم نوازی کر دو۔ شاید! تم میری زندگی ہو۔ اگر میں زندہ رہوں۔ اگر میں مرجاؤں تو اگر میں تمہاری محبت کا غلام ہوں تو پھر یہ کتنی اچھی موت ہے۔"

ایک اور شاعر نے لکھا ہے:

و انمّا السِرُّ فی موسی یردّدہٗ — لیجتلی حسن لیلی حین یشھدہٗ
یبدہ سناھا علی وجه الرسول — فیا لله درّ رسول حین اشھد

ترجمہ: "حضرت موسیٰ نے آپ کو بار بار لوٹایا تا کہ وہ اپنے حبیب کا حسن پوری طرح دیکھ لیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر اس کا حسن عیاں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان کتنا کثیر تھا جب میں نے آپ کی زیارت کی۔"

ایک عارف نے لکھا ہے: "جب حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام قرب پر تشریف فرما ہوئے محبت کے جام گردش میں آئے جب واپس آئے تو "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪" (النجم: ۱۱) کا چاند چشمان مقدس کے مابین عیاں تھا۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ⑩ (النجم: ۱۰) کی بشارت نے آپ کے قلب انور اور مبارک کانوں کو بھر دیا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گذر آپ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے زبان حال سے آپ سے عرض کی:

یا واردًا من اھیل الحیّ یخبرنی — عن جیرتی شنّف الاسماع بالخبر
ناشدتك الله یا راوی حدیثھم — حدّث فقد ناب سمعی الیوم عن بصری

ترجمہ: "اے قبیلے کے ٹیلے پر اترنے والے مجھے میرے پڑوسیوں کے بارے بتاؤ ان کی خبر دے کر میرے کانوں کو محظوظ کرو۔ اے ان کی داستان بیان کرنے والے! ان کی حکایت شوق سناؤ۔ آج میرے کان میری بصارت کے نائب بن چکے ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے انہیں زبانِ حال سے فرمایا:

و لقد خلوت مع الحبیب و بیننا — سرّ ارق من النسیم اذا سری

و اباح طرفی نظرۃ املتھا — فغدوت معروفا و کنت منکرّاً

ترجمہ: "میں نے اپنے یار کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کی۔ ہمارے مابین ایک ایسا راز بھی ہے جو بادِ نسیم سے بھی زیادہ نرم اور رقیق ہے۔ جب وہ چلے۔ اس نے میری طرف نظر کرم کی۔ جس کی مجھے امید تھی۔ میں معروف ہو گیا حالانکہ پہلے میرا انکار کیا جاتا تھا۔"

(۱۰۵) آپ نے فرمایا: "جب میں واپس لوٹا تو یہ صدا دی گئی: "میں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا ہے۔ میں نے اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔" اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شبِ معراج بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی حاصل کیا تھا۔

(۱۰۶) حضرت شریک کی روایت کا ظاہر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے آپ سے عرض کی تھی: "آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نیچے تشریف لے جائیں۔" کیونکہ انہوں نے اس کے بعد آپ کا یہ فرمان نقل کیا ہے "میں نمازوں کی تخفیف کے لیے حریم ناز میں اتنی بار گیا ہوں کہ اب مجھے حیاء آتی ہے۔" لیکن صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ گذارش حضرت جبرائیل امین نے کی تھی داؤدی نے اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

(۱۰۷) امام سہیلی نے لکھا ہے "اگر یہ کہا جائے کہ اس پیالے سے پانی پینا کیسے مباح تھا جو کسی اور کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت تک نہ کفار کی املاک اور نہ ہی ان کے خون بہانے مباح ہوئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب کی عادت یہ تھی کہ وہ مسافروں کے لیے صرف پانی ہی نہیں بلکہ دودھ بھی مباح قرار دیتے تھے۔ وہ اپنے چرواہوں کو مقرر کرتے وقت یہ شرط عائد کرتے تھے کہ مسافر کو دودھ سے بھی منع نہ کریں۔ یہ تو پانی ہے۔ عرف کا حکم شریعت میں اصول ہوتا ہے۔ امام بخاری نے کتاب البیوع میں روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ہند بنت عتبہ سے کہا تھا: "بھلائی کے ساتھ اتنا لے لیا کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو۔"

ہمارے آئمہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے لیے کسی دوسرے کا کھانا اور پانی لینا حلال ہے۔ مالک کے لیے واجب

ہے کہ وہ اپنا کھانا اور پانی آپ پر قربان کر دے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: ''نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔''

(۱۰۸) سورج کے روک لینے کے معجزہ کا تذکرہ معجزات میں آئے گا۔

(۱۰۹) آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ میرے سامنے آ گئی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔'' امام احمد، امام نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قریش نے اس وقت مجھے کچھ اشیاء کے بارے پوچھا جو مجھے ثابت نہ تھیں۔ میں بہت زیادہ پریشان ہوا اتنا غمزدہ میں پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے مسجد کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ قریش مجھ سے جس چیز کے بارے بھی سوال کرتے میں اس کی طرف دیکھ کر انہیں بتا دیتا۔'' حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے عیاں کر دیا۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر لوگوں کو بتا رہا تھا: ''یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے مابین سے حجابات اٹھا دیے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے دیکھ لیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہو حتیٰ کہ آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ حضرت ابن عباس کی سابقہ روایت سے یہی عیاں ہوتا ہے۔ یہ زیادہ بلیغ معجزہ ہے۔ یہ محال نہیں ہے۔ بلقیس کا عرش آنکھ جھپکنے سے قبل حاضر کر دیا گیا تھا۔ حضرت ام ہانی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس میرے تصور میں آ گیا۔ میں قریش کو اس کی علامات بتانے لگا۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ شاید اس کی مثالی شکل آپ کے قریب کر دی گئی ہو جیسے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت اور آگ کو دیکھا۔'' روایت بھی ہے کہ اس کی مثال سامنے لائی گئی۔

(۱۱۰) حضرت شریک کی روایت دیگر روایات سے بارہ امور میں مخالف ہے:

① معراج بعثت سے قبل تھی۔ اس کا تفصیلی جواب گزر چکا ہے۔

② یہ معراج عالم نیند میں تھی۔ اس کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

③ انبیائے کرام کے مقامات آسمانوں پر تھے۔ یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ انہیں مقامات یاد ہی نہ رہے تھے۔ لیکن امام زہری نے بعض جگہوں میں ان کی موافقت کی ہے۔

④ سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا

ہے۔لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ ساتویں یا چھٹے آسمان پر ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۵ انہوں نے دونہروں میں بھی مخالفت کی ان سے مراد دریائے نیل اور فرات ہیں۔ان کا عنصر آسمان دنیا ہے۔ ان سے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ نہریں ساتویں آسمان میں ہیں۔یہ سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ہیں۔

۶ معراج کے وقت آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا۔دوسرے راوی کی روایت بھی ان کی موافقت کرتی ہے۔اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

۷ انہوں نے روایت کیا ہے کہ نہر کوثر آسمانِ دنیا پر ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ یہ جنت میں ہے۔

۸ انہوں نے الدنو المتدلی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت جبرائیل تھے۔خطابی نے لکھا ہے کہ اس کتاب (بخاری) میں اس سے عجیب تر اور کوئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ قریب ہوا۔پھر وہ اور قریب ہوا حتیٰ کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔اس امر کا تقاضا ہے کہ ان دونوں کے مابین مسافت کی حد بندی کی جائے۔ہر ایک مکان کو تمیز کی جائے۔پھر تدلی میں اس چیز کے ساتھ تشبیہ اور تمثیل ہے جس کا تعلق اوپر سے نیچے سے ہو۔جس تک روایت کا صرف یہ حصہ پہنچا ہے تو اس نے اس قصہ کے نہ تو اول کا اور نہ ہی آخر کا اعتبار کیا ہے۔ اس پر اس کی وجہ سے اور معانی مشتبہ ہو گئے ہیں یا تو اس نے حدیث پاک کا رد کر دیا ہے یا تشبیہ میں گر پڑا ہے۔یہ دونوں غلطیاں ہیں۔لیکن جس نے از اول تا آخر حدیث پاک کا اعتبار کیا ہے۔اس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے یہ خواب تھا کیونکہ آپ نے فرمایا: "وھو نائم... استیقظ" بعض روایات میں ضرب المثل بیان کی گئی ہے تا کہ انسان اس اعتبار سے حاصل کر سکے جس پر تعبیر کا معنی پھیرنا لازم ہو۔بعض خواب تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ مشاہدہ کی طرح ہوتے ہیں۔

الحافظ نے لکھا ہے: "صحیح مؤقف وہی ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے اس شخص کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جس نے یہ کہہ کر ان کی گرفت کی ہے۔" صحیح روایت میں ہے کہ انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔وہ تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے۔" کیونکہ اس نظریہ میں باریک نظری سے کام نہیں لیا گیا۔انبیائے کرام علیہم السلام کے بعض خواب تعبیر قبول کرتے ہیں۔قمیص کی تعبیر کے بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟" آپ نے فرمایا: "دین۔" آپ نے دودھ کی تعبیر علم سے کی۔خطابی نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ معراج خواب میں ہوئی۔لیکن ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ معراج عالم بیداری میں تھی۔ خطابی نے اس روایت کے بارے لکھا ہے: "اس ساری حکایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے بیان کیا

ہے اسے نہ تو حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے نہ اسے آپ سے نقل کیا ہے۔ نہ ہی آپ کی طرف اضافت کی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ ساری روایت حضرت انس کی طرف سے ہے۔ جہاں تک شریک کی روایت کا تعلق ہے تو ان کی روایت میں بہت زیادہ تفرد پایا جاتا ہے۔ ان میں ایسے منکر الفاظ ہیں جو دیگر راویوں نے بیان نہیں کیے ہیں۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ خطابی نے جو یہ نفی کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس کا کوئی اثر نہیں۔ اس میں کم سے کم معاملہ یہ ہے کہ یہ صحابی کی مرسل روایت ہے یا انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوگی۔ یا اس صحابی سے سنی ہوگی جنہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسے امور پر مشتمل ہے جسے اپنی طرف سے نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا اس روایت کا حکم مرفوع روایت کی طرح ہوگا۔ اگر اس میں وہ تاثیر ہوتی جس کا تذکرہ خطابی نے کیا ہے تو اس کو مرفوع روایت کا درجہ کوئی نہ دیتا۔ لیکن محدثین کا عمل اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ تفصیل مردود ہے۔ خطابی لکھتے ہیں: "اس روایت تدلّٰی کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے وہ تمام سلف، علماء اور اہل تفسیر کے مؤقف کے خلاف ہے۔ اس کے بارے تین اقوال ہیں: (۱) حضرت جبرائیل حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی تدلّٰی فدنا کیونکہ تدلّٰی دنو کا سبب تھا۔ (۲) آپ نے حضرت جبرائیل کو آتے جاتے دیکھا۔ یہ رب تعالیٰ کی نشانیوں میں سے تھا۔ کیونکہ وہ کسی سہارے کے بغیر ہوا میں آ جا رہے تھے۔ کسی چیز کو پکڑے ہوئے بھی نہ تھے۔ (۳) حضرت جبرائیل قریب ہوئے تو حضور اکرم ﷺ اس نعمت قرب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گئے۔ یہ الفاظ حضرت انس سے شریک کی سند کے علاوہ دوسری سند میں تحریر کیے گئے ہیں۔ انہوں نے ان الفاظ کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ الفاظ شریک کے ہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے "امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ (النجم: ۱۳) سے مراد ہے کہ آپ کا رب تعالیٰ آپ کے قریب ہوا۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔ یہ شاہد ہے جس سے شریک کی روایت کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔" خطابی نے لکھا ہے: "اس روایت میں ایک اور لفظ بھی ہے جس میں شریک متفرد ہیں کسی اور نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ "علا بِهٖ" ہے۔ یعنی حضرت جبرائیل رب تعالیٰ کے پاس گئے۔ آپ نے اپنی جگہ سے ہی عرض کی: "رب خفف عنا" مکان کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا مقام ہے جس میں آپ حضرت جبرائیل امین کے نزول سے قبل جلوہ افروز تھے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ اخیر متعین ہے۔ سیاق میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ جگہ کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے

جو انہوں نے یہ لکھا ہے کہ سلف اور خلف نے اس مؤقف کی مخالفت کی ہے۔ ہم نے ان کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جنہوں نے اس کی موافقت کی ہے۔ امام قرطبی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ قریب ہوا۔" امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس کا امر اور حکم قریب ہوا۔ تدلّٰی کا اصل معنی ہے کسی چیز کی طرف نزول حتیٰ کہ وہ اس کے قریب ہو جائے۔" ایک قول یہ بھی ہے کہ رفرف حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا۔ حتیٰ کہ آپ اس پر جلوہ افروز ہو گئے۔ پھر حضور اکرم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہو گئے۔ علماء نے یہ اشکال کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ قاضی نے لکھا ہے: "اللہ کی طرف اور یا اس کی طرف سے یہ دنو یا قرب سے مراد قرب مکانی نہیں جو کسی حد پر ختم ہوتا ہو۔ حضور ﷺ کا اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہونے سے مراد آپ کی عظیم منزلت کی تعظیم آپ کی شان والا کی تکریم اور اس نعمتِ کبریٰ کا اظہار ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہ کی گئی۔ اس سے مراد معرفت کے انوار کا چمکنا اور غیب اور قدرت کے اسرار کا مشاہدہ کرنا تھا۔ جیسے کہ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہما نے لکھا ہے: "رب تعالیٰ کی طرف سے دنو کی کوئی حد نہیں فہم یا وہم جس تک پہنچ سکے۔ اس دنو کے بارے کچھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت جبرائیل کو دنو سے کیسے روک دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ اس معرفت اور ایمان کے قریب ہوئے جو آپ کے قلب انور میں ڈالا گیا تھا۔ آپ اپنے سکون قلب کے ساتھ حریم ناز کے قریب ہوئے۔ سارا شک وشبہ ختم ہو گیا۔ یہ قرب حریم ناز سے بخشا جا رہا تھا۔ آپ نے اس کی بارگاہ سے انعام، اکرام اور شرف و قدر کے عطیات حاصل کیے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی امیدوں کو کامیاب فرمایا۔ آپ معرفت اور ایمان کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ ثابت تھے۔ آپ کا قلب انور سب سے زیادہ پرسکون تھا۔ رب تعالیٰ کا قرب یا اس کی طرف سے قرب سے مراد یہ ہے کہ اس نے آپ پر بہت زیادہ انعامات و اکرام کیے۔ آپ سے آوازوں کو روک کر آپ کی وحشت کو دور کیا۔ آپ پر عظیم نعمتیں فرما کر آپ کو اکرام سے نوازا۔ رب تعالیٰ کے دنو کی تاویل وہی کی جا سکتی ہے جو آپ ﷺ کے اس فرمان کی تاویل ہے" ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر تشریف فرما ہوتا ہے۔ جب کہ رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے۔" اس کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ نزول فضل وکرم، قبول توبہ اور احسان و معرفت کے ساتھ ہوتا ہے۔" واسطی لکھتے ہیں: "جس نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ بذاتِ خود قریب ہوا اس نے وہاں مسافت بنا دی۔ لیکن وہاں مسافت محال ہے کیونکہ جب انسان اس کے قریب ہوتا ہے تو وہ اس سے اتنا ہی دور چلا جاتا ہے۔ یعنی وہ جس قدر اس کے قریب ہوتا ہے وہ دوری میں ہو جاتا ہے۔ یا تو یہ قرب و بعد کی نفی سے کنایہ ہے یا اس کی حقیقت کے ادراک کی نفی سے کنایہ ہے۔ یا اس حقیقت کے ادراک کے

لیے ہے کہ کوئی اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ حق کے لیے کوئی قرب و بعد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اس ذات کے لیے محال ہیں۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان "فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" کا تعلق ہے تو یہ اس کے کمال علم کی تمثیل ہے۔ وہ قرب سے بلند و برتر ہے۔ دنو کے بارے وہی تاویل کی جاسکتی ہے جو حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں کی جاتی ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ذراع اس کے قریب ہو جاتا ہوں" یہ ایک تمثیل ہے جو معنی کے افہام کے قریب کرنے کے لیے دی گئی ہے۔ یعنی جو میری اطاعت کے قریب ہوتا ہے تو اس کو اس کا کئی گنا اجر دیتا ہے۔ "جو چل کر میرے پاس آتا ہے میں بھاگ کر اس کی طرف آتا ہوں۔" یعنی اسے جزاء دینے میں پہل کرتا ہوں۔" وہ اجابت اور قبول کے لحاظ سے سب سے قریب ہے۔ وہ احسان کرنے اور امید پورا کرنے اور دگنا ثواب عطا کرنے کے لحاظ سے قریب ہے۔ اسے از روئے مشاکلہ قریب کہا گیا ہے۔

۹ یہ صراحت موجود ہے کہ آپ پانچویں بار تخفیف کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور نہ گئے جبکہ حضرت ثابت کی روایت کا تقاضا ہے کہ آپ ساتویں بار کے بعد تخفیف کے لیے حریم ناز میں نہ گئے۔

۱۰ فعلا به الجبار۔ اس کا مفہوم پہلے گزر چکا ہے۔

۱۱ پانچویں بار رجوع کے بعد مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے آپ کو واپس جانے کے لیے کہا تا کہ مزید تخفیف ہو جائے مگر آپ واپس نہ گئے۔

۱۲ بعض روایات میں طشت میں "تور" کا اضافہ ہے۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا۔ جس میں سونے کا "تور" تھا۔ شاید اس سے مراد چھوٹا ٹرے ہو جو بڑے ٹرے میں شامل ہو۔ تا کہ اس سے کچھ بکھرنے نہ پائے۔ جو گرے وہ بڑے ٹرے میں گرے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ اور حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے آپ کے قلب انور کو آب زمزم سے دھویا۔ یہ احتمال ہے کہ ایک طشت میں آب زمزم اور دوسرا ایمان سے بھرا ہوا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تور پانی اور ایمان کے لیے برتن ہو۔ اور ٹرے اس لیے ہو تا کہ غسل کے وقت اس میں موجود چیزیں نیچے نہ گریں۔ وہ ٹرے پر ہی رہیں۔ الحمد لله رب العلمين، والصلوة والسلام على سيد المرسلين صاحب البراق والمعراج و قاب قوسين او ادنٰى و على اله و اصحابه اجمعين۔

نماز کیسے فرض ہوئی

امام شافعی، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، طحاوی، بیہقی، امام نسائی، دارقطنی، الحاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے بیت اللہ کے پاس مجھے امامت کرائی۔ دوسری روایت میں ہے: ''بیت اللہ کے دروازے کے پاس انہوں نے مجھے دو بار امامت کرائی۔ مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج زائل ہو چکا تھا۔ وہ تسمہ کی مقدار کے برابر ڈھل چکا تھا۔ مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو چکا تھا۔ مجھے نمازِ مغرب اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ مجھے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو گیا مجھے فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے روز مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کسی چیز کا سایہ اس کی مثل ہو چکا تھا۔ دوسری روایت میں ہے ''جیسے کہ کل عصر کا وقت تھا'' پھر مجھے نمازِ عصر اس وقت پڑھائی۔ جب چیز کا سایہ اس کے دو مثل تھا۔ مجھے مغرب اس وقت پڑھائی جب روزہ افطار کرتا ہے اور مجھے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب رات کا پہلا ثلث گزر چکا تھا۔ مجھے نمازِ فجر اس وقت پڑھائی جب صبح خوب روشن ہو چکی تھی۔ پھر انہوں نے میری طرف توجہ کر کے کہا: ''اے محمد عربی (جانِ عالم) ﷺ یہ آپ سے پہلے انبیاء (کی نمازوں) کا وقت تھا۔ ان دو اوقات کے مابین نمازوں کا وقت ہے۔'' میں اسی طرح آگاہ ہوا ہوں کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو پانچ نمازیں اسی طرح پڑھائی تھیں۔ نمازوں کی رکعتوں کے بارے بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلے دو دو رکعتیں فرض کی گئیں تھیں۔ پھر حضر کی نماز میں دو دو کا اضافہ کر کے انہیں چار چار رکعتیں بنا دیا گیا سوائے نماز مغرب کے۔ جبکہ سفر کی نماز میں دو رکعتیں برقرار رکھی گئیں۔ امام شعبی، ابن اسحاق اور میمون بن مہران نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ جبکہ دیگر علماء کرام کا خیال ہے کہ مغرب کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں پہلے ہی چار چار رکعتیں فرض کی گئیں تھیں۔ جبکہ صبح کی دو رکعتیں فرض ہوئیں تھیں۔ یہ حسن، نافع، جبیر بن مطعم اور ابن جریر کا موقف ہے۔ بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ حضر میں چار چار اور سفر میں دو دو رکعتیں فرض کی گئیں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ان سارے اقوال کے دلائل المطولات میں مذکور ہیں۔

امام بخاری، امام مسلم، ابن اسحاق نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر پہلے دو دو رکعتیں فرض ہوئیں پھر حضر میں انہیں چار چار کر دیا گیا اور سفر میں پہلی دو رکعتوں کو برقرار رکھا گیا۔

تنبیہات

1. نماز کے اوقات کے بارے بعض علماء نے عند البیت اور بعض نے عند بیت الباب کا ذکر کیا ہے یہ امام شافعی، طحاوی اور امام بیہقی کی روایت ہے۔

2. سابقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء ظہر کی نماز سے ہوئی تھی۔ لیکن امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض کی گئی کہ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو نماز صبح اس وقت پڑھائی جب فجر طلوع ہو چکی تھی...... اسی طرح امام نسائی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ حضرت جبرائیل ہیں جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔'' آپ نے نماز صبح اس وقت پڑھی جب فجر طلوع ہو چکی تھی۔

3. ابو عمر نے لکھا ہے ''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی یہ گذارش کہ یہ آپ کی اور آپ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازوں کے اوقات ہیں۔'' یہ صرف اس روایت میں ہے جسے حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے قاضی ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''اس کے ظاہر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ نمازیں انہی اوقات میں سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام پر فرض تھیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے: ''یہ آپ کے لیے مشروع وقت ہے۔ یعنی وہ وقت جو ان دونوں حدود کے مابین ہے یہ اول و آخر وقت ہے۔ یہ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وقت ہے ان کی نماز بھی اسی طرح دو اوقات کے مابین تھی۔ ورنہ یہ نمازیں ان اوقات میں فرض ہونا صرف اس امت کی خصوصیت ہے دیگر امم پر بعض نمازیں فرض تھیں۔ ابو داؤد نے عشاء کی روایت میں لکھا ہے: ''اس نماز کا اہتمام کیا کرو اس نماز کے ذریعے تمہیں دیگر ساری اقوام پر فضیلت دی گئی ہے تم میں سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔'' ابو الفتح نے لکھا ہے: ''اس سے ان کے لیے وقت کی وسعت سے مراد ہے کہ یہ اس وقت کا اول اور آخر ہے۔ ورنہ اوقات بعینہا وہی ہیں۔

4. بعض علماء نے ''عند البیت'' سے ایک اشکال ظاہر کیا ہے کہ آپ ہجرت سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ آپ بیت اللہ کو اپنے اور بیت المقدس کے مابین رکھتے ہوں۔ اسی طرح ''عند الباب'' میں بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ بیت اللہ کے دروازے کے پاس نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز اس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہو۔

⑤ ابن منیر نے لکھا ہے "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سکھائیں تو یہ نماز ان پر فرض تھی۔ کیونکہ انہیں اس کا حکم دیا گیا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز مفترض کے پیچھے مفترض کی نماز تھی۔

⑥ حربی نے لکھا ہے: "جو پہلے آپ پر نماز فرض کی گئی وہ دن کے وقت دو رکعتیں اور رات کے وقت دو رکعتیں تھیں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ پر دو دو رکعتیں نماز فرض ہوئی پھر حضر میں اضافہ کر دیا گیا۔"

ابو عمر نے لکھا ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں حربی کے مؤقف کی کوئی دلیل نہیں نہ ہی اس کے بارے کوئی صحیح اثر مروی ہے بلکہ اس میں یہ دلیل ہے کہ دو دو رکعتیں جو نماز فرض ہوئی تھی وہ پانچ نمازیں تھیں کیونکہ "الصلاۃ" میں الف لام سے المعہود کی طرف اشارہ ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "جو بات ظاہر ہے اور جسے دلائل ظاہر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ شب معراج دو دو رکعتیں نماز فرض کی گئی۔ سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد ان میں اضافہ کر دیا گیا۔ سوائے صبح کی نماز کے۔" جیسے ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سفر و حضر میں دو دو رکعتیں فرض کی گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے اور پر سکون ہو گئے تو حضر کی نماز میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ فجر کی نماز کی طویل قرأت کی وجہ سے اس کی دو رکعتیں ہی رکھی گئیں اور نماز مغرب کی تین رکعتیں رکھی گئیں کیونکہ وہ وتر ہے۔

پھر سفر میں چار رکعتوں والی نماز میں تخفیف کر دی گئی اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ (النساء:١٠١)

ترجمہ: "اور جب تم سفر کرو زمین میں تو نہیں تم پر کچھ حرج اگر تم قصر کرو نماز میں اگر ڈرو تم اس بات سے کہ تکلیف پہنچائیں گے تمہیں کافر بے شک کافر تو تمہارے کھلے دشمن ہیں۔"

جو کچھ ابن اثیر نے مسند شافعی کی شرح میں لکھا ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاول کے ماہ مبارک میں نماز قصر فرض کی گئی۔ کیونکہ آیۃ الخوف اسی میں اتری تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے پہلے سال ربیع الاول میں فرض ہوئی۔ امام دولابی اور امام سہیلی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول ہے کہ ہجرت سے چالیس روز بعد نماز قصر فرض ہوئی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ تخفیف کے اعتبار سے نماز سفر کو برقرار رکھا گیا کیونکہ وہ اس وقت سے برقرار ہے جب سے اسے فرض کیا گیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

⑦ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ اضافہ نسخ ہے یا نہیں۔ تو اس کا جواب دیا جائے گا کہ دو یا ایک رکعت کا اضافہ حتیٰ

کہ وہ ایک مکمل نماز بن جائے یہ نسخ ہے۔ کیونکہ نسخ کا معنی ہے حکم اٹھا دینا۔ دو رکعتوں کے اجزاء کا حکم اٹھ گیا جس نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا وہ نماز کو فاسد کرنے والا ہوگا۔ اگر وہ سلام پھیرنے کے بعد نماز پڑھنا چاہے گا تو اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔ الا یہ کہ وہ نماز کو از سرِ نو شروع کرے۔ نسخ سے اجزاء کا حکم اٹھ گیا نماز کی تعداد میں اضافہ کہ پہلے دو تھیں پھر پانچ ہو گئیں۔ امام ابوحنیفہ نے اسے بھی نسخ لکھا ہے۔ یہ زیادتی ان کے نزدیک نسخ ہے۔ لیکن جمہور متکلمین نے اسے نسخ نہیں کہا لیکن یہاں اس تفصیل کی جگہ نہیں ہے۔

انصار کے اسلام کی ابتداء

پہلا باب

انصار کا نسب

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انصار ناصر کی جمع ہے۔ لیکن ناصر کے الف کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ زائدہ ہے۔ ان کا یہ نام زمانہ جاہلیت میں نہ تھا۔ بلکہ رب تعالیٰ نے کتاب حکیم میں انہیں اس نام سے موسوم کیا۔

انصار کے دو گروہ تھے:

(۱) اوس

لغت میں اس کا معنی عطیہ یا عوض ہے۔ الزھر میں ہے کہ بکریوں اور گاؤں کو جھڑ کنے کو اوس کہا جاتا ہے۔ اس پر الف لام اسی طرح داخل کر دیا گیا ہے جس طرح التیم پر داخل کیا گیا ہے اس کی جمع تیمی آتی ہے۔ یہ روم اور رومی کے باب سے ہے۔ اس طرح کے علم میں الف لام داخل نہیں ہوتا۔

(۲) بنو خزرج

امام سہیلی نے لکھا ہے: "لغت میں ٹھنڈی ہوا کو خزرج کہا جاتا ہے۔ یا خاص جنوب کی ہوا کو خزرج کہتے ہیں۔ زھر میں ہے کہ شدید ہوا کو خزرج کہتے ہیں۔ اوس اور خزرج حارثہ کے بیٹے تھے۔ جو ثعلبہ کا بیٹا تھا۔ اس کی گردن طویل تھی۔ اس لیے اسے العنقاء کہا جاتا تھا۔ یہ عمرو مزیقیاء کا بیٹا تھا۔ اسے یمن کے بادشاہ ہونے کی وجہ سے یہ لقب ملا تھا۔ یہ روزانہ دو حلے پہنتا

تھا۔رات کے وقت انہیں پھاڑ دیتا تھا۔انہیں دوبارہ پہننا پسند نہیں کرتا تھا۔یہ ابن عامر ماء السماء کا فرزند تھا۔جب اس کی قوم کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے ان میں اپنا مال بکھیر دیا۔یہ ان کے لیے آسمان کا پانی ثابت ہوا۔یہ حارثہ کا بیٹا تھا جو غطریف کے نام سے موسوم تھا۔لغت میں سردار یا شاہین کے بچے کو غطریف کہا جاتا ہے۔یہ امرئ القیس کا فرزند تھا۔اس کا لقب بطریق تھا۔یہ روم کے قائدین میں سے ایک تھا۔ابن ثعلبہ۔اس کا لقب بہلول تھا۔ابن مازن۔اس کا لقب زاد السفر تھا۔ابن الازد۔ازد کا نام درا تھا۔بن غوث بن مالک بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔اس نے سب سے پہلے عربی میں گفتگو کی تھی۔یہ عرب المتعربہ کا باپ تھا۔جبکہ حضرت اسماعیل عرب المستعربہ کے باپ تھے۔اسے سب سے پہلے ابیت اللعن اور عم صباحا کہا گیا۔زبیر بن بکار کا موقف ہے قحطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا اس کے والد کا نام ھمیسع تھا۔یہ حضرت اسماعیل کے فرزند تھے۔حضرت ابوہریرۃ نے جب انصار سے کہا تھا:"تلك امكم يابني ماء السماء" تو ان کی مراد یہی نسب تھا۔الحافظ نے لکھا ہے"میرے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

انصار کی فضیلت

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ (الانفال:۷۴)

ترجمہ: "اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی وہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔"

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر:۹)

ترجمہ: "اور (اس حال میں) ان کا بھی حق ہے جو دار ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں مہاجرین (کی آمد) سے پہلے محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں (انہیں) اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو اور جس کو بچا لیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیں۔"

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ (الانعام:۸۹)

ترجمہ: "تو اگر انکار کریں اس کا یہ (مکہ والے) ہم نے مقرر کر دیئے ہیں اس کو ماننے کے لیے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں۔"

حضرت غیلان بن جریر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا انصار نام تم نے خود رکھا تھا یا اللہ تعالیٰ نے؟" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہ نام رکھا تھا۔" (بخاری، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بنو قیلہ! اللہ تعالیٰ نے میری مدد ایسی

قوم سے فرمائی ہے جو زبان اور بازو کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے۔" بنو قیلہ سے مراد اوس اور خزرج ہیں۔ (الطبرانی)
ابو واقد اللیثی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے سرگوشی کی جسے سن کر آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپ کے خدوخال میں خون تیزی سے دوڑنے لگا۔ پھر فرمایا: "یہ عامر بن طفیل کا قاصد ہے جو مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔ رب تعالیٰ میری طرف سے اسے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے دو گھرانوں کے ساتھ کافی ہو گیا ہے۔ اے بنو قیلہ! یعنی انصار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے اور خواتین دیکھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی شادی سے آ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "بخدا! تم مجھے سارے لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہمراہ اس کا بچہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے تم مجھے سارے لوگوں سے محبوب ہو۔" آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انصار سے ایک مومن ہی محبت کرتا ہے۔ ان سے ایک منافق ہی بغض رکھ سکتا ہے۔ جو ان سے محبت کرتا ہے رب تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے رب تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انصار سے محبت ایمان کی نشانی ہے جبکہ انصار سے بغض منافقت کی نشانی ہے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کی ایک گلی میں سے گزرے۔ آپ نے انصار کی بچیوں کو سنا وہ دف بجا کر یہ پڑھ رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار ‏ ‏ ‏ ‏ يا حبذا محمد من جار

ترجمہ: "ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے عمدہ ہمسائے ہیں۔"

یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "انصار کا یہ قبیلہ آزمائش (کسوٹی) ہے۔ ان سے محبت ایمان اور ان سے بغض نفاق ہے۔" (امام احمد) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار سے محبت ایمان اور ان سے بغض نفاق ہے۔" انہوں نے فرمایا: "ایسا شخص انصار سے بغض نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔" ان ہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

نے مجھ سے محبت کی اس نے انصار سے محبت کی جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے انصار سے بغض رکھا۔ منافق ان
سے محبت نہیں کرتا۔ مؤمن ان سے بغض نہیں رکھتا۔ جو ان سے محبت کرتا ہے رب تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو ان سے بغض
رکھتا ہے رب تعالیٰ ان سے بغض رکھتا ہے لوگ دثار ہیں۔ جبکہ انصار شعار ہیں۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلتے انصار دوسری
وادی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس میں انصار چلتے۔"

حضرت رباح بن عبدالرحمان نے مرفوع روایت کیا ہے۔"جس کا وضوء نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں۔ وضوء کے وقت
جس نے ذکر نہ کیا اس کا وضوء نہیں ہے۔ جو مجھ پر ایمان نہ لایا اس کا رب تعالیٰ پر ایمان نہیں ہے۔ جو انصار سے محبت نہیں کرتا
اس کا مجھ پر ایمان نہیں ہے۔" حضرت علی بن سبرۃ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:"اے لوگو! وضوء کے بغیر نماز نہیں ہوتی جو
وضوء کرتے وقت ذکر نہیں کرتا اس کا وضوء نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا۔ اس کا مجھ پر ایمان نہیں جو مجھ پر ایمان نہ لایا اس
نے انصار کا حق نہ جانا۔" حضرت حارث بن زیاد نے مرفوع روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"جس نے انصار سے محبت کی اللہ
تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ جس نے انصار سے بغض رکھا۔ رب تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ
آپ نے فرمایا:"مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے جو شخص انصار سے محبت رکھتا ہے۔ جب وہ
رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو رب تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہوگا۔ جو انصار سے بغض رکھے گا وہ رب تعالیٰ سے ملاقات
کرے گا تو رب تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھتا ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے دو قبائل اوس اور خزرج نے باہم فخر کیا۔ اوس نے کہا:"ہم میں غسیل
الملائکہ حضرت حنظلہ ہیں ہم میں وہ ذات بھی ہیں جس کی وفات پر عرش الٰہی لرز اٹھا تھا یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ ہم میں وہ
ہیں جنہیں شہد کی مکھیوں نے گھیر لیا تھا۔ یعنی حضرت عاصم بن ثابت۔ ہم میں وہ ہیں جن کی گواہی دو افراد کی گواہیوں کے
برابر قرار دی گئی۔ یعنی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ خزرج نے ہم میں چار ایسے افراد ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد
ہمایوں میں قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔ ان کے علاوہ کسی اور نے قرآن مجید جمع نہ کیا۔ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوزید،
حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔"

حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:"جس نے انصار سے محبت کی اس
سے رب تعالیٰ نے محبت کی جس نے انصار سے محبت کی۔ رب تعالیٰ نے اس سے محبت کی۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:"جس نے انصار سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ جس نے انصار
سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔" حضرت انس سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا۔

حضور اکرم ﷺ نے سرداران قریش کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا تو بعض انصار نے کہا: ''بخدا! یہ عجیب بات ہے۔ ہماری تلواریں قریش کے خون سے آلودہ ہیں۔ ہمارا مال غنیمت انہیں دیا جارہا ہے۔'' یہ بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مال غنیمت لے کر جائیں اور تم اپنے ہمراہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کو لے کر جاؤ۔ اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلتے تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلتا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ مولا! انصار پر رحم فرما انصار کے بیٹوں اور ان کے بیٹوں کے بیٹیوں پر رحم فرما۔'' یہ سن کر انصار رونے لگے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہم حضور اکرم ﷺ کی تقسیم اور حصہ پر راضی ہیں۔'' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''لوگ دثار ہیں انصار شعار ہیں۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلتے انصار دوسری وادی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس میں انصار چلتے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک فرد ہوتا۔ جو انصار کے کسی امر کا والی بنے تو ان کے محسن کے ساتھ احسان کرے اور ان کے برے کے ساتھ درگزر کرے۔ جس نے انہیں خوفزدہ کیا تو اس نے اسے خوف زدہ کیا جو ان کے سامنے ہے۔'' آپ نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

جب آپ ﷺ نے غزوہ حنین سے ملنے والا مال غنیمت تقسیم کیا۔ تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اے انصار! کیا رب تعالیٰ نے تم پر احسان نہیں کیا کہ تم ایمان لے آئے۔ اس نے عزت کے ساتھ تمہیں مختص کر دیا۔ تمہیں عمدہ اسماء انصار اللہ وانصار رسولہ کے نام سے یاد فرمایا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلتے اور تم دوسری وادی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس میں تم چلتے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔'' انصار نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم راضی ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے تم اس کا جواب دو۔'' انصار نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمیں تاریکی میں پایا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اس سے نکال دیا۔ آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا رب تعالیٰ نے آپ کے طفیل ہماری نصرت کی۔ آپ نے ہمیں گمراہ پایا رب تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے رب ہونے، اسلام سے دین ہونے اور محمد مصطفی ﷺ سے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ یارسول اللہ! آپ جیسے چاہیں کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر تم مجھے کسی اور طریقے سے جواب دیتے تو تم پھر بھی سچے ہوتے۔ اگر تم اس طرح کہتے'' آپ ہمارے پاس تشریف لائے کفار مکہ نے آپ کو نکال دیا تھا۔ ہم نے آپ کو پناہ دی۔ انہوں نے آپ کی تکذیب کی تھی ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے آپ کی نصرت کی۔ ہم نے آپ کی اس چیز کو قبول کیا جسے لوگوں نے رد کر دیا تھا۔ اگر تم اس طرح کہتے تو تم سچے ہوتے۔'' انصار نے کہا: ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل وکرم کیا ہے۔

ہمارے علاوہ دیگر لوگوں پر بھی فضل کیا ہے۔" پھر وہ بہت زیادہ روئے۔حضور اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ رو رہے تھے۔"
(الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔آپ پر کمبل تھا جس نے آپ کے مبارک شانوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔آپ نے سیاہ پٹی باندھ رکھی تھی۔آپ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔پھر فرمایا:"امابعد!اے لوگو!لوگ زیادہ ہوتے جارہے ہیں۔انصار کم ہوتے جارہے ہیں۔حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح کھانے میں نمک ہوتا ہے۔جو تم میں سے ان کے کسی امر کا والی ہے۔جس میں کسی کو نفع یا نقصان دے سکتا ہو تو وہ ان کے محسن سے قبول کر لے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:"انصار میرے مخلص اور ہمراز ہیں۔عنقریب لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے۔انصار کم ہوتے جائیں گے۔ان کے محسن سے قبول کر لینا اور ان کے برے سے تجاوز کرنا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما انصار کی ایک محفل کے پاس سے گزرے۔انصار رو رہے تھے۔انہوں نے پوچھا:"تم کیوں رو رہے ہو؟"انہوں نے کہا:"ہمیں حضور اکرم ﷺ کی محفل یاد آ گئی تھی۔"یہ حضرات حضور والا ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور انصار کی بات بتائی۔حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔آپ نے اپنے سر اقدس پہ چادر کا کنارہ (بطور پٹی) باندھ رکھا تھا۔آپ منبر پر رونق افروز ہو گئے۔(اس کے بعد منبر پر رونق افروز نہ ہوئے۔) رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔پھر فرمایا:"میں تمہیں انصار کے بارے وصیت کرتا ہوں۔وہ میرے ساتھی اور ہمراز ہیں۔انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ان کا حق باقی ہے۔ان کے محسن سے قبول کرلو اور ان کے برے سے تجاوز کرو۔"

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:"انصار میرے مخلص اور ہمراز ہیں۔عنقریب لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے۔یہ کم ہوتے جائیں گے۔ان کے محسن سے قبول کر لینا اور ان کے برے سے تجاوز کرنا۔"حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:"میرے وہ ساتھی جن کے پاس اہل بیت جائیں گے اور میرے ہمراز انصار ہیں ان کے برے سے درگزر کرو ان کے محسن سے قبول کرلو۔"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔شہدائے احد کے لیے مغفرت طلب کی۔پھر فرمایا:"اے مہاجرین کے گروہ!تم میں اضافہ ہوتا جائے گا۔انصار کی تعداد کم ہوتی جائے گی۔انصار میرے مخلص ہیں میں ان کے پاس آیا ہوں۔ان کے معزز کی عزت کرو۔ان کے برے سے تجاوز کرو۔انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ان کا حق باقی ہے۔"امام احمد

نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے بنو ھوازن کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: ''انصار! تم میرے بعد خود غرضی دیکھو گے۔ صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض پر میرے ساتھ ملاقات کرلو۔'' حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری قوم کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کے وہ عفیف اور صابر ہیں۔''

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جو عورت انصار کے گھروں کے مابین اترے یا اپنے والدین کے سامنے اترے اسے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔'' حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ملائکہ نے برضاورغبت اسلام قبول کیا۔ انصار نے برضاورغبت اسلام قبول کیا۔ بنو عبدالقیس نے برضاورغبت اسلام قبول کیا ہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ہر نبی کے لیے ترکہ اور وراثت ہوتی ہے۔ میرا ترکہ اور وراثت انصار ہیں۔ ان کے بارے مجھے یاد رکھو۔'' آپ نے فرمایا: ''انصار میرے محبوب ہیں۔ میرے دین میں میرے بھائی ہیں۔ میرے دشمن کے خلاف میرے مددگار ہیں۔''

تیسرا باب

انصار میں اسلام کی ابتداء

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی تبلیغ کا انداز یہ تھا کہ جب بھی ایام حج میں لوگ جمع ہوتے تو آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے اور قبائل کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے۔ان پر اپنا آپ پیش کرتے۔ ہدایت اور رحمت پیش کرتے۔ اگر آپ کو پتہ چلتا کہ عرب کا کوئی بااثر شخص مکہ مکرمہ میں آیا ہے تو آپ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے۔ ابن اسحاق نے محمود بن لبید سے عمدہ سند سے روایت کیا ہے کہ ابو الحیسر انس بن رافع مکہ مکرمہ آیا۔اس کے ہمراہ بنو عبد الاشہل کے کچھ جوان بھی تھے۔ وہ خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے سنا۔ آپ ان کے پاس آئے اور وہاں تشریف فرما ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس چیز سے بہتر نہ بتاؤں جس کے لیے تم یہاں آئے ہو؟'' انہوں نے پوچھا: ''وہ کیا؟'' آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے مجھے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ انہیں یہ دعوت دوں کہ وہ خدائے یکتا کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے۔'' پھر آپ نے ان پر اسلام پیش کیا انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ نوخیز جوان تھے۔ انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! یہ چیز اس سے بہتر ہے۔ جس کے لیے ہم آئے ہیں۔'' ابو الحیسر نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے ایاس کے چہرے پر دے مارا۔ اس نے کہا: ''ہمیں چھوڑ دو ہم اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے آئے ہیں۔'' ایاس خاموش ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ کارواں مدینہ طیبہ آ گیا۔ پھر اوس اور خزرج کے مابین جنگ ہوئی۔ پھر ایاس کا انتقال ہو گیا۔ محمود بن لبید نے کہا ہے ''مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جو ان کی موت کے وقت وہاں موجود تھا کہ لوگ لگا تار ایاس کو سنتے رہے۔ وہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہے۔ وہ تکبیر و تسبیح کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہیں ذرا شک نہ رہا ان کا انتقال حالت اسلام پر ہوا ہے اسلام اسی مجلس میں ہی ان کے دل میں جاگزیں ہو گیا تھا جس وقت انہوں نے آپ سے اسلام کی تعلیمات سنی تھیں۔

ابو زرعۃ نے اپنی دلائل نبوت میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ معاذ بن رفاعۃ بن رافع اپنے جد امجد سے

روایت کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے خالہ زاد حضرت معاذ بن عفراء عازم سفر ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ جب ثنیہ سے نیچے اترے تو انہوں نے درخت کے نیچے ایک شخص کو دیکھا۔ یہ انصار کے چھ افراد کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ جب ہم نے اس شخص کو دیکھا تو ہم نے کہا: "ہم اس کے پاس جاتے ہیں اپنی سواریاں اس کے حوالے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم بیت اللہ کا طواف کر لیں۔" ہم اس شخص کے پاس گئے۔ اسے اہل جاہلیت کا سلام کہا۔ اس نے ہمیں اہل اسلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" اس ہستی نے کہا: "نیچے اترو۔" ہم نیچے اترے۔ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے بارے سن رکھا تھا۔ ہم نے پوچھا: "وہ ذات کہاں ہے جو دعویٰ کرتی ہے، جو کرتی ہے۔ اور کہتی ہے جو کہتی ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں ہی وہ ذات ہوں۔" ہم نے عرض کی: "آپ ہم پر اسلام پیش کریں۔" آپ نے اسلام پیش کیا۔ آپ نے پوچھا: "آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی تخلیق کس نے کی ہے؟" ہم نے کہا: "انہیں اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔" آپ نے پوچھا: "تمہیں کس نے بنایا ہے؟" ہم نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے۔" آپ نے پوچھا: "ان بتوں کو کس نے گڑھا ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو؟" ہم نے کہا: "ہم نے۔" آپ نے فرمایا: "کیا خالق عبادت کا زیادہ مستحق ہے یا مخلوق۔" ہم نے کہا: "خالق۔" آپ نے فرمایا: "تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ تم اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو۔ تم بتوں کو جانتے ہو۔ رب تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کی عبادت کرو۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ صلہ رحمی کرو۔ عداوت ترک کرو۔" انہوں نے کہا: "جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اگر یہ باطل بھی ہو پھر بھی یہ اعلیٰ امور اور عمدہ اخلاق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آپ ہماری سواریوں کی نگرانی کریں۔ حتیٰ کہ ہم بیت اللہ کا طواف کر لیں۔" حضرت معاذ آپ کے پاس ہی بیٹھ گئے۔

حضرت رافع نے فرمایا: "میں گیا۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ میں نے سات تیر نکالے۔ ایک تیر آپ کے لیے مختص کیا۔ میں نے دعا مانگی: "مولا! جس چیز کی طرف محمد عربی ﷺ! دعوت دے رہے ہیں۔ اگر وہ سچ ہے تو آپ کا تیر سات بار نکال دے۔ سات بار آپ کا ہی تیر نکلا۔ میں پکار اٹھا۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لوگ میرے پاس اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "یہ پاگل صابی ہو گیا ہے۔" میں نے کہا: "نہیں! میں ایک مومن شخص ہوں۔" پھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب حضرت معاذ بن عفراء نے مجھے دیکھا تو کہا: "رافع! تم اس چہرے سے واپس نہیں لوٹے جو یہاں سے لے کر گئے تھے۔" میں نے انہیں بتایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں سورۃ یوسف سکھائی۔ سورت علق کی بھی تعلیم دی پھر ہم مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

یومِ بعاث کا تذکرہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعاث کی جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے لڑی گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کی جمعیت منتشر تھی۔ ان کے سردار قتل کیے جا چکے تھے۔ کچھ زخمی تھے۔ انصار کے اسلام میں داخل ہونے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل یہ جنگ ہو چکی تھی۔"

پانچواں باب

بیعت عقبہ اولیٰ

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنا دین حق غالب کرے۔ اپنے نبی کریم ﷺ کو عزت عطا فرمائے اور اپنا وعدہ پورا کرے۔ تو حضور مبلغ اعظم ﷺ ایام حج میں تبلیغ کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے انصار کے چند افراد کے ساتھ ملاقات کی۔ آپ نے قبائل کو کہا کہ وہ آپ کی نصرت و اعانت کریں۔ آپ عقبہ کے پاس تھے کہ بنوخزرج کے ایک گروہ نے آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارا تعلق خزرج کے ساتھ ہے۔'' آپ نے استفسار کیا ''کیا تم یہودیوں کے حلیف ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم بیٹھ نہیں جاتے میں چاہتا ہوں کہ تم سے چند باتیں کروں'' انہوں نے عرض کی: ''ضرور! وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ ان پر اسلام پیش کیا۔ انہیں قرآن پاک سنایا۔ ان کے ساتھ ایک بھلائی یہ بھی تھی کہ یہودی ان کے شہروں میں رہتے تھے۔ وہ اہل کتاب اور علم والے تھے۔ جبکہ یہ مشرک اور بت پرست تھے۔ ان کے مابین جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ جنگ کے وقت یہودی ان سے کہتے ''ایک جلیل اور عظیم نبی جلوہ افروز ہونے والے ہیں۔ ان کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ ہم ان کی پیروی کریں گے اور ان کے ہمراہ تمہیں عاد وارم کی طرح قتل کریں گے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اس گروہ سے گفتگو کی۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''اے قوم! جان لو! قسم بخدا! یہ وہی نبی ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے ہیں۔ ان کے پیغام کو قبول کرنے میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے۔ ان کی دعوت پر لبیک کہو۔'' انہوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔ آپ کی تصدیق کی۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں۔ ان کے مابین عداوت و دشمنی پورے جوبن پر ہے۔ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ آپ کی برکت سے انہیں متحد فرما دے۔ ہم ان کے پاس جا کر آپ کا معاملہ انہیں پیش کریں گے۔ اپنے اس دین سے انہیں بھی آگاہ کریں گے جو ہم نے قبول کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں متحد کر دیا تو پھر ہمیں آپ سے محبوب اور معزز اور کوئی نہ ہوگا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اگلے سال آپ کی خدمت میں آئیں گے۔ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر راضی ہو گئے۔ وہ اپنے شہر لوٹ آئے وہ ایمان لا چکے تھے۔ وہ تصدیق کر چکے تھے۔

بنو خزرج میں سے وہ چھ افراد درج ذیل تھے:

1. بنو نجار میں سے حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ
2. عوف بن حارث رضی اللہ عنہ
3. بنو زریق میں سے حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ
4. بنو سلمہ میں سے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
5. بنو حرام بن کعب میں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
6. بنو عبید بن عدی میں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

ابن ابی حازم نے حضرت ابن اسحاق کی روایت میں عقبہ بن عامر کی جگہ معاذ بن عفراء کا نام لکھا ہے۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد آٹھ تھی۔ انہوں نے حضرت ذکوان بن عبد قیس اور حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہما کا اضافہ کیا ہے۔

چھٹا باب

بیعت عقبہ ثانیہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آئندہ سال حج کے زمانہ میں انصار کے بارہ افراد نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اس طرح بیعت کی جس طرح عورتیں آپ کی بیعت کرتی تھیں۔ یہ ان پر جہاد فرض کرنے سے پہلے کی بات ہے۔ ان خوش بخت افراد میں درج ذیل افراد شامل تھے: حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت ذکوان بن عبد قیس، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عباس بن عبادہ، حضرت قطبہ بن عامر، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عوف بن حارث، حضرت عویم بن ساعدۃ، حضرت مالک بن تیہان، حضرت معوذ بن حارث اور حضرت یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم"

امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے ہمیں عورتوں کی طرح بیعت کیا۔ یہ ہم پر جہاد فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ نے ہمیں اس شرط پر بیعت کیا کہ ہم کسی کو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے نہ چوری کریں گے، نہ بدکاری کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ کسی پر ایسا بہتان لگائیں گے جسے ہم نے خود گھڑا ہوگا، اور نیکی میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔"

آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو اس بیعت کو پورا کرے گا۔ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یا جنت ہے۔ جو ان امور میں سے کسی امر میں مبتلا ہو گیا۔ اگر اسے دنیا میں سزا مل گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ اور پاکیزگی ہے۔ جس کے معاملہ کو رب تعالیٰ نے پوشیدہ کر دیا تو اس کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو اسے سزا دے چاہے تو اسے معاف کر دے۔" اس پر ہم نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر لی۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "جب انصار واپس جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔" ابن اسحاق نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اس وقت بھیجا جب انہوں نے انہیں بھیجنے کے لیے عرض کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ لیکن انہوں نے دوسری بار حاضر ہونے کو

پہلی بار لکھا ہے۔امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق کا سیاق زیادہ مکمل ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ انصار کو قرآن پاک پڑھائیں۔اسلام کی تعلیم دیں۔دین کی سوجھ بوجھ سکھائیں۔انہیں مدینہ طیبہ میں المقری یا القاری کہا جاتا تھا۔ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اوس ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے بعض بعض کو امامت کرائیں۔

ساتواں باب

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ابن ابی دنیا، خرائطی اور امام بیہقی نے عبدالمجید بن ابی عیسیٰ سے اور ابن عساکر نے امام بخاری سے تاریخ اوسط میں ابو محمد الکوفی سے روایت کیا ہے کہ قریش نے کسی کہنے والے کو سنا وہ کوہِ ابی قبیس کو کہہ رہا تھا۔

فان یسلم اسعد ان یصبح محمد   بمکة لا یخشی خلاف المخالف

ترجمہ: "اگر دو سعدوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کی یہ کیفیت ہو جائے گی کہ آپ کو کسی مخالف کی مخالفت کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"

صبح کے وقت ابوسفیان نے پوچھا: "یہ دو سعد کون ہیں؟ کیا ان سے مراد سعد بن بکر اور سعد بن ہذیم ہے؟ دوسری رات کسی کی صدا آئی وہ یوں کہہ رہا تھا۔

فیا سعد سعد الاوس کن انت ناصر   و یا سعد سعد الخزرجین العظارف

اجیبا الی داعی الھدیٰ و تمنیا   علی اللہ فی الفردوس زلفة عارف

فان ثواب اللہ لطالب الھدیٰ   جنان من الفردوس ذات زخارف

ترجمہ: "اے قبیلہ اوس کے سعد آپ مددگار بن جائیں اے بنو خزرج کے سردار سعد! تم دونوں ہدایت کے داعی حضور پاک ﷺ کو جواب دو۔ پھر جنت الفردوس کے بلند مقام کی رب تعالیٰ سے تمنا کرو۔ ہدایت کے طالب کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں بطور اجر فردوس کے ایسے باغات ہیں جنہیں بہت زیادہ سجایا گیا ہے۔"

قریش کو پتہ چل گیا کہ اس سے مراد حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبید اللہ بن مغیرہ اور عبد اللہ بن ابی بکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہما کو لے کر باہر نکلے وہ چاہتے تھے کہ بنو ظفر اور بنو عبد الاشہل کے پاس جائیں حضرت سعد بن معاذ حضرت

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعد حضرت مصعب کو بنوظفر کے باغ میں لے گئے۔ مسلمان ان کے پاس جمع ہونے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر بنوعبدالاشہل کے سرداروں میں سے تھے۔ لیکن ابھی تک دولت اسلام نہیں سمیٹی تھی۔ جب انہوں نے حضرت مصعب کے بارے سنا تو سعد نے اسید سے کہا: ''تیرا والد تجھ پر روئے ان دونوں کے پاس جاؤ جو ہمارے باغ میں آئے ہیں تاکہ ہمارے ضعیف اور کمزور لوگوں کو گمراہ کریں انہیں ڈانٹو انہیں روکو کہ وہ بارِ دگر اس طرف آنے کی جرأت نہ کریں اگر اسعد میرے رشتہ دار نہ ہوتے تو میں انہیں کافی ہو جاتا وہ میری خالہ کے بیٹے ہیں۔ میں ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔'' اسید نے اپنا نیزہ لیا اور حضرت اسعد اور حضرت مصعب کی طرف چل پڑے۔ جب حضرت اسعد نے انہیں آتے دیکھا تو وہ حضرت مصعب سے کہنے لگے ''تمہارے پاس قوم کا سردار آرہا ہے۔ اس سے حق تعالیٰ کے بارے سچ کہنا۔'' حضرت مصعب: ''اگر وہ بیٹھ گیا تو میں اس سے بات چیت کروں گا۔'' اسید ان کے پاس آکر انہیں برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو تاکہ ہمارے کمزوروں کو گمراہ کرو۔ اگر تمہیں اپنی جانوں کی ضرورت ہے تو فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔'' حضرت مصعب: آپ ذرا بیٹھ جائیں۔ چند باتیں تو سنیں۔ اگر وہ پسند آجائیں تو انہیں قبول کر لینا ورنہ رد کر دینا۔'' اسید: ''آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔'' پھر انہوں نے اپنا برچھا زمین میں گھاڑا۔ ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے انہیں تعلیمات اسلامیہ سے آگاہ کیا قرآن مجید سنایا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب نے فرمایا: ''بخدا! ہم نے حضرت اسید کی گفتگو سے قبل ہی ان کے چہرے پر اسلام کا نور دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''یہ کلام کتنا باجمال ہے۔ اگر تم یہ دین اختیار کرنا چاہو تو کیا کرتے ہو؟'' حضرت مصعب: غسل کرو۔ پاکیزگی حاصل کرو۔ اپنے کپڑے صاف کرو۔ حق تعالیٰ کی گواہی دو۔ پھر نماز ادا کرو۔'' حضرت اسید اٹھے، نہائے، پاکیزہ کپڑے پہنے، دو رکعت نماز ادا کی پھر حضرت اسعد اور حضرت مصعب سے کہا: ''میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے اگر اس نے تمہاری اتباع کر لی تو پھر اس کی قوم کا ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کا نام سعد بن معاذ ہے۔'' وہ حضرت سعد کے پاس آئے۔ وہ اپنی قوم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اسید کا چہرہ وہ نہیں جو وہ یہاں سے لے کر گیا تھا۔'' حضرت اسید ان کے پاس آئے تو سعد نے پوچھا: ''کیا بنایا؟'' انہوں نے کہا: ''میں نے ان دونوں سے بات چیت کی ہے مجھے تو کوئی خطرہ نہیں لگا۔ میں نے ان دونوں کو منع کر دیا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد کو تہ تیغ کرنے چلے گئے ہیں وہ جان گئے ہیں کہ وہ تمہارے خالہ زاد بھائی ہیں۔ وہ انہیں قتل کر کے تمہیں تکلیف دینے کے خواہاں ہیں۔'' یہ سن کر حضرت سعد جلدی جلدی اٹھے۔ وہ یہ بات سن کر انتہائی غصے میں تھے۔ انہوں نے اپنا برچھا سنبھالا اور کہا: ''بخدا! تم نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا۔'' وہ حضرت

اسعد اور حضرت مصعب کی طرف چلے گئے۔انہوں نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ مطمئن اور پرسکون تھے۔وہ فوراً سمجھ گئے کہ حضرت اسید کا ارادہ ہے کہ میں بھی ان کی باتیں سنوں۔وہ انہیں برا بھلا کہتے ہوئے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔انہوں نے حضرت اسعد کو مخاطب کر کے کہا:''ابوامامۃ! اگر میرے اور تمہارے مابین قربت نہ ہوتی تو پھر تم کبھی اس کا ارادہ نہ کر سکتے کیا تم ہمارے گھروں میں ہم پر ایسی چیز مسلط کرنا چاہتے ہو جسے ہم ناپسند کرتے ہیں۔'' حضرت اسعد نے حضرت مصعب سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔''مصعب! آپ کے پاس وہ سردار آ رہا ہے جسے اس کی قوم کا پورا پورا تعاون حاصل ہے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ان کی قوم کے دو افراد بھی باقی نہیں رہیں گے۔'' حضرت مصعب نے حضرت سعد سے کہا:''کیا آپ بیٹھ کر ہماری باتیں نہیں سنیں گے۔اگر وہ اچھی لگیں تو انہیں قبول کر لینا اگر پسند نہ آئیں تو انہیں ترک کر دینا۔'' حضرت سعد:''تم نے سچ کہا ہے۔'' انہوں نے اپنا برچھا ایک طرف گاڑھا اور بیٹھ گئے۔حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا۔قرآن پاک سنایا۔ یہ دونوں حضرات کہتے ہیں''ہم نے پہلے ہی حضرت اسعد کے چہرے سے ایمان کا نور دیکھ لیا تھا۔حضرت سعد نے پوچھا: ''جب تم اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا:''آپ غسل کریں پاکیزگی حاصل کریں۔عمدہ کپڑے پہنیں۔حق تعالیٰ کی گواہی دیں اور دو رکعت نماز ادا کریں۔'' حضرت سعد اٹھے۔غسل کیا صاف کپڑے پہنے۔رب تعالیٰ کی شہادت دی پھر دو رکعت نماز ادا کی۔اپنا برچھا لیا اور اپنی قوم کی طرف آنے لگے۔ان کے ہمراہ حضرت اسید بھی تھے۔جب قوم نے آتے دیکھا تو اس نے کہا''سعد تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہے جس چہرہ کے ساتھ وہ یہاں سے گئے تھے۔وہ اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔انہوں نے کہا:''اے بنوعبدالاشہل! میری حیثیت اور وقعت تم میں کیا ہے؟'' قوم نے کہا:''آپ ہمارے سردار ہیں۔رائے کے اعتبار سے فاضل ہیں۔عقل کے اعتبار سے دانا ہیں۔'' حضرت سعد: ''تم تمام مردوں اور عورتوں سے میری گفتگو اس وقت تک حرام ہے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ۔'' حضرت اسعد اور حضرت مصعب نے فرمایا:''بخدا! شام تک بنوعبدالاشہل کے سارے مرد و خواتین حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔یہ دونوں حضرت اسعد کے گھر آ گئے اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے لگے۔انصار کے سارے مرد اور خواتین دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔مگر بنوامیہ بن زید، خطمہ اور رواقف اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے۔یہ اوس اللہ کہلاتے تھے۔یہ اوس بن حارثہ میں سے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ابوقیس بن اسلت تھا۔اس کا نام صیفی تھا۔یہ ان کا شاعر اور قائد تھا۔یہ اس کی بات سنتے تھے اور اطاعت بجالاتے تھے۔اس نے انہیں اسلام سے روکے رکھا۔یہ اسی حالت پر رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہو گئے۔اور غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق بھی گزر گیا۔

سعید بن یحییٰ بن سعید اموی نے لکھا ہے کہ اس ابوقیس نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ یہ موٹے کپڑے پہنتا تھا۔ بتوں سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ یہ جنابت سے غسل کرتا تھا۔ حائضہ عورتوں سے دور رہتا تھا۔ اس نے عیسائی بننے کا ارادہ کیا پھر اپنے اس ارادہ سے باز آ گیا۔ یہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا ایک مسجد بنالی۔ جس میں جنبی اور حائضہ داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ کہتا: ''میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معبود کی پوجا کرتا ہوں۔ اس کے بتوں کو چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا یہ بہت عمر رسیدہ تھا۔ یہ حق کی باتیں کرتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں رب تعالیٰ کی تعظیم بجالاتا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے اشعار بھی لکھے تھے۔

آٹھواں باب

بیعت عقبہ ثالثہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تبلیغ فرماتے رہے کہ آپ مجنہ اور عکاظ کے بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایام حج میں منیٰ میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے: "مجھے پناہ کون دے گا؟ میری مدد کون کرے گا؟ حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات پہنچا لوں اس کے لیے جنت ہے۔" آپ نے کسی کو نہ پایا جو آپ کو پناہ دیتا آپ کی مدد کرتا۔ حتیٰ کہ ایک شخص مضر یا یمن سے چلتا وہ اپنی قوم اور رشتہ داروں کے پاس آتا وہ اسے کہتے: "قریش کے اس جوان سے بچنا۔ وہ تجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔ آپ ان کے خیموں کے پاس سے گزرتے۔ وہ اپنی انگلیوں سے آپ کی طرف اشارہ کرتے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمیں یثرب سے آپ کے پاس بھیج دیا۔ ہم میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا وہ آپ پر ایمان لاتا آپ اسے قرآن پاک سناتے وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ جاتا وہ بھی اسلام لے آتے۔ یثرب کے سارے گھروں میں اسلام کا اجالہ پھیل گیا۔ پھر رب تعالیٰ نے ہمیں بھیج دیا۔ ہم نے باہم مشاورت کی اور یہ طے کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب تک مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں گھومتے رہیں گے۔ ہمارے ستر افراد عازم سفر ہوئے۔ ایام حج میں آپ سے ملاقات کی۔ ہم نے عقبہ کی گھاٹی میں آپ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ ہم ایک ایک دو دو کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ کی خدمت میں سارے حاضر ہو گئے۔ ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہم کس چیز پر آپ کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: "تم اس امر پر میری بیعت کرو کہ تم ہر چستی اور سستی کے عالم میں میری اتباع کرو گے۔ آسائش اور تنگی میں خرچ کرو گے۔ نیکی کا حکم دو گے برے کام سے روکو گے اور رب تعالیٰ کے بارے حق کہو گے کسی ملامت گر کی ملامت کا تمہیں خوف نہیں ہو گا۔ جب میں یثرب آؤں گا تو تم میری مدد کرو گے۔ تم ہر اس امر سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں، بیویوں اور بیٹوں کا دفاع کرتے ہو تمہارے لیے جنت ہے۔"

ہم نے اٹھ کر آپ کی بیعت کی۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے آپ کا دست اقدس تھام لیا۔ وہ سوائے میرے باقی سارے حاضرین سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے کہا: "اے اہل یثرب! ذرا ٹھہرو! ہم اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آپ کی طرف

صرف اس لیے آئے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ آپ کو آج لے جانا گویا کہ سارے عرب کے ساتھ جنگ ہے۔ تمہارے بہترین افراد کا قتل ہونا ہے۔ تلواروں کا کام ہی زخمی کرنا ہے۔ اگر تم تلواروں کے زخموں پر صبر کر سکتے ہو۔ اپنے سرداروں کے قتل پر صبر کر سکتے ہو سارے عرب سے جنگ کر سکتے ہو تو انہیں حاصل کرلو۔ اس کا اجر و ثواب رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ اگر تمہیں اپنے بارے کچھ خطرہ ہے۔ تو پھر انہیں چھوڑ دو۔ یہ بات رب تعالیٰ کے ہاں تمہارے معذور ہونے کے لیے بہتر ہے۔" ہم نے کہا: "اسعد بن زرارہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔ بخدا! ہم اس بیعت کو ترک نہیں کریں گے۔ ہم اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ہم اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ایک ایک کر کے ہم نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے اپنی شرائط پیش کیں اور ان کے پورا کرنے والے کے لیے جنت کا وعدہ کیا۔ (امام احمد، بیہقی)

ابن اسحاق نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم عازم سفر ہوئے ہمارے ساتھ ہماری قوم کے مشرک لوگ بھی تھے۔ ہم نماز بھی ادا کرتے رہے اور دین کے مسائل بھی سیکھتے رہے۔ ہمارے مابین حضرت براء بھی تھے۔ وہ ہمارے سردار تھے۔ ہم سب سے عمر رسیدہ تھے۔" حاکم نے یہ اضافہ کیا ہے "ہماری تعداد پانچ سو تھی جب ظاہر البیداء تک پہنچے تو انہوں نے کہا: "اے میرے ہمسفرو! میرا ایک مشورہ ہے میں نہیں جانتا کہ تم اس میں میری مخالفت کرو گے یا موافقت۔" ہم نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "میں نہیں چاہتا کہ میں اس عظیم عمارت کعبہ معظمہ کی طرف پشت کروں۔ میں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔" ہم نے کہا: "بخدا! ہمیں تو یہی خبر ملی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کی طرف منہ مبارک کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ہم آپ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔" انہوں نے کہا: "میں تو کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے ہی نماز پڑھوں گا۔" ہم نے ان کی بات نہ مانی۔ وقت نماز ہوتا تو ہم شام کی طرف منہ کر لیتے جب کہ حضرت براء خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لیتے۔ حتیٰ کہ ہم خانہ کعبہ پہنچ گئے۔ ہمیں حضرت براء کا یہ عمل اچھا نہیں لگتا تھا۔ مگر ان کا یہی اصرار تھا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انہوں نے مجھے کہا: "میرے بھتیجے! آؤ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کے بارے آپ سے استفسار کرتے ہیں جو میں نے اختیار کیا ہے۔ تمہاری مخالفت کی وجہ سے میرے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔"

ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں نکلے۔ ہم نے اس سے قبل آپ کو دیکھا ہوا نہ تھا۔ ہم مکہ مکرمہ کے ایک باسی سے ملے۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے پوچھا۔ اس نے کہا: "کیا تم آپ کو پہچانتے ہو؟" ہم نے کہا: "نہیں۔" اس نے کہا: "کیا تم حضرت عباس بن عبدالمطلب کو جانتے ہو؟" ہم نے کہا: "ہاں! ہمارا حضرت عباس سے تعارف تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے ہمارے پاس آتے جاتے تھے۔" اس نے کہا: "جب تم مسجد حرام میں جاؤ گے تو جو ہستی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس کے

پاس تشریف فرما ہوگی وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے۔" جب ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت عباس وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ہی جلوہ افروز تھے۔ہم نے سلام عرض کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اے عباس! کیا آپ ان دو افراد کو جانتے ہیں؟" انہوں نے عرض کی:"ہاں! یہ اپنی قوم کے سردار حضرت براء اور یہ کعب بن مالک ہیں۔"

حضرت کعب فرماتے ہیں:"بخدا! مجھے آپ کا یوں کہنا کبھی نہیں بھولے گا"وہ کعب جو شاعر ہیں۔" انہوں نے عرض کی:"ہاں!" حضرت براء نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب میں اس سفر پر روانہ ہوا۔تو توفیق الٰہی سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔میں نے اس مبارک عمارت کی طرف پشت کرنا مناسب نہ سمجھا" میں اسی کی سمت منہ کر کے نماز پڑھتا رہا۔میرے ساتھیوں نے میری مخالفت کی۔جس کی وجہ سے میرے دل میں شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔حضور والا! آپ کی اس کے بارے رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:"تم ایک قبلہ پر تھے کاش! تم اس پر صبر کر لیتے۔" یہ سن کر حضرت براء بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلہ کی طرف لوٹ آئے اور شام کی طرف منہ کر کے ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے۔ان کے اہل کا خیال یہ ہے کہ شاید وہ تاوقت وصال ہی خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں۔ہم انہیں ان سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ابن ہشام کہتے ہیں کہ عون بن ایوب الانصاری کہتے ہیں:

و منّا المصلّی اول الناس مقبلا علی کعبة الرحمٰن بین المشاعر

ترجمہ: "ہم میں سے ہی وہ شخص تھا جس نے رحمان کے مشاعر میں سے سب سے قبل خانہ کعبہ کی طرف منہ کیا۔"

شاعر کی مراد حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

حضرت کعب نے فرمایا:"پھر ہم ادائیگی حج کے لیے چلے گئے۔ہم نے ایام تشریق کے وسط میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو وہ رات آ گئی جس کا وعدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کیا تھا۔ابن سعد نے یہ اضافہ کیا ہے۔"اس مبارک گروہ نے آپ سے یہ وعدہ کیا کہ جب لوگ سکون سے سو جائیں گے تو وہ منیٰ میں اترتے ہوئے دائیں جانب گھاٹی میں آپ سے ملاقات کریں گے۔جہاں آج کل مسجد بیعت ہے۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سوتے ہوئے کو نہ جگائیں اور غائب کا انتظار نہ کریں۔"

حضرت کعب فرماتے ہیں:"جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو وہ رات بھی آ گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ہمارے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے۔وہ ہمارے راہنماؤں اور سرداروں میں سے تھے۔ہم نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ہم اپنا معاملہ مشرک قوم سے چھپا رہے تھے۔ہم نے عبداللہ سے کہا:"ابو جابر! آپ ہمارے

سردار ہیں ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں۔" ہم نے انہیں اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف بلایا۔ انہیں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات کے بارے بتایا۔ انہوں نے دولتِ اسلام سمیٹ لی اور ہمارے ہمراہ عقبہ میں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ اس رات ہم اپنے خیموں میں سو گئے جب رات کا تہائی حصہ بیت گیا تو ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے باہر نکل آئے۔ ہم قطا کی مانند چھپتے چھپاتے نکل آئے۔ عقبہ کے پاس ہم ایک گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہمارے ہمراہ دو خواتین بھی تھیں۔ (۱) حضرت ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا وہ بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ (۲) حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو رضی اللہ عنہا۔ ان کا تعلق بنوسلمہ سے تھا۔ ہم اس گھاٹی میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرنے لگے۔" ابن سعد اور ابو معشر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان سے پہلے تشریف لا چکے تھے آپ ان کا انتظار کر رہے تھے۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے۔ وہ ابھی تک اپنی قوم کے دین پر ہی تھے۔ لیکن انہوں نے پسند کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کے اس معاملہ میں شرکت کریں اور اس معاہدہ کی توثیق کریں۔ حضور اکرم ﷺ کے تشریف فرما ہو جانے کے بعد حضرت عباس نے گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے کہا: "اے خزرج کے گروہ! حضور اکرم ﷺ ہم میں کس حیثیت کے مالک ہیں تم خوب جانتے ہو۔ ہم نے ان کی بھرپور حفاظت کی ہے۔ اس حفاظت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اپنی رائے میں ہم سے متفق نہ تھے۔ یہ اپنی قوم میں معزز ہیں اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس جائیں۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں اگر تم جانتے ہو کہ تم ان کے ساتھ کیے گئے عہد کو نبھا سکو گے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کر سکو گے تو پھر یہ بارگراں تمہیں مبارک ہو۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ہجرت کے بعد انہیں دشمن کے سپرد کر دو گے اور انہیں رسوا کر دو گے تو ابھی وقت ہے۔ انہیں چھوڑ دو۔ یہ اپنی قوم میں معزز ہیں۔ اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔"

امام احمد نے حضرت ابو مسعود بدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ آپ نے عقبہ کے پاس درخت کے نیچے ستر انصار سے ملاقات کی۔" آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو گفتگو کرنے والا بات کا آغاز کرے۔ وہ گفتگو طویل نہ کرے۔ مشرکین کے جاسوس تمہارے تعاقب میں ہیں۔ اگر انہیں تمہارے بارے پتہ چل گیا تو وہ تمہیں رسواء کر دیں گے۔" ہم نے عرض کی: "عباس! آپ نے جو کچھ کہا ہے ہم نے سن لیا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ بھی کچھ بیان کریں۔ اپنے لیے اور اپنے رب تعالیٰ کے لیے جو پسند کریں لے لیں۔" حضور اکرم ﷺ نے گفتگو فرمائی۔ قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اسلام کی طرف ترغیب دی۔ پھر فرمایا: "میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم ہر چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرتے ہو۔" حضرت

براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ مبارک تھاما اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بالکل! ہم آپ کی حفاظت ہر اس چیز سے کریں گے جس سے ہم اپنی بیویوں اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ ہم جنگی چالوں میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ ہمارے دوست واحباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ہم نسل در نسل اس کے وارث ہیں۔" اس کے بعد حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے اور یہودیوں کے مابین معاہدے ہیں۔ ہم انہیں ختم کر دیں گے۔ ایسا تو نہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ دے تو آپ اپنی قوم کے پاس آجائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ پھر فرمایا: "تمہاری پناہ میری پناہ اور تمہاری حرمت میری حرمت ہے۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے۔ میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔"

حضرت کعب نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خود میں سے مجھے بارہ نقیب دو۔ جو اپنی قوم میں اس وقت فیصلہ کریں جب ان میں اختلاف رونما ہو۔" آپ نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے نو کا تعلق خزرج سے اور تین کا تعلق اوس سے تھا۔ خزرج میں سے حضرت ابوامامۃ اسعد بن زرارہ۔ یہ بنونجار کے نقیب تھے۔ حضرت رافع بن مالک یہ بنوزریق کے نقیب تھے۔ حضرت سعد بن ربیع۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ یہ بنوحارث کے نقیب تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ۔ حضرت منذر بن عمرو یہ بنوساعدۃ کے نقیب تھے۔ حضرت براء بن معرور، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت۔ اوس میں سے حضرت اسید بن حضیر، یہ بنوعبدالاشہل کے نقیب تھے۔ رفاعۃ بن عبدالمنذر اور حضرت سعد بن خیثمہ۔ عمرو بن عوف کے نقیب تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابن اسحاق کہتے ہیں "مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نقباء سے کہا: "تم اپنی قوم کے اس طرح کفیل ہو جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کفالت کی تھی۔ میں اپنی قوم کا کفیل ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "بالکل" ابن ہشام لکھتے ہیں "اہلِ علم حضرت ابوالہیثم کو تو نقیبوں میں شمار کرتے ہیں لیکن حضرت رفاعۃ کو ان میں شمار نہیں کرتے۔"

امام بیہقی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے انصار کے ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل اشارہ کر رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسے نقیب بنائیں۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں: "میں پریشان تھا کہ یہ کیسے ہوا۔ دو شخص ایک قبیلہ سے اور ایک شخص دوسرے قبیلے سے نقیب بنایا گیا۔ حتیٰ کہ مجھے یہ روایت بیان کی گئی کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارہ کر رہے تھے۔" ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیب بنائے تو فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وجہ سے اپنے دل میں کچھ تردد نہ پائے۔ میں نے اسے نقیب بنایا ہے جن کی طرف حضرت جبرائیل نے اشارہ کیا ہے۔" روایت ہے کہ آپ نے اسعد

بن زرارہ کو نقیبوں کا نقیب بنایا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو بنو نجار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ آپ ان میں سے کسی اور کو نقیب بنا دیں۔ آپ نے فرمایا: "تم میرے ننھال ہو۔ میں تمہارا نقیب ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا کہ آپ کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو نقیب بنائیں۔ امام سہیلی لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اقتداء کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے بارہ نقیب بنائے۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۚ (المائدہ:۱۲)

ترجمہ: "اور ہم نے مقرر کیے ان میں سے بارہ سردار۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کے متعلق درج ذیل اشعار لکھے تھے:

فابلغ ابیًّا انه قال رایه و حان غداة الشعب والحين واقع

ترجمہ: "ابی تک یہ پیغام پہنچا دو کہ جو اس نے اپنی رائے سے کہا ہے وہ غلط نکلا ہے۔ شعب ابی طالب کی صبح گزر چکی ہے اب موت واقع ہونے والی ہے۔"

ابى الله ما منتك نفسك انه بمرصاد امر الناس راءٍ و سامع

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے انکار فرما دیا ہے کہ وہ ان خواہشات کو پورا کرے جو تیرے نفس نے کیں ہیں وہ دیکھنے والا، سننے والا اور لوگوں کا نگران بھی ہے۔"

و ابلغ اباسفيان ان قد بدالنا باحمد نور من هدى الله ساطع

ترجمہ: "ابوسفیان تک بھی یہ پیغام پہنچا دو کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا میں ہدایت الٰہیہ کا پھیلنے والا نور نکلا ہے۔"

فلا ترعين فى حشد امر تريده والب و جمع كل ما انت جامع

ترجمہ: "اس معاملہ میں رغبت نہ کر جسے تو پورا کرنے کی تمنا کرتا ہے تو جو کچھ جمع کرنا چاہتا ہے اسے جمع کر لے۔ سب کو اکٹھا کر لے۔"

و دونك فاعلم ان نقص عهودنا اباه عليك الرهط حين تبايعوا

ترجمہ: "خوب سمجھ لے کہ ہمارے قبیلے نے انکار کر دیا ہے کہ وہ اس عہد کو توڑے جو اس نے حضور اکرم ﷺ سے کیا تھا۔"

اباه البراء و ابن عمرو كلاهما واسعد يأباه عليك و رافع

ترجمہ: "حضرت براء اور حضرت ابن عمرو دونوں نے یہ عہد توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسی طرح حضرت اسعد

اور حضرت رافع نے اس کا انکار کر دیا ہے۔"

و سعد اباہ الساعدی و منذر لانفك ان حاولت ذلك جادع

ترجمہ: "حضرت سعد جن کا باپ ساعدی ہے اور حضرت منذر نے بھی یہ معاہدہ توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر تو نے کوشش کی تو تیری ناک کٹ جائے گی۔"

وما ابن ربیع ان تناولت عهده بمسلمه لا یطمعن ثم طامع

ترجمہ: "حضرت ابن ربیع بھی یہ عہد نہیں توڑیں گے خواہ تو کتنی ہی کوشش کر لے وہ حضور ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے۔"

و ایضا فلا یعطیکه ابن رواحة و اخفاره من دونه اسم ناقع

ترجمہ: "اس معاملہ میں حضرت ابن رواحہ بھی تیری پیروی نہیں کریں گے۔ یہ بیعت توڑنا ان کے لیے زہر ہلاہل ہے۔"

و فاءً به والقو قلّی ابن صامت بمندوحة عما تحاول یافع

ترجمہ: "یہ سارے آپ کے ساتھ وفا کرنے والے ہیں۔ قوقلی بن صامت میں بھی اتنی وسعت ہے کہ وہ اس امر کو روک لے جس کا تو ارادہ کر رہا ہے۔"

ابوهیثم ایضًا و فیّ بمثلها وفاءً بما اعطی من العهد خانع

ترجمہ: "حضرت ابوہیثم بھی باوفا ہیں اور وہ اپنے معاہدہ کو نبھانے والے ہیں۔ جو معاہدہ بھی وہ کریں۔"

وما ابن حضیر ان اردت بمطمع فهل انت عن احموقة الغیّ نازع

ترجمہ: "اگر تو حضرت اسید کے پاس اپنا لالچ لے کر جائے گا تو وہاں بھی کامران نہ ہوگا۔ کیا تو اپنی ہلاکت سے باز آئے گا یا نہیں۔"

و سعد اخو عمرو بن عوف فانه فروح لما حاولت للامر مانع

ترجمہ: "حضرت سعد عمرو بن عوف کے بھائی بھی تیرے عزم کو قدم کی ٹھوکر سے اڑانے والے ہیں۔ وہ اس معاملہ کو روکنے والے ہیں۔"

اولاك النجوم لا یغبك منهم علیك بنحس فی دجی اللیل طالع

ترجمہ: "یہ سارے تاباں ستارے ہیں جو رات کی ظلمت میں تیرے لیے نحوست لے کر طلوع ہوں گے۔"

حضرت کعب نے حضرت ابوالہیثم کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے رفاعۃ کا ذکر نہیں کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: ''مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے روایت کیا ہے کہ جب یہ لوگ بیعت کے لیے اکٹھے ہوئے تو حضرت عباس بن عبادہ نے انہیں کہا: ''اے خزرج کے گروہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم آپ کی بیعت کس امر پر کر رہے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں۔'' حضرت عباس: ''تمہاری یہ بیعت اس امر پر ہے کہ تم ہر کالے اور سرخ سے جنگ لڑو گے۔ ذرا سوچ لو۔ جب تمہارے مال تباہ ہونے لگیں جب تمہارے سرداروں کے سر کٹنے لگیں تو ایسا نہ ہو کہ تم آپ کو چھوڑ دو۔ یہ دنیا اور آخرت کی ذلت ہوگی۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے اموال کی ہلاکت اور سرداروں کے قتل کے باوجود ان سے وفا کرو گے تو پھر یہ دامن کرم مضبوطی سے تھام لو۔ اللہ کی قسم! دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم اپنے اموال کی بربادی اور اپنے سرداروں کی ہلاکت کے باوجود آپ کو ہی ترجیح دیں گے۔'' وہ عرض گزار ہوئے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر ہم نے وفاء کی تو ہمیں کیا ملے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''جنت'' وہ عرض پیرا ہوئے ''اپنا دست اقدس آگے بڑھائیں۔'' آپ نے اپنا دست ہدایت بخش آگے کیا تو انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔''

حضرت عاصم نے فرمایا: ''قسم بخدا! حضرت عباس نے یہ بات اس لیے فرمائی تھی تا کہ حضور اکرم ﷺ کی بیعت کا قلادہ ان کی گردنوں میں مضبوطی سے پڑے۔'' حضرت عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں: ''انہوں نے یہ بات اس لیے کی تھی تا کہ یہ لوگ اس رات اس بیعت کو مؤخر کر دیں ان کی امید تھی کہ عبداللہ بن ابی بھی آجائے گا۔ اور انہیں تقویت مل جائے۔'' اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا؟

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنونجار کا خیال ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی تھی۔ جبکہ بنوعبدالاشہل کہتے ہیں کہ یہ سعادت عظمیٰ سب سے پہلے حضرت ابوالہیثم نے حاصل کی تھی۔ جبکہ حضرت کعب نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ پھر دیگر لوگوں نے بیعت کی۔

جب ہم نے بیعت کر لی تو عقبہ کی چوٹی سے شیطان بآواز بلند چلایا۔ یہ آواز ان ساری آوازوں سے اونچی تھی جو میں نے سنی تھی۔ اس نے کہا: ''اے اہلِ حباحب! کیا تمہیں علم ہے کہ مذمم اور صابی تمہارے خلاف جنگ لڑنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ عقبہ کا شیطان ہے یہ ازب کا بیٹا ہے۔ اے اللہ کے دشمن! سن لے بخدا! میں تیرے لیے ضرور فارغ ہوں گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اپنے اپنے خیموں میں چلے جاؤ۔'' حضرت عباس بن عبادۃ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ پسند کریں تو ہم صبح ہی اپنی تلواریں لے کر اہلِ منیٰ پر ٹوٹ پڑیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ہمیں ابھی اس کا حکم نہیں ملا۔ تم اپنے اپنے خیموں میں چلے

جاؤ۔" حضرت کعب فرماتے ہیں: "پھر ہم اپنے خیموں میں آگئے وہاں صبح تک سوئے رہے۔"

سلیمان بن طرخان التیمی نے اپنی کتاب السیر میں لکھا ہے کہ جب ان انصار نے اسلام قبول کر لیا تو ابلیس چلایا: "اگر تمہیں محمد عربی ﷺ سے کوئی حاجت ہے تو فلاں جگہ پہنچ جاؤ۔ یثرب کے باسیوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔" حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نیچے آئے۔ قوم میں سے انہیں کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ابلیس کی اس چیخ و پکار پر قریش پر معاملہ سخت ہو گیا۔ مشرکین اور انصار کے مابین معاملہ عظیم ہو گیا قریب تھا کہ ان کے مابین جنگ ہو جاتی۔ پھر ابو جہل نے ان ایام میں جنگ کو ناپسند کیا۔ اس نے کہا: "اے اوس اور خزرج کے گروہ! تم ہمارے بھائی ہو۔ تم نے ایک عظیم امر کو اختیار کیا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ تم اپنے صاحب کی وجہ سے ہم پر غالب آجاؤ۔ حضرت حارثہ بن نعمان نے کہا: "ہاں! تیری ناک خاک آلودہ ہو۔ اگر ہم جان لیتے کہ حضور پاک ﷺ کا حکم ہے کہ تجھے باہر نکال دیں تو ہم تجھے باہر نکال دیتے۔" ابو جہل نے کہا: "ہم یہ امر تمہیں پیش کرتے ہیں کہ ہم تین ماہ بعد حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو تمہارے ساتھ ملا دیں گے۔ ہم تمہیں ایسا معاہدہ لکھ کر دیں گے جس سے تم راضی ہو جاؤ گے۔ ہم محمد عربی ﷺ کو بھی نہیں روکیں گے۔" انصار نے کہا: "ضرور! اگر حضور اکرم ﷺ اس پر راضی ہو جائیں۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "قریش نے کہا: "اے خزرج کے گروہ! ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اس صاحب کے پاس آئے ہو تا کہ انہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ تم نے ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لیے ان کی بیعت بھی کر لی ہے۔ بخدا! اس سے ناپسندیدہ تر امر اور کوئی نہیں کہ ہمارے اور تمہارے مابین جنگ ہو۔" اس وقت ہم میں سے مشرک اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: "کسی بھی ایسے واقعہ کا ظہور نہیں ہوا۔ نہ ہی ہمیں اس کا کچھ علم ہے۔ انہوں نے سچ ہی بولا تھا۔ انہیں اس بیعت کے بارے کوئی علم نہ تھا۔ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر قریش کے وہ افراد اٹھ کر جانے لگے۔ ان میں حارث بن ہشام بھی تھا۔ اس نے نئے جوتے پہن رکھے تھے۔ میں نے اس سے ایک بات کی گویا کہ میں چاہتا تھا کہ میں بھی اس بات چیت میں شرکت کروں۔ میں نے کہا: "ابو جابر! تم تو سردار ہو۔ کیا تم مجھے اس طرح کا جوتا خرید کر نہیں دے سکتے جس قسم کا جوتا اس قریشی جوان نے پہن رکھا ہے۔" میری بات حارث نے بھی سن لی۔ اس نے جوتے اتار کر میری طرف پھینک دیے۔ اس نے کہا: "اللہ کی قسم! اب انہیں تم ہی پہنو گے۔" ابو جابر نے کہا: "رکو! لگتا ہے کہ تم نے اس جوان کو ناراض کر دیا ہے۔ اس کے جوتے واپس کر دو۔" میں نے کہا: "میں یہ جوتے واپس نہیں کروں گا۔ یہ ایک عمدہ فال ہے۔ اگر یہ فال سچ نکلی تو میں اس سے سب کچھ چھین لوں گا۔" پھر قریش مکہ مکرمہ میں ابن ابی کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے وہی سوال کیا جو ہم سے پہلے کر چکے تھے۔ اس نے کہا: "یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ میری قوم اس معاملہ میں مجھے دور کیسے رکھ سکتی

ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر قریش وہاں سے چلے گئے۔"

"پھر لوگ منیٰ سے واپس آگئے۔ قریش اس خبر کی جستجو میں لگ گئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ کوئی واقعہ رونما ضرور ہوا ہے وہ انصار کو ڈھونڈنے نکلے انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو کو مقام اذاخر میں پالیا۔ یہ دونوں نقیب تھے۔ وہ حضرت منذر کو تو نہ پکڑ سکے لیکن حضرت سعد کو انہوں نے پکڑ لیا۔ ان کے ہی تسمے سے ان کے ہاتھ ان کی گردن سے باندھے اور انہیں مکہ مکرمہ لے آئے۔ وہ انہیں مارنے لگے۔ بالوں سے کھینچنے لگے۔ کیونکہ ان کے بال کثیر تھے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں: "بخدا! میں قریش کے ہاتھوں گرفتار تھا۔ اچانک قریش کی ایک جماعت میرے پاس آئی۔ ان میں ایک سفید رنگت والا، چمکدار اور دل موہ لینے والا شخص بھی تھا۔ میں نے دل میں کہا: "اگر ان میں سے کسی سے بھلائی کی امید ہو سکتی ہے تو وہ یہی شخص ہے۔ مگر وہ شخص جب میرے قریب ہوا تو اس نے مجھے زور سے مکا مارا۔ میں نے دل میں سوچا" قسم بخدا! اس کے بعد ان میں کسی بھی قسم کی بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی۔ میں ان کے ہاں پابند سلاسل تھا۔ اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا ان کا تعلق ان کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: "کیا قریش کے کسی شخص کے ساتھ تیرا معاہدہ یا پناہ نہیں ہے؟" میں نے کہا: "کیوں نہیں؟" میں جبیر بن مطعم کو تجارت کے وقت پناہ دیتا تھا۔ اپنے شہر کے باسیوں کے ظلم وستم سے اسے بچاتا تھا۔ میں اسی طرح حارث بن حرب کو بھی پناہ دیتا تھا۔" اس نے کہا: "ان دونوں کا نام لے کر صدا دو۔ تمہارے مابین جو تعلقات ہیں انہیں یاد کراؤ۔" میں نے اسی طرح کیا۔ وہ ان دونوں کے پاس گیا۔ اس نے انہیں مسجد حرام میں پایا۔ اس نے انہیں کہا: "وادیٔ بطحاء میں ایک شخص کو مارا جا رہا تھا۔ وہ تمہارا نام لے کر صدائیں لگا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس کے اور تمہارے مابین پناہ ہے۔" انہوں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" اس نے کہا: "وہ سعد بن عبادہ ہے۔" انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! اس نے سچ ہی کہا ہے۔ وہ ہمارے تجارتی کارواں کو پناہ دیتا تھا۔ اپنے اہل شہر کے ظلم و تعدی سے ہمیں بچاتا تھا۔" وہ وادیٔ بطحاء میں آئے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔" ابن اسحاق کہتے ہیں: "ضرار بن خطاب نے ہجرت کے متعلق سب سے پہلے یہ دو اشعار کہے تھے۔ یہ اس واقعہ کے بارے سب سے پہلے شعر تھے۔ ضرار کا تعلق بنو محارب سے تھا۔

تداركت سعدا عنوةً فاخذته و كان شفاء لو تداركت منذرا

ولو نلته طلّت هناك جراحه و كانت صريا ان يهان و يهدرا

میں نے فوراً سعد کو پکڑ لیا۔ اس پر غلبہ پالیا۔ اس سے مجھے شفاء نصیب ہوئی۔ کاش میں منذر کو بھی پکڑ لیتا۔ اسے کثیر زخم آتے۔ وہ اس سے بلند ہوتا کہ اس کی بے عزتی کی جائے وہ رائیگاں بھی ہوتا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے ان اشعار میں جواب دیا:

فلست الی عمرو ولا المرء منذر اذا ما مطایا القوم اصبحن ضمرّا

ترجمہ: ''ارے! تو نہ سعد اور نہ ہی منذر کی طرح ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جب ان کے لیے چھریری سواریاں تیار کیں جائیں۔''

اتفخر بالکتان لما لبستهٗ و قد یلبس الانباط ریطا مقصّرا

ترجمہ: ''کیا تو اس لیے فخر کرتا ہے کہ تو نے روئی کا لباس پہنا ہے۔ حالانکہ قبطی بھی سفید چادریں پہنتے ہیں۔''

فلو لا ابووھب لمرّت قصائد علی شرف البرقاء یھوین حسرّا

ترجمہ: ''اگر ابو وھب موجود نہ ہوتا تو پھر قصائد برقاء کی چوٹی سے بھی آگے نکل جاتے وہ تھک کر نیچے گرتے جاتے۔''

فلاتك کالو سنان یحلم انه بقریة کسریٰ او بقریة قیصرا

ترجمہ: ''تو اس اونگھنے والے کی طرح نہ ہو جا جو قیصر یا کسریٰ کے شہروں کے بارے خواب دیکھتا ہے۔''

ولاتك کالثکلی کانت بمعزل عن الثکل لو کان الفؤاد تفکرّا

ترجمہ: ''تو اس عورت کی طرح نہ ہو جا جو اپنے اکلوتے بیٹے کی موت پر شب و روز روتی رہتی ہے۔ اگر اس کے پاس سوچنے والا دل ہوتا تو یوں نہ کرتی۔''

ولا تك کالشاۃ التی کانت حتفها بحفر ذراعیها فلم ترض محفرا

ترجمہ: ''تو اس بکری کی مانند نہ ہو جا جس کی موت اس کے اپنے بازو سے کھودے ہوئے گھڑے سے ہوئی۔ وہ اس گڑھے پر خوش نہ تھی۔''

ولاتك کالغاوی فاقبل نحرهٗ ولم یخشه سهما من النبل مضمرا

ترجمہ: ''تو اس کتے کی طرح نہ ہو جا جو گردن باہر نکالے کھڑا ہوا سے مخفی تیر کا اندیشہ نہ ہو۔''

فانا و من یهدی القصائد نحونا کمستبضع تمرا الی اهل خیبرا

ترجمہ: ''ہم اور وہ شخص جو ہماری طرف اشعار روانہ کرتا ہے اس طرح ہیں جس طرح کوئی شخص خیبر میں کھجوریں فروخت کرنے جائے۔''

تنبیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو وہ نمازیں لوٹانے کا حکم نہیں دیا تھا جو انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر

کے پڑھیں تھیں۔ کیونکہ ان کے لیے لازم تھا کہ وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرتے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کو دیکھ کر سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اسی لیے آپ نے انہیں نمازیں نہ لوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت براء حضور اکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی طرف منہ اس لیے کیا ہو کہ انہوں نے علمائے یہود سے سنا ہو کہ ان کے زمانہ میں جو نبی مبعوث ہوں گے وہ دین ابراہیمی پر ہوں گے۔ اور ان کا قبلہ کعبہ معظمہ ہوگا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا کیونکہ انہوں نے تاویل کی تھی۔

عقبہ کی شب بیعت کرنے والے خوش نصیب افراد کے نام

یہ مبارک گروہ تہتر مرد اور خواتین پر مشتمل تھا۔ "العیون" میں ہے کہ یہی تعداد معروف ہے۔ اگر تفصیل میں زیادتی ہو تو یہ اس میں زیادتی نہیں ہوگی تو حاضرین کے اختلاف کی بنیاد پر ہوگا۔ ایک راوی نے ایک شخص کا اثبات کیا ہے لیکن دوسرے نے اس کا اثبات نہیں کیا۔ ابن اسحاق نے ان کو قبائل کی ترتیب سے لکھا ہے۔ لیکن میں حروف تہجی کے اعتبار سے ان کا تذکرہ کروں گا۔

ابی بن کعب، اسعد بن زرارہ، اسید بن حضیر، اوس بن ثابت، اوس بن زید، براء بن معروف، بشر بن براء، بہیز بن ہیثم، ثابت بن جذع، جابر بن عبداللہ، جبار بن صخر، حارث بن قیس، خارجہ بن زید، خالد بن زید، خالد بن عمرو، خالد بن قیس، خدیج بن سلامۃ، خلاد بن سوید، ذکوان بن عبد قیس، رافع بن مالک، رفاعۃ بن رافع، رفاعۃ بن منذر، رفاعۃ بن عمرو، زیاد بن لبید، زید بن سہل، سعد بن خیثمہ، سعد بن ربیع، سعد بن زید، سعد بن عبادۃ، سلمہ بن سلامۃ، سلیم بن عمرو، سنان بن صیفی، سہل بن تحسیک، شمر بن سعد، صیفی بن سداد، ضحاک بن زید، ضحاک بن حارثہ، طفیل بن مالک، ظہیر بن رافع، عامر بن نابی، عباد بن قیس، عباس بن عبادہ، عبداللہ بن انیس، عند بن عمر، عبداللہ بن جبیر، عبداللہ بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن زید، عبداللہ بن عمرو، عبس بن عامر، عبید بن تیہان، عقبہ بن عمرو، عقبہ بن وہب، عمارہ بن حزم، عمرو بن جموح، عمرو بن حارث، عمرو بن عنمہ، عمرو بن غزیہ، عمیر بن عامر، عوف بن حارث، عدیم بن ساعدۃ، فروہ بن عمر، قتادہ بن نعمان، قطبہ بن عامر، قیس بن ابی صعصعۃ، کعب بن عمرو، کعب بن مالک، مالک بن تیہان، مالک بن دخشم، مالک بن رفاعۃ، معاذ بن جبل، معاذ بن حارث، معاذ بن عمرو، معقل بن منذر، معن بن عدی، معوذ بن حارث، نعمان بن عمرو، نہیر بن بھیر، ہانی بن نیار، یزید بن ثعلبہ، یزید بن خدام، یزید بن عامر، یزید بن منذر رضی اللہ عنہم۔ جبکہ خواتین میں سے حضرت اسماء بنت عمرو ام منیع اور حضرت نسیبہ بنت کعب ام عمارۃ رضی اللہ عنہما نے یہ سعادت حاصل کی۔

❁❁❁❁

نواں باب

حضرت عمرو بن جموح کا قبولِ اسلام

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب یہ خوش بخت صحابہ کرام مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا ان کی قوم میں بعض بزرگ ایسے بھی تھے جو اپنے شرک پر ہی تھے۔ ان میں سے ایک عمرو بن جموح بھی تھے۔ ان کے فرزند دلبند معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عقبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ عمرو بنوسلمہ کے سرداروں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا پتھر بنا رکھا تھا جس کی تعظیم بجالاتے تھے۔ اسے مناۃ کہا جاتا تھا۔ جب بنوسلمہ کے نوجوانوں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو وغیرہما نے اسلام قبول کر لیا اور عقبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر لی تو وہ رات کی تاریکی میں عمرو کے بت کے پاس جاتے اسے اٹھاتے اور اسے بنوسلمہ کے کسی کنویں میں پھینک دیتے۔ جس میں لوگوں کی گندگی پھینکی جاتی تھی۔ وہ اسے اس میں الٹا پھینک دیتے وقت صبح عمرو کہتے ''آج رات ہمارے معبود کے ساتھ دشمنی کس نے کی ہے۔ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑتے اسے پالیتے اسے پاک وصاف کرتے اسے خوشبو لگاتے۔ اسے کہتے:''بخدا! اگر میں جان لیتا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کون کرتا ہے تو میں اسے رسواء کر دیتا رات کے وقت وہ سو جاتے۔ یہ جوان صحابہ کرام اس بت کے پاس جاتے اور اسے اسی طرح کرتے۔ عمرو پھر اسے تلاش کرتے۔ اسے ڈھونڈ کر اسے صاف کرتے۔ اس پر خوشبو لگاتے اور اسے اس کی جگہ پر رکھ دیتے۔ جب اکثر یہ معمول بن گیا تو ایک روز انہوں نے بت کو کنویں سے نکالا۔ اسے پاک وصاف کیا۔ خوشبو لگائی۔ ایک تلوار لے کر آئے اسے اس کے گلے میں لٹکایا۔ پھر کہا:''بخدا! میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کون کرتا ہے۔ اگر تیرے پاس بھلائی ہے تو اس تلوار کے ساتھ آنے والے کو روک لینا۔ رات کے وقت عمرو سو گئے۔ جوان صحابہ کرام اس بت کے پاس گئے۔ اس کی گردن سے تلوار اتاری۔ ایک مردہ کتا اس کی گردن کے ساتھ باندھا اور اسے بنوسلمہ کے گندے کنویں میں پھینک دیا۔ صبح کے وقت عمرو اس کی تلاش میں نکلے اپنے بت کو کنویں میں پایا وہ منہ کے بل لٹکا ہوا تھا ایک مردہ کتا اس کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب اسے دیکھا تو نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔ فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پھر اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ جب اسلام قبول کر لیا۔ رب تعالیٰ

نے عرفان عطا کر دیا تو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ اشعار کہے جس نے انہیں گمراہی اور ضلالت سے بچا لیا تھا۔

والله لو كنت الها لم تكن　　انت و كلب وسط بئر فی قرن
اف لملقاك الها مستدن　　الآن فتشناك عن سوء الغبن
الحمد لله العلیّ ذی المنن　　الواهب الرزاق ديّان الدين
هو الذی انقذنی من قبل ان　　اكون فی ظلمة قبر مرتهن
بأ احمد المهدی النبی المؤتمن

ترجمہ: "قسم اللہ کی! اگر تو خدا ہوتا تو پھر تیری لاش غلیظ کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنوئیں سے نہ ملتی۔ اس حقارت آمیز حالت میں تمہاری ملاقات پر صد افسوس! اب ہمیں علم ہوا ہے کہ ہم تمہارے بارے دھوکہ میں مبتلاء تھے۔ ساری ستائش اللہ رب العزت کے لیے ہے جو بلند و ارفع ہے جو بہت احسانات کرنے والا ہے وہ ہی دیتا ہے رازق بھی وہی ہے وہی سارے اہل ادیان کو جزاء دینے والا ہے۔ اس ذات والا نے ہی مجھے کفر سے نجات دی۔ اس سے قبل کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھا جاتا۔ اس نے مجھے ہدایت یافتہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق دی۔"

ہجرتِ مدینہ

پہلا باب

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا اذن

ابن سعد نے ابوامامۃ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب یہ ستر افراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر کے چلے گئے تو آپ کے قلب انور کو مسرت نصیب ہوئی۔ رب تعالیٰ نے آپ کا دفاع ایسی قوم سے کر دیا تھا۔ جو جنگی چالوں سے خوب آگاہ تھی۔ وہ ایک عمدہ قوم تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں پر مشرکین کی طرف سے اذیتیں شدت اختیار کر گئیں۔ اب انہیں پتہ چل گیا تھا کہ مسلمان نکل جائیں گے۔ انہوں نے مسلمانوں کے لیے زندگی کے دائرہ کو تنگ کر دیا۔ سب وشتم میں اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے اس چیز کا شکوہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ ہجرت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: "مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھا دی گئی ہے۔ میں نے دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کھجوروں والی سخت زمین کو دیکھ لیا ہے۔ اگر ایسی بلند زمین ہو جو سخت چٹانوں والی اور کھجوروں والی ہو تو میں کہوں گا یہ وہی سرزمین ہے۔" پھر کچھ ایام گزر گئے۔ آپ مسرور ہو کر اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے تمہاری ہجرت گاہ کے بارے بتا دیا گیا ہے یہ یثرب ہے۔ جو وہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہو وہاں چلا جائے۔" مسلمان تیاری کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کی رفاقت میں چھپ کر نکلنے لگے۔ صحابہ کرام میں سے جس ذات نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت ابوسلمہ بن اسد تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "انہوں نے بیعتِ عقبہ سے ایک سال قبل مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیۃ کو ایک سال تک مکہ مکرمہ میں روک لیا گیا۔ پھر بنومغیرہ نے انہیں اجازت دے دی کہ وہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائیں۔ وہ تن تنہا عازم سفر ہوگئیں جب تنعیم کے مقام پر پہنچی تو انہیں عثمان بن طلحہ ملے۔ یہ ابھی تک شرک پر ہی تھے۔ اس کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ ان کے ہمراہ ہو گئے۔ جب وہ قباء پہنچے تو انہوں نے کہا: "اس بستی میں تمہارے خاوند ہیں۔" پھر وہ مکہ مکرمہ میں واپس آگئے وہ فرماتی تھیں "میں نے کسی رفیق راہ کو نہیں دیکھا جو عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف ہو۔ وہ جب کسی منزل تک پہنچتے تو اونٹ نیچے بٹھاتے۔ دور ہو کر کھڑے ہو جاتے جب میں اونٹ سے نیچے اتر جاتی تو وہ اونٹ لے جاتے۔ اسے درخت کے ساتھ باندھ دیتے پھر کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتے۔ جب روانگی کا وقت آتا تو میرے اونٹ کے پاس آتے اسے آگے کرتے پھر دور ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ پھر کہتے: "اس پر سوار ہو جاؤ۔" جب میں سوار ہو جاتی اور اپنے اونٹ پر جم کر بیٹھ جاتی تو میرے پاس آتے نکیل تھام لیتے اور آگے آگے چلنا شروع کر دیتے۔ وہ اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے مجھے مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ امام بخاری اور امام حاکم نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پہنچے۔" امام ابن اسحاق اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ابوسلمہ کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خثمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

"پھر حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنی اہلیہ اور بھائی ابواحمد عبد بن جحش کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابواحمد نابینا تھے۔ وہ مکہ مکرمہ کے بالائی اور نشیبی علاقوں میں کسی قائد کے بغیر ہی آتے جاتے تھے۔ یہ شاعر تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت فارعۃ بنت ابوسفیان تھیں۔ بنوجحش کے بارہ افراد نے اپنی بیوی بچوں سمیت ہجرت کر لی۔ ابوسفیان نے ان کے گھر پر قبضہ کر لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے اسے عمرو بن علقمہ سے خریدا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "عبداللہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ اس کے بدلے رب تعالیٰ تمہیں جنت میں ایسا محل عطا کرے جو اس سے بہتر ہو۔" انہوں نے عرض کی: "ضرور!" آپ نے فرمایا: "جنت کا گھر تمہارے لیے ہے۔" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو ابواحمد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے گھر کے بارے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ لوگوں نے حضرت ابواحمد سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرما رہے ہیں کہ تم وہ چیز حاصل کرو جو راہِ خدا میں تم سے لی جا چکی ہو۔"

انہوں نے دوبارہ بات نہ کی۔ بنوغنم نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کے مرد وخواتین سارے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جاچکے تھے۔

ابن السمان نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار حمائل کی۔ اپنی کمان لی۔ اپنے ہاتھ میں تیر لیے۔ نیزہ لیا۔ کعبہ معظمہ کی طرف گئے۔ سرداران قریش مسجد حرام کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بڑے سکون سے بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیمی پر آئے۔ دو رکعتیں پڑھیں۔ ایک ایک محفل میں گئے۔ انہوں نے ان سے کہا: ''چہرے برباد ہو جائیں رب تعالیٰ ان ناکوں کو خاک آلود کرے۔ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس پر روئے یا اس کا بچہ یتیم ہو جائے یا اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ اس وادی سے پرے مجھ سے ملاقات کرے۔'' حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کوئی بھی ان کے پیچھے نہ آیا۔ حضرت عمر فاروق عازم سفر ہو گئے۔'' ابن اسحاق نے حضرت عمر فاروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب ہم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے، حضرت عیاش بن ربیعہ اور حضرت ہشام بن عاص نے سرف کے اوپر بنوغفار کے اضاءۃ کے قریب کانٹوں والے درختوں کے پاس ایک دوسرے سے ملنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے کہا: ''جو بھی وقتِ صبح وہاں نہ پہنچ سکا تو گویا کہ اسے روک دیا گیا ہو۔ اس کے بقیہ دونوں ساتھی عازم سفر ہو جائیں۔ میں نے اور حضرت عیاش نے صبح اسی جگہ کی لیکن حضرت ہشام کو ان کی قوم نے روک لیا۔ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ پھر ابو جہل اور حارث بن ہشام مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت عیاش بن ربیعہ سے کہا: ''تمہاری ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کرے گی حتیٰ کہ تجھے دیکھ لے۔ وہ سورج کے سایہ میں نہ بیٹھے گی حتیٰ کہ تمہیں دیکھ لے۔'' ان کے دل میں اس کے لیے رقت پیدا ہوگئی۔ میں نے حضرت عیاش سے کہا: ''عیاش! بخدا! یہ لوگ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں ان سے بچو بخدا! جب تمہاری ماں کے سر میں جوئیں پڑیں گی وہ خود بخود کنگھی کرلے گی۔ جب مکہ مکرمہ کی گرمی شدید ہو جائے گی تو وہ خود بخود سایہ میں بیٹھنے لگے گی۔'' مگر انہوں نے کہا: ''میں اپنی ماں کی نذر پوری کروں گا۔ اس جگہ میرا مال بھی ہے میں اسے بھی لے آؤں گا۔'' میں نے کہا: ''عیاش! کیا تمہیں علم ہے کہ میں سارے قریش سے زیادہ امیر ہوں۔ تم میرا نصف مال لے لو اور ان کے ہمراہ نہ جاؤ۔'' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور ان کے ہمراہ جانے کے لیے اصرار کیا۔ میں نے ان کی ضد دیکھی تو میں نے کہا: ''اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو میری اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ۔ یہ تیز رفتار ہے۔ اس کی پشت پر ہی بیٹھے رہنا اگر اس قوم سے کچھ شک گزرے تو اس پر بیٹھ کر بچ نکلنا۔ حضرت عیاش اس اونٹنی پر سوار ہوئے اور ان کے ہمراہ قباء سے باہر آگئے۔ جب کچھ مسافت طے ہو چکی تو ابو جہل نے کہا: ''میرے بھتیجے! میں نے اپنے اونٹ پر بہت سا سامان لاد لیا ہے۔ کیا تم مجھے اس اونٹنی پر بیٹھنے کی اجازت

نہیں دیتے۔" حضرت عیاش: "ضرور! وہ اونٹنی سے نیچے آئے۔ وہ دونوں بھی اپنے اپنے اونٹ سے نیچے اترے۔ انہوں نے عیاش پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے انہیں پکڑا باندھا اور مکہ معظمہ لے آئے۔ انہیں وہاں مختلف فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اعلان کیا تھا: "اے مکہ والو! جس طرح ہم نے اپنے پاگل کے ساتھ کیا ہے تم بھی اپنے احمقوں کے ساتھ اسی طرح کرو۔"

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں: "ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے کوئی فرض، نفل یا توبہ قبول نہیں کرے گا جو فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس قوم نے اپنے رب تعالیٰ کو پہچانا پھر کسی اذیت یا تکلیف کی وجہ سے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ وہ لوگ بھی اپنے بارے اسی طرح کہتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو رب تعالیٰ نے ان کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الزمر: ۵۳ تا ۵۵)

ترجمہ: "آپ فرمائیے اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اور لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور سر خم کر دو اس کے سامنے اس سے پہلے کہ آجائے تم پر عذاب۔ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور پیروی کرو، عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے۔ اس سے پیشتر کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر تک نہ ہونے پائے۔"

حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "میں نے اپنے ہاتھ سے اس آیت طیبہ کو ایک کاغذ پر لکھا اور اسے ہشام بن عاصی کے پاس بھیج دیا۔" ہشام کہتے ہیں: "جب یہ مکتوب میرے پاس پہنچا میں ذی طوی کے مقام پر اسے پڑھنے لگا۔ میں نشیب و فراز میں گھوم رہا تھا۔ اسے پڑھ رہا تھا لیکن مجھے اس کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔" میں نے عرض کی: "مولا! مجھے ان آیات کا مفہوم سمجھا دے۔ رب تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ یہ ہمارے بارے ہی اتری ہیں۔ اس کے بارے اتری ہیں جو کچھ ہم اپنے بارے کہتے ہیں۔ میں اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس پر سوار ہوا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔"

حضرت ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: "کون ہے جو عیاش بن ربیعہ کو میرے پاس لے کر آئے گا۔" حضرت ولید بن ولید نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں انہیں

لے کر آؤں گا۔وہ مکہ مکرمہ کی طرف نکلے۔چھپتے چھپاتے وہاں پہنچ گئے۔وہ ایک عورت سے ملے جو کھانا لا رہی تھی۔انہوں نے اسے پوچھا:"خدا کی بندی! کہاں جارہی ہو؟"اس نے کہا:"ان دو قیدیوں کے پاس۔"وہ اس عورت کے پیچھے چلتے حتیٰ کہ ان کی قید کی جگہ کو دیکھ لیا۔وہ ایسے کمرے میں مقید تھے جس پر چھت نہیں تھی۔رات کے وقت وہ دیوار پھلانگ کر ان کے پاس پہنچ گئے۔انہوں نے ایک پتھر لیا اسے ان کو زنجیروں کے نیچے رکھا اور تلوار مار کر انہیں کاٹ دیا۔ان کی تلوار کو ذوالمرہ کہا جاتا تھا۔انہیں اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اسے ہانکنے لگے۔راستہ میں انہیں ٹھوکر لگی جس سے ان کی انگلی زخمی ہوگئی۔انہوں نے کہا:

هل انت الا اصبع دميت و فی سبیل الله ما لقیت

ترجمہ: "تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلود ہے۔راہِ خدا میں تو تجھے کچھ بھی تکلیف نہیں پہنچی۔"

انہوں نے ان دونوں کو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔پھر لگاتار مہاجرین آنے لگے۔حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت صہیب بن سنان حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہم کے ہاں ٹھہرے۔دوسرے قول کے مطابق حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے تھے۔

ابن سعد نے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو کفار قریش نے انہیں کہا"جب تم ہمارے پاس آئے تھے تو تم فقیر اور کنگال تھے ہمارے ہاں تمہارے پاس مال کی فراوانی ہوئی ہے۔پھر تم اپنے نفس اور مال کے ساتھ ہجرت کرنا چاہتے ہو۔بخدا! اس طرح نہیں ہوسکتا۔"حضرت صہیب نے انہیں فرمایا: "اگر میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟"انہوں نے کہا:"ہاں!"انہوں نے کہا:"میں اپنا مال تمہیں دیتا ہوں۔"جب اس واقعہ کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:"صہیب نفع پا گئے۔صہیب نفع پا گئے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گروہ در گروہ آنے لگے۔انصار نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔انہیں پناہ دی۔ان کے ساتھ ہمدردی کی۔ان کی مدد کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل قباء میں حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو امامت کراتے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مہاجرین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرے رہے۔آپ اذن ہجرت کے منتظر تھے۔اب مکہ مکرمہ میں صرف وہی لوگ رہ گئے تھے جنہیں محبوس کر دیا گیا تھا۔یا وہ فتنہ میں مبتلا ہو چکے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ میں تھے۔کتنی ہی بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہجرت کی اجازت مانگی مگر آپ انہیں فرماتے:"جلدی نہ کرو شاید رب تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق بنا دے۔"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا

تھا کہ وہ رفاقت آپ ﷺ کی ہی ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے "انصار کے ایک گروہ نے عقبہ آخرہ میں آپ کی بیعت کی۔ پھر مدینہ طیبہ واپس آگئے۔ پھر وہ مکہ مکرمہ چلے گئے پھر وہ ہجرت کر گئے مدینہ طیبہ آگئے۔ انہیں مہاجر انصار کہا جاتا ہے۔ ان میں حضرت ذکوان بن عبد قیس، حضرت عقبہ بن وہب، حضرت عباس بن عبادۃ اور حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔"

تنبیہات

1. ابن اسحاق اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ لیکن ابن ابی شیبہ اور امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مہاجرین میں سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر ہمارے پاس آئے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ ان دونوں روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ایک کو خاص صفت کے ساتھ اولیت پر محمول کیا جائے گا۔ ابن عقبہ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ وہ حبشہ سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ مکہ مکرمہ میں انہیں ستایا گیا۔ انہیں یہ خبر ملی کہ عقبہ اولیٰ میں بارہ انصاری صحابہ نے شرکت کی ہے۔ تو وہ اسی سال کے درمیان مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ اس روایت اور حضرت براء کی روایت کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو سلمہ مدینہ طیبہ میں اقامت کی نیت سے عازم سفر نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ مشرکین سے راہ فرار اختیار کیا تھا۔ جبکہ حضرت مصعب بن عمیر مدینہ طیبہ میں اقامت کی نیت سے گئے تھے۔

2. ابو عمر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ پہلی خاتون محترمہ جنہوں نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں آنے کی سعادت حاصل کی تھی وہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا تھیں لیکن حضرت ابن عقبہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے۔

3. ابن اسحاق نے بنو غنم کی مہاجرات میں حضرت ام حبیبہ کا نام لیا ہے لیکن امام سہیلی نے انہیں ام حبیب لکھا ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

4. ابن اسحاق نے بنو جحش کی خواتین میں حضرت جذامۃ بنت جندل رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ "میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جذامۃ بنت وھب تھیں کیونکہ جذامہ بنت جندل نہ تو آل جحش الاسیدین اور نہ ہی دوسروں میں تھی۔ یہ وہم ہے۔ وہ جذامہ بنت وھب بن محصن ہیں۔ لیکن ابن جریر نے جذامۃ کا تذکرہ مہاجرات میں کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کے محدثین جذامۃ بنت وھب کہتے ہیں۔ لیکن پسندیدہ موقف یہ ہے کہ وہ بنت جندل

الاسدیہ ہیں۔ یہ حضرت عکاشہ بن محض کی بہن تھیں شاید والدہ کی طرف سے بہن تھیں۔ ابن حبان نے کتاب صحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت جذامہ بنت جندل بنوغنم کی مہاجرات میں سے تھیں۔ جبکہ جذامۃ بنت وھب کا تعلق بنوھلال سے تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت جذامۃ بنت جندل الاسدیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے بیعت کی سعادت حاصل کی اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ یہ بات اس امر سے مزید واضح ہو جاتی ہے جسے ابوالحسن خزرجی نے تقریب المدارک شرح مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ جذامہ بنت وھب نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا تھا۔

❁❁❁❁

دوسرا باب

ہجرت مدینہ اور کفار کا مکر وفریب

ابن اسحاق، عبدالرزاق، امام احمد، ابن جریر، ابن منذر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو مخلص ساتھی مل گئے ہیں۔ وہ ایسے جانثار تھے جو قریش کے علاوہ تھے ان کا تعلق بھی ان کے شہر کے ساتھ نہیں تھا۔ قریش نے دیکھا کہ آپ کے صحابہ کرام بھی ان کی طرف ہجرت کرتے جا رہے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ انہیں امن وسلامتی کی جگہ مل جائے گی۔ انہیں وہاں مکمل تحفظ حاصل ہوگا۔ اگر یہ بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں حضور اکرم ﷺ بھی ہجرت فرما کر وہیں تشریف نہ لے جائیں اور اپنے جانثاران کو جمع فرما کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں تو وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ وہ وہاں مشورہ کرنے لگے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے معاملہ میں کیا کرنا ہے۔ جس روز قریش وہاں جمع ہوئے اس دن کو یوم الزحمۃ کہا جاتا ہے ابلیس لعین بھی ایک بزرگ کی شکل میں وہاں آ گیا۔ اس نے موٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ وہ دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو پوچھا: ''کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میرا تعلق اہل نجد سے ہے میں نے سنا ہے کہ تم کسی اہم مقصد کے لیے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں حاضر ہوا ہوں تا کہ سنو کہ تم کیا مشاورت کرتے ہو۔ شاید تمہیں کوئی عمدہ مشاورت دے سکوں۔'' قریش نے کہا: ''بہت اچھا اندر آجاؤ۔ وہ ان کے پاس چلا گیا۔ دارندوہ میں قریش بنو عبد شمس میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان، بنو نوفل میں سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، بنو عبدالدار میں سے نضر بن حارث بنو اسد میں سے ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، بنو مخزوم میں سے ابوجہل، بنو سہم میں سے نبیہ، منبہ ابنا حجاج، بنو جمح میں سے امیہ بن خلف میں جمع تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ قریش کے اور بھی افراد تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''تم اس شخص (حضور اکرم ﷺ) کے امر کا مشاہدہ کر چکے ہو۔ بخدا! ہم اس سے امن میں نہیں کہ وہ اپنے جانثاروں کو جمع کریں اور ہم پر حملہ آور ہو جائیں۔ ان کے بارے ایک رائے پر اتفاق کر لو۔ وہ باہم مشورہ کرنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: (امام سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ ابوالبختری بن ہشام تھا) انہیں لوہے کی زنجیروں میں مقید کر دو۔ پھر ان کا دروازہ بند کر دو پھر ان شعراء کی طرح ان کا انتظار کرو جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں مثلاً زھیر اور نابغہ حتیٰ کہ

موت ان کا کام تمام کر دے۔" شیخ نجدی نے کہا: "بخدا! تمہاری یہ رائے درست نہیں ہے اگر تم انہیں مقید کر دو گے تو ان کا معاملہ پھیل جائے گا۔ وہ بات ان کے صحابہ تک پہنچ جائے گی۔ بلاشبہ وہ تم پر حملہ آور ہو کر انہیں تمہارے ہاتھوں چھین کر لے جائیں گے پھر وہ کثرت کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ رائے درست نہیں تم کسی اور رائے کا اظہار کرو۔

پھر وہ مشاورت کرنے لگے ان میں سے ایک شخص نے کہا: "امام سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ ابوالاسود ربیعہ بن عمرو تھا۔ اس کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔ اس نے کہا: "ہم انہیں اپنے شہر سے نکال دیتے ہیں اور اپنے شہر سے جلاوطن کر دیتے ہیں۔ جب وہ یہاں سے چلے جائیں گے تو پھر ہمیں پرواہ نہ ہوگی کہ وہ کہاں جاتے ہیں۔ جب وہ چلے جائیں گے ہم ان سے فارغ ہو جائیں گے تو ہم اپنے معاملہ کی اصلاح کر لیں گے اور پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔" شیخ نجدی نے کہا: "نہیں! بخدا! یہ بھی رائے درست نہیں ہے کیا تم ان کی عمدہ گفتگو نہیں سنتے ان کی باتوں کی شیرینی نہیں دیکھتے۔ وہ اپنے کلام کے ساتھ لوگوں کے دل کس طرح موہ لیتے ہیں۔ بخدا! اگر تم نے اس طرح کیا تو تمہیں یہ خطرہ رہے گا کہ وہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس چلے جائیں گے۔ وہ اپنے قول کی عمدگی اور باتوں کی شیرینی سے انہیں اپنا بنا لیں گے حتیٰ کہ وہ ان کی اتباع کرنے لگیں۔ پھر وہ تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں روندھ ڈالیں گے۔ معاملہ تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا جو جیسے چاہیں گے تم سے سلوک کریں گے۔ لہٰذا کوئی اور رائے دو۔"

ابوجہل نے کہا: "بخدا! میرے پاس ایک ایسی رائے ہے جس کے بعد تمہیں کسی مشورہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔" سرداران قریش نے پوچھا: "ابوالحکم! وہ کون سی رائے ہے؟" اس نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ تم ہر قبیلے سے ایک ایسا جوان لو جو توانا، مضبوط اور حسب ونسب والا ہو پھر ہم ہر جوان کو ایک شمشیر براں دیں گے۔ پھر وہ یکبار حملہ کر کے حضور ﷺ کا کام تمام کر دیں گے۔ وہ انہیں قتل کر دیں گے ہم ان سے نجات پا لیں گے۔ اگر وہ اس طرح کر گزریں گے تو ان کا خون تمام قبائل میں منقسم ہو جائے گا۔ بنو عبد مناف ان سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔ وہ دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ ہم انہیں دیت دے دیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا: "بخدا! رائے وہی ہے جو اس نے دی ہے اس کے علاوہ اور کوئی رائے نہیں۔"

ابن کلبی نے لکھا ہے کہ جب ابلیس لعین نے ابوجہل کی رائے کی تعریف کی تو اس نے کہا:

الرآی رآیان: رای لیس یعرفه — هاد و رای کنصل السیف معروف
یکون اوّله نمر و مکرمة — یومًا و آخره جدو تشریف

ترجمہ: "رائے دو ہی ہوتی ہیں۔ ایک ایسی رائے ہوتی ہے جسے کوئی ہادی نہیں جانتا جبکہ دوسری رائے تلوار کے پھل کی طرح معروف ہوتی ہے۔ جس کی ابتداء عزت وتکریم ہوتی ہے اور اس کا آخر بزرگی اور

شرافت ہوتی ہے۔"

یہ بات طے کر کے قوم منتشر ہوگئی۔ ان کا اسی امر پر اتفاق ہوگیا تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج اس بستر پر آرام فرمانہ ہوں۔ جس پر پہلے آرام فرما ہوتے ہیں۔" انہوں نے آپ کو قوم قریش کے اس مکروفریب کی خبر دی۔ نیز بتایا کہ رب تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا اذن دے دیا ہے۔" رات کے ابتدائی حصہ میں نوجوانانِ قریش آپ کے درِ اقدس پر جمع ہو چکے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ آپ کب آرام فرما ہوتے ہیں اور وہ آپ پر حملہ کر دیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے بستر پر سو جاؤ میری سبز حضرمی چادر اوڑھ لو۔ اس میں سو جاؤ تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ حضور اکرم اپنی اسی چادر میں آرام فرما ہوتے تھے۔"

جب نوجوانانِ قریش وہاں جمع ہو گئے تو ابوجہل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتے ہیں کہ اگر تم نے ان کے امر کی اتباع کرلی تو تم عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر تمہیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا تمہیں اردن کے باغوں کی مانند باغ ملیں گے۔ اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو تمہیں ذبح کر دیا جائے گا تمہیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا تمہیں آگ میں جلایا جائے گا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف باہر نکلے۔ دست اقدس میں مٹھی بھر مٹی لی پھر فرمایا: "ہاں! میں اس طرح کہتا ہوں۔ تو ان میں سے ایک ہے۔" رب تعالیٰ نے ان کی بصارت چھین لی وہ آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ آپ وہ مشتِ خاک ان کے سروں پر پھینکنے لگے۔ آپ ان آیاتِ طیبات کی تلاوت کر رہے تھے۔

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾ (یٰس: ۱ تا ۹)

ان میں سے ہر ایک شخص کے سر پر وہ خاک پڑی۔ پھر جہاں چاہتے تھے تشریف لے گئے۔

ایک شخص ان لوگوں کے پاس آیا جو ان میں سے نہ تھا۔ اس نے پوچھا: "تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟" انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔" اس شخص نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسواء کر دیا ہے۔ بخدا! وہ تمہارے پاس سے گذر کر چلے گئے ہیں۔

انہوں نے تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی پھینک دی ہے۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہاری کیا حالت ہوئی ہے؟ ہر شخص نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہاں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے اندر جا کر دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی چادر اوڑھے آرام فرما تھے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اپنی چادر اوڑھے آرام کر رہے ہیں۔ وہ صبح تک اسی طرح رہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے بستر سے اٹھے۔ قریش نے کہا: "بخدا! اس شخص نے ہمیں سچ ہی کہا تھا۔" پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔"

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان بیچ دی تھی۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک چادر اوڑھی اور سو گئے۔ مشرکین یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حتیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وضوء کرنے کے لیے اٹھے۔"

امام حاکم نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "وہ ذات جس نے سب سے پہلے اپنی جان بیچنے کے لیے پیش کی۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اس کے بارے یہ اشعار بھی کہے ہیں:

وقیت نفسی خیر من وطئ الحصی ... و من طاف بالبیت العتیق و بالحجر

رسول اللہ خاف ان یمکروا بہ ... فنجّاہ ذوالطول الا لہ من المکر

و بات رسول اللہ فی الغار آمنا ... موقّی و فی حفظ الا لہ و فی ستر

و بت اراعیھم وما یتھموننی ... و قد وطنت نفسی علی القتل والاسر

ترجمہ: "میں نے اپنی جان کے بدلے اس ہستی پاک کو بچایا۔ جو ہر اس ذات سے بہتر ہے جس نے شئ کو روندھا یا جس نے بیت اللہ اور حجر کا طواف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدشہ تھا کہ کہیں مشرکین آپ سے کوئی مکر نہ کریں۔ قوت والے معبود نے آپ کو مکر سے نجات عطا کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن کے ساتھ غار ثور میں رات بسر کی۔ آپ کی حفاظت کی گئی تھی۔"

آپ اپنے رب تعالیٰ کے تحفظ اور پردہ میں تھے۔ میں نے انہیں دیکھتے ہوئے رات بسر کی انہوں نے مجھ پر تہمت نہ لگائی۔ میں نے قتل ہونے یا قید ہونے کے لیے اپنے نفس کو تیار کر لیا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: "اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا۔ یا کہ آپ کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔ اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ (الطور: ۲۹ تا ۳۱)

ترجمہ: "پس آپ سمجھاتے رہیے آپ اپنے رب کی مہربانی سے نہ کاہن ہیں نہ مجنوں۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں۔ ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق گردش زمانہ کا۔ فرمائیے انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔"

تنبیہات

۱. ابن جریر، ابن منذر نے عبید بن عمیر سے اور ابن جریر نے ایک اور سند سے مطلب بن وراعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب قریش نے باہم مشاورت کی کہ وہ آپ کو محبوس کر دیں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں تو آپ کے چچا جناب ابوطالب نے کہا: "کیا آپ جانتے ہیں کہ قریش کیا مشاورت کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ ارادہ کر رہے ہیں کہ مجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔" جناب ابوطالب: "آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "میرے رب تعالیٰ نے۔" انہوں نے کہا: "آپ کا رب تعالیٰ کتنا عمدہ ہے۔" البدایۃ میں ہے کہ اس واقعہ میں جناب ابوطالب کا تذکرہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اس وقت جناب ابوطالب کی موت کو تین سال گزر چکے تھے۔

۲. امام سہیلی نے لکھا ہے: "ابلیس نے قریش سے کہا تھا کہ اس کا تعلق اہل نجد سے ہے۔ کیونکہ قریش نے کہا تھا: "اہل تہامہ میں سے کوئی شخص تمہاری اس مشاورت میں شامل نہ ہو۔ کیونکہ ان کی ہمدردیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ اس لیے وہ شیخ نجدی کی شکل میں آیا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ اس وقت بھی شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔ جب قریش نے حجر اسود کو رکھنے کے لیے آپ کو ثالث مقرر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا: "اے گروہ قریش! کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے ہو کہ تمہارے عمر رسیدہ اور بزرگوں کو چھوڑ کر ایک جوان حجر اسود کو رکھے۔" اس نے ایک بار پھر شیخ نجدی کی شکل اپنائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نجد سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی:

''آپ ہمارے نجد کے لیے بھی دعا کریں تو آپ نے فرمایا:''وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔''

3. بعض سیرت نگاروں نے وہ سبب بھی لکھا ہے جس کی وجہ سے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اس رات حملہ نہ کر سکے حالانکہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان کر رہے تھے وہ صبح تک انتظار کرتے رہے۔ گھر کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں۔ وہ آپ کو شہید کرنے کے لیے آئے تھے۔ روایت ہے کہ انہوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی گھر کے اندر سے ایک خاتون چلا اٹھی۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:''یہ ہمارے لیے'' عار ہے کہ لوگ ہماری باتیں کریں گے کہ ہم نے اپنی چچازادوں کے لیے دیواریں پھلانگیں تھیں۔ اپنی حرمت کا پردہ چاک کیا تھا۔ اس لیے وہ صبح تک انتظار کرتے رہے۔ پھر ان کی بصارت چھین لی گئی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کے سروں پر مٹی ڈالنے میں حکمت یہ تھی تا کہ پتہ چل جائے کہ وہ ذلیل ورسواء ہیں ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ نیز یہ کہ وہ عنقریب مٹی ہو جائیں گے۔

4. ابن مندہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ حضرت ماریہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جھکیں حتیٰ کہ آپ دیوار پر چڑھ گئے اور مشرکین سے دور چلے گئے۔ لیکن پہلے روایت گزر چکی ہے کہ آپ کاشانہ اقدس کے دروازہ سے باہر نکلے تھے۔ اس کی سند اس روایت سے قوی ہے۔ حضرت ماریہ کی روایت میں کئی مجہول راوی ہیں۔

5. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت سورت یٰسین پڑھی تھی۔ خوفزدہ لوگوں کو آپ کی اقتداء کرتے ہوئے خوف کے وقت یہی سورت تلاوت کرنی چاہیے۔ روایت ہے کہ جو خائف یہ سورت پڑھتا ہے۔ وہ امن میں ہو جاتا ہے۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

بعثت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں قیام

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا۔ حضرت ابن عباس سے مختلف روایات مروی ہیں ان سب کا تذکرہ وصال النبی کے باب میں ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ سے اس زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا گمان یہ تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے۔ لیکن وہ تو مدینہ منورہ (یثرب) ہے۔" حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تمہاری ہجرت گاہ دیکھ لی ہے۔ وہ شوروالی سرزمین ہے جو دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین ہے۔ وہ یا ہجر ہے یا یثرب ہے۔"

امام احمد اور امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عدی اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحزورۃ تشریف لے گئے۔ فرمایا: "بخدا! تو رب تعالیٰ کی بہترین سرزمین ہے۔ مجھے ساری زمین سے پیاری ہے۔ اگر تیرے باسی مجھے یہاں نہ نکالتے تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔"

تنبیہات

1. ابن التین نے لکھا ہے کہ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دار ہجرت ایسی صفات سے دکھایا گیا جو اس میں اور دیگر شہروں میں جمع تھیں پھر اس وصف کے ساتھ دکھایا گیا جو مدینہ طیبہ کے ساتھ مختص ہے جس سے اس شہر خوباں کا تعین ہوگیا۔
2. حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! تو مجھے زمین کے اس ٹکڑے سے نکال دیا ہے۔ جو مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ اب مجھے اس ٹکڑے میں سکونت دے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔" اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اہل علم کا اختلاف نہیں کہ یہ روایت منکر اور موضوع ہے۔

چوتھا باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ (الاسراء:۸۰)

ترجمہ: ''اور دعا مانگ لیجئے کہ اے میرے رب جہاں کہیں تو مجھے لے جائے۔ سچائی کے ساتھ لے جا اور جا کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ۔ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔''

امام احمد، امام ترمذی، امام حاکم اور ضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو ہجرت کا حکم ملا تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ مدخل صدق سے مراد مدینہ طیبہ مخرج صدق سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ زبیر بن بکار نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو مدخل صدق مکہ مکرمہ کو مخرج صدق اور انصار کو "سلطاناً نصیرا" بنا دیا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ پھر رات تک وہیں تشریف فرما رہے۔ پھر آپ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عازم سفر ہو کر غار ثور تک پہنچے۔ اس میں داخل ہو گئے۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق، امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن اسحاق اور امام الطبرانی نے ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت طلب کی کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کو یہ امید ہے۔ میرے والدین

آپ پر نثار!" آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود کو روک لیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر آسکے۔ انہوں نے اپنی دو اونٹنیوں کو اس مقصد کے لیے مختص کر دیا۔"

ابن شہاب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ہمارے ہاں صبح و شام تشریف لاتے تھے۔ ایک دن ہم دو پہر کے وقت بیٹھی ہوئی تھیں کہ کسی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے چادر اوڑھ رکھی ہے۔" آپ اس وقت ہمارے پاس تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے کہا: "میرے والدین آپ پر فدا! بخدا! آپ کسی ضروری کام کے لیے اس وقت تشریف لائے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت دے دی گئی۔ آپ اندر تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چار پائی سے پیچھے ہٹ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جو تمہارے پاس بیٹھے ہیں انہیں باہر نکال دو۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی حرج نہیں یہ میری نوران نظر ہیں۔" دوسرے الفاظ یہ ہیں: "یہ آپ کے اہل ہیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے ہجرت اور سفر کی اجازت دے دی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے رفاقت نصیب ہوگی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! ام المؤمنین نے فرمایا: "بخدا! میں نے پہلے کسی کو وفور مسرت سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا حتیٰ کہ میں نے اس روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ان دو اونٹنیوں میں ایک آپ لے لیجئے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیمت کے ساتھ۔ میں اس اونٹنی پر سوار نہیں ہوں گا جو میری نہیں ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ ہی کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! لیکن اس قیمت کے ساتھ جس سے میں اسے خریدوں گا۔" آپ نے فرمایا: "میں نے یہ اتنی رقم میں خریدی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یہ آپ کی ہوگئی۔" امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ جدعاء اونٹنی تھی۔ امام واقدی نے اس کی قیمت آٹھ سو دراہم بتائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اجرت پر لیا۔ اس کا تعلق بنو عبد بن عدی تھا۔ وہ ابھی تک مشرک تھا بعد میں اسلام لے آیا۔ انہوں نے یہ اونٹنیاں اس شخص کے سپرد کیں اور تین راتوں کے بعد غار ثور کے سامنے ملنے کا وعدہ کیا۔"

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ہم نے جلدی جلدی تیاری کی۔ ہم نے ایک توشہ دان میں زادِ راہ رکھا۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ وہ بکری کے چمڑے کا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کیے ایک سے توشہ دان کا منہ بند کیا۔ دوسرے سے مشکیزے کا منہ باندھا۔ اسی لیے انہیں ذات النطاق یا ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ امام بلاذری نے لکھا

ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انہیں جنت میں دو کمربند ملیں گے۔" اس لیے ان کا یہ نام پڑ گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے سفر کے بارے بتایا آپ نے انہیں حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں ہی رہیں حتیٰ کہ وہ لوگوں کو امانتیں واپس کر کے آئیں جو وہ آپ کے پاس رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے لوگوں کو اپنی جس چیز کے بارے خطرہ محسوس ہوتا۔ وہ اسے آپ کے پاس رکھ دیتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے صدق و امانت سے خوب آگاہ تھے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ غار ثور کی طرف چلے گئے۔" امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حضرات قدسی رات کے وقت عازم سفر ہوئے۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ حضرات اس چھوٹے دروازے سے باہر نکلے تھے۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے پچھلے حصہ میں تھا۔ عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں حضرت ابوبکر صدیق کی کھڑکی سے باہر نکلا۔ مجھے سب سے پہلے ابوجہل ملا۔ رب تعالیٰ نے اس کی بصارت چھین لی۔ وہ مجھے اور ابوبکر کو نہ دیکھ سکا۔" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے پانچ ہزار دراہم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔" علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جس روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس روز ان کے پاس چالیس ہزار دراہم تھے۔ جب ہجرت مدینہ کے لیے عازم سفر ہوئے تو اس روز چار یا پانچ ہزار دراہم تھے۔ یہ رقم حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اٹھا کر غار ثور کی طرف گئے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "میرے پاس میرے دادا ابوقحافہ آئے۔ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ ابوبکر نے تمہیں نفس کے ساتھ ساتھ مال سے بھی تکلیف دی ہے۔" میں نے کہا: "دادا جان! نہیں انہوں نے ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑا ہے۔" انہوں نے کہا: "میں نے پتھر لیے انہیں گھر کے روشن دان میں رکھا۔ ہمارے والد گرامی اپنا مال اسی میں رکھتے تھے۔ میں نے ان پر کپڑا رکھا۔ اپنے دادا کا ہاتھ تھاما اور کہا: "دادا جان! اپنا ہاتھ اس مال پر رکھو۔" انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو کہا: "کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے تمہارے لیے کافی مال چھوڑا ہے یہ تمہارے لیے کافی ہے۔" بخدا! والد گرامی ہمارے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑ کر گئے تھے۔ لیکن میں نے ارادہ کیا کہ اس طرح اس بزرگ کو تسلی ہو جائے۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور کی طرف نکلے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب مجھے یہ خدشہ لگتا کہ آگے دشمن نے گھات نہ لگائی تو میں آپ کے آگے ہو جاتا ہوں۔ جب دشمن کی جستجو کا خطرہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کے پیچھے ہو جاتا ہوں۔ کبھی آپ کے دائیں اور کبھی بائیں ہو جاتا ہوں تاکہ آپ کے بارے مجھے امن رہے۔

جب وہ غار کے دہانے تک پہنچے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ کو اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ اس میں داخل نہ ہوں حتیٰ کہ میں خود اس میں داخل ہو جاؤں۔ اگر اس میں کچھ موجود ہو تو وہ آپ سے قبل مجھ پر حملہ آور ہو۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اندر چلے گئے۔ ہاتھ سے ٹٹولنے لگے۔ جب بھی کوئی سوراخ نظر آتا تو اپنا کپڑا لیتے اسے چیرتے اور اس کو اس سوراخ میں ٹھونس دیتے۔ حتیٰ کہ سارا کپڑا ختم ہو گیا ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ انہوں نے اپنی ایڑھی اس میں رکھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔ سانپ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈنگ مار دیا۔ ان کے آنسو نیچے گرنے لگے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ دونوں ہستیاں غار ثور تک پہنچیں تو وہاں ایک سوراخ تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑھی اس میں رکھ دی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر اس کے اندر کوئی بچھو یا سانپ ہو تو وہ مجھے ڈنگ مارے۔" ابن مردویہ نے حضرت جندب بن سفیان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے غار تک پہنچے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ غار کے اندر تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ میں اسے صاف کر لوں۔" حضرت ابوبکر صدیق اندر داخل ہو گئے۔ ان کے ہاتھ کو کوئی چیز لگی جس کی وجہ سے انگلی سے خون بہنے لگا۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

هل انت الا اصبع دميت و فى سبيل الله ما لقيت

ترجمہ: "تو صرف ایک انگلی ہے جس سے خون نکل رہا ہے۔ راہِ خدا میں یہ تکلیف کچھ بھی نہیں ہے۔"

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وقتِ صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "آپ کا کپڑا کہاں ہے؟" انہوں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی: "مولا! ابوبکر صدیق کو جنت میں میرا درجہ عطا فرمانا۔" رب تعالیٰ نے وحی کی: "آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے۔"

ابن سعد، ابونعیم، امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے ابومصعب المکی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو پایا سب ہی بیان کرتے تھے کہ ہجرت کی شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو حکم دیا۔ قاسم بن ثابت کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الراءۃ کا درخت وہاں اگا دیا۔ یہ درخت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگا۔ اس نے آپ کو چھپا دیا۔ رب تعالیٰ نے مکڑا بھیج دیا۔ اس نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا۔ انہوں نے غار کے دہانے میں گھونسلہ بنا دیا قریش کے جوان ہر وادی سے اپنی تلواریں ڈنڈے اور سونٹے لے کر آ گئے۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس گز کے فاصلے پر رک گئے۔ ان میں سے ایک غار کے

اندر دیکھنے لگا۔اس نے دو جنگلی کبوتر دیکھے جو غار کے دہانے پر بیٹھے ہوئے تھے۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا۔انہوں نے پوچھا:"تمہیں کیا ہوا ہے؟"اس نے کہا:"میں نے دو جنگلی کبوتر دیکھے ہیں میں سمجھا اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔"حضور اکرم ﷺ نے یہ بات سماعت فرمالی۔آپ کو علم ہوگیا کہ رب تعالیٰ نے اسے آپ سے دور کر دیا ہے۔آپ نے ان کبوتروں کے لیے برکت کی دعا کی۔وہ جوڑا حرم پاک میں چلا گیا۔حرم پاک کے سارے کبوتر ان کی اولاد میں سے ہیں۔

امام احمد نے حسن سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے حضور اکرم ﷺ کا تعاقب کیا جب وہ پہاڑ تک پہنچے تو رستہ مختلط ہوگیا۔وہ پہاڑ پر چڑھے غار کے پاس سے گزرے۔انہوں نے غار کے دہانے پر مکڑے کا جالا دیکھا۔حضور اکرم ﷺ تین روز تک اس غار میں ٹھہرے رہے۔

حافظ ابوبکر احمد بن سعید نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"قریش حضور اکرم ﷺ کے تعاقب میں آ گئے۔جب انہوں نے غار کے دہانے پر مکڑا دیکھا تو انہوں نے کہا:"اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوا۔"

حضور اکرم ﷺ کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی نگرانی فرما رہے تھے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی قوم آپ کے تعاقب میں ہے۔بخدا! میں اپنے آپ کے لیے نہیں رو رہا۔لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"لا تخف ان اللہ معنا" نہ ڈرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

امام احمد اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم غار میں تھے۔"میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو قدموں کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔" آپ نے فرمایا:"ان دو کے بارے تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیرا اللہ تعالیٰ ہو۔"

ابونعیم نے الحلیۃ میں لکھا ہے کہ مکڑے نے دو بار جالا تنا تھا۔ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام پر جب طالوت ان کے تعاقب میں تھا۔دوسری بار حضور اکرم ﷺ کے لیے غار پر۔"علامہ بلاذری نے تاریخ میں اور ابوسعید نے شرف میں لکھا ہے کہ مشرکین نے ایک شخص علقمہ بن زرکو اجرت پر لیا۔اس نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔یہ آپ کے قدمین شریفین کے نشانات پر چلتا رہا حتیٰ کہ غار ثور تک پہنچ گیا۔اس نے کہا:"قدمین شریفین کے نشانات اس جگہ ختم ہیں۔میں نہیں جانتا آپ دائیں یا بائیں یا اوپر چلے گئے۔جب وہ غار کے دہانے تک پہنچے تو امیہ بن خلف نے کہا:"تمہیں غار کے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے۔اس پر مکڑے نے جالا تنا ہے جو محمد عربی ﷺ کی ولادت مبارکہ سے بھی پہلے کا ہے۔"پھر وہ آیا اور پیشاب کیا۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے جب مشرکین نے حضور اکرم ﷺ کو مفقود پایا تو وہ سوار ہو کر ہر طرف آپ کو تلاش کرنے لگے۔ انہوں نے کنوؤں کے مالکوں کے پاس پیغام بھیجا۔ انہیں آپ کے متعلق کہا اور ان کے لیے بہت بڑا انعام مقرر کیا۔ وہ اس پہاڑ پر بھی آئے جس میں غارِ ثور تھا۔ جس کے اندر حضور ﷺ جلوہ افروز تھے۔ وہ اس کے اوپر چڑھ گئے۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی آوازیں سن لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غم و اندوہ نے آلیا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبۃ: ۴۰)

ترجمہ: "مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے دعا مانگی۔ رب تعالیٰ نے ان پر سکینت اتار دی۔ ابن ابی حاتم، ابوشیخ، ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبۃ: ۴۰)

ترجمہ: "پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر۔"

سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سکینت اتاری۔ حضور اکرم ﷺ پر تو پہلے یہ اتری ہوئی تھی۔ ابونعیم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو غار کی طرف منہ کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ہمیں دیکھ لے گا۔" آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں! ملائکہ اپنے پروں کے ساتھ ہمیں چھپائے ہوئے ہیں۔" جلد ہی وہ ہماری طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: "ابوبکر! اگر یہ تمہیں دیکھتا تو اس طرح کرتا۔"

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ويح قوم جفوا نبيا بارض — الفته ضبابها والظباء

و سلوه و حن جذع اليه — و قلوه و ردة الغرباء

اخرجوه منها و آواه غار — و حمته حمامة و رقاء

و كفته بنسجها عنكبوت — ما كفته الحمامة الحصداء

ترجمہ: "اس قوم کے لیے ہلاکت جس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو اس زمین سے نکالا جس کے گوہ اور ہرن بھی آپ سے پیار کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو بھلا دیا حالانکہ کھجور کے تنے نے آپ سے محبت کی۔

انہوں نے آپ کو ناراض کیا حالانکہ اجنبیوں نے آپ سے محبت کی انہوں نے آپ کو شہر مکہ سے باہر نکالا۔ جبکہ غار نے آپ کو پناہ دے دی۔ خاکستری کبوتر نے آپ کی حفاظت کی۔ مکڑا جالا بن کر آپ کے لیے کافی ہو گیا۔ بہت زیادہ پروں والی کبوتری آپ کے لیے کافی ہو گئی۔"

انہوں نے لکھا ہے:

اقسمت بالقمر المنشق ان له — من قلبہ نسبۃ مبرورۃ القسم
وما حوی الغار من خیر و من کرم — و کل طرف من الکفار عنه عم
فالصدق فی الغار الصدیق لم یردا — وهم یقولون ما بالغار من ارم
ظنوا الحمام و ظنوا العنکبوت علی — خیر البریّة لم تنسج ولم تحم
و وقایة الله اغنت عن مضاعفة — من الدروع و عن عال من الاطم

ترجمہ: "میں اس چاند کی قسم اٹھاتا ہوں جو آپ کی مبارک انگلی سے شق ہو گیا تھا کہ اس چاند کو آپ کے قلب انور کے ساتھ صحیح نسبت ہے۔ میں اس سراپا خیر اور سراپا کرم کی قسم اٹھاتا ہوں۔ جس کو غار نے اپنے اندر چھپا لیا تھا۔ اس طرح کہ سارے کافروں کی آنکھیں آپ کو دیکھنے سے اندھی ہو گئیں تھیں۔ آپ اور آپ کے یار غار، غار کے اندر موجود تھے۔ کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ کفار نے گمان کیا کہ نہ تو حضور اکرم ﷺ کے اس غار ثور کے دہانے پر مکڑے نے جالا تنا اور نہ ہی کبوتری نے انڈے دیے۔ رب تعالیٰ حفاظت نے آپ کو دوہری زرہوں اور بلند و بالا قلعوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔"

بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ دیگر غاروں کو چھوڑ کر غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ "کیونکہ آپ عمدہ فال لیتے ہیں۔" روایت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زمین بیل کے سینگ پر ہے۔ اسی مناسبت سے آپ نے غار ثور کا قصد کیا۔ تا کہ آپ کو بھی سکون اور قرار نصیب ہو۔"

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا تم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کچھ لکھا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "کہو میں سن رہا ہوں۔" انہوں نے یہ شعر پڑھے:

والثانی اثنین فی الغار المنیف و قد — طاف العدو به اذ صعد الجبلا
کان حب رسول الله قد علموا — من البریة لم یعدل به رجلا

ترجمہ: ''وہ بلند غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ دشمن وہاں تلاش کر رہے تھے۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھے۔ وہ جانتے تھے کہ مخلوق میں سے وہی حضور اکرم ﷺ کے محبوب تھے۔ کوئی انسان ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔''

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''حسان! تم نے سچ کہا ہے وہ اسی طرح ہیں جس طرح تم نے کہا ہے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ حضرات قدسی تین راتیں غارِ ثور میں مخفی رہے۔ حضرت عبداللہ ان کے پاس رات گزارتے تھے۔ وہ ایک ذہین و فطین جوان تھے۔ وہ وقتِ سحر ان کے پاس سے آ جاتے۔ وہ صبح کے وقت قریش کے پاس ہوتے۔ قریش کی باتیں غور سے سنتے اور رات کے وقت غار میں جا کر آپ کو بتا آتے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کے وقت کھانا لے آتی تھیں۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے چرواہوں کے ہمراہ بکریاں چرواتے تھے۔ عشاء کے وقت وہ بکریاں لے کر غار کے پاس آجاتے اور ان حضرات کو دودھ پیش کرتے۔ پھر اندھیرے میں ہی بکریاں لے کر واپس لوٹ آتے۔ وہ رات اسی طرح کرتے رہتے۔

جب تین راتیں گزر گئیں۔ لوگ پرسکون ہو گئے۔ تو وہ شخص آ گیا جسے انہوں نے اجرت پر بطور راہ نما مقرر کیا تھا۔ حضرت عامر بن فہیرہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا تھا تاکہ یہ راستہ میں آپ کی خدمت کریں۔ ابونعیم نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کے ارادہ سے باہر تشریف لائے تو یہ دعا مانگی:

الحمد لله الذی خلقنی و لم اك شیئًا۔ اللهم اعنّی علی هول الدنیا و بوائق الدهر و مصائب اللیالی و الایام اللهم اصبحنی فی سفری واخلفنی فی اهلی و بارك لی فیما رزقتنی ملك فذلّلنی و علی صالح خلقی و فقوّ منی و الی ربی محببنی و الی الناس فلا تکلنی انت رب المستضعفین و انت ربی اعوذ بوجهك الکریم الذی اشرقت له السمٰوٰت والارض فکشفت به الظلمات و صلح علیه امر الاولین و الآخرین ان یحل بی غضبك او ینزل علیّ سخطك اعوذبك من زوال نعمتكَ و فجاءة نقمتك و تحول عاقبتك و جمیع سخطك لك العتبی خیر ما استطعت ولا حول ولا قوة الا بك۔

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور یعقوب بن سنان نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "جب آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے تو آپ نے کیا کیا تھا؟" انہوں نے فرمایا: "ہم عازم سفر ہوئے ہم نے دن اور رات سفر کیا۔ حتیٰ کہ دو پہر ہوگئی۔ سایہ سر پر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ کیا مجھے سایہ نظر آتا ہے جس کی طرف جا کر ہم قیام کر سکیں۔ مجھے ایک چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا۔ وہاں کچھ سایہ تھا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جگہ ہموار کی۔ میں نے آپ کے لیے پوستین بچھائی۔ میں آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ میں اس مقصد کے لیے باہر نکلا تا کہ دیکھوں کہ کوئی آپ کی تلاش میں تو نہیں۔ میں نے ایک چرواہا دیکھا جو چٹان کا سایہ حاصل کرنے کے لیے اسی طرف آرہا تھا۔ میں نے اس سے ملاقات کی۔ میں نے اس سے کہا: "تم کس کے غلام ہو؟" اس نے کہا: "مکہ مکرمہ کے فلاں شخص کا۔" اس نے جس شخص کا نام لیا میں اسے جانتا تھا۔ میں نے اسے پوچھا: "کیا تیری بکریوں کے نیچے دودھ ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!" میں نے کہا: "کیا میرے لیے دودھ نکالو گے؟ اس نے کہا: "ہاں! میں نے اسے حکم دیا۔ اس نے ایک بکری کے پاؤں باندھے۔" میں نے اسے کہا: "کھیری کو مٹی اور تنکوں سے جھاڑ لینا۔ اس نے ایک پیالے میں دودھ نکالا۔ آپ کے ہمراہ ایک پیالہ تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے اور وضوء کرتے تھے۔ اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ میں دودھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے ناپسند کیا کہ آپ کو نیند سے بیدار کروں۔ میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ آپ خود ہی بیدار ہو گئے۔ میں نے دودھ میں پانی ڈالا اسے ٹھنڈا کیا۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ دودھ نوش فرمالیں۔" آپ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا کوچ کرنے کا وقت نہیں آیا۔" میں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" جب سورج ڈھل گیا تو ہم عازم سفر ہوئے۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی داستان

الطبرانی، الحاکم، ابونعیم، ابو بکر شافعی نے حضرت جیش بن خالد خزاعی سے، یہ حضرت ام معبد کے بھائی تھے۔ ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت ابو معبد اور ابن سکن نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ رستہ دکھانے کے لیے عبد اللہ بن الاریقط بھی ساتھ تھا۔ وہ حضرت ام معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے۔ وہ آپ کو نہیں پہچانتی تھی۔ وہ ایک دانا اور عقلمند خاتون تھیں۔ وہ اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھ جاتی تھیں اور مسافروں کو کھلاتی پلاتی تھیں۔ اس مبارک کارواں نے ان سے گوشت اور کھجوروں کے بارے پوچھا۔ تا کہ اس سے خرید لیں۔ اس وقت اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ ایک خستہ حال اور

قحط زدہ قوم تھی۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! ہمارے پاس کچھ ہوتا ہم تم سے نہ چھپاتے۔ حضور اکرم ﷺ نے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری دیکھی۔ آپ نے پوچھا: ''ام معبد! یہ کیسی بکری ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ اتنی کمزور ہے کہ یہ چرنے کے لیے ریوڑ کے ساتھ نہ جا سکی۔'' آپ نے پوچھا ''کیا اس کے نیچے دودھ ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''اس کے نیچے دودھ نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے اذن دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ نکال لوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''میرے والدین آپ پر فدا! ضرور! اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو ضرور نکال لیں۔'' حضور ﷺ نے وہ بکری اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ اپنا دستِ شفاء بخش اس کی کھیری اور کمر پر پھیرا۔ بسم اللہ پڑھی اس کے لیے دعا مانگی۔ اس نے اپنی ٹانگیں کھول دیں۔ وہ دودھ اتار لائی۔ آپ نے ایک ایسا برتن منگوایا جس سے دس افراد سیر ہو سکتے تھے۔ آپ نے اس میں بہت زیادہ دودھ نکالا۔ حتیٰ کہ اس پر دودھ کی جھاگ آ گئی۔ پہلے حضرت ام معبد کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئیں پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر سب سے آخر میں خود نوش فرمایا۔ فرمایا: ''قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔'' پھر دوبارہ اس کا دودھ نکالا۔ وہ اس کے پاس چھوڑ دیا۔ اسے بیعت کیا اور وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔ ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ام معبد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جس بکری کی کھیری کو حضور ﷺ نے مس کیا تھا وہ حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں ۱۸ ھ تک ہمارے پاس رہی۔ اسی سال قحط آیا تھا۔ ہم صبح و شام اس کا دودھ نکالتے تھے۔ حالانکہ زمین پر کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت ہشام بن جیش نے کہا: ''میں نے وہ بکری دیکھی تھی۔ یہ حضرت ام معبد کے خاندان اور وہاں کے باسیوں کے لیے کافی ہو جاتی تھی۔''

تھوڑی مدت کے بعد اس کا خاوند بھی گھر آ گیا۔ وہ کمزور اور ناتواں بکریوں کو ہانک رہا تھا۔ وہ کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑاتے ہوئے چل رہی تھیں۔ ان کا گودا بھی تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا۔ جب اس نے اتنا کثیر دودھ دیکھا تو وہ بہت متعجب ہوا۔ اس نے پوچھا: ''ام معبد! اتنا دودھ کہاں سے آ گیا؟ کوئی شیر دار جانور تو گھر موجود نہ تھا۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں! بخدا! ابھی ابھی یہاں سے ایک مبارک ذات گزری ہے۔'' ابو معبد نے کہا: ''ذرا مجھے ان کا حلیہ تو بیان کرو۔'' انہوں نے کہا: ''میں نے ایک ایسی ذات دیکھی ہے جس کا حسن نمایاں تھا جن کا چہرہ خوبصورت اور تخلیق بہت عمدہ ہوئی تھی۔ نہ بڑھی ہوئی توند اسے معیوب بنا رہی تھی اور نہ ہی پتلی گردن اور چھوٹا سر اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بڑا حسین بہت خوبصورت۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی اور پلکیں لانبی۔ اس کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم سرمگیں۔ دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ گردن چمکدار تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔ جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہوتا۔ شیریں گفتار، گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی۔ نہ بیہودہ گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ دور سے دیکھنے سے سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ جب قریب سے دیکھا جائے تو سب سے زیادہ خوبرو اور حسین دکھائی دیتے۔ قد میانہ تھا۔ نہ اتنا طویل کہ

آنکھوں کو برا لگے۔ نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔ آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھی۔ جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے لیے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے۔ اگر آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ فوراً بجالاتے۔ سب کے مخدوم سب کے محترم نہ وہ ترش رو تھے۔ نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی۔

یہ سراپا سن کر ابو معبد نے کہا: ''بخدا! یہ تو وہی ذاتِ والا ہیں جن کا معاملہ ہمیں مکہ مکرمہ سے پہنچا ہے میری خواہش ہے کہ میں ان کی رفاقت اختیار کرتا۔ اگر مجھ میں یہ قدرت ہوتی تو میں اس طرح ضرور کر گزرتا۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عازم سفر ہو گئے تو قریش کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا۔ ان میں ابو جہل بھی تھا۔ میں باہر نکلی۔ اس نے پوچھا: ''ابوبکر کی نورِ نظر! تمہارے والد گرامی کہاں ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں۔'' اس خبیث نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ وہ ایک گندا اور فحش گو انسان تھا اور مجھے ایک تھپڑ مار دیا۔ جس سے میرے کان کی بالی دور جا گری۔ پھر وہ چلے گئے۔ تین روز گزر گئے ہمیں کوئی خبر نہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کی نشیبی علاقے میں ایک جن آیا اس نے یہ اشعار گنگنائے۔ لوگ اس کی آواز سننے لگے۔ وہ اس کے تعاقب میں نکلے۔ وہ اس کی آواز سن رہے تھے۔ لیکن اسے دیکھ نہیں رہے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے کی طرف نکل گیا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

جزی رب الناس خیرا جزائہ　　　رفقین قالا خیمتی ام معبد

ترجمہ: ''لوگوں کا رب تعالیٰ انہیں عمدہ جزائے خیر دے۔ ان دو ہستیوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔''

هما نزلا بالبر وارتحلا بہ　　　فافلح من امسی رفیق محمد

ترجمہ: ''انہوں نے پاکبازی کے ساتھ وہاں قیام فرمایا ہے۔ اور پھر عازم سفر ہو گئے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی بن گیا وہ کامیاب ہو گیا۔''

فیالقصی ما زوی اللہ عنکم　　　بہ من فعال لا تجازی و سودد

ترجمہ: ''اے قصی کی اولاد! رب تعالیٰ نے جو عمدہ افعال اور سرداری تمہیں بخشی ہے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔''

یھن بنی کعب مقام فتاتھم　　　و مقعدھا للمؤمنین بمرصد

ترجمہ: ''بنو کعب کو مبارکباد! ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے اہل ایمان پناہ گاہ ہیں۔''

سلو اختکم عن شاتها و انائها   فانّکم ان تسألوا الشاۃ تشهد

ترجمہ: "ذرا اپنی بہن سے اس کی بکری اور اس کے برتن کے بارے پوچھو تو سہی۔ اگر تم بکری سے سوال کرو گے تو وہ بھی یہی گواہی دے گی۔"

دعاها بشاۃ حائل فتحلبت   له بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد

ترجمہ: "آپ نے بکری کو اپنے پاس بلایا پھر اس کی کھیری سے ایسا دودھ نکالا جس میں مکھن کی آمیزش تھی۔"

فغادرها رهنا لدیها طالب   یرددها فی مصدر ثم مورد

ترجمہ: "آپ نے وہ بکری اس کے مالک کے لیے باقی رکھی۔ جو بکریوں کو کبھی چراگاہ پر اور کبھی گھر لے کر جاتا تھا۔"

جب یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سنے تو انہوں نے ہاتف کو یوں جواب دیا۔

لقد غاب قوم غاب عنهم نبیهم   و قدّس من یسری الیه و یغتدی

ترجمہ: "وہ قوم گھاٹا اٹھانے والی ہوگئی۔ جس کے شہر سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ جس قوم میں تشریف لائے وہ سعادتوں کی امین بن گئی۔"

ترحّل عن قوم فضلّت عقولهم   و حل علی قوم بنور مجدد

ترجمہ: "آپ ایسی قوم سے جدا ہوئے جس کی عقلیں گمراہ ہو چکی تھی آپ ایک تاباں نور کے ساتھ دوسری قوم میں تشریف فرما ہوگئے۔"

هداهم بعد ضلالتهم ربهم   و ارشدهم من تبع الحق یرشد

ترجمہ: "آپ کی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت کا رستہ دکھایا جو حق کی پیروی کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔"

و هل یستوی ضلال قوم تسفهوا   لحمی و هداۃ یهتدون بمهتد

ترجمہ: "کیا اس کے گمراہ برابر ہو سکتے ہیں جو جان بوجھ کر بے وقوف بنے رہے اور اپنے راہ نما پر ہر قسم کی تہمت لگاتے رہے۔"

لقد نزلت منه علی اهل یثرب   رکاب هدی حلت علیهم باسعد

ترجمہ: "آپ کی وجہ سے اہلِ یثرب کو ہدایت ملی اور ان کے مقدر میں ساری سعادتیں لکھ دی گئیں۔"

نبی یری ما لا یری الناس حوله و یتلو کتاب الله فی کل مسجد

ترجمہ: ''وہ ایسے محبوب مکرم ﷺ ہیں جو وہ چیزیں بھی دیکھ لیتے ہیں جسے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ہر مسجد اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔''

و ان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی الیوم او فی الغد

ترجمہ: ''اگر وہ کوئی غیب کی بات فرما دیتے ہیں تو وہ آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور پوری ہو جاتی ہے۔''

لیهن ابابکر سعادة جده بصحبته من یسعد الله یسعد

ترجمہ: ''جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور پاک ﷺ کی رفاقت مبارک ہو۔ درحقیقت سعید وہی ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے۔''

امام بیہقی کے حسن سند سے اور ابن کثیر نے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوا۔ ہم عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے ہاں اترے۔ حضور ﷺ نے ایک جداگانہ گھر دیکھا آپ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں صرف ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس عورت نے کہا: ''اے اللہ کے بندو! میں ایک خاتون ہوں۔ میرے ہمراہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تم ضیافت چاہتے ہو تو قبیلے کے سردار کے پاس چلے جاؤ۔'' ہم نے اسے جواب نہ دیا۔ یہ شام کا وقت تھا۔ اس کا بیٹا بکریاں ہانک کر لے آیا۔ اس نے کہا: ''نورِ نظر! یہ بکری اور یہ چھری ان دو افراد کی طرف لے جاؤ اور انہیں کہو کہ میری امی جان تمہیں کہہ رہی ہیں کہ یہ بکری ذبح کرو اور ہمیں بھی کھلاؤ۔ وہ بچہ جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''یہ چھری لے جاؤ اور میرے پاس پیالہ لے کر آؤ۔'' حضور اکرم ﷺ نے اس کی کھیری پر دستِ اقدس پھیرا۔ پھر پیالہ بھر کر دودھ نکال لیا۔ فرمایا: ''اسے اپنی امی کے پاس لے جاؤ۔'' اس نے سیر ہو کر دودھ پیا پھر وہ پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ پیالہ لے جاؤ دوسرا پیالہ لے کر آؤ۔ اس بچے نے اسی طرح کیا۔ آپ نے پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر آپ نے دودھ نوش فرمایا۔''

ہم وہاں دو راتیں ٹھہرے رہے پھر آگے چلے گئے۔ انہوں نے آپ کا نام مبارک رکھا۔ ان کی بکریاں کثیر ہو گئیں۔ وہ اپنا دودھ مدینہ طیبہ لے کر آتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اس عورت کا بچہ دیکھا۔ اسے پہچان لیا۔ اس نے کہا: ''یہ وہ شخص ہیں جو اس مبارک ذات کے ساتھ تھے۔'' وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا: ''اللہ کے بندے! وہ ہستی کون ہے جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھی؟'' انہوں نے پوچھا: ''تم ان کے بارے کیا جانتی ہو؟'' اس عورت نے کہا: ''کچھ بھی نہیں۔'' انہوں نے کہا: ''وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔'' اس عورت نے کہا: ''مجھے

ان کی خدمت میں لے چلیں۔ وہ اسے آپ کی خدمت میں لے گئے آپ نے اسے کھلایا اور عطا کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے اسے ساز و سامان عنایت کیا۔ اسے کپڑے دیے۔ نوازشات کیں اس عورت نے اسلام قبول کر لیا۔"

امام بیہقی نے الدلائل میں لکھا ہے: "یہ داستان اس داستان سے کم و بیش ہے جو ہم نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی حکایت بیان کی ہے۔ شاید یہ ایک ہی قصہ ہو۔ ابن اسحاق کی بیان کردہ حکایت سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ داستان ایک ہی ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ ان کا نام عاتکہ بنت خالد تھا۔ اس نے ضیافت کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا: "بخدا! نہ تو ہمارے پاس کھانا ہے۔ نہ کچھ عطیہ ہے صرف بکری کا ایک بچہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک بکری کو بلایا۔ اس کی کھیری کو اپنا دست اقدس لگایا۔ رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ آپ نے اسے پیالے میں دوہا حتیٰ کہ اسے جھاگ اوپر اٹھ آئی۔ آپ نے فرمایا: "ام معبد! پیو!" انہوں نے عرض کی: "آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔" آپ نے اسے پیالہ عنایت کیا۔ اس نے دودھ پیا۔ پھر آپ نے دوسری بکری منگوائی۔ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ وہ اپنے رستہ بتانے والے کو پلایا۔ پھر ایک اور بکری منگوائی۔ اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر آپ آرام فرما ہو گئے۔

قریش آپ کی جستجو میں نکلے حتیٰ کہ وہ ام معبد تک پہنچ گئے۔ ان سے آپ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: "کیا تو نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ جس کا حلیہ یہ یہ ہے۔" ام معبد نے کہا: "مجھے پتہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ بکری کے بچہ کا دودھ نکالنے والے تو میرے مہمان بنے تھے۔" قریش نے کہا: "ہم ان کا ہی ارادہ کیے ہوئے ہیں۔" امام بیہقی نے لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ آپ نے خیمہ کے ایک گوشے میں وہ بکری دیکھی ہو۔ جیسے کہ ہم نے حضرت ام معبد سے روایت کیا ہے۔ پھر ان کا بچہ اپنی بکریاں لے کر آ گیا ہو۔ پھر ان کا خاوند آیا ہو تو انہوں نے ان سے آپ کا مبارک سراپا بیان کیا ہو۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کی داستان

امام احمد، یعقوب بن سفیان اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے انہوں نے اس شخص کو ایک سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے یا زندہ گرفتار کر دے۔ میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا۔ وہ ہم پر کھڑے ہو گیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: "سراقہ! میں نے ابھی ابھی ساحل کے پاس ایک مختصر سا کارواں دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ہیں۔" سراقہ نے کہا: "میں نے انہیں پہچان لیا ہے کہ وہ وہی ہیں۔"

لیکن اس نے مجھے آنکھ کا اشارہ کیا تاکہ میں خاموش ہو جاؤں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے اسے کہا: ''وہ تو نہیں ہیں۔ وہ تو فلاں اور فلاں ہیں۔ وہ اپنی گم شدہ اونٹنی کی تلاش میں ہیں۔'' میں اسی محفل میں ٹھہرا رہا۔ پھر میں اٹھا۔ اپنے گھر گیا۔ اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ان ٹیلوں کے پیچھے میرا گھوڑا لے جائے اسے وہیں روکے رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھلے حصہ سے نکل گیا۔ میں نے نیزے کا نچلا حصہ زمین پر لگایا اور اس کا اوپر والا حصہ نیچے کیا حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آ گیا۔ اس پر سوار ہوا اسے تیز دوڑایا۔ حتیٰ کہ اس نے مجھے اس کارواں کے قریب کر دیا۔ میں نے وہ کارواں دیکھ لیا۔ جب میں ان کے قریب گیا تو میرا گھوڑا پھسلا میں اس سے نیچے گر پڑا۔ میں اٹھا۔ میں نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ میں نے اس میں سے تیر نکالے۔ میں نے قرعہ اندازی کی کہ کیا میں آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ تیر نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی میں آپ کو نقصان نہیں دے سکتا۔ میں آپ کو گرفتار کر کے ایک سو اونٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے قرعہ کی مخالفت کی۔ اس گھوڑے نے مجھے اس کارواں کے قریب کر دیا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کی قرأت کی آواز سن لی۔ آپ التفات نہیں فرما رہے تھے۔ جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار دیکھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کے اگلے سم زمین میں دھنس گئے۔ حتیٰ کہ وہ گھٹنوں تک نیچے چلا گیا۔ میں نیچے اترا میں نے گھوڑے کو جھڑکا۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنے سم باہر نکالے۔ اس کے پاؤں کے ساتھ ہی آگ کا بگولہ نکلا جو دھوئیں کی طرح آسمان پر پھیل گیا۔ میں نے قرعہ اندازی کی۔ وہی تیر نکلا جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ یعنی میں آپ کو نقصان نہیں دے سکتا۔ مجھے علم ہو گیا کہ آپ مجھ سے محفوظ ہیں۔ میں نے امان کے لیے پکارا۔ میں نے عرض کی: ''آپ مجھے مہلت دے دیں۔ بخدا! میں نہ تو تمہیں اذیت دوں گا نہ ہی تمہیں کسی ناپسند امر کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اس سے پوچھو کہ یہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''آپ کی قوم نے آپ کو پکڑنے کا انعام ایک سو اونٹ مقرر کیا ہے۔'' میں نے سارا واقعہ سنایا۔ میں نے آپ کو زادِ راہ بھی پیش کیا۔'' آپ نے نہ تو میرے سامان میں کمی کی اور نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا مگر فرمایا: ''ہم سے دور چلے جاؤ۔'' میں نے عرض کی کہ آپ مجھے امان نامہ لکھ کر دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ابو بکر! اسے امان نامہ لکھ دو۔'' دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے امان نامہ لکھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ آگے روانہ ہو گئے۔

میں واپس آ گیا۔ میں خاموش تھا۔ کسی سے بات تک نہ کی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ آپ غزوہ حنین اور غزوہ طائف سے فارغ ہو گئے۔ میں آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے نکلا۔ میرے ہمراہ وہ نوشتہ تھا جو آپ نے میرے لیے لکھوایا تھا۔ میں نے جعرانہ میں آپ سے ملاقات کی۔ میں آپ کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اسی اثناء میں انصار کا ایک گروہ میرے سامنے آ گیا۔

مجھے نیزے چھونے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے "دور ہو جا دور ہو جا" حتیٰ کہ میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ گویا کہ میں رکاب میں آپ کی پنڈلی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ کھجور کے درخت کی گوند کی طرح سفید تھی۔ میں نے ہاتھ بلند کر دیا۔ میرے ہاتھ میں وہ نوشتہ تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ نوشتہ ہے جسے آپ نے میرے لیے لکھوایا میں سراقہ بن مالک ہوں۔" آپ نے فرمایا: "آج وفاء اور نیکی کا دن ہے اسے میرے قریب کر دو۔" میں قریب ہوا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے یاد کیا کہ میں حضور ﷺ سے کیا سوال کروں۔ مجھے کچھ یاد نہ آیا سوائے اس کے کہ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! گمشدہ اونٹ میرے اس حوض پر آتے ہیں جسے میں نے اپنے اونٹوں کے لیے بھرا ہوتا ہے۔ اگر میں وہ پانی انہیں پلا دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا" آپ نے فرمایا: "ہاں! ہر جگر والی چیز کو پانی پلانے میں اجر ہے۔"

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سراقہ نے ہمارا تعاقب کیا، ہم سخت زمین میں چل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تلاش کرتے کرتے ہم تک پہنچ گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "غم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔" جب ہمارے قریب ہوا اس کے اور ہمارے مابین ایک، دو یا تین نیزوں کا فاصلہ تھا۔ میں نے عرض کی: "یہ تو بالکل قریب پہنچ گیا ہے۔" میں رونے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: "کس لیے رو رہے ہو؟" میں نے عرض کی: "بخدا! میں اپنی ذات کے لیے نہیں رو رہا۔ بلکہ آپ کے لیے رو رہا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: "مولا اسے تو اس طرح کافی ہو جا جس طرح چاہے۔" اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی (جانِ عالم ﷺ) میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کا عمل ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا کرے۔ بخدا! میں اپنے پیچھے جستجو کرنے والوں کو روک لوں گا۔ یہ میرا ترکش ہے۔ آپ اس میں سے تیر لے لیں۔ آپ فلاں جگہ سے میرے اونٹوں اور بکریوں کے پاس سے گزریں گے۔ آپ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے لے لیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہمیں تمہارے اونٹوں اور بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے دعا کی۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا۔ وہ جسے بھی ملتا اسے کہتا۔ اس جگہ تک تو میں تلاش کر چکا ہوں۔ وہاں تک کوئی نہیں۔ وہ اس کو اپنے ساتھ واپس لے جاتا۔ اس نے ہمارے ساتھ وفا کی۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب سراقہ واپس آیا تو اس نے قریش سے کہا: "تم میری نظر اور باریک بینی سے آگاہ ہو۔ میں نے بہت جستجو کی لیکن مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا" قریش واپس آ گئے۔ ابن سعد اور بلاذری نے کہا: "سراقہ نے منگل کے روز قدید کے مقام پر آپ سے ملاقات کی تھی۔" ابن عساکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں جانے، اپنے سفر اور سراقہ کے تعاقب کے بارے یہ اشعار لکھے ہیں:

قال النبی و لم یجزع یوقرنی　　　و نحن فی شدۃ من ظلمۃ الغار

ترجمہ: "اس عالم میں کہ ہم غار کے اندھیرے کی ظلمت میں تھے۔آپ بالکل خوفزدہ نہ تھے۔آپ محبتِ الٰہیہ میں اضافہ فرمارہے تھے۔آپ نے کہا۔"

لا تخش شیئا ان اللہ ثالثنا　　　و قد توکل لی منہ باظھار

ترجمہ: "تم کسی چیز سے نہ ڈرو۔ہمارے ساتھ تیسرا رب تعالیٰ ہے۔اس نے میرے ساتھ غلبہ کا وعدہ کیا ہے۔"

و انما کید من تخشی بوادرہ　　　کید الشیاطین کادتہ لکفار

ترجمہ: "وہ مکروفریب جس کے رونما ہوجانے سے تم خوفزدہ ہو وہ شیطانی چال ہے وہ کفار کے لیے ہی ہوگی۔"

واللہ مھلکم طرّا بما کسبوا　　　و جاعل المنتھی منھا الی النار

ترجمہ: "رب تعالیٰ انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دے گا۔اور ان کا ٹھکانہ آتش دوزخ کو بنادیا گیا۔"

و انت مرتحل عنھم و تارکھم　　　اما عدوّا و اما مدلج ساری

ترجمہ: "تم سفر پر روانہ ہوجاؤ گے اور انہیں چھوڑ دو گے۔صبح کے اجالے یا شام کے اندھیرے میں تم عازم سفر ہوجاؤ گے۔"

و ھاجر رضمھم حتّی یکون لنا　　　قوم علیھم ذوو عز و انصار

ترجمہ: "تم ان کی سرزمین کی طرف ہجرت کرو گے حتیٰ کہ ایک معزز اور مددگار قوم ہمیں نصیب ہوگی۔"

حتّی اذالیل وارتنا جوانبہ　　　و شد من دون من تخشی باستارِ

ترجمہ: "جب رات کی ظلمت نے ہمیں ڈھانپ دیا اور اس نے ہر اس چیز کو پردوں سے روک لیا جس سے تو خوفزدہ ہوتا ہے۔"

سار الاریقط یھدینا و اینتنہ　　　ینعبن بالقدم نعبا تحت اکوار

ترجمہ: "اریقط ہماری راہ نمائی کرنے لگا اور اس کی اونٹنیاں کجاؤوں کے نیچے تیزی سے چلنے لگیں۔"

یعسفن عرض الثنایا بعد اطولھا　　　و کل سھب رقاق الترب موّارِ

ترجمہ: "وہ گھاٹی کے طول اور عرض میں روانہ ہوئیں۔ہر نرم اور ہموار زمین کو انہوں نے عبور کرلیا۔"

حتّی اذا قلت قد انجدن عارضھا　　　من مدلج فارس فی منصب وارِ

ترجمہ: ''جب میں نے سوچا کہ یہ بلندی پر پہنچ چکی ہیں تو بنو مدلج کے ایک تیز رفتار سوار نے انہیں آلیا۔''

یردی بہ مشرف الاقطار معتزم — کالسیّد ذی اللبدۃ المستأسدِ انصاری

ترجمہ: ''اسے ایک برق رفتار اور ہر طرف دوڑانے والا گھوڑا اڑائے جارہا تھا۔ وہ سردار نما، بہت زیادہ بالوں والا شیر کی طرح نقصان دینے والا تھا۔''

فقال: کرّوا فقلنا: ان کرتنا — من دونہالك نصر الخالق الباری

ترجمہ: ''اس نے کہا: ''لوٹ چلو'' ہم نے کہا: ''ہمارا لوٹنا تمہارے لیے ذرا جداگانہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ساتھ ہے۔''

ان یخسف الارض بالاحوی و فارسہ — فانظر الی اربع فی الارض غوار

ترجمہ: ''کہ وہ تیز رفتار گھوڑے اور اس کے شہسوار کو نیچے دھنسا دے۔ ذرا موسم بہار والی نشیبی سرزمین کو دیکھو۔''

فھیل لما رأی ارساغ مھرتہ — قد سخن فی الارض لم تحفر بمحفارِ

ترجمہ: ''جب اس نے اپنے گھوڑے کے سم دیکھے کہ وہ زمین کے اندر جا چکے ہیں۔ حالانکہ زمین کو کسی آلے کے ساتھ کھودا بھی نہیں گیا تو وہ خوفزدہ ہوگیا۔''

فقال ھل لکم ان تطلقوا فرسی — و تأخذوا موثقا فی نصح اسرارِ

ترجمہ: ''کیا تم میرے گھوڑے کو آزاد کر دو گے اور ایک عہد نامہ لکھ کر دو جو پرخلوص اسرار میں سے ہو۔''

و اصرف الحیّ عنکم ان لقیتھم — و ان اعوّر منھم عین عوّار

ترجمہ: ''اگر میں نے قریش کے لوگوں کو دیکھا تو انہیں تم سے دور لے جاؤں گا اور ان کی بند آنکھوں کو بند ہی رہنے دوں گا۔''

فادع الذی ھو عنکم کفّ عورتنا — یطلق جوادی و انتم خیر ابرار

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو جس نے ہماری تکلیف کو تم سے روکا ہے کہ وہ میرے گھوڑے کو آزاد کر دے تم سارے انسانوں سے بہترین ہو۔''

فقال قولا رسول اللہ مبتھلا — یا رب ان کان منہ غیر اخفار

ترجمہ: ''حضور اکرم ﷺ نے پرسوز دعا مانگی ''مولا! اگر چہ اس کی یہ سلامتی ان کے خلاف ہی ہے تو اسے آزاد کر دے۔''

فنجّه سالما من شر دعوتنا و مهره مطلقا من كلم آثار

ترجمہ: "مولا! اسے ہماری دعا کے اثر سے نجات دے دے اور اس کے گھوڑے کو بھی زخموں کی تکلیف سے نجات دے دے۔"

فاظهر الله اذ يدعو حوا فره و فاز فارسه من هول اخطار

ترجمہ: "جب آپ نے دعا مانگی تو رب تعالیٰ نے اس کے سموں کو آزاد کر دیا۔ اور اس کا سوار برباد ہونے سے نجات پا گیا۔"

امام بخاری حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ راستہ میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر سے ملاقات کی وہ مسلمان تاجروں کے قافلہ میں تھے جو شام سے واپس آ رہا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سفید کپڑے پیش کیے۔ امام بیہقی نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو انہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ملے جو شام سے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب انہیں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے بتایا گیا تو وہ ان سے ملاقات کرنے کے لیے آئے۔ انہوں نے ان دونوں حضرات کو کپڑے پیش کیے۔ ان کپڑوں میں سے بعض کپڑے انہوں نے زیب بدن فرمائے۔

ابونعیم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت فرمائی تو وہ جحفہ کے مقام پر ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کس کے اونٹ ہیں؟" لوگوں نے بتایا: "بنو اسلم میں سے ایک شخص کے۔" حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: "ان شاء اللہ! ہم سلامتی پا گئے ہیں۔" میرے والد گرامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور اپنا غلام مسعود آپ کے ہمراہ بھیجا۔"

ابو یعلی، الطبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت قیس بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مخفی طور پر سفر رواں رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک غلام دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ انہوں نے اس سے دودھ مانگا۔ اس نے کہا: "میرے پاس شیر دار بکری نہیں ہے۔ البتہ وہ بھیڑ کی بچی ہے جو سال کی ابتداء میں باردار ہوئی تھی۔ اب اس کے تھنوں میں دودھ نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسی کو لے آؤ۔" وہ اسی کو لے آیا۔ آپ نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر دستِ اقدس پھیرا۔ حتیٰ کہ وہ دودھ اتار لائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک برتن لے آئے۔ آپ نے دودھ دوہا۔ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ پھر دودھ نکالا وہ چرواہے کو پلایا۔ پھر دودھ نکالا تو خود نوش فرمایا۔ چرواہے

نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟ بخدا! میں نے آپ کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم میرا یہ راز رکھو گے؟" اس نے کہا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "میں محمد رسول اللہ ہوں۔" چرواہے نے کہا: "کیا آپ وہی ہیں جسے قریش صابی گمان کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "وہ اسی طرح کہتے ہیں۔" چرواہے نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نبی کریم ﷺ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور آپ نے جس معجزہ کا اظہار کیا ہے اس کا اظہار ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سفر میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "ان لوگوں کو مجھ سے دور کر دو۔ ایک نبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ جھوٹ بولے۔" جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا: "آپ کون ہیں؟" وہ کہتے: "میں باغی ہوں۔" جب ان سے پوچھا جاتا "آپ کے ساتھ کون ہے؟" وہ فرماتے: "یہ میرے راہ نما ہیں جو میری رہبری کرتے ہیں۔" امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوڑھے لگتے تھے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ جوان لگتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ان سے پوچھا: "یہ تمہارے سامنے کون ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ وہ ذات ہے جو مجھے راستہ دکھاتی ہے۔" پوچھنے والے نے اس سے مراد راستہ لیا تھا جبکہ آپ کی مراد راہِ خیر تھی۔

زبیر بن بکار نے الموفقیات میں اور ابونعیم نے حضرت سعد بن عبادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم نے حضور ﷺ کی بیعت عقبہ کی۔ میں کسی کام کے لیے حضرموت گیا۔ میں نے وہ کام کیا میں واپس آنے لگا۔ رستہ میں میں سو گیا۔ میں گھبرا کر اٹھا ایک پکارنے والا پکار رہا تھا:

ابا عمرو تا و بنی السهود — و راح النوم و انقطع الهجود

ترجمہ: "ابوعمرو! مجھے بیداری نے تھکا دیا ہے۔ نیند چلی گئی ہے۔ سونا ختم ہو گیا ہے۔"

دوسرا ہاتف بولا: "یا خرعب! تمہاری تھکاوٹ ختم ہو جانی چاہیے سب سے عجیب بات وہ ہے جو مکہ مکرمہ اور یثرب کے مابین رونما ہوئی ہے۔" اس نے پوچھا: "شاحب! وہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "سلام کے نبی کریم ﷺ کو عمدہ کلام کے ساتھ سارے لوگوں کی طرف مبعوث کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے حرم پاک مکہ مکرمہ سے کھجوروں اور ٹیلوں والی سرزمین مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی ہے۔"

پھر فجر طلوع ہو گئی۔ میں غور و فکر کرنے لگا۔ میں نے دو سانپ دیکھے جو مرے پڑے تھے۔ مجھے علم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ گئے ہیں۔

جب حضور سید عالم ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ کو حضرت ابو عبداللہ بریدۃ بن الحصیب الاسلمی اپنی قوم کے ستر افراد کے ساتھ ملے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "بریدہ" آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ہمارا امر ٹھنڈا اور درست ہو گیا۔" پھر آپ نے ان سے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اسلم کے ساتھ۔" آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ہم سلامتی پا گئے ہیں۔" پھر فرمایا: "تم کس کی اولاد میں سے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "بنو سہم سے۔" آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ابو بکر! تمہارا تیر نکل آیا ہے۔" حضرت بریدہ نے عرض کی: "آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں جانِ عالم، روحِ کائنات، محمد بن عبداللہ، اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" حضرت بریدہ نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔" حضرت بریدہ اور ان کی قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت بریدہ نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بنو سہم کو برضا و رغبت اسلام لانے کی توفیق عطا کی۔" وقتِ صبح انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ جھنڈے کے بغیر مدینہ طیبہ داخل نہ ہوں۔" انہوں نے اپنا عمامہ اتارا۔ اسے نیزے کے ساتھ باندھا پھر آپ کے آگے آگے چلنے لگے۔ حتی کہ یہ مبارک کارواں مدینہ طیبہ داخل ہو گیا۔

تنبیہات

1. الحافظ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی ہجرت، عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت اور آپ کی ہجرت کے مابین دو ماہ اور کچھ ایام کی مدت ہے۔
2. حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ اس سے پہلے نہیں جانتی تھیں کہ شدت خوشی سے بھی رویا جاتا ہے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ اس لیے فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت بہت چھوٹی تھیں۔ وہ پہلے اس سے آگاہ نہ تھیں۔ حالانکہ عرب کے شعراء نے اپنے اپنے اشعار میں یہ منظر قلمبند کیا ہے۔ طائی بادلوں کی تعریف میں کہتا ہے۔

دھم اذا و کفت فی روضہ طفقت　　　عیون ازھارھا تبکی من الفرج

ترجمہ: "وہ سیاہ بادل جب اس کے گلشن میں برسا تو اس کے پھولوں کی آنکھیں خوشی کی شدت کی وجہ سے رونے لگیں۔"

ابو طیب کہتا ہے:

لا تنكرن لها صرعةً	فمن فرح النفس ما يقتل

ترجمہ: "اس کی اس حالت کا منکر نہ بن کبھی کبھی زیادہ خوشی کی وجہ سے بھی نفس ہلاک ہو جاتا ہے۔"

دوسرا شاعر کہتا ہے:

و رد الكتاب من الحبيب بانه	سيزورني فاستعبرت اجفاني
غلب السرور على حتّٰى انه	من فرط ما قد سرّني ابكاني
يا عين صار الدمع عندك عادةً	تبكين في فرحٍ و في احزان

ترجمہ: "میرے محبوب کی طرف سے مجھے خط ملا ہے کہ وہ عنقریب ہی مجھ سے ملاقات کرے گا۔ یہ پڑھ کے میری آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے۔ مجھ پر مسرت کا غلبہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس سے زیادہ خوشی نے مجھے رلا دیا۔ میری آنکھ! آنسو بہانا تیری عادت سی بن گئی ہے۔ تو خوشی اور غم دو حالتوں میں رونے لگتی ہے۔"

❸ امام سہیلی نے اہل مغرب کے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اونٹنی قبول نہ کی۔ حالانکہ انہوں نے اسلام کی اشاعت کے لیے کثیر رقم خرچ کی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ رب تعالیٰ کی طرف آپ کی ہجرت مال اور نفس کے ساتھ مکمل ہو۔

❹ آپ نے نبوت کے تیرھویں سال ماہ ربیع الاول میں ہجرت کی۔ اس دن سوموار تھا۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پیر کے روز تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ پیر کے دن ہی ہجرت کے لیے مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے اور پیر کے دن ہی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور پیر کے روز ہی آپ کا وصال ہوا۔ امام حاکم نے لکھا ہے کہ اس کے بارے روایات متواتر ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے پیر کے دن ہی عازم سفر ہوئے۔ پیر کے روز ہی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ لیکن محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے لکھا ہے کہ آپ جمعرات کے دن مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے جمعرات کے روز عازم سفر ہوئے تھے لیکن غار ثور سے پیر کے روز مدینہ طیبہ کی طرف رواں ہوئے۔ آپ نے وہاں تین راتیں جمعۃ المبارک کی رات، ہفتہ کی رات اور اتوار کی رات قیام فرمایا۔ اور سوموار کی رات آپ عازم سفر ہو گئے۔

❺ روایت ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثور میں تھے۔ تو آپ نے ایک مشرک کو دیکھا۔ اس کا تذکرہ بارگاہ

رسالت مآب میں کیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ادھر سے آگئے تو دوسری طرف سے نکل جائیں گے۔'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار کی دوسری طرف دیکھا تو وہ دوسری طرف سے پھٹ چکا تھا۔ سمندر اس کے ساتھ متصل تھا۔ ایک طرف ایک کشتی باندھی گئی تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''رب تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سامنے ہر چیز ناممکن نہیں۔ لیکن اس کی کوئی قوی یا ضعیف سند نہیں۔ ہم کسی چیز کو اپنی طرف سے ثابت نہیں کرتے۔ لیکن جو صحیح یا حسن ہوا سے کہتے ہیں۔

٦ بعض عجمی رافضی شیعہ اپنے بالوں کی مینڈھیاں بنا کر اپنے سروں کے اوپر لپیٹتے ہیں۔ اس سے وہ سانپوں کے لیے تعظیم کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے غار کے اندر جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈسا تھا۔

٧ امام احمد اور امام الحاکم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے رفیق راہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس ایام سے کچھ زائد دن ٹھہرا رہا۔ ہمارا کھانا صرف بریر (جھاؤ درخت کا پھل) ہوتا تھا۔'' الحاکم نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے ''ہم غار میں اور رستہ میں دس سے کچھ زائد دن مشرکین سے مخفی رہے۔'' الحافظ نے لکھا ہے کہ امام احمد کی روایت میں غار کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بعض راویوں کی زیادتی ہے۔ اسے ہجرت پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غار میں دودھ لے کر آتے تھے۔ اسی طرح آپ نے رستہ میں ایک چرواہے سے ملاقات کی۔ حضرت ام معبد کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور واقعہ ہے۔

٨ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اے بندے! ذرا رب تعالیٰ کے اس فرمان میں غور تو کرو:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبۃ:٤٠)

ترجمہ: ''جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

ان دونوں حضرات قدسی کو کس طرح لفظاً اور معنیً رب تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ معنی کے اعتبار سے یہ معیت اس طرح حاصل ہے کہ رب تعالیٰ نصرت اور نعمت کے اعتبار سے ان کے ساتھ رہا۔ ہدایت و ارشاد کے اعتبار سے ان کے ہمراہ رہا۔ لفظ کے اعتبار سے یہ معیت اس طرح حاصل ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ کے پاک نام کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے "قیل یا رسول الله! یا فعل رسول الله" اسی طرح آپ کے یار غار کے لیے بھی یہ معیت حاصل تھی۔ انہیں یوں کہا جاتا تھا: "یا خلیفة رسول الله! فعل خلیفة رسول الله." آپ کے لیے رسالت اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

لیے خلافت کا لفظ۔ رب تعالیٰ کی معیت کے ساتھ بولا جاتا تھا۔ کسی اور خلیفہ کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے تھے۔

9 مہلت بن ابی صفرۃ نے کہا ہے "اس وقت حضور اکرم ﷺ نے بکری کا دودھ نوش فرمالیا کیونکہ آپ مشکل دور سے گزر رہے تھے۔ یہ روایت آپ کے اس امر کے مخالف نہیں ہے "تم میں سے کوئی کسی کی بکری کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔" کیونکہ یہ یا تو مشکل کے وقت میں رونما ہوا تھا۔ یا اسے حملہ کی صورت پر محمول کیا جائے گا لیکن یہ امر درست نہیں۔ بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود چرواہے کے پاس گئے۔ فرمایا: "کیا تم دودھ نکالنے والے ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں! گویا کہ انہوں نے یہ سوال کیا "کیا تمہارے مالک نے تمہیں اس شخص کے لیے اسے دوہنے کی اجازت دی ہے جو اس تک کے پاس آئے۔" اس نے کہا: "ہاں! یا عرب میں یہ رواج تھا کہ یہ مباح تھا۔ مسافر اور ابن سبیل کے لیے اس طرح دودھ نکال لینا مباح تھا۔ اس کے بارے ہر چرواہے کو اجازت تھی۔

داؤدی نے لکھا ہے کہ آپ نے یہ دودھ اس لیے نوش جاں کرلیا تھا کیونکہ آپ مسافر تھے۔ مسافر کے لیے یہ دودھ روا ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اسے اس کی احتیاج ہو۔ بالخصوص حضور اکرم ﷺ کے لیے یہ مباح تھا۔ اس شخص نے دور کا مؤقف اختیار کیا ہے جس نے کہا ہے: "آپ نے اسے اس لیے جائز سمجھا کیونکہ وہ حربی کا مال تھا۔ کیونکہ جہاد بعد میں فرض کیا گیا اور ابھی تک مالِ غنیمت بھی مباح نہیں ہوئی تھی۔" الحافظ نے لکھا ہے: "حضرت ابو بکر صدیق کے فرمان "کیا تیری بکری کے پاس دودھ ہے؟ اس سے مراد یہ استفہام ہے کہ کیا تیرے پاس اذن ہے کہ تو یہ دودھ اس شخص کو پیش کرے جو یہاں سے گزرے تاکہ اس کی ضیافت ہو سکے۔ یہ بھی احتمال ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بکریوں کے مالک کو پہچان لیا ہو۔ اس کی صداقت کی وجہ سے اس کی رضا کو جان گئے ہوں یا اس نے یہ اذن عام دے رکھا ہو۔

10 ابو نعیم نے اس جگہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا ہے جو بعض اسناد سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: "میں نوخیز جوان تھا۔ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ مکرمہ میں چراتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ وہ مشرکین سے چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "جوان! تمہارے پاس دودھ ہے...... یہ ساری روایت معجزات میں آئے گی۔

البدایۃ اور الفتح میں ہے "حضرت ابن مسعود کے اس فرمان کہ یہ دونوں حضرات قدسی دشمن سے چھپے ہوئے تھے یا

بھاگے ہوئے تھے۔'' سے مراد وقت ہجرت نہیں۔کیونکہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ان کا واقعہ صحیح میں مرقوم ہے۔

11 العیون میں حضرت سراقہ کا قصہ حضرت ام معبد کی داستان سے پہلے رقم کیا گیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے واقعات کو ترتیب سے لکھا ہے۔لیکن ''الاشارۃ'' میں ہے کہ حضرت ام معبد کی داستان سراقہ کی داستان سے پہلے رونما ہوئی۔میں نے انہی کی پیروی کی ہے۔صحیح یہی ہے ایک گروہ نے یہی صراحت بیان کی ہے۔

12 حضرت سعدان کے بارے ہاتف کے اشعار ذکر کیے گئے ہیں۔ان کے بارے السید نے لکھا ہے ''قیاس یہی بتاتا ہے کہ یہ اشعار بہت پہلے پڑھ گئے تھے کیونکہ ان سعدان رضی اللہ عنہما نے اس سے قبل اسلام قبول کرلیا تھا۔

پانچواں باب

اہلِ مدینہ کا استقبال، آپ کا قباء میں نزولِ اجلال اور مسجد قباء کی بنیاد

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن عویم اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے سنا کہ حضور پاک ﷺ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ وہ صبح کی نماز پڑھ کر ٹیلوں کی طرف نکل جاتے۔ وہاں آپ کا انتظار کرتے رہتے۔ جب ٹیلوں پر دھوپ آجاتی اور دوپہر کی دھوپ انہیں تکلیف دینے لگتی۔ جب انہیں کہیں سایہ نہ ملتا تو وہ واپس آجاتے۔ یہ گرم دن تھے۔ جب وہ دن آیا جس روز حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کو رشکِ ارم بنانا تھا تو وقتِ دوپہر صحابہ کرام گھروں کی طرف واپس آگئے تھے تو ایک یہودی ان ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر ضروری کام کے لیے چڑھا۔ اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو واضح طور پر دیکھ لیا۔ اس سے رہا نہ گیا اس نے باآواز بلند کہا: ''اے بنو قیلہ! (یا اے عرب! تمہارے وہ صاحب تشریف لا رہے ہیں جن کے تم منتظر تھے۔'' مسلمانوں نے جلدی سے اسلحہ اٹھایا اور چٹان کے پاس آپ کی دست بوسی کی۔ پیر کا مبارک دن تھا۔ ربیع الاول کا ماہِ مقدس تھا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھجور کے سایہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ عمر میں حضور اکرم ﷺ کے برابر ہی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضور انور ﷺ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ انصار میں سے جس شخص نے پہلے آپ کی زیارت نہیں کی تھی وہ آ کر حضور اکرم ﷺ کی بجائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا۔ جب دھوپ آپ ﷺ کے سراقدس پر آگئی تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی چادر سے آپ کو سایہ کرنے لگے۔ اس وقت وہ انصار جان گئے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک تو وہ ہے جسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سایہ کر رہے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سایہ میں آپ کے لیے جگہ بنا رہے ہیں تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو پہچان لیا۔ حضور اکرم ﷺ ان کے لیے دائیں طرف ہو گئے۔ آپ قباء تشریف لے گئے اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے تھے۔

رزین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح امام حاکم، ابن شہاب اور دمیاطی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ جب آپ لوگوں کے لیے باہر تشریف لاتے تو پھر حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہو جاتے۔ کیونکہ وہ کنوارے تھے ان کے اہلِ خانہ وہاں نہ رہتے تھے۔ وہ مہاجرین بھی ان کے ہاں ہی ٹھہرے تھے جو کنوارے تھے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت سعد کے ہاں قیام فرمایا تھا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب بن اساف یا حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر قیام فرمایا تھا۔ زبیر بن بکار نے حضرت عبداللہ بن حارثہ سے روایت رقم کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدم کے گھر قیام فرمایا۔ انہوں نے اپنے غلام کو پکارا "یا نُجَیْح!"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر! تم کامیاب ہو گئے ہو۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ کسی نے کہا کہ آپ کے بعد انہوں نے تین روز تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ حتیٰ کہ لوگوں کی وہ امانتیں انہیں واپس کیں جو وہ آپ کے پاس رکھتے تھے۔ پھر وہ عازمِ سفر ہو کر قباء میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ بھی حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر ہی ٹھہرے۔ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں قباء میں ٹھہرا۔ ایک مسلمان خاتون تھی جس کا خاوند نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک انسان رات کے اندھیرے میں اس کے پاس آتا۔ اس کے دروازے پر دستک دیتا۔ وہ اسے کچھ دیتا جسے وہ لے لیتی۔ مجھے کچھ شک گزرا۔ میں نے اس عورت سے کہا: "خدا کی بندی! یہ کون شخص ہے جو ہر رات تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ تو اس کی طرف جاتی ہے اور وہ تجھے کچھ دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہوتا ہے؟ تو ایک مسلمان عورت ہے۔ تیرا خاوند بھی نہیں ہے۔" اس عورت نے کہا: "یہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ میں ایک بے سہارا عورت ہوں۔ جب رات پڑتی ہے تو اپنی قوم کے بتوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ انہیں توڑتے ہیں۔ پھر لکڑیاں میرے پاس لے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "انہیں بطور ایندھن استعمال کرلو۔" اسی وجہ سے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا مقام تھا۔ ان کا وصال عراق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی ہوا۔ حضرت علی یہ واقعہ بیان کرتے تھے۔

حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کے پاس زمین کا ایک قطعہ تھا جس میں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے وہ جگہ خرید لی۔ وہاں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ صحیح میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بنو عمرو بن عوف میں قیام فرما تھے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ ابن عائذ نے لکھا ہے: "حضور سید کائنات ﷺ بنو عمرو بن عوف میں تین دن قیام فرما رہے۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ آپ اس میں نماز ادا کرتے رہے۔ اسی مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

یونس بن بکیر نے زیادات المغازی میں حضرت حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو پہلے آپ قباء میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک ایسی جگہ مختص کی جائے جس میں آپ نماز ادا فرمائیں اور جس کے سایہ میں بیٹھیں۔ پتھر جمع کیے گئے اور مسجد قباء تعمیر کی گئی۔ یہ پہلی مسجد تھی جسے تعمیر کیا گیا۔" الحافظ اور السید نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ عام مسلمانوں کے لیے یا حضور ﷺ کے لیے پہلی مسجد تھی۔ جس میں آپ نے اپنے صحابہ کرام کو ظاہراً جماعت کرائی۔ اس کے علاوہ دیگر مساجد بھی بنائی گئیں تھیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے دو سال قبل ہم مدینہ طیبہ میں مساجد بناتے تھے اور نماز قائم کرتے تھے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مہاجرین جو ہجرت کر کے قباء پہنچے تھے انہوں نے اور انصار نے مسجد بنائی تھی۔ جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد میں صحابہ کرام کو امامت کرائی اور بیت المقدس کی طرف منہ کیا۔ ابتداء میں اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ کیونکہ ابن شیبہ نے یہ روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مسجد قباء بنائی تھی اور اس کا قبلہ اس سمت رکھا جہاں آج کل محراب ہے۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل امین علیہ السلام نے میرا رخ بیت اللہ کی طرف کیا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب اہل قباء نے حضور اکرم ﷺ سے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے مسجد بنا دیں۔ تو آپ نے انہیں فرمایا: "تم میں سے ایک اٹھے اور اونٹنی پر سوار ہو جائے۔" سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اونٹنی پر سوار ہوئے اسے حرکت دی مگر وہ نہ اٹھی۔ وہ واپس آ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اونٹنی پر سوار ہوئے اسے حرکت دی مگر وہ نہ اٹھی۔ وہ واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: "تم میں اسے کوئی ایک اٹھے اور اونٹنی پر سوار ہو جائے۔" حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ جب اس کی رکاب میں پاؤں مبارک رکھ دیا اور جم کر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: "اس کی نکیل چھوڑ دو۔ جہاں جہاں تک یہ چکر لگائے وہاں تک مسجد بنالو۔ اسے حکم دے دیا گیا ہے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب حضور انور ﷺ قباء تشریف لائے تو میں نے آپ کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے یہاں جلوہ فرمایا اور مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے بہت بڑا پتھر اٹھایا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے آپ نیچے کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ مجھے آپ کے پیٹ مبارک پر سفید مٹی نظر آ رہی تھی۔ آپ کے ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! مجھے پتھر دیں میں آپ کی طرف سے اٹھا لیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا:

"نہیں! اس کی طرح کا ایک اور اٹھالو۔" آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ آپ نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل نے خانہ کعبہ کی سمت دکھائی۔" اسی لیے کہا جاتا تھا کہ مسجد قباء کا قبلہ ساری مساجد سے درست ہے۔"

السید نے لکھا ہے "صحیح روایت میں ہے کہ آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کرتے تھے حتیٰ کہ یہ منسوخ ہوگیا نمازِ صبح میں آپ کے نقیب حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بتایا۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف چہرے کر لیے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بیت اللہ کی سمت دکھائی۔ تاکہ آپ کو بیت المقدس کی سمت کا علم ہو سکے۔ تاکہ دونوں جہتیں سامنے آسکیں اور انہوں نے آپ کو یہ بھی بتایا ہو کہ آپ عنقریب خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کریں گے۔ یا یہ کہ آپ کو ہجرت کی ابتداء میں یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ چاہیں تو بیت المقدس کی طرف اور پسند کریں تو خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کریں۔ یہ ربیع کا قول ہے۔ آپ نے ابتداء میں بیت المقدس کی طرف رخ کیا شاید یہودی اسلام قبول کر لیں یا اس وقت خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کرنا مشروع تھا۔ پھر بیت المقدس سے منسوخ ہوگیا پھر یہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے سے منسوخ ہوگیا۔ جیسے قاضی ابوبکر بن عربی وغیرہ نے لکھا ہے کہ قبلہ کو دو دفعہ منسوخ کیا گیا۔ یا پھر یہ تاسیس پہلی تاسیس کے علاوہ ہے۔ ابن شبہ کی وہ روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ ابن شبہ نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے مسجد قباء بناتے وقت یہ کہا تھا: "افلح من یعمر المساجد" مساجد کو آباد کرنے والا کامیاب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "المساجد" حضرت عبداللہ نے عرض کی: "یقرأ القرآن قائما و قاعدًا" جو بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "و قاعدًا" حضرت عبداللہ نے عرض کی: "ولا یبیت اللیل عنه راقدًا" وہ سو کر رات بسر نہیں کرتا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "راقدًا"

تنبیہات

1. حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عمرو بن عوف میں کتنی مدت قیام فرمایا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح میں حضرت ابن شہاب نے حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دس اور کچھ راتیں وہاں قیام فرمایا۔ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے وہاں چودہ راتیں قیام فرمایا۔ "الاشارۃ" میں ہے کہ آپ نے وہاں پانچ راتیں قیام فرمایا۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ آپ نے وہاں منگل، بدھ اور جمعرات کے تین ایام بسر فرمائے اور جمعۃ المبارک کے روز مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے جمعۃ المبارک کو ان ایام میں شمار نہیں کیا۔ ابن عباس اور ابن عقبہ نے تین راتوں کا قول کیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے آپ کی تشریف آوری اور جانے کے

دن کو ان ایام میں شمار نہیں کیا۔

- ❷ معتمد موقف یہ ہے کہ آپ پیر کے روز قباء میں جلوہ افروز ہوئے۔ جیسے کہ صحیح میں ہے۔ ابن عقبہ نے کہا ہے کہ ربیع الاول کے یکم تاریخ کو آپ قباء تشریف لائے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔ ابن سعد نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھی۔ ابوسعید نے شرف المصطفیٰ میں ابن حزم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ربیع الاول کی تیرہ راتیں گزر چکی تھیں۔ اس اختلاف کو رؤیت ہلال کے اختلاف پر محمول کیا جائے گا۔
- ❸ الحافظ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ آپ دن کے وقت تشریف لائے۔ امام مسلم کی روایت میں رات کا تذکرہ ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ آپ رات کے آخری وقت میں تشریف لائے۔ دن کے وقت قباء میں داخل ہو گئے۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

اہلِ مدینہ کی مسرت

امام احمد، امام مسلم اور امام بخاری نے سیدنا ابو بکر صدیق سے، سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے، امام بیہقی نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے بنو نجار کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آپ کے ننھیال تھے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ وہ تلواریں حمائل کیے آ گئے۔ انہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: "امن کے ساتھ سوار ہو جاؤ۔" اس روز جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ جب سورج بلند ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی سواری منگوائی۔ مسلمان جمع ہو گئے۔ انہوں نے ہتھیار سجا لیے حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ کے دائیں، بائیں اور پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ کچھ سوار تھے اور کچھ پیدل تھے۔ بنو عمرو بن عوف آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ہم سے اکتا کر یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں؟ یا آپ ہمارے گھر سے بہتر کسی گھر کا ارادہ کیے ہوئے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو دیگر بستیوں کو کھا جائے گی۔ اس اونٹنی کا رستہ چھوڑ دو۔ اسے حکم دے دیا گیا ہے۔" آپ قباء سے باہر تشریف لائے۔ آپ مدینہ طیبہ کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے ملاقات کی۔ وہ راہوں پر نکل آئے۔ وہ اونٹوں پر سوار تھے۔ خدام اور بچے یہ نعرے لگانے لگے: "اللّٰہ اکبر! جاء نا رسول اللّٰہ! جاء محمد" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بچوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔" جبکہ لوگوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔" ہم آگے گئے لیکن ہمیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم مدینہ طیبہ کی دیواروں کے پیچھے چھپ گئے۔ آپ نے اعرابیوں میں سے ایک شخص کو بھیجا تا کہ انصار سے اذن لے۔ پانچ سو سے زائد معزز انصار نے آپ کا استقبال کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "آپ امن کے ساتھ تشریف لے چلیں۔" حضور ﷺ اور آپ کے یار غار لوگوں کے آگے آگے تھے۔ اہل مدینہ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے۔ خواتین مدینہ آپ کی زیارت کے لیے چھتوں پر چڑھ گئیں۔ وہ پوچھ رہی تھیں: "سرور عالم ﷺ کون سے ہیں؟ امام الانبیاء ﷺ کون ہیں؟ چشم

فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا تھا؟"

امام احمد اور امام ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے آنے کی خوشی میں حبشیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ کرتب دکھائے۔" امام بیہقی اور رزین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ طیبہ کی عزت مآب خواتین، بچیوں اور بچوں نے یہ اشعار پڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

ترجمہ: "چودھویں کا چاند ہم پر وداع کی گھاٹی سے طلوع ہوا۔ جب تک رب تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلاتا رہے ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ اے وہ ذات والا! جو ہم میں مبعوث ہوئی ہے آپ ایسے امر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔"

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اہل مدینہ کو اتنا مسرور کبھی نہیں دیکھا۔ جتنے مسرور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی وجہ سے تھے۔" ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اس دن مدینہ طیبہ کی ہر چیز چمک اٹھی۔ حضرت ابن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے وہ دن دیکھا ہے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ میں نے اتنا روشن اور حسین دن کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے جس محلہ میں سے گزرتے تو انصار عرض کرتے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عزت، دفاع اور دولت کی طرف تشریف لے آئیں۔" آپ انہیں دعائے خیر سے نوازتے۔ آپ فرماتے: "اس اونٹنی کو چھوڑ دو۔ اسے حکم دے دیا گیا ہے۔" آپ بنو سالم کے محلہ سے گزرے۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ ہم تعداد میں کثیر ہیں ہمارا قبیلہ اور حلقۂ یاراں بہت بڑا ہے۔ یا رسول اللہ! ہماری وسیع زمین ہے۔ ہم باغات کے مالک ہیں۔ ہم شجاع اور بہادر ہیں۔ اگر کوئی شخص ڈرتا ہوا اس بستی میں داخل ہو جائے۔ تو وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ ہم اسے کہتے ہیں 'جہاں چاہو پھرو۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔'" ان کا یہ خلوص دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "اس

مبارک اونٹنی کا رستہ چھوڑ دو۔اسے حکم دیا جا چکا ہے۔" حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم پر برکت ڈالے۔اسے چھوڑ دو۔اسے حکم مل گیا ہے۔"

جب آپ بنوسالم کی مسجد تک پہنچے۔یہ مسجد وادی رانوناء میں ہے تو وہاں نماز جمعۃ کا وقت ہو گیا آپ نے نماز جمعۃ ادا کی۔مدینہ طیبہ میں یہ پہلی نماز جمعۃ ادا کی گئی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے مسجد قباء میں نماز جمعۃ ادا کی تھی۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ ایک سو صحابہ کرام نے نماز جمعۃ ادا کی۔پھر آپ رستہ کے دائیں طرف ہو گئے۔حتیٰ کہ بنوحبلی آ گئے۔آپ نے عبداللہ بن ابی کے ہاں اترنے کا ارادہ کیا۔وہ اس وقت خزرج کا سردار تھا۔اس نے کہا: "انہی کے پاس جائیں جنہوں نے آپ کو بلایا ہے۔" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی بات کا برا نہ منائیں۔جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو بنوخزرج اسے اپنا بادشاہ بنانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔جب اس حق سے اس کا رد ہو گیا جسے رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تو یہ تنگ سینہ ہو گیا۔لیکن یہ میرا گھر ہے یہ حاضر ہے۔" اس روایت کا تذکرہ ابن عقبہ اور رزین نے کیا ہے۔السید نے لکھا ہے کہ صحیح میں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا تھا۔جب آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔میں کہتا ہوں کہ شاید انہوں نے دوبار یہ گذارش کی ہو۔" واللہ اعلم

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بنوساعدۃ کے پاس سے گزرے۔حضرت سعد بن عبادۃ، حضرت منذر بن عمرو اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوں ہمارے پاس عزت، دولت، قوت اور مضبوطی ہے۔" حضرت سعد نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری قوم کا کوئی ایسا شخص نہیں جس کے کھجوروں کے باغات مجھ سے زیادہ ہوں۔یا اس کے چشمے مجھ سے زیادہ ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ دولت، قوت اور کثیر تعداد بھی ہے۔" آپ نے فرمایا: "ابوثابت! اس کا رستہ چھوڑ دو۔اسے حکم دے دیا گیا ہے۔" آپ آگے روانہ ہو گئے۔حضرت سعد بن ربیع، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہم نے آپ سے ملاقات کی۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں چھوڑ کر آگے نہ جائیں ہماری کثیر تعداد ہے۔دولت بھی وافر ہے۔حلقہ احباب بھی وسیع ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔اس کا راستہ چھوڑ دو۔اسے حکم دے دیا گیا ہے۔" پھر حضرت زیاد بن لبید، حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے آپ سے ملاقات کی۔ان کا تعلق بنوبیاضہ سے تھا۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوں۔ہمارے پاس ہمدردی، عزت، ثروت اور قوت و طاقت ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کا رستہ چھوڑ دو۔اسے حکم دیا جا چکا ہے۔" حضرت براء کی روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا: "میں جناب عبدالمطلب کے ننھیال کے ہاں اتروں

گا۔انہیں اس شرف سے مشرف کروں گا۔" پھر آپ بنوعدی بن نجار کے پاس سے گزرے۔ یہ آپ کے ننھیال تھے۔حضرت ابوسلیط ،حضرت ہرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہما اور ان کی قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔انہوں نے عرض کی:" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ننھیال ہیں ہمارے پاس کثیر تعداد، دفاع اور قوت کے ساتھ ساتھ قرابت بھی ہے۔ہمیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس نہ جائیں۔قرابت کی وجہ سے کوئی اور قوم ہم سے زیادہ مستحق نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا:"اس کا رستہ چھوڑ دو اسے حکم دیا جاچکا ہے۔"

آپ آگے رواں ہوئے۔حتیٰ کہ بنوعدی بن نجار کے گھر آگئے۔ان کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس جگہ آگئے جہاں آج کل مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔مسجد کے دروازہ پر اونٹنی بیٹھ گئی۔ابن نافع نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب اونٹنی مسجد کی جگہ پر آئی تو بیٹھ گئی۔آپ اپنی اونٹنی پر ہی سوار تھے حتیٰ کہ آپ پر وحی کے نزول کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔اونٹنی اٹھی کچھ آگے گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اوپر ہی سوار تھے۔آپ نے اس کی نکیل چھوڑ رکھی تھی۔اونٹنی واپس آگئی اور اس جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔وہ اسی جگہ بیٹھ گئی۔اسے لازم پکڑ لیا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ اونٹنی کو لکڑی چبھونے لگے کہ شاید یہ اٹھے اور بنوسلمہ کے محلہ میں بیٹھ جائے۔ مگر اس نے حرکت نہ کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی سے نیچے تشریف لے آئے۔آپ نے فرمایا:"ان شاء اللہ! مقام اسی جگہ ہوگا۔" آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ (المومنون:۲۹)

ترجمہ: "اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔وہ آپ سے قیام کے بارے گفتگو کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"سب سے زیادہ قریب کس کا گھر ہے؟" انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا گھر ہے۔یہ اس کا دروازہ ہے۔ہم نے آپ کا کجاوہ وہاں رکھ دیا ہے۔" آپ نے فرمایا:"جاؤ اور ہمارے آرام کرنے کی جگہ تیار کرو۔" وہ گئے اور آپ کا بستر تیار کیا۔

امام الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"وہاں ایک عریش تھا لوگ وہاں چھڑکاؤ کر کے اسے ٹھنڈا کرتے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی سے نیچے تشریف لائے۔سایہ کے پاس آئے۔وہاں نیچے اترے۔حضرت ابوایوب انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جگہ سے میرا گھر سارے گھروں سے زیادہ قریب ہے۔کیا میں آپ کا سامان اپنے گھر منتقل کرلوں؟" آپ نے فرمایا:

"ہاں! وہ آپ کا سامان اپنے گھر لے گئے۔ ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس تشریف لے چلیں۔" آپ نے فرمایا: "آدمی اپنے کجاوہ کے پاس ہوتا ہے وہ جہاں بھی ہو" یہ ضرب المثل بن گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر جلوہ افروز ہو گئے۔ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ اس کے گھر کو چین ملا۔ آپ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے آپ کی مبارک اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ پہلی بار اونٹنی انہی کے ہاں بیٹھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہمارے ہاں قیام ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ اسے حکم دیا جا چکا ہے۔" مبارک اونٹنی اٹھی۔ مسجد نبوی کی جگہ پر اس مقام پر بیٹھ گئی جہاں آج کل منبر مبارک ہے۔ آپ اس سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا گھر سارے گھروں سے زیادہ قریب ہے۔ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں آپ کا سامان اپنے ہاں منتقل کرلوں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے آپ کا سامان اپنے گھر منتقل کرلیا اور اپنے گھر آپ کی اونٹنی کو بٹھایا۔

امام حاکم اور ابوسعید نیشاپوری نے لکھا ہے کہ جب آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہو گئے تو بنونجار کی بچیاں دف بجاتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ وہ یوں کہہ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی النجّار　　　　یا حبذا محمد من جار

ترجمہ: "ہم بنونجار کی (فرخندہ فال) بچیاں ہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے اچھے ہمسائے ہیں۔"

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: "کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "قسم بخدا! میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن اسحاق نے المبداء میں اور ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ وہ مقدس گھر جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ اسے تبع اول نے بنایا تھا۔ اس کا نام تبان اسعد تھا۔ اس کے ہمراہ چار سو علماء تھے۔ انہوں نے باہم عہد کرلیا کہ وہ اس شہر سے نہیں جائیں گے۔ تبع نے اس کا راز پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: "ہم نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے۔ ان کا اسم گرامی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ ہم اسی جگہ قیام کریں گے۔ شاید ہم ان سے ملاقات کرلیں۔ تبع نے ان کے ساتھ ہی قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک گھر تعمیر کیا۔ انہیں ایک ایک لونڈی دی۔ ہر ایک کی ایک لونڈی کے ساتھ شادی کی۔ انہیں بہت مالا مال کیا۔ ایک خط لکھا

اس میں اپنے اسلام کا تذکرہ کیا۔ اس میں یہ اشعار بھی لکھے:

شھدت علی احمد انه — رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الی عمرہ — لکنت وزیرا له و ابن عم
و جاھدت بالسیف اعداء ہ — و فرجت عن صدرہ کل ھم

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ ﷺ اس معبودِ برحق کی طرف سے رسولِ مکرم ﷺ ہیں جو ارواح کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے آپ کی عمر مبارک تک وفا کی تو میں آپ کا وزیر اور چچا زاد بنوں گا۔ تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا۔ اور آپ کے سینۂ اقدس سے سارے غم دور کر دوں گا۔''

اس نے سونے کے ساتھ اس پر مہر لگائی۔ اسے ایک عظیم سردار کو دیا تا کہ وہ اگر حضور ﷺ کو پالے تو آپ کو پیش کرے یا اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد جسے یہ شرف حاصل ہو وہ یہ خط آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ اس نے حضور پاک ﷺ کے لیے ایک گھر تعمیر کیا۔ جب آپ مدینہ طیبہ گئے تو اسی گھر میں قیام فرمایا۔ وہ گھر نسل در نسل آگے منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری کے پاس آ گیا۔ وہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے۔ وہ سارے اہلِ مدینہ جنہوں نے آپ کی نصرت کی تھی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خط جس میں یہ اشعار تھے۔ وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس ہی تھا۔ وہ انہوں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ گویا کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں ہی رونق افروز ہوئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے آنے لگے میں بھی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ میں نے چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کی تو میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کی یہ پہلی گفتگو سنی۔ آپ فرما رہے تھے: ''اے لوگو! سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو۔ اس وقت نماز پڑھو۔ جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

امام مسلم اور امام ابن اسحاق نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ میرے گھر میں رونق افروز ہوئے تو آپ گھر کے نچلے حصہ میں جلوہ افروز ہوئے جبکہ میں اور حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا گھر کے اوپر والے حصہ میں تھے۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے اوپر رہوں اور آپ میرے نیچے جلوہ گر ہوں۔ آپ اوپر والی منزل میں تشریف لے

جائیں۔ ہم نچلی منزل میں رہیں گے۔" آپ نے فرمایا: "ہمارے لیے اور اس شخص کے لیے اس میں سہولت ہے۔ جو میرے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے آتا ہے کہ ہم نچلی منزل میں رہیں۔" آپ نچلی منزل میں اور ہم اوپر کی منزل میں رہتے تھے ایک دفعہ ہمارا ایک گھڑا ٹوٹ گیا جس میں پانی تھا۔ ہمارے پاس ایک ہی لحاف تھا ہم اس کے ساتھ پانی جذب کرنے لگے۔ ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں آپ پر نہ گرے اور آپ کو اذیت نہ دے۔" روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ اوپر والی منزل میں جلوہ نما ہو گئے اور وہ نیچے آ گئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا تیار کرتے تھے۔ پھر آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ جو کھانا بچ جاتا وہ ہم کھاتے تھے۔ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ اس جگہ سے کھانا کھائیں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس لگے ہوئے تھے۔ ہم حصولِ برکت کے لیے اس طرح کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ نے ہمارا رات کا کھانا واپس کر دیا۔ ہم نے اس میں پیاز یا لہسن ڈالا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا واپس کر دیا۔ ہم نے اس میں آپ کے دستِ اقدس کے اثرات نہ دیکھے۔ میں گھبرا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ نے کھانا واپس کر دیا ہے۔ میں نے آپ کے دستِ اقدس کے نشانات نہیں دیکھے۔ جب آپ کھانا واپس کرتے ہیں تو میں اور ام ایوب اس جگہ سے کھاتے ہیں جہاں آپ کے دست اقدس لگے ہوتے ہیں۔ ہم حصولِ برکت کے لیے اس طرح کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "آج میں نے اس میں اس درخت کی بو پائی ہے۔ میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ سرگوشی کی جاتی ہے۔ تم اسے کھا لو۔" ہم نے وہ کھانا کھا لیا اور اس کے بعد اس میں پیاز یا لہسن نہ ڈالا۔

اخبار مدینہ میں حضرت یحییٰ بن حسن نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ابتداء میں آپ کی خدمت میں ہدیہ نہیں آتا تھا۔ میں نے سب سے پہلے آپ کو ہدیہ پیش کیا۔ میں نے ایک پیالہ پیش کیا۔ جس میں گندم کی روٹی کی ثرید گوشت اور دودھ تھا۔ میں نے اسے آپ کے سامنے رکھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! امی جان نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔" آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ انہوں نے اس میں سے کھایا۔ میں ابھی دروازہ تک نہ پہنچا تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا پیالہ آ گیا۔ غلام نے اسے ڈھانپ کر اپنے سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کا کپڑا اٹھایا تاکہ دیکھوں میں نے ثرید دیکھی جس میں ہڈی نظر آ رہی تھی۔ اس نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔" حضرت زید نے فرمایا: "ہم بنو مالک بن نجار کے گھروں میں رہتے

تھے۔ہم میں تین یا چار افراد ہر روز کھانا لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاتے۔حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سے منتقل ہو گئے۔آپ نے سات ماہ تک وہاں قیام کیا۔حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما کا پیالہ ہر روز آپ کی خدمت میں آتا۔''اس کتاب میں ہے کہ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ حضور اکرم ﷺ نے تمہارے ہاں قیام کیا ہے۔ذرا بتائیں کہ حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ کون سا کھانا پسند تھا۔انہوں نے کہا:''میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی مخصوص کھانے کا حکم دیا ہو یا ہم نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا ہو۔اور آپ نے اس میں عیب نکالا ہو۔حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ ایک رات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھانا بھیجا۔اس میں طفیشل تھا۔آپ نے وہ کھانا سیر ہو کر کھایا۔آپ پہلے اس قدر سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ہم یہ کھانا آپ کے لیے پکاتے تھے۔ہم آپ کے لیے حلوہ بناتے تھے حلوہ آپ کو بہت پسند تھا۔رات کے کھانے میں پانچ سے لے کر سولہ تک صحابہ کرام شرکت کرتے تھے۔اس کا انحصار کھانے کی قلت یا کثرت پر ہوتا تھا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ بھیجا۔انہیں دو اونٹ اور پانچ سو دراہم دیے وہ حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن کو لے کر آ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت ام ایمن اور فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لے کر آ گئے۔حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے اہل وعیال کو لے کر آ گئے۔ان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت اسماء، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔یہ ہستیاں جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو یہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہریں۔رزین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو حضرت زید کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ان کے اہل خانہ کو لے آئیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے''مہاجرین حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مل گئے مکہ مکرمہ میں صرف وہی مسلمان رہ گئے جو یا تو فتنہ میں مبتلا کر دیے گئے تھے یا مقید تھے۔جب حضور اکرم ﷺ پرسکون ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنا دین غالب فرمایا اور مہاجرین اور انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضرت ابوقیس حرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ نے رب تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے یہ اشعار لکھے:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ — یذکر لویلقی صدیقا مواتیا
و یعرض فی اھل المواسم نفسہ — فلم یرمن یؤوی ولم یرداعیا
فلمّا اتانا اظھر اللہ دینہ — فاصبح مسرورًا بطیبۃ راضیا
والفی صدیقا و اطمأنت بہ النوی — و کان لنا عونا من اللہ بادیا

يقص لنا ما قال نوح لقومه — وما قال موسى اذا جاب المناديا
فاصبح لا يخشى من الناس واحدا — قريباً ولا يخشى من الناس نائيا
بذلناله الاموال من جل مالنا — و انفسنا عند الوغى والتآسيا
و نعلم ان الله لا شى غيره — و نعلم ان الله افضل هاديا
نعادي الذى عادي من الناس كلهم — جميعا و ان كان الحبيب المصافيا
اقول اذا ادعوك فى كل بيعةٍ — تباركت قد اكثرت لاسمك داعيا
اقول اذا جاوزت ارضا مخوفةً — حنانيك لا تظهر علىّ الاعاديا
فطأ معرضا ان الحتوف كثيرة — و انك لا تبقى لنفسك باقيا
فوالله ما يدرى الفتى كيف يتقى — اذ هو لم يجعل له الله واقيا
ولا تحفل النحل المعيمة ربها — اذا صبحت ريّا واصبح ثاويا

ترجمہ: ''تقریباً دس سال تک حضور اکرم ﷺ قریش کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ آپ کو امید تھی کہ شاید ان میں آپ کو کوئی مخلص دوست مل جائے۔ آپ ایام حج میں اپنا نفس نفیس لوگوں کو پیش کرتے تھے۔ لیکن آپ نے کسی کو نہ پایا جو آپ کو پناہ دیتا۔ آپ نے ایسا آدمی نہ پایا جو رب تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا ہوتا۔ جب آپ ہمارے ہاں جلوہ گر ہوئے تو رب تعالیٰ نے آپ کے دین کو غالب کر دیا۔ آپ مدینہ منورہ میں فرحاں و شاداں ہو گئے۔ آپ نے ایسا قبیلہ پالیا جو آپ کا دوست تھا۔ آپ کی غریب الوطنی پر سکون ہوگئی۔ آپ ہمارے لیے ایک واضح مددگار ثابت ہوئے۔ آپ نے ہمیں وہی کچھ فرمایا جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ آپ وہ کچھ بھی بیان فرماتے تھے جو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے منادی کو جواب دیا تھا۔ آپ لوگوں سے نہیں ڈرتے خواہ کوئی قریبی ہو یا بعید کا۔ ہم نے جنگ کے وقت ہمدردی کے وقت آپ پر حلال مال اور جانیں قربان کیں۔ ہم نے سمجھ لیا کہ رب تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی جان لیا کہ رب تعالیٰ تمام راہنماؤں سے افضل ہے۔ جس نے بھی آپ سے دشمنی کی ہم اس کے دشمن ہیں خواہ وہ ہمارا اجگری دوست ہی کیوں نہ ہو۔ مولا! جب میں مسجد میں جا کر سوال کرتا ہوں تو میں عرض کرتا ہوں کہ مولا! تو کتنا بابرکت ہے۔ میں نے کتنا ہی تجھے تیرے نام سے یاد کیا ہے میں جب کسی خوفناک جگہ سے گزرتا ہوں تو میں کہتا ہوں مولا! میں تجھ سے رحمت کی التجاء کرتا

ہوں مجھ پر کسی دشمن کو غالب نہ کرنا۔ اے دشمن! پیٹھ پھیر کر یہاں سے چلا جا۔ بلاشبہ موت کے بے شمار اسباب ہیں تو اپنا نفس سدا کے لیے باقی نہیں رکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی جوان نہیں جانتا کہ وہ اپنا بچاؤ کیسے کرے۔ جبکہ خداوند قدوس اس کے لیے بچنے کے اسباب پیدا نہ کرے۔ ایک کھڑی کھجور اپنے مالک کو سیراب کس طرح کرسکتی ہے۔ جبکہ وہ خود پیاسی ہو اور اس کا مالک بھی ہلاکت کے گڑھے میں گر رہا ہو۔"

❀❀❀❀

مدینہ طیبہ کے بعض فضائل

پہلا باب

اس کی ابتداء

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مکہ مکرمہ ایسا شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تعظیم بخشی ہے۔ اس کی حرمت کو عظیم کیا ہے۔ اس نے مکہ مکرمہ کی تخلیق کی۔ ملائکہ نے اسے گھیر لیا۔ یہ زمین کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ اسے مدینہ طیبہ کے ساتھ ملا دیا۔ مدینہ طیبہ کو بیت المقدس کے ساتھ ملا دیا۔ پھر ایک ہزار سال بعد رب تعالیٰ نے ساری زمین کو تخلیق کیا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "زمین پانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اس زمین کو چھوا۔ سطح زمین پر جھاگ نمودار ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ سے مکہ مکرمہ، دوسرے سے مدینہ طیبہ، تیسرے سے بیت المقدس اور چوتھے سے کوفہ تخلیق کیا۔"

ان دونوں روایتوں کو خطیب نے اپنی کتاب فضائل بیت المقدس میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن سید کا قول اس کے برعکس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان روایات کی کوئی اصل نہیں ہے۔" میں نے ان روایات میں کوئی فرد نہیں پایا جس کے بارے کلام کی گئی سوائے ابن لہیعہ کے۔ وہ بھی راست باز تھے۔ لیکن آخری عمر میں ان سے اختلاط ہو جاتا تھا۔ امام ترمذی نے ان کی تعریف کی ہے۔

امام الطبرانی نے حضرت ذی مخبر سے روایت کیا ہے یہ نجاشی کے بھتیجے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ

نے اہلِ مدینہ کی طرف دیکھا۔ یہ اس کے آباد ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ یہ ایک کشادہ وادی تھی اس جگہ نہ ڈھیلے تھے نہ اون تھی۔ اس نے کہا: "اہلِ یثرب! میں تمہارے لیے تین شرائط رکھنے لگا ہوں۔ میں تمہاری طرف ہر قسم کے اہل لے کر آؤں گا۔ تم نہ میری نافرمانی کرو گے نہ سرکشی کرو گے نہ ہی تکبر کرو گے اگر تم نے اس میں سے کوئی امر سر انجام دیا تو پھر میں تمہیں اس اونٹنی کی طرح چھوڑ دوں گا جسے کھانے سے نہیں روکا جاتا۔"

ایک قول یہ ہے کہ عمالیق میں سے بنو عملاق بن ارفخشذ بن سام بن نوح نے اسے آباد کیا۔ یہاں کاشت کاری کی اور پودے لگائے۔ انہوں نے دو سمندروں کے مابین، عمان، حجاز سے شام تک پھر مصر تک ساری زمین پر قبضہ کر لیا۔ جابر اور فرعون انہی میں سے تھے۔

ابو منذر نے لکھا ہے "میں نے مدینہ طیبہ کی بنیاد کی روایت سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکۃ رضی اللہ عنہم سے سنی۔ پھر میں نے قریش کے ایک شخص سے سنا۔ اس نے یہی چیزیں ابوعبیدۃ بن عبد اللہ بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے سنیں۔ میں نے ان کی روایت کو جمع کیا کیونکہ ان میں اتفاق زیادہ تھا اور اختلاف کم تھا۔ انہوں نے کہا: "ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے حج کیا تو بنو اسرائیل میں سے بہت سے لوگوں نے ان کے ساتھ حج کیا۔ وہ واپسی پر مدینہ طیبہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اس کی وہ صفات دیکھیں جو شہر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات ان کے ہاں تورات میں موجود تھی۔ وہاں مرقوم تھا کہ آپ خاتم النبیین ہوں گے۔ ان میں سے ایک گروہ نے مشورہ کیا کہ وہ اسی جگہ رہ جاتے ہیں۔ وہ بنو قینقاع کے بازار کی جگہ میں فروکش ہوئے۔ عرب کے دیگر لوگوں نے ان کے ساتھ الفت کی ان کا دین اپنا لیا۔ انہوں نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ کو آباد کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ ان سے قبل عمالقہ کی ایک قوم نے اسے آباد کیا تھا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب یہودیوں پر بخت نصر غالب آ گیا اور انہیں بربادی کا سامنا کرنا پڑا تو وہ بکھر گئے۔ وہ اپنی کتب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف پاتے تھے کہ ان کا ظہور عرب کی کھجوروں والی سرزمین سے ہوگا۔ جب وہ سرزمین شام سے نکلے۔ وہ شام اور یمن کے مابین جس شہر کو اس طرح پاتے جس طرح کی صفات یثرب کی بیان کی گئیں تھیں تو ان میں سے ایک گروہ اپنا بسیرا وہیں کر لیتا۔ انہیں امید تھی کہ شاید وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر لیں۔ آپ کی اتباع کر لیں۔ حتیٰ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک گروہ یثرب فروکش ہو گیا۔ وہ حاملین تورات میں سے تھے۔ آباء مر گئے۔ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ اپنی اولاد کو بھی آپ کی اتباع پر ابھارتے تھے۔ جب ان کی اولاد میں جس نے آپ کا عہد ہمایوں پا لیا تو انہوں نے حسد کرتے ہوئے آپ کا انکار کر دیا۔ یہ حسد انصار سے تھا جو ان سے سبقت لے گئے تھے۔ حالانکہ وہ آپ کو خوب جانتے تھے۔

زبیر بن بکار نے حضرت عثمان بن عبدالرحمان التیمی سے روایت کیا ہے کہ اہلِ مدینہ کہتے تھے کہ گزشتہ زمانہ میں مدینہ طیبہ میں ایک قوم بستی تھی۔ جسے صعل اور فالج کہا جاتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر حملہ کیا ان کی ایک ہزار دوشیزاؤں کو گرفتار کر لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دیا جس نے انہیں ہلاک کر دیا۔ سیل عرم تک یہود یثرب پر غالب رہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مدینہ طیبہ ہی مراد ہے۔

بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۱۵﴾ (سباء:۱۵)

ترجمہ: "اتنا پاکیزہ شہر اور ایسا رب غفور!"

یہ سارے شہروں سے سرسبز و شاداب تھا۔ یہ سخت زمین نہ تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ نہ مچھر تھا نہ مکھی تھی۔ نہ پسو تھے نہ بچھو تھے۔ نہ سانپ تھے۔ اگر کوئی مسافر ان کی وادیوں میں سے گزرتا۔ اس کی کپڑوں پر چیچڑی ہوتی تو وہ وہیں ہلاک ہو جاتی۔ اگر ایک عورت نکلتی اس کے سر پر اس کی ٹوکری ہوتی۔ وہ اپنے چرخے کا کام کرتی اگر وہ ان درختوں کے پاس سے گزرتی تو اتنے پھل گرتے کہ اس کی ٹوکری بھر جاتی۔ اگر ایک تیز رفتار سوار چلتا رہتا تو وہ دو ماہ سے زائد مدت میں ان کے شہر کے طول کو عبور کرتا۔ اس کا عرض بھی اتنا ہی تھا۔ اس کے باسی کثیر تھے انہیں طاقت اور قوت بھی حاصل تھی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ الۡقُرَى الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا قُرًى ظَاهِرَةً ۔ (سباء:۱۸)

ترجمہ: "اور ہم نے بنادی تھیں ان کے درمیان اور ان شہروں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی اور کئی بستیاں سرِ راہ۔"

یعنی وہ بستیاں اتنی قریب تھیں کہ ایک بستی سے دوسری بستی نظر آتی تھی۔ وہ اپنے شہروں میں امن سے رہ رہے تھے۔ ایک عورت عازمِ سفر ہوتی۔ وہ کچھ بھی زادِ راہ نہ لیتی وہ ایک بستی میں شام گزارتی دوسری میں قیلولہ کرتی حتیٰ کہ شام پہنچ جاتی۔ انہوں نے نعمت کی ناشکری کی۔

فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا ۔ (سباء:۱۹)

ترجمہ: "پھر وہ بولے اے ہمارے رب! دور دراز کر دے ہماری مسافتوں کو۔"

یعنی ان کے مابین اور شام کے مابین جنگلات بنادے جن میں سے وہ سوار ہو کر گزریں۔ رب تعالیٰ نے ان کی دعا کو جلد قبول فرمالیا۔ جیسے کہ اس نے فرمایا ہے:

فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ (سباء:۱۹)

ترجمہ: "پس ہم نے انہیں افسانہ بنادیا اور ہم نے ان (کی جمعیت) کو پارہ پارہ کر دیا۔"

وہ اپنی وادیوں کے پانی پر لڑتے تھے۔ بلقیس نے حکم دیا تو ایک بند (ڈیم) بنادیا گیا حمیر کی زبان میں بند کو عرم کہا جاتا تھا۔ اس نے دو پہاڑوں کے مابین پتھروں اور تارکول سے ایک بند تعمیر کیا۔ اس نے اس کے تین دروازے بنائے۔ جو ایک دوسرے کے اوپر تھے۔ اس کے پیچھے ایک بڑا سا تالاب بنایا۔ اس میں سے بارہ نہریں نکالیں وہ انہیں اس وقت کھولتے تھے جب انہیں پانی کی ضرورت ہوتی تھی۔ جب ان کی ضرورت پوری ہو جاتی تھی تو وہ دروازے بند کر دیتے تھے۔ جب بارش ہوتی تو یمن کی وادیوں کا پانی اس ڈیم میں جمع ہو جاتا۔ بند کی وجہ سے پانی ڈیم کے اندر ہی رک جاتا۔ سب سے اوپر والا دروازہ کھولا جاتا۔ اس کا پانی تالاب میں گرنے لگتا وہ اوپر والے دروازے سے سیراب کرتے پھر دوسرے اور پھر تیسرے دروازے سے سیراب کرتے۔ پانی ختم نہ ہوتا حتی کہ اگلا سال آجاتا۔ دس دن کی مسافت سے پانی بہہ کر ان کے پاس آجاتا وہ ان کی وادیوں میں ٹھہر جاتا۔ اس ڈیم کی لمبائی ایک فرسخ اور چوڑائی بھی ایک فرسخ ہی تھی۔ لقمان اکبر عادی نے اسے بنایا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اسے سباء بن یشجب نے بنایا تھا۔ وہ اس کی تکمیل سے پہلے مر گیا تھا۔ حمیر کے بادشاہوں نے اسے مکمل کیا۔

حمیر بن سباء اور کہلان بن سباء کی اولاد اس وقت یمن کے سرداروں میں سے تھی۔ عمرو بن مزیقیاء بن عامر ماء السماء ان کا سردار تھا۔ عمرو کی بیوی کو طریقہ کہا جاتا تھا۔ یہ کاہنہ تھی۔ اس کے ہاں تیرہ بچے ہوئے۔ اوس اور خزرج کے باپ کا نام ثعلبہ، خزاعہ کے باپ کا نام حارثہ تھا۔ جفنہ اور دغسان بھی اس کی اولاد میں سے تھے۔ اس عورت کے ہاں وداعۃ، ابوحارثہ و حارث، عوف، کعب، مالک اور عمران پیدا ہوئے۔ ان کی آگے نسل چلی لیکن تین کی نسل نہ چلی۔ عمرو کے لیے بہت سے محلات اور اموال تھے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہ تھے۔ اس کے بھائی عمران نے دیکھا یہ کاہن تھا کہ عنقریب یہ پارہ پارہ ہو جائیں گے۔ اس نے اس کا تذکرہ عمرو سے کیا۔ پھر طریقہ کاہنہ نے بھی اس طرح کیا۔ اس نے مسجع کلام کیا جو اسی پر دلالت کرتا تھا۔ عمرو نے پوچھا: "اس کی علامت کیا ہے؟" کاہنہ نے کہا: "جب تم دیکھو کہ جنگلی چوہے زیادہ ہو گئے ہیں وہ ڈیم میں سوراخ کر رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ امر واقع ہو گیا ہے۔"

جب رب تعالیٰ نے ان اپنا غضب نازل کیا۔ ان کی ہلاکت کا اذن دیا۔ عمرو بن عامر اس بند میں داخل ہوا۔ اس کے چوہوں کو دیکھا جو اپنے بچوں کو وادی کے دامن سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر منتقل کر رہے تھے۔ اس نے کہا: "یہ اپنی اولاد کو صرف اس لیے منتقل کر رہے ہیں کیونکہ ان شہروں پر عذاب آنے کا وقت آگیا ہے۔" اس ڈیم میں شگاف ہو گیا اس سے پانی نکلنے لگا۔ اس شگاف کو بند کر دیا گیا۔ وقتِ صبح اس میں اس سے بھی بڑا شگاف تھا۔ اسے بھی بند کر دیا گیا۔ اگلے روز اس میں

اس سے بھی بڑا اشگاف تھا۔اس کے دو بلوں کے مابین ایک بلی باندھنے کا حکم دیا۔معاملہ شدت اختیار کرتا گیا۔چوہے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے اس طرح پتھر الٹا رہے تھے جس طرح اسے پچاس افراد بھی الٹا نہیں سکتے تھے۔جب اس نے یہ دیکھا تو اس نے اپنے بھتیجے کو بلایا۔اس نے کہا:''جب میں رات کے وقت اپنی قوم میں بیٹھوں تو تم میرے پاس آنا۔مجھے کہنا'' میرے مال پر کیوں بیٹھے ہو؟ میں تمہیں کہوں گا''تیرا میرے پاس کوئی مال نہیں ہے نہ ہی تیرا باپ کچھ چھوڑ کر گیا ہے تو جھوٹا ہے۔''تم میری تکذیب کرنا میں تمہاری تکذیب کروں گا۔تو مجھے جواب دینا میں تمہیں جواب دوں گا۔میں تمہیں گالیاں دوں گا تو مجھے گالیاں دینا۔تو مجھے تھپڑ مار دینا میں تمہیں تھپڑ مار دوں گا۔''اس نے کہا:''چچا! میں تمہارے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتا۔'' اس نے کہا:''تم ضرور اس طرح کرنا۔اس طرح میں تمہاری اور تمہارے اہلِ خانہ کی درستگی چاہتا ہوں۔''

اس جوان نے کہا:''ضرور! اس نے اسی طرح کیا جس طرح عمرو نے اسے کہا تھا۔اس نے اسے اور اس نے اسے طمانچہ دے مارا۔بزرگ نے کہا:''اے فلاں کے گروہ! کیا مجھے تمہارے ہاں طمانچے مارے جاتے ہیں۔میں اس شہر میں کبھی نہیں رہوں گا۔جہاں مجھے طمانچہ مارا گیا ہو۔مجھ سے میری جاگیر کون خریدے گا؟''جب قوم نے اس کا اصرار دیکھا تو انہوں نے اسے عطیات دیے۔اس نے دیکھا کہ بڑا عطیہ کس کا تھا؟ اس نے اس کے لیے بیع کو لازم کر دیا۔اس نے مال منگوایا اور اسے نقد دے دیا۔عمرو اور اس کی اولاد اسی رات عازم سفر ہو گئی۔

دوسری روایت میں ہے جب اسے اپنی رقم مل گئی تو اس نے کہا:''اے میری قوم! عذاب تمہارے پاس آرہا ہے تمہارے معاملہ کا زوال قریب آچکا ہے جو جدید گھر،خوبصورت اونٹ اور بعید مسافت کا خواہاں ہو وہ عمان چلا جائے۔جو شراب خمیر، دیباج اور ریشم کو پسند کرتا ہو وہ بصریٰ چلا جائے وہ سدیر چلا جائے۔جو دلدل میں مضبوط ہونے کا ارادہ کرتا ہو۔جو قحط سالی میں کھانوں کا متمنی ہو اور کم گہرے پانی میں ٹھہرنے کا خواہاں ہو۔اسے یثرب کھجوروں والی سرزمین میں چلے جانا چاہیے۔اہلِ عمان عمان کی طرف چلے گئے۔غسان بصریٰ کی طرف چلے گئے۔اوس،خزرج اور بنو کعب بن عمرو یثرب کی طرف آگئے۔جب وہ مرکی وادی میں تھے تو بنو کعب نے کہا:''یہ ایک عمدہ جگہ ہے۔ہم اس کا بدل نہیں چاہتے اس لیے انہیں خزاعۃ کہا جانے لگا۔کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گئے تھے۔اوس اور خزرج نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔جب رب تعالیٰ نے ان کے بقیہ افراد کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ان کے شہروں کو برباد کرنے کا ارادہ کیا۔تو ایک سرخ چوہیا ان بلیوں میں سے ایک بلی کی طرف آئی۔اس نے بلی پر حملہ کر دیا۔بلی پیچھے ہٹ گئی۔وہ اس بل میں گھس گئی جو اس کے پاس تھا۔وہ بند میں گھس گئی اس میں بل کھودنے لگی۔حتیٰ کہ اسے سیلاب کے لیے کمزور کر دیا۔لوگوں کو علم تک نہ تھا جب سیلاب آیا۔اس نے خالی جگہ پائی۔وہ اس میں داخل ہو گیا۔اس نے بند کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا پانی اموال پر بہہ نکلا وہ اموال اٹھا کر لے گیا۔صرف

وہی کچھ باقی رہ گیا جس کا تذکرہ رب تعالیٰ نے کیا ہے۔

جب اوس اور خزرج مدینہ طیبہ پہنچے وہ اس کے نشیب و فراز میں منتشر ہو گئے کچھ بنو اسرائیل کے ہمراہ ان کی بستیوں میں ٹھہر گئے۔ کچھ تنہا بسیرا کر گئے۔ وہ نہ تو بنو اسرائیل کے ساتھ ٹھہرے اور نہ ہی اہلِ عرب کے ساتھ قیام کیا۔ مال و دولت بنو اسرائیل میں تھی۔ انہوں نے بستیاں آباد کیں تھیں۔ اوس اور خزرج اتنی دیر ٹھہرے رہے جتنا اللہ رب العزت نے چاہا پھر یہودیوں سے کہا کہ وہ باہم معاہدے کر لیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہیں۔ دیگر اقوام سے اپنا دفاع کر سکیں۔ انہوں نے باہم معاہدے کر لیے اور طویل مدت تک ان پر عمل پیرا رہے۔ اوس اور خزرج امیر بن گئے۔ ان کے پاس اموال آگئے ان کی تعداد کثیر ہو گئی۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کو یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ وہ ان کے گھروں اور اموال پر غالب آ جائیں گے انہوں نے ان کے لیے غصے کا اظہار کیا۔ انہوں نے معاہدے توڑ دیے۔ اوس اور خزرج اس خدشہ کے پیشِ نظر گھر میں ٹھہر گئے کہ یہود انہیں جلاوطن نہ کر دیں۔ حتیٰ کہ ان میں مالک بن عجلان پیدا ہوا۔ یہ بنو سلام میں سے ایک شخص تھا۔ اوس اور خزرج نے اسے اپنا سردار بنا لیا۔

یہود کے بادشاہ فطیون نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ کوئی دلہن اپنے خاوند کے پاس نہیں جا سکتی۔ حتیٰ کہ وہ پہلے اس کے پاس آئے۔ جب اوس اور خزرج مدینہ طیبہ آئے تو اس نے یہی قبیح عادت اوس اور خزرج میں بھی جاری کرنے کی کوشش کی۔ مالک بن عجلان کی بہن کی شادی بنو سالم کے ایک شخص کے ساتھ ہوئی۔ فطیون نے اس مقصد کے لیے اپنا ایک قاصد بھیجا۔ مالک غائب تھا گھر میں نہ تھا۔ اس کی بہن نے اس کی تلاش میں آدمی بھیجا۔ اس نے ایک قوم میں اسے پا لیا اس نے اسے آواز دی۔ مالک نے اسے کہا: ''تو نے مجھے عار دلائی ہے۔ تو نے مجھے آواز دی ہے تجھے حیاء نہیں آئی۔'' اس نے کہا: ''جو میرے ساتھ ارادہ کیا جا رہا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔'' اس نے اسے ساری صورت حال بتائی۔ مالک نے کہا: ''میں تجھے اس کے بارے کافی ہو جاؤں گا۔'' بہن نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس نے کہا: ''میں عورتوں جیسا لباس پہنوں گا۔ میں تمہارے ساتھ تلوار لے جاؤں گا۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔ اس نے اسی طرح کیا پھر عازم سفر ہو کر شام میں ابو جبیلة کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ایک لشکر جرار تیار کیا وہ روانہ ہوا گویا کہ وہ یمن کا اردہ کیے ہوئے تھا۔ مالک بن عجلان ان کے ہمراہ پوشیدہ تھا۔ وہ ذوحرض کے مقام پر پہنچا اور مدینہ طیبہ میں اوس اور خزرج کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ ان کے پاس آگئے۔ پھر بنو اسرائیل کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا جو عطیات لینے کا خواہش مند ہو وہ بادشاہ کے پاس آئے۔ اسے اندیشہ تھا کہ وہ قلعوں میں چھپ نہ جائیں وہ ان پر قادر نہ رہے۔ ان کے مرد ان کے پاس گئے۔ اس نے انہیں اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ جب سارے جمع ہو گئے تو انہیں قتل کر دیا۔ اوس اور خزرج سارے اہلِ مدینہ سے معزز ہو گئے۔

دوسرا باب

مدینہ طیبہ کے نام

اسماء کی کثرت مسمّٰی کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔ اسے زرکشی نے اعلان میں ذکر کیا ہے۔ صاحب قاموس نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ السید نے تاریخ میں ۹۵ اسماء کا تذکرہ کیا ہے جو یہ ہیں:

اثرب

یثرب میں ایک لغت یہ بھی ہے۔ یہ اس شخص کا نام تھا جو سب سے پہلے یہاں مقیم ہوا۔ ابوعبیدۃ کے نزدیک ساری زمین مدینہ کو یثرب کہا جاتا ہے یا صرف مدینہ طیبہ کو یا صرف اس کے ایک کونے کو یثرب کہا جاتا ہے۔ مدینہ طیبہ پر اس کا اطلاق صحیح روایت سے ثابت ہے۔ یا تو اسے اسی کے لیے وضع کیا گیا تھا یا بعض اسم کا اطلاق کل پر کیا گیا یا یہ اسی طرح مشہور ہو گیا۔ اسے اس نام سے یاد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ارض اللہ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (النساء:۹۷)

ترجمہ: "کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں۔"

ایک جماعت نے لکھا ہے اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ اس اضافت میں جو تعظیم ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ارض الہجرۃ

حدیث پاک ہے کہ مدینہ طیبہ اسلام کا قبہ ہے۔

اکالۃ البلدان

سارے شہروں پر اس کے تسلط کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا۔ ہے۔ یہ اطراف کے سارے شہروں سے بلند ہے۔

اکالۃ القری

حدیث پاک ہے: آپ نے فرمایا: "مجھے اس بستی کا حکم دیا گیا ہے جو بستیوں کو کھا جائے گی۔"

الایمان

ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ (الحشر:۹)

ترجمہ: "اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو دارِ ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں مہاجرین (کی آمد) سے پہلے۔"

حضرت عثمان بن عبدالرحمان اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو الدار اور الایمان کہا ہے۔ امام بیضاوی نے لکھا ہے۔ "مدینہ طیبہ کو ایمان اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایمان کا مظہر اور ملجا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایمان کے فرشتے نے کہا "میں مدینہ طیبہ میں بسیرا کروں گا۔" حیاء کے فرشتے نے کہا: "میں بھی تمہارے ساتھ ہی ہوں۔"

البارّۃ، البرّۃ

کیونکہ اس کے فیوض و برکات اہلِ مدینہ کے لیے خصوصی اور پورے عالم کے لیے عمومی ہیں۔

البحرۃ، البحیرۃ، البجیرۃ

امام زرکشی نے ان تینوں ناموں کا تذکرہ الاعلام میں منتخب کراع سے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ اولین نے معجم یاقوت سے روایت کیا ہے۔ وسعت کو الاستبحار کہا جاتا ہے کیونکہ یہ وسیع زمین ہے۔ حضرت سعد بن عبادۃ نے کہا: "اس بحیرۃ (بستی) کے اہل نے اس شرط پر صلح کی ہے کہ وہ اسے پٹی سے باندھ دیں گے۔ جب رب تعالیٰ نے اس کار داس حق سے کیا جو آپ کو عطا کیا تو یہ اس سے جگمگا اٹھا۔ اسے البحر بھی کہا جاتا ہے اس کا اصل بستی ہے ہر بستی بحرۃ ہے۔

البلاط

ابن خالویہ نے اپنی کتاب "لَیس" میں اس کا تذکرہ کیا ہے لغت میں اس سے مراد بچھائے ہوئے پتھر ہیں۔ کثیر پتھروں کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

البلد

ارشادِ ربانی ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ (البلد:۱)

ترجمہ: "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔"

ایک قول میں اس سے مراد مدینہ طیبہ اور دوسرے قول میں اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ یہ سورت مکیہ ہے۔ لغت میں اس سے مراد شہروں کا سردار ہے۔

داسطی نے قاضی سے روایت کیا ہے یعنی آپ کے رب نے آپ کے لیے اس شہر کی قسم اٹھائی ہے۔ جسے یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حیاتِ ظاہری میں اس میں جلوہ افروز رہے اور بعد از وصال بھی آپ کی برکات کا ابرِ کرم برستا رہے گا۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔

بلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

البزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیاطین مایوس ہو چکے ہیں کہ میرے شہر میں ان کی پوجا کی جائے۔" یعنی مدینہ طیبہ اور جزیرۃ العرب میں۔ لیکن ان کے مابین لڑائیاں ہوں گی۔

بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَقِّ ۖ (الانفال:۵)

ترجمہ: "جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے۔"

یہ آپ کے ساتھ اس طرح مختص ہے جس طرح گھر کے مقیم کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ یا اس سے مراد آپ کا کاشانہ اقدس ہے۔

تندد، تندر، الجابرۃ

مدینہ طیبہ کے دس ناموں میں اس کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے کیونکہ شکستہ کو جوڑ دیتا ہے۔ فقیر کو غنی کرتا ہے۔ یہ کثرت برکات اور آیات کے مشاہدات کی وجہ سے سرتسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یا اس نے شہروں کو اسلام لانے پر مجبور کیا۔

جبار، الجبارۃ

یہ تورات سے منقول ہے۔

جزیرۃ العرب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث پاک ''مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو'' کی شرح میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلا۔ آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ''رب تعالیٰ نے اس جزیرہ کو شرک سے بری کر دیا ہے۔'' (ابو یعلی، البزار، الطبرانی)

الجنۃ الحصینۃ

اس سے مراد پناہ گاہ ہے۔ یہ نام آپ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے جو آپ نے غزوۂ احد کے روز فرمایا تھا: ''میں محفوظ ڈھال میں ہوں۔ انہیں مدینہ طیبہ میں آنے دو۔ ہم یہیں ان کے ساتھ لڑیں گے۔''

الحبیبہ

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا فرماتے ہیں۔

الحرم

یہ تحریم کی وجہ سے حرم ہے۔ آپ نے فرمایا: ''المدینہ حرم'' دوسری روایت میں ہے ''یہ امن عطا کرنے والا حرم ہے۔''

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیونکہ آپ نے اسے حرم بنایا تھا۔ حدیث پاک میں ہے: ''جس نے میرے اہل حرم کو خوفزدہ کیا۔ اسے اللہ تعالیٰ خوفزدہ کرے گا۔'' دوسری روایت میں ہے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم مکہ مکرمہ اور میرا حرم مدینہ طیبہ ہے۔''

حسنۃ

یہ لفظ السیئۃ کے مقابلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ (النحل: ۴۱)

ترجمہ: "تو ہم ضرور ان کو دنیا میں بھی بہتر ٹھکانا دیں گے۔"

یعنی عمدہ پناہ گاہ۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ حسن حسی اور حسن معنوی پر مشتمل ہے۔ یہ قول امام فخرالدین رازی نے نقل کیا ہے۔

الخَیِّرۃ، الخَیْرۃ

یہ کثیر خیر کے معنی میں ہے۔ حدیث پاک ہے: "مدینہ طیبہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ کاش! وہ جان لیتے۔"

الدار

ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ۔ (الحشر:۹)

ترجمہ: "اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو دار ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں۔"

دارالابرار، دارالمختار

کیونکہ یہ حضرت مصطفیٰ المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین و انصار کا گھر ہے۔ کیونکہ یہ شریر لوگوں کو باہر نکال دیتا ہے۔ جو شریر یہاں اقامت اختیار کرتا ہے حقیقت میں اس کا گھر نہیں ہوتا۔ بعض اوقات یہاں دفن کرنے کے بعد بھی مردے کو دوسرے جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے۔

دارالایمان

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ طیبہ اسلام کا قبہ، ایمان کا گھر، ہجرت کی زمین اور حلال اور حرام کا مقام ہے۔"

بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایمان سمٹ کر مدینہ طیبہ کی طرف اس طرح آجائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف آتا ہے۔"

دارالسنۃ، دارالسلامۃ، دارالفتح

صحیح میں ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا "حتیٰ کہ تم مدینہ طیبہ پہنچ جاؤ۔ یہ دار ہجرت اور دار سنت ہے۔" اس سے مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ سارے شہر فتح ہوئے۔ حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی طرف ہجرت کی

تھی اسی سے عالم میں سنت پھیلی تھی۔

الدرع الحصینۃ

امام احمد نے صحیح راویوں سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا ہے کہ گویا کہ میں محفوظ زرہ میں ہوں۔ میں نے محفوظ زرہ کی تعبیر مدینہ طیبہ سے کی ہے۔''

ذات الحُجَر ، ذات الحرار، ذات النخل

خنافر اور عمران بن عامر کے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔ "فليلحق يثرب. ذات النخل" حدیث پاک ہے ''میں نے ہجرت گاہ کو دیکھا ہے وہ کھجوروں والی اور چٹانوں پر زمین ہے۔''

السلفۃ

اس کا یہ نام تورات سے ماخوذ ہے۔ اس کی وسعت کی وجہ سے اسے مدینہ طیبہ کہا جاتا ہے۔ اس کی شدتِ گرمی کی وجہ سے اسے یوں کہا جاتا ہے۔

الشافیہ

حدیث پاک ہے ''اس کی مٹی میں ہر مرض سے شفاء ہے۔ ابن سدی نے لکھا ہے کہ اگر اس کے نام لکھ کر اس شخص کے گلے میں ڈالے جائیں جسے بخار ہو تو رب تعالیٰ اسے شفاء عطا کر دیتا ہے۔ عنقریب یہ بھی آئے گا کہ یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور گناہوں کی مرض سے نجات عطا کرتا ہے۔''

طابہ

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کا نام طابۃ رکھا ہے۔''

طَیبہ، طیبہ، طائب، المطیبہ

یہ چاروں الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ یہ صیغہ اور بناء کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ مدینہ طیبہ کے دس نام ہیں۔ یہ مدینہ، طیبہ اور طابہ ہے۔ تورات میں اس کا نام طیبہ اور مطیبہ ہے۔ یہ یا تو الطیب سے مشتق ہے۔ اس کا معنی پاک ہے۔ کیونکہ یہ شرک کی میل کچیل سے پاک ہے۔ یا اس میں وہ ذات والا جلوہ نما ہوئی ہے جو طیب ہے۔ یا یہ بھٹی کی

مانند ہے جو گندگی کو نکال دیتی ہے اور عمدہ کو رکھتی ہے۔

اشبیلی نے لکھا ہے "مدینہ طیبہ کی مٹی سے ایسی خوشبو آتی ہے جو کسی اور مٹی سے نہیں آتی۔" یہ امر سارے امور سے عمدہ ہے۔

بعض اہلِ علم نے لکھا ہے: "اس کی ہوا میں اور مٹی میں خوشبو ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نام بجا طور پر درست ہے۔ کیونکہ جو شخص یہاں قیام کرتا ہے وہ اس کی مٹی اور دیواروں میں ایسی خوشبو پاتا ہے جو اور کہیں نہیں پائی جاتی۔"

طبابا

اسے یاقوت نے لکھا ہے۔ اس سے مراد زمین کا مستطیل قطعہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ ظبابا ہو۔ کیونکہ اس جگہ بہت زیادہ وبائیں آتی تھیں۔

العاصمۃ

کیونکہ اس نے مہاجرین کو مشرکین سے بچایا تھا۔ یا یہ محفوظ پناہ گاہ ہے یا یہ معصومۃ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ دجال اور طاعون اس میں داخل نہیں ہو سکتے جو اس کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے ختم کر دیتا ہے۔

العذراء

یہ شہر دشمنوں کے لیے ممنوع تھا حتیٰ کہ اس کے مالک حقیقی حضور اکرم ﷺ اس کے مالک بن جائیں۔

العراء

کیونکہ اس کی بنیاد آسمان کی طرف کم بلند ہے۔

العروض

اس کی پست جگہوں اور وادیوں میں سیلاب کی گزرگاہوں کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔

الغرّاء

یہ الاغر کی تانیث ہے۔ پیشانی کی سفیدی کو غراء کہا جاتا ہے۔ ہر چیز میں سے بہترین کو غرہ کہا جاتا ہے۔ انسان کے چہرے کو غرہ کہا جاتا ہے۔ الاغر ہر چیز میں سے سفید کو کہا جاتا ہے اسی طرح کریم شخص کو، شدید گرمی والے ان کو الاغر کہا جاتا ہے۔ الغراء ایسی بوٹی ہوتی ہے جس کی خوشبو بہت عمدہ ہوتی ہے۔ اس کی خوشبو کائنات میں پھیل گئی ہے۔ اس کے اصل کی

تعظیم کی گئی ہے۔اس کے درخت کثیر ہیں۔اس کا نور سفید ہے اور اس کا اجالا پھیل گیا ہے۔

غلبۃ

زمانہ جاہلیت میں اسے اس نام سے پکارا جاتا تھا۔اس جگہ یہود نے عمالیق پر غلبہ پایا تھا۔اوس اور خزرج نے یہود پر قبضہ پایا تھا۔مہاجرین اوس اور خزرج پر غالب آگئے تھے۔عجمی مہاجرین پر غالب آگئے تھے۔

الفاضحۃ

اس جگہ وہ شخص نہیں چھپ سکتا جس کا عقیدہ فاسدہ ہو۔جو بھی کسی معاملہ کو چھپاتا ہے اسے ظاہر کر دیا جاتا ہے جس سے وہ رسواء ہو جاتا ہے۔یہ اس مفہوم میں ہے کہ یہ خبیث کو باہر نکال دیتا ہے۔

قبۃ الاسلام

حدیث پاک ہے کہ مدینہ طیبہ اسلام کا قبہ ہے۔

قریۃ الانصار

انصار پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

قریۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الطبرانی سے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ پھر دجال آگے بڑھے گا۔وہ مدینہ طیبہ آئے گا اسے اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔وہ کہے گا:"یہ اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بستی ہے۔"

قلب الایمان

ابن جوزی نے اسے المدینۃ قبۃ الاسلام کی شرح میں لکھا ہے۔

المؤمنۃ

یا تو اس نے حقیقت میں رب تعالیٰ کی تصدیق کی ہو گی۔اس کی تخلیق ہی اس طرح ہو گی کہ اس نے اس امر کو قبول کرلیا ہو گا۔جیسے سنگریزوں کا تسبیح پڑھنا۔یا اسے یا نام مجازاً دیا گیا ہے کیونکہ اس کے باسی ایمان سے متصف ہیں۔اس جگہ سے ایمان پھیلا یا یہ مؤمن کے اوصاف پر مشتمل ہے یا اس میں داخل ہونے والا دشمنوں، طاعون اور دجال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی مؤمنہ ہے۔'' دوسری روایت میں ہے: ''تورات میں اس کا نام مؤمنہ ہے۔''

المبارکۃ

آپ کی دعا کے طفیل رب تعالیٰ نے اس میں برکت ڈالی۔

مبوأ الحلال والحرام

الطبرانی کی روایت میں ہے "المدینۃ قبۃ الاسلام" تبوّ تمکن اور استقرار کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ان دونوں امور کا محل ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔

مبین الحلال والحرام

اس نام کو ابن جوزی نے لکھا ہے۔

المجبورۃ

حدیث پاک میں ہے کہ ''مدینہ طیبہ کے دس اسماء ہیں'' یہ اسماء سابقہ کتب سے نقل کیے گئے ہیں کیونکہ یہ لوگوں کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ یہ زندہ اور مردہ حالات میں ان کا کفیل ہے۔ کیونکہ اس کی وباء کسی اور جگہ منتقل کر دی گئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے کئی بار دعا کی۔

المحبّہ

یہ نام سابقہ کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔

المحبوبۃ

یہ نام بھی سابقہ کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔

المحبۃ، الحبیبہ

ان کا مادہ اشتقاق ایک ہی ہے۔ آپ کی اس کے لیے محبت اور دعا مشہور و معروف ہے۔ آپ کی محبت رب تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے۔

المجبورۃ

یہ الجبر سے مشتق ہے۔اس کا معنی مسرور ہے یا الجبرۃ سے مشتق ہے۔اس کا معنی نعمت ہے یا اوصاف جمیلہ میں مبالغہ مقصود ہے۔المجبار ایسی زمین کو کہا جاتا ہے جہاں نباتات جلدی اگتی ہوں اور کثیر خیرات والی ہو۔

المحرمہ

اس کی حرمت کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔

المحروسۃ

حدیث پاک ہے کہ مدینہ طیبہ ملائکہ سے بھرا ہوا ہے اس کے ہر ہر کونے میں فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔

المحفوظۃ

یہ برکات اور آسمانی ملائکہ سے محفوظ ہیں۔حدیث پاک ہے:"مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اس طرح آئیں گے کہ ملائکہ نے ان کا گھیراؤ کیا ہوگا۔"

المحفوظۃ

یہ طاعون اور دجال سے محفوظ ہے۔روایت ہے کہ چار شہر محفوظ ہیں۔ان میں سے ایک مدینہ طیبہ ہے۔

المختارۃ

رب تعالیٰ نے اپنے مختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا تھا۔

مدخل صدق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝ (الاسراء:۸۰)

مدخل صدق سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔

المدینہ

قرآن پاک میں اس نام کا بار بار تذکرہ ہے۔تورات میں بھی یہ نام مذکور ہے۔ یہ شہر نبی ﷺ کے لیے علَم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جب اسے مطلق بولا جائے تو ذہن کسی اور کی طرف جاتا ہی نہیں۔جب اسے نکرہ استعمال کیا جائے تو ہر شہر کا نام ہوسکتا ہے۔ ہر شہر کے لیے نسبت مدینی ہے جبکہ مدینہ طیبہ کے لیے نسبت مدنی ہے تاکہ ان کے مابین فرق ہوسکے۔

مدینہ رسول اللہ ﷺ

الطبرانی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اس شہر میں کوئی واقعہ رونما کیا یا کسی واقعہ کو رونما کرنے والے کو پناہ دی۔اس پر اللہ تعالیٰ کی، اس کے ملائکہ کی اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔رب تعالیٰ اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں کرے گا۔''

المرحومۃ

یہ اسم مبارک تورات میں موجود ہے کیونکہ یہ اس ہستی کا گھر ہے جسے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اس پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

المرزوقۃ

کیونکہ رب تعالیٰ نے اس میں وہ ہستی جلوہ افروز کی جو افضل الخلق ہے۔ یا اس کے اہل کو رزق دیا جاتا ہے حدیث پاک ہے: ''کوئی بھی اس میں سے نہیں نکلتا مگر رب تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔''

مسجد الاقصیٰ

ابن الملقن نے الاشارات میں صاحب المطالع سے نقل کیا ہے۔

المسکینہ

یہ اسم مبارک تورات سے نقل کیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ''مدینہ طیبہ کے دس اسماء ہیں۔'' حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کتاب میں فرمایا: ''اے طابۃ! یا طیبہ! یا مسکینہ۔خزانے قبول نہ کرنا، میں تیری سطحوں کو بستیوں کی سطحوں سے بلند کروں گا۔مسکنت سے مراد خضوع ہے۔رب تعالیٰ نے اس میں خضوع پیدا فرمایا۔ یا یہ

خاشعین اور خاضعین کا مسکن ہے۔

المسلمۃ

یہ مؤمنہ کی طرح ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس میں تسلیم و رضا کو پیدا کیا تھا۔یا اس کے اہل نے سر تسلیم خم کیا تھا۔ان کا شہر قرآن پاک کے ساتھ فتح ہوا تھا۔

مضجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ میری ہجرت گاہ اور میرا ٹھکانہ ہے۔''

المطیبہ ،المقدسۃ

کیونکہ یہ شرک سے پاک ہے۔یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

المقر

السید نے اسے بعض کتب سے نقل کیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "اللھم اجعل لنا بها قرارًا و رزقًا حسنًا۔"

المکتان

حضرت سعد بن ابی سرح نے اس وقت کہا تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرۃ کیا گیا تھا۔ "وانصارنا بالمكتين قليل۔"

نصر بن حجاج نے مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہونے کے بعد کہا:

فاصبحت منفيا على غير ريبة و قد كان لى بالمتكين مقام

ترجمہ: ''میں بلاشبہ جلاوطن ہو چکا ہوں پہلے متکین میں میرا مقام ہوتا تھا۔''

السید نے لکھا ہے: ''اس سے یہی ظاہر ہے کہ اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور نصر بن حجاج کا واقعہ اس جگہ رونما ہوا تھا۔اہلِ مکہ یہاں آئے تھے اور یہاں غالب آگئے تھے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔یا اس سے مراد مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ہے۔

المکینہ

رب تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا مقام ہے۔

مہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے فرمایا: ''المدینۃ مھاجری۔''

الموفیۃ

یہ حسی اور معنوی طور پر وفدوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اس کے باشندے اس عہد کو پورا کرتے ہیں جو وہ رب تعالیٰ سے کرتے ہیں۔

الناجیۃ

یہ سرکشوں، طاعون اور دجال سے نجات عطا کرتا ہے۔ یہ بھلائیوں میں جلدی کرتا ہے۔اس نے اپنی بلند منزلت کی وجہ سے مخلوق میں سے اعلیٰ رتبہ حاصل کر لیا۔

نبلاء

یہ کراع سے نقل کیا گیا ہے۔السید نے لکھا ہے کہ یہ النبل سے ماخوذ ہے اس کا معنی فضل اور نجابت ہے۔

النحر

اسکی شدید گرمی کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے یا اس لیے کہ یہ اسلام کے شہروں کی بنیاد ہے۔

الہذراء

ابن نجار نے اسے تورات سے عذراء کی جگہ نقل کیا ہے۔اسے ذال سے روایت کیا گیا ہے۔کیونکہ یہاں بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ یا کثیر پانی کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔

یثرب

اثرب میں ایک لغت یہ بھی ہے۔اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔حدیث پاک میں اسے اس نام سے یاد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یندد

اسے کراع نے ذکر کیا ہے۔ یہ یا تو الند سے مشتق ہے۔ معروف خوشبو کو الند کہا جاتا ہے۔ یا الند بلند ٹیلے کو کہا جاتا ہے یا یہ الناد سے مشتق ہے اس کا معنی رزق ہے۔

یندر

بعض کتابوں میں ہے کہ مدینہ طیبہ کے دس نام ہیں۔ بعض کتب میں تندد ہے۔ ابن زبالہ نے نو ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن شبہ نے آٹھ ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے ''الدار'' کو حذف کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے اسے الدار اور الایمان کا نام دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ پہلی حدیث میں آٹھ ناموں کا تذکرہ ہے۔ اس حدیث پاک میں دو نام آئے ہیں۔'' خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ دس اسماء ہیں یا نہیں۔ ابن زبالہ نے نو نام لکھے ہیں۔ انہوں نے الدار کا اضافہ کیا ہے اور دسویں کو حذف کر دیا ہے۔ ابن زبالہ نے لکھا ہے کہ عبدالعزیز بن الداروردی نے لکھا ہے'' مجھ تک یہ پہنچا ہے کہ تورات میں مدینہ طیبہ کے چالیس نام ہیں۔'' زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ طیبہ کے چالیس نام ہیں۔ انہوں نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ کے دس نام ہیں وہ یہ ہیں: ''المدینہ، طیبہ، طابۃ، مسکینہ، جابرۃ، مجبورۃ، یندد، یثرب، کدار۔''

حضرت ابراہیم بن حسن سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ کے دس نام ہیں: ''المدینہ، طیبہ، طابۃ، المسکینہ، الجابرۃ، المجبورۃ، المرحومہ، العذراء، المحبوبۃ، القاصمۃ۔''

تیسرا باب

مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھنے کی ممانعت

امام احمد، امام مالک، شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ایسے شہر کا حکم دیا گیا ہے جو شہروں کو کھا جائے گا۔اسے یثرب کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ ہے یہ لوگوں سے میل کچیل اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا وہ رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے۔'' ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو اسے یثرب کہے اسے تین بار مغفرت طلب کرے۔ یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے۔''

امام عیسیٰ بن دینار نے لکھا ہے: ''جس نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا اس کی خطاء لکھی جائے گی۔اسی لیے امام، علامہ شیخ کمال دمیری نے اپنی منظوم کتاب الجج میں لکھا ہے:

و من دعاها یثربا یستغفر فقوله خطیئة لتنظر

جس نے اسے یثرب کہا وہ مغفرت طلب کرے۔اس کا یہ قول خطاء ہے اسے غور کرنا چاہیے اس کراہت کا سبب یہ ہے یہ یا تو الثرب سے مشتق ہے۔اس کا معنی فساد ہے یا یہ تثریب سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گناہوں کا مؤاخذہ کرنا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدہ نام پسند کرتے تھے۔اس لیے آپ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا ہے۔قرآن پاک میں یثرب نام منافقین کی حکایت کرتے ہوئے درج کیا گیا ہے۔جہاں تک آپ کے اس فرمان کا تعلق ہے: ''میرا خیال گیا کہ یہ ہمامہ یا ہجر ہے یہ یثرب ہے'' ''میں اسے یثرب ہی گمان کرتا ہوں'' یہ اس ممانعت کے پہلے کے فرمان ہیں۔

●●●●

چوتھا باب

آپ کے اس شہرِ خوباں سے محبت، اس کے لیے دعا اور آپ کی دعا کے طفیل وباء کا ختم ہو جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے جب مدینہ طیبہ کی دیواروں پر نظر پڑتی۔ (جب اس کے درختوں پر نظر پڑتی) تو مبارک شانوں سے چادر مبارک اتار لیتے۔ فرماتے: ''یہ پاکیزہ ارواح ہیں۔ اپنی سواری کو تیز چلاتے۔'' سواری کو مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے تیز چلاتے۔ مدینہ طیبہ کو دیکھ کر یہ دعا مانگتے۔ ''مولا! یہاں ہمارے لیے چین وقرار اور عمدہ رزق بنادے۔''

امام احمد، امام مسلم اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں ساری روئے زمین سے بڑھ کر بخار کی وباء آتی تھی۔ اس کی وادیوں میں بہنے والا پانی کا ذائقہ اور بو صحیح نہ تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کے صحابہ کرام بیمار ہو گئے۔ لیکن رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے محفوظ رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم ایک ہی گھر میں تھے۔ انہیں بخار نے آلیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تاکہ ان کی عیادت کر آؤں۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں عیادت کرنے ان کے پاس گئی۔ یہ پردہ کی آیات کے نزول سے پہلے کی بات ہے انہیں بہت شدید بخار تھا۔ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ میں نے پوچھا: ''والد گرامی! آپ کیسے ہیں؟'' انہوں نے کہا:

كل امرئٍ مصبح فی اهله   والموت ادنی من شراك نعله

ترجمہ: ''ہر شخص اپنے اہلِ خانہ کے پاس صبح کرتا ہے۔ حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب ہوتی ہے۔''

انہوں نے کہا: ''میں نے کہا: ''بخدا! میں نہیں جانتی کہ میرے والد گرامی کیا کہہ رہے ہیں؟'' میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے قریب آئی۔ میں نے عرض کی: ''عامر! آپ خود کو کیسے پاتے ہیں؟'' انہوں نے کہا:

لقد وجدت الموت قبل ذوقه — ان الجبان حتفه من فوقه
کل امرئٍ مجاهد بطوقه — کالثور یحمی جلده بروقه

ترجمہ: ''میں نے موت سے پہلے ہی اس کا ذائقہ چکھ لیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔ ہر شخص اپنی قوت کے مطابق سعی کرتا ہے۔ جیسے کہ بیل اپنے سینگوں سے اپنا تحفظ کرتا ہے۔''

انہوں نے فرمایا: ''میں نے کہا: ''بخدا! میں نہیں جانتی کہ عامر کیا کہہ رہے ہیں؟'' جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار اترتا تو وہ گھر کے صحن میں آ کر لیٹ جاتے۔ پھر بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے:

الالیت شعری هل ابیتن لیلة — بواد حولی اذخر و جلیل
و هل اردن یومًا میاه مجنةً — و هل یبدون لی شامة و طفیل

ترجمہ: ''مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں وادی میں ایک رات بسر کرسکوں گا۔ جبکہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل ہوں گے۔ کیا میں کسی روز مجنہ کے چشمہ پر فروکش ہوں گا۔ کیا میرے لیے کسی روز شامۃ اور طفیل ظاہر ہوں گے۔''

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے اس امر کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ میں نے عرض کی: ''انہیں شدید بخار کی وجہ سے علم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور یہ دعا مانگی: ''مولا! مدینہ طیبہ کو ہمارے ہاں اس طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ مکرمہ محبوب ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اس کی آب و ہوا کو صحت مند بنا دے۔ ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت کر دے۔ اس کی وباء کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ آپ جحفہ کے چشمے عین خم سے پانی پینے سے اجتناب کرتے تھے۔

امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ اور محمد بن حسن مخزومی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایک سیاہ عورت دیکھی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مدینہ طیبہ سے نکلی وہ جحفہ چلی گئی۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ مدینہ طیبہ کی وباء جحفہ منتقل ہو گئی ہے۔'' ابن بکار نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ایک دن وقت صبح ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ کے رستہ سے آیا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے کسی سے ملاقات کی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے ایک کالی عریاں عورت کے۔ اور کسی سے ملاقات نہیں کی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ بخار تھا آج کے بعد وہ ادھر نہیں آئے گا۔'' موسیٰ بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیمار ہو گئے۔ ایک شخص آیا۔ اس نے ایک مہاجر عورت سے

نکاح کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ پھر فرمایا: ''اے لوگو! اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے (آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا) جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لیے ہوگی۔ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ہوگی۔ جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوگی۔ وہ اس کی تلاش میں ہوگا۔ یا عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کے لیے وہ ہجرت کرے گا'' پھر آپ نے دستِ اقدس بلند کیے اور عرض کی: ''مولا! اس کی وباء کو ہم سے کسی اور جگہ منتقل کر دے۔'' آپ نے تین بار اسی طرح کہا۔ وقتِ صبح آپ نے فرمایا: ''میرے پاس آج رات بخار کو لایا گیا۔ وہ کالی سیاہ بڑھیا تھی۔ اس نے اپنے کپڑے اٹھا رکھے تھے۔ وہ اس کے سامنے تھی جو اسے لے کر آیا تھا۔ اس نے کہا: ''یہ بخار ہے اس کے بارے آپ کی کیا رائے ہے؟'' میں نے کہا: ''اسے خم میں رکھ دو۔''

امام بیہقی نے حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ طیبہ کی وباء معروف تھی۔ اگر کوئی وادی وباء زدہ ہوتی اس پر سے انسان گزرتا۔ اسے کہا جاتا: ''گدھے کی طرح رینگو۔ اگر وہ اس طرح کرتا تو یہ وباء اسے کوئی نقصان نہ دیتی۔ شاعر نے کہا:

لعمری لئن عشرت من خشیة الرّدی نهیق الحمار انني لجزوع

ترجمہ: ''مجھے اپنی زندگانی کی قسم! اگر میں ہلاکت کے اندیشے سے اسی طرح رینگوں جس طرح گدھا رینگتا ہے تو میں گھبرایا ہوا ہوں گا۔''

ہشام نے کہا: ''جب کوئی بچہ جحفہ میں پیدا ہوتا وہ بالغ نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ بخار اسے آلیتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مدینہ طیبہ آئے۔ تو انہیں مدینہ طیبہ کے بخار نے آلیا۔ مرض نے انہیں تھکا دیا۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس سے محفوظ رکھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو صحابہ کرام اسی طرح بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''جان لو! کھڑے ہو کر پڑھنے والے کا ثواب بیٹھ کر پڑھنے والے سے دوگنا ہے'' مسلمان کمزوری اور بیماری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی: ''مولا! تو نے جو برکت مکہ معظمہ میں ڈالی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ طیبہ میں ڈال دے۔''

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا تھا۔ میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں۔ میں اس کے مُد اور اس کے صاع کے بارے اسی طرح دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا مانگی تھی۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی: "مولا! میں مکہ کی طرح اہلِ مدینہ کے لیے بھی تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔" حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: "ہم اس کا اعتراف کرتے تھے ہم کو مد اور صاع اسی طرح کافی ہو جاتے تھے جس طرح مکہ مکرمہ میں کافی ہو جاتے تھے۔"

حضرت زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بکریوں کے لیے دعا یہ مانگی جو مدینہ طیبہ میں چرتی تھیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! ابراہیم تیرے بندے اور خلیل تھے انہوں نے اہلِ مکہ کے لیے برکت کی دعا مانگی۔ میں (جانِ عالم) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں تیرا بندہ اور رسول ہوں میں مدینہ طیبہ کے باسیوں کے لیے دعا کرتا ہوں تو ان کے صاع اور مد میں برکت ڈال دے جس طرح کی برکت تو نے اہلِ مکہ کے لیے ڈالی تھی۔ اس برکت کے ساتھ ساتھ دو برکتیں اور ڈال دے۔"

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب پہلا پھل پک کر تیار ہوتا تو لوگ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لے لیتے۔ اپنے چشمانِ مقدس پر لگاتے۔ پھر یہ دعا مانگتے: "مولا! ہمارے پھل میں برکت ڈال۔ ہمارے مدینہ میں ہمارے لیے برکت ڈال۔ ہمارے صاع میں ہمارے لیے برکت ڈال۔ ہمارے مد میں ہمارے لیے برکت ڈال۔ مولا! حضرت ابراہیم تیرے بندے، خلیل اور نبی تھے انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی۔ میں اسی طرح کی دعا مدینہ طیبہ کے لیے کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ اسی کی مثل کی دعا کرتا ہوں۔" پھر آپ سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اسے عطا کر دیتے۔

تنبیہات

1. یہ حدیث پاک تقاضا کرتی ہے کہ جب بھی کوئی پھل پک کر تیار ہو جاتا تو اسے آپ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا۔ آپ اس کے لیے دعا مانگتے۔
2. آپ مدینہ طیبہ سے محبت کرتے تھے اس لیے آپ بار بار اس کے لیے دعا مانگتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ دعا پہلی دفعہ ہی قبول ہو گئی تھی۔ مزید حصول کے لیے بار بار دعا مانگتے تھے۔
3. وباء عمومی امراض کا نام ہے یہ طاعون سے اعم ہے۔ یہ اس امر کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے طاعون کے نہ آنے کی دعا مانگی تھی۔ کیونکہ یہ نہی سے پہلے کی بات ہے یا یہ کہ یہ نہی طاعون کے ساتھ ہو۔ یا پھیلنے والی موت کے ساتھ

مختص ہو۔ مرض کے ساتھ مختص نہ ہو۔ خواہ وہ عام ہو۔

- ۴ حدیث پاک میں مذکورہ برکت دین و دنیا کو شامل ہے۔ کیونکہ اس سے مراد نمو اور زیادتی ہے۔ یہ برکت کیلی چیزوں میں حاصل ہے۔ اس حیثیت سے کہ ایک مد کافی ہو جاتا ہے جو اسی کے علاوہ کہیں اور کافی نہیں ہوتا۔ یہ امر وہ شخص محسوس کر سکتا ہے جو وہاں بسیرا رکھتا ہو۔
- ۵ مدینہ طیبہ سے وباء کا منتقل ہو جانا بہت بڑا معجزہ ہے۔ کیونکہ سارے اطباء بھی اس پر قادر نہیں ہیں۔ امام نووی نے لکھا ہے "یہ آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ان دنوں میں جحفہ وباء زدہ ہو گیا تھا۔ جو بھی اس کا پانی پیتا تھا اسے بخار آلیتا تھا۔" خطابی نے لکھا ہے کہ اس وقت اہلِ جحفہ یہودی تھے۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

آپ کی دعا کے طفیل مدینہ طیبہ کا دجال اور طاعون سے محفوظ ہو جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ طیبہ کے رستوں پر فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ طاعون اور دجال مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال عنقریب ہر شہر کو روندھ ڈالے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے ان کے رستوں میں سے ہر ہر رستے پر فرشتے پرے باندھے کھڑے ہیں جو ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ وہ سبخہ اترے گا۔ مدینہ طیبہ اپنے اہل کے ساتھ تین دفعہ لرز اٹھے گا۔ ہر منافق اور کافر دجال کی طرف چلا جائے گا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مسیح الدجال کا رعب مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اس روز مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر ہر دروازے پر دو دو فرشتے مقرر ہوں گے۔ (بخاری)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے کہ دجال نے کہا: "عنقریب مجھے باہر نکلنے کا اذن دیا جائے گا۔ میں باہر نکلوں گا۔ زمین پر چلوں گا۔ میں چالیس روز میں ہر ہر شہر میں جاؤں گا۔ مگر میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکوں گا۔ انہیں مجھ پر حرام کر دیا گیا ہے۔ میں جب بھی ان میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو مجھے ایک فرشتہ ملے گا جو اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے ہوگا۔ وہ مجھے ان سے دور کر دے گا۔ ان کے ہر ہر رستے پر فرشتے مقرر ہیں جو ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عصا مبارک منبر پر مار کر فرمایا: "یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے۔" (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال مدینہ طیبہ کی طرف آئے گا۔ وہ ملائکہ کو پائے گا۔ وہ اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ دجال اور طاعون اس کے قریب تک نہ جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا فرمان "ان شاء اللہ" تبرک اور اس پر یقین کے لیے ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال آئے گا لیکن مدینہ طیبہ کے رستوں میں داخل ہونا اس کے لیے حرام ہوگا۔ وہ اس سباخ جگہ پر اترے گا جو مدینہ طیبہ کے ساتھ ملی ہے۔ ایک شخص اس کے پاس جائے گا۔ وہ لوگوں میں سے بہترین ہوگا۔ وہ کہے گا" میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی

دجال ہے جس کے بارے ہمیں حضور اکرم ﷺ نے بتادیا تھا۔ دجال کہے گا ''تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اسے قتل کردوں پھر اسے زندہ کردوں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں کوئی شک رہے گا؟ لوگ کہیں گے ''نہیں'' وہ اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا۔ وہ شخص کہے گا ''بخدا! تیرے بارے جتنی بصیرت آج مجھے حاصل ہوئی ہے پہلے حاصل نہ تھی۔'' دجال اسے دوبارہ قتل کرنے لگے گا لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔'' (بخاری)

تنبیہات

❶ صحیح احادیث میں تذکرہ ہے کہ طاعون شہادت ہے۔ اگر اس طرح ہے تو پھر اسے دجال کے ساتھ کیوں ملا دیا گیا ہے۔ اور مدینہ طیبہ کی توصیف یوں کیوں بیان کی گئی ہے کہ طاعون کا مرض اس میں داخل نہ ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا رحمت اور شہادت ہونے سے مراد اس کی توصیف مقصود نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے شہادت اور رحمت اس پہ مترتب ہوتی ہیں۔ اس سے پیدا ہوتی ہیں یہ ان کا سبب ہے جب یہ امر محکم ہو گا اور اسی طرح وہ احادیث جو طاعون عمواس کے بارے وارد ہیں۔ ان سے مدینہ طیبہ کی توصیف ظاہر ہوتی ہے کہ طاعون کا مرض اس شہر خوباں میں داخل نہ ہو گا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کفار کے جنات اور شیاطین مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی اتفاق سے داخل بھی ہو جائے تو پھر وہ رب تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے کسی ایک کو طاعون میں مبتلاء نہیں کر سکتے۔

اگر کہا جائے کہ جنات کا طاعون میں مبتلا کرنا یہ اس امر کے ساتھ مختص نہیں ہے کہ ان کے کفار کی طرف سے مؤمن انسانوں میں ہو۔ بلکہ یہ مؤمن جنات کی طرف سے کفار انسانوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ جب مدینہ طیبہ میں کفار جنات داخل نہیں ہو سکتے تو ان جنات کو منع نہیں کیا جا سکتا جو اہل ایمان ہیں کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کافر انسان مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو اسلام کا اظہار کرے۔ اس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں۔ وہ شخص جس کا اسلام خالص نہ ہو وہ خالص کے تابع ہو گیا۔ لہٰذا اس سے امن حاصل ہو گیا کہ جنات ان کے پاس نہیں جا سکتے۔ اس لیے اس شہر مبارک میں طاعون نہیں آ سکتی۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ جواب اس جواب سے احسن ہے جو انہوں نے ''المفہم'' میں لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے ''اس کا معنی یہ ہے کہ اس طرح کا طاعون مدینہ طیبہ میں نہیں پھیلے گا جس طرح عمواس اور حارف میں طاعون پھیلا تھا۔'' یہ جواب اس صورت میں ہو گا جب طاعون میں سے کچھ نہ کچھ آنے کو مقدر سمجھا جائے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ

رحمت کا سبب طاعون میں منحصر نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے دعا میں عرض کی تھی: "مولا! تیری طرف سے عافیت میرے لیے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔" مدینہ طیبہ کے خصائص میں سے ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی تھی۔

المنبجی نے یہ جواب دیا کہ اس سے مراد طاعون کا تھوڑا پھیلنا ہے۔یعنی اتنا طاعون نہیں پھیلے گا۔ جو اس کے اہل کو برباد کر دے۔ایک جواب یہ ہے طاعون کے عوض انہیں بخار دے دیا گیا۔کیونکہ طاعون مدتوں بعد آئے گا۔جب کہ بخار گاہے بگاہے آتا رہے گا۔الحافظ نے لکھا ہے "جب میں نے حضرت ابوالمسیب کی روایت پڑھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین بخار اور طاعون لے کر میرے پاس آئے۔میں نے بخار کو مدینہ طیبہ میں روک دیا اور طاعون کو شام بھیج دیا۔" تو مجھے یہ جواب دیگر جوابوں سے عمدہ لگا۔اس میں حکمت یہ ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد قلیل تھی۔سامان زیست ان کے پاس نہ تھا۔مدینہ طیبہ کا شہر وباء زدہ تھا۔مدینہ طیبہ کو صحت افزاء بنانے کے لیے حال دعا کے مناسب ہوگیا تاکہ وہاں کے باسیوں کے اجسام تندرست ہو جائیں تاکہ وہ کفار کے ساتھ جہاد پر قادر ہو سکیں۔حضور اکرم ﷺ کو دو امور میں سے ایک پر اختیار دیا گیا۔جن حضرات کو یہ امراض لاحق ہو جاتیں ان سے عظیم ثواب کا وعدہ تھا یہ امراض بخار اور طاعون تھیں۔ آپ نے بخار کو منتخب کر لیا۔کیونکہ اس کا معاملہ طاعون کے معاملہ سے خفیف ہے کیونکہ طاعون سے عموماً جلد موت واقع ہو جاتی ہے۔بخار سے عموماً اجسام کمزور ہو جاتے ہیں۔جب آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے۔آپ کی دعا قبول کر لی گئی۔مدینہ طیبہ سارے شہروں سے زیادہ صحت افزا مقام بن گیا۔جب رب تعالیٰ ان میں سے کسی ایک کو مارنے کا ارادہ کرتا ہے۔تو اسے وہ طاعون لگ جاتی ہے جو اسے مرتبہ شہادت پر فائز کر دیتی ہے۔یہ ایک عظیم منصب ہے۔جو اس سعادت سے رہ گیا۔اسے بخار آلیتا۔بخار بھی آگ میں سے مومن کا حصہ ہوتا ہے۔بخار کا ایک دن ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

آپ کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے مدینہ طیبہ کو یہ سعادت آپ کے وصال کے بعد بھی حاصل رہی۔مکہ مکرمہ بھی اس سعادت میں شامل ہوگیا۔ماضی میں یہاں کبھی بھی طاعون کا مرض نہیں پھیلا۔یہ بات ابن قتیبہ نے معارف میں لکھی ہے۔ایک جماعت نے ان سے نقل کی ہے۔اور امام نووی کے زمانہ تک اسے برقرار رکھا ہے۔انہوں نے کتاب الاذکار میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔لیکن کہا گیا ہے کہ اس کے بعد ایک دفعہ ۷۴۹ھ میں یہاں طاعون کا مرض پھیلا تھا۔اس زمانہ کے لوگوں میں سے بعض نے اس کی صراحت لکھی ہے۔

- ۲ طاعون کا مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہونا آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ کیونکہ سارے اطباء مل کر بھی شہروں میں سے کسی ایک شہر سے اسے دور نہیں کر سکتے نہ ہی کسی بستی سے دور کر سکتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے طفیل مدینہ طیبہ کو اس سے محفوظ کر دیا گیا۔
- ۳ احادیث طیبہ کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دجال سارے شہروں میں داخل ہوگا۔ جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔ ابن حزم نے اسے شاذ لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ''اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اور اس کا لشکر اچانک داخل ہوں گے۔ گویا کہ انہوں نے اس امکان کو بعید سمجھا ہے کہ دجال سارے شہروں میں داخل ہو۔ کیونکہ اسے تھوڑی سی مدت نصیب ہوگی۔ لیکن وہ اس روایت سے آگاہ نہ ہو سکے جو مسلم شریف میں ہے کہ اس کے بعض دن ایک سال کے برابر ہوں گے۔

❀❀❀❀

چھٹا باب

مدینہ طیبہ میں قیام کرنے، اسی جگہ مرنے اور اس کے مصائب پر صبر کرنے کی ترغیب

حضرت صمیۃ اللیثیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا "تم میں سے جس کو یہ طاقت حاصل ہو کہ وہ مدینہ طیبہ میں ہی مرے تو اسے وہاں ہی مرنا چاہیے جو وہاں مرتا ہے اس کی شفاعت کی جاتی ہے یا اس کے لیے گواہی دی جاتی ہے۔ (ابن حبان، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس شہر خوباں میں ضرور مرے۔ جو اس میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔" (امام احمد، ترمذی، ابن حبان)

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا: "یمن فتح ہوگا۔ ایک قوم اپنے اہل خانہ اور اپنے پیروکاروں کے ہمراہ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکل جائے گی۔ مدینہ طیبہ ہی ان کے لیے بہتر ہے کاش وہ جان لیتے۔ عراق فتح ہوگا۔ ایک قوم اپنے اہلِ خانہ اور اطاعت گزاروں کے ساتھ اس طرف نکل جائے گی۔ مدینہ طیبہ ہی ان کے لیے بہتر ہے کاش وہ جان لیتے۔"

امام احمد، بزار، امام مسلم، امام الطبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوایوب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابواسید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں فتوحات ہوں گی۔ دجال ان کی طرف نکلے گا" دوسرے الفاظ میں ہے: "لوگ خوشحالی چاہتے ہوئے شاداب علاقوں کی طرف نکلیں گے۔ وہ خوشحالی پالیں گے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "انہیں کھانا، لباس اور سواری مل جائے گی۔ انہیں کہا جائے گا، ہماری طرف آؤ۔ تم حجاز کی قحط زدہ سرزمین میں ہو۔ مدینہ طیبہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ کاش وہ جان لیتے۔" بعض الفاظ میں ہے: "وہ اپنے حاجیوں اور عمرہ کرنے والے بھائیوں کے پاس سے گزریں گے۔ وہ انہیں کہیں گے۔" تم اس بھوک اور تنگدستی میں کیوں قیام کر رہے ہو۔" آپ نے فرمایا: "ان میں سے بعض چلے جائیں گے۔ بعض ٹھہرے رہیں گے۔"

آپ نے کئی بار اسی طرح فرمایا۔ پھر فرمایا: "مدینہ منورہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ جو اس میں قیام کرتا ہے۔ وہ اس کی تنگدستی اور شدت کے باوجود ثابت قدم رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت آجاتا ہے میں روزِ حشر اس کا شفیع یا شہید (گواہ) ہوں گا۔ بخدا! جو بھی اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔ مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل نکال دیتی ہے۔ قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ مدینہ طیبہ خود سے شریر لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگار کو نکال دیتی ہے۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرا جو امتی مدینہ طیبہ کی تنگی اور شدت پر صبر کرتا ہے میں روز حشر اس کی شفاعت کروں گا۔" (مسلم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تھے "مولا! مجھے اپنے رستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک میں موت عطا فرما۔" (بخاری)

یحییٰ بن سعید سے مرسل روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ طیبہ سے بڑھ کر روئے زمین کا کوئی ٹکڑا مجھے پسند نہیں جہاں میری قبر انور بنے۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ (مؤطا امام مالک)

حضرت ابوسعید المہری کے غلام سے روایت ہے کہ وہ حرّہ کی راتوں میں سے ایک رات حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ سے چلے جانے کے بارے مشاورت کی۔ اس کی تنگی اور کثرت عیال کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا: "اب اس کی تنگی اور شدت پر وہ مزید صبر نہیں کر سکتے۔"

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: "تمہارے لیے ہلاکت! میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔ مدینہ طیبہ کو لازم پکڑلو۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے" جو بھی اس کی شدت پر صبر کرتے ہوئے مرجائے گا میں روزِ حشر اس کا شفیع یا گواہ بنوں گا۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔"

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ اہلِ مدینہ کے ساتھ جو برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص بھی مدینہ طیبہ کی سختی اور تنگی پر صبر کرے گا روزِ حشر میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔" (مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کی مدینہ طیبہ میں کوئی اصل ہو وہ اس سے مضبوطی کے ساتھ چمٹا رہے۔ جس کی وہاں اصل نہ ہو وہ وہاں اپنی اصل بنالے۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ جس کی وہاں اصل نہ ہو گی گویا کہ وہ اس سے نکلنے والا اور غیر کی طرف جانے والا ہو گا۔" امام زھری نے مرسل روایت کیا ہے کہ مکہ

مکرمہ میں اموال نہ بناؤ۔ اپنی ہجرت گاہ میں اموال بناؤ انسان اپنے مال کے ساتھ ہوتا ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے ایسے شہر کا حکم دیا گیا جو شہروں کو کھا جائے گا۔ اسے یثرب کہا جاتا ہے حالانکہ وہ مدینہ طیبہ ہے وہ لوگوں کو اس طرح پاک کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگار کو دور کرتی ہے۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی۔ اسے بخار نے آلیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میری بیعت واپس کریں۔" مگر آپ نے انکار کر دیا۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی: "میری بیعت واپس کر دیں۔" آپ نے انکار کر دیا۔ وہ اعرابی مدینہ طیبہ سے باہر نکل گیا۔ آپ نے فرمایا: "مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے جو اپنی گندگی کو باہر نکال دیتی ہے اور عمدہ چیز کو خالص کر دیتی ہے۔"

(امام مسلم، امام بخاری)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ منورہ "طیبہ" ہے۔ یہ گندگی کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کی میل کچیل نکال دیتی ہے۔" (مسلم)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے قلعوں کو گرا دیا جائے۔

امام بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مدینہ طیبہ میں گرانی ہو گئی۔ حالات مشکل ہو گئے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صبر کرو۔ خوش ہو جاؤ۔ میں نے تمہارے صاع اور مد میں برکت کی دعا کر دی ہے۔ کھاؤ۔ گروہ بندی نہ کرو۔ ایک فرد کا کھانا دو کو، دو افراد کا کھانا چار کو اور چار افراد کا کھانا پانچ چھ افراد کو کافی ہو جائے گا۔ برکت جماعت میں ہوتی ہے۔ جس نے اس کی شدت اور تنگی پر صبر کیا روز حشر میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔ جو اس سے اعراض کرتے ہوئے نکلے گا۔ رب تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا کر دے گا۔ جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا۔ رب تعالیٰ اسے اس طرح پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ منورہ طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔"

تنبیہات

1. قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ کے فرمان "کنت شھیدا او شفیعا" کے بارے مجھ سے بہت پہلے سوال کیا گیا۔ نیز یہ کہ اس جگہ آپ نے اہل مدینہ کو شفاعت کے لیے کیوں مخصوص کیا۔ حالانکہ آپ کی شفاعت عام ہو گی اور

آپ کی ساری امت کو شامل ہوگی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جگہ "اَوْ" شک کے لیے نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا مؤقف اس کے برعکس ہے اس روایت کو حضرات جابر، ابو ہریرہ، ابوسعید، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، صفیہ بنت ابی عبید اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہم نے اسی لفظ سے روایت کیا ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ سب نے اسے اَوْ لفظ شک سے روایت کیا ہو۔ یا ان کے راویوں نے شک کے لفظ پر اتفاق کر لیا ہو اور یہ ایک ہی صیغہ سے واقع ہوا ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے کہ آپ نے اسی طرح فرمایا ہے یا تو آپ ہی اس جملے کے بارے سب سے زیادہ جانتے ہیں یا اَوْ تقسیم کے لیے ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اہلِ مدینہ کے لیے شفیع اور بعض کے لیے گواہ ہوں گے۔ آپ اطاعت گزاروں کے لیے گواہ اور گناہ گاروں کے لیے شفیع ہوں گے۔ یا جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں وصال کرے گا آپ اس کے لیے گواہ جو آپ کے بعد وصال کرے گا آپ اس کے لیے شفیع ہوں گے۔ یہ خصوصیت اس شفاعت سے زائد ہوگی جو عام گناہ گاروں کے لیے ہوگی۔ یہ اس گواہی سے زائد ہوگی جو عام امت کے لیے ہوگی۔ جیسے کہ آپ نے احد کے شہداء کے بارے فرمایا تھا: "میں ان پر گواہ ہوں۔" یہ ان کے بلند مقام کی وجہ سے ان کے لیے تخصیص ہوگی یا اَوْ "واؤ" کے معنی میں ہے آپ اہلِ مدینہ طیبہ کے لیے عام شفیع اور گواہ ہوں گے۔ اگر اَوْ کو شک کے لیے بنایا جائے۔ جیسے کہ بعض حضرات کا مؤقف ہے اگر یہ صحیح لفظ ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ شفاعت عامہ سے زائد ہوگی۔ ورنہ یہ شفاعت اس شفاعت عامہ سے جداگانہ ہوگی جو ساری امت کو شامل ہوگی۔ جو امت کو آگ سے نکالنے کے لیے ہوگی۔ یا آپ کی شفاعت سے آپ کی بعض امت کو آگ سے نکال دیا جائے گا۔ یہ شفاعت اہل مدینہ کے درجات کی بلندی کے لیے ہوگی۔ یا حساب میں تخفیف کے لیے ہوگی۔ اس کے ساتھ رب تعالیٰ انہیں گوناگوں نعمتوں سے نوازے گا۔

◆ آپ نے فرمایا: "تنفی الناس" بعض روایتوں میں "الرجال" کا لفظ ہے۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "یہ آپ کے عہد ہمایوں کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ ہجر پر اور آپ کے ہمراہ ٹھہرنے پر صرف اسی نے صبر کیا جس کا ایمان محکم تھا۔" امام نووی نے لکھا ہے "اس مؤقف کا تعلق حدیث پاک کے ظاہر کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مدینہ طیبہ شریروں کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ دجال کے زمانہ میں اس طرح ہوگا۔ واللہ اعلم۔ الحافظ نے لکھا ہے: "یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں زمانے مراد ہوں۔ مذکور سبب کی وجہ سے آپ کی حیاتِ طیبہ میں معاملہ اسی طرح ہو۔ اس کی تائید اس اعرابی کا قصہ بھی کرتا ہے جس نے آپ سے بیعت واپس کرنے کے لیے کہا تھا۔ آپ نے اعرابی کے نکل

جانے کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ حدیث پاک بیان کی۔ پھر آخری زمانہ میں بھی اسی طرح ہو۔ جب دجال آئے گا زمین اپنے مکینوں کے ساتھ لرز اٹھے گی۔ ہر منافق اور کافر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

السید نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے کامل خبث والوں کو اس سے دور کر دیا۔ وہ کفار تھے ان کے علاوہ جو (منافق) یہاں مرے گا تو ملائکہ اسے دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔ جیسے کہ الاقشہری نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے مراد خبث کامل والے ہی ہیں۔ وہ اہلِ شقاوت اور کافر ہیں۔ ان سے مراد اہلِ اسلام اور اہلِ سعادت نہیں ہیں کیونکہ پہلی قسم شفاعت اور مغفرت کے قابل نہیں ہے۔ یا اعرابی اور دجال کے واقعات کے علاوہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نفوس کو ان کے شر اور گناہوں کی ظلمتوں سے دور کر دیتا ہے کیونکہ اس میں تنگیاں اور مشقتیں ہیں۔ ثواب کئی گنا بے لگا تار رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (ھود: ۱۱۴)

ترجمہ: ”بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“

یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص بھی اس جگہ خباثت کو چھپاتا ہے اس کی خباثت ظاہر ہو جاتی ہے۔

جیسے کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے یہ احتمال بیان کیا ہو۔ بلکہ یہ مدت سے میرے ذہن میں ہے۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو صحیح میں غزوۂ احد کے بارے ہے کہ جب آپ غزوۂ احد کے لیے تشریف لے گئے تو منافقین واپس آ گئے تو آپ نے فرمایا: ”مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے...... جو بات میرے لیے غور وفکر کے بعد عیاں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک کے چاروں معانی ہیں۔ آپ کا فرمان ”کاش وہ جان لیتے“ کا معنی یہ ہے کہ کاش وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب جان لیتے یا وہاں قیام کرنے کا ثواب جان لیتے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ ”لو“ ”لیت“ کے معنی میں ہو۔ جو مقدر عبارت کا محتاج نہ ہو۔ دونوں اعتبار سے اس شخص کے لیے تجہیل ہے جو اس شہر خوباں سے جدا ہوا اور دوسرے شہر کو اس پر ترجیح دی۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو مدینہ طیبہ سے اعراض کرتے ہوئے اس سے نکلتے ہیں اسے ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن جو جہاد یا ضرورت وغیرہ کے لیے نکلا وہ اس حدیث پاک کے زمرہ میں نہیں آئے گا۔

الطیب نے لکھا ہے: ”لا یعلمون“ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس چیز کا عرفان بالکل نہیں رکھتے اگر ”لو“ تمنی کے لیے ہوتا تو یہ زیادہ بلیغ ہوتا کیونکہ یہ ایسی چیز کی تمنا کے لیے آتا ہے جس کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ یعنی کاش وہ شدت اور سختی کے اعتبار سے اہلِ علم میں سے ہوتے۔ امام بیضاوی نے لکھا ہے ”اس کا مفہوم یہ ہے کہ یمن فتح ہوگا اس کے

شہر قوم کو تعجب میں ڈال دیں گے اس کے مکینوں کی زندگی دیکھ کر وہ عش عش کر اٹھیں گے۔ وہ اس کی وجہ سے اپنے اہلِ خانہ سمیت وہیں چلے جائیں گے۔ وہ مدینہ طیبہ سے نکل جائیں گے۔ حال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اقامت ان کے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کا حرم پاک ہے۔ آپ کا پڑوس ہے۔ وحی کے نزول کا مقام ہے۔ برکات کے نزول کی جگہ ہے۔ کاش کہ وہ جان لیتے کہ اس جگہ اور کون کون سے فوائد ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان اخروی فوائد سے آگاہ ہو جاتے جن کے سامنے یہ فانی لذتیں حقیر ہیں۔ الطیبی نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ "قوم" نکرہ ذکر کی ہے اور "یبسون" سے اس کا وصف بیان کیا ہے۔ پھر لو کانوا یعلمون سے اس کی تاکید لگائی ہے۔ کیونکہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو فانی لذتوں اور عارضی خواہشات میں کھو گئے اور حضور اکرم ﷺ کے پڑوس میں رہنے سے اعراض کیا۔ اسی لیے "قومًا" کا لفظ بار بار ذکر کیا۔ اور یبسون کا لفظ ذکر کیا کیونکہ انہوں نے قبیحہ ہیئت کو اپنایا تھا۔

❁❁❁❁

ساتواں باب

جس نے یہاں کوئی واقعہ رونما کیا، واقعہ رونما کرنے والے کو پناہ دی یا اس کے اہل کے ساتھ برا ارادہ کیا یا انہیں ڈرایا اس کے بارے وعید

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوامامۃ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مدینہ طیبہ میں کوئی حادثہ رونما کیا یا حادثہ رونما کرنے والے کو پناہ دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے کوئی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں کرے گا۔'' حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا۔ اسے اللہ تعالیٰ ڈرائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کرے گا۔'' (امام احمد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو سرکش بھی مدینہ طیبہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا۔ رب تعالیٰ اسے اس طرح پگھلا دے گا جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے۔'' بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مولا! جو اہلِ مدینہ کو کسی مصیبت میں مبتلاء کرے اسے کافی ہو جا۔ جو بھی مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے اس طرح پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔''

محمد بن حسن نے حضرت سعید بن مسیب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مولا! جو میرے ساتھ اور میرے اہلِ شہر کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اسے جلد ہلاک کر دے۔'' امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اہلِ مدینہ طیبہ کو خوفزدہ کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے خوفزدہ کرتا ہے۔'' (ابن حبان)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مولا! جو اہلِ مدینہ طیبہ پر ظلم کرے اسے ڈرائے تو بھی اسے ڈرا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے کوئی فرض یا

نفل قبول نہیں کرے گا۔"

المدارک میں ہے کہ محمد بن مسلمہ نے کہا: "میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا۔ انہوں نے کہا: "میں مہدی کے پاس گیا۔" اس نے کہا: "مجھے وصیت کریں۔" میں نے کہا: "میں تمہیں اللہ وحدہٗ لا شریک سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ شہر اور آپ کے پڑوسیوں پر مہربانی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مدینہ طیبہ میری ہجرت گاہ ہے۔ اسی جگہ سے مجھے اٹھایا جائے گا۔ اسی جگہ میری قبر انور ہوگی۔ اس کے اہل میرے پڑوسی ہیں۔ میری امت پر یہ فرض ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے۔ جس نے میری وجہ سے ان کی حفاظت کی میں روزِ حشر اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔ جس نے میرے پڑوسیوں کے بارے میری وصیت کی حفاظت نہ کی۔ رب تعالیٰ اسے جہنمیوں کی پیپ پلائے گا۔"

مصعب نے لکھا ہے کہ جب مہدی مدینہ طیبہ آیا تو امام مالک اور دیگر رؤساء مدینہ نے کئی میل دور جا کر اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے امام مالک کو دیکھا۔ تو ان کی طرف گیا انہیں سلام کیا۔ ان کے ساتھ معانقہ کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے کہا: "امیر المؤمنین! ابھی تم مدینہ طیبہ داخل ہونے لگے ہو۔ تم دائیں بائیں ایسی قوم کے پاس سے گزرو گے۔ جو مہاجرین اور انصار کی قوم ہیں۔ انہیں سلام کرنا۔ روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نہیں جو اہلِ مدینہ سے افضل ہو۔ نہ ہی کوئی شہر مدینہ طیبہ سے افضل ہے۔" اس نے کہا: "امام صاحب! آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟" اس نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے علاوہ روئے زمین پر کسی اور نبی کی قبر معروف نہیں ہے۔ جن کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور ہو۔ وہ قوم دیگر اقوام سے افضل ہوگی۔" مہدی نے اسی طرح کہا جس طرح امام مالک نے اسے کہا تھا۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پڑوس کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل مجھے لگاتار پڑوسیوں کے حقوق کے بارے بتاتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ عنقریب انہیں وارث بنا دیں گے۔" آپ نے ایک پڑوسی کو چھوڑ کر دوسرے کو مخصوص نہیں کیا۔ جس نے اس افضلیت میں غور و فکر کیا اسے مدینہ طیبہ کی سکونت کی افضلیت میں شبہ نہ رہا کہ یہ مکہ مکرمہ کی سکونت سے افضل ہے۔ یہ تسلیم ہے کہ مکہ مکرمہ میں اجر و ثواب کئی گنا ہوتا ہے۔ کیونکہ فضیلت کی جہت اس میں منحصر نہیں ہے۔ یہ ثواب و برکت کا کئی گنا ہوتا ہے۔ یہ بیت اللہ کا پڑوس ہے اور مدینہ طیبہ اللہ تعالیٰ کے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑوس ہے۔ وہ ہستی پاک رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہے۔

تنبیہات

1. آپ نے فرمایا: ''جو شخص بھی مدینہ طیبہ سے اعراض کرتے ہوئے اس سے نکلتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔'' علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔''اس میں اختلاف ہے۔ایک گروہ نے لکھا ہے کہ یہ امر آپ کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ مختص ہے۔دوسرے گروہ نے لکھا ہے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عام ہے۔صحیح مؤقف یہی ہے۔محب الطبری نے لکھا ہے۔زیادہ ظاہر مؤقف یہی ہے۔کیونکہ دوسری حدیث پاک میں ہے''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں انہیں فتوحات ہوں گی۔لوگ خوشحالی کی طرف عازم سفر ہوں گے......

2. آپ نے فرمایا: ''جو بھی اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے رب تعالیٰ اسے آگ میں پگھلا دیتا ہے...... علامہ قاضی عیاض نے لکھا ہے: ''آپ کا فرمان آگ میں پگھلا دیتا ہے۔''ان احادیث مبارکہ کے اشکال کو دور کرتا ہے جن میں اس زیادتی کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ حکم آخرت کا حکم ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس نے آپ کی حیاتِ طیبہ میں اس کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے شر سے مسلمانوں کی کفایت کی گئی۔اس کی چال اس طرح کمزور ہو جاتی ہے جس طرح سیسہ آگ میں کمزور ہو جاتا ہے۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جو مکر و فریب سے مخفی طور پر اس کے ساتھ مکر کرتا ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا جو اعلانیہ مکر و فریب کرے وہ کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔اس صورت میں الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔یہ اس شخص کے لیے ہوگا جو دنیا میں اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے مہلت نہیں دیتا۔اس کے لیے تسلط ممکن نہیں بناتا۔بلکہ اسے جلدی ہلاک کر دیتا ہے جیسے کہ بنوامیہ کے دور میں مسلم بن عقبہ نے اس شہر پر لشکر کشی کی تو وہ واپسی پر ہی مرگیا۔اسی طرح یزید بھی فوراً ہلاک ہو گیا۔اسی طرح جس نے بھی اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا وہ فوراً ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑا۔

آٹھواں باب

دیگر شہروں پر مدینہ طیبہ کی فضیلت

ابوالولید باجی، قاضی عیاض وغیرہمانے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ زمین کا وہ مبارک ٹکڑا جو آپ کے اعضاء مبارکہ کے اردگرد ہے۔وہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ابن عساکر نے "تحفہ" میں اسی طرح لکھا ہے۔ابومحمد عبداللہ بن ابی عمر السکری نے اپنے قصیدہ میں اسی طرح لکھا ہے۔انہوں نے لکھا ہے:

جزم الجميع بان خير الارض ما　　　قد حاط ذات المصطفى و حواها
و نعم لقد صدقوا بساكنها علت　　　كالنفس حين زكت زكا مأواها

ترجمہ: "سارے علماء نے یہ یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ روئے زمین کا وہ قطعہ ساری زمین سے افضل ہے۔جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کے اردگرد ہے۔انہوں نے یقیناً سچ کہا ہے زمین کو اس کے ساکن سے ہی رفعت نصیب ہوتی ہے۔جس طرح نفس پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا مسکن بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے۔"

بلکہ امام سبکی نے حضرت ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ وہ قطعۂ زمین میں عرش سے بھی افضل ہے۔ابوعبداللہ محمد بن رزین الجبیری نے اپنے قصیدہ میں لکھا ہے:

ولا شك ان القبر اشرف موضع　　　من الارض والسبع السموات طرة
و اشرف من عرش المليك و ليس فى　　　مقالى خلاف عند اهل الحقيقة

ترجمہ: "اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر انور زمین اور ساتوں آسمانوں سے افضل ہے۔یہ جگہ رب تعالیٰ کے عرش سے افضل ہے اہلِ حقیقت کے نزدیک میرے اس مؤقف میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

علامہ فاکہی نے یہ صراحت کی ہے یہ مبارک جگہ سارے آسمانوں سے افضل ہے۔بلکہ ظاہر مؤقف یہی ہے کہ زمین تمام آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ آپ اس جگہ جلوہ افروز ہیں۔امام تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ زمین کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کی تخلیق اسی سے ہوئی اور اسی میں وہ دفن ہوئے۔

امام نووی نے لکھا ہے: ''مختار موقف جسے جمہور علماء نے اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہیں۔ سوائے زمین کے اس قطعہ کے جو آپ کے اعضاء مبارکہ کے ارد گرد ہے۔ پھر علماء کا اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سارے شہروں سے افضل ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، بعض صحابہ کرام اور اکثر مدنی علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ مدینہ طیبہ افضل ہے۔ امام مالک، امام احمد (ایک قول کے مطابق) کے مطابق مدینہ طیبہ افضل ہے۔

انسان کو اس کی قبر کی مٹی سے تخلیق کیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر انور کے پاس سے گزرے۔ آپ نے پوچھا: 'یہ کس کی قبر انور ہے؟' صحابہ کرام نے کہا: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ فلاں حبشی کی قبر انور ہے۔' آپ نے فرمایا: 'لا الٰہ الا اللہ۔ اسے اپنے آسمان اور زمین سے اس جگہ لایا گیا۔ جس مٹی سے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔'''

اس کتاب کے پہلے باب میں حضرت کعب کا یہ اثر گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق اس مٹی سے ہوئی جو آپ کی قبر انور سے حاصل کی گئی تھی۔ یزید الجریری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ابن سیرین کو سنا۔ وہ کہہ رہے تھے، اگر میں قسم اٹھا دوں۔ تو میں اس قسم میں سچا اور پاکباز ہوں گا۔ اس میں ذرہ بھر شک نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ایک مٹی سے پیدا کیا گیا پھر انہیں اسی مٹی کی طرف سے لوٹا دیا گیا۔''

امام احمد، امام ترمذی، امام الطبرانی اور امام حاکم نے مطر بن عکامس سے اور امام ترمذی نے ابوعزۃ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب رب تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے کہ کسی شخص پر کسی جگہ موت طاری کرے۔ تو اس کے لیے اس کی طرف حاجت پیدا کر دیتا ہے۔'' حکیم ترمذی نے لکھا ہے 'اس کی موت اس جگہ اس لیے واقع ہوتی ہے کیونکہ اسے اسی زمین سے تخلیق کیا گیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ (طٰہٰ: ۵۵)

ترجمہ: ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے یکبار۔''

آدمی کو اسی طرف لوٹایا جاتا ہے جہاں سے اس کی تخلیق ہوتی ہے۔

ابن الجوزی نے 'الوفا' میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو آپ کے مدفن میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں

روئے زمین کا اور کوئی قطعہ اتنا معزز نہیں جتنا معزز وہ قطعہ ہے جہاں اس نے اپنے نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کو قبض کیا ہے۔" ابو یعلی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "نبی کریم ﷺ کی روح پاک کو اسی جگہ قبض کیا جاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔"

السید نے لکھا ہے: "جو قطعہ زمین نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے رب کریم کو پسندیدہ ہو۔" کیونکہ آپ کی محبت رب تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوتی ہے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کو پسند ہو وہ افضل کیوں نہ ہوگی۔" اسی لیے یہ مؤقف بھی ہے کہ مدینہ طیبہ افضل ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ دعا مانگی تھی۔ "مولا! مدینہ طیبہ ہمیں اس طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ مکرمہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔" آپ کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ جب مدینہ طیبہ کو دیکھتے تھے تو اپنی سواری کو تیز چلاتے تھے۔"

تنبیہ

سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام نے لکھا ہے "مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین فضیلت کا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے ایک میں اچھا کام کرنے کا ثواب دوسرے شہر میں وہ کام کرنے سے عمدہ ثواب رکھتا ہے۔ اس صورت میں علامہ قاضی کا یہ قول اشکال پیدا کر رہا ہے۔ "امت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ آپ کی قبر انور کی جگہ افضل ہے" کیونکہ کسی ایک کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہاں عبادت کرے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کی فضیلت مجاورت (پڑوس) کی وجہ سے ہے۔ اس لیے ناپاک کے لیے حرام ہے کہ وہ قرآن پاک کی جلد کو مس کرے۔ یہ کثرت ثواب کی وجہ سے نہیں۔ ورنہ قرآن پاک کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس میں عمل کرنا ممکن نہیں۔ امام سبکی نے لکھا ہے "کبھی فضیلت عطا کردہ ثواب اور کبھی کسی اور وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر عمل کرنا مشکل ہو۔ قبر انور وہ مبارک جگہ ہے جہاں رحمت، رضوان اور ملائکہ کا پیہم نزول ہوتا ہے۔

یہ جگہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کو اتنی محبت ہے عقول جس کے ادراک سے قاصر ہیں یہ محبت کسی اور جگہ کے لیے نہیں لہٰذا یہ جگہ مبارکہ دیگر مقامات سے افضل کیوں نہ ہوگی۔ ہمارے لیے تو اس جگہ عمل کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس کا مفہوم یہ نہیں کہ اس جگہ اعمال کئی گنا ہوتے ہیں۔ یہ افضلیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ شخص وہیں دفن ہوتا ہے جس جگہ سے اس کی تخلیق ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ اس مبارک جگہ میں اعمال کا اجر و ثواب کئی گنا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ حضور والا ﷺ کی ذات اقدس زندہ ہے اور آپ کے اعمال مبارکہ کا اجر و ثواب کئی گنا ہے۔ اس کا تعلق اس امر سے نہیں کہ ہمارے اعمال وہاں کئی گنا ہوں۔"

السید نے لکھا ہے انہوں نے جو نفیس کلام کیا ہے اسے یہاں رقم کرنا بہت موزوں ہے۔''اس جگہ جو رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں ان کا فیضان ساری امت کو عام ہے۔ یہ غیر متناہی ہیں۔ کیونکہ ہر لمحہ آپ کا مقام بلند ہوتا رہتا ہے۔ امت مرحومہ جو کچھ اپنے نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے پا لیتی ہے وہ فضل کی انتہاء ہے۔ اسی لیے یہ امت خیر الامم ہے کیونکہ اس کے نبی کریم ﷺ انبیائے کرام علیہم السلام سے بہترین ہیں۔ پھر آپ کی قبر انور کی جگہ سارے مقامات سے افضل کیوں نہ ہو۔ وہ خیرات کے فیض کا منبع کیوں نہ ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس شخص کے مؤقف کے مطابق جو یہ کہتا ہے کہ اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اس کے مطابق یہ ہمارے عمل کی جگہ نہیں ہے۔ کیا کوئی عاقل یہ کہے گا کہ اس کا ارد گرد خانہ کعبہ سے افضل ہے کیونکہ اس میں عمل کیا جاتا ہے حالانکہ اس ساری خیرات کے حصول کا سبب خانہ کعبہ ہی ہے......

عنقریب مزید تفصیل رب تعالیٰ کے اس فرمان کی شرح میں آئے گی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ (النساء:٦٤)

ترجمہ: ''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے تو اپنے آپ پر حاضر ہوئے آپ کے پاس۔

لب لباب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آیا جائے۔ آپ کی زیارت کی جائے۔ آپ سے شفاعت کی التجاء کی جائے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ والا میں آپ کا وسیلہ عظمیٰ پیش کیا جائے۔ آپ کا پڑوس ساری قربتوں سے افضل ہے۔ آپ کے پاس ہی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ مقام افضل کیوں نہ ہو؟ یہ ان خیرات و برکات کا سبب ہے۔ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ بلکہ ان سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا:''جنت میں تمہاری کمان کا کنارہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔''

نواں باب

مدینہ طیبہ کا حرم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں۔ اس کا کانٹے دار درخت نہ کاٹا جائے۔ نہ ہی اس کے شکار کو مارا جائے۔'' (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ ''میں مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین جگہ کو حرم بناتا ہوں۔ یا مدینہ طیبہ کے دو پہاڑوں کے مابین جو جگہ ہے اسے حرم بناتا ہوں۔ ارے! اس میں نہ تو خونریزی کی جائے نہ اس میں اسلحہ اٹھایا جائے نہ ہی اس سے درخت کاٹا جائے سوائے چارہ کے لیے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہ اس کی سبز گھاس کاٹی جائے نہ ہی اس کے شکار کو چرنے سے روکا جائے۔ یہاں کا لقطہ اٹھانا بھی حلال نہیں سوائے اس شخص کے لیے جو اس کا اعلان کرے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں۔ نہ اس میں جنگ کے لیے اسلحہ اٹھایا جائے۔ نہ ہی کسی کے لیے روا ہے کہ اس کا درخت کاٹے سوائے اس کے کہ آدمی اسے اپنے اونٹ کے لیے چارہ بنادے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کوہ عیر سے لے کر کوہ ثور تک حرم ہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پر تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ مولا! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔ میں مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین جگہ کو حرم بناتا ہوں۔''

❁❁❁❁

دسواں باب

مدینہ طیبہ کے بعض خصائص

یہ خصائص ایک سو سے زائد ہیں۔ اسے امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اسے اس ذاتِ والا نے حرم بنایا ہے جو سارے انبیائے کرام سے افضل ہے۔ اس کے شکار یا درخت سے تعرض والے سے شکار یا درخت کا حصہ چھین لیا جائے گا۔ جیسے کہ کفار کا قتیل۔ یہ زجر و توبیخ میں مکہ مکرمہ کے بارے احکام سے زیادہ ہے۔ عدم کی صورت میں اس کی جزاء مشروع نہیں کی گئی یہ اس کی حرمت کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ شفاء کے حصول کے لیے اس کی مبارک مٹی منتقل کرنا جائز ہے۔ یہ افضل ترین قطعۂ زمین پر مشتمل ہے۔ اس سے مراد آپ کی قبر انور ہے۔ اس جگہ وہ ہستیِ پاک تشریف فرما ہے جو ساری مخلوق سے افضل ہے۔ جو اس امت مرحومہ سے افضل ہے۔ اکثر صحابہ کرام اور اسلاف عظام کی قبور اسی جگہ ہیں۔ وہ بہترین افراد تھے۔ انہیں اس کی مٹی سے تخلیق کیا گیا۔ اور روزِ حشر انہیں اسی جگہ سے اٹھایا جائے گا۔ یہ شہداء نے گھرا ہوا ہے جیسے کہ امام مالک نے کہا ہے۔ اس جگہ وہ افضل شہداء آرام فرما ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی جانیں رب تعالیٰ کے لیے قربان کیں۔ آپ ان کے لیے گواہ تھے۔ رب تعالیٰ نے اسے ذاتِ بابرکات ﷺ کے لیے مختص کیا جو ساری مخلوق سے افضل ہے۔ جو اسے ساری مخلوق سے محبوب ہے۔ اس نے اہلِ مدینہ کو آپ کی نصرت اور مدد کے لیے چن لیا۔ اسے قرآن پاک کے ذریعے فتح کیا۔ جبکہ دیگر سارے شہر شمشیر و سنان سے فتح ہوئے۔ اسلام کے سارے شہر اس مبارک جگہ سے فتح ہوئے۔ اللہ رب العزت نے اسے دین کا مظہر بنایا۔ فتح مکہ سے قبل اس کی طرف ہجرت واجب تھی۔ آپ کی نصرت اور مدد کے لیے اس جگہ ٹھہرنا لازم تھا۔ قاضی عیاض نے اسے متفق علیہ کہا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ''جس نے فتح مکہ سے قبل ہجرت کی تو جمہور علماء اسے فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں اقامت سے منع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قضائے نسک کے بعد تین دن ٹھہرنے کی رخصت دی۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں رہنے پر ابھارا۔ وہاں اصل بنا لینے کا حکم دیا۔ وہاں انتقال کرنے پر ابھارا۔ اور اس پر شفاعت یا گواہی یا دونوں کا وعدہ کیا۔ وہاں مرنے کی دعا کرنا مستحب ہے۔ آپ نے اسی شخص کے لیے شفاعت یا گواہی کا وعدہ کیا جو اس کی تنگی اور شدت پر صبر کرے گا۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے زیادہ برکت کا سوال کیا۔ اس سے محبت کی دعا کی۔ اسے

قرار اور رزق حسن بننے کی دعا کی۔ جب آپ اس کے قریب جاتے تھے تو مبارک شانوں سے چادر مبارک اتار دیتے تھے۔ آپ نے اس کا نام طیبہ رکھا۔ اس کی ہوا عمدہ ہے۔ اس سے ایسی خوشبو آتی ہے جو کسی اور شہر سے نہیں آتی۔

یہاں زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ اس کے کثیر نام ہیں۔ تورات میں اس کا نام مؤمنہ ہے۔ اس میں اس کا نام مجبوبہ اور مرحومہ ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اسے اپنی طرف منسوب کیا۔

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (النساء:۹۷)

ترجمہ: ''کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تاکہ تم ہجرت کرتے اس میں۔''

بیت کے لفظ کے ساتھ اسے اپنے محبوب کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ فرمایا:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۔ (الانفال:۵)

ترجمہ: ''جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ۔''

رب تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی۔ فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ (البلد:۱)

ترجمہ: ''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی (یا مدینہ کی)۔''

رب تعالیٰ نے اس سے آغاز کیا۔ فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ (الاسراء:۸۰)

ترجمہ: ''اور دعا مانگا کیجیے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے۔ سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ۔''

حالانکہ مخرج، مدخل سے مقدم ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ نے اس کے لیے خصوصی برکت کی دعا کی۔ اس کے پھلوں، مکیال، بازاروں اور مکینوں کے لیے دعا کی۔ آپ نے فرمایا: ''یہ گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔''

جو اس سے اعراض کرتے ہوئے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا کرے گا۔ جو اس کے اہل کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا۔ رب تعالیٰ اسے پگھلا دے گا۔ صرف ارادہ پر وعید کو مترتب کیا۔ جیسے کہ حرم پاک کے بارے فرمایا:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ (الحج:۲۵)

ترجمہ: ''اور جو اس میں زیادتی کا ارادہ کرے ناحق تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔''

جو اس میں واقعہ رونما کرے گا یا واقعہ رونما کرنے والے کو پناہ دے گا۔ اس کے لیے شدید وعید ہے۔ چھوٹے واقعہ کو بڑا سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس شخص کی جرأت پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے سید المرسلین ﷺ کے حرم پاک اور آپ کی بارگاہِ ناز میں اس جرم کے ارتکاب کی جرأت کی۔ جو اس کے اہل پر ظلم کرے یا انہیں ڈرائے اس کے لیے سخت وعید ہے۔ جو اس کے مکینوں کا احترام نہ کرے اس کے لیے وعید ہے۔ ان کی عزت و تعظیم کرنا امت پر لازم ہے۔ جو اس کے بارے ان کی حفاظت کرے گا آپ اس کے لیے شفیع یا گواہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ''جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گویا کہ اس نے میرے پہلو میں قلب انور کو ڈرایا۔ یہ ایمان اور حیاء کے فرشتے کے ساتھ مختص ہے۔ ایمان سمٹ کر اسی کی طرف آئے گا۔ ملائکہ اس کی حفاظت پر مختص ہیں۔ یہ ہمیشہ کے لیے دارالسلام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''شیاطین مایوس ہو چکے ہیں کہ میرے اس شہر میں ان کی پوجا کی جائے۔'' اسلام کے شہروں میں سے سب سے آخر میں یہ خراب ہوگا۔ یہ دجال سے محفوظ ہوگا۔ دجال کے لیے اس شہر سے وہ شخص نکلے گا جو لوگوں میں سے بہترین یا بہترین لوگوں میں سے ہوگا۔ وہ دجال کی تکذیب کرے گا۔ اس کی وباء اور بخار کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کی مٹی اور کھجور باعثِ شفاء ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی طرف آئے۔ جو قبر انور کے پاس درود پاک پڑھتا ہے آپ اس کا درود شریف سماعت فرماتے ہیں۔ جو آپ کی زیارت کرتا ہے آپ کی شفاعت اس کے لیے لازم ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے جسے اس امت کے عام مسلمانوں کے لیے تعمیر کیا گیا۔ اس کی بنیاد آپ کے دست اقدس سے رکھی گئی۔ آپ نے بنفس نفیس اس میں کام کیا۔ آپ کے ساتھ خیر الامم تھی۔ رب تعالیٰ نے اس کی شان کے بارے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (التوبۃ:۱۰۸)

ترجمہ: ''وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے۔ وہ اس امر کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں قیام کریں۔''

یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔ یہ ان مساجد میں سے ایک ہے جن کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ یہ ساری مساجد سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی زیارت کی جائے۔ اس کی زیارت کرنے والے کے لیے اجر و ثواب لکھا جاتا ہے۔ جس نے اس میں چالیس نمازیں پڑھیں اسے آگ اور عذاب سے بری کر دیا جاتا ہے۔ وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے جو پاکیزگی حاصل کر کے صرف نماز پڑھنے کی نیت سے اس کی طرف جاتا ہے اسے ایک حج کا ثواب دیا جاتا ہے۔ جو مسجد قباء آتا ہے اور اس میں نماز ادا کرتا ہے اسے ایک عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔ آپ کے کاشانہ اقدس اور قبر انور کے مابین جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ بعض راویوں نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ فرمان ساری مسجد نبوی کو شامل ہے۔

یہ وہ مبارک مسجد ہے جس کے علاوہ زمین کے کسی اور ٹکڑے کے بارے معروف نہیں کہ وہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ آپ کے حوض پر ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے منبر اور مصلّٰی کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ عنقریب آئے گا کہ اس سے مراد عید گاہ ہے جو اس شہرِ خوباں کے ایک طرف ہے۔

آپ نے احد کے بارے فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے۔ آپ نے وادیٔ بطحان کے بارے فرمایا: ''یہ جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے۔'' آپ نے اس کی وادی العقیق کو وادیٔ مبارک کا نام دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ ہم سے پیار کرتی ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔'' اس کے پھلوں کے بارے آپ نے فرمایا: ''عجوہ جنت میں سے ہے۔ عرس کے کنویں کے بارے آپ نے دیکھا کہ آپ نے جنت کے کنوؤں میں سے ایک کنویں پر صبح کر رہے ہیں پھر آپ نے اس کنویں پر صبح کی۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی کی کئی خصوصیات ہیں۔ اس میں نماز پڑھنے والے کے لیے آگ، عذاب اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔ اس جگہ آواز پست رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص میری اس مسجد میں آذان سنتا ہے وہ اس سے صرف کسی ضروری ضرورت کے لیے ہی باہر نکلتا ہے جو واپس نہیں آتا وہ منافق ہے۔'' اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں داخل ہونے والے کو لہسن کھا کر نہیں آنا چاہیے کیونکہ اس کا اختصاص وحی کے ملائکہ کے ساتھ ہے۔ جو اس کے منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اس کے لیے شدید وعید ہے۔ سارے اعمال کا اجر و ثواب یہاں کئی گنا ہو جاتا ہے جیسے کہ امام غزالی نے صراحت بیان کی ہے۔ اس میں ایک نماز جمعہ دیگر مساجد میں سوائے مسجد حرام میں ایک ہزار جمعۃ المبارک کے برابر ہے۔ اس میں ایک رمضان المبارک گزارنا دیگر مساجد میں ایک ہزار رمضان گزارنے کے برابر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ مدینہ طیبہ کے لیے سب سے پہلے شفاعت کریں گے۔ ان کے لیے مزید شفاعت اور اکرام کا بھی وعدہ ہے۔ روزِ حشر جو یہاں سے اٹھے گا وہ امن میں ہوگا۔ اس کے بقیع مبارک سے ستر ہزار افراد کو چاند کی صورت پر اٹھایا جائے گا۔ وہ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے قبرستان بقیع پر فرشتے مقرر ہیں جونہی یہ بھر جاتا ہے وہ اس کے اطراف میں پکڑ کر اسے جنت میں لے جاتے ہیں۔ روزِ حشر آپ بھی اسی مقام سے اٹھیں گے۔ اور وہاں کے لوگ دیگر سارے لوگوں سے پہلے اٹھیں گے۔ جس جس مقام پر آپ نے دعا مانگی ہے وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں ستون مخلقہ، منبر مبارک، دار عقیل کا گوشہ اور مسجد فتح میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اس شہرِ خوباں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں مساجد اور زیارت گاہیں کثیر ہیں۔ جو اس کی مبارک مٹی کے

عیب نکالے گا اسے برا سمجھا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ جس نے کہا کہ اس کی مٹی ردی ہے اسے تیس درے مارے جائیں گے۔ اسے قید کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا: ''وہ اس امر کا کتنا مستحق ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے جس مبارک مٹی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک جلوہ افروز ہے وہ گمان کرتا ہے کہ طیب نہیں ہے۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لیے مستحب ہے کہ آدمی ایک راستہ سے داخل ہو دوسرے سے نکلے اس میں داخل ہونے کے لیے غسل کرے۔ اس کے اہل کا مواقیت سب سے دور ہے۔ بعض اسلاف کا مؤقف ہے کہ مکہ مکرمہ سے قبل آغاز مدینہ طیبہ سے کیا جائے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حج کرتے وقت مدینہ طیبہ سے آغاز کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: ''ہم اس مبارک مقام سے آغاز کرتے ہیں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم بنایا ہے۔ حضرات علقمہ، الاسود، عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہم مدینہ طیبہ سے آغاز کرتے تھے۔ امام مالک کے پیروکار العبدی کہتے ہیں ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے جانا کعبہ معظمہ کی زیارت کے لیے جانے سے افضل ہے۔ عنقریب یہ تفصیل بھی آئے گی کہ جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی نذر مانی اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے پورا کرے۔

جو آپ کی قبر انور کے علاوہ کسی اور کی قبر کی نذر مانے اس کے لیے دو وجہیں ہیں۔ یہ بات حضرت ابن کج نے کہی ہے۔ امام رافعی اور امام نووی نے اسے برقرار رکھا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی نذر مانے اس کے لیے کافی ہے کہ وہ مسجد نبوی میں حاضر ہو جائے۔ یہ شیخ ابو علی کا قول ہے۔ انہوں نے ایسے شخص کو لازم آنے کے قول سے فرع نکالی ہے۔ جیسے امام شافعی اور امام بویطی نے کہا ہے کہ قربت کو آنے کے ساتھ ضم کرنا ضروری ہے صحیح مؤقف یہی ہے۔ شیخ ابو علی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کیونکہ آپ کی زیارت قربات میں سے سب سے عظیم قربت ہے۔ لیکن امام نے اس میں توقف اختیار کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق مسجد اور اس کی تعظیم کے ساتھ نہیں۔ انہوں نے کہا: ''قیاس یہی ہے کہ اگر اس نے مسجد میں صدقہ کیا یا ایک دن کا روزہ رکھا تو یہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے صحیح مؤقف وہی ہے جسے المختصر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ اس کے نہ آنے کو مستلزم ہے۔

اس کے بازار میں چیز لانے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے ذخیرہ اندوز کتاب اللہ میں الحاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ حجاز کی آگ کا ظہور اس سرزمین سے ہوگا۔ یہ اس کے حرم پاک کے پاس آ کر بجھ جائے گی۔ امام نسائی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''عنقریب لوگ اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں گے لیکن انہیں ایسا عالم نہ ملے گا جو عالم مدینہ سے زیادہ جاننے والا ہو۔'' حضرت سفیان بن عیینہ اس پیش گوئی کا مصداق حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے۔ اس کے بارے اور بھی اقوال ہیں۔ امام مالک نے لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا اجماع خبر واحد

سے مقدم ہے کیونکہ ان کی رہائش نزول وحی کے مقام پر ہے اور وہ ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں۔

شوافع کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اہلِ مدینہ رمضان المبارک میں چھتیس رکعتیں پڑھتے ہیں۔ امام شافعی نے لکھا ہے: "میں نے اہلِ مدینہ طیبہ کو دیکھا وہ انتالیس رکعتیں پڑھتے ہیں اور ان میں سے تین وتر ہوتے ہیں۔"

علامہ رویانی وغیرہ نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اہلِ مدینہ اہلِ مکہ کے ساتھ مساوات کرتے تھے جو ترویحات کے درمیان طواف کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ وہ ہر چکر کو ایک ترویحہ کے قائم مقام رکھتے تھے۔ امام شافعی نے لکھا ہے: "اہلِ مدینہ طیبہ کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اہلِ مکہ کے ساتھ مقابلہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سارے شہروں پر فضیلت دی ہے۔

یہ شہر مکہ مکرمہ کے ساتھ اس حیثیت سے بھی مشارکت کرتا ہے کہ اس کے سرسبز و شاداب درخت کو کاٹنا حرام ہے۔ اس کا گھاس کاٹنا اور شکار کرنا حرام ہے شکار کو خوفزدہ کرنا اور اسے بھگانا حرام ہے۔ جنگ کے لیے اسلحہ اٹھانا حرام ہے۔ یہاں سے لقطہ اٹھانا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو اس کی تشہیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کی مٹی کو لے جانا جائز ہے۔ اگر کافر کو یہاں دفن کیا جائے تو اسے اکھیڑ پھینکنا لازم ہے۔ مسجد نبوی اور مسجد حرام مسجد اقصیٰ کے قائم مقام ہو جاتی ہے جو یہ نذر مانے کہ وہ اس میں نماز پڑھے گا یا یہاں اعتکاف بیٹھے گا۔ اگر کسی نے یہ نذر مسجد نبوی کے بارے مانی تو اسے مسجد اقصیٰ کافی نہیں ہو گی۔ لیکن مسجد حرام اسے کافی ہو جائے گی کیونکہ وہاں اجر و ثواب زیادہ ہے۔ اگر کسی نے بیت المقدس کی طرف چلنے کی نذر مانی تو اسے اختیار ہے کہ وہ بیت المقدس کی طرف چلے یا ان دونوں مساجد میں سے کسی ایک کی طرف چلے۔ لیکن جس مؤقف کو علماء نے راجح لکھا ہے جو امام بغوی کے کلام کا تقاضا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسجد حرام کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ چلے۔ اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ وہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کو خوشبو لگائے گا تو اس میں امام الحرمین نے توقف کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں مساجد کے ساتھ اسے مختص کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر ہم تعظیم کی طرف دیکھتے ہیں جو انہیں کعبہ کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اگر کعبہ معظمہ کے امتیازی فضل کی طرف دیکھتے ہیں تو پھر نہیں۔ السید نے لکھا ہے کہ جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ آپ کی قبر انور کو خوشبو لگائے گا تو اس کے لیے قبر انور کو خوشبو لگانا ہی لازم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ امام مالک ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی مالکی پر رحم کرے جنہوں نے یہ اشعار کہے ہیں:

هناءٌ کم یا اهل طیبه قد حقا　　　فبالقرب من خیر الوری حزتم السبقا

ترجمہ: "اے مدینہ طیبہ والو! تمہیں بشارت ہو سچ بات یہ ہے کہ حضور خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کی وجہ سے تم سبقت لے گئے ہو۔"

فلا یتحرك ساكن ثوى بربوعها   الى سواها و ان جار الزمان ولو شقا

ترجمہ: ''اس جگہ پر رہنے والا اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جاتا اگرچہ زمانہ اس پر ظلم کرے اور اگرچہ زمانہ شدت اختیار کر جائے۔''

و كم ملك رام الوصول لمثل ما   وصلتم فلم يقدر ولو ملك الخلقا

ترجمہ: ''کتنے ہی بادشاہوں نے وہاں تک پہنچنے کی کوشش کی جہاں تم پہنچے ہو لیکن وہ قادر نہ ہوا اگرچہ وہ ساری زمین کا مالک بن گیا۔''

فبشرا كم نلتم عناية ربكم   فها انتم فى بحر عناية غرق

ترجمہ: ''تمہیں بشارت ہو۔ تم نے اپنے رب تعالیٰ کی مہربانی سے یہ سعادت حاصل کی ہے تم اس کی مہربانی کے سمندر میں غرق ہو۔''

ترون رسول الله فى كل ساعة   و من يراه فهو السعيد به حقّا

ترجمہ: ''تم ہر لحہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کر رہے ہو۔ جو آپ کی زیارت کرتا ہے وہ سعید ہے سچی بات یہی ہے۔''

متى جئتم لا يغلق الباب دونكم   وباب ذوى الاحسان لا يقبل الغلقا

ترجمہ: ''تم جب بھی حاضر ہو جاؤ تمہارے لیے درِ اقدس بند نہیں کیا جاتا۔ احسان کرنے والوں کے دروازے بندش کو قبول نہیں کرتے۔''

فيسمع شكوا كم و يكشف ضركم   ولا يمنع الاحسان ضرو لا رقّا

ترجمہ: ''آپ تمہارے شکوے سنتے ہیں تم سے غم دور کرتے ہیں کوئی نقصان یا غلامی اس احسان کو نہیں روک سکتی۔''

بطيبه مثوا كم و اكرم مرسل   يلا خطكم فالدهر يجرى لكم وفقا

ترجمہ: ''مدینہ طیبہ تمہارا ٹھکانہ ہے اور سارے مرسلین سے معزز ترین رسول کریم ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ زمانہ تمہارے لیے توفیق لے کر آیا ہے۔''

و كم نعمة الله فيها عليكم   فشكرا و نعم الله بالشكر تستبقى

ترجمہ: ''اس میں تم پر کتنی نعمتیں ہیں رب تعالیٰ کا شکر ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمتیں شکر کے ساتھ ہی محفوظ ہوتی ہیں۔''

امنتم من الدّجال فيها لحولها   ملائكة يحمون من دونها الطرقا

ترجمہ: "اس میں ہونے کی وجہ سے تم دجال سے محفوظ ہو۔ اس کے اردگرد ایسے فرشتے ہیں جو اس کے رستوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔"

کذالك من الطاعون انتم بما من فوجه التلالی لا یزال لکم طلقا

ترجمہ: "اسی طرح تم طاعون سے بھی امن میں ہو اور پہاڑوں کی چوٹیاں خندہ پیشانی سے تمہارا استقبال کرتی ہیں۔"

فلا تنظروا الا لوجه حبیبکم و ان حادت الدنیا و مرّت فلا فرقا

ترجمہ: "تم صرف اپنے حبیب لبیب ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھو اگر دنیا آئے یا جائے کوئی فرق نہیں۔"

حیاۃ و موتا تحت رحماہ انتم و حشر فستر الجاہ فوقکم ملقی

ترجمہ: "زندگی اور موت میں تم آپ کی پناہ میں ہو۔ اور روزِ حشر جاہ و منصب کا پردہ تمہارے اوپر ہوگا۔"

فیا راحلا عنها للدنیا تردیها اتطلب ما یفنی و تترك ما یبقی

ترجمہ: "اے دنیا کی وجہ سے اس سے اعراض کرنے والے کیا تو فانی کو تلاش کرتا ہے اور باقی رہنے والے کو چھوڑ رہا ہے۔

أتخرج عن حوز النبي و حرزہ الی غیرہ تسفیه مثك قد حقا

ترجمہ: "کیا تو آپ کی محفوظ پناہ اور قلعے سے نکلتا ہے کسی اور کی طرف جاتا ہے تمہاری بے وقوفی ثابت ہو چکی ہے۔"

لئن سرت من فیض المکارم عندہ فاکرم من خیر البریّة ما تلقی

ترجمہ: "اگر آپ کے پاس اخلاق عالیہ کے فیضان کی وجہ سے تو جا رہا ہے تو تو اس ہستی سے بہترین ذات کو نہ پا سکے گا جو ساری دنیا سے بہترین ہے۔"

ھو الرزق مقسوم فلیس بزائد ولو سرت حتی کدت تخترق الافقا

ترجمہ: "یہ تقسیم شدہ رزق ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے اگر تو چلے اور قریب ہے کہ تو افق کو چیر دے۔"

فکم قاعد قد وَسَّعَهُ الله رزقه و مرتحل قد ضاق بین الورٰی رزقًا

ترجمہ: "کتنے بیٹھنے والوں کے رزق کو رب تعالیٰ کشادہ کر دیتا ہے کتنے چلنے والے ہیں کائنات میں جن کا رزق تنگ ہے۔"

فعش فی حمی خیر الانام و مت به اذا کنت فی الدارین تطلب ان ترقی

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ کی پناہ میں زندہ رہو اور اسی میں مر جاؤ اگر تم دو جہاں میں ترقی کرنے کے خواہاں ہو۔"

اذا قمت فیما بین قبر و منبر　　بطیبہ فاعرف این خیر لك الارقی

ترجمہ: ''اگر تم منبر شریف اور قبر انور کے پاس کھڑے ہو تو سمجھ لو کہ اس سے ارفع مقام تمہیں کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔''

لقد اسعد الرحمان جار محمد　　و من حال فی ترحالہ فھو الاشقی

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے پڑوس کو سعادت مند کیا ہے جس نے وہاں سے رخت سفر باندھا وہ سب سے بد بخت ہے۔''

سب سے عظیم اور عجیب قصیدہ وہ ہے جسے امام ولی عارف باللہ ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر البسکری نے لکھا ہے۔ علامہ بدرالدین فرحون نے لکھا ہے کہ ایک متقی شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ مجھے شک ہے کہ وہ شیخ تھا یا اور کوئی۔ اس نے یہ قصیدہ پڑھا۔ جب آخر تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: ''ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں۔'' امام ابو عبداللہ التونسی نے اس سے خماسی بنائی۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

1. مدینہ طیبہ کے پہاڑوں کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں۔ جن میں حبیب رب العالمین کا روضہ مبارکہ ہے اپنے دل کو ہمیشہ آپ کی محبت سے آباد رکھ۔ حبیب لبیب ﷺ کا شہر مبارک اس قابل ہے کہ تو اس سے محبت کرے بڑی خوشی سے اس کے ذکر میں نغمہ زن ہو۔
2. ہر وقت اس مبارک شہر کی مٹی کے بوسے لیا کرو۔ ہر سال وہاں جانے کی سعادت حاصل کیا کرو۔ صرف ایک ہی بار اس کی زیارت نہ کرو۔ اے کریم لوگوں کی اولاد! جب بھی اس کی زیارت کا ارادہ کرو تو سر کے بل چل کر آؤ۔
3. اگر تم سعادت مند ہو تو اپنی ساری زندگی یہیں بسر کر دو اس مٹی میں حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہیں یہ سب سے پاکیزہ مٹی ہے۔ آپ کا پڑوس اختیار کر لو تو اس سے امن میں ہو جاؤ گے کہ تمہیں کسی شدت کا سامنا کرنا پڑے۔ حقیقت میں تمہاری زندگی اس وقت شروع ہو گی جب تم مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنا لو گے اور اس کے بلند مقامات پر بود و باش رکھو گے۔
4. یہ میری ہر اس چیز سے پناہ گاہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں یہ میری جنت ہے۔ جو اس میں تشریف فرما ہیں ان کے طفیل میری روح پاک ہو گئی۔ جب میں اسے دیکھتا ہوں تو یہی مجھے میری منزل نظر آتی ہے۔ حسن کی اس منزل اور اس سراپا جمال نے اور اس کی عمدہ صفات نے عاشقین کی عقول کو سلب کر لیا ہے۔
5. ان منازل کی مٹی کی مانند کوئی نعمت نہیں۔ یہ پانی ہیں جن کا پینا ہمارے لیے سراپا شفاء ہے۔ اے پاکیزہ ہوا اور عمدہ جھونکے والے شہر! پاکیزہ مشک کو بھی اس کی مٹی کی طرح خیال نہ کرو۔ افسوس! اس کی عمدہ خوشبو کو مشک کیسے پہنچ سکتی ہے۔

- یہ شہر خوباں تعریف کے اعتبار سے عمدہ کیوں نہ ہو۔ ہم اس کی عزت و تکریم کیوں نہ کریں۔ حضور ﷺ قبل از وصال اور بعد از وصال یہیں جلوہ افروز ہیں۔ اس کی بادِ صبح مرکب خوشبو کی نقل اتارتی ہے جب وہ خوشگوار ہوتی ہے۔ اے جوان! اگر تم خوشبو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر کچھ دیر کے لیے اپنے لب اس مٹی پر رکھ دو۔
- اگر یہ سارے شہروں سے پاکیزہ نہ ہوتا، مطہر نہ ہوتا۔ تو رب تعالیٰ اسے اس وقت اپنے محبوب کریم ﷺ کے لیے پسند نہ کرتا جب آپ کو سیر کرائی۔ اس کی پاکیزگی پر یقین کر لو جو بہتان باندھتا ہے اسے چھوڑ دو خوش ہو جاؤ۔ صحیح روایت میں بار بار آیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا نام طابۃ رکھا ہے۔
- یہ ہمارے لیے ہمارے محبوب کریم ﷺ کا گھر ہے۔ نفس اپنے محبوب کے گھر کو پسند کرتا ہے۔ اس کے نصیب کی وجہ سے رب تعالیٰ نے اسے مشرف فرمایا ہے۔ اس کی عمدگی کی وجہ سے اسے عمدہ لوگوں کے لیے مختص کیا ہے۔ اسے پسند کیا اور یہاں سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی۔
- اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے سایوں پر طویل ہو گئی ہیں۔ یہ اس ہستی کی وجہ سے ہے جس نے نفوس کو ان کی گمراہی سے روکا۔ تم شہروں میں گھوم کر دیکھ لو تمہیں اس جیسا مبارک شہر نہ ملے گا۔ مدینہ طیبہ کی طرح کی اور کوئی منزل نہیں ہے۔ اس کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ اس کے صحن میں حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوئے۔
- میرے لیے کون ہے جو حبیب لبیب ﷺ سے ملاقات کرے اور کامیاب ہو جائے اور اس کی مٹی سے مشک اذفر جیسی خوشبو سونگھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کائنات کا دل جس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے اسے کائنات کی بہترین ذات پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے لیے مختص کیا گیا۔ جو قدر و منزلت میں سب سے عظیم ہیں تمہاری کیا رائے ہے۔
- اس کے ساتھ میری محبت تکلف کے بغیر طبعی ہے حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک کے لیے دلوں کو اس کے لیے پاکیزہ کر دیا گیا ہے۔ اس سرزمین مقدس کا جلال کسی پر مخفی نہیں ہے۔ جب اس کے مقابلہ میں دیگر شہروں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تو وہ ان حروف کی مانند ہو جاتے ہیں جن کا کوئی معنی نہ ہو۔
- یہ پاکیزہ دلوں کا محبوب ہے یہ اپنے اہل اور مہمانوں کے لیے کشادہ منزل ہے یہ ساری زمین سے فضیلت لے گیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ یہ مسمّٰی القدس سے بلند ہے لیکن یہ قریب ہے پھر مکہ مکرمہ تو وہی ہے جو ہے۔
- تین امور کے لیے اس کی زیارت کو لازم پکڑو۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں خوف سے امن ہوتا ہے۔ یہ دونوں شہر دلوں کو پاک کرتے ہیں۔ ان میں فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ جب بھی یہ ظاہر ہوتے ہیں ان کی روشنی ظلمتوں کو دور کرتی ہے۔

- ⑭ یہ بات خوب سمجھ لو۔ مجھے امید ہے کہ تجھے افاقہ ہوگا تم وہ امر سمجھ جاؤ گے جو آسمانوں سے بالا ہے کہ ان دونوں شہروں کے لیے فضیلت ہے۔لیکن سارے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ زمین جس نے آپ کے اعضاء مبارکہ کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ ساری زمین سے بہترین ہے۔
- ⑮ عجیب امر یہ ہے کہ میری محبت اسی سے ہی تسلی پاتی ہے۔اسی پاک زمین کو حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہار اپنے جواہرات کی وجہ سے گراں قدر ہوتے ہیں۔ جی ہاں! لوگوں نے سچ کہا ہے کہ زمین اپنے مکینوں کی وجہ سے ارفع مقام پاتی ہے۔ جیسے نفس اس وقت پاک ہوتا ہے جس وقت اس کا ٹھکانہ پاک ہو جاتا ہے۔
- ⑯ میں تمہیں کہتا ہوں تم فراق اختیار کرنے والے نہ بنو۔آپ کے حجرات مقدسہ کے پاس قیام کرو یہ ہیبت کا مقام ہے۔وہاں التجا کرو تمہیں خائب و خاسر نہیں ہونا پڑے گا۔اسی سے مدینہ طیبہ کی فضیلت آشکارا ہوتی ہے اور اب ساری فضیلتیں اس میں موجود ہیں۔
- ⑰ اس سے مخلوق کے لیے واضح رستہ ظاہر ہوا شہروں پر یہ بہت بڑا احسان ہے اس کی فضیلت کے خصائص طاقتور ہیں۔اسے جنت کے باغ کے لیے مختص کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے مشرف کیا ہے اور یہ عنایت کیا ہے۔
- ⑱ یہ دیکھنے والے دل کے لیے مخفی نہیں ہے۔اپنے دل کو خواہشات سے پاک کرو اور دیکھو اپنے دل کو خواہشات سے پاک کر دو غور وفکر کرو۔ وہاں پر اپنا رخسار رکھ دو۔اللہ تعالیٰ اپنے رسول مکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور اس شہر خوباں کو سیراب کرے۔
- ⑲ یہ رات کو آنے والے ہر شیطان سے محفوظ ہے۔ یہ دجال کے داخل ہونے اور طاعون کے لاحق ہونے سے محفوظ ہے۔اس میں انسان کا دل پر اعتماد رہتا ہے۔ یہ اس کے عمدہ محاسن ہیں کیا اس کا کوئی دلفگار عاشق ہے جو اس سے دور رہنے پر انتہائی بخیل ہو۔
- ⑳ مولا! مجھے ہمیشہ اس کی حمایت کے تحفظ میں رکھ۔میں جب اس سے دور ہونے کا ارادہ کروں میری موت سے کچھ دیر قبل مجھے یہاں لے آ۔میں خوفزدہ ہوں کہ میں کہیں اس سے جدا نہ ہو جاؤں۔اس طرح میرے دل کو بہت دکھ اور درد ہو۔
- ㉑ اے وہ بہترین ذات والا، جس سے کچھ مانگا جاتا ہے۔اے سب سے کریم ذات جس سے دعا مانگی جاتی ہے۔میرا کجاوہ اور اسلام اس شہر سے دور نہ کر۔اس مبارک جگہ سے دور ہونا خسارہ ہی خسارہ ہے۔میں جب بھی کسی جانے

والے کا حال دیکھتا ہوں تو میرا دل اس کے لیے غمزدہ اور مغموم ہو جاتا ہے۔

- ۲۲ جان بوجھ کر اس شہر سے کوچ نہ کرو۔ میں اس سفر کو ضائع سمجھتا ہوں۔ اگر تم یہاں ٹھہرے رہو تو تمہاری اطاعت ہے میں تمہیں کیوں دیکھتا ہوں کہ تم یکے بعد دیگرے گروہوں کی صورت میں اس کی پناہ طلب کرتے ہوئے آرہے ہو۔
- ۲۳ یہ سفر کیوں ہے؟ مدینہ طیبہ میں ہی تمہاری حفاظت کا سامان ہے حضور خیر الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہی تمہیں مدد حاصل ہوگی یہاں تمہارا ہونا اور ٹھہرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ بخدا! تمہاری جدائی نے میرے دل کی آگ کو بھڑکا دیا ہے اور میری آنکھوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلے ہیں۔
- ۲۴ بخدا! تم نے ہر نیکی کو ضائع کر دیا ہے مدینہ طیبہ کی طرف واپس آجاؤ اس کی برکات وخیرات کم نہیں ہیں۔ مجھے کیا ہے اگر تم میرا یہ حیلہ قبول نہ کرو۔ اگر فضیلت کی جستجو میں پریشان ہو تو پھر اس شہر مبارک میں ساری خیرات جمع ہیں۔
- ۲۵ کیا تم کسی جاہ ومنصب کے حصول کے لیے یہاں سے سفر کرنا چاہتے ہو۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاہ ومنصب سب سے اکمل ہے۔ یا تمہیں پیاس نے آلیا ہے تو یہ عمدہ چشمہ ہے یا تمہیں کسی نقصان کا اندیشہ ہے تو پھر ان برکات میں غور وفکر کرو جن میں سے عمدہ ترین تک تم پہنچو گے۔
- ۲۶ جب انسان کسی تنگی کی وجہ سے یہاں سے سفر نہیں کرتا یہاں تھوڑے رزق پر گزارہ کر لیتا ہے یہاں قناعت کرو اگرچہ تھوڑے سے لقمے کے ساتھ ہی۔ اس کے لیے ہلاکت جو کسی خواہش نفسانی کی وجہ سے زیادہ مانگتا ہے۔ وہ ایسی زندگی کے حصول کے لیے یہاں سے جاتا ہے جس کے انجام کا اسے علم نہیں۔
- ۲۷ خواہش نفسانی اور تلذذ کی وجہ سے یہاں سے کوچ نہ کرو۔ ذرا اس پناہ اور رلذت کو دیکھو۔ جس پر نفس قائم رہ سکے۔ اسی پر قناعت کر اور اتنی غذا حاصل کر جو زندگی کے لیے وہ کافی ہو جو کفایت کرے۔ وہ صحیح نہیں جو نفوس کو سرکشی پر ابھارے اور اس کی خسیس آرزوؤں کو پورا کر دے۔
- ۲۸ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جو اس میں قحط سالی کی پرواہ نہیں کرتا جو اطاعت گزار ہو کر یہاں زندگی بسر کرتا ہے وہ وہاں سالوں کی مدت کو ایک ساعت سمجھتا ہے۔ مولا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس کے کم رزق پر مجھے قناعت کرنے کی توفیق دے دے۔ اور اس کی پناہ گاہ میں مجھے قلعہ بند ہونے کی توفیق عطا فرما۔
- ۲۹ مولا! یہ سراپا نعمت ہے۔ اس کی نعمتوں کا ابر کرم مجھ پر برسا۔ اس کے زائر سے محبت کر اور اس کے مقیم سے راضی ہو جا۔ میں اس وقت سعید ہوں گا جب تو مجھے یہاں قیام کرنے کی سعادت عطا کرے گا اور تیری رضا اور وہاں دائمی قیام حاصل ہو جائے گا حتی کہ میں دنیائے فانی کو خیر آباد کہہ جاؤں گا۔

- مولا! اس شہر خوباں تک پہنچنا میرے لیے آسان کر دے۔ میرے نفس کو آمادہ کر کہ وہ اس میں داخل ہو جائے۔ نفس تجھ سے سوال کرتا ہے اے کریم! اسے قبول فرما۔ میں نے نفس کی تمنا کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے اس کی التجاء کو قبول کر لیا ہے اس کے لیے بشارت!
- اگر تم سچے اور ہمت والے ہو تو اس مبارک شہر کی خدمت کرو۔ اس کی خدمت ضائع ہونے والی نہیں ہوتی۔ یہاں سیر کرو۔ یہ اس ذات کا پڑوس ہے جو ساری دنیا سے زیادہ اپنے عہد کو نبھانے والی ہے اور سب سے معزز ہے اس کے قرب پر فخر کیا جا سکتا ہے۔
- ہر کارواں کے ساتھ طیبہ کا عزم کرو۔ وہاں قیام کرو اگر مٹھی بھر غذا میسر ہو سکے تو اسی پر قناعت کرو ہر سال اس ذات والا کی زیارت کرو جو آیات اور نور کے ساتھ تشریف لائی۔ دلوں کو اندھے پن سے شفایاب کیا۔
- آپ کا یہ بہت بڑا منصب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیر کرائی۔ آپ ہمارے لیے شفیع کریم ہیں آپ ایسی کریم ذات ہیں جنہیں دیدار الٰہی کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ آپ شرف اس مقام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ جسے وسیلہ کہا جاتا ہے۔ وہ بہترین ذات ہے جسے یہ مقام عطا کیا جائے گا۔
- سارے اخلاق کریمانہ آپ کی مبارک چادر کی تہ میں ہیں آپ کے ورودِ مسعود کی وجہ سے ساری کائنات روشن ہوگئی۔ سمندر ان کی سخاوت کے عطیات سمیٹنے سے عاجز ہے۔ آپ کائنات کی آنکھ کی پتلی ہیں اور اس کے وجود کا راز ہیں۔ آپ یٰسین، زندگی کی اکسیر اور طٰہٰ ہیں۔
- غار کے کبوتر نے آپ کی حفاظت کی۔ جنگل میں بھیڑیے نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔ میں آپ کی ذات کی جلالت کو شمار کیسے کر سکتا ہوں۔ میرے لیے یہی کافی ہے۔ میں آپ کی کچھ صفات بھی بیان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ میرے پاس سنگریزوں جتنے منہ ہوں۔
- شفاعت کا امر آپ کے دستِ اقدس میں ہے۔ ہرنی نے آپ کو پکارا تو اس کا نقصان ختم ہو گیا۔ روح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے تو آپ اس کی قدر کو شرف عطا کر دیتے ہیں۔ آپ کے اتنے کثیر محاسن ہیں جن کا شمار ممکن ہی نہیں آپ کی مثال اور نظیر ہمیں نظر ہی نہیں آتی۔
- رب تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے دونوں جہانوں میں آپ کو ہر قسم کی عنایت عطا کی ہے۔ آپ بزرگی کی انتہائی رفعتوں پر فائز ہیں۔ میں قرآن پاک کی ایک ایسی آیت سے آگاہ ہوا ہوں۔ جس سے مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کی رفعت کو مشابہت نہیں دی جا سکتی۔

- میں نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو خصائص کے ساتھ مختص کیا ہے آسمان کے فرشتوں کے ساتھ آپ کی تائید کی گئی۔ انبیائے کرام کی زبان سے آپ کی تعریف کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ عالمین کی فضیلت محدود ہے لیکن نبی مختار ﷺ کے فضائل ان گنت ہیں۔
- وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی تعریفیں باقی رہیں گی۔ ہم میں کتنی ہی ایسی آیات ہیں جو آپ کی عمدہ تعریف ہیں۔ آپ کے عمدہ اوصاف نے اہلِ زبان کو تھکا دیا ہے۔ اس ذاتِ والا کی تعریف کا احاطہ کرنے کی سبیل کیسے ہوسکتی ہے جیسے اس کا معبود برحق فرمادے۔ "آپ کا منصب رفیع ہے۔"
- تمہارے زندگی بھر کے ساتھی گمراہ نہ ہوئے۔ آپ کو منتخب کرلیا گیا اور آپ کی تکریم کی گئی۔ آپ کے "دل نے جھوٹ نہ بولا بلند مقام پایا۔ آپ کے لیے یہی کافی ہے جو آسمان کے رب نے فرمایا ہے اس نے کہا ہے:۔ جو آپ کی بیعت کررہے تھے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کررہے تھے۔"
- سارے انبیائے کرام نے آپ کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ آپ ختم المرسلین ﷺ ہیں۔ اس لیے وہ آپ سے پہلے تشریف لائے۔ آپ کو لواءِ حمد اٹھانے سے مختص کیا گیا ہے۔ کیا ایسے فخر آپ سے قبل کسی کے لیے تو نے سنے ہیں۔ آپ کی کریم خلقت کتنی پاکیزہ ہے۔
- اے ہادی کی امت! تمہاری مثل کون ہوسکتا ہے۔ احمد مجتبیٰ ﷺ کا جلال تمہارے کمال کو دیکھ رہا ہے۔ آپ ہی تمہاری پردہ پوشی فرمانے والے ہیں۔ آپ ہی تمہارے انجام کے لیے عمدہ ذخیرہ ہیں۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرو۔ اسی کے ساتھ ہی نفوس کو رشد اور غنا جیسی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے بندوں میں حضور اکرم ﷺ جیسا کوئی نہیں۔ روزِ حشر آپ ہی مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔ آپ کا حوضِ کوثر ایک عمدہ مورد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کسی قید کے بغیر ہی صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ آپ کی ذات والا پر رب تعالیٰ کی بہت زیادہ برکات ہوں۔
- آپ پر درود پڑھنا ہی ہمیں کل بچائے گا۔ جب غمزدہ ہوجاؤ تو اپنے پاس حضور انور ﷺ کا ذکر خیر کرلو۔ دشمنوں کے جگروں کو آپ پر درود شریف پڑھ کر غیظ میں مبتلا کردو۔ آپ کی عظیم اولاد پاک پر بھی درود شریف بھیجو جو ہدایت کے سورج ہیں آپ کی عترت پاک کی تکریم کرو اور جوان سے محبت کرے اس کی تعظیم کرو۔
- حضور اکرم ﷺ کی اولاد پاک کی تعظیم کرو۔ ان کے پاس ہی آرزوئیں پوری ہوتی ہیں۔ جود وسخا ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہے۔ ہماری تعریف کا رخ آپ کی طرف اور آپ کی اولاد پاک کی طرف ہے۔ اسی طرح آپ پر اور آپ

کی اولاد پاک پر ہمارا سلام ہو۔اور اس مبارک گروہ پر سلام ہو جنہوں نے ان کی اصلاح کی گواہی دی ہے۔

- جب فیاضی آپ کے بادل کو تلاش کرتی تو بلند اقبال لوگ ضرورت کے وقت آپ کے دروازوں کے پاس ہی آتے تھے۔وہ موروثی بزرگی کے جوہر کے وارث بنے۔میری مراد آپ کے دانشمند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو تقویٰ شعار گروہ ہے۔جسے ہدایت ملی ان کی ہدایت کی وجہ سے ملی۔
- میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔آپ کی پناہ کی طرح کی کوئی پناہ نہیں،آپ اس سے راضی ہو جائیں اور اس کے نفاذ کا کرم فرما دیں تو پھر وہ پناہ کتنی عمدہ ہے جسے میں حاصل کر رہا ہوں۔ساری تعریفیں اللہ کریم کے لیے ہیں یہ عمدہ اشیاء ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ان سے راضی ہو جائیں گے۔

شیخ ابو عبداللہ محمد نے ایک قصیدہ کو یوں خماسی بنایا ہے۔

- 1 علامہ بسکری کے قصیدہ نے قبولیت کا شرف حاصل کر لیا۔مجھے کہا گیا کہ میں اسے خماسی بنا دوں تاکہ یہ طویل ہو جائے۔میں نے ثواب کے دروازہ میں داخل ہونے کی کوشش کی۔میں نے کلام آراستہ کرنے کے لیے اپنا دامن کھینچا۔کہا گیا کہ باغ پھلیں پھولیں اور ان کی خوشبو میں اضافہ ہو۔
- 2 اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے۔مجھے معاف کرے اور اسے معاف کرے جو اسے پڑھے۔دار نعیم میں ہمارے لیے ضیافت کا اہتمام کرے۔اللہ تعالیٰ انہیں مخلصین کا اجر عطا کرے۔ان کے قصیدہ پر سچائی کی روشنی دیکھی جا سکتی ہے۔ان کے لیے وہی خواب کافی ہے جو انہوں نے دیکھا۔
- 3 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:''میں اس قصیدہ کی وجہ سے راضی ہو گیا ہوں۔انہوں نے اپنی عمدہ نیت کی وجہ سے بشارت کو پا لیا ہے۔اگر میں پسند کروں کہ میں بھی اس کی مثل پا لوں تو یہ سعادت ہے جس سے مجھے نوازا گیا ہے۔وہاں میرا دل اپنی خواہشات بر آنے پر کامیاب ہو جائے گا۔
- 4 مولا! حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارا معاملہ آسان کر دے۔ہماری لغزشیں بخش دے۔ہمارا نقصان ختم کر دے۔ہمارے عطیات کو بڑا کر دے۔ہماری ستر پوشی فرما۔مدینہ طیبہ میں آپ کی پناہ میں ہمارا ٹھکانہ بنا۔ہمارے نفوس کے سوالات اور ان کی دعائیں قبول فرما۔
- 5 اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیج۔آپ کی آل پر اور صحابہ کرام پر جو قیام،رکوع اور سجود کرتے تھے جو اپنی زبان،ہاتھوں اور مال سے تیرے دین کا دفاع کرتے۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے بلند مقام سے محبت کرتے تھے۔

ہجرت کے پہلے اور دوسرے سال کے اہم واقعات

پہلا باب

آپ کی نماز جمعۃ

یہ پہلا جمعۃ المبارک تھا جو آپ ﷺ نے ادا فرمایا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا۔ جیسے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے "العیون" میں ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "یہ پہلا خطبہ تھا جو حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دیا۔ آپ اہلِ مدینہ طیبہ میں کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "امابعد! اے لوگو! نیک اعمال سرانجام دو۔ تم سب کو ضرور جان لینا چاہے کہ تم میں سے ہر ایک نے صاعقہ کا سامنا کرنا ہے۔ وہ اپنی بھیڑیں اس حالت میں چھوڑے گا کہ انہیں چرانے والا کوئی نہ ہوگا۔ پھر اس کا رب تعالیٰ اس سے ضرور پوچھے گا۔ اس کے لیے نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ ہی حاجب۔ جو اس سے اس کے لیے پردہ کرے "کیا تیرے پاس میرا رسول مکرم ﷺ تشریف نہیں لایا۔ اس نے تجھے تبلیغ نہیں کی۔ میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا۔ کیا میں نے تجھ پر فضل و کرم نہیں کیا۔ اب بتا تو نے اپنے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ وہ اپنے دائیں بائیں دیکھے گا۔ اسے کچھ نظر نہ آئے گا وہ اپنے سامنے دیکھے گا اسے جہنم کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ جو اپنے چہرے کو جہنم سے بچانے کی استطاعت رکھتا ہو خواہ کھجور کے ٹکڑے سے ہی، وہ ضرور اس طرح کرے۔ جو یہ بھی نہ پائے اسے عمدہ گفتگو سے ہی اپنے آپ کو جہنم سے بچانا چاہیے۔ وہاں ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات گنا تک ہوگا۔ السلام علیکم والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پھر آپ نے دوسری بار ایک اور خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ہم اپنے نفوس کی برائیوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے صرف اسی کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت عطا نہیں کرسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے۔ بہترین کلام رب تعالیٰ کی کتاب ہے وہ کامیاب ہوگیا جن کے دل میں رب تعالیٰ نے اسے مزین کر دیا۔ کفر کے بعد اسے اسلام میں داخل کر دیا۔ اسے لوگوں کی باتوں پر ترجیح دی۔ یہ ساری باتوں سے عمدہ کلام ہے۔ سارے کلاموں سے بلیغ ہے اس سے تم بھی پیار کرو جس سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے۔ دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔ کلام الٰہی اور ذکر الٰہی سے اکتا نہ جاؤ۔ تمہارے دل اس سے بیزار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہ کلام ان چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے پھر انہیں منتخب کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اعمال میں سے عمدہ ترین بندوں میں سے برگزیدہ اور کلام میں سے صالح کا نام دیا ہے۔ جو کچھ لوگوں کو دیا گیا ہے اس میں سے بعض حلال اور حرام امور ہیں۔ رب تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ رب تعالیٰ کے بارے سچ کہو یہ بہترین بات ہے جو تم کرتے ہو۔ رحمت الٰہیہ کی وجہ سے باہم محبت کرو۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑنے سے ناراض ہوتا ہے۔"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ابن جریر نے حضرت سعید بن عبدالرحمان الجمحی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں پہلے جمعۃ المبارک کے موقع پر یہ خطبہ دیا۔ "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اسی کی تعریف کرتا ہوں۔ اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اسی سے ہدایت مانگتا ہوں۔ اسی پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کا کفر نہیں کرتا۔ اسکے ساتھ جو کفر کرتا ہے اس سے عداوت رکھتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ نور اور نصیحت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اس وقت رسل عظام کو تشریف لائے کافی مدت گزر چکی تھی۔ لوگوں کے پاس علم قلیل تھا۔ لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ قیامت قریب آگئی ہے موت کا وقت بھی قریب آگیا ہے جو اللہ رب العزت اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ کامیاب ہے۔

جس نے ان کی نافرمانی کی۔ وہ گمراہ ہوگیا۔ جس نے زیادتی کی اور بہت زیادہ گمراہ ہوگیا۔ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو عمدہ وصیت کرسکتا وہ یہ ہے کہ وہ اسے آخرت کی ترغیب

دے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرے۔اس سے ڈرو جس سے رب تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے۔اس سے بڑھ کر اور کوئی ذکر نہیں۔جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔اس خوف کی بنا پر تقویٰ پر عمل کرتا ہے تو یہ امر اس کے لیے اس چیز کے حصول کے لیے عمدہ مددگار ہوگا۔جو تم آخرت کے بارے چاہتے ہو۔جو اعلانیہ اور مخفی طور پر اس امر کی اصلاح کر لیتا ہے جو اس کے اور اس کے رب تعالیٰ کے مابین ہے اس سے مقصود صرف رضائے الٰہی ہوتی ہے تو پھر اس دنیا میں یہ اس کے لیے ذکر بن جائے گا اور موت کے بعد اس کے لیے توشہ بن جائے گا۔جب انسان اس چیز کا محتاج ہوگا جو اس نے آگے بھیجی ہوگی۔جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس کے بارے وہ چاہے گا کہ اس کے اور اس کے مابین طویل بُعد ہوتا۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران:۳۰)

ترجمہ: ''ڈراتا ہے تمہیں اللہ اپنے (عذاب) سے اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔''

اس نے سچ بات فرمائی۔اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔اس میں کوئی وعدہ خلافی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (ق:۲۹)

ترجمہ: ''میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔''

اپنے جلد ملنے والے یا دیر ملنے والے امور میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔

بلاشبہ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝ (الطلاق:۵)

ترجمہ: ''اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اس کی برائیوں کو اور (روزِ قیامت) اس کے اجر کو بڑا کر دے گا۔''

جو رب تعالیٰ سے ڈرا وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر گیا۔تقویٰ رب تعالیٰ کی ناراضگی سے بچاتا ہے۔یہ اس کی سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔تقویٰ چہرہ کو سفید کرتا ہے۔رب کو راضی کرتا ہے درجات بلند کرتا ہے اپنا حصہ حاصل کرو۔رب تعالیٰ کی جناب میں تفریط نہ کرو اس نے تمہیں اپنی کتاب کی تعلیم دی ہے۔اس نے تمہارے لیے اپنا رستہ واضح کیا۔تاکہ وہ سچوں اور جھوٹوں کے بارے جان لے۔تم اس طرح احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو۔اس کے رستہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ (الانفال:۴۲)

ترجمہ: ''تاکہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیئے دلیل سے جیئے۔''

اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اختیار کے علاوہ اور کوئی طاقت اور اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ موت کے بعد جو کچھ ہے اسے جان لو۔ جو اس امر کی اصلاح کر لیتا ہے جو اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین ہے تو رب تعالیٰ اس کے اس امر کے لیے کافی ہو جاتا ہے جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے۔ وہ اس کے خلاف فیصلے نہیں کر سکتے۔ لوگوں کا مالک وہی ہے۔ لوگوں کو اس پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ اکبر۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہات

1. الروض الانف میں ہے" آپ نے فرمایا: "احبوا اللہ من کل قلوبکم" اس سے مراد یہ ہے کہ دل کے سارے اجزاء پر اس کی محبت کا غلبہ ہو۔ دل کا ہر عمل اور ذکر رب تعالیٰ کے لیے سراپا خلوص ہو۔ "فانہ من کل ما یخلق اللہ یختار و یصطفی" کے بارے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ فانہٗ میں الہاء ضمیر کلام الٰہی کی طرف راجع نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر اور حدیث کی ضمیر ہے۔ گویا کہ فرمایا: "ان الحدیث من کل... کیونکہ سارے اعمال اللہ رب العزت کے تخلیق کردہ ہیں۔ ان میں سے جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔ و ربك یخلق من یشاء و یختار۔ (قصص: ٦٨) آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ خیرتہٗ من الاعمال سے مراد ذکر اور تلاوت کلام الٰہی ہے۔ مصطفیٰ من عبادہٖ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ (حج: ٧٥)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بعض کو رسول۔"

ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ عمل ہو جو لوگوں کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں "مِنۡ" تبعیضیہ نہیں ہوگا۔ یہ ابتدائے غایت کے لیے ہوگا۔ کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جس کی توفیق رب تعالیٰ نے دی ہے۔ اور پھر اسے مکمل کرنے کی توفیق دی ہے۔

ان الحمد للہ احمدہٗ میں الحمد للہ دال کے رفع کے ساتھ ہے۔ میں نے اس کا اعراب اسی طرح دیکھا ہے۔ یہ اعراب حکایۃ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اضمار الامر کی وجہ سے ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا: "ان الامر الذی اذکرہٗ" ہٗ کی ضمیر جو امر کی طرف راجع تھی اسے حذف کر دیا۔ تاکہ کوئی بھی چیز رب تعالیٰ کی حمد سے مقدم نہ ہو

سکے۔اِنَّ کا مقدم ہونا اسماء کی تقدیم میں سے نہیں ہے۔یہ تو ایک حرف ہے جو اپنے مابعد کو مؤکد کرتا ہے۔قرآن پاک کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے۔حضور ﷺ نے حصولِ برکت کے لیے اپنے خطبہ کا آغاز بھی حمد سے کیا۔

◆ روز جمعۃ کو جمعۃ کیوں کہا جاتا ہے اس میں اختلاف ہے۔اس میں اتفاق ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اسے عروبۃ کہا جاتا تھا۔ابوجعفر النحاس نے اپنی کتاب "صناعة الكتابة" میں لکھا ہے کہ اہلِ عرب الف لام کے ساتھ شاذ و نادر ہی معرب بناتے ہیں۔اس کا معنی ہے واضح اور عظیم دن۔اسکا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں مخلوق جمع ہوتی ہے۔ابوحذیفہ بخاری نے اسے المبتداء میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔دوسرا قول یہ ہے کیونکہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

امام احمد، امام نسائی، ابن خزیمہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ روز جمعۃ کیا ہے۔"میں نے عرض کی:"اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ ہی جانتے ہیں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔تیسری بار آپ نے فرمایا:"کیونکہ اس میں تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔"اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے۔جسے ابن ابی حاتم نے قوی اسناد سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔امام احمد نے اسے مرفوع روایت کہا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔الحافظ نے لکھا ہے"یہ اصح ہے اس روایت کے ساتھ ساتھ وہ روایت بھی ہے جسے امام ابن سیرین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انصار حضرت اسعد بن زرارہ کے ہمراہ جمع ہوتے تھے۔وہ یوم جمعۃ کو یوم العروبۃ کہتے تھے۔وہ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے۔وہ اس کو اس اجتماع کی وجہ سے یوم جمعہ کہتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ لوگ اس میں نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اس لیے اسے روزِ جمعۃ کہتے تھے۔اسے ابن حزم نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کیونکہ یہ اسلامی نام ہے۔جو زمانہ جاہلیت میں نہیں تھا اسے پہلے عروبہ کہا جاتا تھا۔اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔اہلِ لغت نے لکھا ہے"عروبہ ایک قدیمی نام ہے۔جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔وہ کہتے تھے جمعۃ سے مراد یوم العروبۃ ہے۔ظاہر ہے کہ انہوں نے ساتوں دنوں کے نام تبدیل کر دیے تھے۔ان کے پہلے نام یہ ہیں"اول، اھون، جُبار، دُبار، مؤنس، عروبۃ اور شیار۔"

علامہ جوھری نے لکھا ہے"اہلِ عرب اپنے پرانے ناموں میں سوموار کو"اھون" کہتے تھے۔اس سے یہی علم ہوتا ہے۔کہ ان کے نام تو تھے جو آج تک متعارف ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ کعب بن لوی نے اس کا نام جمعۃ رکھا تھا۔یہ قول دلیل کا محتاج ہے کہ اہلِ عرب نے اس کا نام تبدیل کر کے جمعۃ رکھا تھا۔اور عروبۃ کا نام خاص نقل کی طرف

باقی رکھا۔

◆ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ میں نماز جمعۃ پڑھتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے اذن سے تھا۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ آنے سے قبل نماز جمعۃ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ میں جمع نہ کر سکتے تھے۔ نہ ہی آپ اس کا آغاز کر سکتے تھے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ "امابعد! اس دن میں غور وفکر کرلو جس طرح یہود ہفتہ کے روز زبور باآواز بلند پڑھتے ہیں۔ اپنی خواتین اور بچوں کو جمع کرو۔ جب سورج جمعہ کے روز زوال سے ڈھل جائے۔ تو دو رکعتیں پڑھ کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔" سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جمعۃ پڑھائی حتیٰ کہ حضور انور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے وہ ظہر کے وقت صحابہ کرام کو جمع کرتے۔" اس روایت کی سند میں محمد بن غالب باھلی ہیں ان پر حدیث وضع کرنے کی تہمت لگائی جاتی تھی الزھر میں' اس روایت کے متن میں ارسال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے نماز جمعۃ شروع کی تھی۔ عبدالرزاق نے صحیح سند سے حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ آیت جمعۃ اترنے سے قبل اور حضور انور ﷺ کے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہونے سے قبل اہلِ مدینہ طیبہ نماز جمعۃ پڑھتے تھے۔ انصار نے کہا: "یہودیوں کے لیے ہفتہ میں ایک دن متعین ہے۔ جس میں وہ جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کے لیے ایک دن متعین ہے۔ آئیں ہم بھی ایک دن جمع ہو جایا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ نماز پڑھا کریں اور اس کا شکر ادا کیا کریں۔ انہوں نے یوم العروبۃ کو اس کام کے لیے مختص کیا وہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں جمع ہوتے تھے۔ وہ انہیں نماز جمعۃ پڑھاتے تھے اس کے بعد یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الجمعۃ:۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تمہیں بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن تو دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے۔ لیکن اس کی شاہد روایت بھی ہے جس کی سند حسن ہے۔ جسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ نے اسے صحیح لکھا ہے۔ حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے قبل حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز جمعۃ پڑھاتے تھے۔ حضرت ابن سیرین کی مرسل روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان صحابہ کرام نے روز جمعۃ کو اپنے اجتہاد سے منتخب کیا

تھا۔اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں ہوں اور آپ نے وحی کے ذریعے اس کے بارے جان لیا ہو لیکن مکہ مکرمہ میں یہ ممکن نہ ہو۔ جیسے کہ گذشتہ روایات سے عیاں ہوتا ہے۔ پھر آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ جمعہ پڑھائی۔ جیسے ابن اسحاق نے روایت کیا ہے صحابہ کرام کو توفیق الٰہی اور حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے ذریعے اس دن کو منتخب کرنے کی توفیق ملی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق اسی دن مکمل ہوئی انسان کو عبادت کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔مناسب یہی ہے کہ وہ اس روز عبادت میں مشغول رہے۔رب تعالیٰ نے اس روز موجودات کو مکمل کیا۔اس میں اس انسان کو پیدا کیا جو ان سے نفع اٹھاتا ہے۔لازم ہے کہ وہ اس روز عبادت کر کے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔اس کا تتمہ خصائص میں آئے گا ان شاء اللہ!

دوسرا باب

مسجد نبوی کی تعمیر

یہ روایت گزر چکی ہے۔ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس آپ کی مبارک اونٹنی بیٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا: "یہی قیام گاہ ہے۔"

پھر آپ نیچے تشریف لے آئے۔ آپ نے یوں عرض کی:

رَّبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۹﴾ (المومنون: ۲۹)

ترجمہ: "اے میرے رب اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔"

یہ جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ جن کا نام سہل اور سہیل تھا۔ اس جگہ کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ یحییٰ بن حسن اور بلاذری وغیرہما نے ان کا نسب یوں لکھا ہے۔ "ابنا رافع بن ابی عمرو بن عائذ بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار۔ ابن حزم نے یہی صراحت لکھی ہے۔ ابو عمر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ یہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔

صحیح روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نجار کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "بنو نجار! مجھ سے اس قطعۂ زمین کی قیمت لے لو۔" انہوں نے عرض کی: "بخدا! ہم اس کی قیمت (اجر و ثواب) صرف اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں گے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا سودا کیا تاکہ اس جگہ مسجد نبوی تعمیر کریں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں بطور ھبہ پیش کرتے ہیں۔" مگر آپ نے ان سے بطور ہبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ یہ جگہ ان سے خرید لی۔ پھر یہاں مبارک مسجد تعمیر کی۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اس جگہ مسجد بنا رکھی تھی۔

یحییٰ بن حسن نے حضرت زید بن ثابت کی والدہ ماجدہ حضرت نوار بنت مالک رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انہوں نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ اسی جگہ لوگوں کو پانچ وقت کی نماز

پڑھاتے تھے۔ وہ اس جگہ لوگوں کو نماز جمعۃ بھی پڑھاتے تھے۔ یہ حضرت سہل اور سہیل رضی اللہ عنہما کی جگہ تھی جہاں لوگ اپنی کھجوریں خشک کرتے تھے۔ گویا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے اسی جگہ میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ اس جگہ مسجد تعمیر کی۔ یہی آپ کی مبارک مسجد ہے۔"

شیخان اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد کی صرف دیواریں تھیں جس پر چھت نہ تھی۔ اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا۔ آپ نے غرقد کی کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا۔ زمانہ جاہلیت کی کچھ قبریں وہاں موجود تھیں۔ آپ نے وہ قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا۔ ہڈیاں کہیں غائب کرنے کا حکم دیا۔ اس جگہ میں کچھ پانی تھا جس کا رستہ بنا کر باہر نکال دیا گیا۔ اس جگہ کچھ کھنڈرات تھے۔ انہیں ہموار کر دیا گیا۔ قبلہ کی طرف ستون رکھے گئے۔ ان پر چھت ڈالا گیا۔ دروازہ کی چوکھٹیں پتھروں کی بنائی گئیں تھیں۔

ابن عائذ نے لکھا ہے کہ اس جگہ عریش بنایا گیا تھا۔ جس میں آپ نے بارہ دن نماز ادا فرمائی پھر اس پر چھت ڈال دیا گیا۔ محمد بن حسن مخزومی اور یحییٰ بن حسن نے حضرت شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا: "حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے عریش کی طرح کا عریش میرے لیے بنا دو۔ جو تمام (جڑی بوئی) لکڑیوں پر مشتمل ہو اور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے سایہ بان کی طرح ہو۔ امر اس سے بھی زیادہ عجلت والا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا سایہ بان کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا: "جب وہ کھڑے ہوتے تھے تو ان کا سر اس کے چھت کے ساتھ لگتا تھا۔" مسجد کی تعمیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بنفس نفیس کام کیا۔ جیسے کہ صحیح میں ہے۔ آپ انہیں کام کی ترغیب دلاتے ہوئے ان کے ساتھ اینٹیں لانے لگے۔ آپ فرما رہے تھے:

اللھم ان الاجر اجر الآخرۃ فارحم الانصار والمھاجرہ

ترجمہ: "مولا! اجر تو آخرت کا اجر ہی ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔"

روایت ہے کہ یہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا ہے۔ امام زہری سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرما رہے تھے: "اللھم لاخیر الاخیر الآخرۃ فارحم المھاجرین والانصار" یہ شعر کے وزن پر نہیں ہے۔ محمد بن حسن مخزومی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد بنائی تو اینٹیں اور دیگر سامان تعمیر قریب کیا جا رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اپنی چادر مبارک رکھ دی۔ جب مہاجرین اولین اور انصار نے آپ کی یہ اداد یکھی تو انہوں نے بھی اپنی چادریں رکھ دیں۔ وہ رجز پڑھ کر کام کرنے لگے۔ وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

لئن قعدنا والنبی یعمل ذاك اذا للعمل المضلل

ترجمہ: "اگر ہم بیٹھ جائیں اور حضور اکرم ﷺ کام میں مصروف رہیں تو یہ ایک نازیبا فعل ہوگا۔"

امام بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضور پاک ﷺ نے مسجد تعمیر کی تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اعانت کی۔ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے سینۂ اقدس پر مٹی لگ گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنے کام میں ماہر تھے۔ وہ اینٹیں اٹھاتے۔ انہیں اپنے کپڑوں سے دور رکھتے۔ جب اینٹیں نیچے رکھتے تو آستینیں جھاڑتے اپنے کپڑوں کو دیکھتے اگر ان پر مٹی نظر آتی تو اسے بھی جھاڑ لیتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو یہ شعر پڑھے:

لا یستوی من یعمر المساجد ۔۔۔ یدأب فیھا قائما و قاعدا

و من یزی عن الغبار حائدًا

ترجمہ: "مساجد کو آباد کرنے والا اور اس میں رکوع وسجود کرنے والا اور وہ شخص جو گرد وغبار سے بچنے سے کوشش کرتا ہے وہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔"

حضرت عمار بن یاسر نے یہ اشعار سن لیے۔ وہ انہیں پڑھنے لگے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان سے مراد کون ہے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے کہا: "اے ابن سمیہ! مجھے علم ہے تم کس کا ارادہ کیے ہو؟" ان کے ہاتھ میں شاخ تھی۔ انہوں نے کہا: "یوں کہنے سے رک جاؤ۔ ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر ماردوں گا۔" ان کی یہ بات حضور اکرم ﷺ نے سماعت فرمالی۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پھر فرمایا: "عمار میری دونوں آنکھوں اور ناک کے مابین کی جلد ہیں۔" آپ نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ دیا۔ صحابہ کرام حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کچھ کہنے سے رک گئے۔ پھر انہوں نے حضرت عمار سے کہا: "تمہاری وجہ سے حضور اکرم ﷺ ناراض ہوئے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔" انہوں نے کہا: "میں آپ کو راضی کرلوں گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا اور آپ کے صحابہ کرام کا عجیب معاملہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا اور اُن کا کیا معاملہ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "وہ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خود ایک ایک اینٹ اٹھا رہے ہیں۔ جبکہ مجھ پر دو دو اینٹیں رکھ رہے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ ان کے ساتھ مسجد میں گھومنے لگے۔ اپنے دست اقدس سے ان کے بال سے مٹی جھاڑنے لگے۔ فرمایا: "اے ابن سمیۃ! میرے صحابہ کرام تمہیں شہید نہیں کریں گے۔ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ تم انہیں جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں آگ کی طرف بلائیں گے۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں فتنوں سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

امام عبدالرزاق نے اس سند سے روایت کیا ہے جو شیخین کی شرط پر ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ امام

بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک اینٹ اٹھانے لگے۔حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھانے لگے۔ایک اینٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جبکہ دوسری اینٹ اپنی طرف ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کمر پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا: ''ابن سمیہ! لوگوں کے لیے ایک اجر ہے تمہارے لیے دو اجر ہیں۔دودھ تمہاری آخری غذا ہوگا۔باغی گروہ تمہیں شہید کرے گا۔تم انہیں جنت کی طرف بلاؤ گے وہ تمہیں آگ کی طرف بلائیں گے۔حضرت عمار نے کہا: ''میں فتنوں سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

ابو یعلی نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی صحیح ہیں مگر تابعی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا۔انہوں نے فرمایا: ''جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔تو آپ ایک پتھر لے کر آگئے اور اسے رکھ دیا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے۔انہوں نے بھی اسے رکھ دیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے۔انہوں نے اسے رکھا۔ایک پتھر حضرت عثمان غنی لے کر آئے۔انہوں نے اسے بنیاد میں رکھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''میرے بعد خلافت کا معاملہ اسی طرح ہوگا۔''

امام بیہقی نے قوی سند سے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اس روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا: ''میرے بعد یہ امر کے والی ہوں گے۔'' امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے اینٹیں لا رہے تھے۔میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ اپنے پیٹ مبارک کے ساتھ اینٹ لگا کر لا رہے تھے۔مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ امر آپ پر گراں گزر رہا ہے۔میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ مجھے پکڑا دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ اور کوئی اینٹ اٹھا لو کوئی زندگی نہیں مگر آخرت کی زندگی۔'' یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب دوسری بار مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔کیونکہ پہلی تعمیر کے وقت تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔یحییٰ بن حسن نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔آپ کے پاس پتھر تھا آپ کو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے۔انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ پتھر مجھے عطا فرما دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور پتھر اٹھا لاؤ تم مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجر و ثواب کے محتاج نہیں ہو۔'' امام احمد اور یحییٰ بن حسن نے حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس وقت آپ مسجد تعمیر فرما رہے تھے۔صحابہ کرام بھی اس میں آپ کے ساتھ کام کر رہے تھے۔میں گارا ملا سکتا تھا۔میں نے بیلچہ لیا اور مٹی ملانے لگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف دیکھ رہے تھے۔آپ نے فرمایا: ''یہ حنفی مٹی ملانے کے لیے

ہے۔" آپ فرماتے تھے: "اس یمامی کو مٹی کے قریب کرو۔ یہ اس کام کا زیادہ ماہر ہے اور اس کے شانے مضبوط ہیں۔"

یحییٰ بن حسن نے حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم و بیش ستر ذراع طویل اور ساٹھ ذراع چوڑی مسجد تعمیر ہوئی۔ بقیع خبجبہ میں اینٹیں تیار کی گئیں۔ اس کی دیواریں تعمیر کی گئیں اور لکڑی کے ستون قائم کیے گئے۔ اس کے وسط کو کھلا رکھا گیا۔ آپ کی دواز دواج مطہرات کے لیے حجرے بھی تعمیر کیے گئے۔

یحییٰ نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے اینٹوں کے رذہ پر اینٹ کے اوپر اینٹ رکھی پھر اینٹ کے ثلث پر دوسری نصف رکھی۔ جب صحابہ کرام کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش آپ اس میں اضافہ کر دیں۔"

آپ نے اس میں اضافہ فرما دیا۔ اور دو مختلف اینٹوں سے تعمیر کی۔ بنیاد کو تین ذراع تک پتھروں سے اٹھایا گیا۔ قبر کی طرف کی دیوار تقریباً ایک سو ذراع تھی۔ چوڑائی میں بھی یہی کیفیت تھی۔ یہ مسجد مربع شکل میں تھی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پہلے مسجد پر چھت نہیں ڈالا گیا تھا۔ صحابہ کرام نے گرمی کی شکایت کی تو پھر اس کی لکڑی اور ستونوں کو شہتیر بنایا گیا اور کھجور کا چھت ڈالا گیا۔ جب چھت ٹپکنے لگا۔ تو اس پر مٹی ڈال دی گئی۔ اس کو وسط سے کشادہ رکھا گیا۔

یحییٰ بن حسن نے حضرت اسامۃ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا۔ اس کے آخر میں تین دروازے رکھے۔ (۱) باب ابی بکر۔ آج کل یہ دروازہ قبلہ کی سمت ہے (۲) باب عاتکہ۔ اسے باب عاتکہ یا باب الرحمۃ کہا جاتا ہے۔ (۳) اس دروازے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوتے تھے۔ آج کل اسے باب آل عثمان کہا جاتا ہے۔ ان دو دروازوں کو قبلہ تبدیل ہونے کے بعد بھی تبدیل نہیں کیا گیا۔ جب قبلہ تبدیل ہو گیا تو آپ نے وہ دروازہ بند کر دیا۔ جو آپ کے پیچھے تھا۔ پھر اس کے بالکل سامنے ایک دروازہ بنایا گیا۔

ابن زبالۃ نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار مسجد نبوی تعمیر کیا۔ ایک بار اس وقت تعمیر کیا گیا جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو اس وقت اس کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک سو ذراع سے کم تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح کرایا تو اس تعمیر میں وسعت دی گئی۔ زبیر بن بکار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کھجور کی شاخوں سے مسجد تعمیر کی۔ اور ہجرت کے چار سال بعد اسے اینٹوں سے تعمیر کیا۔

الطبرانی نے حضرت ابو ملیح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس کی زمین مسجد نبوی کے ساتھ متصل تھی "یہ قطعہ زمین دے دو۔ رب تعالیٰ تمہیں جنت میں گھر عطا کرے گا۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس شخص سے کہا: "یہ قطعہ زمین دس ہزار دراہم کے عوض فروخت کر دو۔" انہوں نے اس شخص سے قطعہ

زمین خرید لیا۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ قطعہ زمین مجھ سے خرید لیجیے جو میں نے انصاری سے خریدا ہے۔" آپ نے جنت میں گھر کے عوض ان سے وہ زمین کا ٹکڑا خرید لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں نے اسے دس ہزار دراہم کے عوض خریدا تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ نے فرمایا: "اب اینٹیں رکھو۔" صحابہ کرام اینٹیں رکھنے لگے۔

امام احمد، امام ترمذی نے ثمامہ بن حزن القشیری سے، امام احمد اور امام دارقطنی نے احنف بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے نیچے دیکھا تو لوگوں سے پوچھا: "کیا یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں؟" لوگوں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے پوچھا: "کیا یہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں؟" لوگوں نے بتایا: "ہاں" انہوں نے کہا: "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو بنو فلاں سے زمین کا یہ ٹکڑا خریدے گا اور اس سے مسجد وسیع کرے گا۔ اس کے بدلے اسے جنت میں بھلائی نصیب ہوگی۔"

دوسری روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔" میں نے اپنے مال میں سے عمدہ مال کے بیس ہزار دراہم سے اسے خریدا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "میں نے وہ قطعہ زمین خرید لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے ہماری مسجد میں شامل کر دو۔ اس کا اجر وثواب تمہیں ملے گا۔" صحابہ کرام نے کہا: "ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم!"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے کونوں میں بعض صحابہ کرام کو کھڑا کیا تاکہ قبلہ کی سمت درست کریں۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خانہ کعبہ کی طرف دیکھ لیں اور قبلہ کی سمت درست کر لیں۔" انہوں نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا۔ اس طرح خانہ کعبہ اور آپ کے مابین سارے پہاڑ ہٹ گئے۔ آپ نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر مسجد کے قبلہ کی سمت کو درست کیا۔ اسے چکور بنایا۔ آپ کی نگاہ ناز کے سامنے کوئی چیز حائل نہ تھی۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو حضرت جبرائیل نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو پہاڑ درخت اور چیزیں پہلی حالت پر آ گئیں۔ آپ کا قبلہ میزاب رحمت کی طرف بن گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنی اس مسجد کا قبلہ مقرر نہیں کیا۔ حتیٰ کہ میرے لیے کعبہ مقدسہ کو بلند کیا گیا۔ اسے میرے سامنے رکھ دیا گیا۔"

امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ العتبیہ میں اسی طرح ہے "میں نے سنا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے

حضور اکرم ﷺ کے لیے مسجد نبوی کے قبلہ کی سمت کا تعین کیا۔" امام بخاری اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں مسجد نبوی ستونوں پر مشتمل تھی۔ یہ ستون کھجور کے تنوں کے بنے ہوئے تھے۔ کھجور کی شاخوں کا چھت ڈالا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یہ چھت بوسیدہ ہوگئی۔ انہوں نے اسے کھجور کے تنوں اور شاخوں سے تعمیر کیا۔ اس میں اضافہ نہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا۔ انہوں نے اسے اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے تعمیر کیا۔ اس کے ستون لکڑی کے بنائے۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بوسیدہ ہوگئی۔ انہوں نے اس میں بہت سے اضافے کیے۔ منقش پتھروں اور چونے سے اس کی دیواریں تعمیر کیں۔ منقوش پتھروں سے اس کے ستون بنائے اور ساگوان کی چھت ڈالی۔ العیون میں ہے: "انہوں نے عقیق سے پتھر بھی اس جگہ منتقل کیے۔"

سب سے پہلے مروان بن حکم نے مسجد میں گیلری بنائی۔ اسے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے لیے روشن دان مقرر کیا۔ پھر اس میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی۔ حتیٰ کہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ آگیا۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف خط لکھا۔ وہ اس وقت مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔ انہیں مسجد نبوی گرانے اور اسے از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان کی طرف مال، مختلف رنگوں کے پتھر، سنگ مرمر اور شام اور مصر سے اسی رومی اور قبطی کاری گر بھیجے۔ انہوں نے اسے تعمیر کیا اور اس میں بہت سے اضافے کیے۔ انہوں نے حضرت صالح بن کیسان کو اس پر نگران مقرر کیا۔ یہ ۸۷ھ یا ۸۸ھ کا واقعہ ہے۔ پھر کسی خلیفہ نے اس میں کمی و بیشی نہ کی۔ حتیٰ کہ مہدی خلیفہ بنا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ مہدی نے عبدالملک بن شبیب الغسانی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص کو مدینہ طیبہ بھیجا تاکہ وہ مسجد نبوی کی تعمیر کریں اور اس میں توسیع کریں۔ اس وقت جعفر بن سلیمان مدینہ طیبہ کا گورنر تھا۔ انہوں نے ایک سال تک کام کیا اس کی وسعت میں ایک سو ذراع کا اضافہ کیا۔ اس کا طول تین سو ذراع اور عرض دو سو ذراع بن گیا۔

علی بن محمد المدائنی نے لکھا ہے کہ مہدی نے جعفر بن سلیمان کو مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور یمامہ کی ولایت سونپی۔ اس نے مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی میں توسیع کی۔ مسجد نبوی کی تعمیر ۱۶۲ھ میں مکمل ہوگئی۔ مہدی ۱۶۰ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اس نے گیلری گرا دینے اور اسے مسجد کے ساتھ برابر کر دینے کا حکم دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مامون نے بھی اس کی توسیع کی تھی۔ مامون کے بعد کسی خلیفہ نے اس میں کوئی اضافہ نہ کیا حتیٰ کہ ۶۵۴ھ میں رمضان المبارک کے ابتدائی ایام میں مسجد نبوی میں آگ لگ گئی۔ ابوبکر بن اوحد الفراش مغربی کنارے میں داخل ہوئے۔ تاکہ مسجد کے میناروں کے لیے لالٹینیں نکالیں۔ انہوں نے شعلہ لالٹینوں کے خانوں میں سے ایک خانے میں رکھ دیا۔ اس خانہ میں بوسیدہ کپڑا بھی تھا اس میں آگ لگ گئی۔

وہ آگ پر قابو نہ پاسکے قالینوں کو بھی آگ لگ گئی۔آگ کے شعلوں میں اضافہ ہوگیا۔حتیٰ کہ وہ جلد ہی چھت تک بھی پہنچ گئی۔ پھر قبلہ کی طرف چھتوں تک پھیلتی چلی گئی۔لوگوں نے آگ بجھانے کی بہت کوشش کی۔امیر مدینہ بھی آگیا۔اہل مدینہ طیبہ کی اکثریت اس کے ساتھ تھی۔وہ آگ پر قابو نہ پاسکے۔تھوڑی دیر میں ہی آگ مسجد نبوی کے سارے چھت تک پھیل گئی۔وہ منبر مبارک، دروازوں، خزانوں، گیلریوں اور صندوقوں تک پہنچ گئی۔ایک لکڑی بھی باقی نہ بچی۔اسی طرح کتابیں اور حجرہ مقدسہ کا غلاف بھی جل گیا۔

امام قسطلانی لکھتے ہیں''اس وقت اس پر گیارہ پردے تھے۔آگ نے وہ پردے جلا دیے جو ناپسندیدہ تھے اس آگ سے قہریت اور عظمتِ الٰہیہ آشکارا ہورہی تھی۔جس نے ہر شخص کو مبہوت کر دیا تھا۔اس آگ کا ظہور حجاز کی اس آگ کے ظہور کے بعد ہوا تھا۔سرزمین مدینہ سے اس سے ڈرایا گیا تھا۔جب اہلِ مدینہ مسجد نبوی میں پناہ گزیں ہو گئے تو انہیں محفوظ کر دیا گیا۔یہ مدینہ طیبہ کے حرم پاک تک پہنچنے سے قبل بجھ گئی تھی۔

عوام الناس نے یہی سمجھا کہ یہ آگ حضور اکرم ﷺ کے پڑوس کی برکت سے ان سے روک دی گئی ہے۔اسی طرح آپ کے طفیل آخرت کی آگ بھی ان سے دور کر دی جائے گی۔حالانکہ وہ گناہ گار ہوں گے۔حال البیان نے بزبان حال یہ تقاضا کیا۔یہ زبان مقال سے فصیح ہے۔آگ گناہوں کی زندگی کو پاک کرتی ہے۔اس وقت مسجد نبوی اور مدینہ طیبہ پر رافضی شیعوں کا غلبہ تھا۔قاضی اور خطیب بھی ان کا تھا۔انہوں نے بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔جیسے کہ ابن جریر نے لکھا ہے۔اسی لیے آگ کے بعد مسجد نبوی کی دیواروں پر یہ اشعار لکھے ہوئے پائے گئے۔

لم یحترق حرم النبی لریبة　　　　یخشی علیه وما به من عار
لکنها ایدی الروافض لامست　　　　تلك الرسوم فطهرت بالنار

ترجمہ: ''حرم نبی ﷺ کسی تہمت کی وجہ سے نہیں جلا جس سے اس کے بارے خدشہ ہو۔اور نہ ہی اسے کوئی عار تھی۔بلکہ ان مبارک مقامات کو رافضیوں کے ہاتھوں نے مس کیا تھا۔انہیں آگ سے پاک کیا گیا۔''

اسی طرح دیواروں پر یہ اشعار بھی لکھے ہوئے تھے:

قل للروافض بالمدینه ما بکم　　　　لقیادکم للذم کلّ سفیهٍ
ما اصبح الحرم الشریف محرّما　　　　الا لسبکم الصحابة فیه

ترجمہ: ''مدینہ طیبہ کے رافضیوں سے کہہ دو کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم نے مذمت کرنے کے لیے اپنی رسی میں ہر احمق کو جکڑ لیا ہے۔حرم پاک کو صرف اس لیے آگ لگی ہے کیونکہ تم اس میں آپ کے صحابہ کرام کو برا

بھلا کہتے ہو۔"

صرف وہ گنبد ہی جل جانے سے بچا جو ناصر الدین اللہ نے حرم پاک کے ذخیروں کو محفوظ کرنے کے لیے بنایا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں: "مسجد نبوی کے ستون اسی طرح کھڑے رہے گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہوں جب ہوا چلتی تھی وہ مائل ہو جاتے تھے۔ بعض ستونوں سے سیسہ پگھل گیا تھا وہ گر پڑے تھے حجرہ مقدسہ کے اوپر جو چھت تھا وہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ انور کی چھت پر گر پڑا۔ یہ دونوں چھت نیچے گر پڑے۔

جمعۃ المبارک کی صبح کو لوگوں نے نماز کے لیے الگ جگہ بنالی۔ انہوں نے خلیفہ مستعصم باللہ کو خط لکھا۔ ایام حج میں عراق کے کارواں کے ساتھ کاری گروں کے ہمراہ آلات پہنچ گئے ۶۵۵ ھ کی ابتداء میں کام شروع ہوا۔ انہوں نے وہ چھت ہٹانے کی کوشش کی جو مبارک قبور پر گرا تھا۔ مگر وہ یوں نہ کرسکے امیر مدینہ منیف بن شیحہ اور دیگر اکابرین کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ مستعصم باللہ کو اطلاع دی جائے اور وہ مناسب کارروائی کرے۔ انہوں نے ایک خط بھیجا۔ لیکن خلیفہ اور اس کے گورز فتنہ تاتار کو کچلنے میں مصروف تھے۔ ملبہ وہاں ہی پڑا رہا۔ کوئی وہاں نہ پہنچا۔ یہ عظیم اور جلیل کام کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوگی۔ اس کام کے آغاز کی جسارت کوئی نہ کرسکا جس سے قدم لرز جاتے تھے۔ یمن کے بادشاہ مظفر شمس الدین یوسف بن منصور کو یہ توفیق نصیب ہوئی پھر صاحب مصر کو معزول کر دیا گیا۔ اس نے اس کی جگہ اپنے باپ کے غلام مظفر سیف الدین قطز معزی کا تقرر کیا۔ اس کا حقیقی نام محمود بن ممدود تھا۔ اس کی ماں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی بہن تھی۔ اس کا چچازاد اس کا باپ تھا۔ تتار کے غلبہ کے وقت کو اسیر بنادیا گیا تھا۔ اسے دمشق میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ پھر اسے فروخت کرنے کے لیے مصر میں پیش کیا گیا۔ اس نے ۱۰ ذی القعدہ ۶۵۷ ھ رمضان المبارک میں اقتدار سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دی یہ عین جالوت میں گر پڑا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت وہ قاہرہ میں داخل ہو رہا تھا۔

اس سال مسجد نبوی کو باب السلام سے باب الرحمۃ تک تعمیر کیا گیا اور باب جبرائیل سے باب النساء تک تعمیر کیا گیا۔

اسی سال کے آخر میں ملک الظاہر رکن الدین بیبرس البندقداری مصر کا والی بنا۔ اس نے مسجد نبوی کا خصوصی انتظام کیا اس نے لکڑیوں، لوہا اور سیسہ کا خصوصی اہتمام کیا۔ اس نے ۵۳ کاری گروں کا اہتمام کیا۔ ان کے خرچہ کی کفالت کی اس کے سفر سے قبل ان پر خرچہ کیا۔ ان کے ہمراہ امیر جمال الدین محسن الصالحی وغیرہ کو بھیجا۔ پھر آلات اور اخراجات کے ساتھ ان کی مدد کی۔ اس کے عہد میں مسجد نبوی کے بقیہ چھت کا کام مکمل ہوا۔ جیسے کہ یہ جلنے سے قبل چھت کے اوپر چھت تھا۔ البتہ شمالی چھت کو ایک چھت بنا دیا گیا۔ پھر مسجد نبوی اسی حالت پر رہی۔ حتیٰ کہ مشرقی اور مغربی چھتوں کو از سر نو ڈالا گیا۔ جو مسجد کے صحن سے دائیں اور بائیں طرف تھے۔ یہ کام ۷۶۵ ھ میں ہوا۔ یہ بادشاہ ناصر محمد بن قلاون الصالحی کے دور کی ابتداء تھی۔ اس کا چھت

شمالی چھت کی طرح ایک ہی بنا دیا گیا۔ پھر ۷۲۹ھ میں بادشاہ ناصر محمد نے قبلہ کی طرف چھت میں سائبانوں کا اضافہ کیا۔ جو اس کے آخری حصہ کے ساتھ متصل تھے۔ اس سے دیوار کی طوالت میں اضافہ ہو گیا۔ اور ان کا فائدہ بڑھ گیا۔ پھر ان سائبانوں میں خلل واقع ہو گیا۔ پھر بادشاہ برسبای نے ۸۳۱ھ نے قبرص کے مال سے ان کو از سر نو بنا دیا۔

اس طرح اس بادشاہ نے اس شامی چھت کی بھی تجدید کی جو نجاریہ مینار کے ساتھ متصل تھا۔ بادشاہ جقمق کے زمانہ میں روضہ مبارکہ کے چھت میں خلل آ گیا۔ اس نے اسے ۸۵۳ھ میں نئے سرے سے تعمیر کیا۔ پھر سلطان قایتبای نے مسجد کے چھت کے اکثر حصہ کی تعمیر کی۔ پھر ۸۸۶ھ رمضان المبارک کی تیئسویں رات کو رات کے آخری ثلث میں مسجد نبوی کو آگ لگ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رئیس المؤذنین وصدر المدرسین شمس الدین محمد بن خطیب تہلیل کے لیے منارہ شرقیہ یمانیہ پر چڑھے یہ "الریسیہ" کے نام سے معروف تھا۔ دیگر مؤذنین دوسرے مناروں پر چڑھ گئے۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ سخت کڑک پیدا ہوئی بجلی گری۔ اس کا بعض حصہ مذکورہ منارہ کے ہلال پر گرا۔ مسجد کے مشرقی حصہ میں آگ کا انگارہ گرا۔ مینار کی چوٹی پھٹ گئی۔ رئیس صاحب کا اسی وقت وصال ہو گیا۔ مسجد کے منارہ ریسہ اور حجرہ مبارکہ کے اوپر بجلی گری۔ اس پر اس طرح سوراخ ہو گیا جیسے ڈھال ہوتی ہے۔ مسجد نبوی میں آگ لگ گئی۔ مسجد کے دروازے کھول دیے گئے۔ اعلان کر دیا گیا کہ مسجد میں آگ لگ گئی ہے۔ امیر مدینہ قسطل بن زھیر اور اہلِ مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ امدادی ٹیم پانی لے کر آگ بجھانے چلی گئی۔ آگ دونوں چھتوں کو لگ گئی۔ یہ شمال اور مغرب کی طرف پھیلتی چلی گئی۔ لوگ اسے بجھانے سے عاجز آ گئے۔ قریب تھا کہ آگ انہیں بھی لپیٹ لیتی۔ یہ بھاگ گئے۔ بعض لوگ نیچے گر پڑے وہ ہلاک ہو گئے۔ بعض کو نجات مل گئی۔ آگ ان کے اور مسجد کے ان دروازوں کے مابین حائل ہو گئی۔ جو صحن میں تھے۔ تقریباً دس افراد شہید ہو گئے۔ آگ بہت زیادہ پھیل گئی۔ وہ آگ سمندر کی طرح لگتی تھی۔ اس کی چیخ و چنگھاڑ تھی۔ شعلے ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ محلات کی مانند بڑے بڑے شرارے پھینک رہی تھی۔ قریبی مکانات گر پڑے۔ لیکن آگ کم نہ ہو رہی تھی۔ بعض کتب، صحف اور صندوق نکال لیے گئے۔ یہ تقریباً دس صندوق تھے۔ جنہیں شرارے پہنچے اور یہ بھی جل گئے۔ امیر مدینہ قسطل حجازی کو بتایا گیا کہ اہل عرب میں سے ایک سچے شخص نے اس واقعہ کے ایک رات قبل خواب میں دیکھا کہ آسمان پر بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پھر عظیم آگ ان کے تعاقب میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے آگ پکڑی۔ فرمایا: "میں نے اسے اپنی امت سے روک دیا ہے۔"

السید نے لکھا ہے" مجھے ایک جماعت نے بتایا ہے کہ انہوں نے سفید پرندوں کی شکلیں دیکھیں جو آگ کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ گویا کہ وہ انہیں پڑوسیوں کے گھروں سے روک رہے تھے۔ بہت سے لوگ اس آگ کے انگارے دیکھ کر ہی بھاگ گئے تھے۔ پھر لوگ اس کا خوف دیکھ کر مدینہ طیبہ کے دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ ان

کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ دوسرے دن آگ بجھ گئی۔ لوگوں نے سلطان قایتبائی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ حجرہ مقدسہ اور اس محکم عمارت کو بنایا جو آج تک قائم ہے۔

تنبیہات

1. ان دو یتیموں کے باپ کے نام میں اختلاف ہے مسجد کی زمین جن کی ملکیت میں تھی۔ موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ یہ رافع بن عمرو کے بیٹے تھے۔ امام زھری اور ابن اسحاق نے انہیں عمرو کے فرزند لکھا ہے۔ العیون میں ہے: "یہ امر زیادہ مشہور ہے۔" امام سہیلی نے ان دونوں اقوال میں تطبیق قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ دونوں رافع بن عمرو کے فرزند تھے۔ ان کو دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام زھری اور امام ابن اسحاق کا قول ارجح ہے۔

2. ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔ ابوذر الہروری نے لکھا ہے کہ وہ اسعد بن زرارۃ کی کفالت میں تھے۔ الحافظ اور السید نے لکھا ہے "یہ وجہ ہے" ابن زبالہ اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے۔ بعض علماء نے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان سب نے ان کی کفالت کی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارۃ کے وصال کے بعد یہ مختلف صحابہ کرام کی کفالت میں رہے۔ بعض اہلِ علم نے ابن ابی فدیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بعض اہلِ علم سے سنا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر سے قبل ہی حضرت اسعد کا وصال ہو گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قطعۂ زمین سہل اور سہیل سے خرید لیا۔

3. صحیح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی جگہ کے بارے بنونجار کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں کہا: "اے بنونجار! اپنا یہ قطعۂ زمین مجھے فروخت کر دو۔" انہوں نے کہا: "ہم اس کی قیمت صرف رب تعالیٰ سے مانگیں گے۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں بچوں کو بلایا۔ ان سے اس جگہ کا سودا کیا تاکہ اس جگہ مسجد تعمیر کریں۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے: "آپ نے ان کے چچا سے بات کی جو ان کا کفیل تھا کہ وہ یہ جگہ فروخت کرے۔" اس نے پوچھا "آپ اسے کیا کریں گے؟" اس کے لیے چارۂ کار نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ ان کے ساتھ سچ بولے۔ اس نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے خریدنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "ہم آپ کو پیش کرتے ہیں۔" انہوں نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہاں مسجد تعمیر کی۔ (جندی)

ابن زبالہ اور یحییٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں راضی کرلوں گا۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت اسعد نے انہیں اس زمین کے عوض کھجوریں دے دیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ زمین خرید لی تھی۔ الحافظ نے ان اقوال کو یوں جمع کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب بنونجار نے کہا: "ہم اس کا عوض صرف رب تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔" تو آپ نے اس کے مخصوص مالک کے بارے پوچھا۔ صحابہ کرام نے دو یتیموں کا نام لیا۔ آپ نے ان سے یا ان کے سرپرست سے وہ جگہ خرید لی۔ اس وقت اس قول "ہم اس کا عوض صرف رب تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔" کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ وہ ان دو یتیموں سے خرید لیں گے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت اسعد نے ان یتیموں کو اپنے باغ کی کھجوریں دی تھیں۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت ابوایوب نے کہا تھا: "میں انہیں راضی کرلوں گا۔" انہوں نے انہیں راضی کرلیا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن عفراء نے بھی کہا تھا۔ یہ معاملہ خریدنے کے بعد ہوگا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سارے امور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے طے کیے ہوں۔ حضرت ابوایوب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے ان یتیموں کو کسی چیز کے ساتھ راضی کیا ہو۔ لہٰذا ان سب کی طرف سے منسوب کر دیا گیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ان یتیموں نے عوض لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اسے ابتدائی امر پر محمول کیا جائے گا۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ آپ نے بنوعفراء سے دس دیناروں کے عوض اسے خرید لیا تھا۔ یہ دینار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کیے تھے۔ شاید انہوں نے بھلائی میں رغبت رکھی اور اس رقم کے ساتھ یہ دینار بھی دے دیے۔ یا شاید آپ نے پہلے اس زمین کا کچھ حصہ خریدا ہو تاکہ ابتداء میں مسجد تعمیر کریں۔ پھر دوسرا حصہ بھی خرید لیا ہو۔ کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ نے دو بار مسجد نبوی تعمیر کی تھی۔ اس میں اضافہ کیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادائیگی کی ہو اور دوسری بار دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اموال سے۔

◆ السید نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔" یہ دوسری بار تعمیر کے وقت فرمایا تھا۔ امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابوعبدالرحمان سلمی سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے کہا: "ہم نے اس شخص کو شہید کر دیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے فرمایا تھا جو فرمایا تھا۔" انہوں نے پوچھا: "کون سا شخص؟" انہوں نے کہا: "حضرت عمار بن یاسر۔" کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر کی تھی۔ ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: "تم دو دو اینٹیں اٹھا

رہے ہو حالانکہ تمہیں رخصت ہے۔ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ تم جنتی ہو۔" حضرت عمرو حضرت معاویہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "ہم اس شخص کو قتل کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے وہ فرمایا ہے جو فرمایا ہے۔" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "خاموش ہو جاؤ۔ تم اپنے معاملہ کو خود خراب کر رہے ہو کیا ہم نے انہیں قتل کیا ہے انہیں تو خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے شہید کیا ہے جو انہیں لے کر آئے اور انہیں ہمارے سامنے پھینک دیا۔" سمہودی نے لکھا ہے"اس امر کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نے حضرت عمار کے بارے یوں اس وقت فرمایا تھا جب دوسری بار مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ کیونکہ حضرت عمرو نے ہجرت کے پانچویں سال اسلام قبول کیا تھا۔"

تیسرا باب

حجرات مقدسہ کی تعمیر

''الروض الانف'' میں ہے کہ حجرات مقدسہ کی تعداد نو تھی۔ ان میں سے بعض کھجور کی شاخوں سے تعمیر کیے گئے تھے۔ جن پر مٹی سے لیپ کر دیا گیا تھا۔ ان کا چھت کھجور کی شاخوں کا تھا۔ بعض کی دیواریں پتھروں کی تھیں جنہیں ایک دوسرے کے اوپر جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ ان کا چھت بھی کھجور کی شاخوں کا تھا۔

الحافظ ذہبی نے بلبل الروض میں لکھا ہے'' ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ آپ کے لیے نو حجرات مقدسہ بنائے گئے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی تعمیر ہوگئی۔ میرا گمان نہیں کہ آپ نے یوں کہا ہو۔ آپ نے پہلے صرف ایک حجرہ مقدسہ بنایا۔ جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے تھا۔ آپ کو دوسرے حجرے کی ضرورت نہ تھی حتیٰ کہ ہجرت کے دوسرے سال شوال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کاشانہ نبوی میں آگئیں۔ آپ نے مختلف اوقات میں ان حجرات کو تعمیر کیا تھا۔

دوسرے باب میں گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنی دو ازواج مطہرات حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجرات تعمیر کیے تھے۔ کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہو چکا تھا۔ اگرچہ رخصتی بعد میں ہوئی تھی۔ پھر ضرورت کے وقت دوسرے حجرات بنائے گئے۔

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی کے اردگرد حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے۔ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی زوجہ محترمہ سے نکاح فرماتے۔ حضرت حارثہ ان کے لیے ایک کمرہ خالی کر دیتے۔ حتیٰ کہ ان کے سارے مکانات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ہو گئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن یزید الہدیٰ نے ہمیں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حجرات مقدسہ کی اس وقت زیارت کی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے انہیں گرایا۔ یہ اینٹوں سے بنائے گئے حجرات تھے۔ ان کی چھتیں کھجور کی شاخوں کی تھیں جن پر مٹی کا لیپ کیا گیا تھا۔ میں نے انہیں شمار کیا یہ تعداد میں نو تھے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے لے کر جو باب النبی کے ساتھ متصل تھا۔ حضرت اسماء بنت حسن کے گھر تک تھے۔

میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کی زیارت کی۔ ان کا حجرہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ میں نے ان کے پوتے سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے لیے دومۃ الجندل تشریف لے گئے۔ تو حضرت ام سلمہ نے اپنا حجرہ اینٹوں سے بنایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اینٹیں دیکھیں۔ آپ سب سے پہلے انہی کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کیسی عمارت ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ارادۃً کیا ہے کہ لوگوں کی نگاہیں رک جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ام سلمہ! وہ سب سے برا عمل جس میں مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے وہ تعمیر ہے۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے ''میں نے یہ روایت حضرت معاذ بن محمد انصاری کو سنائی۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عطاء خراسانی کو اس محفل میں سنا جس میں حضرت عمران بن ابی انس تھے۔ یہ محفل قبر انور اور منبر مبارک کے مابین لگی تھی۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی ہے۔ ان کی دیواریں کھجور کی شاخوں کی تھیں۔ دروازوں پر کالے بالوں سے بنے ہوئے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اسی دوران ولید بن عبدالملک کا خط آیا۔ وہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم حجرات مقدسہ کو گرادیں۔ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو روتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

عطاء نے کہا: ''میں نے اس روز حضرت سعید بن مسیب کو فرماتے سنا۔ انہوں نے فرمایا: ''بخدا! یہ بات از حد پسند تھی کہ حجرات مقدسہ کو ان کی حالت پر رکھا جاتا تاکہ مدینہ طیبہ کا ہر پروان چڑھنے والا بچہ اور آفاق سے آنے والا شخص دیکھتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کس چیز پر اکتفاء کیا تھا۔ یہ امر لوگوں کے فخر کرنے اور زیادہ مال ومتاع جمع کرنے میں زہد پیدا کرتا۔''

حضرت معاذ نے فرمایا: ''جب حضرت عطاء خراسانی اپنی بات سے فارغ ہوئے تو حضرت عمران بن ابی انس نے کہا: ''ان میں سے چار حجرات اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کے بعض کمرے کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ پانچ حجرات کھجوروں کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کے کمرے نہ تھے۔ ان کے دروازوں پر بالوں کے پردے لٹکائے گئے تھے۔ میں نے پردہ کی پیمائش کی وہ تین ذراع طویل اور ایک ذراع عریض تھے یہ ذراع بڑے تھے یا بڑے سے قدرے کم تھے۔ اس روز جو رونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد پاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ان میں حضرات ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف، ابوامامۃ بن سہل بن حنیف اور حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ زاروزار رونے لگے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ اس روز حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کاش ان حجرات مقدسہ کو اسی طرح چھوڑ دیا جاتا انہیں گرایا نہ جاتا۔

لوگ وہ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیا پسند کیا تھا۔ حالانکہ خزانوں کی چابیاں آپ کے

دست اقدس میں تھیں۔" ابن سعد، امام بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے الشعب نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں قریب البلوغ تھا۔ میں حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ میں اپنے ہاتھ سے ان کا چھت چھو لیتا تھا۔"

امام بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا، امام بیہقی نے حضرت داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حجراتِ مقدسہ کی زیارت کی وہ کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کے سامنے بالوں کے پردے لٹکائے گئے تھے۔ میرا گمان ہے کہ حجرہ کے دروازہ سے لے کر کمرہ کے دروازہ تک چھ یا سات ذراع کا فاصلہ تھا۔ کمرہ کا اندر کا حصہ تقریباً دس ذراع تھا۔ جبکہ ان کی اونچائی سات یا آٹھ ذراع تھی۔

محمد بن حسن المخزومی نے محمد بن ہلال سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حجراتِ مقدسہ کی زیارت کی۔ وہ کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کے سامنے بالوں کے پردے لٹکائے گئے تھے۔ وہ قبلہ، مشرق اور شام کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مسجد کی مغرب کی طرف کوئی حجرہ نہ تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کا دروازہ شام کی طرف تھا۔ اس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ جو عرعر یا ساج کا تھا۔"

ابن مندۃ نے بشر بن صحار عبدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات میں داخل ہوا۔ میں ان کا چھت چھو سکتا تھا۔" ابن سعد نے حضرت عمرو بن دینار، حضرت عبید اللہ بن ابی مرثد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے کاشانۂ اقدس کے ارد گرد دیوار نہ تھی۔ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے ارد گرد دیوار بنائی۔ حضرت عبید اللہ نے فرمایا: "پہلے یہ دیوار چھوٹی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے بڑی دیوار تعمیر کی۔"

تنبیہ

امام بخاری نے تاریخ میں اور ادب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے امام بخاری نے المدخل میں حضرت مغیرۃ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام حجراتِ مقدسہ کے دروازوں پر از روئے ادب اپنے ناخون سے دستک دیتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دروازوں کے ارد گرد چوکھٹ نہ تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

آذان کی ابتداء

امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر سے، ابن اسحاق، ابن راھویہ اور امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ محمد بن عبداللہ سے، امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک سے، ابن راھویہ نے امام شعبی سے مرسل، امام عبدالرزاق اور ابو داؤد نے حضرت عبید بن عمیر سے، ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد، ابن خزیمہ، ابو شیخ، دارقطنی، بیہقی اور امام طحاوی نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابتداء میں صحابہ کرام نماز کے وقت بلائے بغیر ہی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاتے تھے۔ جب صحابہ کرام کی تعداد زیادہ ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام فرمایا کہ لوگوں کو نماز کے لیے کیسے جمع کیا جائے؟ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی۔ بعض نے کہا کہ نماز کے وقت جھنڈا گاڑھا جائے جسے دیکھ کر صحابہ کرام ایک دوسرے کو نماز کے وقت کے بارے بتائیں۔ بعض نے اس وقت بگل بجانے کا مشورہ دیا۔ جیسے کہ یہودی نماز کے وقت بگل بجاتے ہیں۔ آپ نے یہ مشورہ پسند نہ فرمایا۔ بعض نے ناقوس پھونکنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''عیسائیوں کا طریقہ ہے۔'' بعض نے وقت نماز آگ روشن کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔''

شیخین نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''کیا ہم وقت نماز ایک شخص کو نہ بھیجیں جو نماز کے لیے اعلان کرے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے ندا لگاؤ۔'' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس مشاورت میں موجود تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اضطراب کی وجہ سے بے چین تھے۔ انہیں خواب میں آذان سکھائی گئی۔ انہوں نے کہا: ''میرے پاس سے ایک شخص گزرا۔ اس نے سبز کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اسے کہا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! کیا تو یہ ناقوس بیچے گا۔'' اس نے پوچھا: تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟'' میں نے کہا: ''ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلائیں گے۔'' اس نے کہا: ''کیا میں تمہاری راہ نمائی اس چیز کی

طرف نہ کروں جو اس سے بہتر ہو۔ میں نے کہا: "ضرور! اس نے کہا: "اس طرح کہو" اللہ اکبر! اللہ اکبر! امام شعبی کی روایت میں ہے "بارگاہ رسالت مآب میں جاؤ اور آپ کو یوں کہنے کے لیے عرض کرو: "اللہ اکبر اللہ اکبر. اللہ اکبر اللہ اکبر. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. حیّ علی الصلٰوۃ. حیّ علی الصلٰوۃ. حیّ علی الفلاح. حیّ علی الفلاح. اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔"

ابن راھویہ کی روایت میں ہے کہ وہ شخص دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق وہ مسجد میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے آذان دی۔ پھر وہ مجھ سے دور ہو گیا۔ پھر کہا: "نماز قائم ہونے لگے تو یوں کہو: "اللہ اکبر. اللہ اکبر. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. حیّ علی الصلٰوۃ. حیّ علی الفلاح. قد قامت الصلٰوۃ قد قامت الصلٰوۃ. اللہ اکبر. اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔"

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے آذان دی۔ پھر کچھ دیر بیٹھا پھر اسی طرح کہا مگر قد قامت الصلٰوۃ کا اضافہ کیا۔ وقتِ صبح میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میں نے اس خواب کے بارے بتایا۔ اگر لوگ کچھ نہ کہتے تو میں کہتا کہ میں عالم بیداری میں تھا سویا ہوا نہ تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ رات کے وقت ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ کسی چیز کے ساتھ صحابہ کرام کو نماز کے وقت جمع کیا جائے۔ آپ کی خدمت میں بگل کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ کی خدمت میں ناقوس کا تذکرہ کیا گیا آپ نے اسے بھی پسند کیا۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں آذان سنی۔ اسی رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خواب دیکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے وقت صبح بارگاہِ رسالت میں اس خواب کا تذکرہ کیا۔ حضرت عبداللہ رات کے وقت ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ ایک سچا خواب ہے۔ ان شاء اللہ!" دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے۔ اٹھو اور وہ کلمات حضرت بلال کو سکھا دو جو تم نے خواب میں سنے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے "حضرت بلال کو میرا حکم دو کہ وہ آذان دیں ان کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے۔" میں حضرت بلال کے ساتھ اٹھا۔ میں نے وہ کلمات سکھائے جو خواب میں سنے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آذان سن لی۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے وہ کہہ رہے تھے "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ

کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جس طرح کا خواب انہوں نے دیکھا ہے۔"

حضرت ابوعمیر بن انس کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا۔ اسے بیس دن کے لیے چھپائے رکھا۔ حضرت عبید بن عمیر کی روایت میں ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ناقوس کے لیے دو لکڑیاں خریدنا چاہتے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا۔ انہیں کہا گیا: "ناقوس نہ بناؤ بلکہ آذان دیا کرو۔" حضرت عمر گئے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں۔ اس سے قبل وحی آچکی تھی۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آذان دیتے سنا۔ حضرت عبداللہ بن زید نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: "تمہیں کس چیز نے روکا تھا کہ تم مجھے بتاتے۔"

انہوں نے عرض کی: "حضرت عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت لے گئے تھے۔ مجھے حیاء آئی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ ثابت ہوگیا ہے۔"

امام زہری، نافع بن جبیر اور ابن مسیب رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ "الصلاۃ جامعۃ" کے الفاظ اس وقت بولے جاتے تھے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تھا۔ صحابہ کرام حاضر ہوتے تھے اور آپ انہیں اس سے آگاہ فرما دیتے تھے۔ اگرچہ نماز کا وقت نہ بھی ہوتا۔" ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید نے اس وقت یہ اشعار پڑھے:

احمد الله ذاالجلال   والا كرام حمدًا على الاذان كثيرا
اذ اتانى به البشير من   الله فاكرم به لدىّ بشيرًا
فى ليال والى بهن ثلاث   كلما جاء زادنى توقيرا

ترجمہ: "میں آذان پر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جو ذوالجلال والاکرام ہے۔ جب رب تعالیٰ کی طرف سے بشارت دینے والا میرے پاس آیا۔ اس سے وہ بشارت دینے والا میرے نزدیک معزز بن گیا۔ وہ لگاتار تین راتیں میرے پاس آتا رہا۔ وہ جب بھی میرے پاس آیا اس کی عزت میں اضافہ ہوگیا۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ عجیب و غریب اشعار ہیں۔ ان کا تقاضا ہے کہ حضرت عبداللہ نے لگاتار تین ایام تک یہی خواب دیکھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند منقطع ہے۔ ابوبکر الحکمی مجہول راوی ہے۔

امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک یہودی تاجر تھا۔ جب اس نے مؤذن کو آذان دیتے سنا۔ اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ جھوٹے کو جلا دے۔" وہ اسی طرح تھا کہ ایک لونڈی آگ لے کر اس کے پاس سے گزری۔ ایک شرارہ اس پر گرا۔ اس نے اسے جلا کر خاکستر بنا دیا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے کہ ایک عیسائی شخص تھا وہ جب بھی مؤذن کے یہ کلمات سنتا۔ اشھد ان محمد رسول الله۔ وہ کہتا: ''اللہ تعالیٰ جھوٹے کو جلا دے۔ ایک رات ایک خادمہ اس کے پاس آگ لے کر آئی۔ وہ اور اس کے اہلِ خانہ سوئے ہوئے تھے۔ اس آگ سے اس کا گھر، وہ شخص اور اس کے اہلِ خانہ جل گئے۔'' امام مسلم نے حضرت سہیل بن ابی صالح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے میرے والد گرامی نے بن حارثہ کی طرف بھیجا۔ میرے ہمراہ ہمارا غلام تھا۔ کسی نے دیوار سے اسے اس کے نام سے پکارا۔ اس نے دیوار کی طرف دیکھا مگر اسے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے اس کا تذکرہ والد گرامی سے کیا۔ انہوں نے کہا: ''اگر مجھے علم ہوتا کہ تجھے اسی طرح کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو میں تجھے کبھی نہ بھیجتا۔ لیکن اگر ایسی آواز سنو تو آذان دیا کرو۔ میں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پاک بیان کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے آذان دی جاتی ہے جو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔''

امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تمہیں شیطان گمراہ کرنے لگے تو آذان دیا کرو۔ پھر وہ نقصان نہیں دے سکے گا۔'' امام بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ راستہ میں اسے جن کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے حضرت سعد کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ''ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہمیں شیطان گمراہ کرنے لگے تو ہم آذان دیں۔'' جب وہ شخص واپس آنے لگا تو شیطان اس کے ساتھ ساتھ کچھ دیر کے لیے چلا۔ اس نے آذان دی وہ شیطان بھاگ گیا۔ جب وہ شخص پرسکون ہو گیا تو وہ دوبارہ آگیا اس نے آذان دی تو وہ چلا گیا۔

تنبیہات

❶ لغت میں آذان کا معنی آگاہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (التوبۃ:۳)

ترجمہ: ''اور اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔''

یہ الاذن سے مشتق ہے جس کا معنی غور سے سننا اور دھیان دینا ہے۔ شرعاً اس کا معنی ہے فرض نماز کے وقت مخصوص الفاظ کے ساتھ اعلان کرنا۔

❸ آذان کے بعض اسرار

حضرت قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ آذان ایک ایسا کلمہ ہے جو ایمان کے عقیدہ کو جامع ہے۔ یہ عقلیات اور سمعیات دونوں انواع پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ذات حق کو ثابت کرتی ہے۔ ان صفات کو ثابت کرتی ہے جو اس کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی اضداد سے تنزیہ ثابت کرتی ہے۔ وہ یہ قول ہے۔ ''اللہ اکبر'' یہ لفظ اپنے اختصار کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتا ہے جس کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے۔ پھر وحدانیت کے اثبات کی صراحت کی۔ اس شرک کی نفی کی جو اس کے حق میں محال ہے۔ یہ ایمان اور توحید کی بنیاد ہے یہ دین کے سارے وظائف سے مقدم ہے۔ پھر نبوت کے اثبات کی صراحت کی۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ وحدانیت کی گواہی کے بعد یہ بہت بڑا ستون ہے۔ اس کی جگہ توحید کے بعد ہے کیونکہ اس کا تعلق ان افعال کے ساتھ ہے جن کا وقوع جائز ہے۔ ان مقدمات کا تعلق واجبات کے باب سے ہے۔ ان بنیادوں کے بعد عقائد عقلیات مکمل ہو گئے۔ جو رب تعالیٰ کے حق میں واجب محال اور جائز ہیں پھر مؤذن مسلمانوں کو ان عبادات کی دعوت دیتا ہے جن کی طرف رب تعالیٰ نے بلایا ہے وہ انہیں نماز کی طرف بلاتا ہے۔ اسے نبوت کے اثبات کے بعد رکھتا ہے کیونکہ اس کے وجوب کی معرفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہوئی۔

عقل کے اعتبار سے نہیں ہوئی۔ پھر وہ فلاح کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس سے مراد کامیابی اور دائمی نعمتوں میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس میں امور آخرت مثلاً مر کر جی اٹھنے اور جزاء کی طرف بھی اشارہ ہے۔ عقائد اسلام کے یہ آخری ترجمان ہیں۔ پھر وہ قیام نماز کے لیے دو بار تذکرہ کرتا ہے تاکہ اس کی مشروعیت کا اعلان ہو سکے۔ یہ ایمان کی تاکید کو متضمن ہے۔ اس تکرار سے مقصود یہ ہے کہ یہ عبادت دل اور زبان کے ساتھ ہو تاکہ نمازی اس میں اپنے معاملہ کی گواہی پر اور اپنے ایمان کی بصیرت پر داخل ہو۔ اسے احساس ہو سکے کہ وہ کس عظیم عبادت کا آغاز کر رہا ہے۔ وہ جس ہستی کی عبادت کرنے لگا ہے وہ کتنی عظیم ہے۔ اس عبادت کا ثواب کتنا بڑا ہے۔'' قاضی علیہ الرحمۃ کا کلام ختم ہوا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ عبارت جلیل نفیس امور میں سے ہے۔''

میں کہتا ہوں ''امام حافظ برہان الدین البقاعی نے آذان کے اسرار میں ایک لطیف کتاب تحریر کی ہے۔ انہوں نے اس کا نام ''الایذان بفتح اسرار التشھد والآذان'' لکھا ہے۔ میں اس جگہ اس کا تذکرہ کرنے لگا ہوں۔ یہ عبارت بہت نفیس ہے۔ آذان اور تشہد کی بعض روایات کا تذکرہ کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں۔'' آذان کا مقصود نماز کے اوقات کے

بارے بتانا ہے۔ یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ دین کا غلبہ ہو چکا ہے اس کا جھنڈا کونین میں لہرا رہا ہے۔ یہ مشہور ہو چکا ہے۔ یہ آفاق میں پھیل چکا ہے۔ یہ غالب آچکا ہے۔ جابر بادشاہ ذلیل ہو چکے ہیں یہ اس امر کا اعلان ہے کہ دین محمدی ہی دین اسلام ہے۔ رب تعالیٰ اس دین کے علاوہ کسی اور دین کو قبول نہیں کرتا۔ یہ سارے ادیان پر غالب آچکا ہے۔ سارے مخالفین مغلوب ہو چکے ہیں اس کے جھنڈے رفعتوں پر لہرا رہے ہیں۔ پہلے وہ مخفی تھے۔ اس کے جھنڈوں کی علامات پھیل چکی ہیں حالانکہ پہلے وہ مخفی تھیں۔ اہل باطل مٹ چکے ہیں۔ کئی صدیوں سے شرک کا غلبہ تھا۔ باطل پر عمل ہو رہا تھا۔ وہی مشہور تھا مناسب یہی ہے کہ اس کی اذان کی صراحت کی جائے۔ باآواز بلند اس کے نغمات آلاپے جائیں لوگ رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے تھے۔ ابتدائی امور کو ہی اس بات سے شروع کیا گیا کہ وہ اپنی کبریائی میں منفرد ہے۔ وہ رفعتوں میں واحد ہے۔ مؤذن آذان کی ابتداء ہی اسم اعظم سے کرتا ہے۔ جو اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ جو سارے کمالات کو جامع ہے۔ ''اللہ'' وہ عظیم مالک الملک جس کا کف نہ ہو جس کا شریک، مثال اور ضد نہ ہو۔ خبر کو نکرہ ذکر کیا گیا تاکہ اس امر پر دلالت ہو سکے۔ یہ علی الاطلاق اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس کی انفرادیت میں کوئی خفاء نہیں۔ پھر کہا ''اکبر'' متعلق کا تذکرہ نہ کیا تاکہ یہ اعلیٰ غایات اور بلند ترین نہایات پر دلالت کرے۔ کیونکہ ذہنوں میں شرک محکم ہو چکا تھا۔ اہلِ طغیان کا یہ وطیرہ بن چکا تھا حال کا تقاضا تھا کہ اس کو بار بار کہا جاتا۔ اسی لیے اقامت میں بھی یہ الفاظ دو بار ذکر کیے گئے۔

کیونکہ اذان کے سارے کلمات کا مدعا وقتِ نماز کا اعلان کرنا ہے۔ ان مقاصد کے ساتھ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے علاوہ سارے ادیان منسوخ ہو چکے ہیں۔ مؤذن کسی حرفِ عطف کے بغیر تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے ''اللہ اکبر'' کل کائنات کا شدید تقاضا تھا۔ شرک کا زمانہ طویل ہونے کی وجہ سے تاکید کا تذکرہ نہیں کیا۔ موجودات کے کانوں کو لذت بخشتے ہوئے کہا کائنات کے جگر کی پیاس بجھاتے ہوئے کہا: ''اللہ اکبر'' جب ذہنوں میں یہ بات محکم ہو گئی۔ مکمل علم حاصل ہو گیا کہ توحید کا غلبہ ہو چکا ہے سارے ادیان مغلوب ہو چکے ہیں۔ ہر سامع اس کے مابعد کو سننے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس آذان کی ابتداء میں سارے لوگوں کے سامنے اس اعلان کو دہرایا: ''اللہ اکبر''

جب اس امر کا علم ہو گیا کہ یہ امر غیر متناہی ہے کوئی انتہاء نہیں جہاں اس کی حد کا اختتام ہو سکے۔ تو اس کے نتیجہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔ ہر سامع کو اس جواب کی تلقین کرتے ہوئے کہا: جو اس پر واجب تھا۔ بعض اسرار کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ اس دین کی ابتداء میں اس کی جو حالت تھی اس کے بارے اعلان کرتے ہوئے کہا۔ اس تاکید کے حسن پر دلیل دیتے ہوئے کہا: ''اشھد'' یعنی میں قطعی طور پر جانتا ہوں میں اس شخص کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ جو محسوس چیز کو دیکھتا ہے جو

بہت روشن ہو "لا الہ الا اللہ" کیونکہ یہ مقام تاکید کا شدید تقاضا کرتا تھا لہٰذا دوبارہ کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ"

جب اس جگہ تاکید نے اپنا حصہ پالیا۔ اسے مزید ضرورت نہ رہی۔ لوگوں نے اسے قبول کرلیا تو وہ رسالت ثابت ہو گئی۔ جو اس دین حق کو لے کر آئی۔ اس کے ساتھ سرکشوں سے جہاد کیا۔ حتیٰ کہ انہیں اکیلے ہی ذلیل ورسواء کر دیا۔ نتائج مسلمہ کے طریقہ پر کہا "اشھد ان محمداً" آپ کا وہ اسم گرامی ذکر کیا جو آپ کے مشہور ترین اسماء میں سے ہے۔ سب سے پاکیزہ اور سب سے ظاہر ہے۔ "رسول اللہ" رسالت کا وصف ذکر کیا جو حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین واسطہ ہے۔ کیونکہ یہ مقام اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اسی پر منحصر ہے۔ پھر آپ کی تعظیم اور تمجید کے لیے اسے دوبارہ ذکر کیا۔ کہا: "اشھد ان محمدا رسول اللہ" جب تاکید پوری ہوگئی کیونکہ اس میں اسلام کے لیے شدائد اور مصائب تھے۔ اس کے بعد اس امر کا تذکرہ کیا حال جس کا تقاضا کرتا ہے۔ اسے بلند آواز سے ادا کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ دین حق کا ظاہر اور باطن یکساں ہے۔ اس میں حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہے۔ خصوصاً شریعت کا نفاذ کرنے والا شریعت کے مطابق عمل پیرا ہے۔ اس کا ظاہر اور باطن یکساں ہے۔ اس میں نفاق نہیں۔ کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ۔

جب ذہنوں میں اس اعلان کا راز محکم ہوگیا تو پھر اس کے بعد وہ شہادت دی حال جس کا تقاضا کرتا تھا۔ کہا: "اشھد ان محمدا رسول اللہ" پہلے کی طرح اسے مؤکد کیا۔ جب یہ ثابت ہوگیا۔ تباہ کن امور کے اندھیرے چھٹ گئے۔ شاہراہ ہدایت پر چلنا آسان ہوگیا۔ تو اس امر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: جسے رسالت نے ترجیح دی۔ جیسے گمراہ کن شرک سے نجات، ٹیڑھی راہوں سے دوری۔ گمراہی کی وادیوں سے نجات حاصل کرتے ہوئے کہا: "حیّ علی" آؤ۔ جرأت کے ساتھ کسی سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ "الصلاۃ" نماز کی طرف آؤ۔ یہ دین کی انتہاء ہے۔ اس کی شیرازہ بندی کو شامل ہے۔ اپنے ماننے والوں کو ممتاز کرتی ہے۔

جب اس حال کو دیکھنے والا اس انجام تک پہنچنے کے لیے عجیب دعویٰ کرتا ہے۔ مؤذن تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے "حیّ علی الصلوۃ" جب اس نے اتنا کہا تو اسے کہا گیا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی عمل ہے تو اس نے کہا: "حیّ علی الفلاح" یہ ہر اس عمل کی طرف داعی ہے جو کامیابی اور کامرانی کو دامن میں ڈال دے۔ نماز کی طرف بلانے کو پوری تاکید کے ساتھ ادا کیا۔ حفاظ نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے یہ قول "حیّ علی خیر العمل" ثابت نہیں ہے جو صحیح میں ہے۔ وہ دو امور کی وجہ سے زیادہ بلیغ ہے۔ (۱) وہ سب بھلائیوں کو شامل ہے (۲) اسے اس لازم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو عمل پر مرتب ہونے والی انتہاء ہے۔ تاکہ اس میں شوق اور محبت پیدا ہو۔ اس کے بعد کہا: "حیّ علی

الفلاح" جب دشمن کو ذلیل کرے اور مغلوب کرنے کے ساتھ دبدبہ طوالت اختیار کر گیا جو طاقت کی بناء پر اعمال شریعۃ کی طرف توجہ نہ دینے کے موجب تھے۔ اس کلام کو مؤکد کیا گیا جو ہر قسم کی بھلائی کی طرف داعی تھا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کلام اس امر کا مستحق ہے کہ اسے مؤکد کیا جائے اور اس کے آثار کی جلالت کے آثار کو جانا جائے۔ کہا: "حیّ علی الفلاح" اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ امر پر خطر ہے۔ یہ مشکل راہ ہے۔ اس کے لیے زیادہ تیاری کی ضرورت ہے۔ تا کہ آخر میں روزِ حشر کو راحت نصیب ہو۔

جسے دعوت دی جا رہی ہے اگر وہ سویا ہوا ہو۔ نیند میں بھی بھلائی ہوتی ہے۔ کیونکہ یا تو اس کا مقصد بدن کا آرام پہنچانا ہوتا ہے تا کہ اطاعت پر قوی ہو سکے۔ تا کہ معصیت سے نجات مل سکے۔ رات کے آخری حصہ میں نیند زیادہ آتی ہے۔ صبح کی آذان کے ساتھ تثویب مختص ہے۔ صبح کی آذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہا جاتا ہے۔ نماز سب سے بڑی فلاح ہے۔ آذان کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے۔ جب نیند کا غلبہ ہو تو بے چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے دوسری بار کہا: "الصلوٰۃ خیر من النوم" کیونکہ (عرب میں) صبح کی دو آذانیں ہوتی ہیں۔ تثویب عموماً پہلی آذان میں ہوتی ہے۔ یہ رات کے قیام کی طرف دعوت ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ آذان مشروع کی گئی۔ بعض روایات میں آپ نے اس راز سے یوں پردہ اٹھایا۔ "تا کہ تمہارا قیام کرنے والا لوٹ آئے اور تمہارا سونے والا جاگ پڑے۔"

یہ تثویب کبھی دوسری آذان میں ہوتی ہے۔ یہ صبح کی فرض نماز کی طرف دعوت ہوتی ہے۔ یہ اس کے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس میں فرض کی ترغیب دی جاتی ہے۔ داعی اصرار کے ساتھ اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ وہ واجب ہے کہ جس نے اس میں کوتاہی کی اسے سزا دی جاتی ہے۔ جو اس کی حدود کو تجاوز کرتا ہے اسے ملامت کی جاتی ہے۔ اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ جب دین حق مکمل ہو گیا۔ یہ اصل، فرع، قول، نیت اور عمل کے اعتبار سے مکمل ہو گیا تو مؤذن اس کی طرف ترغیب و ترہیب کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔ وہ اس امر کے ساتھ یاد کراتا ہے۔ جس سے آغاز ہوا۔ تا کہ رب تعالیٰ کی اس عظمت کا اظہار ہو سکے جس کے ساتھ اس نے دین کو غالب کیا۔ سرکشوں کو ذلیل کیا۔ حالانکہ انہیں یقین تھا کہ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ "اللہ اکبر" پھر اس کی شدید ضرورت کے لیے اسے ترغیب و ترہیب کے ساتھ مؤکد کیا۔ کہا "اللہ اکبر" جب امر مکمل ہو گیا۔ شوق کو جلا ملی تو اس جگہ چار بار تکبیر کہنے کی ضرورت نہ رہی جیسے کہ پہلے تھا۔ توحید پر آذان کا اختتام ہوا تا کہ علم ہو سکے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف وہ چیز قبول ہو سکتی ہے جو از ابتداء تا انتہا توحید کے ساتھ متصل ہو۔ کہا: "لا الہ الا اللہ" جب مؤذن اس حد تک پہنچ گیا جس کے بعد اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔ تاکید کی ضرورت نہ تھی۔ نہ ہی لفظ شہادت کی

ضرورت تھی۔ تاکہ علم ہو سکے کہ اس کے بعد صرف تلوار ہے۔ اگر کسی نے اس میں توقف کیا یا سرکشی کی تو اس کا علاج صرف تلوار ہے۔ کیونکہ آذان کا مقصد صرف یہ اعلان کرنا ہے کہ اسلام سارے ادیان پر غالب آ گیا ہے۔ یہ کامیاب ہو چکا ہے۔ یہ پھیل چکا ہے۔ اس کا ستون محکم ہو چکا ہے۔ اس کے جنود اور مددگار غالب آ چکے ہیں بار بار اور تاکید کے ساتھ اسی کا تذکرہ ہوا۔ فقروں کے مابین حروف عاطفہ بھی ذکر نہ کیے گئے۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اس مقصد سے اسے آگے پیچھے کر سکے۔ یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ اس کا ہر ہر جملہ اس مستقل علیحدہ رکن ہے۔ اور بار بار ذکر کر کے غلبہ کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ یہ آذان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے حالت نیند اور عالم بیداری میں مشروع فرمایا ہے رات اور دن میں مشروع فرمایا ہے۔ اس پر اضافہ ممکن نہیں جیسے کہ آپ نے فرمایا ہے: ''مولا! یہ ایک مکمل دعوت ہے جس نے اس میں ایک حرف کا بھی اضافہ کیا اس نے برا کام کیا ظلم وستم کیا۔''

اذان سننے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ انہی الفاظ کے ساتھ آذان کا جواب دے۔ تاکہ اس کے اعتقاد کا اعلان ہو سکے۔ اس کے مدعا کا یقین ہو سکے۔ "حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح" کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے مدد طلب کر رہا ہے کہ ان عمدہ افعال کو ادا کرنے کی توفیق دے۔ یہ اس امر کا اعلان ہے کہ امور پر حقیقی قدرت رب تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اقامت میں یہ کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں۔ (احناف کے ہاں یہ کلمات اقامت میں بھی دو دو بار کہے جاتے ہیں)

کیونکہ جب آذان سے وحدانیت اور رسالت کا امر ثابت ہو گیا تو جسے دعوت دی تو وہ اس امر کو جان گیا۔ معاملہ تاکید سے مستغنی ہو گیا۔ اس نماز کے قیام کے اعلان کے علاوہ کسی امر کے اعلان کی ضرورت نہ رہی جس کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ اس کو اس کے وقت کا علم ہو سکے۔ تکبیر کو مؤکد ذکر کیا گیا تاکہ غافل اور سست شخص بھی قیام نماز کے لیے جلدی کرے۔''

- ۳ کس سال آذان کی ابتداء ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ پہلے سال اس کا آغاز ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ دوسرے سال اس کا آغاز ہوا۔
- ۴ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کا اعلان کرے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے صدا دو۔'' اس حدیث پاک کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں۔ ''نماز کی طرف یہ پکار اعلان کے علاوہ تھی۔ یہ اذان سے پہلے شروع تھی۔'' الحافظ نے لکھا ہے ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اشارہ کہ ایک شخص بھیجا جائے جو نماز کا اعلان کرے۔ مشاورت کے بعد تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسکے بعد خواب دیکھا تھا۔ جن الفاظ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ دعوت دیتے تھے وہ یہ تھے: "الصلوۃ جامعۃ" جسے ابن سعد اور سعید بن منصور نے حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کی ہے۔ قاضی ابوبکر العربی نے اس جگہ جو گفتگو کی ہے وہ لکھنے کے قابل نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر طعن کیا ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ الحافظ نے تفصیل سے ان کا رد کیا ہے۔

◆ الطبرانی نے لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آذان کو خواب میں دیکھا تھا لیکن اس روایت کی سند صحیح نہیں۔ امام غزالی نے وسیط میں لکھا ہے کہ یہ خواب دس سے زائد افراد نے دیکھا تھا۔ الجیلی نے شرح التنبیہ میں لکھا ہے کہ چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خواب دیکھا تھا لیکن ابن الصلاح نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے "میں نے یہ روایت بہت تلاش کی ہے لیکن مجھے ملی نہیں۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں صرف یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے تھے۔ مغلطای نے فقہ کی بعض کتب سے لکھا ہے کہ انصار کے سترہ افراد نے یہ خواب دیکھا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ حق مؤقف یہ ہے کہ اس میں صرف حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی ثابت ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قصہ بعض اسناد سے روایت ہے۔

الحافظ ابن ابی اسامۃ نے کثیر بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے حضرت جبرائیل نے آسمان پر آذان دی۔ اسے حضرات عمر فاروق اور بلال رضی اللہ عنہما سے سنا۔ حضرت عمر، حضرت بلال سے سبقت لے گئے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کی: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اس معاملہ میں عمر تم سے سبقت لے گئے ہیں۔" اس روایت کی سند بہت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں سعید بن سنان ہے۔ امام ذہبی نے المغنی میں لکھا ہے "یہ متروک اور متہم تھا۔"

◆ بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ آذان ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں مشروع تھی۔ ان میں سے ایک روایت وہ جسے امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اذان وحی کی۔ آپ اسے لے کر نیچے تشریف لائے اور حضرت بلال کو سکھا دی۔" اس روایت کی سند میں طلحہ بن زید ہے۔ حافظ ابن رجب نے لکھا ہے کہ اس سند سے یہ روایت کسی شک کے بغیر موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ہر سند کے ساتھ موضوع ہے۔ ابن شاہین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور

اکرم ﷺ کو شب معراج اذان سکھائی گئی۔آپ پر نماز فرض ہوئی۔"اس کی سند میں حسین بن مخارق ہے۔ یہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ دارقطنی نے الافراد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل نے حضور اکرم ﷺ کو آذان سکھائی۔"اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابن مردویہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا:"جب مجھے معراج کرائی گئی۔تو حضرت جبرائیل نے اذان دی۔ ملائکہ نے گمان کیا کہ شاید وہ انہیں امامت کرائیں گے۔لیکن انہوں نے مجھے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا۔ میں نے انہیں امامت کرائی۔"اس سند میں غیر معروف راوی ہے۔امام ذہبی نے مختصر الامام میں لکھا ہے"یہ حدیث منکر ہے بلکہ موضوع ہے۔"بزار وغیرہ نے روایت لکھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو اذان سکھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کے پاس ایک سواری براق لے کر آئے۔آپ اس پر سوار ہوئے۔حتیٰ کہ آپ ایک حجاب کے پاس پہنچے۔حجاب سے ایک فرشتہ نکلا اس نے پوچھا:"جبرائیل! یہ کون ہیں؟"انہوں نے کہا:"مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ فرشتہ ساری مخلوق سے رب تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔جب سے میری تخلیق ہوئی ہے میں نے یہ فرشتہ نہیں دیکھا۔صرف ابھی دیکھا ہے۔"اس فرشتے نے کہا:"اللہ اکبر۔ اللہ اکبر"حجاب کے پیچھے سے کہا گیا"میرے بندے نے سچ کہا ہے میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ میں ہی سب سے بڑا ہوں"اس نے بقیہ اذان کا ذکر کیا۔اس روایت کے آخر میں ہے"پھر فرشتے نے آپ کو دستِ اقدس سے پکڑا۔آپ نے آسمان والوں کو امامت کرائی۔" اس روایت کی سند میں زیاد بن منذر ہے۔وہ بھی متروک ہے۔ابن معین نے اس کے بارے لکھا ہے:"یہ اللہ کا دشمن جھوٹا تھا۔"

امام ذہبی نے لکھا ہے۔"یہ روایت اس کی وضع کردہ ہے۔"ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کو امام سہیلی نے صحیح گمان کیا ہے۔حالانکہ وہ منکر ہے۔زیاد بن منذر اس میں منفرد ہے۔رافضیہ کا فرقہ جارودیہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔اس پر تہمت لگائی جاتی تھی۔اگر حضور اکرم ﷺ نے شب معراج اذان سنی ہوتی تو ہجرت کے بعد آپ اس کا ضرور حکم دیتے۔

ابن شاہین نے مذکور زیاد کی سند سے روایت کیا ہے۔اس نے کہا:"میں نے ابن حنفیہ سے پوچھا:"ہم بیان کرتے تھے کہ آذان خواب میں سکھائی گئی تھی۔"اس نے کہا:"بخدا! یہ باطل ہے۔لیکن جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی

گئی تو آپ کے پاس ایک فرشتہ بھیجا گیا۔جس نے آپ کو آذان سکھائی۔"الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے"یہ باطل ہے اگر اسے صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔تو اسے تعدد اسراء پر محمول کیا جائے گا۔یہ معراج مدینہ طیبہ میں ہوئی ہوگی۔"

امام قرطبی کا یہ قول لازم نہیں آتا کہ جو آذان آپ نے شب معراج کو سنی تھی وہ آپ کے حق میں مشروع تھی۔اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے۔کیونکہ اس روایت کی ابتداء میں ہے"جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو اذان سکھانے کا ارادہ کیا"امام الطبری نے لکھا ہے کہ شب معراج کی آذان کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے گا یعنی اعلان۔اس میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں اس کیفیت کی صراحت ہے جو اس میں مشروع ہے۔ ابن شاہین نے زیاد کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور اذان سکھائی۔حضرت جبرائیل براق لے کر آئے......"زیاد کذاب راوی ہے۔ابو شیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"نماز کی فرضیت کے ساتھ ہی آپ پر آذان کا نزول ہوا"اس کی سند میں عبدالعزیز بن مروان ہے۔وہ تالف ہے۔الحافظ نے لکھا ہے:"صحیح بات یہی ہے کہ ان روایات میں سے ایک روایت بھی درست نہیں۔ابن منذر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ اذان کے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے۔جب سے نماز فرض ہوئی اس وقت سے لے کر ہجرت مدینہ تک اور پھر مذکورہ مشاورت تک آپ آذان کے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے۔"امام سہیلی نے ان روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے تکلف کیا ہے۔صحیح موقف کو اپنا لینا بہتر ہے۔انہوں نے اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابی نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا وہ اس کے موافق ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ نے شب معراج کو سنا تھا۔آپ نے فرمایا:"یہ ایک سچا خواب ہے۔"اس وقت آپ نے جان لیا کہ جو کچھ آسمان میں دیکھا تھا وہ زمین پر سنت قائم ہو گئی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا۔کیونکہ سکینہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے گفتگو کرتی تھی۔"

اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ صرف حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خواب پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق کا خواب بھی اس کے ساتھ ملا دیا گیا تا کہ ان کے خواب کو تقویت نصیب ہو۔پھر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خواب پر اقتصار کیوں کیا گیا۔ممکن ہے وہ یہ جواب دیں تا کہ یہ شہادت کے مفہوم میں ہو سکے۔ پہلے ضعیف روایت گزر چکی ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بھی یہ خواب دیکھا تھا لیکن اس کی تاویل کی گئی ہے۔

اس کے الفاظ یہ ہیں: "اس میں عمر تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کے خواب کے مطابق اذان دینے پر سبقت لے گئے ہیں۔"

۷ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ اذان حضور اکرم ﷺ کی زبان اقدس کے علاوہ کسی اور کی زبان سے ہو۔ کیونکہ اس میں رب تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص کی رفعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی رفیع شان کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ یہ کسی اور کی زبان سے ادا ہو۔ تاکہ آپ کی شان اور بلند ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح:۴)

ترجمہ: "اور ہم نے بلند کر دیا آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔"

"آپ کے ذکر کی رفعت کا تذکرہ کسی اور کی زبان سے ہو" امام سہیلی کا یہ قول بہت عمدہ ہے۔

۸ ابو شیخ نے عبدالعزیز بن مروان کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اذان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اذان سے اخذ کی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ (سورۃ الحج:۲۷)

ترجمہ: "اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا۔"

حضور اکرم ﷺ نے بھی اذان دی۔ ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں کہ حضرت جبرائیل نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اس وقت اذان دی جب انہیں جنت سے اتارا گیا۔

۹ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے منتخب کیا گیا کیونکہ جب انہیں راہِ خدا میں اذیت دی جاتی تھی تو وہ احد، احد کے ترانے الاپتے تھے۔ اذان ان کے سپرد کی گئی کیونکہ یہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک توحید پر مشتمل ہے۔

۱۰ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب پر اذان کے حکم کو ثابت کیا گیا۔ غیر نبی کے خواب پر حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ آپ پر وحی کا نزول بھی ہوا ہو۔ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دیکھا جائے اس پر برقرار رہا جاتا ہے یا نہیں۔ جب اس کے نظم کو دیکھا تو اس میں وسواس کے دخول کو بعید سمجھا۔

عبید بن عمیر کی روایت پہلے موقف کی تائید کرتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان سنی۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں یہ خواب سنانے کے لیے حاضر ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس ضمن میں وحی ان سے سبقت لے جا چکی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "وحی تم سے سبقت لے گئی ہے۔" اس ضمن میں یہ اصح ہے ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید کے خواب سے آٹھ روز قبل حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں آذان لے کر آ گئے تھے۔

11 اذان کو دو دو بار اور اقامت کو ایک ایک بار کہنے میں کیا حکمت ہے؟ اس میں حکمت یہ ہے کہ اذان غائبین کے لیے اعلان نماز ہے۔ اس لیے اس میں تکرار ہے تا کہ یہ آواز ان تک پہنچے جبکہ اقامت حاضرین کے لیے ہوتی ہے۔ اس لیے مستحب ہے کہ اذان بلند جگہ پر ہو۔ جبکہ اقامت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نیز یہ کہ اذان میں آواز بنسبت اقامت بلند ہو۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

مؤاخات

ابن عمر نے لکھا ہے۔ العیون اور الفتح میں بھی اسی طرح ہے۔ انہوں نے کتاب الصیام میں اصحاب المغازی سے نقل کیا ہے کہ مؤاخات دو بار ہوئی تھی۔ (۱) ہجرت سے قبل مہاجرین کے مابین۔ یہ حق اور ہمدردی پر مؤاخات تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرات ابوبکر اور عمر، حمزہ اور زید بن حارثہ کے مابین مؤاخات قائم کی تھی۔ ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مابین اخوت قائم کی۔" اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمان بن عوف، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت ابن مسعود، حضرت عبیدہ اور حضرت بلال، حضرت مصعب اور حضرت سعد، حضرت عبیدہ اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت سعد بن ابی زید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ، اپنے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے مابین اخوت قائم کی۔

امام حاکم اور خلعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے مابین اخوت قائم کی۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مابین اخوت قائم کی۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اپنے صحابہ کرام کے مابین اخوت قائم کی ہے لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے بھائی بنو۔"

انہوں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

دوسری بار اخوت کے بارے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ "حضور اکرم ﷺ نے ہمارے گھر مہاجرین اور انصار کے مابین اخوت قائم کی۔" امام احمد، شیخان اور ابو داؤد وغیرہم نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے مابین اخوت قائم کی۔ حق ہمدردی اور وصال کے بعد وراثت پر ان کے مابین اخوت قائم کی۔ یعنی رشتہ داروں کو چھوڑ کر وہ ان کے وارث بنیں گے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت خارجہ بن زید،

حضرت عمر فاروق اور حضرت عتبان بن مالک، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سلمہ بن سلامۃ (یا ابن مسعود) حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت کعب بن مالک، حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم کے مابین مؤاخات قائم کی۔ سارے صحابہ کرام سے فرمایا: "باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔ حضرت علی میرے بھائی ہیں۔"

مسلمان اسی اخوت پر قائم رہے۔ حتیٰ کہ سورۃ الانفال کی یہ آیات طیبات نازل ہوگئیں رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معاہدۃ کو تقویت دی فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال:۷۴/۷۳)

ترجمہ: "جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی وہی (خوش نصیب) لوگ سچے ایماندار ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔"

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ نے اس عہد کو محکم کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین قائم کیا تھا۔ وہ ان رشتہ داروں کو چھوڑ کر جو مکہ مکرمہ میں موجود تھے یہ باہم وارث بنے تھے۔ جتنی دیر رب تعالیٰ نے چاہا صحابہ کرام اس عہد پر برقرار رہے۔ غزوۂ بدر کے بعد رب تعالیٰ نے دوسری آیت طیبہ نازل کی جس نے اس اخوت کو منسوخ کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(الانفال:۷۵)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تم میں سے ہیں اور رشتہ دار ایک دوسرے کے حق دار ہیں حکم الٰہی کے مطابق یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

میراث میں مؤاخات منقطع ہوگئی ہر انسان اپنے نسب، ورثاء اور رشتہ داروں کی طرف لوٹ آیا۔ خرائطی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے ایسی قوم کبھی نہیں دیکھی ہم ان کے پاس آئے انہوں نے قلیل مال میں ہم سے بہت ہمدردی کی اور کثیر مال میں ہم پر اچھی طرح خرچ کیا۔ انہوں نے مشقت میں ہماری معاونت کی۔ انہوں نے عمدہ چیز میں ہمیں شریک کیا ہمیں خدشہ ہے کہ وہ سارا اجر لے جائیں

گے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! جو تم نے ان کی تعریف کی ہے تم نے ان کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کر دی ہے۔"

امام مسلم، امام نسائی اور خرائطی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے خود کو دیکھا ایک مسلمان شخص اپنے درہم یا دینار کا اپنے بھائی سے زیادہ مستحق نہ تھا۔" امام زہری، حمزہ بن سعید نے اسی طرح کہا ہے جس طرح ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ "یہ فرخندہ فال افراد نوے تھے۔ جن میں سے ۴۵ مہاجر اور ۴۵ انصار تھے۔" ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد ایک سو تھی ۵۰ مہاجرین اور پچاس انصار تھے۔ ابن اسحاق، سنید بن داؤد، ابو عمر اور ابو الفرج نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین اخوت قائم فرمائی اور فرمایا: "تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

ابو بکر شافعی نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت قائم کی تو اپنے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ اور حضرت اسید، حضرت جعفر طیار اور حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت خارجہ بن زید، حضرت عمر فاروق اور حضرت عتبان بن مالک، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت اوس بن ثابت اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت کعب بن مالک کے مابین اخوت قائم کی۔ ابو الفرج نے حضرت کعب کی جگہ حضرت ابی بن مالک کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت سعید بن زید، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سلمہ بن سلامۃ، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت محمد بن سلمہ، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم کے مابین اخوت قائم کی۔

امام بخاری نے کتاب البیوع کی ابتداء میں لکھا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے مابین اخوت کیسے قائم کی۔" امام احمد، شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع کے مابین اخوت قائم کی۔ حضرت سعد نے انہیں اپنا نصف مال اور نصف اہل پیش کیا۔ حضرت سعد نے کہا: "میں سارے لوگوں سے زیادہ امیر ہوں۔ میں اپنا نصف مال آپ کو پیش کرتا ہوں۔ ذرا دیکھو میری کون سی بیوی آپ کو پسند ہے۔ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر لینا۔" حضرت عبد الرحمان نے کہا: "اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اہل میں برکت ڈالے۔ بازار کی طرف میری راہ نمائی کر دو۔" انہوں نے وہاں خرید و فروخت شروع کی۔

آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت ابو طلحہ زید بن سہل کے مابین اخوت قائم کی۔ یہ روایت اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جسے ابن اسحاق اور ابو عمر نے روایت کیا ہے الا یہ کہ یہ اخوت حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد بن معاذ کے

مابین قائم ہوئی ہو۔ سُنید نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت محمد بن سلمہ، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابی بن کعب، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابوایوب، حضرت عامر بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان یا حضرت عمار اور حضرت ثابت بن قیس کے مابین اخوت قائم کی۔ کیونکہ حضرت حذیفہ نے غزوۂ احد کے وقت اسلام قبول کیا تھا، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ اور حضرت عباد بن بشر، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہم کے مابین اخوت قائم کی۔

محمد بن عمر اسلمی نے انکار کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی کسی صحابی سے اخوت قائم کی ہو۔ کیونکہ وہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔ ان کے نزدیک حضرت طلیب بن عمیر اور حضرت منذر بن عمرو کے مابین اخوت قائم کی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سہل بن حنیف، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء عویمر بن ثعلبہ کے مابین اخوت قائم کی۔ محمد بن عمر نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی نے غزوۂ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ انہوں نے غزوۂ خندق میں شرکت کی تھی۔ آپ نے حضرت بلال اور حضرت ابورویحہ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور حضرت عویم بن ساعدۃ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت طفیل بن حارث، حضرت سفیان بن نسر اور حضرت حصین بن حارث، حضرت عبداللہ بن جبیر اور حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عباس بن عبادہ اور حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت معاذ بن ماعص اور حضرت صفوان بن وھب، حضرت رافع بن معلٰی اور حضرت مقداد بن عمرو، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت ذوالشمالین عمرو بن نضلہ، حضرت یزید بن حارث اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، حضرت سعد بن خیثمہ اور حضرت عامر بن ابی وقاص، حضرت خبیب بن عدی اور حضرت عبداللہ بن مظعون، حضرت قطبہ بن عامر اور حضرت شماس بن عثمان، حضرت حنظلہ بن ابی عامر اور حضرت ارقم بن ابی ارقم، حضرت طلحہ بن زید انصاری اور حضرت زید بن خطاب، حضرت معن بن عدی اور حضرت عمرو بن سراقہ، حضرت سعد بن زید اور حضرت عاقل بن بکیر، حضرت مبشر بن عبدالمنذر اور حضرت عبداللہ بن مخرمۃ، حضرت فروہ بن عمرو اور حضرت خنیس بن حذافہ حضرت۔ منذر بن محمد اور حضرت ابوسبرۃ بن ابی رھم، حضرت عبادہ بن خشخاش اور حضرت مسلح بن اثاثہ حضرت زید بن المزین اور حضرت ابومرثد، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عکاشہ بن محصن، حضرت مجذر بن زیاد اور حضرت عامر بن فہیرۃ، حضرت حارث بن صمہ اور حضرت مجمع رضی اللہ عنہم کے مابین رشتہ اخوت قائم فرمایا۔

تنبیہات

1. الروض الانف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مؤاخات قائم کی۔ تاکہ پردیس کی وحشت ختم ہو سکے۔ اپنے اہل وعیال اور قبیلہ کی جدائی سے تسلی فراہم ہو سکے وہ ایک دوسرے

کے ساتھ تعاون کر سکیں۔ جب اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا۔ اس کی شیرازہ بندی ہو گئی۔ وحشت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

مِنْكُمْ ۚ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۚ (الانفال:۷۵)

ترجمہ: "رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہے حکم الٰہی کے مطابق۔"

اس سے مراد میراث ہے۔ پھر سارے اہلِ ایمان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ وہ محبت اور دعوت کی عمومیت میں باہم بھائی بھائی بن گئے۔

◆ اخوت کا آغاز کب کیا گیا ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد، دوسرا قول نو ماہ بعد کا، ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مسجد تعمیر کر رہے تھے یا تعمیر مسجد سے قبل، یا ہجرت کے ایک سال بعد، یا ہجرت کے تین ماہ بعد ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر یہ رشتہ اخوت قائم کیا۔ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ یہ مؤاخات حضرت انس کے گھر ہوئی تھی۔ ابوسعد نیساپوری نے الشرف میں لکھا ہے کہ یہ مؤاخات مسجد نبوی میں ہوئی تھی۔

◆ امام واقدی نے انکار فرمایا ہے کہ حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء کے مابین مؤاخات قائم ہوئی ہو۔ کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور غزوۂ خندق میں شرکت کی تھی۔ الحافظ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مراد دوسری بار اخوت کا رشتہ قائم کرنا ہے۔ ایک بار مؤاخات کا آغاز ہو گیا تو آپ لگاتار اس کی تجدید کرتے رہے۔ جو اسلام قبول کر لیتا اور مدینہ طیبہ حاضر ہو جاتا ہے۔ اسے کسی صحابی کے ساتھ رشتہ اخوت میں پرو دیا جاتا۔ یہ مؤاخات ایک بار تو واقع نہیں ہوئی تھی کہ اس مؤاخات کو رد کر دیا جائے۔ جو حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء کے مابین قائم ہوئی تھی۔ یہی جواب حضرت ابوذر، منذر بن عمرو، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت جعفر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کی مؤاخات کے بارے دیا جاتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت معاذ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ اخوت قائم کرنے کا انتظار کیا حتیٰ کہ وہ حبشہ سے واپس تشریف لے آئے۔

◆ محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ہر اس مؤاخات کا انکار کیا ہے جو غزوۂ بدر کے بعد رونما ہوئی۔ انہوں نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر نے ایسی وراثت کو منقطع کر دیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ امر مؤاخات کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ یہ اس مخصوص مؤاخات کو ختم کرتا ہے جو صحابہ کرام کے مابین اس لیے منعقد ہوئی تھی تاکہ وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں۔

◆ ابن تیمیہ نے اس امر کا انکار کیا ہے کہ مہاجرین کے مابین یہ مؤاخات ہوئی ہو۔ خصوصاً انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین اخوت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مؤاخات کو ایک دوسرے شفقت سے برتنے کے لیے مشروع کیا تھا۔ تاکہ ان کے مابین تالیف قلبی ہو سکے۔ لہٰذا کسی مہاجر کا دوسرے مہاجر کا بھائی بنانے میں یہ حکمت کارفرما نہیں ہے۔

الحافظ نے ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نص کا قیاس کے ساتھ رد ہے۔ اور مؤاخات کی حکمت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ بعض مہاجرین مال، قبیلہ اور قوت میں دوسرے سے قوی تھے۔ آپ نے اعلیٰ اور ادنیٰ کے مابین مؤاخات قائم کی تاکہ ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور اعلیٰ ادنیٰ کی مدد کرے۔ اس سے وہ حکمت آشکارا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی آپ کی کفالت میں تھے۔ اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مابین مؤاخات قائم کی۔ کیونکہ حضرت زید ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی اخوت ثابت ہے حالانکہ وہ مہاجرین میں سے تھے۔ صحیح میں ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت زید نے کہا تھا: ''حضرت حمزہ کی نورِ نظر میری بھتیجی ہیں۔ حاکم، ابن عبدالعزیز نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا۔ یہ دونوں مہاجر تھے۔ ضیاء المقدسی نے المختارۃ میں لکھا ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ المختارۃ کی روایات مستدرک کی روایات سے زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہیں۔ اس کی مزید تفصیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تذکرۃ میں آئے گی۔

٦ امام احمد، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت شعبہ بن التوام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام میں (ایسا) کوئی معاہدہ نہیں (جو اسلام کے حکم کے مخالف ہو) شعبہ بن التوام نے یہ اضافہ کیا ہے'' بلکہ تم جاہلیت کے معاہدہ کو تمام رکھو'' دوسرے الفاظ میں ہے'' جاہلیت کے ہر معاہدہ کو اسلام نے سخت اور شدید کیا ہے یہ بات مجھے خوش نہیں کرتی کہ مجھے سرخ اونٹ ملیں اور میں وہ معاہدہ توڑوں جو دار الندوہ میں ہوا تھا۔

امام بخاری نے الکفالۃ اور الاعتصام میں اور امام مسلم نے فضائل میں اور امام ابوداؤد نے فرائض میں عاصم بن سلیمان الاحول سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت انس سے عرض کی: '' کیا آپ کو علم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں ہے'' انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں قریش اور انصار کے مابین معاہدہ کیا تھا۔'' امام الطبرانی نے لکھا ہے کہ حضرت انس نے معاہدہ کے اثبات

کے لیے جو استدلال کیا ہے وہ سابقہ روایات کے منافی نہیں ہے۔ یہ اخوت ہجرت کی ابتداء میں ہوئی تھی صحابہ کرام ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ پھر آیت میراث سے یہ منسوخ ہوگئی۔ یہ برقرار رہی حتیٰ کہ قرآن پاک اسے ختم کر دے۔ اس سے مراد حق پر نصرت اور تعاون ہے۔ ظالم کا ہاتھ پکڑ لینا ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "مگر نصرت اور خلوص" اسی کی وصیت کی جاتی ہے۔ میراث ختم ہوگئی ہے۔

خطابی نے لکھا ہے کہ ابن عیینہ نے لکھا ہے کہ آپ نے ان کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا۔ اسلام میں معاہدہ کا مطلب ہے کہ دینی احکام اور حدود میں تعاون کرنا۔ جاہلیت میں معاہدہ سے مراد ان امور پر عمل پیرا ہونا تھا جو ان کے مابین طے پاتے تھے۔ اسلام نے وہ معاہدے ختم کر دیے جو اسلام کے حکم کے خلاف تھے۔ بقیہ کو اسی طرح رہنے دیا۔ جاہلیت میں جو معاہدے فتنوں، قتال اور شب خون مارنے کے لیے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ اسلام میں انہیں ختم کر دیا "لا حلف فی الاسلام" جاہلیت میں جو معاہدے مظلوم کی نصرت اور صلہ رحمی کے لیے تھے جیسے حلف المطیبین وغیرہ ان کے بارے فرمایا: "زمانہ جاہلیت میں جو معاہدے تھے۔ اسلام نے ان کی شدت میں اضافہ کیا ہے۔" اس سے مراد وہ معاہدہ ہے جو خیر اور نصرتِ حق پر منعقد ہو۔" اس طرح دونوں روایتیں جمع ہوگئیں ایسے معاہدہ کا تقاضا ہی اسلام کرتا ہے۔ ممنوع معاہدہ وہ ہے جو حکمِ اسلام کے مخالف ہو۔

❁❁❁❁

ساتواں باب

تحویل قبلہ

ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، صحاح ستہ، ابو داؤد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، دار قطنی، بیہقی، نے حضرت براء بن عازب سے، ابن اسحاق، ابن ابی شیبہ، ابو داؤد اور نحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، یحییٰ بن حسن نے اخبار مدینہ میں حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے قبلہ کو منسوخ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔ خانہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا فرمائی پھر مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کو آپ کا قبلہ بنا دیا گیا۔ پھر آپ نے ہجرت فرمائی ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ کی اکثر آبادی یہودی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صخرۃ بیت المقدس کی طرف رخ انور کرنے کا حکم دیا۔ یہودی اس کی وجہ سے آپ کو طعنے دینے لگے۔ آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کرتے تھے۔ آپ کو پسند تھا کہ خانہ کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا جائے۔ کیونکہ یہودی کہتے تھے "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ روحی) یوں تو ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں۔"

آپ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا: "میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہودیوں کے قبلہ سے پھیر دے۔" حضرت جبرائیل نے عرض کی: "میں بھی آپ کی طرح عبد ہوں۔ میں کسی چیز کا مالک نہیں مگر مجھے جو حکم دیا جائے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ نظر اٹھا کر آسمان کی طرف کثرت سے دیکھتے تھے۔ آپ حضرت ام بشر بنت براء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے لیے کھانا تیار کرتی تھیں۔ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں اپنے صحابہ کرام کو نماز ظہر پڑھائی۔ جب آپ دو رکعتیں پڑھا چکے تو حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور آپ کو اشارہ کیا کہ آپ بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ حضرت جبرائیل نے بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرف چلے گئے۔ آپ نے میزاب رحمت کی طرف رخ انور کر لیا۔ مرد خواتین کی جگہ اور خواتین مردوں کی جگہ آ گئیں۔ اسی قبلہ کے بارے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ: ۱۴۴)

ترجمہ: "ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جو آپ پسند کرتے ہیں۔"

اسی لیے اس مسجد کو مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔ اس وقت ظہر کی چار رکعتیں تھیں۔ دو کے وقت رخ انور بیت المقدس کی طرف اور دو کے وقت رخ انور خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ باہر نکلے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تھی۔ وہ بنو حارثہ کے پاس سے گزرے۔ یہ انصار تھے۔ وہ نماز عصر میں رکوع کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔" یہ سن کر انہوں نے بھی اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیا۔

حضرت رافع بن خدیج نے کہا "ایک آنے والا ہمارے پاس آیا۔ ہم نے بنو عبد الاشہل میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم مل چکا ہے کہ آپ کعبہ مقدسہ کی طرف رخ انور کریں۔ ہمارے امام نے خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیا ہم نے بھی اپنے رخ موڑ لیے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لوگ قباء میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ ابن طاہر المقدسی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عباد بن بشر ہی تھے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہو چکا ہے آپ کو حکم مل چکا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ تم بھی کعبہ مشرفہ کی طرف منہ کر لو۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف رخ موڑ لیے۔"

یہود کو یہ بات بہت عجیب لگتی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح اہل کتاب بھی متعجب تھے۔ جب آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ انور کیا تو انہیں یہ بات بہت عجیب لگی۔ منافقین نے کہا: "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی زمین کی طرف گر پڑے ہیں۔" مشرکین نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا ہے کہ ہمارا قبلہ ان کا قبلہ اور وسیلہ بنا دیا جائے۔ ان کو علم ہو گیا ہے کہ ہمارا دین ان کے دین سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ عنقریب وہ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔" **نعوذ باللہ منہ**

یہودیوں نے اہل ایمان سے کہا: "تمہیں حضرت موسیٰ، حضرت یعقوب اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے قبلہ سے کس چیز نے پھیرا ہے۔ بخدا تم ایک فتنہ پسند قوم ہو۔" اہل ایمان نے کہا: "ہم میں سے بعض افراد کا وصال ہو چکا ہے ہم نہیں جانتے کہ ہم اور وہ ایک قبلہ پر تھے یا نہیں۔" رفاعہ بن قیس، کردم بن عمرو، کعب بن اشرف، رافع بن ابی رافع، حجاج بن عمرو، ربیع، کنانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس چیز نے آپ کو اس قبلہ سے پھرا ہے جس پر آپ پہلے تھے۔ حالانکہ آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں۔ آپ اپنے پہلے قبلہ کی طرف لوٹ چلیں۔ ہم آپ کی

اتباع کریں گے اور آپ کی تصدیق کریں۔" ان کا مقصد صرف فتنہ اور فساد تھا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ (البقرہ: ۱۴۲ تا ۱۴۵)

ترجمہ: "اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔ آپ فرمائیے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی ہدایت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور ہمارا رسول تم پر گواہ ہو اور نہیں مقرر کیا۔ ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لیے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے ہمارے رسول ﷺ کی۔ کون مڑتا ہے الٹے پاؤں بے شک یہ حکم بہت بھاری ہے مگر ان پر نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان کہ رحم کرنے والا ہے ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ آپ پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ کو اس طرف بے شک جنہیں کتاب دی گئی وہ جانتے ہیں۔

تنبیہات

1. یہ تو تذکرہ کیا گیا ہے۔ مرد خواتین کی جگہ اور خواتین مردوں کی جگہ آگئیں اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ امام صاحب مسجد کے اگلے حصہ سے مسجد کے پچھلے حصہ میں چلے گئے۔ کیونکہ جو شخص مدینہ طیبہ میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ اس کی کمر بیت المقدس کی طرف ہوتی ہے۔ اگر امام صاحب اسی جگہ پھر جاتے تو ان کے پیچھے اہلِ ایمان کی صفیں نہیں آسکتی تھیں۔ جب امام صاحب پھر گئے تو مرد حضرات بھی گئے پھر حتیٰ کہ وہ ان کے پیچھے چلے گئے۔ خواتین پھر کر مردوں کے پیچھے چلی گئیں۔ اس سے نماز میں عمل کثیر واقع ہوتا ہے۔ شاید عمل کثیر کے حرام ہونے سے قبل تھا۔ جیسے کہ کلام کے حرام ہونے سے پہلے تھا۔ یا اس عمل کو مذکورہ مصلحت کے لیے معاف کر دیا گیا۔ یا یہ عمل لگاتار واقع نہیں ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر ہوا تھا۔

2. تحویل قبلہ کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ "یہ ہجرت کے سولہ یا سترہ سال بعد ہوا تھا۔" ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہجرت سے سترہ ماہ بعد تحویل قبلہ ہوا تھا۔" ابن منذر نے یہ مدت سولہ ماہ لکھی ہے۔ بزار اور ابن جریر نے حضرت انس سے انیس ماہ کی مدت روایت کی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے سولہ ماہ اور سترہ ماہ کی مدت میں یوں تطبیق قائم ہوسکتی ہے کہ جس راوی نے سولہ ماہ کا قول کیا ہے۔ اس نے پہلے اور تحویل قبلہ کے مہینہ کو پورا مہینہ شمار کیا ہے۔ زائد ایام شمار نہیں کیے۔ جس نے سترہ ماہ کا قول انہوں نے ان دونوں ماہ کا شمار کیا ہے۔ جس نے شک کیا اس نے اس میں تردد کا اظہار کیا۔ کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں تشریف لائے تھے۔ دوسرے سال نصف رجب کے قریب تحویل قبلہ ہوا تھا۔ جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔ امام حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس سے یہی روایت کیا ہے ابن حبان نے لکھا ہے۔ "سترہ ماہ اور تین ایام" یہ مدت اس امر پر مبنی ہے کہ آپ ربیع الثانی میں تشریف لائے۔ وہ روایات جن میں تیرہ، اٹھارہ، انیس، دس اور دو ماہ اور دو سالوں کا تذکرہ ہے ان کی اسناد ضعیف ہیں۔ پہلی تین روایات پر اعتماد ہے۔

3. تحویل قبلہ کس ماہ میں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے۔ محمد بن حبیب نے نصف شعبان کا قول کیا ہے امام نووی نے الروضۃ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔ اسی کو برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے صحیح مسلم کی شرح میں سترہ ماہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ امام مسلم نے یقین کے ساتھ اسی کو ہی روایت کیا ہے۔ یہ روایت اسی صورت میں درست ہوسکتی ہے۔

اگر آپ کی تشریف آوری اور تحویل قبلہ کے دونوں مہینوں کو شمار نہ کیا جائے۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ تحویل قبلہ جمادی الآخرۃ میں ہوا تھا۔

◆ تحویل قبلہ کس نماز میں ہوا تھا؟ صحیح میں حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو پہلی نماز پڑھی تھی وہ نماز عصر تھی۔ اکثر سیرت نگاروں نے نمازِ ظہر کا قول کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ بنو سلمہ میں آپ نے سب سے پہلی نماز، نمازِ ظہر ادا کی تھی۔ مسجد نبوی میں نماز عصر ادا کی تھی۔ اہلِ قبا نے نماز صحیح خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی تھی۔

◆ مکہ مکرمہ میں آپ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی اس میں اختلاف ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ اٹھارہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی۔ آپ کی مدینہ طیبہ میں آمد کے دو ماہ بعد قبلہ کو پھیر دیا گیا۔" اس روایت کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ آپ صرف بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ امام زھری نے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کو اپنی کمر انور کے پیچھے رکھتے تھے یا کہ اسے اپنے اور بیت المقدس کے مابین رکھتے تھے۔ پہلے قول کے مطابق آپ میزابِ رحمت کو اپنے پیچھے رکھتے تھے۔ دوسرے قول کے مطابق آپ دو یمانی رکنوں کے مابین نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے یہی گمان کیا کہ آپ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی طرف ہی رخ انور کرتے رہے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے بیت المقدس کی طرف رخ انور کیا۔ پھر وہ منسوخ ہو گیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ اسے دو بار نسخ کا دعویٰ لازم آتا ہے۔ پہلا قول صحیح ہے کیونکہ وہ دونوں قولوں کو جمع کرتا ہے۔ حاکم وغیرہ نے اسی کو صحیح کیا ہے۔ ابو عمر نے اس قول کو دوسرے قول پر محمول کیا ہے۔ حضرت جبرائیل کی امامت اس امر کی تائید کرتی ہے کہ اسے اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے بعض اسناد میں ہے کہ بیت اللہ کے پاس یوں ہوتا تھا۔ ابن جریر نے قوی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کر لیں۔" اس کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رخ انور کرنا ہجرت مدینہ کے بعد ہوا تھا۔ لیکن امام احمد نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا کرتے تھے خانہ کعبہ آپ کے سامنا ہوتا تھا۔" ابن سعد نے یہی روایت جید اور قوی سند سے روایت کی ہے۔ ان روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کیونکہ احتمال ہے کہ جب آپ نے ہجرت فرمائی ہو تو آپ کو

حکم دیا گیا ہو کہ آپ لگاتار بیت المقدس کی طرف رخ انور کریں۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے "یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا" یہ قول اس شخص کے قول کو رد کرتا ہے جو کہتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا آپ کا اجتہاد تھا۔ اس روایت کو ابن جریر نے عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ راوی ضعیف ہے۔ حضرت ابو عالیۃ سے روایت ہے کہ آپ نے اہلِ کتاب کی تالیف قلبی کے لیے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔ یہ صراحت نص کے ساتھ ہی ثابت ہو سکتا ہے۔

◆ ٦ دس مسلمان نماز فرض ہونے اور تحویل قبلہ سے قبل وصال ہو چکا تھے۔ مکہ مکرمہ میں (١) حضرت عبداللہ بن شہاب (٢) حضرت مطلب بن ازہر (٣) سکران بن عمرو، سرزمین حبشہ میں (۴) حضرت حطاب بن حارث جمحی (۵) عمرو بن امیہ اسدی (٦) عبداللہ بن حارث سہمی (٧) عروہ بن عبدالعزیٰ (٨) عدی بن نضلہ۔ مدینہ طیبہ کے انصار میں سے حضرت براء بن معرور اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم۔ ان دس صحابہ کرام پر اتفاق ہے۔ ایاس بن معاذ اشہلی کی وفات بھی اسی مدت میں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔

◆ ٧ صحیح البخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے زہیر بن معاویہ سے روایت ہے کہ ان کا وصال تحویل قبلہ سے پہلے ہوا تھا۔ اور بعض افراد شہید ہوئے تھے۔ ہمیں علم نہیں کہ ہم ان کے بارے کیا کہیں؟ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس قتل (شہادت) کا تذکرہ صرف امام زہری کی روایت میں ہے باقی روایات میں صرف موت کا ذکر ہے۔ میں نے ایک روایت بھی نہیں پڑھی جس میں یہ تذکرہ ہو کہ تحویل قبلہ سے قبل کوئی مسلمان شہید ہوا ہو۔ لیکن عدم ذکر عدم وقوع کو لازم نہیں۔ یہ روایت درست ہے تو پھر اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ بعض غیر معروف مسلمان جہاد کے بغیر ہی اس مدت میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن تاریخ کی طرف قلیل توجہ کی وجہ سے ان کا شمار نہیں ہو سکا۔ پھر میں نے تاریخ میں اس شخص کا تذکرہ پڑھا جس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ وہ سوید بن صامت ہے۔ شاید یہی مراد ہو۔ بعض فضلاء نے مجھے یہ بتایا ہے کہ اس سے مراد وہ کمزور مسلمان ہیں جنہیں مکہ مکرمہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ جیسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین۔ اس کا دارومدار اس چیز کے ثبوت پر ہے کہ ان کی شہادت معراج کے بعد ہوئی تھی۔

❁❁❁❁

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہود اور منافقین کی عداوت

پہلا باب

اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائیں تو وہ آپ پر ایمان لائیں آپ کی نبوت کا اعتراف اور بغض وعناد کی وجہ سے اکثر کا کفر کرنا

میں نے اس کتاب کے آغاز میں بہت سی ایسی احادیث کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اب میں ان روایات کا تذکرہ کروں گا۔ جن کا ذکر پہلے نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ ۝ (البقرۃ:۴۰)

ترجمہ: "اے اولادِ یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو کیا میں نے تم پر اور پورا کرو میرے ساتھ (کیا ہوا) وعدہ کو اور صرف مجھی سے ڈرو۔"

ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے اہلِ کتاب کے گروہ! اس کلام تقدس پر ایمان لے آؤ۔ جسے میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے کیونکہ وہ آپ کا ذکر خیر تورات اور انجیل میں پاتے تھے۔ تم آپ پر پہلے کفر کرنے والے نہ بنو۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (البقرۃ:۴۲)

ترجمہ: ''اور مت ملایا کرو حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم اسے جانتے ہو۔''

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اس مطلب یہ ہے کہ یہودیت اور نصرانیت کو اسلام کے ساتھ نہ ملاؤ حالانکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہے۔ یہودیت اور نصرانیت بدعت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ. (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: ''جس کے ذکر کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور وہ حلال کرتا ہے ان کے لیے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں۔''

ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے تکتمو الحق سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضور اکرم ﷺ کا یہ وصف بیان کیا تھا ''آپ کی چشمانِ مقدس سرمگیں ہوں گی۔ آپ کی قامت مبارکہ میانہ ہوگی۔ آپ کے بال مبارک گھنگھریالے ہوں گے۔ آپ کا چہرہ انور حسین ہوگا۔'' حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو یہودی علماء آپ سے حسد کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی کتب میں آپ کے اوصاف تبدیل کر دیے۔ انہوں نے کہا: ''ہم اپنے ہاں آپ کے اوصاف نہیں پاتے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم پاتے ہیں کہ نبی امی طویل قامت والے، نیلی آنکھوں والے، اور سیدھے بالوں والے ہوں گے۔'' وہ اپنے احمقوں سے کہتے ''یہ اس نبی کے اوصاف نہیں ہیں جو یہ چیز حرام کرے گا۔'' انہوں نے آپ کے اوصاف تبدیل کر دیے لوگوں پر امر ملتبس کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہی احمق لوگ کھلاتے پلاتے تھے۔ کیونکہ وہ تورات کی تعلیم دیتے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہو گیا کہ یہ احمق ایمان لے آئے تو ان کا کھانا پینا بند ہو جائے گا۔''

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ اہلِ عرب یہودیوں کے پاس سے گزرتے تو وہ انہیں اذیت دیتے تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر تورات میں پاتے تھے۔ وہ رب تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو مبعوث کرے تاکہ وہ ان کے ساتھ مل کر اہلِ عرب سے جنگ کریں۔ جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا کیونکہ آپ بنو اسرائیل میں سے نہ تھے۔ ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت عباس سے اور ابو نعیم، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مدینہ طیبہ کے یہودی بنو اسد، بنو غطفان، جہینہ اور عذرہ وغیرہا کے مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔ وہ ان

الفاظ کے ساتھ مشرکین کے خلاف مدد مانگتے تھے۔ ''مولا! ہم تجھ سے محمد عربی ﷺ کے واسطہ سے نصرت طلب کرتے ہیں۔ ہماری مدد فرما۔'' ان کی مدد کردی جاتی۔ وہ یہ دعا بھی مانگتے تھے ''مولا! ہم میں وہ نبی امی مبعوث فرمادے جن کا ذکر خیر ہم تورات میں پاتے ہیں۔ جن کے بارے تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو انہیں آخری زمانہ میں مبعوث کرے گا۔'' جب آپ جلوہ افروز ہو گئے تو وہ آپ سے کفر کرنے لگے یہ صرف اہلِ عرب سے حسد تھا۔ وہ جانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل، حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ''اے گروہِ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اسلام لے آؤ۔ تم حضور ﷺ کے وسیلے سے ہمارے خلاف مدد طلب کرتے تھے اس وقت ہم مشرک تھے۔ تم ہمیں بتاتے تھے کہ آپ مبعوث ہوں گے۔ تم ہمارے لیے آپ کے اوصاف بیان کرتے تھے۔''

ابن جریر، ابن منذر نے ابن جریج سے بعض ان اہلِ کتاب سے روایت کیا ہے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''ان اوصاف کی وجہ سے جو ہماری کتب میں موجود تھیں ہم آپ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ جانتے تھے۔ ہم اپنے بیٹوں کے بارے نہیں جانتے کہ ہماری خواتین نے ان کے بارے کیا کیا ہے؟''

ابن اسحاق، امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میرے باپ اور چچا ابو یاسر کی اولاد میں سے کوئی ایسا بچہ نہ تھا جو مجھ سے انہیں پیارا ہو۔ میں جب بھی ان سے ملاقات کرتی وہ دوسری اولاد کو چھوڑ کر مجھے پیار کرنے لگتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ قباء تشریف لائے تو میرا باپ حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر آپ کے پاس صبح صبح ہی چلے گئے۔ وہ غروبِ آفتاب کے وقت واپس آئے۔ وہ تھک کر چور ہو چکے تھے۔ وہ سست تھے اور گرتے گرتے چل رہے تھے۔ میں معمول کے مطابق دوڑ کر ان کے پاس گئی۔ بخدا! ان میں سے کسی ایک نے بھی نظر اٹھا کر میری طرف نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو سنا وہ میرے باپ سے پوچھ رہا تھا ''کیا وہ وہی ہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' اس نے پوچھا: ''کیا تو نے ان کا حلیہ اور اوصاف دیکھ لیے ہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں! بخدا!'' اس نے پوچھا: ''تمہارے دل میں ان کے لیے کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''جب تک میں زندہ رہوں گا ان سے عداوت ہی کرتا رہوں گا۔''

ابن عقبہ نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابو یاسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے گفتگو کی۔ آپ کی گفتگو سنی پھر اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! میری اطاعت کرلو۔ رب تعالیٰ تمہارے ہاں اس پاک ہستی کو لے آیا ہے جس کے تم منتظر تھے۔ ان کی اتباع کرلو ان کی مخالفت نہ کرو۔'' اس کا بھائی حیی ابن اخطب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ یہودیوں کا سردار تھا۔ اس کا تعلق بنونضیر کے ساتھ تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی گفتگو سنی۔ پھر اپنی قوم کے پاس واپس آ گیا۔ اپنی قوم میں

اس کی بات مانی جاتی تھی۔ اس نے کہا: "میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ بخدا! جس کے ساتھ میں عداوت ہی کرتا رہوں گا۔" اس کے بھائی ابویاسر نے کہا: "میرے بھائی! اس معاملہ میں میری اطاعت کرلو۔ اس کے بعد جس مسئلہ میں چاہو میری مخالفت کرلینا۔" اس نے کہا: "بخدا! میں تیری اطاعت نہیں کروں گا۔" شیطان نے اس پر غلبہ پالیا اور اس کی قوم نے اس کی رائے کی پیروی کرلی۔

امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ جرمقانی حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "تمہارے وہ ساتھی کہاں ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر میں نے ان سے سوال کیا تو مجھے علم ہوجائے گا کہ آپ نبی ہیں یا نہیں۔" پھر جرمقانی نے کہا: "بخدا! یہ کلام مقدس تو اسی کلام مقدس کی طرح ہے۔ جسے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تھے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت سورہ یوسف تلاوت فرمارہے تھے۔ اس نے پوچھا: "اے محمد عربی! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کو اس سورت کی تعلیم کس نے دی ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے اس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔" یہ سن کر وہ عالم یہودیت متعجب ہوگیا۔ وہ یہودیوں کے پاس واپس آیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ اس طرح قرآن پڑھتے ہیں جیسے تورات نازل ہوئی۔" وہ اپنے گروہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ کے اوصافِ حمیدہ سے آپ کو پہچان لیا۔ انہوں نے مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے شانوں کے مابین تاباں تھی۔ انہوں نے آپ سے سورۃ یوسف کی قرأت سنی یہ قرأت سن کر انہوں نے تعجب کیا۔ وہ اسلام لے آئے۔

محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ نعمان السبئی یمن کے یہودی علماء میں سے تھا۔ جب اس نے آپ کے بارے سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور آپ سے چند اشیاء کے بارے سوال کیا۔ پھر کہا: "میرا باپ ایک کتاب پر مہر لگا کر رکھتا تھا۔ وہ کہتا تھا: "یہ اس وقت تک یہود کو پڑھ کر نہ سنانا حتیٰ کہ تم سن لو کہ یثرب سے ایک نبی مکرم ﷺ کا ظہور ہوچکا ہے۔ جب تم ان کے بارے سن لو تو یہ کتاب کھول لینا" جب میں نے سنا تو میں نے یہ کتاب کھولی۔ اس میں آپ کے وہی اوصاف مرقوم تھے جیسے میں آپ کی زیارت کررہا ہوں۔ اس میں بھی لکھا ہوا تھا کہ آپ کیا حلال کریں گے اور کیا حرام کریں گے۔ اس میں لکھا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے۔ آپ کا اسم گرامی احمد ہے۔ آپ کی امت کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ ان کے سینے اناجیل ہوں گے۔ وہ جس جنگ میں شرکت کریں گے ان کے ہمراہ جبرائیل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح محبت کرے گا جس طرح پرندہ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے۔" میرے باپ نے کہا: "جب ان کے

بارے سن لو تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور ان کی تصدیق کرو۔" حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ آپ کے صحابہ کرام اس کی باتیں سنیں۔ وہ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "اے نعمان! ہمیں وہی داستان سناؤ۔ اس نے ابتداء سے لے کر انتہاء تک وہ داستان بیان کر دی۔ اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تبسم فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" کہا جاتا ہے کہ یہ وہی حضرت نعمان تھے جنہیں اسود عنسی کذاب نے شہید کیا تھا۔ ان کا ایک ایک عضو کاٹا تھا۔ وہ یہی کہہ رہے تھے: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو جھوٹا اور رب تعالیٰ پر افتراء باندھنے والا ہے۔" اس نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ اس کے بارے اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

دوسرا باب

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام قبول کرنا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ یہ بنوخزرج میں سے قواقل کے حلیف تھے۔ اسرائیلی پھر انصاری تھے۔ ان کا نام حصین تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرمایا۔ وہ اہلِ کتاب کے عالم تھے۔ انہوں نے اس روز اسلام قبول کیا جس روز آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ جیسے امام بیہقی نے حضرت عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ان کی اولاد کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قباء تشریف لائے۔ ایک شخص حضرت عبداللہ کے پاس گیا اور آپ کی تشریف آوری کی خبر دی...... اس روایت میں ہے "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا۔ پھر میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس آ گیا۔" حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے "شاید پہلے انہوں نے قباء میں آپ کی زیارت کی ہو۔ پھر بنونجار کے گھر میں آپ کی زیارت کی ہو۔"

امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابن اسحٰق نے ان کی اولاد میں سے ایک شخص سے، امام بیہقی نے امام زہری سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے سنا تو میں آپ کے اوصاف، حلیہ مبارکہ اور مبارک شکل اور اس زمانہ کو پہچان گیا جس کے ہم منتظر تھے۔ میں آپ کی وجہ سے بہت مسرور تھا۔ مگر مہر بلب تھا۔ حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ جب آپ قباء تشریف لائے تو ایک شخص نے مجھے آپ کی آمد کے بارے بتایا۔ میں کھجور کی چوٹی پر تھا وہاں کام کر رہا تھا۔ میری پھوپھو خالدہ بنت حارث نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب میں نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو میں نے تکبیر بلند کی۔ میری پھوپھو نے میری تکبیر سنی تو کہا: "اگر تم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے سنتے تو اس سے زیادہ بلند آواز سے تکبیر نہ کہتے۔" میں نے اسے کہا: "پھوپھو! بخدا! وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ انہی کے دین پر ہیں اور اسی کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں جس کے ساتھ وہ مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "میرے بھتیجے! کیا وہ وہی نبی ہیں جن کے بارے ہم کہتے ہیں کہ انہیں قیامت کے ساتھ مبعوث کیا جائے گا۔" میں نے انہیں کہا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "وہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ جب میں نے چہرۂ والضحیٰ

کی زیارت کی تو میں نے کہا: "یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کا پہلا فرمان سنا۔" آپ فرما رہے تھے: "سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی تشریف آوری کے بارے سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ سے عرض کی: "میں آپ سے چند اشیاء کے بارے سوال کرنے لگا ہوں جنہیں صرف ایک نبی ہی جانتا ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہے؟ بچہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ چاند میں سیاہی کیسی ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے اس کے بارے ابھی ابھی جبرائیل نے بتایا ہے۔" حضرت عبداللہ نے پوچھا: "جبرائیل نے بتایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے عرض کی: "ملائکہ میں سے وہ تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔" آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ (البقرۃ:۹۷)

ترجمہ: "آپ فرمائیے! جو دشمن ہو جبریل کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لیے۔"

آپ نے فرمایا: "قیامت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ مشرق سے ایک آگ نکلے گی۔ جو لوگوں کو ہانک کر مغرب کی طرف لے جائے گی۔ وہ کھانا جسے اہل جنت میں سے پہلے کھائیں گے۔ وہ مچھلی کا جگر ہوگا۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ جہاں تک اس سیاہ حصہ کا تعلق ہے جو چاند میں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے یہ دونوں سورج تھے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ۔ (الاسراء:۱۲)

ترجمہ: "اور ہم نے بنایا رات اور دن کو دو نشانیاں اور ہم نے مدھم کر دیا رات کی نشانی کو۔"

یہ سیاہی جو تمہیں نظر آتی ہے یہ وہ "محو" ہی ہے۔ علم کے سمندر کی یہ بیکرانیاں دیکھ کر حضرت عبداللہ نے کہا: "اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله" پھر وہ اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے آئے۔ انہیں اسلام لانے کا حکم دیا۔ وہ سب اسلام لے آئے۔ انہوں نے اپنا اسلام چھپا لیا۔ پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار اور سردار کا بیٹا ہوں۔ میں سب سے زیادہ جاننے والا اور سب سے زیادہ عالم کا فرزند

ہوں۔ یہودی ایک جھوٹی قوم ہے اگر انہیں اس سے قبل کہ آپ ان سے سوال کریں میرے اسلام کا علم ہو گیا تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ وہ میرے متعلق وہ کچھ کہیں گے جو مجھ میں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اپنے کسی کمرہ میں چھپا دیں۔" آپ نے انہیں ایک کمرہ میں چھپا دیا یہود کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اے گروہ یہود! تمہارے لیے ہلاکت! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں حق کے ساتھ تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم اسلام قبول کرلو۔" انہوں نے کہا: "ہم نہیں جانتے۔" آپ نے فرمایا: "حصین بن سلام تم میں سے کیسا شخص ہے؟" انہوں نے کہا: "وہ ہم میں سے بہترین اور ہم میں سے بہترین کا فرزند ہے۔ وہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عالم کا بیٹا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اسلام قبول کرلے۔" انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ اسے اس سے پناہ دے گا۔" آپ نے فرمایا: "ابن سلام! ان کی طرف باہر نکلو۔" حضرت عبد اللہ باہر نکلے۔ انہوں نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے رسول مکرم ﷺ ہیں۔ اے گروہِ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس پیغامِ حق کو قبول کرلو جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تم تورات میں آپ کا اسم مبارک اور اوصاف پاتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچان لیتا ہوں۔" یہودیوں نے کہا: "تم جھوٹے ہو۔ تم ہم سب سے برے ہو اور سب سے بُرے کی اولاد ہو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے یہی خدشہ تھا۔ میں نے آپ کو عرض نہیں کی کہ یہ ایک جھوٹی قوم ہے۔ یہ بہتان طراز، دروغ گو اور فاسق و فاجر قوم ہے۔" حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: "میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا میرے اہلِ خانہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ میری پھوپھو خالدہ بنت حارث نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت اچھا کیا۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

یہود کی آپ کے ساتھ عداوت، آپ کے اور ان کے مابین معاہدہ، اور ان کی عہد شکنی

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین معاہدہ کیا۔ اس میں یہود کو بھی شامل کیا۔ ان کے ساتھ معاہدہ کیا۔ انہیں ان کے دین اور اموال پر برقرار رکھا۔ ان کے لیے اور ان پر بعض شرائط عائد کیں۔ یہ جنگ کی اجازت سے پہلے تھا۔ یہ جزیہ لاگو کرنے سے قبل تھا۔ ابن اسحاق نے اس معاہدہ کا متن ذکر کیا ہے جو تقریباً دو اوراق پر مشتمل ہے۔ لیکن سند کے بغیر ہے۔ ابو عبید نے اسے کتاب الاموال میں امام زہری سے جید سند سے روایت کیا ہے۔ میں اسے آپ کے خطوط مبارکہ کے باب میں ذکر کروں گا۔

ابن عائذ نے حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہود میں سے سب سے پہلے ابو یاسر بن اخطب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے بات کی، جب وہ اپنی قوم کے پاس آیا تو کہا: "اے قوم! میری بات مان لو یہ وہی نبی مکرم ﷺ ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔" اس کے بھائی نے ان کی مخالفت کی۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ شیطان نے ان پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے اس کی اتباع کرلی۔

ابوسعد نیشاپوری نے الشرف میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ میمون بن یامین یہودیوں کا سردار بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ! یہود کی طرف پیغام بھیجیں مجھے ان کا حَکم بنالیں وہ میری طرف لوٹ آئیں گے۔

آپ نے اسے کمرہ میں داخل کیا۔ پھر یہود کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "میرے اور اپنے مابین کسی کو ثالث مقرر کرلو۔" انہوں نے کہا: "ہم میمون بن یامین پر راضی ہیں۔" جب وہ باہر نکلا تو اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" مگر یہودیوں نے ان کا انکار کر دیا۔ تصدیق نہ کی۔

امام احمد، شیخان نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر یہودی علماء میں سے دس علماء بھی مجھ پر ایمان لے آتے تو روئے زمین کے سارے یہودی مجھ پر ایمان لے آتے۔" ابن ابی حاتم اور ابوسعد

نیشاپوری نے اس روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا: "بارہ علماء" اس کی تصدیق سورۃ المائدۃ میں ہے:

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ (المائدۃ:۱۲)

ترجمہ: "اور ہم نے مقرر کیے ان میں سے بارہ سردار۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس سے مختص علماء مراد ہیں۔ ورنہ آپ پر دس سے زائد علمائے یہود ایمان لائے تھے۔" ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ زمانہ ماضی میں ایمان لے آتے جیسے آپ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے پہلے کا زمانہ یا مدینہ طیبہ تشریف لاتے وقت۔" الحافظ نے لکھا ہے "جو امر ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت یہودیوں کے رئیس تھے۔ دیگر لوگ ان کے تابع تھے ان میں سے۔ بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، یہ بنوقینقاع یہودیوں کے رئیس تھے۔ بنونضیر میں سے ابویاسر بن اخطب، اس کا بھائی حیی بن اخطب، کعب بن اشرف، ابورافع سلام بن ربیع، بنوقینقاع میں سے سعد بن حنیف، فنحاص، رفاعۃ بن زید، بنوقریظہ میں سے زبیر بن باطی، کعب بن اسد، اسی نے ہی بنوقریظہ کے لیے معاہدہ کیا تھا۔ اور غزوۂ خندق کے وقت اسے توڑ دیا تھا۔ شمویل بن زید، ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک یہودیوں کا رئیس تھا۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو یہودیوں کی ایک جماعت اس کی پیروی کرتی۔

شاید اس روایت کا ایک احتمال وہ ہو جسے ابونعیم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر زبیر بن باطی اور اس کے دیگر رؤساء اسلام لے آتے تو سارے یہودی اسلام لے آتے۔" امام سہیلی نے عجیب و غریب بات کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہودی علماء میں سے صرف دو نے اسلام قبول کیا تھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن صوری۔ الحافظ نے لکھا ہے "مجھے صحیح سند سے علم نہیں ہو سکا کہ عبداللہ بن صوری نے اسلام قبول کیا تھا۔" امام سہیلی نے کسی اور جگہ اسے تفسیر نقاش کی طرف منسوب کیا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کے بعد یہودی علماء آپ سے عداوت، حسد اور بغاوت کرنے لگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب میں سے اپنا رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم منتخب کیا تھا۔ یہی یہودی علماء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوالات کرتے تھے۔ آپ کے لیے مشکل پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حق اور باطل کے مابین التباس پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ قرآن پاک ان امور کے بارے اترتا تھا جو وہ سوالات کرتے تھے۔ البتہ ان میں سے بعض حلال اور حرام کے متعلقہ وہ مسائل بھی ہوتے تھے جن کے مسلمان آپ سے سوالات کرتے تھے۔ ابن اسحاق نے ان یہودیوں کے نام لکھے ہیں۔ ان کے تذکرہ کی ہمیں قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں تین قبائل کا ذکر کیا ہے (۱) بنوقینقاع۔ یہ مدینہ طیبہ

کے قبائل میں سے واسطی قبیلہ تھا۔(۲) قریظہ اور نضیر۔ان تینوں قبائل نے آپ کے ساتھ جنگیں کیں تھیں۔انہوں نے وہ عہد توڑ دیا تھا۔جو آپ کے اور ان کے مابین تھا۔آپ نے بنوقینقاع پر احسان کیا۔بنونضیر کو جلاوطن کیا۔بنوقریظہ کو تہ تیغ کیا۔ان کی اولاد کو قیدی بنایا۔سورۃ الحشر بنونضیر کے بارے اور سورۃ الاحزاب بنوقریظہ کے بارے نازل ہوئی۔ان کی تفصیلات آپ کے جہاد کے باب میں آئیں گی۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

یہود کا آپ سے روح کے بارے سوال

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ (یا انصار) کے کھیت میں سے چل رہا تھا۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ آپ یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "ان سے روح کے بارے سوال کرو۔" بعض نے کہا: "ان سے سوال نہ کرو تم کو کوئی ناپسندیدہ بات نہ سنا دیں۔" دوسروں نے کہا: "ہم ان سے ضرور سوال کریں گے۔" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم یا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ روح کیا ہے؟ ہمیں روح کے بارے بتائیں۔ جسم میں جو روح ہے اسے عذاب کیسے دیا جاتا ہے۔ روح تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ خاموش رہے۔ آپ اس شاخ کے ساتھ ٹیک لگائے رہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ نزول وحی کے اختتام کے بعد آپ نے فرمایا:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاسراء:٨٥)

ترجمہ: "یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق انہیں بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔"

ابن جریر نے ثقہ سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی علماء نے کہا: "ہم اپنی کتابوں میں اسی طرح پاتے ہیں۔" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "ہم نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ان سے سوال نہ کرو۔"

تنبیہات

❶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ امام احمد، ترمذی، امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے یہود سے کہا: "ہمیں کوئی چیز

بتاؤ جس کے بارے ہم اس شخص سے پوچھ سکیں۔" انہوں نے کہا: "ان سے روح کے بارے سوال کرو۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵ (الاسراء:۸۵)

ترجمہ: "اور یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق انہیں بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔"

یہودیوں نے کہا: "ہمیں کثیر علم عطا کیا گیا ہے ہمیں تورات دی گئی ہے اور جسے تورات دی گئی ہو اسے خیر کثیر عطا کی جاتی ہے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝۱۰۹ (الکہف:۱۰۹)

ترجمہ: "اے حبیب آپ فرمائیے کہ اگر ہو جائے سمندر روشائی میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے تو ختم ہو جائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشائی اس کی مدد کو (تب بھی ختم نہ ہوں)۔"

ابن اسحاق نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الاسراء کی یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو علمائے یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کہتے ہیں "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" تمہیں علم میں سے قلیل حصہ عطا کیا گیا ہے۔ کیا اس سے مراد ہم ہیں یا آپ کی قوم۔" آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم مراد ہو۔" انہوں نے عرض کی: "آپ پڑھتے ہیں کہ ہمیں تورات دی گئی ہے۔ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ کچھ عطا کیا ہے اگر تمہیں اس کے بارے علم ہو جائے تو تمہیں فائدہ ہو جائے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸ (لقمان:۲۷/۲۸)

ترجمہ: ''اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور اس کے علاوہ سات سمندر (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہیں ہوں گی اللہ کی باتیں بیشک اللہ سب پر غالب بڑا دانا ہے نہیں ہے تم سب کو پیدا کرنا اور مارنے کے بعد زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔''

حضرت ابن مسعود کی روایت اور حضرت عطاء کا اثر ظاہر کرتا ہے کہ یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ان کا نزول متعدد بار ہوا۔ دوسری بار آپ کے سکوت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ شاید اس معاملہ کی مزید تفصیل بیان کی جائے۔ ورنہ صحیح کی روایت اصح ہے۔ شیخ نے الاتقان میں لکھا ہے کہ جب صحت میں دو اسناد برابر ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو اس حیثیت سے ترجیح دی جائے گی کہ اس کا راوی قصہ کے ظہور کے وقت موجود تھا۔ یا ترجیحات کی دیگر وجوہ کی وجہ سے اسے ترجیح دی جائے گی۔ پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایات کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ پھر لکھا ہے ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تقاضا کرتی ہے کہ یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہو۔ لیکن پہلی روایت اس کے مخالف ہے۔ لیکن جو روایت امام بخاری نے لکھی ہے وہ دوسری سے اصح ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔

◆ ابو نعیم نے لکھا ہے ''کہا جاتا ہے کہ گذشتہ کتب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہوئی تھی کہ جب ان سے روح کے بارے سوال کیا جائے گا تو وہ اس کی حقیقت کا علم اس کے خالق اور پیدا کرنے والے کے سپرد کر دیں گے۔ آپ ان مباحث کو چھوڑ دیں گے جن میں فلاسفہ اور اہلِ منطق ظن و تخمین سے کچھ کہتے رہے۔ یہودیوں نے آپ سے سوال کر کے آپ کو آزمایا تا کہ وہ اس وصف سے آگاہ ہو جائیں جو ان کے ہاں مرقوم تھا۔ آپ پر نازل شدہ کتاب حکیم اس امر کے ساتھ موافقت کر گئی جو ان کے ہاں ثابت تھا۔

◆ ابن التین نے لکھا ہے ''اس روایت میں کس روح کے بارے سوال کیا گیا تھا اس میں اختلاف ہے۔ اس کے بارے مختلف اقوال ہیں: (۱) انسانی روح (۲) حیوانی روح (۳) حضرت جبرائیل (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۵) القرآن (۶) وحی (۷) وہ فرشتہ جو روزِ حشر تنہا پرے باندھے کھڑا ہو گا (۸) وہ فرشتہ جس کے ستر ہزار چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ ہر زبان میں ستر ہزار لغات ہیں۔ وہ ان ساری لغات میں رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اس تسبیح سے رب تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ وہ ملائکہ کے ساتھ محو پرواز ہوتا ہے۔ ایک قول

یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کی ٹانگیں زیر زمین ہیں اور اس کا سر عرش کے پایہ کے اوپر ہے۔
(۹) بنو آدم کی طرح کی ایک مخلوق ہے۔ جو کھاتی اور پیتی ہے۔ آسمان سے جو فرشتہ بھی نازل ہوتا ہے اس کے ہمراہ ان میں سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ملائکہ کی ایک قسم ہے جو کھاتی اور پیتی ہے۔
الحافظ نے لکھا ہے "یہ اقوال مفسرین کے اس کلام سے جمع کیے گئے ہیں جو انہوں نے لفظ روح کے بارے کیا ہے جو قرآن پاک میں وارد ہے۔ وہ اس آیت طیبہ میں خصوصاً استعمال نہیں ہوا۔ ارشادِ ربانی ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (الشعراء:۱۹۳)

ترجمہ: "اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبریل)۔"

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی بھیجا آپ کی طرف ایک جانفزا کلام اپنے حکم سے۔"

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ (غافر:۱۵)

ترجمہ: "نازل فرماتا ہے وحی اپنے فضل سے۔"

وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ: "اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے۔"

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ صَفًّا (النباء:۳۸)

ترجمہ: "جس روز روح اور فرشتے پرباندھ کر کھڑے ہوں گے۔"

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ (النحل:۲)

ترجمہ: "اتارتا ہے فرشتوں کو روح (یعنی وحی) کے ساتھ اپنے حکم سے۔"

پہلی آیت طیبہ میں حضرت جبرائیل، دوسری میں قرآن پاک تیسری میں وحی چوتھی میں قوت پانچویں اور چھٹی میں احتمال ہے کہ حضرت جبرائیل یا اور کوئی اور ہو اور الروح کا اطلاق حضرت عیسیٰ پر بھی ہوتا ہے۔
ابن راھویہ نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "روح اللہ کی طرف سے ہے۔ رب تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ بنو آدم کی طرح اس کی مختلف صورتیں ہیں زمین پر جو فرشتہ بھی نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک روح ہوتی ہے۔"
علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ میں روح سے مراد کئی اقوال ہیں۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ

روح ہے جس سے انسانی جسم میں زندگی ہوتی ہے۔ اہلِ نظر نے لکھا ہے کہ انہوں نے روح کے رستوں اور جسم کے ساتھ اس کے امتزاج کے بارے سوال کیا تھا۔ اسی کو رب تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مختص کیا ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ راجح قول یہی ہے کہ انہوں نے انسان کی روح کے بارے سوال کیا تھا کیونکہ یہودی یہ نہیں مانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتے ہیں اور فرشتے ارواح ہیں۔" امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے "پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ یہودیوں نے اس روح کے بارے سوال کیا تھا جو حیات کا سبب ہے اور اس کا عمدہ جواب دیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احتمال یہ ہے کہ سوال روح کی ماہیت کے بارے ہو کہ یہ جگہ گھیرنے والی ہے یا نہیں۔ کیا یہ قدیمہ ہے یا حادثہ ہے۔ جسم سے جدا ہونے کے بعد یہ باقی رہتی ہے یا فناء ہو جاتی ہے۔ اس کو نوازنے اور عذاب دینے کی حقیقت کیا ہے۔ سوال میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس معانی میں سے کسی ایک کو مختص کر دے لیکن اظہر بات یہی ہے کہ انہوں نے روح کی ماہیت کے بارے سوال کیا تھا۔ کیا یہ قدیمہ ہے یا حادثہ۔ اس کا جواب اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک موجود شی ہے جو طبائع، اخلاط اور ترکیب کے اعتبار سے متغایر ہے۔ یہ ایک بسیط مجرد جوہر ہے۔ جسے خالق نے تخلیق کیا ہے یہ رب تعالیٰ کا فرمان "کُن" ہے۔ یہ موجود ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا کردہ ہے۔

جسم کی حیات کی افادیت میں اس کی تاثیر ہے۔ اس کی مخصوص کیفیت کا علم نہ ہونا اس کی نفی کو لازم نہیں۔

④ علماء کے روح کے بارے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اندر جانے والا سانس ہے یا اس سے مراد حیات ہے یا اس سے مراد وہ لطیف جسم ہے جو سارے جسم میں ہے یا خون مراد ہے یا یہ عرض ہے۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ اس کے بارے ایک سو اقوال ہیں۔ ابن مندہ نے بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کے لیے پانچ ارواح، ہر مؤمن کے لیے تین ارواح اور ہر زندہ کے لیے ایک روح ہے۔

⑤ قاضی ابوبکر ابن العربی نے لکھا ہے کہ روح اور نفس میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے یہ جدا جدا ہیں یہی مؤقف درست ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک ہی چیز ہے کبھی روح کو نفس اور نفس کو روح کہا جاتا ہے۔ جیسے روح اور نفس کو دل سے تعبیر کیا جاتا ہے کبھی روح کو حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان کے شاگرد امام سہیلی نے لکھا ہے کہ روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (الحجر:۲۹)

ترجمہ: "تو جب میں اسے درست فرما دوں اور پھونک دوں اس میں خاص روح۔"

تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِكَ ؕ (المائدۃ:۱۱۶)

ترجمہ: ''تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔''

ان دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ پر رکھنا جائز نہیں، اگر ان کے مابین تغایر نہ ہوتا تو جائز ہوتا۔

◆ "قل الروح من امر ربی" کے بارے امام رازی لکھتے ہیں: ''احتمال ہے کہ اس جگہ امر سے مراد فعل ہو۔''

جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ۔ (ھود:۹۷)

ترجمہ: ''اور فرعون کا حکم بالکل غلط تھا۔''

یا اس سے مراد اس کا فعل ہے۔ جواب یہ ہوگا کہ روح میرے رب کا فعل ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ یہ قدیمہ ہے یا حادثہ ہے تو جواب ہوگا کہ یہ حادثہ ہے...... اسی لیے اسلاف کرام ایسی چیزوں میں غور وفکر کرنے اور بحث کرنے سے رک جاتے تھے۔'' اسماعیلی نے لکھا ہے کہ احتمال یہ ہے کہ یہ جواب ہو کہ روح اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور مراد یہ ہو کہ اس کا علم رب تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ اس کے بارے کسی اور سے سوال نہیں ہوسکتا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ علماء کے ایک گروہ نے لکھا ہے کہ یہود نے آپ سے روحِ انسانی کے بارے سوال کیا تھا۔ پھر اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ انہوں نے از روئے مذاق سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ''محمد عربی ﷺ! آپ فرمائیں کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اس کی تشریح کا حکم نہ دیا۔ امر الٰہی سے مراد شرع ہے۔ اس سے مراد وہ کتاب زندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا۔ جو شریعت مطہرۃ میں داخل ہوگیا۔ اس نے کتاب وسنت کا عرفان حاصل کرلیا۔ اس نے روح کو جان لیا۔ گویا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دین مصطفی ﷺ میں داخل ہو جاؤ تم اسے جان لو گے جس کے بارے تم نے پوچھا ہے۔ یہ میرے پروردگار کا امر ہے۔ یہ وہ امر ہے جس کی تبلیغ کے لیے میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا ہوں۔ کیونکہ روح کی پہچان نہ تو طبعی اعتبار سے اور نہ ہی فلسفہ کے اعتبار سے ہو سکتی ہے نہ ہی قیاس اور رائے کو اس میں عمل دخل ہے۔ صرف شریعت مطہرہ کے اعتبار سے اس کی پہچان ہو سکتی ہے۔ جب تو قرآن وسنت میں اس کا تذکرہ پر غور کرے گا۔ مثلاً رب تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ۔ (السجدۃ:۹)

ترجمہ: ''پھر اس کی قد وقامت کو درست کیا اور پھونک دی اس میں اپنی روح۔''

اس سے مراد روحِ حیات ہے حیات اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ نفخ کی نسبت درحقیقت فرشتے کی طرف ہے۔ جس نے بامر الٰہی اس میں روح پھونکی تھی۔ جب تم حضور اکرم ﷺ کی احادیث طیبہ میں غور و فکر کرو گے۔ آپ نے فرمایا: ''ارواح جمع شدہ لشکر ہیں۔ جو ایک دوسرے کو جانتی ہیں، ہوا میں سونگھ لیتی ہیں۔ موت کے بعد انہیں اجسام میں سے قبض کر لیا جاتا ہے۔ قبر میں ان سے سوالات ہوں گے۔ وہ وہاں سوالات کو سنیں گی۔ سمجھیں گی اور دیکھیں گی۔ انہیں نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ لذت پائیں گی۔ درد محسوس کریں گی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ ساری صفات اجسام کی ہیں۔ تمہیں معلوم ہوگا یہ اجسام ہیں لیکن یہ کثافت اور ثقل اور اظلام میں اجساد کی مانند نہیں ہیں کیونکہ اجسام پانی، مٹی اور بدبودار کیچڑ سے پیدا کیے گئے تھے۔ یہی ان کی اصل ہے جبکہ ارواح نفخ سے پیدا کردہ ہیں۔ جیسے کہ ارشادِ ربانی پہلے گزر چکا ہے۔ یہ نفخ فرشتے کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نفخ کی نسبت اپنی طرف کی ہے اسی طرح اس نے ارواح کو قبض کرنے کی نسبت بھی اپنی طرف کی ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ (الزمر:۴۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فرشتے کی طرف بھی کی ہے۔ فرمایا:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ۔ (سجدۃ:۱۱)

ترجمہ: ''فرمائیے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ۔''

فرشتے کی طرف یہ نسبت مجازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی ہے۔ روح بھی ایک جسم ہے۔ لیکن یہ ریح (ہوا) جنس سے ہے اس وجہ سے اس کا نام روح رکھا گیا ہے۔ فرشتے کا نفخ بھی ریح کے معنی میں ہے۔ لیکن وہ ایک نورانی مخلوق ہے۔ ریح متحرک ہوا کا نام ہے اس لیے پہلے فرشتے سے اسے پکڑا۔ جب ہم نے از روئے شریعت روح کے معانی اور صفات کو پہچان لیا ہے تو ہم نے جان لیا کہ اس کی پہچان اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ اس آیت طیبہ میں رب تعالیٰ نے ''امر ربی'' فرمایا ہے۔ امر الله یا من امر ربکم نہیں فرمایا۔ یہ اس خصوصیت پر دلالت ہے کہ اسے صرف وہی جان سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لاتا ہے۔ جو یقین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اور اسے دین کا عرفان حاصل ہو۔ اسی وجہ سے یہودیوں کو اس کے متعلق نہ بتایا گیا۔

- ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس جگہ بالاتفاق امر سے مراد طلب نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مامور ہے۔ امر کا مامور پر

اطلاق ہوتا رہتا ہے۔ جیسے خلق کا اطلاق مخلوق پر ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ط (ھود:۱۰۱)

ترجمہ: "جب آگیا حکم آپ کے رب کا۔"

۸ ابن بطال نے لکھا ہے "اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت کا علم اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے۔ اس میں مخلوق کی آزمائش مقصود ہے۔ تاکہ وہ انہیں ان کا عجز بتائے کہ وہ اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ وہ علم کو اس ذات کی طرف لوٹانے پر مجبور ہیں۔" امام قرطبی نے لکھا ہے "اس میں آدمی کے عجز کا اظہار مقصود ہے جب وہ اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو وہ رب تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتا ہے؟"

۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ وہ روح کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔ یعنی اس کی مراد کا تعین نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح استاذ الطائفہ ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔ جیسے کہ عوارف المعارف میں علماء کے مختلف اقوال لکھنے کے بعد ان کا یہ قول لکھا گیا ہے "اس کی تفصیل سے رک جانا اولیٰ ہے۔" اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سیکھنا بھی ہے۔" حضرت جنید سے ایک قول یوں بھی منقول ہے۔ "روح ایک ایسی چیز ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے۔ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ مختص نہیں کیا۔ موجود سے زیادہ اس کی تعبیر کرنا درست نہیں ہے۔" ابن عطیۃ اور اہلِ تفسیر کی ایک جماعت نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ جس نے اس میں غور و فکر کیا ہے اس نے یہ جواب دیا ہے کہ یہود نے عاجز کرنے کے لیے آپ سے سوال کیا تھا کیونکہ اس کا اطلاق کئی اشیاء پر ہو سکتا تھا۔ انہوں نے یہ امر مخفی رکھا کہ آپ کس چیز کے ساتھ جواب دیتے ہیں تاکہ وہ کہیں کہ ان کی مراد یہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو لوٹا دیا۔ انہیں مجمل جواب دیا۔ جو مجمل سوال کے مطابق تھا۔"

عوارف میں ہے: یہ روا ہے کہ اس کے بارے ان کا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کی تاویل کے مطابق ہو۔ وہ ان آیات کے مطابق ہو جو نازل کی گئیں تھیں۔ اس حیثیت سے کہ اس کی تفسیر بیان کرنا حرام ہو لیکن اس کی تاویل جائز ہو۔ تفسیر صرف نقل کے ساتھ ہی روا ہو۔ عقل طاقت کے ساتھ اس کی طرف جاتی ہو۔ یہ اس معنی کا تذکرہ ہے جو آیت طیبہ کا احتمال رکھتا ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہو تو اس میں قول کرنے کی وجہ اور احتمال ہو سکتا ہے۔ آیت کا ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس مسئلہ میں مزید گفتگو نہ کی جائے۔ فرمایا: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی روح کے حکم کو اس کثیر علم میں شامل کرلو۔ جو تمہیں نہیں دیا گیا۔ اس کے بارے سوال نہ کرو۔ یہ اسرار میں

سے ہے۔

١٠ ابن مندہ نے کتاب الروح میں محمد بن نصر المروزی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس امر پر اجماع لکھا ہے کہ روح مخلوق ہے۔ بعض غالی شیعہ اور بعض متصوفین سے اس کے قدیم ہونے کا قول بھی نقل کیا ہے۔

١١ اس میں اختلاف ہے کہ کیا روح دنیا کے فناء ہوتے وقت فناء ہو جائے گی یا باقی رہے گی۔ جمہور نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

١٢ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود کے اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ تورات میں لکھا تھا "بنو آدم کی ارواح کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اگر آپ نے اسے مخفی رکھا تو آپ نبی ہوں گے۔ ان کے اس قول کا یہی مفہوم ہے۔ "وہ ایسی چیز نہ لے آئیں جسے تم ناپسند کرو۔"

١٣ کتاب الروح میں ابن قیم کا موقف یہ ہے کہ اس آیت طیبہ میں جس روح کے بارے پوچھا گیا ہے وہ وہی ہے جو اس آیت طیبہ میں ہے:

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ (النباء:٣٨)

ترجمہ: "جس روز روح اور فرشتے پرباندھ کر کھڑے ہوں گے۔"

جبکہ ارواح بنی آدم کو قرآن پاک میں نفس کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے "انہوں نے اس طرح لکھا ہے لیکن ان کی ترجیح پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ پہلا قول ہی راجح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ یہودیوں نے کہا تھا: "ہمیں روح کے بارے بتائیں اس روح کو کیسے عذاب دیا جائے گا جو جسم میں ہے۔"

١٤ بعض علماء محققین نے لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ میں یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت سے آگاہ نہ فرمایا ہو۔ بلکہ یہ احتمال ہے کہ آپ کو اس سے آگاہ فرما دیا ہو۔ لیکن آپ کو حکم دیا ہو کہ اس کے بارے کسی کو نہ بتائیں۔ قیامت کے علم کے بارے بھی ان کا یہی موقف ہے تفصیل خصائص میں آئے گی۔

پانچواں باب

حروف مقطعات کوسن کراس امت کی عمر کے بارے یہودیوں کی حیرانگی

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ایک بار ابو یاسر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔آپ کی زبان اقدس پر اس آیت طیبہ کی تلاوت جاری تھی۔

الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ (البقرۃ:۱)

ترجمہ: ''الف لام میم یہ ذی شان کتاب ذرا شک نہیں اس میں۔''

وہ اپنے بھائی حیی کے پاس گیا۔وہ اس وقت یہودیوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ابو یاسر نے کہا:''خدا کی قسم! جان لو۔میں نے ابھی ابھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ تلاوت کرتے سنا۔''انہوں نے ابو یاسر سے پوچھا:''کیا تو نے واقعی یہ آیت طیبہ سنی ہے؟''اس نے کہا:''ہاں!حیی یہودیوں کے ایک گروہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی:''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم!ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ نے ایسی آیت کی تلاوت فرمائی ہے جس میں''الم'' ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ہاں!''انہوں نے کہا:''کیا اس کلام کو جبرائیل اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں۔'' آپ نے فرمایا:''ہاں!اللہ تعالیٰ نے آپ سے قبل بھی انبیائے کرام مبعوث کیے ہیں۔ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسی نے بتایا ہو کہ اس کے اقتدار کی مدت کتنی ہے؟اس کی امت کا دنیاوی حصہ کیا ہے یہ صرف آپ نے ہی آگاہ فرمایا ہے۔''

حیی نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:''الف،ایک،لام،تیس اور میم چالیس۔یہ کل اکہتر سال ہیں۔تم اس امت میں شامل ہو رہے ہو۔جس کی مدتِ اقتدار صرف اکہتر سال ہے۔''پھر اس نے آپ کی طرف توجہ کی اور کہا:''کیا آپ پر ان کے علاوہ اور حروفِ مقطعات کا نزول ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا:''ہاں!المص کا نزول ہوا ہے۔''اس نے کہا:''قسم بخدا!یہ مدت پہلی مدت سے طویل ہے۔الف،ایک،لام،تیس،میم چالیس اور صاد نوے۔یہ عمر ایک سو اکسٹھ سال بنتی ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا:''کیا آپ پر اس کے علاوہ اور بھی حروفِ مقطعات اترے ہیں؟'' آپ نے فرمایا:''الر'' کا نزول ہوا۔اس نے کہا:''یہ مدت پہلی دونوں مدتوں سے طویل ہے۔الف ایک،لام تیس،اور راء دوسو۔یہ عرصہ دوسو اکتیس سال

بنتا ہے۔"اس نے عرض کی: "کیا آپ پر اور بھی حروفِ مقطعات اترے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "المر" کا نزول ہوا ہے۔" اس نے کہا: "اللہ کی قسم! یہ مدت پہلی تینوں مدتوں سے دراز ہے۔ الف ایک، لام تیس، میم چالیس اور راء دوسو ہے۔ یہ عرصہ دوسو اکہتر سال بنتا ہے۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ ہمیں علم نہیں ہو سکا کہ آپ کو قلیل مدت عطا کی گئی یا کثیر۔" وہ اٹھ کر چلے گئے۔ ابو یاسر نے اپنے بھائی حیی اور دیگر علماء یہود سے کہا: "شاید تمہیں علم نہ ہو کہ آپ کے ساری مدتوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔ یہ مدتیں اکہتر سال، ایک سو اکسٹھ سال، دوسو اکتیس سال اور دوسو اکہتر سال بنتی ہیں ان کا مجموعہ سات سو چونتیس سال ہے۔" پھر انہوں نے کہا: "ان کا معاملہ ہم پر ملتبس ہو چکا ہے گمان کیا جاتا ہے۔ یہ آیت طیبہ انہی کے بارے نازل ہوئی۔"

مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ (آل عمران: ۷)

ترجمہ: "اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "میں نے اس شخص سے سنا ہے جسے میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا کہ یہ آیت اہلِ نجران کے بارے نازل ہوئی۔ اس لیے وہ اس وقت وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے سوالات کیے تھے۔" ابن اسحاق کہتے ہیں: "مجھے محمد بن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف نے بتایا ہے کہ یہ آیات اہلِ یہود کے ایک وفد کے بارے اتریں۔" مگر انہوں نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کا شانِ نزول کیا ہے؟"

تنبیہات

1. اس روایت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن جریر نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے اس سے ابن اسحاق کی سند عیاں ہو جاتی ہے۔ یونس بن بکیر نے عن ابن اسحاق، عن محمد بن ابی محمد، عن عکرمہ، عن ابی سعید کی روایت سے نقل کیا ہے۔ ابن منذر نے اسے ایک اور سند سے ابن جریر سے مفصل روایت کیا ہے۔

2. امام سہیلی نے لکھا ہے "یہ تاویلیں یہودی علماء کی ہیں۔ انہوں نے ان حروف کی جو تاویلیں کیں ہیں۔ ممکن ہے درست ہوں۔ حروف مقطعات اب بھی ان پر دلالت کرتے ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو ان کی تصدیق کی اور نہ ہی انہیں جھوٹا فرمایا۔ آپ نے ایک اور روایت میں فرمایا ہے۔ "اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کیا کرو اور نہ ہی تکذیب کیا کرو۔ بلکہ ان کے جواب میں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ و برسولہ کہا کرو۔ اگر ان میں صحیح ہونے کا احتمال پایا جاتا ہو تو ضروری ہے کہ شریعت میں ان کی جستجو کریں۔ کیا کتاب وسنت میں ان کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا

ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴿۴۷﴾ (الحج:۴۷)

ترجمہ: ''اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو۔''

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت زمل خزاعی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہیں۔اس کی سات سیڑھیاں ہیں۔اس کے پہلو میں ایک کمزور اونٹنی ہے جو اس منبر کو اٹھارہی ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کی تعبیر قیام قیامت سے فرمائی۔آپ نے فرمایا: ''منبر کی سیڑھیوں سے مراد دنیا کی عمر ہے۔اس کی عمر سات ہزار سال ہے۔میں اس کے آخر میں دنیا میں آیا ہوں۔'' اس روایت کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت ہے۔صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس دنیا کی عمر سات دن ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کو محیط ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری یوم میں اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔اس کے بھی کئی سال اور کئی صدیاں بیت چکی ہیں۔''

امام الطبری نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔آثار اسی کی تائید کرتے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔یہ اس سے سبقت لے گئی ہے۔'' آپ نے درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔اس روایت کو کئی اسناد سے روایت کیا گیا ہے۔آپ نے فرمایا: ''کوئی اللہ تعالیٰ کو اس سے عاجز نہیں کرسکتا کہ وہ اس امت کی عمر میں نصف دن کا اضافہ کردے۔'' نصف دن سے مراد پانچ سو سال ہیں۔ابوداؤد نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔امام الطبری فرماتے ہیں کہ یہ روایت سابقہ روایت کی تائید کرتی ہے۔درمیانی انگلی، شہادت کی انگلی سے انگلی کے ساتویں حصے کا زائد ہے۔جس طرح ایک دن کا نصف سات دنوں کے نصف کا ساتواں حصہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کو پانچ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔اس حدیث پاک میں نصف سے زیادہ کی نفی نہیں جس میں نصف یوم کا تذکرہ ہے نہ ہی اس روایت میں نفی ہے "بعثت انا والساعة کھاتین" جو اس تاویل کی صحت کو رد کردے آپ کے اور روزِ حشر کے مابین نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی شریعت ہے۔روزِ حشر قریب ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ (النحل:۱)

ترجمہ: ''قریب آگیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لیے عجلت نہ کرو۔''

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① (القمر:١)

ترجمہ: "قیامت قریب آگئی ہے اور چاند شق ہوگیا۔"

جب ہم نے یہ کہا کہ حضور اکرم ﷺ دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب آخری ہزار سال کے بھی کئی سال گزر چکے تھے تو پھر ہم نے ان حروف مقطعات کو دیکھا جو سورتوں کی ابتداء میں تھے۔ وہ چودہ حروف ہیں جن کو یہ قول جمع کرتا ہے۔ "الم یسطع نص حق کرہ" جب ہم ابی جاد کے حساب سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قاف "سو" راء دو سو سین تین سو۔ یہ کل چھ سو ہو گئے۔ عین "ستر" صاد ساٹھ، اب کل سات سو تیس ہو گئے۔ نون پچاس، کاف بیس اب ان کی مجموعی تعداد آٹھ سو ہوگئی۔ میم چالیس لام تیس، اب یہ تعداد آٹھ سو ستر ہوگئی۔ یاء دس، طاء نو، الف ایک اب تعداد آٹھ سو نوے ہوگئی۔ "ح آٹھ، ہاء پانچ، اب یہ تعداد نو سو تیس ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے سورتوں کے آغاز میں انہی حروف کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ بعید نہیں کہ ان حروف کے بعض مقتضات اور اشارہ سالوں کی اس تعداد کے بارے ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ساتویں ہزار سال کے بارے اشارہ کر دیا ہے جس میں آپ جلوہ گر ہوئے۔ ممکن ہے یہ حساب آپ کی بعثت یا ہجرت سے شروع ہو۔ ہر اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ علامات قیامت ظاہر ہو چکی ہیں۔ قیامت اچانک ہی آئے گی۔ روایت ہے کہ متوکل عباسی نے قاضی جعفر بن عبدالواحد عباسی سے پوچھا: "دنیا کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے؟" اس نے حضور اکرم ﷺ سے مرفوع روایت لکھی کہ آپ نے فرمایا: "اگر میری امت نے عمدہ افعال سرانجام دیے تو اس کی بقاء کی مدت آخرت کے ایام میں سے ایک یوم کے برابر ہوگی۔ آخرت کا یوم ایک ہزار سال کے برابر ہے اور اگر اس نے برے اعمال سرانجام دیے تو پھر اس کی عمر نصف یوم ہے۔ اس روایت میں سابقہ روایت کا تتمہ اور تفصیل ہے۔ پانچ سو سال تو گزر چکے ہیں (امام سہیلی کے دور تک) مگر امت مرحومہ ابھی تک موجود ہے۔ الحمدللہ!

امام سہیلی کے اس کلام میں بحث مباحثہ کی گنجائش موجود ہے۔ جن امور کا تذکرہ الزہر اور الفتح میں کہا گیا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

1. امام سہیلی نے حضرت زمل خزاعی کا تذکرہ کیا ہے لیکن وہ ابن زمل ہیں بعض علماء نے ان کا نام عبداللہ، بعض نے ضحاک اور بعض نے عبدالرحمان لکھا ہے۔ الحافظ نے الاصابۃ میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے امام سہیلی نے انہیں خزاعی لکھا ہے حالانکہ وہ الجہنی ہیں۔ الزہر میں اس طرح ہے۔
2. انہوں نے لکھا ہے "اس روایت کی سند ضعیف ہے" انہوں نے اس کے ضعف پر اقتصار کیا ہے۔ ابن الحجر نے الفتح میں لکھا ہے کہ اس روایت کی سند بہت زیادہ ضعیف ہے۔ انہوں نے الاصابۃ میں لکھا ہے "اس روایت میں سلیمان

بن عطاء سلم بن عبداللہ الجہنی سے منفرد ہو گئے ہیں۔ سلیمان بن عطاء کے بارے امام ذہبی نے المغنی میں لکھا ہے ''اس پر حدیث وضع کرنے کی تہمت تھی'' الحافظ نے التقریب میں اسے منکر الحدیث لکھا ہے۔ ابن جوزی نے اس کا تذکرہ الاحادیث الواھیۃ میں کیا ہے۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس کے الفاظ مصنوعی اور سخن سازی ہے۔ ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ دنیا کی عمر آخرت کے ایام میں سے سات یوم باقی رہ گئی ہے۔'' اس کی سند میں العلاء بن زیدل ہے۔ اس پر تہمت ہے۔ ابن عساکر نے اسے ابوعلی حسین بن داؤد بلخی کی سند سے روایت کیا ہے۔ خطیب نے لکھا ہے یہ ثقہ نہیں تھا۔ اس کی روایت موضوع ہے۔ الحاکم نے لکھا ہے: ''اس نے ایک جماعت سے روایت کیا لیکن عمر کے اعتبار سے سماع کا احتمال نہیں ہے۔ ان کے لیے ان کے نزدیک عجیب امور ہیں اسی حالت پر ہی اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اس کی سند میں ابوہاشم الایلی ہے۔ اس روایت کو حاکم، حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں صالح بن محمد ہے۔ انہوں نے یعلی بن ھلال سے اور انہوں نے لیث بن مجاہد سے روایت کیا ہے۔

٣ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح اسناد سے موقوفاً روایت کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہے کہ میں صرف اس کی ایک سند سے واقف ہوا ہوں۔ جو صحیح نہیں ہے۔ ابن جریر نے اسے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ امام سہیلی نے یہ روایت وہاں سے ہی اخذ کی ہے۔ یہ روایت یحییٰ بن یعقوب انصاری کی سند سے روایت ہے۔ یہی ابوطالب القاص انصاری ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے ابوحاتم نے اس کو سچا راوی لکھا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے'' کبھی کبھی یہ خطائیں کرتا تھا۔''

٤ انہوں نے اہلِ مغرب کے طریقہ پر حروف کے اعداد بیان کیے ہیں۔ السین کے تین سو، الصاد کے ساٹھ اعداد جبکہ اہلِ مشرق السین کے ساٹھ اور الصاد کے ستر اعداد شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ مقدار ٦٧٣ سال بنتی ہے۔ یہ مقدار گزر چکی ہے کیونکہ وہ ٩٣٥ سال میں تھے۔ اس حیثیت سے یہ سب کچھ باطل ہے۔

٥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابی جاد کے اعداد کے بارے ثابت ہے کہ اس کا تعلق سحر کے ساتھ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: ''یہ بعید از قیاس نہیں شریعت مطہرۃ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔''

٦ امام سہیلی کے شیخ قاضی ابوبکر ابن عربی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ''بُعِثْتُ انا والساعة کھاتین'' کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ نے سبابہ اور وسطی انگلی مبارکہ سے اشارہ فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ وسطی سبابہ سے انگلی کے ساتویں حصہ کے نصف سے زائد ہے۔ قیام قیامت کو اتنی مدت ہی باقی رہ گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے'' یہ بعید از

قیاس ہے۔ دنیا کی عمر کا علم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ساتویں حصہ کا نصف مجہول مدت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے۔ علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے الاکمال میں لکھا ہے۔ "بعض لوگوں نے اس کی تاویل اس طرح کی ہے کہ دو انگلیوں کے مابین جو نسبت ہے دنیا اسی نسبت سے باقی رہ گئی ہے۔ یہ نسبت گزشتہ دنیا کے ساتھ ہے۔ اس کی کل عمر سات ہزار سال ہے۔ اس مؤقف کی نسبت ان روایات کی طرف ہے جو صحیح نہیں ہیں۔ انہوں نے اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جسے ابو اؤد نے تاخر هذه الامة نصف یوم میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کی شرح پانچ سو سال سے کی ہے۔ اسی سے ہی ساتویں حصہ کا نصف حاصل کیا گیا ہے۔ یہ قریب ہے جو سبابہ سے متصل ہے۔" اس روایت کی عدم صحت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ اس کا خلاف ظہور پذیر ہو چکا ہے۔ اگر یہ امر ثابت ہوتا تو اس کا خلاف واقع نہ ہوتا۔"

حضرت قاضی صاحب کے دور سے لے کر آج تک چار سو سال گزر چکے ہیں۔ ابن عربی نے "فوائد رحلته" میں لکھا ہے۔ ان حروف مقطعات کا علم باطل ہے جو سورتوں کی ابتداء میں ہیں۔ مجھے ان کے بارے بیس سے زائد اقوال ملے ہیں۔ میں ایک قول کو بھی نہیں جانتا جس کا فیصلہ علم کے ساتھ کیا جا سکے۔ نہ ہی ان کے بارے انسان سمجھ تک پہنچ سکتا ہے۔

◆ الحافظ نے لکھا ہے کہ حروف کے اعداد بعض یہودیوں سے منقول ہے۔ اگر جو کچھ حروف کے اعداد کے بارے ذکر کیا جاتا ہے اسے درست مان لیا جائے تو اسے تمام حروف پر محمول کیا جائے گا۔ جن کا تذکرہ ہوا ہے مکرر حروف کو حذف نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر حرف کا ایک راز ہے جو اسی کے ساتھ مختص ہے۔ یا سورتوں کے اسماء میں سے مکرر کو حذف کرنے پر اقتصار کیا جائے گا اگر ان میں حروف مکرر ہوں۔ جن سورتوں کی ابتداء ان حروف سے کی گئی ہے۔ ان کی تعداد ۲۹ ہے۔ ان حروف کی تعداد ۶۸ ہے۔ وہ درج ذیل ہیں 'الم چھ، حم سات، الر پانچ، طسم دو، المص، کھیعص، طہ، طس، یس، ص، ق، ن۔ اگر ان سورتوں کو حذف کر دیا جائے جن میں یہ مکرر تذکرہ ہے تو الم میں سے پانچ، حم میں سے چھ، الر میں چار اور طسم میں سے ایک ہے باقی چودہ سورتیں رہ جاتی ہیں ان میں حروف کی تعداد ۳۸ ہے۔ اگر ان کا حساب مغربی اعداد کے اعتبار سے کیا جائے تو یہ ۲۶۲۴ سال بنتے ہیں مشرقی حساب سے ان کی تعداد ۱۷۵۴ سال بنتی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "میں نے یہ تفصیل اس لیے ذکر نہیں کی کہ اس پر اعتماد کیا جائے بلکہ اس لیے کی ہے تاکہ یہ علم ہو سکے کہ امام سہیلی نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ اس میں بہت زیادہ مخالفت پائی جاتی ہے۔

◆ ۸ جامع معمر میں مجاہد اور عکرمہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں روایت ہے:

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ (المعارج:۴)

ترجمہ: ''اس روز ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔''

دنیا کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

◆ ۹ امام سہیلی نے جو کچھ جعفر بن عبدالواحد سے نقل کیا ہے وہ موضوع ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ صرف اسی کی طرف منسوب ہے وہ آئمہ کے نزدیک احادیث وضع کرنے میں مشہور ہے۔ اس کی سند کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ امام سہیلی پر تعجب ہے وہ اس پر کیسے خاموش رہے حالانکہ انہیں اس کی حالت کا علم تھا۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

سورۃ اخلاص کے نزول کا سبب

ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت انس بن مالک سے، ابن ابی حاتم، ابن عدی، امام بیہقی نے السماء والصفات میں حضرت ابن عباس سے الطبرانی نے السنۃ میں الضحاک سے، ابن جریر، ابن المنذر نے قتادۃ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس میں کعب بن اشرف، حیی ابن اخطب بھی شامل تھا۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! یہ مخلوق تو رب تعالیٰ نے بنائی ہے رب تعالیٰ کو کس نے بنایا ہے؟ یہ سن کر آپ کو سخت غصہ آیا۔ آپ کی رنگت متغیر ہوگئی۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کی وجہ سے ان پر سخت ناراض ہوئے۔ حضرت جبرائیل حاضر خدمت ہوئے۔ آپ کو پرسکون کیا۔ انہوں نے عرض کی: "آپ نرمی اختیار فرمائیں۔" انہوں نے رب تعالیٰ کی جانب سے اس سوال کا جواب بھی دے دیا جو یہودیوں نے آپ سے کیا تھا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص نازل کی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ﴿۴﴾

(سورۃ الاخلاص)

ترجمہ: "(اے حبیب) فرما دیجیے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب آپ نے ان کو یہ سورت سنائی جو انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بتائیں کہ آپ کے رب کی تخلیق کیسی ہے اسکے ہاتھ اور بازو کیسے ہیں؟ حضور ﷺ کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آگیا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو پرسکون کیا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الزمر: ۶۷)

ترجمہ: "اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح قدر پہچاننے کا حق تھا اور (اس کی شان تو یہ ہے) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے پاک ہے وہ ہر عیب سے اور برتر ہے۔ لوگوں کے شرک۔"

ساتواں باب

اوس اور خزرج کے مابین فتنہ انگیزی کی سازش

ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت زید بن اسلم سے، فریابی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ شاس بن قیس عمر رسیدہ شخص تھا۔ یہ کفر میں شدید تھا۔ مسلمانوں سے شدید کینہ اور بغض رکھتا تھا۔ یہ مسلمانوں سے حسد کرتا تھا۔ یہ اوس اور خزرج کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا۔ وہ ایک محفل میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اس باہمی الفت و محبت اور اتفاق کو دیکھ کر آتش پا ہو گیا جو اسلام نے انہیں بخشی تھی۔ حالانکہ زمانہ جاہلیت میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلام نے آکر ان میں باہم صلح کرا دی۔ رب تعالیٰ نے ان کے دلوں کو باہم جوڑ دیا تھا۔ اس نے دل میں کہا: ''بنو قیلہ کے گروہ ان شہروں میں مل کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بخدا! جب یہ مل کر بیٹھتے ہیں تو ہمیں قرار نصیب نہیں ہوتا۔'' اس نے ایک جوان یہودی کو حکم دیا۔ یہ اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے کہا: ''ان کے پاس جا۔ ان کے ہمراہ بیٹھ جا۔ یوم بعاث کو یاد کر۔ اس سے پہلے کے حالات یاد کر۔ اور اس وقت کے اشعار پڑھ۔'' اس نے اسی طرح کیا۔ اس نے وہ اشعار پڑھے جو ان دو قبائل نے اس وقت کہے تھے۔ اس نے ان کے دلوں میں کچھ غصہ پیدا کر دیا۔ ایک قبیلہ نے کہا: ''اس روز ہمارے شاعر نے اس طرح کہا تھا۔ دوسرے نے کہا: اس روز ہمارے شاعر نے یوں کہا تھا۔ لوگ باہم باتیں کرنے لگے۔ وہ باہم جھگڑنے لگے۔ باہم فخر کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو افراد اوس بن قیظی اور جبار بن صخر باہم الجھ پڑے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ''اگر تم چاہو تو ہم ابھی جنگ کا آغاز کر دیتے ہیں۔'' دونوں فریق غصے میں ہو گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جنگ کرتے ہیں۔ وعدہ کی جگہ وہ چٹان ہے۔ ہتھیار، ہتھیار۔ وہ چٹان کی طرف جانے لگے اوس اور خزرج زمانہ جاہلیت کے دعوے کرنے لگے۔

اس کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ کے ہمراہ مہاجرین صحابہ کرام تھے۔ آپ اوس اور خزرج کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا: ''اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اللہ! یہ جاہلیت کے دعوے۔ حالانکہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اس کے بعد کہ رب تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ اس کے ساتھ تمہیں عزت بخشی ہے۔ تم سے جاہلیت کا امر

ختم کر دیا ہے۔تمہیں کفر سے بچالیا ہے۔تم میں باہم الفت ڈال دی ہے۔کیا تم پہلے کی طرح کفر کی طرف لوٹنے لگے ہو۔صحابہ کرام نے جان لیا کہ یہ شیطانی وسوسہ تھا۔ان کے دشمن کا فریب تھا۔انہوں نے ہتھیار اپنے سامنے پھینک دیے۔وہ رونے لگے۔اوس اور خزرج کے افراد ایک دوسرے کے گلے لگانے لگے۔وہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ اطاعت گزار اور سر تسلیم خم کیے واپس آگئے۔رب تعالیٰ نے دشمن کی آگ کو بجھا دیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے اس دشمن شاس بن قیس کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ (آل عمران:۹۸،۹۹)

ترجمہ: "آپ فرمائیے اے اہل کتاب یہ کیوں انکار کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔آپ فرمائیے اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اسے جو ایمان لا چکا تم چاہتے ہو کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دو حالانکہ تم خود (اس کی راستی کے) گواہ ہو اور نہیں ہے اللہ بے خبر ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اوس بن قیظی اور جبار بن ضمر اور ان کے ساتھیوں کے بارے یہ آیات طیبات نازل کیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ (آل عمران:۱۰۰،۱۰۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ) لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم (اب پھر) کفر کرنے لگو حالانکہ تم وہ ہو کہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ (کے دامن) کو تو ضرور پہنچایا جاتا ہے اسے سیدھی راہ تک۔"

آٹھواں باب

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۸۱ اور سورۃ الانعام کی آیت ۹۱ کا نزول

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ (آل عمران:۱۸۱)

ترجمہ: "بے شک اللہ نے قول ان (گستاخوں) کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں۔"

اور

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ (الانعام:۹۱)

ترجمہ: "جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی)"

ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المدارس تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہو چکی تھی۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۔ (البقرۃ:۲۴۵)

ترجمہ: "کون ہے جو دے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن۔"

انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ارد گرد یہودی جمع ہیں۔ اس شخص کو فخاص کہا جاتا تھا۔ یہ ان کے علماء سے تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے فخاص! اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اسلام قبول کر لے۔ بخدا! تو خوب جانتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ تمہارے ہاں تورات میں بھی آپ کا ذکر خیر ہے۔" فخاص لعنہ اللہ نے کہا: "اے ابو بکر! ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہے۔ وہ ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کی طرف اس طرح آہ وزاری نہیں کرتے جس طرح وہ ہماری طرف آہ وزاری کرتا ہے۔ ہم اس سے مستغنی ہیں مگر وہ ہم سے مستغنی نہیں ہیں۔ اگر وہ ہم سے مستغنی نہ ہوتا تو ہم سے اموال بطور قرض نہ لیتا۔ جیسے تمہارے صاحب گمان کرتے ہیں۔ وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے اور ہمیں سود دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا۔" یہ بکواسات سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے فخاص کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کیا اور کہا: "دشمن خدا! اگر ہمارے اور تیرے

مابین عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔"

فخاص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی! (صلی اللہ علیک وسلم) ذرا دیکھیں آپ کے ساتھی نے میرا کیا حشر کیا ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "آپ کو اس عمل پر کس نے ابھارا؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ کے اس دشمن نے بہت بڑی گستاخی کی ہے۔ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے یہ اس سے مستغنی ہیں۔ مجھے اس کی اس بکواس پر غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرہ پر مار دیا۔" فخاص نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق اور فخاص کی تردید کرتے ہوئے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ (آل عمران:۱۸۱)

ترجمہ: "بے شک سنا اللہ نے قول ان (گستاخوں) کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق (بھی لکھ لیا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اب) چکھو آگ کے عذاب (کا مزہ)۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس غصے کے بارے فرمایا:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (آل عمران:۱۸۶)

ترجمہ: "اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔"

ابن ابی حاتم، ابوالشیخ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ فخاص نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى۔ (الانعام:۹۱)

ترجمہ: "جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی) آپ پوچھیے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے کر آئے تھے موسیٰ علیہ السلام۔"

سدی نے لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے کہ یہ آیت طیبہ مالک بن ضیف کے بارے نازل ہوئی۔ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر اور محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "ایک شخص مالک بن ضیف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے جھگڑا کرنے لگا۔ اس نے کہا: "ابوالقاسم صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ آسمان سے ایسی کتاب نہیں لاتے جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام الواح لے کر آئے تھے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

(النساء: ۱۵۳)

ترجمہ: "مطالبہ کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ آپ اتروا دیں ان پر کتاب آسمان سے سو وہ تو سوال کر چکے ہیں موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات انہوں نے کہا تھا اے موسیٰ علیہ السلام! دکھاؤ ہمیں اللہ کھلم کھلا تو پکڑ لیا تھا انہیں بجلی کی کڑک نے بسبب ان کے ظلم کے پھر بنالیا انہوں نے بچھڑے کو (اپنا معبود) اس کے بعد کہ آچکیں تھیں ان کے پاس کھلی دلیلیں پھر بھی ہم نے بخش دیا ان کا یہ (سنگین) جرم اور ہم نے عطا فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو واضح غلبہ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: "میں تجھے اس ذاتِ والا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی کیا تم تورات میں پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے بغض رکھتا ہے۔" یہ مالک بہت موٹا تھا۔ یہ سن کر ناراض ہو گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔" اس کے ساتھیوں نے کہا "تیرے لیے ہلاکت! کیا حضرت موسیٰ پر بھی کچھ نازل نہیں ہوا؟" اس نے کہا: "اس نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔" اس وقت رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ (الانعام: ۹۱)

ترجمہ: ''اور نہ قدر جانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھیے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے آئے تھے موسیٰ علیہ السلام (جو سراسر) نور تھی اور (سراپا) ہدایت تھی لوگوں کے لیے تم نے بنالیا ہے اسے الگ الگ کاغذ ظاہر کرتے ہو اسے اور چھپا لیتے ہو (اس کا) بہت سا (حصہ) اور تمہیں سکھایا گیا جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ آپ فرما دیجئے اللہ! پھر چھوڑ دیجئے انہیں (تاکہ) وہ اپنی بے ہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں۔''

واں باب

یہود کا آپ سے بعض اشیاء کے بارے سوال اور سرکشی

ابن اسحاق، طیالسی، فریابی، امام احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، بیہقی اور ابونعیم نے حسن سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہود کا ایک گروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا: "ابوالقاسم صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ سے چند امور کے بارے سوال کرنے لگے ہیں۔ جنہیں صرف نبی ہی جانتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھ سے جو چاہو سوال کرو لیکن تم عہد کرو۔ اللہ کے نام کا وعدہ کرو جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا کہ اگر میں نے تمہارے سوالات کے جوابات دے دیے تو تم میری اتباع کرو گے۔" انہوں نے یہ وعدہ کیا۔ انہوں نے کہا: "ہم آپ سے چار سوالات کرتے ہیں۔ (۱) ہمیں بتائیں کہ تورات کے نزول سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے کون سا کھانا خود پر حرام کیا تھا۔ (۲) آدمی کا پانی عورت کے پانی سے کیسے مختلف ہوتا ہے اور اس سے مؤنث اور مذکر کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ (۳) اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند کی کیفیت کیا ہوتی ہے اور آپ کے ساتھ کون سا فرشتہ ہوتا ہے۔ (۴) یہ رعد کیا ہے؟ آپ نے ان سے عہد اور وعدے لیے۔ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو تم میری پیروی کرو گے۔" انہوں نے وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس ذاتِ والا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی کیا تم جانتے ہو کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیمار ہو گئے۔ ان کی مرض طوالت اختیار کر گئی۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر رب تعالیٰ نے انہیں عافیت بخشی تو وہ خود پر وہ گوشت اور مشروب حرام کر دیں گے جو انہیں سب سے زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ اونٹ کا گوشت اور ان کا دودھ انہیں تمام اشیاء سے مرغوب تھا۔" دوسری روایت میں ہے "وہ جنگل میں رہتے تھے انہیں عرق النساء کی شکایت ہو گئی۔ انہیں ایسی چیز نہ ملی جس سے وہ علاج کرتے۔ سوائے اونٹوں کے گوشت اور دودھ کے۔" یہ سن کر انہوں نے کہا: "ہاں! بخدا! مولا! گواہ رہنا۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس ذاتِ والا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ آدمی کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے۔ جبکہ عورت کا پانی زرد اور پتلا ہوتا ہے۔ جس کا پانی غالب آجاتا ہے تو بچہ اذنِ الٰہی سے اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اگر مرد کا پانی غلبہ پالے تو بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی غلبہ پالے تو بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ

اذنِ الٰہی سے ہوتا ہے۔" یہ سن کر یہودیوں نے کہا: "ہاں! بخدا! ہاں! مولا! گواہ رہنا۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ نبی امی ﷺ کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل بدستور بیدار رہتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! بخدا! ہاں! مولا! گواہ رہنا۔" اب آپ ہمیں اس فرشتے کے بارے بتائیں جو آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل امین آتے ہیں رب تعالیٰ جس نبی کو بھی مبعوث کرتا ہے جبرائیل امین اس کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "ہم آپ سے جدا ہو جاتے ہیں اگر آپ کے علاوہ کوئی اور فرشتہ آتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ آپ کی تصدیق کرتے۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں کس چیز نے روکا ہے کہ تم میری اتباع کرو۔" انہوں نے کہا: "ملائکہ میں سے جبرائیل ہمارا دشمن ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل کی:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (البقرة:۹۷)

ترجمہ: "آپ فرمائیے جو دشمن ہو جبریل علیہ السلام کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ط (البقرة:۹۰)

ترجمہ: "سو وہ حق دار ہو گئے مسلسل ناراضگی کے۔"

ایک اور روایت میں ہے۔ ان یہودی علماء نے کہا: "آپ رعد کے بارے ہمیں بتائیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کا مؤکل ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کی تلوار ہوتی ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہوا اس جگہ لے جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے۔" انہوں نے پوچھا: "یہ کیسی آواز ہوتی ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ اس فرشتے ہی کی آواز ہے۔" انہوں نے کہا: "آپ نے سچ کہا ہے۔"

امام احمد، بزار اور الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے عرض کی: "یا محمد عربی ﷺ کس چیز سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے؟" آپ نے فرمایا: "مرد اور عورت کے نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے۔ آدمی کا پانی گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور پٹھے تخلیق ہوتے ہیں۔ عورت کا پانی پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔" یہودی نے کہا: "آپ سے پہلے جو تھا اس نے بھی اسی طرح کہا تھا۔"

امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ، حاکم، امام بیہقی اور امام ابونعیم نے حضرت صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: "آؤ ہم اس نبی کے پاس چلتے ہیں ہم اس سے سوال کرتے ہیں۔" اس کے ساتھی نے اسے کہا: "اسے نبی نہ کہو۔ اگر انہوں نے تمہاری بات سن لی کہ تم انہیں نبی کہہ رہے ہو ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔"

وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے سوال کیا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ۔ (الاسراء:۱۰۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے عطا فرمائی تھیں موسیٰ (علیہ السلام) کو نو روشن نشانیاں۔''

آپ نے فرمایا: ''تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس نفس کو قتل نہ کرو جسے رب تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ بدکاری نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ جادو نہ کرو۔ بری کو بادشاہ کے پاس لے کر نہ جاؤ تا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ سود نہ کھاؤ۔ پاکدامن عورت پر بہتان نہ لگاؤ۔ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ اور اے گروہِ یہود! تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ تم سبت کے بارے زیادتی نہ کرو۔'' یہ سن کر انہوں نے آپ کے دستِ اقدس اور پاؤں مبارک چوم لیے۔ انہوں نے عرض کی: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔'' آپ نے ان سے پوچھا: ''تمہیں اسلام لانے سے کون سی چیز منع کرتی ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''داؤد علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ ان کی اولاد میں سے نبی ہو۔ ہمیں خدشہ ہے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔''

امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ ایک یہودی عالم دین آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: ''جب اس زمین کو تبدیل کر کے اور ہی زمین بنا دیا جائے گا اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''پل کے پار ظلمت میں۔'' اس نے پوچھا: ''سب سے پہلے کسے اجازت ملے گی۔'' آپ نے فرمایا: ''فقراء مہاجرین کو۔'' اس نے پوچھا: ''جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں کیا تحفہ ملے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ۔'' اس شخص نے عرض کی: ''اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟'' آپ نے فرمایا: ''ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو اس کی اطراف میں چرتا تھا۔'' اس شخص نے پوچھا ''ان کا مشروب کیا ہوگا؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ ایک چشمے سے پئیں گے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔'' اس نے کہا: ''آپ نے سچ فرمایا ہے۔'' اس نے عرض کی: ''میں آپ سے ایک ایسا سوال کرنے آیا ہوں جسے روئے زمین پر ایک شخص یا دو شخص یا نبی ہی جانتے ہوں گے۔ میں آپ سے بچے کے بارے سوال کرنے آیا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''مرد کا پانی سفید ہوتا ہے۔ عورت کا پانی زرد ہوتا ہے۔ جب یہ جمع ہو جائیں اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر غلبہ پالے تو اذنِ الٰہی سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو اذنِ الٰہی سے بچی پیدا ہوتی ہے۔'' اس یہودی نے کہا: ''آپ نبی برحق ہیں۔ آپ سچے ہیں۔'' پھر وہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس شخص نے مجھے اس چیز کے بارے پوچھا۔ جس کے بارے پوچھا۔ میں اس میں سے کچھ بھی نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے مجھے اس سے آگاہ فرما دیا۔''

ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع، عبد بن حمید، امام نسائی نے الکبریٰ میں اور امام الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک یہودی شخص آیا۔ جسے ثعلبہ بن حارث کہا جاتا تھا۔ اس نے پوچھا: ''ابوالقاسم صلی اللہ علیک وسلم! آپ گمان کرتے ہیں کہ اہلِ جنت کھاتے اور پیتے ہیں۔'' یہودی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''اگر انہوں نے اقرار کر لیا تو ان کے ساتھ مباحثہ کروں گا۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیرا مسک کے درخت پر ایمان ہے۔'' اس نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو اس کا تذکرہ اپنی کتاب میں پاتا ہے۔'' اس نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے ان میں سے ایک مرد کو ایک سو مردوں کے برابر کھانے، پینے اور جماع کی قوت عطا کر دی جائے۔'' اس یہودی نے کہا: ''جو کھائے یا پیئے گا اسے حاجت تو ہوگی۔'' آپ نے فرمایا: ''ان کی حاجت یوں پوری ہوگی کہ اس کی جلدوں سے پسینہ نکلے گا جس میں مسک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔ اس کے بعد ان کے پیٹ پتلے ہو جائیں گے۔''

سعید بن منصور، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بزار، حاکم، بیہقی اور ابن جریر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک یہودی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: ''اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ان ستاروں کے بارے بتائیں جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ ریز دیکھا تھا۔ ان کے نام کیا ہیں؟'' آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے انہوں نے آپ کو ان ستاروں کے نام بتائیے۔ آپ نے یہودی کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: ''کیا اگر میں نے تمہیں ان ستاروں کے نام بتا دیے تو تو ایمان لے آئے گا؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''وہ ستارے تھے: حرثان، طارق، ذیال، ذوالنفات، ذوفرغ، وثاب، عمودن، قابس، ضروج، مصبح، ضیاء، نور۔'' حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں آسمان کے افق پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔'' یہودی نے عرض کی: ''بخدا! یہی ان ستاروں کے نام ہیں۔'' حکم بن ظہیر نے لکھا ہے الضیاء سے مراد سورج ہے۔ یہ ان کے والد گرامی تھے۔ النور سے مراد قمر ہے۔ یہ ان کی والدہ ماجدہ تھیں۔'' الحافظ نے مجمع الزوائد کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ ''میں نے نسخہ مصححہ میں دیکھا ہے کہ یہ عقیلی کے ضعفاء میں سے ہے۔''

دسواں باب

زانی کی سزا سے یہودیوں کا رجوع

ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، امام بیہقی نے السنن میں حضرت ابو ہریرۃ سے، عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابو داؤد، ابن جریر اور بیہقی نے دلائل میں ان سے ہی، امام مسلم، ابو داؤد، النحاس، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت براء بن عازب سے، شیخان نے ابن عمر سے۔ ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن منذر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودی بیت المدارس میں جمع ہوئے۔ ایک شادی شدہ مرد نے شادی شدہ عورت سے بدکاری کی تھی۔ ان کا تعلق اہل فدک سے تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں کی طرف لکھا کہ ان کے بارے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو۔ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو مان لو اگر رجم کرنے کا حکم دیں تو نہ مانو۔" حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب وہ بیت المدارس میں جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "اس مرد اور اس عورت کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دو۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمارے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ انہیں تخفیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے رجم کے علاوہ اور کوئی فتویٰ دیا تو ہم اسے قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اسے دلیل پکڑیں گے۔ ہم کہیں گے کہ یہ تیرے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ ہے۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "ان دونوں میں آپ کو ثالث بنالو۔ اگر انہوں نے ان کے بارے تجبیہ پر عمل کیا (تجبیہ یہ ہے کہ کھجور کی رسی پر تیل مل کر اسے کوڑا بنالیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ بدکاری کرنے والے مرد اور عورت کو مارا جاتا تھا۔ پھر دونوں کو گدھے پر پیچھے کی طرف منہ کر کے بٹھالیا جاتا تھا۔ ان کا منہ کالا کیا جاتا تھا) تو ان کی پیروی کرلینا۔ وہ بادشاہ اور قوم کے سردار ہوں گے۔ اور اگر انہوں نے ان کے بارے رجم کا فیصلہ کیا تو وہ نبی ہوں گے۔ ان سے اجتناب کرنا۔ ورنہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے چھین لیا جائے گا۔"

وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنی مسجد میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا: "ابوالقاسم! اس شادی شدہ مرد نے اس شادی شدہ عورت سے بدکاری کی ہے۔ ہم آپ کو ان کے مابین ثالث مقرر کرتے

ہیں۔آپ ان کا فیصلہ کریں۔" آپ نے فرمایا:"تم تورات میں اس کے بارے کیا پاتے ہو؟" انہوں نے کہا:"ہم انہیں شرمندہ کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا:" آپ تورات کو چھوڑیں اور اپنا فتویٰ دیں۔" آپ نے انہیں رجم کرنے کا فتویٰ دیا۔انہوں نے انکار کر دیا۔

آپ نے ان کے ساتھ بات نہ کی حتیٰ کہ آپ بیت المدارس تشریف لائے اس کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:"اے گروہ یہود! اپنے علماء میری طرف باہر نکالو۔" انہوں نے عبداللہ بن صوریا، ابویاسر اور وہب بن یہودا کو باہر نکالا۔انہوں نے کہا:"یہ ہمارے علماء ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"میں تمہیں اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تم تورات میں اس شخص کے بارے کیا حکم پاتے ہو جس نے شادی کے بعد زنا کیا۔" انہوں نے کہا:"انہیں بھگایا جاتا ہے اور ان کا منہ کالا کیا جاتا ہے۔" حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا:"تم نے جھوٹ بولا ہے تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔" وہ تورات لائے۔اسے کھولا۔ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔اس سے پہلے اور بعد پڑھنے لگا۔حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا:"اپنا ہاتھ اٹھا۔اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔وہاں رجم کی آیت واضح تھی۔اس نے کہا:"محمد عربی ﷺ نے سچ کہا ہے۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا۔ان میں سے ایک جوان خاموش رہا۔جب حضور اکرم ﷺ نے اسے خاموش دیکھا تو اس سے بار بار مسئلہ پوچھا۔اس نے کہا:"اگر ہم سے واسطہ دے کر پوچھتے ہیں تو ہم تورات میں رجم پاتے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے پوچھا:"تم نے رب تعالیٰ کے اس حکم میں تخفیف کب پیدا کی؟" اس نے کہا:"ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے قریبی رشتہ دار نے بدکاری کی۔اسے رجم نہ کیا گیا۔پھر ایک طاقتور خاندان کے مرد نے بدکاری کی۔لوگوں نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا اس کی قوم حائل ہوگئی۔" انہوں نے کہا:"بخدا! ہمارے اس ساتھی کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ تو اپنے ساتھی کو لائے اور اسے رجم کرے۔" انہوں نے اس سزا پر باہم صلح کر لی۔"

دوسری روایت میں ہے"ہمارے امیر طبقہ میں زنا زیادہ ہو گیا۔جب ہم کسی امیر کو پکڑ لیتے تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ جب کسی غریب کو پکڑ لیتے تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے۔ہم نے کہا:" آؤ! ہم ایک ہی سزا مقرر کر دیتے ہیں۔ہم امیر اور غریب کو وہی دیا کریں گے۔ہم نے مذکورہ سزا پر اتفاق کر لیا۔ابوالقاسم! بخدا! یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نبی برحق ہیں مگر یہ آپ سے حسد کرتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے بارگاہِ الہیہ میں عرض کی:"مولا! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرا امر زندہ کیا جسے یہ زمانہ قدیم سے شہوت کی وجہ سے مار چکے تھے۔" یہودی چار گواہ لے آئے۔انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے اس مرد کے

ذکر کو عورت کی شرم گاہ میں اس طرح دیکھا جیسے سرمچو سرمے دانی میں ہوتا ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ انہیں مسجد نبوی کے دروازے کے پاس رجم کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اس مرد کو دیکھا وہ اس عورت پر جھک رہا تھا تاکہ اسے پتھروں سے بچائے۔" دوسری روایت میں ہے "میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جنہوں نے انہیں رجم کیا۔ میں نے مرد کو دیکھا وہ اس عورت کو پتھروں سے خود سے بچا رہا تھا۔"

❁❁❁❁

گیارھواں باب

یہودی موت کی تمنا نہ کر سکے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴿۹۴﴾ (سورۃ البقرۃ: ۹۴)

ترجمہ: "آپ فرمائیے اگر تمہارے لیے ہی دارِ آخرت (کی راحتیں) اللہ کے ہاں مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو تو کرو موت کی اگر تم سچ کہتے ہو۔"

ابن جریر نے حضرت ابوعالیہ سے روایت کیا ہے کہ یہود نے کہا: "جنت میں وہی جائے گا جو یہودی یا عیسائی ہوگا۔" انہوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے (نعوذ باللہ) اور اس کے محبوب ہیں۔" رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی مگر انہوں نے موت کی تمنا نہ کی۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ پہلی آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو یوں کہو: "مولا! ہم پر موت طاری کر دے۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی یہ کہے گا اس کا تھوک اس کے گلے میں اٹک جائے گا وہ وہیں مر جائے گا۔" انہوں نے موت کی تمنا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴿۹۵﴾ (البقرۃ: ۹۵)

ترجمہ: "اور ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے اپنی کارستانیوں کے خوف سے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔"

اس آیت طیبہ کے نزول کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔" ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو ان کا تھوک ان کے گلے میں اٹک جاتا اور وہ وہیں مر جاتے۔" امام احمد، امام بخاری، ترمذی، امام نسائی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور جہنم میں انہیں ان کا ٹھکانہ نظر آ جاتا۔"

بارھواں باب

یہود کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرنا

امام بخاری، امام مسلم، اسماعیلی، امام بیہقی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد، عبد بن حمید، امام بخاری اور امام نسائی نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے، ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد، امام بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن سعد نے عمر بن حکم سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب ذوالحجۃ کے مہینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس تشریف لائے اور ماہ محرم آ گیا۔ ہجرت کو سات سال گزر چکے تھے۔ یہودی کے رؤسا (یہ مدینہ طیبہ میں باقی تھے یہ منافق تھے اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے۔) لبید بن اعصم کے پاس گئے۔ یہ بنو زریق کا حلیف تھا۔ یہ جادوگر تھا یہودی جانتے تھے کہ یہ جادو اور زہر کے بارے سب سے زیادہ جانتا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ابواعصم! تو ہم سب سے زیادہ جادو کو جانتا ہے۔ ہم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ تو جانتا ہے کہ ان کا ہم میں کیا اثر ہو رہا ہے۔ اس کا دین ہمارے مخالف ہے۔ اس نے ہمارے بعض افراد کو قتل اور بعض کو جلاوطن کر دیا ہے۔ ہم تیرے لیے اجرت مقرر کرتے ہیں تو ہماری طرف سے اسے ایسا جادو کر جو ان کا کام تمام کر دے۔'' انہوں نے اس کے لیے تین دینار اجرت مقرر کی۔ اس شرط پر کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرے۔

عبداللہ بن عمیر کی روایت میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''بنو زریق کے یہودیوں میں سے ایک یہودی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا۔'' ابن عیینہ کی روایت میں ہے: ''یہ بنو زریق کا ایک شخص تھا۔ یہ یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا۔'' ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ یہ جادو اعصم کی بیٹیوں اور لبید کی بہنوں نے کیا تھا۔ یہ لبید سے زیادہ جادوگر تھیں۔ یہ اس سے زیادہ خبیث تھیں۔ لبید ہی یہ چیزیں لے کر گیا تھا اور انہیں کنویں کے پتھر کے نیچے دفن کیا تھا۔ جب انہوں نے یہ گرہیں لگائیں تو اس گھڑی آپ کو اپنی بصارت عجیب لگی۔ لبید کی ایک لڑکی زبردستی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ انہوں نے اسے یہ امر بتا دیا یا اس نے سن لیا۔ پھر وہ اپنی بہنوں اور لبید کے پاس چلی گئی انہیں یہ معاملہ بتایا۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''اگر وہ نبی ہوئے تو عنقریب تمہیں اس جادو

کے بارے بتادیں گے اور اگر وہ کچھ اور ہوئے تو پھر یہ جادو انہیں دیوانہ کر دے گا حتیٰ کہ ان کی عقل جاتی رہے گی۔" صحیح میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ آپ کو یوں محسوس ہوتا کہ آپ نے ازواجِ مطہرات سے وظیفۂ زوجیت ادا کرلیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا نہ کیا ہوتا۔" حضرت سفیان نے کہا ہے اگر کیفیت یہی تھی تو پھر یہ جادو کتنا قبیح تھا۔

یحییٰ بن یعمر نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے کہ حتیٰ کہ آپ کو اپنی بصارت عجیب لگنے لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ ان کی رائے یہی تھی کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کی طبیعت گھٹنے لگی۔ لیکن اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ آپ کو کئی روز تک یہ شکایت رہی۔ اسماعیلی نے ابوضمرۃ سے روایت کیا ہے کہ یہ تکلیف چالیس روز رہی۔ امام احمد نے چھ ماہ کا قول کیا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا: "ایک رات آپ میرے ہاں جلوہ افروز تھے آپ نے دعا مانگی۔ پھر دعا مانگی پھر فرمایا: "عائشہ! کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کے بارے بتا دیا ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھتا تھا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "میرے پاس دو آدمی (حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام) آئے۔ ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا۔ (دمیاتی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت جبرائیل تھے) دوسرا میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: (میکائیل نے جبرائیل سے کہا: "اے جبرائیل!) کیا تمہارے اس صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تکلیف ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پہلے آدمی نے پوچھا: "انہیں کیا تکلیف ہے؟" دوسرے نے کہا: "انہیں جادو کیا گیا ہے۔" اس نے پوچھا: "انہیں کس نے جادو کیا ہے؟" اس نے کہا: "لبید بن اعصم یہودی نے۔" پہلے شخص نے پوچھا: "کس چیز کے ساتھ؟" اس نے کہا: "کنگھی کے ایک ٹکڑے کو اور چند بالوں کو کھجور کے خوشہ کے پردے میں رکھ کر۔" پہلے نے پوچھا: "یہ چیزیں کہاں ہیں؟" اس نے کہا: "اروان یا ذروان کے کنویں میں۔" ان اشیاء کو پانی میں سخت پتھر کے نیچے رکھا گیا ہے۔" پہلے شخص نے پوچھا: "ان کا علاج کیا ہے؟" اس نے کہا: "کنویں کا پانی نکالا جائے پھر پتھر کے نیچے سے یہ چیزیں نکال لیں جائیں۔ اس میں گیارہ گرہیں لگی ہیں۔ اگر انہیں کھول دیا جائے تو وہ اذنِ الٰہی سے شفاء یاب ہو جائیں گے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اس کنویں کے پاس گئے۔ وہاں دیکھا اس پر کھجور کا درخت تھا۔ ایک شخص کنویں کے اندر گیا۔ اس نے پتھر کے نیچے سے غلاف نکالا۔ اس میں کنگھی کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپ کے بال مبارک بھی نکالے گئے۔ ان میں گیارہ گرہیں لگائی گئیں تھیں۔

ان میں سوئیاں چبھوئی گئیں تھیں۔حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سورۃ الفلق اور سورۃ الناس لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ان کی گیارہ آیات ہیں گرہیں بھی گیارہ ہی تھیں۔آپ جب ایک آیت طیبہ کی تلاوت فرماتے ایک گرہ کھل جاتی۔جب بھی سوئی نکالی جاتی اس کے بعد آپ کو کچھ درد محسوس ہوتا پھر آرام و راحت محسوس ہوتا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی۔حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:''جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا:''گویا کہ اس کا پانی اس پانی کی طرح تھا جس میں مہندی بھگوئی ہوئی ہو۔اور اس کھجور کے پتے جو اس کا پانی پیتی تھی سوکھ کر یوں مڑ چکے تھے گویا کہ وہ شیاطین کے سر ہوں۔''میں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اسے باہر نہیں نکالا؟'' آپ نے فرمایا:''نہیں۔''سفیان کی روایت میں ہے:''کیا آپ نے اسے پھیلایا نہیں۔'' آپ نے فرمایا:''نہیں! رب تعالیٰ نے مجھے شفاء عطا فرمادی ہے۔میں لوگوں کے مابین فتنے کی آگ نہیں بھڑکانا چاہتا۔'' آپ نے ان اشیاء کو دفن کر دینے کا حکم دیا۔آپ سے عرض کی گئی:''کاش! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اسے قتل کر دیتے۔'' آپ نے فرمایا:''اس کے بعد اس کے لیے شدید عذاب ہے۔''ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑ لیا۔اس نے اعتراف گناہ کر لیا۔آپ نے اس سے درگزر کیا اور اسے تہ تیغ نہ کیا۔

تنبیہات

1. ''السحر'' کو مطلق بولا جاتا ہے لیکن اس سے مراد وہ آلہ لیا جاتا ہے جس سے جادو کیا جاتا ہے۔اور کبھی اسے مطلق بول کر اس سے مراد ساحر کا فعل لیا جاتا ہے اور آلہ سے کبھی معانی میں سے ایک معانی مراد ہوگا جیسے گرہوں پر پھونکیں مارنا۔کبھی اسے محسوسات مراد ہوں گے اور کبھی اس سے حسی اور معنوی دونوں امر مراد ہوں گے۔یہ بلیغ معنی ہے۔
2. سحر کے بارے اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف تخیل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔شوافع میں سے ابوجعفر استر بازی کا یہ قول ہے۔احناف میں ابوبکر دارمی کا یہی قول ہے۔ابن حزم ظاہری اور ایک گروہ کا یہی مؤقف ہے۔امام نووی نے لکھا ہے''صحیح مؤقف یہ ہے کہ جادو کی حقیقت ہے جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔عام علماء نے اسی کو اپنایا ہے۔کتاب وسنت اور صحیح روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں۔لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا جادو سے کسی چیز کو بدلا جا سکتا ہے۔جس نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف تصور ہے انہوں نے یہ نظریہ رد کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کی بھی حقیقت ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس کی تاثیر سے صرف مزاج بدلتا ہے۔عام امراض لگ جاتی ہیں اور اس کی انتہاء ایسی حالت پر ہوتی ہے کہ جماد حیوان بن جاتا ہے۔یا اس کے برعکس ہے۔جمہور علماء نے پہلا مؤقف اپنایا ہے۔جبکہ ایک گروہ نے دوسرا مؤقف اپنایا ہے۔اگر قدرتِ الٰہیہ کو دیکھا جائے تو یہ امر

مسلّم ہے۔لیکن اگر واقع کو دیکھا جائے وہ اختلاف کا محل ہے تو کثیر علماء کا دعویٰ ہے کہ اس پر دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔وہ ایسی قوم کا ذکر کرتے ہیں جو جادو کا مطلق انکار کرتی ہے۔گویا کہ اس سے مراد وہ ان لوگوں کو لیتے ہیں جو اسے تصور سمجھتے ہیں۔ورنہ یہ سینہ زوری ہے۔

علامہ مازری نے لکھا ہے کہ جمہور علماء جادو کے اثبات کا قول کرتے ہیں نیز یہ کہ اس کی حقیقت ہے۔بعض اس کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور اس سے رونما ہونے والے واقعات کو خیالات باطلہ سمجھتے ہیں۔لیکن یہ مؤقف مردود ہے کیونکہ جادو کے اثبات کے بارے روایت وارد ہے۔عقل بھی اس کا انکار نہیں کرتی کہ رب تعالیٰ جادوگر کے کلمات کی وجہ سے خرقِ عادت امور پیدا فرما دے یا اجسام کی ترکیب بدل دے یا مخصوص ترتیب پر قوی کے مابین امتزاج کر دے۔اس کی مثال یہ ہے کہ بعض طبیب بعض جڑی بوٹیوں کو باہم ملاتے ہیں۔ان کی ترکیب سے وہ نافع بن جاتی ہیں حالانکہ وہ پہلے نقصان دہ ہوتی ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جادو کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے زیادہ نہیں ہوتی:

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: ''جس سے جدائی ڈالتے تھے خاوند اور اس کی بیوی میں۔''

کیونکہ یہ تخفیف کا مقام ہے اگر اس کی تاثیر اس سے زائد ہوتی تو اس کا ذکر کر دیا جاتا۔مازری لکھتے ہیں ''عقل کی جہت سے صحیح یہ ہے کہ اس کی تاثیر اس سے زائد ہو سکتی ہے۔کیونکہ آیت میں زیادتی کی ممانعت کی نص نہیں ہے۔اگرچہ ہم کہیں کہ یہ امر اس میں زائد ہے۔'' پھر انہوں نے وہ فرق لکھا ہے جو جادو، معجزہ اور کرامت کے مابین ہے۔میں معجزات کے ابواب میں ان کا تذکرہ کروں گا۔''

◆ ۳ امام نووی نے لکھا ہے کہ جادو کرنا حرام ہے۔یہ بالاجماع کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔حضور ﷺ نے اسے سات تباہ کن گناہوں میں شمار کیا ہے۔ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض کفر نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہیں۔اگر اس میں ایسا قول یا فعل ہو جو کفر کا تقاضا کرے تو وہ کفر ہے جیسے شیاطین یا ستاروں کی پوجا کرنا اس کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے۔اگر اس میں ایسا امر ہو جو کفر کا تقاضا کرتا ہو تو جادوگر سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔اگر ایسا جادو ہو جس میں کفر کا تقاضا نہ ہو تو اسے تعزیر لگائی جائے گی۔امام مالک نے لکھا ہے کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے گا اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔بلکہ زندیق کی طرح اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا۔'' قاضی نے لکھا ہے' امام احمد کا یہی قول ہے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی

یہی موقف ہے۔" امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

۴ بعض علماء نے دو وجوہات کی بناء پر جادو سیکھنا جائز قرار دیا ہے۔ (۱) اس میں کفر وغیرہ کی تمیز کرنے کے لیے (۲) جو اس امر میں مبتلاء ہو اس کی اذیت دور کرنے کے لیے۔ پہلے معاملہ میں تو صرف اعتقاد کی جہت کے اعتبار سے ممانعت ہے۔ جب اعتقاد درست ہو تو صرف کسی چیز کو جاننا ممانعت کو لازم نہیں جیسے کہ بت پرستوں کی عبادت کے بارے جاننا کیونکہ جو چیز ساحر جانتا ہے اس کی کیفیت اس کے قول یا فعل کی حکایت ہی ہے۔ بخلاف اس کے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ جہاں تک دوسرے معاملہ کا تعلق ہے اگر وہ کفر یا فسق کی انواع میں سے کسی نوع کے بغیر مکمل نہ ہو تو یہ اصلاً حلال نہیں۔ ورنہ یہ مذکورہ معنی میں جائز ہے۔ اس کی مزید تفصیل آپ ﷺ کی عصمت کے ابواب میں آئے گی۔

۵ لبید بن اعصم کے بارے بتایا جاتا ہے کہ وہ بنو زریق کا یہودی تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ بنو زریق میں سے تھا۔ یہ یہودیوں کا حلیف تھا۔ یہ منافق تھا۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص نے اسے یہودی کہا ہے اس نے اسے نفس امر کی طرف دیکھا ہے۔ جس نے اسے منافق کہا ہے اس نے اس کے ظاہر کی طرف دیکھا ہے۔ ابوالفرج نے لکھا ہے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے منافقت کرتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔" یہی موقف واضح ہے۔

۶ آپ ﷺ پر جادو کا اثر کتنی مدت رہا؟ اسماعیلی نے ابوضمرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ چالیس روز تک اس سے متاثر رہے۔ امام احمد نے یہ مدت چھ ماہ لکھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ طبیعت مبارکہ کے تغیر سے یہ مدت چھ ماہ بنتی ہو اور اس کا صحیح اثر چالیس روز تک رہا ہو۔ امام سہیلی نے لکھا ہے" مجھے صحیح روایات سے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کتنی دیر تک اس کے زیر اثر رہے حتیٰ کہ میں امام زھری کی روایت سے آگاہ ہوا جسے جامع معمر میں لکھا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک سال تک اس سے متاثر رہے۔

۷ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی پھر آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ امام نووی نے لکھا ہے" اس میں اس امر کا استحباب ہے کہ ناپسندیدہ امور کے حصول کے وقت دعا کرنی چاہیے۔ دعا بار بار مانگنی چاہیے اور رب تعالیٰ کی درگاہ والا میں حسن التجاء کرنی چاہیے تاکہ رب تعالیٰ وہ مصیبت دور کرے۔" الحافظ نے لکھا ہے" اس معاملہ میں حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسباب پر عمل کرنے کے دونوں امور پر عمل پیرا ہوئے۔ معاملہ کی ابتداء میں آپ نے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور مصیبت پر صبر کرنے کے لیے رب تعالیٰ سے اجر و ثواب کی تمنا کی۔ جب یہ

معاملہ طول پکڑ گیا۔ آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اس طرح عبادت کرنے میں کمزوری واقع ہوگی۔ تو آپ علاج کرانے کی طرف مائل ہوئے۔ پھر دعا کی۔ یہ دونوں مقامات کمال میں انتہاء ہیں۔

◆ ۸ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمار کو جادو کی اشیاء نکالنے کے لیے بھیجا۔ جبکہ صحیح میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنوئیں کے پاس گئے۔ عمر بن حکم سے مرسل روایت ہے کہ آپ نے جبیر بن ایاس زرقی کو بلایا اس نے ان اشیاء کے بارے بتایا کہ وہ چیزیں ذروان کے کنوئیں کے اندر پتھر کے نیچے ہیں۔ جبیر نے ہی وہ اشیاء باہر نکالیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قیس بن محصن زرقی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے یہ اشیاء باہر نکالیں۔ ان روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ جبیر نے اس معاملہ میں مدد کی تھی لہٰذا اسے ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

❁❁❁❁

تیرھواں باب

بعض سرکش منافقین

ابن اسحاق نے بہت سے منافقین کا تذکرہ کیا ہے۔میں صرف ان کا تذکرہ کروں گا۔جن کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا۔
پہلے میں نفاق کا معنی لکھوں گا۔نفاق ایک ایسا نام ہے جسے اسلام سے قبل مخصوص معنی میں کوئی نہیں جانتا تھا۔اس سے مراد منافق کا وہ فعل ہے جو اس کے کفر کو چھپا دے وہ اس کے ایمان کا اظہار کر دے۔جیسے کہ آدمی نفق ''سرنگ'' میں چھپ جاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ اسی سے مشتق ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ نافق الیربوع سے مشتق ہے۔چوہا اپنے بل کے ایک منہ قاصعاء سے داخل ہوتا ہے اور اس کے نافقاء سے نکل آتا ہے۔یا اس کے برعکس کرتا ہے۔کیونکہ اس کے بل کے چار منہ ہوتے ہیں۔''نافقاء، قاصعاء، راھطاء، دامّاء'' وہ تیز رفتاری سے نافقاء کے کنارے تک جاتا ہے اسے چھپاتا ہے پھر دوسری جانب سے نکل آتا ہے۔جب کسی دوسرے بل میں جانا چاہتا ہے تو نافقاء کو اپنا سر مارتا ہے اس سے باہر نکل آتا ہے۔یہ سوراخ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں وہ ایک کا ارادہ کرتا ہے اور دوسرے سے نکل آتا ہے۔
منافق کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے وہ ایک جہت سے ایمان میں داخل ہوتا ہے دوسری سے نکل جاتا ہے یہ جو ہے کے اس فعل سے مشتق ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ نافقاء کی صورت سے مشتق ہے جو ہے کے فعل سے نہیں۔
کیونکہ نافقاء وہ سوراخ ہوتا ہے جس کا ظاہر مدخل (داخل ہونے کی جگہ ہوتا ہے) اور باطن مخرج (نکلنے کی جگہ) ہوتا ہے۔منافق کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔وہ ایمان کا اظہار کرتا ہے۔اس کے باطن میں نفاق ہوتا ہے۔نفاق کی جگہ دل ہوتا ہے۔
جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔بہت سے لوگوں نے خود کو یہودیوں کی طرف منسوب کر لیا۔زمانۂ جاہلیت میں انہیں بڑا شخص سمجھا جاتا تھا۔منافقین شرک اور قیامت کو جھٹلانے کے اعتبار سے اپنے آباء کے دین پر ہی تھے۔لیکن اسلام نے انہیں سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا۔قوم کی اجتماعیت نے انہیں اسلام کا اظہار کرنے پر مجبور کیا۔انہوں نے اسلام کا اظہار کیا۔اسلام کو بطور ڈھال استعمال کیا تا کہ قتل ہونے سے بچ سکیں۔دل میں نفاق رکھا۔ان کی تمنائیں یہودیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کو جھٹلاتے تھے اور اسلام کا انکار کرتے تھے۔

رب تعالیٰ نے سورۃ براۃ میں ان کے بارے بتایا۔ منافقین میں سے ایک جلاس بن سوید تھا۔ یہ غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب قرآن پاک کا نزول ہوا۔ اس میں منافقین کا تذکرہ ہوا تو جلاس نے کہا: ''بخدا! اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم تو گدھے سے بھی برے ہیں۔'' حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بکواس سن لی۔ یہ جلاس کی کفالت میں تھے۔ حضرت عمیر نے اسے کہا: ''بخدا! اے جلاس! تو مجھے سارے لوگوں سے پیارا ہے تیرے احسانات مجھ پر سب سے زیادہ ہیں۔ مجھے سخت گراں گزرتا ہے کہ تجھے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن تو نے ایسی بات کر دی ہے کہ اگر میں اسے آگے بیان کروں تو تجھے رسوا کر دوں گا۔ اور اگر خاموش رہوں تو اپنا دین تباہ کرلوں گا۔ ان میں سے ایک بات مجھ پر دوسری سے آسان ہے۔'' وہ حضور والا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کو جلاس کی بات بتائی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ جلاس حضور اکرم ﷺ کے سامنے قسم اٹھا گیا کہ حضرت عمیر نے اس کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے۔ جو حضرت عمیر نے کہا۔ اس نے وہ کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمیر نے کہا: ''بخدا! تو نے یہ بات کی ہے۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ والا میں توبہ کرلو۔'' حضور ﷺ پر وحی کے اثرات نمودار ہونے لگے۔ سارے حاضرین ساکت و جامد ہو گئے۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ (التوبۃ: ۷۴)

ترجمہ: ''قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا۔ ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔ سو اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم۔ دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔''

جلاس نے کہا: ''میں نے یہ غلطی کی تھی۔ رب تعالیٰ نے مجھے توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔'' آپ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔ اس کا ارادہ تھا کہ مشرکین کے ساتھ جا ملے گا۔ ابن سیرین نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے کان پکڑے اور فرمایا: "لڑکے! تمہارے کانوں نے تمہارے ساتھ وفا کی اور تمہارے رب نے تمہاری تصدیق کر دی۔"

تنبیہات

1. اس آیت طیبہ کا اور بھی شان نزول لکھا گیا ہے۔ وہ عبداللہ بن ابی کا یہ قول ہے اس نے غزوۃ المریسیع میں کہا تھا "بخدا! ہماری اور محمد عربی ﷺ کی مثال یونہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے: "اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ تجھے ہی کاٹ کھائے۔ اگر ہم مدینہ گئے تو معزز وہاں سے ذلیل کو نکال دے گا" حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بارگاہ رسالت مآب میں پہنچا دی۔ ابن ابی نے قسم اٹھا دی کہ اس نے یہ بات نہیں کی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔
2. محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جلاس نے توبہ کر لی۔ اپنی توبہ کو عمدہ کیا۔ اس نے وہ بھلائی نہ چھوڑی جو وہ حضرت عمیر پر کرتا تھا۔ اس کی توبہ معروف تھی۔

نبتل بن حارث بھی منافقین میں سے تھا۔ یہ ایک طویل القامت، سیاہ شکل، بکھرے بالوں والا سرخ آنکھوں والا۔ پچکے گالوں والا شخص تھا۔ اس کے بارے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "تم میں سے جو شیطان کی طرف دیکھنا چاہے وہ نبتل کی طرف دیکھ لے۔"

ابن اسحاق نے بنو عجلان کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "آپ کے پاس ایک کالا، بکھرے بالوں والا، پچکے گالوں والا اور سرخ آنکھوں والا شخص آتا ہے۔ اس کی آنکھیں پیتل کی دو ہنڈیوں کی طرح ہیں۔ اس کا جگر گدھے کے جگر سے بھی خبیث ہے۔ وہ آپ کی باتیں منافقوں تک پہنچاتا ہے۔ اس سے احتیاط فرمائیں۔" یہ ساری صفات نبتل بن حارث کی تھیں۔ یہ آپ کی خدمت میں آتا تھا۔ آپ کے فرامین سنتا تھا۔ پھر انہیں منافقین تک پہنچا دیتا تھا۔ یہ کہتا تھا: "محمد عربی ﷺ کانوں کے کچے ہیں جو بھی آپ کے پاس بات کرتا ہے آپ اس کی تصدیق کر دیتے ہیں۔" اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ (التوبۃ:٦١)

ترجمہ: ''اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمائیے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ان منافقین میں مربع بن قیظی بھی تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ احد کے لیے جارہے تھے اور آپ اس کے باغ سے گزرنے لگے۔ تو اس نے کہا تھا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نبی ہیں تو پھر میں آپ کو اپنے باغ میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔'' اس تیرہ بخت نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا: ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے علاوہ کسی اور پر بھی پڑے گی تو میں اسے آپ پر پھینک دیتا۔'' صحابہ کرام جلدی سے گئے تاکہ اسے قتل کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ یہ دل کا بھی اندھا ہے اور نظر کا بھی۔''

ان منافقین میں سے ایک عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ یہ منافقین کا سردار تھا۔ منافقین اسی کے پاس ہی جمع ہوتے تھے۔ اسی نے ہی یہ بکواس کی تھی ''اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو معزز وہاں سے ذلیل کو نکال دے گا۔'' اس کی یہ بکواس سورۃ المنافقین میں اسی طرح اتری۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کے شرف میں دو افراد کو بھی شک نہ تھا۔ اس سے قبل اوس اور خزرج نے کسی اور شخص پر اتفاق نہیں کیا تھا۔ اس وقت اسلام کا آفتاب طلوع ہو گیا۔ قوم تاج بنوا کر اسے بادشاہ بنانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ اسی اثناء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جلوہ افروز ہو گئے۔ جب اس کی قوم نے اسے چھوڑا اور اسلام قبول کر لیا۔ تو اس کے دل میں کینہ پیدا ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سلطنت چھین لی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم اسلام قبول کرنے پر مصر ہے تو یہ نہ چاہتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہ اپنے کینہ اور نفاق پر قائم تھا۔

ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے اس پر زین کسی ہوئی تھی۔ اس پر فدک کا بنا ہوا موٹا کپڑا ڈالا گیا تھا۔ اس کے منہ میں کھجور کے پتوں کی لگام تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ آپ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ بنو حارث بن خزرج میں تھے۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے کی بات ہے۔ آپ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے۔ وہ بلند مکان کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی محفل میں مسلمان، مشرکین اور یہودی بھی تھے۔ اس محفل میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب سواری کی گرد اس محفل تک پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر سے اپنی ناک

کو ڈھانپ لیا۔اس نے کہا:"ہماری طرف گرد نہ اڑاؤ۔" حضور اکرم ﷺ نے سلام کیا۔ وہاں ٹھہر گئے۔انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔انہیں ڈرایا اور بشارت دی۔ابن ابی نے آپ سے کہا:"اے آدمی! تمہاری گفتگو کا یہ انداز اچھا نہیں ہے۔اگر چہ یہ حق ہے ہماری محافل میں ہمیں اذیت نہ دو۔اپنے گھر لوٹ چلو جو تمہارے پاس آتے اسے یہ پیغام دو۔"حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ پیغام حق ہمیں ہماری محافل میں سنائیں بخدا! ہم اسے پسند کرتے ہیں۔مسلمان، مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے۔حضور اکرم ﷺ انہیں ٹھنڈا کرتے رہے۔حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔حضور اکرم ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔آپ نے انہیں فرمایا:"سعد! کیا تم نے سنا نہیں کہ ابوحباب (ابن ابی) نے ابھی ابھی کیا کہا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس سے درگزر فرمائیں۔اسے معاف فرمائیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ عطا کر دیا ہے۔جو عطا کر دیا ہے۔اہل بحیرہ نے اتفاق کر لیا تھا کہ اسے تاج پہنائیں اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں۔جب اس حق کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تو یہ چیز اس کے گلے میں اٹک گئی۔اس نے وہ نازیبا کام کیا ہے۔جو آپ نے ملاحظہ کیا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیک وسلم کاش! ابن ابی کے پاس تشریف لے چلیں۔حضور اکرم ﷺ اس کی طرف تشریف لے گئے۔آپ گدھے پر سوار ہوئے۔ مسلمان پیدل ہی تھے۔یہ سخت زمین تھی۔حضور اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے کہا:"مجھ سے دور ہو جائیں مجھے آپ کے گدھے کی بو تکلیف دے رہی ہے۔"ایک انصاری شخص نے کہا:"بخدا! حضور اکرم ﷺ کے گدھے کی بو تیری بو سے بہت عمدہ ہے۔"یہ سن کر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک شخص کو غصہ آگیا۔ہر ایک کے ساتھی دوسرے کے ساتھیوں پر الجھ پڑے وہ شاخوں، ہاتھوں اور جوتوں سے لڑنے لگے۔مجھے خبر ملی ہے کہ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:۹)

ترجمہ: "اور اگر اہلِ ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے:"جب ابن ابی نے اپنی قوم کا اختلاف دیکھا تو اس نے یہ شعر کہے:

متی ما یکن مولاك خصمك لا تزل تذل و یصرعك الذين تصارع

ترجمہ: "جب تیرا ساتھی ہی تیرا دشمن بن جائے۔تو ذلیل ہو جائے گا۔اور وہ لوگ تجھے پچھاڑ دیں گے جنہیں تو پچھاڑتا تھا۔"

وھل ینھض البازی بغیر جناحہ و ان جُذّ یومًا ریشہ فھو واقع

ترجمہ: ''کیا کوئی باز اپنے پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے۔ اگر کسی روز اس کے پر کاٹ دیے جائیں اور وہ گراپڑا ہو''۔

ان منافقین میں سے ایک ابو عامر فاسق بھی تھا۔ اس کا نام عمرو بن صیفی تھا۔ یہ حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ کا باپ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ یہ صوف پہنتا تھا۔ یہ اپنی قوم میں معزز تھا۔ اس کی اطاعت کی جاتی تھی لیکن بدبختی اس پر غالب آ گئی۔

جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابو عامر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ اس کے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے سے پہلے کی بات ہے۔ اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! یہ کون سا دین ہے جس کے ساتھ آپ تشریف لائے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ حنفیت دین ابراہیمی ہے۔'' اس نے کہا: ''میں اسی دین پر ہوں''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو اس دین پر نہیں ہے تو نے اس میں وہ چیزیں شامل کر دی ہیں جو اس میں نہیں تھیں''۔ اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! بلکہ آپ نے اس دین میں ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جو اس میں نہیں تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اس میں کچھ بھی داخل نہیں کیا۔ میں اسے پاک اوصاف لے کر آیا ہوں''۔ ابو عامر نے کہا: ''ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ تعالیٰ اسے تنہا اور پردیس میں موت طاری کرے''۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تھے اس لیے اس نے اس طرح کہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اللہ تعالیٰ جھوٹے پر اسی طرح موت طاری کرے''۔ اللہ تعالیٰ کے اس دشمن کے ساتھ اسی طرح ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ کی طرف گیا جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو وہ طائف کی طرف نکل گیا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہ شام کی طرف نکل گیا۔ وہاں حالت غربت میں، دھتکارا ہوا تنہا مر گیا۔

الحمدللہ! آج بروز ہفتہ مؤرخہ ۱۲/۶/۲ کو سبل الہدیٰ کی تیسری جلد کے ترجمہ سے فراغت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

غبار راہ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سرگودھا

(اردو ترجمہ)

سُبُل الهُدیٰ والرَّشاد

فی سیرۃ خیر العِباد ﷺ

جلد چہارم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

غزوات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلا باب

جہاد کا اذن اور اہل کتاب اور مشرکین سے درگزر کا منسوخ ہونا

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے آپ ﷺ پر یہ وحی نازل کی کہ آپ اس رب کریم کے نام مبارک سے پڑھیں جس نے تخلیق کی۔ یہ نبوت کی ابتداء تھی۔ اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ آپ خود پڑھیں۔ اس وقت اس نے آپ کو تبلیغ کا حکم نہ دیا۔ پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② (المدثر: ۱، ۲)

ترجمہ: "اے چادر لپیٹنے والے اٹھیے اور (لوگوں) کو ڈرایئے۔

"اقرأ" سے آغاز ہوا۔ "یا ایھا المدثر" سے رسالت کا تاج آپ کے سر پر سجایا پھر اس نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں پھر اپنی قوم کو ڈرانے کا حکم دیا۔ پھر آپ کو اپنے اردگرد سارے عرب کو پیام حق دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ پیام آخرین تاقیامت سارے جن وانس تک پہنچانے کا حکم دیا۔ آپ نے نبوت کے بعد دس سال تک قتال کے بغیر پیام حق پہنچایا۔ نہ جہاد کیا نہ کسی سے جزیہ لیا۔ آپ کو رک جانے، صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر آپ کو ہجرت کا اذن ملا۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہو گئے تو رب تعالیٰ نے آپ کی اور اپنے مؤمنین بندوں کی نصرت وتائید کی۔ دشمنی اور عداوت کے بعد ان کے دل جوڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے انصار اور اسلام کے لشکر اوس اور خزرج نے ہر سیاہ اور سرخ سے آپ کا دفاع کیا۔ انہوں نے آپ پر جانیں نچھاور کیں۔ آپ کی محبت وعشق کو آباء اور بیٹوں کی محبت سے مقدم کیا۔ آپ کی

محبت و عشق کو اپنی بیبیوں سے مقدم سمجھا۔ آپ انہیں ان کی جانوں سے بھی عزیز تھے۔ اہلِ عرب اور یہودیوں نے آپ سے دشمنی کی۔

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ آئے تو اہلِ عرب اور یہود آپ سے دشمنی پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے لیے جنگ اور عداوت کے شعلے بڑھائے۔ وہ ہر جانب سے آپ پر حملہ کرنے کی سازشیں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ مسلمان صبح اور شام اسلحہ ہی پہنے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ کہتے تھے "تم ہمیں دیکھتے ہو کہ ہم اس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن ہماری زندگی سراپا سکون و اطمینان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ (النور:۵۵)

ترجمہ: "وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کیے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور مستحکم کر دے گا ان کے لیے ان کے دین کو۔ جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان کے لیے اور ضرور بدل دے گا انہیں ان کی حالت خوف کو امن سے۔ وہ میری عبادت کرتے رہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بناتے اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا بھی یہی مفہوم ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

(النحل:۴۱،۴۲)

ترجمہ: "اور جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر (طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور ان کو دنیا میں بہترین ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش! یہ جان لیتے جنہوں نے (مصائب) میں صبر کیا اور مشکلات میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات طیبات ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے نازل ہوئیں۔ جنہیں مکہ مکرمہ میں تکلیف دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ ظلم کی آندھی چلنے کے بعد انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ دنیا میں حسنہ (رزق وسیع) کا وعدہ کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں کشادہ رزق عطا کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صحابی کو کچھ عنایت فرماتے تو فرماتے:

''لے لو! اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت ڈالے۔ یہ وہ رزق ہے جس کا رب تعالیٰ نے تم سے دنیا میں وعدہ کیا ہے۔ جو تمہارے لیے اس نے آخرت کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے وہ اس سے افضل ہے۔''

یہودی اور مشرکین آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو اذیتیں دیتے تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں صبر، درگزر اور عفو کا حکم دیا۔ فرمایا:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝١٨٦ (آل عمران:۱۸۶)

ترجمہ: ''اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ کو اختیار کرو تو بے شک بڑی ہمت کا کام ہے۔''

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ (البقرۃ:۱۰۹)

ترجمہ: ''دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنادیں تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر (ان کی یہ آرزو) بوجہ اس حسد کے ہے۔ جو ان کے دلوں میں ہے (یہ سب کچھ) اس کے بعد جبکہ خوب واضح ہو چکا ہے ان پر حق۔''

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ (البقرۃ:۱۰۹)

ترجمہ: ''(اے غلامانِ مصطفی) معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ بھیج دے اللہ تعالیٰ (ان کے بارے میں) اپنا حکم۔''

ابوداؤد، ابن منذر اور امام بیہقی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو یہودی اور مشرکین آپ کو بہت زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں

اس پر صبر و درگزر کا حکم دیا۔ امام بخاری، امام مسلم، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکین اور اہلِ کتاب سے درگزر فرماتے تھے۔" حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا اذن دے دیا۔ مختلف غزوات میں قریش کے بہت سے سورما تہِ تیغ ہوئے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ جب مسلمانوں کو تقویت نصیب ہوگئی۔ مسلمانوں کے بازو مضبوط ہو گئے تو رب تعالیٰ نے انہیں جہاد کا اذن دے دیا۔ ان پر جہاد فرض نہ کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج: ۳۹/ ۴۰)

ترجمہ: "اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق۔ صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔"

علماء کرام نے لکھا ہے کہ پھر رب تعالیٰ نے مسلمانوں پر ان لوگوں کے ساتھ جہاد کرنا فرض قرار دیا جو ان کے ساتھ جنگ کریں۔ لیکن ان کے ساتھ تو جہاد کرنے کا اذن نہ تھا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرے۔ فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ (البقرۃ: ۱۹۰)

ترجمہ: "اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا۔"

پھر رب تعالیٰ نے سارے مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ دین سارے کا سارا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔ فرمایا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ (التوبۃ: ۳۶)

ترجمہ: "اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں۔"

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ

(البقرۃ:۲۱۶)

ترجمہ: "اور فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمہیں اور ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔"

پہلے اس کی اجازت نہ تھی۔ پھر اس کا اذن مل گیا۔ پھر اس کے لیے اذن ملا جو جنگ کی ابتداء کرے۔ پھر سارے مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کا اذن ملا۔ یہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے۔

امام احمد، ترمذی، امام نسائی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ جہاد کے بارے سب سے پہلے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ (الحج:۳۹)

ترجمہ: "اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنیاد پر کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔"

امام احمد، امام بخاری، امام ابوداؤد وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول محترم ہیں۔ وہ ہمارا قبلہ قبول کرلیں۔ وہ زکوٰۃ دینے لگیں، ہمارا ذبیحہ کھالیں۔ ہماری نماز پڑھنے لگیں۔ جب وہ یوں کرنے لگیں ہم پر ان کے خون حرام ہیں ان کے اموال حرام ہیں مگر ان کے حقوق۔ ان پر وہی ہے جو کچھ دیگر مسلمانوں پر ہے اور ان کے لیے وہی کچھ ہے جو دیگر مسلمانوں کے لیے ہے۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "مگر ان کے حقوق سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "شادی کے بعد زنا، اسلام کے بعد کفر یا کسی کو قتل کرنا اور اس کے بدلہ میں اس کا قتل ہوجانا۔"

ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ آپ کے معاملات تین طرح کے تھے۔

1. ایک قسم کے ساتھ آپ نے مصالحت کرلی۔ ان کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ آپ کے خلاف کسی دشمن کی اعانت نہیں کریں گے۔ وہ کافر ہی رہے۔ لیکن ان کے خون اور اموال محفوظ تھے۔

- ۲ دوسری قسم نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا۔
- ۳ تیسری قسم نے آپ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ نہ جنگ کی نہ صلح کی۔ بلکہ وہ آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے معاملہ کا انتظار کرتے رہے۔ پھر ان میں سے بعض لوگ وہ تھے جو اندر سے آپ کے غلبہ اور فتح کے متمنی تھے۔ بعض آپ کے دشمن کے ظہور اور غلبہ کے خواہاں تھے۔ بعض لوگ ظاہری طور پر آپ کی صف میں شامل ہو گئے۔ لیکن وہ باطنی طور پر آپ کے دشمن کے ساتھ تھے۔ تاکہ وہ خود کو دونوں فریقوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ یہ منافقین تھے۔ ہر گروہ کے ساتھ آپ نے اسی طرح معاملہ کیا جس طرح رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔

آپ نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے ساتھ صلح کر لی۔ آپ کے اور ان کے مابین امن کا معاہدہ ہوا۔ مدینہ طیبہ کے ارد گرد ان کے تین گروہ تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ ان سب نے معاہدہ توڑ دیا۔ یہ تفصیل غزوات میں آئے گی۔ رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ نے جو معاہدہ کیا ہے اسے پورا کریں۔ جب تک وہ عہد کی پاسداری کریں۔ اس وقت تک آپ بھی معاہدہ نبھائیں۔ اگر آپ کو یہ خدشہ ہو کہ وہ خیانت کریں گے۔ تو ان سے معاہدہ ختم کریں۔ لیکن ان کے ساتھ جہاد اس وقت تک نہ کریں حتیٰ کہ آپ انہیں اس معاہدہ کو توڑنے سے آگاہ کر دیں۔ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اس کے ساتھ جہاد کریں جو آپ سے عہد شکنی کرے۔

جب سورت ''براءۃ'' کا نزول ہوا تو اس وقت ان ساری اقسام کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اہل کتاب میں سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کریں حتیٰ کہ وہ جزیہ ادا کرنے لگیں یا وہ دین اسلام میں داخل ہو جائیں اس نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کفار کے ساتھ جہاد کریں۔ منافقین کے ساتھ جہاد کریں۔ ان کے ساتھ سختی فرمائیں۔ آپ نے کفار کے ساتھ سیف اور نیزہ کے ساتھ جہاد کیا۔ منافقین کے ساتھ دلیل اور زبان اقدس سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سورت میں حکم دیا کہ آپ کفار سے معاہدوں سے برأت کا اعلان کر دیں۔ ان کے معاہدے توڑ دیں۔ اس نے اس سورت میں معاہدہ کرنے والوں کی تین اقسام بنائیں۔

- ۱ ایک قسم کے ساتھ آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔ عہد کی پاسداری نہ کی تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔ ان پر غلبہ پا لیا۔
- ۲ دوسری قسم کے ساتھ مدت مقررہ تک کے لیے معاہدہ تھا۔ انہوں نے نہ تو عہد توڑا تھا اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی کی مدد کی تھی۔ آپ کو ان کے عہد کو مکمل کرنے کا حکم دیا۔
- ۳ ایک قسم کے ساتھ کسی قسم کا عہد نہ تھا نہ ہی انہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی تھی۔ ان کا مطلق عہد تھا۔ رب تعالیٰ نے

آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے لیے چار ماہ کی مدت متعین فرما دیں۔ جب چار ماہ گزر جائیں تو ان کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ چار ماہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہیں:

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ۔ (التوبۃ:۵)

ترجمہ: ''پھر جب گذر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو۔''

یہ مہینے لوگوں میں مشہور ہیں۔ ان کی ابتداء اس دن سے ہوئی جس دن یہ اعلان کیا گیا تھا۔ یہ دسویں ذی الحجۃ تھی۔ یہ حج اکبر کا دن تھا جس میں یہ اعلان ہوا۔ اس کا آخری دن ربیع الآخر کی دسویں تاریخ تھی۔ ان سے مراد وہ چار ماہ نہیں جو رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہیں۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبۃ)

ترجمہ: ''بیشک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔''

ان میں سے ایک تنہا ہے اور تین لگاتار ہیں۔ یہ رجب، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ اور محرم کے ماہ مقدس ہیں۔ ان ماہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نکالنے کا حکم نہیں دیا۔ یہ ممکن نہیں، کیونکہ یہ لگاتار نہیں ہیں۔ اس نے مشرکین کے لیے چار ماہ کی مدت کا تعین کیا۔ پھر آپ کو حکم دیا کہ ان مہینوں کے گزر جانے کے بعد آپ ان کے ساتھ جہاد کریں اس سے جہاد کریں۔ جس نے آپ کے ساتھ عہد توڑا۔ جس کا عہد نہ تھا۔ یا جس کا مطلق عہد تھا اس کے لیے چار ماہ کی مدت کا تعین کیا۔ اس نے آپ کو حکم دیا کہ آپ معاہدہ کرنے والے کا عہد اس کی مدت تک مکمل کریں۔ ان سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ اس مدت میں کفر پر برقرار نہ رہے۔ آپ نے اہلِ ذمہ پر جزیہ لاگو کیا۔ معاہدے اور صلح کرنے والے اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ کفار دو قسموں میں منقسم ہو گئے۔

- ۱ اہلِ ذمہ۔ یہ امن سے تھے۔
- ۲ اہلِ حرب۔ یہ آپ سے خوفزدہ تھے۔

اہلِ زمین آپ کے بارے تین اقسام میں منقسم ہو گئے۔

- ۱ آپ پر ایمان لانے والے مسلمان۔
- ۲ آپ سے مصالحت کرنے والے بھی امن میں تھے۔

◆ آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے۔ یہ خوفزدہ تھے۔

منافقین کے بارے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کا ظاہر قبول کرلیں اور ان کے باطن اللہ رب العزت کے سپرد کر دیں۔ آپ ان کے ساتھ علم اور دلیل سے جہاد کریں۔ آپ ان سے اعراض کریں۔ ان پر سختی فرمائیں۔ انہیں تنہائی میں بلیغ قول فرمائیں۔ آپ کو منع فرمادیا گیا کہ آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ ان کی قبروں پر کھڑے نہ ہوں۔ آپ کو بتادیا گیا کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کرے گا۔

تنبیہ

بعض ملحد کہتے ہیں کہ آپ کو تلوار اور قلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ کو دلائل اور معجزات کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ آپ دس سال تک لوگوں کو حق کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن انہوں نے یہ دعوت قبول نہ کی۔ وہ کفر اور تکذیب پر ڈٹے رہے۔ پھر آپ کو جہاد کا حکم دیا۔ یہ اس عذاب کا عوض ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کو دیا جب انہوں نے اپنے رسل عظام علیہم السلام کی تکذیب کی۔

دوسرا باب

غزوات کی تعداد میں اختلاف

ابن سعد نے ابن اسحاق سے، ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ وہ غزوات جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی۔ ان کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے۔ ایک قول انتیس (۲۹) کا ہے۔ جبکہ ایک اور قول چھبیس کا بھی ہے۔ یہ اس سیرت نگار کا قول ہے جس نے غزوۂ خیبر اور غزوۂ وادی القریٰ کو ایک غزوہ شمار کیا ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے غزوات کی تعداد ۲۵ لکھی ہے۔ حافظ عبدالغنی مقدسی نے لکھا ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ ابن اسحاق، ابن عقبہ اور ابو معشر نے اسی مؤقف کا اختیار کیا ہے۔ ابوالفرج نے تلقیح میں، دمیاطی اور عراقی نے اسی قول کی تصحیح کی ہے۔ المورد میں ہے کہ مؤلف حافظ عبدالغنی نے ان مذکورہ علماء سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ میں نے کسی سیرت نگار کو نہیں دیکھا جس نے ان علماء سے ان کے علاوہ روایت کیا ہو۔ پھر انہوں نے غزوات کے نام شمار کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہے۔ غزوۃ الابواء۔ اسے ودان بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۃ بواط، غزوۃ سفوان، اسے بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے یہ کرز بن جابر کی تلاش میں تھا۔ غزوۃ العشیرۃ، غزوۃ بدر الکبریٰ، غزوہ بنو سلیم۔ اسے غزوۃ قرقرۃ الکدر بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۃ السویق، غزوہ غطفان۔ اسے غزوۃ ذی امر بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۃ الفرع، غزوہ بنو قینقاع، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنو نضیر، غزوہ بدر الاخیرۃ۔ اسے بدر الموعد بھی کہا جاتا ہے، غزوۃ دومۃ الجندل، غزوۃ بنو مصطلق، اسے غزوہ المریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۃ خندق، غزوہ بنو قریظہ، غزوۃ بنو لحیان، غزوۃ الحدیبیہ، غزوہ ذی قرد، غزوہ خیبر، غزوہ ذات الرقاع، اسے غزوۃ محارب یا غزوہ بنو ثعلبہ کہتے ہیں۔ غزوۃ عمرۃ القضاء، غزوۃ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف پھر غزوہ تبوک۔ بعض سیرت نگاروں نے ان میں تقدیم و تاخیر کی ہے۔ ان کی تفصیلات آ رہی ہیں۔

ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن حزم اور ابن اثیر نے کہا ہے کہ حضرت سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو غزوات میں قتال کیا۔ بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، فتح حنین اور طائف۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے غزوہ بنو نضیر، وادی قریٰ اور غابۃ میں قتال کیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے آٹھ غزوات میں قتال کیا۔ انہوں نے قریظہ کو شمار نہیں کیا۔ انہوں نے اسے غزوۂ خندق کے ساتھ ملایا ہے کیونکہ یہ اس کے معاً بعد تھا۔ دیگر سیرت نگاروں نے اسے علیحدہ شمار کیا ہے کیونکہ یہ غزوۂ خندق میں کفار کی

ہزیمت کے بعد رونما ہوا تھا۔ انہوں نے طائف اور حنین کو ایک غزوہ شمار کیا ہے کیونکہ یہ اس کے فوراً بعد رونما ہوا ہے۔

امام مسلم نے حضرت بریدۃ بن حصیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے آٹھ غزوات میں قتال کیا" امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ شاید انہوں نے غزوۃ الفتح کو ساقط کر دیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اسے صلح کے ساتھ فتح کیا گیا تھا۔ جیسے امام شافعی نے لکھا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ سابقہ توجیہ زیادہ بہتر ہے۔

الحافظ ابو العباس حرانی نے ابن مطہر الرافض کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیرت نگاروں کے اس قول سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے ان غزوات میں بنفس نفیس قتال کیا تھا۔ جیسے کہ ان طلبہ نے سمجھا ہے جو آپ کے حالات کو اچھی طرح نہیں جانتے۔ آپ نے غزوہ احد کے علاوہ کسی غزوہ میں خود قتال نہیں کیا۔ آپ نے ابی بن خلف کے علاوہ کسی کو اپنے دست اقدس سے نہیں مارا اسے اپنے دست اقدس سے نیزہ مارا۔"

میں کہتا ہوں "سیرت نگاروں کے اس قول" آپ نے فلاں فلاں غزوہ میں قتال کیا تھا" سے مراد یہ ہے کہ ان غزوات میں آپ نے دشمن کے ساتھ قتال کیا تھا۔ ان میں آپ کی موجودگی میں آپ کے لشکر نے جہاد کیا تھا جبکہ بقیہ غزوات میں یوں نہ ہوا تھا۔ ان میں بالکل قتال ہوا ہی نہ تھا۔ لیکن الحافظ نے الفتح میں حضرت ابن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آٹھ غزوات میں بنفس نفیس قتال کیا تھا۔ میں نے مغازی ابن عقبہ کے صحیح نسخہ کی طرف رجوع کیا۔ اس میں تھا: "ان غزوات کا تذکرہ جن میں آپ نے خود قتال کیا۔ آپ نے بدر.......... میں قتال کیا۔ لیکن بارہ غزوات میں آپ نے قتال نہیں کیا۔ انہوں نے یہ تذکرہ نہیں کیا کہ آپ نے بنفس نفیس قتال کیا ہو۔ بعض نسخوں میں ہے کہ آپ نے اپنی کمان سے تیر برسائے حتیٰ کہ وہ پھٹ گئی۔ غزوہ احد کے روز آپ نے اپنی لخت جگر حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کو اپنی تلوار عطا فرمائی اور فرمایا: "اس سے خون دھو دو" حدیث مبارک میں ہے: "جب ہم کسی لشکر سے نبرد آزما ہوتے تھے تو سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ تلوار چلاتے تھے۔"

سات بڑے بڑے غزوات ہیں۔ بدر، احد، خندق، خیبر، فتح، حنین، تبوک۔ ان غزوات کی شان میں قرآن پاک نازل ہوا۔ سورۃ الانفال کی بہت سی آیات غزوہ بدر کے بارے، سورۃ آلِ عمران کی آیات غزوہ احد کے بارے، سورۃ الاحزاب کی آیات غزوہ خندق اور قریظہ کے بارے، سورۃ الحشر غزوہ نضیر کے بارے، سورۃ الفتح کی آیات صلح حدیبیہ اور خیبر کے بارے نازل ہوئیں۔ اس میں فتح کی بشارت بھی دی گئی تھی۔ فتح کا تذکرہ سورۃ النصر میں غزوہ تبوک کے بارے سورۃ براءۃ کی آیات نازل ہوئیں حضور اکرم ﷺ صرف غزوۃ احد میں زخمی ہوئے۔ غزوہ بدر، احد اور حنین میں ملائکہ نے آپ کے ساتھ قتال کیا۔ غزوہ خندق میں ملائکہ اترے۔ انہوں نے مشرکین کو اکھیڑ پھینکا انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ آپ نے مشرکین کے چہروں

کی طرف مٹی پھینکی وہ بھاگ نکلے۔ غزوۂ طائف میں آپ نے منجنیق کے ساتھ جہاد کیا۔ صرف ایک غزوہ میں آپ نے خندق کھودی۔ وہ غزوۂ احزاب ہے۔ یہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

تنبیہات

1. خطیب بغدادی نے جامع میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت زین العابدین علی بن حسین بن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات ایسے ازبر کرائے جاتے تھے۔ جیسے قرآن پاک کی سورتیں یاد کرائی جاتی تھیں۔'' اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص زھری مدنی سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے: ''ہمیں والد گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات یاد کراتے تھے اور آپ کے غزوات اور سرایا ہمیں بار بار سناتے تھے۔ وہ فرماتے تھے۔'' میرے نورِ نظر! یہ تمہارے آباء کرام کا شرف ہے اس کے ذکر کو ضائع نہ کرو۔'' امام زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوات کے علم میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔''

2. ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے غزوات میں شرکت کی؟'' انہوں نے کہا: ''انیس میں۔'' میں نے عرض کی: '' آپ کے ساتھ تم نے کتنے غزوات میں شرکت کی؟'' انہوں نے فرمایا: ''سترہ غزوات۔'' الحافظ نے لکھا ہے ''انیس غزوات سے مراد وہ غزوات ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی خواہ ان میں قتال کیا یا نہ کیا۔'' ابویعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوات کی تعداد اکیس ہے۔'' اس روایت کی اصل مسلم شریف میں موجود ہے۔ اس طرح حضرت زید بن ارقم نے دو کا تذکرہ نہیں کیا۔ شاید وہ غزوہ ابواء اور غزوہ بواط ہوں وہ ان کی کم عمری کی وجہ سے ان پر مخفی رہے ہوں۔ اس مؤقف کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ''وہ پہلا غزوہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے وہ ذات العشیرہ یا العشیرۃ ہے'' حالانکہ العشیرہ تیسرا غزوۃ ہے۔''

ابن کثیر کا قول اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت زید کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ غزوۃ العشیرۃ وہ پہلا غزوہ ہے جس میں حضرت زید بن ارقم نے شرکت کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سوال ''وہ پہلا غزوہ کون سا ہے جس میں تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔'' انہوں نے فرمایا: ''العشیرۃ'' اس کا بھی احتمال ہے کہ شاید اس سے بعد کے دو غزوات ان پر مخفی رہے ہوں۔ یا انہوں نے دو غزوات کو ایک غزوہ شمار کیا ہو جیسے حضرت موسیٰ بن

عقبہ نے کیا ہے۔ اسی طرح بعض سیرت نگاروں نے طائف اور حنین کو ایک غزوہ شمار کیا ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب قریب تھے۔ حضرت زید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے اقوال کو ابن سعد کی وسعت پر محمول کیا جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستائیس غزوات میں شرکت کی۔ ان کے شیخ محمد بن عمر نے بھی ان کی تتبع کی ہے۔ یہ ابن اسحاق کی تعداد کے برابر ہے۔ لیکن انہوں نے غزوہ وادی القریٰ کو خیبر سے جدا نہیں کیا۔ امام سہیلی نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا کہ چھ زائد غزوات کا تعلق اسی اعتبار سے ہے۔ اسی پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے امام عبد الرزاق نے صحیح سند سے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوبیس غزوات میں شرکت کی۔ سلمہ بن شبیب کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسیب نے پہلے اٹھارہ اور پھر چوبیس غزوات بتائے۔ امام زھری لکھتے ہیں "میں نہیں جانتا کہ یہ شیخ کا وہم ہے یا انہوں نے اسی طرح سنا ہے" الحافظ نے لکھا ہے "اس احتمال سے وہم دور ہو جاتا ہے اور سارے اقوال جمع ہو سکتے ہیں"۔

③ غزوات کے بارے سب سے پہلے حضرت عروۃ بن زبیر نے تالیف لکھی۔ یہ بہت بڑے تابعی تھے پھر موسیٰ بن عقبہ اور امام زھری نے ان کی اتباع کی۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "موسیٰ بن عقبہ کے بیان کردہ غزوات سب سے اصح ہیں"۔ امام سہیلی کا یہ قول کہ "امام زھری نے سب سے پہلے غزوات پر تالیف لکھی" درست نہیں ان کتب میں سے زیادہ جامع اور مشہور کتاب ابوبکر محمد بن اسحاق بن یسار کے غزوات ہیں۔ یہ عراق میں مقیم تھے۔ ان کی تالیف کے بارے ایک جماعت نے کلام کیا ہے۔ دوسری جماعت نے اس کی تعریف لکھی ہے۔ لیکن معتمد بات یہ ہے کہ وہ صدوق تھے تدلیس کرتے تھے۔ وہ جب کسی روایت کی صراحت کر دیں وہ حسن الحدیث ہوتی ہے۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ جو غزوات میں کمال حاصل کرنا چاہے وہ ابن اسحاق کی طرف رجوع کرے۔ اس ضمن میں ان گنت آئمہ نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ ایک کثیر جماعت نے انہیں روایت کیا ہے۔ بعض نے ایسے امور کا اضافہ کیا ہے جو دوسرے نے نہیں کیا۔ ابن ھشام نے ابو محمد زیاد بن عبد اللہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔ یہ صدوق اور مغازی میں ثابت ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات کے علاوہ دیگر روایات میں نرمی ہے ان سے ابن ھشام نے روایت کیا ہے۔ ان کی تہذیب وتنقیح کی ہے۔ بہت سے اضافے کیے ہیں۔ بہت سی ایسی چیزوں کا اضافہ کیا ہے جو خالص ہیں حتیٰ کہ اس کتاب کو ان کی طرف ہی منسوب کر دیا گیا ہے۔ علماء میں سے بہت سے آئمہ نے اس کتاب کی طرف توجہ کی ہے۔ امام ابوذر الخشنی نے اس کے مشکل الفاظ کی شرح لکھی ہے۔ یہ مختصر ہے مگر بہت مفید ہے۔ امام سہیلی نے مشکل الفاظ کی بہت زیادہ شرح لکھی ہے۔

امام ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے۔ اس کا نام ''بلبل الروض'' رکھا ہے۔ محمد بن احمد الکفیری دمشقی اور یحییٰ بن شیخ الاسلام الشمس کرمانی نے اس کو مختصر کیا ہے انہوں نے اپنی اپنی تالیف کا نام زھر الروض رکھا۔ علامہ شیخ عز الدین نے اس کی شرح نور الروض لکھی۔ علامہ جمال الدین نے بھی اس کی شرح لکھی۔ لسان العرب ان ہی کی تالیف ہے۔ میں نے بعض احناف کو بھی دیکھا ہے انہوں نے اس کتاب پر مفید حاشیے لکھے ہیں۔ حافظ علاء الدین مغلطائی نے روض اور سیرۃ پر ایک کتاب تالیف کی ہے جس کی دو جلدیں ہیں۔ انہوں میں امام سہیلی کی کئی مقامات پر گرفت کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کی بہت بڑی شرح لکھی ہے۔ یہ بہت عظیم کتاب ہے علامہ مرجانی نے اسے مختصر کیا ہے اس کا نام روائح الزھر رکھا ہے۔ ابو احمد محمد بن عائذ نے تین جلدوں میں اس کی شرح لکھی ہے۔ اس میں وہ فوائد ہیں جو ابن ہشام کی کتاب میں نہیں۔ ابو عثمان سعید بن یحییٰ نے ایک جلیل کتاب لکھی ہے۔ اس کی اکثر روایات ابن اسحاق سے مروی ہیں اس میں بہت سے اضافے بھی ہیں۔ امام واقدی نے غزوات میں ایک عظیم کتاب لکھی ہے ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور دوسرے علماء نے اس میں کلام کیا ہے۔ معتمد یہ ہے کہ وہ متروک ہیں۔ یہ علم کا سمندر تھے۔ حافظہ زبردست تھا۔ علماء میں سے آئمہ نے ان سے بہت سی روایات نقل کیں ہیں۔ امام اصفہانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی کتاب ''الدلائل میں ان سے بہت سی روایات نقل کی ہیں''

متاخرین میں سے ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں، الحافظ نے الفتح میں اور شیخ نے خصائص الکبریٰ میں ان کی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ میں نے ان کی اتباع کی ہے اور ان کی وہ روایات ذکر کیں ہیں جو مجھے ان کے علاوہ کسی اور سے نہیں ملیں۔ میں نے غزوہ حدیبیہ میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی روایت ان سے نقل کی ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ حضرت مقداد کی یہ روایت غزوۂ بدر کے بارے ہے۔ کسی بھی سیرت نگار نے اس روایت کو غزوہ حدیبیہ میں ذکر کیا ہو۔ میں نے یہ روایت نقل کرنے سے اعراض کیا ہے۔ پھر میں نے ابن شیبہ کو دیکھا انہوں نے اپنی مصنف میں اسے امام واقدی کی سند کے علاوہ ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو حضرت عروہ بن زبیر سے نقل کیا۔ میں نے اسے نقل کرنے کے لیے استخارہ کیا۔ میں نے اس کے بعض فوائد کا ذکر کیا۔ حضرت ابو بکر خطیب نے کہا ہے ''یہ اپنے زمانہ میں علم کی انتہاء تھے۔ لیکن اس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی۔ جس کا تعلق حلال یا حرام کے ساتھ ہو۔ بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات اور سراپا پر مشتمل تھے۔ جن سے اہل محبت کے دلوں کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ اس باب میں علماء نے اتنی کتابیں رقم کیں ہیں جن کا کوئی شمار نہیں میں عنقریب ایسے امور کا تذکرہ کروں گا جن سے میں آگاہ ہوا ہوں۔

◆ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے "ابوالحسن البکری کی سیرت پر بطلان اور کذب غالب ہے اس کو پڑھنا درست نہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ ان بکری کا نام احمد بن عبداللہ بن محمد ہے۔ امام ذھبی نے اپنی کتاب المیزان اور حافظ ابن حجر نے اللسان میں لکھا ہے کہ یہ کذاب اور دجال تھا۔ یہ ایسے قصے گھڑتا تھا جو کبھی رونما نہیں ہوئے تھے۔ یہ کتنا جاہل تھا۔ اس کی حیاء کتنی قلیل تھی۔ اس نے ایک حرف بھی سند کے ساتھ روایت نہیں کیا۔ اس کی یہ کتابیں کم یاب ہیں۔ انتقال الانوار، رأس الغول، سر الدھر، کتاب کلندجہ، حصن الدولاب، کتاب الحصون السبعۃ، الذروہ فی السیرۃ النبویۃ" اس کی مشہور تصنیف ہے۔ اس نے کسی ایک غزوہ کا تذکرہ بھی صحیح انداز میں نہیں کیا بلکہ جو کچھ ذکر کیا ہے یا وہ اصل سے ہی باطل ہے یا اس میں باطل اضافہ ہے۔

امام ذھبی نے "المغنی" میں لکھا ہے "اس بکری کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں ہے یہ مجہول الحال ہے دل گواہی دیتا ہے کہ یہ کذاب ہے۔ جو واضح مصائب وہ لے کر آیا ہے وہ جھوٹے جھوٹے طلباء کے ہاں بھی رائج نہیں ہیں۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

غزوۃ الابواء

اسے غزوۂ ودان بھی کہا جاتا ہے۔ابوعمرو نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کے بقیہ ایام اور ماہ صفر تک مدینہ طیبہ میں جلوہ نما رہے ہجرت کے دوسرے سال آپ ماہِ صفر میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے علم اسلام تھاما ہوا تھا۔اس علم کا رنگ سفید تھا۔ابوسعد اور ابوعمرو کے مطابق آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔آپ کے ہمراہ مہاجرین صحابہ کرام تھے اس مہم میں ایک انصاری صحابی بھی نہ تھا۔آپ قریش کے کارواں کے لیے روانہ ہوئے۔لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔آپ نے بنوضمرہ کے سردار کے ساتھ معاہدہ کیا۔ابن سعد اور ابوعمرو نے اس کا نام مخشی بن عمرو ضمری لکھا ہے۔ابن حزم نے الجمرۃ میں اس کا نام عمارۃ بن مخشی لکھا ہے۔

آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ نہ تو مسلمان بنوضمرہ پر اور نہ ہی بنوضمرہ مسلمانوں پر لشکرکشی کریں گے۔نہ وہ آپ کے خلاف لشکرکشی کریں گے نہ ہی آپ کے دشمن کی مدد کریں گے۔" آپ کے اور ان کے مابین یہ معاہدہ طے پایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ تحریر (حضور جانِ کائنات) محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بنوضمرہ کے لیے ہے ان کے اموال اور جانیں محفوظ ہوں گی۔اگر دشمن ان پر حملہ کردے تو ان کی نصرت کی جائے گی۔سوائے اس کے کہ وہ دین الٰہی میں جنگ کریں۔جب تک سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا یہ معاہدہ برقرار رہے گا۔نیز یہ کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی نصرت کے لیے پکاریں گے۔وہ آپ کی صدا پر لبیک کہیں گے۔ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ ہے جو ان پر حملہ کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔خواہ وہ نیک اور متقی ہو۔"

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔یہ پہلا غزوہ ہے جس میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی۔

چوتھا باب

غزوۃ بواط

حضور اکرم ﷺ ربیع الاول میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے ہجرت کو تیرہ ماہ گزر چکے تھے۔ یہ ابن سعد کا قول ہے لیکن ابو عمرو اور ابن حزم نے لکھا ہے یہ غزوہ ربیع الآخر میں رونما ہوا تھا۔ اس میں دو سو مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کی تھی۔ آپ کا سفید جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ ابن سعد کے مطابق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ جبکہ ابن ہشام اور ابو عمرو نے حضرت سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے العیون، الاشارہ اور المورد میں یہی مرقوم ہے۔ آپ قریش کے قافلہ کے قصد سے نکلے تھے۔ اس کا قائد امیۃ بن خلف تھا۔ اس کارواں میں قریش کے ایک سو افراد تھے۔ جبکہ یہ کارواں اڑھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ بواط کے مقام تک پہنچے قافلہ آگے جا چکا تھا آپ مدینہ طیبہ واپس لوٹ آئے۔

تنبیہ

''الروض الانف'' میں ہے کہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت سائب بن مظعون کو مقرر کیا یہ عثمان بن مظعون کے بھائی تھے پھر انہوں نے لکھا ہے ''سائب بن عثمان ان کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ان کے کلام کا تقاضا ہے کہ نیابت کے فرائض حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے تھے۔ سائب بن عثمان بن مظعون نے نہیں۔ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ کیونکہ السیرۃ کے نسخہ میں ہے ''سائب بن عثمان بن مظعون''

❁❁❁❁

پانچواں باب

غزوہ سفوان-غزوہ بدرالاولیٰ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوۃ العشیرۃ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے کچھ راتیں ہی مدینہ طیبہ میں بسر فرمائی ہوں گی۔ یہ راتیں دس سے زائد نہ تھیں۔ ابن حزم نے لکھا ہے "اس غزوہ کے دس روز بعد حضور اکرم ﷺ ربیع الاول کے ماہ مبارک میں اس غزوہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ہجرت کے تیرہ ماہ گزر چکے تھے۔ آپ کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں نکلے کیونکہ اس نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا۔ الجماء اور اس کے اردگرد مسلمانوں کے جانور چرتے تھے۔ اس غزوہ میں علمبردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ علم سفید رنگ کا تھا۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ آپ کرز کے تعاقب میں نکلے۔ آپ سفوان تک پہنچ گئے۔ یہ جگہ مقام بدر کے قریب ہی ہے آپ نے کرز کو نہ پایا۔ آپ واپس آگئے لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

تنبیہ

ابن سعد اور زر بن حبیش نے اس غزوہ کا تذکرہ غزوۃ العشیرۃ سے پہلے کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے اس کا تذکرہ غزوۃ العشیرۃ کے بعد کیا ہے۔

چھٹا باب

غزوۃ العشیرۃ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمادی الآخر میں اس غزوۃ کے لیے عازم سفر ہوئے۔آپ کی ہجرت کو سولہ ماہ بیت چکے تھے۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ جمادی الاولیٰ میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔آپ کا جھنڈا سفید تھا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔آپ نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو اپنا نائب مقرر کیا۔آپ ۱۵۰ صحابہ کرام کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔بعض سیرت نگاروں نے مجاہدین کی تعداد دوسو مقرر کی ہے۔آپ نے کسی کو نکلنے پر مجبور نہ کیا۔مسلمانوں کے ہمراہ تیس اونٹ تھے وہ ان پر باری باری سوار ہو رہے تھے۔آپ قریش کے قافلہ کی نیت سے نکلے۔آپ کو خبر ملی تھی کہ ایک کارواں مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہو چکا ہے جو شام کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔قریش نے اس کارواں کے لیے اپنے اموال جمع کیے تھے۔آپ ینبع کی وادی میں العشیرۃ کے مقام تک پہنچے۔اس وقت یہ کارواں آگے نکل چکا تھا۔یہ وہی کارواں تھا جس کے تعاقب میں آپ اس وقت نکلے جب یہ شام سے واپس آ رہا تھا۔اس کی وجہ سے غزوۂ بدر رونما ہوا۔

ابوعمرو لکھتے ہیں" آپ ملل کے رستے سے العشیرۃ کی طرف روانہ ہوئے۔آپ جمادی الاولیٰ کے بقیہ ایام اور جمادی الآخرۃ کے کچھ ایام وہیں قیام پذیر رہے۔آپ نے بنو مدلج اور ان کے صنعاء سے معاہدہ کیا۔ان کا تعلق بنو ضمرۃ کے ساتھ تھا۔ پھر آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔جنگ کی نوبت نہ آئی۔کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کی کنیت عطا کی تھی۔تفصیلات بعد میں آئیں گی۔

❁❁❁❁

ساتواں باب

غزوۃ بدر الکبریٰ

اس غزوۃ کو غزوہ بدر العظمیٰ، بدر القتال اور یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر نے لکھا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے حاکم نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں حق اور باطل کے مابین فرق کیا تھا۔ یہ ایک عظیم واقعہ تھا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی۔ کفر اور اس کے اہل کو دور کیا اس میں کثیر علامات اور مشہور دلائل جمع کیے تا کہ وہ امر متحقق ہو سکے جس کا وعدہ رب تعالیٰ نے دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کیا تھا۔ اور اس چیز کی خبر دی کہ مسلمانوں کا میلان لشکر کفار کو چھوڑ کر قافلہ کی طرف تھا۔ جنگ کے وقت بارش آجانا مسلمانوں کے لیے نعمت اور طاقت کا سبب تھا۔ یہ کفار کے لیے آزمائش اور انتقام تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی مسلمانوں کے لیے ایک امداد تھی۔ جو اس نے آسمانی لشکر سے کی تھی۔ حتیٰ کہ انہوں نے ان کی آوازیں سنیں جب انہوں نے کہا: "حیزوم! آگے بڑھو۔ انہوں نے دیکھے کہ سر کسی ضرب اور چوٹ کے بغیر ہی دھڑوں سے جدا ہو رہے تھے۔ انہوں نے ابو جہل وغیرہ پر کوڑوں کے نشانات دیکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف سنگریزے اور مٹی پھینکی حتیٰ کہ یہ سارے لشکر کے لیے کافی ہوگئی۔ مشرکین کو مسلمانوں کی نگاہوں میں کم کر دکھایا تا کہ ان کا خوف کم ہو سکے۔ وہ لڑائی پر بہادر ہو سکیں۔ آپ نے مشرکین کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ فلاں کی قتل گاہ ہے یہ فلاں کی قتل گاہ ہے۔" پھر مسلمانوں نے مشرکین کو اسی طرح قتل ہوتے دیکھا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ آپ نے عقبہ بن ابی معیط سے فرمایا تھا "اگر میں نے تجھے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے باہر پالیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا" رب تعالیٰ نے آپ کا یہ فرمان سچ کر دکھایا۔ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس سونے کے بارے بتا دیا جو انہوں نے وقت روانگی حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ حضرت عباس کا آپ کی صداقت کے بارے اور نبوت کی حقیقت کے بارے شبہ زائل ہو گیا۔ انہیں اس معاملہ میں بصیرت اور یقین حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے فرمایا:

اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ ۔ (الانفال: ٧٠)

ترجمہ: ''اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بیس اوقیہ سونے کے عوض بیس غلام عطا کیے جو ان کے مال کے ساتھ ان کی تجارت کرتے تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرمادیا کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ کیسے بنایا تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا۔ اس کی وجہ سے حضرت عمیر کو دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔ وہ مکہ مکرمہ کی طرف اسلام کے داعی بن کر لوٹ گئے۔ ان کے علاوہ دیگر نشانیاں اور معجزات جو رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے تھے۔ اہلِ ایمان نے انہیں دیکھا تو ان کے یقین اور بصیرت میں اضافہ ہو گیا۔

آپ نے حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی آنکھ واپس لوٹا دی حالانکہ وہ ان کے رخساروں پر بہہ نکلی تھی۔ صحیح روایت کے مطابق یہ معجزہ غزوۂ احد میں رونما ہوا تھا۔ غزوۂ بدر الکبریٰ سارے مشاہد سے زیادہ مکرم ومعزز ہے۔

سبب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ ابوسفیان شام سے ایک کارواں لے کر واپس آ رہا ہے جو ایک ہزار اونٹ پر مشتمل ہے۔ اس میں بڑے بڑے لوگوں کے اموال ہیں قریش کے خاندان کے ہر فرد نے اس میں سرمایہ کاری کی تھی۔ اس میں پچاس ہزار دینار کی سرمایہ کاری کی گئی تھی۔ بعض نے یہ رقم اس سے کم لکھی ہے۔ ابن عقبہ اور ابن عائذ نے لکھا ہے کہ اس کارواں میں ستر افراد تھے۔ ابن اسحاق نے تیس یا چالیس افراد کا قول کیا ہے۔ ان میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن عاص جیسی شخصیات بھی تھیں۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کارواں کے تعاقب آپ روانہ ہوئے تھے حتیٰ کہ جب آپ العشیرۃ تک پہنچے تو یہ کارواں آگے نکل گیا۔

آپ نے صحابہ کرام کو اپنے ہمراہ نکلنے کے لیے فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ قریش کا کارواں ہے۔ اس میں ان کے اموال ہیں نکلو۔ شاید رب تعالیٰ تمہیں یہ بطور مالِ غنیمت عطا فرمادے۔'' صحابہ کرام نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ بعض حضرات نے سامان لیا۔ بعض نے نہ لیا۔ بہت سے لوگ آپ کے پیچھے رہ گئے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے آپ نے ان پر ملامت نہ کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا گمان نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کرنا پڑے گی۔ آپ نے صحابہ کرام کو جمع کرنے کا اہتمام بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جس کی سواری موجود ہو وہ ہمارے ہمراہ اس پر سوار ہو جائے۔'' صحابہ کرام نے اپنی وہ سواریاں لانے کی اجازت طلب کی جو مدینہ طیبہ کے بالائی حصہ میں تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں! جس کی سواری ادھر موجود ہو وہ آجائے۔'' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سواری کے لیے چالیس اونٹ پیش کیے۔ آپ نے اپنی روانگی سے دس روز قبل حضرت طلحہ بن

عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو شام کے رستہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ کارواں کی خبر کے بارے ٹوہ لگائیں۔ وہ خوار کی زمین تک پہنچے۔ وہ حضرت کثیر بن مالک الجہنی کے ہاں فروکش ہوئے۔ انہوں نے ان کو پناہ دی۔ انہیں مخفی رکھا حتیٰ کہ کارواں گزر گیا۔ پھر وہ عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ حضرت کثیر بھی تھے وہ ان کے محافظ تھے۔ وہ انہیں ذوالمروہ تک لے آئے۔ وہ آگے نکل آئے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کارواں کے بارے بتائیں۔ انہوں نے پایا کہ آپ عازم سفر ہو چکے تھے۔ جب آپ نے ینبع کا علاقہ فتح کیا تو یہ حضرت کثیر کو عطا فرما دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس بہت کچھ ہے یہ علاقہ میرے بھتیجے کو عنایت فرما دیں۔'' آپ نے انہیں دے دیا۔ ان سے عبد الرحمان بن سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے وہ خرید لیا۔ (عمر بن شبہ)

ابوسفیان نے زرقاء کے مقام پر جذام کے ایک شخص کو پایا۔ اس نے بتایا کہ آتی دفعہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے کارواں پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن تیرا کارواں بچ نکلا تھا۔ اب آپ تیرے کارواں کی واپسی کے منتظر ہیں۔ آپ نے رستہ کے لوگوں سے معاہدے بھی کر لیے ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی خوفزدہ ہو کر آگے عازم سفر ہوئے ابوسفیان حجاز کے قریب آیا تو مختلف خبروں کی ٹوہ لینے لگا۔ وہ جس کارواں سے ملتا اسے اس امر کے بارے پوچھتا۔ حتیٰ کہ ایک کارواں نے اسے بتایا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے لیے اور تیرے کارواں کے لیے صحابہ کرام کو ترغیب دی ہے۔ اس وقت وہ محتاط ہو گیا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو دس مثقال دیے اسے مکہ مکرمہ بھیجا اس نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دے۔ اپنا کجاوہ الٹا کر دے اپنی قمیص آگے اور پیچھے سے پھاڑ دے۔ قریش کے پاس جائے انہیں ان کے مال کی حفاظت پر ابھارے۔ یہ انہیں بتائے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کارواں پر حملہ کرنے کے لیے عازم سفر ہو چکے ہیں۔ ضمضم جلدی سے مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہو گیا اور اس نے اسی طرح کیا جس طرح ابوسفیان نے اسے کہا تھا۔

عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب

ابن اسحاق، امام بیہقی، موسیٰ بن عقبہ نے حضرت عکرمہ، ابن عباس اور عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ضمضم کو قریش کے پاس آنے میں ابھی تین روز باقی تھے کہ عاتکہ بنت عبد المطلب نے خواب دیکھا۔ انہوں نے یہ خواب عظیم سمجھا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''میرے بھائی! میں نے آج رات خواب دیکھا ہے اس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے تمہاری قوم کو کسی مصیبت اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' انہوں نے پوچھا: ''کیا خواب تھا؟'' انہوں نے کہا: ''بھائی! میں اس وقت تک تمہیں نہ بتاؤں گی حتیٰ کہ تم وعدہ کرو تم اس کا ذکر کسی سے نہ کرو گے

اگر لوگوں نے یہ خواب سن لیا تو وہ ہمیں اذیت دیں گے۔ اور ہمیں ناپسندیدہ باتیں سنائیں گے۔" حضرت عباس نے ان سے وعدہ کیا۔ انہوں نے کہا: "میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے وہ الابطح کے اوپر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا ہے وہ اپنی بلند آواز سے چلایا ہے" اے دھوکا بازو! تین روز کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف نکلو۔ اس نے تین چیخیں ماری ہیں۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اس کے اردگرد جمع تھے پھر وہ اپنے اونٹ کو لے کر مسجد میں داخل ہو گیا۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے پھر میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ گیا اس نے تین چیخیں ماریں۔ اس نے کہا "اے فریبیو! تین روز کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آؤ۔" پھر اس نے ایک عظیم چٹان کو پکڑا اور اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے لڑھکا دیا۔ وہ چٹان نیچے گرنے لگی۔ وہ تیزی سے نیچے آئی۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو پھٹ گئی تمہاری قوم کا ایک گھر بھی نہ رہا مگر اس میں اس کا ایک ٹکڑا گرا۔" حضرت عباس نے کہا: "بخدا! یہ ایک ہولناک خواب ہے۔ اسے مخفی رکھو۔" عاتکہ نے کہا: "تم بھی اسے مخفی رکھنا اگر یہ خواب قریش تک پہنچ گیا۔ تو وہ ہمیں اذیت دیں گے۔" حضرت عباس وہاں سے نکلے۔ وہ ولید بن عتبہ سے ملے۔ اس سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ یہ خبر مکہ مکرمہ میں پھیل گئی۔ حتیٰ کہ قریش اپنی محافل میں اس کا تذکرہ کرنے لگے۔

حضرت عباس نے کہا: "میں بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے گیا۔ قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ ابو جہل وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ عاتکہ کے خواب کے بارے باتیں کر رہے تھے۔ ابو جہل نے جب مجھے دیکھا تو اس نے مجھے کہا" اے بنو عبد المطلب! تم میں یہ نبیہ کب سے پیدا ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا "کیا مراد ہے؟" اس نے کہا: "عاتکہ کا خواب" میں نے پوچھا: "اس نے کیا دیکھا؟" اس نے کہا: "بنو عبد المطلب! کیا تم اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ تمہارے مرد نبوت کا دعویٰ کریں حتیٰ کہ تمہاری خواتین بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔" ابن عقبہ کے الفاظ یہ ہیں "بنو ہاشم! کیا تم مردوں کے جھوٹ پر راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ تم اپنی خواتین کے جھوٹ بھی ہمارے پاس لانے لگے۔ ہم اور تم دو دوڑنے والے گھوڑوں کی طرح تھے۔ ہم نے بزرگی میں مقابلہ کیا۔ جب کارواں باہم مقابلہ کرنے لگے تو تم نے کہہ دیا "ہم میں سے نبی ہے۔" پھر کچھ باقی نہ رہا حتیٰ کہ تم کہو "ہم میں سے نبیہ بھی ہے میں قریش کے کسی گھر کو نہیں جانتا جس کے مرد اور عورتیں تمہارے مردوں اور عورتوں سے زیادہ جھوٹے ہوں۔" اس نے انہیں بہت اذیت دی۔ عاتکہ نے اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ اس شخص نے کہا ہے کہ تم تین ایام کے اندر اندر نکلو ہم تین ایام کا انتظار کریں گے اگر یہ سچ ہوا تو یہ رونما ہو جائے گا اگر تین دن گزر گئے اور اس میں سے کچھ بھی رونما نہ ہوا ہم تمہارے خلاف نوشتہ لکھ دیں گے کہ تمہارا گھرانہ اہل عرب کے سارے گھرانوں سے جھوٹا ہے۔"

حضرت عباس نے کہا: "بخدا! مجھے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ سوائے اس کے کہ میں نے عاتکہ کے خواب کا

انکار کر دیا۔ میں نے انکار کر دیا کہ عاتکہ نے کوئی خواب دیکھا ہو۔"

ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے "حضرت عباس نے ابوجہل سے کہا" کیا تو رکتا ہے یا نہیں۔ جھوٹ تجھ میں ہے تیرے گھرانے میں ہے۔" حاضرین محفل نے کہا: "ابوالفضل! آپ جاہل نہیں ہیں۔ نہ احمق ہیں۔" ابن عائذ نے یہ اضافہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے کہا: "اے بزدل! ذرا نرمی کر۔" جب اس فاسق تک یہ خبر پہنچی تو حضرت عباس کو عاتکہ سے بہت سی باتیں سننی پڑیں۔

حضرت عباس نے کہا: "شام کے وقت بنو عبدالمطلب کی ہر خاتون میرے پاس آئی۔ اسنے کہا: "یہ خبیث تمہارے مردوں پر الزام لگا تا رہا تم نے برداشت کر لیا۔ اب وہ تمہاری خواتین پر بھی الزام لگانے لگا ہے۔ یہ سن کر بھی تمہاری غیرت نہ جاگی۔" میں نے کہا: "بخدا! اب اس سے بڑھ کر کوئی امر نہیں کہ میں اس کے پاس جاؤں۔ اگر اس نے دوبارہ یہ بکواسات کیے تو تمہاری طرف سے اسے کافی ہو جاؤں۔" میں اس خواب کے تیسرے روز بعد نکلا میں غضبناک اور غصے سے لبریز تھا۔ میں نے سمجھا کہ میری طرف سے اسے کسی ایسے امر کا سامنا نہیں کرنا پڑا جسے میں پسند کرتا تھا کہ اسے سامنا کرنا پڑے۔ میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے اسے دیکھ لیا، بخدا! میں اس ارادہ سے اس کی طرف جا رہا تھا کہ میں اس کے ساتھ تعرض کرتا ہوں۔ تا کہ اگر وہ وہی باتیں دہرائے تو میں اس پر حملہ کر دوں۔ وہ ایک پھرتیلا، تھیکے نقوش والا تیز زبان اور تیز نظروں والا انسان تھا۔ وہ مسجد کے دروازے کی طرف نکلا تو دوڑنے لگا۔ میں نے دل میں کہا "اس لعنتی کو کیا ہوا ہے؟ کیا وہ اس خوف سے بھاگ رہا ہے کہ میں اسے گالی گلوچ نہ کروں۔ اس نے وہ کچھ سن لیا تھا۔ جسے میں نہیں سن سکا تھا۔ اس نے ضمضم کی آواز سن لی تھی۔ وہ وادی کے دامن میں اپنے اونٹ پر کھڑے ہو کر چیخ رہا تھا۔ اس نے اس کی ناک کاٹ دی تھی۔ اس کا کجاوہ الٹا کر دیا تھا۔ اپنی قمیص چاک کر دی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "اے گروہ قریش! اے بنو لوی بن غالب! کارواں! کارواں! تمہارے وہ اموال جو ابوسفیان کے ہمراہ ہیں محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھی ان پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پا سکو گے۔ مدد! مدد! بخدا! میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پا سکو گے۔" یہ سن کر قریش بہت گھبرا گئے۔ وہ عاتکہ کی خواب سے ڈر گئے اس معاملہ نے مجھے ابوجہل سے اور اس کو مجھ سے غافل کر دیا۔ عاتکہ نے یہ اشعار کہے:

الم تكن الرويا بحق و جاء كم   بتصديقها فلّ من القوم هارب

فقلتم و لم اكذب كذبت و رجلا   يكذبنا بالصدق من هو كاذب

ترجمہ: "کیا یہ میرا خواب سچا نہیں تھا۔ کیا بھاگنے والے شکست خوردہ اس کی تصدیق کے لیے تمہارے پاس نہیں آئے۔ میں جھوٹی نہیں تھی لیکن تم نے کہا" تو نے جھوٹ بولا ہے۔ سچ کے ساتھ اس شخص نے

ہماری تکذیب کی ہے جو جھوٹا تھا۔"

لوگوں نے جلدی جلدی تیاری کی۔ اس نے کہا: "کیا محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ حضرمی کے کارواں کی طرح کا کارواں ہے۔ ہرگز نہیں۔ بخدا! انہیں کسی دوسری صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔" لوگ دو گروہوں میں منقسم تھے یا وہ خود روانہ ہونے والے تھے یا اپنی جگہ کسی کو بھیجنے والے تھے۔ تین ایام میں انہوں نے تیاری کر لی۔ ایک روایت دو دنوں کی بھی ہے۔ ان کے قوی نے کمزور کی مدد کی۔ سہیل بن عمرو، زمعہ بن اسود، طعیمہ بن عدی اور حنظلہ بن ابی سفیان لوگوں کو روانگی پر ابھار رہے تھے۔ سہیل نے کہا: "اے آلِ غالب! کیا تم محمد عربی ﷺ ان کے صابی ساتھیوں اور اہلِ یثرب کو اسی طرح چھوڑ دو گے کہ وہ تمہارے کارواں اور اموال پکڑتے رہیں جو مال لینے کا خواہاں ہو یہ میرا مال حاضر ہے جس کے پاس قوت نہیں میری قوت حاضر ہے۔" امیہ بن ابی صلت نے اشعار کہہ کر اس کی تعریف کی۔ نوفل بن معاویہ قریش کے قوی لوگوں کے پاس گیا۔ انہیں ترغیب دی کہ وہ ان لوگوں کا خرچہ برداشت کریں جو عازم سفر ہوں۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا: "یہ پانچ سو دینار ہیں انہیں جہاں چاہو استعمال کرلو۔" اس نے خویطب بن عبدالعزیٰ سے دو سو دینار لیے۔ ان سے اسلحہ اور سواریوں میں استعمال کیا۔ طعیمہ بن عدی نے بیس اونٹ سواری کے لیے دیے۔ انہیں تقویت دی اور ان کے اہلِ خانہ کی اعانت کی۔ انہوں نے کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا جو روانگی کو ناپسند کرتا تھا وہ گمان کرتے تھے کہ یہ محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کی صف میں ہوں گے اسے نہ کسی مسلمان نے چھوڑا جس کے اسلام کے بارے وہ جانتے تھے نہ ہی بنو ہاشم کے کسی فرد کو چھوڑا سوائے اس کے جس پر وہ تہمت نہیں لگاتے مگر سب کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ انہوں نے حضرات عباس بن عبدالمطلب، طالب بن ابی طالب، عقیل بن ابی طالب اور دیگر افراد کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ قریش کا جو شخص پیچھے رہا تھا اس نے اپنی جگہ کسی کو بھیج دیا تھا۔ وہ ابولہب کے پاس گئے۔ اس نے خود جانے یا کسی کو بھیجنے سے انکار کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنی جگہ بھیجا۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ یہ اس کے چار سو دراہم کے مقروض تھے۔ اس نے انہیں بھیجا اور یہ رقم معاف کرنے کا وعدہ کیا۔ ابولہب پیچھے رہا۔ وہ عاتکہ کے خواب کی وجہ سے خوفزدہ تھا۔ عاتکہ کے خواب نے گویا کہ اسے ہاتھوں سے پکڑ رکھا تھا۔ امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، زمعہ، عمیر، حکیم بن حزام وغیرہم نے ہبل کے پاس قرعہ اندازی کی تھی۔ لیکن وہ تیر نکلے تھے جن پر جانے سے روکا گیا تھا۔ انہوں نے ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا لیکن ابوجہل نے انہیں اس رائے سے پھیر دیا۔ جب امیہ بن خلف نے پیچھے رہ جانے کا عزم کر لیا۔ یہ ایک بزرگ اور عمر رسیدہ شخص تھا یہ بھاری بھرکم اور جسیم شخص تھا۔ عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس آیا یہ مسجد میں اپنی قوم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ عقبہ ایک چھوٹی سی انگیٹھی لے کر آیا۔ جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے وہ اس کے سامنے رکھا اور کہا: "ابوعلی! یہ دھونی لو۔ تو عورتوں میں سے ہے۔"

اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے جو کچھ تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے۔'' پھر اس نے تیاری کی اور لوگوں کے ہمراہ نکلا۔ اس کے عازمِ سفر نہ ہونے کا سبب بعد میں بیان کیا جائے گا۔

ابلیس، سراقہ بن مالک کی شکل میں

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''جب قریش تیاری کر چکے انہوں نے روانگی پر اتفاق کر لیا۔ وہ طاقتور اور کمزور اونٹوں پر روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ گانے والی لونڈیاں اور دف بھی تھے تو انہیں وہ عداوت یاد آگئی جو ان کے اور بنو بکر کے مابین تھی۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہمارے پیچھے ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور ہمیں واپس آنا پڑے گا۔'' ابلیس سراقہ بن مالک کنانی شکل میں آیا۔ یہ بنو کنانہ کا سردار تھا اس نے کہا: ''میں تمہیں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہارے بعد کنانہ کسی ایسے امر کا ارتکاب کریں، جو تمہیں ناپسند ہو۔'' یہ سن کر قریش تیزی سے عازمِ سفر ہو گئے۔ ان کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ سرداروں میں سے صرف ابولہب ہی پیچھے رہا تھا۔ انہوں نے اپنے اردگرد کے قبائل بھی جمع کیے بنو عدی کے علاوہ قریش کے قبائل میں اور کوئی پیچھے نہ رہا۔ بنو عدی کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا۔ یہ لشکر اپنے شہر سے اس طرح نکلا جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔

بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (الانفال: ۴۷)

ترجمہ: ''اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کو دکھلاوے کے لیے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے۔''

ابن عقبہ اور ابن عائذ نے لکھا ہے ''مشرکین روانہ ہوئے ان کے ہمراہ ابلیس بھی تھا۔ اس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ بنو کنانہ اس کے پیچھے اس کی مدد کے لیے آرہے ہیں۔ اس نے کہا:

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ (الانفال: ۴۸)

ترجمہ: ''کوئی غالب نہیں آسکتا تھا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا۔''

ابلیس ان کے ساتھ ہی رہا حتیٰ کہ وہ انہیں میدانِ بدر میں لے گیا پھر انہیں چھوڑ گیا۔ اس کے بارے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار لکھے تھے:

سرنا و ساروا الی بدر لحینهم — لو یعلمون یقین العلم ما ساروا
دلّهم بغرور ثم اسلمهم — ان الخبیث لمن والاه غرّارُ
و قال انی لکم جار فاوردهم — شر الموارد فیه الخزی والعار

ثم التقینا فولوا عن سراتھم　　　من منجدین و من ھم فرقۃ غار

ترجمہ: ''ہم روانہ ہوئے اور قریش بھی روانہ ہوئے وہ ہلاکت کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے کاش وہ علم یقین کے ساتھ یہ جان لیتے کہ وہ خود روانہ نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ابلیس مکروفریب کے ساتھ انہیں لے آیا پھر انہیں حوالے کر دیا۔ خبیث وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ دھوکہ باز دوستی لگا لے۔ اس نے انہیں کہا: ''میں تمہارا ضامن ہوں وہ انہیں بری گھاٹ پر لے آیا جہاں غم اور عار تھی۔ جب ہم ان کے ساتھ معرکہ آزما ہوئے تو اپنی چٹانوں سے ٹیلوں کی طرف بھاگ نکلے اور ایک گروہ نشیبی زمین کا قصد کیے ہوئے تھا۔''

''الامتاع'' میں ہے ''جب قریش مرالظہران کے مقام پر اترے تو ابوجہل نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ لشکر کے خیموں میں سے ہر ہر خیمہ کو اس کا خون لگا۔ ضمضم نے دیکھا کہ مکہ مکرمہ کی وادی نیچے سے لے کر اوپر تک خون سے بہہ پڑی ہے۔ مشرکین کے پاس دو سو گھڑسوار تھے۔ چھ سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ہمراہ لونڈیاں تھیں جو دف بجاتی تھیں جس روز وہ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے اس دن ابوجہل نے ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔ پھر عسفان کے مقام پر امیۃ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کیے۔ سہیل بن عمرو نے قدید کے مقام پر دس اونٹ ذبح کیے۔ وہ قدید سے سمندر کی طرف نکلے۔ وہاں چشموں کے پاس قیام کیا۔ درختوں کا سایہ حاصل کیا۔ اس روز عتبہ بن ربیعہ نے ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔ ابواء کے مقام پر منبہ اور نبیہ نے ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔ پھر وہ اپنا اپنا زادِ راہ کھانے لگے۔ وہ عشاء کے وقت جحفہ پہنچ گئے وہاں فروکش ہوئے۔

جہیم بن صلت کا خواب

امام بیہقی نے ابن شہاب سے اور ابن عقبہ نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب قریش جحفہ کے مقام پر فروکش ہوئے تو ان میں ایک شخص تھا جسے جہیم کہا جاتا تھا۔ اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس نے سر رکھا تو اسے اونگھ آ گئی۔ پھر گھبرا کر اٹھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''کیا تم نے وہ گھڑسوار دیکھا ہے جو ابھی ابھی میرے سر پر کھڑا تھا۔ انہوں نے کہا: ''نہیں! اس نے کہا: ''ابھی ابھی میرے سر پر ایک سوار کھڑا تھا'' اس نے کہا: ''ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری، امیہ بن خلف قتل ہو گئے۔ اس نے ان تمام سرداروں کے نام لیے جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے۔ پھر میں نے اسے دیکھا اس نے اپنے اونٹ کے حلق پر مارا پھر اسے لشکر میں بھیجا۔ لشکر کے خیموں میں سے ہر ہر خیمہ پر اس کا خون گرا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے کہا: ''تمہارے ساتھ شیطان کھیلا ہے۔ جب یہ بات ابوجہل تک پہنچی تو اس نے کہا: ''تم بنو مطلب کے جھوٹ کے ساتھ بنو ہاشم کے جھوٹ کو بھی ملا لائے ہو۔''

حضور اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان المبارک میں عازم سفر ہوئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: ''ہفتہ کے روز آپ روانہ ہوئے۔ اس وقت رمضان المبارک کے بارہ روز گزر چکے تھے۔'' ابن ہشام نے لکھا ہے ''اس وقت رمضان المبارک کی آٹھ راتیں گزر چکی تھیں۔ بر ابی عنبہ پر آپ نے لشکر روکا۔ یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ہے۔ آپ پر آپ کا لشکر پیش کیا گیا آپ نے بچوں کو واپس بھیج دیا۔ آپ نے حضرات عبداللہ بن عمر، اسامۃ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم، زید بن ثابت اور عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا۔ آپ نے حضرت عمیر کو واپس جانے کے لیے فرمایا۔ تو وہ رونے لگے۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کی عمر سولہ برس تھی۔

آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ بر سقیا کا پانی پئیں آپ نے خود بھی اس کا پانی پیا۔ سقیا کے گھروں کے پاس نماز پڑھی۔ اس دن مدینہ طیبہ کے لیے یہ دعا کی ''مولا! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، خلیل اور نبی تھے۔ انہوں نے اہل مکہ کے لیے دعا کی تھی۔ میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرا بندہ اور نبی ہوں میں تجھ سے اہلِ مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے صاع، مداور پھلوں میں برکت ڈال دے۔ مولا! مدینہ طیبہ ہمیں محبوب بنادے۔ اس کی وبا کو خم بھیج دے۔ مولا! میں دو سنگلاخ چٹانوں کی درمیانی جگہ کو حرم بناتا ہوں۔ جیسے تیرے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔''

خبیب بن اساف ایک شجاع اور بہادر انسان تھا لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی قوم خزرج کی مدد اور مالِ غنیمت کے حصول کے لیے نکلا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: ''ہمارے ساتھ وہی روانہ ہو جو ہمارے دین پر ہو۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور بہادری کے جوہر دکھلائے۔ آپ اتوار کے روز سقیا کے گھروں سے روانہ ہوئے۔ جب وہاں سے جانے لگے تو آپ نے یہ دعا مانگی ''مولا! یہ پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا فرما۔ یہ عریاں ہیں انہیں کپڑے پہنا۔ یہ بھوکے ہیں انہیں سیر کر۔ یہ غریب ہے انہیں اپنے فضل سے غنی فرما۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''آپ نے پرچم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا یہ پرچم سفید تھا۔ آپ کے سامنے دو جھنڈے بھی تھے ان میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس تھا اسے عقاب کہا جاتا تھا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ دوسرا جھنڈا کسی انصاری صحابی کے پاس تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے: ''مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر، خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر اور اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ انہوں نے الہدیٰ میں یقین کے ساتھ یہی لکھا ہے۔

ابوالفتح نے لکھا ہے "مشہور یہ ہے کہ اس روز حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عریش میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ جبکہ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔" میں کہتا ہوں "عریش تو مقام بدر میں تھا۔ جبکہ جو کچھ ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ راستہ کی بات ہے۔ آپ نے نماز پر اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو الروحاء کے مقام سے واپس کر دیا اور انہیں مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ نے اپنی زرہ ذات الفضول پہن رکھی تھی۔ آپ نے وہ تلوار لٹکا رکھی تھی جو حضرت سعد بن عبادہ نے آپ کو بطور تحفہ پیش کی تھی۔ اسے "العضب" کہا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ستر اونٹ تھے وہ ان پر باری باری سوا ہو رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ دوسرے قول میں حضت مرثد بن ابی مرثد کا تذکرہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ، حضرت زید، حضرت انسہ اور حضرت ابوکبشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہم ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت رفاعہ، حضرت خلاد اور حضرت عبید بن یزید ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ الروحاء کے مقام پر ان کا ایک اونٹ تھک کر بیٹھ گیا۔ وہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا ایک اونٹ بیٹھ گیا ہے۔" آپ نے پانی منگوایا اس میں وضو کیا کلی کی۔ پھر فرمایا: "اس کا منہ کھولو" انہوں نے اسی طرح کیا آپ نے وہ مبارک پانی اس کے منہ میں ڈال دیا پھر اس کی گردن اور سر پر ڈال دیا۔ پھر اس کے کولہو اور کوہان پر انڈیلا۔ پھر اس کے پچھلے حصے اور دم پر پانی انڈیل دیا۔ پھر فرمایا: "اس پر سوار ہو جاؤ۔" وہ آگے گزر گیا صحابہ کرام اسے پیچھے سے جا ملے ان کا اونٹ ان پر جھپٹ رہا تھا۔ جب وہ مدینہ طیبہ کی عید گاہ تک پہنچے وہ بدر سے واپس آ رہے تھے تو یہ اونٹ بیٹھ گیا۔ تو اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا گیا۔ (البزار، الطبرانی)

امام احمد، ابن سعد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "بدر کے موقعہ پر ہم تین تین ایک اونٹ پر باری باری سواری کر رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابولبابہ ایک اونٹ پر باری باری سواری کر رہے تھے۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ سوار ہو جائیں۔ ہم پیدل چلتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "نہ تو تم چلنے پر مجھ سے زیادہ قوی ہو اور نہ ہی میں تم دونوں سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔"

البدایۃ اور العیون میں ہے "یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ نے مقام الروحاء سے حضرت ابولبابۃ کو واپس نہیں کیا تھا۔ پھر آپ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ہو گئے۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق، امام ذہبی اور ابن قیم نے لکھا ہے "آپ کے ساتھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ تھے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے۔" مسلمانوں کے ہمراہ دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا حضرت مقداد بن اسود کا تھا۔ جسے سبحہ یا بعرجہ کہا جاتا تھا۔ دوسرا گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا تھا جسے السیل یا یعسوب کہا جاتا تھا۔ ابن سعد نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کے ہمراہ تین گھوڑے تھے ایک گھوڑا حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کا تھا جسے السیل کہا جاتا تھا۔ آپ نے پیادہ دستہ پر امیر حضرت قیس بن ابی صعصعۃ کو مقرر کیا۔ جب آپ سقیا کے گھروں سے جدا ہوئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام کو گن لیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو بئر ابی عنبہ کے پاس جمع کیا اور انہیں شمار کیا۔ پھر آپ کو عرض کی کہ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے۔ فرمایا: "حضرت طالوت کے ساتھیوں کی تعداد بھی اتنی تھی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام تربان پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے سعد! ہرن کو دیکھو اور تیر کمان میں رکھو۔ آپ اٹھے اور اپنی مبارک ٹھوڑی ان کے کندھوں اور کانوں کے مابین رکھ دی۔" فرمایا: "تیر پھینکو" مولا! ان کی تیر اندازی کو درست فرما۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تیر ہرن کی گردن سے خطاء نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرانے لگے۔ حضرت سعد دوڑ کر باہر نکلے ہرن پکڑ لیا۔ ابھی وہ زندہ تھا اسے ذبح کیا اور اٹھا لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے صحابہ کرام کے مابین تقسیم کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے روانہ ہو گئے جب عرق الظبیہ کے مقام تک پہنچے تو ایک اعرابی ملا۔ آپ نے اس سے لوگوں کے بارے پوچھا لیکن اس کے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرو۔" اس نے پوچھا: "کیا تم میں اللہ تعالیٰ کے رسول موجود ہیں؟" صحابہ کرام نے فرمایا: "ہاں! اس نے آپ کو سلام عرض کیا پھر کہا: "اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر بتائیں کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟" حضرت سلمہ بن سلامہ نے کہا: "یہ سوال آپ سے نہ کرو۔ میری طرف آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تو نے اس کے ساتھ بدمعاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا حمل ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ تم نے اسے رسواء کر دیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام سجسج پر نزول اجلال فرمایا۔ یہ روحاء کا کنواں تھا پھر عازم سفر ہو کر المنصرف پہنچے آپ مکہ مکرمہ کے رستہ سے بائیں طرف ہٹ گئے۔ آپ النازیہ کے دائیں طرف چلے آپ بدر کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ آپ اس کے کونے پر چلے آپ نے الرحقان کی وادی عبور کی جو نازیہ اور الصفراء کی گھاٹی کے مابین ہے۔ جب صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو الجہنی اور حضرت عدی بن ابی الزغباء کو بدر کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ ابوسفیان کے کارواں کے بارے خبریں حاصل کریں۔

روانگی کے وقت آپ نے ایک یا دو دن روزہ رکھا۔ پھر آپ کے منادی نے ندای دی "لوگو! میں روزہ افطار کر رہا

ہوں۔تم بھی روزہ افطار کر دو۔" پھر آپ آگے روانہ ہو گئے پھر الصفراء پہنچے۔یہ بستی دو پہاڑوں کے مابین ہے۔آپ نے ان پہاڑوں کے نام پوچھے۔صحابہ کرام نے عرض کی: "ایک کو مسلح اور دوسرے کو مخرئی کہا جاتا ہے آپ نے مکینوں کے بارے پوچھا تو عرض کی گئی: "بنو النار اور بنو حراق" حضور اکرم ﷺ نے ان کے درمیان سے گزرنا ناپسند کیا آپ نے ان کے ناموں سے فال پکڑی۔آپ نے صفواء کو بائیں طرف چھوڑا۔وادی ذفران کے دائیں طرف چلے آپ نے اسے عبور کیا۔پھر اسی میں نزول اجلال فرمایا۔آپ کو قریش کی روانگی کی خبر مل چکی تھی۔تاکہ وہ اپنے قافلہ کی حفاظت کریں۔آپ نے صحابہ کرام سے مشاورت کی پہلے مہاجرین نے گفتگو کی۔انہوں نے بہت عمدہ گفتگو کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔انہوں نے عمدہ گفتگو کی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور کمال کیا۔حضرت مقداد بن الاسود نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے وہ کر گزریں۔ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا! ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے۔جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی امت نے ان سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (المائدہ: ۲۴)

ترجمہ: "پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے۔"

بلکہ آپ بھی تشریف لے چلیں آپ کا رب تعالیٰ بھی چلے۔آپ جہاد فرمائیں ہم آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جہاد کریں گے۔مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ برک الغماد تک بھی گئے تو ہم شمشیر زنی کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائیں گے۔" ایسے عمدہ جذبات کا اظہار سن کر آپ بہت مسرور ہوئے آپ نے انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

موسیٰ بن عقبہ اور ابن عائذ نے لکھا ہے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ قریش ہیں۔یہ ان کا غلبہ ہے۔جب سے انہیں عزت نصیب ہوئی ہے وہ ذلیل نہیں ہوئے۔جب سے انہوں نے کفر کیا ہے وہ ایمان نہیں لائے۔بخدا! وہ آپ سے ضرور جنگ کریں گے۔آپ خوب تیاری کر لیں۔" پھر آپ نے تیسری بار مشورہ طلب کیا انصار سمجھ گئے آپ کی مراد وہ ہیں۔کیونکہ ان کی تعداد محدود تھی۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے۔انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" آپ نے یوں اس لیے فرمایا تھا کیونکہ انہوں نے اس شرط پر آپ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی کہ وہ اپنے شہروں میں ہر سرخ وسفید سے آپ کا دفاع کریں گے۔آپ نے ان کا موقف معلوم کرنے کے لیے یوں فرمایا۔حضرت سعد نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ پر ایمان لائے۔آپ کی تصدیق کی۔ہم نے گواہی دی کہ آپ پیغام حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ہم نے اس پر اپنے عہد اور

مواثیق دیے۔ اطاعت شعاری اور سرتسلیم خم کرنے کا عہد کیا۔ جو آپ کا ارادہ ہے آپ اسے کر گزریے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ کو یہ خدشہ ہے کہ انصار اپنے شہروں میں ہی آپ کا دفاع کریں گے۔ میں ان کی طرف سے عرض کر رہا ہوں۔ آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں۔ جس کے ساتھ چاہیں تعلق قائم فرمائیں جس کے ساتھ چاہیں قطع تعلقی فرمائیں۔ ہمارے اموال میں سے جو چاہیں لے جائیں۔ جو چاہیں عطا فرما دیں۔ جو مال آپ لیں گے وہ ہمیں اس مال سے عزیز ہوگا۔ جو آپ چھوڑیں گے۔ آپ ہمیں بھی حکم دیں ہمارا معاملہ آپ کے حکم کے تابع ہوگا۔ اللہ کی قسم! اگر آپ روانہ ہو کر برک الغماد (البرک من عمدان من ذی یزن) تک تشریف لے چلیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ بخدا! اگر آپ ہمیں اس سمندر کے کنارے لے آئیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں چھلانگیں لگا دیں گے۔ بخدا! ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم کل دشمن سے ملاقات کرنا ناپسند نہیں کریں گے۔ ہم جنگ میں صبر کرتے ہیں۔ معرکہ آزمائی کے وقت سچ کر دکھاتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام کرائے کہ آپ کی چشمانِ مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ شاید آپ کسی ایک امر کے لیے نکلے ہیں رب تعالیٰ نے کسی دوسرے امر کو رونما کر دیا ہے۔ رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ ہمیں لے کر چلیں۔ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے لڑیں گے۔ ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ: ۲۴)

ترجمہ: "پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے۔"

بلکہ آپ اور آپ کا رب تعالیٰ تشریف لے چلیں ہم آپ کے پیچھے پیچھے ہیں۔"

یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ آپ حضرت سعد کی باتوں سے مسرور ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے مجھے ان دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ بخدا! گویا کہ میں اب بھی قوم کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک جماعت نے دشمن کے ساتھ نبرد آزمائی کو ناپسند کیا۔

ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں یہ پسندیدہ تر تھا کہ وہ کارواں کے ساتھ معرکہ آزما ہوں۔ اس جگہ جنگ کی سختی کم تھی۔ آدمیوں کی تعداد محدود تھی۔ جب کارواں آگے گزر گیا۔ حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ آپ مشرک قوم کا قصد کیے ہوئے تھے۔ ان کی سطوت و شوکت کی وجہ سے بعض مسلمانوں نے ان کی طرف جانا ناپسند کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم ایک یا دو دن چلے تو حضور اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا: "مشرک قوم کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟" انہیں تمہاری روانگی کی خبر مل

چکی ہے۔" ہم نے عرض کی: "بخدا! مشرکین کے ساتھ قتال کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہے۔ ہم نے تو کارواں کا ارادہ کیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "مشرک قوم کے ساتھ لڑنے کے بارے کیا ارادہ ہے؟" ہم نے وہی گذارش کی...... اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ (الانفال:۵)

ترجمہ: "جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بیشک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔"

پھر حضور اکرم ﷺ ذفران سے الاصافر گھاٹی پر روانہ ہوئے۔ پھر آپ الدبۃ شہر کی طرف اترے۔ حنان کو اپنے دائیں طرف چھوڑا۔ یہ ریت کا بہت بڑا ٹیلہ تھا گویا کہ پہاڑ ہو۔ پھر آپ نے بدر کے قریب نزول اجلال فرمایا۔ آپ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔ عرب کے ایک بزرگ کے پاس گئے۔ اس سے قریش، محمد عربی ﷺ ان کے ساتھیوں اور ان کی خبروں کے بارے پوچھا۔ اس بزرگ نے کہا: "میں تمہیں اس وقت تک نہ بتاؤں گا حتیٰ کہ تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم تمہیں بتا دیں گے۔ اس نے کہا "اس کے بدلہ میں یہ۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! اس بزرگ نے کہا: "مجھے یہ خبر ملی ہے کہ محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھی فلاں فلاں دن عازم سفر ہوئے ہیں۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا ہے تو وہ اس مقام پر ہوں گے۔ اس نے اس جگہ کا نام لیا جہاں حضور اکرم ﷺ فروکش ہوئے تھے اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ قریش فلاں دن عازم سفر ہوئے ہیں۔ اگر اس کی بات سچی ہے۔ جس نے مجھے یہ بتایا ہے تو پھر قریش فلاں جگہ ہوں گے اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں قریش تھے۔

جب وہ بوڑھا اپنی اس خبر سے فارغ ہوا تو اس نے پوچھا: "تمہارا تعلق کن کے ساتھ ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم پانی سے ہیں۔" پھر حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر واپس آگئے۔ وہ بزرگ کہہ رہا تھا "پانی سے کیا؟ کیا عراق کے پانی سے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ بزرگ سفیان ضمری تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی طرف واپس آگئے۔ جب رات پڑی تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بدر کے چشمہ کی طرف بھیجا۔ وہ مختلف خبروں کی تلاش میں تھے۔ انہیں قریش کے لیے پانی لانے والے غلام ملے ان میں بنو الحجاج کا غلام اسلم، بنو العاص بن سعید کا غلام ابویسار تھے۔ انہوں نے انہیں پکڑا اور مسلمانوں کے پڑاؤ میں لے آئے۔ ان سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا: "ہم قریش

کے لیے پانی لانے کے لیے مختص ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لیے بھیجا ہے۔ مسلمانوں نے ان کی خبروں کو سچا نہ سمجھا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید ان کا تعلق ابوسفیان کے کارواں کے ساتھ ہو۔ انہوں نے انہیں مارا۔ جب انہوں نے انہیں بہت زیادہ مارلیا تو انہوں نے کہا: ''ہم ابوسفیان کے کارواں میں شامل تھے۔'' صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے رکوع کیا و سجدے کیے پھر سلام پھیرا پھر فرمایا: ''جب انہوں نے تمہارے ساتھ سچ بولا تو تم نے انہیں مارا۔ جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کا تعلق قریش کے ساتھ ہے۔ مجھے قریش کے بارے بتاؤ۔'' انہوں نے کہا: ''وہ ریت کے اس ٹیلے سے پرے ہیں جو آپ کے دور کے کنارے پر نظر آرہا ہے۔'' آپ نے ان سے پوچھا۔ ''ان کی تعداد کیا ہے؟'' غلام: بہت زیادہ۔ حضور اکرم ﷺ: ان کی تعداد کیا ہے؟ غلام: ہم نہیں جانتے؟ آپ نے پوچھا: ''ہر روز وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''ایک دن نو اور دوسرے دن دس۔'' آپ نے فرمایا: ''ان کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے مابین ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''سرداران قریش میں سے ان میں کون کون شامل ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوالبختری، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل، امیہ بن خلف، نبیہ، منبہ پسران حجاج، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود'' حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''مکہ مکرمہ نے اپنے جگر کے پارے تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔''

ابن عائذ نے لکھا ہے: ''یہ کارواں چلتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے دس راتوں میں جحفہ پہنچ گیا۔ بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء آگے نکل گئے تھے۔ وہ مقام بدر میں ٹھہرے۔ چشمہ کے قریب اپنے اونٹ بٹھائے۔ پھر مشکیزے لے کر پانی سے بھرنے کے لیے لے گئے۔ انہوں نے دو لونڈیوں کی گفتگو سنی وہ بھی وہاں سے پانی بھرنے آئیں تھیں۔ ایک عورت دوسری سے قرض کا تقاضا کر رہی تھی۔ اس نے دوسری عورت سے کہا: ''ارے! کل یا پرسوں یہاں قریش کا قافلہ پہنچ جائے گا۔ میں ان کی خدمت کروں گی۔ پھر تیرا قرضہ چکا دوں گی۔'' مجدی نے اسے کہا: ''تو نے سچ کہا ہے۔ پھر ان کے مابین تصفیہ کرا دیا۔ عدی اور بسبس نے یہ بات سن لی وہ اپنے اونٹوں پر بیٹھے اور سوار ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اور جو کچھ سنا تھا اس کے بارے بتادیا۔

ابوسفیان کا مدینہ طیبہ کے قریب پہنچنا اور حضور اکرم ﷺ سے بچاؤ کرنے کی تدبیر کرنا

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابوسفیان عازم سفر ہوا۔ کارواں اس کے ساتھ تھا۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گیا۔ ضمضم بن عمرو سست ہو گیا۔ وہ حالت خوف میں مقام بدر پر آیا۔ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو

مسلمان بدر کے چشمہ پر اترے تھے تو کارواں کا رخ بدر کے چشمہ کی طرف تھا۔ انہوں نے بدر کے پیچھے رات بسر کی ان کا ارادہ تھا کہ وہ وقت صبح بدر پہنچ جائیں گے اگر انہیں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔ اونٹ اس طرف بڑھ نہیں رہے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے انہیں رسیوں سے مارا۔ وہ مسلسل آوازیں نکال رہے تھے۔ وہ انہیں بدر کے چشمہ پر لے آئے انہیں پانی کی ضرورت نہ تھی۔ وہ کل پانی پی چکے تھے کارواں نے یہ صورتِ حال دیکھ کر کہا: "جب سے ہم عازم سفر ہوئے ہیں ایسی صورت حال سامنے نہیں آئی۔ اس رات کی تاریکی ان پر چھا گئی حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہ دیکھا۔ ابوسفیان احتیاط کے طور پر کارواں سے آگے نکلا۔ وہ چشمۂ بدر تک پہنچا۔ اس نے وہاں مجدی بن عمرو جہنی کو پایا اس نے اسے پوچھا: "کیا یہاں کسی کو دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے کسی کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دوسواروں کو دیکھا ہے۔ (یعنی بسبس اور عدی) انہوں نے اس ٹیلے پر اونٹ بٹھائے پھر اپنا مشکیزہ بھرا پھر روانہ ہو گئے۔" ابوسفیان اس جگہ پہنچا جہاں ان کے اونٹ بیٹھے تھے۔ اونٹوں کے لید نے پکڑے۔ انہیں توڑا تو اندر سے کھجور کی گٹھلیاں نکلیں۔ اس نے کہا: "بخدا! یہ تو یثرب کا چارہ ہے۔ وہ جلدی سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ کارواں کا رستہ تبدیل کر دیا۔ انہیں ساحل سمندر کی طرف لے گیا۔ بدر کو اپنے بائیں طرف چھوڑا۔ وہ صبح وشام سفر کرتا رہا تاکہ مسلمان اس کا تعاقب نہ کرسکیں۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے اپنا کارواں بچا لیا ہے تو اس نے قیس بن امرئ القیس کو قریش کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا "تم اپنے اموال، آدمی اور کارواں بچانے کے لیے نکلے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان سب کو نجات دی ہے۔ تم واپس آجاؤ۔" قریش تک جب یہ خبر پہنچی تو قریش جحفہ کے مقام پر تھے۔ ابوجہل نے کہا: "نہیں! بخدا! ہم واپس نہیں لوٹیں گے حتیٰ کہ ہم بدر جائیں گے۔ بدر عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار تھا۔ جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ ہم وہاں تین روز قیام کریں گے۔ کھانا کھائیں گے۔ شراب پئیں گے، لونڈیاں موسیقی سنائیں گی عرب کے لوگ ہمارے اس سفر اور اجتماع کے بارے سنیں گے۔ وہ اس کے بعد ہم سے ڈرتے رہیں گے۔" لیکن اہل رائے نے آگے سفر جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک دوسرے کے پاس گئے۔ حارث بن عامر، امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام، ابوالبختری، علی بن امیۃ اور عاص بن منبہ کا موقف تھا کہ واپس لوٹ چلیں حتیٰ کہ ابوجہل نے انہیں بزدلی کی عار دلائی۔ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث نے اس کی مدد کی اور انہوں نے آگے بڑھنے پر اتفاق کرلیا۔

اخنس بن شریق نے کہا: "بنوزہرۃ! رب تعالیٰ نے تمہارے اموال کو نجات بخشی ہے اس نے تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو بچا لیا ہے تم اسی کے دفاع اور اپنا مال بچانے نکلے تھے۔ بزدلی کا طعنہ مجھ پر آنے دو تم واپس لوٹ چلو۔ تمہیں فضول عازم سفر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں کہتے رہیں۔" یہ سارے واپس لوٹ آئے۔ اس کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد تین سو تھی۔ اس قبیلہ کے کسی فرد نے اس جنگ میں شرکت نہ کی

سوائے دو افراد کے وہ مسلم بن شہاب زھری کے چچا تھے یہ حالت کفر میں مرے تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے "قیس بن امرئ القیس ابوسفیان سے ملا۔ اسے قریش کے آنے کی خبر دی۔ اس نے کہا: 'ہائے قوم! یہ ابوجہل کا کام ہے۔ بنوزھرہ اخنس کی رائے پر رشک کرتے تھے وہ ان میں معزز اور قابل اطاعت تھا۔ بنو ہاشم نے واپس آنے کا ارادہ کیا تو ابوجہل نے ان پر شدت کی۔ اس نے کہا: 'یہ گروہ ہم سے جدا نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ ہم واپس آجائیں'۔"

ابن سعد نے لکھا ہے: "ان واپس آنے والوں میں سے بنوعدی بھی تھے جب وہ ثنیہ تک پہنچے۔ ان کا نام لفت تھا۔" وہ وقت سحر ساحل کی طرف نکلے پھر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ انہیں ابوسفیان بن حرب ملا۔ اس نے پوچھا: "بنوعدی! کیسے واپس آ گئے ہو؟ نہ تمہارے ساتھ گروہ ہے نہ کارواں ہے۔" انہوں نے کہا: "تم نے ہی قریش کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔" دوسرا قول یہ ہے کہ وہ انہیں مرالظہران کے مقام پر ملا تھا۔ قریش آگے بڑھے۔ انہوں نے وادی کے دور کے کنارے پر قیام کیا۔ ان کا قیام عقنقل کے پیچھے وادی کے دامن میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ اور مسلمان مشرکین اور چشمے کے مابین فروکش ہوتے۔ پہلے مشرکین پانی کے چشموں پر غالب آ گئے۔ مسلمانوں کو شدید پیاس نے آلیا۔ انہیں شدید تنگی نے آلیا۔ شیطان نے ان کے دلوں میں غیظ ڈالا۔ اس نے یوں وسوسہ سازی کی "تم گمان کرتے ہو کہ تم اولیاء اللہ ہو۔ تم میں اس کے رسول مکرم ﷺ موجود ہیں۔ حالانکہ مشرکین پانی پر غلبہ پا چکے ہیں۔ تم عجز کرتے ہوئے نماز ادا کر رہے ہو۔" اس رات اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بارش نازل کی۔ مشرکین پر موسلا دھار بارش ہوئی۔ جس نے انہیں پیش قدمی سے روک دیا۔ مسلمانوں پر پھوار برسی۔ رب تعالیٰ نے انہیں اس کے ساتھ پاک صاف کر دیا۔ شیطانی وسوسہ کو ان سے دور کر دیا۔ زمین ہموار ہوگئی۔ ریت جم کر بیٹھ گئی۔ قدم محکم ہو گئے۔ اس پر ٹھہرنا آسان ہوگیا۔ ان کے دلوں کو تقویت نصیب ہوئی۔ انہیں چلنے پھرنے میں سہولت ہوگئی وادی بہہ پڑی۔ اہل ایمان نے سیر ہو کر پانی پیا، انہوں نے مشکیزے بھر لیے۔ جانوروں کو پانی پلایا۔ جنابت سے غسل کیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ (الانفال:١١)

ترجمہ: "اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو۔"

اس رات مسلمانوں پر اونگھ طاری ہوگئی۔ یہ اونگھ ان پر طاری کی گئی تھی۔ وہ سو گئے۔ حتیٰ کہ کسی ایک کی ٹھوڑی ان کے آگے ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ پہلو کے بل گر جاتا تھا۔

ابو یعلی اور امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ بدر کے روز ہمارے مابین حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی گھڑسوار نہ تھا۔ ہم سب سوئے ہوئے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار تھے۔ آپ تادم صبح درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے۔

عبد بن حمید نے حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ اونگھ رب تعالیٰ کی طرف امن کی علامت تھی۔ نعاس دو بار آئی تھی۔ غزوۂ بدر کے روز۔ غزوۂ احد کے روز۔ یہ جمعۃ المبارک کی رات تھی۔ دونوں لشکروں کے مابین ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو مشرکین کے پڑاؤ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اس کا چکر لگایا۔ پھر واپس آ کر آپ کو بتایا کہ وہ سخت اضطراب کا شکار ہیں اور ان پر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے وقت جلدی فرمائی آگے بڑھ کر چشموں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تیز بارش نے مشرکین کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ آپ نے بدر کے سب سے قریبی چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ وہیں فروکش ہو گئے۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے؟ جس سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ہمارے لیے روا نہ ہو یا یہ ایک رائے، جنگ اور چال ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ رائے، جنگ اور چال ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ جگہ قیام کرنے کے لیے مناسب نہیں۔ آپ صحابہ کرام کو لے کر اٹھیں۔ حتیٰ کہ ہم مشرکین کے قریبی چشمہ پر اتریں۔ پھر اس کے پیچھے سے سارے چشمے بند کر دیں۔ پھر اس چشمہ پر ہم حوض بنا لیں۔ ہم اسے پانی سے بھر لیں۔ پھر دشمن پر کاری ضرب لگائیں۔ ہم پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی نہ ملے گا۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے عمدہ رائے دی ہے۔''

ابن سعد نے لکھا ہے ''حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی رائے بہت عمدہ ہے۔'' آپ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھے حتیٰ کہ مشرکین کے قریبی کنویں پر اترے۔ نصف رات کے وقت وہیں فروکش ہو گئے۔ بقیہ کنوؤں کو بھر دیا گیا۔ جس کنویں پر آپ جلوہ نما ہوئے تھے اس کے پاس ایک حوض بنا دیا گیا۔ اسے پانی سے بھر دیا گیا۔ پھر صحابہ کرام نے اس میں برتن رکھ دیے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم آپ کے لیے عریش نہ بنا دیں۔ جس میں آپ رونق افروز ہوں۔ ہم آپ کے پاس اپنی سواریاں تیار رکھیں۔ پھر ہم دشمن سے جنگ آزما ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دشمن پر غلبہ دے دیا۔ اس نے ہمیں دشمن پر فتح دے دی تو ہمیں پسند بھی یہی ہے۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہوئی تو آپ ان سواریوں پر بیٹھ جانا۔ ہماری اس قوم سے جا ملنا جو ہمارے پیچھے ہے۔ آقا! ہمارے پیچھے ایسے لوگ ہیں بخدا! ہم ان سے زیادہ آپ سے محبت نہیں کرتے۔ اگر آپ دشمن کے

ساتھ نبرد آزما ہوں گے تو وہ آپ سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کا دفاع فرمائے گا۔ وہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا اظہار کریں گے۔ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔" حضور ﷺ نے حضرت سعد کی تعریف کی۔ اور دعائے خیر سے نوازا۔ پھر آپ کے لیے ایک ایسے ٹیلے پر عریش بنا دیا گیا جہاں سے معرکہ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اس میں آپ رونق افروز ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس میں یہ دو ہستیاں ہی جلوہ افروز تھیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: "فلاں اس جگہ قتل ہوگا۔ فلاں اس جگہ قتل ہوگا۔ ان شاء اللہ!" ان میں سے کوئی ایک بھی اس جگہ سے آگے پیچھے نہ گرا جہاں آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔ (امام مسلم، امام احمد)

حضور اکرم ﷺ نے مقام بدر پر صبح کی۔ قریش وقتِ صبح روانہ ہوئے۔ وہ غیظ و غضب اور زرہوں کے ساتھ آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ غصے اور ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ آتش انتقام اور غصے سے بھڑک رہے تھے۔

وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دینا چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کا کارواں لے لینا چاہتے تھے اور اس میں موجود افراد کو تہ تیغ کرنا چاہتے تھے۔ کل عمرو بن حضرمی، اس کے ساتھی اور وہ کارواں بھی پہنچ گیا جو اس کے ساتھ تھا۔ رب تعالیٰ نے انہیں کسی وعدہ کے بغیر ہی جمع کر دیا تھا۔ جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ (الانفال: ۴۲)

ترجمہ: "اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے تھی) تا کہ کر دکھاتا اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔"

جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا۔ جب وہ عقنقل سے نشیبی علاقے میں اتر رہے تھے۔ اس ٹیلے سے وہ اس وادی میں آئے تھے۔ سب سے پہلے زمعہ بن الاسود نظر آیا۔ یہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے پیچھے اس کا بیٹا تھا۔ اس نے گھوڑا پھرایا۔ یہ اپنی قوم کے لیے مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! یہ قریش کا گروہ ہے جو بڑے تکبر اور فخر سے آ رہا ہے۔ یہ تیرے ساتھ لڑنا چاہتا ہے تیرے رسولِ مکرم ﷺ کی تکذیب کر رہا ہے۔ مولا! اپنی وہ مدد بھیج دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ مولا! کل انہیں برباد کر دے۔"

جب آپ نے عتبہ بن ربیعہ کو دیکھا وہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: "اگر قوم میں سے کسی میں بھلائی ہے تو وہ اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے۔ اگر قریش اس کی بات مان لیں تو نجات پالیں گے۔ اے علی المرتضیٰ! حضرت حمزہ

رضی اللہ عنہ کو آواز دینا۔" وہ مشرکین کے قریب تھے۔ ان سے پوچھو" یہ سرخ اونٹ پر کون سوار ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ عتبہ بن ربیعہ ہے۔ وہ لوگوں کو جنگ کرنے سے روک رہا ہے۔ وہ لوگوں کو واپس جانے کے لیے کہہ رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے: "اے میری قوم! یہ عار مجھ پر ڈال دو۔ اور کہہ دینا" عتبہ بزدل تھا۔" لیکن ابو جہل انکار کر رہا ہے۔"

خفاف بن رحضہ یا اس کے باپ ایماعا بن رحضہ الغفاری نے قریش کی طرف چند جوان اونٹ بطور تحفہ بھیجے ان کے ساتھ اپنا بیٹا بھیجا۔ اس نے کہا: "اگر تم پسند کرو تو ہم اسلحہ اور آدمیوں سے تمہاری مدد کریں تو ہم اس طرح بھی کر دیتے ہیں۔" قریش نے اس کے لڑکے کے ذریعے پیغام بھیجا" تمام نے صلہ رحمی کر دی ہے۔ تم نے اپنا حق پورا کر دیا ہے۔ ہمیں زندگانی کی قسم! اگر ہم لوگوں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں تو پھر تو ہم میں کوئی کمزوری نہیں۔ اگر ہماری یہ لڑائی رب تعالیٰ کے خلاف ہے جیسے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ گمان کرتے ہیں تو پھر رب تعالیٰ کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت کس میں ہے؟"

جب قریش میدانِ جنگ میں آئے تو ان میں سے بعض لوگ حضور اکرم ﷺ کے حوض پر آئے ان میں حکیم بن حزام بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انہیں چھوڑ دو۔ انہیں چھوڑ دو۔" ان میں سے جس جس نے بھی اس حوض سے پانی پیا وہ قتل ہو گیا مگر حکیم بن حزام بچ گئے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ جب وہ قسم اٹھاتے تھے تو یوں اٹھاتے تھے" نہیں! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے مجھے غزوۂ بدر میں نجات دی تھی۔"

جب قوم ذرا پرسکون ہو گئی تو اس نے عمیر بن وهب الجمحی کو بھیجا۔ اس نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ قریش نے کہا: "ہمیں محمد عربی ﷺ کے ساتھیوں کے بارے اندازہ لگا کر دو۔" اس نے لشکر گاہ کے ارد گرد گھوڑے پر چکر لگایا۔ پھر قریش کی طرف گیا۔ اس نے کہا: "ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ وہ اس سے کچھ کم یا کچھ زائد ہیں۔ لیکن ذرا ٹھہرو! میں غور سے دیکھ لوں کیا کچھ لوگ کمین گاہوں میں نہ چھپے ہوں یا اور کوئی مددگار ہیں۔" وہ وادی میں دور تک گیا اسے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ قریش کی طرف آیا۔ اس نے کہا: "میں نے اور کچھ نہیں دیکھا گروہِ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں۔ جو موتیں اٹھائے ہوئے ہیں۔ یثرب کے اونٹ ایسی اموات اٹھائے ہوئے ہیں جو یقینی طور پر پہنچنے والی ہیں۔ وہ ایسی قوم ہیں جن کا دفاع اور پناہ گاہ صرف تلواریں ہیں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں۔ وہ بات چیت نہیں کر رہے۔ وہ زہریلے سانپوں کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ واللہ! میں نہیں دیکھتا کہ ان میں سے کوئی شخص قتل ہو مگر وہ تم میں سے کسی ایک کو قتل کرکے۔ اگر تم میں اتنی تعداد میں افراد قتل ہو گئے تو پھر بعد میں زندگی میں کیسی شیرینی باقی رہے گی آگے تمہاری مرضی۔"

قریش نے ابو سلمہ جشمی کو بھیجا۔ اس نے مسلمانوں کے پڑاؤ کا اپنے گھوڑے پر جائزہ لیا پھر واپس آیا۔ اس نے کہا: "بخدا! میں نے ان کے پاس نہ اسلحہ کے ڈھیر دیکھے ہیں نہ قوت و طاقت دیکھی ہے نہ گھوڑوں کی جماعت

دیکھی ہے۔ لیکن میں نے ایسی قوم ضرور دیکھی ہے جو اپنے اہل خانہ کے پاس جانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ وہ موت کو گلے لگانا چاہتی ہے۔ ان کی قوت اور جائے پناہ صرف تلواریں ہیں۔ ان کی آنکھیں نیلی ہیں گویا کہ ڈھال کے نیچے کنکریاں ہوں۔ یہ میری رائے ہے ورنہ جو تمہیں مناسب لگے۔"

جب حکیم بن حزام نے یہ بات سنی تو وہ لوگوں میں گیا۔ وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اس سے بات کی تا کہ وہ لوگوں کو واپس لے چلے۔ اس نے کہا: "اے ابوالولید! تم قریش کے سردار اور رئیس ہو۔ تمہاری اطاعت کی جاتی ہے۔ کیا ایک ایسا کام کر گزرتے ہو جس کی وجہ سے تمہیں آخری زمانہ تک بھلائی کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا۔ اس نے پوچھا: "حکیم! وہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "لوگوں کو واپس لے چلو۔ اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا بوجھ اٹھالو۔" اس نے کہا: "میں نے اس طرح کر دیا ہے۔ تم اس کے ضامن ہو۔ وہ میرا حلیف تھا۔ اس کی دیت اور اس کے مال کا نقصان مجھ پر ہے۔ ابن حنظلیہ کے پاس جاؤ۔ اس کے علاوہ اور کوئی لوگوں میں پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔" عتبہ لوگوں میں بات کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: "اے گروہ قریش! تم محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کے ساتھ جنگ کر کے کیا کرو گے۔" بخدا! اگر تم نے ان کے ساتھ جنگ کر دی تو پھر تم میں سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ اس نے اس کے چچازاد، خالہ زاد یا قبیلہ کے کسی فرد کو تہ تیغ کیا ہو گا۔ واپس لوٹ چلو۔ محمد عربی ﷺ اور دیگر قبائل عرب کے رستے سے ہٹ جاؤ۔ اگر انہوں نے ان کا کام تمام کر دیا تو تم یہی چاہتے ہو۔ اگر نتیجہ کچھ اور نکلا تو تم ان سے اس حال سے میں ملاقات نہیں کرو گے تم ان سے اعراض کر رہے ہو۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو جان کی بازی لگانے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ تم ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک تم میں بھلائی ہے۔ قوم! آج بزدلی کا طعنہ مجھ پر آنے دو۔ کہہ دو: "عتبہ نے بزدلی دکھائی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔"

حکیم نے کہا: "میں ابو جہل کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکال رکھی تھی۔ وہ اسے درست کر رہا تھا۔ میں نے اسے کہا: "ابو جہل! مجھے عتبہ نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔" اس نے کہا: "بخدا! عتبہ نے جب سے محمد عربی ﷺ اور اس کے صحابہ کرام کا لشکر دیکھا ہے تو خوف کی وجہ سے اس کا سانس پھول گیا ہے۔ بخدا! ہم واپس نہ جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے۔ عتبہ نے یہ سب کچھ اس لیے کہا ہے کیونکہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھی ایک اونٹ کو کھانے والے ہیں۔ ایک اونٹ انہیں سیر کر سکتا ہے۔ ان میں اس کا بیٹا بھی ہے۔ وہ اس سے تمہیں خوفزدہ کر رہا ہے۔"

پھر اس نے عامر بن حضرمی کی طرف پیغام بھیجا اس نے کہا: "یہ تیرا حلیف عتبہ ہے۔ وہ لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے۔ تیرے بھائی کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اٹھ اور قریش سے اس انتقام اور اپنے بھائی کے قتل کی دہائی

دے۔"اس نے پیچھے سے چادر اٹھا دی۔ بلند آواز سے چلایا:"واعمراہ، واعمراہ! اس سے جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ لوگوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ انہوں نے جنگ کرنے پر اپنی رائے پختہ کر لی۔ لوگوں پر وہ رائے فاسد کر دی جس کی طرف عتبہ نے انہیں دعوت دی تھی۔ جب عتبہ تک ابوجہل کی بات پہنچی تو اس نے کہا:"عنقریب وہ جان لے گا کون گوز مارتا ہے کہ سانس کس کا پھولا ہوا ہے۔ میرا یا اس کا؟"

پھر عتبہ نے ایک خود تلاش کیا جس میں اسکا سر داخل ہو سکے تو اس کو لشکر میں سے ایسا خود نہ مل سکا۔ کیونکہ اس کی کھوپڑی بہت بڑی تھی۔ پھر اس نے اپنی چادر سے اپنا سر لپیٹ لیا۔ پھر ابوجہل نے اپنی تلوار سونتی اسے گھوڑے کی کمر پہ مارا۔ ایماء بن رحضہ نے اسے کہا:"یہ بری فال ہے۔"

محمد بن عمر اسلمی، بلاذری اور المتاع کے مصنف نے رقم کیا ہے کہ جب قریش فروکش ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا۔ انہوں نے یہ پیغام دیا"واپس لوٹ چلو اگر یہ امر میری طرف سے تمہارے علاوہ کسی اور کو پہنچے تو یہ زیادہ پسندیدہ تر ہے کہ یہ تمہیں پہنچے اور مجھے تمہارے علاوہ کسی اور سے یہ امر پہنچے مجھے اس سے پسندیدہ تر ہے کہ تمہاری طرف سے پہنچے۔" حکیم بن حزام نے کہا:"انہوں نے نصیحت اور خلوص کا اظہار کر دیا ہے قبول کر لو بخدا! انہوں نے جو خلوص تمہیں پیش کر دیا ہے اس کے بعد تم ان پر غالب نہیں آسکتے۔" ابوجہل نے کہا:"واللہ! ہم واپس نہیں جائیں گے۔ رب تعالیٰ نے ہم کو ان پر تسلط عطا کیا ہے۔"

ابن عائذ نے لکھا ہے"بعض مشرکین نے جب مسلمانوں کی قلیل تعداد کو دیکھا تو انہوں نے کہا:"انہیں ان کے دین نے فریب دے رکھا ہے یہ قول کرنے والے ابوالبختری بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ہشام تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے صحابہ کرام کو قلیل دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ شاید غلبہ کثرت تعداد کی وجہ سے ملتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال:۴۹)

ترجمہ: "یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں شک کا روگ تھا کہ مغرور کر دیا ہے انہیں ان کے دین نے تو جو شخص بھروسہ کرتا ہے اللہ پر تو بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

ابن منذر، ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے غزوۂ بدر کے دن کہا تھا"ان مسلمانوں کو پکڑ لو۔ انہیں رسیوں میں کس دو۔ ان میں سے کسی کو قتل نہ کرو۔"اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ (القلم:۱۷)

ترجمہ: ''ہم نے ان کو اسی طرح آزمائش میں ڈالا جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا۔''

آغازِ جنگ

وقتِ صبح قریش کے آنے سے قبل آپ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی۔ جب قریش آئے تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی کر رہے تھے۔ آپ نیزے کے ساتھ صفیں درست کر رہے تھے۔ آپ اس کے ساتھ اشارہ کر رہے تھے کہ آگے ہو جاؤ۔ پیچھے ہو جاؤ۔ حتیٰ کہ وہ سیدھے ہو گئے۔ آپ نے علَم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا تھا۔ انہوں نے اسے اس جگہ رکھ دیا تھا جہاں آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کا جائزہ لینے لگے۔ آپ کا رخ انور مغرب کی طرف تھا۔ سورج کو آپ نے پیچھے رکھا۔ مشرکین آئے انہوں نے سورج کی طرف رخ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامیہ کنارے پر اترے۔ قریش یمانیہ کنارے پر اترے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم وادی کے بلند کنارے پر اترے ہیں اور وادی کی بلندی کی طرف سے ہوا چل رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اسے آپ کی نصرت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنی صفیں بنالیں ہیں۔ میں نے اپنا علم گاڑھ دیا ہے۔ میں اسے تبدیل نہیں کر سکتا۔ جب حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف بندی فرما رہے تھے۔ تو حضرت سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تیر (یا چھڑی) ان کے پیٹ پر لگائی اور فرمایا: ''سواد! سیدھے ہو جاؤ'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اٹھا دیا اور فرمایا: ''قصاص لے لو'' انہوں نے خود کو آپ کے جسم مطہر کے ساتھ چمٹا لیا اور بوسے لینے لگے۔ آپ نے پوچھا: ''اس حسین عمل پر تمہیں کس نے ابھارا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کا جو امر آپہنچا ہے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں مجھے خدشہ ہے کہ میں قتل ہو جاؤں گا۔ میں نے چاہا کہ اس آخری وقت میں میری جلد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد کے ساتھ مس ہو جائے۔''

آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: ''امابعد! میں تمہیں اس امر پر ابھارتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے ابھارا ہے۔ اس چیز سے تمہیں منع کرتا ہوں جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے۔ رب تعالیٰ جو عظیم و برتر ہے۔ وہ تمہیں حق کا حکم دیتا ہے۔ وہ صدق کو پسند کرتا ہے۔ وہ اہلِ خیر کو وہ بلند مقامات عطا فرماتا ہے جو اس کے ہاں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تم آج

حق کی منازل میں سے ایک منزل پر فروکش ہو۔ اس میں رب تعالیٰ وہی کچھ قبول کرتا ہے جو اس کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے۔ سختی کے مقامات میں صبر ایسی چیز ہے جس سے رب تعالیٰ غم کو دور کر دیتا ہے۔ دکھ سے نجات دیتا ہے۔ آخرت میں اس کے ساتھ تم نجات پاؤ گے تم میں اللہ تعالیٰ کا نبی مکرم ﷺ موجود ہے۔ وہ تمہیں ڈراتا ہے اور تمہیں حکم دیتا ہے۔ آج رب تعالیٰ سے حیاء کرو کہ وہ تمہارے معاملہ میں کسی ایسی چیز سے آگاہ ہو جو اس کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ۔ (غافر:١٠)

اس امر کو دیکھو جس کے بارے اس نے تمہیں اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اس نے تمہیں اپنی علامات دکھائی ہیں رسوائی کے بعد تمہیں عزت بخشی۔ اس کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے گا۔ ایسے مقامات میں کوشش کرو کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے۔ تم اس رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے اس کا وعدہ حق ہے۔ اس کا فرمان سچ ہے۔ اس کی سزا شدید ہے۔ میں اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں جو الحی القیوم ہے۔ ہم اس سے اپنی فتح کی التجاء کرتے ہیں۔ اس کا دامن تھامتے ہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں اور مسلمانوں کو بخش دے۔" قریش جنگ کے لیے تیار ہو گئے شیطان ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے:

"مشرکین کے پاس تین جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا ابو عزیز بن عمیر کے پاس، دوسرا نضر بن حارث کے پاس، تیسرا طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس تھا۔ یہ سارے عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ سب سے پہلے اسود بن عبدالاسد باہر نکلا یہ فحش گو اور بداخلاق شخص تھا۔ اس نے کہا: "میں نے رب تعالیٰ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں تمہارے حوض سے ضرور پانی پیوں گا یا اسے گرا دوں گا یا مر جاؤں گا۔" جب وہ باہر نکلا تو اسد اللہ و رسولہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں آئے۔ جب وہ باہم معرکہ آزما ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری اور نصف پنڈلی سے کاٹ کر رکھ دی۔ وہ حوض سے پرے ہی تھا۔ وہ پشت کے بل گر پڑا۔ اس کی ٹانگ سے خون نکل کر اس کے ساتھیوں کی طرف بہہ رہا تھا۔ وہ حوض کی طرف آیا تاکہ اپنی قسم پوری کرلے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور حوض سے دور ہی اسے واصل جہنم کر دیا وہ اس میں گر پڑا اپنی صحیح ٹانگ سے اسے گرا دیا اور اس سے پانی پیا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "عمیر بن وہب آیا۔ اس نے مسلمانوں کی طاقت کو آزمایا لیکن مسلمان ثابت قدم رہے۔ وہ پیچھے نہ ہٹے۔ عامر بن حضرمی نے مسلمانوں پر سختی کرنے کی کوشش کی۔ جنگ لوگوں کے مابین چھڑ گئی۔ سب سے پہلے حضرت مہجع بن عائش کے سر پر شہادت کا تاج سجا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انہیں عامر بن حضرمی نے شہید کیا تھا۔ انصار میں سے سب سے پہلے حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ انہیں حبان بن عرقہ نے شہید کیا تھا۔ دوسرا

قول یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ سعادت حضرت عمیر بن حمام نے حاصل کی تھی انہیں خالد بن الاعلم العقیلی نے شہید کیا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا: ''ان کے ساتھ جنگ کا آغاز نہ کرنا حتیٰ کہ میں تمہیں اذن دے دوں۔ اگر وہ تمہارے قریب آئیں تو تیروں کے ساتھ انہیں دور کر دو۔ اپنی تلواریں نہ سونتو حتیٰ کہ وہ تمہارے بالکل قریب آجائیں اور تمہارے تیر کام نہ کریں۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! مشرکین کی قوم قریب آ گئی ہے۔ انہوں نے ہم سے بہت کچھ پالیا ہے۔'' حضور اکرم ﷺ بیدار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں مشرکین کو قلیل کر کے دکھایا تھا۔ آپ نے یہ خواب صحابہ کرام کو سنایا تا کہ وہ ثابت قدم رہیں۔

ابن اسحاق، ابن منذر نے حبان بن واسع سے اور وہ اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں درست فرمائیں۔ پھر اپنے عریش میں تشریف لائے پھر آپ بیدار ہوئے۔ فرمایا: ''ابوبکر! بشارت ہو۔ تمہارے پاس رب تعالیٰ کی نصرت آ گئی ہے۔ یہ حضرت جبرائیل امین ہیں'' جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اسے لے جا رہے ہیں۔ ان کے گھوڑے کے پاؤں گرد آلو دہیں۔

عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ صفوں سے باہر نکلے۔ انہوں نے دعوتِ مبارزت دی۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے تین افراد نکلے وہ حضرات عوف اور معاذ پسران حارث اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔

ابن عقبہ، ابن سعد اور ابن عائذ نے لکھا ہے: ''جب انہوں نے مقابلہ کی دعوت دی اور مذکورہ بالا تین صحابہ کرام ان کی دعوت پر پہنچے تو حضور اکرم ﷺ کو اس سے حیاء آئی۔ کیونکہ یہ پہلی جنگ تھی جس میں مسلمان اور مشرکین باہم نبرد آزما ہو رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ جنگ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ پسند کرتے تھے کہ قتال کی شدت آپ کے چچازادوں کے علاوہ کسی اور قوم کے لیے ہو۔'' انہوں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انصار: ''ہم انصار کے بعض افراد ہیں۔'' قریش کے افراد نے کہا: ''تم معزز مدمقابل ہو لیکن ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔'' پھر انہوں نے بلند آواز سے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہماری قوم میں سے ہمارے مدمقابل بھیجیں۔'' حضور ﷺ نے ان صحابہ کرام سے فرمایا: ''اپنی صفوں کی طرف لوٹ آؤ۔ ان کے چچازاد اٹھ کر ان کی طرف جائیں۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عبیدہ بن حارث اٹھو حمزہ! اٹھو علی! اٹھو'' حضرت علی اس روز سفید صوف کا نشان لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس حق کے لیے لڑو جس کے ساتھ تمہارے نبی کریم ﷺ کو بھیجا گیا ہے۔ وہ اپنے باطلوں کو اس لیے لے کر آئے ہیں تا کہ رب تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں۔'' یہ حضرات قدسیہ ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو؟'' حضرت عبیدہ نے کہا: ''میں عبیدہ ہوں۔'' حضرت علی نے فرمایا: ''میں علی

ہوں۔" حضرت حمزہ نے فرمایا: "میں حمزہ ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! معزز مدمقابل!" حضرت عبیدہ عمر رسیدہ تھے۔ انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو جالیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو جالیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عتبہ پر جھپٹ پڑے۔ حضرت حمزہ نے فوراً اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ولید کا کام تمام کر دیا۔ لیکن حضرت عبیدہ اور عتبہ میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ دونوں نے اک دوسرے کو تھکا دیا۔ عتبہ نے وار کیا جو حضرت عبیدہ کی پنڈلی پر لگا اور اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تلواریں لے کر پلٹے اور عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عبیدہ کو اٹھایا اور صحابہ کرام تک پہنچایا۔ جب وہ انہیں لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے انہیں آپ کی ایک سمت لٹا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پاؤں مبارک آگے کر دیا۔ حضرت عبیدہ نے عرض کی: "کاش اس وقت جناب ابو طالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ میں نے اس کا یہ قول سچ کر دکھایا ہے۔

کذبتم و بیت الله نبزی محمدا و لمّا نطاعن حوله و نناضل

و نسلمه حتی نصرع حوله و نذهل عن ابناء نا والحلائل

ترجمہ: "مشرکین! کعبہ مقدسہ کی قسم! تم جھوٹ بول رہے ہو کہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیں گے اور آپ کے ارد گرد تیر نہیں چلائیں گے۔ شمشیر زنی نہیں کریں گے۔ ہم تو انہیں تمہارے حوالے کبھی نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ ہم آپ کے ارد گرد پچھاڑے جائیں اور ہم آپ کے دفاع میں اپنے نورانِ نظر اور بیویوں سے بھی غافل ہو جائیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔"

امام شافعی نے حضرت قیس بن عباد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ آیت طیبہ:

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ ۖ (الحج:19)

ترجمہ: "یہ دو فریق ہیں جو جھگڑ رہے اپنے رب کے بارے میں۔"

ان افراد کے بارے نازل ہوئی ہے جنہوں نے غزوۂ بدر کے روز دعوت مبارزت دی تھی۔ یعنی حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ، عتبہ، شیبہ اور ولید۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ آیت طیبہ ان افراد کے بارے نازل ہوئی تھی جنہوں نے غزوۂ بدر کے روز دعوت مبارزت دی تھی۔ یعنی حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ، عتبہ، شیبہ اور ولید کے بارے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں سب سے پہلے فیصلہ کروانے کے لیے روز

حشر اپنے رب کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھوں گا۔" امام بخاری نے حضرت امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ آیت طیبہ ہمارے بارے نازل ہوئی ہے۔"

ابو العالیہ نے لکھا ہے "جب یہ مشرکین واصل جہنم ہوئے اور مسلمان واپس آ گئے تو ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے کہا: "ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں، حضور اکرم ﷺ کے منادی نے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمارا مولا ہے۔ تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔ ہمارے شہداء جنت میں ہیں۔ جبکہ تمہارے مقتولین آگ میں ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی نظروں میں مشرکین کو کم کر دکھایا۔ حتیٰ کہ ابو جہل نے کہا: "محمد عربی ﷺ اور آپ کے ساتھی ایک اونٹ سے سیر ہو جانے والے ہیں۔"

ابن عتبہ نے لکھا ہے: "مسلمانوں نے درگاہِ ایزدی میں بآواز بلند آہ و زاری شروع کی جب انہوں نے دیکھا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے۔"

دعائے مصطفیٰ ﷺ اور نزول ملائکہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "پھر حضور اکرم ﷺ عریش میں تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی عریش میں موجود نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کو واسطہ دینے لگے تاکہ وہ اپنی نصرت کا وعدہ پورا کرے۔ آپ نے عرض کی: "مولا! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر زمین میں تیری پوجا ہرگز نہیں ہوگی۔" حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے واسطہ دینے کی حد کر دی ہے۔ رب تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔"

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں چاہتا ہوں کہ آپ کو مشورہ دوں۔ حالانکہ آپ کی ذاتِ والا اس سے بالاتر ہے کہ آپ کو مشورہ دیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ قسم دے کر اسے وعدہ پورا کرنے کے لیے کہا جائے۔" آپ نے فرمایا: "ابن رواحہ! میں رب تعالیٰ سے قسم دے کر کہوں گا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔"

ابن سعد اور ابن جریر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: "غزوۂ بدر کے روز میں نے کچھ دیر قتال کیا۔ پھر جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ آپ سر بسجود تھے۔ آپ "یا حی یا قیوم" کا ورد فرما رہے تھے۔ اس سے زائد کچھ بھی عرض نہیں کر رہے تھے۔ پھر میں چلا گیا کچھ دیر جہاد

کیا پھر واپس آیا۔ پھر آپ سر بسجود تھے۔ آپ انہی الفاظ کا ورد فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی۔" امام بیہقی نے حسن سند کے ذریعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی کو اس قدر واسطہ دیتے نہیں سنا جس قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر کے روز واسطہ دیا تھا۔ آپ فرما رہے تھے: "مولا! میں تجھے وہ وعدہ اور عہد یاد کراتا ہوں۔ مولا اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی" آپ نے توجہ فرمائی تو آپ کا چہرہ انور گویا کہ چاند کا حصہ تھا۔ فرمایا: "گویا کہ میں دشمن قوم کے افراد کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔ جہاں وہ کل گریں گے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس اور حضرت حکیم بن حزام اور ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب لڑائی شروع ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس بلند کر دیے۔ آپ نے رب تعالیٰ سے اس نصرت کا سوال کیا جو اس نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ آپ یوں عرض کر رہے تھے۔ "اگر مشرکین اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک کا غلبہ ہو جائے گا تیرا دین تیرے لیے قائم نہ رہ سکے گا" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کر رہے تھے: "اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت ضرور کرے گا وہ آپ کو سرخرو ضرور فرمائے گا" آپ کو عریش میں اونگھ آ گئی۔ آپ بیدار ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دشمن کے کندھوں کے پاس ایک ہزار لگاتار ملائکہ بھیج دیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر! تمہیں بشارت ہو۔" یہ جبرائیل امین ہیں۔ جو زرد عمامہ پہنے ہوئے ہیں۔ وہ زمین اور آسمان کے مابین اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ جب وہ زمین پر اترے تو کچھ دیر کے لیے مجھ سے غائب ہوئے پھر نمودار ہوئے ان کے گھوڑے کے پاؤں غبار آلود تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: "جب آپ نے دعا مانگی ہے تو اللہ کی نصرت آپ کے پاس آ گئی ہے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد اور امام ترمذی وغیرہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوہ بدر کے روز جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ آپ کے صحابہ کرام کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ رو ہو گئے۔ اپنے ہاتھ مبارک بلند کیے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ آپ عرض کر رہے تھے: "مولا! وہ وعدہ پورا فرما جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اگر اہل اسلام کا یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" آپ لگاتار اپنے رب تعالیٰ سے التجا کرتے رہے۔ آپ قبلہ رو تھے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک نیچے گر پڑی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے۔ آپ کے شانوں پر ردائے پاک رکھی۔ چادر مبارک کے ساتھ ہی آپ سے چمٹ گئے۔ عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے واسطہ دینے میں مد کر دی ہے وہ عنقریب وہ وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل کی:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ (الانفال: ۹)

ترجمہ: "یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے آپ کی مدد کی۔

سعید بن منصور نے حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ انہیں کثیر سمجھا۔ مسلمانوں کی طرف دیکھا تو انہیں قلیل سمجھا۔ آپ نے دو رکعتیں ادا کیں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز میں عرض کی: "مولا! مجھے چھوڑ نہ دینا۔ مولا! مجھے رسوا نہ کرنا۔ مولا اپنا وہ وعدہ پورا فرما جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔"

امام بخاری، امام نسائی اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روز بدر اپنے عریش میں تشریف فرما تھے آپ یوں عرض کر رہے تھے۔ "مولا! میں تمہیں وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مولا! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے! حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست اقدس تھام لیا۔ عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب کے ساتھ آہ و زاری کرنے کی حد کر دی ہے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ اپنی زرہ میں حرکت فرما رہے تھے۔ آپ یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ (القمر: ۴۵، ۴۶)

اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ (الانفال: ۹)

ترجمہ: "یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔"

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ (آل عمران: ۱۲۴)

ترجمہ: "یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں رعب سو تم مارو گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند کے اوپر۔"

ابو یعلی، حاکم، امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں بدر کے کنوئیں سے واپس آ رہا تھا۔ بہت شدید آندھی آئی۔ میں نے ایسی آندھی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پھر وہ ختم ہو گئی۔ پھر

آندھی آئی میں نے اس قسم کی آندھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پھر سخت آندھی آئی۔ پہلی آندھی کے وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ نیچے اترے تھے۔ دوسری آندھی کے وقت حضرت میکائیل ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف اترے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف ہی تھے۔ جبکہ تیسری بار حضرت اسرافیل ایک ہزار ملائکۃ کے ساتھ آپ کے بائیں طرف اترے تھے۔ میں آپ کے بائیں طرف ہی تھا۔ جب رب دو جہاں نے اپنے دشمنوں کو شکست سے دو چار کیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کیا۔ وہ مجھے لے کر تیز چلا حتیٰ کہ اس نے مجھے نیچے گرا دیا۔ میں اس کی گردن سے نیچے آگیا۔ میں نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی تو میں جم کر بیٹھ گیا۔ تو میں نے اس قوم پر نیزہ بازی شروع کی۔ حتیٰ کہ میں نے اسے زخمی کر دیا۔" انہوں نے اپنی بغل کی طرف اشارہ کیا۔

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز فرمایا: "یہ حضرت جبرائیل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں ان پر آلاتِ حرب ہیں۔"

ابن اسحاق، ابن جریر نے حضرت ابن عباس اور وہ بنو غفار کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: "میں اور میرا چچا زاد میدانِ بدر میں تھے۔ ہم اپنے شرک پر تھے۔ ہم پہاڑ پر سے دیکھ رہے تھے کہ فتح یا شکست کسے نصیب ہوتی ہے۔ پھر ہم مال غنیمت لوٹیں۔ ایک بادل آیا۔ جب وہ پہاڑ کے قریب ہوا تو ہم نے اس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں۔ ہم نے اس میں ایک شہ سوار کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا" حیزوم! آگے بڑھو۔ میرے ساتھی کے دل کا پردہ پھٹ گیا۔ وہ اسی جگہ مر گیا۔ میں بھی قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتا پھر میں اٹھ کھڑا ہوا۔"

محمد بن عمر نے ابو رھم الغفاری سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے چچا زاد سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: "اسی اثناء میں کہ میں اور میرا چچا زاد بدر کے کنوئیں کے پاس تھے۔ جب ہم نے مسلمانوں کی قلیل اور قریش کی کثیر تعداد دیکھی جب دونوں لشکر نبرد آزما ہوئے تو ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کی طرف گئے۔ ہم آپ کے لشکر کے بائیں طرف گئے۔ ہم نے کہا: "یہ قریش کا چوتھائی حصہ ہیں۔ اسی اثناء میں کہ ہم میسرہ میں چل رہے تھے کہ اچانک بادل آیا وہ ہم پر چھا گیا۔ ہم نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا۔ ہم نے اس میں آدمیوں اور اسلحہ کی آوازیں سنیں۔ ہم نے ایک ذات کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی" حیزوم! آگے بڑھو" ہم نے انہیں سنا وہ کہہ رہے تھے" ذرا آہستہ! تمہارا معاملہ مکمل ہو جائے گا" وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میمنہ پر اترے پھر اسی طرح ایک اور گروہ آیا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اترا۔ وہ قریش سے بھی دوگنے ہو گئے۔ میرا چچا زاد موقع پر ہی مر گیا مجھے زندگی نصیب ہو گئی۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی اور اسلام قبول کر لیا۔

امام مسلم، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ اس روز ایک مسلمان شخص

مشرکین میں سے کسی ایک شخص کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا۔ اچانک وہ اس کے سر پر کوڑا پڑنے کی آواز سنتا وہ کسی شہ سوار کی آواز سنتا۔ "اے خیروم! آگے بڑھو۔ وہ مشرک اس کے سامنے گر پڑتا۔ جب وہ اس کی طرف دیکھتا تو اس کی ناک خاک آلود ہوتی۔ اس کا چہرہ پھٹ گیا ہوتا۔ جیسے کوڑے کی ضرب لگی ہو۔ وہ ساری جگہ سبز ہو گئی تھی۔ ایک انصاری آیا۔ اس نے یہ بات آپ کو عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔"

ابن اسحاق، اسحاق بن راھویہ نے حضرت ابن اسید الساعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے نابینا ہو جانے کے بعد کہا: "اب اس وقت میں تمہارے ساتھ میدانِ بدر میں جاؤں اور مجھے بینائی مل جائے تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاؤں جہاں سے فرشتے آتے تھے۔ مجھے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

امام احمد، امام بزار اور امام حاکم نے صحیح سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے روز کہا گیا: "ہم میں سے ایک کو کہا گیا: "تمہارے ساتھ جبرائیل ہیں" دوسرے سے کہا گیا: "تمہارے ساتھ میکائیل ہیں۔ اسرافیل ایک عظیم فرشتہ ہے جو قتال کے وقت آتا ہے۔ وہ جس صف میں ہو اس سے قتال نہیں ہو سکتا۔"

ابراہیم حربی نے ابوسفیان بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم روز بدر ایسے سفید آدمیوں سے ملے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے جو آسمان اور زمین کے مابین تھے۔" امام حاکم اور امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت سہیل بن حنیف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے غزوۂ بدر میں خود کو دیکھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ایک مشرک کے سر کی طرف تلوار سے اشارہ کرتا تو اس کے جانے سے قبل اس کا سر کٹ کر نیچے گر پڑتا۔"

امام بیہقی نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "لوگ اپنے مقتولوں میں سے ان کو پہچان لیتے تھے جنہیں فرشتوں نے مارا ہوتا تھا۔ ان کی گردنوں پر اور پوروں پر ضرب کے یوں نشان ہوتے تھے جیسے آگ کے جل جانے کا نشان ہوتا ہے۔"

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے غزوۂ بدر کے روز سفید مرد دیکھے جو آسمان اور زمین کے مابین ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان پر نشان لگائے گئے تھے۔ وہ قتل کر رہے تھے اور قیدی بنا رہے تھے۔"

امام بیہقی نے حضرت خارجہ بن ابراہیم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا: "بدر کے روز اپنے گھوڑے کو "حیزوم آگے بڑھو" کس نے کہا تھا؟" انہوں

نے کہا: ''میں سارے اہل آسمان کو نہیں جانتا''

امام بیہقی نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''میں نے خود کو غزوۂ بدر کے دن دیکھا کہ آسمان سے ایک چادر سی اتری ہے جس نے افق کو گھیر لیا ہے۔ چیونٹیوں سے بھر گئی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس چیز کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی مدد کی گئی ہے اس وقت فوراً ہمیں شکست ہوگئی۔وہ فرشتے تھے۔

محمد بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبرائیل ہیں جو ہوا کو ہانک رہے ہیں گویا کہ وہ دحیہ کلبی ہیں۔میری صبا سے مدد کی گئی ہے جبکہ عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا تھا''

محمد بن عمر اسلمی اور ابن عساکر نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے غزوۂ بدر کے روز دو آدمی دیکھے ایک آپ کے دائیں طرف جبکہ دوسرا بائیں تھا۔وہ سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔پھر تیسرا شخص آپ کے پیچھے سے آیا اور چوتھا آپ کے سامنے سے آیا۔

ابن سعد نے خویطب بن عبد العزیٰ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''میں نے غزوۂ بدر کے روز مشرکین کی طرف سے شرکت کی تھی۔میں نے جم غفیر دیکھا۔میں نے ملائکہ دیکھے وہ زمین اور آسمان کے مابین قتل کر رہے تھے اور قیدی بنا رہے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت سائب بن ابی جیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہا کرتے تھے'' بخدا! مجھے لوگوں میں سے کسی شخص نے گرفتار نہیں کیا۔ان سے پوچھا جاتا'' پھر تمہیں کس نے گرفتار کیا؟'' وہ کہتے: ''جب قریش کو شکست ہوگئی تو مجھے بھی ان کے ساتھ ہی شکست ہوگئی۔مجھے ایک سفید اور طویل شخص نے گرفتار کیا جو آسمانوں اور زمین کے مابین ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔اس نے مجھے باندھا۔حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے باندھا ہوا پایا انہوں نے لشکر میں صدا لگائی۔'' اسے کس نے قیدی بنایا ہے؟'' کسی کا گمان تک نہ تھا کہ اس نے مجھے گرفتار کیا ہے۔حتیٰ کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔آپ نے مجھ سے پوچھا: ''اے ابن ابی جیش! تمہیں کس نے گرفتار کیا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں اسے نہیں جانتا'' میں نے ناپسند کیا کہ میں آپ کو وہ کچھ بتاؤں جو میں نے دیکھا تھا۔آپ نے فرمایا: ''تمہیں فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے گرفتار کیا ہے''

محمد بن عمر اسلمی اور امام بیہقی نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے غزوۂ بدر کے روز آپ کی خدمت میں تین سر پیش کیے۔میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے جبکہ تیسرے شخص کے بارے میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جو سفید اور طویل تھا اس نے اسے مارا میں نے

اس کا سر پکڑ لیا۔" آپ نے فرمایا: "وہ فلاں فرشتہ تھا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فرشتہ ایسے شخص کی شکل میں متشکل ہوتا تھا جسے لوگ جانتے تھے۔ وہ انہیں ثابت قدم کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے میں ان کے قریب ہوا۔ میں نے انہیں یوں کہتے ہوئے سنا" اگر انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔ وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔" وغیرہ وغیرہ۔

ابن راھویہ، ابونعیم اور امام بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے قریش کی شکست سے قبل دیکھا۔ لوگ باہم قتال کر رہے تھے کہ سیاہ چادر سی پھیل گئی ہے۔ اس نے وادی کو بھر دیا ہے۔ مجھے شک نہ رہا کہ وہ ملائکہ تھے۔ اس وقت قوم قریش کو شکست ہو گئی۔

امام احمد، ابن سعد، ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے اور حضرت امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے حضرت عباس کو قیدی بنایا وہ حضرت ابوالیسر تھے وہ ایک کمزور شخص تھے۔ جبکہ حضرت عباس ایک بھاری بھرکم انسان تھے۔ آپ نے فرمایا: "ابوالیسر! تم نے عباس کو کیسے گرفتار کر لیا؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! انہیں گرفتار کرنے میں میری مدد ایک ایسے شخص نے کی ہے جس کو میں نے نہ پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں۔ اس کی شکل اس طرح تھی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک معزز فرشتے نے انہیں گرفتار کرنے میں تمہاری مدد کی ہے۔"

ابن سعد، ابوشیخ نے العظمۃ میں حضرت عطیہ بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کے روز قتال سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ ایک سرخ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ ان کے پاس ان کا نیزہ تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں حتیٰ کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ کیا آپ راضی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! میں راضی ہوں، وہ واپس چلے گئے۔

ابویعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے غزوۂ بدر کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ نے نماز میں تبسم فرمایا۔ جب آپ نے نماز مکمل کی تو ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ تبسم فرما رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس سے جبرائیل گزرے ان کے پروں پر گرد و غبار تھا۔ وہ قوم قریش کے تعاقب سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر تبسم کیا۔ میں نے انہیں دیکھ کر تبسم کیا۔"

امام بخاری نے حضرت رفاعۃ بن رافع الزرقی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت جرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ بدری صحابہ کرام کو کیسے سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

''سارے مسلمانوں سے افضل۔'' انہوں نے عرض کی: ''وہ فرشتے بھی دیگر فرشتوں سے افضل ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔''

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اس روز کسی مشرک کا سر کٹ کر گر پڑتا لیکن معلوم نہ ہوتا تھا کہ سر کس نے کاٹا ہے۔ ایک شخص کا بازو کٹ کر گر پڑتا لیکن یہ علم نہ ہوتا تھا کہ اسے کس نے کاٹا ہے۔''

ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''مردفین'' کا معنی ہے کہ ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ' عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی ہے لگاتار۔ رب تعالیٰ نے پہلے ایک پھر تین پھر پانچ ہزار سے یہ تعداد مکمل فرمادی۔

ابن اسحاق اور امام بیہقی نے حضرت ابوواقد اللیثی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں غزوۂ بدر کے روز ایک مشرک کے تعاقب میں تھا۔ تاکہ اس کے سر پر ضرب کاری لگاؤں۔ لیکن میرے پہنچنے سے قبل ہی اس کا سر کٹ کر جدا ہوگیا۔ میں سمجھ گیا کہ اسے میرے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہے۔''

امام بیہقی نے حضرت حمزہ بن صہیب سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے کہا: ''میں نے غزوۂ بدر کے روز کتنے کٹے ہوئے ہاتھ اور کاری ضربیں دیکھیں جن کے زخموں سے خون نہیں نکلا تھا۔''

ابونعیم نے حضرت ابودردہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے بنوسعد کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا: ''غزوۂ بدر کے روز مجھے شکست ہوگئی جب میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو چت دیکھا۔ میں نے کہا: ''اس کے قریب جاؤ اس سے پیار کرو۔ وہ وادی کے کنارے سے نیچے گرا۔ میں اس کے پاس گیا اس کا سر کٹ کر جدا ہو چکا تھا۔ لیکن میں نے اس کے قریب کسی کو نہیں دیکھا۔''

امام الطبرانی نے حضرت رفاعۃ بن رافع سے اور ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی ایک ہزار ملائکۃ کے ساتھ مدد کی۔ حضرت جبرائیل امین پانچ سو ملائکہ کے ساتھ ایک سمت جبکہ حضرت میکائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ دوسری سمت تھے۔ ابلیس شیاطین کا لشکر لے کر آیا۔ اس کے ہمراہ اس کا جھنڈا بھی تھا۔ وہ بنومدلج کے افراد کی صورتوں میں تھے۔ شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں تھا۔ اس نے مشرکین سے کہا: ''آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ میں تمہارا ضامن ہوں۔'' حضرت جبرائیل امین تشریف لائے۔ شیطان نے انہیں دیکھا اس کا ہاتھ ایک مشرک کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا وہ اور اس کا گروہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ اس شخص نے کہا: ''سراقہ! کیا تیرا گمان نہیں تھا کہ تو ہمارا ضامن ہے'' اس نے کہا: ''میں وہ

کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔وہ سخت سزا دینے والا ہے۔''یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے فرشتوں کو دیکھ لیا تھا۔حارث بن ہشام ان کے ساتھ چمٹ گیا۔اس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا۔وہ اسے سراقہ سمجھ رہا تھا۔جب اس نے اس کی بات سنی شیطان نے حارث کو سینے پر مارا۔حارث نیچے گر پڑا۔شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔وہ سمندر میں گر پڑا۔اس نے اپنے ہاتھ بلند کیے۔اس نے کہا:''مولا! تیرا وہ وعدہ جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔مولا! میں تیری اس مہلت کا طلب گار ہوں جو تو نے مجھے دی ہے۔''اسے خدشہ لاحق ہوا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ابوجہل نے کہا:''اے لوگو! سراقہ کی بزدلی تمہیں پست ہمت نہ کر دے۔اس نے محمد عربی ﷺ سے وعدہ کر رکھا تھا۔تمہیں عتبہ اور شیبہ کا قتل کم ہمت نہ کر دے انہوں نے جلدی کی تھی۔لات وعزیٰ کی قسم! بخدا! ہم واپس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ ہم محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو رسیوں سے باندھ لیں۔''تم میں سے کوئی انہیں قتل نہ کرے بلکہ انہیں پکڑ کر رسیوں میں باندھ دو تاکہ ہم انہیں ان کی خطاء کی پہچان کرائیں۔''روایت ہے کہ اس کے بعد انہوں نے سراقہ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا۔انہوں نے کہا: ''سراقہ! تو صفیں چیر کر نکلا تو ہمیں شکست ہوگئی۔''اس نے کہا:''بخدا! مجھے تو تمہاری کسی شکست کی خبر نہیں۔میں نہ وہاں موجود تھا نہ ہی مجھے کوئی خبر ہے۔''انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئے۔انہوں نے وہ کلام سنا جو رب تعالیٰ نے اس کے بارے نازل کیا تھا انہیں علم ہوگیا کہ وہ تو ابلیس تھا جو ان کے پاس سراقہ کی شکل میں آیا تھا۔

ابن ابی حاتم نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کی مدد کرنا چاہتا ہے آپ پر یہ گراں گزرا۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اَلَنۡ یَّكۡفِیَكُمۡ اَنۡ یُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُنۡزَلِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤی ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَیَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا یُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُسَوِّمِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ (آل عمران:۱۲۴/۱۲۵)

ترجمہ: ''کیا یہ تمہیں کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے۔بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔''

کرز تک اس شکست کی خبر پہنچ گئی وہ واپس لوٹ آیا وہ قریش کے پاس نہ گیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد پانچ ہزار ملائکہ سے نہ کی۔ان کی مدد ایک ہزار ملائکہ سے کی گئی۔

یوم بدر کے ملائکہ کی نشانی

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ عباد بن حمزہ نے کہا: ''غزوۂ بدر کے روز فرشتے نازل ہوئے۔ انہوں نے زرد عمامے باندھے ہوئے تھے۔ حضرت زبیر نے اس روز زرد چادر کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اس کے پلو کو منہ پر لپیٹ رکھا تھا۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''غزوۂ بدر کے روز ملائکہ نے سفید عمامے پہن رکھے تھے۔ جنہیں انہوں نے اپنے پیچھے لٹکا رکھا تھا جبکہ غزوۂ خیبر کے روز انہوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے۔

الطبرانی اور ابن مردویہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مسومین کا معنی ہے ''نشان والے'' بدر کے ملائکہ نے سیاہ جبکہ احد کے ملائکہ نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے۔''

ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر نے روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت زبیر نے زرد عمامہ باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے اسے لپیٹ کر اسی سے اپنا منہ بھی لپیٹ رکھا تھا۔ فرشتوں نے بھی اس روز زرد عمامے باندھ رکھے تھے۔

الطبرانی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عروۃ نے کہا ''حضرت جبرائیل یوم بدر کو حضرت زبیر کی نشانی پر اترے انہوں نے زرد عمامہ باندھ رکھا تھا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے بیان کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں کہتا کہ حضرت ابن عباس نے کہا: ''غزوۂ بدر میں فرشتوں نے سفید عمامے باندھ رکھے تھے انہوں نے ان کے پلو پیچھے لٹکا رکھے تھے سوائے حضرت جبرائیل امین کے۔ انہوں نے زرد عمامہ باندھ رکھا تھا۔''

ابونعیم نے فضائل صحابہ کرام میں اور ابن عساکر نے عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ان تک یہ خبر پہنچی ہے کہ غزوۂ بدر کے روز فرشتے اترے۔ وہ سفید پرندوں کی طرح تھے۔ انہوں نے زرد عمامے باندھ رکھے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس روز زرد عمامہ باندھ رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے ابوعبداللہ کی علامت پر اترے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے بھی زرد عمامہ باندھ رکھا تھا۔''

ابن سعد نے لکھا ہے: ''غزوۂ بدر کے روز اترنے والے ملائکہ کی علامت یہ تھی کہ انہوں نے عمامے باندھ رکھے تھے۔ انہوں نے ان کے پلو کندھوں کے مابین لٹکا رکھے تھے۔ وہ سبز، زرد اور سرخ نور کے تھے۔ ان کے گھوڑوں کے چہرے پر بال تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ملائکہ نے علامات لگا رکھی ہیں۔ تم بھی علامات مقرر کرو۔ گھوڑوں کے سروں

پر علامات لگاؤ۔ ملائکہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے عمیر بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے غزوۂ بدر کے روز صوف استعمال کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نشان لگاؤ۔ ملائکہ نے علامات لگا رکھی تھیں۔" اس دن پہلی بار صوف استعمال کیا گیا۔ ابن ابی شیبہ نے اور ابن منذر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر کے روز ملائکہ نے اپنے گھوڑوں کی پیشانیوں اور کانوں پر سفید صوف کے نشان لگا رکھے تھے۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ "مسومین" سے مراد سرخ اون ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرشتے آئے تو انہوں نے علامات لگا رکھی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بھی خود کو اور اپنے گھوڑوں کو صوف سے نشان لگا دیا۔

عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس روز ملائکہ کی علامات یہ تھیں کہ ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر صوف لگائی گئی تھی۔ یہ صوف ان کے کانوں پر بھی لگائی گئی تھی۔ وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

اس روز مسلمانوں کا شعار

امام بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز مہاجرین کا شعار یا بنی عبد الرحمان اور خزرج کا شعار یا بنی عبد اللہ اور اوس کا شعار یا بنی عبید اللہ تھا۔ سواروں کا شعار خیل اللہ تھا۔ ابن سعد نے اسی طرح لکھا ہے۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ اس روز سب کا شعار "یا منصور امت" تھا۔

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت زید بن علی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شعار "یا منصور امت" تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس روز شعار "احد احد" تھا۔ جب نصرت کے لیے ملائکہ اترے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملاحظہ فرمایا۔ آپ کو اونگھ آئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش سے زرہ سمیت باہر تشریف لائے۔ لوگوں کو قتال پر ابھارنے لگے لوگوں کو جنت کی بشارت دی۔ نزول ملائکہ سے انہیں تشجیع دلائی صحابہ کرام ابھی تک اپنے دشمن پر حملہ آور نہیں ہو رہے تھے۔ اس وقت ان پر سکینت وطمانیت، طاری ہوگئی انہیں اونگھ آ گئی۔ جو طمانیت، ثبات اور ایمان کی دلیل ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ ۔ (الانفال:11)

ترجمہ: "یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے۔"

اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میدانِ جنگ میں اونگھ آجانا ایمان کی علامت ہے جبکہ نماز میں اونگھ آنا نفاق کی علامت ہے۔

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے "پھر لوگ باہم لڑنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ آپ نے فرمایا: "اٹھو اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین جتنا ہے مجھے اس ذات والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے آج جو شخص بھی صبر کرتے ہوئے، اجر کے حصول کے لیے، پیش قدمی کرتے ہوئے نہ کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے جہاد کرے گا رب تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (صحیح مسلم) حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "واہ! واہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا عرض آسمانوں اور زمین جتنا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! انہوں نے عرض کی: "میرے اور میرے جنت میں دخول میں صرف اتنا وقت ہے کہ یہ مشرکین مجھے قتل کر دیں۔ اگر میں اتنی دیر زندہ رہوں کہ میں یہ کھجوریں کھالوں تو یہ ایک طویل زندگی ہوگی۔" انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں گرا دیں تلوار تھامی۔ دشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب وہ جہاد کر رہے تھے تو ان کے لبوں پر یہ اشعار تھے:

رکضا الی اللہ بغیر زاد　　　الا التقی و عمل المعاد

والصبر فی اللہ علی الجہاد　　　و کل زاد عرضۃ النفاد

غیر التقی والبر والرشاد

ترجمہ: "اپنے رب تعالیٰ کی طرف بغیر کسی زادِ راہ کے تیزی سے بڑھو۔ صرف تقویٰ، آخرت کے لیے نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر بہترین زادِ سفر ہے۔ ہر زادِ راہ ختم ہونے والا ہے سوائے تقویٰ، نیکی اور ہدایت کے۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کے پہلے شہید تھے۔ جبکہ ابن سعد نے حضرت مہجع کو پہلا شہید قرار دیا ہے۔

حضرت عوف بن حارث کی شہادت

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن حارث (عفراء کے نورِ نظر)

نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ اپنے بندے کے کس فعل کی وجہ سے ہنستا ہے (خوش ہوتا ہے) آپ نے فرمایا: ''بے زرہ اور بے خود ہو کر اس کا خود کو دشمن کے اندر ڈال لینا۔'' انہوں نے اپنی زرہ اتاری۔ اسے پھینکا اپنی شمشیر تھامی دشمن سے قتال کیا حتیٰ کہ قبائے شہادت پہن لی۔

اس روز حضور اکرم ﷺ نے بھی بہت سخت جنگ کی۔ اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سخت جنگ کی۔ جیسے کہ انہوں نے عریش میں آہ و زاری کرنے میں حد کر دی تھی۔ پھر یہ حضرات قدسیہ نیچے اترے صحابہ کرام کو قتال پر ابھارا خود بھی جہاد کیا۔ دونوں مقامات کو جمع کیا۔ ابن سعد، اور فریابی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب غزوۂ بدر کے روز قتال کا وقت آیا تو ہمیں حضور اکرم ﷺ کے دامن کرم میں پناہ ملی۔ ہم نے آپ کے ساتھ لگ کر اپنا دفاع کیا آپ نے سارے لوگوں سے زیادہ جہاد کیا۔ کوئی شخص بھی آپ سے بڑھ کر مشرکین کے قریب نہ تھا۔''

امام احمد کے الفاظ یہ ہیں: ''میں نے غزوۂ بدر کے روز خود کو دیکھا ہم حضور اکرم ﷺ سے پناہ حاصل کر رہے تھے۔''

امام نسائی کے الفاظ یہ ہیں: ''جب جنگ کی آگ بھڑکتی تھی۔ قوم قوم سے ملتی تھی تو ہم حضور اکرم ﷺ کی پناہ حاصل کرتے تھے۔''

ابو جہل کی اپنے لیے بددعا

ابن اسحاق، امام احمد نے عبد اللہ بن ثعلبہ سے اور ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ باہم نبرد آزما ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ابو جہل نے کہا: ''مولا! جو ہم میں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے جو ہمارے پاس وہ چیز لے کر آیا ہے جسے ہم نہیں جانتے اسے ہلاک کر دے۔ مولا! جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور جس سے تو زیادہ راضی ہے اس کی مدد فرما گویا کہ وہ اپنے نفس پر فتح طلب کر رہا تھا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ ۚ (الانفال:۱۹)

ترجمہ: ''اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو آ گیا تمہارے پاس فیصلہ۔''

امیہ بن خلف کا قتل

امام بخاری نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے۔ امیہ مدینہ طیبہ آتا تو حضرت سعد کے ہاں قیام کرتا اور حضرت سعد جب مکہ مکرمہ جاتے تو امیہ کے ہاں قیام کرتے۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت سعد عمرہ کرنے کے لیے

تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں امیہ کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے امیہ سے کہا: "میرے لیے خلوت کی گھڑی تلاش کرو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کرسکوں۔" وہ دوپہر کے وقت نکلے۔ انہیں ابوجہل ملا۔ اس نے پوچھا: "ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" اس نے کہا: "یہ سعد ہیں۔" ابوجہل نے کہا: "ارے! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ طواف کیا ہے حالانکہ تم نے صابیوں کو پناہ دے رکھی ہے تمہارا گمان ہے کہ تم ان کی مدد اور اعانت کرو گے۔ بخدا! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم اپنے اہلِ خانہ کی طرف صحیح وسالم واپس نہ جاسکتے۔" حضرت سعد نے اسے اس کی آواز سے بلند آواز میں کہا: "بخدا! اگر تو نے مجھے اس سے منع کیا تو میں تجھے اس امر سے روک دوں گا جو اس سے شدید ہے۔ وہ مدینہ طیبہ کی طرف راستہ ہے۔" امیہ نے انہیں کہا: "یہ ابوالحکم اس وادی کے اہل کا سردار ہے۔ اس سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔" حضرت سعد نے کہا: "امیہ! چھوڑ دے۔ بخدا! میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل کر دیں گے۔" امیہ: مجھے، حضرت سعد: ہاں! امیہ: مکہ مکرمہ میں؟ حضرت سعد: میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر امیہ بہت گھبرا گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! محمد عربی ﷺ جب گفتگو کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے۔" جب امیہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "ام صفوان! کیا تو سن نہیں رہی کہ حضرت سعد کیا کہہ رہے ہیں۔ اس عورت نے پوچھا: "حضرت سعد نے کیا کہا ہے؟" امیہ: انہوں نے بتایا ہے کہ محمد عربی ﷺ نے کہا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔" میں نے ان سے پوچھا: "کیا مکہ مکرمہ میں؟" انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا۔" بخدا! اب میں مکہ مکرمہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ جب غزوہ بدر کا موقع آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو نکلنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا: "اپنے کارواں کی خبر لو۔" امیہ نے سفر کرنا ناپسند کیا۔ ابوجہل اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "ابوصفوان! جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم عازم سفر نہیں ہوئے تم وادی کے سردار ہو تو وہ بھی تمہارے ساتھ ٹھہر جائیں گے۔" ابوجہل اس کے ساتھ اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ امیہ نے کہا: "تم نے مجھ پر غلبہ پالیا ہے تو میں مکہ مکرمہ کا وہ اونٹ خریدوں گا جو سب سے زیادہ تیز رفتار ہوگا۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط امیہ بن خلف کے پاس آیا۔ اس نے پیچھے رہ جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ مسجد حرام میں اپنی قوم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ عقبہ کے پاس ایک انگیٹھی تھی جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے اسے امیہ کے سامنے رکھا اور کہا: "اب ابوعلی! یہ بخور حاصل کرو۔ تم عورتوں میں سے ہو۔" اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے۔ اسے تباہ کرے جو کچھ تو لے کر آیا ہے۔" امیہ نے اپنی بیوی سے کہا: "ام صفوان! میری تیاری کر۔" اس نے کہا: "ابوصفوان! کیا تمہیں وہ بات بھول گئی ہے جو تمہیں یثربی بھائی نے بتائی تھی۔"

ابوصفوان: نہیں۔ میں چاہتا ہوں میں ان کے ساتھ تھوڑا سا چلوں۔" جب وہ روانہ ہوا۔ وہ جس منزل میں بھی اترتا

اپنے اونٹ کو باندھتا۔ اسی طرح وہ مقام بدر تک پہنچ گیا اور مقتول ہوگیا۔

امام بخاری، ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "امیہ مکہ مکرمہ میں میرا دوست تھا۔ میرا پہلا نام عبدعمرو تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمان رکھ لیا۔ وہ مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملتا تو مجھے کہتا: "عبدعمرو! کیا تم نے وہ نام چھوڑ دیا ہے جو تمہارے باپ نے تمہارا رکھا تھا۔" میں اس سے کہتا: "ہاں!" وہ کہتا: "میں کسی رحمان کو نہیں جانتا۔ اپنے اور میرے مابین کوئی نام مقرر کرلو جس کے ساتھ میں تمہیں بلایا کروں تم مجھے پہلے نام سے جو جواب نہیں دیتے۔ میں تمہیں اس نام سے نہیں پکاروں گا۔ جسے میں جانتا نہیں۔" وہ جب بھی مجھے عبدعمرو سے پکارتا تھا میں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ اس نے کہا: "تم عبداللہ ہو۔" میں کہتا: "ہاں! میں اس کے پاس سے گزرتا تو وہ مجھے عبداللہ کے نام سے پکارتا تو میں اسے جواب دیتا میں اس کے ساتھ بات چیت کرلیتا۔ جب میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آیا تو میں اس کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا تا کہ وہ تنگی میں میری مدد کرے اور میں مدینہ طیبہ میں اس کی تنگی اور پریشانی میں اس کی مدد کروں۔ غزوۂ بدر کے روز میں اسے بچانے کے لیے نکلا۔ میں نے اسے دیکھا وہ اپنے بیٹے علی کے ساتھ تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ میرے پاس زرہیں تھیں۔ جنہیں میں نے بعض مشرکین سے چھینا تھا۔ میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا: "عبدعمرو! میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: "عبداللہ!" میں نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "کیا تمہیں میری ضرورت ہے؟ میں تمہارے لیے ان زرہوں سے عمدہ ہوں جنہیں تم اٹھائے ہوئے ہو۔" میں نے کہا: "ہاں! خدا کی قسم! میں نے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں۔ میں نے اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے کہا: "میں نے ایسا دن آج تک نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں دودھ میں رغبت ہے۔" میں انہیں پکڑ کر چل رہا تھا۔ اس کے بیٹے نے مجھے کہا: "عبداللہ! تم میں سے وہ شخص کون تھا جس نے اپنے سینے پر مور کا پر سجا رکھا تھا؟ میں نے کہا: "وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔" اس نے کہا: "انہوں نے ہماری یہ درگت بنائی ہے۔" حضرت عبدالرحمان نے فرمایا: "بخدا! میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا۔ یہی امیہ انہیں مکہ مکرمہ میں اذیتیں دیتا تھا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: "یہ کفر کا سردار امیہ ہے اگر وہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پا سکوں گا۔" انہوں نے بآواز بلند کہا: "اے گروہ انصار! انصار کا ایک گروہ ہمارے تعاقب میں ہوگیا۔ جب مجھے یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ وہ ہمیں آ لیں گے تو میں نے ان کے لیے امیہ کا بیٹا چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کی طرف مشغول ہو جائیں۔ امیہ ایک بھاری بھرکم انسان تھا۔ میں نے اسے کہا: "نیچے بیٹھ جا۔" وہ نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنا آپ اس پر گرا لیا۔ تا کہ اس کا دفاع کرسکوں۔ انہوں نے ہمیں

گھیر لیا۔حتیٰ کہ ہمیں اس طرح گھیر لیا جس طرح محل کے ارد گرد مکان ہوں۔ میں اس کا دفاع کر رہا تھا۔ایک شخص نے تلوار بلند کی اور اس کے بیٹے کو مار دی اس کے ضرب کاری لگی۔ امیہ نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اتنی بلند چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے اسے کہا: ''اپنے آپ کو بچاؤ۔ میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ بخدا! اب میں تجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔انہوں نے اس کے پرخچے اڑا دیے۔ان میں سے کسی کی تلوار میری ٹانگ پر بھی لگی۔'' حضرت عبدالرحمان فرماتے تھے ''اللہ تعالیٰ حضرت بلال پر رحم کرے۔ان کی وجہ سے میری زرہیں بھی چلی گئیں اور انہوں نے مجھے میرے قیدیوں کی وجہ سے تکلیف دی۔''

مشتِ خاک

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:١٧)

ترجمہ: ''نہیں پھینکی آپ نے (مشتِ خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔''

محمد بن عمر اسلمی نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا۔ آپ نے زمین سے مٹھی بھر خاک لی اور اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا۔فرمایا: ''چہرے برباد ہو جائیں۔مولا! ان کے دلوں میں رعب ڈال دے۔ان کے قدموں پر لرزہ طاری کر دے۔'' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو شکست ہو گئی۔وہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے اپنی زرہیں پھینک دیں۔مسلمان انہیں تہ تیغ کر رہے تھے۔ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تین سنگریزے لیے۔ایک کو قوم کے میمنہ کی طرف، دوسرے کو قوم کے میسرہ کی طرف اور تیسرے کو اس قوم کے سامنے پھینک دیا۔آپ نے فرمایا: ''چہرے برباد ہو جائیں۔'' مشرکین کو شکست ہو گئی۔

الطبرانی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''غزوہ بدر کے روز ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔وہ چیز آسمان سے زمین کی طرف گری تھی۔گویا کہ سنگریزے طشت میں گرے ہوں۔حضور اکرم ﷺ نے وہ سنگریزے پھینکے اور فرمایا: ''چہرے برباد ہو جائیں۔'' ہمیں شکست ہو گئی۔

ابو الشیخ، ابو نعیم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''میں نے سنگریزوں کی آوازیں سنیں وہ گویا کہ آسمان سے کسی طشت میں گرے ہوں۔جب لوگوں نے صف بندی کر لی تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں پکڑا۔انہیں دشمن کی طرف پھینک دیا۔مشرکین کو شکست ہو گئی۔

الطبرانی اور ابو الشیخ نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''علی! مجھے مٹھی بھر سنگریزے دو۔'' حضور اکرم ﷺ نے انہیں کفار کی طرف پھینک دیا۔ دشمن کا کوئی فرد نہ بچا مگر اس کی آنکھیں ان سے بھر گئیں۔

ابن جریر، ابن منذر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دعا مانگی: ''مولا! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''آپ ﷺ مٹھی بھر مٹی لیں اور اسے ان کے چہروں کی طرف پھینک دیں۔'' وہ ہر ہر مشرک کی آنکھوں، ناک اور منہ میں پڑی وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان پر حملہ کر دو۔'' پھر انہیں شکست ہو گئی۔ سرداران قریش میں سے جو قتل ہوئے وہ قتل ہوئے جو قیدی بنے وہ قیدی بنے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:١٧)

ترجمہ: ''پس تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا۔ اور (اے محبوب) تم نے نہیں پھینکی (مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔''

ابن عقبہ اور ابن عائذ نے لکھا ہے ''ان سنگریزوں کی عظیم شان تھی۔ مشرکین کے ہر ہر فرد کی آنکھیں اس سے بھر گئیں۔ مسلمان انہیں تہ تیغ کرنے لگے اور قیدی بنانے لگے۔ ہر شخص چہرے کے بل جھک گیا۔ وہ نہیں جانتا کہ کہاں جائے؟ وہ اپنی آنکھوں سے وہ مٹی نکال رہا تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''اس کے بعد شکست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سردارانِ قریش میں سے اسے قتل کیا جسے قتل کیا اور اسے قیدی بنا لیا گیا جسے قیدی بنا لیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ عریش کی طرف واپس آ گئے۔ آپ تلوار سونتے ہوئے تھے۔ انصار کا ایک گروہ آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔ انہیں خدشہ تھا کہ دشمن پلٹ کر حملہ نہ کر دے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تلوار سونتے عریش کے دروازے پر کھڑے تھے۔ امام بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عرض کی: ''مولا! میری طرف سے نوفل بن خویلد کو کافی ہو جا۔ اسے حضرت جبار بن صخر نے قیدی بنایا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے تہ تیغ کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عاص بن سعید کو بھی قتل کیا تھا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا کسی کو نوفل کا علم ہے؟'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے میری دعا کو قبول فرمایا ہے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں بنو ہاشم کے بعض افراد کو جانتا ہوں۔ انہیں مجبوراً لایا گیا ہے۔ ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بنو ہاشم میں سے کسی کو ملے تو اسے قتل نہ کرے۔ جو

ابوالبختری کو ملے اسے قتل نہ کرے۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کے قتل سے اس کے لیے منع کیا تھا کیونکہ یہ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرتا تھا۔ یہ نہ تو خود آپ کو اذیت دیتا تھا اور نہ ہی آپ کو اس کی طرف سے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جو عباس بن عبدالمطلب سے ملے تو انہیں قتل نہ کرے۔ انہیں مجبوراً لایا گیا ہے۔" ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "کیا ہم اپنے آباء، بھائیوں اور قبیلہ والوں کو تہ تیغ کر دیں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ بخدا! اگر میں انہیں ملا تو میں انہیں قتل کر دوں گا۔" یہ بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ابوحفص! کیا حضور اکرم ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار ماری جائے گی۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں۔ وہ منافق ہو گیا ہے۔" حضرت ابوحذیفہ کہا کرتے تھے: "میں اس بات سے امن میں نہ تھا جو میں نے اس روز کی تھی۔ میں اس سے خوفزدہ رہا سوائے اس کے کہ میری شہادت اس کا کفارہ بن جائے۔" روز یمامہ کو ان کے سر پر شہادت کا تاج سجا دیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس روز پہلی بار آپ نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے پکارا تھا۔"

مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ ابوالبختری سے ملے۔ انہوں نے انہیں کہا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں تمہارے قتل سے منع کیا ہے۔" ابوالبختری کے ہمراہ اس کا دوست جنادہ بن ملیحہ بھی تھا۔ اس نے پوچھا: "میرے اس دوست کے بارے کیا حکم ہے؟" حضرت مجذر نے کہا: "نہیں! ہرگز نہیں! بخدا! ہم تیرے دوست کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں صرف تجھے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔" ابوالبختری نے کہا: "یوں نہیں ہو سکتا۔ میں اور وہ اکٹھے ہی مریں گے۔ تاکہ مکہ مکرمہ کی خواتین کی باتیں نہ بناتی رہیں کہ میں نے زندگی کا لالچ کرتے ہوئے اپنے دوست کو چھوڑ دیا تھا۔ جب حضرت مجذر نے ابوالبختری پر حملہ کیا اور اس نے قتال کا ہی مطالبہ کیا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ حتی یموت او یری سبیلہ

ترجمہ: "آزاد عورت کا بیٹا اپنے دوست کو سپرد نہیں کرے گا حتیٰ کہ مر جائے یا اسے اپنا رستہ نظر آ جائے۔"

یہ باہم لڑنے لگے۔ حضرت مجذر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ میں اسے گرفتار کر دوں۔ مگر اس نے میرا مقابلہ ہی کرنا چاہا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے "لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوالیسر نے ابوالبختری کو قتل کیا تھا۔ کثیر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت مجذر نے اس کا کام تمام کیا تھا۔ لیکن بلاشک وشبہ حضرت ابوداؤد مازنی نے اسے تہ تیغ کیا تھا۔ اس کی تلوار چھین لی تھی۔ ان

کے بیٹوں میں سے کسی کے پاس اس کی تلوار بھی تھی۔حتیٰ کہ ابوالبختری کی اولاد نے اس سے اسے خرید لیا۔

فرعونِ امت ابوجہل کا قتل

امام احمد، شیخان وغیرہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"غزوۂ بدر کے روز میں صف میں کھڑا تھا۔میں نے دائیں بائیں دیکھا تو میں دو انصاری بچوں کے مابین تھا۔وہ نوخیز تھے میں نے تمنا کی کہ میں ان سے قوی افراد کے مابین ہوتا۔ان میں سے ایک نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا:"چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟"میں نے کہا:"ہاں! بھتیجے! اس سے کیا کام ہے؟"اس نے کہا:"مجھے علم ہوا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا حتیٰ کہ ہم میں سے جلدی مرنے والا مرجائے۔"پھر دوسرے نے مجھے سرگوشی کی اور اسی طرح کی بات کی۔ مجھے اس پر تعجب ہوا۔مجھے جلد ہی ابوجہل نظر آیا وہ لوگوں میں گھومتا ہوا یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

- ما تنقم الحرب العوان منی، بازل عامین حدیث سنی، لمثل ھذا والدتنی امی۔

ترجمہ: "یہ گھمسان کی جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔میں جوان طاقت ور اونٹ ہوں۔جس کا شباب پورے جوبن پر ہو۔میری ماں نے مجھے ایسی ہی جنگوں کے لیے پیدا کیا ہے۔"

میں نے ان نوخیز انصاریوں سے کہا:"کیا تم اس صاحب کو نہیں دیکھ رہے جس کے بارے پوچھ رہے تھے۔"وہ دونوں اپنی تلواروں سمیت جلدی سے اس کی طرف گئے۔اس پر وار کیے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا۔پھر وہ بادگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوگئے۔آپ کو اس کے قتل کے بارے بتایا۔آپ نے پوچھا:"تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟"ان میں سے ہر ایک نے عرض کی:"میں نے"آپ نے پوچھا:"کیا تم نے اپنی تلوار صاف کرلیں ہیں؟"انہوں نے عرض کی:"نہیں۔"آپ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا:"تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔"آپ نے اس کے سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء کے لیے کیا۔

امام احمد، امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے قوم سے سنا وہ کہہ رہی تھی کہ ابوجہل گھنے درخت"الحرجۃ"کی طرح ہے۔اس تک پہنچنا مشکل ہے۔جب میں نے یہ سنا تو میں نے اسے اپنا مقصد بنالیا۔میں نے اس کا قصد کیا۔جب میرے لیے ممکن ہوا میں اس پر حملہ آور ہوگیا۔میں نے اس پر ایک ایسی ضرب کاری ماری جس نے اسے نصف پنڈلی سے کاٹ کر رکھ دیا۔بخدا! مجھے تو یوں لگا کہ گویا کہ گٹھلیوں کو پیسنے والے

پتھروں کے نیچے سے کوئی گٹھلی اڑی ہو۔ جب اس پر ضرب لگے۔ اس کے بعد عکرمہ نے مجھے ضرب لگائی۔ یہ ضرب میرے شانے پر پڑی جس نے میرا بازو کاٹ کر رکھ دیا۔ اس نے مجھے قتال کرنے سے روک دیا۔ میں نے اس روز بہت زیادہ قتال کیا تھا۔ میں اسے اپنے پیچھے پیچھے کھینچ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے تکلیف دی۔ تو میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا۔ اس پر دباؤ ڈالا اور اسے علیحدہ کر دیا۔ اسے پھینک دیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے" ابن وھب نے اپنی روایت میں لکھا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ اسے پہلے کی طرح جوڑ دیا۔" الشفاء میں ہے" غزوہ بدر کے روز ابو جہل نے حضرت معوذ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ بازو اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ اسے جوڑا تو وہ فوراً جڑ گیا۔" ابن وھب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ پھر ابو جہل کے پاس حضرت معوذ بن عفراء گزرے وہ لنگڑا پڑا تھا۔ اس کو تلوار کا وار کر کے نیچے گرا دیا۔ اس میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ حضرت معوذ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابو جہل کے پاس سے گزرے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے" حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ مقتولوں پر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ابو جہل کو تلاش کیا۔ آپ نے اسے نہ پایا۔ حتیٰ کہ اس کے اثرات آپ کے چہرۂ انور سے عیاں ہو گئے۔ آپ نے دعا مانگی:" مولا! مجھے اس امت کے فرعون سے عاجز نہ کرنا۔" آپ نے فرمایا:" ہمارے لیے کون خبر لے کر آئے گا کہ ابو جہل نے کیا کیا ہے؟ اگر تم مقتولوں میں سے اسے نہ پہچان سکو تو اس کے گھٹنے پر زخم کا نشان دیکھ لینا۔ ایک دفعہ میں اور وہ عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر اکٹھے ہو گئے۔ ہم بچے تھے۔ میں اس سے تھوڑا سا دبلا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا۔ وہ گھٹنے کے بل نیچے گر پڑا۔ اس کے ایک گھٹنے پر خراش سی آ گئی۔ اس کا اثر اس پر رہا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:" میں اس کے پاس آیا میں نے دیکھا کہ زندگی کی آخری رمق اس میں باقی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ غرق آہن تھا۔ وہ اپنی رانوں پر اپنی تلوار رکھے ہوا تھا۔ اسے زخم نہ لگا تھا۔ نہ ہی وہ اپنے کسی عضو کو حرکت دے سکتا تھا۔ وہ شانوں کے بل گرا تھا۔ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اسے حضرت ابن مسعود نے دیکھا تو اس کے اردگرد چکر لگایا تا کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے تلوار کا وار کرنا چاہا پھر خدشہ دامن گیر ہوا کہ شاید تلوار کا وار کارگر ثابت نہ ہو۔ وہ اس کے پیچھے سے آئے۔ انہوں نے کہا:" میرے پاس پرانی تلوار تھی۔ اس کے پاس عمدہ تلوار تھی۔ میں اپنی تلوار سے اس کا سر جدا کرنے لگا۔ پھر مجھے یاد آ گیا کہ وہ مجھے سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا کرتا تھا۔ تلوار پر اس کی گرفت کمزور

ہو چکی تھی۔ میں نے اس کی تلوار لی۔ اس نے اپنا سر اٹھایا۔ اس نے پوچھا: ''فتح کس کو ہوئی؟'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کو۔'' میں نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھے رسواء کیا ہے اے اللہ کے دشمن!'' دوسرے الفاظ یوں ہیں۔ ''اے اللہ کے دشمن کیا رب تعالیٰ نے تجھے رسواء کر دیا ہے؟'' اس نے کہا: ''رب تعالیٰ نے مجھے کس چیز کے ساتھ رسواء کیا ہے؟ کیا انسان کے لیے یہ عار ہے کہ اس کی قوم اسے قتل کر دے۔ کیا مجھے انصار کے علاوہ کسی نے قتل کیا ہے؟'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس کی گدی سے اس کا خود ہٹایا اس پر کاری ضرب لگائی۔ اور اس کا سر سامنے جا گرا۔ میں نے اس کا سامان چھینا۔'' ابن عقبہ نے لکھا ہے'' جب حضرت عبداللہ نے دیکھا تو انہیں ابوجہل پر کوئی ضرب کا نشان نظر نہ آیا۔ انہوں نے اس کی گردن پر ضرب کا نشان نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں اور ہتھیلیوں پر کوڑوں کے نشانات تھے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کی۔ آپ نے فرمایا: ''وہ ملائکہ کی ضربوں کے نشانات تھے۔''

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ''میں نے اس کا سر جدا کیا۔ اور اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

آپ نے تین بار مجھے قسم کھانے کے لیے کہا۔ میں نے اس کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ نے کہا: ''ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اسلام اور اس کے اہل کو عزت عطا کی۔'' آپ نے تین بار یوں کہا۔ پھر سجدہ ریز ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق دو رکعتیں ادا کیں۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹانگ ابوجہل کی گردن پر رکھ دی۔ تاکہ ان کا خواب سچا ہو سکے۔ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' انہوں نے کہا: ''بخدا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے حنظل کے پھل کو پکڑا ہے۔ اور تیرے کندھوں کے مابین اسے رکھ کر پاؤں سے روندھ دیا ہے۔ اگر میرا خواب سچا ہے تو میں تیری گردن روندھ ڈالوں گا۔ میں تجھے اس طرح ذبح کروں گا جس طرح بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔''

ابن عائذ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کا فرعون ہوتا ہے۔ اس امت کا فرعون ابوجہل ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے بری طرح قتل کیا۔ عفراء کے دونوں لخت جگروں اور ملائکہ نے اسے قتل کیا اور ابن مسعود نے اس کا کام تمام کر دیا۔''

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں لکھا ہے کہ امام شعبی نے فرمایا: ''ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ''میں بدر کے مقام سے گزرا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جو زمین سے باہر نکلا۔ ایک شخص اسے گرز سے مار رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ زمین میں واپس چلا گیا۔ وہ پھر باہر نکلا تو اس کے ساتھ اسی طرح ہوا۔ اس کے ساتھ اس طرح کئی بار ہوا۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ ابو جہل تھا۔ اسے روز حشر تک اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا۔''

الطبرانی اور ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور'' میں اللالکائی نے ''السنۃ'' میں اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اسی اثناء میں کہ میں بدر کے اطراف میں چل رہا تھا کہ ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے صدا دی ''عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ۔'' میں نہیں جانتا کہ اس نے میرا نام جان لیا تھا یا عرب کے دستور کے مطابق مجھے صدا دی تھی۔ اس گڑھے سے ایک اور شخص نکلا۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے مجھے صدا دی۔ ''عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا۔ یہ کافر ہے۔'' پھر اس نے اسے کوڑا مارا اور وہ اسی گڑھے میں چلا گیا۔ میں جلدی سے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا اور آپ کو بتا دیا۔ آپ نے مجھے کہا ''کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابو جہل تھا۔ روزِ حشر تک اسے اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا۔''

ابو ذات الکرش کا قتل

امام بخاری نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ بدر کے روز میں عبیدہ بن سعید بن عاص سے نبرد آزما ہوا۔ وہ غرق آہن تھا۔ اس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کی کنیت ابو ذات کرش تھی۔ اس نے کہا: ''میں ابو ذات الکرش ہوں۔ میں نے نیزہ کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے اس کی آنکھ میں نیزہ مارا۔ وہ اسی جگہ مر گیا۔'' حضرت ہشام بن عروہ نے کہا: ''مجھے حضرت زبیر نے بتایا۔ انہوں نے کہا: ''میں نے اس پر اپنی ٹانگ رکھی۔ پھر نیزہ نکالنے کے لیے زور لگایا۔ نیزہ نکل تو آیا لیکن وہ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔''

حضرت عروہ نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے ان سے وہ نیزہ مانگ لیا۔ انہوں نے آپ کو پیش کر دیا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو انہوں نے واپس لے لیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے انہیں پیش کر دیا۔ پھر ان کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے نیزہ مانگا تو انہوں نے انہیں دے دیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنی نے ان سے وہ نیزہ مانگ لیا۔ جب وہ شہید ہو گئے تو یہ نیزہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک کے پاس رہا۔ پھر ان سے یہ نیزہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے لے لیا اور تا دم شہادت ان کے پاس رہا۔

شاخ کا تلوار بن جانا

ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم سے اور امام بیہقی اور ابن اسحاق نے لکھا ہے" حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے روز تلوار سے جہاد کیا حتیٰ کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ فرمایا:" عکاشہ! اسی کے ساتھ قتال کرو۔" جب انہوں نے آپ کے دستِ اقدس سے تلوار لی اور اسے لہرایا تو وہ تلوار بن گئی۔ وہ ایک طویل، روشن اور تیز دھار والی تلوار تھی۔ انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی۔ اس تلوار کو" العون" کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار ان کے پاس ہی رہی۔ انہوں نے آپ کے ساتھ سارے غزوات میں شرکت کی حتیٰ کہ ردۃ کے ایام میں وہ شہید ہو گئے۔ انہیں طلحہ بن خویلد اسدی نے شہید کیا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت داؤد بن حصین سے اور انہوں نے بنو عبد الاشہل کے بعض افراد سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن حریش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس اور کوئی اسلحہ نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نخل ابن طاب کے باغ کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے انہیں عطا فرمادی اور فرمایا:" اسی کے ساتھ جہاد کرو۔" وہ ایک چمکدار تلوار بن گئی وہ ان کے پاس ہی رہی حتیٰ کہ یوم جسر کے روز وہ شہید ہو گئے۔

لعاب دہن اور دست اقدس کی تاثیر

امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے روز تلوار کی ضرب لگی۔ ان کے چہرے کا ایک حصہ ٹیڑھا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ اسے ایک دوسرے کے ساتھ ملایا تو وہ بالکل درست ہو گیا۔

امام بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر کے روز ان کی آنکھ پر ضرب لگی۔ ان کی آنکھ ان کے رخسار پر بہہ نکلی۔ انہوں نے اسے نیچے پھینک دینے کا ارادہ کیا۔ صحابہ کرام نے آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: "نہیں!" آپ نے انہیں یاد فرمایا۔ اپنی ہتھیلی مبارک پر ان کی آنکھ رکھی پھر اسے اس کی جگہ پر فٹ کر دیا۔ پھر انہیں یاد تک نہ رہا کہ ان کی کس آنکھ کو تکلیف پہنچی تھی۔

رفاعۃ بن رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:" غزوہ بدر کے روز مجھے تیر لگا۔ جس نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ آپ نے اس میں لعاب دہن لگایا۔ اور میرے لیے دعا کی۔ اس کی ساری اذیت جاتی رہی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے" مسلمان کفار کو قیدی بنانے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے۔ حضرت سعد

بن معاذ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے نگرانی کر رہے تھے۔ ان کے ہمراہ انصار کا ایک گروہ تھا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ دشمن پلٹ کر حملہ نہ کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے۔ اس کی وجہ وہ عمل تھا جو صحابہ کرام کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''سعد! شاید صحابہ کا یہ عمل تمہیں پسند نہیں آ رہا۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں! یا رسول اللہ! یہ پہلا واقعہ ہے کہ مشرکین کو رب تعالیٰ نے رسوا کیا ہے۔ مجھے ان کا قتل کرنا قیدی بنانے سے پسندیدہ تر ہے۔''

مشرکین کو شکست

ابن سعد نے لکھا ہے ''قریش شکست خوردہ ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلوار سونت کر ان کے تعاقب میں تھے۔ آپ کی زبان اقدس پر یہ آیت طیبہ تھی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر: ۴۵)

ترجمہ: ''عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن راھویہ وغیرھم نے حضرات عکرمہ، ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے غزوۂ بدر سے قبل مکہ مکرمہ میں آپ پر یہ آیت طیبہ نازل کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کس لشکر کو شکست ہو گی؟'' جب غزوۂ بدر رونما ہوا۔ قریش کو شکست ہوئی۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ ان کے تعاقب میں تھے آپ تلوار لہرا رہے تھے آپ اسی آیت طیبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں اس کی تاویل سمجھ گیا۔ اس روز جمعۃ المبارک کا دن تھا سورج زوال سے نیچے جا چکا تھا۔

فریابی، ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام ترمذی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بدر سے فارغ ہو گئے تو آپ سے عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ! آپ اب قافلہ کا بھی تعاقب کریں۔ اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔'' حضرت عباس قیدی تھے۔ انہوں نے وہاں سے کہا: ''یہ درست نہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''کیوں؟'' انہوں نے کہا: ''کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔'' آپ نے کہا: ''تم نے سچ کہا ہے۔'' اموی نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقتولوں کے پاس تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نفلق هاما

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شعر یوں مکمل کیا:

... من الرجال اعزة علینا و هم کانوا اعق و اظلما

ترجمہ: "ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں چیر کر رکھ دیتے ہیں جو ہمیں عزیز ہوں حالانکہ وہ سب سے زیادہ نافرمان اور ظالم تھے۔"

امام بخاری نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر مجھ سے ان قیدیوں کے بارے سوال کرتا تو میں اس کے لیے رہائی دے دیتا۔" یعنی میں انہیں زندہ چھوڑ دیتا۔ فدیہ کے بغیر انہیں قتل نہ کرتا۔ یہ اس کی عزت و احترام تھا۔ اس کی سفارش کو قبول کرنا تھا۔ کیونکہ اس نے وہ ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

کفار قریش کی لاشیں

امام مسلم، امام نسائی، امام بخاری، ابن اسحاق، امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ایک روز پہلے ہی صحابہ کرام کو مشرکین کی قتل گاہیں دکھا دیں تھیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا اور فرمایا: "یہ فلاں کی قتل گاہ ہے یہ فلاں کی قتل گاہ ہے۔ ان شاء اللہ!" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے وہ ان حدود سے تھوڑا سا بھی باہر نہ نکلے جو حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مقرر فرمائیں تھیں وہ انہی میں گر رہے تھے۔" انہیں بدر کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ وہ خبیث اور غلیظ ایک دوسرے کے اوپر تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان کی تعداد بیس سے کچھ زائد تھی۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "امیہ بن خلف کی لاش کو اس کنویں میں نہ پھینکا جا سکا۔ وہ اس کی زرہ میں ہی پھول گئی تھی۔ صحابہ کرام نے اسے حرکت دی تو وہ اسی جگہ بکھر گئی۔ انہوں نے اسے اس جگہ رکھا اور اس پر مٹی اور پتھر پھینک دیے۔"

حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو کسی قوم پر فتح عطا فرماتا تو آپ تین راتیں وہیں قیام فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے مقتولین کو تین روز تک اسی طرح چھوڑے

رکھا پھر ان کے پاس تشریف لائے۔ جب غزوۂ بدر کو تین روز گزر گئے تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی سواری تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس پر کجاوہ کس دیا گیا۔ آپ آگے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے تھے۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ کسی ضروری کام کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ اس گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ مقتولین کے نام اور ان کے آباء کے نام لے کر پکارنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''اے فلاں بن فلان! اے فلان بن فلان! اے فلاں بن فلاں! اے ابو جہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ! کیا یہ امر تمہیں خوش کرتا ہے کہ کاش تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔ کیا تم نے وہ وعدہ سچ پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ میں نے تو وہ وعدہ سچ پایا ہے جو رب تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا تھا۔ تم اپنے نبی کریم ﷺ کے کتنے برے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی۔ جبکہ لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے شہر مکہ سے نکالا۔ لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی لوگوں نے میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے بری جزا دے۔ تم نے مجھے خائن قرار دیا حالانکہ میں امین تھا تم نے میری تکذیب کی۔ حالانکہ میں سچا تھا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ تین روز بعد ان مردوں کو صدا دے رہے ہیں۔ آپ ایسے اجسام سے کیسے بات چیت کر رہے ہیں۔ جن میں ارواح نہیں ہیں۔ یہ مردار آپ کے فرمان کو کیسے سنیں گے اور کیا جواب دیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اب بھی سن رہے ہیں لیکن وہ ہمیں جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔''

حضرت قتادہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ آپ کا فرمان سماعت کرایا ان کو زجر و توبیخ کرنے، ان سے انتقام لینے اور حسرت و ندامت کا اظہار کرنے کے لیے یوں کیا۔''

عروہ نے فرمایا: ''حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا تو انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ آپ نے گویا کہ فرمایا تھا: ''اب انہیں پتہ چل گیا ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہتا تھا وہ حق ہے حالانکہ وہ جہنم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ (النمل: ۸۰)

ترجمہ: ''بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو۔''

مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر: ۲۲/ ۲۳)

ترجمہ: ''آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں نہیں ہیں آپ مگر بروقت ڈرانے والے۔''

امام احمد نے دو اسناد سے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میرا فرمان ان سے زیادہ سمجھنے والے تو نہیں۔'' یا ''تم میرا فرمان ان سے زیادہ سمجھنے والے تو نہیں۔''

بزار اور الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب ابوجہل کو گھسیٹ کر کنویں کے پاس لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کاش! ابوطالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ ہماری تلواریں بڑے بڑے سرداروں سے نبرد آزما ہوئیں تھیں۔

الطبرانی نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ جناب ابوطالب کے ان اشعار کی طرف تھا۔

كذبتم و بيت الله نخلى محمداً　　و لما نطاعن حوله و نناضِلِ
و نسلمهٔ حتى نُصرّعَ حولهٔ　　و نذهل من ابنائنا والحلائل
و ينهض قومٌ فى الحديد اليكم　　نهوض الرّوايا تحت ذاتِ الصلاصلِ
و حتّى يَرَى ذالضغن يركب ردعه　　من الطعن فعل الانكب المتحامِلِ
و انّا لعمر الله ان جَدَّ ما أَرى　　لَتلْتَبِسَن اَسيافُنا بالاماثل

ترجمہ: ''بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے غلبہ پالیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی حفاظت کے لیے ہم نے ابھی تک نہ نیزہ بازی کی ہے نہ تیراندازی۔ تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم آپ کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔ بلکہ ہم آپ کے اردگرد جانوں کے نذرانے پیش کریں گے اور اپنی اولاد اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔ حتیٰ کہ تم دیکھو گے کہ ایک کینہ باز انسان نیزے کا وار کھا کر بھی نہ رکے گا۔ وہ حاملہ اونٹنیوں کی طرح مشکل سے چل رہا ہو گا۔ تمہارے پاس غرق آہن قوم اس طرح آئے گی۔ جیسے پانی لانے والی اونٹنیاں برتن لے کر اوپر اٹھتی ہیں۔ رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اگر وہ واقعہ ظہور پذیر ہو گیا جو میرے حاشیہ گمان میں مخفی ہے تو پھر ہماری تلواریں کئی برگزیدہ لوگوں کو کاٹ ڈالیں گی۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عرفت ديار زينب بالكثيب　　كخطّ الوحى فى الورق القشيب
تدا ولها الرّياح وَكل جونٍ　　من الوسمىّ منحصِرٍ سَكوب
فامُسَى رسمُها خلقًا وَاَمُست　　يباباً بعد ساكنتها الحبيب
فدع عنك التذكّر كل يومٍ　　و رُد حرارة الصدر الكئيب

و خبّر بالذی لا عیب فیه — بصدقٍ غیر اخبار الکذوب
بما صنع الملیك غداۃ بدرٍ — لنا فی المشرکین من النصیب
غداۃ کانّ جمعھم حراءُ — بدت ارکانه جنح الغروب
فلا قینا هم منّا بجمیعٍ — کاسدِ الغاب مردانٍ و شیبِ
امام محمد قد وَازروهٗ — علی الاعداءِ فی نفح الحروب
بایدیھم سارِم مرھفاتٌ — و کل مجرّبٍ خاظِی الکُعُوبِ
بنو الاوس الغطارِف وازرتھا — بنو النجّار فی الدّین القلیب
فغادرنا اباجھل مریعًا — و عتبةً قد ترکنا بالجبوب
و شیبة قد ترکنا فی رجال — ذوی حسب اذا نسبو حسیب
ینادیھم رسول الله لمّا — قذفناھم کباکب فی القلیب
الم تجدوا کلامی کان حقًا — و امر الله یا خذ بالقلوب
فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا — صدقت و کنت ذارایٍ مصیب

ترجمہ: ''میں نے ٹیلے پر زینب کا گھر اس طرح پہچان لیا جس طرح پرانے کاغذ پر خط کی تحریر کو جان لیا جاتا ہے۔ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور بہار کے موسم کا سیاہ بادل موسلا دھار ابر کرم برساتا ہے۔ان کے نشانات پرانے ہو گئے ہیں وہ اجڑ گئے ہیں حالانکہ پہلے وہاں محبوب کا بسیرا تھا۔انہیں روزانہ یاد کرنا ترک کر دے اور غمناک سینے کی گرمی مٹا دے اور ان جھوٹی داستانوں کو ترک کر کے اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔یہ بتا کہ بدر کی صبح کو رب تعالیٰ نے ہمیں مشرکین پر کیسے فتح عطا کی۔اس روز ان کا لشکر جرار کوہِ حراء کی طرح معلوم ہوتا تھا۔مگر ان کی بنیادیں اور ارکان زوال کے وقت جھک گئے ہم نے ایسے مبارک گروہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور بچے گویا کہ جنگل کے شیر تھے۔وہ مبارک جماعت آپ کے سامنے تھی جس نے گھمسان کے رن میں آپ کی حفاظت کی۔انہوں نے اپنی پتلی اور تیز دھار والی تلواریں تھام رکھی تھیں اور موٹی موٹی گرہوں والے مجرب نیزے تھے۔وہ بنواوس کے شیر تھے۔مضبوط دین میں ان کی مدد بنونجار نے کی تھی۔ہم نے ابوجہل کو پشت کے بل پٹخ دیا اور عتبہ کو بھی سخت زمین پر مقتول چھوڑ دیا۔شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا کہ

ان کے نسب جب بیان کیے جاتے تو وہ بڑے نسب والے ہوتے تھے۔ جب ہم نے انہیں گروہوں کی صورت میں گڑھے میں پھینکا تو حضور ﷺ انہیں صدا دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے میری بات کو سچ پالیا ہے رب تعالیٰ کا امر دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ جواب تک نہ دے سکے اگر وہ جواب دیتے تو کہتے آپ نے سچ فرمایا تھا اور آپ کی رائے ہی صحیح تھی۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''جب حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کی لاشوں کو گڑھے میں پھینک دیا جائے تو عتبہ بن ربیعہ کو پکڑا گیا اور اسے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ لیے۔ آپ نے فرمایا: ''ابو حذیفہ! شاید تمہارے دل میں تمہارے باپ کے بارے کچھ گمان گزرا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے نہ تو باپ کے بارے شک ہے نہ اس کے قتل کے بارے شک ہے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ میرا باپ صائب رائے والا اور حلیم اور معزز انسان تھا۔ مجھے امید تھی کہ یہ امور اسے اسلام کی طرف لے جائیں گے۔ جب میں نے اس کا انجام دیکھا تو مجھے اس کا کفر یاد آ گیا۔ حالانکہ مجھے اس کے اسلام لانے کی امید تھی اس بات نے مجھے غمزدہ کر دیا۔'' حضور اکرم ﷺ نے انہیں دعائے خیر دی اور بھلائی کے کلمات کہے۔

اہل مدینہ کو بشارت

امام حاکم نے حضرت اسامۃ بن زید سے، امام بیہقی نے محمد بن عمر سے اور امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے فرمایا: ''غزوۂ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لیے پیچھے رہے تھے۔ صحابہ کرام نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ مقام الاثیل تک پہنچے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بشارت دینے کے لیے آگے بھیج دیا۔ وہ اتوار کے روز آئے جبکہ سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ یہ دونوں عقیق کے مقام پر سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ حضرت عبداللہ اپنی سواری پر سے ہی یہ صدا لگانے لگے ''اے گروہ انصار! تمہیں حضور اکرم ﷺ کی سلامتی کی بشارت ہو تمہیں مشرکین کے قتل اور قید ہونے کا مژدہ ہو۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے مارے گئے۔ حجاج کے دونوں فرزند تہ تیغ ہوئے۔ ابو جہل، زمعہ، امیہ مقتول ہوئے۔ سہیل بن عمرو قیدی بنا۔ حضرت عاصم بن عدی فرماتے ہیں: ''میں اٹھ کر ان کی طرف گیا میں نے کہا: ''ابن رواحہ! جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا یہ حق ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! کل حضور اکرم ﷺ قیدیوں کو پابند سلاسل بنا کر یہاں تشریف لے آئیں گے۔ پھر وہ محلہ عالیہ کی طرف انصار کے گھروں میں بشارت دینے کے لیے چلے گئے۔ وہ گھر گھر یہ مژدہ جانفزا سنا رہے تھے۔ بچے ان کے ساتھ ساتھ دوڑ

رہے تھے۔وہ کہہ رہے تھے"ابوجہل فاسق مارا گیا۔"حتیٰ کہ وہ بنو امیہ بن زید کے گھروں تک پہنچ گئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر آئے۔حضرت اسامہ نے فرمایا:"وہ العضباء پر سوار تھے۔"وہ نشیبی علاقوں کے لوگوں کو بشارت دے رہے تھے۔وہ عیدگاہ تک پہنچے۔وہ اپنی اونٹنی پر ہی پکار اٹھے۔"عتبہ اور شیبہ مارے گئے۔حجاج کے دونوں بیٹے مارے گئے۔ابوجہل قتل ہوا۔ابوالبختری،زمعہ،امیہ تہ تیغ ہوئے۔سہیل بن عمرو بہت سے قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہوا۔لوگ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق نہیں کر رہے تھے۔وہ کہہ رہے تھے"حضرت زید بھاگ کر آئے ہیں۔حتیٰ کہ مسلمانوں پر یہ گراں گزرا۔وہ ڈرنے لگے۔حضرت اسامہ نے کہا:"میں نے بلند آواز سنی میں باہر نکلا حضرت زید رضی اللہ عنہ العضباء پر سوار تھے۔وہ بشارت لے کر آئے تھے۔بخدا! میں نے ان کی تصدیق نہ کی حتیٰ کہ میں نے قیدی دیکھ لیے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب صحابہ کرام بقیع میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر مٹی ڈال رہے تھے۔

ایک منافق نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے کہا:"محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔تمہارے ساتھی اس طرح منتشر ہو چکے ہیں کہ اب وہ کبھی بھی ایک جگہ اکٹھے نہ ہوں گے۔بزرگ صحابہ کرام شہید ہو چکے ہیں۔محمد عربی ﷺ بھی شہید ہو چکے ہیں۔یہ ان کی اونٹنی ہے ہم اسے جانتے ہیں۔یہ زید ہیں جو نجانے رعب میں کیا کیا کہہ رہے ہیں۔وہ راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے بھاگ آئے ہیں۔"حضرت ابولبابہ نے کہا:"رب تعالیٰ تیرا قول جھٹلائے۔"یہود نے کہا:"حضرت زید بھاگ کر آئے ہیں۔"حضرت اسامہ نے فرمایا:"میں نے اپنے والد گرامی سے خلوت میں ملاقات کی۔میں نے عرض کی:"والد گرامی! کیا یہ سچی بات ہے جو آپ کر رہے ہیں؟"انہوں نے کہا:"ہاں! اللہ کی قسم وہ حق ہے سچ ہے۔فرزند دلبند میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حق ہے۔"مجھے یہ سن کر تقویت نصیب ہوئی۔میں اس منافق کے پاس آیا۔میں نے کہا:"تم حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے بارے غلط افواہیں پھیلا رہے ہو۔میں تجھے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کروں گا۔تاکہ آپ تیری گردن اڑا دیں۔اس نے کہا:"اے ابومحمد! میں نے یہ بات لوگوں سے سنی تھی وہ اس طرح کہہ رہے تھے۔"قیدی لائے گئے۔حضرت شقران حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ان پر نگران مقرر تھے۔

صحابہ کرام کا مال فئے میں اختلاف

سعید بن منصور،امام احمد،ابن منذر،ابن حبان،حاکم اور امام بیہقی نے السنن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"لوگ باہم نبرد آزما ہوئے۔رب تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔ایک گروہ نے دشمن کا تعاقب کیا۔وہ دشمن کو قتل کر رہے تھے۔اسے قیدی بنا رہے تھے۔ایک گروہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو

گیا۔ایک گروہ حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ زن ہو گیا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن پلٹ کر حملہ کر دے اور آپ کو نقصان پہنچا دے۔ رات کے وقت صحابہ کرام جمع ہوئے۔جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا، انہوں نے کہا:''ہم نے یہ مال جمع کیا ہے۔اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے۔جنہوں نے دشمن کا تعاقب کیا تھا۔انہوں نے کہا:''تم ہم سے زیادہ اس کے مستحق نہیں ہو۔ہم نے ہی دشمن کو تم سے دور کیا اور اسے شکست سے دو چار کیا تھا۔جو صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد حلقہ زن تھے۔انہوں نے کہا:''تم ہم سے زیادہ اس مال کے مستحق نہیں ہو۔ہم حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد حلقہ زن تھے تا کہ دشمن آپ پر حملہ نہ کر دے۔آپ کی وجہ سے ہم مصروف رہے۔''اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① (الانفال:۱)

ترجمہ: ''دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں پس ڈرتے رہو۔اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار رہو۔''

ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور عبد الرزاق نے مصنف میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:''غزوۂ بدر کے روز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی مشرک کو قتل کیا اس کے لیے یہ یہ ہے جس نے کسی مشرک کو اسیر کیا اس کے لیے یہ یہ ہے۔''

ابن عائذ کے الفاظ یہ ہیں:''جس نے جس کو قتل کیا اس کا سامان اسے ملے گا۔جس نے جس کو قیدی بنایا اس کا سامان اسے ملے گا۔''بزرگ صحابہ کرام جھنڈوں کے نیچے ثابت قدم رہے۔لیکن نوجوان صحابہ کرام مشرکین کو قتل کرنے اور ان کا سامان جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔بزرگوں نے جوانوں سے کہا:''ہمیں اپنے ساتھ شریک کر لو۔ہم نے ہی تمہارا دفاع کیا ہے۔اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچتا تو تم ہماری پناہ میں ہی آتے۔''انہوں نے یہ مسئلہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ حضرت ابو یسر دو قیدی لے کر آئے۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔'' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی:''یارسول اللہ! اگر آپ نے انہیں یہ دے دیے تو دیگر صحابہ کرام کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ہمیں اس سے نہ تو آخرت سے کنارہ کشی نے محفوظ رکھا۔نہ دشمن سے بزدلی نے بچایا اور زندگی پر حرص نے ہمیں بچایا کہ ہم اس طرح کریں جس طرح ہمارے بھائیوں نے کیا ہم نے دیکھا کہ آپ کو تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔ہم نے ناپسند کیا کہ آپ کو کچھ ہو نہ جائے۔ہم آپ کے تحفظ کے لیے اس جگہ کھڑے ہو گئے کہ دشمن آپ کے پیچھے سے نہ آجائے۔

اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے مال لیا اور اپنے رسول مکرم ﷺ کے سپرد کیا۔ آپ نے مسلمانوں کے مابین برابر تقسیم کر دیا۔ یہ رب تعالیٰ سے ڈر، اس کی اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت اور باہم صلح اور رضامندی کی وجہ سے تھا۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید، ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ بدر کے روز میرا بھائی عمیر شہید ہو گیا۔ میں نے سعید بن عاص کو مارا تھا۔ میں نے اس کی تلوار حاصل کی تھی۔ اسے ذوالکتیفہ کہا جاتا تھا۔ میں نے وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دی۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! مجھے آج رب تعالیٰ نے مشرکین کی وجہ سے شفا دی ہے۔ آپ مجھے یہ تلوار عطا فرما دیں۔ میرے بارے آپ جانتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تلوار نہ میری ہے نہ تمہاری ہے۔ اسے رکھ دو۔'' میں نے اسے رکھ دیا۔ میں واپس آیا۔ میں نے دل میں کہا: ''شاید آپ یہ تلوار اس شخص کو دے دیں جو مجھ جیسی آزمائش سے نہ گزرا ہو۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور اسے مال غنیمت میں رکھ دو۔'' میں واپس آ گیا۔ مجھے جو دکھ تھا اسے صرف رب تعالیٰ ہی جانتا تھا میرا بھائی بھی شہید ہو گیا تھا۔ میرا سامان بھی چھن گیا تھا۔ جب میں وہ تلوار رکھنے لگا تو مجھے میرے ضمیر نے ملامت کی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: ''آپ وہ مجھے بخش دیں۔ آپ نے مجھے سختی سے منع کر دیا۔ میں تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ۔ اپنی تلوار لے لو۔''

النحاس نے اپنی تاریخ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد اور ایک انصاری صحابی مال غنیمت کے لیے نکلے۔ انہوں نے ایک تلوار دیکھی۔ وہ دونوں اس پر لپکے۔ حضرت سعد نے فرمایا: ''وہ میری ہے۔'' انصاری نے کہا: ''وہ میری ہے۔ میں اسے کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔'' وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اپنی داستان عرض کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یاسعد! نہ یہ تمہارے لیے ہے نہ ہی انصاری کے لیے، نہ میرے لیے ہے۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ (الانفال: ۴۱)

ترجمہ: ''اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو۔ تو اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے السنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الانفال

سے مراد وہ مالِ غنیمت ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کے لیے تھا اس میں سے کسی اور کو کچھ نہیں ملنا تھا۔ صحابہ کرام کو جو کچھ سرایا سے حاصل ہوتا تھا وہ اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ جو اس میں سوئی یا دھاگہ بھی لے لیتا تو یہ بد دیانتی ہوتی۔ صحابہ کرام آپ سے عرض کرتے کہ آپ اس میں سے انہیں عطا فرمائیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الانفال... پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ واعلموا انما... پھر ایک خمس آپ کے لیے، قریبی رشتہ داروں کے لیے، یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل، مہاجرین اور راہِ خدا کے لیے ہوتا تھا۔ چار خمس لوگوں کے لیے ہوتے تھے۔ گھوڑے کے لیے دو حصے گھڑسوار کے لیے ایک حصہ پیادہ کے لیے ایک حصہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت پر حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا تھا۔

قیدیوں کے بارے صحابہ کرام کا اختلاف

امام احمد نے حضرت انس سے، امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرۃ سے، ابن ابی شیبہ، امام ترمذی، ابن المنذر اور الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ بدر رونما ہوا۔ قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں حضرت عباس بھی تھے۔ ایک انصاری شخص نے انہیں قید کیا تھا۔ انصار نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ یہ بات حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے ساری رات سو نہیں سکا۔ انصار گمان کر رہے ہیں کہ وہ انہیں قتل کر دیں گے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''کیا میں ان کے پاس جاؤں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' حضرت عمر انصار کے پاس گئے۔ انہیں کہا: ''عباس کو چھوڑ دو۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں! واللہ! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔'' حضرت عمر نے کہا: ''اگر حضورِ اکرم ﷺ کی یہ مرضی ہو تو؟'' انہوں نے کہا: ''اگر حضورِ اکرم ﷺ اس پر راضی ہیں تو آپ انہیں لے لیجیے۔'' حضرت عمر نے انہیں لیا۔ جب ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو کہا: ''عباس! اسلام قبول کر لو۔ بخدا! تمہارا اسلام قبول کرنا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ تمہارے اسلام قبول کرنے کے بڑے خواہاں ہیں۔'' حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے قیدیوں کے بارے مشاورت کی۔ آپ نے فرمایا: ''ان قیدیوں کے بارے تمہاری رائے کیا ہے؟ اب رب تعالیٰ نے تمہیں ان پر غلبہ عطا کیا ہے کل وہ تمہارے بھائی تھے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کے اہل اور قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح اور نصرت عطا کی ہے۔ یہ آپ کے چچا زاد اور قبیلہ کے لوگ ہیں۔ آپ انہیں زندگی عطا کریں میری رائے

ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں۔ اس طرح ہمیں جو کچھ ملے گا وہ ہمارے کفار کے مقابلہ میں قوت ثابت ہوگا۔ شاید رب تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما دے۔ وہ آپ کے لیے قوت اور طاقت بنیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عمر بن خطاب! تم کیا کہتے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! انہوں نے آپ کی تکذیب کی ہے۔ آپ کو باہر نکالا ہے۔ آپ کے ساتھ جنگ کی ہے۔ میری رائے حضرت ابوبکر کی رائے کے برعکس ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ فلاں (ان کے رشتہ دار) کو میرے سپرد کریں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کریں۔ وہ اس کی گردن اڑا دیں۔ فلاں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کریں وہ اس کا کام تمام کر دیں۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ جان لے کہ ہمارے دلوں میں ان کے لیے کوئی محبت نہیں ہے۔ یہ مشرکین ہیں۔ یہ ان کے سردار اور قائد ہیں ان کی گردنیں اڑا دیں۔ یہ اسلام کی ترقی میں رکاوٹ نہ بن سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک ایسی وادی تلاش کرتا ہوں جو لکڑیوں سے لبریز ہو۔ میں ان قیدیوں کو اس میں پھینک کر وہاں آگ لگا دیتا ہوں۔" حضرت عباس یہ سن رہے تھے انہوں نے کہا: "تم نے کتنی قطع رحمی والی بات کی ہے۔"

آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں نے کہا: "آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے۔" بعض لوگوں نے کہا: "آپ حضرت عمر فاروق کے مشورہ پر عمل پیرا ہوں گے۔" بعض نے کہا: "آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے مشورہ پر عمل کریں گے۔" پھر آپ باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے دلوں کو مکھن سے بھی زیادہ نرم فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کے دلوں کو پتھروں سے بھی زیادہ سخت بنایا ہے۔ ابوبکر! ملائکہ میں تمہاری مثال میکائیل ہیں۔ جو رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام میں سے تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کی تھی:

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (ابراہیم: ۳۸)

ترجمہ: "پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بیشک تو غفور رحیم ہے۔"

ابوبکر! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی طرح ہے۔ انہوں نے عرض کی تھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (المائدۃ: ۱۱۸)

ترجمہ: "اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب

ہے (اور) بڑا دانا ہے۔"

عمر فاروق! ملائکہ میں تمہاری مثال حضرت جبرائیل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لیے شدت، تنگی اور انتقام لے کر آتے ہیں۔ انبیاء کرام میں تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کی تھی:

رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ۞ (نوح:۲۶)

ترجمہ: "اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔"

انبیائے کرام میں تمہاری مثال حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں انہوں نے یہ دعا مانگی تھی:

رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤى اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ۞ (یونس:۸۸)

ترجمہ: "اے ہمارے رب برباد کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو تاکہ وہ نہ ایمان لائیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔"

اگر تم کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں تمہاری مخالفت نہ کرتا۔ تم شرف و عزت والے ہو۔ تم میں سے ایک کا موقف ہے کہ فدیہ لے لیا جائے۔ جبکہ دوسرے کا نظریہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائیں۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ میں نے اسے اسلام کا تذکرہ کرتے سنا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: "میں نے خود کو اتنا خوفزدہ کبھی نہیں پایا تھا۔ مجھے خدشہ لگا کہ ابھی مجھ پر آسمان سے پتھر گر پڑیں گے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا:

"الا سهيل بن بيضاء"

دوسرے روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں۔ اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی رولوں ورنہ رونے والا منہ بنالوں گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریب تھا کہ ہمیں ابن خطاب کی رائے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے عذابِ عظیم کا سامنا کرنا پڑتا۔ اگر عذاب آجاتا تو ابن خطاب کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔ میرے سامنے تمہارا عذاب پیش کیا گیا۔ وہ اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔" آپ نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے قریب تھا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗۤ اَسۡرٰى حَتّٰى يُثۡخِنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ تُرِيۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡيَا‌ۖ

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ (الانفال:۶۷،۶۸،۶۹)

ترجمہ: ''نہیں مناسب نبی کے لیے کہ اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرلے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لیے) آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور دانا) ہے۔ اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے کہ (خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا بڑی سزا۔ سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ سے یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔''

آپ نے قیدیوں پر نگران حضرت شقران رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ ہر قیدی سے اتنا فدیہ لیا گیا کہ اگر وہ آزاد ہوتا تو جتنا اسے حصہ ملتا۔ ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن سعد، ابن جریر، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا عمل ناپسند فرمایا ہے جو انہوں نے قیدیوں سے فدیہ لینے کا موقف اختیار کیا ہے۔ اس نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ انہیں دو امور کے مابین اختیار دیں یا تو ان قیدیوں کی گردنیں اڑا دیں یا پھر ان سے فدیہ لے لیں۔ لیکن اس صورت میں ان کی اتنی تعداد ہی شہید ہوگی۔'' حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے یہ تذکرہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''وہ ہمارے قبیلہ والے اور بھائی ہیں آپ ان سے فدیہ لے لیں۔ اس مال سے دشمن کے خلاف تقویت حاصل کریں۔ ان کی تعداد کے مطابق اگر ہمیں شہادت نصیب ہو جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے ''العرصہ'' کے مقام پر تین روز قیام کیا۔

مدینہ طیبہ کی طرف روانگی

حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ فتح یاب اور غالب ہو کر تشریف لا رہے تھے۔ آپ کی چشمانِ مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہوئی تھی۔ آپ کے ہمراہ مشرکین کے قیدی بھی تھے۔ ان میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ وہ مال غنیمت بھی تھا جو اس جنگ میں حاصل ہوا تھا۔ جب آپ مضیق الصفراء سے روانہ ہوئے آپ مضیق اور نازیہ کے مابین سیر مقام میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے وہاں مالِ غنیمت مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت خباب بن الارت کو اس پر نگران مقرر کیا۔ اس مالِ غنیمت میں ایک سو پچاس اونٹ تھے۔ ساز و سامان اور

چمڑے تھے۔کثیر تعداد میں کپڑے تھے۔جو مشرکین تجارت کے لیے لے کر آئے تھے۔وہ مسلمانوں کو بطور مالِ غنیمت ملے۔ اس مال میں دس گھوڑے شامل تھے۔بہت زیادہ اسلحہ ملا۔ان میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا۔وہ حضور اکرم ﷺ کے حصہ میں آیا۔وہ آپ کے پاس ہی رہا۔آپ اس پر جہاد فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے وقت اسے ذبح کر دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت کو برابر برابر تقسیم کر دو تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اس شہ سوار کو جو لوگوں کی حفاظت کرتا تھا وہی حصہ دے رہے ہیں جو کمزور کو عطا فرما رہے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں تم پر روئے ان کمزوروں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے۔" آپ کے منادی نے صدا دی "جس نے کسی قتیل کو قتل کیا ہو یا کسی قیدی کو قیدی بنایا ہو۔اس کا مال اس کے لیے ہے۔جس نے کسی کو قتل کیا تھا۔اس کا سامان اسے دیا گیا۔جو کچھ مشرکین کے لشکر سے ملا یا۔قتال کے بغیر حاصل ہوا اسے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا۔اس مال کے تین سو سترہ (۳۱۷) حصے بنائے گئے۔تین سو تیرہ صحابہ کرام تھے۔دو گھوڑوں کے چار حصے تھے آٹھ خوش نصیب ایسے تھے جنہوں نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے حصے مقرر کیے۔ان کے لیے اجر و ثواب کی بشارت دی ان میں سے تین کا تعلق مہاجرین سے تھا۔وہ حضرات عثمان بن عثمان، طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لیے مدینہ طیبہ رہ گئے تھے۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا اس روز وصال ہوا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر آئے تھے۔حضرت طلحہ اور حضرت سعید کو آپ نے کارواں کی خبر لینے کے لیے بھیجا تھا۔انصار میں سے درج ذیل فرخندہ فال افراد تھے۔

1. حضرت ابولبابہ۔آپ نے انہیں مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔
2. حضرت عاصم بن عدی۔آپ نے انہیں قباء اور بلند مقامات پر نگران مقرر کیا تھا۔
3. حضرت حارث بن حاطب۔آپ نے انہیں بنو عمرو بن عوف میں کسی کام کے لیے مقرر کیا تھا۔
4. حضرت خوات بن جبیر۔روحاء کے مقام پر ان کو چوٹ آئی تھی۔
5. حارث بن صمہ روحاء کے مقام پر انہیں بھی چوٹ آئی تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن مالک ساعدی اور دو اور انصاری صحابہ کرام کے لیے حصے نکالے تھے۔اور ان کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ کیا تھا۔حارث بن اسامہ، امام حاکم نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حصہ نکالا تھا اور ان کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا تھا۔آپ نے ان چودہ بلند اقبال افراد کے لیے بھی حصہ نکالا جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔آپ نے ان غلاموں کو بھی

کچھ عطا فرمایا جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے لیکن ان کے لیے مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ نکالا۔

بزار، الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیس غلاموں نے شرکت کی۔ آپ کو اپنی تلوار ذوالفقار اسی غزوہ میں ملی۔ الصفراء کے مقام پر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ ان کی ٹانگ پر چوٹ لگی تھی۔ ھند بنت اثاثہ نے ان کا مرثیہ لکھتے ہوئے لکھا ہے:

لقد ضمّن الصفراء مجدًا و سودًا	و حلماً اصیلا وافر اللُّب والعقل
عبیدۃ فابکیہ لاضیاف غربۃ	و ارملۃ تھوی لا شعث کالجذل
و بکیہ الایام فی کل شنوۃ	اذا حمّر آفاق السماء من المحل
و بکیہ للایتام والریح زفرف	و تشبیب قدرٍ طالما از بدت تغلی
فان تصبح النیران قدمات ضوء ھا	فقد کان یذ کیھنّ بالحطب الجزل
لطارق لیل او لملتمس القری	و مستنبح اضحی لذیہ علی رسل

ترجمہ: ”صفراء کے مقام پر عظمت، سرداری، محکم عقل اور دانائی کو دفن کر دیا گیا ہے۔ یعنی عبیدہ جو درخت کے تنے کی مانند تھا۔ اس پر سفر کے مہمانوں اور ان بیوگان کے لیے رو جو اپنی پریشانی کے وقت اس کے پاس آتی تھیں۔ اس پر ان لوگوں کی وجہ سے گریہ زاری کر جو موسم سرما میں اس وقت اس کے پاس آتے تھے۔ جب قحط سالی کی وجہ سے آسمان کے آفاق سرخ ہو جاتے تھے۔ ان یتیموں کے لیے رو جو اس کے ہاں اس وقت پناہ لیتے تھے جب سخت ہوا چلتی تھی۔ دیگوں کے نیچے آگ روشن کرنے والے اس شخص کے لیے رو جو دیگیں ابلتے ہوئے جھاگ چھوڑتی رہتی تھیں۔ اگر اس آگ کی روشنی بجھ جاتی وہ اس کو ایندھن کی موٹی لکڑیوں سے جلاتا تھا۔ وہ دیگیں رات کے کسی مہمان کے لیے یا رستہ بھٹکنے والے مسافر کے لیے پکائی جاتی تھیں جو کتے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ اس کے پاس آتا تھا۔“

اس جگہ نضر بن حارث کو تہ تیغ کیا گیا۔ اس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے الاثیل کے مقام پر تہ تیغ کیا تھا۔ اس کی بہن قتیلہ بنت حارث نے اس کا مرثیہ لکھا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ اس کی بیٹی تھی بہن نہ تھی۔“

اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ مرثیہ ابو عمر اور ابو الفتح نے منہج المدح میں نقل کیا ہے۔ لیکن حافظ نے اسے نقل نہیں کیا۔ انہوں نے الاصابۃ میں لکھا ہے۔ ”میں نے اس کے اسلام کی صراحت نہیں دیکھی۔ لیکن اگر اس نے فتح مکہ تک زندگی پائی ہے۔ تو اس کا شمار صحابیات رضی اللہ عنہن میں ہوگا۔ اس نے مرثیہ میں لکھا:

يا راكباً ان الاثيل مظنة — من صبح خاسة و انت موفق
و بلغ بها ميتا بان تحية — ما ان تزال بها الركائب تخفق
مني اليك و عبرة مشفقوحة — جادت بواكفها و اخر تخلق
هل يسمعني النضر ان ناديته — ام كيف يسمع ميت لا ينطق
ا محمد يا خير ضمن ء كريمة — في قومها والفحل فحل معرق
ما كان ضرك لو مننت و ربما — من الفتى وهو المغيظ المحنق
او كنت قابل فدية فلينفقن — باعز ما يغلو به ما ينفق
فالنضرُ اقربُ من وصلت قرابة — و احقهم ان كان عتق يعتق
ظلت سيوف بني ابيه تنوشه — لله ارحام هناك لشقق
صبرا يقاد الى المنية متعبا — رسف المقيد وهو عان موثق

ترجمہ: "اے شہ سوار! الاثیل کے مقام کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے تو بالکل ٹھیک وقت پر آتا ہے۔ وہاں مدفون ایک مردے کو یہ پیغام دے دو کہ اسے سلام ہو جب تک عمدہ اونٹنیاں وہاں سے تیزی سے آتی جاتی رہیں۔ اگر میں پکاروں تو کیا نضر میری بات کو سن لے گا یا وہ میت کیسے سن سکتی ہے جو بول نہیں سکتی۔ محمد عربی ﷺ! اپنی قوم کی شریف خاتون کی عمدہ ترین اولاد پاک! شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسل کے اعتبار سے معزز ہو۔ اگر آپ نضر کو چھوڑ دیتے تو آپ کو کیا نقصان ہوتا۔ نوجوان اس حالت میں بہت کم احسان کرتا ہے جب وہ غصے سے لبریز کینہ ور ہو۔ یا آپ اس کا فدیہ لے لیتے اخراجات کتنے ہی دشوار ہوتے وہ ضرور پورے کیے جاتے کیونکہ نضر ان لوگوں میں سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھا۔ جنہیں آپ نے اسیر کیا اور اگر اسے آزاد کر دیا جاتا تو وہ آزادی کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے پارہ پارہ کرتی رہیں۔ خدایا! وہاں قرابتوں اور رشتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے۔ اسے موت کی طرف اس کیفیت میں دھکیلا جا رہا ہے کہ اس کے پاؤں بندھے ہوئے ہیں وہ تھکا ہوا ہے۔ وہ بیڑیوں میں مشکل ہی سے قدم اٹھا رہا ہے۔ اسے پابند سلاسل کیا گیا ہے۔"

جب آپ نے یہ مرثیہ سماعت فرمایا تو آپ رونے لگے۔ حتیٰ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: "اگر نضر کو قتل کرنے سے پہلے اس کے اشعار مجھ تک پہنچ جاتے تو میں اسے قتل نہ کرتا۔"

ابوعمر نے لکھا ہے: ''یہ الفاظ عبداللہ بن ادریس کے ہیں۔'' زبیر بن بکار کی روایت میں ہے ''حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے رقت محسوس کی۔ حتیٰ کہ چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا: ''اگر میں اس کے اشعار سن لیتا تو اس کے باپ کو قتل نہ کرتا۔'' زبیر بن بکار نے لکھا ہے ''بعض سیرت نگاروں نے ان اشعار کی صحت کے بارے گفتگو کی ہے۔ الجاحظ نے ''کتاب البیان'' میں لکھا ہے کہ اس کا نام لیلی تھا۔ حضور اکرم ﷺ محو طواف تھے۔ اس نے آپ کی چادر مبارک تھام لی اور مذکورہ اشعار سنائے۔

جب آپ عرق الظبیۃ پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: ''محمد عربی ﷺ! بچوں کا والی کون ہوگا؟'' آپ نے فرمایا: ''آگ'' اس نے کہا: ''کیا صرف مجھے قریش میں قید کرنے کے بعد قتل کیا جارہا ہے؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس کا تعلق قریش سے نہیں ہے۔'' حضرت عاصم بن ثابت انصاری نے اسے تہ تیغ کیا تھا۔ یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلمہ نے اسے تہ تیغ کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے عقبہ کے بارے آپ کا یہ فرمان سچ کر دکھایا تھا۔ ''اگر میں نے تجھے مکہ مکرمہ کے باہر پالیا تو پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔'' الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تین افراد کو قید کرنے کے بعد قتل کیا تھا۔

1. نضر بن حارث
2. طعمہ بن عدی
3. عقبہ بن ابی معیط

حضور اکرم ﷺ آگے روانہ ہوئے۔ جب آپ روحاء پہنچے تو مسلمان بشارت دیتے ہوئے۔ آپ سے شرف ملاقات کرنے لگے۔ حضرت سلمہ بن سلامۃ نے کہا: ''تم ہمیں کس چیز کی بشارت دے رہے ہو۔ بخدا! ہم نے تو گنجی عورتوں سے ملاقات کی ہے۔ وہ باندھے ہوئے اونٹوں کی طرح تھے۔ ہم نے انہیں ذبح کر دیا۔'' یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: ''بھتیجے! وہ سردار تھے اگر تم انہیں دیکھتے تو مرعوب ہو جاتے۔ اگر وہ تمہیں حکم دیتے تو تم ان کا حکم بجالاتے۔ اگر ان کے افعال کے ساتھ اپنے افعال کا موازنہ کرتے تو انہیں حقیر سمجھتے۔ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے بدترین قوم تھی۔''

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے'' آپ آگے روانہ ہوئے۔ آپ قیدیوں سے ایک روز قبل منصور و مؤید ہو کر مدینہ طیبہ داخل ہوئے۔ مدینہ طیبہ اور اس کے ارد گرد کے سارے دشمن آپ سے ڈرنے لگے۔ بہت سے اہل مدینہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت عبداللہ بن ابی بھی ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہود نے کہا: ''اب ہمیں یقین آگیا ہے کہ آپ وہی نبی

ہیں جن کے اوصاف ہم تورات میں پاتے ہیں۔"

آپ ثنیۃ الوداع سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔"الامتاع" میں ہے کہ آپ بدھ کے روز مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔اس روز رمضان المبارک کی بائیس تاریخ تھی۔عزت مآب خواتین اور بچیوں نے دف بجا کر آپ کا یوں استقبال کیا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ترجمہ: "ثنیہ کی گھاٹی سے ہم پر ماہ تمام طلوع ہوا۔جب تک رب تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلاتا رہے ہم پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔"

اللہ تعالیٰ امام علامہ ابن جابر پر رحم کرے۔انہوں نے کتنے عمدہ اشعار کہے ہیں:

بدا یوم بدر وھو کالبدر حوله کواکب فی افق المواکب تنجلی
و جبریل فی جند الملائك دونه فلم تغن اعداءُ العدو المخذل
رمی بالحصی فی اوجه القوم رمیة فشردھم مثل النعام المجفل
و جادلھم با المشرفی فسلموا فجادله بالنفس کل مجندل
عبیدة سل عنھم و حمزة واستمع حدیثھم فی ذلك الیوم من علی
ھم غیبوا بالسیف عتبة اذا غدا فذاق الولید الموت لیس له ولی
و شیبة لمّا شاب خوفا تبادرت الیه العوالی بالخضاب المعجل
و جار ابوجھل فحقق جھله غداة تردی بالردی عن تذلل
فاضحی قلیبا فی القلیب وقومه یؤمونه فیھا الی شر منھل
و جاء ھم خیر الانام موبخا ففتح من اسماعھم کل مقفل
و اخبر ما انتم باسمع منھم ولکنھم لا یھتدون لقول
سلا عنھم یوم السلا اذ تضاحکوا فعاد بکاء عاجلاھم یوجل
الم یعلموا علم الیقین بصدقه ولکنھم لا یرجعون لمعقل
فیا خیر خلقالله جاھد ملجئی و حبك دخری فی اکساب و موئلی
علیك صلاة یشمل الآل و اصحابك الاخیار اھل التفضل

ترجمہ: ''غزوہ بدر کے روز آپ اس طرح تھے گویا کہ آپ ماہِ تمام ہوں جس کے ارد گرد ستارے ہوں اور گھوڑوں اور پیادہ فوجوں کے دستے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہوں۔ حضرت جبرائیل امین ملائکہ کے لشکر کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شکست خوردہ فوج کی کثیر تعداد نے فائدہ نہ دیا۔ آپ نے مشت بھر خاک دشمن قوم کی طرف پھینک دی۔ اور تیز شتر مرغ کی طرح انہیں بکھیر دیا۔ مشرقی تلوار کے ساتھ ان کے ساتھ جہاد کیا۔ انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ ہر شکست خوردہ شخص نے نفس کے ساتھ ان کے لیے سخاوت کی۔ اس روز کے بارے حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ سے سوال کرو اور غور سے جواب سنو اس روز کی باتیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنو۔ جب عتبہ نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ ولید نے بھی موت کا ذائقہ چکھا۔ اس کا مددگار کوئی نہ تھا۔ شیبہ جبکہ وہ خوف سے بوڑھا ہو گیا۔ نیزوں نے جلد لگنے والے خضاب کے ساتھ اس کی طرف جلدی کی۔ ابوجہل آیا اور اس کی جہالت متحقق ہوگئی۔ وہ صبح کے وقت ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ وہ گڑھے میں اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کی قوم اسے برے گھاٹ کی طرف لے گئی۔ خیر الانام ﷺ انہیں تنبیہ کرتے ہوئے ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے کانوں سے سارے تالے کھول دیے۔ آپ نے فرمایا: ''تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ بات کا جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ ان سے اس روز کے بارے سوال کرو جب دشمن نے آپ پر اوجھڑی پھینکی تھی۔ جب وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ وہ جلدی جلدی روتے ہوئے واپس آ گئے۔ کیا وہ آپ کی صداقت کے بارے علم یقین کے ساتھ نہیں جانتے تھے۔ مگر وہ دماغ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ اے مخلوق میں سے بہترین! آپ کا جاہ و منصب ہی میری پناہ گاہ ہے۔ آپ کی محبت ہی میرے حساب کے وقت اور لوٹتے وقت میری پناہ ہے۔ آپ پر ایسا سلام ہو جس کی خوشبو آپ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہو جو افضال اور احسان والے ہیں۔''

قیدیوں کا مدینہ طیبہ پہنچنا

ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر اور یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب قیدیوں کو لایا گیا تو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرات عوف اور معوذ رضی اللہ عنہما کی تعزیت کے لیے ان عفراء کے ہاں تشریف لے گئیں تھیں۔ یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ''بخدا! میں ان کے

ہاں ہی تھی کہ ہمارے ہاں قیدیوں کو لایا گیا۔ میں اپنے حجرہ میں آئی۔ اس میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ وہاں ابویزید سہیل بن عمرو بندھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ رسی کے ذریعے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ بخدا! جب میں نے اسے دیکھا تو میں رہ نہ سکی۔ میں فوراً کہہ اٹھی' ابویزید! تم نے اپنے ہاتھ تھما دیئے۔ تم عزت کی موت مر کیوں نہ گئے۔

مگر بخدا! مجھے حضور اکرم ﷺ کی آواز مبارک نے ہوش دلایا۔ آپ نے فرمایا:''سودہ! کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے خلاف ابھار رہی ہو؟'' میں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ مجھے خود پر ضبط نہ رہا۔ جب میں نے ابویزید کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھے گئے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے بخشش طلب کریں۔'' آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔''

بلاذری نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے سہیل کو دیکھا تو عرض کی:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ لوگوں کو ثرید کھلاتا تھا۔'' آپ نے فرمایا:''یہ ابویزید ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا لیکن اس نے نورِ الٰہی کو بجھانے کی کوشش کی۔ رب تعالیٰ نے اس پر تسلط عطا فرما دیا۔'' جب قیدی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ آپ نے فرمایا:''قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔'' ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھائی ابوعزیز بھی تھا۔ ابوعزیز کہتا تھا''میرے بھائی حضرت مصعب میرے پاس سے گزرے۔ ایک انصاری شخص مجھے قیدی بنا رہا تھا۔ انہوں نے کہا:''اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھنا۔ اس کی ماں بڑی مالدار عورت ہے۔ وہ تمہیں گراں فدیہ ادا کرے گی۔ میں نے کہا:''بھائی میرے بارے یہ وصیت کر رہے ہو؟'' انہوں نے کہا:''میرا بھائی یہ انصاری ہے تم نہیں ہو۔'' اس کی ماں نے پوچھا:''قیدیوں میں سے سب سے زیادہ فدیہ کتنا ادا کیا گیا؟ اسے بتایا گیا'' چار ہزار درہم'' اس نے چار ہزار دراہم بھیجے اور ابوعزیز کا فدیہ ادا کیا۔ ابوعزیز نے کہا:''میں ایک انصاری قبیلہ میں تھا۔ جب مجھے بدر سے قیدی بنا کر لایا گیا۔ جب انصار صبح اور شام کا کھانا لے کر آتے تو وہ مجھے روٹی دیتے خود کھجوریں کھا لیتے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ہمارے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر کسی صحابی کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا گر جاتا وہ اسے جھاڑ کر مجھے دے دیتا۔ مجھے حیاء آتی میں اسے واپس کر دیتا لیکن وہ پھر مجھے واپس کر دیتا۔

اہلِ مکہ کو شکست کی خبر اور ابولہب کی ہلاکت

قاسم بن ثابت نے دلائل میں، سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے:''قریش کے پیچھے رہ جانے والے افراد الابطح اور ذی طوی کی طرف نکل جاتے۔ جب سے قریش

اپنے قافلہ کے دفاع کے لیے نکلے تھے ان کا یہی وطیرہ تھا۔ وہ مختلف خبروں کی تجسس میں پھرتے رہتے تھے۔ جس روز مسلمانوں نے مشرکین کی سرکوبی کی اس روز انہوں نے مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے سے سنا کوئی ہاتف یہ اشعار پڑھ رہا تھا اس کی آواز تو سنائی دے رہی تھی لیکن اس کا جسم نظر نہیں آ رہا تھا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

آزار الحنفیون بدر وقیعۃ ... سینقض منہا رکن کسرٰی و قیصرا

ابادت رجالا من لؤی و ابرزت ... خرائد یضر بن الترائب حسرا

فیاویح من امسی عدوّ محمد ... لقد جار عن قصد الھدی و تحیّرا

ترجمہ: ''کیا ملت حنفیہ کے ماننے والوں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا عنقریب اس واقعہ کی وجہ سے قیصر و کسریٰ کے محلات لرز جائیں گے۔ اس واقعہ نے لوی خاندان کے بہت سے افراد کو ہلاک کر دیا اور بہت سی عورتیں اپنی ننگی چھاتیوں پر مار رہی تھیں۔ اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو محمد عربی ﷺ کا دشمن بنا اس نے ہدایت کی درمیانی شاہراہ کو ترک کر دیا اور گمراہ ہو گیا۔''

ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''الحنیفیون کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ اور آپ کے ساتھی ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر ہیں۔'' انہوں نے حساب لگایا تو انہیں پتہ چلا کہ یہ وہی رات تھی جس کی صبح کو مسلمانوں نے مشرکین کا کچومر نکالا تھا۔

سب سے پہلے الحیسمان بن ایاس خزاعی مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ قریش نے پوچھا ''پیچھے کی کیا خبر ہے؟'' اس نے کہا: ''عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، نبیہ، منبہ پسران حجاج اور ابوالبختری سب مارے گئے۔'' جب وہ سرداران قریش کے نام گن رہا تھا تو صفوان نے کہا وہ حجر میں بیٹھا ہوا تھا: ''اگر اس کا عقل ہوتا تو اس کا دل پھٹ جاتا اس کو میرے بارے پوچھو۔'' انہوں نے کہا: ''صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟'' اس نے کہا: ''وہ تو حجر میں بیٹھا ہوا ہے۔ بخدا! میں نے اس کے باپ اور بھائی کو دیکھا جب انہیں قتل کیا جا رہا تھا۔''

ابن اسحاق نے حضور اکرم ﷺ کے غلام حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضرت عباس کا غلام تھا۔ اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے تھے۔ وہ اس کی مخالفت ناپسند کرتے تھے۔ وہ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ وہ کثیر مال والے تھے۔ ان کے اموال مختلف لوگوں کے پاس تھے۔ ابولہب بھی غزوۂ بدر میں شریک ہونے کے لیے نہیں گیا تھا۔ جب غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے سرداروں کو رسواء کیا تو ہم نے اپنے دلوں میں قوت اور طاقت پائی۔ میں زمزم

کے پاس خیمہ میں تیر درست کر رہا تھا۔میرے پاس حضرت ام الفضل بھی تشریف فرما تھیں۔
ہم مسلمانوں کی فتح کی خبر سن کر بڑے مسرور تھے۔ابولہب آیا۔وہ شرارت کے ساتھ اپنی ٹانگیں گھسیٹ رہا تھا۔وہ اس خیمہ کی ایک طرف بیٹھ گیا۔اس کی کمر میری کمر کی طرف تھی۔وہ بیٹھا ہوا تھا۔لوگوں نے کہا:''ابوسفیان بن حارث آگیا ہے۔'' ابولہب نے کہا:''میرے بھتیجے! میرے پاس آؤ۔تمہارے پاس خبر ہوگی۔''وہ وہاں بیٹھ گیا۔لوگ اس کے پاس کھڑے ہو گئے۔ابولہب نے کہا:''میرے بھتیجے! مجھے بتاؤ لوگوں کے ساتھ کیسا معاملہ پیش آیا۔اس نے کہا:''بخدا! جب ہم مسلمانوں سے معرکہ آزما ہوئے تو ہم نے اپنے کندھے انہیں دے دیے وہ جیسے چاہتے ہمیں قتل کرتے جیسے چاہتے ہمیں اسیر بنا لیتے۔ بخدا! اس کے ساتھ ساتھ میں لوگوں کو ملامت نہیں کرتا۔ہم نے سفید آدمی دیکھے جو آسمان اور زمین کے مابین ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔بخدا! ان کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی۔حضرت رافع نے فرمایا:''میں نے خیمہ کی طنابیں اٹھائیں۔میں نے کہا:''بخدا! وہ ملائکہ تھے۔''ابولہب نے ہاتھ اٹھایا اور مجھے زوردار طمانچہ رسید کیا۔میں اٹھ کر اس کی طرف گیا۔میں اس کے ساتھ الجھنے لگا۔اس نے مجھے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا۔وہ مجھ پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔میں ایک کمزور شخص تھا حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا خیمہ کی میخوں میں سے ایک کی طرف گئیں۔وہاں سے ایک میخ اکھیڑی اور اسے ابولہب کے سر پر زور سے مار دیا۔اس کا سر بری طرح زخمی ہوگیا۔انہوں نے کہا:''تم اسے کمزور سمجھتے ہو کہ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔وہ ذلیل ہو کر چلا گیا۔بخدا! وہ سات دن بھی نہ جیا۔رب تعالیٰ نے اس کے جسم پر پھنسی نکال دی جس نے اسے ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔''

ابن جریر نے لکھا ہے''اہلِ عرب اس پھنسی کو منحوس سمجھتے تھے۔وہ سمجھتے تھے کہ یہ بہت زیادہ متعدی ہوتی ہے۔جب ابولہب کے یہ پھنسی نکلی تو اس کے بیٹے بھی اسے چھوڑ گئے۔اس کی موت کے بعد تین روز تک اس کا جثہ ویسے ہی پڑا رہا کوئی اس کے قریب تک نہ جاتا تھا۔جب انہیں لوگوں کے طعنوں کا خدشہ دامن گیر ہوا تو کسی لکڑی کے ساتھ اس کا لاشہ گڑھے میں پھینک دیا۔پھر دور سے پتھر پھینک کر اسے چھپا دیا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے''انہوں نے اس کے لیے گڑھے نہیں کھودا تھا۔بلکہ اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینکے تھے۔حتیٰ کہ اسے چھپا دیا تھا۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ جب اس جگہ سے گزرتی تھیں تو اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ لیتی تھیں۔''

اہلِ مکہ کی نوحہ خوانی

ابن اسحاق نے حضرت عباد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ مکہ نے اپنے مقتولین پر نوحہ خوانی کی۔ابن عقبہ

اور الامتاع کے مصنف نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک ماہ تک نوحہ خوانی کی۔ عورتوں نے اپنے بال کاٹ دیے۔ مقتولین میں سے کسی ایک کی سواری یا گھوڑے کو لایا جاتا۔ اسے عورتوں کے سامنے کھڑا کیا جاتا۔ وہ اسے پردوں سے ڈھانپ لیتیں۔ اور اس کے ارد گرد نوحہ خوانی کرتیں۔ اسے لے کر گلیوں کی طرف نکل جاتیں۔" پھر انہوں نے کہا: "یوں نہ کرو۔ اگر محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام تک یہ خبر پہنچ گئی تو وہ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اپنے قیدیوں کے فدیے مؤخر کر دو۔ تاکہ وہ تم سے زیادہ فدیے طلب نہ کریں۔ اسود بن مطلب کے تین بیٹے اس جنگ میں مارے گئے تھے حارث بن زمعہ اپنے بیٹے پر رونا چاہتا تھا۔ وہ اس حالت پر تھا اس نے رات کے وقت رونے والی کو سنا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا۔ اس کی نظر ختم ہو چکی تھی "ذرا دیکھو کون رو رہا ہے؟ کیا قریش اپنے مقتولوں پر رو رہے ہیں۔ شاید میں بھی اپنے فرزند ابو حکیمہ پر رو سکوں۔ میرا پیٹ اندر سے جل گیا ہے۔" جب غلام اس کے پاس واپس آیا تو اس نے بتایا کہ ایک عورت اپنے اونٹ کے لیے رو رہی ہے جو گم ہو گیا ہے۔ اس وقت اسود نے یہ اشعار کہے:

تبکی ان یضل لها بعیرٌ	و یمنعها من النوم السهود
فلا تبکی علی بکرٍ و لکن	علی بدرٍ تقاصرت الجدود
علی بدرٍ سَراة بنی هصیصٍ	و مخزوم و رهط ابی الولید
و بکی ان بکیت علی عقیل	و بکی حارثا اسد الاسود
و بکیهم ولا تسمی جمیعا	ولابی حکیمة من ندید
الا قد ساد بعدهم رجال	ولو لا یوم بدر لم یسودوا

ترجمہ: "کیا وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔ اس اونٹ پر نہ رو بلکہ اس غزوہ بدر پر رو جب ہماری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ بدر کے سانحہ پر رو۔ بنو ھصیص اور بنو مخزوم کے عمدہ فرزندوں پر رو اور ابو ولید کے قبیلے پر گریہ کر۔ اگر تو رونا چاہتی ہے کہ عقیل کے قتل پر رو۔ حارث کے قتل پر آہ و فغاں کر جو شیروں کا شیر تھا۔ ان تمام پر رو لے لیکن ان سب پر فخر نہ کر لیکن ابو حکیم کا کوئی ہم مثل نہیں ہے۔ ان کے بعد ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے کہ اگر یہ واقعہ رونما نہ ہوتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔"

زبیر بن بکار نے لکھا ہے "اس کی مراد ابو سفیان ہے۔ وہ احد کے وقت ان کا سردار تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس اسود کے لیے بددعا کی تھی کہ رب تعالیٰ اس کی بصارت چھن لے اسے اس کی اولاد پر رلائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم

ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا۔ پہلے اس کی بصارت چھین لی۔ پھر غزوہ بدر میں اس کے بیٹے مارے گئے۔ اس طرح آپ کی یہ دعا مکمل طور پر قبول ہو گئی۔

نجاشی کی خوشی اور مسرت

امام احمد نے اہلِ صنعاء کے ایک شخص عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک دن نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلا بھیجا وہ اس کے پاس آئے۔ وہ اپنے کمرہ میں تھا۔ اس نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ مٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت جعفر طیار فرماتے ہیں۔ "جب ہم نے اسے اس حالت میں دیکھا تو ہم ڈر گئے جب اس نے ہمارے تاثرات دیکھے تو اس نے کہا: "میں تمہیں ایسی خبر بتانے لگا ہوں جو تمہیں خوش کر دے گی۔ تمہارے سرزمین کی طرف سے میرا ایک جاسوس آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی نصرت کی ہے۔ آپ کے فلاں فلاں دشمن کو ہلاک کیا ہے۔ وہ ایک وادی میں نبرد آزما ہوئے ہیں جسے بدر کہا جاتا ہے۔ وہاں بہت سے اراک کے درخت ہیں گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ میں وہاں اپنے آقا کے اونٹ چراتا تھا" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا: "شاہ والا! تمہیں کیا ہوا ہے تم مٹی پر بیٹھے ہو۔ تمہارے نیچے چٹائی بھی نہیں ہے۔ تم نے یہ بوسیدہ کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں" اس نے کہا: "ہم نے اس کلام میں پایا ہے جو رب تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ پر نازل کیا ہے کہ رب تعالیٰ کا اس کے بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کے سامنے تواضع کریں۔ جب وہ ان پر نعمت کرے۔ جب اس نے اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ نعمت کی ہے تو میں نے اس تواضع کا اظہار کیا ہے۔

قیدیوں کا فدیہ

ابن سعد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "اہلِ مکہ لکھ لیتے تھے لیکن اہلِ مدینہ نہیں لکھ سکتے تھے۔ جس کا فدیہ ادا نہ ہو سکا اس کو مدینہ طیبہ کے دس بچے دیے گئے۔ جو انہیں تعلیم دیتے تھے۔ جب وہ لکھنے میں ماہر ہو جاتے تو یہی ان کا فدیہ بن جاتا۔ حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح کتابت سیکھی۔ ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیدی کا فدیہ چار سو دراہم مقرر کیا۔ حضرت عباس نے کہا: "ان کے پاس رقم نہیں ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ مال کہاں ہے جسے تم نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا۔ تم نے اس سے کہا تھا: "اگر میں اس سفر میں کام آ جاؤں تو یہ میرے بیٹوں فضل، عبداللہ اور قثم کے لیے ہے۔" انہوں نے کہا: "بخدا! میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس امر کے بارے یا میں یا ام فضل جانتی تھی۔"

امام بیہقی نے سدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس، حضرت عقیل اور نوفل کا فدیہ چار سو دینار تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے سب سے زیادہ فدیہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا تھا انہوں نے ایک سو اوقیہ سونا فدیہ ادا کیا۔ ابن سعد نے حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''جب غزوہ بدر کے روز نوفل قید ہوئے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ''اپنا فدیہ وہ نیزے دے دو جو جدہ کے مقام پر ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''بخدا! رب تعالیٰ کے بعد میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ جدہ میں میرے نیزے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔'' انہوں نے وہی نیزے بطور فدیہ دیے وہ ایک ہزار نیزے تھے۔

امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھتیجے حضرت عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''بخدا! نہیں! تم اس کا ایک درہم بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ نے ایک شخص کا فدیہ چار سو لے کر دو ہزار درہم تک مقرر کیا۔ بعض ان قیدیوں پر آپ نے احسان بھی کیا جن کے پاس مال نہ تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''ان قیدیوں میں ابووداعۃ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ میں ایک دانا، مالدار تاجر لڑکا ہے۔ گویا کہ وہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لیے آرہا ہے۔'' جب قریش نے کہا: ''اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کرو تاکہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام تم سے زیادہ فدیہ طلب نہ کریں تو مطلب بن ابی وداعۃ نے کہا: ''ہاں! تم نے سچ کہا ہے جلدی نہ کرو۔'' یہ رات کے وقت چپکے سے نکلا اپنے باپ کا فدیہ چار ہزار دراہم ادا کیا۔ اسے لے کر چلا گیا۔ یہ پہلا قیدی تھا جس کا فدیہ ادا کیا گیا۔ پھر قریش اپنے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجنے لگے۔ جبیر بن مطعم قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے آیا اسی طرح مکرز بن حفص سہیل بن عمرو کا فدیہ ادا کرنے آیا۔ اسے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ انہوں نے کہا:

اسرت سعيد فلم ابتغ — به غيره من جميع الامم
و خندف تعلم ان الفتى — سهيلا فتاها اذا يظلم
ضربت بذى الشفر حتى انثى — واكرهت نفسى على ذى العلم

ترجمہ: ''میں نے سہیل کو پابند سلاسل کیا۔ میں ان کے بدلے ساری اقوام میں سے کسی قیدی کو نہیں چاہتا۔ بنوخندف جانتے ہیں کہ سہیل اپنے خاندان کا جوانمرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔ میں نے اسے تلوار ماری حتیٰ کہ وہ جھک گیا۔ میں نے اس نشانی والے شخص پر خود کو حملہ کرنے پر مجبور کیا۔''

سہیل بن عمرو کا نچلا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ جب مکرز نے صحابہ کرام سے بحث کی تو اسے ان کی رضا حاصل کرنے میں

کامیابی حاصل ہوگئی۔انہوں نے کہا:''اس کا فدیہ لاؤ۔''اس نے کہا:''اس کی جگہ مجھے رکھ لو۔اسے چھوڑ دوحتیٰ کہ یہ اپنا فدیہ بھیج دے۔انہوں نے سہیل کا رستہ چھوڑ دیا۔مکرز کو محبوس کر دیا۔سہیل نے اس وقت تقریر کی تھی جبکہ ابوسفیان نے قریش کو کارواں کی حفاظت کے لیے بلایا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں سہیل کے سامنے کے دو دانت نکال دوں۔اس کی زبان ڈھیلی پڑ جائے اور یہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے۔''آپ نے فرمایا:''میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا ورنہ رب تعالیٰ میرا مثلہ کر دے گا اگرچہ میں نبی ہوں۔عنقریب یہ ایسے مقام پر کھڑا ہوگا تم اس کی مذمت نہیں کرسکو گے۔''

عمرو بن ابی سفیان بھی بدر کے قیدیوں میں سے ایک تھا۔اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ ابوسفیان سے کہا گیا''اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو۔''اس نے کہا:'کیا میں خون اور مال کو جمع کر دوں۔انہوں نے حنظلہ کو قتل کر دیا۔میں عمرو کا فدیہ ادا کروں۔اسے ان کے پاس ہی رہنے دو۔وہ جتنا عرصہ چاہیں اسے اپنے پاس رکھیں۔''عمرو مدینہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس محبوس ہی تھا کہ حضرت سعد بن نعمان اپنی جوان بیوی کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لیے گئے۔ ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف کے ساتھ تھا۔یہ عمر رسیدہ مسلمان تھے۔مقام نقیع میں ان کا ریوڑ تھا۔یہ وہاں سے عمرہ کی نیت سے نکلے جو کچھ ان کے ساتھ ہوا انہیں اس کا گمان تک نہ تھا۔انہیں گمان تک نہ تھا کہ انہیں مکہ مکرمہ میں محبوس کر دیا جائے گا۔وہ عمرہ کے لیے آئے یہ عہد تھا کہ قریش کسی حج یا عمرہ کرنے والے کے ساتھ تعرض نہیں کرتے مگر بھلائی کے ساتھ۔ابوسفیان نے ان پر ظلم کیا اور انہیں مکہ مکرمہ میں اپنے بیٹے عمرو کے بدلہ میں محبوس کر دیا۔پھر ابوسفیان نے کہا:

ارھط ابن اکال اجیبوا دعاءہ — تعاقدتم لا تسلموا السید الکھلا
فان بنی عمرو لئام اذلۃ — لئن لم یفکوا عن اسیدھم الکبلا

ترجمہ: ''اے بنو اکال کی جماعت اس کی صدا کا جواب دو۔تم نے اس کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔لہٰذا اس بوڑھے سردار کو دشمن کے حوالے نہ کرو کیونکہ بنو عمرو کو ذلیل اور لئیم کہا جائے گا اگر انہوں نے اپنے قیدی کے پاؤں سے بیڑیاں نہ کھلوائیں۔''

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت نے یوں دیا:

لو کان سعدٌ یوم مکۃ مطلقاً — لا کثر فیکم قبل ان یوسد القتلا
بعضب حسام او بصفراء نبعۃ — تحن اذاما انبضت تحفز النبلا

ترجمہ: ''اگر اس روز حضرت سعد مکہ مکرمہ میں آزاد ہوتے تو وہ قیدی بننے سے قبل تمہیں کثرت سے قتل کرتے۔

تیز تلوار کے ساتھ قتل کرتے ہی انبعہ کے زرد کمان کے ساتھ تیر پھینک کر قتل کرتے جسے جب کھینچا جاتا ہے تو وہ آواز نکال کر تیزی سے تیر پھینکتی ہے۔"

بنو عمرو بن عوف بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت سعد کی غمناک داستان سنائی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہمیں عمرو عطا فرمادیں۔ تاکہ وہ اپنے ساتھی کو چھڑا سکیں۔ آپ نے کرم نوازی کی۔ عمرو کو ابوسفیان کے پاس بھیج دیا۔ اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔

ان قیدیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور آپ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بھی تھے۔ انہیں خراس بن صمہ نے گرفتار کیا تھا۔ جب قریش نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص اور ان کے بھائی عمرو بن ربیع کے فدیہ کے لیے مال (ہار) بھیجا۔ جسے دیکھ کر آپ کے دل میں شدید رقت پیدا ہو گئی۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی چھوڑ دو اور اس کا مال واپس کر دو۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ضرور!" انہوں نے ابوالعاص کو آزاد کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مال بھی واپس کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ طیبہ بھیج دے گا۔ یہ اس کی رہائی کی شرط تھی۔ اس کا اظہار نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا اور نہ ہی ابوالعاص نے تاکہ سب جان لیتے کہ شرط کیا تھی۔ جب وہ روانہ ہو گیا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور دو انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ فرمایا: "وادیٔ یاجج میں جاؤ۔ جب زینب تمہارے پاس سے گزرنے لگے تو اس کو میرے پاس لے آنا۔ وہ اس وقت روانہ ہو گئے۔ اس وقت غزوۂ بدر کو کم و بیش ایک ماہ گزر چکا تھا۔ جب ابوالعاص مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا وہ اپنے والد گرامی کے پاس چلی جائیں۔ اس کا بقیہ تذکرہ "الحوادث" میں آئے گا۔

قیدیوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عباس تھے انہوں نے کہا: "ہم مسلمان تھے۔ ہمیں مجبوراً لایا گیا ہے۔ ہم سے فدیہ کیوں لیا جاتا ہے؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

(الانفال: ۷۰،۷۱)

ترجمہ: "اے نبی کریم آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا

تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں آپ سے دھوکہ بازی کا (تو حیرت کیوں ہو) انہوں نے تو دھوکہ کرلیا ہے اللہ سے پہلے ہی (اسی لیے) تو اللہ تعالیٰ نے قابو دے دیا (تمہیں) ان پر اور اللہ تعالیٰ علیم (و) حکیم ہے۔"

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، امام بیہقی، ابونعیم اور ابوشیخ نے مختلف طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر میں ستر مشرکین کو گرفتار کیا۔ ان میں عباس اور عقیل بھی تھے۔

آپ نے ان سے چالیس اوقیہ سونا بطور فدیہ لیا۔ سعید بن جبیر نے لکھا ہے کہ حضرت عباس سے ایک سو اوقیہ اور حضرت عقیل سے اسی اوقیہ سونا لیا۔ حضرت عباس نے عرض کی: "آپ نے تو مجھے بقیہ زندگی میں قریش کا محتاج کر دیا ہے۔" اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس وقت حضرت عباس نے عرض کی: "میری تمنا ہے کہ کاش اس وقت آپ مجھ سے اس سے دگنا فدیہ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چالیس غلام عطا کیے ان میں سے ہر ایک میرے لیے تجارت کرتا تھا۔ مجھے رب تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت کی بھی امید ہے۔

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔ آپ نے فرمایا: "اسے مسجد نبوی میں پھیلا دو۔" بہت سا مال تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے مال عنایت کریں۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "لے لیں۔" انہوں نے اپنا کپڑا بچھایا اور اسے بھرنے لگے پھر اسے اٹھا نہ سکے۔ انہوں نے عرض کی: "کسی شخص کو حکم دیں کہ وہ میری مدد کرے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" انہوں نے عرض کی: "آپ ہی میری مدد کریں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" انہوں نے کچھ مال باہر نکالا۔ پھر اٹھایا مگر اب بھی نہ اٹھا سکے۔ انہوں نے عرض کی: "کسی شخص سے کہیں کہ وہ میری مدد کرے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" انہوں نے کہا: "آپ ہی میری مدد کریں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" انہوں نے اس گٹھڑی سے اور مال باہر نکالا پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ پھر چلے گئے۔ وہ کہہ رہے تھے" رب تعالیٰ نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا وہ اس نے پورا کر دیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک وہاں ایک درہم بھی نہ رہا۔

بہت سے قیدیوں پر آپ نے کرم بھی فرمایا۔ انہیں فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ ان میں سے ایک ابوعزۃ عمرو بن عبداللہ جمحی تھا۔ وہ غریب اور عیالدار تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کی۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس مال نہیں۔ میں محتاج اور عیالدار ہوں۔ مجھ پر احسان فرمائیں۔" آپ نے اس

سے عہد لیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ آپ کی تعریف کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

من مبلغ عنی الرسول محمداً — بانّك حق والمليك حميد
و انت امرؤ تدعوا الى الحق والهدى — عليك من الله العظيم شهيد
و انت امرؤ بوئت مباء ة — لها درجات سهلة و صعود
فانك من قاربتهٔ لمحارب — شقي و من سالمتهٔ لسعيد
و لكن اذا ذكرت بدراً و اهله — تاوب مالي حسرةٌ و قعود

ترجمہ: ''کون ہے جو میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو پیغام دے کہ آپ نبی برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے متصف ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور عظیم خدا اس امر پر گواہ ہے۔ آپ وہ ہستیِ پاک ہیں جو ایسے بلند مقام پر فائز ہیں جس کی سیڑھیوں پر چڑھنا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ آپ کی شانِ والا کا عالم یہ ہے کہ آپ جن کے ساتھ جنگ کریں وہ بدنصیب ہے جس کے ساتھ صلح کرلیں وہ خوش نصیب ہے۔ لیکن جب مجھے بدر اور اہلِ بدر کی یاد دلائی جاتی ہے تو میری حسرت اور دوں ہمتی دوبارہ میری طرف لوٹ آتی ہے۔''

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے بڑی کوشش کی یہ ابوعزہ اس وقت اسلام قبول کرلے لیکن اس نے کہا:
''نہیں! حتی کہ میں ''الخزرجیۃ'' میں رات تک شمشیر زنی کرلوں۔''

ابوربیع نے کہا: ''ان اشعار اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس کی بات چیت کے بارے مجھے کسی صحیح مخرج کا علم نہیں ہوسکا۔ الا یہ کہ اس کے ساتھ ابوعزۃ نے حضور اکرم ﷺ کو دھوکا دینے کا ارادہ کیا ہو۔ لیکن اس کا وبال اس کی جان پر پڑا۔ اس کی تفصیلات غزوہ حمراء الاسد میں آئیں گی۔

ان قیدیوں میں سے وھب بن عمیر بھی تھا اس کا باپ عمیر اس کا فدیہ لے کر آیا اس نے صفوان بن امیہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کردے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے حضور اکرم ﷺ کو بتادیا۔ یہی اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ مزید تذکرہ معجزات میں آئے گا۔

عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ نجاشی کے دربار میں

ابوعمر اور ابن دحیہ نے لکھا ہے ''جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو میدان بدر میں جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ تو انہوں نے کہا:

"ہمارا انتقام سرزمین حبشہ میں ہے۔ ہم اس کے پاس اپنے قاصد بھیجتے ہیں تاکہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو ہمارے سپرد کر دے ہم انہیں مقتولین بدر کے عوض قتل کر دیں گے۔" انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ نجاشی کے لیے بہت سے ہدیے اور تحائف بھی بھیجے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کرے۔ جب عمرو اور عبداللہ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے انہیں خائب و خاسر واپس کر دیا۔"

ابوداؤد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ واقعہ بدر کے بعد قریش نے عمرو بن عاص کو نجاشی کے دربار میں بھیجا۔"

غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے مسلمانوں اور مشرکین کی تعداد

امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کرتے تھے کہ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد ان اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جنہوں نے ان کے ساتھ نہر عبور کی تھی۔ ان کے ہمراہ صرف اہل ایمان ہی تھے۔ ان کی تعداد ۳۱۰ اور کچھ تھی۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی، الطبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام ابھی مدینہ طیبہ میں تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "کیا ہم باہر نہ نکلیں اور اس کاروان کے ساتھ نبرد آزما ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ وہ ہمیں بطور مال غنیمت عطا کر دے۔" ہم نے عرض کی "ضرور! ہم عازم سفر ہوئے۔ جب ہم نے ایک دن یا دو دن کا سفر طے کر لیا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم شمار کریں۔ ہم نے شمار کیا تو ہماری تعداد ۳۱۳ تھی۔ ہم نے یہ تعداد آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "حضرت طالوت کے ساتھیوں کی تعداد بھی اتنی ہی تھی۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابوعوانہ اور ابن حبان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر کے روز حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی طرف دیکھا۔ ان کی تعداد تین سو اور کچھ تھی۔ امام مسلم نے یہ تعداد ۳۱۹ لکھی ہے۔ آپ نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔

بزار نے حسن سند سے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر میں صحابہ کرام کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی تعداد حضرت طالوت کے ساتھیوں کی اس وقت تھی جب وہ جالوت کے ساتھ معرکہ آزما ہوئے تھے۔ یہ

تعداد ۳۱۷ تھی۔ مجمع الزوائد کے ایک نسخہ میں بھی یہی تعداد مرقوم ہے۔ الفتح میں یہ تعداد ۳۱۲ لکھی ہے۔

امام بخاری، ابن راھویہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اور ابن عمر غزوۂ بدر کے دن چھوٹے تھے۔ غزوۂ بدر میں مہاجرین کی تعداد تقریباً ساٹھ اور انصار کی تعداد تقریباً دو سو چالیس تھی۔

حاکم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین کی تعداد تقریباً اسی تھی۔ الحافظ کہتے ہیں ''اس روایت میں خطاء ہے۔ کیونکہ شعبہ نے وہی تعداد بیان کی ہے جو امام بخاری نے رقم کی ہے۔ یعقوب بن سفیان نے لکھا ہے کہ عبیدہ سلمانی کی مرسل روایت میں ہے کہ انصار کی تعداد ۲۷۰ تھی لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ سعید بن منصور نے ابی الیمان عامر الھوزنی سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی اور امام بیہقی نے ایک اور سند سے حضرت ابوایوب انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوۂ بدر کے لیے نکلے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: خود کو شمار کرلو۔ انہوں نے شمار کیا تو ان کی تعداد ۳۱۴ تھی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: ''گنو۔'' انہوں نے دوسری بار شمار کیا اس وقت ایک شخص اپنے جوان کمزور سے اونٹ پر آ گیا۔ صحابہ کرام کی تعداد ۳۱۵ پوری ہوگئی۔

ابوداؤد، امام بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ غزوۂ بدر کے لیے عازم سفر ہوئے۔ تو ان کی تعداد ۳۱۵ تھی۔ یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں یہ تعداد ۳۱۳ ہے۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ شاید آپ کو اور اس صحابی کو شمار نہ کیا گیا ہو جو بعد میں آئے ہوں۔ جس تعداد میں ۳۱۷ کا ذکر ہے تو اسے اس وقت پر محمول کیا جائے گا۔ جب چھوٹے صحابہ کرام بھی ان میں شامل تھے۔ پھر انہیں قتال کی اجازت نہ ملی۔ جیسے حضرات براء، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے صحیح سند سے ان سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا ''کیا آپ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں غزوۂ بدر سے غیب کیسے ہو سکتا تھا؟ گویا کہ آپ نے بطور خادم رسول ﷺ اس میں شرکت کی تھی۔ جیسے کہ ثابت ہے کہ آپ نے دس سال تک یہ سعادت حاصل کی تھی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے یہ سعادت اس وقت سے ہی حاصل کرنا شروع کر دی تھی جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تھے۔ شاید وہ آپ کے ساتھ یا اپنے چچا اور والدہ کے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازم سفر ہوئے ہوں۔ صحیح میں حضرت ابن عقبہ سے روایت ہے کہ امام زھری نے فرمایا: ''غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے قریشی صحابہ کرام کی تعداد جن کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا گیا تھا ۸۱ تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس قول کو اور حضرت براء کے قول کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت براء کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ ان صحابہ کرام کی تعداد جنہوں نے حسی طور پر شرکت کی تھی جبکہ امام زھری کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ جنہوں نے حسی اور حکمی

طور پر شرکت کی تھی۔ جن کے لیے حصہ نکالا گیا اور اجر و ثواب کا مژدہ سنایا گیا۔ یا پہلی تعداد سے مراد صرف آزاد صحابہ کرام ہیں اور دوسری تعداد سے مراد ان کے غلام اور پیروکار مراد ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے "جب تم اس طرح روایات میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ سب نے قتال میں حصہ نہیں لیا تھا صرف ۳۰۵ یا ۳۰۶ صحابہ کرام نے قتال میں حصہ لیا تھا۔

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد ۳۰۶ ہے۔ ابن سعد نے بھی یہی وضاحت کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ۳۰۶ تھی۔ گویا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شمار نہیں کیا۔ انہوں نے متفرق روایات کو یوں جمع کیا ہے کہ آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ مگر آپ نے مال غنیمت میں سے ان کے حصے نکالے تھے۔ وہ کسی ضرورت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تھے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "مسلمانوں کے ہمراہ ستر جنات نے بھی اس غزوہ میں شرکت کی تھی مشرکین کی تعداد ایک ہزار یا نو سو پچاس تھی۔ ایک قول کے مطابق ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

جن مسلمانوں کے سر پر شہادت کا تاج سجایا گیا

غزوہ بدر میں جو مسلمان شہید ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

1. حضرت عبیدہ بن حارث
2. حضرت عمیر بن ابی وقاص، ان کی عمر سولہ یا سترہ سال تھی۔
3. حضرت عمیر بن حمام، ان کا تعلق بنو سلمہ کے ساتھ تھا۔
4. حضرت سعد بن خیثمہ، ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا۔
5. حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو خزاعی، ان کا تعلق بنو زھرہ کے ساتھ تھا۔
6. حضرت مبشر بن عبد المنذر، ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا۔
7. حضرت عاقل بن بکیر
8. حضرت مہجع۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خادم۔
9. حضرت صفوان بن بیضاء الفہری
10. حضرت یزید بن حارث
11. حضرت رافع بن معلّٰی

- ۱۲ حضرت حارثہ بن سراقہ۔ یہ حضرت انس بن مالک کے پھوپھو کے فرزند تھے یہ منظر دیکھنے گئے تھے۔ یہ بچے تھے۔ انہیں تیر لگا جس کی وجہ سے انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔
- ۱۳ حضرت عوف
- ۱۴ حضرت معوذ پسران عفراء۔ ان کی عمر چودہ سال تھی۔

آٹھ صحابہ کرام کا تعلق انصار کے ساتھ تھا۔ چھ کا تعلق خزرج اور دو کا تعلق اوس کے ساتھ تھا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''غزوۂ بدر میں اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ رب تعالیٰ نے جنت میں ان کی ارواح سبز پرندوں کے اندر رکھیں۔ وہ جنت میں محو پرواز ہوتے تھے۔ وہ اسی طرح تھے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اوپر سے دیکھا۔ اس نے فرمایا: ''اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''مولا! اس سے بالا بھی کچھ ہے؟'' پھر رب تعالیٰ نے یہی سوال کیا۔ انہوں نے چوتھی بار عرض کی: ''مولا! ہماری ارواح کو اپنے اجسام میں لوٹا دے۔ ہم کو اسی طرح قتل کر دیا جائے جیسے ہم پہلے قتل ہوئے تھے۔''

مشرکین کے مقتولین اور قیدیوں کی تعداد

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جو تعداد ان کے لیے شمار کی گئی اس کے مطابق پچاس مشرکین تہ تیغ ہوئے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے'' مجھے ابوعبیدہ نے ابوعمرو سے روایت کیا ہے کہ مشرکین کے ستر افراد تہ تیغ ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنے۔ یہ حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن مسیب کا قول ہے۔ رب تعالیٰ کی کتاب حکیم میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ (آل عمران:۱۶۵)

ترجمہ: ''کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی۔''

یہ فرمان غزوۂ احد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اس غزوہ میں ستر مشرکین قیدی بنے۔ ابوزید انصاری نے مجھے حضرت کعب بن مالک کا قصیدہ سنایا جو مقتولین بدر کے بارے ہے۔ اس میں یہ شعر بھی ہے:

فاقام بالعطن المطعن منهم ۔۔۔ سبعون عتبه منهم والاسود

ترجمہ: ''اس اونٹ بیٹھنے کی جگہ میں ستر افراد کھڑے تھے جن میں عتبہ اور اسود بھی تھے۔''

البدایۃ میں ہے: ''مشہور قول یہی ہے کہ غزوۂ بدر میں قیدیوں کی تعداد ستر تھی اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد بھی

اتنی ہی تھی۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ نے تیر اندازوں کے دستہ پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ان کی تعداد پچاس تھی۔غزوۂ احد میں ہمارے ستر افراد شہید ہوئے۔جبکہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے غزوۂ بدر میں ایک سو چالیس مشرکین کو نقصان پہنچایا تھا۔ستر مشرکین مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنے۔

الحافظ نے لکھا:"مقتولین کی تعداد کے بارے یہی قول سچا ہے۔حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کرام نے اس پر حضرت براء کی موافقت کی ہے۔امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت طیبہ کے بارے سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس میں مخاطبین اہل احد ہیں اور اس سے مراد وہ دوگنا افراد ہیں جن کو غزوۂ بدر میں نقصان ہوا تھا۔جبکہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔سیرت نگاروں کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ غزوۂ بدر میں پچاس مشرکین قتل ہوئے۔پھر بعض نے اس تعداد میں کمی بیشی کی ہے۔ابن اسحاق نے ان کے نام ذکر کیے ہیں جو پچاس ہیں۔امام واقدی نے تین یا چار کا اضافہ کیا ہے۔اکثر اہلِ مغازی نے ان کی تعداد چالیس سے کچھ زائد بتائی ہے۔لیکن ان ناموں سے یہ تعیین لازم نہیں آتی کہ ان کا شمار مقتولین میں سے ہو۔

امام بیہقی نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"غزوۂ بدر میں مشرکین کے ستر سے زائد افراد مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔"امام بیہقی نے اس روایت کے بارے لکھا ہے"یہ مشرکین کے مقتولین اور قیدیوں کی تعداد کے صحیح ترین روایت ہے۔" حضرت براء کی روایت اس کی شاہد ہے۔" میں کہتا ہوں:"امام واقدی نے مبالغہ کیا ہے۔"انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت پر اجماع ہے۔ابو عمر نے کہا ہے:"مشہور مقتولین میں یہ افراد شامل ہیں۔حنظلہ بن ابی سفیان۔اسے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔عبیدہ بن سعید۔اسے حضرت زبیر بن عوام نے قتل کیا۔عاص بن سعید۔اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔

عتبہ، شیبہ، پسران ربیعہ، ولید بن عتبہ۔انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے واصلین جہنم کیا۔عقبہ بن ابی معیط۔اسے قید بنانے کے بعد حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تلوار سے مارا۔دوسرے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم سے اسے قتل کیا۔حارث بن عامر۔اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔طعیمہ بن عدی۔اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جہنم پہنچایا۔دوسرا قول یہ ہے کہ اسے قیدی بننے کے بعد قتل کیا گیا۔پہلا قول مشہور ہے۔زمعہ بن الاسود، اس کا بیٹا حارث بن زمعہ، اس کا بھائی عقیل بن اسود، ابوالبختری، عاص بن

ہشام، نوفل بن خویلد بن اسد اسے حضرت علی یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے قتل کیا۔ نضر بن حارث صفراء کے مقام پر اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ عمیر بن عثمان، اسے حضرت علی نے تہ تیغ کیا۔ مسعود بن ابی امیۃ المخزومی۔ یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔ ابوقیس بن ولید۔ یہ حضرت خالد بن ولید کا بھائی تھا۔ اسے حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔ ابوقیس بن الفاکہ۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، سائب بن ابی سائب۔ اسے حضرت زبیر بن عوام نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ابن اسحاق نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حالت کفر میں مرا تھا۔ حضرت زبیر بن بکار کا بھی یہی مؤقف ہے۔ لیکن ابن ہشام وغیرہ نے اختلاف کرتے ہوئے اسے صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ ابوعمر نے لکھا ہے: ''اس کی تالیف قلبی کی گئی تھی۔ اس نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا تھا۔''

الحافظ نے لکھا ہے کہ احتمال یہ ہے کہ یہ سائب بن صیفی ہوں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے ہوں۔ سائب بن ابی سائب نہ ہو۔ امام احمد نے حضرت سائب بن صیفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے فتح مکہ کے روز بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کیا گیا۔ مجھے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت زہیر لے کر آئے۔ وہ میری تعریف کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''مجھے ان کے بارے نہ بتاؤ۔ یہ زمانہ جاہلیت میں میرا ساتھی ہوتا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''تم کتنے اچھے ساتھی تھے۔'' یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ تک بحیات رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے: ''انہوں نے بہت زیادہ عمر پائی تھی۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''ایک گروہ جو غزوۂ بدر میں مقتول ہوا اس کے بارے قرآن حکیم کی یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ (النساء:۹۷)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے۔ اپنی جانوں پر فرشتوں نے انہیں کہا تم کس شغل میں تھے (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا ہم تو بے بس تھے، زمین میں فرشتوں نے کہا کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ تاکہ تم ہجرت کرتے اس میں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر آنے کی جگہ ہے۔''

اس سے مراد حارث بن زمعۃ، ابوقیس بن الفاکہ، ابوقیس بن ولید، علی بن امیہ اور عاص بن منبہ ہیں۔ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں رونق افروز تھے۔ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ گئے تو

ان کے آباء اور قبائل نے انہیں محبوس کر دیا۔ انہوں نے انہیں فتنہ میں مبتلاء کر دیا تو یہ فتنے میں مبتلاء ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کے ہمراہ بدر گئے اور سارے مارے گئے۔

اس روز بنو ہاشم میں سے حضرت عباس قیدی بنے۔ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "والد گرامی! ابو یسر نے آپ کو کیسے گرفتار کر لیا اگر آپ چاہتے تو اسے ہتھیلی سے پکڑ سکتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "نورِ نظر! یہ بات نہ کرو۔ جب وہ مجھے ملے تو وہ مجھے کوہِ خندمہ سے بھی بڑے نظر آئے۔" اسی طرح عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث گرفتار ہوئے۔

بنو المطلب بن عبد مناف میں سے سائب بن عبید اور نعمان بن عمرو قیدی بنے۔ بنو نوفل میں سے عدی بن خیار قیدی بنا۔ بنو عبد الدار میں سے ابو عزیز بن عمیر پابند سلاسل ہوا۔ بنو تمیم بن مرہ میں سے مالک بن عبید اللہ قیدی بنا۔ یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا بھائی تھا۔ بنو مخزوم اور ان کے حلیفوں میں سے بارہ افراد گرفتار ہوئے۔ ان میں عمرو بن ابی سفیان، حارث بن ابی وجزۃ اور ابو العاص بن ربیع تھے۔ دیگر قریش میں سے سائب بن ابی سائب، حارث بن عمرو، خالد بن ہشام، صیفی بن ابی رفاعۃ، مطب بن حنطب اور خالد بن اعلم گرفتار ہوئے۔ اس نے ہی یہ شعر کہا تھا:

و لسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا　　　و لکن علی اقدامنا یقطر الدم

ترجمہ: "ہم ایسے نہیں کہ ہمارے زخم ہماری ایڑھیوں پر بہہ رہے ہوں۔ بلکہ ہمارے قدموں پر خون کے قطرات گرتے ہیں۔"

لیکن وہ اپنی اس بات میں سچا نہ تھا۔ سب سے پہلے اسی نے ہی راہِ فرار اختیار کی تھی۔ اسے پالیا گیا اور گرفتار کر لیا گیا۔ عثمان بن عبد شمس، امیہ بن ابی حذیفہ بھی گرفتار ہوئے۔ ابو قیس بن ولید۔ اس کا تذکرہ العیون میں ابو عمر کی اتباع کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ پھر ان دونوں سے اس کا شمار غزوہ بدر اور غزوہ احد کے مقتولین میں بھی کیا ہے۔

یہ لغزش ہے۔ اسی طرح عثمان بن عبد اللہ، ابو عطاء عبد اللہ بن سائب، ابو وداعہ بن ضبیرۃ السہمی گرفتار ہوئے۔ مؤخر الذکر کا سب سے پہلے فدیہ ادا کیا گیا۔ عبد اللہ بن ابی، اس کا بھائی عمرو، ابو عزہ الجمحی، سہیل بن عمرو عامری، عبد اللہ بن زمعۃ، عبد اللہ بن حمید گرفتار ہوئے۔ ابو عمر نے مشہور مقتولین اور قیدیوں کا ذکر اسی طرح کیا ہے۔

وہ قیدی جو مشرف باسلام ہوئے

جن حضرات کو یہ سعادت ملی ان میں عباس بن مطلب، عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث، ابو العاص بن ربیع،

ابوعزیز بن عمیر، سائب بن ابی جیش، خالد بن ہشام، عبداللہ بن ابی سائب، مطلب بن حنطب، ابووداعۃ سہمی، عبداللہ بن ابی، وھب بن عمیر، سہیل بن عمرو، عبداللہ بن زمعہ، قیس بن سائب، نسطاس، امیہ بن خلف کے غلام۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ابوالفتح نے کیا ہے۔ ان میں سائب بن عبید ہیں۔ انہوں نے اپنا فدیہ ادا کر لینے کے بعد اسلام قبول کیا۔ القاضی ابوالطیب الطبری سے علماء نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ عدی بن خیار۔ ولید بن مغیرہ۔ اس کے بھائی ہشام اور خالد اسے لے کر چلے گئے اس کا فدیہ ادا نہ کیا گیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اس میں اسے عتاب کیا۔ انہوں نے کہا: "مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں نے قید سے گھبرا کر اسلام قبول کیا۔" جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے ماموؤں نے اسے محبوس کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ قنوت میں اس کے لیے دعا مانگتے تھے۔ پھر انہیں نجات مل گئی اور عمرۃ القضیہ میں یہ حضور کے ساتھ جا ملے۔

تنبیہات

1. بدر ایک مشہور بستی ہے جو مدینہ طیبہ سے چار مراحل دور ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ بدر بن مخلد، دوسرے قول کے مطابق بدر بن حارث، تیسرے قول کے مطابق بدر بن کلدہ کی طرف منسوب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک کنویں بدر کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔ اس کے گول یا صاف ہونے کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔ اس میں چاند نظر آتا تھا۔ بنوغفار کے کئی بزرگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "یہ ہمارا پانی ہے۔ یہ ہماری منازل ہیں کبھی بھی کوئی ایسا شخص اس کا مالک نہیں بنا جس کا نام بدر ہو۔ یہ اس کا اس طرح نام ہے جیسے دیگر شہروں کے نام ہوتے ہیں۔" امام بغوی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔
2. یہ غزوہ ستر رمضان المبارک میں رونما ہوا۔ آپ شوال میں قیدیوں کے مسائل سے فارغ ہوئے۔
3. روایت گزر چکی ہے کہ آپ دو پہاڑوں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کے ناموں کے بارے پوچھا۔ آپ کو عرض کی گئی کہ ایک کا نام مسلح اور دوسرے کا نام مُخرِیَ ہے۔" آپ ان کی راہ سے ہٹ گئے ابوالقاسم الخثعمی نے لکھا ہے اس کا تعلق اس بدفالی سے نہیں جس سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ اس کا تعلق ناپسندیدہ نام کی ناپسندیدگی کے ساتھ ہے۔ آپ اپنے امراء کی طرف لکھتے تھے "جب میری طرف ڈاک بھیجو تو ٹھنڈی کر کے بھیجو اور ایسے شخص کو بھیجو جس کا چہرہ بھی حسین ہو اور نام بھی حسین ہو۔" اس روایت کو بزار سے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے اسی طرح عقیلی اور الطبرانی نے اسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: "جب تم میری طرف کسی شخص کو بھیجو تو ایسے شخص کو بھیجو جو حسین چہرہ اور عمدہ نام رکھتا ہو۔" آپ نے دودھ دینے والی

اونٹنی کے بارے فرمایا "اس کا دودھ کون نکالے گا؟" ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی: "میں" آپ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "مرۃ" آپ نے کہا: "تم بیٹھ جاؤ۔" دوسرا شخص کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "جمرۃ" آپ نے فرمایا: "تم بھی بیٹھ جاؤ۔" ایک اور شخص اٹھا۔ آپ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے عرض کی: "یعیش" آپ نے فرمایا: "اسے دھولو۔" اس روایت کو ابن سعد اور ابن قانع نے نقل کیا ہے۔

ابن وھب کی روایت میں ہے: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں تو بدفالی سے منع کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے بدفالی نہیں لی۔ بلکہ میں نے عمدہ نام کو ترجیح دی ہے۔"

◆ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوسفیان کی آمد کی آپ کو اطلاع ملی تو، آپ نے مشاورت کی تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے معروضات پیش کیں۔ پھر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ ہمارا ارادہ فرمارہے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں کود جائیں گے اگر آپ حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں تو ہم ضرور اس طرح کریں گے۔" آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔ آپ روانہ ہوئے اور مقام بدر میں نزول اجلال فرمایا۔

"العیون" میں ہے کہ یہ عرض گذاشت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن سعد، ابن عائذ وغیرہم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادۃ نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ حضرت سعد روانگی کی تیاری کر رہے تھے۔ پھر آپ کو سانپ نے ڈس لیا اس وجہ سے وہ مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہے۔

الحافظ نے الفتح وغیرہ میں لکھا ہے "ان روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے دوبار مشاورت کی تھی۔" (ا) جبکہ آپ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کو ابوسفیان کے کارواں کی خبر پہنچی تھی یہ تفصیل امام مسلم کی روایت سے عیاں ہوتی ہے۔ (۲) دوسری بار اس وقت جب آپ روانہ ہو گئے۔ جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت سعد بن معاذ نے یہ مشاورت دی۔ الطبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادۃ نے یہ مشاورت اس وقت دی تھی جب آپ نے صلح حدیبیہ کے وقت مشاورت طلب کی

تھی۔قرین صواب یہی قول ہے۔

◆ امام سہیلی نے لکھا ہے "یضحك الرب" کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی رضا کے ساتھ ساتھ بشارت اور عزت و کرامت کا اظہار ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضحک غضب کا متضاد ہے۔بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ آقا ناراض ہو جاتا ہے وہ معاف تو کر دیتا ہے لیکن عتاب باقی رہتا ہے۔جب وہ راضی ہو جائے تو یہ عفو سے زائد ہے۔جب وہاں ضحک ہو تو یہ رضا کی انتہاء ہے کیونکہ بعض اوقات وہ راضی ہوتا ہے۔ لیکن دل کی رضا کا اظہار نہیں کرتا۔رب تعالیٰ کی رضا اور اس کے اظہار کو ضحک سے تعبیر کرنا مجازاً اور بلاغت کے لیے ہے۔مختصر الفاظ میں یہ سارے معانی شامل ہیں۔آپ نے عرض کی:"مولا! تو طلحہ بن براء سے اس طرح ملاقات کر کہ وہ تجھے دیکھ کر مسکرائے اور تو اسے دیکھ کر مسکرائے۔"اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ملاقات دو ایسے محبت کرنے والوں کے مابین ہو جو اپنے نفوس سے رضا اور محبت کا اظہار کر رہے ہوں۔جب "ضحك الرب الى فلان" کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ چند کلمات ہیں۔جو رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ اس کی محبت،بشارت اور کرامت کے اظہار کو متضمن ہیں۔جس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا۔یہ ان جوامع کلمات میں سے ہیں جو آپ کو عطا کیے گئے تھے۔"

"المطالع" میں ہے۔اس پر اور اس جیسی دیگر احادیث پر کیفیت اور تاویل کے بغیر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اسے اس کے قائل اور عالم کے سپرد کر دینا ضروری ہے۔

◆ امام خطابی نے لکھا ہے کہ یہ لازمی ہے کہ یہ تصور نہ کیا جائے کہ اس حال میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ اپنے رب پر بھروسہ تھا۔بلکہ آپ کی صحابہ کرام پر شفقت اور ان کے قلوب کی تقویت نے آپ کو اس امر پر ابھارا تھا کیونکہ یہ آپ کی ہی جنگ تھی۔آپ نے توجہ،دعا اور آہ و زاری میں کمال کر دیا۔تاکہ صحابہ کرام کے نفوس کو تسکین نصیب ہو۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کا وسیلہ قبول ہو جاتا ہے۔جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یوں فرمایا تو آپ رک گئے تو آپ کو علم ہو گیا۔
آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں قوت اور طمانیت پائی تھی۔اسی لیے آپ نے بعد میں فرمایا:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ۔ (القمر:۴۵)

ترجمہ: "عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت۔"

قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام خوف پر تھے اور آپ کے ساتھی مقام رجاء پر تھے۔ یہ دونوں مقامات فضیلت میں برابر ہیں۔" ان کے شاگرد رشید امام سہیلی نے لکھا ہے "اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر مقام میں برابر ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رجاء اور خوف دو مقامات ایمان کے لیے ضروری ہیں۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام رجاء پر فائز تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام خوف پر فائز تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ آپ کو خدشہ ہوا کہ شاید اس کے بعد اس کی زمین میں عبادت نہ کی جائے۔

قاسم بن ثابت نے دلائل میں لکھا ہے "جو کچھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا وہ آپ پر معاونت اور رقت کی وجہ سے کیا تھا جب انہوں نے آپ کی اتنی زیادہ آہ وزاری دیکھی کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں سے نیچے گر پڑی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خود کو اس طرح کیوں تھکاتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت بڑے رقیق القلب انسان تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ عشق کرتے تھے۔ اس شخص نے بڑی لغزش کی ہے۔ جس کے پاس علم نہیں ہے اور اس نے اس کو تصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ شاید خطابی نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

◆ ۵ "الروض الانف" میں ہے "آپ نے دعا میں اتنی شدت اور آہ وزاری اس لیے کی کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ملائکہ مصروف قتال ہو گئے تھے۔ حضرت جبرائیل امین کے گھوڑے کے پاؤں گرد آلود تھے۔ انصار اللہ بھی موت کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے تھے۔ جہاد کی دو اقسام ہیں (۱) تلوار کے ساتھ جہاد (۲) دعا کے ساتھ جہاد۔ امام کی سنت یہ ہے کہ وہ لشکر کے پیچھے ہو، ان کے ساتھ قتال نہ کرے۔ پھر گویا کہ سارے جہاد اور جدوجہد میں ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی نفس کو راحت وسکون نہیں پہنچا رہا ہوگا۔ انصار اللہ اور ملائکہ خوب کوشش کر رہے ہوں گے کوئی بھی فراغت کو ترجیح نہیں دے رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا گروہ اپنے دشمنوں کے ساتھ نبرد آزما ہوگا۔

◆ ۶ رب تعالیٰ نے اس فرمان:

وَاِذۡ یُرِیۡکُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِکُمۡ قَلِیۡلًا وَّیُقَلِّلُکُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِهِمۡ لِیَقۡضِیَ اللّٰهُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ (الانفال: ۴۴)

اور رب تعالیٰ کے اس فرمان:

قَدۡ کَانَ لَکُمۡ اٰیَةٌ فِیۡ فِئَتَیۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَاُخۡرٰی کَافِرَةٌ

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (آل عمران:۱۳)

میں کوئی تضاد نہیں ہے۔اصح قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر گروہ مومن گروہ کو کافروں کی تعداد کے برابر دیکھ رہے تھے۔ یہ مقابلہ اور جنگ کے وقت تھا۔رب تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں کمزوری اور رعب ڈال دیا تھا۔انہوں نے پہلے انہیں قلیل دیکھا۔پھر رب تعالیٰ نے اپنی تائید کے ساتھ ان کی نصرت کی اور کافروں کی نگاہوں میں انہیں ان سے دوگنا کر دکھایا حتیٰ کہ وہ کمزور ہو گئے۔وہ مغلوب ہو گئے۔اسی لیے فرمایا:

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران:۱۳)

ترجمہ: ''اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے یقیناً اس واقعہ میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لیے۔''

ابن سعد، ابن راھویہ، ابن منیع اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ بدر میں مشرکین کو ہماری نگاہوں میں کم کر دیا گیا حتیٰ کہ میں نے اس شخص سے کہا جو میرے پہلو میں تھا: ''کیا تم انہیں ستر کے لگ بھگ دیکھ رہے ہو؟'' اس نے کہا: ''میں انہیں ایک سو کے لگ بھگ دیکھ رہا ہوں۔'' ہم نے ان میں سے ایک شخص کو گرفتار کیا اس سے پوچھا: ''تم کتنے ہو؟'' اس نے کہا: ''ایک ہزار۔''

◆ ۹ شیخ الاسلام ابوالحسن السبکی نے تحریر کیا ہے: ''مجھ سے اس حکمت کے بارے پوچھا گیا جو فرشتوں کے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قتال کرنے میں مخفی تھی۔حالانکہ حضرت جبرائیل امین اس پر قادر تھے کہ کفار کو اپنے ایک پر سے اڑا کر رکھ دیں۔'' میں نے جواب دیا کہ یہ اس لیے رونما ہوا کہ یہ مبارک فعل تو حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا ہو۔ ملائکہ نصرت کے لیے ہوں۔ یہ اسی عادت کے مطابق ہو جس طرح لشکروں کی مدد کی جاتی ہے۔ یہ ان سنن میں سے ایک ہے جو رب تعالیٰ نے اپنے بندوں میں رائج فرمائیں ہیں۔تمام امور کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

کشاف نے سورۃ یٰسین کی آیت طیبہ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ (یٰسین:۲۸) کی تفسیر میں لکھا ہے۔''اگر تم یہ اعتراض کرو کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق میں آسمان سے ملائکہ کیوں اتارے گئے؟ اس نے فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ (الاحزاب:۹)

ترجمہ: ''پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے۔''

اس نے فرمایا:

بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (الانفال:۹)

ترجمہ: ''ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔''

بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ (آل عمران:۱۲۴)

ترجمہ: ''تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔''

بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آل عمران:۱۲۵)

ترجمہ: ''پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔''

تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں'' ایک فرشتے کے لیے یہ کافی تھا۔ حضرت جبرائیل کے پر سے قوم لوط کے شہروں کو برباد کر دیا گیا۔ ثمود کے شہروں اور قوم صالح کو ایک کڑک سے برباد کر دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بڑے بڑے انبیائے کرام پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو اولوالعزم رسل پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو کرامت کے ایسے اسباب فراہم کیے جو کسی اور کو نہ دیے گئے۔ اسی لیے آپ کے لیے آسمان سے لشکر اتارا۔ اسی لیے اپنے اس فرمان سے اشارہ کیا: ''ما کنا منزلین'' یعنی لشکروں کا نزول بڑے بڑے امور میں سے ہے۔ صرف آپ ہی اس کا اہل ہیں۔ ہم آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یوں نہیں کرتے۔''

۱۰ مفسرین کا رب تعالیٰ کے اس فرمان میں اختلاف ہے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۞ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آل عمران:۱۲۴،۱۲۵)

ترجمہ: ''جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آ دھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔''

کیا یہ وعدہ یوم بدر یا یوم احد کے بارے میں ہے؟ ابن عباس، حسن، قتادہ عامر شعبی، ربیع بن انس نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مؤقف ہے کہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ۔ (آل عمران:۱۲۳)

کے متعلق ہے۔ سیاق اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اس نے فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

پھر فرمایا:

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ ۔ (آل عمران:۱۲۶)

ترجمہ: "اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لیے اور تا کہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل۔"

جب انہوں نے مدد طلب کی تو رب تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ جب انہوں نے صبر اور تقویٰ کا اظہار کیا تو پانچ ہزار ملائکہ کے ساتھ ان کی مدد کی گئی۔ یہ تدریج اور لگا تار امداد کا انداز بہت عمدہ تھا۔ ان کے نفوس کے لیے اس میں تقویت کی تھی۔ یہ اس سے زیادہ خوش کن تھی کہ یکبار امداد آتی یہ وحی کی طرح یکے بعد دیگرے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رب تعالیٰ کی اس آیت طیبہ اور اس فرمان کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ (الانفال:۹)

ترجمہ: "یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد۔ یقیناً میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ ہزار سے زیادہ کی نص تین ہزار کی تعداد کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مردفین فرمایا ہے۔ یعنی وہ لگا تار ہوں۔ ایک ہزار کے پیچھے دوسرا ہزار ہو۔ یہ سیاق اس سیاق کے مشابہ ہے جو سورۃ آل عمران میں ہے۔ ظاہر بات یہی ہے کہ یہ یوم بدر کے بارے ہو کیونکہ معروف یہی ہے کہ ملائکہ نے اسی روز قتال کیا تھا۔ تھوڑی سی تعداد نے لکھا ہے کہ یہ تین ہزار اور پھر پانچ ہزار ملائکہ کے نزول کا وعدہ غزوۂ احد کے بارے تھا۔ یہ امداد ایک شرط کے ساتھ معلق تھی۔ وہ تقویٰ اور صبر ہے۔ لیکن انہوں نے صبر نہ کیا۔ بلکہ بھاگ گئے۔ جب شرط مفقود ہوگئی تو امداد بھی مفقود ہوگئی۔ ایک فرشتے سے بھی ان کی مدد نہ کی گئی۔ یہ غزوۂ احد کے بارے ہے۔ اس آیت طیبہ سے اعراض برتتے ہوئے غزوۂ بدر کا تذکرہ اس میں شامل کر دیا گیا۔ اس نے فرمایا:

اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (آل عمران:۱۲۱،۱۲۲)

ترجمہ: "یاد کرو جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لیے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔ اور صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو۔"

پھر فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ (آل عمران: ۱۲۳)

ترجمہ: "بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم شکر ادا کرسکو۔"

اس نے انہیں وہ نعمت یاد دلائی جب اس نے غزوۂ بدر میں صحابہ کرام کی مدد کی تھی۔ پھر غزوۂ احد کی طرف رخ کیا۔ فرمایا:

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿١٢٤﴾ (آل عمران: ۱۲۴)

ترجمہ: "کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔"

پھر ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو وہ پانچ ہزار ملائکہ سے ان کی امداد کرے گا۔ بدر میں ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی تھی۔ یہ امداد مطلق تھی جبکہ غزوۂ احد کی امداد مشروط تھی۔ آل عمران میں داستان غزوۂ احد کی حکایت ہے جو تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر کا تذکرہ تو ویسے ہی ہوا۔ وہ داستان تو سورۃ الانفال میں بیان کی گئی ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: "جمہور علماء کا موقف وہی ہے جسے ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ کرز بن محاربی مشرکین کی مدد کر رہا ہے۔ مسلمانوں پر یہ امر شاق گزرا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ۔ (آل عمران: ۱۲۴)

ترجمہ: "کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار (ملائکہ کے ساتھ)۔"

کرز نے ہزیمت اٹھائی۔ اس نے نہ مشرکین کی اور نہ ہی مسلمانوں کی مدد کی۔" انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے کہ پہلا قول معتمد ہے۔

⑪ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال: ۱۷)

ترجمہ: ''اور نہیں پھینکی آپ نے جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔

کے بارے زاد المعاد میں ہے''ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ آیت طیبہ کی مراد یہ ہے کہ حقیقت میں حضور اکرم ﷺ کے فعل اللہ تعالیٰ کے فعل سے منسوب کر دیا گیا۔ انہوں نے اسے جبر، افعال کی نسبت کے ابطال اور ان کی نسبت صرف رب تعالیٰ کی طرف کرنے پر اسے اصل بنایا ہے۔ لیکن یہ موقف غلط ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو پھر اسے دھتکارنا لازم ہے۔ پھر تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے: ''ما صليت اذ صليت، ولا صمت اذ صمت، ولا فعلت كل ذالك اذ فعلت'' لیکن رب تعالیٰ نے یوں کیا۔ اگر وہ اسے دھتکار دیں تو پھر یہ بندوں کے افعال، اطاعات اور گناہوں میں لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ فرق نہیں اگر انہوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ، آپ کے سارے افعال کے ساتھ یا صرف اس رمی کے ساتھ مختص کیا تو انہوں نے متضاد قول کیا۔ لہٰذا رب تعالیٰ نے اس آیت طیبہ کا مفہوم سمجھنے کی انہیں توفیق نہیں دی۔ یہ امر مشہور ہے کہ انسان کی طرف سے پھینکنا یوں نہیں ہو سکتا۔ اس پھینکنے کی ابتداء آپ سے ہوئی تھی اور اس کی انتہا رب تعالیٰ سے ہوئی تھی وہ اس کا پہنچانا تھا۔ اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔ (الانفال: ۱۷)

ترجمہ: ''تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا انہیں''۔

رب تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ رب تعالیٰ نے خود ہی یہ سنگریزے ان کی آنکھوں تک پہنچائے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے نہیں۔ لیکن آیت طیبہ سے یہ اشارہ دے دیا کہ اس نے ایسے اسباب قائم فرمائے ہیں جو لوگوں کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ ہزیمت، قتل، نصرت اسی کی طرف اور اس سے منسوب ہے وہ مددگاروں میں سے بہترین مددگار ہے۔

۱۲ سدی، عروہ، قتادہ، مجاہد، محمد بن کعب القرظی، محمد بن قیس، ابن زید وغیرہم نے لکھا ہے''یہ آیت طیبہ غزوۂ بدر کے بارے نازل ہوئی حضور اکرم ﷺ نے یہ عمل مبارک غزوۂ حنین میں بھی کیا تھا''۔

۱۳ حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے غزوۂ بدر کے واقعہ کے ایک یا زیادہ دن پہلے بتا دیا تھا کہ فلاں اس جگہ گرے گا۔ فلاں اس جگہ گرے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اسی روز فرمایا تھا۔ البدایہ میں ہے: ''اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ آپ نے ایک روز قبل یا زیادہ روز قبل یوں فرمایا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ساعت قبل یوں فرمایا تھا''۔

حضرات عمر فاروق، ابوطلحہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب مسلمانوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مردوں سے کیسے مخاطب ہو رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔'' تین پہلے صحابی تو اس واقعہ کے شاہد ہیں انہوں نے یہ فرمان حضور اکرم ﷺ سے سنا تھا جبکہ حضرت عبداللہ نے یہ فرمان اپنے والد گرامی یا حضور اکرم ﷺ سے سنا ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو۔ لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔''

لیکن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کا انکار کیا ہے جب ان تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ اب مشرکین کو علم ہوگیا ہے کہ جو میں انہیں کہتا تھا وہ حق ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑی ہے:

وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِي الۡقُبُوۡرِ ۝۲۲ (فاطر: ۲۲)

ترجمہ: ''اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔''

اسی وجہ سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا رد کیا تھا۔ لیکن جمہور علماء کرام نے ان کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ جو ام المومنین نے آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے۔ ان کے جواب میں علماء نے فرمایا: ''اس کا معنی ہے کہ آپ انہیں اس طرح سماع نہیں کرا سکتے جو انہیں نفع دے۔ آپ انہیں صرف اس وقت سنا سکتے ہیں جب رب تعالیٰ چاہے۔'' اسماعیلی نے لکھا ہے ''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس فہم و ذکاء، کثرت روایت اور علم گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کی وہ خوبی ہے جو کسی اور میں نہیں۔ لیکن ثقہ کے کلام کو صرف ایسی نص سے رد کیا جا سکتا ہے جو اس کے نسخ پر دلالت کرے۔ تا اس کو مخصص کر دے یا اسے محال کر دے۔ جو وہ انکار کر رہی ہیں اور دوسرے صحابہ کرام جو ثابت کر رہے ہیں انہیں جمع کرنا کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ''انك لا تسمع الموتی'' حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے منافی نہیں ہے ''وہ اب سن رہے ہیں'' کیونکہ اسماع سے مراد مسمع سے آواز سامع کے کانوں تک پہنچانا ہے۔ رب تعالیٰ انہیں سناتا ہے۔ اس نے اپنے نبی کریم ﷺ کی آواز پہنچائی تھی۔ یہ جواب کہ آپ نے فرمایا تھا: ''وہ ضرور جانتے ہیں۔'' اگر انہوں نے یہ سنا تھا تو یہ یسمعون والی روایت کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس کی تائید کر رہی ہے امام بیہقی نے لکھا ہے: ''علم سماع کے منافی

نہیں ہے آیت طیبہ کا جواب یہ ہے کہ آپ مردہ حالت میں انہیں نہیں سنا سکتے۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا فرمان سن لیا۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

جو کچھ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "اس واقعہ میں جو امر خرق عادت چیز پر دلالت کرتا ہے وہ صحابہ کرام کی آپ سے یہ گزارش ہے "کیا آپ ایسی قوم سے مخاطب ہو رہے ہیں جو مردار بن چکے ہیں۔" آپ نے انہیں مذکورہ بالا جواب دیا۔ جب یہ جائز ہے کہ وہ اس حالت میں جاننے والے ہوں تو وہ اس حالت میں سننے والے بھی ہوں گے۔ یہ سماعت اکثر علماء کے نزدیک ان کے سر کے کانوں سے تھی یا دل کے کانوں سے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے۔

مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ہے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ ۔ (الزخرف:۴۰)

ترجمہ: "کیا آپ سنانا چاہتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو۔"

یعنی رب تعالیٰ کی ذات ہے جو ہدایت دیتی ہے وہ توفیق دیتی ہے وہ نصیحت کو قلوب کے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ آپ نہیں۔ اس نے کفار کو اموات اور بہرے مردوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں سناتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے۔ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور اس آیت کا اس موضوع کے ساتھ دو اعتبار سے کوئی تعلق نہیں۔ (۱) یہ مشرکین کو ایمان کی طرف بلانے کے بارے میں ہے۔ (۲) یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے نفی ہے کہ انہیں سنائیں۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ وہ جب چاہے صرف وہی سنا سکتا ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۵ عجیب و غریب بات وہ ہے جسے ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی سند سے نقل کیا ہے۔ وہ جید سند سے ہے۔ وہ روایت حضرت ابوطلحہ کی روایت کی مانند ہے۔ اس میں ہے: "آپ انہیں زیادہ سنانے والے نہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔" اس روایت کو امام احمد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ جب ان کے ہاں مذکورہ صحابہ کرام کی روایات ثابت ہو گئیں کیونکہ وہ اس غزوہ کے وقت موجود نہ تھیں۔

۱۶ الروض الانف میں ہے "اگر کہا جائے کہ مشرکین کی لاشوں کو کنوئیں میں کیوں پھینکا گیا۔ فقہ کے اعتبار سے یہ کیسے

درست ہے۔ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ غزوات میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ جب کسی انسان کی لاش کے پاس سے گزرتے جو اسے دفن کرنے کا حکم دے دیتے اس کے بارے سوال نہ کرتے کہ وہ مومن ہے یا کافر ہے۔(دارقطنی نے اپنی سنن میں اسی طرح روایت کیا ہے) کنویں میں لاشوں کے پھینکنے کا تعلق اسی باب کے ساتھ ہے۔لیکن آپ نے یہ ناپسند فرمایا کہ زیادہ لاشوں کی وجہ سے صحابہ کرام کسی مشقت میں پڑیں۔کہ وہ انہیں دفن کرنے لگیں۔کنویں کے پاس انہیں کھینچ کر لانا بہت آسان تھا۔اس کنویں کو بنونار کے ایک شخص نے کھودا تھا اس کا نام بدر تھا۔یہ ان کے لیے پہلے ہی بدشگونی تھی جیسے امام واقدی نے لکھا ہے۔

- علامہ ابن مرزوق نے شرح البردہ میں لکھا ہے "غزوہ بدر کی بقیہ علامات میں سے جو علامت ہے جسے میں نے کئی حاجیوں سے سنا ہے کہ وہ جب اس جگہ سے گزرتے ہیں تو ایسی آواز سنتے ہیں گویا کہ وقت کے بادشاہ کا طبل بج رہا ہو۔وہ اسے اہل ایمان کے لیے نصرت سمجھتے ہیں۔میں نے کئی دفعہ اس کا انکار کر دیا۔بعض دفعہ اس کی تاویل کی۔میں نے کہا کہ یہ جگہ سخت ہے جانوروں کے پاؤں کی بازگشت سنائی دیتی ہوگی۔مجھے بتایا گیا کہ وہاں ریت نرم ہے۔سخت نہیں ہے۔اکثر وہاں اونٹ چلتے ہیں۔ان کے پاؤں تو سخت زمین میں آواز نہیں نکالتے نرم زمین میں کیسے آواز نکالیں گے۔" پھر جب رب تعالیٰ نے مجھے اس جگہ جانے کی توفیق بخشی تو میں اپنی سواری سے اتر گیا۔میں پیدل چلنے لگا۔میرے ہاتھ میں سعدان کے درخت کی لمبی سی شاخ تھی جسے ام غیلان کہا جاتا تھا۔میں یہ خبر بھول چکا تھا جو کبھی سنا کرتا تھا۔میں دوپہر کے وقت چل رہا تھا۔مجھے اچانک اعرابیوں کے ایک غلام نے متوجہ کیا اس نے کہا: "کیا اس طبل کی آواز سن رہے ہو؟" یہ سن کر مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔مجھے وہ کچھ یاد آگیا جو مجھے بتایا گیا تھا۔ہوا میں خوشبو تھی۔میں طبل کی آواز سن رہا تھا۔میں فرحت و ہیبت کی وجہ سے مدہوش تھا۔بخدا! مجھے ذرا شک ہوا۔اس نے کہا: "شاید ہوا اس چھڑی سے ٹکرا رہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے اور وہ آواز پیدا کر رہی ہے۔ میں اس عظیم نشانی کی تحقیق کا حریص تھا۔میں نے ہاتھ سے وہ لکڑی پھینک دی۔میں زمین پر بیٹھ گیا۔میں کھڑا ہوگیا میں نے سارے انداز ے اپنائے۔میں نے یوں طبل کی آواز سنی کہ مجھے کوئی شک نہ رہا کہ وہ طبل ہی کی آواز تھی۔ وہ کسی کنارے سے آرہی تھی۔ہم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر تھے۔پھر بدر میں فروکش ہوئے۔میں وہ آواز یکے بعد دیگرے سارا دن سنتا رہا۔میں نے سن رکھا تھا کہ وہ آواز سارے نہیں سن سکتے۔"

امام جرجانی نے لکھا ہے "بدر میں نصرت کا طبل بجایا گیا وہ روز حشر تک بجایا جاتا رہے گا۔" سید نے یہ قول اپنی تاریخ الکبیر والصغیر میں نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔"

۱۸ صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمان بن عوف سے مروی ہے کہ ابوجہل کو حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت معاذ بن عمرو نے قتل کیا تھا۔ معازی میں ہیں یہ دونوں عفراء کے فرزند تھے ان کے نام معاذ اور معوذ تھے۔
الحافظ نے لکھا ہے ''عفراء حضرت معاذ کی والدہ کا نام تھا ان کے والد کا نام حارث تھا۔ جبکہ حضرت معاذ بن عمرو کی والدہ کا نام عفراء نہیں تھا۔ تغلیباً ان پر اس کا اطلاق ہوتا تھا یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت معوذ کی والدہ کا نام بھی عفراء ہو۔ حضرت معوذ کے بھائی کا نام بھی معاذ تھا۔ راوی نے یہی سمجھا ہے کہ ابوجہل کو قتل کرنے میں یہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ شامل تھے۔

۱۹ ابوجہل کے قاتل میں اختلاف ہے۔ صحیح بخاری کتاب الخمس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمان سے روائیت ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء نے ابوجہل کو قتل کیا تھا۔ اس میں حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود ابوجہل کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ عفراء کے بیٹوں نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ قریب الموت تھا۔ اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ عفراء کے فرزند حضرت معاذ اور معوذ ہی تھے۔
ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح نے ابوجہل کے ضرب کاری لگائی جس سے اس کا قدم کٹ گیا۔ پھر حضرت معاذ بن عفراء اس کے پاس سے گزرے اسے تلوار ماری حتیٰ کہ اس میں زندگی کی رمق باقی رہ گئی۔ پھر حضرت ابن مسعود اس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔

۲۰ اسلام میں سب سے پہلے رب تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا سر اٹھایا گیا۔ اسی طرح سفیان بن خالد العزی کا سر اٹھا کر آپ کی طرف لایا گیا۔ یہ سر حضرت عبداللہ بن انس لے کر آئے تھے۔ اسی طرح کعب بن اشرف کا سر بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسی طرح ابومزہ اور مرحب کا سر بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسی طرح عضماء بنت مروان، رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعہ کا سر اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سب سے پہلے مسلمان حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کا سر اٹھایا گیا۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام زہری سے روایت کیا ہے کہ ان کا سر نہیں اٹھایا گیا۔

۲۱ قتیلہ بنت نضر کے اشعار آپ نے سنے تو آپ نے فرمایا: ''اگر اسے قتل کرنے سے قبل اس کے اشعار مجھ تک پہنچ جاتے تو میں اسے قتل نہ کرتا۔'' ابوعمر نے لکھا ہے کہ یہ ندامت کے مفہوم میں نہیں ہے کیونکہ آپ صرف حق بات کرتے اور حق کام کرتے تھے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ ان اشعار کے ذریعے میرے ہاں اس کی سفارش کرتی تو میں اس کی سفارش قبول کر لیتا۔

۲۲ ابوالفتح نے لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کے لیے ہے۔'' آپ

نے یہ غزوۂ حنین کے روز فرمایا تھا۔ اس میں کئی اعتبار سے اعتراض کی گنجائش ہے۔ (۱) امام مسلم نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: "میں نے کہا: "اے خالد! کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو کسی کو قتل کرے گا اس کا سامان اسی کو ملے گا۔" اس میں ہے کہ یہ غزوۂ موتہ کی بات ہے۔ یہ حنین سے قبل رونما ہوا تھا۔

- تفسیر بغوی میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے غزوۂ بدر کے روز سعید بن عاص کو قتل کیا تھا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وہ عاص بن سعید بن عاص تھا۔ مقتولین بدر میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جسے سعید بن عاص کہا جائے۔ حضرت سعید بن عاص صحابی رسول تھے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری زندگی کے نو سال پائے وہ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ اس کے باپ کو حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں واصل جہنم کیا تھا۔ یہ سعید بنوامیہ کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ ان کے فصیح اور سخی لوگوں میں سے تھے۔ یہ ان کاتبین میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے مصاحف لکھے تھے۔ انہوں نے انہیں کوفہ کا والی مقرر کیا۔ انہوں نے جرجان پر حملہ کیا۔ طبرستان پر حملہ کیا۔ یہ دونوں شہر فتح کیے اور فتنے کے ایام میں گھر کو لازم پکڑ لیا۔

- امام بخاری نے شہدائے بدر کی فضیلت میں لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ! آپ مسلمانوں میں سے اہلِ بدر کو کیسے سمجھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "سارے مسلمانوں سے افضل۔" انہوں نے عرض کی: "جن ملائکہ نے اس غزوہ میں شرکت کی ہے ان کی بھی یہی کیفیت ہے۔"

امام احمد نے اس سند سے روایت کیا ہے جو صحیح مسلم کی شرط پر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جن حضرات قدسیہ نے غزوۂ بدر یا صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔ ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔"

امام احمد، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل یا کوئی اور فرشتہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "آپ ان مسلمانوں کو کیسے سمجھتے ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔" آپ نے فرمایا: "ہم میں سے بہترین۔" اس نے عرض کی: "ان ملائکہ کی بھی یہی کیفیت ہے جنہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔"

- ابوالفرج ابن جوزی نے جامع المسانید میں لکھا ہے "مسند احمد میں اسی طرح ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ غلطی ہے جو بعض راویوں سے سرزد ہوئی ہے وہ رافع بن رافعہ کی روایت ہے رافع بن خدیج کی روایت نہیں۔ یہ احتمال بھی ہے کہ

ابن خدیج نے یہ روایت حضور اکرم ﷺ سے سنی ہو۔

ابو داؤد، ابن ماجہ اور الطبرانی نے جید سند سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔''

امام احمد نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: مجھے امید ہے کہ جن حضرات نے غزوۂ بدر یا صلح حدیبیہ میں شرکت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔''

انہوں نے عرض کی: ''کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں؟''

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ (مریم: ۷۱)

ترجمہ: ''تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا میں نے آپ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم: ۷۲)

ترجمہ: ''پھر ہم نجات دیں گے پرہیزگاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔''

امام مسلم، امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حاطب کا غلام بارگاہِ رسالت مآب میں حضرت حاطب کا شکوہ لے کر حاضر ہوا۔ اس نے کہا: ''یارسول اللہ! حاطب آگ میں جائے گا۔'' آپ نے فرمایا: ''تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ اس نے غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شرکت کی تھی۔'' صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت حاطب کے خط کے بارے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں حاطب کا سر قلم کر دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا وہ اہلِ بدر میں سے نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر نظر کرم فرمائی اور فرمایا: ''جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' یا ''تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی ہے۔''

الطبرانی نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر کوئی بچہ پیدا ہو وہ اہلِ دین میں سے چالیس سال کی فہم و فراست رکھتا ہو۔ وہ ساری زندگی اطاعت الٰہیہ میں مصروف رہے۔ ساری زندگی گناہوں سے بچتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ عمر رسیدہ ہو جائے۔ وہ علم کے بعد کچھ نہ جان سکے۔ وہ تمہاری اس رات کے اجر و ثواب تک نہیں پہنچ سکتا۔'' اس سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے جعفر بن مقلاص کے وہ غیر معروف ہے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر کے روز زخم آیا۔ان کی والدہ ماجدہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے حارثہ سے کتنا پیار تھا آپ جانتے ہیں۔اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی۔حصولِ اجر کی امید رکھوں گی۔اگر وہ کسی اور حالت پر ہو تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔" آپ نے فرمایا:"کیا جنت صرف ایک ہی ہے۔بہت سی جنتیں ہیں۔حارثہ جنت الفردوس میں ہے۔" دوسری روایت میں ہے"حضرت حارثہ منظر دیکھ رہے تھے۔"اس روایت میں ہے"تمہارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے"اس روایت میں اہلِ بدر کی فضیلت پر بہت بڑی تنبیہ ہے۔یہ حارثہ رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ اور معرکۂ قتال میں نہیں تھے۔بلکہ دور سے دیکھ رہے تھے۔انہیں کسی کا تیر لگا۔وہ حوض سے پانی پی رہے تھے انہوں نے جنت الفردوس میں مقام پالیا جو بلند ترین یا وسطی جنت ہے۔اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا تھا:"جب جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔"اگر حارثہ کا یہ حال ہے تو اس شخص کی کیفیت کیا ہوگی جو اس دشمن کے مابین ہو جو تعداد اور تیاری میں اس سے تین گنا ہوں۔

اعملوا ما شئتم۔ (فصلت:۴۰) سے ایک مشکل پیدا ہوتی ہے۔اس کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ یہ اباحت کے لیے ہو۔لیکن یہ شریعت مطہرۃ کے خلاف ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ماضی کے بارے بتانا مقصود ہے کہ تمہارے سارے اعمال معاف کر دیئے گئے ہیں۔اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ اگر وہ مستقبل میں کوئی فعل سرانجام دیں تو اسے ماضی کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔اس لیے آپ نے فرمایا:"میں عنقریب تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔"لیکن اس کا تعاقب یوں کیا گیا ہے کہ اگر اس سے ماضی مراد ہوتا تو حضرت حاطب کے قصہ سے استدلال کرنا درست نہ ہوتا۔کیونکہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انکار کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا جو انہوں نے حضرت حاطب کے بارے کہا تھا۔جبکہ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے سات سال بعد پیش آیا تھا۔اس کی مراد عنقریب آئے گی۔

اس کے تحقق پر مبالغہ کرتے ہوئے اسے ماضی کے لفظ سے تعبیر کیا ایک قول یہ ہے کہ اس میں"اعملوا"شرف اور تکریم کے لیے ہے۔مراد یہ ہے کہ جو کچھ ان سے صادر ہو اس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔انہیں اس امر کے ساتھ اس لیے مختص کیا گیا کیونکہ انہیں ایسے عظیم حالات کا سامنا کرنا پڑا جس کا تقاضا تھا کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔وہ اس امر کے اہل ہیں کہ ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں اگر ان سے گناہوں کا صدور ہو یعنی تم اس

واقعہ کے بعد جو بھی گناہ کرلو وہ بخش دیا جائے گا۔ایک قول یہ ہے کہ ان سے جو گناہ صادر ہوں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوگا لیکن اس موقف میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔کیونکہ حضرت قدامہ بن مظعون نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں تاویل کرتے ہوئے شراب پی تھی۔انہوں نے ان پر حد جاری کی۔اسی وجہ سے انہوں نے ہجرت کی۔حضرت عمر فاروق نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان کے مصالحت کرنے کا حکم دے رہا تھا۔جبکہ حضرت قدامۃ بدری صحابی تھے۔اس قصہ سے جو امر سمجھا جاتا ہے وہ دوسرا احتمال ہے۔ابوعبدالرحمان سلمی تابعی کبیر نے یہی مفہوم سمجھا ہے۔انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ مذکورہ بشارت کا تعلق احکام آخرت کے ساتھ ہے۔احکام دنیا حدود وغیرہا کے ساتھ تعلق نہیں۔

◆ انصار کا قول "ہمیں اجازت دیں ہم اپنے بھانجے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔" مراد یہ ہے کہ وہ آپ کے دادا عبدالمطلب کے ننھال تھے۔حضرت عباس کی والدہ نتیلہ بنت جناب تھی۔وہ انصار میں سے نہ تھی۔انہوں نے عبدالمطلب کی والدہ مراد لی تھی۔کیونکہ وہ سلمی بنت عمرو تھیں ان کا تعلق بنو نجار سے تھا۔انہوں نے "بھانجا" اسی لیے کہا تھا تا کہ انہیں چھوڑنے کا احسان انہی پر ہو۔اگر وہ "آپ کے چچا" کہتے تو یہ آپ پر احسان ہوتا۔یہ ذہانت اور خطاب میں حسن ادب کا کمال ہے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں منع فرمایا۔تا کہ دین میں طرف داری نہ ہو۔

◆ جن حضرات قدسیہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ان میں سے مہاجرین کی تعداد ۹۴ تھی۔امام بخاری نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ قریش میں سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے لیے حضور اکرم ﷺ نے حصہ نکالا تھا ان کی تعداد ۸۱ تھی۔حضرت عروہ بن زبیر کہتے تھے "حصے نکالتے وقت ان کی تعداد ایک سو تھی۔آزاد صحابہ کرام ۸۴ تھے۔ان کے پاس تین گھوڑے تھے۔آپ نے گھوڑوں کے لیے دو حصے نکالے تھے۔آپ نے ان صحابہ کرام کے لیے بھی حصے نکالے تھے اس اعتبار سے ان کی تعداد ایک سو ہو گئی۔

الحافظ نے لکھا ہے "اس میں کوئی حرج نہیں۔میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہ خمس کے اعتبار سے ہے۔آپ نے غنیمت میں خمس نکالا۔پھر بقیہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔بقیہ اسی حصے تھے۔جب اس کے ساتھ خمس ملایا گیا اس حساب سے ان کی تعداد ایک سو ہو گئی۔" خزرج میں سے یہ تعداد ۹۵ تھی۔اوس کی تعداد خزرج سے کم تھی۔وہ جنگ کے وقت زیادہ شدید اور صبر کرنے والے تھے۔کیونکہ ان کے گھر بالائی علاقے میں تھے۔آدمی جلدی آسکتا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہمارے پیچھے صرف وہی آئے جس کی سواری موجود ہو۔" مدینہ طیبہ کے بالائی علاقوں

کے مکینوں نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ جا کر سواریاں لے آئیں۔مگر آپ نے انکار کر دیا۔ان کا عزم نہ تو دشمن سے نبرد آزما ہونا تھا۔نہ ہی انہوں نے اس کے لیے تیاری کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے دشمن کو کسی وعدہ کے بغیر ہی ملا دیا تھا۔ان کی مجموعی تعداد ۳۷۳ بیان کی گئی ہے۔یہ تعداد اہل بدر کی تعداد سے زیادہ ہے۔یہ اس اختلاف کی وجہ سے ہے جس کا تذکرہ بعض نے کیا ہے۔اہلِ عقبہ میں ان کی مثال گزر چکی ہے۔میں ان کے اسماء گرامی حروف تہجی کے اعتبار سے لکھوں گا۔کیونکہ اس طرح انہیں تلاش کرنا آسان ہے۔ہم "نبی کریم رؤف رحیم حضرت محمد مصطفی ﷺ سے ابتداء کرتے ہیں۔"

حرف الف

ابی بن کعب بن قیس، ابوالمنذر، ابوالطفیل، سید القراء۔حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا"ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔" آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں سید المسلمین کہتے تھے۔مسروق نے انہیں چھ نوجوانوں میں شمار کیا ہے۔محمد بن عمر اسلمی نے کہا:"سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور اکرم ﷺ کے لیے لکھا تھا۔انہوں نے سب سے پہلے فلاں بن فلاں سے لکھا تھا۔ان سے حضرات عمر فاروق، ابوایوب، عبادہ بن صامت، ابوموسیٰ الاشعری، ابن عباس، ابوہریرۃ اور انس بن مالک وغیرہم نے روایت کیا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے مشکلات اور مصائب کے بارے پوچھتے تھے اور بعض مقدمات میں ان سے مشاورت لیتے تھے۔حضرت ابی بن ثابت الانصاری۔یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ابن السکن، واقدی اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ ابوشیخ تھے۔ابن اسحاق نے ان کی مخالفت کی ہے۔انہوں نے کہا ہے:"ابی بن ثابت زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے۔جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے وہ ابوشیخ بن ابی بن ثابت تھے۔ابن عقبہ کا بھی یہی موقف ہے۔ابی بن معاذ بن انس ان کے بارے امام واقدی نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔احنس بن حبیب، اربد بن جبیر، ارقم بن ابی ارقم، اسعد بن یزید۔ابن اسحاق نے انہیں سعد بن زید لکھا ہے۔اسید بن ثعلبۃ، اسید بن حضیر، ان کا تذکرہ ابن الکلبی نے کیا ہے لیکن اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔اسیر بن عمرو، امیہ بن لوذان۔بعض نے ان کا نام ثابت بن ہزال لکھا ہے۔انس بن قتادہ انصاری۔بعض نے ان کا نام انیس لکھا ہے۔انس بن مالک۔یہ حضور اکرم ﷺ کے خادم تھے۔لیکن یہ قتال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔انس بن ابی انس، انس بن معاذ، بعض نے ان کا نام انیس لکھا ہے۔انسہ۔یہ حضور اکرم ﷺ کے خادم تھے۔ان کی کنیت ابومسروح تھی۔انیس بن قتادہ، انیف بن جشم، اوس بن ثابت۔یہ حضرت حسان کے بھائی تھے، اوس بن

خولی انہیں اوس بن عبداللہ بھی لکھا گیا ہے۔اوس بن صامت، ایاس بن اوس، ایاس بن بکیر۔

حرف الباء

براء بن معرور، بُجیر بن ابی بُجَیر، بحاث بن ثعلبہ بلوی، ابن اسحاق نے ان کا نام مجّاب لکھا ہے۔بسبسہ۔دارقطنی اور ابن ماکولا نے انہیں بسبس لکھا ہے امام نووی لکھتے ہیں سارے نسخوں میں یہ بسبسہ ہے۔یہ ان عمرو الجنی ہیں۔بشر بن براء۔ بشیر بن عبدالمنذر۔ابولبابہ ان کا نام رفاعۃ بھی بتایا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں روحاء کے مقام سے واپس کر دیا تھا۔ مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ان کے لیے مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا اور اجر و ثواب کی بشارت دی تھی۔بلال بن رباح، بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے۔حمامہ ان کی والدہ کا نام تھا۔

حرف التاء

تمیم بن عمرو، ابوعمر نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی گرفت کی گئی ہے۔تمیم بن یعار، تمیم یہ بنوغنم کے غلام تھے۔ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ حضرت سعد بن خیثمہ کے غلام تھے۔حضرت سعد کا تعلق بنوغنم سے تھا۔

حرف الثاء

ثابت بن اقرم، ثابت بن ثعلبہ، ثابت بن حارث، ثابت بن حسان، ثابت بن خالد، ثابت بن خنساء، ثابت بن ربیعہ، ثابت بن عامر۔ان کا تذکرہ ابن ابی حاتم نے کیا ہے ابوعمر نے ان کی اتباع کی ہے۔لیکن اسے وہم کہا گیا ہے۔صحیح روایت کے مطابق وہ ثابت بن عمرو ہیں۔ثابت بن عبید، ثابت بن ھزال، ثابت مولی اخنس۔عبدان نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ثعلبہ بن حاطب۔علماء نے انہیں بدری صحابہ کرام میں شامل کیا ہے۔ابن کلبی نے لکھا ہے کہ یہ احد میں شہید ہوئے۔علماء کی ایک جماعت نے اس کے قصہ میں کثیر مال کی تمنی اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا قصہ لکھا ہے۔الحافظ نے الاصابۃ میں ثعلبہ بن حاطب کے عنوان کے تحت یہ داستان لکھی ہے۔ابن اسحاق نے اس کا ذکر مسجد ضرار بنانے والوں میں کیا ہے۔الحافظ نے لکھا ہے: ''میرے خیال میں یہ وہ ثعلبہ نہیں ہے جس کی داستان معروف ہے۔یہ بدری صحابی ہیں ابن کلبی نے ان دونوں میں فرق کیا ہے کہ بدری صحابی غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔اس کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے جس روایت کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مذکورہ آیت

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ (التوبۃ:۷۵)

ترجمہ: ''اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو

ہم دل کھول کر خیرات دیں گے۔"

جس شخص کا تذکرہ ہے۔اسے ثعلبہ بن حاطب کہا جاتا تھا۔یہ مجلس میں آیا۔صحابہ کرام کو گواہ بنایا کہ اگر رب تعالیٰ نے مجھے مال دیا تو میں ضرور صدقہ کروں گا...... حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شرکت والوں میں سے کوئی بھی آگ میں نہ جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو تم چاہو کرو۔میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔" جسے یہ ثواب نصیب ہو رہا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نفاق ڈال دے۔اور اس کے بارے وہ آیات طیبات نازل کرے۔جو اس نے کیں۔ظاہر یہی ہے کہ وہ کوئی اور ثعلبہ ہے۔

ثعلبہ بن جذع ،ثعلبہ بن غنمہ ،ثعلبہ بن قیظی ،ثقف بن عمرو۔امام واقدی نے اسے ثقاف لکھا ہے۔ثمامہ بن عدی۔ الطبری نے لکھا ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔

حرف الجیم

جابر بن خالد، جابر بن عبداللہ بن رئاب۔جابر بن عبداللہ بن حرام۔امام بخاری نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں غزوۂ بدر میں اپنے ساتھیوں کو پانی پلاتا تھا" امام واقدی نے ابوسفیان کی حضرت جابر سے اس روایت کا انکار کیا ہے۔امام مسلم نے حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر نے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انیس غزوات میں شرکت کی۔لیکن میں غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکا۔مجھے میرے والد گرامی نے روکے رکھا۔جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو پھر میں کسی غزوہ میں بھی آپ سے پیچھے نہ رہا۔

جابر یا جبر بن عتیک۔جابر بن ابی صعصعۃ، جاریہ بن حمیل یا جمیلہ بن نشبہ۔ان کا ذکر ابن کلبی نے کیا ہے۔جبار بن صخر۔ جبر بن انس ،انہیں الطبرانی نے نقل کیا ہے۔اصحاب مغازی نے انہیں بدری صحابہ کرام میں شامل نہیں کیا۔انہوں نے جبیر بن ایاس کا ذکر کیا ہے۔جبلہ بن ثعلبہ،عبیداللہ بن ابی رافع ،ابن الاثیر نے ان کا نام رخیلہ لکھا ہے۔جبیر بن ایاس۔جعفر بن ابی طالب۔انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت تو نہیں کی تھی۔لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ نکالا اور ان کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔گویا کہ انہوں نے شرکت کی۔

حرف الحاء

حارث بن انس ،انیس انیس اور اوس بن رافع بھی لکھا گیا ہے۔حارث بن انس بن مالک، حارث بن اوس بن رافع، حارث بن اوس بن معاذ، حارث بن حاطب بن عمرو۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روحاء کے مقام سے واپس کر دیا تھا۔

ان کے لیے حصہ نکالا اور اجر وثواب کا وعدہ کیا۔ حارث بن حزمہ بن عدی۔ حارث بن حزمہ بن امیہ۔ حارث بن زیاد، حارث بن سراقہ، ان کا تذکرہ ابوالاسود نے کیا ہے۔

لیکن درست یہ ہے کہ یہ حارثہ بن سراقہ تھے۔ یہ بھی احتمال ہے یہ ان کا بھائی حارث ہو، حارث بن سلیم، حارث بن سواد، حارث بن صمد۔ روحاء کے مقام پر انہیں چوٹ آ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں واپس کر دیا۔ ان کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا اور اجر وثواب کا وعدہ کیا، حارث بن ظالم، حارث بن عرفجہ، حارث بن قیس بن خلدہ، حارث بن قیس بن ہیشہ، حارث بن نعمان، حارث بن معاذ۔ یہ حضرت سعد کے بھائی تھے۔ حارثہ بن زید، ان کا ذکر سہیلی نے کیا ہے لیکن ابراہیم بن منذر نے ان کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے ان کا نام خارجہ لکھا ہے۔ حارثہ بن سراقہ، حارثہ بن نعمان، حاطب بن ابی بلتعہ، حاطب بن عمرو بن عبد شمس، حاطب بن عمرو بن عتیک، حباب بن قیظی، حباب بن منذر، حبیب بن اسلم، حبیب بن الاسود، حبیب بن خراش، حبیب بن سعد، یہ انصار کے غلام تھے۔ ابن عقبہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابوعمر نے ابن اسود لکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حبیب بن اسلم ہے۔ یہ جشم بن جزرج کے غلام تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا یہ ایک ہے یا دو۔

حرام بن ملحان، حریث بن زید، حصین بن حارث، حمزہ بن عبد المطلب، حمزہ بن الحمیرۃ۔

حرف الخاء

خارجہ بن زید، خالد بن بکیر، خالد بن زید، خالد بن عمرو، خالد بن قیس، خباب بن الارت، خباب مولی عتبہ بن غزوان، خبیب بن اساف، خبیب بن عدی، خداش بن قتادہ، خراش بن صمہ، خریم بن فاتک، خزیمہ بن اوس، خزیمہ بن ثابت، خلاد بن رافع، خلاد بن سوید، خلاد بن عمرو، خلاد بن قیس، خلید یا خلیدہ بن قیس، خلیفہ یا علیفہ بن عدی، خنیس بن حذافہ، خوات بن جبیر، خولی بن ابی خولی۔

حرف الذال

ذکوان بن عبد قیس، ذکوان بن عبید، ذوالشمالین بن عبد عمرو، بعض نے انہیں عمیر یا عمرو یا عبد عمرو لکھا ہے۔ کیا ان کے دو ہاتھ تھے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

حرف الراء

راشد بن معلی، رافع بن جعدبۃ، رافع بن حارث، رافع بن زید، رافع بن سہل، رافع بن عنجدۃ، رافع بن مالک، رافع بن معلی، رافع بن یزید، ربعی بن ابی ربعی، ربعی بن عمر، ربیع بن ایاس، ربیعہ بن اکثم، رحیلہ بن ثعلبہ، رفاعۃ بن حارث، رفاعہ بن

رافع، رفاعۃ بن عبد المنذر بن زنبر، رفاعہ بن عبد المنذر، رفاعہ بن عمرو، رفاعہ بن عمرو الجہنی۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ صحیح ودیعہ بن عمرو تھے۔ ریاب بن حنیف۔

حرف الزای

زاہر بن حرام، زبیر بن عوام، زیاد بن الاحرش۔ ایک قول اس کے برعکس کا ہے۔ ان کا نام نسر بن عمرو تھا۔ زیاد بن السکن، زیاد بن کعب، زیاد بن لبید، زید بن اسلم، زید بن حارث، زید بن حارثہ حضور اکرم ﷺ کے غلام، زید بن خطاب: حضرت عمر فاروق کے بھائی۔ زید بن سہل، ابو طلحہ انصاری، زید بن المزین، زید بن معلی، زید بن ودیعہ۔

حرف السین

سلام بن عمیر، سالم بن عوف، سالم مولی ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، سائب بن خلاد، سائب بن عثمان بن مظعون، سائب بن عوام، سبرہ بن فاتک یہ خریم کے بھائی تھے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ سبیع قیس ابن عائشہ، سراقہ بن عمرو، سراقہ بن کعب، سعد بن ایاس، سعد بن خولہ، سعد بن خولی کلبی، سعد بن خیثمہ۔ سعد بن ربیع، سعد بن زید ایک قول کے مطابق سعید بن سہل اور دوسرے کے مطابق یہ سہل بن مالک ہیں۔ سعد بن سعد بن مالک۔ انہوں نے غزوہ بدر کے لیے تیاری کی لیکن ان کا وصال ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے حصہ نکالا اور اجر کی بشارت دی۔ سعد بن عبادہ، اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی یا نہیں۔ امام بخاری، ابن کلبی، امام واقدی اور مدائنی نے اثبات کیا ہے صحیح مسلم میں یہ وضاحت موجود ہے۔ سعد بن عبید، سعد بن عثمان، سعد بن عمیر، سعد بن الفاکہ، سعد بن مالک بن اہیب، سعد بن مالک بن خالد۔ انہوں نے غزوہ بدر کے لیے تیاری کی۔ وہ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے اور وصال کر گئے۔ آپ نے ان کے لیے حصہ نکالا اور اجر وثواب کا مژدہ سنایا۔ سعد بن معاذ بن نعمان، سعد بن نعمان، سعد یا سعید بن سہل بن مالک، سعد بن عتبہ بن غزوان، سعید بن زید۔ یہ شام سے واپس آئے اس وقت حضور اکرم ﷺ بدر سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف مختلف خبروں کے لیے بھیجا تھا۔ ان کے واپس آجانے کے بعد جنگ ختم ہو چکی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا حصہ نکالا۔ سعید بن قیس بن صخر، سفید بن بشیر، سلمہ بن اسلم بن حریس، سلمہ بن ثابت بن وقش، سلمہ بن سلامہ بن وقش، سلیط بن قیس، سلیم بن حارث، سلیم بن عقرب، سلیم بن قیس بن فہد، سلیم بن ملحان۔ حضور ﷺ کے غلام سلیم ابو کبشہ، سماک بن خرشہ، سماک بن سعد، سنان بن صیفی۔ ابن ابی حاتم نے انہیں بدری صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحاق نے انہیں ابو سنان بن صیفی لکھا ہے۔ سنان بن ابی سنان وھب بن محصن۔ یہ

حضرت عکاشہ کے بھتیجے تھے۔سہل بن حنیف، سہل بن رافع، سہیل بن عتیق، سہل بن قیس، سہل بن عدی، سہیل بن بیضاء، سہیل بن رافع، سہیل بن قیس، سوار بن رزین۔ابن اسحاق نے انہیں سواد بن زریق لکھا ہے۔سواد بن عزیہ، سویبط بن حرملہ، سوید بن مخشی۔

حرف الشین

شجاع بن وھب، انہیں ابن ابی وھب بھی کہا جاتا ہے۔شریک بن انس، حضورا کرم ﷺ کے خادم شقران۔

حرف الصاد

صامت کے غلام حبیب بن خراش، عاص بن امیہ کے غلام صبیح، یہ کسی مرض کی وجہ سے واپس آگئے تھے۔صخر بن امیہ، صفوان بن عمرو، صفوان بن وھیب، صہیب بن سنان بن مالک، صیفی بن سواد۔

حرف الضاد

الضحاک بن حارثہ، ضحاک بن عبد عمرو، ضحاک بن قیس۔امام مسلم نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ابن عساکر کو ان کے بارے وہم ہوا ہے۔ضمرہ بن عمرو، ضمرہ بن کعب۔

حرف الطاء

طارق بن عبید، طفیل بن حارث، طفیل بن مالک، طلحہ بن عبید اللہ۔یہ عشرۃ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔حضورا کرم ﷺ نے انہیں شام بھیجا تھا۔تا کہ کارواں کی خبر لے کر آئیں۔یہ غزوۂ بدر کے بعد آئے۔حضورا کرم ﷺ نے ان کے لیے حصہ نکالا اور اجروثواب کا وعدہ کیا۔طلحہ بن عمرو، طلیب بن عمیر یا عمرو۔

حرف الظاء

ظہیر بن رافع۔یہ حضرت رافع بن خدیج کے چچا تھے۔امام بخاری نے الصحیح میں لکھا ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ان کے بھائی مظہر نے بھی شرکت کی تھی۔حافظ دمیاطی نے ان کا انکار کیا ہے۔لیکن جنہوں نے ان کا اثبات کیا ہے وہ زیادہ قوی ہیں۔اس میں زیادہ علم ہے۔

حرف العین

عاصم بن ثابت، عاصم بن عدی۔یہ غزوۂ بدر کے لیے گئے حضورا کرم ﷺ نے انہیں روحاء کے مقام سے واپس کر دیا۔آپ نے اہل عالیہ پر اپنا نائب مقرر کیا آپ نے ان کا حصہ نکالا اور اجر کا وعدہ کیا۔عاصم بن بکیر، عاقل بن قیس، عاقل بن

بکیر، عامر بن امیہ، عامر بن بکیر، عامر بن ثابت، عامر بن زہیر، عامر بن ربیعہ، عامر بن سعد، عامر بن سلمہ، عامر بن عبداللہ بن جراح۔
عامر بن عبداللہ، عامر بن عبد عمرو، عامر بن عکیر، مستغفری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بدر میں شرکت کی تھی۔ معروف یہ ہے وہ عاصم
بن عکیر تھے شاید یہ ان کے بھائی ہوں۔ عامر بن عوف۔ عامر بن فہیرۃ، حضرت ابوبکر صدیق کے غلام۔ عامر بن مخلد۔ عامر بن سکن۔
عائذ بن ماعص، عباد بن بشیر، عباد بن عبید، عباد بن قیس، عبادہ بن خشخاش، عبادہ بن صامت، عبادۃ بن قیس۔ عبداللہ بن انیس
جہنی، عبداللہ بن اوس، عبداللہ بن جحش، عبداللہ بن جد، عبداللہ بن جعفر طیار، حضور ﷺ نے ان کے لیے حصہ نکالا۔ اجر کا وعدہ کیا
حالانکہ وہ حبشہ میں تھے۔ عبداللہ بن حذافہ، عبداللہ بن حمیر، عبداللہ بن حق، عبداللہ بن ابی خولی، عبداللہ بن ابی خیثمہ۔ عبداللہ
بن ربیع۔ عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن زید، عبداللہ بن سراق، عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن سلمہ، عبداللہ بن سہل بن رافع۔ عبداللہ
بن سہل بن زید، عبداللہ بن سہل بن عمرو۔ ہجرت حبشہ سے قبل انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہیں اذیتیں دی گئیں تو انہوں
نے مرتد ہونے کا اظہار کیا۔ جب مشرکین غزوۂ بدر کی طرف نکلے تو یہ بھاگ کر مسلمانوں کی طرف چلے گئے اور غزوۂ بدر میں
شرکت کی۔ عبداللہ بن شریک، عبداللہ ابن طارق، عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی۔ عبداللہ بن عبد مناف۔ عبداللہ
بن عبس۔ عبداللہ تمیک بن قیس، عبداللہ بن عثمان، ابوبکر صدیق اکبر۔ عبداللہ بن عرفجہ۔ عبداللہ ابن عرحظہ۔ عبداللہ بن عمرو بن
حرام، عبداللہ بن عمیر۔ عبداللہ بن قیس بن خالد، عبداللہ بن قیس بن صخر۔ عبداللہ بن کعب بن عمرو۔ عبداللہ بن کعب بن زید۔
عبداللہ بن مخرمہ بن عبد العزیٰ، عبداللہ ابن مزین، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن مظعون، عبداللہ بن نضلہ، عبداللہ بن نعمان۔
عبداللہ بن حیشہ، عبدالرحمان بن جبر، عبدالرحمان بن عبداللہ، عبدالرحمان بن عوف۔ عبد بن عامر، عبیدہ بن حسحاس بلوی۔ عبس
بن عامر، عبید بن اوس۔ عبید یا عتیک بن تیہان، عبید بن ثعلبہ، عبید بن زید، عبید بن ابی عبید، عبید بن السکن۔ عبیدہ بن حارث۔ عبیدہ
بن ربیعہ۔ عتبان بن مالک، عتبہ بن ربیعہ، عتبہ بن عبداللہ، عتبہ بن غزوان، عتیک بن تیہان، عثمان بن حنیف۔ عثمان غنی بن
عفان۔ یہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ وعلیہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ طیبہ رہ گئے تھے۔ آپ نے ان کے لیے حصہ نکالا
اور اجر کا وعدہ کیا۔ عثمان بن عمرو، عثمان بن عمر، عثمان بن مظعون، عجلان بن نعمان، عدی بن خلیفہ، عدی بن ابی الزغباء۔ عصمہ
بن حصین، عصمہ یا عصیمہ الاسدی بنو مازن کے حلیف، عصمہ یا عصیمہ بنو مالک کے حلیف، عطیہ بن نویرۃ۔ عقبہ بن حیس۔ عقبہ
بن ربیعہ، عقبہ بن عامر، عقبہ بن عثمان، عقبہ بن عمرو۔ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ یہ بدر میں اترے۔ اس کی طرف منسوب ہوئے۔
امام بخاری نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ انہوں نے ان روایات سے دلیل پکڑی ہے جو صحیح میں ہیں جن میں سے بعض میں
یہ تصریح ہے اور انہوں نے اس غزوہ مبارکہ میں شرکت کی تھی۔ ان میں سے ایک روایت عروۃ بن زبیر کی ہے۔ جو انہوں نے
ابومسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت مغیرہ نے نماز عصر مؤخر کی۔ ان کے پاس عقبہ بن عامر آئے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں

شرکت کی تھی۔ عبید بن سلام اور مسلم نے الکنی میں لکھا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ متعدد روایات میں ہے کہ انہوں نے شرکت کی تھی۔ قاعدہ یہ ہے کہ مثبت کو نافی سے مقدم کیا جائے گا۔ عقبہ بن وھب بن ربیعہ، عقبہ بن وھب بن کلدہ، عکاشہ بن محصن، علی المرتضیٰ، عمار بن یاسر، عمارۃ بن حزم، عمارہ بن ابی حسن الانصاری۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے جسے ابن قانع اور ابن سکن نے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ وہ بدری صحابی ہیں۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔

عمارہ بن زیاد، عمر فاروق، عمرو بن انس، عمرو بن ایاس، عمرو بن ثعلبہ، عمرو بن جلاس، عمرو بن جموح، عمر یا عمیر بن حارث، عمرو بن خارجہ، عمرو بن ابی زھیر، عمرو بن سراقہ، عمرو بن ابی سرح، عمرو بن طلق، عمرو بن عبد عمرو، عمرو بن عقبہ، عمرو بن عمیر، عمرو بن عمرو، عمرو یا عمیر سہیل بن عمرو کے غلام، عمرو بن عنمہ، عمرو بن غزیہ، عمرو بن قیس، عمرو بن قیس بن خارجہ، عمرو بن قیس بن زید، عمرو بن مازن، عمرو بن معبد، عمرو بن معاذ، عمیر بن حارث، عمیر بن حرام، عمیر بن حمام، عمیر بن عامر بن مالک، عمیر بن عامر بن نابی، عمیر بن عبد عمرو، عمیر بن عوف، سہیل بن عمرو کے غلام، عمیر بن ابی وقاص، عنترہ بن عمرو سلیم بن حدیدہ کے غلام، عوف بن اثاثہ، عوف بن حارث، عویم بن ساعدۃ، عویمر بن اشعر، عیاش بن ابی ربیعہ، عیاض بن زھیر۔

حرف الغین

غنام بن اوس۔

حرف الفاء

فاکہ بن بشر، فروہ بن عمرو۔

حرف القاف

قتادہ بن نعمان، قدامۃ بن مظعون، قطبہ بن عامر، قیس بن بکیر، قیس بن خالد، قیس بن ربیع، قیس بن سکن، قیس بن عبایہ، قیس بن عمرو، قیس بن ابی بن کعب، قیس بن محصن، قیس بن مخلد۔

حرف الکاف

کثیر بن عمرو سلمی، کعب بن جماز، کعب بن زید، کعب بن عامر، کعب بن عمرو، کناز بن حصین۔

حرف اللام

لبدۃ بن قیس بن نعمان۔

حرف المیم

مالک بن امیہ۔ مالک بن تیھان، مالک بن ثابت المزنی، مالک بن دخشم، مالک بن رافع، مالک بن ربیعہ، مالک بن رفاعہ، مالک بن عمرو بن ثابت، مالک بن عمرو بن سمیط، مالک بن عمیلہ، ابوعمر نے ابن عقبہ سے اسی طرح نقل کیا ہے الحافظ نے لکھا ہے کہ ان کا نام ان کے مغازی میں نہیں۔ نہ ہی ابن اسحاق، واقدی کے مغازی میں ہے۔ زبیر بن بکار نے انساب بنی عبدالدار میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کے اسلام کا تذکرہ نہیں کیا۔ چہ جائیکہ غزوۂ بدر میں اس کی شرکت کا تذکرہ ہو۔ مالک بن قدامہ، مالک بن مسعود، مالک بن غیلہ، مالک بن عبدالمنذر، مبشر بن عبدالمنذر، محرز بن عامر، محمد بن سلمہ، محمیہ بن جزء، مدلاج بن عمرو، مرارۃ بن ربیع الانصاری، مرثد بن ابی مرثد، مرۃ بن حباب، مسطح بن اثاثہ، مسعود بن اوس، مسعود بن ربیع، مسعود بن زید، مسعود بن سعد، مصعب بن عمیر، مضطجع بن اثاثہ، معاذ بن جبل، معاذ بن حارث، معاذ بن عمرو، معاذ بن ماعص۔ معبد بن عباد، معبد بن قیس، معبد بن وھب، معتب بن عبید، معتب بن عوف، معتب بن قشیر، معقل بن منذر، معمر بن حارث، معمر بن حبیب، معمر بن ابی سرح، معن بن عدی، معن بن یزید، معوذ بن حارث۔ معوذ بن عمرو، معیعیب ابن ابی فاطمۃ، مقداد ابن اسود، ملیل بن وبرۃ، منذر بن عمرو، منذر بن قدامہ۔ منذر بن محمد، مجمع حضرت عمر کے غلام۔

حرف النون

نضر بن حارث، نعمان بن اعرج، نعمان بن ثابت، نعمان بن خزیمہ، نعمان بن سنان، نعمان بن عبد عمرو، نعمان بن عصر، نعمان بن عمرو، نعمان بن قوقل، نعمان بن مالک، نعیمان بن عمرو بن رفاعۃ۔ نعیمان بن عمرو، نہیک بن تیھان، نوفل بن ثعلبہ، نوفل بن عبداللہ۔

حرف الھاء

ھانی بن نیاز۔ ھبیل بن وبرۃ، ھران بن عمرو، ھشام بن عتبہ، ھلال بن امیہ، ھلال بن ابی خولی، ھلال بن معلی، ھمام بن حارث۔

حرف الواوٗ

واقد بن عبداللہ، ودقہ بن ایاس، ودیعہ بن عمرو، وھب ابن ابی سرح، وھب بن سعد، وھب بن کلدہ، وھب بن محصن ابن عبداللہ، وھب بن محصن ابوسنان اخو عکاشہ۔

حرف الیاء

یزید بن اخنس۔ یزید بن ثابت، یزید بن حارث، یزید بن حرام، یزید بن رقیش، یزید بن سکن، یزید بن عامر، یزید بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

کنیتیں

ابوالاعور۔ حارث بن ظالم، ابوایوب خالد بن زید، ابوبکر صدیق، عبداللہ بن ابی قحافہ، ابوالھارث بن قیس، ابوحبّہ عامر بن عبد عمرو۔ ابوجبہ ثابت بن نعمان۔ ابوحنہ ابن مالک بن عمرو، ابوحبیب ابن زید، ابوحذیفہ بن عتبہ، ابوالحسن الانصاری تیم بن عبد عمرو، ابوالحمراء مولی حارث بن رفاعۃ، ابوخارجہ عمرو بن قیس، ابوخالد بن حارث، ابوخزیمہ بن اوس، ابوداؤد عمرو یا عمیر بن عامر، ابودجانہ سماک بن خرشہ۔ ابوزعنہ عامر بن کعب بن عمرو، ابوسبرۃ بن ابی رھم، ابوالسبع بن عبدالقیس، ابوسفیان بن حارث، ابوسفیان بن وھب، ابوسلمہ بن عبدالاسد، عبداللہ بن ھلال، ابوسلیط انصار اسیر یا اسید یا انیس، ابوسنان بن صیفی، ابوشراک الفہری۔ عمرو بن ابی عمرو۔ ابوشیخ ابی۔ ابوصرمہ، ابوضیاح، ابوطلحہ زید بن سہل، ابوعبیدۃ عامر بن عبداللہ، ابوعقیل عبداللہ بن عبدالرحمان۔ ابوعمرو انصاری، ابوفضالہ انصاری، ابوقیس بن معلّی، ابوکبشہ، سلیم یا اوس یا سلمہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابولبابہ بن عبدالمنذر۔ ان کا نام بشیر تھا۔ انہیں مقام روحاء سے واپس کر دیا گیا۔ آپ نے انہیں مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا ان کا حصہ نکالا اور اجر کا وعدہ کیا۔ ابومخشی، ابومرثد کناز، ابومسعود البدری، عقبہ بن عامر، ابوملیل ابن الازعر بن زید، ابونملہ انصاری، ابوالہیثم بن تیہان مالک، ابویحییٰ عبداللہ بن کعب، ابوالیسر کعب بن عمرو۔

غزوۂ بدر کے بارے صحابہ کرام کے اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

الم ترا امرًا کان من عجب الدھر — و للحین اسبابٌ مبینۃ الامر

وما ذاك الا ان قومًا افادھم — فحانوا تواص بالعقوق و بالکفر

عشِيَّةَ راحوا نحو بدر بجمعهم	فكانوا رُهونًا للرَّكِيَّةِ من بدْرٍ
و كنا طلبنا العِيْرَ لم نَبْغ غيرها	فثاروا الينا فالتقينا على قدَرٍ
فلما التقينا لم تكن مثنوية	لنا غير طعن بالمثُقّفة السمر
وَ ضربٍ ببيض يختلي الهام حدّها	مُشَهّرة الالْوَانِ بَيِّنَةَ الاثر
و نحن تركنا عتبَة الغَيِّ ثاوِيًا	و شيبَة فى قتلى تجَرْجَمُ فِيْ الجَفر
و عمرو ثوى فيمن ثوى من حماتهم	فشقت جيوب النالحات على عمرو
جيوب نساء من لوى بن غالب	كرام تفر عن الذوائب من فهر
اولئك قوم قتلوا فى ضلالتهم	و خلوا لواءً غير محتضر النصر
لواءَ ضلالٍ قاد ابليس اهله	فخاس بهم انّ الخبيث الى غدْرِ
و قال لهم اذعاين الامر واضحا	برئت اليكم ما بى اليوم من صبر
فانى ارى ما لَا ترون و انى	اخاف عقاب الله والله ذو قسر
فقدّمهم للحين حتى تورطوا	و كان بما لم يخبر القوم ذا خبر
فكانوا غداة البر الفا و جمعنا	ثلاث مئين كالمسدمة الزهر
وفينا جنود الله حين يمدنا	بهم فى مقام ثم مستوضح الذكر
فشد بهم جبريل تحت لواء نا	لدى مازقٍ فيه اياهم تجرى

ترجمہ: ''کیا تم نے وہ معاملہ نہیں دیکھا جو زمانہ کے عجائب میں سے تھا موت کے بعض ایسے اسباب ہیں جن کا معاملہ عیاں ہوتا ہے۔ وہ واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک قوم کو کفر اور معصیت کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا وہ ہلاک ہو گئے۔ اس شام کے وقت جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ وہ بدر کے کنوئیں میں ہمیشہ کے لیے رکھ دیئے گئے۔ ہم تو کارواں کی جستجو میں نکلے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی مدعا نہ تھا۔ وہ ہماری طرف روانہ ہوئے اور ایک مقدر پر ہم ایکدوسرے کے مقابلہ میں آ گئے۔ جب ہم آمنے سامنے آ گئے تو ہمارے لیے واپسی کی کوئی راہ نہ تھی۔ مگر گندم گو نیزوں کے ساتھ نیزہ زنی تھی۔ ان چمکدار تلواروں کے ساتھ وار کرنا تھا۔ جن کی دھاریاں کھوپڑیوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہیں جن کے رنگ اور جوہر عیاں ہوتے ہیں۔ ہم نے گمراہی کی دہلیز (عتبہ) کو زمین پر دے مارا شیبہ کو کنوئیں کے پاس بچھڑے ہوئے

مقتولین کے پاس چھوڑا۔ عمرو بھی ان لوگوں کے ہمراہ خاک میں مل گیا۔ جو ان کے ساتھی تھے اور خاک میں مل گئے تھے۔ لہٰذا اس پر نوحہ خوانی کرنے والی عورتوں کے گریبان چاک ہو گئے یعنی لوی بن غالب کی ان شریف عورتوں کے گریبان پھٹے تھے جو بنو فہر کی بلند مرتبت عورتوں سے بھی بلند مرتبت تھیں۔ یہ لوگ اپنی گمراہی میں مارے گئے تھے۔ وہ اپنے جھنڈے کو اس حال پر چھوڑ گئے تھے۔ تا دم مرگ اس کے پاس مدد نہ پہنچ سکی۔ گمراہی کا وہ جھنڈا جس کو اٹھانے والوں کی قیادت ابلیس نے کی شیطان نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا بلا شبہ وہ خبیث دھوکے کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ جب اس نے فتح کا معاملہ واضح دیکھ لیا تو اس نے انہیں کہا میں تم سے بری ہوں۔ میں آج صبر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے۔ میں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں رب تعالیٰ قہر والا ہے۔ ابلیس مشرکین کو موت کے پاس لے کر آیا۔ حتیٰ کہ وہ ہلاکت کے گرداب میں پھنس گئے۔ وہ خود تو علم رکھتا تھا۔ لیکن مشرک قوم اس سے آگاہ نہ تھی۔ جب مشرکین بدر کے کنویں پر پہنچے تو ان کی تعداد ایک ہزار تھے۔ جبکہ ہمارا لشکر تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ مگر مسلمان سفید زراونٹوں کی طرح تھے۔ ہم میں رب تعالیٰ کے ایسے لشکر بھی تھے وہ جب بھی ان کے خلاف ہماری مدد کرتے تو ان کے ذکر کی وضاحت طلب کی جاتی۔ حضرت جبرائیل نے انہیں ہمارے پرچم کے نیچے ایسے تنگ مقام پر جکڑ دیا جہاں ان پر لگاتار موتیں آ رہی تھیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اشعار

الم تر ان اللہ ابلی رسولہ بلاء عزیز ذی اقتدار و ذی فضل
لما انزل الکفار دار مذلۃٍ فلاقوا ھوانًا من اِسَارٍ و من قتل
فامسی رسول اللہ قد عز نصرہ و کان رسول اللہ ارسل بالعدل
فجاء بفرقان من اللہ منزل مبینۃٌ آیاتہ لذوی العقل
فامن اقوامٌ بذالک وایقنوا فامسوا بحمداللہ مجتمعی الشمل
وانکر اقوام فزاغت قلوبھم فزادھم ذوالعرش خبلاً علی خبلٍ
و امکن منھم یوم بدرٍ رسولہ و قومًا غضاباً فعلھم احسنُ الفعل

بايديهم بيض خفاف عصوبها — و قو حاد ثوها بالجلاء و با الصقل
فكم تركو من ناشيٍ ذی حمیّة — صريحًا و من ذی نجدة منهم كهل
تبيت عيون النّائحاتِ عليهم — تجودُباسبالِ الرشاش و بالوبل
نوائح تنعی عتبة الغی وابنه — و شيبة تنعاه و تنعی اباجهل
و ذالرجل تنعی و ابن جدعان فيهم — مسلبة حری مبينة الثكل
تری منهم فی بئر بدر عصابة — ذوی نجدات فی الحروب و فی المحل
دعا الغیّ منهم من دعا فاجابه — و الغیّ اسباب فرمقة الوصل
فاضحو الدی دار الجحيم بمعزل — عن الشغب والعدوانِ فی اشغل الشغل

ترجمہ: ''کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی یوں آزمائش کی جیسے کسی اقتدار والے اور عزت وفضل والے کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے رب تعالیٰ نے کفر کو ذلت کے گھر اتارا۔ وہاں انہوں نے قید وقتل کی ذلت سے ملاقات کی۔ حضور اکرم ﷺ کی نصرت کو غلبہ نصیب ہوا۔ آپ کو تو عدل کے ساتھ ہی مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی جناب والا سے ایسی کتاب لے کر آئے جو حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے جس کی آیات اہل عقل کے لیے واضح ہیں۔ بعض حضرات اس پر ایمان لے آئے اس پر یقین کرلیا۔ ان کی منتشر جمعیت یکجا ہوگئی۔ الحمدللہ! بعض لوگوں نے اس کتاب کا انکار کردیا۔ ان کے دل ٹیڑھے ہوگئے۔ رب تعالیٰ نے ان کے فساد پر فساد کا اضافہ کردیا۔ روز بدر اس نے اپنے رسول محترم ﷺ اور اس غضبناک قوم کو قدرت دے دی۔ جن کا فعل بہترین فعل تھا۔ ان کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی سفید تلواریں تھیں۔ انہوں نے انہیں صیقل کرنے اور چمکدار بنانے میں کافی وقت صرف کیا تھا۔ انہی کے ساتھ ہی انہوں نے ان پر وار کیے۔ انہوں نے ان کے ذریعے کتنے ہی حمیت والوں اور طاقتور عمر رسیدہ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ ان پر نوحہ کناں عورتوں کی آنکھیں ساری رات ان پر چھم چھم اور موسلا دھار بارش کی سخاوت کرتی رہی ہیں۔ وہ نوحہ خوانی کے عالم میں وہ گمراہی کی دہلیز (عتبہ) اور اس کے بیٹے کی موت کی خبر دیتی ہیں نیز وہ ابوجہل اور شیبہ کی موت کے بارے بتاتی ہیں۔ وہ لنگڑے اور ایک پاؤں والے اسود کی موت کی خبر دیتی ہیں وہ ابن جدعان کی موت کی بھی خبر دیتی ہیں وہ عورتیں ماتمی لباس میں ملبوس ہیں ان کے پیٹوں میں گویا کہ آگ لگی ہوئی ہے۔ جدائی کا غم ان کے چہروں

سے واضح تھا۔ ان کی وہ جماعت بدر کے کنویں میں جا گری جو قحط کے سالوں اور جنگوں میں طاقتور ہوتی تھی۔ ان میں بہت سے لوگوں نے گمراہی نے دعوت دی انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ گمراہی کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں لیکن ان میں اتصال کی قوت کمزور ہوتی ہے۔ بالآخر وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس چیخ اور ظلم سے علیحدہ زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں اپنے وقت پر پہنچ گئے۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

عجبت لامر الله والله قادر — علی ما اراد لیس الله قاهر
قضی یوم بدر ان نلاقی معشرًا — بغوا و سبیل البغی بالناس جائر
و قد حشدوا و استغفروا من یلیهم — من الناس حتی جمعهم متکاثر
و سارت الینا لا تحاول غیرنا — بأجمعها کعب جمیعا و عامر
و فینا رسول الله والاوس له — له معقل منهم عزیز و ناصر
و جمع بنی النجار تحت لوائه — یمشون فی الماذی والنقع ثائر
فلما لقیناهم و کل مجاهد — لاصحابه مستبل النفس صابر
شهدنا بان الله لارب غیره — و ان رسول الله بالحق ظاهر
و قد عریت بیض خفاف کانها — مقاییس یزهیها لعینیك شاهر
بهن ابدنا جمعهم فتبددوا — و کان یلاقی الحین من هو فاجر
فکب ابوجهل صریعًا بوجهه — و عتبة قد غادرنه وهو عائر
و شیبة والتمیمی غادرن فی الوغی — وما منهما الا لذی العرش کافر
فامسوا و قود النار فی مستقرها — و کل کفور فی جهنم صائر
تلظی علیهم وهی قد شب حمیها — بزبر الحدید والحجارة ساجر
و کان رسول قد قال اقبلوا — فولوا و قالوا: انما انت ساحر
لامر اراد الله ان یهلکوا به — و لیس لامر حمه الله زاجر

ترجمہ: "میں نے رب تعالیٰ کے کام پر تعجب کیا۔ رب تعالیٰ اس امر پر قادر ہے جس کا وہ ارادہ فرمائے۔ رب

تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔اس نے غزوۂ بدر کے روز فیصلہ کر دیا کہ ہم ایسے گروہ سے معرکہ آزما ہوں جنہوں نے بغاوت کی اور سرکشی کا رستہ لوگوں کو ٹیڑھا لے جانے والا ہے۔حالانکہ انہوں نے لشکر جرار جمع کیا ان لوگوں سے مدد چاہی جو ان کے اردگرد تھے حتیٰ کہ ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ سارے بنو عامر اور بنو کعب سارے ہمارے طرف چل کر آئے۔ان کا مقصود صرف ہم ہی تھے۔حضور اکرم ﷺ ہمارے مابین تشریف فرما ہیں۔آپ کے اردگرد بنو اوس ہیں جو آپ کے لیے قلعہ ہیں ان میں سے بعض غلبہ پانے والے اور بعض مدد کرنے والے ہیں۔بنو نجار کا گروہ آپ کے مبارک پرچم کے نیچے ہے۔جو سفید اور نرم زرھوں میں چل رہے ہیں۔اس حال میں کہ گرد و غبار اڑ رہا ہے۔پھر ہم نے مشرکین کے ساتھ ملاقات کی۔اس حال میں کہ صحابہ کرام میں سے ہر ایک شخص مجاہد، ثابت قدم اور خود کو شہادت کے لیے پیش کرنے والا تھا۔ہم نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں اور حضور اکرم ﷺ اس کے ساتھ غلبہ پانے والے ہیں۔سفید اور تاباں تلواروں کو سونت لیا گیا۔گویا کہ وہ آگ کے ایسے شعلے تھے جنہیں تلوار سونتے تیری آنکھوں کے سامنے حرکت دے رہا ہو۔ہم نے ان تلواروں کے ساتھ ان کے لشکر جرار کو تباہ کیا وہ برباد ہو گئے جو فاجر تھا وہ موت سے ملاقات کر رہا تھا۔ بالآخر ابوجہل منہ کے بل نیچے گر پڑا۔عتبہ کو تلواروں نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ پچھاڑا پڑا تھا۔شیبہ اور تیمی کو انہوں نے میدانِ جنگ میں چھوڑ دیا۔یہ سارے عرش کے مالک، رب اعلیٰ کے منکر تھے۔ وہ جہنم میں آگ کا ایندھن بن گئے۔ہر کافر جہنم میں جانے والا ہے۔یہ جہنم ان پر بھڑک رہی ہے حالانکہ آگ روشن کرنے والے نے اس کی حرارت کو لو ہے اور پتھروں کے ساتھ عالم شباب میں کر دیا ہے۔آپ نے تو ان سے فرمایا تھا کہ میری جانب آؤ مگر انہوں نے اعراض کیا اور کہا:"آپ جادوگر ہیں۔" ان کی یہ ہلاکت اس امر کی وجہ سے ہوئی جس کا ارادہ رب تعالیٰ نے کر لیا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں جس امر کا فیصلہ رب تعالیٰ کر لیتا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔"

حضرت حسان بن ثابت کے اشعار

تبلت فؤادك فی المنام خریدۃ ۔۔۔ تسقی الضجیع ببارد بسام
کالمسك تخلطه بماء سحابة ۔۔۔ أو عاتق کدم الزبیح مدام

نفج الحقيبة بوصها متنضد — بلهاء غير و شكية الاقسام
بنيت على قطن أجم كأنه — فضلاً اذا قعدت مداك رخام
و تكاد تكسل أن تجئ فراشها — فى جسم خرعبة و حسن قوام
أما النهار فلا أفتر ذكرها — و الليل توزعنى بها احلامى
أقسمت أنساها و أترك ذكرها — حتى تغيّب فى الضريح عظام
يامن لعاذلة تلوم سفاهة — ولقد عصيت على الهوى لوّامى
بكرت على بسحرة بعد الكرى — و تقارب من حادث الأيام
زعمت بأن المرء يكرب عمره — عدم لمعتكر من الاصرام
ان كنت كاذبة الذى حدثتنى — فنجوت منجى الحارث بن هشام
ترك الأحبة ان يقاتل دونهم — و نجا برأس طمرّة و لجام
تذر العناجيج الجياد بقفرةٍ — مرّ الدّموك لمحصدو رجام
ملأت به الفرجين فارمدّت به — و ثوى أحبته بشر مقام
و بنوأ بيه و رهطه فى معرك — نصر الاله به ذوى الاسلام
طحنتهم والله ينفذ أمره — حرب يشب سعيرها بفرام
لو لا الله و جريها لتركنهٔ — جزر السبّاع و دسنه بحوامى
من بين ماسور يشدو ثاقه — صفر اذا لاقى الا سنّة حامى
و مجدل لا يستجيب لدعوة — حتى تزول شوامخ الاعلام
بالعار والذّل المبين اذرأى — بيض السيوف تسوق كل همام
بيدى أغر اذا انتمنى لم يخزهٖ — نسب القصا رسميدع مقدام
بيض اذا لاقت حديدا صممت — كالبرق تحت ظلال كل غمام

ترجمہ: ''اس دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار کر دیا ہے جو اپنے متبسم اور ٹھنڈے رخسار کے ساتھ اپنے ہم بستر کو شفایاب کر دیتی ہے۔ وہ اس کستوری کی مانند ہے جسے تو بارش کے پانی کے ساتھ ملا لے یا وہ ذبح شدہ جانور کے لہو کی مانند سرخ مدام پرانی شراب کی طرح ہے۔ وہ ابھرے ہوئے بڑے

بڑے کولہوں والی ہے۔گویا کہ وہ تہ بہ تہ ہیں وہ بھولی بھالی ہے اور وہ قسموں کی طرح تیزی سے نہیں جاتی۔اس کی بنیاد گوشت پر قائم ہے۔جب وہ پر تکلف لباس سے الگ ہو کر بیٹھتی ہے تو وہ سنگ مرمر کی سل لگتی ہے۔نازک جسم اور فطرتی حسن میں اسے اپنے بستر تک آنا بار گراں لگتا ہے دن کے وقت میں اس کی یاد سے غفلت نہیں برتتا لیکن رات کو بھی اس کے خواب مجھے فریفتہ کیے رکھتے ہیں۔میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اسے کبھی نہ بھولوں گا۔نہ ہی اس کی یاد ترک کروں گا حتیٰ کہ قبر میں میری ہڈیاں غائب ہو جائیں۔اس ملامت گر کو کون روکے گا جو حماقت کی وجہ سے مجھے ملامت کر رہی ہے۔حالانکہ محبت کے بارے میں نے اپنے ملامت کرنے والے کی بات کبھی نہیں مانی۔ایک رات غزوہ بدر کے قریب میری نیند کے بعد صبح سے کچھ دیر پہلے وہ عورت میرے پاس آئی۔اس کا گمان تھا اونٹوں کا اژدھام نہ ہونا۔انسانی زندگی کو غمزدہ کر دیتا ہے۔میں نے کہا کہ تو نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے اگر تو اس میں جھوٹی ہے تو پھر مجھ سے اس طرح بچ کر نکل جا جس طرح حارث بن ہشام بچ کر نکل گیا تھا۔اس نے اپنے دوستوں کو ترک کر دیا۔بجائے اس کے کہ وہ اس کے ہمراہ جنگ کرتا وہ طویل قد والے گھوڑے کے بال اور لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا۔اس چٹیل میدان میں عمدہ اور بہترین گھوڑے اس طرح چھوڑے جا رہے تھے جیسے پتھر کے ساتھ بندھی رسی کو تیز رفتار چرخی ترک کرتی جاتی ہے۔ان گھوڑوں نے درمیانی شگاف بھر لیے تھے۔اس سے ان میں جوش و ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔حالانکہ اس کے دوست برے مقام پر پڑے تھے۔اس کے بھائی اور قوم ایسی جنگ میں تھی۔جس میں رب تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح مند کیا تھا۔ایسی جنگ نے انہیں کچل ڈالا ایندھن سے جس کے شعلوں کو بلند کیا جا رہا تھا۔رب تعالیٰ تو اپنا حکم نافذ کر کے رہتا ہے۔اگر رب تعالیٰ کا ارادہ اسے بچانے کا نہ ہوتا اور نہ ہی تیز رفتار گھوڑے ہوتے تو وہ گھوڑے حارث کو درندوں کا لقمہ بنا کر چھوڑتے اور اپنے سموں سے اسے روند دیتے۔وہ یا تو ایسا قیدی ہوتا جس کی مشکیں کوئی بہادر کستا جو نیزوں کے مقابلہ میں بھی حمایت کرنے والا ہوتا یا وہ زمین پر مردہ پڑا ہوتا کسی کی صدا کی آواز نہ دیتا حتیٰ کہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے وہ واضح ذات اور خواری کے عالم میں دیکھتا کہ سفید تاباں تلواریں ہر بلند عزم سردار کو ہانکتی جا رہی ہیں۔ وہ تلواریں ایسے افراد کے ہاتھوں میں ہیں کہ جن کا نسب بیان کیا جائے تو اسے کم ہمت لوگوں کے نسب کی ذلت نصیب نہ ہو جو کسی سردار اور دشمن کی پرواہ کیے بغیر پیش قدمی کرنے والا ہو۔وہ ایسی تاباں

تلواریں ہیں جو جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے قطع کرتی جاتی ہیں وہ بادل کے سایہ میں بجلی کی طرح ہیں۔"

حارث بن ہشام کا جواب

القوم أعلم ما ترکت قتالھم — حتی حبوا مھری بأشقر مزبد
و عرفت انی ان اقاتل و احدا — أقتل ولا ینکل عدّوی مشھدی
فصددتّ عنھم والأجبّة فیھم — طمعا لھم بعقاب یوم مفسد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ جنگ ختم نہ کی حتیٰ کہ انہوں نے میرے گھوڑے کو جھاگ والے سرخ خون سے رنگ دیا تھا میں سمجھ گیا کہ اگر میں اکیلا لڑتا رہا تو میں مرجاؤں گا اور میرا یہاں موجود ہونا دشمن کو مغلوب نہ کر سکے گا۔ دوست وہاں تھے لیکن میں نے ان سے منہ موڑ لیا تا کہ کسی اور جنگ کے روز ان سے بدلہ لیا جاسکے۔"

ھبیرہ بن ابی وھب مخزومی کے اشعار

لعمرك ما ولیت ظھری محمدًا — و أصحابه جبنا لاخیفة العدل
و لکننی قلبت أمری فلم أجد — لسیفی مساغا ان ضربت ولا نبلی
وقفت فلمّا خفت ضیعة موقفی — رجعت لعود کالھز برأبی الشبل

ترجمہ: "مجھے تمہاری زندگانی کی قسم! میں نے کسی بزدلی یا قتل کے خوف سے محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کی طرف سے پیٹھ نہیں پھیری لیکن میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا تو مجھے اپنی شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے لیے سبب نظر نہ آیا جب مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا کردار ضائع ہو جائے گا تو میں ابواشبل کی طرح واپس آگیا۔"

حضرت حسان کے اشعار

قومی الذین ھم آوؤا نبیّھم — و صدّ قوہٗ و اھل الارض کفّار
الا خصائص اقوام ھم سلف — للصالحین مع الانصار انصار
مستبشرین بقسم اللہ قولھم — لمّا اتاھم کریم الاصل مختار
اھلا و سھلا ففی امن و فی سعة — نعم النبی و نعم القسم والجار

فانزلوه بدارٍ لا يخاف بها	من كان جارهم دارًا هي الدار
و قاسموهم و ساروا الى بدر لحينهم	لو يعلمون يقين العلم ما ساروا
دلاهم بغرور ثم اسلمهم	ان الخبيث لن والاه غدّار
و قال انى لكم جار فاوردهم	شر الموارد فيه الخزى والعار
ثم التقينا فولّوا عن سراتهم	من منجدين و منهم فرقة غاروا

ترجمہ: ''میری قوم وہ ہے جس نے حضور اکرم ﷺ کو اس وقت پناہ دی اور آپ کی تصدیق کی جب آپ کے علاقے کے لوگ کافر تھے۔ سوائے مخصوص افراد کے یعنی مہاجرین کے جو پاکبازوں کے اسلاف ہیں اور انصار کے ہمراہ مددگار ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کی تقسیم پر مسرور تھے۔ جب ان کے پاس کریم الاصل نبیِ مختار (ﷺ) تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی: ''مرحبا، اھلا وسھلا آپ امن اور وسعت میں رہیں۔ آپ کتنے اچھے نبی ہیں۔ ہمارے نصیب کتنے اچھے ہیں۔ آپ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔ انہوں نے آپ کو ایسا گھر پیش کیا جس میں کوئی خوف نہیں جن کا ہمسایہ اس طرح کا ہو وہی گھر، گھر کہلانے کا مستحق ہے۔ جب مہاجرین ہجرت فرما ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انصار نے انہیں اپنے اموال میں سے حصہ دار بنا لیا منکر کی قسمت میں آگ ہے ہم بھی بدر کی طرف روانہ ہوئے اور مشرکین بھی موت کے لیے ادھر ہی چلے اگر انہیں موت کے متعلق یقینی علم ہوتا تو ادھر نہ جاتے۔ ابلیس نے قریب سے انہیں یہ رستہ دکھایا پھر انہیں دشمن کے سپرد کر دیا خبیث جس کے ساتھ دوستی لگاتا ہے اسے دھوکہ دیتا ہے اس نے ان سے کہا: ''میں تمہارا ضامن ہوں۔ انہیں شریرترین گھاٹوں پر لے آیا۔ جہاں ندامت اور ذلت تھی جب ہم ان کے ساتھ معرکہ آزما ہوئے تو وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر چلے گئے۔ بعض نے ٹیلوں پر اور بعض نے وادیوں میں پناہ لی۔''

عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اشعار

الما تكن روياى حق و يأتكم	بتاويلها فَلّ من القومِ هارب
راى فاتاكم باليقين الذى راى	بعينه ما تفرى السيوف القواضب
فقلتم و لم اكذب كذبت و لما	يكذبنى بالصدق من هو كاذب

وما فرّ الارھبة الموت ھاربًا — حكيم و قد اعيت عليه المذاھب
اقرّ صياح القوم عزم قلوبھم — فھن ھواءٌ والحلوم عوازب
اقامت سيوف الھند دون رؤسكم — و خطية فيھا الشبا والثعالب
كان حريق النار مع ظباتھا — اذا ما تعاطتھا الليوث المشاغب
الا بأبي يوم اللقاء محمدا — اذا عضّ من عون الحروب الغوارب
مروا بالسيوف المرھفات نفوسكم — كفاحًا كما ترى السحاب الجنائب
فكم بردت اسيافھم من مليكةٍ — و زعزع و رد بعد ذلك صالب
فما بال قتلى فى القليب و مثلھم — لدى بن اخى اسرى له ما يضارب
اكانوا نساءً ام اتى لنفوسھم — من الله حين ساق والحين جالب
فكيف راى عند اللقاء محمّدًا — بنو عمّه والحرب فيھا التجارب
الم يغشكم ضرْبًا يحارُ لوقعه ال — حيان و تبدوا بالنھار الكواكب
حلفت لئن عدتم ليصطلمنكم — بحارًا تردى حافتيھا المقانب
كان ضياء الشمس لمع ظباتھا — لھا من شعاع النور قرن و حاجب

ترجمہ: ''کیا اب بھی میرا خواب سچ ثابت نہیں ہوا۔ شکست خوردہ قوم کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر بھی اس کی تعبیر تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس نے دیکھا جو کچھ اس نے دیکھا اس کی یقینی تعبیر تمہارے پاس اس وقت آ گئی جب کاٹنے والی تلوار نے کاٹا۔ تم نے کہا تھا تو جھوٹ بولتی ہے۔ حالانکہ میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ ہر جھوٹے نے سچ کے ساتھ میری تکذیب کی۔ حکیم بن حزام موت کے خون سے بھاگتا ہوا دوڑ گیا۔ رستوں نے اسے تھکا دیا تھا۔ ان کے دلوں کے عزم نے قوم کی چیخ و پکار کو برقرار رکھا۔ حالانکہ وہ دل ہوا ہو چکے تھے۔ اور خواب پریشاں تو مخفی ہوتے ہیں۔ ہند کی بنی ہوئی تلواریں تمہارے سروں پر آ کر ٹھہریں نیز ایسے نیزے بھی تھے جن میں ان کا پھل اور کنارہ بھی تھے۔ گویا کہ آگ کا شعلہ ان تلواروں کی دھار تھی۔ جب شیر دل لوگوں نے انہیں بلند کیا۔ ارے! مجھے باپ کی قسم! حضور ﷺ سے معرکہ آزما ہونے کا دن عجیب تھا جب لشکر جرار میں سے بلند ہمت لوگوں نے کاٹا۔ انہوں نے تیز رفتار تلواروں کے ساتھ تمہیں سامنے سے کاٹ کر رکھ دیا۔ جیسے بڑے بڑے گھوڑے بادلوں میں گزر جاتے ہیں۔ ان کی کتنی

ہی تلواریں کند ہو گئیں اور مضبوط گھوڑے سست رو ہو گئے۔ میرے محترم بھتیجے کے ہاں ان مقتولوں کی کیا پرواہ ہے جنہیں کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اور ان کی مثل اور بھی ہوں۔ انہوں نے ان کے لیے ہر مقابلہ کرنے والے کو اسیر بنا دیا کیا وہ مشرکین عورتیں تھیں تاکہ ان کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ سے موت آگئی تھی۔ یہ موت انجام تک پہنچانے والی ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے نبرد آزما ہوتے وقت آپ کے چچازادوں نے کیسے دیکھا جنگ میں تو تجربات ہوتے ہیں کیا تمہیں ایسی ضرب نے نہیں آلیا تھا جس کے وقوع کے وقت بزدل پناہ لیتا ہے اور دن کے وقت ستارے ظاہر ہوتے ہیں۔ میں قسم اٹھاتی ہوں کہ اگر تم دوبارہ ادھر گئے تو وہ ایسے گھوڑوں کے ذریعے تمہاری جڑا کھیڑ پھینکیں گے جن کے دونوں کنارے لشکر کو برباد کر دیتے ہیں۔ گویا کہ سورج کی روشنی ان کی تلواروں کی دھار ہے ان کے لیے نور کی شعاع کرن اور پردہ ہے۔"

حضرت عاتکہ کے مزید اشعار

هلّا صبرتم بلبنی محمّدٍ ببدر و من یغشی الوغی حق صابر

ولم ترجعوا من مرهفات کانها حریق بایدی المومنین بواتر

ولم تصبروا للبیض حتی اخذتم قلیلا بایدی المومنین المشاعر

وولیتم نفرًا وما البطل الذی یقاتل من وقع السلاح بنافر

اتاکم بما جاء النبیون قبله وما ابن اخی البر الصدیق بشاعر

سیکفی الذی فیّعتم من نبیکم و ینصره الحیان، عمرو، و عامر

ترجمہ: "کیا تم نے بدر کے مقام پر حضور اکرم ﷺ کے لیے صبر نہیں کیا۔ جو میدان جنگ میں چھاتا ہے وہ حق اور صابر ہوتا ہے تم ان لگاتار کاٹنے والی تلواروں سے کیوں واپس لوٹ آئے جو اہل ایمان کے ہاتھوں میں آگ کی مانند تھیں۔ تم نے ان سفید تلواروں پر صبر نہ کیا حتیٰ کہ اہل ایمان کے ہاتھوں سے بعض جذبات پالیے۔ تم بھاگتے ہوئے پیٹھ پھیر گئے۔ بہادر وہ نہیں ہوتا جو اسلحہ کی ضرب سے بھاگنے والے کے ساتھ لڑائی کرے۔ حضور اکرم ﷺ وہی پیغام حق لے کر تمہارے پاس آئے جو آپ سے پہلے انبیاء کرام لے کر آئے تھے۔ میرا پاکباز اور سچا بھتیجا شاعر نہیں ہے۔ جو کچھ تم نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے کھو دیا وہ عنقریب کافی ہوگا۔ عنقریب عمرو اور عامر آپ کی نصرت کریں گے۔"

آٹھواں باب

غزوہ بنی سلیم یا قرقرۃ الکدر

ابن اسحاق، ابوعمر، ابن حزم وغیرہم نے لکھا ہے "آپ کو خبر ملی کہ اس جگہ بنوسلیم اور بنوعطفان کے افراد جمع ہو رہے ہیں۔ آپ نے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو بنایا۔ آپ کے علمبردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا علم سفید تھا۔ آپ ان کی طرف رواں ہوئے۔ جب ان کے ایک چشمہ الکدر تک پہنچے تو میدان میں کسی کو نہ پایا۔ آپ نے کچھ صحابہ کرام کو وادی کے بلند حصے کی طرف بھیجا۔ آپ ان سے وادی کے دامن میں ملے۔ آپ نے وہاں چرواہے پائے۔ ان میں ایک غلام تھا جس کا نام یسار تھا۔ آپ نے اس سے لوگوں کے بارے پوچھا تو اس نے کہا: "مجھے ان کے بارے کوئی علم نہیں میں پانچویں دن والے اونٹوں کو پانی پلانے آیا ہوں۔ آج چھٹے روز پانی پلانے والے اونٹوں کی باری ہے۔ لوگ اوپر چشموں پہ چلے گئے ہیں۔ ہم یہاں تنہا اونٹوں کو چروانے کے لیے قیام پذیر ہیں۔" آپ نے وہاں تین روز تک قیام فرمایا۔ آپ کو اونٹ بطور مالِ غنیمت ملے۔ آپ مدینہ طیبہ کی طرف واپس آنے لگے۔ صرار کے مقام پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے تین میل دور ہے۔ اونٹوں کی تعداد پانچ سو تھی۔ آپ نے ان کا خمس نکالا۔ بقیہ چار سو مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ ہر مجاہد کو دو اونٹ ملے۔ یہ لشکر دو سو مجاہدین پر مشتمل تھا۔ یسار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آیا آپ نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہم کے لیے پندرہ روز غائب رہے۔ آپ شوال اور ذوالقعدہ کے مہینے مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اسی دوران قریش کے بڑے بڑے قیدیوں کے فدیے ادا کیے گئے۔

تنبیہ

"العیون" میں اس غزوہ میں اور غزوۃ قرقرۃ الکدر میں فرق کیا گیا ہے۔ وہاں غزوۂ احد سے قبل چھ غزوات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ المورد میں بھی اسی طرح ہے لیکن ابن اسحاق، ابوعمر، بیہقی ابن کثیر اور ابن القیم نے پانچ غزوات کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے بھی پانچ غزوات کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کی ترتیب یہ ہے۔ غزوۂ بنوسلیم، غزوۂ سویق، غزوۂ ذی امر یہی غزوہ غطفان ہے۔ غزوۃ الفرع من بحران، غزوہ بنی قینقاع، ابن سعد کے نزدیک غزوہ بنی

قینقاع بروز ہفتہ بدر کے بعد نصف شوال کو رونما ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ غزوۂ سویق اتوار کے روز پانچ ذوالحجۃ کو رونما ہوا ہجرت کو بائیس ماہ گزر چکے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوہ قرقرۃ نصف محرم کو پیش آیا تھا۔ ہجرت کو ۲۳ ماہ گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ غزوہ شوال دو ہجری کو پیش آیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوۂ غطفان ۱۲ ربیع الاول ہجرت کے پچیسویں ماہ کو رونما ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے اسے ذوامر کا نام دیا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ بروز جمعرات ۱۸ ربیع الاول کو رونما ہوا جبکہ ہجرت کو پچیس ماہ گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ محرم ہجرت کے تیسرے سال رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوۂ بنو سلیم چھ جمادی الاولیٰ کو پیش آیا۔ ہجرت کو ستائیس ماہ گزر چکے تھے۔

❀❀❀❀

نواں باب

غزوۃ السویق

اس کا سبب یہ ہے کہ جب مشرکین شکست خوردہ اور غمناک مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے تو ابوسفیان نے خود پر تیل لگانا حرام قرار دیا۔ اس نے نذر مانی کہ وہ جنابت سے غسل نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ حضور اکرم جان عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے بدر کا انتقام نہ لے لے۔ وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے دو سو سواروں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ وہ نجدیہ کے راستے روانہ ہوا۔ وہ صدر قناۃ میں فروکش ہوا۔ اس پہاڑ کو یتیب کہا جاتا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے ایک برید دور تھا۔ وہ رات کے وقت نکلا۔ بنونضیر کے پاس پہنچا وہ حی بن اخطب کے پاس گیا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اسے خدشہ لاحق ہوا۔ ابوسفیان سلام بن مشکم کے پاس گیا یہ بنونضیر کا سردار تھا۔ ان کا خازن بھی تھا۔ اس نے اس سے اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دے دی۔ اسے کھلایا پلایا۔ لوگوں کی راز کی باتیں بتائیں۔ حضور اکرم ﷺ کے راز افشا کیے رات کے آخری پہر میں روانہ ہوا۔ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اس نے قریش کے کچھ افراد بھیجے وہ عریض کی طرف گئے۔ بعض کھجوریں جلا دیں۔ وہاں ایک انصاری شخص کو پایا۔ اس کا حلیف بھی اس کے پاس تھا۔ انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ الامتاع میں ہے ''یہ انصاری حضرت معبد بن عمرو تھے۔ ابوسفیان نے سمجھا کہ اس کی قسم پوری ہو چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابوسفیان نے یہ فعل اس وقت سرانجام دیا جس رات وہ سلام بن مشکم سے مل کر واپس آیا۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگوں کو اس کے کرتوت کا علم ہو گیا۔ بروز اتوار پانچ ذوالحجۃ کو حضور اکرم ﷺ ان کے تعاقب میں نکلے۔ ہجرت کو بائیس ماہ گزر چکے تھے۔ مہاجرین و انصار میں سے دو سو شہسوار آپ کے ہمراہ تھے۔ الاشارہ میں ہے کہ اسی مجاہدین ہمراہ تھے۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ سوار اسی تھے اور عام لشکر دو سو افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت بشیر بن عبدالمنذر کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ حتیٰ کہ آپ قرقرۃ الکدر پہنچ گئے۔ ابوسفیان اور اس کا ٹڈی دل لشکر چھپتے چھپاتے بھاگتے جا رہے تھے۔ وہ ستو کے تھیلے پھینکتے جا رہے تھے۔ یہی ان کا عام زاد راہ تھا۔ مسلمان انہیں اٹھاتے جا رہے تھے۔ اسی لیے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق پڑ گیا۔ ابوسفیان اور اس کا لشکر بھاگ گیا۔ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں آپ کے پانچ روز صرف ہوئے۔ آپ مجاہدین کو لے کر واپس آ رہے تھے کہ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ ہم نبرد آزما ہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!''

دسواں باب

غزوہ غطفان

اس غزوہ کو ذوامر بھی کہا جاتا ہے۔اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ بنوثعلبہ اور بنومحارب کا لشکر ذوامر کے مقام پر جمع ہورہا ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی اطراف پر حملہ آور ہوں۔ان میں سے ایک شخص دعثور بن حارث انہیں جمع کر رہا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ ۴۵۰ مجاہدین آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان کے پاس کئی گھوڑے تھے۔آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔انہیں رستہ میں ذوالقصہ کے مقام پر انہی میں سے ایک شخص ملا۔اس کا نام جبار تھا۔وہ بنوثعلبہ میں سے تھا۔مسلمانوں نے اس سے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟''اس نے کہا:''میں نوکری کی تلاش میں یثرب جارہا ہوں۔اسے حضور والا ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اس نے ان کے بارے بتایا۔اس نے عرض کی:''وہ کبھی بھی آپ کے ساتھ جنگ آزما نہیں ہوں گے۔وہ آپ کے بارے سن کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے۔میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔اس نے فوراً قبول کرلی۔آپ نے اسے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔حضرت جبار آپ کو لے کر چلے اور فوراً دشمن تک پہنچا دیا۔جب دشمن قوم نے حضور اکرم ﷺ کی آمد کے بارے سنا تو فوراً پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔آپ ذوامر چشمہ پر تشریف لے گئے۔حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت زیادہ بارش برسی۔آپ کے اور صحابہ کرام کے کپڑے گیلے ہو گئے۔حضور اکرم ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔اپنے مبارک کپڑے خشک ہونے کے لیے پھیلا دیے۔ آپ آرام فرما ہو گئے۔مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔مسلمان اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔مشرکین نے خود میں سے ایک بہادر شخص کو بھیجا جسے دعثور بن حارث کہا جاتا تھا۔یہ ان کا سردار اور ان میں سے بہادر ترین شخص تھا۔اس نے تلوار حمائل کی۔دعثور نے جلدی کی اور تلوار لیے آیا۔وہ تلوار سونت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا۔اس نے کہا:''جان عالم محمد عربی ﷺ آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''اللہ۔''حضرت جبرائیل امین نے اس کے سینے پر مارا۔تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔حضور اکرم ﷺ نے تلوار پکڑی اور فرمایا:''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''اس نے کہا:''کوئی بھی نہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے رسول ہیں۔بخدا!

اب میں کبھی بھی آپ کے خلاف لشکر کشی نہیں کروں گا۔" حضور اکرم ﷺ نے اسے تلوار عطا کی۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "تجھے کیا ہو گیا تھا؟" اس نے کہا: "میں نے ایک طویل شخص دیکھا۔ اس نے میرے سینے پر مارا۔ میں پشت کے بل گر پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ فرشتہ تھا۔ میں نے گواہی دے دی کہ محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ہیں میں ان کے خلاف کبھی بھی لشکر کشی نہیں کروں گا۔" وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلانے لگا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ (المائدۃ:11)

ترجمہ: "ایمان والو یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔"

حضور اکرم مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سارا ماہ صفر نجد میں تشریف فرما رہے۔

تنبیہ

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ عنقریب غزوہ ذات الرقاع میں بھی اسی طرح کا واقعہ آئے گا جس طرح کا واقعہ دعثور کا تھا۔ شاید یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔ البدایۃ میں ہے "اگر یہ قصہ صحیح ہے تو پھر یہ اس واقعہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ کیونکہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ اپنے دین پر ہی رہا تھا۔ لیکن اس نے آپ سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔"

گیارھواں باب

غزوۃ الفروع

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ بنو سلیم کا کثیر لشکر جمع ہو رہا ہے۔آپ تین سو مجاہدین کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت ابن مکتوم کو مقرر کیا۔آپ نے روانگی کا سبب بیان نہ کیا۔حتیٰ کہ جب آپ نجران سے ایک رات کی مسافت پر تھے۔تو آپ کو بنو سلیم کا ایک شخص ملا۔اس نے بتایا کہ وہ لوگ منتشر ہو چکے ہیں۔آپ نے اسے ایک شخص کے ساتھ محبوس کر دیا۔جب آپ نجران پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔آپ کچھ دن وہاں قیام پذیر رہے۔امام واقدی نے دس ایام کا قول کیا ہے۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ ربیع الآخر اور جمادی الاولی کے مہینے وہاں قیام پذیر رہے۔پھر واپس آگئے۔جنگ کی نوبت نہ آئی آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

❀❀❀❀

بارھواں باب

غزوۂ بنی قینقاع

بنوقینقاع حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی۔ یہ غزوہ نصف شوال ہفتہ کے روز پیش آیا۔ آپ کی ہجرت کو تقریباً بیس ماہ گزر چکے تھے۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے۔ یہ سارے یہودیوں سے بہادر تھے۔ یہ سونے کا کام کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد کفار آپ کے ساتھ تین کیفیات میں تھے۔

1. ایک قسم کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ تو آپ کے ساتھ جنگ کریں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ کرنے والے یہود کے تینوں گروہ بنوقریظہ، بنونضیر اور بنوقینقاع تھے۔
2. دوسری قسم نے آپ کے ساتھ عداوت کی۔ آپ کے خلاف جنگ کی۔ وہ قریش تھے۔
3. تیسری قسم نے آپ کو چھوڑ دیا۔ وہ آپ کے انجام کے منتظر تھے۔ جیسے عرب کے دیگر قبائل۔ ان میں سے بعض آپ کے غلبہ کو پسند کرتے تھے۔ جیسے خزاعہ۔ بعض اس کے برعکس تھے جیسے بنوبکر۔ بعض ظاہری طور آپ کے ساتھ لیکن بباطن دشمن کے ساتھ تھے۔ وہ منافق تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے سارے یہودیوں سے معاہدہ کیا آپ کے اور ان کے مابین معاہدہ لکھا گیا۔ ہر قوم اپنے حلیف کے ساتھ مل گئی۔ آپ نے اپنے اور ان کے مابین امان نامہ لکھا۔ ان پر بہت سی شرائط عائد کیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ آپ کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔ جب غزوۂ بدر رونما ہوا تو سب سے پہلے بنوقینقاع نے یہ عہد توڑا۔ سرکشی اور حسد کا اظہار کیا۔ انہوں نے وہ عہد توڑ دیا جو ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین تھا۔ آپ نے انہیں بنوقینقاع کے بازار میں جمع کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے گروہ یہود! اسلام لے آؤ۔ بخدا! تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول (مکرم) ہوں۔ اے گروہ یہود! رب تعالیٰ سے ڈرو کہیں تم پر بھی ایسا عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا عذاب قریش پر اترا ہے۔ اسلام قبول کرلو۔ تم جانتے ہو میں نبی مرسل ہوں۔ تم میرا تذکرہ اپنی کتابوں میں پاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم

سے یہ عہد بھی لیا تھا۔"

یہودیوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں اپنی قوم کی مثل سمجھتے ہیں۔ آپ کو یہ امر دھوکہ میں نہ ڈال دے۔"

آپ ایسی قوم سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ جو فن حرب سے نا آشنا تھی۔ آپ نے ان پر فتح پالی۔ بخدا! اگر آپ نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو آپ کو علم ہو جائے گا کہ ہم جنگی چالوں کے کتنے ماہر ہیں؟

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (آل عمران: ۱۲، ۱۳)

ترجمہ: "فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تمہارے لیے عبرت کا نشان تھا ان دو گروہوں میں جو ملے تھے (میدان بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں۔"

اسی اثناء میں کہ وہ اسی حالت پر تھے۔ وہ عداوت کا اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے عہد توڑ دیا تھا کہ ایک عفت مآب مسلمان خاتون اپنا مال لے کر بنوقینقاع کے بازار میں گئی اس نے اپنا مال فروخت کیا پھر زیور کے لیے ایک سنارے کے پاس بیٹھ گئی۔ یہودیوں کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے چہرے سے نقاب الٹ دے۔ مگر اس نے اس طرح نہ کیا۔ سنارا پیچھے سے آیا اور اس کا کپڑا پیچھے سے کسی کانٹے کے ساتھ اوپر باندھ دیا۔ اس عفت مآب خاتون کو علم تک نہ تھا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی شرم گاہ عریاں ہوگئی۔ یہ دیکھ کر یہود ہنسنے لگے۔ وہ بآواز بلند چلائی۔ ایک مسلمان شخص اس سنارے پر جھپٹا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودی اس غیرت مند مسلمان پر چڑھ دوڑے اور اسے شہید کر دیا۔ انہوں نے وہ عہد توڑ دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ مسلمانوں نے دیگر مسلمانوں سے یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی۔ مسلمان سخت ناراض ہو گئے ان کے اور بنوقینقاع کے مابین جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىِٕنِیْنَ ﴿۵۸﴾ (الانفال: ۵۸)

ترجمہ: "اور اگر آپ اندیشہ کریں کسی قوم سے خیانت کا تو پھینک دو ان کی طرف (ان کا معاہدہ) واضح طور پر بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا خیانت کرنے والوں کو۔"

آپ نے فرمایا: "مجھے بنوقینقاع سے خدشہ ہے۔" اس کی وجہ سے آپ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے علمبردار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔آپ کا جھنڈا سفید تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس روز پرچم نہ تھا۔آپ نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے۔آپ نے ان کا شدید محاصرہ کر لیا۔یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا۔وہ آپ کے فیصلے پر راضی ہو گئے کہ ان کے اموال حضور اکرم ﷺ کے لیے ہوں گے۔خواتین اور اولاد ان کے لیے ہوں گی۔ان کی مشکیں کس دی گئیں۔حضرت منذر بن قدامہ کو ان پر نگران مقرر کیا گیا۔حضرت عبادہ بن صامت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔یہ بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح ان کے حلیف تھے۔انہوں نے یہود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے سپرد کر دیا۔ان کی دوستی سے برأت کا اظہار کر دیا۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول محترم ﷺ اور اہلِ ایمان کے ساتھ دوستی رکھتا ہوں۔ان لوگوں کی دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان یہودیوں پر تسلط عطا کیا تو ابن ابی آپ کی خدمت میں آیا۔عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میرے موالی پر رحم کریں۔ان پر احسان کریں۔وہ خزرج کے حلیف تھے۔حضور اکرم ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے موالی پر احسان فرمائیں۔آپ نے اس سے اعراض کیا۔اس نے پیچھے سے آپ کی زرہ کے دامن میں ہاتھ داخل کر لیا۔اس زرہ کو ذات الفضول کہا جاتا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا ''تیرے لیے ہلاکت! مجھے چھوڑ دے۔'' حضور اکرم ﷺ سخت ناراض ہوئے۔غصے کے اثرات چہرۂ انور سے عیاں تھے۔آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے ہلاکت! مجھے چھوڑ دے۔'' اس نے کہا: ''بخدا! میں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ میرے موالی پر احسان کریں۔چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش مجھے ہر سرخ اور سیاہ سے بچاتے ہیں۔کیا آپ ایک دن میں ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔میں وہ شخص ہوں جسے گردشِ دوراں کا خدشہ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھ اس پر لعنت کرے۔'' آپ نے ان کے قتل سے روک دیا اور انہیں مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہو جانے کا حکم دیا۔انہوں نے تین روز کے بعد چلے جانا تھا۔ان کی جلاوطنی پر حضرت عبادۃ بن صامت کو نگران مقرر کیا گیا۔دوسرے قول کے مطابق محمد بن مسلمہ نگران تھے۔یہ یہودی اذرعات چلے گئے۔وہاں انہیں تھوڑی سی مدت ہی ٹھہرنا نصیب ہوا۔آپ نے وہاں سے تین کمانیں لیں۔ایک کمان کو الکتوم کہا جاتا تھا۔یہ احد کے روز ٹوٹ گئی۔دوسری کو روحاء کہا جاتا تھا۔تیسری کو بیضاء کہا جاتا تھا۔آپ نے دو زرہیں لیں۔ایک کو صغدیہ اور دوسری کو فضہ کہا جاتا تھا۔تین نیزے اور تین تلواریں لیں ان میں سے ایک سفید تلوار تھی دوسری تلوار کو بتار کہا جاتا تھا۔تیسری کا کوئی نام نہ تھا۔آپ نے ان کے گھر میں بہت سا اسلحہ دیکھا۔سنار کے آلات دیکھے۔آپ نے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ اور خمس لے لیا۔اس کے چار حصے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیے۔یہ غزوۂ

بدر کے بعد پہلا خمس تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے ان کے اموال پر قبضہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ اور ابن ابی کے بارے یہ آیات طیبات نازل کیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ (المائدۃ: ۵۱ تا ۵۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جس نے دوست بنایا تم میں سے وہ انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق) کا مرض ہے کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی طرف کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب اللہ تمہیں فتح کامل دے دے۔ یا ظاہر کر دے کامیابی کی کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا۔ اپنے دلوں میں نادم اور کہیں گے ایمان والوں کو کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔ اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ نقصان اٹھانے والے۔ اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے سو لے آئے گا اللہ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے۔ اللہ ان سے۔ اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو نرم ہوں گے۔ ایمان داروں کے لیے۔ بہت سخت ہوں گے۔ کافروں پر۔ جہاد کریں گے۔ اللہ کی راہ میں اور

نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اور یہ اللہ کا فضل ہے نوازتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ وسعت بخشنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کا رسول ہے۔ ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔ جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔"

تنبیہات

1. امام بیہقی اور امام بخاری نے بنونضیر کا واقعہ غزوۂ احد کے بعد ذکر کیا ہے۔ البدایہ میں ہے کہ اس کو بعد میں ذکر کرنا ہی مناسب ہے۔ جیسے کہ ابن اسحاق دیگر آئمہ نے ذکر کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بنونضیر کے محاصرہ کے دوران شراب حرام ہوئی۔ صحیح میں ہے کہ غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبح شراب پی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس وقت شراب حلال تھی۔ یہ اس کے بعد حرام ہوئی اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ بنونضیر کا واقعہ غزوۂ احد کے بعد رونما ہوا تھا۔

2. حاکم نے لکھا ہے کہ بنوقینقاع اور بنونضیر کی جلاوطنی ایک ہی زمانہ میں ہوئی تھی۔ لیکن یہ مؤقف درست نہیں۔ کیونکہ بنونضیر کی جلاوطنی غزوہ بدر سے چھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ یہ حضرت عروہ کا قول ہے۔ جیسے کہ امام بخاری نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ عبدالرزاق نے ان سے متصل روایت لکھی ہے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے طویل مدت بعد رونما ہوا تھا۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ بئر معونہ کے واقعہ کے بعد چار ہجری میں رونما ہوا تھا۔ جبکہ بنوقینقاع کا واقعہ دو ہجری ماہ شوال میں رونما ہوا تھا۔

❁❁❁❁

تیرھواں باب

غزوہ احد

اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں قریش کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بقیہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ آگئے تھے۔ ابوسفیان ان کا قافلہ لے آیا تھا اسے دارالندوہ میں رکھ دیا تھا۔ وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اس کو نہ بلایا تھا نہ تقسیم کیا تھا۔ ان کے سرداروں نے چاہا کہ وہ اس سے ایک لشکر جرار تیار کریں۔ تاکہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کریں۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، خویلطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن امیہ اور دیگر وہ افراد جن کے باپ، بیٹے اور بھائی جنگِ بدر میں تہ تیغ ہو گئے تھے۔ وہ ابوسفیان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ نے تمہیں برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ تمہارے بہترین سرداروں کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ اس مال سے ہماری مدد کرو تاکہ ہم ان کے ساتھ جنگ کریں۔ شاید ہم اس ہزیمت کا بدلہ ان سے لے سکیں۔ ابوسفیان نے کہا: "میں سب سے پہلے اس صدا پر لبیک کہتا ہوں۔"

علامہ بلاذری نے لکھا ہے "نہیں! بلکہ ابوسفیان خود چل کر ان افراد کے پاس گیا تھا اور ان سے بات چیت کی تھی اس کارواں میں ایک ہزار اونٹ تھے۔ پچاس ہزار دینار تھے۔ انہوں نے اہلِ کارواں کو ان کا اصل سرمایہ واپس کر دیا اور نفع رکھ لیا۔ وہ ایک دینار سے ایک دینار نفع حاصل کرتے تھے۔ انہوں نے پچیس ہزار دینار حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مختص کیے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ۬ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ﴿۳۶﴾

(الانفال: ۳۶)

ترجمہ: "بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی اسی طرح خرچ کریں گے پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت و افسوس پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ اکٹھے ہوں گے دوزخ کی طرف۔"

قریش نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کرلیا۔ عمرو بن عاص، عبداللہ بن زبعری ہبیرۃ بن ابی وھب، مسافع بن عبد مناف اور ابوعزہ عرب کے پاس گئے۔ ابوعزہ پر حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر میں احسان کیا تھا اور اسے فدیہ کے بغیر رہا کیا تھا۔ انہوں نے انہیں ترغیب دی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کریں۔ عرب نے ان کی اس صدا پر لبیک کہا۔ لشکر جمع ہونے لگے ان کا قائد ابوسفیان تھا۔ انہوں نے قریش، حلیفوں اور احابیش سے تقریباً تین ہزار کا لشکر جرار تیار کیا جس میں سات سو زرہ پوش تھے۔ دو سو گھڑ سوار تھے۔

حضرت عباس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف مکتوب گرامی لکھا۔ تاکہ حضور اکرم ﷺ کو ان حالات سے آگاہ کریں۔ یہ خط بنو غفار کے ایک شخص کے ہاتھوں بھیجا۔ جب قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ قباء میں تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ آپ نے ان سے کہا کہ اس خط کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ آپ حضرت سعد بن ربیع کے ہاں تشریف لے گئے اور انہیں حضرت عباس کے خط کے بارے بتایا۔ فرمایا: ''بخدا! مجھے امید ہے کہ اچھا ہی ہوگا۔ اس خط کو مخفی رکھنا۔'' جب حضور ﷺ حضرت سعد کے ہاں سے تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے ابھی ابھی تمہیں کیا بتایا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''تمہاری ماں تم پر روئے! تمہیں اس سے کیا سروکار!'' اس نے کہا: میں تمہاری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے حضرت سعد کو وہ ساری باتیں بتادیں۔ انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر اپنی زوجہ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ سے ملاقات کی اور اس کی بات بتادی۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبر پھیل جائے گی آپ سمجھیں گے کہ میں نے یہ خبر پھیلائی ہے حالانکہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے مخفی رکھوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔''

کفار قریش کا مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہونا

وہ پانچ شوال کو مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ وہ اپنے ہمراہ خواتین بھی لے کر آئے تھے تاکہ وہ راہ فرار اختیار نہ کریں۔ ابوسفیان اپنی زوجہ ہند بنت عتبہ کو لے نکلا۔ اسی طرح سارے سرداران قریش اپنی اپنی بیویوں کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ دف بھی تھے۔ وہ مقتولین بدر پر رو رہی تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام کو بلایا جسے وحشی کہا جاتا تھا وہ حبشیوں کی طرح نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا۔ اس کا نشانہ کم ہی خطا جاتا تھا۔ جبیر نے اسے کہا: ''لوگوں کے ساتھ نکلو اگر تم نے محمد عربی ﷺ کے چچا کو میرے چچا طعیمہ کے بدلے میں قتل کردیا تو تو آزاد ہے۔'' ھند جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی وہ کہتی: ''ابو دسمہ! ہمیں بھی شفاء دو خود بھی شفاء حاصل کرو۔'' وحشی کی کنیت ابو دسمہ تھی۔

ابو عامر فاسق عبد عمرو بن صیفی پچاس منافقین کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف نکلا اس نے قریش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر ابھارا۔ وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ ان کا گمان تھا کہ اس کی قوم اس کی مدد کرے گی۔ جب قریش الابواء کے مقام سے گزرے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر انور اکھیڑنے کا ارادہ کیا پھر رب تعالیٰ نے انہیں یوں کرنے سے روک دیا۔

ابو الولید نے ہشام بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ جب قریش غزوۂ احد کے لیے عازم سفر ہوئے۔ وہ ابواء اترے۔ ھند بن عتبہ نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر ابواء میں ہے۔ کیا تم ان کی والدہ کی قبر انور اکھیڑ نہیں سکتے اگر تم میں سے کوئی گرفتار ہو گیا تو ہم ہر ہر عضو کے بدلے میں ایک ایک انسان کو آزاد کرا لیں گے۔ ابو سفیان نے اس بات کا تذکرہ قریش سے کیا اور کہا: 'یہ عمدہ رائے ہے۔'' قریش نے کہا: ''یہ دروازہ نہ کھولو تا کہ بنو بکر ہمارے مردوں کے ساتھ اس طرح نہ کریں۔''

قریش کی روانگی کی خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ یہودی اور منافقین مختلف افواہیں پھیلانے لگے۔ عمرو بن سالم ایک گروہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ذی طویٰ کے مقام سے قریش سے جدا ہو چکے تھے۔ انہوں نے سارے حالات آپ کے گوش گزار کیے۔ پھر واپس چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس اور حضرت مونس کو بھیجا۔ اس روز جمعرات کی رات تھی۔ شوال کے کئی دن گزر چکے تھے۔ وہ عقیق کے مقام پر قریش سے ملے پھر واپس آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حالات بتا دیے۔ انہوں نے عریض کی وادی میں اپنے اونٹ اور گھوڑے کھول رکھے تھے۔ وہ اس کا سارا سبزہ کھا گئے تھے۔ قریش بدھ کے روز مدینہ طیبہ کے سامنے وادیٔ قناۃ میں اترے۔ جمعرات اور جمعۃ کے روز ان کے اونٹ اس وادی کا سبزہ کھاتے رہے۔ انہوں نے سبزہ نہ چھوڑا۔ آپ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کا جائزہ لیا۔ پھر واپس آ گئے۔ انہوں نے ان کی تعداد اور سامان کا اندازہ لگایا۔ آپ نے فرمایا: 'ان کے بارے ایک حرف تک کسی کو نہ بتانا۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل اللھم بك اجول و بك اصول' اوس اور خزرج کے جوانوں نے ساری رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد نبوی کا پہرہ دیتے ہوئے گزار دی انہوں نے صبح تک مدینہ طیبہ کی نگرانی کی۔

آپ کا خواب

ابن اسحاق، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، ابن ماجہ، امام بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ مکرمہ سے کھجوروں والی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ میرا گمان اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے وہ تو مدینۃ النبی یثرب ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ میری تلوار کی دھار

پر دندانے پڑ چکے ہیں۔ اس کا پھل ٹوٹ گیا ہے یا میری تلوار کی دھار ٹوٹ گئی ہے۔" اس سے مراد وہ نقصان ہے جو غزوۂ احد میں مسلمانوں کو ہوا تھا۔ عروۃ نے کہا ہے" آپ نے جو کچھ تلوار کے دندانوں کے بارے دیکھا تھا اس سے مراد آپ کا چہرۂ انور کا زخمی ہونا تھا۔" ابن ہشام نے لکھا ہے کہ تلوار کے دندانوں سے مراد یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی شہید ہوگا۔" پھر میں نے اسے ہلایا تو وہ پہلے سے عمدہ ہوگئی۔" اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح آجانا اور مسلمانوں کا ایک بات پر اتفاق کر لینا ہے۔" میں نے خواب میں دیکھا ہے اللہ بہتر کرے گا۔ میں نے دیکھا کہ ایک گائے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اس سے مراد اس غزوہ میں اہلِ ایمان کا مقام شہادت پر فائز ہونا ہے۔ اس کے بعد رب تعالیٰ کی طرف سے بھلائی آگئی۔ اس صدق کا اجر آگیا جو غزوۂ بدر کے بعد ہمارے پاس آیا ہے۔

امام احمد، امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوۂ بدر میں ذوالفقار تلوار مال غنیمت میں ملی۔ آپ نے احد کے روز اس کے بارے خواب دیکھا تھا۔ آپ نے ہتھیار زیب تن فرمانے سے قبل فرمایا تھا:" میں نے خود کو دیکھا ہے کہ میں محفوظ زرہ میں ہوں۔ میں نے اس کی تعبیر مدینہ طیبہ سے کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ میں مینڈھے کے پیچھے سوار ہوں۔ میں نے اس سے مراد لشکر کا سردار لیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ میری تلوار ذوالفقار ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے یہ تاویل کی ہے کہ تم سے کمزوری ظاہر ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔ گائے! اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔"

امام احمد، الطبرانی، حاکم، بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" میں نے یوں دیکھا جس طرح کہ ایک خواب دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ گویا کہ میں مینڈھے کے پیچھے بیٹھا ہوا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ میری تلوار کی دھار ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے ہم قوم کے بہادر شخص کو قتل کریں گے اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص شہید ہوگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سر اقدس پر شہادت کا تاج سجا۔ طلحہ بن ابی طلحہ قتل ہوا وہ مشرکین کا علمبردار تھا۔

امام احمد، امام نسائی، دارمی اور ضیاء المقدسی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" میں نے دیکھا کہ گویا میں مضبوط زرہ میں ہوں۔ میں نے دیکھا کہ گویا گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔"

طبرانی، بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب ابو سفیان اور اس کا لشکر آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار ٹوٹ گئی ہے۔ اس سے مراد کسی مصیبت کا سامنا کرنا ہے۔

میں نے دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ یہ بھی مصیبت کی علامت ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں نے زرہ پہن رکھی ہے۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے وہ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ان شاء اللہ!''

امام بیہقی نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ آپ کی تلوار کو دندانے لگنے سے مراد آپ کا چہرۂ انور کا زخمی ہو جانا ہے۔ ابن عقبہ، ابن اسحاق اور ابن سعد وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ خواب جمعہ کے روز دیکھا تھا۔ وقتِ صبح آپ کے صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر ان کے لیے خواب بیان کیا۔ پھر فرمایا: ''اگر تم پسند کرو تو مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہو۔ ہم خواتین اور بچوں کو گھروں میں بھیج دیں گے۔ اگر وہ یوں ٹھہرے رہے تو انہیں مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر وہ شہر خوباں کے اندر آ گئے تو ہم گلی کوچوں میں ان کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ ہم ان سے خوب آگاہ ہیں۔ ہم انہیں بلند مکانوں اور اونچے ٹیلوں سے ماریں گے۔ مدینہ طیبہ کو چاروں اطراف سے عمارات نے گھیر رکھا تھا۔ یہ قلعہ کی مانند ہو گیا تھا۔ جو رائے حضور اکرم ﷺ کی تھی وہی رائے مہاجرین اور انصار میں سے اکابر صحابہ کرام کی تھی۔ ابن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں نوعمر جوان تھے۔ جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ وہ شہادت اور دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ نے غزوۂ احد میں ان کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں لے کر دشمن کی طرف نکلیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے بزدلی دکھائی ہے۔'' ابن ابی نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہیں۔ آپ باہر نہ نکلیں۔ بخدا! ہم جب بھی باہر نکل کر دشمن سے جنگ آزما ہوئے ہیں۔ ہمیں نقصان ہوا ہے۔ جب بھی دشمن ہمارے شہر میں داخل ہوا۔ اسے نقصان اٹھانا پڑا۔ حضور والا! انہیں چھوڑ دیں۔ اگر وہ ٹھہرے رہے تو وہ برے حالات میں ٹھہریں گے۔ اگر وہ مدینہ طیبہ آ گئے۔ تو مرد ان کے سامنے سے مقابلہ کریں گے۔ بچے اوپر سے انہیں پتھر ماریں گے۔ وہ اسی طرح خائب و خاسر لوٹ جائیں گے جس طرح آئے ہیں۔'' حضرات حمزہ، سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک اور انصار کے ایک گروہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! ہمیں خدشہ ہے کہ دشمن سمجھے گا کہ ہم بزدلی کی وجہ سے ان کے مقابلہ کے لیے نہیں نکلے۔ وہ ہم پر جرأت کرے گا۔ غزوۂ بدر میں آپ کے ہمراہ تین سو مجاہد تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح یاب کیا۔ آج ہماری تعداد کثیر ہے۔ ہم تو اس دن کی تمنا کرتے تھے۔ رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔ رب تعالیٰ انہیں چلا کر ہمارے صحن میں لے آیا ہے۔'' جب آپ نے ان کا یہ اصرار دیکھا تو آمادگی کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے اسلحہ بھی زیبِ تن کر رکھا تھا۔

ایاس بن اوس نے کہا: ''ہم بنو عبد الاشہل ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ ذبح ہونے والی گائے ہم ہی ہوں۔'' ایک اور صحابی نے عرض کی: ''یہ دو بھلائیوں میں ایک بھلائی ہوگی۔ یا فتح یا شہادت۔ بخدا! اہل عرب یہ طمع نہیں کر سکیں گے کہ ہمارے

گھروں میں گھس آئیں۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ میں آج کھانا نہیں کھاؤں گا حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر دشمن سے اپنی تلوار کے ساتھ جنگ نہ کرلوں۔" انہوں نے بروز جمعۃ المبارک اور بروز ہفتہ روزہ رکھا۔" حضرت نعمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں جنت سے محروم نہ کریں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ذرا ٹھہرو!" انہوں نے عرض کی: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله! میں جنگ کے روز راہِ فرار اختیار نہیں کروں گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" اس روز انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت مالک بن سنان، حضرت ایاس بن عتیک اور ایک گروہ نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر ابھارا۔ جب ان کا اصرار بڑھا تو آپ نے لوگوں کو نماز جمعۃ پڑھائی انہیں وعظ و نصیحت سے نوازا۔ کوشش اور جدو جہد کا حکم دیا۔ انہیں بتایا کہ نصرت انہی کے لیے ہیں جب تک انہوں نے صبر کا دامن پکڑے رکھا۔ صحابہ کرام دشمن کی طرف نکلنے پر خوش ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے اسے ناپسند بھی کیا۔ آپ نے لوگوں کو نماز عصر پڑھائی۔ صحابہ کرام جمع ہو چکے تھے۔ بالائی علاقوں کے لوگ بھی آچکے تھے۔ انہوں نے اپنی خواتین کو گڑھیوں میں بھیج دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انہوں نے آپ کو عمامہ باندھا۔ ہتھیار سجانے میں آپ کی مدد کی۔ لوگوں نے آپ کے حجرہ مقدسہ سے لے کر منبر شریف تک صفیں بنا رکھی تھیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر نکلنے کے منتظر تھے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر آئے۔ انہوں نے صحابہ کرام سے کہا: "تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجبور کیا ہے اور جو کچھ کہا ہے جو کہا ہے۔ آپ پر آسمانوں سے وحی آتی ہے۔ معاملہ کو آپ کی طرف ہی لوٹا دو۔ جو تمہیں دیں وہ کر گزرو۔ جس امر میں آپ کی رائے اور تمنا ہو اس کی اطاعت کرو۔" اسی اثناء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ کمر مبارک کے اردگرد کمر بند باندھا ہوا تھا۔ تلوار حائل کی ہوئی تھی۔ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔ لوگ اس امر پر نادم تھے جو آپ کو مجبوراً باہر نکال رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم نے آپ کو مجبور کیا ہے۔ یہ ہمارے لیے روا نہ تھا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو یہیں ٹھہر جائیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تمہیں اسی امر کی طرف بلایا تھا لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔ ایک نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ہتھیار سجا کر انہیں اتار دے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کر دے۔ اس نے جو تمہیں حکم دیا ہے اسے دیکھو اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ رب تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ عازم سفر ہو

جاؤ۔ جب تک تم نے صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ تمہاری نصرت ہی کی جائے گی۔" صحابہ کرام نے دیکھا کہ مالک بن عمرو یا محرز بن عامر کا وصال ہو چکا تھا۔ انہوں نے انہیں جنازہ گاہ میں رکھا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپ نے تین نیزے منگوائے۔ تین جھنڈے باندھے اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر کے سپرد کیا۔ خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر کو دیا یا حضرت سعد بن عبادہ کو دیا۔ جبکہ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور مدینہ طیبہ میں اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احد کی طرف روانگی

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھوڑے "السکب" پر سوار ہوئے، کمان لٹکائی۔ ہاتھ میں نیزہ تھاما۔ مسلمانوں نے ہتھیار سجا رکھے تھے۔ ان میں ایک سو زرہ پوش تھے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ آپ کے آگے آگے بھاگتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے زرہ پہن رکھی تھی۔ صحابہ کرام آپ کے دائیں اور بائیں تھے۔ ثنیہ کی چوٹی پر جا کر آپ نے ایک لشکر دیکھا۔ جو ہتھیار سجائے شور و غل کرتا ہوا آ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "یہ عبداللہ بن ابی کے یہودی حلیف ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہم اہلِ شرک سے اہلِ شرک کے خلاف مدد نہیں کریں گے۔" آپ آگے روانہ ہو گئے۔ آپ دو ٹیلوں "شیخین" کے پاس جا کر رک گئے۔ آپ پر آپ کا لشکر پیش کیا گیا۔ چھوٹے بچوں کو واپس کر دیا گیا۔ امام شافعی نے شیخ نجم الدین القمولی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سترہ بچوں کو واپس بھیج دیا۔ ان کی عمریں ۱۴، ۱۴ سال تھیں۔ کیونکہ وہ بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ آپ کی خدمت میں پندرہ سالہ جوان پیش کیے گئے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ درج ذیل حضرات تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہ بن زید، حضرت نعمان بن بشیر (ان کے بارے اختلاف ہے کیونکہ ان کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال ہوئی تھی) حضرت زید بن ارقم، حضرت براء بن عازب، حضرت رافع بن خدیج، حضرت اسید بن حضیر، حضرت عرابۃ بن اوس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت اوس بن ثابت، حضرت سعد بن بجیر حضرت سعید بن حبتہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا یہ سخت قتال کر رہے تھے۔ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔ سر پر دست اقدس پھیرا۔ ان کی نسل اور اولاد میں برکت کی دعا کی۔ یہ چالیس افراد کے چاچا چالیس کے بھائی اور بیس افراد کے باپ تھے۔ امام قاضی ابویوسف انہی کی اولاد میں سے تھے) حضرت سعد بن عقیب، حضرت زید بن جاریہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت سمرۃ

بن جندب رضی اللہ عنہ۔ پھر آپ نے حضرت رافع بن خدیج کو اجازت دے دی۔ جب آپ سے عرض کی گئی کہ وہ تیر اندازی کر لیتے ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب نے اپنے سوتیلے باپ مری بن سنان سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع کو اجازت دے دی ہے۔ مجھے واپس کر دیا ہے حالانکہ میں انہیں پچھاڑ سکتا ہوں" آپ کو یہ عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "ان کی کشتی کرالو" حضرت سمرہ نے حضرت رافع کو پچھاڑ دیا۔ ان کو بھی اجازت مل گئی۔ ابن ابی ایک طرف فروکش ہوا۔ جب یہ معاملہ ختم ہوگیا تو سورج غروب ہوگیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذانِ مغرب دی۔ آپ نے صحابہ کرام کو نمازِ مغرب پڑھائی۔ پھر انہوں نے نمازِ عشاء کے لیے اذان دی۔ آپ نے انہیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ شیخین کے پاس رات بسر کی۔ پچاس مجاہدین پر حضرت محمد بن مسلمہ کو نگران مقرر کیا۔ جو لشکر کے ارد گرد چکر لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "آج ہماری حفاظت کون کرے گا۔"

حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اپنی زرہ پہنی ڈھال لی اور ساری رات آپ کی نگرانی کرتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقت سحر تک سوئے رہے۔ آپ نے نمازِ صبح پڑھی۔ آپ نے فرمایا: "رستہ بتلانے والے کہاں ہیں؟ کون ہے جو ہمیں ٹیلے کی اس طرف سے لے کر جائے کہ کفار ہمیں نہ دیکھ سکیں۔" حضرت ابو خیثمہ حارثی اٹھے۔ (ابن سعد نے انہیں حثمہ لکھا ہے۔ ابو الفتح نے اس کی تصویب کی ہے۔ الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے کہ اس پر صرف ابو عمر کا یہ قول دلالت کر رہا ہے۔ "صحابہ کرام میں ابو خیثمہ کے علاوہ اور کوئی صحابی نہیں ہے۔ وہ جعفی سائی ہیں۔" لیکن اس حصر میں بھی اختلاف کی گنجائش ہے) انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" "میں" وہ آپ کو بنو حارثہ کی چٹان اور ان کے اموال کے مابین لے کر چلے۔ حتیٰ کہ وہ مربع کے چشمہ میں سے چلے۔ وہ منافق اور بصارت کا اندھا تھا۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے چلنے کی آہٹ سنی تو وہ ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگا۔ اس نے کہا: "اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو تو پھر میں آپ کو اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گا۔" دوسری روایت میں ہے کہ اس نے ہاتھوں میں مٹھی بھر مٹی لی۔ اس نے کہا: "اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ آپ کے علاوہ کسی اور پر نہیں گرے گی۔ تو آپ کے چہرے پر پھینک دیتا۔" صحابہ کرام اس کی طرف سے جلدی سے گئے تاکہ اسے تہ تیغ کریں۔ آپ نے فرمایا: "اسے قتل نہ کرو یہ دل کا بھی اندھا ہے اور بصارت کا بھی۔" حضرت سعد بن زید اشہلی جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے سے قبل اس کی طرف گئے۔ اسے کمان ماری اور زخمی کر دیا۔ بنو حارثہ ان سے ناراض ہو گئے۔ یہ اس کی قوم تھے۔ ان کی رائے بھی یہی تھی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ان کا ارادہ کیا۔ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا تو وہ رک گئے۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے نے اپنی دم سے مکھیاں دور کیں۔ دم ان کی تلوار کے دستے کی میخ کو لگی۔ وہ تلوار کھل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ عمدہ فال پسند کرتے تھے۔ "اے تلوار والے! اپنی تلوار کو نیام میں کرلو۔ عنقریب آج تلواریں بے نیام ہوں گی۔ کثرت سے شمشیر زنی ہوگی۔"

ابن ابی کا اپنے افراد سمیت الگ ہو جانا

جب سپہ سالار اعظم شوط کے مقام پر پہنچے تو ابن ابی لوگوں کے ایک تہائی حصہ کو لے کر الگ ہو گیا۔ وہ شتر مرغ کی طرح بھاگا۔ اس نے کہا: "انہوں نے ایسے بچوں کی رائے پر عمل کیا ہے جن کی رائے ہے ہی نہیں۔ میری بات نہیں مانی۔ اے لوگو! مجھے علم نہیں کہ ہم خود کو ان حالات میں موت کی وادی میں کیوں پھینکیں۔ منافقین اور متردد لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ حضرت عبداللہ بن حزام رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے گئے۔ انہوں نے کہا: "اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ تم اس وقت اپنی قوم کو اور حضور اکرم ﷺ کو رسوا نہ کرو جبکہ دشمن کا سامنا ہو رہا ہے۔ اے قوم! آؤ! راہِ خدا میں قتال کرو یا دفاع کرو۔" انہوں نے کہا: "اگر ہمیں علم ہوتا کہ جنگ ہوگی تو ہم تمہارا ساتھ نہ چھوڑتے۔ لیکن یہ جنگ ہرگز نہیں ہوگی۔ اگر تم بھی ہماری پیروی کرو تو ہمارے ساتھ لوٹ چلو۔" جب منافقین نے ان کی نافرمانی کی اور انکار کر دیا تو انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو تم سے مستغنی کر دے گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ

(آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: "نہیں ہے اللہ کی (شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔"

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی وہی مراد ہیں:

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ (آل عمران: ۱۶۷)

ترجمہ: "اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے۔ اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) تو بولے کہ اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے۔ بنسبت ایمان کے۔ کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔"

حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ جب ابن ابی نے حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا تو بنو سلمہ اور

بنو حارثہ کے پاؤں کچھ دیر کے لیے ڈگمگائے کہ وہ نبرد آزما ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم فرما دیا۔ اس لیے اس نے فرمایا:

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ (آل عمران: ۱۲۲)

ترجمہ: "جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔"

حضرت سعید بن منصور، عبد بن حمید، امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ان کے پاؤں نہیں ڈگمگائیں گے کیونکہ اس نے فرمایا تھا: "واللہ ولیہما"۔

ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں۔ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ جب ابن ابی واپس آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔

امام مسلم، امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت سے اور ابن اسحاق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کی طرف نکلے۔ آپ کے ساتھ منافق لوگ بھی نکلے۔ وہ واپس آ گئے۔ صحابہ کرام کے ان کے بارے دو گروہ بن گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "ہم ان کے ساتھ جنگ کریں گے۔" دوسرے نے کہا: "ہم ان کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

فَمَا لَكُمۡ فِى الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِئَتَيۡنِ وَاللّٰهُ اَرۡكَسَهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا ؕ (النساء: ۸۸)

ترجمہ: "سو کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ منافقوں کے بارے میں (تم) دو گروہ بن گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اوندھا کر دیا ہے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو انہوں نے کیے۔"

ان کے اعمال کی وجہ سے رب تعالیٰ نے ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ طیبہ ہے یہ خبیث کو یوں نکال پھینکتا ہے۔ جس طرح آگ چاندی کی میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔"

امام زہری نے روایت کیا ہے کہ جب ابن ابی واپس آ گیا تو انصار نے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے حلیف یہودیوں سے مدد طلب کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔" جمہور علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو مجاہدین کے ساتھ رہے۔ صرف آپ کا یا ابن ابو بردہ کا گھوڑا تھا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ پہاڑ کی طرف احد کے دامن میں نزول اجلال فرمایا۔ کوہ احد کو اپنی کمر کے پیچھے رکھا۔ آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف رخ انور کیا۔ کو عینین کو اپنے دائیں طرف رکھا۔ احد کے دامن میں مسلمانوں نے صفیں

باندھ لیں۔ ہفتہ کے روز نماز کا وقت ہو گیا۔ مسلمان مشرکین کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ اقامت کہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز صبح پڑھائی۔

آپ کا خطبہ اور جنگ کی تیاری

محمد بن عمر اسلمی نے فرمایا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے۔ لوگوں کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہیں وہی وصیت کرتا ہوں جس کی وصیت اس نے مجھے اپنی کتاب میں کی ہے۔ اس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ حرام امور سے بچنے کی وصیت کی ہے۔ آج تم اجر و ثواب کی منزل پر ہو۔ جس نے اسے یاد رکھا۔ پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جد و جہد اور نشاط کا عادی بنایا۔ دشمن سے مصروف پیکار ہونا بہت مشکل ہے کم لوگ ہی اس پر صبر کرتے ہیں۔ مگر جسے رب تعالیٰ اپنی ہدایت عطا کر دے۔ رب تعالیٰ کی معیت اسے حاصل ہوتی ہے۔ جو اس کی اطاعت بجالاتا ہے۔ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ اعمال کا آغاز جہاد پر صبر کے ساتھ کرو۔ اس سے اس چیز کو تلاش کرو۔ جو رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اسے لازم پکڑو۔ میں تمہاری ہدایت کا حریص ہوں۔ باہمی اختلاف، لڑائی اور پست ہمتی عاجزی اور کمزوری کی نشانیاں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس پر وہ نصرت اور فتح مندی عطا نہیں کرتا۔ اے لوگو! یہ چیز میرے سینہ میں تازہ ڈالی گئی ہے کہ جو شخص حرام امور سرانجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے مابین تفریق ڈال دیتا ہے۔ جو اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے رب تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ جو میری جناب میں ایک دفعہ درود پاک عرض کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس بار اس پر درود بھیجتے ہیں۔ جو کسی مسلمان یا کافر پر احسان کرتا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ وہ اسے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعۃ المبارک فرض ہے مگر بچہ، عورت، مریض اور غلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جو اس سے مستغنی ہوتا ہے رب تعالیٰ اس سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ وہ غنی اور حمید ہے۔ میں کسی ایسے عمل کو نہیں جانتا جو تمہیں رب تعالیٰ کے قریب کر دے مگر میں نے اس کا تمہیں حکم دے دیا ہے۔ میں کسی ایسے عمل کو نہیں جانتا جو تمہیں آگ کے قریب کر دے۔ مگر میں نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔

روح الامین حضرت جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈال دی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرتا حتیٰ کہ وہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی حاصل کر لے۔ اس میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اگر اس میں تاخیر ہو جائے تو اپنے رب سے ڈرو۔ تلاش رزق میں اچھے وسائل تلاش کرو۔ اس کا تاخیر سے آنا تمہیں اس امر پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اسے تلاش کرو۔ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے اس کی اطاعت ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس نے تمہارے لیے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔ لیکن ان کے مابین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ مگر جسے رب تعالیٰ بچا لیتا ہے۔ جو مشتبہ اشیاء کو ترک کرتا ہے اس کی عزت اور دین محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو اس میں گرتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہوتا ہے جو چراگاہ کے ساتھ چراتا ہے۔ قریب ہے کہ وہ اس میں گر پڑے۔ ہر بادشاہ کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ اس کے حرام کردہ امور ہیں۔ مومنین میں سے ہر ایک مومن اس طرح ہے جس طرح جسم کا سر ہوتا ہے۔ جب سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو اذیت پہنچتی ہے۔ السلام علیکم!''

حضور اکرم ﷺ نے قتال کی تیاری کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک جنگ کی ابتداء نہ کرے حتیٰ کہ ہم اسے قتال کا حکم دیں۔ قریش نے اپنے اونٹ اور گھوڑے مسلمانوں کے کھیتوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیے تھے۔ یہ کھیت ''الصمغہ'' کے مقام پر تھے۔ ایک انصاری شخص نے کہا: ''کیا تم بنو قیلہ کے کھیتوں میں جانور چراتے ہو؟'' جب جنگ کی تیاری ہو رہی تھی تو حضور نبی کریم ﷺ نے تیر انداز دستے پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کیا۔ انہوں نے اس روز سفید کپڑوں کی علامت لگا رکھی تھی۔ یہ تیر اندازوں کا دستہ پچاس افراد پر مشتمل تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''ہم سے گھڑ سواروں کو دور کرو۔ وہ پیچھے سے ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اگر ہمیں فتح ہو تو تم اپنی جگہ پر ٹھہرنا۔ دشمن تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ کر دے۔ اس جگہ کو لازم پکڑنا اس سے ہرگز نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے انہیں شکست دے دی ہے۔ ہم ان کے لشکر میں داخل ہو گئے ہیں تم پھر بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں۔ تو پھر بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑنا۔ حتیٰ کہ میں تمہاری طرف پیغام بھیج دوں۔ اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے تو نہ ہماری مدد کرنا نہ ہمارا دفاع کرنا۔ ان پر تیر پھینکنا جہاں تیر گر رہے ہوں اس جگہ گھوڑے نہیں آتے۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ مولا! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں۔''

آپ نے لشکر کی ایک طرف حضرت زبیر بن عوام کو اور دوسری طرف حضرت منذر بن عمر غنوی کو مقرر کیا۔ آپ نے

پوچھا: "مشرکین کا علمبردار کون ہے؟" آپ سے عرض کی گئی: "طلحہ بن ابی طلحہ" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم ان سے زیادہ وفاء کے حق دار ہیں۔" آپ نے علمِ اسلام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لیا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔"

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت معاذ (بنو تیم کے ایک شخص) سے اور حارث اور بزار نے حسن سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضور اکرم ﷺ نے دو زرہیں زیب تن فرما رکھی تھیں اس روز مسلمانوں کا شعار امت امت تھا۔

مشرکین کی جنگ کے لیے تیاری

مشرکین نے سبخہ کے مقام پر صف بندی کی۔ انہوں نے جنگ کی تیاری کی۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان کے ہمراہ دو سو گھوڑے تھے جو آگے آگے تھے۔ گھڑ سوار دستے کے میمنہ پر انہوں نے خالد بن ولید کو میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور پیادہ فوج پر صفوان بن امیہ کو امیر مقرر کیا۔ دوسرے قول کے مطابق عمرو بن عاص کو مقرر کیا۔ تیر اندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ علم طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا۔ ابوسفیان نے علمبرداروں کو ابھارتے ہوئے کہا۔ ان کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔" یا بنو عبدالدار! غزوۂ بدر میں بھی ہمارا جھنڈا تمہارے ہاتھ میں تھا۔ ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔ لوگوں کی فتح یا شکست کا دارومدار جھنڈوں پر ہوتا ہے۔ اگر جھنڈے گر پڑیں تو انہیں شکست ہو جاتی ہے یا تو ہمارے جھنڈے کے لیے کافی ہو جاؤ یا ہمارے رستے سے ہٹ جاؤ۔ ہم تمہاری طرف سے اسے کافی ہو جائیں گے۔" انہوں نے پختہ عزم اور ارادہ سے کہا: "کیا ہم اپنا علم تمہیں دے دیں جب عنقریب جنگ ہوگی تو تجھے علم ہو جائے گا کہ ہم کیسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔" ابوسفیان بھی یہی چاہتا تھا۔

جنگ کی ابتداء اور شدید لڑائی

سب سے پہلے ابو عامر عبد عمرو بن صیفی فاسق میدانِ جنگ میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے پچاس افراد تھے۔ دوسرا قول پندرہ افراد کا بھی ہے یہ لوگ اس کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے گئے تھے۔ کچھ افراد احابیش اور عبدان کے تھے۔ اس نے بآواز بلند کہا: "اے گروہِ اوس! میں ابو عامر ہوں۔" انہوں نے کہا: "فاسق! اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے۔" زمانۂ جاہلیت میں اسے راہب کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا۔ جب اس نے اوس کے مجاہدین کا یہ جواب سنا تو کہا: "میرے بعد میری قوم کو شر کا سامنا کرنا پڑا ہے" پھر اس نے شدید قتال کیا۔ پھر مجاہدین پر پتھر برسائے۔"

جب لشکر باہم نبرد آزما ہوئے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہندان عورتوں کے ساتھ اٹھی جو اس کے ساتھ

تھیں۔ وہ دوف بجا کر یوں کہہ رہی تھیں:

ویھا بنی عبدالدار ویھا حماۃ الادبار
ضربا بکل بتار

ترجمہ: "اے بنو عبدار! واہ! واہ! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو! واہ! ہر کاٹنے والی تلوار کے ساتھ دشمن کو مارتے چلو۔"

وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں:

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق
الدر فی المخانق المسك فی الفارق
ان تقبلوا نعانق او تدبر و انفارق
فراق غیر وامق

ترجمہ: "ہم طارق کی نورانِ نظر ہیں۔ ہم نرم اور گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔ موتی ہمارے گلوں میں ہیں۔ ہماری مانگوں میں کستوری ہے۔ اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینوں سے لگا لیں گی۔ اور اگر تم نے پیٹھ پھیر لی تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گے اور اس فراق پر ہمیں افسوس بھی نہ ہو گا۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشعار سماعت فرمائے تو یہ دعا مانگی:

اللھم بك اجول و بك اصول و فیك اقاتل حسبی الله و نعم الو کیل۔

امام احمد، امام مسلم نے حضرت انس سے، الطبرانی نے عبادۃ بن نعمان سے، ابن راھویہ اور بزار نے حضرت زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تلوار نکالی۔ صحابہ کرام اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہر ہر صحابی نے اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھائے۔ وہ کہہ رہے تھے: "مجھے عنایت فرمائیں" آپ نے فرمایا: "اس کا حق کون ادا کرے گا؟" صحابہ کرام خاموش ہو گئے۔ چند افراد آگے بڑھے مگر آپ نے انہیں تلوار عنایت نہ کی۔ ابن عتبہ نے لکھا ہے: "جب آپ نے تلوار نکالی تو حضرت عمر فاروق نے دامن طلب پھیلایا" آپ نے انہیں عطا نہ کی پھر حضرت زبیر نے مانگی آپ نے انہیں بھی عطا نہ کی۔" ابن راھویہ نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر نے آپ سے تین دفعہ طلب کی مگر آپ نے انہیں عطا نہ کی۔

الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور تلوار کے لیے دامن طلب پھیلایا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم بیٹھ جاؤ۔" پھر آپ نے فرمایا: "اس کا حق کون ادا کرے گا؟" حضرت ابودجانہ اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول

اللہ! اس کا کیا حق ہے؟" آپ نے فرمایا: "اسے دشمن پر اتنا مارا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! میں اس کا حق ادا کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "شاید جبکہ میں تمہیں یہ تلوار عطا کر دوں تو تم آخری صفوں میں قتال کرو۔" آپ نے یہ تلوار حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔ حضرت ابو دجانہ ایک بہادر شخص تھے۔ وہ جنگ کے وقت فخر سے چلتے تھے۔ ان کے پاس سرخ پٹی تھی۔ جو جنگ کے وقت ان کا نشان ہوتی تھی۔ وہ اسے اپنے سر پر باندھ لیتے تھے۔ جب وہ اسے باندھتے تھے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ آج وہ قتال کریں گے۔ جب انہوں نے آپ کے دست حق نما سے تلوار لی تو وہ پٹی نکالی۔ اس سے اپنا سر باندھا۔ انصار نے کہا: "حضرت ابو دجانہ نے موت کی پٹی نکال لی ہے۔" وہ یوں ہی کہتے تھے جب وہ اس پٹی کو باندھ لیتے تھے۔ پھر وہ دونوں صفوں کے مابین متکبرانہ چال چلنے لگے۔ آپ نے ان کی یہ چال دیکھی تو فرمایا: "رب تعالیٰ اس چال کو ناپسند کرتا ہے۔ سوائے ایسے مقام کے" حضرت زبیر نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو دجانہ کو یہ تلوار عطا کر دی۔ تو میں نے اپنے نفس میں کچھ (تردد) پایا۔ کہ میں نے آپ سے تلوار مانگی تھی مگر آپ نے مجھے نہ دی اور ابو دجانہ کو دے دی۔ میں نے کہا: "میں حضرت صفیہ، حضور اکرم ﷺ کی پھوپھو کا بیٹا ہوں۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تھی مگر آپ نے یہ تلوار ابو دجانہ کو عطا کر دی۔ آپ نے مجھے چھوڑ دیا۔ بخدا! میں دیکھوں گا کہ ابو دجانہ کیا کرتے ہیں؟ میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ یوں کہتے ہوئے باہر نکلے:

انا الذی عاهدنی خلیلی　　و نحن بالسفح لدی النخیل

الا اقوم الدهر فی الکیّول　　اضرب بسیف الله والرسول

ترجمہ: "میں وہ شخص ہوں جس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ اس وقت معاہدہ کیا تھا جب ہم کھجوروں کے پاس کھلے میدان میں تھے کہ میں تاعمر پچھلی صفوں میں شمشیر زنی نہیں کروں گا۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی تلوار کو چلاتا رہوں گا۔"

وہ جس چیز کے پاس سے گزرتے اسے کاٹ کر رکھ دیتے۔ انہوں نے اس تلوار کے ساتھ مشرکین کی کھوپڑیاں چیر دیں۔ جب وہ کند ہونے لگتی تو اسے پتھر سے تیز کر لیتے۔ پھر دشمن کو یوں کاٹنے لگتے گویا کہ وہ درانتی ہو۔ مشرکین میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو ہمارے ہر زخمی کو جلدی سے قتل کر دیتا تھا حضرت ابو دجانہ اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے۔ وہ باہم جنگ آزما ہوئے۔ شمشیر زنی ہونے لگی۔ پہلے مشرک نے حضرت ابو دجانہ کے تلوار ماری انہوں نے اسے اپنی ڈھال پر روکا۔ اس کی تلوار کی ضرب سے ڈھال ٹوٹ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری اور اسے واصل جہنم کر دیا۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے کہا: "مشرکین میں سے ایک شخص مسلمانوں کی طرف نکلا۔ وہ

کہہ رہا تھا: ''اس طرح اکٹھے ہو جاؤ جس طرح بکری کے ٹکڑے اکٹھے ہوتے ہیں''۔ ایک مسلمان شخص کھڑے ہو کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اسلحہ پہن رکھا تھا۔ میں چل کر اس کے پیچھے ہو گیا۔ میں کھڑے ہو کر ان کی تیاری کا جائزہ لینے لگا۔ میری نظر میں کافر کی تیاری اور قوت زیادہ تھی۔ میں ان کا منتظر رہا۔ حتیٰ کہ وہ باہم نبرد آزما ہو گئے۔ مسلمان نے کافر کے کندھے کی ہڈی پر ضرب کاری لگائی۔ جو اس کے کولہوں تک پہنچ گئی۔ اس نے اسے دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ مسلمان نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹایا اور پوچھا ''کعب! کیا دیکھا؟ میں ابو دجانہ ہوں''۔

حضرت زبیر نے فرمایا: ''میں نے انہیں دیکھا وہ ہند کے سر کی چوٹی پر تلوار سونتے کھڑے تھے۔ پھر انہوں نے تلوار پھیر لی۔ میں نے ان سے کہا: ''تمہاری ہر کوشش میں نے دیکھی وہ مجھے پسند آئی لیکن تم نے اس عورت کو تہ تیغ نہیں کیا تھا'' انہوں نے کہا: ''اس نے آواز دی: ''یا لصخر! اسے کسی نے جواب نہ دیا'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''میں نے ایک انسان دیکھا جو لوگوں کو جنگ پر ابھار رہا تھا۔ میں نے اس کا قصد کیا۔ جب اس پر تلوار سونتی تو اس نے ''ہائے ہلاکت'' پکارا۔ میں نے دیکھا تو وہ عورت تھی۔ میں نے ناپسند کیا کہ حضور اکرم ﷺ کی تلوار سے اس عورت پر حملہ کروں جس کا کوئی مددگار نہ ہو'' میں نے کہا: ''اللہ ورسولہ اعلم''

ابن اسحاق اور زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص نکلا اس نے دعوت مبارزت دی۔ لوگ اس سے رک گئے۔ اس نے تین بار یہ دعوت دی۔ وہ اپنے اونٹ پر تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ دوڑ کر اس کے پاس گئے۔ اس پر جھپٹے۔ اس کے ساتھ اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے۔ اس کے ساتھ جا ملے۔ وہ اونٹ پر بھی نبرد آزما ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''جو پہلے زمین پر گرے گا وہ قتل ہو جائے گا'' مشرک پہلے زمین پر گر پڑا۔ حضرت زبیر اس پر گرے اور اسے ذبح کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری زبیر ہے۔ اگر زبیر اس کی دعوت کا جواب نہ دیتے تو میں خود اس کے مقابلہ کے لیے جاتا''

لوگوں نے اس روز خوب قتال کیا۔ جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوئی۔ حضرت ابو دجانہ، طلحہ بن عبید اللہ، اسد اللہ و رسولہ حمزہ، علی المرتضیٰ، انس بن نضر، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم نے اس روز خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی نصرت نازل کی۔ ان کے ساتھ کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں نے مشرکین کی تلواروں کے ساتھ خوب خبر لی۔ انہیں لشکر سے دور لے گئے۔ ان کا قتل عام کیا گھڑ سوار دستے نے تین بار مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ہر بار انہیں سخت تیر اندازی کا سامنا کرنا پڑتا وہ واپس لوٹ جاتے۔ تیر انداز مسلمانوں کا پیچھے سے دفاع کر رہے تھے۔ وہ دشمن کے گھوڑوں پر تیر برساتے۔ جب بھی تیر کسی گھوڑے یا آدمی کو لگتا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس روز اپنے

بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: "بھائی! میری یہ زرہ لے لو۔" انہوں نے کہا: "میں بھی آپ کی طرح شہادت کا متمنی ہوں۔" دونوں نے زرہ کو چھوڑ دیا۔

جب گھمسان کارن پڑا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ جھنڈا آگے لے کر آئیں وہ جھنڈا لے کر آئے اور کہا: "میں ابوالقصم ہوں۔" مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ نے دعوت مبارزت دی۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیو! تمہارا خیال ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول آگ میں جاتے ہیں۔ رات کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر تم اسے حق سمجھتے تو تم میں سے کوئی ایک میرے مقابلہ کے لیے آتا۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ دونوں صفوں کے مابین باہم نبرد آزما ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جلدی سے اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے پچھاڑ دیا لیکن اس کا سر نہ کاٹا۔ بعض صحابہ کرام نے ان سے پوچھا: "آپ نے ان کا سر کیوں نہ کاٹا؟" انہوں نے کہا: "اس نے اپنی شرمگاہ میرے سامنے کر دی تھی۔ مجھے اس پر رحم آ گیا۔ میں جان گیا کہ رب تعالیٰ اس کا کام تمام کر دے گا۔"

مشرکین کے علمبردار کا قتل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کی تصدیق تھا۔ آپ نے فرمایا: "گویا کہ میں مینڈھے پر سوار ہوں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ انہوں نے مشرکین پر شدت سے حملہ کیا وہ شمشیر زنی کرنے لگے وہ مشرکین کی صفوں میں گھس گئے۔ ابو عبیدہ اور زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ حجاج بن علاط اسی کے بارے کہتا ہے:

اللہ ای مذبّب عن خرمة ‏ ‏ ‏ ‏ اعنی ابن فاطمة المعم المخولا
جادت یداك لهم بعاجِل طعنةٍ ‏ ‏ ‏ ‏ تر کت طليحة للجبين مُجدّلا
وَ شَدَدْت شدَّة بَاَسلٍ فكشفتهم ‏ ‏ ‏ ‏ بالجرّاذِ يهوون اخول اخولا
و عللت سيفك بالدّماءِ ولم تكن ‏ ‏ ‏ ‏ لِتَردّه حرّان حتى ينهلا

ترجمہ: "خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ عزت کا دفاع کرنے والا کون ہے۔ میری مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو حضرت فاطمہ بنت اسد کے شیر دل فرزند اور شریف چچاؤں اور شریف ماموؤں والے ہیں۔ آپ کے دونوں ہاتھوں نے ایسی نیزہ بازی کے ساتھ سخاوت کی۔ جنہوں نے طلحہ کو پیشانی کے بل پچھاڑا ہوا پایا۔ آپ نے جرأت مند اور بہادر شخص کی طرح حملہ کیا۔ آپ نے کفار کو کوہ دامن کی طرف اس طرح بکھیر دیا کہ وہ گرتے ہی جا رہے تھے آپ نے بار بار اپنی تلوار کو سیراب کیا کوئی پیاسا انہیں واپس نہ لوٹا سکا حتیٰ کہ

وہ سیراب ہوگئی۔

صحابہ کرام مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ وہ مشرکین کو قتل کرنے لگے حتیٰ کہ انہیں ان کے بوجھ سے دور ہٹا دیا۔ مشرکین کا جھنڈا ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے پر وار کیا۔ اس کا ہاتھ اور ٹانگ کٹ گئی۔ تلوار اس کی کمر سے ہوتی ہوئی باہر نکل آئی۔ اس کا پھیپھڑا باہر نکل آیا اور وہ مر گیا۔ علم کو ابوسعد بن ابی طلحہ نے اٹھالیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا جو اس کے گلے پر لگا اور اس کی زبان باہر نکل آئی۔ وہ بھی واصل جہنم ہوا۔ یہ علم مسافع بن طلحہ نے اٹھالیا۔ حضرت عاصم بن ثابت نے تیر مار کر اسے مار دیا۔ یہ جھنڈا حارث بن طلحہ نے اٹھالیا۔ حضرت عاصم نے تیر مار کر اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان دونوں کا کام تیروں نے کیا تھا۔ اس کی ماں سلافہ اس کے پاس آئی۔ اس نے اپنا سر اس کی آغوش میں رکھا۔ اس نے پوچھا: ''میرے بیٹے! تمہیں کس نے تیر مارا ہے؟'' اس نے کہا: ''جس شخص نے مجھے تیر مارا۔'' میں نے اسے یوں کہتے سنا: ''لو! میں ابن افلح ہوں۔'' اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر اسے حضرت عاصم کا سر ملا تو وہ اس میں شراب پیئے گی جو سر لے کر آئے گا اسے ایک سو اونٹ دے گی۔ اب مشرکین کا جھنڈا کلاب بن طلحہ نے اٹھالیا۔ حضرت زبیر بن عوام نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے قول کے مطابق قزمان نے اسے واصل جہنم کیا۔ اب جھنڈا جلاس بن طلحہ نے اٹھالیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اب جھنڈا ارطاۃ بن شرجیل نے اٹھالیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ اب جھنڈا شریح بن قارظ نے اٹھایا۔ معلوم نہیں کہ اسے کس نے تہ تیغ کیا تھا۔ اس کے بعد جھنڈا ابوزید بن عمیر نے اٹھایا۔ قزمان نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد جھنڈا قاسط بن شرجیل نے اٹھایا۔ قزمان نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔ اب ان کے غلام حبشی نے جھنڈا اٹھالیا۔ لوگوں نے کہا: ''اب تیری وجہ سے ہمیں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔'' اس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا اس نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا وہ بھی کٹ گیا۔ اس نے جھنڈا اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ اور کہا: ''مولا! کیا میں نے اپنی قوم کی عزت رکھ لی ہے؟'' مشرکین نے کہا: ''ہاں! قزمان نے اسے تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ سارے اقوال سے یہی قول درست ہے۔ مشرکین منتشر ہو گئے۔ عمرۃ بنت علقمہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ اسے سیدھا کیا۔ مشرکین اس کی طرف لوٹ آئے۔ جب مشرکین کے اتنے علمبردار مارے گئے تو شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ کسی چیز کی طرف توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ان کی خواتین ہائے ہلاکت پکار رہی تھیں۔ حضرت زبیر اور حضرت براء نے کہا: ''ہم نے ہند کی خدمت گزاروں اور ساتھیوں کو دیکھا وہ اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے بھاگی جا رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں۔ مشرک قوم کو شکست ہو چکی تھی۔ مسلمان مشرکین کے لشکر میں داخل ہو گئے۔''

تیر اندازوں کی لغزش

جب حضرت عبد اللہ اور ان کے ساتھیوں نے مشرکین کی شکست ملاحظہ کی۔ انہوں نے کہا: ''اے قوم! مالِ غنیمت! مالِ غنیمت! تم یہاں ویسے ہی کیوں کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ تمہارے بھائی غالب آ چکے ہیں۔ وہ مشرکین کے لشکر میں گھس گئے ہیں۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت جمع کرو۔'' حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے دیگر ساتھیوں نے کہا: ''کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارے پیچھے سے ہمارا دفاع کرنا۔'' دوسرے گروہ نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کا یہ ارادہ نہیں تھا۔'' سارے تیر انداز چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ کے ہمراہ صرف دس سے کم افراد رہ گئے۔ دوسرے مشرکین کے لشکر میں مالِ غنیمت سمیٹنے چلے گئے۔ جب وہ مسلمانوں کی طرف آئے۔ تو خالد بن ولید نے دیکھا۔ پہاڑی پر چند افراد ہی تھے۔ اس نے اپنے گھوڑے کو موڑ لیا۔ عکرمہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔''

انہوں نے بقیہ تیر اندازوں پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ حضرت عبد اللہ ثابت قدم رہے۔ بھرپور جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ مشرکین نے ان کا لباس اتار لیا۔ ان کا بری طرح مثلہ کر دیا۔ ان کے پیٹ پر تیر برسائے۔ ان کا پیٹ چر گیا اور ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ انہوں نے مسلمانوں کا گھیراؤ کر لیا۔ مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔ اچانک گھڑ سوار ان پر حملہ آور ہو گئے۔ وہ اپنا شعار یا للعزّی یا لھبل۔ باآواز بلند پکار رہے تھے۔ وہ مسلمانوں پر تلواریں برسانے لگے۔ پہلے مسلمان امن سے تھے۔ جو مال ہاتھ میں یا گود میں تھا۔ وہ نیچے گر پڑا۔ جب مشرکین نے اپنے گھڑ سوار دستے کو غالب دیکھا تو وہ بھی لوٹ آئے۔ مسلمانوں پر شدید حملے کیے۔ انہیں بے دریغ قتل کرنے لگے۔ مسلمان ہر اعتبار سے منتشر ہو چکے تھے۔ مالِ غنیمت چھوڑ دیا تھا۔ اسیروں کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ مسلمانوں کی صفیں بکھر چکی تھیں چکی الٹی چلنے لگی تھی۔ دن کے آغاز میں صبا چل رہی تھی اب دبور چلنے لگی۔ مسلمان ایک دوسرے کو روندتے ہوئے واپس پلٹنے لگے۔ ان کے تین حصے تھے۔ ایک تہائی زخمی تھے ایک تہائی شکست خوردہ اور ایک تہائی مقتول تھے۔ شیطان چلایا۔ اے اللہ کے بندو! ان کا پہلا گروہ لوٹ آیا ہے۔ یہ اور دوسرا گروہ باہم لڑنے لگے۔ انہوں نے اسے دشمن سمجھا تھا اس سے شیطان مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں۔ دن کی ابتداء مسلمانوں کے حق اور مشرکین کے خلاف تھی۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴿۱۵۲﴾ (آل عمران:۱۵۲)

ترجمہ: "اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔ اور یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے بعض دنیا کے طلبگار ہیں اور بعض تم میں سے آخرت کے طلبگار ہیں۔ پھر تمہیں ان کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔ اور بے شک اس نے تم کو معاف فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔"

یہ گردش مشرکین کی گردش سے تیز تھی۔ جبل عینین کے پاس شیطان باآواز بلند چلایا۔ وہ حضرت جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں تھا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔" اس نے تین بار اسی طرح کہا۔ کسی کو شک نہ رہا کہ یہ سچ ہے۔ حضرت جعال نے حضرت ابو بردہ کے پہلو میں شدید قتال کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ نے کہا: "اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔ تو کیا تم اپنے اس دین کے لیے نہیں لڑو گے۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیا ہے۔ اور شہادت کی حالت میں رب تعالیٰ سے ملاقات کرو۔" ایک گروہ نے کہا: "کاش! کوئی شخص ہے جو ابن ابی کے پاس جائے اور ابوسفیان سے ہمارے لیے پناہ طلب کرے۔ اے قوم! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہو چکے ہیں اپنی قوم کی طرف لوٹ چلو۔ اس سے قبل کہ مشرکین تمہارے پاس آجائیں اور تمہیں تہ تیغ کر دیں۔ مسلمان باہم خلط ملط ہو گئے۔ وہ شعار کے بغیر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے وہ ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگے۔ یہ عجلت اور دہشت کی وجہ سے تھا۔ مسلمان ہر اعتبار سے منتشر ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بھاگ کر مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا انہیں ملیں۔ وہ ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں۔ وہ کہنے لگیں: "یہ چرخے تم سوت کاتو۔ اپنی تلواریں مجھے دے دو۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے سامنے آئے تو صرف ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا تھا۔ مسلمانوں کا نہ تو جھنڈا قائم تھا نہ کوئی گروہ برقرار تھا۔ مشرکین کے گھوڑے وادی میں آتے جاتے مسلمانوں کو شہید کر رہے تھے۔ وہ باہم ملے ہوئے تھے جدا نہ تھے۔ ایک شخص بھی انہیں لوٹانے والا نہیں تھا۔ وہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تک پہنچے۔ بعض مسلمان پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے قبائے شہادت عطا کی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شیطان کے چلانے کی خبر پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا: "یہ عقبہ کا شیطان ازب ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کی ثابت قدمی

امام بیہقی نے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے غزوۂ احد کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا: "بخدا! مشرکین نے بے دریغ قتل کر کے ہمیں نقصان پہنچایا۔ انہوں نے آپ سے وہ پایا جو پایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ بالشت بھر بھی نہ ہٹے۔ آپ دشمن کے سامنے تھے۔ ایک بار آپ کے صحابہ کا ایک گروہ آپ کی طرف آتا۔ دوسری بار آپ سے دور چلا جاتا۔ میں نے جب بھی آپ کو دیکھا آپ کھڑے ہی تھے۔ اپنی کمان سے تیر برسا رہے تھے۔ حتیٰ کہ مشرکین پیچھے ہٹ گئے۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے۔ آپ ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ ہوئے۔ بلکہ دشمن کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ اپنی کمان سے تیر برساتے رہے حتیٰ کہ اس کا وتر ٹوٹ گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا باقی رہ گیا تھا۔ وہ کمان کے کنارے پر تھا۔ حضرت عکاشہ بن محصن نے کمان لی۔ تاکہ اس کا چلہ درست کریں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس کا چلہ نہیں پہنچتا۔" آپ نے فرمایا: "کھینچو پہنچ جائے گا۔" حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں چلہ کھینچتا رہا حتیٰ کہ وہ دوسرے کنارے تک پہنچ گیا۔ میں نے اس کنارے کے ساتھ اس کی دو یا تین گرہیں لگا لیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی کمان پکڑی۔ آپ لگاتار تیر برساتے رہے۔ حضرت ابوطلحہ ڈھال بن کر آپ کو چھپائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ یہ کمان ٹوٹ گئی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ ان کے تیر ختم ہو گئے۔ حضرت قتادہ بن نعمان نے آپ سے وہ کمان لے لی۔ وہ ان کے پاس ہی رہی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے پتھر برسانے شروع کیے۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ دشمن کے قریب تھے۔ آپ کے ہمراہ پندرہ صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ آٹھ کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ، زبیر، عبدالرحمان، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح۔ سات انصاری صحابہ کرام ثابت قدم تھے۔ وہ درج ذیل تھے۔ حضرت خباب بن منذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ۔ ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کے سامنے تیس صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا یہی نعرہ تھا "میرا چہرہ آپ کے چہرۂ انور پر فدا۔ میری جان آپ کی جان پر فدا۔ آپ پر سلامتی! آپ ہمیشہ ہمیشہ سلامت رہیں۔"

الطبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت ابن مسعود بھی ثابت قدم رہے تھے۔ جب لوگ آپ سے دور چلے گئے تو آپ پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ لوگ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ پیچھے سے انہیں بلا رہے

تھے ''اے فلاں! میری طرف آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔ لیکن آپ کی طرف کوئی نہیں آرہا تھا۔ تیر ہر ہر طرف سے آپ کی طرف آرہے تھے۔ لیکن رب تعالیٰ وہ تیر آپ کی طرف سے پھیر رہا تھا۔

محمد بن عمر اسلمی نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے مہاجرین میں سے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا: ''میں نے غزوۂ احد میں شرکت کی۔ میں نے دیکھا کہ ہر طرف سے تیر آپ کی طرف آرہے تھے۔ آپ درمیان میں کھڑے تھے۔ سارے تیر پھر کر دوسری سمت جارہے تھے۔ میں نے اس روز عبداللہ بن شہاب زہری کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک میری راہ نمائی کرو۔ اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پہلو میں تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ جب وہ آگے گزر گیا تو صفوان بن امیہ اس پر ناراض ہوا۔ اس نے کہا: ''بخدا! میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے محفوظ تھے۔ بخدا! ہم چار افراد نکلے ہم نے باہم معاہدہ کیا اور آپ کو قتل کرنے پر عہد کیا مگر ہم آپ تک نہ جا سکے۔

ابن سعد نے لکھا ہے'' شریک بن عبداللہ کے دادا حضرت ابونمر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے شریک تھا۔ میں نے اس روز پانچ نشانے بنا رکھے تھے۔ ان پر اپنے تیر برساتا رہا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا رہا۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد حلقہ زن تھے۔ تیر آپ کے دائیں بائیں گر رہے تھے۔ کچھ آپ کے سامنے ٹوٹ رہے تھے۔ کچھ تیر آپ کے پیچھے گر رہے تھے۔ پھر رب تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔''

عبدالرزاق نے مرسل قوی سند کے ساتھ امام زہری سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ کے چہرے پر تلوار کی ستر ضربیں لگائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سب کے شر سے بچالیا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید انہوں نے حقیقت میں ستر ضربیں مراد لیں ہوں یا کثرت مراد ہو۔ اس روز آٹھ فرخندہ فال افراد نے آپ کے دست اقدس پر موت کی بیعت کی۔ ان میں سے تین مہاجرین میں سے تھے۔ وہ حضرات علی، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ سات کا تعلق انصار کے ساتھ تھا وہ یہ حضرات تھے۔ ابودجانہ، حارث بن صمہ، خباب بن منذر، عاصم بن ثابت، سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے کوئی بھی شہید نہ ہوا۔

ابویعلی نے حسن سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''روز احد جب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور چلے گئے۔ میں نے آپ کو مقتولین میں تلاش کیا۔ لیکن آپ مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے کہا: ''بخدا! آپ راہ فرار تو اختیار نہیں کر سکتے۔ آپ مقتولوں میں بھی نہیں۔ شاید رب تعالیٰ نے آپ کو اٹھالیا۔ وہ ہمارے اس فعل سے ہم سے ناراض ہوگیا ہو۔ اب بھلائی اس میں ہے کہ میں قتال کرتا ہوں شہید ہو جاؤں۔ میں نے تلوار کا نیام پھاڑ دیا۔ مشرک قوم پر حملہ کر دیا۔ انہوں

نے مجھے رستہ دے دیا۔ اچانک میں نے آپ کو دیکھا آپ مشرکین کے ساتھ جنگ آزما تھے۔

مشرکین حضور اکرم ﷺ پر اکٹھے ہو گئے۔ وہ آپکو شہید کرنا چاہتے تھے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر آپ کی طرف پھینکے۔ جس سے آپ کے دائیں طرف کے نچلے دانت ٹوٹ گئے۔ نچلا لبِ لعلیں زخمی ہو گیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ دندان مبارک ٹوٹ گئے تھے۔ ان کا ایک حصہ جدا ہو گیا تھا یہ جڑ سے نہیں نکلے تھے۔

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں حضرت مقسم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عتبہ بن ابی وقاص کے لیے یہ بددعا کی: ''مولا! اس پر ایک سال بھی نہ گزرنے پائے حتیٰ کہ وہ حالت کفر میں مرجائے۔'' ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا وہ حالت کفر میں مرگیا تھا۔'' حاکم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جب عتبہ کا سنگدلانہ فعل دیکھا۔ جو اس نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''عتبہ بن ابی وقاص نے'' میں نے عرض کی: ''وہ کہاں گیا ہے؟'' آپ نے اس طرف اشارہ کیا جس طرف وہ گیا۔ میں اس کی طرف گیا۔ اسے پالیا تلوار سے وار کر کے اس کا سر جدا کر دیا اس کا سر اور گھوڑا بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے وہ گھوڑا مجھے عطا فرمایا۔ میرے لیے دعائے خیر کی اور فرمایا: ''اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا۔''

خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ حافظ محمد یوسف فریابی نے کہا ہے ''مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید کیے تھے ان کے ہاں جو بچہ بھی ہوتا تھا اس کے سامنے کے چار دانت نہیں اگتے تھے۔''

امام سہیلی لکھتے ہیں: ''عتبہ کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا وہ بالغ ہو جاتا تھا لیکن اس کے اگلے دانت ناپید ہوتے تھے اور اس کے منہ سے گندی بو آتی تھی۔ یہ امر اس کی نسل میں معروف تھا عبداللہ بن شہاب نے آپ کے چہرہ انور پر پتھر مارا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ زخم سے خون مبارک نکلنے لگا۔ حتیٰ کہ داڑھی مبارک خون سے تر ہو گئی۔ میری جان آپ پر فدا! عبداللہ بن قمئہ نے آپ کو مارا اور رخسار مبارک کو زخمی کر دیا۔ خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔ اس نے تلوار سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ آپ اس کے سامنے گڑھے میں گر پڑے۔ یہ گڑھے ابو عامر فاسق نے کھدوائے تھے تاکہ مسلمان اس میں گر پڑیں۔ انہیں علم تک نہ ہو۔'' آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست اقدس تھاما۔ حضرت طلحہ نے بھی آپ کو اٹھایا حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ آپ کے گھٹنوں پر خراشیں آئیں۔ ابن قمئہ کی تلوار نے زخم نہیں لگایا تھا البتہ تلوار کے بوجھ کی وجہ سے چوٹ آئی تھی۔ ایک ماہ تک آپ کو کندھے پر اس کی وجہ سے تکلیف رہی۔ بعض روایات میں ایک ماہ سے زیادہ کا تذکرہ ہے۔ بہت سے مشرکین نے آپ پر پتھر پھینکے حتیٰ کہ آپ پہلو کے بل گر پڑے۔

الطبرانی نے حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے کہ جب ابن قمۂ نے آپ کو تیر مارا تو اس نے کہا: "میں ابن قمۂ ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل و رسوا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنگلی مینڈھا مسلط کر دیا۔ وہ اسے لگاتار سینگ مارتا رہا حتیٰ کہ اس نے اسے پارہ پارہ کر دیا۔

ابونعیم نے نافع بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے آپ کا چہرہ انور زخمی کیا تھا اس کا نام عبداللہ بن قمۂ تھا۔ رب تعالیٰ نے اس پر جنگلی مینڈھا مسلط کر دیا۔ جس نے اسے سینگ مار مار کر ہلاک کر دیا۔

ابوداؤد طیالسی اور ابن حبان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے: "وہ سارا دن تو طلحہ کا تھا۔ پھر وہ یہ عشق افروز داستان سناتے" میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو بارگاہِ رسالت مآب میں اس روز حاضر تھے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے جہاد کر رہا تھا۔ وہ آپ کا تحفظ کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "اللہ کرے! یہ طلحہ ہوں۔ مجھ سے جو رہ گیا تھا وہ رہ گیا تھا۔ میں نے کہا: "میری قوم کا یہ شخص مجھ سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میرے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین ایک ایسا شخص تھا جسے میں نہیں جانتا تھا۔ میں حضور اکرم ﷺ سے اس سے زیادہ قریب تھا وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ میں اتنا تیز نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ کے دندانِ مبارک شہید ہو چکے تھے۔ چہرۂ انور زخمی تھا۔ رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں دھنسی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی طلحہ کی مدد کرو۔ ان کا خون نکل رہا ہے۔ ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ میں نے چہرۂ اقدس سے دو کڑیاں نکالنے کی کوشش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے مجھے قسم دی کہ میں یہ سعادت ازلی انہیں حاصل کرنے دوں۔" میں نے یہ سعادت ان کے لیے چھوڑ دی۔ انہوں نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے نکالیں اور حضور اکرم ﷺ کو تکلیف ہو۔ انہوں نے اپنا منہ ان کڑیوں پر رکھا۔ دو حلقوں میں سے ایک نکل آیا۔ حلقہ کے ساتھ ہی دو دانت بھی نکل آئے۔ میں آگے بڑھا تاکہ میں بھی اسی طرح کروں۔ جس طرح انہوں نے کیا ہے انہوں نے مجھے کہا: "میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ یہ سعادت ابدی مجھے حاصل کرنے دو۔" انہوں نے وہی عمل کیا جو پہلے کیا تھا۔ حلقہ کے ساتھ دو دوسرے دانت بھی نکل آئے۔ اگرچہ ان کے چار دانت اس کوشش میں چلے گئے۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ کا حسن دوبالا ہو گیا۔ ہم نے آپ کی خدمت کی پھر حضرت طلحہ کے پاس آئے وہ ان گڑھوں میں سے کسی ایک گڑھے میں تھے ان کے جسم پر نیزے، تیر اور تلوار کے ستر سے زائد زخم تھے۔ ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ہم نے انہیں مرہم پٹی کی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "اس روز طلحہ کے سر پر زخم آیا۔ خون زیادہ نکلا حتیٰ کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا تو انہیں ہوش آیا۔ انہوں نے سب سے پہلے پوچھا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ خیریت سے ہیں۔ آپ نے ہی مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: "الحمد للہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے چہرۂ انور سے حلقے نکالے گئے تو خون اس طرح بہنے لگا جس طرح مشکیزے سے پانی نکلتا ہے۔ حضرت مالک بن سنان نے اس پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسے چوسنا شروع کر دیا۔ اسے نگلنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تم نے میرا مبارک خون پی لیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "جس کا خون میرے خون کو چھو گیا اسے جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔"

حضرت ابودجانہ نے بھی اپنی جان پر کھیل کر آپ کو بچانے کی کوشش کی۔ ان کی کمر پر تیر لگتے رہے مگر وہ آپ پر جھکے رہے۔ حتیٰ کہ ان پر تیروں کی کثرت ہوگئی وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس روز حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سخت قتال کیا۔ ان کے منہ پر زخم آیا اور دو دانت نکل گئے۔ انہیں کم وبیش بیس زخم آئے۔ ان کی ٹانگ بھی زخمی ہوگئی۔ وہ اس کے ساتھ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اس روز حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سخت قتال کیا تھا۔

حاکم نے حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتی ہیں "جب غزوۂ احد میں مسلمانوں سے یہ لغزش ہوگئی تو میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "میں اپنے نفس کا دفاع کرتا ہوں۔ یا تو میں نجات پا جاؤں گا یا میں شہادت پا جاؤں گا۔ اچانک میں نے ایک سرخ چہرے والے انسان کو دیکھا۔ قریب تھا کہ مشرکین اس پر جھپٹ پڑتے۔ اس ذات نے ہاتھ میں سنگریزے لیے اور وہ مشرکین کی طرف پھینک دیے۔ میرے اور اس ذات والا کے مابین صرف حضرت مقداد تھے۔ میں نے چاہا کہ میں حضرت مقداد سے اس ہستی کے بارے پوچھوں۔ انہوں نے مجھے کہا: "اے سعد! یہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ میں یوں اٹھ کھڑا ہوا گویا کہ مجھے کوئی اذیت پہنچی ہی نہیں تھی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ میں تیر اندازی کرنے لگا۔ میں کہہ رہا تھا: "مولا! یہ تیرا تیر ہے۔ اس سے اپنے دشمن کو مار دے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے "مولا! سعد کی دعا قبول فرما۔ مولا! ان کی تیر اندازی کو درست فرما۔ اے سعد! میرے والدین کریمین تم پر فدا!" میں جو بھی تیر پھینکتا آپ یہ دعا مانگتے۔ "مولا! اس کی تیر اندازی کو درست فرما۔ اس کی دعا کو قبول فرما۔" جب میرے تیر کش سے تیر ختم ہو گئے تو آپ نے اپنے تیر میرے سامنے بکھیر دیے۔ آپ نے ایسا تیر پکڑایا جو پیکان اور پر کا درمیانی حصہ تھا۔ وہ دوسرے تیروں سے زیادہ سیدھا لگا۔" امام زہری

لکھتے ہیں "اس روز حضرت سعد نے ایک ہزار تیر برسائے تھے۔"

ابن عائذ نے حضرت یحییٰ بن حمزہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اس روز ایک تیر پھینکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مجھے لوٹا دیا۔ میں اپنے تیر کو پہچانتا تھا۔ میں نے نو یا آٹھ بار وہی تیر چلایا۔ ہر بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے وہ تیر واپس کر دیتے تھے۔ میں اس تیر کو اپنے ترکش میں رکھتا ہوں۔ اسے جدا نہیں کرتا۔"

امام بخاری اور حسن بن عرفہ نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنا ترکش خالی کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے والدین کریمین آپ پر فدا! آپ تیر اندازی کرو۔"

امام بخاری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے نہیں سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے والدین جمع کیے ہوں۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ احد کے روز فرما رہے تھے "سعد! میرے والدین تم پر فدا! تیر پھینکو!" حضرت سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ احد کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع فرمایا آپ نے فرمایا: "فداک ابی وامی" اس وقت آپ مصروف جنگ تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "مشرکین کے بعض افراد مسلمانوں پر تیر برسا رہے تھے۔ ان میں سے ایک حبان بن عرقہ اور دوسرا ابو اسامہ جشمی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد سے فرما رہے تھے "سعد! میرے والدین تم پر فدا! تیر پھینکو! حبان نے ایک تیر پھینکا۔ وہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے دامن پر لگا۔ وہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ ان کا پردہ اٹھ گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ امر بڑا گراں گزرا۔ آپ نے حضرت سعد کو ایک تیر پکڑایا جس کا پھل نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہی اس پر پھینکو" وہ تیر سیدھا حبان کے گلے پر لگا وہ گر پڑا اور اس کی شرمگاہ نظر آنے لگی۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آئے۔ پھر فرمایا: "سعد نے ام ایمن کا بدلہ لے لیا ہے۔ مولا! اس کی دعا قبول فرما اور اس کی تیر اندازی درست فرما۔"

مالک بن زہیر اور حبان بن عرقہ نے بہت سے مسلمانوں کو تیروں سے شہید کیا تھا۔ حضرت سعد نے مالک کو ایک تیر مارا جو اس کی آنکھ پر لگا۔ وہ اس کی گدی سے باہر نکل گیا۔ وہ واصل جہنم ہو گیا۔ اس روز حضرت ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی قتال کیا۔ جب مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلی گئیں۔ قتال میں حصہ لیا اور تلوار کے ذریعے دشمنوں کو آپ سے دور کرنے لگیں۔ یہ کمان سے تیر برساتی تھیں۔

جب ابن قمئہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ کیا تو وہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اس کے ساتھ جنگ آزما ہو گئے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اس پر کئی وار کیے لیکن اللہ کے دشمن نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس نے ان پر تلوار کا وار کیا اور

انہیں بری طرح زخمی کر دیا۔ بعد میں ان کے اسی جگہ میں گڑھا پڑ گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں بن فلاں کے مقام سے عمدہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں نے دائیں بائیں دیکھا مجھے ان کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں دیکھا۔ وہ میرے سامنے قتال کر رہی تھیں۔" آپ نے ان کے فرزند دلبند حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے فرمایا: "اے گھرانے والو! اللہ تعالیٰ تم میں برکتیں ڈالے۔ تمہاری والدہ ماجدہ کا مقام فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔ تمہاری والدہ کے شوہر غزیہ بن عمرو کا مقام فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔ اے گھرانے والو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔" حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کی رفاقت عطا فرمائے۔" آپ نے دعا مانگی: "مولا! انہیں جنت میں میرا رفیق بنا دے۔" وہ فرماتی تھیں "اس کے بعد مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دنیا میں کیا پہنچتا ہے۔"

علامہ بلاذری نے لکھا ہے "غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ نسیبہ ان کے شوہر اور بیٹوں نے شرکت کی۔ وہ مشکیزہ لے کر نکلیں تا کہ زخمیوں کو پانی پلائیں انہوں نے جہاد کیا۔ انہیں تیر اور تلوار کے بارہ زخم آئے۔ دن کے پہلے حصہ میں وہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں جبکہ ہوا ان کے حق میں چل رہی تھیں۔ جب مشرکین نے پلٹ کر حملہ کیا تو یہ ان کے ساتھ قتال کرنے لگیں۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں شرکت کی۔ ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ وہ مسیلمہ کو ڈھونڈ رہی تھیں تا کہ انہیں تہ تیغ کریں۔ انہوں نے کہا: "کوئی چیز میرے رستے میں رکاوٹ نہ بن سکی حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ اس خبیث کو قتل کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا فرزند عبداللہ اپنی تلوار اس کے کپڑوں سے صاف کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا تم نے اسے تہ تیغ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! میں شکریہ ادا کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئی۔"

ابن سعد نے موسیٰ بن ضمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چادریں آئیں۔ ان میں سے ایک چادر خوبصورت اور کشادہ تھی۔ ایک شخص نے ان سے کہا: "کاش! آپ اسے صفیہ زوجہ عبداللہ بن عمر کے ہاں بھیج دیں۔ انہوں نے کہا: "اسے اس ہستی کے پاس بھیجو جو اس سے زیادہ اس کی مستحق ہے۔ وہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے دائیں بائیں دیکھا۔ میں نے صرف ام عمارہ کو دیکھا جو میرے سامنے قتال کر رہی تھیں۔"

آپ پہاڑ کی طرف آئے تا کہ لوگوں کا معاملہ دیکھ سکیں۔ تا کہ آپ کے صحابہ آپ کو پہچان جائیں وہ آپ کے پاس آ جائیں۔ مشرکین آپ کی طرف بڑھے تا کہ اس عمل کو سر انجام دیں جس کے اور ان کے مابین رب تعالیٰ کی ذات حائل تھی۔ مشرکین کی ایک جماعت نے آپ پر پتھر پھینکے حتیٰ کہ آپ پہلو کے بل گر پڑے۔

امام نسائی اور امام بیہقی نے جید سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "لوگ

غزوۂ احد میں آپ سے دور چلے گئے۔آپ کے ہمراہ انصار کے گیارہ افراد رہ گئے۔حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔آپ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔مشرکین آپ کے پاس آگئے۔آپ نے فرمایا:''کیا کوئی انہیں مجھ سے دور نہیں کرے گا؟''حضرت طلحہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں۔''آپ نے فرمایا:''طلحہ! تم اکیلے ہو؟''ایک انصاری صحابی نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ان کے ساتھ ہوں۔''انہوں نے مشرکین کے ساتھ قتال شروع کیا۔حضور اکرم ﷺ اور بقیہ صحابہ کرام پہاڑ پر چڑھ گئے۔انصاری صحابی شہید ہو گئے۔آپ نے فرمایا:''مشرکین کو کون مجھ سے دور کرے گا؟''حضرت طلحہ نے عرض کی:''میں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے پہلے کی طرح ارشاد فرمایا۔ایک انصاری صحابی بولے''میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا۔''انہوں نے قتال کیا آپ اور صحابہ کرام پہاڑی پر چڑھ گئے۔وہ انصاری صحابی شہید ہو گئے۔مشرکین آپ کے قریب آگئے۔آپ نے پہلے کی طرح ارشاد فرمایا۔حضرت طلحہ نے وہی جواب دیا۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ! میں انہیں روکتا ہوں۔''انہوں نے مشرکین کو روکا۔ایک انصاری صحابی نے ان کے ہمراہ قتال کرنے کی اجازت طلب کی۔آپ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی۔انہوں نے خوب قتال کیا۔حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ رہ گئے۔مشرکین آپ کے قریب تر آگئے۔آپ نے فرمایا:''طلحہ! انہیں مجھ سے کون دور کرے گا؟''حضرت طلحہ نے عرض کی:''میں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!''انہوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔حتیٰ کہ ان کے پورے کٹ گئے۔انہوں نے کہا:''حس''آپ نے فرمایا:اگر آپ بسم اللہ پڑھتے تو فرشتے تم کو اٹھا کر لے جاتے۔لوگ تمہیں دیکھ رہے ہوتے۔حتیٰ کہ وہ تمہیں آسمان کی فضا میں داخل کر دیتے۔''

امام احمد،امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین آپ کے قریب تر آگئے آپ کے ہمراہ سات انصاری صحابہ اور ایک قریشی صحابی تھے۔آپ نے فرمایا:''ان مشرکین کو ہم سے دور کون کرے گا؟ وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ایک انصاری صحابی آگے بڑھے وہ شہید ہو گئے۔مشرکین آپ کے قریب تر آگئے۔آپ نے فرمایا:''جو انہیں مجھ سے دور کرے گا اس کے لیے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا رفیق ہے۔''ایک انصاری شخص آئے۔انہوں نے جہاد کیا حتیٰ کہ سات انصاری صحابہ کرام اسی طرح شہید ہو گئے۔آپ نے فرمایا:''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔''

امام بخاری نے قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا:''میں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا۔وہ شل تھا۔انہوں نے اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا دفاع کیا تھا۔

دارقطنی نے الافراد میں،الطبرانی نے حضرت طلحہ سے،امام نسائی،الطبرانی،اور بیہقی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ کے پوروں پر تیر لگا۔انہوں نے کہا:''حس''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''اگر تم بسم اللہ کہتے تو

ملائکہ تمہیں لے کر اڑ جاتے۔لوگ تمہیں دیکھ رہے ہوتے حتیٰ کہ وہ تمہیں لے کر آسمان کی فضاؤں میں چلے جاتے۔تم وہ محل دیکھ لیتے جو رب تعالیٰ نے تمہارے لیے جنت میں بنایا ہے۔حالانکہ تم دنیا میں ہوتے۔''

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز مسلمان خواتین مسلمانوں کے پیچھے تھیں۔وہ زخمی مشرکین کا کام تمام کر رہی تھیں۔اگر میں قسم اٹھاؤں کہ اس دن ہم میں سے کوئی بھی دنیا کا ارادہ کیے ہوئے نہیں تھا تو میں اپنی قسم میں جھوٹا نہیں ہوں گا۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ (آل عمران:۱۵۲)

ترجمہ: ''بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض آخرت کے۔''

جب صحابہ کرام سے لغزش ہوگئی۔انہوں نے آپ کے حکم کی مخالفت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نو صحابہ کرام کے ساتھ رہ گئے۔سات کا تعلق انصار کے ساتھ تھا۔دو قریشی صحابی تھے۔اور آپ کی ذات والا دسویں تھی۔جب مشرکین آپ کے قریب تر آگئے تو آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو ان مشرکین کو ہم سے دور لے جائے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے''جب مشرکین آپ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا:''کون ہے جو ہمارے لیے اپنی جان بیچے گا؟''حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری صحابہ کرام کو لے کر اٹھے۔بعض نے ان کا نام عمارہ بن یزید بن سکن لکھا ہے۔انہوں نے آپ کے سامنے قتال کیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے شہید ہو گئے حتیٰ کہ آخر میں زیاد یا حضرت عمارہ باقی رہ گئے۔انہوں نے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ زخموں سے چور ہو گئے۔پھر مسلمانوں کا ایک گروہ آگیا۔انہوں نے مشرکین کو آپ سے دور کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:''انہیں میرے قریب کرو۔''انہوں نے انہیں قریب کیا۔آپ نے اپنا مبارک پاؤں آگے بڑھایا۔انہوں نے اپنا رخسار آپ کے پاؤں مبارک پر رکھ دیا۔ان کے جسم پر چودہ زخم تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اس روز آپ کے سامنے خوب قتال کیا۔ایک طرف حضرت ابو دجانہ اور ایک طرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ایک گروہ کے سامنے اکیلے رہ گئے ان میں عکرمہ بھی تھے۔وہ تلوار لے کر ان میں گھس گئے۔شمشیر زنی کی اور ان سب کو بھگا دیا۔پھر ان پر حملہ کیا۔انہیں بھگا کر واپس چلے گئے۔ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ مشرکین میں یوں گھس گئے جیسے بکریوں میں گھسا جاتا ہے۔مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔حتیٰ کہ کہا گیا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں پھر وہ ظاہر ہوئے تو تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔مشرکین ان سے دور چلے گئے تھے۔اس روز حضرت ابو طلحہ نے بھی شدید قتال کیا تھا۔

شیخان،محمد بن عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔جب لوگ غزوۂ احد کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور

چلے گئے تو آپ کے سامنے حضرت ابوطلحہ تھے۔ جو اپنی چھوٹی سی ڈھال سے دشمن کو دور کر رہے تھے۔ وہ ایک تیرانداز شخص تھے۔ انہوں نے اپنا ترکش آپ کے سامنے کھول دیا۔ اس سے تیراندازی کرتے رہے۔ انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دیں۔ ایک شخص ان کے پاس سے چمڑے کا ترکش لے کر گزرا۔ آپ نے اسے فرمایا: ''اسے ابوطلحہ کے لیے کھول دو۔'' حضور اکرم ﷺ قوم کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھ کر دیکھنے لگے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا نبی اللہ! میرے والدین آپ پر فدا! آپ آگے نہ دیکھیں مشرکین کا تیر آپ کو لگ جائے گا۔ میری جان آپ پر فدا!

اونگھ آجانا

امام احمد، امام بخاری اور امام حاکم نے حضرت ابوطلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہیں احد کے روز اونگھ آگئی تھی۔ حتیٰ کہ اس اونگھ کی وجہ سے کئی بار تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ یہ اونگھ رب تعالیٰ نے اپنی طرف سے بطور راحت ان پر طاری کی تھی۔ میں دیکھنے لگا۔ ان میں سے ہر ایک نیند کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے اونگھ رہا تھا۔'' الطبرانی نے اوسط میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ احد کے روز ہم پر نیند طاری کر دی گئی۔''

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے غزوۂ احد کے روز اونگھ کے ساتھ صحابہ کرام کو امن بخشا۔ جو امن سے ہو وہی اونگھتا ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قتال کے وقت اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راحت و امن ہوتی ہے جبکہ نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

محمد بن عمر اسلمی نے ابو الیسر کعب بن عمرو انصاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے اس روز خود کو ان چودہ افراد کے پاس پایا جو حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں اونگھ رہے تھے۔ ہمیں راحت و سکون کے لیے اونگھ نے آلیا تھا ہم میں سے ہر ایک خراٹے لے رہا تھا۔ حتیٰ کہ ڈھالیں باہم ٹکرانے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت بشر بن معرور کی تلوار ان کے ہاتھ سے گر پڑی تھی۔ انہیں احساس بھی نہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسے اٹھایا تو اس کی دھار کند ہو چکی تھی۔''

ابن راھویہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بخدا! مجھ پر اونگھ چھا رہی تھی۔ دوسری روایت میں ہے'' میں نے اس روز خود کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس وقت دیکھا جب ہم پر خوف شدید تھا۔ ہم پر نیند بھیج دی گئی۔ ہم میں سے ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینے پر تھی۔ بخدا! گویا کہ میں خواب میں معتب بن قشیر کا یہ بکواس سن رہا تھا'' اگر اس معاملہ میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو ہم اس جگہ یوں قتل نہ ہوتے۔'' میں نے اسے یاد کر لیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ

نازل ہوئی:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ (آل عمران: ۱۵۴)

ترجمہ: ''پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان، کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں. ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''اس روز رب تعالیٰ نے اہل یقین پر بطور راحت اونگھ نازل کی۔ وہ بے فکر ہو کر سو رہے تھے۔ جبکہ منافقین اس روز بہت زیادہ خوف و ہراس میں تھے۔

ملائکہ کا آنا

ابو داؤد. طیالسی. امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں دیکھا مجھے دو سفید پوش شخص نظر آئے۔ وہ آپ کی طرف سے شدید قتال کر رہے تھے۔ میں نے انہیں نہ پہلے دیکھا تھا۔ نہ بعد میں وہ جبرائیل و میکائیل تھے۔''

مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ملائکہ نے صرف غزوہ بدر میں قتال کیا تھا۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جب لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور آپ کے حکم پر صبر نہ کیا اس وقت فرشتوں نے قتال نہ کیا۔

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا. (آل عمران: ۱۲۵)

ترجمہ: ''ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔''

لیکن انہوں نے صبر نہ کیا اور بھاگ گئے اس لیے ان کی مدد کی گئی۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ایک فرشتے نے جھنڈا اٹھالیا جو ان کا ہی ہم شکل تھا۔ اس روز فرشتے آئے تو تھے۔ لیکن انہوں نے قتال

نہیں کیا تھا۔

الطبرانی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے محمود بن لبید کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت حارث بن صمہ نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ گھاٹی میں تھے تو آپ نے مجھ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے سوال کیا۔ میں نے آپ سے عرض کی: ''میں نے آپ کو پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''فرشتے ان کے ساتھ جہاد کر رہے تھے۔''

حضرت حارث کہتے ہیں ''میں حضرت عبدالرحمان کے پاس آیا تو ان کے سامنے سات مشرکین پچھاڑے پڑے تھے۔ میں نے کہا: ''آپ فتح مند ہوں۔ کیا ان سب کو آپ نے مارا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اس کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ لیکن ان کو ان افراد نے قتل کیا ہے۔ جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔''

ابن سعد نے حضرت عبداللہ ابن فضل سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضور اکرم ﷺ نے علم اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت مصعب شہید ہو گئے۔ ایک فرشتے نے جھنڈا اٹھا لیا جو ان کا ہم شکل تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ''یا مصعب! آگے بڑھو۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! میں مصعب نہیں ہوں۔'' آپ پہچان گئے کہ وہ فرشتہ ہے جس کے ساتھ آپ کی تائید کی گئی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت محمد بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یا مصعب! آگے بڑھو۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مصعب تو شہید نہیں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ایک فرشتہ ان کے قائم مقام ہے۔ اس کا نام بھی مصعب ہے۔''

ابن عساکر نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ احد کے روز میں تیر اندازی کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے تیر واپس کر رہا تھا۔ وہ سفید چہرے والا خوبصورت انسان تھا۔ میں اسے نہیں جانتا تھا۔ مجھے بعد میں گمان گزرا کہ وہ فرشتہ تھا۔ ابن اسحاق، امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عوف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب غزوہ احد کے روز حضور اکرم ﷺ تنہا رہ گئے۔ حضرت سعد آپ کے سامنے تیر اندازی کر رہے تھے۔ ایک شخص انہیں تیر پکڑا رہا تھا۔ جب ان کا تیر چلتا وہ اسے واپس لے آتا۔ اس نے کہا: ''ابواسحاق! تیر چلائیں۔'' جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے اس جوان کو دیکھا لیکن وہ انہیں نظر نہ آیا وہ نہ ہی اسے جانتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان ''ولقد صدقكم الله وعده۔'' (آل عمران: ۱۵۲) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کا ان سے وعدہ یہ تھا کہ اگر انہوں نے صبر کیا تقویٰ اختیار کیا تو وہ پانچ ہزار نشان زدہ ملائکہ سے

ان کی مدد کرے گا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ جب انہوں نے آپ کی نافرمانی کی۔ صفیں توڑیں تیراندازوں نے آپ کے عہد کی پاسداری نہ کی۔ انہوں نے دنیا کا ارادہ کیا تو ملائکہ کی امداد ان سے اٹھالی گئی۔ اس پہ فرمان اترا: "ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ" رب تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا انہیں فتح دکھادی جب انہوں نے نافرمانی کی تو انہیں آزمائش میں ڈال دیا۔

بعض مسلمانوں کا واپس آجانا

ابن منذر نے کلیب بن شہاب سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: "وہ منبر پر سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمارہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اس میں غزوۂ احد کا تذکرہ ہے۔ جب اس آیت طیبہ تک پہنچے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ (آل عمران:١٥٥)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم میں سے اس روز جب مقابلے میں نکلے۔"

تو فرمایا: "جب غزوہ احد کا دن تھا تو ہمیں شکست ہوگئی۔ میں بھاگ نکلا میں پہاڑ پر چڑھ گیا میں نے خود کو دیکھا کہ گویا کہ میں یوں بھاگ رہا تھا جیسے جنگلی مینڈھا بھاگتا ہے۔ میں نے یہودی کو سنا وہ کہہ رہا تھا" محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے" میں نے کہا: "میں نے جس کو بھی یوں کہتے ہوئے سنا اس کا سر قلم کر دوں گا۔" میں نے دیکھا مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگئی صحابہ کرام آپ کے پاس واپس آرہے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جو ہستی آپ کے پاس آئی وہ حضرت قیس بن مخرث کی تھی۔ ان کے ہمراہ انصار کا ایک گروہ تھا۔ انہوں نے مشرکین کے ساتھ مقابلہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی راہِ فرار اختیار نہ کی۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا۔ حضرتِ قیس نے بہت زیادہ شمشیر زنی کی۔ حتیٰ کہ ایک گروہ کو تہ تیغ کیا۔ مشرکین نے نیزہ مار کر ہی انہیں شہید کیا۔ جب انہیں تلاش کیا گیا تو ان پر نیزے کے چودہ گہرے زخم تھے۔ جسم اطہر پر شمشیر کے دس زخم تھے۔

حضرت خباب بن منذر نے آواز دی: "اے آلِ سلمہ! یکجان ہو کر آپ کی طرف واپس آجاؤ۔" انہوں نے کہا: "اے رب تعالیٰ کے داعی! ہم حاضر ہیں۔" حضرت عباس بن عبادۃ، حضرت خارجہ بن زید، حضرت اوس بن ارقم اپنی اپنی آواز بلند کر رہے تھے۔ حضرت عباس نے کہا: "اے مسلمانوں کے گروہ! رب تعالیٰ اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹ آؤ۔ تمہیں یہ زخم اس لیے لگا ہے کیونکہ تم نے اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ اس کی نصرت کا وعدہ اس وقت تک تھا جب تک تم صبر کرتے۔" انہوں نے اپنا خود اتارا۔ زرہ اتاری۔ حضرت خارجہ بن زید سے کہا: "کیا تمہیں ان چیزوں کی ضرورت ہے؟"

انہوں نے کہا: ''نہیں! میں بھی شہادت کا متمنی ہوں جس کے آپ خواہاں ہیں۔'' وہ سارے مشرک قوم سے نبرد آزما ہو گئے۔ حضرت عباس کہہ رہے تھے'' اگر ہماری آنکھ جھپک رہی ہو اور حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہنچی تو رب تعالیٰ کے ہاں ہمارا عذر قبول نہ ہوگا۔'' حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''رب کے دربار میں نہ ہمارا عذر مقبول ہوگا نہ ہی دلیل۔'' سفیان بن عبد شمس نے حضرت عباس کو شہید کر دیا۔ حضرت خارجہ پر نیزوں کی بارش ہوگئی۔ ان کو دس سے زائد نیزے لگے۔ صفوان بن امیہ نے انہیں جام شہادت پلایا۔ حضرت اوس بن ارقم بھی قبائے شہادت زیب تن کر گئے۔ حضرت مالک بن دخشم حضرت خارجہ بن زید کے پاس سے گزرے۔ ان کی آنتیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ ان کے جسم پر تیرہ زخم تھے ہر زخم کاری تھا۔ انہوں نے ان سے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے کہ محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں؟'' حضرت خارجہ نے فرمایا: ''اگر حضور اکرم ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو رب تعالیٰ تو زندہ ہے اسے موت نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے اپنے دین کے لیے جنگ کرو۔'' وہ حضرت سعد بن ربیع کے پاس سے گزرے۔ ان کے بارہ زخم لگے تھے ہر زخم جان لیوا تھا۔ انہوں نے ان سے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے کہ محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں؟'' حضرت سعد نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اپنے دین کے تحفظ کے لیے لڑو۔ رب تعالیٰ تو زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔''

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ صحابی جس نے آپ کو سب سے پہلے پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کی چشمان مقدس کو دیکھا وہ خود کے نیچے تاباں تھیں۔ میں نے بآواز بلند کہا: ''اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں بشارت! یہ حضور اکرم ﷺ ہیں۔'' آپ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ آپ نے حضرت کعب کا سامانِ حرب منگوایا۔ وہ زرد یا کچھ زرد تھا۔ اسے پہنا اپنا سامانِ جنگ اتارا اسے حضرت کعب نے پہن لیا۔ حضرت کعب مصروفِ جنگ ہو گئے انہیں سترہ زخم آئے۔ کیونکہ انہوں نے شدید قتال کیا تھا۔

الطبرانی نے ثقہ افراد سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا: ''احد کے روز ہم گھاٹی کی طرف گئے میں نے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو پہچانا تھا۔ میں نے کہا: ''یہ رسول کریم ﷺ ہیں۔ آپ نے دستِ اقدس سے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آپ نے میرا اور میں نے آپ کا سامان پہنا۔ میں نے اتنی شمشیر زنی کی حتیٰ کہ مجھے بیس زخم آئے۔ جو مجھے مارتا وہ مجھے حضور اکرم ﷺ سمجھ کر مارتا تھا۔ جب مسلمانوں نے آپ کو پہچان لیا تو وہ آپ کی طرف آنے لگے۔ جب انہوں نے آپ کو صحیح و سالم دیکھا تو گویا کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔ وہ بہت زیادہ مسرور ہوئے۔ جب مسلمانوں نے آپ کو پہچانا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ ان کے ساتھ اٹھ کر گھاٹی کی طرف جانے لگے۔ آپ کے ہمراہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن صمہ اور مسلمانوں کا ایک گروہ ملازم تھے۔

ابی بن خلف کا قتل

امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب، ابونعیم نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابی بن خلف نے غزوۂ بدر میں قیدی بننے کا فدیہ ادا کیا تو اس نے کہا: "بخدا! میرے پاس 'العوذ' ہے جسے میں ہر روز ایک فرق مکئی کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر محمد عربی ﷺ کو شہید کروں گا۔ جب آپ تک اس کی یہ بکواس پہنچی تو آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ میں اسے قتل کروں گا۔" ایک قول یہ ہے کہ اس نے یہ بات ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں آپ سے کی تھی۔ جب غزوۂ احد رونما ہوا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: "مجھے اندیشہ ہے کہ ابی بن خلف میرے پیچھے سے مجھ پر حملہ آور ہو گا۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے بتا دینا۔ حضور اکرم ﷺ جنگ کے وقت پیچھے نہیں دیکھتے تھے۔ جب آپ گھاٹی میں تشریف فرما ہو گئے تو ابی بن خلف ادھر آ گیا۔ وہ غرق آہن تھا۔ وہ گھوڑے کو رقص کراتا آ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اسے دیکھ لیا وہ کہہ رہا تھا "محمد مصطفی ﷺ کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے میں نہیں بچ سکوں گا۔" حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آ گئے وہ آپ کا دفاع کر رہے تھے۔ اس نے حضرت مصعب کو شہید کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابی آپ کی طرف آ رہا ہے۔ اگر آپ پسند کریں۔ تو ہم میں سے ایک شخص اس کا کام تمام کر دے۔" دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس کے سامنے آ گئے۔ آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔" جب وہ آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "یا کذاب! بھاگ کر کہاں جاتا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لیا۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت زبیر بن عوام سے نیزہ لیا۔ آپ نے جھرجھری لی۔ صحابہ کرام آپ سے یوں پرے ہو گئے۔ جیسے اونٹ کی کمر سے مکھیاں دور ہو جاتی ہیں۔ آپ جب کوشش فرماتے تھے تو آپ کی جدوجہد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آپ ابی کے سامنے آئے۔ اس کی گردن پر نیزہ مارا۔ یا خود اور زرہ کے مابین نظر آنے والی جگہ پر نیزہ مارا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے سے کئی بار نیچے لڑھکا۔ وہ بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔ اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی۔ اس کا خون رک گیا۔ یا اس کی پسلیوں میں سے پسلی ٹوٹ گئی۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا۔ اس نے کہا: "بخدا! مجھے محمد عربی ﷺ نے قتل کر دیا ہے۔" قوم نے کہا: "تیرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ بخدا! تجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ معمولی خراش ہی ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ پر بھی اتنا زخم ہوتا تو اس کو بھی کچھ نہ ہوتا۔" اس نے کہا: "مجھے لات وعزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے اگر اہل ذوالمجاز یار بیعہ اور مضر کے قبائل کو لگتی تو وہ سارے مرجاتے۔ انہوں نے مجھے مکہ مکرمہ میں کہا تھا "میں تجھے قتل کر دوں گا۔ بخدا اگر وہ مجھ پر لعاب دہن پھینک دیتے تو میں مرجاتا۔" جب مشرکین واپس آ رہے تھے تو یہ سرف کے مقام پر واصل جہنم ہو گیا۔ اس روز

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا غصہ سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ جسے رب تعالیٰ کا رسول مکرم ﷺ قتل کرے۔ اہل دوزخ کے لیے ہلاکت ہو۔"

محمد بن عمر اسلمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابی بن خلف بطن رابغ میں مرا۔ رات چھا جانے کے بعد میں وہاں جا رہا تھا۔ اچانک میں نے بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی۔ جسے دیکھ کر میں ڈر گیا۔ ایک شخص باہر نکلا وہ زنجیریں کھینچ رہا تھا۔ وہ چیخ رہا تھا۔" پیاس! پیاس!" ایک شخص نے کہا: "اسے پانی نہ پلانا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا قتل کیا ہوا ہے۔" حضرت حسان بن ثابت نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

لقد ورث الضلالة عن ابيه — ابی یوم بارزه الرسول
اتيت اليه تحمل رم عظم — و توعده و انت به جهول
و قد قتلت بنو النجّار منكم — اميّة اذ يغوث يا عقيل
و تب ابنا ربيعة اذا اطاعا — ابا جهل، لامهما الهبول
و افلت حارث لمّا شغلنا — باسر القوم اسرته قليل

ترجمہ: "ابی نے جس روز حضور اکرم ﷺ کو دعوت مبارزت دی اس روز وہ اپنے باپ سے گمراہی کا وارث بن گیا تو ایک بوسیدہ ہڈی اٹھا کر آپ کی خدمت میں آ گیا تو آپ کو دھمکیاں دینے لگا۔ حالانکہ وہ آپ سے بالکل نا آشنا تھا۔ بنو نجار نے تم میں سے امیہ کو اس حال میں تہ تیغ کیا تھا کہ وہ پکار رہا تھا۔ اے عقیل! ربیعہ کے دونوں فرزند اس وقت ہلاکت کے گڑھے میں گرے جب انہوں نے ابوجہل کی فرمانبرداری کی۔ ان کی ماں ان دونوں سے محروم ہو گئی۔ جب ہم قیدیوں کو پابند سلاسل کر رہے تھے تو اس وقت حارث بھی چھپ گیا تھا۔ اس وقت ان کا خاندان تکلیف اٹھا چکا تھا۔"

یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں:

الامن مبلغ عنى أبيّا — لقد القيت فى حق السعير
تمنى بالضلالَةِ من بعيد — و تقسِمُ ان قدرت مع النذورِ
تمنيك الامانى من بعيد — و قول الكفر يرجع فى غرور
فقد لاقتك طعنة ذى حفاظ — كريم البيت ليس بزى فجورِ
له فضل على الاحياء طُرّا — اذا نابت مُلمّات الامور

ترجمہ: "اے کون ہے جو ابی کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ تجھے جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دیا گیا ہے تو طویل مدت سے گمراہی کی آرزو کرتا رہا۔ حالانکہ یہ کفر پر اقوال کا نتیجہ مکر و فریب ہی ہوتا ہے۔ تو مدتِ مدید سے امنگیں کرتا رہا اور قسمیں اٹھاتا رہا کہ تو اپنی نذر کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ تجھے ایک انتہائی باغیرت شخص کا نیزہ لگا جو شریف خاندان کا فرد تھا وہ فسق و فجور سے کوسوں دور تھا۔ جب بڑے بڑے حادثات یکے بعد دیگرے آتے رہے تو انہیں اس وقت دیگر قبائل پر فضیلت حاصل ہوگئی۔"

عثمان بن عبداللہ کا قتل

محمد بن عمر نے لکھا ہے "عثمان بن عبداللہ اپنے ابلق گھوڑے پر آیا۔ وہ غرق آہن تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے ارادہ سے آیا۔ وہ گھاٹی کی طرف آرہا تھا۔ وہ چلا رہا تھا۔ "اگر آپ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔" حضور اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کا گھوڑا پھسلا اور ایک گڑھے میں جا گرا۔ گھوڑا اسے چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے گھوڑا پکڑ لیا۔ حضرت حارث بن صمہ اس کی طرف گئے۔ دونوں میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ حضرت حارث نے اس کی ٹانگ پر تلوار ماری وہاں سے زرہ اٹھی ہوئی تھی۔ وہ بیٹھ گیا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اس کی زرہ لے لی۔ خود بھی لے لیا۔ حضرت حارث کے علاوہ کسی اور کے بارے نہیں سنا گیا کہ اسے اس کے مقتول کا سامان ملا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسے ہلاک کیا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے بطن نخلہ میں قیدی بنایا تھا۔ اس نے فدیہ دیا۔ مکہ مکرمہ واپس آگیا۔ حتیٰ کہ میدانِ احد میں واصل جہنم ہوا۔ عبید بن حاجز دوڑتا ہوا آیا گویا کہ وہ درندہ تھا۔ حضرت حارث بن صمہ نے اس کے کندھے پر مارا۔ اس کے ساتھی اسے اٹھا کر لے جانے لگے۔ حضرت ابو دجانہ جھپٹ کر اس کی طرف گئے۔ کچھ دیر اس کے ساتھ نیزہ بازی کی پھر تلوار سے اسے ذبح کر دیا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آکر مل گئے۔

حضور اکرم ﷺ کے زخموں کی مرہم پٹی

جب آپ گھاٹی کے راستہ کے پاس پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مہراس کے پانی سے اپنی ڈھال کو بھرا۔ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ تاکہ آپ ﷺ اس سے نوش فرمائیں آپ نے اس میں بو سی پائی آپ نے اسے پینا مناسب نہ سمجھا اس سے آپ کے چہرۂ انور سے خون دھویا گیا۔ آپ کے سر اقدس پر انڈیلا گیا۔ آپ فرما رہے تھے۔ "اس قوم پر رب تعالیٰ کا غصہ شدید ہے جس نے اپنے نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور سے خون بہایا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ عزت مآب

خواتین کے پاس پانی کی تلاش میں نکلے لیکن کسی کے پاس پانی نہ پایا۔ حضور اکرم ﷺ کو بہت زیادہ پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضرت محمد مسلمہ قناۃ کی طرف گئے اور میٹھے پانی کا مشکیزہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر کیا۔ آپ نے اسے نوش جاں فرمایا اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں آپ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا۔ آپ کے دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ خود آپ کے سر اقدس پر ٹوٹ گیا۔ مشرکین واپس چلے گئے۔ مسلمان خواتین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف آئیں۔ ان میں حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ جب وہ حضور اکرم ﷺ سے ملیں تو وہ آپ کے گلے لپٹ گئیں۔ وہ آپ کے زخم دھونے لگیں۔ حضرت علی المرتضیٰ ڈھال سے پانی انڈیل رہے تھے۔ خون زیادہ بہنے لگا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اسے آگ میں جلا کر راکھ بنایا وہ راکھ لی اور اسے زخموں پر رکھ دیا وہ زخموں سے چمٹ گئی خون مبارک رک گیا۔

ابو سلیمان جوزجانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو امامۃ سہل بن حنیف نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ احد کے روز بوسیدہ ہڈی سے علاج کیا تھا۔" بدایۃ میں ہے یہ حدیث غریب ہے۔

چٹان پر چڑھنے کا ارادہ

ابن اسحاق، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ گئے تا کہ چٹان کی طرف چڑھیں۔ آپ نے اس روز دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ آپ اوپر نہ چڑھ سکے۔ آپ کے نیچے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیٹھے۔ آپ اٹھے اور چٹان پر چڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا: "حضرت طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ حسن سلوک کر کے اپنے اوپر جنت کو لازم قرار دے دیا۔"

رب تعالیٰ سے نصرت کی دعا

ابن اسحاق، ابن جریج، ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ گھاٹی میں جلوہ افروز تھے۔ مشرکین کا ایک گروہ اوپر چڑھنے لگا۔ خالد بن ولید کے ساتھ مشرکین کا ایک گروہ تھا۔ آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! ہمارے پاس قوت نہیں مگر تیرے ساتھ۔ مولا! اس شہر میں ان کے علاوہ اور کوئی تیری عبادت نہیں کرے گا۔ مولا! انہیں ہلاک نہ کر مولا اب انہیں اوپر آنے کی ہمت نہ دے۔" مسلمانوں کے ایک گروہ نے مشرکین پر تیر اندازی شروع کی۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے مشرکین کے گھوڑوں پر تیر اندازی کی

اور انہیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اس پہاڑ پر چڑھ گئے۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے روز یہ دعا مانگی تھی "مولا! کیا تو چاہتا ہے کہ اس زمین میں تیری عبادت نہ کی جائے۔"

اموی نے مغازی میں لکھا ہے "مشرکین پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا: "انہیں واپس لوٹاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "میں اکیلے انہیں کیسے واپس کروں؟" انہوں نے تین بار یوں کہا: "حضرت سعد نے اپنے ترکش سے تیر لیا۔ ایک شخص کو تیر مارا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انہوں نے فرمایا: "پھر میں نے وہ تیر نکالا جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اسے پھینکا ایک اور مشرک کو واصل جہنم کیا۔ پھر ایک اور تیر نکالا۔ اسے میں جانتا تھا اسے مارا ایک اور مشرک کو موت کے گھاٹ اتار دیا وہ اس جگہ سے نیچے اتر آئے۔" ابن جریج نے لکھا ہے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (آل عمران: ۱۳۹)

ترجمہ: "اور نہ ہمت ہارو اور نہ غمزدہ ہو اور تم ہی سربلند ہو گئے اگر تم سچے مومن ہو۔"

اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زخموں کی وجہ سے نماز ظہر بیٹھ کر ادا کی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت حسیل کی شہادت

یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی تھے۔ جب مسلمان احد کی طرف چلے گئے تو حضرت حسیل اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ گڑھیوں میں بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں عمر رسیدہ تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "ہم کس امر کے منتظر ہیں۔ بخدا! اب عمر میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ ہم آج یا کل لقمہ اجل بن جائیں گے۔ کیا ہم اپنی تلواریں نہ پکڑیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا کر مل جائیں شاید رب تعالیٰ ہمیں مرتبہ شہادت پر فائز فرمادے۔" انہوں نے اپنی تلواریں لیں۔ پھر باہر نکل آئے۔ لوگوں میں مشرکین کی طرف سے داخل ہوئے۔ مسلمان انہیں نہ جان سکے۔ حضرت ثابت کو مشرکین نے شہید کر دیا۔ حضرت حسیل پر مسلمانوں کی تلواریں ٹکرائیں۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ انہیں علم تک نہ ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شہید کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میرے والد گرامی! صحابہ کرام نے فرمایا: "ہم انہیں پہچان نہیں سکے وہ سچ کہہ رہے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دیت ادا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیت مسلمانوں پر معاف

کردی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ حضرت عروۃ نے لکھا ہے کہ حذیفہ میں یہ بھلائی باقی رہی حتیٰ کہ انہوں نے رب تعالیٰ سے ملاقات کرلی۔

مخیریق نضری اسرائیلی کی شہادت

محمد بن عمر اسلمی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کا تعلق بنو قینقاع میں سے بنو ثعلبہ کے ساتھ تھا۔ وہ یہودی علماء میں سے ایک تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو آپ کے اوصاف سے جانتے تھے۔ مگر اپنے دین کی محبت غالب تھی۔ جب ہفتہ کا روز آیا۔ انہوں نے کہا: ''اے گروہ یہود! بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ کی نصرت کرنا تم پر لازم ہے۔'' یہودیوں نے کہا: ''آج ہفتہ ہے۔'' انہوں نے کہا: ''اب تمہارے لیے ہفتہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔'' پھر انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''اگر میں آج شہید ہو جاؤں تو میرے اموال محمد عربی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا۔ وہ ان میں جیسے چاہیں تصرف کریں۔'' پھر انہوں نے اپنا اسلحہ لیا۔ باہر نکل آئے۔ جب لوگ جنگ کرنے لگے تو انہوں نے بھی جہاد کیا اور قبائے شہادت پہن لی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے: ''مخیریق یہودیوں میں سے بہترین ہیں۔'' زبیر بن بکار نے حضرت ابن شہاب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مخیریق یہودیوں میں سے سلیمان اہلِ ایران میں سے اور بلال اہلِ حبشہ میں سے سبقت لے گئے ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے حضرت مخیریق کے اموال پر قبضہ کرلیا۔ وہ سات باغ تھے ان کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

حضرت الاصیرم عمرو بن ثابت بن وقش کی شہادت

ابن اسحاق، ابوداؤد اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اصیرم اسلام کا انکار کرتے تھے۔ حاکم نے لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک جن آتا وہ جن انہیں اسلام سے روکتا تھا۔ ایک دن اصیرم آئے حضور اکرم اور صحابہ کرام اس روز میدانِ احد میں تھے۔ انہوں نے پوچھا: ''سعد بن معاذ کہاں ہیں؟'' انہیں بتایا گیا ''میدانِ احد میں'' انہوں نے پوچھا: ''ان کے بھتیجے کہاں ہیں؟'' انہیں بتایا گیا ''احد میں'' اسلام کی حقانیت ان پر آشکارا ہوگئی۔ انہوں نے اپنی تلوار اور نیزہ لیا سامان حرب لیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور لوگوں میں گھس گئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا تو انہیں کہا: ''عمرو! ہم سے دور ہو جاؤ۔'' انہوں نے کہا: ''میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔'' انہوں نے جہاد کیا حتیٰ کہ زخموں سے چور ہوگئے۔ بنو عبدالاشہل میدانِ جنگ میں اپنے شہداء کو تلاش کر رہے تھے کہ انہیں حضرت اصیرم ملے۔ انہوں نے ان سے پوچھا: ''تمہیں یہاں کون سا جذبہ لے کر آیا ہے کیا اپنی قوم کی محبت یا اسلام کی رغبت؟'' انہوں نے کہا: ''اسلام میں رغبت۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول محترم ﷺ پر ایمان لایا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اپنی تلوار لی اور آپ کی خدمت میں جہاد کے لیے حاضر ہوگیا۔ مجھے وہ زخم لگے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر میں مرجاؤں تو میرے اموال محمد عربی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا وہ جیسے چاہیں تصرف فرمائیں۔"

حضرت ابوہریرۃ کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے پوچھا: "ان سے پوچھو:" کیا اپنی قوم کی حمیت کی وجہ سے یا رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ناراض ہو کر آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ناراض ہو کر آیا ہوں۔" پھر وہ ان کے ہاتھوں میں وصال کر گئے۔ انہوں نے ان کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا تو آپ نے فرمایا: "وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جو جنت میں داخل ہوگیا لیکن اس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔" لوگ نہ بتا سکتے وہ پوچھتے وہ کون سا خوش نصیب ہے۔" حضرت ابوہریرہ بتاتے: "وہ حضرت اصیرم ہیں۔" الاصابۃ میں ہے: "ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام جنہوں نے پہلے انہیں کہا تھا: "ہم سے دور ہو جاؤ۔" وہ ان کی قوم کے علاوہ دیگر اہلِ ایمان تھے۔ نیز یہ کہ جب انہوں نے انہیں میدانِ جنگ میں پایا وہ انہیں اٹھا کر ان کے اہل خانہ کے پاس لے گئے۔

حضرت حنظلہ، غسیل ملائکہ

ابن اسحاق نے محمود بن لبید سے، ابن مسعود نے حضرت عروۃ سے اور ابونعیم نے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب مشرکین پیچھے ہٹ گئے۔ تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے گھوڑے کو مارا۔ وہ زمین پر گر پڑا وہ چیخنے لگا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اسے ذبح کرنا چاہتے تھے۔ الاسود بن شداد نے انہیں جالیا اس نے حضرت حنظلہ پر نیزے سے حملہ کر دیا۔ یہ ایک گہرا زخم تھا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوبارہ اس کی طرف گئے۔ اسود نے دوبارہ حملہ کیا اور یہ جام شہادت نوش کر گئے۔ جب بارگاہِ رسالت مآب میں ان کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں نے ملائکہ کو دیکھا جو زمین اور آسمان کے مابین انہیں غسل دے رہے تھے۔ وہ بارش کے پانی کے ساتھ چاندی کے برتنوں میں انہیں غسل دے رہے تھے۔ حضرت ابواسید الساعدی فرماتے ہیں: "ہم حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے ان کے سر سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان کی اہلیہ محترمہ سے ان کی کیفیت کے بارے پوچھو۔" ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا: "جب انہوں نے منادی کی صدا سنی تو یہ حالت جنابت میں تھے۔ یہ اسی حالت میں

جہاد کے لیے نکل آئے۔" آپ نے فرمایا: "اسی لیے ملائکہ نے انہیں غسل دیا ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان کی زوجہ حضرت جمیلہ بنت ابی بن عبداللہ تھیں حضرت حنظلہ نے ان کے ساتھ اس رات کو وظیفہ زوجیت ادا کیا تھا جس کی صبح کو غزوہ احد رونما ہوا تھا۔ انہوں نے اس کے بارے آپ سے اجازت طلب کی تھی۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا تھا۔ وقتِ صبح جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے لگے۔ تو حضرت جمیلہ ان کے ساتھ لپٹ گئیں۔ وہ واپس آئے۔ ان سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ حضرت جمیلہ نے اپنی قوم کے چار افراد کو گواہ بنالیا تا کہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ جب ان سے پوچھا گیا" آپ نے گواہ کیوں بنایا ہے؟" انہوں نے کہا: "میں نے دیکھا کہ گویا کہ آسمان پھٹ گیا ہے۔ حضرت حنظلہ اندر چلے گئے ہیں۔ پھر وہ بند ہو گیا ہے۔" میں نے کہا: "یہ شہادت کی علامت ہے۔ وہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے حاملہ ہوئیں۔

حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں بہت شدید لنگڑا پن تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے جو شیر کی طرح بہادر تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شرکت کرتے تھے۔ ان کے اسماء گرامی حضرات خلاد، معوذ، معاذ اور ابوایمن رضی اللہ عنہم تھے۔ جب غزوۂ احد کا دن آیا تو انہوں نے اپنے والد گرامی کو روکنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور کیا ہے۔" وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "میرے بیٹے مجھے جہاد کے لیے جانے سے روک رہے ہیں۔ وہ اس لنگڑے پن کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے رہے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس لنگڑے پن سے جنت کو روندھ ڈالوں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں معذور کیا ہے تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔" آپ نے ان کے فرزندوں سے کہا: "تم انہیں نہ روکو۔ شاید رب تعالیٰ انہیں رتبہ شہادت عطا فرما دے۔" جب حضرت عمرو باہر نکلے تو وہ قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگنے لگے۔ "مولا! مجھے اہل خانہ کے پاس خائب و خاسر نہ لوٹانا۔" انہوں نے قبائے شہادت زیب تن کی۔

امام احمد نے حضرت قتادہ بن حارث سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں راہ خدا میں جہاد کروں۔ شہید ہو جاؤں تو کیا میں اس صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔" ان کی ٹانگ میں لنگڑا پن تھا۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! غزوۂ احد میں وہ، ان کے بھتیجے اور ان کے غلام نے جام شہادت نوش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: "عمرو! گویا کہ میں تمہاری طرف دیکھ رہا ہوں۔ تم اس صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں چل رہے ہو۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے حکم دیا انہیں ایک

قبر میں دفن کیا گیا۔ان کے فرزند حضرت خلاد نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام

یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔حضرت ہند بنت عمرو نے انہیں اپنے اونٹ پر سوار کیا۔وہ انہیں مدینہ طیبہ لے جانا چاہتی تھیں۔یہ رستہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملیں۔وہ خواتین کے ساتھ حالات معلوم کرنے نکلیں تھیں۔ابھی پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔انہوں نے ان سے پوچھا: ''کیا خبر ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے ہیں۔آپ صحیح وسالم ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔کچھ اہل ایمان شہید ہوئے ہیں۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ (الاحزاب:۲۵)

ترجمہ: ''اور ناکام لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآنحالیکہ اپنے غصہ میں پیچ وتاب کھا رہے تھے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اللہ بڑا طاقتور ہے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ میرا بھائی، بیٹا حضرت خلاد اور خاوند حضرت عمرو ہیں۔'' انہوں نے پوچھا: ''تم انہیں لے کر کہاں جا رہی ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''مدینہ طیبہ میں۔میں انہیں وہاں دفن کروں گی۔'' پھر وہ اپنے اونٹ کو جھڑکنے لگیں۔اونٹ بیٹھ گیا۔ام المومنین نے پوچھا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''کبھی تو یہ دو اونٹوں کا بوجھ بھی اٹھا لیتا ہے۔میرا خیال ہے اس کا کوئی اور سبب ہے۔'' انہوں نے اسے جھڑکا۔وہ اٹھا پھر بیٹھ گیا۔انہوں نے اس کا رخ احد کی طرف کیا تو وہ جلدی جلدی چلنے لگا۔

وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں اور ساری صورت حال عرض کی۔آپ نے فرمایا: ''یہ اونٹ مامور ہے۔کیا حضرت عمرو نے کچھ کہا تھا؟'' انہوں نے کہا: ''انہوں نے احد کی طرف آتے وقت کہا تھا: ''مولا! مجھے اپنے اہل خانہ کی طرف خائب وخاسر نہ لوٹا۔مجھے شہادت عطا فرما۔'' آپ نے فرمایا: ''اسی لیے اونٹ نہیں چل رہا۔اے گروہ انصار! تم میں ایسے پاک طینت افراد بھی ہیں۔اگر وہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھائیں تو رب تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دے۔حضرت عمرو بھی ان میں سے ایک ہیں۔اے ہند! میں نے انہیں دیکھا ہے۔وہ اپنے لنگڑے پن سے جنت کو روند رہے تھے۔تمہارے بھائی پر فرشتے سایہ فگن رہے۔وہ ان کی شہادت سے لے کر ابھی تک ان پر سایہ کناں تھے۔وہ اسی انتظار میں تھے کہ انہیں کہاں دفن کیا جاتا ہے۔'' پھر حضور اکرم ٹھہرے رہے۔ان کی قبر بنوائی پھر فرمایا: ''اے ہند! یہ جنت میں اکٹھے رہیں گے۔'' انہوں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔"

حضرت جابر نے فرمایا: "میرے والد صاحب مسلمانوں میں سے سب سے پہلے شہید ہوئے۔ انہیں سفیان بن عبد شمس نے شہید کیا۔" محمد بن عمر اسلمی نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے خواب میں حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ یہ غزوہ احد سے پہلے کا خواب ہے۔ انہوں نے مجھے کہا: "کچھ دنوں بعد تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔" میں نے پوچھا: "تم کہاں ہو؟" انہوں نے کہا: "جنت میں۔ میں اس میں جیسے چاہتا ہوں سیر کرتا ہوں۔" میں نے کہا: "کیا تم بدر میں شہید نہیں ہو گئے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! پھر مجھے حیاتِ نو نصیب ہوئی۔" انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں اس خواب کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: "ابو جابر یہ شہادت ہے۔"

قزمان کا قتل

یہ بہت بہادر تھا۔ یہ اجنبی تھا اس کا تعلق کس کے ساتھ تھا معلوم نہیں۔ جب اس کا تذکرہ کیا جاتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: "یہ اہلِ نار میں سے ہے۔" غزوہ احد میں پیچھے رہ گیا۔ بنو ظفر کی خواتین نے اسے عار دلائی۔ یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ صفیں درست فرما رہے تھے۔ یہ صفِ اول میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے اسی نے ہی تیر پھینکا تھا۔ وہ اس طرح نیزے مارتا تھا گویا کہ وہ تیر ہوں۔ وہ اونٹ کی طرح جوشیلا تھا۔ پھر اس نے تلوار کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھائے۔ حتیٰ کہ اس نے سات یا نو مشرکین کو جہنم واصل کیا۔ اسے زخم آیا وہ گر پڑا۔ حضرت قتادہ بن نعمان نے اسے صدا دی۔ "اے ابو الغیداق! تمہیں شہادت مبارک ہو!" مسلمان کہنے لگے: "ارے تم نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ تمہیں بشارت ہو۔" اس نے کہا: "مجھے کس چیز کی بشارت ہو؟ میں تو اپنی قوم کے شرف کی وجہ سے لڑ رہا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں کبھی نہ لڑتا۔" پھر اس نے اپنی تلوار پر دباؤ ڈالا یا اپنے ترکش سے ایک تیر لیا اور خودکشی کر لی۔ بارگاہِ رسالت پناہ میں اس کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ دوزخی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاجر شخص کے ذریعے اس دین کی نصرت کرے گا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی شہادت

الطیالسی، ابن ابی شیبہ، ابن سعد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی وغیرہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ انہی کی وجہ سے ان کا نام انس رکھا گیا تھا وہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ ان پر یہ امر گراں گزرا۔ انہوں نے کہا: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا غزوہ تھا۔ لیکن میں اس میں شرکت نہ کر سکا اگر مشرکین کے ساتھ قتال کرنے کی توفیق رب تعالیٰ نے مجھے مرحمت فرما دی تو رب تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا

ہوں۔" جب غزوہ احد رونما ہوا۔مسلمان تیر اندازوں نے لغزش کی تو انہوں نے کہا: "مولا! ان تیر اندازوں نے جو کیا ہے میں تیری جناب میں اس کی معذرت کرتا ہوں۔ جو کچھ مشرکین نے کیا ہے میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔" وہ مہاجرین اور انصار کے پاس سے گزرے۔ وہ ہتھیار پھینکے ہوئے تھے۔انہوں نے پوچھا: "تم کیوں بیٹھے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "حضور اکرم ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔" انہوں نے کہا: "آپ کے بعد زندگی لے کر کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس امر پر جان لڑا دو جس پر آپ نے جان دے دی ہے۔" پھر انہوں نے مشرک قوم کی طرف رخ کیا۔ راستہ میں حضرت سعد بن معاذ ملے۔ انہوں نے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہوں۔" حضرت سعد نے کہا: "حضرت انس نے قوم مشرکین کا رخ کیا جو کچھ انہوں نے کیا۔ مجھ میں وہ کچھ کرنے کی استطاعت نہ تھی۔ حضرت انس نے کہا: "اے سعد بن معاذ! واہ! جنت کی خوشبو! رب نضر کی قسم! مجھے احد سے پرے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔" پھر آگے بڑھے اور جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر تیر، نیزے اور تلوار کے اسی سے زائد زخم پائے گئے۔" حضرت انس فرماتے ہیں: "ہم نے انہیں پایا کہ ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا۔ ان کی بہن نے انہیں تل یا پورے سے پہچان لیا۔ ہم گمان کرتے تھے کہ یہ آیت طیبہ انہی جیسے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن ابی عاصم نے حضرت عبداللہ بن سائب سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں حضور اکرم ﷺ سارے صحابہ کرام سے آگے تھے۔ آپ کے اور دشمن کے مابین حضرت حمزہ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ وہ دشمن کے ساتھ قتال کر رہے تھے۔ وحشی نے انہیں تاڑ کر نیزہ پھینکا اور شہید کر دیا۔ آپ نے ۳۱ مشرکین کو واصل جہنم کیا آپ کو اسد اللہ کہا جاتا تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قتال کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ارطاۃ بن شرحبیل کو تہ تیغ کیا۔ یہ علمبرداروں میں سے ایک تھا۔ انہوں نے اسی طرح عثمان بن ابی طلحہ کو قتل کیا تھا۔ وہ علمبردار تھا وہ کہہ رہا تھا۔

ان علی اھل اللواء حقا   ان یخضبوا الصعدۃ و تندقا

ترجمہ: "جھنڈا اٹھانے والوں کا حق یہ ہے کہ وہ نیزے کو خون سے رنگ دیں یا اسے نیچے گرا دیں۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابن اسحاق، طیالسی، بخاری وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ وحشی نے کہا: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں طعیمہ بن عدی کو واصل جہنم کیا تھا۔ جب قریش احد کی طرف نکلے تو مجھے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا: "اگر تو نے حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ کو میرے چچا طعیمہ کے عوض قتل کر دیا تو تو آزاد ہے۔" جب لوگ احد کی طرف نکلے تو میں ان کے ساتھ عازم سفر

ہوا۔ میں ایک حبشی شخص تھا۔ میں حبشیوں کی طرح چھوٹا نیزہ پھینکنے میں ماہر تھا۔ میرا نشانہ کم ہی خطا جاتا تھا۔ جب لوگ باہم نبرد آزما ہوئے تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ میں ان کی جستجو کرتا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ وہ مست اونٹ کی طرح لوگوں کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ وہ لوگوں کو تلوار کے ذریعے جہنم واصل کر رہے تھے۔ ان کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکتا تھا۔ جو سامنے آتا وہ اپنی تلوار سے اسے چیر کر رکھ دیتے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ہمیں شکست سے دوچار کیے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" لوگوں نے بتایا: "یہ حمزہ ہیں۔" میں نے کہا: "میرا نشانہ یہی ہیں۔ میں اپنے مقصد کے لیے تیاری کرنے لگا۔ میں درخت یا پتھر کی آڑ میں چھپنے لگا تاکہ وہ میرے قریب آجائیں جب سباع بن عبد العزیٰ الغبشانی ان کے قریب گیا تو انہوں نے کہا: "اے لڑکیوں کے ختنے کرنے والی کے بیٹے! کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ پھر اس پر حملہ کیا تو وہ گزشتہ کل کی طرح ہو گیا۔ وہ اس پر جھکے تاکہ اس کی زرہ اتار لیں۔ میں پتھر کی آڑ میں چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ میرے قریب آئے۔" عمیر ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت حمزہ پھسلے۔ پیٹ سے زرہ اوپر اٹھ گئی۔ حبشی نے اسے دیکھ لیا اور نیزہ پھینک دیا۔" وحشی نے لکھا ہے" میں درخت کی آڑ میں تھا۔ میرے پاس میرا نیزہ تھا۔ جب آپ نشانے پر آگئے۔ جب مجھے تسلی ہو گئی میں نے نشانہ باندھا اور ان کی طرف پھینک دیا۔ وہ ناف کے نیچے ان کے اندر گھس گیا۔ ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل گیا۔ وہ میری طرف آنے لگے مگر وہ اس طرح نہ کر سکے۔ وہ نیچے گر پڑے۔ میں نے انہیں وہیں چھوڑا جب ان کی روح پرواز کر گئی تو میں ان کے پاس آیا۔ اپنا نیزہ نکالا۔ اپنے خیمہ کے پاس آیا۔ وہیں بیٹھ گیا۔ اب میرا مدعا اور کوئی نہ تھا۔ میں نے آزادی کے حصول کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو مجھے آزاد کر دیا گیا۔ میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا۔ میں طائف بھاگ گیا۔ میں وہیں ٹھہرا رہا۔ جب اہلِ طائف کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھ پر راہیں تنگ ہو گئیں۔ میں نے سوچا کہ میں شام یا یمن یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاتا ہوں۔ میں اس سوچ و بچار میں تھا۔ مجھے ایک شخص نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قتل نہیں کرتے جو آپ کے دین حق میں داخل ہو جائے۔" اس کی بات سن کر میں عازم سفر ہوا اور مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب وحشی مدینہ طیبہ آیا تو صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ وحشی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ ایک شخص کا اسلام مجھے ایک ہزار افراد کو تہ تیغ کرنے سے بہتر ہے۔" وحشی نے کہا: "آپ کو اس وقت علم ہوا جب میں آپ کے سر اقدس پر کھڑا حق کی شہادت دے رہا تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "وحشی ہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔" آپ نے فرمایا: "نیچے بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ تم نے

میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کیا تھا؟ جب میں پورا واقعہ سنا چکا تو فرمایا: "تیرا بھلا ہو! مجھ سے اپنا چہرہ پھیر لو۔ میں تمہیں نہ دیکھوں۔"

امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ اور امام رازی نے وحشی سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں نے آپ سے ملاقات کی تو آپ نے تین بار میرے چہرے پر تھوکا۔" پھر فرمایا: "مجھے اپنا چہرہ نہ دکھانا۔" الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ وحشی سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔" آپ نے فرمایا: "وحشی!" میں نے عرض کی: "ہاں!" فرمایا: "تم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے دست اقدس سے انہیں عزت بخشی ہے اور ان کے ہاتھ سے مجھے مبارک نہیں دی۔" قریش نے پوچھا: "کیا آپ اس سے پیار کرتے ہیں حالانکہ اس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا؟" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے تین بار زمین پر لعاب دہن پھینکا۔ تین بار میرے سینے پر مارا۔ فرمایا: "وحشی! اٹھو راہِ خدا میں اس طرح جہاد کیا کرو جس طرح راہ خدا سے روکنے کے لیے قتال کرتے تھے۔"

میں کہتا ہوں "آپ کا زمین پر لعاب دہن پھینکنا اس کے چہرے پر پھینکنے سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ آپ بڑے با حیاء اور اخلاق عالیہ سے مزین تھے۔" وحشی نے کہا: "میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چہرہ پھیر کر بیٹھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ جب مسلمان مسلیمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ میں نے وہی نیزہ لیا جس کے ساتھ حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ جب لوگ باہم جنگ آزما ہوئے تو میں نے مسلیمہ کو دیکھا وہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا تھا۔ میں اسے جانتا نہ تھا۔ میں اسے نیزہ مارنے کے لیے تیاری کرنے لگا۔ ایک اور انصاری شخص بھی اسی مقصد کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اسی کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا نیزہ لہرایا۔ جب نشانہ باندھ لیا تو اسے اس کو مار دیا۔ وہ نشانے پر لگا۔ انصاری بھی اس کی طرف دوڑا۔ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اس کا کام تمام کیا۔ اگر میں نے اسے قتل کیا ہے تو اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین انسان کو شہید کیا تھا تو پھر سب سے زیادہ شریر انسان کو بھی میں نے ہی واصل جہنم کیا تھا۔"

محمد بن عمر الاسلمی نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے "یہ مبہم انصاری حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی تھے۔ اسحاق ابن راھویہ۔ اور امام حاکم نے یقین کے ساتھ انہی کا نام لکھا ہے ایک قول میں حضرت عدی بن سہل کا ذکر ہے۔ سیف فی الردۃ میں انہی کا ذکر یقین کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایک قول میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے ایک قول میں حضرت زید بن

خطاب کا تذکرہ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "پہلا قول مشہور ہے شاید حضرت عبداللہ بن زید کی ضرب اسے لگی ہو اور دیگر دو صحابیوں نے اس پر حملہ کیا ہو۔ وثیمہ نے کتاب الردۃ میں عجیب بات یہ لکھی ہے کہ شن بن عبداللہ نے مسلمہ کا کام تمام کیا تھا۔ جبکہ ابوعمر نے لکھا ہے کہ جلاس بن بشیر نے اسے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ میں نے التجرید میں ان کا تذکرہ نہیں پایا نہ العجالہ از برهان نووی میں ان کا تذکرہ ہے۔ نہ الاصابۃ از الحافظ میں ان کا ذکر ہے۔

امام بخاری اور ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ جنگ یمامہ میں شریک تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نے کسی کو یوں صدا لگاتے سنا "ہائے امیر! سیاہ فام غلام نے اسے قتل کر دیا ہے۔"

محمد بن عمر اور صاحب الامتاع نے لکھا ہے "جب وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ان کا پیٹ چاک کیا ان کا کلیجہ نکالا۔ اسے ہند بن عتبہ کے پاس لے آیا۔ کہا: "یہ حمزہ کا کلیجہ ہے۔ اس نے اسے نگلنا چاہا مگر یوں نہ کر سکی۔ پھر اسے پھینک دیا۔ اس نے اپنے کپڑے اور زیورات وحشی کو دے دیے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔" وہ وحشی کے ساتھ گئی۔ اس نے حضرت حمزہ کی لاش مبارک دیکھی۔ ان کا کلیجہ نکالا۔ ناک کاٹی، کان کاٹے اس کے کنگن، بازو بند اور پازیب بنائے حتیٰ کہ ان کے ساتھ مکہ مکرمہ آئی۔

حلیس بن زبان، احابیش کا سردار ابوسفیان کے پاس سے گزرا۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک کے کنارے پر نیزہ مار رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اے قوم کے نافرمان! مزہ چکھو!" حلیس نے کہا: "بنو کنانہ! یہ قریش کا سردار ہے جو اپنے چچا زاد کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! یہ فعل چھپاؤ یہ لغزش ہے۔" ہند ایک بلند چٹان پر چڑھی۔ اس نے بآواز بلند کہا:

نحن جزيناكم بيوم بدر — والحرب بعد الحرب ذات سعر
ما كان عن عتبة لي من صبر — و لا اخي و عمه و بكري
شفيت نفسي و قضيت نذري — شفيت و حشي غليل صدري
فشكر وحشي على عمري — حتى ترمّ اعظمي في قبري

ترجمہ: "(اے مسلمانو!) ہم نے تمہیں غزوۂ بدر کا بدلہ دے دیا ہے جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح روشن ہوتی ہے۔ مجھے عتبہ، اپنے بھائی، اس کے چچا اور اپنے فرزند پر صبر نہ آتا تھا۔ میں نے خود کو شفاء دی اپنی نذر پوری کر لی۔ وحشی! تو نے میرے سینے کی پیاس بجھا دی۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں ساری زندگی وحشی کا شکر ادا کروں حتیٰ کہ میری ہڈیاں قبر میں پرانی ہو جائیں۔"

ہند بنت اثاثہ نے اسے یوں جواب دیا:

خزیت فی بدر و بعد بدرٍ — یا بنت وقاعٍ عظیم الکفر
صبحكِ الله غداة الفجر — مِ الهاشمیّینَ الطّوال الزهر
بكل قطاعٍ حسامٍ یفری — حمزة لیثي و عليّ صقری
اذ رام شیب و ابوب غدری — فخضبا منه ضواحی النحر

ترجمہ: ''تو بدر میں ذلیل ہوئی اور بدر کے بعد بھی اے گھٹیا اور عظیم کافر کی بیٹی! رب تعالیٰ صبح سویرے طویل قامت والے خوش اخلاق ہاشمیوں کو تیرے پاس لے آیا میرے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میرے عقاب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہر کاٹنے والی تلوار کے ذریعے تمہارے سر جدا کر دیے۔ جب شیبہ اور تیرے باپ نے میرے ساتھ مکر کا ارادہ کیا تو انہوں نے ان کے سینے کی اطراف کو خون آلود کر دیا۔''

حضرت عبداللہ بن جحش کی شہادت

محمد بن عمر اسلمی نے اپنے شیوخ اور ابن وہب نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضرت عبداللہ نے ان سے کہا: ''آؤ کسی کونے میں کھڑے ہو کر رب تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔'' حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: ''مولا! جب کل میں دشمن سے ملوں تو میری ملاقات کسی بہادر شخص سے کرا دینا۔ جو بہت جری ہو۔ اس کا غصہ شدید ہو۔ میں تیرے رستہ میں اس کے ساتھ جہاد کروں۔ وہ میرے ساتھ قتال کرے۔ پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرماتی کہ میں اسے قتل کر کے اس کا سامان چھین لوں۔''

حضرت عبداللہ نے ان کی اس دعا پر آمین کہی۔ پھر خود یہ دعا مانگی: ''مولا! میری ملاقات ایسے شخص سے کرا دے جو بہت بہادر ہو۔ بہت غصے والا ہو۔ میں تیرے رستہ میں اس کے ساتھ جہاد کروں۔ وہ میرے ساتھ قتال کرے۔ وہ مجھے قتل کر دے۔ وہ میرا ناک اور کان کاٹ دے۔ جب میں تجھ سے ملاقات کروں تو تو مجھ سے پوچھے ''میرے بندے! تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟'' میں کہوں: ''تیرے اور تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستہ میں۔'' اللہ تعالیٰ کہے: ''تو نے سچ کہا ہے'' حضرت سعد فرماتے تھے: ''حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہت عمدہ تھی۔ میں نے آخری حصہ میں دیکھا کہ ان کی ناک اور کان دھاگہ میں پروئے گئے تھے۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے: ''انہوں نے اپنا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑا۔ آپ نے اس کے بیٹے کے لیے خیبر

میں مال خریدا۔ انہیں اور ان کے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔"

حضرت ابوسعد خیثمہ بن ابی خیثمہ کی شہادت

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے روز عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! غزوۂ بدر کے روز مجھ سے خطاء ہوئی تھی۔ بخدا! میں اس کا بڑا حریص تھا۔ میں نے سفر پر روانہ ہونے کے لیے اپنے بیٹے سے قرعہ اندازی کی۔ اس کا قرعہ نکل آیا۔ وہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہوا۔ میں نے آج رات اسے خواب میں دیکھا وہ بہت عمدہ شکل میں تھا۔ وہ جنت کے پھلوں اور نہروں میں گھوم رہا تھا۔ اس نے مجھے کہا ہے "ہمارے ساتھ آملو۔ ہم مل کر جنت میں رہیں گے۔ میں نے اسے سچا پایا ہے۔ جو میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں جنت میں اس کی رفاقت کا مشتاق ہوگیا ہوں۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے شہادت سے بہرہ ور کرے۔ جنت میں اس کی رفاقت اختیار کرائے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ میدانِ احد میں وہ جامِ شہادت نوش کر گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت

ابن سعد نے محمد بن شرحبیل العبدری سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے علم اسلام اٹھایا۔ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے اسلام کا جھنڈا اٹھالیا۔ وہ یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: "اور نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول گزر چکے آپ سے پہلے کئی رسول۔"

پھر ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ وہ جھنڈے پر جھکے اور اسے اپنے سینے کے ساتھ چمٹالیا۔ وہ یہی آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔ جھنڈا نیچے گر پڑا۔ محمد بن شرحبیل نے کہا: "یہ آیت طیبہ بعد میں نازل ہوئی۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما لوگوں کو پانی پلارہی تھیں۔ الصحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ پانی کے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھیں اور زخمیوں کو پلارہی تھیں۔ وہ بار بار پانی لا رہی تھیں اور زخمیوں کو پلارہی تھیں۔"

امام بخاری نے حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ ایک شخص نے عرض کی: "یہ چادر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہزادی کو دے دیں۔ جو آپ کے عقد میں ہے۔" اس کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما تھی۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "حضرت ام

سلیط اس کی زیادہ مستحق ہیں۔حضرت ام سلیط انصار کی خواتین میں سے تھیں۔جنہوں نے حضورا کرم ﷺ کی بیعت کی تھی۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا:''وہ غزوہ احد میں ہمیں مشکیزہ سے پانی پلا رہی تھیں''۔یہ ام سلیط رضی اللہ عنہا حضرت ابوسعید خدری کی والدہ ماجدہ تھیں۔

مشرک خواتین کا مثلہ کرنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے''ہند بنت عتبہ اور اس کے ہمراہ دیگر مشرک خواتین شہداء صحابہ کرام کے پاس کھڑی ہو گئیں۔وہ ان کے ناک اور کان کاٹنے لگیں۔حتیٰ کہ ہند نے ان کی ناکوں اور کانوں کے ہار اور پازیبیں بنالیں۔

مشرکین کا مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنا

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے''جب فریقین ایک دوسرے کو قتل کرنے سے رک گئے اور ابوسفیان نے واپس جانے کا ارادہ کیا وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔پہاڑ کے دامن میں آیا۔باآواز بلند چلایا''کیا اس قوم میں محمد عربی ﷺ موجود ہیں''اس نے تین بار یوں کہا۔حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:''اسے جواب نہ دو۔''اس نے پوچھا:''کیا اس قوم میں ابوبکر صدیق ہیں؟''حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:''اسے جواب نہ دو۔''اس نے کہا:''کیا اس قوم میں عمر بن خطاب موجود ہیں؟''حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:''اسے جواب نہ دو۔''اس نے ان تینوں کے بارے اس لیے پوچھا تھا کیونکہ وہ اور اس کی قوم جانتی تھی کہ اسلام کا انحصار انہی پر ہے۔''ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔اس نے کہا:''یہ سارے قتل ہو گئے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ہمیں جواب دیتے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔امام احمد،امام الطبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!کیا میں اسے جواب نہ دوں؟''آپ نے فرمایا: ''ہاں!''الفتح میں ہے:''گویا کہ آپ نے پہلی بار انہیں جواب دینے سے منع کیا۔تیسری بار حضرت عمر فاروق کو جواب دینے کا اذن دے دیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اے اللہ کے دشمن!تو نے جھوٹ بولا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بچالیا ہے جو تجھے رسوا کر دیں گے۔''ابوسفیان نے کہا:''ھبل بلند ہو،اپنے دین کو غالب کر دے۔''آپ نے فرمایا:''عمر!اسے جواب دو''انہوں نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور اعلیٰ ہے۔''ابوسفیان نے کہا:''ھبل بلند ہو۔اپنا دین غالب کر دے۔ آج کا دن بدر کے دن کا مقابلہ ہے۔یہ ایام ڈول کی مانند ہیں۔جو پھرتے رہتے ہیں۔''

فیوم علینا و یوم لنا　　　و یوم نساء و یوم نسرُّ

ترجمہ: ''ایک دن ہمارے خلاف ہوتا ہے ایک دن ہمارے حق میں ہوتا ہے ایک روز ہم کو تکلیف پہنچتی ہے

اور ایک دن ہم خوش ہوتے ہیں۔"

حنظلہ کے بدلے حنظلہ! فلاں کے عوض فلاں! حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اسے کہو: "ہمارے مقتول جنت میں جبکہ تمہارے مقتول آگ میں ہیں۔" ابوسفیان: "یہ باتیں تو تم ہی کر رہے ہو۔ پھر تو ہم خائب و خاسر رہے۔ ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسے کہو: "ہمارا مولا اللہ تعالیٰ ہے تمہارا مولا کوئی نہیں ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "قرعہ یہی نکلا تھا کہ یہ کام کر گزر۔" "عمر ادھر آئیں" حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جاؤ، دیکھو کیا کہتا ہے؟" وہ اس کے قریب آئے۔ ابوسفیان نے کہا: "عمر! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں؟" انہوں نے کہا: "بخدا! نہیں! آپ تو اب بھی تیرا کلام سن رہے ہیں۔" اس نے کہا: "تم ابن قمۂ سے سچے اور پاکباز ہو۔ ابن قمۂ نے کہا تھا: "میں نے محمد عربی ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔" ابوسفیان نے بآواز بلند کہا: "تم اپنے مقتولوں میں دیکھو گے کہ بعض کا مثلہ کیا گیا ہے۔ بخدا! نہ میں اس پر راضی تھا۔ نہ میں نے حکم دیا نہ میں نے منع کیا۔ آئندہ سال اسی روز بدر الصفراء کے مقام پر ہمارا اور تمہارا مقابلہ ہوگا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسے کہو۔ یہ ہمارے اور تمہارے مابین وعدہ ہے۔"

ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس آگیا۔ مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کو خدشہ لاحق ہوا کہ مشرکین کہیں مدینہ طیبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ وہ خواتین اور بچوں کو نقصان نہ دیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے" آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ دیکھیں۔" آپ نے فرمایا: "دیکھو۔ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوں۔ اور گھوڑوں کو ہانکیں تو یہ روانگی ہوگی اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو ہانکیں تو وہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے لگیں گے۔ بخدا! اگر وہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے لیے گئے میں ان کے ساتھ چلوں گا اور انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا۔ حضرت علی یا حضرت سعد ان کے پیچھے مقام عقیق تک گئے۔ وہ اونٹوں پر سوار ہوئے۔ گھوڑوں کو ہانکا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے بارے مشورہ کیا تھا۔ لیکن صفوان بن امیہ نے کہا تھا: "یوں نہ کرو۔ تمہیں علم نہیں کہ تم پر کیا چھا جائے۔" وہ واپس آئے اور حضور اکرم ﷺ کو بتایا: "ابوسفیان مکہ مکرمہ آیا وگھر جانے سے قبل ھبل کے پاس گیا اور کہا: "تو نے انعام کیا تو نے میری مدد کی۔ تو نے مجھے محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے شفاء دی۔" پھر اس نے حلق کرایا۔

شہداء کی تلاش

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب مشرکین چلے گئے۔ مسلمان اپنے شہداء کو

تلاش کرنے لگے۔ ہر ہر شہید کا مثلہ کیا گیا تھا۔ سوائے حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کے۔ کیونکہ ان کا باپ مشرکین کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس کے لیے اسے چھوڑ دیا۔" ابن اسحاق اور محمد بن عامر نے لکھا ہے "جب مشرکین چلے گئے تو مسلمان اپنے شہداء کی تلاش میں نکلے۔" امام حاکم اور امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے حضرت سعد بن ربیع کی خبر کون لے کر آئے گا۔ کیا وہ زندہ ہیں یا شہید کر دیے گئے ہیں میں نے دیکھا تھا کہ بارہ نیزے ان کی طرف رخ کیے ہوئے تھے۔" حضرت محمد بن مسلمہ یا حضرت ابی بن کعب اٹھے۔ انہوں نے تین بار آواز دی۔ مگر جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے حالات دریافت کروں۔" انہوں نے کمزور سی آواز میں کہا۔" حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "غزوہ احد کے روز آپ نے مجھے حضرت سعد بن ربیع کی تلاش میں بھیجا۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم انہیں دیکھ تو لو میری طرف سے سلام کہنا۔ ان سے پوچھنا: "تمہارا کیا حال ہے؟" حضرت زید نے فرمایا: "میں ان کے پاس پہنچا۔ ان کی زندگی کی آخری رمق باقی تھی۔ ان پر تیر، نیزہ اور تلوار کے ستر زخم تھے۔ میں نے انہیں کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں دیکھوں کہ تم زندہ ہو یا شہید ہو چکے ہو۔" انہوں نے کہا: "میں موت کے قریب تر ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری طرف سے سلام دینا۔ عرض کرنا کہ سعد بن ربیع عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر دے جو اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہو۔" آپ سے عرض کرو: "میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔" اپنی قوم کو میری طرف سے سلام بھیجنا۔ اسے کہنا کہ سعد بن ربیع تمہیں کہتا ہے کہ اگر تم میں اتنی ہمت ہو کہ آنکھ جھپک سکو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچی تو تمہارا کوئی عذر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگا۔" پھر ان کا وصال ہو گیا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا واقعہ سنایا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھے ابو بکر زبیری نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ ان کے سینے پر ننھی سی بچی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اسے پیار کر رہے تھے۔ اس شخص نے پوچھا: "یہ بچی کون ہے؟" انہوں نے اسے بتایا: "یہ اس آدمی کی لخت جگر ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی حضرت سعد بن ربیع۔ وہ عقبہ کے روز نقیبوں میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں شرکت کی اور غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ فرمانے لگے: "میرے چچا کے ساتھ کیا ہوا؟" آپ بار بار یہی کہہ رہے تھے۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے۔ انہیں کچھ خبر نہ ملی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے انہیں وادی کے دامن میں دیکھا۔ وہ شہید ہو چکے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ آپ چلتے ہوئے وہاں پہنچے ان پر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا۔ ان کا کلیجہ نکال دیا

گیا تھا۔ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ ان کے کان اور ناک کاٹ دیے گئے تھے۔ یہ کرب ناک منظر دیکھ کر آپ کے قلب انور کو بہت اذیت ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ حضرت کعب بن مالک کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان کی طرف دیکھنا بھی نہ چاہا۔ آپ نے فرمایا: ''میں اجر و ثواب کے حصول کے لیے آپ پر صبر کرتا ہوں۔''

بزار نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جب آپ تک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی آپ رونے لگے۔ جب انہیں دیکھا تو آپ کو ہچکی لگ گئی۔''

امام حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ قتال سے واپس لوٹے تو آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔ ایک شخص نے کہا: ''میں نے انہیں ان چٹانوں کے پاس دیکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے: ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیر ہوں۔ مولا! میں تیری جنابِ والا میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ جو کفار لے کر آئے ہیں اور اس کا عذر پیش کرتا ہوں جو تیر اندازوں سے لغزش ہوئی ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ان کا جسم اطہر دیکھا تو رونے لگے۔ جب دیکھا کہ ان کا مثلہ کر دیا گیا ہے تو ہچکی بندھ گئی۔ پھر فرمایا: ''کیا انہیں کفن نہ دے دیا جائے؟'' ایک انصاری صحابی اٹھے۔ انہوں نے اپنا کپڑا ان کی طرف پھینکا۔ دوسرے انصاری صحابی اٹھے۔ انہوں نے اپنا کپڑا ان کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: ''جابر! یہ کپڑا تمہارے والد گرامی کے لیے ہے اور یہ کپڑا میرے چچا جان کے لیے ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہو۔ بخدا! تم اسی طرح تھے جس طرح میں تمہیں سمجھتا تھا۔ آپ بہت زیادہ بھلائیاں کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر مجھے حضرت صفیہ کے حزن و غم یا اپنی خواتین کے غم و اندوہ یا آپ سے بعد والے کے غم کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ کو اسی طرح چھوڑ دیتا حتیٰ کہ آپ روز حشر درندوں کے پیٹوں اور جانوروں کی بوٹوں سے اٹھتے۔'' پھر فرمایا: ''مجھے بشارت دو۔ مجھے حضرت جبرائیل نے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں پر لکھا ہے کہ حمزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر ہیں۔ اگر کبھی مجھے قریش پر تسلط نصیب ہوا تو میں ان کے بدلہ میں ستر افراد کا مثلہ کروں گا۔'' جب صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم و اندوہ ملاحظہ کیا۔ تو انہوں نے کہا: ''اگر کبھی ہمیں ان مشرکین پر فتح نصیب ہوئی تو ہم ان کا اس طرح مثلہ کریں گے کہ اہلِ عرب میں سے اس طرح کسی کا مثلہ نہیں کیا ہوگا۔''

حضرت جبرائیل امین یہ آیت طیبہ لے کر نازل ہو گئے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ (النحل: ۱۲۶)

ترجمہ: ''اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اتنی جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔''

حضور اکرم ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اپنے ارادہ سے صبر کا مظاہرہ کیا۔

امام ترمذی، عبداللہ بن امام محمد نے زوائد المسند میں، امام نسائی، ابن منذر اور ابن خزیمہ نے اپنی فرائد کتاب میں لکھا ہے۔ ابن حبان اور ضیا المقدسی نے اپنی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا: "غزوۂ احد میں ۶۴ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ مہاجرین میں سے چھ صحابہ کرام کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا گیا۔ ان میں سے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا مثلہ بھی کیا گیا تھا۔ انصار نے کہا: "اگر کسی دن ہمیں ان مشرکین پر فتح نصیب ہوئی تو ہم ان سے زیادہ ان کا مثلہ کریں گے۔" فتح مکہ کے موقع پر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم صبر کریں گے۔ بدلہ نہیں لیں گے۔ وہ قوم سے رک گئے سوائے چار کے۔"

ابن اسحاق، ابن جریر نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النحل ساری کی ساری مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی لیکن اس کی آخری تین آیات غزوۂ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں۔ اس غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور ان کا مثلہ کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر ہم ان پر غالب آگئے تو ہم ان کا اس طرح مثلہ کریں گے کہ اس طرح کا مثلہ اہل عرب میں سے کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا آئیں تاکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھیں۔ وہ ان کے سگے بھائی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ وہ انہیں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ خاتون! وہ خاتون! حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میری امی جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان سے ملاقات کرو اور انہیں واپس لے جاؤ تاکہ وہ اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دیکھ سکیں۔" وہ دوڑتے ہوئے گئے اور حضرت صفیہ کو جا لیا۔ وہ ابھی تک شہداء تک نہیں پہنچی تھیں۔ انہیں واپس جانے کے لیے کہا: انہوں نے ان کے سینے پر مکا مارا۔ وہ ایک توانا خاتون محترمہ تھیں۔ انہوں نے کہا: "مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میں تم سے راضی نہیں ہوں گی۔" انہوں نے گذارش کی۔ "امی جان! حضور اکرم ﷺ آپ کو واپس جانے کا حکم دے رہے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "کیوں؟ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ میرے برادر محترم کا مثلہ کیا گیا ہے۔ یہ رب کی رضا کے لیے ہے۔ میں صبر کروں گی۔ اور اجر و ثواب کی امید رکھوں گی۔ ان شاء اللہ!"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سارے حالات عرض کیے۔ آپ نے فرمایا: "ان کا رستہ چھوڑ دو۔" وہ آئیں۔ حضرت حمزہ کا آخری دیدار کیا۔ ان کے لیے دعائے خیر کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور ان کی بخشش کی دعا کی۔

الطبرانی اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت صفیہ کی عقل ہی سلب نہ ہو جائے۔ آپ نے اپنا دستِ شفاء بخش ان کے سینے پر رکھا۔ انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگیں۔

امام احمد، ابویعلی، بزار نے حضرت زبیر سے اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دو کپڑے لے کر آئیں۔ انہوں نے کہا: ''میں یہ دونوں کپڑے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے لے کر آئی ہوں۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ انہیں ان میں کفن دو۔'' ہم دو کپڑے لے کر آئے تاکہ انہیں ان میں لپیٹیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک اور انصاری صحابی شہید ہوئے تھے۔ ان کے لیے کفن نہ تھا۔ ہم نے کہا: ''ایک کپڑا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے جبکہ دوسرا کپڑا اس انصاری صحابی کے لیے ہے۔ ایک کپڑا دوسرے سے بڑا تھا۔ ہم نے ان کے مابین قرعہ اندازی کی۔ پھر اس کے مطابق انہیں کفن دیا۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ قریش سے انتقام لیں۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے مثلہ کی وجہ سے بہت غمزدہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں۔ پہلے وہ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ابوقتادہ! قریش اہلِ امانت ہیں۔ جس بدنصیب نے ان کے ساتھ بغاوت کی رب تعالیٰ نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔ اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم ان کے اعمال کے سامنے اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے۔ اپنے افعال کے سامنے ان کے افعال کو حقیر سمجھو گے اگر قریش اترانے نہ لگیں تو میں انہیں بتاتا کہ رب تعالیٰ کے ہاں ان کا کیا مقام ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے رب تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی غصہ آیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلوک کیا۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا ہے وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بری قوم تھی۔''

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ حالت جنابت میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ملائکہ نے انہیں غسل دیا۔'' ابن سعد نے حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے ملائکہ دیکھے وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غسل دے رہے تھے۔'' ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابواسید الساعدی نے کہا: ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ اگر چادر کو سر کی طرف کھینچا جاتا تو ان کے پاؤں عریاں ہو جاتے اور اگر ان کی ٹانگوں کی طرف کھینچا جاتا تو سر ننگا ہو جاتا۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ان کے سر کی طرف کھینچو۔'' ان کے پاؤں پر حرمل یا اذخر ڈال دو۔''

شہداء کو دفن کرنے کا حکم

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شہداء کے جسم سے زرہیں وغیرہ اتار لی جائیں اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں سمیت دفن کر دیا جائے۔"

ابوداؤد نے حضرت ہشام بن عامر انصاری سے روایت کیا ہے کہ احد کے روز انصار بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں تکلیف پہنچی ہے۔ کاری ضرب لگی ہے۔ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "قبریں کھودو۔ انہیں گہرا اور وسیع کھودو ایک قبر میں دو دو یا تین تین شہداء رکھو۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آگے کسے رکھیں؟" آپ نے فرمایا: "جسے زیادہ قرآن پاک آتا ہو۔"

ابن ابی شیبہ اور امام الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز آپ شہداء کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں ان پر گواہ ہوں۔ انہیں ان کے خون سمیت کفن دو۔ جو بھی رب تعالیٰ کے رستہ میں زخمی ہوا وہ خون ریزہ حالت میں روز حشر آئے گا۔ خون کا رنگ خون کی طرح کا اور خوشبو مشک اذفر جیسی ہوگی۔ جسے زیادہ قرآن مجید آتا ہو اسے آگے رکو۔ اسے لحد میں رکھو۔"

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کپڑے میں دو شہیدوں کو کفن دیتے تھے۔ پھر آپ پوچھتے ان میں سے قرآن کسے زیادہ یاد تھا؟" جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اسے لحد میں رکھ دیا جاتا۔ آپ نے فرمایا: "میں ان پر گواہ ہوں۔" آپ نے انہیں ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ نہ انہیں غسل دیا۔" حضرت جابر نے فرمایا" میرے والد گرامی اور چچا جان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔"

ابن اسحاق نے بنوسلیم کے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز فرمایا: "حضرات عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو کو دیکھو۔ وہ دنیا میں دوست تھے۔ انہیں ایک قبر میں دفن کرو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے شہداء کو مدینہ طیبہ لے گئے تھے۔ انہیں وہیں دفن کر دیا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا۔ آپ نے فرمایا: "انہیں لوٹا دو۔ اور اسی جگہ دفن کرو جہاں انہیں شہادت نصیب ہوئی۔" محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ صرف ایک شخص کو لوٹایا گیا۔ دفن کرنے سے قبل آپ کا منادی وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ حضرت شماس بن عثمان مخزومی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام احمد اور چار کتب کے مصنفوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ احد کے شہداء کو اٹھا کر مدینہ طیبہ لے جایا گیا تھا۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا: "شہداء کو اسی جگہ لوٹا دو جہاں شہید ہوئے تھے۔"

امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "میرے والد گرامی غزوہ احد میں شہید ہو گئے میری بہنوں نے مجھے اپنا اونٹ دے کر بھیجا۔ انہوں نے کہا: "اپنے والد گرامی کو اس پر اٹھا لاؤ۔ اور انہیں بنو سلمہ کے قبرستان میں دفن کر دو۔" میں اور میرے ساتھی آئے۔ یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک پہنچی۔ آپ احد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میرے صحابہ کرام کو احد میں ہی دفن کیا جائے گا۔"

ابو داؤد اور امام نسائی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے نکلے۔ مجھے میرے والد گرامی نے فرمایا: "تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اہل مدینہ کے منظر دیکھنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ حتیٰ کہ تم دیکھ لو کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے؟" "اگر میں نے اپنے بعد بیٹیاں نہ چھوڑی ہوتیں تو مجھے یہ پسند تھا کہ تم میرے سامنے شہید کیے جاؤ۔" اسی اثناء میں کہ میں مدینہ طیبہ میں منتظر تھا کہ میری پھوپھو میرے والد گرامی اور ماموں کو اونٹ پر سوار کر کے لائیں۔ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئیں۔ ایک شخص اعلان کرتے ہوئے آیا۔ "حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنے شہداء کو واپس لے چلو اور انہیں اسی جگہ دفن کرو جہاں شہید ہوئے تھے۔"

امام حاکم، امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ رستہ میں شہید پڑے تھے۔ آپ ان پر رکے۔ ان کے لیے دعائے خیر کی۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ (الاحزاب: ۲۳)

پھر فرمایا: "میں نے تمہیں مکہ مکرمہ میں دیکھا کوئی شخص لباس یا بالوں کے اعتبار سے تم سے حسین نہیں ہوتا تھا۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا وہ روزہ دار تھے۔ انہوں نے کہا: "حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ وہ ان سے بہترین تھے جنہیں ان کی چادر میں کفن دیا گیا۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور ٹانگیں ڈھانپی جاتیں تو سر ننگا ہو جاتا۔ پانچوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے رحمت الٰہیہ کے حصول کے لیے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا وہ چلے گئے اجر میں سے کچھ نہ کھایا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی۔ جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کی ٹانگیں ننگی ہو جاتی تھیں جب ٹانگیں ڈھانپتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ان کا سر ڈھانپ دو۔ ٹانگوں پر اذخر رکھ دو۔" ہم میں سے بعض کا پھل پک چکا ہے اور وہ اپنا پھل چن رہا ہے۔"

دعائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

امام احمد اور امام نسائی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں، امام حاکم نے اسے صحیحین کی شروط پر، امام ذہبی نے اور محمد بن عمر الاسلمی نے حضرت رفاعۃ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کے اردگرد مسلمان روانہ ہوئے۔ ان کی اکثریت زخمیوں کی تھی۔ بنوسلمہ اور بنوعبدالاشہل کے زخمی کثیر تھے۔ آپ کے ہمراہ چودہ عفت مآب خواتین بھی تھیں۔ جب وہ احد کے دامن میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: "صفیں باندھ لو تاکہ میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں۔" آپ کے پیچھے مردوں نے ان کے پیچھے عزت مآب خواتین نے صفیں بنالیں۔ آپ نے یوں عرض کی:

"مولا! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ مولا! جسے تو تنگ کردے اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو کشادہ کردے اسے تنگ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو گمراہ کردے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ جسے تو ہدایت سے نوازے اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو روک دے اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو بخش دے اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو دور کردے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو قرب عطا کردے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ مولا! ہم پر اپنی برکات، رحمت، فضل اور رزق کشادہ فرمادے۔ پروردگار! ہم تجھ سے ان دائمی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں۔ جو پھرتی نہیں۔ زائل نہیں ہوتیں۔ مولا! ہم فقر کے روز تجھ سے نعمتوں کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے خوف کے دن سے امن اور فاقہ کے دن سے غنیٰ طلب کرتے ہیں۔ مولا! ہم تجھ سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتے ہیں جو تو نے ہمیں عطا کی ہے۔ اس چیز کے شر سے بھی جسے تو نے ہم سے روک لیا ہے۔ مولا! ایمان کو ہمارے ہاں پسندیدہ بنادے۔ اسے ہمارے دلوں میں مزین کردے۔ کفر، نافرمانی اور فسوق کو ہمارے ہاں ناپسندیدہ بنادے۔ ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنادے۔ مولا! ہمیں حالت اسلام میں موت دے۔ حالت اسلام میں زندہ رکھ۔ ہمیں صالحین کے ساتھ ملادے۔ ہم نہ تو غم زدہ ہوں نہ ہی فتنہ میں مبتلا ہوں۔ مولا! ان کفار کو ہلاک کر جو تیرے رسل کو جھٹلاتے ہیں۔ تیرے رستہ سے روکتے ہیں۔ ان پر اپنا غضب اور عذاب نازل کر۔ پروردگار! ان کفار کے ساتھ قتال کر جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ اے ہمارے سچے خدا! یہ دعائیں قبول فرما۔"

مدینہ طیبہ کی طرف روانگی

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تدفین سے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ مسلمان آپ کے اردگرد تھے۔ آپ مدینہ طیبہ کی طرف جانے لگے۔ آپ کو راستہ میں حضرت حمنہ بنت جحش ملیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: "حمنہ!

اجر وثواب کے لیے صبر کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! کس کے سر پر شہادت کا تاج سجا؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سر اقدس پر۔" انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔ شہادت کی مبارکباد عرض کی۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اجر وثواب کے لیے صبر کرو۔" انہوں نے عرض کی: "قبائے شہادت کسے نصیب ہوئی؟ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کو۔" انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور شہادت کی مبارکباد دی۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اجر وثواب کے حصول کے لیے صبر کرو۔" انہوں نے عرض کی: "اب کس کو جامِ شہادت نصیب ہوا؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے شوہر نامدار حضرت مصعب بن عمیر کو۔" وہ پکارنے لگیں "ہائے غم!" آپ نے فرمایا: "عورت کے دل میں اس کے خاوند کا خاص مقام ہوتا ہے۔" آپ نے دیکھا تھا کہ حضرت حمنہ اپنے بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر پر ثابت قدم رہیں اور اپنے شوہر کی شہادت کی خبر پر رونے لگیں۔" آپ نے ان سے فرمایا: "تم نے یہ آہ وفغاں کیوں کی؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! مجھے ان کے بیٹوں کی یتیمی یاد آگئی تھی۔ آپ درگزر فرمائیں۔" آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ ابن ماجہ نے ابراہیم بن احمد بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حمنہ بنت جحش کو بتایا گیا کہ تمہارا بھائی شہید ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔" لوگوں نے بتایا: "تمہارا خاوند بھی شہید ہو چکا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہائے غم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خاوند کو عورت کے دل میں ایک خاص مقام حاصل ہوتا ہے جو کسی اور چیز کو حاصل نہیں ہوتا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے روانہ ہوئے۔ آپ بنو عبدالاشہل کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنے شہداء پر رو رہے تھے۔ آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں! خواتین باہر نکلیں۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلامت دیکھا۔ حضرت ام عامر الاشہلیہ نے کہا: "آپ کی زیارت کر کے ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ ان کے باپ، خاوند اور بھائی کے سروں پر شہادت کا تاج سجا تھا۔ جب اسے یہ خبر ملی تو اس نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟" صحابہ کرام نے فرمایا: "ام فلاں! آپ اسی طرح ہیں جس طرح تم پسند کرتی ہو۔ الحمد للہ! اس نے کہا: "ذرا مجھے آپ کا دیدار تو کراؤ۔" جب اس نے آپ کی زیارت کر لی تو کہا: "آپ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔"

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "غزوۂ احد کے روز اہلِ مدینہ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔" مدینہ طیبہ کے اطراف میں آہ و بکاء شدید ہو گئی۔ انصار کی ایک خاتون نکلی۔ اسے راستہ میں بتایا گیا کہ تمہارا باپ، بیٹا، خاوند اور بھائی شہید ہو چکے ہیں۔" یہ علم نہیں کہ اسے پہلے کس کی شہادت کی

خبر دی گئی۔ اس نے کہا: "حضور والا ﷺ کا کیا حال ہے؟" اسے بتایا گیا "وہ تمہارے آگے ہیں۔" اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ اس نے آپ کے مبارک کپڑوں کا کونہ پکڑا اور عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ کے بعد مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کون شہید ہوا ہے؟"

ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ کی عفت مآب خواتین کو کچھ خبر نہ ملی وہ تو باہر نکلیں تاکہ کچھ معلوم کرسکیں۔ انہوں نے اونٹ پر دو شہیدوں کو دیکھا۔ ایک انصاری خاتون نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "فلاں اور فلاں" انہوں نے اس کے خاوند اور بھائی یا خاوند اور بیٹے کا نام لیا۔ اس نے پوچھا: "حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟" صحابہ کرام نے بتایا: "آپ خیریت سے ہیں۔" اس نے کہا: "مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے شہداء بناتا ہے۔" اس کے قول پر یہ آیت طیبہ اتری:

وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ط (آل عمران: ۱۴۰)

حضرت ام سعد کبشہ بنت رافع حضور اکرم ﷺ کی طرف دوڑتی ہوئی آئیں۔ آپ اپنے گھوڑے پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کے گھوڑے کی لگام کو تھاما ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم والدہ ماجدہ!" آپ نے فرمایا: "انہیں خوش آمدید!" وہ قریب ہوئیں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے بہرہ ور ہوئیں۔ عرض کی: "جب میں نے آپ کو صحیح وسالم دیکھا ہے تو اذیت ختم ہوگئی ہے۔" آپ نے ان کے لخت جگر حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی۔ آپ نے فرمایا: "ام سعد! خود بھی خوش ہوجاؤ اور اپنے اہل خانہ کو بھی بشارت دو کہ تمہارے شہداء جنت میں ایک دوسرے کی رفاقت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے اہل خانہ کے بارے ان کی شفاعت قبول کرلی گئی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم راضی ہیں۔ اس کے بعد ان پر کون روئے گا؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بعد والوں کے لیے دعا کریں۔" آپ نے عرض کی: "مولا! ان کے دلوں کے غم کو ختم فرما۔ مصیبت پر اجر عطا فرما اور پیچھے رہ جانے والوں میں اچھا جانشین بنا۔" پھر فرمایا: "ابوعمرو! گھوڑے کی لگام چھوڑ دو۔" انہوں نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ابوعمرو! تمہارے اہل خانہ کا زخم ظاہر ہے۔ ان میں سے ہر زخمی روز حشر اس طرح آئے گا کہ اس کا زخم جتنا بڑا بھی ہوگا۔ اس کا رنگ خون کے رنگ کی طرح اور خوشبو مشک اذفر کی خوشبو کی طرح ہوگی۔ جو زخمی ہو۔ وہ گھر میں ٹھہر جائے۔ اپنے زخم کا علاج کرے میرے ساتھ میرے کاشانہ اقدس میں نہ آئے۔ یہ لازمی حکم ہے۔" حضرت سعد نے ان میں اعلان کیا "آپ کی طرف سے خصوصی حکم ہے کہ بنو عبد الاشہل کا کوئی زخمی آپ کے پیچھے نہ آئے۔" ہر زخمی شخص پیچھے رہ گیا۔ انہوں نے آگ جلاتے اور زخموں کا علاج کرتے رات گزار دی۔ حضرت سعد حضور اکرم ﷺ

کے ساتھ آئے۔آپ کاشانہ اقدس پہنچے آپ کو اٹھا کر اتارا گیا۔آپ نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ٹیک لگائی اور اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہو گئے۔کاشانہ اقدس میں پہنچ کر آپ نے اپنی مبارک شمشیر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی اور فرمایا: "اس کا خون دھودو۔ بخدا! آج اس نے سچ کر دکھایا ہے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار انہیں عطا کی اور فرمایا: "اسے بھی دھودو۔ بخدا! اس نے بھی آج سچ کر دکھایا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم نے بہادری کے جوہر دکھائے ہیں تو تمہارے ساتھ حضرت سہیل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے ہیں۔"

امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے روز اپنی تلوار لے کر آئے وہ ٹیڑھی ہو چکی تھی۔انہوں نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے کہا: "اس تلوار کو اچھی طرح صاف کرو۔آج مجھے اس نے شفا دی ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم نے آج اپنی تلوار کے جوہر دکھائے ہیں تو پھر حضرات سہیل بن حنیف، حضرت ابودجانہ اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم نے بھی خوب کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ ابونجیح نے کہا کہ احد کے روز ایک اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا: "لا سیف الا ذوالفقار۔ ولا فتی الا علی۔"

ذوالفقار سے مراد وہ تلوار ہے۔جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار تھی۔آپ کو وہ تلوار غزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے ملی۔ اس کے بارے آپ نے غزوہ احد میں خواب دیکھا تھا۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے لیے اذان دی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں باہر تشریف لائے۔آپ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔آپ نے صحابہ کرام کو نماز مغرب پڑھائی۔ پھر اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔حضرت سعد بن معاذ اپنی خواتین اور اپنی قوم کی خواتین کے پاس گئے۔انہیں لے کر آئے۔ساری عفت مآب خواتین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں جمع ہوگئیں۔وہ مغرب اور عشاء کے مابین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر روتی رہیں۔لوگ مسجد نبوی میں آگ روشن کر رہے تھے اور اس کے ذریعے زخموں کی سنکائی کرتے رہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان عشاء دی۔جب سرخ شفق غائب ہوگیا۔آپ باہر تشریف نہ لائے۔حتیٰ کہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔پھر آپ کو صدا دی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے۔ باہر تشریف لائے۔آپ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔جب آپ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔تو آپ نے رونے کی آواز سنی۔آپ نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" آپ کو عرض کی گئی: "یہ انصار کی خواتین ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رو رہی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی اولاد سے

راضی ہو۔" پھر ان خواتین کو حکم دیا کہ وہ گھر چلی جائیں۔"

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ آپ ان خواتین کے پاس تشریف لائے۔ وہ مسجد نبوی کے دروازہ پر تھیں۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے واپس لوٹ چلو۔ تم نے ہمدردی کا اظہار کر دیا ہے اللہ تعالیٰ انصار پر رحم کرے میں جانتا ہوں کہ ہمدردی کرنا ان کا قدیمی شیوہ ہے۔" خواتین اپنے مردوں کے ساتھ واپس آ گئیں۔

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ انصار کی خواتین اپنے اپنے خاوندوں پر رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں۔" یہ بات ان خواتین تک پہنچ گئی۔ وہ آئیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے لگیں آپ رات کے وقت جاگے۔ انہیں سنا وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: "ان کی خیر! وہ رات سے ابھی تک رو رہی ہیں انہیں حکم دو کہ وہ گھر چلی جائیں آج کے بعد کسی پر نہ روئیں۔"

آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ پھر اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام نے آپ کے کاشانہ اقدس سے لے کر آپ کے مصلی تک صفیں بنالیں تھیں۔ آپ اکیلے چلتے ہوئے کاشانہ اقدس میں داخل ہو گئے۔ اوس اور خزرج کے جوان ساری رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے کہ کہیں قریش دوبارہ حملہ نہ کر دیں۔

منافقین اور یہود کی مسرت

جب مسلمانوں کو اس غزوہ میں نقصان ہوا تو عبداللہ بن ابی، منافقین اور یہود اس پر خوشیاں منانے لگے۔ وہ مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ وہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔ ابن ابی نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے کہا۔ وہ زخمی تھے اور ساری رات آگ سے اپنے زخم سینکتے رہے تھے۔ "تمہارا مسلمانوں کے ساتھ اس طرح نکلنا عمدہ رائے نہیں تھا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری رائے کی مخالفت کی ہے اور بچوں کی رائے کی موافقت کی ہے۔ میں تو اس انجام سے پہلے ہی باخبر تھا۔" اس کے بیٹے حضرت عبداللہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے جو کچھ کیا ہے وہ بہتر ہے۔" یہود بھی بری باتیں کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے: "محمد عربی تو اقتدار کے طالب ہیں کسی نبی کو تو کبھی یوں شکست نہیں ہوئی۔ ان کے جسم پر چوٹیں آئیں۔ ان کے صحابہ کرام زخمی ہوئے۔" منافقین آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ انہیں انتشار کا شکار کرنے لگے۔ وہ کہتے: "تم سے جو قتل ہوئے ہیں اگر ہمارے پاس ہوتے تو اس طرح قتل نہ ہوتے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے سارے بکواسات سنے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ تاکہ ان

منافقین اور یہود کو تہ تیغ کرنے کی اجازت لیں۔آپ نے فرمایا: "عمر اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا۔وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو عزت عطا کرے گا۔یہود کے ساتھ معاہدہ ہے۔میں انہیں قتل نہیں کروں گا۔" انہوں نے عرض کی: "یہ منافقین ہیں۔ان کے بارے کیا حکم ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتے "لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ"" انہوں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تلوار سے بچنے کے لیے یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔اب ان کا معاملہ عیاں ہو چکا ہے۔اس مصیبت کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا کینہ عیاں کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ایسے شخص کے قتل سے منع کیا گیا ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو۔ابن خطاب! قریش دوبارہ ہمیں اس طرح کا نقصان نہیں دے سکیں گے۔"

ابن شہاب زہری سے روایت ہے "جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے۔ابن ابی جمعۃ المبارک کے دن کھڑا ہو جاتا تھا۔وہ اپنی قوم میں معزز تھا۔جب جمعۃ المبارک کے روز آپ خطبہ دینے کے لیے تشریف فرما ہوتے۔ابن ابی اٹھتا اور لوگوں سے کہتا: "اے لوگو! یہ رسول مکرم ﷺ تمہارے سامنے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کی وجہ سے اعزاز بخشا ہے۔تمہیں عزت دی ہے۔ان کی مدد کرو۔ان کی تعظیم بجالاؤ۔ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو۔" پھر وہ بیٹھ جاتا جب اس نے غزوۂ احد میں اس کردار کا اظہار کیا جو کیا۔لوگوں کو لے کر واپس آ گیا۔وہ حسب معمول یہی باتیں کرنے لگا۔تو مسلمانوں نے اس کے کپڑوں کے گوشے پکڑ لیے۔انہوں نے کہا: "اے اللہ کے دشمن! بیٹھ جا۔تو اس کا اہل نہیں ہے۔ تو نے وہ کام کیا جو کیا۔" وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نکلا۔وہ کہہ رہا تھا: "گویا کہ میں نے بیہودہ بات کر دی ہے۔میں تو ان کے معاملہ کو مضبوط کرنے کے لیے اٹھا تھا۔ان کے صحابہ کرام مجھے کھینچنے لگے اور مجھ سے نرمی تک نہ برتی۔گویا کہ میں نے قبیح کلام کیا ہے۔میں تو ان کے معاملہ کو مضبوط کرنے کے لیے اٹھا۔" اس شخص نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! واپس چلا جا۔حضور ﷺ تیرے لیے بخشش کی دعا کریں۔" اس نے کہا: "میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔"

غزوۂ احد کے بارے قرآن پاک کا نزول

ابن اسحاق نے لکھا ہے "سورت آل عمران کی ساٹھ آیات غزوہ احد کے بارے نازل ہوئیں۔ان میں وہی تذکرہ ہے جو اس روز ہوا تھا۔

ابویعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے کہا: "ماموں! مجھے غزوۂ احد کے بارے بتائیں۔" انہوں نے فرمایا: "سورت آل عمران کی ۱۲۰

آیات کے بعد پڑھ لو تم ہماری عشق انگیز داستان پالو گے۔"

غزوۂ احد کے بارے مسلمان شعراء کا کلام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ ھبیرہ بن وھب کا جواب دیتے ہوئے کہا:

سقتم کنانه جهلا من سفاهتکم	الی الرسول مجند الله مخذیعا
اوردتموها حیاض الموت ضاحیة	فالنار موعدها والقتل لاقیها
جمعتموهم اَحابیشا بلا حسب	ائمة الکفر غرتکم طواغیها
الا عتبرتم بخیل الله اذ قتلت	اهل القلیب و من القینة فیها
کم من اسیر فککناه بلا ثمن	و جز ناصیة کنا موالیها

ترجمہ: "تم اپنی حماقت کی وجہ سے بنو کنانہ کو حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے آئے۔ رب تعالیٰ کا لشکر انہیں ذلیل و رسواء کر دے گا۔ تم نے صبح ہی انہیں موت کے حوضوں پر اتار دیا۔ آگ ان کی وعدہ کی جگہ بنی اور قتل ان کے ساتھ ملاقات کرنے والا تھا۔ تم نے مختلف لشکروں کو جمع کیا جو حسب کے بغیر تھے وہ کفر کے آئمہ تھے ان کے سرکش لوگوں نے تمہارے ساتھ مکر کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے گھڑسوار دستے سے عبرت کیوں نہ حاصل کی۔ جب انہوں نے کنویں والوں کو تہ تیغ کیا تھا اور انہوں نے انہیں اس کنویں میں پھینک دیا تھا۔ ہم نے کتنے ہی قیدیوں کو قیمت کے بغیر اور اس کی پیشانی کے بال کاٹے بغیر رہا کر دیا تھا ہم ان کے احسان مند تھے۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

الاهل اتی غسّان عنا ودونهم	من الارض خرق سیره بمتنعلع
صحارٍ و اعلام کان قتامها	من البعد نقع هامد متقطع
تظل به البزل العرامیس زحا	و یخلو به غیث السنین فیمرع
به جیف الحسری یلوح صلیبها	کما لاحَ کتان التجار الموضع
به العین والارآم یمشین خلفة	و بیض نعام قیضه یتقلع
مجادلنا عن دیننا کل فخمة	مدربة فیها القوانس تلمع

و کل صموت فی الصوان کانها — اذا لبست نهی من الماء مترع
و لکن ببدر سائلو من لقیتمو — من الناس والانباء بالغیب تنفع
و انا بأرض الخوف لو کان اهلها — سوانا لقد اجلوا بلیل واقشعوا
اذا جاء نا راکب کان قوله — اعدوا لما یزجی ابن حرب و یجمع
فمهما یصم الناس مما یکیدنا — فنحن له من سائر الناس اوسع
فلو غیرنا کانت جمیعا تکیده ال — بریة قد اعطوا یدا و تورعوا
نجالد لا تبقی علینا قبیلة — من الناس الا ان یهابو و یفظعوا
و لما ابتنوا بالعرض قال سراتنا — علام اذا لم تمنع العرض من نزرع؟
و فینا رسول الله نتبع امره — اذا قال فینا القول لا نتطلع
تدلّی علیه الروح من عند ربه — ینزل من جو السماء و یرفع
نشاوره فیما نرید و قصدنا — اذا ما اشتهی انا نطیع و نسمع
و قال رسول الله لما بدالنا — ذروا عنکم هول المنیات و اطمعوا
و کونوا کمن یشری الحیاۃ تقرّبًا — الی ملك یحیا لدیه و یرجع
و لکن خذوا اسیافکم و توکلوا — علی الله ان الامر لله اجمع
فسرنا الیهم جهرۃ فی رحالهم — ضحیا علینا البیض لا نتخشع
بملمومة فیها السنور والقنا — اذا ضربوا اقدامها لا تورع
فجئنا الی موجٍ من البحر و سطه — اجابیش منهم حاسرٌ و مقنعُ

ترجمہ: ''ارے ہمارے اور بنوغسان کے مابین اتنا بڑا جنگل ہے جہاں تیز ہوا چلتی ہے اور اس کا سفر گمراہ کر دینے والا ہے۔ان کے اور ہمارے مابین ایسے عظیم صحراء اور پہاڑ حائل ہیں جن کی رنگت سیاہی مائل ہے۔وہ دوری کی وجہ سے جما ہوا ساکن گردوغبار معلوم ہوتا ہے۔وہاں طاقتور اونٹ بھی نڈھال ہو کر گر پڑتے ہیں۔وہاں بارش بھی سیراب کرنے سے ٹل جاتی ہے۔وہاں حسرت کے مارے لوگوں کی بدبودار لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جیسے تاجروں کا نقش و نگار والا کپڑا چمکتا ہے۔اس جگہ نیل گائے اور ہرن قطار اندر قطار چلتے ہیں شتر مرغ کے انڈوں کے ٹکڑے بکھر جاتے ہیں۔ہمارے دین

کے محافظین ایسے عظیم لشکر پر مشتمل ہیں جن کے سفید خودوں کی چوٹیاں تاباں ہوتی ہیں۔ ہر مجاہد کے لیے ایک ایسی زرہ ہے جو تنگ اور مضبوط بنی ہوئی ہے جب وہ پہنی جاتی ہے تو گویا کہ پانی سے بھرا ہوا تالاب نظر آتا ہے۔ لیکن تم ان سے ذرا سوال تو کرو کہ مقام بدر پر تمہیں کیسے لوگوں سے پالا پڑا تھا۔ جبکہ غیب کی خبریں نفع دے رہی تھیں۔ ہم خوف کی ایسی سرزمین میں تھے اگر وہاں ہمارے علاوہ دیگر لوگ ہوتے تو رات بھر میں ہی وہ جلاوطن ہو جاتے اور رسوا ہو کر بھاگ جاتے۔ جب ہمارا کوئی شہسوار آتا تو وہ یہی کہتا کہ اس کی تیاری کرلو جو لشکر ابوسفیان جمع کر رہا ہے اور اسے سامان فراہم کر رہا ہے۔ جب بھی ابوسفیان خفیہ تدبیروں کے ذریعے ہمت بڑھاتا تو ہم اس کے مقابلہ کے لیے لوگوں سے بڑھ کر تیاری کرتے۔ جب ساری مخلوق تدبیر کے ساتھ شکست دینے کے لیے جمع ہوگئی۔ اگر ہمارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ ہار جاتا اور پارہ پارہ ہو جاتا۔ جب ہم معرکہ آزما ہوتے ہیں تو قبیلہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہوتا جو دہشت زدہ ہو کر بوکھلا نہ جائے۔ جب مشرکین مقام عرض پر خیمہ زن ہوئے۔ تو ہمارے سرداروں نے کہا کہ اگر ہم اپنی عزت ناموس کی حفاظت نہیں کریں گے تو کیسے پنپ سکیں گے۔ ہمارے مابین حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہیں ہم آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ جب وہ ہمیں کوئی فرمان دیتے ہیں تو ہم جلال کی وجہ سے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے آپ پر آپ کے رب کی طرف سے روح القدس آتے ہیں جنہیں آسمان کی طرف سے اتارا جاتا ہے پھر اوپر بلا لیا جاتا ہے ہم اپنے ارادوں کے بارے آپ سے مشاورت کرتے ہیں پھر ہمارا مدعا آپ کی منشاء ہوتا ہے۔ ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور فرمان غور سے سنتے ہیں۔ جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا: "موتوں کا خون خود سے دور کر دو اور ان کی تمنا کرو۔ اس آدمی کی مانند ہو جاؤ جو اپنی زندگی بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بیچ دیتا ہے۔ جس کی جناب میں انسان کو زندہ کیا جاتا ہے اور لوٹا دیا جاتا ہے۔ اپنی تلواریں پکڑلو۔ رب تعالیٰ پر توکل کرو بلاشبہ سارے امور رب تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہم نے دن کے وقت خود پہن کر ان کے کجاؤوں کا رخ کیا۔ ہم جرأت کے ساتھ ان کی طرف چل دیے ہمیں کسی سے ڈر نہ تھا۔ ہم مجاہدین کے ایسے لشکر کے ساتھ چلے جو ہتھیار بند تھا۔ جب وہ چلتا تھا تو وہ قدموں کو روکتا نہ تھا۔ بالآخر ہم کفار کے ایسے لشکر میں گئے جو سمندر کی طرح تھا اس میں مختلف قبائل کے لوگ تھے کچھ زرہ پہنے ہوئے اور کچھ زرہ کے بغیر تھے۔"

ثلاثۃُ آلاف و نحن نصیۃ ثلاث مئین ان کثرنا و اربع

نعاورھم تجری المنیات بیننا نشارعھم حوض المنایا و نشرع

ترجمہ: "مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی جبکہ ہم اپنی قوم کے چیدہ چیدہ تین سو افراد تھے۔ اگر ہم زیادہ بھی تھے تو چار سو تھے۔ ہم ان پر اس طرح حملہ آور ہو رہے تھے کہ موتیں ہمارے مابین بھاگنے لگیں۔ ہم انہیں موتوں کے حوضوں سے پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے۔"

تھادی فسسی البنع فینا و فیھم وما ھو الا الیثربیُّ المقطع

ترجمہ: "درخت نبع سے بنائی گئی کمانیں ہمارے اندر اور ان کے اندر چل رہی تھیں۔ وہ یثرب کی بنی ہوئی تھیں جو ٹوٹ چکی تھی۔"

و منجوفةٌ حرمیّة صاعدیة یذر علیھا السم ساعة تصنع

ترجمہ: "حرم کے لوگ صاعد کے بنے ہوئے تیر چلا رہے تھے انہیں بناتے وقت ان پر زہر چھڑکا گیا تھا۔"

تصوب بابدان الرجال و تارة تمر باعراض البصار تقعقع

ترجمہ: "وہ تیر لوگوں کے جسم پر لگ رہے تھے اور کبھی پہاڑوں کے دامنوں کے ساتھ لگ کر آواز پیدا کر رہے تھے۔"

و خیل تراھا بالفضاء کانّھا جرادُ صبًا فی قرّة یتریع

ترجمہ: "وہاں گھوڑے بھی تھے جو وسیع میدان میں یوں دکھائی دے رہے تھے گویا کہ وہ موسم سرما کی مشرقی ہوا میں ٹڈیاں آ جا رہی ہوں۔"

فلما تلاقینا و دارت بنا الرحی و لیس لامر حمّه الله مدفع

ترجمہ: "جب ہم ان کے ساتھ نبرد آزما ہوئے تو جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی۔ جس بات کا ارادہ رب تعالیٰ کر لے اسے دور کوئی نہیں کر سکتا۔"

ضربناھم حتی ترکنا سراتھم کانھم بالقاع خشبت مصرّعُ

ترجمہ: "ہم نے انہیں تلواریں ماریں حتیٰ کہ ہم نے ان کے سرداروں کو یوں چھوڑ دیا گویا کہ وہ نشیبی علاقے میں گرائی گئی کڑیاں ہوں۔"

لدن غدوة حتی استفقنا عشیّة کان ذکانا حرُّ نار تلفّع

ترجمہ: "وقت صبح سے لے کر تا دم شام ہمیں افاقہ ہوا ہماری جنگ کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ کی حرارت کی

مانند تھی۔"

وراحوا سراعًا موجفین کانھم　　　جھامٌ ھراقت ماء ہ الریح مقلع

ترجمہ: "کفار یوں دوڑنے لگے گویا کہ وہ اکھڑے ہوئے بادل ہوں جس کے پانی کو ہوا نے نکال لیا ہو۔ اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا ہو۔"

و رحنا و اخرانا بطاء کاننا　　　اسودٌ علی لحم ببیشة ظلع

ترجمہ: "ہم شام کے وقت واپس آئے۔ آخری صفوں کے لوگ بڑے سکون سے چل رہے تھے گویا کہ ایسے شیر ہوں جو اپنی کچھار میں ٹہل ٹہل کر گوشت کھا رہے ہوں۔"

فنلنا و نال القوم منّا و ربّما　　　فعلنا و لکن مالدی اللہ اوسع

ترجمہ: "ہم نے بھی کچھ پایا دشمن قوم نے ہم سے کچھ پایا ہم نے کارنامے سرانجام دیے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں جو طے شدہ ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔"

و دارت رحانا و استدارت رحاھم　　　و قد جعلوا کل من الشرّ یشبع

ترجمہ: "ہماری چکی بھی چلی اور ان کی چکی بھی خوب چلی۔ حالانکہ ہم میں سے ہر ایک نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔"

و نحن اناس لا نری القتل سبة　　　علی کل من یحمی الذّمار و یمنع

ترجمہ: "ہم لوگ اس شخص کے قتل کو باعثِ ندامت نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حفاظت اور دفاع کرے۔"

جلادٌ علی ریب الحوادث لا نری　　　علی ھالكٍ عینا لنا الدھر تدمع

ترجمہ: "ہم زمانے کے حوادثات پر اس قدر سخت ہیں کہ ہم ایک بھی ایسی آنکھ نہیں دیکھتے جو ہلاک ہونے والے شخص پر آنسو بہائے۔"

بنو الحرب لا نعیا بشیءٍ نقوله　　　ولا نحن مما جرت الحرب نجزع

ترجمہ: "ہم جنگ کے ماہر ہیں جو ہم بات کر لیتے ہیں اسے پورا کرنے سے نہیں تھکتے نہ ہی ان مصیبتوں پر روتے ہیں جنہیں جنگ لے کر آتی ہے۔"

و کنا شھابا یتقی الناس شرّہ　　　و یفرج عنه من یلیه و یسفع

ترجمہ: "ہم آگ کا ایسا شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے ہیں۔ جو اس کے قریب جاتا ہے وہ اتنی دیر میں جل جاتا ہے کہ وہ اس سے دور ہو۔"

فخرت علی ابن الزبعری و قد سری　　　　لکم طلب من اخر اللیل متبع

ترجمہ: ''اے زبعری کے بیٹے! تو نے مجھ پر فخر کیا حالانکہ ہم نے آخری شب تک تمہاری ایسی جستجو کی جس نے ہمیں تھکا دیا تھا۔''

فسل عنك فی علیا معدٍّ وغیرھا　　　　من الناس من اخزی مقامًا واشنع

ترجمہ: ''تم معد کی رفعتوں اور دیگر مقامات پر جا کر لوگوں سے پوچھو تو سہی کہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ذلیل ورسوا کون ہوا؟''

و من ھو لم تترك له الحرب مفخرا　　　　و من خده یوم الکریھة اضرع

ترجمہ: ''وہ کون ہے جس کے لیے جنگ نے ایسی چیز نہ چھوڑی جو قابل فخر ہو وہ کون ہے جنگ کے روز جس کے رخساروں کو خوب پیٹا گیا۔''

شددنا بحول الله والنصر شدة　　　　علیکم و اطراف الاسنة شرع

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت سے ہم نے تم پر اس قدرت شدت سے حملہ کیا کہ نیزوں کی دھاروں کا میلان تمہاری طرف ہو گیا۔''

نکرّ القنا فیکم کان فروعھا　　　　غزالی مزاد ماءُ ھا یتھزع

ترجمہ: ''ہم تم پر نیزوں کے ساتھ یوں بار بار حملہ آور ہو رہے تھے گویا کہ وہ وسیع زخم مشکیزوں کے منہ تھے جن سے پانی بہہ رہا ہو۔''

عمدنا الی اھل اللواء و من یطر　　　　بذ کر اللواء فھو فی الجذم اسرع

ترجمہ: ''ہم نے جھنڈے والوں اوران لوگوں کا قصد کیا جو جھنڈے کا ذکر کر کے اترا رہے تھے۔ وہ جھنڈا ان سے زیادہ ہماری تعریفیں کرنے لگا۔''

فخانو و قد اعطوا یدا و تخاذلوا　　　　ابی الله الا امرہ وھو اصنع

ترجمہ: ''انہوں نے خیانت کی رسوا اور ذلیل ہو کر جھنڈا ہمارے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کے علاوہ ہر چیز کا انکار کر دیا وہ سب سے زیادہ امور مکمل کرنے والا ہے۔''

انہوں نے فرمایا:

ابلغ قریشا و خیر القول اصدقه　　　　والصدق عند ذوی الالباب مقبول

ترجمہ: "قریش کو بتادو کہ بات وہی بہترین ہوتی ہے جو زیادہ سچی ہوتی ہے۔ اہلِ دانش کے نزدیک سچ ہی کو قبول کیا جاتا ہے۔"

ان قد قتلنا بقتلانا سراتکم　　　اهل اللواء ففيما يكثر القيل؟

ترجمہ: "ہم نے اپنے مقتولوں کے عوض تمہارے سردار علمبرداروں کو قتل کیا لہٰذا کس بات کا تذکرہ زیادہ ہوتا ہے۔"

و یوم بدرٍ لقينا کم لنا مددٌ　　　فيه مع النصر ميكالٌ و جبريل

ترجمہ: "غزوہ بدر کے روز ہم تمہارے ساتھ اس حال میں نبرد آزما ہوئے کہ ہمیں ایسی نصرت مل رہی تھی جس میں حضرات میکائیل اور جبرائیل شامل تھے۔"

ان تقتلونا فدين الحق فطرتنا　　　والقتل فی الحق عند الله تفضيل

ترجمہ: "اگر تم ہمیں شہید کر دو گے تو پھر دین حق ہماری فطرت میں شامل ہے حق کے رستہ میں شہید ہونا رب تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت رکھتا ہے۔"

و ان تروا امرنا فی رایکم سفها　　　فرای من خالف الاسلام تضليل

ترجمہ: "اگر اپنی رائے کے مقابلہ میں ہماری رائے کو حماقت سمجھتے ہو تو سمجھ لو کہ اسلام کے دشمن کی رائے سراپا گمراہی ہوتی ہے۔"

فلا تمنّوا لقاح الحرب و اقتعدوا　　　ان اخا الحرب اصدى اللون مشغول

ترجمہ: "جنگ کے ساتھ ملاقات کرنے کی آرزو نہ کرو۔ بلکہ بیٹھ جاؤ کیونکہ جنگ کرنے والے شخص کا رنگ سرخی اور سیاہی کے مابین ہوتا ہے۔ وہ مشغول ہوتا ہے۔"

ان لکم عندنا ضربًا یُراحُ بکم　　　عرج الضبّاع له خذمٌ رعابيل

ترجمہ: "ہمارے پاس تمہارے لیے شمشیروں کی ایسی ضرب کاری ہے جس کی وجہ سے لنگڑے بجو بھی مسرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ انہیں گوشت کے ٹکڑے نصیب ہوتے ہیں۔"

انا بنو الحرب نمريها و ننتجها　　　و عندنا لذی الاضغان تنكيل

ترجمہ: "بلاشبہ ہم ماہرین جنگ ہیں۔ ہم اس کا دودھ نکالتے ہیں۔ اس سے بچے پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ان لوگوں کے لیے سخت ناک سزا ہے جو کینہ رکھتے ہیں۔"

ان ینج ابن حرب بعد ما بلغت　　　منه التراقی و امر الله مفعول

ترجمہ: ''اگر ابوسفیان نجات پا جائے جبکہ جنگ سینے کی ہڈیوں تک پہنچ چکی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔''

فقد افادت له حلما و موعظة　　　لمن یکون له لب و معقول

ترجمہ: ''یہ جنگ حلم و بردباری کا فائدہ دے گی۔ صاحبان دانش اور اہلِ عقل کے لیے اس میں درسِ عبرت اور پند ہے۔''

ولو هبطتم ببطن السیل کافحکم　　　ضرب بشاکلة البطحاء ترعیل

ترجمہ: ''اگر تم بطن سیل میں فروکش ہوتے تو تمہیں بطحاء کے کونے میں سخت تلوارزنی کا سامنا کرنا پڑتا۔''

تلقاکم عصب حول النبی لهم　　　مما یعدون للهیجا سرابیل

ترجمہ: ''آپ کے اردگرد تمہیں ایسی جماعتیں ملتیں جنہوں نے ایسی زرہیں پہن رکھی ہوتیں۔ جن کو جنگ کے لیے تیار کیا ہوتا۔''

من جذم غسان مسترخ حمائلهم　　　لاجنباءٌ و لامیل معازیل

ترجمہ: ''ان گروہوں کا تعلق قبیلہ غسان سے ہے۔ ان کی تلواریں طویل ہیں وہ بزدل نہیں نہ ہی ایسے نہتے ہیں جن کے پاس ڈھالیں ہوں نیزے نہ ہوں۔''

یمشون نحو عمایات القتال کما　　　تمشی المصاعبة الاذم المراسیل

ترجمہ: ''یہ گروہ جنگ کی ظلمتوں میں یوں چلتے ہیں جیسے گندم گوں اونٹ قطار اندر قطار ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں۔''

او مثل مشی اسود الطل الثقها　　　یوم رذاذٍ من الجوزاء مشمول

ترجمہ: ''یا ہلکی پھلکی بارش کے نیچے ایسے شیروں کی چال ہو جن کو شمال کی ہوا نے جوزا ستارے سے ہونے والی بارش نے تر کر دیا ہو۔''

فی کل سابغة کالنهی محکمة　　　قیامها فلج کا السیف بهلول

ترجمہ: ''یہ مبارک گروہ انتہائی مضبوط زرہ میں ملبوس ہیں۔ وہ اس تالاب کی طرح ہیں جو تلوار کی طرح تاباں دریا فلج کے قریب ہو۔''

تردّ حدّ قران السنبل خامسة　　　　و یرجع السیف منها وھو مفلول

ترجمہ: "یہ زرہیں موٹی ہیں جو تیروں کی دھاروں کو واپس کر دیتی ہیں ان کے پاس تلواریں آتی ہیں تو ان پر دندانے پڑ چکے ہوتے ہیں۔"

ولو قذفتم بسلع عن ظھور کم　　　　وللحاة و دفع الموت تاجیل

ترجمہ: "اگر تم انہیں اپنی کمروں سے اٹھا کر سلع کے پہاڑ پر پھینک آتے۔حالانکہ موت وحیات کے مقابلہ کے لیے ایک مدت متعین ہے۔"

ما زال فی القوم وتر منکم ابدًا　　　　تعفو السلام علیه وھو مطلولٌ

ترجمہ: "تو ہماری قوم کا وہ شخص بھی جن سے تم انتقام لینا چاہتے پتھروں سے محفوظ ہوتا اور خون رواں ہوئے بغیر ہی محفوظ رہتا۔"

عبد و حر کریم موبق قنصا　　　　شطر المدینة ماسور و مقتول

ترجمہ: "مدینہ طیبہ کا جو دشمن بھی رخ کرے گا اسے یا تو قید کر لیا جائے گا یا موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا خواہ غلام ہو یا معزز آزاد ہو۔"

کنّا نومّل اخرا کم فاعجلکم　　　　منا فوارس لا عزل ولا میل

ترجمہ: "ہم تمہاری آخری صفوں کو امید دلاتے تھے۔ہمارے وہ شہ سوار جو ڈھال اور ہتھیاروں سے لیس تھے تمہیں پکڑ لیتے تھے۔"

اذا جنی فیھم الجانی فقد علموا　　　　حقًّا بانّ الّذی قد جرَّ محمول

ترجمہ: "ان سواروں میں سے جو بھی کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے علم یقینی ہوتا ہے کہ مجرم کو ضرور سزا ملے گی۔"

ما نحن لا یجن من اثم مجاھرۃ　　　　ولا ملومٌ ولا فی العزم محزولٌ

ترجمہ: "ہم نہ تو سر عام گناہ کرتے ہیں نہ ہمیں ملامت کی جاتی ہے اور نہ ہی ہم سے یوں تاوان لیا جاتا ہے کہ ہمیں چھوڑ دیا گیا ہو۔"

حضرت حسان بن ثابت نے ابن زبعری کا جواب دیتے ہوئے کہا:

ذھبت بابن الربعری و قعة　　　　کان منا الوقل. فیھا لو عدل

ترجمہ: "اے زبعری کے بیٹے وہ جنگ گزر چکی ہے اگر اس کی سمت بدلتی تو نصرت اور فتح کا جھنڈا ہمارے

نصیب میں ہوتا۔"

و لقد نلتم و نلنا منکم   و کذالك الحرب احیانا دول

ترجمہ: "لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا حصہ لے لیا ہے اور جنگ اسی طرح ڈول کی مانند بدل بدل کر آتی ہے۔"

نضع الاسیاف فی اکتافکم   حیث نهوی عللًا بعد نهل

ترجمہ: "ہم تمہارے شانوں کو یوں کاٹ رہے تھے کہ ہم ایک دفعہ خون سے پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ سیراب ہو رہے تھے۔"

نخرج الاصبح من استاهکم   کسلاح النیب یا کلن العصل

ترجمہ: "ہم تمہاری پیٹھوں سے ایسا سیاہی مائل مواد نکال رہے تھے جو ایسے بوڑھی اونٹنیوں کی مینگنیوں کی طرح تھا جو عصل بوٹی کھاتی ہیں۔"

اذ تولّون علی اعقابکم   هرّبًا فی الشعب اشباه الرسَل

ترجمہ: "اس وقت تم چرنے کی غرض سے منتشر بکریوں کی طرح روگرداں ہو کر گھاٹی کی طرف دوڑے جارہے تھے۔"

اذ شددنا شدة صادقة   فاجأناکم الی سفح الجبل

ترجمہ: "ہم نے ایک شدید اور سخت حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کی طرف پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔"

بخناطیل کامذاق الملا   من یلاقوه من الناس یهل

ترجمہ: "یہ حملہ کشادہ سرزمین میں منتشر مختلف درختوں کی مانند مختلف گروہوں کے ساتھ تھا وہ جن کے ساتھ معرکہ آزما ہوتے وہ لرز جاتے تھے۔"

ضاق عنا الشعب اذ نفرعه   و ملانا الفرط منه والرجل

ترجمہ: "یہ گھاٹی اس وقت ہم پر تنگ ہو گئی تھی جب ہم اسے طے کر رہے تھے۔ ہم نے اس کے نشیب و فراز کو بھر دیا تھا۔"

برجال لستم امثالهم   ایدوا جبریل نصرًا فنزل

ترجمہ: "ہم ایسے مردوں کے ہمراہ تھے جن کی مثل تم نہیں ہو سکتے حضرت جبرائیل کے ساتھ ان کی تائید کی گئی تھی وہ ان میں اترے تھے۔"

و علونا یوم بدر بالتقی　　طاعة الله و تصدیق الرسل

ترجمہ: ”غزوۂ بدر میں ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی تصدیق کر کے تقویٰ کی وجہ سے تم پر غالب آگئے تھے۔“

و قتلنا کل راسٍ منهم　　و قتلنا کل جحجاجٍ رفل

ترجمہ: ”ہم نے ان کے ہر رئیس کو قتل کر ڈالا اور اس سردار کو بھی قتل کر ڈالا جو لمبا تہبند باندھے ہوا تھا۔“

و ترکنا فی قریش عورة　　یوم بدرٍ و احادیث المثل

ترجمہ: ”ہم نے اس روز قریش کے اندر شرمندگی اور ایسی باتیں چھوڑیں جو ضرب المثل بن گئی تھیں۔“

و رسول الله حقا شاهدٌ　　یوم بدرٍ والتنابیل الهبل

ترجمہ: ”حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جنگ کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ گراں اور کمینے لوگ۔“

فی قریش من جموعٍ جمّعوا　　مثل ما یجمع فی الخصب العَمَل

ترجمہ: ”قریش کے مابین ایسے لوگوں میں تھے۔ جیسے شاداب چراگاہ میں اونٹوں کو جمع کیا جاتا ہے۔“

نحن لا امثالکم ولداستها　　نحضُر الناس اذا الباسُ نزل

ترجمہ: ”ہم تمہاری طرح ایسی اولاد نہیں جو پیٹھوں سے پیدا ہو۔ ہم تو جنگ میں اس وقت بھی موجود رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں گھیر لیتی ہیں۔“

حضرت حمزہ اور دیگر شہداء احد کا مرثیہ لکھتے ہوئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

یامیُّ قومی فانْدُبی بسحیرة شجو النوائح

ترجمہ: ”اے میری والدہ! اٹھو اور سحیرہ کے مقام پر نوحہ کرنے والی عورتوں کے ہمراہ غم اور کرب کے ساتھ نوحہ کرو۔“

کالحاملات الوقر بالثقل الملحاتِ الدوالح

ترجمہ: ”ان خواتین کی طرح نوحہ کرو جو گرانی اور بوجھ کو استقلال کے ساتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔“

المعولات الخامشات وجوه حرّاتٍ صحائح

ترجمہ: ”وہ عفت مآب خواتین اپنے آزاد اور شریف چہروں کو نوچ کر بلند آواز سے نوحہ کناں ہیں۔“

و کان سیل دموعها الانصاب تخضب بالذبائح

ترجمہ: ”ان کے آنسوؤں کا سیلاب انصاب کے پتھروں کی طرح ہے جسے ذبح شدہ جانوروں کے لہو سے رنگا

جاتا ہے۔"

ینقضن اشعارًا لھن ھناك بادیة المسایح

ترجمہ: "وہ عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور ان کے بال نظر آ رہے ہیں۔"

و کانّھا اذناب فیل بالضحی شمس روامح

ترجمہ: "ان کے اجالے میں وہ زلفیں ان گھوڑوں کی دموں کی طرح ہیں جو چاروں پاؤں سے بدک رہے ہوں۔"

من بین مشذور و مجزورٍ یذعذع بالبوارح

ترجمہ: "بعض زلفیں بٹی ہوئیں ہیں۔ بعض کٹی ہوئیں ہیں وہ ہوا کے شدید جھونکوں میں بکھر رہی ہیں۔"

یبکین شجو مسلبات کدّحتھنّ الکوادِح

ترجمہ: "وہ ماتمی لباس میں ملبوس ہیں وہ غم سے گریہ بار ہیں زمانہ کے حوادثات نے انہیں غمزدہ کر دیا ہے۔"

و لقد اصاب قلوبھا مجلٌ له جلبٌ قوارح

ترجمہ: "ان کے دلوں پر ایسے زخم کاری ہیں جن کے چھلکے بہت اذیت ناک ہیں۔"

اذ اقصد الحدثان من کنا نرجّی اذ نشایح

ترجمہ: "یہ زخم کاری اس وقت آئے جب حوادثات ان لوگوں پر آئے جن سے ہم خوف کے وقت امید رکھتے تھے۔"

اصحاب احدٍ غالھم دھر الم له بوارح

ترجمہ: "یعنی اصحاب احد دہر نے انہیں اس وقت ہلاک کیا (وہ شہید ہوئے) جب وہ اپنے سخت پنجوں کے ساتھ ان پر اترے۔"

من کان فارسنا و حامینا اذا بعث المسالح

ترجمہ: "ان میں ایسا پاکباز شخص بھی تھا جو ایسے نازک وقت میں ہمارا محافظ تھا جب ہراول دستوں کو مہمات پر بھیجا جاتا تھا۔"

یا حمزلا واللہ لا انساك ما صر اللقائح

ترجمہ: "(اے شیر خدا) حمزہ رضی اللہ عنہ! میں تم کو اس وقت تک فراموش نہیں کر سکتا جب تک دودھ دینے والی اونٹنیوں کے تھنوں کو باندھا جاتا رہے گا۔"

لمناح ایتام و اضیاف و ارملة تلامح

ترجمہ: ''یتامیٰ، مہمانوں اور نیچی نگاہوں سے دیکھنے والی بیوہ خواتین کی جگہ بنے۔''

و لما ینوب الدھر فی حرب لحرب وھی لاقح

ترجمہ: ''یہ اونٹنیاں اس مصیبت کے لیے ہیں جو زمانہ جنگ میں جنگ کے لیے لاتا ہے جب کہ جنگ کے شرارے اڑ رہے ہوں۔''

یا فارسا یا مدرھًا یا حمزَ قد کنت المصامح

ترجمہ: ''اے شہ سوار! اے اپنی زبان اور ہاتھ سے قوم کا دفاع کرنے والے اے حضرت حمزہ! آپ ہی تو دفاع کرنے والے تھے۔''

عنا شدیداتِ الامور اذا ینوب لھن فادح

ترجمہ: ''جب سخت سے سخت مصیبت میں جو بار گراں ڈالنے والی مصیبت ہوتی۔''

ذکرتنی اسد الرسول و ذاب مدرھنا المناضح

ترجمہ: ''تو نے تو مجھے اسد رسول اللہ ﷺ یاد تازہ کر دی جو ہر وقت دفاع کرنے والے تھے۔''

عنا و کان یعدُّ اذ عد الشریفون الحجاجح

ترجمہ: ''ہمارا اور ان کا اس وقت شمار کیا جاتا جب شریف اور معزز سرداروں کو یاد کیا جاتا۔''

یعلو القماقم جھرۃً سبط الیدین اغرَّ واضح

ترجمہ: ''حضرت حمزہ واضح طور پر بڑے بڑے سرداروں پر غالب آجاتے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرنے والے کشادہ جبین اور روشن چہرے والے تھے۔''

لا طائشٌ رعشٌ ولا ذو علّۃ بالحمل آنح

ترجمہ: ''وہ نہ اوچھے تھے نہ سرعت پسند تھے نہ یہ ایسی مرض میں مبتلا تھے کہ بوجھ اٹھاتے وقت سینے سے اونٹ کی آواز کی طرح کی آواز نکلنے لگتی ہو۔''

بحر فلیس یغب جارًا منہ سیب او منادح

ترجمہ: ''وہ تو سخاوت کا ایسا بحر بے کراں تھے کہ ان کی ان بخششوں میں ناغہ نہیں ہوتا تھا جو آپ کی جانب سے آپ کے پڑوسیوں کو ملتی تھیں۔''

او دی الشباب اولو الحفائظِ والثقیلون المراجح

ترجمہ: ''غیرت وحمیت اور غضب کی جوانی والے شہید ہو گئے بھاری بھرکم اور دوسروں سے بڑھ کر حلیم شہید ہو گئے۔''

المطعمون اذا المشاتی ما یصتّعقھن ناصح

ترجمہ: ''ایسے وقت میں لوگوں کو کھلانے والے شہید ہو گئے جب بھوکا آدمی دن میں ایک ہی دفعہ بکریوں کا دودھ نکالے۔''

لحم الجلاد و فوقه من شحمه شرائح

ترجمہ: ''وہ قوی اونٹوں کا گوشت کھلاتے تھے۔ ان گوشت کے اوپر کوہان کی چربی کے لیے لمبے ٹکڑے واضح نظر آتے تھے۔''

لیدافعوا عن جارھم مارام ذوالضغن المکاشح

ترجمہ: ''تاکہ وہ اپنے پڑوسیوں کا دفاع کر سکیں جن کا ارادہ ایسے لوگ کرتے ہیں جو ٹیڑھی نگاہ سے کرتے ہیں وہ کینہ پرور ہوتے ہیں۔''

لھفی لشبّان رزئناھم کانھم المصابح

ترجمہ: ''ہمیں ان جوانوں پر افسوس ہے جو ہم سے جدا ہوئے وہ ہمارے لیے چراغوں کی طرح تھے۔''

شم بطارقة خضارمة مسامح

ترجمہ: ''وہ باعزت تھے، سردار تھے، سخی تھے، رئیس بھی تھے اور فیاض بھی تھے۔''

المشترون الحمد بالاموال ان الحمد رابح

ترجمہ: ''وہ اپنے اموال عنایت کر کے تعریف خریدتے تھے بلاشبہ تعریف کا سودا بڑا فائدہ مند ہے۔''

والجامزون بلجبھم یومًا اذا ما صاح صائح

ترجمہ: ''جب کوئی پکارنے والا مدد کو پکارتا تو وہ اس روز گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر میدانِ جنگ میں جانے والے تھے۔''

من کان یرمی بالنواقر من زمان غیر صالح

ترجمہ: ''غیر موزوں زمانہ کی طرف سے جس کو حوادث کے تیر مارے گئے۔''

ما ان تزال رکابه یرسمن فی غبر صحاصح

ترجمہ: ''ان کے اونٹ لگاتار تیزی کے ساتھ ایسے میدان میں چلتے رہے جو غبار آلود تھا۔''

راحت تباری وھو فی رکب صدورھم رواشح

ترجمہ: "وہ شخص ایسے اونٹوں کے درمیان ہوتا جن کے مقابلے اس حال میں ہوتے کہ ان سے سینہ رواں دواں ہوتا۔"

حتی تودب لہ المعالی لیس من فوز السفائح

ترجمہ: "حتیٰ کہ آپ کے حصے میں ایسی رفعتیں تھیں جن کا نسب جوئے کے منحوس تیروں کی کامیابی نہیں ہوتی تھی۔"

یا حمز قد او حدتنی شذبہ الکواضح

ترجمہ: "اے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ نے مجھے اس لکڑی کی طرح تنہا چھوڑ دیا ہے جسے کاٹنے والوں نے اسے شاخ سے الگ کر دیا ہو۔"

اشکو الیك و فوقك التراب المکوّرُ والصفائح

ترجمہ: "میں آپ کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہوں حالانکہ آپ کے اوپر تہ در تہ مٹی اور بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں۔"

من جندل نلقیہ فوقك اذا جاد الضرح ضارح

ترجمہ: "وہ پتھر جنہیں ہم نے آپ پر اس وقت رکھا تھا جب کھودنے والے نے عمدہ قبر کھودی تھی۔"

فی واسع یحشونہ بالترب سوّتہ المماسح

ترجمہ: "آپ اس قبر انور میں جلوہ نما ہو گئے جس کے اوپر لوگ مٹی ڈال رہے تھے اور اسے کسیوں سے برابر کر دیا گیا تھا۔"

فعزاونا انّا نقول و قولنا برح بوارِحُ

ترجمہ: "ہماری تعزیت کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ہمارا یہ قول دلوں کو اذیت دینے والا ہے۔"

من کان امسی وھو عمّا اوقع الحدثان جانح

ترجمہ: "کہ جو شخص ایسے واقعات سے اعراض کر کے چلا گیا تھا جو حادثات نے رونما کیے تھے۔"

فلیاتنا فلتبك عیناہ لھلکانا النوافح

ترجمہ: "وہ خود ہمارے پاس آ جائے۔ اس کی آنکھیں ہمارے ایسے شہداء پر روئیں جو ہمارا دفاع کرنے والے تھے۔"

القائلین الفاعلین ذوی السمادۃ والممادِج

ترجمہ: "وہ ایسے تھے کہ جو کہتے تھے اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ وہ سخاوت کے دھنی تھے ہر قسم کی عمدہ صفات کے مالک تھے۔"

من لا یزال ندی یدیہ لہ طوالع الدھر مائح

ترجمہ: "ان کے ہاتھوں کی فیاضی مدت مدید تک محتاجوں کے دامن بھرتی رہی ہوگی۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار لکھے:

سائل قریشا غداۃ السفح من احد　　ماذا لقینا وما لاقوا من الھرب

ترجمہ: "ذرا قریش سے پوچھو کہ دامن احد میں ہم نے کس چیز کا سامنا کیا اور بھاگنے کی وجہ سے انہیں کس چیز کا سامنا کرنا پڑا۔"

کنا الاسود و کانوا النمر اذ زحفوا　　ما ان نراقب من ال ولا نسبٍ

ترجمہ: "ہم اس وقت شیروں کی طرح اور قریش چیتوں کی طرح تھے جب قریش ہماری طرف آئے ہوئے عہد اور نسب کی پاسداری نہیں کر رہے تھے۔"

فکم ترکنا بھا من سیدٍ بطل　　حامی الذمار کریم الجد والحسب

ترجمہ: "ہم نے وہاں کتنے ہی بہادر سرداروں کو تہ تیغ کیا جو حقوق کے محافظ اور کریم آباء اور عمدہ حسب والے تھے۔"

فینا الرسول شھاب ثم یتبعہٗ　　نورٌ مضیٌٔ لہ فضل علی الشھب

ترجمہ: "ہم میں ایسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں جو شہاب کی مانند تاباں ہیں۔ اس شہاب کے پیچھے اس کو منور کرنے والا نور ہوتا تھا اس شہاب کو دوسرے شہابوں پر فضیلت حاصل تھی۔"

الحق منطقہ والعدل سیرتہ　　فمن یُجِبْہُ الیہ ینج من تبب

ترجمہ: "حق آپ کی گفتگو ہے۔ عدل آپ کی سیرت ہے۔ جو بھی آپ کی دعوت کو قبول کرے گا وہ خسارے اور ہلاکت سے نجات پائے گا۔"

نجدُ المقدم ماضی الھم معتزم　　حین القلوب ملی رجفٍ من الرعب

ترجمہ: "آپ اس وقت بھی پیش قدمی کے راہ نما، عزم مصمم والے اور باہمت ہوتے ہیں۔ جب لوگوں کے دل خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔"

نمضی و یذمرنا عن غیر معصیۃٍ　　کانہ البدر لم یطبع علی الکذب

ترجمہ: "آپ خود بھی آگے تشریف لے جاتے ہیں اور ہمیں بھی گناہ سے دور کر کے پیش قدمی پر ابھارتے ہیں آپ ماہِ تمام ہیں جھوٹ آپ کی فطرت میں شامل نہیں۔"

بدالنا فاتّبعناہ نصدّقہٗ　　و کذبوہ فکنّا اسعد العرب

ترجمہ: "آپ ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کر کے آپ کی اتباع کر لی جبکہ کفار نے آپ کی تکذیب کی ہم عرب میں سے سب سے زیادہ سعادت مند بن گئے۔"

جالوا و جلنا فما فاووا وما رجعوا　　و نحن نثفنھم لم نأل فی الطلب

ترجمہ: "وہ بھی پلٹے۔ہم بھی واپس ہوئے مگر انہیں نہ لوٹنا تھا نہ وہ لوٹے ہم انہیں آگے لے جا رہے تھے ہم نے ان کے تعاقب میں کوتاہی نہ کی۔"

لسنا سواءً وشتی بین امرھما　　حزب الالہ و اھل الشرك والنّصبِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ کی عبادت کرنے والا گروہ اور مشرک اور بت پرست برابر نہیں ہیں ان کے مابین بہت دوری ہے۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا:

بکت عینی و حق لھا بکاھا　　وما یغنی البکاءُ ولا العویل

ترجمہ: "میری آنکھ گریہ بار ہوئی یہ اس بات کی مستحق بھی ہے کہ یہ رو لے لیکن رونا اور ہائے ہلاکت پکارنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔"

علی اسد الالہ غداۃ قالوا　　احمزۃ ذاکم الرجل القتیلُ

ترجمہ: "یہ آنکھ صبح اس شیر خدا پر گریہ بار ہوئی۔جب لوگوں نے پوچھا: "کیا وہ شہید حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔"

اصیب المسلمون بہ جمیعا　　ھناك و قد اصیب بہ الرسول

ترجمہ: "ان کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ان کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت ہوئی۔"

بابی یعلی بك الارکان ھدّت　　و انت الماجد البرّ الوصول

ترجمہ: "اے ابو یعلی (حمزہ)! آپ کے سارے اعضاء کاٹ دیے گئے۔حالانکہ آپ ایک بزرگ، پاکباز اور صلہ رحمی کرنے والے شخص تھے۔"

علیك سلام ربك فی جنان　　مخلطھا نعیمٌ لا یزول

ترجمہ: ''جنت میں آپ پر آپ کے رب کی طرف سے سلام ہو جس کے ساتھ ایسی نعمتیں متصل ہوں جنہیں زوال نہیں۔''

الا یا هاشم الاخیار صبرًا فکلّ فعالکم حسنٌ جمیل

ترجمہ: ''اے بہترین قبیلہ بنو ہاشم! تم صبر کرو۔ تمہارے سارے افعال حسین وجمیل ہیں۔''

رسول الله مصطبرٌ کریمٌ بامر الله ینطق اذ یقول

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صابر اور کریم ہیں۔ جب آپ فرماتے ہیں تو آپ رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہی بولتے ہیں۔''

الامن مبلغٌ عنّی لویًّا فبعد الیوم دائلة تدول

ترجمہ: ''میری طرف سے قبیلہ بنو لوی کو کون پیغام دے گا کہ اس جنگ کے بعد ایک اور جنگ ہو گی۔''

و قبل الیوم ما عرفوا و ذاقوا وقائعنا بها یشفی الغلیل

ترجمہ: ''اس سے پہلے کی جنگ میں بھی کفار نے ہمیں خوب جان لیا تھا اور موت کا ذائقہ چکھا تھا اس جنگ میں ہمارے کارنامے پیاسے کو سیراب کرتے ہیں۔''

نسیتم ضربنا بقلیب بدرٍ غداة اتاکم الموت العجیل

ترجمہ: ''کیا تم بدر کے کنویں کے پاس ہماری تلوار زنی فراموش کر چکے ہو جس روز بڑی سرعت کے ساتھ موت تمہارے پاس آ رہی تھی۔''

غداة ثوی ابوجهل صریعاً علیه الطیر حائمةٌ تجول

ترجمہ: ''جس روز ابو جہل پچھاڑا ہوا نیچے گر پڑا تھا۔ اور اس پر پرندے چکر لگاتے ہوئے آ رہے تھے۔''

و عتبة و ابنهٗ خرّا جمیعًا و شیبة عضه السیف الصقیل

ترجمہ: ''عتبہ اور اس کا فرزند نیچے گر پڑے اور شیبہ کو صیقل زدہ تلوار نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔''

و مترکنا امیة مجلعبا و فی حیزومه لدن نبیل

ترجمہ: ''ہم نے امیہ کو بھی زمین پر لٹا دیا تھا جبکہ اس کے سینے کے نچلے حصہ میں ایک بڑا نیزہ گھونپا گیا تھا۔''

و هام بنی ربیعة سائلوها ففی اسیافنا منها فلول

ترجمہ: ''تم بنو ربیعہ کی کھوپڑیوں سے پوچھو ان کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے تھے۔''

الا یاھند لا تبدی شماتًا   بحمزۃ ان عزکم ذلیل

ترجمہ: "اے ہند! خوب گریہ کرلے اور گریہ سے نہ اکتا تو ہی بڑے بڑے آنسو بہانے والی اور عزیز کو گم کرنے والی ہے۔"

الا یا ھند فابکی لات تملّی   فانت الوالہ العبری الھبول

ترجمہ: "اے ہند! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر مسرت کا اظہار نہ کر کیونکہ تمہاری عزت خاک میں مل چکی ہے۔"

حضرت حسان نے ان کا مرثیہ لکھتے ہوئے لکھا:

اتعرف الدار عفا رسمھا   بعدك صوب المسبل الھاطل

ترجمہ: "کیا تو اس گھر کی پہچان رکھتا ہے۔ تیرے بعد موسلا دھار بارش نے جس کے نشانات تک مٹا دیے تھے۔"

بین السرادیح فادمانۃ   فمدفع الروحاء فی حائل

ترجمہ: "وہ گھر ادمانہ اور حائل کے درمیان اس جگہ واقع تھا جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔"

ساءلتھا عن ذاك فاستعجمت   لم تدر مامر جوعۃ السائل

ترجمہ: "جب میں نے اس گھر سے اس کی بربادی کا سوال کیا تو وہ گونگا بن گیا اس کو علم نہ تھا وہ سائل کا کیا جواب دے۔"

دع عنك دارًا قد عفارسمھا   و ابك علی حمزۃ ذی النآئل

ترجمہ: "ارے! تو اس گھر کا تذکرہ ترک کر جس کے نشانات تک مٹ گئے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر گریہ کر جو عنایات بخشنے والے تھے۔"

المالیء الشیزی اذا اعصفت   غبراءُ فی ذی الشبم الماحل

ترجمہ: "وہ اس وقت بھی محتاجوں کی زنبیل بھرنے والے تھے جب ٹھنڈے پانی والے سخت سرما کے موسم میں ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتی ہیں۔"

والتارك القرن لدی لبدۃ   یعثر فی ذی الخرص الذابل

ترجمہ: "وہ اپنے مدمقابل کو تہ درتہ غبار میں چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ غبار پتلے نوک دار نیزوں کے مابین اڑتا ہے۔"

و اللابس الخیل اذا اجحمت   کاللیثِ فی غابتہِ الباسل

ترجمہ: "وہ گھڑ سوار کو اس وقت اس شیر کی طرح خوفزدہ کر دیتا تھا جو اپنی خوفناک کچھار میں ہو جب سوار پیچھے ہٹتا تھا۔"

ابیض فی الذروۃِ من ھاشمٍ   لم یمردون الحق بالباطل

ترجمہ: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کے وہ بلند منصب انسان تھے جو حق کو ترک کر کے باطل کے لیے کبھی نہ لڑے تھے۔"

مال شهيداً بين اسيافكم شلّت يدا و حشِيّ من قاتلٍ

ترجمہ: "تمہاری تلواروں کے سامنے وہ شہید ہو کر گر پڑے۔ ان کے قاتل کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں وہ قاتل وحشی تھا۔"

اى امرِيٍ غادَرَ فى الّةٍ مطرورَةٍ مارنةِ العامِلِ

ترجمہ: "اس نے کیسے عمدہ شخص کو اپنے باریک تیز نوک والے نیزے کا نشانہ بنایا۔"

اظلمت الارض لفقدانِهِ واسوَدَّ نورُ القمَرِ الناصِلِ

ترجمہ: "حضرت حمزہ کے چلے جانے سے ساری زمین تاریک ہو گئی۔ اور طلوع ہونے والے چاند کے نور پر سیاہی چھا گئی۔"

صلّى عليه الله فى جَنّةٍ عاليةٍ مكرَمةِ الدّاخِلِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ ان پر بلند و بالا جنت میں رحمتیں نازل کرے جہاں داخل ہونے والے کو عزت و احترام سے نوازا جاتا ہے۔"

كنّا نرى حمزة حرزًا لَنَا من كل امرٍ نابنا نازل

ترجمہ: "ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہر اس مصیبت میں اپنی پناہ گاہ سمجھتے تھے۔ جو ہم پر نازل ہوتی تھی۔"

و كان فى الاسلامِ ذاتدرا يكفيك فقدُ القاعد الخاذل

ترجمہ: "وہ اسلام میں بہت بڑے دفاع کرنے والے تھے۔ ان کا دفاع پیچھے چھوڑنے والے اور متروک کرنے والے کی کمی کو پورا کر دیتا۔"

لا تفرحي يا هند و استحلبى دمعًا و اذرى عبرَة الثاكل

ترجمہ: "اے ہند! تو خوشی کے شادیانے نہ بجا بلکہ خوب آنسو گرا اور اس عورت کی طرح خوب رو جس کا اکلوتا بچہ مفقود ہو گیا ہو۔"

و ابكى على عتبة اذا قطّه بالسيف تحت الرّهج الجائِلِ

ترجمہ: "اس عتبہ پر رو جس کو حضرت حمزہ نے اس وقت دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا تھا جب کہ غبار اڑ رہا تھا۔"

اذخرَّ فى مشيخة منكم من كل عاتٍ قلبه جاهلٍ

ترجمہ: "جب عتبہ ان لوگوں کے مابین گرا جن میں سے ہر شخص جاہل اور باغی دل والا تھا۔"

ارادھم حمزۃ فی اُسرۃٍ یمشون تحت الحلقِ الفاضل

ترجمہ: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر ہلاکت و بربادی کو مسلط کر دیا ہم لمبی اور طویل زرہوں میں چل رہے تھے۔"

عداۃ جبریل وزیرلہ نعم وزیر الفارس الحامل

ترجمہ: "یہ اس روز ہوا جب حضرت حمزہ کے مددگار حضرت جبرائیل امین تھے۔ اس شہسوار اور حملہ آور ہستی کے وزیر کتنے اچھے تھے۔"

حضرت کعب بن مالک ان کا مرثیہ کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

طرقت ھمومك فالرقاد مسھّد و جزعت ان سلب الشباب الاغیدُ

ودعت فوادكَ یلھوٰی ضمریّۃ فھواكِ غوری و صحبك منجد

فدع التمادی فی الغوایۃ سادرا قد کنت فی طلبِ الفوایۃ تفند

ترجمہ: "رات کے وقت تمہارے غموں نے دستک دی۔ نیند اڑ گئی تم نے شور مچایا کہ اس جوانی کو چھین لیا گیا جو نعمتوں میں پلی تھی۔ تیرے دل کو ضمریہ نے محبت کی دعوت دی۔ تیری محبت پستی میں لے جانے والی ہے۔ جبکہ تمہارا ہوش میں آجانا تجھے رفعتوں تک لے جانے والا ہے۔ اے ضلالت کی وادی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے۔ تو گمراہی کی جستجو میں بے وقوف اور احمق بنایا جا تا رہا ہے۔"

و لقد اتی لك ان تناھی طائعًا او تستفیق اذا نھاك المرشد

ترجمہ: "اب تیرا وقت آگیا ہے کہ تو اطاعت کرتے ہوئے رک جائے تا کہ تو اس وقت ہوش میں آجائے جب تجھے مرشد برحق روکیں۔"

و لقد ھددّت لفقد حمزۃ ھدۃ ظلت نبات الجوف منھا ترعد

ترجمہ: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کی وجہ سے تو اس قدر عمر رسیدہ ہو گیا ہے کہ اس کی وجہ سے دل، جگر اور انتڑیاں لرزنے لگیں ہیں۔"

ولو انہ فجعت حراءُ بمثلہ لرایت راسی صخرھا یتبدد

ترجمہ: "اگر کوہِ حرا کو اس طرح کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تو تو دیکھتا کہ اس کے مضبوط پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو رہے ہوتے۔"

قوم تمکن فی ذؤابة هاشم — حیث النبوة والندی والسودد

ترجمہ: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایسے جرأت مند انسان تھے جو بنو ہاشم کے عظیم مرتبت انسانوں میں سے تھے اسی جگہ نبوت، سخاوت اور سرداری کی صفات ہیں۔"

والعاقر الکوم الجلاد اذا غدت — ریحٌ یکاد الماءُ فیها یجمد

ترجمہ: "جب ایسی سرد ہوائیں چلتی تھیں جن سے پانی منجمد ہو جاتا تھا تو وہ بڑی کوہان والے اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کی ضیافت کرتے تھے۔"

والتارك القرن الکمی مجدلا — یوم الکریهة والقنا یتقصد

ترجمہ: "وہ جنگ کے دوران بڑے بڑے دشمنوں کو زمین پر پچھاڑ دیتے تھے۔ جبکہ نیزے باہم ٹکرا کر ٹوٹ رہے ہوتے تھے۔"

و تراه یرفل فی الحدید کانه — ذو لبدةٍ شثنُ ابراثن اربد

ترجمہ: "تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ غرق آہن ہو کر یوں چلتے گویا کہ وہ ایسے بھوکے شیر ہیں جس کی گردن پر بال ہوں اور اس کے پنجے مضبوط ہوں۔"

عمّ النبیّ محمدٍ و صفیه — و رد الحمام فطاب ذاك المورد

ترجمہ: "وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور راز داں تھے۔ وہ شہید ہو گئے۔ یہ شہادت ان کے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی۔"

و اتی المنیّةَ معلما فی اسرةٍ — نصروا النبی و منهم المستشهد

ترجمہ: "وہ نشان زدہ ہو کر ایسے گروہ کے پاس آئے جس نے آپ کی نصرت کی تھی۔ ان میں سے بعض شہادت کی تمنا کرتے تھے۔"

ولقد اخال بذاك هندًا بشرت — تمیت داخل غصة لا تبرد

ترجمہ: "میرا خیال ہے کہ ہند کو یہ مژدہ سنا دیا جائے کہ وہ اپنا اندرونی غصہ ٹھنڈا کر دے جو سرد ہونے کا نام نہیں لیتے۔"

مما صبحنا بالعقنقل قومها — یومًا تغیب فیه عنها الا سعد

ترجمہ: "ہم نے اس وقت ریت کے ٹیلے پر ان پر حملہ کر دیا تھا جس وقت ان سے اسعد غائب ہو گیا تھا۔"

حتّی رایت لدی النبی سراتهم — قسمین لقتل من نشاء و نطرد

ترجمہ: "میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس سرداروں کی دو قسمیں تھیں جنہیں ہم چاہتے ہم قتل کر دیتے اور جسے چاہتے قیدی بنا لیتے۔"

و ببئر بدر اذ یرد وجوھھم جبریل تحت لوائنا و محمد

ترجمہ: "بدر کا کنواں جبکہ ہمارے پرچم کے نیچے حضرت جبرائیل اور حضور اکرم ﷺ مشرکین کے چہرے پھیر رہے تھے۔"

فاقام بالعطن المعطن منھم سبعون عتبة منھم والاسود

ترجمہ: "مشرکین کے ستر افراد اس جگہ موت کے گھاٹ اترے جو اونٹوں کے بٹھانے کے لیے بنائی گئی تھی ان مقتولوں میں عتبہ اور اسود بھی شامل تھے۔"

و ابن المغیرۃ قد ضربنا ضربة فوق الورید لھا رشاش مزبدٌ

ترجمہ: مغیرہ کے بیٹے کی شہ رگ کے اوپر ہم نے ایسی ضرب کاری لگائی جس سے جھاگ والا خون نکل رہا تھا۔"

و امیة الجمحی قوم میله عضب بایدی المومنین مھندٌ

ترجمہ: "امیۃ الجمحی کو بھی ان ہندی تلواروں نے کاٹ دیا جن کو اہل ایمان نے اپنے ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔"

فاتاك فلُّ المشرکین کانھم والخیل تثفنھم نعام شرد

ترجمہ: "تمہارے پاس مشرکین پہنچے تو وہ شکست خوردہ تھے۔ گویا کہ وہ بھاگے ہوئے شتر مرغ تھے ہمارے گھوڑے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔"

شتان من ھو فی جھنم ثاویًا ابداً و من ھو فی الجنان مخلّد

ترجمہ: "جو شخص جہنم کا ابدی ایندھن ہو اور جو جنتوں میں ابدی مزے لوٹ رہا ہو ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتی ہیں:

أسائلةٌ اصحاب احدٍ مخافة بنات ابی من اعجم و خبیر

ترجمہ: "کیا میری بہنیں ڈر کی بنا پر احد کے ساتھیوں کے بارے ہر شخص سے پوچھ رہی ہیں۔ خواہ وہ ان سے آگاہ ہو یا بے خبر ہو۔"

فقال خبیر ان حمزۃ قد قوی وزیر رسول اللہ خیر وزیر

ترجمہ: آگاہ شخص نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے بہترین وزیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔"

دعاہ الہ الخلق ذوالعرش دعوۃً الی جنۃٍ یحیابھا و سرور

ترجمہ: "عرش بریں کے مالک نے انہیں جنت کی طرف یوں دعوت دی ہے کہ وہ وہاں مزے اور سرور سے رہیں گے۔"

فذالك ما کنا نرجی و نرتجی لحمزۃ یوم الحشر خیر مصیر

ترجمہ: "اس شہادت کی ہم خود بھی تمنا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کا شوق دلاتے تھے۔ روزِ قیامت حضرت حمزہ کو عمدہ مقام ملے گا۔"

فو اللہ لا انساك ما ھبت الصبا بکاءً و حزنا محضری و مسیری

ترجمہ: "اللہ کی قسم! حمزہ! میں آپ کو اس وقت تک نہ بھولوں گی جب تک صبا چلتی رہے گی۔ میں اپنے سفر اور حضر میں غمزدہ رہوں گی اور روتی رہوں گی۔"

علی اسد اللہ الذی کان مدرھًا یذود عن الاسلامِ کلِّ کفور

ترجمہ: "میں اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر روتی رہوں گی جو دفاع کرنے والا تھا اور اسلام سے ہر کافر کو دور کرنے والا تھا۔"

فیالیت شلوی عند ذاك و اعظمی لدی اضبع تعتادنی و نسور

ترجمہ: "کاش! میرا باقی جسم اور ہڈیاں ان بجوؤں اور گدھوں کے پاس چلے جاتے جو بار بار میرا گوشت کھاتے رہتے۔"

اقول و قد اعلی النعی عشیرتی جزی اللہ خیرًا من اخ و نصیر

ترجمہ: "میں کہتی ہوں حالانکہ میرا خاندان آہ و بکا کی وجہ سے آوازیں بلند کر رہا تھا کہ رب تعالیٰ میرے بھائی اور مددگار کو عمدہ جزائے خیر دے۔"

تنبیہات

1. غزوۂ احد میں کئی معجزات رونما ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا لوٹایا جانا ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی آنکھ کو غزوۂ احد کے روز زخم آیا۔ آنکھ ان کے رخسار پر

بہہ پڑی صحابہ کرام نے اسے کاٹ دینے کا ارادہ کیا۔ آپ سے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' آپ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اپنے دست شفاء بخش سے آنکھ کا ڈھیلا آنکھ کے اندر رکھ دیا۔ انہیں معلوم تک نہ ہوتا تھا کہ کس آنکھ کو چوٹ آئی تھی۔ اس کی کئی اسناد ہیں۔ جن کا تذکرہ معجزات میں آئے گا۔

۲ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی شخص کے بارے بتانا جو شدید قتال کرے گا لیکن وہ اہل نار میں سے ہوگا اس شخص نے خودکشی کر لی تھی۔

۳ شاخ کا تلوار بن جانا۔ عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ آپ نے انہیں کھجور کی شاخ عطا کی۔ جو حضرت عبداللہ کے ہاتھوں میں جا کر تلوار بن گئی۔ حضرت زبیر بن بکار نے الموفقیات میں لکھا ہے کہ یہ تلوار ان کے ہاتھ میں رہی۔ اسے عرجون کہا جاتا ہے۔ یہ نسل در نسل منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ اسے دوسو دیناروں میں فروخت کر دیا گیا۔

۴ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قسم کا پورا ہونا۔

۵ آپ کا یہ بتانا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کے ساتھ ملائکہ نے قتال کیا۔

۶ حضرت ابوذر کی آنکھ کا لوٹا دینا۔ ابویعلی نے عبدالرحمان بن حارث بن عبیدہ سے اور وہ اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر چوٹ لگی۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی حسین ہوگئی۔ لیکن صحیح روایت ہے کہ حضرت ابوذر نے اس غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

۷ رب تعالیٰ نے آپ کو اس گروہ سے بچا لیا جنہوں نے آپ پر تیراندازی کی۔ عبداللہ بن شہاب کو آپ سے پھیر دیا جبکہ وہ آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔

۸ آپ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو قتل کیا تھا۔ ابن سعد نے امام واقدی سے روایت کیا ہے کہ سوید بن صامت نے مجذر کے باپ زیاد کو زمانہ جاہلیت میں قتل کیا تھا۔ مجذر سوید پر غالب آ گیا۔ اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ اسلام سے قبل کا واقعہ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حارث بن سوید نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح مجذر نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ دونوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حارث منافق تھا۔ حارث مجذر کی ٹوہ میں لگا رہا تا کہ اسے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر دے۔ مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکا۔ جب غزوۂ احد رونما ہوا اور مسلمانوں کے لیے یہ آزمائش آئی تو حارث مجذر کے پیچھے سے آیا اور اس کی گردن اڑا دی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمراء الاسد سے واپس آئے تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے آپ سے عرض کی: ''حارث نے مجذر کو دھوکہ سے قتل کر دیا ہے۔'' انہوں نے آپ سے عرض کی کہ

آپ اسے تہ تیغ کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ اس روز سوار ہو کر قباء گئے۔ یہ ایک گرم دن تھا۔ آپ مسجد قباء میں تشریف لے گئے۔ اس میں نماز پڑھی۔ جب انصار نے آپ کے بارے سنا تو سلام عرض کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس لمحہ میں آپ کا آنا عجیب سمجھا۔ حتیٰ کہ حارث بھی آ گیا۔ اس نے زعفرانی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے حضرت عویم بن ساعدۃ کو بلایا۔ فرمایا: "حارث کو مسجد کے دروازے پر لے جاؤ مجذر بن زیاد کے قصاص میں اس کی گردن اڑا دو۔ اس نے اسے دھوکہ سے قتل کیا ہے۔" حارث نے کہا: "بخدا! میں نے اسے قتل کیا ہے لیکن یہ اسلام سے رجوع یا اسلام میں شک کی وجہ سے نہیں تھا لیکن یہ شیطان کی طرف سے حمیت تھی۔ یہ ایسا امر تھا جو میرے نفس کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ میں اپنے عمل سے رب تعالیٰ اور اس رسول محترم ﷺ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میں اس کی دیت نکالتا ہوں اور دو ماہ کے لگاتار روزے رکھتا ہوں۔ میں غلام آزاد کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "عویم! اسے لے جاؤ۔ اس کی گردن اڑا دو۔" انہوں نے اسے لے جا کر اس کی گردن اڑا دی۔ حضرت حسان نے یہ اشعار کہے:

یا حار فی سنۃ فی نوم اوّلکم ... ام کنت ویحك مغترًّا بجبریل

ام کنت بابن ذیاد حین تقتلہ ... بغرۃ فی فضاء الارض مجھول

ترجمہ: "اے حارث! کیا تم اپنی نیند کی ابتدائی اونگھ میں ہو۔ یا تم حضرت جبرائیل کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے تھے۔ یا تم ابن زیاد سے اس وقت آگاہ نہ تھے۔ جب اسے زمین کی فضاء میں دھوکہ سے قتل کیا گیا۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی گردن اڑا دی تھی یا کسی انصاری صحابی نے یہ کام کیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے یہ واقعہ اس کے بھائی جلاس کے ساتھ پیش آیا تھا لیکن مشہور یہی ہے کہ وہ حارث تھا۔

⟨۹⟩ آپ نے حضرت ابوسعید خدری کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے بارے کہا: "تم میں سے جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ ان کی طرف دیکھ لے۔" انہیں شہادت نصیب ہوئی۔

⟨۱۰⟩ عتبہ بن ابی وقاص کے بارے آپ کی بددعا قبول ہوئی۔

⟨۱۱⟩ عتبہ کی اولاد کے منہ کی کیفیت۔

⟨۱۲⟩ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ثابت قدمی کے لیے آپ کی دعا۔

⟨۱۳⟩ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نہ چبا سکی۔ ابن سعد نے عوف بن محمد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ہند غزوۂ احد کے روز آئی۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر قدرت حاصل ہوئی

تو وہ آپ کا کلیجہ نگلے گی۔ لوگ حضرت حمزہ کا کلیجہ لے کر آئے۔ وہ اسے چبانے لگے تاکہ نگل لے مگر وہ نگل نہ سکی۔ اس نے اسے پھینک دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کے کسی حصہ کو چھوئے۔''

⑭ ایک شخص نے کہا: ''مولا! اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق پر ہیں تو اسے دھنسا دے۔'' وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ امام بزار نے اس روایت کو حسن سند کے ساتھ حضرت بریدۃ سے روایت کیا ہے۔

⑮ آپ کی کمان کا چلہ چھوٹا ہو گیا جب اسے کھینچا گیا تو وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس کی کئی گرہیں بھی لگائی گئیں۔

⑯ آپ نے یہ دعا مانگی تھی کہ ابوعزۃ الجمحی آپ سے بچنے نہ پائے۔ امام بیہقی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''ابوعزہ ان افراد میں سے تھا جنہیں غزوۂ بدر کے روز فدیہ کے بغیر رہا کر دیا گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کی بچیوں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ اس سے یہ عہد لیا تھا وہ آپ کے خلاف نہیں لڑے گا۔ اس نے عہد شکنی کی اور غزوۂ احد میں آپ کے خلاف لڑا۔ آپ نے دعا مانگی کہ وہ بچنے نہ پائے۔ مشرکین کا کوئی شخص اس کے علاوہ قیدی نہ بنا۔ اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر احسان کریں۔ مجھے میری بچیوں کے لیے چھوڑ دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں دوبارہ آپ کے ساتھ قتال نہیں کروں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''تو مکہ مکرمہ میں یہ باتیں نہ کرتا پھرے کہ میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے۔'' آپ نے حکم دیا اس کی گردن اڑا دی گئی۔''

⑰ حضرت انس بن نضر اور حضرت سعد بن ربیع کا جنت کی خوشبو سونگھ لینا۔

⑱ ملائکہ کا حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ کو غسل دینا۔

⑲ آپ کے لعاب دہن سے حضرت کلثوم بن حصین کا زخم ٹھیک ہو جانا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے روز ابورہم الغفاری نے حضرت کلثوم بن حصین کے تیر مارا جو اس کے حلق پر لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے وہاں لعاب دہن لگا تو وہ شفاء یاب ہو گئے۔ انہیں منحور کہا جاتا ہے۔

⑳ حضرت عبداللہ بن عمرو کے سر پر ملائکہ کا سایہ کرنا۔

㉑ آپ کا یہ بتا دینا کہ اس کے بعد مشرکین اس طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ابن سعد نے محمد بن عمر سے اور دو اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اب مشرکین ہمیں اس طرح کا نقصان نہیں دے سکیں گے حتیٰ کہ ہم حجر اسود کو چوم لیں گے۔''

◆ غزوۂ احد جمہور علماء کے نزدیک ماہ شوال تین ہجری کو پیش آیا تھا۔ ابن اسحاق اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں

سے روایت کیا ہے کہ آپ جمعۃ المبارک کے روز عازم سفر ہوئے۔ احد کی گھاٹی میں صبح کی۔ ہفتہ کے روز مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ اس وقت نصف شوال گزر چکا تھا۔ "الفتح" میں ہے: شوال کی گیارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ ایک قول نو، ایک آٹھ اور ایک سات راتوں کا بھی ہے۔ امام مالک نے لکھا ہے کہ ابتدائی حصہ میں یہ واقعہ رونما ہوا تھا۔ جس نے کہا ہے کہ یہ غزوہ چار ہجری کو ہوا تھا اس نے شاذ قول کیا۔

۳ اُحد۔ یاقوت نے معجم میں لکھا ہے کہ یہ سرخ پہاڑ ہے۔ اس کی چوٹیاں نہیں ہیں۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین ایک فرسخ سے بھی کم مسافت ہے۔ یہ مدینہ طیبہ کے شمال میں ہے۔

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک سے، ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے جید سند سے حضرت سدید بن عامر الانصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقلابۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب کوہِ احد آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں" آپ نے کئی بار یہ فرمایا۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔" عمر بن شبہ نے انہی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ اگر وہاں سے گزرو تو اس کے درختوں میں سے کھاؤ خواہ اس کی خاردار جھاڑیوں میں سے ہی۔"

عبدالرزاق نے ابولیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوہِ احد جنت کے دہانوں میں سے ایک دہانے پر ہے۔" امام سہیلی نے لکھا ہے۔

"کوہ احد کی علیحدگی اور دیگر پہاڑوں کے انقطاع کی وجہ سے اسی کو اُحد کہا جاتا ہے۔ یا اس لیے کہ اس کے مکینوں سے توحید کی نصرت ملی۔ جو اسم احدیت سے مشتق ہو اس سے عمدہ کوئی نام نہیں۔ رب تعالیٰ نے اس سے بطور مقدمہ اس پہاڑ کا نام احد رکھا۔ تاکہ اس کا اسم اس کے معنی کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ اس کے مکینوں یعنی انصار نے توحید کی اور اس ذاتِ والا کی مدد کی جسے توحید کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ حیاتِ ظاہری میں اور بعد از وصال یہی قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ وتر" طاق" استعمال کرتے تھے کیونکہ اس سے احدیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ اس پہاڑ کا نام آپ کے اغراض اور اسماء میں مقاصد کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ آپ نے بہت سے ناموں کو تبدیل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ احدیت سے مشتق ہے۔ اس کے حروف کی حرکات مرفوع ہیں۔ اس سے اَحد کے دین کی رفعت و بلندی کا شعور ملتا ہے۔ اسم اور مسمّٰی کے اعتبار سے اس کی محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو گئی۔ سارے پہاڑوں کو چھوڑ کر آپ نے اسے مختص فرمایا کہ وہ

جنت میں آپ کے ساتھ ہو۔"

◆ الروض الانف میں ہے:"خواب میں گائے سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو سینہ سپر ہو کر باہر نکلے تھے۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کا خواب دیکھا۔اس کی تاویل یہ تھی کہ بہت سے مسلمان ان کے ارد گرد قتل ہوئے تھے۔" الفتح میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔مصر کے بادشاہ نے خواب میں گائے دیکھی۔حضرت یوسف صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تاویل قحط سالی سے کی۔ابوالاسود نے مغازی میں لکھا ہے:" میں نے گائے کی تعبیر پیٹ چاک سے کی ہے۔"اس سے مراد وہ آزمائش ہے جس سے مسلمانوں نے سامنا کرنا تھا۔یہ تفسیر کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے کہ اسم کو مناسب معنی سے مشتق کیا جائے۔شاید یہ تاویل کی وجوہ میں سے کسی وجہ سے ہو یہ پڑھنے کی غلطی ہے۔لفظ بقر لفظ نقر کی طرح پڑھنا خطاء ہے۔

امام احمد،امام نسائی اور ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔اس میں "رأیت نفراً منحرًا" اس روایت میں ہے کہ زرہ سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔نفر سے مراد جدائی ہے۔یہ بھی اسی احتمال کی تائید کرتا ہے۔

◆ جب گھوڑے نے اپنی دم سے مکھیاں اڑائیں وہ دم تلوار کے کیل کو لگی وہ بے نیام ہوگئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ فال لیتے تھے۔آپ بدفالی کو ناپسند کرتے تھے۔ابوالقاسم النخعی نے لکھا ہے:"عیافہ (بدشگونی) کا تعلق ناپسندیدہ افعال کے ساتھ ہے۔جبکہ فال عمدہ امور میں ہوتی ہے۔کبھی کبھی یہ ناپسندیدہ امور میں بھی ہوتی ہے جبکہ طیرۃ مکروہ اور پسندیدہ دونوں امور میں ہوتی ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے طِیَرہ سے منع فرمایا تھا۔آپ نے فرمایا:"اس کی عمدہ قسم فال ہے۔"یہ اس امر پر دلالت ہے کہ اس کی کئی اقسام ہیں فال ان میں سے بہترین ہے۔الفاظ سے یہی آشکارا ہوتا ہے کہ یہ بھلائی اور شر دونوں میں ہے۔کیونکہ یہ طیر سے مشتق ہے۔اہل عرب کہتے ہیں۔"جری لہ طائر بخیر، جری لہ بشر" قرآن پاک میں ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ (الاسراء:۱۳)

ترجمہ: "اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے۔"

اسی طرح آپ نے فرمایا:"میں سمجھتا ہوں کہ آج تلواریں بے نیام ہوں گی۔"اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فال پکڑنا مکروہ نہیں ہے۔لیکن اس کا علم قطعی نہیں ہوتا۔سوائے اس کے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہو۔"

◆ آپ اس منافق کی زمین سے گزرے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی عوام کی کسی

ملکیت سے گزرے۔ جبکہ وہ اس کے رستہ میں ہو۔ خواہ مالک راضی نہ بھی ہو۔

7. آپ نے غزوۂ احد میں دو زر ہیں پہن رکھی تھیں۔ اسی طرح غزوۂ حنین میں بھی آپ نے دو زر ہیں پہن رکھی تھیں اس میں احتیاط اور حزم کی طرف اشارہ ہے یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

8. حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کی فی سبیل اللہ موت کی تمنا کرنا اس تمنا سے نہیں جس سے منع کیا گیا ہے۔

9. اگر کوئی حالت جنابت میں شہید ہو تو اس کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ کیا اسے غسل دیا جائے گا جیسے حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کو غسل دیا گیا۔

10. حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "انا الذی عاهدنی خلیلی" اسی طرح حضرت ابوہریرۃ فرماتے تھے: "حدثنی خلیلی" ان اقوال کا رد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے نہیں ہوتا "اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا" کیونکہ حضرات ابو دجانہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی مراد حبیب تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ کسی صحابی کے لیے استعمال نہیں کیے نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے۔ نہ ہی کسی صحابی کو یوں کہنے سے منع فرمایا ہے۔ عشق و محبت کے جو طوفان ان کے دلوں میں مخفی تھے وہ اس کا یا اس سے بھی زیادہ کا تقاضا کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں غلو اور مکروہ قول نہ ہو۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "میرا رتبہ اس قدر بلند نہ کیا کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ بلند کر دیا ہے۔ میں تو اس کا بندہ اور رسول ہوں۔"

11. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی کے بارے نہیں سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے علاوہ کسی اور کے لیے فداك ابی و امی کہا ہو۔ آپ نے غزوہ احد کے روز انہیں اس طرح کہا تھا۔ الروض الانف میں ہے" پہلی روایت اصح ہے۔ کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سنا نہیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ان کے لیے بھی اپنے والدین کریمین کو جمع کیا تھا۔ جیسے کہ زبیر بن بکار نے کتاب النسب میں تذکرہ کیا ہے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے" اس روایت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ کلام اس کے لیے روا ہے جس کے والدین مؤمن نہ ہوں جب وہ مؤمن ہوں تو پھر یہ روا نہیں۔ کیونکہ یہ ان کے لیے نافرمانی ہے۔ میں نے ابن عربی کو اس مسئلہ کے بارے یونہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ امام نووی نے اپنی کتاب حلیۃ الابرار میں لکھا ہے: "صحیح اور پسندیدہ مؤقف کے مطابق ایک شخص کا کسی دوسرے کو "فداك ابی و امی یا جعلنی الله فداك" کہنا مکروہ نہیں ہے۔ ان کے جواز میں صحیحین وغیرہما میں بہت سی مشہور روایات ہیں۔ خواہ والدین مسلمان ہوں یا کافر۔ بعض علماء نے اس

وقت مکروہ سمجھا ہے جب والدین مسلمان ہوں۔
النحاس نے لکھا ہے "امام مالک نے جعلی اللہ فداك کو مکروہ سمجھا ہے بعض نے اسے جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ جمہور علماء نے اس کے جواز کا قول کیا ہے خواہ جوجس پر فدا ہو رہا ہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ امام نووی نے لکھا ہے "ان گنت احادیث میں اس کے جواز کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ میں نے شرح صحیح مسلم میں کیا ہے۔ تفدیہ سے مراد تعظیم اور اجلال ہے کیونکہ انسان اس پر فدا ہوتا ہے جس کی وہ تعظیم بجا لاتا ہے۔ اس سے مراد اس کا نفس ہوتا ہے یا وہ چیز جو اسے عزیز اور پیاری ہو۔

۱۲ حضرت ابوسعید خدری نے آپ کا خون مبارک پینے کی سعادت حاصل کی تھی اس کا تذکرہ خصائص میں آئے گا۔

۱۳ اس آیت طیبہ کے نزول میں اختلاف ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ (آل عمران: ۱۲۸)

ترجمہ: "نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ چہرۂ انور پر خون بہنے لگا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ آپ مشرکین کے لیے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا: "وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون بہائے۔ حالانکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہو۔ وہ اسے شیطان کی طرف بلاتے ہوں۔ وہ انہیں ہدایت کی طرف بلاتا ہو۔ وہ اسے گمراہی کی طرف دعوت دیتے ہوں۔ وہ انہیں جنت کی طرف بلاتا ہو وہ انہیں آگ کی طرف بلاتے ہوں۔" آپ نے ان کے لیے بددعا کرنے کا ارادہ کیا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی آپ ان کے لیے بددعا کرنے سے رک گئے۔

امام احمد، امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے روز یہ دعا کی: "مولا! ابوسفیان پر لعنت کر۔ حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ سہیل بن عمرو پر لعنت کر۔ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ ان سب کی توبہ قبول کر لی گئی۔

امام مسلم، امام بخاری اور ابن جریر نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا یا بددعا کرنے کا ارادہ فرماتے تو رکوع کے بعد اس کے لیے قنوت پڑھتے۔ آپ یہ دعا مانگتے۔ "مولا! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ مولا! مضر پر اپنی

گرفت مضبوط فرما۔ ان پر اس طرح کا قحط طاری فرما جس طرح کا قحط حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔" آپ باآواز بلند یہ کلمات کہتے تھے۔ آپ بعض اوقات نمازِ فجر میں کہتے: "مولا! فلاں قبیلہ پر لعنت فرما۔" حتیٰ کہ مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے: "آپ یہ بدعا کرتے: "مولا! بنولحیان پر لعنت فرما، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔" پھر جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ نے یہ کلمات کہنے چھوڑ دیے۔

ابن اسحاق اور نحاس نے الناسخ میں لکھا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قریش کا ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "آپ ہمیں تو گالی گلوچ سے منع کرتے ہیں۔" پھر اس نے اپنی پیٹھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر دی اور کپڑا اٹھا دیا۔ آپ نے اس کے لیے لعنت کی بدعا کی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس شخص نے اسلام قبول کرلیا اور اپنا اسلام عمدہ کیا۔

الحافظ نے لکھا ہے "حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث نزول آیۃ میں برابر ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں امور کے بارے نازل ہوئی ہو۔ یہ دونوں امور ایک ہی واقعہ میں ہوں۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث اگر محفوظ ہو تو ممکن ہے کہ یہ اس واقعہ کے بارے نازل ہوئی ہو۔ جو واقعہ احد کے بعد رونما ہوا ہو۔ کیونکہ ذکوان اور رعل کا واقعہ احد کے بعد رونما ہوا تھا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی۔ جن کے لیے آپ نے غزوۂ احد کی وجہ سے بدعا کی تھی۔ آیت طیبہ کا ابتدائی حصہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ ۔ (آل عمران: ۱۲۷)

ترجمہ: "تاکہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو۔"

۱۴ آپ نے اپنے زخموں کا علاج کیا اس میں دوا کے جواز کی دلیل ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بعض دنیوی عوارض۔ مثلاً زخم، بیماری اور درد لاحق ہوتے ہیں تاکہ ان کا اجر وثواب زیادہ ہو ان کے درجات میں اضافہ ہو۔ اور ان کے پیروکار بھی ناپسندیدہ امور پر صبر کریں۔ عاقبت تو متقین کے لیے ہی ہے۔

۱۵ علماء نے لکھا ہے کہ جنگ کے وقت اونگھ آجانا امن کی وجہ سے ہے۔ جبکہ نماز میں اونگھ ابلیس کی طرف سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ دنیا سے فراغت ہوتی ہے۔ جبکہ نماز میں اونگھ اللہ تعالیٰ سے از حد دوری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پھر اس اونگھ میں کئی فوائد تھے۔ کیونکہ بیداری کی وجہ سے کمزوری اور تھکاوٹ ہو جاتی ہے نیند سے قوت اور نشاط آتی ہے۔ کیونکہ مشرکین مسلمانوں کو قتل کرنے پر بڑے حریص تھے۔

اس معرکہ میں نیند کے باوجود ان کی سلامتی اللہ تعالیٰ کے تحفظ کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کے ذریعے ان کے دلوں سے خوف جاتا رہا۔ انہیں امن و راحت نصیب ہوئی۔ اگر وہ اپنے ان بھائیوں کو قتل ہوتے دیکھتے جن کے سروں پر رب تعالیٰ نے شہادت کا تاج سجانا تھا تو ان کا خوف شدید ہو جاتا۔

۱۲ آپ نے مثلہ سے منع کیا ہے حالانکہ آپ نے العرنیین کا مثلہ کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں اور ٹانگوں کو کاٹ دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں انہیں چٹان پر پھینک دیا تھا۔ اس کے دو جوابات دیے گئے ہیں:

۱ آپ نے ان سے قصاص لیتے ہوئے یوں کیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے چرواہوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے تھے۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں۔ عنقریب یہ تفصیل آئے گی۔

۲ یہ مثلہ کی حرمت سے قبل تھا۔

۱۳ ام بخاری کے راویوں میں ابوالوقت اور الاصیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے روز فرمایا "یہ حضرت جبرائیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ ان پر سامان جنگ موجود ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ دو اعتبار سے وہم ہے:

۱ اس حدیث پاک کا متن اور سند غزوۂ بدر میں گزر چکی ہے۔ اس لیے اس جگہ نہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نہ اسماعیلی نے اور نہ ہی ابونعیم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۱ اس متن کے بارے یہی موقف ہے کہ یہ غزوہ بدر کے بارے ہے غزوۂ احد کے بارے میں نہیں۔

۱۴ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا: "حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ وہ مجھ سے بہتر تھے۔" شاید انہوں نے یہ از روئے عاجزی کہا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عشرہ مبشرہ کو ان پر فضیلت دینے کی ممانعت ہو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں شہید نہ ہوئے ہوں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی مثال مروی ہے جیسے کہ پہلے حضرت سعید بن ربیع کے واقعہ میں گزر چکا ہے۔

۱۵ حضرت انس بن نضر نے فرمایا: "مجھے احد سے پرے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔" یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقت میں اسی طرح ہو کہ انہوں نے جنت کی عمدہ خوشبو سونگھ لی ہو۔ جو معمول کی خوشبو سے زائد ہو۔ وہ جان گئے ہوں کہ وہ خوشبو جنت کی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے اپنے یقین کے اعتبار سے اس کا اطلاق کیا ہو۔ گویا کہ ان سے غائب ان کے ہاں محسوس کی طرح ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ وہ جگہ جس میں انہوں نے قتال کیا تھا وہ اپنے صاحب کو جنت کی طرف لے جاتی ہو۔"

ابن اسحاق نے اس شخص سے جنہیں وہ قابل تہمت نہیں سمجھتے۔ روایت کیا ہے عن مقسم، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے فرمایا: "حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا تو انہیں چادر میں لپیٹ دیا گیا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے سات تکبیریں کہیں۔ پھر دیگر شہداء کو لایا گیا انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھا گیا۔ آپ نے ان پر اور دیگر شہداء پر ۷۲ دفع نماز جنازہ پڑھی۔

امام سہیلی لکھتے ہیں: "یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ حسن بن عمارۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن اسحاق نے اسے ہی مبہم رکھا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور راوی ہو تو وہ مجہول ہے۔ آپ سے روایت نہیں کہ آپ نے کسی بھی غزوہ میں کسی شہید کی نماز جنازہ ادا کی ہو۔ صرف یہی روایت مذکور ہے جو غزوہ احد کے بارے ہے۔ اس طرح آپ کے بعد کے آئمہ میں سے کسی نے بھی شہید کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔"

امام احمد نے عطاء بن سائب کی سند سے، امام شعبی نے حضرت ابن مسعود کی سند سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ البدایۃ میں ہے عطاء بن سائب کی سند سے یہ ضعیف ہے جو روایت صحاح ستہ میں ہے اس نے اس کا رد کر دیا ہے۔ مگر امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو شہیدوں کو جمع فرماتے۔ پھر پوچھتے "ان میں سے زیادہ قرآن مجید کسے یاد ہے؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اسے آگے لحد میں رکھتے۔ آپ فرماتے: "میں روز حشر ان کا گواہ ہوں گا۔" آپ نے انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھی نہ ہی انہیں غسل دیا۔" یہ روایت اس روایت کے مخالف نہیں جسے امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہدائے احد کے لیے اس طرح دعا کی جس طرح آپ میت کے لیے دعا کرتے تھے۔ گویا کہ آپ زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے تھے۔" اس روایت میں الصلاۃ سے مراد دعا ہے۔ صلاته علی المیت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح آپ میت کے لیے نیت اور تکبیر کے بغیر ہی دعا مانگتے تھے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: "یہ روایات اس طرح عیاں ہیں گویا کہ وہ متواتر ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی شہید کی کبھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ یہ روایت کہ آپ نے شہدائے احد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور ستر تکبیریں کہیں یہ درست نہیں۔ جو شخص ان صحیح روایات کے مقابلہ میں اس روایت کو لے کر آتا ہے اسے حیاء کرنا چاہیے۔ جہاں تک عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو حدیث پاک میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ اس وقت غزوہ احد کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ مخالف یہ کہتا ہے: "جب مدت طویل ہو جائے تو قبر پر نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ آپ

نے ان کے لیے دعا کی ان کے لیے استغفار کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو وصال کے قریب ہو جانے کا علم ہو گیا تھا۔ گویا کہ آپ انہیں الوداع کہہ رہے تھے۔ اس ثابت حکم کے نسخ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

21 حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کتنے صحابہ کرام ثابت قدم رہے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام بخاری اور ابو نعیم نے معتمر بن سلیمان تیمی سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں نے ابوعثمان نہدی کو کہتے ہوئے سنا کہ اس روز حضرت سعد اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ آپ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ سلیمان نے کہا ہے: "میں نے ابوعثمان سے پوچھا: "یہ تمہیں کیسے علم ہوا؟" انہوں نے کہا: "ان کی گفتگو سے یعنی حضرات سعد اور طلحہ نے ابوعثمان کو اس طرح بتایا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے:

"وہ روایت اس کے مخالف ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی ثابت قدم رہے تھے۔ لیکن ایک احتمال یہ ہے کہ حضرت مقداد اس آزمائش کے بعد حاضر ہوئے ہوں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ کسی مقام پر یہ دونوں حضرات آپ کے ہمراہ رہ گئے ہوں۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں آپ کے ہمراہ سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔ ان دو قریشیوں سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما ہیں۔ مذکورہ حصہ سے مراد مہاجرین کا اختصاص ہے۔ گویا کہ انہوں نے کہا: اس روز مہاجرین میں سے صرف یہی حضرات آپ کے ہمراہ رہے تھے۔ میں نے جو تاویل کی ہے اسے اس پر محمول کرنے کا تعین ہو گیا۔ یہ احوال کے اختلاف سے ہے۔ وہ قتال میں منتشر ہو گئے تھے۔ جب ان میں شکست کے آثار پیدا ہوئے جن میں ہوئے اور ابلیس چلایا: "محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں" ہر کوئی اپنے آپ میں مصروف ہو گیا۔ جیسے کہ حضرت سعد کی روایت میں ہے۔ پھر جلد ہی یہ شیطانی قول غلط ثابت ہو گیا آہستہ آہستہ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ پھر آپ نے انہیں قتال کی دعوت دی تو وہ اس میں مصروف ہو گئے۔

ابن اسحاق نے حضرت زبیر سے حسن سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ احد میں تیر اندازوں نے مال غنیمت کا ارادہ کیا۔ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ ہو گیا۔ ایک چلانے والا چلایا: "محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں": ہم الٹے پلٹے۔" ابن عائذ نے مطلب بن عبداللہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں صحابہ کرام آپ سے جدا ہوئے۔ حتیٰ کہ صرف انصار کے بارہ افراد آپ کے ہمراہ رہ گئے۔

امام النسائی اور امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز صحابہ کرام آپ سے جدا ہو گئے۔ صرف گیارہ انصاری صحابہ کرام اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم رہ گئے۔ اس روایت کی سند جید

ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرح ہے۔لیکن اس میں چار کا اضافہ ہے۔شاید وہ بعد میں آئے تھے۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ ۱۴ صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔سات مہاجرین میں سے۔ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اس روایت کو اور ابوعثمان کی روایت کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد بعد میں آئے تھے۔یہ مذکورہ انصاری شہید ہو گئے تھے۔جیسے کہ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

آپ کے ہمراہ حضرت سعد اور حضرت طلحہ ہی رہ گئے۔پھر دیگر صحابہ کرام بھی آپ کے پاس آ گئے۔جہاں تک حضرت مقداد کا تعلق ہے تو احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ لگاتار قتال میں مصروف رہے ہوں۔

امام واقدی نے تحریر کیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان تمام صحابہ کرام میں سے تھے جو آپ کے پاس ثابت قدم رہے۔پہلے آپ کے پاس قلیل صحابہ کرام تھے پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھتی رہی۔''

الحافظ نے ایک اور جگہ لکھا ہے ''جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور شیطان نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔'' اس کے بعد صحابہ کرام تین گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ایک گروہ بھاگتے بھاگتے مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا۔وہ اس وقت آئے جب قتال ختم ہو چکا تھا۔ان کی تعداد قلیل تھی انہی کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ (آل عمران:۱۵۵)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم سے اس روز جب مقابلہ میں نکلے تھے دو لشکر۔''

ایک گروہ ششدر اور حیران تھا۔جب اس نے یہ بات سنی۔ان میں سے کسی ایک کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنا دفاع کرے۔تا کہ وہ اپنی بصیرت کے مطابق قتال میں مصروف رہے حتیٰ کہ شہید ہو جائے۔اکثر صحابہ کرام کی یہی حالت تھی۔ایک گروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم تھا۔جب دوسرے گروہ کو علم ہوا کہ آپ زندہ ہیں تو وہ بھی آہستہ آہستہ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔اس طرح ان مختلف روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔جن میں یہ تعداد مختلف ہے۔

۲۲ الہدیٰ میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمان گھڑسواروں کی تعداد پچاس تھی۔لیکن یہ مؤقف درست نہیں۔یہ تعداد تو تیر اندازوں کی تھی۔موسیٰ بن عقبہ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں کے ہمراہ کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں کے ہمراہ دو گھوڑے تھے:

① ایک گھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔

② دوسرا گھوڑا حضرت ابوبردہ کے پاس۔

◆ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ اس روز مشرکین کی تعداد تین ہزار اور ابن ابی کے جدا ہونے کے بعد مسلمانوں کی تعداد سات سو رہ گئی تھی۔ امام بیہقی نے ابن شہاب سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد چار سو تھی۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ابن شہاب کی پہلی روایت حضرت موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے مشابہت رکھتی ہے اور اہلِ مغازی کے ہاں زیادہ مشہور ہے۔

◆ علماء کرام نے لکھا ہے کہ جن حالات کا مسلمانوں کو غزوۂ احد میں سامنا کرنا پڑا ان میں کئی حکمتیں اور فوائد ہیں:

① مسلمانوں کو یہ بتا دیا گیا کہ معصیت کا انجام برا ہوتا ہے۔ انہیں نہی کے ارتکاب کی نحوست سے آگاہ کیا گیا۔ جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ حالانکہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس جگہ سے جدا نہ ہوں''

② رسل عظام کو آزمایا جاتا ہے۔ بالآخر فتح انہیں نصیب ہوتی ہے۔ جیسے کہ ہرقل کی اس گفتگو سے عیاں ہوتا ہے جو اس نے ابوسفیان سے کی تھی۔ اس نے اس سے پوچھا تھا ''کیا تم نے ان سے کبھی جنگ بھی کی ہے۔'' ابوسفیان: ''ہاں!'' ہرقل: ''ان کے اور تمہارے مابین جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟'' ابوسفیان: ''یہ ڈول کی طرح کبھی ہمارے خلاف کبھی ان کے خلاف۔'' ہرقل: ''رسل عظام کی کیفیت اسی طرح ہوتی ہے۔ انہیں آزمایا جاتا ہے۔ پھر کامرانی انہی کے قدم چومتی ہے اس میں یہ ہے کہ اگر ہمیشہ ان ہی کی مدد کی جاتی تو اہلِ ایمان میں وہ لوگ بھی داخل ہو جاتے جو ان میں سے نہ ہوں کھوٹے اور کھرے کی پہچان نہ ہو سکتی۔ جب میدانِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شاندار فتح عطا کی ان کی شہرت پھیلی تو ظاہری طور پر اسلام میں وہ لوگ بھی داخل ہو گئے اور اندر سے مسلمان نہیں تھے۔ اگر انہیں ہمیشہ ہی شکست ہوتی تو پھر بعثت کا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ ان دونوں امور کو جمع کیا جائے تاکہ سچے اور جھوٹے کی پہچان ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقین کی جماعت جو ایمان کا دعویٰ کرتی تھی مسلمانوں سے مخفی تھی اس واقعہ کے بعد انہوں نے فعل اور قول کے اعتبار سے نفاق کا اظہار کر دیا۔ ہر چیز واضح ہو گئی۔ مسلمانوں نے جان لیا کہ دشمن ان کے اپنے گھروں میں بھی ہے۔ انہوں نے اس کے لیے تیاری کی اور اس سے تحفظ کیا۔

③ بعض مقامات پر نصرت میں تاخیر نفس کے غرور کو توڑتی ہے اس کی حیثیت کو کم کر کے دکھاتی ہے۔ جب مسلمانوں کو آزمایا گیا تو انہوں نے صبر کا اظہار کیا اور منافقین نے جزع وفزع کیا۔

④ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے دار کرامت میں بلند مقامات متعین کر رکھے ہوتے ہیں۔ جن پر وہ اپنے

اعمال سے فائز نہیں ہو سکتے۔ ان کو آزمائش اور امتحان میں ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ مقامات رفیعہ پر فائز ہو سکیں۔

۵ شہادت اولیاء کے بلند ترین مقامات میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اس بلند رتبہ پر فائز کر دیا۔

۶ جب رب تعالیٰ نے اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے لیے ایسے اسباب مہیا فرما دیے جن کی وجہ سے وہ اس کے مستحق ہو گئے۔ یعنی ان کا کفر، سرکشی اور اس کے اولیاء کو اذیت دینا۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے گناہوں کو مٹا دیا اور کفار کو ہلاک کر دیا۔

۷ جب انبیائے کرام علیہم السلام کو زخم، آلام اور بیماریوں کی وجہ سے آزمایا جاتا ہے۔ اس میں ان کے اجر کو عظیم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ان کے پیروکاروں کو ترغیب دلانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ مصائب میں صبر کریں۔ بالآخر فتح مندی متقین کی ہوتی ہے۔

۲۵ شہدائے احد کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''جب غزوۂ احد میں میرے والد گرامی کے سر پر شہادت کا تاج سجا۔ انہیں چادر میں لپیٹ کر لایا گیا۔ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا۔ میں بار بار ان کے چہرے سے کپڑا اٹھاتا تھا اور روتا تھا۔ صحابہ کرام مجھے منع کرنے لگے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے منع نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت عمرۃ بھی رونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہ رو۔ ملائکہ اپنے پروں سے ان پر سایہ فگن تھے حتیٰ کہ اب وہ چلے گئے ہیں۔'' (بخاری)

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا میں تمہیں اس خوشخبری کے بارے نہ بتاؤں جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے تمہارے والد گرامی کے ساتھ ملاقات کی ہے'' میں نے عرض کی: ''ضرور!'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے کسی کے ساتھ گفتگو نہیں کی مگر پس پردہ۔ رب تعالیٰ نے تمہارے والد گرامی کو زندہ کیا اور انہیں سامنے بٹھا کر ان کے ساتھ کلام فرمایا۔'' اس نے فرمایا: ''اے میرے بندے! مجھ سے سوال کرو میں تمہیں عطا کروں گا۔'' انہوں نے عرض کی: ''مولا! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ میں تیرے راستہ میں جہاد کروں۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ بات تو میرے ہاں طے ہے کہ وہ واپس نہیں جائیں گے۔'' انہوں نے عرض کی: ''مولا! جو میرے پیچھے ہیں انہیں پیغام پہنچا دے۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: ''اور ہرگز یہ خیال نہ کروکہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں''۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں؟'' انہوں نے عرض کی: ''ضرور!'' آپ نے فرمایا: ''مجھے علم ہوا ہے کہ رب تعالیٰ نے تمہارے والد گرامی کو زندہ کیا۔ انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو میں تمہیں عطا کروں گا؟'' انہوں نے عرض کی: ''مولا! میں نے تیری یوں عبادت نہیں کی جس طرح تیری عبادت کرنے کا حق تھا۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے دنیا میں لوٹا دے۔ میں ایک بار پھر تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قتل ہو جاؤں''۔ اس نے فرمایا: ''میرے ہاں یہ طے ہے کہ یوں نہیں ہو سکتا''۔

ابن منذر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا: ''کاش! کوئی ایسی ذات ہو جو اس حسنِ سلوک کے بارے ہمارے بھائیوں کو بتا دے جو رب تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا: ''میں تمہارے بھائیوں کی طرف سے تمہارا قاصد ہوں''۔ اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے بھائی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو رب تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا۔ وہ جنت کی نہروں پر جاتے ہیں۔ وہ جنت کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے اسی سایہ میں معلق ہے جب انہوں نے اپنا عمدہ کھانا اور اچھا ٹھکانہ دیکھا تو انہوں نے کہا: ''کاش! ہمارے بھائی جان لیتے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ ہمارے بھائیوں تک کون یہ پیغام پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں ہمیں رزق دیا جاتا ہے تا کہ وہ جہاد کو ترک نہ کریں۔ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کریں''۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: ''میں تمہاری طرف سے انہیں یہ پیغام دوں گا''۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ (مسلم، ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے بھائی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو رب تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا۔ وہ جنت کی نہروں پر جاتے ہیں۔ وہ جنت کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش الٰہی کے سایہ میں معلق ہیں۔ جب انہوں نے اپنا عمدہ کھانا اور اچھا ٹھکانہ دیکھا تو انہوں نے کہا: ''کاش! ہمارے بھائی جان لیتے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ ہمارے بھائیوں تک کون یہ پیغام پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں ہمیں رزق دیا جاتا ہے تا کہ وہ جہاد کو ترک نہ کریں۔

جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کریں۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "میں تمہاری طرف سے انہیں یہ پیغام دوں گا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ (مسلم، ابوداؤد)

ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، امام احمد، امام مسلم، ابن منذر نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان آیات کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے ان کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "ان کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔" عبدالرزاق کے الفاظ یہ ہیں: "رب تعالیٰ کے ہاں شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی طرح ہیں جن کے لیے سونے کی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ معلق ہیں۔ وہ ارواح جنت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں۔ پھر ان قندیلوں میں آجاتی ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی طرف نظر کرم فرمائی۔ فرمایا: "کیا تمہیں کچھ چاہیے؟" اس نے تین بار اسی طرح کیا۔ جب انہوں نے سمجھا کہ ان سے یہ سوال ضرور ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں دوبارہ لوٹا دے تاکہ ہم ایک بار پھر تیرے لیے جہاد کریں۔" جب اس نے دیکھا کہ ان کی کوئی ضرورت نہیں انہیں چھوڑ دیا گیا۔" عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: "کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارا سلام دینا۔ آپ کو پیغام دے دینا کہ ہم راضی ہو گئے ہیں۔ آپ بھی ہم سے راضی ہو جائیں۔"

ابن السری، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں جو جنت کے باغات میں محو سیر رہتی ہیں۔ پھر وہ ان قندیلوں میں چلی جاتی ہیں جو عرش کے ساتھ معلق ہیں۔"

عبدالرزاق، سعید بن منصور نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "شہداء کی ارواح پرندوں کے پیٹوں میں ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں۔" ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ بل احیاء سے مراد یہ ہے کہ وہ سبز پرندوں کی شکلوں میں ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ عمر بن شبہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کی قبور کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ جب آپ پہاڑ کی نشیبی جگہ میں جلوہ افروز ہوتے تو یوں فرماتے: "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

امام بیہقی نے مختلف اسناد سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن سعد اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کھدوائی تو ہم شہدائے احد کی

زیارت کے لیے گئے۔ہم نے انہیں باہر نکالا تو وہ اسی طرح تر و تازہ تھے ان کے اطراف مڑ جاتے تھے۔" محمد بن عمر کے شیوخ نے کہا ہے:"حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا ہاتھ مبارک ان کے زخم پر تھا۔ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا۔ وہاں سے خون نکل آیا۔جب ہاتھ اسی جگہ رکھا گیا تو خون رک گیا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:"میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا گویا کہ وہ اپنی قبر انور میں سوئے ہوئے تھے۔جس چادر میں انہیں کفن دیا گیا تھا وہ بالکل اسی طرح تھی۔ان کی ٹانگوں پر گھاس بالکل اپنی اصلی حالت پر تھی۔" حالانکہ غزوۂ احد کو چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ان میں سے کسی شہید کی ٹانگ کو کدال لگی۔شیوخ نے کہا:"وہ حمزہ تھے۔" وہاں سے خون نکل آیا۔حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا:"اس کے بعد کسی منکر کو انکار نہیں کرنا چاہیے جب لوگ مٹی کھودتے تھے جب بھی کدال مارتے نیچے سے مشک اذفر کی خوشبو آتی تھی۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت سعد بن وقاص اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اصحاب احد کو یاد فرماتے تو فرماتے:"بخدا! میری تمنا ہے کہ احد کے دامن میں میرے صحابہ کے ساتھ ہونے والا دھوکہ میرے ساتھ بھی کیا جاتا۔" حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی فروۃ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کی۔آپ نے یوں عرض کی:"مولا! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شہداء ہیں جس نے ان کی زیارت کی۔انہیں سلام کیا یہ تا روز حشر انہیں جواب دیں گے۔"

امام بیہقی نے حضرت ہاشم بن محمد العمری سے روایت کیا ہے یہ حضرت عمر بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے۔انہوں نے فرمایا:"میرے والد صاحب مجھے مدینہ طیبہ میں شہدائے احد کی زیارت کے لیے لے گئے۔جب آپ ان کی قبور مبارکہ تک پہنچے تو با آواز بلند یوں کہا:"السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" انہیں یوں جواب دیا گیا:"وعلیک السلام یا عبداللہ!" میرے والد گرامی میری طرف متوجہ ہوئے۔مجھ سے پوچھا:"کیا تم نے جواب دیا ہے؟" میں نے کہا:"نہیں!انہوں نے مجھے اپنے دائیں طرف کیا۔وہ جب بھی سلام عرض کرتے انہیں تین بار جواب دیا جاتا۔" وہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔"

ابن مندہ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"میں جنگل میں اپنا مال لینے گیا۔ مجھے وہیں رات ہو گئی۔میں حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے پاس گیا۔میں نے اتنی حسین آواز سے قبر انور سے قرأت سنی کہ میں نے اتنی خوبصورت آواز نہیں سنی تھی۔میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میں نے یہ واقعہ عرض کیا۔آپ نے فرمایا:"وہ حضرت عبداللہ ہی تھے۔کیا تمہیں علم نہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کیا۔انہیں زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا۔پھر انہیں جنت کے وسط میں معلق کر دیا۔رات کے وقت ان کی ارواح کو ان کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

وہ ساری رات اس طرح رہتے ہیں۔جب فجر طلوع ہوتی ہے ان کی ارواح کو ان کے مقام تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

امام حاکم اور امام بیہقی نے صحیح سند سے حضرت عطاف بن خالد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "مجھے میری خالہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے شہدائے احد کی قبور مبارکہ کی زیارت کی۔انہوں نے فرمایا: "میرے ہمراہ صرف دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔میں نے شہداء کو سلام کیا میں نے سنا انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔انہوں نے کہا: "بخدا! ہم تمہیں اسی طرح جانتے ہیں جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو جانتے ہیں یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا میں نے غلام سے کہا: "خچر میرے قریب کرو۔" میں اس پر سوار ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "باب جنت کے دروازے پر نہر "بارق" پر سبز گنبد میں شہداء کی ارواح ہیں۔صبح و شام انہیں جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔" شہداء احد کی فضیلت میں احادیث اور آثار کثیر ہیں۔جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اس میں کفایت ہے۔

◆ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا۔" الحافظ ابو القاسم الخثعمی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ایک قوم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔" انہوں نے کہا ہے: "ایک جسم میں دو ارواح نہیں ہو سکتیں۔یہ محال ہے۔" انہوں نے کہا ہے کہ یہ حقائق سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔کلام کا معنی واضح ہے شہید کی روح دنیا میں اس کے جسم میں تھی۔اسے دوسرے جسم میں منتقل کر دیا گیا گویا کہ وہ پرندے کی شکل میں ہے۔اس جسم میں وہ روح اس طرح ہو گی جس طرح وہ پہلے جسم میں تھی۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے روز حشر اس طرح لوٹا دے گا جیسے اس کی تخلیق کی گئی تھی۔یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جسے یوں روایت کیا گیا ہے "سبز پرندوں کی شکلوں میں، یا شہداء سبز پرندوں کی طرح ہیں۔" ساری روایات متفق المعنی ہیں۔جو بات از روئے عقل محال ہے وہ یہ ہے ایک جوہر میں دو زندگیوں کا ہونا اور جوہر کا اتصال ان دونوں کے ساتھ ہو۔لیکن ایک جسم میں دو ارواح ہونا محال نہیں ہے۔جب تک ہم اجسام کے تداخل کا قول نہ کریں۔جنین (بچہ) اپنی والدہ کے پیٹ میں ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک کی روح جدا جدا ہوتی ہے۔حالانکہ وہ ایک جسم میں کیسے ہوتی ہیں؟" آپ نے فرمایا: "سبز پرندوں کے پیٹوں میں یا پرندوں کی اشکال میں۔یہ اسی طرح ہے جس طرح تم کہو۔" میں نے انسان کی شکل میں فرشتہ دیکھا۔اسی طرح آپ کا وہ فرمان بھی ہے جسے امام احمد، امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کی روح ایک پرندہ ہوتی ہے۔جو جنت کے درخت کے ساتھ معلق ہوتی ہے۔" بعض علماء نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ یہ شہید کے ساتھ مخصوص

ہے۔بعض نے کہا ہے:"شہید جنت میں ہوتا ہے جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔پھر وہ ان قندیلوں میں چلا جاتا ہے جو عرش کے ساتھ معلق ہوتی ہیں۔لیکن غیر شہید مومن کی روح ایک ایسا پرندہ ہوتی ہے جو جنت کے درخت کے ساتھ معلق ہوتی ہے۔وہاں اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔بعض نے لفظ یعلق اور بعض نے یعلَق روایت کیا ہے مؤخر الذکر کا معنی ہے بقدر کفایت یعنی وہ شہید کے حصے سے کم پاتا ہے۔"عُلقہ" کو بطور ضرب الامثال ذکر کیا ہے کیونکہ جو خوراک میں سے بقدر کفایت پاتا ہے وہ اس شخص سے کم پاتا ہے جو جی بھر کر کھاتا ہے۔اس ضرب المثل سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے اگر یعلق سے مراد اس کا بذاتِ خود کھانا ہو تو یہ شہید کے ساتھ مختص ہوگا۔اور ضمہ کے ساتھ روایت شہداء کے لیے اور فتح کے ساتھ روایت دیگر مسلمانوں کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد کیا تھی؟ یہ پرندے رات کے وقت ان قندیلوں میں واپس آجاتے ہیں۔وہ دن کے وقت سیر کرتی ہیں۔اس سے شب و روز کا علم بھی ہوتا ہے۔جنت میں دخول کے بعد وہ ان قنادیل کی طرف نہیں آتے۔واللہ اعلم۔یہ برزخ کی زندگی ہے۔حدیث پاک کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔"مجاہد نے کہا ہے:"شہداء جنت کا پھل کھاتے ہیں۔"اس میں نہیں رہتے۔"ابو عمر نے اس قول کا انکار کیا ہے۔اسے رد کیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ منکر نہیں ہے۔الشیخ نے سنن ابی داؤد کی شرح میں لکھا ہے۔

"جب ہم حدیث پاک کی تشریح یوں کریں کہ روح پرندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔زیادہ امکان یہ ہے کہ اس سے مراد صرف پرواز پر قدرت ہے۔یہ مشابہت خلقت میں نہیں۔کیونکہ انسانی شکل تمام اشکال سے افضل ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ ابن برجان نے الارشاد میں یہی تذکرہ کیا ہے امام سہیلی کا وہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے جو غزوۂ موتہ کے بارے ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔یعنی جو کچھ میں نے اس سے پہلی تنبیہ میں ذکر کیا ہے۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے"شہداء کی کئی اقسام ہیں۔ان میں سے بعض کی ارواح جنت میں سیر کرتی ہیں۔بعض کی ارواح باب جنت کے پاس نہر بارق کے پاس ہوتی ہیں۔احتمال ہے کہ ان کی سیر کی انتہاء یہاں تک ہی ہے وہ وہاں جمع ہوتے ہیں صبح و شام انہیں رزق ملتا ہے۔

امام بیضاوی نے شرح المصابیح میں لکھا ہے"آپ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے جب شہداء کی ارواح ان کے اجسام سے جدا ہوئیں تو رب تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے اجسام بنا دیے جو اس ہیئت پر ہوتے ہیں وہ ان کے اجسام کے قائم مقام ہوتے ہیں۔وہ ان سے لذات حسیہ تک پہنچتے ہیں۔رب تعالیٰ کا ان کی طرف دیکھنا اور ان سے

یکے بعد دیگرے سوال کرنا اس کی ان کے ساتھ لطف ومہربانی پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے انعام واکرام کی علامت ہے۔ آپ نے فرمایا: "اطّلاعۃ" تا کہ یہ واضح ہو سکے یہ اس طرح نہیں جس طرح ہم اشیاء کو دیکھتے ہیں۔ اسے "الیٰ" سے متعدی کیا۔ مناسب تو یہ تھا کہ اسے "علی" کے ساتھ متعدی کیا جاتا کیونکہ اس میں انتہاء کے معانی پائے جاتے ہیں۔ آپ کے فرمان "جب انہوں نے دیکھا کہ انہیں چھوڑا نہیں جائے گا" کیونکہ ان کے سارے مطلوب اور مقاصد پورے کر دیے جائیں گے سوائے اس کے کہ وہ دنیا میں دوبارہ جائیں اور شہید ہوں کیونکہ یہی شہادت ان کے شرف اور کرامت کا سبب ہے۔ بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ "فی جوف طیر خضر" کیونکہ "فی" "علی" کے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہے کہ ان کی ارواح سبز پیٹوں پر ہیں جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ (طٰہٰ:۷۱)

ترجمہ: "اور سولی چڑھاؤں گا کھجور کے تنوں پر۔"

ای علی جذوع النخل ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ پرندے کو "جوف" کہا گیا ہو۔ کیونکہ یہ اس کو محیط ہوتا ہے۔ اس پر مشتمل ہے۔ یہ عبدالحق کا قول ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "یہ بہت عمدہ قول ہے" دیگر علماء نے لکھا ہے "اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ وہ حقیقت میں پیٹوں کے اندر ہوں۔" رب تعالیٰ نے انہیں وسعت دے دی ہو وہ سب سے وسیع ہو گئے ہوں۔"

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "اس حکم میں عقل وقیاس کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ جب رب تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ جب بندۂ مومن کی یا شہید کی روح نکلے وہ اسے قندیلوں یا پرندے کے پیٹ میں رکھ دے جہاں چاہے رکھ دے تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ بعید از قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ ارواحِ اجسام ہیں۔ یہ محال نہیں کہ انسان کا کوئی جزو پرندہ بن جائے یا اسے عرش کے نیچے قنادیل میں پرندوں کے پیٹوں میں رکھا جائے۔ اس حدیث پاک اور اس طرح کی دیگر احادیث طیبہ کو بعض لوگوں نے تناسخ پر محمول کیا ہے۔ ارواح کا منتقل ہونا عمدہ صورتوں میں انہیں نعمتوں سے سرفراز کرنا اور قبیح صورتوں میں انہیں عذاب دینا یہ ثواب اور عذاب ہے۔" لیکن یہ قول باطل اور مردود ہے۔ کیونکہ شریعت مطہرہ میں جو حشر نشر، جنت اور آگ کا تذکرہ ہے اسے باطل کر دیتا ہے۔ اسی لیے ایک اور روایت میں ہے: "روز حشر اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔"

◆ شہداء کی تعداد۔ امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مشرکین نے غزوۂ احد کے روز ہمارے ستر افراد شہید کیے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام

نے غزوہ بدر میں ۷۰ مشرکین کو قتل اور قید کیا تھا۔

سعید بن منصور نے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز ستر صحابہ کرام کے سروں پر تاج شہادت سجا۔ چار مہاجرین میں سے تھے۔ حضرات حمزہ، حضرت مصعب، عبداللہ بن جحش، شماس بن عثمان رضی اللہ عنہم۔ جبکہ بقیہ انصار میں سے تھے۔ ابن حبان نے، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں ۶۴ انصار اور ۶ مہاجرین نے قبائے شہادت زیب تن کی۔

الحافظ نے لکھا ہے: ''پانچویں حضرت سعد تھے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام تھے۔ چھٹے ثقف بن عمرو اسلمی تھے یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

امام بخاری نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم عرب کے کسی قبیلے کو نہیں جانتے جس کے شہید انصار کے شہیدوں سے زیادہ ہوں۔'' ہمیں حضرت انس نے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں ان ستر افراد بئر معونہ میں ستر افراد اور جنگ یمامہ میں ستر افراد شہید ہوئے۔'' امام الطبری نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں ۷۵ یا ۷۱ انصاری صحابہ کرام شہید ہوئے۔

امام شافعی نے روایت کیا ہے کہ ان کی تعداد ۷۲ تھی۔ ''العیون'' میں ان شہداء کے اسماء گرامی مذکور ہیں ان کی تعداد ۹۶ ہے۔ ان میں سے مہاجرین کی تعداد ۱۱ ہے۔ انصار کی تعداد ۸۵ ہے۔ اوس میں سے ۳۸ تھے۔ خزرج میں سے یہ تعداد ۴۷ تھی۔ العیون میں ابن عمرو نے دمیاطی سے روایت کیا ہے کہ یہ تعداد ایک سو سے زائد ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے صرف انصار شہداء کی تعداد ۹۰ لکھی ہے۔ ابن سعد نے یہی قول یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن طبقات کی شرحوں میں یہ تعداد زیادہ بیان کی گئی ہے۔

❁❁❁❁

چودھواں باب

غزوۂ حمراء الاسد

اس غزوہ کے سبب میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضور اکرم ﷺ دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ تا کہ اسے یہ خبر پہنچے کہ آپ اس کے تعاقب میں نکل چکے ہیں اور وہ گمان کریں کہ آپ کے پاس ابھی طاقت وقوت موجود ہے اور جو نقصان آپ کو پہنچا ہے اس نے آپ کو دشمن سے کمزور نہیں کیا۔"

موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے "اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ابوسفیان اور اس کے اکثر ساتھیوں کی رائے یہ ہے کہ واپس جائیں اور بقیہ صحابہ کرام کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو ترغیب دی کہ وہ دشمن کے تعاقب میں نکلیں۔

وہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جسے امام فریابی، امام نسائی اور امام الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین میدانِ احد سے واپس آئے تو انہوں نے کہا: "نہ تو تم نے محمد عربی ﷺ کو شہید کیا ہے نہ دوشیزاؤں کو گرفتار کیا ہے تم نے کتنا برا کام کیا ہے؟ واپس چلو۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ سن لیا۔ آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی صدا دی۔ انہوں نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب حضور اکرم ﷺ احد سے واپس آئے تو صحابہ کرام نے آپ کے کاشانہ اقدس کا پہرہ دیتے ہوئے رات بسر کر دی تا کہ دشمن پلٹ کر حملہ نہ کر دے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ وہ بیٹھ کر آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔ عبداللہ بن عمرو مزنی آپ سے ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ باہر تشریف لائے تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی کہ وہ ابھی ابھی اپنے اہلِ خانہ کے پاس سے آئے ہیں۔ جب وہ ملل پہنچے تو قریش وہیں فروکش تھے۔ انہوں نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: "تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم قوم کی شدت اور طاقت تک پہنچ چکے تھے۔ پھر تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ تم نے ان کا کام تمام نہ کیا۔ ان کی بنیادی شخصیات تو ابھی باقی ہیں۔ واپس چلو بقیہ افراد کو جڑ سے اکھیڑ پھینکو۔" صفوان بن امیہ اس رائے سے اختلاف کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''اے میری قوم! یوں نہ کرو۔ وہ قوم اب جنگ لڑ چکی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اب باقی رہ جانے والے مسلمان بھی ان کے ساتھ مل جائیں گے اب تمہیں غلبہ مل چکا ہے تم واپس لوٹ چلو۔ میں اس سے امن میں نہیں ہوں کہ اگر تم نے پلٹ کر حملہ کیا تو تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

آپ نے فرمایا: ''صفوان نے انہیں صحیح رستہ دکھایا ہے حالانکہ وہ خود ہدایت یافتہ نہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے ان کے لیے پتھروں پر نشانات لگائے جا چکے تھے۔ اگر وہ واپس لوٹ کر آتے تو وہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو جاتے۔''

آپ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بلایا اور اس مزنی کی بات بتائی۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دشمن کا تعاقب فرمائیں۔ وہ صحابہ کرام کی اولاد پر حملہ آور نہ ہو جائے۔'' جب آپ نماز صبح سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں۔ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم دشمن کا تعاقب کرو۔ ہمارے ساتھ وہی نکلے جس نے کل غزوہ احد میں شرکت کی تھی۔'' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو نو زخم لگے تھے۔ وہ ان کا علاج کرنا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے یہ ندا سنی تو انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنتے ہیں اور سر تسلیم خم کرتے ہیں۔'' انہوں نے زخموں کے علاج کی طرف توجہ نہ دی۔ بنو سلمہ میں سے چالیس زخمی مجاہدین عازم سفر ہوئے۔ حضرت طفیل بن نعمان کو تیرہ زخم لگے تھے۔ حضرت خراش بن صمہ کو دس زخم لگے تھے۔ مسلمان اپنے اسلحہ کی طرف لپکے۔ انہوں نے اپنے زخموں کے علاج کی طرف توجہ نہ دی۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ابن ابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''کیا میں آپ کے ساتھ جا سکتا ہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔''

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہمارے ساتھ صرف وہی نکلے جس نے کل غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ میں اس میں شرکت کرنے کا بڑا حریص تھا لیکن میرے والد گرامی مجھے پیچھے سات بہنوں کے لیے چھوڑ گئے تھے (دوسری روایت میں نو بہنوں کا تذکرہ ہے) انہوں نے کہا: ''نورِ نظر! مجھے اور تمہیں اس عورتوں کو اس طرح نہیں چھوڑنا چاہیے کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو۔ مجھے ان کے بارے خدشہ ہے۔ یہ کمزور عورتیں ہیں۔ تمہاری حیثیت اتنی بھی نہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرنے پر تم کو ترجیح دوں۔ اپنی بہنوں کے پاس ٹھہرو۔'' انہیں شہادت نصیب ہوگئی۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں اس کے ساتھ روانہ ہو سکوں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس غزوہ میں صرف ان صحابہ کرام نے شرکت کی تھی جنہوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ سوائے میرے۔ جن صحابہ کرام نے غزوۂ احد میں شرکت نہیں کی تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی۔ مگر آپ نے اجازت نہ دی۔" آپ نے اپنا جھنڈا منگوایا۔ وہ ابھی تک بندھا ہوا تھا۔ اسے کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ نے علم اسلام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ دوسرے قول کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ عازم سفر ہو گئے۔ آپ زخمی تھے۔ چہرۂ انور پر خود کے حلقوں کے زخم تھے۔ دندان مبارک بھی زخمی تھے۔ نچلا لب لعلیں بھی زخمی تھا۔ دائیں شانے مبارک پر بھی زخم تھا۔ اس جگہ ابن قمئہ لعنہ اللہ تعالیٰ نے تلوار ماری تھی۔ آپ کے مبارک گھٹنوں پر بھی خراشیں آئیں تھیں۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں دو رکعتیں نماز ادا کی۔ صحابہ کرام جمع ہو چکے تھے۔ بلند محلے کے صحابہ کرام بھی پہنچ گئے کیونکہ ان تک بھی خبر پہنچ چکی تھی۔ آپ نے اپنے گھوڑے السکب کو منگوایا۔ اس غزوہ میں صرف آپ کے پاس ہی گھوڑا تھا۔ رستہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ آپ سے ملے۔ انہوں نے اعلان سن لیا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب روانہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرہ اور خود پہن رکھا تھا۔ صرف چشمان مقدس نظر آ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: "طلحہ! تمہارا اسلحہ کہاں ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قریب ہی ہے۔" وہ گئے اپنا اسلحہ لے آئے۔ ان کے سینے پر نو زخم تھے۔ انہوں نے کہا: "میرے زخموں کی اہمیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں سے زیادہ نہیں ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "تمہاری رائے کے مطابق قریش اب کس جگہ ہوں گے؟" انہوں نے عرض کی: "السیالہ کے مقام پر۔" آپ نے فرمایا: "میرا بھی یہی گمان ہے۔ طلحہ! اب وہ ہمیں اس طرح کا نقصان نہیں دے سکیں گے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں مکہ فتح کرا دے گا۔"

ثابت بن ثعلبہ رستہ بتانے کے لیے تھے۔ وہ آپ حمراء الاسد لے گئے۔ آپ میں سے سلیط اور نعمان پسران سفیان بن طلق کو بطور پیش رو آگے بھیجا۔ بنو عویر میں سے ایک شخص کو ان کے ساتھ بھیجا۔ تیسرے شخص کا نام نہیں بتایا گیا۔ ان میں سے دو حمراء الاسد کے مقام پر قریش کو جا ملے۔ قریش شور و غل کر رہے تھے۔ وہ واپس جانے کے بارے مشورہ کر رہے تھے۔ صفوان بن امیہ انہیں روک رہا تھا۔ انہوں نے ان دونوں افراد کو دیکھ لیا۔ انہیں قتل کیا اور آگے چلے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حمراء الاسد میں نزولِ اجلال فرمایا۔ ان دونوں مقتولوں کو ایک قبر میں دفن کیا۔ یہ دونوں ساتھی تھے۔ ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے: "حضرت عبد اللہ بن سہل اور حضرت رافع بن سہل غزوۂ احد سے واپس آئے۔ انہیں بہت سے زخم آئے تھے۔ حضرت عبد اللہ زخموں سے نڈھال تھے۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عازم سفر ہونے کے بارے سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "بخدا! اگر ہم اس غزوہ

میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے۔بخدا! ہمارے پاس سواری بھی نہیں جس پر ہم سوار ہوں۔ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کریں؟" حضرت عبداللہ نے کہا:" آؤ چلتے ہیں" حضرت رافع نے کہا:" بخدا! میں تو چل بھی نہیں سکتا" ان کے بھائی نے کہا:" ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا قصد کرتے ہیں" وہ آہستہ آہستہ عازم سفر ہوئے۔حضرت رافع کو کمزوری محسوس ہوئی۔کبھی حضرت عبداللہ حضرت رافع کو اٹھا لیتے کبھی وہ پیدل چلنے لگتے۔کمزوری کی وجہ سے وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔عشاء کے وقت وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔صحابہ کرام اس وقت آگ جلا رہے تھے۔انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا گیا۔اس روز نگرانی کی ڈیوٹی حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی تھی۔آپ نے پوچھا:" تم دیر سے کیوں آئے ہو؟" انہوں نے اپنے زخموں کے بارے عرض کی۔آپ نے انہیں دعائے خیر سے نوازا۔آپ نے فرمایا:" اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تمہیں گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں کی سواریاں نصیب ہوں گی۔لیکن وہ تمہارے لیے بہتر نہ ہوگا۔"

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حضرت انس اور حضرت مونس پسران فضالہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔کوئی مانع نہیں کہ یہ حضرت رافع اور حضرت عبداللہ، حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہم کے ساتھ پیش آیا ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:" اس روز ہمارا عام زاد کھجوریں تھیں۔حضرت سعد بن عبادہ تیس اونٹ کھجوریں لائے۔حتیٰ کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر آ کر ہمیں مل گئے۔وہ اونٹ بھی لے کر آئے تھے۔وہ ایک دن دو اور ایک دن تین اونٹ ذبح کرتے تھے۔دن کے وقت حضور اکرم ﷺ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیتے۔رات کے وقت انہیں آگ لگا دینے کا حکم دیتے۔ہر ہر شخص آگ جلاتا پانچ سو جگہوں پر آگ جلائی گئی۔حتیٰ کہ وہ دور سے نظر آنے لگی۔مسلمانوں کے لشکر اور اس آگ کا ذکر دور تک پھیل گیا۔اس کی وجہ سے بھی دشمن ذلیل و رسوا ہوا۔آپ نے تین روز سوموار، منگل اور بدھ تک وہیں قیام فرمایا۔معبد بن ابی معبد خزاعی آپ سے ملا۔یہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ابن جوزی نے التلقیح میں اس کے اسلام کا قول یقین کے ساتھ کیا ہے۔بنو خزاعہ کے اہلِ ایمان اور مشرک تہامہ میں آپ کے ساتھ اخلاص کا اظہار کرتے تھے ان کے ساتھ آپ کا وعدہ تھا کہ وہ آپ سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔جو کچھ وہاں رونما ہوگا۔اس نے عرض کی:" محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو جو زخم لگا ہے یہ ہم پر گراں گزرا ہے۔ہماری خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رفعت عطا فرماتا۔مصیبت کسی اور کو پہنچتی۔"

معبد روانہ ہو گیا۔حضور اکرم ﷺ اس وقت حمراء الاسد میں ہی تشریف فرما تھے۔وہ روحاء کے مقام پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے جا ملا۔انہوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ وہ واپس جا کر مسلمانوں کا کام تمام کر دیں۔انہوں نے کہا:" ہم

نے ان کے بہترین صحابہ کرام کو تو قتل کیا۔ان کے قائدین اور معززین کو تہ تیغ تو کیا لیکن انہوں نے انہیں جڑ سے نہیں اکھیڑ پھینکا ہم واپس جاتے ہیں اور سب کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتے ہیں۔"جب ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو کہا:"یہ معبد ہے اس کے پاس خبر ہوگی۔معبد! پیچھے کے حالات کیسے ہیں؟"اس نے کہا:"میں نے محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ وہ اتنا لشکر جرار لے کر تمہارے تعاقب میں نکل آئے ہیں کہ میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا۔وہ غصے میں آ کر تمہیں بھسم کر دیں گے۔اوس اور خزرج کے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔وہ بھی ان کے ساتھ آملے ہیں انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ واپس نہیں جائیں گے۔حتیٰ کہ تمہیں ملیں اور تم سے بدلہ لے لیں۔وہ اپنی قوم کی وجہ سے سخت غصے میں ہیں۔اپنے اس فعل پر سخت نادم ہیں۔میں نے اتنا شدید غصہ کبھی نہیں دیکھا۔"ابوسفیان:"تیرے لیے ہلاکت! تو کیا کہہ رہا ہے؟"اس نے کہا: "لگتا ہے کہ تو عازم سفر نہیں ہوگا حتیٰ کہ تو گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھ لے۔"ابوسفیان نے کہا:"بخدا! ہم نے تو اتفاق کر لیا تھا کہ ہم ان کے بقیہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔"معبد:"میں تجھے اس فعل سے روکتا ہوں جو ہیبت ناک منظر میں نے دیکھا ہے اس کے بارے میں چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"ابوسفیان:"وہ کون سے اشعار ہیں؟"معبد: میں نے یہ اشعار کہے ہیں:

کادت تهد من الاصوات راحلتی　　　اذ سالت الارض بالجرد الابابیل

ترجمہ: "جب فوج درفوج کم بالوں والے گھوڑوں کا سیلاب آگیا تو قریب تھا کہ شور وغل کی وجہ سے میری سواری نیچے گر پڑتی۔"

تردی باسد کرام لا تنابلة　　　عند اللقاء ولا میل معازیل

ترجمہ: "وہ ایسے کریم شیروں کو اٹھائے جا رہے تھے۔وہ جنگ کے وقت نہ تو سست اور کمزور دل ہوں گے۔اور نہ ہی ہتھیاروں کے بغیر ہوں گے۔"

فظلت عدوا اظن الارض مائلة　　　لمّا سموا برئیس غیر مخذول

ترجمہ: "میں تیز بھاگنے لگا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے زمین جھک رہی ہو اس وقت وہ گھوڑے ایسے سردار کے ساتھ بلند ہوئے جسے چھوڑا نہیں گیا تھا۔"

فقلت ویل ابن حرب من لقائكم　　　اذا تغطمطت البطحاء بالخیل

ترجمہ: "میں نے کہا تمہارے ساتھ جنگ ابوسفیان کے لیے ہلاکت ہے۔جب بطحاء کی وادی گھوڑوں کی وجہ سے لرز اٹھے گی۔"

انی نذیر لاهل البسل ضاحیة | لکل ذی اربة منهم و معقول

ترجمہ: "بلاشبہ میں سرزمین مکہ کے باشندوں میں سے ہر اس شخص کو ڈرانے والا ہوں جو صاحب عقل و دانش ہو۔"

من جیش احمد لا وحش تنابلة | ولیس یوصف ما انذرت بالقیل

ترجمہ: "میں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لشکر سے ڈرا رہا ہوں جو سست اور چھوٹے قد کا ٹھکانہ نہیں۔ وہ الفاظ بیان سے باہر ہیں جن سے میں نے انہیں ڈرایا۔"

اس کے ساتھ ساتھ صفوان کی گفتگو نے بھی اسے واپس لوٹ جانے پر مجبور کیا۔ ان کے جگر پھٹنے لگے۔ وہ تعاقب کے خوف سے آگے نکل بھاگ نکلے۔ ابوسفیان کے پاس سے عبد القیس کا ایک کارواں گزرا۔ اس نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟" ابوسفیان: "کیا تم ہماری طرف سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دو گے۔ میں تمہیں عکاظ کے میلہ میں کشمش سے بھرے ہوئے اونٹ دوں گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں!" ابوسفیان: "جب تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملو تو انہیں کہنا: "ہم نے اتفاق کر لیا ہے کہ ہم ان کی طرف اور ان کے صحابہ کی طرف آئیں تا کہ ان کے بقیہ لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں ہم ان کے تعاقب میں ہیں۔"

ابوسفیان آگے چلا گیا۔ یہ کارواں آپ سے حمراء الاسد کے مقام پر ملا۔ اور ابوسفیان کی باتیں آپ کو بتائیں۔ آپ نے فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

ترجمہ: "کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

مدینہ طیبہ کی طرف روانگی سے قبل آپ نے معاویہ بن مغیرہ کو پکڑ لیا۔ اس نے حضرت عثمان غنی کی پناہ لی تھی۔ انہوں نے اس کے لیے آپ سے پناہ مانگی تو آپ نے انہیں پناہ دے دی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تین روز کے بعد یہ ادھر پایا گیا تو اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ تین دن گزر گئے وہ وہیں چھپا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہیں فرمایا: "تم اسے فلاں مقام پر پاؤ گے۔ اسے تہ تیغ کر دینا۔" انہوں نے اسے پایا اور واصل جہنم کر دیا۔

آپ نے ابوعزہ الجمحی کو پایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر میں اسے گرفتار کیا تھا۔ پھر اس پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے کہا: "یارسول اللہ! مجھے معاف کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "تو مکہ مکرمہ میں اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں نہ کہتے رہو: "میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو بار دھوکہ دیا ہے" ابوزبیر اس کی گردن اڑا دو۔" انہوں نے اسکا سرتن سے جدا کر دیا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے حضرت سعید بن مسیب سے روایت پہنچی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار، منگل اور بدھ کے روز وہاں قیام پذیر رہے۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ آپ پانچ روز

مدینہ طیبہ سے باہر رہے۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝١٧٢ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝١٧٣ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝١٧٤ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٧٥ (آل عمران: ۱۷۲ تا ۱۷۵)

ترجمہ: ''جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر۔ اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لیے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے (ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔''

تنبیہات

1. حمراء الاسد الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔ حمراء، اسد کی طرف مضاف ہے۔ یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل دور ہے۔ جب ذوالحلیفہ جائیں تو یہ بائیں طرف آتا ہے۔
2. آپ اتوار کے روز اس مہم کے لیے روانہ ہوئے۔ شوال کے ۱۶ دن گزر چکے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ شوال کے آٹھ روز گزر چکے تھے۔ غزوۂ احد کی تاریخ میں ان کا اختلاف ہے۔
3. سابقہ آیات طیبات کے نزول میں اختلاف ہے۔ حضرات مجاہد اور ایک گروہ کا موقف ہے کہ یہ آیاتِ طیبات اس وقت نازل ہوئیں جب آپ غزوہ بدر الموعد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ ان کا نزول

اس وقت ہوا جب آپ حمراء الاسد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ امام بخاری کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ ابن جریر نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ابن مردویہ، خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

◆ سعید بن منصور، حمیری، امام مسلم امام بخاری، ابن ماجہ، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ سے فرمایا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو غزوۂ احد میں نقصان اٹھانا پڑا۔ مشرکین چلے گئے۔ آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ پلٹ کر حملہ نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: "ان کے تعاقب میں کون جائے گا۔" ستر صحابہ کرام نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے رویات کیا ہے کہ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عمار، طلحہ، سعد، عبد الرحمان، ابو حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔

البدایۃ میں ہے کہ یہ سیاق عجیب ہے۔ اہلِ مغازی لکھتے ہیں: "حمراء الاسد کے ساتھ آپ کے ساتھ وہ سارے صحابہ کرام نکلے جنہوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ ان کی تعداد سات سو تھی ان میں ستر شہید ہو گئے تھے۔ بقیہ سارے صحابہ کرام عازم سفر ہوئے۔" میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ام المومنین اور اہلِ مغازی نے لکھا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ام المومنین کے فرمان کا معنی ہے کہ مذکورہ ستر نے سب سے پہلے لبیک کہا۔ پھر بقیہ صحابہ کرام بھی آپ سے مل گئے۔ حافظ نے الفتح میں اس پر کوئی تنبیہ بیان نہیں کی۔

❁❁❁❁

پندرھواں باب

غزوہ بنی نضیر

اس غزوہ کے سبب میں اختلاف ہے۔عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابوداؤد اور امام بیہقی نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قریش مکہ نے ابن ابی اور اوس اور خزرج کے دیگر بت پرستوں کو لکھا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تم نے ہمارے ساتھی کو پناہ دی ہے مدینہ طیبہ میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ ہے ہم قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ یا تو ان کے ساتھ قتال کرو یا انہیں اپنے شہر سے نکال دو۔ یا پھر ہم عرب کو اکٹھا کر کے تم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ تمہارے جنگ جوؤں کے ساتھ جنگ کریں گے۔ تمہاری عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔" جب ابن ابی اور دیگر بت پرستوں کو یہ خط ملا تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف پیغام بھیجا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ جب آپ کو یہ اطلاع ملی تو آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ انہیں ملے۔ آپ نے فرمایا: "قریش نے تمہیں سخت دھمکی آمیز خط لکھا ہے۔ یہ خط تمہیں کسی فریب میں مبتلا نہ کر دے کہ خود کو مکر و فریب میں مبتلا کر دو اور تم اپنے ہی بھائیوں اور بیٹوں سے لڑنے لگو۔" جب انہوں نے آپ کا یہ فرمان سنا تو وہ جدا جدا ہو گئے اور انہوں نے حق جان لیا۔ قریش کے کفار تک یہ خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے غزوہ بدر کے بعد یہود کی طرف یہ خط لکھا۔

"تمہارے پاس اسلحہ کے انبار ہیں۔ تم قلعوں کے مالک ہو۔ یا تو تم ہمارے ساتھی کے ساتھ قتال کرو یا ہم تمہیں یوں یوں کر دیں گے۔ کوئی طاقت ہمیں نہیں روک سکے گی کہ ہم تمہاری خواتین کو لونڈیاں بنائیں۔"

جب یہ خط یہود تک پہنچا تو بنو نضیر نے آپ کے ساتھ دھوکہ کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تیس صحابہ کرام کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائیں۔ ہمارے تیس علماء بھی آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ وہ آپ کا کلام سنیں گے اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر دی اور آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔" دوسرے روز آپ اپنے تیس صحابہ کرام کے ہمراہ ان کے پاس جلوہ افروز ہو گئے۔ تیس یہودی بھی آپ کی خدمت میں حاضر

ہو گئے۔ جب وہ کھلے میدان میں نکلے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "تم ان پر کیسے حملہ آور ہو گے حالانکہ آپ کے ہمراہ تیس صحابہ کرام ہیں جو آپ پر جان وارنے کے لیے تیار ہیں۔"

انہوں نے آپ کی طرف یہ پیغام بھیجا: "ہم ساٹھ افراد باہم کیسے افہام وتفہیم کریں گے۔ آپ تین صحابہ کرام کو لے آئیں اور ہم میں سے بھی تین علماء نکل آتے ہیں۔ وہ آپ کی بات چیت سنیں گے۔" آپ تین صحابہ کرام کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ تین یہودی علماء بھی نکلے۔ ان یہودیوں کے پاس خنجر تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے چاہتے تھے۔ بنونضیر کی ایک خیر خواہ عورت تھی۔ اس نے اپنے بھائی کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ ایک انصاری مسلمان شخص تھا۔ اس عورت نے اپنے بھائی کو پیغام بھیجا اور بنونضیر کے مکر کے بارے بتایا۔ اس کا بھائی جلدی جلدی آیا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیا۔ ان کے حملہ آور ہونے سے قبل آپ کو آگاہ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

ابن اسحاق، ابن عمر، ابن سعد، ابن عائد اور جلیل القدر اہل مغازی نے لکھا ہے "حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بئر معونہ سے واپس تشریف لائے جب قناۃ پہنچے تو بنو عامر بن صعصعۃ میں سے دو افراد کو ملے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ دونوں افراد ان کے ساتھ ہی رہے جب وہ سو گئے تو انہوں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر عازم سفر ہو کر جلد ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ ان کا ہمارے ساتھ معاہدہ اور امان تھی۔" انہوں نے عرض کی: "مجھے اس معاہدہ کا علم نہ تھا۔ میں انہیں مشرک سمجھتا تھا۔ ان کی قوم نے ہمارے ساتھ دغا کیا تھا۔" حضرت عمرو ان کا سامان اور کپڑے لے آئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کا سامان اور کپڑے واپس کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے یہ چیزیں ان کی دیت کے ساتھ بھیج دیں۔ بنونضیر اور بنو عامر کے مابین معاہدہ تھا۔ آپ ہفتہ کے روز تشریف لے گئے۔ مسجد قباء میں نماز ادا فرمائی۔ مہاجرین اور انصار میں سے بعض صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ جبکہ آپ بنونضیر کے ہاں پہنچے تو آپ کے ہمراہ دس سے بھی کم صحابہ کرام تھے۔ آپ نے انہیں پایا وہ اپنی اپنی محافل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ بیٹھ گئے تاکہ ان کے ساتھ بات چیت کریں کہ وہ ان دو کلابیوں کی دیت ادا کرنے میں آپ کی مدد کریں۔ جنہیں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا: "ابوالقاسم! ہم وہی کریں گے جو آپ پسند کریں گے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ کھانا تناول فرمائیں۔ آپ چلے جائیں ہم مشاورت کر کے اس امر میں آپ کی معاونت کریں گے۔ جس کے لیے آپ تشریف لائے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھروں میں سے ایک گھر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ یہودیوں نے باہم مشاورت کی۔ حیی بن اخطب نے کہا: "اے گروہ یہود! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس چند صحابہ کرام کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کی تعداد دس بھی نہیں۔ آپ کے ہمراہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔

زبیر، طلحہ، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اس گھر کے اوپر سے آپ پر چکی کا پاٹ گرا دو جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں۔ آپ کو قتل کر دو۔ اس سے سنہری موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو صحابہ کرام منتشر ہو جائیں گے۔ قریش اپنے حرم میں چلے جائیں گے۔ اوس اور خزرج یہاں رہ جائیں گے۔ جو کچھ تم مدتوں سے کرنا چاہتے تھے اب اس کا وقت ہے۔" عمرو بن حجاش نے کہا: "میں اس گھر کی چھت پر چڑھتا ہوں اور آپ پر پتھر پھینک دیتا ہوں۔"

سلام بن مشکم نے کہا: "اے میری قوم! اس بار میری اطاعت کرو پھر ساری زندگی مخالفت کرتے رہنا۔ بخدا! اگر تم نے اس طرح کیا تو پھر آپ کو علم ہو جائے گا کہ ہم نے آپ کے ساتھ دغا کیا ہے۔ یہ اس معاہدہ کو توڑنا ہے جو ان کے اور ہمارے مابین ہے۔ یوں نہ کرو۔" عمرو بن حجاش نے ایک پتھر لیا تاکہ اوپر سے آپ پر پھینک کر آپ کو شہید کر دے۔ اس اثناء میں حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہوں نے یہود کے ارادہ سے آپ کو آگاہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اٹھے۔ گویا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جا رہے ہوں۔ مدینہ طیبہ کی طرف رخ انور کیا صحابہ کرام بیٹھ کر بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔

عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابھی یہود اسی حالت پر تھے کہ ایک یہودی مدینہ طیبہ سے آیا۔ جب اس نے اپنے ساتھیوں کو باہم مشاورت کرتے سنا تو اس نے کہا: "تم کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم چاہتے ہیں کہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیں اور آپ کے صحابہ کرام کو گرفتار کر لیں۔" اس نے پوچھا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟" انہوں نے کہا: "یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو قریب ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔" ان کے ساتھی نے انہیں کہا: "میں نے تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ مدینہ طیبہ داخل ہو رہے تھے۔" وہ ششدر رہ گئے۔ جب کافی دیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لائے اور نہ ہی آپ کے بارے کچھ خبر ملی تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اب ہمیں یہاں ٹھہرنے کا فائدہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔" وہ آپ کی جستجو کے لیے نکلے حیی بن اخطب نے کہا: "ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جلدی کی ہے۔ ہم آپ کی ضرورت پوری کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی ضیافت کرنا چاہتے تھے۔" یہودی اپنے اس عمل پر شرمندہ تھے۔ کنانہ بن صویراء نے انہیں کہا" کیا تم جانتے ہو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں اٹھ کر چلے گئے۔" یہودی: "نہیں بخدا! ہم نہیں جانتے۔ کیا تو جانتا ہے؟" اس نے کہا: "تورات کی قسم! میں جانتا ہوں۔ ہم نے ان کے ساتھ جو دغا کرنے کی ساز باز کی تھی اس کی انہیں خبر ہو گئی ہے خود کو دھوکہ نہ دو۔ بخدا! وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ وہ صرف اس لیے اٹھ کر گئے ہیں کہ انہیں ہمارے ارادہ کی خبر مل گئی ہے وہ آخری نبی ہیں تم طمع کرتے تھے کہ وہ نبی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو۔ رب تعالیٰ جہاں چاہتا ہے رسالت رکھتا ہے۔ ہم نے تورات میں جو دروس پڑھے ہیں جو تبدیل نہیں ہوئے ان میں ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔

یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔" ان کے اوصافِ حمیدہ وہی ہیں جو ہماری کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کا تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ گویا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم یہاں سے کوچ کر رہے ہو۔ تمہارے بچے چلا رہے ہیں۔ تم اپنے گھر اور اموال چھوڑے جا رہے ہو۔ دو باتوں میں میری اتباع کرلو۔ تیسری میں کوئی بھلائی نہیں۔" یہودیوں نے پوچھا: "وہ دو کون سی ہیں؟" اس نے کہا: "تم اسلام قبول کرلو۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے اموال اور بچے امن میں ہو جائیں گے۔ تم ان کے معزز صحابہ کرام بن جاؤ گے۔ تمہارے اموال تمہارے پاس ہی رہیں گے۔" انہوں نے کہا: "ہم تورات اور حضرت موسیٰ کے عہد کو نہیں چھوڑ سکتے۔" اس نے کہا: "وہ تمہاری طرف یہ پیغام بھیج رہے ہیں: "میرے شہر سے نکل جاؤ۔ تم انہیں ہاں کہہ دو۔ تمہارے مال اور خون حلال نہ ہوں گے۔ تمہارے اموال تمہارے پاس ہی رہیں گے۔ اگر چاہو تو انہیں بیچ دینا۔ اگر چاہو تو انہیں اپنے پاس رکھ لینا۔" انہوں نے کہا: "یہ عمدہ مشورہ ہے۔" سلام بن شکم نے کہا: "جو کچھ تم نے کہا ہے میں تو پہلے ہی اسے ناپسند کرتا تھا۔ وہ ہماری طرف یہ پیغام بھیجنے لگے ہیں کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔ اے حیی! ان کی بات کا انکار نہ کرنا۔ عازم سفر ہو جانا۔ ان کے شہروں سے نکل جانا۔" حیی نے کہا: "میں اسی طرح کروں گا۔"

جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے پیچھے آگئے۔ انہیں مدینہ طیبہ سے باہر ایک شخص ملا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: "کیا تو نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "ہاں! میں نے "الجسر" کے مقام پر آپ کو دیکھا ہے آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہو رہے تھے۔" جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ وہیں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اٹھ کر چلے آئے ہمیں علم نہ ہوا۔" آپ نے فرمایا: "یہودی میرے ساتھ دھوکا کرنا چاہتے تھے۔ رب تعالیٰ نے مجھے بتا دیا۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

(المائدہ: ۱۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی۔ جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔"

حضرت محمد بن مسلمہ کا یہود کے پاس جانا اور ان کا آپ کی رسالت کا اعتراف کرنا

جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "بنونضیر کے یہودیوں کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔" وہ یہودیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن میں اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ میں تمہارے سامنے اس امر کا تذکرہ کروں گا جس کو تم اپنی محافل میں سرعام یاد کرتے ہو۔" یہودی: "وہ کیا امر ہے؟" حضرت محمد بن مسلمہ: "میں تمہیں اس تورات کا واسطہ دیتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر نازل کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل میں تمہارے پاس آیا تھا۔ تم نے اپنے سامنے تورات کھول رکھی تھی۔ تم نے مجھے اس محفل میں کہا تھا" اے ابن مسلمہ! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں کھانا پیش کریں تو ہم تمہیں کھانا پیش کرتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں یہودی بنائیں تو ہم تم کو یہودی بنا دیتے ہیں۔" میں نے کہا تھا: "مجھے کھانا کھلاؤ۔ مجھے یہودی نہ بناؤ۔ بخدا! میں کبھی بھی یہودی نہیں بنوں گا۔ تم نے مجھے ایک ٹرے میں کھانا دیا۔ تم نے مجھے کہا تھا: "تم صرف یہ دین اس لیے قبول نہیں کرتے کہ یہ یہودیوں کا مذہب ہے گویا تم نے اس حنفیت کا عزم کر لیا ہے جس کے بارے تم نے سن رکھا ہے۔ ابو عامر راہب تو وہ شخص نہیں ہے۔ اب تمہارے پاس وہ ہستی پاک آ گئی ہے جو مسکرانے والی ہے۔ جو جنگ کرنے والی ہے۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ وہ یمن کی طرف سے آئیں گے۔ وہ اونٹ پر سواری کریں گے چادر پہنیں گے وہ روٹی کا ٹکڑا توڑیں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی۔ وہ حکمت کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ گویا کہ تمہاری باہم رشتہ داری یہی ہے۔ بخدا! وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری اس بستی میں جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ آپ جہاد کر رہے ہیں اور دشمنانِ خدا کو تہ تیغ کر رہے ہیں۔" یہودیوں نے کہا: "ہاں! ہم یوں کہتے تھے لیکن یہ وہ نبی نہیں ہیں۔" حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: "میں اپنے پیغام سے فارغ ہو چکا ہوں۔ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے۔ آپ تم سے فرما رہے ہیں: "تم نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے جسے میں نے تمہارے لیے قائم کیا تھا۔ کیونکہ تم نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔" حضرت محمد بن مسلمہ نے یہودیوں کو سارا واقعہ سنایا جو انہوں نے ارادہ کیا تھا۔ عمرو بن حجاش کیسے چھت پر چڑھا تاکہ آپ پر پتھر گرا دے۔" یہ سن کر انہیں سانپ سونگھ گیا۔ وہ ایک حرف تک نہ بول سکے۔ آپ نے فرمایا ہے: "تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد جو ادھر آ گیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔" انہوں نے کہا: "ابن مسلمہ! ہمارا خیال تھا کہ یہ پیغام اوس میں سے کسی شخص کے علاوہ کوئی اور لے کر آتا۔" حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا: "اب دل تبدیل ہو چکے ہیں۔"

ان ایام میں یہودی تیاری کرتے رہے۔انہوں نے اپنی سواریاں ذی جدر کے مقام پر بھیج رکھی تھی۔وہاں چرا کرتی تھیں۔انہوں نے بنواشجع سے کرائے پر اونٹ لیے اور بھرپور انداز میں روانگی کی تیاری کرلی۔

عبداللہ بن ابی کا یہودیوں کو پیغام

یہودی اپنی تیاری میں مصروف تھے کہ ان کے پاس ابن ابی کا پیغام آیا۔سوید اور داعس یہ پیغام لے کر آئے کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے"اپنے گھروں سے نہ نکلو۔اپنے اموال نہ چھوڑو۔اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو۔میرے پاس اپنی قوم اور دیگر اہل عرب کے دو ہزار جوان موجود ہیں۔وہ تمہارے ساتھ تمہارے قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔ان کا آخری شخص مرجائے گا لیکن مسلمانوں کو تم تک نہ پہنچنے دے گا۔بنوقریظہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔تمہیں رسوا نہیں کریں گے۔بنو غطفان میں سے تمہارے حلیف بھی تمہاری مدد کریں گے۔"ابن ابی نے کعب بن اسد القرظی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کرے۔اس نے کہا:"ہم میں سے ایک شخص بھی یہ معاہدہ توڑنے پر راضی نہیں۔"

ابن ابی بنوقریظہ سے مایوس ہو گیا۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہود کے درمیان معاملات کو شدید کرنا چاہتا تھا۔وہ لگا تار حیی کی طرف پیغام بھیجتا رہا۔حیی نے کہا:"میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیج رہا ہوں کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے۔ہم اپنے اموال نہیں چھوڑیں گے۔وہ جو چاہیں کرلیں۔"حیی ابن ابی کی باتوں میں آ گیا۔سلام بن مشکم نے حیی سے کہا:"حیی! تیرے نفس نے تجھے دھوکہ دے رکھا ہے۔اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تیری رائے کو احمق سمجھا جائے گا تو میں اپنے اطاعت گزار یہودیوں کے ساتھ تجھے چھوڑ دیتا۔حیی! اس طرح نہ کر۔بخدا! تو بھی جانتا ہے اور تیرے ساتھ ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ان کے اوصاف ہمارے ہاں موجود ہیں۔اگر ہم آپ کی اتباع نہ کریں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان سے حسد کرتے ہیں۔کیونکہ نبوت بنوہارون سے نکل چکی ہے۔آؤ ہم ان کے عطا کردہ امن کو قبول کریں۔ہم ان کے شہروں سے نکل جائیں تو یہ بھی جانتا ہے کہ تو نے ان کے ساتھ دھوکہ کرنے میں میری مخالفت کی ہے۔جب پھل پک جائیں گے تو ہم آئیں گے۔یا ہم میں سے ایک اپنے پھل کے پاس آئے گا۔اسے فروخت کر دے گا۔یا اس کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا۔پھر ہمارے پاس آجائے گا تو پھر گویا کہ ہم اپنے شہروں سے نکلے ہی نہیں کیونکہ ہمارے اموال ہمارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ہماری قوم پر ہمارا شرف ہمارے اموال اور افعال کی وجہ سے ہے۔جب اموال چلے جائیں گے تو پھر ہم ذلت اور کنگالی میں دوسرے یہودی کی طرح ہو جائیں گے اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف آئے اور اگر انہوں نے ایک دن بھی ہمارے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا پھر وہ اس پیغام کو قبول نہیں کریں گے جو انہوں نے ابھی بھیجا ہے۔وہ اس کو قبول

نہیں کریں گے۔ وہ اس کا انکار کردیں گے۔"

حیی بن اخطب نے کہا: "محمد عربی ﷺ صرف اس وقت ہمارا محاصرہ کریں گے جب انہیں موقع ملے گا۔ ورنہ وہ واپس چلے جائیں گے۔ ابن ابی نے بھی میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ جیسے کہ تو نے دیکھا ہے۔"

سلام نے کہا: "ابن ابی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ تو تجھے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہتا ہے تاکہ تو محمد عربی ﷺ سے جنگ کرے۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا اور تجھے چھوڑ دے گا۔ اس نے کعب سے مدد مانگی تھی مگر کعب نے انکار کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ بنوقریظہ کا ایک شخص بھی اس عہد کو توڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ابن ابی نے اپنے حلیف بنوقینقاع کے ساتھ بھی اسی طرح کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی جنگ کرنے کی کوشش کی عہد کو پس پشت ڈالا خود کو اپنے قلعوں میں محصور کر دیا۔ وہ ابن ابی کی مدد کا انتظار کرتے رہے۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ محمد عربی ﷺ اپنے لشکر جرار سمیت ان کی طرف گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ حتیٰ کہ وہ ان کا حکم ماننے پر مجبور ہو گئے۔ ابن ابی نے تو اپنے حلیفوں کی مدد نہیں کی تھی ہم نے تو اپنی تلواروں کے ساتھ اوس کے ہمراہ اس کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی ہے اب تو جنگوں کا وہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ محمد عربی ﷺ تشریف لا چکے ہیں اور یہ جنگ کی آگ ختم ہو چکی ہے۔ ابن ابی نہ یہودی ہے نہ مسلمان ہے۔ نہ ہی اپنی قوم کے دین پر ہے ہم اس کی بات کیسے قبول کریں۔"

حیی نے کہا: "میرا نفس تو محمد عربی ﷺ سے عداوت ہی کرتا رہے گا ان کے ساتھ قتال ہی کرتا رہے گا۔" سلام نے کہا: "پھر تو ہم اپنی سرزمین سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ ہمارے اموال اور شرف ختم ہو جائے گا۔ ہمارے بچے قیدی بن جائیں گے وہ ہمارے ساتھ جنگ کریں گے۔" مگر حیی نے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرے گا۔ ساموک بن ابی الحقیق ان کے ہاں عقل و دانش میں کم سمجھا جاتا تھا۔ اسے جنون تھا اس نے کہا: "اے حیی! تو ایک منحوس شخص ہے تو بنونضیر کو تباہ کر دے گا۔" حیی غصے میں آگیا۔ اس نے کہا: "بنونضیر کے سارے افراد نے میرے ساتھ گفتگو کی ہے حتیٰ کہ اس پاگل نے بھی" ساموک کے بھائیوں نے اسے مارا۔ انہوں نے حیی سے کہا: "ہم تیرے تابع ہیں ہم تیری مخالفت نہیں کریں گے۔"

حیی نے اپنے بھائی جدی کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے کہا: "ہم اپنے شہروں سے نہیں نکلیں گے۔ اپنے اموال کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔" اس نے اسے حکم دیا کہ وہ ابن ابی کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ حیی نے محمد عربی ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیج دیا ہے نیز اسے کہے کہ وہ اپنی مدد جلدی بھیجے۔

جدی روانہ ہوا پہلے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ

بیٹھے ہوئے تھے۔اس نے آپ کو حیی کا پیغام دیا۔حضور اکرم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔آپ کے نعرہ کے جواب میں مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔آپ نے فرمایا: "اب یہود سے جنگ ہوگی۔"

جدی وہاں سے روانہ ہوا۔ابن ابی کے پاس آیا۔وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔اس کے پاس اس کے چند حلیف بیٹھے ہوئے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا منادی اعلان کر رہا تھا۔وہ مسلمانوں کو بنونضیر کی طرف جانے کا حکم دے رہا تھا۔حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابن ابی کے پاس آئے وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔اس کے پاس جدی بھی تھا۔انہوں نے اپنی زرہ پہنی تلوار لی اور بھاگتے ہوئے نکل آئے۔

جدی نے کہا: "جب میں نے ابن ابی کو دیکھا جو اپنے گھر کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔اس کے نور نظر کے ہتھیار سجائے میں اس سے اور اس کی مدد سے مایوس ہوگیا۔میں حیی کی طرف بھاگتا ہوا آیا۔اس نے پوچھا: "کیا خبر لائے ہو؟" اس نے کہا: "شر۔جب میں نے محمد عربی ﷺ کو تیرا پیغام دیا۔انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔انہوں نے کہا: "اب یہودیوں سے جنگ ہوگی۔" میں ابن ابی کے پاس آیا سارے حالات بتائے۔اس وقت محمد عربی ﷺ کا منادی بنونضیر کی طرف جانے کا اعلان کر رہا تھا۔" حیی نے کہا: "ابن ابی نے تجھے کیا پیغام دیا ہے؟" جدی: "مجھے تو اس کے پاس خیر نظر نہیں آئی۔اس نے کہا: "میں بنوغطفان میں سے اپنے حلفاء کو پیغام بھیجنے لگا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔"

حضور اکرم ﷺ کی بنونضیر کی طرف روانگی

سرورِ عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنونضیر کی طرف تشریف لے گئے۔مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔آپ نے اپنے ہمراہ عرب لکڑی کا قبہ لیا اس پر چادریں لٹکائی گئیں تھیں آپ نے اسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔آپ نے بنونضیر کے کھلے میدان میں نمازِ عصر ادا کی۔جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دیکھا تو اپنے قلعوں کی دیواروں پر کھڑے ہو گئے۔ان کے پاس تیر اور پتھر تھے۔بنوقریظہ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔انہوں نے نہ تو ہتھیاروں اور نہ ہی آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کی تھی نہ ہی ان کے قریب گئے تھے۔بنونضیر اس روز پتھر اور تیر برساتے رہے۔حضور اکرم ﷺ کے صحابہ آپ کے پاس آگئے۔آپ نے نمازِ عشاء ادا کی۔اپنے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کاشانہ اقدس میں آگئے۔آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔آپ گھوڑے پر سوار تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا۔دوسری روایت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے۔مسلمانوں نے تادم صبح ان کا محاصرہ کیے رکھا۔وہ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان صبح دی۔حضور ﷺ صحابہ کرام کو لے کر بنونضیر کے میدان میں چلے گئے۔

وہاں صحابہ کرام کو نمازِ صبح پڑھائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس چھوٹی سی مسجد کے پاس آپ کا خیمہ لگا دیا جو بنو خطمہ کے میدان میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خیمہ میں تشریف لے گئے۔

ایک یہودی تھا جس کا نام غزوک تھا۔ وہ بڑا تیر انداز تھا وہ تیر پھینک رہا تھا۔ اس کے تیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے تک پہنچ رہے تھے۔ آپ نے حکم دیا تو خیمہ مبارکہ کو مسجد الفضیخ کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ وہ تیر کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ رات ہو گئی۔ نہ ابن ابی بنو نضیر کے قریب آیا نہ ہی اس کا کوئی حلیف آیا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ بنو نضیر اس کی نصرت سے مایوس ہو چکے تھے۔ سلام بن مشکم اور کنانہ بن صوریاء حیی سے کہنے لگے: "ابن ابی کی وہ نصرت کہاں ہے؟ جو تو گمان کرتا تھا" حیی نے کہا: "اب میں کیا کروں۔ یہ ہلاکت ہے جو ہمارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔"

حضور اکرم، سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ ایک رات عشاء کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ صحابہ کرام نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہیں آرہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں چھوڑ دو۔ وہ تمہارے ہی کسی کام گئے ہیں۔" تھوڑی مدت بعد ہی وہ غزوک کا سر لے کر حاضر ہو گئے۔ وہ کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں سے دھوکہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک بہادر اور ماہر تیر انداز تھا۔ حضرت علی نے اس پر حملہ کیا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ حضرت ابودجانہ، حضرت سہل بن حنیف اور دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تھا۔ انہوں نے ان یہودیوں کو پالیا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے انہیں قتل کیا اور ان کے سر کسی کنویں میں پھینک دیے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لیے کھجوریں بھیجتے تھے۔

کھجوریں کاٹنے کا حکم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابولیلیٰ مازنی اور حضرت عبداللہ بن سلام کو کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابولیلیٰ عجوہ کھجوریں کاٹ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام لون کھجوریں کاٹ رہے تھے۔ حضرت ابولیلیٰ نے کہا: "عجوہ کاٹنے سے انہیں زیادہ اذیت ہوگی۔" حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: "مجھے علم ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ یہ کھجوریں آپ کو بطور غنیمت عطا فرمائے گا۔ عجوہ ان کی بہترین کھجور ہے۔" جب عجوہ کھجوریں کاٹی گئیں تو یہودی عورتوں نے اپنے گریبان چاک کر دیے۔ رخسار پیٹ ڈالے۔ ہائے ہلاکت پکارا۔ سلام بن مشکم کہنے لگا: "حیی! العذق کھجور عجوہ سے بہترین ہے۔ جب اسے لگایا جائے تو تیس سال تک یہ پھل نہیں دیتی۔ اسے بھی کاٹا جا رہا ہے۔" حیی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ تو فساد سے منع کرتے ہیں۔ پھر یہ کھجوریں کیوں کاٹ

رہے ہیں؟" بعض مسلمانوں نے ان کے اس قول کی وجہ سے دلوں میں کچھ تردد محسوس کیا۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ فساد ہی نہ ہو۔ انہوں نے کہا: "ان کو نہ کاٹو۔ بعض نے کہا: "بلکہ! ہم انہیں کاٹیں گے تاکہ انہیں آتش غیظ میں جلائیں۔"

حیی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔ "ہم آپ کو وہ کچھ پیش کرتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں۔ آپ کے شہر سے بھی نکل جاتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! آج مجھے یہ شرط قبول نہیں۔ بلکہ تم یہاں سے نکلو تمہیں ایک اونٹ کا سامان لے جانے کی اجازت ہے سوائے اسلحہ کے۔" سلام بن مشکم نے کہا: "حیی! تیرے لیے ہلاکت! یہ قبول کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے اس سے بھی زیادہ شر قبول کرنا پڑے۔" حیی نے کہا: "اس سے زیادہ شر کیا ہو سکتا ہے۔" سلام نے کہا: "اولاد کو قیدی بنالیا جائے۔ جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے۔ اموال لے لیے جائیں۔ صرف اموال دینا ہمارے لیے آسان ہے۔" ایک یا دو دن تک حیی تردد کا شکار رہا جب یامین بن عمیر اور ابوسعد بن وھب نے یہ دیکھا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ہم اسلام لے آئیں ہم اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیں۔" وہ رات کے اندھیرے میں اترے۔ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے اپنے اموال اور خون محفوظ کر لیے۔ پھر یہودیوں نے یہ شرط مان لی کہ وہ ایک اونٹ کا سامان لے جاسکتے ہیں۔ سوائے اسلحہ کے۔ حضرت یامین نے بنو قیس میں سے ایک شخص کو دس دینار دیے یا پانچ وسق کھجوریں دیں تاکہ وہ عمرو بن حجاش کو دھوکہ سے قتل کر دے۔ اس کے قتل کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔

محمد بن عمر، ابن سعد، بلاذری، ابومعشر اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ آپ نے پندرہ روز بنو نضیر کا محاصرہ کیا۔ ابن اسحاق اور ابوعمرو نے یہ مدت سات راتیں لکھی ہیں۔ سلیمان تیمی نے تقریباً بیس راتیں لکھی ہیں۔ ابن الکلاع نے تیئیس راتیں لکھی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مدت پچیس روز منقول ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ جلاوطنی کی نگرانی حضرت محمد بن مسلمہ کو سونپی گئی۔ یہودیوں نے کہا: "ہمارے لوگوں پر مقررہ مدت تک قرضے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جلدی لے لو اور کچھ کم کر دو۔" ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیس دینار لینے تھے۔ اس نے ان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ ان سے صرف راس المال اسی دینار لے گا۔ بقیہ ان سے باطل کر دیے۔ محاصرہ کے ایام میں ان کے جو گھر ان کے قریب تر تھے وہ انہیں گرا رہے تھے۔ مسلمان ان کے وہ گھر گرا رہے تھے جو ان کے قریب تھے۔ حتیٰ کہ صلح واقع ہوگئی۔

بنونضیر کی جلاوطنی

جب یہودی جلاوطن ہوئے تو انہوں نے اپنی خواتین اور اولاد کو اونٹوں پر سوار کیا۔ اتنا سامان لدا جو ایک اونٹ اٹھا سکتا تھا۔ ایک شخص اپنے گھر کی دہلیزیں بھی اکھیڑ رہا تھا۔ انہوں نے بہت زیادہ اوچھے پن کا اظہار کیا۔ وہ بحارث بن خزرج کے علاقے سے نکلے پھر جلبیہ پر چلے پھر جر پر روانہ ہوئے۔ پھر عیدگاہ سے گزرے۔ پھر مدینہ طیبہ کے بازار سے نکلے۔ ان کی عورتیں ھودجوں پر سوار تھیں۔ انہوں نے دیباج اور ریشم کے لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے سبز اور سرخ مخمل کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ سونے اور چاندی کے زیورات پہن رکھے تھے۔ ان پر زعفرانی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ابو رافع نے اونٹ کی جلد بلند کی۔ اور کہا: ''یہ چیزیں تو ہم نے زندگی کے نشیب و فراز کے لیے جمع کر رکھی تھیں۔ جو نخلستان ہم چھوڑے جا رہے ہیں ان سے بہتر نخلستان خیبر میں ہمارے منتظر ہیں۔''

وہ اس طرح گزرے کہ ان کے ہمراہ دف اور مزامیر تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے لونڈی گا رہی تھیں۔ لوگوں نے انہیں دیکھنے کے لیے صفیں بنالیں۔ وہ قطار در قطار گزرنے لگے۔ چھ سو اونٹوں پر ان کا سامان لدا ہوا تھا۔ ان کے چلے جانے کی وجہ سے منافقین بہت غمزدہ تھے۔ ان میں سے اکثریت خیبر چلی گئی۔ ان میں حیی، سلام، کنانہ بن سویراء اور ان کے اہل خانہ بھی شامل تھے۔ ان میں سے ایک گروہ شام چلا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموال اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ آپ نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں پائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ اس مال کا خمس نہیں نکالیں گے۔ جو آپ کو ملا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں! میں اسے ایسی چیز بنا دوں گا جسے رب تعالیٰ نے مومنین کو چھوڑ کر صرف میرے ساتھ مختص کیا ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى۔ (الحشر:۷)

ترجمہ: ''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے۔''

بنونضیر کا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختص تھا۔ آپ نے اسے اپنے حوادث کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ اس میں سے اپنے اہل بیت کے لیے خرچ کرتے تھے۔ یہ آپ کے لیے مختص تھا۔ جسے چاہتے نواز دیتے جس سے چاہتے روک لیتے۔ کھجوروں کے نیچے آپ کاشت کاری فرماتے تھے۔ اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا خرچہ جو اور کھجوریں رکھ لیتے تھے۔ یہ خرچہ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور بنو عبد المطلب کے لیے رکھتے تھے۔ بقیہ مال سے گھوڑے اور اسلحہ خرید لیتے تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین بھی آپ کے ساتھ ہی تشریف لے

آئے۔انصار ان کے لیے مقابلہ کرنے لگے۔حتیٰ کہ ان کے مابین قرعہ اندازی ہونے لگی۔جس کے نام قرعہ نکل آتا وہ اپنے مہاجر بھائی کو اپنے ساتھ لے جاتا۔مہاجرین انصار کے گھروں اور اموال میں تھے۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں اموال ملے تو آپ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔آپ نے فرمایا:"میرے لیے اپنی قوم کو بلاؤ۔"حضرت ثابت نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم صرف خزرج کو۔"آپ نے فرمایا:"سارے انصار کو۔"انہوں نے اوس اور خزرج کو بلایا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔پہلے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔پھر انصار کے ان احسانات کا تذکرہ کیا جو انہوں نے مہاجرین کے ساتھ کیے تھے۔انہوں نے انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دی۔پھر فرمایا:"اگر تم پسند کرو تو میں بنونضیر سے حاصل ہونے والا مال فئے تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کردیتا ہوں۔مہاجرین حسب سابق تمہارے گھروں اور اموال میں رہیں گے۔اگر تم پسند کرو تو یہ اموال میں مہاجرین میں تقسیم کردیتا ہوں۔وہ تمہارے گھروں میں سے چلے جائیں گے۔"حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!آپ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں۔وہ پہلے کی طرح ہمارے گھروں میں ہی رونق افروز رہیں۔"انصار نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہمارا سر تسلیم خم ہے اور ہم راضی ہیں۔"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی:"مولا!انصار اور انصار کی اولاد پر رحم فرما۔"

آپ نے مال فئے تقسیم فرمایا۔یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرمائے۔انصار میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔صرف دو صحابہ کرام حضرات سہل بن حنیف اور ابودجانہ رضی اللہ عنہما کو حصہ دیا۔اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ابوالحقیق کی تلوار عطا کی۔اس کی تلوار ان کے ہاں معروف تھی۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا:"تمہارے بھائیوں مہاجرین کے پاس اموال نہیں ہیں۔اگر تم پسند کرو تو میں یہ اموال تمہارے اور مہاجرین کے مابین برابر برابر تقسیم کردیتا ہوں۔اگر تم پسند کرو تو اپنے اموال تم اپنے پاس رکھو اور میں یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کردیتا ہو۔انصار نے عرض کی:"آپ یہ اموال بھی ان میں تقسیم کردیں اور ہمارے اموال میں سے جو چاہیں ان میں تقسیم کردیں۔"اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

ترجمہ: "اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اے گروہ انصار!اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے بخدا!ہماری اور تمہاری مثال اسی طرح ہے جس طرح غنوی نے کہا ہے:

جزی اللہ عنا جعفرًا حین ازلقت بنا نعلنا الواطئین فزلّت
ابوان یملّونا و لو امنا تلاقی الذی یلقون مناظلّت

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جعفر کو جزائے خیر دے جبکہ چلنے والوں میں ہمارے پاؤں پھسل رہے تھے اور لرز رہے تھے۔انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ہم سے اکتائیں اگر ان حالات کا ہماری ماں کو سامنا کرنا پڑتا جن کا سامنا انہیں کرنا پڑا تو وہ ہم سے اکتا جاتیں۔''

عمرو بن سعدی یہودی کا حضور اکرم ﷺ کے بارے مکالمہ

محمد بن عمر نے ابراہیم بن جعفر سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا:''جب بنونضیر مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہو گئے۔تو عمرو بن سعدی آیا۔اس نے ان کے گھروں کا چکر لگایا۔کھنڈرات دیکھے غور و فکر کیا۔پھر وہ بنوقریظہ کے پاس گیا وہ اپنے کنیسہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔انہوں نے ان کا بگل بجایا۔یہودی جمع ہو گئے۔زبیر بن باطا القرظی نے کہا:''ابوسعید! تم آج تک کہاں رہے؟ میں نے تمہیں نہیں دیکھا''وہ کنیسہ سے جدا نہیں ہوتا تھا۔وہ یہودیت کے مطابق عبادت کرتا تھا۔اس نے کہا:''آج میں نے عبرت افروز امور دیکھے ہیں۔میں نے اپنے بھائیوں کے گھروں کو خالی دیکھا ہے۔حالانکہ وہاں عزت، مضبوطی، شرف اور عقل و دانش تھی۔انہوں نے اپنے اموال ترک کر دیے تھے۔دیگر لوگ ان کے مالک بن چکے تھے۔وہ ذلت کے ساتھ جلاوطن ہوئے۔بخدا! یہ امور کسی قوم پر مسلط نہ کیے گئے۔اس سے قبل ابن اشرف کے ساتھ بھی عبرت انگیز سلوک ہوا۔حالانکہ وہ اپنے گھروں میں امن کے ساتھ تھا۔اس طرح ابن سفینہ کے ساتھ ہوا۔وہ یہود کا سردار تھا۔ان میں معزز اور مضبوط تھا۔بنوقینقاع کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا۔انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔حالانکہ وہ یہود میں سے سب سے زیادہ کوشش کرنے والے تھے۔ان کے پاس سامان اسلحہ اور شرف کی فراوانی تھی۔انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔کسی انسان نے سر تک نہ نکالا حتیٰ کہ انہوں نے انہیں قیدی بنا لیا۔ان کے بارے گفتگو کی گئی تو انہوں نے انہیں اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔اے میری قوم! تم نے وہ کچھ دیکھ لیا جو دیکھا۔تم میری اتباع کر لو۔آؤ ہم محمد عربی ﷺ کی پیروی کر لیتے ہیں۔بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ہمارے علماء نے ان کے بارے خوشخبریاں دیں تھیں۔ان کے آخری علماء ابوعمیر ابن الھیبان اور ابن جواس تھے۔وہ سارے یہودیوں سے زیادہ عالم تھے۔وہ بیت المقدس سے ہمارے پاس آتے۔وہ بھی حضور اکرم ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔انہوں نے ہمیں آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیا۔نیز یہ کہ ہم ان کی طرف سے آپ کو سلام دیں۔پھر وہ اپنے دین پر مر گئے۔وہ ہماری اس

سنگلاخ چٹانوں میں مدفون ہوئے۔" یہ سن کر ساری قوم پر سکتہ طاری ہوگیا کوئی بھی کلام نہ کرسکا۔ اس نے اپنا کلام دہرایا۔ انہیں جنگ، قید اور جلاوطنی سے ڈرایا۔

زبیر بن باطا نے کہا: "تورات کی قسم! میں نے تورات میں ان کے اوصاف پڑھے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس مثانی میں ان کا تذکرہ نہیں جو اس نے ہمیں بیان کیں ہیں۔" کعب بن اسد نے کہا: "اے ابوعبدالرحمان! تم ان کی اتباع کیوں نہیں کر لیتے؟" اس نے کہا: "سب سے بڑی رکاوٹ تم ہو۔ اے کعب!" کعب: "کیوں۔ تورات کی قسم میں کبھی تمہارے اور ان کے مابین حائل تو نہیں ہوا۔" زبیر نے کہا: "تم ہمارے معاہدے کرتے ہو۔ اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو ہم ان کی اتباع کریں گے اگر تم انکار کرو گے تو ہم بھی انکار کر دیں گے۔"

عمرو بن سعدی نے کعب کی طرف توجہ کی اور کہا: "وہ تورات جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر طور سینا کے دن نازل ہوئی۔ وہ دنیا میں عزت و شرف کا باعث ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر ہیں۔ وہ اور ان کی امت ان کے ساتھ ہی جنت میں جائے گی۔" کعب نے کہا: "ہم اپنے معاہدہ پر برقرار ہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے عہد کو نہیں توڑیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حیی کیا کرتا ہے۔ اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکال دیا گیا ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ اسے قرار نصیب ہو حتیٰ کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہو جائے۔ اگر وہ ان پر فتح یاب ہوگیا تو ہمارا ارادہ بھی یہی ہے۔ ہم اپنے دین پر ٹھہرے رہیں گے۔ اگر وہ حیی پر فتح یاب ہو گئے تو پھر زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہم ان کی پناہ سے رخ پھیر لیں گے۔" عمرو بن سعدی نے کہا: "ہم امر کو مؤخر کیوں کر رہے ہیں حالانکہ وہ توجہ فرمائیں۔" کعب نے کہا: "اس کے اوپر کیا ہے۔ میں جب بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ارادہ کروں گا وہ مجھے ضرور جواب دیں گے۔" عمرو: "تورات کی قسم! انہیں ہم پر مدد حاصل ہے۔ جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل کر ہماری طرف آئیں گے اور ہم اپنے ہی قلعوں میں پوشیدہ ہو جائیں گے جنہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے تو پھر ہم اپنے قلعوں سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم ان کا حکم مان لیں گے۔ وہ ہماری گردنیں اڑا دیں گے۔" کعب: "ان کے بارے میرے پاس وہی کچھ تھا جو میں نے کہہ دیا ہے۔ میرا نفس نہیں چاہتا کہ وہ اسرائیلی کے قول کے تابع ہو۔ جو میرے لیے نہ نبوت کا فضل اور نہ کارناموں کی قدر جانتا ہو۔" عمرو: "بخدا! مجھے حیاتی کی قسم! وہ یہ سب کچھ جانتا ہے۔"

وہ اسی حالت پر تھے کہ انہیں علم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے صحن میں اتر چکے ہیں۔ اس نے کہا: "یہی بات میں تجھ سے کہتا تھا۔" کیونکہ انہوں نے وہ عہد توڑ دیا تھا۔ جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ غزوۂ خندق میں آپ کے ساتھ جنگ کی تھی۔ عنقریب یہ تفصیل آرہی ہے۔ سورۃ الحشر کا اکثر حصہ ان کے بارے ہی نازل ہوا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: "سورۃ الحشر" انہوں

نے کہا: "اسے سورۃ النضیر بھی کہہ سکتے ہو۔" اللہ رب العزت نے فرمایا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ
يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ
يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي
الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ
لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ
تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥﴾ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ
وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً
بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ
هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ
جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠﴾ (الحشر)

ترجمہ: "اللہ ہی کی پاکی بیان کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اور وہی سب پر غالب، بڑا دانا ہے۔ وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت۔ تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل پائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے

قلعے بچالیں گے اللہ کے قہر سے۔ پس آیا ان پر اللہ کا (قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہلِ ایمان کے ہاتھوں سے پس عبرت حاصل کرو اے دیدہ بینا رکھنے والو۔ اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں جلاوطنی تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے۔ جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے ہیں اپنی جڑوں پر تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں تاکہ اللہ رسوا کرے فاسقوں کو اور جو مال پلٹا دیئے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان کے گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے۔ اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے۔ تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول کریم جو تمہیں عطا فرما دیں۔ وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لیے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی راستباز لوگ ہیں (اور ان کا بھی اس مال میں حق ہے) جو دارِ ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) مہاجرین کی آمد سے پہلے محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔ اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔ اور جس کو بچالیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیں اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہلِ ایمان کے لیے اے

ہمارے رب بے شک تو رؤف و رحیم ہے۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بنونضیر کی جلاوطنی اور ابن اشرف کے قتل کے بارے اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

لقد خزیتْ بغدرتها الحبُورُ　　　كذاك الدهر ذو صرف يُدور

ترجمہ: "یہود کے علماء اپنے دھوکہ کی وجہ سے رسواء ہو گئے۔ زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے وہ پھر پھر کر آتا ہے۔"

و ذٰلك انهم كفروا برب　　　عزيز امره امرٌ كبير

ترجمہ: "اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غالب رب تعالیٰ کا انکار کیا جس کا حکم ہر امر سے بڑا ہے۔"

و قد اوتوا معًا فهما و علما　　　و جاء هم من الله نذير

ترجمہ: "حالانکہ انہیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک نذیر (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) بھی آیا۔"

نذيرٌ صادق ادّى كتابا　　　و آيات مبينة تنير

ترجمہ: "وہ ایک سچے نذیر ہیں انہوں نے ایک کتاب اور روشن ضوفشاں معجزات عطا کیے۔"

فقالوا ما اتيت بامر صدق　　　و انت بمنكرٍ منّا جدير

ترجمہ: "مگر ان یہودیوں نے کہا: 'تم سچا امر لے کر نہیں آئے۔ تم ہماری جانب سے برے سلوک کے مستحق ہو۔"

فقال بلى: لقد اديت حقّا　　　يصدّقني به الفهم الخبير

ترجمہ: "آپ نے فرمایا: 'ضرور! میں نے تو حق تبلیغ ادا کر دیا ہے اس کے ساتھ سمجھدار اور آگاہ شخص میری تصدیق کرتا رہے گا۔"

فمن يتبعْه يعهد لكل رشدٍ　　　و من يكفر به يجز الكفور

ترجمہ: "جو شخص اس کی اتباع کرے گا ہر ہدایت کی طرف اس کی راہ نمائی ہو گی جو انکار کرے گا اسے انکار کی سزا ملے گی۔"

فلما اشربوا غدرًا و كفرًا　　　و جدّ بهم عن الحقِ النفورُ

ترجمہ: "جب وہ کفر اور دغا کی وجہ سے سیراب ہو گئے اور نفرت نے حق سے ان کا ہر طرف سے گھیراؤ کر لیا۔"

ارى الله النبيّ براى صدقٍ　　　و كان الله يحكم لا يجور

ترجمہ: "تو رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سچی رائے دکھائی۔ رب تعالیٰ حق فیصلہ کرتا ہے وہ ظلم

نہیں کرتا۔"

فایّدَہٗ و سلطه علیھم و کان نصیرہ نعم النصیر

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے آپ کو تائید بخشی ان یہودیوں پر آپ کو غلبہ عطا فرمایا۔ وہ آپ کا مددگار ہے وہ کتنا عمدہ مددگار ہے۔"

فغودرَ منھم کعبٌ صریعًا فزلّت بعد مصرعہِ النضیر

ترجمہ: "یہودیوں میں سے کعب کو پچھاڑا ہوا چھوڑا گیا۔ اس کے قتل کے بعد یہودی ذلیل و رسوا ہو گئے۔"

علی الکفّین ثمّ و قد علتہ بایدینا مشھرۃ ذکور

ترجمہ: "نیام سے نکلی ہوئی عمدہ تلواریں ہمارے ہاتھوں میں آئیں اور پھر ہماری وجہ سے کعب پر چھا گئیں۔"

بامر محمد اذ دسّ لیلًا الی کعب اخا کعب یسیر

ترجمہ: "یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوا۔ جب رات کے وقت آپ نے کعب کے بھائی کو کہا کہ وہ کعب کے پاس جائے۔"

فما کرہ فانزله بمکرٍ و محمودٌ اخو ثقۃ جسورٌ

ترجمہ: "اس نے مکر کیا۔ خفیہ تدبیر سے اسے نیچے اتار دیا۔ قابل بھروسہ اور طاقتور محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔"

فتلك بنو النضیر بدارِ سوءٍ ابارھم بما اجترموا المبیر

ترجمہ: "یہ بنونضیر تھے جو برائی کے گھر میں تھے ہلاک کرنے والے نے انہیں جرم کی سزا میں برباد کر دیا۔"

غداۃ اتاھم فی الزجف رھوًا رسول اللہ وھو بھم بصیر

ترجمہ: "اس روز حضور ﷺ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوئے آپ انہیں پوری طرح دیکھ رہے تھے۔"

و غسّان الحماۃ مؤا زروہ علی الاعداء وھو لھم وزیر

ترجمہ: "بنوغسان آپ کے مددگار اور معاون تھے۔ وہ آپ کے دشمن کے خلاف آپ کی مدد کر رہے تھے۔"

و قال السلم و یحکم فصدُّوا و خالف امرھم کذبٌ وزور

ترجمہ: "آپ نے ان سے فرمایا: "تمہارے لیے ہلاکت تم صلح کر لو مگر رک گئے جھوٹ اور مکر و فریب ان کا ساتھی بن گیا۔"

فذاقوا غب امرھم و بالًا لکل ثلاثۃ منھم بعیر

ترجمہ: "انہوں نے اپنے امر کی سزا کا مزہ چکھ لیا۔ ان کے تین افراد کے لیے ایک اونٹ تھا۔"

و اجلوا عامدین لقینقاع   و غودر منهم نخلٌ ودورُ

ترجمہ: "وہ جلاوطن ہو گئے وہ بنو قینقاع کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ وہ اپنی کھجوریں اور گھر پیچھے چھوڑ گئے تھے۔"

تنبیہات

1. النضیر۔ یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ جو عرب میں فروکش ہوا تھا۔ ان کا نسب حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ملتا تھا۔ یہ قبیلہ اس سے قبل کبھی جلاوطن نہیں ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس کے مقدر میں یہ جلاوطنی لکھ دی تھی۔

2. الھدیٰ میں ہے "امام زھری کا گمان ہے کہ غزوہ بنو نضیر غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد رونما ہوا تھا۔ یہ ان کا وہم ہے۔ امام زھری نے اسے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔ امام ذھبی اور امام بیہقی نے اسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے لیکن امام زھری نے لکھا ہے "امام زھری کے ایک راوی نے اسی طرح کیا ہے۔ یہ عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ لیکن ام المؤمنین کا ذکر محفوظ نہیں ہے۔ اس کے بارے ابن کثیر کا کلام گزر چکا ہے۔

3. امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی کھجوریں جلائیں اور کاٹیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (الحشر: ۵)

ترجمہ: "جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔"

ان ہی سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی کھجوریں جلائیں تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

و ھان علی سراۃ بنی لؤی   حریق بالبویرۃ مستطیر

ترجمہ: "بنو لؤی کے خاندان پر وہ آگ آسان ہو گئی جو ہلاکت کے ساتھ شعلہ بار تھی۔"

ابوسفیان بن حارث نے اپنے اسلام لانے سے قبل انہیں یہ جواب دیا:

ادام اللہ ذالك من صنیع   و حرّق فی جوانبھا السعیر

ستعلم اینا منھا بنزہ   و تعلم ای ارضینا تضیر

ترجمہ: "رب تعالیٰ اس کارنامے کو ہمیشہ برقرار رکھے اور اس کے اردگرد آگ شعلہ فشاں ہو تم عنقریب جان لو

گے کہ کون اس سے دور ہے اور تم جان لو گے کہ ہماری دو زمینوں میں سے کس پر تم ظلم کرتے ہو؟''

الحافظ نے لکھا ہے ''ان اشعار کی نسبت حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف اور ابوسفیان بن حارث کا جواب مشہور ہے۔ جیسے کہ یہ صحیح میں ہے۔ ابوالفتح نے ابوعمرو الشیبانی سے لکھا ہے ''جس نے پہلا شعر لکھا تھا وہ ابوسفیان بن حارث تھے۔ انہوں نے ھان کی جگہ عز لکھا اور جس نے جواب دیا وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تھے۔ امام بخاری کی روایات سے یہی شبہ ہوتا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے ''میرے نزدیک صحیح اسی طرح ہے جیسے صحیح البخاری میں موجود ہے کیونکہ قریشی ہر اس شخص کی مدد کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا وہ اسے نصرت اور تعاون سمجھتے تھے جب اس غزوہ میں بنونضیر کو رسوائی اٹھانا پڑی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے تاکہ قریش کو زجر و توبیخ ہو سکے کہ ان کے ساتھی کیسے رسواء ہوئے وہ لوی ہی تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار غزوۂ بنوقریظہ کے بارے کہے تھے۔ انہوں نے بنونضیر کا ذکر ویسے ہی کر دیا تھا۔ غزوۂ بنوقریظہ میں یہ سارے اشعار آرہے ہیں۔

ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا "تعلم ای ارضینا نضیر" جو امر ترجیح دیتا ہے وہ وہی ہے جو صحیح میں ہے کیونکہ بنونضیر کی زمین انصار کی زمین کے ساتھ ہی تھی۔ جب وہ خراب ہوئی تو اس کے اثرات قرب کی زمین پر بھی پڑے۔ لیکن قریش کی زمین کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ ان سے بہت زیادہ دور تھی۔ انہیں ان کی خرابی کی پرواہ نہ تھی۔ گویا کہ ابوسفیان کہہ رہا ہے'' بنونضیر کی زمین کا خراب ہونا اور اس کا جل جانا پڑوسی کی زمین کو خراب کر دیتا ہے۔ تمہاری زمین ہی اس کے پڑوس میں ہے اسی کو نقصان ہوا ہے ہماری زمین کو نہیں۔'' اس کو اس کے برعکس پر تکلف کے ساتھ ہی محمول کیا جا سکتا ہے۔ جس نے اس مؤقف کا انکار کیا ہے اس نے اسے عجیب سمجھا ہے کہ ابوسفیان کفار کی زمین کے لیے بھی اسی طرح کے جل جانے کی دعا مانگ رہا ہو۔ "ادام الله ذالك من ضيع" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کفر کا اسم انہیں جامع تو تھا۔ لیکن دینی عداوت ان کے مابین قائم تھی۔ کیونکہ اہل کتاب اور بت پرستوں میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح یہ مصرعہ "و حرّق فی نواحیها السعیر" اس سے مراد مدینہ طیبہ کا گرد و نواح ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کے لیے بددعا ہے۔

❁❁❁❁

سولہواں باب

غزوہ بدرالموعد

اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ ابوسفیان بن حرب جب غزوہ احد سے واپس آنے لگا تو اس نے بآواز بلند کہا: "آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصفراء کے مقام پر ہوگی۔ ہم وہاں جنگ کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا اسے کہو: "ہاں! ان شاء اللہ۔" اسی پر لوگ جدا ہو گئے۔ قریش واپس آ گئے۔ انہوں نے اپنے لوگوں کو اس وعدہ کے بارے بتا دیا تھا۔ بدر الصفراء ایک میدان تھا۔ جہاں اہل عرب جمع ہوتے تھے۔ یہاں ایک میلہ لگتا تھا۔ جب ذوالقعدہ کی آٹھ راتیں گزر جاتی تھیں تو یہ میلہ لگتا تھا۔ جب آٹھ راتیں اور گذر جاتیں تو لوگ اپنے اپنے شہروں کو لوٹ جاتے تھے۔

جوں جوں وعدہ کا وقت قریب آ رہا تھا ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کی طرف روانہ ہونا زیادہ ناپسندیدہ تر سمجھتا جا رہا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ اس مقررہ وقت میں آپ سے ملاقات نہ ہی ہو۔ وہ ظاہر یہی کر رہا تھا کہ وہ ایک لشکر جرار لے کر آپ پر حملہ آور ہونے کے لیے تیاری کر رہا ہے۔ اہل مدینہ تک بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ عرب کے گوشے گوشے میں یہ خبر پھیلا دی گئی تا کہ مسلمانوں کو خوفزدہ کیا جا سکے۔

نعیم بن مسعود الاشجعی مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اور قریش مکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ ابوسفیان نے اسے بتایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جانے کو ناپسند کر رہا ہے۔ اس نے قحط سالی کا عذر پیش کیا۔ اس نے نعیم بن مسعود کے لیے بیس اونٹنیاں مقرر کیں۔ انہیں سہیل بن عمرو کے پاس رکھا۔ بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو اتنا پست ہمت کر دے کہ وہ اس جنگ کے لیے عازم سفر نہ ہوں۔ اس نے اسے اونٹ پر سوار کیا۔ وہ مدینہ طیبہ آیا۔ مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے ابوسفیان کے لشکر کی کثرت کی ڈھینگیں ماریں۔ وہ سارے مسلمانوں کے پاس جاتا رہا۔ مسلمانوں نے نیت کر لی کہ وہ اس جنگ کے لیے عازم سفر نہیں ہوں گے۔ یہ سن کر منافقین اور یہودی خوشیاں منانے لگے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ اس لشکر جرار سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔" یہ خبریں آپ تک بھی پہنچ گئیں۔ آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ شاید آپ کے ساتھ کوئی عازم سفر نہ ہو۔ حضرت سیدنا

ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی یہ افواہیں سن لیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر سچی عزتوں کا تاج سجائے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ہم اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے۔ وہ اسے بزدلی شمار کریں گے۔ آپ وعدہ کے مطابق تشریف لے چلیں۔ بخدا! اس میں بھلائی ہے۔" یہ جذبات سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ پھر فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ میں ضرور نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک فرد بھی عازم سفر نہ ہو۔" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصرت فرمائی۔ وہ سارے شیطانی وساوس کافور ہو گئے جنہوں نے انہیں مرعوب کر رکھا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی روانگی

ابن اسحاق کے مطابق آپ نے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے نیابت فرائض حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سونپے۔ آپ پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ ان میں کئی گھوڑے بھی تھے۔ ایک گھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، ایک گھوڑا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے، ایک گھوڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔ درج ذیل صحابہ کرام اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت ابو قتادہ، حضرت سعید بن زید، حضرت مقداد بن الاسود، حضرت خباب بن منذر، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم۔

آپ نے اسلام کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مسلمان اپنے ہمراہ سامان تجارت بھی لے گئے تھے انہوں نے بہت زیادہ نفع پایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے ایک دینار کے عوض ایک دینار نفع حاصل کیا۔"

ذوالقعدہ کا چاند طلوع ہوا تو مسلمان میدانِ بدر میں پہنچ چکے تھے۔ صبح میلا لگ گیا۔ مسلمان آٹھ روز تک وہیں ٹھہرے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہیں جلوہ افروز ہو کر ابو سفیان کا انتظار کرتے رہے۔ "مخشی بن عمرو ضمری آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ غزوہ ودان میں آپ نے اس کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میلے میں شریک لوگوں میں سے سب سے زیادہ تھے۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی باقی نہیں بچا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے آنے کا مقصد صرف میلے میں شرکت کرنا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تو پسند کرتا ہے تو ہم اس معاہدہ کو کالعدم قرار دیتے ہیں جو ہمارے اور تیرے مابین تھا۔" مخشی نے کہا: "ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے ہاتھ آپ سے روکے رکھیں گے اور اس معاہدہ پر برقرار ہیں۔"

ابو سفیان نے قریش سے کہا: "ہم نے نعیم بن مسعود کو بھیج دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو عازم سفر ہونے سے پست ہمت کر

دے گا۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن ہم ایک یا دو راتوں کے لیے نکلیں گے۔ پھر ہم واپس آجائیں گے اگر محمد عربی ﷺ عازمِ سفر نہ ہوئے اور انہیں یہ خبر مل گئی کہ ہم عازمِ سفر ہوئے تھے تو یہ ان پر ہماری فتح ہوگی۔ اگر وہ عازمِ سفر ہو گئے تو ہم بہانہ کریں گے کہ اس سال قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ ہم کسی شادابی کے سال عازمِ سفر ہوں گے۔" قریش نے کہا: "یہ اچھا مشورہ ہے۔" قریش عازمِ سفر ہوئے۔ ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ ان میں پچاس گھڑ سوار تھے۔ وہ الظہران کے ایک گوشے مجنہ تک پہنچے پھر ابوسفیان نے کہا: "واپس لوٹ چلو۔ ہم کسی شادابی کے سال نکلیں گے۔ جس میں جڑی بوٹیاں عام ہوں۔ جس میں اپنے جانور چرائیں اور دودھ پئیں۔ یہ قحط سالی کا دور ہے میں واپس ہونے لگا ہوں تم بھی واپس لوٹ چلو۔" اہلِ مکہ نے اس لشکر کا نام "جیش السویق" رکھا۔ وہ کہتے: "وہ تو ستو پینے کے لیے نکلے تھے۔"

معبد بن ابی معبد خزاعی میلا ختم ہونے کے بعد جلدی سے عازمِ سفر ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے مسلمانوں کی کثیر تعداد کے بارے بتایا کہ ان کی تعداد ان سارے لوگوں سے زیادہ تھی جو اس میلا میں شریک تھے۔ ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کا وہ فرمان بھی سنایا جو آپ نے ضمری کو کہا تھا۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا: "بخدا! میں نے تجھے غزوۂ احد میں منع کیا تھا کہ تو مسلمانوں کے ساتھ وعدہ نہ کر۔ اب وہ ہم پر جرأت کر کے میدانِ بدر میں آگئے ہیں۔ ہم نے وعدہ خلافی کی ہے۔ ہمیں ناتوانی نے روکے رکھا۔" قریش مکر و فریب میں لگ گئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے سرمایہ جمع کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے ارد گرد اہلِ عرب کو جنگ کی صدا دی۔ اموال جمع کیے انہوں نے اہلِ مکہ سے ٹیکس لیا۔ ہر ایک شخص ان کے پاس مال لے کر آیا۔ کسی سے ایک اوقیہ سے کم مال قبول نہ کیا۔ تاکہ جنگ خندق ہو سکے۔
حضور اکرم ﷺ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اس غزوہ کے بارے اشعار

وعدنا ابا سفیان بدرًا فلم نجد لمیعادہ صدقا وما کان وافیا

ترجمہ: "ہم نے ابوسفیان کے ساتھ مقامِ بدر پر معرکہ آزما ہونے کا وعدہ کیا لیکن ہم نے پایا کہ وہ اپنے وعدہ کا سچا نہ تھا نہ ہی وہ وعدہ ایفاء کرنے والا تھا۔"

فاقسم لو وافیتنا لقیتنا لابت ذمیما و افتقدت الموالیا

ترجمہ: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو ہمارے مقابلہ میں آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو تو اس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور تو اپنے رشتہ داروں کو گم پاتا۔"

ترکنا به اوصال عتبة و ابنه — و عمرًا باجهل ترکناه ثاویًا

ترجمہ: ''ہم نے ہی عتبہ اور اس کے بیٹے کے جوڑ جدا کیے تھے اور ابو جہل عمرو کو بھی زیر زمین کر دیا تھا۔''

عصیتم رسول الله اف لدینکم — و امرکم السیء الذی کان غاویا

ترجمہ: ''تم نے حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کی تمہارے دین کی وجہ سے تم پر افسوس! تمہارے اس برے فعل پر افسوس ہے جو گمراہ کن تھا۔''

فانی و ان عنفتمونی لقائلٌ — فدًی لرسول الله اهلی و مالیا

ترجمہ: ''میں ضرور یہ بات کروں گا خواہ تم مجھے کتنا ہی برا کہو کہ میرے اہل و عیال اور مال سب کچھ حضور والا ﷺ پر قربان ہو جائیں۔''

اطعناه لم نعدله فینا بغیره — شهابًا لَنَا فی ظلمة اللیل هادیا

ترجمہ: ''ہم نے آپ کی اطاعت کر لی ہے اور ہم کسی کو آپ کی مثال شمار نہیں کرتے آپ ظلمت بھری رات میں ایسا شہاب ہیں جو سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار

دعوا فلجاتِ الشام قد حال دونها — جلادٌ کافواهِ المخاضِ الاوارِكِ

ترجمہ: ''تم اب شام کی وادیوں کو خیر آباد کہہ دو ان کے مابین ایسی تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو اراک کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح ہیں۔''

بایدی رجالٍ هاجروا نحور بهم — و انصاره حقا و ایدی الملائكِ

ترجمہ: ''وہ تلواریں ایسے مبارک لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے ہجرت کی جو اس کے سچے انصار ہیں اور وہ تلواریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔''

اذا سلکت للغور من بطن عالج — فقولا لها لیس الطریق هنالِك

ترجمہ: ''اے شخص! جب ریت والی زمین کے نچلے علاقے سے تو گزرے تو قریش کو بتا دینا کہ اب یہاں کوئی رستہ نہیں ہے۔''

اقمنا علی الرسّ النزوع ثمانیا — بارعن جرار عریض المبارك

ترجمہ: ''ہم نے آٹھ روز تک بدر کے اس کنویں پر قیام کیا جس سے ہاتھوں کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے ایسے مبارک لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع جگہ گھیری ہوئی تھی۔''

بکل کمیت جوزۃ نصف خلقه　　　و قبّ طوالٍ شرفاتِ الحوارِكِ

ترجمہ: ''ہمارے ہمراہ ایسے کمیت گھوڑے تھے جن کے پیٹ ہی ان کے جسم کا نصف تھے وہ پتلی کمر والے طویل قامت اور بلند کندھوں والے تھے۔''

تری العرفج العامیّ تذری اصوله　　　مناسم اخفافِ المطیِ الرّواتك

ترجمہ: ''تم یہاں دیکھو گے کہ اس جگہ ایک سال کی اگی ہوئی عرفج گھاس ہے جس کی جڑوں کو تیز رفتار اونٹوں کے پاؤں نے اڑا دیا ہے۔''

فان نلق فی تطوافنا و التماسنا　　　فرات ابن حیان یکن رهن هالك

ترجمہ: ''اگر ہمیں تلاش اور جستجو میں فرات بن حیان مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والے کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا۔''

و ان تلق قیس ابن امرئِ القیس بعده　　　یزد فی سوادٍ لونه لون حالكِ

ترجمہ: ''اور اگر اس کے بعد قیس بن امرئ القیس مل گیا تو اس کی سیاہ رنگت میں مزید سیاہی کا اضافہ کر دیا جائے گا۔''

فابلغ اباسفیان عنّی رسالة　　　فانك من غرّ الرجال الصّعالكِ

ترجمہ: ''تو میری طرف سے ابوسفیان کو پیغام دے دے کہ تو مفلس اور دھوکہ باز لوگوں میں سے ایک ہے۔''

تنبیہ

البدایۃ میں ہے: ''امام واقدی نے لکھا ہے کہ ذوالقعدہ کی پہلی رات حضور اکرم ﷺ اس غزوہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ یعنی چار ہجری کو۔ لیکن ابن اسحاق کا قول صحیح ہے کہ آپ اس سال ماہِ شعبان میں عازم سفر ہوئے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ نے بھی ماہ شعبان لکھا ہے لیکن انہوں نے تین ہجری کا قول کیا ہے۔ یہ وہم ہے۔ غزوہ احد میں انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ جبکہ غزوہ احد تین ہجری ماہ شوال میں ہوا تھا۔

❁❁❁❁

سترھواں باب

غزوہ دومۃ الجندل

اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ آپ شام کے قریب تشریف لے جائیں۔آپ سے عرض کی گئی: "یہ علاقہ شام کے سرحدی علاقوں کے قریب ہے۔اگر آپ اس کے قریب جائیں گے تو اس سے قیصر خوفزدہ ہو جائے گا۔" آپ سے عرض کی گئی کہ وہاں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو مسافروں پر ستم ڈھاتے ہیں وہ مدینہ طیبہ پر بھی حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔آپ ایک ہزار صحابہ کرام کو لے کر عازم سفر ہوئے۔دن کے وقت آپ آرام فرماتے اور رات کے وقت سفر فرماتے تھے۔بنو غدرہ کا ایک شخص رستہ بتانے کے لیے آپ کے ہمراہ تھا۔اس کا نام مذکور تھا۔وہ ایک ماہر رستہ بتانے والا تھا۔وہ تیزی کے ساتھ لے کر نکلا وہ ان کے عام رستہ سے ہٹ کر گزرا۔جب آپ دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے پاس ان کے جانور چر رہے ہیں۔آپ ذرا یہیں ٹھہریں میں آگے جا کر جائزہ لیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔"

وہ شخص اکیلے ہی نکلا اس نے اونٹوں اور بکریوں کے آثار دیکھ لیے۔وہ اپنی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔وہ شخص واپس آیا۔آپ کو بتایا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر قبضہ کر لیا۔کچھ چرواہے بھاگ گئے۔دومۃ الجندل کے لوگ منتشر ہو گئے۔آپ ان کے میدان میں تشریف لے گئے۔لیکن وہاں کوئی موجود نہ تھا۔آپ کچھ دن وہاں قیام فرما رہے۔مختلف گروہ ارد گرد بھیجے ہر گروہ اونٹ لے کر آتا۔لیکن جنگ کی نوبت کسی کے ساتھ نہ آئی۔صرف حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو پکڑا۔اسے بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔آپ نے اس سے اس کے ساتھیوں کے بارے پوچھا۔اس نے کہا: "جب انہوں نے آپ کے بارے سنا ہے تو وہ بھاگ گئے ہیں۔" آپ کئی روز اس شخص پر اسلام پیش کرتے رہے بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا۔آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔رستہ میں آپ نے عیینہ بن حصن سے معاہدہ کیا کہ وہ اپنے جانور تغلمین سے لے کر امراض تک چروالیا کرے۔اس کے شہر قحط سالی کا شکار تھے۔

اٹھارواں باب

غزوہ بنی مصطلق

اسے غزوۃ المریسیع کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حارث بن ابی ضرار بنو مصطلق کا سردار تھا۔ اس نے اپنی قوم اور اہلِ عرب کو آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ انہوں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی طرف نکلیں۔ وہ الفرع کے ایک کونے میں جمع ہو رہے تھے۔ ان کی یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت بریدہ بن حصیب کو بھیجا تاکہ حالات معلوم کر کے آئیں۔ انہوں نے آپ سے اجازت طلب کر لی کہ وہ آپ کے خلاف واقع کچھ کہہ لیں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ وہ عازم سفر ہوئے اور ان کے چشمہ پر انہیں جا ملے۔ انہوں نے مغرور لوگوں کی ایک قوم دیکھی جنہوں نے حارث کی صدا پر لبیک کہا تھا۔ اس نے لشکر جرار جمع کر رکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا: ''کون ہو؟'' حضرت بریدہ: ''میں تم میں سے ہی ایک شخص ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم اس شخص کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہو۔ میں اپنی قوم اور اطاعت گزاروں کو لے کر آؤں گا۔ ہم یکجان ہو کر انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔''

حارث: ''ہمارا مقصد یہی ہے۔ جلدی سے آجاؤ۔'' حضرت بریدہ: ''میں جاتا ہوں اور اپنی قوم کا عظیم لشکر لے کر تمہارے پاس آجاتا ہوں۔'' یہ سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے اور سارے حالات عرض کیے۔ آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔ دشمن کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے نکلنے میں جلدی کی۔

مریسیع کی طرف آپ کی روانگی

آپ نے نیابت کے فرائض حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپے۔ محمد بن عمر اور ابن سعد نے یہی لکھا ہے۔ ابن ہشام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے اسی طرح حضرت نمیلہ بن عبداللہ اللیثی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس تیس گھوڑے تھے۔ مہاجرین کے پاس دس گھوڑے تھے۔ دو گھوڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھے: (۱) لزاز (۲) الظرب۔

آپ کے ساتھ بہت سے منافقین بھی عازم سفر ہوئے۔ وہ اس سے قبل کسی غزوہ کے لیے نہیں نکلے تھے۔ وہ جہاد کے لیے نہیں نکلے تھے بلکہ مالِ غنیمت کے لیے نکلے تھے۔ نیز مسافت بھی قریب تھی۔ آپ عازم سفر ہوئے۔ آپ خلائق کے

ساتھ ساتھ چلے۔آپ اسی جگہ فروکش ہو گئے۔بنوعبدالقیس میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔آپ نے اس سے پوچھا:"تیرے اہلِ خانہ کہاں ہیں؟"اس نے کہا:"الروحاء کے مقام پر۔" آپ نے پوچھا: "کہاں کاارادہ ہے؟"اس نے عرض کی:"میں آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا تاکہ آپ پر ایمان لے آؤں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ پیغام حق لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔میں آپ کے ہمراہ ہو کر دشمن سے جہاد کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی۔"اس نے عرض کی:"کون سا عمل افضل ہے؟" آپ نے فرمایا:"اول وقت میں نماز ادا کرنا۔"

آپ کو دشمن کا ایک جاسوس ملا۔آپ نے اس سے ان کے بارے پوچھا لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔آپ نے اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اس کی گردن اڑا دی۔آپ مریسیع پہنچے۔آپ کی روانگی کی خبر دشمن تک پہنچ چکی تھی۔انہیں یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ آپ نے ان کے جاسوس کو تہ تیغ کر دیا ہے۔اہلِ عرب حارث کو چھوڑ کر چلے گئے۔آپ کے لیے چمڑے کا خیمہ لگا دیا گیا۔امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں۔حارث بھی جنگ کے لیے تیار ہو گیا آپ نے صحابہ کرام کی صف بندی کی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔دوسرا قول ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو عطا کیا۔انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں:"اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو اور اس کے ذریعے اپنے نفوس اور اموال محفوظ کر لو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا مگر مشرکین نے انکار کر دیا۔کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔پہلے مشرکین میں سے ایک شخص نے تیر پھینکا۔مسلمان بھی کچھ دیر تیر اندازی کرتے رہے۔پھر آپ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یکبار حملہ آور ہو جائیں۔انہوں نے یکجان ہو کر حملہ کیا۔مشرکین میں سے ایک شخص بھی نہ بچا دس مقتول ہوئے بقیہ قیدی بنے آپ نے ان کے مرد، خواتین، اولاد اور جانور قیدی بنا لیے۔

صحیحین میں ہے:"آپ نے ان پر حملہ کیا۔وہ غافل تھے۔مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا۔اس کا نام ہشام بن صبابہ تھا۔انہیں ایک انصاری صحابی نے شہید کر دیا۔وہ حضرت عبادہ بن صامت کے قبیلہ میں سے تھے۔اس نے انہیں مشرکین میں سے شمار کیا اور خطاءً قتل کر دیا۔آپ نے اس کی دیت دینے کا حکم دیا۔ان کے بھائی مقیس بن صبابہ نے دیت پر قبضہ کر لیا۔پھر اس نے قاتل کے بھائی پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔پھر مرتد ہو کر قریش سے جا ملا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔فتح مکہ کے روز اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔"

حضرت ابوقتادہ نے کہا:"اس روز مشرکین کا جھنڈا صفوان ذوالشقرہ نے اٹھا رکھا تھا۔جونہی مجھے موقع ملا تو میں

نے اس پر حملہ کر دیا۔ ہمیں فتح ہوگئی۔" اس روز مسلمانوں کا شعار "یا منصور امت"

محمد بن عمر نے حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم مریسیع پر تھے۔ میں نے والد کو سنا وہ کہہ رہا تھا "اتنا بڑا لشکر آ گیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی سکت ہم میں نہیں"۔ میں اتنے زیادہ مجاہدین اور گھوڑے دیکھ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ جب میں نے اسلام قبول کیا اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حبالہ عقد میں لیا تو میں مسلمانوں کو دیکھنے لگی وہ مجھے پہلے کی طرح کثیر نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں سمجھ گئی کہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے رعب تھا۔ جو اس نے مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔"

ان میں سے ایک شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا وہ کہتا تھا "ہم نے سفید مرد دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہم نے نہ انہیں پہلے اور نہ ہی بعد میں دیکھا تھا۔"

مال غنیمت کی تقسیم

آپ نے حکم دیا قیدیوں کے کندھے باندھ دیے گئے۔ آپ نے حضرت بریدہ بن حصیب کو ان کا نگران مقرر کیا۔ ان کے پاس جو مال و متاع اور اسلحہ تھا اسے جمع کر لیا گیا۔ جانوروں کو ہانک کر لایا گیا۔ آپ نے ان پر اپنے غلام حضرت شقران کو نگران مقرر کیا۔ ایک کونے میں بچے جمع کیے خمس اور مسلمانوں کے حصوں پر حضرت محمیہ بن جزء رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ آپ نے سارے مال غنیمت میں سے خمس نکالا۔ حضرت محمیہ بن جزء اس کے نگران تھے۔ خمس ان کے پاس ہی جمع ہوتا تھا۔ صدقات علیحدہ ہوتے تھے۔ اہل فئے صدقہ سے علیحدہ ہوتے تھے۔ اہل صدقہ مال فئے سے جداگانہ ہوتے تھے۔ آپ صدقہ کے مال میں سے یتیم، مسکین اور کمزوروں کی مدد کرتے تھے۔ جب یتیم بالغ ہو جاتا تو وہ مال فئے کی طرف منتقل ہو جاتا اسے صدقہ سے نکال دیا جاتا اس پر جہاد واجب ہو جاتا اگر وہ جہاد کو ناپسند کرتا اور اس کا انکار کرتا تو اس کو صدقہ میں سے کچھ بھی نہ دیا جاتا تھا۔ اسے کہا جاتا کہ وہ اپنے لیے خود کمائی کرے۔ آپ کسی سائل کو نہیں روکتے تھے۔ آپ کی خدمت میں دو افراد آئے انہوں نے آپ سے خمس میں سے کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس سے کچھ دے دیتا ہوں۔ اس میں کسی امیر یا مضبوط کمائی کرنے والے کا کوئی حصہ نہیں۔ قیدیوں کو تقسیم کر دیا گیا مال اور بھیڑ بکریوں کو بھی تقسیم کر دیا گیا۔ ایک اونٹ کا عوض دس بکریوں کو مقرر کیا گیا۔ بوسیدہ سامان فروخت کر دیا گیا۔ گھوڑے کے لیے دو حصے اور گھڑ سواروں کے لیے ایک حصہ نکالا گیا۔ پیادہ کے لیے بھی ایک حصہ نکالا گیا۔ اونٹوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ بکریوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ قیدیوں کی تعداد دو سو تھی۔ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ

میں آئیں۔انہوں نے ان کے ساتھ نو اوقیہ سونے سے مکاتبت کرلی۔

حضرت جویریہ آپ ﷺ کے حبالہ عقد میں

ابوعمر نے لکھا ہے کہ ان کا نام نامی برۃ تھا۔آپ نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ابن اسحاق، امام احمد، ابو داؤد اور محمد بن عمر نے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضرت جویریہ ایک باجمال اور زیبا خاتون تھیں۔جو بھی انہیں دیکھ لیتا ان کے جمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔حضور اکرم ﷺ میرے پاس جلوہ افروز تھے۔ہم ایک چشمہ پر فروکش تھے۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔وہ آپ سے کتابت کے بارے عرض کرنے آئیں تھیں۔میں نے انہیں دیکھا تو مجھے ان کا آپ کی بارگاہ میں آنا ناگوار گزرا۔میں سمجھ گئی کہ آپ ان سے نکاح فرما لیں گے۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک مسلمان خاتون ہوں۔میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔میں قوم کے سردار کی نورِ نظر جویریہ بنت حارث ہوں۔ہمیں جن حالات کا سامنا کرنا پڑا آپ بخوبی جانتے ہیں۔میں ثابت بن قیس اور ان کے چچازاد کے حصہ میں آئی۔انہوں نے اپنے چچازاد کو مدینہ طیبہ کی کھجوریں دے کر مجھے اس سے لے لیا لیکن مجھ سے اتنی زیادہ رقم سے مکاتبت کرلی جسے میں ادا نہیں کرسکتی۔میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں۔آپ اس رقم کی ادائیگی میں میری معاونت کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر اس سے بہتر ہو جائے تو؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کیا؟'' آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری طرف سے مکاتبت کی رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ضرور! کرم فرمائیں۔میں نے اس طرح کر دیا ہے۔'' آپ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ان سے مانگ لیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کی ہوگئیں۔میرے والدین آپ پر فدا! آپ نے ان کا زرِ کتابت ادا کیا۔انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔صحابہ کرام کو یہ خبر مل گئی۔بنو مصطلق کے قیدی تقسیم ہو چکے تھے۔ان کی عورتوں سے وطی کی جاچکی تھی۔مسلمانوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کے سسرال!'' انہوں نے اپنے اپنے قیدی آزاد کر دیے۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ''جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح فرما لیا تو ایک سو گھرانوں کو آزادی کا پروانہ ملا۔میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اتنی برکت لے کر آئی جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے لے کر آئیں۔''

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے خواب کا تذکرہ

حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضور

اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے تین روز قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب سے چلا ہے اور میری آغوش میں آ گرا ہے۔ میں نے ناپسند کیا کہ کسی کو اپنا خواب بیان کروں جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ جب ہمیں قیدی بنالیا گیا تو مجھے اس خواب کے پورا ہونے کی امید لگی۔ جب آپ نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے نکاح فرمالیا تو بخدا! میں نے آپ سے اپنی قوم کے بارے بات نہ کی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے اسے آزاد کر دیا۔ مجھے میری ایک پھوپھو زاد بہن نے بتایا تو میں نے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

بقیہ قیدیوں کا فدیہ

امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، امام نسائی اور محمد بن عمر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم ﷺ کی رفاقت میں غزوہ بنی مصطلق کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ہمیں قیدی ملے۔ ہم عورتوں کی شدید خواہش کر رہے تھے۔ ہم پر یہ امر گراں گزر رہا تھا۔ ہمیں فدیے بھی پسند تھے۔ ہم نے کہا: ''ہم عزل کر لیں حالانکہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس رونق افروز ہیں۔ ہم نے آپ سے عزل کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''تم پر کیا حرج ہے تم کیوں عزل نہ کرو۔ جس روح نے روز حشر تک آنا ہے اس نے آ کر ہی رہنا ہے۔''

محمد بن عمر نے لکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بنو مصطلق کا وفد ہمارے پاس آ گیا۔ انہوں نے اپنی اولاد اور خواتین کے فدیے ادا کیے۔ وہ انہیں اپنے شہر لے گئے۔ بعض افراد نے اختیار کیا کہ ان کا حصہ ان کے پاس ہی رہے۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ واپس ہی جائیں گے۔ عورت اور اولاد کا فدیہ چھ حصے کے ساتھ ادا کیا گیا۔ میں ایک لونڈی لے کر نکلا۔ میں اسے بازار میں فروخت کرنا چاہتا تھا۔ ایک یہودی نے مجھے کہا: ''ابوسعید! تم اسے فروخت کرنا چاہتے ہو۔ حالانکہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔'' میں نے کہا: ''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا میں تو اس سے عزل کرتا رہا تھا۔'' اس نے کہا: ''یہ تو چھوٹا زندہ درگور کر دینا ہے۔'' میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور یہ بتایا۔ آپ نے فرمایا: ''یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔''

ابن ابی کا نفاق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک مریسیع کے چشمہ پر ہی تھے۔ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ اس کنویں میں پانی کم تھا۔ بمشکل نصف ڈول نکالا جا سکتا تھا۔ حضرت سنان بن وبر جہنی کنویں کے پاس آئے۔ وہاں مہاجرین اور انصار کافی تعداد میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنا ڈول نیچے لٹکایا۔ حضرت جہجاہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈول نیچے لٹکایا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجیر تھے۔

حضرت سنان اور حضرت جہجاہ کے ڈول باہم ٹکرا گئے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ جہجاہ نے سنان کو مارا اور ان کے چہرے سے خون بہنے لگا۔ سنان نے پکارا: ''اے انصار! جہجاہ نے پکارا ''اے مہاجرین! دو فریقوں کے لوگ اسلحہ سونتے ہوئے آ گئے۔ قریب تھا کہ فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: ''یہ جاہلیت کی صدا کیوں لگائی جا رہی ہے؟ آپ کو آگاہ کیا گیا آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ یہ ممنوع صدا ہے۔ ایک شخص اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظالم ہو تو اسے روک دے۔ اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی نصرت کرے۔''

مہاجرین کی ایک جماعت نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ انصار کی ایک جماعت نے حضرت سنان سے بات کی۔ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو گئے۔ ابن ابی اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں مالک، سوید، داس، اوس، معتب، زید اور عبداللہ تھے۔ ان لوگوں میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ قریب البلوغ تھے یا بالغ ہو چکے تھے۔ ابن ابی کو جہجاہ کی صدا ''یاللقریش'' پہنچی۔ اسے شدید غصہ آیا۔ اس نے کہا: ''بخدا! میں نے آج جیسا دن آج تک نہیں دیکھا۔ بخدا! مجھے تو یہ امر سخت ناپسند تھا۔ لیکن میری قوم نے مجھ پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے اس طرح کر دیا۔ انہوں نے ہم پر غلبہ پالیا۔ ہمارے شہروں میں ان کی کثرت ہو گئی۔ انہوں نے ہماری نعمتوں کا انکار کیا۔ یہ قریش کے افراد اسی طرح ہیں جس طرح کسی نے کہا تھا: ''اپنے کتے کو موٹا کرو تاکہ تمہیں کھا جائے۔'' میرا تو گمان تھا کہ میں اس طرح کی پکار کی صدا آنے سے قبل مر گیا ہوتا۔ جیسی صدا جہجاہ نے دی تھی۔ میں یہاں موجود ہوں۔ مجھ سے تو یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکتا۔ بخدا! اگر ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو اس میں سے زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو باہر نکال دے گا۔'' پھر اس نے حاضرین کی طرف توجہ کی اور کہا: ''یہ تم نے خود ہی اپنی جانوں پر کیا ہے۔ تم نے انہیں اپنے گھر ٹھہرایا وہ وہیں فروکش ہو گئے۔ تم نے اپنے اموال میں سے ان کے حصے نکالے حتیٰ کہ وہ غنی ہو گئے۔ بخدا! اب بھی تم اپنے ہاتھ روک لو تو وہ تمہارا شہر چھوڑ کر کسی اور شہر چلے جائیں گے۔ پھر تم نے اپنے اس فعل پر اکتفاء نہ کیا بلکہ خود کو موت کا نشانہ بنایا۔ ان پر جانیں وار دیں۔ اولاد یں نثار کیں تم قلیل ہو گئے وہ کثیر ہو گئے۔''

حضرت زید بن ارقم نے سارا بکواس سنا اور اسے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کر دیا۔ آپ کے پاس کچھ مہاجرین اور انصار حاضر تھے۔ جب حضرت زید نے یہ عرض کی تو آپ نے اسے ناپسند کیا۔ چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے زید! اے بچے! شاید تم اس پر ناراض ہو۔'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اس سے یہ بکواسات خود سنے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''شاید تمہیں سننے میں غلطی لگی ہو۔'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' ابن ابی کے یہ بکواسات سارے لشکر میں پھیل گئے۔ صحابہ کرام کی زبانوں پر اسی کی باتیں تھیں۔ انصار کا قبیلہ حضرت زید

کو زجرو توبیخ کرنے لگا۔ انہوں نے کہا: ''تم نے اپنی قوم کے سردار کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں ہیں جو اس نے نہیں کیں۔ تم نے ظلم کیا۔ قطع رحمی کی۔'' حضرت زید نے کہا: ''بخدا! جو کچھ اس نے کہا میں نے اسے سنا۔ بخدا! بنوخزرج میں ایک شخص بھی نہیں جو مجھے ابن ابی سے پیارا ہو۔ اگر میں یہ بکواس اپنے باپ سے بھی سن لیتا پھر بھی اسے بارگاہ رسالت مآب میں ضرور پیش کرتا۔ مجھے امید ہے کہ آپ پر وحی کا نزول ہوگا جو میری تصدیق کردے گا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عباد بن بشیر (یا محمد بن مسلمہ) کو حکم دیں وہ اس منافق کا سر کاٹ کر پیش کر دیں۔ آپ نے اس تجویز کو ناپسند فرمایا۔ فرمایا: ''لوگ باتیں بنائیں گے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگے ہیں۔'' انصار میں سے بعض صحابہ کرام اٹھے۔ انہوں نے آپ کا فرمان اور حضرت زید کی باتیں رد کرنا سن لیا تھا۔ وہ ابن ابی کے پاس آئے اور ساری صورت حال بتائی۔ اوس بن خولی نے کہا: ''اے ابوالحباب! اگر تم نے یہ باتیں کیں ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ تمہارے لیے استغفار کریں گے۔ اس کے بارے انکار نہ کرو ورنہ آپ پر وحی نازل ہوگی جو تمہاری تکذیب کردے گی۔ اگر یہ باتیں نہیں کیں پھر بھی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ معذرت پیش کردو اور قسم اٹھا دو کہ تم نے یہ باتیں نہیں کیں۔'' اس نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا دی کہ اس نے یہ باتیں نہیں کیں۔ پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''ابن ابی! اگر تم نے یہ باتیں نہیں کیں ہیں تو توبہ کرلو۔'' وہ قسمیں اٹھانے لگا کہ اس نے وہ باتیں نہیں کیں جو زید نے کہیں ہیں نہ ہی میں نے اس کے ساتھ بات کی ہے۔ انصار میں سے حاضرین نے کہا: شاید اس بچے کو اس کی باتوں کا وہم ہوا ہو۔ اس نے جو کچھ کہا ہو اسے یاد نہ رہا ہو۔'' انہوں نے ابن ابی پر شفقت اور اس کا دفاع کرتے ہوئے کہی۔ وہ اپنی قوم میں معزز تھا۔ ان کا گمان یہی تھا کہ وہ سچا تھا۔ بعض اس کے بارے سوئے ظن بھی رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن ابی کا یہ معاملہ ہوا تو میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ سیاہ فام غلام آپ کی کمر پر مالش کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ کی کمر انور کو درد ہو رہا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''رات کو اونٹنی نے مجھے گرا دیا تھا۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں ابن ابی کی گردن اڑا دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے فیصلہ کرلیا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر یثرب میں اس کے لیے ناک کانپیں گے۔ اگر میں نے تمہیں اسے تہ تیغ کرنے کا حکم دیا اور تم نے اس کا کام

تمام کر دیا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیں وہ اس کا سر کاٹ کر لائیں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! اس طرح لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں۔" میں نے عرض کی: "آپ لوگوں میں روانگی کا اعلان فرمادیں۔" آپ نے فرمایا: "بالکل!" آپ نے روانگی کا اعلان کر دیا۔ لشکر کو اس وقت علم ہوا جب آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ شدید گرمی تھی۔ آپ اتنی گرمی میں عازم سفر نہیں ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ موسم ٹھنڈا ہو جاتا جب ابن ابی کی باتیں آپ تک پہنچیں تو آپ اسی وقت روانہ ہو گئے۔

سب سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ یا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما نے ملاقات کی۔ انہوں نے یوں سلام عرض کیا: "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته!" حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یوں جواب مرحمت فرمایا: "و علیك السلام و رحمة الله و بر کاته" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس گھڑی میں عازم سفر ہو رہے ہیں کہ پہلے کبھی اس وقت عازم سفر نہیں ہوئے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم تک وہ باتیں نہیں پہنچیں جو تمہارے ساتھی نے کہیں ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون سا ساتھی؟" آپ نے فرمایا: "ابن ابی۔ اس کا گمان ہے کہ اگر وہ مدینہ طیبہ لوٹ گیا تو وہ وہاں سے زیادہ معزز زیادہ ذلیل کو نکال دے گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اگر چاہیں تو اسے نکال دیں۔ بخدا! وہ ذلیل ہے۔ سچی عزتوں کے مالک آپ ہیں۔ عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے آپ کے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے ہے۔" پھر انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے ساتھ نرم برتاؤ کریں۔ جب رب تعالیٰ آپ کو لے کر آیا تو قوم اس کے لیے تاج بنوا رہی تھی۔ یوشع یہودی کے پاس صرف ایک موتی ٹانکنے کے لیے رہ گیا تھا۔ اس نے اس کی قیمت بڑھا دی۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ پھر رب تعالیٰ آپ کو لے آیا وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی سلطنت چھین لی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات پہنچ گئی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیں۔ بخدا! آپ کی یہ محفل برخاست ہونے سے قبل میں اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ بخدا! بنو خزرج جانتے ہیں کہ ان میں ایک شخص بھی نہیں جو اپنے والد کے ساتھ مجھ سے زیادہ حسنِ سلوک کرنے والا ہو۔ اتنی مدت ہو گئی ہے کہ وہ میرے ہاتھ ہی سے کھاتا اور پیتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ نے میرے علاوہ کسی اور کو اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا وہ اسے تہ تیغ کر دے گا۔ مجھے میرا نفس نہیں چھوڑے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں۔ میں اسے قتل کر کے آگ میں داخل ہو جاؤں گا۔ آپ کی جانب سے درگزر افضل اور آپ کا احسان عظیم ہے۔" آپ

نے فرمایا: "عبداللہ! میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ نہ ہی میں نے یہ حکم دیا ہے۔ جب تک وہ ہمارے سامنے ہے ہم اس کے ساتھ احسان کرتے رہیں گے۔" حضرت عبداللہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مدینہ طیبہ کی بستی کے لوگوں نے میرے والد پر اتفاق کر لیا تھا کہ وہ اسے تاج پہنا کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ آپ کو لے آیا رب تعالیٰ نے اسے پست کر دیا۔ آپ کی وجہ سے ہمیں رفعت دی۔ اس کے ہمراہ ایک قوم ہے جو اس کے پاس آتی جاتی ہے اسے وہ امور یاد دلاتی ہے جن پر رب تعالیٰ غالب آ چکا ہے۔"

اس روز رات تک آپ لوگوں کو لے کر چلتے رہے۔ ساری رات محو سفر رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ پھر تیز دھوپ نکلنے تک آپ عازم سفر رہے۔ پھر لوگوں کو فروکش ہونے کا حکم دیا۔ جونہی انہوں نے زمین کو چھوا سارے لوگ وہیں سو گئے۔ اپنے کجاوہ میں سے کوئی یا تو نماز کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے اترا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی سواری کو تیز چلاتے رہے۔ اس کے پیٹ پر مارتے رہے تاکہ لوگ وہ باتیں بھول جائیں جو کل ہوئیں تھیں۔ آپ لوگوں کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ راہ حجاز پر چلے حتیٰ کہ آپ فویق النقیع کے چشمہ پر اترے۔

ایک منافق کی موت کی خبر، اونٹنی کی گمشدگی

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ اس سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو شدید آندھی چلی قریب تھا کہ وہ قافلہ کو زیر زمین دفن کر دیتی۔ آپ نے فرمایا: "ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی چلی ہے۔" جب ہم مدینہ پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ایک بڑے منافق کو موت نے آدبوچا تھا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب لوگ اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو انہیں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "یہ آندھی کسی واقعہ کی وجہ سے چلی ہے جو رونما ہوا ہے۔ مدینہ طیبہ میں اولاد اور بچے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اور عیینہ بن حصن کے مابین معاہدہ تھا۔ اس کے اختتام کی مدت آ پہنچی تھی۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مدینہ طیبہ کے ہر گلی کوچے پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ تم پہنچ جاؤ۔ لیکن آج بہت بڑا منافق مرا ہے۔ اس لیے یہ تیز آندھی چلی ہے۔" اس کی موت منافقین کے لیے بہت غیظ و غضب کا سبب تھی۔ اس روز زید بن رفاعۃ بن تابوت مرا تھا۔ وہ منافقین کی پناہ گاہ تھا۔

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "اس روز آندھی بہت شدید تھی۔ حتیٰ کہ سورج زائل

ہوگیا۔ دن کے آخری پہر میں آندھی رک گئی۔ اہلِ مدینہ طیبہ بیان کرتے تھے کہ انہیں بھی ایسی ہی شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن دفن ہوگیا۔ پھر وہ تھم گئی۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے: ''اس روز حضرت عبادہ بن صامت نے ابن ابی سے کہا: ''ابوالحباب! تیرا جانی دوست مرگیا ہے۔'' اس نے پوچھا: ''کون سا جانی دوست؟'' انہوں نے کہا: ''جس کی موت اسلام اور اہلِ اسلام کی فتح ہے۔'' اس نے پوچھا: ''کون؟'' انہوں نے کہا: ''زید بن رفاعۃ بن تابوت۔'' ابن ابی نے کہا: ''ہائے ہلاکت! ہاں! بخدا! ہاں!'' حضرت عبادہ نے کہا: ''بخدا تو نے بڑے گناہ کا دامن پکڑ لیا ہے۔'' اس نے پوچھا: ''ابوالولید! تمہیں اس کی موت کے بارے کس نے بتایا؟'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اس لمحہ مرا ہے۔'' وہ مبہوت ہوگیا۔ غمزدہ اور پریشان ہوکر واپس چلا گیا۔

ابن اسحاق، امام بیہقی اور ابونعیم نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابن اسحاق نے محمد بن عمر سے اور ان سب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی قصواء گم ہوگئی۔ مسلمان اسے ہر سمت تلاش کرنے لگے۔ زید بن لصیت انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ یہ منافق تھا۔ اس جماعت میں حضرات عباد بن بشر، سلمہ بن سلامۃ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ اس منافق نے کہا: ''یہ لوگ کیوں بھاگتے پھر رہے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''یہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی تلاش کررہے ہیں جو گم ہوگئی ہے۔'' اس نے کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ انہیں بتا نہیں دیتا کہ وہ فلاں جگہ ہے۔'' انہوں نے منافق کی یہ بات عجیب سمجھی۔ انہوں نے کہا: ''اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! رب تعالیٰ تجھے برباد کرے تو منافق ہے۔'' پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا: ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اس کے بارے حضور اکرم ﷺ کی رائے کیا ہے تو میں یہ نیزہ اس کے خصیوں میں سے نکال دیتا۔ دشمن خدا! تیرے دل میں یہ نفاق تھا تو پھر تو ہمارے ساتھ عازم سفر کیوں ہوا؟'' اس نے کہا: ''میں دنیاوی سامان کے حصول کے لیے عازم سفر ہوا ہوں۔ بخدا! حضور اکرم ﷺ تو ہمیں اس سے بڑے بڑے امور کے بارے بتاتے ہیں آپ ہمیں آسمانی امور کے بارے بتاتے ہیں۔'' وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! ہم ایک رستے پر گامزن نہیں ہوسکتے۔ ہم ایک درخت کا سایہ حاصل نہیں کرسکتے۔ اگر ہمیں علم ہوجاتا کہ تیرے دل میں یہ مرض ہے تو پھر ایک لمحہ بھر بھی تیری رفاقت اختیار نہ کرتے۔'' وہ خوف کے مارے بھاگ نکلا کہ صحابہ کرام اس کا کچومر ہی نہ نکال دیں۔ انہوں نے اس کا سامان باہر نکال پھینکا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ صحابہ کرام سے چھپ کر آپ کی خدمت میں پناہ حاصل کرنے آگیا۔ آپ پر آسمان سے اس کے بارے وحی کا نزول ہوچکا تھا آپ نے فرمایا جبکہ وہ منافق سن رہا تھا'' منافقین میں سے ایک شخص اس مصیبت پر خوشیاں منا رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی ہے۔'' وہ کہتا

ہے: "اللہ تعالیٰ انہیں کیوں نہیں بتا دیتا کہ وہ فلاں جگہ ہے۔ مجھے حیاتی کی قسم! آپ ہمیں اونٹنی کے اس معاملہ سے بھی بڑے بڑے معاملات کی خبر دیتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا اس نے مجھے اس اونٹنی کے بارے بتا دیا ہے وہ سامنے اس گھاٹی میں ہے اس کی زمام درخت کے ساتھ اٹی ہوئی ہے۔ تم اس کی جانب جاؤ۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی طرف گئے۔ اسے اسی طرح پایا جس طرح آپ نے انہیں بتایا تھا۔ جب منافق نے علوم و معارف کے یہ سمندر دیکھے تو مبہوت ہو گیا۔ جلدی سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ اس کا کجاوہ باہر پھینک دیا گیا تھا۔ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔ جب یہ قریب پہنچا تو انہوں نے کہا: "ہمارے قریب نہ آنا۔" اس نے کہا: "میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ قریب ہوا اس نے کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ اور آپ کو میری بات بتائی ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں! بخدا! ہم تو اپنی اس محفل سے اٹھے بھی نہیں۔" اس نے کہا: "میں نے آپ کے پاس سنا۔ آپ وہی بات کر رہے تھے جو میں نے کی تھی۔" اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان انہیں سنا دیا۔ نیز یہ کہ آپ کی اونٹنی مل گئی ہے۔ اس نے کہا: "مجھے آپ کے بارے شک تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ گویا کہ میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جا۔ آپ تیرے لیے بخشش طلب کریں۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کے لیے بخشش کی دعا کی۔ اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔ ابن عمر نے لکھا ہے "وہ تا دمِ مرگ بزدل ہی رہا۔" غزوۂ تبوک میں بھی اسی طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔

جب آپ وادئ عقیق پہنچے تو حضرت عبداللہ بن ابن ابی آگے بڑھے وہ لوگوں کو غور سے دیکھنے لگے۔ جب ان کا باپ گزرا تو انہوں نے اس کے اونٹ کو بٹھا لیا۔ اس کی سواری کا بازو روندھ ڈالا۔ باپ نے پوچھا: "نادان کیا کر رہے ہو؟" انہوں نے کہا: "بخدا! تم اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن مرحمت فرما دیں۔ تاکہ تو جان لے کہ تم میں سے معزز کون ہے اور ذلیل کون ہے؟ کیا تو یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" جو مسلمان بھی اس کے پاس سے گزرتے حضرت عبداللہ ان کی معاونت کرتے۔ بعض مسلمان انہیں منع کر رہے تھے۔ وہ ان سے کہہ رہے تھے "کیا تم اپنے باپ سے یہ سلوک کر رہے ہو؟ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کے بارے پوچھا تو آپ سے عرض کی گئی" یہ حضرت عبداللہ ہیں جو اپنے باپ کو مدینہ طیبہ داخل ہونے سے روک رہے ہیں حتیٰ کہ آپ اسے اجازت دے دیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنے باپ کی سواری کو روکے ہوئے تھے۔ ابن ابی ان سے کہہ رہا تھا۔ "میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ میں عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اس کا رستہ چھوڑ دو۔"

انہوں نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔

جب واپسی پر آپ ﷺ مقام نقیع سے گزرے تو وہاں بہت سی وسعتیں اور گھاس دیکھا۔ بہت سے کنویں ملاحظہ فرمائے۔ آپ نے اس کے پانی کے بارے پوچھا تو آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم اس کی تعریف کرتے ہیں تو پانی کم ہو جاتا ہے۔ کنوؤں کا پانی نیچے چلا جاتا ہے۔'' حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب بن بلتعہ کو حکم دیا کہ وہ کنواں کھودیں اور نقیع کو محفوظ علاقہ قرار دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ کو اس پر نگران مقرر کیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس کی کتنی حفاظت کروں۔ آپ نے فرمایا: ''جب طلوع فجر ہو جائے تو ایک بلند آواز شخص کھڑا کروں اسے اس مقمل پہاڑ پر کھڑا کرو۔ جہاں تک اس کی آواز جائے وہاں تک کا علاقہ مسلمانوں کے اونٹوں اور گھوڑوں کے لیے مختص کر دو جن پر وہ جہاد کیا کریں گے۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مسلمانوں کے چرنے والے جانوروں کے بارے کیا رائے ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ اس میں داخل نہ ہوں۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کمزور مرد یا کمزور عورت کے بارے کیا خیال ہے جس کے پاس قلیل تعداد میں بھیڑ بکریاں ہوں وہ انہیں منتقل کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ انہیں چرنے دو۔''

گھوڑوں اور اونٹوں کے مابین مقابلہ

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے گھوڑوں اور اونٹوں کے مابین مقابلہ کرایا آپ کی اونٹنی قصواء اونٹوں سے آگے نکل گئی۔ آپ کا گھوڑا گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔ آپ کے پاس دو گھوڑے تھے۔ ایک کو لزاز جبکہ دوسرے کو الظرب کہا جاتا تھا۔ اس روز الظرب نے مقابلہ میں شرکت کی۔ اس پر حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ آپ کی اونٹنی پر حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سوار تھے۔''

صحابہ کرام کو رات کے وقت گھر جانے کی ممانعت

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''غزوہ مریسیع میں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ساتھی تھا۔ ہم روانہ ہوئے۔ جب رات کے وسط میں وادی عقیق تک پہنچے تو لوگ رات بسر کرنے لگے۔ ہم نے عرض کی: ''حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟'' ہمیں بتایا گیا کہ آپ لوگوں سے آگے تشریف لے گئے ہیں آپ آرام فرما ہو چکے ہیں۔'' مجھے حضرت عبداللہ نے کہا: ''جابر! کیا ہم آگے نہ چلے جائیں اور اپنے اہل خانہ کے پاس جائیں۔'' میں نے کہا: ''ابو محمد! میں لوگوں کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں کسی کو نہیں دیکھ رہا جو آگے بڑھ رہا ہو۔'' حضرت عبداللہ نے کہا: ''بخدا! ہمیں حضور سرور

کائنات ﷺ نے آگے جانے سے روکا تو نہیں۔" حضرت جابر نے کہا: "میں روانہ نہیں ہوں گا۔" انہوں نے مجھے الوداع کہا اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ میں انہیں رستہ میں دیکھتا رہا۔ اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ بنو حارث بن خزرج میں ان کے اہل خانہ رہتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر کے وسط میں چراغ رکھا ہوا تھا اور ان کی زوجہ محترمہ کے پاس ایک لمبا انسان تھا۔ انہوں نے اسے مرد گمان کیا۔ ششدر رہ گئے۔ اس پیش قدمی پر نادم ہوئے۔ وہ کہنے لگے: "بھولے بھالے انسان کے ساتھ شیطان! تلوار بلند کی اور گھر میں گھس آئے۔ تلوار کو بے نیام کر رکھا تھا۔ وہ ان دونوں کو مار دینا چاہتے تھے۔ پھر غور کیا۔ اپنی زوجہ کو ٹانگ ماری وہ بیدار ہو گئی وہ چیختی وہ گہری نیند میں تھی۔ انہوں نے کہا: "میں عبداللہ ہوں۔ یہ کون ہے؟" اس پاکباز خاتون نے کہا: "یہ مجھے کنگھی کرنے والی کی لڑکی ہے۔ ہم نے تمہارے آنے کی خبر سن لی تھی۔ اس نے میرے ہاں رات بسر کی۔" حضرت عبداللہ نے رات بسر کی صبح حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے کی غرض سے نکلے۔ ابوعتبہ کے کنوئیں کے پاس آپ سے ملاقات کی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہما کے مابین چل رہے تھے۔ آپ نے حضرت بشیر کی طرف توجہ فرمائی۔ اور فرمایا "ابونعمان! انہوں نے عرض کی: "لبیک" آپ نے فرمایا: "عبداللہ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس گئے اور انہیں ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا۔" جب حضرت عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "عبداللہ! کیا ہوا؟" انہوں نے اپنی حکایت عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "سفر سے آتے وقت رات کو اپنے اہل خانہ کے پاس نہ جایا کرو۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ پہلی بار تھی کہ آپ نے ہمیں اس امر سے منع کیا۔" آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہو گئے۔ آپ ایک فاتح اور غالب کی حیثیت سے تشریف لائے۔ اس مہم میں دو دن کم ایک ماہ صرف ہوا۔

حضرت حارث بن ابی ضرار کا اسلام

ابن عائذ نے لکھا ہے کہ محمد بن شعیب نے عبداللہ بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق میں حضور اکرم ﷺ کو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مال غنیمت میں ملیں۔ ان کا باپ ان کا فدیہ ادا کرنے کے لیے آیا۔ جب وہ وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے وہ اونٹ دیکھے جو اس نے اپنی بچی کے فدیے میں دینے تھے۔ ان میں دو اونٹ بہت پسند آئے۔ اس نے انہیں ایک گھاٹی میں چھپا دیا پھر دیگر اونٹ لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ عرض کی: "محمد مصطفی ﷺ! آپ نے میری نور نظر کو گرفتار کر لیا ہے یہ اس کا فدیہ ہے" آپ نے فرمایا: "وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تو نے فلاں گھاٹی میں چھپائے تھے۔" حارث نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں نے وہ اونٹ چھپا رکھے تھے صرف رب تعالیٰ نے ہی

آپ کو ان سے آگاہ کیا ہے۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ابن ابی کے بارے قرآن پاک کا نزول

محمد بن عمر نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اس روز حضرت عبادۃ بن صامت کو سنا وہ ابن ابی سے کہہ رہے تھے۔ یہ اس کے بارے قرآن پاک کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے" بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔" میں نے اسے دیکھا کہ وہ اعراض کرتے ہوئے اپنا سر مروڑ رہا تھا۔ حضرت عبادہ نے فرمایا: "بخدا! تمہاری اس ٹیڑھی گردن کے بارے قرآن پاک نازل ہوگا جس کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی۔" اسی روز حضور پاک ﷺ عازمِ سفر تھے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، اپنی سواری حضور اکرم ﷺ کی سواری کے ساتھ ساتھ چلا رہے تھے تاکہ آپ کی رضا حاصل ہو جائے۔ آپ اپنی سواری کو "حَل حَل" فرما کر تیز چلا رہے تھے۔ وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ آپ پر نزول وحی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ حضرت زید بن ارقم نے کہا: "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ کو شدت آلیتی تھی اور جبین اطہر سے پسینے کے قطرات گرنے لگتے تھے۔ اونٹنی کے قدم اتنے بوجھل ہو جاتے تھے کہ مشکل سے انہیں اٹھا سکتی تھی۔ میں جان گیا کہ آپ پر نزولِ وحی ہو رہا ہے مجھے امید تھی کہ میری تصدیق کے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔ جب آپ سے یہ سلسلہ منقطع ہوا آپ نے میرے کان پکڑے میں اپنی اونٹنی پر سوار تھا میں اوپر اٹھ گیا۔ آپ نے کان اوپر کیا اور فرمایا: "اے بچے! تمہارے کانوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے۔ رب تعالیٰ نے تمہارا قول سچ کر دکھایا ہے۔" اس وقت سورۃ المنافقین نازل ہوئی۔

اس کے بعد جب بھی ابن ابی کوئی واقعہ رونما کرتا تو اس کی قوم اس کی گرفت کر لیتی اسے پکڑتی اور اسے سرزنش کرتی۔ جب اس کی قوم کا یہ رویہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "عمر! اگر میں اسے اس روز قتل کر دیتا جس دن تم نے مجھے کہا تھا کہ اسے قتل کر دیں تو لوگ مختلف باتیں کرتے اگر آج میں انہیں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ ضرور اسے تہ تیغ کر دیں گے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "بخدا! میں جانتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا امر میرے امر سے بہت زیادہ بابرکت ہے۔"

تنبیہات

1. یہ غزوہ کب رونما ہوا اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ شعبان چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ خلیفہ بن خیاط اور امام الطبری نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ حضرت قتادہ نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ شعبان پانچ

ہجری کو منعقد ہوا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عقبہ سے روایت ہے کہ یہ چار ہجری کو ظہور پذیر ہوا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ قلم کی لغزش ہے۔ انہوں نے پانچ ہجری لکھنا چاہا لیکن چھ ہجری لکھ دیا۔ موسیٰ بن عقبہ، حاکم اور ابو نیشا پوری اور امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ ''پھر حضور اکرم ﷺ نے پانچ ہجری کو بنو مصطلق اور بنو لحیان سے قتال کیا۔ اس مؤقف کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام بخاری نے الجہاد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بنو مصطلق میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔

امام حاکم نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے ''حضرت عروہ وغیرہ کا یہ قول یہ غزوہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا ابن اسحاق کے قول کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔'' الحافظ نے لکھا ہے ''اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو واقعہ افک کے بارے ہے کہ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادۃ نے اصحاب افک کے بارے تنازع کیا۔ ان حوادث میں ان کا ذکر ہے۔ اگر یہ غزوہ شعبان چھ ہجری کو پیش آتا اس میں واقعہ افک ہوا تھا۔ تو پھر صحیح میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر لغزش ہے کیونکہ بنو قریظہ کے ساتھ غزوہ کے بعد ان کا وصال ہو گیا تھا۔ یہ غزوہ صحیح روایت کے مطابق پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ چار ہجری کا قول اس امر کو زیادہ روکتا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ غزوہ بنی مصطلق پانچ ہجری ماہ شعبان میں رونما ہوا تھا۔ یہ غزوۂ خندق سے پہلے ہوا تھا کیونکہ غزوۂ خندق پانچ ہجری ماہ شوال میں ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ غزوہ مصطلق غزوہ خندق کے بعد ہوا۔ اس میں حضرت سعد بھی موجود ہوں گے حالانکہ غزوۂ خندق میں انہیں تیر لگا اور بنو قریظہ کے بارے فیصلہ کرنے کے بعد وہ اس کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔

اس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ واقعہ افک پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ حدیث پاک میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ حجاب کے احکام کے نزول کے بعد ہوا تھا۔ حجاب کے احکام ایک جماعت کے نزدیک چار ہجری کو نازل ہوئے تھے۔ غزوۂ بنی مصطلق اس کے بعد رونما ہوا ہوگا۔ لہٰذا اس سے بھی یہی ترجیح سامنے آتی ہے کہ یہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ جہاں تک امام واقدی کے اس قول کا تعلق ہے کہ حجاب کے احکام پانچ ہجری ماہ ذوالقعدہ میں اترے تھے یہ مردود ہے۔ خلیفہ، ابو عبیدہ اور کئی علماء نے لکھا ہے کہ حجاب کے احکام تین ہجری کو نازل ہوئے تھے۔ ان احکام کے نزول کے بارے تین اقوال سامنے آئے۔ مناسب ترین یہ ہے کہ چار ہجری کو یہ احکام نازل ہوئے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت نافع کی طرف

خط لکھا کہ جہاد سے قبل کون سی دعا مانگی جاتی ہے۔ انہوں نے میری طرف یہ خط لکھا" یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بنو مصطلق پر حملہ کیا۔ وہ غافل تھے۔ ان کے مویشی چشموں پر تھے۔ آپ نے ان کے جنگجوؤں کو تہ تیغ کیا۔ اولاد کو قیدی بنایا۔ مجھ سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر نے کی ہے۔ وہ اس لشکر میں موجود تھے۔"

جلیل القدر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں فریقین کے مابین قتال ہوا تھا۔ ایک گروہ نے ذکر کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں توحید کی طرف بلائیں۔ الفتح میں ہے" ممکن ہے کہ جنگ کی ابتداء میں وہ ثابت قدم رہے ہوں جب ان میں زیادہ مقتول ہوئے ہوں تو انہیں شکست ہوگئی ہو۔ جب آپ ان پر اچانک حملہ آور ہوئے ہوں تو وہ ثابت قدم رہے ہوں۔ صفیں باندھ کر لڑے ہوں۔ دونوں گروہوں کے مابین قتال ہوا ہو پھر مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہوگیا ہو۔

ابن سعد نے حضرت نافع کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے پھر لکھا ہے:" پہلا قول زیادہ ثابت ہے العیون میں اس کو برقرار رکھا گیا ہے۔ یہ حکم مردود ہے کہ جو کچھ سیر میں ہے وہ صحیح کی روایات سے زیادہ ثابت ہے۔ جبکہ روایات کو جمع کرنا بھی ممکن ہو۔

◆ ۳ ابوالقاسم الخثعمی نے لکھا ہے کہ "یا لفلان" کہنا جاہلیت کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ انہیں ایک گروہ بنایا ہے۔ ایک شخص کی پکار یہ ہونی چاہیے "یا للمسلمین"۔ جس شخص نے اسلام میں جاہلیت کی طرح پکار الفقہاء نے اس کے بارے تین اقوال ذکر کیے ہیں:

① جس نے اسے اسلحہ کے ساتھ جواب دیا اسے پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے نابغہ جعدی کو پچاس کوڑے مارے تھے۔ جب اس نے" یالعار" کی صدا سنی اور اس کی مدد کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔

② اس میں دس سے کم کوڑے مارے جائیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کسی کو حد کے علاوہ دس سے زائد کوڑے مارے جائیں۔

③ اس میں امام وقت اپنا اجتہاد کرے گا۔ وہ جیسے مناسب سمجھے گا کرے گا جس سے شر کا دروازہ بند ہو سکے گا۔ قید کرکے یا مار کر۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان دو افراد کو سزا نہیں دی تھی جنہوں نے یہ جاہلیت کی صدا دی تھی۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ آپ نے فرمایا تھا: "دعوھا فانھا منتنہ" آپ نے نہی کو مؤکد فرمایا تھا۔ جس نے اس نہی کے بعد اس عمل کا ارتکاب کیا۔ آپ نے بدبو کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا۔ اب جو اس عمل کا ارتکاب کرے گا اسے تادیب سکھائی جائے گی حتیٰ کہ وہ اس کی بدبو سونگھ لے۔ جیسے کہ حضرت ابوموسیٰ نے جعدی

کے ساتھ کیا تھا۔ بد بو کا معنی ہی برا انجام اور اس پر سزا دینا ہے۔

◆ ۴ حضرت عبداللہ نے آپ سے اجازت طلب کی کہ آپ انہیں اجازت دیں کہ وہ اپنے باپ کو قتل کر دیں۔ کیونکہ اس نے بکواس کیا تھا۔ اس میں آپ کی نبوت کی واضح نشانی اور روشن دلیل ہے۔ اہلِ عرب حمیت اور تعصب کے اعتبار سے سب سے شدید قوم ہے۔ ان کا ایمان اور نور یقین اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ ایک شخص اپنے باپ اور اولاد کو بھی قتل کر سکتا تھا تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جائے رسول اللہ ﷺ کا قرب مل جائے۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نسب کے اعتبار سے ان سے بہت دور تھے۔ آپ کی قوم اور چچازاد لوگوں نے اسلام تاخیر سے قبول کیا جبکہ دور کے لوگوں نے جلد اسلام قبول کر لیا۔ اس میں ایک عظیم حکمت کارفرما ہے۔ اگر آپ کے قریبی رشتہ دار جلد ایمان لے آتے تو کہا جاتا'' یہ قوم اپنے میں سے ہی ایک شخص پر فخر کرنا چاہتی ہے وہ اس کے ساتھ تعصب کرتے۔ جب دور کے لوگوں نے ایمان لانے میں جلدی کی اور آپ کی محبت میں آ کر اپنوں اور بیگانوں کو تہ تیغ کیا۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچی بصیرت کی وجہ سے تھا۔ یقین ان کے قلوب میں گھر کر چکا تھا۔ رب تعالیٰ کے خوف نے ان کی جاہلیت کی عادات کو ختم کر دیا تھا۔ ان کو زائل وہی ذات کر سکتی ہے جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

◆ ۵ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ آپ نے ان کا حسن و جمال دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے مملوکہ لونڈی تھیں۔ اگر وہ آزاد ہوتیں تو آپ ان کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھتے۔ کیونکہ لونڈیوں کو دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ شاید اس لیے روا تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا یا یہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے کی بات ہو۔

انیسواں باب

غزوۂ خندق

غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو آزمایا۔ اپنے متقین دوستوں کے دلوں میں ایمان محکم فرمایا۔ اہل نفاق کا نفاق ظاہر کیا۔ انہیں ذلیل ورسواء کیا۔ پھر رب تعالیٰ نے اپنی نصرت نازل کی۔ اپنے بندۂ خاص کی اعانت کی۔ تنہا گروہوں کو شکست سے دوچار کیا۔ اپنے لشکر کو غالب کیا۔ کفار کو ان کے غیظ سمیت واپس لوٹا دیا۔ اہلِ ایمان کو ان کے مکر کے شر سے بچا لیا۔ انہیں روک دیا کہ اس کے بعد وہ اہل ایمان پر حملہ آور ہوں۔ بلکہ انہیں مغلوب کر دیا۔ اپنے گروہ کو غالب کر دیا۔

اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا تو وہ خیبر کی طرف نکلے۔ وہاں کثیر یہودی آباد تھے۔ جو قوی اور مضبوط تھے۔ مگر وہ شرف اور حسب کے اعتبار سے بنونضیر کی طرح نہ تھے۔ حیی بن اخطب، کنانہ بن ابی الحقیق، ہوزہ بن قیس اور ابو عامر فاسق ایک گروپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔

یہ سارے مکہ مکرمہ پہنچے قریش اور ان کے پیروکاروں کو دعوت دی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کریں۔ انہوں نے مختلف گروہوں کو جمع کیا۔ انہوں نے قریش سے کہا: "ہم تمہارے ساتھ ہیں حتیٰ کہ ہم محمد عربی ﷺ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں۔ ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ ان کی عداوت اور دشمنی پر تمہارے ساتھ معاہدے کریں۔" یہ سن کر قریش خوش ہو گئے۔ انہوں نے اس بغض اور کینہ کا اظہار کیا جو غزوۂ بدر کی وجہ سے ان میں پیدا ہوا تھا۔ ابو سفیان نے کہا: "خوش آمدید! مرحبا! سارے لوگوں میں سے ہمیں وہ افراد پسند ہیں جو محمد عربی ﷺ کی عداوت پر ہماری اعانت کریں۔" قبیلۂ قریش سے پچاس افراد نکلے انہوں نے عہد کیا۔ معاہدے کیے اور اپنے سینے خانہ کعبہ کے ساتھ لگا دیے۔ وہ اس کے پردوں میں داخل ہو گئے کہ وہ ایک دوسرے کو رسواء نہیں کریں گے محمد عربی ﷺ سے عداوت پر یکجان ہوں گے۔ جب تک ان میں ایک شخص بھی باقی رہے گا۔"

ابو سفیان نے کہا: "اے گروہِ یہود! تم اہلِ علم اور اہلِ کتاب ہو۔ ہمیں اس امر کے بارے بتاؤ جس میں ہمارا اور محمد

عربی ﷺ کا اختلاف ہے کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین۔ ہم بیت اللہ کو آباد کرنے والے ہیں۔ ہم جانور ذبح کرتے ہیں۔ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں بت پوجتے ہیں۔" یہود نے کہا: "بخدا! تم حق کے ان سے زیادہ قریب ہو۔ تم اس گھر کی تعظیم بجا لاتے ہو۔ پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہو۔ جانور ذبح کرتے ہو۔ ان معبودان کی پوجا کرتے ہو جن کی پوجا تمہارے آباء کرتے تھے۔ تم ان سے زیادہ حق کے قریب ہو۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ (سورۃ النساء: ۵۰ تا ۵۴)

ترجمہ: "کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ اب اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی ہیں وہ (بدنصیب) جن پر لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا اس کا کوئی مددگار کیا ان کے لیے کوئی حصہ ہے حکومت میں اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔ (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔"

قریش یہ سن کر خوش ہو گئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اور اس کے لیے تیاری کرنے لگے۔ ایک وقت متعین کر لیا۔ پھر یہودی بنو غطفان کے پاس گئے انہیں بھی حضور داعیٔ اعظم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی طرف دعوت دی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "انہوں نے ایک سال کے لیے خیبر کی کھجوریں انہیں دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ ان کی نصرت کریں۔ انہیں بتایا کہ اس مہم میں قریش بھی ان کے ساتھ ہیں۔" بنو غطفان نے بھی حامی بھر لی۔ یہودی بنو سلیم کے پاس گئے انہوں نے بھی ان کے ہمراہ نکلنے کا وعدہ کیا۔

قریش اور دیگر قبائل کی روانگی

قریش نے خوب تیاری کی۔ اہلِ عرب کو اپنی نصرت پر ابھارا۔ احابیش اور ان کے پیروکاروں نے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ وہ چار ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ دارالندوہ میں جھنڈا باندھا۔ عثمان بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ اس کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے۔ پندرہ سو اونٹ بھی ساتھ تھے۔ مرالظہران کے مقام پر بنوسلیم بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ ان کی قیادت سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا۔ یہ ابوالاعور السلمی کا باپ تھا جو جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھا۔ بنواسد بن خزیمہ بھی عازم سفر ہوئے۔ ان کی زمامِ قیادت طلحہ بن خویلد الاسدی کے پاس تھی۔ بنوفزارہ بھی روانہ ہوئے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی ان کی قیادت عیینہ بن حصن کر رہا تھا۔ بنواشجع بھی نکلے۔ ان کی تعداد چار سو تھی۔ ان کی قیادت مسعود بن رخیلہ کر رہا تھا۔ بنومرہ بھی روانہ ہوئے۔ ان کی تعداد چار سو تھی حارث بن عوف مزی ان کی قیادت کر رہا تھا۔ قریش، بنوسلیم، بنواسد اور بنوغطفان میں سے جنہوں نے غزوہ خندق میں شرکت کی ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ پورے لشکر کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔

جب قریش اپنی تیاری میں مصروف تھے بنوخزاعہ کا ایک گروہ جلدی سے روانہ ہوا۔ وہ چار راتوں میں مدینہ طیبہ پہنچا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارے حالات بتائے۔ آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی۔ دشمن کے بارے بتایا اور اس ضمن میں مشاورت کی کہ کیا مدینہ طیبہ میں رہ کر یا باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔" حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کا مشورہ دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم سرزمین فارس میں ہوتے تھے جب ہمیں کسی لشکر کا اندیشہ ہوتا تھا تو ہم خندق بنا لیتے تھے۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے تعجب کا اظہار کیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوشش کرنے کا حکم دیا۔ نصرت کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ وہ صبر کریں تقویٰ شعار بنیں۔ انہیں اطاعت کرنے کا حکم دیا عرب میں خندق کھودنے کا طریقہ رائج نہ تھا۔

بزار نے حضرت مالک بن وھب الخزاعی سے روایت کیا ہے کہ غزوہ خندق میں آپ نے سلیط اور سفیان بن عوف کو بطور جاسوس بھیجا۔ جب وہ بیداء کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کے گھڑسوار دستے نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ انہیں ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ یہ دو ساتھی شہید تھے۔

آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ مہاجرین اور انصار کی خاصی تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ جگہ کی تلاش میں تھے۔ جہاں فروکش ہوں۔ سب سے خوب صورت جگہ یہ تھی کہ آپ نے سلع پہاڑ کو کمر اقدس کے پیچھے رکھا۔ المذاد سے لے کر

ذباب اور راتج تک خندق کھودنے کا حکم دیا۔آپ نے اس روز خندق کھودی۔لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی۔دشمن کے قریب آجانے کے بارے بتایا۔سلع کے دامن میں مسلمانوں کو جمع کیا۔مسلمان جلدی جلدی کام کرنے لگے۔وہ دشمن سے آنے سے قبل یہ کام ختم کرنا چاہتے تھے۔انہوں نے بنو قریظہ سے کھدائی کے بہت سے ہتھیار مثلاً کدالیں، کسیاں اور کلہاڑے ادھار لیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر جانب سے خندق کھودنے کی ذمہ داری ایک ایک گروہ کو سونپی۔مہاجرین نے راتج کے کونے سے لے کر ذباب تک خندق کھودنا تھی۔جبکہ انصار نے ذباب سے لے کر جبل ابی عبیدۃ تک خندق کھودنا تھی۔

الطبرانی نے عمدہ سند سے حضرت عمرو بن عوف المزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجم الشیخین سے لے کر بنو حارثہ کی طرف خط کھینچا۔حتیٰ کہ آپ المذاد تک پہنچے دس دس صحابہ کرام کو چالیس چالیس گز خندق کھودنے کا حکم دیا۔

مہاجرین اور انصار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے مقابلہ کرنے لگے۔وہ ایک قوی شخص تھے۔مہاجرین نے کہا: "سلمان ہم میں سے ہیں۔" انصار نے کہا: "سلمان ہم میں سے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سلمان اہل بیت میں سے ہیں۔" حضرت سلمان تن تنہا دس افراد کا کام کر رہے تھے۔قیس بن ابی صعصعۃ نے ان کی مدد کی۔ان کی انہیں نظر لگ گئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہیں حکم دو کہ وہ وضوء کریں۔حضرت سلمان اس پانی کے ساتھ وضو کریں ان کے پیچھے برتن اوندھا کر دیں۔جب انہوں نے اس طرح کیا تو گویا کہ وہ ابھی ابھی اس سے آزاد ہوئے ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس خندق کھودی۔کمر انور پر مٹی اٹھائی۔حتیٰ کہ آپ کی کمر انور اور پیٹ مبارک کی سلوٹوں پر مٹی جم گئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "مجھے روز خندق بھولا تو نہیں آپ صحابہ کرام کو اینٹیں پکڑا رہے تھے۔آپ کے بالوں پر مٹی تھی۔" (امام احمد)

محمد بن عمر نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔آپ اپنی کمر انور پر مٹی اٹھا کر لا رہے تھے۔حتیٰ کہ میرے اور آپ کے مابین مٹی حائل ہوگئی۔گویا کہ میں اب بھی آپ کے بطن اقدس کی سفید کو دیکھ رہا ہوں۔" جو مسلمان اپنے حصے کی خندق کھود لیتا وہ دوسرے کی مدد کے لیے آجاتا۔حتیٰ کہ خندق مکمل ہوگئی۔خندق کی کھدائی کے وقت ایک مسلمان بھی پیچھے نہ رہا۔حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنے کپڑوں میں مٹی اٹھا کر لا رہے تھے کیونکہ ان کے پاس ٹوکریاں نہیں تھیں۔وہ کام کرتے وقت اور آتے جاتے وقت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو رہے تھے۔

خندق کی کھدائی کے وقت پڑھے جانے والے اشعار

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ غزوہ خندق میں مسلمان اس صحابی رسول ﷺ کے بارے رجز پڑھ رہے تھے جن کا نام جعیل بن سراقہ تھا۔ وہ ایک صالح اور پاکباز شخص تھے۔ وہ خندق میں کام کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے عمرو رکھ دیا۔ مسلمان یہ شعر پڑھنے لگے:

سماہ من بعد جعیل عمرا　　　و کان للبائس یوما ظھرا

ترجمہ: "آپ ﷺ نے جعیل کے بعد اس کا نام عمرو رکھ دیا اور وہ اس دن محنت کرنے والوں کے لیے قوت کی علامت بن گیا۔"

حضور اکرم ﷺ یہ شعر نہیں پڑھ رہے تھے۔ البتہ جب صحابہ کرام "عمراً" کہتے تو آپ بھی عمراً فرماتے جب وہ ظھراً کہتے تو آپ بھی ظھراً فرماتے۔

امام مسلم اور امام بخاری وغیر ہمانے حضرت سہل بن سعد اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم خندق کھود رہے تھے۔ ہم اپنے کندھوں پر مٹی منتقل کر رہے تھے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے ٹھنڈی صبح میں مہاجرین خندق کھود رہے تھے۔ ان کے پاس غلام نہ تھے جو یہ کام سرانجام دیتے۔ جب آپ نے ان کی مشقت اور بھوک ملاحظہ کی تو آپ نے یوں عرض کی:

اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرۃ　　　فاغفر للانصار والمھاجرۃ

ترجمہ: "ہم وہ خوش قسمت افراد ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے جب تک زندگی ہے حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس پر جہاد کی بیعت کی ہے۔"

حضرت انس فرماتے ہیں "ہتھیلی بھر جو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ انہیں صحابہ کرام کے سامنے دائرہ کی شکل میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ کرام کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ یہ جو حلق میں اٹک اٹک جا رہے تھے ان کی بو عجیب تھی۔

امام بخاری، امام مسلم اور ابو یعلیٰ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خندق کے روز حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ مٹی منتقل کر رہے تھے۔ مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا۔ آپ کے بال مبارک کثیر تھے۔ میں نے آپ کو سنا آپ حضرت ابن رواحہ کے یہ کلمات پڑھ رہے تھے:

واللہ لولا ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

ترجمہ: "بخدا اگر اس کی ذات نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز ادا کرتے۔"

فانزلن سکینۃ علینا و ثبّتِ الاقدام ان لاقینا

ترجمہ: "مولا! ہم پر سکینہ نازل فرما۔ اگر ہم معرکہ آزما ہوں تو ہمارے قدموں کو ثابت فرما۔"

والمشرکون قد بغو علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

ترجمہ: "مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔"

آبینا ابینا پر آپ اپنی آواز مبارک بلند فرما دیتے۔ امام بیہقی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن ابی اسامہ نے حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق میں ضرب لگائی اور فرمایا:

بسم الالہ وبہ ھدینا ولو عبدنا غیرہ شقینا

یا حبذا ربًّا و حبّ دینا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے شروع۔ اسی کے ساتھ ہم کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اگر ہم اس کے علاوہ کسی اور کی پوجا کریں تو ہم بدبخت ہیں وہ کتنا عمدہ رب ہے اسلام کتنا عمدہ دین ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام میں بہت محنت کی۔ کبھی کدال سے کھودتے۔ کبھی بیلچے سے مٹی نکالتے اور کبھی ٹوکری میں مٹی اٹھاتے۔ ایک دن آپ بہت زیادہ تھک گئے۔ آپ بیٹھ گئے۔ بائیں طرف سے ٹیک پتھر کے ساتھ لگالی۔ آپ سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کو دور ہٹانے لگے۔ تاکہ وہ آپ کے پاس سے گزر کر آپ کو بیدار نہ کر دیں۔ آپ اچانک بیدار ہو گئے اور فرمایا: "تم نے مجھے جگا کیوں نہیں دیا" آپ نے اپنا ہاتھ سنبھالا اور زمین پر مارنے لگے۔ آپ یہ کلمات فرما رہے تھے:

اللھم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر للانصار و المھاجرۃِ

ترجمہ: "مولا حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے انصار اور مہاجرین کو معاف کر دے۔"

اللھم الْعَنْ عضلاً و القارَۃ فھم کلّفونی انقل الحجارَۃ

ترجمہ: "مولا! عضل اور قارہ کے قبیلوں پر لعنت فرما انہوں نے مجھے پتھر اٹھانے کی تکلیف دی ہے۔"

مسلمانوں نے سخت محنت کے بعد خندق کھودی۔ محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ خندق چھ دنوں میں کھودی۔ امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن باری باری آپ

کے پاس آتی رہیں۔ کچھ دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں رہیں پھر کچھ دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں رہیں۔ پھر کچھ دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں رہیں۔ ان تین ازواج مطہرات کے مابین ایام خندق میں آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی دیگر ازواج مطہرات بنو حارثہ کے قلعہ میں تھیں دوسرے قول کے مطابق بنو زریق یا فارع کے قلعہ میں تھیں۔

خندق کی کھدائی کے وقت معجزات

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم ابونعیم، حارث، الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرات جابر بن عبداللہ، براء بن عازب، عمرو بن عوف، انس ابن عمر، ابن عباس، ابن شہاب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ خندق کی کھدائی کے وقت مسلمانوں کو ایک سخت چٹان کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ شدید سخت، عظیم سفید اور گول چٹان تھی جس میں کدالیں کام نہ کر رہی تھیں۔ ان کے لوہے ٹوٹ جاتے تھے۔ یہ چٹان حضرت سلمان یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے آئی۔ انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترکی خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں آتا ہوں۔'' آپ اٹھے پیٹ اقدس پر بھوک کی وجہ سے ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔ تین روز سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ نے پانی کا برتن منگوایا اس میں لعاب دھن ملایا۔ رب تعالیٰ نے جو چاہا دعا مانگی۔ پھر وہ پانی اس چٹان پر پھینک دیا۔ وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''ہمیں اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے وہ چٹان ریت کے ٹیلے کی طرح ہو گئی جو نہ کلہاڑے کو نہ ہی بیلچے کو لوٹاتی تھی۔ آپ نے حضرت سلمان سے کدال لی۔ فرمایا: ''بسم اللہ'' ضرب لگائی اس کا تہائی حصہ کٹ کر الگ ہو گیا۔ بجلی چمکی یمن کی طرف سے نور نکلا جس سے مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانیں چمک اٹھیں جیسے تاریک رات میں چراغ ضوفشاں ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا: ''مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں ہیں۔ میں ابھی اسی جگہ سے صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ کتوں کے جبڑے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار ضرب لگائی تو دوسرا ثلث الگ ہو گیا۔ اس سے بھی بجلی چمکی روم کی طرف سے نور نکلا۔ مدینہ طیبہ کے دو سنگلاخ پہاڑ روشن ہو گئے۔ آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا: ''مجھے شام کی چابیاں عطا کر دیں گئیں ہیں بخدا! میں اس کے سرخ محلات ابھی اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری ضرب لگائی۔ بقیہ چٹان بھی کٹ گئی۔ ایران کی طرف سے بھی بجلی چمکی۔ مدینہ طیبہ کے دو سنگلاخ پہاڑ روشن ہو گئے۔ آپ نے تکبیر کہی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے ایران کی چابیاں دے دیں گئیں ہیں۔ میں حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے شہر اپنی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے حضرت جبرائیل امین نے بتایا ہے کہ میری امت ان پر غلبہ پائے گی۔ نصرت الٰہی پر

خوش ہو جاؤ۔" یہ بشارت سن کر مسلمان خوش ہو گئے انہوں نے کہا" ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ وہ سچا وعدہ کرنے والا ہے۔ اس نے محاصرہ کے بعد ہمارے ساتھ نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ آپ حضرت سلمان کے لیے اوصاف بیان فرمانے لگے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! آپ نے سچ فرمایا، اس کے اوصاف یہی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "سلمان! یہ فتوحات ہیں جنہیں رب تعالیٰ میرے بعد فتح فرمائے گا۔ تم شام کو فتح کر دو گے۔ ہرقل اپنی مملکت کے دور دراز کے علاقہ میں بھاگ جائے گا۔ تم شام پر غلبہ پالو گے۔ تمہارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرے گا۔ یہ مشرق ضرور فتح ہوگا۔ کسریٰ قتل ہوگا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ رہے گا۔"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں یہ سب کچھ دیکھ چکا ہوں۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ شہر فتح ہوئے" جو تمہارے سامنے آئے اسے فتح کرتے جاؤ۔ مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دست تصرف میں ابو ہریرہ کی جان ہے تم نے انہیں مدینہ طیبہ سے فتح نہیں کیا، نہ ہی تم انہیں روز حشر تک فتح کر سکتے تھے بلکہ اس سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اس کی چابیاں عطا کر دیں تھیں۔" منافقین نے کہا: "محمد عربی ﷺ تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ انہوں نے مدینہ طیبہ سے حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے شہر دیکھے کہ انہیں تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ حالانکہ تم خندق کھود رہے ہو اور قضائے حاجت کے لیے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ (الاحزاب: ۱۲)

ترجمہ: "اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے۔"

خندق کی کھدائی کے دوران مزید معجزات

امام بخاری، امام مسلم محمد بن عمر، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خندق کے روز حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے بھوک کی وجہ سے اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ تین دن گزر چکے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے حضور اکرم ﷺ سے گھر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں گھر گیا۔ اپنی

زوجہ سے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو سخت بھوک کے عالم میں دیکھا ہے یہ دیکھ کر مجھے یارائے صبر نہ رہا۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس خاتون نے کہا: "میرے پاس ایک صاع جو اور بکری کا بچہ ہے۔" وہ ایک برتن نکال لائیں جس میں ایک صاع جو تھے میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ انہوں نے جو پیسے ہم نے گوشت ایک ہنڈیا میں ڈالا۔ جب آٹا خمیر ہو گیا اور ہنڈیا پکنے کے قریب ہو گئی رات ہو چکی تھی۔ حضور اکرم ﷺ واپس آنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ ہم دن کے وقت کام کرتے تھے۔ رات کے وقت اپنے اہلِ خانہ کے پاس لوٹ آتے تھے۔ مجھے میری زوجہ نے کہا: "مجھے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے سامنے شرمندہ نہ کرنا" میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپ تشریف لے چلیں آپ کے ہمراہ ایک یا دو صحابی بھی تشریف لے آئیں۔" آپ نے اپنی مبارک انگلیاں میری انگلیوں میں پھنسائیں اور فرمایا: "کھانا کتنا ہے؟ میں نے دوبارہ عرض کی آپ نے فرمایا: "وہ کثیر اور پاکیزہ ہے۔ میرے آنے تک نہ اپنی ہنڈیا نیچے اتارنا اور نہ ہی آٹے کی روٹیاں بنانا۔" حضور والا ﷺ نے باآواز بلند پکارا: "اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ تم جلدی جلدی چلو۔" حضور اکرم ﷺ خود آگے آگے چلنے لگے۔ مجھے اتنی شرم آئی جسے صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے کہا: "مخلوق آگئی ہے بخدا! ایک بکری کے بچے اور ایک صاع جو پر۔ یہ شرمندگی ہی ہے۔" میں اپنی زوجہ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: "تعجب! حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ہمراہ مہاجرین وانصار سارے صحابہ کرام بھی آگئے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تمہیں اس طرح اس طرح۔" کیا آپ نے تم سے پوچھا تھا؟ میں نے کہا: "ہاں! دوسری روایت میں ہے کہ ان کی زوجہ نے کہا" کیا تم نے صحابہ کرام کو دعوت دی یا رسول معظم ﷺ نے۔" میں نے کہا: "آپ نے ہی دعوت دی ہے۔" انہوں نے کہا: "چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ ہی خوب جانتے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو بتا دیا ہے کہ ہمارے پاس کیا ہے؟ میری زوجہ محترمہ اندر چلی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: "دس دس کے گروہ بنا کر آؤ۔ بھیڑ نہ بنانا۔" زوجہ محترمہ نے آٹا سامنے کیا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اس میں برکت کی دعا کی پھر آپ ہماری ہنڈیا کے پاس تشریف لے گئے۔ اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ آپ نے فرمایا: "روٹیاں پکاؤ، ہنڈیا کو ڈھانپ دو۔ اس سے سالن نکالتے رہو۔ تنور سے روٹیاں نکالتے رہو۔ روٹیوں کو ڈھانپ دو۔" ہم نے اسی طرح کیا۔ ہم نے ہنڈیا ڈھانپ دی۔ اس سے سالن نکالتے رہے۔ ہم نے اسے کھولا تو دیکھا کہ اس میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ تنور سے روٹیاں نکالنے لگے۔ ہم نے انہیں ڈھانپ دیا۔ ان میں بھی ذرہ بھر کمی واقع نہ ہوئی تھی۔ آپ روٹیاں توڑنے لگے۔ اس پر گوشت رکھنے لگے۔ آپ اپنے صحابہ کرام کے قریب کرنے لگے۔ آپ ان سے فرماتے: "کھاؤ" جب ایک گروہ سیر ہو جاتا وہ اٹھ کر چلا جاتا آپ دوسرے صحابہ کرام کو بلا لیتے حتیٰ کہ ایک ہزار

صحابہ کرام نے کھانا کھایا۔ جب وہ واپس چلے گئے تو ہماری ہنڈیا اسی طرح ابل رہی تھی۔ ہمارے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''کھاؤ اور بطور ہدیہ بھیجو۔ لوگوں کو بہت شدید بھوک لگی ہے۔'' ہم وہ سارا دن کھاتے رہے اور لوگوں کو ہدیہ کے طور پر بھیجتے رہے۔ جب آپ تشریف لے گئے تو یہ ساری برکت بھی ساتھ ہی چلی گئی۔''

ابن اسحاق، ابونعیم بشیر بن سعد کی نور نظر اور نعمان بن بشیر نے بہن سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میری امی جان نے پیالہ بھر کھجوریں میرے کپڑے کی ایک طرف رکھیں اور مجھے میرے والد گرامی اور ماموں جان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ خندق کھود رہے تھے۔ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدا دی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ نے وہ کھجوریں مجھ سے لے لیں۔ انہوں نے آپ کی مبارک ہتھیلی کو نہ بھرا، آپ نے کپڑا بچھایا اس پر کھجوریں پھیلا دیں۔ کھجوریں اطراف میں گرنے لگیں۔ پھر اپنے قریب ایک صحابی سے فرمایا یوں آواز دو: ''اے اہل خندق کھانے کی طرف آؤ۔'' سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہیں جمع ہو گئے۔ انہوں نے کھایا وہ کھجوریں بڑھتی رہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیر ہو کر جاتے رہے۔ کھجوریں کپڑے کے اطراف سے گرتی رہیں۔''

ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ابی بردہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضرت ام عامر الاشہلیہ نے ایک پیالہ بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا جس میں حلوہ تھا۔ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے جی بھر کر کھایا۔ پھر وہ پیالہ باہر لے آئے۔ آپ کے منادی نے کھانے کا اعلان کیا۔ اہل خندق نے اس میں سے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے وہ پیالہ جوں کا توں تھا۔

ابو یعلی، ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ابی رافع سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: خندق کے روز میں نے ایک برتن میں آپ کو بکری کا گوشت پیش کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''ابو رافع! مجھے اس کا بازو دو۔'' میں نے بازو نکال کر پیش کر دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''مجھے اس کا بازو دو۔'' میں نے بازو نکال کر پیش کر دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''مجھے اس کا بازو نکال کر دو۔'' میں نے بازو پیش کیا ساتھ ہی عرض کر دی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا بکری کے دو بازو نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تم خاموش رہتے تو میں جتنی بار بازو مانگتا جاتا تم دیتے جاتے۔''

آپ کی دست حق نما کی برکت

الطبرانی، امام بغوی نے حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''جب میرا بھائی علی بن حکم گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ تو خندق کی دیوار نے اس کی پنڈلی کو زخمی کر دیا۔ ہم اسے اس کے گھوڑے پر بارگاہ رسالت مآب میں لائے۔

(آ)پ نے فرمایا: ''بسم اللہ'' آپ نے اس کی پنڈلی کو دستِ اقدس لگایا تو وہ شفاء یاب ہوگیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے بھی نہ اترا۔

(م)نافقین کا رویہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''منافقین حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ کام کرنے سے کنارہ کش رہے۔ وہ کام (ک)رنے سے چھپے رہے۔ کچھ آپ کی اجازت کے بغیر ہی اپنے اہل خانہ کے پاس کھسک جاتے تھے لیکن جب کسی مسلمان کو (ض)روری کام پیش آتا وہ اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کرتا ضرورت پوری کرنے کی اجازت مانگتا آپ اسے اذن (ر)حمت فرما دیتے۔ وہ اپنا ضروری کام کر کے واپس آجاتا وہ بھلائی میں رغبت رکھتا اور حصول ثواب کے لیے کام کرتا۔ اس (و)قت رب تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ (النور: ۶۲، ۶۳، ۶۴)

ترجمہ: ''بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لیے اللہ سے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی

کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے سن لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جس حالت پر تم ہو اور اس دن جب وہ لوٹائے جائیں گے اس کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

آپ کی خدمت میں بچے پیش کیے گئے

محمد بن عمر نے حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ خندق کھود رہے تھے۔ آپ کی خدمت میں بچے پیش کیے گئے۔ آپ نے جسے چاہا اجازت دے دی جسے چاہا واپس بھیج دیا۔ وہ بچے جو ابھی نابالغ تھے وہ آپ کے ساتھ کام کر رہے تھے مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ جب معاملہ شدت اختیار کر گیا تو آپ نے نابالغ بچوں کو ان کے اہل خانہ کے پاس گڑھیوں میں بھیج دیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم کو اجازت مل گئی۔ ان کی عمریں پندرہ پندرہ برس تھیں۔

مشرکین کا مدینہ طیبہ پہنچ جانا، آپ کی جنگی تیاری

جب آپ خندق کے عمل سے فارغ ہوئے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ کوہ سلع کے سامنے نزول اجلال فرمایا اسے اپنے پیچھے رکھا۔ خندق اپنے سامنے رکھی۔ اسی جگہ لشکر اسلامی کا پڑاؤ تھا۔ جبل الاحزاب کے دامن میں مسجد اعلیٰ کے پاس آپ کا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ جس نے یہ کہا ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی اسے وہم ہوا ہے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا خواتین اور بچوں کو گڑھیوں میں بھیج دیا گیا۔ مدینہ طیبہ پر ہر کونے کی طرف دیواریں چن دی گئیں یہ قلعہ کی طرح ہو گیا۔

ابن سعد نے مہلب بن ابی صفرۃ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ خندق کی شب آپ نے فرمایا: ''میں نے آج رات قوم کو دیکھا ہے۔ تمہارا اشعار حٰم لا ینصرون ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ گڑھیوں میں خواتین اور بچوں کے پاس تھے۔ ابن اسحاق نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر سے، ابو یعلی اور بزار نے عمدہ سند سے حضرت زبیر بن عوام سے اور امام الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ اپنی ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قلعہ فارع میں ٹھہرایا۔ ان کے ہمراہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو رکھا۔ حضور اکرم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے۔

تقریباً دس یہودی آئے وہ اوٹ میں چھپ کر قلعہ پر تیر برسانے لگے۔ان میں سے ایک قلعہ کے قریب آ گیا۔اس وقت بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔انہوں نے وہ معاہدہ توڑ دیا تھا جو مسلمانوں اور ان کے مابین تھا۔ ہمارے اور ان کے مابین کوئی نہ تھا جو ہمارا دفاع کرتا۔حضور والا ﷺ دشمن کے سامنے تھے۔ایک آنے والا ہمارے پاس آیا۔میں نے حضرت حسان سے کہا:''حسان!اس کی طرف جاؤ اور اس کو قتل کر دو۔''انہوں نے کہا:''عبد المطلب کی نور نظر!آپ جانتی ہیں کہ یہ میرے بس کا روگ نہیں اگر مجھ میں یہ خوبی ہوتی تو میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چلا جاتا۔''جب انہوں نے یہ کہا۔میں نے ان کے پاس ایسی چیز نہ دیکھی۔میں نے کمر بند باندھا میں نے تلوار لی اسے اپنے بازو کے ساتھ باندھا اس یہودی کی طرف گئی اور اسے قتل کر دیا۔دوسری روایت میں ہے میں نے بڑی سی لکڑی اٹھائی۔قلعے سے نیچے اتری اور لکڑی سے ضرب ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا میں فارغ ہو کر قلعے کی طرف آئی میں نے کہا:''حسان!نیچے جاؤ اور اس کا لباس اتار لاؤ۔مجھے صرف اس امر نے لباس اتارنے سے روکا کہ وہ مرد ہے۔''انہوں نے کہا:''عبد المطلب کی نور نظر!مجھے اس کے لباس کی ضرورت نہیں۔''میں نے کہا:''اس کا سر کاٹ لو اور اسے یہودیوں کی طرف پھینک دو۔''انہوں نے کہا:''مجھ میں یہ سکت بھی نہیں۔''انہوں نے اس کا سر پکڑا اور اسے یہودیوں کی طرف پھینک دیا۔یہودیوں نے کہا:''ہمارا خیال تھا کہ محمد عربی ﷺ نے یہاں کوئی محافظ نہیں چھوڑا۔''وہ بھاگ نکلے۔ابو یعلی نے یہ اضافہ کیا ہے:''جب حضور اکرم ﷺ کو اس عظیم واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے اسی طرح حصہ نکالا جیسے مردوں کے حصے نکالے۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے۔وہ قلعہ کے اندر تشریف فرما تھیں۔انہوں نے چھوٹی زرہ پہن رکھی تھی۔جس سے ان کے بازو باہر نکلے ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا وہ یہ شعر پڑھ کر اسے لہرا رہے تھے:

لبث قليلا يشهد الهيجا حمل لا بأس بالموت اذا حان الاجل

ترجمہ: ''تو ذرا ٹھہر تا کہ تو حمل بن سعدانہ کو دیکھ لے موت کی پرواہ نہیں جب اجل قریب آ جائے۔''

ان کی والدہ ماجدہ بھی خواتین کے ساتھ اسی قلعہ میں تشریف فرما تھیں انہوں نے کہا:''نور نظر!جلد جاؤ۔بخدا!تمہیں دیر ہو گئی ہے۔حضرت ام المومنین نے انہیں کہا:''بخدا!میری خواہش ہے کہ کاش حضرت سعد کی زرہ کھلی ہوتی۔مجھے خدشہ ہے کہ انہیں کہیں تیر نہ لگ جائے۔''حضرت سعد کی والدہ ماجدہ نے کہا:''رب تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔''رب تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس غزوہ میں حضرت سعد کے سر اقدس پر شہادت کا تاج سجایا۔

مشرکین کے لشکر کا آجانا

قریش آئے۔ وہ مجتمع الاسیال پر خیمہ زن ہوئے۔ بنو کنانہ اور اہل تہامہ بھی وہیں ٹھہرے۔ بنو غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے پیرو کار احد کی طرف ذنب نقمی میں ٹھہرے قریش نے اپنی سواریاں چرنے کے لیے وادیٔ عقیق میں چھوڑیں مگر ان کے گھوڑوں کے لیے وہاں کچھ نہ تھا۔ سوائے اس مکئی کے جو وہ بطور چارہ ان کے لیے لے کر آئے تھے۔ غطفان نے جنگل میں جھاؤ کے درخت چرنے کے لیے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔ اس سے ایک ماہ قبل لوگ اپنی فصلیں کاٹ چکے تھے انہوں نے اپنے جانور کھیتوں اور بھوسے میں داخل کر دیے قریب تھا کہ ان کے گھوڑے ہلاک ہو جاتے۔

جب اہل ایمان نے یہ لشکر دیکھا تو انہوں نے کیا کہا؟

ابن جریر، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ الطیالسی، عبد الرزاق اور ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں مسلمانوں سے فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾ (البقرۃ:۲۱۴)

ترجمہ: ''کیا تم خیال کر رہے ہو کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ نہیں گزرے تم پر حالات جو گزرے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے ہیں پہنچی انہیں سختی اور مصیبت اور وہ لرزا ٹھے۔ یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور جو ایمان لے آئے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ کی مدد، سن لو اللہ کی مدد قریب ہے۔''

جب غزوہ خندق میں ان کی آزمائش ہوئی جب خندق میں گروہوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو انہوں نے کہا:

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾

(الاحزاب:۲۲)

ترجمہ: ''یہ وہ لشکر ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اضافہ کر دیا۔''

بنو قریظہ کی عہد شکنی

جب مشرکین کا لشکر آگیا تو حیی بن اخطب، اللہ تعالیٰ کا دشمن نکلا وہ کعب بن اسد کے پاس آیا۔ بنو قریظہ کا معاہدہ

کرنے والا یہی شخص تھا۔اس نے حضورا کرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔جب کعب نے حیی کی آمد کے بارے سنا تو اس نے اپنا دروازہ بند کرلیا۔حیی نے اجازت مانگی مگر کعب نے انکار کر دیا۔حیی نے اسے آواز دی:''کعب! تیرے لیے ہلاکت! دروازہ کھول۔''اس نے کہا:''حیی! تیرے لیے بربادی! تو ایک منحوس شخص ہے۔میں نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے میں اس معاہدے کو نہیں توڑوں گا۔میں نے ان کی طرف سے صدق اور وفا ہی دیکھی ہے۔''حیی نے کہا: ''تیرے لیے ہلاکت! دروازہ کھول۔میں تیرے ساتھ بات چیت کرنے آیا ہوں۔'' کعب: بخدا! میں دروازہ ہرگز نہیں کھولوں گا۔حیی: بخدا! تو نے دروازہ اس لیے بند کیا ہے تاکہ میں تمہارا گوشت یا کھجور کا دلیہ نہ کھالوں۔''وہ یہ طعنہ برداشت نہ کر سکا اس نے دروازہ کھول دیا۔

حیی: کعب! میں تیرے لیے زمانے بھر کی عزت اور بے کراں سمندر لے کر آیا ہوں۔میں قریش کے سرداروں اور قائدین کے ساتھ آگیا ہوں۔وہ مجتمع الاسیال پر خیمہ زن ہیں۔میں بنوغطفان کے قائدین اور راہنماؤں کو لے آیا ہوں وہ احد کی طرف ذنب نقمی پر خیمہ زن ہیں۔انہوں نے میرے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں جائیں گے حتیٰ کہ محمد عربی ﷺ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں۔''کعب: تیرے لیے ہلاکت! تو میرے لیے زمانہ بھر کی رسوائی اور ایسا بادل لے کر آیا ہے جس کا پانی نکل چکا ہے وہ صرف گرجتا اور چمکتا ہے لیکن اس میں کچھ نہیں ہے۔''حیی:''تیرے لیے ہلاکت! مجھے میری حالت پر چھوڑ دے۔میں نے محمد عربی ﷺ کی طرف سے صرف صدق اور وفا ہی دیکھی ہے۔''

حیی اسے مکر وفریب دیتا رہا حتیٰ کہ کعب لالچ میں آگیا۔اس نے وہ معاہدہ توڑ دیا جو حضورا کرم ﷺ اور اس کے مابین تھا۔حیی نے اسے کہا:''اگر قریش اور غطفان محمد عربی ﷺ کو نقصان پہنچائے بغیر ہی چلے گئے تو پھر میں بھی تیرے ساتھ قلعہ میں داخل ہو جاؤں گا تاکہ مجھے بھی وہی مصیبت پہنچے جو تجھے پہنچے۔''

عمرو بن سعدی نے انہیں سمجھایا۔برے انجام سے ڈرایا۔حضورا کرم ﷺ کا عہد اور میثاق یاد دلایا۔اس نے انہیں کہا:''اگر آپ کی نصرت نہیں کرتے تو آپ کو اور آپ کے دشمن کو چھوڑ دو۔''مگر انہوں نے انکار کر دیا۔بنوقریظہ میں سے بنو سعنہ، اسد، اسید اور ثعلبہ نکلے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

کعب نے حیی سے کہا کہ وہ قریش اور غطفان سے کچھ افراد بطور رہن اپنے پاس رکھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچ گئی کہ بنوقریظہ نے عہد ختم کر دیا ہے انہوں نے حضورا کرم ﷺ کو بتایا آپ نے سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، عبد اللہ بن رواحہ، خوات بن جبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔فرمایا:''جاؤ دیکھو کیا جو خبر ہمیں ان کی طرف سے پہنچی ہے وہ سچی ہے۔اگر سچی ہوئی تو مجھے اشارہ کر دینا تاکہ لوگوں کی قوت وطاقت میں کمی نہ آئے اور اگر وہ اپنے عہد پر برقرار ہوں تو لوگوں

کے سامنے بلند آواز سے بتا دینا۔"

وہ روانہ ہوئے۔ بنو قریظہ کے پاس پہنچے انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا۔ انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور وہ عہد یاد کرایا جو ان کے مابین تھا انہیں کہا کہ وہ اس عہد کی طرف دوبارہ لوٹ چلیں اس سے قبل کہ معاملہ زیادہ الجھے۔ وہ حیی کی بات نہ مانیں۔" کعب نے کہا: "ہم اس عہد کی طرف دوبارہ کبھی نہیں جائیں گے میں نے اس عہد کو اس طرح کاٹ دیا ہے جس طرح میں نے جوتے کا تسمہ کاٹ دیا ہے۔" اس نے کہا: "کون سے رسول اللہ ﷺ! ہمارے اور ان کے مابین کوئی عہد نہیں ہے۔ سعد بن عبادہ یا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے انہیں برا بھلا کہا۔ انہوں نے انہیں برا بھلا کہا۔ ان کی طبیعت میں تیزی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: "گالی گلوچ چھوڑیں اب اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ حضرت اسید نے کعب سے کہا: "اللہ کے دشمن! اپنے سردار کو گالی دیتا ہے۔ اے یہودیت کے بیٹے! تو ان کا مدمقابل کیسے ہو سکتا ہے۔ ان شاء اللہ! قریش شکست کھا کر واپس بھاگ جائیں گے وہ تجھے تیرے گھر کے صحن میں چھوڑ جائیں گے۔ ہم تیری طرف آئیں گے۔ تجھے اس بل سے نکال کر اپنا حکم ماننے پر مجبور کریں گے۔" صحابہ کرام حضور انور ﷺ کی خدمت میں لوٹ گئے۔ حضرت سعد بن عبادۃ نے عرض کی: "عضل اور قارہ کی طرح انہوں نے بھی دھوکا کیا ہے۔" بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ پھر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت پر خوش ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ میں بیت اللہ العتیق کا طواف ضرور کروں گا۔ اس کی چابی ضرور پکڑوں گا۔ کسریٰ اور قیصر ضرور ہلاک ہوں گے۔ تم راہ خدا میں اموال ضرور خرچ کرو گے۔" آپ نے مسلمانوں کا اضطراب اور بے چینی دیکھ کر یوں فرمایا:

ابن عقبہ نے لکھا ہے: "جب بنو قریظہ کے عہد شکنی کی خبر آئی تو آپ نے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے یہ خبر مسلمانوں تک بھی پہنچ گئی کہ بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے خوف شدید ہو گیا۔ آزمائش بڑھ گئی۔ خواتین اور بچوں کے بارے طرح طرح کے اندیشے گردش کرنے لگے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ (الاحزاب:١٠)

ترجمہ: "جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔"

حضور اکرم ﷺ اور مسلمان دشمن کے سامنے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے تھے۔ وہ خندق کی نگرانی کر رہے تھے۔ بعض منافقین کا نفاق پھوٹنے لگا۔ معتب بن قشیر نے کہا: "محمد عربی ﷺ ہمارے ساتھ تو وعدہ کرتے ہیں کہ ہم

قیصر و کسریٰ کے خزانے لیں گے۔ان کے اموال راہ خدا میں خرچ کیے جائیں گے لیکن آج حالت یہ ہے کہ ہم میں سے ایک پر سکوں ہو کر قضائے حاجت بھی نہیں کر سکتا۔"

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲﴾ (الاحزاب:۱۲)

ترجمہ: "نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے۔"

اس کے کچھ ساتھیوں نے کہا:

يٰٓاَهۡلَ يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۚ (الاحزاب:۱۳)

ترجمہ: "اے یثرب والو تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں ہے جان عزیز ہے تو لوٹ چلو۔"

بنو قریظہ نے ارادہ کیا کہ وہ رات کے وقت مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیں گے۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی۔ مصیبت زیادہ ہوگئی۔ امتحان میں اضافہ ہوگیا۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں یوں کرنے سے روک دیا۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت سلمہ بن اسلم الاشہلی کو دو سو اور حضرت زید بن حارثہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ بھیجا وہ مدینہ طیبہ کی نگرانی کرتے رہے۔ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ وقتِ صبح سب امن سے تھے۔

بنو حارثہ میں سے ایک گروہ نے اتفاق کیا۔ اوس بن قیظی کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے کہا: "یا رسول اللہ! ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ انصار کے گھر ہمارے گھروں کی طرح نہیں ہیں۔ ہمارے اور بنو غطفان کے مابین کوئی نہیں جو انہیں ہم سے دور کر دے۔ ہمیں اجازت دیں ہم اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں۔ ہم اپنی اولاد اور خواتین کی حفاظت کریں۔" حضور اکرم ﷺ نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ خوش ہو گئے اور واپس جانے کی تیاری کرنے لگے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! انہیں اذن مرحمت نہ فرمائیں بخدا! ہمیں جب بھی کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ اسی طرح کرتے ہیں۔" انہوں نے بنو حارثہ کی طرف توجہ کی اور کہا: بنو حارثہ! ہمارے ساتھ تمہارا وطیرہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے جب بھی ہمیں اور تمہیں کسی شدت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تم اسی طرح کرتے ہو۔" حضور اکرم ﷺ نے انہیں واپس کر دیا۔

صحابہ کرام بار بار آپ ﷺ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ انہیں شدید سردی اور بھوک کا سامنا تھا۔ ان کی راتیں دن بن گئیں تھیں۔

محمد بن عمر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ بار بار خندق کے شگاف کی طرف جاتے تھے۔ اس کی نگرانی فرما رہے تھے۔ جب آپ کو سردی لگتی آپ میرے پاس تشریف لاتے۔ میں اپنی گود میں آپ کو

گرم کرتی جب قدرے آرام آجاتا تو آپ اس شگاف کی طرف تشریف لے جاتے۔آپ فرماتے:''مجھے خدشہ ہے کہ دشمن اس شگاف سے اندر نہ آجائے۔اسی اثناء میں کہ حضور ﷺ میری آغوش میں تھے۔آپ نے فرمایا:''کاش!کوئی صالح شخص آج رات اس شگاف کی حفاظت کرے۔'' آپ نے اسلحہ کی آواز سنی۔آپ نے پوچھا:''کون ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:'' یا رسول اللہ ﷺ سعد بن وقاص'' آپ نے فرمایا:''تم اس شگاف کی حفاظت کرو۔'' آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔'' ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرات عباد بن بشر اور حضرت زبیر بن عوام آپ کی نگرانی کر رہے تھے۔

محمد بن عمر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''خندق کے ایام میں میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھی۔ہم سخت سردی میں تھے۔میں آپ کی زیارت میں محو تھی۔آپ اٹھے اور خیمہ میں نماز ادا کی جتنی رب تعالیٰ نے چاہی پھر باہر تشریف لائے۔لمحہ بھر کے لیے معائنہ کیا پھر فرمایا:''یہ مشرکین کے گھوڑے ہیں جو خندق عبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' پھر صدا دی:''عباد بن بشیر!انہوں نے لبیک کہا۔فرمایا:کیا تمہارے ساتھ اور کوئی بھی ہے؟انہوں نے عرض کی:''ہاں!یارسول اللہ!میرے ساتھ کچھ صحابی ہیں ہم آپ کے خیمہ کے ارد گرد نگرانی کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا:''اپنے ساتھیوں کو لے جاؤ خندق کے ارد گرد چکر لگاؤ کہ دشمن کے گھوڑے وہیں چکر لگا رہے ہیں وہ تم پر اچانک حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

''مولا!ان کا شر ہم سے دور لے جا۔ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ان پر غالب آجا تیرے علاوہ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔''

حضرت عباد اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے۔وہاں ابوسفیان تھا دو گھڑسوار دستے کے ساتھ خندق کی تنگ جگہ کی تلاش میں تھا۔مسلمانوں نے اسے دیکھ لیا اس پر پتھر اور تیر برسائے انہیں بھگا دیا۔وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔حضرت عباد نے کہا:''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا میں نے دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔میں نے آپ کو بتایا:حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:''اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر رحم کرے۔وہ ہمیشہ آپ کے خیمہ کی نگرانی کرتے رہے۔''وقت صبح مشرکین نے خندق دیکھی۔انہوں نے کہا:''یہ چال اہل عرب کی جنگی چال نہیں۔وہ اس طرح کی جنگی چالیں نہیں چلتے۔''ان میں سے ایک شخص نے کہا:''ان کے ہمراہ ایک فارسی شخص ہے اسی نے ہی ان کو یہ تجویز دی ہے۔انہوں نے پوچھا:''وہاں کون ہے؟ انہوں نے مسلمانوں کو بلایا۔وہ ایک دوسرے پر پتھر اور تیر برساتے رہے۔فریقین کے مابین خندق حائل تھی۔

مشرکین نے اپنی اپنی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ایک دن سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ خندق کا چکر لگاتا۔ایک دن خالد بن ولید اور ایک دن عکرمہ اور ایک ضرار بن خطاب یہ فریضہ سرانجام دیتے۔وہ اپنے گھوڑوں کو گھماتے کبھی انہیں اکٹھا کرتے کبھی منتشر کرتے۔وہ صحابہ کرام کے ساتھ جنگ آزما ہونے کے لیے آگے بڑھتے۔اپنے تیر اندازوں کو سامنے رکھتے۔

حضور اکرم ﷺ کا بنو غطفان کے ساتھ مصالحت کا ارادہ

جب حضور اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ بنو قریظہ نے عہد شکنی کی ہے تو آپ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے پاس پیغام بھیجا یہ غطفان کے قائد تھے۔ وہ اپنی قوم کے دس افراد کے ہمراہ آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا ایک ثلث دے دوں تو کیا تم اپنے لشکر سمیت واپس چلے جاؤ گے؟ تم اعرابیوں کی امداد سے ہاتھ کھینچ لو گے۔" انہوں نے کہا: مدینہ طیبہ کی نصف کھجوروں پر یہ معاہدہ ہو سکتا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے ثلث سے زائد دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر وہ راضی ہو گئے۔ حضور ﷺ نے کاغذ اور دوات لانے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ چیزیں پیش کر دیں۔ آپ صلح نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے۔ وہ غرق آہن تھے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ گفتگو کس موضوع پر ہے۔ جب وہ آئے تو عیینہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ جب انہیں اس معاہدہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا: "اے بندر کی آنکھ والے! اپنی ٹانگیں سمیٹ لو۔ تو حضور اکرم ﷺ کے سامنے یوں ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہے، بخدا! اگر حضور اکرم ﷺ یہاں تشریف فرما نہ ہوتے میں یہ نیزہ تیرے خصیوں میں سے نکال دیتا۔" پھر انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! اگر یہ آسمانی امر ہے تو کر گزریے۔ اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو پھر ہم انہیں صرف تلوار دیں گے۔ انہوں نے اس امر کا طمع کیسے کر لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ان سے مشاورت کی۔ آپ ان کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ دیگر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان سے آہستہ آہستہ کلام فرما رہے تھے۔ اور حالات بتا رہے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضور ﷺ نے اس زمرے میں ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ اگر یہ آسمانی امر ہے تو یہ کر گزریے۔ اگر یہ ایسا امر ہے۔ جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے تو آپ کی تمنا ہے تو آپ عمل پیرا ہو جائیں ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ اگر صرف رائے ہے تو پھر ہمارے پاس ان کے لیے صرف تلوار ہے۔" حضرت سعد بن معاذ نے وہ کاغذ لے لیا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ سارا عرب تمہارے خلاف متحد ہو چکا ہے وہ ہر جانب سے تم پر چڑھ دوڑے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں ان کی طاقت کو کم کر دوں۔" حضرت سعد بن معاذ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! یہ لوگ اور ہم شرک کرتے تھے۔ بت پوجتے تھے۔ ہم رب تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ اس وقت بھی طمع نہیں کر سکتے کہ ان کھجوروں میں سے ایک کھجور بھی کھائیں سوائے ضیافت یا فروختگی کے۔ اب تو رب تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی ہے اس کے

ساتھ ہمیں ہدایت دی ہے آپ کے ساتھ اور اس کے ساتھ ہمیں معزز کیا ہے ہم اپنے اموال انہیں دے دیں ہمیں اس کی ضرورت نہیں بخدا! ہم انہیں صرف تلوار دیں گے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان کے اور ہمارے مابین فیصلہ کر دے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم جانو اور وہ" حضرت سعد نے کاغذ لیا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا اسے مٹا دیا۔ پھر کہا: "وہ ہمارے خلاف کوشش کر کے دیکھ لیں۔"

امام بزار، امام الطبرانی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حارث آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ ہمیں مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا نصف دیں ورنہ میں گھڑ سواروں اور پیادہ دستوں کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "میں سعود حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادۃ، سعد بن ربیع، سعد بن خیثمہ اور سعد بن مسعود سے مشورہ کر لوں۔" آپ نے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: "بخدا! انہیں ہم نے زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے نفوس کو گھٹیا بات کا خوگر نہیں بنایا اب تو رب تعالیٰ اسلام کو لے آیا ہے۔" آپ حارث کے پاس تشریف لے گئے اور اسے بتایا۔ اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ! آپ نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے۔" نعوذ باللہ منہ

شیرِ خدا اور عمرو بن عبدود

امام بیہقی نے ابن اسحاق سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید سالار اعظم ﷺ دشمن کے سامنے تھے۔ وہ آپ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ محاصرہ کو تقریباً بیس سے زائد دن گزر چکے تھے۔ خندق حائل تھی اس لیے فریقین میں جنگ آزمائی نہ ہو سکی۔ صرف پتھر اور تیر برساتے رہے پھر مشرکین کے قائدین اور سرداروں نے اتفاق کیا کہ صبح سارے اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ وقتِ صبح ابوسفیان، عکرمہ، ضرار بن خطاب، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، نوفل بن معاویہ، نوفل بن عبد اللہ، عمرو بن عبدود، عیینہ بن حصن، حارث بن عوف، مسعود بن رخیل اور بنو اسد کے رؤساء نکلے۔ پیادہ فوج کو اپنے پیچھے رکھا وہ خندق کے چکر لگانے لگے۔ وہ تنگ جگہ کی تلاش میں تھے وہ اپنے گھڑ سوار دستے سے حضور اکرم ﷺ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے خندق کی تنگ جگہ ڈھونڈ لی۔ مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا۔ وہ گھوڑوں کو مارنے لگے انہیں خندق عبور کرنے پر مجبور کرنے لگے حتیٰ کہ عکرمہ، نوفل بن عبد اللہ، ضرار، ہبیرہ اور عمرو بن عبدود نے خندق عبور کر لی۔ دیگر مشرکین خندق کے پار ہی کھڑے تھے وہ اسے عبور نہ کر سکے۔ ابوسفیان سے کہا گیا: "تو نے اسے عبور کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا: تم نے عبور کر لی ہے اگر تمہیں ہماری ضرورت محسوس ہوئی تو ہم اسے عبور کر لیں گے۔" جن لوگوں کے گھوڑوں نے خندق عبور کی تھی ان کے گھوڑے خندق اور کوہ سلع کے مابین گھومنے لگے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ

نکلا۔ انہیں اس شگاف کا علم ہوا جہاں سے گھوڑوں نے خندق عبور کی تھی۔ گھوڑے تیزی سے ان کی طرف آنے لگے۔ عمرو بن عبدود نے غزوہ بدر میں قتال کیا تھا لیکن زخموں نے اسے چور کر دیا تھا۔ اسے زخمی حالت میں میدان بدر سے اٹھایا گیا تھا۔ وہ غزوہ احد میں شرکت نہ کرسکا تھا اس نے خود پر تیل لگانا حرام قرار دیا حتیٰ کہ وہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے انتقام لے لے۔ وہ اس وقت عمر رسیدہ تھا ابن سعد نے اس کی عمر نوے سال لکھی ہے۔ یہ مشرکین کے بہادر اور شجاع افراد میں سے تھا۔ یہ غزوہ خندق میں اپنے سر پر علامت لگا کر نکلا تا کہ اس کے بارے علم ہو سکے۔ جب وہ اور اس کا گھوڑا ٹھہر گئے تو اس نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ اپنی تلوار عنایت کی عمامہ باندھا عرض کی: ''مولا! ان کی اس کے خلاف مدد فرما۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

لا تعجلنّ فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز

ترجمہ: ''تو جلد بازی نہ کر تیرے پاس وہ شخص آچکا ہے جو تیری پکار کا جواب دے گا جو عاجز نہیں ہے۔''

ذونيّة و بصيرة و الصدق من خير الغرائز

ترجمہ: ''جو عمدہ نیت اور سچی بصیرت والا ہے سچ پر کامیاب ہونے والے کو نجات دینے والا ہے۔''

انى لا رجو ان اقيم عليك نائحة الجنائز

ترجمہ: ''میں ارادہ کرتا ہوں کہ تجھ پر اس عورت کو کھڑا کروں جو میتوں پر نوحہ خوانی کرتی ہے۔''

من ضربةٍ نجلاء يبقى ذكرها عند الهزاهز

ترجمہ: ''ایسے کوہ شگاف ضرب کے ساتھ جس کا تذکرہ ایسے فتنوں کے وقت بھی باقی رہے گا جو دل کو ہلا دیں گے۔''

پھر اسے کہا: ''عمرو! تو جاہلیت میں کہا کرتا تھا کہ جس نے تجھے تین امور کی طرف دعوت دی تو ان میں سے ایک قبول کرے گا۔'' عمرو: ہاں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: میں تجھے اس امر کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تو یہ گواہی دے لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ۔ رب العالمین کے لیے اسلام قبول کر لے۔ عمرو: میرے بھتیجے! یہ دعوت مجھ سے دور ہی رہنے دو۔'' حضرت علی المرتضیٰ: دوسری بات یہ ہے کہ تو اپنے شہروں کی طرف لوٹ جا۔ اگر محمد عربی ﷺ سچے ہوئے تو آپ پر اسلام لا کر سعادت مند بن جانا اگر وہ جھوٹے ہوئے تو تمہارا ارادہ بھی یہی ہے۔'' عمرو: قریش کی عورتیں باتیں نہ بناتی رہیں میں نے نذر مانی تھی جو مانی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ مجھ پر تیل لگانا حرام ہے۔ تیسری بات؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: مقابلہ۔ یہ سن کر عمرو ہنسا۔ میں پسند کرتا تھا کہ اہل عرب میں سے کوئی شخص میری اس خصوصیت کا قصد کرے۔ تم کون ہو؟ حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: میں علی بن ابی طالب ہوں۔" عمرو: بھتیجے! اپنے چچاؤں میں اس کو بھیجو جو عمر میں تم سے زیادہ ہو۔ میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہتا۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: لیکن بخدا! میں تیرا خون بہانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو غصے میں آگیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اس کی کونچیں کاٹ دیں تلوار لہرائی گویا کہ وہ آگ کا انگارہ تھی۔ غصہ کی حالت میں حضرت علی المرتضیٰ کی طرف لپکا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال پر وار روکا۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ گرد وغبار اُڑا عمرو نے وار کیا۔ آپ نے ڈھال سے وار روکا۔ آپ نے تلوار کا وار کیا جو اس کا سر چیرتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کبھی بھی زخمی نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کے کندھے کی ہڈی پر وار کیا وہ نیچے گر پڑا۔ گرد وغبار اٹھا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہنسلی کی ہڈی پر وار کیا۔ جو اس کے پیٹ سے نکل گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر سماعت کی۔ آپ نے جان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے واپس آگئے:

نصر الحجارۃ من سفاھۃِ رایہٖ و نصرتُ رب محمدٍ بصوابی

ترجمہ: "بن عبدود نے اپنی حماقت کی وجہ سے بتوں کی نصرت کی اور میں نے صحیح رائے کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب تعالیٰ کی نصرت کی۔"

فصدرّت حین ترکتہٗ مَتجدّلا کالجذعِ بین دکادکٍ و روابی

ترجمہ: "جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ اس طرح پڑا تھا گویا کہ وہ نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں پر درخت کا منڈھ ہو۔"

و عففُت عن اثوابہ و لواننی کنت المقطّر بَزّنی اثوابی

ترجمہ: "میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ تک نہ لگایا اور اگر میں شہید ہو جاتا تو وہ میرے کپڑے بھی اتار کر لے جاتا۔"

لا تحسبن اللہ حاذل دینہٖ و نبیّہٖ یا معشر الاحزاب

ترجمہ: "اے گروہو! تم یہ ہرگز گمان بھی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ کا چہرۂ منور دمک رہا تھا۔ اہل عرب میں سے کسی کی زرہ عمرو بن عبدود کی زرہ سے عمدہ نہ تھی۔ مگر آپ نے اس کی زرہ نہ چھینی کیونکہ اس نے آگے شرم گاہ کر دی تھی۔ انہیں حیا آئی۔ مشرکین کے گھوڑے شکست خوردہ ہو کر واپس چلے گئے وہ خندق عبور کر گئے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس روز

عکرمہ نے جاتے وقت اپنا نیزہ پھینک دیا تھا اس کے بارے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے ہیں:

فرّ و القی لنا رمحہ لعلك عکرم لم تفعل

ترجمہ: "عکرمہ نے ہماری طرف نیزہ پھینکا اور فرار ہو گیا۔ عکرمہ! شاید تو نے یوں ایسا نہ کیا ہو۔"

و ولّیت تعدّو کعدوِ الظلیم ما ان تجوزُ عن المعدِلِ

ترجمہ: "وہ روگرداں ہو کر شتر مرغ کی طرح بھاگا حالانکہ تو رخ موڑنے کا نام تک نہ لیتا تھا۔"

و لم تلق ظهرب مستأنسیا کان قفاك قفا فرعُلِ

ترجمہ: "تو نے اپنی وحشت دور کرنے کے لیے اپنی پیٹھ زمین پر نہ رکھی گویا کہ تیری گدی بجو کے بچے کی گدی تھی۔"

مشرکین شکست خوردہ ہو کر واپس آ گئے۔ حضرات زبیر بن عوام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان کے تعاقب میں نکلے۔ کچھ دیر انہوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت زبیر نے نوفل پر وار کیا اسے دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا حتیٰ کہ گھوڑے کی زین کاٹتے ہوئے اس کے کندھوں کے مابین سے کاٹ دیا۔ ان سے کہا گیا: "آپ کی تلوار جیسی تلوار ہم نے نہیں دیکھی۔" انہوں نے کہا: "یہ تلوار کا کمال نہیں بازو کا کمال ہے۔"

انہوں نے ہبیرہ پر بھی حملہ کیا گھوڑے کا تسمہ کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ زرہ گر پڑی جس کے ساتھ گھوڑا باندھا گیا تھا۔ انہوں نے اسے اٹھا لیا۔ جب وہ ابوسفیان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا "آج کے روز ہماری قسمت میں کچھ بھی نہیں واپس لوٹ چلو۔" الحاکم نے لکھا ہے: "میں نے الاصم سے سنا انہوں نے العطاردی سے سنا انہوں نے حافظ یحییٰ بن آدم کو کہتے ہوئے سنا: "میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمرو کو قتل کرنے کو صرف رب تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ ۔ (البقرۃ:۲۵۱)

ترجمہ: "پس انہوں نے شکست دی جالوت کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ عمرو کی لاش کو دس ہزار دراہم کے عوض انہیں دے دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ تمہارے لیے ہی ہے۔ ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے۔"

امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ غزوۂ خندق میں مسلمانوں نے ایک مشرک کو تہ تیغ کیا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اس کی لاش بھیج دیں ہم آپ کو اس کے عوض بارہ ہزار دراہم دیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کی لاش اور اس کی قیمت میں کوئی بھلائی نہیں۔ اسے انہیں دے دو۔ یہ

خبیث لاش اور خبیث دیت ہے۔" آپ نے اس میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ آلِ مغیرہ کے ایک شخص نے کہا: "میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور قتل کروں گا۔" اس نے اپنا گھوڑا خندق میں داخل کر دیا۔ وہ نیچے گر پڑا اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ مشرکین نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کی لاش ہمیں دے دیں ہم اسے دفن کر دیں۔ ہم آپ کو اس کی دیت دے دیتے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسے لے جاؤ یہ خبیث دیت والا ہے۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے: "جب نوفل واصل جہنم ہوا تو مشرکین نے اس کی لاش کے لیے افراد بھیجے انہوں نے آپ کو اس کی دیت کی پیش کش کی۔ آپ نے فرمایا: "اس کی دیت خبیث ہے۔ رب تعالیٰ اس پر اور اس کی دیت پر لعنت کرے۔ ہمیں اس کی دیت کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہیں منع نہیں کرتے کہ تم اسے دفن کرو۔"

ابوجعفر نے لکھا ہے جب نوفل خندق میں گر پڑا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے پتھر مارے وہ کہنے لگا: "اے اہل عرب! اس سے عمدہ طریقہ سے قتل کرو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نیچے اترے اسے تہ تیغ کیا۔ مشرکین نے اس کی لاش مانگی تو آپ نے اس کی لاش دے دی۔

ابن سعد نے لکھا ہے: "اس کے بعد قتال نہ ہوا حتیٰ کہ مشرکین واپس چلے گئے۔ البتہ وہ رات کو شبخون مارنے کے لیے چکر لگاتے تھے۔

مشرکین کا اتفاق کہ خندق کا ہر طرف سے گھیراؤ کر لیا جائے

"جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عمرو تہ تیغ ہوا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر لوٹ گئے تو مشرکین نے اتفاق کیا کہ وہ مل کر حملہ کریں۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ ساری رات اپنے ساتھیوں کو تیار کرتے ہوئے گزار دی۔ پھر طلوعِ شمس سے قبل ہی خندق کے پاس آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ انہیں قتال پر جمع کیا۔ نصرت کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ ثابت قدمی دکھائیں۔ مشرکین نے مسلمانوں کو قلعہ کی مانند گھیر رکھا تھا۔ ان کا ہر سمت سے گھیراؤ کر رکھا تھا ایک لشکر جرار کا رخ اس خیمہ کی طرف تھا جس میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ اس لشکر میں خالد جیسی ہستی بھی تھی۔ اس دن کو رات تک جنگ ہوتی رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہ ہو سکے۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی ادا نہ کر سکے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے نمازیں بھی نہیں پڑھیں۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو ہم سے دور لے جائے۔ صحابہ کرام ٹولیوں کی شکل

میں واپس آگئے۔ ہر گروہ اپنی اقامت گاہ میں آگیا۔حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ دوسو مجاہدین کے ہمراہ خندق کے کنارے پر ٹھہر گئے مشرکین کے گھڑسواروں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ان میں خالد بن ولید جیسی ذات بھی تھی۔وہ شب خون مارنا چاہتے تھے کچھ دیر جنگ ہوتی رہی۔وحشی نے حضرت طفیل بن نعمان کو تاک کر اپنے نیزے کا نشانہ بنایا اور انہیں شہید کر دیا۔اس وحشی نے حضرت سیدالشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا۔بعض نے ان کا نام طفیل بن مالک بن نعمان بتایا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ تیر کا نشانہ بن گئے

ابن سعد نے حضرت عاصم بن عمرو بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حبان بن قیس نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر کا نشانہ بنایا۔اس نے ان کے بازو کی شاہ رگ کاٹ دی۔جب اس نے تیر مارا تو اس نے کہا:''لو! میں ابن العرقۃ ہوں۔'' حضرت سعد یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ تیرا چہرہ آتش جہنم میں عرق آلود کرے۔'' حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: ''مولا! اگر تو نے قریش کے ساتھ کوئی جنگ باقی رکھی ہے تو مجھے اس کے لیے زندگی عطا فرما۔مجھے کوئی قوم قریش سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں کہ میں اس کے ساتھ جہاد کروں۔انہوں نے تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی۔مکہ مکرمہ جیسے وطن سے انہیں نکالا ان کی تکذیب کی۔مولا! اگر ان کے اور ہمارے مابین یہ جنگی سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو پھر اسے میری شہادت کا سبب بنا دے۔مجھے اس وقت تک نہ مارنا حتیٰ کہ میری آنکھوں کو بنوقریظہ سے ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔'' دوسرے قول کے مطابق انہیں ابواسامہ جشمی کا تیر لگا تھا۔ایک روایت میں خفاجہ بن عاصم کا تذکرہ بھی ہے۔

مسلمانوں کے دو جاسوس نکلے۔مسلمانوں کو ان کا علم نہ ہو سکا۔وہ انہیں دشمن گمان کرتے تھے۔مسلمانوں اور ان کے مابین جنگ و جدل ہوتا رہا۔پھر انہوں نے مسلمانوں کے "حم لا ینصرون" کے شعار سے پکارا وہ ایک دوسرے سے رک گئے۔وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ نے کہا:''تمہارے یہ زخم فی سبیل اللہ ہیں تم میں سے جو قتل ہوئے ہیں وہ شہید ہیں۔'' اس کے بعد جب بھی مسلمان ایک دوسرے کے قریب جاتے وہ شعار سے ایک دوسرے کو پکار لیتے۔

بعض صحابہ کرام اجازت لے کر اپنے اہل خانہ کے پاس جاتے رہے۔آپ انہیں فرماتے:''مجھے تمہارے بارے بنوقریظہ کا خطرہ ہے۔'' جب وہ اصرار کرتے تو آپ فرماتے:''تم میں سے جو جائے وہ اپنا اسلحہ ساتھ لے کر جائے۔'' ایک نوجوان تھا اس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی۔اس نے اپنا اسلحہ لیا اور چلا گیا۔اس کی دلہن دونوں دروازوں کے مابین کھڑی تھی اس نے اس کے لیے نیزہ تیار کیا تا کہ اسے مارے۔اس خاتون نے کہا:''ذرا رکو۔ذرا دیکھو تمہارے گھر میں کیا ہے؟ اس نے دیکھا کہ اسے اپنے بستر پر سانپ نظر آیا۔اس نے اس میں نیزہ گاڑھ دیا۔پھر نیزہ گھر کے صحن میں گاڑھ دیا سانپ

اس کی نوک پر لرزتا رہا۔ وہ نوجوان بھی مر کر گر پڑا۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں سے پہلے کون مرا تھا۔ نوجوان یا سانپ؟ بارگاہ رسالت مآب میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "مدینہ طیبہ میں ایسے جنات بھی ہیں جو اسلام لا چکے ہیں اگر تم ان میں سے کچھ دیکھو تو انہیں تین روز کی مہلت دو۔ اگر اس کے بعد بھی تمہیں وہ نظر آئے تو اسے قتل کر دو۔ وہ شیطان ہیں۔"

نمازوں کی قضاء

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کے روز فرمایا: "اللہ تعالیٰ مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے جیسے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ الوسطیٰ سے روکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔"

امام بخاری، امام ترمذی، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوم خندق میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے جبکہ غروب ہو چکا تھا۔ وہ کفار کو برا بھلا کہنے لگے پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نماز نہ پڑھ سکا حتیٰ کہ قریب تھا کہ سورج غروب ہو جاتا۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! میں نے بھی ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔" ہم بطحان میں آپ کی معیت میں اترے۔ آپ نے نماز کے لیے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا۔ آپ نے غروب آفتاب کے بعد نماز عصر اور پھر نماز مغرب پڑھی۔

امام احمد، امام نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: "مشرکین نے ہمیں روکے رکھا۔" حضرت جابر اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "مشرکین کی وجہ سے آپ نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء نہ پڑھ سکے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ نے نماز ظہر اسی طرح ادا کی جس طرح اس کے وقت میں پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے اقامت کہی۔ آپ نے نماز عصر پڑھی۔ پھر انہوں نے اقامت کہی آپ نے نماز مغرب پڑھی پھر انہوں نے اقامت کہی آپ نے نماز عشاء پڑھی۔ پھر فرمایا: "روئے زمین پر اس وقت تمہارے علاوہ اور کوئی قوم نہیں جو اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو۔" حضرت ابوسعید نے فرمایا: "اس وقت صلوٰۃ الخوف کے بارے یہ آیت طیبہ نازل نہیں ہوئی تھی:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ (البقرۃ:۲۳۹)

ترجمہ: "پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ یا سوار (جیسے بن پڑے۔)"

ابن سعد نے حضرت ابو جمعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خندق کے وقت آپ نے مغرب کی نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کو علم ہے کہ میں نے نماز عصر پڑھی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے نہیں پڑھی۔ مؤذن نے اذان دی، اقامت کہی۔ آپ نے نماز عصر پڑھی پھر نماز مغرب کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں کو مالِ غنیمت ملا

محمد بن عمر نے لکھا ہے: ''مجھے محمد بن عمر بن رفاعۃ بن ثعلبہ بن ابی مالک نے اپنے والد گرامی سے اور وہ ان کے جد امجد سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے حیی سے کہا: ''ہمارا چارہ ختم ہوگیا ہے کیا تیرے پاس چارہ ہے۔'' حیی: ہاں! اس نے کعب بن اسد سے گفتگو کی۔ اس نے کہا: ''ہمارا مال تیرا مال ہے جیسے چاہو استعمال کرو۔ قوم کو حکم دو کہ وہ اونٹ لے آئے اور جتنا چاہے لاد کر لے جائے۔'' حیی نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے اونٹ بھیج دو جو چارہ اٹھالائیں۔ مشرکین نے بیس اونٹ بھیجے جو جَو، کھجوریں اور چارہ لے کر مشرکین کی طرف نکلے۔ جب وہ صنفۃ تک پہنچے وہ عقیق کے رستہ جانا چاہتے تھے۔ وہ بنو عمرو بن عوف کے پاس سے گزرے۔ وہ دوپہر کے وقت اپنے اپنے گھر جارہے تھے۔ وہ دس افراد تھے۔ ان میں حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر، حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی بھی شامل تھے۔ وہ اپنے اس آدمی کی لاش کو لے کر نکلے جو ان کے قلعے میں مرا تھا تاکہ اسے دفن کریں۔ انہیں ان اونٹوں کا علم ہوگیا۔ انہوں نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا۔ قریشیوں نے بھی کچھ دیر کے لیے مقابلہ کیا ان میں ضرار بن خطاب بھی تھا۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ کچھ زخمی ہوئے بعض کو زخمی کیا جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو انہوں نے وہ اونٹ ان کے سپرد کر دیے۔ مسلمان انہیں بنوعمرو کے پاس لے آئے۔ اپنی میت کو دفن کیا۔ پھر ان اونٹوں کو حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اہل خندق اسی میں سے کھاتے رہے۔ اس سے انہیں وسعت نصیب ہوئی۔ انہوں نے وہ خوراک کھائی حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا۔ پھر ان ایام میں ان اونٹوں کو بھی ذبح کر دیا۔ پھر ان میں سے کچھ باقی رہے حتیٰ کہ مسلمان مدینہ طیبہ آگئے۔ جب ضرار واپس آیا اس نے اس واقعہ کے بارے مشرکین کو بتایا تو ابوسفیان نے کہا: ''حیی منحوس ہے اس نے ہمارا راستہ روک دیا ہے اب ہم واپسی پر اپنا سامان کس پر لاد کر لے جائیں گے۔''

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کردار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام خوف اور شدت میں تھے جیسے کہ رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ دشمن کہیں ان پر غلبہ نہ پالے دشمن اوپر سے اور نیچے سے آگیا تھا۔

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار، منگل اور بدھ کے روز نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین مسجد احزاب میں تشریف لاتے رہے۔ اپنی ردائے پاک رکھ دیتے دستِ اقدس بلند فرماتے اور مشرکین کے لیے بددعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بشارت کے اثرات آپ کے روئے زیبا پر دیکھ لیے تھے۔

امام بخاری، ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن ابی بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گروہوں کے لیے بد دعا کی۔" ابونعیم کی روایت میں ہے: "آپ نے انتظار فرمایا حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ ارشاد فرمایا: "اے لوگو! دشمن کے ساتھ ملاقات کرنے کی تمنا نہ کیا کرو۔ رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو اگر دشمن سے معرکہ آزما ہو جاؤ تو صبر کا دامن پکڑو۔ جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔" پھر آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اے کتاب حکیم نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! گروہوں کو شکست دے مولا! انہیں ہزیمت سے دو چار کر اور ہماری ان کے خلاف مدد فرما۔"

ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا دس سے زائد دن تک محاصرہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ہر ہر شخص نے اذیت محسوس کی۔ حضور معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: "مولا! میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ مولا! کیا تو چاہتا ہے کہ تیری عبادت نہ کی جائے۔"

امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی ورد ہے جسے ہم کریں دل حلقوم تک پہنچ آئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! یہ ورد کرو اللھم استر عوراتنا و آمن روعاتنا۔ مولا! ہماری پردہ والی جگہوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمارے خوفوں کو امن سے تبدیل فرما۔" رب تعالیٰ نے ان کا خوف ختم کر دیا۔

محمد بن عمر نے عبداللہ بن عاصم اشجعی سے اور ابونعیم نے عروہ اور ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے دوست تھے۔ جب گروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے نکلے تو وہ بھی اپنی قوم کے ہمراہ نکلے وہ ان کے دین پر تھے۔ گروہ وہیں ٹھہرے رہے جتنی مدت ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ گوشے قحط سالی کا شکار ہو گئے جانور ہلاک ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ انہوں نے اپنا اسلام اپنی قوم سے مخفی رکھا۔ باہر نکلے اور بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے انہیں دیکھا تو آپ بیٹھ گئے۔ پوچھا: "نعیم! کس لیے آئے ہو؟ عرض کی: میں آپ کی تصدیق کرنے آیا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کو بتایا کہ قریش اکٹھے ہو کر آپ پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف پیغام بھیج دیا ہے کہ ان کا قیام طویل ہو گیا ہے ان کا ارد گرد قحط زدہ ہو گیا ہے۔ ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ جنگ کریں اور ان سے جان چھڑا لیں۔" بنو قریظہ نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا ہے: "تمہاری رائے بڑی عمدہ ہے جب تم چاہو لیکن تم کچھ افراد بطور رہن ہمارے پاس بھیج دو۔ پھر تم خود کو روکے

رکھو۔"حضور اکرم ﷺ نے حضرت نعیم سے فرمایا: انہوں نے مجھے پیغام بھیجا ہے وہ مجھے صلح کی دعوت دے رہے ہیں۔ میں بنو نضیر کو ان کے گھروں اور اموال کی طرف لوٹا دوں۔" حضرت نعیم نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے جو چاہیں حکم فرمادیں۔ بخدا! آپ مجھے جو حکم بھی کریں گے میں اسے کر گزروں گا۔ میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں ہے۔ نہ کسی اور کو اس کا علم ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم صرف ایک شخص ہو جتنی تم میں استطاعت ہے تم ان لوگوں کو ہم سے دور لے جاؤ۔ جنگ ایک چال ہی ہوتی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! میں ضرور کر گزروں گا۔ آپ مجھے خلاف واقع بات کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "جو چاہو کہو تمہیں اجازت ہے۔"

حضرت نعیم فرماتے ہیں: "میں بنو قریظہ کے پاس گیا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا۔ میری عزت وتکریم کی مجھے کھانا اور مشروب پیش کیے۔ میں نے انہیں کہا: "میں کھانے پینے کے لیے نہیں آیا۔ میں تمہارے پاس ایک اہم معاملہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے خدشہ ہے تاکہ تمہیں کچھ صحیح مشورہ دے سکوں۔ تم اس محبت سے آگاہ ہو جو میں تم سے کرتا ہوں۔ میرے اور تمہارے مابین جو خاص تعلقات ہیں تم ان سے بھی آگاہ ہو۔" انہوں نے کہا: "ہم تمہیں جانتے ہیں تم پر کوئی تہمت نہیں ہے۔ تم ہمارے نزدیک سچے اور پاکباز ہو جیسے کہ ہم پسند کرتے ہیں۔" حضرت نعیم: پھر میری بات مخفی رکھنا۔" بنو قریظہ: ہم پوشیدہ رکھیں گے۔ حضرت نعیم اس شخص (حضور اکرم ﷺ) کا معاملہ ایک آزمائش ہے تم جانتے ہو کہ اس نے بنو قینقاع اور بنو نضیر کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کے اموال پر قبضہ کر کے انہیں جلاوطن کر دیا۔ ابن ابی حقیق ہمارے پاس گیا۔ ہم اس کے ساتھ اکٹھے ہوئے تاکہ تمہاری نصرت کریں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ معاملہ طوالت اختیار کر گیا ہے جیسے کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ بخدا! تم قریش اور غطفان اس شخص کے ہاں ایک مقام پر نہیں ہو۔ قریش اور غطفان کارواں کی شکل میں آئے۔ فروکش ہو گئے۔ جیسے کہ تم نے دیکھا اگر انہیں فرصت ملی تو وہ اس سے فائدہ اٹھالیں گے اگر جنگ میں انہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا تو وہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ نکلیں گے لیکن تم اس چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ یہ شہر تمہارا شہر ہے اس میں تمہارے اموال، بیٹے اور خواتین ہیں محمد عربی ﷺ کا پلڑا ان پر بھاری ہے۔ کل رات گئے تھے وہ ان کے ساتھ مصروف پیکار رہے۔ ان کا سردار عمرو بن عبدنہ تیغ ہوا۔ بقیہ زخمی حالت میں بھاگ نکلے وہ تمہیں مستغنی نہیں کر سکتے۔ تم قریش اور غطفان کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو حتیٰ کہ ان میں کچھ معزز افراد اپنے پاس بطور رہن نہ رکھ لو۔ ان سے پختہ عہد لو کہ وہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے حتیٰ کہ وہ محمد عربی ﷺ کے ساتھ مقابلہ کرلیں۔"

بنو قریظہ: تم نے عمدہ رائے دی ہے خلوص کا اظہار کیا ہے۔" انہوں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے لیے دعا کی اور کہا: "ہم اسی طرح کریں گے۔" حضرت نعیم: تم یہ سارا معاملہ مخفی رکھنا۔ بنو قریظہ: ضرور! ہم اسی طرح کریں گے۔

پھر حضرت نعیم ابوسفیان کے پاس آئے۔ وہ قریش کے افراد کے مابین بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: ''میں تیرے لیے خلوص کا اظہار کرنے آیا ہوں۔ میری بات مخفی رکھنا۔ ابوسفیان: ضرور! حضرت ابونعیم: کیا تجھے پتہ ہے کہ بنو قریظہ اس معاہدہ کو توڑ کر نادم ہیں جو ان کے اور محمد عربی ﷺ کے مابین تھا۔ وہ واپس لوٹنا اور صلح کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ان کی طرف پیغام دیا ہے۔ میں ان کے پاس ہی تھا۔ انہوں نے انہیں کہا: ''ہم قریش اور بنو غطفان میں سے ستر افراد آپ کو پیش کریں گے۔ آپ ان کی گردنیں اڑا دینا۔ لیکن بنو نضیر کو ان کے گھروں اور اموال میں واپس لے آئیں۔ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے حتیٰ کہ ہم قریش کو واپس لوٹا دیں گے۔ اگر بنو قریظہ تمہارے پاس پیغام بھیجیں اور بطور رہن کچھ افراد مانگیں تو انہیں کچھ بھی نہ دینا۔ اپنے سرداروں کی ان سے حفاظت کرنا۔ لیکن یہ باتیں مخفی رکھنا۔ ان کا حرف تک بھی کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا انہوں نے کہا: ہم کسی سے ذکر تک نہ کریں گے۔

پھر وہ بنو غطفان کے پاس آئے۔ انہوں نے انہیں کہا: ''تم جانتے ہو کہ میں تم میں سے ہی ایک شخص ہوں میری باتیں مخفی رکھنا۔ جان لو کہ بنو قریظہ نے محمد عربی ﷺ کے پاس پیغام بھیجا ہے...... پھر انہوں نے ان سے اسی طرح کہا جس طرح ابوسفیان سے کہا تھا...... کہا: محتاط رہنا۔ تم بنو قریظہ کو ایک شخص بھی نہ دینا۔ انہوں نے ان کی تصدیق کر دی۔

یہودیوں نے عزال بن سموال قریش کی طرف بھیجا۔ اس نے یہ پیغام دیا: ''تمہارا قیام طوالت اختیار کر گیا ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم جو کچھ کر رہے ہو یہ درست بھی نہیں۔ اگر تم ایک دن مقرر کر لو اس میں ہم مل کر محمد عربی ﷺ پر حملہ کریں۔ ایک طرف تم حملہ کر لو۔ دوسری طرف سے بنو غطفان دھاوا بول دیں۔ ہم تیری طرف سے نکلیں گے ہم سے محمد عربی ﷺ بچ نہیں نکلیں گے۔ لیکن ہم تمہارے ساتھ اس وقت تک نہیں نکلیں گے حتیٰ کہ تم اپنے معزز افراد ہمارے پاس بطور رہن رکھو۔ تا کہ وہ ہمارے پاس رہیں۔ ہمیں خطرہ ہے اگر جنگ نے تمہیں اذیت دی یا تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا تو تم اپنے شہروں کی طرف بھاگ جاؤ گے۔ ہمیں اپنے گھر کے صحن میں چھوڑ جاؤ گے۔ ہم نے محمد عربی ﷺ کا معاہدہ پس پشت ڈال دیا ہے۔ ان کے ساتھ عداوت کا اظہار کر دیا ہے۔ جب یہود کا قاصد ابوسفیان کے پاس آیا تو ابوسفیان نے اسے کچھ بھی نہ دیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس نے کہا: نعیم نے یہی بتایا تھا۔

حضرت نعیم بنو قریظہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: اے بنو قریظہ! میں اس وقت ابوسفیان کے پاس تھا جب تمہارا قاصد اس کے پاس گیا اس سے بطور رہن کچھ افراد مانگے لیکن اس نے کچھ نہ دیا جب قاصد چلا آیا تو اس نے کہا: ''اگر وہ مجھ سے بکری کا بچہ مانگیں گے میں انہیں وہ بھی نہیں دوں گا۔ میں اپنے عمدہ ساتھیوں کو ان کے پاس بطور رہن رکھوں تا کہ وہ انہیں محمد عربی ﷺ کو دیں اور ان سب کو تہ تیغ کر دیں۔ تم اپنی رائے پر پختہ رہنا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے

ساتھ ہو کر اس وقت تک نہ لڑنا حتیٰ کہ تم رہن اپنے پاس رکھ لو۔ تم محمد عربی ﷺ سے تو نہیں لڑ رہے۔ ابوسفیان چلا جائے تو تم اپنے سابقہ معاہدہ پر آجانا۔ بنو قریظہ: یا نعیم! ہمیں یہی امید ہے کعب بن اسد نے کہا: ''بخدا! میں تو محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی وجہ سے میری مجبوری بن گئی۔ حیی ایک منحوس شخص ہے۔ زبیر بن باطا نے کہا: اگر قریش اور غطفان چلے گئے تو پھر وہ صرف ہم سے تلوار ہی قبول کریں گے۔ ہم محمد عربی ﷺ کی طرف نکلیں گے۔ قریش سے رہن طلب نہ کرو۔ وہ ہمیں رہن کبھی بھی نہیں دیں گے۔ وہ کس طرح ہمیں رہن دیں گے۔ ان کی تعداد ہماری تعداد سے کثیر ہے۔ ان کے پاس گھوڑے ہیں ہمارے پاس گھوڑے نہیں ہیں۔ وہ بھاگنے پر قادر رہے ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ بنو غطفان نے محمد عربی ﷺ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انہیں مدینہ طیبہ کی کچھ کھجوریں دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے سوائے تلوار کے۔ وہ کچھ لیے بغیر واپس جائیں گے۔ زبیر وغیرہ نے قریش کی مدد کو رہن کے ساتھ ہی مشروط کیا۔

ہفتہ کی شب کو ابوسفیان اور غطفان کے روساء نے عکرمہ اور قریش اور غطفان کے کچھ لوگوں کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''ہمارا یہاں مزید قیام کرنا ممکن نہیں۔ اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو رہے ہیں تم جنگ کی تیاری کرو تاکہ محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کریں اور اپنے اور ان کے مابین جو کچھ ہے۔ اسے ختم کر دیں۔ بنو قریظہ نے یہ پیغام دیا آج تو ہفتہ ہے اس دن ہم کچھ کام نہیں کرتے۔ ہماری ایک قوم نے اس روز حادثہ رونما کیا تھا تم خوب جانتے ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم محمد عربی ﷺ کے ساتھ اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم اپنے کچھ افراد ہمارے ہاں بطور رہن رکھو۔ جو ہمارے اعتماد کے طور پر ہمارے ہاں رہیں حتیٰ کہ ہم محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کر لیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہارا نقصان کر دیا قتال تم پر شدت اختیار کر گیا تو ہمیں چھوڑ کر اپنے شہروں کی طرف بھاگ جاؤ گے۔ وہ شخص تو ہمارے شہر میں ہے۔ اس کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت ہم میں نہیں۔

جب مشرکین کے قاصد بنو قریظہ کا یہ پیغام لے کر آئے تو قریش اور غطفان نے کہا: نعیم نے سچ ہی کہا تھا۔ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف یہ پیغام بھیجا بخدا! ہم اپنے افراد میں تمہیں ایک فرد بھی نہیں دیں گے اگر قتال کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو باہر نکلو اور جنگ کرو اس وقت بنو قریظہ نے کہا: جو کچھ نعیم نے کہا تھا وہ سچ ہے۔ یہ قوم صرف جنگ کرنا چاہتی ہے۔ اگر انہیں موقع ملا تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے ورنہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ تم اپنے درمیان سے اور اس شخص کے درمیان سے ہٹ جاؤ جو تمہارے شہر میں ہے۔''

قریش اور غطفان کے قاصد بار بار بنو قریظہ کے پاس جاتے رہے وہ بار بار اپنا موقف دہراتے رہے۔ یہ ان کی مدد سے مایوس ہو گئے۔

رب تعالیٰ نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے ذریعے ان کے مابین تفریق ڈال دی۔

مشرکین کی شکست، رب تعالیٰ کا ان پر ٹھنڈی ہوا، اور ملائکہ بھیجنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے شدید ٹھنڈی رات میں سخت آندھی بھیج دی۔ اس نے ان مشرکین کی ہنڈیاں الٹ دیں۔ ان کے برتن پھینک دیے۔

ابن سعد نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''غزوۂ خندق میں حضرت جبرائیل آئے۔ ان کے ساتھ ہوا تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو دیکھا تو فرمایا: خوش ہو جاؤ۔'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا رب تعالیٰ نے مشرکین پر ہوا بھیجی۔ اس نے خیمے اکھیڑ دیے۔ ہنڈیاں الٹی کر دیں۔ آدمی دفن کر دیے۔ رسیاں ٹوٹ گئیں وہ روانہ ہو گئے وہ ایک دوسرے کو مڑ کر دیکھ بھی نہیں رہے تھے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ (الاحزاب:۹)

ترجمہ: ''جب آ گئے تھے تم پر لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے۔''

ابن ابی حاتم، ابو نعیم اور بزار نے صحیح اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خندق کی رات کو شمالی ہوا جنوبی ہوا کے پاس گئی۔ اس نے اسے کہا: ذرا چل! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرما۔ جنوبی ہوا نے کہا: آزاد رات کو نہیں چلتا۔ رب تعالیٰ نے اس پر غضب نازل کیا اسے بانجھ بنا دیا اس نے صبا بھیجی اس نے مشرکین کی آگ بجھا دی۔ رسیاں کاٹ ڈالیں۔ آپ نے فرمایا: میری نصرت صبا کے ذریعے کی گئی ہے۔ عاد کو دبور کے ذریعہ ہلاک کیا گیا ہے۔ امام احمد، شیخان اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میری نصرت صبا کے ذریعے کی گئی ہے عاد کو دبور کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔''

امام بیہقی نے حضرت مجاہد سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے نقل کیا ہے یعنی صبا ہوا۔ جو گروہوں پر روز خندق بھیجی گئی تھی اس نے ان کی ہنڈیاں الٹی کر دیں۔ خیموں کی رسیاں اکھیڑ دیں حتیٰ کہ وہ کوچ کرنے پر مجبور ہو گئے اور جنود سے مراد فرشتے ہیں انہوں نے اس روز قتال نہیں کیا تھا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے ہوا اور رعب کو بھیج دیا جب وہ خیمہ لگاتے اللہ تعالیٰ اس کی رسیاں کاٹ دیتا۔ جب وہ جانور باندھتے رب تعالیٰ اس کی رسی کاٹ دیتا۔ جب بھی آتش جنگ جلاتے رب تعالیٰ اسے بجھا دیتا۔ حتیٰ کہ ہمیں بتایا گیا کہ ہر ہر قبیلے کے سردار نے کہا: اے بنو فلاں! میرے پاس آؤ جب وہ اس کے

پاس جمع ہوئے تو اس نے کہا: نجات! نجات! تمہیں آلیا گیا ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے ان پر رعب مسلط کر دیا تھا۔

علامہ بلاذری لکھتے ہیں: پھر رب تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کی، یہ زرد آندھی تھی۔ اس نے مشرکین کی آنکھیں بھر دیں۔ انہیں بزدلی و رکمزوری نے آلیا۔ مشرکین کو شکست ہوگئی وہ اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ آئے۔ ہوا ان پر چلتی رہی ملائکہ نے انہیں ڈھانپ رکھا۔ ان کی آنکھوں کو بے نور کیے رکھا۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ ارشاد فرمایا:

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ (الاحزاب: ۲۵)

ترجمہ: ''اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآنحالیکہ اپنے غصہ میں تھے۔ انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور ہر چیز پر غالب ہے۔''

ابوالخطاب ابن دحیہ نے لکھا ہے ان ملائکہ نے ان کے دلوں میں بزدلی اور رعب ڈال دیا۔ اہل ایمان کے دلوں میں قوت اور امید ڈال دی۔ کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جو دشمن کے گھوڑوں اور اونٹوں کو ڈانٹتے تھے انہوں نے بھاگ کر شکست کھا کر تین دن کی مسافت ایک دن میں طے کر لی۔

بھاگنے کا منظر

امام حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے اپنے ساتھیوں سے غزوات رسول ﷺ کا تذکرہ کیا ان کے ساتھیوں نے کہا: ''بخدا! اگر ہم کو آپ کی زیارت کی سعادت عظمیٰ مل جاتی تو ہم یوں یوں کرتے۔'' ایک شخص نے کہا: ''اگر میں حضور والا ﷺ کو پالیتا تو میں آپ کے ساتھ جہاد کرتا اور بہادری کے جوہر دکھاتا۔'' حضرت حذیفہ نے کہا: یہ تمنا نہ کرو۔ ہم نے غزوہ خندق میں خود کو دیکھا ہم صفیں باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے اوپر ابو سفیان اور اس کا لشکر تھا۔ ہمارے نیچے بنو قریظہ تھے جن سے ہمیں اپنی اولاد کے بارے خطرات تھے۔ اس سے تاریک تر اور شدید تر رات ہم پر کبھی نہیں آئے گی۔ ہوا میں بجلیاں کڑکتی تھیں اتنی ظلمت کہ ہم میں سے کوئی اپنی انگلی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ منافقین آپ سے اجازت مانگنے لگے انہوں نے کہا:

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ (الاحزاب: ۱۳)

ترجمہ: ''ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔''

منافقین میں سے جو آپ سے اجازت مانگتا آپ اسے اجازت دے دیتے وہ چپکے سے کھسک جاتے۔ ہماری

تعداد تین سو تھی حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ایک ایک کر کے دیکھا فرمایا: "کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مشرکین کی خبر لے کر آئے وہ روز حشر میرے ساتھ ہوگا۔" دوسری روایت میں ہے: "روزِ حشر رب تعالیٰ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا۔ لیکن ہم میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوسری اور تیسری بار اس طرح فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ حذیفہ کو بھیج دیں۔" میں نے کہا: "بخدا! کوئی اور۔" حضور اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے میرے پاس نہ تو دشمن سے بچنے کے لیے ڈھال تھی نہ سردی سے بچنے کی چادر تھی۔ میں نے اپنی زوجہ کی چادر لی ہوئی تھی جو میرے گھٹنوں سے متجاوز نہ تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: "کون ہو؟" میں نے عرض کی حذیفہ! آپ نے فرمایا: حذیفہ! حضرت حذیفہ نے فرمایا: "میں عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے زمین کی طرف گیا مجھے اٹھنا پسند نہ تھا۔"

آپ نے فرمایا: اٹھو! میں اٹھا۔ آپ نے فرمایا: اس قوم میں واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ مجھے اس کی خبر لا کر دو۔ میں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ بہت زیادہ سردی ہے۔ میں صرف اس لیے اٹھ رہا ہوں کہ مجھے آپ سے حیاء آ رہی ہے۔" آپ نے فرمایا: تمہیں نہ سردی لگے گی نہ گرمی۔ حتیٰ کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ میں سب سے زیادہ گھبراتا تھا اور سب سے زیادہ سردی مجھے لگتی تھی۔ بخدا! مجھے یہ خوف نہ تھا کہ میں قتل ہو جاؤں گا لیکن مجھے قیدی بننے کا خوف تھا۔ آپ نے فرمایا: تم قیدی نہیں بنو گے۔" میں باہر نکلا آپ نے یہ دعا مانگی: مولا اس کے سامنے سے اس کے پیچھے سے اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے اس کی حفاظت فرما۔" حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: "میرے اندر جو گھبراہٹ اور سردی تھی وہیں ختم ہوگئی۔ مجھے کچھ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ گویا کہ میں حمام میں چل رہا تھا۔ جب میں جانے لگا تو آپ نے فرمایا: حذیفہ! اس قوم میں کوئی حادثہ رونما نہ کرنا حتیٰ کہ تم میرے پاس آجاؤ۔"

دوسری روایت میں ہے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔" آپ نے فرمایا: "اس قوم میں داخل ہو جاؤ۔" پہلے قریش کے پاس جانا۔ انہیں کہنا۔ "اے قوم قریش! لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ جب کل آئے تو لوگ کہیں قریش کہاں ہیں؟ لوگوں کے قائد کہاں ہیں؟ لوگوں کے رؤساء کہاں ہیں؟ وہ تمہیں آگے کریں گے۔ تم جنگ کرو گے تم میں قتل عام ہوگا۔ پھر بنو کنانہ کے پاس جانا کہنا: اے بنو کنانہ! لوگوں کا ارادہ ہے کہ کل وہ کہیں بنو کنانہ کہاں ہیں ماہر تیر انداز کہاں ہیں؟" وہ تمہیں آگے کریں گے تم جنگ کرو گے قتل عام تم میں ہوگا۔" پھر بنو قیس کے پاس جانا۔ انہیں کہنا: "اے گروہ قیس! لوگوں کا ارادہ ہے کہ کل وہ کہیں بنو قیس کہاں ہیں۔ گھوڑوں میں مشغول رہنے والے کہاں ہیں؟ شہ سوار کہاں ہیں؟ وہ تمہیں آگے کریں گے تم قتال کرو گے تمہارا قتل عام ہوگا۔"

حضرت حذیفہ نے کہا: "میں باہر نکلا۔ روانہ ہوا۔ لشکر کے پڑاؤ تک پہنچا۔ میں نے دیکھا ان کے لیے آگ کی روشنی

تھی۔میں نے ایک شخص کو دیکھا جو سیاہی مائل اور موٹا تھا۔اس کے ہاتھ میں آگ تھی اس کے ارد گرد لوگ تھے۔گرد واسے چھوڑ کر جا چکے تھے۔وہ کہہ رہا تھا: ''کوچ،کوچ'' میں ابوسفیان کو نہیں جانتا تھا۔میں نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اس کا پر سفید تھا اسے اپنی کمان میں رکھا تاکہ اسے دے ماروں۔پھر مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد آگیا۔اس قوم میں کوئی واقعہ رونما نہ کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آجاؤ۔میں رک گیا تیر واپس ڈال لیا۔جب میں ان میں بیٹھ گیا تو ابوسفیان کو کچھ محسوس ہوا کہ ان میں کوئی اجنبی آگیا ہے۔اس نے کہا: تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لے۔میں نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ پر مارا جو میرے دائیں طرف تھا۔اس کا ہاتھ پکڑا پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا: معاویہ بن سفیان۔میں نے بائیں طرف ہاتھ مارا پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں عمرو بن عاص ہوں۔میں نے یہ عمل اس خدشہ کے پیش نظر کیا تھا کہ کوئی مجھ سے نہ پوچھے۔میں نے ان سے پہلے پوچھ لیا۔پھر میں کچھ دیر ان میں ٹھہرا رہا۔میں بنو کنانہ اور بنو قیس کے پاس آیا۔میں نے اسی طرح کہا جس طرح مجھے آپ نے حکم دیا تھا۔میں پڑاؤ میں داخل ہو گیا۔بنو عامر مجھے سب سے زیادہ قریبی تھے۔عامر بن علقمہ نے صدا دی: ''بنو عامر آندھی مجھے مار رہی ہے میں سواری پر ہوں انہیں شدید آندھی نے آلیا ہے۔اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو وہ چلانے لگے: کوچ! کوچ! ٹھہرنے کا فائدہ نہیں۔'' آندھی مشرکین کے لشکر کے پڑاؤ میں محدود تھی۔ایک ہاتھ بھی آگے پیچھے نہ تھی۔بخدا! میں پتھروں کی آوازیں سن رہا تھا جو ان کے کجاؤوں میں گر رہے تھے۔ہوا انہیں پھینک رہی تھی۔وقتِ صبح انہوں نے صدا دی: قریش کہاں ہیں لوگوں کے رئیس کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: اسی وجہ سے ہم رات سے مصیبت میں گرفتار رہے۔کنانہ کہاں ہیں؟ قیس کہاں ہیں۔گھوڑوں کے سوار کہاں ہیں؟ جب ابوسفیان نے یہ دیکھا تو اس نے کہا: سوار ہو جاؤ۔وہ سوار ہو گئے۔آندھی ان کے سامان پر بھی غلبہ پا رہی تھی۔میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنے بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہو گیا۔وہ اسے اٹھانے لگا۔وہ اٹھ نہیں سکتا تھا اس نے بعد میں اسے کھولا۔میں حضور ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا۔جب نصف راستہ طے کر لیا تو مجھے تقریباً بیس شہ سوار ملے جنہوں نے عمامے باندھ رکھے تھے۔انہوں نے کہا: اپنے صاحب (ﷺ) کو بتانا کہ رب تعالیٰ لشکر اور آندھی کے ساتھ ان کے دشمن کو کافی ہو گیا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔آپ چادر مبارک اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔جب میں واپس آیا تو مجھے سردی نے آلیا۔میں کانپنے لگا۔آپ نے مجھے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔آپ نماز ادا کر رہے تھے۔میں آپ کے قریب ہو گیا۔آپ نے اپنی بقیہ چادر مجھ پر ڈال دی۔جب آپ کو کسی اہم کام کا سامنا کرنا پڑتا تو آپ نماز پڑھنے لگتے میں نے مشرک قوم کے بارے بتایا کہ میں نے انہیں چھوڑا تو وہ کوچ کر رہے تھے۔پھر میں تا دمِ صبح سوتا رہا۔وقتِ صبح آپ نے فرمایا: ''اے بہت زیادہ سونے والے اٹھو۔''

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عاص اور خالد بن ولید دو سو گھڑ سواروں کے ساتھ لشکر کے پیچھے پیچھے رہے تاکہ آپ

ان کا تعاقب نہ کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی

امام احمد، امام بخاری نے حضرت سلیمان بن صرد سے، بزار نے ثقہ راویوں سے اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور امام بیہقی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے جب گروہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ''اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر لشکر کشی نہیں کر سکیں گے۔ ہم ان کی طرف جائیں گے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''اس کے بعد قریش کو آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی حتیٰ کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔'' امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ورد فرماتے تھے:

لا الہ الا اللہ وحدہ اَعَزَّ جُنْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ. ھَزَمَ الاحزاب وحدہ فلا شیئَ بَعدہ.

صحابہ کرام فرماتے ہیں: ''آپ نے صبح خندق پر کی مشرکین کے لشکر میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ سب بھاگ گئے تھے۔ اپنے شہروں کی طرف منتشر ہو چکے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو گھروں میں جانے کی اجازت دے دی۔ وہ جلدی جلدی اور خوشی خوشی سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ بنو قریظہ کو علم ہو کہ مسلمانوں میں واپس جانے کی کتنی محبت ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو واپس آنے کے لیے کہا۔ ان کے پیچھے منادی بھیجا مگر ان میں سے ایک شخص بھی واپس نہ آیا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر سے اور محمد بن عمر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو واپس آجانے کا حکم دیا۔ ہم ان کے پیچھے یہ صدائیں دے رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ واپس لوٹ آؤ لیکن ان میں سے ایک شخص بھی واپس نہ آیا۔ بھوک اور ٹھنڈک کی وجہ سے ان کا یوں جلدی جانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرما رہے تھے۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ کہیں قریش کے جاسوس نہ ہوں۔'' حضرت جابر نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے ملاقات بنو حرام میں کی۔ میں نے آپ کو بتایا تو آپ مسکرانے لگے۔

مدینہ طیبہ کے گوشوں میں منافقین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے بارے باتیں بنا رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: ''وہ تو ابھی تک ہلاک ہو چکے ہوں گے۔'' انہیں گروہوں کے چلے جانے کا علم نہ تھا۔ گروہوں کا یوں آجانا انہیں خوش کر رہا تھا وہ اعرابیوں کے ہاں چلے گئے تھے تاکہ انہیں قتال نہ کرنا پڑے۔

اس غزوہ میں آٹھ مسلمانوں کے سروں پر شہادت کا تاج سجا۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت انس بن اوس، حضرت عبد اللہ بن سہل، حضرت طفیل بن نعمان، حضرت ثعلبہ بن عنمہ، حضرت کعب بن فرید، یہ بئر معونہ کے واقعہ میں زخمی ہو گئے

تھے۔ پھر تندرست ہو گئے اور غزوۂ خندق میں شہید ہو گئے۔

حافظ دمیاطی نے الانساب میں ان حضرات کا اضافہ کیا ہے: ''قیس بن زید، عبداللہ بن ابی خالد ابوسنان بن صیفی۔

الحافظ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ خندق میں جام شہادت نوش کیا۔

مشرکین میں سے تین افراد واصل جہنم ہوئے۔ عمرو بن عبدو، نوفل بن عبداللہ، عثمان بن منبہ اسے غزوہ خندق میں تیر لگا اور مکہ مکرمہ میں مرگیا۔

ابوسفیان کا خط

محمد بن عمر نے حضرت ابو وجزۃ العدی سے روایت کیا ہے: ''جب قریش طویل قیام سے اکتا گئے ارد گرد کو قحط سالی نے ڈھانپ لیا۔ خندق سے تنگ دل ہوئے ابوسفیان نے طمع کیا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرے گا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس میں لکھا:

''مولا! تیرے نام کے ساتھ! لات وعزیٰ کی قسم! میں آپ کی طرف لشکر جرار لے کر آیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس وقت تک نہ لوٹوں گا حتیٰ کہ تمہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکوں لیکن تم نے ہم سے ملاقات کرنے کو ناپسند کیا۔ خندق کھود کر اپنا تحفظ کر لیا۔ ورنہ احد کی یاد تازہ ہو جاتی۔''

اس نے یہ خط ابواسامۃ جشمی کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت ابی بن کعب نے آپ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ نے ابوسفیان کو یہ خط لکھوایا ''امابعد! مجھے تیرا خط ملا۔ بڑی مدت سے شیطان نے تجھے رب تعالیٰ کے بارے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو تو نے یہ ذکر کیا ہے کہ تو لشکر لے کر ہمارے پاس آرہا تھا تمہارا ارادہ تو یہ تھا کہ تو اس وقت تک واپس نہ جائے گا حتیٰ کہ ہمیں جڑ سے اکھیڑ پھینکے یہ ایک ایسا امر ہے جس کے اور تمہارے مابین رب تعالیٰ کی ذات حائل ہے۔ بالآخر وہ ہمیں کامیابی عطا کرے گا۔ ایک دن ضرور آئے گا جس روز میں لات وعزیٰ اور اساف، نائلہ اور ہبل کو ریزہ ریزہ کر دوں گا اے بنو غالب کے احمق! اس روز میں تجھے یہ سب کچھ یاد کراؤں گا۔''

غزوہ خندق کے بارے قرآن پاک کا نزول

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ
الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ وَاِذْ يَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲ وَاِذْ
قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ
مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳
وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا
يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ
اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ
الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا
قَلِيْلًا ۝۱۸ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ
كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ
اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرًا ۝۱۹ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ
بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲۰
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ
وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ
وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ
شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۲۴ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵

(الاحزاب:۹تا۲۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالیٰ کا احسان جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور) ہو کر آ گئے تھے تم پر (کفار کے لشکر) پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا جب انہوں نے ہلّہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت آنکھیں پتھرا گئی اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے اس موقع پر خوب آزمالیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے، اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہہ کر (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدان جنگ سے) فرار تھا اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کے اطراف سے پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے۔ اس میں مگر بہت کم حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے۔ فرما دیجئے اے (بگھوڑو!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور اگر (تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہو سکے مگر تھوڑی مدت فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب کا ارادہ کرے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہ کوئی مددگار اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں۔ (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آجاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے اور برائے نام پرلے درجہ کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں اور پھر جب خوف اور دہشت چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے تو وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت تکلیف دیتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے اور بڑے حریص ہیں مال غنیمت کے حصول

ہیں (درحقیقت) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے اللہ نے ضائع کر دیے ان کے اعمال اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور اگر جتھے دوبارہ پلٹ کر آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش وہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے اور تمہاری خبریں لانے والوں سے پوچھتے اگر یہ تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ جنگ نہ کرتے مگر برائے نام۔ بے شک حضور کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے اس لیے جو اللہ سے ملاقات اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

و سائلةٍ تسائل ما لقينا　　　و لو شهدت راتنا صابرينا

ترجمہ: "کئی خواتین نے ہم سے سوال کیا کہ ہم کس چیز سے نبرد آزما ہوئے۔ اگر وہ وہاں موجود ہوتیں تو وہ ہمیں پاتیں کہ ہم صبر کرنے والے تھے۔"

صبرْنا لا نرى الله عدلا　　　على مانابنا... متوكلينا

ترجمہ: "ہم کسی کو اللہ تعالیٰ کے مدمقابل نہیں پاتے۔ جو تکلیف ہمیں پہنچی ہم نے اس پر توکل کرتے ہوئے صبر کیا۔"

و كان لنا النبيّ وزير صدق　　　به البريّة البَرِيّةَ اجمعينا

ترجمہ: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے صداقت کے وزیر تھے آپ ہی کے وسیلہ سے ہم ساری مخلوق پر تسلط حاصل کریں گے۔"

نقاتل معشرًا ظلموا و عقوا　　　و كانوا بالعَدَاوَةِ مرْصِدِيْنا

ترجمہ: "ہم اس گروہ کے ساتھ مصروفِ پیکار رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی وہ عداوت کی وجہ سے ہماری گھات میں تھے۔"

نعاجلهم اذا نهضوا الينا　　　بضرب يعجل المتسرّعينا

ترجمہ: "ہم اس وقت بڑی تیز شمشیر زنی کے ساتھ ان پر گویا سبقت لے جاتے جب وہ ہماری طرف آتے۔ تلواریں جلد بازوں پر تیزی سے چل رہی ہوتیں۔"

ترانا فی فضافضَ سابغاتٍ　　　كغدران المَلَامستَسَر بلينا

ترجمہ: "تم دیکھ رہے ہو کہ ہم ایسی زرہوں میں ملبوس ہیں جو کھلے میدانوں میں تالابوں کی طرح ہیں۔"

و فی ایماننا بیض خفاف بھا نشفی مراح الشاغبینا

ترجمہ: "ہمارے دائیں ہاتھوں میں ایسے تاباں اور ہلکی تلواریں ہیں جن کے ذریعے ہم ان کے فتنہ انگیز اور شور والے اوچھے پن کو ختم کر رہے ہیں۔"

بباب الخندقین کان اسدًا شوا بکھنّ یحمین العَرِینا

ترجمہ: "خندق کے درازوں پر ایسے شیر متعین ہیں جو اپنی کچھاروں کے محافظ ہوں گویا کہ"

فوارسَنا اذا بکروا و راحُوا علی الاعداء شوسًا معلمینا

ترجمہ: "وہ ہمارے سوار تھے جنہوں نے نشان لگا رکھے تھے اور ترش ٹیڑھی نگاہوں کے ساتھ صبح و شام دشمن کے ساتھ مصروف جنگ ہیں۔"

و یعلم اھل مکۃ حین ساروا و احزابٌ اتوا متخِر بینا

ترجمہ: "تا کہ اہل مکہ اور دیگر وہ گروہ جان لیں جو گروپ کی شکل میں ہمارے پاس آئے تھے۔"

لنصر احمد و اللّٰہ حَتّٰی نکون عباد صدقٍ مخلصینا

ترجمہ: "نیز یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی مدد کریں حتیٰ کہ ہم رب تعالیٰ کے سچے اور مخلص بندے بن جائیں۔"

بأنّ اللّٰہ لیس لہ شریك و ان اللّٰہ مولی المومیننا

ترجمہ: "تا کہ مشرکین جان لیں کہ رب تعالیٰ کا یقیناً کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے۔"

فامّا تقتلوا سعدًا سفاھًا فان اللّٰہ خیر القادرینا

ترجمہ: "اگر تم نے پاگل پن کی وجہ سے حضرت سعد کو شہید بھی کر دیا تو رب تعالیٰ تو سب قادرین سے بہترین قدرت رکھنے والا ہے۔"

سیدُ خلہ جِنانًا طیّباتٍ تکون مقامۃ لصالحینا

ترجمہ: "رب تعالیٰ ان کو پاکیزہ باغات میں داخل کرے گا وہ صالحین کا ٹھکانہ ہوں گے۔"

کما قد ردّکم فلّا شریدًا بغیظکم خزایا خائبینا

ترجمہ: "جس طرح کہ اس ذاتِ پاک نے تمہیں شکست خوردہ، دھتکارے ہوئے ذلیل و رسواء اور گھاٹے میں واپس کر دیا۔"

خزایا لم تنالوا ثم خیرًا و کدتم ان تکونوا دامرینا

ترجمہ: "تم اس طرح ذلیل ہو گئے تھے کہ تم وہاں کسی بھلائی کو نہ پاسکے قریب تھا کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں پڑتے۔"

بریحٍ عاصفٍ ھبّت علیکم و کنتم تحتھا متکمھینا

ترجمہ: "تم اس شدید آندھی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے جو تم پر چلی تھی اور اس کے نیچے تم اندھے ہو گئے تھے۔"

حضرت حسان بن ثابت عبداللہ بن زبعری کو جواب دیتے ہیں:

ھل رسم دارسة المقامِ یباب متکلمٌ لمحاورٍ بجواب

ترجمہ: "ایسے شہر کے نشانات جہاں قیام کرنے کی علامات مٹ چکی ہیں ایسے شخص کے ساتھ ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو انہیں فوراً جواب دے۔"

قفر عفارھم السحاب رسومه و ھبوب کل مطلة مرباب

ترجمہ: "اس چٹیل میدان کے نشانات کو مسلسل اور لگاتار بارشوں نے اور لگاتار بوندا باندی نے مٹا کر رکھ دیا ہے۔"

و لقد رایت لھا الحلول یزینھم بیض الوجوہ ثواقب الاحساب

ترجمہ: "میں نے اس شہر میں ایسے گھر دیکھے ہیں جنہیں ایسے افراد سجاتے تھے جن کے چہرے روشن اور اخلاق عمدہ تھے۔"

فدع الدّیار و ذکل کل خریدةٍ بیضاءَ آنسةِ الحدیث کعاب

ترجمہ: "مگر اب اس شہر کو خیر آباد کہہ دو ان عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو جو ابھرے ہوئے سینے والیاں، خوش کلام گوری اور نازک اندام تھیں۔"

و اشكُ الھموم الی الالہ وما تری من معشر ظلموا الرسول غضاب

ترجمہ: "بلکہ تم رب تعالیٰ کی بارگاہ ناز میں اپنے غموں کی شکایت کرو، ان تکلیف دہ امور کی شکایت کرو جو تم نے اس غضبناک گروہ کے اندر دیکھے تھے۔ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظلم کیا تھا۔"

ساروا بجمعھم الیه والّبوا اھل القری و بوادِی الاعراب

ترجمہ: "وہ اپنی جمعیت کو لے کر آپ کی سمت آئے۔ انہوں نے شہریوں کو اور دیہاتوں کے لوگوں کو آپ کے خلاف جمع کیا تھا۔"

جیش عیینة و ابن حرب فیھم متخطمین بحلبة الاحزاب

ترجمہ: ''اس لشکر میں عیینہ اور ابوسفیان موجود تھے یہ اس میں ایسے متکبر لوگ تھے جن کے پاس مقابلہ کرنے والے گھوڑے تھے۔''

حتی اذا وردو المدینة وارتجوا — قتل الرسول و مغنم الاسلاب

ترجمہ: ''جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے آپ کو شہید کرنے اور مال واسباب لوٹنے کی امیدیں لگا لیں۔''

و غدوا علینا قادرین بایدیھم — ردّوا بغیظھم علی الاعقاب

ترجمہ: ''اور اپنے بازو کی طاقت سے ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے غصے کے ساتھ ہی الٹے پاؤں لوٹا دیا گیا۔''

بھبوبٍ معصفةٍ نفرّق جمعھم — و جنود ربّك سیّد الارباب

ترجمہ: ''یہ لوٹنا ایسی سخت آندھی کے جھونکوں کے ساتھ تھا جو ان کی جمعیت کو منتشر کر رہی تھی۔ تمہارے رب کا لشکر بھی انہیں واپس لوٹا رہا تھا جو سارے مالکوں کا رب ہے۔''

فکفی الالہُ المومنین قتالھم — و اثابھم فی الاجر خیر ثواب

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کی جنگ میں کافی ہو گیا۔ اس نے اہلِ ایمان کو بہترین اجر و ثواب عطا فرمایا۔''

من بعد ما قنطوا ففرّق جمعھم — تنزیل نصرٍ ملیکنا الوھّاب

ترجمہ: ''اس کے بعد کہ مسلمان مایوس ہو چکے تھے۔ مگر ہمارے مالک و وہاب رب تعالیٰ کی نصرت کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔''

و اقرّ عین محمّد و صحابه — و اذلّ کل مکذب مرتاب

ترجمہ: ''اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور ہر جھٹلانے والے اور شک کرنے والے کو رسوا کر دیا۔''

عاتی الفواد موقع ذی ریبةٍ — فی الکفر لیس بطاھر الاثواب

ترجمہ: ''ہر وہ شخص جس کا دل سرکش، شک کرنے والا اور تذبذب کا شکار تھا۔ وہ کفر میں اس حد تک گیا تھا کہ اس کے کپڑے بھی پاکیزہ نہ تھے۔''

علق الشقاءُ بقلبه ففؤادُہ — فی الکفر آخر ھذہ الاحقاب

ترجمہ: ''اس کے دل کے ساتھ بدبختی معلق ہو گئی۔ کفر میں اس کا دل اس زمانے کا آخری دل ہے۔''

حضرت کعب بن مالک اسے جواب دیتے ہیں:

ابقی لنا حدث الحروب بقیة   من خیر نحلة ربّنا الوهاب

ترجمہ: ''جنگوں کے ظہور پذیر ہونے نے ہمارے لیے ایسے بہترین عطیات چھوڑے ہیں یہ عنایات ہمارے اس پروردگار کی طرف سے تھیں جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔''

بیضاء مشرقة الذّری و معاطنا   حمّ الجذوع غزیرة الاحلاب

ترجمہ: ''یعنی سفید چوٹیوں والے بلند قلعے ایسے نخلستان جو پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کی طرح تھے اور دودھ دینے والی سیاہی مائل اونٹنیوں کی طرح درخت دیے۔''

کاللّوب یبذل جمّها و حفیلها   للجار و ابن العمّ والمنتاب

ترجمہ: ''یہ نخلستان سیاہ پتھروں والی زمین کی مانند ہیں جن کا اکٹھا کیا ہوا اکثر پھل پڑوسیوں، چچازادوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔''

و نزائعًا مثل السراج نمابها   علَف الشعیر و جزّة المقضاب

ترجمہ: ''ہمیں ایسے گھوڑے بھی ملے ہیں جو چراغ کی طرح ضوفشاں ہیں جس کے کھانے سے جو اور درانتی سے کاٹی ہوئی گھاس ختم ہو جاتی ہے۔''

عری الشوَی عنها و اردف نحضها   جرد المتون و سائرُ الآراب

ترجمہ: ''ان کی ٹانگیں عریاں ہوگئیں تھیں ان کی کمر اور سارے جوڑوں پر کم بال ہونے کی وجہ سے ان پر گوشت چڑھ گیا تھا۔''

قودًا تراح الی الصیاح اذا غدت   فعل الضّراء تراح للکلاب

ترجمہ: ''یہ گھوڑے طویل قامت والے ہیں وہ وقتِ صبح اس طرح ہنہنا کر خوش ہوتے ہیں جیسے شکاری کتے شکاریوں کو دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں۔''

و تحوط سائمة الدیار و تارة   تزدی العداد تؤدب بالاسلاب

ترجمہ: ''یہ گھوڑے چرنے کے لیے سارے میدان میں گھومتے ہیں کبھی دشمن کو برباد کرتے ہیں اور کبھی مال غنیمت لے کر واپس آجاتے ہیں۔''

حوش الوحوش مطارةً عند الوغی   عبس اللقاء بینة الانجاب

ترجمہ: "یہ گھوڑے جنگی جانوروں سے بدکنے والے ہیں جنگ میں تیز رفتار مقابلہ کے وقت ترش رو اور معزز نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔"

علفت علی دعَةٍ فصارت بُدّنا　　　دخس البضیع خفیفة الاقصاب

ترجمہ: "انہیں آسائش سے چارہ دیا گیا ہے اس لیے وہ بہت موٹے تازے گوشت سے لبریز اور ہلکی آنتوں والے بن گئے ہیں۔"

یغدون بالزعف المضاعف شکه　　　و بمترصات فی الثقاف صیاب

ترجمہ: "ان گھوڑوں کی پشتوں پر ایسے مجاہدین سوار ہیں۔ جنہوں نے دوہری زرہیں پہن رکھی ہیں وہ سیدھے اور ٹھوس نیزے لے کر صبح سویرے حملہ آور ہو رہے ہیں۔"

و صوارِمُ نزعَ الصیاقل غلبها　　　و بکل اروع ماجد الانساب

ترجمہ: "وہ ایسی تلواریں لے کر حملہ آور ہو رہے ہیں جن کے رنگ اور سختی کو صیقل کرنے والے نے صاف کر دیا ہے۔ ان میں ہر سوار معزز اور دلکش تھا۔"

یصل الیمین بمارنٍ متقاربٍ　　　وکلت و قیعته الی خبابٍ

ترجمہ: "ان کے دائیں ہاتھ میں ایسے لچکدار نیزے تھے جنہیں بنانے کی ذمہ داری ایک لوہار کی سپرد کی گئی تھی۔"

و اغرّ ازرق فی القناةِ کانهٗ　　　فی طخیة الظلماء ضوء شهابٍ

ترجمہ: "وہ ایسے شفاف نیزے کے ساتھ حملہ آور تھے گویا کہ وہ رات کی سخت ظلمت میں شہاب کی روشنی تھے۔"

و کتیبة ینفی القران قتیرها　　　و تردُّ حدَّ قواحز النشاب

ترجمہ: "وہ ایسا لشکر لے کر آئے جس کی زرہوں کی میخوں کے سر نیزوں کا انکار کر دیتے تھے وہ رانوں لگنے والے۔"

جاوی ململةٍ کان رماحها　　　فی کل مجمةٍ خریمة غاب

ترجمہ: "اس لشکر کے اژدہام کی ظلمت یوں تھی کہ ہر مجمع میں اس کے نیزے جھاڑی میں جلتی ہوئی لکڑی کی مانند تھے۔"

یاوی الی ظلِ اللّواء کانّهٗ　　　فی صعدة الخطّی فیء عقاب

ترجمہ: "وہ لشکر اپنے جھنڈے کی طرف پناہ گزیں ہو رہا تھا وہ یوں لگ رہا تھا گویا کہ سیدھے نیزوں میں شاہین کا سایہ ہو۔"

اعیت ابا کرب و اعیت تبعا　　　و ابت بسالتها علی الاعراب

ترجمہ: ''اس لشکر جرار نے یمن کے بادشاہ ابوکرب اور تبع کو بھی تھکا دیا۔ اور اس کی طاقت نے اعرابیوں کا منہ موڑ دیا۔''

و مواعظ من ربنا نهدی بها بلسان ازهر طیب الاثواب

ترجمہ: ''ہمیں اپنے رب کی طرف سے ایسی نصیحتیں ملیں جن سے ہم ہدایت پاتے ہیں یہ نصیحتیں ایسی ذات کی طرف سے آئیں تھیں جس کی زبان پاک اور کپڑے صاف تھے۔''

عرضت علینا فاشتهینا ذکرها من بعد ما عرضت علی الاحزاب

ترجمہ: ''جب یہ مواعظ ہمیں پیش کیے گئے تو ہم نے شوق سے انہیں یاد کر لیا حالانکہ یہ اس سے پہلے گروہوں پر پیش کیے جا چکے تھے۔''

حکمًا یراها المشرکون بزعمهم حرجًا و یفهمها ذو والالباب

ترجمہ: ''ہمیں حکمت سے لبریز ایسی باتیں ملیں جنہیں مشرک اپنے گمان کے مطابق حرج سمجھتے تھے لیکن دانا لوگ انہیں اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔''

جاء ت سخینة کی تغالت ربها فلیغلبن مغالب الغلاب

ترجمہ: ''یہ قریش یہ گمان لے کر آئے تھے تا کہ اپنے رب تعالیٰ پر غالب آ جائیں لیکن سب سے غالب ذات سے مقابلہ کرنے والا مغلوب ہو کر رہتا ہے۔''

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آخری شعر پڑھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کعب! تمہاری اس بات کی رب تعالیٰ نے قدردانی کی ہے۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

من سرّه ضرب یرعبل بعضه بعضا کمعمعة الأباء المحرق

ترجمہ: ''جو شخص تلواروں کی ایسی جھنکار سننا چاہتا ہے جو تلواروں کے باہم ٹکرانے سے یوں پیدا ہوتی ہے جیسے جلتے ہوئے بانسوں سے آواز نکلتی ہے۔''

فلیاتِ ماسدة تُسن سیوفها بین المذادِ و بین جزع الخندق

ترجمہ: ''تو وہ ان شہروں کے اس میدان جنگ میں آ جائے جن کی تلوار مذاد اور خندق کے پہلو کے درمیان

تیز کی جا رہی ہیں۔"

دربوا بضرب المعلمین فاسلموا — مھجات انفسھم لرب المشرق

ترجمہ: "انہوں نے ایسے افراد کی تلواریں مارنے کی طرح کی مہارت حاصل کی جو نشان لگا کر جنگ میں شرکت کرتے ہیں جنہوں نے اپنی جانیں مشرق کے رب کے حوالے کر دیں۔"

فی عصبة نصر الا له نبیهٗ — بھم و کان بعبده ذا مرفق

ترجمہ: "اس مبارک جماعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نصرت کی وہ رب تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ پر بڑا مہربان ہے۔"

فی کل سابغة تخط فضولها — کالنھی ھبت ریحه المترقرق

ترجمہ: "اس گروہ کے ہر ہر فرد نے ایسی زرہ پہن رکھی ہے جس کا بقیہ گھسٹ کر زمین پر یوں خطوط بناتا ہے جیسے تالاب میں ہوا سے لہریں پیدا ہوتی ہیں۔"

بیضاء محکمة کانّ قتیرھا — حدق الجنادب ذات شك موثق

ترجمہ: "وہ سفید اور ایسی محکم زرہ ہے جس کی میخیں ٹڈی کی آنکھوں کی مانند چمکدار ہیں۔ اور اس کے جوڑ مضبوطی سے باندھے گئے ہیں۔"

جدلاء یحفزھا نجاد مھندٍ — صافی الحدیدة صارم ذی رونق

ترجمہ: "وہ ایسی قوی بندش والی زرہ ہے کہ ایک تاباں اور صاف اور قاطع تلوار کا پرتلہ اسے اٹھا کر سمیٹ لیتا ہے۔"

تلکم مع التقوی تکون لباسنا — یوم الھیاج لکل ساعة مصدق

ترجمہ: "جنگ کے روز اور ہر سچائی کی گھڑی میں یہ زرہ تقویٰ کے لباس کے ساتھ ساتھ ہمارا لباس بنتی ہے۔"

نصل السیوف اذا قصرن بخطونا — قدما و نلحقھا اذا لم تلحق

ترجمہ: "جب تلواریں آگے بڑھنے میں کوتاہی کرتی ہیں تو ہم اپنے قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں ہم انہیں مل جاتے ہیں جبکہ وہ نہ مل رہی ہوں۔"

فتری الجماجم ضاحیًا ھاماتھا — بله الا کفّ کانھا لم تخلق

ترجمہ: "تم دھوپ میں دشمن کے سروں کی کھوپڑیاں صاف دیکھو گے ہتھیلیوں کا تذکرہ ہی چھوڑ دو گویا کہ

انہیں پیدا ہی نہیں کیا گیا۔"

نلقی العدوّ بفخمۃٍ ملمومۃٍ تنفی الجموع کفصد راس المشرق

ترجمہ: "ہم ایک ایسے متحد لشکر کے ساتھ دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ جو لشکر کو جلاوطن کر دیتا ہے گویا کہ فصد کے لیے مشرق پہاڑ کی چوٹی کو کھول دیا گیا۔"

و نعدُّ للاعداء کلَّ مقلص و رد و محجول القوائم ابلق

ترجمہ: "ہم دشمن کے لیے ہمہ وقت ایسا گھوڑا تیار رکھتے ہیں جس کی رنگت گلابی، سفید ٹانگیں اور ابلق ہوتا ہے۔"

تردی بفرسان کان کماتھم عند الھیاج اسودُ طل ملثق

ترجمہ: "یہ گھوڑے اپنے شہ سوار کو سرعت سے لے جاتے ہیں گویا کہ ان کے جری لوگ جنگ کے وقت ہلکی بارش کے کیچڑ میں ایسے شیر ہوتے ہیں جن کی بھوک تیز ہوتی ہے۔"

صدق یعاطون الکماۃ حتوفھم تحت العمایۃ بالوشیح المزھق

ترجمہ: "یہ مجاہدین سچ کر دکھاتے ہیں وہ گرد و غبار کے نیچے اپنے جان لیوا نیزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے والے بہادروں کی جانیں نکال دیتے ہیں۔"

امر الا لہ بربطھا لعدوہ فی الحرب ان اللہ خیر موفق

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ جنگ میں دشمن کے مقابلہ کے لیے گھوڑوں کو باندھ کر رکھیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہترین توفیق دینے والا ہے۔"

لتکون غیظا ملعدوِ و حیطا للداران دلفت خیول النزق

ترجمہ: "تاکہ یہ دشمن کے لیے آتش غضب بن جائیں اور اپنے گھروں کے لیے سد سکندری بن جائیں۔ جب بداخلاق لوگوں کے گھوڑے ان کے قریب آئیں۔"

و یعیننا اللہ العزیز بقوۃٍ سنہ و صدق الصبر ساعۃ نلتقی

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جو عزیز ہے وہ اس وقت اپنی جناب سے قوت کے ساتھ ہماری مدد کرتا ہے جس وقت ہم دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ وہ صبر کی صداقت کے ساتھ مدد کرتا ہے۔"

و نطیع امر ربنا و نجیبہ و اذا دعا لکریھۃٍ لم نسبق

ترجمہ: "ہم اپنے رب کریم کے حکم کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہیں اس کی صدا پر لبیک کہتے ہیں جب وہ

ہمیں جہاد کے لیے بلاتا ہے تو کوئی ہم سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔"

و متی ینادی للشدائد ناتہا — و متی نری الحومات فیھا نعنق

ترجمہ: "جب وہ مشکلات کی طرف دعوت دیتا ہے تو ہم فوراً وہاں حاضر ہو جاتے ہیں جب ہم بڑے بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو ان میں شریک ہو جاتے ہیں۔"

من یتبع قول النبی فانہ — فینا مطاع الامر حق مصدق

ترجمہ: "جو حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی پیروی کرتا ہے (تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے) بلاشبہ آپ ایسی ذات ہیں جس کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور آپ مستحق ہیں کہ آپ کی تصدیق کی جاتی۔"

فبذاك ینصرنا و یظھر عزنا . — و یصیبنا من نیل ذاك بمرفق

ترجمہ: "اسی لیے آپ ہماری مدد کرتے ہیں اور عزت بڑھاتے ہیں اسی امر کے حصول کے لیے آپ ہم پر مہربانی فرماتے ہیں۔"

ان الذین یکذبون محمدًا — کفروا و ضلّوا عن سبیل المتقی

ترجمہ: "بلاشبہ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو جھٹلایا انہوں نے کفر کیا اور وہ متقی کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔"

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں:

لا ابلغ قریشا ان سلعا — وما بین العریض الی الصّماد

ترجمہ: "ارے! قریش تک یہ پیغام پہنچا دو کہ جو علاقہ کوہ سلع وادی عریض اور صماد پہاڑ کے مابین ہے۔"

نواضح فی الحروب مدربات — و خوض ثقبت من عھد عاد

ترجمہ: "وہ ایسے نخلستانوں پر مشتمل ہے جنہیں جنگ کے ایام میں اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اور وہاں ایسے کنویں ہیں جنہیں عاد کے زمانہ میں کھودا گیا۔"

رواکد یزخر المرار فیھا — فلیست بالجمام ولا الثماد

ترجمہ: "یہ ایسے محکم ہیں جن میں مرار دریا کی موجیں اٹھتی ہیں ان کا پانی نہ تو بہت کثیر تھا اور نہ ہی بہت قلیل تھا۔"

کانّ الغاب والبردی فیھا — اجش اذا تبقع للحصاد

ترجمہ: "فصل کاٹنے کے لیے جب اس جگہ زرد رنگ کے ٹکڑے بنائے جاتے ہیں تو بانس کی جھاڑیاں اور بردی گھاس ان میں شور و غل پیدا کرتے ہیں۔"

ولم نجعل تجارتنا اشتراء ال　　　　حمیر لارض دوس او مراد

ترجمہ: ''ہم دوس اور مراد کے قبائل کی سرزمین کے لیے گدھوں کو خریدنے اور بیچنے کا کاروبار نہیں کرتے۔''

بلادٌ لم تثر الا لکیما　　　　نجالدان نشطتم للجلاد

ترجمہ: ''بلکہ ہمارے ایسے شہر ہیں جہاں صرف اس مقصود کے لیے کھیتی باڑی کی جاتی ہے کہ اگر تم جنگ کے لیے اچھلو کودو تو ہم بھرپور تمہارا مقابلہ کریں گے۔''

اثرنا سکۃ الانباط فیھا　　　　فلم تر مثلھا جلھات واد

ترجمہ: ''ہم نے ان شہروں میں کھجوروں کی قطاریں قوم انباط کے طریقوں پر لگائی ہیں تم نے ان وادیوں جیسے مناظر کبھی نہ دیکھے ہوں گے۔''

قصرنا کل ذی حضر و طول　　　　علی الغایات مقتدر جواد

ترجمہ: ''ہم میں سے ہر ایک نے جنگ کے لیے ایک بہترین گھوڑا باندھ رکھا ہے جو اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کی پوری قوت رکھتا ہے۔''

اجیبونا الی ما نجتدیکم　　　　من القول المبین والسداد

ترجمہ: ''تم ہمیں اس بات کا جواب دو۔ جو ہم تم سے صاف، واضح تر اور سیدھی بات کا تقاضا کرتے ہیں۔''

و الا فاصبروا بجلاد یوم　　　　لکم منا الی شط المذاد

ترجمہ: ''ورنہ مذاد کی کسی طرف ہمارے ساتھ جنگ کے مصائب پر صبر کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

نصبحکم بکل اخی حروب　　　　و کل مطھمٍ سلسِ القیادِ

ترجمہ: ''ہم تم پر ایسے جرار لشکر لے کر حملہ آور ہوں گے۔ جن میں سے ہر شخص جنگ میں ماہر ہوگا۔ ہر گھوڑا بھرپور جسم والا اور آسانی سے چلایا جانے والا ہوگا۔''

و کل طمرۃٍ خفقٍ خشاھا　　　　تدف دفیف صفراء الجراد

ترجمہ: ''ہر گھوڑا طویل ٹانگوں والا اور اچھل کر چلنے والا ایسا گھوڑا ہوگا جس کے اندرونی اعضاء متحرک ہوں گے اور وہ انڈے دینے والی ٹڈیوں کی طرح تیزی سے اڑنے والا ہوگا۔''

و کل مقلّص الآراب نھد　　　　تمیم الخلق من اخرٍ و ھادِی

ترجمہ: ''ہر گھوڑا ایسا ہوگا جس کے اعضاء موٹے ہوں گے۔ وہ موٹا اور آگے پیچھے سے مکمل تخلیق والا ہوگا۔''

خیولُ لا تضاع اذا اضیعت خیولُ النّاسِ فی السنة الجماد

ترجمہ: "جب قحط سالی کے موقع پر دیگر لوگوں کے گھوڑے ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ ضائع نہیں ہوتے۔"

ینازعن الا عنة مصغیاتٍ اذا نادیٰ الی الفزع المنادی

ترجمہ: "جب نداد ینے والا جنگ کی صدا دیتا ہے تو یہ گھوڑے اسے توجہ سے سنتے ہیں وہ اپنی دموں سے لڑنے لگتے ہیں۔"

اذا قالت لنا النُذر استعدوا توکلنا علی رب العباد

ترجمہ: "جب ڈرانے والے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ تو ہم سب بندوں کے پروردگار پر توکل کر لیتے ہیں۔"

و قلنا لن یفرّجَ ما لقینا سوی ضرب القوانس والجهاد

ترجمہ: "ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے جنگ میں شرکت کی تو یہ جنگ دشمن کے خودوں کو تلواروں سے کاٹنے اور جہاد کے بغیر ختم نہ ہوگی۔"

فلم نرء عصبةً فیمن لقینا من الاقوامِ من قارٍ و بادٍ

ترجمہ: "جن لوگوں کے ساتھ ہم نبرد آزما ہوتے ہیں خواہ وہ لوگ دیہاتی ہوں یا شہری ہوں ان میں سے تم کوئی ایسا گروہ نہ دیکھو گے۔"

اشدَّ بسالةً منّا اذا ما اردناهُ والین فی الوداد

ترجمہ: "جو اس وقت ہم سے زیادہ شجاع اور بہادر ہو جب ہم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں اور باہمی محبت میں ہم سے زیادہ بااخلاق ہو۔"

اذا ما نحن اشرجنا علیها جیاد الجدل فی الازب الشداد

ترجمہ: "جب ہم اس گروہ کے جسم پر مضبوط بندش والی بہترین زرہیں سخت گرہوں کے ساتھ باندھتے ہیں۔"

قذفنا فی السوابغ کل صقرٍ کریم غیر معتلث الزناد

ترجمہ: "تو ہم ان زرہوں میں ایسا شریف النسل شکرا ڈالتے ہیں جو جنگ کے چقماق سے ان جان بن کر چنگاری نہیں نکالتا۔"

اشم کانه اسد عبوسٌ غداة ندی ببطن الجزع غادی

ترجمہ: "وہ معزز ہے جب اس کے پاس دامن وادی میں وقت صبح کوئی فریاد لے کر آتا ہے گویا کہ اس وقت

وہ ترش رو شیر ہوتا ہے۔"

يغشى هامة البطل المذكي صبي السيف مسترخي النجاد

ترجمہ: "وہ بہادر شخص تلوار کا درمیانی حصہ مار کر کھوپڑی کو چیر دیتا ہے جبکہ اس کی تلوار کا پرتلہ ڈھیلا ہوتا ہے۔"

ليظهر دينك اللهم انا بكفك فاهدنا سبل الرشاد

ترجمہ: "پروردگار! تاکہ ہم تیرے دین کو غالب کر دیں مولا! ہم تیرے دستِ تصرف میں ہیں ہمیں ہدایت کے رستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

تنبیہات

1. ابن اسحاق اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ غزوۂ خندق ماہِ شوال میں ہوا تھا۔ ابن سعد اور محمد بن عمر نے ماہ ذوالقعدہ کا ذکر کیا ہے۔ جمہور نے پانچ ہجری لکھا ہے۔ امام ذہبی اور ابن قیم نے اسے ہی صحیح لکھا ہے۔ حافظ نے اسی کو معتمد لکھا ہے۔ ابن عقبہ نے امام زہری سے اور امام احمد نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ یہ غزوہ چار ہجری کو رونما ہوا ہوگا۔

الحافظ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب یہ ثابت ہو جائے پھر بھی اس میں کوئی حجت نہیں کہ یہ غزوہ ہجرت کے پانچویں سال رونما ہوا تھا۔ کیونکہ احتمال ہے غزوۂ احد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چودھویں سال میں داخل ہوئے ہوں اور غزوۂ خندق میں وہ پندرہ سال کے ہو گئے ہوں۔" امام بیہقی نے یہی جواب دیا ہے۔

ابن اسحاق کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے "غزوۂ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا تھا" آئندہ سال مقام بدر پر ملاقات ہوگی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ سال بدر تشریف لے گئے۔ ابوسفیان اس سال قحط سالی کا بہانہ بنا کر نہ آیا۔" دیگر سیرت نگاروں نے بھی ابن اسحاق کی موافقت کی ہے۔

امام بیہقی نے اس اختلاف کا سبب بھی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض اسلاف عظام تاریخ کو اس محرم سے شمار کرتے تھے جو ہجرت کے بعد آیا تھا۔ وہ اس سے قبل ربیع الاول تک کے مہینے شمار نہیں کرتے تھے۔ حافظ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں یہی اجراء کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر پہلے سال میں، غزوۂ احد دوسرے سال اور غزوۂ خندق چوتھے سال رونما ہوئے تھے۔ اس بنیاد پر یہ عمل صحیح ہے لیکن یہ بنیاد درست نہیں جمہور کے خلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک غزوۂ بدر دوسرے سال غزوۂ احد تیسرے سال اور غزوۂ خندق پانچویں سال رونما ہوا تھا۔ یہ موقف معتمد ہے۔

۲ مشرکین نے کتنے روز تک خندق کا محاصرہ کیا اس میں اختلاف ہے۔ یحییٰ بن سعید نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے ۲۴ راتوں تک محاصرہ کیے رکھا۔ امام زھری نے دس اور کچھ راتیں لکھی ہیں۔ محمد بن عمر نے حضرت جابر سے بیس دن روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "صحیح قول یہ ہے کہ انہوں نے پندرہ روز تک محاصرہ کیے رکھا۔ ابن سعد، بلاذری اور امام نووی نے اس کو ترجیح دی ہے۔

زاد المعاد میں ہے کہ انہوں نے ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ تقریباً بیس اور کچھ راتیں یعنی تقریباً مہینہ تک انہوں نے محاصرہ کیے رکھا۔

۳ امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق کے روز فرمایا: "مشرکین کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر نے کہا: "میں۔" آپ نے فرمایا: "ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔" العیون میں اسی طرح ہے۔ مشہور یہی ہے کہ جو صحابی مشرکین کی خبر لے کر آئے تھے وہ حضرت حذیفہ بن یمان تھے۔

الحافظ نے لکھا ہے "یہ حصر مردود ہے۔ حضرت زبیر کا قصہ اور ہے حضرت حذیفہ کی داستان اور ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے حالات معلوم کرنے گئے تھے کہ انہوں نے اس معاہدے کو توڑا ہے یا نہیں جو آپ کے اور ان کے مابین تھا۔ حضرت حذیفہ کی حکایت یہ ہے کہ جب غزوہ خندق میں مسلمانوں کا محاصرہ شدت اختیار کر گیا۔ گروہ حملہ کرنے آگئے پھر ان میں اختلاف رونما ہو گیا ہر گروہ دوسرے سے ڈرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیج دی۔ آپ نے فرمایا: "کون ہے جو مشرکین کی خبر لے کر آئے؟" حضرت حذیفہ نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔

۴ حضرت براء رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے جسم پر بہت سے بال تھے۔ آپ کے سینے پر بہت سے بال تھے۔ لیکن حقیقت اس طرح نہیں۔ بلکہ آپ کے اوصاف میں ہے کہ آپ کے سینہ اقدس سے لے کر شکم مبارک تک بالوں کی لائن تھی۔ ان روایات کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ یہ لائن باریک تھی۔ لیکن بال کثیر تھے۔ لیکن وہ منتشر نہ تھے۔ بلکہ طوالت میں تھے۔ یہ تفصیلی تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

۵ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے۔ عروۃ سے صحیح سند سے اسی طرح روایت ہے۔ لیکن ابو عمر اور ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ جو کچھ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ منقطع الاسناد ہے۔ اگر یہ وصف ان میں ہوتا تو ان کی ہجو بیان کی جاتی۔ یہ ضرار بن خطاب اور ابن زبعری وغیرہما کی ہجو کرتے تھے۔ وہ بھی ان کا جواب دیتے تھے۔ لیکن انہیں بزدلی کا طعنہ کسی نے نہ دیا۔ نہ ہی یہ عیب نکالا۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کی یہ روایت ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عروہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا:'' میں پہلی خاتون ہوں جس نے مرد کو قتل کیا تھا۔ میں قلعہ فارغ میں تھی۔ حضرت حسان ہمارے پاس موجود تھے۔'' حضرت عروہ نے اپنی دادی جان کو پایا تھا۔ اس داستان کی سند جید اور قوی ہے۔''

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ شاید اس روز حضرت حسان بیمار ہوں۔ وہ کسی ایسی مرض میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے وہ قتال میں شرکت نہ کر سکے ہوں۔ یہی تاویل سب سے عمدہ ہے۔

امام کلبی نے لکھا ہے'' حضرت حسان شجاع اور بہادر تھے۔ انہیں ایک مرض لگا جس نے انہیں کمزوری میں مبتلا کر دیا۔ وہ نہ تو جنگ میں شرکت کرتے تھے نہ اسے دیکھ سکتے تھے۔'' ابن سراج نے لکھا ہے'' شعراء کا ان پر یہ عیب نہ لگانا آپ کی نبوت کی نشانی ہے کیونکہ حضرت حسان بارگاہِ رسالت مآب کے شاعر تھے۔''

٦ صحیح میں ہے کہ جن صحابہ کرام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا کھایا تھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ابونعیم نے یہ تعداد نو سو یا آٹھ سو لکھی ہے۔ اسماعیلی نے یہ تعداد یا آٹھ سو یا تین سو لکھی ہے۔ ابن زبیر نے یہ تعداد تین سو لکھی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے'' زائد پر حکم لگایا جائے گا کیونکہ اس میں زیادہ علم ہے کیونکہ یہ داستان ایک ہی ہے۔''

٧ صحیح روایت کے مطابق غزوۂ خندق میں صحابہ کرام کی تعداد تین ہزار تھی۔ زاد المعاد میں ابن اسحاق سے یہ تعداد سات سو رقم کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت جابر کی روایت میں یہ دلیل نہیں کہ صحابہ کرام کی تعداد صرف ایک ہزار ہی تھی۔ کیونکہ انہوں نے ان صحابہ کرام کی تعداد بتائی ہے جنہوں نے وہ کھانا کھانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ انہوں نے یہ حصر بیان نہیں کیا تھا۔

٨ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوغطفان کو مدینہ طیبہ کی کھجوروں کے ثلث کی پیش کش کی تھی۔ اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ دشمن کو مال دینا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت اور تحفظ ہو۔

غبارِ راہِ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بروز منگل 12-07-17

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد
فِی
سیرتِ
خیرُ العباد (اُردو)

پنجم - ششم

6 - 5

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور

ابو محمد زین العابدین

کتب ذخیرہ
مولانا زین العابدین المدنی شاہ صاحب

سبل الہدیٰ والرشاد

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

(اردو)

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ◦ لاہور

Voice:042-37248657 Fax:042-37112954

Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email : zaviapublishers@gmail.com

(اردو ترجمہ)

سُبُل الهُدىٰ والرشاد

في سيرة خير العباد

جلد پنجم و ششم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

Ph 042-37248657- 37300642

Email:zaviapublishers@gmail.com

2014ء

باراول.......................1100

ہدیہ.......................1050

زیر اہتمام............... نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37248657 042-37300642

Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ غوثیہ، ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ حسان، فیضان مدینہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0331-2476512
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی مر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467

فہرست (جلد پنجم)

❁❁❁❁

فہرست (جلد ششم)

وفود کی بارگاہ رسالت مآب میں آمد

(اردو ترجمہ)

سُبُل الھُدیٰ والرَّشَاد

فی سِیرَۃِ خَیرِ العِبَاد

جلد پنجم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بیسواں باب

غزوہ بنو قریظہ

غزوہ خندق میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ بنو قریظہ نے قریش کی مدد کی تھی۔ انہوں نے جنگ میں حضور اکرم ﷺ کے خلاف مدد کی تھی۔ انہوں نے وہ عہد اور معاہدے توڑ دیے تھے جو ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین تھے۔ لیکن انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کا غضب حاصل کیا۔ ان کا یہ سودا دنیا اور آخرت میں نقصان کا سودا تھا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ (الاحزاب: ۲۵ تا ۲۷)

ترجمہ: "اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درانحالیکہ اپنے غصہ میں (پیچ و تاب کھا رہے) تھے (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور ہر چیز پر غالب ہے اہلِ کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے کو قیدی بنا رہے ہو اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے شہروں اور ان کے اموال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیئے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔"

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین غزوہ خندق سے واپس چلے گئے تو بنو قریظہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ

جہاد کرنے کا حکم نہ دیا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آئے۔"

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، امام بیہقی، ابونعیم، ابن عائذ، ابن سعد، ابن جریر اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے اس محاصرہ نے مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلاء کر دیا تھا۔ وہ تھک کر واپس آئے۔ انہوں نے ہتھیار اتار دیے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی ہتھیار اتار دیے۔ آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے پانی منگوایا اور سر اقدس سے دھونے لگے۔ آپ نے دھونی لینے کے لیے انگیٹھی منگوائی۔ ابن عقبہ کے مطابق سر اقدس کی ایک طرف کنگھی کر لی تھی۔ نمازِ ظہر بھی ادا کر لی تھی۔ ام المؤمنین نے فرمایا: "ہم حجرۂ مقدسہ میں تھے کہ ایک شخص نے ہمیں سلام کیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے: "وہ جنازہ گاہ کے پاس کھڑے ہوئے اور باآوازِ بلند کہا: "ان کے ساتھ جنگ کریں جنہوں نے آپ کو دھوکا دیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ جلدی سے اٹھے۔ آپ اس آواز کی طرف تشریف لے گئے۔ میں نے دروازہ کی اوٹ میں سے آپ کو دیکھا۔ میں نے دحیہ الکلبی کو دیکھا۔ وہ اپنے چہرے سے گرد وغبار جھاڑ رہے تھے، انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ (ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے عمامہ کے کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا)۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ عمامہ استبرق کا تھا۔ انہوں نے عمامہ اپنے کندھوں کے درمیان سے لٹکا رکھا تھا۔ وہ سیاہی مائل خچر پر سوار تھے۔ ایک روایت میں گھوڑے کا تذکرہ ہے۔ اس پر ریشم کا کپڑا ڈالا گیا تھا۔

ماجشون نے لکھا ہے کہ وہ کپڑا سرخ تھا۔ ان پر گرد وغبار کے اثرات تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے سر پر گرد وغبار کا اثر تھا۔ ان کا سامانِ حرب ابھی تک ان کے اوپر ہی تھا۔) حضور اکرم ﷺ سواری کی گردن کے بالوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے کتنی جلدی، ہتھیار اتار دیے ہیں۔ اپنے دھوکہ بازوں کے ساتھ جنگ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے۔ آپ نے ہم سے پہلے ہتھیار اتار دیے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" انہوں نے عرض کی: "جب سے آپ دشمن سے نبرد آزما ہوئے ہیں اس وقت سے لے کر ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہیں اتارے۔ ہم ابھی مشرک قوم کے تعاقب سے واپس آئے ہیں۔ ہم نے انہیں حمراء الاسد تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنوقریظہ کے ساتھ قتال کریں۔ میں اپنے ہمراہ ملائکہ کو لے کر ان کی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کے قلعوں پر لرزہ طاری کر دوں۔ آپ صحابہ کرام کو لے کر آجائیں۔"

حمید بن ہلال نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ تھکے ہوئے ہیں۔ آپ کچھ دن انہیں مہلت دیں۔" حضرت جبرائیل نے کہا: "آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ بخدا! میں انہیں اس طرح توڑنے لگا ہوں جس طرح کوہِ صفا

پرانڈا امار کر توڑا جاتا ہے۔"

حضرت جبرائیل چلے گئے ملائکہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ان کی وجہ سے بنوغنم کی گلیوں میں گرد وغبار اڑا۔حضرت انس نے فرمایا:"گویا کہ میں اب بھی بنوغم کی گلیوں میں پھیلنے والا گرد وغبار دیکھ رہا ہوں۔جب فرشتے بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"آپ واپس تشریف لائے۔"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ شخص کون تھا جس کے ساتھ آپ کلام فرمارہے تھے؟" آپ نے فرمایا:"کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟"میں نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے مجھے پوچھا:"تم نے اسے کس کے مشابہ پایا ہے؟"میں نے عرض کی:"حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے۔" آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل تھے جو مجھے بنوقریظہ کی طرف جانے کے لیے کہہ رہے تھے۔"

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے منادی بھیجا جو یہ اعلان کررہا تھا:"اے رب تعالیٰ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔" آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں۔"جو اطاعت گزار سن رہا ہو وہ نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس پڑھے۔"حضرت کعب بن مالک نے فرمایا کہ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا:"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس پڑھو۔"بعض نے نمازِ ظہر اور بعض نے نمازِ عصر کا تذکرہ کیا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے نماز پڑھ لی اور بعض نے کہا:"ہم نماز بنوقریظہ کے پاس ہی جا کر پڑھیں گے۔ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے تابع ہیں۔ہمیں گناہ نہ ہوگا۔"انہوں نے نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس جا کر پڑھی۔اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔بعض صحابہ کرام نے کہا:"بلکہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔آپ کا ارادہ یہ تو نہیں کہ ہم نماز چھوڑ دیں۔انہوں نے نماز پڑھ لی۔"ان دو گروہوں کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا گیا۔آپ نے کسی کو بھی کچھ نہ کہا۔آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جھنڈا انہیں عطا کیا۔جھنڈا ابھی تک اسی حالت پر تھا۔اسے کھولا نہیں گیا تھا۔صحابہ کرام جلدی جلدی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

آپ کی بنوقریظہ کی طرف روانگی

آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ذوالقعدہ کے سات دن باقی تھے۔آپ بنوقریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔آپ نے ہتھیار پہنے خود اور زرہ پہنی، ہاتھ مبارک میں نیزہ تھاما، ڈھال لٹکائی، اپنے گھوڑے لحیف پر سوار ہو گئے۔صحابہ کرام پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد تھے۔انہوں نے بھی ہتھیار سجا رکھے تھے۔

گھوڑوں پر سوار تھے، مسلمانوں کے پاس چھتیس گھوڑے تھے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ چلے۔ گھڑسوار اور پیادہ صحابہ کرام آپ کے اردگرد تھے۔ صحابہ کرام تین ہزار افراد پر مشتمل تھے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب آپ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ گدھے پر سوار تھے۔ اس گدھے کا نام یعفور تھا۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد تھے۔

امام حاکم، امام بیہقی، ابونعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بنو نجار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ آپ الصورین کے مقام سے ان کے پاس سے گزرے۔ ان میں حضرت حارثہ بن نعمان بھی تھے۔ آپ نے پوچھا: "کیا ابھی تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی ہمارے پاس سے گزرے ہیں۔ وہ خچر پر سوار تھے۔ انہوں نے اس پر استبرق کا کپڑا بچھا رکھا تھا۔ انہوں نے ہمیں ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ ہم نے ہتھیار لیے اور صفیں باندھ لیں۔ انہوں نے ہمیں کہا: "یہ رسول معظم ﷺ ہیں جو ابھی ابھی تمہارے پاس جلوہ افروز ہو رہے ہیں۔" حضرت حارثہ فرماتے ہیں: "ہم نے دو صفیں بنا رکھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل تھے جو بنو قریظہ کی طرف گئے ہیں تاکہ ان کے قلعوں پر زلزلہ طاری کریں اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے ہمراہ پہلے ہی بنو قریظہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ ان میں حضرت قتادہ بھی تھے۔ انہی سے روایت ہے: "ہم بنو قریظہ کے پاس پہنچے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہیں جنگ کا یقین ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعے کے نیچے جھنڈا گاڑ دیا۔ انہوں نے اپنے قلعوں میں داخل ہو کر ہمارا استقبال کیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ہم خاموش رہے۔ ہم نے کہا: "اب ہمارے اور تمہارے مابین تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

آپ بنو قریظہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ بنو قریظہ کے پہاڑ کے دامن میں بئر انا پر ان کے قلعہ کے قریب نزولِ اجلال فرمایا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو وہ آپ کی طرف آ گئے۔ انہوں نے مجھے جھنڈا تھامنے کے لیے کہا۔ میں نے علمِ اسلام پکڑا۔ انہوں نے ناپسند کیا کہ حضور اکرم ﷺ بنو قریظہ کے نازیبا کلمات سنیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ خبیثوں کے قریب نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے یہود کو کافی ہو جائے گا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم مجھے واپس جانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟" انہوں نے ان کی نازیبا باتیں چھپائیں۔ آپ نے کہا: "میرا گمان ہے کہ تم نے ان سے ایسی باتیں سنیں جنہوں نے تمہیں تکلیف دی۔" حضرت علی المرتضیٰ نے کہا: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔" آپ نے فرمایا: "جب وہ مجھے دیکھ لیں گے تو پھر میرے بارے کچھ نہیں کہیں گے۔"

آقائے دو عالم ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت اسید بن حضیر آپ کے آگے آگے تھے۔ انہوں نے کہا:

"اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ہم تمہارا محاصرہ نہ توڑیں گے حتیٰ کہ تم بھوکے مرجاؤ۔ تم سوراخ میں لومڑی کی طرح ہو۔" انہوں نے کہا: "ابن حضیر! ہم خزرج کو چھوڑ کر تمہارے موالی بنے۔" انہوں نے بزدلی کا اظہار کیا۔ حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا: "میرے اور تمہارے مابین نہ تو عہد ہے نہ رشتہ داری ہے۔" حضور اکرم ﷺ قریب تشریف لائے۔ ہم نے آپ کا دفاع کیا۔ آپ نے بلند آواز سے ان کے چند سرداروں کے نام لیے۔ پھر انہیں سناتے ہوئے فرمایا: "اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! اے شیطان کے پجاریو! کیا رب تعالیٰ نے تمہیں رسواء نہیں کیا۔ کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نہیں اتارا۔ تم مجھے برا بھلا کہتے ہو۔" وہ قسمیں کھانے لگے کہ انہوں نے برا بھلا نہیں کہا۔ انہوں نے کہا: "ابوالقاسم! آپ جاہل نہیں ہیں۔"

وقتِ عشاء تک سارے صحابہ کرام آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے کھجوروں کے اونٹ بھیجے۔ یہی ان کا کھانا تھا۔ اس روز سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: "کھجور بہت عمدہ کھانا ہے۔"

بنو قریظہ کا محاصرہ

سحری کے وقت آپ آگے بڑھے۔ تیر انداز دستے کو آگے رکھا۔ صحابہ کرام کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ انہوں نے یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے انہیں تیر اور پتھر مارے۔ وہ بھی جواباً تیر اور پتھر برساتے رہے حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ مسلمانوں نے قلعوں کے ارد گرد ہی رات بسر کی۔ مسلمان باری باری ان پر حملہ کرتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ لگاتار ان پر تیر برساتے رہے حتیٰ کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی چھوڑ دی۔ انہوں نے کہا: "ہمیں چھوڑ دو ہم بات چیت کے لیے تیار ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" انہوں نے نباش بن قیس کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ انہیں انہی شرائط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دیں جن پر بنو نضیر جلاوطن ہوئے تھے۔ آپ اموال اور اسلحہ لے لیں اور ہمارے خون معاف کر دیں۔ ہم عورتوں اور بچوں کو لے کر آپ کے شہر سے نکل جائیں گے۔ ہم صرف اتنا ہی مال لے کر جائیں گے جتنا ایک اونٹ اٹھا سکے گا سوائے اسلحہ کے۔" آپ نے انکار کر دیا۔

اس نے عرض کی: "آپ ہمارا خون بخش دیں، ہمیں خواتین اور بچے عنایت کر دیں ہمیں اموال کی ضرورت نہیں۔" آپ نے انکار فرما دیا الا یہ کہ وہ آپ کا فیصلہ ہی قبول کریں۔" نباش یہودیوں کی طرف چلا گیا۔

کعب بن اسد کا اعترافِ صداقت

جب نباش اپنی قوم کے پاس گیا انہیں سارے حالات بتائے تو کعب بن اسد نے کہا: "اے گروہِ یہود! جس

مصیبت کا تمہیں سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے خوب آگاہ ہو۔ میں تمہیں تین باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے جو چاہو پسند کر لو۔" انہوں نے کہا: "وہ کیا ہیں۔"

کعب: "ہم اس ہستی پاک کی اتباع کر لیتے ہیں ہم اس کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ بخدا! تمہارے لیے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ وہی ذات بابرکات ہیں جن کا ذکر ہماری کتاب میں ہے اس طرح تم اپنے خون، اموال اور خواتین کو محفوظ کر لو گے۔ بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ نبی برحق ہیں۔ ہم ملت اسلامیہ صرف اس لیے داخل نہیں ہو رہے کہ ہم عرب سے حسد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق بنو اسرائیل کے ساتھ نہیں ہے۔ لیکن رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا نبی منتخب کر لیتا ہے۔ میں تو اس عہد اور معاہدہ کو توڑنے کے خلاف تھا۔ لیکن ساری مصیبت اور نحوست اس شخص (حیی بن احطب) کی وجہ سے آئی ہے۔" (حیی بھی ان کے ساتھ ان کے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ جب قریش اور بنو غطفان چلے گئے تھے۔ کیونکہ اس نے کعب کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا) کیا تمہیں وہ باتیں یاد ہیں جو ابن جواس اس وقت کرتا تھا جب وہ تمہارے پاس آتا تھا۔ اس نے کہا تھا: "میں نے شراب اور خمیر چھوڑا۔ میں نے گوشت ترک کیا۔ میں پانی، کھجور اور جو کی سرزمین میں کس لیے آیا ہوں؟" یہودی: کیوں؟ ابن جواس: اس شہر سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہو گا۔ اگر میری زندگی میں ان کا ظہور ہوا تو میں ان کی اتباع کروں گا۔ ان کی نصرت کروں گا۔ اگر ان کا ظہور میرے بعد ہوا تو تم محتاط رہنا کہ کوئی تمہیں ان کے بارے دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے۔ ان کے انصار اور دوست بن جانا۔ میں دونوں کتابوں پر ایمان لے آیا ہوں۔ ان میں سے ایک اول اور دوسری آخر ہے۔ آپ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا۔ آپ سے عرض کرنا کہ میں نے آپ کی تصدیق کر دی ہے۔"

کعب: آؤ! ہم ان کی اتباع کر لیتے ہیں ان کی تصدیق کرتے ہیں۔" یہودی: "ہم کبھی بھی تورات کے حکم سے جدا نہ ہوں گے ہم اس کا بدل نہیں چاہیں گے۔" کعب: اگر تمہارا انکار ہی ہے تو پھر آؤ ہم اپنی خواتین اور بچوں کو تہ تیغ کر دیں۔ پھر تلواریں سونت کر آپ پر اور آپ کے صحابہ پر ٹوٹ پڑیں۔ ہمارا پیچھے کوئی بوجھ نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے۔ اگر ہم مارے گئے تو ہم ہی ہلاک ہوں گے۔ ہمارے پیچھے پوری نسل نہ ہو گی جس کے بارے میں ہمیں خدشہ ہو۔ اگر ہمیں غلبہ نصیب ہوا تو میری حیاتی کی قسم! عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔"

یہودی: کیا ہم ان مساکین کو تہ تیغ کر دیں۔ ان کے بعد زندگی میں کیا لذت رہے گی؟

کعب: اگر اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو پھر آج ہفتہ کی رات ہے۔ محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام اس رات ہم سے امن میں ہوں گے پھر نیچے اترو۔ شاید ہم محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دھوکہ دے سکیں۔"

یہودی: "ہم اپنا ہفتہ خراب کر دیں۔ اس میں ایسے واقعہ کا ظہور کریں جس کا ظہور ہماری ملت میں سے پہلے کسی نے

نہیں کیا۔جنہوں نے اس روز حادثہ رونما کیا تھا وہ مسخ ہو گئے تھے جیسے کہ تم جانتے ہو۔"

کعب:"تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت سے محتاط نہیں ہے جب سے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔"

ثعلبہ،اسید پسران سعید،اسد بن عبید نے کہا:"یہ بنو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا تعلق بنو قریظہ کے ساتھ نہیں تھا نہ ہی ان کا تعلق بنو نضیر سے تھا۔وہ قوم کے چچازاد تھے۔انہوں نے کہا:"اے بنو قریظہ! بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ان کے اوصاف ہمارے ہاں مرقوم ہیں۔ہمارے اور بنو نضیر کے علماء ان کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے رہے ہیں۔حیی بن اخطب جبیر بن حیبان کا قریبی ہے۔وہ ہم سب میں سے سچا تھا۔اس نے اپنی موت کے وقت حضور ﷺ کے بارے ہمیں بتایا تھا۔"

یہودی:"ہم تورات سے جدا نہیں ہوں گے۔"

جب ان بلند اقبال افراد نے یہودیوں کا انکار دیکھا تو صبح بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔اپنی جانیں،اہل اور اموال بچا لیے۔

عمرو بن سعدیٰ نے کہا:"اے گروہِ یہود! تم نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا جو کیا تھا۔تم نے وہ عہد توڑ دیا جو تمہارے اور ان کے مابین تھا۔میں نے نہ تو اس معاہدہ میں شرکت کی تھی۔نہ ہی تمہارے فریب میں شامل ہوا تھا۔اگر ان کے ہمراہ ہی داخل ہونا چاہتے ہو تو پھر یہودیت پر ثابت قدم رہو۔جزیہ دے دو۔بخدا! میں نہیں جانتا کہ وہ جزیہ قبول کریں گے یا نہیں۔"

یہودی:"ہم اہلِ عرب کے لیے اپنی گردنوں کا خراج مقرر نہیں کرتے اس سے تو قتل بہتر ہے۔" عمرو نے کہا: "میں تم سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔" وہ اسی رات سعید کے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکلا۔حضور ﷺ کے نگرانوں کے پاس سے گزرے۔محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے۔انہوں نے پوچھا:"کون ہو؟" عمرو:"عمرو بن سعدیٰ۔" محمد بن مسلمہ نے کہا: "گزر جاؤ۔مولا! مجھے کریم لوگوں کی غلطیاں معاف کرنے سے محروم نہ رکھ۔" وہ اس کے رستے سے ہٹ گئے۔وہ حضور اکرم ﷺ کی مسجد میں آیا وہیں رات بسر کی۔وقتِ صبح کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا ہے۔بارگاہِ رسالت مآب میں اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا:"وہ ایسا شخص ہے جسے رب تعالیٰ نے اس کی وفاء کے عوض نجات عطا کر دی ہے۔"

حضرت ابولبابہ کی توبہ

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کا شدید محاصرہ کیا۔جب ان پر یہ محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو ہفتہ

کی رات انہوں نے آپ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیں۔ ہم اپنے بارے ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔" آپ نے انہیں ان کی طرف بھیج دیا۔ انہیں دیکھ کر یہودی مرد ان کی طرف آنے لگے۔ عورتیں اور بچے روتے ہوئے ان کی طرف آنے لگے۔ انہوں نے ان کے لیے رقت محسوس کی۔

کعب نے کہا: "ابولبابہ! ہم نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہیں ترجیح دی ہے۔ محمد عربی ﷺ کا اصرار یہی ہے کہ ہم ان کا فیصلہ ہی قبول کریں۔ تمہاری کیا رائے ہے کیا ہم ان کا فیصلہ قبول کر لیں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! پھر اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔" حضرت ابولبابہ فرماتے ہیں: "میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹے نہیں تھے کہ میں سمجھ گیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے خیانت کی ہے۔" میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ میں نیچے اتر آیا۔ میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ لوگ منتظر تھے کہ میں ان کے پاس واپس آؤں گا۔ لیکن میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعہ کے پیچھے سے ہو کر مسجد نبوی میں آ گیا۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ میں نے خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ (اس ستون کو اب اسطوانۃ التوبۃ کہا جاتا ہے) میں نے کہا: "میں اسی جگہ ہی رہوں گا حتیٰ کہ میں مر جاؤں یا رب تعالیٰ میری یہ لغزش معاف کر دے۔ میں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں بنوقریظہ کی زمین میں کبھی نہیں جاؤں گا۔ میں اس بستی میں نہیں جاؤں گا۔ جس میں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے خیانت کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو میری اس لغزش اور میرے چلے جانے کی خبر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے جو چاہے فیصلہ کر دے۔ اگر وہ میرے پاس آ جاتا تو میں اس کے لیے مغفرت طلب کرتا وہ میرے پاس نہیں آیا وہ چلا گیا ہے تو اسے چھوڑ دو۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

(الانفال:۲۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔"

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ایک عظیم امر میں مبتلاء ہو گیا تھا۔ بلا کی گرمی تھی۔ کئی راتوں تک میں نے کچھ کھایا نہ پیا۔ میں نے کہا: "میں اسی طرح رہوں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں یا رب تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے۔"

میں نے اس خواب کا تذکرہ کیا جسے میں نے حالتِ نیند میں دیکھا تھا۔ جبکہ ہم بنوقریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں سیاہ بدبودار مٹی میں ہوں۔ میں اس سے نہیں نکل رہا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں اس کی بدبو سے مر

جاتا۔ پھر میں نے ایک رواں نہر دیکھی۔ میں نے خود کو دیکھا کہ میں اس میں غسل کر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میں صاف ہو گیا۔ میں نے عمدہ خوشبو پائی۔ میں نے اس کی تعبیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھی۔ انہوں نے کہا: ''تم کسی ایسے امر میں مبتلا ہو گے جو تمہیں غمزدہ کر دے گا۔ پھر تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ مجھے خود کو بندھے ہوئے دیکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ بات یاد آ رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ رب تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔ میری حالت یہ ہو گئی تھی کہ مشقت کی وجہ سے میں آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف دیکھتے رہتے تھے۔''

ابن ہشام نے لکھا ہے: ''وہ چھ راتوں تک بندھے رہے۔ نماز کے وقت ان کی زوجہ آتیں انہیں کھولتیں وہ وضوء کرتے، نماز پڑھتے پھر خود کو باندھ لیتے۔'' ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تقریباً بیس راتوں تک خود کو باندھ رکھا۔ یہ قول درست معلوم ہوتا ہے۔ ابن اسحاق نے پچیس راتوں کا قول کیا ہے۔ جبکہ ابو عمر نے لکھا ہے: حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ابولبابہ نے خود کو موٹی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے خود کو دس اور کچھ راتوں تک باندھے رکھا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کی سماعت چلی جاتی۔ بصارت ختم ہو جاتی۔ جب نماز کا وقت آتا تو ان کی نورِ نظر آتیں۔ انہیں کھولتیں۔ جب انہیں قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ کھول دیتیں جب فارغ ہو جاتے تو وہ انہیں باندھ دیتیں۔ کبھی ان کی زوجہ محترمہ اور کبھی نورِ نظر انہیں کھولنے کے لیے آتیں۔ رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ (التوبہ:۱۰۲)

ترجمہ: ''اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا انہوں نے ملا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے مجھے یزید بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت ابولبابہ کی توبہ کے بارے آیت طیبہ سحری کے وقت نازل ہوئی۔ آپ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سحری کے وقت آپ کو مسکراتے ہوئے سنا۔ میں نے عرض کی: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کیوں تبسم ریز ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو مسکراتے رکھے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں انہیں یہ بشارت نہ دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''ضرور اگر تم پسند کرو۔'' وہ اپنے حجرۂ مقدسہ کے دروازے پر کھڑی ہوئیں۔ یہ پردہ کے احکام کے نزول سے پہلے کا واقعہ

ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابولبابہ! یہ تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔" صحابہ کرام ان کی طرف گئے تاکہ انہیں کھولیں۔ انہوں نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ مجھے حضور اکرم ﷺ اپنے دستِ اقدس سے کھولیں۔" جب آپ نماز صبح کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں کھولا۔"

امام بیہقی نے حضرت علی بن زید سے انہوں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "لختِ جگرِ مصطفیٰ ﷺ، خاتونِ جنت، سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا انہیں کھولنے کے لیے آئیں۔" انہوں نے عرض کی: "میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ مجھے صرف حضور اکرم ﷺ ہی کھولیں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔" حضرت ابولبابہ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم میں سے وہ گھر چھوڑ دیتا ہوں جس میں مجھ سے گناہ کا صدور ہوا۔ میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے رستہ میں صدقہ کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "ابولبابہ! تمہارے لیے ثلث ہی کافی ہے۔"

حضرت سعد کا فیصلہ

جب محاصرہ شدت اختیار کر گیا۔ بنوقریظہ حضور اکرم ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا قیدیوں کے کندھے باندھ دیے گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان پر نگران مقرر کیا گیا۔ انہیں ایک کونے میں جمع کر دیا گیا۔ قلعوں سے عورتوں اور بچوں کو نکال لیا گیا۔ ان پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا گیا ان کا سامان اور جو کچھ ان کے قلعوں میں پایا گیا۔ مثلاً اسلحہ، سامان اور کپڑے انہیں جمع کیا گیا۔ اس سامان میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے، پندرہ سو ڈھالیں اور بہت سا سامان پایا گیا۔ بہت سے برتن، شراب کے مٹکے پائے گئے۔ ساری شراب انڈیل دی گئی۔ اسی طرح بہت سے اونٹ اور دیگر جانور بھی پائے گئے۔

حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے۔ اوس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! خزرج کو چھوڑ کر یہ یہودی ہمارے حلیف تھے۔ آپ کو علم ہے کہ آپ نے کل بنوقینقاع کے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ جو ابن ابی کے حلیف تھے۔ آپ نے تین سو بغیر زرہ کے اور چار سو زرہ پوش اسے عنایت کر دیے تھے۔ ہمارے حلفاء بھی اپنے اس طرزِ عمل پر نادم ہیں جو انہوں نے عہد شکنی کی ہے اس پر شرمندہ ہیں۔ آپ انہیں ہماری خاطر بخش دیجیے۔" حضور اکرم ﷺ خاموش تھے۔ گفتگو نہیں فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ اوس کا اصرار بڑھنے لگا۔ سارے اوس ہی اس گفتگو میں شریک ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ ثالث اور فیصلہ کرنے والا تم میں سے ایک شخص

ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں" آپ نے فرمایا: "ثالثی کے فرائض حضرت سعد ادا کریں گے۔"

ابن عقبہ کی روایت ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمایا: "تم میرے صحابہ میں سے جسے چاہو بطور ثالث منتخب کر لو۔" انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو چنا حضور اکرم ﷺ بھی ان کی ثالثی پر راضی ہو گئے۔ اس روز حضرت سعد مسجد نبوی میں تھے۔ وہ حضرت کعیبہ بنت سعید کے خیمہ میں تھے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ان کی شیرازہ بندی کرتی تھیں۔ وہ اس شخص کی تیمارداری کرتی تھیں جس کا کوئی نہ ہوتا تھا۔ مسجد نبوی میں ان کا خیمہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو اسی میں رکھا ہوا تھا تاکہ آپ قریب سے ہی ان کی عیادت کر سکیں۔ جب آپ نے ثالثی کی ذمہ داری حضرت سعد کو سونپی تو اوس ان کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے انہیں گدھے پر سوار کیا۔ جس کی زین کھجور کی چھال کی بنائی گئی تھی۔ زین کے اوپر چمڑے کا گدا بچھایا گیا تھا۔ اس کی لگام بھی کھجور کے ریشوں کی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک بھاری بھرکم انسان تھے۔ اوس ان کے ارد گرد یہ کہتے ہوئے نکلے: "ابو عمرو! اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم ﷺ نے تمہارے موالی کا معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ تاکہ آپ ان پر احسان کریں۔ آپ ان پر احسان کریں۔ آپ نے دیکھا تھا ابن ابی نے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔" اوس اس طرح کی بہت سی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت سعد مہر بلب تھے۔ جب اوس کا اصرار بڑھا تو حضرت سعد نے فرمایا: "اب وقت آ گیا ہے کہ سعد کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہ کرے۔" حضرت ضحاک بن خلیفہ انصاری نے کہا: "ہائے قوم! دیگر لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔ پھر حضرت ضحاک اوس کی طرف آئے اور انہیں بنو قریظہ کے مردوں کی موت کے بارے بتا دیا حالانکہ حضرت سعد ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے تھے۔ انہوں نے حضرت سعد کی گفتگو سے اندازہ لگا لیا تھا جو انہوں نے اس وقت کی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعد اس مسجد کے قریب ہوئے جس میں حضور والا ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ نے محاصرہ کے دوران اسے نماز کے لیے تعمیر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو۔" مہاجرین نے سمجھا کہ آپ کی مراد صرف انصار ہیں۔ انصار نے سمجھا کہ اس سے مراد سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام احمد کے الفاظ یہ ہیں: "اپنے سردار کے لیے اٹھو۔ انہیں نیچے اتارو۔" بنو عبد الاشہل کے افراد کہتے ہیں: "ہم دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ہم میں سے ہر ایک انہیں سلام کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

ابن عائذ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: "اے سعد! ان یہودیوں کے بارے فیصلہ کرو۔" انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ فیصلہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔" آپ

نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان کے بارے فیصلہ کرو۔" وہ اوس جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: "ابو عمرو! حضور اکرم ﷺ نے تمہارے موالی کا معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ ان کی اس آزمائش کو یاد رکھو۔"

حضرت سعد نے کہا: "کیا تم میرے اس فیصلے پر راضی ہوں گے جو میں بنو قریظہ کے بارے کروں گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں! ہم تمہارے حکم پر راضی ہیں۔ تم ہم سے دور تھے ہم نے خود تمہیں پسند کیا ہے تا کہ تم ان پر اسی طرح احسان کرو جس طرح ابن ابی نے اپنے حلیفوں پر احسان کیا تھا۔ تمہاری ترجیح ہی ہماری ترجیح ہوگی۔ وہ آج آپ کے حسنِ سلوک کے بہت مستحق ہیں۔" انہوں نے کہا: "میں بھرپور کوشش کروں گا۔" انہوں نے کہا: "ان کی اس قول سے کیا مراد ہے؟" پھر حضرت سعد نے کہا: "تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد اور میثاق کی قسم! ان میں فیصلہ وہی نافذ ہوگا جو میں کروں گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں! پھر انہوں نے اس طرف رخ کیا جہاں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے جلال کی وجہ سے آپ کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس طرف بھی اس طرح کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اور صحابہ کرام نے کہا: "ہاں!" حضرت سعد نے فرمایا: "میں ان کے بارے فیصلہ یہ کرتا ہوں کہ ان کے بالغ مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے اور خواتین اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ ان کے اموال تقسیم کر لیے جائیں۔ پھر انصار کو چھوڑ کر صرف مہاجرین کے لیے ہوں۔" انصار نے کہا: "وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔" انہوں نے کہا: "میں پسند کرتا ہوں کہ وہ تم سے مستغنی ہو جائیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے رب تعالیٰ کے اس فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو اس نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بارے فرمایا: "وقتِ سحر فرشتے نے مجھے اسی فیصلے کے بارے کہا تھا۔" حضرت سعد نے اس رات یہ دعا مانگی تھی جس کی صبح کو بنو قریظہ آپ کا فیصلہ ماننے پر راضی ہوئے۔ "مولا! اگر قریش کے ساتھ کچھ جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھ مجھے اس قوم سے زیادہ کسی قوم سے جنگ آزمانا پسند نہیں جس نے تیرے رسول محترم ﷺ کی تکذیب کی۔ انہیں اذیت دی۔ انہیں مکہ مکرمہ سے باہر نکالا۔ اگر ان سے جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے شہادت عطا فرما۔ اور اس وقت تک مجھ پر موت طاری نہ فرمانا حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو ان سے ٹھنڈک نصیب کرادی۔

یہودیوں کا قتل

جب حضرت سعد نے یہ فیصلہ فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ جمعرات کے روز واپس تشریف لے آئے۔ ذوالحجۃ کی نو راتیں گزر چکی تھیں۔ محمد بن عمر، ابن سعد اور دمیاطی نے یہی قول لکھا ہے۔ الاشارہ میں ہے کہ ذوالحجۃ کی پانچ راتیں گزر چکی تھیں۔

آپ نے قیدیوں کو مدینہ طیبہ لے جانے کا حکم دیا۔ مردوں کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں لے جایا گیا۔ خواتین اور بچوں کو رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر لے جایا گیا۔ یا سب کو ہی حضرت رملہ کے گھر لے جایا گیا۔ آپ ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے لے آئیں جو ان کے صحن میں بکھیری گئی تھیں۔ وہ ساری رات انہیں جمع کرتے رہے۔ آپ نے اسلحہ، سامان اور کپڑے وغیرہ کے بارے حکم دیا۔ انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں جمع کر دیا گیا۔ اونٹوں اور بکریوں کو وہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے گڑھے کھودنے کا حکم دیا۔ دار ابی الجہم العدوی سے لے کر احجار الزیت تک گڑھے کھودے گئے۔ صحابہ کرام گڑھے کھود رہے تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں معزز صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ آپ نے بنو قریظہ کے مردوں کو بلایا، انہیں ٹولیوں کی شکل میں لایا جاتا ان گڑھوں میں ان کے سر تنوں سے جدا کر دیے جاتے۔"

جب انہیں لے جایا جا رہا تھا انہوں نے کعب سے کہا: "تیری کیا رائے ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کیا کرنے لگے ہیں؟" اس نے کہا: "جو عمل تمہیں برا لگے۔ تمہارے لیے ہلاکت! ہر حال میں تم بے عقل رہتے ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بلانے والا جھگڑا نہیں کرتا اور جو جاتا ہے وہ لوٹ کر نہیں آتا۔ بخدا! تلوار سے تمہارا کام تمام کیا جا رہا ہے۔ میں نے تمہیں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بلایا تھا لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔"

یہودیوں نے کہا: "یہ عتاب کا وقت نہیں ہے۔ اگر ہم تیری بات مان لیتے تو اس عہد کو نہ توڑتے جو ہمارے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین تھا۔" حیی نے کہا: "اب اس ملامت کو ترک کر دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ گردن زدنی کے لیے صبر کرو۔" حضرات علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ان کی گردنیں اڑانے پر مامور کیا گیا۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اوس بنو قریظہ کے قتل کو ناپسند کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔" حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اوس کا ایسا کوئی شخص اسے ناپسند نہیں کرتا جس میں بھلائی ہے جو اسے ناپسند کرے رب تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔" حضرت اسید بن حضیر اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بنو اوس میں سے ہر ہر فرد کے گھر قیدی بھیج دیں جو انہیں قتل کرنا ناپسند کرے رب تعالیٰ اسے رسواء کر دے۔ سب سے پہلے میرے گھر بھیج دیں۔" آپ نے ان قیدیوں کو اوس کے مختلف گھروں میں بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں تہ تیغ کر دیا۔

پھر حیی کو لایا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔ اس نے اسے قتل ہونے کے لیے پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے اسے جگہ جگہ سے چیر دیا تا کہ اسے کوئی نہ پہن سکے۔ جب وہ

سامنے آیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے دشمن! کیا رب تعالیٰ نے مجھے تیرے اوپر تسلط عطا نہیں کیا۔" اس نے کہا: "ہاں! بخدا! میرے نفس نے آپ کی عداوت کے بارے کبھی مجھے ملامت نہیں کی۔ بخدا! میں نے اس کے بدلے عزت چاہی مگر رب تعالیٰ نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ آپ کو مجھ پر غلبہ دے۔ میں نے بہت کوشش کی۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ رسواء کرتا ہے وہ رسواء ہو کر رہتا ہے۔"

پھر اس نے لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا "رب تعالیٰ کے حکم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مقدر، یہ نوشتہ اور یہ جنگ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے مقدر میں لکھ دی تھی۔" پھر وہ بیٹھ گیا اس کی گردن اڑا دی گئی۔ پھر بناش بن قیس کو لایا گیا۔ جو اسے لے کر آیا تھا وہ اسے کھینچ کر لایا تھا حتیٰ کہ اسے تہ تیغ کر دیا۔ جو شخص اسے لے کر آیا تھا اس نے اسے ناک پر مارا تھا۔ اس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا "تم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ کیا اس کے لیے تلوار کافی نہ تھی۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس نے بھاگنے کے لیے میرے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔" نباش نے کہا: "تورات کی قسم! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر یہ مجھے چھوڑ دیتا تو پھر بھی اس جگہ سے نہ ہٹتا جہاں میری قوم کو قتل کیا گیا۔ حتیٰ کہ میں بھی ان کے ساتھ قتل ہو جاتا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے قیدیوں کے ساتھ احسان کرو۔ انہیں پلاؤ۔ حتیٰ کہ وہ ٹھنڈے ہو جائیں بقیہ کو قتل کر دو۔ ان پر سورج کی گرمی اور اسلحہ کی گرمی جمع نہ کرو۔" وہ ایک گرم دن تھا۔ صحابہ کرام نے انہیں پانی پلایا جب وہ ٹھنڈے ہو گئے تو بقیہ کو قتل کر دیا گیا۔ کعب بن اسد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کعب!" اس نے عرض کی: "ہاں! ابوالقاسم (ﷺ)" آپ نے فرمایا: "تم نے ابن جواس کی نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ وہ میری تصدیق کرنے والا تھا کیا اس نے تمہیں میری اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ نیز یہ کہ اگر تم میری زیارت کرلو تو اس کی طرف سے مجھے سلام دو۔" اس نے کہا: "ہاں! ابوالقاسم (ﷺ)! تورات کی قسم! اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ میں نے تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا ہے تو میں آپ کی اتباع کر لیتا۔ لیکن میں یہود کے دین پر ہی ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اسے آگے کرو اور اس کی گردن اڑا دو۔" آپ نے ہر بالغ شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ابن اسحاق، امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے عطیہ القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں بچہ تھا۔ صحابہ کرام نے دیکھا۔ میں بالغ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

الطبرانی نے حضرت اسلم انصاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے قریظہ کے قیدیوں پر نگران مقرر کیا۔ میں بچوں کو دیکھتا اگر وہ بالغ ہوتے تو ان کی گردنیں اڑا دیتا۔ اگر وہ نابالغ ہوتے تو انہیں مالِ غنیمت میں شامل کر دیتا۔" رفاعہ بن شموال ایک بالغ شخص تھا۔ اس نے حضرت اسلمی بنت قیس رضی اللہ عنہا کی پناہ حاصل کی۔ یہ

حضرت منذر کی والدہ اور حضرت سلیط کی بہن تھیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی خالاؤں میں سے ایک تھیں۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی اور عورتوں کی مانند آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر قربان! مجھے رفاعۃ دے دیں وہ گمان کرتا ہے کہ وہ عنقریب نماز پڑھ لے گا وہ اونٹوں کا گوشت کھائے گا۔'' آپ نے اس کی جان بخش دی۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ مردوں کو قتل کرنے سے فارغ ہو گئے۔ شفق غائب ہونے تک انہیں قتل کیا جاتا رہا۔ پھر گڑھوں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ٹھنڈک نصیب کر دی اور ان کی دعا قبول کر لی۔ بنو قریظہ کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا۔ وہ بنو نضیر کی ایک عورت تھی جو حکم کی زوجیت میں تھی۔ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ جب ان پر محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو وہ عورت رونے لگی۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا: ''اب تو مجھ سے جدا ہو جائے گا۔'' اس نے کہا: ''ہاں! تورات کی قسم! تو ایک عورت ہے مسلمانوں پر یہ چکی پھینک دے ہم ان میں سے بعد میں کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ تو عورت ہے۔ اگر محمد عربی ﷺ ہم پر غالب آ گئے تو وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے۔'' اس نے ناپسند کیا کہ اس عورت کو قیدی بنایا جائے اس نے پسند کیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ وہ زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی۔ اس نے قلعے کے اوپر سے چکی پھینک دی۔ مسلمان اکثر اوقات اس قلعے کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔ اس نے چکی پھینکی۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر دور چلے گئے۔ لیکن وہ چکی حضرت خلاد بن سوید کو لگی ان کا سر کچل دیا۔ مسلمان اس قلعے والوں سے محتاط ہو گئے۔ جب وہ دن آیا جس میں آپ نے بنو قریظہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ اس نے کہا: ''بنو قریظہ کے قیدیوں کو مارا جا رہا ہے۔'' اس نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی: ''یا نبانۃ'' اس نے کہا: ''بخدا! مجھے پکارا جا رہا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''کیوں؟'' اس نے کہا: ''میرے خاوند نے مجھے مار ڈالا ہے۔'' وہ عورت شیریں کلام تھی۔ ام المؤمنین نے پوچھا: ''تمہیں تمہارے خاوند نے کیسے قتل کیا؟'' اس نے کہا: ''میں زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی۔ میرے خاوند نے مجھے حکم دیا۔ میں نے آپ کے صحابہ کرام پر چکی پھینک دی۔ میں نے ان میں سے ایک صحابی کا سر کچل دیا۔ وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بدلہ میں مجھے مار دیا جائے گا۔'' اس عورت کو لے جایا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تو اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ ام المؤمنین فرماتی تھیں ''میں نبانۃ کی خوش دلی بھولی نہیں۔ وہ بہت زیادہ ہنستی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اسے عنقریب قتل کر دیا جائے گا۔

ثابت بن قیس اور زبیر بن باطا کی داستان

زبیر بن باطا نے بعاث کے روز حضرت ثابت بن قیس پر احسان کیا تھا۔ حضرت ثابت زبیر کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "ابوعبدالرحمان! مجھے جانتے ہو؟" اس نے کہا: "کیا مجھ جیسا شخص تم جیسے فرد کو بھول سکتا ہے؟" حضرت ثابت نے کہا: "تو نے مجھ پر احسان کیا تھا اب میں قادر ہوں کہ تجھے اس کا بدلہ دوں۔" زبیر نے کہا: "کریم کریم شخص کو بدلہ دیتا ہے۔ میں آج تمہارا بہت محتاج ہوں۔" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زبیر بن باطا نے مجھ پر احسان کیا تھا۔ یوم بعاث کو اس نے میری جان بخشوائی تھی۔ میں چاہتا ہوں میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ آپ اسے مجھے عطا فرما دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارا ہوگیا۔" حضرت ثابت زبیر کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "حضور ﷺ نے تجھے مجھے عنایت کر دیا ہے۔" زبیر نے کہا: "عمر رسیدہ شخص جس کے نہ اہل ہوں نہ مال ہو وہ یثرب میں زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس کا مال اور اہلِ خانہ بھی مجھے بخش دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارے لیے ہیں۔" زبیر کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے تیرے اہل اور مال بھی بخش دیا ہے۔" زبیر نے کہا: "ثابت! تم نے اپنا بدلہ چکا دیا ہے۔ تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ ثابت! یہ بتاؤ۔ اس شخص کے ساتھ کیا کیا جس کا چہرہ چینی آئینہ کی طرح تھا جس میں دوشیزائیں اپنا منہ دیکھا کرتی تھیں۔ یعنی کعب بن اسد۔ حضرت ثابت: اسے تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔" زبیر: "دو ہم نشینوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنو عمرو بن قریظہ کے ساتھ کیا کیا گیا؟" حضرت ثابت: انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔" زبیر: اے ثابت! ان کے بعد زندگی میں کیا بھلائی ہے؟ میں بھی اسی گھر لوٹ جاتا ہوں جس میں وہ جا چکے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔ اے ثابت! میری بیوی اور بچوں کا خیال رکھنا۔ اپنے صاحب سے التجاء کرنا کہ وہ انہیں آزاد کر دے۔ ان کے اموال واپس کر دے۔" حضرت ثابت نے حضور اکرم ﷺ سے زبیر کے اہلِ خانہ، اموال اور اولاد طلب کر لی۔ آپ نے اسلحہ کے علاوہ انہیں سب کچھ دے دیا۔ زبیر نے کہا: "ثابت! مجھے میری قوم کے ساتھ ملا دو۔ میں اتنا بھی انتظار نہیں کر سکتا جتنی دیر میں کنویں سے پانی کا ڈول نکالا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں۔ ابن اسحاق کے مطابق حضرت ثابت نے اس کی گردن اڑا دی محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ثابت نے کہا "میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔" زبیر نے کہا: "مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے کون قتل کرتا ہے۔" حضرت زبیر بن عوام نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک اس کی یہ بات پہنچی "میں پیاروں سے ملاقات کر لوں۔" تو انہوں نے کہا: "بخدا! وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں ان سے ملاقات کرتا رہے گا۔"

ریحانہ بنت زید کا انتخاب

ریحانہ بنت زید بنو قریظہ کی ایک عورت تھی۔ اسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے لیے منتخب فرمایا تھا۔ وہ بہت باجمال تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا۔ ابن سعیہ کی طرف پیغام بھیجا جس میں یہ تذکرہ کیا۔ ابن سعیہ نے کہا: "میرے والدین آپ پر فدا! وہ اسلام قبول کرلے گی۔" وہ اس عورت کے پاس آئے۔ اس سے کہا: "تو اپنی قوم کی اتباع نہ کر تو نے دیکھ لیا ہے کہ حیی اس کے لیے کیا بربادی لے کر آیا ہے اسلام لے آ حضور اکرم ﷺ تجھے اپنے لیے منتخب کرلیں گے۔" اس نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے جوتوں کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: "یہ ابن سعیہ ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دینے آئے ہیں۔" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ریحانہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔" یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے۔ ان کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔"

مال غنیمت کی تقسیم

مالِ غنیمت کو جمع کیا گیا کچھ سامان کے بارے آپ نے حکم دیا اس کو فروخت کر دیا گیا۔ بعض قیدی فروخت کر دیے گئے۔ نخلستانوں کے حصہ کیے گئے۔ اس غزوہ میں چھتیس گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے کے لیے دو حصے نکالے گئے۔ گھڑسوار کے لیے ایک حصہ نکالا گیا۔ حضرت جلاد رضی اللہ عنہ کے لیے حصہ نکالا گیا۔ انہیں قلعے کے نیچے شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت ابوسنان بن محصن کے لیے حصہ نکالا گیا۔ وہ محاصرہ کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہمراہ جہاد کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ دو حصے گھوڑے کے تھے۔ اس طرح تین ہزار بہتر حصے نکالے گئے۔ گھوڑے کے لیے دو حصے سوار کے لیے ایک حصہ ایک ہزار خواتین اور بچے گرفتار تھے۔ مالِ غنیمت کو فروخت کرنے سے پہلے آپ نے خمس نکال لیا تھا۔ آپ نے قیدیوں کے پانچ حصے کیے خمس خود لے لیا۔ آپ اس سے ہی آزاد کرتے تھے اسی سے ہبہ کرتے تھے۔ اور جسے چاہتے اپنی خدمت پر مامور کر دیتے تھے۔ اسی طرح کھجوروں کا خمس بھی نکالا گیا۔ ہر ہر سامان کے پانچ پانچ حصے کیے گئے ایک تیر پر اللہ تعالیٰ کا نام رکھ کر قرعہ اندازی کی گئی تیر جس نام پر نکلا آپ نے اسے بطور خمس لے لیا آپ نے خمس پر نگران حضرت محمیہ بن جزء الزبیدی کو بنایا گیا۔ بقیہ چار حصے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیے۔ آپ نے ان عزت مآب خواتین کو بھی مالِ غنیمت میں سے عطا فرمایا۔ جو جنگ میں شرکت کرتی تھیں۔ لیکن ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔ وہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت ام عمارہ نسیبہ، حضرت ام سلیط، حضرت ام علاء انصاریہ، حضرت سمیراء بنت قیس، حضرت ام سعد اور حضرت کبشہ بنت

رافع تھیں۔ جب دیگر خواتین اور بچے حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجے۔ انہوں نے اس رقم کے ساتھ اسلحہ اور گھوڑے خریدے۔

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن زید انصاری کو بنو قریظہ کے قیدی دے کر نجد کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کے عوض گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔ ایک گروہ کو حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خرید لیا۔ انہوں نے اسے تقسیم کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بہت سا مال ملا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے قیدیوں پر بہت سا مال مقرر کیا۔ بوڑھی عورتوں کے پاس تو مال تھا لیکن نوجوان عورتوں کے پاس کچھ بھی نہ تھا حضرت عثمان غنی کو بہت سا نفع ملا۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بوڑھی عورتیں آئیں تھیں۔ جب انہوں نے عورتیں لیں تو جوان علیحدہ کر لیں اور بوڑھی علیحدہ کر لیں۔ پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کو اختیار دیا۔ انہوں نے بوڑھی عورتیں لے لیں۔ ابن ابی برۃ نے لکھا ہے "جو کچھ بوڑھی عورتیں لے کر آئیں اسے لے کر مالِ غنیمت میں نہیں ڈالا گیا کیونکہ ان کے پاس یہ رقم ایک یا دو ماہ بعد پائی گئی۔ جو مدت مقررہ تک رقم لے آئی اسے آزاد کر دیا گیا۔ ان سے تعرض نہ کیا گیا۔ ابوالشحم یہودی نے دو عورتیں خریدیں ان میں سے ہر ایک کے پاس تین تین بچے تھے۔ اس نے انہیں ایک سو پچاس دیناروں میں خریدا۔ وہ ان سے پوچھنے لگا "کیا تم یہودیت پر نہیں ہو؟" ان دو عورتوں نے کہا: "ہم اپنی قوم کے دین کو ترک نہیں کریں گی ہم اسی پر مریں گی۔" حالانکہ وہ رو رہی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ تقسیم اور بیع میں خواتین اور ان کی اولاد کو جدا نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: "ماں اور اس کے بچے میں جدائی نہ ڈالی جائے حتیٰ کہ بچہ بالغ ہو جائے۔" آپ سے عرض کی گئی: "اس بچے کی بلوغت کی نشانی کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "لڑکی کو حیض آنے لگے اور لڑکے کو احتلام ہونے لگے۔" ماں اور اس کی چھوٹی اولاد کو مشرکین، اہلِ عرب اور یہود سے خرید لیا جاتا تھا۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا اس کے ہمراہ اس کی ماں نہ ہوتی تو اسے مشرکین یا یہودیوں سے نہ خریدا جاتا سوائے مسلمانوں سے۔"

اس غزوہ میں صرف دو مسلمان شہید ہوئے: (۱) حضرت خلاد بن سوید (۲) حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہما۔

اس غزوہ کے متعلق اشعار

امام بخاری، امام نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یوم قریظہ کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان کی ہجو بیان کرو تمہارے ساتھ حضرت جبرائیل امین ہیں۔"

ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت جب رب تعالیٰ نے مشرکین کو ان کے غصے سمیت لوٹا دیا تو آپ نے فرمایا: "مسلمانوں کی عزتوں کی حفاظت کون کرے گا؟" حضرات کعب، ابن رواحہ اور حسان رضی اللہ عنہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان کی ہجو بیان کرو عنقریب روح القدس ان کے خلاف تمہاری مدد کریں گے۔" حضرت حسان نے یہ اشعار کہے:

لقد لقیت قریظة ما اساها　　　وما وجدت لذل من نصیر

ترجمہ: "بنو قریظہ نے اس چیز کا سامنا کیا جس نے اس کی بری حالت کر دی۔ ذلت کی وجہ سے انہیں ایک مددگار بھی نہ مل سکا۔"

اصابهم بلاء كان فيه　　　سِوَی ما قد اصاب بنی النضیر

ترجمہ: "انہیں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جو اس مصیبت سے مختلف تھی جس کا سامنا بنو نضیر کو کرنا پڑا۔"

غداة اتاهم يهوی اليهم　　　رسولُ الله كالقمر المنير

ترجمہ: "ان پر یہ مصیبت اس روز آئی جب ماہ تمام کی طرح ضوفشاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف تشریف لا رہے تھے۔"

له خيل مجنبةٌ تعادی　　　بفُرسانٍ عليها كالصقورِ

ترجمہ: "آپ کے ساتھ ایسے گھوڑے بھی تھے جو اپنے اوپر ایسے سواروں کو اٹھائے جا رہے تھے جو شکروں کی طرح تھے۔"

تر کناهم وما ظَفِرُوْ بشئ　　　دماؤهم عليهم كالعبير

ترجمہ: "ہم نے انہیں اس طرح چھوڑا کہ وہ کسی چیز میں بھی فتح یاب نہ ہوئے ان پر ان کے لہو اس طرح بہہ رہے تھے گویا کہ وہ تالاب ہوں۔"

فهم صرعَی تحوم الطير فيهم　　　كذاك يُدانُ ذوالعند الفَجور

ترجمہ: "وہ پچھاڑے ہوئے پڑے تھے۔ ان پر پرندے محو پرواز تھے۔ باغی اور سرکش لوگوں کے ساتھ یوں ہی سلوک کیا جاتا ہے۔"

فانذر مثلها نصحًا قريشا　　　من الرحمٰن ان قبلت نذيری

ترجمہ: "قریش کے ساتھ خلوص کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بنو قریظہ کی اس مثال سے ڈراؤ۔ اگر وہ میرا ڈرانا

قبول کریں۔"

انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

لقد لقیت قریظة ما اساها و حلّ بعضها ذُلٌّ ذلیل

ترجمہ: "بلاشبہ قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کے حالات خراب کر دیے ان کے قلعے میں رسوا کن ذلت داخل ہو گئی۔"

وسعد کان انذرھم بنصح بانّ الھکم ربٌّ جلیل

ترجمہ: "حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خلوص کے ساتھ ڈرایا کہ تمہارا معبود برحق رب جلیل ہے۔"

فما برحوا بنقص العھد حتی فلاھم فی بلادھُم الرسول

ترجمہ: "وہ لگاتار معاہدے توڑتے رہے حتیٰ کہ حضور سپہ سالار اعظم نے انہیں ان کے شہروں میں ہی ان کا کام تمام کر دیا۔"

احاط بعضھم منّا صفوفٌ لهٗ من حرِّ و قعتھم صلیل

ترجمہ: "ہماری صفوں نے ان کے قلعوں میں ان کا گھیراؤ کر لیا۔ اس مصیبت کی شدت کی وجہ سے قلعہ میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔"

انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

تفاقد معشرٌ نصروا قریشًا و لیس لھم ببلدھم نصیرُ

ترجمہ: "وہ گروہ انتشار کا شکار ہو گیا جس نے قریش کی نصرت کی تھی۔ ان کے شہروں میں ہی ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔"

ھم اُوتو الکتاب فَضَیَّعُوهُ وھم عُمْیٌ عن التَّوْراةِ بُورُ

ترجمہ: "انہیں کتاب عطا کی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ وہ تورات سے نابینا ہو کر برباد ہو گئے۔"

کفرتم بالقرآن و قد اُتیتُم بتصدیق الذی قال النذیر

ترجمہ: "تم نے قرآن پاک سے کفر کیا حالانکہ تمہارے پاس وہ تصدیق آ چکی تھی جو کچھ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔"

فھانَ علی سَرَاةِ بنی لُؤیٍّ حریقٌ بالبُوَیْرَةِ مستطیرُ

ترجمہ: "بنولوی کے سرداروں پر بویرۃ کے مقام پر وہ آگ چھاگئی جو پھیلی ہوئی تھی۔"

انہوں نے فرمایا:

لقد سبحت من دَمْعِ عينَيّ عَبْرَةٌ　　　و حُقَّ لِعينِي اَنْ تفيضَ علَى سَعْد

ترجمہ: "میری آنکھوں سے آنسوؤں میں سے بڑا آنسو بہ نکلا ہے اور میری آنکھ یہ حق رکھتی ہے کہ وہ حضرت سعد پہ روئے۔"

قتيلٌ ثَوَى فی معركٍ فجعت به　　　عيونٌ ذوارى الدمع دائمة الوجد

ترجمہ: "اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں زیرِ زمین چلا گیا۔ جس پر ہمیشہ آنسو بہانے والی آنکھیں اور ہمیشہ غمگین رہنے والی آنکھیں غمزدہ ہو گئیں۔"

على ملة الرحمانِ وارث جنةٍ　　　مع الشهداء وَفْدُها اكرمُ الوعد

ترجمہ: "حضرت سعد رب تعالیٰ کے دین پر شہید ہوئے۔ وہ شہداء کے ہمراہ جنت کے وارث بن گئے جن کا وفد سب سے معزز وفد ہے۔"

فان تكُ قد ودَّعْتَنا و تركْتَنا　　　وَ اَمْسَيْتَ فی غَبْراء مُظْلمةِ اللَّحْدِ

ترجمہ: "اے اسعد! اگر تم نے ہمیں الوداع کہہ دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے اور گرد و غبار والی تاریک قبر میں چلے گئے ہو۔"

فانت الذى يا سعدُ ابت بمشهد　　　كريمٍ و اثواب المكارم والحمد

ترجمہ: "اے سعد! تم ہی وہ برگزیدہ ذات ہو جو عمدہ جگہ اور عمدہ اخلاق اور قابل ستائش جگہ کی طرف لوٹ گئے ہو۔"

بحكمك فی حَيَّیْ قريظةَ بالَّذی　　　قَضَى الله فيهم ما قضيتَ على عَمْد

ترجمہ: "تم قریظہ کے دونوں قبائل کے بارے یہ فیصلہ کر کے وہاں پہنچے ہو جو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا تھا تم نے اپنی رائے سے وہی فیصلہ کیا۔"

فوافقُ حُكم الله حُكمُك فيهم　　　ولم تعفُ اِذ ذُكِّرْتَ ما كانَ مِنْ عَهْدِ

ترجمہ: "ان کے بارے تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے ساتھ موافقت کر گیا جبکہ تمہیں عہد و میثاق یاد دلایا گیا تو تم نے معاف نہ کیا۔"

فان كان ريبُ الدهر امضاك فی الأُلَى　　　شروْا هذا الدنيا بعناتها الخلد

ترجمہ: "اگرچہ گردش دوران نے تمہیں ان لوگوں کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں نے ابدی جنتوں کی بجائے دنیا خریدی۔"

فنعم مصیرُ الصادقین اذا دُعُوا　　الی اللہ یومًا للوجامة والقصں

ترجمہ: "وہ سچے لوگوں کا کتنا عمدہ ٹھکانہ ہے جس روز انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جائے گا تاکہ انہیں عزت و اکرام سے نوازا جائے۔"

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا:

الا یا لقومی هل لِمَا حُمَّ دَافِعُ　　و هل ما مضَی مِن صَالح العیشِ راجعُ

ترجمہ: "اے میری قوم! ذرا بتاؤ تو سہی کہ جو کچھ تقدیر میں رقم ہو چکا ہے کیا اسے کوئی لوٹا سکتا ہے۔ کیا وہ عمدہ زندگی واپس ہو سکتی ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔"

تذکرتُ عصرًا قد مضَی فتها فتّتْ　　بناتُ الحشا و اَنْهَلَّ منی المدامِعُ

ترجمہ: "میں نے اس عہد کو یاد کیا جو پہلے گزر چکا تھا میرا قلب، جگر اور پتہ پھٹ گئے میرے آنسو لگا تار رواں ہو گئے۔"

صبابةُ وجدٍ ذَکَّرَتْنِیْ اُخُوَّةً　　و قتلَی مضَی مِنها طفیلٌ وَ رافِعُ

ترجمہ: "تکلیف کی اذیت نے مجھے ان پیاروں دوستوں کی یاد تازہ کر دی جو گزر چکے تھے جن میں طفیل اور رافع بھی تھے۔"

و سعدٌ فاضحوا فی الجنان و اوحشت　　منازلهم فالارضُ منهم ملاقع

ترجمہ: "ان میں حضرت سعد بھی تھے۔ وہ جنتوں میں چلے گئے۔ ان کے گھروں نے وحشت میں مبتلاء کر دیا زمین ان کی وجہ سے ویران ہو گئی۔"

و فَوْا یَوْمَ بدرٍ للرسول وفوقهم　　ظِلالُ المنَایَا والسیوفُ اللوامِعُ

ترجمہ: "غزوۂ بدر میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفا کی۔ جبکہ ان پر اموات کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں۔"

دَعا فاجابوهُ بحقٍ و کلهُم　　مطیعٌ لهٗ فی کل امرٍ و سامِعُ

ترجمہ: "جب آپ نے انہیں یاد فرمایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہا وہ آپ کا ہر حکم غور سے سنتے تھے اور آپ کے اطاعت گزار تھے۔"

فما نکلوا حتی توالو جماعةً ولا یقطع الآجال الا المصارع

ترجمہ: "انہوں نے راہ فرار اختیار نہ کی بلکہ گروہ کی شکل میں پیہم حملے کیے ان کی زندگیاں صرف قتل گاہوں میں ہی ختم ہوتی تھیں۔"

لانهم یرجون منه شفاعةً اذا لم یکن الا النبیون شافِعُ

ترجمہ: "کیونکہ وہ آپ سے اس روز شفاعت کی امید رکھتے تھے جس روز صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہی شفاعت کریں گے۔"

فذٰلكَ یا خیرَ العباد بلاؤُنا اِجابتُنا لله والموتُ نافِعُ

ترجمہ: "اے انسانوں میں سے بہترین ذات! یہ ہمارا امتحان ہے ہم رب تعالیٰ کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہیں موت حق ہے۔"

لنا القدمُ الاولیٰ الیك و خلقنا لاولنا فی ملة الله تابع

ترجمہ: "آپ کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم ہمارا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے دین حق کے بارے ہماری اگلی نسلیں بھی اپنے آباء کی اتباع کریں گی۔"

و نعلمُ اَنَّ الملكَ لِله وحدَهٗ و اَنَّ قضاءَ اللهِ لابُدَّ واقِعُ

ترجمہ: "ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری سلطنت خدائے وحدہٗ لاشریک کے لیے ہے۔ رب تعالیٰ کی تقدیر یقیناً واقع ہو کر رہتی ہے۔"

تنبیہات

1. قریظہ۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ یہ اس شخص کا نام تھا جس کی اولاد مدینہ طیبہ کے قریب قلعہ حصینیہ میں اتری تھی یہ اس کی طرف منسوب ہونے لگے قریظہ اور نضیر دو بھائی تھے جن کا تعلق حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔

2. امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک اپنی نمازِ عصر بنو قریظہ میں ادا کرے۔" اسی طرح ابونعیم، الطبرانی، امام بیہقی، حضرات جویریہ، کعب بن مالک اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ان روایات میں نمازِ عصر کا ذکر ہے لیکن امام مسلم نے محمد بن اسماء سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نمازِ ظہر کا ذکر ہے۔ اسی طرح ابن سعد، ابویعلیٰ، ابونعیم، نے نمازِ ظہر کا

ذکر کیا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں "ان دونوں روایتوں کو اس احتمال کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اس حکم سے قبل نماز ظہر پڑھ لی تھی۔ بعض نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ جس نے ابھی تک نماز ظہر نہیں پڑھی تھی اسے کہا گیا کہ وہ نماز ظہر ادا نہ کرے۔ مگر بنو قریظہ میں۔ جس نے نماز ظہر پڑھ لی تھی اسے کہا گیا "تم میں سے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے۔ مگر بنو قریظہ میں۔ یا ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے بعد روانہ ہوا۔ پہلے گروہ کو نماز ظہر اور دوسرے کو نماز عصر کا کہا گیا۔

الحافظ نے لکھا ہے "اس طرح جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن حدیث کے مخرج کا اتحاد اسے بعید کر دیتا ہے۔ جیسے کہ میں نے بیان کیا ہے کہ شیخین نے اسے ابتداء سے لے کر انتہاء تک ایک سند سے روایت کیا ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ راویوں میں سے ہر ایک نے اس کے ساتھ ہی روایت کیا ہو۔ اگر اس طرح ہوتا تو پھر ان میں سے کسی ایک نے کسی راوی سے اسے دوسری روایت پر محمول کیا ہوتا۔" پھر کہا: "یہ احتمال حضرت ابن عمر کی روایت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن اگر دیگر راویوں کی روایت کو دیکھا جائے تو پھر سابقہ دونوں احتمال کہ ممکن ہے کہ نماز ظہر ایک مخصوص گروہ کے لیے ہو۔ یہ احتمال ہے کہ نماز ظہر کی روایت حضرت ابن عمر نے سنی ہو۔ جبکہ نماز عصر کی روایت حضرت کعب بن مالک اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنی ہو۔ ایک اور طرح بھی انہیں جمع کیا گیا ہے کہ آپ نے قوی صحابہ کرام یا ان سے فرمایا ہو جن کا گھر قریب ہو کہ تم میں سے کوئی نماز ظہر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں اور دیگر صحابہ کرام کو فرمایا: "تم میں سے کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں۔"

ابن التین نے عجیب بات لکھی ہے کہ جنہوں نے نماز عصر پڑھی انہوں نے اپنی سواریوں کی پشتوں پر نماز عصر پڑھی۔ اور انہوں نے سمجھا کہ نماز کے لیے نیچے اترنا مقصود تک جلد پہنچنے کے منافی ہے۔ جنہوں نے نماز ادا نہ کی انہوں نے دلیل خاص پر عمل کیا۔ وہ جلدی جانے کا حکم تھا۔ انہوں نے عصر کے وقوع کی عمومیت کو اس کے وقت میں ترک کر دیا۔ حتیٰ کہ وقت ختم ہو گیا۔ جنہوں نے نماز عصر پڑھ لی۔ انہوں نے دونوں دلیلوں کو جمع کر دیا۔ وجوب نماز اور وجوب اسراع۔ انہوں نے سوار ہو کر نماز پڑھ لی۔ کیونکہ اگر وہ نیچے اتر کر نماز پڑھتے تو اس اسراع کے حکم سے منافی ہوتا جو انہیں دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ یہ گمان بھی نہ کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے انہیں عمدہ ذہن عطا کیے تھے۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "اس عبارت میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ کیونکہ آپ نے انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ نیچے نہ اتریں شاید انہوں نے یہ سمجھا کہ اس حکم سے مراد یہ ہے وہ جلدی جلدی وہاں پہنچیں انہوں نے عمل کرنے میں جلدی کی۔

اس حکم کی تاکید کی وجہ سے انہوں نے وقتِ نماز مختص کر لیا لہذا اس میں رکاوٹ نہیں کہ وہ نیچے اتریں اور نماز ادا کریں۔ نہ ہی یہ اس امر کے منافی ہے جو انہیں دیا گیا تھا۔ ان کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے سواری پر نماز پڑھ لی تھی یہ دلیل کا محتاج ہے۔ میں نے کسی روایت میں یہ صراحت نہیں دیکھی۔

◆ حضرت ابن عمر، حضرت کعب بن مالک اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس شخص کو سست نہ کہا جائے جو اپنی پوری کوشش کرے، لہذا وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہی کو اس کی حقیقت پر محمول کیا اور خروجِ وقت کی پرواہ نہ کی۔ دوسری نہی کو پہلی نہی پر ترجیح دی۔ وہ نماز کو اس کے وقت کی تاخیر کو ترک کرنا ہے۔ انہوں نے استدلال کیا کہ یہ تاخیر اس کے لیے جائز ہے۔ جو جہاد کے معاملات میں مصروف ہو۔ وہ وقت شریعت بیضاء کے نازل ہونے کا وقت تھا۔ بعض صحابہ کرام نے نہی کو غیر حقیقی معنی پر محمول کیا۔ کہ یہ ترغیب، جلدی اور بنو قریظہ تک جلدی پہنچنے سے کنانہ ہے۔"

زاد المعاد میں ہے: "دونوں گروہ اپنے اپنے ارادہ کی وجہ سے ماجور ہیں لیکن جس نے نماز پڑھ لی اس نے دو فضیلتوں کو پا لیا جلدی پہنچنے کے حکم پر اور نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کے حکم پر۔ بالخصوص اس واقعہ میں ترغیب ہے کہ نماز عصر کو اس کے وقت میں ادا کیا جائے۔ جس کی نماز رہ گئی اس کا عمل اکارت گیا۔ لیکن جنہوں نے نماز میں تاخیر کی انہیں بھی سرزنش نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے ظاہری حکم سے استدلال کیا۔ انہوں نے کوشش کی اور حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نماز کو مؤخر کیا۔ لیکن وہ اس صحیح اجتہاد تک نہ پہنچ سکے جس پر دوسرا گروہ پہنچ گیا۔

◆ آپ نے فرمایا: "حضرت سعد کا کیا ہوا فیصلہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آیا تھا" یہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے اسی فرمان کی طرح ہے "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا" یعنی نکاح کا حکم اوپر سے آیا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے "فوق" کا وصف محال نہ سمجھا جائے۔ اسے اسی معنی پر محمول کیا جائے جو اس کی شانِ جلالت کے لائق ہے۔ اس کو اس معنی پر محمول نہ کیا جائے جس سے وہم میں حد بندی کا تصور آئے جو تشبیہ کی طرف لے جائے۔

◆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے روز تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ دس اور کچھ راتیں۔ ابن سعد نے پندرہ راتیں لکھا ہے۔ ابن سعد نے حضرت علقمہ بن وقاص سے روایت کیا ہے۔ آپ نے ان کا پچیس راتوں تک محاصرہ کیا۔ اس روایت کو ابن اسحاق نے محمد بن کعب، امام احمد اور امام الطبرانی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

◆ اس غزوہ میں کتنے یہودی واصل جہنم ہوئے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ابن عمرو نے حضرت سعد بن معاذ کے تعارف میں یہی روایت لکھی ہے۔ ابن عائذ نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ المکثر کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے مابین تھے۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ وہ چار سو جنگجو تھے۔ ان روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ باقی ان کے پیروکار تھے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد نو سو تھی۔

✿✿✿✿

اکیسواں باب

غزوہ بنولحیان

حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر آپ کو بہت دکھ ہوا تھا جو مقام رجیع پر جامِ شہادت نوش کر گئے تھے ان کا تذکرہ سرایا اور بعوث میں آئے گا۔ آپ نے یہی ظاہر کیا کہ آپ شام کی طرف جا رہے ہیں تا کہ اس قوم پر اچانک حملہ کر سکیں۔ آپ جُرف کی سمت سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ دو سو صحابہ کرام تھے۔ بیس گھوڑے بھی تھے۔

محمد بن عمر، ابن سعد، ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ پر نائب مقرر کیا۔ آپ مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے۔ غراب کے رستہ چلے پھر مخیص، البتراء اور ذات یسار کے رستے سے بین اور صخرات اشمام کے رستہ پر روانہ ہوئے۔ پھر سیالہ کے رستہ پر روانہ ہوتے ہوئے رفتار تیز کر دی۔ وادی غُران مین فروکش ہوئے اس کے اور عسفان کے مابین پانچ میل کا فیصلہ تھا۔ اسی جگہ صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ آپ نے ان پر رحم کے جذبات کا اظہار کیا ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ بنولحیان نے آپ کے بارے سن لیا تھا۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے۔ آپ نے اس میں سے کسی کو نہ گرفتار کیا نہ قتل۔ ہر طرف سرایا بھیجے لیکن صحابہ کرام نے کسی کو نہ پایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر ہم عسفان اترے تو اہلِ مکہ سمجھیں گے کہ ہم مکہ مکرمہ آئے ہیں۔'' آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عسفان میں نزول فرمایا پھر دو شہسوار بھیجے۔ ابن عمر نے لکھا ہے: ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دس شہسواروں کے ساتھ بھیجا تا کہ قریش کے بارے سنیں اور خوفزدہ ہو جائیں۔ وہ کراع الغمیم تک آئے۔ پھر واپس چلے گئے۔ کسی سے جنگ آزما نہ ہوئے پھر آپ واپس آ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ واپس تشریف لانے لگے تو میں نے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔''

آیبون تائبون ان شاء اللہ لربنا حامدون لربنا عابدون اعوذ باللہ من وعثاء السفر و کآبۃ المنقلب و سوء المنظر فی الاھل والمال، اللھم بلغنا بلاغا صالحا یبلغ الی خیر مغفرتک و رضوانک۔

آپ نے یہ دعا پہلی دفعہ مانگی تھی۔ آپ مدینہ طیبہ سے چودہ دن غائب رہے۔ حضرت کعب نے اس غزوہ کے بارے یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بنی لِحْیَانَ کانوا تناظروا　　　لَقُوا عُصَبًا فی دارھم ذاتَ مصدَقِ

ترجمہ: ''اگر بنولحیان انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی ایسی جماعت سے معرکہ آزما ہو جاتے جو صداقت پسند ہوتی۔''

لَقُوا سرعَانَ یَملأُ السربَ روعُہٗ　　　امامَ طعُونٍ کالمَجَرَّۃِ فَیْلَقِ

ترجمہ: ''وہ اپنے ہراول دستے سے نبرد آزما ہوتے جس کا رعب دلوں کو لبریز کر دیتا پھر اس کے پیچھے ایسا طاقتور لشکر ہوگا جو چکی کی طرح پیس کر رکھ دیتا۔''

و لکنھم کانوا وِبارًا تَتَبَّعَتْ　　　شِعَابَ حِجَازٍ غیرِ ذی مُتنَفَّقِ

ترجمہ: ''مگر وہ نیولوں کی مانند کمزور دل نکلے وہ حجاز کی ان گھاٹیوں میں چھپ گئے جن سے نکلنے کے لیے دروازہ نہ تھا۔''

تنبیہات

اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کس مہینہ اور کس سال کو رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر نے اسی کو صحیح لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ رجب چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ ابن اسحاق اور سلمہ بن فضل نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاول میں رونما ہوا تھا۔ حاکم نے اسے شعبان میں رونما ہونے کے بارے لکھا ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ صحیح روایت یہ ہے کہ یہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ چار ہجری کو ظہور پذیر ہوا تھا۔ امام ذھبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ یہ غزوہ چھٹے سال رونما ہوا تھا۔ البدایۃ میں اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

✿✿✿✿

بائیسواں باب

غزوۂ حدیبیہ

اس سبب کے بارے فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام سر منڈائے قصر کرائے امن کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کی چابی لی ہے اور میدانِ عرفات میں قیام کرنے والوں کے ساتھ قیام کیا ہے۔

ابن سعد اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہلِ عرب اور ارد گرد کے قبائل سے دعا مانگی تا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوں کیونکہ آپ کا خدشہ تھا کہ قریش آپ کے ساتھ جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے۔ بہت سے اعرابیوں نے معذرت کر لی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت بسر ابن سُفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے شوال کی کچھ راتیں باقی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''بُسر! روانہ نہ ہوں ہمارے ساتھ عازمِ سفر ہونا۔ ہم عمرہ کے لیے عازمِ سفر ہونے والے ہیں۔ ان شاء اللہ! وہ مدینہ طیبہ ہی ٹھہر گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے قربانی کے جانور خریدے گئے آپ نے انہیں ذوالجدر بھیج دیا۔ حتیٰ کہ آپ کی روانگی کا وقت آگیا۔ وقتِ روانگی انہیں مدینہ طیبہ لایا گیا۔ انہیں حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا۔ وہ انہیں ذوالحلیفہ لے گئے۔

محمد بن عمر اور ابن سعد کے مطابق حضرت ابن ام مکتوم کو اور ابن ہشام کے مطابق نمیلہ بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ بلاذری نے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد صرف نمازوں کی نیابت سونپی گئی۔

آپ کی روانگی

امام عبد الرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، امام بخاری، ابو داؤد، امام نسائی، ابن جریر، ابن منذر نے امام زھری سے، ابن اسحاق نے مسور بن مخرمۃ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ اپنے

کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ صحار کے دو کپڑے زیب بدن فرمائے۔ درِ اقدس پر سے ہی اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رفاقت کا شرف نصیب ہوا۔ آپ کے ہمراہ حضرت ام عمارہ، ام منیع اسماء بنت عمرو، ام عامر اشہلیہ بھی روانہ ہوئیں۔ سارے انصار اور مہاجرین بھی روانہ ہوئے۔ عرب میں وہ لوگ آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جنہیں اس خواب کی وجہ سے فتح میں کوئی شک نہ تھا۔ صحابہ کرام کے ہمراہ تلواروں کے علاوہ کوئی اسلحہ نہ تھا وہ بھی نیاموں میں تھیں۔ انہوں نے اپنے ہمراہ قربانی کے جانور لیے۔ آپ ماہ ذوالقعدہ میں بروز سوموار روانہ ہوئے۔ آپ نے ذوالحلیفہ نزولِ اجلال فرمایا۔ نمازِ ظہر ادا کی۔ قربانی کے جانور منگوائے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ انہیں جھولیں پہنائیں گئیں بعض کو اشعار کیا گیا۔ جانور قبلہ رو تھے۔ ان کے دائیں سمت اشعار کیا۔ پھر آپ نے حضرت ناجیہ بن جندب کو حکم دیا۔ انہوں نے بقیہ جانور کو اشعار کیا۔ ان کو قلادے پہنائے مسلمانوں نے اپنے جانوروں کو اشعار کیا اور انہیں قلادے پہنائے۔ آپ کے ہمراہ دو سو گھوڑے بھی تھے۔ حضرت بسر بن سفیان کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیس شہ سواروں کو آگے بھیجا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔

احرام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں ادا کیں۔ ذوالحلیفہ سے بابِ مسجد سے سوار ہوئے۔ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر قبلہ رو ہو گئی، آپ نے عمرہ کا احرام باندھا۔ تاکہ لوگ آپ کے بارے جنگ سے امن میں ہو جائیں تاکہ انہیں علم ہو جائے کہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ تلبیہ پڑھا:

لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك۔

صحابہ کرام کی اکثریت نے اس جگہ سے احرام باندھا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بھی اسی جگہ سے احرام باندھا۔ بعض صحابہ کرام نے جحفہ کے مقام سے احرام باندھا۔ آپ بیداء کے رستے سے عازمِ سفر ہوئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے رستہ میں بنو بکر مزینہ اور جہنیہ کے قبائل کے پاس سے گزرے۔ آپ نے انہیں دعوت دی۔ انہوں نے اپنے اموال کا بہانہ بنایا۔ انہوں نے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں لے کر ایسی قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جو گھوڑوں اور اسلحہ سے مسلح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں۔ وہ اس سفر سے کبھی بھی واپس نہیں لوٹیں گے۔ نہ ان کے پاس کثیر اسلحہ ہے نہ ہی کثیر تعداد ہے۔"

آپ نے حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بنو اسلم کے جوانوں کے ہمراہ جانور دے کر آگے بھیج دیا۔ان کے ہمراہ مسلمانوں کے جانور تھے۔رستہ میں آپ کو بنو نہد کا ایک گروہ ملا۔آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔انہوں نے اپنے جانوروں کا دودھ بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا۔آپ نے فرمایا:"میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔" مسلمانوں نے ان سے وہ دودھ خرید لیا۔ان سے تین گوہیں بھی خرید لیں۔ان صحابہ کرام نے کھا لیا جنہوں نے ابھی تک احرام نہیں باندھا تھا لیکن احرام باندھنے والوں نے آپ سے عرض کی:"آپ نے ان سے فرمایا:"کھاؤ۔حالت احرام میں خشکی کا ہر جانور تمہارے لیے حلال ہے۔سوائے اس کے جسے تم شکار کرو یا تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔" قربانی کے جانوروں میں سے ایک اونٹ تھک گیا۔حضرت ناجیہ مقام ابواء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کی تو آپ نے فرمایا:"اسے ذبح کر دو۔قلادہ اس کے خون میں بھگو دو۔نہ تم اس سے کھاؤ نہ ہی تمہارے اہلِ کارواں اسی میں سے کھائیں۔لوگوں اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔"

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا شکار

امام مالک اور صحاح ستہ میں ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔دیگر صحابہ کرام حالت احرام میں تھے۔میں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔یہ صلح حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے۔انہوں نے جنگلی گدھا دیکھا۔میں اپنے جوتے درست کرنے میں مشغول تھا۔انہوں نے مجھے اس کے بارے نہ بتایا وہ پسند کرتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھ لیتا۔دوسری روایت میں ہے کہ وہ اسے دیکھ کر ہنسے۔میں نے دیکھا تو مجھے جنگلی گدھا نظر آیا۔میں اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔میں نے اس پر زین کسی۔میں اس پر سوار ہو گیا۔میں کوڑا اور نیزہ بھول گیا تھا۔میں نے انہیں کہا:"مجھے میرا کوڑا اور نیزہ پکڑاؤ۔"انہوں نے کہا:"بخدا!اس میں ہم تمہاری مدد ہرگز نہیں کریں گے۔"میں غصے میں ہو گیا میں خود نیچے اترا۔میں نے یہ دونوں اشیاء پکڑیں اور جنگلی گدھے کی طرف بھاگ نکلا۔میں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔پھر اسے لے آیا صحابہ کرام اسے کھانے لگے۔پھر انہیں شک گزرا کہ وہ حالت احرام میں ہیں۔ہم آگے عازم سفر ہوئے۔میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کی دستی چھپا رکھی تھی۔ہم نے آپ کو پا لیا۔ہم نے اس مسئلہ کے بارے آپ سے پوچھا آپ نے صحابہ کرام سے کہا:"کیا تم میں سے کسی نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس پر حملہ کریں یا اس کی طرف اشارہ کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی:"نہیں! آپ نے فرمایا:"اس کا بقیہ گوشت کھا لو۔یہ وہ کھانا ہے جسے رب تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے یہ تمہارے لیے حلال ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی:"ہاں! میں نے اس کی دستی آپ کو پیش کر دی۔آپ

نے اسے تناول فرمایا حالانکہ آپ اس وقت حالتِ احرام میں تھے۔"

امام مالک، شیخان، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ ابواء کے مقام پر تھے۔ یا جودان کے مقام پر تھے۔ مگر آپ نے اس کو واپس کر دیا۔ جب آپ نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو فرمایا: "ہم نے تمہیں صرف اس لیے واپس کیا ہے کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔" حضرت ایماء بن رحضہ الغفاری نے اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان کے نورِ نظر کا نام خفاف بن ایماء تھا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک سو بکریاں اور دو شیر دار اونٹنیاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔"

آپ نے انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ ودان میں ایک اعرابی نے آپ کی خدمت میں معیش، عتر اور کھیرے پیش کیے۔ آپ صغابیس اور کھیرے تناول فرمانے لگے۔ یہ اشیاء آپ کو بہت عمدہ لگیں۔ آپ نے ان میں بعض کو حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ آپ کو یہ ہدیہ بہت پسند آیا۔ صحابہ کرام نے بھی اسے نادر سمجھا۔

حضرت کعب بن عجرہ کا عذر

امام احمد، عبد بن حمید، شیخان، ترمذی، ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم مقام حدیبیہ میں حالتِ احرام میں تھے۔ مشرکین نے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا۔ میرے بال لمبے تھے۔ جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں۔ آپ میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں اذیت دے رہی ہیں؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "میرا گمان نہ تھا کہ تمہاری یہ اذیت اس قدر زیادہ ہو جائے گی۔" آپ نے مجھے حلق کرانے کا حکم دے دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ (البقرۃ:۱۹۶)

آپ نے ان سے فرمایا: "تین دن کے روزے رکھ لو۔ یا چھ مساکین میں ایک فَرَق صدقہ کرو۔ یا حسب استطاعت قربانی کرو۔"

جب آپ جحفہ جلوہ نما ہوئے تو آپ نے درخت کے نیچے سے صفائی کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: "میں تمہارا پیش رو ہوں گا۔ میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جاؤں گا جسے اگر تم نے پکڑے رکھا تو

تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوسکو گے۔ وہ کتاب الٰہی اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔"

مشرکین کو خبر

خرائطی نے "الھواتف" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ عام الحدیبیہ کو مکہ مکرمہ جارہے تھے تو بشر بن سفیان العتکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "بشر! کیا تمہیں خبر ہے کہ اہلِ مکہ کو میری روانگی کی خبر مل چکی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں فلاں رات کو بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ کوہ ابی قبیس کی چوٹی سے ایک ہاتف چلایا۔ اس آواز کو اہلِ مکہ نے سنا۔ اسی رات آپ نے روانگی کا حکم دیا تھا۔ اس ہاتف نے کہا:

هيّوا لصاحبكم مثلى صحابته سيرو اليه و كونوا معشرا كرما

ترجمہ: "اپنے ساتھی کے لیے اسی طرح تیار ہو جاؤ جیسے ان کے صحابہ کرام نے تیاری کی ہے ان کی طرف جاؤ اور ایک معزز قبیلہ بن جاؤ۔"

بعد الطوافِ و بعد السعی فی مهل و اَنْ يحُوزَهُم من مكةَ العَرما

ترجمہ: "اطمینان سے طواف اور سعی کے بعد اور مکہ مکرمہ حرم پاک پر قبضہ کرلینے کے بعد۔"

شاهت وجوهكم من معشر تكل لا ينصرون اذا ما حاربوا ضما

ترجمہ: "ان لوگوں کی وجہ سے تمہارے چہرے برباد ہو گئے جنہوں نے ایک دوسرے پر توکل کیا ان کی مدد نہیں کی جائے گی جب انہوں نے کسی بت سے جنگ کی۔"

مکہ مکرمہ لرز اٹھا۔ مشرکین جمع ہو گئے۔ انہوں نے عہد کیا کہ اس سال مکہ مکرمہ میں ان کے ہاں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: "یہ ہاتف سلفع ہے جو بتوں کا شیطان ہے۔ عنقریب رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ ان شاءاللہ! مشرکین اسی حالت پر تھے۔ انہوں نے پہاڑ کی بلندی سے یہ اشعار سنے:

شاهت وجوهُ رجالٍ حالفوا صنما و خابَ سعيُهم ما قصَّرَ الهمَمَا

ترجمہ: "ان لوگوں کے چہرے برباد ہو جائیں جنہوں نے بت کے لیے قسم اٹھائیں۔ ان کی کوشش لاحاصل ہو گئیں۔ ان کی ہمت کتنی کوتاہ ہے۔"

انی قتلتُ عَدُوَّ اللهِ سَلفعَةً شيطانَ او ثانِكم سُحقًا لمن ظلمَا

ترجمہ: ''میں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سلفعہ شیطان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ تمہارے بتوں کا شیطان تھا۔ ہلاکت ہو ظلم کرنے والے کے لیے۔''

و قد اتاکم رسولُ اللہ فی نفرٍ   و کُلھم مُحرِمٌ لا یَسفِکونَ دَمَا

ترجمہ: ''حضور اکرم ﷺ تمہارے پاس ایک پاکیزہ گروہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ وہ سب حالت احرام میں ہیں وہ خون نہیں بہائیں گے۔''

جب مشرکین تک آپ کی روانگی کی خبر پہنچی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔ وہ اکٹھے ہوئے۔ مشاورت کی۔ انہوں نے کہا: ''کیا محمد عربی ﷺ کا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے پاس اپنے لشکر سمیت عمرہ کرنے آئیں۔ اہلِ عرب سنیں کہ وہ زبردستی ہمارے ہاں گھس آئے ہیں۔ حالانکہ ان کے اور ہمارے مابین جنگیں ہو رہی ہیں۔ بخدا! کبھی بھی اس طرح نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم میں پلک جھپکنے کی طاقت ہے۔''

انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو شہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا۔ انہوں نے احابیش سے مدد طلب کی۔ ثقیف بھی ان کے ساتھ نکلے۔ وہ بلدح کی طرف نکلے وہاں خیمے اور قبے لگا لیے۔ ان کے ہمراہ بچے اور عورتیں تھیں۔ وہاں قیام کیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہ آپ سے جنگ کریں گے۔'' انہوں نے اپنے جاسوس پہاڑوں پر مقرر کر دیے۔ وہ دس افراد تھے۔ جو ایک دوسرے کو سرگوشیاں کر کے بتاتے تھے کہ محمد عربی ﷺ نے یوں یوں کیا ہے۔ حتیٰ کہ قریش بلدح پہنچ گئے۔ حضرت بسر بن سفیان واپس آ گئے۔ اہلِ مکہ مکرمہ کو آپ کی روانگی کے بارے علم ہو چکا تھا۔ انہوں نے غدیر الاشطاط پر آپ سے ملاقات کی۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ قریش ہیں جنہوں نے آپ کی روانگی کے بارے سن لیا ہے۔ وہ باہر نکل چکے ہیں۔ ان کے ہمراہ شیر دار اونٹنیاں بھی ہیں۔ وہ عداوت اور غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ ذوطوی کے مقام پر اترے ہیں۔ انہوں نے معاہدہ کر رکھا ہے کہ آپ ان کے پاس کبھی بھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ خالد بن ولید ہے جو ان کے گھڑ سوار دستے کو کراع الغمیم تک لے آیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''قریش پر تعجب! جنگ نے انہیں مٹا دیا ہے۔ انہیں کیا تھا اگر وہ میرے اور اہلِ عرب کے درمیان سے ہٹ جاتے اگر وہ مجھے شہید کر دیتے تو ان کا مدعا پورا ہو جاتا اگر رب تعالیٰ ہمیں غلبہ دے دیتا تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ ورنہ وہ مجھ سے جنگ کرتے ان کے پاس قوت ہوتی۔ قریش کا کیا خیال ہے؟ بخدا! میں اس پر جہاد کرتا رہوں گا جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں شہید ہو جاؤں۔''

آپ کی مشاورت اور صلاۃ الخوف

پھر صحابہ کرام میں آپ کھڑے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: اما بعد! اے گروہ مسلمین! مجھے مشورہ دو۔ کیا ہم ان لوگوں کی طرف بڑھیں جنہوں نے ان کی مدد کی ہے۔ ہم ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ اگر وہ بیٹھ گئے تو وہ مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر بیٹھیں گے اور اگر وہ ہمارے پاس آئے تو وہ ایسی گردن ہوں گے جسے رب تعالیٰ نے کاٹ دیا ہوگا۔ یا ہم بیت اللہ کا قصد کریں۔ جو ہمیں روکے اس کے ساتھ جہاد کریں۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اللہ اور اس کا رسول محترم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں ہم کسی کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے۔ میری رائے کہ ہم سیدھے چلتے جائیں جو ہمیں بیت اللہ سے روکے اس کے ساتھ جہاد کریں۔'' حضرت اسید بن حضیر نے بھی اسی طرح کی رائے دی۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ہشام بن عروۃ سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عرض کی: ''بخدا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا: ''تم جاؤ اور تمہارا رب جائے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' بلکہ ہم عرض کریں گے'' آپ تشریف لے چلیں۔ آپ کا رب جلوہ افروز ہو۔ ہم تمہارے ساتھ جہاد کریں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔''

خالد بن ولید اپنے گھڑ سوار دستے سمیت آگے بڑھا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دیکھ لیا۔ اس نے آپ کے اور قبلہ کے مابین صف بندی کر لی۔ آپ نے حضرت بشر بن عباد کو حکم دیا وہ اپنے گھڑ سوار دستے کے ساتھ آگے بڑھے اور خالد کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام نے صف بندی کر لی۔ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان دی۔ اقامت کہی۔ آپ نے قبلہ کی طرف رخ انور کیا۔ صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ آپ نے ایک رکعت پڑھی۔ سجدہ کیا پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ خالد نے کہا: ''مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ اگر ہم ان پر حملہ کر دیتے تو انہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ایک اور نماز آ رہی ہے جو انہیں اپنی جانوں اور بیٹوں سے عزیز ہے۔ نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین حضرت جبرائیل یہ آیت طیبہ لے کر نازل ہو گئے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ

تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ (النساء:۱۰۲)

ترجمہ: ''اور (اے حبیب) جب آپ ان میں موجود ہوں اور قائم کریں آپ ان کے لیے نماز تو چاہیے کہ کھڑا ہو ایک گروہ ان سے آپ کے ساتھ اور وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار پس جب سجدہ کر چکیں تو وہ ہو جائیں تمہارے پیچھے اور آ جائے دوسرا گروہ جس نے (ابھی) نماز نہیں پڑھی پس (اب) وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ اور لے رہیں اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار تمنا کرتے ہیں کافر اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے اسلحہ سے اور اپنے ساز و سامان سے تو وہ ٹوٹ پڑیں تم پر یک بارگی اور نہیں کوئی حرج تم پر اگر تمہیں تکلیف ہو بارش کی وجہ سے یا ہو تم بیمار کہ اتار دو اپنے ہتھیار مگر (دشمن کی نقل و حرکت سے) ہوشیار رہو بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے عذاب رسوا کرنے والا۔''

نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو صلاۃ الخوف پڑھائی۔ تفصیل ''ابواب صلوٰۃ'' میں آ رہی ہے۔

غیر معروف رستہ سے روانگی

امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے: ''جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''اس درخت کے دائیں طرف نکلو۔ یا اس جڑی بوٹی حمض کے سامنے سے دائیں طرف ہو جاؤ۔ خالد بن ولید غمیم میں قریش کے گھڑسوار دستے کے ساتھ جاسوس بن کر آیا ہے۔ آپ نے ان سے جنگ کرنا ناپسند کیا۔ آپ ان پر رحیم تھے۔ آپ نے فرمایا: ''دائیں سمت ہو کر گزر جاؤ۔ تم میں سے کون ہے جو ثنیہ ذات الحنظل کا رستہ جانتا ہے؟ حضرت بریدہ بن حصیب نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں۔ آپ نے فرمایا: ''ہمارے آگے آگے چلو۔'' انہوں نے العصل کا رستہ اختیار کیا۔ مغرب کی طرف سرواع کی پہاڑیوں کی طرف نکلے۔ بخدا! خالد کو علم نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ وہ گرد و غبار کو دیکھنے لگا۔ وہ قریش کو خبردار کرنے کے لیے دوڑ کر گیا۔ حضرت بریدہ انہیں گھاٹیوں میں سے مشکل پہاڑی رستے میں سے لے کر نکلے۔ کبھی ان کو پتھر لگتا اور کبھی درخت کے ساتھ اٹک جاتے۔ لیکن وہ یوں جا رہے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! میں جمعۃ کے روز ان میں چلتا ہوں۔ حمزہ بن عمرو اسلمی اترے وہ مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ پھر درختوں کی اوٹ میں پھنس گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کس طرف منہ کریں۔ عمرو بن عبداللہ اسلمی اترے

مسلمانوں کے آگے آگے گئے۔حتیٰ کہ آپ نے وہ گھاٹی دیکھ لی۔آپ نے فرمایا:''یہ ثنیۃ ذات الحنظل ہے۔عمرو نے عرض کی:''ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس کی چوٹی سے نیچے آئے۔عمرو نے کہا:''میرا نفس سمجھتا تھا کہ یہ جوتے کے تلوے کی طرح تنگ تھی۔جب یہ میرے لیے ظاہر ہوئی تو اسے وسیع کر دیا گیا۔وہاں وسیع راستے تھے۔اس رات صحابہ کرام اس کی وسعت کی وجہ سے سر جھکا کر باتیں کرتے ہوئے گذرے۔وہ رات یوں ضوفشاں تھی۔گویا کہ ہم چاندنی رات میں تھے۔

حضرت ابوسعید نے فرمایا:''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔حدیبیہ کا سال تھا۔جب ہم عسفان پہنچے تو ہم رات کے آخری حصے میں چلے حتیٰ کہ ہم عقبہ ذات الحنظل میں آئے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جو ثنیۃ المرار پر چڑھا اس سے یوں گناہ مٹا دیے جائیں گے جیسے بنو اسرائیل سے مٹا دیے گئے سب سے پہلے بنو خزرج کے گھوڑے چڑھے بعد میں صحابہ کرام نے جلدی کی۔اس روز آپ نے فرمایا:

''اس رات اس گھاٹی کی مثال اس دروازہ کی سی ہے جس کے بارے رب تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے کہا تھا:

وَ ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ (البقرۃ:۵۸)

ترجمہ: ''اور داخل ہونا دروازے سے سر جھکائے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے (ہمیں) ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں اور ہم زیادہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔''

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب مسلمان مشکل جگہ سے آسان جگہ پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''یوں کہو: نستغفر اللہ و نتوب الیہ'' صحابہ کرام نے یونہی عرض کی۔آپ نے فرمایا:''یہ وہی جملہ تھا جسے بنو اسرائیل پر پیش کیا گیا مگر انہوں نے نہ کہا۔حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا:''جس نے بھی اس رات اس گھاٹی کو عبور کیا اس کو معاف کر دیا گیا۔'' جب ہم نیچے اترے تو میں نے عرض کی:''یارسول اللہ! ہمیں خدشہ ہے کہ قریش ہماری آگ کو دیکھ لیں گے۔'' آپ نے فرمایا:''وہ تمہیں نہیں دیکھیں گے۔'' صبح کے وقت آپ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔آپ نے فرمایا:''مجھے اس ذاتِ والاصفات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے سوائے ایک چھوٹے سے سوار کے بقیہ سب کاروانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا گیا ہے قوم کے سواروں نے اسے دیکھا لیکن وہ ان میں سے نہ تھا۔'' لشکر میں اسے تلاش کیا گیا۔وہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔سمندر کے ساحل کے اہل میں سے بنو ضمرہ میں سے ایک شخص گمان کرتا تھا کہ وہ صحابہ کرام میں سے ہے۔حضرت سعید سے عرض کی گئی کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس اس طرح کہا ہے۔'' حضرت سعید نے اسے کہا:''تیرے لیے بربادی! بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔آپ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔''

حضرت جابر فرماتے ہیں: ''ہم نے اسے کہا: ''آؤ! حضور اکرم ﷺ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔'' اس نے کہا: ''مجھے میرا اونٹ مل جائے۔ یہ اس سے پسندیدہ تر ہے کہ تمہارے صاحب میرے لیے مغفرت طلب کریں۔'' حضرت ابوسعید نے فرمایا: ''اس نے کہا: ''بخدا! اس کا اونٹ گم ہوا تھا۔ اس سے یہ امر حضور ﷺ کے استغفار سے اہم لگا۔ وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا اس نے پہلے اسے لشکر میں تلاش کیا۔ وہ بلند پہاڑوں پر تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا وہ نیچے گرا اور مر گیا۔ حتیٰ کہ اسے درندے کھا گئے۔ حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس روز آپ نے فرمایا: ''عنقریب تمہارے پاس اہلِ یمن آئیں گے۔ گویا کہ وہ بادل کے ٹکڑے ہوں وہ ساری روئے زمین میں سے بہتر ہیں۔''

مقامِ حدیبیہ میں نزولِ اجلال اور معجزات

حضرت مسور بن مخرمہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عازمِ سفر ہوئے۔ جب حدیبیہ کے قریب پہنچے تو اونٹنی اس راہ پر چلنے لگی جو ثنیع وادی کی طرف جاتا تھا۔ وہاں اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام نے کہا: ''حَل حَل۔'' مگر اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس نے اصرار کیا۔ مسلمانوں نے کہا: ''قصواء بیٹھ گئی ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نہ قصواء بیٹھی ہے نہ ہی اس کی یہ عادت ہے۔ مگر اس کو اسی ذات نے روک لیا ہے جس نے مکہ مکرمہ سے ہاتھی کو روک لیا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے آج مجھ سے قریش کوئی بھی ایسی شق طلب کریں گے جس میں حرماتِ الٰہیہ کی تعظیم ہوگی میں انہیں وہ ضرور عطا کر دوں گا۔'' آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ اٹھی۔ ذرا آگے جا کر واپس آ گئی۔ دوسری روایت میں ہے: ''وہ ان سے دور ہو گئی حدیبیہ کے دور کے کنارے پر ایک خشک کنویں پر بیٹھ گئی۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا صحابہ کرام نے اسے جلد ہی حاصل کر لیا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں پانی کی قلت کا سوال کیا۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ حکم دیا تو اسے کنویں میں گاڑھ دیا گیا وہ پانی سے ابلنے لگا۔ صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو سیر ہو کر پلایا۔ حضرت مسور نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر برتن بھر لیتے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے ''جس شخص نے تیر گاڑھا تھا وہ ناجیہ بن الاعجم تھے۔ یہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے حضرت ناجیہ بن جندب نے کہا وہ آپ کے قربانی کے جانور ہانک کر لے جا رہے تھے۔ روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے ناجیہ سے کہا جبکہ وہ کنویں کے اندر تھے۔

یا ایھا المائحُ دَلوِی دُونکا | انی رایتُ النّاسَ یحمدُونکا
یُثنُونَ خَیرًا و یُمَجِّدُونکا

ترجمہ: "اے وہ شخص جس نے اپنا ڈول چھوڑ کر میرا ڈول بھرا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ لوگ تمہاری تعریف کر رہے ہیں۔ وہ تمہاری عمدہ ستائش کر رہے ہیں اور تمہاری عظمت بیان کر رہے ہیں۔"

انہوں نے کنویں میں سے جواب دیا:

قد علمت جاریۃٌ یمانِیَۃٌ انی انا المائحُ و اسمی ناجیہ

ترجمہ: "وہ یمانی عورت جان گئی ہے کہ میں ہی پانی بھر رہا ہوں اور میرا نام ناجیہ ہے۔"

و طعنۃٍ ذاتِ رشَاشٍ واھیَۃ طعنُھا تحت صدورِ العادیۃ

ترجمہ: "میں نے دشمن کے سینے پر کتنے ہی ایسے زخم لگائے ہیں جو بہت چوڑے ہیں اور فوارے کی طرح خون نکالنے والے ہیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "عطاء بن مروان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "مجھے بنو اسلم کے چودہ افراد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ناجیہ بن الاعجم نے کہا" جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں پانی کی قلت کی شکایت کی گئی تو آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا۔ مجھے عطا کیا پانی کا ایک ڈول طلب فرمایا۔ میں نے اسے حاضر خدمت کیا۔ آپ نے اس سے وضو کیا کلی کی پھر ڈول میں پانی ڈال دیا۔ صحابہ کرام شدید گرمی میں تھے۔ صرف ایک ہی کنواں رہ گیا تھا۔ مشرکین بلدح کی طرف آگے بڑھ چکے تھے انہوں نے کنوؤں پر قبضہ کر لیا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "ڈول لے کر کنویں کے نیچے اتر جانا۔ یہ ڈول اندر انڈیل دینا۔ پھر پانی میں یہ تیر گاڑھ دینا۔" میں نے اسی طرح کیا۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں مشکل ہی سے باہر نکلا حتیٰ کہ پانی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ ہنڈیا کی طرح ابلنے لگا۔ اس کا پانی بلند ہو کر کنارے تک پہنچ گیا۔ صحابہ کرام اس کے اوپر بیٹھ کر پانی پی لیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ سارے سیراب ہو گئے۔ اس کنویں پر بعض منافق بھی تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ اوس بن خولی نے کہا: "ابوالحباب! تیرے لیے ہلاکت! اب وقت آ گیا ہے کہ تیری آنکھیں کھل جائیں کیا اس کے بعد بھی کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا: "میں نے اس طرح کے معجزات پہلے بھی دیکھے ہیں۔" اوس نے کہا: "اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری رائے کو رسواء کرے۔" ابن ابی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "ابوالحباب! تو نے یہ معجزہ دیکھا ہے جیسے کہ صحابہ کرام نے دیکھا ہے۔" اس نے عرض کی: "میں نے اس جیسا معجزہ کبھی نہیں دیکھا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تو نے وہ بات کیوں کی؟" ابن ابی نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن ابی نے بھی عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے اس کے لیے مغفرت طلب کی۔"

ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں تیر لے کر کنوئیں کے اندر اترا تھا۔''

دوسری داستان

امام احمد، امام بخاری، الطبرانی، امام حاکم نے الاکلیل میں اور ابونعیم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے اور امام بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ حضرت براء نے فرمایا: ''ہم حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے۔ ہم مقام حدیبیہ پر ٹھہرے ہم چودہ سو تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ جس پر ہم پہلے پہنچ چکے تھے۔ اس میں اتنا پانی تھا۔ جو پچاس بکریوں کو بھی سیراب نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تھوڑا تھوڑا رس رہا تھا۔ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔'' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''شدید گرمی تھی۔ لوگوں نے آپ کی بارگاہِ والا میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ اس کنوئیں کے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ اس کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک برتن منگوایا اس میں وضو کیا۔ پھر کلی کی اور دعا مانگی۔ پھر وہ ڈول اس کنوئیں میں انڈیل دیا۔ ہم نے کچھ دیر اسے چھوڑے رکھا۔ پھر اس نے ہمیں اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا۔'' حضرت براء نے فرمایا: ''میں نے اپنے آخری شخص کو دیکھا۔ وہ کپڑے کے ساتھ باہر نکل آیا تاکہ غرق نہ ہو جاتے حتیٰ کہ وہاں چشمہ جاری ہو گیا۔'' حضرت ابن عباس اور عروہ نے فرمایا: ''پانی بہت زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ صحابہ کرام اس کے کنارے پر بیٹھ کر چلو بھر لیتے تھے۔''

ایک اور داستان

امام بخاری نے المغازی میں اور اشربۃ میں حضرت جابر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''حدیبیہ کے روز صحابہ کرام کو پیاس لگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چھوٹا برتن پڑا ہوا تھا۔'' حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ تھوڑا سا پانی دستیاب ہوا جسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ صحابہ کرام آپ کی سمت آئے۔ آپ نے پوچھا ''کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں یا پئیں۔ صرف آپ کے اس برتن میں پانی ہے۔'' آپ نے اسے بھی پیالے میں انڈیل لیا ہے۔'' آپ نے اس پیالے میں دستِ اقدس رکھا۔ پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے چشموں کی طرح بہنے لگا۔ ہم نے پانی پیا۔ وضو کیا۔'' حضرت سالم بن ابی جعد فرماتے ہیں ''میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اس روز تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں

نے فرمایا: "اگر ہماری تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی پھر بھی ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا۔ ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔"

بارش کا نزول

امام بخاری، امام مسلم، ابوعوانہ اور امام بیہقی نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "ہم حدیبیہ کے سال آپ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ ایک رات بارش ہوئی۔ آپ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی پھر ہماری طرف چہرہ انور کیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہہ رہا ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ میرے بندوں میں سے بعض نے حالتِ ایمان اور بعض نے حالتِ کفر میں صبح کی۔ مومن نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے ہم پر بارش برسی۔" وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے کہا: "فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔" وہ ستاروں پر ایمان لانے والا اور میرا کفر کرنے والا ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "ابن ابی نے کہا تھا: یہ خریف کا ستارہ ہے۔ ہم پر شعری کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ملیح نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: حدیبیہ کے روز ہم پر بارش برسی جس نے ہمارے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھگوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: "اپنے اپنے کجاوؤں میں ہی نماز پڑھ لو۔" عمرو بن سالم اور بسر بن سفیان خزاعی نے بارگاہِ رسالت مآب میں بکریاں اور اونٹ پیش کیے۔ حضرت عمرو نے حضرت سعد بن عبادہ کو بھی اونٹ پیش کیے وہ ان کے دوست تھے۔ حضرت سعد نے وہ اونٹ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیے۔ انہوں نے عرض کی: عمرو نے مجھے یہ اونٹ بطور تحفہ دیے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے یہ جانور ہمیں بھی تحفہ کے طور پر دیے ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ عمرو میں برکت ڈالے۔" آپ نے حکم دیا تو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ ان کا گوشت صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا۔ بکریاں ویسے ہی ان میں تقسیم کر دی گئیں آپ نے بھی ان میں شرکت کی۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح گوشت ملا جس طرح کسی اور صحابی کو ملا تھا۔ آپ نے بھی اپنی بکری میں شرکت کی۔ اس کا کچھ حصہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ملا۔ آپ نے تحفہ لانے والے کو لباس دینے کا حکم دیا۔

قریش کی سفارت

جب آپ حدیبیہ میں پرسکون ہو گئے تو بدیل بن ورقاء بنو خزاعہ میں سے کچھ افراد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عمرو بن سالم، خراش بن امیہ، خارجہ بن کرز اور یزید بن امیہ بھی شامل تھے۔ یہ تہامہ میں آپ کے خیر خواہ تھے۔

بعض مسلمان تھے بعض نے آپ کے ساتھ عہد کر رکھا تھا۔ وہ تہامہ کا کوئی واقعہ بھی آپ سے نہیں چھپاتے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ سلام عرض کیا۔ بدیل بن ورقاء نے کہا ہم آپ کی قوم کعب بن لوی اور عامر بن لوی کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ انہوں نے آپ کے خلاف احابیش اور دیگر اطاعت گزاروں سے مدد طلب کر لی ہے۔ وہ حدیبیہ کے کنوؤں پر فروکش ہیں۔ ان کے پاس شیر دار اونٹنیاں عورتیں اور بچے ہیں۔ وہ قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے حتیٰ کہ ان کے سردار ہلاک ہو جائیں۔''

حضور داعی اعظم ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے۔ ہم اس بیت اللہ کا طواف کرنے آئے ہیں جو ہم کو اس سے روکے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔ قریش کو جنگوں نے نقصان دیا ہے انہیں کمزور کر دیا ہے اگر وہ پسند کریں تو میں ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں۔ وہ اس میں امن سے رہیں گے۔ وہ اس دوران مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیں لوگوں کی تعداد کثیر ہے اگر وہ مجھ پر غالب آ گئے تو قریش کا بھی یہی ارادہ ہے اگر میرا معاملہ لوگوں پر غالب آ گیا تو انہیں اختیار ہوگا چاہیں تو وہ لوگوں کے ساتھ اس دین میں داخل ہو جائیں یا جنگ کر لیں۔ اس وقت ان کے پاس بہت سی قوت ہوگی۔ اگر وہ انکار کریں تو پھر میں اپنے اس معاملہ میں بھرپور سعی کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں شہید ہو جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنا معاملہ پورا کر دے۔''

بدیل نے آپ کے فرمان کو اچھی طرح یاد کیا۔ عرض کی: ''آپ کا یہ فرمان میں قریش تک پہنچاؤں گا۔'' وہ واپس گیا وہ اور اس کا کارواں قریش کے پاس پہنچے۔ قریش کے بعض افراد نے کہا: ''یہ بدیل اور اس کے ساتھی ہیں۔ وہ تم سے خبریں لینے آئے ہیں۔ اس سے ایک حرف تک نہ کہنا۔ جب بدیل نے دیکھا کہ وہ اسے کوئی بات نہیں کر رہے۔ اس نے کہا: ''ہم محمد عربی ﷺ کے پاس سے آئے ہیں کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہم تمہیں ان کے بارے کچھ بتائیں۔'' عکرمہ اور حکم بن عاص نے کہا: ''ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہیں بتا دو کہ وہ اس سال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے۔'' عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: ''بدیل کی بات سن لو اگر پسند آئے تو قبول کر لینا۔ ورنہ ترک کر دینا۔''

صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام نے کہا: ''بدیل! ہمیں بتاؤ کہ تم نے کیا سنا کیا دیکھا؟ بدیل نے کہا: ''تم محمد عربی ﷺ کے بارے جلدی کر رہے ہو۔ وہ جنگ کے لیے نہیں آئے وہ عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔'' اس نے انہیں حضور اکرم ﷺ کا فرمان سنایا۔ عروہ نے کہا: ''قریش! کیا تم مجھے تہمت لگاتے ہو؟'' قریش: ''نہیں۔'' عروہ: ''کیا تم میرے باپ کی طرح نہیں ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں'' عروہ: کیا میں اولاد کی مانند نہیں ہوں۔ قریش: ہاں! عروہ سبیعہ بنت عبد شمس قرشیہ کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا: ''کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری نصرت پر ابھارا تھا۔ جب انہوں نے جواب نہ دیا تو میں خود، اپنے بچے اور اپنے اطاعت گزاروں کو لے کر تمہارے پاس آ گیا تھا۔'' قریش: ہاں! تم نے اس طرح کیا تھا۔ تم پر کوئی تہمت نہیں

ہے۔" اس نے کہا: "میں تمہیں ایک نصیحت کرنے لگا ہوں۔ میں اسے تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ بدیل تمہارے پاس بہت عمدہ بات لے کر آیا ہے۔ جسے ایک شریر شخص ہی رد کر سکتا ہے اسے قبول کر لو۔ مجھے بھیجو حتیٰ کہ میں ان کا موقف معلوم کر کے آؤں۔" میں ان کے ساتھیوں کو دیکھوں گا۔ میں تمہارا جاسوس بن کر جاؤں گا۔ حتیٰ کہ تمہیں ان کی خبر لا کر دوں گا۔" قریش نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ! میں نے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ وہ حدیبیہ کے کنوؤں پر فروکش ہیں۔ ان کے پاس شیر دار جانور ہیں۔ انہوں نے احابیش اور ان کے پیروکاروں کو بھی بلا لیا ہے۔ انہوں نے پختہ عزم کیا ہے۔ وہ قسمیں اٹھا رہے ہیں وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حتیٰ کہ آپ انہیں ہلاک کر دیں۔ آپ میں اور ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے مابین دو امور میں سے ایک امر ہے۔ یا تو آپ اپنی قوم کو ہلاک کر دیں گے۔ میں نے کسی شخص کے بارے نہیں سنا جس نے اپنی قوم اور اہل کو ہلاک کیا ہو۔ یا آپ کے ساتھی آپ کو رسوا کر دیں گے۔ مجھے آپ کے ساتھ معزز لوگ نظر نہیں آ رہے۔ یہ کچھ اوباش لوگ ہیں جن کے چہروں اور نسبوں سے میں آگاہ نہیں ہوں۔ یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔" دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا۔

"گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ قریش کے ساتھ جنگ آزما ہوئے تو یہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں گے آپ کو قیدی بنا لیا جائے گا۔ اس سے زیادہ شدید امر اور کیا ہو گا؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "لات کے چیتھڑے چومنے والے! کیا ہم آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ آپ کو رسوا کریں گے؟ عروہ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" صحابہ کرام نے کہا: "ابوبکر صدیق۔" عروہ نے کہا: "بخدا! اگر آپ کا وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلا نہیں چکایا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔"

عروہ نے اپنی دیت کے بارے لوگوں سے مدد طلب کی تھی کسی نے دو اور کسی نے تین اونٹ دیے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دس اونٹ دیے۔ عروہ پر ان کا یہی احسان تھا۔ عروہ جب بھی گفتگو کرتا تھا اس کا ہاتھ آپ کی ریش مبارک تک جاتا تھا۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ چہرے پر خود تھا۔ جب عروہ آیا تو انہوں نے یہ خود پہنا تھا۔ جب بھی عروہ کا ہاتھ حضور پاک ﷺ کی داڑھی تک جاتا تو وہ اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر مارتے اور کہتے: "اپنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک تک نہ لے جا ورنہ تلوار سے کام تمام کر دوں گا۔ مشرک کے لیے روا نہیں کہ وہ اسے مس کرے۔" جب حضرت مغیرہ نے بار بار اسی طرح کیا تو عروہ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا: "تم کتنے سخت اور غصیلے ہو۔ کاش! مجھے علم ہو جاتا کہ یہ کون ہے جس نے مجھے تکلیف دی ہے۔ میں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ اور شریر شخص تم

یں نہیں دیکھا۔" یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔" عروہ نے کہا: "ارے تم ہو! بخدا! میں نے کل ہی عکاظ میں تمہاری گندگی صاف کی ہے۔ تم نے آخری زمانہ تک ثقیف کے ساتھ عداوت کا وارث بنادیا تھا۔" یہ تفصیل بعد میں آئے گی۔

عروہ نے اپنی آنکھوں سے صحابہ کرام کا عشق انگیز منظر دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ جب بھی لعاب دہن پھینکتے تو وہ کسی صحابی کے ہاتھوں پر گرتا۔ وہ اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا۔ آپ اگر انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ بجالانے میں جلدی کرتے۔ اگر آپ وضو فرماتے تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے قریب تھا کہ صحابہ کرام باہم لڑ پڑتے۔ جو بال مبارک نیچے گرتا وہ اسے فوراً اٹھا لیتے جب وہ گفتگو کرتے تو اپنی آواز پست کر لیتے۔ از روئے تعظیم آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف نہ دیکھتے تھے۔ جب عروہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا اور آپ نے اسے وہی جواب دیا جو بدیل کو دیا تھا تو عروہ قریش کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم! میں بادشاہوں میں سے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا۔ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے درباری اتنے اطاعت گزار ہوں جتنی اطاعت محمد عربی ﷺ کے صحابہ کرام ان کی کرتے ہیں۔ وہ بادشاہ نہیں ہیں وہ جب لعاب دہن پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر ایک اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو سب وضو کا پانی حاصل کرنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں۔ قریب ہوتا ہے کہ ان میں لڑائی ہو جائے کہ اس میں کسی کو کیا نصیب ہوتا ہے۔ ان کا جو بال مبارک بھی نیچے گرتا ہے صحابہ کرام اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ گفتگو کے وقت وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں۔ از روئے تعظیم ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ ان کی اجازت کے بغیر کوئی گفتگو نہیں کرتا۔ جب اسے اذن ملتا ہے تو عرض پیش کرتا ہے۔ اگر اذن نہ ملے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ انہوں نے آپ کو عمدہ بات پیش کی ہے اسے قبول کر لو۔ میں نے اپنی قوم کو محتاط کر دیا ہے۔ جان لو اگر تم نے ان سے تلوار کا تقاضا کیا تو جانثاران مصطفی ﷺ تمہاری یہ تمنا بھی پوری کر دیں گے۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو یہ پرواہ نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ جب تم نے ان کے ساتھی کو روک دیا۔ بخدا! ان کے ہمراہ میں نے ایسی عفت مآب خواتین بھی دیکھیں ہیں جو کسی حال میں بھی محمد عربی ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گی۔ رائے قائم کر لو۔ ان کے پاس جاؤ۔ جو تم کو پیش کرتے ہیں قبول کر لو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ خدشہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے خلاف تمہاری مدد نہ کی جائے جو بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی زیارت کے لیے آئے۔ اس کے پاس قربانی کے جانور بھی ہوں جنہیں ذبح کر کے وہ واپس چلا جائے۔" قریش: ابو یعفور! اس طرح کی باتیں نہ کرو۔ کیا تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کی ہے؟ لیکن ہم انہیں اس سال واپس بھیج دیں گے۔ وہ آئندہ سال آئیں گے۔" عروہ: میرے

خیال میں تمہیں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔" پھر وہ اور اس کے ساتھی طائف چلے گئے۔

حلیس بن علقمہ کنانی اٹھا۔ یہ احابیش کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے کہا: "مجھے اجازت دو میں ان کی خدمت میں جاتا ہوں۔" قریش: جاؤ۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: "اس کا تعلق اس قبیلہ کے ساتھ ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کی عزت کرتے ہیں۔ اس کے سامنے سے جانور گزارو، صحابہ کرام نے اس کے سامنے سے جانور گزارے۔ جب اس نے جانور دیکھے جن سے وادی بھری ہوئی تھی۔ جنہوں نے قلادے پہن رکھے تھے زیادہ رکنے کی وجہ سے ان کے بال بھی جھڑ چکے تھے۔ وہ رک رک کر آواز نکال رہے تھے۔ صحابہ کرام کی زبانوں پر لبیك اللھم لبیك کے ترانے تھے وہ نصف ماہ سے وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کی بو تبدیل ہو چکی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے، وہ چیخ اٹھا۔ اس نے کہا: "سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا روا نہیں۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا کہ لخم، جذام، کندہ اور حمیر کے قبائل حج کریں اور حضرت عبدالمطلب کے فرزند ارجمند کو روک دیا جائے۔ ان کو بیت اللہ کی زیارت سے نہیں روکنا چاہیے۔ رب کعبہ کی قسم! قریش ہلاک ہو گئے۔ یہ لوگ تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔" "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں! بنو کنانہ کے بھائی!"

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچا تھا۔ جب اس نے جانور دیکھ لیے تو ان کی تعظیم بجالایا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضور ﷺ نے دور سے ہی اسے مخاطب فرمایا ہو۔"

وہ قریش کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جسے روکنا درست نہیں۔ میں نے جانور دیکھے جنہوں نے قلادے پہن رکھے ہیں۔ زیادہ رکنے کی وجہ سے ان کے بال جھڑ چکے ہیں۔ آدمیوں کی بو تبدیل ہو چکی ہے۔ انہیں جوئیں پڑ چکی ہیں۔ انہیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا درست نہیں۔ بخدا! ہم نے اس پر تمہارے ساتھ معاہدہ تو نہیں کیا تھا کہ ہم ہر اس شخص کو بیت اللہ سے روکیں گے جو اس کی تعظیم بجالاتے ہوئے آئے گا۔ اس کا حق ادا کرتے حاضر ہو گا۔ وہ جانور کو اس کے مقام تک لے جانا چاہتا ہو گا۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم ان کے رستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں سارے احابیش کو لے کر چلا جاؤں گا۔" قریش نے کہا: "حلیس! ذرا رکو! حتیٰ کہ ہم اپنے لیے وہ کچھ لے لیں جس پر ہم راضی ہو جائیں۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "تم بدو ہو۔ تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ محمد عربی ﷺ کی طرف سے مکر و فریب ہے۔"

مکرز بن حفص اٹھا۔ اس نے کہا: "مجھے اجازت دو میں ان کے پاس جاتا ہوں۔" جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ نے کہا: "یہ ایک دھوکہ باز شخص ہے۔" جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے اسی طرح گفتگو فرمائی

جس طرح بدیل اور عروہ سے گفتگو کی تھی۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور آپ کی گفتگو انہیں سنائی۔

حضرت خراش بن امیہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی سفارت

محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر وغیرہما نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ کو اپنے اونٹ پر قریش کے پاس بھیجا۔اس اونٹ کا نام ثعلب تھا تاکہ وہ قریش کو بتائیں کہ آپ کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔عکرمہ نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔حضرت خراش کو قتل کرنا چاہا لیکن احابیش نے روک دیا۔انہوں نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور قریب تھا کہ وہ کچھ آپ سے عرض نہ کرتے جو کچھ انہیں سامنا کرنا پڑا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''جب آپ نے حدیبیہ کے مقام پر نزولِ اجلال فرمایا تو قریش گھبرا گئے۔آپ نے پسند کیا کہ آپ اپنے صحابہ کرام میں سے کسی شخص کو ان کے پاس بھیجیں۔آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ انہیں قریش کی طرف بھیجیں۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! مجھے اپنے بارے قریش سے خطرہ ہے۔قریش جانتے ہیں کہ میں ان سے کتنی عداوت رکھتا ہوں۔بنو عدی کا کوئی شخص بھی وہاں نہیں جو میرا تحفظ کرے۔''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔'' آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔حضرت عمر فاروق نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کو ایسے شخص کے بارے بتاتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ معزز ہے۔اس کا قبیلہ وہاں آباد ہے جو اس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔وہ آپ کا پیغام بھی پہنچا دیں گے یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''قریش کے پاس جاؤ۔انہیں بتاؤ کہ ہم جنگ کے لیے نہیں آئے۔ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔'' آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے مسلمان مرد اور خواتین کے پاس جائیں اور انہیں فتح کی بشارت دیں۔انہیں بتائیں کہ رب تعالیٰ عنقریب مکہ مکرمہ میں اپنا دین غالب کر دے گا۔اس جگہ ایمان لے کر چھپنا نہیں پڑے گا۔''

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ قریش کے پاس گئے۔بلدح سے ان کے پاس سے گذرے۔انہوں نے کہا: ''کہاں جارہے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔تاکہ میں تمہیں رب تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔دین الٰہی میں مکمل داخل ہو جاؤ رب تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا کرے گا۔اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت دے گا۔دوسری بات یہ ہے کہ تم رک جاؤ۔یہ معاملہ کسی اور کے سپرد کر دو۔اگر وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب آگیا تو تمہارا ارادہ بھی یہی ہے۔اگر وہ فتح مند ہو گئے تو پھر تمہارے پاس دو اختیار ہوں گے۔یا تو اس دین حق میں داخل ہو جانا یا آپ سے جنگ کر

لینا۔اس وقت تمہاری تعداد کثیر اور زیادہ ہوگی۔جنگ نے تمہیں کمزور کر دیا ہے۔تمہارے چیدہ چیدہ افراد ختم کر دیے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضور انور ﷺ تمہیں بتا رہے ہیں کہ آپ کسی سے قتال کرنے نہیں آئے۔بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں ان کے پاس قربانی کے جانور ہیں۔جن پر قلادے ہیں وہ انہیں ذبح کر کے واپس چلے جائیں گے۔"

قریش: جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا ہے۔بخدا! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔وہ قوت سے ہمارے ہاں نہیں آسکتے۔اپنے صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں بتادو کہ وہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔"ابان بن سعید ان سے ملا۔انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ پناہ دی۔کہا:"اپنی ضرورت پوری کریں۔"وہ اپنے گھوڑے سے اترا زین پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔اس نے کہا:

اقبل ادبرہ لا تخف احدا   بنوسعید اعزۃ الحرم

ترجمہ: "آپ آئیں جائیں کسی سے خدشہ نہ کھائیں بنوسعید حرم پاک کے معزز لوگ ہیں (یا طاقتور لوگ ہیں)۔"

وہ انہیں لے کر مکہ چلا گیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرداران مکہ میں سے ایک ایک کے پاس گئے۔وہ انہیں یہی جواب دیتے تھے۔"محمد عربی ﷺ مکہ مکرمہ میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکتے۔"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمان مردوں اور عورتوں کے پاس گئے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں:"وہ وقت آگیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اہل ایمان کو چھپنا نہیں پڑے گا۔"یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہمارا سلام پیش کرنا۔"

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا پیغام پہنچانے سے فارغ ہوئے۔تو قریش نے کہا:"اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔"انہوں نے کہا:"میں اس وقت تک اس کا طواف نہیں کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ اس کا طواف کر لیں۔"وہ تین روز تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے اور قریش کو دعوت اسلام دیتے رہے۔

حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:"ہم میں سے صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے پاس گئے ہیں۔ وہ اس کا طواف کر لیں گے۔"آپ نے فرمایا:"مجھے یقین ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے حالانکہ ہمیں روک دیا گیا ہے۔"صحابہ کرام نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ وہاں تک پہنچ چکے ہیں اب انہیں کیا چیز روک سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا:"میرا یقین ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہم اس کا طواف کر لیں۔"

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اگر وہ وہاں ایک سال تک بھی ٹھہرے رہے وہ پھر بھی طواف نہیں کریں گے حتیٰ کہ میں طواف کر لوں۔"

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا: "ابو عبداللہ! بیت اللہ کا طواف کر کے تم نے پیاس بجھا لی ہو گی؟" انہوں نے کہا: "تم نے میرے بارے کتنی بدگمانی کی ہے۔ بخدا! اگر میں ایک سال وہاں رہتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حدیبیہ میں جلوہ افروز رہتے میں طواف نہ کرتا حتیٰ کہ آپ طواف کر لیتے۔ قریش نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔" صحابہ کرام نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسنِ ظن رکھنے والے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو رات کے وقت نگرانی کا حکم فرماتے تھے۔ تین صحابہ کرام باری باری نگرانی کرتے تھے۔ حضرت اوس بن خولی حضرت عباد بن بشر، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ ایک رات حضرت محمد بن مسلمہ نگرانی کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ قریش نے پچاس افراد بھیجے ان میں مکرز بن حفص بھی تھا۔ انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد چکر لگائیں۔ انہیں امید تھی کہ وہ کسی کو قتل کر دیں گے یا شب خون ماریں گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں پکڑ لیا۔ اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ مکرز بھاگ نکلا اپنے ساتھیوں کو بتایا۔ آپ کا فرمان سچ ثابت ہوا کہ وہ ایک مکار شخص ہے آپ کے کچھ صحابی آپ کی اجازت سے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ ان میں حضرات کرز بن جابر فہری، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، عبداللہ بن حذافہ، ابو الروم بن عمیر عبدری، عیاش بن ابی ربیعہ، ہشام بن العاص، ابو حاطب بن عمرو، عمیر بن وھاب، حاطب بن ابی بلتعہ اور عبداللہ بن ابی امیۃ شامل تھے۔ وہ حضرت عثمان غنی کی پناہ میں یا چھپ کر داخل ہوئے تھے۔ ان کے بارے علم ہو گیا اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ قریش کو وہ خبر بھی مل گئی کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ قریش کا ایک گروہ آیا۔ وہ مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مسلمانوں نے مشرکین کے بارہ سواروں کو گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابن زنیم شہید ہو گئے۔ انہوں نے حدیبیہ کی گھاٹی سے دیکھا تھا مشرکین نے انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ قریش نے سہیل بن عمرو، خویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص کو بھیجا۔ جب سہیل آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: "تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔" سہیل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے جو صحابہ کرام گرفتار ہوئے ہیں یا جنہیں تیر کا نشانہ لگا ہے۔ یہ رائے ہمارے اہلِ دانش کی رائے نہیں ہے۔ بلکہ جب ہمیں یہ علم ہوا تو ہم نے اسے ناپسند کیا۔ ہمیں پہلے علم نہ تھا۔ وہ ہمارے احمق ہیں ہمارے وہ ساتھی آزاد کر دیں جو پہلے اور بعد میں گرفتار ہوئے۔" آپ نے فرمایا: "میں انہیں چھوڑنے والا نہیں حتیٰ کہ تم میرے صحابہ کرام کو آزاد کر دو۔" انہوں نے کہا: "آپ نے انصاف کیا ہے۔ سہیل اور اس کے ساتھیوں نے قریش کی طرف شتیم بن عبد مناف تیمی کو بھیجا۔ قریش نے حضرات عثمان غنی اور دیگر صحابہ کرام کو چھوڑ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قریش کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عثمان غنی کے پہنچنے سے قبل آپ تک یہ خبر پہنچ چکی تھی

کہ حضرت عثمان غنی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اسی وجہ سے آپ نے بیعت لی۔

بیعت رضوان

جب آپ تک یہ افواہ پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ نے صحابہ کرام کو بیعت کی طرف بلایا۔ آپ نے فرمایا: ''ہم روانہ نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم مشرکین سے بدلہ لیں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو مازن بن نجار کے گھروں کے پاس تشریف لائے۔ وہ حدیبیہ کے ایک گوشے میں فروکش تھے۔ آپ سبز درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ اور فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھے بیعت کا حکم دیا ہے۔'' صحابہ کرام بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہو گئے۔ ان کا اژدہام ہو گیا۔ بنو مازن کا ساز و سامان روندھ دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسلحہ زیب تن کیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس لکڑی کی طرف گئیں جس کے سایہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کے وسط میں چھری باندھ لی۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا: ''ہم دوپہر کے وقت سو رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: ''اے لوگو! بیعت بیعت! حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکلو۔'' حضرت سلمہ بن الاکوع نے فرمایا: ''ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ سمرہ کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی۔'' امام مسلم کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا:

''میں نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی۔ پھر صحابہ کرام آپ کی بیعت کرتے رہے۔ وسط میں آپ نے فرمایا: ''سلمہ! بیعت کرو۔'' میں نے عرض کی: ''میں نے سب سے پہلے بیعت کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر کرو۔'' آپ نے دیکھا کہ میرے پاس اسلحہ نہ تھا۔ آپ نے مجھے ایک ڈھال عطا کی۔ پھر صحابہ کرام کو بیعت کرتے رہے۔ آخر میں مجھے فرمایا: ''یا سلمہ! کیا تم میری بیعت نہیں کرو گے!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سب سے پہلے اور وسط میں آپ کی دو دفعہ بیعت کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر بیعت کرلو۔'' میں نے تیسری بار آپ کی بیعت کی۔ آپ نے فرمایا: ''سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! مجھے میرے چچا عامر ملے ان کے پاس اسلحہ نہ تھا۔ میں نے وہ انہیں دے دی ہے۔'' یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس شخص کی طرح ہو جس نے عرض کی: ''مولا! مجھے ایسا محبوب دے جو مجھے میرے نفس سے پیارا ہو۔'' صحیح بخاری میں ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی۔'' ان سے عرض کی گئی: ''تم نے کس بات پر آپ کی بیعت کی؟'' انہوں نے کہا: ''موت پر۔''

صحیح بخاری میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے پہلے بیعت کی۔

لیکن یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے روز حضرت عبداللہ کو بھیجا ان کا گھوڑا ایک انصاری شخص کے پاس تھا تاکہ وہ گھوڑا لے کر آئیں اور وہ اس پر جہاد کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ حضرت عمر کو اس کا علم نہ تھا۔ حضرت عبداللہ نے آپ کی بیعت کر لی پھر گھوڑا لے کر حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یہی واقعہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہ قیلولہ کرنے کے لیے درختوں کے سایہ میں چلے گئے۔ اچانک صحابہ کرام آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عبداللہ! دیکھو صحابہ کرام آپ کے اردگرد کیوں جمع ہیں؟ وہ گئے انہوں نے دیکھا کہ وہ آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ انہوں نے بیعت کی۔ پھر حضرت عمر فاروق کے پاس گئے۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

امام الطبرانی نے حضرت عطا ابن ابی رباح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت ابن عمر سے کہا: ''کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیعت رضوان میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! میں نے پوچھا: ''اس روز آپ نے کیا پہن رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: ''روئی کی قمیص، جبہ، چادر اور تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ میں نے حضرت نعمان بن مقرن کو دیکھا وہ آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے۔ سر اقدس سے درخت کی شاخیں اٹھائے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی۔ حضرت عمر درخت سمرہ کے نیچے آپ کے دستِ اقدس کو پکڑے ہوئے تھے۔ جد بن قیس انصاری کے علاوہ سب نے آپ کی بیعت کی۔ وہ اونٹ کی کمر کے پیچھے چھپا رہا۔''

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''گویا کہ میں جد بن قیس کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ وہ صحابہ کرام سے چھپ کر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے اس بات پر آپ کی بیعت کی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ ہم نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی۔''

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس روز حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی بیعت کر رہے تھے۔ میں درخت کی شاخیں اوپر اٹھائے ہوا تھا۔ میں نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی بلکہ ہم نے اس پر آپ کی بیعت کی کہ ہم راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔''

الطبرانی نے ابن عمر سے، امام بیہقی نے شعبی سے حضرت زر بن حبیش سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی۔ تو سب سے پہلے حضرت ابوسنان الاسدی نے یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں بیعت کرلوں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم کس امر پر میری بیعت کرو گے؟'' انہوں نے عرض کی: ''جو کچھ آپ کے نفس میں ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے نفس میں کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں آپ کے سامنے اتنی شمشیر زنی کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا کرے گا یا میں شہید ہو جاؤں گا۔'' انہوں نے آپ کی بیعت کی اور صحابہ کرام نے حضرت ابوسنان کی بیعت کی طرح بیعت کی۔

امام بیہقی نے حضرت انس سے اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ نے بیعت کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہلِ مکہ کی طرف بھیجا تھا۔ لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے یوں عرض کی: ''مولا! عثمان تیرے اور تیرے رسولِ محترم ﷺ کے ضروری کام گئے ہیں۔'' آپ نے ایک دستِ اقدس کو دوسرے پر مارا۔ حضرت عثمان سے زیادہ آپ کے ہاتھ ان کے لیے بہتر تھے۔

امام بخاری، ابن مردویہ نے حضرت طارق بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا۔ جو نماز ادا کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' لوگوں نے مجھے بتایا: ''اس درخت کے نیچے صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں۔ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس آیا۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ''میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ وہ ان خوش نصیب لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جب ہم آئندہ سال روانہ ہوئے تو ہم اسے فراموش کر چکے تھے۔ ہم اس پر قادر نہ تھے۔ حضرت سعید نے کہا: ''صحابہ کرام اسے نہیں جانتے تھے۔ تم اسے جانتے تھے کیا تم ان سے زیادہ عالم تھے؟''

ابن سعد نے جید سند کے ساتھ حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ اس واقعہ کے کئی سال بعد صحابہ کرام سفر پر روانہ ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی اس درخت کو نہیں جانتا تھا۔ وہ اس درخت کے بارے اختلاف کرنے لگے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ''وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔''

ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں۔ جس کے نیچے آپ کی بیعت کی گئی تھی۔ وہ اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے انہیں جھڑکا پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔

امام بخاری اور ابن مردویہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت سعید بن

میب سے کہا: ''بیعت رضوان میں کتنے صحابہ کرام نے شرکت کی تھی؟'' انہوں نے کہا: ''ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔'' میں نے کہا
کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''اس وقت صحابہ کرام کی تعداد چودہ سو تھی۔'' حضرت سعید نے کہا: ''اللہ تعالیٰ
ان پر رحم کرے انہیں وہم ہو گیا ہے۔ انہوں نے ہی مجھے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد پندرہ سو تھی۔''

امام بخاری، امام مسلم اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا ہے کہ اصحاب الشجرۃ کی تعداد تیرہ سو
تھی۔ بنو اسلم مہاجرین کا نواں حصہ تھے۔'' امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس بیعت میں بنو اسلم ایک سو تھے۔

شیخ سعید بن منصور اور شیخان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حدیبیہ کے روز
ہماری تعداد ۱۴ سو تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا: ''تم روئے زمین پر سب سے بہترین لوگ ہو۔'' امام احمد، ابو داؤد،
ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا: ''جن خوش بخت افراد نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔''

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حدیبیہ کے روز ہم سے
آپ نے فرمایا: ''رات کے وقت آگ نہ جلاؤ۔'' پھر فرمایا: ''آگ جلاؤ۔ کھانا پکاؤ۔ تمہارے بعد کوئی قوم تمہارے مد اور صاع
کو نہیں پہنچ سکے گی۔''

جب سہیل بن عمرو، خویطب اور مکرز وغیرہم نے دیکھا کہ صحابہ کرام کتنی سرعت سے بیعت کر رہے ہیں۔ جنگ کی
طرف ان کی تیزی دیکھی تو وہ رعب اور خوف سے بھر گئے۔ انہوں نے فیصلہ کرنے کی طرف جلدی کی۔ پھر آپ کے پاس یہ خبر
آ گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے جو افواہ اڑی تھی وہ غلط تھی۔

صلح نامہ

ابن اسحاق، ابوعبید، عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن جریر اور محمد بن عمر نے مسور بن
مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ شیخین نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان اور ان کے ساتھی آ
گئے تو سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھی قریش کے پاس گئے۔ انہیں بتایا کہ صحابہ کرام نے کتنی تیزی سے آپ کی بیعت کی تھی
اور کتنی جلدی جنگ کی تیاری کی تھی۔ یہ سن کر ان کا رعب شدت اختیار کر گیا۔ ان میں سے اہل رائے نے کہا اس سے بہتر اور
کوئی امر نہیں کہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لیں کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں۔ وہ بیت اللہ کی طرف نہ جائیں حتیٰ کہ وہ اہل
عرب جنہوں نے آپ کی روانگی کی خبر سن لی تھی وہ یہ بھی سن لیں کہ ہم نے انہیں روک دیا ہے۔ آپ آئندہ سال آئیں۔ تین روز

تک مکہ مکرمہ میں ٹھہریں۔ جانور ذبح کریں پھر واپس چلے جائیں۔ ہمارے شہر میں قیام کریں لیکن ہم پر حملہ نہ کریں۔" انہوں نے انہی شرائط پر اتفاق کرلیا۔ پھر انہوں نے سہیل بن عمرو، خویطب اور مکرز کو بھیجا۔ انہوں نے سہیل سے کہا:

"تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ ان سے صلح کرو لیکن صلح میں یہ شرط ضرور شامل ہو کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں تاکہ اہلِ عرب باتیں نہ بنائیں کہ آپ زبردستی ہمارے ہاں گھس آئے ہیں۔" سہیل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "قریش نے اسے بھیج کر صلح کا ارادہ کیا ہے۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اب تمہارا معاملہ آسان ہوگیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوگئے۔ حضرات عباد بن بشر اور سلمہ بن اسلم آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے وہ غرق آہن تھے۔ سہیل گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے گفتگو کی۔ سلسلۂ کلام طوالت اختیار کرگیا۔ آوازیں پست اور بلند ہوتی رہیں۔ حضرت عباد بن بشر نے سہیل سے کہا: "بارگاہِ رسالت مآب میں اپنی آواز پست رکھو۔" مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے اور سہیل کے مابین گفتگو ہوتی رہی حتیٰ کہ صلح ہوگئی۔ جس کی شرائط یہ تھیں:

"فریقین کے مابین دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ لوگ ایک دوسرے سے امن میں رہیں گے۔ اس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے جائیں گے۔ مشرکین مکہ مکرمہ سے نکل جائیں گے۔ آپ وہاں تین روز تک قیام کریں گے۔ آپ مسافر کا اسلحہ لے کر آئیں گے۔ تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔ قریش کا جو شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائے گا۔ اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہوگا اسے واپس کردیا جائے گا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو پیروکار قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کرے گا۔ قریش اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین یہ شرائط طے پائی ہیں۔ نہ چوری ہوگی۔ نہ دھوکہ دہی ہوگی۔ ان کے مابین جنگ و جدل نہ ہوگی۔ جو قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ ان کے ساتھ معاہدہ کرلے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ ان کے ساتھ معاہدہ کرلے۔ بنوخزاعہ اٹھے انہوں نے کہا: "ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ بنوبکر نے کہا: "ہم قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔"

مسلمانوں نے ان شروط کو ناپسند کیا۔ ان پر بڑی گراں گزریں۔ سہیل نے یہی شرائط رکھیں۔ جب صلح ہوگئی صرف کتابت باقی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تیزی سے بارگاہِ رسالت مآب میں گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" حضرت عمر فاروق: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت عمر فاروق: پھر ہم اپنے دین حق میں یہ کمزوری کیوں قبول کریں۔ ہم واپس لوٹ چلیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ نہیں کیا ہے۔" حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ رب العزت کا بندہ

اور رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ وہی میرا مددگار ہے۔'' حضرت عمر فاروق: کیا آپ بیان نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور حق کے ساتھ اس کا طواف کریں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! کیا میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسی سال'' حضرت عمر فاروق: نہیں! آپ نے فرمایا: ''تم بیت اللہ جاؤ گے اس کا طواف کرو گے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ وہ غصہ کی حالت میں تھے صبر نہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: ''ابوبکر! کیا آپ رب تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔'' حضرت ابوبکر صدیق: ''ہاں!'' حضرت عمر فاروق: ''کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں ہیں۔'' حضرت ابوبکر: ہاں۔ حضرت عمر: کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق: ہاں! حضرت عمر فاروق: پھر اپنے دین کے بارے یہ کمزوری کیوں دکھائیں کیوں قبول کریں۔ ہم واپس لوٹ چلیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: ''ارے شخص! وہ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے وہ ہی آپ کا مددگار ہے تادمِ مرگ آپ کی رکاب تھامے رکھو۔ بخدا! آپ حق پر ہیں۔'' حضرت عمر: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول معظم ہیں۔ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں تھا کہ عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔'' حضرت ابوبکر: ہاں! کیا آپ نے فرمایا تھا کہ تم اسی سال طواف کرو گے۔ حضرت عمر فاروق: نہیں! حضرت ابوبکر صدیق: تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے۔ اس کا طواف کرو گے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ شرائط بہت گراں گزریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے کہا: ''کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن نہیں رہے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ شیطان سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ اپنی رائے میں غور و فکر کرو۔'' حضرت عمر فاروق نے فرمایا: ''میں حیاء کی وجہ سے رب تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگنے لگا۔ مجھے اتنی شرم کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ میں اس کے لیے نیک اعمال بجالاتا رہا تاکہ مجھے اس امر بجا لانے میں جو توقف ہوا ہے اس کا کفارہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اس روز جو گفتگو کی تھی اس کی وجہ سے میں لگاتار صدقہ کرتا رہا۔ نماز پڑھتا رہا روزے رکھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے امید پیدا ہوگئی کہ اب خیر ہوگی۔''

امام بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''دین کے بارے رائے سوچ سمجھ کر دیا کرو میں نے خود کو دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اپنی رائے سے رد کرتا رہا۔ میں نے حق پرستی دکھانا پسند نہ کیا۔ آپ راضی ہو گئے میں انکار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ''عمر! تم دیکھ رہے ہو کہ میں راضی ہو گیا ہوں تم انکار کر رہے ہو۔''

سہیل نے کہا: ''آئیں! ہمارے اور اپنے مابین صلح نامہ لکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

آپ نے فرمایا: "لکھو بسم اللہ الرحمان الرحیم۔" سہیل نے کہا: "میں کسی رحمان اور رحیم کو نہیں جانتا بلکہ یوں لکھو: "باسمك اللھم" ہمارے اس صلح نامہ میں وہی لکھو جسے ہم جانتے ہیں۔" مسلمانوں نے کہا: "بخدا! ہم صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "باسمك اللھم" لکھو۔ پھر فرمایا: لکھو "یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی۔" سہیل: "بخدا! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے۔ ہمارے فیصلے میں وہی کچھ لکھو جسے ہم جانتے ہیں۔ (جانِ عالم) محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھو۔"

حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یہ مٹا دو۔" انہوں نے عرض کی: "مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکے گا کہ آپ کا نام لکھ کر مٹا دوں۔" انہوں نے محمد رسول اللہ لکھنے پر ہی اصرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "محمد بن عبد اللہ لکھو تمہیں بھی اسی طرح کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت تمہیں بہت ستایا جائے گا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا اور انہیں روکا کہ وہ صرف "محمد رسول اللہ" ہی لکھیں ورنہ تلوار ان کے اور ہمارے مابین فیصلہ کرے گی۔" آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پست کرنے لگے۔ دست اقدس سے اشارہ فرمانے لگے۔ فرمایا: "خاموش ہو جاؤ۔ مجھے دکھاؤ۔" آپ نے وہ کاغذ ان کے ہاتھ سے لیا دست اقدس سے مٹا دیا اور فرمایا: "محمد بن عبد اللہ لکھو" امام زہری نے لکھا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: "قریش مجھ سے آج جو بھی مانگیں گے جس سے وہ بیت اللہ کی تعظیم کریں گے میں انہیں دے دوں گا" کا یہی مفہوم تھا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے کہا: "تم ہمارے اور بیت اللہ کے رستے سے ہٹ جاؤ۔ تاکہ ہم طواف کر لیں۔" سہیل: نہیں! بخدا! ورنہ اہلِ عرب باتیں کریں گے کہ ہم نے مجبور ہو کر عہد کیا ہے۔ بلکہ آئندہ سال آپ طواف کر سکیں گے۔" یہ شرط بھی لکھ دی گئی۔ سہیل نے کہا: "ہمارا جو شخص بھی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہی ہو گا آپ اسے واپس ہماری طرف بھیج دیں گے۔" مسلمانوں نے کہا: "سبحان اللہ! کیا یہ شرط لکھی جائے گی۔ اسے مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا حالانکہ وہ مسلمان ہو گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! جو ہماری طرف سے ان کی طرف جائے گا رب تعالیٰ اسے ہم سے دور لے جائے گا ان کی طرف سے جو ہماری طرف آئے گا رب تعالیٰ اس کے لیے کشائش اور گنجائش پیدا فرما دے گا۔"

امام احمد، امام نسائی، امام حاکم نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم اسی

حالت پر تھے کہ ہم پر تیس سوار ظاہر ہوئے۔انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔وہ سیدھے ہماری طرف آئے۔حضور اکرم ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی۔رب تعالیٰ نے ان کی سماعت اور بصارت چھین لی۔ہم ان کی طرف گئے اور انہیں پکڑ لیا۔حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:''کیا تم کسی معاہدہ کی وجہ سے آئے ہو کیا تمہارے پاس کسی کی امان ہے؟انہوں نے عرض کی: ''نہیں!'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۔ (سورۃ الفتح:۲۴)

ترجمہ: ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔''

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حدیبیہ کے روز آپ پر اور صحابہ کرام پر اسی افراد کوہِ تنعیم کی طرف سے آئے۔انہوں نے ہتھیار سجا رکھے تھے۔وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کرنا چاہتے تھے۔آپ نے ان کے خلاف دعا کی۔انہیں پکڑ لیا گیا۔مگر آپ نے انہیں معاف کر دیا۔

عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہمیں بتایا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی جنہیں ابن زنیم کہا جاتا تھا، نے حدیبیہ کے روز گھاٹی پر سے جھانکا۔مشرکین نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے گھڑسوار بھیجے وہ بارہ گھڑسواروں کو پکڑ لائے۔آپ نے ان سے فرمایا:''کیا تمہارے پاس کوئی عہد یا امان نامہ ہے؟''انہوں نے عرض کی:''نہیں!'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

امام احمد، عبد بن حمید اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''مشرکین مکہ نے صلح کرنے کے لیے اپنے افراد ہمارے پاس بھیجے۔جب ہم نے صلح کر لی اور باہم ملے تو میں ایک درخت کے پاس آیا اس کے سایہ میں لیٹ گیا۔میرے پاس چار مشرکین آئے۔وہ آپ کے عیب نکالنے لگے۔مجھے غصہ آیا۔میں دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا۔انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ گئے۔وہ اس طرح تھے کہ وادی کے دامن سے کسی نے صدا دی۔''اے مہاجرین! ابن زنیم شہید کر دیے گئے ہیں۔'' میں نے اپنی تلوار لی۔ان چاروں پر حملہ آور ہو گیا۔وہ سو رہے تھے۔ میں نے ان کا اسلحہ لیا۔اس پر قبضہ کر لیا۔پھر کہا:''مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد عربی ﷺ کے چہرہ انور کو عزت بخشی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کی آنکھ پھوڑ دوں گا۔پھر میں انہیں ہانک کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ میرے چچا جان مکرز کو لے آئے۔ہم نے انہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے فرمایا:''انہیں چھوڑ دو۔ گناہ کی ابتداء ان کی طرف سے ہوگی۔'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ

اَظْفَرَكُمْ . (الفتح:۲۴)

ترجمہ: ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں باوجود یہ کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔''

اتنے میں حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے زنجیریں پہن رکھی تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے نکلے۔ حتیٰ کہ اپنا آپ مسلمانوں کے سامنے پھینک دیا۔ ان کے والد سہیل نے انہیں زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ انہیں قید کر رکھا تھا۔ وہ قید خانے سے نکلے عام رستہ سے بچتے اور پہاڑوں پر سے ہوتے ہوئے حدیبیہ آ گئے۔ مسلمان اٹھ کر ان کی طرف گئے انہیں خوش آمدید کہا۔ مبارکباد دی۔ جب سہیل نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف گیا۔ اور کانٹے دار شاخ ان کے چہرے پر دے ماری۔ انہیں گریبان سے پکڑ لیا۔ اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! یہ پہلا امر ہے جس کے بارے فیصلہ ہوا ہے۔ آپ اسے واپس کر دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا۔'' سہیل: ''پھر کسی بات پر صلح نہیں ہو سکتی۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے میرے لیے اجازت دے دے۔'' اس نے کہا: ''میں اسے آپ کے لیے اجازت نہیں دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''اجازت دے دے۔'' اس نے کہا: ''نہیں۔'' مکرز اور خویطب نے کہا: ''ہاں! ہم اسے اجازت دیتے ہیں۔'' انہوں نے انہیں پکڑا اور خیمہ میں داخل کر دیا۔ انہوں نے اجازت دے دی لیکن اس کے باپ نے اجازت رد کر دی۔ ابو جندل نے کہا:

''اے مسلمانوں کے گروہ! کیا مجھے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مجھے کن مشکلات کا سامنا ہے؟ انہیں سخت تکالیف دی جا رہی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آواز بلند فرمائی۔ آپ نے فرمایا: ''ابو جندل! صبر کرو۔ حصولِ ثواب کی امید رکھو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے اور دیگر کمزور مسلمانوں کے لیے سبیل پیدا فرما دے گا۔ ہم نے اس قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ انہوں نے اس پر ہمیں دیا ہے کچھ ہم نے انہیں دیا ہے۔ ہم دھوکہ نہیں کرتے۔''

حضرت عمر فاروق حضرت ابو جندل کے پاس گئے۔ فرمایا: ''صبر کرو۔ حصولِ ثواب کی امید رکھو۔ مشرکین کا خون کتے کے خون کی طرح ہے۔'' وہ تلوار کا دستہ ان کے قریب کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا: ''مجھے امید تھی کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ کا کام تمام کر دیں گے۔ لیکن انسان اپنے باپ سے بڑا پیار کرتا ہے۔''

جب صحابہ کرام عازمِ سفر ہوئے تھے تو انہیں فتح میں ذرا بھر شک نہ تھا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا تھا۔ لیکن جب انہوں نے یہ صلح اور رجوع دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب دیکھی تو ان کے نفوس میں عظیم امر داخل ہو گیا۔ قریب

تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔حضرت ابو جندل نے انہیں اور غمزدہ کر دیا۔فیصلہ ہو گیا۔اس معاہدہ پر درج ذیل افراد نے دستخط کیے۔مسلمانوں میں سے حضرات ابو بکر، عمر، عبدالرحمان، عبداللہ بن سہیل، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جبکہ مشرکین کی طرف سے مکرز نے دستخط دیے۔

جب صلح نامہ کا کام مکمل ہو گیا تو آپ نے مسلمانوں سے کہا: "اٹھو، قربانیاں اور حلق کراؤ۔" لیکن ان میں سے ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا۔آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔آپ پر یہ امر گراں گزرا۔آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔فرمایا: "مسلمان ہلاک ہو گئے۔میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ قربانیاں کریں اور حلق کرائیں۔لیکن انہوں نے اس طرح نہیں کیا۔" دوسری روایت میں ہے۔آپ نے ام المومنین سے فرمایا: "کیا تم دیکھ نہیں رہی۔میں انہیں ایک حکم دے رہا ہوں لیکن وہ اسے بجا نہیں لاتے۔وہ میرا کلام سن رہے ہیں میرے چہرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! انہیں ملامت نہ فرمائیں۔انہیں ایک عظیم امر کا سامنا ہے۔صلح کے معاملہ میں آپ نے جو مشقت برداشت کی ہے۔وہ فتح کے بغیر جا رہے ہیں۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ باہر تشریف لے چلیں کسی سے بات تک نہ کریں۔اپنا قربانی کا جانور ذبح کریں۔نائی کو بلائیں اور حلق کرا لیں۔" حضرت ام سلمہ کی وجہ سے صحابہ کرام کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔آپ اٹھے کپڑے کا اضطباع کیا۔باہر تشریف لائے نیزہ لیا۔قربانی کے جانور کے پاس تشریف لے گئے۔نیزہ اسے دے مارا۔آپ کے لبوں پر بسم اللہ اللہ اکبر تھا۔قربانی کر دی۔مسلمان تیزی کے ساتھ اپنے جانوروں کی طرف جانے لگے۔وہاں اژدہام لگ گیا۔وہ قربانیاں کرنے لگے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر گر پڑتے۔آپ نے بعض صحابہ کو قربانی میں شامل کیا۔اونٹ کو سات صحابہ کرام کی طرف سے ذبح کیا۔آپ کے پاس قربانی کے ستر جانور تھے۔یہ قربانیاں اس پہاڑ سے پرے تھیں جو ثنیہ وادی کے اوپر تھا۔جب مشرکین نے روکا تو آپ نے جانوروں کے منہ پھیر دیے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:

"جب جانوروں کے منہ بیت اللہ سے پھیرے گئے وہ اس طرح آوازیں نکالنے لگے۔جیسے وہ اپنے بچوں کے لیے آوازیں نکالتے تھے۔" امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی قربانی کا جانور ذبح کیا۔ابو جہل کا اونٹ بھاگ نکلا۔وہ چر رہا تھا۔اسے قلادہ پہنایا گیا تھا۔اشعار کیا گیا تھا۔وہ ایک عمدہ اور مہری اونٹ تھا اس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔آپ نے مشرکین کو غصہ میں لانے کے لیے اسے ذبح کے لیے مخصوص کیا۔وہ حدیبیہ میں سے گزرتا ہوا ابو جہل کے گھر تک پہنچ گیا۔حضرت عمرو بن عنمہ الانصاری اس کے پیچھے بھاگے۔مکہ کے احمقوں نے انکار کر دیا کہ وہ اسے واپس کریں۔سہیل نے انہیں کہا کہ وہ اونٹ واپس کر دو۔آپ نے فرمایا: "اگر ہم نے اس کا نام قربانی کے جانوروں میں نہ

لیا ہوتا تو ہم اسے واپس کر دیتے۔" آپ نے سات مسلمانوں کی طرف سے اسے ذبح کیا۔ حضرات طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمان بن عوف اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے جانور ذبح کیے۔

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ کے سال ستر جانور ذبح کیے۔ اونٹ کو سات مسلمانوں کی طرف سے ذبح کیا۔ ہماری تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ آپ حل میں تھے۔ لیکن نمازیں حرم میں ادا کرتے تھے۔ آپ نے بیس اونٹ بھیجے تاکہ مروہ کے پاس انہیں ذبح کیا جائے۔ بنو اسلم میں سے ایک شخص انہیں لے کر گیا۔ جب آپ قربانی سے فارغ ہوئے تو اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت خراش بن امیہ کو بلایا۔ حلق کرایا۔ زلف معنبر درخت پر پھینک دیے۔ صحابہ کرام اس درخت سے گیسوئے پاک اٹھانے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بعض بال مبارک ملے۔ وہ پانی میں ڈال کر پانی مریض کو پلاتیں وہ شفاء یاب ہو جاتا صحابہ کرام ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔ بعض مسلمانوں نے حلق اور بعض نے قصر کرایا۔ آپ نے خیمہ سے سر اقدس باہر نکالا اور فرمایا: "رب تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم کرے۔" آپ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قصر کرانے والوں پر بھی! آپ نے تین بار فرمایا: "رب تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم کرے۔" چوتھی بار فرمایا: "قصر کرانے والوں پر بھی رحم کرے۔"

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے حلق کرانے والوں پر زیادہ رحم کی التجاء کیوں کی ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیوں کہ انہیں شک نہیں ہے۔" رب تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی اس نے ان کے بال اٹھائے اور انہیں حرم میں بکھیر دیا۔ آپ نے وہاں انیس یا بیس روز تک قیام کیا۔ اس غزوہ میں ڈیڑھ ماہ صرف ہوا۔

آپ کی واپسی

امام مسلم، امام بیہقی، ابن سعد، حاکم، بزار، الطبرانی اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے آپ مرالظہران پر خیمہ زن ہوئے پھر عسفان فروکش ہوئے صحابہ کرام کا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں بہت زیادہ بھوک کی شکایت کی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم سواری کے جانور ذبح کر لیں۔ ہم ان کی چربی کو بطور تیل اور چمڑوں سے جوتے بنائیں گے۔" آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ "یا رسول اللہ! یہ اجازت نہ دیں۔ لوگوں کے پاس اگر زیادہ سواریاں ہوں تو یہ بہتر ہے۔ اگر کل ہم بھوکے اور پیدل دشمن سے معرکہ آزما ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟ بلکہ آپ صحابہ

کرام کا بقیہ زادراہ منگوائیں اسے جمع کریں۔ اس میں برکت کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔" آپ نے لوگوں کا زادِراہ منگوایا۔ دستر خوان بچھایا گیا کوئی مٹھی بھر اور کوئی اس سے زائد زادراہ لے کر آیا جو سب سے زیادہ زادراہ لایا وہ ایک صاع کھجوریں لے کر آیا۔ ایک دستر خوان پر زادِراہ جمع کر دیا گیا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں "میں آگے بڑھا تا کہ زاد وراہ کا کچھ اندازہ لگا سکوں۔ میں نے اندازہ لگایا تو وہ اتنا تھا جیسے کہ بکری کا بچہ بیٹھا ہوا ہو۔ ہماری تعداد ۱۴ سو تھی۔ آپ اٹھے آپ نے جو رب تعالیٰ نے چاہی دعا مانگی۔ وہ سامان سب نے جی بھر کر کھایا۔ اپنے برتن بھی بھر لیے۔ پھر بھی اتنا ہی باقی تھا۔ یہ برکت دیکھ کر آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آئے۔ فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ رب تعالیٰ کا جو بندہ بھی ان دو گواہیوں کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اسے آگ سے روک دیا جائے گا۔"

پھر آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب مسلمان آگے بڑھے تو بارش برسی مسلمانوں کو گرمی لگی ہوئی تھی۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ مسلمان بھی نیچے اترے اور بارش کا پانی پیا۔ پھر آپ ان میں کھڑے ہوئے۔ خطبہ ارشاد فرمایا: تین افراد آئے دو حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ ایک نے اعراض کیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ان تینوں کے بارے نہ بتاؤں۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "ان میں سے ایک نے حیاء کی تو رب تعالیٰ نے بھی اس سے حیاء کی دوسرے نے توبہ کی تو رب تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور تیسرے نے اعراض کیا تو رب تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا۔"

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو ایک شخص نے کہا: "یہ کیسی فتح ہے؟ ہمیں بیت اللہ سے روک دیا گیا۔ ہمارے قربانی کے جانور روک دیے گئے۔ آپ نے ان دو افراد کو واپس کر دیا۔ جو آپ کے پاس آئے تھے۔" جب آپ تک اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "یہ برا کلام ہے۔ بلکہ یہ اعظم الفتح ہے۔ مشرکین راضی ہو گئے ہیں کہ وہ تمہیں اپنے شہر میں آنے کی اجازت دیں۔ تم سے صلح کی درخواست کی ہے۔ امان میں تمہاری طرف رغبت کی ہے۔ انہوں نے تمہاری طرف سے ایسا امر دیکھا ہے جو انہیں ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر فتح عطا کی۔ تمہیں صحیح وسالم واپس کیا۔ تمہیں اجر وثواب عطا کیا۔ یہ سب سے بڑی فتح ہے۔ کیا تم یوم احد کو بھول گئے ہو جب تم بھاگتے جا رہے تھے۔ تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔ تم یوم خندق کو بھول گئے ہو؟ جب دشمن تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آ گئے تھے۔ جب آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ دل حلقوم تک آ گئے تھے۔ تم رب تعالیٰ کے بارے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔" مسلمانوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ

نے سچ فرمایا ہے۔ یہ سب سے بڑی فتح ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اس طرح سوچ و بچار نہیں کیا تھا۔ جس طرح آپ نے غور وفکر کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کو اور امور کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔"

سورۃ الفتح کا نزول

امام احمد، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حدیبیہ میں ہم آپ کی معیت میں تھے۔ میں نے تین بار آپ سے کسی چیز کے بارے عرض کی۔ مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا: "ابن خطاب! تیری ماں تجھ پر روئے! تو نے تین بار آپ سے عرض کی ہے لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔" میں نے اپنا اونٹ تیز چلایا اور سارے لوگوں سے آگے نکل گیا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میرے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔ جلد ہی میں نے ایک شخص کو سنا جو میرا نام لے کر مجھے پکار رہا تھا۔ میں واپس آیا مجھے گمان تھا کہ میرے بارے قرآن پاک نازل ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "آج مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا اور اس کی ساری اشیاء سے محبوب ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾ (الفتح:1)

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت مجمع بن جاریہ انصاری نے فرمایا: "ہم حدیبیہ میں آپ کی معیت میں تھے۔ جب ہم کراع الغمیم تک پہنچے تو لوگ تیز تیز چلنے لگے۔ انہوں نے دوسرے سے پوچھا۔ "لوگوں کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے۔" ہم جلدی جلدی چلے آپ اپنی سواری پر سوار تھے کراع الغمیم کا مقام تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کو سورۃ الفتح سنائی۔ ایک شخص نے کہا: "کیا یہ فتح ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے تصرف میں میری جان ہے۔ یہ فتح ہے۔" حضرت جبرائیل اترے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو مبارک ہو۔" اس کے بعد سارے صحابہ کرام کو مبارک دینے لگے۔

امام عبدالرزاق، امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، شیخین، ترمذی وغیرہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم حدیبیہ سے واپس آئے۔ آپ نے فرمایا: "آج بوقت چاشت مجھ پر ایسی آیت اتری ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو مبارک ہو۔ رب تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اس وقت یہ

آیت طیبہ نازل ہوئی۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ (الفتح: ۵)

ترجمہ: "تاکہ داخل کردے ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔"

امام احمد، امام بخاری اور ابوداؤد وغیرہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم حدیبیہ سے واپس آرہے تھے۔ ہم رواں دواں تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو یہ آپ پر بہت شدید ہوتا تھا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو آپ بہت مسرور تھے۔ آپ نے بتایا کہ آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے مسعودی کی سند سے جامع بن شداد سے انہوں نے عبدالرحمان بن علقمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ کی اونٹنی نے گرانی محسوس کی اس وقت آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ آپ بہت زیادہ خوش تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی ہے۔ ایک رات ہم آپ کی معیت میں رواں دواں تھے کہ رات آ گئی۔ آپ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: "ہمارا پہرہ کون دے گا؟" میں نے عرض کی: "میں۔" آپ نے فرمایا: "تم سو جاؤ گے۔" پھر آپ نے فرمایا: "آج ہماری نگرانی کون کرے گا؟" میں نے کہا: "میں!" آپ نے فرمایا: "تم" میں نے نگرانی شروع کی۔ جب صبح طلوع ہونے لگی تو آپ کا فرمان سچ ثابت ہو گیا۔ "تم سو جاؤ گے۔" مجھے سورج کی شعاعوں نے جگایا۔ آپ نے فرمایا: "اگر رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم نہ سوؤ تو تم نہ سوتے۔ لیکن اس نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے بعد آنے والوں کے لیے سنت قائم ہو جاتے۔ پھر آپ اٹھے اس طرح کیا جس طرح آپ کرتے تھے۔ پھر فرمایا: "میری امت میں سے جو سو جائے یا جو بھول جائے وہ اسی طرح کرے۔ پھر لوگ اپنی سواریوں کی تلاش میں نکلے سب اپنی سواریاں لے آئے مگر آپ کی سواری نہ ملی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: "اس طرف جاؤ۔" میں اس طرف گیا جس طرف آپ نے میرا رخ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی زمام ایک درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی تھی۔ جسے میرے ہاتھ نہیں کھول سکتے تھے۔" امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اس سند سے یہی روایت ہے کہ آپ اس وقت حدیبیہ سے واپس آرہے تھے۔ حضرت شعبہ کی روایت میں ہے "ہم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "شاید مسعودی نے حدیبیہ کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ سورۃ الفتح کے نزول کی تاریخ کا علم ہو جائے کہ جب وہ حدیبیہ سے واپس آئے۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔ یہ دونوں حضرات غزوۂ تبوک میں بھی تھے۔ اس روایت میں مسعودی منفرد نہیں ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں لکھا ہے "ہمیں منذر نے شعبہ سے انہوں نے جامع سے یہی روایت بیان کی ہے۔ ممکن ہے یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔"

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی آمد

امام عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید وغیرہم نے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو حضرت ابوبصیر عتبہ بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مسلمان تھے اور اپنی قوم سے بھاگ کر آئے تھے وہ آپ کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔ الاخنس بن شریق اور ازہر بن عوف نے آپ کی طرف خط لکھا۔ اسے خنیس بن مصغر کے سپرد کیا۔ اس خط میں انہوں نے اس صلح کا ذکر کیا جو ابھی ابھی ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا کہ آپ حضرت ابوبصیر کو واپس کر دیں۔ خنیس اپنے غلام کوثر کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا یہی اس کا راہ نما بھی تھا۔ حضرت ابوبصیر کے پہنچنے کے تین روز بعد یہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابی بن کعب نے آپ کو وہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس میں تھا: "آپ کو معلوم ہے کہ کن شرائط پر ہماری صلح ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہمارا جو شخص آپ کے پاس جائے گا آپ اسے واپس کر دیں گے۔ آپ ابوبصیر کو واپس بھیج دیں۔"

آپ نے ان دونوں کے ہمراہ حضرت ابوبصیر کو بھیج دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں تا کہ وہ مجھے میرے دین سے برگشتہ کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "ابوبصیر! ہم نے اس قوم کے ساتھ جن شرائط پر صلح کی ہے تم جانتے ہو ہمارے دین میں دھوکہ دینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر مسلمانوں کے لیے کوئی سبیل پیدا فرمادے گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ ہمیں مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ابوبصیر! چلے جاؤ رب تعالیٰ تمہارے لیے کوئی سبیل پیدا فرمادے گا۔" وہ ان دونوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ مسلمان حضرت ابوبصیر کو سرگوشیاں کرنے لگے۔ ابوبصیر! تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے آسائش پیدا کر دے گا۔ ایک شخص ایک ہزار افراد سے بہتر ہو گا۔ چلے جاؤ چلے جاؤ۔ وہ انہیں مشورہ دے رہے تھے کہ وہ ان افراد کو قتل کر دیں جو ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا: "تم ایک بہادر شخص ہو۔ تمہارے پاس تلوار ہے۔" وہ نماز ظہر کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے حضرت ابوبصیر نے اس میں دو رکعتیں ادا کیں۔ ان کے پاس کھجوریں بطور زادِ راہ تھیں۔ وہ انہی سے کھاتے تھے۔ انہوں نے عامری اور اس کے ساتھی کو بلایا تا کہ ان کے ہمراہ کھانا کھائیں۔ انہوں نے دسترخوان رکھا جس میں روٹی کے ٹکڑے تھے۔ ان سب نے مل کر کھایا۔ عامری نے اپنی تلوار دیوار کے ساتھ لٹکائی اور گفتگو کرنے لگے۔

حضرت عروہ کی روایت میں ہے کہ عامری نے کہا: "میں اس تلوار کے ساتھ صبح سے لے کر شام تک اوس اور خزرج میں شمشیر زنی کروں گا۔" ابوبصیر نے کہا: "کیا تمہاری تلوار تیز دھار والی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!" حضرت ابوبصیر: ذرا مجھے

دو تاکہ میں دیکھوں کہ اس کی دھار تیز ہے۔" اس نے تلوار لی۔ اس کی تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔"

"کوثر بھاگتا ہوا مدینہ طیبہ کی طرف نکلا۔ اس نے کپڑے کا نچلا حصہ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے کنکریاں اس کے قدموں کے نیچے سے نکل رہی تھیں۔ حضرت ابو بصیر اس کے تعاقب میں تھے۔ وہ کوثر کو نہ پکڑ سکے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد آپ اپنے صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "یہ تو گھبرایا ہوا ہے۔" جب آپ کی خدمت اقدس میں پہنچا تو فرمایا: "تیرے لیے ہلاکت! تجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے کہا: "بخدا! آپ کے ساتھی نے میرے ساتھی کو مار ڈالا ہے۔ میں اس سے بھاگ آیا ہوں۔ ورنہ وہ مجھے بھی قتل کر دیتا۔" اس نے آپ سے استغاثہ کیا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر بھی آگئے۔ انہوں نے عامری کا اونٹ بٹھایا اور اپنی تلوار سونتے ہوئے داخل ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا عہد پورا ہو گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی طرف سے امانت ادا کر دی ہے۔ آپ نے مجھے دشمن کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے اپنے دین حق کو فتنے سے بچا لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کی خیر! یہ تو آگ بڑھکانے والا ہے۔" حضرت ابو بصیر نے عامری سے چھینا ہوا سامان آپ کو پیش کر دیا تاکہ آپ اس کا خمس نکال لیں۔

آپ نے فرمایا: "اگر میں نے اس کا خمس نکالا تو مشرکین سمجھیں گے کہ میں نے ان کا عہد پورا نہیں کیا۔ لیکن تم اس کا سامان خود ہی لے لو اور جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔" صحیح میں ہے کہ جب آپ نے فرمایا: "جنگ کے شعلے تیز کرنے والا اگر اس کے ساتھ کوئی ایک ہو۔" تو انہیں علم ہو گیا کہ آپ انہیں واپس کر دیں گے۔" وہ عازمِ سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ پانچ افراد اور بھی تھے۔ جو مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کے ہمراہ آگئے تھے۔ لیکن ان کی تلاش میں کوئی نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ سیف البحر پہنچے۔ جب سہیل تک یہ خبر پہنچی کہ ابو بصیر نے عامری کا کام تمام کر دیا ہے تو اس پر گراں گزری۔ اس نے کہا: "ہم نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ اس پر صلح تو نہیں کی تھی۔" قریش نے کہا: "محمد عربی ﷺ اس سے بری ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تمہارا ساتھی واپس کر دیا تھا راستہ میں ابو بصیر نے عامری کو تہ تیغ کر دیا۔ اس کی وجہ سے آپ پر کیا حرج ہے؟" سہیل نے اپنی کمر خانہ کعبہ کے ساتھ لگا لی اور کہا: "واللہ! میں اس کمر کو یہاں سے نہ ہٹاؤں گا حتیٰ کہ اس شخص کی دیت ادا کر دی جائے۔" ابوسفیان نے کہا: "یہ حماقت ہے۔ بخدا! تین کی دیت ادا نہیں ہو سکتی۔ پھر عامری کو بنو زہرۃ نے بھیجا تھا۔" اخنس نے کہا: "بخدا! ہم اس کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ ہم نے نہ اسے قتل کیا نہ ہی قتل کا حکم دیا۔ ایک مخالف شخص نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ محمد عربی ﷺ کی طرف پیغام بھیجو۔ وہ اس کی دیت ادا کریں۔" ابوسفیان: نہیں! آپ پر دیت نہیں ہے۔ نہ کوئی چٹی ہے آپ بری ہو گئے ہیں۔ محمد عربی ﷺ پر اس سے کچھ نہ تھا جو انہوں نے ادا کر دیا۔ اس کی دیت نہیں ہو گی۔

حضرت ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے سیف البحر کو اپنا ٹھکانہ بنالیا۔ امام زہری نے لکھا ہے: ''سرزمین جہینہ کے رستہ میں قریش کے کارواں کے رستہ میں العیص اور ذوالمروۃ کے مقام پر ٹھکانہ بنالیا۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبصیر نکلے تو ان کے پاس صرف مٹھی بھر کھجوریں ہی تھیں۔ انہوں نے انہیں تین دنوں میں کھالیا۔ پھر انہیں مچھلیاں ملیں جو سمندر نے پھینکی تھیں وہ انہیں کھاتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں محبوس مسلمانوں تک ابوبصیر کی یہ خبر پہنچ گئی وہ بھی چوری چھپکے وہاں آنے لگے۔'' محمد بن عمر نے ہی لکھا ہے''حضرت عمر فاروق نے ان مسلمانوں کی طرف وہ فقرہ لکھا جو آپ نے حضرت ابوبصیر سے فرمایا تھا کہ''یہ جنگ کی آتش بھڑکانے والا ہے۔ اگر اس کے ساتھ چند افراد ہوں۔'' انہوں نے انہیں بتایا کہ ابوبصیر ساحل سمندر پر ہے۔ حضرت ابوجندل بھی وہیں پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ ستر مسلمان تھے۔ وہ ابوبصیر کے ساتھ آکر مل گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں نہ جانا چاہا۔ انہوں نے اپنی قوم کے پاس بھی نہ رہنا چاہا۔ جب حضرت ابوجندل ان کے پاس پہنچ گئے تو ابوبصیر کا مسئلہ حل ہوگیا۔ کیونکہ وہ قریشی تھے وہ ہی انہیں امامت کراتے تھے۔ اس طرح ان کے پاس بنوغفار بنوجہینہ اور بنواسلم کے افراد جمع ہوتے گئے۔ ان کی تعداد تین سو تک جا پہنچی۔ قریش کا جو کارواں بھی وہاں سے گزرتا۔ وہ اسے پکڑ لیتے۔ سامان لوٹ لیتے اور اہلِ کاروان کو قتل کردیتے۔ انہوں نے یہ شاہراہ قریش کے لیے تنگ کردی۔ وہ جس شخص کو بھی پاتے اسے تہ تیغ کردیتے ابوجندل نے ان ایام میں یہ اشعار لکھے:

اَبْلِغْ قریشًا عنْ ابی جَنْدَلِ ۔۔۔ اَنَّا بِذِی المرْوَۃِ فی الساحل

ترجمہ: ''ابوجندل کی طرف سے قریش تک یہ پیغام پہنچادو میں ذوالمروہ ساحل سمندر پر ہوں۔''

فی مَعْشَرٍ تَخْفُقُ رایَاتھم ۔۔۔ بِالْبَیضِ فیھا والقنا الذَابِلِ

ترجمہ: ''میری سکونت ایسی جماعت میں ہے جن کے دائیں ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے ہیں یہ ہاتھ ان کی وجہ سے لرز رہے ہیں۔''

یَاْبَوْنَ اَنْ تبقی لھم رُفقَۃٌ ۔۔۔ من بَعْدِ اسلامِھِم الواصِلِ

ترجمہ: ''وہ اس امر سے انکار کر رہے ہیں کہ دینِ حق کے قبول کرلینے کے بعد ان کی کوئی جماعت ہو۔''

اَوْ یَجْعَلَ اللہُ لَھُمْ مَخْرَجًا ۔۔۔ والحَقُّ لا یُغْلَبُ بالبَاطِلِ

ترجمہ: ''یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل پیدا فرمادے حق کبھی بھی باطل سے مغلوب نہیں ہوتا۔''

فَیَسْلَمُ المَرْء باسلامِہٖ ۔۔۔ و یُقْتَلُ المَرْء وَلَم یَاْتَلِ

ترجمہ: ''انسان اپنے اسلام کی وجہ سے مسلمان ہوتا ہے۔ یا وہ سستی نہیں کرتا تو وہ شہید ہوجاتا ہے۔''

قریش نے ابوسفیان کو آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے التجا کرے اور وہ آہ وزاری کرے کہ آپ ابوبصیر اور ابوجندل کی طرف پیغام بھیجیں اور جو شخص آپ کے پاس آئے آپ اسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ وہ آپ کے لیے روا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: "اس کارواں نے ہمارے لیے ایک ایسا دروازہ کھولا ہے جسے برقرار رکھنا درست نہیں ہے۔" آپ نے ابوبصیر اور ابوجندل کی طرف خط لکھوایا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ آپ نے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شہروں اور اہل خانہ کے پاس چلے جائیں۔ قریش اور اس کے قافلوں سے تعرض نہ کریں۔" جب ابوبصیر تک آپ کا یہ مکتوب گرامی پہنچا تو حالت نزع میں تھے۔ وہ اسے پڑھنے لگے۔ پڑھتے پڑھتے ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابوجندل نے انہیں اسی جگہ دفن کر دیا اور ان کے پاس ایک مسجد بنا دی۔ حضرت ابوجندل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ان کے ہمراہ ان کے ساتھی تھے۔ وہ سارے اپنے اہل وعیال میں چلے گئے اور قریش کے کارواں محفوظ ہو گئے۔

حضرت عروۃ نے لکھا ہے: "جب مسلمانوں کا یہ معاملہ ہوا تو ان لوگوں نے جان لیا جنہوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ حضرت ابوجندل کو واپس نہ کریں کہ آپ کی اطاعت ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ خواہ اسے پسند کریں یا پسند نہ کریں نیز جس نے یہ گمان کیا کہ ان کی وہ قوت ہے جو اس کامیابی اور عزت سے افضل ہے جس کو رب تعالیٰ نے اپنے کریم بندے کے ساتھ مختص کیا ہے۔ جب آپ قضائے عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حلق کرایا تو فرمایا: "میں نے اس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔"

جب فتح مکہ کے روز کعبہ مشرفہ کی چابی پکڑی تو فرمایا: "عمر کو بلاؤ۔" فرمایا: "میں تم سے یہی کہتا تھا۔" جب آپ نے حجۃ الوداع کیا اور عرفہ قیام فرمایا تو فرمایا: "اے عمر! میں تم سے یہی کہتا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ بخدا! اسلام کی کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں تھی۔ لیکن لوگ اسے سمجھ نہیں سکتے تھے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "اسلام میں کوئی ایسی فتح نہیں جو صلح حدیبیہ سے بڑھ کر ہو۔ لوگ اس راز کو سمجھنے سے قاصر تھے جو آپ کے اور آپ کے رب تعالیٰ کے مابین تھا۔ لوگ جلدی کرتے ہیں لیکن رب تعالیٰ بندوں کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ امور اس طرح ہو جائیں جس طرح اس کا ارادہ ہو۔ میں نے حجۃ الوداع کے روز حضرت سہیل کو کھڑے دیکھا۔ وہ منحر کے پاس کھڑے تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے قربانی کے جانور آپ کے قریب کر رہے تھے۔ آپ انہیں اپنے دست اقدس سے ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے نائی کو بلایا اس نے آپ کا حلق کیا۔ میں نے دیکھا حضرت سہیل رضی اللہ عنہ آپ کے گیسوئے پاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ مجھے یاد آ گیا کہ اسی سہیل نے صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو روکا تھا کہ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ جس نے انہیں دولت اسلام سے مالا مال کیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے بارے قرآن مجید کا نزول

رب تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ (الفتح:۱)

اس آیت طیبہ میں صلح حدیبیہ کے بارے بیان کرنا مقصود ہے۔اس کو فتح اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ مشرکین پر آپ کے غلبہ کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔حتیٰ کہ انہوں نے آپ سے صلح کی التجاء کی۔ یہ فتح مکہ کا سبب بنا۔آپ دیگر عرب کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ان پر حملہ کیا اور فتح فرمائے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو۔وہ بھی فتح تھی لیکن ہم یوم حدیبیہ میں بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ
نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ۝٢ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝٣ هُوَ الَّذِىٓ
أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ
السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝٤ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ
جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ
عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝٥ وَيُعَذِّبَ الْمُنَٰفِقِينَ وَالْمُنَٰفِقَٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَٰتِ
الظَّآنِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۝٦ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ
عَزِيزًا حَكِيمًا ۝٧ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِۦ
وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا
يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ
أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝١٠ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ
الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَٰلُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ

فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ
وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ
سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ
لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا
كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا
قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ
تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ
حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ
یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح:۱تا۱۸)

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی۔'' تاکہ دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔ اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے۔ وہی ہے جس نے اتارا اطمینان کو اہلِ ایمان کے دلوں میں۔ تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (قوتِ) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔ اور اللہ کے زیر فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ تاکہ داخل کردے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور دور فرمادے ان سے ان کی برائیوں کو۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ عذاب میں مبتلا کردے منافق مردوں

او منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں۔ انہیں پر ہے بری گردش۔ اور ناراض ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان پر۔ اور (اپنی رحمت سے) انہیں دور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جہنم۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کے زیرِ فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑا دانا ہے۔ بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا۔ تا کہ (اے لوگو!) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔ اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح اور شام۔ (اے جانِ عالم) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا۔ اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ عنقریب آپ سے عرض کریں گے وہ دیہاتی جو پیچھے چھوڑے گئے تھے۔ ہمیں بہت مشغول رکھا ہمارے مالوں اور اہلِ وعیال نے پس ہمارے لیے معافی طلب کریں (اے حبیب) یہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ آپ (انہیں) فرمائیے کون ہے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا۔ اگر ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی ضرر کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گا یہ پیغمبر اور ایمان والے اپنے اہلِ خانہ کی طرف کبھی اور بڑا خوشنما لگتا تھا یہ ظن (فاسد) تمہارے دلوں کو اور تم طرح طرح کے بُرے خیالوں میں مگن رہے (اس وجہ سے) تم برباد ہونے والی قوم بن گئے۔ اور جو نہ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے ان تمام کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی بخش دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ کہیں گے پیچھے چھوڑے جانے والے تم روانہ ہو گے اموالِ غنیمت کی طرف تا کہ ان پر قبضہ کر لو۔ ہمیں بھی اجازت دو کہ تمہارے پیچھے پیچھے آئیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ فرمائیے تم قطعاً ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے یونہی فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے پھر وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔

درحقیقت وہ بہت کم سمجھتے ہیں، فرمادیجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے۔تم ان سے لڑائی کروگے یا وہ ہتھیار ڈال دیں گے پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا۔اور اگر تم نے (اس وقت بھی) منہ موڑا جیسے پہلے تم نے منہ موڑا تھا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے اگر یہ شریک جہاد نہ ہوسکیں اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی داخل فرمائے گا اسے باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔یقیناً راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کررہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔پس اتارا اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔"

تنبیہات

◆ "الحُدَیْبِیَہ" اہل لغت اور بعض محدثین اسے تخفیف سے ہی پڑھتے ہیں لیکن اکثر محدثین اسے مشددہ پڑھتے ہیں امام نووی نے لکھا ہے کہ اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

المطالع میں ہے: "ہم نے محققین سے اسے مخففہ ہی پڑھا ہے لیکن فقہاء اور محدثین اسے مشددہ پڑھتے ہیں۔بکری نے لکھا ہے کہ اہلِ عراق اسے مشدد اور اہلِ حجاز اسے مخفف پڑھتے ہیں۔النحاس نے لکھا ہے: "میں نے ہر اس شخص سے سوال کیا جو میرے نزدیک علم میں ثقہ تھا اس نے اسے مخففہ ہی پڑھا ہے۔"

احمد بن یحییٰ نے لکھا ہے "اس میں حرف تخفیف ہے۔البارع میں انہوں نے اس کی تخفیف پر نص قائم کی ہے۔ابن سیدہ نے المحکم میں مشددہ ہی روایت کیا ہے۔تہذیب المطالع میں ہے: "میں نے اسے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھا۔بعض علماء نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ثقیل سنا ہی نہیں گیا۔حتیٰ کہ اسے صحیح قرار دیا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ منسوب میں ہوتا ہے۔جیسے الاسکندریہ۔یہ الاسکندر کی طرف منسوب ہے۔حدیبیہ میں نسبت نہیں ہے۔غیر منسوب میں نسبت کی یاء کم ہی ہے پھر قلت کے ساتھ ساتھ سماع پر موقوف ہے۔قیاس تو یہ تھا کہ یہ حدباء ہوتا۔لیکن الف کو یاء میں تبدیل کردیا گیا اسے حُدَیْبِہ بھی پڑھا گیا ہے۔

امام الطبری نے لکھا ہے"یہ مکہ مکرمہ کے قریب ہے اس کا اکثر حصہ حرم پاک میں شامل ہے۔ صحیح میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحدیبیہ کنویں کا نام ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے"اس کا مطلب ہے کہ یہ جگہ حدیبیہ کے نام سے اس لیے معروف ہے کیونکہ وہاں ایک کنواں تھا جسے حدیبیہ کہا جاتا تھا۔ پھر اس ساری جگہ کو ہی حدیبیہ کہا جانے لگا۔ اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین ایک مرحلہ اور اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین نو مرحلے کی مسافت ہے۔

۲ یہ غزوہ چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ جمہور کے نزدیک ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ حضرت عروہ کے نزدیک یہ شوال کا مہینہ تھا۔ انہوں نے جمہور سے شاذ قول کیا ہے۔ ابوالاسود نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔" حضرت انس سے روایت ہے:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔ انہوں نے ان میں عمرۃ الحدیبیۃ کا بھی ذکر کیا۔

۳ آپ کے ہمراہ کتنے صحابہ کرام تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مسور اور مروان کی روایت میں ہے کہ ان کی تعداد اٹھارہ سو تھی۔ حضرت البراء کی روایت میں یہ تعداد ۱۴ سو مرقوم ہے۔ ابواسحاق نے یہ تعداد ۱۴ سو یا زائد لکھی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ۱۵ سو تھی۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہی روایت مروی ہے۔ الحافظ لکھتے تھے:"اس اختلاف کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ۱۴ سو سے زائد تھی۔ جس نے یہ تعداد پندرہ سو بیان کی ہے اس نے بعد کی تعداد کو شمار کیا ہے اور جس نے یہ تعداد ۱۴ سو بیان کی ہے اس نے بعد کی تعداد کو شمار نہیں کیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ انہوں نے کہا:"ہم چودہ سو یا اس سے زائد تھے۔" امام نووی نے اسی طرح جمع کرنے پر اعتماد کیا ہے۔ امام بیہقی نے ترجیح کی طرف میلان رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"جس نے چودہ سو کی روایت کے بارے کہا ہے اس نے راجح قول کیا ہے۔ پھر انہوں نے ابوزبیر اور سفیان بن عمر کی روایتوں کا تذکرہ کیا جو حضرت جابر سے روایت ہیں اسی طرح معقل بن یسار نے حضرت سلمہ سے، براء بن عازب اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم نے اسی طرح روایات نقل کیں ہیں۔ یہ اکثر اسناد امام مسلم سے مروی ہیں۔ ابن سعد نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد تقریباً چودہ سو تھی۔ اس میں بھی حد بیان نہیں کی گئی۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن ابن اوفی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم تیرہ سو تھے۔ (بخاری) اس کو اس تعداد پر محمول کرنا ممکن ہے جس سے وہ آگاہ ہوئے۔ دیگر راوی ان سے زیادہ تعداد سے آگاہ ہوئے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی

ہے۔ یا انہوں نے ان صحابہ کرام کی تعداد بیان کی ہو جو جنگ میں شرکت کر سکتے ہوں۔ لیکن خدمت گزار، خادموں، عورتوں اور بچوں کی تعداد اس سے زائد تھی۔

جہاں تک ابن اسحاق کے اس قول کا تعلق ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی تو ان کے ساتھ کسی نے موافقت نہیں کی کیونکہ انہوں نے حضرت جابر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ ''ہم نے اونٹ کو دس افراد کی طرف سے ذبح کیا۔ انہوں نے ۷۰ اونٹ ذبح کیے تھے یہ روایت اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ انہوں نے اونٹوں کے علاوہ کچھ جانور ذبح نہ کیے ہوں۔ حالانکہ بعض افراد نے احرام باندھا ہوا ہی نہ تھا۔ ابن قیم نے لکھا ہے: ''جو تعداد ابن اسحاق نے ذکر کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے ستر اونٹ ذبح کیے اونٹ سات اور دس افراد کی طرف سے قربانی دیا جا سکتا ہے۔ اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ صراحت موجود ہے کہ اس عمرہ میں اونٹ کو سات افراد کی طرف سے ذبح کیا گیا۔ اگر سب کی طرف سے ستر اونٹ ذبح ہوں تو پھر یہ تعداد ۴۹۰ بنتی ہے حالانکہ انہوں نے روایت لکھی ہے کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی۔ لیکن جو تذکرہ مسور اور مروان کی روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد تھی۔ تو انہیں اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ اس تعداد نے آپ ؐ کے دستِ حق نما پر بیعت کی تھی۔ دیگر صحابہ کرام وہاں موجود نہ تھے۔ جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام جو مکہ مکرمہ گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بضع کا لفظ چار اور پانچ کے لیے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا اختلاف ختم ہو گیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ۱۶۰۰ تھی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمہ سے یہ تعداد ۱۷۰۰ بیان کی ہے ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ تعداد ۱۵۲۵ تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو یہ ایک عمدہ تعداد ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے زائد تعداد بیان کی ہے۔ اس میں ابن دحیہ کا رد ہے۔ ان کا گمان ہے کہ اختلاف کا سبب ان کی تعداد میں ہے۔ جس نے ان کی تعداد بیان کی ہے اس کا مقصد حد بندی نہیں تھا بلکہ اس نے ظن و تخمین سے بیان کر دیا۔

۴ آپ نے خالد اور اس کے لشکر سے دائیں سمت رستہ اختیار کیا۔ اس میں مشرکین کے جاسوس سے بچنے کا جواز ہے اور ان کے اچانک لشکر پر حملہ آور ہونے اور دھوکہ سے بچنے کا جواز ہے۔

۵ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ اس سے استحباب معلوم ہوتا ہے کہ امام اپنی رعیت اور لشکر سے مشورہ لے تا کہ ان کی رائے کا علم ہو سکے۔ ان کے نفوس خوش ہو سکیں۔ نیز وہ بعض کو چھوڑ کر بعض کو مختص کرے۔

۶ ''یہ اونٹنی نہ بیٹھی ہے اور نہ اس طرح بیٹھنا اس کی عادت ہے۔'' اس میں کسی چیز پر اس کی معروف عادت سے حکم

لگانے کے جواز کا علم ہوتا ہے۔ اگرچہ جائز ہو کہ وہ حد سے زیادہ تعریف کر رہا ہو۔ جب کوئی شخص لغزش کر بیٹھے ایسی خطاء کرنا نہ اس کی عادت ہو اور نہ ہی اس کی طرف منسوب کی جاسکتی ہو تو جو شخص اس کا حال نہ جانتا ہو اس کے لیے اس کی طرف نسبت کرنے کو رد کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ قصواء کا یوں بیٹھنا عادت نہ سہی لیکن جو کچھ صحابہ نے سمجھا تھا صحیح تھا لہٰذا آپ نے انہیں ان کے گمان میں معذور ہونے کی وجہ سے انہیں عتاب نہ فرمایا۔

◆ ”اس اونٹنی کو اسی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا“ یعنی اونٹنی کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے اسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو وہاں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ ہاتھی کا قصہ معروف ہے۔ اس کا تذکرہ اس لیے مناسب ہے کہ اگر صحابہ کرام اس حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاتے اور قریش انہیں روکتے تو ان کے مابین جنگ ہو جاتی خون ریزی ہوتی اموال برباد ہوتے۔ جیسے کہ اگر ہاتھی اور ہاتھی والوں کو مکہ مکرمہ میں آنے دیا جاتا۔ لیکن ان دونوں مقامات پر رب تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے کثیر مخلوق اسلام میں داخل ہو گی۔ ان کی پشتوں سے ایسے افراد نکلیں گے جو اسلام لائیں گے اور جہاد کریں گے۔ مکہ مکرمہ میں بہت سے کمزور مسلمان تھے اگر مسلمان مکہ مکرمہ پر حملہ کر دیتے تو پھر صحابہ کرام ارادہ کے بغیر ہی انہیں تکلیف دیتے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ۔ (الفتح:۲۵)

ترجمہ: ”اور اگر نہ ہوتے چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں۔“

◆ مہلب نے اس اطلاق کے جواز کو بعید سمجھا ہے کہ ”حابس الفیل“ کا اطلاق رب تعالیٰ کی ذات پر کیا جائے انہوں نے لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے ”اللہ تعالیٰ کے امر سے اسے روکے رکھا“ ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ اس کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات پر جائز ہے روا ہے کہ یوں کہا جائے "حابسها حابس الفيل" لیکن رب تعالیٰ کی ذات کا حابس الفیل نام رکھنا ممنوع ہے ابن منیر نے یہی جواب دیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ اور ایک گروہ نے درمیانی رستہ اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”منع کا محل وہ جگہ ہے جہاں نص وارد نہ ہو جس سے وہ مشتق ہو۔ بشرطیکہ وہ مشتق اسم عیب کا شعور نہ دلاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اسے واقی کہنا درست ہے۔

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ (غافر:۹)

ترجمہ: ”اور جس کو تو بچالے سزاؤں سے اس دن تو گویا تو نے بڑی رحمت فرمائی اس پر۔“

لیکن رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اسے البنّاء کہنا درست نہیں۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ۔ (الذاریات:۴۷)

ترجمہ: "اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا۔"

9. آپ کے فرمان "حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ" میں ایک جہت سے تشبیہ جائز ہے۔خاص جہت سے اس میں اختلاف ہے۔کیونکہ اصحاب فیل باطل پر تھے جبکہ یہ مبارک گروہ حق پر تھا۔لیکن یہ تشبیہ ارادہ ربانیہ کے اعتبار سے جائز ہے کہ اس نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا۔اہلِ باطل کا سبب تو واضح ہے۔یہ اہلِ حق کے لیے اس معنی کے اعتبار سے ہے جس کا تذکرہ چوتھی تنبیہ میں ہو چکا ہے۔

10. آپ نے فرمایا:"مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کہ آج قریش مجھ سے جو بھی عمدہ چیز مانگیں گے میں انہیں ضرور عطا کروں گا۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ کسی روایت میں بھی یہ تذکرہ نہیں کہ آپ نے "ان شاء اللہ" کہا ہو حالانکہ آپ کو ہر حکم میں ان شاء اللہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حتمی طور پر واجب امر تھا۔اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ رب تعالیٰ نے اس قصہ میں فرمایا:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (الفتح:۲۷)

ترجمہ: "کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن وامان سے۔"

انہوں نے فرمایا کہ جب اس امر کا وقوع ہونا متحقق تھا تو پھر یہ ان شاء اللہ تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے۔بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ راوی سے ان شاء اللہ ساقط ہو گیا ہے یا یہ قصہ اس حکم سے پہلے کا ہے۔سورۃ الکھف کا مکی ہونا اس کے لیے رکاوٹ نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بعض سورت بعد میں نازل ہوئی ہو۔آپ نے اپنے فرمان کو قسم کے ساتھ مؤکد اس لیے کیا تا کہ قبول کرنے کے قریب ہو سکے۔آپ نے اسی مقامات سے زیادہ دفعہ قسمیں اٹھائیں ہیں ان کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

11. حضرات براء کی روایت میں ہے "آپ نے وضو کیا کلی کی۔پھر وہ پانی اس کنویں میں پھینک دیا۔مسور اور مروان کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر لیا حکم دیا کہ یہ کنویں میں گاڑھ دو۔اس دونوں روایات کو اس طرح جمع کرنا یہ دونوں امور اکٹھے واقع ہوئے تھے۔اس کی تاکید وہ روایت کرتی ہے جسے محمد بن عمر نے حضرت اوس بن خولی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ڈول کے پانی میں وضوء کیا۔وہ پانی اس کنویں میں انڈیل

دیا پھر تیر نکالا اور اس میں گاڑھنے کا حکم دیا۔ ابو الاسود نے حضرت عروہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے ڈول میں کلی کی اور اسے کنویں میں انڈیل دیا اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اسے بھی کنویں میں گاڑھ دیا۔ جس سے کنواں ابلنے لگا۔

- ۱۲ تیر لے کر کنویں میں کون اترا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ بنو اسلم میں سے ایک شخص حضرت ناجیہ بن جندب تھے۔ بعض اہلِ علم نے گمان کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے حضرت خالد بن عبادہ الغفاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں کنویں میں تیر لے کر گیا تھا'' ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ سب نے ایک دوسرے سے تعاون کیا تھا۔
- ۱۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر آپ کے سامنے برتن تھا۔ جس میں آپ وضو کر رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی طرف آئے تو آپ نے پوچھا: ''کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کر سکیں یا پی سکیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے برتن میں ہے۔ آپ نے اپنا دستِ شفاء بخش اس برتن میں رکھا پانی آپ کی مبارک انگلیوں میں سے نکلنے لگا۔ گویا کہ وہ چشمے ہوں۔ ہم نے پانی پیا اور وضوء کیا۔

حضرت ابن حبان نے اس روایت اور مذکورہ بالا روایت کو یوں جمع کیا ہے ''یہ دو معجزات ہیں جو علیحدہ علیحدہ رونما ہوئے تھے۔ جو حضرت براء اور حضرت مسور سے روایت ہے وہ اور معجزہ ہے جو حضرت جابر سے روایت ہے وہ اور معجزہ ہے یہ معجزہ کنویں والے معجزے سے پہلے رونما ہوا تھا۔ امام بخاری نے کتاب الاشربۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پانی پھوٹنے کا معجزہ نماز عصر کے وقت رونما ہوا تھا جب صحابہ کرام نے وضو کرنا تھا۔ جبکہ حضرت براء سے منقول معجزہ اس سے اعم ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے ہاتھ مبارک اور انگلیوں سے پانی برتن سے نکلا ہو۔ سب نے اس سے وضو کیا ہو اور وہ پانی پیا بھی ہو۔ پھر آپ نے وہ پانی کنویں میں انڈیلنے کا حکم دیا ہو جس سے پانی زیادہ ہو گیا ہو۔

- ۱۴ بدیل نے آپ سے عرض کی تھی: ''میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے۔'' کیونکہ مکہ مکرمہ میں موجود قریش کا نسب ان کی طرف ہی لوٹتا تھا۔ بنو سامہ بن لؤی میں سے کوئی بھی مکہ مکرمہ میں نہ تھا۔ اسی طرح قریش الظواھر بھی مکہ مکرمہ میں نہیں تھے۔ ہشام بن کلبی نے لکھا ہے ''بنو عامر بن لؤی اور بنو کعب بن لؤی واضح ہیں۔ ان میں شک نہیں ہے لیکن اسامہ اور عوف میں شک ہے۔ ان میں اختلاف ہے۔ وہ قریش البطاح ہیں، قریش

الظواھر کے خلاف۔

⑮ "ان اظھر فان شاء وا" آپ نے امر کی تردید فرمائی حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ رب تعالیٰ عنقریب آپ کی نصرت کرے گا۔ آپ کو غلبہ عطا کرے گا۔ کیونکہ اس کا آپ کے ساتھ یہ وعدہ تھا۔ یہ دشمن کے ساتھ تنزل کرنے کے اعتبار سے تھا۔ اور فرض کیا کہ امر اسی طرح ہو جس طرح دشمن گمان کرتا ہے۔ اسی لیے آپ نے پہلی قسم کو حذف کر دیا۔ یہ آپ کے دشمن کے غلبہ کی صراحت تھی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "یا رب تعالیٰ اپنا امر نافذ فرمادے۔" یعنی وہ اپنے دین حق کی نصرت کرے گا۔ اس تردید کے بعد اس یقین کے ساتھ کلام لانا اس امر پر تنبیہ ہے یہ آپ از سبیل فرض اس کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ ابن اسحاق نے پہلی قسم کے ساتھ صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بعض راویوں نے حذف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

⑯ عروہ نے کہا: "کیا تم والد اور میں تمہاری اولاد نہیں۔" درست اسی طرح ہے بعض راویوں نے اس کے برعکس کہا ہے انہوں نے گمان کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اولاد کی طرح ہے۔ ایک قول یہ ہے "تم ایسا قبیلہ ہو جس نے مجھے جنم دیا ہے۔" کیونکہ میں میری ماں کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔" یہی صحیح ہے کیونکہ وہ سبیعہ بنت عبد شمس کی اولاد میں سے تھا۔

⑰ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار سونتے آپ کے سراقدس پر کھڑے اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ امیر کے سر پر حفاظت کی غرض سے کھڑے ہونا روا ہے۔ تاکہ دشمن مرعوب ہو سکے۔ یہ نہی کے متعارض نہیں جس میں بیٹھے ہوئے کے سر پر کھڑا ہونے کی ممانعت ہے۔ وہ اس وقت ہے جب وہ عظمت اور تکبر کی وجہ سے ہو۔

⑱ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ گفتگو کرنے والا شخص مخاطب کی داڑھی پکڑ لیتا تھا۔ یہ از روئے لطف تھا۔ بالخصوص جبکہ گفتگو کرنے والے کو ہم پلہ سمجھا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تالیف قلبی کرتے ہوئے اس سے چشم پوشی فرما رہے تھے۔ حضرت مغیرہ نے اسے جلالِ نبوت اور تعظیم رسالت کے لیے منع کر دیا۔

⑲ صحابہ کرام کی جو تعظیم عروۃ نے ذکر کی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ عروۃ کا یہ موقف درست نہیں کہ صحابہ کرام چھوڑ کر بھاگ جائیں گے گویا کہ انہوں نے زبانِ حال سے کہا: "جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح محبت کرے ان کی اس طرح سے تعظیم بجالائے تو یہ کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے راہِ فرار اختیار کر لے گا۔ انہیں دشمن کے حوالے کر دے گا۔ وہ تو ان قبائل سے زیادہ شدید اور محتاط ہو گا۔ وہ ان سے بڑھ کر ان کے دین اور ان کی نصرت کرے گا۔ جو صرف صلہ رحمی کی بناء پر ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں۔

٢٠ آپ نے مکرز کے بارے فرمایا: "یہ ایک دغاباز اور دھوکہ باز شخص ہے۔" حالانکہ اس قصہ میں ظاہری طور پر اس سے کوئی دھوکہ صادر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف رونما ہوا تھا جب سہیل نے ابو جندل کو روک دیا تھا تو اس نے اجازت دلانے کی سعی کی تھی۔ اس کا جواب محمد بن عمر نے یوں دیا ہے "عتبہ بن ربیعہ نے غزوہ بدر کے وقت کہا تھا "ہم مکہ مکرمہ سے کیسے نکلیں۔ جبکہ بنو کنانہ ہمارے پیچھے ہیں۔ ہماری اولاد ان سے محفوظ نہیں ہے۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ حفص بن الانیف جو کہ مکرز کا باپ تھا۔ اس کا ایک خوبصورت لڑکا تھا اسے بنو بکر نے عبد مناۃ کے ایک خون کے عوض قتل کر دیا جو قریش کے ذمہ تھا۔ قریش نے اس کے بارے صلح کر لی۔ اس کے بعد مکرز نے عامر بن یزید پر حملہ کیا جو کہ بنو بکر کا سردار تھا اور دھوکہ سے اسے مار ڈالا اس لیے کنانہ نفرت کرنے لگے۔ اسی اثناء میں واقعہ بدر رونما ہوا۔ نیز اسی مکرز نے حدیبیہ کے مقام پر رات کو مسلمانوں پر شب خون مارنے کی کوشش کی تھی۔ گویا کہ آپ نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

٢١ صحیح مسلم میں حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوسنان الاسدی نے یہ سعادت حاصل کی تھی۔

٢٢ حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت میں ہے کہ انہوں نے موت پر آپ کی بیعت کی تھی۔ حضرت جابر سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ الحافظ لکھتے ہیں: "ان میں کوئی تضاد نہیں کہ موت پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ ان کا وصال ہو جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ انہیں لازماً موت ہی آئے گی۔ لیکن نافع نے اس مؤقف کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے انہوں نے نصرت پر آپ کی بیعت کی تھی۔ یعنی ثبات اور عدم فرار پر۔ خواہ یہ موت کا سبب بنے یا نہ بنے۔" انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس نے یہ قول کیا ہے کہ یہ بیعت موت پر تھی تو اس نے اس کا لازم مراد لیا ہے کیونکہ جب انہوں نے اس امر پر بیعت کر لی تو اس سے یہ لازم آ گیا کہ وہ ثابت قدم رہیں گے۔ جو ثابت قدم رکھتا ہے وہ خواہ غالب یا قیدی بنے یا نجات پائے یا شہید ہو جائے وہ ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ ایسے مواقع پر موت سے امن نہیں ہوتا لہٰذا راوی نے اسی کا اطلاق کر دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے بیعت کی صورت اور دوسرے نے اس کی تاویل کا ذکر کیا۔

٢٣ بعض صحابہ کرام نے دو بار بیعت کی وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے قبل کیوں بیعت کی۔ وہ سبب پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کو اس طرح جمع کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے نور نظر کو بھیجا تا کہ وہ گھوڑا

لے کر آئیں۔ انہوں نے دیکھا صحابہ کرام جمع تھے۔ انہوں نے کہا: "میں دیکھوں یہ کیوں جمع ہیں؟" انہوں نے دیکھا کہ وہ آپ کی بیعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ پھر گھوڑا لے کر آ گئے۔ اس وقت انہوں نے والد گرامی کو بتایا۔ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ دوبارہ حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

◆ بعض صحابہ کرام نے تین بار آپ کی بیعت کی۔ وہ حضرت سلمہ ہیں۔ آپ نے ان سے تین بار بیعت کرنے کے لیے کہا۔ مہلب نے لکھا ہے "آپ نے حضرت سلمہ کی بیعت کو مؤکد فرمایا کیونکہ آپ ان کی شجاعت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ آپ نے انہیں بار بار بیعت کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ ان کے لیے فضیلت بن سکے۔

الحافظ نے لکھا ہے "احتمال ہے کہ جب بیعت کے لیے گئے ہوں تو آپ کے قریب ہو کر بیٹھ گئے ہوں۔ صحابہ کرام تیزی سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہوں۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا ہو۔ آپ نے ان سے ارادہ کیا کہ وہ بیعت کریں تا کہ ان کی بیعت لگاتار ہو اور اس میں خلل نہ آئے۔ کیونکہ ہر امر کے آغاز میں کام کرنے والوں کی تعداد کثیر اور لگاتار ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ خلل آنے لگتا ہے۔ جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے حضرت سلمہ کا اختصاص لازم نہیں آتا کیونکہ ان کی شجاعت کا ظہور تو بعد میں ہوا تھا۔ کیونکہ شجاعت کا اظہار غزوہ ذی قرد میں ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس پکارنے والے کی مدد کی جس پر مشرکین نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے ان کے کپڑے چھین لیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے سوار اور پیادہ دونوں حصے نکالے۔

بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ نے نور بصیرت سے دیکھ لیا تھا اس لیے آپ نے دو بار ان کی بیعت کی تھی۔ آپ نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ یہ عنقریب جنگ میں دو افراد کے قائم مقام ہوں گے۔" الحافظ کو امام مسلم کی روایت یاد نہ رہی تھی جس میں تین دفعہ بیعت کا ذکر تھا۔ ورنہ وہ اس کی توجیہ بھی بیان کرتے۔

◆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا حالانکہ وہ مخفی تھا تا کہ وہ کسی فتنے کا سبب نہ بنے کیونکہ اس کے نیچے بہت سی بھلائی نازل ہوئی تھی۔ اگر اسے باقی رکھا جاتا تو جاہل لوگ اس کی تعظیم کرتے وہ اس حد تک پہنچ سکتے تھے کہ یہ اتنی قوت رکھتا ہے کہ یہ نفع اور نقصان دے سکے جیسے کہ ہم اب مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے اپنے فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا تھا "وہ رب تعالیٰ کی رحمت تھا" اس کے بعد اس کا مخفی ہو جانا رب تعالیٰ کی رحمت تھا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اس کی رحمت اور رضا کے نزول کی جگہ تھی۔ کیونکہ اس کے پاس ہی اہلِ ایمان پر رحمت نازل ہوئی تھی۔ حضرت مسیب اور حضرت ابن عمر کا یہ فرمان "ہمیں وہ درخت بھلا دیا گیا ہے" یعنی وہ اس کی جگہ کو نہیں جانتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی اسے بالکل جانتا ہی نہ تھا۔ بلکہ بعض صحابہ کرام اسے جانتے

تھے۔ جیسے کہ صحیح میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "اگر میں بصارت رکھتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا سکتا تھا۔" اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اس کی جگہ یاد تھی۔ وہ آخری عمر میں طویل مدت کے بعد اسے یاد رکھے ہوئے تھے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے کٹ جانے سے قبل جانتے تھے۔

۲۶ ابن اسحاق، ابن سعد اور جمہور علماء نے لکھا ہے کہ صلح کی مدت دس سال تھی۔ جبکہ مغازی ابن عائذ میں ہے حضرت ابن عباس سے مروی روایت میں ہے کہ یہ مدت دو سال تھی۔ ابن عقبہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا جو کچھ ابن اسحاق نے ذکر کیا اس سے مراد وہ مدت ہے جس کا تذکرہ صلح نامہ میں ہوا تھا۔ حتیٰ کہ قریش نے وہ معاہدہ توڑ دیا۔ ابن عدی نے الکامل میں اور مستدرک از حاکم میں اور الطبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صلح کی مدت چار سال تھی۔ یہ روایت اپنی ضعیف سند کے ساتھ ساتھ منکر ہے اور صحیح روایت کے مخالف ہے۔

۲۷ یہ صلح نامہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ جیسے کہ بہت سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے لیکن عمرو بن شبہ نے حضرت عمرو بن سہیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس صلح نامہ کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی تھا جسے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ ان روایتوں کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ صلح نامہ کا اصل نسخہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خط میں تھا۔ جبکہ سہیل بن عمرو کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ نے ایک نسخہ تیار کیا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ عمرو بن شبہ کا وہم ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود کئی اسناد سے لکھا ہے کہ اس صلح نامہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ پھر ایک سند سے روایت کیا ہے کہ اس کاتب کا نام حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں یزید بن عائشہ نے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عکرمہ کا نام بغیض تھا۔ جب اس نے یہ صحیفہ لکھا تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ آپ نے اس کا نام ہشام رکھا۔ الحافظ نے لکھا ہے "یہ فحش غلطی ہے کیونکہ جو صحیفہ ہشام نے لکھا ہے وہ وہ تھا جس پر قریش نے اتفاق کیا تھا جب مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ عمرو بن شبہ کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد اس صلح نامہ کا لکھنا ہے جو حدیبیہ میں رونما ہوا تھا۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ ان دونوں کے مابین دس سال کا عرصہ تھا۔

۲۸ بعض اسناد سے حضرت براء سے روایت ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے "محمد رسول اللہ" نہ مٹایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح نامہ لیا۔ آپ لکھ نہ سکتے تھے اس کے باوجود آپ نے لکھا "محمد بن عبداللہ" اس کا تذکرہ خصائص میں آئے گا۔

۲۹ ان کا یہ الفاظ مبارکہ نہ مٹانا مستحب ادب میں سے ہے کیونکہ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ خود انہیں مٹا دیں گے۔ اگر انہیں یہ علم ہوتا تو پھر حضرت علی کے ترک کرنے کا جواز باقی نہ رہتا۔ آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے بھی اس جیسی صورت حال پیش آئے گی۔ اس وقت تم مجبور ہوں گے۔" یہ آپ کا ظاہری معجزہ ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے رونما ہوا تھا۔ تفصیل بعد میں آئے گی۔

۳۰ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ علماء نے ابو جندل کے واقعہ کی دو تاویلیں کیں ہیں:

(۱) جب ہلاکت کا اندیشہ ہو تو رب تعالیٰ نے تقیہ کو جائز قرار دیا ہے۔ انسان کے لیے رخصت دی ہے کہ ایمان چھپا کر کفریہ کلمات کہہ لے۔ اگر اس کے لیے توریہ جائز ہو تو کرلے۔ حضرت ابو جندل کو مشرکین کے سپرد کرنا ہلاکت کے سپرد کرنا نہیں تھا کیونکہ وہ تقیہ سے موت سے بچ سکتے تھے۔

(۲) ان کو ان کے باپ کی طرف لوٹایا گیا عموماً باپ ہلاکت کا سبب نہیں بنتا وہ اسے تکلیف و اذیت دیتا ہے۔ وہ اس سے تقیہ کرکے بھی بچ سکتا ہے لیکن جو فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے جس سے وہ اپنے مؤمنین بندوں کے صبر کی آزمائش کرتا ہے۔

۳۱ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس شرط پر مشرکین کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے کہ اہلِ ایمان میں سے جو شخص ان کے شہروں سے مسلمانوں کے شہروں میں آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ایک مؤقف ہے کہ جائز ہے جیسے کہ حضرت ابو جندل اور ابو بصیر کا واقعہ دلالت کر رہا ہے۔ جبکہ دوسرا مؤقف ہے کہ نہیں۔ جو کچھ اس واقعہ میں ہوا تھا وہ منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ یہ روایت ہے "ہم اس مسلمان سے بری ہیں جو مشرکین کے مابین ہو۔" یہ احناف کا قول ہے۔ شوافع کے نزدیک رد کا جواز اس صورت میں ہے جب مسلمان پر دارحرب سے ہجرت واجب نہ ہو۔

۳۲ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ نے بسم اللہ الرحمان الرحیم کی جگہ "باسمك اللهم" لکھا اور یہ شرط برقرار رکھی کہ جو مشرکین میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس جائے گا مسلمان اسے واپس کر دیں گے اور جو مسلمانوں میں سے مشرک ہو کر اہلِ شرک کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے آپ نے ان امور پر صلح ایک خاص مصلحت کی وجہ سے کی جو اس صلح سے حاصل ہونے والی تھی۔ ان امور میں کوئی فساد بھی نہیں تھا۔ کیونکہ بسم اللہ اور باسمك اللهم کا معنی ایک ہی ہے۔ محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ ایک ہی ہیں اس جگہ الرحمان اور الرحیم کی نفی پر کوئی دلالت نہیں۔ نہ ہی آپ کی وصف رسالت کا ترک کرنا کوئی نفی پیدا کرتا ہے۔ ان کے اس مطالبہ کا فساد بھی نہیں تھا۔ فساد اس وقت ہوتا جب وہ ایسی چیز کا تقاضا کرتے جس کا لکھنا حلال نہ ہوتا مثلاً

ان کے معبودانِ باطلہ کی تعظیم وغیرہ۔ دوسری شق کی حکمت آپ نے اپنے اس فرمان میں بیان کر دی ہے۔ "جو ہم میں سے ان کی طرف جائے گا رب تعالیٰ اسے دور کر دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا رب تعالیٰ اس کے لیے سبیل اور کشادگی پیدا فرما دے گا۔" پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا جو مسلمان ہو کر آپ کی طرف آئے اور آپ نے انہیں واپس لوٹا دیا تو رب تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل اور کشادگی پیدا فرما دی۔

- ۳۲ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں وہی جوابات دیے جو پہلے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دے چکے تھے۔ اس لیے علم ہوتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کامل ترین تھے اور آپ کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ امورِ دین سے سب سے زیادہ آگاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی سب سے زیادہ موافقت رکھتے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور ابن دغنہ انہیں واپس لے کر آیا تو ابن دغنہ نے قریش سے کہا: "ان جیسی ہستی کو شہر سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔" اس نے بعینہٖ وہی اوصاف بیان کیے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کیے تھے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور حق کے امور پر نصرت کرتے ہیں۔ جب ان حضرات کی صفات میں مشابہت ابتداء میں تھی تو یہ انتہاء تک برقرار رہی۔ یہ بھی کسی روایت میں موجود نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے پاس گئے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے وہ ان کے علم کی وسعت اور قدر کی جلالت کو جانتے تھے:
- ۳۳ "میں لگاتار اعمال بجالاتا رہا۔" یعنی میں آپ کے پاس آتا جاتا رہا اور سوال و جواب کرتا رہا۔" یہ ان کی طرف سے کسی شک کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ اس لیے تھا تاکہ مخفی امور ان کے لیے آشکارہ ہو جائیں کفار ذلیل ہو جائیں کیونکہ دین حق کی نصرت کے لیے ان کی قوت معروف تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے "اعمال کی یہ تفسیر کرنا مردود ہے۔ بلکہ اس سے مراد اعمال صالحہ ہیں تاکہ وہ اس کا کفارہ بن سکیں۔ جو آپ کے حکم پر جلدی سے عمل پیرا نہ ہوئے تھے۔ بعض روایات میں حضرت عمر کی صراحت بھی موجود ہے۔ حضرت ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں لگاتار صدقہ کرتا رہا۔ روزے رکھتا رہا۔ نمازیں پڑھتا رہا اور اس کلام کے خوف سے لگاتار غلام آزاد کرتا رہا جو میں نے اس روز کیا تھا۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں بھی ہے انہوں نے فرمایا: "میں اس وجہ سے غلام آزاد کرتا رہا طویل مدت تک روزے رکھتا رہا" شک کی نفی تو ان سے واضح ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''آپ کی رکاب کو مضبوطی سے تھام لو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ مصلحت کے وجود یا عدم کے بارے ان کے شک کی نفی مردود ہے۔'' امام سہیلی نے لکھا ہے: ''یہ شک ہمیشہ برقرار نہیں رہتا۔ یہ وسوسہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔'' الحافظ نے لکھا ہے: ''ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لیے توقف فرمایا کہ وہ اس قصہ میں حکمت سے آگاہ ہو سکیں۔ شبہ دور ہو سکے۔ اس کی مثال ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا قصہ ہے۔ اگرچہ پہلے واقعہ میں ان کا اجتہاد حکم کے مطابق نہ تھا۔ جبکہ دوسرے واقعہ میں ان کا اجتہاد حکمِ الٰہی کے موافق تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ اعمال کیے جو کچھ ان سے صادر ہوا وہ اس میں معذور تھے بلکہ ماجور تھے۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔

آپ نے مسلمانوں کو قربانی اور حلق کا حکم دیا لیکن انہوں نے توقف کیا احتمال ہے کہ شاید وہ سمجھتے ہوں کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے۔ یا وہ سمجھتے ہوں کہ اس صلح کو ختم کرنے کے لیے وحی کا نزول ہو جائے گا۔ شاید آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اسی سال اپنے نسک مکمل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ داخل ہوں گے اس سے ان کے لیے یہ جواز پیدا ہو گیا ہو کیونکہ یہ شریعت مطہرہ کے نزول کا زمانہ تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ صورت حال سے مبہوت ہو گئے ہوں۔ ان کے نفوس کو جس عاجزی کا سامنا کرنا پڑا ہو وہ اس میں مستغرق ہوں۔ حالانکہ وہ قوت رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ وہ اپنے مقصد تک پہنچیں گے اور غلبہ اور طاقت کے ساتھ نسک ادا کریں گے۔ انہیں یہ بھی علم تھا مطلق حکم فوراً عمل پیرا ہونے کا تقاضا نہیں کرتا اس لیے انہوں نے امر پر عمل کرنا مؤخر کیا۔ ممکن ہے کہ یہ سارے امور جمع ہو گئے ہوں۔ اس لیے حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی: ''انہیں ملامت نہ کریں۔''

اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ایک فاضلہ خاتون کے ساتھ مشاورت کرنا جائز ہے۔ نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور عقل و دانش کی خصوصیات عیاں ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ امام الحرمین نے فرمایا: ''ہم کسی عورت کو نہیں جانتے جس نے رائے دی ہو اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی طرح صحیح رائے ہو۔'' بعض علماء نے ان کے مؤقف کو یوں درست کہا ہے کہ وہ مشورہ بھی بہت زیادہ صائب تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام کی نورِ نظر نے انہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے دیا تھا۔

حضرت ابوبصیر نے اس شخص کو تہ تیغ کر دیا تھا جو ان کے تعاقب میں آیا تھا اسے دھوکہ نہ سمجھا جائے کیونکہ وہ اس معاہدہ میں شامل نہ تھے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین ہوا تھا۔ وہ تو اس وقت مکہ مکرمہ میں محبوس تھے۔

لیکن جب ان کو یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ یہ مشرک انہیں مشرکین کی طرف لوٹا دے گا۔ تو انہوں نے اسے قتل کر کے اس سے نجات پالی اپنے دین کا دفاع کیا، آپ نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔

۲۹ مسور کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بصیر کے واقعہ کے بعد رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ. (الفتح: ۲۴)

ترجمہ: "اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے۔"

اس کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضرت ابو بصیر کے بارے نازل ہو لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ امام مسلم، امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت طیبہ اس قوم کی وجہ سے نازل ہوئی جو مسلمانوں پر شب خوب مارنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کے نزول کے اور بھی بہت سے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔

۳۰ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ صلح کے بہت سے نتائج اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ بالآخر مکہ مکرمہ فتح ہوا سارے مکہ مکرمہ والے اسلام میں داخل ہو گئے۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صلح سے قبل لوگ باہم مل نہیں سکتے تھے۔ نہ ان کے سامنے آپ کا امر عیاں تھا۔ ان کے پاس ایسا شخص نہ آتا تھا جو تفصیل سے آپ کے حالات بتاتا۔ جب صلح حدیبیہ رونما ہوئی تو لوگ باہم ایک دوسرے سے ملے۔ مشرکین مدینہ طیبہ آئے۔ مسلمان مکہ مکرمہ گئے۔ وہ اپنے اہل خانہ، دوستوں اور خیر خواہوں سے ملے ان سے حضور اکرم ﷺ کے مفصل فرامین سنے معجزات کا ذکر خیر سنا۔ نبوت کی علامات جانیں آپ کی حسنِ سیرت سے آگاہ ہوئے۔ عمدہ طریقہ سے آشنا ہوئے۔ بہت سے امور کا بنظر خود جائزہ لیا۔ ان کے نفوس ایمان کی طرف مائل ہوئے۔ حتیٰ کہ بہت سی مخلوق نے ایمان لانے کی طرف جلدی کی۔ وہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اسلام لے آئے۔ دوسروں کا اسلام کی طرف میلان ہو گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے روز سارے ایمان لے آئے۔ اہلِ عرب قریش کے اسلام لانے کے ہی منتظر تھے۔ جب قریش ایمان لے آئے تو سارا عرب ایمان لے آیا۔

تیئیسواں باب

غزوہ ذی قرد یاغابہ

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیینہ بن حصن نے غطفان کے گھڑسوار کے ساتھ حضور والا ﷺ کی شیردار اونٹنیوں پر حملہ کیا تھا۔امام بخاری،امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت یزید بن ابی عبید اور انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیس شیردار اونٹنیاں تھیں جو بیضاء اور بیضاء سے پرے پہاڑ تک چرتی تھیں۔یہ خیبر کا رستہ تھا وہاں قحط سالی کا دور دورہ ہوگیا تو لوگ انہیں غابہ کے قریب لے گئے۔وہ وہاں اثل اور طرفاء اور درخت کھاتی تھیں ہر رات مغرب کے وقت چرواہے ان کا دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شیردار اونٹنی کی طرف جانے کی اجازت طلب کی۔آپ نے فرمایا: "مجھے اس سمت سے تم پر خطرہ ہے کہ تم پر شب خون نہ مارا جائے۔ہم عیینہ اور اس کے ساتھیوں سے امن میں نہیں ہیں۔یہ طرف ان کی ہی اطراف میں سے ہے۔انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:"گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا فرزند قتل کر دیا گیا ہے۔تمہاری زوجہ کو گرفتار کرلیا گیا ہے اور تم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آئے ہو۔"حضرت ابوذر نے کہا:"مجھے خود پر تعجب ہوا کہ آپ مجھے یوں فرما رہے تھے لیکن میں اصرار کر رہا تھا۔بخدا! پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔انہوں نے کہا:"بخدا! میں اپنے گھر میں تھا۔آپ کی اونٹنیوں کو لایا گیا۔ان کے نیچے ان کے بچے چھوڑے گئے۔اور ان کا دودھ نکالا گیا۔ہم سو گئے۔رات پڑی تو عیینہ نے چالیس سواروں کے ساتھ ہمارا محاصرہ کرلیا۔وہ کھڑے ہو کر پکارنے لگے۔میرے بچے نے ان کی طرف جھانکا تو انہوں نے اسے شہید کر دیا۔اس کے ہمراہ اس کی زوجہ اور تین افراد اور تھے وہ نجات پا گئے۔میں ایک طرف ہوگیا۔اونٹنیوں کی رسیوں کے کھولنے کی وجہ سے وہ میری طرف توجہ نہ دے سکے۔پھر وہ چلاتے۔جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی تو آپ مسکرائے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں اذانِ فجر سے پہلے نکلا۔آپ کی اونٹنیاں ذی قرد کے مقام پر تھیں۔آپ نے اپنی سواری کے جانور حضرت رباح کے ساتھ بھیجے۔میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے

پر تھا۔ میں اسے پانی پلانے کے لیے سواریوں کے ساتھ ہو گیا۔ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے غلام سے ملا جو حضرت عبدالرحمان کے اونٹوں میں تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں پر عیینہ نے شب خون مارا ہے۔ اس کے ہمراہ بنو غطفان کے چالیس سوار تھے۔

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ بدھ کی رات تھی۔ حضرت سلمہ نے کہا: ''میں نے کہا: ''اے رباح! اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت طلحہ کے پاس جاؤ۔ حضور اکرم ﷺ کو بتاؤ کہ آپ کی اونٹنیوں پر شب خون مار دیا گیا ہے۔'' میں سلع کے ایک کونے میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کیا اور کہا: ''یا صباحاہ! خطرہ خطرہ! دو سنگلاخ پہاڑوں کے مابین ہر ایک نے میری صدا سن لی۔ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ میرے پاس میری تلوار اور تیر کمان تھا۔ میں انہیں لوٹاتا رہا۔ میں انہیں تیر مارتا رہا انہیں زخمی کرتا رہا۔ جب درخت کثیر ہو گئے۔ جب کوئی سوار میری طرف آتا تو میں درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ جاتا پھر تیر اندازی کرتا۔ جو سوار بھی میری طرف آیا میں نے اس کی سواری کو زخمی کر دیا۔ میں تیر اندازی کرتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا ابن الاکوع اليوم يوم الرضّع

ترجمہ: ''میں اکوع کا فرزند ہوں آج کمینوں کو ذلیل کرنے کا دن ہے۔''

مجھے ایک شخص ملا۔ میں نے اسے تیر مارا وہ اپنی سواری پر تھا۔ میں نے اس کے کجاوہ پر مارا۔ تیر اس کے کندھے پر جا لگا۔ میں نے کہا: ''میں ابن الاکوع ہوں۔ آج کمینوں کو مارنے کا دن ہے۔ جب درخت زیادہ ہو جاتے تو میں ان کی اوٹ میں ہو کر تیر اندازی کرتا۔ جب گھاٹیاں تنگ آ جاتیں تو میں پہاڑ پر چڑھ جاتا اور ان پر پتھر مارتا۔ ان کی اور میری کیفیت یہی رہی۔ میں ان کے تعاقب میں رہا میں رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے حضور ﷺ کی ساری اونٹنیاں ان سے واپس لے لیں۔ پھر میں تیر اندازی کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ چادریں پھینک دیں۔ وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ جو چیز بھی پھینکتے میں بطور نشانی اس پر پتھر رکھتا۔ میں اسے حضور اکرم ﷺ کے رستہ میں رکھ دیتا۔ جب چاشت کا وقت ہوا تو عیینہ ان کی مدد کے لیے آیا۔ وہ ایک تنگ سی گھاٹی میں تھے۔ میں پہاڑ پر چڑھا۔ میں ان کے تعاقب میں تھا۔ عیینہ نے کہا: ''میں کیا دیکھ رہا ہوں؟'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''سحری سے لے کر اس وقت تک ہم اس مصیبت سے دو چار ہیں۔ اس نے ہم سے ہر ایک چیز چھین کر پیچھے پھینک دی ہے۔'' عیینہ نے کہا: ''اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا کہ اس کے افراد تمہارے تعاقب میں آ رہے ہیں تو یہ تمہیں چھوڑ دیتا۔ تم میں سے چند افراد اٹھ کر اس کی طرف جاؤ۔ ۴ افراد میری طرف آئے۔ پہاڑ پر چڑھے۔ جب میں انہیں آواز سنا سکتا تھا میں نے ان سے کہا: ''کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

انہوں نے کہا: ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میں ابن الاکوع ہوں مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے حضور والا ﷺ کے چہرۂ اقدس کو تکریم بخشی ہے تم میں سے کوئی شخص تعاقب کر کے مجھے پکڑ نہیں سکتا اور اگر میں اس کا تعاقب کروں تو وہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''میرا بھی یہی گمان ہے'' وہ واپس چلے گئے۔

حضور اکرم ﷺ کا تعاقب کرنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ کی صدا سن لی تھی جو انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے پکارا تھا۔ ''خطرہ خطرہ!'' گھڑ سوار آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ گھڑ سواروں میں سے سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہی کو ابن الاسود کہا جاتا ہے یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔

محمد بن عمر نے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے کہ یوں صدا دی گئی: ''اے اللہ تعالیٰ کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔'' یہ پہلی دفعہ یوں صدا دی گئی تھی۔ ابن عائذ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے غزوۂ بنو قریظہ میں اس طرح صدا لگائی گئی۔ ''یا خیل اللہ ارکبی'' حضرت مقداد فرماتے ہیں ''اس رات میرا گھوڑا اچھل کود کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ ایک جگہ ٹھہرا نہیں رہا تھا۔ وہ آوازیں نکال رہا تھا۔ میں نے کہا: ''بخدا! آج اس کی عجیب شان ہے میں نے اس کی کھونٹی کو دیکھا وہاں چارہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید اسے پیاس لگی ہے۔ میں نے اسے پانی پلانے کی کوشش کی مگر اس نے پانی نہ پیا۔ وقتِ صبح میں نے اس پر زین ڈالی ہتھیار سجائے۔ باہر نکلا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ گھوڑے کو کسی پل قرار نہ آ رہا تھا۔ میں نے زین اور ہتھیار اتارے اور لیٹ گیا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''گھڑ سواروں کو بلا لیا گیا ہے۔'' میں اس پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

''گھڑ سواروں میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حضرات عباد بن بشر، سعد بن زید، اسید بن حضیر، محرز، ربیعہ بن اکثم، عکاشہ بن محصن، ابو عیاش اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم پہنچے تھے۔ لیکن حضرت مقداد سب سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت سعد بن زید کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا: ''اس قوم کے تعاقب میں نکلو۔ حتیٰ کہ میں لوگوں کو لے کر تمہارے ساتھ مل جاؤں۔''

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے: ''حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے حضرت مقداد کے لیے ان کے نیزے کے ساتھ جھنڈا باندھا اور فرمایا: ''عازمِ سفر ہو جاؤ حتیٰ کہ تمہیں گھڑ سوار آ ملیں۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔'' لیکن ہمارے ہاں زیادہ

درست مؤقف یہ ہے کہ آپ نے اس سریہ میں حضرت سعد بن زید اشہلی کو امیر مقرر کیا۔لیکن لوگ امارت کو حضرت مقداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:"غداۃ فوارس المقداد" جب حضرت سعد بن زید نے انہیں عتاب کیا تو انہوں نے کہا:"وزنِ شعر نے مجھے مقداد کی طرف مجبور کیا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے:"آپ نے بنوزریق کے ایک شخص حضرت ابوعیاش سے فرمایا:"ابوعیاش! کاش تم یہ گھوڑا اس شخص کو دے دو جو تم سے زیادہ شہ سوار ہوتا کہ وہ دشمن کے ساتھ جاملے۔"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سارے لوگوں سے زیادہ شہ سوار ہوں۔"میں نے گھوڑے کو مارا۔بخدا! ابھی وہ پچاس گز بھی نہ چلا ہوگا کہ اس نے مجھے زمین پر پٹخ دیا۔مجھے تعجب ہوا کہ آپ فرمارہے تھے"کاش! تم اس شخص کو گھوڑا دے دو جو تم سے زیادہ شہ سوار ہو۔" میں کہہ رہا تھا"میں سارے لوگوں سے زیادہ شہ سوار ہوں۔"بنوزریق کے لوگ کہتے تھے کہ آپ نے حضرت ابوعیاش کا گھوڑا حضرت معاذ بن ماعص کو دیا۔یہ آٹھویں شہ سوار تھے۔یا عائذ بن ماعص کو دیا۔الطبری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن ماعص اور ان کے بھائی بئرِ معونہ کے واقعہ میں شہید ہوچکے تھے۔بعض سیرت نگار حضرت سلمہ کو شمار کرتے ہیں اور وہ حضرت اسید بن حضیر کو ان شہ سواروں میں شمار نہیں کرتے۔یہ گھڑسوار عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ دشمن کو جالیا۔سب سے پہلے حضرت معرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ دشمن تک پہنچے۔انہیں الاخرم یا قمیر کہا جاتا تھا۔جب خطرہ کی آواز آئی تو حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے نے گھوڑوں کی آوازیں سنیں تو وہ چکر لگانے لگا۔وہ ایک خوبصورت اور عمدہ گھوڑا تھا۔جب خواتین نے کھجور کے ساتھ بندھے ہوئے گھوڑے کو اس طرح چکر کاٹتے دیکھا تو ان میں سے ایک خاتون نے کہا:"قمیر! کیا تم اس گھوڑے پر سوار ہوسکتے ہو؟ اس کی کیفیت تم دیکھ رہے ہو۔پھر حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے جاکر مل جاؤ۔"انہوں نے کہا:"ہاں! اس عورت نے وہ گھوڑا انہیں دے دیا۔وہ اس پر سوار ہوکر نکلے وہ گھوڑا تیزی سے دوڑا اور دشمن سے جاملا۔وہ ان کے ساتھ جاکر کھڑے ہو گئے۔ان سے کہا:"اے کمینو! ذرا رکو! حتیٰ کہ تمہارے پاس مہاجرین اور انصار کے مجاہدین پہنچ جائیں۔ان میں سے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور شہید کردیا۔گھوڑا اچھلا۔دشمن اسے قابو نہ کرسکا۔حتیٰ کہ وہ بنو اشہل میں اپنے مقام پر آکر ٹھہر گیا۔حضرت سلمہ نے فرمایا:

"میں اس جگہ رہا حتیٰ کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہ سواروں کو دیکھ لیا۔جو درختوں میں سے نمودار ہوئے تھے۔ ان کے آگے آگے حضرت اخرم الاسدی تھے۔ان کے پیچھے حضرت قتادہ تھے۔ان کے پیچھے حضرت مقداد بن الاسود تھے۔ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔میں پہاڑ سے نیچے اترا۔میں نے حضرت الاخرم کے گھوڑے کی باگ پکڑی۔میں نے کہا: "اخرم! محتاط رہنا۔وہ تمہیں جدا نہ کردیں حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ آجائیں۔"انہوں نے کہا:"سلمہ! اگر تم اللہ تعالیٰ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تم جانتے ہو کہ جنت حق ہے۔ آگ حق ہے تو میرے اور شہادت کے مابین رکاوٹ نہ بنو۔ میں ان کے درمیان سے ہٹ گیا۔ وہ اور عبد الرحمان بن عیینہ باہم جنگ آزما ہو گئے۔ عبد الرحمان کا گھوڑا پھسلا اس نے ان کے نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ وہ آگے بڑھا اس کا مقابلہ حضور اکرم ﷺ کے شہ سوار حضرت ابوقتادہ کے ساتھ ہوا۔ وہ باہم نیزہ بازی کرنے لگے۔ اس نے ان کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ ابوقتادہ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔

محمد بن عمر نے حضرت صالح بن کیسان سے روایت کیا ہے کہ حضرت محرز بن نضلہ نے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے ایک روز قبل خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ میرے لیے آسمان کھل گیا ہے میں آسمان دنیا میں داخل ہو گیا ہوں۔ حتیٰ کہ میں ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔ مجھے کہا گیا ''یہی تمہاری منزل ہے'' میں نے یہ خواب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا تو انہوں نے کہا: ''تمہیں بشارت ہو۔'' اس کے ایک روز بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔

حضرت سلمہ نے فرمایا: ''میں دشمن کے تعاقب میں دوڑتا جا رہا تھا۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کے چہرۂ انور کو تکریم بخشی۔ میں نے اپنے پیچھے صحابہ کرام کو نہ دیکھا۔ مجھے ان کا گرد و غبار بھی نظر نہ آیا۔ وہ غروب آفتاب سے قبل اس گھاٹی تک پہنچ گئے جہاں ایک چشمہ تھا جسے ذوقرد کہا جاتا تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانی پینا چاہا۔ انہوں نے مجھے دیکھا۔ میں دشمن کے تعاقب میں تھا وہ وہاں سے میری طرف آ گئے۔ انہوں نے جلدی کی اور ثنیہ ذی بئر کی طرف جلدی سے آئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا میں نے اسے تیر مارا۔ میں نے اسے کہا:

خذها انا ابن الاكوع　والیوم یوم الرضع

اس نے کہا: ''تمہاری ماں تم پر روئے! تم صبح سے ہمارے تعاقب میں ہو؟ میں نے کہا: ''ہاں! اے اپنی جان کے دشمن! میں نے صبح بھی اسے تیر مارا تھا۔ اب دوسرا تیر مارا دونوں تیر اسے لگے۔ وہ دو گھوڑے چھوڑ کر بھاگ نکلے میں نے انہیں پکڑا اور انہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

''جب گھوڑے باہم آملے تو حضرت ابوقتادہ نے حبیب بن عیینہ کو قتل کر دیا پھر اپنی چادر سے اسے ڈھانپ دیا۔ پھر صحابہ کرام سے جا ملے۔ محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت مقداد نے حبیب کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن نے ادبار کو پایا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اس نے انہیں نیزہ مارا ان دونوں کو قتل کر دیا ان سے کچھ اونٹنیاں لے لیں۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان جانوروں سے وہ گھوڑا

خریدا جو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تھے۔ انہیں مسعدہ فرازی ملا۔ اس نے کہا: "ابوقتادہ! یہ کیسا گھوڑا ہے؟" حضرت ابوقتادہ نے فرمایا: "یہ ایسا گھوڑا ہے جس پر سوار ہو کر میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد کروں گا۔" اس نے کہا: "تمہیں قتل کرنا کتنا آسان ہے اور تمہاری جنگ کتنی شدید ہے" حضرت ابوقتادہ نے کہا: "میں رب تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ میری ملاقات اس وقت کرادے جب میں اس گھوڑے پر سوار ہوں۔" ایک روز حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنی چادر کی ایک طرف کھجوریں ڈال کر اپنے گھوڑے کو کھلا رہے تھے کہ اس نے اپنا سر اٹھایا کان بلند کیے۔ انہوں نے کہا: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ تو نے گھوڑوں کی بو سونگھ لی ہے۔" انہوں نے اس پر زین ڈالی اپنے ہتھیار لیے پھر عازم سفر ہو گئے۔ ان کی والدہ نے کہا: "بخدا! نور نظر! جاہلیت میں بھی ہم پر حملہ نہیں ہوتا تھا اب تو حضور اکرم ﷺ ہم میں جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔" وہ مقام زوراء تک پہنچے تو انہیں ایک صحابی ملے۔ انہوں نے کہا: "ابوقتادہ! گھوڑے کو تیز چلاؤ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں پر حملہ ہو چکا ہے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں۔" انہوں نے پوچھا: "کس طرف۔" انہوں نے ثنیہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ ذباب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے گھوڑے کی لگام کھینچی پھر اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے انہیں فرمایا: "ابوقتادہ آگے چلو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔" حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں:

"میں عازم سفر ہوا۔ میرے ساتھ ساتھ ایک انسان چل رہا تھا۔ ہم جلدی دشمن کے پاس پہنچ گئے۔ اس شخص نے مجھے کہا: "ابوقتادہ! کیا خیال ہے؟ اس قوم کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔" حضرت ابوقتادہ نے اسے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ٹھہرا رہوں حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئیں۔ میرا ارادہ ہے کہ تم ایک طرف سے حملہ آور ہو جاؤ" حضرت ابوقتادہ نے دشمن پر حملہ کیا ان پر گراں گزرے۔ دشمن نے ان پر تیر برسائے۔ ایک تیر ان کے چہرے پر لگا۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے وہ تیر نکالا۔ مجھے یوں لگا کہ میں نے لوہے کا ٹکڑا نکالا ہے۔ میں آگے بڑھا۔ جلد ہی میں نے ایک سوار دیکھا وہ ایک چست گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے پہچان لیا لیکن میں اسے نہ پہچان سکا۔ اس نے کہا: "ابوقتادہ! رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ میری ملاقات کرادی ہے۔ اس نے اپنے چہرے سے خود اٹھایا۔ اس نے اس کے چہرے کو گھیر رکھا تھا وہ مسعدہ فرازی تھا۔ اس نے مجھے کہا: "کیا پسند کرو گے۔ شمشیر زنی، نیزہ بازی یا کشتی۔" میں نے کہا: "تم خود منتخب کرو۔" اس نے کہا: "کشتی!" وہ اپنی سواری سے اترا میں اپنی سواری سے اترا۔ میں نے اپنا گھوڑا ایک درخت کے ساتھ باندھا اور وہیں اپنا اسلحہ رکھا۔ ہم باہم الجھ پڑے میں جلد ہی اس پر غالب آ گیا۔ میں اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ بخدا! میں ایک اہم شخص کے سینے پر سوار تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اٹھوں اور تلوار پکڑ لوں۔ وہ بھی اپنی تلوار لینے کے

لیے اٹھا۔ہم دو لشکروں کے مابین تھے۔ہم میں سے کسی ایک پر حملہ ہو سکتا تھا۔میرے سر سے کچھ ٹکرایا۔ہم باہم مقابلہ کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم دونوں مسعدہ کے ہتھیاروں تک پہنچ گئے۔میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تلوار اٹھالی۔جب اس نے دیکھا کہ میرا ہاتھ تلوار تک پہنچا ہے۔اس نے کہا:"ابوقتادہ! مجھے زندگی بخش دو۔"میں نے کہا:"نہیں! بخدا! حتیٰ کہ تم اپنا ٹھکانہ ھاویہ دیکھ لو۔"اس نے کہا:"میری بچی کی نگرانی کون کرے گا۔"میں نے کہا:"آگ"میں نے اسے قتل کیا۔اپنی چادر میں اسے لپیٹا اس کے کپڑے اتارے اور پہن لیے اس کے ہتھیار لیے اس کے گھوڑے پر بیٹھا۔جب ہم باہم نبرد آزما ہوئے تھے تو میرا گھوڑا لشکر کی طرف بھاگ نکلا تھا۔انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔میں آگے روانہ ہوا میں نے جلد ہی اس کے بھتیجے کو جالیا اس کے ہمراہ سات سوار تھے۔میں نے انہیں اشارہ کیا وہ ٹھہر گئے۔میں ان کے قریب ہوا تو میں نے ان پر حملہ کر دیا۔میں نے اس کے بھتیجے کو نیزہ مارا اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دی۔بقیہ لوگ بھاگ گئے۔میں نے اونٹنیوں کو نیزے سے اکٹھا کیا۔

حضور اکرم ﷺ کی روانگی

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے:"حضور سپہ سالار اعظم ﷺ بدھ کی صبح کو سوار ہو کر نکلے۔آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ پیچھے چھوڑا تا کہ وہ مدینہ طیبہ کی حفاظت کریں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے:"جب حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام حبیب کے پاس سے گزرے اس پر حضرت ابوقتادہ کی چادر تھی تو انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔انہوں نے کہا:"حضرت ابوقتادہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔"آپ نے فرمایا:"یہ ابوقتادہ نہیں ہیں بلکہ یہ ان کا مقتول ہے انہوں نے اپنی چادر سے اسے اس لیے ڈھانپا ہے تا کہ تم جان لو کہ انہوں نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت سلمہ نے کہا:"عشاء کے وقت آپ ہمارے ساتھ آملے تھے۔"

حضرت ابوقتادہ نے کہا:"آپ اور آپ کے صحابہ کرام پہنچ گئے جب وہ لشکر گاہ تک پہنچے تو انہوں نے میرے گھوڑے کو دیکھا اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تھیں۔ایک صحابی نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئیں ہیں۔"حضور اکرم ﷺ اس کے پاس کھڑے ہوئے۔فرمایا:"تیرے لیے ہلاکت! جنگ میں تیرے کتنے دشمن ہیں۔"آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔آپ اور صحابہ کرام آگے روانہ ہو گئے حتیٰ کہ اس جگہ پہنچے جہاں ہم نے کشتی کی تھی تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت ابوقتادہ چادر اوڑھے پڑے ہیں۔ایک صحابی نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم! ابوقتادہ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوقتادہ پر رحم کرے مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے اس اعزاز سے نوازا۔ وہ تو دشمن کے تعاقب میں ہیں وہ رجز پڑھ رہے ہیں۔" شیطان نے ان میں یہ وسوسہ ڈالا۔ انہوں نے میرے گھوڑے کو دیکھا کہ اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تھیں اور مقتول کو میری چادر میں لپٹے ہوئے دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے گئے۔ اس کے چہرے سے کپڑا اٹھایا۔ وہاں مسعدہ مرا پڑا تھا۔ انہوں نے کہا: "اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے یارسول اللہ! یہ مسعدہ ہے جو مقتول پڑا ہے۔" صحابہ کرام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر جلدی حضرت ابوقتادہ اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آپ کی خدمت میں آ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوقتادہ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو۔ ابوقتادہ سواروں کے سردار ہیں۔ ابوقتادہ! اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔" دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: "تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت ڈالے۔ ابوقتادہ! یہ تمہارے چہرے پر کیا ہے؟ میرا گمان تھا کہ میں نے تیر نکال دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ابوقتادہ! میرے قریب ہو جاؤ۔" میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے نرمی سے تیر نکالا۔ پھر اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دستِ شفا بخش رکھ دیا۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھے یوں لگتا تھا کہ مجھے نہ چوٹ لگی ہے نہ زخم آیا ہے۔" محمد بن عمر اور ابن سعد نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے۔

"جب مجھ سے آپ نے ملاقات کی تو آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے بالوں اور جلد میں برکت فرما۔" فرمایا: "تمہارا چہرہ کامیاب ہو۔" میں نے عرض کی: "آپ کا چہرۂ انور بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے پوچھا: "کیا تم نے مسعدہ کو قتل کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں!"

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی عمر ستر سال تھی۔ لیکن وہ چہرے سے پندرہ سال کے لڑکے لگتے تھے۔ منادی بنو عمرو بن عوف تک بھی پہنچ گیا۔ مدد آن پہنچی گھڑسوار، اونٹ سوار اور پیادہ صحابہ کرام آپ کے پاس آتے رہے۔ صحابہ کرام اونٹوں اور گدھوں پر سوار ہو کر آتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ذوقرد کے مقام پر آپ سے مل گئے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "دس اونٹ انہوں نے بچا لیے اور دس اونٹ دشمن لے گیا۔" آپ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔ علمبردار حضرت سعد بن زید تھے۔ مسلمانوں کا شعار "اَمِتْ اَمِتْ" تھا۔ آپ نے اس روز صلوٰۃ الخوف پڑھی تفصیلات بعد میں آئیں گی۔

حضرت سلمہ نے فرمایا: "میرے چچا جان میرے پاس دو برتن لے کر آئے۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں پانی تھا۔ میں نے وضوء کیا اور دودھ پیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اس چشمہ پر جلوہ افروز تھے۔ جہاں سے

میں آپ سے جدا ہوا تھا۔ آپ نے وہ اونٹ حاصل کر لیے تھے۔ آپ نے ہر وہ چیز حاصل کر لی تھی جو میں نے مشرکین سے چھینی تھی۔ آپ نے ہر چادر اور ہر نیزہ جمع کر رکھا تھا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا تھا جو دشمن سے چھینے گئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے ان کا کلیجہ اور کوہان بھونے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے انہیں پانی سے محروم کر دیا ہے۔ وہ پیاسے میرے تعاقب میں تھے۔ آپ مجاہدین میں سے مجھے ایک سو مجاہد عطا کر دیں میں ان کا تعاقب کر کے ہر مخبر کو بھی قتل کر دوں گا۔'' آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک کی سپیدی آگ کی روشنی میں نظر آئی۔ فرمایا: ''سلمہ! کیا تمہارا خیال ہے تم اس طرح کر گزرو گے۔'' میں نے کہا: ''ہاں! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو عزتیں بخشی ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں یہ اعزاز بخش دیا گیا ہے۔ نرمی اختیار کرو۔ وہ تورات کی شراب پی رہے ہوں گے۔'' بنو غطفان میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: ''فلاں نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا ہے۔ جب اس کا چمڑا اتار چکے تو انہوں نے گرد و غبار دیکھا۔ انہوں نے کہا: ''مسلمان آگئے ہیں۔'' وہ بھاگتے ہوئے چلے گئے ہیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے ہر ایک سو صحابہ کرام میں ایک اونٹ ذبح کیا ایک رات اور ایک دن ذوالقرد میں قیام فرمایا تاکہ دشمن کی خبر مل سکے۔ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ مجاہدین کی تعداد پانچ سو تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹوں پر کھجوریں اور دس اونٹ بھیجے۔ جو آپ کو ذوالقرد کے مقام پر مل گئے۔ حضرت سلمہ نے فرمایا: ''وقتِ صبح آپ نے فرمایا: ''آج ابو قتادہ بہترین شہسوار اور ہمارے پیادہ دستہ میں حضرت سلمہ بہترین ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے مجھے سوار اور پیادہ کا حصہ عطا فرمایا۔ پھر مجھے اپنی اونٹنی العضباء پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ ہم مدینہ طیبہ واپس آنے لگے۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو ایک انصاری صحابی تھے جن سے دوڑ میں مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا: ''کوئی ہے جو دوڑ میں میرے ساتھ مقابلہ کرے۔ جو مدینہ طیبہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے۔'' اس نے کئی بار یہی اعلان کیا۔ میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے انہیں کہا: ''کیا تم کسی کریم کی عزت نہیں کرتے۔ کسی شریف سے ڈرتے نہیں۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں! سوائے حضور اکرم ﷺ کے'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ مجھے اجازت دیں میں اس کے ساتھ دوڑ لگاؤں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر پسند کرو۔'' میں نے عرض کی: ''میں جاتا ہوں۔'' وہ اپنی اونٹنی سے نیچے اتر آئے میں نے بھی کپڑے سمیٹے اور اونٹنی سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک دو ٹیلوں تک خود کو روکے رکھا پھر دوڑ کر اسے جا لیا۔ میں نے ان کے کندھوں کے مابین مارا اور کہا: ''بخدا! میں تم سے آگے نکل گیا ہوں۔'' وہ مسکرائے انہوں نے کہا: ''میرا بھی یہی گمان ہے۔'' میں ان سے آگے نکل گیا۔ حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ

گئے۔ تین روز کے بعد ہم خیبر کی طرف چلے گئے۔" محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے۔

"آپ سوموار کے روز مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے۔ اس مہم میں پانچ روز صرف ہوئے۔ آپ ایک کنوئیں کے پاس سے گزرے جسے بیسان کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس کے بارے پوچھا:" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! اس کا نام بیسان ہے اس کا پانی نمکین ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کا پانی عمدہ ہے۔ اس کا نام نعمان ہے۔" آپ نے اس کا نام تبدیل فرمایا۔ رب تعالیٰ نے پانی کا ذائقہ تبدیل کر دیا۔" حضرت طلحہ نے اسے خرید کر صدقہ کر دیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی

امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو قیدی بنالیا گیا تھا۔ دشمن قوم انہیں اپنے گھر لے گئی تھی۔ قوم اپنے گھروں میں ان کے سامنے نعمتوں سے مزے اڑاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنی زنجیریں توڑیں وہ اونٹوں کے پاس آئیں۔ وہ جس اونٹ کے پاس جاتیں وہ آوازیں نکالتا۔ وہ عضباء کے پاس گئیں اس نے آواز نہ نکالی۔ وہ ایک سدھائی ہوئی اونٹنی تھیں۔ انہوں نے اسے جھڑکا تو وہ چل پڑی۔ دشمن نے اسے دیکھا تو اس کا تعاقب کیا۔ مگر اونٹنی نے انہیں عاجز کر دیا۔

اس خاتون نے نذر مانی "اگر رب تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دے گی۔" جب وہ مدینہ طیبہ پہنچی اور لوگوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: "العضباء" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی۔ اس خاتون نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ اگر اسے رب تعالیٰ نے نجات دے دی تو وہ اسے قربان کر دے گی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اس کی نذر کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! اس نے اسے کتنی بری جزادی ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ اگر رب تعالیٰ نے اس کو بچالیا تو وہ اسے ذبح کر دے گی۔ نافرمانی میں نذر پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ نہ ہی اس چیز میں نذر مانی جاسکتی ہے جو اس شخص کی ملکیت میں نہ ہو۔" ابن اسحاق نے حسن کی مراسیل میں ذکر کیا ہے۔

"یہ میرے اونٹوں میں ایک اونٹنی ہے۔ رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ تم اپنے اہلِ خانہ میں چلی جاؤ۔" عیینہ کا بھتیجا آپ کی اونٹنی سمراء کو لے آیا۔ حضرت سلمٰی نے آپ کو عرض کی تو آپ خوشی کے عالم میں باہر تشریف لائے۔ اس اونٹنی کو عیینہ کے بھتیجے نے پکڑ رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو پہچان لیا۔ فرمایا: "ہاں! تمہارے رب تعالیٰ کی قسم!" اس شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم یہ آپ کو بطورِ ہدیہ پیش کرتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور اس سے لے لی۔ وہ دو یا تین روز آپ کے ہاں ٹھہرا رہا۔ آپ نے اسے تین اوقیہ چاندی دینے کا حکم دیا وہ ناراض ہونے لگا۔ حضرت سلمٰی نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کا اسے عوض دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! مگر وہ پھر بھی ناراض ہو رہا ہے۔" آپ نے نماز ظہر ادا کی۔ منبر مبارک پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: "ایک شخص مجھے میرے ہی اونٹوں میں سے ایک اونٹنی بطور ہدیہ دیتا ہے جسے میں اس طرح جانتا ہوں جیسے میں اپنے کسی اہل خانہ کو جانتا ہوں پھر میں اسے اس کا عوض دیتا ہوں وہ مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ میں نے عزم کیا ہے کہ میں صرف قرشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی سے ہدیہ قبول کروں گا۔"

اس غزوہ کے مقتولین

مسلمانوں میں سے حضرات محرز بن نضلہ اور ابن وقاص بن مجزز کے سر اقدس پر شہادت کا تاج سجا۔ جبکہ کفار میں سے مسعدہ بن حکمۃ، اوبار، عمرو بن اوبار، حبیب بن عیینہ، فرقہ بن مالک واصل جہنم ہوئے۔

اس غزوہ کے بارے شعراء کا کلام

حضرت حسان بن ثابت کا قصیدہ

لو لاالذی لاقت ومسَّ نُسُورَھا   بجنوبِ سَایَۃَ امسِ فی التقوادِ

ترجمہ: "اگر "سایہ" کی جنوب کی طرف پتھریلی زمین حائل نہ ہوتی جو ہمارے گھوڑوں کے سامنے آئی۔ ان کی کنکریاں ان کے سموں میں چبھ رہی تھیں۔"

للقینکم یَحْلمن کل مدجج   حامی العقیقۃ ماجد الاجداد

ترجمہ: "یہ گھوڑے تم سے ضرور ملاقات کرتے۔ ان کے اوپر ایسے جوان ہوتے جو مکمل غرق آہن ہوتے وہ حق کی حمایت کرنے والے اور عظیم آباء والے ہوتے۔"

و لَسَرَّ اَوْلَادَ اللقیطَۃِ اَنَّنَا   سِلْمٌ غداۃُ فَوارِس المِقدادِ

ترجمہ: "ان لوگوں کو یہ بات از حد مسرور کرتی جن کی اصل بدھوتی کہ ہم اس روز مقداد رضی اللہ عنہ کے سواروں کے ساتھ جنگ کرنے سے بچ گئے۔"

کُنَّا ثمانیۃ و کانوا جحفلًا   لَجِبًا فشُکُّوا بالرماح بَدَادِ

ترجمہ: "ہم تعداد میں آٹھ تھے جبکہ وہ ایک بہت بڑا لشکر تھے۔ پھر نیزوں کے ذریعے انہیں پارہ پارہ کر دیا گیا۔"

كنا من القوم الذين يَلُونَهُمْ و يقدمون عنانَ كل جَوّادِ

ترجمہ: "ہم ایسی قوم تھی جو ان کے تعاقب میں تھی۔ وہ عمدہ گھوڑوں کی لگامیں تھامے آگے بڑھ رہے تھے۔"

كَلَّا و ربّ الراقصاتِ الى مِنًى يَقْطَعْنَ عُرْضَ مخارِمِ الاطوَادِ

ترجمہ: "ہرگز نہیں! ان محو رقص اونٹنیوں کی قسم جو منٰی کی طرف رواں ہیں۔ وہ پہاڑیوں کی پگڈنڈیوں پر جاری ہیں۔"

حتى نبيلَ الخيْلَ فی عَرصاتِكُمْ و نؤوبَ بالمَلكاتِ و الاولادِ

ترجمہ: "ہم نے اپنے گھوڑوں کو تمہارے مکانات کے درمیان پیشاب کرایا۔ ہم تمہاری عورتوں اور بچوں کو لے کر واپس لوٹ رہے تھے۔"

رَهوًا بكل مُقَلَّصٍ وَ طِمِرَّةٍ فی كُلِّ مُعتَرَكٍ عَطفْنَ وَوَادِ

ترجمہ: "ہم تیز رفتار اونٹنیوں اور ایسے گھوڑوں کے ساتھ واپس لوٹ رہے تھے جو ہر معرکہ میں سرعت سے لوٹتے ہیں۔"

افنى دوابِرَهَا وَلَاحَ مُتُونَهَا يَوْمٌ تُقادُ به و يومُ طِرَادِ

ترجمہ: "انہوں نے ان کے پچھلے حصہ کو برباد کر دیا ہے ان کی پشتوں کو عیاں کر دیا ہے اس دن جس روز مقابلہ کے لیے لے جاتا ہے۔"

و كز الرعانُ جيادُنا ملبونةٌ والحربُ مشعلةٌ بريحٍ غوادِ

ترجمہ: "اسی طرح ہمارے گھوڑے صبح کی ہوا کی وجہ سے مسرور ہو جاتے ہیں جس وقت جنگ خوب شعلہ فشاں ہوتی ہے۔"

و سيوفنا بيضُ الحرائدِ تجتَلِى جُنَنَ الحَديدِ و هامَةِ المُرتادِ

ترجمہ: "ہماری قابل شمشیریں لوہے کی زرہوں اور جنگ کے طلب گار کو کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔"

اخذ الالٰهُ عليهم بحرامه ايام ذی قردٍ وجوه عباد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنے دین حق کی عزت و ناموس کے لیے ان دشمنانِ دین کے سامنے رکاوٹیں قائم کر دی ہیں۔"

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے تو حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی کلام نہیں کریں گے۔ انہوں نے میرے گھوڑوں اور گھڑسواروں کو مقداد کے لیے مختص کر

دیا ہے۔ حضرت حسان نے ان سے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: "میرا مدعا یہ تھا لیکن قافیہ مقداد سے ملتا تھا۔" پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھ کر حضرت سعد کو خوش کیا:

اذا اردتُمُ الاشَدَّ الجَلْدا　　　اَوْ ذَاغَنَا فعليكم سعدًا

سَعْدَ من زيدٍ لا يهدُّ هَدًّا

ترجمہ: "جب تم کسی قوی اور مضبوط شخص کے پاس جانے کا ارادہ کرو یا غنی کے پاس جانے کا ارادہ کرو تو حضرت سعد کے پاس جاؤ یعنی سعد بن زید جنہیں نیچے نہیں گرایا جاسکتا۔"

لیکن حضرت سعد نے ان کی معذرت قبول نہ کی اور نہ ہی انہیں کچھ فائدہ ہوا۔

حضرت کعب بن مالک کے اشعار

اتحسبُ اولادُ اللقيطة اَنَّنَا　　　عَلی الخيلِ لَسْنَا مِثْلَهم فی الفوارس

ترجمہ: "کیا گرے ہوئے لوگوں کی اولاد یہ گمان کرتی ہے کہ ہم اس وقت ان کی مثل نہیں ہو سکتے جب ہم گھوڑوں پر سوار ہوں۔"

و اِنَّا اُناسٌ لا نرىَ القتلَ سُبَّةً　　　ولا ننثنِى عند الرماح المداعس

ترجمہ: "جبکہ ہم ایسے عظیم لوگ ہیں جو قتل کو عار نہیں سمجھتے اور نہ نیزے لگتے وقت ہم پیٹھ پھیرتے ہیں۔"

و انا لنُقْرِى الضيفَ من قمعِ الذُّرَى　　　و نضربُ راسَ الاَبلج المتشاوس

ترجمہ: "ہم اونٹ کی کوہان کے اوپر والے حصہ سے مہمان کی ضیافت کرتے ہیں ہم حسین اور قوی شخص کا سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔"

نرد كماة المعلمين اذ انتخو　　　بفرب يسلّى نخوة المتقاعس

ترجمہ: "ہم ان بہادروں کا منہ پھیر دیتے ہیں جو نشان لگا کر لڑتے ہیں یہ ایسی ضرب ہوتی ہے جو باعث اطمینان ہوتی ہے سینہ پھیلانے والے کی نخوت اسے لیے ہوتی ہے۔"

بكل فتى حَامِى الحقيقةِ مَاجِدٍ　　　كريمٍ كسرحان الغضاة مُغَالِس

ترجمہ: "یہ جنگ ایسے جوانوں کے ہمراہ ہوتی ہے جو حق کے حامی، کریم، وہ چشتی سے یوں اچک لیتے ہیں جیسے گھنے درختوں میں رہنے والا بھیڑیا۔"

يَذُوْدُونَ عن احسابهم و تلادهم ببيضٍ تَقُدُّ الهَامَ تحت القوانس

ترجمہ: "وہ اپنے حسب اور نسب کی حفاظت کرتے ہیں وہ تلواروں کے ساتھ ان کھوپڑیوں کو کاٹ دیتے ہیں جو خود میں مخفی ہوتی ہیں۔"

فسائل بنی بدر اذا ما لقيتهم بما فعل الاخوان يوم التمارُس

ترجمہ: "جب تم بنو بدر سے ملاقات کرو تو ان سے پوچھو کہ شمشیر زنی کے روز بھائیوں نے کیسے کارنامے سرانجام دیئے تھے۔"

اذا ما خرجتم فاصدقوا من لقيتم ولا تكتموا اخباركم فى المجالس

ترجمہ: "جب تم گھروں سے باہر نکلو تو ہر اس شخص سے سچ بولو جس سے ملاقات کرو اور محافل میں اپنی باتیں نہ چھپانا۔"

و قولوا زَلَلْنَا عَنْ مَغَالِبِ خَادِرٍ به و حَرٌّ فی الصَّدرِ ما لم يُمارِسِ

ترجمہ: "ان سے کہہ دینا کہ ہم اس شیر کے پنجوں سے خوف زدہ ہو کر پھسل گئے تھے جس وقت تک وہ حملہ نہ کرے اس وقت تک اس کے سینے میں آتش غضب رہتی ہے۔"

حضرت شداد بن عارض الجشمی کے اشعار

فَهَلَّا كررتَ ابا مالكٍ و خَيْلُكَ مُدْبِرَةٌ تُقْتَلُ

ترجمہ: "اے ابو مالک! تم نے اس وقت لوٹ کر حملہ کیوں نہ کیا جب تمہارے گھڑسوار منہ موڑ کر جا رہے تھے اور تہ تیغ ہو رہے تھے۔"

ذكرتَ الايابَ الى عَسْجَدٍ و هيهاتَ قد بَعُدَ المُفضَلُ

ترجمہ: "تم نے ذکر کیا ہے کہ تم مسجد کی طرف لوٹو گے ہائے افسوس! لوٹنا تو بہت دور ہو چکا ہے۔"

وَ طَمَّنْتَ نفسَك ذا ميعَةٍ مسح النّضَالِ اِذَا يُرْسَلُ

ترجمہ: "تم نے اپنے دوڑنے والے نفس کو اطمینان دلایا جو اس طرح بھاگ رہا تھا جس طرح کھلے میدان میں چھوڑا ہوا گھوڑا بھاگتا ہے۔"

اِذا قَبَّضَتْهُ اليكَ الشمَالُ جَاشَ كما اضطرَمَ المرجَلُ

ترجمہ: "جب شمال نے تمہارے نفس کو قبضہ میں دے دیا تو وہ ہنڈیاں کی طرح جوش مار رہا تھا۔"

فَلَمَّا عَرَفْتُم عِبَادًا لا لہٖ   لَمْ يُنْظِرِ الْآخِرَ الْاَوَّلُ

ترجمہ: "جب تم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جان لیا۔ پہلے جانے والا دوسرے کا انتظار نہیں کرتا۔"

عَرَفْتُم فوارسُ قد عُوِّدُوا   طِرَادَ الْكُمَاةِ اِذَا اَسْهَلُوا

ترجمہ: "تم نے ایسے شہ سواروں کو جان لیا ہوگا جو بہادروں کے ساتھ ٹکرا جانے کے عادی ہیں جب انہیں اجازت دی جاتی ہے۔"

اذا طردوا الخيل تشقى بهم   فضاحا و ان يطردوا ينزلوا

ترجمہ: "دشمنوں کے لیے بدقسمتی کا وہ وقت تھا جب یہ شہ سوار گھوڑوں کو بھگا رہے تھے اگر ان سواروں کو روکا جاتا تو یہ نیچے آجاتے۔"

فيعْتَصِمُوا فى سَوَادِ المقام   بالبيضِ اَخْلَهَا الصَّيْقَلُ

ترجمہ: "یہ شمشیر براں کے ساتھ ایسی ہموار جگہ میں حفاظت کرتے ہیں جنہیں صیقل کرنے والے نے عمدہ بنایا تھا۔"

تنبیہات

❶ ذوقَرَد۔ بعض نے اسے ذوقُرد پڑھا ہے۔ علامہ حازمیؒ نے لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک پہلا تلفظ درست ہے۔ اہلِ لغت کے نزدیک دوسرا صحیح ہے۔ علامہ بلاذری نے پہلا تلفظ درست قرار دیا ہے۔ یہ جگہ غطفان کے شہروں سے ایک برید دور ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ جگہ ایک یوم کی مسافت پر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ لغت القَرَد صوف کو کہتے ہیں۔

❷ امام بخاری نے صحیح میں لکھا ہے کہ غزوہ ذی قرد غزوۂ خیبر سے تین روز قبل ظہور پذیر ہوا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حدیبیہ کے بعد خیبر سے پہلے کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے: "امام احمد، امام مسلم سے حضرت ایاس بن سلمہ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں انہوں نے حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر ذوقرد کا واقعہ بیان کیا۔ پھر آخر میں فرمایا: "پھر ہم اس غزوہ سے مدینہ طیبہ آئے۔ ہم مدینہ طیبہ میں تین دن ہی ٹھہرے تھے کہ خیبر کی طرف عازم سفر ہو گئے۔"

ابن اسحاق، محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوہ ذی قرد چھ ہجری صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر اور

ابن سعد نے ربیع الاول اور ایک قول جمادی الاولی کا بھی ہے۔ ابن اسحاق نے شعبان کا قول کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "غزوہ بنولحیان چھ ہجری شعبان کو رونما ہوا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے آپ کچھ ہی راتیں یہاں جلوہ افروز ہوئے تھے کہ عیینہ نے آپ کے اونٹوں پر شب خون مارا۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جو کچھ امام بخاری نے لکھا ہے وہ ابن اسحاق کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے "اہل سیر کا اس میں اختلاف نہیں کہ غزوہ ذی قرد صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا بعض راویوں کو حضرت سلمہ کی روایت سے وہم پیدا ہوا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک سریہ خیبر کی طرف اس کی فتح سے قبل بھیجا ہو۔ جس میں حضرت سلمہ بن الاکوع ہوں۔ حضرت سلمہ نے اس کے بارے بتایا ہو۔ کہا: "ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔" اس کی تائید ابن اسحاق کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح خیبر سے قبل دو بار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا۔" الحافظ نے لکھا ہے۔

اس روایت کا سیاق اس جمع کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے "ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں اس غزوہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ میرے چچا قوم کو رجز سنانے لگے۔ اس روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا یہ ہانکنے والا کون ہے اس میں ان کے چچا کی مبارزت اور عامر کے قتل کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر واقعات بھی ہیں جو غزوہ خیبر میں رونما ہوائے تھے لہٰذا صحیح میں ذکر کردہ قول دیگر اقوال سے اصح ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے۔

"ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ عیینہ نے دو بار اونٹنیوں پر حملہ کیا ہو۔ ایک بار حدیبیہ سے قبل ابن اسحاق نے اس کا ذکر کیا ہے۔ دوسری بار حدیبیہ کے بعد خیبر کی طرف عازم سفر ہونے سے پہلے۔ اس مہم کا سرغنہ عبدالرحمان بن عیینہ تھا جیسے کہ امام مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حاکم نے الاکلیل میں ذکر کیا ہے کہ ذو قرد کی طرف کئی بار سفر کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ احد سے قبل اس کی طرف گئے۔ دوسری بار حضور اکرم ﷺ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ پانچ ہجری ربیع الآخر میں رونما ہوا۔ تیسری بار میں اختلاف ہے۔" اس طرح میری تطبیق درست ہوگئی۔ واللہ اعلم

۳ امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمان بن عیینہ نے اونٹوں پر حملہ کیا۔ الطبرانی نے عیینہ بن حصن کا ذکر کیا ہے۔ ابن عقبہ نے عیینہ بن بدر کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس غزوہ میں مسعدہ قوم کا رئیس تھا۔ ان روایات میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سارے رئیس تھے اور اس شیطانی عمل میں شامل تھے۔

④ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ کی ساری اونٹنیوں کو بچالیا تھا۔ ابن عقبہ نے بھی یہی لکھا ہے، لیکن ابن اسحاق، ابن عمر اور ابن سعد وغیرہم نے لکھا ہے کہ صرف دس اونٹنیوں کو بچایا جا سکا۔ لیکن جو کچھ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے وہ درست ہے۔ وہی معتمد ہے کیونکہ اس کی سند درست ہے۔

⑤ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ حضور واپسی پر اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہوئے آپ کے پیچھے حضرت سلمہ تھے جبکہ عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر کی زوجہ نے اسے دشمن سے لیا تھا اور اس پر سوار ہو کر آئیں تھیں۔

چوبیسواں باب

غزوہ خیبر

ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے واپس تشریف لائے۔ ذوالحجۃ کا ماہِ مبارک تھا۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں تقریباً بیس راتیں قیام کیا۔ پھر محرم میں غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے۔ رب تعالیٰ نے آپ سے حدیبیہ میں اس کا وعدہ کیا تھا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں رب تعالیٰ نے آپ کو خیبر عطا کر دیا۔ فرمایا:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (الفتح:۲۰)

ترجمہ: "اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم اپنے اپنے وقت میں حاصل کرو گے۔ پس جلدی دے دی گئی ہے تمہیں یہ (صلح)۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو عازمِ سفر ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے بہت کوشش کی۔ آپ نے صرف ان صحابہ کرام کو بلایا جنہوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ تاکہ وہ جہاد کے لیے نکلیں صلح حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ وہ بھی مالِ غنیمت کے حصول کے لیے آپ کے ساتھ نکلیں۔ آپ نے فرمایا: "تم ہمارے ساتھ صرف جہاد میں رغبت کرتے ہوئے نکلو۔ مالِ غنیمت کے لیے نہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپ خیبر کے لیے عازمِ سفر ہونے کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اپنے بچوں میں سے ایک ایسا بچہ تلاش کرو جو میری خدمت کرے۔" میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ نیچے تشریف لاتے تو آپ یہ دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَ ضلع الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (سعید بن منصور)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت نمیلہ بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو بنایا لیکن روایت کے

مطابق آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔(امام احمد، امام بخاری، ابن خزیمہ، طحاوی، حاکم وغیرہ)

یہودیوں پر یہ امر گراں گزرا۔انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔انہیں علم تھا کہ اگر آپ خیبر میں داخل ہو گئے تو اہلِ خیبر ہلاک ہو جائیں گے جیسے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ ہلاک ہوئے تھے۔مدینہ طیبہ کے یہودیوں کا کسی مسلمان پر جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

محمد بن عمر، امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت ابن ابی حداد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک یہودی ابوشحم کے چار یا پانچ دراہم دینے تھے۔انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے جَو لیے تھے۔جو ان پر لازم تھے۔انہوں نے ان سے کہا: ''قرض مؤخر کر دو مجھے امید ہے کہ میں واپس آ کر تیرا حق ادا کر دوں گا ان شاء اللہ! رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں خیبر بطور غنیمت عطا کر دے گا۔'' ابوشحم نے حسد اور بغاوت کرتے ہوئے کہا: ''کیا تمہارا خیال ہے کہ اہلِ خیبر سے لڑنا اعرابیوں سے لڑنے کی طرح ہے۔تورات کی قسم! اس میں دس ہزار جنگجو ہیں۔'' انہوں نے اپنا جھگڑا بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''ان کا حق ادا کر دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں یہ قدرت نہیں رکھتا۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کا حق ادا کر دو۔'' جب آپ تین بار فرماتے تھے تو پھر رجوع نہیں فرماتے تھے۔'' حضرت عبداللہ نے کہا: ''میں باہر نکلا میں نے اپنا ایک کپڑا تین دراہم میں فروخت کر دیا۔میں نے اس کا حق ادا کر دیا۔میں نے دوسرا کپڑا پہن لیا جو مجھے ابن اسلم بن حُریش نے دیا تھا۔''

امام الطبرانی نے لکھا ہے ''اسے لے کر حضرت ابن ابی حداد بازار کی طرف نکلے۔انہوں نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔تہہ بند باندھ رکھا تھا۔انہوں نے سر سے عمامہ اتارا۔سے بطور تہ بند استعمال کیا۔چادر نکالی اور کہا: ''مجھ سے یہ کون خریدے گا؟'' اس یہودی نے ان سے دراہم کے عوض وہ خرید لیے۔پاس سے ایک بڑھیا گزری۔اس نے کہا: ''اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی! آپ کو کیا ہوا؟'' انہوں نے ساری بات بتا دی۔اس بڑھیا نے کہا: ''یہ چادر لے لو۔'' اس نے انہیں ایک چادر دے دی میں دو کپڑوں کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا۔رب تعالیٰ نے مجھے خیبر میں مالِ غنیمت عطا کیا مجھے ایک عورت ملی جو ابوشحم کی رشتہ دار تھی۔وہ اسے فروخت کر دی۔

حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس زادِ راہ ہے نہ خرچہ ہے اور نہ کپڑے ہیں جنہیں پہن کر عازمِ سفر ہوں۔آپ نے انہیں سبلانیہ کپڑا عطا کیا جو موٹے کپڑے کو باس کی طرح تھا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ہم رات کے وقت

عازم سفر ہوئے۔ایک شخص نے حضرت عامر بن الاکوع سے کہا:"کیا ہمیں اپنا کلام نہیں سناؤ گے؟" وہ ایک شاعر انسان تھے وہ حدی خوانی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگے:

اللّٰھُمَّ لولا انت ما اھتَدَینَا ولا تصدَّقْنَا ولا صَلَّیْنَا

ترجمہ: "بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی ہم نہ تو صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔"

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ ما اتَّقَیْنَا و اَلْقِیَنْ سکینۃً علینَا

ترجمہ: "تجھ پر نثار! جب ہم متقی بنیں تو ہمیں معاف کر دے اور ہم پر سکون نازل فرما۔"

و ثَبِّتِ الاقدامَ اِنْ لَاقَیْنَا اِنَّا اِذا صیحَ بنا آتَیْنَا

ترجمہ: "اگر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں تو ہمیں ثابت قدم فرما جب بھی ہمیں صدا دی گئی تو ہم حاضر ہو گئے۔"

و بالصیاحِ عَوَّلُوا عَلَیْنَا

ترجمہ: "جب دشمن نے چیخ کر ہمارے خلاف مدد طلب کی۔"

آپ نے پوچھا:"یہ حدی خواں کون ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی:"حضرت عامر بن الاکوع" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔" دوسری روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف کرے۔" آپ نے جس شخص کے لیے بھی مغفرت طلب کی اسے شہادت نصیب ہوگئی۔" حضرت عمر فاروق اپنے اونٹ پر تھے انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے لیے (جنت) واجب ہوگئی کاش! آپ ہمیں حضرت عامر سے زیادہ لطف اندوز ہونے دیتے۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت ابوامامۃ سے اور امام بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز فرمایا تھا:"جو کمزور یا مشکل حالات میں ہو وہ واپس چلا جائے۔" آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا۔کافی لوگ واپس آگئے۔ان میں سے ایک شخص تھا جسے مشکل حالات کا سامنا تھا۔وہ رات کے وقت کسی شخص کے پاس سے گزرے۔اس نے اس پر غلبہ پالیا اور اسے پچھاڑ دیا۔" وہ اسے اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔آپ نے پوچھا:"تمہارے اس صاحب کو کیا ہوا۔" صحابہ کرام نے آپ سے ساری صورت حال گذارش کر دی۔آپ نے فرمایا:"بلال! کیا تم نے لوگوں میں اعلان نہیں کیا تھا کہ جو کمزور یا مشکل حالات میں ہو۔وہ واپس لوٹ جائے۔انہوں نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں:"جنت نافرمان کے لیے حلال نہیں ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے" آپ رواں دواں تھے چاندنی رات تھی۔ آپ نے ایک شخص ملاحظہ کیا جو آپ کے آگے آگے جا رہا تھا۔ اس پر کوئی چیز تھی جو چاندنی میں چمک رہی تھی۔ گویا کہ وہ دھوپ میں ہو اور اس نے خود ہی پہن رکھا ہو۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" آپ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوعبس بن جابر ہیں۔" آپ نے صحابہ کرام سے کہا: "انہیں پکڑ لاؤ۔" انہوں نے مجھے پکڑ کر گرفتار کر لیا۔ مجھے خدشات نے گھیر لیا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید کوئی آسمانی حکم میرے بارے اترا ہے۔ میں غور وفکر کرنے لگا کہ مجھ سے ایسا کون سا عمل سرزد ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ نے پوچھا: "تم صحابہ کرام سے آگے آگے کیوں چل رہے ہو۔ ان کے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری اونٹنی بہت عمدہ ہے۔" آپ نے پوچھا: "وہ چادر کہاں ہے جو میں نے تمہیں عنایت کی تھی؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آٹھ دراہم میں اسے فروخت کر دیا ہے۔ دو دراہم بطور زادِ راہ لیے۔ دو دراہم اپنے اہلِ خانہ کے لیے چھوڑے چار دراہم سے یہ چادر خرید لی۔" یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: "ابوعبس! تم اور تمہارے یہ غریب ساتھی اگر سلامت رہے اور تھوڑی سی زندگی نصیب ہوئی تم دیکھو گے تو تمہارا زادِ راہ کثیر ہو جائے گا۔ تم اپنے اہل کے لیے کثیر دراہم چھوڑ کر آیا کرو گے تمہارے دراہم اور غلام کثیر ہو جائیں گے۔ لیکن اس میں تمہارے لیے بھلائی نہ ہوگی۔" حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا۔"

حضرت سعید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب خیبر کے قریب مقامِ صہباء تک پہنچے تو آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی زادِ راہ منگوایا۔ ستو ہی آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے ان سے ثرید بنانے کا حکم دیا۔ آپ نے وہ تناول فرمائی ہم نے بھی اسے کھایا۔ آپ نے نمازِ مغرب ادا کی۔ آپ نے کلی کی ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپ نے نماز ادا فرمائی اور وضو نہ کیا۔"

(بخاری، بیہقی)

محمد بن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے: "پھر آپ نے نمازِ عشاء پڑھائی اور رستہ بتانے والوں کو یاد فرمایا۔ حضرات حسیل بن خارجہ اور عبداللہ بن نعیم اشجعی حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے حضرت حسیل سے فرمایا: "حسیل! ہمارے آگے آگے چلو۔ ہمیں وادیوں کے اگلے حصوں سے اس جگہ لے چلو جو خیبر اور شام کے مابین ہو۔ تاکہ میں ان کے، شام کے اور بنوغطفان کے مابین حائل ہو جاؤں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں لے کر چلتا ہوں۔" ایک جگہ لے گئے جہاں سے کئی رستے نکلتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ کئی رستے ہیں جو سارے ایک ہی جگہ جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ان کے نام بتاؤ۔" آپ عمدہ فال اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔

بدفالی اور قبیح نام کو ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک رستہ حزن، دوسرا

شاش اور تیسرا حاطب ہے۔" آپ نے فرمایا: "ان رستوں پر نہ چلو۔" انہوں نے عرض کی: "ایک رستہ مرحب رہ گیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہی اختیار کرو۔"

آپ کی دعا

ابن اسحاق نے حضرت ابومغیث بن عمرو رضی اللہ عنہ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو خیبر نظر آیا تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "رک جاؤ۔" سارے صحابہ کرام رک گئے۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم ربّ السمٰوات السبع وما اظللن رب الارضین السبع وما اقللن و رب الشیاطین وما اضللن و رب الریاح وما اذرین فانا نسلك من هذه القریة وخیر اھلھا و نعوذبك من شرّھا و شرّ ما فیھا۔

ترجمہ: "اے ساتوں آسمانوں اور ہراس چیز کے رب جس پر وہ سایہ فگن ہیں اے ساتوں زمینوں کے رب اور جو کچھ وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کے رب تعالیٰ۔ اے شیاطین اور جو وہ گمراہ کرتے ہیں اس کے پروردگار! اے ہواؤں اور جو کچھ وہ بکھیرتی ہیں اس کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی اور اس کے اہل کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے اس کے شر اور اس کے اہل کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔" اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ آپ جب بھی کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے۔

خیبر تشریف آوری

محمد بن عمر نے لکھا ہے "پھر آپ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ المنزلۃ پہنچے یہ خیبر کا بازار تھا جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ آپ نے رات کا کچھ حصہ وہاں قیام کیا۔ یہودیوں کا گمان تک نہ تھا کہ آپ ان پر حملہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی قوت، اسلحہ اور تعداد کثیر تھی۔ جب سے انہیں یہ احساس ہوا کہ آپ عازم سفر ہو چکے ہیں تو ہر روز دس ہزار جنگجو صفیں باندھے باہر نکلتے وہ کہتے: "محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ کریں گے۔ دیکھو ذرا دیکھو! ہر روز ان کی یہ عادت تھی۔ جب آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ ساری رات انہوں نے حرکت تک نہ کی نہ کسی مرغ نے اذان دی تھی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ دھڑکتے دلوں کے ساتھ انہوں نے صبح کے قلعوں کے دروازے کھولے۔ کساں، کدالیں اور ٹوکریاں لے کر باہر نکلے۔ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو بھاگ کر قلعوں کے اندر چلے گئے۔

امام شافعی، ابن اسحاق اور شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کے وقت وہاں پہنچے جب آپ رات کے وقت کہیں پہنچتے تو تا دم صبح ان پر حملہ نہ کرتے اگر وقت صبح اذان سن لیتے تو آپ حملہ نہ کرتے اگر اذان نہ سنتے تو صبح کے وقت ان پر حملہ کر دیتے۔ آپ نے غلس کے مقام پر اندھیرے میں ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔ ہم نے اذان نہ سنی۔ صبح کے وقت آپ سوار ہوئے صحابہ کرام بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ آگے بڑھے۔ آپ کی ران مبارک سے کپڑا اٹھ گیا۔ میں نے آپ کی مبارک ران دیکھی۔ میرے قدم آپ کے قدمین شریفین کو چھو رہے تھے۔ خیبر والے اپنی کساں اور ٹوکریاں لے کر کھیتوں کی طرف نکلے۔

جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لشکر۔" وہ دوڑ کر واپس چلے گئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے اور فرمایا: "اللہ اکبر! خیبر برباد ہوگیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے جنہیں ڈرایا جاتا ہے۔"

امام ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ گدھے پر سوار تھے۔ اس کی لگام کھجور کے ریشوں سے بٹی ہوئی تھی۔ جس کے نیچے پالان بھی کھجور کا تھا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے: "جو امر صحیح روایت سے ثابت ہے وہ یہ کہ آپ خیبر کے بازار سے چلے حتیٰ کہ ران مبارک سے کپڑا اٹھ گیا۔ اس روز آپ گھوڑے پر سوار تھے گدھے پر سوار نہ تھے۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے مراد یہ ہوگا آپ دورانِ محاصرہ کچھ دن گدھے پر بھی سوار ہوئے۔"

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس جگہ فروکش ہوئے ہیں یہ آسمانی حکم ہے تو ہم گفتگو نہیں کرتے۔ اگر آپ کی رائے ہے تو پھر مشورہ دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ رائے ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ ان کے قلعوں کے قریب فروکش ہوئے ہیں۔ آپ ان کے نخلستانوں کے سامنے اترے ہیں۔ ساتھ ہی شوریدہ زمین بھی ہے۔ میں اہلِ نطاۃ کو جانتا ہوں۔ ان کے تیر سارے لوگوں سے دور جاتے ہیں۔ ان کے نشانے خطا نہیں ہوتے۔ وہ ہم سے بلند ہیں۔ ان کے تیر ہمارے ہاں آ سکتے ہیں ہم پر وہ شب خون مار سکتے ہیں۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ سے داخل ہو سکتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس جگہ منتقل ہو جائیں جو اس زمین اور وباء سے دور ہو ہم اپنے اور ان کے مابین اس چٹان کو رکھتے ہیں تاکہ ان کے تیر ہم تک نہ پہنچیں۔ ہم ان کے شب خون سے محفوظ ہوں گے۔ ہم شوریدہ زمین سے بچ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "تم نے بڑا صائب مشورہ دیا ہے لیکن ہم آج ان کے ساتھ قتال کریں گے۔" آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا۔ آپ نے فرمایا: "ہمارے لیے ایسی جگہ

تلاش کرو جوان کے قلعوں سے دور اور وباء سے پاکیزہ ہو۔ جہاں ہم ان کے شب خون سے محفوظ رہیں وہ گھومتے گھومتے رجیع پہنچے۔ پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کے لیے جگہ تلاش کر لی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ اٹھو۔"

اہلِ نطاۃ سے ابتداء

آپ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی۔ انہیں وعظ و نصیحت سے نوازا انہیں منع فرمایا کہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر جنگ کی ابتداء نہ کریں۔ بنو اشجع کے ایک شخص نے یہودی پر حملہ کر دیا۔ یہودی نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ صحابہ کرام نے کہا: "فلاں شہید ہو گیا۔" آپ نے فرمایا: "کیا اس کے بعد کہ میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہاں! آپ نے اپنے منادی سے فرمایا کہ وہ اعلان کرے۔ "نافرمان کے لیے جنت حلال نہیں ہے۔"

الطبرانی نے الصغیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ نے فرمایا: "دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی تمنا نہ کیا کرو۔ رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہیں کس آزمائش میں مبتلاء کر دیا جائے۔ جب دشمن سے ملاقات کرو تو یوں عرض کرو:

اللھم انت ربنا و ربھم و نواصینا و نواصیھم بیدك و انما تقتلھم انت۔

ترجمہ: "پھر بیٹھ کر زمین کو لازم پکڑ لو۔ جب وہ تم پر چھا جائیں تو اٹھ کھڑے ہو اور تکبیر کہو۔"

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس روز آپ نے پرچم تقسیم کیے۔ یوم خیبر کو ہی پرچم تھے پہلے جھنڈے ہوتے تھے۔ آپ کا پرچم سیاہ تھا جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر کا بنایا گیا تھا۔ جسے عقاب کہا جاتا تھا۔ آپ نے سفید علَم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا۔ ایک پرچم حضرت خباب اور ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا تھا۔ ان کا شعار "یا منصور امت" تھا۔ آپ نے قتال کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کو صبر پر ابھارا۔ سب سے پہلے ناعم قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آپ نے اس روز شدید قتال کیا۔ اہلِ نطاۃ نے شدید قتال کیا۔ اس روز آپ کے صحابہ کرام نے دفاع کیا۔ آپ نے دو زرہیں اور خود پہن رکھا تھا۔ اپنے الظرب گھوڑے پر سوار تھے۔ ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ گدھے پر سوار تھے۔ یہ احتمال ہے کہ راستہ میں آپ گدھے پر سوار ہوئے ہوں پھر قتال کے وقت گھوڑے پر سوار ہو گئے ہو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "ہم شام کے وقت منتقل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ!"

دشمنوں کے تیر لشکر اسلامی پر گرنے لگے بعض آگے تجاوز کرنے لگے۔ مسلمان وہ تیر اٹھا کر ان کی طرف پھینک رہے تھے۔ شام کے وقت آپ رجیع جلوہ نما ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہیں چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ اس قلعہ پر حملہ کرتے رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں یہ قلعہ فتح کرا دیا۔

مسلمانوں کو بخار اور آپ کی برکت سے شفاء

امام بیہقی نے حضرت ابوقلابہ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان جب خیبر آئے تو انہوں نے سبز کھجوریں کھائیں وہ وباء زدہ اور مضر صحت تھیں جس کی وجہ سے انہیں بخار ہو گیا اس نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''مشکیزوں میں پانی خوب ٹھنڈا کرو۔ جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو اپنے اوپر انڈیل لو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔'' انہوں نے اسی طرح کیا تو رب تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا کر دی۔

صعب بن معاذ کے قلعہ کی فتح

اس قلعہ میں سارے قلعوں سے زیادہ کھانا، جانور، چربی اور ساز و سامان تھا۔ اس میں پانچ سو جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے کئی روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ ان کے پاس تھوڑا سا ہی کھانا تھا۔ محمد بن عمر نے حضرت کعب بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تین روز تک صعب بن معاذ کے قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا۔ ایک یہودی کی بکریاں قلعے کے پیچھے سے چرتی ہوئی آئیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہمیں ان بکریوں میں سے کون کھلائے گا؟'' میں نے عرض کی: ''میں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ہرن یا شتر مرغ کی طرح دوڑتا ہوا گیا جب آپ نے مجھے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''مولا! ہمیں اس سے لطف اندوز فرما۔'' میں نے بکریوں کو جا لیا۔ اس کا ابتدائی حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے آخری حصہ میں دو بکریاں پکڑیں انہیں اپنی بغلوں کے نیچے دبایا اور میں دوڑتا ہوا آیا گویا کہ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پھر صحابہ کرام میں تقسیم کر دیں۔ سارے صحابہ کرام نے ان میں سے کھایا۔ حضرت کعب سے عرض کی گئی: ''صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟'' انہوں نے فرمایا: ''ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔''

محمد بن عمر نے حضرت معتب الاسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بنو اسلم کو خیبر میں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے حصن النطاۃ کا دس روز تک محاصرہ کیے رکھا لیکن ہمیں وہاں سے غلہ وغیرہ نہ ملا۔ بنو اسلم نے اتفاق کر لیا کہ وہ

حضرت اسماء بن حارثہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں۔"انہوں نے انہیں کہا:"بارگاہِ رسالت مآب میں جاؤ۔آپ کو عرض کرو کہ بنو اسلم سلام پیش کرتے ہیں اور عرض کناں ہیں۔ہمیں بھوک اور کمزوری نے آلیا ہے۔"حضرت بریدہ بن حصیب نے کہا: "اہلِ عرب میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے یوں کیا ہو۔"حضرت اسماء کے بھائی حضرت زید نے کہا:"مجھے یقین ہے کہ اسماء کا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانا فتح کی کلید ثابت ہوگا۔"حضرت اسماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بنو اسلم آپ کو سلام پیش کر رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ وہ بھوک اور کمزوری سے سخت پریشان ہیں۔آپ ہمارے لیے دعا مانگیں۔"آپ نے ان کے لیے دعا مانگی پھر فرمایا:"بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں جس سے میں انہیں تقویت دوں۔میں ان کا حال جانتا ہوں۔ان کے پاس قوت نہیں ہے۔پھر یہ دعا مانگی:"مولا! ان کے لیے وہ قلعہ فتح کرا دے جو طعام اور چربی کے اعتبار سے سب سے بڑا ہو۔"

آپ نے علَم حضرت خباب بن منذر کو دیا۔صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔ہم واپس نہ آئے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمیں حصن الصعب فتح کرا دیا۔حضرت ام مطاع الاسلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب بنو اسلم نے بارگاہِ رسالت پناہ میں بھوک کی شکایت کی تو آپ نے جہاد کی دعوت دی تو بنو اسلم سب سے پہلے حصن الصعب تک پہنچے اس روز غروب آفتاب سے قبل رب تعالیٰ نے انہیں یہ قلعہ فتح کرا دیا۔سخت قتال ہوا۔یہ سارے قلعوں سے زیادہ کھانے اور چربی سے بھرا ہوا تھا۔

یوشع یہودی باہر نکلا۔دعوتِ مبارزت دی۔حضرت خباب بن منذر اس کے مقابلہ کے لیے آئے کچھ دیر شمشیر زنی ہوتی رہی۔بالآخر حضرت خباب نے اسے واصل جہنم کیا۔پھر زبال نامی یہودی آیا۔حضرت عمارۃ بن عقبہ غفاری اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔انہوں نے اس کے سر پر ضرب کاری لگائی جو اس کی کھوپڑی چیر گئی۔اس نے کہا:"لو! میں غفاری جوان ہوں۔"صحابہ کرام نے کہا:"اس کا جہاد باطل ہو گیا ہے۔جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:"کوئی حرج نہیں اسے اجر دیا جائے گا اور اس کی تعریف کی جائے گی۔"

محمد بن عمر نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ تیر اندازی کر رہے تھے آپ کا ایک نشانہ بھی خطا نہ گیا۔آپ نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔یہودی منتشر ہو کر قلعے میں داخل ہو گئے۔"محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"انہوں نے اس قلعہ میں اتنا غلہ، طعام، جو، گھی، شہد، زیتون اور چربی ملی کہ اتنا کچھ کسی اور قلعے سے نہ ملا۔آپ کے منادی نے اعلان کیا:"خود کھاؤ، جانوروں کو کھلاؤ اور اٹھا کر نہ لے جاؤ۔نہ ہی اسے لے کر اپنے شہروں کی طرف نکلو۔"

حصن الزبیر بن عوام

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب یہودی حصن ناعم اور حصن الصعب سے حصن الزبیر کی طرف چلے گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا آپ نے تین روز تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ غزال نامی یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''ابوالقاسم صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اہلِ نطاۃ آرام سے کیوں ہیں اور وہ اہلِ شق کی طرف نکلتے ہیں اہلِ شق آپ کے رعب سے مرے جا رہے ہیں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اہل اور مال کو پناہ دی تو اس سے کہا: ''اگر آپ ایک ماہ تک بھی ان کا محاصرہ کیے رکھیں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ ان کی زیرِ زمین سرنگیں ہیں وہ رات کے وقت ان کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے پانی پی آتے ہیں۔ پھر اپنے قلعے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ وہ آپ سے دفاع کرتے ہیں اگر ان کے پانی کی سرنگیں کاٹ دیں تو وہ باہر نکل کر آپ کا مقابلہ کریں گے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کی سرنگوں کی طرف گئے اور انہیں کاٹ دیا۔ اس کے بعد باہر نکل آئے اور شدید قتال کیا۔ اس روز کئی مسلمان شہید ہوئے۔ دس یہودی واصل جہنم ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فتح کر لیا۔ یہ آخری نطاۃ کا قلعہ تھا۔ نطاۃ سے فارغ ہو کر آپ شق کے قلعوں کی طرف تشریف لے گئے۔

شق کے قلعوں کا محاصرہ اور ان کی فتح

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شق کی طرف تشریف لے گئے۔ حصن ابی سے آغاز کیا۔ آپ سموان قلعہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ قلعہ والوں نے شدید مزاحمت کی۔ غزول نامی یہودی باہر نکلا۔ دعوتِ مقابلہ دی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کچھ دیر شمشیر زنی ہوتی رہی۔ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے اس کا دایاں ہاتھ نصف کہنی سے کاٹ کر رکھ دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی وہ دوڑ کر قلعے کی طرف جانے لگا۔ حضرت خباب نے اس کا تعاقب کیا اور ریڑھ کی ہڈی کا پٹھا کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ نیچے گر پڑا انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک اور یہودی باہر نکلا۔ اس نے دعوتِ مبارزت دی۔ آل جحش میں سے ایک مسلمان نے اسے جواب دیا۔ اس یہودی نے مسلمان کو شہید کر دیا۔ پھر دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ حضرت ابودجانہ اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ انہوں نے اپنے سر پر سرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ وہ متکبرانہ چال چل رہے تھے۔ انہوں نے جلدی سے حملہ کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ کر رکھ دی۔ پھر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سامان، زرہ اور تلوار لے لی۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ سامان انہیں عنایت فرما دیا۔ مزید یہودی دعوت مبارزت کے لیے آنا بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ قلعہ کے اندر داخل ہو

گئے۔حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔اس قلعہ میں بہت سا ساز وسامان، غلہ، کھانا اور بکریاں تھیں۔سارے یہودی وہاں سے بھاگ نکلے۔وہ ہرنیوں کی طرح دیواریں پھلانگتے ہوئے جارہے تھے۔وہ شق کے قلعوں میں سے نزال قلعے میں چلے گئے۔بقیہ شکست خوردہ یہودی بھی وہیں آنے لگے۔انہوں نے قلعہ بند کرلیا اور شدید مزاحمت کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے۔آپ نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔انہوں نے سخت تیراندازی اور سنگباری کی۔حتیٰ کہ آپ کے مبارک کپڑوں کے ساتھ بھی تیر اٹک گیا۔آپ نے تیر نکالا۔مٹی بھر سنگ ریزے لیے انہیں ان کے قلعے کیطرف پھینک دیا۔جس سے ان کا قلعہ لرز اٹھا۔حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنسنے لگا۔مسلمان آئے اور انہوں نے یہودیوں کو گرفتار کرلیا۔

کتیبہ کے قلعوں پر حملہ

جب آپ نے نطاۃ اور شق کے قلعے فتح فرمالیے تو یہودی حصون الکتیبہ کی طرف چلے گئے۔ان کا سب سے بڑا قلعہ قموص تھا۔یہ دفاعی لحاظ سے بہت اہم تھا۔ابن عقبہ کے نزدیک آپ نے تقریباً بیس روز تک اس کا محاصرہ کیا وہ زمین وباء رسیدہ تھی۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد سے، امام بخاری اور ابن ابی اسامۃ اور ابونعیم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت بریدہ سے، ابونعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ اور ابولیلی سے۔امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے امام احمد، ابویعلی اور امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دردِ شقیقہ ہوجاتا تھا۔آپ کچھ دنوں کے لیے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔جب آپ خیبر رونق افروز ہوئے تو آپ کو دردِ شقیقہ ہوگیا۔آپ باہر تشریف نہ لائے۔آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہوں نے آپ کا عَلَم اٹھایا۔دشمن کے سامنے گئے اور سخت قتال کیا۔پھر واپس آگئے اور فتح نہ ہوئی۔پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہوں نے آپ کا عَلَم اٹھایا اور بہت شدید قتال کیا۔اس روز کا قتال پہلے دن کے قتال سے شدید تھا۔وہ واپس آگئے۔قلعہ فتح نہ ہوا۔ان دونوں ایام میں یہودیوں کا پلہ بھاری رہا۔(بیہقی)

جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: ''کل میں عَلَمِ اسلام اس شخص کو عطا کروں گا جسے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔'' راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا۔وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا ہوگا۔وہ اس قلعے کو زورِ بازو سے فتح کر لے گا۔''

حضرت بریدہ نے فرمایا: ہم نے وہ رات خوشی خوشی بسر کی کہ کل وہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ سارے لوگوں نے اختلاف کرتے ہوئے رات بسر کر دی کہ آپ علَمِ اسلام کسے عطا فرمائیں گے۔ وقتِ صبح سارے صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ علم اسلام اسے عطا کیا جائے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے صرف اسی روز امارت کی خواہش کی تھی۔"

حضرت بریدہ نے فرمایا: "ہم میں سے ہر وہ شخص جسے آپ کے ہاں کچھ مقام بھی تھا وہ امید کر رہا تھا کہ یہ خوش نصیبی اسی کے حصہ میں آئے گی۔ حتیٰ کہ میں نے بھی اپنا سر بلند کیا تا کہ یہ منصب مجھے نصیب ہو جائے۔"

حضرت سلمہ اور حضرت جابر کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شدید آشوبِ چشم تھا۔ وہ دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ جب آپ عازمِ سفر ہوئے تو انہوں نے کہا: "میں آپ سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔" وہ روانہ ہو کر آپ سے مل گئے۔ وہ آئے۔ آپ کے قریب ہی اونٹنی کو بٹھایا۔ انہیں آشوبِ چشم تھا۔ زیادہ تکلیف کی وجہ سے انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ حضرت بریدہ نے کہا: "وقتِ صبح آپ نے نمازِ صبح ادا کی۔ جھنڈا منگوایا۔ کھڑے ہو گئے۔ وعظ و نصیحت کیا۔" پھر فرمایا: علی کہاں ہیں؟" صحابہ کرام: "ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔" حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "ان کی طرف پیغام بھیجو۔" حضرت سلمہ نے فرمایا: "میں گیا اور انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "مجھے آشوبِ چشم ہے۔ میں اپنے آگے بھی نہیں دیکھ سکتا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "میرے قریب ہو جاؤ۔"

امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے میرا سر اپنی آغوش میں رکھا۔ اپنے دست اقدس پر لعابِ دہن رکھا اور اسے میری آنکھوں پر لگا دیا۔" وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے گویا کہ کچھ درد تھا ہی نہیں۔ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور اسلام کا جھنڈا انہیں عطا فرما دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا حتیٰ کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ ان کے میدان میں اترو۔ انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پر کیا حقوق ہیں۔ بخدا! تمہارے ہاتھوں سے ایک شخص کا مسلمان ہو جانا تمہیں سرخ اونٹوں سے ملنے سے بہتر ہے۔" حضرت ابو ہریرۃ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "علی! جاؤ۔ ان کے ساتھ جہاد کرو حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرما دے۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھو۔" حضرت علی المرتضیٰ: "میں ان کے ساتھ کس چیز پر قتال کروں؟" آپ نے فرمایا: "ان کے ساتھ جہاد کرو حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دینے لگیں: "لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ" اگر انہوں نے یوں کر لیا تو انہوں نے تم سے اپنے خون اور

اموال محفوظ کر لیے۔ مگر ان کے حقوق، ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔" بخدا! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تیزی سے بھاگتے ہوئے گئے۔ علَم اسلام قلعے کے نیچے گاڑھ دیا۔ اوپر سے ایک یہودی نے دیکھا۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: علی۔ یہودی: مجھے اس خداوند قدوس کی قسم! جس نے تورات نازل کی آپ ان پر غالب آجائیں گے۔" وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں قلعہ فتح کرا دیا۔ ابونعیم نے لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی کتب میں مرقوم تھا کہ یہ قلعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔"

مرحب کا قتل

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے حارث مرحب کا بھائی قلعوں سے باہر نکلا۔ اس نے دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حارث کے ساتھی قلعہ بند ہو گئے۔ پھر عامر نے دعوت مبارزت دی۔ یہ ایک بھاری بھرکم اور لمبا انسان تھا۔ جب یہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: "تم اسے دیکھ رہے ہو یہ پانچ گز لمبا ہے۔" اس نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ باہم شمشیر زنی ہوتی رہی حتیٰ کہ آپ نے اس کی پنڈلی پر مارا۔ تیزی سے اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سامان لے لیا۔ پھر یاسر یہ رجز گنگناتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبرُ انّی یَاسِرُ — شَاكِي السِّلَاحِ بَطلٌ مُغَادِرُ

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ میں ہتھیار بند ہوں اور میں حملہ کرنے والا جوان ہوں۔"

اِذا اللیوثُ اقبلَتْ تُبادِرُ — و اَحْجَمَتْ عَنْ صَوْلَةِ المُسَاوِرُ

ترجمہ: "جب شیر جلدی جلدی آتے ہیں وہ بہادر شخص کی قوت کو روک دیتے ہیں۔"

انَّ حُسَامِيْ فیه موتٌ حَاضِرُ

ترجمہ: "تو ان میں میری تلوار ایک حاضر موت ہوتی ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "یہ ان کے پہلوانوں میں سے تھا۔ اس کے پاس نیزہ تھا جس سے لوگوں کو پچھاڑتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس کے اور میرے مابین حائل نہ ہو۔" حضرت علی المرتضیٰ پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت زبیر اس کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میرا فرزند قتل ہو جائے گا؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ تمہارا فرزند اسے قتل کر دے گا۔ ان شاء اللہ" حضرت زبیر یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کی طرف گئے۔

قَد علمت خیبرُ انّی زبّارُ قَرْمٌ لِقَرْمٍ غیرِ نِکسٍ فرّارٌ

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں شیر ہوں۔ سردار کے مقابلہ میں سردار نہ جھکنے والا نہ راہِ فرار اختیار کرنے والا۔"

ابنُ حُماۃِ المَجْدِ ابنُ الاَخْیارْ یَاسِرُ لا یَغُرَّنَّكَ جَمعُ الکفّارْ

ترجمہ: "میں بزرگی کی حفاظت کرنے والوں کا فرزند ہوں۔ بہترین لوگوں کا بیٹا ہوں۔ یاسر! تجھے کفار کا جمع ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے۔"

فَجمعهُم مِثْلُ السرابِ الخَتّارْ

ترجمہ: "یہ سست رو سراب کی طرح ہے۔"

پھر یہ باہم نبرد آزما ہو گئے۔ حضرت زبیر نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابن اسحاق کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یاسر کا کام تمام کیا تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت زبیر نے یاسر کا کام تمام کیا تو آپ نے انہیں فرمایا: "تم پر چچا اور ماموں فدا!" پھر فرمایا: "ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری میرا پھوپھو زاد زبیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ مرحب باہر نکلا۔ وہ اپنی تلوار لہرا رہا تھا۔ اس نے یمانی زرد خود پہن رکھا تھا۔ اس کے نیچے سوراخ دار پتھر باندھ رکھا تھا۔ گویا کہ وہ انڈا ہو۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت خیبرُ أنّی مَرْحَبُ شاکِی السلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پہننے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔"

اِذَا اللیوثُ اَقْبلَتْ تَلَهَّبُ

ترجمہ: "جب شیر آتے ہیں۔ تو یہ غصہ سے سرخ ہو جاتا ہے۔"

حضرت مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عامر اس کی طرف یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے:

قد علمت الخیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں جو ہتھیار پہننے والا اور جان پر کھیلنے والا جوان ہوں۔"

ان میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ مرحب کی تلوار ان کی ڈھال کو لگی۔ حضرت عامر نے مرحب کے نچلے حصے پر تلوار کا وار کیا۔ ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ ان کی تلوار انہیں ہی لگی۔ اس نے ان کا گھٹنا کاٹ کر رکھ دیا۔ مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

قد علمتْ خیبرُ انی مرحب شاکی السلاح بطلٌ مجرّب

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ میں ہتھیار پہننے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔"

اذ اللیوثُ اقبلت تَلَهَّبُ واحجمتْ عنْ صولة المُغَلَّبُ

ترجمہ: "جب شیر اس کے پاس آتے ہیں جو یہ غصے سے سرخ ہو جاتا ہے جو شیر مغلوب شخص کی طاقت کو روک دیتے ہیں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔انہوں نے ارجوان کا سرخ حلہ زیب بدن کیا ہوا تھا۔اس کے جھالر باہر نکالے ہوئے تھے۔آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

انا الذی سَمتنی امّی حیدَرهْ کلیثِ غاباتِ کَرِیهِ المنظرَة

ترجمہ: "میری والدہ محترمہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔میں جنگلوں کی شیر کی مانند اور بڑا خوفناک ہوں۔"

أُوفِیْهِم بالصَّاعِ کَیلَ السَّندرة

ترجمہ: "میں انہیں ایک صاع کے عوض بڑے پیالے سے ماپ کر دوں گا۔"

آپ نے مرحب پر ضرب کاری لگائی اور اس کی کھوپڑی چیر کر رکھ دی۔حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ ان میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔آپ نے ضرب حیدری لگائی جو اس کے خود، پتھر اور اس کو چیرتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی۔سارے لشکر نے ان کی ضرب کی صدا سنی۔مجاہدین آپ کے ہمراہ ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے قلعہ فتح کر لیا۔

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے مرحب کو قتل کیا اور اس کا سر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔"

بعض سیرت نگاروں کا گمان کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے واصل جہنم کیا تھا

امام بیہقی نے حضرات عروہ، موسیٰ بن عقبہ، زھری، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: "مرحب یہودی خیبر کے قلعہ سے نکلا اس نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔وہ دعوت مبارزت دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

قد علمتْ خیبرُ انّی مرحبُ شاکی السلاح بطلٌ مجرَّبُ
اطعنُ احیانًا و حینًا اضرِبُ اذا اللیوث اقبلت تجرَّبُ

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ہتھیار سجانے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی شمشیر زنی کرتا ہوں۔جب شیر آگے بڑھتے ہیں اور ان کا مقصد جنگ کرنا ہوتا ہے۔"

انَّ حماىَ بلحيىً لا يقرَبُ

ترجمہ: "میری چراگاہ شیروں کے لیے ہے اس کے قریب کوئی نہیں جاتا۔"

حضرت کعب بن مالک نے اسے یہ جواب دیا:

قد علمتْ خيبرُ انّي كعبُ مفرَّجُ الغُمّى جَرِئٌ صُلْبُ

ترجمہ: "خیبر کو معلوم ہے کہ میں کعب ہوں۔ مصیبتیں دور کرنے والا بہادر اور قوی ہوں۔"

اذا شُبتِ الحربُ قلتها العربُ مَعِي حُسَامٌ كالعتيق عَضْبُ

ترجمہ: "جب آتش جنگ بھڑکتی ہے اس کے بعد جنگ آتی ہے۔ تو میرے پاس عقیق کی مانند قاطع تلوار ہوتی ہے۔"

نَطأكُمْ حتى يُذِلُّ الصَّعْبُ نُعطى الجزاء او يَفيئَ الهبُ

ترجمہ: "ہم تمہیں روندھ ڈالیں گے حتیٰ کہ مشکل مشکل نہ رہے گی۔ ہم تمہیں بدلہ دیں گے حتیٰ کہ مالِ غنیمت ہاتھ میں آجائے گا۔"

بِكَفِّ مَاضٍ لَيْسَ فِيه عَتَبُ

ترجمہ: "ایسے کاٹنے والے ہاتھوں کے ساتھ جن میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔"

حضرت ابوزید نے ابن ہشام کو یہ اشعار یوں بتائے:

قد علمت خيبرُ انّي كعبُ و أنني متى تُشبُّ الحربُ

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں کعب ہوں۔ میری کیفیت اس وقت یہ ہوتی ہے جب جنگ بھڑکتی ہے۔"

مَاضٍ على الهول جَرِئٌ صُلْبُ مَعِي حُسَامٌ كالعتيق عَضْبُ

ترجمہ: "میں خوف پر قابو پانے والا بہادر اور مضبوط ہوتا ہوں۔ میرے پاس تلوار ہوتی ہے۔ جو عقیق کی طرح ہوتی ہے۔"

بكفِّ مَاضٍ ليس فيه عَتْبُ ندُكُّكم حَتَّى يَذِلَّ الصَعْبُ

ترجمہ: "وہ کاٹنے والے ہاتھ میں ہے جن میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے ہم تمہیں پیس کر رکھ دیں گے حتیٰ کہ مشکل آسان ہو جائے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! بخدا!

میں اس سے بدلہ لوں گا۔" اس نے کل میرے بھائی کو شہید کیا تھا۔" آپ نے کہا: "اٹھو اس کی طرف جاؤ۔ مولا! اس کے خلاف ان کی مدد فرما۔" جب ان میں سے ایک دوسرے کے قریب ہوا۔ عُشر کا پرانا درخت ان کے مابین حائل ہو گیا۔ ہر ایک اس کے پاس آ کر دوسرے سے بچنے لگا۔ ان میں سے ہر ایک ان کا کچھ کاٹ دیتا حتیٰ کہ وہ کٹ گیا اور وہ ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ مرحب نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا انہوں نے اسے ڈھال پر روکا۔ ڈھال ٹوٹ گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے مرحب پر وار کیا اور اسے جہنم واصل کر دیا۔"

میں کہتا ہوں: "بہت سے اہل مغازی نے لکھا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے مرحب کو قتل کیا تھا۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت مسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ حضرت بریدۃ اور حضرت ابو نافع رضی اللہ عنہما کی روایات میں بھی اسی طرح ہے۔ اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر صحیح مسلم کی روایت ان کی روایت سے دو اعتبار سے مقدم ہو گی: (۱) یہ اس سے زیادہ صحیح سند رکھتی ہے (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر میں شرکت نہیں کی تھی۔ جبکہ حضرت سلمہ اور حضرت بریدہ اور حضرت ابو رافع نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔ جو یہ کہا گیا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کی پنڈلیوں پر وار کیا اور انہیں کاٹ کر رکھ دیا لیکن اس کا سر قلم نہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو اس کا سر قلم کر دیا۔ حضرت سلمہ اور ابو رافع کی مروی احادیث اس کا انکار کرتی ہیں۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی مرحب کو واصل بجہنم کیا تھا۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے: "صحیح موقف یہی ہے۔"

بابِ خیبر

ابن اسحاق نے حضرت ابو رافع، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عَلَم اسلام عطا فرمایا تو ہم ان کے ہمراہ نکلے۔ جب قلعے کے قریب گئے تو یہودی باہر نکل آئے۔ انہوں نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک یہودی نے ان پر حملہ کیا اور ان کی ڈھال ٹوٹ گئی۔ انہوں نے قلعہ خیبر کا دروازہ اکھیڑا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا۔ جب تک وہ جہاد کرتے رہے یہ دروازہ ان کے پاس بطور ڈھال رہا حتیٰ کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا۔ میں نے سات افراد کو دیکھا آٹھواں میں تھا ہم نے کوشش کی کہ اس دروازے کو پلٹا دیں لیکن ہم اس کا پانسہ نہ بدل سکے۔"

امام بیہقی نے دو اسناد سے حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے اور وہ اپنے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے روز دروازہ اٹھایا حتیٰ کہ مسلمان اس پر چڑھے اور

اسے فتح کرلیا۔ بعد میں چالیس افراد نے وہ دروازہ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ اٹھاسکے۔ امام بیہقی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ ستر افراد نے وہ دروازہ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ اٹھاسکے۔ میں کہتا ہوں: "اس روایت کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔"

سیاہ فام حبشی کا مشرف باسلام ہونا

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، حضرت انس سے اور حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ خیبر کا ایک سیاہ فام غلام تھا جو ان کی بکریاں چراتا تھا۔ جب اس نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ ہتھیار سجا رہے تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار تھے تو اس نے ان سے پوچھا: "تمہارا کیا ارادہ ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم اس شخص سے قتال کرنے جارہے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔" اس کے دل میں حضور والا ﷺ کا ذکر خیر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی بکریاں چرانے کے لیے نکلا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق وہ خود اپنی بکریاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے گفتگو فرمائی۔ اس نے پوچھا: "آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔" سیاہ فام غلام: اگر میں نے یہ گواہی دے دی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا تو مجھے کیا ملے گا؟" آپ نے فرمایا: "اگر تم ایمان لے آئے تو تمہیں جنت ملے گی۔" وہ غلام ایمان لے آیا۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک سیاہ فام شخص ہوں۔ میرا چہرہ قبیح ہے۔ مجھ سے بو آتی ہے۔ میرے پاس مال بھی نہیں۔ اگر میں ان یہودیوں کے ساتھ جہاد کروں۔ حتیٰ کہ میں قتل ہوجاؤں تو کیا میں جنت میں جاؤں گا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!"

اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں ان کے ساتھ میں کیا کروں؟" آپ نے فرمایا: "انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ۔ کنکریاں مارو۔ عنقریب تمہاری یہ امانت رب تعالیٰ ادا کر دے گا۔" اس نے اسی طرح کیا۔ آپ نے اس کی امانت پر تعجب کا اظہار کیا بکریاں اکٹھی ہو کر دوڑنے لگیں۔ گویا کہ کوئی ہانکنے والا انہیں ہانک رہا تھا۔ حتیٰ کہ ہر بکری اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔ یہودی کو علم ہوگیا کہ اس کا غلام اسلام لا چکا ہے۔ سیاہ فام غلام صفوں میں آگے بڑھا۔ جہاد کیا ایک تیر لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ اس نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ مسلمان اسے اٹھا کر لشکر گاہ کی طرف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: "اسے خیمہ میں داخل کر دو۔" انہوں نے اسے آپ کے خیمہ میں داخل کر دیا۔ آپ فارغ ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لائے تو فرمایا: "تمہارے صاحب نے بہت عمدہ اسلام کیا تھا۔ میں اس

کے پاس داخل ہوا تو اس کے پاس حورعین میں سے دو بیویاں اس کے پاس آئی ہوئی تھیں"

حضرت انس نے فرمایا: "آپ اس کے پاس تشریف لائے۔ وہ شہید پڑا تھا آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تیرا چہرہ خوبصورت کر دیا ہے۔ تمہاری بو کو خوشبو میں بدل دیا ہے۔ تمہارا مال کثیر ہو گیا ہے میں نے دو ... دیکھیں جو اس کی بیویاں تھیں۔ وہ اس کا جبہ اتار رہی تھیں، مٹی صاف کر رہی تھیں"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "وہ اس کے چہرے سے گرد ہٹا رہی تھیں وہ کہہ رہی تھیں: "رب تعالیٰ اس کا چہرہ گرد آلود کرے جس نے تمہارا چہرہ گرد آلود کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرے جس نے تمہیں قتل کیا"

پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "خیبر کے دنوں میں ہمیں بھوک نے آلیا۔ ہمیں پالتو گدھے ملے۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ جب ہنڈیاں ابلنے لگیں تو آپ کا منادی آیا اس نے کہا: "ہنڈیاں الٹ دو اور پالتو گدھوں کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ۔"

حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوہ خیبر کے روز بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! گدھے ہلاک ہو گئے۔" آپ نے حضرت طلحہ کو حکم دیا۔ انہوں نے صدا دی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔" (الداری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز مال غنیمت کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ تقسیم ہو جائے۔ لونڈیوں سے وطی کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ فرمایا: "غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرو۔" پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ہر اس درندے کو کھانے سے منع فرمایا جو نوکیلے دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ (دار قطنی)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ غزوہ خیبر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ لوگ بھوکے تھے۔ ہمیں پالتو گدھے ملے۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: "اس شخص کے لیے پالتو گدھوں کا گوشت حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" (امام احمد، شیخان)

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم خیبر آئے ہم نے اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ہمیں بھوک نے

لیا۔رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات بخشیں۔اس رات مسلمانوں نے بہت سی آگ جلائی۔آپ نے پوچھا: ''یہ کیسی آگ ہے۔آپ کو بتایا گیا کہ پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جارہا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے گرادو۔ہنڈیاں توڑ ڈالو۔'' ایک شخص نے عرض کی: ''ہم گوشت گرادیتے ہیں اور ہنڈیاں دھو لیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اسی طرح کرلو۔'' (شیخان، بیہقی)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں نے بیس یا تیس گدھے ذبح کیے تھے۔

الوطیح اور سلالم کی فتح

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کر کے ان کے اموال پر قبضہ کرتے جارہے تھے۔ان کا ایک ایک قلعہ فتح فرمارہے تھے۔حتیٰ کہ آپ ان دو قلعوں تک پہنچ گئے۔وہ اپنے قلعوں سے نیچے جھانکتے بھی نہ تھے۔حتیٰ کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان پر منجنیق نصب کریں۔کیونکہ انہوں نے دروازے بند کرلیے تھے۔کوئی بھی مقابلہ کے لیے نہ نکلتا تھا۔جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا آپ نے چودہ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔تو انہوں نے آپ سے صلح کی التجاء کی۔کنانہ بن ابی الحقیق نے ایک یہودی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔اسے شماخ کہا جاتا تھا۔اس نے کہا: ''کیا میں آپ کی خدمت میں آجاؤں تا کہ آپ کے ساتھ کلام کروں۔'' آپ نے اسے اجازت دے دی۔اس نے آپ کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ ان کے قلعوں میں خون نہ بہایا جائے۔ان کی اولاد ان کے لیے چھوڑ دی جائے وہ اپنی اولاد لے کر خیبر کے قلعوں سے نکل جائیں گے۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے اموال، زمینوں، سونے، چاندی، گھوڑوں اور اسلحہ کے مابین سے ہٹ جائیں گے۔صرف سامان اٹھا کرلے جائیں گے۔جتنا ایک انسان اٹھا سکے۔آپ نے ان سے فرمایا: ''اگر تم نے مجھ سے کچھ چھپایا تو تم رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ اور عہد سے بری ہوگے۔''

انہوں نے ان شرائط پر آپ سے صلح کرلی۔آپ نے صحابہ کرام کو بھیجا انہوں نے ان اموال پر قبضہ کرلیا۔ان قلعوں میں ایک سو زرہیں، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں ترکش سمیت پائی گئیں۔

حیی بن اخطب کے زیورات کے بارے آپ کے سوالات

محمد بن عمر سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: ''یہودیوں کے پاس پہلے بکری کی جلد میں زیورات تھے۔جب زیادہ ہوگئے تو انہوں نے بیل کی کھال میں رکھ دیے۔پھر اونٹ کی کھال میں رکھ دیے۔یہ زیورات آلِ ابی حقیق کے اکابرین کے پاس تھے۔وہ یہ زیورات عرب کو ادھار دیتے تھے۔

ابن سعد، امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے اہلِ خیبر پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے نفوس اور اہل کے ساتھ چلے جائیں۔ سونا، چاندی، اسلحہ اور دیگر سامان حضور سرورِ کائنات ﷺ کے لیے ہوگا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ وہ آپ سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ اگر انہوں نے چھپایا تو ان کے لیے کوئی عہد نہیں ہے۔" حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے کہ کنانہ اور ربیع کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کنانہ حضرت صفیہ کا خاوند تھا۔ ربیع اس کا بھائی یا چچازاد تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے وہ برتن کہاں ہیں جو تم اہلِ مکہ کو ادھار دیتے تھے؟"

حضرت ابن عمر نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے حیی کے چچازاد سے پوچھا: "حیی کا وہ تھیلا کہاں ہے جو وہ بنونضیر سے لے کر آیا تھا۔" اس نے کہا: "وہ اسے لے کر بھاگ گیا تھا۔ یہ زمین ہمیں پست اور سربلند کرتی رہی جس میں ہمارا سارا سامان چلا گیا۔" حضرت ابن عمر نے فرمایا: "اس نے کہا: "جنگ اور اس کے اخراجات نے سب کچھ ختم کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "عہد قریب ہے مال اس سے زائد ہے۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "اگر تم دونوں نے مجھ سے کچھ چھپایا اور میں اس سے آگاہ ہو گیا تو میرے لیے تمہارے خون اور اولاد حلال ہو جائے گی۔" انہوں نے کہا: "ہاں!"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ کو اس خزانے کی جگہ بتادی۔ آپ نے کنانہ سے کہا: "تو آسمانی امر کو دھوکہ دے رہا ہے۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "آپ نے ایک انصاری شخص کو بلایا اور فرمایا: "فلاں میدان میں جاؤ پھر نخلستان میں جاؤ۔ اپنے دائیں یا بائیں ایک کھجور دیکھو جو بلند ہوگی۔ وہاں جو کچھ ہو ہمارے پاس لے آؤ۔" وہ برتن اور اموال لے کر آئے۔ ان کی قیمت دس ہزار دینار لگائی گئی۔ آپ نے ان دونوں کی گردنیں اڑا دیں اور اہل وعیال کو قیدی بنالیا کیونکہ انہوں نے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آپ کے پاس کنانہ بن ربیع کو لایا گیا۔ بنونضیر کا خزانہ اس کے پاس تھا۔ آپ نے اس سے اس کے بارے پوچھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا کہ اسے اس کے مقام کا کچھ علم ہو۔ ایک یہودی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسے ابن عقبہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام ثعلبہ تھا۔ اس کے عقل میں کچھ تھا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "میں دیکھتا تھا وہ ہر صبح ان کھنڈرات کے گرد چکر لگاتا تھا۔" آپ نے کنانہ سے فرمایا: "تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے پاس خزانہ پایا گیا۔ تو میں تجھے قتل کر دوں۔" اس نے کہا: "ہاں!" آپ نے ان کھنڈرات کو کھودنے کا حکم دیا۔ انہیں کھودا گیا تو اس سے کچھ

خزانہ نکال لیا گیا۔ آپ نے اس سے بقیہ کا حکم دیا تو اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: "اسے مارو حتیٰ کہ یہ ہر اس چیز کے بارے اگل دے جو اس کے پاس ہے۔" حضرت زبیر اس کے سینے پر مارتے رہے حتیٰ کہ وہ موت کے قریب ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی محمود بن سلمہ کے بدلے میں اس کی گردن اڑا دی۔

یہود کی جلاوطنی

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہود نے عرض کی کہ آپ اس شرط پر انہیں اسی جگہ ٹھہرنے دیں وہ پیداوار کا نصف حصہ آپ کو دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم یہیں ٹھہرے رہیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں۔ کاشت کاری کریں۔" آپ کے پاس اور صحابہ کرام کے پاس ایسے غلام نہ تھے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کے پاس وقت بھی نہ تھا کہ ایسے امور کی طرف توجہ دیں۔ آپ نے ہر کھیتی، نخلستان اور چیز کی نصف پیداوار پر انہیں وہیں ٹھہرنے دیا۔ آپ نے فرمایا: "ہم تمہیں اس جگہ اتنی دیر ٹھہرنے دیں گے جتنا رب تعالیٰ نے چاہا۔"

حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر سال ان کے پاس جاتے تھے۔ ساری پیداوار کا حساب لگاتے اور نصف پیداوار یہودیوں کو دے دیتے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کی شدت کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا اور حضرت عبداللہ کو رشوت دینا چاہی۔ انہوں نے فرمایا: "اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! تم مجھے یہ گندگی کھلانا چاہتے ہو۔ بخدا! میں تمہارے پاس اس ہستی سے آیا ہوں جو مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ تم مجھے بندروں اور خنزیروں سے زیادہ مبغوض لگتے ہو۔ تم سے بغض اور اس ہستی پاک سے محبت مجھے اس امر پر نہیں ابھار سکتی کہ میں عدل نہ کروں۔" یہودی: اس عدل کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔" اس شرط پر وہ خیبر ٹھہرے رہے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو یہودیوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو چھت سے نیچے گرایا اور ان کے ہاتھ توڑ دیئے۔ ایک قول یہ ہے کہ رات کے وقت انہوں نے جادو کیا جبکہ وہ اپنے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ ان کی کلائیاں سوکھ گئیں گویا کہ وہ زنجیر ہوں۔ ان کے ساتھی آئے انہوں نے ان کے ہاتھ کو درست کیا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں

کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا تھا کہ ہم اس وقت تک تمہیں یہاں ٹھہرنے دیں گے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہاں برقرار رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر وہاں اپنے اموال کی طرف گئے ہیں۔ ان پر ظلم کیا گیا رات کے وقت ان کے ہاتھوں کو خشک کر دیا گیا۔ وہاں یہود کے علاوہ ہمارا اور کوئی دشمن نہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے جس کا خیبر میں حصہ ہو وہ حاضر ہو جائے تاکہ ہم اسے تقسیم کریں۔"

جب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو گیا تو ان کے رئیس نے کہا: "ہمیں جلاوطن نہ کرو۔ ہمیں یہیں رہنے دو ہم اسی طرح ٹھہریں گے جس طرح ہمیں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ٹھہرایا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تیرا کیا خیال ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھول گیا ہے: "اس وقت تیری کیفیت کیا ہو گی جب تمہاری اونٹنی پسینے سے شرابور ہو کر تمہیں شام کی طرف لے جا رہی ہو گی۔" دوسری روایت میں ہے: "تیرا کیا گمان ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان فراموش کر چکا ہوں: "تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہو گی جب رات کے بعد رات تمہاری اونٹنیاں تمہیں دوڑائے لے جا رہی ہوں گی۔"

ان کے رئیس نے کہا: "یہ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی لغزش تھی۔" حضرت عمر نے اسے جواب دیا: "تو جھوٹ بول رہا ہے۔" آپ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ ان کے اموال، اونٹوں، لوگوں اور رسیوں تک کی قیمت ادا کر دی۔ تفصیلات بعد میں آئیں گی۔

زہر آلود بکری

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت انس سے، امام احمد، ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا۔ قتل ہوئے جو قتل ہوئے۔ لوگ پرسکون ہو گئے تو زینب بنت حارث نے بھونی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں پیش کی۔ یہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اور مرحب کی بھتیجی تھی۔ اس نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا کون سا عضو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟" اسے بتایا گیا: "بازو۔" اس نے بازو پر زیادہ زہر لگایا۔ پھر ساری بکری زہر آلود کی۔ یہ حضرت صفیہ کی رشتہ دار تھی۔ اس نے یہ بکری انہیں بطور ہدیہ دی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بکری پیش کر دی۔ آپ کے اس سے ایک ٹکڑا لیا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ٹکڑا لیا۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے اسے نگل لیا۔ مگر آپ نے اسے پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ بکری کا یہ حصہ مجھے بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔"

امام زہری نے کہا ہے: "حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچی عزتیں عطا

کیں ہیں۔ میں نے جو لقمہ کھایا۔ میں نے اس میں زہر محسوس کر لیا تھا۔ لیکن میں نے اسے اس لیے تھوکنا پسند نہ کیا کہ آپ کا کھانا مکدر کر دوں۔ جب آپ اسے نگل گئے تو مجھے اپنی جان آپ کی جان سے عزیز نہ تھی۔ مجھے پسند تو یہ تھا کہ آپ اسے نہ نگلتے اس میں زہر ہے۔" حضرت بشر کی رنگت اسی جگہ چادر کی طرح ہو گئی حتیٰ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔" حضرت جابر نے فرمایا: "آپ نے اس روز اپنے شانہ اقدس پر پچھنے لگوائے۔ حضرت ابوھند مولی بنو بیاضہ نے آپ کو پچھنے لگائے۔ اس کے بعد آپ تین سال تک عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز رہے۔ حتیٰ کہ وقت وصال آپ کو یہ درد محسوس ہوا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے جو لقمہ خیبر کے روز کھایا تھا اس کا زہر مجھے اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ وقت وصال آ گیا۔ اس نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔" امام زہری نے لکھا ہے کہ آپ شہید ہیں۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے اس بکری کا کچھ حصہ کتے کے سامنے رکھا۔ وہ فوراً مر گیا۔ آپ نے اس یہودن کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اس بکری میں تو نے زہر ملایا تھا؟" اس نے کہا: "آپ کو کس نے بتایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے اس بازو نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔" یہودن: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "اس پر تجھے کس نے ابھارا؟" اس نے کہا: "میری قوم کو آپ سے جو نقصان برداشت کرنا پڑا وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میں نے کہا: "اگر آپ بادشاہ ہوئے تو ہم آپ سے نجات پا لیں گے اور اگر آپ نبی ہوئے تو انہیں علم ہو جائے گا۔" آپ نے اس عورت سے درگزر فرمایا۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ اس لقمہ کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ جو انہوں نے کھایا تھا۔ آپ نے اس کی گرفت نہیں کی تھی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "آپ نے اس عورت سے پوچھا: "کس چیز نے تمہیں اس امر پر ابھارا؟" اس عورت نے عرض کی: "آپ نے میرے باپ، چچا، خاوند اور بھائی کو قتل کر دیا۔" اس کا باپ حارث، چچا یسار، بھائی مرحب اور خاوند سلام بن مشکم تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے حکم دیا تو اس یہودن کو قتل کر دیا گیا۔ (ابوداؤد)

امام بزار نے لکھا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس یہودن سے پوچھنے اور اس کے اعتراف کر لینے کے بعد آپ نے اس بکری کی طرف دستِ اقدس بڑھایا صحابہ کرام سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔" ہم نے اللہ کا نام لے کر کھایا۔ ہمیں کچھ بھی نہ ہوا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے "اس روایت میں نکارت اور بہت زیادہ غرابت ہے۔" میں کہتا ہوں کہ محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے بکری کا گوشت جلا دیا گیا۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا حبشہ سے واپس آنا

امام مسلم، امام بخاری، ابن سعد، ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم یمن میں تھے کہ ہمیں آپ کی روانگی کی خبر ملی۔ میں اور میرے بھائی ہجرت کرتے ہوئے آپ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک ابورھم اور دوسرا ابو بردۃ تھا۔" (انہوں نے چند افراد یا تین یا دو یا پچاس افراد کا تذکرہ کیا) ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ ابن مندہ کی روایت میں ہے ہم مکہ مکرمہ میں آئے پھر خشکی کے رستہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ ہماری کشتی نے ہمیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ وہاں ہمیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مل گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں بھیجا ہے۔ آپ نے ہمیں اسی جگہ قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم بھی ہمارے ساتھ ٹھہر جاؤ۔" ہم ان کے ساتھ ٹھہر گئے حتیٰ کہ ہم سارے آ گئے۔ آپ نے اس وقت خیبر فتح فرما لیا تھا۔ آپ نے ہمارے لیے حصے نکالے۔ آپ نے ہمارے اور حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کے لیے حصے نکالے اور اس کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے حصہ نہ نکالا جس نے غزوۂ خیبر میں شرکت نہ کی تھی۔ امام بیہقی نے لکھا ہے "آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ انہیں حصوں میں شریک کرلو۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ لوگ ہمیں کہا کرتے تھے۔ "کشتی والو! ہم ہجرت کرنے میں تم سے سبقت لے گئے ہیں۔"

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ہمارے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ وہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت اسماء ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا: "یہ کون ہیں؟" حضرت حفصہ نے کہا: "حضرت اسماء بنت عمیس۔" حضرت عمر فاروق نے کہا: "ہم ہجرت کرنے میں تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مستحق ہیں۔" یہ سن کر حضرت اسماء کو غصہ آیا۔ انہوں نے کہا: عمر! ہرگز نہیں تم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ تمہارے جاہل کو سکھاتے تھے۔ ہم حبشہ کی دور دراز کی سرزمین میں تھے۔ یہ ہجرت رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستہ میں تھی۔ بخدا! میں کھانا نہ کھاتی تھی نہ ہی پانی پیتی تھی حتیٰ کہ مجھے وہ بات یاد آجاتی جو تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی۔ میں آپ سے ضرور سوال کروں گی۔ میں جھوٹ نہ بولوں گی نہ ہی اس میں کمی بیشی کروں گی۔" جب حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ کون کہتا ہے؟" میں نے عرض کی: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں یوں کہا ہے۔"

آپ نے فرمایا: "تم نے ان سے کیا کہا۔" انہوں نے کہا: "میں نے انہیں یوں یوں کہا۔ آپ نے فرمایا: "وہ تم

سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ میرے صحابہ کے لیے ایک ہجرت اور اہلِ سفینہ تمہارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔" میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھی گروہ در گروہ میرے پاس آرہے تھے۔ وہ اس حدیث پاک کے بارے پوچھ رہے تھے۔ وہ دنیا کی کسی اور چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے تھے جتنے خوش وہ اس حدیثِ پاک سے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبریدہ نے فرمایا ہے کہ حضرت اسماء نے فرمایا:

"میں نے حضرت ابوموسیٰ کو دیکھا۔ وہ مجھ سے یہ روایت بار بار سنتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "تمہاری دو ہجرتیں ہیں"۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے تشریف لائے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے۔ آپ نے ان کا استقبال کیا ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں کہ کس پر زیادہ خوش ہوں فتح خیبر پر یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر۔"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضرت جعفر آئے تو آپ نے ان کا استقبال کیا۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو ایک پاؤں پر چلتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔

حضرت ابوہریرۃ اور اوس کے ایک گروہ کی آمد

امام احمد اور امام بخاری اور امام بیہقی وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ہم اوس کے اسی گھر تھے۔ ہم نے نمازِ صبح حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورت مریم اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین کی تلاوت کی۔ جب انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ (المطففین: ۲)

ترجمہ: "جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا کر لیتے ہیں۔"

تو میں نے کہا: "میں نے اپنے چچا کو سراۃ پہاڑ کے پاس چھوڑا ہے اس کے بھی دو پیمانے ہیں۔ جب وہ کچھ لیتا ہے تو پورے پیمانے سے لیتا ہے جب دیتا ہے تو ناقص پیمانے سے دیتا ہے۔" جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خیبر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ تشریف لانے ہی والے ہیں۔" میں نے کہا: "میں نے جس جگہ کے بارے بھی سنا کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں میں وہاں جا کر آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دوں گا۔ حضرت سباع بن عرفطہ نے ہمیں زادِ راہ دیا ہمیں سواریاں دیں حتیٰ کہ ہم خیبر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہم نے پایا کہ آپ نے قلعہ نطاۃ فتح کر

لیا تھا۔ آپ کتیبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ہم آپ کی خدمت میں رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے خیبر فتح کرا دیا۔ دوسری روایت میں ہے:

''جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے خیبر فتح کر لیا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ہمیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔ امام بخاری اور امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ آیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے خیبر فتح کر لیا تھا۔ میں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ میرا حصہ بھی نکالیں۔ آپ نے سعید بن عاص کی اولاد میں سے کسی سے گفتگو فرمائی تو اس نے کہا: ''یارسول اللہ! ان کے لیے حصہ نہ نکالیں۔'' میں نے کہا: ''بخدا! یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے۔ وہ ابان بن سعید تھے جو وبر کو عجیب نام دیتے تھے۔ وہ ضان کی طرف سے ہماری طرف آئے۔ وہ مجھے ایک مسلمان کے قتل کی عار دلاتے تھے۔ جسے رب تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت بخشی تھی۔ اس کے ہاتھوں سے اسے برکت نہ ملی تھی۔''

امام بخاری، امام داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان کو مدینہ طیبہ سے ایک سریہ پر روانہ کیا۔ یہ سریہ نجد کی طرف تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت ابان اور ان کے ساتھی خیبر اس وقت پہنچے جب آپ قلعے فتح فرما چکے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی لگامیں کھجور کے ریشوں کی بنی ہوئیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ہمیں حصہ عطا فرمائیں۔'' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کا حصہ نہ نکالیں۔'' حضرت ابان نے کہا: ''وبر! تم یہاں خال کی چوٹی سے ہمارے لیے اچانک آگئے ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''ابان! بیٹھ جاؤ۔'' آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔

عیینہ بن حصن اور بنو فزارہ کا حاضر ہونا

امام بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ بنو فزارہ ان لوگوں میں سے تھے جو اہلِ خیبر کے پاس آئے تا کہ ان کی معاونت کریں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ان کی مدد نہ کرو یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہیں خیبر کے پھلوں کا اتنا اتنا حصہ ادا کیا جائے گا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب آپ نے خیبر فتح فرما لیا تو وہی بنو فزارہ آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں وہ حصہ دیں جس کا آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے ذوالرقیبہ پہاڑ ہے۔'' انہوں نے کہا: ''پھر ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے ساتھ جنفا میں ملاقات کا وعدہ ہے۔'' جب آپ سے یہ الفاظ سنے تو وہ راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوشبیم مزنی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے اپنا دین بہت عمدہ کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں "ہم عیینہ بن حصن کے ساتھ آئے۔ خیبر سے کچھ دور ہم نے رات بسر کی۔ ہمیں خوف نے لیا۔ عیینہ نے کہا: "خوش ہو جاؤ۔ میں نے آج رات نیند میں دیکھا ہے کہ مجھے ذوالرقیبہ دے دیا گیا ہے۔ بخدا! میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو گردن سے پکڑوں گا۔" جب ہم خیبر پہنچے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ عیینہ نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ مال میں سے مجھے بھی عطا کریں جو ہمارے حلفاء سے حاصل کیا ہے۔ میں آپ سے اور آپ سے جنگ کرنے سے دور ہو گیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ جو شور تو نے سنا تھا وہ تجھے اہل خانہ کے پاس لے گیا تھا۔" اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! مجھے حصہ دیں۔" آپ نے فرمایا: "تیرے لیے ذوالرقیبہ ہے۔" اس نے کہا: "ذوالرقیبہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ وہی پہاڑ ہے جسے تو نے رات کو خواب میں دیکھا تھا۔" عیینہ واپس آ گیا۔ جب وہ گھر آیا تو حارث بن عوف اس کے پاس آیا۔ اس نے اسے کہا: "میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تو کسی اور چیز کی طرف جلدی کر۔ بخدا! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مشرق سے مغرب تک ہر چیز پر غالب آ جائیں گے۔ یہود ہمیں آپ کے بارے بتاتے تھے۔ میں نے ابورافع سلام بن مشکم کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا وہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے ہیں کیونکہ نبوت بنوہارون سے چلی گئی ہے۔ حالانکہ وہ نبی مرسل ہیں۔ یہود اس کے بارے میری اطاعت نہیں کرتے۔ آپ ہمیں دوبارہ ذبح کریں گے۔ (۱) ایک بار یثرب میں (۲) دوسری بار خیبر میں۔"

اہل فدک سے آپ کی صلح

جب آپ خیبر کے قریب پہنچے تو حضرت محیصہ بن مسعود حارثی کو فدک کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں ڈرائیں کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اسی طرح حملہ آور نہ ہو جائیں۔ جس طرح آپ نے خیبر پر حملہ کیا تھا۔ حضرت محیصہ فرماتے ہیں: "میں ان کے پاس گیا۔ ان کے ہاں دو دن تک ٹھہرا رہا۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ وہ کہتے تھے: "نطاۃ میں عامر، یاسر، حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب ہے۔ ہم نہیں دیکھتے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حرا تک بھی پہنچ سکیں۔" جب میں نے ان کی خباثت دیکھی تو میں نے کہا کہ میں واپس چلا جاتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہم تمہارے ساتھ ایسے افراد بھیجتے ہیں جو آپ سے صلح کر لیں گے۔" ان کا خیال تھا کہ یہود آپ کو روک دیں گے۔ وہ اسی حالت پر تھے کہ انہیں ناعم اور نجدہ قلعوں کے مکینوں کے قتل کی خبر پہنچی اس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ ان کا ایک رئیس نون بن یوشع کچھ یہودیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شرط پر آپ سے صلح کی کہ آپ ان کا خون بخش دیں۔ انہیں جلاوطن کر دیں۔ ان کے اور ان کے اموال کے درمیان سے ہٹ جائیں۔" آپ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ

سے یہ شرط طے کی کہ وہ اپنے شہروں سے نکل جائیں گے اور آپ ان کے اموال میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔ جب جلاوطنی کا وقت آیا تو وہ پس و پیش کرنے لگے۔ مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت محیصہ نے انہیں فرمایا: "نہ تو تمہارے پاس دفاعی قوت ہے نہ قلعے اور فوجی ہیں اگر آپ نے اپنے ایک سو مجاہدین کو تمہاری طرف بھیج دیا تو وہ تمہیں ہانک کر لے جائیں گے۔" ان کے مابین اس شرط پر صلح ہوگئی کہ نصف زمین ان کے لیے اور نصف آپ کے لیے ہوگی۔ آپ نے یہ شرط قبول کر لی۔ محمد بن عمر نے اسی کو صحیح قول کہا ہے۔ آپ نے انہیں اسی پر برقرار رکھا۔ آپ ان کے پاس نہ گئے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو ان کی طرف ایسے افراد بھیجے جو ان کی زمینوں کی قیمت لگائیں۔ انہوں نے حضرت ابوالہیثم مالک بن تیہان کو حضرت فروہ بن عمرو اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کی زمین اور نخلستانوں کی قیمت لگائی۔ آپ نے انہیں نصف قیمت دی جو پچاس ہزار دراہم سے زیادہ تھی یہ رقم عراق سے آئی تھی۔ انہوں نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

قریش کے مابین شرط

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے اور محمد بن عمر نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ خویطب بن عبدالعزیٰ کہتا ہے "میں صلح حدیبیہ سے واپس آیا۔ مجھے یقین تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب ساری مخلوق پر غالب آجائیں گے۔ مگر شیطانی صحبت نے مجھے اپنا دین پکڑنے پر ہی ابھارا۔ ہمارے پاس عباس بن مرداس آیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ خیبر میں اتنا بڑا لشکر جرار ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچنا ناممکن ہے۔"

حتیٰ کہ عباس نے کہا: "جو چاہے مجھ سے شرط لگا لے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچ کر نہیں آسکتے۔" میں نے کہا: "میں تجھ سے شرط لگاتا ہوں۔" صفوان بن امیہ نے کہا: "عباس! میں تیرے ساتھ ہوں۔" نوفل بن معاویہ نے کہا: "عباس! میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ کچھ قریش میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم نے ایک سو اونٹ کی شرط لگائی۔ میں اور میرے ساتھی کہتے تھے۔" محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب آجائیں گے۔" جبکہ عباس اور اس کے ساتھی کہتے تھے: "بنوغطفان غالب آجائیں گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب آجانے کی خبر آگئی۔ ہم نے خویطب اور اس کے ساتھیوں سے ایک سو اونٹ لے لیے۔

حضرت حجاج بن علاط کا اذن طلب کرنا

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی نے ابن اسحاق سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا

ہے کہ حضرت حجاج بھی بنگہ شب خون مارنے کے لیے نکلے۔ انہیں بتایا گیا کہ حضور سید عالم ﷺ خیبر میں جلوہ افروز ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ام شیبہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی بہن ان کی زوجیت میں تھی۔ حضرت حجاج کا مال کثیر تھا۔ جو سیم کی سرزمین میں ان کی سونے کی کانیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں تاکہ میں جا کر وہ مال لے لوں جو میری بیوی کے پاس ہے اگر اس کو میرے اسلام کی خبر مل گئی تو میں اس سے کچھ نہ لے سکوں گا۔ نیز مکہ کے متفرق تاجروں کے پاس میرا مال ہے۔" آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے ضروری ہے کہ میں خلافِ واقع بات کہہ لوں۔" آپ نے انہیں یہ بھی اجازت دے دی۔ حضرت حجاج کہتے ہیں: "میں عازمِ سفر ہوا جب حرم کعبہ میں پہنچا۔ میں سواری سے نیچے اترا۔ میں نے قریش کو دیکھا۔ وہ ثنیۃ البیضاء کے پاس تھے۔ وہاں لوگ مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھے۔

انہیں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آپ خیبر کی طرف جا چکے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ حجاز کا یہ شہر مضبوط قلعوں، لشکر اور اسلحہ کے اعتبار سے لیگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مختلف خبروں کے متلاشی تھے۔ انہوں نے شرط لگا رکھی تھی۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: "حجاج آگیا ہے۔ اس کے پاس خبر ہوگی۔" انہیں میرے اسلام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے کہا: "حجاج! قطع رحمی کرنے والے کے بارے ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ خیبر گیا ہے۔ وہ یہودیوں کا شہر ہے وہاں شادابی ہے۔" حجاج نے کہا: "مجھے علم ہوا ہے کہ وہ ان کی طرف گئے ہیں۔ میرے پاس ایسی خبر ہے جو تمہیں خوش کر دے گی۔ انہوں نے میری سواری کی اطراف کو گھیر لیا۔ انہوں نے کہا: "حجاج! وہ خبر سناؤ۔" میں نے کہا: "محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھی اہلِ خیبر کے علاوہ کسی ایسی قوم سے نہیں ملے جو عمدہ قتال کر سکتے ہیں۔ وہ عرب میں جنگ کرنے کے عادی تھے۔ جو ان کے لیے لشکر جمع کرتے تھے۔ اہلِ خیبر نے ان کے لیے دس ہزار کا لشکر جمع کر رکھا تھا۔"

انہیں اس طرح شکست ہوئی کہ میں نے ایسی شکست کے بارے کبھی نہیں سنا۔ محمد عربی ﷺ قیدی بن گئے ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم انہیں قتل نہ کریں گے حتیٰ کہ ہم انہیں مکہ مکرمہ لے جائیں گے۔ ہم اپنے اور قریش کے مقتولین کے بدلے میں انہیں قتل کریں گے۔ وہ تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ وہ اپنے قبائل کے بارے تم سے امن مانگتے آ رہے ہیں۔ وہ اپنے مذہب سے لوٹ رہے ہیں۔ ان کی امان قبول نہ کرنا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے تمہیں یاد ہے۔" یہ سن کر سارے مکہ مکرمہ والے چیخ اٹھے۔ انہوں نے کہا: "تمہارے پاس خبر آگئی ہے۔ یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ تم صرف یہ انتظار کر رہے ہو کہ انہیں تمہارے سامنے پیش کیا جائے اور انہیں تمہارے سامنے قتل کیا جائے۔" میں نے انہیں کہا: "میری مدد کرو تاکہ میں اپنے مقروضوں سے مال حاصل کر سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے جاؤں تاکہ محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا مال

غنیمت خرید سکوں۔ اس سے پہلے تاجر وہاں پہنچیں۔" انہوں نے جلدی جلدی مجھے مال نکلوا دیا۔ میں اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا: "شاید میں خیبر جاؤں اور مسلمانوں کا مال خرید لوں اس سے قبل کہ کوئی اور تاجر وہاں جائے۔ تم میرا مال مجھے دے دو۔"

مکہ مکرمہ میں یہ خبر پھیل گئی۔ مشرکین فرحت و انبساط کا اظہار کرنے لگے۔ مکہ مکرمہ کے مسلمان شکستہ دل ہو گئے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ بیٹھ گئے۔ وہ فرطِ غم سے اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق تھا کہ لوگ ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں اذیت دیں گے۔ انہوں نے دروازہ کھول دینے کا حکم دیا۔ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے قثم کو بلایا وہ رجز پڑھنے لگے۔ ان کی آواز بلند تھی تاکہ دشمن ان کی وجہ سے خوشیاں نہ منائیں۔ ان کے دروازے پر غمناک، خوشیاں منانے والے، مسلمان مرد و خواتین اور باقی سارے لوگ جمع ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے انہیں خوش خوش دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گئے۔ ان کا غم ختم ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام بلایا۔ انہوں نے اسے کہا: "حجاج کے پاس جاؤ اسے کہو کہ عباس کہہ رہا ہے کہ رب تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کچھ سچ ہو جو تو کہہ رہا ہے۔" حجاج نے اسے کہا: "ابوالفضل کو میرا اسلام کہنا اور انہیں کہنا کہ کسی کمرہ میں خلوت میں میرے ساتھ ملاقات کریں۔ میں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جو انہیں خوش کر دے گی لیکن وہ خبر مخفی رکھنا۔" غلام حضرت عباس کو خوشخبری دیتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: "ابوالفضل! آپ کو بشارت ہو۔" حضرت عباس خوشی سے اچھل پڑے گویا کہ انہیں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ غلام کو گلے لگایا اور اسے آزاد کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مجھ پر دس غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ وقتِ ظہر حضرت حجاج رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آ گئے۔ انہوں نے انہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دیا کہ وہ اس بات کو تین روز تک چھپائیں گے۔ دوسری روایت میں ایک شب و روز کا تذکرہ ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی۔ تو انہوں نے کہا: "میں اسلام لا چکا ہوں میرا میری بیوی اور لوگوں کے پاس مال تھا۔ اگر انہیں میرے اسلام کا علم ہو جاتا تو وہ مجھے بھی عطا نہ کرتے۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت میں جدا ہوا ہوں کہ آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ اس میں سے رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے نکل چکے تھے۔ اس میں سے صحابہ کرام کے حصے نکالے جا چکے تھے۔ آپ ان کے بادشاہ حیی کی نورِ نظر سے نکاح فرما چکے تھے۔ ابن ابی الحقیق مارا جا چکا تھا۔" جب حضرت حجاج وہاں سے روانہ ہوئے تو یہ ایام حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر بڑے گراں تھے۔ جب تین دن گزر گئے۔ لوگ خوشیاں منانے میں مصروف تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خوبصورت حلہ زیب تن کیا۔ عمدہ خوشبو لگائی ہاتھ میں عصا تھاما اور حضرت حجاج کے دروازے پر آئے۔ اس پر دستک دی۔ ان کی بیوی نے کہا: "ابوالفضل! کیا آپ اندر نہیں آئیں گے۔"

حضرت عباس: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ حضرت حجاج کی زوجہ: وہ فلاں فلاں دن کے جا چکے ہیں۔ ابوالفضل: اللہ تعالیٰ آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ جو بات آپ تک پہنچی ہے اس نے ہمیں بھی غمناک کر دیا ہے۔" حضرت عباس: ہاں! اللہ تعالیٰ مجھے غمزدہ نہیں کرے گا۔ بخدا! وہی کچھ رونما ہوگا جسے ہم پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے لیے خیبر فتح کر دیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے حصے نکالے جا چکے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ اگر تجھے اپنے خاوند سے ضروری کام ہے تو اسے جا ملو۔" اس عورت نے کہا: "بخدا! میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔"

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی محافل میں آئے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: "ابوالفضل! اللہ تعالیٰ آپ کو بھلائی ہی پہنچائے۔ مصیبت کے وقت یہ صبر صرف آپ کو ہی زیبا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہرگز نہیں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس کی قسمیں تم اٹھاتے ہو۔ مجھے تو صرف بھلائی ہی پہنچی ہے۔ مجھے حضرت حجاج نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے خیبر فتح کرا دیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے حصے نکال دیے گئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس مصیبت کو مشرکین کی طرف پھیر دیا جو پہلے مسلمانوں کے لیے تھی۔ مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ انہوں نے انہیں ساری صورت حال بتا دی جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔ مشرکین نے کہا: "اللہ تعالیٰ کا دشمن حجاج بھاگ گیا ہے۔ اگر ہمیں اس کا علم ہو جاتا تو ہم اس سے کسی اور طریقے سے ہی سلوک کرتے۔" کچھ دنوں کے بعد اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم خیبر کے سال آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہمیں مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا۔ صرف اونٹ، گائے، سامان اور باغات ملے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے" دشق، نطاۃ اور کتیبہ کے قلعوں کے اموال تقسیم کیے گئے۔ شق اور نطاۃ میں مسلمانوں کے حصے تھے۔ جبکہ کتیبہ سے خمس، حضور اکرم ﷺ کا حصہ، قریبی رشتہ داروں یتیموں اور مساکین کے حصے نکالے گئے۔ ان سے آپ کی ازواجِ مطہرات کے لیے اناج نکالا جاتا تھا۔

اس سے ان فرخندہ فال افراد کا حصہ نکالا گیا جو آپ ﷺ اور اہلِ فدک کے مابین سفارت کا کام کرتے رہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس میں تیس وسق جو اور تیس وسق کھجوریں عطا کیں۔ آپ نے خیبر کے اموال کو اہلِ حدیبیہ میں تقسیم کیا خواہ وہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے تھے یا نہیں۔ ان صحابہ کرام میں سے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی شرکت نہ کر سکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا حصہ نکالا جس طرح آپ نے اس غزوہ میں

شرکت کرنے والے کے لیے حصہ نکالا۔ اس کی دو وادیاں تھیں۔ وادی سریرہ، وادی خاص، انہی میں خیبر کو تقسیم کیا گیا۔
نطاۃ اور شق کے اٹھارہ حصے کیے گئے۔ نطاۃ کے پانچ حصے جبکہ شق کے تیرہ حصے کیے گئے۔ شق اور نطاۃ کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ کیونکہ صحابہ کرام کے حصوں کی تعداد اتنی تھی ان میں کچھ سوار اور کچھ پیادہ تھے چودہ سو حصے مجاہدین کے لیے تھے۔ دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصے دیے گئے۔ سوار کو ایک حصہ ملا۔ ہر پیادے کو ایک حصہ ملا۔ تمام حصوں کا ایک ابتدائی حصہ تھا۔ جہاں سو افراد جمع تھے۔ اس طرح یہ اٹھارہ حصے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک حصہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے ایک حصہ تھا۔ پھر آپ نے کتیبہ کو تقسیم فرمایا۔ اس کی وادی خاص کو اپنے قریبی رشتہ داروں امہات المؤمنین، مسلمان مردوں اور عورتوں میں تقسیم کیا۔

ابوداؤد نے حضرت سہل بن ابی خثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ آپ کے نائبین اور خواص کے لیے تھا۔ دوسرا جو مسلمانوں کے لیے تھا۔ آپ نے اسے ان میں اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ حضرت بُشیر بن یسار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ نے خیبر فتح فرمالیا تو اسے چھتیس حصوں میں تقسیم کیا، ہر حصے میں ایک سو حصے رکھے۔ اس کا نصف آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھا۔ جبکہ دوسرا نصف وفود اور لوگوں کے امور کے لیے تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی نگرانی حضرت جبار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ دوسری شخصیت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تھی۔ وہ حساب لگا کر تقسیم کرتے تھے۔ ابن اسعد نے لکھا ہے'' آپ نے حکم دیا تو مالِ غنیمت کو جمع کر دیا گیا۔ آپ نے حضرت فروہ بن عمرو فیاضی کو اس کا نگران مقرر کیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے پانچ حصے کیے گئے۔ ایک حصہ پر ''اللہ'' لکھا گیا۔ دیگر حصوں پر کچھ نہ لکھا گیا۔ سب سے پہلے آپ کا حصہ نکالا گیا۔ اسے بقیہ حصوں میں شامل نہ کیا گیا۔ چار حصوں کو فروخت کرنے کے لیے کہا گیا۔ حضرت فروہ نے انہیں فروخت کیا اور انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ شمار کرنے کا فریضہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ انہوں نے چودہ سو حصے شمار کیے۔ دو سو گھوڑے تھے۔ مالِ غنیمت کے اٹھارہ حصے کیے گئے۔ ہر سو کا حصہ جمع کیا گیا۔ گھوڑوں کے لیے چار سو حصے تھے۔ جو خمس آپ کے حصہ میں آیا آپ ان سے اسلحہ اور کپڑے خریدتے۔ اپنے اہلِ بیت کو عطا کرتے۔ بنو مطلب کے افراد کو بخشتے۔ خواتین یتامیٰ اور سائلوں کو دیتے پھر انہوں نے تذکرہ کیا کہ آپ نے اہلِ دوس، اشعری اور حبشہ سے آنے والے صحابہ کرام کے لیے حصے نکالے لیکن انہوں نے ان حصوں کی کیفیت بیان نہیں کی کہ یہ کیسے نکالے گئے۔

''العیون'' میں ہے''مالِ غنیمت کے اٹھارہ سو حصے کیے گئے اہلِ حدیبیہ چودہ سو تھے۔ دو سو گھوڑوں کے حصے چار سو

تھے۔ تو پھر مذکورہ بالا صحابہ کرام نے کہاں سے حصے لیے؟ ابن اسحاق نے جو ذکر کیا ہے کہ شق، نطاۃ اور کتیبہ کے اموال تقسیم کیے گئے۔ کیونکہ یہ تینوں قلعے طاقت سے فتح کیے گئے تھے۔ جبکہ وطیح اور سلالم کو آپ نے مسلمانوں کے امور کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ بن عقبہ کے قول کو ترجیح دی جائے گی کہ بعض خیبر صلح کے ساتھ فتح ہوا تھا۔ ان صحابہ کرام کو وہاں سے حصے دیے گئے تھے۔ آپ کا اہلِ حدیبیہ سے اس ضمن میں مشورہ ان کے حقوق سے دستبردار ہونے کے لیے نہیں تھا۔ یہ عام مشورہ تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ''اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے ایک توشہ دان ملا جو چربی سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے کہا: ''میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔'' میں نے دیکھا تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آئے مجھے آپ سے حیاء آئی۔ میں اسے اٹھا کر اپنے کجاوے اور ساتھیوں کے پاس لے آیا۔ مجھے مالِ غنیمت کا نگران ملا اس نے اس کا کنارا پکڑا اور کہا: ''ادھر لے آؤ حتیٰ کہ ہم اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔'' میں نے کہا: ''نہیں! بخدا! میں یہ تمہیں نہیں دوں گا۔'' وہ مجھ سے توشہ دان چھیننے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حالت میں دیکھ لیا۔ آپ مسکرانے لگے۔ پھر نگران سے کہا: ''تیری خیر! اسے چھوڑ دے۔'' اس نے چھوڑ دیا۔ میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا ہم نے اس میں سے کھایا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت لقیم رضی اللہ عنہ کو مرغی اور پالتو پرندے عطا کیے۔

خواتین اور غلاموں کے لیے حصے

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں عفت مآب صحابیات نے بھی شرکت کی تھی۔ آپ نے انہیں مال فئے میں سے کچھ عطا کیا۔ مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ نکالا۔

ابن اسحاق، امام احمد اور امام ابوداؤد نے بنو غفار کی ایک عورت سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''میں بنو غفار کی خواتین کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان خواتین نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم چاہتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلیں۔ ہم زخمیوں کا علاج کریں گی۔ مسلمانوں کی اعانت کریں گی۔ جتنی ہم میں استطاعت ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ نکلو۔'' ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے مالِ فئے میں

سے ہمیں حصہ دیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں خیبر کی طرف آپ کی معیت میں روانہ ہوا۔میرے ہمراہ میری زوجہ بھی تھیں۔وہ حاملہ تھیں۔رستہ میں بچہ پیدا ہوگیا۔میں نے آپ کو عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے کھجوریں بھگو دو۔جب وہ اچھی طرح تر ہو جائیں تو اسے پینے کا حکم دو۔''میں نے اسی طرح کیا۔میری زوجہ نے کوئی ناپسندیدہ امر نہ دیکھا۔جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے خواتین کو عطا کیا۔ان کے لیے حصے نہ نکالے میری بیوی اور بچے کو بھی عطا کیا۔

ابوداؤد نے ابواللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں اپنے آقا کے ساتھ خیبر میں شریک ہوا۔انہوں نے میرے بارے آپ سے بات کی۔آپ کے حکم سے مجھے تلوار حمائل کرادی گئی۔میں اسے کھینچ رہا تھا۔ آپ کو بتایا گیا کہ میں غلام ہوں۔آپ نے مجھے سامان میں سے کچھ عطا کیا۔

شہداء

اس غزوہ میں درج ذیل مسلمان شہید ہوئے۔اسلم حبشی چرواہا،انیف بن حبیب،انیف بن واثلہ،اوس بن جبیر،اوس بن فایذ،اوس بن قتادہ انصاری،بشر بن براء،ثابت بن اثلہ،ثقف بن عمرو،حارث بن حاطب،ربیعہ بن اکثم،رفاعۃ بن مسروح، سلم بن ثابت،طلحہ بن یحییٰ،عامر بن الاکوع،عبداللہ بن ابی امیہ،عبداللہ بن ھبیب،عدی بن مرہ،عروہ بن مرہ،عمارۃ بن عقبہ، فضیل بن نعمان،بشر بن منذر،محمود بن مسلمہ،مدعم الاسود،مرہ بن سراقہ،مسعود بن ربیعہ،مسعود بن سعد،ابوسفیان بن حارث اور ابوضیاح رضی اللہ عنہم۔

امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت شداد بن ھاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں آیا۔وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی۔اس نے عرض کی:''میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔'' آپ نے اسے ایک صحابی کے سپرد کیا۔جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو اس کا حصہ نکالا۔وہ ان کی سواریاں چراتا تھا جب وہ آیا تو انہوں نے اس کا حصہ دیا۔ اس نے پوچھا:''یہ کیا ہے؟''اس نے کہا:''یہ تمہارا حصہ ہے جو تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا ہے۔اس نے وہ لیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔اس نے عرض کی:''یہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا:''یہ تیرا حصہ ہے۔''اس نے عرض کی:''میں نے اس کے لیے آپ کی اتباع تو نہیں کی تھی۔میں نے تو اس لیے اتباع کی تھی کہ میرے یہاں تیر لگے۔''اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔میں شہید ہو کر جنت میں جاؤں۔'' آپ نے فرمایا:''اگر تم سچ بول رہے ہو تو رب تعالیٰ تمہاری تصدیق کردے

گا۔" پھر وہ دشمن کے لیے نکلے۔ اسے اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ اس کے اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ وہی اعرابی ہے۔" عرض کی گئی: "ہاں" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس کی تصدیق کر دی۔" آپ نے اسے اپنے جبے میں کفن دیا۔ پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے یہ دعا مانگی۔ "مولا! یہ تیرا بندہ ہے تیرے بندے کا بیٹا ہے یہ تیرے رستے میں ہجرت کرتے ہوئے نکلا۔ یہ شہید ہوگیا ہے۔ مولا! میں اس پر گواہ ہوں۔"

اس غزوہ میں یہودیوں کے ۹۳ آدمی کام آئے۔

غزوہ وادیَ القریٰ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غروبِ آفتاب کے ساتھ وہاں پہنچے۔" علامہ بلاذری نے لکھا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خیبر کے بعد وادی القریٰ تشریف لائے۔ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے طاقت سے اسے فتح فرمالیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو مالِ غنیمت عطا فرمایا۔ مسلمانوں کو بہت سا ساز و سامان ملا۔ اس سے آپ نے خمس نکالا۔ زمین اور نخلستانوں کو یہودیوں کے پاس ہی رہنے دیا۔ ان پر وہی شرائط عائد کیں جو اہلِ خیبر پر عائد کیں تھیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب آپ خیبر سے واپس تشریف لائے۔ صہباء پہنچے تو برمہ کے رستے روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ وادی القریٰ پہنچے۔ آپ نے وہاں کے یہود کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"ہم آپ کی معیت میں خیبر سے وادی القریٰ آئے۔ رفاعہ بن زید نے آپ کو سیاہ فام غلام بطور ہدیہ دیا تھا۔ اس کا نام مدعم تھا۔ وہ آپ کی سواری تیار کرتا تھا۔ جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو ہم یہود کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ عرب کے لوگ ان کی طرف مائل تھے۔ مدعم آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ ہم تیار نہ تھے وہ اپنے ٹیلوں پر چلا رہے تھے۔ ایک تیر آیا اور مدعم کے پیوست ہوگیا۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔ صحابہ کرام نے کہا: "اسے جنت مبارک ہو" آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں! مجھے ذاتِ والا کی قسم جس نے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اس نے وہ چادر جو خیبر کے روز لی تھی۔ جو اس کے حصے کی نہ تھی وہ اس پر آگ بھڑکاتی رہے گی۔" جب لوگوں نے یہ سنا تو وہ آپ کی خدمت میں ایک تسمہ اور دو تسمے پیش کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "آگ میں سے ایک تسمہ یا آگ میں سے دو تسمے"

آپ نے صحابہ کرام کو قتال کے لیے تیار کیا۔ ان کی صف بندی فرمائی۔ ایک پرچم حضرت سعد بن عبادہ کو دوسرا حضرت خباب بن منذر کو اور تیسرا حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ایک پرچم حضرت عباد بن بشر کو دیا۔ پھر یہودیوں

کو اسلام کی طرف بلایا انہیں بتایا کہ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے اموال اور خون محفوظ ہو جائیں گے۔ ان کا حساب رب تعالیٰ پر ہوگا۔" ان میں سے ایک شخص نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے نے دعوت مبارزت دی تو انہوں نے اسے بھی موت کا جام پلا دیا۔ پھر تیسرے نے دعوت مبارزت دی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک اور للکارتا ہوا آیا تو حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے اسے مار دیا۔ ایک اور نے ھل من مبارز کہا تو حضرت ابو دجانہ نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کے گیارہ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ جب بھی ان کا کوئی فرد قتل ہوتا۔ آپ بقیہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے۔ نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر واپس آ کر انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ شام تک جہاد کیا۔ صبح طلوعِ آفتاب سے قبل آپ نے اسے طاقت سے فتح کر لیا۔ ان کے اموال بطورِ مالِ غنیمت ملے۔ بہت سا ساز و سامان ملا۔ آپ نے وہاں چار روز تک قیام کیا۔ مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ زمین اور نخلستان یہودیوں کے لیے چھوڑ دیے۔ اس پر ان سے معاہدہ کیا۔

بلاذری نے لکھا ہے "آپ نے حضرت عمرو بن سعید بن عاص کو اس کا نگران بنایا۔ آپ نے حضرت جمرۃ بن ھوذہ کو جاگیر عطا کی۔

رستہ میں آپ کا استراحت فرما ہونا

امام مسلم، ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خیبر اور وادی القریٰ کے غزوات سے فارغ ہو کر آپ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر آپ رات بھر چلتے رہے۔ صبح سے کچھ دیر قبل آپ نیچے اترے۔ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی صالح شخص ہے۔ جو بیدار رہے۔ ہمیں فجر کے بارے بتا دے شاید کہ ہم سو جائیں۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں یہ فریضہ سرانجام دیتا ہوں آپ نیچے تشریف لائے۔ حضرت بلال کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے نوافل پڑھے جتنے رب تعالیٰ نے چاہا پھر اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ مشرق کی طرف منہ کر طلوع فجر کا انتظار کرنے لگے۔ نیند کا غلبہ ہوا وہ بھی سو گئے۔ آپ کو اور صحابہ کرام کو سورج کی شعاعوں نے جگایا۔ سب سے پہلے آپ ہی بیدار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "بلال! تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔" انہوں نے عرض کی: "مجھے بھی اس چیز نے آلیا جس نے آپ کو آلیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" پھر آپ نے اپنا اونٹ اٹھایا۔ تھوڑا سا آگے لے گئے۔ اونٹ بٹھایا۔ وضو کیا۔ صحابہ کرام نے بھی وضو کیا۔ حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز قائم کی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "جب نماز بھول جاؤ تو جب یاد آجائے تو اسے پڑھ لو۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ (طٰہٰ:۱۴)

ترجمہ: "اور ادا کیا کرو نماز مجھے یاد کرنے کے لیے۔"

مدینہ طیبہ میں جلوہ نمائی

صحاح ستہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک وادی کو دیکھا انہوں نے باآواز بلند کہا: "الله اکبر، الله اکبر لا اله الا الله" آپ نے فرمایا: "ذرا آہستہ! اپنے آپ پر رحم کرو۔" تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں بلا رہے تم سمیع، قریب کو بلا رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔" میں آپ کے پیچھے آپ کی سواری پر تھا۔ آپ نے سماعت کیا۔ میں یہ ورد کر رہا تھا۔ "لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" آپ نے فرمایا: "عبداللہ بن قیس!" میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار!" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کے بارے نہ بتاؤں۔" میں نے عرض کی: "ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر نثار!" آپ نے فرمایا: "لا حول ولا قوة الا بالله"

رات کے وقت آپ جرف تشریف لے گئے۔ آپ نے منع فرمایا کہ کوئی رات کے وقت اہلِ خانہ کے پاس نہ جائے۔ ایک شخص گیا۔ اس نے اپنے گھر دستک دی۔ اس نے ناپسندیدہ امر دیکھا۔ اس نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ مگر اپنی زوجہ سے جدا نہ ہونا چاہا اس کی اس میں سے اولاد بھی تھی۔ وہ اس سے پیار کرتا تھا۔ اس نے آپ کی نافرمانی اور ناپسندیدہ امر دیکھ لیا۔

جب آپ نے کوہِ احد کو دیکھا تو فرمایا: "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ مولا! میں مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔"

انصار کو املاک کی واپسی

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو وہ خالی ہاتھ تھے۔ جبکہ انصار زمینوں اور باغات کے مالک تھے۔ انصار نے کہا کہ وہ اپنے نصف پھل ہر سال مہاجرین کو پیش کریں گے۔ انہوں نے انہیں کام اور مشقت سے روک دیا۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں کے چند درخت پیش کیے۔ آپ نے وہ درخت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عنایت کر دیئے تھے۔ جب آپ اہلِ خیبر سے فارغ

ہوئے۔ مدینہ طیبہ تشریف لائے مہاجرین نے انصار کے اموال واپس کر دیے جو انہوں نے انہیں دیے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے میری امی جان کو بھی کھجوروں کے درخت واپس کر دیے۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے آپ سے التجاء کی تو آپ نے وہ درخت مجھے عطا کر دیے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں انہوں نے میرے گلے میں کپڑا ڈال لیا وہ کہنے لگیں" بخدا! ہرگز نہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ مجھے آپ نے یہ درخت دیے تھے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام ایمن چھوڑ و میں تمہیں اتنے درخت دوں گا۔" وہ کہتی رہیں۔" نہیں! مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" آپ فرماتے رہے: "تمہارے لیے اتنے درخت! تمہارے لیے اتنے درخت! حتیٰ کہ آپ نے انہیں ان سے دس گنا درخت عطا کر دیے۔"

حضرت کعب بن مالک کے اشعار

و نحنُ وردنا خیبرا و فروضهٗ بکل فتیً عاری الاشاجع مذود

ترجمہ: "ہم نے خیبر اور اس کی گھاٹیوں پر ایسے جوانوں سے پیاس بجھائی جن کے ہاتھوں کی رگیں ابھری ہوئی نہ تھیں۔ وہ ہر قسم کی برائی کو روکنے والے تھے۔"

جواد لدی الغایات لا واهن القوی جری علی الاعداء فی کل مشهد

ترجمہ: "وہ سپہ سالار حصولِ مقاصد میں سخی ہیں۔ کمزور طاقت کے مالک نہیں۔ وہ ہر میدان میں دشمن پر جری ہیں۔"

عظیمُ رَمادِ القدر فی کل شَتوةٍ ضروبٌ بنصل المشرفی المُهندِ

ترجمہ: "اس آگ کی راکھ بہت کثیر ہوتی ہے جو ان کی ہنڈیاں کے نیچے جلائی جاتی ہے ہر جنگ کے موسم میں مشرفی ہندی تلواروں کی دھار سے ضربیں لگاتے ہیں۔"

یری القتل مدحا ان اصاب شهادةً من الله یرجوها وفوزًا باحمد

ترجمہ: "اگر راہِ خدا میں انہیں شہادت نصیب ہو جائے تو وہ اسے اپنے لیے قابل شرف سمجھتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے اس کی امید رکھتے ہیں کہ وہ حضور انور ﷺ کے ساتھ کامران ہو جائیں۔"

یذودُ و یحمی عن ذمار محمد و یدفع عنه باللسان و بالید

ترجمہ: "وہ آپ کا دفاع کرتے ہیں۔ آپ کے حقوق کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے آپ سے اذیت دور کرتے ہیں۔"

و ینصُرهٗ من کل امر یریبُهٗ　　　یجودُ بنَفسٍ دونَ نفسِ محمدٍ

ترجمہ: ''وہ ہر ایسے امر میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہو وہ آپ پر اپنی جان بھی نثار کر دیتے ہیں۔''

یصدق بالانبارِ بالغیب مُخلِصًا　　　یریدُ بذاك العِزَّ والفوز فی غَدِ

ترجمہ: ''وہ اخلاص کے ساتھ غیب کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے ذریعے وہ روزِ حشر کامرانی اور عزت کے خواہاں ہیں۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

بئسَ ما قاتلت خیابِرُ عَمَّا　　　جَمَّعُوْا مِنْ مَزارِعٍ و نخیلِ

ترجمہ: ''اس چیز کے بارے جسے اہلِ خیبر نے کھیتوں اور باغات میں سے جمع کر رکھا تھا انہوں نے کتنی بری جنگ کی۔''

کرھوا الموتَ فاستبیعَ حِماھم　　　وَاقَرُّوا فِعل اللَّئِمِ الذلیلِ

ترجمہ: ''انہوں نے موت ناپسند کی۔ ان کی چراگاہ حلال کر دی گئی۔ انہوں نے ایسے شخص کا عمل کیا جو ذلیل و کمینہ ہو۔''

اَمِنَ الموتِ تھربونَ فَاِنَّ الموتَ　　　موتُ الھُزالِ غیرُ جمیلِ

ترجمہ: ''یہ تم موت سے راہِ فرار اختیار کرتے ہو کمزوری کی موت پسند نہیں کی جاتی۔''

تنبیہات

1. خیبر۔ یہ اس زمین کا نام ہے جو قلعوں اور کھیتوں پر مشتمل تھی۔ وہاں کثیر کھجوریں تھیں۔ یہ مدینہ طیبہ سے تین روز کی مسافت پر ہے۔ خیبر یہودیوں کی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی قلعہ ہے۔ لہٰذا اسے خیابر بھی کہا جاتا ہے۔ ابوسعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ اسے جبلہ بن جوال نے آباد کیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اسے اس شخص نے آباد کیا جو سب سے پہلے یہاں آیا۔ وہ یثرب کا بھائی خیبر تھا۔ یہ دونوں قانیۃ بن مہلا ییل کے بیٹے تھے۔ وہ عاد کا بھائی تھا۔ بعض آئمہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کا بعض حصہ طاقت اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا۔ اس سے مختلف روایات کو جمع کیا جا

سکتا ہے۔ امام مالک سے روایت ہے کہ کتیبہ میں چالیس ہزار کھجوروں کے درخت تھے۔
یہاں بہت زیادہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و انا و من یھدی العقائد نحونا کمستبضع تمرا الی اھل خیبر

ترجمہ: "ہم اور ہماری طرف قصائد بھیجنے والا اسی طرح ہے۔ جس طرح کوئی تاجر خیبر بیچنے کے لیے کھجوریں لے جائے۔"

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: "اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے سیر ہو کر کھجوریں نہ کھائیں حتیٰ کہ خیبر فتح ہو گیا۔"

خیبر بخار کی کثرت کی وجہ سے معروف تھا۔ ایک اعرابی اپنے اہل وعیال کے ساتھ خیبر آیا۔ اس نے کہا:

قلت لحمی خیبر استقری هاك عيالی فاجهدی وجدی
و باکری بصالب و ورد اعانك الله علی ذالجند

ترجمہ: "میں نے خیبر کے بخار سے کہا آؤ اور میرے اہل خانہ کی ضیافت کرو خوب کوشش اور جدوجہد کرو۔ صالب اور وِرد کے پاس جلدی پہنچو۔ اللہ تعالیٰ لشکر والے کے خلاف تمہاری مدد کرے۔"

اسے بخار ہوا۔ وہ مر گیا اس کے عیال زندہ رہے۔ ابو عبید البکری نے اپنے معجم میں لکھا ہے کہ شق میں ایک چشمہ تھا جسے الحمۃ کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس کا نام قسمۃ الملائکۃ رکھا۔ اس کے پانی کا دو ثلث ایک ندی میں اور ایک ثلث دوسری ندی میں جاتا تھا۔ حالانکہ رستہ ایک ہی تھا۔ یہ آپ کے عہد ہمایوں سے لے کر آج تک رواں ہے۔ اگر اس میں تین لکڑیاں یا تین کھجوریں پھینکی جائیں دو چیزیں اس ندی میں چلی جاتیں جس میں دو ثلث پانی جاتا تھا۔ ایک چیز اس ندی میں چلی جاتی جس میں ایک ثلث پانی جاتا تھا۔ کوئی شخص اس ندی میں ایک ثلث سے زائد پانی نہیں لے جا سکتا اگر کوئی آدمی کھڑا ہو جائے تاکہ دو ثلث پانی کو دوسری ندی میں ڈال دے تو پانی اس پر غلبہ پا کر بہ نکلتا ہے۔ وہ دوسری ندی میں ثلث سے زائد پانی نہیں لے جا سکتا۔ خیبر ہی قلعوں پر مشتمل تھا۔

یہ غزوہ کس سال رونما ہوا؟ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو سات ہجری تھی اور محرم کے کچھ دن باقی تھے۔ آپ نے دس سے زائد راتوں تک اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اسے فتح کر دیا۔ یہ فتح صفر میں ہوئی تھی۔

ابن اسحاق نے مسور اور مروان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے مابین سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ اس میں رب تعالیٰ نے اس فرمان کے ساتھ آپ کو خیبر عطا کر دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (الفتح:۲۰)

ترجمہ: ''(اے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ) اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جنہیں تم اپنے وقت پر حاصل کرو گے۔ پس جلدی دے دی ہے تمہیں یہ (صلح)''

آپ ذوالحجۃ میں مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ محرم میں خیبر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں تقریباً بیس راتیں بسر فرمائیں۔ پھر خیبر کی طرف تشریف لے گئے۔ ابن عائذ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر صرف دس راتیں بسر کیں تھیں۔ سلیمان تیمی نے پندرہ دن کا قول کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خیبر کی فتح چھ ہجری کو رونما ہوئی تھی۔ لیکن جمہور علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ سات ہجری کو رونما ہوا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے'' یہی قول راجح ہے۔ ان اقوال کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ جس نے چھ ہجری کا قول کیا ہے۔ اس نے ہجرت کی ابتداء ربیع الاول سے کی ہے۔'' ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔''

۳ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام واقدی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاولیٰ میں رونما ہوا تھا۔ واقدی کے مغازی میں مَیں نے دیکھا ہے کہ یہ غزوہ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ایک قول ربیع الاول کا ہے۔ لیکن عجیب روایت وہ ہے جسے ابن سعد اور ابن شیبہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کے اٹھارہ روز گزر چکے تھے۔'' اس کی سند حسن ہے۔ مگر یہ لغزش ہے شاید یہ غزوۂ حنین کے تذکرہ میں ہے۔ میں نے غور کیا تو علم ہوا کہ غزوۂ حنین فتح مکہ کے فوراً بعد ہوا تھا۔ فتح مکہ کے لیے آپ رمضان المبارک میں عازمِ سفر ہوئے تھے۔ شیخ ابو حامد نے لکھا ہے'' یہ غزوہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ لیکن یہ وہم ہے۔ شاید یہ خندق سے خیبر کی طرف منتقل ہونا ہو۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ انہوں نے ''سال'' کا لفظ حذف کر دیا یعنی قطع نظر غزوہ کے سال کے۔

۴ فتح خیبر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ طاقت سے یا صلح سے فتح ہوا تھا؟ امام بخاری نے عبدالعزیز بن صہیب کی روایت میں لکھا ہے: ''یہ صراحت ہے کہ یہ طاقت سے فتح ہوا تھا۔ ابو عمر نے یہی لکھا ہے۔ انہوں نے اس کا رد کیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ صلح سے فتح ہوا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ شبہ اس لیے وارد ہوا ہے کہ جس نے کہا ہے کہ یہ صلح

سے فتح ہوا اسے ان دو قلعوں کی وجہ سے شبہ پڑا۔ جن کے باشندوں نے سر تسلیم خم کر کے اپنے خون محفوظ کر لیے تھے۔ یہ صلح کی ایک قسم ہے لیکن یہ محاصرۃ ہی کی وجہ سے تھا۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کی وجہ سے یہ شبہ وارد ہوتا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے جہاد کیا کھجوروں پر غلبہ پالیا آپ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ وہ وہاں سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ سونا، چاندی اور اسلحہ آپ کا ہوگا۔ ان کے لیے وہی کچھ ہوگا جو سواریاں اٹھا سکیں گی۔ نیز وہ آپ سے کچھ نہ چھپائیں گے نہ کچھ غائب کریں گے۔" اس روایت کے آخر میں ہے" آپ نے ان کی خواتین اور اولاد کو قیدی بنالیا کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔ ان کے اموال تقسیم کر دیے۔ انہیں جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا: "آپ ہمیں اس زمین میں چھوڑ دیں۔ ہم یہاں کاشت کاری کریں گے۔ اس کی اصلاح کریں گے۔" اس شرط پر صلح ہوگئی۔ جب نقص پیدا ہوا تو صلح بھی ختم ہوگئی۔ پھر آپ نے انہیں قتل نہ کیا۔ زمین پر بطور عامل کام کرنے پر لگایا۔ اس میں ان کی ملکیت نہ تھی۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ اگر انہوں نے اپنی سرزمین پر صلح کی ہوتی تو اس سے جلاوطن نہ ہوتے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کا بعض حصہ طاقت سے اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا تھا۔

◆ ۵ الاُصیلی نے لکھا ہے کہ آپ کا نماز سے سو جانے کا واقعہ غزوۂ حنین میں پیش آیا تھا۔ غزوۂ خیبر میں نہیں خیبر کا تذکرہ خطاء ہے۔ ابو الولید باجی اور ابو عمر کا بھی یہی مؤقف ہے۔

◆ ۶ زینب بنت حارث جس نے بکری میں زہر ملایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا یا کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ معمر نے لکھا ہے کہ لوگ اس کے قتل کا قول کرتے ہیں۔ سلیمان تیمی نے اس عورت کا یہ قول لکھنے کے بعد اس کے اسلام کا مؤقف اپنایا ہے۔ "اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے نجات پالیں گے۔ اب میرے لیے عیاں ہو چکا ہے کہ آپ سچے ہیں۔ میں آپ کو اور حاضرین کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔" جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔

لیکن امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس سے تعرض نہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اسے سزا نہ دی۔ ابن سعد نے متعدد اسانید سے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کو حضرت

بشر بن براء کے رشتہ داروں کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ محمد بن عمر نے اس روایت کو زیادہ ثابت لکھا ہے۔
امام بیہقی نے لکھا ہے کہ زیادہ احتمال یہ ہے کہ شاید پہلے آپ نے اسے چھوڑ دیا ہو۔ جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہو تو آپ نے اُسے قتل کر دیا ہو۔ امام سہیلی نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ اور یہ اضافہ کیا ہے" آپ نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ آپ اپنے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ جب حضرت بشر کا وصال ہو گیا تو قصاص میں اسے بھی قتل کر دیا۔"

الحافظ نے لکھا ہے"یہ احتمال بھی ہے کہ پہلے آپ نے اسے ترک کر دیا ہو۔ کیونکہ وہ اسلام لے آئی تھی۔ جب حضرت بشر کا وصال ہو گیا ہو تو اسے قتل کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ ان کے وصال کے بعد ہی قصاص کا وجوب متحقق ہو سکتا تھا۔
ابو سعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ آپ نے اسے قتل کرنے کے بعد مصلوب کر دیا تھا فاللہ اعلم۔"

- سنن ابی داؤد میں ہے کہ وہ مرحب کی بہن تھی۔ امام سہیلی کا بھی یہی قول ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ وہ مرحب کی بھتیجی تھی۔ امام زہری کا یہی قول ہے۔
- اگر یہ کہا جائے کہ اس زہر والی روایت اور اس آیت طیبہ کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے:

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ تبوک کے سال نازل ہوئی۔ جبکہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر میں پیش آیا۔
- آپ نے کتنی دیر وہاں قیام کیا؟ الطبرانی نے اوسط میں لکھا ہے کہ آپ نے وہاں چھ ماہ قیام کیا۔ آپ جمع بین الصلاتین کرتے رہے۔ امام بیہقی نے چالیس دن کا قیام کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

پچیسواں باب

غزوہ ذات الرقاع

اسے غزوہ محارب یا غزوہ بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جلب سے مدینہ طیبہ آیا۔ اہلِ مدینہ نے اس سے سامان خریدا۔ اس نے مسلمانوں سے کہا: "بنوانمار اور بنو سعد بن ثعلبہ تمہارے لیے لشکر جرار جمع کر رہے ہیں۔ لیکن میں تمہیں پرسکون دیکھ رہا ہوں۔" یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ (ابن اسحاق) یا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا (ابن عمر، ابن سعد، ابن ہشام) آپ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے ہفتہ کی رات تھی۔ محرم کے دس روز گزر چکے تھے۔ آپ کے ہمراہ چار سو، یا سات سو یا نو سو مجاہدین تھے۔ آپ مضیق سے روانہ ہوئے پھر وادیٔ الشقرۃ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک دن قیام کیا۔ ہر طرف سرایا بھیجے۔ وہ رات کے وقت واپس آئے آپ کو بتایا کہ انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عازمِ سفر ہو کر نخل پہنچے۔ ان کے بیٹھنے کی جگہوں تک پہنچے وہاں صرف عورتیں ہی تھیں۔ انہیں گرفتار کر لیا ان میں ایک خوبصورت لونڈی تھی۔ اعرابی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے۔ وہ مسلمانوں پر جھانک رہے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آپ بنو غطفان کے ایک لشکر سے ملے۔ لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ لیکن ان کے مابین قتال نہ ہوا۔ ہر دو فریق ایک دوسرے سے ڈرنے لگے۔ مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مشرک ان پر حملہ نہ کر دیں جبکہ وہ غافل ہوں۔ مشرکین کہنے لگے "حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نہ چھوڑیں گے حتیٰ کہ آپ انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔ نماز کا وقت قریب آ گیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔ امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے نمازِ ظہر پڑھائی مشرکین نے آپ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اب انہیں چھوڑ دو۔ اس کے بعد ایک نماز ہے جو انہیں اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ پیاری ہے۔" حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے آپ کو بتایا۔ آپ نے نماز عصر صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

ابن سعد نے لکھا ہے: یہ پہلی صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔ پھر آپ مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔ آپ نے حضرت جعال بن سراقہ

کو مدینہ طیبہ بھیجا تا کہ وہ اہلِ مدینہ طیبہ کو مسلمانوں کی سلامتی کی بشارت دیں۔ اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔ اس غزوہ میں بہت سے معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے اکثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیے ہیں۔ امام بزار اور امام الطبرانی نے اوسط میں ان سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع کو غزوہ الاعاجیب بھی کہا جاتا ہے۔

غوث بن حارث کی داستان

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ذات الرقاع کی طرف سفر کیا۔ جب آپ واپس آئے تو آپ نے ایک ایسی وادی میں دوپہر بسر کی جہاں عضاۃ کے بہت سے درخت تھے۔ آپ نیچے تشریف لائے صحابہ کرام مختلف درختوں کے نیچے بکھر گئے۔ آپ ایک سایہ کے نیچے تشریف لائے۔ اس کے ساتھ تلوار لٹکائی اور آرام فرما ہو گئے۔ آپ نے ہمیں بلایا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا۔ اس نے میری تلوار لی۔ میں نے آنکھ کھولی تو یہ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اسے سونتا ہوا تھا۔ اس نے مجھے کہا: '' آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' میں نے کہا: ''اللہ'' اس نے تین بار اسی طرح کہا۔ میں نے اسے ہر بار یہی جواب دیا۔ اس نے تلوار چھوڑ دی اور بیٹھ گیا۔ آپ نے اسے سزا نہ دی۔

مجنون بچہ

بزار اور الطبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم غزوۂ ذات الرقاع میں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب آپ حرۂ واقم پہنچے۔ تو ایک بدوی عورت اپنا بچہ لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس بچہ پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے۔'' آپ نے اس بچے کا منہ کھولا اور اس میں لعابِ دہن ڈالا۔ آپ نے فرمایا: ''اے دشمن خدا! دور ہو جا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ پھر فرمایا: ''اپنے بچے کو لے جا۔ اب اسے یہ تکلیف کبھی نہ ہوگی۔''

تین انڈے

محمد بن عمر اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غزوہ ذات الرقاع میں حضرت عتبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ شتر مرغی کے تین انڈے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس کے گھونسلے سے یہی تین انڈے ملے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جابر! انہیں لے لو۔ انہیں پکاؤ۔'' میں نے انہیں

پکایااور ایک پیالہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے روٹی تلاش کی مگر مجھے کہیں سے نہ ملی۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روٹی کے بغیر ہی وہ انڈے کھانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔ انڈے پیالے میں اسی طرح پڑے ہوئے تھے۔ پھر دیگر صحابہ کرام نے بھی انڈے کھائے پھر ہم آگے روانہ ہو گئے۔

شہادت مل گئی

محمد بن عمر، حاکم اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا اس کے پاس ان کے علاوہ کپڑے نہیں ہیں؟'' آپ سے عرض کی گئی: ''اس کے پاس دو نئے کپڑے ہیں۔'' آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ نئے کپڑے پہن لے۔ جب وہ شخص جانے لگا تو آپ نے فرمایا: ''کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ اسے کیا ہے رب تعالیٰ اس کی گردن اڑائے۔ اس شخص نے سن لیا اور عرض کیا: 'یارسول اللہ! فی سبیل اللہ'' آپ نے فرمایا: 'فی سبیل اللہ' وہ شخص جنگِ یمامہ میں شہید ہوگیا۔

شکایت کناں اونٹ

امام بزار، امام الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم غزوہ ذات الرقاع سے واپس آ رہے تھے حتیٰ کہ جب ہم مہبط الحرۃ کے مقام تک پہنچے تو ایک اونٹ تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ مجھ سے اپنے مالک کے خلاف مدد مانگ رہا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ وہ اتنے سالوں سے اس سے ہل چلاتا رہا۔ وہ اب اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔'' میں نے عرض کی: ''میں تو اسے نہیں جانتا۔'' آپ نے فرمایا: 'یہ اونٹ تمہیں اس کے پاس لے جائے گا۔ وہ ہمارے سامنے اطاعت گزار بن کر نکلا۔ حتیٰ کہ اپنے مالک کے پاس لے گیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اس کے ساتھ اونٹ کے بارے گفتگو کی۔

گم شدہ اونٹ مل گیا

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت رقم کی ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک تاریک رات میں میرا اونٹ گم ہو گیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کی: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا اونٹ گم ہوگیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارا اونٹ وہ ہے۔ جاؤ اسے پکڑ لو۔'' میں اسی طرف گیا جس طرف آپ

نے اشارہ کیا تھا۔مگر مجھے اونٹ نظر نہ آیا۔میں واپس آ گیا۔پھر آپ نے مجھے اسی طرح فرمایا میں گیا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔آپ میرے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم اونٹ تک پہنچ گئے۔آپ نے مجھے پکڑا دیا۔

اونٹ تیز رفتار ہو گیا

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت رقم کی ہے انہوں نے کہا:"وہ غزوۃ بنی ثعلبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔میں اپنے اونٹ پر سوار تھا۔وہ سست رو ہو گیا۔اس نے مجھے تھکا دیا کہ صحابہ کرام مجھ سے آگے نکل گئے۔میں اس کی گردن پر مارنے لگا حتیٰ کہ آپ میرے پاس سے گزرے۔آپ نے پوچھا۔میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا یہ اونٹ سست رو ہو گیا ہے۔" آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا۔آپ نے پوچھا:"کیا تمہارے پاس پانی ہے؟" میں نے عرض کی:"ہاں! میں نے پیالے میں پانی حاضر خدمت کیا۔آپ نے اس میں پھونک ماری۔پھر اسے اونٹ کے سر، کمر اور پشت پر ڈال دیا۔آپ نے مجھے فرمایا:"مجھے لاٹھی پکڑاؤ۔میں نے اپنا ڈنڈا پکڑایا۔آپ نے اسے مارا۔پھر فرمایا:"سوار ہو جاؤ۔"میں اس پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گیا۔مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔وہ آپ کے اونٹ کا مقابلہ کرنے لگا۔میں حیاء کی وجہ سے اسے روک رہا تھا۔میں آپ سے گفتگو کرنے لگا......

دو درخت، عذاب میں تخفیف، انگلیوں سے پانی رواں، سمندر کا جانور

امام مسلم، ابونعیم، بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔غزوہ ذات الرقاع کا موقع تھا۔ہم وادیٔ افیح میں اترے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔میں پانی کا برتن لیے آپ کے پیچھے ہو گیا۔آپ نے دیکھا مگر آپ کو ایسی چیز نظر نہ آئی جس کی اوٹ میں آپ قضائے حاجت کر سکیں۔وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔آپ ان میں سے ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے۔اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا۔اور فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری طرف جھک جاؤ۔"وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح جھک گیا جسے اسے ہانکنے والا ہانکتا ہے۔وہ دوسرے درخت کے قریب آ گیا۔آپ نے اس کی ایک شاخ پکڑی اور فرمایا: "رب تعالیٰ کے حکم سے میری طرف جھک جا۔"جب وہ دونوں نصف نصف جھک گئیں تو آپ نے انہیں جوڑا فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے حکم سے مل جاؤ۔"وہ دونوں مل گئیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں اس اندیشہ سے تیز دوڑتا ہوا آیا کہ آپ کو میرے قدموں کی آہٹ سنائی دے۔

اور آپ اجتناب کرلیں۔ میں بیٹھ گیا۔ میں خود سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے صرف ایک نظر ہی دیکھا تو حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو چکے تھے۔ ہر ایک اپنے تنے پر کھڑا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے ذرا سا توقف کیا پھر سر اقدس سے دائیں بائیں اشارہ کیا۔ پھر تشریف لے آئے۔ جب میرے پاس آئے تو فرمایا: "جابر! میرا رفیع مقام دیکھا ہے۔" میں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "ان درختوں کے پاس جاؤ۔ ان کی ایک ایک شاخ کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔ پھر اس جگہ کھڑے ہو کر ایک شاخ دائیں دوسری بائیں گاڑھ دینا۔" حضرت جابر نے کہا: "میں اٹھا۔ میں نے پتھر لیا۔ میں نے اسے توڑا۔ اسے تیز کیا تو وہ تیز ہو گیا۔ ان دونوں درختوں کے پاس گیا ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ توڑی۔ پھر انہیں لے آیا۔ اس جگہ کھڑا ہو گیا۔ جہاں آپ جلوہ افروز تھے۔ ایک شاخ اپنے دائیں اور دوسری بائیں گاڑھ دی۔ میں آپ سے جا ملا۔ میں نے عرض کی۔" میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں دو قبور والوں کے پاس سے گزرا۔ میں نے چاہا کہ میری شفاعت کے طفیل جب تک یہ شاخیں سبز رہیں گی ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔" پھر ہم لشکر گاہ میں آ گئے۔

آپ نے فرمایا: "جابر! وضوء کا اعلان کرو۔" میں نے صدا لگائی۔ "ارے وضو! ارے وضو" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کارواں کے پاس پانی کا قطرہ تک نہیں ہے۔ ایک انصاری صحابی حضور والا ﷺ کے لیے مشکیزے میں پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ انہوں نے اسے کھجور کی شاخ سے لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "فلاں بن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کے مشکیزے میں کچھ ہے۔ میں وہاں گیا۔ میں نے دیکھا۔ میں نے پانی کا قطرہ نہ پایا۔ صرف مشکیزہ کی تہہ میں کچھ قطرے تھے۔ اگر میں انہیں انڈیلتا تو وہ خشک ہو جاتے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور وہ مشکیزہ میرے پاس لے آؤ۔" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے دستِ اقدس میں پکڑا کچھ کلام پڑھا جسے میں نہیں جانتا۔ اپنے دستِ اقدس سے اسے نچوڑا۔ پھر مجھے عطا فرما دیا۔ فرمایا "جابر! کارواں کا پیالہ لے کر آؤ۔" وہ پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ میں نے اسے آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا: "اس طرح" آپ نے اپنا دستِ اقدس پیالے میں رکھ دیا۔ مبارک انگلیاں کھول دیں۔ اسے پیالے کے پیندے میں رکھ دیا۔ فرمایا: "جابر! بسم اللہ پڑھ کر یہ پانی انڈیلو۔" میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: "جابر! اعلان کرو" جسے پانی کی ضرورت ہو آ کر لے جائے۔" لوگوں نے سیراب ہو کر پانی پیا۔ میں نے کہا: "کیا کسی کو پانی کی ضرورت ہے۔" آپ نے پیالہ سے دستِ اقدس اٹھا لیا وہ بھرا ہوا تھا۔

صحابہ کرام نے بھوک کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "عنقریب رب تعالیٰ تمہیں سمندری مچھلی کھلائے گا۔ ہم ساحل

سمندر پر آئے۔ اس نے ایک جانور باہر پھینکا۔ ہم نے اس پر آگ جلائی اسے پکایا کھایا اور سیر ہو گئے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں فلاں اور فلاں پانچ افراد اس کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ ہم باہر نکل آئے۔ ہم نے اس کی ایک پسلی لی۔ اس کو کوس بنایا پھر سب سے بڑا اونٹ منگوایا۔ سب سے بڑا شخص بلایا۔ وہ اس کے نیچے داخل ہوا اس کا سر اس کے ساتھ نہ ٹکرایا۔

ایک پرندے کی حکایت

محمد بن عمر اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے۔ ایک صحابی کسی پرندے کا بچہ لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس بچے کے والدین یا اس میں سے ایک آیا اس نے خود کو اس شخص کے ہاتھوں پر گرا لیا۔ جس نے اس کا بچہ پکڑا تھا۔ اس پر صحابہ کرام تعجب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اس پرندے کی شفقت پر تعجب کر رہے ہو جس کا بچہ تم نے پکڑ لیا ہے۔ اس نے اپنے چوزے پر شفقت کی وجہ سے خود کو گرایا ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارا رب تم پر اس پرندے سے زیادہ رحیم ہے۔"

حضرت عباد بن بشر کی نگرانی

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین کے نخلستان میں آپ کو ایک عورت ملی۔ اس کا خاوند غائب تھا۔ جب وہ آیا تو اسے بتایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس آ چکے تھے۔ اس کے خاوند نے قسم اٹھائی کہ وہ واپس نہیں آئے گا حتیٰ کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کا خون بہا لے۔ وہ آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ آپ نے ایک ہوا والی رات کو استقبلہ کی وادی میں آرام فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "ہماری نگہبانی کون فرمائے گا؟" حضرت عباد بن بشر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اٹھے اور عرض کی: "ہم آپ کی نگہبانی کریں گے۔ ہوا پرسکون نہیں ہو رہی تھی۔ یہ دونوں صحابی گھاٹی کے منہ میں بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "رات کا کون سا حصہ تمہیں پسند ہے۔ میں اول حصہ میں کفایت کرتا ہوں۔ تم آخری حصہ میں کفایت کرنا۔" انہوں نے کہا: "میں رات کے ابتدائی حصہ میں نگرانی کروں گا۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ سو گئے۔ حضرت عباد کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اس عورت کا خاوند دھوکہ دینے کے لیے آیا۔ ہوا تھم چکی تھی۔ جب اس نے حضرت عباد کا جسم قریب سے دیکھا تو اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ قوم کا پیش رو ہے۔" اس نے تیر چڑھایا اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو دے مارا۔ انہیں تیر لگا۔ انہوں نے تیر نکالا۔ اس نے دوسرا تیر چڑھایا اور دے مارا۔ وہ بھی ان کے لگا۔

انہوں نے وہ تیر نکالا۔ وہ رکوع اور سجود کرتے رہے۔ جب خون کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا: "اٹھو! میں زخمی ہو گیا ہوں۔" حضرت عمار اٹھے۔ جب اس شخص نے عمار کو اٹھتے ہوئے دیکھا تو وہ بھاگ گیا۔ حضرت عمار نے فرمایا: "میرے بھائی! جب آپ کو پہلا تیر لگا تو آپ نے مجھے جگا کیوں نہ لیا۔" انہوں نے کہا: "میں سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے قطع کرنا مناسب نہ سمجھا حتیٰ کہ میں اس سے فارغ ہو جاؤں۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اس نگرانی میں کوتاہی کر رہا ہوں جس کا حکم مجھے حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے تو میں نماز نہ چھوڑتا خواہ اس میں میری جان چلی جاتی۔"

ایک روایت میں ہے کہ یہ تیر حضرت عمار کو لگے تھے محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح موقف یہ ہے کہ یہ تیر حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو لگے تھے۔

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ حرار پہنچے تو وہاں نزولِ اجلال فرمایا۔ اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ وہاں سارا دن قیام کیا۔ رات کے وقت آپ مدینہ طیبہ داخل ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ شہر خوباں میں داخل ہو گئے۔

تنبیہات

1. اس غزوہ کا نام ذات الرقاع کیوں رکھا گیا؟ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک درخت تھا جس کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صحابہ کرام کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ انہوں نے ان پر کپڑے لپیٹے تھے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے جھنڈوں میں پیوند تھے اس لیے اس غزوہ کو اس نام سے یاد کیا جانے لگا۔ تہذیب المطالع میں ہے "صحیح قول یہ ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے۔ جیسے کہ حضرت جابر نے فرمایا ہے۔ جب ہم ذات الرقاع پہنچے۔ وہ زمین جہاں وہ فروکش ہوئے تھے اس کے کئی رنگ تھے جو پیوندوں سے مشابہت رکھتی تھی۔ ایک قول یہ ہے ان کے بعض گھوڑے سیاہ اور بعض سفید تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ایک پہاڑ کی وجہ سے اس غزوہ کو یہ نام دیا گیا۔ امام سہیلی اور امام نووی نے اس سبب کو ترجیح دی ہے جسے حضرت ابوموسیٰ الاشعری نے ذکر کیا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ شاید ان سارے اسباب کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہو۔ تہذیب المطالع کے مصنف نے یہی لکھا ہے۔

2. یہ غزوہ کب رونما ہوا۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔

کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سات ہجری کو غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔ صحیح میں ہے کہ انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد ہو۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے آپ کے ساتھ غزوہ نجد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی۔'' امام بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایام خیبر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد رونما ہوا تھا'' ان کی گرفت اس طرح کی گئی ہے کہ نجد کی طرف صرف یہی غزوہ نہیں ہوا تھا۔ اس کی طرف کئی غزوات ہوئے تھے۔ یہ احتمال بھی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں شرکت کی ہو جو خیبر کے بعد ہوا ہو اس میں نہ کی ہو جو خیبر سے پہلے ہوا ہو۔'' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب غزوہ نجد کو مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد غزوہ ذات الرقاع ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ احادیث کثیرہ میں تذکرہ ہے۔ اس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے نجد میں آپ کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے غزوۂ خندق میں شرکت کی تھی۔ غزوۂ ذات الرقاع یقیناً غزوۂ خندق کے بعد ہی ہوگا۔

صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ساتویں غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔ یعنی ذات الرقاع۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان کا قول ساتواں غزوہ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کسی چیز کی اضافت اس کے نفس کی طرف ہو۔ یہ اس میں حذف ہے اصل عبارت یوں تھی: ''غزوۃ السفرۃ السابعۃ''

علامہ کرمانی نے لکھا ہے ''اصل عبارت یہ تھی: ''غزوۃ السنۃ السابعۃ'' یعنی سات ہجری میں رونما ہونے والا غزوہ'' لیکن ان الفاظ میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اگر مراد یہی ہو تو یہ نص ہوتی کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ ہاں! یہ نص تو ہے کہ آپ کا ساتواں غزوہ تھا۔ اس سے بھی امام بخاری کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ یہ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔

یہ اس صورت میں ہے کہ غزوات سے مراد وہ جنگیں ہوں جن میں آپ نے بنفس نفیس شرکت کی ہو۔ خواہ آپ نے قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ پھر تو ساتواں غزوہ، غزوہ احد سے پہلے ہی رونما ہو چکا تھا۔ یہ کسی کا مؤقف نہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ احد سے قبل ہوا تھا۔ البتہ ابن عقبہ کا تردد ہے جس میں اعتراض ہے۔ کیونکہ سارے سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ صلوٰۃ الخوف غزوہ خندق کے بعد پڑھی گئی تھی۔ اس سے یہ بھی تعین ہو گیا کہ یہ غزوہ قریظہ کے بعد رونما ہوا ہو۔ اس سے یہ بھی تعین ہو گیا۔ غزوات سے مراد وہ جنگیں ہیں جن میں قتال ہوا تھا۔ جن میں سے ایک غزوۂ بدر، دوسرا غزوۂ احد، تیسرا غزوۂ خندق، چوتھا غزوۂ قریظہ، پانچواں غزوۃ المریسیع اور چھٹا خیبر ہے۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ یہ غزوۃ ساتواں ہو جو خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ مراد اس واقعہ کی تاریخ ہے غزوات کی تعداد نہیں۔

ان عبارات سے امام احمد کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صلوٰۃ الخوف ساتویں غزوہ میں پڑھی گئی تھی۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ "الغزوۃ السابعۃ" مقدر ہو۔ جیسے یہ تقدیر بھی صحیح ہے "غزوۃ السنۃ السابعۃ" میں کہتا ہوں کہ اس بلیغ تحقیق میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ رب تعالیٰ الحافظ پر رحم کرے اور انہیں جزائے خیر دے۔

ابو معشر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ غزوہ، غزوۂ بنی قریظہ کے بعد رونما ہوا تھا۔ امام بخاری کا بھی یہی موقف ہے۔ الزھر میں ہے کہ ابو معشر مغازی میں قابل اعتماد ہیں۔ ابن قیم نے اس اختلاف کو لکھنے کے بعد لکھا ہے: "صحیح یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کا تذکرہ اس جگہ سے تبدیل کر کے غزوہ خندق بلکہ غزوۂ خیبر کے بعد کیا جائے۔ انہوں نے غزوہ بدر الموعد سے پہلے غزوہ بنی نضیر کے بعد اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے" میں نے اہلِ مغازی اور سیرت نگاروں کی تقلید کرتے ہوئے اس جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے پھر ہمارے لیے ان کا وہم عیاں ہو گیا۔

◆ ابن عقبہ نے لکھا ہے "ہمیں علم نہیں کہ غزوہ ذات الرقاع بدر سے پہلے یا بعد میں یا احد سے پہلے یا بعد میں رونما ہوا تھا۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ تردد ہے اس کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ لیکن جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ یہ غزوۃ بنی قریظہ کے بعد واقع ہوا تھا۔ کیونکہ صلوٰۃ الخوف غزوۂ خندق میں رونما نہیں ہوئی تھی۔ وہ روایت جس کا تذکرہ ہے کہ اس غزوۃ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ غزوہ، غزوۃ الخندق کے بعد ہوا تھا۔

◆ ابو الفتح علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت کو اس امر کی دلیل بنایا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ لیکن اس روایت میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ نفی مردود ہے۔ اس روایت کی اس موقف پر دلالت واضح ہے۔" امام علاء الدین الخازن نے لکھا ہے "امام بخاری نے جو کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کی دلالت ان کے موقف پر بڑی واضح ہے۔"

◆ حافظ دمیاطی نے صحیح حدیث کو غلط کہا ہے۔ لیکن سارے اہلِ سیر اس کے خلاف ہیں۔ حدیث پاک میں جو کچھ ہے اس پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ اہلِ مغازی کا اس غزوہ کے زمانہ میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ غزوہ، غزوۂ بنی نضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے چار ہجری میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد اور ابن حبان نے لکھا ہے یہ محرم پانچ ہجری میں رونما ہوا تھا۔ ابو معشر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ بنو قریظہ اور خندق کے غزوات کے بعد رونما ہوا تھا۔ ابن عقبہ کا قول پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ کی روایت کو حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابن عمر کی روایات سے تقویت ملتی ہے۔

◆ ایک قول یہ ہے کہ وہ غزوہ جس میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری نے شرکت کی تھی۔ جسے ذات الرقاع کہا گیا۔ وہ اس

غزوۂ ذات الرقاع کے علاوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی روایت میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی۔ جبکہ جس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی اس میں مسلمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو تعداد انہوں نے بیان کی ہے وہ ان افراد کی تھی جو ان کے ساتھ تھے۔ ان کی مراد وہ افراد نہ تھے جو آپ کی معیت میں تھے۔

◆7 صحیح میں ہے "باب غزوۂ ذات الرقاع یہ بنو ثعلبہ میں سے بنو محارب بن خصفہ کے ساتھ غزوہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے "اس کا تقاضا یہ ہے کہ ثعلبہ محارب کا دادا ہو۔ لیکن اس طرح نہیں ہے۔ قابسی نے حفصہ بن ثعلبہ لکھا ہے جو کہ شدید وہم ہے۔ صحیح وہی ہے جسے ابن سحاق نے وغیرہ ذکر کیا ہے "و بنی ثعلبہ" کیونکہ ثعلبہ بن سعد بن ذبیان ہے جبکہ غطفان بن سعد بن قیس عیلان ہے اور محارب بن خصفہ بن قیس عیلان ہے۔ محارب اور غطفان چچازاد تھے اور اعلیٰ ادنیٰ کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے۔

صحیح میں حضرت جابر کی روایت میں ہے "محارب و ثعلبہ" اس طرح "بنو غطفان میں سے ثعلبہ" میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ اسے جد اعلیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ صحیح میں بکر بن سواد کی روایت میں ہے "یوم محارب و ثعلبہ" ان کے مابین مغایرت کیا گیا ہے۔ محارب کو اس کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے تا کہ وہ دیگر محاربین سے جدا ہو سکے۔ مضر میں محارب بن فہر، المعتر بین میں محارب بن صباح اور عبد القیس میں محارب بن عمرو تھا۔

◆8 غورث کو بعض نے غویرث لکھا ہے۔ خطابی نے غویرث لکھا ہے۔ امام ذہبی نے اس غویرث کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اس نے کہا تھا: "آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ" تلوار اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ صحیح میں روایت کے طرق میں ایسی کوئی چیز نہیں جس میں اس کے اسلام کا تذکرہ ہو۔ انہوں نے طرق کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر لکھا ہے "مسند الکبیر میں سدد الخزرجی کی روایت میں اس کے عدم اسلام کا تذکرہ ہے اس میں ہے کہ جب اس کے ہاتھوں سے تلوار گر پڑی تو آپ نے فرمایا: "اب تجھے مجھ سے کون روکے گا؟" اس نے کہا: "آپ بہترین تلوار پکڑنے والے بن جائیں" آپ نے فرمایا: "نہیں! الا یہ کہ تو اسلام قبول کر لے۔" اس نے کہا: "نہیں! لیکن میں معاہدہ کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ قتال نہیں کروں گا۔ نہ اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ کے ساتھ قتال کرے گی۔" آپ نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میں لوگوں میں سے بہترین شخص کے پاس سے آیا ہوں" امام ثعلبی نے اسے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ان روایات میں اس کے اسلام کا تذکرہ نہیں۔

امام ذہبی نے دعثور بن حارث کے ضمن میں لکھا ہے کہ امام واقدی نے اس سے ملتا جلتا واقعہ لکھا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے دونوں روایتوں کو جمع کیا ہے۔ غورث کے اسلام کو ثابت کیا ہے لیکن ان کے اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس روات میں یہ تذکرہ نہیں کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ تو اس کو یقین کرتے ہیں کہ ایک ہی قصہ ہے۔ حالانکہ یہ احتمال ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ قصے ہوں جیسے کہ امام واقدی نے نقل کیا ہے۔ یہ احتمال ہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امیر ابونصر بن ماکولا نے اکمال میں غورث کا اسلام نقل کرنے میں امام ذہبی سے سبقت حاصل کی ہے۔ انہوں نے اس قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ الحافظ نے التبصرۃ میں اسے برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے ان کی گرفت نہیں کی۔ امام ذہبی نے بھی اس کو تبدیل نہیں کیا حتیٰ کہ الحافظ کا اعتراض ان پر وارد ہو گیا ایک احتمال یہ ہے کہ اس نے شاید اس کے علاوہ کسی اور موقع پر اسلام قبول کیا ہو۔

9 غورث نے آپ سے کہا تھا "من یمنعك منی" یہ از راہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی آپ کو مجھ سے بچا سکتا۔ کیونکہ وہ تلوار سونتے آپ کے سر اقدس پر کھڑا تھا۔ آپ نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس تلوار نہ تھی۔ اعرابی کے بار بار پوچھنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو اس سے بچا لے گا ورنہ وہ تین بار اس کا تکرار کیوں کرتا۔ کیونکہ وہ آپ کو شہید کر کے فوراً اپنی قوم کے پاس جانا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔'' میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اعرابی نے اس لیے اپنی بات دہرائی ہے۔ یہ آپ کی انتہائی ثابت قدمی تھی۔ آپ نے اس کی پرواہ بالکل نہ کی تھی۔

10 یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے اسے دھمکایا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کا ظاہر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے وقت وہاں موجود ہوں۔ وہ دھمکی سن کر اپنے عزم سے باز آ گیا ہو۔ لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے: ''میں نے اسے کہا: ''اللہ مجھے بچائے گا تو اس نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی۔'' جبکہ اس نے آپ کی یہ ثابت قدمی دیکھی تو اسے علم ہو گیا کہ وہ یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس نے ہتھیار پھینک دیا اور سر تسلیم خم کر دیا۔

11 حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ وہ شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے اس کے سینے پر مارا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آپ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: ''تجھے میرے

ہاتھوں سے کون بچائے گا؟" اس نے کہا: "کوئی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "جا چلا جا۔" جب وہ جا رہا تھا تو اس نے کہا: "آپ مجھ سے بہتر ہیں۔"

ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ کا اسے فرمانا: "چلے جاؤ۔" یہ واقعہ صحابہ کرام کو سنانے کے بعد کا کلام ہے۔ کیونکہ آپ کفار کی تالیف قلبی کرتے تھے تاکہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے اس کا مؤاخذہ نہ کیا۔ اس سے درگزر کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنی قوم کی طرف گیا اس کی وجہ سے بہت سی مخلوق کو ہدایت نصیب ہوئی۔" لیکن الحافظ کے اس کلام کی کئی اعتبار سے گرفت کی گئی ہے۔

۱ "وقع" ابن اسحاق کی روایت میں اس کا تذکرہ "فدفع جبرائیل فی صدرہ" کے بعد ہے۔ لیکن اس وَقَعَ کا تعلق امام واقدی کے ساتھ ہے۔ ابن اسحاق کے ساتھ نہیں کیونکہ انہوں نے تو اس کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

۲ امام واقدی نے اس کا تذکرہ غزوۂ غطفان میں کیا ہے نہ غزوہ ذات الرقاع میں۔ انہوں نے اس شخص کا نام دعثور لکھا ہے۔

۳ امام واقدی کے روایت کردہ اس قصے سے یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ وہ شخص غورث تھا۔ حالانکہ وہ دعثور تھا۔

۴ "انہ اسلم" کے الفاظ ابن اسحاق کے نہیں ہیں۔ جو ابن اسحاق اور واقدی کے مغازی کو دیکھے گا اس پر اس کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی جو کچھ میں نے کہا ہے۔

۱۲ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنایا تھا۔ اس سے اس مؤقف کی تائید نہیں ہوتی کہ غزوۂ ذات الرقاع خندق سے پہلے رونما ہوا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوذر نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنے شہر چلے گئے تھے۔ وہ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔

۱۳ الوسیط میں امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع آپ کا آخری غزوہ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے۔ یہ ان کی لغزش ہے۔ ابن صلاح نے بڑی شدت کے ساتھ ان کا انکار کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ شاید یہ وہ آخری غزوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی اس تائید نے بھی کام نہ کیا۔ جیسے کہ امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن حبان نے حضرت ابوبکرۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ حالانکہ انہوں نے غزوۃ الطائف میں یہ نماز پڑھی تھی جو قطعی طور پر غزوہ ذات الرقاع کے بعد واقع ہوا۔

۱۵ جمہور اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہی غزوۂ محارب ہے۔ ابن اسحاق کا یہی مؤقف ہے جبکہ محمد بن عمر کا مؤقف ہے کہ دونوں الگ الگ غزوات ہیں المورد میں القطب نے ان کی تائید کی ہے۔

چھبیسواں باب

عمرۃ القضاء

ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ اسی ماہ میں مشرکین نے آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ (البقرہ:۱۹۴)

ترجمہ: "حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں برابری چاہیے۔"

آپ نے صحابہ کرام کو عمرہ کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ نیز یہ کہ ان افراد میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ جو حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہ رہا۔ سوائے ان صحابہ کرام کے جو غزوۂ خیبر میں شہید ہو چکے تھے۔ یا انتقال کر چکے تھے۔ مدینہ طیبہ میں بسنے والے بعض حضرات نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! ہمارے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا کوئی ایسا رشتہ دار ہے جو ہمیں کھلائے۔" آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ راہِ خدا میں خرچ کریں۔ صدقہ کریں۔ وہ اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا صدقہ کریں ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "صدقہ کرو خواہ کھجور کا حصہ ہے۔"

وکیع، ابن عیینہ، ابن سعید، منصور، عبد بن حمید، بخاری، بیہقی نے حضرات عکرمہ، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ: "اور خرچ کیا کرو اللہ رب العزت کی راہ میں اور نہ پھینکو، اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔"

میں تہلکۃ سے مراد راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان راہِ خدا میں قتل ہو جائے۔ بلکہ اس سے مراد راہِ خدا سے روک لینا ہے۔ خرچ کرو خواہ نیزے کا پھل ہی۔"

محمد بن عمر، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ پر نیابت کے فرائض حضرت ابورھم الغفاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ فرائض عویف بن الاضبط رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔

قربانی کے جانور ساتھ لے جانا، اسلحہ آگے بھیج دینا

محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے قربانی کے جانور حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد کیے۔ وہ آگے آگے رواں تھے جانوروں کو درخت چروا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ بنو اسلم کے چار افراد تھے۔" دوسرے راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا ہے۔ محمد بن عمر نے محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ عمرۃ القضاء میں آپ ساٹھ جانور ساتھ لے کر گئے۔ انہوں نے حضرت شعبہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھوں اپنے جانوروں کو قلادے پہنائے۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آپ نے اسلحہ، خود، زرہیں اور نیزے بھی ساتھ لے لیے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کو ان پر نگران مقرر کیا۔ ساتھ ایک سو گھوڑے بھی تھے۔ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو گھوڑے آگے بھیج دیے۔ اسلحہ پر نگران حضرت بشیر بن سعد کو مقرر کیا۔ آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اسلحہ لے کر جا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ ہم صرف مسافر کا اسلحہ لے کر داخل ہوں گے۔ تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔" آپ نے فرمایا ہم یہ اسلحہ لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔ ہم اسے حرم پاک کے قریب رکھ دیں گے۔ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کرنے کی حماقت کی تو اسلحہ ہمارے قریب ہی ہوگا۔" حضرت محمد بن مسلمہ گھوڑے لے کر مرالظہران پہنچ گئے۔ وہاں چند قریشی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "وقت صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ پہنچ جائیں گے۔" انہوں نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بہت سا اسلحہ دیکھا۔ وہ بھاگتے ہوئے گئے۔ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں گھوڑوں اور اسلحہ کے بارے بتایا۔ یہ سن کر قریش گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ہم نے کوئی حادثہ بھی رونما نہیں کیا ہم اپنے معاہدہ پر برقرار ہیں۔ معاہدہ کی مدت برقرار ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ہم پر کیوں حملہ آور ہو رہے ہیں۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ بنت حارث کے ہاں بھیجا تاکہ وہ آپ کی طرف سے پیغام نکاح دیں۔ عنقریب تفصیلات آئیں گی۔

روانگی اور احرام

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مسجد نبوی کے دروازہ سے احرام باندھا۔ کیونکہ آپ الفرع کے رستے روانہ ہوئے۔ ورنہ آپ البیداء سے احرام باندھتے۔ آپ تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام بھی تلبیہ کہہ

رہے تھے۔حتیٰ کہ آپ مرالظہران پہنچ گئے۔آپ نے اسلحہ وادی یاجج میں بھیج دیا۔وہاں سے حرم کے پتھر نظر آ رہے تھے۔قریش نے مکرز بن حفص کو چند قریشی افراد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔انہوں نے اسی وادی میں آپ سے ملاقات کی۔آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔وہاں اسلحہ اور قربانی کے جانور بھی تھے۔اس وفد نے آپ سے عرض کی: "محمد عربی ﷺ! کسی چھوٹے یا بڑے نے دھوکہ نہیں دیا۔آپ اپنی قوم پر حرم پاک میں اسلحہ لے کر آ گئے ہیں۔آپ نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ آپ مسافر کا اسلحہ لے کر ان کے پاس آئیں گے۔تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔" آپ نے فرمایا: "میں اسلحہ لے کر ان کے پاس نہ آؤں گا۔" مکرز نے کہا: "آپ اس نیکی اور وفا کی وجہ سے معروف ہیں۔" مکرز جلدی سے مکہ مکرمہ گیا۔اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ اسلحہ لے کر داخل نہیں ہو رہے۔وہ اپنی اسی شرط پر برقرار ہیں۔جو انہوں نے تمہارے ساتھ رکھی تھی۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "جب آپ مرالظہران تشریف لائے تو صحابہ کرام تک یہ خبر پہنچی کہ قریش کہہ رہے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کے ساتھی کمزوری کی وجہ سے تیز نہیں چل سکتے۔صحابہ کرام نے کہا: "کاش! ہم اپنی سواری کے جانور ذبح کر لیں۔ہم ان کا گوشت کھائیں۔ان کا شوربہ پی لیں۔جب ہم مکہ مکرمہ داخل ہوں تو ہم طاقتور ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "اس طرح نہ کرو۔بلکہ اپنے زادِ راہ میرے لیے جمع کرو۔" انہوں نے زادِ راہ جمع کیے دسترخوان بچھا دیے۔انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھر لیا۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ذوالحجۃ کے بدھ کی صبح کو مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔جب مکرز قریش کے پاس آپ کی خبر لے کر آیا تو سردارانِ قریش نے حسد،غیظ اور غصے کی وجہ سے آپ کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔آپ کے حکم سے قربانی کے جانوروں کو ذوطوی روک دیا گیا۔آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔صحابہ کرام آپ کے اردگرد حلقہ زن تھے۔وہ تلواریں گلے میں لٹکائے تلبیہ کہہ رہے تھے۔جب آپ ذوطوی پہنچے تو آپ اپنی سواری پر کھڑے ہوئے مسلمان آپ کے اردگرد تھے۔آپ اس گھاٹی سے داخل ہوئے جو الحجون کے اوپر ہے۔

آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خلّوا بنی الکفارِ عن سبیلہ　　　نحنُ ضربنا کم علی تاویلہ

ترجمہ: "اے کفار کی اولاد! آپ کے رستے سے ہٹ جاؤ ہم اس کتاب حکیم کی تاویل پر تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔"

ضربًا یُزیلُ الھامُ عن مقیلہ و یُذھل الخلیل عن خلیلہ

ترجمہ: ''ایسے ضرب لگائیں گے جو کھوپڑی کو قیلولہ کرنے کی جگہ سے جدا کر دے گی اور وہ ایک دوست کو دوسرے دوست سے جدا کرے گی۔''

قد انزلَ الرحمٰنُ فی تنزیلہ فی صحفٍ تُتلی علی رسولہ

ترجمہ: ''اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ کو ایسے صحیفوں میں نازل کیا ہے جنہیں اس کے رسول مکرم ﷺ پر تلاوت کیا جاتا ہے۔''

یا ربِّ انی مومنٌ بقیلہ انی رایتُ الحق فی قبولہ

ترجمہ: ''مولا! میں آپ کے ہر فرمان پر ایمان لاتا ہوں۔ میں اسے قبول کرنے میں ہی حق کو دیکھتا ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابن رواحہ! کیا حضور اکرم ﷺ کے سامنے اشعار پڑھ رہے ہو؟ کیا تم حرم پاک میں اشعار پڑھ رہے ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑو۔ عمر! یہ اشعار مشرکین کو تیروں سے زیادہ لگ رہے ہیں۔'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عمر! میں سن رہا ہوں۔ تم خاموش ہو جاؤ۔'' آپ نے فرمایا: ''ابن رواحہ! یوں کہو: ''لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ نصر عبدہ اعز جندہ و ھزم الاحزاب وحدہٗ'' حضرت ابن رواحہ نے اس طرح کہا۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی اسی طرح کہا۔

حضور اکرم ﷺ کا طواف

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ آئے۔ یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا تھا۔ مشرکین نے کہا: ''صبح تمہارے پاس ایسی قوم آئے گی جسے یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ وہاں انہیں شدت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔'' وہ کوہِ قعیقعان پر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کی اس بات سے آگاہ کر دیا۔ جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے اضطباع کیا۔ دایاں شانہ مبارک باہر نکالا۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے۔ جو آج قوت کا مظاہرہ کرے۔'' آپ نے انہیں پہلے تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا۔ وہ دونوں رکنوں کے درمیان چلے تاکہ مشرکین ان کی قوت دیکھیں آپ نے رکن کو استلام کیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھے۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تیز چلنے لگے۔ جب بیت اللہ کی وجہ سے وہ مشرکین سے مخفی ہو گئے انہوں نے رکن یمانی کو استلام کیا۔ پھر چلتے حتیٰ کہ حجر اسود کو استلام کیا۔ پھر تیزی سے چلنے

لگے آپ نے تین چکر اسی طرح لگائے۔ بقیہ چکروں میں چلے۔ آپ نے سارے چکروں میں صحابہ کرام کو رمل کرنے کا حکم نہ دیا۔ یہ آپ کی ان پر شفقت تھی۔ مشرکین نے کہا: "تم نے تو کہا تھا کہ یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔ وہ تو فلاں فلاں سے مضبوط ہیں۔ انہوں نے صرف چلنے پر اکتفاء نہیں کیا وہ ہرن کی طرح اچھل رہے ہیں۔"

محمد بن عمر اور ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ تلبیہ کہتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ استلام کیا۔

حمیدی، امام بخاری اور اسماعیلی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرۃ کیا تو ہم نے آپ کے ارد گرد حلقہ بنالیا تاکہ مشرکین کے بچے یا مشرکین میں سے احمق آپ کو اذیت نہ دیں۔"

یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن اسلم نے کہا: "آپ عمرۃ القضا کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے اپنی سواری پر ہی طواف کیا۔ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ رکن کو استلام کیا۔" ابن سعد نے کہا ہے کہ بغیر بیماری کے۔ مسلمان آپ کے ارد گرد حلقہ زن تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ سابقہ رجز پڑھ رہے تھے۔"

بیت اللہ میں داخلہ

امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے عمرۃ القضاء کیا تو بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ لگاتار وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان صبح دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا۔ عکرمہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے ابوالحکم پر رحم کیا ہے کہ اس نے اس غلام کو یہ الفاظ کہتے ہوئے نہیں سنا۔" صفوان بن امیہ نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو میرے باپ کو یہ سب کچھ دیکھنے سے قبل لے گیا۔" خالد بن اسید نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے باپ پر موت طاری کر دی۔ اس نے یہ روز نہ دیکھا جس میں حضرت بلال خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر یہ آوازیں نکال رہے ہیں۔ جب سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے آذان سنی تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔" اس روایت میں ہے کہ آپ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔

جبکہ امام بخاری نے اسماعیل بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا کہ کیا عمرۃ القضاء کے سال آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" ابراہیم بن اسماعیل نے داؤد بن حصین سے روایت کیا ہے کہ اس سال آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ آپ نے کفار کی طرف یہ پیغام بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: "آپ نے یہ شرط نہیں رکھی تھی۔"

صفااور مروہ کے مابین سعی

محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سعی اپنی سواری پر کی۔آپ کا ساتواں چکر مروہ کے پاس ختم ہوا۔فراغت اسی جگہ ہوئی۔اسی جگہ مروہ کے پاس قربانی کے جانور کھڑے تھے۔آپ نے فرمایا: ''یہ منحر ہے۔ مکہ مکرمہ کی ہر وسیع شاہراہ منحر ہے۔'' آپ نے مروہ کے قریب جانور ذبح کیے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ ایسے صحابہ کرام نے بھی عمرہ کیا جو صلح حدیبیہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔انہوں نے قربانیاں نہ کیں۔لیکن جس نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی اور عمرۃ القضا کے لیے آیا انہوں نے اسے قربانی میں شریک کر لیا۔آپ نے دوسو صحابہ کرام کو حکم دیا۔جبکہ انہوں نے طواف کر لیا تھا۔صفااور مروہ کی سعی کر لی تھی کہ وہ وادی یاجج میں جائیں۔ اسلحہ کی نگرانی کریں دوسرے صحابہ کرام آ کر اپنے نسک ادا کر لیں۔

مکہ مکرمہ سے روانگی

محمد بن عمر نے حضرت عمر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چوتھے روز ظہر کے وقت سہیل بن عمرو اور خویطب بن عزی آپ کے پاس آئے۔آپ انصار کی محفل میں تھے۔حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مصروف گفتگو تھے۔انہوں نے کہا: ''آپ کی مدت ختم ہو چکی ہے آپ چلے جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا حرج ہے۔اگر تم مجھے چھوڑ دو میں ادھر رات بسر کروں اور تمہارے لیے کھانا بناؤں۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں۔ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ چلے جائیں۔ہمارے اور آپ کے مابین معاہدہ ہوا تھا کہ آپ ہماری سرزمین سے نکل جائیں گے۔اب تین دن گزر چکے ہیں۔''

آپ اپنے گھر تشریف نہیں لے گئے تھے۔مقام الابطح پر آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔آپ نے وہیں قیام کیا حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئے۔مکہ مکرمہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی چھت کے نیچے آپ نے قیام نہیں کیا۔جب حضرت سعد بن عبادہ نے سہیل اور خویطب کا انداز گفتگو دیکھا تو انہیں غصہ آیا۔انہوں نے سہیل سے کہا: ''تیری ماں تجھ پر روئے! نہ تو تیری اور نہ تیرے باپ کی زمین ہے۔بخدا! ہم اپنی مرضی سے یہاں سے جائیں گے۔'' آپ نے تبسم فرمایا۔آپ نے کہا: ''سعد! اس قوم کو اذیت نہ دو۔جو ہمارے خیموں میں ہم سے ملاقات کرنے آئی ہے۔'' ان دونوں نے حضرت سعد سے کچھ نہ کہا۔

صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مدت مقررہ ختم ہو گئی تو مشرکین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔انہوں نے کہا: ''اپنے صاحب سے کہو کہ یہاں سے چلے جائیں۔مدت ختم ہو چکی ہے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ نے حضرت ابورافع کو کوچ کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: "کوئی مسلمان آج کی رات یہاں بسر نہ کرے۔" آپ سوار ہوئے۔ سرف نزول اجلال فرمایا۔ صحابہ کرام نے آپ کی اقتداء کی۔ آپ نے حضرت ابورافع کو پیچھے چھوڑا تاکہ وہ رات کے وقت آپ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں۔ حضرت ابورافع شام تک وہیں رہے پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر نکلے۔ انہیں مکہ مکرمہ کے احمقوں سے حماقت کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب سے، امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ سے اور محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں تھیں۔ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "ہم اپنے چچا کی نورِ نظر کو مشرکین کے پاس حالتِ یتیمی میں کیوں چھوڑیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع نہ کیا اور انہیں لے کر عازمِ سفر ہوئے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر آپ کے پیچھے چچا چچا کی صدائیں دیتی ہوئی آئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ انہوں نے حضرت سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا: "اپنی چچازاد کو پکڑ لیں۔" مدینہ طیبہ آنے کے بعد حضرت زید، حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہم نے اس بچی کے بارے آپ کی خدمت میں گذارشات کیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وصی تھے۔ جب آپ نے مہاجرین کے مابین مؤاخات قائم کی تھی تو آپ نے ان دونوں کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے کہا: "میں اس بچی کا سب سے زیادہ مستحق ہوں یہ میری چچازاد ہے۔ میں ہی اسے مشرکین کے پاس سے لے کر آیا ہوں۔" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ میری چچازاد ہے اور اس کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس میرے عقد نکاح میں ہے۔" حضرت زید نے کہا: "یہ میرے بھائی کی لختِ جگر ہے۔" آپ نے اس کی خالہ کے لیے اس کا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔" آپ نے حضرت علی سے فرمایا: "تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "علی! تم میرے بھائی اور میرے صاحب ہو۔" آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: "تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔" حضرت زید سے فرمایا: "تم ہمارے بھائی اور ہمارے مددگار ہو۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے "تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہو۔"

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لیے فیصلہ کیا تو وہ آپ کے ارد گرد ایک

ٹانگ پر چلنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''جعفر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب نجاشی کسی کو راضی کرتا تو وہ اٹھ کر اس کے ارد گرد ایک ٹانگ سے چلنے لگتا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ ذوالحجۃ میں واپس آگئے۔ مسلمانوں کی تعداد دو ہزار تھی خواتین اور بچے اس کے علاوہ تھے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ (الفتح: ۲۷)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن و امان سے منڈواتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے تمہیں (کسی کا) خوف نہ ہوگا پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تو اس نے عطا فرمادی (تمہیں) اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔''

تنبیہات

1. اس عمرۃ کو عمرۃ القصاص بھی کہتے ہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ یہ اسم اس کا زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ (البقرۃ: ۱۹۴)

ترجمہ: ''حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں (فریقین کے رویہ میں) برابری۔''

اسے عمرۃ القضاء بھی کہتے ہیں اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ''کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر قریش سے صلح کی تھی۔ کیونکہ آپ نے وہ عمرہ قضاء کیا تھا جس میں قریش نے آپ کو بیت اللہ سے روک دیا تھا۔ یہ روکنے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ مکمل اور مقبول عمرہ تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام نے اپنے بالوں کا حلق حل میں کرایا۔ ہوا نے انہیں حرم میں پھینک دیا۔ اسے آپ کے عمروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ قاضی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ قضاء سے مراد وہ فیصلہ ہے جس پر صلح واقع ہوئی تھی۔ لہٰذا اسے عمرۃ القضیۃ بھی کہا جاتا ہے۔

دوسرے مؤقف کے حامل علماء فرماتے ہیں ''بلکہ آپ نے سابقہ عمرہ قضا کیا تھا۔ عمرۃ الحدیبیہ کو آپ کے عمروں میں اس لیے شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا اجر آپ کو مل گیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ یہ مکمل عمرۃ تھا۔ یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ کیا جسے بیت اللہ سے روک دیا جائے اس پر عمرۃ کی قضاء لازم ہے یا نہیں۔ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ

اس پر قربانی کا جانور ہے۔ قضاء نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف اس کے برعکس ہے۔ امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس پر قربانی ہے قضاء نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس پر قربانی اور قضاء ہے۔"
ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اسے عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس کے چار نام ہیں: (۱) القضاء (۲) القضیۃ (۳) القصاص (۴) الصلح۔

- اس عمرۃ کو غزوہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے کہا ہے کہ آپ اسلحہ لے کر اور قتال کی تیاری کر کے گئے تھے۔ آپ کو خدشہ تھا کہ قریش دھوکہ نہ کریں۔ غزوہ کے نام پر اطلاق کرنے سے قتال لازم نہیں آتا۔ ابن الاثیر نے الجامع میں لکھا ہے: "یہ عمرہ غزوات میں سے نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس کا تذکرہ غزوات میں کیا ہے۔ کیونکہ اس میں مشرکین کے ساتھ مصالحت کا ذکر ہے۔"
- ابن ہشام نے لکھا ہے: "نحن قتلنا کم علی تاویله" یہ اشعار حضرت عمار بن یاسر کے ہیں جو انہوں نے کسی اور دن کے لیے کہے تھے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے یعنی یوم صفین۔ ابن ہشام نے لکھا ہے "اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن رواحہ نے مشرکین کا ارادہ کیا تھا۔ مشرکین تنزیل کا اقرار نہیں کرتے۔ تاویل پر قتال اسی پر ہو سکتا ہے جو تنزیل کا اقرار کرتا ہو۔ البدایہ میں ہے: "ابن ہشام کے اس مؤقف میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے ان کی اتباع کی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "جب یہ روایت ثابت ہوگئی تو اس کے اطلاق میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ابن ہشام کی رائے کے مطابق محذوف عبارت یوں ہوگی:

نحن ضربنا کم علی تاویله ای حتی تذعنوا الی ذالك التاویل۔

یا پھر محذوف عبارت یہ ہوگی:

نحن ضربنا کم علی تاویل ما فهمنا منه حتی تدخلوا فیما دخلنا فیه۔

جب یہ احتمال ہے۔ روایت ثابت ہوگی۔ تو اعتراض ساقط ہوگیا۔ یہ بہت عمدہ روایت ہے۔ لیکن یہ مصرعہ "فالیوم نضربکم علی تاویله" حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یہ بعید ہے کہ یہ حضرت ابن رواحہ کا قول ہے۔ کیونکہ عمرۃ القضاء میں نہ شمشیر زنی ہوئی تھی نہ ہی قتال۔"

ہر ایک نے گزشتہ واقعات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمار نے یہ رجز انہی الفاظ کے ساتھ کہے ہوں۔ اس کا معنی یہ ہو "نضرب کم علی تاویلہ" یعنی ابھی ہم تم سے شمشیر زنی کریں گے۔ باء کو جزم ضرورتِ شعری کی وجہ سے دی گئی۔

④ امام ترمذی نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار لکھنے کے بعد لکھا ہے "یہ قصہ حضرت کعب بن مالک کے لیے رونما ہوا تھا۔ یہ اصح قول ہے کیونکہ حضرت ابن رواحہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ عمرۃ القضاء بعد میں ہوا تھا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ امام ترمذی کی شدید لغزش ہے۔ میں نہیں جانتا ہے کہ امام ترمذی سے یہ لغزش کیسے رونما ہوئی۔ حالانکہ عمرۃ القضاء میں حضرات جعفر، علی اور زید رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا اپنا مدعا پیش کیا تھا۔ حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ ایک ہی جگہ شہید ہوئے تھے۔ امام ترمذی پر یہ امر کیسے مخفی ہو گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت انس نے کہا: "یہ فتح مکہ کے دن رونما ہوا تھا۔" اگر اسی طرح ہو تو امام ترمذی پر اعتراض ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن الکروخی کے نسخہ میں اسی طرح موجود ہے اور میں نے جامع ترمذی کے کئی نسخوں میں اس طرح دیکھا ہے۔

⑤ سہیل اور خویطب دوپہر کے وقت آپ کی خدمت میں آئے تا کہ تشریف لے جانے کے لیے عرض کریں کیونکہ آپ دن کے ابتدائی حصے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ چوتھے روز اس وقت ہی تین دن مکمل ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت ہی مکہ مکرمہ داخل ہوئے تھے۔

⑥ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر نے آپ کو اجلال کی وجہ سے "چچا" کہا تھا۔ ورنہ آپ اس کے چچازاد تھے یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت علی، جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے مدینہ طیبہ آ کر اپنا اپنا مدعا آپ کو پیش کیا تھا۔

⑦ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیرِ خدا، شیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر کو حاصل کیا تو آپ نے انہیں کچھ نہ کہا۔ حالانکہ مشرکین کے ساتھ یہ شرط طے تھی کہ اہلِ مکہ میں سے آپ کے ساتھ کوئی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ اہلِ مکہ نے اس بچی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ نیز یہ کہ اہلِ ایمان خواتین اس شق میں شامل نہ تھیں۔ اس کے بارے قرآن پاک مدینہ طیبہ جانے کے بعد نازل ہوا۔

❀❀❀❀

ستائیسواں باب

فتح اعظم، فتح مکہ

یہ وہ عظیم الشان فتح ہے جس کی بشارت اہلِ آسمان نے دی۔ اس کی عزت کی طنابیں جوزاء ستارے کے شانوں پر ڈالی گئیں۔ لوگ دین الٰہی میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ سے زمین رونق اور نور سے لبریز ہو گئی۔ رمضان المبارک کے ماہِ مقدس کی آٹھ تاریخ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ فتح کیا۔" امام زہری نے حضرت سعید بن المسیب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (بخاری)

سبب

زمانہ جاہلیت میں بنو خزاعہ نے بنو حضرمی میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کا نام مالک بن عباد تھا۔ حضرمی کا حلیف اسود بن رزن تھا وہ تاجر کی حیثیت سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کی سرزمین سے گزرا تو انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے مال پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بنو خزاعہ کا ایک شخص بنو دیل کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ بنو الاسود بن رزن (ذؤیب، سلمٰی اور کلثوم) بنو خزاعہ کے پاس سے گزرے انہوں نے حرم کی علامات کے پاس عرفہ میں انہیں مار ڈالا۔ بنو کنانہ میں سے اسود کی قوم پیش رو سمجھی جاتی تھی۔ وہ بنو بکر میں اپنی فضیلت کی وجہ سے دو دیتیں دیتے تھے۔ دیت کا اعلان کیا گیا۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ اسی حالت پر تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اسلام کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے رک گئے۔ لوگ اسلام کے بارے مصروف ہو گئے۔ مگر وہ دلوں میں غیظ و غضب چھپائے ہوئے تھے۔ جب صلح حدیبیہ واقع ہوئی تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو چاہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لے اور جو چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ بنو خزاعہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ بنو خزاعہ حضرت عبد المطلب بن ہاشم کے حلیف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جانتے تھے اس روز بنو خزعہ نے آپ کی خدمت میں جناب عبد المطلب کا خط پیش کر دیا۔ حضرت ابی بن کعب نے آپ کو وہ خط پڑھ کر سنایا وہ کچھ یوں تھا:

"باسمك اللهم! یہ وہ معاہدہ ہے جو جناب عبد المطلب نے بنو خزاعۃ کے ساتھ کیا تھا جب کہ ان کے

رؤساء اور اہلِ رائے ان کے پاس آئے۔ ان کا غائب اس بات کا اقرار کرنے والا ہے جو ان کے حاضر نے کی۔ ہمارے اور تمہارے مابین اللہ تعالیٰ کے نام پر میثاق اور معاہدے ہیں۔ جنہیں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ ہم یکجان رہیں گے۔ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ جب تک ثبیر ضوفشاں رہے گا۔ جب تک حراء اپنی جگہ پر قائم ہے۔ جب تک سمندر اپنی جھاگ کو تر کرتا رہے گا۔ اس معاہدہ میں ہمیشہ ہمیشہ قوت کا ہی اضافہ ہوتا رہے گا۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے سابقہ معاہدہ پر برقرار رہو۔ جاہلیت میں جو معاہدہ بھی تھا اسلام نے اس کی شدت اور مضبوطی میں اضافہ ہی کیا ہے۔''

قریش کی عہد شکنی

جب شعبان المعظم کا ماہ مقدس آیا صلح حدیبیہ کو بائیس ماہ گزر چکے تھے۔ تو بنو نفاثہ اور بنو بکر کے رئیسوں نے قریش سے گفتگو کی کہ ان کے دشمن بنوخزاعہ کے خلاف اسلحہ اور آدمیوں کے ذریعے ان کی مدد کریں۔ انہوں نے اس خونریزی کا تذکرہ کیا جس کا انہیں بنوخزاعہ کی طرف سے سامنا کرنا پڑا تھا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ بنو الاسود بن رزن کا ان سے انتقام لیں۔ انہوں نے انہیں صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے اسلام بھی قبول نہیں کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بنوخزاعہ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔'' قریش نے جلدی ہی ان کی صدا پر لبیک کہا۔ مگر ابوسفیان اس سے مستثنیٰ تھا اس سے نہ مشورہ کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے اس کا علم تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مشورہ کیا گیا تھا مگر اس نے اس کا انکار کر دیا۔ انہوں نے اسلحہ، گھوڑوں اور آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ انہوں نے شب خون مارا تا کہ بنوخزاعۃ اپنا دفاع نہ کر سکیں۔ اس معاہدہ کی وجہ سے بنوخزاعہ امن سے تھے۔ وہ غافل تھے۔ کیونکہ اسلام نے ان کے مابین رکاوٹ کھڑی کر دی تھی۔

قریش، بنوبکر اور بنونفاثہ نے وتیر کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ یہ مکہ مکرمہ کا نشیبی علاقہ تھا۔ بنوخزاعہ کے گھر اسی جگہ تھے۔ وہ مقررہ وقت پر وہاں ملے۔ قریش کے رؤساء نے نقاب اوڑھ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھیس بدلے ہوئے تھے۔ ان میں صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، خویطب بن عبد العزیٰ، شیبہ بن عثمان اور مکرز بن حفص تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے غلام بھی تھے۔ بنوبکر کا رئیس نوفل بن معاویہ تھا۔ بنوخزاعہ نے مطمئن اور غافل ہو کر رات بسر کی۔ ان کے ہاں بچے، خواتین اور کمزور لوگ تھے وہ انہیں قتل کرتے رہے حتیٰ کہ وہ حرم تک پہنچ گئے۔ نوفل کے ساتھیوں نے کہا: ''نوفل! تیرا معبود

تیرا معبود! تو حرم پاک میں داخل ہو گیا ہے۔" اس نے بری بات کی۔ اس نے کہا: "آج میرا کوئی معبود نہیں ہے۔ بنو بکر! مجھے حیاتی کی قسم! تم حرم پاک میں حاجیوں کو لوٹ لیتے ہو۔ کیا تم اپنے دشمن سے بدلہ نہیں لو گے۔ آج تم میں سے کوئی بدلہ لینے سے پیچھے نہ ہٹے۔" بنو خزاعہ حرم پاک میں داخل ہوئے۔ وہ بدیل بن ورقاء کے گھر داخل ہو گئے۔ اس وقت صبح طلوع ہو رہی تھی۔ قریش اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے۔ ان کا گمان تھا کہ انہیں پہچانا نہیں گیا۔ نہ ہی یہ خبر آپ ﷺ تک پہنچے گی۔ صبح بدیل اور رافع کے گھروں کے سامنے کشتوں کے پشتے لگے تھے۔

سہیل بن عمرو نے نوفل بن حارث سے کہا "تم نے دیکھ لیا ہے ہم نے تمہارے ساتھ اور تمہاری قوم اور ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے جس کے ہمراہ تو نے قتال کیا ہے۔ تو ان کا قتل عام کیا ہے تو بقیہ لوگوں کو بھی تہ تیغ کرنا چاہتا ہے ہم اس پر تیری اتباع نہیں کریں گے۔ انہیں چھوڑ دے۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ چلے گئے۔ قریش نادم تھے۔ وہ اپنے اس عمل پر شرمندہ تھے۔ انہیں علم تھا کہ ان کے اس فعل سے وہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے جو حضور اکرم ﷺ اور ان کے مابین تھا۔ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی، ربیعہ، صفوان، سہیل اور عکرمہ کے پاس گئے اور انہیں اس پر ملامت کی جو انہوں نے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی تھی۔ انہوں نے کہا: "یہ اس معاہدہ کو توڑ دینا ہے جو تمہارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین ہے۔

آپ کا علم مبارک

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ اس رات کی صبح کو آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس رات کو بنو بکر اور قریش نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا تھا "عائشہ! بنو خزعہ میں کوئی واقعہ رونما ہو چکا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا قریش نے وہ عہد توڑ دیا تھا جو آپ کے اور ان کے مابین تھا۔ تلوار نے انہیں فنا کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے وہ عہد اس امر کے لیے توڑا ہے جس کا ارادہ رب تعالیٰ نے کیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! خیر ہے۔" آپ نے فرمایا: "خیر ہے۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الصغیر میں حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے میرے ہاں رات بسر فرمائی۔ آپ اٹھے نماز کے لیے وضو کیا۔ ہم نے آپ کو سنا آپ نماز پڑھتے ہوئے فرمارہے تھے: "لبیک! لبیک! لبیک تیری مدد کر دی گئی۔ تیری مدد کر دی گئی۔ تیری مدد کر دی گئی۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو سنا آپ وضو کرتے ہوئے فرمارہے تھے: "لبیک! لبیک! لبیک! نصرت نصرت نصرت۔" گویا کہ آپ کسی شخص سے گفتگو کر رہے ہیں۔" کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ نے

فرمایا: ''یہ بنوکعب کا زاجر ہے جو مجھ سے مدد طلب کر رہا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر بن وائل کی مدد کی ہے۔'' حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ آپ نے نمازِ صبح ادا کی۔ میں نے زاجر کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

یارب انی ناشد محمدا ... الخ۔

عمرو بن سالم کی بارگاہِ رسالت مآب میں فریاد

الطبرانی، البزار، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ عمرو بن سالم بنوخزاعہ کے چالیس سواروں کے ساتھ نکلا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کرنے کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ انہیں کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ قریش نے کس طرح ان کے خلاف اسلحہ، پیادہ آدمیوں اور گھڑسواروں سے مدد کی ہے۔ صفوان، عکرمہ اور قریش کے دیگر رؤساء نے اس قتلِ عام میں شرکت کی ہے۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے پاس جلوہ افروز تھے۔ عمرو بن سالم خزاعہ کا سردار تھا۔ جب وہ اپنی خون چکاں داستان سے فارغ ہوئے تو عمرو نے اٹھ کر یہ اشعار پڑھے:

یا رب انی ناشدٌ محمدًا حلف ابینا و ابیه الا تلدا

ترجمہ: ''اے میرے مولا! میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے آباء اور ان کے دادا جان کے مابین رونما ہوا تھا۔''

قد کنتم ولدا و کنا ولدا تمت اسلمنا فلم ننزع یدا

ترجمہ: ''تم ہماری اولاد ہو۔ ہم تمہارے باپ ہیں۔ ہم نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اور ہم نے ہاتھ نہیں کھینچا۔''

انّ قریشا اخلفوك الموعدا و نقضوا میثاقك الموکدا

ترجمہ: ''قریش نے آپ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ کا مؤکد عہد توڑ دیا ہے۔''

و زعموا ان لست ادعوا احدا و هم اذل و اقل عددا

ترجمہ: ''انہوں نے گمان کیا ہے کہ میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکاروں گا حالانکہ وہ ذلیل بھی ہیں اور تعداد میں تھوڑے بھی ہیں۔''

هم بیتونا بالوتیر هجدا و قتلونا رکعا و سجدا

ترجمہ: "انہوں نے وتیر کے مقام پر ہم پر اس وقت ہلہ بول دیا جبکہ ہم سو رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں رکوع اور سجود میں قتل کیا۔"

• و جعلوا لی فی کداء رصدا — فانصر رسول اللہ نصرا ایدا

ترجمہ: "انہوں نے کداء میں میرے لیے گھات لگا رکھی تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہماری زبردست نصرت فرمائیں۔"

وادع عباد اللہ یاتوا مددا — فیھم رسول اللہ قد تجردا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بلائیں وہ مدد کرنے کے لیے آئیں۔ اس لشکر میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں جو مقام و منصب میں یکتا ہیں۔"

ان سیم خسفا وجھہ تربدا — فی فیلق کالبحر یجری مزبدا

قرم لقرم من قروم اصیدا

ترجمہ: "اگر ان پر ظلم کیا جائے تو ان کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے آپ ایسے لشکر میں جلوہ افروز ہیں جو اس سمندر کی طرح ہے جو جھاگ اچھالتے ہوئے چلتا ہے۔ سرداروں میں سردار کے عوض سردار جو سر اٹھا کر چلتے ہیں جو ادھر ادھر نہیں دیکھتے۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عمرو بن سالم تمہاری مدد کر دی گئی ہے۔" اسی اثناء میں آسمان پر سے بادل گزرا اور گرجا آپ نے فرمایا: "یہ بادل بنو کعب کی نصرت لے کر برسے گا۔"

ابو یعلی نے جید سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو اتنا غصے میں کبھی نہیں دیکھا تھا جتنے غصہ میں آپ اس روز تھے۔" آپ نے فرمایا: "اگر میں بنو کعب کی نصرت نہ کروں تو رب تعالیٰ میری مدد نہ کرے۔" محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے بنو خزاعہ کی خونچکاں داستاں سنی۔ آپ اٹھے۔ چادر مبارک گھسٹ رہی تھی۔ آپ فرما رہے تھے۔ "اگر میں اس چیز سے بنو خزاعہ کی نصرت نہ کروں جس سے میں اپنے نفس کی نصرت کرتا ہوں تو رب تعالیٰ میری نصرت نہ کرے۔"

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ کو بنو خزاعہ کے واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے میں انہیں ہر اس چیز سے روکوں گا جس سے میں اپنے اہل اور گھر والوں کو روکتا ہوں۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے بنو خزاعہ کے ان افراد سے کہا: "واپس لوٹ جاؤ۔ وادیوں میں بکھر

جاؤ۔" وہ واپس چلے گئے۔ وہ منتشر ہو گئے۔ ایک گروہ ساحل سمندر کی طرف چلا گیا۔ جبکہ بدیل بن ورقاء نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عام رستہ اختیار کیا۔ محمد بن عمر نے محسن بن وھب سے روایت کیا ہے کہ بدیل بن ورقاء صلح حدیبیہ کے بعد مکہ مکرمہ گیا۔ بلکہ فتح مکہ کے روز مرالظہران پر آپ سے ملاقات کی۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف زیادہ بہتر ہے۔ عمرو بن سالم اور اس کے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ انس بن زنیم نے آپ کی ہجو کی آپ نے اس کا خون ہدر قرار دیا۔"

آپ کا قریش کو پیغام

محمد بن عمر اور ابن عائذ نے روایت کیا ہے کہ قریش بنو نفاثہ کی مدد کر کے نادم ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اب محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔" عبداللہ بن سرح ان کے پاس تھا۔ اس نے کہا: "میری ایک رائے ہے وہ یہ کہ محمد عربی ﷺ اس وقت تک تم پر حملہ آور نہ ہوں گے حتیٰ کہ تمہیں ایسے امور پر اختیار دے دیں جو جنگ سے آسان ہوں۔" انہوں نے پوچھا: "وہ کون سے اختیار ہوں گے؟" اس نے کہا: "وہ تمہاری طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کرو۔ وہ تئیس مقتول ویں۔ یا بنو نفاثہ کا عہد ختم کر دو یا صلح حدیبیہ ختم کر دو۔" ان تینوں اختیارات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔" قریش نے کہا: "ابن ابی سرح نے جن امور کو پیش کیا ہے ان میں سے بہترین کا انتخاب کرلو۔ یہ انہیں جانتا ہے۔" سہیل نے کہا: "ہم بنو نفاثہ کا عہد توڑ دیتے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ آسان ہے۔" شیبہ بن عثمان نے کہا: "تو نے اپنے ننھیال کی حفاظت کی ہے اور ان کے لیے غصے میں ہوا ہے۔" سہیل: قریش میں سے کسی کو خزاعہ نے جنم نہیں دیا۔" شیبہ: لیکن ہم بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ آسان امر ہے۔" قرظہ بن عبد عمرو نے کہا: "نہیں! ہم نہ تو دیت دیں گے اور نہ ہی بنو نفاثہ سے قطع تعلقی کریں گے بلکہ صلح حدیبیہ کو توڑ دیں گے۔" ابوسفیان: یہ رائے درست نہیں۔ میں اس رائے کا انکار کرتا ہوں کہ قریش اس معاہدہ کو توڑیں یا قطع تعلقی کریں۔ یہ خون ریزی ہمارے مشورہ اور رضا کے بغیر ہوئی ہے۔" قریش نے کہا: "بس یہی رائے ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی رائے نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب بنو خزاعہ کا کارواں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے ان سے پوچھا: "تمہارے خیال میں یہ ستم کس نے ڈھایا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "بنو بکر نے۔" آپ نے فرمایا: "کیا سارے بنو بکر نے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں! بنو نفاثہ نے۔ ان کا سردار نوفل بن معاویہ نفاثہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ بنو بکر کا ہی ایک قبیلہ ہے۔ میں اہل مکہ کے پاس اپنا قاصد بھیجنے لگا ہوں۔ ان سے اس امر کے بارے پوچھنے لگا ہوں۔ میں انہیں تین امور میں اختیار دینے لگا ہوں۔"

آپ نے حضرت ضمرہ کو ان کے پاس بھیجا۔ تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا یا تو وہ بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں یا بنونفاشہ سے لاتعلقی کا اظہار کردیں۔ یا صلح حدیبیہ توڑ ڈالیں۔ حضرت ضمرہ ان کے پاس آئے۔ مسجد حرام کے دروازے کے پاس اونٹنی بٹھائی۔ مسجد کے اندر گئے۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے قاصد ہیں اور انہیں حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ قرظہ بن عبد عمرو نے کہا: ''اگر ہم بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت دے دیں تو پھر بنونفاشہ میں شدت اور قوت ہے۔ جب تک ہمارے پاس کچھ بھی ہے ہم ان کی دیت نہیں دیں گے۔ جہاں تک بنونفاشہ سے لاتعلقی کا تعلق ہے تو اہلِ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں جو ان کی طرح بیت اللہ کی تعظیم کرتا ہو۔ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ ہم ان سے قطع تعلقی نہیں کریں گے۔ ہم صلح حدیبیہ توڑ دیتے ہیں۔'' ضمرہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے اور ان کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا۔ بعد میں قریش اپنے اس جواب پر نادم ہوئے اور ابوسفیان کو آپ کے پاس بھیجا۔

ابوسفیان، بارگاہِ رسالت مآب میں

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ تمہارے پاس ابوسفیان آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے ''معاہدہ کی تجدید کردو۔ صلح میں اضافہ کردو لیکن وہ ناراضگی لے کر جائے گا۔''

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ ابوسفیان کے پاس گئے انہوں نے کہا: ''اس امر سے صلح کرنا ناگزیر ہے۔ اگر یہ معاملہ درست نہ ہوا تو محمد عربی ﷺ اپنے صحابہ سمیت تم پر حملہ آور ہوں گے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہند بنت عتبہ نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے میں تو اس کے شر سے خوف زدہ ہوں۔'' انہوں نے پوچھا: ''اس نے کیا خواب دیکھا ہے؟'' اس نے کہا: ''اس نے دیکھا ہے کہ خون الحجون کی طرف سے آیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خندمہ میں کچھ دیر کے لیے ٹھہرا ہے۔ پھر گویا کہ وہاں خون نہ تھا۔'' قوم نے اس خواب کو ناپسند کیا۔

ابوسفیان نے کہا: ''بخدا! میں نہ تو اس خونریزی کے وقت موجود تھا نہ غائب۔ نہ ہی اس کے بارے مجھ سے مشورہ کیا گیا جب مجھے اس کی خبر ملی نہ میں اس پر راضی ہوا۔ بخدا! اگر میرا گمان سچ ہے تو محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ گمان سچ ہے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ ان سے بات چیت کروں کہ وہ صلح نامہ میں اضافہ کردیں۔ معاہدہ کی تجدید کردیں۔'' قریش نے کہا: ''بخدا! تیری بات درست ہے۔'' قریش اپنے اس فعل پر سخت نادم تھے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب حضور اکرم ﷺ ان پر ضرور حملہ آور ہوں گے۔''

ابوسفیان روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دو اونٹنیاں ہمراہ تھیں۔ وہ جلدی جلدی روانہ ہوا۔ اس کا خیال

تھا کہ وہ سب سے پہلے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔عسفان کے مقام پر وہ بدیل بن ورقاء سے ملا۔ابوسفیان کو خدشہ لاحق ہوا کہ شاید بدیل بارگاہِ رسالت مآب سے آرہا ہے بلکہ اسے یقین ہو گیا تھا۔اس نے انہیں کہا: "ہمیں بتاؤ یثرب کے حالات کیسے ہیں تم کب وہاں گئے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہمیں وہاں کے حالات کا علم نہیں۔" ابوسفیان سمجھ گیا کہ یہ چھپا رہے ہیں۔"اس نے کہا: "کیا تمہارے پاس مدینہ طیبہ کی کھجوریں ہیں تم ہمیں کچھ کھلاؤ۔کیونکہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں تہامہ کی کھجوروں سے عمدہ ہیں۔" انہوں نے کہا: "نہیں!ابوسفیان نے اس کی بات نہ مانی حتیٰ کہ کہا: "بدیل! کیا تم محمد عربی ﷺ کے پاس سے ہو کر آرہے ہو؟" اس نے کہا: "نہیں! لیکن میں تو بنو کعب اور بنو خزاعہ کے ان شہروں کی طرف گیا تھا جو ساحل سمندر کے پاس ہیں۔میں ایک قتل کے زمرے میں ان کی صلح کرانے گیا تھا۔" ابوسفیان: بدیل! تم نیکی اور صلہ رحمی سے ناآشنا ہو۔" پھر ابوسفیان نے ان کے پاس قیلولہ کیا۔بدیل اور اس کے ساتھی چلے گئے۔ابوسفیان ان کی جگہ آیا۔اونٹوں کی مینگنیاں اٹھائیں ان میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں پائیں۔گویا کہ وہ پرندے کی زبان ہو۔ابوسفیان نے کہا: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ محمد عربی ﷺ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔"

جس رات یہ واقعہ رونما ہوا تھا اسی رات کی صبح کو یہ روانہ ہوئے تھے۔تین دن لگاتار چلتے رہے۔پھر اسی روز واپس آگئے تین دن بعد ابوسفیان انہیں ملا۔بنو بکر نے بنو خزاعہ کو تین دن تک بدیل کے گھر روکے رکھا۔وہ ان کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔قریش نے مشورہ کیا کہ ابوسفیان کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں۔دو دن وہ ٹھہرا رہا ہی پانچ دن تھے جو بنو خزاعہ کے قتل عام کے بعد گزرے تھے۔ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچا۔وہ سب سے پہلے اپنی لخت جگر ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔اس نے ارادہ کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھے۔مگر انہوں نے وہ بستر لپیٹ دیا۔اس نے کہا: "نورِ نظر! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔" انہوں نے فرمایا: "بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کا بستر ہے تو ایک مشرک اور پلید شخص ہے۔میں پسند نہیں کرتی کہ تو حضور اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھے۔" اس نے کہا: "نورِ نظر! میرے بعد تمہیں شر نے آلیا ہے۔" ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "نہیں بلکہ اس نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔تو قریش کا رئیس اور سردار ہے۔تم سے قبول اسلام میں تاخیر کیسے ہو سکتی ہے۔تم بتوں کی پوجا کرتے ہو۔جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔"
ابوسفیان وہاں سے اٹھا۔بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔اس نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ! میں صلح حدیبیہ کے وقت غائب تھا۔آپ اس معاہدہ کی تجدید فرما دیں۔ہمارے لیے مدت میں اضافہ کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "ابوسفیان! صرف اسی لیے آیا ہے؟" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "کیا تمہاری طرف سے کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟" اس نے کہا: "اللہ کی پناہ! ہم صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر برقرار ہیں۔ہم نے اس میں کوئی تغیر و

تبدل نہیں کیا۔" آپ نے فرمایا: "ہم بھی اپنے معاہدہ اور صلح پر برقرار ہیں۔ ہم نے بھی کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔" ابوسفیان اپنی بات دہراتا رہا لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان سے عرض کی۔ اس ضمن میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرو۔ یا اپنی طرف سے لوگوں میں پناہ کا اعلان کر دیں۔" انہوں نے فرمایا: "میری پناہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔" ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "بخدا! اگر میں کسی چیونٹی کو بھی پالوں جو تیرے ساتھ جنگ کر رہی ہو تو میں تیرے خلاف اس کی بھی مدد کروں گا۔" ابوسفیان حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اسی طرح کی گفتگو کی جس طرح کی گفتگو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ انہوں نے کہا: "کیا میں بارگاہِ رسالت مآب میں تیری سفارش کروں گا۔ اگر میں چیونٹی کو بھی تیرے ساتھ مصروفِ جنگ دیکھوں گا میں اس کی بھی مدد کروں گا۔ جو ہمارا معاہدہ ہوا ہے رب تعالیٰ اسے بوسیدہ کر دے۔ جو محکم ہوا ہے رب تعالیٰ اسے کاٹ دے۔ جو کٹ چکا ہے رب تعالیٰ اسے نہ جوڑے۔" ابوسفیان نے کہا: "رب تعالیٰ تمہیں اس قطع رحمی کی سزا دے۔"

ابوسفیان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان سے عرض کی: "اس قوم میں سے تم میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہو۔ مدت میں اضافہ کر دو اور معاہدہ کی تجدید کر دو۔ تمہارے صاحب تمہاری بات کو نہیں ٹالیں گے۔" انہوں نے فرمایا: "میری پناہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔" وہ وہاں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاشانہ اقدس میں آیا۔ اس نے کہا: "علی! تم رشتہ داری میں سب سے میرے قریبی ہو۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں لیکن بے نیل مرام واپس نہیں جانا چاہتا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں میری سفارش کریں۔" انہوں نے فرمایا: "ابوسفیان! تیرے لیے ہلاکت! جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کا عزم کر لیں تو ہم میں استطاعت نہیں کہ ہم آپ سے اس پر گفتگو کر سکیں۔" وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "ابوثابت! تم اس بستی کے سردار ہو۔ لوگوں کو پناہ دے دو۔ مدت میں اضافہ کر دو۔" حضرت سعد نے فرمایا: "میری پناہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا۔" ان سے مایوس ہو کر وہ حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کے سامنے گھٹنے گھسیٹ کر چل رہے تھے۔ اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر! کیا لوگوں کو پناہ دیتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک خاتون ہوں۔" انہوں نے انکار فرما دیا۔ ابوسفیان نے کہا: "اپنے اس نورِ نظر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو پناہ دے دے۔ یہ آخری زمانہ تک عرب کا سردار بن جائے گا۔" انہوں نے فرمایا: "میرے فرزند دلبند ابھی تک اس عمر کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کو پناہ دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا۔" اس نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: "علی! زمانہ مجھ پر شدت اختیار کر گیا ہے۔ مجھے نصیحت کریں۔" انہوں نے کہا: "میں کسی چیز کو نہیں جانتا جو تجھے فائدہ دے۔ تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔" ابوسفیان: "ہاں!"

حضرت علی المرتضیٰ: اٹھو اور لوگوں کے مابین پناہ کا اعلان کرو پھر اپنے شہر لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان: کیا آپ کی رائے میں مجھے اس طرح فائدہ ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں! بخدا! لیکن مجھے اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔" ابوسفیان اٹھا مسجد نبوی میں گیا۔ کہا: "اے لوگو! میں نے لوگوں میں امن و امان کا اعلان کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے تم میرے عہد کو نہیں توڑو گے۔ وہ حضور رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میں نے لوگوں کے مابین امن و امان کا اعلان کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ابوحنظلہ! یہ صرف تو ہی کہہ رہا ہے۔" پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گیا۔

اس کو آئے ہوئے کافی دن گزر چکے تھے۔ جس کی بناء پر قریش نے اس پر سخت تہمتیں لگائیں۔ انہوں نے کہا: "ہمارا خیال ہے وہ صابی ہو گیا ہے۔ اس نے چھپ کر محمد عربی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔ وہ اپنا اسلام چھپا رہا ہے۔" جب رات کے وقت ہند کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا: "تو نے اتنی دیر لگا دی کہ قوم میں تیرے بارے طرح طرح کی باتیں گردش کرنے لگیں۔ اگر تو کسی کامیابی کے ساتھ آیا ہے تو تو جوانمرد ہے۔" پھر ہند نے پوچھا: "تو نے کیا کیا؟" ابوسفیان نے سارا واقعہ سنا دیا۔ اس نے کہا: "میں صرف وہی کر سکا جو مجھے علی نے کہا تھا۔" ہند نے اس کے سینے پر ٹانگ ماری اور کہا: "تو اپنی قوم کا قبیح قاصد ہے۔ تو بھلائی کے ساتھ نہیں آیا۔"

وقتِ صبح اس نے اساف اور نائلہ کے پاس حلق کرایا۔ ان کے لیے قربانی دی ان کے سروں پر خون چھڑکا پھر کہا: "میں تمہاری پوجا سے جدا نہ ہوں گا حتیٰ کہ میں اس عقیدہ پر مر جاؤں جس پر میرا باپ مرا ہے۔" یہ سب کچھ اس نے اس لیے کیا تھا تاکہ وہ قریش کی تہمتوں سے خود کو بری کر سکے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو اٹھ کر اس کے پاس گئے۔ پوچھا: "کیا ہوا؟ کیا محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔" اس نے کہا: "بخدا! انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے ان سے بات کی مگر انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کی مگر مجھے ان میں بھی بھلائی نظر نہ آئی۔ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ لیکن وہ سب سے بڑھ کر دشمن نکلے میں نے سارے معزز صحابہ سے گفتگو کی۔ مگر کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ سب نے میرے ساتھ ایک ہی بات کی۔ میں نے کسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی اتنی اطاعت گزار ہو۔ سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جب امور مجھ پر شدت اختیار کر گئے تو انہوں نے مجھے کہا: تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ لوگوں کے مابین امن کا اعلان کر دو۔" میں نے امن کا اعلان کر دیا۔ محمد عربی ﷺ نے کہا: "ابوحنظلہ! یہ تم ہی کہہ رہے ہو؟" انہوں نے مزید کچھ نہ کہا۔

"قریش نے کہا: "تم رضا کے بغیر راضی ہو گئے ہو۔ ایسی چیز لے کر آئے ہو جس کا ہمیں فائدہ نہیں نہ اس کا کچھ تمہیں فائدہ ہے۔ بخدا! تمہاری پناہ جائز نہیں۔ تمہاری پناہ ان کے لیے توڑنا بہت آسان ہے۔ حضرت علی نے تمہارے ساتھ کھیل کھیلا ہے۔"

ابوسفیان: اس کے علاوہ مجھے کوئی رستہ نظر نہ آیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے مشاورت

ابن ابی شیبہ نے محمد بن حنیفہ سے اور وہ ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے۔ اس کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ جب آپ تنہا بیٹھتے تھے تو کسی کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ اسے خود ہی یاد فرما لیتے۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبکر صدیق کو بلاؤ۔'' وہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ کافی مدت ان سے سرگوشی کرتے رہے۔ پھر آپ نے انہیں دائیں طرف بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: ''عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔'' وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ ان سے آپ طویل وقت سرگوشی فرماتے رہے۔ حضرت عمر فاروق نے بلند آواز سے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کفر کے سرغنے ہیں انہوں نے ہی گمان کیا ہے کہ آپ جادوگر ہیں، آپ کاہن ہیں، آپ کذاب ہیں، آپ گھڑنے والے ہیں۔'' حضرت عمر فاروق نے کوئی چیز نہ چھوڑی جو اہلِ مکہ آپ کو کہتے تھے مگر انہوں نے اس کا تذکرہ کر دیا۔'' آپ نے انہیں دوسری طرف بیٹھنے کا حکم دیا۔ ایک دائیں اور دوسرا بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام کو بلایا اور فرمایا: ''کیا میں تمہارے ان دو ساتھیوں کی مثال نہ بیان کروں؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے رخِ انور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کیا۔ فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں گھی سے بھی زیادہ نرم تھے۔'' پھر آپ نے رخِ انور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کیا اور فرمایا: ''حضرت نوح علیہ السلام رب تعالیٰ کے بارے پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔'' مشورہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہی ہے۔ تیاری کرو ایک دوسرے کی معاونت کرو۔''

صحابہ کرام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ابوبکر! ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم حضرت فاروق اعظم سے اس سرگوشی کے بارے پوچھیں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''آپ نے مجھے فرمایا: ''مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے بعد تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ آپ کی قوم ہیں۔'' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ میرا مشورہ مان لیں گے۔ پھر آپ نے عمر فاروق کو بلایا۔ انہوں نے عرض کی: ''وہ کفر کے سرغنے ہیں۔'' حتیٰ کہ انہوں نے وہ ساری باتیں عرض کر دیں جو کافر آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''عرب اطاعت نہیں کریں گے حتیٰ کہ اہلِ مکہ اطاعت کر لیں۔ آپ نے تمہیں جہاد کا حکم دیا ہے تا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ کریں۔''

آپ کی تیاری اور دعا

ابن عقبہ، ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر ام

المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ تیاری کریں اور یہ معاملہ مخفی رکھیں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کی آنکھوں اور کانوں پر پردے ڈال دے وہ ہمیں اچانک دیکھیں اچانک سنیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے رستوں کی نگرانی کا حکم دیا۔ حضرت عمر فاروق ان پہرے داروں کی نگرانی فرماتے رہے۔ وہ ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:
"تمہارے پاس جو بھی اجنبی گزرے تم اس سے پوچھ گچھ ضرور کرو۔"

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط

امام احمد اور دیگر پانچ محدثین نے حضرت علی المرتضیٰ سے، حاکم، ضیاء، عبد بن حمید، ابن مردویہ، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے پر اتفاق کر لیا تو حضرت حاطب نے قریش کی طرف ایک خط لکھا اس میں انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف روانگی پر اتفاق کر لیا ہے۔ انہوں نے وہ خط ایک عورت کے سپرد کیا۔ اس کا تعلق بنو مزینہ کے ساتھ تھا اس عورت کا نام کنود تھا۔ یا سارہ تھا جو بنو مطلب میں سے کسی شخص کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کے لیے اجرت مقرر کی۔ محمد بن عمر کے مطابق ایک دینار ایک قول ہے دس دینار۔ اس شرط پر کہ وہ یہ خط اہل مکہ تک پہنچا دے گی۔ انہوں نے اس عورت سے کہا: "اس خط کو حتی الامکان مخفی رکھنا۔ عام رستہ سے نہ جانا وہاں پہرے دار ہیں۔ اس نے اسے سر کی چوٹی میں رکھا۔ پھر مینڈھیاں کر دیں۔ پھر عازم سفر ہوئی۔ وہ اس رستے پر چلی جہاں پہرے دار نہ تھے۔ وہ خلوق میں محجۃ کے رستے چلی حتیٰ کہ وہ عقیق کے مقام پر عام شاہراہ پر چلی گئی۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت حاطب نے یہ خط لکھا تھا:

> "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف ایسا لشکر لے کر آرہے ہیں جو رات کی طرح ہے۔ وہ سیلاب کی طرح رواں ہے میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ اکیلے ہی آپ کی طرف آجائیں تو رب تعالیٰ تمہارے خلاف آپ کی مدد کرے گا۔ وہ اپنا وہ وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار اور ولی ہے۔"

تفسیر ابن سلام میں ہے کہ خط میں لکھا ہوا تھا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہونے ہی والے ہیں یا تمہاری طرف یا تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف۔ تم محتاط ہو جاؤ۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کا حکم دے دیا ہے۔ میرے خیال میں آپ صرف تمہارا قصد کیے ہوئے ہیں۔ میں نے پسند کیا کہ میں یہ خط لکھ کر تم پر احسان کر دوں۔"

آپ پر آسمان سے اس خط کے بارے وحی آگئی۔ آپ نے حضرات علی، زبیر، مقداد بن اسود یا ابو مرثد رضی اللہ عنہم کو

بھیجا۔آپ نے فرمایا: اس عورت کو جا پکڑو جس کے پاس حاطب کا خط ہے۔ جو انہوں نے قریش کی طرف لکھا ہے۔ انہوں نے ہمارے اس لشکر سے انہیں محتاط رہنے کے لیے کہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے: ''تم جاؤ روضۃ خاخ جاؤ۔ وہ ایک جاسوسہ ہوگی اس کے پاس ایک خط ہے۔''

یہ حضرات عازم سفر ہوئے۔ اسے وادیٔ ریم میں جا پایا۔ اسے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ انہوں نے اس کا کجاوہ چھان مارا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا۔ نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے۔ تو وہ خط نکال دے ورنہ ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔'' جب اس نے یہ اصرار اور کوشش دیکھی تو اس نے کہا: ''پیچھے ہو جاؤ۔'' اس نے اپنے سر کی مینڈھیاں کھولیں۔ وہاں سے خط نکال دیا۔ انہوں نے اس سے خط لیا اور اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:

''حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہلِ مکہ کے مشرکین کی طرف!'' انہوں نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض امور کے بارے بتایا تھا۔ آپ نے حضرت حاطب کو بلایا۔ فرمایا: اے حاطب! تمہیں اس امر پر کس نے ابھارا؟ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں نہ بدلا ہوں نہ ہی تبدیل ہوا ہوں میں ایک ایسا انسان ہوں جس کا اس قوم میں نہ قبیلہ ہے نہ کوئی اصل ہے۔ میرے اہلِ خانہ اور اولاد ان کے پاس ہے میں نے ان پر احسان کرنے کی کوشش کی ہے۔''

ابورافع کی روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے بارے جلدی نہ کریں۔ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کا حلیف اور ان میں مقیم تھا۔ میں قریش میں سے نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار ہیں۔ جو ان کے اموال بچاتے ہیں اہلِ خانہ کا تحفظ کرتے ہیں۔ وہاں میری رشتہ داری نہیں۔ میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں تا کہ اپنے رشتہ داروں کا تحفظ کروں۔ میں نے اسلام لانے کے بعد کفر کرتے ہوئے اس طرح نہیں کیا۔'' آپ نے فرمایا: ''انہوں نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب سے کہا: ''تم دیکھ رہے ہو کہ آپ نے رستوں پر پہرے دار بٹھا رکھے ہیں اور تم قریش کو خط لکھ رہے ہو کہ محتاط رہو۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہ شخص منافق ہو گیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''عمر! تم کیا جانو رب تعالیٰ نے یوم بدر کو اہلِ بدر کی طرف دیکھا اور فرمایا'' تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ (الممتحنہ: ۱ تا ۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو (اپنے) جگری دوست تم تو اظہارِ محبت کرتے ہو ان سے حالانکہ وہ انکار کرتے ہیں (اس دین) حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔ انہوں نے نکالا ہے رسولِ (مکرم) کو اور تمہیں بھی (مکہ سے) محض اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم جہاد کرنے نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضاجوئی کے لیے (تو انہیں دوست مت بناؤ) تم بڑی رازداری سے ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے اور جو تم نے ظاہر کیا اور جو ایسا کرے تم میں سے تو وہ بھٹک گیا راہِ راست سے اگر وہ تم پر قابو پا لیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم (ان کی طرح) کافر بن جاؤ۔ نہ نفع پہنچائیں گے تمہیں تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد روزِ قیامت۔ اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔"

مکہ مکرمہ کی طرف روانگی

ابن عقبہ، ابن اسحاق، محمد بن عمرو وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کو بطن اضم کی طرف بھیجا تاکہ گمان کرنے والا گمان کرے کہ آپ اس سمت جانے کا عزم کر رہے ہیں۔ خبر نہ پھیل سکے۔ آپ نے قریش کی طرف جانے کا اعلان کیا۔ آپ نے اہلِ بادیہ اور دیگر مسلمانوں کی طرف یہ پیغام بھیجا "جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ حاضر ہو۔" آپ نے ہر طرف قاصد

بھیجے حتیٰ کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب دلاتے ہوئے۔اور بنوخزاعہ کے افراد کی مصیبت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

عنانی ولم اشھد ببطحاء مکۃ رجالُ بنی کعب تحز رقابُھا

ترجمہ: "اگرچہ میں وادیٔ بطحاء میں موجود نہ تھا مگر بنوکعب کے افراد کی گردنیں اڑا کر مجھے سخت تکلیف دی گئی۔"

بایدی رجالٍ لم یسُلّوا سیوفھم و قتلی کثیرٌ لم تجنّ ثیابُہٗ

ترجمہ: "ایسے افراد کے ہاتھوں میں سے جنہوں نے اپنی تلواریں بھی نہیں سونت رکھی تھیں اور بہت سے مقتولین کو کفن نہیں دیا گیا تھا۔"

الا لیت شِعری ھل تنالنّ نصرتی سھیل بن عمرو حرھٗ و عقابہٗ

ترجمہ: "کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میری چھوٹی بڑی مدد سہیل بن عمرو کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

فلاتا منھا یا ابنُ اُمِّ مجالِدٍ اذا احتُلبت صرفا واعصل نابُہٗ

ترجمہ: "اے ام مجاہد کے فرزند! تم ہم سے امن میں نہیں رہ سکتے۔جب جنگ سے خالص دودھ نکالا جائے گا اور اس کے دانت ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

ولا تجزعوا منھا فانّ سیوفنا لھا وقعۃٌ بالموتِ یفتح بابُہٗ

ترجمہ: "اب ہم سے جزع و فزع کرتے ہوئے بھاگ نہ جانا۔ہماری شمشیروں سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوں گے جن سے موت کے دروازے کھل جائیں گے۔"

حضرت ابورہم کلثوم بن حصین الغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔آپ بروز بدھ عصر کے بعد روانہ ہوئے۔رمضان المبارک کے دس روز گزر چکے تھے آپ کے منادی نے اعلان کیا۔جو روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے جو افطار کرنا چاہے وہ افطار کرلے،آپ نے روزہ رکھ لیا۔آپ نے آرام نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ الصلصل تک پہنچ گئے۔آپ مہاجرین، انصار اور عرب کے گروہوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔کچھ گھوڑوں پر سوار تھے بعض حضرات قدید اونٹوں پر تھے۔آپ نے حضرت زبیر بن عوام کو دو سو سواروں کے ساتھ آگے بھیج دیا۔جب آپ بیداء پہنچے تو فرمایا: "میں بادل دیکھ رہا ہوں جو بنوکعب کی نصرت کے ساتھ برس رہا ہے۔"

جب آپ العرج تشریف لے گئے۔آپ روزہ سے تھے۔شدت پیاس کی وجہ سے چہرہ انور اور سر اقدس پر پانی ڈالا۔جیسے کہ امام مالک اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے۔امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے العرج میں آپ کی زیارت کی۔ گرمی کی وجہ سے آپ اپنے سر اقدس پر پانی انڈیل رہے تھے۔ آپ روزہ سے تھے۔ جب آپ العرج سے روانہ ہوئے۔ تو العرج اور الطلوب کے مابین ایک کتیا کو دیکھا جو اپنے بچوں کی وجہ سے ہلکی سی آواز نکال رہی تھی۔ بچے اس کا دودھ پی رہے تھے۔ آپ نے حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ تاکہ لشکر میں سے کوئی مجاہد اس کے ساتھ یا اس کی اولاد کے ساتھ تعرض نہ کرے۔"

آپ نے ایک سو گھڑ سواروں کا دستہ مسلمانوں کے آگے آگے روانہ کیا۔ العرج اور الطلوب کے مابین ہوازن کا ایک جاسوس گرفتار ہوا۔ آپ نے اسے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بنو ہوازن آپ کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے روکے رکھیں تاکہ وہ آگے جا کر لوگوں کو خبردار نہ کر دے۔ جب آپ قدید پہنچے تو بنو سلیم آپ سے ملے۔ آپ نے جھنڈے اور پرچم باندھے اور انہیں قبائل میں تقسیم کیا۔ محمد بن عمر نے یزید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ قدید پہنچے تو آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ بنو مدلج کی خوبصورت عورتوں اور ان کے اونٹوں کے سالن کے لیے ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے انہیں صلہ رحمی کی وجہ سے مجھ پر حرام کیا ہے۔" دوسری روایت میں ہے: "باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اونٹوں کو سینے پر مارنے کی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں مجھ پر حرام کیا ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آرہے تھے۔ انہوں نے الجحفہ میں آپ سے ملاقات کی آپ نے ان کا سامان مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ وہ آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے۔" حضرت ابوسفیان بن حارث اور حضرت عبداللہ بن ابی امیہ آپ کو نقب العقاب کے مقام پر ملے۔

روزہ افطار کرنے کا حکم

ترمذی، شیخان، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔ آپ بھی روزے رکھ رہے تھے اور صحابہ کرام بھی روزے سے تھے۔ جب آپ عسفان اور قدید کے مقام کے مابین الکدید پہنچے یا عسفان اور امج یا کراع الغمیم پہنچے تو آپ کو خبر ملی کہ صحابہ کرام پر روزہ رکھنا گراں گزر رہا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ ہم انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد آپ اپنی سواری پر جلوہ نما ہوئے۔ تو آپ نے دودھ یا پانی کا پیالہ منگوایا۔ اسے اپنے کجاوہ پر رکھا تاکہ لوگ انہیں دیکھ لیں۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور روزہ کھول دیا۔

پھر آپ نے اسے صحابی کو عطا فرمایا جو آپ کے پہلو میں تھے۔ انہوں نے اسے نوش کیا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ بعض لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ نافرمان ہیں۔ وہ نافرمان ہیں۔" پھر آپ نے روزہ نہ رکھا حتیٰ کہ ماہِ رمضان المبارک گزر گیا۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ہمراہ سفر کیا۔ ہم روزہ سے تھے۔ ایک جگہ ہم فروکش ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم دشمن کے قریب پہنچ گئے ہو۔ روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت کا سبب ہے۔" یہ رخصت تھی۔ بعض نے روزہ رکھا بعض نے افطار کر دیا۔ پھر ہم ایک اور منزل پر فروکش ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "تم صبح دشمن سے ملاقات کرو گے۔ روزہ نہ رکھنا۔ تمہارے لیے بہتر ہے۔ روزہ نہ رکھو۔" یہ عزیمت تھی ہم نے روزہ نہ رکھا۔

مرالظہران پر نزولِ اجلال

آپ نے عشاء کے وقت مرالظہران پڑاؤ کیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ وہ دس ہزار مقامات پر آگ روشن کریں۔ ان پر نگران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ قریش تک ایک خبر بھی نہ پہنچی تھی۔ انہیں آپ کی روانگی کے بارے ایک حرف تک نہ پہنچا تھا نہ ہی وہ جانتے تھے کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں۔ وہ اس بات سے فکرمند ضرور تھے کہ آپ ان پر حملہ آور ہوں گے۔ انہوں نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا۔

ابن راھویہ، حاکم اور امام بیہقی نے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے کہ جب آپ مرالظہران پہنچے تو آپ نے دس ہزار مقامات پر آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ قریش کو آپ کے بارے ایک خبر بھی نہ ملی تھی۔ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟

صحیح میں حضرت عروۃ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے سال آپ عازم سفر ہوئے تو قریش کو خبر ملی تو ابوسفیان باہر نکلا۔ وہ مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھا قریش نے ابوسفیان سے کہا: "اگر تم محمد عربی ﷺ سے ملو تو ہمارے لیے آپ سے امان طلب کرنا۔" وہ اور حکیم بن حزام روانہ ہوئے۔ وہ بدیل بن ورقاء سے ملے۔ یہ مل کر مختلف خبروں کے تجسس میں لگ گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا انہیں کوئی خبر ملی ہے یا وہ کسی خبر کے بارے سنتے ہیں۔ جب وہ مرالظہران کے مقام الاک تک پہنچے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے لشکر، خیمے اور آگ دیکھی گویا کہ وہ عرفات کی آگ ہو۔ انہوں نے گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کی آوازیں سنیں۔ یہ سن کر وہ بہت گھبرا گئے۔ بدیل بن ورقاء نے کہا: "یہ بنوکعب ہیں جنگ نے انہیں جلا دیا ہے۔"

ابوسفیان نے کہا: ''بنو عمرو کی تعداد اس سے کم ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

امام بیہقی نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو اور خود کو خواب میں دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ ایک آواز نکالتی ہوئی کتیا وہاں سے نکلی ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی ہے۔ اس کا دودھ نکلنے لگا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان کی شدت اب ختم ہو چکی ہے۔ وہ دودھ پیش کر رہے ہیں وہ عنقریب اپنے رشتہ داروں کے ہاں پناہ لیں گے تم ان میں سے بعض کو ملو گے۔ اگر تم ابوسفیان سے ملو تو اسے قتل نہ کرنا۔''

ابوسفیان اراک میں ہے

الطبرانی نے حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم مرالظہران کے مقام پر آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ابوسفیان اراک میں ہے اسے پکڑ لو۔'' ہم وہاں گئے اور ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے ''ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو شعور تک نہ تھا حتیٰ کہ صحابہ کرام کے اس گروہ نے انہیں جا پکڑا جن کو آپ نے بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے اونٹوں کی نکیلیں جا پکڑیں۔ انہوں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے فرمایا: ''یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔'' ابوسفیان نے کہا: ''کیا تم نے کسی ایسے لشکر کے بارے سنا ہے جو کسی قوم کے جگر میں اترا ہو لیکن وہ اسے جانتی نہ ہو۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسلمہ سے اور یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ابوسفیان اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ آپ کے انصاری صحابہ کرام پہرہ دے رہے تھے۔ اس رات ان کی نگرانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام ان تینوں کو پکڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم اہل مکہ میں سے چند افراد آپ کی خدمت میں لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے کہا: ''اگر تم ابوسفیان کو لے کر آئے ہو تو پھر تم نے میرے علم میں اضافہ نہیں کیا۔'' انہوں نے کہا: ''بخدا! ہم ابوسفیان ہی کو لے کر آئے ہیں۔'' حضرت عمر فاروق: ''اسے صبح تک روکے رکھو۔'' انہوں نے اسے تادم صبح روکے رکھا۔ صبح انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا گیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے ''جب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو نگرانوں نے پکڑ لیا تو انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔''

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے"جب ابوسفیان کو نگران صحابہ کرام نے پکڑ لیا تو اس نے کہا:"مجھے عباس کے پاس لے چلو۔"وہ اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔انہوں نے انہیں داستان سنائی۔وہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

ابن راھویہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مرالظہران جلوہ افروز ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دل میں اہلِ مکہ کے لیے رقت پیدا ہو گئی۔انہوں نے کہا:"ہائے قریش! اگر آپ طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔اس سے قبل کہ وہ آئیں اور آپ سے امان طلب کریں تو قریش ہمیشہ کے لیے برباد ہو گئے۔"میں آپ کی خچر شہباء پر سوار ہو گیا۔میں نے کہا:"میں کسی لکڑیاں فروش کو تلاش کرتا ہوں۔کسی گوالے کو ڈھونڈتا ہوں یا کسی ضرورت مند کو تلاش کرتا ہوں۔جو مکہ مکرمہ جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے انہیں بتائے۔تاکہ وہ آپ سے امان طلب کر لیں۔اس سے قبل کہ آپ طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔بخدا! میں اراک میں تھا۔میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا کہ میں نے ابوسفیان اور بدیل کی آواز سنی۔وہ باتیں کر رہے تھے۔ابوسفیان کہہ رہا تھا۔"میں نے آج کی رات کی طرح کی آگ نہیں دیکھی۔نہ ہی اتنا بڑا لشکر دیکھا ہے۔"بدیل نے کہا:"بخدا! یہ بنوخزاعہ ہیں جنگ نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔"ابوسفیان نے کہا:"بنوخزاعہ کی تعداد اس سے کم ہے کہ ان کا اتنا بڑا لشکر اور اتنی بڑی آگ ہو۔"میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی۔میں نے کہا:"ابوحنظلہ! اس نے بھی میری آواز پہچان لی۔اس نے کہا:"لبیک! ابوالفضل! میرے والدین تم پر فدا! کیا ہے؟"میں نے کہا:"تیرے لیے ہلاکت! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو دس ہزار افراد کا لشکر لے کر آئے ہیں۔"ابوسفیان! ہائے قریش کے لیے ہلاکت! میرے والدین تم پر نثار! تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟ کیا کوئی حیلہ ہے؟"میں نے کہا:"ہاں! اس خچر کے پیچھے سوار ہو جا۔میں تجھے بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاتا ہوں میں تیرے لیے آپ سے امان طلب کرتا ہوں۔بخدا! اگر آپ کے علاوہ کسی اور نے تجھ پر غلبہ پالیا تو قتل ہو جائے گا۔"وہ ان کے پیچھے سوار ہو گیا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بارگاہِ رسالت پناہ میں لے آئے۔حضرت عباس نے فرمایا:

"میں ابوسفیان کو لے آیا۔میں جب بھی کسی آگ کے پاس سے گزرتا تو وہ پوچھتے:"یہ کون ہے؟ جب وہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خچر کو دیکھتے۔مجھے اس پر سوار دیکھتے تو کہتے:"یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہیں جو آپ ہی کی خچر پر سوار ہیں۔"حتیٰ کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آگ کے پاس سے گزرا۔جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔پوچھا:"کون؟" میں نے کہا:"عباس۔"وہ دیکھنے لگے۔انہوں نے میرے پیچھے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔انہوں نے کہا:"اللہ کے دشمن! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے تجھ پر کسی امان اور عہد کے بغیر تسلط بخشا ہے۔"پھر وہ دوڑ کر بارگاہِ رسالت مآب

میں جانے لگے۔ میں نے بھی خچر کو ایڑ لگا دی۔ میں ان سے آگے نکل گیا۔ ہم آپ کے خیمہ کے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے۔ میں خچر سے نیچے اترا اور آپ کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پیچھے خیمہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ابوسفیان ہے۔ جس پر رب تعالیٰ نے کسی امان اور عہد کے بغیر تسلط بخشا ہے آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے پناہ دی ہے۔" میں آپ سے چمٹ گیا۔ سر اقدس کو تھاما۔ میں نے کہا: "بخدا! آج کی رات آپ سے میرے علاوہ کوئی اور سرگوشی نہیں کرے گا۔ جب حضرت عمر فاروق نے اصرار کیا تو میں نے انہیں کہا: "عمر! ذرا ٹھہرو! اگر ابوسفیان بنو عدی میں سے ہوتا تو تم اس قدر اصرار نہ کرتے۔ لیکن تمہیں علم ہے کہ اس کا تعلق بنو عبد مناف کے ساتھ ہے۔" انہوں نے کہا: "عباس! ذرا آہستہ! بخدا! آپ کا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر وہ اسلام لاتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کا اسلام لانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر وہ اسلام لاتا۔"

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ حضرت عباس نے کہا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل کو پناہ دی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں لے آؤ۔" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ رات بھر آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ ان سے حالات دریافت کرتے رہے۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ گواہی دو: "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔" بدیل اور حکیم نے گواہی دی۔ لیکن ابوسفیان نے کہا: "میں یہ نہیں جانتا۔ بخدا! میرے نفس میں اس کے بارے تردد ہے۔ مجھے مہلت دیں۔" ابوسفیان: "میں لات وعزیٰ کا کیا کروں گا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے باہر سے فرمایا: "ان پر پیشاب کر دو۔ بخدا! اگر تم خیمہ سے باہر ہوتے تو اس طرح نہ کہتے۔" ابوسفیان: "یہ کون ہے؟" صحابہ کرام نے کہا: "یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عباس! ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ اسے صبح میرے پاس لے آنا۔" میں اسے اپنے خیمہ میں لے گیا۔

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب مؤذن نے آذان صبح دی تو سارے لشکر نے اسے جواب دیا۔ ابوسفیان ان کی یہ آوازیں سن کر گھبرا گیا۔ اس نے پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہیں؟" حضرت عباس: "نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔" ابوسفیان: "تم کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟" حضرت عباس: "دن اور رات میں پانچ نمازیں۔" پھر اس نے دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے وضوء کا پانی اپنے ہاتھوں پر اٹھا رہے تھے۔ اس نے کہا: "میں نے آج کی طرح کا بادشاہ نہیں دیکھا۔ کسریٰ اور

قیصر کی سلطنت بھی ایسی نہیں ہے۔" جب آپ نے نمازِ صبح ادا کر لی تو میں ابوسفیان کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ جب صبح ہوئی تو مسلمان وضو کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا: "ابوالفضل! مسلمانوں کو میرے بارے کوئی حکم دیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں! بلکہ وہ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ حضرت عباس نے اسے حکم دیا تو اس نے وضو کیا۔ وہ انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے گئے۔ جب آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے رکوع کیا تو انہوں نے بھی رکوع کیا۔ آپ نے سر اٹھایا تو صحابہ کرام نے بھی سر اٹھا لیے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا تو وہ بھی سجدہ ریز ہو گئے۔" ابوسفیان نے کہا: "میں نے اس قسم کی اطاعت نہیں دیکھی۔ لوگ ادھر ادھر سے جمع ہوئے ہیں۔ میں نے کسریٰ اور روم کے درباروں میں اس قدر اطاعت گزاری نہیں دیکھی۔ ابوالفضل! تمہارا بھتیجا بہت بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔" حضرت عباس نے کہا: "ابوسفیان! یہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت ہے۔" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا: "ابوسفیان! کیا اب وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" اس نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر نثار آپ کتنے حلیم اور کریم ہیں۔ آپ کی درگزر کتنی عظیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو مجھے فائدہ دیتا میں نے اپنے معبودانِ باطلہ سے مدد طلب کی۔ آپ نے اپنے معبودِ حق سے مدد طلب کی۔ بخدا! میں جب بھی آپ کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ آپ کی میرے خلاف مدد کی گئی۔ اگر میرا خدا حق اور آپ کا خدا باطل ہوتا تو میں آپ پر غالب آچکا ہوتا۔" آپ نے فرمایا: "ابوسفیان! کیا تیرے لیے اب وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔" اس نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر نثار! آپ کتنے حلیم اور کریم ہیں آپ کی درگزر کتنی عظیم ہے۔ اس امر کے بارے میرے دل میں ابھی تک تردد ہے۔" حضرت عباس نے کہا: "ابوسفیان! تیرے لیے ہلاکت! اسلام لے آ۔ اس سے قبل کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔" اس نے حق کی گواہی دے دی۔ اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مختلف لوگوں کو اپنے اہل اور قبیلہ کے پاس لے آئے ہیں ان میں سے بعض معروف ہیں بعض معروف نہیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم زیادہ ظالم اور جفا جو ہو۔ تم نے صلح حدیبیہ کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ کے حرم اور امن میں سے تم نے گناہ اور بغاوت کے ساتھ بنوکعب کے خلاف مدد کی۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ اس جہاد اور کوشش کو ہوازن کے لیے صرف فرماتے تو بہتر ہوتا وہ رشتہ داری کے اعتبار سے بھی دور ہیں اور آپ سے ان کی عداوت بھی بہت شدید ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اپنے رب تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان سارے امور کو جمع کر دے گا۔ فتح مکہ

وہاں اسلام کا غلبہ بنوہوازن کی شکست اور ان کے اموالِ غنیمت۔ مجھے درگاہ ربانیہ سے یہ امید ہے۔"

ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگوں کو امان بخش دیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر قریش علیحدہ ہو جائیں وہ اپنے ہاتھ روک لیں تو کیا وہ امن سے ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت عباس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوسفیان کو شرف اور فخر پسند ہے۔ آپ اس کے لیے کوئی چیز باعثِ فخر فرما دیں۔"

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوسفیان شرف پسند کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ امن سے ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "میرے گھر میں کتنی وسعت ہوگی؟" آپ نے فرمایا: "جو حکیم بن حزام کے گھر داخل ہوگا وہ امن سے ہوگا۔" حضرت ابوسفیان کا گھر مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں جبکہ حضرت حکیم کا گھر نشیبی علاقے میں تھا۔ آپ نے فرمایا: "جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا وہ امن سے ہوگا۔" حضرت ابوسفیان: "مسجد حرام میں کتنی گنجائش ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ امن سے ہے۔" حضرت ابوسفیان: "اب کافی ہے۔"

حضرت ابوسفیان، حضرت حکیم اور لشکر الٰہی

ابن عقبہ نے لکھا ہے "جب یہ دونوں جانے لگے تو حضرت عباس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے امن نہیں کہ ابوسفیان اسلام سے پھر جائے۔ آپ اسے واپس آنے کا حکم دیں حتیٰ کہ یہ اسلام کو سمجھ لے اور آپ کے ساتھ لشکرِ الٰہی کو دیکھ لے۔" ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوسفیان جانے لگے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ابوسفیان کے بارے حکم دیں کہ انہیں رستہ میں روک دیا جائے۔"

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب ابوسفیان جانے لگے تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا: "اسے وادی کی گھاٹی میں روک کر رکھو۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں جالیا اور روک لیا۔ انہوں نے کہا: "بنوہاشم! کیا مجھے دھوکہ دینے لگے ہو؟" حضرت عباس نے فرمایا: "اہلِ نبوت دھوکہ نہیں دیتے۔ ہم دھوکہ نہیں دیتے۔ لیکن ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ تم رب تعالیٰ کے لشکر کو دیکھو وہ مجاہدین دیکھ لو جنہیں رب تعالیٰ نے مشرکین کے لیے تیار کیا ہے۔" اراک کے پاس تنگ گھاٹی میں انہیں روک دیا گیا۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۃ الفتح میں آپ مکہ مکرمہ کے قریب آئے تو آپ نے فرمایا: "قریش کے چار افراد ایسے ہیں جو خود کو شرک سے الگ سمجھتے ہیں اور اسلام میں رغبت رکھتے ہیں۔" آپ سے

عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "وہ عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری

ابن عقبہ نے رقم کیا ہے کہ آپ کے منادی نے اعلان کیا: "وقت صبح ہر قبیلہ روانہ ہو جائے اور ہر قبیلہ اپنے جھنڈے کے پاس جمع ہو جائے۔ وہ اپنے سامان حرب اور اسلحہ کی نمائش کرے۔" قبائل آپ کے سامنے گزرنے لگے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے۔ ان کے ہمراہ بنوسلیم تھے۔ ان کی تعداد ایک ہزار یا نو سو تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا۔ ایک جھنڈے کو حضرت عباس بن مرداس دوسرے کو حضرت خفاف بن ندبہ اور حضرت حجاج بن علاط پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آگے گزر گئے۔ ابوسفیان نے پوچھا: "عباس! یہ کون ہیں؟" حضرت عباس: "خالد بن ولید۔" حضرت ابوسفیان: "جوان۔ حضرت عباس: ہاں! حضرت ابوسفیان: ان کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنوسلیم۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنوسلیم کا کیا تعلق؟ ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام گزرے۔ ان کے ہمراہ پانچ سو مہاجرین اور عرب تھے۔ ان کے پاس سیاہ جھنڈا تھا۔ جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ابوسفیان: یہ کون ہے؟ حضرت عباس: حضرت زبیر بن عوام ہیں۔ حضرت ابوسفیان: تمہارا بھانجا۔ حضرت عباس: ہاں! پھر ان کے پاس سے بنوغفار گزرے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے علمبردار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنوغفار۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنوغفار کا کیا تعلق؟ پھر ان کے پاس سے بنواسلم گزرے۔ ان کی تعداد چار سو تھی۔ ان میں دو جھنڈے تھے۔ ایک کو حضرت بریدہ بن حصیب اور دوسرے کو حضرت ناجیہ بن الاعجم اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ جب ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنواسلم۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنواسلم کا کیا واسطہ؟ پھر ان کے پاس سے بنوکعب بن عمرو گزرے۔ ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ ان کے علمبردار بشر بن سفیان تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنوعمرو بن کعب۔ اسلم کے بھائی۔ ابوسفیان: ہاں! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف ہیں۔ پھر بنومزینہ گزرے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے تین جھنڈے تھے۔ ایک سو گھوڑے بھی تھے۔ ان کے جھنڈے حضرات نعمان بن مقرن، عبداللہ بن عمرو اور بلال بن حارث اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے

سامنے سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو مزینہ۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنو مزینہ کا کیا تعلق؟ یہ میرے پاس آئے تو ان کے پہاڑ گونج رہے تھے۔'' پھر بنو جہینہ ان کے پاس سے گزرے۔ ان کی تعداد آٹھ سو تھی۔ ان میں چار جھنڈے تھے۔ انہیں حضرات ابوروعہ، معبد بن خالد، سوید بن صخر، رافع بن ملیک اور عبداللہ بن بدر اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر تین بار کہا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: یہ بنو جہینہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان: مجھے اور بنو جہینہ کو کیا؟ پھر بنو کنانہ، ضمرہ اور سعد بن بکر دو سو مجاہدین کے ہمراہ گزرے۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں۔ حضرت عباس: بنو بکر۔ حضرت ابوسفیان: ہاں! نحوست والے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ہی کی وجہ سے ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔'' حضرت عباس: اسی حملہ میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ وہ تمہارے پاس تمہارا امن لے کر آئے ہیں۔ تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔'' پھر بنو اشجع گزرے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے تھے۔ ایک کو حضرت معقل بن سنان اور دوسرے کو حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہما اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں۔ حضرت عباس: یہ بنو اشجع ہیں۔ حضرت ابوسفیان: ''یہ تو سارے عرب سے زیادہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے تھے۔'' حضرت عباس: ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو داخل کر دیا ہے یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے۔'' حضرت ابوسفیان: ''کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر چکے ہیں؟'' حضرت عباس: ''نہیں! وہ ابھی تک نہیں گزرے۔ جب وہ گروہ آئے گا جس میں آپ جلوہ نما ہوں گے تو تم اس میں لوہا، گھوڑے اور بہادر مرد دیکھو گے۔ جس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی۔'' ابوسفیان: ان کے ساتھ ٹکر لینے کی جرأت کس میں ہے۔'' صحابہ کرام گزرنے لگے۔ جب بھی کوئی گروہ گزرتا تو حضرت ابوسفیان پوچھتے: ''کیا ان میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟'' حضرت عباس فرماتے: ''نہیں!'' حتیٰ کہ آپ کا سبز پوش دستہ نمودار ہوا۔ جس میں مہاجرین اور انصار تھے۔ اس میں جھنڈے اور پرچم تھے۔ انصار کے ہر ہر قبیلہ کے پاس جھنڈا یا پرچم تھا۔ وہ غرق آہن تھے۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ان میں گاہے بگاہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ وہ بلند آواز میں کہہ رہے تھے: ''ذرا آہستہ حتیٰ کہ تمہارا اگلا حصہ پچھلے حصے سے مل جائے۔'' اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ آپ نے اس دستہ کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما رکھا تھا۔ وہ دستے کے آگے آگے تھے۔ جب وہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جھنڈا لے کر حضرت ابوسفیان کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے کہا: ''آج خوب خونریزی کا دن ہے آج خانہ کعبہ کی حرمت حلت میں بدل جائے گی۔ آج قریش ذلیل ہو جائیں گے۔''

ابوسفیان نے کہا: ''عباس! آج میری حفاظت کا ذمہ آپ پر ہے۔'' پھر قبائل گزرتے تھے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلوہ افروز ہوئے۔ آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ کے ایک طرف حضرت سیدنا صدیق اکبر اور دوسری طرف حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے محترم و مکرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔'' صحیح میں ہے کہ انصار کا دستہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ ان کے پاس جھنڈا تھا۔ یہ سب سے بڑا دستہ تھا۔ پھر ایک چھوٹا دستہ آیا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ آپ کا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا: ''آج تمہارے بھتیجے کی سلطنت بہت عظیم ہوگئی ہے۔'' حضرت عباس: ''یہ سلطنت نہیں۔ نبوت ہے۔'' حضرت ابوسفیان: ''ہاں! نبوت ہے۔''

الطبرانی نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے ابوسفیان سے کہا: ''ہمارے ساتھ اسلام لے آؤ۔'' اس نے کہا: ''نہیں! حتیٰ کہ میں کداء سے گھوڑے نمودار ہوتے دیکھ لوں۔'' حضرت عباس کہتے ہیں۔ میں نے کہا: ''تو نے یہ کیا کہا؟'' اس نے کہا: ''یہ بات ویسے ہی میرے دل میں آگئی تھی کیونکہ رب تعالیٰ وہاں سے گھوڑے نمودار نہیں کرا سکتا۔'' جب آپ وہیں سے جلوہ افروز ہوئے تو میں نے ابوسفیان کو یہ بات یاد کرائی۔''

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل عام کا حکم دے دیا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ حضرت سعد کیا کہہ رہے ہیں؟'' آپ نے پوچھا: ''وہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ اس طرح اس طرح کہہ رہے ہیں۔ میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز، صلہ رحمی کرنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''سعد نے خطاء کی ہے۔ آج تو رحمت کا دن ہے۔ آج رب تعالیٰ کعبہ معظمہ کی تعظیم عطا کرے گا۔ آج خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا جائے گا۔ آج رب تعالیٰ قریش کو حقیقی عزت عطا فرمائے گا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی کہ مہاجرین میں سے کسی (شاید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے وہ سن لی۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم امن میں نہیں شاید حضرت سعد قریش پر حملہ کر دیں۔'' لیکن الحافظ نے یہ مؤقف درست قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ کفار کے حق میں بہت سخت تھے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ بات سننے والے حضرات عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہیں۔

ضرار بن خطاب نے ایسے اشعار کہے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی گئی تھی کہ وہ اہلِ مکہ پر رحم کریں کیونکہ انہوں نے حضرت سعد کی بات سن لی تھی۔ ابو ربیع نے لکھا ہے یہ بہت عمدہ اشعار ہیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش کی ایک عورت نے آپ کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے۔ ضرار نے اس عورت کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ تاکہ آپ قریش کی

حالت پر رحم کریں۔ وہ درج ذیل اشعار تھے:

یا نبی الھدیٰ الیك لجا　　حیّ قریش ولات حین لجاء

ترجمہ: "اے سراپا ہدایت نبی صلی اللہ علیک وسلم! قبیلہ قریش آپ کے ہاں پناہ کا طالب ہوا ہے حالانکہ یہ پناہ کا وقت نہیں ہے۔"

حین ضاقت علیھم سعة الارض　　و عاداھم الہ السماء

ترجمہ: "جب ان پر کشادہ زمین تنگ ہوگئی۔ آسمان کے رب نے ان کے ساتھ عداوت کی۔"

والتقت حلقتا البطان علی القوم　　و نودوا بالصیلم الصلعاء

ترجمہ: "قوم پر معاملہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اور انہیں ایسی مصیبت کی طرف بلایا جاتا ہے جو تکلیف دہ ہے۔"

ان سعدا یرید قاصة الظھر　　باھل الحجون والبطحاء

ترجمہ: "حضرت سعد ارادہ کرتے ہیں کہ وہ اہلِ حجون اور بطحاء کی کمریں توڑ دیں۔"

خزرجیٌّ لو یستطیع من الغیظ　　رمانا بالنسر والعوّاء

ترجمہ: "ان کا تعلق بنو خزرج کے ساتھ ہے۔ اگر وہ غصے کے عالم میں طاقت رکھتے تو ہمیں گھوڑوں اور کتوں کا نشانہ بنا لیتے۔"

و غر الصدر لا یھم بشیئ　　غیر سفك الدما و سبی النساء

ترجمہ: "ان کا سینہ غصے کی وجہ سے کھلا ہوا ہے ان کا عزم صرف یہ ہے کہ وہ خونریزی کریں اور عورتوں کو قیدی بنائیں۔"

قد تلظی علی البطاح و جائت　　عنه هندٌ بالسوءة السوآء

ترجمہ: "وہ وادی میں غصے سے دمک رہے ہیں۔ ہند نے ان کی طرف سے بہت بری خبر سنائی ہے۔"

اذ ینادی بذل حیی قریش　　و ابنُ حَرْبٍ بذا من الشھداء

ترجمہ: "انہوں نے اعلان کیا ہے کہ آج قریش کا قبیلہ ذلیل ہو جائے گا ان کی اس بات کا ابن حرب (ابوسفیان) گواہ ہے۔"

فلئن اقعم اللواء و نادی　　یا حماۃ الادبار اھل اللواء

ترجمہ: "اگر وہ علَم اسلام لے کر آگے جاتے تو یہ اعلان کرتے پشتوں کی حفاظت کرنے والے! اے جھنڈے والو۔"

ثم ثابت الیه من بھم الخزرج　　والاوس انجم الھیجاء

ترجمہ: ''پھر خزرج اور اوس کے مضبوط جوان ان کی طرف لوٹ کر آتے۔ وہ جوان جنگ کے تارے ہیں۔''

لتكونن بالبطاح قريش فقعة الفاع فی اكُفّ الاِماء

ترجمہ: ''تو قریش سنگلاخ سنگریزوں والی سرزمین میں نرم زمین بن جاتے۔ وہ لونڈیوں کی ہتھیلیوں میں ہوتے۔''

فانهينهٔ فانه اسدُ الاسد لدى الغاب والِغٌ فی الدماء

ترجمہ: ''آپ انہیں روک دیں وہ شیروں کے شیر ہیں۔ وہ جنگلات میں خون کے پیاسے ہیں۔''

انه مطرق يريد لنا امر سكوتًا كالحيّة الصّمّاء

ترجمہ: ''وہ مہر بلب ہیں وہ گونگے سانپ کی طرح خاموش رہ کر ہمارے امر کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے ان سے جھنڈا لیا ان کے لخت جگر حضرت قیس بن سعد کو عطا کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ گویا کہ وہ جھنڈا حضرت سعد سے لیا ہی نہیں گیا۔ حتیٰ کہ وہ ان کے نورِ نظر کے پاس چلا گیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت سعد نے جھنڈا دینے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ کی بارگاہ والا سے کوئی چیز بطور علامت لائی جائے۔ آپ نے اپنا عمامہ مبارک بھیجا۔ آپ نے وہ جھنڈا ان کے نورِ نظر حضرت قیس کو دے دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے ان سے وہ جھنڈا لے لیا اور اسے لے کر مکہ مکرمہ گئے اور اسے رکن کے پاس گاڑ دیا۔

ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ ابو یعلی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں یہ جھنڈا بھی عطا کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں دو جھنڈے عطا کیے تھے۔ الحافظ لکھتے ہیں:

''یہ روایتیں اس طرح جمع کی جا سکتی ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے وہ جھنڈا حضرت سعد سے لے لیا۔ پھر آپ کو حضرت سعد کے کبیدہ خاطر ہونے کا خدشہ ہوا تو آپ نے وہ جھنڈا ان کے فرزند حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ پھر حضرت سعد کو خدشہ لاحق ہوا کہ ان کے بیٹے سے کسی ناپسند امر کا اظہار نہ ہو جائے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ وہ جھنڈا ان سے لے لیں۔ آپ نے وہ جھنڈا لے کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔ اس مؤقف کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت قیس رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے تھے۔ حضرت سعد نے آپ سے عرض کی کہ آپ ان سے وہ جھنڈا لے لیں تاکہ ان سے کوئی خلاف ادب کام نہ ہو جائے۔ آپ نے ان سے وہ جھنڈا لے لیا۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے اذن دیں تو میں اہلِ مکہ کے پاس جاؤں۔ انہیں دعوت دوں۔ آپ انہیں امن عطا کر دیں۔'' وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر شہباء پر

سوار ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے باپ کو میرے پاس لے آؤ میرے باپ کو میرے پاس لے آؤ۔ ایک آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ قریش ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ بخدا! اگر انہوں نے میرے چچا کو اذیت دی تو میں ان پر آگ بھڑکا دوں گا۔" حضرت عباس نے واپس آنا پسند نہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اگر آپ نے ابوسفیان کو جانے دیا تو یہ اسلام لانے کے بعد کفر کرے گا۔" آپ نے فرمایا: "اسے روک لو۔" انہوں نے اسے روک لیا۔ قبائل ان کے پاس سے گزرنے لگے۔ اسی روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا: "عباس! جاؤ۔" حضرت عباس روانہ ہوئے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "اے اہلِ مکہ! اسلام لے آؤ نجات پا جاؤ گے۔ تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر آیا ہے کہ جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو حضرت عباس سے روکے رکھا۔ حضرت عباس نے کہا: "میں نے ابوسفیان سے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! جاؤ اپنی قوم کو پالو اس سے قبل کہ حضور اکرم ﷺ اس کے پاس پہنچیں۔ ابوسفیان تیزی سے نکلے سارے لوگوں سے آگے نکل گئے۔ کداء سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ بلند آواز سے کہا: "اے گروہِ قریش! یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ جو تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں۔ جس کا مقابلہ کرنے کی تاب تم میں نہیں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن سے ہوگا۔" قریش: تمہارا گھر کتنے افراد کو پناہ دے سکتا ہے۔ حضرت ابوسفیان: "جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ امن سے ہوگا۔ جو مسجد حرام میں داخل ہوگا۔ وہ امن سے ہوگا۔" ہند اٹھ کر ابوسفیان کی طرف گئی ان کی مونچھوں سے پکڑا۔ اس نے کہا: "گھی کے اس مٹکے کو قتل کر دو۔ اس میں گھی بھرا ہوا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہ قوم کا بدبخت پیش رو ہے۔ یہ قوم کے پاس خیر کی خبر کبھی نہیں لے کر آیا۔" ابوسفیان نے کہا: "یہ عورت تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے۔ اتنا بڑا لشکر آ گیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں سکت نہیں۔"

وہ افراد جو امان میں شامل نہ تھے

فتح مکہ کے روز درج ذیل افراد امان میں شامل نہ تھے:

1. عبدالعزیٰ بن خطل۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ نے اسے زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے ہمراہ بنو خزاعہ میں سے ایک شخص بھیجا۔ جو اس کے لیے کھانا بناتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا۔ یہ ایک جگہ فروکش ہوا۔ اس شخص کو حکم دیا کہ وہ

کھانا تیار کرے۔ یہ دو پہر کے وقت سو گیا۔ یہ جاگا تو وہ خزاعی سو رہا تھا۔ اس نے کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ اس نے اس پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ساتھ اس خزاعی کا سر قلم کر دیا۔ عبد العزیٰ اسلام سے مرتد ہو گیا۔ مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔ یہ اشعار کہتا تھا ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو بیان کرتا تھا۔ اس کی دو فاسق لونڈیاں تھیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے ہجو یہ اشعار گاتی تھیں۔ حضرت انس نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا۔ آپ نے اسے اتارا تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو۔" (امام مالک، شیخان)

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب آپ ذوطویٰ تشریف لائے تو ابن خطل مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف چلا گیا۔ وہ اسلحہ سے لیس تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر تھا۔ ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ سعید بن عاص کی بیٹیوں کے پاس سے گزرا۔ ان سے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم اس طرح شمشیر زنی دیکھو گویا کہ مشکیزے کے منہ کھل گئے ہوں۔" پھر وہ روانہ ہوا۔ خندمہ پہنچا اس نے رب تعالیٰ کے گھڑسوار دیکھے۔ قتال دیکھا تو اسے رعب نے آلیا۔ حتیٰ کہ اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ واپس آیا خانہ کعبہ پہنچا۔ گھوڑے سے اترا۔ ہتھیار پھینک دے۔ بیت اللہ آیا اور اس کے پردوں کے نیچے چھپ گیا بنو کعب کے ایک شخص نے اس کے ہتھیار اٹھا لیے۔ اس کے گھوڑے کو جاتے ہوئے دیکھا تو اس پر سوار ہو گیا اور الحجون میں آپ سے جا ملا۔

◆ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر مرتد ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو آپ نے اس کا خون بخش دیا۔ بعض میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ نے اس کا اسلام قبول کر لیا اس نے اپنا اسلام عمدہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی علاقے کا عامل بنا دیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں عامل بنایا۔ نماز صبح میں سجدہ کی حالت میں ان کا وصال ہوا۔ یہ قریش کے دانا، کریم اور عمدہ لوگوں میں سے تھے یہ بنو عامر بن لؤی کے شہسوار تھے۔ عنقریب ان کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

عکرمہ بن ابی جہل۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حویرث بن نقید ر۔ یہ آپ کو اذیتیں دیتا تھا۔ اسی نے ہی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کو آنکڑا مارا تھا۔ جب کہ وہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ رہی تھیں۔ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ وہ اپنے گھر میں تھا۔ اس نے دروازہ بند کر رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے پوچھا۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ جنگل میں ہے۔ حویرث کو بتایا گیا کہ اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے دروازے سے ہٹ گئے۔ وہ بھاگ

کر دوسرے گھر جانا چاہتا تھا۔انہوں نے اسے پالیا اور اس کی گردن اڑادی۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو سوار کرایا تھا تا کہ انہیں مکہ مکرمہ بھیج دے۔حویرث نے ان کے اونٹ کو آنکڑا مارا اور انہیں نیچے گرادیا۔علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بری باتیں کرتا تھا۔آپ کی ہجو کرتا تھا۔مکہ مکرمہ میں آپ کو بہت اذیتیں دیتا تھا۔

مقیس بن صبابۃ۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔پھر ایک انصاری صحابی کے پاس آیا تو انہیں شہید کر دیا۔اس انصاری نے غزوہ ذی قرد میں اس کے بھائی کو خطاءً قتل کیا تھا۔انہوں نے اسے دشمن سمجھا تھا۔مقیس نے دیت لی پھر اس انصاری صحابی کو بھی شہید کر دیا۔پھر مرتد ہو گیا۔حضرت نمیلہ بن عبد اللہ نے فتح مکہ کے روز اس کا کام تمام کر دیا۔

ھبار بن الاسود۔اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔اس سے قبل یہ مسلمانوں کو بہت اذیتیں دیتا تھا۔جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت فرما ہونے لگیں تو اس نے ان کے اونٹ کو آنکڑا مارا۔جس کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑیں۔وہ اسی مرض میں مبتلا رہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اسے علم ہوا کہ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا ہے اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔آپ نے اس کا اسلام قبول کر لیا اور اسے معاف کر دیا۔

حویرث بن طلاطل: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔

کعب بن زہیر: اس نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔آپ کی تعریف کی تھی۔

وحشی بن حرب: غزوہ احد میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔یہ طائف بھاگ گیا تھا۔جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بھی حاضر خدمت ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

سارہ: یہ عمرو بن ہاشم کی لونڈی تھی۔یہ نوحہ گری اور نغمہ زنی کرتی تھی۔یہ فتح مکہ کے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔آپ سے کچھ مانگا اور محتاجی کا شکوہ کیا۔آپ نے فرمایا: ''تمہاری نغمہ زنی کو کیا ہوا؟'' اس نے کہا: ''جب سے مشرکین کے سردار غزوہ بدر میں مارے گئے ہیں انہوں نے گانے سننے بند کر دیے ہیں۔'' آپ نے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی اور ایک اونٹ غلہ عطا فرمایا۔وہ قریش کے پاس آئی۔ابن خطل اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ہجویہ اشعار بتا دیتا تھا یہ انہیں گاتی تھی یہی حضرت حاطب کا خط لے کر آئی تھی۔اس نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہی۔

ہند بنت عتبہ: یہ ابوسفیان کی بیوی تھی۔اسی نے ہی آپ کے شیر دل چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے اسے معاف کر دیا۔

ارنب: یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ ابن خطل کی دو اور لونڈیاں تھیں جو آپ کے بارے ہجویہ اشعار گاتی تھیں۔ ایک کا نام فرتنی، دوسری کا نام قریبہ تھا۔ یہی ارنب تھی۔ ایک نے اسلام قبول کرلیا جبکہ دوسری کو قتل کر دیا گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ فرتنی نے اسلام قبول کرلیا تھا جبکہ قریبہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ام سعد: اس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ یہی ارنب ہو۔ ام سعد کی دو لونڈیاں تھیں جن کے ناموں میں اختلاف ہے۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ابوسفیان مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے لشکروں کا مشاہدہ کرلیا تھا۔ جو ان کے پاس سے گزرے تھے۔ مسلمان ذوطوی پہنچے۔ صحابہ کرام وہاں پہنچ کر آپ کا انتظار کرنے لگے حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام وہیں جمع ہو گئے۔ آپ سبز پوش دستے میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے اپنی یمنی سرخ چادر کے نصف سے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے آئے۔ عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر اقدس کجاوے کو چھو رہا تھا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ کا جھنڈا سیاہ تھا۔ پرچم بھی سیاہ تھا۔ آپ ذوطوی کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آپ لوگوں کے مابین تھے۔ آپ کی ریش مبارک کجاوے کو چھو رہی تھی یا قریب تھا کہ وہ چھو لے۔ یہ سب عاجزی کی وجہ سے تھا۔ جب آپ نے فتح مکہ دیکھی۔ مسلمانوں کی کثرت دیکھی۔ پھر عرض کی: ''مولا! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔'' گھوڑے ذوطوی کی ہر سمت بکھر گئے جب آپ جلوہ افروز ہو گئے تو وہ واپس آ کر پرسکون ہو گئے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ احرام کے بغیر تھے۔ (مسلم، امام احمد)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے روز دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اس کا ایک کنارہ مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔'' (امام مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ فتح مکہ کے روز کداء مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے سے داخل ہوئے۔ (بخاری، بیہقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ کا جھنڈا سفید تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ کا علم مبارک سفید تھا۔ پرچم سیاہ تھا جسے عقاب کہا جاتا تھا وہ یمنی چادر کا ایک ٹکڑا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب فتح مکہ کے سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے خواتین کو دیکھا۔ وہ گھوڑوں کو دوپٹوں کے ساتھ واپس کر رہی تھیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ فرمایا: ''ابوبکر! حضرت حسان نے کیسے کہا ہے؟'' انہوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار پڑھے:

عدمتُ بُنیّتی ان لم تَرَوْھا تُثیرُ النقعَ من کِتفی کداءُ

ترجمہ: ''میں نے اپنی نورِ نظر کو معدوم پایا۔ اگرچہ تم نے اسے نہیں دیکھا۔ کداء میرے کندھے پر سے گرد و غبار اڑا رہا تھا۔''

یُنازِعْنَ الاعنَّۃَ مُترجَاتٍ یَلطِمھُنَّ بالخُمُرِ النساءُ

ترجمہ: ''وہ گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے تھے۔ حالانکہ ان پر زین ڈالی گئی تھی۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی تھیں۔''

آپ نے فرمایا: ''اسی طرح داخل ہو جاؤ جیسے حسان سے کہا ہے۔''

صحیح وغیرہ میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کداء سے داخل ہوں۔ وہ اپنا علم الحجون میں گاڑھ دیں اور آپ کے آنے تک وہیں ٹھہریں۔'' صحیح میں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر سے کہا: ''اے ابو عبداللہ! کیا آپ نے تمہیں یہاں جھنڈا گاڑھنے کا حکم دیا تھا؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!''

آپ نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے اللیط سے داخل ہوں۔ وہ میمنہ کی طرف تھے۔ ان کے دستے میں بنو اسلم، بنو سلیم، بنو غفار، بنو مزینہ اور بنو جہینہ شامل تھے۔ آپ نے انہیں قریبی گھروں کے پاس جھنڈا گاڑھ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا تقرر الحُسّر پر کیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدۃ پیادہ دستے کے امیر تھے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح مسلمانوں کی صف کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آپ کے سامنے ٹھہر گئے۔ آپ نے اپنے امراء کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ روکے رکھیں صرف اس کے ساتھ قتال کریں۔ جو ان کے ساتھ قتال کرے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ صفوان، عکرمہ اور سہیل نے قتال کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ وہ خندمہ میں تھے۔ قریش، بنو بکر اور ہذیل کے لوگ ان کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھا رہے تھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ بنو الدیل کے ایک

شخص جماش بن قیس نے جب حضور اکرم ﷺ کے داخلہ کے بارے سنا تو وہ اپنے ہتھیار درست کرنے لگا۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: "یہ تیاری کس لیے ہو رہی ہے؟" اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے۔" اس عورت نے کہا: "بخدا! محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔" مرد نے کہا: "مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو تیری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ تمہیں ایک شخص کی ضرورت ہے جو تمہاری خدمت کرے۔" عورت: تیرے لیے بربادی! یوں نہ کرو۔ محمد عربی ﷺ کے ساتھ قتال نہ کرو۔ بخدا! تمہاری رائے گمراہ ہے۔ کاش! تم نے محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دیکھ لیا ہوتا۔" مرد نے کہا: "تم عنقریب دیکھ لو گی۔" پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

ان یقبلوا الیوم فما لی عِلَّۃٌ　　　هذا سلاحٌ کامل و اَلَّہٗ

ترجمہ: "اگر آج وہ میری دعوت کو قبول کر لیں تو مجھ میں کوئی کمزوری نہیں یہ مکمل اسلحہ اور نیزہ ہے۔"

و ذو غِرارَیْنِ سُرِیعُ السَّلَّۃُ

ترجمہ: "اور دو دھاری تلوار ہے جو نیام سے تیزی سے نکلنے والی ہے۔"

پھر وہ شخص صفوان، سہیل اور عکرمہ کے ساتھ خندمہ چلا گیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں سے اس طرح داخل ہوئے جیسے حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا تو انہوں نے موجودہ اجتماع دیکھا۔ انہوں نے انہیں داخل ہونے سے روکا۔ ان کے لیے ہتھیار لہرائے۔ تیر اندازی کی۔ انہوں نے کہا: "تم طاقت کے ذریعے یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پکارا مشرکین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے۔ فوراً قریش کے چوبیس افراد تہ تیغ ہوئے۔ ہذیل کے چار افراد کام آئے۔ انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ وہ ہر طرف بکھر گئے۔ ایک گروہ پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے لگے:

اذا ما رسولُ اللہ فینا رائیتُہ　　　کلُجّۃِ بَحْرٍ نالَ فیھا سریرُھا

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے آپ سمندر کی وسعت کی طرح تھے۔ جس میں اس کے تحت نے دل کھول کر فیاضی کی تھی۔"

اذا ما ارتدینا الفارِسۃ فَوقِھا　　　رُدَینیۃٌ یھدی الاصم خریرُھا

ترجمہ: "جب ہم نے ایسے فارسیہ نیزے اٹھائے جن کے اوپر ردینہ نیزے تھے جس کی آواز بہرے کو رستہ دکھا رہی تھے۔"

راینا رسولُ اللہ فینا محمدًا　　　لھا ناصرًا عزَّتْ و عزَّ نصیرُھا

ترجمہ: "ہم نے خود میں محمد عربی ﷺ کو دیکھا۔ ان کے لیے ایسے مددگار تھے جو غالب تھے اور ان کے مددگار غالب آ گئے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں مہاجرین کا شعار یا بنی عبد الرحمن، خزرج کا شکار یا بنی عبداللہ اور اوس کا شعار یا بنی عبید اللہ تھا۔

ابوسفیان اور حکیم بن حزام چیخ کر کہنے لگے: "اے گروہِ قریش! تم خود کو ہلاکت میں کیوں پھینکتے ہو؟ جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے۔ جس نے ہتھیار پھینک دیے وہ امن میں ہے۔" لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کرنے لگے۔ وہ ہتھیار رستے میں پھینکتے جا رہے تھے۔ مسلمان ہتھیاروں کو اٹھاتے جا رہے تھے۔ جماش شکست خوردہ ہو کر آیا۔ گھر پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ اس کی بیوی نے دروازہ کھولا۔ گھر داخل ہوا خوف کی وجہ سے گویا کہ روح نکل رہی تھی۔ عورت نے کہا: "وہ خادم کہاں ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ میں تو آج سارا دن اس کا انتظار کرتی رہی۔" مرد نے کہا: "اس بات کو ترک کر دو یہ دروازہ بند کر دو۔" پھر اس نے یہ اشعار کہے:

انكِ لو شهدتِ يوم الخندمه　　　إِذْ فَرَّ صفوانُ و فَرَّ عكرمه

ترجمہ: "اگر تو آج خندمہ میں موجود ہوتی۔ جب صفوان راہِ فرار اختیار کر گیا تھا اور عکرمہ کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے۔"

و ابويزيد كالعجوز الموتمه　　　و استقبلتهم بالسيوف المُسلمه

ترجمہ: "ابویزید بھی وہاں موت کی طرح کھڑا تھا۔ میں نے ان کا مقابلہ مسلمہ تلواروں کے ساتھ کیا۔"

يقطعن كُلَّ ساعدٍ و جُمجُمه　　　ضربًا فلا تسمع الا الغَمغمه

ترجمہ: "جو ہر کھوپڑی اور کلائی کو جدا کر رہی تھیں۔ شور و غل کے علاوہ کچھ بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔"

لهم نهيتٌ خلفا و همهمه　　　لهم تنطِقى فى اللوم ادنىٰ كلِمَة

ترجمہ: "ہمارے تعاقب میں ان کے سینوں کی مبہم آوازیں تھیں۔ اگر تو بھی یہ سب کچھ سن لیتی تو ملامت کا ایک کلمہ نہ کہتی۔"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ الحجون پہنچے۔ وہاں آپ کا قیام تھا۔ ان کے ساتھیوں میں سے صرف دو افراد شہید ہوئے تھے۔ وہ رستہ بھول گئے تھے کسی اور رستہ پر چل پڑے تھے۔ انہیں شہید کر دیا گیا تھا وہ کرز بن جابر فہری اور حبیش بن خالد رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ اذاخر سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

جب آپ اذاخر پر چڑھے تو آپ کو چمک نظر آئی۔آپ نے مشرکین کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔آپ نے پوچھا:"یہ چمک کیسی ہے؟ کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا؟"صحابہ کرام نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔اگر ان کے ساتھ پہلے قتال نہ کیا جاتا تو وہ قتال نہ کرتے۔انہوں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی نہ ہی آپ کے حکم عدولی کی ہے۔"آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ کی قضاء بہتر ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا ہے۔"آپ سے عرض کی گئی:"یہ خالد ہیں جو قتال کر رہے ہیں۔"آپ نے فرمایا:"فلاں! جاؤ وہ انہیں کہو وہ قتل کرنے سے ہاتھ اٹھالیں۔"ایک شخص حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے کہا:"حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تمہیں جس پر قدرت ہے اسے قتل کر دو۔"انہوں نے ستر افراد کو قتل کر دیا۔وہ شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔آپ سے اس قتل کا تذکرہ کیا گیا۔تو آپ نے حضرت خالد کی طرف پیغام بھیجا فرمایا:"میں نے تمہیں قتال سے منع نہیں کیا تھا؟"انہوں نے عرض کی:"آپ نے فلاں شخص کو حکم دیا تھا کہ میں جس پر قدرت پاؤں سے تہ تیغ کر دوں۔"آپ نے اس شخص کو بلا بھیجا۔آپ نے اسے فرمایا:"کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ تو حضرت خالد کو قتل سے روکے۔"اس نے عرض کی:"آپ نے ایک امر کا ارادہ فرمایا۔رب تعالیٰ نے دوسرے امر کا ارادہ فرمایا۔رب تعالیٰ کا امر آپ کے امر سے سبقت لے گیا۔مجھ میں یہی استطاعت تھی جو ہو گیا۔"آپ خاموش ہو گئے آپ نے اسے جواب نہ دیا۔

امام احمد، امام مسلم، امام بیہقی وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز قریش کے مختلف لوگ جمع ہوئے۔انہوں نے کہا:"ہم ان کو آگے بھیجتے ہیں۔اگر انہیں کچھ مل گیا۔ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ہمیں وہی کچھ عطا کر دیا جائے گا جو کچھ مانگا جائے گا۔"حضور اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا فرمایا:"ابوہریرہ!"میں نے عرض کی:"لبیک!"آپ نے فرمایا:"انصار کو بلاؤ۔میرے پاس صرف انصار کو لے کر آؤ۔"میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا۔انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ نے ان سے فرمایا:"قریش اور ان کے اوباش لوگوں کو دیکھو اور انہیں خوب قتل کرو۔"آپ نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر اشارہ کیا۔ہم چلے کسی کو ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ہم میں سے کوئی ان میں سے جسے چاہتا پکڑ لیتا۔ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قریش کو ہلاک کر دیا گیا آج کے بعد قریش نہ ہوں گے۔"آپ نے فرمایا:"جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ امن سے ہے۔جس نے ہتھیار پھینک دیے وہ امن سے ہے۔"لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اس روز میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا

تھا۔ میں آپ کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ جب آپ نے اذاخر سے دیکھا۔ مکہ مکرمہ کے گھر دیکھے تو وہیں رک گئے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ آپ نے اپنے خیمہ کی جگہ کو دیکھا۔ فرمایا: "جابر! یہ ہمارے قیام کی جگہ ہے۔ اسی جگہ قریش نے ہمارے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا۔" مجھے وہ حدیث پاک یاد آ گئی۔ جسے میں نے مدینہ طیبہ میں آپ سے سن رکھا تھا۔ "جب ہم مکہ مکرمہ فتح کریں گے تو ہمارا قیام بنوکنانہ کا دامن کوہ ہوگا۔ جہاں کفر کی حالت میں قریش نے ہمارے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا۔

سورۃ الفتح اور سورۃ النصر کی تلاوت

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے فتح مکہ کے روز آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ سورۃ الفتح تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ بار بار قرأت کر رہے تھے۔" راوی کہتے ہیں "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔ تو میں تمہیں بتاتا کہ حضرت عبداللہ کس طرح قرأت کر کے ہمیں بتاتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح قرأت کی تھی۔ حضرت شعبہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت معاویہ سے پوچھا: "آپ کتنی بار قرأت دہرا رہے تھے؟" انہوں نے کہا: "تین بار۔"

الطبرانی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: "میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ اسی کا وعدہ کیا تھا۔" پھر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔

فتح مکہ کے روز آپ کا قیام کہاں تھا؟

محمد بن عمر نے حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت ابورافع نے الحجون کے مقام پر آپ کا خیمہ نصب کیا تھا۔ آپ تشریف لائے۔ اس خیمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی دو ازواج مطہرات حضرات ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما تھیں۔" امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا آپ اپنے گھر قیام فرمائیں گے؟" آپ نے فرمایا: "کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر یا حویلی چھوڑی ہے۔ عقیل اور ان کا بھائی طالب، ابوطالب کے وارث بنے تھے۔ حضرت جعفر اور علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں بنے تھے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ جبکہ عقیل اور طالب ان کے وارث بنے۔ کیونکہ وہ اس وقت کافر تھے۔ عقیل نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

امام بخاری، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب مکہ فتح ہوگا

تو ہمارا قیام بنو کنانہ کی گھاٹی میں ہوگا۔ جہاں کنانہ اور قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے۔ نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے۔ حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ محمد بن عمر نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ سے عرض کی گئی: "کیا آپ گھاٹی میں اپنے گھر جلوہ افروز ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "عقیل نے ہمارا کون سا گھر چھوڑا ہے۔" عقیل نے آپ کا گھر، اپنے بھائیوں اور بہنوں کے گھروں کو فروخت کر دیا تھا۔ آپ سے عرض کی گئی: "آپ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے علاوہ کسی اور گھر قیام فرمالیں۔" آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ نے فرمایا: "میں گھروں میں داخل نہیں ہوں گا۔" آپ نے الحجون میں قیام فرمایا۔ گھر میں داخل نہ ہوئے۔ آپ ہر نماز کے وقت الحجون سے مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے۔

غسل اور نماز چاشت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فتح مکہ کے روز دو افراد بھاگ کر میرے پاس آئے۔ ان کا تعلق بنو مخزوم کے ساتھ تھا۔ میں نے انہیں پناہ دے دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: "میں انہیں قتل کر دوں گا۔" جب میں نے ان کی بات سنی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں جلوہ افروز تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا۔ آپ نے فرمایا: "ام ہانی! کیسے آئی ہو؟" میں نے عرض کی: "میں نے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں سے دو کو پناہ دی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جسے تم نے پناہ دی ہم نے اسے پناہ دی۔" آپ غسل کرنے کے لیے اٹھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ پھر آپ نے کپڑا لیا اور اسے لپیٹا پھر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس روز ان کے گھر غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس سے ہلکی پھلکی نماز پڑھتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ آپ صرف رکوع اور سجود مکمل فرمارہے تھے۔"

ابلیس کی چیخ

ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ابلیس نے ایک چیخ ماری۔ اس کی اولاد اس کے پاس جمع ہوگئی۔ اس نے کہا: "آج کے بعد امت محمدیہ ﷺ شرک نہیں کرے گی۔ لیکن اس میں نوحہ اور شعر عام کر دو۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے جنات آ

گئے جو آپ کی طرف شرارے پھینک رہے تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن برولا فاجر من شر ما ینزل من السماء وما یعرج منھا و من شرِّ ما بث فی الارض وما یخرج منھا و من شر اللیل والنھار و من شر کل طارق یطرق الا بخیر یا رحمان۔

امام بیہقی نے ابن النبزیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا۔ تو ایک حبشی بڑھیا نکلی۔ جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے۔ وہ اپنا چہرہ لپیٹ رہی تھی۔ وہ ہلاکت پکار رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "یہ نائلہ ہے وہ مایوس ہو چکی ہے کہ اب اس تمہارے شہر میں اس کی عبادت کی جائے۔"

حضرت ابوقحافہ کا اسلام لانا

امام احمد، امام الطبرانی، امام بیہقی اور محمد بن عمر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فتح مکہ کے سال آپ ذوطوی کے مقام پر ٹھہرے۔ حضرت ابوقحافہ نے حضرت اسماء یا قریبہ سے کہا: "نور نظر! میرے لیے ذرا کوہ ابی قبیس کی طرف دیکھنا۔ ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے ان کے لیے کوہِ ابی قبیس کی طرف جھانکا۔ انہوں نے پوچھا: "لخت جگر! تم نے کیا دیکھا ہے؟" انہوں نے کہا: "میں نے لشکر جرار دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس لشکر میں آتے جاتے دوڑ رہا ہے۔" انہوں نے کہا: "وہ شخص لشکر کو روکنے والا ہے۔" پھر انہوں نے کہا: "اب تم کیا دیکھ رہی ہو؟" انہوں نے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ وہ لشکر منتشر ہو چکا ہے۔" ابوقحافہ نے کہا: "بخدا! گھوڑے منتشر ہو چکے ہیں۔ مجھے جلدی سے گھر لے چلو۔" میں جلدی سے نکلی حتیٰ کہ میں انہیں لے کر الابطح پہنچی تو گھڑسوار ملے۔ ان کے گلے میں چاندی کا گلوبند تھا۔ ایک انسان نے ان کی گردن سے وہ اتار لیا۔ جب آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد کو لے آئے۔ ان کے بال ثغام کی طرح سفید تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "تم نے شیخ کو اپنے گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا۔ حتیٰ کہ میں ان کے پاس آجاتا۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔" آپ نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ ان کے سینے پر دست اقدس پھیرا۔ فرمایا: "اسلام لے آؤ۔ نجات پالو گے۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اپنی بہن کا ہاتھ تھاما۔ فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ میری

بہن کا گلوبند کس نے لیا ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوسری اور تیسری بار اسی طرح کہا پھر فرمایا: "میری بہن! گلوبند کے بارے رب تعالیٰ کے لیے صبر کرو۔ بخدا! آج کل لوگوں میں امانت قلیل ہے۔"

امام بیہقی نے جید قوی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقحافہ کا ہاتھ تھاما۔ انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: "ان کے بال رنگ دو۔ سیاہی سے بچنا۔" محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے والد گرامی کے اسلام کی مبارک دی۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت ابوقحافہ کو اٹھا کر لائے۔ انہیں آپ کے سامنے اتار دیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اپنے اس شخص کو اپنے گھر ہی رکھتے تو میں خود اس کے پاس آجاتا۔" یہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کے لیے تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغام کی طرح سفید تھے۔ آپ نے فرمایا: "انہیں تبدیل کر دو۔" قتادہ نے کہا ہے کہ یہ پہلا خضاب تھا جو اسلام میں لگایا گیا۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغام کے درخت کی مانند سفید تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ان کا رنگ تبدیل کر دو۔ لیکن سیاہ رنگت سے بچنا۔"

علامہ بلاذری نے روایت کیا ہے کہ کسی مسلمان نے تیر پھینکا اور ابوقحافہ کو زخمی کر دیا۔ ان کی نورِ نظر حضرت اسماء کا گلوبند چھین لیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان سے خون نکل رہا تھا۔ انہوں نے ان کے چہرے سے خون صاف کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم نے قتال کیوں کیا؟ حالانکہ میں نے قتال سے منع کیا تھا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مشرکین نے قتال کی ابتداء کی تھی۔ انہوں نے ہماری طرف تیر پھینکے تھے۔ انہوں نے ہم پر ہتھیار سونتے تھے۔ میں حتیٰ الاستطاعت ان سے رکا رہا۔ میں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا کہ وہ بھی اس دین حق میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب مجھے اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ تو میں نے ان کے ساتھ قتال کیا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح دی۔ وہ ہر طرف منتشر ہو گئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا: "ان کے تعاقب سے باز رہا۔" انہوں نے عرض کیا: "میں نے اسی طرح کیا۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی قضاء بہتر ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہتھیار روک لو۔ سوائے بنو خزاعہ کے بنو بکر کے۔

وہ بھی نمازِ عصر تک۔ آپ نے اس ساعت میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہی وہ ساعت تھی جو آپ کے لیے حلال کی گئی تھی۔ پھر کسی اور کے لیے حرم پاک میں خونریزی حلال نہ ہوگی۔

مسجد حرام میں داخلہ اور طواف

حضور اکرم ﷺ دن کا کچھ حصہ اپنے خیمہ میں تشریف فرما رہے۔ حتیٰ کہ لوگ پرسکون ہو گئے۔ آپ نے غسل فرمایا۔ اپنی اونٹنی قصواء منگوائی۔ اسے آپ کے خیمہ کے دروازے کے قریب کر دیا گیا۔ آپ ہتھیار سجانے اور خود پہننے کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد حلقہ زن تھے۔ آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے خندمہ سے لے کر الحجون تک گھوڑے بل کھا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ وہاں سے گزرے، آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ان کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔ آپ ابوریحیہ کی لڑکیوں کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے۔ وہ گھوڑوں کے منہ پر اپنے دوپٹے مار رہی تھیں۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ تبسم فرمایا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ شعر پڑھا۔

تظل جیادنا متمطرات　　　یلطّمهن بالخمر النساءُ

ترجمہ: ''ہمارے عمدہ گھوڑے ہمیں لے کر دوڑے جا رہے تھے۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی تھیں۔''

آپ کعبہ مقدسہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ حجر اسود کو استلام کیا۔ تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی جواباً تکبیر کہی۔ وہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مکہ مکرمہ لرز اٹھا۔ حتیٰ کہ آپ نے انہیں خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پہاڑوں پر مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ آپ حجر اسود کے پاس آئے اسے استلام کیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔

ابونعیم، امام بیہقی نے حضرات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ جنہیں سیسہ کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہبل سب سے بڑا بت تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے سامنے تھا۔ اساف اور نائلہ اس جگہ تھے۔ جہاں لوگ اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ نے کمان کو کنارے سے پکڑا جب بھی آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ اسے اشارہ کرتے اسے اس کی آنکھ میں لگاتے۔ اس آیت طیبہ کی تلاوت کرتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾ (الاسراء:۸۱)

ترجمہ: ''آگیا حق اور مٹ گیا باطل بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔''

آپ جس بت کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل یا گدی کے بل گر پڑتا۔ آپ نے کسی بت کو مس نہ کیا۔ تمیم بن اسد الخزاعی نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

ففی الاصنام معتبر و علم — لمن یرجو الثواب والعقاب

ترجمہ: ''بتوں میں کئی عبرت ناک باتیں اور علم اس شخص کے لیے ہے جو ثواب اور سزا کی امید رکھتا ہے۔''

آپ نے اپنی سواری پر طواف مکمل کیا۔ ہر چکر کے وقت اپنے عصا مبارک سے حجر اسود کو استلام کیا۔ جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو آپ اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔

ابن شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے مسجد میں اونٹنی کو بٹھانے کی جگہ نہ پائی۔ آپ لوگوں کی ہتھیلیوں پر اترے۔ اونٹنی کو باہر لے جایا گیا۔ حضرت معمر بن عبداللہ آئے اور اونٹنی کو لے کر وادی میں چلے گئے۔ آپ مقام ابراہیمی پر آئے یہ اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ متصل تھا۔ آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ خود اور عمامہ شانوں کے سامنے تھا۔

آپ نے دو رکعتیں ادا کیں پھر آبِ زمزم کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بنو عبدالمطلب پر غالب آجائیں گے۔ تو کنویں میں سے ایک ڈول نکالتا۔'' حضرت عباس یا حضرت حارث نے ایک ڈول نکال کر پیش کیا۔ آپ نے اس سے پانی نوش فرمایا۔ وضو فرمایا۔ صحابہ جلدی جلدی وضو کا پانی حاصل کرنے لگے وہ اسے اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ مشرکین ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ متعجب تھے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے اتنے بڑے بادشاہ کے بارے نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے۔'' ہبل کے بارے حکم دیا تو اسے گرا دیا گیا۔ آپ اس کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت زبیر نے حضرت ابوسفیان سے کہا: ''ابوسفیان! ہبل کو گرا دیا گیا ہے۔ تم غزوۂ احد میں دھوکہ میں تھے جب تم نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے تم پر انعام کیا ہے۔'' ابوسفیان: ''ابن العوام! ان باتوں کو اب جانے دو۔ اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معبود کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام کے ایک کونہ میں تشریف فرما ہو گئے۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''فتح مکہ کے روز آپ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق تلوار سونتے آپ کے سر پر کھڑے تھے۔'' (البزار)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کھانا تناول فرمانا

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"کیا آپ کے پاس کھانا ہے جسے ہم کھائیں۔" انہوں نے عرض کی: "سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ مجھے حیاء آتی ہے کہ میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں؟ آپ نے فرمایا: "انہیں ہی لے آؤ۔ آپ نے انہیں پانی میں بھگویا۔ وہ نمک لے آئیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا شوربہ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس سرکہ کے علاوہ کچھ اور نہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہی لے آؤ۔ آپ نے اسے کھانے پر انڈیلا۔ تناول فرمایا۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر فرمایا: "سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور پانی! جس گھر میں سرکہ ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔"

حضرت فضالہ بن عمیر کا اسلام لانا

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے بعض اہلِ علم نے بتایا ہے کہ فضالہ بن عمیر نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب وہ آپ کے قریب ہوئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا فضالہ ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "دل میں کیا سوچ رہے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "کچھ بھی نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔" آپ مسکرائے اور فرمایا: "رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔" آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ پرسکون ہو گئے۔ حضرت فضالہ فرماتے ہیں: "جب آپ نے میرے سینے سے دست اقدس اٹھایا تو آپ مجھے رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے پیارے ہو گئے۔ حضرت فضالہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک عورت کے پاس سے گزرا۔ میں اس کے ساتھ باتیں کرتا تھا۔ اس نے مجھے کہا: "فضالہ! آؤ باتیں کریں۔" میں نے کہا: "نہیں" انہوں نے فوراً یہ اشعار کہے:

قالتْ هلُمَّ الی الحدیث فقلتُ لا　　یابی عَلَیَّ الله والاسلامُ
اذا ما رایتِ محمدًا و قبیلَه　　بالفتح یومَ تکسر الاصنامُ

ترجمہ: "اس عورت نے کہا: "فضالہ! آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔ میں نے اسے کہا: "نہیں! اللہ تعالیٰ اور اسلام منع کرتے ہیں کہ میں تجھ سے باتیں کروں۔ اگر تو فتح کے روز حضور اکرم ﷺ اور آپ کے قبیلہ کو دیکھ لیتی جس روز پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔"

لرایت دینَ الله اضحی بیّنًا　　والشرکَ یغشی وجهَهُ الاظلامُ

ترجمہ: "تو تو ضرور دیکھتی کہ دین الٰہی منور اور واضح ہو گیا ہے اور شرک کے چہرے پر ظلمت چھا گئی ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بت گرانا

ابن ابی شیبہ اور امام حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ مجھے خانہ

کعبہ کے پاس لے کر آئے۔فرمایا:"بیٹھ جاؤ۔"میں خانہ کعبہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔آپ میرے کندھوں پر چڑھ گئے۔فرمایا: "اٹھو۔"میں اٹھا۔جب نیچے میری کمزوری ملاحظہ کی تو فرمایا:"بیٹھ جاؤ۔"میں بیٹھ گیا۔فرمایا:"علی!میرے مبارک شانوں پر چڑھ جاؤ۔"میں نے اسی طرح کیا۔جب میں اوپر گیا تو مجھے یوں لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے افق کو چھو سکوں۔میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا۔آپ نیچے سے ہٹ گئے۔آپ نے فرمایا:"بڑے بت کو نیچے پھینک دو۔وہ تانبے کا بت تھا جسے لوہے کے کیلوں کے ساتھ چپکایا گیا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اسے بار بار ہلاؤ۔"آپ نے فرمایا:"اس طرح۔اس طرح۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (الاسراء:۸۱)

میں اسے ہلاتا رہا حتیٰ کہ وہ نیچے گر پڑا۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کلید کعبہ طلب فرمانا

ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت عثمان بن طلحہ حضرت خالد بن ولید کے ساتھ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ خانہ کعبہ کی چابی لے کر آئیں۔حضرت بلال،حضرت عثمان کے پاس آئے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم چابی لے کر آؤ۔انہوں نے کہا:"بالکل!وہ میری امی سلافہ کے پاس ہے۔"حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت عثمان کہتے ہیں۔میں ابھی لے کر آیا۔چابی ان کی والدہ کے پاس ہے۔آپ نے اس عورت کے پاس ایک شخص بھیجا۔اس نے کہا:"نہیں! مجھے لات وعزیٰ کی قسم!میں یہ چابی کبھی نہیں دوں گی۔"حضرت عثمان نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!مجھے اس کے پاس بھیجیں۔"آپ نے انہیں بھیجا۔انہوں نے کہا:"امی!مجھے چابی دے دیں۔مجھے حضور اکرم ﷺ نے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں چابی آپ کے پاس سے لے کر آؤں۔"ان کی امی نے کہا:"مجھے لات وعزیٰ کی قسم میں یہ چابی کبھی نہیں دوں گی۔"انہوں نے کہا:"امی!اب کوئی لات وعزیٰ نہیں ہیں۔اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔جس پر ہم تھے۔اگر تو نے چابی نہ دی تو پھر مجھے اور میرے بھائی کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔پھر تم ہی ہماری قاتلہ ہو گی۔یا تم مجھے چابی دے دو یا میرے علاوہ کوئی اور آئے گا اور چابی چھین کر لے جائے گا۔"اس نے وہ چابی نیفے میں داخل کر لی اور کہا:"یہاں کون شخص اپنا ہاتھ داخل کر سکتا ہے؟"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیر لگا دی۔حضور اکرم ﷺ کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔آپ کے پسینے کے بڑے بڑے قطرات گر رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"انہیں کس نے روک رکھا ہے؟"ایک شخص ان کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔

اسی اثناء میں کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ تکرار کر رہے تھے کہ اس عورت نے گھر میں حضرات ابوبکر و عمر کی آوازیں سنیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز بلند کی۔ انہوں نے کہا: ''عثمان! باہر نکلو۔'' ماں نے کہا: ''میرے نورِ نظر یہ لو چابی! تمہارا اسے لے لینا مجھے بنو تیم اور بنو عدی کے لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔'' حضرت عثمان نے چابی لی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کے قریب پہنچے تو ان کا پاؤں پھسلا، چابی نیچے جا گری۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیچے جھک کر چابی اٹھالی۔

فاکہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو ابی طلحہ کہتے تھے: ''خانہ کعبہ کو صرف وہی کھول سکتے ہیں۔ آپ نے چابی لی اور اپنے دست اقدس سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھول دیا۔''

ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوسفر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو شیبہ بن عثمان کو بلایا اور خانہ کعبہ کی چابی مانگی۔ اس نے پس و پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''عمر! اٹھو اس کے ساتھ جاؤ۔ اگر وہ چابی لے آیا تو بہتر ورنہ اس کا سر اڑا دو۔'' اس نے وہ چابی آپ کی گود میں پھینک دی۔

داخلہ سے قبل بیت اللہ سے تصاویر مٹانا

ابوداؤد، ابن سعد اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ بطحاء میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر جائیں اور ساری تصاویر مٹا دیں۔ آپ اس میں داخل نہ ہوئے حتیٰ کہ ساری تصاویر مٹا دی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو نہ مٹایا تھا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو فرمایا: ''عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ اس میں کوئی تصویر نہ چھوڑنا۔ رب تعالیٰ انہیں ہلاک کرے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسا بزرگ بنا دیا ہے جو تیروں سے فال نکالا کرتا تھا۔'' پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا: ''اس کے اندر کی ساری تصاویر مٹا دو۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک کرے جو ان چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ تخلیق نہیں کر سکتے۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ آپ نے اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ جب تک اس میں تصاویر ہوں۔ آپ نے حکم دیا تو حضرات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصاویر نکال دی گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں تیر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''رب تعالیٰ ان مشرکین کو ہلاک کر دے۔ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی بھی تیروں سے قرعہ اندازی نہیں کی۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کپڑا گیلا کر کے لایا گیا اور ان کی تصاویر کو مٹا دیا گیا۔

ابن شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان آب زمزم کے ڈول بھر بھر کے لاتے رہے۔انہوں نے خانہ کعبہ کو اندر اور باہر سے دھو دیا۔انہوں نے مشرکین کے سارے نشانات مٹا دیے۔

آپ کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا اور نماز ادا کرنا

امام بخاری، امام مسلم، ابن عتبہ، ابن ماجہ وغیر ہم نے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف سے آئے۔آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔آپ کے ہمراہ حضرات بلال اور عثمان بن طلحہ تھے۔مسجد حرام میں آپ کی اونٹنی بٹھا دی گئی۔آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: ''چابی لے آؤ۔'' وہ اپنی والدہ کے پاس گئے۔انہوں نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔انہوں نے کہا: ''مجھے چابی دے دو ورنہ یہ تلوار میری کمر سے نکال دی جائے گی۔'' انہوں نے انہیں چابی دے دی۔وہ آئے۔آپ کے لیے دروازہ کھولا۔آپ، حضرات اسامہ، بلال اور عثمان بن طلحہ اندر چلے گئے۔آپ نے حکم دیا تو دروازہ بند کر دیا گیا۔آپ نے اندر عیدان کی ایک کبوتری پائی اسے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا۔پھر اسے باہر پھینک دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں حضرات ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کی تصاویر دیکھیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں تیر تھے جن سے وہ قرعے نکال رہے تھے۔آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ مشرکین کو قتل کرے۔یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قرعے نہیں نکالتے تھے۔'' پھر آپ نے زعفران منگوایا ان تصاویر کو مٹا دیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمان اور یحییٰ بن عبد الرحمان بن خاطب رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف لے گئے۔تو اس کے کونوں اور گوشوں میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔دوستونوں کے مابین نماز پڑھی۔پھر آپ کافی دیر ٹھہرے رہے۔'' راویوں سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!'' ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا: ''دو یمانی ستونوں کے مابین۔ایک آپ کے دائیں طرف جبکہ دوسرا بائیں طرف تھا۔تین ستون آپ کے پیچھے تھے۔'' آپ نے اگلے دوستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی۔خانہ کعبہ کے چھ ستون تھے جو دو لائنوں میں تھے۔آپ نے اگلے ستونوں کے مابین نماز ادا کی۔خانہ کعبہ کا دروازہ آپ کے پیچھے تھا۔جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے۔دیواروں اور آپ کے مابین تین ذراع کا فاصلہ تھا۔

الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر جس جگہ نماز پڑھی تھی۔ وہ وہی جگہ ہے کہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو اور وہ دیوار اور اپنے مابین دو یا تین ذراع کی جگہ رکھے۔ اس سے کم جگہ نہ رکھے۔ اگر اس نے تین ذراع کا فاصلہ رکھا تو آپ کی نماز کی جگہ کو پالے گا۔ اگر اس نے دو ذراع جگہ چھوڑی تو اس جگہ آپ کے قدمین شریفین کی جگہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی۔" انہوں نے کہا: "ہاں! آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔"

الطبرانی، البزار نے حضرت عبدالرحمان بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام نے دروازے سے لے کر حطیم تک کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے رخسار بیت اللہ پر رکھے تھے۔ آپ ان کے وسط میں کھڑے تھے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کے ہمراہ تھا کہ آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے کیا کیا؟" اس نے کہا: "آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی تھی۔"

روایت ہے کہ جب آپ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے دو رکعتیں ادا کیں۔ فرمایا: "یہ قبلہ ہے۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے "پھر آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں چابی تھی۔ حضرت خالد بن ولید لوگوں کو خانہ کعبہ کے دروازے سے دور ہٹا رہے تھے۔" حضرت برہ بنت ابی تجراۃ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ چابی آپ کے دست اقدس میں تھی۔ پھر آپ نے اسے آستین میں ڈال لیا۔

خطبہ

امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ خانہ کعبہ سے باہر جلوہ افروز ہوئے لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے۔ آپ نے انہیں دیکھا۔ وہ خانہ کعبہ کے اردگرد بیٹھ گئے تھے۔ آپ خانہ کعبہ کے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو وحدہٗ لا شریک ہے۔ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے۔ اس نے تنہا سارے گروہوں کو شکست دی ہے۔ اے گروہ قریش! تمہارا کیا گمان ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہم بھلائی ہی کہتے ہیں اور خیر ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کریم نبی، کریم بھائی اور کریم ابن کریم ہیں۔ آپ کو قدرت حاصل ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں اسی طرح کہتا ہوں جس طرح میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (یوسف: ۹۲)

ترجمہ: "نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرما دے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔"

"جاؤ تم سب آزاد ہو۔" وہ اس طرح نکلے گویا کہ ابھی ابھی قبروں سے نکلے ہوں۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر فرمایا: "جاہلیت کا سارا سود یا خون یا انتقام یا وہ مال جس کا دعویٰ کیا گیا ہو، وہ میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ مگر بیت اللہ کی حفاظت اور حاجیوں کو پانی پلانا برقرار ہے۔ جیسے عصا، کوڑے جسے خطاءً قتل کیا گیا جو عمداً قتل کے مشابہ ہو اس میں دیت ہے وہ دیت ایک سو اونٹنیاں ہیں۔ جن میں سے چالیس کے پیٹ میں بچے ہوں گے۔ ارے! رب تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباء پر تکبر کو ختم کر دیا ہے تم سب حضرت آدم سے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "ہم نے پیدا کیا تمہیں ایک مرد اور عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔"

"اے لوگو! لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم پاکباز، متقی اور کریم لوگوں پر مشتمل ہے۔ دوسری قسم کافر، بدبخت اور ان لوگوں کی ہے جو درگاہِ خداوندی میں ہلکے ہیں۔ ارے! رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس روز سے حرم پاک بنایا ہے۔ جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ ان دو پہاڑوں کو قائم فرمایا۔ یہ رب تعالیٰ کے حرام کرنے کی وجہ سے حرام ہے۔ یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے بھی یہ دن کے مختصر سے وقت کے لیے حلال ہوا۔ (آپ نے دستِ اقدس سے اختصار کا اشارہ کیا) اس کے شکار کو بھگایا نہیں جائے گا۔ اس کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا۔ اس میں گری ہوئی چیز کو نہ اٹھایا جائے۔ مگر صرف اعلان کرنے والے کے لیے۔ نہ اس کے سبز گھاس کو کاٹا جائے۔"

حضرت عباس ایک تجربہ کار بزرگ تھے۔ انہوں نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے اذخر کے اس کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ کاری گروں کے لیے اور چھتوں کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے۔" آپ لمحہ بھر کے لیے خاموش

رہے۔ پھر فرمایا: ''سوائے الاذخر کے یہ حلال ہے۔ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ صاحب فراش کے لیے بچہ ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے مال میں سے کچھ دے۔ مگر خاوند کے اذن سے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ وہ اپنے دشمن کے خلاف یکجان ہیں۔ ان کا دور کا رشتہ داران کی طرف لوٹایا جائے گا۔ ان کا ادنیٰ شخص بھی ان کی طرف سے دیت ادا کرے گا۔ ان کے کمزوروں کو ان کے طاقتوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، ان کے غریبوں کو امیروں کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی معاہدہ والے کو مدتِ عہد میں تہ تیغ کیا جائے گا۔ دو مختلف ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔ نہ زکوٰۃ کے لیے جانور کو شہر میں لایا جائے گا۔ نہ ہی انہیں صحنوں سے چراگاہ کی طرف لے جایا جائے گا۔ مسلمانوں سے ان کے صحنوں اور گھروں میں زکوٰۃ لی جائے گی۔ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر یا خالہ پر شادی نہیں کی جائے گی۔ دعویٰ کرنے والے پر گواہ ہیں۔ انکار کرنے والے پر قسم ہے۔ کوئی عورت تین دن کا سفر کسی محرم کے بغیر نہ کرے۔ عصر اور فجر کے بعد نماز نہ پڑھی جائے۔ میں تمہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز روزہ رکھنے سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں دو لباسوں سے منع کرتا ہو۔ کوئی شخص ایک کپڑے سے اس طرح احتباء نہ کرے کہ اس کی شرم گاہ آسمان کی سمت ہو جائے۔ نہ اس طرح چادر لپیٹے کہ اس کے اعضاء باہر نہ نکل سکیں۔'' ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے زمانۂ جاہلیت میں بدکاری کی تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر کسی نے اس عورت سے بدکاری کی جو اس کی ملکیت (زوجیت) میں نہ ہو یا کسی دوسری قوم کی لونڈی سے بدکاری کی جس کا وہ مالک نہ تھا پھر اس کے بیٹے کا دعویٰ کر دیا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ نہ وہ مالک بنے گا نہ اس کا کوئی وارث بنے گا۔ اے گروہِ مسلماناں! میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں اس کی اچھی طرح پہچان کرا دی ہے۔ خزاعہ کے بنو بکر کے علاوہ ہتھیار اٹھانے سے رک جاؤ۔ یہ حلت بھی فتح والے دن کے چاشت کے وقت سے لے کر نماز عصر تک تھی۔'' یہی آپ کے لیے حلال کی گئی تھی۔ آپ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھی۔ پھر فرمایا: ''اسلحہ روک لو۔ ابو شاہ اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے تحریر لکھوا دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ابو شاہ کے لیے لکھ دو۔'' میں اپنی یہ بات کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

امام زہری نے لکھا ہے ''پھر آپ نیچے تشریف لائے۔ کلید کعبہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ مسجد کے ایک کونے میں تشریف لے گئے اور سقایہ کے پاس بیٹھ گئے۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سقایہ کی چابی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور بیت اللہ کی چابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لی جا چکی تھی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عبید سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے بعد مسجد حرام کے ایک کونے کی

طرف تشریف لے گئے۔آپ کی خدمت میں آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا گیا۔آپ نے اس سے چہرہ انور دھویا ہر ہر قطرہ کسی نہ کسی انسان کے ہاتھ پر گرا۔اگر پانی اتنا ہو جسے وہ پی سکتا تو وہ پی لیتا ورنہ اپنی جلد پر مل لیتا۔مشرکین یہ دل آویز منظر دیکھ رہے تھے۔انہوں نے کہا:''ہم نے آج سے بڑا بادشاہ نہیں دیکھا نہ ہی اس قوم سے زیادہ احمق قوم دیکھی ہے۔''

حضرت عثمان اور کلید کعبہ

ابن سعد نے ابراہیم بن محمد سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں عثمان بن طلحہ آپ سے ملے۔آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔انہوں نے کہا:''محمد عربی ﷺ آپ پر تعجب ہے۔کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کر لوں گا۔حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے۔ایک نیا دین لے آئے ہیں۔''ہم خانہ کعبہ کو زمانہ جاہلیت میں سوموار اور جمعرات کے روز کھولتے تھے۔ایک دن آپ تشریف لائے۔آپ لوگوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔میں نے آپ پر سختی اور شدت کی۔مگر آپ نے حلم کا مظاہرہ کیا۔پھر فرمایا:''عثمان! شاید تم دیکھو کہ یہ چابی ایک روز میرے ہاتھ میں ہوگی۔میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔''میں نے کہا:''اس روز تو قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ذلیل ہو چکے ہوں گے۔''آپ نے فرمایا:''بلکہ اس دن وہ آباد ہوں گے اور انہیں عزت نصیب ہوگی۔''آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔میرا گمان تھا کہ عنقریب اسی طرح ہو جائے گا۔میں نے اسلام لانے کا ارادہ کیا۔مگر میری قوم نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔فتح مکہ کے روز آپ نے فرمایا:''عثمان! کلید کعبہ لے کر آؤ۔''میں چابی لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے مجھ سے چابی لے لی۔آپ نے پھر وہ مجھے ہی عنایت کر دی۔فرمایا:''عثمان! یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو تم سے کوئی ظالم ہی چھینے گا۔رب تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنا دیا ہے۔اس کے گھر سے جو کچھ تمہیں ملے اسے بھلائی کے ساتھ کھاؤ۔''جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلایا۔میں آپ کے پاس آیا۔آپ نے فرمایا:''کیا یہ بات میں نے تم سے کی نہ تھی۔''شاید کسی روز یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔میں جسے چاہوں گا اسے دوں گا۔''میں نے عرض کی:''ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔آپ کے دستِ اقدس میں چابی تھی۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے لیے حجابۃ اور سقایہ جمع کر دیں۔''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟''آپ نے انہیں یاد فرمایا۔فرمایا:''عثمان! یہ لو چابی۔آج پاکبازی اور وفا کا دن ہے۔''

آپ نے انہیں چابی عطا کر دی۔آپ نے اپنے کپڑوں کا اضطباع کیا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا:''زمانہ جاہلیت

اور زمانہ اسلام سے رب تعالیٰ نے یہ چابی تمہیں عطا فرما دی ہے۔ اسے چھپا لو۔"

فاکہی نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب حضرت عثمان نے چابی لی تو آپ نے ان سے فرمایا: "اس کو چھپا لو۔" امام زہری نے لکھا ہے: "اسی لیے کلید کعبہ کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔"

ابن عائذ، ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کلید کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ کو عطا کی۔ فرمایا: "اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ یہ میں نے تمہیں نہیں دی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہے۔ اب تم سے کوئی ظالم ہی چھینے گا۔"

ابن عائذ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "آپ ہمارے لیے حجابۃ اور سقایۃ جمع کر دیں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ (النساء:۵۸)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے تمہیں کہ (ان کے) سپرد کرو امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں۔"

آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا: "بنو شیبہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ اب کوئی ظالم ہی اسے تم سے چھینے گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ نے کلید کعبہ لی۔ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ جب باہر تشریف لائے تو یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت عثمان کو بلایا۔ انہیں کلید کعبہ عطا کی۔ فرمایا: "بنو ابی طلحہ! رب تعالیٰ کی امانت سے اسے لے لو۔ اسے کوئی ظالم ہی تم سے چھینے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے آپ سے یہ آیت طیبہ نہیں سنی تھی۔ حضرت سعید بن مسیب سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

امام عبد الرزاق اور الطبرانی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "ہمیں نبوت، سقایہ اور حجابہ عطا کر دیے گئے ہیں ہم سے زیادہ خوش کون ہے؟ ان کی اس بات کو آپ نے ناپسند کیا۔ آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور اسے چابی عطا کی اور فرمایا: "اسے چھپا لو۔"

امام عبد الرزاق نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے چابی کے بارے عرض کی تو آپ نے ان سے فرمایا: "میں نے تمہیں وہ منصب عطا کیا ہے جو تمہارے اموال میں کمی کرے۔ میں نے تمہیں وہ منصب نہیں دیا جس سے اموال میں تم کمی کرو۔ میں نے تمہیں سقایہ دیا ہے کیونکہ اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ آتی ہے۔ میں نے تمہیں بیت اللہ کی چابی کا منصب نہیں دیا۔" کیونکہ وہ اس کا ہدیہ کھا لیتے تھے۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "یا نبی

اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے لیے سقایہ کے ساتھ حجابہ بھی جمع کر دیں۔" آپ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "عثمان بن طلحہ کو میرے پاس بلاؤ۔" ان کو بلایا گیا۔ آپ نے چابی انہیں عطا کر دی۔ انہوں نے اسے چھپا لیا۔ آپ نے فرمایا: "سب سے پہلے انہوں نے اسے چھپایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بنو طلحہ! اسے لے لو اب کوئی ظالم ہی اسے تم سے چھینے گا۔"

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں فتح مکہ کے روز آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے کعبہ معظمہ کے سامنے نماز پڑھی۔ نعلین مبارک اتارے اور انہیں اپنے دائیں طرف رکھا۔ آپ نے سورۃ المؤمنین کی تلاوت شروع کی۔ جب حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر خیر آیا تو آپ جھک گئے۔ آپ نے رکوع کیا۔

انصار کا خدشہ

ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو صفا پر تشریف لائے۔ اس پر اتنا اوپر چڑھے کہ آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا۔ اپنے ہاتھ مبارک بلند کیے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ رب تعالیٰ سے جو چاہا دعا مانگی۔ انصار نیچے کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "کبھی کبھی انسان کو اس کے شہر کی محبت آ ہی لیتی ہے یا قبیلہ کی محبت آ لیتی ہے۔" آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ جب آپ پر نزولِ وحی ہوتا تھا تو ہمیں علم ہو جاتا تھا۔ ہم میں سے کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ حتیٰ کہ نزولِ وحی کا سلسلہ رک جاتا۔ آپ نے فرمایا: "اے گروہِ انصار!" انہوں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" آپ نے فرمایا: "تم نے کہا ہے کہ انسان کو اس کے شہر کی محبت اور قبیلہ کی الفت آ ہی لیتی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ! ہم نے کہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "پھر مجھے کیا کہا جائے گا! ہرگز نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول (محترم) ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ تمہاری زندگی کے ساتھ میری حیات طیبہ اور تمہارے ساتھ ہی میرا وصال ہوگا۔" انصار روتے روتے آپ کی خدمت میں آئے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے کہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے عذر کو قبول کرتے ہیں اور تمہاری تصدیق کرتے ہیں۔"

ابوسفیان کی بات کا علم ہو جانا

ابن سعد، ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابوسفیان نے آپ کو دیکھا۔ صحابہ کرام آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس نے دل میں کہا: "کاش! میں ان کے ساتھ پھر قتال کر سکتا اور ان کے

لیے لشکر جرار جمع کرتا۔" آپ تشریف لائے ان کے سینے پر دست اقدس مارا اور فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں پھر رسوا کر دے گا۔" انہوں نے کہا: "میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ میں اپنے دل میں ایسی بات کر رہا تھا۔"

محمد بن یحییٰ ذہلی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ فتح مکہ کی رات مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ تکبیر و تہلیل اور طواف میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ ابوسفیان نے ہند سے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" وقتِ صبح ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے ہند سے کہا ہے کہ تمہارے خیال میں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ میری اس بات کو یا اللہ تعالیٰ جانتا تھا یا ہند جانتی تھی۔

ابن سعد، حارث بن ابی اسامہ اور ابن عساکر نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ابوسفیان مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا کہ محمد عربی ﷺ ہم پر کس چیز کی وجہ سے غالب آ گئے ہیں۔" آپ ان کے پاس آئے ان کے سینے پر مارا۔ فرمایا: "رب تعالیٰ کے ساتھ ہم تم پر غالب آ گئے ہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

العقیلی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ طواف کرتے وقت حضرت ابوسفیان سے ملے۔ آپ نے فرمایا: "ابوسفیان! کیا تم نے ہند سے یہ یہ باتیں کی ہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "ہند نے میرا راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یوں یوں کر دوں گا۔" جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "ہند کو کچھ نہ کہنا انہوں نے تمہارا راز افشا نہیں کیا۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

بیعت عامّہ

امام احمد، امام بیہقی نے حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے روز آپ کی زیارت کی۔ آپ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "آپ قرن مسفلہ کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ اسلام پر لوگوں کی بیعت لی۔ چھوٹے، بڑے، بچے اور خواتین آپ کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے انہیں ایمان باللہ اور اس گواہی پر بیعت کر

لیا۔ ”اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

الحافظ ابوجعفر محمد بن جریر نے کہا ہے ”لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو گئے تا کہ اسلام پر آپ کی بیعت کریں۔ آپ کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نیچے تھے۔ آپ اس پر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے کہ وہ حتی الاستطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی بات سنیں گے اور اطاعت بجالائیں گے۔ جب آپ مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے عورتوں کی بیعت کی۔ ان خواتین میں ہند بھی تھیں جنہوں نے نقاب کر رکھا تھا۔ انہیں خوف تھا کہ آپ کو حضرت حمزہ کا مثلہ یاد نہ آجائے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی گرفت نہ ہو جائے۔ جب یہ خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: ”اس امر پر میری بیعت کرو کہ تم رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی۔“ حضرت ہند نے سر اٹھایا اور عرض کی: ”بخدا! آپ ہم سے ان امور پر بیعت لے رہے ہیں۔ جن پر مردوں سے بیعت نہیں لی۔“ آپ نے فرمایا: ”تم چوری نہیں کرو گی۔“ حضرت ہند: بخدا! میں ابوسفیان کے مال سے بعض اوقات کچھ لے لیتی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ میرے لیے حلال ہے یا حرام۔“ ابوسفیان نے کہا: ”تم نے جو گزشتہ مال لیا ہے۔ وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”تم بدکاری نہیں کرو گی۔“ حضرت ہند: ”کیا آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟“ پھر فرمایا: ”تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔“ حضرت ہند: ”ہم نے بچپن میں انہیں پالا، بڑے ہوئے تو آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ آپ جانیں یا وہ۔“ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”تم ایسا بہتان نہیں لگاؤ گی جسے تم نے اپنے سامنے گھڑا ہو گا۔“ حضرت ہند: بہتان لگانا بہت قبیح بات ہے۔“ پھر فرمایا: ”تم میری نافرمانی نہیں کرو گی۔“ حضرت ہند: ”بھلائی میں۔“ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”ان عورتوں کو بیعت کر لو۔ ان کے لیے مغفرت طلب کرو۔ رب تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔“ حضرت عمر فاروق نے انہیں بیعت کیا۔ آپ خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی آپ نے کسی غیر محرم عورت کی جلد کو چھوا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ کے دستِ اقدس نے کبھی کسی عورت کو مس نہیں کیا تھا۔ آپ اپنے فرمان سے ہی انہیں بیعت کر لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ”ایک عورت کے لیے میرا فرمان اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک سو عورتوں کے لیے۔“

آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلان کیا: ”جو بھی رب تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کسی بت کو نہ چھوڑے مگر اسے توڑ دے۔“

آذانِ بلالی

ابو یعلی، ابن ہشام، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب نمازِ ظہر کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر آذان دیں۔ تاکہ مشرکین آتش غیظ میں جلیں۔ قریش پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ بہت سے لوگ بھاگ کر چھپ گئے تھے۔ ابو سفیان، عتاب بن اسید، حارث بن ہشام خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اسید پر رحم کیا کہ اس نے یہ اذان نہ سنی جو اسے آتش غیظ میں جلا دے۔ حارث نے کہا: "بخدا! اگر میں جان لیتا کہ یہ حق ہے تو میں اس کی اتباع ضرور کرتا۔" ابو سفیان نے کہا: "میں تو اس کے بارے کچھ نہیں کہوں گا اگر میں نے کچھ کہا تو یہ سنگریزے بھی انہیں بتا دیں گے۔" سعید بن عاص کے فرزند نے کہا: "رب تعالیٰ نے سعید پر کرم فرمایا کہ اس کی روح کو قبض کر لیا قبل اس کے کہ وہ اس سیاہ فام کو خانہ کعبہ کی چھت پر دیکھتا۔ حکم بن ابی العاص نے کہا: "بخدا! یہ بہت بڑا حادثہ ہے کہ بنو جمح کا غلام ابو طلحہ کی عمارت پر چیخ رہا ہو۔" حارث بن ہشام نے کہا: "اگر یہ سب کچھ رب تعالیٰ کو ناپسند ہے تو وہ عنقریب اسے تبدیل کر دے گا۔" ایک اور روایت کے مطابق سہیل بن عمرو نے یوں کہا تھا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی یہ باتیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے۔ فرمایا: "تم نے جو جو باتیں کی ہیں میں انہیں جان گیا ہوں۔" حارث اور عتاب نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کو کسی ایسے شخص نے نہیں بتایا جو ہمارے ساتھ ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔"

تجدید حرم پاک

ازرقی نے حضرت محمد بن الاسود سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حرم پاک میں پتھر نصب کیے۔ حضرت جبرائیل امین انہیں ان کی جگہ بتا رہے تھے۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کی تجدید کی۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ قصی بن کلاب نے ان کی تجدید کی۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال آپ نے تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا۔ انہوں نے ان کی تجدید کی۔

حضرت سائب بن عبد اللہ مخزومی دامن اسلام میں

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے حضرت سائب سے روایت کیا ہے کہ وہ اسلام سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ جب روزِ فتح وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "میرے بھائی اور میرے ساتھ مل کر

تجارت کرنے والے کو خوش آمدید! جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ ہی دھوکہ دیتا تھا یا سائب! تم جاہلیت میں اعمال کرتے تھے۔ جنہیں تم سے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ آج تم سے وہ قبول کر لیے جائیں گے۔" یہ بڑے فضل و کمال والے اور دوستی والے تھے۔

امام احمد نے حضرت سائب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "فتح مکہ کے روز مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عثمان وغیرہ میری تعریف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے ان کے بارے نہ بتاؤ۔ یہ میرے ساتھی تھے۔"

حارث بن ہشام کا اسلام

محمد بن عمر نے حارث بن ہشام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تو میں اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے۔ آپ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی پناہ کو قبول کر لیا۔ باہر نکلے۔ ہم دو دن ٹھہرے رہے۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف نکلے۔ ہم ان کے صحنوں میں بیٹھے ہوئے تھے کوئی ہم سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خوف لگتا تھا۔ بخدا! میں اپنے دروازے پر چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے ساتھ کچھ مسلمان تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور گزر گئے۔ مجھے حیاء آنے لگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھیں کیونکہ آپ نے مجھے ہر جگہ مشرکین کے ہمراہ دیکھا تھا۔ پھر مجھے آپ کی نیکی، رحمت اور صلہ رحمی یاد آ گئی۔ میں نے آپ سے ملاقات کر لی۔ جب کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ آپ نے میرے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ آپ رک گئے۔ حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور حق کی گواہی دے دی۔ آپ نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ تم جیسا زیرک انسان اسلام سے کیسے دور رہ سکتا تھا۔" حارث نے کہا: "بخدا! میں نے دیکھا کہ اسلام جیسے مذہب سے دور نہیں رہا جا سکتا۔"

حضرت سہیل بن عمرو کا اسلام

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا: "جب آپ مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور غلبہ پا لیا تو میں اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے میرے لیے پناہ طلب کرے۔ اگر میں نے اسلام قبول نہ کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد آپ سے پناہ طلب کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ امن سے ہے۔ وہ ظاہر ہو جائے۔" آپ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا: "تم میں سے جو سہیل سے ملے تو اسے تیز نظروں سے نہ دیکھے۔ سہیل جیسا صاحب عقل و شرف اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ اس نے

دیکھ لیا ہے کہ جس امر میں وہ تھا وہ اس کے لیے نافع نہیں تھا۔" حضرت عبداللہ اپنے باپ کے پاس گئے اسے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے بتایا۔ سہیل نے کہا: "بخدا! آپ بچپن میں بھی پاکباز تھے اور اس عمر میں بھی پاکباز ہیں۔" حضرت سہیل امن سے آتے جاتے رہے۔ غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی وہ اس وقت حالتِ شرک پر ہی تھے۔ جعرانہ کے مقام پر اسلام قبول کرلیا۔

حضرات معتب اور عتبہ کا قبولِ اسلام

ابن سعد نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ میں آئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: "تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔" میں نے عرض کی: "وہ دیگر مشرکین کی طرح کنارہ کش ہو گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔" میں سوار ہو کر عرفہ گیا اور انہیں لے آیا۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں بیعت فرمایا۔ پھر آپ اٹھے۔ ان کے ہاتھ پکڑے اور انہیں ملتزم پر لے آئے۔ کچھ دیر دعا مانگی پھر واپس تشریف لائے۔ چہرہ انور پر شادمانی اور مسرت کے آثار عیاں تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے چہرہ انور پر مسرت کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے ان دو چچازادوں کو اپنے رب تعالیٰ سے مانگ لیا تو اس نے مجھے یہ عنایت کر دیے۔"

حضرت عبداللہ بن زبعری کا اسلام

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبعری نجران کی طرف بھاگ گئے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف یہ چند اشعار بھیجے۔ جن میں انہیں مخاطب کیا گیا تھا۔

لا تَعْدَمَنْ رجلا احلّك بغضه
نجرانَ فی عَیْشٍ احَذَّ لَئِیمِ

ترجمہ: "تو اس ذاتِ بابرکات سے ملاقات کرنے سے محروم نہ رہ جس کے بغض نے تجھے نجران پہنچا دیا ہے۔ جہاں تو کمینگی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔"

بَلِیتْ قناتك فی الحروب فاُلفِیتْ
خوارةً خوفا وذاتَ وُصُومِ

ترجمہ: "جنگوں میں تیرے نیزے بوسیدہ ہو چکے ہیں ان میں کمزوری اور ڈھیلا پن آچکا ہے۔"

غضبُ الالٰہِ علی الزِبُعْری وابنه
و عذابُ سُوءٍ فی الحیاةِ مُقیم

ترجمہ: "زبعری اور اس کے بیٹے پر رب تعالیٰ کا غضب ہے اور زندگی میں ان کے لیے گندا عذاب ہے۔"

حضرت حسان کے اشعار عبداللہ کو لے آئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو فرمایا "یہ ابن زبعری ہیں وہ ایسا چہرہ لے کر آئے ہیں۔" جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے یوں سلام عرض کیا: "السلام علیک یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے میں نے آپ کے ساتھ عداوت کی۔ آپ کے خلاف لشکرکشی کی۔ میں گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوا۔ آپ کی عداوت میں پیدل چلا۔ پھر آپ سے ڈر کر نجران چلا گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں کبھی بھی اسلام کا اقرار نہیں کروں گا۔ پھر رب تعالیٰ نے مجھے اس کی بھلائی دکھادی۔ مجھے وہ گمراہی یاد کرادی جس میں میں منہمک تھا۔ اس اتباع کو دکھادیا جسے کرنا ہی نہ چاہیے تھا یعنی بتوں کے لیے قربانیاں اور عبادت۔ جو یہ جانتے ہی نہیں کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے اور کون ان کی عبادت نہیں کر رہا۔ اس نے اسلام کو میرے دل میں داخل کر دیا۔ اسے میرے نزدیک پسندیدہ بنادیا۔" آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ اسلام اپنے سے پہلے کی ساری خطائیں بخش دیتا ہے۔" حضرت عبداللہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

يا رسول الله المَليكِ انَّ لِسَانى　　　راتِقٌ ما فتقتُ اذ انا بورا

ترجمہ: "اے بادشاہوں کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے رسولِ معظم ﷺ جب میں ہلاکت کے گڑھے میں گر رہا تھا۔ میں نے اس وقت بھی نازیبا گفتگو نہ کی۔ میری زبان محتاط ہی رہی۔"

اذ أُبارى الشيطان فى سننِ الغيِّ　　　و مَن مالَ ميلَهٗ مثبورُ

ترجمہ: "جب میں گمراہی کے رستوں پر شیطان سے مقابلہ کر رہا تھا۔ جو شیطان کے رستے کی طرف میلان رکھتا ہے تو وہ برباد ہو جاتا ہے۔"

آمَنَ اللَّحمُ وَالعظامُ لِرَبِّى　　　ثم قلبى الشهيد و انتَ النذيرُ

ترجمہ: "اب تو میری ہڈیاں اور گوشت بھی رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ نذیر ہیں۔"

انني عناكَ زاجرٌ ثُمَّ حيًّا　　　مِنْ لُؤيٍّ و كلهم مغرورُ

ترجمہ: "میں نے وہاں لوی کے قبیلہ کو زجر و توبیخ کی تھی کیونکہ وہ سب مکر و فریب کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

انہوں نے مزید یہ اشعار کہے:

منع الرُّقادَ بلابلٌ و ھُمومُ　　　واللَّیْلُ مُعتلِجُ الرّواقِ بھیمُ

ترجمہ: "وسوسوں اور غموں نے نیند کو دور کر دیا ہے۔ جبکہ رات کے پہلے حصہ میں شب ظلمت بھری تھی یہ ظلمت تہ در تہ تھی۔"

مما اتانی انّا احمدَ لامنی　　　فیہ فبتُّ کأننی مَحْمومُ

ترجمہ: "جب مجھے یہ خبر ملی کہ حضور ﷺ نے میری ملامت کی ہے تو میں نے یوں رات بسر کی گویا کہ مجھے بخار ہے۔"

یا خیرَ من حملَتْ علی او صالھا　　　عیرانَۃٌ سُرُحُ الیدَین غَشومُ

ترجمہ: "اے ان لوگوں میں سے بہترین ذات جنہیں ہلکی پھلکی اور مضبوط پاؤں والوں اونٹنی نے اٹھایا ہے جن کے اعضاء بڑے مناسب ہوں۔"

انی لمعتذرٌ الَیکَ من الذی　　　اسدَیتُ اذا نافی الضلال اھیمُ

ترجمہ: "میں آپ کی جنابِ والا میں معذرت پیش کرتا ہوں اس امر سے معذرت کرتا ہوں جسے میں نے خود بنایا تھا۔ کیونکہ میں واضح گمراہی میں بھٹک رہا تھا۔"

ایام تامرنی باغوَی خُطّۃٍ　　　سُھْمٌ و تامُرُنی بھا مخزومُ

ترجمہ: "ان ایام میں بنوسہم مجھے ایک وادیٔ ضلالت میں گرنے کا حکم دیتے جبکہ بنومخزوم مجھے دوسری وادیٔ ضلالت میں گرنے کا حکم دیتے۔"

وامدُّ اسبابَ الردَی و یقودُنِی　　　امرُ الوُشاۃِ وامْرُھُمْ مشُومُ

ترجمہ: "میں ہلاکت کے اسباب کو طویل کر رہا تھا گمراہی کا معاملہ میری قیادت کر رہا تھا۔ ان کا امر منحوس تھا۔"

فالیومَ آمَنُ بالنبی محمّدٍ　　　قلبی و مُغطِئُ ھذہ محرومُ

ترجمہ: "آج میرا دل حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا ہے۔ اس میں غلطی کرنے والا محروم رہتا ہے۔"

مضتِ العداوۃُ فانقضتْ اسبابُھا　　　ودَعَت اواصِرُ بیننا و حُلومُ

ترجمہ: "عداوت کا دور گزر گیا۔ اس کے اسباب بھی منقطع ہو گئے۔ مجھے اپنے مابین تعلقات اور دانائیوں نے دعوت دی۔"

فاغفِرْ فَدیً والدی کلاھُما　　　زلَلِیْ فانَّكَ راحِمٌ مَرْحُوْمُ

ترجمہ: "میں آپ پر نثار آپ پر میرے والدین نثار! میری لغزش معاف کر دیں۔ آپ رحم کرنے والے ہیں۔

آپ پر رحم کیا گیا ہے۔"

و علیك من علم الملیكِ علامةٌ　　　نورٌ اغرٌّ و خاتَمٌ مَختُومٌ

ترجمہ: "آپ میں رب تعالیٰ کے علم کی نشانی موجود ہے آپ نور تاباں ہیں۔آپ پر ختم نبوت ہے۔آپ ختم المرسلین ہیں۔"

اعطاكَ بعد محبةٍ برهانَه　　　شرفًا و برهانُ اللهِ عظیمُ

ترجمہ: "محبت کے بعد رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی دلیل شرف کے طور پر عطا کی ہے۔رب تعالیٰ کی برہان بہت عظیم ہے۔"

و لقد شهدتُ بانَّ دینك صادق　　　حقٌّ و انك فی العباد جسیمُ

ترجمہ: "میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ کا دین حق اور سچا ہے اور بندوں میں آپ سب سے عظیم شان کے مالک ہیں۔"

واللہ یشهدانَ اَحمدَ مصطفٰی　　　مستقبل فی الصالحینَ کَریمُ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پاکباز افراد میں سے سب سے آگے اور کریم ہیں۔"

قَرْمٌ علا بنیانُه منْ هَاشِمٍ　　　فرْعٌ تمكَّنَ فی الندی و اُرومُ

ترجمہ: "وہ ایسے سردار ہیں جن کی بنا ہاشم سے اٹھی ہے۔آپ وہ فرع ہیں جو نعمتوں پر فائز ہے۔آپ اصل بھی ہیں۔"

حضرت عکرمہ کا اسلام

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا: "مجھے یہ خبر ملی کہ روزِ فتح مکہ کو آپ نے میرا خون رائیگاں قرار دے دیا ہے۔میں مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں قریش کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔میری طرف جھکا تھا جو جھکا تھا۔وہاں مجھے حضرت خالد بن ولید ملے۔انہوں نے ہمیں شکست سے دو چار کیا۔میں آپ سے ڈر کر بھاگ گیا۔میرا ارادہ تھا کہ میں خود کو سمندر میں گرا لوں گا۔تاکہ شہروں میں گھومتا گھومتا مر جاؤں۔یہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کی بات ہے۔میں روانہ ہوا۔شعیبہ پہنچا میری زوجہ حضرت ام حکیم بنت حارث ایک دانا عورت تھی۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا چچا زاد خود کو سمندر میں پھینکنے کے لیے چلا گیا ہے۔آپ اسے پناہ دے دیں۔"

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، النسائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ عکرمہ کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی والوں کو سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ عکرمہ نے لات وعزیٰ کو پکارا۔ اہل کشتی نے کہا: ''خلوص کا اظہار کرو۔ تمہارے معبودانِ باطلہ تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔'' عکرمہ نے کہا: ''اگر سمندر میں مجھے اخلاص فائدہ دے سکتا ہے تو پھر سمندر کے باہر بھی مجھے اخلاص ہی فائدہ دے گا۔'' مولا! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے عافیت بخشی تو میں محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور ان کے دستِ اقدس میں اپنا ہاتھ پکڑا دوں گا۔ میں ضرور انہیں درگزر کرنے والا، بخشنے والا اور کریم پاؤں گا۔'' عکرمہ حاضر خدمت ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔

امام بیہقی نے امام زھری سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حکیم زوجہ عکرمہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ خودکشی کر لے گا۔ آپ اسے امن عطا کر دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے امان حاصل ہے۔'' حضرت ام حکیم ان کی تلاش میں نکلیں ان کے ہمراہ ان کا رومی غلام تھا۔ وہ انہیں بہلانے پھسلانے لگا۔ وہ انہیں تمنا دلاتی رہیں حتیٰ کہ وہ اسے عک کے ایک قبیلہ تک لے آئیں ان سے اس کے خلاف مدد لی۔ انہوں نے اسے رسیوں میں جکڑ دیا۔ حضرت ام حکیم نے عکرمہ کو جا لیا وہ سمندر کے پاس پہنچ چکے تھے۔ وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ ملاح نے کہا: ''اخلاص کا اظہار کرو۔ اخلاص کا اظہار کرو۔'' عکرمہ نے کہا: ''میں کیا کہوں؟'' ملاح نے کہا: ''کہہ دو: 'لا الٰہ الا اللہ'' عکرمہ نے کہا: ''میں اسی سے تو بھاگ کر آیا ہوں۔ اس امر کو تو عرب وعجم حتیٰ کہ ملاح بھی جانتے ہیں۔ دین وہی ہے جسے محمد عربی ﷺ لے کر آئے ہیں۔'' رب تعالیٰ نے میرے دل کو تبدیل کر دیا۔ ام حکیم بھی اس امر کو لے کر میرے پاس آ گئیں۔ وہ میرے ساتھ اصرار کرنے لگیں۔ انہوں نے کہا: ''چچا زاد! میں اس ہستیِ پاک کے پاس سے آئی ہوں جو سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز ہے۔ سارے لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور سارے لوگوں سے زیادہ بہترین ہے۔ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' عکرمہ ان کے لیے رک گئے حتیٰ کہ انہوں نے عکرمہ کو جا لیا۔ حضرت ام حکیم نے کہا: ''میں نے تمہارے لیے حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کی ہے۔ آپ نے مجھے امان بخش دی ہے۔'' عکرمہ ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ رستہ میں انہوں نے غلام کی بدمعاشی کے بارے بتایا اور انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔

جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس عکرمہ حالت ایمان اور مہاجر بن کر آ رہے ہیں ان کے باپ کی وجہ سے انہیں عار نہ دلانا۔ میت کی وجہ سے عار دلانے اسے زندہ کو اذیت پہنچتی ہے اور وہ میت تک نہیں پہنچتی۔'' عکرمہ اپنی زوجہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت کا مطالبہ کرتے رہے۔ مگر وہ برابر انکار کرتی رہیں۔ انہوں نے کہا: ''تم کافر ہو۔ میں مسلمان ہوں۔'' عکرمہ نے کہا: ''جس امر نے تجھے مجھ سے روک دیا ہے وہ ایک عظیم امر ہے۔'' جب آپ نے عکرمہ کو

دیکھا تو فرطِ مسرت سے اچھل پڑے۔آپ پر چادر بھی نہ تھی۔پھر آپ بیٹھ گئے۔عکرمہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ بھی تھیں انہوں نے نقاب کیا ہوا تھا۔عکرمہ نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اس عظیم خاتون نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے پناہ دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! اس نے سچ کہا ہے تجھے امان حاصل ہے۔" عکرمہ: محمد عربی ﷺ آپ کس امر کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ: میں اس امر کی طرف بلاتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسولِ مکرم ﷺ ہوں۔تم نماز قائم کرو۔زکوٰۃ دو۔یہ کرو یہ کرو...... آپ نے اسلام کے افعال بیان کر دیے۔" عکرمہ: آپ بھلائی اور حسین وجمیل امر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔یارسول اللہ! آپ اس دعوت کو دینے سے قبل بھی ہم میں سے سب سے زیادہ سچے تھے۔سب سے زیادہ پاکباز تھے۔میں گواہی دیتا ہوں: "ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ" یہ سن کر آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔عکرمہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بہترین کلمہ سکھائیں جسے میں پڑھا کروں۔" آپ نے فرمایا: "یوں کہو: "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمد عبدہ و رسولہ" حضرت عکرمہ نے پوچھا: "پھر؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو: "میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان مجاہد مہاجر ہوں۔" حضرت عکرمہ نے اسی طرح کہا۔

صفوان بن امیہ گلشن اسلام میں

ابن اسحاق، بیہقی اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ صفوان جدہ کی طرف گئے تاکہ سوار ہو کر یمن چلے جائیں۔حضرت عمیر بن وہب نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! صفوان میری قوم کے سردار ہیں وہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں تاکہ خود کو سمندر میں گرا دیں آپ انہیں امان عطا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "اسے امان ہے۔" حضرت عمیر عازمِ سفر ہوئے حتیٰ کہ صفوان کو جا لیا اور کشتی میں سوار ہونے والے تھے۔صفوان نے اپنے غلام یسار سے کہا: "دیکھو! تمہیں کون نظر آ رہا ہے؟" اس نے کہا: "یہ عمیر بن وہب ہیں۔" صفوان: میں عمیر بن وہب کو کیا کروں گا۔بخدا! یہ مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ہم پر محمد عربی ﷺ غالب آ چکے ہیں۔حضرت عمیر نے انہیں جا لیا۔انہوں نے کہا: "ابو وہب! تمہیں بچا لیا گیا ہے۔میں اس ذات بابرکات کے پاس سے آیا ہوں۔جو سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز ہے۔سارے لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی ہے۔میرے والدین تم پر نثار! اللہ اللہ! خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ حضور اکرم ﷺ کی امان ہے۔جو میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں۔" صفوان نے کہا: "مجھ سے دور ہو جاؤ۔مجھ سے بات تک نہ کرو۔" انہوں نے کہا: "صفوان! میرے والدین تم پر فدا! وہ سارے لوگوں سے افضل ہیں سارے لوگوں سے پاکباز ہیں۔وہ سارے لوگوں سے بہترین ہیں وہ

تمہارے چچاز اد ہیں۔ ان کی عزت تمہاری عزت، ان کا شرف تمہارا شرف اور ان کا ملک تمہارا ملک ہے۔" صفوان نے کہا: "مجھے اپنے بارے خطرہ ہے۔" حضرت عمیر نے کہا: "آپ اس سے زیادہ حلیم اور کریم ہیں۔" صفوان نے کہا: "میں تمہارے ساتھ واپس نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تم میرے لیے کوئی نشانی لے کر آؤ۔ جسے میں جانتا ہوں۔" حضرت عمیر: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔" حضرت عمیر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "صفوان نے میرے ساتھ مانوس ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کی ایسی نشانی دیکھ لے جسے وہ جانتا ہو۔" آپ نے اپنا عمامہ مبارک اتارا اور انہیں عطا کر دیا۔ یہ وہی چادر تھی جسے لپیٹ کر آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ صفوان حضرت عمیر کے ساتھ آگئے وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ اس وقت مسجد میں صحابہ کرام کو نمازِ عصر پڑھا رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو صفوان نے بآواز بلند کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! عمیر میرے پاس آپ کی چادر لے کر آئے ہیں ان کا گمان ہے کہ آپ نے مجھے حاضر ہونے کی دعوت دی ہے۔ اگر میں اس امر پر راضی ہو گیا تو بہتر ورنہ آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں۔" آپ نے فرمایا: "ابو وھب! نیچے اترو۔" انہوں نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ آپ میرے لیے واضح کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔" صفوان نیچے اترے۔ جب آپ ھوازن تشریف لے گئے اور مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ تو آپ نے صفوان کو دیکھا وہ اس گھاٹی کو دیکھ رہے تھے جو بھیڑ بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ لگا تار انہیں دیکھ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوان کو دیکھ رہے تھے۔ فرمایا: "ابو وھب! کیا اس گھاٹی نے تمہیں تعجب میں ڈال دیا ہے۔" صفوان: ہاں! آپ نے فرمایا: "یہ گھاٹی اور اس میں جو کچھ ہے سب کچھ تمہارا ہے۔" انہوں نے ان کے سارے اموال پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت کہا: "جس طرح عمدہ طریقے سے نبی کا نفس سخاوت کے دریا لٹاتا ہے اس طرح کسی اور کا نفس نہیں لٹا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔" انہوں نے اس جگہ اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ہند کا قبولِ اسلام

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "ہند بنت عتبہ نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! روئے زمین کا کوئی خیمہ یا خیمہ والے ایسے نہیں جس کے بارے میں تمنا کرتی تھیں کہ وہ آپ کے خیمہ یا اہلِ خیمہ سے زیادہ ذلیل ہوں۔ جبکہ آج روئے زمین کا کوئی خیمہ یا خیمہ والے ایسے نہیں جن کے بارے میرا ارادہ ہو کہ وہ آپ کے خیمہ یا خیمہ والوں سے زیادہ معزز ہو۔""

محمد بن عمر نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے مروان کی لونڈی سے

سنا۔ اس نے کہا: "میں نے ہند بنت عتبہ کو سنا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ جبکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر کر رہی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ پوری طرح عداوت کی ہے۔ میں نے غزوۂ احد میں ان کے چچا اور صحابہ کرام کا مثلہ کیا تھا۔ جب بھی قریش نے کوئی سفر کیا تو میں یا تو اس کے ساتھ تھی یا قریش کی معاون تھی۔ جو بھی آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلتا۔ میں اس کی مدد کرتی حتیٰ کہ اپنے کپڑے بھی اسے دے دیتی۔" میں نے فتح مکہ سے تین روز قبل ایک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں ظلمت میں ہوں۔ مجھے کوئی پہاڑ یا میدان نظر نہیں آرہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تاریکی چھٹ گئی ہے۔ نور پھیل گیا ہے گویا کہ سورج نکل آیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ مجھے بلا رہے تھے۔" میں نے دوسری شب خواب دیکھا کہ میں ایک رستہ پر کھڑی ہوں۔ ہبل مجھے دائیں طرف سے، اساف مجھے بائیں طرف سے اور حضور ﷺ مجھے سامنے سے بلا رہے ہیں۔ آپ فرما رہے تھے۔ "میری طرف آؤ۔" تیسری شب میں نے دیکھا "گویا کہ میں جہنم کے کنارے پر کھڑی ہوں۔ لوگ مجھے اس میں گرانا چاہتے ہیں۔ ہبل کہہ رہا تھا اسے جہنم میں داخل کر دو۔ میں نے توجہ کی تو پیچھے حضور اکرم ﷺ نظر آ گئے۔ آپ نے میرے کپڑے پکڑ رکھے تھے۔ آپ مجھے آگ کے کنارے سے دور کر رہے تھے۔ مجھے آگ نظر نہ آئی۔ میں یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔ میں نے کہا: "یہ کیا ہے؟ سارا معاملہ روشن ہو گیا میں اس بت کی طرف گئی جو ہمارے گھر میں تھا ہم جسے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ میں نے کلہاڑا لیا اور اسے پاش پاش کر دیا۔ میں نے اسے کہا: "تو نے ہمیں بہت دھوکہ میں رکھا ہے۔" میں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ہند بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ آپ الابطح کے مقام پر تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اس دین کو غالب کیا۔ جو اس نے اپنے لیے پسند کیا۔ کیا آپ کی رحمت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل سکے گا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں وہ عورت ہوں جو رب تعالیٰ پر ایمان لے آئی ہے اور اس کی تصدیق کرنے والی ہے۔" پھر انہوں نے نقاب اتار دیا۔ عرض کی: "میں ہند بنت عتبہ ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں خوش آمدید!" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں روئے زمین کے اہلِ خیمہ میں سے کسی کے بارے یہ نہ چاہتی تھی کہ وہ آپ کے خیمہ سے زیادہ رسوا ہوں۔ اب مجھے روئے زمین کے سارے اہلِ خیمہ کی عزتوں سے آپ کی عزت عزیز ہے۔"

ابو حصین الہذلی سے روایت ہے۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند نے اسلام لانے کے بعد دو کم عمر بکرے بھون کر آپ کی خدمت میں لونڈی کے ہاتھوں بھیجے۔ آپ الابطح میں تشریف فرما تھے۔ لونڈی نے وہ بکرے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری مالکہ نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ وہ عذر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ "آج کل ہماری بکریوں کے بچے کم ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری بکریوں اور ان کی اولاد میں

برکت ڈالے۔" یہی لونڈی کہتی ہے "بخدا! میں نے بکریوں اور ان کے بچوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھی جو میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ حضرت ہند کہتی تھیں "یہ حضور اکرم ﷺ کی دعا کے طفیل ہے۔" پھر کہتیں: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دھوپ میں کھڑی ہوں۔ سایہ میرے قریب ہے لیکن میں اس کے پاس جانے کی قدرت نہیں رکھتی۔ جب آپ قریب آئے تو میں نے دیکھا گویا کہ میں سایہ میں داخل ہوگئی ہوں۔"

دوسرے روز خطبہ دینے کا سبب

ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بنو ھذیل کے کچھ سپاہی نکلے۔ ان میں جنیدب بن الادلع ہذلی بھی تھا۔ وہ بنو اسلم میں احمر باسا کے قبیلے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ احمد باسا بنو اسلم کا بہادر ترین شخص تھا۔ جس کا قصد نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں سے باہر سوتا تھا۔ کیونکہ جب وہ سوتا تھا تو وہ بہت زیادہ خراٹے لیتا تھا۔ جس سے اس کی جگہ مخفی نہیں رہتی تھی اس کے ساتھیوں کو جب کسی قوم کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ پکارتے "احمر باسا! وہ شیر کی طرح اچھل کر ان کے پاس آجاتا جب بنو ھذیل کے وہ سپاہی آئے تو جنیدب بن ادلع نے ان سے کہا: "اگر احمر باسا بھی ان لوگوں میں قیلولہ کر رہا ہو تو پھر ان تک ہم نہیں جاسکتے۔ اس کے خراٹے مخفی نہیں رہتے۔ ذرا مجھے سننے دو۔ اس نے غور سے سنا تو اسے خراٹے سنائی دیے۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ سو رہا تھا اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس نے اس کے سینے پر تلوار رکھی۔ پھر اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ قبیلہ چلایا۔ "یا احمر باسا! لیکن اس کا جواب نہ آیا۔ وہ تو قتل ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس قبیلے کا خوب خون بہایا۔ پھر واپس آگئے۔ لوگ اسلام کی وجہ سے مصروف ہو گئے۔ فتح مکہ کے ایک روز بعد جنیدب بن ادلع مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ امن و امان سے تھے۔ جندب بن اعجم اسلمی نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے کہا: "جیندب بن ادلع، احمد باسا کا قاتل! انہوں نے کہا: "ہاں! ٹھہرو!" جندب باہر نکلا۔ وہ اپنے قبیلے سے مدد طلب کر رہا تھا۔ اسے سب سے پہلے خراش بن امیہ الکعبی ملا۔ اس نے اسے بتایا۔ خراش نے اپنی تلوار حمائل کی پھر جنیدب کی طرف آیا۔ لوگ اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں احمر باسا کے قتل کے بارے بتا رہا تھا۔ اسی اثناء میں ان کے پاس خراش آیا۔ اس نے کہا: "پیچھے ہٹو۔" لوگوں نے گمان کیا کہ وہ اس لیے لوگوں کو ہٹا رہا ہے تاکہ وہ چلے جائیں۔ لوگ ہٹ گئے۔ خراش نے تلوار سے اس پر حملہ کر دیا۔ نیزہ اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ ابن ادلع مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اس کی آنتیں اس کے پیٹ سے نکلنے لگیں۔ اس نے کہا: "اے بنو خزاعۃ! تم نے یہ قتل کیا ہے۔" وہ اسی جگہ گر پڑا اور مر گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اس کے قتل کے بارے علم ہوا۔ تو

آپ نے فرمایا: ''اے بنوخزاعہ! اپنے ہاتھ قتل سے روک لو۔ بہت قتل عام ہو چکا ہے۔ تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ میں اس کی دیت دوں گا۔ قاتل خراش ہے۔ اگر اس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہوتا تو میں خراش کو تہ تیغ کر دیتا۔''

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: ''اے لوگو! رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس روز سے حرم پاک بنایا ہے۔ جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی جس روز اس نے شمس وقمر کو بنایا۔ یہ دو پہاڑ نصب کیے۔ اسے لوگوں نے حرم نہیں بنایا۔ یہ روز حشر تک حرم ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے۔ نہ اس کا درخت کاٹے۔ یہ نہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال ہوا نہ میرے بعد میں کسی کے لیے حلال ہوگا۔ یہ گھڑی بھر کے لیے حلال ہوا۔ پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل تھی۔ تم میں سے موجود غائب تک پہنچا دے۔ جو تمہیں کہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس میں قتال کیا تھا تو اسے کہو: ''اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے حلال کیا تھا۔ اس نے تمہارے لیے حلال نہیں کیا۔'' اے لوگو! لوگوں میں سے رب تعالیٰ پر سب سے جرأت کرنے والا وہ شخص ہے جس نے حرم میں قتل کیا یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کیا یا زمانہ جاہلیت کے انتقام کی وجہ سے قتل کیا۔ اے بنوخزاعہ! قتل سے ہاتھ روک لو۔ بہت سا قتل ہو چکا ہے تم نفع بخش ہو۔ تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ میں اس کی دیت ادا کروں گا۔ جو میری روانگی کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو اس کے اہل کو دو اختیار ہوں گے اگر وہ چاہیں تو دیت کاملہ لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو اسے قتل کر دیں۔'' پھر آپ نے اس شخص کی دیت دے دی جسے بنوخزاعہ نے قتل کیا تھا۔ یہ سب سے پہلا مقتول تھا جس کی آپ نے دیت دی اس کی دیت ایک سو اونٹ تھی۔''

کسی قریشی کو بھوکا اور پیاسا رکھ کر نہ مارا جائے

امام مسلم نے مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے آپ کو سنا۔ آپ فتح مکہ کے روز فرما رہے تھے آج کے بعد روزِ حشر تک کسی قریشی کو پیاسا، بھوکا اور قید میں رکھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔''

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوحصین الهذلی نے کہا ''جب ان لوگوں کو قتل کیا گیا جنہیں قتل کرنے کا آپ نے حکم دیا تھا تو مکہ مکرمہ میں ان پر نوحہ خوانی سنی۔ حضرت ابوسفیان آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: ''میرے والدین آپ پر فدا! آپ کی قوم کے بقیہ افراد!'' آپ نے فرمایا: ''آج کے بعد کسی قریشی کو بھوکا پیاسا رکھ کر نہ مارا جائے۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے یعنی کفر پر۔ اسی طرح حضرت حارث بن برصاء سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا

آپ نے فرمایا: "آج کے بعد تاروزِ حشر کسی قریشی کو کفر پر قتل نہیں کیا جائے گا۔"

آپ کا مال قرض لینا اور محتاجوں میں تقسیم کرنا

محمد بن عمر نے ابراہیم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن ابی ربیعہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے چالیس ہزار دراہم قرض مانگا۔ انہوں نے پیش کر دیے۔ جب رب تعالیٰ نے ہوازن کو فتح کرایا۔ ان کے اموال بطور غنیمت عطا کیے تو آپ نے وہ قرض واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "قرض کا بدلہ ستائش اور حسنِ ادائیگی ہے۔ آپ نے اسے یہ دعا کی: "مولا! تمہارے اموال اور اولاد میں برکت ڈالے۔"

ابوحصین الہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے قریش کے تین افراد سے قرض مانگا۔ آپ نے صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار دراہم، عبداللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار دراہم اور خویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار دراہم قرضہ لیا۔ یہ کل ایک لاکھ تیس ہزار دراہم بنے۔ آپ نے یہ رقم صحابہ کرام میں تقسیم کر دی۔

ابوحصین نے کہا ہے "مجھے بنوکنانہ کے ان افراد نے بتایا جو حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے کہ آپ نے ان میں دراہم تقسیم کیے۔ ایک شخص کو کم و بیش پچاس دراہم ملے۔

شراب، خنزیر اور میت کی قیمت سے ممانعت

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے فتح مکہ کے سال آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "رب تعالیٰ نے شراب، خنزیر، مردار اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مردار کی چربی کے بارے آپ کا کیا حکم ہے۔ اس کے ساتھ کشتیوں پر تیل لگایا جاتا ہے۔ چمڑے رنگے جاتے ہیں چراغ جلائے جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے۔ رب تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا۔ انہوں نے اسے لیا۔ اسے منجمد کیا۔ پھر اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمان بن الازہر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے فتح مکہ کے سال آپ کی زیارت کی۔ میں نوجوان تھا۔ آپ حضرت خالد بن ولید کے گھر کے قریب تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس شراب نوش لایا گیا۔ آپ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ کسی نے اسے کوڑے سے، کسی نے جوتے سے اور کسی نے ڈنڈے سے اسے مارا۔ آپ نے اس پر مٹی پھینکی۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند نے فتح مکہ کے روز آپ سے سوال کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوسفیان ایک بخیل انسان ہیں۔ کیا مجھ پر کچھ حرج ہے

کہ میں ان کے اموال میں سے اپنے اہل وعیال کو کھلاؤں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم پر کوئی حرج نہیں جبکہ تم انہیں بھلائی کے ساتھ کھلاؤ۔''

آپ ہی سے روایت ہے۔ فرمایا: ''عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ وہ عبدالرحمٰن بن ولیدہ زمعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا: ''وہ میرا بیٹا ہے۔'' جب آپ مکہ مکرمہ آئے تو حضرت سعد نے اس لڑکے کو دیکھا تو اسے اس مشابہت سے پہچان لیا جو اس کے اور عتبہ کے مابین پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور کہا: ''رب کعبہ کی قسم! یہ میرا بھتیجا ہے۔'' وہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ان کے ساتھ عبد بن زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کو دیکھا۔ وہ عتبہ بن ابی وقاص سے مشابہت رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''وہی ہے اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے بدکار کے لیے پتھر ہیں۔ اے سودہ! تم اس سے پردہ کرو۔'' جب آپ نے عتبہ کے ساتھ اس کی مشابہت دیکھی تو فرمایا۔

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''فتح مکہ کے وقت ایک عورت نے چوری کی۔'' صحابہ کرام نے کہا: ''اس کے بارے کون ہے جو بارگاہِ رسالت مآب میں سفارش کرے۔'' بتایا گیا کہ یہ جرأت صرف حضرت اسامہ بن زید ہی کر سکتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔'' اس عورت کی قوم حضرت اسامہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ بارگاہِ رسالت مآب میں اس عورت کی سفارش کریں۔ جب حضرت اسامہ نے آپ سے اس کے بارے گفتگو کی تو آپ کے چہرۂ انور کی رنگت متغیر ہوگئی۔ فرمایا: ''کیا تم رب تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے مجھ سے سفارش کرتے ہو۔'' حضرت اسامہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔'' عشاء کے وقت آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پہلے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا:

امابعد! تم سے پہلے لوگ (بنواسرائیل) اس لیے ہلاک ہو گئے ہیں کہ جب ان میں کوئی امیر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ جب کمزور چوری کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے۔ اس عورت پر حد قائم کرو۔ بخدا! اگر حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتیں تو ان کے ہاتھ بھی کاٹ دیے جاتے۔'' پھر فرمایا: ''اے بلال! اس کے ہاتھ پکڑو اور کاٹ دو۔'' اس کے بعد اس عورت نے بہت عمدہ توبہ کی۔ بنوسلیم کے ایک شخص کے ساتھ شادی کر لی۔ ام المومنین فرماتی تھیں۔ اسکے بعد وہ میری خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ میں اس کی ضرورت بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیتی تھی۔''

(امام احمد، شیخان، نسائی، بیہقی)

جس نے نذر مانی کہ اگر رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ فتح کرا دیا تو وہ بیت المقدس میں نماز پڑھے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ کی فتح کے روز ایک شخص نے کہا: ''میں نے نذر مانی ہے کہ اگر رب تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ فتح کرا دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''بیت اللہ میں نماز پڑھ لو۔'' اس نے دوسری بار عرض کی تو فرمایا: ''بیت اللہ میں نماز پڑھ لو۔'' اس نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا: ''پھر تمہاری مرضی۔''

امام احمد نے اپنے بعض صحابہ کرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے محمد عربی ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر وہ یہاں نماز پڑھ لیتا تو اس کی ہر وہ نماز ادا ہو جاتی جو اس نے بیت المقدس میں پڑھنے کی نذر مانی تھی۔''

آج کے بعد مکہ مکرمہ پر لشکر کشی نہ ہو گی

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فتح مکہ کے روز سنا'' آج کے بعد روز حشر تک مکہ مکرمہ پر لشکر کشی نہ ہو گی۔'' علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ کفر پر اس پر لشکر کشی نہ ہو گی۔

بت شکنی

محمد بن عمر نے عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے مکہ مکرمہ کے اموالِ غنیمت حلال نہیں ہیں۔'' انہوں نے یعقوب بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کا مالِ غنیمت حاصل نہ کیا۔ آپ نے حرم پاک سے باہر سرایا بھیجے وہ مالِ غنیمت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کو گرانے کے لیے، خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو عرفہ کی طرف حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کو یلملم کی طرف سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو مناۃ کو گرانے کے لیے بھیجا۔

فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں

اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح سے پہلے مکہ مکرمہ دار حرب تھا۔ اس سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت واجب تھی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو یہ دار اسلام بن گیا۔ اس سے ہجرت منقطع ہو گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: "فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ بلکہ جہاد اور نیت ہے۔ جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو ضرور نکلو۔"

حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ عبید بن عمر اللیثی بھی تھے۔ آپ بشیر کے پاس تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے ان سے ہجرت کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "آج کوئی ہجرت نہیں ہے۔ اہلِ ایمان اپنا ایمان بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی طرف جاتے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ انہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیا جائے آج رب تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ مومن جہاں ہے وہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر سکتا ہے۔ البتہ آج جہاد اور نیت باقی ہے۔"

یعلی بن صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے والد گرامی کے ساتھ فتح مکہ کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد کو ہجرت پر بیعت کر لیں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں انہیں جہاد پر بیعت کروں گا۔ ہجرت ختم ہو چکی ہے۔"

ابن ابی اسامۃ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت یعلی بن صفوان رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد گرامی کو بھی ہجرت میں سے کچھ حصہ عطا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔" وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "ابوالفضل! کیا تم میری آزمائش نہیں دیکھ رہے۔" انہوں نے فرمایا: "کیسی آزمائش؟" انہوں نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا تا کہ آپ میرے والد گرامی کو ہجرت پر بیعت کریں۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا ہے۔" حضرت عباس اٹھے۔ گرمی کی وجہ سے ان پر چادر بھی نہ تھی۔ انہوں نے حضور والا ﷺ سے عرض کی: "آپ کے پاس حضرت یعلی اپنے والد کو لے کر حاضر ہوئے تا کہ آپ انہیں ہجرت پر بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے اس طرح نہ کیا۔" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔" انہوں نے عرض کی: "میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ انہیں ہجرت پر ضرور بیعت کریں۔" آپ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا۔ انہیں بیعت فرما لیا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے چچا جان کی قسم پوری کر دی ہے۔ لیکن آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔"

مکہ مکرمہ میں قیام کی مدت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں انیس روز قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔

بعض روایات میں سترہ روز کا تذکرہ ہے۔حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے۔انہوں نے کہا:''میں غزوہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھا۔آپ نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ راتیں قیام کیا۔آپ نے دو رکعتیں ہی نماز پڑھی۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ روز مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔''

ذاالجوشن کی خبر

ابن سعد نے ابن اسحاق السبیعی سے روایت کیا ہے کہ ذوالجوشن بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں کہا:''تم اسلام کیوں نہیں لاتے؟'' انہوں نے کہا:''میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلا دیا ہے۔انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا ہے۔آپ کے ساتھ جنگ کی ہے۔ذرا دیکھیں اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔آپ کی اتباع کرلوں گا۔'' اگر قریش آپ پر غالب آ گئے تو پھر میں آپ کی پیروی نہیں کروں گا۔'' آپ نے فرمایا:''ذوالجوشن! اگر تمہیں تھوڑی سی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے۔میں قریش پر غالب آگیا ہوں۔''

ذوالجوشن نے کہا:''میں بضریہ میں تھا۔مکہ مکرمہ کی طرف سے ایک کارواں آیا۔میں نے پوچھا:''وہاں کے حالات کیسے ہیں؟'' اس نے کہا:''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ پر غالب آچکے ہیں۔'' انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول نہ کرلیا تھا۔جب انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دی تھی۔انہوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔روایت بھی کی۔

فتح مکہ کے بارے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان نے صلح حدیبیہ کے زمرہ میں فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

عضت ذات الاصابع فالجواء ... الی عذراء منزلها خلاء

دیار من بنی الحسحاس قفرٌ ... تعفِّيهَا الروامسُ والسماء

ترجمہ: ''(جگہ) ذات الاصابع اور (مقام) جواء عذراء بستی تک بے نام ونشان ہو گئے ہیں اب ان کے مقامات سونے پڑے ہیں۔بنو حسحاس کے گھر ایسے چٹیل میدان بن گئے ہیں جن کے نشانات تیز آندھیوں اور بارشوں نے مٹا دیے ہیں۔''

عدمنا خیلنا ان لم تروها تثیرُ النقعَ موعدُھا کداءُ

ترجمہ: "اگر تو ہمارے گھوڑوں کو نہ دیکھے تو ہم انہیں معدوم پائیں۔ اس طرح کہ وہ گرد و غبار اڑا رہے ہوں ان کے پہنچنے کی جگہ کداء ہے۔"

ینازعن الاعنۃَ مُصغیاتٍ علی اکتافھا الاسَلُ الظِّماء

ترجمہ: "وہ گھوڑے ایسے ہیں جو توجہ سے کان لگائے لگامیں کھینچتے ہیں۔ ان کے کندھوں پر پیاسے نیزے ہیں۔"

تظل جیادُنا متمطّراتٍ یلطھُنّ بالخُمُر النساء

ترجمہ: "ہمارے گھوڑے ہوا کی طرح اڑے جا رہے تھے۔ عورتیں انہیں اپنے دوپٹے مار رہی تھیں۔"

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا مکان الفتح وانکشف الغِطَاء

ترجمہ: "یا تو تم ہم سے دور چلے جاؤ تاکہ ہم عمرہ ادا کرلیں۔ ہمیں فتح نصیب ہو جائے اور پردہ اٹھ جائے۔"

و الا فاصبروا لجِلاد یوم یعینُ اللہ فیہ من یشاء

ترجمہ: "ورنہ اس روز کی شدت پر صبر کرو جس میں اللہ تعالیٰ جس کی چاہے مدد فرمائے۔"

و جبریلٌ رسولُ اللہ فینا و روحُ القدس لیس لہ کِفاء

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے قاصد حضرت جبرائیل امین ہم میں موجود ہیں۔ روح الامین کا کوئی کف نہیں ہے۔"

و قال اللہ قد ارسلتُ عبدًا یقول الحق ان نفع البلاء

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے فرمایا "میں نے ایسا عبد کامل بھیجا ہے جو سچی بات کرتا ہے۔ اگر آزمائش فائدہ دے۔"

شھدت بہ فقوموا صدقوہ فقلتم لا نقوم ولا نشاء

ترجمہ: "میں نے آپ کی صداقت کی شہادت دے دی لیکن تم نے کہا: "ہم نہ تو اٹھیں گے اور نہ ہم ایسا چاہیں گے۔"

و قال اللہ قد سیرتُ جندًا ھم الانصارُ عُرْضَتُھا اللقاء

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسا لشکر بھیج دیا ہے جو مددگار ہے ان کا مقصد ہی مقابلہ کرنا ہے۔"

لنا فی کل یوم من مَعَدٍّ سبابٌ اَو قتال او ھجاء

ترجمہ: "ہمیں ہر روز معد کی طرف سے یا گالیوں کا یا قتال کا یا ہجو کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

فنحکُم بالقوافی من ھجانا و نضرِبُ حین تختلط الدماء

ترجمہ: "جو ہماری ہجو کرتا ہے ہم اس کے بارے فیصلہ اشعار کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب خونوں کا اختلاط ہوتا تو

ہم شمشیر زنی کرتے ہیں۔"

الا ابلغ ابا سفیان عنی　　مغلغلۃً فقد بَرِحَ الجفاء

ترجمہ: "ارے! میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ لگا تار مخفی ہے۔"

بانَّ سیوفنا ترکت کعبداً　　و عبد الدار سادتُھا الاماء

ترجمہ: "کہ ہماری تلواروں نے تمہیں غلام بنا کر چھوڑا ہے اور لونڈیاں عبدالدار کے سردار بن گئیں۔"

ھجوتَ محمدًا واجبتُ عنہ　　و عند اللہ فی ذاك الجزاء

ترجمہ: "تو نے محمد عربی ﷺ کی ہجو کی میں نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی جزاء ہے۔"

اتھجوہٗ و لستَ لہٗ بکُفْئٍ　　فشرُّکُما لِخیر کُما الفِداء

ترجمہ: "کیا تو آپ کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔ تم دونوں میں سے برا دونوں میں سے بہتر پر فدا ہو جائے۔"

ھجوتَ مُبارکا بَرًّا حنیفًا　　امین اللہ سیمتُہٗ الوفاء

ترجمہ: "کیا تم نے ایسی ذات بابرکات کی ہجو بیان کی ہے جو سراپا برکت نیک اور اللہ تعالیٰ کا امین ہے وفا کرنا جن کی خصلت میں شامل ہے۔"

امن یھجو رسول اللہ منکم　　و یمدحُہٗ و ینصُرُہٗ سَوَاء

ترجمہ: "کیا تم میں سے وہ جو رسول مکرم ﷺ کی ہجو کرتا ہے اور جو آپ کی ستائش کرتا ہے اور آپ کی نصرت کرتا ہے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔"

فانّ ابی و والدتی و عرضی　　لعرض محمدٍ منکم وِقاء

ترجمہ: "بلاشبہ میرا باپ، میری والدہ اور میری عزت تم سے حضور اکرم ﷺ کی عزت کی دفاع کرنے والی ہے۔"

فسوف یجبکم عنہ حسامٌ　　یصوغ المُحکماتِ کما یشاء

ترجمہ: "عنقریب تلوار آپ کی طرف سے کاٹ کر رکھ دے گی۔ وہ محکم امور کو ایسے ڈھال لے گی جیسے چاہے گی۔"

لسانی صارم لا عیر فیہ　　و بحری لا تُکدرہ الدلاہ

ترجمہ: "میری تلوار شمشیر قاطع ہے جس میں کوئی عیب نہیں۔ ڈول میرے سمندر کو آلودہ نہیں کرتے۔"

حضرت کعب بن مالک نے فرمایا:

قضینا من تہامۃ کل ارَیبٍ و خیبرَ ثم اجملناً السیوفا

ترجمہ: "ہم نے تہامہ اور خیبر سے ہر شک کا فیصلہ کر دیا۔ پھر ہم نے تلواریں جمع کیں۔"

نُخَیِّرُھا ولو نطقت لقالت قوا طعھن دوسًا او ثقیفًا

ترجمہ: "اگر تلواریں گفتگو کرتیں اور ہم انہیں اختیار دیتے تو بول اٹھتیں کیا اب دوس کا قصد کرنا ہے یا ثقیف کا۔"

فلستُ لعاضِنٍ ان لم تروھا بساحَۃِ دارکم منا الوُفا

ترجمہ: "میں انہیں پردے میں رکھنے والا نہیں اگر تم نے انہیں اپنے گھر کے صحن میں ملاحظہ نہیں کیا کہ وہ تلواریں ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔"

و تنتزع العروشَ ببطنِ وَجٍّ و تصبح دارکم منکم خلوفا

ترجمہ: "ہم وج میں مکانوں کی چھتیں اکھیڑ رہے تھے اور تمہارے گھر ہی تمہارے خلاف ہو گئے تھے۔"

و یاتیکم لنا سرعَان خیلٍ یُغادر خلفَہٗ جمعًا کثیفا

ترجمہ: "ہمارے سریع رفتار گھڑسوار تمہارے پاس پہنچ گئے تھے جو اپنے پیچھے لشکر جرار چھوڑ گئے تھے۔"

اذا نزلوا بساحتکم سمعتم لھا مما اناخَ بھا رجیفا

ترجمہ: "جب یہ تمہارے صحن میں اترے تو وہاں اونٹوں کو بٹھانے کی آواز سنی جنہیں وہاں بٹھایا گیا تھا۔"

بایدیھم قواضبُ مُرھفاتٌ یُزرن المصطلینَ بھا العتوفا

ترجمہ: "ان کے ہاتھوں میں پتلی دھاری دار شمشیریں تھیں جو ایسے لوگوں کو موت کا دیدار کرا رہی تھیں جو ان سے آگ تاپتے تھے۔"

کامثال الصواعق اخلصتھا قیون الھند لم تصرب کثیفا

ترجمہ: "یہ تلوار بجلیوں کی مانند تھیں جنہیں ہند کے کاری گروں نے خالص لوہے سے بنایا تھا وہ دروازوں کی چوکھٹوں کی طرح موٹی نہ تھیں۔"

تخال جدیۃ الابطال فیھا غداۃ الزحف جادیًّا مذوفا

ترجمہ: "تو خیال کرے گا کہ جوانوں کے لہو کی دھاریاں ان میں پڑی ہوئی ہیں یہ میدان جنگ کا روز تھا اور

ان میں زعفران ملا ہوا تھا۔"

اجَنّھم الیس لھم نصیح   من الاقوام کان بنا عریفا

ترجمہ: "کیا وسعی کناں ہیں کیا اقوام میں انہیں کوئی نصیحت کرنے والا نہیں جو ہمارے بارے آگہی رکھتا ہو۔"

یخبرھم باَنّا قد جمعنا   عناقَ الغیل والنجُبَ الطروفا

ترجمہ: "جو انہیں بتائے کہ ہم نے ان کے لیے عمدہ نسل اور بہترین گھوڑے تیار کر رکھے ہیں۔"

و انا قد اتیناھم بزحفٍ   یُحیط بسور حصنھم صفوفا

ترجمہ: "ہم ان کے پاس ایسا لشکر جرار لے کر آئیں گے جو ان کے قلعے کی دیواروں کو صفیں بنا کر گھیرے ہوئے ہوگا۔"

رئیسھمُ النبیُ و کانَ صَلْبا   نقِیَ القلب مُصطبرًا عزوفا

ترجمہ "حضور نبی اکرم ﷺ ان کے سپہ سالار ہیں۔ آپ قوی، پاک دل، صبر کرنے والے اور زاہد ہیں۔"

رشید الامر ذاحکمٍ و علم   و حلم لم یکن نزقًا خفیفا

ترجمہ "آپ عمدہ امر والے، حکمت، علم اور حلم والے ہیں آپ ہلکی طبیعت اور جلد غصے میں آنے والے نہیں ہیں۔"

نطیع بیأنَا و بطیعُ ربًّا   ھو الرحمٰن کان بنا رؤُوفا

ترجمہ "ہم اپنے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس رب کریم کی اطاعت کرتے ہیں جو رحمان ہے وہ ہمارے ساتھ مہربانی کرنے والا ہے۔"

فان تلفوا الینا السلم نقبل   و نجعلکم لنا عجدا و ربغا

ترجمہ "اگر تم نے ہمیں پیغام صلح دیا تو ہم اسے قبول کر لیں گے تمہیں اپنی قوت بنا لیں گے اور عمدہ مقام دیں گے۔"

و ان تألوا نجاھدکم و نصبر   ولا بك امرُنا رعشًا ضعیفا

ترجمہ "اگر تم نے انکار کر دیا تو ہم اسے قبول کر لیں گے تمہیں اپنی قوت بنا لیں گے اور عمدہ مقام دیں گے۔"

نجالدُ ما بقینا او تنیبوا   الی الاسلام اذعانًا مضیفا

ترجمہ "ہم جہاد کرتے رہیں گے جب تک ہم زندہ ہیں یا تم انکساری کرتے ہوئے اور جھکتے ہوئے اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔"

نجالدُ لانبالی مَن لَقِینا   اَاھلکنا التلادَ ام الطریفا

ترجمہ "ہم جہاد کریں گے ہمیں یہ پرواہ نہ ہوگی کہ ہم کس کے ساتھ مصروفِ پیکار ہیں نیز یہ کہ ہم نے پرانا مال کھویا ہے یا نیا۔"

و کم من معشر البُوا علینا　　صمیم الجذم منھم والحلیفا

ترجمہ "کتنے ہی گروہ ہیں جو ہمارے پاس جمع ہو گئے ہیں جو مضبوط یقین کے مالک ہیں اور حلیف ہیں۔"

اتونا لا یرونَ لھم کِفاءً　　فجرعنا المسامع والانوفا

ترجمہ "وہ ہمارے پاس آئے، وہ کسی کو اپنا مدمقابل نہیں سمجھتے۔ ہم ان کے کان اور ناک کاٹ دیں گے۔"

بکل مھندٍ لیّنٍ صقیلٍ　　نسُوْفھم بھا سوقًا عنیفا

ترجمہ "ہندکی بنی ہوئی نرم تلوار کے ساتھ جو صیقل شدہ ہے جو انہیں سختی سے ہانک کرلے آئے گی۔"

لامر اللہ والاسلام حتی　　یقوم الدین فعتدلا حنیفا

ترجمہ "ہم اللہ تعالیٰ اور اسلام کے امر کی طرف بلائیں گے حتیٰ کہ دین حنیف قائم ہو جائے۔"

و تنسی اللات والعزّیٰ وَوَدٌّ　　و نسلبُھا الفلائه والشنوفا

ترجمہ "اور لات وعزّیٰ اور ود کو بھلا دیا جائے ہم ان کے ہار اور بند چھین لیں گے۔"

فامسَوْا قد اقبروا و اطمانُّوا　　و من لا یمتنع یقبل خُسُوْفًا

ترجمہ "پھر انہیں قرار ملے۔ اطمینان نصیب ہو جائے۔ جو دعوتِ حق قبول نہ کرے وہ رسوائی قبول کرلیں۔"

حضرت انس بن زنیم معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انت الذی تھدی معدٌّ بامرہ　　بل اللہ یھدیھم و قال لك اشھدِ

ترجمہ: "کیا آپ وہ ذات ہیں جس کے ذریعے معد کو ہدایت دی جاسکتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نوازتا ہے پھر وہ آپ سے فرماتا ہے کہ آپ گواہ بن جائیں۔"

وما حملَتْ من ناقة فوق رجلھا　　ابرو اوفی ذمة من محمد

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ سے زیادہ متقی اور زیادہ عہد کو پورا کرنے والے کسی شخص کو کسی اونٹنی نے کبھی بھی اپنے اوپر سوار نہیں کیا۔"

احثَّ علی خیر واسبغ نائلاً　　اذا راح کالسیفِ الصقیل المھندِ

ترجمہ: "آپ بھلائی پر سب سے زیادہ ابھارنے والے ہیں سب سے زیادہ عطیات سے نوازنے والے ہیں

معرکہ آزمائی کے وقت آپ صیقل شدہ ہندی تلوار کی طرح ہیں۔"

و اکسی لبُرد الخال قبل ابتذاله　　　و اعطی لراس السابِقِ المنجرد

ترجمہ: "آپ یمن کی بہترین چادر استعمال کرنے والے ہیں اور آپ آگے جانے والے عمدہ گھوڑا عنایت کرنے والے ہیں۔"

تُعلَّم رسولَ الله انك قادرٌ　　　علی کل ضربٍ متہمین و مُنجدِ

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ آگاہ ہو جائیں کہ آپ مجھے حاصل کرنے والے ہیں۔ آپ کی طرف سے دھمکی یوں ہے جیسے ہاتھ سے پکڑنا ہوتا ہے۔"

تعلم بانّ الرکب رکبَ عُوَیْمِرٍ　　　هم الکاذبون المخلفو کل موعد

ترجمہ: "آپ کو علم ہے کہ عویمر کا کاروان وہ کارواں ہے جو کاذب ہے اور ہر وعدہ توڑنے والے ہیں۔"

و نبّوا رسولُ الله انه هجوته　　　فلا حملت سوطی الی اذا یَدِی

ترجمہ: "انہوں نے آپ سے عرض کر دی کہ میں نے آپ کی ہجو بیان کی ہے۔ پھر میرا ہاتھ ہی میری طرف ڈنڈا نہ اٹھائے۔"

سِوَی انی قد قلتُ ویلُ ام فتیۃٍ　　　اُصیبوا بنحسٍ لا بطلقٍ واسعُدِ

ترجمہ: "مگر یہ کہ میں نے کہا ہے کہ ان جوانوں کی ماؤں پر افسوس جو نحوست سے قتل ہوئے۔ جو خندہ پیشانی سے مقتول نہ ہوئے نہ ہی وہ سعادت مند ہوئے۔"

اصابہم من لم یکن لدمائهم　　　کفاء فعزت عبرتی و تبلّدی

ترجمہ: "ان لوگوں نے انہیں تہ تیغ کیا جوان کے خون بہا کے مساوی نہ تھے میرے آنسو غالب آ گئے اور میری عقل مبہوت ہو گئی۔"

و انك قد حفرت ان کنت ساعیًا　　　بعبد بن عبدالله و ابنۃ مَہْوَدِ

ترجمہ: "اگر اس لیے آپ کوشش فرما رہے تھے تو آپ وعدہ توڑنے والے تھے کہ عبد بن عبد اللہ اور مہود کی بیٹی۔"

ذویبٌ و کلثوم و سلمَی تتابعُوا　　　جمیعًا فالّا تدمع العین اکمدِ

ترجمہ: "ذویب، کلثوم اور سلمی کو پیہم ضربیں لگائی جائیں اگر آنکھ گریہ زار نہ ہوگی تو غم ضرور ہوگا۔"

و سلمی و سلمی لیس حیٌّ کمثله　　　و اخوته او هل لوكٌ کاَعبُدِ

ترجمہ: "سلمی تو وہ ہے کہ زندہ انسانوں میں اس کی مثل کوئی نہیں نہ ہی اس کے بھائیوں کی نظیر مل سکتی ہے کیا بادشاہ غلاموں جیسے ہو سکتے ہیں۔"

فالی لاذنبًا فتقتُ ولا دَمًا . هرفتُ تبیّن عالِمَ الحق و اقصِدِ

ترجمہ: "میں نے نہ تو دین کا گریباں چاک کیا ہے نہ میں نے خونریزی کی ہے۔ عالم حق کو واضح دیکھو اور اس کا قصد کرو۔"

امام ابو محمد عبداللہ بن ابی زکریا الشقر اطسی نے لکھا ہے:

و یومُ مکۃ اذ اشرفتَ فی امم تضیق عنها فِجاجُ الوعث والسهلِ

ترجمہ: "اور فتح مکہ کے روز جب آپ ساری اقوام سے بلند تھے۔ لشکر جرار کی وجہ سے سارے رستے اور پگڈنڈیاں تنگ ہوگئی تھیں۔"

خوافق ضاقَ ذَرعُ الغافقین بها فی قاتم من عَجاجِ الخیل والإبِلِ

ترجمہ: "مشرق و مغرب کے رستے گھوڑوں اور اونٹوں کے سموں سے اٹھنے والی گرد و غبار کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔"

و جحفلٍ قُذفِ الارجاء ذی لَجَبٍ عَرَمْرَمٍ کرهاء السبل مسخل

ترجمہ: "اس لشکر جرار کی اطراف کثرت کی وجہ سے دور تھیں یہ شور و غل والا تھا۔ یہ لشکر جرار رات کے دھواں کی طرح رواں دواں تھا۔"

و انت صلی علیك اللهُ تقدمهم فی بهو اشرقِ نورٍ منك مکتمِلِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ آپ پر درود بھیجے آپ ان کے آگے آگے تھے اور آپ کے چہرۂ انور سے مکمل نور کی تابانیاں نکل رہی تھیں۔"

یُنیرُ فوقَ اغَرِّ الوجه منتجبٍ مُتوّجٍ بعزیز النصر مُقبَلِ

ترجمہ: "یہ ایسے مبارک چہرے پر نور افشانیاں تھیں جسے منتخب کر لیا گیا تھا جس کو غالب نصرت کا تاج پہنا دیا گیا تھا اس پر بڑھاپے کے اثرات نمودار نہیں ہوئے تھے۔"

یسمو امام جنود الله مُرتدِیًا ثَوبَ الوقار لامر الله مُمتثِلِ

ترجمہ: "آپ وقار کا لباس زیب تن کیے رب تعالیٰ کے لشکر کے آگے آگے تھے۔ آپ حکمِ الٰہی کو عملی جامہ پہنا

رہے تھے۔"

خشعتَ تحت بهاء العز حين سمتْ　　　بك المهابةُ فعلَ الخاضع الوجل

ترجمہ: "اس عزت کی رونق کے نیچے آپ اس وقت خشوع کر رہے تھے جب رعب آپ کو بلند کر رہا تھا۔ یہ خشوع کرنے والے اور رب سے ڈرنے والے شخص کا فعل ہے۔"

و قد تباشر املاك السماء بما　　　مُلِّكْتَ اذ نلتَ منه غايةَ الامل

ترجمہ: "آپ جس امر کے مالک بنے اس کی وجہ سے آسمان کے فرشتے بھی خوش ہو گئے جب آپ نے اس سے بلند مقصد حاصل کر لیا۔"

والارض ترجفُ من زهوٍ و من فرقٍ　　　والجو يزهر اشراقا من الجذلِ

ترجمہ: "زمین تعجب اور آسائش سے محو رقص ہو گئی اور فضا بھی خوشی سے منور ہو گئی۔"

والخيل تغتال زهوًا فی اعنتها　　　والعيْن تنثالُ رهوًا فی ثنی الجدل

ترجمہ: "گھوڑے بھی اپنی لگاموں میں رقص کرنے لگے اور اونٹنیاں بھی اپنی بنی ہوئی نکیلوں کو سرعت سے جانے لگیں۔"

لولا الذی خطَّتِ الاقلام من قدرٍ　　　و سابق من قضاء غيرِ ذی حِوَلِ

ترجمہ: "اگر وہ مقدر نہ ہوتا جسے قلموں نے لکھ دیا ہے اور پہلے سے ایسی قضاء اور تقدیر نہ ہوتی جو تبدیل نہیں ہو سکتی تو حالات دگرگوں ہوتے۔"

اهلَّ ثهلانُ بالتهليل من طربٍ　　　و ذابَ يذبُل تهليلا من الذبُلِ

ترجمہ: "ثھلان پہاڑ بھی مسرت سے ذکر کرتے ہوئے جھوم اٹھا اور نیزوں سے ڈرتے ہوئے وہ بھی بھاگ گیا۔"

الملك لله هذا عزٌّ من عُقدتْ　　　لهُ النبوةُ فوق العرش فی الازل

ترجمہ: "ساری بادشاہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ اس ہستی پاک کے لیے عزت ہے جن کے لیے ازل سے عرش معلی پر نبوت کا جھنڈا باندھ دیا گیا تھا۔"

شعبتَ صدْعَ قريش بعد ما قذفت　　　بهم شعوبُ شِعَابَ السهل والقللِ

ترجمہ: "اس کے بعد آپ نے قریش کو ملامت کی جبکہ آرزوؤں نے انہیں میدانوں اور چوٹیوں پر پھینک دیا تھا۔"

قالوا محمدُ قد زادت كتائبُهُ　　　كالأُسدِ تزار فی انيابها العصل

ترجمہ: "انہوں نے کہا:" یہ محمد عربی ﷺ ہیں جن کے لشکر ان شیروں کی مانند ہیں جو ایسی آوازیں نکال رہے ہیں جیسے شیر اپنے جبڑے ٹیڑھے کر کے آوازیں نکالتے ہیں۔"

فویل مکۃ من آثار و طاتہ ۔۔۔ وویلُ امِ قریش من جوی الھبل

ترجمہ: "آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی خیر! اور ہبل کی مرض کی وجہ سے قریش کی ماں کے لیے ہلاکت۔"

فجدت عفوًا بفضل العضو منك ولم ۔۔۔ تُلمم ولا بالئیم اللوم والعذل

ترجمہ: "آپ نے بن مانگے ان سے بہت زیادہ درگزر کیا آپ نے انہیں ایسی ملامت نہ کی جو ان کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔"

اضربت بالصفح صفحًا عن طوائلھم ۔۔۔ طولا اطال مقیلَ النوم فی المقلِ

ترجمہ: "آپ نے ان کی طویل جنگ سے انہیں یوں معاف کر دیا جو سونے والے کی آنکھ میں نیند سے بھی طویل تر تھا۔"

رحمتَ واشجَ ارحام اُتیحَ لھا ۔۔۔ تحت الوشیجِ نشیجُ الروع والوجلِ

ترجمہ: "آپ نے اتنا عمدہ رحم فرمایا جس کی وجہ سے "وشیج" درخت کے نیچے خوف اور ڈر کی وجہ سے حلق سے آواز نکلنے لگی۔"

عاذوا بظلِّ کریم العفو ذی لطفٍ ۔۔۔ مبارك الوجه بالتوفیق مشتمِل

ترجمہ: "وہ ایسی کریم ذات کے عفو و درگزر میں پناہ گزیں ہوئے جو لطف والی اور درگزر کرنے والی ہے۔ جن کے چہرہ مبارک ہے وہ توفیق کو شامل ہے۔"

ازکی الخلیقۃ اخلاقا واطھرھا ۔۔۔ واکرمُ الناس صنعًا عن ذوی الزللِ

ترجمہ: "وہ اخلاق اور پاکیزگی کے اعتبار سے مخلوق میں سے پاک ترین ذات ہے۔ وہ خطاؤں والوں سے درگزر کرنے میں سارے لوگوں سے زیادہ کریم ذات ہے۔"

زانَ الخشوعَ وقار منه فی خفر ۔۔۔ ارق من خفر العذراء فی الکِلل

ترجمہ: "حیاء میں وقار آپ کے خشوع کو آراستہ کر رہا ہے۔ جو رقیق پردہ میں دوشیزہ کے حیاء سے زیادہ نرم ہے۔"

وطفتَ بالبیت مجبورا وطاف به ۔۔۔ من کان عنه قبیلَ الفتح فی شغل

ترجمہ: ''آپ نے خوش ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ہر اس شخص نے اس کا طواف کیا جو فتح سے قبل اس کی طرف توجہ نہ دیتا تھا۔''

والکفر فی ظلمات الرجس مرتکس ثاوٍ بمنزلة البهموتِ من زُحَل

ترجمہ: ''کفر ناپاکی کی تاریکیوں میں اندھا ہو گیا۔ وہ زحل ستارے سے بھمو مچھلی کی جگہ چلا گیا۔'' (یہ مچھلی زمین کے نیچے ہے۔)

حجرت بالامن اقطارَ الحجاز معًا و ملت بالخوف عن ضيفٍ و عن ملل

ترجمہ: ''حجاز مقدس کے سارے اطراف کو آپ نے امن سے دفاع کیا اور آپ نے مقام خیف کو خوف اور ڈر سے بھر دیا۔''

و حَلَّ امنٌ و يُمنٌ منك فی يَمَن لمَّا اجابت الى الايمان عن عجل

ترجمہ: ''آپ کی وجہ سے یمن میں امن اور برکت نازل ہوئی۔ جب انہوں نے جلدی سے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا۔''

و اصبح الدين قد حفَّتْ حوانبهٗ بعزة النصر و استوْلى على المِلل

ترجمہ: ''دین حق اس طرح ہو گیا کہ نصرت کی عزت کے ساتھ اس کی اطراف گھیر لی گئیں یہ اقوام پر غالب آ گیا۔''

قد طاع منحرِف منهم لمعترف و انقاد منعدلٌ منهم لِمُعتدلِ

ترجمہ: ''منحرف نے معترف کی اطاعت کر لی اور منعدل، معتدل کے سامنے جھک گیا۔''

احبب بخلة اهل الحق فی الخِلل و عز دولته الغراء فی الدُول

ترجمہ: ''عادات میں سے اہلِ حق کی خلت کے ساتھ پیار کو اور سلطنتوں میں سے ان کی روشن سلطنت سے محبت کر۔''

ام اليمامة يوم منه مصطلمٌ و حَلَّ بالشام شوم غيرُ مرتَحِل

ترجمہ: ''یمامہ کا قصد ایسے دن نے کیا جو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے والا تھا۔ شام میں ایسا مہمان آیا جو کوچ کرنے والا نہیں۔''

تفرقت منه اعرافُ العراق و لم يترك من التُرك عظمًا غير مُنتثِل

ترجمہ: ''عراق کی ہڈیوں پر گوشت بھی زائل ہو گیا وہاں ایسی ہڈی چھوڑی جائے گی جس کو نکالا نہیں جائے گا۔''

لم يبق للفرس ليث غير مفترس ولا من الجيش ميث غيرُ منجفلِ

ترجمہ: ''گھوڑوں کے لیے چیرنے پھاڑنے والے شیر نہ رہے اور لشکر میں سے بھاگنے والا لشکر نہ رہا۔''

ولا من الصِّين سُورٌ غيرُ مبتذَل ولا من الروم مَرمىً غيرُ منتضَلِ

ترجمہ: ''چین سے ایسی حفاظت نہ رہی جو بوسیدہ نہ ہو۔ روم میں ایسا شکار نہ رہا جسے نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔''

ولا من النوب جذمٌ غيرُ منجذِمٍ ولا من الزنج جَزْلٌ غيرُ منجدِل

ترجمہ: ''نوب'' کی ہر اصل کی جڑ کاٹ دی گئی اور زنج کی بھی ہر اصل نیچے پچھاڑ دی گئی۔''

و نيل بالسيف سيفُ البحر و اتصلت دعوىَ النجود فكل بالجهاد صلى

ترجمہ: ''تلوار سے دریائے نیل کا ساحل فتح کر لیا گیا۔ لشکر کی پکار مل گئی۔ ہر ایک کو تلوار کے ساتھ جلا دیا گیا۔''

و سُلّ بالغرب غربُ والسيف اذ شرقت بالشرق قبل صدور البيض والاسل

ترجمہ: ''مغرب سے تلوار کی دھار کو سونت لیا گیا۔ جب وہ تلوار اور نیزوں سے قبل روشنی سے چمک اٹھی۔''

و عادَ كُلُّ عدُوٍ عزَّ جانبُهم قد عاد منكم ببذلٍ غير مبتذل

ترجمہ: ''ہر دشمن لوٹ آیا۔ اس کی جانب طاقتور تھی۔ اس نے گھٹیا ذات کے ساتھ آپ سے پناہ طلب کی۔''

اصفى من الثلج اشراقًا مذاقتُهٗ احلى من اللبَن المضروب فى العَسَلِ

ترجمہ: ''حوضِ کوثر کا مبارک پانی سفیدی میں برف سے بھی زیادہ سفید ہے اور اس کا ذائقہ اس دودھ سے بھی شیریں ہے جس میں شہد ملایا گیا ہو۔''

تنبیہات

1. اس میں اختلاف نہیں کہ یہ غزوہ رمضان المبارک میں رونما ہوا تھا۔ جیسے کہ صحیح میں ہے۔ ابن شہاب نے لکھا ہے ''کیا آپ شعبان المعظم میں عازمِ سفر ہوئے تھے تو رمضان آ گیا یا رمضان المبارک میں ہی عازمِ سفر ہوئے تھے۔ مجھے علم نہیں ہے۔'' امام بیہقی نے امام زہری سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو رمضان المبارک کے تیرہ روز گزر چکے تھے۔

امام احمد نے صحیح سند سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم فتح مکہ کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔'' اس سے گذشتہ تردد ختم ہو جاتا ہے۔ عازمِ سفر ہونے کے دن کا تعین ہو جاتا ہے۔ امام زہری کا قول اس دن کو متعین کر دیتا ہے جس میں آپ عازمِ سفر ہوئے۔ یہ بتاتا ہے کہ آپ نے رستہ میں بارہ روز بسر فرمائے۔''

الحافظ لکھتے ہیں: ''جہاں تک امام واقدی کے اس قول کا تعلق ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کے دس روز گزر چکے تھے یہ قول قوی نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے سے اصح کے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں' امام واقدی کی تائید ابن اسحاق وغیرہ نے بھی کی ہے۔ ابن راھویہ نے اسے صحیح سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم کے نزدیک مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت رمضان المبارک کے سولہ روز گزر چکے تھے۔ امام احمد نے اٹھارہ روز کا قول کیا ہے۔ ایک قول میں بارہ دن کا تذکرہ ہے۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ایک قول کو گذشتہ اور دوسرے قول کو بقیہ ایام پر محمول کیا جائے گا۔''

المغازی میں ہے ''رمضان المبارک کے انیس روز گزر چکے تھے۔ اسے ابتدائی مہینے کے بارے اختلاف پر محمول کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ انیس یا سترہ روز گزر چکے تھے۔ یعقوب بن سفیان نے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ بیس رمضان المبارک کو ہوا تھا۔ اگر یہ قول ثابت ہو جائے تو اسے اس مراد پر محمول کیا جائے گا کہ یہ درمیانے عشرہ میں رونما ہوا تھا۔

◆ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت حاطب کے خط کو لانے کے لیے کسے بھیجا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو بھیجا۔'' ابوعبدالرحمان سلمی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، حضرت ابومرثد الغنوی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔'' الحافظ نے لکھا ہے کہ احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ تینوں حضرات قدسی ان کے ساتھ ہوں۔ ایک راوی نے اس کا تذکرہ کیا ہو جس کا تذکرہ دوسرے نے نہ کیا ہو۔

◆ ابن اسحاق نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ میں دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔ امام زھری اور ابن عقبہ نے یہ تعداد بارہ ہزار لکھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ دس ہزار حضرات قدسی آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے تھے۔ دو ہزار رستہ میں آپ سے ملے تھے۔

◆ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اس وقت ہجرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساڑھے آٹھ سال گزر چکے تھے۔'' الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ وہم ہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ اس وقت ساڑھے سات برس گزر چکے تھے۔ یہ وہم اس وقت رونما ہوا ہے۔ جب فتح مکہ کو ہجرت کے آٹھویں سال میں سمجھا جائے جبکہ ربیع الاول سے لے کر رمضان المبارک تک نصف سال شمار کیا جائے۔ صحیح قول یہ ہے کہ فتح مکہ ساتویں سال رونما ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس کی روایت کی توجیہ یوں ممکن ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب سالِ ہجرت کی بناء سالِ اول کے ماہِ محرم سے کی

جائے۔ جب دوسرے سال کے ایک یا دو ماہ گزرے ہوئے ہوں تو اسے مجازی طور پر سال کہہ دیا گیا ہو۔ جیسے کہ بعض کو کل کا نام دے دیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ربیع الاول کے آخر میں رونما ہوا ہو۔ رمضان المبارک تک یہ نصف سال بنتا ہے۔ اس سال شعبان المعظم کا آخر سات سال اور نصف سال بنتا ہے۔ آٹھویں سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہوئی ہو اس کے بعد نصف سال ہو۔

۵ روایت ہے کہ آپ نے کدید کے مقام پر روزہ افطار کیا۔ بعض روایات میں کسی اور مقام کا تذکرہ ہے۔ یہ امور ایک ہی سفر کے بارے ہیں ممکن ہے کہ کسی ایک جگہ پر افطار کی نسبت حقیقت کے اعتبار سے ہو۔ وہ کدید ہو یا کراع الغمیم، عسفان ہو یا قدید۔ دوسرے علاقہ کی طرف نسبت اس کے قرب کی وجہ سے ہو۔ یا آپ نے چار مختلف مقامات پر یوں کیا ہو۔ صرف ایک جگہ افطار کرنے کو سارے لوگوں نے ملاحظہ نہ کیا ہو کیونکہ ان کی کثیر تعداد تھی۔ آپ نے بار بار افطار کیا تا کہ سارے لوگ دیکھ لیں۔ ہر ایک نے آنکھ سے مشاہدہ کر کے اس کی خبر دی۔

۶ صحیح میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کداء سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔ یہ مکہ مکرمہ کا بالائی حصہ ہے۔ آپ خود کدی سے داخل ہوئے یہ نشیبی علاقہ ہے۔ یہ مؤقف صحیح احادیث کے مخالف ہے۔ صحیح میں ان کے علاوہ کسی اور راوی سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالائی علاقے سے داخل ہوئے۔ ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے اس پر جزم کیا ہے۔''

۷ آپ نے شعب ابی طالب میں کیوں قیام فرمایا اس میں کیا حکمت ہے۔ اسی جگہ قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا تا کہ آپ کو وہ سختی یاد آجائے آپ اس فتح عظیم پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کر سکیں۔ آپ اس شخص کو رسوا کرتے ہوئے یہاں داخل ہوں جس نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کی سعی کی تھی۔ آپ ان لوگوں سے درگزر کرنے میں مبالغہ کریں جنہوں نے برے کام کیے آپ ان کے ساتھ امتنان و احسان کے ساتھ پیش آئیں۔

۸ قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر اس ملک کا انکار فرمایا جو نبوت کے بغیر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ورنہ اسے سلطنت کہنا جائز ہے خواہ وہ نبی کے لیے ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے فرمایا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ۔ (ص:۲۰)

ترجمہ: ''اور ہم نے مستحکم کر دیا ان کی حکومت کو۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی:

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۚ (ص:۳۵)

ترجمہ: "اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔"

لیکن آپ کو اس حالت میں بادشاہ کہنے کی کراہیت ظاہر ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ عبد نبی بن جائیں یا بادشاہ نبی بن جائیں۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا۔ انہوں نے آپ کو عاجزی کا اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "بلکہ عبد نبی۔ میں ایک دن بھوکا رہوں ایک دن سیر ہوں۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوسفیان کو انکار کرنا بھی اس مفہوم کو تقویت دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کے بعد چار خلفاء کو بادشاہ کہنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا: "میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر امراء آجائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر جبابرہ ہوں گے۔

❾ وہ ساعت جس میں آپ کے لیے مکہ مکرمہ میں قتل کرنا جائز کر دیا گیا تھا۔ وہ فتح مکہ کی صبح سے لے کر عصر تک کا وقت تھا۔ جیسے کہ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے۔

❿ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ نے محصب میں نزولِ اجلال فرمایا تھا جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر قیام نہیں فرمایا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے غسل فرمایا۔ نماز پڑھی۔ پھر اسی جگہ آگئے۔ جہاں شعبِ ابی طالب میں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

⓫ ابن خطل کے قاتل میں اختلاف ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابوعثمان نہدی کی سند سے لکھا ہے کہ ابن خطل کو حضرت ابوبردہ الاسلمی نے قتل کیا تھا۔ وہ خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ یہ مرسل روایت ہے مگر اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی شاہد ایک اور روایت بھی ہے جسے ابن مبارک نے کتاب البر والصلہ میں حضرت ابوبرزہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے:

"قاتل کے تعین میں وارد ہونے والی روایات میں سے یہ روایت اصح ہے۔ علامہ بلاذری وغیرہ نے اسی روایت کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ دیگر روایتوں میں جو قاتلین کا تذکرہ ہے انہیں اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے اسے قتل کرنے میں جلدی کی لیکن ابوبرزہ رضی اللہ عنہ ان سے سبقت لے گئے۔ شاید ان کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے قتل کرنے میں شرکت کی ہو۔ جیسے ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابوبرزہ اسلمی نے مل کر اسے قتل کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت زبیر بن عوام نے دوسرے قول کے مطابق حضرت شریک بن عبدۃ

نے اس کا کام تمام کیا تھا۔

12 امام بخاری نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر غسل کیا تھا۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں، آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں تھے۔ انہوں نے پایا کہ آپ غسل کر رہے تھے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ امر بار بار رونما ہوا ہوگا۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابن خزیمہ نے مجاہد کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب آپ غسل فرما رہے تھے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کو پردہ کیے ہوئے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ ان کے اس گھر میں رونق افروز ہوئے ہوں جو مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں ہو اور یہ مکہ مکرمہ میں ان کا دوسرا گھر ہو۔ آپ وہاں تشریف لے گئے ہوں۔ وہاں آپ نے غسل کیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے ایک نے ابتدا اور دوسرے نے درمیان میں آپ کو پردہ کیا ہو۔

13 امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ان رکعتوں میں باآواز بلند قرأت نہیں کی تھی۔ یہ آٹھ رکعتیں تھیں۔ یہ صلوٰۃ الفتح ہے۔ اہلِ علم اسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں امراء جب کسی شہر کو فتح کر لیتے تو وہ وہاں یہ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے مدائن کسریٰ فتح کیے تو ایوانِ کسریٰ میں آٹھ رکعتیں نماز پڑھیں۔ جن کے مابین فاصلہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی یہ امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

14 علا ابن عبدالرحمان نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اسامۃ سے روایت کیا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھر میں اس جگہ یہ نماز پڑھی تھی۔ حضرت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے پوچھا: "آپ نے کہاں نماز پڑھی؟" صحابہ کرام نے بتایا: "یہاں"

الحافظ نے لکھا ہے: "اگر یہ روایت محفوظ ہو تو اس کو اس طرح محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ پھر اس جگہ کے بارے مزید جاننے کے لیے انہوں نے حضرات اسامہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ امام مسلم کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا: "میں بھول گیا ہوں کہ میں ان سے پوچھوں کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔" الحافظ نے لکھا ہے: "یہ قاضی کے جزم سے اولیٰ ہے جو اس روایت کے وہم کی وجہ سے ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے گویا کہ وہ بقیہ روایات سے واقف ہی نہیں ہوئے۔"

15 یہ تنبیہ اس شخص کے قول کے بارے ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ یحییٰ بن قطان نے اپنے قول "دو رکعتیں" میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمر نے کہا ہے "میں پوچھنا ہی بھول گیا تھا" آپ کے خروج کے بعد دو رکعتوں کے

تذکرہ نے انہیں وہم میں مبتلا کیا۔ مغلط غالط ہی ہے۔ لغزش بیان کرنے والے نے خود لغزش کھائی ہے۔ اس کا کلام مردود ہے۔ یحییٰ نے پہلے اور بعد میں دو رکعتوں کا تذکرہ ہی کیا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کا انہوں نے ارادہ نہیں کیا۔ وہ اس میں منفرد بھی نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں غلط کہا جائے۔ بلکہ اس واقعہ میں ان کی اتباع انہوں نے بھی کی ہے۔ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس شخص پر افسوس ہے جس نے حفظ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر لغزش کا الزام لگایا۔ اس شخص کے قول کے ساتھ جس پر دو حدیثوں کو جمع کرنے کا امکان مخفی رہا۔ اس نے علم کے بغیر کہا کاش وہ خاموش رہتا تو سلامت رہتا۔"

12 الحافظ نے لکھا ہے "فلیح، ایوب اور نافع عن ابن عمر کی اس روایت "میں بھول گیا تھا کہ میں حضرت بلال سے روایت کروں۔" اس روایت "میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھیں" انہیں بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت بلال کے قول پر اعتماد کیا ہو۔ مجاہد اور ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تھیں آپ دن کے وقت اسی طرح نوافل پڑھتے تھے۔ کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا کہ آپ نے نماز پڑھی تھی کہیں روایت نہیں ہے کہ آپ نے دن کے نوافل دو رکعتوں سے کم پڑھے ہوں۔ دو رکعتیں ہی آپ پڑھتے تھے۔ یہ آپ کی عادت مبارکہ سے ثابت ہے اس صورت میں رکعتیں حضرت ابن عمر کا کلام ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "میں نے وہ روایت بھی پائی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو ایک اور طرح بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس روایت کو عمرو بن شیبہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت بلال رضی اللہ عنہ میرے سامنے آئے" میں نے ان سے پوچھا: "حضور اکرم ﷺ نے یہاں کیا کیا ہے؟ انہوں نے اپنی سبابہ اور وسطی انگلیوں سے اشارہ کیا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اس صورت میں حضرت ابن عمر کے قول "میں ان سے سوال کرنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی نمازیں پڑھیں" کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ نہ تو انہوں نے الفاظ میں سوال کیا نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے الفاظ میں جواب دیا۔ انہوں نے اشارہ ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ جبکہ دوسری روایت میں جو قول ہے "میں ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی نماز پڑھی؟" احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں یہ امر متحقق نہ تھا کہ کیا آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یا نہ۔"

شیخ حافظ ابو الفضل عراقی نے لکھا ہے "یہ احتمال ہے حضرت ابن عمر نے اگرچہ حضرت بلال سے سن لیا تھا کہ آپ نے

دو رکعتیں پڑھیں تھیں۔ انہوں نے اس پر اکتفاء نہ کیا کہ آپ نے ان کے علاوہ کچھ نہ پڑھا۔ کیونکہ جس نے چار یا زائد رکعتیں پڑھیں اس کی اس امر پر تصدیق کی جاتی ہے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں ہیں۔ کیونکہ عدد کا مفہوم حجت نہیں ہوتا اصول میں یہی مرجح ہے شاید ابن عمر یہ سوال کرنا بھول گئے ہوں کہ آپ نے چار سے زائد رکعتیں پڑھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''بعض متاخرین کا یہ قول دو اعتبار سے اعتراض کی گنجائش رکھتا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت بلال سے پوچھا۔ پھر دوسری بار ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر یہ سوال کیا: (۱) یہ قصہ بار بار رونما نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ دونوں روایات میں سوال میں فاء معقبۃ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ ایک قول میں ایک ہی سوال تھا۔ (۲) حضرت ابن عمر کے قول کے راوی حضرت نافع ہیں جو ان کے غلام تھے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ وصال تک ان کی طویل ملازمت تک وہ نسیان تک ہی برقرار رہے ہوں اور انہوں نے آپ کی نماز کی تعداد کے بارے سوال نہ کیا ہو۔''

۱۴ الحافظ نے لکھا ہے ''حضرت ابن عمر کی روایت میں حضرت اسامہ کا اثبات ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی تھی جبکہ حضرت ابن عباس کی ان سے روایت میں نفی ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان روایات میں تعارض نہیں ہے کیونکہ انہیں جمع کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کا اثبات کیا تو اس کے بارے غیر پر اعتماد کیا۔ اور جب نفی کا اظہار کیا تو اپنے علم پر اعتماد کیا کیونکہ انہوں نے آپ کو وہاں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔''

الحافظ دوسری جگہ لکھتے ہیں ''اس کے بارے حضرت اسامہ سے متضاد روایات ہیں۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ وہ مثبت ہے۔ دوسری روایت نفی کرنے والی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ اثبات میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف نفی میں ہے۔''

امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے۔ ''حضرت بلال کے اثبات اور حضرت اسامہ کی نفی کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ حضرات قدسی خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دعاء میں مشغول ہو گئے۔ حضرت اسامہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا مانگتے دیکھا۔ حضرت اسامہ کسی گوشے میں دعا میں مصروف ہو گئے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے کنارے پر تھے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی تو حضرت بلال نے آپ کو دیکھ لیا کیونکہ وہ آپ کے قریب تھے جبکہ حضرت اسامہ دور ہونے اور دعا میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ کو نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ دروازہ بند تھا۔ تاریکی بھی تھی شاید بعض ستونوں نے

انہیں دیکھنے سے روک دیا ہو۔انہوں نے اپنے ظن کے مطابق اس کی نفی کر دی۔"
امام الطبری لکھتے ہیں:"یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت اسامہ کعبہ معظمہ میں داخل ہونے کے بعد کسی ضروری کام کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔انہوں نے آپ کا نماز پڑھنا نہ دیکھا ہو۔اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے حضرت ابن عباس کے غلام حضرت عمیر نے حضرت اسامہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کعبہ معظمہ میں داخل ہوا۔آپ نے تصاویر دیکھیں پانی کا ڈول مانگا۔میں پانی لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔آپ نے اس کے ساتھ تصاویر مٹا دیں۔"
امام قرطبی نے لکھا ہے کہ شاید حضرت اسامہ نے یہ نفی کا قول اس لیے کیا ہے کیونکہ وہ جلدی واپس آگئے تھے۔"میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال رونما ہوا تھا۔اگر وہ روایت نہ ہوتی جسے عمرو بن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے۔حضرت اسامہ دروازے پر بیٹھ گئے۔جب آپ باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت اسامہ جبوہ مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے ان کا جبوہ کھول دیا۔شاید اسی اثناء میں انہیں اونگھ آگئی ہو۔انہوں نے آپ کی نماز نہ دیکھی ہو۔جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق اس کی نفی کر دی۔یہ ان کے دیکھنے کی نفی ہے۔نماز کی نفی نہیں۔بعض علماء کرام نے اثبات والی روایت کو لغوی نماز پر محمول کیا ہے اور نفی والی نماز کو شرعی نماز پر محمول کیا ہو صرف دعا مراد نہ لی ہو۔حضرت مہلب شارح بخاری نے لکھا ہے:
"شاید خانہ کعبہ میں دخول دو بار ہوا ہو۔ایک بار آپ نے نماز پڑھی ہو۔دوسری بار نہ پڑھی ہو۔"ابن حبان نے ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے۔"یہ دونوں روایتیں جو مختلف واقعات کے بارے ہیں۔یوں کہا جائے گا جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں نماز ادا کی۔یہی وہ روایت ہے جسے حضرت ابن عمر نے حضرت بلال سے روایت کیا ہے۔لیکن حجۃ الوداع کے وقت آپ نے کعبہ معظمہ کے اندر نماز نہ پڑھی۔کیونکہ حضرت ابن عباس سے اس کی نفی مروی ہے۔انہوں نے اسے حضرت اسامہ اور اپنے بھائی حضرت فضل کی طرف منسوب کر دیا۔حضرت ابن عمر نے اس کا اثبات کیا تو اس کو حضرات اسامہ اور بلال کی طرف منسوب کر دیا۔اس طرح یہ تعارض ختم ہو گیا۔"الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عمدہ جمع ہے لیکن امام نووی نے یہ کہہ کر ان کی گرفت کی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں۔آپ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔لیکن حجۃ الوداع کے وقت اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جیسے علامہ ارزقی نے حضرت سفیان بن

عیینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صرف ایک بار ہی خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ یعنی فتح مکہ کے وقت لیکن حجۃ الوداع کے وقت آپ اس کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ فتح مکہ کے وقت دو بار اس کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ دارقطنی نے ایک ضعیف روایت لکھی ہے جو اس طریقہ سے جمع کرنے کی تائید کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دارقطنی نے سنن میں لکھا ہے کہ قاضی عزالدین بن جماعۃ نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "میں آپ کے ساتھ کعبہ معظمہ میں داخل ہوا۔ آپ بیٹھ گئے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھا۔ آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے نماز نہ پڑھی۔ پھر دوسرے روز میں آپ کے ساتھ اندر آ گیا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ دعا مانگی اور دو رکعتیں نماز پڑھی پھر آپ باہر تشریف لائے خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا: "یہ قبلہ ہے۔" اس روایت کو احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے نہ تو یہ روایت مجمع الزوائد از ہیثمی میں دیکھی ہے۔ نہ ابوصیری کی کتاب اتحاف المہرۃ میں دیکھی ہے نہ یہ کتاب الصلاۃ نہ ہی کتاب الحج میں ہے۔ اللہ اعلم۔

مجمع الزوائد میں جو روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ دو ستونوں کے مابین دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لائے تو دروازہ اور حجر کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا: "یہ قبلہ ہے۔" پھر آپ دوسری بار اندر تشریف لے گئے۔ آپ کھڑے ہو گئے دعا مانگی لیکن نماز نہ پڑھی۔

(الطبرانی فی الکبیر)

ہیثمی لکھتے ہیں "اس میں ابومریم ہے جس نے صغار تابعین سے روایت کیا ہے۔ میں اسے نہیں جانتا بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ بعض کے بارے کلام ہے۔"

علامہ ازرقی نے عبدالمجید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت فضل اندر گئے تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کسی کام کے لیے یاد فرمایا۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نماز پڑھ چکے تھے انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے انہیں بھیجا۔ وہ پانی کا ڈول لے کر آئے۔ جس کے ساتھ آپ نے تصاویر مٹائیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا۔" میں کہتا ہوں کہ آپ نے اسی طرح حضرت اسامہ کو بھی بھیجا تھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ امام تقی الدین الفاسی نے اپنی

تاریخ میں ان جوابات پر اعتماد کیا ہے۔ جنہیں ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی ہے۔

۱۸۱ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ جب آپ نے اندر نماز پڑھی تو دو عمود اپنے بائیں طرف ایک عمود دائیں طرف اور تین ستون پیچھے رکھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ستون بائیں طرف دو عمود دائیں طرف رکھے۔ ایک اور روایت میں ہے ایک ستون دائیں طرف دوسرا بائیں طرف رکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے دو اگلے ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ دو ستون آپ کے سامنے تھے۔ علامہ الطبری احکام الکبریٰ میں لکھتے ہیں: ''یہ مؤقف اس شخص کی روایت کی تائید کرتا ہے جس نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو عمود اپنے دائیں طرف ایک عمود اپنے بائیں طرف رکھا۔ کیونکہ دروازہ حجر اسود کے قریب ہے۔ وہ دائیں طرف زیادہ ہے۔ وہ مشرق کی طرف سے کھلتا ہے۔ جب آپ اس کے اندر تشریف لے گئے۔ تو آپ نے دو اگلے یمانی ستونوں کے مابین نماز پڑھی۔ اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا۔ آپ نے دو ستون اپنے دائیں اور ایک کو اپنے بائیں طرف رکھا۔ تین ستون اپنے پیچھے رکھے مغرب کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ لیکن دو یمانی ستونوں سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ تین صفوں میں ہیں۔ ان میں سے دو کو یمانی بنانا انہیں شامی بنانے سے اولیٰ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ان میں سے دو کو یمانی بنایا۔ کیونکہ تین ستون یمانی اور شامی صفت کے ساتھ ہیں جو شخص ایک یمانی ستون اور ایک اس ستون کے مابین کھڑا ہو جو یمن اور شام کے مابین مشترک ہو تو اس کے بارے جائز ہے کہ اسے یوں کہا جائے ''وہ دو یمنی ستونوں کے مابین ہے اس ستون کو مجازی اعتبار سے یمن کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ جو ایک شامی ستون اور ایک مشترک ستون کے مابین کھڑا ہو۔ اس کے بارے روا ہے کہ اسے یوں کہا جائے کہ وہ دو شامی ستونوں کے مابین ہے یا جو یمن کی طرف زیادہ کھڑا ہو تو اس کے اعتبار سے اس پر یمانی کا اطلاق کیا جائے پہلا قول زیادہ درست ہے۔ اس میں اور اس روایت میں کوئی تضاد نہیں جس میں ہے کہ آپ نے ایک عمود اپنے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف رکھا۔

الحافظ لکھتے ہیں: ''اس روایت میں کوئی مخالفت نہیں جس میں تذکرہ ہے کہ آپ نے ایک ستون اپنے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف رکھا لیکن امام مالک کی یہ روایت مشکل پیدا کرتی ہے کہ اس وقت خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا۔ کیونکہ اس طرح تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت دو ستون تھے جن میں ایک کو آپ نے اپنے دائیں طرف دوسرے کو بائیں طرف رکھا۔ ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ جب انہوں نے دو ستونوں کا ذکر کیا تو اس کی

وہ حالت بیان کی جس میں وہ آپ کے عہد ہمایوں میں تھا۔ جب زیادہ ستونوں کی بات کی تو یہ اس تغیر کو شامل ہوگیا جو بیت اللہ میں بعد میں رونما ہوا۔ کیونکہ اس جملے "بیت اللہ اس وقت چھ ستونوں پہ مشتمل تھا" میں یہ وضاحت ہے کہ بعد میں اسے تبدیل کر دیا گیا۔

علامہ الکرمانی نے لکھا ہے "العمود کا لفظ جنس ہے جو ایک اور دو کو شامل ہے۔ یہ مجمل تھا اس کی تفصیل "عمودین" کی روایت نے کر دی ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ یوں کہا جائے کہ تینوں ستون ایک سمت میں نہ تھے۔ بلکہ دو ایک سمت میں اور تیسرا دوسری سمت میں تھا۔ حدیث سابق میں المقدمین کا لفظ اس کا احساس دلاتا ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے "اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" کے باب میں لکھا ہے" اس میں دو ستون ہیں جو داخل ہونے والے کے بائیں طرف آتے ہیں۔" یہ اس بات کی صراحت ہے کہ وہاں بائیں طرف دو ستون تھے۔ آپ نے ان کے درمیان نماز پڑھی۔ یہ احتمال بھی ہے کہ وہاں ایک ستون دائیں طرف بھی ہو وہ دور ہو یا ان دو ستونوں کے علاوہ کسی اور سمت میں ہو۔ اس طرح اس شخص کا قول درست ہو جو یہ کہتا ہے کہ آپ نے اپنے دائیں سمت دو ستون رکھے۔ اس شخص کا قول بھی درست ہے جس نے کہا آپ نے ایک ستون اپنی دائیں سمت رکھا۔ علامہ کرمانی نے ایک اور احتمال لکھا ہے۔ وہ یہ کہ وہاں تین ستون ایک صف میں ہوں۔ آپ نے درمیانے ستون کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ جس شخص نے یہ کہا کہ آپ نے ایک ستون بائیں اور دوسرا دائیں طرف رکھا اس نے اس ستون کا اعتبار نہ کیا ہو جس کے ساتھ آپ نے نماز پڑھی ہو۔ جس نے دو ستونوں کا قول کیا ہو اس نے اس کا اعتبار کیا ہو۔ بعض متاخرین نے یہ لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔ لیکن یہ احتمال بعید ہے کیونکہ مخرج الحدیث ایک ہی ہے۔ امام بیہقی نے جزم کے ساتھ اس قول کو ترجیح دی ہے کہ آپ نے دو ستون اپنے دائیں طرف اور ایک ستون بائیں طرف رکھا۔ امام طبری نے صفوۃ القوی میں لکھا ہے کہ یہی مؤقف اظہر ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں آپ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ آٹھویں تنبیہ میں ہے کہ آپ دوسری بار اس میں تشریف لے گئے تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ عمرۃ القضا کے وقت اس کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ لیکن صحیح مؤقف اس کے برعکس ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ عمرۃ القضاء اور حجۃ الوداع کے وقت اندر تشریف لے گئے تھے۔ ١٩

٢٥ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے کتنی مدت مکہ مکرمہ میں قیام کیا تھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے امام بیہقی اس اختلاف کو جمع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس نے انیس روز کا قول کیا ہے اس نے آپ کے تشریف لانے اور تشریف لے جانے کا دن شمار کیا ہے جس نے سترہ روز کا قول کیا ہے اس نے انہیں شمار نہیں کیا۔ جس نے اٹھارہ روز کا قول کیا ہے اس نے ان میں سے ایک کو شمار کیا ہے۔ پندرہ دن کے قیام کی روایت کو امام نووی نے ضعیف قرار دیا ہے۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ درست نہیں کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں ابن اسحاق اس میں منفرد نہیں ہیں۔ جب اس کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ راوی نے یہ گمان کیا ہے اصل روایت سترہ یوم کی ہے لیکن اس نے تشریف لانے اور تشریف لے جانے کے ایام کو حذف کر دیا۔ اس نے پندرہ کا تذکرہ کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سترہ دن کی روایت ارجح روایت ہے اس سے بھی اسی جگہ کو ترجیح ملتی ہے کہ اکثر صحیح روایات یہی ہیں۔" الحافظ لکھتے ہیں: "حضرت انس کی روایت حضرت ابن عباس کی روایت کے معارض نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباس کی روایت فتح مکہ کے بارے اور حضرت انس کی روایت حجۃ الوداع کے بارے ہے۔"

انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے: "جو میرا اعتقاد ہے وہ یہ کہ حضرت انس کی روایت حجۃ الوداع کے بارے ہے اس سفر میں آپ نے مکہ مکرمہ دس روز قیام کیا کیونکہ آپ چار شوال کو تشریف لائے اور چودہ شوال کو تشریف لے گئے۔" انہوں نے لکھا ہے "شاید امام بخاری نے اسی وجہ سے اس روایت کو اس باب میں شامل کیا ہے جو میں نے اشارہ دیا ہے۔ اذہان کو تیز کرنے کے لیے انہوں نے اسے وضاحت سے بیان نہ کیا ہو۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں دس روز قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔"

اٹھائیسواں باب

غزوۂ حنین

اس غزوہ کو غزوۂ ھوازن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ بنوھوازن نے ہی آپ سے قتال کیا تھا۔محمد بن عمر نے ابن ابی الزناد سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ بنوھوازن ایک سال تک لشکر جمع کرتے رہے۔وہ عرب کے رؤساء کے پاس جاتے رہے۔تاکہ انہیں آپ کے خلاف جمع کریں۔" آئمہ مغازی نے لکھا ہے:

"جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو بنوھوازن اور بنوثقیف کے سردار ایک دوسرے کے پاس گئے۔انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ان پر حملہ کردیں گے۔انہوں نے کہا:"اب آپ ہمارے لیے فارغ ہو چکے ہیں۔اب آپ کے لیے اور کوئی سمت نہیں رہی۔رائے یہ ہے کہ ہم آپ پر حملہ کردیں۔"انہوں نے لشکر جمع کیا۔انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے کہا "بخدا! محمد عربی ﷺ ابھی تک ایسے لشکر سے نبرد آزما ہوئے ہیں جنہیں جنگ کے فنون صحیح نہ آتے تھے۔تم اتفاق کرلو ان پر حملہ کردو اس سے قبل کہ وہ تم پر حملہ کریں۔"بنوھوازن نے اس امر پر اتفاق کرلیا۔مالک بن عوف نے انہیں جمع کیا۔اس وقت اس کی عمر تیس برس تھی۔ھوازن کے ساتھ ثقیف بھی جمع ہو گئے۔جشم،سعد بن بکر،بنوھلال نے ان کی مدد کی۔بنوھلال کی تعداد قلیل تھی۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ایک سو بھی نہ تھی۔بنوقیس میں سے یہی حاضر ہوئے تھے۔ھوازن میں سے کعب اور کلاب نے شرکت سے انکار کردیا تھا۔ابن ابی براء وہاں گیا۔مگر انہوں نے شرکت سے انکار کردیا۔انہوں نے کہا:"بخدا! اگر ہم مشرق و مغرب کے مابین سب کو بلالیں پھر بھی محمد عربی ﷺ ہم پر غالب آجائیں گے۔"

بنوجشم میں درید بن صمہ تھا۔اس وقت اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔دوسرا قول ۱۲۰ سال کا بھی ہے۔یہ وہ بوڑھا شخص تھا جس کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔اب اس کی رائے اور تجربہ سے ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔وہ ایک تجربہ کار شخص تھا۔وہ بیس سال کی عمر سے ہی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے معروف تھا۔جب بنوہوازن نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کرلیا تو انہوں نے درید سے کہا کہ وہ ان کی قیادت کرے۔"اس نے کہا:"یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔میری بصارت ختم ہو چکی ہے۔میں گھوڑے کی پشت پر ٹھہر بھی نہیں سکتا۔لیکن میں تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں۔تاکہ تمہیں مشورہ دے سکوں۔بشرطیکہ تم میری مخالفت نہ کرو۔اگر تمہارا گمان ہے کہ میری مخالفت ہوگی تو میں یہیں ٹھہر جاتا ہوں۔میں

تمہارے ساتھ نہیں جاتا۔' انہوں نے کہا: ''ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔' مالک بن عوف آیا۔ سارے لوگوں نے متفقہ طور پر اسے اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ انہوں نے اس سے کہا: ''ہم تیری رائے سے مخالفت نہیں کریں گے۔''

درید نے کہا'' مالک! تم ایک کریم شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہو۔ اس ہستی نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے۔ عجم ان سے لرزہ براندام ہے۔ انہوں نے یہود کو حجاز سے جلاوطن کر دیا ہے یا انہیں تہ تیغ کر دیا ہے یا ذلت ورسوائی کے ساتھ انہیں جلاوطن کر دیا ہے۔ جس دن تم محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کرو گے اس کے نتائج بعد تک رہیں گے۔''

مالک: میں چاہتا ہوں کہ کل تجھے ایسے کارنامے دکھاؤں جو تجھے خوش کر دیں۔

درید: تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔ جب تو لوگوں کو جمع کرے گا تو میں تیرے پاس آ جاؤں گا۔' جب وہ اس کے پاس سے نکلا تو اس نے یہ بات مخفی رکھی کہ وہ اپنے ساتھ عورتوں اور اموال کو بھی لے کر نکلے گا۔''

جب مالک نے اتفاق کر لیا کہ وہ لوگوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی طرف نکلے تو وہ اپنے ساتھ اموال، خواتین اور بیٹوں کو لے کر نکلے۔ وہ اوطاس پہنچے اور وہیں خیمہ زن ہو گئے۔ ہر طرف سے امداد ان کے پاس آنے لگی۔ درید بن صمہ ھودج میں آیا۔ جب وہ نیچے اترا تو ہاتھوں سے زمین کو چھوا۔ پوچھا: ''تم کس وادی میں ہو؟'' لوگوں نے بتایا: ''اوطاس میں۔'' اس نے کہا: ''یہ گھوڑوں کا عمدہ میدان ہے۔ یہ نہ سخت چٹیل ہے نہ نرم ریت کی طرح ہے۔ میں بچوں کے رونے کی آواز، اونٹوں کی آواز، گدھوں، بکریوں اور گائے کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟'' لوگوں نے اسے بتایا کہ مالک اپنے ساتھ لوگوں کے بیٹے، خواتین اور اموال ہانک لایا ہے۔'' درید: اس نے تو میرے ساتھ شرط رکھی تھی کہ وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔ اس نے میری مخالفت کر دی ہے۔ میں اپنے اہل کی طرف واپس جا رہا ہوں اور ان سب کو یہیں چھوڑ رہا ہوں۔ اس سے کہا گیا ''کیا تو مالک سے مل کر اس سے بات نہیں کر لیتا۔'' مالک کو بلایا گیا۔ درید نے کہا: ''مالک! تو اپنی قوم کا رئیس بن گیا ہے۔ اس دن کا اثر بقیہ ایام پر ہے۔ میں بچوں کے رونے، اونٹوں، گدھوں، بکریوں اور گائے کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟'' مالک: ''میں لوگوں کے ساتھ ان کے بچوں، عورتوں اور اموال کو بھی ہانک کر لے آیا ہوں۔'' درید: ''کیوں؟'' مالک: ''میرا ارادہ ہے کہ میں ہر انسان کے پیچھے اس کے اہلِ خانہ رکھوں گا۔ اس کے اموال رکھوں گا وہ ان کی طرف سے جنگ کرے گا۔''

درید نے آواز نکالی اور کہا: ''بھیڑوں کے چرواہے! اس کا اور جنگ کا آپس میں کیا تعلق؟ اس نے تعجب کے ساتھ تالی بجائی۔ پھر کہا: ''شکست خوردہ کو کون سی چیز روک سکتی ہے۔ اگر جنگ میں تجھے فتح نصیب ہوئی تو پھر بھی تجھے آدمی کی تلوار اور نیزہ ہی کام آ سکتا ہے۔ اگر شکست ہوئی تو پھر تو نے اپنے اموال اور اہل کو ضائع کر دیا۔ مالک! تو نے ھوازن کی جماعت اور گھوڑوں کو آگے کیوں نہ کیا۔ اموال، عورتوں اور بچوں کو قوم کے قلعوں میں بھیج دے۔ پھر گھوڑوں کی پشتوں پر

بیٹھ۔ دشمن سے مقابلہ کر۔ پیادہ فوج گھوڑوں کے مابین ہوگی۔ اگر تجھے فتح ہوئی تو یہ لوگ تجھے پیچھے سے جا ملیں گے۔ اگر تجھے شکست ہوئی تو یہ تجھے پالیں گے۔ تیرے اموال اور اھل بھی بچ نکلیں گے۔"

مالک نے کہا: "بخدا! میں اس طرح ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اس کام کو تبدیل نہیں کروں گا۔ جسے میں نے کر دیا ہے۔ تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ تیرا علم اور عقل کام نہیں کرتا۔" وہ درید کے مشوروں سے ہنسنے لگا۔ درید کو غصہ آ گیا۔ اس نے بنو ھوازن سے کہا: "اے گروہِ ھوازن! یہ مشورہ صحیح نہیں۔ یہ شخص تمہاری عورتوں کو بے عزت کر دے گا۔ یہ تمہیں دشمن کے حوالے کر کے خود ثقیف کے قلعوں میں جا کر چھپ جائے گا۔ تم واپس لوٹ چلو اسے چھوڑ دو۔" مالک نے اپنی تلوار سونتی پھر اسے جھکایا اور کہا: "اے ھوازن! تم میری اطاعت کرو ورنہ میں اس تلوار پر جھک جاؤں گا۔ حتیٰ کہ وہ میری پشت سے نکل جائے گی۔ اس نے ناپسند کیا کہ اس معاملہ میں درید کا ذکر ہو یا کوئی رائے ہو۔" بنو ھوازن نے باہم مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اگر ہم نے مالک کی نافرمانی کی تو وہ خود کو مار ڈالے گا۔ یہ جوان ہے۔ ہم درید کے ساتھ رہ جائیں گے جو بوڑھا ہے۔ جس کے ساتھ مل کر جنگ نہیں ہو سکتی۔ مالک کے ساتھ اپنی رائے پر اتفاق کر لو۔" جب درید نے اپنی قوم کی مخالفت دیکھی۔ تو اس نے کہا:

یا لیتنی فیہا جذع	اخب فیہا واضع	
اقود و طفاء الزمع	کانہا شاۃ صدع	

ترجمہ: "کاش! میں اس معرکہ کے وقت جوان ہوتا میں بھاگتا اور دوڑتا میں ایسے طویل بالوں والے گھوڑے پر سوار ہو کر نبرد آزمائی کرتا گویا کہ وہ پہاڑی بکرا ہوتا۔"

پھر درید نے کہا: "بنو ھوازن! کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔ بنو کعب اور بنو کلاب نے کیا کیا؟ لوگوں نے بتایا: "ان میں سے ایک شخص بھی حاضر نہیں ہوا۔" درید نے کہا: "شجاعت اور کوشش ختم ہو گئی۔ اگر آج رفعت اور عزت کا دن ہوتا ذکر اور شرف کا دن ہوتا تو وہ پیچھے نہ رہتے۔ اے بنو ھوازن! لوٹ چلو۔ وہی کچھ کرو جو ان لوگوں نے کیا ہے۔" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ درید نے پوچھا: "آج کون حاضر ہیں؟" لوگوں نے بتایا: "عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔" درید نے کہا: "یہ بنو عامر کے ایسے جوان ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔"

مالک نے درید سے پوچھا: "کیا اس کے علاوہ کوئی اور رائے بھی ہے؟" درید: ہاں! کمین گاہوں میں اپنے افراد چھپا دو۔ جو تمہارے لیے مددگار ثابت ہوں گے۔ اگر دشمن نے تجھ پر حملہ کر دیا تو یہ ان کے پیچھے سے حملہ کر دیں گے۔ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر سکے گا۔ اگر تو نے حملہ کیا تو پھر ان میں ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔" اس وقت مالک نے اپنے

ساتھیوں سے کہا: "وہ گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں میں چھپ جائیں۔ پہلا حملہ ہی یکبارگی کر دیں جس میں حضور اکرم ﷺ کو شکست دے سکو۔" درید نے پوچھا: "محمد عربی ﷺ کے لشکر کے مقدمہ میں کون ہیں۔" اسے بتایا گیا "بنو سلیم۔" درید: یہ ان کی بری عادت نہیں۔ کاش! میرا اونٹ ان کے گھوڑوں کے رستے سے ہٹ جائے۔" اس کا اونٹ اس جگہ چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ جب آپ کو بنوھوازن کے بارے یہ خبریں پہنچیں تو آپ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا امیر بنایا۔ حضرت معاذ بن جبل کو ان کا معلم بنایا تا کہ وہ انہیں سنن اور فقہ سکھائیں اس وقت حضرت عتاب کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔

صفوان بن امیہ سے ادھار زرہیں لیں

ابن اسحاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنوھوازن کی طرف جانے پر اتفاق کر لیا تو آپ کو بتایا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زرہیں اور اسلحہ ہے۔ آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اس وقت تک مشرک ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: "ابوامیہ! ہمیں اپنے ہتھیار ادھار دو حتیٰ کہ ہم مشرکین کے ساتھ جنگ کر لیں۔" صفوان نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ غصب ہے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ یہ عاریۃً ہیں اور ان کی ضمانت ہے حتیٰ کہ ہم تجھے واپس لوٹا دیں۔" صفوان نے کہا: "اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس نے آپ کو سو زرہیں اور کافی اسلحہ دیا۔ آپ نے حکم دیا تو انہیں اٹھا کر اوطاس پہنچا دیا گیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس غزوہ میں نوفل بن حارث سے تین ہزار نیزے ادھار لیے تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہارے نیزوں کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ یہ مشرکین کی پشتوں کو توڑ رہے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجنا

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنوھوازن کے بارے سنا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اس قوم میں داخل ہو جائیں۔ ان میں ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا: "ہمیں ان کے بارے بتاؤ۔" وہ ان کے پاس گئے۔ ان میں گھس گئے۔ ایک دن اور رات یا دو دن قیام کیا۔ حتیٰ کہ ان کے اس اتفاق کے بارے سنا جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر کر لیا تھا۔ مالک اور ھوازن کی گفتگو سنی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ مالک کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اس کے پاس ھوازن کے رؤساء بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "اس سے قبل محمد عربی ﷺ نے کسی ایسی قوم سے جنگ کی ہی نہیں جو فنون حرب سے آشنا ہو۔

انہوں نے ایسی قوم سے جنگ کی ہے جو جنگی فنون سے نا آشنا تھی۔ وہ ان پر غالب آگئے ہیں۔ وقت ہوا اپنے پیچھے اپنے چوپایوں اور عورتوں کی صفیں بنا دیتا پھر اپنی صفیں باندھ لیتا پھر یکبار حملہ کر دیتا۔ اپنی تلواروں کے نیام پھینک دیتا۔ جس سے نیزہ شمشیروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیتا۔ جوانو! کامیابی اسے ملتی ہے جو پہلے حملہ کرتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ساری صورت حال عرض کی۔ آپ نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا: "کیا تم سن نہیں رہے کہ حضرت عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟" حضرت عمر نے کہا: "یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔" حضرت عبداللہ نے کہا: "عمر! اگر تم نے میری تکذیب کی ہے تو تم نے حق کی بھی تکذیب کی تھی۔" حضرت عمر نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ حضرت عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی۔"

حضور اکرم ﷺ کی روانگی

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ حنین کے ارادہ سے نکلے تو فرمایا: "کل ہماری منزل بنو کنانہ کی وہ وادی ہے۔ جہاں انہوں نے کفر پر معاہدہ کیا ہے۔" ان شاء اللہ! دوسری روایت میں ہے: "جب رب تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی تو ہماری منزل وہ وادی ہوگی۔ جہاں انہوں نے کفر پر معاہدے کیے ہیں۔ ان شاء اللہ!" آئمہ مغازی نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ دس ہزار صحابہ کرام مدینہ طیبہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ دو ہزار اہلِ مکہ میں سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ابوشیخ نے محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر اللیثی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ کے ہمراہ چار ہزار انصار، بنو جہینہ میں سے ایک ہزار بنو مزینہ میں سے ایک ہزار، بنو اسلم میں سے ایک ہزار بنو غفار میں سے ایک ہزار، بنو اشجع میں سے ایک ہزار اور ایک ہزار مہاجرین آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ بارہ ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن حضرات عروہ، زہری اور ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ چودہ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آپ بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے اور دو ہزار افراد اہل مکہ میں سے شامل ہوئے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز روانہ ہوئے اس وقت شوال کے چھ دن گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک شوال کے پانچ دن گزرے تھے۔

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ حنین کے لیے روانہ ہوئے۔ اہلِ حنین (یا اہلِ

مکہ) یہ گمان کرتے تھے جب آپ ان کے قریب گئے کہ آپ ھوازن کی طرف تشریف لے جارہے ہیں۔رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس سے عمدہ کام کر دیا۔آپ کے لیے مکہ مکرمہ فتح کیا۔آپ کی چشمانِ مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔دشمن کو رسوا کیا۔جب آپ حنین کے لیے تشریف لے گئے تو سارے اہلِ مکہ آپ کے ہمراہ نکلے۔ایک بھی پیچھے نہ رہا۔کچھ سوار تھے کچھ پیادہ تھے۔حتیٰ کہ یہ منظر دیکھنے کے لیے خواتین بھی روانہ ہوئیں۔انہیں مالِ غنیمت کی امید تھی۔وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ صدمہ آپ کے لیے ہو۔آپ کے ہمراہ ابوسفیان اور صفوان بھی روانہ ہوئے۔صفوان کی زوجہ محترمہ نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن وہ خود حالت شرک پر تھا۔آپ نے ان کے مابین تفریق نہ ڈالی۔جب صحابہ کرام کا سامان، تلوار یا ڈھال گرتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے" مجھے اٹھا کر دو۔" تو حضرت ابوسفیان اسے اٹھا کر اپنے اونٹ پر رکھ لیتے حتیٰ کہ ان کا اونٹ بوجھل ہوگیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ امہات المومنین میں سے آپ کے ہمراہ حضرات ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

ذات انواط

ابن اسحاق، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوقتادہ حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"ہم حنین کے سال آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ہم آپ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے۔کفارِ قریش اور دیگر مشرکین کے لیے ایک بہت بڑا درخت ہوتا تھا۔حاکم نے لکھا ہے کہ وہ سرسبز بیری کا درخت تھا۔جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔وہ ہر سال اس کے پاس آتے تھے۔اس پر اپنا اسلحہ معلق کرتے تھے اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔ایک دن وہاں قیام کرتے تھے۔ہم نے آپ کے ہمراہ چلتے ہوئے ایک بہت بڑا بیری کا درخت دیکھا۔ہم نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہمارے لیے ذات انواط بنادیں جس طرح ان کے لیے"ذات انواط" ہے۔" آپ نے فرمایا:"اللہ اکبر!اللہ اکبر!اللہ اکبر!اللہ اکبر!بخدا!تم نے اسی طرح کہا ہے جس طرح قومِ موسیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا تھا:

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴿۱۳۸﴾ (اعراف:۱۳۸)

ترجمہ: "اے موسیٰ!بناؤ ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا جیسے ان کے خدا ہیں موسیٰ نے فرمایا یقیناً تم جاہل قوم ہو۔"

بنو ھوازن مال و اسباب سمیت آگئے ہیں

حضرت سہیل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ وہ حنین کے روز آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ طویل قطاریں تھیں ہم جلدی جلدی چل رہے تھے۔نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ایک شہسوار آیا اس

نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے آگے آگے روانہ ہوا حتیٰ کہ میں فلاں پہاڑ پر چڑھا میں نے دیکھا کہ ہوازن اپنا ان گنت سامان، عورتیں، بھیڑیں اور بکریاں لے آئے ہیں۔ وہ سارے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: "کل یہ سب کچھ مسلمانوں کے لیے غنیمت بنے گا ان شاء اللہ! آپ نے فرمایا: "آج رات نگہبانی کے فرائض کون سرانجام دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے انہیں فرمایا: "سوار ہو کر آؤ۔" وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "اس گھاٹی کی طرف رخ کرو۔ حتیٰ کہ اس کی بلندی پر چڑھ جاؤ۔ ہم آج تمہاری طرف سے دھوکہ میں نہ ڈالے جائیں۔" وقت صبح آپ نماز پڑھنے کے لیے نکلے آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہیں اپنے شہ سوار کا علم ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں۔" اقامت کہی گئی۔ آپ نماز پڑھانے لگے۔ آپ کا رخِ انور گھاٹی کی طرف تھا۔ آپ نے اپنی نماز مکمل کی تو فرمایا: "تمہیں بشارت ہو۔ تمہارا سوار آ گیا ہے۔" آپ درختوں میں سے گھاٹی کے اندر دیکھنے لگے۔ حضرت انس آ گئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "میں روانہ ہوا۔ اس گھاٹی کی بلندی پر چلا گیا جیسے کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ وقتِ صبح میں نے دو گھاٹیاں دیکھیں میں نے غور سے دیکھا تو ایک بھی نہ تھی۔" آپ نے فرمایا "کیا تم آج رات گھوڑے سے اترے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں! سوائے نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے خود پر جنت واجب کر لی ہے۔ اگر تم اس کے بعد عمل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔"

حضرت عباس بن مرداس کی ہوازن کو نصیحت

انہوں نے ان اشعار کے ذریعے بنو ہوازن کو نصیحت کی:

اَبلِغْ ھوازنَ اعلاھا و اسفلھَا　　　منی رسالۃ نُصح فیہ تبیانُ

ترجمہ: "ہوازن کے فرومایہ اور بلند ہمت انسانوں کو میری طرف سے یہ پیغام دے دو۔ یہ ایسی نصیحتیں ہیں جن میں ہر امر واضح ہے۔"

انی اظنُّ رسولَ اللہ صَابحکم　　　جیشًا لہ فی فضاء الارض ارکانُ

ترجمہ: "میں گمان کرتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ صبح تم پر حملہ آور ہوں گے آپ ایسے لشکر کے ہمراہ ہوں گے جس کے افراد زمین کی ہر طرف بکھرے ہوں گے۔"

فیھم سلیمٌ اخوکم غیرَ تارککم　　　والمسلمونَ عبادُ اللہ غسّان

ترجمہ: ''اس لشکر میں تمہارے بھائی بنوسلیم بھی ہیں جو تمہیں چھوڑنے والے نہیں۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو ہر چیز کو چبا جاتے ہیں۔''

و فی عضادته الیمنٰی بنو اسدٍ والاجرتانِ بنو عبسٍ و ذُبیانُ

ترجمہ: ''اس لشکر کے میمنہ کی طرف بنو اسد، بنو عبس اور بنو ذبیان موجود ہیں مؤخر الذکر دو قبائل کو لوگ دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔''

تکادُ ترجف منه الارض ترهبُهٗ و فی مقدمهٖ اوسٌ و عثمانُ

ترجمہ: ''زمین بھی اس رعب اور دہشت کی وجہ سے کانپ رہی ہے۔ اس کے مقدمہ میں اوس اور عثمان ہیں۔''

شمعِ حیاتِ مصطفیٰ ﷺ گل کرنے کی ناکام کوشش

محمد بن عمر نے حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب ہم اوطاس میں تھے ہم ایک درخت کے نیچے اترے۔ ہم نے ایک بڑا درخت دیکھا آپ اس کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ نے اپنی تلوار اور کمان لٹکائی۔ میں آپ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ مجھے آپ کی آواز مبارک نے متوجہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبردہ! میں نے عرض کی: ''لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم'' میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ شخص میرے پاس آیا تو میں سویا ہوا تھا۔ اس نے میری تلوار سونتی۔ اسے لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا۔ میں بیدار ہوا تو یہ کہہ رہا تھا۔'' محمد عربی (ﷺ) اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ'' حضرت ابوبردہ نے کہا: ''میں نے اپنی تلوار سونت لی۔'' آپ نے فرمایا: ''اپنی تلوار نیام میں کرلو۔'' میں نے عرض کی: ''آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ یہ مشرکین کے جاسوسوں میں ہے۔'' آپ نے مجھے فرمایا: ''ابوبردہ خاموش ہو جاؤ۔'' آپ نے اس شخص کو کچھ نہ کہا۔ نہ ہی اسے سزا دی۔ میں اس واقعہ کی لشکر میں تشہیر کرنے لگا تاکہ کوئی اور مجاہد اٹھے اور آپ کے حکم کے بغیر اس کی گردن اڑا دے۔ مجھے تو آپ نے اس کے قتل سے روک دیا تھا۔ آپ فرمانے لگے ''ابوبردہ! اس شخص سے ہاتھ روک لو۔'' میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبردہ! رب تعالیٰ میرا محافظ اور نگہبان ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اس دین کو سارے ادیان پر غالب کر دے۔''

مشرکین کے جاسوس

ابونعیم اور امام بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن

عثمان بن عفان نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ منگل کی شام کو حنین پہنچ گئے۔ ماہ شوال کے دس روز گزرے تھے۔ مالک بن عوف نے ہوازن میں سے تین افراد بطور جاسوس بھیجے۔ تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے لشکر کو دیکھیں۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ لشکر میں پھیل جائیں۔ وہ جاسوس مالک کے پاس آئے تو ان کے اوسان خطا تھے۔ مالک نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم نے سفید مرد دیکھے ہیں جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم پر رعب طاری ہو گیا۔ ہم اہلِ زمین سے نہیں لڑ سکتے۔ ہم اہلِ آسمان سے کیسے لڑیں گے۔ ہماری بات مانو اور اپنی قوم کو واپس لے چلو۔ جب ہماری قوم نے یہی کچھ دیکھا جو کچھ ہم نے دیکھا ہے تو انہیں بھی ہماری طرح رعب آ لے گا۔" اس نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! تم تو سارے لشکر سے زیادہ بزدل نکلے ہو۔ اس نے اس خوف سے انہیں چھپا دیا کہ یہ خبر سارے لشکر میں نہ پھیل جائے۔" اس نے کہا: "مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔" انہوں نے ایک شخص پر اتفاق کیا۔ وہ گیا لیکن جب وہ واپس آیا تو وہ اسی طرح مرعوب تھا جیسے ان کے پہلے تین ساتھی مرعوب تھے۔ مالک نے پوچھا: "تو نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے سفید مرد ابلق گھوڑوں پر دیکھے ہیں۔ ان کی طرف دیکھنے کی تاب بھی نہیں۔ حتیٰ کہ مجھے اس رعب نے آلیا جسے تو دیکھ رہا ہے۔" اس کی وجہ سے بھی مالک اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔

مشرکین کی تیاری

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب رات کے دو ثلث گزر گئے تو مالک اپنے لشکر کے پاس گیا۔ انہیں وادی حنین میں بکھیر دیا۔ یہ ایسی وادی ہے جس میں بہت سی گھاٹیاں اور درے ہیں۔ اس نے ان میں لوگوں کو بکھیر دیا۔ انہیں کہا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے صحابہ کرام کو تیار کیا۔ وقتِ سحر ان کی صف بندی فرمائی۔ پرچم اور جھنڈے تقسیم کیے۔ دو زرہیں اور خود پہنا۔ بیضاء خچر پر سوار ہو گئے۔ صفوں کی طرف رخ انور کیا۔ آپ نے مجاہدین کو قتال پر ابھارا اور انہیں فتح کی بشارت دی بشرطیکہ انہوں نے تصدیق کی اور صبر کا دامن تھامے رکھا۔ حضرت خالد بن ولید بنو سلیم اور اہلِ مکہ کے ساتھ آگے بڑھے۔ انہوں نے میمنہ، میسرہ اور قلب بنایا۔ آپ بھی اس لشکر میں جلوہ افروز تھے۔

یومِ حنین بعض مسلمانوں کو اپنی کثیر تعداد پر تعجب

یونس بن بکیر نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ حنین کے روز ایک شخص نے کہا: "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔" آپ پر یہ بات گراں گزری۔ مسلمانوں کو عارضی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن منذر نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ جب اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "اب ہم مل کر قتال کریں گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو ناگوار سمجھا۔ جب مسلمان نبرد آزما ہوئے تو انہیں عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے پر نہ ٹھہر سکے۔

ابو شیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حنین کے روز اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ جمع ہوئے تو انہیں ان کی کثرت نے عجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! آج ہم قتال کریں گے۔" بزار کے الفاظ میں انصار کے ایک غلام نے کہا: "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔" جب وہ دشمن سے ملے تو انہیں عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی نے کہا: "اگر ہم بنو شیبان سے ملیں تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت آپ نے یوں فرمایا تھا لیکن صحیح روایت یہی ہے کہ یہ جملہ کسی اور نے کہا تھا آپ نے نہیں کہا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ بنو بکر کا ایک شخص تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ حضرات ابوسفیان، معاویہ، صفوان اور حکیم بن حزام ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تاکہ دیکھیں کہ فتح کس کے نصیب میں آتی ہے۔"

مسلمانوں میں عارضی پسپائی کے آثار

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ منگل کی شب حنین کے مقام پر پہنچ گئے۔ شوال کے دس دن گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق، امام احمد، ابن حبان، ابو یعلی اور محمد بن عمر نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم وادی حنین میں پہنچے۔ یہ وادی بہت وسیع ہے اور اس میں بہت سے درے اور گھاٹیاں ہیں۔ ہم اس وادی میں اتر رہے تھے۔ صبح کی پو پھوٹ رہی تھی۔ مشرک ہم سے قبل اس وادی میں پہنچ چکے تھے۔ وہ اس کی گھاٹیوں، اطراف، دروں میں چھپ چکے تھے۔ وہ بھرپور تیاری کر کے آئے تھے۔ جب ہم نیچے اترے ہمیں ایک لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اچانک اور یکبار ہم پر حملہ کر دیا۔ وہ تیر انداز تھے۔ حضرت انس نے فرمایا: "بنو ہوازن میں سے ہمیں اس چیز کا سامنا کرنا پڑا جس کی مثل میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ وہ ایک لشکر جرار تھا وہ اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو ہانک لائے تھے۔ پھر

صف بندی کر لی تھی۔ انہوں نے مردوں کی صفوں کے پیچھے عورتوں کو اونٹوں پر سوار کرا دیا تھا۔ وہ اونٹ گائے اور بکریاں لائے انہیں ان کے پیچھے رکھا تا کہ وہ بھاگنے نہ پائیں جب ہم نے یہ سب کچھ دیکھا تو اسے آدمی ہی سمجھے۔ جب ہم وادی سے نیچے اترے ہم صبح کی تاریکی میں تھے۔ ہمیں اچانک ایک لشکر کا سامنا کرنا پڑا جو وادی کی گھاٹی اور درے سے نکلا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کی مانند ہم پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے بنوسلیم کا گھڑ سوار دستہ پیچھے بھاگا۔ ان کے پیچھے پیچھے اہلِ مکہ تھے پھر عام لوگ تھے۔ وہ پسپائی اختیار کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ وہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔ اتنا گرد وغبار اٹھا کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنی ہتھیلی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔" حضرت جابر نے کہا: "حضور اکرم ﷺ دائیں طرف جھکے پھر فرمایا: "اے لوگو! میری طرف آؤ۔ اے لوگو! میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسولِ (محترم) ہوں۔ میں محمد بن عبداللہ (فداہ روحی و ابی و امی ﷺ) ہوں" لیکن لوگ واپس نہیں آ رہے تھے۔ اونٹ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ لوگ آگے رواں دواں تھے۔"

بہت سے اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ جب مسلمان وادی حنین میں اترے تو ان کے آگے آگے ایسے کثیر لوگ تھے جنہیں جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ ان کی غالب اکثریت اہلِ مکہ کے نوجوانوں کی تھی۔ ہر سمت سے لشکر ان پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ یکبار حملہ آور ہوئے۔ مسلمان غافل تھے۔ راہِ فرار اختیار کر گئے جو اختیار کر گئے۔ بعض مکہ مکرمہ تک پہنچ پھر واپس آ گئے۔"

صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "قوم کے نوجوانوں نے جلدی کی۔ ان کے پاس اسلحہ یا زیادہ اسلحہ نہ تھا۔ جب ہم نے مشرکین پر حملہ کر دیا تو وہ پسپائی اختیار کرنے لگے۔ لوگوں نے مالِ غنیمت کی طرف توجہ کی بنوھوازن تیر اندازی کے ماہر تھے۔ انہوں نے تیر اندازی سے ہمارا سامنا کیا۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا لشکر ہو۔ جن کا کوئی تیر نیچے نہ گرتا ہو۔ ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ وہ بنوھوازن کے آگے آگے تھا اس نے بڑے سے نیزے پر سیاہ جھنڈا باندھا ہوا تھا۔ ھوازن اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ جب وہ کسی کو پا لیتا تو اپنے نیزے سے اسے مارتا۔ جب لوگ پیچھے رہ جاتے تو وہ ان کے لیے اپنا نیزہ بلند کرتا تو اس کے پیچھے آ جاتے۔ وہ اسی حالت پر تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اسے تہ تیغ کرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے سے آئے اور اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ وہ پیٹھ کے بل نیچے جا گرا۔ انصاری نے اس پر اچانک حملہ کر دیا تلوار مار کر پنڈلی کو نصف سے کاٹ دیا۔ وہ اپنے کجاوے سے نیچے گر پڑا۔ لوگ باہم شمشیر زنی کرنے لگے۔ بخدا! جب بھاگنے والے واپس آئے تو انہوں نے آپ کے پاس قیدیوں کو بندھا ہوا پایا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ "جب مسلمانوں کو عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور اہلِ مکہ کے نو مسلمانوں نے دیکھا تو

انہوں نے اپنے دل میں چھپے ہوئے کینہ کا اظہار کر دیا۔ ابوسفیان نے کہا: ''یہ شکست سمندر سے پہلے ختم نہ ہوگی۔ تیر کی چمک ان کے ترکش سے ہی دکھائی دیتی ہے۔ جبلہ بن حنبل یا کلدہ بن حنبل نے کہا: ''آج جادو کا بطلان ہوگیا ہے۔'' یہ صفوان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ صفوان ابھی تک اسی مہلت میں تھا جو حضور اکرم ﷺ نے اسے دی تھی۔ صفوان نے کہا'' خاموش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تیرا منہ بگاڑ دے۔ بخدا! مجھے کسی قریشی شخص کے ماتحت ہونا بنو ھوازن میں سے کسی شخص کے ماتحت ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

محمد بن عمر نے حضرت ابو بشیر المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حنین کے روز ہم نے نمازِ صبح پڑھی۔ پھر ہم اس جگہ واپس آگئے جہاں آپ نے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ ہمیں علم تک نہ تھا قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے کہ اچانک آگے سے ہم پر حملہ ہوا۔ مسلمانوں میں پسپائی کے آثار نمودار ہو گئے۔ صفیں الٹ پلٹ گئیں۔ لشکر کا مقدمہ بھاگ نکلا تھا۔ میں ان دنوں میں نوخیز جوان تھا۔ میں جانتا تھا کہ آپ آگے تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا: ''یا انصار! میرے والدین تم پر نثار! کیا تم حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو۔ میں ان لوگوں کے چہرے پیچھے موڑنے لگا۔ میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میں آپ کی سلامتی کو دیکھ لوں۔ حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ فرما رہے تھے: ''یا انصار! میں آپ کی سواری کے قریب گیا۔ میں نے اس کے پیچھے دیکھا۔ انصار فوراً واپس لوٹ رہے تھے۔ آپ اپنی سواری پر دشمن کے سامنے تھے۔ انصار آپ کے سامنے قتال کرنے لگے۔ آپ ان کے ساتھ تھے۔ وہ دشمن کو آپ سے دور کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم نے دشمن کو ایک فرسخ دور کر دیا۔ وہ گھاٹی میں بکھر گئے۔ وہ ہمارے سامنے شکست کھا گئے آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ قیدی آپ کے اردگرد تھے۔ ایک گروہ آپ کے خیمہ کے اردگرد تھا۔ آپ کے خیمہ میں ازواجِ مطہرات تھیں۔ خیمہ کے اردگرد مسلمانوں کا پاکباز گروہ نگہبانی کر رہا تھا۔ اس گروہ میں حضرات عباد بن بشر، ابونائلہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ایک قریشی شخص صفوان کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا: ''تمہیں محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی شکست مبارک ہو۔ بخدا! یہ اب کبھی بھی پہلی حالت پر نہ آسکیں گے۔'' صفوان نے کہا: ''کیا تو اعرابیوں کے غلبہ کی بشارت مجھے دیتا ہے۔ بخدا! کسی قریشی کا میرا سردار بننا کسی اعرابی کے سردار بننے سے زیادہ مجھے پسند ہے۔'' صفوان بہت ناراض ہوا۔ اس نے اپنا غلام بھیجا اور کہا: ''ذرا غور سے سنو کہ کس کے شعار کی آواز ہے۔'' اس نے کہا: ''میں نے انہیں سنا وہ یوں کہہ رہے تھے۔ ''یا بنی عبدالرحمان! یا بنی عبیداللہ! یا بنی عبداللہ!'' اس نے کہا: ''محمد عربی ﷺ کا غلبہ ہو چکا ہے۔ یہ شعار جنگ میں ان کا ہی ہے۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''شکست خوردہ لوگ جلدی سے بھاگے وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ وہ ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ انہوں نے اہلِ مکہ کو مسلمانوں کی شکست کے بارے

بتایا۔ انہوں نے حضرات عتاب بن اسید اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بتایا۔ وہ بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے۔ اہل مکہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا "عرب اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔ محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ ان کے ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔" حضرت عتاب نے کہا: "اگر محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو اللہ کا دین تو قائم ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔" اس رات یہ بشارت بھی آگئی کہ حضور اکرم ﷺ بنو ھوازن پر غالب آچکے ہیں۔ حضرت عتاب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما خوش ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو رسواء کر دیا۔ یہ شکست خوردہ گروہ بارگاہِ رسالت مآب میں واپس آگیا۔ وہ آپ سے اوطاس میں ملے۔ آپ ان کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

شیبہ بن عثمان اور نضیر بن حارث کی لاحاصل کوششیں

ابن سعد، ابن عساکر، امام بغوی، الطبرانی، بیہقی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ شیبہ نے کہا: "فتح مکہ کے سال آپ طاقت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ پھر حنین کی طرف تشریف لے گئے۔ میں نے کہا: "میں قریش میں قریش کے ساتھ ھوازن کی طرف نکلتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میں دھوکہ سے آپ کو شہید کر سکوں۔ مجھے اپنے باپ اور چچا کا قتل یاد آ گیا۔ جنہیں حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔" میں نے کہا: "آج میں محمد عربی ﷺ سے اپنا بدلہ لوں گا۔ گویا کہ میں سارے قریش کا بدلہ لے لوں گا۔" میں نے کہا تھا "اگر عرب وعجم میں کوئی باقی نہ رہے سارے محمد عربی ﷺ کا اتباع کر لیں میں پھر بھی آپ کا اتباع نہیں کروں گا۔ میں جب سے آپ کے ساتھ نکلا تھا میں موقع کی تلاش میں تھا۔ جب لوگ باہم نبرد آزما ہوئے آپ اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے تو میں نے اپنی تلوار سونتی آپ کے قریب گیا۔ وہ ارادہ کیا جو میرا ارادہ تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "جب لوگوں کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تو میں آپ کے دائیں طرف سے آیا۔ وہاں حضرت عباس کھڑے تھے انہوں نے سفید زرہ پہن رکھی تھی۔ میں نے کہا: "یہ تو آپ کے چچا ہیں جو آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔" میں آپ کے بائیں طرف سے آیا۔ وہاں حضرت ابوسفیان بن حارث کھڑے تھے۔ میں نے کہا: "یہ بھی آپ کے چچا زاد ہیں۔ یہ بھی آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ میں آپ کے پیچھے سے آیا۔ جب میں نے تلوار بلند کی تو میرے اور آپ کے درمیان سے آگ کا ایک شعلہ بلند ہوا گویا کہ وہ بجلی تھی۔ جو مجھے خاکستر بنا دے گی۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ پیچھے ہٹنے لگا۔ میں جان گیا کہ آپ مجھ سے محفوظ ہیں۔ آپ نے میری طرف توجہ کی۔ آپ نے فرمایا: "شیب! میرے قریب ہو جا۔" میں آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ یہ دعا مانگی: "مولا! شیطان کو اس سے دور کر دے۔" میں نے سر اٹھایا تو آپ مجھے

میرے کانوں، آنکھوں اور دل سے زیادہ محبوب بن گئے تھے۔

آپ نے فرمایا "شیبہ! کفار کے ساتھ قتال کرو۔" میں آپ کے سامنے لڑنے لگا۔ بخدا! مجھے یہ پسند تھا کہ میں ہر چیز فدا کر کے آپ کو بچا لوں۔ جب بنو ھوازن کو شکست ہو گئی۔ آپ واپس تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے تمہارے ساتھ وہ ارادہ کیا جو تمہارے ارادے سے بہتر تھا۔" پھر آپ نے میری ساری داستان بیان کر دی۔

محمد بن عمر نے ابراہیم بن محمد بن شرحبیل العبدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "نضیر قریش کے حلیم افراد میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی۔ محمد عربی ﷺ کو مبعوث کر کے ہم پر احسان کیا۔ ہم اس شرک پر نہ مرے جس پر ہمارے آباء مرے تھے...... پھر انہوں نے کہا: "میں قوم قریش کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ قریش اپنے دین ہی پر تھے۔ ان میں ابوسفیان، صفوان اور سہیل بن عمرو شامل تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اگر محمد عربی ﷺ کو شکست ہو گئی تو ہم بھی آپ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ جب دونوں لشکر نبرد آزما ہوئے۔ ہم مشرکین کے حق میں تھے۔ ھوازن نے مسلمانوں پر یکبار حملہ کر دیا۔ ہم نے کہا "اب مسلمان کبھی بھی جمع نہ ہو سکیں گے۔" ہم ان کے ساتھ تھے میں نے وہ ارادہ کیا جو کیا۔ میں آپ کی سمت گیا۔ آپ مشرکین کے سامنے شہباء خچر پر کھڑے تھے۔ آپ کے اردگرد سفید چہروں والے مرد تھے۔ میں آپ کی طرف بڑھا۔ وہ چلائے "دور ہو جا" یہ سن کر میرا دل مرعوب ہو گیا۔ میرے اعضاء کانپنے لگے۔ میں نے کہا: "غزوہ بدر کے روز اس طرح ہوا تھا۔ یہ شخص حق پر ہے یہ مجھ سے محفوظ ہیں۔ رب تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا۔ میرا ارادہ تبدیل کر دیا۔ ابھی اتنی دیر گزری جتنی دیر میں اونٹنی دوہی جاتی ہے کہ آپ کے صحابہ کرام واپس آ گئے۔ انصار کہہ رہے تھے "ہم دوبارہ حملہ آور ہو رہے ہیں۔ وہ آواز دے رہے تھے "خزرج خزرج! انہوں نے ہمیں شکست دے دی۔ ہمارے امور بکھر گئے۔ ہماری جمعیت منتشر ہو گئی۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑ گئی۔ میں لوگوں سے ہٹ کر دور چلا گیا۔ حتیٰ کہ میں اوطاس کی ایک وادی میں چلا گیا۔ میں درختوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ میرے پاس صرف وہی آ سکتا تھا جس کی رب تعالیٰ راہنمائی کرتا۔ میں کئی روز تک وہیں ٹھہرا رہا۔ رعب مجھ سے دور نہیں ہو رہا تھا۔ حضور والا ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ پھر جعرانہ واپس آئے۔ میں نے کہا: "کاش! میں جعرانہ جاؤں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اسلام قبول کر لوں۔ کیا باقی رہ گیا ہے میں نے عبرت انگیز واقعہ دیکھ لیا ہے۔ اب اسلام کا غلبہ ہو چکا ہے۔ سب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ عرب و عجم آپ کے لیے سرنگوں ہو گیا ہے۔ آپ کی عزت ہماری عزت اور آپ کا شرف ہمارا شرف ہے۔ بخدا! میں انہی خیالات میں مگن تھا کہ آپ نے جعرانہ میں میرے ساتھ ملاقات کر لی۔ میں آپ کے سامنے اور آپ میرے سامنے تھے۔ آپ

نے فرمایا: "نضیر!" میں نے عرض کی: "لبیک" آپ نے فرمایا: "یہ تیرے اس ارادے سے بہتر ہے جو تو نے حنین کے روز کیا تھا۔ جس کے اور تیرے مابین رب تعالیٰ حائل ہو گیا تھا۔" میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "اب وقت آ گیا ہے کہ تو دیکھ لے کہ تو کس امر میں تھا۔" میں نے عرض کی: "میں نے دیکھ لیا ہے اگر رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ مجھے کچھ فائدہ دیتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے۔ آپ اس کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے مجھے اس دعا سے نوازا۔ "مولا! اس کے ثبات میں اضافہ فرما۔" حضرت نضیر کہتے ہیں "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ دین میں ثبات کے اعتبار سے گویا کہ میرا دل پتھر ہے۔ حق میں بصیرت کے اعتبار سے بھی یہی حالت ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی اور دعا

ابن اسحاق، امام احمد، امام عبدالرزاق اور امام مسلم نے حضرت جابر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا: "میں روزِ حنین آپ کے ہمراہ تھا۔ میں اور حضرت ابوسفیان بن حارث آپ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ سے جدا نہ ہوئے۔ آپ اپنی خچر شہباء (یا بیضاء) پر سوار تھے۔ جب مسلمان اور کفار باہم جنگ آزما ہوئے تو مسلمان بھاگ نکلے۔ آپ اپنی خچر کو کفار کی طرف بڑھانے لگے۔ میں آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ میں اسے روک رہا تھا کہ وہ جلدی نہ کرے۔ وہ تیزی سے مشرکین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کی طرف توجہ کی۔ وہ غرقِ آہن تھے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" میں نے عرض کی: "یہ آپ کا چچا زاد ابوسفیان ہے۔" آپ دونوں رکابوں میں کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنی خچر پر ہی تھے۔ آپ نے دستِ اقدس بلند کیے۔ یہ دعا مانگی "مولا! میں تجھے وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ مولا! دشمنوں کو ہم پر غالب نہیں آنا چاہیے۔" آپ نے فرمایا: "عباس! یوں آواز دو۔" "اے گروہِ انصار! اے اصحاب السمرۃ! اے اصحاب سورۃ البقرۃ! میں بلند آواز شخص تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا "انصار کہاں ہیں؟ اصحاب السمرۃ کہاں ہیں۔ اصحاب سورۃ البقرۃ کہاں ہیں؟" وہ میری آواز سن کر یوں واپس آ گئے جیسے گائے اپنی اولاد کے پاس آتی ہے۔"

امام بغوی اور امام بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "عباس! ان مہاجرین کو بلند آواز سے پکارو جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ ان انصار کو پکارو جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی ہے۔" حضرت عباس فرماتے تھے "میں انصار کے لوٹنے کو صرف اس اونٹ سے تشبیہ دے سکتا ہوں جو اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔" آپ کو یوں چھوڑ دیا گیا تھا گویا کہ

آپ درختوں کے جھنڈ میں ہوں۔ مجھے آپ پر کفار کے نیزوں سے زیادہ انصار کے نیزوں کا خدشہ تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا لبیک! یا لبیک! یا لبیک! ایک ایک صحابی اپنے اونٹ کو پلٹانے لگا۔ اگر وہ کثرت کی وجہ سے نہ مڑتا تو وہ اسے چھوڑ دیتا۔ وہ اپنی زرہ لیتا۔ اسے اپنی گردن پر ڈالتا۔ تلوار اور ڈھال لیتا اپنے اونٹ سے نیچے اتر آتا۔ اس کا رستہ چھوڑ دیتا۔ وہ آواز کی سمت آتا۔ حتیٰ کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ جب ان کی تعداد ایک سو ہو گئی تو انہوں نے مشرکین کی طرف رخ کر لیا۔ ان کے ساتھ نبرد آزما ہو گئے۔ انصار کو یا معشر الانصار کے ساتھ پکارا گیا تھا۔ بنو حارث بن حزرج تک آواز نہ گئی۔ وہ جنگ کے وقت ثابت قدم ہوتے تھے۔ آپ نے رکابوں میں کھڑے ہو کر دیکھا۔ وہ شمشیر زنی کر رہے تھے۔ آپ نے اپنی خچر پر ہی آگے بڑھ کر ان کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے۔" آپ نے سنگریزے لیے انہیں کفار کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "رب محمد ﷺ کی قسم! انہیں شکست ہو گئی ہے۔" میں دیکھنے کے لیے گیا تو جنگ اپنی ہیئت پر تھی۔ جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو ان کی تیزی میں کمی آ گئی۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ جب لوگ واپس آئے تو قیدی آپ کے پاس بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے جو قتل ہوا قتل ہوا جو قیدی بنا قیدی بنا۔ رب تعالیٰ نے ان کی خواتین، اموال اور اولاد کو بطورِ مالِ غنیمت آپ کو عطا فرمایا۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابو داؤد، امام بغوی، الطبرانی، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت ابو عبد الرحمان کرز بن یزید فہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے وقت میں آپ کے ساتھ تھا۔ اس روز شدید گرمی تھی۔ ہم سمر کے درختوں کے نیچے فروکش ہوئے۔ جب سورج ڈھل گیا تو میں نے اپنا سامانِ جنگ پہنا گھوڑے پر سوار ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے یوں سلام عرض کیا: "السلام علیک یا رسول اللہ و رحمتہ! روانگی کا وقت ہو گیا ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "بلال! وہ سمرہ کے درخت کے نیچے سے یوں اٹھے گویا کہ ان کا سایہ کسی پرندے کا سایہ ہو۔ انہوں نے عرض کی: "لبیک! سعدیک! میں آپ پر فدا" آپ نے فرمایا: "میرے گھوڑے پر زین ڈالو" وہ زین لے کر آئے یہ زین دونوں طرف سے کھجور کی چھال کی تھی۔ جس میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ ہم دو دن چلتے رہے۔ پھر ہم دشمن سے ملے۔ مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے "اے اللہ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جو آپ کے قریب تر تھا کہ آپ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "چہرے برباد ہو جائیں۔" یعلی بن عطاء کہتے ہیں "اولاد نے آباء سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی باقی نہ رہا مگر اس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے

بھر گئے۔ہم نے آسمان سے یوں آواز سنی گویا کہ لوہا طشت سے گزرا ہو۔" رب تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

ابویعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوۂ حنین کے روز سفید سنگریزے لیے انہیں پھینکا۔آپ نے فرمایا:"رب کعبہ کی قسم! انہیں شکست ہوگئی۔" اس روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے شدید قتال کر رہے تھے۔" ابونعیم نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس سے اور الطبرانی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے مقام پر مسلمانوں نے پسپائی اختیار کر لی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر شہباء پر سوار تھے۔اس کا نام دلدل تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے "دلدل البدی" فرماتے تھے۔اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ لگا دیا۔آپ نے مٹی بھر سنگریزے لیے اور کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیے۔فرمایا:"حٰمٓ لا ینصرون" قوم کو شکست ہوگئی۔ہم نے نہ مشرکین پر تیر برسائے نہ انہیں نیزے مارے۔" اس روایت میں اس خچر کا نام دلدل بیان کیا گیا ہے۔حالانکہ دلدل وہ خچر تھا جسے المقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔جبکہ یہ خچر حضرت فروہ بن نفاثہ نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

امام بغوی، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر نے حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین کے روز فرمایا:"عباس! مجھے سنگریزے پکڑاؤ۔" رب تعالیٰ نے خچر کو آپ کا کلام سننے کی توفیق دی۔وہ نیچے جھکی قریب تھا کہ اس کا پیٹ زمین سے چھو جاتا۔آپ نے کنکریاں لیں اور مشرکین کے چہروں کی طرف پھینک دیں۔فرمایا:"شاهت الوجوه، حٰمٓ لا ينصرون"

عبد بن حمید، امام بخاری، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت یزید بن عامر سوائی سے روایت کیا ہے۔یہ پہلے غزوہ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے۔پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے کہا:" آپ نے حنین کے روز مٹھی بھر مٹی لی۔پھر مشرکین کی طرف توجہ کی اور اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا۔فرمایا:"واپس چلو۔چہرے برباد ہو جائیں۔" اسے جو بھی ملا اس نے شکوہ کیا کہ اس کی آنکھوں میں تنکے پڑ گئے ہیں۔وہ آنکھیں مل رہا تھا۔"

امام احمد، الطبرانی، الحاکم، ابونعیم اور امام بیہقی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حنین کے روز میں آپ کے ساتھ تھا۔مسلمان بھاگ نکلے۔آپ کے پاس انصار اور مہاجرین میں سے اسی افراد تھے۔ہم ثابت قدم تھے ہم نے منہ نہ موڑا تھا۔انہی پر رب تعالیٰ نے سکینہ نازل کی تھی۔آپ ثابت قدم تھے۔آپ ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ ہوئے تھے۔آپ کی خچر آپ کو لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔آپ زین سے نیچے جھکے۔میں نے عرض کی: "آپ بلند ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو رفعتیں دے۔" آپ نے فرمایا:"مجھے مٹھی بھر مٹی پکڑاؤ" میں نے آپ کو مٹی پکڑائی۔آپ نے اسے دشمن کی طرف پھینکا ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔آپ نے فرمایا:"مہاجرین اور انصار کہاں ہیں" میں نے عرض کی

''وہ وہاں ہیں'' آپ نے فرمایا: ''انہیں بلاؤ'' میں نے انہیں آواز دی تو وہ تلوار ہاتھوں میں سونتے حاضر ہو گئے گویا کہ وہ شہاب ہوں۔مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، حاکم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''ھوازن حنین کے روز عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بکریوں سمیت آ گئے۔انہوں نے ان کی صفیں بنا لیں تاکہ آپ کو کثیر نظر آئیں۔مسلمان اور مشرکین باہم نبرد آزما ہوئے۔مسلمان بھاگ نکلے۔جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ اکیلے رہ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔'' آپ نے دو دفعہ پکارا درمیان میں اور کلام نہ کی۔آپ نے دائیں طرف دیکھا فرمایا: ''انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔'' پھر آپ نے بائیں طرف رخ انور کیا اور آپ نے فرمایا: ''انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔'' رب تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا۔نہ انہوں نے شمشیر زنی کی نہ نیزہ بازی۔''

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے ابو اسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ بنو قیس میں سے ایک شخص حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے کہا: ''ابو عمارہ! کیا تم غزوۂ حنین کے روز بھاگ گئے تھے؟'' انہوں نے کہا: ''لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نہیں بھاگے تھے۔بلکہ آپ جوان صحابہ کرام کے ساتھ نکلے ان کے پاس اسلحہ نہ تھا یا کثیر ہتھیار نہ تھے۔وہ ایسی قوم سے ملے جو تیر اندازی کی ماہر تھی۔جس کا ایک تیر بھی خطاء نہ جاتا تھا۔جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہو گئی لوگوں نے مالِ غنیمت کی طرف توجہ کی۔انہوں نے تیروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا گویا کہ وہ ٹڈیاں ہوں ان کا کوئی تیر بھی خطاء نہیں جاتا تھا۔وہ وہاں سے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔آپ اپنی بیضاء خچر پر سوار تھے۔حضرت ابو سفیان بن حارث اس خچر کو ہانک رہے تھے۔آپ نیچے تشریف لائے۔ آپ نے دعا مانگی۔مدد طلب کی۔آپ نے فرمایا: ''اس میں ذرہ بھر شک نہیں میں نبی برحق ہوں میں حضرت عبد المطلب کا فرزند دلبند ہوں۔مولا! اپنی نصرت نازل فرما۔''

حضرت براء نے فرمایا: ''جب جنگ خوب مچلتی تھی تو ہم آپ کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔ہم میں سے سب سے بہادر اور شجاع آپ کی ذات والا تھی جس کے پاس ہم پناہ لیتے تھے۔''

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہم نے آپ کی معیت میں غزوۂ حنین میں شرکت کی۔جب ہم دشمن کے سامنے گئے۔میں آگے بڑھ کر گھاٹی پر چڑھ گیا۔ایک مشرک شخص

میرے سامنے آیا۔میں نے اسے تیر مارا۔وہ مجھ سے چھپ گیا۔میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا کیا۔میں نے انہیں دیکھا۔وہ دوسری گھاٹی سے نظر آ رہے تھے۔وہ اور صحابہ کرام باہم نبرد آزما ہوئے۔صحابہ کرام بھاگ گئے۔میں بھی شکست خوردہ ہو کر واپس آ گیا۔میرے اوپر دو چادریں تھیں۔میں اپنا تہبند سنبھال کر دوڑے جا رہا تھا۔میں آپ کے پاس سے گزرا۔آپ اپنی شہباء خچر پر سوار تھے۔آپ نے فرمایا: "ابن الاکوع گھبرایا ہوا ہے۔" جب دشمن آپ کے قریب آ گیا تو آپ اپنی خچر سے نیچے اترے۔مٹھی بھر مٹی لی اور دشمن کی طرف پھینکا۔آپ نے فرمایا: "چہرے برباد ہو جائیں۔" ان میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں وہ مٹی پڑی۔وہ راہِ فرار اختیار کر گئے۔آپ نے مسلمانوں کے مابین مالِ غنیمت تقسیم کیا۔

ابو الشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے روز مسلمان بھاگ نکلے۔مگر حضور اکرم ﷺ ثابت قدم رہے۔آپ نے فرمایا: "میں محمد رسول اللہ ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ تھے۔" ابن سعد، امام بخاری، حاکم، امام بیہقی نے عیاض بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "آپ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے ہماری طرف پھینک دیا۔جس سے ہمیں شکست ہو گئی۔

امام بخاری نے تاریخ میں، امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عمرو بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز آپ نے مٹھی بھر سنگریزے لیے۔انہیں ہماری طرف پھینک دیا۔جس سے ہمیں شکست ہو گئی۔ہمیں یوں لگا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت ایک شہسوار ہے جو ہمارے تعاقب میں ہے۔ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حنین کے روز آپ نے یہ دعا مانگی تھی "مولا! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے آپ کے پاس صرف ایک سو صابر افراد رہ گئے تو آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم لك الحمد. الیك المشتکی و انت المستعان" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "آپ پر وہ کلمات القاء کیے گئے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اس وقت القاء کیے گئے جس وقت سمندر ان کے لیے شق ہوا۔سمندر ان کے آگے تھا فرعون ان کے پیچھے تھا۔"

ملائکہ کا قتال اور رعب

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (التوبۃ:۲۶)

ترجمہ: "اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم دیکھ نہ سکے۔"

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں اور "عذب الذین کفروا" سے مراد ان کا تلوار سے قتل کرنا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے روز رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کی پانچ ہزار ایسے ملائکہ سے مدد کی تھی جن پر نشان لگائے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کہا اس نے اپنے رسول محترم ﷺ اور اہلِ ایمان پر سکینہ کا نزول کیا۔

ابن اسحاق، ابن منذر، ابن مردویہ، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے شکست سے قبل دیکھا لوگ باہم قتال کر رہے تھے کہ سیاہ چادر آسمان سے اتری ہے۔ وہ مشرکین کے سامنے اتری میں نے دیکھا تو مجھے سیاہ چیونٹیاں بکھری ہوئی نظر آئیں۔ جنہوں نے وادی کو بھر دیا تھا۔ مجھے شک نہ رہا کہ وہ ملائکہ تھے۔ اسی وقت مشرکین کو شکست ہوگئی۔

محمد بن عمر نے یحییٰ بن عبداللہ اور وہ اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "اس روز ہم نے دیکھا کہ گویا کہ آسمان سے سیاہ چادر اتری ہے۔ ہم نے دیکھا تو گویا وہ بکھری ہوئی ریت تھی۔ ہم اپنے کپڑے جھاڑ رہے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کی نصرت تھی اس نے اس کے ساتھ ہماری نصرت کی تھی۔

مسدد، امام بیہقی اور ابن عساکر نے عبدالرحمن مولی ام برثن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے اس شخص نے روایت کیا ہے جو غزوۂ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا: "جب ہم اور صحابہ کرام باہم جنگ آزما ہوئے وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں بکری دوہی جاتی ہے۔ ہم انہیں پیچھے سے ہانکے جا رہے تھے۔ ہم ایک خچر والی ذاتِ والا سے ملے۔ وہ حضور اکرم ﷺ تھے۔ ہم ان کے پاس لڑنے لگے۔ ہمارے اور آپ کے سامنے سفید اور خوبصورت چہروں والے انسان تھے۔ انہوں نے کہا: "چہرے برباد ہو جائیں واپس لوٹ چلو۔" ہم واپس لوٹ آئے یہی شکست تھی۔

ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ بن عثمان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں حنین کے روز آپ کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ میں اسلام قبول کرتے ہوئے نہیں نکلا تھا۔ میں نفرت کرتے ہوئے نکلا تھا خواہش تھی کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ابلق گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں صرف کافر دیکھ رہا ہے۔" آپ نے ان کے سینے پر دست اقدس مارا اور فرمایا: "مولا! شیبہ کو ہدایت دے۔" آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ جب آپ نے تیسری بار ہاتھ اٹھایا تو بخدا! آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ مسلمان کفار سے معرکہ آزما ہوئے۔ قتل ہوئے

جو قتل ہوئے۔ آپ تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عباس اس کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عباس نے باآواز بلند کہا "مہاجر کہاں ہیں؟ سورۃ البقرہ والے کہاں ہیں؟ یہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" مسلمان آگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

صحابہ کرام نے مشرکین کو تلواروں سے جالیا۔ آپ نے فرمایا: "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے۔" عبد بن حمید اور امام بیہقی نے حضرت یزید بن عامر السوائی سے روایت کیا ہے۔ وہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ان سے رعب کے بارے سوال کیا گیا۔ وہ سنگریزے لیتے تھے۔ انہیں طشت میں ڈالتے تھے۔ جس سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ "ہم اپنے پیٹوں میں اسی طرح کی آواز پاتے تھے۔"

محمد بن عمر نے مالک بن اوس بن حدثان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میری قوم کے کئی افراد جو اس غزوہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز کنکریاں پھینکیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں مٹی پڑ گئی۔ ہم اپنے سینوں میں یوں آوازیں پاتے تھے گویا کہ وہ سنگریزے کسی ٹرے میں گر رہے ہوں۔ وہ آواز پرسکون نہ ہو رہی تھی۔ ہم نے اس روز سفید مرد دیکھے۔ جو ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے۔ انہیں کندھوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔ زمین اور آسمان کے مابین ایسے لشکر تھے جن کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہرتی تھی۔ ہم رعب کی وجہ سے ان میں غور و فکر کرنے کے بھی قابل نہ تھے۔

حضرت ربیعہ بن ابزی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے میری قوم کے کئی افراد نے بیان کیا ہے جو اس روز حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: "ہم مسلمانوں کے لیے گھاٹیوں اور دروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے ان پر یکبار حملہ کر دیا۔ ہم ان کے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ ہم ایسی ذات والا تک پہنچے جو شہباء خچر پر سوار تھی۔ ان کے ارد گرد خوبصورت سفید چہروں والے مرد تھے۔ انہوں نے ہمیں کہا: "شاهت الوجوه واپس چلو۔" اس کے بعد ہمیں شکست ہو گئی۔ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ یہ ہی شکست تھی۔ ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں تھکا دیا تھا۔ ہمارا لشکر ہر اعتبار سے منتشر ہو چکا تھا۔ ہم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم اپنے شہروں کی بلند جگہ پر پہنچ گئے۔ اگر ہم سے بات کی جاتی تو ہمیں اس کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ یہ سب کچھ رعب کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اسلام کو ثابت کر دیا۔

ثقیف کے شیوخ سے روایت ہے۔ وہ اس روز اس غزوہ میں شریک تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے تعاقب میں تھے۔ ہم پیٹھ پھیرے بھاگے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی اگر

طائف کے قلعہ میں داخل ہوگیا تو وہ یہی گمان کر رہا تھا کہ آپ اس کے تعاقب میں ہیں۔ یہ سب کچھ رعب کی وجہ سے تھا۔"

یوم حنین آپ کے ساتھ کون ثابت قدم رہا

امام بیہقی نے حضرت حارثہ بن نعمان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"جب لوگ بھاگ گئے تو میں نے اندازہ لگایا کہ آپ کے ہمراہ کتنے افراد رہ گئے تھے۔میں نے کہا:"ان کی تعداد ایک سو ہے۔" ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"میں نے غزوۂ حنین میں دیکھا۔دو گروہ بھاگتے جا رہے تھے۔حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف ایک سو صحابہ کرام رہ گئے تھے۔

امام احمد، حاکم، الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے ثقہ افراد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم حنین کے روز آپ کے ساتھ تھے۔لوگ بھاگ نکلے۔آپ کے ہمراہ مہاجرین اور انصار میں سے صرف اسی افراد ثابت قدم رہے تھے۔ہم صرف تقریباً اسی قدم پیچھے ہٹے۔ہم نے آخر تک راہِ فرار اختیار نہ کی۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے"جب لوگ روزِ حنین میں بھاگ نکلے تو آپ نے حضرت حارثہ سے پوچھا"حارثہ! تمہاری رائے میں کتنے افراد ثابت قدم رہے۔میں نے دائیں بائیں دیکھا۔میں نے اندازہ لگایا۔ان کی تعداد ایک سو تھی۔میں نے عرض کی"ایک سو ہیں۔" مجھے صحیح اندازہ نہ تھا کہ ان کی تعداد ایک سو ہے۔میں ایک روز آپ کے پاس سے گزرا۔آپ حضرت جبرائیل کے ساتھ بابِ مسجد کے پاس سرگوشی فرما رہے تھے۔حضرت جبرائیل نے عرض کی:"محمد مصطفی ﷺ! یہ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا:"حارثہ بن نعمان۔" حضرت جبرائیل امین نے کہا:"یہ ان میں سے ایک تھے جو حنین کے روز ثابت قدم رہے۔اگر یہ مجھے سلام کرتے تو میں انہیں سلام کا جواب دیتا۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارثہ کو بتایا۔انہوں نے عرض کی:"میں نے گمان کیا تھا کہ شاید دحیہ الکلبی آپ کے پاس کھڑے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"جب حنین کے روز لوگ بھاگ نکلے تو آپ یوں فرمانے لگے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

آپ کے ہمراہ بنو ہاشم کے تین یا چار افراد تھے۔ان کے علاوہ ایک شخص اور بھی تھا۔حضرات علی المرتضیٰ، عباس۔یہ دونوں آپ کے سامنے تھے۔حضرت ابوسفیان بن حارث آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔حضرت ابن مسعود آپ کی بائیں طرف تھے۔جو بھی ہماری طرف آتا وہ قتل ہو جاتا۔مشرکین ہمارے اردگرد قتل ہوئے پڑے تھے۔اہلِ بیت میں سے

آپ کے پاس حضرت عباس، ابوسفیان بن حارث، ان کا بھائی ربیعہ، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب، جعفر بن ابی سفیان بن حارث اور قثم بن عباس تھے۔"

الزھر میں ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ یہ اس وقت کم سن تھے جب آپ کا وصال ہوا تو انہوں نے غزوہ حنین میں کیسے شرکت کر لی تھی۔ آپ کے ہمراہ حضرت عتبہ، عبداللہ بن زبیر، نوفل بن حارث، عقیل بن ابی طالب، اسامہ بن زید، ایمن بن ام ایمن۔ یہ اسی روز شہید ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ہر ایک نے دس سے زائد ضربیں لگائیں۔ ابن مسعود بھی ان میں شامل تھے۔ انصار میں سے حضرات ابودجانہ، حارثہ بن نعمان، سعد بن عبادۃ، ابوبشیر، اسید بن حضیر، شبیر بن عثمان ثابت قدم رہے تھے۔ عفت مآب خواتین میں سے حضرت ام سلیم بنت ملحان، ام عمارہ نسیبہ بنت کعب، ام الحارث، ام السلیط بنت عبید رضی اللہ عنہن۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان سو میں سے ۳۳ مہاجرین اور ۶۶ انصار تھے۔

حضرت ام سلیم اور حضرت ام عمارہ کی ثابت قدمی

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا۔ وہ اپنے شوہر نامدار حضرت ابوطلحہ کے ہمراہ تھیں۔ ان کے پیٹ مبارک میں عبداللہ بن ابی طلحہ تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اونٹ انہیں نیچے نہ گرا دے۔ انہوں نے اس کا سر اپنے قریب کر رکھا تھا۔ اپنا ہاتھ نکیل کے ساتھ ڈال رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ام سلیم!" انہوں نے عرض کی: "جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ بھاگنے والوں کو اسی طرح قتل کر دیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ قتال کرتے ہیں۔ یہ اسی کے مستحق ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ام سلیم! کیا اللہ تعالیٰ انہیں کافی نہیں ہے۔" محمد بن عمر کے نزدیک آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ انہیں کافی ہے اس کی عافیت بہت وسیع ہے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "غزوہ حنین کے روز حضرت ام سلیم نے اپنے پاس خنجر رکھا تھا۔ حضرت ابوطلحہ ان سے ملے تو ان کے پاس خنجر تھا۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "اگر کوئی مشرک میرے قریب ہوا تو میں اس کے ساتھ اس کا پیٹ چیر کر رکھ دوں گی۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ ام سلیم کیا کہہ رہی ہیں؟" آپ تبسم ریز ہوئے۔ حضرت ام سلیم نے

عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان لوگوں میں سے جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں انہیں تہ تیغ کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ انہیں کافی ہے۔ ام سلیم! وہ عمدہ سلوک کرنے والا ہے۔" محمد بن عمر نے حضرت عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ام عمارہ نے کہا: "روز حنین کو جب لوگ بھاگ نکلے ہم چار خواتین تھیں۔ میرے ہاتھ میں تلوار قاطع تھی۔ حضرت ام سلیم کے پاس خنجر تھا۔ انہوں نے اپنی کمر کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ ان کے شکم اطہر میں عبداللہ تھے۔ حضرت ام سلیط حضرت ام حارث رضی اللہ عنہن"

محمد بن عمر کے شیوخ نے کہا ہے کہ حضرت ام عمارہ چلا اٹھیں۔ "انصار! یہ کون سی عادت ہے تمہیں فرار سے کیا تعلق؟" انہوں نے کہا "میں نے ہوازن کا ایک شخص دیکھا جو گندمی اونٹ پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ مسلمانوں کے پیچھے بھاگا جارہا تھا۔ میں اس کے سامنے آئی۔ اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ کر رکھ دیں۔ وہ اس کی پیٹھ سے نیچے گر پڑا۔ میں اس کی طرف دوڑی لگا تار اس پر حملے کرتی رہی حتیٰ کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے اس کی تلوار لی۔ آپ کھڑے تھے تلوار دست اقدس میں تھی۔ آپ نے اسے بے نیام کر رکھا تھا۔ آپ پکار رہے تھے "اے اصحاب سورۃ البقرۃ! انصار واپس آ گئے تھے۔ اب ہوازن ان کے سامنے اتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر میں اونٹنی کو دوہا جاتا ہے۔ پھر انہیں شکست ہوگئی۔ بخدا! میں نے اس طرح کی شکست کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ ہر سمت بکھرتے جارہے تھے۔ میرے پاس میرے سارے فرزند خبیب، عبداللہ اور زید کے بیٹے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں قیدی تھے۔ میں غصے سے ان کی طرف لپکی۔ ان میں سے ایک کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ لوگ قیدی لانے لگے۔ میں نے بنو مازن میں تیس قیدی دیکھے۔ مسلمان شکست خوردہ ہو کر مکہ مکرمہ تک پہنچ چکے تھے۔ پھر وہ واپس لوٹ آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کے لیے حصے نکالے۔ حضرت ام حارث انصاریہ اپنے خاوند کے اونٹ کی نکیل تھامے ہوئی تھیں۔ اسے مجسار کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: "حارث! تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لوگ پیٹھ پھیرے بھاگے جارہے تھے۔ وہ اپنے خاوند سے جدا نہ ہوئیں۔ انہوں نے کہا: "میرے پاس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گزرے۔" میں نے پوچھا: "عمر! یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ امر الٰہی ہے۔"

مشرکین کی شکست

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو پکارا۔ وہ واپس لوٹ آئے۔ وہ کہنے لگے یا بنی عبدالرحمان! یا بنی عبیداللہ! یا خیل اللہ!" آپ اپنے گھڑسوار دستے کو "خیل اللہ" کہتے تھے۔ مہاجرین کا یہ شعار تھا "یا بنی عبدالرحمان! اوس کا یہ شعار تھا یا بنی عبیداللہ! خزرج کا یہ شعار تھا "یا بنی عبداللہ"

محمد بن عمر، محمد بن عبداللہ بن ابی صعصعۃ سے روایت کرتے ہیں کہ اس روز حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا "یاللخزرج!" حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بھی تین دفعہ فرمایا: "یاللاوس!" انصار ہر سمت سے آپ کی طرف آنے لگے جیسے شہد کی مکھیاں چھتے کی طرف آتی ہیں۔ مسلمان مشرکین پر ٹوٹ پڑے ان کا قتل عام کرنے لگے۔ وہ مشرکین کے بچوں کو بھی تہ تیغ کرنے لگے۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا "اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کا قتل اس حد تک ہو گیا ہے کہ وہ مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے لگے ہیں۔ ارے ان بچوں کو قتل نہ کرو۔ ان بچوں کو قتل نہ کرو۔" حضرت اسید بن حضیر نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا وہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم میں سے بہترین مشرکین کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس کی زبان واضح گفتگو کرنے لگتی ہے تو اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ثقیف کے بزرگوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے تعاقب میں رہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص طائف کے قلعے میں بھی داخل ہو گیا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ آپ اس کے تعاقب میں ہیں۔ یہ شکست کا رعب تھا۔"

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص ہم پر حملے کر رہا تھا۔ وہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔ آپ نے فتح دیکھی تو کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاس ایک ایک کر کے قیدی لایا جا رہا تھا۔ آپ اسلام پر انہیں بیعت کر رہے تھے۔ ایک صحابئ رسول نے کہا: "مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر میرے پاس وہ شخص لایا گیا جو مسلمانوں کو کاٹ رہا تھا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔" آپ خاموش رہے۔ اس شخص کو لایا گیا۔ جب اس کو دیکھا تو عرض کی: "یانبی اللہ! میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔" آپ اسے بیعت کرنے سے رک گئے۔ تاکہ وہ صحابی اپنی نذر پوری کر لیں۔ وہ آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ تاکہ آپ انہیں اس شخص کے قتل کا حکم دیں۔ وہ آپ سے ڈر گئے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ اپنی نذر پوری نہیں کر رہے تو آپ نے اس شخص کو بیعت کر لیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری نذر کا کیا بنے گا؟" آپ نے فرمایا: "کیا میں اس سے رکا نہیں رہا تاکہ تم اپنی نذر پوری کر لو۔" انہوں نے عرض کی: "آپ نے مجھے اشارہ کر دیا ہوتا۔" آپ نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے اشارہ کرنا جائز نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمن کو ہر طرف سے شکست سے دوچار کر دیا۔ مسلمان ان کا تعاقب کرنے لگے۔ وہ انہیں تہ تیغ کر رہے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کی خواتین، اولاد اور اموال مسلمانوں کو غنیمت کے طور پر عطا کیے۔ مالک بن عوف بھاگ نکلا۔ اس نے طائف کے قلعے میں جا کر دم لیا۔ وہیں اس کی قوم کے سردار بھی پہنچ گئے۔ جب اہلِ مکہ نے اللہ تعالیٰ کی

اس نصرت اور دین اسلام کے غلبہ کو دیکھا تو ان کی کثیر تعداد مسلمان ہوگئی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت سے دو چار کر دیا آپ کو ان پر تسلط عطا فرمایا تو ایک مسلمان خاتون نے یہ شعر پڑھا:

قد غلبت خیل اللہ خیل اللات   واللہ احق بالثبات

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے شہسوار لات کے شہسواروں پر غالب آگئے ہیں۔ رب تعالیٰ (کے سپاہی) ثابت قدمی کے زیادہ مستحق ہیں۔"

محمد بن عمر نے ان اشعار کا اضافہ کیا ہے:

ان لنا ماء حنين فخلوه   ان تشربوا منه فلن تعلوه

هذا رسول الله لن تغلوه

ترجمہ: "حنین کا چشمہ ہمارا ہے تم اسے چھوڑ دو اگر تم اس سے پی لو گے تم اس پر غالب نہ آسکو گے۔ یہ حضور اکرم ﷺ ہیں تم آپ پر غالب نہیں آسکتے۔"

حضور اکرم ﷺ اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ نے حکم دیا جس پر قدرت ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ مسلمان واپس لوٹ آئے۔"

بزار نے ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین کے روز فرمایا: "انہیں ذبح کر دو۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس سے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے" آپ سے عرض کی گئی کہ ایک شخص نے شدید قتال کیا ہے حتیٰ کہ وہ شدید زخمی ہوگیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "وہ اہلِ نار میں سے ہے۔" بعض لوگوں کو شک گزرا۔ جب اس شخص کو زخموں نے اذیت دی۔ تو اس نے اپنے ترکش سے چوڑا پھل نکالا اور اس کے ساتھ خودکشی کر لی۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں: "جنت میں صرف مومن ہی جائے گا اللہ تعالیٰ فاسق شخص کے ذریعے اس دین کی مدد کرے گا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ گھڑسوار دستے سے فرمایا" اگر تم بجاد کو پالو تو اسے ضرور تہ تیغ کر دینا۔" اس نے ایک عظیم واقعہ رونما کیا تھا۔ ایک مسلمان شخص اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کا عضو عضو کاٹا پھر اسے آگ میں جلا دیا۔ اسے اپنا جرم یاد تھا یہ بھاگ گیا۔ گھڑسواروں نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے اسے شیماء آپ کی رضاعی بہن کے ساتھ ملا دیا۔ یہ تھک گئے ان کی وجہ سے شیماء بھی تھک گئیں۔ وہ کہنے لگیں" بخدا! میں تمہارے صاحب کی رضاعی بہن

ہوں۔" صحابہ کرام نے ان کی تصدیق نہ کی۔ انصار کی ایک جماعت نے انہیں پکڑا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ شیماء نے عرض کی: "محمد مصطفی ﷺ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔" آپ نے فرمایا: اس کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے اپنے انگوٹھے پر دانتوں کا نشان دکھایا۔ عرض کی: "آپ نے مجھے اس وقت دانتوں سے کاٹا تھا جب میں آپ کو وادی سرا میں اٹھائے ہوئے تھی۔ ہم اس وقت بکریاں چراتے تھے۔ آپ کا (رضاعی) باپ میرا باپ اور آپ کی (رضاعی) ماں میری ماں ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یاد فرمائیں۔ میں آپ کے لیے آپ کے باپ کی بکریوں کا دودھ نکالتی تھی۔ آپ نے اس علامت سے انہیں پہچان لیا۔ جلدی سے اٹھے۔ مبارک چادر پھیلا دی۔ فرمایا: "اس پر بیٹھ جاؤ۔" آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ ان سے رضاعی والدین کے بارے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس قیام کرلو۔ تمہیں عزت و تکریم اور محبت ملے گی۔ اگر تم اپنی قوم کے پاس جانا چاہتی ہو تو میں صلہ رحمی کر دیتا ہوں تم وہیں چلی جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "میں اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہوں۔" انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے انہیں تین غلام اور ایک لونڈی دی۔ انہیں ایک یا دو اونٹ دینے کا حکم دیا۔ فرمایا: "جعرانہ چلی جائیں۔ اپنی قوم کے پاس ٹھہریں۔ میں طائف جا رہا ہوں۔" وہ جعرانہ آگئیں آپ نے جعرانہ میں ان سے ملاقات کی۔ انہیں بکریاں اور بھیڑیں عطا کیں۔ بقیہ گھر والوں کو بھی نوازا۔ انہوں نے آپ سے بجاد کے بارے گفتگو کی تو آپ نے اسے معاف کر دیا۔

درید بن صمہ کا قتل

ابن اسحاق اور محمد بن عمرو غیرہما نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہوازن کو شکست سے دوچار کیا۔ وہ سب طائف پہنچے ان کے ساتھ مالک بھی تھا۔ ان میں سے بعض اوطاس میں ٹھہر گئے۔ بعض نخلہ بنو عیرہ کی طرف چلے گئے۔ آپ نے گھڑ سوار دستہ بھیجا۔ انہوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا جو نخلہ کی طرف گئے تھے۔ لیکن ثنایا کی طرف جانے والوں کا تعاقب نہ کیا۔ حضرت ربیعہ بن رضیع نے درید بن صمہ کو پالیا۔ انہوں نے اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید اس میں کوئی عورت ہے۔ وہ پالکی میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔ انہوں نے اس کا اونٹ بٹھایا۔ دیکھا تو وہ درید تھا جس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔ وہ انہیں نہیں جانتے تھے۔ درید نے پوچھا "کیا کرنے لگے ہو؟" حضرت ربیعہ: "تجھے قتل کرنے لگا ہوں۔" درید: "تم ایک لرزنے والے پیر فرتوت کو قتل کر کے کیا کرو گے؟" حضرت ربیعہ: "بس میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔" درید: "تم کون ہو؟" حضرت ربیعہ: "میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں۔" انہوں نے اس پر وار کیا مگر وار خطا گیا۔ درید: تمہاری ماں

نے تمہیں کتنا برا اسلحہ دیا ہے۔اس پالکی میں کجاوے کے پرے میری تلوار پڑی ہے۔اس سے ضرب کاری لگا فہ ہڈی سے اوپر اور دماغ کے نیچے ضرب لگانا۔میں مردوں کو اسی طرح قتل کرتا تھا۔جب اپنی ماں کے پاس جانا تو اسے بتا دینا کہ تم نے درید کو قتل کر دیا ہے۔کئی روز تک میں نے تمہاری خواتین کا دفاع کیا تھا۔بنو سلیم کا خیال ہے کہ جب حضرت ربیعہ نے درید کو ضرب لگائی تو اس کی رانیں عریاں ہوگئیں۔وہ گھوڑوں پر چڑھنے کی وجہ سے کاغذ کی طرح تھیں۔جب حضرت ربیعہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے اور انہیں درید کے قتل کی خبر دی تو انہوں نے کہا: ''بخدا! اس نے ایک ہی صبح کو تمہاری تین ماؤں کو آزاد کیا تھا۔تمہارے باپ کو آزاد کرایا تھا۔''انہوں نے کہا: ''مجھے علم نہیں تھا۔''

مالک بن عوف اور اس کے ساتھی ایک گھاٹی پر کھڑے ہو گئے۔اس نے کہا: ''رک جاؤ حتیٰ کہ کمزور لوگ اور تمہارے بھائی تمہیں آملیں۔حضرت زبیر بن عوام نے انہیں دیکھا۔انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔انہیں گھاٹی سے نیچے گرا دیا۔مالک اپنے محل میں بھاگ گیا یا ثقیف کے قلعہ میں داخل ہوگیا۔

غزوۂ حنین کے شہداء

اس غزوہ میں درج ذیل صحابہ کرام شہید ہوئے۔(۱) ایمن بن عبید اللہ، ابن ام ایمن، سراقہ حارث، رقیم بن ثابت، ابو عامر اشعری، یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہم۔بنو ثقیف کے ستر افراد تہ تیغ ہوئے تھے۔ان کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا۔جب وہ قتل ہو گیا تو اسے عثمان بن عبداللہ نے اٹھالیا۔اس نے قتال کیا حتیٰ کہ قتل ہوگیا۔جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا: ''رب تعالیٰ نے اسے دور کر دیا ہے یہ قریش کے ساتھ بغض رکھتا تھا۔''

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ طائف میں اتنے ہی مشرکین مارے گئے تھے جتنے غزوۂ بدر میں تہ تیغ ہوئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید کی عیادت

امام عبدالرزاق اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن ازہر سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔یہ آپ کے گھڑ سوار دستے کے امیر تھے۔راوی کہتے ہیں۔''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کفار کو شکست ہوگئی۔مسلمان اپنے خیموں کی طرف آئے تو آپ مسلمانوں میں چل رہے تھے۔آپ فرما رہے تھے'' مجھے خالد بن ولید تک کون پہنچائے گا؟ آپ کی خدمت میں ایک شراب نوش کو پیش کیا گیا۔آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔انہوں نے اسے مارا۔اس پر خاک ڈالی۔''حضرت عبدالرحمان نے کہا: ''میں چلا'' یا ''میں آپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا۔میں نوخیز جوان

تھا۔میں کہہ رہا تھا۔ہمیں حضرت خالد کے خیمہ تک کون لے کر جائے گا؟ کسی نے ہمیں وہاں تک پہنچا دیا۔حضرت خالد اپنے کجاوے کے سرے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔حضور اکرم ﷺ وہاں تشریف لائے زخم دیکھے۔لعاب دہن لگایا انہیں فوراً شفا مل گئی۔

دست شفاء بخش کی برکت

حاکم، ابونعیم، ابن عساکر نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "غزوۂ حنین کے روز میری پیشانی پر زخم لگا۔میرے چہرے اور سینے پر خون بہنے لگا۔آپ نے اپنے دستِ اقدس سے میرے چہرے اور سینے سے خون صاف کیا۔پھر میرے لیے دعا مانگی۔عبداللہ کے والد حشرج کہتے ہیں "ہم نے آپ کے دستِ اقدس کا نشان دیکھا۔یہ نشان اس جگہ تھا جہاں آپ نے دست اقدس پھیرا تھا۔یہ گھوڑے کے نشان کی طرح لمبا اور چوڑا تھا۔"

پانی میں برکت

ابونعیم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے بنوھوازن کی طرف گئے۔ہمیں سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے برتن میں پانی منگوایا۔اسے پیالے میں انڈیل دیا گیا۔ہم اس سے پاکیزگی حاصل کرنے لگے حتیٰ کہ ہم سب نے وضو کر لیا۔

خواتین کو قتل کرنے کی ممانعت

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کرنے کی سعادت ملی۔اس کے مقدمہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔حضرت رباح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مقتولہ عورت کے پاس سے گزرے۔جسے لشکر کے مقدمہ نے تہ تیغ کیا تھا۔صحابہ کرام کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ بھی انہیں آملے۔آپ نے انہیں اس سے دور کیا۔آپ نے فرمایا: "یہ عورت تو قتال نہیں کر سکتی تھی۔" آپ نے کسی صحابی کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔انہیں فرمایا: "انہیں کہو کہ وہ نہ اولاد کو اور نہ غلاموں کو قتل کریں۔"

الطبرانی نے حضرت سبابہ بن عاصم السلمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین کے روز فرمایا تھا: "میں عواتک کا فرزند ہوں۔"

جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا سامان اسے ملے گا

ابن شیبہ، امام احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسے ملے گا۔'' حضرت ابوطلحہ نے اس روز بیس افراد کو تہ تیغ کیا اور ان کا سامان حاصل کر لیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ایک شخص کے کندھے کی ہڈی پر ضرب کاری لگائی۔ لیکن وہ مجھ سے غائب ہوگیا۔ اس پر زرہ تھی۔ پتہ نہیں وہ زرہ کس نے لے لی ہے؟ ایک شخص اٹھا۔ اس کا نام (محمد بن عمر کی روایت کے مطابق) اسود بن خزاعی اسلمی تھا۔ یہ بنوسلمہ کا حلیف تھا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ زرہ میں نے لی ہے۔ آپ انہیں میری طرف سے راضی کر دیں اور یہ زرہ مجھے عطا کر دیں۔'' آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ سے جو مانگا جاتا تھا آپ عطا کر دیتے تھے۔ یا آپ خاموش ہو جاتے تھے۔ آپ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! یوں نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر سے زرہ چھین کر تمہیں دے دی جائے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عمر نے سچ کہا ہے۔''

امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم غزوہ حنین کے روز آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب دونوں لشکر باہم نبرد آزما ہوئے۔ مسلمانوں نے پسپائی اختیار کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک شخص مسلمان پر سوار تھا۔ دوسری روایت میں ہے: ''میں نے ایک مسلمان شخص کو دیکھا وہ ایک مشرک کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ دوسرا مشرک شخص اسے مکر سے قتل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پیچھے سے اسے ضرب کاری لگائی۔ یہ ضرب اس کے کندھے کی ہڈی پر لگی۔ اس نے اس کی زرہ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ میری طرف آیا۔ مجھے زور سے بھینچا۔ میں نے موت کی بو سونگھ لی۔ پھر اسے موت نے آلیا۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے راہِ فرار اختیار نہیں کی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا: ''لوگوں کو کیا ہوا؟'' انہوں نے کہا: ''یہ امر الٰہی ہے۔'' لوگ واپس آگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو قتل کیا۔ اس کے پاس اس پر گواہ ہوں تو اس کا سامان اسے ملے گا۔'' میں اٹھا۔ میں نے کہا: ''میری گواہی کون دے گا؟'' میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح فرمایا۔ میں اٹھا۔ پھر میں نے کہا: ''میری گواہی کون دے گا؟'' میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح فرمایا۔ میں نے اسی طرح کیا تو آپ نے فرمایا: ''ابوقتادہ! کیا معاملہ ہے؟ میں نے ساری حکایت بیان کر دی۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حضرت عبداللہ بن انیس نے ان کی گواہی دی۔ ایک شخص نے کہا: ''انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کا سامان میرے پاس

ہے۔آپ انہیں میری طرف سے راضی کر دیں۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! یوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی طرف سے لڑے اور اس کا سامان تجھے دے دیا جائے۔'' آپ نے فرمایا: ''انہوں نے سچ کہا ہے۔ان کا سامان انہیں دے دو۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے۔حضرت ابوقتادہ نے فرمایا: ''مجھے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابوقتادہ! کیا تم اسلحہ فروخت کرو گے؟'' میں نے سات اوقیہ میں انہیں وہ اسلحہ فروخت کر دیا۔میں نے اس مال سے بنوسلمہ میں ایک باغ خریدا۔یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں ملا۔''

البدایۃ میں ہے کہ جس روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر نے جہاد کیا ہے اور اس کا سامان تجھے دے دیا جائے۔'' اس روایت میں حضرت عمر فاروق کا ذکر غریب ہے مشہور یہ ہے کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔جیسے کہ حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے الحافظ نے لکھا ہے'' راجح قول یہی ہے کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔جیسے کہ حضرت ابوقتادہ کی روایت میں ہے۔یہ واقعہ انہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔لہٰذا وہی اسے یقین کے ساتھ بتا سکتے تھے۔شاید حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق کی اتباع میں ان کی موافقت اور مدد کرتے ہوئے یہ بات کی ہو اور راوی کو اشتباہ لاحق ہو گیا ہو۔علماء کرام نے لکھا ہے:

''اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ بھی ہو پھر بھی یہ فضیلت کافی ہے۔انہوں نے اپنے علم کی پختگی، وقار کی سنجیدگی، انصاف کی قوت، توفیق کی صحت اور حق کی صداقت کے ساتھ سچا قول فرمایا۔انہوں نے اسے جھڑ کا۔فتویٰ دیا۔حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کے سامنے شریعت مطہرہ کے بارے بتایا۔حضور اکرم ﷺ نے ان کی تصدیق کی اور ان کے قول کو نافذ کر دیا۔

امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہم نے آپ کے ساتھ ہوازن پر حملہ کیا۔اسی اثناء میں کہ ہم چاشت کے وقت آپ کے ہمراہ کھا رہے تھے کہ ایک شخص سرخ اونٹ پر آیا۔اس نے اپنا اونٹ بٹھایا۔اس نے رسی نکالی اسی کے ساتھ اپنا اونٹ باندھا اور آگے بڑھ کر صحابہ کرام کے ساتھ کھانے لگا۔وہ دیکھنے لگا۔ہم میں کمزوری تھی۔سواریوں کی قلت تھی۔ہمارے کچھ ساتھی پیدل تھے۔وہ شخص بھاگتا ہوا نکلا۔اپنے اونٹ کے پاس آیا۔اس کی رسی کھولی اسے بٹھایا اس پر سوار ہوا اور اسے تیزی سے ہانک کر لے گیا۔بنو اسلم میں سے ایک شخص نے خاکستری اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا۔

دوسری روایت میں ہے۔مشرکین کا ایک جاسوس آیا۔اس وقت آپ سفر میں تھے۔وہ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔پھر چلا گیا۔آپ نے فرمایا: ''اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دو۔'' حضرت سلمہ نے فرمایا: ''میں بھاگ کر نکلا

حتیٰ کہ میں اونٹنی تک پہنچ گیا۔ پھر میں بھاگ کر اس کے اونٹ تک پہنچ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ میں نے اسے بٹھایا۔ جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا۔ میں نے تلوار نکالی اس کی گردن اڑا دی۔ وہ نیچے گر پڑا۔ میں اونٹ کو اس کے اسلحہ اور کجاوہ سمیت لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میرا استقبال کیا۔ صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا: اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: ''ابن الاکوع نے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ سارا سامان اس کا ہی ہے۔''

حنین کے اموال غنیمت

جب مشرک قوم کو شکست ہوگئی تو آپ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت کو جمع کیا جائے۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ خیانت نہ کرے۔ صحابہ کرام اس جگہ مالِ غنیمت رکھنے لگے۔ جہاں آپ نے جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ الحاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز آپ نے اونٹ کا بال پکڑا۔ پھر فرمایا: ''اے لوگو! اس مالِ غنیمت میں سے جو رب تعالیٰ نے تمہیں بخشا ہے میرے لیے خمس کے علاوہ کچھ لینا جائز نہیں ہے۔ خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگہ لے آؤ۔ خیانت سے بچو۔ یہ روز حشر خائن کے لیے عار ہوگی۔''

حضرت عقیل بن ابی طالب اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے۔ ان کی تلوار خون سے آلودہ تھی۔ انہوں نے کہا: ''مجھے علم ہے کہ آپ نے آج مشرکین کا قتل عام کیا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے کیا ملا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ سوئی ہے اس سے اپنے کپڑے سی لینا۔'' انہوں نے اسے سوئی دے دی۔ پھر باہر نکلے تو آپ کے منادی کو سنا جو یہ اعلان کر رہا تھا: ''جس کے پاس مالِ غنیمت میں سے کچھ ہو وہ اسے لوٹا دے۔ حضرت عقیل اپنی زوجہ کے پاس گئے۔ فرمایا: ''یہ سوئی بھی تمہارے پاس نہیں رہے گی۔'' انہوں نے اسے لیا اور مالِ غنیمت میں رکھ دیا۔ ایک شخص بالوں کا کمبل لے کر آیا۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کمبل مجھے عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میرے لیے اور بنو عبدالمطلب کے لیے ہوگا وہ تیرا ہوگا۔''

حنین کے روز لوگ اپنے اپنے قبیلوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ آپ نے ایک قبیلہ کو ترک کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص کی چادر کے نیچے سے ہار نکلا تھا۔ جسے اس نے مالِ غنیمت سے چرایا تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اس طرح تکبیر کہی جس طرح آپ میت پر تکبیر کہتے تھے۔

اس روز مسلمانوں کے ہاتھوں دشمن کی عورتیں لگیں۔ مسلمان ناپسند کر رہے تھے کہ وہ ان کے ساتھ مباشرت کریں جبکہ ان کے خاوند ہوں۔ انہوں نے اس کے بارے آپ سے پوچھا۔ تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ (النساء: ۲۴)

ترجمہ: "اور (حرام) ہیں خاوندوں والی عورتیں مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمہاری ملک میں آجائیں۔"

اس وقت آپ نے فرمایا: "حاملہ عورت جو قیدی ہو اس کے ساتھ مباشرت نہ کی جائے حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو جائے اور نیز غیر حاملہ عورت سے مباشرت نہ کی جائے حتیٰ کہ اسے حیض آجائے۔"

جب مالِ غنیمت جمع کر دیا گیا تو آپ نے اسے جعرانہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ آپ طائف سے واپس تشریف لے آئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے اور العیون میں بھی ہے کہ قیدیوں کی تعداد چھ ہزار، اونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار سے زائد اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت میں ملے۔

الطبرانی نے بدیل بن ورقاء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیدیوں اور اموال کو جعرانہ روک دیا جائے حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئیں۔" یہ سب کچھ جعرانہ روک دیا گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت مسعود بن عمرو الغفاری کو مالِ غنیمت پر نگران مقرر کیا۔ امام عبدالرزاق نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس روز قیدی بننے والے غلاموں اور عورتوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب یا حضرت بدیل بن ورقاء خزاعی کو ان پر نگران مقرر کیا۔

حنین میں نماز ظہر کی ادائیگی اور عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے مابین فیصلہ

ابن اسحاق محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین میں نمازِ ظہر پڑھی پھر ایک طرف درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ عیینہ بن حصن اٹھا اس نے عامر بن الاضبط اشجعی کے خون کا مطالبہ کیا۔ اس وقت وہ قیس کا سردار تھا۔ اس کے ساتھ ہی اقرع بن حابس اٹھا وہ محلّم بن جثامہ کا دفاع کر رہا تھا۔ انہوں نے آپ کے سامنے جھگڑنا شروع کر دیا۔ عیینہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! بخدا! میں اسے نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ اس کی خواتین پر اسی طرح جنگ اور غم داخل کر دوں گا جس طرح اس نے میری خواتین پر داخل کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "دیت لے لو۔" عیینہ نے انکار کر دیا۔ آوازیں بلند ہونے لگیں۔ شور زیادہ ہو گیا۔ بنولیث کا ایک شخص اٹھا۔ جس کا نام مکیتل تھا۔ اس نے مکمل ہتھیار سجا رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ اس نے کہا ہے میں اسلام کے نور میں اس کی مثال بکریاں ہی پاتا ہوں۔ جو کہیں آئیں اس کے ابتدائی حصہ پر تیر پھینکا جائے اس کا آخری حصہ بھاگ جائے۔ آپ اس کے لیے آج سنت قائم فرما دیں۔ آپ نے دست اقدس بلند کیے اور فرمایا: "دیت قبول کر لو۔ پچاس اونٹ فوراً لے لو اور پچاس

مدینہ طیبہ پہنچ کر لے لینا۔" آپ انہیں لگاتار فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے دیت قبول کر لی۔

دوسری روایت میں ہے "اقرع بن حابس اٹھا۔ اس نے کہا: "اے گروہِ قریش! تم نے ایک مقتول کے بارے آپ سے سوال کیا تم نے آپ کو چھوڑ دیا کہ آپ لوگوں کے مابین صلح فرما دیں۔ مگر تم نے آپ کو روک دیا ہے کیا تم اس سے امن میں ہو کہ تم سے حضور والا ﷺ ناراض ہو جائیں اور اس کی وجہ سے رب تعالیٰ بھی تم پر ناراض ہو جائے یا آپ تم پر لعنت کریں۔ اس کی وجہ سے رب تعالیٰ بھی تم پر لعنت کرے۔ بخدا! تم یہ فیصلہ آپ کے سپرد کر دو۔ ورنہ بنولیث کے پچاس افراد لائے جائیں۔ جو سارے یہ گواہی دیں گے کہ مقتول کا قتل واضح نہیں ہے۔ میں اس کا خون رائیگاں کر دوں گا۔" جب اس نے یہ بات کی تو انہوں نے دیت قبول کر لی۔ قاتل محلم ایک طرف تھا۔ لوگ اسے برابر اصرار کرتے رہے کہ بارگاہِ رسالت مآب میں جاؤ۔ آپ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔ محلم اٹھا وہ ایک پتلا، لمبا اور گندم گوں انسان تھا۔ اس نے مہندی لگا رکھی تھی۔ حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ قصاص کے لیے تیار ہونے کے لیے تیار ہوا تھا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گر رہے تھے۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو معاملہ آپ تک پہنچا ہے میں اس سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "محلم بن جثامہ۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسلام کے عمدہ حصہ میں اپنے اسلحہ کے ساتھ اسے قتل کیا ہے۔ مولا! محلم کو معاف نہ کر۔" آپ نے یہ جملہ بلند آواز سے فرمایا تا کہ سارے لوگ اسے سن لیں۔ محلم نے دوبارہ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے بلند آواز سے کہا تا کہ لوگ اسے سن لیں۔ "مولا! محلم بن جثامہ کو معاف نہ کرنا۔" اس نے تیسری بار عرض کی تو آپ نے تیسری بار بھی اسی طرح فرمایا۔ وہ آپ کے سامنے سے اٹھا وہ اپنی چادر سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ حضرت ضمرہ اسلمی روایت کرتے ہیں "ہم باہم باتیں کرتے تھے کہ آپ نے اس کے لیے استغفار کے لیے اپنے لب مبارک ہلائے تھے۔ لیکن آپ نے بلند آواز سے استغفار نہ کی تا کہ لوگ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں انسانی خون کی قدر و قیمت جان لیں۔

اہلِ مدینہ کو بشارت

محمد بن عمر نے داؤد بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے حضرت نہیک بن اوس کو بنو ھوازن پر فتح کی بشارت دے کر بھیجا۔ وہ اسی دن رات کے وقت عازم سفر ہوئے۔ اوطاس کے رستے سے غمرہ پہنچے۔ وہاں لوگ کہہ رہے تھے "محمد عربی ﷺ کو ایسی شکست ہوئی ہے کہ ایسی شکست کبھی کسی کو نہیں ہوئی۔ مالک بن عوف آپ کے لشکر پر غالب آ

چکا ہے۔" انہوں نے کہا۔ میں نے کہا: "یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ یہ بلاوا کر رہے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کو فتح عطا کی ہے۔ ان کی خواتین اور اولاد بطور قیدی آپ کو عطا کیے ہیں۔" میں یہ خبر پھیلاتا رہا حتیٰ کہ میں معدن بنی سلیم تک پہنچ گیا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ میں اوطاس سے تین دن میں یہاں پہنچ گیا۔ میں اس سے زائد کبھی سواری پر سوار نہ ہوا تھا۔ جب میں عیدگاہ تک پہنچا۔ میں نے باآواز بلند کہا: "اے مسلمانو! تمہیں حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی سلامتی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوازن پر فتح عطا کی ہے۔ آپ نے ان کی خواتین کو قیدی بنا لیا ہے اور ان کے اموال بطور مال غنیمت عطا فرمائے ہیں۔ میں نے آپ کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ مال غنیمت آپ کے ہاتھوں میں تھا۔ لوگ جمع ہو گئے وہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پھر میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ تک گیا۔ میں نے انہیں بتایا انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔" مسلمانوں کی پسپائی کی خبر ہر طرف پھیل چکی تھی۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے لوگوں کی باتوں کو جھوٹ ثابت کر دیا۔

اس غزوہ کے بارے قرآن پاک کا نزول

رب تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنا احسان اور فضل یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾ (التوبۃ: ۲۵تا۲۷)

ترجمہ: "بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے۔ بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی جبکہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے پس نہ فائدہ دیا تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ اس کے بعد جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

اس غزوہ کے بارے اشعار

حضرت عباس بن مرداس سلمی قارب بن اسود، فرازہ اور ذالخمار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الا من مُبلِغٌ غیلانَ عنی و سوف اخالُ یاتیہ الخبیرُ

ترجمہ: "ارے کون ہے جو میری طرف سے غیلان کو یہ پیغام دے دے میرا خیال ہے کہ عنقریب اس کے پاس ایک آگاہ شخص آجائے گا۔"

و عروۃ انما اھدی جواباً و قولًا غیر قولکما یسیرُ

ترجمہ: "جو عروہ کو بھی پیغام دے دے۔ میں ایسا جواب دینا چاہتا ہوں اور ایسا قول کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے قول کے علاوہ ہو گا وہ پھیل جائے گا۔"

بانَّ محمدًا عبدًا رسولٌ لربّ لا یضل و ولا یجورُ

ترجمہ: "وہ کہ حضور اکرم ﷺ رب تعالیٰ کے عبد کامل اور رسول مکرم ﷺ ہیں وہ گمراہ نہیں ہوتے نہ حد سے متجاوز ہوتے ہیں۔"

وجَدْناہ نبیًا مثل موسٰی فکل فتًی یُغایرہ مَغیرُ

ترجمہ: "ہم نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک بلند مرتبت نبی پایا ہے ہر جوان جو بھلائی میں آپ کا مقابلہ کرے گا وہ مغلوب ہو جائے گا۔"

و بئس الامرُ امرُ بنی قِسیٍّ بوجٍ اذا تُقُسمّت الامورُ

ترجمہ: "بنو قسی کا معاملہ جو وج کے مقام پر رونما ہوا تھا وہ کتنا برا معاملہ تھا جب ان کے امور منتشر ہو گئے تھے۔"

اضاعُوا امرھم و لکل قوم امیرٌ والدوائر قد تدورُ

ترجمہ: "انہوں نے اپنا معاملہ ضائع کر دیا ہر قوم کا ایک امیر ہوتا ہے حوادثات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں۔"

فجئنا اُسْد غاباتٍ الیھم جنود اللہ ضاحِیَۃً تسیرُ

ترجمہ: "ہم جنگلوں کے شیر کی مانند ان کے پاس آئے۔ رب تعالیٰ کے لشکر واضح انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔"

تومُّ الجمعَ جمعَ بنی قِسیٍّ علی حَنقٍ نَکادُ لہ نطیرُ

ترجمہ: "ہم ایک لشکر یعنی بنو قسی کے لشکر کا ارادہ کر رہے تھے سخت غصے کے عالم میں قریب تھا کہ ہم ان کی سمت

پرندوں کی طرح اڑے جارہے ہوں۔"

و اُقسمُ لو ھُمُو مکثو لیسرْنا الیھم بالجنود و لم یَفُوروا

ترجمہ: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ ٹھہرتے تو ہم ان کی جانب ایسے لشکر لے کر جاتے وہ واپس نہ جا سکتے۔"

فکنّا اُسْد لیّۃَ ثَمَّ حتّٰی ابحناھا و اسلمت النصورُ

ترجمہ: "ہم تو لیہ کے شیر تھے حتیٰ کہ ہم اسے فتح کر لیتے اور بنونصر کو ہمارے سپرد کر دیا جاتا۔"

و یومَ کانَ قبلُ لدی حُنینٍ فاقْلَعَ والدماء بہ نموزُ

ترجمہ: "اس سے قبل روزِ حنین بھی تھا۔ جس نے انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکا اس میں خون سیلاب کی طرح بہہ رہا تھا۔"

من الایام لم تسمَعْ کیَوْم و لم یسمعْ بہ قومٌ ذکورُ

ترجمہ: "وہ ایام میں سے ایک ایسا دن ہے جس کے متعلق نہ تم نے سنا نہ بہادر قوم نے اس کے بارے کچھ سنا۔"

قتلنا فی الغبار بنی حُطیطٍ علی رایاتھا والخیلُ زُورُ

ترجمہ: "ہم نے غبار میں بنو حطیط کو قتل کیا جہاں ان کے گھوڑے تھے اور ان کے گھوڑے مائل ہو رہے تھے۔"

و لم تك ذوالخمار رئیسَ قوم لھم عقل یُعاقبُ او نکیرُ

ترجمہ: "اس وقت ذوالخمار قوم کا سردار نہیں تھا۔ ان کی عقل تھی یا تدبیر تھی جسے سزا دی جارہی تھی۔"

اقام بھم علی سنَنِ المنایا و قد بانَتْ لمُبصِرِھا الامورُ

ترجمہ: "وہ انہیں موت کی راہوں پر کھڑا کر گیا تھا۔ حالانکہ اس کی بصارت پرکھنے والے کے لیے امور بالکل عیاں ہو چکے تھے۔"

فاُفْلَتْ مَنْ نجا منھم حریضًا و قُتِّلَ منھم بشرٌ کثیرٌ

ترجمہ: "ان میں سے جس نے نجات پائی وہ اس طرح لوٹا کہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہا تھا ان میں سے کثیر لوگ تہ تیغ ہوئے تھے۔"

ولا یُغنی الامورَ اخو التوانی ولا الفلِقُ الصُّریّرۃ الحصورُ

ترجمہ: "کاہل شخص کو امور کوئی فائدہ نہیں دے سکتے نہ ہی بہت زیادہ رکاوٹوں والا، نامرد اور مسدود شخص کوئی کردار ادا کر سکتا ہے۔"

احانھم و حانَ و ملّکوہٗ امورَھم و اَفْلتَتِ الصقورُ

ترجمہ: "اس نے انہیں ہلاک کر دیا وہ خود بھی ہلاکت کی وادی میں گر پڑا انہوں نے اسے اس وقت امور کا والی بنایا جب شاہین صفت لوگ بھاگ رہے تھے۔"

بنو عوفٍ تمیجُ بهم جیادٌ آهِینَ لها الفصَافِصُ والشعیرُ

ترجمہ: "عمدہ گھوڑے عمدہ چال کے ساتھ بنو عوف کو لے جا رہے تھے ان کے لیے بریسم اور جو مہیا کیے گئے تھے۔"

فلولَا قاربٌ و بنو اَبِیهِ تُقُسمتِ المزارعُ والقصورُ

ترجمہ: "اگر قارب اور اس کے بھائی نہ ہوتے تو کھیتوں اور محلات کو تقسیم کر دیا جاتا۔"

و لکن الریاسَةَ عُمِّمُوها علی یُمنٍ اشارَ به المُشِیرُ

ترجمہ: "لیکن اس برکت کی وجہ سے ریاست ان کے سپرد کر دی گئی جس کی طرف حضور رسالت مآب ﷺ نے اشارہ کیا تھا۔"

اطاعُوْا قاربًا و لهم جُدودٌ و احلامٌ الی عِزٍّ تصیرُ

ترجمہ: "انہوں نے قارب کی فرمانبرداری کی حالانکہ انکے ہاں ایسے آباء اور عقلیں تھیں جو انہیں عزت کی طرف لے جانے والی تھیں۔"

فان یُهْدُا الی الاسلام یُلفَوْا اُنُوفَ الناسِ ما سَمر السمیرُ

ترجمہ: "اگر انہیں اسلام کی طرف ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ لوگوں کے پیش رو رہیں گے جب تک اہلِ سمیر داستان بیان کرتے رہیں گے۔"

و ان لم یُسلموا فهم آذَانٌ بحرب الله لیس لهم نصیرٌ

ترجمہ: "اور اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور ان کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔"

کما حَکّتْ بنی سَعدٍ وَ حَرْبٍ برهطِ بنی غزیَّةَ عَنقضیرُ

ترجمہ: "جیسے جنگ نے بنو سعد کو برباد کر دیا اور یہ جنگ بنو غزیہ پر بھی بہت بڑی مصیبت لے کر آئی۔"

کَاَنَّ بنی مُعاویةَ بنِ بکرٍ الی الاسلام ضائنةٌ تخورُ

ترجمہ: "بنو معاویہ گویا کہ اسلام کے آگے گائے کے بچے بن گئے جو آوازیں نکالتے ہیں۔"

فقلنا آسلمُوا انا اخوکم و قد برئت من الترة الصدورُ

ترجمہ: "ہم نے انہیں کہا کہ اسلام قبول کرلو۔ ہم تمہارے بھائی ہیں جبکہ سینے کینے سے پاک ہو چکے ہیں۔"

كَانَ القومُ اذ جاؤوا الَينَا ۔۔۔ مِنَ البغضاءِ بعد السِلْمِ عُوْرُ

ترجمہ: "جب قوم صلح کے بعد بھی ہماری طرف آئی تو بغض کی وجہ سے وہ کانی لگ رہی تھی۔"

حضرت بجیر بن زھیر بن ابی سلمی نے کہا:

لو لا الالٰہُ و عبدُہٗ و تَّیم ۔۔۔ حین استخفَّ الرعبُ کل جبانِ

ترجمہ: "اگر معبود برحق نہ ہوتا اور اس کا بندۂ خاص نہ ہوتا تو تم لوگ روگرداں ہو کر بھاگ جاتے جب ہر بزدل کو رعب نے ہلکا پھلکا بنا دیا تھا۔"

بالجزع یومَ حبالنا اقرانُنا ۔۔۔ و اسوابحٌ یَکبونَ للأذقانِ

ترجمہ: "جس روز وادی کے موڑ پر دشمن ہمارا مقابلہ کر رہے تھے اور برق رفتار گھوڑے منہ کے بل گر رہے تھے۔"

من بین ساعٍ ثوبہ فی کفہ ۔۔۔ و مُقطّرٍ بَسنَانكٍ و لبانِ

ترجمہ: "بعض دوڑنے والے اپنے کپڑے ہتھیلیوں میں رکھے ہوئے تھے۔ بعض کے اردگرد تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بعض کے سینوں کو گھوڑے روند رہے تھے۔"

واللّٰہ اکرمنا و اظھر دیننا ۔۔۔ و اعزنا بعبادۃِ الرحمٰنِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا۔ ہمارے دین کو غالب کر دیا رحمان رب تعالیٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے اس نے ہمیں عزت دی۔"

واللّٰہ اھلکھم و فرّق مثلھم ۔۔۔ و اذتھم بعبادۃِ الشیطان

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے انہیں ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔ ان کی جمعیت منتشر کر دی شیطان کی پوجا کرنے کی وجہ انہیں رسوا کر دیا۔"

اذقام عمُّ نبیکم و ولیُّہٗ ۔۔۔ یدعونَ بالکتیبۃ الایمانِ

ترجمہ: "اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے نبی کریم ﷺ کے چچا جان اور مددگار کھڑے ہوئے وہ یوں پکار رہے تھے" اے اہلِ ایمان کا لشکر!"

این الذین ھم اجابوا ربھم ۔۔۔ یومَ العُرَیض و بیعۃ الرضوانِ

ترجمہ: "وہ کہہ رہے تھے" وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے عریض کے دن اپنے رب تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہا تھا اور جنہوں نے بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

فانی والسوابحُ یومر جمع　　　وما یتلوُا الرسولُ من الکتابِ

ترجمہ: "میدانِ وغا کے روز سریع رفتار گھوڑوں اور اس رسولِ مکرم ﷺ کے ساتھ جو کتاب حکیم کی تلاوت کرتے تھے ان کے ساتھ میں نے۔"

لقد اصبتُ ما لقیت ثقیفٌ　　　بجنب الشعبِ امس من العذابِ

ترجمہ: "بنوثقیف کو جواب دیا۔ جب کل وہ گھاٹی کی ایک طرف عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔"

ھم راس العدو من اھل نجد　　　فقتلھم الذُّ من الشراب

ترجمہ: "وہ اہلِ نجد میں سے دشمن کے سرغنہ ہیں۔ انہیں تہ تیغ کرنا شراب سے بھی لطف آور ہے۔"

ھزمنا الجمع جمع بنی مَبِّیٖ　　　و حکُّتْ برکھا بیی رئاب

ترجمہ: "ہم نے لشکر بنومسیٰ کے لشکر کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ جب جنگ نے بنورئاب پر اپنا سینہ رگڑا۔"

و صرمًا من ھِلالٍ غادرتھم　　　باوطاسٍ تعفَّرُ فی التراب

ترجمہ: "بنوھلال کے خاندان کو جنگ نے اوطاس کے مقام پر برباد کر دیا۔ جبکہ انہیں مٹی سے ڈھانپا جا رہا تھا۔"

و لولا قینَ جمعَ بنی کلاب　　　لقام ناؤھم والنقع کابی

ترجمہ: "اگر ہم نے بنوکلاب کے لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہوتے تو ان کی خواتین کھڑی ہو جاتیں۔ ہر طرف گرد و غبار ہوتا۔"

رکضنا الخیل فیھم بین بسٍّ　　　الی الاوْرادِ تخِظ بالنھاب

ترجمہ: "ہم نے بس اور اوراد کے مابین ان پر گھوڑے دوڑائے وہ آگے بڑھنے کی وجہ سے ہانپ رہے تھے۔"

بذی لجِبٍ رسولُ اللہ فیھم　　　کتیبتہٌ تعرضُ للضِرّابِ

ترجمہ: "ہم ایک ایسے عظیم لشکر کے ہمراہ تھے جس میں سرورِ کائنات ﷺ جلوہ افروز تھے۔ آپ کا لشکر شمشیر زنی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

یا خاتم النباء انک مرسل　　　بالحق کل ھدی السبیل ھداکا

ترجمہ: "اے خاتم النبیین صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے رستہ کی ہر ہدایت آپ ہی کی

ہدایت ہے۔"

ان الاله بنى عليك محبة   فى حلقه و محمدًا سمّاكا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں آپ کی محبت رکھ دی ہے اور اس نے آپ کا نام نامی محمد (جانِ عالم روحِ کائنات ﷺ) رکھا ہے۔"

ان الذين و فوا بما عاهدتهم   جند بعثت عليهم الضَحّاكا

ترجمہ: "پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ معاہدہ پورا کر دیا جو آپ نے ان سے لیا تھا وہ ایسا لشکر ہے جس پر آپ نے ضحاک کو امیر بنایا ہے۔"

رَجُلا به دربُ السلاح كانه   لما تكنفهٗ العدو يَرَاكا

ترجمہ: "وہ ایسا شجاع شخص ہے جسکا اسلحہ بہت تیز ہے۔ جب دشمن اسے گھیر لیتا ہے تو وہ آپ کی زیارت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔"

يغشى ذوى النسب القريب و انما   يبغى رِضى الرحمٰن ثم رضاكا

ترجمہ: "وہ قریبی نسب رکھنے والے شخص پر حملہ آور ہو جاتا ہے وہ رب تعالیٰ کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں پھر آپ کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں۔"

أُنبيك انى قد رايتُ مِكرّهٗ   تحت العجاجة يدمغ الاشراكا

ترجمہ: "میں آپ سے عرض کرتا ہوں میں نے اسے دیکھا وہ گرد وغبار کے نیچے بار بار حملے کر رہا تھا وہ شرک پر ضرب کاری لگا رہا تھا۔"

طُورًا يعانق باليدَين و تارةً   يُغرى الجماجم صارمًا بتاكا

ترجمہ: "وہ کبھی دونوں ہاتھوں سے معانقہ کرتا کبھی وہ شمشیر بے نیام اور قاطع تلوار کے ساتھ سرداروں کی کھوپڑیاں چیرتا۔"

يغشى به هام الكماةِ ولو ترى   منه الذى عاينتَ كان شفاكا

ترجمہ: "وہ اس شمشیر براں کے ساتھ بہادروں کی کھوپڑیاں چیر رہا تھا۔ اگر آپ اس کے ان کارناموں کو دیکھ لیتے جو میں نے دیکھے تھے تو آپ کو سکون ملتا۔"

و بنو سُلم مُعفتونٌ امامَة   ضربا و طعنًا فى العدُ دِراكا

ترجمہ: ''بنو سلیم ضحاک کے سامنے یوں لڑ رہے تھے کہ وہ دشمنوں پر بار بار تلواریں مار رہے تھے اور پیہم نیزے برسا رہے تھے۔''

یمشون تحتِ لوائه و کانهم　　　اُسدُ العیرین ارذنَ ثَم عِرَاکا

ترجمہ: ''وہ ضحاک کے علَم کے نیچے رواں دواں تھے گویا کہ وہ کچھار کے شیر تھے جو وہاں معرکہ آزمائی کا قصد کرتے تھے۔''

ما یرتجونَ من القریب قرابةً　　　الاّ بطاعةِ ربهم و هواکا

ترجمہ: ''وہ کسی رشتہ دار سے کسی رشتہ داری کی امید نہیں رکھتے وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت اور آپ کی رضا کے حصول کے لیے یوں کر رہے تھے۔''

هَذٰی مَشاهدُنا التی کانت لنا　　　معروضةً　وولیُّنَا　مَوْلاکا

ترجمہ: ''یہ ہمارے مشاہدات ہیں جو ہمارے لیے معروف و مشہور ہیں ہمارا مددگار آپ کا مولیٰ ہے۔''

حضرت عباس بن مرداس نے کہا:

عفا مجدلٌ من اهله فمتالع　　　فمطلی اریكٍ قد خلا فالمُصانعُ

ترجمہ: ''مجدل اپنے باسیوں کے چلے جانے کی وجہ سے مٹ گیا پھر متالع بھی ختم ہو گیا۔ اریک کی سرزمین خالی ہو گئی مکانات بھی خالی ہو گئے۔''

دیارٌ لنا یا جُملُ اِذْ جُل عیشنا　　　رخیٌّ و صرفُ الدهر للحَیِّ جامعُ

ترجمہ: ''اے جمل! ہمارے گھر بھی برباد ہو گئے۔ وہ وقت یاد کرو جب ہماری زندگی کا بیشتر حصہ آسودگی میں گزرا۔ پھر حوادثاتِ زمانہ نے سارے قبیلے کو گھیر لیا۔''

حُبیبةٌ الْوتْ بها غُربة النوی　　　لِتبن فهل ماضٍ من العیش راجع

ترجمہ: ''بنو حبیبہ کو بھی جدائی کی اجنبیت نے لپیٹ کر رکھ دیا۔ ذرا بتاؤ کیا وہ زندگی واپس آ سکتی ہے جو گزر گئی ہے۔''

فان تبتغی الکفارُ غیر ملومةٍ　　　فانی　وزیرٌ　للنّبِیِّ　و　تابعُ

ترجمہ: ''اگر تم ملامت کیے بغیر کفار کی دوستی کا دم بھرتے ہو تو کیا ہوا؟ میں تو حضور اکرم ﷺ کا بوجھ اٹھانے والا اور پیروکار ہوں۔''

دعانا الیه خیرٌ و فد علمتهم　　　خزیمةُ والمرارُ منهم و واسِعُ

ترجمہ: "اس بہترین وفد نے ہمیں ان کی طرف دعوت دی جس سے تم آگاہ ہو ان میں بنوخزیمہ، بنومراد اور بنوواسع ہیں۔"

فجئنا بالفٍ من سُلیم علیہمُ　　لبوس لھم من نسبج داؤد رائع

ترجمہ: "ہم بنوسلیم کے ایک ہزار افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے جنہوں نے عمدہ زرہیں پہن رکھی ہیں (گویا کہ) انہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے بنایا ہے۔"

نُبایعه بالاخشبَین و انما　　ید الله بین الاخشبین نبایعُ

ترجمہ: "اخشبین کے مقام پر ہم نے آپ کی بیعت کی۔ گویا کہ اخشبین کے درمیان ہم نے رب تعالیٰ کے دستِ قدرت پر بیعت کی۔"

فجُسنا مع المھدی مکة عَنوةً　　باسْیَافِنَا والنقع کابٍ و ساطِعُ

ترجمہ: "ہم اس ہدایت یافتہ ہستی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں اپنی تلواریں لیے گھس گئے۔ اس وقت گردوغبار پھیل رہا تھا۔"

علانیةً والخیلُ یغشَی متونَھا　　حمیمٌ و انٍ من دم الجوف ناقعُ

ترجمہ: "ہم اعلانیہ اس میں داخل ہوئے۔ جبکہ گھوڑوں کے پشتوں پر پسینہ غالب تھا ان کے پیٹ گرم لہو سے لبریز تھے۔"

و یوم حنین حین سَارت ھوازنٌ　　الینا و ضافت بالنفوس الاضالعُ

ترجمہ: "غزوۂ حنین کے روز جب بنوھوازن ہماری طرف چلے اور سانسوں کی وجہ سے پسلیاں بھی تنگ پڑ گئی تھیں۔"

صبرنا مع الضحّاك لا یستفزُّنا　　قراع الاعادِی منھم والوقائعُ

ترجمہ: "ہم نے ضحاک کے ساتھ صبر کیا۔ دشمن کی طرف سے واقعات وحوادث نے ہمیں اکھیڑ نہ پھینکا۔"

امام رسول الله یخفقُ فُوقنا　　لواء کخُذروفِ السحابة لامِعُ

ترجمہ: "حضور اکرم کے سامنے ہمارے اوپر جھنڈے یوں لہرا رہے تھے جیسے اوپر نیچے ہوتا ہوا بادل ہوا۔"

عشیةَ ضحّاكِ بن سفیان معتصٍ　　بسیفِ رسول الله والموت کانعُ

ترجمہ: "جس شام کو ضحاک بن سفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمشیر بے نیام کے ساتھ شمشیر زنی کر رہے تھے موت قریب کھڑی تھی۔"

نذودُ اخانا عن اخینا و لو نری مصارا لکنا الاقربین نتابعُ

ترجمہ: "ہم بھائیوں کو بھائیوں سے راہِ فرار اختیار کرارہے تھے اگر کچھ گنجائش ہوتی تو ہم اپنے قریبی رشتہ کی ضرور اتباع کرلیتے۔"

و لکن دین اللہ دین محمدٍ رضینا بہ فیہ الھدیٰ والشرائع

ترجمہ: "لیکن اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو حضور اکرم ﷺ کا دین حق ہے۔ اس میں ہدایت ہے اور شریعت مطہرۃ ہے۔"

اقام بہ بعد الضلالۃ اَمْرَنا و لیس لامرٍ حَمَّہُ اللہ دافِعُ

ترجمہ: "اس کی وجہ سے ضلالت کے بعد ہمارا امر درست ہوگیا جو کچھ رب تعالیٰ مقدر کردیتا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

ما بالُ عینِك فیھا عائرٌ سھِرُ مثلُ الحماطۃ اُغْضی فوقھا الشفرُ

ترجمہ: "کیا تمہاری آنکھوں میں کوئی تنکا ہے جس کی وجہ سے یہ جاگ رہی ہیں یوں لگتا ہے جیسے گلے کے اندر جلن ہو اور اس پلکیں بند ہو چکی ہوں۔"

عین تاوّبھا من شجْوِھا ارق فالماء لِغمْرِھا طورًا و ینحدرُ

ترجمہ: "غم کی وجہ سے بیداری نے آنکھ کو اپنا گھر بنالیا ہے۔ کبھی آنسو اس پر چھا جاتے ہیں اور کبھی رواں ہوجاتے ہیں۔"

کانہ نظمُ درٍّ عندَ ناظمۃ تقطع السلكُ منہ فھو مُنتثرُ

ترجمہ: "گویا کہ یہ ہار پرونے والی کے ہاں موتیوں کی لڑی ہو جس کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو اور موتی منتشر ہوگئے ہوں۔"

یا بُعْدَ منزل من ترجو مودتہ و من اتی دونہ الصمانُ فالحفرُ

ترجمہ: "ہائے اس گھر کا بعد جس کی محبت کی تمہیں امید ہے جس کے مابین صمان اور حفر حائل ہو چکے ہیں۔"

دع ما تقدم من عھد الشباب فقد ولّی الشبابُ و زار الشیبُ والزعرُ

ترجمہ: "گذرے ہوئے زمانہ کا تذکرہ چھوڑو۔ وہ تو بیت گیا ہے اب بڑھاپا اور گنجا پن آچکا ہے۔"

و اذکر بلاء سُلیم فی مواطنھا و فی سُلیم لاھل الفخرِ مفتخَرُ

ترجمہ: "تو بنوسلیم کی اس آزمائش کا تذکرہ کر جو ان کے مقامات پر ان پر طاری ہے ان میں ایسے قابل فخر سپوت ہیں جن پر فخر کیا جاتا ہے۔"

قوم هُمُوْ نصروا الرحمٰنَ واتبَعوا ‏ ‏ دين الرسولِ و امرُ الناس مشجَرْ

ترجمہ: "یہ وہ فرخندہ فال قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کی حضور اکرم ﷺ کے دین کی اتباع کی جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ جھگڑے کا شکار ہے۔"

لا يغرسونَ فسيل النخل وسطهم ‏ ‏ ولا تحاور فی مشتاهم البقرُ

ترجمہ: "بنوسلیم اپنے گھروں کے وسط میں کھجور کے درخت نہیں لگاتے نہ ہی ان کے ان مقامات پر گائیں آواز نکالتی ہے جہاں وہ موسم گرما گذارتے ہیں۔"

الا سوابحَ كالعقبان مقربةً ‏ ‏ فی دارةٍ حَوْلها الاخطارُ والعكرُ

ترجمہ: "وہ اپنے گھروں میں اپنے گھوڑے رکھتے ہیں جو شہباز کی طرح سریع رفتار ہیں ان کے ارد گرد اونٹوں کے گلے ہوتے ہیں۔"

تدعى كفافٌ و عوف فی جوانبها ‏ ‏ و حی ذكوان لاميلٌ ولا ضجرُ

ترجمہ: "ان کی جوانب میں بنوکفاف، بنوعوف اور ذکوان کے قبائل کو بلایا جاتا ہے جو نہ مفلس ہیں نہ غیر مسلح ہیں۔"

الضاربون جنود الشرك ضاحيةً ‏ ‏ ببطن مكة والارواحُ تبتدرُ

ترجمہ: "وہ مشرکین کے لشکر کو مکہ مکرمہ کی وادی میں عیاں طور پر مار رہے ہیں۔ مشرکین کی ارواح تیزی سے نکل رہی ہیں۔"

حتّٰی رفعنا و قتلاهم كانهم ‏ ‏ نخلٌ بظاهرة البطحاء و منقعرُ

ترجمہ: "ہم نے انہیں بلند کیا جبکہ ان کے مقتول وادیٔ بطحاء میں کھجوروں کے ان درختوں کی طرح تھے جو جڑ سے اکھڑ چکے ہوں۔"

و نحن يوم حنين كان مشهَدُنا ‏ ‏ للدين عزًّا و عند الله مدَّخرُ

ترجمہ: "غزوۂ حنین میں ہماری شرکت صرف اس لیے تھی تاکہ رب تعالیٰ کے دین حق کو عزت نصیب ہو اور اس کا اجر رب تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ ہو جائے۔"

اذ نركبُ الموتَ مخضرًّا بطائنهُ ‏ ‏ والخيلُ ينجابُ عنها ساطع كدرُ

ترجمہ: "ہم موت پر سوار تھے اس کے اندرونی راز ظاہر ہو رہے تھے گھوڑوں کے پاؤں سے مکدر گرد و غبار اٹھ رہا تھا۔"

تحت اللواء مع الضحاكِ يقدمُنا كما مشي اللبث فی غاباته الخدِر

ترجمہ: "جھنڈے کے نیچے ہم ضحاک کے ہمراہ تھے۔ وہ ہمارے آگے آگے یوں چل رہے تھے جیسے شیر اس کچھار سے نکل کر چلتا ہے جس کے ارد گرد جھاڑیاں ہوں۔"

فی ماذق من مجرًّا الحرب كلكلها تكادُ تأفُل منه الشمس والقمر

ترجمہ: "میدانِ جنگ کی تنگ نالی میں ان کا سینہ یوں اٹھا ہوا ہوتا ہے کہ قریب ہوتا ہے کہ اس کے خوف سے آفتاب و ماہتاب غروب ہو جائیں۔"

و قد صبرنا باوطاسِ اُسِنَّتنا لله تنصُر من شئنا و ننتصِرُ

ترجمہ: "ہم نے اوطاس کے معرکہ میں صبر کیا۔ ہمارے نیزے اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ ہم جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں اور غلبہ پا لیتے ہیں۔"

حتی تاوَّب اقوامٌ منازلهم لولا المليكُ ولو لا نحن ما صدورا

ترجمہ: "حتیٰ کہ تمام اقوام اپنی اپنی منازل میں لوٹ آئیں اگر ذات باری تعالیٰ اور ہم نہ ہوتے تو یہ اس طرح واپس نہ آتیں۔"

فما ترى معشرا حَلُّوا ولا كثروا الاقد اصبح منافيهمُ اثرُ

ترجمہ: "تم کسی کثیر یا قلیل جماعت کو نہ دیکھو گے مگر تم دیکھو گے کہ اس میں ہماری تاثیر ضرور موجود ہے۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

يا ايها الرجُل الذی تهوی به و جناء مُجمرةُ المُناسم عرمُسَ

ترجمہ: "اے وہ شخص جسے فربہ، محکم قدم والی اور طاقتور اونٹنی لے کر جا رہی ہے۔"

اما اتيت على النبی فقل له حقًّا عليك اذ اطمانَّ المجلسُ

ترجمہ: "اگر تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جب آپ کی محفل پاک پر سکون ہو جائے تو آپ کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرنا۔"

باخيرَ من ركب المطی و من مشی فوق التراب اذا تعدُّ الا نفسُ

ترجمہ: ''اے لوگوں میں سے بہترین ذات! جو سواری پر سوار ہوں یا مٹی پر چلیں جب لوگوں کو گنا جائے۔''

انا وَفینا بالذی عاھَدتنا والخیل تقدّع بالکماۃ و تضرِسُ

ترجمہ: ''ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے جو آپ سے کیا تھا۔ جب گھوڑوں کو بہادر جوانوں کے ذریعے روکا جا رہا تھا اور ان کی داڑھوں پر مارا جا رہا تھا۔''

اذ سال من افناء بھثۃ کلھا جمعٌ تظل بہ المغارِمُ ترجسُ

ترجمہ: ''جب قبیلہ بہثہ کے سارے لشکر رواں ہوئے تو پہاڑی رستوں پر سایہ ہو گیا اور وہ لرزا ٹھے۔

حتی صبحنا اھل مکۃ فیلقًا شھباء یقدمھا الھمام الاشوسُ

ترجمہ: ''حتیٰ کہ ہم نے صبح سویرے ہی بڑے چمکدار لشکر کے ساتھ اہلِ مکہ پر حملہ کر دیا۔ اس کی زمامِ قیادت ایک طاقتور اور دلیر سردار کر رہا تھا۔''

من کل اَغلبَ من سُلیمٍ فوقہ بیضاء محکمۃُ الدخال و قونَسُ

ترجمہ: ''ہر لشکر میں بنو سلیم کا ایک ایسا لشکر شامل تھا جس کے جسم پر سفید اور طاقتور زرہ تھی اور سر پر خود موجود تھا۔''

یُروی القناۃ اذا تجاسر فی الوغی و تخالُہ اسدًا اِذا ما یعبسُ

ترجمہ: ''جب وہ میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے تو وہ نیزوں کو سیراب کرتا تھا جب وہ سختی دکھاتے ہیں تو تو انہیں شیر سمجھے گا۔''

یغشی الکتیبۃ مُعلَمًا و بکفہ عضبٌ یقدُّ بہ و لَدْنٌ مدعَسُ

ترجمہ: ''وہ نشان لگا کر لشکر پر چھا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ تلوار ہے جس کے ساتھ وہ دشمنوں کو پارہ پارہ کر رہا ہے اور اس کے پاس نرم اور سخت نیزے بھی ہیں۔''

و علی حین قد و فی من جمعنا الف اُمِدَّ بھا الرسولُ عرندَسُ

ترجمہ: ''غزوۂ حنین میں ہماری تعداد پوری ایک ہزار تھی جو ایسے بہادر شیروں پر مشتمل تھی جن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی گئی تھی۔''

کانوا امام المسلمین دریئَۃُ والشمسُ یومئِذٍ علیھم اشمسُ

ترجمہ: ''یہ شیر اہلِ ایمان کے آگے دشمن کا نشانہ تھے اس روز ان پر ایک سورج کئی سورج لگ رہا تھا۔''

نمضی و یحرسُنا الالٰہُ بحفظہ واللہ لیسَ بضائع من یحرُسُ

ترجمہ: "ہم آگے ہی رواں دواں تھے رب تعالیٰ ہماری حفاظت کر رہا تھا جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔"

و لقد حُبسنا مالمناقب محبسًا — رضیَ الالٰہُ به فنعم المحبسُ

ترجمہ: "ہمیں مناقب کے مقام پر اس طرح روکا گیا جس روکنے پر رب تعالیٰ راضی تھا یہ روکنا کتنا عمدہ تھا۔"

و غداۃ اوطاس شددنا شدۃً — کفت العدوّ و قیل منہا: یا اَحْبِسوْا

ترجمہ: "اوطاس کے میدان میں ہم نے دشمن پر شدید حملہ کیا جو دشمن کی کفایت کر گیا اس کی طرف کہا گیا ارے! بس کرو۔"

تدعُو ہوازن بالاخارۃ بیننا — ثدی تمدُ به ہوازنُ ایبَسُ

ترجمہ: "ہمیں بنو ہوازن اس اخوت کی وجہ سے بلاتے ہیں جو ہمارے مابین ہے۔ جبکہ وہ پستان خشک ہو گیا ہے جس سے ہوازن دودھ پینا چاہتے ہیں۔"

حتی ترکنا جمعَہم و کانه — عیرٌ تعاقبۃَ السباعُ مُقَرَّسٌ

ترجمہ: "حتیٰ کہ ہم نے ان کے لشکر کو یوں چھوڑا گویا کہ وہ چیرے ہوئے جنگلی گدھے ہوں درندے جن کے تعاقب میں ہوں۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

نصرنا رسولَ اللہ من غضبٍ له — بالفِ کَمِیّ لا تعدُّ حواسرُہٗ

ترجمہ: "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی نصرت کی۔ یہ نصرت ایسے ہزار افراد کے ساتھ تھی۔ جو زرہ پوش تھی اور زرہ کے بغیر شمار نہیں کیے جاتے۔"

حملنا له فی عامل الرمح رایۃً — یزودُ بہا فی حومۃ الموت ناصرۃ

ترجمہ: "ہم نے جھنڈے کو نیزے کی نوک پر اٹھا لیا جس کی وجہ سے آپ کے مددگار موت کے منہ میں مصروفِ پیکار تھے۔"

و نحنُ خضبناہا دمًا فہو لونہا — غداۃَ حُنین یوم صفوانُ شاجرۃ

ترجمہ: "ہم نے اس علَم کو خون کے رنگ میں رنگ دیا۔ اس کا رنگ بھی خون نما ہو گیا یہ غزوۂ حنین کی بات ہے۔ جب کہ صفوان بھی خون میں آلودہ تھا۔"

و کنا علی الاسلام میمنةً له　　و کان لنا عقدَ اللواء و شاھِرُہ

ترجمہ: "ہم اسلامی لشکر کے میمنہ پر متعین تھے ہمارے ذمہ جھنڈا باندھنا اور اسے بلند کرنا تھا۔"

و کنا له دونَ الجنود بطانة　　لمشاوِرُنا فی امرہ و نشاورہ

ترجمہ: "ہم لشکر کے مسئلہ میں آپ کے راز داں تھے آپ اپنے معاملہ میں ہم سے اور ہم آپ سے مشاورت کرتے تھے۔"

دعانا فسمانا الشعار مقدمًا　　و کنا له عونا علی من ینا کرُہ

ترجمہ: "آپ نے ہمیں بلایا اور "مقدم" ہمارا شعار مقرر کیا ہم ہر اس شخص کے خلاف آپ کے مددگار تھے جو آپ کی مخالفت کرتا تھا۔"

جزی الله خیرا من نبی محمدا　　و ایّدَہٗ بالنصر والله ناصُرہ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی عمدہ جزائے خیر دے اور اپنی نصرت کے ساتھ آپ کی تائید کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار رہے۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

من مُبلغ الاقوام ان محمدا　　رسولُ الاله راشد حیث یمَّمَا

ترجمہ: "اقوام تک یہ پیغام پہنچانے والا کون ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وہ راہِ راست پر ہیں جہاں کا بھی عزم کریں۔"

دعا ربه و استنصر الله وحدَہٗ　　فاصبح قد و فی الیه و انعما

ترجمہ: "آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی اور صرف اللہ رب العزت سے مدد مانگی۔ رب تعالیٰ نے آپ کی بھرپور مدد کی اور آپ پر انعام فرمایا۔"

سرینا وواعَدْنا قدیدًا محمدًا　　یوم بنا امرًا من الله مُحکما

ترجمہ: "ہم رات کے وقت رواں ہوئے ہم نے آپ کے ساتھ قدید کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا آپ رب تعالیٰ کی طرف سے محکم امر کے ساتھ ہماری قیادت کر رہے تھے۔"

تمادَوْا بنا فی الفجر حتی تبینوا　　مع الفجر فتیانًا و غابًا مقومًا

ترجمہ: "لوگوں نے ہمارے متعلق وقتِ صبح پہنچنے میں شک کیا حتیٰ کہ انہوں نے فجر کے ساتھ ہی جوان اور ایسے

نیزے دیکھ لیے جو ید ھے تھے۔"

علی الخیل مشدودًا علینا دُرُوعُنا و رجُلًا کدفاع الاتی عرمرما

ترجمہ: "ہم گھوڑوں پر سوار تھے ہمارے اوپر ہماری زر ہیں باندھی گئیں تھیں انہوں نے ایسی پیادہ فوج بھی دیکھی جو چٹان کی طرح سیل رواں کو روک لیتی تھی۔"

فانّ سراۃ الحی ان کنت سائلا سُلیم و فیھم منھم من تسلّما

ترجمہ: "اگر تو پوچھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ بنوسلیم قبیلے کے سردار ہیں۔ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو بنوسلیم کے حلیف ہیں۔"

و جند من الانصارلا یخذلونہ اطاعُوا فما یعصونہ ما تکلما

ترجمہ: "ان میں انصار کے مجاہدین بھی ہیں جو آپ کو کبھی بھی نہیں چھوڑتے۔وہ آپ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور آپ جو فرماتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔"

فان تك قد امّرت فی القوم خالدًا و قدمتہ فانہ قد تقدما

ترجمہ: "اگر آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا ہے انہیں آگے کیا ہے تو وہ آگے بڑھ گئے ہیں۔"

بجندٍ ھداہٗ اللہ انت امیرُہٗ تصیبُ بہ فی الحق من کان اظلما

ترجمہ: "آپ ایسے لشکر کے امیر ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہے۔ان کے ذریعے آپ حق میں اس شخص تک پہنچ سکیں گے جو ظلم کرنے والا ہوگا۔"

حلفت یمینًا برّۃً لِمُحَمَّدٍ فاکملتھا الفًا من الخیل مُلجما

ترجمہ: "میں نے آپ کے بارے ایسی قسم اٹھائی ہے جسے پورا کیا جائے گا میں نے یہ قسم ایک ہزار ایسے گھوڑے دے کر پوری کردی جن کو لگامیں دی گئیں تھیں۔"

و قال نبی المومنین تقدموا و حب الینا ان تکونُ المقدما

ترجمہ: "اہلِ ایمان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آگے بڑھو۔" ہمیں یہ بات پسندیدہ ہے کہ ہم ہی آگے آگے ہوں۔"

و بتنا بنھیی المستدیر ولم تکن بنا الخوف الا لو غبۃٌ و تحزُّما

ترجمہ: "ہم نے حملہ کی اذیت کو روک کررات بسر کی ہمیں کوئی خوف دامن گیر نہ تھا مگر رغبت اور احتیاط لازم تھی۔"

اطعناك حتی اسلم الناسُ کلھم و حتّی صبحنا الجمعَ اھل یلملما

ترجمہ: "ہم نے آپ کی پیروی کی حتیٰ کہ سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔ہم نے وقت صبح ہی اہل یلملم کے لشکر پر حملہ کر دیا۔"

یضل الحصانُ الابلق الورد و سطه ولا یطمئِن الشیخ حتّٰی یَسُوِّما

ترجمہ: "ابلق اور سرخ گھوڑا چاہتا تھا کہ اس کے درمیان گم ہو جائے۔بزرگ کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ نشان لگا لے۔"

لدُن غُدوۃً حتی ترکنا عشیۃً حُنَینًا و قد سالت دوامعہ دما

ترجمہ: "صبح سویرے سے لے کر شام تک ہم نے حنین کو اس طرح چھوڑا تھا کہ وہاں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔"

سَمَونا لھم وِردَ القطا زفۃ ضُحًی و کُلٌّ تراہُ عن افیہ قد احجما

ترجمہ: "ہم ان کے لیے اس طرح بلند ہوئے۔جیسے چاشت کے وقت کونج پانی کی طرف جلدی جاتی ہے تو دیکھے گا کہ ہر کوئی اپنے بھائی سے بھی غافل ہے۔"

اذا شئت مِن کل رایت طِمِرَّۃً و فارسَھا یھوی ورُمعا مُحَطَّما

ترجمہ: "جب تم دیکھتے تو دیکھتے کہ گھوڑا اور اس کا شہ سوار تیزی سے چل رہے ہوتے اور اس کا نیزہ شکستہ ہوتا۔"

و قد احرزت منا ھوازن سربھا و حب الیھا ان نخیب و نحرما

ترجمہ: "ھوازن ہم سے اپنے جانور بچانے لگے انہیں یہ امر پسند تھا کہ ہم ان کے جانوروں سے محروم رہیں اور گھاٹے میں رہیں۔"

تنبیہات

❶ اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ جب آپ غزوہ حنین کے لیے روانہ ہوئے تو شوال کے چھ دن گزر چکے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ رمضان المبارک کی دو راتیں باقی تھیں۔بعض علماء کرام نے ان دو روایتوں کو یوں جمع کیا ہے کہ آپ نے سفر کا آغاز رمضان المبارک کے آخری ایام میں کیا آپ چھ شوال تک عازم سفر رہے دس شوال کو وہاں پہنچ گئے۔

زاد المعاد میں ہے۔

"رب تعالیٰ سچا وعدہ فرمانے والا ہے۔اس نے اپنے رسول محترم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا تو لوگ دین اسلام میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگیں گے۔سارا عرب آپ کے قریب ہو جائے گا۔جب

فتح مبین مکمل ہو گئی تو حکمت الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ وہ بنو ھوازن اور ان کے پیرو کاروں کے قلوب کو اسلام سے روک دے۔ وہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کریں تا کہ رب تعالیٰ کا امر غالب آجائے رسولِ مکرم ﷺ سے نصرت کا وعدہ پورا ہو جائے۔ یہ اموالِ غنیمت اہلِ فتح کے لیے لشکر کا ذریعہ بن جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اس کا رسولِ محترم ﷺ اس کے بندے اور قہر اس عظیم شوکت پر غالب آجاتے جس کی مثل کے ساتھ مسلمانوں نے پہلے مقابلہ نہیں کیا تھا نہ بعد میں کسی عرب کے ساتھ یوں مقابلہ کیا اس سے وہ حکمتیں عیاں ہوتی ہیں جو غور و فکر کرنے والوں کے لیے واضح ہیں۔ رب تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ پہلے مسلمانوں کی ہزیمت کی تلخی چکھائے۔ حالانکہ ان کی تعداد کثیر اور قوت، طاقت اور تیاری بھی عمدہ تھی۔ تا کہ وہ سر جھک جائیں جو فتح کی وجہ سے بلند ہو گئے تھے۔ جو مکہ مکرمہ میں اس طرح داخل نہیں ہوئے تھے جیسے حضور اکرم ﷺ وہاں داخل ہوئے تھے۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے سر اقدس اتنا جھکا ہوا تھا کہ قریب تھا وہ گھوڑے کی زین کو چھو لیتا۔ یہ رب تعالیٰ کے سامنے تواضع اور اس کی عظمت کے سامنے انکساری تھی کہ اس نے اپنے شہر کی حرمت کو آپ کے لیے حلال کیا۔ جو آپ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی۔ تا کہ رب تعالیٰ اس شخص کے لیے واضح کرے جس نے کہا تھا "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔" نصرت رب تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ وہ جس کی نصرت کرتا ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ جسے وہ رسوا کرتا ہے اس کا اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اس ذاتِ بابرکات نے اپنے رسولِ محترم ﷺ اور اپنے دین کی نصرت کی۔ نہ کہ اس کثرت نے جسے تم نے تعجب میں ڈال دیا تھا۔ اس کثرت نے تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا تھا۔ تم تو منہ موڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ جب تمہارے دل ٹوٹ چکے تھے تو پھر:

اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (التوبۃ: ۲۶)

ترجمہ: "نازل فرمائی اللہ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول پر اور مومنین پر اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے۔"

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ نصرت کی خلعتیں اور انعامات عاجزی کرنے والوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ (القصص: ۵،۶)

ترجمہ: "اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا ملک (مصر) میں اور بنا دیں انہیں پیشوا اور بنا دیں انہیں (فرعون کے تخت و تاج کا) وارث اور تسلط بخشیں انہیں سرزمین (مصر)

میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔"

◆ ۲ رب تعالیٰ نے عرب کو فتح کرنے کا آغاز غزوۂ بدر سے فرمایا اور اس کا اختتام غزوۂ حنین سے کیا اسی لیے ان دونوں غزوات کا تذکرہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "بدر و حنین" اگرچہ ان کے مابین سات سال کا عرصہ ہے۔ ان دونوں غزوات میں ملائکہ نے آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ ان دونوں میں آپ نے مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں ان دونوں غزوات کے ساتھ ہی اہلِ عرب کی آتش جنگ بجھ گئی۔ جو وہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے رکھتے تھے۔ وہ خوفزدہ ہو گئے ان کی تیزی جاتی رہی۔ ان کے قویٰ جواب دے گئے۔ ان کے تیر ختم ہو گئے۔ ان کی جمعیت ذلیل ہو گئی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ دین اسلام میں داخل ہوں۔ اس غزوہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کے ساتھ مہربانی کی۔ وہ نصرت اور مالِ غنیمت پا کر خوش ہو گئے۔ ان کی شکستہ دلی کی دوا کی طرح تھا۔ اگرچہ یہ جبر اور قہر بھی ان کے لیے نعمتوں کی تکمیل کے لیے تھا۔ اس نے اس کے ذریعے عرب کے ان قبائل کے شر کو ان سے پھیر دیا ھوازن اور ثقیف کو شکست دی۔ پھر انہیں اسلام لانے کی توفیق دے دی۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو اہلِ مکہ ان قبائل کو شکست نہیں دے سکتے تھے۔

توکل کی تکمیل ان اسباب کے استعمال کرنے سے مکمل ہوتی ہے۔ جنہیں رب تعالیٰ نے مسبب کے لیے شرعی طور پر مقرر فرمایا ہے۔ آپ توکل کے اکمل ترین درجہ پر فائز تھے۔ پھر بھی جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر اقدس پر خود تھا۔ غزوہ حنین کے روز دو زرہیں زیبِ تن فرمائیں۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے آپ سے فرمایا تھا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا"

بہت سے ان لوگوں پر یہ مسئلہ مشکل ثابت ہوا ہے جو اس تحقیق سے آگاہ نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سمجھداری سے جواب دے رہے ہیں۔ وہ کبھی کہتے ہیں کہ یہ آپ نے اپنی امت کو تعلیم دینے کے لیے کیا تھا۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ اس آیت طیبہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اگر وہ غور کریں تو انہیں علم ہو جائے کہ رب تعالیٰ کی آپ کو بچا لینے کا وعدہ ان اسباب کے منافی نہیں ہے۔ یہ وعدہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ لوگوں سے تحفظ کرنے کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بتایا کہ آپ کا دین سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس نے آپ کو قتال کا حکم دیا۔ تیاری کرنے اور قوت جمع کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑے باندھنے اور

کوشش کرنے کا حکم دیا۔ احتیاط کرنے اور لوگوں سے تحفظ کرنے کا حکم دیا۔ جنگ کی ساری اقسام کا حکم دیا۔ توریہ کیا۔ جب آپ غزوہ کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تو اسے مخفی رکھتے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ بالآخر یہ حسن انجام ان اسباب کی وجہ سے ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس نصرت اور فتح کا سبب بنایا ہے جس کا اس نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ دین کو غالب کرنے اور دشمن کو مغلوب کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

◆ علماء کرام کا اس چیز کے بارے اختلاف ہے جسے عاریۃً لیا گیا ہو کہ جب وہ تلف ہو جائے تو اس کا ضمان ہوگا امام شافعی وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ اس کا ضامن ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ ضامن نہیں ہوگا۔ حدیث پاک کی بعض اسناد میں ہے "بل عارية مضمونة" اس وصف کے بارے اختلاف ہے کہ یہ موضحہ ہے یا مقیدۃ ہے جس نے اسے موضحہ کہا ہے اس نے ضمان کا قول کیا ہے جس نے اسے مقیدہ کہا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اس وقت تک ضامن نہ ہوگا جب تک وہ یہ شرط نہ لگا دے گا۔

◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے والے نے دوسری روایت میں کہا: ''کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھاگ نکلے تھے۔'' تیسری روایت میں ہے ''کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ راہِ فرار اختیار کی تھی۔'' حضرت براء نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے راہِ فرار اختیار نہیں کیا تھا۔'' دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا: ''لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔'' انہوں نے فرار کا اثبات کیا۔ لیکن عمومیت کے طریقہ پر نہ کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا سائل کا اطلاق سب کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی ذاتِ والا کو بھی۔ دوسری روایت کے ظاہر سے یہی عیاں ہوتا ہے۔ دوسری اور تیسری روایت کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ اس معیت کو ہزیمت سے پہلے پر محمول کیا جائے۔ انہوں نے جلدی سے استثناء کر دی۔ انہوں نے وضاحت کر دی اور کہا کہ اس روز آپ سے زیادہ سخت کوئی نہ تھا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ شاید سائل کو حضرت سلمہ کی اس روایت سے اشتباہ ہوا ہو۔ ''میں شکست خوردہ ہو کر آپ کے پاس سے گزرا۔'' لہٰذا حضرت براء نے قسم اٹھائی کہ آپ نے راہِ فرار اختیار نہ کی تھی۔ اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ "منهزمًا" سلمہ سے حال ہے دوسری روایت میں ہے۔ "مردت على رسول الله ﷺ منهزمًا وهو على بغلته" انہوں نے کہا: ''حضرت سلمہ نے گھبراہٹ دیکھی تھی۔'' ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سائل نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے عمومیت کا اندازہ لگا لیا ہو۔

ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ (التوبۃ: ۲۵)

ترجمہ: ''پھر تم مرے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔''

حضرت براء نے بیان کر دیا کہ یہ ایسی عمومیت ہے جس سے خصوص کا ارادہ کیا گیا ہے۔

۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول "آپ تنہا رہ گئے تھے" اور ان روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ بھی کچھ صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔ کیونکہ پہلی روایت سے یہ مراد ہے کہ آپ آگے اور دشمن کے سامنے تنہا رہ گئے تھے۔ جو ثابت قدم رہے وہ آپ کے پیچھے تھے یا یہ وحدت قتال کے اعتبار سے ہے جبکہ حضرت ابوسفیان بن حارث وغیرہ آپ کی خدمت میں مشغول تھے۔

۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان "آپ کے ہمراہ ایک سو صحابہ کرام بھی نہ تھے" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان "آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین اور انصار تھے" حضرت ابن عمر نے نفی کی ہے کہ ان کی تعداد ایک سو ہو۔ حضرت ابن مسعود نے ثابت کیا ہے کہ ان کی تعداد اسی تھی۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ بارہ صحابہ کرام ثابت قدم رہے حضرت عباس نے ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ہمراہ صرف دس صحابہ کرام رہ گئے تھے۔

نصرنا رسول اللہ فی الحرب تسعۃ   و قد فر من قد فر عنہ فاتشعوا

و غاشرنا لاقی الحمام بنفسہ   لما مسّہ فی اللہ لا یتوجّع

ہم نو نے جنگ میں آپ کی نصرت کی وہ بھاگ جو آپ سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ ہم میں سے دسویں شخص نے موت سے خود ملاقات کی۔ جب اسے راہِ خدا میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے آہ تک نہ نکالی۔

الحافظ نے لکھا ہے "شاید یہ ہی روایت زیادہ ثابت ہو۔ جس نے زائد کا تذکرہ کیا ہو اس نے ان افراد کو بھی شامل کر لیا ہو جو جلدی لوٹ آئے ہوں گویا کہ وہ بھاگے ہی نہ تھے۔

۷ بیضاء خچر۔ امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اس روز اس خچر پر سوار تھے جسے آپ کی خدمت میں حضرت فروہ بن نفاثہ نے پیش کیا تھا۔ بعض روایات میں ان کا نام فروہ بن نعامہ مرقوم ہے۔ لیکن یہی روایت درست ہے۔ بعض اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ آپ اپنی خچر دلدل پر سوار تھے۔ لیکن اس پر اعتراض ہے کیونکہ دلدل کو مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ القطب نے لکھا ہے کہ شاید آپ اس روز دونوں خچروں پر سوار ہوتے ہوں۔ ورنہ جو صحیح میں ہے وہ اصح ہے۔

۸ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس روز خچر پر سوار ہونا آپ کی شجاعت اور ثبات کی انتہاء پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ گھوڑے پر سوار ہونے سے فرار اور بھاگنے کا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم فرار پر نفس کو آمادہ کیا تھا۔ تو پھر آپ کے پیروکاروں کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے۔

⑨ صحیح میں حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حارث خچر کو ہانک رہے تھے جبکہ حضرت عباس کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضرت ابوسفیان ان کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابوسفیان نے پہلے آپ کی خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ جب آپ نے کفار کی طرف خچر کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا۔ انہوں نے خچر روکنے کے لیے اس کی لگام پکڑ لی۔ حضرت ابوسفیان نے رکاب تھام لی حضرت عباس کے لیے لگام چھوڑ دی کیونکہ وہ ان کے چچا تھے۔

⑩ عبدالرحمن بن فہری کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑے کو روکا اور مٹھی بھر مٹی لی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت شاذ ہے۔ صحیح روایت ہے کہ آپ اس وقت خچر پر سوار تھے۔

⑪ آپ نے فرمایا "انا النبی لا کذب" یہ نبوت کے وصف کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کذب محال ہے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "انا النبی والنبی لا یکذب" میں نبی ہوں۔ نبی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں اپنے فرمان میں جھوٹا نہیں ہوں۔ حتیٰ کہ مجھے شکست ہو جائے مجھے یقین ہے کہ رب تعالیٰ نے میرے ساتھ جو نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ حق ہے میں فرار نہیں ہو سکتا۔ ایک معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں سچا نبی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔

⑫ "انا النبی لا کذب" اگرچہ یہ موزوں ہے لیکن اسے شعر نہیں کہیں گے لیکن یہ غیر مقصود ہے تفصیل خصائص میں آئے گا۔

⑬ آپ نے خود کو حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا اپنے والد گرامی کی طرف منسوب نہ کیا۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب لوگوں میں مشہور تھے۔ انہوں نے طویل عمر پائی تھی لیکن حضرت عبداللہ نے جوانی کے عالم میں وصال فرمایا۔ اسی لیے اکثر اہلِ عرب آپ کو ابن عبدالمطلب کہتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کیونکہ لوگوں کے مابین یہ مشہور تھا کہ حضرت عبدالمطلب کی نسل پاک سے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گا اللہ تعالیٰ انکے ہاتھوں کثیر مخلوق کو ہدایت دے گا۔ وہ خاتم الانبیاء ہوگا۔ آپ نے ان کی طرف اس لیے نسبت کی تاکہ جو شخص یہ جانتا ہو اسے یاد آجائے۔ یہ امر ان میں مشہور تھا۔ سیف بن ذی یزن نے حضرت عبدالمطلب کے لیے یہ تذکرہ کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح مبارک بھی نہیں ہوا تھا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو بتایا کہ آپ کا غلبہ یقیناً ہوگا۔ عمدہ انجام آپ ہی کا ہوگا۔ ان کے قلوب کے تقویٰ کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ آپ ثابت قدم ہیں۔ آپ کو شکست نہیں ہو سکتی۔

۱۴ آپ نے جنگ میں اپنے نفس کریمہ کا نام لیا۔ یہ آپ کی انتہائی شجاعت کی دلیل ہے۔ نیز یہ کہ آپ کو دشمن کی پرواہ نہیں ہے۔

۱۵ آپ کا کفار کی طرف بڑھنا آپ کی انتہائی بہادری کی دلیل ہے اس طرح دشمن کے قریب آجانے کے وقت آپ کا خچر سے نیچے اتر آنا آپ کے ثبات، شجاعت اور صبر کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی تھی جو زمین پر تھے۔

۱۶ حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت میں ہے کہ آپ خچر سے نیچے آئے پھر مٹھی بھر مٹی لی۔ حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "مجھے مٹھی بھر مٹی دو" انہوں نے آپ کو سنگریزے پکڑائے۔ حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشتِ خاک پکڑائی۔ آپ نے اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا۔ ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے آپ نے اپنے صحابی سے فرمایا "مجھے مٹی پکڑائیں۔" انہوں نے آپ کو سنگریزے پکڑائے۔ آپ نے انہیں مشرکین کی طرف پھینکا پھر آپ خچر سے نیچے تشریف لائے اپنے دستِ اقدس سے سنگریزے پکڑے اور ان کی طرف پھینک دیے۔ ممکن ہے کہ ایک دفعہ کنکریاں پھینکی ہوں اور دوسری دفعہ سنگریزے۔ یا جس بھی چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ آپ کو پکڑائی ہو۔

۱۷ آپ نے یہ سنگریزے مشرکین کی طرف پھینکے اور فرمایا "رب کعبہ کی قسم! ان کو شکست ہو گئی۔" اس میں آپ کے دو واضح معجزات ہیں۔ ایک فعلیہ ہے دوسرا خبریہ ہے۔ آپ نے ان کی طرف سنگریزے پھینکے۔ ان کی خبر کی شکست دی اور انہیں شکست ہو گئی۔ آپ نے ان کے چہروں کی طرف رخِ انور کیا۔ فرمایا "چہرے برباد ہو گئے۔" اس میں بھی دو معجزات ہیں فعلیہ اور خبریہ۔

۱۸ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ کی طرف یوں آئے جب انہوں نے میری آواز سنی جیسے گائے اپنی اولاد کے پاس آتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھاگ کر دور نہیں گئے۔"

۱۹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کفار کے علمبردار کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کے گھوڑے یا سواری کی کونچیں کاٹنا جائز ہے۔ جب یہ اس کے قتل پر معاونت کرے۔

۲۰ آپ نے بنو ھوازن کے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے ان کا انتظار کیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ امام مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے کفار کے اسلام لانے کا انتظار کر سکتا ہے۔ وہ ان کے سرِ تسلیم خم کر لینے کے بعد ان کے اموال نہیں واپس کر سکتا۔

۶۱ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس نے سامان کا مطالبہ کیا اس کا یہ مطالبہ صرف گواہ کی گواہی کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ ابن عطیہ نے اکثر فقہاء سے لکھا ہے کہ اس جگہ صرف ایک گواہ کی گواہی کافی ہوگی۔

۶۲ العیون میں الروض الانف سے نقل کیا گیا ہے کہ غزوہ حنین کے روز لوگ بھاگ گئے تھے پھر وہ جلد ہی آپ کی خدمت میں آگئے تھے اور قتال کرنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں فتح نصیب ہوگئی۔ اس کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۤءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۤءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

(التوبۃ: ۲۵ تا ۲۷)

جیسے کہ احد کے دن لوگوں کے بارے بتایا جو پیٹھ پھیر گئے تھے "تحقیق اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے" اگر حالات دونوں مقامات پر جداگانہ تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ غیر مؤلفہ میں سے جو بھاگ نکلے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ ان کا دشمن تعداد میں دوگنا یا اس سے بھی زائد تھا۔ "النور" میں ہے کہ بنو ہوازن اور ان کا لشکر آپ کے صحابہ کرام سے کئی گنا زیادہ تھے۔

❁❁❁❁

انتیسواں باب

غزوۂ طائف

جب بنو ثقیف شکست خوردہ ہو کر طائف چلے گئے تو وہ اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ اپنے شہر کے دروازے بند کر لیے جنگ کی تیاری کر لی۔ انہوں نے اس میں ایک سال کی خوراک جمع کر لی۔ انہوں نے بہت سے پتھر جمع کر لیے۔ انہوں نے لوہے کی سلاخیں تیار کیں۔ اہلِ عرب میں سے بنو عقیل وغیرہم ان کے ہمراہ داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مویشی کسی محفوظ جگہ چرانے کا حکم دیا۔

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہزار صحابہ کرام کو آگے طائف بھیج دیا۔ حضرت خالد طائف پہنچے۔ قلعہ کے ایک کونے کی طرف فروکش ہوئے۔ بنو ثقیف اپنے قلعے پر لوگوں اور اسلحہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے قریب گئے۔ قلعے کا چکر لگایا۔ پھر اس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر آواز دی "تم میں سے کوئی ایک نیچے اترے۔ میں اس کے ساتھ بات کروں وہ واپس آنے تک امن سے ہوگا۔ یا میرے لیے شرط رکھو۔ میں تمہارے پاس آجاتا ہوں اور تم سے بات چیت کرتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "تمہارے پاس ہمارا ایک شخص بھی نہیں آئے گا۔ نہ تم ہمارے پاس آسکو گے۔" انہوں نے کہا: "خالد تمہارے صاحب کسی ایسی قوم سے نبرد آزما نہیں ہوئے جو عمدہ قتال کر سکتے ہوں۔" حضرت خالد نے فرمایا: "میری بات غور سے سنو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب اور خیبر کے قلعوں والے اور قوت والے لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فدک میں صرف ایک شخص کو بھیجا۔ انہوں نے آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ میں تمہیں بنو قریظہ کے دن کی طرح کے دن سے ڈراتا ہوں۔ آپ نے کئی روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ پھر وہ آپ کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے ان کے جنگجوؤں کو ایک میدان میں تہ تیغ کر دیا۔ پھر ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔ پھر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اسے فتح کیا سارے ھوازن کو روندھ ڈالا۔ تم زمین کے ایک گوشے میں قلعہ بند ہو۔ اگر آپ نے تمہیں چھوڑ دیا۔ تو تمہارے اردگرد کے مسلمان تمہیں تہ تیغ کر دیں گے۔" انہوں نے کہا: "ہم اپنے دین سے جدا نہ ہوں گے۔" حضرت خالد اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ واپس نہ گئے۔ آپ نے کسی اور چیز

کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے قبل اور ہر چیز سے پہلے غزوۂ طائف کی طرف توجہ کی۔ قیدیوں کو جعرانہ روکا۔ مکہ مکرمہ کے عریش ان سے بھر گئے۔ آپ ہجرت کے آٹھویں سال ماہِ شوال میں ان کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت شداد بن عارض الجشمی نے آپ کی روانگی کے بارے یہ اشعار کہے:

لا تنصروا اللات انّ الله مهلكها　　و كيف ينصرُ من هو ليسَ ينتصِرُ؟

ترجمہ: ''تم لات کی مدد نہ کرو رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ جو خود مدد نہیں کرتا اس کی مدد کیسے ہو سکتی ہے۔''

انَّ اللتي حُرِّقت بالسدِّ فاشتعلت　　و لم تقاتل لدى احجارِها هدرُ

ترجمہ: ''لات وہی ہے جسے سد میں جلا دیا گیا وہ خوب روشن ہوا اس کے پتھروں کے نزدیک کوئی جنگ نہ لڑی گئی۔''

انَّ الرسولَ متى ينزل بلادَكم　　يظعَن و ليس بها من اهلها بشرُ

ترجمہ: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے شہروں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ سفر کرتے ہیں مگر ان کے اہل میں سے وہاں کوئی بشر موجود نہیں ہوتا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ حنین سے طائف کی طرف نخلہ الیمانیہ پر پھر قرن پھر ملیح سے پھر لیّۃ سے بحرۃ الرغاء پر روانہ ہوئے۔ آپ نے وہاں مسجد بنائی۔ اس میں نماز ادا کی۔ آپ نے بحرۃ الرغاء قیام کیا تو وہاں ایک شخص کو قصاص میں قتل کیا یہ اسلام میں پہلا قصاص لیا گیا تھا۔ آپ کی خدمت میں بنولیث کے اس شخص کو پیش کیا گیا جس نے بنوھذیل کے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اس کے بدلہ میں قتل کر دیا۔ آپ نے لیّۃ کے مقام پر مالک بن عوف کا خون رائیگاں فرمایا۔ اسی مقام پر نمازِ ظہر پڑھی پھر الضیقہ کے رستہ روانہ ہوئے۔ آپ نے اس کی طرف رخ انور کیا تو اس کا نام پوچھا آپ سے عرض کی گئی کہ اس کا نام ''الضیقہ'' ہے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ یہ یسریٰ ہے۔'' وہاں سے آپ نخب کے رستے روانہ ہوئے۔ اس بیری کے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ جسے الصادہ کہا جاتا تھا۔ یہ جگہ بنوثقیف کے ایک شخص کے باغ کے قریب تھی۔ وہ وہاں محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا ''یا تو باہر نکل آ۔ ورنہ ہم تیرا باغ جلا دیں گے۔'' اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اس کا باغ جلا دیا۔

ابورغال کی قبر

ابن اسحاق، ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب ہم آپ کے ساتھ طائف کی طرف گئے۔ ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ ابورغال کی قبر ہے۔ یہ ثقیف کا باپ

تھا۔اس کا تعلق قوم ثمود کے ساتھ تھا۔یہ حرم پاک میں تھا۔یہ محفوظ تھا۔جب باہر نکلا تو اسے بھی اس عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔جس کا اس کی قوم کو سامنا کرنا پڑا تھا۔اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک ڈلی بھی دفن ہے۔اگر تم اسے کھود و گے تو تمہیں وہ مل جائے گی۔" لوگوں نے اس کی طرف جلدی کی۔انہوں نے قبر کھود دی۔وہاں سے سونے کی ڈلی نکال لی۔

طائف کا محاصرہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔طائف کے قریب قیام فرمایا۔آپ کے لشکر نے بھی قیام کیا۔ ثقیف نے اپنے قلعے پر سے دیکھا۔یہ عرب میں سے بے نظیر قلعہ تھا۔انہوں نے اپنے تیر انداز کھڑے کیے ان کی تعداد ایک سوتھی۔انہوں نے تیر پھینکے۔مقالیع کے ذریعے دور سے پتھر پھینکے۔جو قلعے کے نیچے آیا اس پر دہکتی ہوئیں لوہے کی سلاخیں پھینکیں۔جس سے شرارے اٹھ رہے تھے۔انہوں نے مسلمانوں پر سخت تیراندازی کی۔گویا کہ وہ ٹڈیاں ہوں۔کافی مسلمان زخمی ہو گئے۔جن میں بارہ شہید ہو گئے۔آپ ایک بلند جگہ پر تشریف لے گئے۔جہاں آج کل مسجد ہے جسے بنو ثقیف نے اسلام لانے کے بعد تعمیر کیا تھا۔اسے امیہ بن عمرو نے تعمیر کیا تھا۔اس میں ایک ایسا ستون تھا جس میں جب بھی صبح کے وقت سورج چمکتا تو دس سے زائد بار اس سے آواز نکلتی تھی۔وہ اسے تسبیح کہتے تھے۔آپ ﷺ کے ہمراہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہما تھیں۔آپ سارے محاصرہ کے دوران دو قبوں کے مابین نماز ادا کرتے رہے۔

عمرو بن امیہ ثقفی نے کہا "محمد عربی ﷺ کی طرف کوئی بھی نہ نکلے۔اگر ان کے ساتھی دعوت مبارزت دیں تو کوئی ان کا جواب نہ دے۔وہ یہاں جتنی دیر چاہیں ٹھہرے رہیں۔" یہ عرب کا دانش مند شخص تھا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے۔انہوں نے دعوت مبارزت دی۔لیکن کسی شخص نے انہیں جواب نہ دیا۔پھر انہوں نے للکارا مگر کسی نے انہیں جواب نہ دیا۔پھر للکارا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔عبد یالیل نے کہا: "تمہاری طرف کوئی نہیں آئے گا۔بلکہ ہم اپنے خیمہ میں ٹھہرے رہیں گے۔ہم نے اس میں کئی سالوں کے لیے سامان ذخیرہ کر رکھا ہے۔جب یہ غلہ ختم ہو جائے گا۔ہم تلواریں لے کر نکل آئیں گے۔حتیٰ کہ ہمارا آخری شخص بھی مر جائے گا۔آپ نے ان پر تیراندازی کی تو وہ قلعے پر سے تیر پھینکتے رہے۔کوئی بھی دعوت مبارزت کے لیے نہ آیا۔بنو ثقیف کے بہت سے افراد زخمی ہوئے۔کافی مسلمان بھی شہید ہوئے۔

جو غلام نیچے اتر آئے وہ آزاد ہے

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا "جو غلام بھی

قلعے سے نیچے اترے اور ہماری طرف آجائے وہ آزاد ہے۔" دس سے زائد غلام قلعے سے اتر آئے۔

المنبعث۔ ان کا نام المضطجع تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کا نام المنبعث رکھا۔ ان کا تعلق روم سے تھا۔ بہت سخی تھے۔ یہ عثمان بن عامر بن معتب کے غلام تھے۔

ازرق بن عتبہ بن ازرق۔ یہ کلدہ ثقفی کے غلام تھے۔ پھر بنو امیہ کے حلیف بن گئے۔

وردان۔ یہ عبداللہ بن ربیعہ الثقفی کے غلام تھے۔

یحنس۔ یہ یسار بن مالک الثقفی کے غلام تھے۔ بعد میں ان کے آقا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی وراثت انہیں دے دی۔

ابراہیم بن جابر۔ یہ خرشہ الثقفی کے غلام تھے۔ یسار عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔

ابو بکرہ النفیع حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ ان کی کنیت ابو بکرہ اس لیے پڑ گئی کیونکہ یہ گردہ کے ساتھ قلعے سے نیچے آئے تھے۔

نافع ابو اسایب۔ یہ غیلان بن سلمہ کے غلام تھے۔ غیلان نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی وراثت انہیں دے دی۔

نافع بن مسروح اور مرزوق یہ عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم طائف کو فرمایا: "جو غلام ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔" بہت سے غلام نیچے اتر آئے۔ ان میں ابو بکرۃ بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "میں نے حضرت سعد سے سنا۔ انہوں نے سب سے پہلے راہِ خدا میں تیر پھینکا تھا۔ وہ طائف کے قلعے کی دیوار پر چڑھے تھے۔" انہوں نے کہا: "میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی حالانکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو تو جنت اس پر حرام ہے۔"

دوسری روایت کے مطابق اہلِ طائف کے تیئس غلام اتر کر آپ کے پاس آگئے۔ اہلِ طائف پر یہ بات بہت شاق گزری۔ انہوں نے اپنے غلاموں پر شدت کا اظہار کیا۔ حضور والا ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ آپ نے ان میں سے ہر شخص کو کسی صحابی کے حوالے کیا۔ جو اس کے معاملات کی نگرانی کرتا تھا۔ حضرت ابو بکرۃ کو حضرت عمرو بن سعید کے حوالے کیا گیا۔ حضرت ازرق کو حضرت خالد بن سعید کے سپرد کیا گیا۔ وردان کو حضرت ابان بن سعید کے حوالے کیا گیا۔ یحنس

النبال کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا۔حضرت یسار بن مالک کو حضرت سعد بن عبادہ کے حوالے کیا گیا۔حضرت ابراہیم بن جابر کو حضرت اسید بن حضیر کے حوالے کیا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن پاک سکھائیں۔سنن کی تعلیم دیں۔جب بنو ثقیف کے سرداروں نے ان غلاموں کے بارے گفتگو کی۔ان میں حارث بن کلدہ بھی تھے تا کہ آپ ان غلاموں کو غلامی کی طرف لوٹا دیں۔آپ نے فرمایا''یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ان کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔''

منجنیق کے ساتھ سنگ باری

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت کی۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ ان پر منجنیق نصب کریں۔ہم سرزمین ایران میں تھے ہم قلعوں پر منجنیق نصب کرتے تھے۔دشمن ہمارے قلعوں پر منجنیق نصب کرتا تھا۔دشمن ہمیں اور ہم دشمن کو نقصان دیتے تھے۔اگر منجنیق نصب نہ کی گئی تو قیام طویل ہو جائے گا۔آپ نے حکم دیا تو حضرت سلمان نے اپنے دست اقدس سے منجنیق تیار کی۔اسے طائف کے قلعے پر نصب کر دیا۔یہ پہلی منجنیق تھی۔جس سے اسلام میں پتھر پھینکے گئے۔

ابن سعد نے حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اہلِ طائف پر چالیس روز تک منجنیق نصب کی۔ایک روایت یہ ہے کہ حضرت یزید بن زمعہ منجنیق اور دبابے لے کر آئے۔دوسری روایت کے مطابق طفیل بن عمرو یہ لے کر آئے تھے۔ایک اور روایت ہے کہ حضرت خالد بن سعید جرش سے دو دبابے اور ایک منجنیق لے کر آئے تھے۔آپ نے ان کے قلعے کے ارد گرد حسک (کانٹے دار شاخیں) بکھیر دیں۔مسلمان دبابہ کے نیچے داخل ہوئے۔یہ گائے کی جلد سے بنائے گئے تھے۔اس روز کو یوم شدخہ کہا جاتا ہے۔کیونکہ اس روز بہت سے صحابہ کرام زخمی ہوئے تھے۔وہ اس میں داخل ہو کر دیوار کی طرف گئے تا کہ اسے اکھیڑ دیں۔بنو ثقیف نے لوہے کی سلاخیں پھینکیں۔جنہیں آگ میں سرخ کیا گیا تھا۔انہوں نے دبابہ کو جلا دیا۔مسلمان اس کے نیچے سے نکل آئے۔بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔بنو ثقیف نے تیر اندازی شروع کر دی۔بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔آپ نے ان کے انگوروں اور کھجوروں کے باغات کاٹنے کا حکم دیا۔انہیں جلانے کا حکم دیا۔حضرت عروہ نے کہا ہے کہ آپ نے ہر شخص کو پانچ کھجوریں اور پانچ انگور کی بیلیں کاٹنے کا حکم دیا۔مسلمانوں نے انہیں بے دریغ کاٹا۔بنو ثقیف پکار اٹھے۔''ہمارے اموال آپ کیوں کاٹ رہے ہیں؟ اگر آپ نے ہم پر غلبہ پالیا تو یہ آپ کو مل جائیں گی یا آپ انہیں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کے لیے چھوڑ دیں۔'' آپ نے فرمایا''میں انہیں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

ان کا ایک شخص قلعہ پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا: ''بکریاں چرانے والوں کی طرف نکلو۔ محمد عربی ﷺ کے غریب ساتھیوں کی طرف نکلو۔ کیا تم ہمیں دیکھ رہے ہو کہ ہم ان انگوروں کی وجہ سے غمگین ہیں جو تم نے کاٹیں ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''مولا! اسے آگ کی طرف لے جا۔'' حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا: ''میں نے اسے تیر مارا۔ جو اس کے حلق پر لگا اور مردہ ہوکر قلعے سے گر پڑا۔'' یہ دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے۔

عیینہ بن حصن کا اذن

ابونعیم، امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ عیینہ بن حصن نے آپ سے اجازت مانگی کہ وہ اہلِ طائف کے پاس جائیں ان سے گفتگو کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ ان کے پاس گئے۔ ان کے قلعے میں گھس گئے۔ ان سے کہا: ''میرا باپ تم پر فدا! تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو۔ بخدا! ہم تو غلاموں سے بھی ذلیل تر ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ آپ کے ساتھ حادثہ رونما ہوگیا۔ تو آپ سارے عرب پر غالب آ جائیں گے۔ اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں نہ دینا۔ یہ درخت کاٹنا تم پر گراں نہ گزرے۔'' پھر عیینہ آپ کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''عیینہ! تم نے ان سے کیا کہا؟'' انہوں نے کہا: ''میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا ہے۔ آگ سے ڈرایا ہے۔ جنت کی طرف ان کی راہ نمائی کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ان سے یہ یہ کہا ہے۔'' آپ نے ان کی ساری باتیں انہیں بتا دیں۔ انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے سچ کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی بارگاہِ والا میں توبہ کرتا ہوں۔''

تیراندازی کی ترغیب

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے آپ کے ساتھ طائف کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ میں نے سنا آپ فرمارہے تھے'' جس کا تیر نشانے پر لگا۔ اس کے لیے جنت کا ایک درجہ ہے۔'' اس روز میرے سولہ تیر نشانے پر لگے۔'' آپ نے اس روز فرمایا: ''جس نے راہِ خدا میں تیر پھینکا اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے جو اسلام میں بوڑھا ہوا۔ تو یہ روزِ حشر اس کے لیے نور بن جائیگا۔ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر ایک ہڈی کے بدلے میں اس کی ہڈی کو آتش جہنم سے بچالے گا۔ جس عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو رب تعالیٰ اس کی ہر ہڈی کے عوض اس کی ہڈی کو آتش جہنم سے بچالے گا۔''

مخنثین کو خواتین کے پاس آنے کی ممانعت

شیخان نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میرے پاس ایک مخنث تھا۔ اس نے میرے بھائی عبداللہ سے کہا: "اگر رب تعالیٰ نے تمہیں کل طائف فتح کرا دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کے بارے بتاؤں گا جو آتی ہے تو چار سلوٹیں پڑتی ہیں جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں پڑتی ہیں۔" آپ نے اس کی یہ بات سن لی۔ آپ نے فرمایا: "میرا گمان نہ تھا یہ اس طرح جانتا ہے۔ تمہارے پاس یہ مخنث نہ آیا کریں۔" صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ اسے عورتوں کی طرف کوئی رجحان نہیں ہے۔ ابن جریج نے اس کا نام ھیت لکھا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ فاختہ بنت عمرو کا مخنث غلام تھا جسے ماتع کہا جاتا تھا۔ وہ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ اسے عورتوں کی احتیاج نہیں ہے۔ آپ نے اسے سنا وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا "اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف فتح کر لیا تو تم سے بادیہ بنت غیلان نہ رہنے پائے۔ وہ چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپس جاتی ہے۔" جب آپ نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا: "میرا گمان نہ تھا کہ یہ خبیث اس امر کو جانتا ہوگا جس کے بارے یہ گفتگو کر رہا ہے۔" پھر آپ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا: "یہ تمہارے پاس نہ آیا کرے۔" اسے آپ کے حجراتِ مقدسہ سے روک دیا گیا۔

آپ کا خواب

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے ایک پیالہ پیش کیا گیا ہے جو مکھن سے لبریز ہے۔ لیکن مرغ کے چونچ مار کر اسے گرا دیا ہے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرا گمان ہے کہ آج اہلِ ثقیف کے بارے آپ کا ارادہ پورا نہ ہو سکے گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری رائے بھی یہی ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب طائف کے محاصرہ کو پندرہ روز گزر گئے۔ آپ نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "اے نوفل! ان کا محاصرہ کرنے کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ بل میں لومڑی کی طرح ہیں۔ اگر آپ یہاں تشریف رکھیں تو آپ انہیں پکڑ لیں گے۔ اگر آپ انہیں چھوڑ دیں تو یہ آپ کو نقصان نہیں دے سکیں گے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم السلمیۃ نے عرض کی۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ محترمہ تھیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر رب تعالیٰ نے آپ کو طائف فتح کرا دیا تو آپ مجھے بادیہ بنت غیلان یا فارعۃ بنت

عقیل کے زیورات عطا فرما دیں۔" یہ بنو ثقیف کی ساری خواتین سے زیادہ زیورات رکھتی تھیں۔ روایت ہے آپ نے فرمایا: "یا خولہ! اگر مجھے بنو ثقیف کے بارے اذن نہ دیا گیا؟" حضرت خولہ باہر نکلیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! خولہ کیسی بات کر رہی ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ یہ بات آپ نے ان سے فرمائی ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے اسے کہا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "کیا ان کے بارے آپ کو اذن نہیں دیا گیا؟" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" حضرت عمر فاروق: کیا میں لوگوں کو کوچ کرنے کے لیے نہ کہوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت عمر فاروق نے کوچ کا اعلان کر دیا۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمرو یا ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا۔ طائف فتح نہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "کل ہم واپس چلے جائیں گے ان شاء اللہ! صحابہ کرام پر یہ گراں گزرا۔ انہوں نے کہا: "کیا ہم واپس چلے جائیں حالانکہ طائف ابھی فتح نہیں ہوا؟" آپ نے فرمایا: "صبح قتال کے لیے چلو۔" صحابہ کرام گئے۔ انہوں نے شدید قتال کیا۔ ان میں سے بعض صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "کل ہم واپس چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ! آپ نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر آپ تبسم ریز ہوئے۔ حضرت عروہ نے فرمایا: "آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سواری کے جانور چرانے کے لیے نہ لے کر جائیں۔ وقتِ صبح آپ اور صحابہ کرام روانہ ہو گئے آپ نے واپسی کے وقت یہ دعا مانگی:

اللھم اھدھم واکفنا مؤنتھم۔

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں ثقیف کی آگ نے جلا دیا ہے۔ آپ ان کے لیے بددعا کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے تیس راتوں تک یا اس کے قریب اہلِ طائف کا محاصرہ کیا۔ مگر آپ کو ان کے بارے اذن نہ ملا۔ رمضان المبارک میں ان کا وفد حاضر ہو گیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ زیاد کی روایت میں بیس اور کچھ روز تک محاصرہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ایک روایت میں بیس اور دوسری روایت دس سے کچھ زائد روز محاصرہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ بلاشک وشبہ یہی صحیح ہے۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے چالیس روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ البدایہ میں اس روایت کو عجیب سمجھا گیا ہے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب صحابہ کرام نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انہیں

فرمایا۔ یوں کہو:

"لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك له صدق وعدہ و نصر عبدہ و اعزّ جندہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔"

جب وہ کوچ کر گئے اور منزل مقصود کی طرف رخ کر لیا تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

آیبون ان شاء اللہ تائبون عابدون لربنا حامدون۔

شہدائے طائف

اس غزوہ میں درج ذیل صحابہ کرام شہید ہوئے۔ حضرت سعید بن سعید بن عاص، حضرت عرفہ بن خباب، حضرت یزید بن زمعہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن امیہ، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت سائب بن حارث، حضرت جلیمہ بن عبداللہ، حضرت ثابت بن جذع، حضرت حارث بن سہل، حضرت منذر بن عبداللہ، حضرت رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہم"

طائف سے جعرانہ

آپ طائف سے عازم سفر ہوئے۔ آپ دحنا، پھر قرن المنازل، پھر نخلہ پھر جعرانہ تشریف لے گئے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت سراقہ بن جعشم نے کہا: "میں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ طائف سے جعرانہ کی طرف آ رہے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ صحابہ کرام آپ کے آگے گروہ در گروہ جا رہے تھے۔ میں انصار کے گھڑ سوار دستے میں کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے نیزے چبھو کر دور ہٹانے لگے۔ وہ کہنے لگے: "دور ہو جاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو۔" انہوں نے مجھے عجیب سمجھا۔ حتیٰ کہ جب قریب ہو گیا۔ میں جان گیا کہ آپ میری آواز سن لیں گے۔ میرے ہاتھ میں وہ نوشتہ بھی تھا۔ جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے اسے اپنی دو انگلیوں کے مابین پکڑا۔ ہاتھ بلند کیا۔ میں نے عرض کی: "میں سراقہ ہوں۔ یہ میرا نوشتہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "آج وفاء اور نیکی کا دن ہے۔ اسے میرے قریب کر دو۔" گویا کہ میں اب بھی رکاب میں آپ کی مبارک پنڈلی کو دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ گوداتھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ صدقہ کے جانور آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ مجھ کچھ یاد نہ رہا سوائے اس کے کہ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بھولے بھٹکے اونٹ میرے حوض پر آجاتے ہیں۔ اس حوض کو میں نے اپنے جانوروں کے لیے بھرا ہوتا ہے کیا اگر میں اس سے ان اونٹوں کو پانی پلاؤں تو کیا میرے لیے اجر ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! ہر جگر والی چیز کو پانی پلانے میں اجر ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابورھم الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ آپ عازم سفر

تھے میں آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے موٹے جوتے پہن رکھے تھے۔ جب میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے ساتھ ٹکراتی تو میرے جوتے کی نوک آپ کی پنڈلی پر لگتی جس سے آپ کو تکلیف ہوتی۔ میں نے آپ کو اذیت دی۔ آپ نے فرمایا: "تم نے مجھے اذیت دی ہے۔ اپنی ٹانگ پیچھے کرلو۔" آپ نے اپنا عصا میری ٹانگ پر مارا۔ مجھے بہت زیادہ خوف نے آلیا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میرے اس عمل کے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔ جب صبح کے وقت ہم جعرانہ پہنچے تو میں جانور چرانے کے لیے چلا گیا۔ حالانکہ وہ میرا دن نہ تھا۔ مجھے خوف تھا کہ آپ مجھے طلب فرمالیں گے۔ جب میں شام کے وقت سواریاں لے کر آیا۔ میں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ نے تمہیں یاد فرمایا تھا۔ میں نے کہا: "یہ ان میں سے ایک ہے۔" میں ڈرتا ڈرتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے مجھے اپنے پاؤں سے اذیت دی تھی۔ میں نے اس پر عصا مبارک مار کر تمہیں تکلیف دی تھی۔ میں نے تمہیں جو مارا تھا اس کے عوض یہ بکریاں لے لو۔" حضرت ابورہم نے فرمایا: "آپ کا مجھ سے راضی ہوجانا دنیا اور اس میں موجود ساری اشیاء سے مجھے پسندیدہ ہے۔"

ابن اسحاق نے سلمہ کی روایت میں لکھا ہے۔ مجھے اس شخص نے روایت کیا ہے جس نے غزوۂ حنین میں شرکت کی تھی۔ اس نے کہا: "بخدا! میں آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار تھا۔ میں نے موٹے جوتے پہن رکھے تھے۔ جب میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے ساتھ لگتی تو میرے جوتے کی نوک آپ کی پنڈلی پر لگتی۔ میں نے آپ کو اذیت دی۔ آپ نے میرے قدم پر عصا مارا۔ فرمایا: "تم نے مجھے اذیت دی ہے۔ مجھ سے کچھ دور ہوجاؤ۔" میں کچھ دور ہوگیا۔ دوسرے روز آپ نے مجھے تلاش کیا۔ میں نے کہا: "بخدا! میرے بارے قرآن پاک نازل ہوا ہوگا۔" میں ڈرتا ڈرتا آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے کل میری پنڈلی پر مارا تھا۔ تم نے مجھے تکلیف دی تھی۔ میں نے تمہارے پاؤں پر عصا مارا تھا۔ میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تاکہ تمہیں اس کا بدلہ دوں۔" آپ نے مجھے اس ضرب کے عوض اسی بکریاں عطا کیں۔ جو میں نے آپ کو ماری تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

"آپ صحابہ کرام کے ہمراہ جعرانہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ بنوھوازن کے چھ ہزار قیدی تھے۔ اونٹوں اور بکریوں کی تعداد ہمیں معلوم نہیں۔" ابن سعد اور محمد بن عمر نے لکھا ہے: "آپ کے ہمراہ چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ اور ان گنت بکریاں تھیں۔ (ابن سعد نے چالیس ہزار سے زائد بکریاں لکھی ہیں) اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ آپ نے قیدیوں کے بارے انتظار فرمایا حتیٰ کہ ان کا وفد آپ کے پاس آجائے۔

وفد ھوازن

ابن اسحاق نے ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ حنین میں آپ کے ہمراہ تھے۔ جب

ھوازن کو نقصان برداشت کرنا پڑا جو کرنا پڑا تو ان کا وفد جعرانہ میں آپ کی خدمت میں پیش ہو گیا۔ یہ وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ زہیر بن صردان کے رئیس تھے۔ اس وفد میں آپ کے رضاعی چچا ابو برقان بھی تھے۔ یہ سارے اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اصل اور قبیلہ ہیں جس مصیبت کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے۔"

ان کے خطیب زھیر بن صرد کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان قیدی خواتین میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں اور ایسی پرورش کرنے والیاں ہیں جنہوں نے آپ کی پرورش کی تھی۔ اگر ہم نے حرث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کی پرورش کی ہوتی۔ پھر ان کی طرف سے ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا جیسے حالات کا سامنا آپ کی طرف سے کرنا پڑا ہے تو ہمیں ان کی طرف سے مہربانی اور شفقت کی امید ہوتی۔ آپ تو ان انسانوں میں سے بہترین ہیں جن کی پرورش کی گئی ہے۔" پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امنُن علینا رسولُ اللہ فی کرمٍ — فانك المرءُ نرجوهُ و ننتظِرُ

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کرم کرتے ہوئے ہم پر احسان فرمائیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے ہم امید رکھتے ہیں اور ہم انتظار کرتے ہیں۔"

امنُن علی بیضةٍ قد عاقها قدرٌ — مشتتٌ شملُها فی دھرھا غیرُ

ترجمہ: "آپ اس سردار پر احسان فرمائیں جسے مقدر نے عاق کر دیا ہے۔ زمانے میں برے انقلابات نے اس کی جمعیت منتشر کر دی ہے۔"

ابقت لنا الدھرُ ھتافًا علی حَزنٍ — علی قلوبھم الغماءُ والغِمرُ

ترجمہ: "زمانہ نے ہمیں اس طرح کر دیا ہے کہ ہم غم پر آہ و فغاں کر رہے ہیں ان کے دلوں پر غم اور کینہ چھایا ہوا ہے۔"

ان لم تدارکھا نغماءُ تنثرھا — یا ارجع الناس حِلمًا حینَ یُختَبرُ

ترجمہ: "اے لوگوں میں سے حلم کے اعتبار سے سب سے گراں ہستی! جب انہیں آزمایا جاتا ہے اگر انہیں وہ نعمتیں نہ میں گی جنہیں آپ پھیلا رہے ہیں۔"

امنُن علی نسوة قد کنتَ ترضعھا — اذ فوك مملوَّة من محضعھا الدررُ

ترجمہ: "ان خواتین پر رحم کریں جن کا شیر آپ نوش جاں کرتے تھے۔ جب خالص دودھ آپ کے منہ مبارک کو بھر دیتا تھا۔"

اذ انت طفل صغیرٌ کنت ترضعھا ۰ و اذ یزینُكَ ما تاتی وما تذرُ

ترجمہ: "جب آپ شیر خوار بچے تھے تو آپ ان کا دودھ نوش کرتے تھے جو کچھ وہ کرتیں اور جو چھوڑتی تھیں وہ آپ کو زینت دیتا تھا۔"

لا تجعلنّا کمن شالت نعامتُهٗ و استبقِ منافانا معشرٌ زھُرُ

ترجمہ: "ہمیں ان لوگوں کی طرح نہ بنائیں جو برباد ہو گئے ہوں۔ ہمیں باقی رکھیں اسی سے ایک منور جماعت پیدا ہوگی۔"

انا لنشکرُ للنّعما اِذا کُفرتْ و عندنا بعد ھذا الیوم مُدَّخرُ

ترجمہ: "ہم نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ کفرانِ نعمت کیا جاتا ہے۔ اس روز کے بعد بھی ہمارے پاس ذخیرہ موجود ہے۔"

فالبس العفو من قد کنت ترضعهٗ من امھاتك ان العفو مشتھرُ

ترجمہ: "آپ ان رضاعی ماؤں کے بارے عفو و درگزر کی پوشاک پہنیں جن کا دودھ آپ نوش کرتے تھے۔ آپ سے عفو و درگزر ہی عیاں ہے۔"

یا خیرَ من مرحَتْ کمتُ الجیاد به عند الھیاج اذا ما استوقدَ الشررُ

ترجمہ: "اے وہ ذاتِ والا جو ان لوگوں میں سے بہترین ہے جنہیں سرخ گھوڑے لے کر میدانِ جنگ میں اترتے ہیں جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے۔"

انا نؤمّلُ عفوًا منك تُلبسُهٗ ھادی البریة ان تعفوا و تنتصرُ

ترجمہ: "ہم آپ سے عفو و درگزر کی امید رکھتے ہیں جو آپ اس مخلوق کو پہنائیں گے جب آپ معاف کریں اور انتقام لیں۔"

فاعفُ عفا اللہُ عما انت راھبُهٗ یوم القیٰمة اذ یُھدی لك الظفرُ

ترجمہ: "ہم کو معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو روزِ حشر اس چیز سے بچا لے جس سے آپ ڈراتے ہیں۔ فتح و کامرانی آپ کو بطور ہدیہ عطا کر دی گئی۔"

جب آپ نے یہ اشعار سماعت فرمائے تو فرمایا: "جو کچھ میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے۔ وہ تمہارا ہو گیا۔" قریش نے کہا: "جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ہے۔" یہ روایت بہت زیادہ جید اسناد کی حامل ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں اپنی خواتین اور اولاد پیاری ہے یا اموال؟"

صحیح میں حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تمہاری کیا رائے ہے مجھے سچی بات سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ دو گروہوں میں سے ایک کو پسند کرلو۔ یا قیدی لے لو یا مال۔ میں تو تمہارا انتظار کرتا رہا۔'' آپ نے دس سے زائد راتوں تک ان کا انتظار کیا جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے۔ جب بنو ھوازن کو یقین ہو گیا کہ آپ ان دو اشیاء میں سے صرف ایک چیز ہی واپس کریں گے تو انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمارے قیدیوں اور اموال کے بارے ہمیں اختیار دیا ہے۔ ہمیں اپنی خواتین اور بچے پسندیدہ ہیں۔ ہم اپنے اونٹوں اور بکریوں کے بارے گفتگو نہیں کریں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان میں سے جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تمہارا ہو گیا۔ جب میں لوگوں کو نماز پڑھا لوں تو تم اپنے اسلام کا اظہار کر دینا۔ تم کہنا: ''ہم تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور سفارش اور آپ کی بارگاہ میں مسلمانوں کو بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ میں تمہارا حصہ تمہیں دے دوں گا اور لوگوں سے تمہارے بارے سوال کروں گا۔'' آپ نے انہیں کلمہ حق کی گواہی دینا سکھایا۔ نیز یہ کہ وہ کیسے لوگوں سے بات کریں۔ جب آپ نے صحابہ کرام کو نماز ظہر پڑھائی۔ تو بنو ھوازن نے آپ سے گفتگو کا اذن طلب کیا۔ آپ نے انہیں دے دیا۔ ان کے خطباء نے اسی طرح کلام کیا جس طرح آپ نے انہیں سکھایا تھا۔ انہوں نے ماخذِ ضمیر کا عمدہ طریقہ سے اظہار کیا۔ بلاغت سے کام لیا اور قیدی لوٹانے کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دی۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپ ان کی سفارش کرنے کے لیے اٹھے۔ صحیح میں ہے۔

''آپ اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: ''امابعد! تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے تمہارے پاس آگئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ میں ان کے قیدی واپس کر دوں۔ جو خوش دلی سے یوں کر سکتا ہو وہ اس طرح کر دے۔ جو اپنے حصہ پر برقرار رہنا چاہتا ہو تو ہم اسے اس پہلے مال فئے سے ان کا حصہ اسے دے دیں گے وہ بھی اس طرح کر دے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے خوش دلی سے ان کے قیدی واپس کر دیے ہیں۔'' آپ نے ان سے فرمایا: ''ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اذن دیا ہے اور کس نے اذن نہیں دیا۔ تم واپس چلو حتیٰ کہ تمہارا امراء تمہارا معاملہ ہمارے پاس لے کر آئیں۔'' لوگ واپس آگئے اور اپنے سرداروں سے اس ضمن میں بات کی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو میرا یا بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے۔ وہ تمہارا ہو گیا۔'' مہاجرین نے کہا: ''جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم کے لیے ہے۔'' انصار نے کہا: ''جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔'' اقرع بن حابس نے کہا: ''میں اور بنو تمیم اس طرح نہیں کر سکتے۔'' عیینہ بن حصن نے کہا: ''میں اور بنو فزارہ اس طرح نہیں کر سکتے۔'' عباس بن مرداس نے کہا: ''میں اور بنو سلیم اس طرح نہیں کر سکتے۔'' بنو سلیم نے کہا: ''جو ہمارا

حصہ ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے۔" عباس بن مرداس نے کہا: "تم نے مجھے کمزور کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس کے پاس کوئی قیدی ہو وہ خوشی سے واپس کر دے تو بہتر۔ جو اپنا حصہ روک لے تو اسے ہر انسان کے عوض چھ اونٹ اس مال فئے میں سے دیے جائیں گے جو سب سے پہلے رب تعالیٰ عطا کرے گا۔" صحابہ کرام نے بنو ھوازن کے قیدی واپس کر دیے۔ انہوں نے کسی کو باقی نہ رکھا۔ سوائے عیینہ بن حصن کے۔ اس نے ایک بڑھیا کو پکڑے رکھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے قیدیوں کو قبطیہ یا مقعد کے کپڑے عطا کیے۔

جو قیدی واپس نہ کرے اس کے لیے آپ کی بد دعا

ابو نعیم نے حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ اس وفد میں شریک تھے۔ جنہوں نے آپ سے قیدیوں کے بارے گفتگو کی تھی کہ سارے صحابہ کرام نے ان کے قیدی واپس کر دیے سوائے ایک شخص کے۔ آپ نے فرمایا: "مولا! اس کے سودے میں خسارا کر دے۔" وہ جوان عورت کے پاس سے گزرتا تو اسے چھوڑ دیتا۔ حتیٰ کہ وہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا: "میں اسے لے لیتا ہوں۔ یہ قبیلے کی ماں ہے وہ اس کا زیادہ فدیہ دیں گے۔" عطیہ نے تکبیر کہی اور کہا: "اسے لے لو۔" انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

خذھا واللہ مافوھا ببارد ولا ثدیھا بناھد
ولا زوجھا بواجد عجوزا یا رسول اللہ ما لھا احد

ترجمہ: "اسے لے لو بخدا! نہ تو اس کا منہ ٹھنڈا ہے نہ ہی اس کا پستان اٹھا ہوا ہے۔ نہ ہی اس کا خاوند تلاش کرنے والا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا کوئی بھی نہیں۔"

جب اس شخص نے دیکھا کہ اس کے لیے تو کوئی تعرض نہیں کر رہا تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت لکھی ہے کہ جب عیینہ بن حصن نے اپنے قیدی واپس کرنے سے انکار کر دیا تو اسے اس کے بارے اختیار دیا گیا۔ اس نے ایک عمر رسیدہ بڑھیا دیکھی۔ اس نے کہا: "یہ قبیلے کی ماں ہے۔ شاید وہ اس کا بڑا فدیہ ادا کریں۔ قبیلہ میں اس کا بڑا نسب ہو گا۔ اس کا بیٹا اس کے پاس آیا۔ اس نے عیینہ سے کہا" ایک سو اونٹ لے لو اور اس بڑھیا کو چھوڑ دو۔" عیینہ نے کہا: "نہیں!" اس نے اسے کچھ دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ بڑھیا نے کہا: "ایک سو اونٹ لینے کے بعد تجھے مجھ میں اور کیا فائدہ ملے گا؟ یہ انہیں چھوڑ رہا ہے شاید مجھے فدیہ کے بغیر ہی چھوڑ دے۔" جب عیینہ نے بڑھیا کی بات سنی تو اس نے کہا: "آج کی طرح کا دھوکہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔" پھر اس بڑھیا کا بیٹا عیینہ کے پاس سے گزرا۔ عیینہ نے

کہا: "کیا تم مجھے اس بڑھیا کے عوض وہ مال دینے کے لیے تیار ہو جس کا تم نے وعدہ کیا تھا؟" اس کے بیٹے نے کہا: "میں اب پچاس سے زائد اونٹ نہیں دوں گا۔" عیینہ نے کہا: "میں اس طرح نہیں کر سکتا۔" عیینہ کچھ عرصہ ٹھہرا رہا۔ اب وہی بیٹا اس کے پاس سے گزرا۔ وہ اس سے اعراض کر رہا تھا۔ عیینہ نے اس سے کہا: "کیا تم اس بڑھیا کے بارے مجھے وہ اونٹ دینے کے لیے تیار ہو جو تم نے کہے تھے؟" اس جوان نے کہا: "میں اس کے عوض پچیس سے زائد اونٹ دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" عیینہ نے کہا: "بخدا! اس طرح نہیں ہو سکتا۔ کہاں ایک سو اونٹ اور کہاں صرف پچیس۔" جب عیینہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ لوگ بکھر جائیں گے وہ کوچ کر جائیں گے تو عیینہ اس کے بیٹے کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "کیا تم اس کے عوض مجھے پچیس اونٹ دیتے ہو؟" اس نے کہا: "اب میں تمہیں صرف دس اونٹ دیتا ہوں۔" عیینہ نے کہا: "بخدا! اس طرح تو نہیں ہو سکتا۔" اس جوان نے کہا: "بخدا! نہ تو اس کا پستان اٹھا ہوا ہے نہ اس کا پیٹ بچہ پیدا کر سکتا ہے نہ اس کا منہ ٹھنڈا ہے۔ نہ اس کا صاحب اس کی جستجو کرے گا تم نے اسے جن لوگوں سے لیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو۔" عیینہ نے کہا: "تم اسے لے لو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت نہ ڈالے۔" اس جوان نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے تو قیدیوں کو کپڑے پہنائے ہیں۔ کیا تو اس بڑھیا کو کپڑے نہیں دے گا؟" عیینہ: "نہیں! میرے پاس اس کے لیے کوئی کپڑے نہیں ہیں۔" جوان: "ہرگز نہیں تم اسے کپڑے دو گے۔" وہ اس سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ اس نے اس سے سمل کا کپڑا لے لیا۔ جوان گیا تو وہ کہہ رہا تھا: "بخدا! اونٹوں کے بارے تمہاری بصیرت نہیں ہے۔"

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ نے چھ اونٹوں کے عوض اس بڑھیا کو واپس کر دیا تھا۔ لیکن امام بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ اس نے کسی چیز کے بغیر ہی اس بڑھیا کو واپس کیا تھا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

ابن اسحاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ قیدیوں کو واپس کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں مالِ غنیمت تقسیم کریں۔" حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ آپ کی چادر مبارک بھی اتار دی۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! میری چادر مجھے واپس کر دو۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اگر میرے پاس اتنے جانور ہوتے جتنے تہامہ میں درخت ہیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ کذاب اور نہ ہی بخیل پاتے۔" آپ اونٹ کے ایک طرف کھڑے ہوئے اس کی کوہان سے ایک بال پکڑا اسے اپنی انگلیوں کے درمیان تھاما اور فرمایا اے لوگو! اللہ کی

قسم میرے لیے اس مالِ غنیمت میں سے یہ بال لینا بھی جائز نہیں۔ سوائے خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگے تک واپس کر دو۔ بد دیانتی سے بچو۔ یہ قیامت والے دن بد دیانتی کرنے والے کے لیے شرمندگی اور ندامت ہوگی۔ انصار میں سے ایک شخص بالوں کے بٹے ہوئے دھاگے کا ایک گولہ لے کر آیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے یہ دھاگہ لیا ہے تاکہ اس کے ساتھ اپنے اونٹ کا کمبل سی سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں سے جو میرا حق ہے وہ تیرا ہو گیا۔ اس شخص نے عرض کی جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے وہ دھاگہ پھینک دیا۔

عبدالرزاق نے اپنی جامع میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین کے دن اپنی بیوی کے پاس گئے جن کا نام فاطمہ بنت شیبہ تھا۔ ان کی تلوار خون سے آلودہ تھی۔ انہوں نے کہا: یہ سوئی لے لو اور اس سے اپنے کپڑے سیا کرو۔ انہوں نے وہ سوئی انہیں دے دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا جس نے مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی لیا ہو وہ اسے واپس کر دے۔ حتیٰ کہ سوئی اور دھاگہ بھی واپس کر دے۔ حضرت عقیل واپس آئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میرے خیال میں یہ سوئی بھی تمہارے پاس نہیں رہے گی انہوں نے اسے لیا اور مالِ غنیمت میں پھینک دیا۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین کے روز آپ نے مالِ غنیمت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے ساتھ نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد اس کا ایک بال لیا اسے اپنے انگلیوں میں پکڑا اور فرمایا اے لوگو! یہ تمہارے مالِ غنیمت میں سے ہے اس میں صرف میرا حصہ خمس ہے اور خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگے تک واپس کر دو۔ نہ چھوٹی چیز اپنے پاس رکھو اور نہ بڑی۔ بد دیانتی نہ کرو بد دیانتی دنیا اور آخرت میں بد دیانت کے لیے شرمندگی ندامت اور آگ ہوگی۔

امام عبدالرزاق اور امام بخاری نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حنین کے روز واپس آرہے تھے۔ لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے۔ وہ آپ سے التجاء کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ ایک درخت کے پاس تشریف لے چلیں۔ آپ کی چادر مبارک بھی اتر گئی۔ آپ رک گئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے میری چادر واپس کر دو۔ اگر ان درختوں کے برابر بھی میرے پاس جانور ہوتے تو میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ بخیل نہ کذاب اور نہ ہی بزدل پاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ پر نجرانی چادر

تھی۔ جس کا حاشیہ موٹا تھا۔ ایک اعرابی نے اسے پکڑا اور زور سے کھینچا۔ اس نے کہا: "مجھے اس مال سے عطا کریں جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف توجہ کی۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے اسے عطا کرنے اور چادر دینے کا حکم دیا۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مالِ غنیمت آپ کے پاس جمع کیا گیا۔ حضرت ابوسفیان آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ قریش میں سے سب سے زیادہ مالدار شخص بن گئے ہیں۔" یہ سن کر آپ مسکرا دیئے۔

مؤلفۃ القلوب

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آپ نے عرب کے سرداروں کی تالیف قلبی کرتے ہوئے انہیں عطا کیا تا کہ ان کی اور ان کی قوم کی تالیف قلبی ہو سکے۔"

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی ابتداء کی تو آغاز تالیف قلبی سے کیا۔ بعض کو ایک سو یا زائد۔ بعض کو پچاس پچاس اونٹ دیے۔ ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ وہ افراد درج ذیل ہیں:

ابی بن شریق، احیحہ بن امیہ، اسید بن جاریہ، اقرع بن حابس، جبیر بن مطعم، جد بن قیس السہمی، حارث بن حرث بن کلدہ، حارث بن ہشام، حاطب بن عبد العزیٰ، حرملہ بن ھوذہ، حکیم بن حزام۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے غزوۂ حنین کے روز آپ سے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا۔ آپ نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ پھر میں نے ایک سو اونٹ مانگے تو آپ نے عطا کر دیے۔" پھر فرمایا: "حکیم! یہ شاداب اور شیریں مال ہے۔ جو اسے سخاوتِ نفس کے ساتھ لیتا ہے اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو نفس کے حرص اور لالچ کے ساتھ لیتا ہے۔ اس میں اس کے لیے برکت نہیں ڈالی جاتی۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ان سے ابتداء سے کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں۔" حضرت حکیم نے کہا: "مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیم کو بلاتے تا کہ کچھ عطا کریں۔ مگر وہ انکار کر دیتے۔ حضرت عمر فاروق فرماتے: "لوگو! میں تمہیں حضرت حکیم پر گواہ بناتا ہوں۔ میں انہیں بلاتا ہوں تا کہ انہیں کچھ دوں۔ مگر وہ انکار کر دیتے ہیں۔"

ابن ابی الزناد نے لکھا ہے کہ حضرت حکیم نے پہلے سو لے لیے بقیہ ترک کر دیا۔

حکیم بن طلیق، خویطب بن عبد العزیٰ، خالد بن اسید، خالد بن قیس، خالد بن ھوذہ، خلف بن ہشام (ان کے بارے اختلاف ہے) رقیم بن ثابت (العیون میں ہے انہیں بھی یہ حصہ ملا۔ مگر پہلے گزر چکا ہے کہ غزوہ حنین میں یہ شہید ہو چکے تھے) زہیر بن امیہ، زید الخیل بن مہلہل الطائی، سائب بن ابی سائب، صیفی بن عائذ، سعید بن یربوع، سفیان بن عبد الاسد، سہل بن عمرو، شیبہ بن عثمان، ابوسفیان صخر بن حرب، صفوان بن امیہ (آپ نے انہیں ایک سو اونٹ عطا کیے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ لگاتار مجھے حنین کا مال غنیمت عطا کرتے رہے۔ پہلے آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض تھے۔ آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے انہیں ایک سو بکریاں پھر ایک سو پھر ایک سو عطا کیں۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے" حضرت صفوان آپ کے ہمراہ تھے بکریوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ ایک گھاٹی کے پاس سے گزرے جو بکریوں اور اونٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ کچھ وہ مالِ غنیمت تھا جسے رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم ﷺ کو عطا کیا تھا۔ انہوں نے صفوان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ وہ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے ان سے پوچھا "ابو وھب! کیا اس گھاٹی نے تمہیں تعجب میں ڈالا ہے؟ انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "جو کچھ اس وادی میں ہے وہ سب کچھ تمہارا ہے۔" صفوان نے عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اتنی سخاوت ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔"

طلیق بن سفیان، عباس بن مرداس، امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں چند اونٹ دیے۔ جس کی وجہ سے وہ ناراض ہو گئے۔ امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مؤلفہ قلوب میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو اونٹ عطا کیے۔ حضرت عباس بن مرداس کو ایک سو سے کم اونٹ دیے تو وہ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

اتجعل نہبی و نہب العُبید ... بین عیینۃ والاقرع

ترجمہ: "کیا آپ میرا حصہ اور عبید بن عیینہ کا حصہ عیینہ اور اقرع کے مابین تقسیم فرما رہے ہیں۔"

فما کان حصن ولا حابسٌ ... یفوقان مرداس فی المجمع

ترجمہ: "حصن اور حابس محفل میں مرداس پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔"

و قد کنتُ فی الحرب ذا تُدرإ ... فلم اعط شیئا ولم امنع

ترجمہ: "میں جنگ میں تھا لیکن میں کسی شان و شوکت کا مالک نہ تھا۔ مجھے نہ تو کچھ عطا کیا گیا نہ اس سے روکا گیا۔"

وما کنت دون امرئٍ منہما ... و من تضع الیوم لا یُرفع

ترجمہ: ''میں ان دونوں میں سے کوئی کم مرتبہ شخص نہیں ہوں جسے آج آپ نیچے کر دیں گے وہ کبھی بھی سر بلند نہیں ہو سکے گا۔''

آپ نے ان کے لیے یہ تعداد پوری کر دی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ اشعار کہے:

کانت نھابًا تلاقیھا   بِکرّی علی المھر فی الاجرع

ترجمہ: ''وہ اونٹ اور جانور ایسے تھے جنہیں میں نے اپنے گھوڑے پر بار بار حملہ کر کے نرم زمین پر چھوڑا تھا۔''

و ایقاظی القوم ان یرقدوا   اذا ھَجَعَ الناسُ لم اھجع

ترجمہ: ''میرا قوم کو بیدار کرنا اس طرح تھا کہ وہ سو جائیں۔ جب لوگ سو جاتے ہیں تو میں نہیں سوتا۔''

فاصبح نھبی و نھب العبید   بین عُیینۃ والاقرع

ترجمہ: ''میرا حصہ اور عبید کا حصہ عیینہ اور اقرع میں تقسیم ہو گیا ہے۔''

و قد کنتُ فی الحرب ذا تدراء   فلم أعط شیئا و لم أمنع

ترجمہ: ''میں جنگ میں مصائب کو دور ہٹانے والا تھا مجھے نہ کچھ عطا کیا گیا نہ کسی چیز سے روکا گیا۔''

والا افائل اعطیتھا   عدیدَ قوائمھا الاربع

ترجمہ: ''مگر مجھے چند چھوٹے چھوٹے اونٹ عطا کیے گئے جنکی چار ٹانگیں تھیں۔''

وما کان حصن ولا حابس   یفوقان مرداسَ فی المجمع

ترجمہ: ''حصن اور حابس کسی مجلس میں مرداس سے فوقیت نہیں رکھتے تھے۔''

وما کنتُ دون امرِیٍ منھما   و من تضع الیوم لا یُرفع

ترجمہ: ''میں حصن اور حابس سے کم مرتبہ نہیں ہوں جسے آج آپ نیچے کر دیں گے وہ کبھی نہ اٹھ سکے گا۔''

آپ تک یہ اشعار پہنچے تو آپ نے انہیں یاد فرمایا اور فرمایا: ''تم نے یہ اشعار کہے ہیں: ''اصبح نھبی...'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے والدین آپ پر نثار! انہوں نے اس طرح نہیں کہا۔ آپ نہ شاعر ہیں نہ یہ آپ کے لیے روا ہے نہ آپ اس کے راوی ہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''انہوں نے کیسے کہا ہے؟'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان کے اشعار سنائے۔ آپ نے فرمایا: ''میری طرف سے ان کی زبان کاٹ دو۔'' یہ سن کر لوگ گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا کہ شاید آپ نے حکم دیا ہے کہ حضرت عباس بن مرداس کا مثلہ کر دیا جائے مگر آپ کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں بھیڑ بکریاں دے کر ان کا منہ بند کر دیا جائے۔)

عبدالرحمان بن یر بوع، عثمان بن وھب، عدی بن قیس، عکرمہ بن عامر، عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن ہشام، علقمہ بن علاثہ، عمرو بن بعکلک، عمیر بنو ودقہ، عمیر بن وھب، علاط بن جاریۃ، عیینہ بن حصن، قیس بن عدی، قیس بن مخزمہ، کعب بن اخنس، لبید بن ربیعہ، مالک بن عوف، مخزمہ بن نوفل، مطیع بن الاسود، معاویہ بن ابی سفیان، ابوسفیان، مغیرہ بن حارث، نفیر بن حارث، نوفل بن معاویہ، ھشام بن عمرو، ھشام بن ولید، یزید بن ابی سفیان، ابوجھم بن حذیفہ، ابوسنابل عمرو رضی اللہ عنہم۔

یہ پچاس سے زائد افراد ہیں شاید تم کسی اور کتاب میں ان کے نام اس طرح نہ پا سکو۔ واللہ الموفق۔

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ جعرانہ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "کیا آپ وہ وعدہ پورا نہیں کریں گے جو آپ نے مجھ سے کیا ہے؟ آپ نے اسے فرمایا: "تجھے بشارت ہو۔" اس نے کہا: "آپ نے مجھے بہت سی بشارات دی ہیں۔" آپ نے غصے کی حالت میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا: "اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے تم اسے قبول کرلو۔" انہوں نے کہا: "ہم نے اسے قبول کرلیا ہے۔" آپ نے ایک پیالہ منگوایا۔ اس میں اپنے دستِ اقدس اور چہرۂ انور کو دھویا۔ کلی کی پھر فرمایا: "یہ پانی پی لو۔ اس میں سے اپنے چہروں اور گردنوں پر مل لو اور خوش ہو جاؤ۔" انہوں نے پیالہ لیا اور اسی طرح کیا۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ سے فرمایا: "اپنی امی جان کے لیے بھی بچانا۔" ایک گروہ نے اس میں سے پیا۔

پھر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اور مالِ غنیمت کو حاضر کریں۔ آپ نے لوگوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔ سوار کو بارہ اونٹ یا ایک سو بیس بکریاں ملیں۔ اگر ایک سے زائد گھوڑے کسی کے پاس تھے تو آپ نے ان کے لیے حصے نہ نکالے۔

مالِ غنیمت کی اس تقسیم میں حکمت

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم تیمی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو ایک ایک سو اونٹ عطا کیے ہیں مگر جعیل بن سراقہ الضمری کو چھوڑ دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں (جانِ عالم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے حضرت جعیل بن سراقہ عیینہ اور اقرع جیسے سرداروں سے بہت عمدہ ہیں۔ لیکن میں نے ان سرداروں کو دے کر ان کی تالیفِ قلبی کی ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں اور حضرت

جعیل کو ان کے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور والا ﷺ نے کچھ افراد کو عطا کیا۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ مجھے بہت پسند تھا۔ میں اٹھا۔ میں نے کہا: ''بخدا! میں اس شخص کو مؤمن دیکھتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''یا مسلمان'' انہوں نے تین بار اسی طرح کہا۔ آپ نے تین بار اسی طرح جواب ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ یہ اس خدشہ کے پیش نظر ہوتا کہ کہیں رب تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں نہ گرا دے۔''

امام بخاری نے حضرت عمرو بن تغلب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بعض افراد کو عطا کیا۔ بعض کو عطا نہ کیا۔ گویا کہ وہ آپ پر ناراض تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں بعض لوگوں کو عطا کرتا ہوں مجھے ان کی بے صبری اور گھبراہٹ سے اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ان کی اس خیر اور غنی کے حوالے کر دیتا ہوں ان لوگوں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔'' حضرت عمرو فرماتے تھے ''حضور ﷺ نے جو کچھ مجھے فرمایا تھا وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''

انصار کی خلش

ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرات ابو سعید خدری، انس بن مالک اور عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ کو غزوہ حنین میں مالِ غنیمت ملا۔ آپ نے قریش اور دیگر سرداروں کو ایک ایک سو اونٹ دیے۔ مگر انصار کو ان میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ انصار نے دلوں میں خلش پائی۔ ان میں گفتگو ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے کہا: ''اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو معاف کرے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ قریش، طلقاء اور مہاجرین میں اموال تقسیم کرتے ہیں۔ ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک خون کے قطرات گر رہے ہیں۔ جنگ کے وقت ہمیں بلایا جاتا ہے۔ مالِ غنیمت ہمارے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کس لیے ہے؟ اگر یہ امر الٰہی ہے تو ہم صبر کرتے۔ اگر یہ آپ کا امر ہے تو ہم آپ کی رضا طلب کر لیتے۔'' ان کی یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔

حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: ''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ انصار کا قبیلہ اپنے دلوں میں خلش پاتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کس لیے؟'' انہوں نے عرض کی: ''مالِ غنیمت کی تقسیم کی وجہ سے۔ آپ نے سارے عرب اور ان کے رؤساء کو عطا کیا ہے لیکن انہیں کچھ نہیں دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''سعد! تمہاری کیا رائے ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔'' آپ

نے فرمایا: "میرے لیے اپنی قوم کو اس چھپڑ کے نیچے جمع کرو جب وہ جمع ہو جائیں تو مجھے بتا دینا۔" حضرت سعد باہر نکلے اور انصار کو آواز دی وہ جمع ہو گئے۔

حضرت انس نے فرمایا: "انصار چمڑے کے قبہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے انصار کے علاوہ کسی کو نہ بلایا۔ بعض مہاجرین آئے تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب دوسرے مہاجرین آئے تو آپ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ جب سارے انصار جمع ہو گئے تو وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے حکم دیا تھا میں نے آپ کے لیے انصار کو جمع کر دیا ہے۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا: "کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی موجود ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے ہمارے بھانجے کے۔" آپ نے فرمایا: "کسی قوم کا بھانجا ان میں سے ہی ہوتا ہے۔" آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ پہلے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "اے گروہِ انصار! میں تمہارے پاس آیا تم گمراہ تھے۔ رب تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی۔ تم غریب تھے رب تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔ تم باہم دشمن تھے۔ رب تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہاں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ زیادہ احسان کرنے والے اور افضل ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "انصار! کیا تم جواب نہیں دو گے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا عرض کریں۔ ہم کیا جواب دیں؟ احسان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! اگر تم چاہتے تو تم کہہ سکتے تھے تم سچے ہوتے اور تمہاری تصدیق کی جاتی کہ آپ ہمارے پاس آئے آپ کو قریش نے نظر انداز کر رکھا تھا۔ ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ تنگ دست تھے ہم نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی۔ آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو امن دیا۔ آپ کا کوئی معاون نہ تھا۔ ہم نے آپ کی مدد کی۔ لوگ آپ کو جھٹلاتے تھے ہم نے آپ کی تصدیق کی۔" انصار نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا احسان ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ کیسی بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے۔" انصار خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کیسی بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے۔" فقہاء انصار نے عرض کی: "ہمارے رئیسوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ البتہ نوعمر انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسولِ محترم ﷺ کو معاف کرے۔ وہ قریش کو عطا کر رہے ہیں۔ ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ جبکہ ہماری تلواریں ان کے لہو سے خون آلود ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے ان لوگوں کو دیا ہے جو نئے نئے کفر سے تائب ہوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ان کی تالیف قلبی کروں۔"

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "قریش نئے نئے کفر سے تائب ہوئے ہیں۔ انہیں ابھی ابھی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں نے چاہا کہ ان کی حوصلہ افزائی کروں۔ ان کے ساتھ تالیف قلبی کروں۔ انصار! تم دنیا کی معمولی چیز

کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔جس کے ساتھ میں نے اس قوم کی تالیف قلبی کی ہے۔جو ابھی ابھی مسلمان ہوئی ہے۔ میں نے تمہیں اس اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔جسے رب تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے۔انصار! کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں بھیڑ بکریاں لے کر جائیں تم اپنے گھروں میں رسول اکرم ﷺ کو لے کر جاؤ۔تم حضور والا ﷺ کو اپنے گھروں میں لے کر جاؤ۔بخدا! جو کچھ تم لے کر جا رہے ہو۔وہ اس مال سے بہت بہتر ہے جو دوسرے لے کر جا رہے ہیں۔مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔تم خواص ہو اور لوگ عام ہیں تم اندر والا کپڑا ہو اور لوگ باہر والا کپڑا ہیں۔انصار میرے راز داں اور خواص ہیں۔اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک شخص ہوتا۔مولا! انصار پر اور انصار کی اولاد پر رحم فرما۔" یہ سن کر انصار رونے لگے۔حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔انہوں نے عرض کی: "ہم حصہ اور تقسیم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے راضی ہیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب آپ نے انصار کو یاد فرمایا تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ اپنے بعد ان کے لیے بحرین کا مال مختص کر دیں۔یہ عمدہ ترین زمین تھی انہوں نے عرض کی: "آپ کے بعد ہمیں دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "میرے بعد تم دیکھو گے کہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔تم صبر کرنا حتیٰ کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کر لینا۔"

حضرت حسان نے حضور اکرم ﷺ کے انصار کو جمع کرنے سے قبل کہا تھا:

زاد الهمومَ فماءُ العين مُنحدرٌ — سحًّا اذا حَفلتْه عبرةٌ دِررُ

ترجمہ: "غموں میں اضافہ ہو گیا ہے۔آنکھ کا پانی چھم چھم گر رہا ہے جب رواں آنسوؤں نے اسے جمع کیا۔"

وجدًا بشماء اذ شماء بهكنةٌ — هيفاء لاذنَنٌ فيها ولا خورُ

ترجمہ: "یہ سب کچھ شماء کے غم میں ہے۔کیونکہ وہ بھرپور جوانی والی ہے۔اس کی کمر پتلی ہے اس میں کوئی کمزوری اور گندگی نہیں۔"

دع عنك شماء اذ كانت مودتها — نزرًا و شرٌّ وصالِ الواصل النزِرُ

ترجمہ: "شماء کو چھوڑ دے اس کی محبت قلیل ہے۔قلیل وصال کرنے والے کا وصال سب سے برا ہوتا ہے۔"

وانت الرسولُ فقل ياخيرَ موتمنٍ — للمومنين اِذ ما عُدِّد البشرُ

ترجمہ: "تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔عرض کرو۔اے اہلِ ایمان کی بہترین پناہ گاہ! جب لوگوں کو

شمار کیا جائے۔"

علام تدعی سلیم وهی نازحة   قدام قوم هموا آووا هم نصروا

ترجمہ: "بنو سلیم کو کس لیے بلایا جاتا ہے۔ جبکہ اس قوم سے دور ہے۔ جس نے آپ کو پناہ دی ہے اور آپ کی نصرت کی ہے۔"

سماهم الله انصارًا بنصرهمَ   دین الهدیٰ و عوان الحرب یستعرُ

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا کیونکہ ہدایت کے دین اور بھڑکنے والی جنگ میں اس کی نصرت کی جس میں لگاتار قتل ہو رہے تھے۔"

و سارعوا فی سبیل الله و اعترضوا   للنائباتِ وما خافوا وما ضجروا

ترجمہ: "انہوں نے راہِ خدا میں جلدی کی اور حوادث پر صبر کیا انہوں نے تنگی اور مصیبت پر شور و غل نہ کیا۔"

والناس اِلْبٌ علینا ضیك لیس لنا   الا السیوف و اطراف القنا وزر

ترجمہ: "لوگ ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لیے خفیہ تدبیر کر رہے ہیں لیکن ہمارے پاس صرف تلواریں اور نیزوں کی نوکیں پناہ گاہ ہیں۔"

نجالدُ الناس لا نُبقی علی احدٍ   ولا نضیِعُ ما تُوحی به السورُ

ترجمہ: "ہم لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں ہم کسی پر کچھ باقی نہیں رکھتے قرآن پاک کی سورتوں کو ہم ضائع نہیں کرتے۔"

ولا تهرُّ جُناۃ الحرب نادینا   و نحن حین تلظی نارُها سُعُرُ

ترجمہ: "جنگ کے مجرم ہماری محفل کو ناپسند نہیں کرتے۔ جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے تو دہکتی آگ میں کود جاتے ہیں۔"

کما رددنا ببدر دون ما طلبوا   اهلُ النفاق ففینا ینزل الظفر

ترجمہ: "جب ہم نے غزوۂ بدر میں منافقین کو رد کر دیا تھا جتنا وہ چاہتے تھے اس سے کم۔ کامیابی ہمارے لیے ہی اتری۔"

و نحنُ جندك یوم النعفِ من اُحُد   اذ حزَّبتْ بطرًا احزابها مُضرُ

ترجمہ: "ہم جنگ احد میں پہاڑ کے دامن میں آپ کا لشکر تھے۔ جب بنو مضر نے بغاوت کرتے ہوئے مختلف

گرد جمع کیے تھے۔"

فما و نَیْنا وما خمنا وما خبروا منا عِثارًا و کل الناس قد عثروا

ترجمہ: "ہم نے کمزوری نہ دکھائی بزدلی نہ دکھائی کسی نے ہماری لغزش کے بارے نہیں بتایا حالانکہ سارے لوگوں کے پاؤں پھسل چکے تھے۔"

بعض جاہلوں کا آپ کی تقسیم پر اعتراض

امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حنین کے روز مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔سرداران عرب کو ترجیح دی تو ایک انصاری شخص نے کہا: "اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔اس سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔" میں نے کہا: "بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔" میں نے آپ کو بتایا تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہوگیا۔آپ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کرے گا۔اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر رحم کرے۔انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا شخص معتب بن قشیر تھا۔

ابن اسحاق، امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص اٹھا۔اسے ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا۔وہ آپ کے پاس کھڑا ہوگیا۔آپ لوگوں کو عطا کر رہے تھے۔اس نے کہا: "محمد! (جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ آپ آج کے دن کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے کہا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ عدل نہیں کر رہے۔عدل کریں۔" یہ سن کر آپ کو غصہ آگیا۔آپ نے فرمایا: "اگر میں نے عدل نہ کیا تو میں سعید نہ رہا۔تیرے لیے ہلاکت! اگر میرے پاس عدل نہ ہوگا تو پھر عدل کہاں ہوگا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ کی پناہ! پھر تو لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں۔اسے چھوڑ دو۔عنقریب اس کے ایسے ساتھی ہوں گے جو دین کی گہرائی تک جانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔تیر کے پھل کو دیکھا جاتا ہے وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔تیر کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔پھر اس حصہ کو دیکھا جاتا ہے جو وتر کی طرف ہوتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔وہ خون اور گوبر میں سے گزر جاتا ہے۔تم میں سے ایک ان کی نمازوں کے ساتھ اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر جانے گا یہ اور

اس کے ساتھی قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ اس سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص ہوگا۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ابھرا ہوگا۔ یا وہ لرزتے ہوئے ٹکڑوں کی طرح ہوگا۔ وہ لوگ کے خلاف بغاوت کریں گے۔"

حضرت ابوسعید نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سرورِ عالم ﷺ سے یہ سنا ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔ میں بھی مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اسے تلاش کر کے ان کے پاس لایا گیا۔ میں نے اسے دیکھا وہ اسی طرح تھا جس طرح آپ نے بیان فرمایا تھا۔

مالک بن عوف کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے ہوازن کے وفد سے فرمایا: "مالک بن عوف نے کیا کہا؟" انہوں نے عرض کی: "وہ بھاگ گیا ہے وہ ثقیف کے ہمراہ طائف کے قلعہ میں چلا گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے بتا دو اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آجائے تو میں اس کے اہل اور اس کا مال واپس کر دوں گا اور اسے ایک سو اونٹ بھی عطا کر دوں گا۔"

آپ نے مالک کے اہل خانہ کو مکہ مکرمہ میں اپنی پھوپھو ام عبداللہ بنت ابی امیہ کے گھر روک رکھا تھا۔ وفد نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ہمارے سردار اور ہمارے پیارے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ مالک کے اموال میں حصے نہ ڈالے گئے تھے۔ جب مالک تک اس حسن سلوک کی خبر پہنچی جو آپ نے اس کی قوم کے ساتھ کیا تھا اور اس وعدہ کے بارے بتایا جو آپ نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ نیز یہ کہ اس کے اہل اور مال محفوظ ہے۔ مالک کو ثقیف سے اپنے بارے خدشہ تھا کہ وہ جان لیں گے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے کیا فرمایا ہے۔ تو وہ اسے قید کر دیں گے۔ اس نے سواری کے بارے حکم دیا وہ آگے پہنچا دی گئی۔ اسے دحنا پہنچا دیا گیا۔ رات کے وقت اس کے پاس گھوڑا لایا گیا۔ وہ قلعہ سے باہر نکلا۔ وہ رات کے وقت اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ اس نے اسے ایڑ لگائی۔ دحنا آیا۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا حتیٰ کہ وہ آپ کی بارگاہِ والا میں حاضر ہوگیا۔ آپ اس وقت جعرانہ یا مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس کے اہل اور اموال واپس کر دیے اسے ایک سو اونٹ بھی عطا کیے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ اس نے اسلام لاتے وقت یہ اشعار کہے:

ما انْ رایتُ ولا سمعتُ بمثله   فی الناس کلھم و لمثل محمدٍ

ترجمہ: "میں نے سارے لوگوں میں آپ کی مثل کسی کو نہ دیکھا ہے۔ نہ کسی کے بارے سنا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی طرح ہو۔"

اوفی و اعطی للجزیل اذا احتُذِی — و متی تشاء یخبِرك عما فی غدِ

ترجمہ: "جب آپ کی بارگاہِ عنایت میں سوال کیا جائے تو پورا بڑا عطیہ عطا کرتے ہیں۔ جب تو چاہے گا آپ تجھے بتا دیں گے کہ کل کیا ہونا ہے۔"

و اذا الکتیبۃ عَرَّدَتْ انیابُھا — بالسمھریٰ و ضربِ کل مُھنَّدِ

ترجمہ: "جب لشکر اپنے دانت بھرپور تیز کر لیتا ہے۔ وہ سمری نیزوں اور ہندی تلواروں کی ضرب سے (دانت تیز کر لیتا ہے)"

فکانَّہ لیثٌ علی اشبالہ — و سط الھبأۃِ خادرٌ فی مرصَدِ

ترجمہ: "تو آپ گویا کہ ایسے شیر ہیں جو گرد و غبار کے مابین اپنے بچوں کی نگرانی کے لیے بیٹھے ہیں اور کچھار میں دشمن کی تاڑ میں ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی مسلمان قوم فہم، سلمہ اور ثمالۃ کے قبائل پر عامل مقرر کیا۔ مسلمان قوم کا رجحان انہی کی طرف تھا۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ وہ مشرکین پر حملہ کرتے تھے۔ وہ بنوثقیف پر حملے کرتے تھے ان کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ ثقیف کے جو جانور چرنے کے لیے نکلتے وہ ان پر حملہ کر دیتے۔ آپ کے واپس آجانے کے بعد لوگ امن سے مویشی چراتے تھے۔ حضرت مالک جس جانور پر حملہ کرتے اسے پکڑ لیتے جس شخص پر حملہ کرتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ وہ خمس بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیتے۔ کبھی ایک سو اونٹ کبھی ایک ہزار بکریاں۔ انہوں نے اہلِ طائف پر حملہ کیا۔ ایک ہی صبح میں ایک ہزار بکریاں ہانک لیں۔"

رضاعی والدین کا حاضر خدمت ہونا

ابو داؤد، ابو یعلی، بیہقی نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نوجوان تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ جعرانہ تشریف فرما تھے۔ ایک بدوی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے پھیلا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" صحابہ کرام نے بتایا: "یہ آپ کی رضاعی امی ہیں۔"

ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت عمر بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے رضاعی باپ آئے۔ آپ نے ان کے لیے چادر کا دوسرا حصہ بھی پھیلا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی حاضر ہوئے۔ آپ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔

مدینہ طیبہ کی طرف روانگی

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ پہنچے جمعرات کی رات تھی ذوالقعدہ کی پانچ راتیں گزر چکی تھیں۔ جعرانہ میں تیرہ راتیں قیام فرمایا۔ بقیہ قیدیوں کے بارے حکم دیا۔ انہیں مرالظہران کے ایک طرف مجنہ روک دیا گیا۔

البدایۃ میں ہے کہ آپ نے کچھ جانور اس لیے رکھے تھے تاکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے رستے میں ملنے والے اعرابیوں کو عطا کر سکیں۔ جب آپ نے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت بدھ کا دن تھا۔ ذوالقعدہ کے بارہ روز باقی تھے۔ آپ نے اس مسجد اقصیٰ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ وہ عدوۃ القصوی کے پاس وادی میں نیچے ہے۔ آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ طواف اور سعی پیدل کی۔ حلق کرایا۔ اسی رات جعرانہ واپس آگئے۔ گویا کہ آپ یہ رات وہیں بسر کرنے لگے ہیں۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا عامل مقرر کیا۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال سے زائد تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو پیچھے چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دیں۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے ہوازن کی طرف جانے سے پہلے حضرت عتاب اور معاذ رضی اللہ عنہما کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب آپ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو انہیں اس نیابت پر برقرار رکھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے زید بن اسلم سے روایت پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ نے مکہ مکرمہ پر حضرت عتاب کو عامل مقرر کیا تو ان کے لیے روزانہ کا وظیفہ ایک درہم مقرر کیا۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! جو ایک درہم پر بھوکا ہے رب تعالیٰ اس کا جگر بھوکا رکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا روزانہ کا وظیفہ ایک درہم مقرر کیا تھا۔ مجھے کسی سے کوئی حاجت نہ تھی۔"

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے "جب آپ جمعرات کی صبح کو فارغ ہوئے تو مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آپ وادی جعرانہ میں چلے سرف پر روانہ ہوئے۔ پھر مرالظہران پہنچے پھر آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ ذوالقعدہ کی تین راتیں باقی تھیں۔ ابوعمرو نے لکھا ہے کہ ان ساری مہمات فتح مکہ، فتح ہوازن اور اہلِ طائف پر حملہ میں دو ماہ اور سولہ دن صرف ہوئے۔

اشعار

ان غزوات کے بارے درج ذیل اشعار کہے گئے۔

حضرت بجیر بن زہیر بن ابی سلمی رضی اللہ عنہ غزوہ حنین اور طائف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کانتْ عُلالۃ یوم بطنِ حنین　　و غداۃَ اوطاسٍ و یوم الابرقِ

ترجمہ: "وادیٔ حنین، اوطاس کی صبح اور ابرق کے روز لگا تار جنگوں سے دلوں کو سیراب کیا جارہا تھا۔"

جمعتْ باغواء ھوازن جمعھا　　فتبددوا کالطائر المتمزّقِ

ترجمہ: "بنو ھوازن نے گمراہی کی وجہ سے لشکر جمع کر لیا تھا۔ مگر وہ یوں بکھر گئے جیسے وہ پرندہ جسے پارہ پارہ کر دیا ہو۔"

لم یمنعوا منا مقاما و احدًا　　الاجبارھم و بطن الخندقِ

ترجمہ: "وہ ہم سے اپنی ایک جگہ بھی نہیں بچاسکے مگر دیوار کے ساتھ اور خندق کا اندرونی حصہ۔"

و لقد تعرضنا یکما یخرجوا　　فتحصنوا منا بباب مُغْلقِ

ترجمہ: "ہم نے ان کا محاصرہ اس لیے کیا تھا تاکہ نکل کر راہِ فرار اختیار نہ کریں مگر وہ قلعہ کے دروازے بند کر کے اندر داخل ہو گئے۔"

ترتد حسرانا الی مجراجۃٍ　　شھباء تلمعُ بالمنایا فَیْلقِ

ترجمہ: "مگر وہ حسرت سے اس جرار لشکر کی طرف لوٹے جو بہت زیادہ گراں تھا۔ اس کے ہتھیار چمکدار تھے۔ اس میں موتیں تاباں تھیں۔"

ملمومۃ خضراء لو قد فوابھا　　حِضنا لظلّ کانّہ لم یُخلق

ترجمہ: "وہ زیادہ لوہے کی وجہ سے سبز لشکر تھے۔ اگر اسے کسی پہاڑ پر پھینک دیا جاتا تو وہ یوں ہو جاتا کہ گویا کہ اسے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔"

مشی الضراء علی الھراس کاننا　　قدرٌ تفرقُ فی القیاد و تلتقی

ترجمہ: "وہ لشکر یوں رواں دواں تھا جیسے شیر کانٹوں والی گھاس پر چلتا ہے۔ گویا کہ ہم ایسے گھوڑے ہیں دوڑ میں جن کے پاؤں الگ الگ ہوتے ہیں۔ پھر مل جاتے ہیں۔"

فی کل سابغۃٍ اذا ما استحصنتْ　　کالنھی ھبتْ ریحہُ المترقرِق

ترجمہ: "اس لشکر کے ہر مجاہد نے ایسی زرہ پہن رکھی تھی کہ جب وہ اسے پہن کر گھوڑے پر بیٹھتا تو اس موجزن تالاب کی طرح ہوتا جس پر ہوا چل رہی ہوتی۔"

جُدُلٌ تمس فضولُھُنَّ نعالنا　　من نَسْجِ داوٗد و آل مُعرقِ

ترجمہ: "ان زرہوں کا بقیہ حصہ ہمارے پاؤں کو چھو رہا تھا انہیں حضرت داؤد علیہ السلام اور آل محرق نے بنایا تھا۔"

حضرت کعب بن مالک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی طرف روانگی کے بارے لکھا (یہ اشعار اور ان کا ترجمہ فتح مکہ کے باب میں گزر چکا ہے)

تنبیہات

❶ طائف ایسا شہر ہے جہاں انگور اور کھجوروں کے بہت سے باغات ہوتے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ سے مشرق کی سمت تین مراحل کے فاصلے پر ہیں۔ قاموس میں ہے کہ اسے طائف اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ طوفان میں اسے گھمایا جاتا رہا۔ یا حضرت جبرائیل امین بیت اللہ کے ارد گرد اسے گھماتے رہے۔ یا اس لیے کہ یہ شام میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تو رب تعالیٰ نے اسے حجاز منتقل کر دیا۔ اس لیے صدف کے ایک شخص نے حضرموت کے ایک شخص کا خون کیا وہ وج کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے مسعود بن معتب سے معاہدہ کیا۔ اس کے پاس بہت سا مال تھا۔ اس نے انہیں کہا: "کیا میں تمہارے شہر کے ارد گرد فصیل نہ بنا دوں جو تمہیں عرب سے بچائے۔ انہوں نے کہا: "ضرور! اس نے اپنے مال سے ایک دیوار تعمیر کر دی جو پورے شہر کے ارد گرد تھی۔"

❷ رب تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس سال طائف فتح نہ ہو۔ تاکہ مسلمان اہلِ طائف کا قتل عام نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے سفر طائف میں یہ گزر چکا ہے کہ جب آپ طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ انہیں رب تعالیٰ کی طرف بلایا کہ وہ آپ کو پناہ دیں حتیٰ کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں۔ اس وقت جناب ابوطالب وفات پا چکے تھے۔ اہلِ طائف نے آپ کو سخت جواب دیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ کو پتھر مارے۔ حتیٰ کہ آپ کے قدمین شریفین سے خون بہنے لگا۔ آپ مغموم ہو کر واپس آنے لگے۔ قرن الثعالب کے پاس آپ کو افاقہ ہوا۔ آپ نے بادل ملاحظہ فرمایا۔ اس میں حضرت جبرائیل امین تھے۔ جن کے ہمراہ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ سے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس نے آپ کی قوم کی گستاخی سن لی ہے۔ اس نے وہ جوابات سن لیے ہیں۔ جو انہوں نے آپ کو دیے ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں ان دو پہاڑوں کے مابین انہیں پیس کر رکھ دوں تو میں اس طرح کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ شاید رب تعالیٰ ان کے اصلاب سے ایسی نسل پیدا کر دے۔ جو رب تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔" آپ کا یہ فرمان آپ کے اس فرمان کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ "مجھے امید ہے کہ ان کا قلعہ

فتح نہ ہوگا۔ تاکہ ان کا آخری شخص قتل نہ ہو جائے۔" ان کی فتح کو مؤخر کر دیا گیا۔ تاکہ وہ آئندہ سال رمضان المبارک میں مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوں۔ تفصیلات وفود میں آئیں گی۔"

◆ جب رب تعالیٰ نے لشکر اسلامی کو مکہ مکرمہ کے مالِ غنیمت سے روک دیا۔ انہیں وہاں سے نہ سونا ملا نہ چاندی، نہ مال و متاع ملا نہ قیدی نہ زمین ملی۔ صحابہ کرام نے اسے عمدہ گھوڑوں اور اونٹوں سے فتح کیا تھا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ انہیں قوت کے اسباب کی ضرورت تھی۔ رب تعالیٰ نے ہوازن کے مشرکین کے دلوں کو حرکت دی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔ ان کے سردار مالک بن عوف کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے اموال، مویشی، جوان اور بوڑھے لے کر نکلے تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کی ضیافت اور کرامت کا سبب بنیں۔ رب تعالیٰ کی تقدیر مکمل ہوگئی۔ اس نے فتح میں انہیں کھلایا۔ نصرت کے مبادیات کو ان کے لیے روشن کر دیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ جس امر کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ نے مالک کے دل میں یہ سب کچھ نہ ڈال دیا ہوتا تو رائے وہی تھی جس کی طرف درید نے اشارہ کیا تھا۔ مگر مالک نے اس کی مخالفت کی۔ تاکہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت بنے۔ جب رب تعالیٰ نے اپنی نصرت اپنے رسولِ مکرم ﷺ اور اپنے اولیاء پر نازل کی۔ مالِ غنیمت ان کے ہاتھوں میں آیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے حصے ڈالے گئے۔ تو کہا گیا کہ ہمیں تمہارے خون بہانے اور تمہاری خواتین اور اولاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ کرنے کی توفیق ڈال دی۔ وہ مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ تمہارے آنے اور اسلام لانے کی قدر دانی یوں کی جاتی ہے کہ تمہاری خواتین، بیٹے اور قیدی تمہیں واپس کر دیے جاتے ہیں۔

اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانفال:۷۰)

ترجمہ: "اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخش دے گا تمہارے قصور اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

◆ حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے اموال غنیمت کو ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے جن کے دلوں میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ مال سے محبت بشری طبیعت میں شامل ہے۔ آپ نے ان میں اموال تقسیم کر دیے۔ تاکہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ آپ کی محبت پر جمع ہو جائیں کیونکہ دل اس سے پیار کرتے ہیں جو ان پر احسان کرتا ہے۔ لیکن بڑے بڑے مجاہدین اور انصار کے رؤساء کو ان سے روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ سارے ان کے مستحق تھے کیونکہ

اگر یہ اموال ان میں تقسیم کیے جاتے تو یہ ان تک ہی محدود ہوتے۔ لیکن اگر انہیں مؤلفۃ القلوب میں صرف کیا جاتا تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا۔ کیونکہ اس طرح ان سرداروں کے پیروکار بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو جاتے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس وقت راضی ہوتے تھے جب ان کے رئیس راضی ہو جاتے تھے۔ جب یہ عطا ان کے لیے سبب تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ جو اسلام لا چکا تھا۔ اس کے دل کو تقویت نصیب ہو جائے اور اس کے پیروکار دین حق میں داخل ہو جائیں یہ ایک عظیم مصلحت تھی۔

◆ انصار کے واقعہ میں ہے کہ یہ بات ان کے کسی نوعمر شخص نے کی ہے۔ جب آپ نے اس حکمت کی وضاحت کر دی جو آپ کے اس عمل میں تھی۔ وہ لوٹ آئے۔ انہیں علم ہو گیا کہ سب سے بڑی غنیمت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے چلیں۔ انہوں نے اس عظیم کامیابی اور دارین میں آپ کے پڑوس کو بکریوں، قیدیوں اور اونٹوں پر ترجیح دی۔ یہ حکیم شخص کا طریقہ ہے۔ وہ ہر شخص کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے مناسب ہوتا ہے۔

◆ آپ نے ان انعامات کا بلیغ ترتیب کے ساتھ تذکرہ کیا جو رب تعالیٰ نے انصار پر کیے تھے۔ آپ نے نعمت ایمان سے آغاز کیا۔ دنیا کا کوئی امر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نعمتِ ایمان کے ساتھ حمد و ثناء بیان کی۔ یہ نعمت مال کی نعمت سے بہت عظیم ہے۔ کیونکہ کبھی اس کے حصول کے لیے اموال خرچ کیے جاتے ہیں مگر یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔ انصار جنگ بعاث وغیرہ کی وجہ سے باہم نفرت اور قطع رحمی کا شکار تھے۔ اسلام نے یہ نفرت اور دشمنی مٹا دی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ

(الانفال:۱۰۳)

ترجمہ: ''اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کرا سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان۔''

◆ آپ نے فرمایا: ''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔'' خطابی نے لکھا ہے'' آپ نے اس کلام سے ارادہ فرمایا تھا کہ انصار کی تالیف ہو جائے۔ ان کے نفوس خوش ہو جائیں۔ دین حق میں ان کی تعریف ہو جائے۔ حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائیں کہ آپ ان میں سے ایک ہیں۔ اگر ہجرت مانع نہ ہوتی جسے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ انسان کی نسبت کئی وجوہ سے واقع ہوتی ہے۔ ولادۃ، اعتقادیۃ، بلادیۃ، صناعیۃ۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے اپنے آباء کے نسب سے منتقل ہونے کا ارادہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ قطعی طور پر ممنوع ہے۔ اعتقادی نسبت سے منتقل ہونے کا کوئی مفہوم

نہیں ہے۔ باقی آخری دو قسمیں باقی رہ جاتی ہیں۔ مدینہ طیبہ انصار کا گھر تھا۔ اس کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔ یعنی اگر ہجرت یہ نسبت کو ترک کرنے کی گنجائش ہوتی تو میں تمہارے شہر کی طرف منسوب ہوتا۔"

امام قرطبی نے لکھا ہے "اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے نام سے نام رکھتا ہوں اور تمہاری طرف منسوب ہوتا ہوں۔ کیونکہ وہ معاہدہ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ لیکن ہجرت کی خصوصیت اور ترتیب آگے بڑھ گئی اور اس نے ہر چیز سے روک دیا۔ یہ ہی اشرف واعلیٰ نسبت ہے۔ جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

◆ ۱ "میں انصار کی وادی (یا گھاٹی) میں چلتا" آپ نے اس فقرہ سے اس عظیم ثواب کی طرف اشارہ کیا ہے جو انصار کو نصرت، قناعت اور دنیا کو چھوڑ کر رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے وابستہ ہو جانے سے ملنا تھا۔ جس کا یہ وصف ہو وہ اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کے رستہ پر چلا جائے اور اس کے حال کی اتباع کی جائے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے "یہ امر عادی ہے کہ انسان اپنی قوم کے ساتھ عازم سفر ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی فروکش ہوتا ہے۔ سرزمین حجاز میں بہت سی وادیاں اور گھاٹیاں ہیں۔ جب رستے مختلف ہو جائیں تو ہر قوم ایک وادی یا گھاٹی میں چلتی ہے آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ انصار کے ساتھ ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ وادی سے مراد مذہب ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں ایک وادی میں اور میں دوسری وادی میں ہوں۔"

❁❁❁❁

تیسواں باب

غزوۂ تبوک

اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ والفاضحہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تاجروں کی اس جماعت نے مسلمانوں کو بتایا جو مدینہ طیبہ میں شام سے زیتون کا تیل لاتی تھی کہ اہلِ روم نے شام میں ایک لشکر جرار جمع کیا ہے۔ ہرقل نے اپنے ساتھیوں کو ایک سال کا خرچہ فراہم کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ لخم، عاملہ، غسان اور دیگر عرب عیسائی قبائل مل گئے ہیں۔ ان کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔ اس قول کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ جب آپ تک ان کی یہ بات پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔ (محمد بن عمر اور محمد بن سعد)

علامہ الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کی طرف لکھا" جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے انہیں قحط سالی نے آلیا ہے۔ ان کے اموال ہلاک ہو گئے ہیں۔ اگر تم اپنے دین کی نصرت کرنا چاہتے ہو تو اب وقت ہے۔ اس نے اپنا ایک سردار بھیجا اس کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے جہاد کا حکم دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہود نے آپ کی خدمت میں عرض کی: "ابو القاسم! (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ سچے ہیں تو شام تشریف لے جائیں۔ یہ انبیاء کی سرزمین ہے۔" آپ شام کا ارادہ کیے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔ جب آپ تبوک جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ (الاسراء:۷۶)

ترجمہ: "اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ پریشان و مضطرب کر دیں آپ کو اس علاقہ سے تا کہ نکال دیں آپ کو یہاں سے تب وہ نہیں ٹھہریں گے آپ کے بعد مگر تھوڑا عرصہ۔"

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حج وغیرہ میں مشرکین کو بیت اللہ کے قریب جانے سے روک دیا تو قریش نے کہا: "اب ہمارے لیے بازار اور تجارتی منڈیاں بند ہو گئیں۔ ہمیں اس میں سے جو کچھ ملتا تھا وہ ختم ہو گیا۔" رب تعالیٰ نے

انہیں اس کے عوض اہلِ کتاب سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا اپنے ہاتھوں سے رسواء ہوکر جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبۃ: ۲۹،۲۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام سے اس سال کے بعد اور اگر تم اندیشہ کرو تنگدستی کا تو غنی کردے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اگر چاہے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے۔ جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر اور انہیں حرام سمجھتے ہیں۔ جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دیں جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں۔"

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ (التوبۃ: ۱۲۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

آپ نے اہلِ روم کے ساتھ جہاد کرنے کا عزم فرمایا۔ کیونکہ سارے لوگوں سے زیادہ آپ کے قریبی تھے۔ وہ دعوتِ حق کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ انہیں اسلام کا قرب حاصل تھا۔

آپ کا عزم اور اس کی وضاحت

جب غزوہ تبوک کے سال آپ نے روم کے ساتھ جہاد کرنے کا عزم کیا تو اس وقت صحابہ کرام کے ہاں تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ شہروں میں قحط سالی تھی۔ پھلوں کے پکنے کا موسم قریب تھا۔ لوگ اپنے پھلوں اور سایوں میں

ٹھہرنا چاہتے تھے۔ وہ اس زمانہ میں سفر کرنا ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کے لیے اپنے عزائم واضح بیان فرما دیے۔ پہلے آپ جس غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو اسے اشارہ وکنایۃ سے بیان فرماتے تھے۔ مگر غزوۂ تبوک میں آپ نے واضح اعلان فرما دیا۔ کیونکہ سفر دور کا تھا۔ وقت شدید تھا اور دشمن کی تعداد کثیر تھی۔ تا کہ صحابہ کرام اچھی طرح تیاری کر لیں۔ آپ نے انہیں تیاری کا حکم دیا۔ آپ نے عرب کے دیگر قبائل کو دعوت دی کہ وہ آپ کے ہمراہ روانہ ہوں۔ بہت سے لوگ آپ کے ہمراہ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ بھی پیغام بھیجا۔ کچھ افراد پیچھے رہ گئے۔ جو کسی عذر کے بغیر یا نفاق کے باعث پیچھے رہ گئے تھے۔ تو رب تعالیٰ نے انہیں جھڑکا اور ان کا معاملہ واضح کیا۔ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ (التوبۃ: ۳۸،۳۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہِ خدا میں تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کر لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔ سو نہیں ہے سرو سامان دنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ عذاب دے گا تمہیں دردناک عذاب اور بدل کر آئے گا کوئی دوسری قوم تمہارے علاوہ اور تم نہ بگاڑ سکو گے اس کا کچھ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

پھر فرمایا:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ (التوبۃ: ۴۱،۴۲)

ترجمہ: ”جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو۔ اگر ہوتا وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے، لیکن دور معلوم ہوتی ہے انہیں مسافت اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے

تمہارے ساتھ ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں۔"

ابن شیبہ، امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ جس غزوہ کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اپنا عزم مخفی رکھتے تھے۔ مگر غزوہ تبوک میں آپ نے اس کا اعلان فرمایا۔ کیونکہ شدید قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ مسافت دور تھی۔ دشمن کی تعداد کثیر تھی۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے واضح اعلان فرمایا۔ تاکہ وہ پوری طرح تیاری کر لیں۔ آپ نے اپنا ارادہ ان کے لیے ظاہر کر دیا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

الطبرانی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز منبر پر رونق افروز ہوتے تھے۔ یہ دعا مانگتے تھے "مولا! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" لوگوں کے پاس قوت نہیں تھی۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ خدا میں خرچ کرنے پر ابھارا۔ صحابہ کرام بہت سے صدقات لے کر آگئے۔ سب سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنا سارا مال حاضر خدمت کر دیا تھا۔ وہ مال چار ہزار دراہم پر مشتمل تھا۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کیا چھوڑا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نصف اپنے اہلِ خانہ کے لیے چھوڑا ہے۔" اسی طرح حضرات عباس، طلحہ بن عبید اللہ، اور سعد بن عبادہ نے اموال پیش کیے۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف نے کے دو سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس لشکر کے تیسرے حصہ کی کفالت کی۔ ان کی ہر ضرورت پوری کی حتیٰ کہ ان کے مشکیزوں کے لیے رسیاں بھی دیں۔

میں کہتا ہوں "یہ لشکر تیس ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار افراد کی تیاری کا ذمہ اٹھایا۔" ابو عمرو نے "العدد" میں اور اشارہ میں ہے کہ انہوں نے نو سو اونٹوں اور ایک سو گھوڑوں کی تیاری کا سامان فراہم کیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے لیے بہت سا نفقہ خرچ کیا کسی اور نے اتنا خرچہ نہ کیا تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لشکر میں ایک ہزار دینار خرچ کیا۔" میں کہتا ہوں "یہ اونٹوں اور زادِ راہ کے علاوہ تھا۔ آپ نے عرض کی: "مولا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔"

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت عبد الرحمان بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے جیش العسرۃ

کے لیے تیاری کا حکم دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر حاضر ہوئے۔ انہوں نے وہ آپ کی مبارک گود میں ڈال دیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں سے انہیں الٹ پلٹ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں۔ وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔'' آپ نے بار بار یہ جملہ فرمایا۔

امام عبداللہ بن امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالارِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جیش العسرۃ پر خرچ کرنے کے لیے ترغیب دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاؤوں اور پلانوں سمیت ہے۔ آپ منبر پاک کی دوسیر سیڑھی سے اترے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے پر ابھارا۔'' انہوں نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاؤوں اور پلانوں سمیت ہے۔'' آپ ایک اور سیڑھی نیچے تشریف لائے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے پر ابھارا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاؤوں اور پلانوں سمیت ہیں۔'' آپ ایک متعجب شخص کی طرح اپنے دستِ اقدس ہلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا۔''

طیالسی، امام احمد، امام نسائی نے حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سنا۔ وہ حضرات سعد بن ابی وقاص، علی المرتضیٰ، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم سے کہہ رہے تھے۔'' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس نے جیش العسرۃ کی تیاری میں مدد کی رب تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ بخدا! میں نے مجاہدین کو تیار کیا۔ حتیٰ کہ انہیں نکیل اور رسی بھی دی۔'' ان صحابہ کرام نے کہا: ''ہاں! قسم بخدا!''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے دوسرے افراد کو سواریاں عطا کیں۔ قوی افراد نے کمزور لوگوں کی مدد کی۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنا اونٹ ایک یا دو افراد کے پاس لے کر جاتا اور کہتا: ''یہ اونٹ ہے ہم اس پر باری باری سوار ہوں گے۔'' ایک شخص خرچہ لے کر آتا۔ وہ اس مجاہد کو دے دیتا جو جہاد کے لیے جا رہا تھا۔ عفت مآب خواتین نے بھی وہ چیزیں بھیج دیں جن پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ حضرت کعب بن عجرۃ نے واثلہ بن الاسقع کو سوار کر دیا۔

ابو داؤد اور محمد بن عمر نے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ تبوک میں آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس گیا۔ آپ کے پہلے صحابی نکل چکے تھے۔ میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا ''جو کسی مجاہد کو سوار کرائے گا اس کو اس جتنا اجر ملے گا۔'' انصار کے ایک صحابی حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس شخص کو ہم اپنے اونٹ پر باری باری سوار کرائیں گے۔ وہ ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا۔'' میں نے کہا: ''صحیح ہے۔''

انہوں نے کہا: "ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔" میں ایک اچھے ساتھی کے ساتھ روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمارے لیے آسائش پیدا کر دی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر دومۃ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا: "مجھے اونٹ مل گئے۔ میں نے انہیں پلایا اور انہیں ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ نکلے اور اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے کجاوے کے پیچھے بیٹھ گئے۔ پھر کہا: "انہیں آتے ہوئے پانی پلاؤ۔" میں نے انہیں پلایا۔ پھر فرمایا: "انہیں جاتے ہوئے پانی پلاؤ۔ میں نے دیکھا ہے تمہارا اونٹ عمدہ ہیں۔" میں نے کہا: "یہ وہی غنیمت ہے جس کے بارے میں نے کہا تھا۔" انہوں نے کہا: "میرے بھتیجے! یہ اونٹ لے لو۔ یہ اس حصے کے علاوہ ہیں جن کا ہم نے تمہارے ساتھ ارادہ کیا تھا۔"

منافقین کا وطیرہ

ابن منذر، الطبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفۃ میں حضرت ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے حضرت جابر سے، ابن عقبہ، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جد بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کچھ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے یہیں ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ مجھ پر شہوت غالب ہے۔ مجھ میں بیماری بھی ہے۔ جس کی وجہ سے میں معذور ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تیاری کرو تم دولت مند ہو، شاید تمہیں بنو الاصغر کی عورتوں میں سے کوئی مل جائے۔" جد نے کہا: "آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں مجھے فتنہ میں مبتلاء نہ کریں۔ میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کو سب سے زیادہ پسند کرنے والا ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے بنو اصغر کی عورتیں دیکھ لیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔" آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ فرمایا: "ہم نے تمہیں اذن دے دیا ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "اس کے فرزند حضرت عبداللہ آئے یہ بدری صحابی تھے۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو نہ لوٹاؤ۔ بخدا! بنو سلمہ میں تم سے زیادہ ثروت مند کوئی نہیں۔ کیا تم خود نہیں نکلو گے اور دوسروں کو سوار نہیں کراؤ گے۔" اس نے کہا: "بیٹے! میں اس تیز ہوا، شدید گرمی اور تنگی کے دور میں بنو اصغر کی طرف کیوں نکلوں۔ بخدا! مجھے اپنے گھر میں بھی بنو اصغر سے خوف لگا رہتا ہے کیا میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔ بیٹے! میں گردشِ دوراں کو خوب جانتا ہوں۔" اس نے نورِ نظر نے شدت اختیار کرتے ہوئے کہا: "نہیں! بخدا! یہ نفاق ہے۔ بخدا! تمہارے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہو گا جسے تلاوت کیا جائے گا۔" اس

نے جوتا اٹھایا اور اپنے بیٹے کو دے مارا۔وہ چلے گئے گفتگو نہ کی۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ (التوبۃ:۴۹)

ترجمہ: ''اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجیے مجھے اور فتنہ میں نہ ڈالیے۔خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے ہیں اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔''

جد اور دوسرے منافقین مسلمانوں کو پست حوصلہ کرنے لگے تاکہ وہ جہاد کے لیے نہ نکلیں۔جد نے جبار بن صخر اور بنوسلمہ سے کہا:''گرمی میں نہ نکلو۔''اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ (التوبۃ:۸۱،۸۲)

ترجمہ: ''اور (دوسروں) کو کہتے مت نکلو اس سخت گرمی میں۔فرمائیے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔کاش! وہ کچھ سمجھتے۔تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

ابن ہشام نے حضرت عبداللہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ منافقین سویلم یہودی کے گھر جمع ہیں۔وہ لوگوں کو غزوہ تبوک میں شرکت کرنے کے لیے پست ہمت کر رہے ہیں۔آپ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھیجے اور فرمایا:''سویلم کا گھر منافقین سمیت جلا دو۔''انہوں نے اسی طرح کیا۔ضحاک بن خلیفہ نے گھر کے پچھلے حصہ سے چھلانگ لگا دی۔اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔س کے ساتھی بھاگ گئے۔مسجد ضرار بنانے والے آپ کی خدمت میں آئے۔آپ اس وقت غزوہ تبوک کے لیے تیاری کر رہے تھے۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے بیماری اور ضرورت اور بارش والی رات میں نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور اس میں نماز ادا کریں۔آپ نے فرمایا:''میں سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔جب واپس آؤں گا تو اس طرح ہوگا۔''

پیچھے رہ جانے والے،معذرت کرنے والے اور رونے والے

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ منافقین پیچھے رہ گئے۔انہوں نے کہا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچ کر واپس نہ آسکیں گے۔'' انہوں نے معذرت کر لی۔بعض مسلمان بھی پیچھے رہ گئے۔لیکن وہ یا تو مریض تھے یا تنگ دست تھے۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ

منافقین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ تاکہ کسی عذر کے بغیر ہی ٹھہرنے کا اذن لے لیں۔آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ان کی تعداد اسی اور کچھ تھی۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب جد بن قیس نے آپ سے اذن لے لیا تو کچھ منافقین آپ کے پاس آئے۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہمیں اذن مرحمت فرمادیں۔ہم گرمی میں جہاد کے لیے جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ان سے اعراض فرمایا۔

ابن جریر، ابن مردویہ، ابن اسحاق، ابن منذر، ابوشیخ اور عاصم بن محمد وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ انہیں سواریاں عطا فرمائیں۔ یہ سارے ضرورت مند اور تنگ دست تھے۔انہیں آپ سے پیچھے رہ جانا پسند نہ تھا۔آپ نے فرمایا:''میرے پاس سواری نہیں ہے۔جس پر میں تمہیں سوار کراؤں۔'' جب وہ واپس جانے لگے تو اس غم کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس کچھ نہیں جسے وہ خرچ کریں۔'' ان کی تعداد سات تھی۔ان کے ناموں میں اختلاف ہے۔درج ذیل صحابہ کرام پر اتفاق ہے۔حضرت سالم بن عمیر، حضرت علبہ بن زید، حضرت ابولیلیٰ عبدالرحمان بن کعب، حضرت ہرمی بن عبداللہ، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت سلمہ بن صخر۔بعض حضرات نے عمرو بن غنمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو المزنی، عبدالرحمان بن زید اور عمرو بن عوف، معقل بن یسار، حرمی بن مبارک، مہدی بن عبدالرحمان، سالم بن عمرو کا اضافہ کیا ہے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ گریہ زاری کرنے والے حضرات یہ تھے: حضرت نعمان، سوید، معقل، عقیل، سنان، عبدالرحمان رضی اللہ عنہم۔ساتویں صحابی کا نام نہیں لکھا گیا۔بعض نے ان کا نام عبداللہ، بعض نے نعمان اور بعض نے ضرار لکھا ہے۔ابن اسحاق نے یونس اور ابن عمر کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت عبلہ بن زید کو جب سواری نہ ملی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی سواری کا جانور نہ تھا۔

وہ رات کے وقت باہر نکلے۔جتنی رب تعالیٰ نے چاہا نماز پڑھتے رہے۔پھر رونے لگے۔پھر عرض کی:''مولا! تو نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے۔اس کی ترغیب دی ہے۔میں ہر مسلمان پر اس زیادتی کے ساتھ صدقہ کرتا ہوں۔جو مجھ سے مال یا عزت میں ہوئی ہے۔'' پھر وہ لوگوں کے ساتھ ہو گئے۔آپ نے فرمایا:''اس رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟'' کوئی نہ اٹھا۔آپ نے دوبارہ فرمایا:''اس رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے۔'' وہ اٹھے۔حضرت عبداللہ اٹھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ساری بات عرض کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تمہیں بشارت ہو۔مجھے اس کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔اسے مقبول زکوٰۃ میں لکھ دیا گیا ہے۔''

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے" جب گریہ زار ہونے والے بارگاہِ رسالت مآب سے باہر نکلے۔ آپ نے انہیں بتا دیا تھا کہ آپ کے پاس سواریاں نہیں ہیں جن پر آپ انہیں سوار کرائیں تو حضرت ابولیلیٰ اور حضرت عبداللہ بن مغفل کو حضرت یامین بن عمرو نضری ملے۔ یہ دونوں حضرات رو رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا:" کیوں رو رہے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تا کہ آپ ہمیں سوار کرائیں۔ لیکن ہم نے آپ کے پاس سواری نہ پائی جس پر آپ ہمیں سوار کرتے۔ ہمارے پاس بھی کچھ نہیں جس پر سوار ہو کر ہم عازمِ سفر ہو سکیں۔ ہمیں یہ بھی سخت ناپسند ہے کہ ہم جہاد کے لیے آپ کے ساتھ عازمِ سفر نہ ہوں۔" انہوں نے ان کو ایک اونٹنی دی۔ دونوں میں سے ہر ایک کو دو دو صاع کھجوریں دیں۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عباس نے ان میں سے دو افراد کو سواریاں دیں۔ جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان میں تین افراد کو سوار کرایا۔ حالانکہ اس سے قبل انہوں نے ایک تہائی لشکر کو تیاری کا سامان فراہم کر دیا تھا۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں چند اشعری ساتھیوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تا کہ آپ ہمیں سوار کرائیں۔" دوسری روایت میں ہے:" مجھے میرے ساتھیوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ تا کہ میں آپ سے سواریوں کے بارے التجا کروں۔" میں نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں سوار کرائیں۔" آپ نے فرمایا:" بخدا! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا۔ نہ ہی میرے پاس کوئی سواری ہے جس پر تمہیں سوار کروں۔" آپ اس وقت غصے میں تھے۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ میں غمزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ شاید آپ نے میری گذارش کو محسوس کر لیا ہو۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا انہیں آپ کا فرمان سنایا۔ پھر آپ کی خدمت میں کچھ اونٹ پیش کیے گئے۔ ابھی تھوڑی سی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صدا دیتے ہوئے سنا" عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟" میں نے لبیک کہا۔ انہوں نے کہا: "تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ لبیک کہو:" جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔" آپ نے فرمایا:" یہ دو اونٹنیاں لو۔ یہ دو اونٹنیاں لو۔ یہ دو اونٹنیاں لو۔"

آپ نے انہیں حضرت سعد سے خریدا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے" آپ نے ہمیں سفید کوہانوں والی پانچ اونٹنیوں کے بارے حکم دیا۔ آپ نے فرمایا:" انہیں اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں ان پر سوار کرا دیا ہے۔ سوار ہو جاؤ۔" حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا:" میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں ان پر سوار کرایا ہے۔ لیکن میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم میں سے کچھ افراد میرے ساتھ ان صحابہ کرام کے پاس چلو۔ جنہوں نے آپ کا فرمان اس وقت سنا تھا۔ جب میں نے آپ سے سواریوں کے

بارے التجاء کی تھی۔ پہلے آپ نے منع فرما دیا تھا۔ پھر آپ نے وہ اونٹنیاں عطا کر دی تھیں۔ تا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے ساتھ جھوٹ بول رہا ہوں۔" انہوں نے کہا تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم وہی کریں گے جو آپ کو پسند ہوگا۔" حضرت ابو موسیٰ چند ساتھی لے کر ان صحابہ کرام کے پاس آئے جنہوں نے آپ کا فرمان سنا تھا۔ انہوں نے انہیں اسی طرح بتایا جس طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بتایا تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا۔ پھر ہم نے کہا: "شاید حضور اکرم ﷺ اپنی قسم کے بارے بھول گئے ہیں۔ بخدا! یہ جانور ہمارے لیے بابرکت نہ ہوں گے۔" ہم واپس آئے اور آپ سے عرض کی: "آپ نے فرمایا: "میں نے تمہیں سوار نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سوار کرایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! میں کسی چیز پر قسم نہیں اٹھاتا مگر جب اس سے بہتر دیکھتا ہوں تو اسے اختیار کر لیتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔ میں نے قسم کا کفارہ دے دیا ہے۔"

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ بنو غفار کے بیاسی افراد آپ کی خدمت میں آئے تا کہ آپ انہیں اذن دے دیں۔ مگر آپ نے انہیں معذور نہ سمجھا۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٨٦﴾ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾ لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٨٩﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾ لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾ (التوبۃ: ۸۶ تا ۹۳)

ترجمہ: ''اور نازل کی جاتی ہے جب کہ سورۃ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں۔ آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجیے ہمیں تاکہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ انہوں نے یہ پسند کیا ہے کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی ہے ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اور انہیں کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات۔ بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں. ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تاکہ اجازت مل جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک نہیں ہے۔ کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں کوئی حرج جبکہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے نہیں ہے۔ نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو حاضر ہوئے آپ کے پاس تاکہ آپ سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہا رہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ افسوس نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے۔ ان کے دلوں پر پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔''

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ بعض مسلمان بھی آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے ایمان میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ وہ حضرات کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم تھے یہ پکے سچے مسلمان تھے۔ ان کے اسلام میں کوئی تہمت نہ تھی۔ ان کے بارے تفصیلات آرہی ہیں۔

آپ کی روانگی

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیت پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر گئے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان میں ٹھہریں۔ منافقین نے مختلف خبریں اڑائیں۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں

بوجھ سمجھتے ہوئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ان سے جان چھوڑانے کے لیے انہیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔" جب انہوں نے یہ بکواسات کیے تو انہوں نے ہتھیار سجائے اور مقام جرف میں آپ سے مل گئے۔ منافقین کے بکواسات عرض کیے۔ آپ نے فرمایا: "انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ لیکن میں نے تمہیں ان امور پر اپنا نائب بنایا ہے۔ جو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں واپس چلے جاؤ اور میرے اور اپنے اہلِ خانہ پر میرے جانشین بن جاؤ۔ علی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارا میرے ہاں وہی مقام ہو جو حضرت موسیٰ کے ہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" حضرت علی مدینہ طیبہ آ گئے۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ دراوردی نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو نیابت کے فرائض سونپے۔ ایک قول ہے کہ آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو نائب مقرر کیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت قول یہی ہے کہ آپ نے اپنا نائب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ انہوں نے صرف اس غزوہ میں آپ کے ساتھ شرکت نہیں کی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نیابت کے فرائض سونپے۔ ابو عمرو اور ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف زیادہ ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدالرزاق نے مصنف میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہے: "جب آپ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ تو مدینہ طیبہ پر حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔"

آپ نے انصار کے ہر قبیلہ اور عرب کے قبائل کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا یا پرچم بنا لیں۔ آپ نے مجاہدین کو جوتے پہننے کا حکم دیا۔ فرمایا: "آدمی اس وقت تک سوار رہتا ہے۔ جب تک وہ جوتے پہنے رہتا ہے۔" آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان مجاہدین کو نماز پڑھائیں جو آپ سے آگے نکل گئے تھے۔

آپ نو ہجری ماہِ رجب میں روانہ ہوئے۔ آپ نے ثنیۃ الوداع میں قیام کیا۔ تیس ہزار سے زائد مجاہدین آپ کے ساتھ تھے۔ ابن اسحاق، ابن عمر، ابن الامین نے حضرت زید بن ثابت سے اور امام حاکم نے الاکلیل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ تبوک کے لیے آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہماری تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔"

حاکم نے الاکلیل میں حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت مجاہدین کی تعداد ستر ہزار تھی۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے تیس ہزار کا قول کیا ہے اس نے تابع کو شمار نہیں کیا۔ جس نے ستر ہزار کا قول کیا ہے اس تابع اور متبوع کو شمار کیا ہے۔ گھوڑوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ بعض نے دو ہزار کا اضافہ کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے

لیے جمعرات کے روز عازم سفر ہوئے۔ یہ آپ کا آخری غزوہ تھا۔ آپ جمعرات کے روز عازم سفر ہونا پسند فرماتے تھے۔ رئیس المنافقین ابن ابی نے علیحدہ خیمے لگائے۔ اس نے کوہ ذباب کے نشیبی علاقے میں خیمے لگائے۔ لیکن ابن حزم نے اس مؤقف کو درست قرار نہیں دیا۔ صرف ستر سے لے کر اسی تک منافقین پیچھے رہے تھے۔ ابن ابی نے وہیں قیام کیا تھا۔ جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا۔ جب آپ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تو ابن ابی دیگر منافقین کے ساتھ مدینہ طیبہ آگیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی (فداہ روحی) ﷺ اس قحط سالی اور گرمی میں بنو اصغر کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے ہیں دور کی مسافت ہے۔ ہم میں تو یہ طاقت نہیں۔ محمد عربی ﷺ یہ گمان کرتے ہیں کہ بنو اصغر کے ساتھ جنگ کرنا کھیل وکود ہے۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں گویا کہ آپ کے ساتھیوں کو رسیوں میں جکڑا جا رہا تھا۔" وہ یہ کہہ کر آپ کو اور صحابہ کرام کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ مسلمانوں غزوہ تبوک کے لیے عازم سفر ہوئے ایک اونٹ پر دو دو تین تین صحابہ کرام سوار ہو رہے تھے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ منافقین بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ مالِ غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے۔

جب آپ ثنیۃ الوداع سے روانہ ہوئے تو آپ نے جھنڈے اور پرچم باندھے۔ سب سے بڑا جھنڈا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ بڑا پرچم حضرت زبیر بن عوام کو بخشا اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر کو، خزرج کا جھنڈا حضرت ابو دجانہ کو یا حضرت خباب بن منذر کو عطا کیا۔ انصار کے ہر ہر قبیلے کو ایک ایک جھنڈا بنا لینے کا حکم دیا۔ آپ نے گھاٹی کی چوٹی پر ایک غلام دیکھا۔ جو اسلحہ سے لیس تھا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے ساتھ قتال کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "اپنے آقا کے پاس چلا جا۔ میرے ساتھ قتال نہ کرو ورنہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔" آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ "ہمارے ساتھ صرف وہی عازم سفر ہو جو طاقتور ہو۔"

وہ شخص ایک جوان اونٹ پر عازم سفر ہوا۔ اس اونٹ نے سویداء کے مقام پر اسے پٹخ دیا۔ لوگوں نے کہا: "یہ شہید ہے یہ شہید ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے منادی بھیجا۔ اس نے یہ اعلان کہا: "نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا۔" اس سفر میں رستہ بتانے کی ذمہ داری حضرت علقمہ بن فغواء الخزاعی رضی اللہ عنہ کی تھی۔

حضرت ابوذر الغفاری اور حضرت ابو خیثمہ کی داستانیں

ابن اسحاق نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو بعض افراد پیچھے رہ گئے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں پیچھے رہ گیا

ہے۔'' آپ فرماتے: ''اسے چھوڑ دو۔ اگر اس میں بھلائی ہوئی تو عنقریب رب تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اگر کچھ اور ہوا تو رب تعالیٰ کا حکم اس کے بارے ظاہر ہو جائے گا۔'' حتیٰ کہ آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوذر بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کا اونٹ سست رَو ہو گیا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر ان میں بہتری ہوئی تو عنقریب رب تعالیٰ انہیں تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اگر کچھ اور ہوا تو پھر ان کے بارے رب تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر ٹھہرے رہے جب وہ سست ہو گیا تو انہوں نے اپنا سامان لیا اور اپنی کمر پر رکھ لیا۔ پھر پیدل ہی آپ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''میں غزوہ تبوک میں اپنے اونٹ کی سست روی کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ ایک کمزور سواری تھی۔ میں نے کہا: ''میں کچھ دن اسے چارہ کھلاتا ہوں۔ پھر آپ کے ساتھ جا ملوں گا۔'' میں کچھ دن اسے چارہ کھلایا۔ جب میں ذومروۃ کے مقام تک پہنچا تو اس اونٹ نے مجھے روک دیا۔ میں نے ایک دن اس کا انتظار کیا۔ میں نے اس میں حرکت محسوس نہ کی۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور عازم سفر ہو گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''انہوں نے ایک منزل میں آپ کو پالیا۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر نے فرمایا: ''میں دوپہر کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان نے مجھے دیکھا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک شخص رستہ پر تنہا چلتا آ رہا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''خدا کرے وہ ابوذر ہو۔'' جب صحابہ کرام نے غور سے دیکھا تو عرض کناں ہوئے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! وہ ابوذر ہی ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا چلتے ہیں تنہا ہی ان کا وصال ہو گا اور تنہا انہیں اٹھایا جائے گا۔'' جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اپنی داستان سنائی تو آپ نے فرمایا: ''ابوذر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ایک ایک قدم کے عوض اک ایک گناہ بخش دیا ہے حتیٰ کہ تم مجھ تک پہنچ گئے ہو۔'' انہوں نے اپنا سامان اتارا۔ پانی مانگا۔ انہیں پانی پیش کیا گیا تو انہوں نے نوش جاں فرمایا۔

الطبرانی نے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب آپ کی روانگی کو کچھ دن ہو گئے تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے گرم دن تھا۔ انہوں نے اپنی دونوں بیویوں کو دیکھا جو ان کے باغ میں اپنے اپنے عریش میں تھیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے عریش میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ اس میں ان کے لیے پانی ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ ان کے لیے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ جب وہ داخل ہوئے تو وہ عریش کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ دونوں بیویوں کو دیکھا۔ ان کے اعمال دیکھے تو کہا: ''سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے

طفیل اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ دھوپ، ہوا اور گرمی میں ہوں آپ کی گردن پر اسلحہ کا بوجھ ہو اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سایہ۔ تیار کھانے اور خوبصورت بیویوں اور عمدہ مال میں ہو۔ بخدا! یہ انصاف نہیں ہے۔" پھر کہا: "بخدا! میں تم میں سے کسی ایک کے عریش میں بھی نہیں آؤں گا۔ حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کرلوں میرے لیے زادِ راہ تیار کرو۔" انہوں نے سامانِ سفر تیار کیا۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ عازمِ سفر ہوئے اور مقامِ تبوک میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا۔

انہوں نے رستہ میں حضرت عمیر بن وہب الجمحی رضی اللہ عنہ کو پا لیا تھا۔ وہ بھی آپ سے ملنے کے لیے نکلے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی رفاقت اختیار کر لی۔ جب تبوک پہنچے تو حضرت ابوخیثمہ نے حضرت عمیر سے کہا: "مجھ پر گناہ ہے لیکن تم پر نہیں تم میرے پیچھے رہ جاؤ حتیٰ کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب وہ آپ کے قریب ہوئے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: "رستہ پر ایک سوار آ رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "خدا کرے وہ ابوخیثمہ ہی ہوں۔" ایک شخص نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ابوخیثمہ ہی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ابوخیثمہ! تمہیں مبارک ہو۔" پھر انہوں نے اپنی عشق افروز داستان سنا دی۔ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ حضرت ابوخیثمہ نے اس واقعہ کے بارے یہ اشعار کہے تھے:

لما رایتُ الناس فی الدین نافقوا ۔۔۔ اتیتُ الّتی کانت اعفَّ و اکرما

ترجمہ: "جب میں نے لوگوں کو دیکھا جو دین کے معاملہ میں منافقت سے کام لے رہے تھے تو میں نے وہ رستہ اختیار کیا جو زیادہ پاکیزہ اور معزز تھا۔"

و بایعتُ بالیمنی یدی لمحمدٍ ۔۔۔ فلم اکسب اثما ولم اغش معرما

ترجمہ: "میں نے دائیں ہاتھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ میں نے نہ تو کوئی گناہ کیا اور کسی حرام امر میں پڑا۔"

ترکتُ خضیبًا فی العریش صرمةً ۔۔۔ صفایا کراما بسرھا قد تعمما

ترجمہ: "میں نے عریش میں حسین بیوی چھوڑی اور ایسے کھجوروں کے درخت چھوڑے جن کی کھجوریں پک کر سیاہ ہو چکی تھیں۔"

و کنتُ اذا شك المنافقُ اسمحتُ ۔۔۔ الی الدین نفسی شطرَهٗ حیث یمّما

ترجمہ: "جب منافق شک کر رہے تھے تو میرا وطیرہ یہ تھا کہ میں اپنے آپ کو اسی دین کی طرف جھکا دیا تھا جس نے دین کا قصد تھا۔"

منافقین کا وطیرہ

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ عازم سفر تھی۔ وہ مالِ غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے۔ ان میں ودیعہ بن ثابت، جلاس بن سوید، مخشن بن حمیر اور ثعلبہ بن حاطب شامل تھے۔ ثعلبہ نے کہا: "تمہارا کیا گمان ہے کہ بنو اصفر کے ساتھ جنگ کرنا عرب کے ساتھ جنگ کرنے کی طرح ہے۔ گویا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں رسیوں میں جکڑا جا رہا ہے۔" وہ مختلف خبریں پھیلانے اور مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے یوں کہہ رہے تھے۔

جلاس حضرت عمیر کی والدہ کا خاوند تھا۔ حضرت عمیر یتیم تھے اور اس کی کفالت میں تھے۔ جلاس نے کہا: "اگر محمد عربی ﷺ سچے ہیں تو پھر گدھے سے بھی زیادہ شریر ہیں۔" حضرت عمیر نے کہا: "تو گدھے سے بھی زیادہ شریر ہے۔ حضور اکرم ﷺ سچے ہیں تو جھوٹا ہے۔" مخشن نے کہا: "بخدا! میری تمنا ہے کہ ہمارے بارے یہ فیصلہ کیا جائے کہ ہمیں سے ہر شخص کو ایک سو کوڑے مارے جائیں۔ تمہارے اس بکواس کی وجہ سے ہمارے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اس منافق قوم کے پاس جاؤ۔ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان سے پوچھو انہوں نے کیا کہا ہے۔ اگر وہ انکار کریں تو کہو: "ہاں! تم نے یوں یوں کہا ہے۔" حضرت عمار ان کی طرف گئے۔ انہوں نے انہیں یہ باتیں بتا دیں۔ وہ آپ کی خدمت میں معذرت کرنے آگئے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ ودیعہ اونٹنی کے پیچھے سے آیا۔ اس کے پاؤں کے نیچے سے پتھر اڑ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کھیل کود کر رہے تھے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۝۶۵ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ؕ (التوبۃ: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: "اور اگر دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کرتے۔ بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد اگر ہم بھی معاف کر دیں ایک گروہ کو۔"

جلاس نے قسم کھا کر کہا: "اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَكَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا‌ ۚ وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ۚ (التوبۃ: ۷۴)

ترجمہ: "قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا۔ایسی چیز کی جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں حشم ناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔"

مخشن نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے میرے اور میرے باپ کے ناموں نے پیچھے کر دیا ہے۔" آپ نے ان کا نام عبدالرحمان یا عبداللہ رکھا۔اس آیت طیبہ میں انہی سے درگزر کی گئی تھی۔انہوں نے دعا مانگی تھی کہ رب تعالیٰ شہادت عطا کرے اور ان کی قبر کا کسی کو علم نہ ہو۔یمامہ کے روز شہید ہوئے۔کسی کو قبر کا علم نہیں۔

ذوالمروۃ میں نزول اجلال

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ جب آپ اس سفر میں الحلیبہ کے مقام سے گزرے تو صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہاں قیام فرمالیں اس جگہ سایہ اور پانی ہے۔" وہاں بڑے درخت اور پانی تھے۔آپ نے فرمایا: "یہ سرزمین نفرت کی کھیتی کی ہے اسے چھوڑ دو۔اسے حکم دے دیا گیا ہے۔اونٹنی چلی وہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئی جو مسجد ذی المروۃ میں تھا۔"

وادی القریٰ سے گزر

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "غزوہ تبوک میں ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ہم وادی القریٰ پہنچے وہاں ایک عورت اپنے باغ میں تھی۔آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "اس کے باغ کے پھل کا اندازہ لگاؤ۔" صحابہ کرام نے اندازہ لگایا۔آپ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔آپ نے اس عورت سے فرمایا: "یاد رکھنا کہ اس سے کتنی کھجوریں نکلی ہیں حتیٰ کہ ہم تیرے پاس واپس آجائیں۔ان شاءاللہ! جب آپ واپس تشریف لائے یہاں سے گزرے تو اس عورت سے فرمایا تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں حاصل ہوئیں تھیں؟ اس نے عرض کی: "دس وسق" آپ نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ (مسلم، احمد)

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب آپ وادیٔ القریٰ تشریف لائے تو بنو عریض نے آپ کو حلوہ پیش کیا۔آپ نے اسے تناول فرمایا۔انہیں چالیس وسق کھلائے۔یہ روز حشر تک دن پر جاری رہیں گے۔

مقامِ حجر سے گزر

امام مالک، امام احمد، شیخین، ابن اسحاق نے حضرات عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ اور ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہم سے

روایت کیا ہے کہ جب آپ مقام حجر سے گزرے۔تو سر اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا۔آپ اپنے کجاوے پر تھے۔اپنی سواری تیز چلائی۔حتیٰ کہ ثمود کے گھر پیچھے رہ گئے۔جب آپ وہاں فروکش ہوئے تو لوگوں نے اہل حجر کی طرف جلدی کیا۔وہ ان کے ہاں داخل ہو گئے۔انہوں نے ان کنوؤں سے پانی پیا جن سے ثمود پانی پیتے تھے۔انہوں نے اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہنڈیاں پکائیں۔جب آپ کو علم ہوا تو یہ اعلان کیا گیا "الصلاۃ جامعۃ" جب صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: "ان لوگوں کے گھروں میں روتے ہوئے داخل ہوا کرو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی ایسے عذاب کا سامنا کرنا پڑے جیسے عذاب کا انہیں سامنا کرنا پڑا تھا۔تم نہ تو ان کا پانی پیو نہ ہی نماز کے لیے اس سے وضو کرو۔آٹا اپنے اونٹوں کو کھلا دو۔" آپ صحابہ کرام کو لے کر آگے روانہ ہو گئے۔آپ اس چشمے پر اترے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔آپ نے فرمایا: "معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو۔حضرت صالح کی قوم نے ان کا مطالبہ کیا۔انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔رب تعالیٰ نے اونٹنی کو بطور معجزہ ان کے لیے پیدا کیا۔وہ اس رستہ سے آتی تھی اور اس رستہ سے جاتی تھی۔انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔وہ ایک روز ان کا پانی پیتی تھی۔وہ ایک روز اس کا دودھ پیتے تھے۔انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔رب تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ان سب کو ہلاک کر دیا سوائے ایک شخص کے۔وہ شخص حرم پاک میں تھا۔" آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون تھا؟" آپ نے فرمایا: "وہ ابورغال تھا۔جب وہ حرم پاک سے نکلا تو اسے بھی وہی عذاب پہنچا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا۔تم اس قوم کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جس پر رب تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہو۔" ایک شخص نے عرض کی: "تعجب ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں تم سے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں۔وہ یہ کہ تم میں سے ایک ہستی (پاک) ہے جو تمہیں ان امور کے بارے بتا رہی ہے جو تم سے پہلے ہوئے تھے۔وہ تمہیں مستقبل کے امور سے بھی آگاہ کر رہی ہے۔تم صراط مستقیم اختیار کر لو۔اسے تمہیں عذاب دینے میں ذرہ بھر پرواہ نہیں۔عنقریب وہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا۔جو خود سے کچھ بھی دور نہ کر سکیں گے۔آج تم پر سخت آندھی چلے گی۔تم میں کوئی باہر نہ نکلے۔جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی کو مضبوطی سے باندھ دے۔اگر کوئی باہر نکلے تو تنہا نہ نکلے۔بلکہ اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہو۔" سارے صحابہ کرام نے اسی طرح کیا مگر بنو ساعدہ کے دو افراد نے اس طرح نہ کیا۔ایک قضائے حاجت کے لیے باہر نکلا۔دوسرا اپنے اونٹ کی جستجو میں باہر نکلا جو قضائے حاجت کے لیے باہر نکلا اس کا اسی جگہ گلا گھونٹ دیا گیا۔جو اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو اسے آندھی نے طئے کے دو پہاڑوں آجا اور سلمی کے مابین پھینک دیا۔جب آپ کو عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں تنہا باہر نکلنے سے منع نہیں کیا تھا۔پھر آپ نے اس شخص کے لیے دعا مانگی جس کا گلا گھونٹا گیا تھا۔وہ فوراً شفایاب ہو گیا۔دوسرے کو قوم طئے نے اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جب آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

ابرِ کرم

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''مسلمان شدید گرمی میں تبوک کی طرف تشریف لے گئے۔ایک روز انہیں سخت پیاس لگی۔وہ اپنے اونٹ ذبح کرنے لگے۔تاکہ ان کے معدہ سے پانی نکال لیں اور اسے پی لیں۔اس وقت پانی، خرچہ اور سواریوں کی قلت تھی۔

امام احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہم تبوک کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔سخت گرمی تھی۔ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ہمیں سخت پیاس نے آلیا۔ہم نے گمان کیا کہ عنقریب گردنیں کٹ جائیں گی۔ایک شخص دوسرے شخص کی تلاش میں جاتا۔وہ واپس لوٹتا تو اس کا گمان ہوتا تھا کہ عنقریب اس کی گردن کٹ جائے گی۔حتیٰ کہ ایک شخص اپنا اونٹ ذبح کرتا۔وہ اس کی اوجھ کو نچوڑتا جو کچھ نکلتا اسے پی لیتا۔جو بچتا اسے ذخیرہ کر لیتا۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی دعا کو ہمیشہ قبول کر لیتا ہے۔آپ ہمارے لیے ابرِ کرم کی دعا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا:''کیا تم یہ پسند کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی:''ہاں! آپ نے اپنے دستِ اقدس آسمان کی طرف بلند کیے۔ابھی واپس نہ لوٹائے تھے کہ گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔موسلا دھار بارش ہونے لگی۔صحابہ کرام نے اپنے برتن بھر لیے۔ہم دیکھنے گئے کہ یہ ابرِ کرم کہاں تک برسا ہے وہ ہمارے پڑاؤ سے آگے نہ تھا۔

ابن ابی حاتم نے ابن حزرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''یہ آیت طیبہ غزوۂ تبوک میں ایک انصاری شخص کے بارے نازل ہوئی۔جب صحابہ کرام حجر فروکش ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ اپنے ساتھ اس کا پانی نہ لے کر جائیں۔ پھر آپ آگے روانہ ہوئے۔ایک اور جگہ فروکش ہوئے۔صحابہ کرام کے پاس پانی نہ تھا۔انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔آپ اٹھے۔آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔پھر دعا مانگی۔رب تعالیٰ نے بادل بھیج دیے۔خوب بارش برسی۔صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا۔ایک انصاری شخص نے اس آدمی سے کہا: جس پر نفاق کی تہمت تھی۔''تیرے لیے ہلاکت! تو نے دیکھا ہے کہ آپ نے دعا مانگی تو رب تعالیٰ نے ہم پر ابرِ کرم نازل کر دیا۔'' اس نے کہا:''یہ تو فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾ (الواقعۃ:۸۲)

ترجمہ: ''تم نے اپنا یہی نصیب لیا ہے تم اس کو جھٹلاتے رہو گے۔''

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ معجزہ حجر میں رونما ہوا تھا۔محمود بن لبید نے اپنی قوم کے بعض افراد سے نقل کیا ہے

کہ ایک شخص تھا جو اپنے نفاق میں معروف تھا۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہ وہیں چلا جاتا۔ جب حجر کا واقعہ رونما ہوا۔ آپ نے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت کی بارش نازل کر دی ہے۔ لوگ سیراب ہو گئے ہیں۔ ہم اس منافق کے پاس گئے۔ ہم نے اسے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! کیا اس کے بعد بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے؟" اس نے کہا: "یہ تو گزرتا ہوا بادل تھا۔"

اونٹنی گم ہو جانا

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ پھر آپ آگے عازم سفر ہو گئے۔ جب تبوک کی طرف کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو آپ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ محمد بن عمر نے اسے قصواء اونٹنی لکھا ہے۔ صحابہ کرام اس کی جستجو میں نکلے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ انہوں نے بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان کے خیمہ میں زید بن لصیت تھا۔ اس کا تعلق بنو قینقاع سے تھا۔ یہ یہودی تھا۔ اسلام لایا پھر منافقت کرنے لگا۔ اس میں یہودیوں کا مکر و فریب تھا۔ یہ منافقین کی طرف داری کرتا تھا۔ اس نے حضرت عمارۃ کے خیمہ میں کہا جبکہ حضرت عمارہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ "محمد عربی (فداہ روحی ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں وہ تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں لیکن انہیں اتنا علم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔" آپ نے فرمایا جبکہ حضرت عمارہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے: "منافق گمان کرتا ہے کہ محمد عربی ﷺ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ بخدا! میں وہی کچھ جانتا ہوں جو میرا رب تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اونٹنی کے بارے بتا دیا ہے۔ وہ وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے (آپ نے ایک گھاٹی کی طرف اشارہ کیا) اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ جاؤ۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔" صحابہ کرام گئے اور اسی جگہ سے اونٹنی لے آئے۔ محمد بن عمر کے نزدیک حضرت حارث بن حزیمہ الاشہلی اسے لے کر آئے تھے۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں آئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! حضور والا ﷺ نے ابھی ابھی بہت عجیب بات بتائی ہے۔ آپ نے اس شخص کی بات بتائی ہے جس نے ابھی ابھی اس طرح اس طرح کہا ہے۔ اس صحابی نے کہا جو حضرت عمارہ کے خیمہ میں تھے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے ان کا نام عمرو بن حزم تھا جو عمارۃ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ "بخدا! یہ باتیں تو زید نے کیں ہیں۔ تمہارے یہاں آنے سے قبل اس نے یہ باتیں کیں ہیں۔" حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ زید کے پاس آئے۔ اس کی گردن پر مارنے لگے۔ انہوں نے کہا: "اللہ کے بندو! میرے خیمہ میں یہ مصیبت ہے اور مجھے اس کا علم تک نہیں۔ دشمن خدا! میرے خیمے سے باہر نکل جا۔ میری رفاقت سے دور ہو جا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد زید نے توبہ کر لی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسی

طرح اپنے نفاق پر مرا تھا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز

ابن سعد نے صحیح سند کے ذریعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" ہم حجر اور تبوک کے مابین تھے۔حضور انور ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔جب آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو آپ دور نکل جاتے تھے۔میں پانی لے کر آپ کے پیچھے تھا۔فجر سے پہلے یا فجر کے بعد کا وقت تھا صحابہ کرام کی نماز صبح کا وقت خوب روشن ہو گیا۔صبح کا اجالا پھیل گیا۔حتیٰ کہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں سورج طلوع نہ ہو جائے۔انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کیا۔انہوں نے انہیں جماعت کرائی۔میں برتن اٹھائے آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔آپ نے اون کا رومی جبہ پہن رکھا تھا۔جب آپ فارغ ہوئے۔میں نے پانی ڈالا آپ نے اپنا چہرۂ انور دھویا۔آپ نے مبارک کہنیاں دھونے کا ارادہ کیا لیکن جبہ کی آستین تنگ تھی آپ نے جبہ کے نیچے سے بازو مبارک نکالے۔آپ نے انہیں دھویا۔میں نیچے اترا تا کہ آپ نے موزے اتاروں آپ نے فرمایا:" انہیں چھوڑ دو۔میں نے جب انہیں پہنا تھا تو یہ پاک تھے۔" آپ نے انہی پر مسح فرمایا۔ہم حضرت عبدالرحمان بن عوف تک پہنچے۔انہوں نے ایک رکعت مکمل کر لی تھی۔لوگوں نے ان کے لیے تسبیح کہی۔جب انہوں نے آپ کو دیکھا۔قریب تھا کہ ہلچل مچ جاتی۔حضرت عبدالرحمان بن عوف نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔مگر آپ نے اشارہ کیا کہ اس جگہ ٹھہر جاؤ۔آپ نے ان کے پیچھے ایک رکعت مکمل کی۔جب حضرت عبدالرحمان نے سلام پھیرا تو صحابہ کرام اٹھ گئے۔آپ نے دوسری رکعت مکمل کی۔پھر سلام پھیرا۔پھر فرمایا:" تم نے اچھا کیا ہے۔تم نے بروقت نماز پڑھ لی ہے۔کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی امت میں سے ایک صالح شخص اسے امامت کرا لے۔"

دو افراد کے مابین فیصلہ

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ملازم کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔اس کا ایک مجاہد کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا۔اس شخص نے اس کے ہاتھ پر کاٹا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے نکالا۔جس کی وجہ سے اس مجاہد کے اگلے دو دانت نکل آئے۔مجاہد نے اسے پکڑا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔میں اپنے ملازم کے ساتھ کھڑا تھا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ان دونوں کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے فرمایا:" تم میں سے ایک اپنے بھائی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اس طرح کاٹ ڈالتا ہے جس طرح نر اونٹ کاٹ کھاتا ہے۔" آپ نے اس کے ان دو دانتوں کو رائیگاں بناتے ہوئے فرمایا:" کیا وہ تمہارے منہ میں اپنا ہاتھ چھوڑ دیتا تا کہ تو اسے اس طرح کاٹتا رہتا جس طرح نر

اونٹ کاٹتا ہے۔" (بخاری)

حضرت سہیل بن بیضاء کی سعادت مندی

حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا۔ آپ نے بلند آواز سے تین بار فرمایا: "یا سہیل!" ہر بار انہوں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حتیٰ کہ صحابہ کرام نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ ان کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں۔ وہ آگے سے اور پیچھے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔" آپ نے فرمایا: "جس نے یہ گواہی دی: "لا الٰه الا الله وحدہٗ لا شریك له" رب تعالیٰ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا۔

(امام احمد، الطبرانی، محمد بن عمر)

ایک بڑا اژدہا

محمد بن عمر، ابونعیم اور ابن کثیر نے البدایۃ میں لکھا ہے۔ ہمارے شیخ نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو رستہ میں بہت بڑے سانپ کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اس سے دور ہو گئے۔ وہ آیا اور آپ کے سامنے تادیر کھڑا رہا۔ آپ اپنی سواری پر ہی تھے صحابہ کرام اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ رستہ سے ہٹ کر دور چلا گیا۔ وہاں کھڑا ہو گیا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "جانتے ہو یہ کون تھا؟" انہوں نے کہا: "اللہ و رسولہ اعلم" آپ نے فرمایا: "یہ ان آٹھ جنات میں سے ایک تھا جو وفد کی صورت میں قرآن حکیم سننے آئے تھے۔ اس نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اب وہ تمہیں بھی سلام کر رہا ہے تم سب اسے سلام کرو۔" سارے صحابہ کرام نے کہا: "علیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ"

تبوک میں نزول اجلال

امام مالک، ابن اسحاق اور امام مسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے اور امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت معاذ نے فرمایا: "وہ غزوہ تبوک کے لیے آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ آپ رستے میں نماز ظہر، نماز عصر اور نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک روز نماز مؤخر کی پھر تشریف لائے اور نماز ظہر اور نماز عصر پڑھائی۔ پھر خیمہ میں تشریف لے گئے۔ پھر نماز مغرب اور نماز عشاء پڑھائی۔ پھر فرمایا: "تم کل تبوک کے چشمہ تک پہنچ جاؤ گے۔ ان شاء اللہ! تم چاشت کے وقت وہاں پہنچو گے۔ جو وہاں پہلے پہنچ جائے وہ اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ حتیٰ کہ میں آ جاؤں۔" حضرت حذیفہ نے فرمایا: "آپ کو بتایا گیا کہ چشمہ میں کم پانی ہے۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ چشمہ تک آپ

سے قبل کوئی نہ جائے۔ مگر دو افراد آگے نکل چکے تھے۔ چشمہ سے تسمے کی طرح تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ آپ نے ان دو افراد سے پوچھا: "کیا تم نے اس چشمہ کو ہاتھ لگایا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے انہیں وہ کچھ کہا جو رب تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کہیں۔ پھر صحابہ کرام نے چلو بھر پانی ایک مشکیزے میں جمع کیا۔ آپ نے اس میں اپنا چہرۂ انور اور دستِ اقدس دھوئے کلی کی اور پانی اس چشمہ پر پھینک دیا۔ چشمہ سے کثیر پانی نکلنے لگا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ پانی یوں پھٹا کہ اس سے اس طرح آوازیں آنے لگیں جیسے بجلیوں کی آوازیں آتی ہیں۔ وہ چشمہ تبوک کا فوارہ بن گیا۔ صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا پھر آپ نے فرمایا: "معاذ! اگر تمہیں زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ اس جگہ باغات ہی باغات ہوں گے۔

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے تبوک میں نزولِ اجلال فرمایا۔ تو وہاں کے چشمہ کا پانی قلیل تھا۔ آپ نے اپنے دستِ اقدس سے چلو بھرا، کلی کی اور اس میں وہ پانی پھینک دیا۔ وہ چشمہ ابل پڑا حتیٰ کہ بھر گیا۔ وہ آج تک اسی طرح ہے۔

خطیب نے کتاب الرواۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ تبوک پہنچے اس کے چشمہ سے پانی تسمے کی طرح بہہ رہا تھا۔ ہم نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا آپ کو پانی پیش کیا۔ آپ نے وہ پانی اس چشمہ پر پھینک دیا۔ چشمہ ابلنے لگا۔ آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: "اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے۔ یہ جگہ سرسبز و شاداب باغات سے بھر جائے گی۔

سورج طلوع ہو جانا

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ تبوک کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب ایک رات کی مسافت باقی رہ گئی۔ تو آپ آرام فرما ہو گئے۔ آپ بیدار نہ ہوئے حتیٰ کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "بلال! کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ہمیں فجر کے لیے جگا دینا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بھی اس چیز نے آلیا تھا جس نے آپ کو آلیا تھا۔" آپ کچھ آگے تشریف لے گئے۔ نماز پڑھی پھر جلدی جلدی روانہ ہو کر وقت صبح تبوک پہنچ گئے۔

تبوک میں جلوہ افروزی اور مسجد بنانا

محمد بن عمر کے شیوخ نے کہا ہے کہ جب آپ تبوک پہنچے تو قبلہ کی طرف پتھر رکھا۔ یہی مسجد تبوک تھی۔ دست اقدس

سے پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ پھر صحابہ کرام کو نماز ظہر پڑھائی پھر فرمایا: ''اس طرف شام اور اس طرف یمن ہے۔''

امام احمد نے لکھا ہے کہ آپ نے کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں لوگوں میں بہترین اور لوگوں میں سے شریر ترین انسانوں کے بارے نہ بتاؤں۔ لوگوں میں سے بہترین انسان وہ ہے۔ جو راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی پشت پر یا اونٹ پر یا پیدل نکلتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا وصال ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے۔ جو فاسق و فاجر اور بے حیاء ہے۔ جو کتاب الٰہی کو پڑھتا ہے لیکن اس میں سے کسی چیز کی حفاظت نہیں کرتا۔''

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے تبوک کے مقام پر وقتِ صبح خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا: ''سب سے سچی بات کتابِ حکیم ہے۔ سب سے قوی سہارا کلمۂ تقویٰ ہے۔ ملتوں میں سے بہترین ملت ابراہیمی ہے۔ طریقوں میں سے بہترین طریقہ حضور والا ﷺ کا طریقہ ہے۔ باتوں میں سے افضل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ قصوں میں سے عمدہ قصہ رب تعالیٰ کا کلام ہے۔ بہترین کام وہ ہیں جنہیں عزم راسخ سے کیا جائے۔ بدترین کام وہ ہیں جنہیں دین الٰہی میں خود پیدا کر لیا جائے۔ ہدایتوں میں سے عمدہ ہدایت پیغمبروں کی ہدایت ہے۔ سب سے افضل موت شہادت کی موت ہے۔ سب سے برا اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ اعمال میں سے بہترین عمل وہ ہے جو نفع بخش ہو۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔ بدترین بے بصری دل کی بے بصری ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ جو چیز کم ہو مگر کفایت کرنے والی ہو وہ اس سے بہتر ہے۔ جو زیادہ ہو مگر غافل کر دینے والی ہو۔ بدترین معذرت وہ ہے جو موت کے وقت ہو۔ بدترین ندامت وہ ہے جو روزِ حشر ہوگی۔ بعض لوگ بہت دیر سے نمازِ جمعہ کے لیے آتے ہیں۔ بعض لوگ رب تعالیٰ کا ذکر لاتعلق ہو کر کرتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹی زبان بھی ہے۔ بہترین غنی دل کی غنی ہے۔ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ حکمت کی بنیاد خوفِ الٰہی ہے۔ دلوں کو پسندیدہ ترین چیز یقین ہے۔ شک کا تعلق کفر کے ساتھ ہے۔ میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔ خیانت جہنم کی آگ ہے۔ شراب نوشی آگ سے داغنے کی طرح ہے۔ برے اشعار ابلیس لعین کی طرف سے ہیں۔ شراب سارے گناہوں کا مصدر ہے۔ یتیم کا مال سب سے بری خوراک ہے۔ سعید وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ شقی وہ ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے ہی شقی ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کا انجام چار ہاتھ کا گڑھا ہے۔ معاملہ کا انحصار آخرت پر ہوگا۔ عمل کا دارومدار انجام پر ہوتا ہے۔ سب سے برا خواب جھوٹا خواب ہوتا ہے۔ وہ چیز جو آنے والی ہو وہ قریب ہوتی ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔ اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔ اس کا گوشت کھانا رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں قسم کھائے گا رب تعالیٰ اسے جھٹلا دے گا۔ جو معاف کرے گا اسے معاف کر دیا جائے گا۔ جو درگزر

کرے گا اس سے درگزر کی جائے گی۔ جو غصہ پی جائے گا رب تعالیٰ اسے اجر دے گا۔ جو مصیبت پر صبر کرے گا رب تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا رب تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔ جو بناوٹی صبر کرے گا رب تعالیٰ اس کی تکلیف کو بڑھا دے گا۔ جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا رب تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ مولا! مجھے اور میری امت کو معاف کر دے۔" آپ نے تین بار فرمایا: "استغفر اللہ لی ولکم۔"

ابن عائذ نے لکھا ہے "جب آپ نے تبوک نزولِ اجلال فرمایا تو اس کے چشمہ کا پانی کم تھا۔ آپ نے اس چشمہ سے اپنے دستِ اقدس سے چلو بھر پانی لیا۔ اس سے کلی کی۔ پھر اس میں اپنا لعاب دہن پھینکا تو وہ چشمہ ابلنے لگا۔ حتیٰ کہ بھر گیا وہ آج تک اسی طرح ہے۔

مقامِ تبوک کے نگران

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے لشکر کی نگرانی کے لیے حضرت عباد اور ان کے ساتھیوں کو مقرر کیا۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر گاہ کے چکر لگاتے رہے۔ ایک دن وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنے پیچھے سے تادمِ صبح نعرہ ہائے تکبیر سنتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نے کسی اور شخص کو مقرر کیا ہے۔ جو لشکر گاہ کا چکر لگاتا رہے؟" آپ نے فرمایا: "میں نے کسی کو مقرر نہیں کیا۔ لیکن کوئی مسلمان رضا کارانہ طور پر یہ کام سرانجام دے رہا ہو۔" حضرت سلکان بن سلامۃ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے دس گھڑ سوار ساتھیوں کے ساتھ نکلتا ہوں اور ان نگرانوں کی حفاظت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ راہِ خدا میں نگرانی کرنے والوں کی نگرانی کرنے والوں پر رحم کرے لوگوں میں سے یا جانوروں میں سے تم نے جس جس کی نگرانی کی ہے اس کے عوض تمہیں ایک قیراط اجر ملا ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تبوک میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی اور رب تعالیٰ کا نام لے کر اسے کاٹا۔

ایک غلام کے لیے بددعا

امام احمد، امام ابوداؤد حضرت یزید بن نمیران سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے تبوک میں ایک شخص کو دیکھا جو اپاہج تھا۔" اس نے کہا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا۔ میں گدھے پر تھا۔ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس کی پشت کاٹ دے۔" اس کے بعد میں اس پر نہیں چل سکا۔" اس طرح سعید بن غزوان نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ حج کی غرض سے نکلے۔ تبوک قیام کیا۔ وہاں ایک اپاہج شخص تھا۔ اس

نے کہا: ''میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ تم نے اسے اس وقت کسی کو نہیں بتانا حتیٰ کہ تم سن لو کہ میں زندہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں کھجور کے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ہمارا قبلہ ہے۔'' پھر اس کی طرف رخِ انور کر کے نماز پڑھنے لگے۔ میں اس وقت جوان تھا میں بھاگتا ہوا آیا اور آپ کے اور اس کے مابین سے گزر گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے ہماری نماز منقطع کی ہے رب تعالیٰ اس کی پشت کاٹ دے۔'' اس کے بعد آج تک میں اس پر کھڑا نہ ہو سکا۔

کھجوروں اور پنیر میں معجزہ نمائی

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنو سعد ھذیم میں سے ایک شخص نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ آپ تبوک میں جلوہ افروز تھے کچھ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' انہوں نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا پھر اپنے گھی والے مشکیزے سے ایسی کھجوریں نکالنے لگے۔ جنہیں گھی اور پنیر میں گوندھا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کھاؤ۔'' ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تو انہیں تنہا کھا سکتا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''کافر سات آنتوں اور مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔'' میں دوسرے روز بھی اس وقت حاضر ہوا۔ (کھانے کا وقت تھا) تا کہ اسلام کے بارے میرے یقین میں اضافہ ہو۔ دس صحابہ کرام آپ کے ارد گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' وہ اپنے توشہ دان سے مٹھی بھر بھر کر کھجوریں نکالنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''نکالو اور عرش والے رب کی طرف سے قلت سے نہ ڈرو۔'' وہ دستر خوان لے کر آئے اسے پھیلا دیا۔ میں نے اندازہ لگایا وہ دو مد کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔'' صحابہ کرام نے کھایا۔ میں نے بھی ان کے ہمراہ کھایا۔ حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ ابھی دستر خوان پر اتنی کھجوریں ہی باقی تھیں۔ جتنی حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے۔ گویا کہ ہم نے ان میں سے ایک کھجور بھی نہ کھائی تھی۔ پھر میں اگلے روز حاضر ہوا۔ صحابہ کرام حاضر ہو گئے۔ ان کی تعداد دس یا گیارہ یا بارہ تھی۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' حضرت سیدنا بلال بعینہ وہی دستر خوان لے آئے۔ میں اسے جانتا تھا۔ انہوں نے اسے پھیلایا۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔'' ہم نے جی بھر کر کھایا۔ پھر وہ اتنی ہی کھجوریں واپس لے گئے جتنی انڈیلی گئیں تھیں۔ تین روز اسی طرح ہوا۔

دوسرا قصہ

محمد بن عمر، ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں سفر و حضر میں آپ کے بابِ کرم کو لازم پکڑتا تھا۔ ہم تبوک میں تھے۔ ہم قضائے حاجت کے لیے گئے۔ جب اپنے خیمہ میں آئے

تو آپ اور صحابہ کرام کھانا کھا چکے تھے۔ آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپ کے ہمراہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب میں آپ کے سامنے آیا تو فرمایا: ''تم رات سے کہاں تھے؟'' میں نے عرض کی۔ حضرت جعال بن سراقہ، حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی بھی حاضر ہو گئے۔ ہم تین افراد تھے تینوں بھوکے تھے۔ ہم آپ کے دراقدس پر تھے۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ آپ نے کچھ مانگا جسے ہم کھا سکیں۔ مگر کچھ نہ ملا۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے صدا دی: ''بلال! کیا ان حضرات کے لیے کھانا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ہم نے اپنے دسترخوان اور توشہ دان جھاڑ دیے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''دیکھو شاید تمہیں کچھ نظر آجائے۔'' انہوں نے توشہ دان لیے اور ایک ایک کر کے جھاڑنے لگے۔ ایک ایک دو دو کھجوریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا آپ کے دستِ اقدس میں سات کھجوریں تھیں۔ آپ نے پیالہ منگوایا اس میں وہ کھجوریں رکھیں۔ پھر ان کھجوروں پر اپنا دستِ اقدس رکھ دیا۔ رب تعالیٰ کا نام لیا۔ فرمایا: ''رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم کھانے لگے۔ میں نے کھجوریں شمار کیں جو میں کھا رہا تھا وہ چون (۵۴) کھجوریں تھیں۔ میں انہیں شمار کر رہا تھا۔ گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں تھیں۔ میرے دوسرے دو ساتھی بھی اسی طرح کر رہے تھے۔ جس طرح میں کر رہا تھا۔ ہم سیر ہو گئے۔ ہم میں سے ہر ایک نے پچاس پچاس کھجوریں کھائیں۔ ہم نے ہاتھ اٹھائے تو ابھی تک سات کھجوریں اسی طرح باقی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! انہیں اٹھا لو ان میں سے ہر ایک سیر ہو گیا ہے۔'' وقتِ صبح آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ آپ اپنے خیمہ کے صحن میں تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ نے ''سورۃ المؤمنون'' کی دس آیتیں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟'' آپ نے حضرت بلال کو یاد فرمایا تاکہ وہ کھجوریں لے کر آئیں آپ نے انہیں پیالہ میں ڈالا ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔'' ہم نے کھایا۔ اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ہم سیر ہو گئے۔ ہم تعداد میں دس تھے پھر ہم نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے۔ کھجوریں ابھی اسی طرح تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے رب تعالیٰ سے حیاء نہ ہوتی تو ہم یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ جاتے۔'' ایک بدوی لڑکا آپ کی خدمت میں آیا آپ نے وہ کھجوریں لیں اور اس لڑکے کو دیں وہ انہیں چباتے ہوئے چلا گیا۔

محمد بن عمر کے شیوخ نے لکھا ہے کہ بنو عذرہ میں سے ایک شخص تھا جسے عدی کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ تبوک میں جلوہ افروز تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کی آپ سرخ اونٹنی پر سوار تھے۔ صحابہ کرام میں چکر لگا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: ''اے لوگو! دینے والے کے ہاتھ کے اوپر رب تعالیٰ کا دستِ قدرت ہوتا ہے۔ عطا کرنے والے کا ہاتھ عمدہ اور لینے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے۔ اے لوگو! مستغنی ہو جاؤ اگرچہ لکڑی کے ایک گٹھے کے

ساتھ ہی۔مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح کہا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری دو بیویوں نے باہم لڑائی کی میں نے ان میں سے ایک کو تیر مار دیا۔جونشانے پر لگا۔" آپ نے فرمایا:"اس بیوی سے محبت کرو اسے خستہ حال نہ بناؤ۔"

آپ تبوک میں اپنی مسجد کی جگہ پر تشریف فرما ہو گئے۔دائیں طرف دیکھا۔دستِ اقدس بلند فرمائے یمن کے باشندوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:"ایمان یمن میں ہے" آپ نے مشرق کی طرف نظر فرمائی۔دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔فرمایا:"جفا اور سخت دلوں والے دیہاتی چرواہے مشرق کی طرف ہیں۔جہاں سے شیطان اپنے دونوں سینگ ظاہر کرے گا۔"

بڑے منافق کی موت کی خبر

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ تبوک میں سخت آندھی چلی۔آپ نے فرمایا:"یہ ایک بڑے منافق کی موت کی وجہ سے ہے۔" جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا۔ایک عظیم منافق مر چکا تھا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سعد ھُذیم کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ہم نے اپنے اہل کو ایسے کنویں پر چھوڑا ہے۔جس کا پانی قلیل ہے۔سخت گرمی ہے۔ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارا شیرازہ بکھر جائے گا۔ابھی اسلام ہمارے اردگرد نہیں پھیلا۔رب تعالیٰ سے ہمارے پانی میں برکت کی دعا کریں۔اگر ہم سیراب ہو جائیں تو کوئی قوم ہم پر غالب نہیں آسکتی نہ کوئی ہمارا دینی مخالف ہمارا مقابلہ کرسکتا ہے۔" آپ نے فرمایا:"مجھے سنگریزے پکڑاؤ۔" کسی صحابی نے آپ کو تین سنگریزے پیش کیے۔آپ نے انہیں اپنے دستِ اقدس میں ملا۔پھر فرمایا:"یہ سنگریزے اپنے کنویں کے پاس لے جاؤ۔اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک ایک کر کے اس میں پھینکتے جاؤ۔" وہ لوگ واپس آگئے۔اسی طرح کیا کنواں جوش مار کر ابلنے لگا۔انہوں نے اپنے قرب وجوار کے مشرکین کو بھگا دیا۔آپ ابھی تک مدینہ طیبہ نہیں پہنچے تھے کہ انہوں نے اپنے اردگرد کے مشرکین کو روند ڈالا۔وہ اسلام لانے کے لیے آپ کے قریب ہو گئے۔

پانچ خصوصیاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم غزوہ تبوک میں آپ کے ہمراہ تھے۔آپ رات کے وقت اٹھے اور نماز ادا کی۔آپ رات کے وقت بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے۔جب بھی آپ اٹھتے تھے مسواک ضرور کرتے تھے۔آپ نے قیام فرمایا۔جب فارغ ہوئے تو حاضرین کی طرف توجہ کی اور فرمایا:" آج رات مجھے پانچ

ایسی اشیاء عنایت کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دیا گیا ہے۔ مجھے یہاں کہیں بھی نماز کا وقت آجاتا ہے میں تیمم کر کے نماز پڑھ لیتا ہوں۔ مجھ سے قبل کسی نبی کی یہ خصوصیت نہیں دی گئی تھی۔ وہ اپنے گرجوں اور عبادت گاہوں میں عبادت کر سکتے تھے۔ میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ مجھ سے پہلے انبیاء کرام پر یہ حرام تھی۔ پانچویں خصوصیت کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے کہا گیا کہ سوال کریں ہر نبی نے دعا مانگی ہے۔ یہ میری دعا تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جو یہ گواہی دے: "لا الہ الا اللہ"

حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کی نماز جنازہ

الطبرانی نے اوسط اور الکبیر میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے، ابن سعد اور امام بیہقی نے علاء ابو محمد الثقفی کی سند سے، ابن ابی یعلی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مقام تبوک میں تھے۔ سورج ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع ہوا۔ وہ پہلے کبھی اس طرح ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع نہیں ہوا تھا۔ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''جبرائیل! آج میں کیوں دیکھ رہا ہوں کہ سورج ایسی ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع ہوا ہے کہ اس سے قبل اس طرح طلوع نہیں ہوا۔'' انہوں نے عرض کی: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ آج مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ستر ہزار ملائکہ کو بھیجا ہے تا کہ ان کی نمازِ جنازہ ادا کریں۔ کیا آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! آپ پیدل ہی باہر نکلے۔ حضرت جبرائیل امین نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو سارے پہاڑ اور ٹیلے ہٹ گئے۔ حضرت جبرائیل امین کے ساتھ ستر ہزار ملائکہ تھے۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ ملائکہ نے آپ کے پیچھے دو صفیں بنا لیں۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ''جبرائیل! حضرت معاویہ بن معاویہ کو یہ بلند منصب کیسے ملا؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' سے محبت کرتے تھے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوار اور پیدل ہر حالت میں اس کی تلاوت کرتے تھے۔''

الحافظ نے لسان المیزان میں لکھا ہے: ''یہ حدیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ اس کی اسناد ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔''

فتح الباری میں ہے: ''اس کی اسناد کو دیکھا جائے تو یہ ایک قوی حدیث بن جاتی ہے۔''

امام نووی نے کتب الاذکار (جس کا ترجمہ کرنے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی ہے) میں لکھا ہے کہ اس

سے اس شخص کے قول کا رد ہو جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

ہرقل کو دعوتِ اسلام

جب آپ تبوک جلوہ افروز ہوئے تو ہرقل حمص میں تھا۔ اس کے بارے جو خبر آپ تک پہنچی تھی۔ وہ اس کے حاشیۂ گمان اور ظن وتخمین میں بھی نہ تھی۔ حارث بن اسامہ نے حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو میرا مکتوب گرامی قیصر تک لے جائے گا۔ اس کے لیے جنت ہے۔" ایک شخص نے عرض کی: "اگرچہ وہ اسے قبول نہ بھی کرے۔" آپ نے فرمایا: "وہ اگرچہ اسے قبول نہ بھی کرے۔" وہ شخص آپ کا گرامی نامہ لے کر گیا۔ ہرقل کو دیا۔ اس نے اسے پڑھا اور کہا: "تم اپنے نبی کریم ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔ ان سے عرض کرو کہ میں ان کی اتباع کر لیتا لیکن میں اپنی سلطنت نہیں چھوڑنا چاہتا۔" اس نے کچھ دینار بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ وہ شخص واپس آیا۔ آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: "اس نے جھوٹ بولا ہے۔" آپ نے دینار تقسیم کر دیے۔

امام احمد اور ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت سعید بن ابی راشد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں تنوخی سے ملا جسے قیصر نے اپنا قاصد بنا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس وقت قیصر حمص مین تھا۔ تنوخی میرا پڑوسی تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس کی عمر کم وبیش ایک سو سال تھی۔ میں نے اسے کہا: "کیا تو مجھے اس پیغام کے بارے نہیں بتائے گا جو آپ نے ہرقل کی طرف بھیجا تھا؟" اس نے کہا: "ضرور! آپ کا قاصد تبوک آیا۔ آپ نے حضرت دحیہ الکلبی کو ہرقل کی طرف بھیجا۔ جب آپ کا قاصد اس کے پاس آیا۔ تو اس نے روم کے پادریوں اور راہبوں کو بلایا۔ پھر محل کے دروازے بند کر دیے۔ اس نے کہا: "تم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے میرے پاس بھیجا ہے۔ انہوں نے مجھے تین امور کی طرف دعوت دی ہے۔ (۱) میں ان کے دین کی اتباع کر لوں۔ (۲) ہم اپنے اموال اور زمین ان کے سپرد کر دیں (۳) یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ بخدا! جو تم نے کتابیں پڑھی ہیں ان میں تم نے پڑھا ہے کہ وہ نبی ہم سے ہماری زمین چھین لیں گے۔ آؤ ہم ان کے دین کی اتباع کر لیتے ہیں۔ یا اپنی سرزمین اور اموال ان کے سپرد کر دیں۔" یہ سن کر پادری اور راہب شور وغل کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: "تم اس طرف دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں اور اس اعرابی کے غلام بن جائیں جو حجاز سے آیا ہے؟ جب قیصر نے گمان کیا کہ اگر یہ لوگ یہاں سے اسی طرح چلے گئے تو وہ روم میں فساد بپا کریں گے اور انہیں بغاوت پر اکسائیں گے تو اس نے کہا: "میں نے تمہیں یہ صرف اس لیے کہا ہے تاکہ تمہارے دین پر تمہاری پختگی دیکھوں۔" پھر اس نے تجیب کے ایک شخص کو

بلایا۔ جو عرب کے نصاریٰ کا امیر تھا۔ اس نے اسے کہا: ''میرے لیے ایک ایسا شخص تلاش کرو۔ جو باتوں کو یاد رکھنے والا ہو اور عربی زبان سے خوب آگاہ ہو۔ تاکہ میں اسے جواب دے کر اس ہستی پاک کی طرف بھیجوں۔'' تجیب کا شخص مجھے لے آیا۔ ہرقل نے خط میرے حوالے کیا۔ اس نے کہا: ''میرا یہ خط اس (عظیم) شخص کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ کوئی گفتگو کریں تو یہ باتیں خوب ذہن نشین کرنا۔ کیا وہ اس مکتوب کا تذکرہ کرتے ہیں جو پہلے لکھا گیا تھا۔ دیکھنا کہ کیا وہ میرا خط پڑھتے وقت رات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی کمر انور کو دیکھنا کیا وہاں کوئی ایسی چیز ہے جو تمہیں شک میں ڈال دے۔'' میں ہرقل کا خط لے کر عازم سفر ہوا۔ میں تبوک پہنچا۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ چشمہ پر جلوہ افروز تھے۔ میں نے کہا: ''تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟'' مجھے بتایا گیا کہ آپ وہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ کو قیصر کا خط پیش کیا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟'' میں نے عرض کی: ''تنوخ کے ساتھ'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو اسلام قبول کر لیتا ہے یہ دین حنیف تیرا باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میں قوم کا قاصد ہوں اپنی قوم کے دین پر ہوں۔ میں اس سے لوٹنا نہیں چاہتا حتیٰ کہ ان کے پاس واپس چلا جاؤں۔'' یہ سن کر آپ تبسم ریز ہوئے۔ یہ آیت طیبہ پڑھی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(القصص:۵۶)

ترجمہ: ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔''

اے تنوخ کے بھائی! میں نے کسریٰ کی طرف خط لکھا اس نے اسے پھاڑ دیا۔ رب تعالیٰ اس کے اور اس کی مملکت کے ٹکڑے کر دے گا۔ میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا۔ میں نے تمہارے ساتھی کی طرف بھی خط لکھا۔ اس نے اسے پکڑ لیا۔ جب تک زندگی میں خیر رہی لوگ اس سے مرعوب رہیں گے۔'' میں نے کہا: ''یہ ان تینوں باتوں میں سے ایک بات ہے۔ میرے ساتھی نے جن کے بارے مجھے وصیت کی تھی۔ میں نے ترکش میں سے تیر نکالا اور اسے تلوار کے نیام پر لکھ لیا۔ آپ نے وہ خط اس شخص کو دیا۔ جو آپ کے بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: ''ان کا نام کیا ہے جو خط پڑھ رہے ہیں۔'' مجھے بتایا گیا کہ ان کا نام معاویہ ہے۔ اس خط میں تھا۔'' آپ نے مجھے اس جنت کی طرف دعوت دی ہے۔ جس کا عرض آسمانوں اور زمین جتنا ہے۔ جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ تو پھر آگ کہاں ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟'' اس شخص نے کہا: ''میں نے ترکش سے تیر نکالا اور اس کے ساتھ اپنی نیام پر لکھ لیا۔ جب وہ خط پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''تم قاصد ہو۔ تمہارا حق ہے۔ اگر ہمارے پاس انعامات ہوتے تو ہم تمہیں

عطا کرتے۔ ہم مسافر ہیں جن کے پاس زادِ راہ بھی ختم ہو چکا ہے۔" ایک صحابی نے عرض کی: "میں اسے انعام دیتا ہوں۔" انہوں نے اپنا کجاوہ کھولا۔ وہاں صفوریہ ملہ تھا انہوں نے اسے میری طرف پھینک دیا۔ میں نے پوچھا: "یہ انعام دینے والی کون سی ذات ہے؟" مجھے بتایا گیا: "یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا: "اس شخص کو بطور مہمان اپنے ہاں کون ٹھہرائے گا؟" ایک انصاری جوان نے عرض کی: "میں۔" انصاری اٹھا میں بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا جب ہم ذرا دور گئے۔ تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: "تنوخ کے بھائی! آؤ۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اپنی کمر انور سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "یہ اس جگہ ہے جو یہ امر تمہیں دے دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔" میں آپ کی کمر انور کی طرف گیا وہ کندھے کی ہڈی کے پاس مہرِ نبوت تھی جو حجام کی سینگی کی طرح تھی۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "وہ شخص ہرقل کے پاس گیا۔ اس سے یہ تذکرہ کیا۔ اس نے اپنی قوم کو بلایا تاکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرلے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اسے اپنی سلطنت کے بارے خطرات لاحق ہو گئے۔ وہ حمص میں ہی رہا۔ اس نے حرکت نہ کی۔ جو خبر آپ تک پہنچی تھی کہ وہ شام کی وادی تک پہنچ چکا ہے۔ وہ درست نہ تھی اس نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے "ہرقل نے آپ کی طرف ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اس کا ہدیہ قبول کر لیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔" ہرقل نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ ہرقل محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہے۔ اس نے ان کی اتباع کر لی ہے۔ یہ سن کر سپاہیوں نے ہتھیار سجا لیے اور اسی کے محل کا گھیراؤ کر لیا۔ وہ اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ "میں دین میں تمہاری پختگی دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تم سے راضی ہوں۔" وہ اس سے راضی ہو گئے۔ اس نے ایک خط لکھا۔ اسے حضرت دحیہ الکلبی کے ہمراہ بھیجا۔ اس میں تھا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر میں اپنے معاملہ میں مغلوب ہو گیا ہوں۔ جب اس کا خط آپ کو پڑھ کر سنایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: "دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ بلکہ وہ عیسائیت پر ہے۔"

حضرت ذوالبجادین پر کرم نوازی

ابن اسحاق اور ابن مندہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا تعلق بنو مزینہ کے ساتھ تھا۔ یہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد گرامی کا وصال ہو گیا تھا۔ انہیں وراثت میں کچھ نہ ملا۔ ان کا چچا مالدار تھا۔ اس نے ان کی کفالت کی حتیٰ کہ یہ مالدار ہو گئے۔ ان کے پاس اونٹ، بکریاں اور غلام تھے۔ جب حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو ان کے دل میں اسلام کے بارے اشتیاق پیدا ہوا۔ لیکن یہ اپنے چچا

کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ کئی سال گزر گئے۔ غزوات گزر گئے۔ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ سے واپس آرہے تھے تو حضرت عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا: "چچا! میں نے تمہارے اسلام کا انتظار کیا لیکن تمہارا ارادہ نہیں کہ تم محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مجھے اسلام لانے کی اجازت دے دو۔" اس نے کہا: "اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو میں تم سے ہر وہ چیز چھین لوں گا جسے میں نے تمہیں دیا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارے یہ کپڑے بھی چھین لوں گا۔" انہوں نے کہا: "بخدا! میں تو محمد عربی ﷺ کی اتباع کرنے لگا ہوں۔ مسلمان ہونے لگا ہوں۔ پتھروں اور بتوں کی عبادت چھوڑنے لگا ہوں۔ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تم لے لو۔" اس نے ان سے اپنی ہر چیز لے لی حتیٰ کہ ان کا تہ بند بھی لے لیا وہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ اس کی چادر کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک کو بطور ازار بند باندھا دوسری اوپر اوڑھ لی۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی میں لیٹ گئے۔ آپ کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ آپ نمازِ صبح کے بعد صحابہ کرام میں غور سے دیکھتے تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو اجنبی سمجھا پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے اپنا نسب بیان کیا تو فرمایا: "تم عبداللہ ذوالبجادین ہو۔" آپ نے فرمایا: "تم میرے قریب ہی رہا کرو۔" وہ آپ کے مہمانوں میں رہتے تھے آپ انہیں قرآن پاک سکھاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے بہت سا قرآن پاک یاد کر لیا ہے۔ وہ بلند آواز تھے۔ وہ مسجد نبوی میں قیام کرتے تھے۔ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ﷺ اس اعرابی کو نہیں سنتے وہ بلند آواز سے قرأت کرتا ہے۔ لوگوں کو تلاوتِ قرآن سے روک دیتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "عمر! اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا ہے۔"

جب آپ تبوک کی طرف عازم سفر ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "میرے لیے سمرہ درخت کا چھال لے کر آؤ۔" انہوں نے یہ چھال حاضر خدمت کر دی۔ آپ نے اسے ان کے بازو کے ساتھ باندھا۔ پھر عرض کی: "مولا! میں اس کے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا ارادہ یہ تو نہ تھا۔" آپ نے فرمایا: "جب تم فی سبیل اللہ جہاد کرنے کے لیے نکلو گے تمہیں بخار ہو گیا جس کی وجہ سے تمہارا وصال ہو گیا تو تم شہید ہو گے۔ جب تمہاری سواری نے تمہیں گرا دیا۔ تمہاری گردن ٹوٹ گئی تو تم پھر بھی شہید ہو گے۔ کوئی پرواہ نہیں کہ شہادت جس طریقہ سے ملتی ہے۔" جب صحابہ کرام تبوک پہنچے وہاں کچھ دن قیام کیا تو وہاں حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا وصال ہو گیا۔

حضرت بلال بن حارث بیان کرتے ہیں: "میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان کے پاس مشعل تھی۔ آپ قبر کے پاس کھڑے تھے۔ حضور اکرم ﷺ قبر انور میں اترے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔" جب آپ نے انہیں لحد میں لٹا دیا تو یہ دعا مانگی: "مولا! میں شام تک ان سے راضی تھا تو بھی ان سے راضی ہو جا۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمنا کرتے تھے "کاش! اس قبر انور کا مکین میں ہوتا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، ابونعیم نے محمد بن حمزہ سے وہ اپنے جدامجد حضرت عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خدمت پر مامور تھا۔ میں نے گھی کے مشکیزے کی طرف دیکھا اس میں تھوڑا سا گھی تھا۔ میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ مشکیزے کو دھوپ میں رکھ دیا۔ میں سو گیا۔ مشکیزے کی آواز سے میں بیدار ہوا۔ میں نے اس کا منہ اپنے ہاتھ سے پکڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے اسی طرح چھوڑ دیتے تو یہ وادی گھی سے بہہ پڑتی۔"

ایلہ کے بادشاہ، اہل حربا اور اذرح کے ساتھ صلح

جب آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دومۃ میں اکیدر کی طرف بھیجا تو ایلہ کا بادشاہ یحنہ بن رؤبۃ ڈر گیا کہ وہ کہیں کسی صحابی کو اس کی طرف نہ بھیج دیں۔ جس طرح اکیدر کی طرف حضرت خالد کو بھیجا ہے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ اس کے ہمراہ اہلِ حربا، اذرح اور مقنا بھی تھے۔ اس نے بارگاہِ رسالت مآب میں خچر پیش کی۔

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یحنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سفید خچر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے اسے چادر عطا کی۔ آپ نے سمندر کے بارے انہیں لکھ کر دیا۔

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب یحنہ بن رؤبہ آپ کی خدمت میں آیا تو میں نے اسے دیکھا۔ اس نے سونے کی صلیب لٹکا رکھی تھی۔ پیشانی پر بالوں کا گچھا تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو سر جھکا لیا۔ آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا کہ سر اوپر اٹھاؤ۔ آپ نے اس روز اس کے ساتھ صلح کی۔ اسے یمنی چادر عطا کی۔ ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے بعد میں اسے تین سو دینار کے عوض خرید لیا تھا۔ آپ نے اسے حضرت بلال کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ہر سال تین سو دینار جزیہ لاگو کیا۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یحنہ بن رؤبۃ، اہلِ ایلہ، ان کی کشتیوں کے لیے ان کے بحر و بر میں چلنے والوں کے لیے امان نامہ ہے۔ ان کی جان اور مال اور آبرو کی حفاظت کا ذمہ

داراللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ مکرم ﷺ ہے۔ یہ امان نامہ اہلِ شام اور اہلِ یمن کے لیے بھی ہے جو ان کے ہمراہ ہیں۔ یہ سمندروالوں کے لیے بھی ہے جس نے کوئی واقعہ رونما کیا تو اس کا مال اس کے نفس کو نہ بچا سکے گا۔ یہ اس کے لیے پاکیزہ ہے جو لوگوں میں سے اسے حاصل کرلے گا۔ جس چشمہ پر وہ اتریں یا بر و بحر میں جو رستہ وہ اختیار کریں انہیں روکا نہیں جائے گا۔''

یہ نوشتہ جہیم بن صلت اور شرجیل بن حسنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اذن سے لکھا۔

آپ نے ایک نوشتہ اہلِ اذرح کے لیے بھی لکھوایا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ امان نامہ یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ امان نامہ محمد النبی ﷺ کا ہے۔ جسے آپ نے اہلِ اذرح اور جربا کے لیے لکھوایا وہ اللہ تعالیٰ اور محمد عربی ﷺ کی امان کے ساتھ امن سے ہیں۔ انہوں نے ہر رجب میں عمدہ طریقے سے ایک سو دینار دینے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر کفیل ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ خلوص اور احسان کا اظہار کریں گے۔ جب کوئی مسلمان خوف اور تعزیر کی وجہ سے پناہ لے لے جبکہ انہیں مسلمانوں سے خوف ہو تو وہ امن سے ہوں گے۔ حتیٰ کہ آپ عازم سفر ہونے سے قبل ان کے لیے کسی واقعہ کا ظہور کردیں۔''

اہلِ جربا اور اذرح نے تبوک میں ہی آپ کی خدمت میں جزیہ پیش کیا آپ نے اسے لے لیا۔ آپ نے اہل مقنا کے ساتھ ان کے پھلوں کے چوتھائی حصہ اور ان کے سوت کے چوتھائی حصہ کے ساتھ ان سے صلح کرلی۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام مسلم نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ایلہ کا ساتھی ابن العلماء بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس خط تھا۔ اس نے سفید خچر بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ نے بھی اس کے لیے خط لکھا اور اسے یمنی چادر بطور ہدیہ دی۔

مشاورت

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے پیش قدمی کے بارے صحابہ کرام سے مشاورت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ ضرور تشریف لے چلیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے آگے جانے کا حکم ملتا تو میں تم سے مشاورت نہ کرتا۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اہلِ روم کے پاس بہت سے لشکر ہیں۔ ان میں اہلِ اسلام میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم ان کے قریب آگئے ہیں آپ کے قرب

نے ہی انہیں خوفزدہ کر دیا ہے۔ ہم اس سال واپس جاتے ہیں حتیٰ کہ کوئی رائے پیدا کر لیں رب تعالیٰ کوئی صورت حال پیدا فرما دے۔"

امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کیا ہے کہ ایک دن یہودی آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: "ابوالقاسم (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ شام تشریف لے چلیں۔ وہ حشر کی زمین اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے۔" آپ نے ان کی تصدیق کی۔ شام کا ارادہ کیا۔ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ تبوک تشریف لے گئے تو یہ آیات طیبات اتریں:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾

(الاسراء:۷۶،۷۷)

ترجمہ: "انہوں نے ارادہ کیا کہ پریشان اور مضطرب کر دیں آپ کو اور اس علاقہ سے نکال دیں آپ کو اگر انہوں نے یہ (حماقت) کی تو نہیں ٹھہریں گے مگر تھوڑا عرصہ۔ یہی دستور ہمارا ہے ان کے لیے جن کو ہم نے بھیجا آپ سے قبل رسول بنا کر آپ ہمارے دستور میں کوئی ردوبدل نہیں پائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ واپس آجانے کا حکم دیا۔ اس میں فرمایا: "اسی میں آپ کے حیات طیبہ کے مقدس ایام گزریں گے۔ اس شہر خوباں میں آپ کا وصال ہوگا۔ اسی میں سے آپ کو اٹھایا جائے گا۔" آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا اختیار ہے۔" آپ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا: "میں کیا دعا مانگوں؟" انہوں نے عرض کی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿٨٠﴾ (الاسراء:۸۰)

ترجمہ: "دعا مانگا کیجئے کہ میرے رب جہاں کہیں بھی تو لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے بھی مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔"

عکرمہ نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک میں فرمایا: "جب کسی جگہ طاعون پھیل جائے تو اگر تم وہاں ہوں تو وہاں سے نہ نکلو اگر کسی اور جگہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔" (امام احمد، الطبرانی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ شام میں پرانے وقتوں سے بہت سا طاعون پھیلتا تھا۔ یہ جگہ اس مرض کی وجہ سے معروف تھی۔

جب آپ شام کا قصد کیے ہوئے تبوک پہنچے تو شاید آپ کو یہ خبر ملی ہو کہ ان علاقوں میں طاعون پھیلی ہوئی ہے۔ جن کا قصد کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے آپ قتال کے بغیر واپس آ گئے۔" میں کہتا ہوں کہ شیرویہ کی طاعون حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں پھیلی تھی۔ اس وقت وہ مدائن میں تھا۔

تبوک سے مدینہ طیبہ کا سفر

امام مسلم، بن راہویہ، ابویعلی، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرۃ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو صحابہ کرام کو سخت قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اس حال پر واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں اذن مرحمت فرما دیں۔ ہم اپنی سواریاں ذبح کر لیں۔ ان کا گوشت کھائیں اور چربی بطور تیل استعمال کریں۔" جب وہ یہ اذن لے کر واپس آ رہے تھے تو رستہ میں انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے انہیں کہا کہ ابھی جانوروں کو ذبح کرنے سے رک جائیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے خیمہ میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا ہے کہ وہ سواری کے جانور ذبح کر لیں؟" آپ نے فرمایا: "انہوں نے میرے پاس سخت بھوک کی شکایت کی میں نے کہا کہ ایک گروہ ایک ایک دو دو اونٹ ذبح کر لیں اور بقیہ سواریوں پر باری باری سوار ہو جائیں۔ وہ اپنے اہل کے پاس لوٹ رہے ہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس طرح نہ کریں۔ اگر صحابہ کرام کے پاس زیادہ سواریاں ہوں گی تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ ہماری سواریاں کمزور ہو چکی ہیں۔ بلکہ ان کا بقیہ زادِ راہ منگوائیں اسے جمع کریں۔ رب تعالیٰ سے اس میں برکت کے لیے دعا مانگیں۔ رب تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔ جیسے آپ نے اس دن کیا تھا جب ہم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے۔ رب تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" آپ نے دسترخوان منگوایا اسے پھیلا دیا گیا بلکہ کئی دسترخوان بچھا دیے گئے۔ آپ کے منادی نے علان کیا کہ جو کچھ بھی زادِ راہ کسی کے پاس ہو وہ اسے لے آئے۔ کوئی مٹھی بھر مکئی لانے لگا کوئی مٹھی بھر کھجوریں لانے لگا۔ کسی نے روٹی کے ٹکڑے پیش کر دیے کوئی آٹا لا رہا تھا۔ ہر ہر صنف کو علیحدہ علیحدہ رکھ دیا گیا۔ یہ سب ملا کر تین افرق یا ستائیس صاع بنے تھے۔ آپ اٹھے۔ وضو فرمایا۔ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر رب تعالیٰ سے برکت کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: "اے لوگو! لے جاؤ مگر لوٹ کھسوٹ سے بچو۔" لوگوں نے اپنی بوریاں اور تھیلے بھر لیے حتیٰ کہ ایک شخص اپنی قمیص کا دامن پھیلا کر اسے بھرنے لگا۔ لشکر میں سارے برتن

بھر دیے گئے۔ سب نے جی بھر کر کھانا کھایا پھر بھی بچ گیا۔ ایک صحابی فرماتے ہیں: ''میں نے اس روز روٹی کا ایک ٹکڑا اور مٹھی بھر کھجوریں پھینکی تھیں۔ میں نے دستر خوان بھرے ہوئے دیکھے میں دو توشہ دان لے کر آ گیا۔ ایک کو جو سے اور دوسرے کو روٹی سے بھر لیا۔ میں نے اپنی چادر میں اتنا آٹا لیا جو مجھے مدینہ طیبہ تک کافی ہو گیا۔ سب نے اتنا لیا کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول (محترم ﷺ) ہوں۔ جو شخص بھی اس کلمہ طیبہ کے ساتھ آئے گا اس کو اس میں شک نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ اسے آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دے گا۔''

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بیس روز تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔ ابن عمر اور ابن حزم کا یہی قول ہے۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے دس سے زائد راتیں وہاں قیام کیا تھا۔

معجزات

ابن عمر اور ابونعیم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اسی اثناء میں کہ ہم رات کے وقت آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ اپنی سواری پر تھے کہ آپ کو اونگھ آ گئی۔ آپ ایک طرف جھک گئے۔ میں آگے بڑھا اور آپ کو سیدھا کر دیا۔ آپ نے پوچھا: ''کون ہو؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوقتادہ ہوں۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ گر نہ جائیں میں نے آپ کو سیدھا کر دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی حفاظت کی ہے۔'' کچھ دیر بعد پھر اسی طرح ہوا۔ میں نے آپ کو سیدھا کیا تو آپ جاگ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا آرام نہ کرلیں؟'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جیسے آپ کی مرضی۔'' آپ نے فرمایا: ''دیکھو تمہارے پیچھے کون ہے؟'' میں نے دیکھا تو مجھے دو یا تین افراد نظر آئے۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں بلاؤ۔'' میں نے انہیں کہا: ''حضور والا ﷺ تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔'' وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ ہم تعداد میں پانچ تھے۔ ہم نے وہیں رات بسر کی۔ میرے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا اور ایک پیالہ تھا جس میں میں پانی پیتا تھا۔ ہم سو گئے۔ سورج کی تپش نے ہمیں جگایا۔ ہم نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ہماری نمازِ صبح رہ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''ہم شیطان کو اسی طرح غصے میں کریں گے جیسے اس نے ہمیں غصے میں کیا۔'' ہم نے مشکیزے کے پانی سے وضو کیا کچھ پانی بچ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابوقتادہ! جو کچھ اس مشکیزے اور برتن میں ہے اسے حفاظت سے رکھنا۔ عنقریب ان سے عظیم معجزہ نمائی ہوگی۔ آپ نے طلوعِ آفتاب کے بعد ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔ آپ نے سورۃ المائدۃ تلاوت فرمائی۔ جب آپ نماز سے لوٹے تو فرمایا: ''اگر لوگ حضرت ابوبکر اور عمر فاروق کی اطاعت کر لیتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان

دونوں حضرات نے لشکر کو چشمہ پر اتارنے کی کوشش کی۔ مگر لوگوں نے انکار کر دیا۔ وہ چشمہ کے بغیر چٹیل میدان میں اترے۔ آپ سوار ہوئے اور لشکر سے جا ملے۔ زوال کا وقت تھا ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں پیاس کی وجہ سے قریب تھیں کہ کٹ جاتیں۔ آپ نے وہی مشکیزہ منگوایا۔ اس میں سے پانی اس پیالے میں انڈیلا اس میں اپنی مبارک انگلیاں رکھیں پانی انگلیوں کے مابین سے نکلنے لگا۔ لوگ آئے سیراب ہوئے۔ پانی پھر بھی باقی تھا۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں و سواریوں کو سیراب کیا۔ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، تیس ہزار مجاہدین اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ آپ کے اس قول سے یہ مراد تھی: "اس مشکیزے اور برتن کی حفاظت کرنا۔"

ابن اسحاق، ابن عمر نے لکھا ہے: "آپ واپس آرہے تھے۔ جب آپ وادی الناقہ پہنچے اسے وادی المشقق بھی کہا جاتا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس سے اس قدر پانی نکل رہا تھا جو دو یا تین سواروں کو سیراب کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جو اس چشمہ تک پہنچے تو وہ اس سے کچھ نہ پیے حتیٰ کہ ہم آجائیں۔ چار منافق معتب بن قشیر، حارث بن زید، ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت آگے آگئے۔ جب آپ اس چشمہ تک پہنچے وہاں کھڑے ہوئے تو وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپ نے پوچھا: "اس چشمہ تک پہلے کون پہنچا ہے؟" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں اور فلاں" آپ نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ آپ نے ان منافقین پر لعنت فرمائی ان کے لیے بددعا کی۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ چشمہ کے نیچے ہاتھ رکھا۔ اپنی انگلیوں سے اسے مس کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی مبارک ہتھیلی میں کچھ پانی جمع ہو گیا۔ آپ نے اس پر وہ پانی چھڑکا۔ دستِ اقدس سے اسے مس کیا۔ پھر جو رب تعالیٰ نے چاہا دعا مانگی اس سے پانی پھوٹ نکلا۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں: "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ پانی پھوٹنے کی آوازیں تھی گویا کہ بجلیوں کی آواز ہو۔ لوگوں نے جی بھر کر پیا جی بھر کر مشکیزے بھرے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے کوئی زندہ رہا تو تم سنو گے یہ وادی دیگر وادیوں سے زیادہ سرسبز و شاداب ہو گئی ہے۔ حضرت سلمہ بن سلامہ کہتے ہیں۔ "میں نے ودیعہ بن ثابت سے کہا تیرے لیے ہلاکت! کیا اس کے بعد بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے؟ کیا اب بھی چین نہیں آیا۔" اس نے کہا "اس سے پہلے بھی اس طرح ہوتا رہا ہے۔" پھر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

محمد بن عمر اور ابو نعیم نے لکھا ہے کہ اسی اثناء میں کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف جا رہے تھے کہ لشکر کو سخت پیاس لگی۔ یہ پہلی دو باروں سے بعد کی بات ہے۔ حتیٰ کہ کسی کے پاس نہ تھوڑا پانی رہا نہ زیادہ۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے گرم دن میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ چہرہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "شاید تم ہمارے لیے پانی پالو۔" حضرت اسید تبوک اور حجر کے مابین ہر طرف گئے انہوں نے بَلِی کی ایک عورت کے پاس پانی کا مشکیزہ پالیا۔

انہوں نے اس عورت سے بات کی۔حضور اکرم ﷺ کی بات بتائی۔اس عورت نے کہا:"یہ پانی ہے اسے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دو۔"اس عورت نے بتایا کہ پانی رستے سے ذراہٹ کر ہے۔جب حضرت اسید پانی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔تو آپ نے اس میں برکت کی دعا کی۔پھر فرمایا:"اپنے مشکیزے لے آؤ"سارے مشکیزے بھر دیے گئے۔پھر اونٹوں اور گھوڑوں کو لایا گیا سب نے سیر ہو کر پیا۔"

دوسری روایت میں ہے:"جو پانی حضرت اسید لے کر آئے تھے اسے ایک بڑے پیالے میں ڈال دیا گیا۔آپ نے اس میں اپنا دستِ اقدس داخل کیا۔اپنا چہرۂ انور،ہاتھ اور پاؤں اس میں دھوئے۔دو رکعتیں نماز پڑھی پھر دعا مانگی۔تو اس پیالے سے پانی جوش مارنے لگا۔آپ نے فرمایا:"آجاؤ۔"پانی وسیع ہو گیا۔صحابہ کرام خوش ہو گئے۔وہ ایک ایک دو دو سو کی ٹولیاں بنا کر آنے لگے۔اور سیر ہو کر پانی پینے لگے۔پیالہ پانی سے اسی طرح ابل رہا تھا۔پھر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جسے شیخ نے صحیح اور الحافظ نے حسن لکھا ہے۔بعض نے اس کو ضعیف لکھا ہے کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔سواریوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔آپ نے دیکھا صحابہ کرام اپنی سواریوں کو مار رہے تھے۔آپ ایک تنگ جگہ پر کھڑے ہو گئے۔صحابہ کرام وہاں سے گزر رہے تھے۔آپ نے وہاں پھونک ماری اور یہ دعا مانگی:"مولا!اپنے رستے میں ان پر سوار کرا۔بحر و بر میں تو ہی قوی،ضعیف،خشک اور تر پر سوار کرتا ہے۔"وہ سواریاں طاقتور ہو کر چلنے لگیں۔جب ہم مدینہ طیبہ داخل ہوئے تو ہم انہیں نکیلوں سے روک رہے تھے۔

منافقین کی شرارت

امام احمد نے ابوالطفیل سے،امام بیہقی نے حضرت حذیفہ سے،ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم سے ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ضحاک سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ رستے میں تھے تو منافقین نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کی کوشش کی۔انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ وہ رستہ میں آپ کو گھاٹی سے نیچے گرا دیں گے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کو دھوکے سے قتل کر دیں گے۔وہ موقعہ تلاش کرنے لگے۔جب آپ نے گھاٹی پر چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں انہوں نے کہا:"جب آپ گھاٹی پر چلیں گے تو ہم آپ کو گھاٹی سے نیچے گرا دیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ کو اس مکر کے بارے آگاہ کر دیا جب آپ اس گھاٹی میں پہنچے تو آپ کے منادی نے اعلان کیا:"حضور اکرم ﷺ گھاٹی پر چلنے لگے ہیں گھاٹی پر اور کوئی نہ چلے۔وادی کے دامن میں چلو اسی میں تمہارے لیے

لگے سوائے اس گروہ کے جس نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ جب انہوں نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے تیاری کر لی اور نقاب اوڑھ لیے۔ آپ گھاٹی پر چلنے لگے۔ آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی کی نکیل تھام لیں۔ اسے آگے لے کر چلیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اونٹنی کو پیچھے سے ہانکیں۔ اسی اثناء میں کہ آپ گھاٹی میں چل رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کی آہٹ سنی۔ وہ آپ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے آپ کی اونٹنی کو ڈرایا۔ حتیٰ کہ بعض سامان بھی گر گیا۔ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی آپ کے ساتھ گھاٹی میں مل گئے تھے۔ یہ ایک تاریک رات تھی۔ حضرت حمزہ نے فرمایا: "میرے لیے میری پانچوں انگلیاں منور ہو گئیں۔ حتیٰ کہ میں نے کوڑا اور رسی وغیرہ سب کچھ اٹھا لیا۔ آپ سخت غصے میں ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ منافقین کو واپس لوٹاؤ۔ حضرت حذیفہ ان کی طرف گئے۔ انہوں نے آپ کا غصہ ملاحظہ کر لیا تھا۔ ان کے پاس ڈنڈا تھا۔ وہ ان کی سواریوں کو مارنے لگے۔ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ایک طرف ہٹو۔ ایک طرف ہٹو۔" منافقین کو خبر ہو گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکر سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ وہ جلدی سے گھاٹی سے نیچے اتر آئے۔ حتیٰ کہ لوگوں میں مل گئے۔ حضرت حذیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "حذیفہ! تم سواری کو پیچھے سے مارو۔ اے عمار! تم نے آگے سے چلاؤ۔" انہوں نے جلدی کی اور پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ آپ لوگوں کو دیکھتے ہوئے گھاٹی سے باہر نکل آئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا: "کیا تم اس ٹولے میں کسی کو جانتے ہو جنہیں واپس لوٹایا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ ان لوگوں نے نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ میں رات کی تاریکی کی وجہ سے انہیں نہ دیکھ سکا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں علم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "انہوں نے مکر کیا تھا تاکہ وہ میرے ساتھ چلیں جب میں گھاٹی تک پہنچوں تو وہ مجھ پر بھیڑ بنا کر مجھے نیچے گرا دیں۔ رب تعالیٰ نے مجھے ان کے ناموں اور ان کے آباء کے ناموں سے آگاہ کر دیا ہے۔ میں تمہیں عنقریب بتا دوں گا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہ جب لوگ آ جائیں تو آپ انہیں حکم فرمائیں کہ ان منافقین کی گردنیں اڑا دی جائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔" آپ نے دو صحابہ کرام کے لیے ان منافقین کے نام بیان فرما دیے اور فرمایا: "انہیں مخفی رکھنا۔ صبح انہیں میرے لیے جمع کرنا۔" وقت صبح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ رات کو وادی کے دامن میں کیوں نہ چلے۔ گھاٹی میں چلنے سے یہاں چلنا آسان تھا۔" آپ نے فرمایا: "اے ابویحییٰ! کیا تمہیں علم ہے کہ ان منافقین نے میرے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: "ہم گھاٹی میں آپ کے پیچھے چلیں گے۔" جب رات تاریک ہوئی تو انہوں

نے میری سواری کی رسیاں کاٹ دیں اور مجھے سواری سے گرانے کی کوشش کی۔" حضرت اسید نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگ جمع ہو چکے ہیں وہ نیچے آگئے ہیں آپ قبیلہ کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو قتل کردے جس نے یہ ارادہ کیا ہے۔ ہر شخص کو اس کا قبیلہ ہی قتل کرے گا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو مجھے ان کے نام بتادیں۔ میں ان کے سر آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔" آپ نے فرمایا: "اسید! مجھے ناپسند ہے کہ لوگ کہیں کہ محمد عربی ﷺ نے ایک قوم کے ساتھ مل کر قتال کیا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں غالب کردیا تو وہ انہیں ہی قتل کرنے لگے۔" دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: "مجھے ناپسند ہے کہ لوگ کہیں کہ جب محمد عربی ﷺ اور مشرکین کے مابین جنگ ختم ہوگئی۔ تو وہ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا وہ اعلانیہ یہ گواہی نہیں دیتے۔ "لا الٰہ الا اللہ" حضرت اسید: "ہاں! لیکن ان کی کوئی گواہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا وہ یہ نہیں کہتے: "میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔" حضرت اسید: "ہاں! لیکن ان کی کوئی گواہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ان کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے لیے عبداللہ (ابن سعد نے اسے ابن ابی سرح لکھا ہے۔ حالانکہ یہ عبداللہ بن ابی سعد بن ابی سرح ہے۔ اس کے اسلام کا مجھے علم نہیں) ابو حاضر الاعرابی، عامر، ابوعمر، جلاس بن سوید (اس نے کہا تھا ہم واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ محمد عربی ﷺ کو گھاٹی سے گرا دیں۔ اگر محمد عربی ﷺ ہم سے بہتر ہیں تو پھر ہم بکریاں اور آپ راعی ہیں۔ ہم نادان اور آپ دانا ہیں) مجمع بن جاریہ، فلیح التیمی (اسی نے خانہ کعبہ کی خوشبو چرائی تھی۔ اسلام سے مرتد ہوگیا تھا۔ پھر نجانے کہاں چلا گیا۔) حصین بن نمیر (اسی نے صدقہ کی کھجوریں چرائیں تھیں۔ آپ نے اس سے پوچھا "کس چیز نے تجھے اس فعل پر ابھارا۔" اس نے کہا: "مجھے اس چیز نے اس فعل پر ابھارا کہ رب تعالیٰ آپ کو میرے اس فعل سے آگاہ نہیں کرے گا۔ اس نے آپ کو میرے فعل سے آگاہ کردیا ہے۔ میں آج گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں اس سے قبل آپ پر ایمان نہیں لایا تھا آپ نے اسے معاف کردیا)

طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ (اسی نے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: "اس رات حاضر ہو جاؤ۔ ساری زندگی کے لیے نجات پا جاؤ گے۔ بخدا! اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ تم اس شخص کو قتل کردو۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے لیے ہلاکت! اللہ تعالیٰ کے دشمن! اگر میں شہید ہو جاتا تو تجھے کیا ملتا؟" اس دشمن خدا نے کہا: "یانبی اللہ! بخدا! آپ بھلائی پر رہیں گے جب اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرماتا رہے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا) مرہ بن ربیع (اسی نے ہی عبداللہ بن ابی کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا اور کہا تھا "سوار ہو جا۔ ان کے بعد نعمتیں ہمارے لیے ہوں گی۔ ہم ایک شخص کو شہید کردیتے ہیں۔ اس کے بعد عام لوگ مطمئن ہو جائیں گے۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے

لیے ہلاکت! تو نے یہ بات کیوں کی تھی؟" اس نے کہا: "اگر میں نے یہ بات کی ہے تو آپ کو اس کا علم ہے۔ بخدا! میں نے کچھ نہیں کہا) کو بلائیں۔ آپ نے انہیں جمع کیا۔ یہ بارہ افراد تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوشش کی۔ آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے انہیں ان کے ارادے، گفتگو اور ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرما دیا تھا۔

ارشاد فرمایا:

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ (التوبۃ: ۷۴)

یہ بارہ افراد حالتِ نفاق پر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مر گئے۔

امام بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔ آپ نے عرض کی: "مولا! انہیں دبیلہ سے ہلاک کر دے۔" ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ الدبیلہ کیا ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ آگ کا انگارہ ہوتا ہے۔ جو کسی شخص کے دل کی رگ پر گرتا ہے اور اسے ہلاک کر دیتا ہے۔"

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔ ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہو جائے گا۔ یہ آگ کا انگارہ ہے جو ان کے کندھوں کے مابین ظاہر ہوگا۔ حتیٰ کہ ان کے سینوں سے نمودار ہو جائے گا۔"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا: "منافقین کی تعداد چودہ یا پندرہ تھی۔"

معذوروں کی بشارت

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرات انس اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: "مدینہ طیبہ میں ایسے افراد بھی ہیں کہ انہوں نے کوئی مسافت طے نہیں کی۔ نہ وادی طے کی ہے مگر وہ تمہارے ساتھ تھے۔" صحابہ کرام عرض پیرا ہوئے: "وہ مدینہ طیبہ میں ہیں۔ انہیں کسی عذر نے روک رکھا ہے۔"

یہ طابہ ہے

امام احمد، شیخان، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ نے حضرات ابوحمید ساعدی، انس، جابر اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم آپ کے ہمراہ تبوک سے واپس آئے۔ جب مدینہ طیبہ نظر آیا۔ تو آپ نے فرمایا: "یہ طابہ ہے۔ میرے

رب نے مجھے یہاں سکونت اختیار کرائی ہے۔ یہ اپنے مکینوں کی میل کچیل اس طرح نکال دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل نکال دیتی ہے۔" جب آپ نے کوہِ احد کو ملاحظہ فرمایا۔ تو فرمایا: "یہ احد کا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں کیا میں تمہیں انصار کے بہترین گھروں کے بارے نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ضرور!" آپ نے فرمایا: "انصار کے گھروں میں سے بنو نجار بہترین ہیں پھر بنو عبدالاشہل پھر بنو ساعدہ بہترین ہیں۔" حضرت ابو اسید نے کہا: "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آپ نے انصار کے گھرانوں کو بہترین فرمایا تو ہمیں سب سے آخر میں رکھا۔" حضرت سعد نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمیں سب سے آخر میں رکھا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بہترین میں سے ہو۔"

عفت مآب خواتین اور بچوں کا استقبال

امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے خوب یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نکلا تھا۔ جب آپ تبوک سے واپس آئے تو ہم نے ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا تھا۔"

امام بیہقی نے ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو خواتین، بچوں اور پردہ نشین خواتین نے یہ اشعار پڑھ کر آپ کا استقبال کیا تھا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ترجمہ: "الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ماہِ تمام طلوع ہوا۔ ہم پر اس ذاتِ والا کا اس وقت تک شکر ادا کرنا لازم ہے۔ جب تک کوئی بلانے والا رب تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے۔"

امام الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرت خریم بن اوس بن لام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کی طرف ہجرت کی۔ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے عرض کی: "میں نے کچھ اشعار لکھے ہیں۔ انہیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "سناؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا منہ سلامت رکھے۔"

انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

مِن قَبلِها طبتَ فی الظِّلال و فی مستودع حیث یُخصف الورقُ

ترجمہ: "اس سے قبل آپ جنت کے سایوں میں تشریف فرما تھے۔ آپ حضرت آدم کی صلب مبارک میں تھے

جبکہ جسم پر پتے چمٹائے جارہے تھے۔"

ثم هبطتَ البلادَ لا بشرٌ　　انتَ ولا نُطفة ولا عَلَقٌ

ترجمہ: "پھر آپ شہروں میں تشریف لائے۔آپ نہ بشر تھے نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ ہی خون کا لوتھڑا تھے۔"

بل نُطفة تركبُ السفينَ و قد　　الجم نَسْراً و اهلهٗ الغرق

ترجمہ: "بلکہ پانی کا قطرہ تھے آپ کشتی نوح پر سوار تھے۔جب نسر برباد ہوا اور اس کے پجاری غرق ہوئے۔"

تنقل من صالب الى رَحِم　　اذا مضَى عالمٌ مضى طَبقٌ

ترجمہ: "آپ پاکیزہ پشت سے پاکیزہ رحم کی طرف منتقل ہو رہے۔حتیٰ کہ جب ایک دور گزر جاتا تو دوسرا درجہ ظاہر ہو جاتا۔"

ورَدتَ نار الخَليل مُكتتمًا　　فى صُلْبهِ انتَ كيف يحتَرِقُ

ترجمہ: "آپ پوشیدہ طور پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے جلائی ہوئی آگ میں جلوہ افروز ہو گئے۔آپ ان کی پشت میں جلوہ نما تھے۔وہ کیسے جل سکتے تھے۔"

حتى احتوى بيتَك المهيمنُ مِن　　خندقٍ عَلياءَ تحتها النطق

ترجمہ: "حتیٰ کہ اس محافظ نے خندق علیا سے آپ کی حفاظت فرمائی۔جس کے نیچے بہت سے قبائل تھے۔"

و انت لما ولدتَّ اشرقتِ　　الارضُ و ضاءتْ بنُورك الأُفق

ترجمہ: "جب آپ اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تو زمین جگمگا اٹھی آپ کے نورِ مبارک سے افق روشن ہو گئے۔"

فنحن فى ذلك الضياءِ و فى　　النورِ و سُبُلِ الرشادِ نخترق

ترجمہ: "ہم اس نور اور اجالے میں ہدایت کے رستے طے کر رہے ہیں۔"

جبکہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔تو پہلے مسجد نبوی میں دو رکعتیں نماز پڑھی۔پھر لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔جیسے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے اس سفر میں اجر اور نیکی عطا کی۔" آپ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ تشریف لائے۔منافقین جو پیچھے رہ گئے تھے۔وہ آپ کے بارے غلط افواہیں پھیلا رہے تھے۔وہ کہہ رہے تھے۔"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام اس سفر میں شہید ہو چکے ہیں۔" جب انہیں اپنی بات کا کذب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی عافیت کی خبر ملی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ (التوبۃ:۵۰)

ترجمہ: "اگر پہنچے آپ کو خوشی تو برے لگے ان کو۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ مسلمان اسلحہ بیچنے لگے۔ انہوں نے کہا: 'اب جہاد ختم ہوگیا ہے۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے انہیں منع فرمادیا۔ آپ نے فرمایا: 'میری امت کا ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا حتیٰ کہ دجال کا ظہور ہوجائے گا۔"

مسجد ضرار کا انہدام

ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی نے حضرت ابورھم کلثوم بن حصین الغفاری، حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ بنوعمرو بن عوف نے ایک مسجد تعمیر کی۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں پیغام بھیجا کہ آپ وہاں تشریف لائیں اور نماز ادا کریں۔ جب بنوغنم بن عوف نے یہ دیکھا تو کہا "ہم بھی اسی طرح مسجد تعمیر کرتے ہیں جیسے بنوعمرو نے مسجد تعمیر کی ہے۔ ابوعامر فاسق نے شام کی طرف نکلنے سے قبل انہیں کہا تھا: "تم اپنی مسجد بنالو۔ حسب استطاعت قوت اور اسلحہ جمع کرو۔ میں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جاتا ہوں۔ میں روم سے لشکر لے کر آتا ہوں۔ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو نکال دوں گا۔" وہ ابوعامر فاسق کے آنے کے منتظر تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکلا تھا۔ جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس میں نماز پڑھیں تاکہ ان کا جو فساد، کفر اور سرکشی کا ارادہ تھا۔ اسے فروغ نصیب ہوسکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے بچالیا۔ ان کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی۔ جب آپ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے مرض، ضرورت اور بارش والی رات کے لیے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور ہمارے اس میں نماز ادا کریں۔" آپ نے فرمایا: "میں اس وقت مصروف ہوں۔ میں سفر کی تیاری کر رہا ہوں۔ جب ہم سفر سے واپس آئیں گے تو نماز پڑھیں گے ان شاء اللہ" جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے آپ ذی اوان خیمہ زن ہوئے تو یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّكُفۡرًا وَّتَفۡرِيۡقًا بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَيَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (التوبۃ:۱۰۷)

ترجمہ: "جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کے لیے اور مومنوں میں تفریق ڈالنے کے

لیے اور کمین گاہ بنایا اس کے لیے جو لڑتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اب وہ ضرور قسمیں کھائیں گے نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ گواہی دیتا ہے وہ جھوٹے ہیں۔"

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی اساس تقویٰ پر ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ہشام نے حضرت عروہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد قباء کی جگہ ایک عورت کی ملکیت میں تھی۔ اسے لیہ کہا جاتا تھا۔ اس میں اس کا گدھا باندھا جاتا تھا۔ حضرت سعد بن خیثمہ نے وہاں مسجد تعمیر کی تو مسجد ضرار والوں نے کہا "کیا ہم لیہ کے گدھے باندھنے کی جگہ پر مسجد بنائیں۔ بخدا! اس طرح نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہم اپنی مسجد بنائیں گے۔ اس میں نماز پڑھیں گے۔ ابو عامر نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے برأت کا اظہار کیا۔ بعد میں شام چلا گیا۔ نصرانی ہو کر مرگیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن نجار نے لکھا ہے: "اس مسجد کو منافقین نے مسجد قباء کی نقل اتارتے ہوئے بنایا وہ اس میں جمع ہوتے تھے آپ پر عیب لگاتے تھے آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔"

ابن عطیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ اس مسجد سے مراد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان "افمن اسس بنیانہٗ علی تقوی من اللہ" سے مراد مسجد قبا ہے۔ اور جس کی بنیاد گرنے والے گڑھے کے کنارے پر ہے وہ بالاجماع مسجد ضرار ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بارہ منافقین نے یہ مسجد بنائی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ خذام بن خالد، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن الازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر۔ اس کے دونوں بیٹے مجمع بن جاریہ اور زید بن جاریہ نفیل بن حرث، بخرج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔ آپ نے حضرات مالک بن دخشم، معن بن عدی، عاصم بن عدی، عامر بن سکن اور وحشی کو یاد فرمایا۔ ایک روایت میں حضرت سوید بن عباس انصاری کا بھی تذکرہ ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس مسجد کے پاس جاؤ جس کے باشندے ظالم ہیں اسے گرادو اور جلادو۔" وہ جلدی سے نکلے وہ بنوسالم بن عوف تک پہنچے۔ حضرت مالک نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا: "میرا انتظار کرو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے۔ کھجور کی شاخ لی اس کو آگ لگائی پھر یہ دوڑتے ہوئے گئے۔ مغرب اور عشاء کے مابین مسجد ضرار پہنچے۔ اس میں اس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے آگ لگا دی۔ اس گرادیا اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس کے ساتھی بکھر گئے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عاصم بن عدی کو فرمایا کہ وہ وہاں اپنا گھر بنالیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

میں اس مسجد کو گھر نہیں بناؤں گا جس کے بارے رب تعالیٰ نے نازل کیا جو نازل کیا۔ آپ یہ جگہ حضرت ثابت بن اقرم کو عطا کر دیں۔ ان کے پاس گھر نہیں ہے۔" آپ نے وہ جگہ حضرت ثابت بن اقرم کو دے دی۔ اس جگہ نہ کبھی کوئی بچہ پیدا ہوا نہ اس میں کبوتر نے آواز نکالی ہے نہ کبھی مرغی نے انڈے دیئے ہیں۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوشیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ انہوں نے مسجد ضرار میں ایک گڑھا کھودا جس سے ہمیشہ دھواں نکلتا رہتا تھا۔

پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ آپ کی ملاقات

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب حضور سپہ سالار اعظم ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو عام افراد نے آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا:" ان میں سے کسی شخص کے ساتھ نہ گفتگو کرنا اور نہ ہی ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا۔ حتیٰ کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔" آپ نے اور اہل ایمان نے ان سے اعراض کیا۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنے باپ اور بھائی سے اعراض کیا۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے منہ موڑ لیا۔ وہ کچھ مدت اسی طرح رہے حتیٰ کہ پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں تھکاوٹ اور بیماری کا عذر پیش کیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ آپ نے ان پر رحم کیا انہیں بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی داستان

ابن اسحاق، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، امام احمد، شیخان نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں سوائے غزوۂ تبوک کے کسی اور غزوہ میں آپ سے پیچھے نہ رہا تھا۔ اگرچہ میں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت نہ کر سکا تھا لیکن اس میں شرکت نہ کرنے والوں پر رب تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا۔ آپ کارواں کا ارادہ کیے ہوئے نکلے تھے۔ رب تعالیٰ نے کسی وعدہ کے بغیر ہی آپ کو اور آپ کے دشمنوں کو جمع کر دیا۔ میں عقبہ کی رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ہم نے آپ کے ساتھ عہد و پیمان کیے تھے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے مقابلہ میں میرے لیے غزوۂ بدر کی شرکت ہو۔ اگرچہ غزوۂ بدر کا لوگوں میں زیادہ تذکرہ ہوتا تھا۔ میری داستان یہ ہے کہ میں نہ تو کبھی اتنا قوی تھا اور نہ ہی اتنا زیادہ خوش حال تھا۔ جتنا میں غزوۂ تبوک کے وقت تھا۔ اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں۔ اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں۔ آپ کسی بھی غزوہ کے بارے واضح اعلان نہ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ "جنگ ایک چال ہی ہے۔" اس غزوہ کے وقت شدید گرمی تھی۔ مسافت دور تھی۔ رستہ میں ریگستان تھا۔ دشمن کی کثیر تعداد تھی۔

آپ نے مسلمانوں کے لیے اپنا ارادہ واضح فرمادیا۔تاکہ وہ اس غزوہ کے لیے پوری طرح تیاری کرلیں۔آپ نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔آپ کے ہمراہ مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔امام مسلم نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی۔

امام حاکم نے الاکلیل میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "اس غزوہ میں مجاہدین کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔حضرت کعب نے فرمایا: "جو شخص بھی اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تھا کہ اس کا گمان تھا یہ اس کا امر مخفی رکھا جائے گا۔اس کے بارے رب تعالیٰ کی وحی کا نزول نہیں ہوگا۔اس غزوہ کے لیے آپ اس وقت روانہ ہوئے۔ جب پھل پک چکے تھے۔شدید گرمی تھی۔پھل چننے کا وقت تھا۔لوگ اپنے اپنے باغات میں پھل توڑ رہے تھے۔آپ نے سفر کی تیاری کی۔صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ سفر کی تیاری کی۔آپ جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔آپ اکثر جمعرات کے روز ہی سفر پر روانہ ہوتے تھے۔میں بھی آپ کے ساتھ روانہ ہونا چاہتا تھا۔میں تیاری کرنے کے لیے صبح نکلا۔لیکن میں واپس آ گیا۔میں نے تیاری نہ کی۔میں نے دل میں کہا۔میں سفر پر قادر ہوں۔میں پھلوں اور سایوں میں مصروف ہوگیا۔میری یہی حالت رہی۔صحابہ کرام نے خوب تیاری کی۔آپ مسلمانوں کے ہمراہ جمعرات کے روز روانہ ہوگئے۔مگر میری تیاری مکمل نہ ہو سکی۔میں نے کہا: "میں روانگی کے ایک دو روز بعد تیار ہو کر صحابہ کرام کے ساتھ جا ملوں گا۔" میں ان کے چلے جانے کے بعد تیاری کرنے کے لیے گیا۔میں واپس آ گیا۔میں نے تیاری نہ کی۔حتیٰ کہ صحابہ سفر کر کے دور چلے گئے۔میں نے ارادہ کیا میں سفر کر کے انہیں جالیتا ہوں۔کاش میں ایسا کر گزرتا۔لیکن مجھ سے یوں نہ ہوسکا۔میں آپ کی روانگی کے بعد اپنے آپ کو دیکھتا تو غمزدہ ہو جاتا۔مجھے صرف وہ افراد نظر آتے جو منافق تھے۔یا جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور کیا تھا۔امام عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ اسی اور کچھ افراد باقی رہے تھے۔

حضرت کعب نے فرمایا: "آپ نے مجھے یاد نہ کیا۔حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔آپ نے فرمایا: جبکہ آپ صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔"کعب بن مالک نے کیا کیا؟" بنو سلم کے ایک شخص (عبداللہ بن انیس سلمی) نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے دو چادروں اور دونوں کندھوں کی طرف دیکھنے نے روک رکھا ہے۔" حضرت معاذ بن جبل نے اس شخص سے فرمایا: "تم نے کتنی بری بات کی ہے؟" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! حضرت کعب کے بارے صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔" آپ خاموش ہوگئے۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "جب مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے ہیں تو مجھے غم واندوہ نے آلیا۔میں آپ کے لیے عذر تلاش کرنے لگا۔میں ایسے فقرات تلاش کرنے لگا۔جنہیں معذرت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔میں نے اس ضمن میں ہر صاحب رائے سے مشورہ کیا۔جب مجھے بتایا گیا کہ آپ قریب آچکے ہیں تو سارا باطل مجھ سے

دور ہٹ گیا۔ میں جان گیا کہ میں اس سے کسی بھی ایسی چیز سے نجات نہیں پا سکتا۔ جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو۔ میں نے آپ سے سچ بولنے پر اتفاق کر لیا۔ میں نے جان لیا کہ اب صرف سچ ہی نجات دے سکتا ہے۔ صبح کے وقت آپ تشریف لے آئے۔ آپ سفر سے وقت چاشت ہی تشریف لاتے تھے۔ آپ مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ پھر حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ پھر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ آپ واپس تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ گئے۔ پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور وہ آپ کے لیے قسمیں اٹھانے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے کچھ زائد تھی۔ آپ نے ان سے ان کے ظاہر کو قبول کر لیا۔ انہیں بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ ان کے باطن کو رب تعالیٰ کے سپرد کیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یوں تبسم فرمایا۔ جیسے ناراض شخص تبسم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''آؤ'' میں چلتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

ابن عائذ نے لکھا ہے: ''آپ نے ان سے اعراض فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھ سے اعراض کیوں فرما رہے ہیں؟ بخدا! میں نے نہ منافقت کی ہے۔ نہ ہی مجھے شک ہوا ہے نہ ہی میں بدلا ہوں۔'' حضرت کعب نے فرمایا: ''آپ نے مجھے فرمایا: ''تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تم نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیاوی شخص کے پاس بیٹھا ہوتا تو کوئی بہانہ کر کے اس کی ناراضگی سے نکل جاتا۔ کیونکہ مجھے بات کرنے کا ملکہ عطا کیا گیا ہے۔ لیکن بخدا! میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ سے جھوٹ بول دیا تو شاید آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں لیکن رب تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اگر میں نے آپ سے آج سچ بول دیا تو آپ ناراض ہو بھی گئے تو مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔ بخدا! میرا کوئی عذر نہیں ہے۔ بخدا! میں نہ تو کبھی اتنا قوی اور نہ کبھی اتنا خوش حال تھا۔ جب میں آپ سے پیچھے رہا۔''

آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ بولا ہے۔ اٹھو حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہارے بارے وہ فیصلہ فرما دے جو چاہے۔ میں اٹھا۔ میرے پیچھے پیچھے بنوسلمہ کے افراد بھی تھے انہوں نے مجھے کہا: ''ہم نہیں جانتے کہ اس سے قبل کوئی تمہارا گناہ ہو۔ کیا تم اس طرح معذرت کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ جیسے کہ دیگر پیچھے رہ جانے والوں نے آپ سے معذرت کی ہے۔ تمہارے گناہ کے لیے آپ کا استغفار ہی کافی ہوتا۔ بخدا! وہ لگاتار مجھے ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں واپس چلا جاتا ہوں اور اپنے آپ کو جھٹلا دیتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''میں دو امور کو جمع نہیں کر سکتا۔ ایک تو میں آپ کے ساتھ نہ جا سکا دوسرا میں آپ کے ساتھ جھوٹ بولوں۔'' میں نے ان سے پوچھا: ''کیا میرے علاوہ کوئی اور بھی اس زمرہ میں شامل ہے؟'' انہوں

نے مجھے بتایا: "ہاں! اور بھی ایسے افراد ہیں جنہیں اس طرح کہا گیا ہے جس طرح تمہیں کہا گیا ہے۔" میں نے پوچھا: "وہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیۃ رضی اللہ عنہما ہیں۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ پہلے صحابی اس لیے پیچھے رہے کہ ان کا ایک باغ تھا جو پھلا تو انہوں نے کہا: "میں نے اس سے قبل غزوات میں شرکت کی ہے۔ کاش! میں اس سال یہاں ہی ٹھہر جاؤں۔" جب انہیں اپنا گناہ یاد آیا تو انہوں نے عرض کی: "مولا! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے تیرے رستہ میں صدقہ کر دیا ہے۔" دوسرے صحابی کے اہلِ خانہ بکھر گئے تھے۔ پھر ان کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "کاش! میں اس سال ان کے پاس ٹھہروں۔" جب انہیں گناہ یاد آیا تو انہوں نے کہا: "مولا! اب میں اپنے اہل، خانہ اور مال کے پاس نہیں جاؤں گا۔"

حضرت کعب نے کہا:

"انہوں نے میرے لیے دو صالح افراد کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ ان میں نمونہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے منع فرما دیا تھا کہ مسلمان ہم سے کلام کریں۔ لوگ ہم سے پہلوتہی کر گئے۔ وہ ہمارے لیے بدل گئے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے "ہم صحابہ کرام میں جاتے۔ ہم سے کوئی گفتگو تک نہ کرتا تھا نہ کوئی ہمیں سلام کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔"

امام عبدالرزاق نے لکھا ہے "لوگ ہمارے لیے اجنبی ہو گئے حتیٰ کہ وہ وہ نہ رہے جنہیں ہم جانتے تھے۔ ہم سے در و دیوار تبدیل ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ وہ نہ رہے جنہیں ہم جانتے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں میرا وصال ہو گیا۔ تو حضور اکرم ﷺ میری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے لیے وہ زمین بھی اجنبی ہو گئی۔ وہ زمین نہ رہی جسے ہم جانتے تھے۔ اسی حالت پر پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے دو ساتھی تو واپس آ گئے۔ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ رونے کے علاوہ انہیں کوئی کام نہ تھا۔ لیکن میں ان سے جوان اور مضبوط تھا۔ میں باہر نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ہمراہ نمازوں میں شرکت کرتا تھا۔ بازار جاتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی گفتگو نہ کرتا تھا۔ کوئی مجھے سلام کا جواب نہ دیتا تھا۔ میں حضور والا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نماز کے بعد آپ اپنی محفل میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا۔ میں دل میں کہتا: "کیا سلام کا جواب دیتے ہوئے آپ کے ہونٹ مبارک ہلے ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ نظر چرا کر دیکھتا۔ جب میں نماز کی طرف توجہ کر لیتا تو آپ میری طرف توجہ فرما ہوتے۔ جب میں آپ کی طرف توجہ کرتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے۔ لوگوں کا یہ سلوک طوالت اختیار کر گیا۔

میں چلا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار کو پھلانگا۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ وہ مجھے سارے لوگوں سے

عزیز تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ مگر انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے انہیں کہا: "ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔" وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ انہیں یہی واسطہ دیا وہ خاموش رہے۔ تیسری بار واسطہ دیا پھر بھی وہ خاموش رہے۔ جب تیسری یا چوتھی بار واسطہ دیا تو انہوں نے صرف اتنا کہا: "اللہ و رسولہ اعلم۔" میری آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا گیا اور دیوار پھلانگ کر آ گیا۔ اسی اثناء میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا۔ میں نے شام کے ایک تاجر کو دیکھا جو مدینہ طیبہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے کون ہے جو کعب بن مالک تک پہنچائے۔" لوگ اسے میری طرف اشارہ کرنے لگے۔ وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسّان کے بادشاہ کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا:

"امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے۔ تمہیں دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلت کے گھر میں نہ رکھے۔ رب تعالیٰ تمہیں ضائع نہ کرے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ پوری ہمدردی کریں گے۔"

میں نے خط پڑھ کر کہا: "یہ ایک مصیبت ہے۔ اہلِ کفر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں۔" میں نے وہ خط تنور میں ڈال کر جلا دیا۔ ابن عائذ کے نزدیک حضرت کعب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی: "حضور والا! آپ کا اعراض اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اہلِ شرک بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو آپ کے قاصد حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ وہ حضرات مرارۃ اور ھلال رضی اللہ عنہما کے پاس بھی گئے۔ انہوں نے مجھے کہا: "حضور اکرم ﷺ تمہیں فرما رہے ہیں کہ اپنی بیوی سے جدا ہو جاؤ۔ (ان کی زوجہ محترمہ کا نام عمرۃ بنت حمیر تھا) میں نے کہا: "میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟" انہوں نے کہا: "بلکہ انہیں چھوڑ دو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔" آپ نے میرے دوسرے دو ساتھیوں کی طرف بھی یہی پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی زوجہ سے کہا: "تم میکے چلی جاؤ۔ ان کے ہاں ہی رہنا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس امر میں میرا فیصلہ کر دے۔" حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ آپ کے پاس آئیں۔ ان کا نام خولہ بنت عاصم تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ھلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کی نظر کمزور ہے۔ ان کے پاس خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ جائے۔" انہوں نے عرض کی: "بخدا! انہیں کسی چیز کی ہوش ہی نہیں۔ وہ اس روز سے لے کر آج تک مسلسل رو رہے ہیں۔" میرے اہلِ خانہ میں سے ایک شخص نے کہا: "کاش! تم بھی اپنی زوجہ کے بارے اسی طرح اجازت لے لو جیسے ھلال بن امیہ

نے اجازت لے لی ہے کہ ان کی زوجہ ان کی خدمت کرے۔" میں نے کہا: "بخدا! میں اس کے بارے آپ سے اذن نہیں لوں گا۔ اگر میں نے اذن طلب کیا تو نجانے آپ مجھ سے کیا فرمائیں گے؟ میں ایک جوان شخص ہوں۔" میں اس کے بعد دس دن اور ٹھہرا رہا حتیٰ کہ پچاس دن پورے ہو گئے جب سے آپ نے صحابہ کرام کو ہم سے ہم کلام ہونے سے منع کیا تھا۔"

امام عبدالرزاق نے لکھا ہے "رات کا ثلث گزر چکا تھا کہ آپ پر ہماری توبہ کے بارے آیات طیبات نازل ہوئیں۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کعب بن مالک کو بشارت نہ دیں۔" آپ نے فرمایا: "لوگ تمہارے ہاں بھیڑ بنالیں گے۔ وہ ساری رات تمہیں سونے نہیں دیں گے۔" جب میں نے پچاسویں رات کی نماز صبح پڑھی میں اپنے کمرے کی چھت پر تھا۔ میں اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مجھ پر میرا نفس بھی تنگ ہو گیا تھا۔ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ میں نے کوہِ سلع پر کسی کو بآواز بلند یہ صدا دیتے سنا: "کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔"

محمد بن عمر کے نزدیک یہ حضرت سیدنا صدیق اکبر تھے۔ جو کہہ رہے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب کی توبہ قبول کر لی۔ کعب! تمہیں بشارت ہو۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے: "دو شخص دوڑتے ہوئے نکلے وہ حضرت کعب کو مبارک دینا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے سبقت لے گیا۔ وہ کوہِ سلع پر چڑھا۔ وہ بآواز بلند چیخا "کعب! تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے قرآن پاک نازل کر دیا ہے۔" گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں ہستیاں حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تھیں۔" حضرت کعب نے فرمایا: "میں سجدے میں گر پڑا۔ میں توبہ قبول ہو جانے کی خوشی میں رو رہا تھا۔ میں نے جان لیا کہ اب آسائش آچکی ہے۔ آپ نے نماز فجر پڑھانے کے بعد صحابہ کرام کو ہماری توبہ کے قبول ہو جانے کی بشارت دی۔ لوگ ہمیں مبارک دینے کے لیے آنے لگے۔ وہ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی بشارت لے کر گئے۔ ایک شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر میرے پاس پہنچا وہ حضرت زبیر بن عوام تھے۔ بنو اسلم کا ایک شخص میرے پاس آیا وہ پہاڑ پر چڑھا۔ وہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ ان کی آواز گھوڑے سے قبل میرے پاس پہنچ گئی۔ جب حضرت حمزہ میرے پاس بشارت لے کر آئے تو میں نے اس بشارت کی خوشی میں اپنے کپڑے انہیں پہنا دیے۔ بخدا! میرے پاس ان کے علاوہ اور کپڑے نہ تھے۔ میں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے عاریۃً لیے۔ میں نے انہیں پہنا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی۔ میرا خیال ہے کہ وہ سر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ قریب تھا کہ ان کی روح پرواز کر جاتی۔ وہ کھانے پینے سے رک گئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ لگاتار روزے رکھنے لگے۔ وہ

لگاتار رو رہے تھے۔ حضرت سلکان بن سلامۃ یا سلامہ بن وقش نے حضرت مرارہ بن ربیع کو توبہ کی بشارت دی۔

حضرت کعب نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا۔ صحابہ کرام جوق در جوق مجھے ملنے لگے۔ وہ مجھے توبہ کی قبولیت کی مبارک دے رہے تھے۔ حتیٰ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوگیا۔ وہاں آپ رونق افروز تھے۔ صحابہ کرام ارد گرد حاضر تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف آئے۔ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک دی۔ بخدا! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی اٹھ کر میرے پاس نہ آیا۔ میں حضرت طلحہ کی یہ کرم نوازی نہیں بھلا سکتا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ کا چہرۂ انور فرحت و انبساط سے تاباں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنم دیا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس بہترین دن کی تمہیں مبارک ہو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے سچ بولا۔ رب تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔'' جب آپ مسرور ہوتے تھے۔ تو آپ کا چہرۂ انور یوں چمکتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ ہم اسی سے آپ کی فرحت و مسرت کا اندازہ لگا لیتے تھے۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری توبہ یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اپنے پاس کچھ مال رکھ لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: ''نصف صدقہ کر دوں؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی: ''تہائی صدقہ کر دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: ''میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی وجہ سے نجات عطا کی ہے میری توبہ یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سچ ہی بولتا رہوں گا۔ بخدا! میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا جسے رب تعالیٰ نے سچ کی وجہ سے مصیبت میں ڈالا ہو۔ اس دن سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے امید ہے کہ بقیہ ایام میں بھی رب تعالیٰ میری حفاظت کرے گا۔ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیات طیبات نازل کیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبۃ: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت فرمائی اپنے نبی پر مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی ﷺ کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور ان تینوں پر بھی رحمت فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور ان کی جانیں بوجھ بن گئیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات تب اللہ ان پر مائل بہ کرم ہوا تا کہ وہ رجوع کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔"

بخدا! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے ہدایت اسلام کے بعد مجھ پر اتنی بڑی نعمت کبھی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ سچ بولا تھا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا۔ جس طرح وہ ہلاک ہوئے تھے۔ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ رب تعالیٰ نے ان کے بارے یہ آیات طیبات نازل کیں:

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

(التوبہ: ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: "قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف تا کہ تم معاف کر دو انہیں سو منہ پھیر لو ان سے یقیناً وہ ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ تمہارے لیے تا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ سو یاد رکھو اگر تم خوش ہو بھی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ نہ راضی ہوگا نافرمانوں کی قوم سے۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "جب میری توبہ کے بارے قرآن پاک نازل ہوا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس چوم لیے۔"

وہ لوگ جو عذر کے بغیر ہی پیچھے رہ گئے تھے

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے حضرات ابن عباس اور سعید بن میسب رضی اللہ عنہم نے رب تعالیٰ کے

اس فرمان

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ (التوبہ:۱۰۲)

ترجمہ: "کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا۔ اپنے گناہوں کا اور ملا جلا دیئے کچھ اچھے عمل اور کچھ برے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا اللہ بخشش کرنے والا ہے۔"

روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ دس افراد تھے۔ یہ غزوہ تبوک میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت قتادہ نے جد بن قیس اور جذام بن اوس کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا۔ یہی آپ کی گذرگاہ تھی۔ جب آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے انہیں دیکھا تو آپ نے پوچھا: "یہ کون ہیں جنہوں نے خود کو باندھا ہوا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یہ ابولبابہ اور ان کے ساتھی ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ وہ خود کو نہیں کھولیں گے۔ حتیٰ کہ آپ انہیں کھول دیں آپ ان سے راضی ہو جائیں اور ان کا عذر قبول کر لیں۔ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں نہیں کھولوں گا۔ نہ ان کی معذرت قبول کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ انہیں کھول دے۔ کھولنے کا حکم دے۔ یہ مجھ سے دور رہوئے اور مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں شرکت کرنے سے پیچھے رہ گئے۔" جب ان صحابہ کرام تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: "ہم خود کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں کھولنے کا حکم دے دے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں کھول دیا اور ان کا عذر قبول کرلیا۔

حضرت ابن مسیب نے روایت ہے کہ آپ نے کسی شخص کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے کھولے۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور انہیں کھولے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور انہیں اپنے دست اقدس سے کھولا۔ یہ حضرات اپنے اموال لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہمارے اموال ہیں۔ ہماری طرف سے انہیں صدقہ کریں اور ہمارے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال لوں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (التوبہ:۱۰۳)

ترجمہ: "حبیب وصول کریں ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور پاکیزہ کریں اور دعا

مانگیے ان کے لیے بے شک آپ کی دعا ہزار تسکین کا باعث ہے۔"

آپ نے ان کے اموال لیے۔ انہیں صدقہ کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ ان میں سے تین افراد نے خود کو ستونوں کے ساتھ نہ باندھا۔ ایک سال تک وہ مہلت میں رہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ رب تعالیٰ انہیں عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔

(التوبہ: ۱۱۴)

ترجمہ: "یقیناً رحمت سے توبہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل کی گھڑی میں۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "ابن اسحاق کا گمان ہے کہ حضرت ابولبابہ نے خود کو غزوہ بنو قریظہ کے وقت باندھا تھا۔" ہم نے حضرات ابن عباس اور ابن مسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خود کو اس وقت باندھا تھا۔ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔

تنبیہات

◆ ۱ تبوک۔ غزوہ تبوک کا سفر آپ کا بعید ترین سفر تھا۔ تبوک قبلہ کی جہت سے شام کی طرف ہے اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین بارہ مرحلوں کی مسافت ہے۔ "النور" میں ہے کہ لوگ کہتے تھے "ہم نے حاجیوں کے ساتھ یہ سفر بارہ مرحلوں میں طے کیا۔ اس کے اور دمشق کے مابین گیارہ مرحلوں کی مسافت ہے۔ مشہور قول کے مطابق یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں ابن قتیبہ کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبوک کے چشمہ کی وجہ سے اس غزوہ کا نام تبوک پڑھا۔ یہ وہ چشمہ تھا جس کے بارے آپ نے حکم دیا تھا کہ اس کے پانی کو مس نہ کیا جائے۔ دو افراد آگے نکلے۔ اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ وہ اس میں تیر داخل کرنے لگے۔ تاکہ اس کا پانی زیادہ ہو جائے۔ آپ نے انہیں برا بھلا کہا اور فرمایا:

مازلتما تبوکانہا منذ الیوم۔

ترجمہ: "تم آج لگا تار اسے کھودتے رہے۔"

اسی وجہ سے ان کا نام تبوک پڑ گیا۔ اس کا معنی ہے کھودنا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کا یہ نام صحیح احادیث میں بھی مذکور ہے۔آپ نے فرمایا: "کل تم تبوک کے چشمہ تک پہنچ جاؤ گے۔" یہ اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اس جگہ کا نام ہے جس میں یہ چشمہ موجود ہے۔آپ نے تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل یہ فرمایا تھا۔محکم میں اسے ثلاثی صحیح میں اور ابن قتیبہ، جوھری اور ابن الاثیر وغیرہ نے اسے معتل میں ذکر کیا ہے۔

٭ صحیح البخاری میں اس غزوہ کا تذکرہ حجۃ الوداع کے بعد کیا گیا ہے۔الحافظ لکھتے ہیں: "یہ خطا ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حجۃ الوداع سے پہلے رونما ہوا تھا۔یہ کاتبین کی خطا ہے۔" غزوۂ تبوک بلا اختلاف ۹ ہجری حجۃ الوداع سے قبل ماہ رجب میں رونما ہوا تھا۔" ابن عائذ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ غزوۂ طائف سے چھ ماہ قبل رونما ہوا تھا۔یہ اس شخص کے قول کے مخالف نہیں جس نے کہا ہے کہ یہ رجب میں رونما ہوا تھا۔جب ہم کسور کو خلاف کر دیں۔کیونکہ آپ ذوالحجہ کے ماہ مبارک میں غزوۂ طائف سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔

٭ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ دو اونٹ لو۔یہ دو اونٹ لو۔" یہ دو دو اونٹ باہم باندھے ہوئے تھے۔اور کل چھ اونٹ تھے شاید آپ نے تین باریوں فرمایا ہو۔"یہ دو اونٹ لو۔" اور راویوں نے اختصار کی خاطر دو کا تذکرہ کیا ہو۔حضرت ابوذر سے یوں روایت منقول ہے۔"ھاتین القرنتین ھاتین القرینتین"۔ صحیح میں باب قدوم الاشعریین 'اہل ایمن' میں ہے آپ نے ہمیں پانچ اونٹنیوں کا حکم دیا۔"
باب الاستثناء فی الایمان میں ہے کہ آپ نے تین اونٹنیاں عطا کیں تھیں۔پہلی روایت ان سب روایات کو جمع کرتی ہے۔شاید تیسری روایت تین جوڑوں کے اعتبار سے ہو اور پانچ کی روایت میں ان جوڑوں میں ایک کا تذکرہ کبھی کر دیا گیا ہو اور کبھی اس کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے آپ نے انہیں تین اونٹ دینے کا حکم دیا ہو۔پھر دو کا اضافہ کر دیا ہو۔راوی زہدم کے الفاظ ہیں: "پھر بلند کوہانوں والے اونٹ پیش کیے گئے تو آپ نے ان میں سے ہمیں پانچ اونٹ عطا کیے۔" اس روایت میں سارے اونٹوں کا تذکرہ ہو جو آپ نے انہیں عطا کیے ہوں اور راوی غسیلان کی روایت میں ابتدائی امر کا تذکرہ ہو اضافے کا ذکر نہ ہو۔یہ روایت جس میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا: "خذ ھذین قرینذین" ایک روایت میں چھ اونٹوں کا تذکرہ ہے تو جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ چھٹا اونٹ تبع میں تھا جس کی کوہان اس وصف سے متصف نہ ہو۔" ایک روایت میں الحافظ نے لکھا ہے "یہ چھ اونٹ تھے یا تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ یہ قصد متعدد بار رونما ہوا تھا یا آپ نے انہیں پانچ سے

ایک زائد عطا کر دیا۔

- حضرت ابو موسیٰ کی روایت میں ہے کہ آپ کی خدمت میں جوان اونٹ پیش کیے گئے۔ آپ نے ہمیں پانچ اونٹ عطا کیے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے انہیں حضرت سعد سے خریدا تھا۔ الحافظ نے ان دونوں روایات کو جمع کرنے کا احتمال نہیں لکھا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ شاید آپ کی خدمت میں جو اونٹ پیش کیے گئے ہوں۔ آپ نے وہ حضرت سعد کو عطا کر دیے ہوں۔ پھر آپ نے اشعریوں کے لیے انہیں خرید لیا ہو۔ تعدد کا احتمال بھی ہے۔
- الحافظ نے لکھا ہے "حضرت کعب اور ان کے ساتھوں پر اس قدر شدت اس لیے کی گئی اور ان پر اس لیے عتاب کیا گیا کیونکہ انہوں نے بغیر عذر کے واجب کو ترک کیا تھا۔ کیونکہ امامِ وقت جب عوام کو دشمن سے لڑنے کا حکم دے تو اس کی صدا پر لبیک کہنا لازم ہوتا ہے۔ جو شخص پیچھے رہے گا۔ وہ عتاب کا سزاوار ہوگا۔" ابن بطال نے لکھا ہے "اگرچہ جہاد فرض کفایہ ہے لیکن پیچھے رہ جانے والوں پر اس لیے عتاب کیا گیا کیونکہ یہ انصار کے حق میں فرض عین تھا کیونکہ انہوں نے اس پر بیعت کی تھی یہی اس شعر کا مصداق ہے جو اس وقت کہا گیا تھا جب خندق کھودی جا رہی تھی:

نحن الذین بایعوا محمدا   علی الجهاد ما بقینا ابدًا

ترجمہ: "ہم وہ (سعادت مند) ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی جہاد پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔"

گویا کہ اس غزوہ سے پیچھے رہ جانا کبیرہ گناہ تھا گویا کہ یہ بیعت توڑنے کی مانند تھا۔

امام سہیلی لکھتے ہیں: "مجھے صرف یہی وجہ معلوم ہے جو ابن بطال نے لکھی ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "مجھے ایک وجہ اور بھی نظر آئی ہے جو اس کے علاوہ ہے۔ وہ یہ کہ شاید اسی نے انہیں بٹھایا ہو۔" رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔

(توبہ:۱۲۰)

ترجمہ: "نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھ رہتے اللہ کے رسول پاک سے۔"

شوافع نے لکھا ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں جہاد فرض عین تھا۔ لیکن یہ سبب تو ہر اس شخص کو عتاب کا مستحق بناتا

ہے۔ جو مطلق پیچھے رہ گیا تھا۔

◆ جب حضرت کعب نے حضرت قتادہ سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: "اللہ و رسولہ اعلم"
علامہ قاضی لکھتے ہیں: "شاید ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس سے ان سے ہمکلام ہونے کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ ان کے ساتھ ہمکلام ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے واسطہ دیا تو انہوں نے اپنے نفس سے یوں کہا تھا۔ انہوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا انہیں سنانے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

◆ حضرت کعب نے فرمایا: "مجھ سے بعض اہلِ خانہ نے کہا۔"
النور میں ہے: "شاید اس سے مراد آپ کی کوئی خاتون خانہ ہو۔ کیونکہ عورتیں اس نہی میں شامل نہ تھیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے: "آپ نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے روک دیا۔" اس خطاب میں خواتین شامل نہ ہوں اور ان کی زوجہ بھی اس نہی میں شامل نہ ہو اور اس سے مراد ہوں۔"
الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید اس سے مراد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص ہو یا خواتین میں سے خاتون ہو کیونکہ ان تینوں کے ساتھ ہم کلام ہونے سے ان خواتین کو نہیں روکا گیا تھا۔ جو اپنے گھروں میں تھیں یا کسی منافق یا خادم نے بات کی ہو جو نہی میں شامل نہ ہو۔

◆ "النور" ان حضرات کو پچاس راتیں اسی طرح رکھنے میں شاید یہ حکمت ہو کیونکہ آپ اتنا عرصہ ہی غزوۂ تبوک کے لیے باہر رہے تھے۔ کیونکہ ابن اسحاق کے مطابق آپ رجب میں تشریف لے گئے تھے۔ رمضان المبارک میں واپس تشریف لے آئے۔ بعض علماء نے شعبان کا قول کیا ہے۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ دس اور کچھ روز تبوک میں تشریف فرما رہے تھے۔ ایک قول بیس ایام کا بھی ہے۔ یہ قول میرے لیے ظاہر ہوا ہے۔ تم مزید جستجو کر سکتے ہو۔

◆ حضرت کعب نے جو کچھ غسان کے بادشاہ کے خط کے ساتھ کیا تھا۔ وہ ان کی قوت ایمانی، محبت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ جو اعراض اور ہجر کی اس کیفیت سے دو چار ہوتا ہے۔ اس سے ایسا امکان ہو سکتا ہے۔ جاہ و مال کی رغبت اسے اس ہستی کو چھوڑنے پر راغب کر سکتی ہے جس نے اسے چھوڑ رکھا ہو بالخصوص اس وقت جبکہ اسے دعوت دینے والا بادشاہ ہو۔ وہ انہیں دین چھوڑنے پر مجبور نہ بھی کرتا پھر بھی فتنے سے امن نہ تھا۔ انہوں نے اس کا خط جلا دیا اس کا جواب تک نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان انسانوں میں سے ایک تھے جن کے نفوس کی طبع میں رغبت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً جبکہ ایسی دعوت ہو۔ اور جاہ و مال تک پہنچنے کی ترغیب بھی ہو۔ ایسی دعوت دینے والا اس کے قریب بھی ہو لیکن اس پر اس کا دین غالب آجائے۔ اس کا یقین اس سے اور قوی ہو جائے وہ اس

اذیت اور تکلیف کو صرف اس لیے اس راحت وسکون پر ترجیح دے کہ وہ محبت الٰہیہ اور عشق رسول ﷺ کا دم بھرتا ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ اسے دیگر چیزوں سے محبوب ہوں۔"

10 حضرت طلحہ نے حضرت کعب کے لیے قیام فرمایا۔ اس کی وجہ بعض سیرت نگاروں نے یہ لکھی ہے کہ آپ نے ان کے مابین اس وقت رشتہ اخوت قائم فرمایا تھا جب آپ نے مہاجرین اور انصار کو رشتہ اخوت میں پرویا تھا۔ اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کا رشتہ اخوت حضرت زبیر سے قائم کیا تھا لیکن مہاجرین کی اخوت میں حضرت طلحہ حضرت زبیر کے بھائی تھے۔ وہ ان کے بھائی کے بھائی تھے۔

11 آپ کے اس فرمان کا اطلاق مشکل ہے۔ "تمہیں اس بہترین دن کی مبارک ہو۔ جب تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا ہے۔" کیونکہ ان کے اسلام لانے کا دن بھی تھا۔ وہ ان کی ولادت کے بعد ہی گزرا ہے۔ وہ ان کے لیے ایک بہترین دن تھا۔ ایک قول کے مطابق یہ تقدیری مستثنیٰ ہے اگرچہ آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ مخفی نہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے ان کے توبہ کے دن نے اس کے اسلام کے دن کی تکمیل کر دی۔ ان کے اسلام لانے کا دن ان کی سعادت کی ابتداء کا دن تھا اور ان کی توبہ کا دن اس کی تکمیل کرنے والا تھا۔ یہ ان کے لیے سارے ایام سے عمدہ تھا۔ اگرچہ ان کے اسلام لانے کا دن بھی ان کے لیے بہترین تھا لیکن ان کی توبہ کے قبول ہونے کا دن صرف ان کے اسلام لانے کے دن سے زیادہ عمدہ تھا۔ جبکہ وہ توبہ کے بغیر ہو۔"

غبارِ راہِ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

05-09-2012

(اردو ترجمہ)

سُبُل الهُدیٰ و الرَّشَاد

فِی سیرۃ خیر العِبَاد

جلد ششم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

سرایا اور مہمات

پہلا باب

سرایا کی تعداد اور سریہ کا معنی

اس کی دو انواع ہیں:

1. ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ سرایا اور بعوث کی تعداد ۳۸ ہے۔ حضرت ابو عمر نے الاستیعاب کی ابتداء میں ان کی تعداد ۴۷ لکھی ہے۔ محمد بن عمر نے ان کی تعداد ۴۸ لکھی ہے۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ۵۶ ہے۔ المسعودی نے بعض سیرت نگاروں سے لکھا ہے کہ سرایا کی تعداد ۶۰ ہے۔ حافظ ابو الفضل العراقی نے اپنی السیرۃ میں یہی لکھا ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ امام حافظ محمد بن نصر نے ان کی تعداد ستر تک شمار کی ہے۔ امام حاکم نے الاکلیل میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد سو سے زائد ہے۔ عراقی لکھتے ہیں "میں نے ان کے علاوہ کسی اور کا یہ قول نہیں دیکھا" الحافظ نے لکھا ہے "شاید امام حاکم نے ساتھ غزوات کو بھی شامل کیا ہو۔"

میں کہتا ہوں: "امام حاکم کی عبارت جسے ابن عساکر نے حضرت قتادہ کی روایت لکھنے کے بعد رقم کیا ہے کہ آپ کے غزوات اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔ حاکم نے لکھا ہے "ہم نے اسی طرح لکھا ہے" میرا گمان ہے کہ ان کی مراد صرف سرایا ہے غزوات نہیں ان کی کتاب الاکلیل میں بعوث اور سرایا کو ترتیب کے ساتھ لکھا گیا ہے جو ایک سو سے زائد ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے "بخاری کے ثقہ ساتھیوں نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن نصر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ غزوات کو چھوڑ کر صرف سرایا اور بعوث کی تعداد ستر اور کچھ ہے۔"

البدایہ میں ہے: ''جو کچھ امام حاکم نے ذکر کیا ہے وہ بہت غریب اور اجنبی ہے اسے حضرت قتادہ کے کلام پر محمول کرنے میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے۔ امام احمد نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے غزوات اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔ جن میں ۲۴ سرایا اور ۱۹ غزوات ہیں۔'' میں کہتا ہوں کہ آپ کے جن سرایا اور بعوث سے میں واقف ہوا ہوں جو حصول زکوٰۃ کے لیے بھیجے جانے والے افراد کے علاوہ ہیں ان کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ میں ان سب کا تفصیلی تذکرہ کروں گا۔ ان شاء اللہ!

۲ سریہ کا معنی کیا ہے؟ ابن الاثیر نے النہایۃ میں لکھا ہے کہ سریہ سے مراد مجاہدین کا ایسا گروہ ہے جن کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۴۰۰ ہو۔ جسے دشمن کی طرف بھیجا جائے۔ اس کی جمع سرایا ہے۔ اس لشکر کو سریہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایسے مجاہدین پر مشتمل ہوتا ہے جو سارے لشکر کا نچوڑ اور خلاصہ ہوتے ہیں۔ السریٰ کا معنی نفیس ہوتا ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اسے سریہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں مجاہدین چھپ کر روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ وجہ درست نہیں کیونکہ سرّ کا لام کلمہ راء جبکہ اس میں یاء ہے۔

امام شہاب الدین احمد بن علی جو ابن خطیب سے مشہور ہیں انہوں نے اپنی تصنیف المصباح میں لکھا ہے ''سریہ لشکر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ فعیلہ کے وزن پر فاعلہ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ یہ مہم مخفی رکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع سرایا اور سریات ہوتی ہے۔ جیسے عطیہ، عطایا اور عطیات خفیہ سے اس کی تعبیر کرنا سرٌ اسے تعبیر کرنے سے عمدہ ہے۔ جیسے کہ امام ابن الاثیر نے وضاحت کر دی ہے۔

الحافظ لکھتے ہیں ''سریہ سے مراد لشکر کا وہ حصہ ہوتا ہے جو اسی سے روانہ ہوتا ہے اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ اس میں مجاہدین کی تعداد ایک سو سے پانچ سو تک ہوتی ہے۔ جو لشکر پانچ سو مجاہدین پر مشتمل ہو اسے منسر کہا جاتا ہے اگر اس میں تعداد آٹھ سو سے زائد ہو تو اسے جیش کہا جاتا ہے۔ ان کے مابین تعداد کو ہیضلہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ تعداد چار ہزار سے زائد ہو تو اسے جحفل کہا جاتا ہے۔ اس تعداد سے بھی زیادہ ہو تو اسے لشکر جرار کہا جاتا ہے۔ عظیم لشکر کو خمیس بھی کہا جاتا ہے جو سریہ سے جدا ہو اسے بعث کہا جاتا ہے۔ دس اور اس سے مابعد تعداد کو حضیرۃ، چالیس کو عصبہ، تین سو تک مقنب، اس سے زائد کو جمرۃ، جو جمع ہو اور منتشر نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین ساتھی چار افراد پر مشتمل، بہترین سریہ چار سو افراد پر مشتمل، بہترین لشکر وہ ہے جو چار ہزار افراد پر مشتمل ہو۔ جس قوم کی تعداد بارہ ہزار ہو وہ قلت کی بناء پر شکست نہیں کھاتے جبکہ سچے اور صبر کرنے والے ہوں۔''

دوسرا باب

سرایا بھیجنے کا وقت، بعض کے ساتھ آپ کا سوار ہو کر مدینہ طیبہ سے باہر تک روانہ ہونا اور امراء کو وصیت

اس باب میں کئی انواع ہیں:

❶ آپ کس وقت سرایا بھیجتے تھے؟ حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مولا! میری امت کے صبح کے وقت میں برکت ڈال دے۔'' انہوں نے کہا'' آپ جب بھی سریہ بھیجتے آپ صبح کے وقت بھیجتے تھے۔'' حضرت صخر ایک تاجر شخص تھے۔ وہ اپنے بچوں کو صبح صبح بازار بھیجتے تھے۔ ان کا مال اتنا کثیر ہو گیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اسے کہاں رکھیں؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بھی آپ سریہ بھیجتے آپ اسے دن کے ابتدائی حصہ میں بھیجتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''مولا! میری امت کے صبح کے وقت کو بابرکت کر دے۔''

❷ بعض سرایا کو الوداع کہنا۔ امام احمد نے حضرت براء بن عازب سے اور امام احمد اور ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے جن مجاہدین کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ ان کے ساتھ بقیع الغرقد تک گئے۔ پھر انہیں الوداع کہتے ہوئے فرمایا'' رب تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ مولا! ان کی مدد فرما۔'' پھر آپ واپس آ گئے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کسی سریہ کو روانہ کرتے تو عقبۃ الوداع تک اس کے ساتھ جاتے۔ آپ فرماتے: ''میں تمہارے دین، امانت اور اعمال کے خواتیم (انجام) کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''

❸ بعض امراء کے ساتھ آپ پیدل روانہ ہوئے۔ بعض کے ہمراہ سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو آپ کو نصیحت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ روانہ

ہوئے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔آپ پیدل تھے۔آپ ان کی سواری کے سایہ میں چل رہے تھے۔جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "معاذ! شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کرسکو شاید تم میری مسجد اور میری قبر انور کے پاس سے گزرو۔" حضرت معاذ اس فراق پر رونے لگے۔"

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ایک میل تک تشریف لے گئے۔آپ پیدل تھے۔آپ نے انہیں اسی طرح حکم دیا تھا۔

۴ سرایا کے امراء کو وصیتیں

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب آپ کسی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو خصوصاً امیر کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے۔مسلمانوں کو بھلائی کا حکم دیتے پھر فرماتے: "راہِ خدا میں رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔اس کے ساتھ جہاد کرو جو رب تعالیٰ کا انکار کرے۔روانہ ہو جاؤ۔نہ خیانت کرو نہ دھوکہ کرو۔نہ مثلہ کرو نہ کسی بچے کو قتل کرو۔جب اپنے مشرک دشمن سے ملو تو اسے تین امور کی طرف دعوت دو۔ان میں سے وہ جس پر بھی لبیک کہے اسے قبول کرلو اسے قتل کرنے سے رک جاؤ۔انہیں اسلام کی طرف دعوت دو۔اگر وہ قبول کرلیں تو ان سے قبول کرلو۔ان سے رک جاؤ۔انہیں حکم دو کہ وہ اپنے شہر سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں۔اگر وہ انکار کریں تو انہیں بتادو کہ وہ اعرابی مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ان پر وہی حکم رواں ہوگا جو مؤمنین رواں ہوگا۔مالِ غنیمت اور مالِ فئے میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔الا یہ کہ وہ اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر جہاد کریں اگر وہ انکار کردیں تو ان سے جزیہ مانگو۔اگر وہ مان جائیں تو ان سے جزیہ قبول کرلو اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے رک جاؤ۔اگر وہ انکار کردیں تو رب تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے ان پر حملہ کردو ان کے ساتھ جہاد کرو اگر کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے ارادہ کریں تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ (امان، عہد) قائم کرو تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ (امان،عہد) مقرر نہ کرو بلکہ ان کے لیے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ (امان وعہد) مقرر کرو۔کیونکہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا عہد توڑنا چاہو گے تو یہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑنے سے آسان ہوگا۔جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو۔اہلِ قلعہ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر اترنے دو۔تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر انہیں نہ اترنے دو۔بلکہ انہیں اپنے حکم پر اتارو۔تم نہیں جانتے کہ تم حکمِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کرسکو یا نہ۔پھر ان کے بارے جو چاہو فیصلہ کردو۔" (مسلم،ابوداؤد،ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ مجاہدین کو روانہ کرتے تو ان سے فرماتے "رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ راہِ خدا میں اس کے ساتھ لڑو جو اس کا انکار کرے۔نہ دھوکہ دو نہ بد دیانتی کرو۔نہ مثلہ کرو نہ والد ین کو قتل کرو۔نہ

راہبوں کو قتل کرو۔“

حضرت عبدالرحمان بن عائذ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ کسی لشکر کو روانہ کرتے تو آپ فرماتے ”لوگوں کو باہم ملاؤ۔ انہیں دلیل کے ساتھ زیر کرو۔ ان پر حملہ نہ کرو حتیٰ کہ تم انہیں اسلام کی طرف دعوت دے لو۔ روئے زمین کے کسی دیہاتی یا شہری باشندے کو میرے پاس حالت اسلام میں لے آنا۔ مجھے اس سے پسند ہے کہ تم ان کے مردوں کو قتل کرو اور ان کی عورتیں میرے پاس لے آؤ۔“

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کسی جگہ بھیجا۔ پھر ایک شخص سے فرمایا ”انہیں جا ملو۔ انہیں پیچھے نہ بلانا۔ انہیں کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ آپ کا انتظار کریں اور کسی قوم کے ساتھ قتال نہ کریں حتیٰ کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دے لیں۔“

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے ”بشارت دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی لشکر کو بھیجتے تو فرماتے: ”اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو نہ قتل کرنا چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ بددیانتی نہ کرنا کہ اموالِ غنیمت کو اپنے اموال کے ساتھ ملا لو۔ اصلاح کرو۔ احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“

ابن عصام المزنی اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ”جب کوئی لشکر یا سریہ بھیجتے تو فرماتے: ”جب تم کسی مسجد کو دیکھ لو یا مؤذن کو سن لو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو بھیجا تو فرمایا ”باہم مشورہ کیا کرنا ایک دوسرے کی اطاعت کیا کرنا۔ آسانیاں پیدا کرنا تنگیاں پیدا نہ کرنا بشارتیں دینا نفرتیں تقسیم نہ کرنا۔“

تیسرا باب

سرایا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت نہ کرنے پر معذرت اور مجاہدین کو اپنا اسلحہ عطا فرمانا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر مجھے یہ امر مانع نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کے لیے دشواری پیدا کردوں گا تو میں کسی بھی ایسے سریہ میں پیچھے نہ رہتا جو راہِ خدا میں عازم سفر ہوتا۔لیکن میں آسائش نہیں پاتا کہ میں انہیں سوار کروں، وہ آسائش نہیں پاتے کہ وہ میری اتباع کریں۔ان پر یہ امر گراں گزرتا ہے کہ وہ میرے بعد بیٹھے رہیں۔"

دوسری روایت میں ہے "ان کے نفوس خوش خوش راضی نہیں ہوتے کہ وہ میرے پیچھے بیٹھے رہیں۔مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جہاد کے لیے نکلوں مجھے شہید کر دیا جائے۔پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔" آپ نے چھ بار اسی طرح دہرایا۔

(امام احمد، امام مسلم، امام بخاری وغیرہم)

حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود جہاد کے لیے تشریف نہ لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا مبارکہ اسلحہ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا فرما دیتے تھے۔(احمد، ابویعلی)

تنبیہات

1. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بار قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔" یہ ان حضرات قدسیہ کی تسلی کے لیے فرمایا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہو کر جہاد کے لیے عازم سفر ہو رہے تھے۔گویا کہ آپ نے فرمایا: "جس عظیم مقصد کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو اس میں اتنی فضیلت ہے کہ میں اس کے لیے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے کئی بار شہید کیا جائے جو میری رفاقت اور میرے ہمراہ رہنے کی تمہاری فضیلت رہ رہی ہے تمہیں اس کی مثل یا اس سے زائد فضیلت جہاد کی وجہ سے مل جائے گی۔تم تسلی خاطر رکھو۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض غزوات میں تشریف لے گئے۔بعض میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے حالات دیکھ کر اپنے عازم سفر ہونے میں مصلحت کے مطابق فیصلہ کیا۔

تیسرا باب

سرایا میں آپ ﷺ کی شرکت نہ کرنے پر معذرت اور مجاہدین کو اپنا اسلحہ عطا فرمانا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر مجھے یہ امر مانع نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کے لیے دشواری پیدا کر دوں گا تو میں کسی بھی ایسے سریہ میں پیچھے نہ رہتا جو راہِ خدا میں عازم سفر ہوتا۔ لیکن میں آسائش نہیں پاتا کہ میں انہیں سوار کروں، وہ آسائش نہیں پاتے کہ وہ میری اتباع کریں۔ ان پر یہ امر گراں گزرتا ہے کہ وہ میرے بعد بیٹھے رہیں۔''

دوسری روایت میں ہے ''ان کے نفوس خوش خوش راضی نہیں ہوتے کہ وہ میرے پیچھے بیٹھے رہیں۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جہاد کے لیے نکلوں مجھے شہید کر دیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔'' آپ نے چھ بار اسی طرح دہرایا۔

(امام احمد، امام مسلم، امام بخاری وغیرہم)

حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ خود جہاد کے لیے تشریف نہ لے جاتے تو آپ ﷺ اپنا مبارکہ اسلحہ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا فرما دیتے تھے۔ (احمد، ابو یعلی)

تنبیہات

1. آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بار قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔'' یہ ان حضرات قدسیہ کی تسلی کے لیے فرمایا تھا جو آپ ﷺ سے جدا ہو کر جہاد کے لیے عازمِ سفر ہو رہے تھے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: ''جس عظیم مقصد کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو اس میں اتنی فضیلت ہے کہ میں اس کے لیے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے کئی بار شہید کیا جائے جو میری رفاقت اور میرے ہمراہ رہنے کی تمہاری فضیلت رہ رہی ہے تمہیں اس کی مثل یا اس سے زائد فضیلت جہاد کی وجہ سے مل جائے گی۔ تم تسلی خاطر رکھو۔'' آپ ﷺ بعض غزوات میں تشریف لے گئے۔ بعض میں آپ ﷺ تشریف نہ لے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے حالات دیکھ کر اپنے عازم سفر ہونے میں مصلحت کے مطابق فیصلہ کیا۔

- ◆ آپ ﷺ نے یہ تمنا کیوں کی حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو شہید نہیں کیا جائے گا۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فضیلت اور خیر کی وہ تمنا ہے جس کا وقوع لازم نہیں ہوتا۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری تمنا تھی کہ کاش حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام صبر کرتے۔'' گویا کہ آپ ﷺ نے جہاد کی فضیلت اور مسلمانوں کو اس کی ترغیب دلانے کے بارے مبالغہ کا ارادہ کیا۔
- ◆ امام نووی لکھتے ہیں: ''اس روایت میں حسنِ نیت اور اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت سے کتنا پیار اور محبت کرتے تھے۔راہِ خدا میں شہید ہو جانے کو آپ ﷺ کتنا پسند فرماتے تھے۔اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خیر میں سے اس چیز کی تمنا کرنا جائز ہے۔جس کے بارے علم ہو کہ وہ حاصل نہ ہوگی۔نیز یہ کہ کسی راجح یا ارجح مصلحت کے لیے یا فساد دور کرنے کے لیے کسی مصلحت کو چھوڑ دینے کا جواز بھی ہے۔
- ◆ علامہ الطیبی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ''مجھے پھر شہید کر دیا جائے'' میں ''ثُمَّ'' کو تراخی زمان پر محمول کیا جا سکتا ہے۔لیکن اس جگہ تراخی رتبہ پر محمول کرنا بہتر ہے۔کیونکہ شہادت کے بعد درجات کے حصول کی تمنا پائی جاتی ہے اسی طرح پھر حیات نو نصیب ہو جانے کی تمنا پائی جاتی ہے۔لہٰذا ''ثُمَّ'' کا تکرار کیا گیا۔اسے بار بار ذکر کیا گیا حتیٰ کہ پہلے سے اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے۔

❀❀❀❀

چوتھا باب

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

ابن سعد نے لکھا ہے "اس پر اتفاق ہے کہ اس سریہ میں شرکت کرنے والے سارے مجاہدین مہاجرین تھے۔ آپ ﷺ نے کسی انصاری صحابی کو کسی مہم میں نہیں بھیجا حتیٰ کہ غزوۂ بدر رونما ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ شرط طے کی تھی کہ وہ اپنے شہر میں آپ ﷺ کا دفاع کریں گے۔ یہی بات ہمارے ہاں ثابت ہے۔ المورد میں اسی کو ہی صحیح کہا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا۔ علمبردار حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ یہ پہلا جھنڈا تھا جسے اسلام میں باندھا گیا تھا۔ (عروۃ، ابن عقبہ، ابن عمر، ابن سعد، ابن عائذ اور بیہقی) جبکہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا عَلم باندھا۔ پھر کہا ہے "اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ ان حضرات قدسی میں سے سب سے پہلے کس کا جھنڈا باندھا گیا۔ بعض نے حضرت حمزہ اور بعض نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما کے جھنڈے کے بارے قول اختیار کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے ان دونوں حضرات کو اکٹھا ہی روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا بعض لوگوں مین یہ اشکال پیدا ہوگیا۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مجاہدین لے کر روانہ ہوئے۔ وہ اس وقت قریش کے اس قافلہ کا قصد کیے ہوئے تھے جو شام سے آیا تھا اور مکہ مکرمہ کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ اس کا امیر ابو جہل تھا جس کے ہمراہ تین سو یا ایک سو تیس افراد تھے۔ وہ سرزمین جہینہ کی طرف عیص کی طرف سمندر کے ساحل تک پہنچے جب فریقین نے باہم صف بندی کر لی تو ان کے درمیان مجدی بن عمرو الجہنی آ گیا یہ دونوں فریقوں کا حلیف تھا۔ انہوں نے اس کی بات مان لی اور واپس چلے گئے اور باہم قتال نہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مجاہدین مدینہ طیبہ اور ابو جہل اور اس کے ساتھی مکہ مکرمہ لوٹ گئے۔ جب حضرت حمزہ اور ان کے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور مجدی بن عمرو کا کردار عرض کیا اور اس کا منصفانہ رویہ عرض کیا۔ جب مجدی کا قبیلہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں خلعتیں پہنائیں اور آپ نے فرمایا: "مجدی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے والا اور بابرکت شخص ہے۔"

تنبیہات

◆ ❶ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ اور اس سے بعد رونما ہونے والا سریہ غزوۃ الابواء سے قبل رونما ہوئے تھے۔ جبکہ ابن اسحاق نے اس کو غزوہ بواط سے قبل لکھا ہے۔

◆ ❷ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سریہ کس مہینہ میں رونما ہوا تھا۔ مدائنی نے لکھا ہے "یہ دوسرے سال ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔"

ابوعمرو نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ربیع الآخر میں رونما ہوا تھا۔

❀❀❀❀

پانچواں باب

سریہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

اس سریہ میں جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔علمبر دار کا نام حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔اپنے مجاہدین کے ہمراہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مڈبھیڑ اس چشمہ پر ہوئی۔جسے احیاء کہا جاتا تھا یہ رابغ کی وادی میں تھا۔یہ جحفہ سے دس میل دور تھا۔جبکہ تم رستہ سے بائیں طرف قدید کی طرف جا رہے ہو۔وہ اپنے جانور چرانے کے لیے رستہ سے ہٹ گئے تھے۔ابوسفیان کے ہمراہ دوسوافراد تھے۔اس کارواں کی امارت ابوسفیان یا مکرز بن حفص یا عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھ میں تھی۔فریقین کے مابین تیر اندازی ہوئی۔نہ تلواریں سونتنے کی نوبت آئی نہ ہی قتال کے لیے صفیں باندھیں گئیں۔فریقین قتال کے لیے قریب ہوئے۔البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں ایک تیر پھینکا۔یہ پہلا تیر تھا جسے اسلام میں پھینکا گیا تھا۔انہوں نے اپنا ترکش کھولا۔اپنے ساتھیوں سے آگے ہو گئے۔مشرکین نے ڈھالوں سے ان کے تیر روکے۔انہوں نے اپنے ترکش کے سارے تیر چلا دیے۔اس میں بیس تیر تھے۔ہر تیر کے ذریعے انہوں نے کسی انسان یا جانور کو زخمی کیا۔فریقین کے مابین اس روز صرف یہی تیر اندازی ہوئی تھی۔پھر فریقین اپنے اپنے گروہ کی طرف لوٹ گئے۔کفار کے گروہ سے حضرات مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان مازنی مسلمانوں کے پاس آگئے۔یہ دونوں مسلمان تھے۔وہ اس لیے نکلے تھے تاکہ وہ مسلمانوں تک پہنچ سکیں۔

تنبیہ

بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ یہ سریہ پہلے سال رونما ہوا تھا۔ابوالاسود نے اسے اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے۔

ابن عائذ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الابواء پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ساٹھ افراد کو بھیجا۔اس صورت میں یہ سریہ دوسرے سال رونما ہوا ہوگا۔بعض اہلِ سیر نے اسی کی صراحت کی ہے۔

چھٹا باب

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اس سریہ میں ان کے ہمراہ بیس افراد تھے۔ جو سارے کے سارے مہاجرین تھے۔ دوسرے قول کے مطابق صرف آٹھ مجاہدین کو خزاز کی طرف بھیجا گیا۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ ہجرت کو نو ماہ گزر چکے تھے۔ حضرت سعد کے لیے سفید جھنڈا باندھا گیا۔ حضرت مقداد بن عمرو البہرانی علمبردار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا کہ وہ الخزاز سے آگے تجاوز نہ کریں۔ تاکہ وہ قریش کے اس کارواں پر چھاپہ ماریں جو وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ ان کے تعاقب میں نکلے وہ دن کے وقت چھپ جاتے تھے اور رات کے وقت عازم سفر ہوتے تھے۔ وہ پانچویں روز صبح کے وقت الخزاز پہنچے۔ یہ جگہ خم کے قریب تھی۔ انہوں نے پایا کہ کاروانِ قریش وہاں سے کل ہی گزرا تھا۔ مجاہدین مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

تنبیہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے ان سب سرایا کا ذکر ہجرت کے پہلے سال میں کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ دوسرے سال کے واقعات میں کیا ہے۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

سریہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو جہینہ آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: "آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ معاہدہ کرلیں تاکہ ہم اور ہماری قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔" آپ نے ان کے لیے معاہدہ کیا۔ وہ اسلام لے آئے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سال ماہِ رجب میں ہمیں بھیجا۔ ہماری تعداد ایک سو بھی نہ تھی۔ آپ نے ہمیں فرمایا کہ ہم کنانہ کے اس قبیلہ پر حملہ کریں۔ جو جہینہ کی ایک طرف ہے۔" ہم نے ان پر حملہ کیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہم جہینہ کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمارا دفاع کیا۔ انہوں نے پوچھا "تم شہر حرام میں کیوں قتال کرتے ہو؟" ہم میں سے بعض نے کہا: "تمہاری کیا رائے ہے؟" بعض نے کہا "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور سارے حالات گوش گزار کرتے ہیں۔" بعض نے کہا "نہیں! بلکہ ہم اسی جگہ ٹھہریں گے۔" میں نے اور میرے ساتھیوں نے کہا "نہیں! بلکہ قریش کے کارواں کے پاس جائیں گے اور اس پر چھاپہ ماریں گے۔" ہم کارواں کی طرف چلے گئے اس وقت مالِ فئے اسی کا ہوتا تھا جو اسے پکڑ لیتا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ حالتِ غصہ میں اٹھے چہرہ انور سرخ تھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے ہاں سے تم سب روانہ ہوئے پھر دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تم سے پہلے لوگوں کو اسی فرقہ بازی نے ہلاک کیا تھا۔ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تم سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صبر کرنے والا ہوگا۔" آپ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کر دیا۔ وہ اسلام میں پہلے امیر تھے۔

❁❁❁❁

آٹھواں باب

سریہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔

آپ نے نمازِ عشاء پڑھی اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ آپ نے انہیں فرمایا: ''صبح مجھے ملنا۔ اپنے ہتھیار لے آنا۔ میں نے ایک سمت تمہیں بھیجنا ہے۔'' حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ''وقتِ صبح میں نے آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ میرے پاس میری کمان، تلوار، ترکش اور ڈھال تھی۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز صبح پڑھائی۔ پھر آپ تشریف لائے۔ میں آپ سے پہلے ہی آپ کے حجرہ مقدسہ کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے قریش میں سے چند افراد دیکھے۔ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے حکم پر ایک خط لکھا۔ پھر مجھے یاد فرمایا۔ مجھے خولانی جلد کا ایک صحیفہ عطا کیا اور فرمایا: ''میں نے تمہیں اس گروہ پر امیر مقرر کیا ہے تم روانہ ہو جاؤ۔ جب دو راتوں کا سفر طے کر چکو تو میرا یہ خط کھول کر پڑھنا اور اس میں موجود ہدایات پر عمل کرنا۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کس طرف روانہ ہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''کارواں کا قصد کیے نجدیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔''

ابن اسحاق اور ابوعمرو نے لکھا ہے کہ آپ نے ان کے ہمراہ مہاجرین میں سے آٹھ افراد کو بھیجا ان میں ایک بھی انصاری صحابی نہ تھا۔ ان میں حضرات ابو حذیفہ بن عتبہ، سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن محصن، عتبہ بن غزوان، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد بن بکیر اور سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم شامل تھے۔'' ابن عائذ نے حضرت سہل بن بیضاء کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے حضرات سہیل، خالد اور عکاشہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

ابن سعد نے ان میں حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ہی حضرت حکم بن کیسان کو قیدی بنایا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے ''یہ بارہ مہاجرین تھے دو دو صحابی باری باری ایک اونٹ پر سوار ہو رہے تھے۔

امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زر بن جیش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سب سے پہلے اسلام میں جو جھنڈا اٹھایا گیا۔ وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ جب دو دن کی مسافت طے کر چکے تو خط مبارک کھولا اس میں لکھا تھا۔ ''رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ روانہ ہو۔ میرے اس حکم کے مطابق اپنے

پیروکاروں کو لے کر عازمِ سفر ہو جاؤ۔ وادیٔ نخلہ میں جاؤ۔ قریش کے کارواں کا انتظار کرو اور ہمیں ان کے بارے بتاؤ۔"

جب انہوں نے گرامی نامہ پڑھا تو کہا "سر تسلیم خم ہے" اپنے ساتھیوں کو پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ جاؤں۔ وہاں کاروانِ قریش کا انتظار کروں اور ان کے بارے خبر لے آپ کے پاس آ جاؤں۔" آپ نے مجھے منع کیا ہے کہ تم میں سے کسی کو ساتھ آنے پر مجبور کروں۔ جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہو اس میں جسے رغبت ہو وہ میرے ساتھ روانہ ہو جائے جسے یہ ناپسند ہو وہ واپس لوٹ جائے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں آپ کے حکم پر عمل پیرا ہونے لگا ہوں۔" ان کے سارے ساتھیوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ محترم ﷺ اور تمہارا حکم سنتے ہیں اور سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔"

حضرت عبداللہ روانہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ان کے ساتھی بھی تھے۔ ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ وہ حجاز کے رستہ پر روانہ ہوئے۔ جب مکان معدن تک پہنچے۔ یہ جگہ الفُرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے تو حضرات سعد اور عتبہ کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ باری باری اس پر سوار ہو رہے تھے۔ وہ اس کی جستجو میں رہے حتیٰ کہ وہ دو دن کی مسافت سے پیچھے رہ گئے۔ وہ اس مہم میں شرکت نہ کر سکے اور صحابہ کرام کچھ دن بعد مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ بقیہ صحابہ کرام کو لے کر آگے روانہ ہو گئے۔ نخلہ فروکش ہوئے۔ وہاں سے قریش کا کارواں گزرا جو کشمش، چمڑے اور دیگر تجارتی سامان اٹھائے ہوئے تھا۔ جو وہ طائف سے لے کر آئے تھے۔ اس کاروان میں عمرو بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ، نوفل بن عبداللہ اور حکم بن کیسان شامل تھے۔ جب اس کارواں نے صحابہ کرام کو دیکھا تو وہ ڈر گئے۔ انہیں ان کا امر عجیب لگا۔ یہ ان کے قریب ہی اتر چکے تھے۔ حضرت عکاشہ نے اپنے سر کا حلق کرا لیا۔ پھر اچانک وہاں چلے گئے تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔ جب قریش کے افراد نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا "تمہیں ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ عمرہ کرنے والے لوگ ہیں۔" وہ پرسکون ہو گئے اپنی سواریوں کو باندھا اور انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور کھانا تیار کیا۔

مسلمانوں نے ان کے معاملہ کے بارے مشورہ کیا۔ یہ رجب کا آخری دن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شعبان کا پہلا دن تھا یا جمادی الآخرۃ کا آخری دن تھا۔ صحابہ کرام کو اس دن کے بارے شک گزرا کہ یہ شہر حرام میں سے ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا "بخدا! اگر تم نے آج رات اس قوم کو اسی طرح چھوڑ دیا تو حرم میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ تم سے بچ نکلیں گے۔ اگر تم انہیں مارو تو یہ شہر حرام میں قتل ہو گا۔" انہیں تردد کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کے خلاف کسی اقدام سے وہ ڈرنے لگے۔ پھر انہوں نے خود کو حوصلہ دیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ جس پر قدرت رکھیں اسے قتل کر دیں اور ان کا سامان حاصل کر لیں۔"

حضرت واقد بن عبداللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا اور اسے قتل کر ڈالا۔ انہوں نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن

یسان کو قیدی بنالیا۔نوفل بن عبداللہ (یا مغیرۃ) بھاگ نکلا۔مسلمانوں نے کارواں پر قبضہ کرلیا۔حضرت عبداللہ بن جحش نے اس سے آپ ﷺ کے لیے خمس نکالا۔دیگر سامان اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔یہ اسلام کا پہلا خمس اور پہلا مال غنیمت تھا۔

عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہونے والا پہلا قتل تھا۔عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان اسلام میں پہلے قیدی تھے۔اس وقت مالِ غنیمت میں خمس فرض نہیں ہوا تھا۔جب رب تعالیٰ نے مال فئے کو حلال قرار دیا اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔اس میں خمس نکالنا فرض قرار دیا۔اس وقت وہ امر بیچ ثابت ہوگیا جس کا فیصلہ حضرت عبداللہ نے اس کارواں کے بارے کیا تھا۔

بعض سیرت نگار لکھتے ہیں "حضرت عبداللہ سارا مالِ غنیمت لے آئے تھے۔الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسلام میں پہلا مال جس سے خمس نکالا گیا۔وہ حضرت عبداللہ بن جحش کا مال تھا۔پھر حضرت عبداللہ اس کارواں کو اور دونوں قیدیوں کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔جب وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو آپ نے فرمایا:"میں نے تمہیں شہرِ حرام میں قتل کرنے کا حکم تو نہیں دیا تھا۔آپ نے اس کارواں اور قیدیوں میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔دوسرے قول کے مطابق جب آپ غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو اہلِ بدر کے مالِ غنیمت کے ساتھ اس مال کو بھی تقسیم کر دیا۔ہر شخص کو اس کا حق دیا۔جب آپ نے یہ فرمایا تو وہ صحابہ کرام بڑے نادم ہوئے۔انہوں نے سمجھا کہ وہ تو ہلاک ہو گئے ہیں۔دیگر مسلمانوں نے بھی انہیں اس فعل کے بارے عار دلائی۔

قریش نے کہا:"محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام نے شہر حرام کو حلال کر دیا ہے۔وہ اس میں خونریزی کرتے ہیں۔اس میں اموال چھینتے ہیں۔لوگوں کو قیدی بناتے ہیں۔"وہ مسلمان جو مکہ مکرمہ میں تھے وہ انہیں یہ جواب دیتے تھے۔"انہوں نے یہ قتل شعبان المعظم میں کیا ہے۔"یہودی اس واقعہ سے فال پکڑتے ہو کہتے تھے"عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا۔عمرو سے"جنگ بھڑک اٹھی۔"حضرمی سے"جنگ موجود ہوگئی"اور واقد سے"آتش جنگ شعلہ فشاں ہوگئی"لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مشرکین کے خلاف کر ڈالا۔ان کے حق میں نہ رہا۔جب لوگ اس ضمن میں بہت سی باتیں کرنے لگے تو رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ پر یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: "وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ،حرام میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس

میں بڑا گناہ ہے۔لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرم اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔"

جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس خون کو ختم کر دیا۔جس میں وہ مبتلا تھے۔آپ نے مالِ غنیمت یا خمس اور دونوں قیدیوں پر قبضہ کر لیا۔قریش نے اپنے دونوں قیدیوں کے فدیے بھیجے۔آپ نے فرمایا: ہم تم سے فدیے نہ لیں گے حتیٰ کہ ہمارے دونوں ساتھی حضرات سعد اور عتبہ ہمارے پاس آجائیں۔ہمیں ان کے بارے تم سے خطرہ ہے۔اگر تم نے ان کو شہید کر ڈالا ہو تو ہم تمہارے ان دو ساتھیوں کو قتل کر دیں گے۔" حضرت حکم بن کیسان نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔وہ آپ کی خدمت میں ہی حاضر رہے۔حتیٰ کہ بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے۔عثمان بن عبداللہ مکہ مکرمہ چلا گیا اور حالت کفر میں مر گیا۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کا وہ خوف دور ہوا جس میں وہ مبتلاء تھے۔جب قرآن پاک کا نزول ہوا تو انہوں نے اجر و ثواب کی امید کی۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم امید کریں کہ ہمارے لیے ایک غزوہ ہوگا جس میں ہمیں مجاہدین کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾ (البقرۃ:۲۱۸)

تنبیہ

اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن جحش کو امیر المؤمنین کہا گیا (ابن سعد، القطب) ابو نعیم نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ پہلے امیر تھے حضور اکرم ﷺ نے انہیں امیر مقرر کیا تھا۔

نواں باب

عصماء بنت مروان کا قتل

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ رمضان المبارک کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ آپ نے حضرت عمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ عنہ کو عصماء بنت مروان کی طرف بھیجا۔ اس کا تعلق بنو امیۃ بن زید کے ساتھ تھا۔ یہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کی بیوی تھی۔ یہ اسلام کے عیب نکالتی تھی۔ آپ کو تکلیف دیتی تھی۔ آپ کے خلاف لوگوں کو ابھارتی تھی اور اشعار کہتی تھی۔ یہ حیض کے کپڑے بنوخطمہ کی مسجد میں پھینکتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون مباح فرمایا تھا۔ حضرت عمیر بن عدی نے نذر مانی کہ اگر آپ بدر سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو وہ اس عورت کو تہ تیغ کر دیں گے۔ جب آپ بدر سے واپس تشریف لائے تو رات کے وقت حضرت عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ اپنے گھر میں تھی اس کی اولاد اس کے اردگرد سوئی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولا۔ کیونکہ وہ نابینا تھے۔ اس عورت کا بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ بچے کو اس سے دور کیا۔ اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھ دی۔ جو اس کی کمر سے نکل گئی۔"

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی شخص ہے جو ہماری طرف سے اس عورت کو کافی ہو جائے۔" اس عورت کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا: "میں اسے آپ کی طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔" وہ اس کے پاس گیا۔ وہ عورت کھجوریں بیچتی تھی۔ اس نے اسے کہا: "کیا تمہارے پاس اس سے اچھی کھجوریں ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں!" وہ اپنے کسی کمرے میں گئی۔ وہ کوئی چیز لینے کے لیے جھکی۔ وہ صحابی فرماتے ہیں۔ "میں نے دائیں بائیں دیکھا مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ میں نے اس کے سر پر مارا حتیٰ کہ اس کا کام تمام کر دیا۔" وہ صحابی مسجد نبوی میں آئے۔ آپ کے ساتھ نماز صبح ادا کی جب آپ واپس آنے لگے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! کیا اس کی وجہ سے مجھ پر کچھ ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس کی وجہ سے تو دو بکریاں بھی باہم نہ لڑیں گی۔" (اس کا خون رائیگاں ہوگا) میں نے سب سے پہلے یہ جملہ آپ کی زبان سے سنا تھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اگر تم ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہو جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس اندھے کی طرف دیکھو جس

نے اطاعت الٰہیہ میں رات بسر کی ہے۔" آپ نے ان سے فرمایا: "انہیں اندھا نہ کہو بلکہ انہیں بصیر "بینا" کہو۔" آپ نے ان کا نام بصیر رکھ دیا۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہوں نے اس عورت کے بیٹوں کو دیکھا جو ایک گروہ کے ساتھ اپنی ماں کو دفن کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "عمیر! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! تم سب مل کر میرے خلاف مکر لو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر تم سارے ایسے بکواسات کرو گے جیسے وہ کرتی تھی تو تم سب کی گردنیں اپنی اس تلوار سے اڑا دوں گا حتیٰ کہ یا تو میں شہید ہو جاؤں یا کہ تمہیں واصل جہنم کر دوں۔" اس روز بنو خطمہ میں اسلام کا ظہور ہوا۔ ان میں سے مسلمان اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ انہیں القاریٔ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

❁❁❁❁

دسواں باب

ابو عفک یہودی کا قتل

آپ نے ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شوال میں حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ابو عفک یہودی کی طرف بھیجا۔ اس کا تعلق بنو عمرو بن عوف کے ساتھ تھا۔ یہ عمر رسیدہ بوڑھا تھا اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی۔ یہ آپ کے خلاف لوگوں کو اکساتا تھا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کون ہے جو اس خبیث کو میری طرف سے کافی ہو جائے۔'' حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری نذر یہ ہے کہ یا تو میں ابو عفک کو موت کے گھاٹ اتاروں گا یا پھر خود شہید ہو جاؤں گا۔'' انہوں نے غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یہ ان افراد میں سے ایک تھے جو غزوۂ تبوک کے وقت گریہ بار ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔

وہ ابو عفک کی غفلت کی جستجو کرتے رہے۔ ایک گرم رات کو ابو عفک اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ حضرت سالم کو اس کے بارے علم ہو گیا۔

وہ اندر آئے اس کے جگر پر تلوار رکھی۔ اس پر زور لگایا وہ اس کے بستر میں گھس گئی۔ وہ چیخ اٹھا۔ وہ لوگ اس کی طرف لپکے جن کا نفاق ظاہر تھا۔ وہ اسی کے دین پر تھے۔ انہوں نے اسے گھر داخل کیا اور اس کی قبر کھود دی۔ امامہ مریدیہ اسکے بارے کہتی ہے:

تکذب دین اللہ والمرء احمد ۔ لعمر الذی امناك ان بئس ما یمنی

حباك حنیف آخر اللیل طعنة ۔ ابا عفك خذها علی اکبر السنّ

ترجمہ: ''تو اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلاتا ہے حالانکہ ہستیٔ کامل تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اس عمر کی قسم جو تمہیں امیدیں دلاتی ہے وہ کتنی بری امیدیں دلاتی ہے۔ رات کے آخری حصہ میں ایک مسلمان نے تجھے ضرب کاری لگائی۔ ابو عفک! اسے بڑھاپے کے باوجود لو۔''

تنبیہ

اس واقعہ کو ابن سعد اور محمد بن عمر نے تحریر کیا ہے۔ المورد اور الامتاع میں اسے اس سے پہلے واقعہ کے بعد ذکر کیا گیا ہے لیکن ابن اسحاق اور ابو ربیع نے اسے مقدم کیا ہے۔

گیارھواں باب

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

آپ نے انہیں کعب بن اشرف کی طرف بھیجا۔ ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ ماہِ ربیع الاول کی چودہ راتیں گزر چکی تھیں۔ کعب یہودی تھا۔ اس کا تعلق بنونضیر کے ساتھ تھا۔ یہ ابن عقبہ کا قول ہے اس کی کنیت ابونائلہ تھی۔ ابن اسحاق اور ابوعمرو نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنونبہان کے ساتھ تھا جو طئے کا قبیلہ تھا اس کی ماں بنونضیر میں سے تھی۔ یہ شاعر تھا آپ کو اذیت دیتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا تھا۔ کفار کو ان پر حملہ کرنے کی ترغیب دلاتا تھا۔

امام زہری سے اللہ تعالیٰ نے اس فرمان کے بارے روایت ہے:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط (آلِ عمران:۱۸۶)

ترجمہ: "اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ اذیت دینے والی بہت باتیں۔"

اس سے مراد کعب بن اشرف ہے۔ یہ مشرکین کو آپ پر اور صحابہ کرام پر حملہ کرنے پر اکساتا تھا۔ یہ اپنے اشعار میں آپ کی اور صحابہ کرام کی ہجو بیان کرتا تھا۔

جب حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما غزوۂ بدر میں مشرکین کے قتل اور قیدی ہونے کی بشارت لے کر آئے تو کعب نے کہا: "کیا یہ حق ہے؟ کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ جن کے یہ نام لے رہے ہیں یہ عرب کے سردار اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ بخدا! اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا کام تمام کر دیا ہے تو زمین کا اندرونی حصہ اس کے بیرونی حصہ سے بہتر ہے۔" جب اس دشمن خدا کو اس خبر کا یقین آ گیا اور قیدیوں کو جکڑے ہوئے دیکھا تو یہ ذلیل و رسواء ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی قوم سے کہا: "تمہارے پاس کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "جب تک ہم زندہ ہیں ان کی عداوت" اس نے کہا "تمہاری حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے تو اپنی قوم کو بھی روندھ ڈالا ہے۔ اس کا کام تمام کر دیا ہے لیکن میں قریش کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں جنگ پر اکساتا ہوں۔ ان کے مقتولوں پر روتا ہوں۔ شاید وہ جنگ پر آمادہ ہو جائیں۔" یہ ان کے

ساتھ روانہ ہوا۔مکہ مکرمہ آیا۔اپنا سامان مطلب بن ابی وداعۃ کے پاس رکھا۔اس کے پاس عاتکہ بنت اسید تھی۔بعد میں انہوں نے اوران کے خاوند نے اسلام قبول کرلیا تھا۔اس نے اسے اتارا۔آؤ بھگت کی۔یہ لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانے لگا۔یہ اشعار پڑھتا تھااورمقتولین بدر پر روتا تھا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے"آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایااورکعب کے بارے بتایا کہ وہ فلاں کے ہاں فروکش ہوا ہے۔"انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا ابلغن عنی اسیدًا رسالةً فخالك عبد بالشراب مجرّب

ترجمہ: "ارے!اسید تک میرا یہ پیغام پہنچادو کہ تمہارا ماموں وہ ہے جو ایسا بندہ ہے جس نے شراب کا بار بار تجربہ کیا ہے۔"

لعمرك ما اوفى اسيد لجارهٖ ولا خالد و ابن المفاضته زنينب

ترجمہ: "تمہاری زندگانی کی قسم اسید سے بڑھ کر اپنے پڑوسی سے وفا کرنے والا کوئی نہیں نہ خالد سے نہ ہی ابن المفاجۃ زینب سے بڑھ کر کوئی باوفا ہے۔"

و عتاب عبد غير موفٍ بذمة كذوب شئونِ الرَّاْسِ قرد مدرّب

ترجمہ: "عتاب وہ شخص ہے جو اپنے ذمہ کو پورا کرنے والا نہیں۔وہ سر کے اہم معاملات کا جھوٹا ہے وہ سکھایا ہوا بندر ہے۔"

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ کعب نے خانہ کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرے گا۔حضرت عمرو سے روایت ہے کہ قریش نے کعب سے کہا:"ہمارا دین زیادہ ہدایت والا ہے۔یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین؟اس نے کہا:"تمہارا دین۔"

جب اس عورت تک یہ اشعار پہنچے تو اس نے کعب کا سامان باہر پھینک دیا۔اس نے کہا:"ہمارا اوراس یہودی کا کیا تعلق؟کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ حسان نے ہماری کیا درگت بنائی ہے۔"کعب کسی اور جگہ منتقل ہوگیا۔وہ جب بھی کسی قوم کے ہاں فروکش ہوتا۔آپ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلاتے اورفرماتے"ابن اشرف فلاں کے ہاں فروکش ہوا ہے۔"وہ ان کی ہجو کرتے رہتے حتیٰ کہ وہ اس کا سامان گلی میں پھینک دیتے اسے پناہ گاہ نہ ملی حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آگیا۔ابن اسحاق نے لکھا ہے"پھر کعب مدینہ طیبہ آگیا۔وہ عفت مآب مسلمان خواتین کے نام لے لے اپنے اشعار کہنے لگا۔حتیٰ کہ اس نے مسلمانوں کو اذیت دی۔عبداللہ بن اسحاق الخراسانی نے اپنے"فوائد"میں حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ کعب نے کھانا بنایا یہودیوں کی

ایک جماعت نے موافقت کی کہ وہ آپ کو بھی ولیمہ کی دعوت دے۔ جب آپ تشریف لائیں تو وہ آپ کو شہید کر دیں۔ اس نے آپ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام بھی تھے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کو ان کی خفیہ گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ جب انہوں نے آپ کو نہ پایا تو وہ بھی منتشر ہو گئے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! کعب کے اس واضح شر کے بارے تو اسے جیسے چاہتا ہے کافی ہو جا۔''

صحیح میں ہے آپ نے فرمایا: ''میری طرف سے کعب بن اشرف کو کون کافی ہو جائے گا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی ہے۔''

دوسری روایت میں ہے ''اس نے اپنے اشعار سے ہمیں اذیت دی ہے اور مشرکین کی ہمارے خلاف مدد کی ہے۔'' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے آپ کی طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔'' آپ نے ان سے فرمایا۔ ''اگر تمہیں اس کام پر قدرت ہے تو اسے کر گزرو۔'' حضرت محمد بن مسلمہ واپس آئے۔ تین دن تک انہوں نے کچھ نہ کھایا پیا مگر اتنا جس سے ان کے جسم و روح کا رشتہ قائم رہ سکے۔ آپ سے ان کے بارے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ سے ایک وعدہ کر لیا ہے شاید میں اسے پورا کر سکوں یا نہ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''صرف کوشش کرنا تمہارا کام ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس ضمن میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر لینا۔'' انہوں نے ان سے مشاورت کی تو انہوں نے فرمایا: ''اس کے پاس جاؤ اس سے اپنی ضروریات بیان کرو اسے کہو کہ وہ تمہیں کچھ غلہ ادھار دے دے۔''

اسے تہ تیغ کرنے پر محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ، حارث بن اوس ان کو ان کے چچا سعد بن معاذ نے بھیجا اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے اتفاق کر لیا، یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسے تہ تیغ کر دیں گے ہمیں ایسی باتیں کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ جن کے علاوہ ہمارے لیے کوئی چارۂ کار نہ ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے جو ضروری ہو کہہ لینا۔ حلال ہے۔'' حضرت ابو نائلہ کعب کے پاس گئے۔ یہ اس کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اجل سیرت نگاروں نے اسی طرح لکھا ہے صحیح میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس گئے۔ جب کعب نے انہیں دیکھا تو ان کی کیفیت کو عجیب سمجھا اور اس سے گھبرا گیا۔ انہوں نے اسے کہا: ''مجھے ایک ضرورت نے آلیا ہے'' کعب اپنی قوم کی محفل میں تھا۔ اس نے کہا: ''میرے قریب ہو جاؤ۔ اپنی ضرورت بتاؤ کچھ وقت کے لیے ہم سے باتیں کرو۔'' وہ اسے شعر سنانے لگے۔ کعب: تمہاری ضرورت کیا ہے؟ شاید تم اب جانا چاہتے ہو۔ جب اس کی قوم نے یہ بات سنی تو وہ چلے گئے۔ حضرت ابو نائلہ یا حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: ''اس شخص (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو صدقہ

دینے کے لیے کہا ہے۔ہمارے پاس تو اتنا کچھ بھی نہیں جسے ہم کھا سکیں۔اس نے ہمیں تھکا دیا ہے۔" کعب: بخدا! اسی طرح تم اس سے اکتا جاؤ گے۔"

صحیح کے علاوہ دیگر کتب میں ہے کہ حضرت ابونائلہ نے کہا "میں تیرے پاس ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں۔میں اس کا تذکرہ تیرے پاس کرنا چاہتا ہوں۔بشرطیکہ تو اسے مخفی رکھے۔" کعب: "میں اسے پوشیدہ رکھوں گا۔" انہوں نے کہا: "اس شخص کا ہمارے پاس آنا مصائب میں سے ایک مصیبت ہے۔سارا عرب ہم سے عداوت کرنے لگا ہے۔وہ ایک کمان سے ہم پر تیراندازی کرنے لگے ہیں۔سارے رستے منقطع ہو چکے ہیں۔اہل و عیال ضائع ہونے لگے ہیں۔نفوس تھک گئے ہیں۔ہم بھی تھک چکے ہیں اور ہمارے عیال بھی۔" کعب بن اشرف نے کہا "ابن سلامۃ! بخدا! میں تو تمہیں بتاتا تھا کہ معاملہ عنقریب اسی طرح ہو جائے گا۔لیکن تم مجھے سچ بتاؤ کہ اب ان کے معاملہ کے بارے کیا پوچھتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ان کو چھوڑنا اور ان سے پہلوتہی کرنا۔" کعب نے کہا "کیا اب وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ یہ سب کچھ باطل ہے" حضرت ابونائلہ یا محمد بن مسلمہ نے فرمایا "میرے پاس ایسے ساتھی ہیں جن کی رائے میری رائے کی طرح ہی ہے۔میرا ارادہ ہے کہ میں انہیں بھی تمہارے پاس لے آؤں۔ہم تم سے کھانا اور کھجوریں خریدیں گے۔تم ہم پر احسان کرنا ہم کوئی قابل اعتماد چیز تمہارے پاس بطور رہن رکھیں گے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے کعب سے وعدہ کیا کہ وہ حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) کو بھی لے کر آئیں گے۔کعب نے کہا: "ابونائلہ! تمہاری یہ حالت میں برداشت نہیں کر سکتا۔تم سارے لوگوں سے معزز ہو۔تم میرے پاس بطور رہن کیا چیز رکھو گے؟ کیا اپنے بیٹوں کو بطور رہن میرے پاس رکھو گے؟" انہوں نے کہا: "ہمیں حیاء آتی ہے کہ اس طرح تو ہمارے بیٹوں پر عیب لگایا جائے گا۔انہیں کہا جائے گا۔"اسے ایک وسق اور اسے دو وسق کھجوروں کے عوض رہن رکھا گیا۔" کعب: "اپنی عورتیں میرے پاس بطور رہن رکھ دو۔" انہوں نے کہا: "تو ہمیں رسواء کرنا چاہتا ہے ہمارا معاملہ واضح کرنا چاہتا ہے تو سارے لوگوں سے حسین ہے۔ہم تجھ سے امن سے نہیں۔کون سی عورت تیرے حسن کی وجہ سے تجھے روک سکتی ہے۔بلکہ ہم اپنے ہتھیار اور اسلحہ بطور رہن تیرے پاس رکھیں گے۔تاکہ تو راضی ہو جائے حالانکہ تو جانتا ہے کہ آج کل ہمیں اسلحہ کی کتنی ضرورت ہے۔" کعب: "اسلحہ رکھنے میں وفاء ہے۔" حضرت ابونائلہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس وقت انہیں نہ روکے جب وہ اسلحہ لے کر آئیں۔" کعب نے کہا: "جب چاہو اسلحہ لے آؤ۔"

وعدہ کر کے ابونائلہ اس کے پاس سے واپس آ گئے۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے انہیں ساری صورت حال بتائی۔انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وعدہ کا وقت گزر جانے کے بعد وہ اس کے پاس جائیں گے۔عشاء کے وقت وہ بارگاہِ رسالت

مآب میں حاضر ہو گئے۔ سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ ان کے ساتھ چلے۔

ابن اسحاق، امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہمراہ بقیع الغرقد تک چلے۔ پھر انہیں الوداع کرتے وقت فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ مولا! ان کی اعانت فرما۔" ابن سعد نے یہ الفاظ مبارک لکھے ہیں "تم اللہ رب العزت کی برکت اور مدد کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔" پھر آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی گویا کہ دن ہو۔ ربیع الاول کی چودہ تاریخ تھی۔ صحابہ کرام روانہ ہوئے۔ وہ کعب بن اشرف کے قلعہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ صحیح میں ہے۔ "حضرت محمد بن مسلمہ یا حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہما نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "جب کعب تمہیں دیکھ لے گا تو میں اس کے شعر پڑھوں گا میں اس کا نام لوں گا۔ جب تم دیکھ لو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو اس کی گردن اڑا دینا۔"

حضرت ابونائلہ نے اسے زور سے پکارا۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ اپنے لحاف سے اچھلا۔ اس کی بیوی نے اس کے کونے پکڑ لیے۔" اس نے کہا: "تم ایک جنگجو انسان ہو۔ جنگجو انسان اس وقت نیچے نہیں اترتے۔" اس نے کہا: "مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ میرا بھائی ابونائلہ ہے اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو مجھے بیدار نہ کرتا۔" اس عورت نے کہا: "بخدا! مجھے اس آواز میں شر کی بو آرہی ہے۔" دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا: "میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔"

کعب نے اسے کہا: "جب کسی کریم شخص کو رات کے وقت چلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ لبیک کہتا ہے۔" پھر وہ نیچے اترا۔ اس نے کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ اس سے خوشبو آرہی تھی۔ وہ ان صحابہ کرام کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھ کر کچھ دیر گفتگو کرتے رہے۔ جب یہ بے تکلف ہو گیا تو انہوں نے کہا: "ابن اشرف! کیا تم ہمارے ساتھ العجوز گھاٹی تک نہیں جاتے۔ ہم بقیہ رات وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" اس نے کہا: "جیسے تمہاری مرضی۔" وہ چلتے ہوئے نکلے۔ وہ کچھ دیر چلے۔ حضرت ابونائلہ نے کہا: "ہم تم سے بڑی عمدہ خوشبو سونگھ رہے ہیں۔" کعب نے کہا: "ہاں! میری زوجیت میں وہ عورت ہے جو عرب کی ساری خواتین سے زیادہ عطر استعمال کرتی ہے۔" انہوں نے کہا: "کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ لوں۔" اس نے کہا: "ہاں!" حضرت ابونائلہ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر میں داخل کیا پھر ہاتھ سونگھا اور کہا: "میں نے آج تک اتنی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی۔" کعب مشک استعمال کرتا تھا۔ اس میں پانی اور عنبر ملا کر اسے اس کی کنپٹیوں پر لگایا جاتا تھا۔ اس کے بال گھنگھریالے اور خوبصورت تھے۔ حضرت ابونائلہ کچھ دیر چلے پھر انہوں نے اسی طرح کیا۔ حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو گیا۔ انہوں نے اس کے سر میں ہاتھ ڈالا۔ اسے مینڈھیوں سے پکڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: "دشمن خدا کی گردن اڑا دو۔" اس پر تلواریں باہم ٹکرا

گئیں۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ ابونائلہ کے ساتھ لپٹ گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا" مجھے وہ چھڑی یاد آگئی جو میری تلوار میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں کام نہیں کر رہیں۔ میں نے اسے پکڑا۔ وہ دشمن خدا پہلی ضرب پر ہی یوں چیخا کہ ہمارے اردگرد یہودیوں کے سارے قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ میں نے اس کے پیٹ کے نچلے حصہ پر رکھا اس پر زور لگایا حتیٰ کہ وہ اس کے زیر ناف سے نکل گئی۔ دشمن خدا نیچے گر پڑا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے" ابو عبس رضی اللہ عنہ نے اس کے پہلو پر نیزہ مارا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے تلوار سے اس پر وار کیا۔ یہ تلوار حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کے لگی۔ ان کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔ صحابہ کرام میں سے کسی کی تلوار نے کعب کا کام تمام کر دیا۔ فراغت کے بعد انہوں نے کعب کا سر کاٹا اور چھپ کر نکل گئے۔ انہیں یہود سے اندیشہ تھا۔ وہ بنوامیہ بن زید کے رستہ پر پھر بنو قریظہ کے رستہ پر چلے۔ ان کے قلعوں پر آگ روشن تھی۔ پھر وہ بعاث کے رستہ پر چلے۔ جب حرۃ العریض تک پہنچے تو حضرت حارث پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے دیگر صحابہ کرام کو صدا دی اور کہا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا" صحابہ کرام نے انہیں اٹھالیا انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ بقیع الغرقد پہنچ کر انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نے ان صحابہ کرام کا نعرۂ تکبیر سنا تو آپ نے بھی تکبیر کہی۔ اور آپ جان گئے کہ انہوں نے اس خبیث کا کام تمام کر دیا ہے۔ وہ دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ مسجد نبوی کے دروازہ میں کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" چہرے کامیاب ہوں۔" انہوں نے عرض کی:" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے تاباں بھی کامران ہو۔" انہوں نے کعب کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل پر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

انہوں نے اپنے ساتھی حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر لعابِ دہن لگایا تو وہ فوراً مندمل ہوگیا۔ صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تم جس یہودی کو پالو اسے تہ تیغ کر دو۔" یہودی ڈرنے لگے ان کا کوئی سردار بھی نظر نہ آیا۔ وہ خوفزدہ تھے کہ کہیں ان کا حشر بھی اسی طرح نہ ہو۔ جس طرح ابن اشرف کا حشر ہوا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے:" یہودی گھبرا گئے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا:" ہمارے سردار کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے۔" آپ نے انہیں کعب کے سیاہ کارنامے بتائے کہ وہ کیسے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا۔ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو کس طرح اذیت دیتا تھا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس امر کی طرف دعوت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ان کے مابین صلح نامہ لکھا گیا۔ یہ صلح نامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے پاس تھا۔

تنبیہات

❶ علمائے کرام نے لکھا ہے"کعب بن اشرف کے اس واقعہ میں اس شخص کے قتل کے جواز کی دلیل ہے جو آپ ﷺ کی گستاخیاں کرے۔ آپ ﷺ کی تنقیص شان کرے یا آپ ﷺ کو اذیت دے۔ خواہ اس کے ساتھ معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ اس واقعہ کو دھوکہ پر محمول کرنا درست نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محفل میں ایک شخص نے اسے فریب کا نام دیا تو انہوں نے اس کی گردن اڑادی۔ دھوکہ امان کے بعد ہوتا ہے۔ یا عہد توڑنا ہوتا ہے۔ اس بدبخت نے آپ کی ہجو بیان کی۔ آپ ﷺ کو سب وشتم کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ کعب نے معاہدہ توڑ دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے اسے پناہ نہیں دی تھی۔ انہوں نے اس کے ساتھ صرف بیع اور رہن کی گفتگو کی تھی۔ حتیٰ کہ انہیں اس پر تسلط حاصل ہو گیا۔

❷ صحیح مسلم میں ہے: "انما هذا محمد بن مسلمه و رضيعه و ابو نائله" قاضی عیاض نے لکھا ہے: "ہمارے شیخ قاضی شہید نے ہمیں بتایا ہے کہ صحیح میں یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "انما هذا محمد بن مسلمه و رضيعه ابو نائله" یعنی واؤ کے بغیر جیسے کہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو نائلہ حضرت محمد بن مسلمہ کے رضاعی بھائی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے "و رضيعي ابو نائله" انہوں نے لکھا ہے: "میرے نزدیک یہ وجہ ہے اگر یہ صحیح ہو کہ وہ کعب کے دودھ شریک بھائی تھے۔

❸ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب کو مخاطب کیا تھا۔ جلیل القدر اہل مغازی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابو نائلہ تھے۔ دمیاطی نے اسی کو ترجیح دینے کی طرف اشارہ دیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے"ان کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ شاید ان دونوں میں سے ہر ایک نے اس کے ساتھ گفتگو کی ہو کیونکہ حضرت ابو نائلہ اس کے دودھ شریک بھی تھے۔ جبکہ حضرت محمد بن مسلمہ کعب کے بھانجے تھے۔ ابن اسحاق خراسانی نے اپنی کتاب "فوائد" میں اسی طرح لکھا ہے۔

❹ صحیح میں حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ کے ہمراہ دو افراد تھے۔ ان کے علاوہ دیگر راویوں نے کہا ہے کہ ان کے ہمراہ حضرات العبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی۔ یہ اس روایت سے بہتر روایت ہے جس میں تین کا تذکرہ ہے۔ ان روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ وہ ایک دفعہ تین اور دوسری دفعہ پانچ تھے۔

بارھواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ القردہ کی طرف (جمادی الآخرۃ ۳ھ)

یہ پہلا سریہ تھا جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر رونما ہوا تو قریش اس رستے سے خطرہ محسوس کرنے لگے جس پر چل کر وہ شام جاتے تھے۔ انہوں نے عراق کا طریقہ اختیار کیا۔ کچھ لوگ تجارت کی غرض سے نکلے۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ اس کارواں میں بہت سی چاندی تھی۔ تجارت کا اکثر حصہ اسی پر مشتمل تھا۔ صفوان بن امیہ بھی بہت سامال لے کر نکلا۔ اس کے پاس چاندی کے ٹکڑے اور برتن تھے۔ جن کا وزن تیس ہزار درہم تھا۔ ابوزمعہ نے اس کے ہمراہ تین سو مثقال سونا اور کچھ چاندی کے ٹکڑے بھیجے۔ دیگر سرداران قریش نے بھی اپنا اپنا سامان بھیجا۔ ابوسفیان کے ساتھ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور خویطب بن عبدالعزیٰ بھی تھے۔ انہوں نے فرات بن حیان کو بطور راہ دان اجرت پر لیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنو بکر بن وائل کے ساتھ تھا۔ جبکہ محمد بن عمر، ابن سعد اور ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنو عجل کے ساتھ تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ بنوسہم کا حلیف تھا۔ یہ ان تجار کو ذات عرق کے رستہ سے لے کر نکلا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کی خبر پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو مجاہدین کے ہمراہ بھیجا۔ انہوں نے القردہ کے مقام پر کاروان کو جالیا۔ قوم کے سردار بچ کر نکل گئے۔ مسلمان صرف دو یا تین افراد کو گرفتار کر سکے۔ انہوں نے کارواں کا سامان بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کا خمس نکالا۔ خمس کی مالیت بیس ہزار دراہم تھی۔ بقیہ مال اہلِ سریہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان قیدیوں میں فرات بن حیان بھی تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں بھی قیدی بنا تھا۔ پہلے یہ بھاگ نکلا تھا۔ مسلمان اس سے بڑی عداوت رکھتے تھے۔ اس کے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مابین اچھے تعلقات تھے۔ انہوں نے اسے کہا: "کیا اب وقت نہیں آیا کہ تو اپنی کوتاہی کا ازالہ کرلے۔" اس نے کہا: "اگر میں اس بار آپ سے بچ کر نکل جاؤں تو ہر بار تو بچ نہیں سکتا۔" انہوں نے فرمایا: "اسلام قبول کرلو۔" انہوں نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ وہ اسلام لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

تیرھواں باب

سریہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ قطن کی طرف

(یکم محرم۔ ہجرت کو پینتیس ماہ گزر چکے تھے)

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قبیلہ طییٔ کا ایک شخص جس کا نام ولید بن زھیر تھا۔ مدینہ طیبہ آیا۔ وہ اپنی بھتیجی زینب سے ملنے آیا تھا۔ وہ طلیب بن عمیر کی زوجیت میں تھی۔ اس نے آپ کو بتایا کہ خویلد کے دو بیٹے طلیحہ اور سلمہ کو اس نے اس حالت پر چھوڑا ہے کہ وہ اپنی قوم اور اطاعت گزاروں میں گھوم رہے تھے۔ وہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسا رہے تھے۔ لیکن قیس بن حارث انہیں روک رہا تھا۔ اس نے کہا تھا: "اے میری قوم! بخدا! تمہاری یہ رائے درست نہیں ہمیں مسلمانوں کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ نہ ہی انہوں نے کسی جگہ لوٹ مار کے لیے حملہ کیا ہے۔ ہمارا گھر یثرب سے بہت دور ہے۔ ہمارا لشکر قریش کے لشکر کی طرح ہے۔ قریش طویل مدت تک عرب کے باشندوں سے نصرت طلب کرتے رہے۔ وہ تو مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ پھر وہ روانہ ہوئے۔ اونٹ ہانکے گھوڑے لے گئے اسلحہ اٹھایا۔ ان کی تعداد کثیر تھی۔ صرف جنگجو تین ہزار تھے۔ تمہاری کوشش کی انتہاء یہ ہے کہ اگر تمہاری تعداد پوری بھی ہوئی تو تم تین سو افراد لے کر نکلو گے۔ تم خود کو بھگا کر لے جاؤ گے۔ اپنے شہروں سے نکلو گے۔ میں اس امر سے امن سے نہیں کہ تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے۔" مگر قوم نے اس کی بات نہ مانی۔"

جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ ان سے فرمایا: "اس سریہ کو لے کر نکلو میں نے تمہیں اس پر امیر بنایا ہے۔" آپ نے ان کے لیے پرچم باندھا اور فرمایا "روانہ ہو جاؤ۔ بنو اسد کی زمین تک پہنچو۔ ان پر حملہ کر دو اس سے پہلے کہ وہ فوج جمع کر کے تم پر لشکر کشی کریں۔" آپ نے انہیں تقویٰ اور مسلمان ہم سفروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت کی۔ اس سریہ میں ۱۵۰ صحابہ کرام شامل تھے۔ طائی شخص بطور راہ دان ساتھ تھا۔ وہ تیز رفتاری سے چلا وہ عام رستے سے ہٹ کر چلا۔ وہ شب و روز عازم سفر رہا۔ دشمن تک روانگی کی خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ چشمہ ذی قطن کی طرف چلے گئے۔ یہ بنو اسد کا چشمہ تھا۔ اس پر ان کا لشکر جمع تھا۔ انہوں نے ان کی چراگاہ پر حملہ کیا۔ ان کے تین چرواہے پکڑ لیے بقیہ بچ گئے۔ سارے مویشیوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے چرواہے ان تک پہنچے۔ انہیں اسلامی فوج کی خبر دی۔ انہیں حضرت ابوسلمہ کے لشکر

سے ڈرایا۔ ان کا لشکر بکھر گیا۔ حضرت ابوسلمہ چشمہ پر اترے۔ انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی فوج بکھر چکی تھی۔ انہوں نے بھیڑوں اور بکریوں کی جستجو میں ساتھیوں کو بھیج دیا۔ انہیں تین حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ ان کے ساتھ ٹھہر گیا دوسرے دونوں گروہوں نے مختلف مقامات پر حملے کیے۔ انہوں نے انہیں وصیت کی کہ وہ جستجو میں بھرپور کوشش کریں اور رات کے وقت ان کے پاس واپس آجائیں۔ وہ جدا جدا نہ ہوں۔ انہوں نے ہر گروہ پر اپنا عامل مقرر کیا۔ سارے مجاہدین صحیح وسالم ان کے پاس آگئے۔ انہیں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ لیکن وہ کسی سے جنگ آزما نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوسلمہ ساری اشیاء لے کر نیچے اتر آئے۔ وہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ طائی بھی تھا۔ جب وہ ایک رات کا سفر طے کر چکے تو حضرت ابوسلمہ نے مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک غلام نکالا۔ خمس علیحدہ کیا۔ طائی کو مالِ غنیمت دے کر خوش کیا۔ بقیہ مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ ہر صحابی کو سات بکریاں ملیں۔ وہ مدینہ طیبہ آگئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ ابوعمر اور ابوعبیدہ نے رقم کیا ہے کہ مسعود بن عروۃ اسی سریہ میں قتل ہوا تھا۔

❀❀❀❀

چودھواں باب

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی مہم

امام ابوداؤد نے حسن سند سے، امام بیہقی، ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ پیر کے روز عازم ہوئے۔ ماہ محرم کے پانچ روز گزر چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت فرما ہوئے ۳۵ ماہ گزر چکے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ سفیان بن خالد بن نبیح الھذلی اور اس کے پیروکار عرفہ میں جمع ہو رہے تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لشکر کشی کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔'' فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفیان بن خالد نے میرے لیے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ نخلہ یا عرفہ کے مقام پر ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کر دو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا حلیہ بیان کریں تاکہ میں اسے پہچان لوں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے اور اس کے مابین علامت یہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو گے تو تم مرعوب ہو جاؤ گے تم اس سے ڈر جاؤ گے۔ تم پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ تم شیطان کو یاد کرو گے۔'' حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''میں مردوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ میں عرض کناں ہوا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے اور اس کے مابین علامت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر تم پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔'' میں نے آپ سے خلافِ واقع گفتگو کرنے کی اجازت مانگ لی۔ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ نے فرمایا: ''خود کو بنوخزاعہ کی طرف منسوب کر لینا۔'' میں نے تلوار لی۔ میں نے کچھ اور نہ لیا۔ میں عازم سفر ہوا۔ میں خود کو خزاعہ کی طرف منسوب کر رہا تھا۔ میں عرفہ کی وادی میں پہنچا تو میں سفیان سے ملا اس کے پیچھے پیچھے احابیش تھے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ میں نے اس وصف سے اسے پہچان لیا جو آپ نے میرے لیے بیان کیا تھا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا ہے۔'' عصر کے وقت میں نے اسے دیکھا۔ میں نے چلتے چلتے عصر کی نماز پڑھی۔ میں اپنے سر سے اشارہ کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب ہوا تو اس نے پوچھا: ''کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میرا تعلق بنوخزاعۃ کے ساتھ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہاری مدد کر سکوں۔'' اس نے کہا: ''ہاں! میں ان کے لیے لشکر جمع کر رہا ہوں؟'' میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں اس سے باتیں

کرنے لگا۔اسے میری باتیں شیریں لگیں۔میں نے اسے کہا: ''تعجب ہے محمد عربی ﷺ نے نیا دین ایجاد کرلیا ہے وہ اپنے آباء سے جدا ہو گئے ہیں اور ان کی عقلوں کو احمق کہا ہے۔'' سفیان نے کہا: ''وہ ابھی تک کسی ایسے شخص سے نہیں ملے جو مجھ جیسا ہو۔جو اچھی طرح جنگ کرسکتا ہو۔'' وہ اپنے عصا پر ٹیک لگائے تھا۔وہ زمین کرید رہا تھا۔وہ اپنے خیمہ تک پہنچا اس کے ساتھی قریبی منازل کی طرف بکھر گئے۔وہ اس کے اردگرد چکر لگا رہے تھے۔اس نے مجھے کہا: ''خزاعہ کے بھائی! میرے قریب آجاؤ۔'' میں اس کے قریب ہوا۔اس نے کہا: ''بیٹھ جاؤ۔'' میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔جب لوگ پرسکون ہو گئے تو میں نے غفلت میں اس کا کام کردیا۔

اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''میں سفیان کے ساتھ چلا۔جب میرے لیے ممکن ہوا۔میں نے تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کردیا۔اسے قتل کردیا،اس کا سر لیا اور چل کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔میں غار میں داخل ہو گیا۔گھڑسوار اور پیادہ میری تلاش میں آگئے۔وہ ہر جگہ مجھے تیزی سے تلاش کر رہے تھے۔میں غار میں چھپ گیا تھا۔غار کے دہانے پر مکڑے نے جالا تن دیا تھا۔

ایک شخص آیا۔اس کے پاس مشکیزہ اور جوتے تھے۔میں خوفزدہ ہو گیا۔اس نے اپنا مشکیزہ اور جوتے رکھے اور غار کے دہانہ کے قریب پیشاب کرنے لگا۔پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''غار میں کوئی نہیں۔'' وہ واپس چلے گئے۔میں مشکیزہ کے پاس آیا۔میں نے اس میں سے پانی لیا۔اس کے جوتے پہنے۔میں رات کو چلتا تھا۔دن کو چھپ جاتا تھا۔حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔میں نے دیکھا۔حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''چہرہ سرخ رو ہو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رخ زیبا بھی کامیاب ہو۔'' میں نے سفیان کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا اور اپنی داستان سنادی۔آپ نے مجھے عصا عطا فرمایا اور فرمایا: ''اس کے ساتھ ٹیک لگاتے لگاتے جنت میں داخل ہو جاؤ۔جنت میں عصا پر ٹیک لگا کر داخل ہونے والے کم ہی ہوں گی۔'' یہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس ہی رہا۔جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کو وصیت کی کہ وہ یہ عصا ان کے کفن کے اندر رکھ دینا۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے ''گمان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل ہی صحابہ کرام کو سفیان بن خالد کے قتل کے بارے بتادیا تھا۔

پندرھواں باب

سریۃ الرجیع

یہ واقعہ تین ہجری ماہِ صفر میں پیش آیا تھا۔اس کے سبب اور مجاہدین کی تعداد میں اختلاف ہے۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے دس جاسوس مکہ مکرمہ کی طرف بھیجے تا کہ وہ قریش کے بارے معلومات لے آئیں۔

(صحیح ،ابن عقبہ ،بیہقی)

ابن سعد نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس تھی۔انہوں نے درج ذیل سات صحابہ کرام کے نام بھی لکھے ہیں:

1. حضرت عاصم بن ثابت
2. حضرت مرثد بن ابی مرثد
3. حضرت عبداللہ بن طارق
4. حضرت خبیب بن عدی
5. حضرت زید بن دثنہ
6. حضرت خالد بن بکیر
7. حضرت معتب بن عبید رضی اللہ عنہم۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ محمد بن عمر نے کیا ہے پھر لکھا ہے: ''ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد دس تھی۔'' ظاہر ہے کہ یہ تین حضرات بھی ان میں شامل تھے۔ان کا نام ذکر کرنے سے صرف ان کا اختصاص حاصل نہیں ہوتا۔ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ان حضرات قدسیہ کی تعداد چھ تھی۔انہوں نے مذکورہ بالا صحابہ کرام میں سے حضرت معتب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن عمر اور ابن سعد وغیرہم نے اسی طرح لکھا ہے۔محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''سفیان بن خالد کے قتل کے بعد بنولحیان عضل اور قارہ کے پاس گئے۔انہوں نے ان کے لیے اونٹ مقرر کیے۔بشرطیکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں۔آپ سے گفتگو کریں وہ اپنے کچھ صحابہ کرام کو ان کے پاس بھیج دیں جو انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔انہوں نے کہا: ''ان میں سے ہم جنہیں چاہیں گے قتل کریں گے اور بعض کو مکہ مکرمہ لے جائیں گے۔ان کے عوض قیمت لیں گے۔اہل مکہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ امر یہ ہے کہ ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی

صحابی کو لے جایا جائے تا کہ وہ اس کا مثلہ کریں اور اسے مقتولین بدر کے عوض قتل کریں۔عضل اور قارہ میں سے سات افراد حاضر ہوئے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔انہوں نے کہا:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں اسلام پھیل رہا ہے۔آپ اپنے چند صحابہ کرام ہمارے ہمراہ بھیجیں جو ہمیں قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ہمیں اسلام کے مسائل سمجھائیں۔'' آپ نے ان کے ساتھ سات صحابہ کرام بھیجے۔حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔دوسری روایت کے مطابق امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔میرے نزدیک دوسرا موقف صحیح ہے۔امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔جب وہ ''الھدّۃ'' (یا الھدأۃ) کے مقام تک پہنچے یہ جگہ عسفان اور مکہ مکرمہ کے مابین ہے۔تو ان لوگوں نے اپنے ایک سو تیر اندازوں کو بآواز بلند پکارا۔صحیح کی روایت کے مطابق دو سو تیر اندازوں کو پکارا۔ان دونوں روایات کو جمع کرنا واضح ہے کہ دوسرا سو تیر انداز نہ تھے۔ابو معشر نے مغازی میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام وقتِ سحر رجیع کے مقام پر اترے۔انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں۔گھٹلیاں زمین پر گریں وہ رات کے وقت چلتے تھے دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔بنو ھذیل کی ایک عورت بکریاں چرانے کے لیے وہاں پہنچی۔اس نے گھٹلیاں دیکھیں۔ان کے چھوٹے پن کی وجہ سے وہ تعجب میں پڑ گئی۔اس نے کہا:''یہ یثرب کی کھجوریں ہیں۔'' وہ بلند آواز سے چلائیں''تم پر حملہ ہو چکا ہے۔''لوگ صحابہ کرام کے نشانات کے پیچھے پیچھے چلے۔وہ ایک جگہ اترے انہوں نے کھجور کی گٹھلیاں دیکھ لیں۔جنہیں وہ مدینہ طیبہ سے بطور زادِ راہ لے کر آئے تھے۔وہ لوگ صحابہ کرام کی تلاش میں نکلے۔انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس آرام فرما تھے۔انہوں نے اچانک ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔وہ ان پر چھا چکے تھے۔جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو وہ فدفد (یا قردد) کے پاس گئے۔

مگر مشرکین نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔انہوں نے کہا:''ہم تمہارے ساتھ عہد اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم نیچے اتر آئے تو تم میں سے کسی شخص کو بھی قتل نہیں کریں گے۔بخدا! ہم تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اہلِ مکہ کے حوالے کریں اور تمہارے عوض ان سے رقم بٹوریں۔'' حضرت عاصم نے فرمایا:''بخدا! میں کسی کافر کے وعدہ پر نہ اتروں گا۔مولا! آج میں تیرے دین کی حفاظت کرتا ہوں۔تو میرے جسم کی حفاظت کرنا۔مولا! ہمارے بارے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دے۔''

ابن سعد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمالی۔اسی روز اس نے ان کے بارے اور ان کے ساتھیوں کے بارے آپ کو آگاہ کر دیا۔صحابہ کرام نے دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا۔دشمن نے ان پر تیر اندازی کی حتیٰ کہ حضرت عاصم اور ان کے سات ساتھی (رضی اللہ عنہم) شہید ہو گئے۔حضرات خبیب، زید، عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم باقی بچ گئے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔"جب حضرت عاصم شہید ہو گئے۔تو بنو ھذیل نے ان کا سر اقدس کاٹنے کی کوشش کی۔ تاکہ اسے سلافۃ بنت سعد کے ہاں فروخت کر دیں۔جب اس کے دو بیٹے مسافع اور جلاس قتل ہو گئے تو اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اسے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر مل گیا تو وہ ان کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور اسے لانے والے کو ایک سو اونٹ بطور انعام دے گی۔کیونکہ اس کے بیٹوں کو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔مگر شہد کی مکھیوں نے انہیں سر کاٹنے سے روک دیا۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔"قریش نے کچھ افرد حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کی طرف بھیجے تاکہ وہ ان کے جسم کا کچھ حصہ لے کر آئیں جس سے ان کی پہچان ہو جائے کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک عظیم سردار کو جہنم واصل کیا تھا۔"

الحافظ لکھتے ہیں"شاید وہ مقتول عقبہ بن ابی معیط تھا۔کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصم نے اسے قید ہونے کے بعد تہ تیغ کیا تھا۔جب کہ آپ بدر سے واپس آرہے تھے۔شاید قریش کو علم نہ تھا کہ بنو ھذیل کے ساتھ کیا ہوا تھا شہد کی مکھیوں نے انہیں کس طرح سر کاٹنے سے روک دیا تھا۔انہوں نے ایک شخص کو ان کے اعضاء کاٹنے کے لیے بھیجا۔ انہیں امید تھی کہ شاید اب مکھیاں انہیں چھوڑ کر چلی گئیں ہوں اور وہ ان کا کوئی عضو حاصل کرنے پر قادر ہو سکیں۔

رب تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا وہ چھتری کی مانند تھی۔جو ان کے چہرے پر اڑ رہی تھیں۔انہوں نے قریش کے افراد کو روک دیا۔انہیں کاٹا۔وہ ان کا کوئی عضو بھی نہ کاٹ سکے۔انہوں نے کہا"انہیں شام تک اسی طرح چھوڑ دو۔شام کے وقت مکھیاں چلی جائیں گی اور ہم ان کا سر کاٹ لیں گے۔رب تعالیٰ نے رات کے وقت سیلاب بھیج دیا۔وہ ان کی لاش مبارک کو اٹھا کر لے گیا۔حضرت عاصم نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہ چھوئیں گے اور کوئی مشرک انہیں نہ چھوئے گا۔رب تعالیٰ نے ان کی قسم کو پورا کر دیا۔انہوں نے نہ انہیں دیکھا نہ ہی ان کی کسی چیز تک پہنچ سکے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی وفات کے بعد اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کی زندگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

حضرات خبیب، زید اور عبداللہ رضی اللہ عنہم پہاڑ پر چڑھ گئے۔مشرکین ان پر قادر نہ ہو سکے۔حتیٰ کہ انہوں نے عہد اور وعدے دیے۔یہ صحابہ کرام ان کے پاس آئے۔جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ انہیں رسیوں سے جکڑنے لگے۔حضرت عبداللہ بن طارق نے کہا:"یہ تمہارا پہلا دھوکہ ہے۔میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ان شہداء میں میرے لیے نمونہ ہے۔"انہوں نے انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بہت کھینچا۔بہت گھسیٹا۔مگر وہ ان کے ساتھ نہ گئے۔انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں"حضرت عبداللہ، حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہم نرم ہو گئے۔انہوں نے خود کو مشرکین کے حوالے کر دیا۔انہوں نے انہیں رسیوں سے جکڑ لیا۔پھر انہیں مکہ مکرمہ لے گئے تاکہ انہیں وہاں فروخت کر دیں۔جب وہ

الظہران پہنچے تو حضرت عبداللہ نے اپنا ہاتھ رسی سے نکال لیا تلوار لی۔ مشرکین ان سے دور چلے گئے۔ انہوں نے انہیں پتھر مار مار کر شہید کر دیا۔ ان کی قبر انور الظہران میں ہے۔ وہ حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ انہیں وہاں فروخت کر دیا۔ زہیر نے انہیں خرید لیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے "انہیں ھذیل کے ان دو قیدیوں کے عوض فروخت کیا گیا جو مکہ مکرمہ میں تھے۔ ابن عمر نے لکھا ہے:"حضرت زید کو ایک مثقال سونے کے عوض فروخت کیا گیا۔ یا پچاس اونٹنیوں کے عوض۔ دوسرے صحابی کو بھی پچاس اونٹنیوں کے عوض فروخت کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سودے میں قریش کے متفرق لوگ جمع تھے۔ وہ انہیں ذوالقعدہ میں لے گئے تھے۔ مشرکین نے انہیں قید کر دیا تاکہ اشہر حرم گزر جائیں۔

حضرت زید بن دثنہ کی شہادت

ابن اسحاق اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔ تاکہ انہیں اپنے باپ کے عوض شہید کر سکے۔ انہیں بنو جمح یا اپنے غلام نسطاس کے ہاں محبوس کر دیا۔ جب شہر حرم گزر گیا تو صفوان نے انہیں اپنے غلام کے ساتھ تنعیم بھیج دیا۔ انہیں شہید کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گیا۔ قریش کا ایک گروہ وہاں جمع تھا۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے آگے کیا گیا تو ابوسفیان نے کہا:"زید! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس جگہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے۔ ہم ان کی گردن اڑا رہے ہوتے اور تم اپنے اہلِ خانہ میں ہوتے۔" انہوں نے جواب دیا:"بخدا! میں تو یہ بھی پسند کرتا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ رونق افروز ہوں وہ جہاں جلوہ افروز ہیں اور انہیں کانٹا بھی چبھے جو انہیں تکلیف دے اور میں اپنے اہلِ خانہ میں ہوں۔" ابوسفیان نے کہا:"میں نے کسی کو کسی سے اس طرح پیار کرتے نہیں دیکھا۔ جس طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔" پھر غلام نسطاس نے انہیں شہید کر دیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے"حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو ایک روز ہی شہید کیا گیا۔ جس روز انہیں شہید کیا گیا آپ کو سنا گیا آپ نے یوں فرمایا:"علیکما السلام"

حضرت خبیب کی شہادت

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو حارث نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہیں مختلف مشرکین مثلاً ابو اہاب بن عزیز، عکرمہ بن ابی جہل، اخنس بن شریق، عبیدۃ بن حکیم، امیہ بن ابی عتبہ، صفوان بن امیہ اور بنو حضرمی نے خریدا۔ یہ ان سرداروں کے بیٹے تھے جو غزوہ بدر میں کام آ گئے تھے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حجیر بن ابی اہاب نے خریدا تھا۔ یہ بنو نوفل کا حلیف تھا۔ یہ حارث بن عامر کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے "یہ اس کا بھانجا تھا، بھتیجا نہیں تھا۔ یعنی عقبہ بن حارث بن عامر تا کہ وہ انہیں اپنے باپ حارث کے بدلے میں شہید کر دے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب ایک عورت کے گھر محبوس تھے۔ جسے ماویہ کہا جاتا تھا یہ حجیر بن ابی اہاب کی لونڈی تھی۔ مشرکین مکہ نے ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ انہوں نے مشرکین سے کہا کریم قوم اپنے قیدی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی۔ بعد میں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگے۔ ابن سعد نے موہب، حارث کے غلام سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے حضرت خبیب کو ان کے پاس رکھا گویا یہ ماویہ کا خاوند تھا۔ ان دونوں نے حضرت خبیب سے کہا "کیا تمہیں کسی امر کی ضرورت ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! مجھے میٹھا پانی پلانا مجھے ان جانوروں کا گوشت نہ کھلانا جنہیں بتوں پر ذبح کیا گیا ہو اور مشرکین مکہ جب مجھے قتل کرنے لگیں تو مجھے بتا دینا۔"

امام بخاری نے حارث کی ایک بیٹی سے روایت کیا ہے۔ اس کا نام زینب تھا۔ اس نے کہا: "میں نے ایسا قیدی آج تک نہیں دیکھا جو خبیب سے بہتر ہو۔ میں نے انہیں دیکھا وہ انگور کا گچھا کھا رہے تھے۔ حالانکہ مکہ مکرمہ میں یہ پھل نہ تھا۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں باندھے گئے تھے۔ یہ وہ رزق تھا جسے رب تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو عطا کیا تھا۔" ماویہ کہتی تھیں "میں نے انہیں دروازہ کے شگاف میں سے دیکھا وہ لوہے کی زنجیروں میں تھے ان کے ہاتھ میں انگور کا اتنا بڑا گچھا تھا جتنا انسان کا سر ہو۔ وہ اس سے تناول فرما رہے تھے۔ اس وقت روئے زمین پر انگوروں کا موسم نہ تھا۔"

ابن عمر نے لکھا ہے "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ تہجد کے وقت قرآن پاک پڑھتے تھے۔ خواتین مکہ قرآن پاک سنتی تھیں۔ وہ روتی تھیں اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے لیے نرمی کا اظہار کرتی تھیں۔" جب حرمت والے مہینے گزر گئے۔ مشرکین مکہ نے ان کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ ماویہ نے کہا "میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور انہیں بتایا۔ مجھے اس کی پرواہ نہ تھی۔" انہوں نے کہا: "مجھے استرا دو تا کہ میں اس کے ساتھ زیر ناف بال صاف کر لوں۔" میں نے ابوحسین بن حارث کو استرا دے کر بھیجا۔" یہ اس کی کفالت میں تھا۔ اس کا بیٹا نہ تھا۔ جب وہ بچہ چلا گیا تو میں نے کہا: "بخدا! یہ شخص اپنا انتقام لے لے گا۔ مجھ سے کون سی لغزش سرزد ہو گئی ہے۔ میں نے استرا دے کر بچے کو بھیج دیا ہے۔ وہ اسے قتل کر دے گا اور کہے گا" آدمی کے عوض آدمی" جب اس نے انہیں استرا پکڑا دیا اور کہا "کیا تمہاری ماں کو اس وقت میرے دھوکہ سے خوف محسوس نہ ہوا جب اس نے یہ استرا دے کر تجھے میرے پاس بھیجا۔" پھر انہوں نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ میں نے کہا: "خبیب! میں نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ تمہیں امین بنایا ہے۔"

حضرت خبیب نے فرمایا: "میں اسے قتل نہیں کر سکتا تھا۔ ہمارے دین میں دھوکہ دہی حلال نہیں ہے۔" صحیح میں

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت خبیب ان کے ہاں بطور اسیر رہے۔جب انہوں نے انہیں قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تو انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ زیرِ ناف بال صاف کریں۔اس نے انہیں استرا دے دیا۔اس عورت نے کہا''میں اپنے بچے سے غافل ہوگئی۔وہ بچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔انہوں نے اسے پکڑا اور اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔جب میں نے اس بچے کو دیکھا تو سخت گھبرا گئی۔انہوں نے میری گھبراہٹ ملاحظہ کی۔ان کے ہاتھوں میں استرا تھا۔انہوں نے مجھے کہا''کیا تو ڈر رہی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا۔میں اس طرح نہیں کروں گا ان شاء اللہ!''

الحافظ لکھتے ہیں:ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے استرا طلب فرمایا۔ان میں سے کسی ایک نے ان کا استرا پہنچایا۔جس عورت کا بچہ چل کر ان کے پاس گیا تھا اور انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھایا تھا۔یہ اس کے علاوہ تھا جس نے انہیں استرا پیش کیا تھا۔

مشرکین مکہ نے انہیں زنجیروں سے نکالا۔انہیں تنعیم لے گئے۔ان کے ہمراہ عورتیں، بچے، غلام اور اہلِ مکہ میں سے ایک گروہ بھی تھا۔کوئی بھی پیچھے نہ رہا جس کسی کا کوئی رشتہ دار قتل ہوا تھا۔وہ حضرت خبیب کے قتل کو دیکھ کر اپنے مقتول سے پیاس بجھانا چاہتا تھا۔جس کا کوئی قتل نہیں ہوا تھا۔وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے مخالف تھا۔جب وہ تنعیم پہنچے انہوں نے ایک طویل لکڑی کے لیے گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔اس کے لیے گڑھا کھودا دیا گیا۔جب حضرت خبیب کو لے کر وہاں پہنچے تو انہوں نے ان سے فرمایا:''کیا تم مجھے دو رکعتیں پڑھنے کی مہلت دیتے ہو؟''مشرکین نے کہا:''ہاں!انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں ان میں اختصار سے کام لیا۔پھر مشرکین کی طرف توجہ کی اور کہا:''بخدا!اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ میں نے قتل کے خوف سے نماز لمبی کردی ہے تو اپنی نماز کو ضرور طویل کرتا۔''

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھنے کی سنت قائم کی۔''پھر حضرت خبیب نے دعا مانگی:''مولا!ان کو شمار کرلے۔انہیں اپنے اہلِ خانہ سے دور موت کے گھاٹ اتار۔مولا!ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔''حضرت امیر معاویہ نے کہا:''میں ابوسفیان کے ساتھ وہاں موجود تھا۔میں نے دیکھا کہ حضرت خبیب نے دعا مانگی تو ابوسفیان مجھے اس کے خوف سے نیچے زمین پر لٹا رہے تھے۔لوگ کہتے تھے''جب کسی شخص کے لیے بددعا کی جائے وہ اپنے پہلو کے بل لیٹ جائے تو بددعا اس سے زائل ہوجاتی ہے۔''

خویطب بن عبدالعزیٰ نے کہا:''میں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں۔میں اس خوف سے بھاگتا ہوا چلا گیا کہ کہیں خبیب کی بددعا نہ سن لوں۔''

جب حضرت خبیب نے دو رکعتیں پڑھ لیں تو مشرکین نے ان کا رخ زیبا مدینہ طیبہ کی طرف کردیا۔انہیں زنجیروں

سے باندھا اور کہا "اسلام کو چھوڑ دو ہم تمہیں آزاد کر دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا "بخدا! اگر مجھے وہ سب کچھ دیا جائے جو زمین پر ہے تو میں پھر بھی اسلام سے نہ لوٹوں گا۔"

مشرکین نے کہا: "کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد عربی ﷺ ہوں اور تم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہو؟" انہوں نے کہا: "نہیں! بخدا! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہلِ خانہ میں ہوں اور محمد عربی ﷺ کو کانٹا بھی چبھے۔" مشرکین نے کہا: "خبیب واپس لوٹ چلو۔" انہوں نے فرمایا: "میں کبھی بھی اسلام سے برگشتہ نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے کہا: "لات وعزیٰ کی قسم! اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔" انہوں نے فرمایا: "راہِ خدا میں میری جان کا نذرانہ بہت کم ہے۔" پھر کہا: "مولا! مجھے دشمنوں کے چہرے ہی نظر آرہے ہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میری طرف سے تیرے رسولِ مکرم ﷺ کو سلام دے تو ہی میری طرف سے آپ کو سلام پہنچا دے۔" جب انہیں صلیب پر لے جایا گیا تو وہ دعا میں مشغول ہو گئے۔ ابن عمر نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی جو نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔ ہم نے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ جبرائیل امین ہیں جو مجھے خبیب کی طرف سے سلام پہنچا رہے ہیں۔"

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو حضرت خبیب کے بارے بتایا اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو آگاہ کر دیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ اس روز آپ ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وعليك السلام حضرت خبیب کو قریش نے شہید کر دیا ہے۔"

پھر مشرکین نے ان چالیس لڑکوں کو بلایا جن کے باپ غزوۂ بدر میں حالت کفر میں مرے تھے۔ ہر لڑکے کو ایک نیزہ دیا اور کہا: "اس نے تمہارے باپوں کو مارا تھا۔" انہوں نے انہیں اپنے نیزے مارے۔ حضرت خبیب صلیب پر تڑپے اور ان کا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرا چہرہ اس قبلہ کی طرف کر دیا جس پر وہ راضی ہے۔" پھر مشرکین نے انہیں شہید کر دیا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "پھر ابوسروعۃ اٹھ کر ان کے پاس گیا۔ اہلِ نسب نے لکھا ہے کہ ابوسروعۃ عقبہ بن حارث کا بھائی تھا۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابوعمر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ ابومیسرۃ بن عبداس نے عقبہ کے ساتھ مل کر حضرت خبیب کو شہید کر دیا۔ درحقیقت یہ ابومیسرۃ تھا۔ ابن اسحاق نے عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں کمزور تھا کہ حضرت خبیب کو شہید کرتا۔ ابومیسرہ عبدری نے نیزہ پکڑا اسے میرے ہاتھ میں تھمایا۔ پھر میرا ہاتھ اور نیزہ پکڑا اور حضرت خبیب کو دے مارا جس سے وہ شہادت کا جام نوش کر گئے۔

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا یہ سنگدلانہ سلوک دیکھا تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

لقد جمّع الاحزاب حولی والبوّا قبائلھم واستجمعوا کل مجمع

ترجمہ: "کفار کے گروہ میرے اردگرد جمع ہیں۔ انہوں نے اپنے قبائل کو جمع ہونے کی دعوت دی ہے۔ وہ سارے یہاں جمع ہو گئے ہیں۔"

و کلھم مبدی العداوۃ جاھد علیّ لانی فی وثاقٍ مضیّع

ترجمہ: "وہ سارے عداوت کا اظہار کرنے والے ہیں اور میرے خلاف بھرپور کوشش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ میں رسی کے ساتھ باندھا گیا ہوں۔"

و قد جمعوا ابناء ھم و نساء ھم و قربت من جذعٍ طویل ممنّع

ترجمہ: "انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لیے مجھے صلیب کے مضبوط تنے کے قریب کھڑا کر دیا ہے۔"

و قد خیرونی الکفر والموت دونہ و قد ھملت عینایَ من غیر مجزع

ترجمہ: "انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں کفر اختیار کر لوں حالانکہ اس کے پرے موت ہے۔ میری آنکھیں گریہ بار ہیں۔ مگر یہ گھبراہٹ کے آنسو نہیں ہیں۔"

وما بی حذار الموت انی لمیّت و لکن حذاری حرّ نار تلفّع

ترجمہ: "مجھے موت کا کیا خوف ہے۔ میں تو شہید ہونے والا ہوں اگر مجھے خوف ہے تو جہنم کی اس آگ کا ہے جس کے شعلے لپیٹ میں لینے والے ہیں۔"

الی اللہ اشکو غربتی و کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

ترجمہ: "میں اپنی غربت اور مصیبت کا شکوہ درگاہِ ایزدی میں کرتا ہوں۔ نیز اس رویہ کا بھی شکوہ کرتا ہوں جو میری لاش کے گرتے وقت گروہ میرے ساتھ کریں گے۔"

فذا العرش صبّر علی ما یرادبی فقد بضعوا لحمی و قد یاس مطمعی

ترجمہ: "اے عرش معلی کے مالک! جن مصائب کا مجھ سے ارادہ کیا جا رہا ہے مجھے اس پر صبر عطا کر۔ انہوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور میری امید یاس ہو چکی ہے۔"

و ذالك فی ذات الالہ و ان یشاء یبارك علی اوصال شلو ممزّع

ترجمہ: "یہ رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے اعضائے بریدہ پر وہ اپنا فضل و

کرم نازل کردے۔"

لعمرك ما آسى اذا مت مسلما   على اىّ جنب كان فى الله مصرعي

ترجمہ: "بخدا! مجھے اور کوئی خوف نہیں جبکہ میں حالتِ اسلام میں مروں کہ راہِ خدا میں کس پہلو میں میرا جسم گرتا ہے۔"

فلست بمبدٍ للعدوّ خشعًا   ولا جزعًا انّي الى الله مرجعي

ترجمہ: "میں دشمن کے مقابلہ میں گھبراہٹ کا اظہار نہیں کروں گا۔ میں رب تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں پھر گھبراہٹ کس چیز کی۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فلست ابالى حين اقتل مسلماً   على الى جنب كان فى الله مصرعى
و ذالك فى ذات الا له و ان يشاء   يبارك على اوصال شلو ممزّع

(ان اشعار کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔)

امام احمد نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تنہا بطور جاسوس قریش کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی صلیب کے پاس آیا۔ میں جاسوسوں سے ڈر رہا تھا۔ میں صلیب پر چڑھا۔ میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کھولا۔ وہ زمین پر گر پڑے۔ میں کچھ دیر کنارہ کش رہا۔ میں نے اپنے پیچھے آواز سنی۔ میں نے دیکھا تو میں نے وہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ گویا کہ زمین نے انہیں نگل لیا۔ آج تک ان کا کوئی نشان نہیں ملا۔

ابو یوسف نے کتاب اللطائف میں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات مقداد اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب سے اتاریں۔ وہ تنعیم داخل ہوئے۔ انہوں نے ان کے ارد گرد چالیس افراد دیکھے جو نشے میں مخمور تھے۔ انہوں نے انہیں اتارا حضرت زبیر نے انہیں اپنے گھوڑے پر رکھا۔ وہ تر و تازہ تھے ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔ مشرکین نے ان کا تعاقب کیا جب وہ قریب پہنچے تو حضرت زبیر نے انہیں نیچے پھینک دیا۔ زمین نے انہیں نگل لیا۔ انہیں "بلیع الارض" کے نام سے یاد کیا گیا۔

القیروانی نے "حلی العلی" میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مشرکین نے ان کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا۔ مگر ان کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جاتا۔ انہوں نے کئی بار اسی طرح کیا۔ پھر وہ عاجز آ گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سریہ رونما ہوا جس میں حضرت مرثد اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو اس وقت منافقین نے کہا: "ان مقتولین پر افسوس! جو اس طرح قتل ہوئے۔ وہ نہ تو اپنے اہلِ خانہ میں بیٹھے نہ

اپنے صاحب کو پیغام دیا۔اس وقت یہ آیاتِ طیبہ نازل ہوئیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرۃ:۲۰۴تا۲۰۷)

ترجمہ: ''اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے تو سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈرو تو اُکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔پس اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لیے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔''

تنبیہات

❶ صحیح کی روایت میں ہے:''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔انہوں نے امام بخاری پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ان مجاہدین میں شمار کیا ہے جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔
''الفتح''میں ہے''یہ صحیح اعتماد ہے''لیکن الحافظ ابو محمد دمیاطی اور العیون میں ہے کہ اہلِ مغازی میں سے کسی نے یہ تذکرہ نہیں کیا کہ حضرت خبیب نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہو۔نہ ہی کسی نے یہ تذکرہ کیا ہے کہ حارث بن عامر کا کام انہوں نے تمام کیا ہو۔انہوں نے یہ تذکرہ کیا ہے کہ حارث بن عامر کو حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔ یہ خبیب ان کے علاوہ ہیں۔جبکہ حضرت خبیب بن عدی اوسی ہیں۔الحافظ لکھتے ہیں''اگر حضرت خبیب بن عدی نے حارث کو تہ تیغ نہ کیا ہوتا تو حارث کی اولاد حضرت خبیب کو قیدی نہ بناتی۔نہ ہی انہیں شہید کرتی۔حالانکہ صحیح حدیث پاک میں وضاحت ہے کہ انہوں نے بھی انہیں شہید کیا تھا۔لیکن احتمال یہ ہے کہ شاید انہوں نے حضرت خبیب بن اساف کے بدلہ میں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہو۔جیسے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک قبیلہ کے افراد کو ایک

دوسرے کے عوض قتل کر دیتے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت خبیب بن عدی نے ان کے ساتھ مل کر حارث کو جہنم واصل کیا ہو۔

- صحیح روایت میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل دو رکعتیں ادا کیں۔ ان ہی کی سنت ہے۔ ان گنت لوگوں نے یہی قول کیا ہے۔ الاشارہ میں اسی کا تذکرہ ہے۔ پھر انہوں نے لکھا ہے "ایک قول یہ ہے کہ حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے یہ دو رکعتیں ادا کیں۔ جب المکری نے ان کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا۔ الاشارہ کے دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے یعنی حضرت اسامۃ کا ذکر ہے۔ لیکن صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ حضرت اسامۃ کے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ تھے۔ جیسے "الروض الانف" میں ہے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے خچر کرایہ پر لی تاکہ وہ طائف جائیں کرایہ دار نے یہ شرط لگائی کہ وہ جہاں چاہیں اسے لے جا سکتے ہیں۔ وہ خچر انہیں کھنڈرات کی طرف لے گئی۔ اس نے انہیں کہا: "نیچے اترو" وہ نیچے اترے تو کھنڈرات میں بہت سے مقتول پڑے تھے۔ جب اس شخص نے حضرت زید کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا: "مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعتیں نفل ادا کر لوں۔" اس نے کہا: "پڑھ لیں۔ بہت سے لوگوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں ہیں لیکن انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔" حضرت زید نے فرمایا: "جب میں نے نماز پڑھ لی تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے کہا: "یا ارحم الراحمین" اس شخص نے آواز سنی کسی نے اسے کہا: "انہیں قتل نہ کرو۔" یہ سن کر وہ گھبرا گیا وہ تلاش میں نکلا مگر اس نے کسی کو نہ پایا۔ جو گھوڑے پر تھا اس کے ہاتھ میں لوہے کا نیزہ تھا۔ جس کے کنارے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو دے مارا۔ جو اس کی کمر سے نکل گیا۔ وہ مردہ ہو کر نیچے جا گرا۔ پھر اس سوار نے مجھ سے کہا: "جب تم نے پہلی بار "یا ارحم الراحمین" کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا۔ جب تم نے دوسری بار کہا تو میں آسمانِ دنیا پر تھا جب تم نے تیسری بار "یا ارحم الراحمین" کہا تو میں تمہارے پاس آ گیا۔" لیکن یہ روایت غیر متصل ہے۔ صحیح کی روایت کا اس کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

- حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل عمدہ سنت بن گیا۔ سنت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال مبارکہ یا افعال سنیہ ہیں یا کسی اور کو کسی فعل یا قول کو برقرار رکھنا ہے۔ کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی حیاتِ طیبہ میں یوں کہا تھا۔ ان کے اس فعل کو عمدہ شمار کیا گیا تھا۔

- الروض الانف میں ہے "اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ بد دعا قبول ہو گئی تھی۔ اس حال میں ایسی ہستی کی دعا قبول ہو جاتی ہے؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ بد دعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی۔ جن کے

بارے رب تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ حالتِ کفر میں مریں گے۔ جو اسلام لے آئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان کا ارادہ کیا تھا نہ ہی اپنی بد دعا سے ان کا قصد کیا تھا۔ اس بد دعا کے بعد ان میں سے جو حالتِ کفر میں مرا تو وہ علیحدہ اور تنہائی میں ہی مرا۔ وہ بدر یا احد جیسے اجتماع میں نہ مرا۔ اگر چہ غزوۂ خندق بھی اس واقعہ کے بعد رونما ہوا تھا۔ ان میں سے جو بھی اس غزوہ میں مقتول ہوئے اور علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا ہی مقتول ہوئے۔ پھر وہ نہ تو جمع ہو سکے اور نہ ہی لشکر کشی کر سکے اس طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بد دعا قبول ہوگئی۔ جن کے بارے انہوں نے بد دعا کی تھی۔ نعوذ باللہ انہوں نے ان کے ایمان اور اسلام کو ناپسند نہیں کیا تھا۔

❺ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں فرمایا:

ذالك في ذات الاله۔

امام راغب رقم طراز ہیں:

"ذات ذو کی تانیث ہے۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کے ذریعے اسماء اجناس و انواع سے وصف تک پہنچا جاتا ہے۔ اسے ظاہر کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ مضمر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا۔ اس کا تثنیہ بنتا ہے۔ جمع بنتی ہے اس کا ہر صیغہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات لفظ ذات کسی چیز کے عین کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسے مفرد اور مضاف استعمال کیا جاتا ہے اس پر الف لام داخل کیا جاتا ہے اسے نفس اور خاصہ کے قائم مقام بھی رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں "**ذاته و نفسه و خاصته**" یہ اہلِ عرب کے کلام میں سے نہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"ذات الشیٔ سے مراد اس کا نفس اور حقیقت ہے۔ اہلِ کلام اسے "الذات" لکھتے ہیں۔ اکثر نحویوں نے اسے غلط کہا ہے۔ بعض نے اسے جائز کہا ہے۔ کیونکہ یہ نفس اور کسی چیز کی حقیقت کے بارے وارد ہے۔ جو شعر میں استعمال ہوا ہے وہ شاذ ہے۔ ابن برھان نے لکھا ہے "متکلمین" "الذات" کا اطلاق رب تعالیٰ کے بارے کرتے ہیں یہ ان کی جہالت کی وجہ سے ہے، کیونکہ ذات، ذو کی تانیث ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی عظمت اس سے بالاتر ہے۔ اس کے ساتھ تانیث کا الحاق درست ہے۔ اسی لیے اسے "علامۃ" کہنا ممتنع ہے۔ اگر چہ وہ عالمین سے زیادہ اعلم ہے۔ اسی طرح ان کا قول "الصفات الذاتیۃ" بھی ان کی جہالت ہے کیونکہ ذات کی طرف منسوب کرنا دُور ہے۔ یعنی دو اشیاء کا ایک دوسرے پر انحصار ہوتا ہے۔

تاج الکندی نے خطیب ابن بناتہ کے قول "کنہ ذاتہ" کے رد میں لکھا ہے "ذات صاحبۃ کے معنی میں ہے یہ ذو کی تانیث ہے۔ لغت میں اس کا اور کوئی مدلول نہیں ہے۔ متکلمین وغیرہم کا الذات کو نفس پر محمول کرنا خطاء ہے۔" لیکن ان کی گرفت اس طرح کی گئی ہے کہ یہ اس وقت ممتنع ہے جب یہ صاحبۃ کے معنی میں ہو۔ لیکن جب یہ اس معنی میں نہ ہو۔ اسم کے معنی میں استعمال ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ (آل عمران:۱۱۹)

ترجمہ: "یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کا۔"

اس سے مراد نفس الصدور ہے۔

علامہ المطرزی نے لکھا ہے کہ ہر ذات شئ ہے۔ ہر شئ ذات ہے۔ امام نووی نے التہذیب میں لکھا ہے: "فقہاء ذات سے مراد حقیقت لیتے ہیں۔ یہ متکلمین کی اصطلاح ہے۔ بعض ادیبوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ لغت عرب میں یہ معروف نہیں کہ ذات حقیقت کے معنی میں ہو۔ ذات صاحبۃ کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہ انکار عجیب ہے۔ لیکن جو کچھ فقہاء اور متکلمین نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ الامام ابوالحسن الواحدی نے سورۃ الانفال کی ابتداء میں لکھا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ (الانفال:۱)

ترجمہ: "پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی۔"

امام ثعلب نے لکھا ہے کہ ذات بینکم سے مراد وہ حالت ہے جو تمہارے مابین ہے ان کے نزدیک یہ تانیث حالت کے لیے ہے۔ یہ اہل کوفہ کا قول ہے۔ الزجاج نے لکھا ہے: "ذات بینکم سے مراد حقیقۃ وصلکم ہے۔ البین سے مراد الوصل ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی:

فاصلحوا حقیقۃ وصلکم۔

امام واحدی نے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک ذات نفس کے معنی میں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

ذات الشئ و نفسہ۔

امام بخاری نے اس کے جواز کا قول کیا ہے۔ انہوں نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید میں لکھا ہے:

باب ما یذکر فی اللذات والنعوت۔

انہوں نے اسی کو اس طرح استعمال کیا ہے کہ اس سے مراد نفس الشئ اور اس کی حقیقت ہے۔ جیسے متکلمین حق تعالیٰ کے بارے اسے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے صفات اور ذات میں فرق کیا ہے۔ امام بخاری نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اسی قول سے استدلال کیا ہے۔ امام سبکی نے یوں گرفت کی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی ذات سے مراد وہ حقیقت نہیں ہے جو امام بخاری کی مراد ہے۔ ان کی مراد ہے:

فی سبیل اللہ و فی طاعتہ۔

امام الکرمانی نے لکھا ہے: "ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے جملہ میں ذات کا اطلاق کیا جائے۔" الفتح

میں ہے:"اعتراض جواب سے زیادہ قوی ہے۔"ان کے علاوہ دیگر علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:"ابراہیم علیہ السلام نے تین بار تعریضات کیں تھیں۔ان میں سے دو کا تعلق اللہ تعالیٰ کے بارے تھا۔"حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:

لا یفقه کل الفقه حتی یمقت الناس فی ذاتِ الله۔

اس کے راوی ثقہ ہے لیکن اس میں انقطاع ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و ان اخا الاحقاف اذ قام فیهم یجاهد فی ذات الاله و یعدل

ان کی اسی طرح گرفت کی گئی ہے جیسے امام بخاری کی گرفت کی گئی ہے کہ اس جگہ ذات سے مراد "طاعة یا حق یا من اجل" ہے یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ (الزمر:۵۶)

ترجمہ: "اس وقت کوئی شخص یہ کہنے لگے صد حیف! ان کوتاہیوں پر جو مجھ سے سرزد ہوئیں اللہ کے بارے میں۔"

ان میں سے سب سے زیادہ صراحت حضرت ابن عباس کی اس روایت میں ہے"ہر چیز میں غور وفکر کرو مگر رب تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔"

"طاعۃ" تو اس معنی میں استعمال نہیں ہوتی۔

الفتح میں ہے"جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ ذات کا اطلاق جائز ہے لیکن اس معنی میں نہیں جسے متکلمین نے اخذ کیا ہے۔لیکن یہ اس وقت غیر مردود ہے جب یہ عرفان ہو کہ اس سے مراد نفس ہے۔کیونکہ کتاب عزیز میں نفس کے لفظ کا ثبوت ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مروی روایت میں اس امر کی صراحت موجود ہے جس کی طرف متکلمین گئے ہیں۔

❀❀❀❀

سولہواں باب

سریہ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

اس سریہ کو بئر معونہ کے واقعہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو سریۃ القراء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سریہ ماہ صفر میں رونما ہوا۔ جبکہ ہجرت کو چھتیس ماہ گزر چکے تھے۔ امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت انس سے، امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے، امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر سے، ابن اسحاق نے مغیرۃ بن عبدالرحمان سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے آپ سے دشمن کے خلاف مدد مانگی۔ امام بخاری نے لکھا ہے: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراء بھیجے جن کی تعداد ستر تھی۔ آپ نے انہیں مشرکین کی طرف بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین کے مابین معاہدہ تھا۔ ان کے علاوہ دیگر مشرکین نے انہیں شہید کر دیا۔

ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ معاہدہ کرنے والے بنو عامر تھے۔ ان کا رئیس ابو براء عامر بن مالک تھا۔ دوسرا گروہ بنوسلیم کا تھا۔ ان کا سردار عامر بن طفیل عامری تھا یہ ابو براء کا بھتیجا تھا۔

ابن اسحاق نے مغیرۃ بن عبدالرحمان سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''عامر بن مالک بن جعفر ابو براء ملاعب الاسنۃ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کی خدمت میں دو گھوڑے پیش کیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں کسی مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا۔''

دوسری روایت میں ہے: ''مجھے مشرکین سے عطیہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا۔ اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ ہی اس سے دور رہا'' اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا یہ امر حسین اور عمدہ ہے۔ لیکن میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ میرے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے معاملہ کی اتباع کریں گے۔ اگر انہوں نے آپ کی اتباع کر لی تو آپ کا معاملہ آسان ہو جائے گا۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے ان کے بارے اہلِ نجد سے خطرہ ہے۔'' اس نے عرض کی: ''آپ ان سے اندیشہ نہ کریں۔ میں انہیں پناہ دیتا ہوں۔''

عامر بن مالک نجد کی ایک طرف گیا۔ اس نے اہلِ نجد کو بتایا کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پناہ دی ہے۔ وہ ان کے ساتھ تعرض نہ کریں۔'' یہ انصار میں سے ستر افراد تھے۔ یہ جوان تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ رات کے وقت یہ مدینہ طیبہ کے ایک گوشے کی

سمت آجاتے تھے۔ایک معلم کے پاس قرآن پاک پڑھتے تھے۔نماز ادا کرتے رہتے تھے۔وقتِ صبح ٹھنڈا پانی پیتے اور لکڑیاں چنتے پھر انہیں ازواجِ مطہرات کے حجرات مقدسہ کے پاس لے آتے۔

دوسری روایت میں ہے۔"وہ لکڑیاں چنتے۔انہیں فروخت کرتے جو رقم ملتی اس سے اہلِ صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خرید لیتے۔"ایک اور روایت میں ہے کہ جسے آسائش حاصل ہوتی وہ جمع ہوتے۔بکری خریدتے۔اسے ذبح کر کے صاف کرتے اور اسے ازواجِ مطہرات کے حجرات کے سامنے لٹکا دیتے۔ان کے اہلِ خانہ سمجھتے کہ وہ مسجد میں ہیں اور مسجد والے سمجھتے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ میں ہیں۔"

ابن عقبہ نے ان کی تعداد چالیس لکھی ہے۔حضرت انس سے امام بخاری نے یہ تعداد ستر روایت کی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھیجا۔ان کے ہمراہ اپنا مکتوب گرامی بھی بھیجا۔حضرت منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔حضرت منذر رضی اللہ عنہ بنو سلیم کے ایک راہ دان مطلب سلمی کے ہمراہ نکلے۔جب وہ معونہ کنویں پر پہنچے تو خیمے لگا لیے۔اپنی سواریاں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کی نگرانی میں چرانے کے لیے چھوڑ دیں۔

ایک روایت میں ان کے ہمراہ حارث بن صمہ بھی تھے۔ابن ہشام نے ان کی جگہ منذر بن محمد کا نام لکھا ہے۔انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر عامر بن طفیل کی طرف بھیجا۔جب حضرت حرام اس تک پہنچے تو اس نے مکتوب گرامی پڑھنا بھی گوارا نہ کیا۔عامر بن طفیل نے بنو عامر کو بلایا۔انہوں نے حضرت حرام کو شہید کر دیا۔صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:

"میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص آگے بڑھے۔ابن ہشام نے اس کا نام کعب بن زید لکھا ہے۔امام بیہقی نے ایک اور شخص کا اضافہ کیا ہے۔ماموں نے ان سے کہا:"اگر وہ تمہیں آگے کرے تو میرے قریب ہو جانا اگر حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ پڑھ لینے کے بعد انہوں نے مجھے پناہ دے دی تو آجانا اگر انہوں نے مجھے شہید کر دیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جانا۔"یہ آگے بڑھے۔اسی اثناء میں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں پیغام پہنچا رہے تھے۔انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا۔اس نے پیچھے سے آکر انہیں نیزہ مار دیا جو آگے سے نکل گیا۔انہوں نے فرمایا:"اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"خون اپنے چہرے پر مل لیا۔فرمایا:"اس طرح"کعب بن زید بچ نکلے کیونکہ وہ پہاڑ پر تھے۔عامر بن طفیل نے ان صحابہ کرام کے خلاف بنو عامر سے مدد طلب کی مگر انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔انہوں نے کہا:"ہم ابو براء کی پناہ تو نہیں توڑیں گے۔انہوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور انہیں پناہ دی ہے۔"جب بنو عامر نے عامر بن طفیل کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے بنو سلیم کے قبائل عصیہ، رعل، ذکوان اور زعب کو بلایا۔وہ اس کے ہمراہ نکلے۔اسے اپنا رئیس بنایا۔عامر نے کہا:"میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ اکیلا نہیں آیا۔"انہوں نے ان کے قدموں کے

نشانات کا تعاقب کیا۔ دیگر صحابہ کرام کو پالیا۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ ان کے ساتھی نے آنے میں دیر لگا دی ہے تو وہ اس کے پیچھے آرہے تھے۔ مشرکین انہیں مل گئے۔ حضرت عمرو بن منذر ان کے ہمراہ تھے۔ ان کے کجاؤوں میں ہی انہوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ جب مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے اپنی تلواریں لیں اور جہاد کیا حتیٰ کہ ان کا آخری شخص بھی شہید ہو گیا۔"

حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب یہ حضرات قدسی بئر معونہ پہنچے تو دشمن نے انہیں دھوکہ دیا اور انہیں قتل کر دیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے مگر حضرت کعب بن زید بچ گئے۔ انہوں نے انہیں چھوڑا۔ ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ انہیں مقتولوں کے مابین پھینک دیا گیا۔ وہ غزوۂ خندق میں شہید ہو گئے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت منذر بن عمرو باقی رہے۔ مشرکین نے ان سے کہا: "اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو امن دے دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا" میں تمہیں اپنا ہاتھ نہیں دوں گا۔ نہ ہی تمہاری امان قبول کروں گا حتیٰ کہ میں حضرت حرام کی قتل گاہ تک پہنچ جاؤں۔ پھر میں تمہاری پناہ سے بری ہوں گا۔" انہوں نے انہیں پناہ دی۔ حتیٰ کہ وہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ تک پہنچے پھر ان کی پناہ واپس کر دی۔ پھر ان کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان تھا:

اعنق لیموت۔

شہادت کی موت کے لیے تیز رفتار۔

حضرت منذر بن محمد (ابن عمر نے حضرت حارث کا نام لکھا) اور حضرت عمرو بن امیہ چراگاہ میں تھے۔ انہیں شک گزرا۔ انہوں نے اپنی خیمہ گاہ کے ارد گرد پرندے منڈلاتے ہوئے دیکھے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ہمارے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے بلند جگہ سے دیکھا ان کے ساتھی شہید ہوئے پڑے تھے۔ گھوڑے کھڑے تھے۔ حضرت منذر بن محمد یا حضرت حارث بن صمہ نے حضرت عمرو بن امیہ سے کہا: "تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جائیں اور ساری داستان عرض کریں۔" دوسرے ساتھی نے کہا: "میں اس جگہ سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا جس جگہ حضرت منذر شہید ہوئے ہیں۔ اور مجھے لوگ ان کے بارے باتیں بتاتے رہیں۔" وہ آئے اور دشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ حضرت حارث نے جہاد کیا اور ان کے دو افراد کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر انہوں نے انہیں پکڑا اور باندھ دیا۔ انہوں نے حضرت عمرو کو بھی قیدی بنا لیا۔ انہوں نے حضرت حارث سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کیسا سلوک کریں۔ ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔" انہوں نے کہا: "مجھے حضرات منذر اور حرام رضی اللہ عنہما کی شہادت گاہ تک لے جاؤ۔ پھر تم مجھ سے بری الذمۃ ہو۔" انہوں نے کہا: "ہم اسی طرح کریں گے۔" انہیں وہاں لے گئے انہوں نے انہیں چھوڑا۔ انہوں

نے جہاد کیا اور کفار کے دو افراد کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر شہید ہو گئے۔ انہوں نے انہیں شہید نہ کیا حتیٰ کہ پہلے انہیں نیزوں سے زخمی کیا۔ حضرت عمرو نے انہیں بتایا کہ ان کا تعلق بنو مضر کے ساتھ ہے۔ انہوں نے انہیں قتل نہ کیا۔ عامر نے کہا: ''میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ ایک انسان کو آزاد کرے گی۔ تم اس کی طرف سے آزاد ہو۔'' اس نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیے۔

حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی شہادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہشام بن عروۃ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد گرامی نے بیان فرمایا ہے کہ جب بئر معونہ پر صحابہ کرام شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ قیدی بنے تو عامر نے ان سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' اس نے ایک شہید کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔'' عامر نے کہا: ''میں نے انہیں دیکھا کہ انہیں قتل کے بعد اوپر اٹھا لیا گیا۔ میں انہیں دیکھتا رہا یہ آسمان اور زمین کے درمیان گئے۔ پھر انہیں نیچے اتار لیا گیا۔

حضرت عروۃ ہی سے روایت ہے کہ عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیۃ سے کہا، کیا تم اپنے ساتھیوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!'' وہ شہداء میں گیا۔ وہ ان سے ان کے نسبوں کے بارے پوچھنے لگا۔ اس نے کہا: ''کیا ان میں سے کوئی غائب بھی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ موجود نہیں ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''ان کی حالت تم میں کیسی تھی؟'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ ہم میں سے افضل تھے۔ ان کا شمار ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔'' عامر: کیا میں تمہیں ان کی بات نہ بتاؤں؟ اس نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''اس نے انہیں اپنا نیزہ مارا۔ پھر اسے نکالا تو وہ آسمان کی طرف بلند ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے انہیں نہ دیکھا۔'' انہیں بنو کلاب کے ایک شخص جبار بن سلمی نے نیزہ مارا تھا۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

ابن عمر نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عامر بن فہیرۃ کو عامر بن طفیل نے قتل کیا تھا۔ پھر جبار کے بارے لکھا کہ اس نے عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ واللہ اعلم

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا ''جب میں نے انہیں نیزا مارا تو انہوں نے کہا: ''رب کعبہ مقدسہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔'' میں نے دل میں کہا: ''اس کے اس قول کا کیا مفہوم ہے؟ کیا میں نے اسے قتل نہیں کیا؟'' میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا۔ میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا اور ان کے قول ''میں کامیاب ہو گیا ہوں'' کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''جنت کے ساتھ۔'' میں نے کہا: ''رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔'' حضرت ضحاک نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ مجھے اس امر نے بھی اسلام کی طرف دعوت دی۔ جو میں نے حضرت عامر کی شہادت کے وقت دیکھا تھا کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ حضرت ضحاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکتوب

گرامی لکھا۔ حضرت عامر بن فہیرہ کا واقعہ اور میرے اسلام لانے کے بارے لکھا۔ آپ نے فرمایا: "ملائکہ نے ان کے جسم اطہر کو چھپالیا تھا۔ اسے علیین میں اتارا تھا۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اٹھالیا گیا ہو پھر رکھ دیا گیا ہو۔ پھر وہ غائب ہو گئے ہوں۔ تاکہ امام بخاری کی سابقہ روایت بھی جمع ہو سکے۔ اس میں ہے "ان کا جسم زمین پر رکھ دیا گیا۔" ابن عقبہ نے یہ واقعہ روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عروۃ نے فرمایا: "حضرت عامر کا جسم اطہر نہ پایا گیا۔ صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ ملائکہ نے انہیں چھپالیا تھا۔" پھر امام بیہقی نے یہی واقعہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں "انہیں دوبارہ رکھ دیا گیا" کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ لکھتے ہیں "اسناد اور طرق اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ انہیں آسمان میں چھپا دیا گیا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے: "ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عامر کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ پھر ان کا جسم پاک نظر نہ آیا۔ صحابہ کرام کہتے تھے کہ ملائکہ نے انہیں چھپا دیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے اس غمناک واقعہ کے بارے حضور اکرم ﷺ کو بتا دیا۔ اس کے بارے قرآن پاک نازل ہوا۔ حضور ﷺ بہت زیادہ غم زدہ ہوئے۔

شیخان، امام بیہقی، امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہمارے ہمراہ ایسے صحابہ کرام بھیجیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔" آپ نے ستر انصاری صحابہ کرام کو بھیجا۔ جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے مقررہ جگہ پر پہنچنے سے قبل ہی شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا: "مولا! ہمارے بارے ہمارے نبی کریم ﷺ (یا ہمارے بھائیوں) کو آگاہ کر دے کہ ہم نے تیرے ساتھ ملاقات کر لی ہے تجھ سے راضی ہو گئے ہیں تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔" حضرت جبرائیل نے اس جانکاہ حادثہ کی آپ کو خبر دی۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔

پھر فرمایا: "تمہارے بھائی مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوئے تھے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ انہوں نے کہا:

رب بلغ قومنا انا قد رضینا و رضی عنا۔

ترجمہ: "میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ راضی ہو گئے ان کا رب تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔"

حضرت انس فرماتے ہیں: "ہم یہ جملہ بطور آیت پڑھتے تھے پھر یہ منسوخ ہو گیا۔"

حضور اکرم ﷺ چالیس صبح تک رعل، ذکوان، بنو لحیان اور بنو عصیہ کے لیے بددعا کرتے رہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی نافرمانی کی۔ صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ ایک ماہ تک نماز صبح میں قرأت کے بعد (یا رکوع کے بعد) ان کے لیے بددعا کرتے رہے۔"

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا غمگین کبھی نہ دیکھا تھا جتنے غمگین آپ اس جانکاہ حادثہ پر ہوئے تھے۔میں نے آپ کو دیکھا آپ جب بھی نماز صبح ادا فرماتے۔تو مذکورہ بالا قبائل کے لیے بددعا فرماتے تھے۔''

حضرت ابوطلحہ نے کہا:''کیا حضرت حرام کے قاتل کے بارے تمہارا کوئی عمل دخل ہے؟''میں نے پوچھا:''اسے کیا ہوا؟رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ کر دیا جو کر دیا۔''انہوں نے کہا:''ذرا ٹھہر کر۔وہ اسلام لا چکا ہے۔''

بئر معونہ کے شہداء

1. حضرت عامر بن فہیرہ
2. حضرت حکم بن کیسان
3. حضرت منذر بن محمد
4. حضرت ابوعبیدۃ بن عمرو
5. حضرت حارث بن صمہ
6. حضرت ابی بن معاذ
7. حضرت انس بن معاذ
8. حضرت ابوشیخ بن ابی ثابت
9. حضرت حرام بن ملحان
10. حضرت سلیم بن ملحان
11. حضرت سفیان بن ثابت
12. حضرت مالک بن ثابت
13. حضرت عروہ بن اسماء
14. حضرت قطبہ بن عبد عمرو
15. حضرت منذر بن عمرو
16. حضرت معاذ بن ماعص
17. حضرت عائذ بن ماعص

- ۱۸ حضرت مسعود بن سعد
- ۱۹ حضرت خالد بن ثابت
- ۲۰ حضرت سفیان بن حاطب
- ۲۱ حضرت سعد بن عمرو
- ۲۲ حضرت طفیل بن سعد
- ۲۳ حضرت سہل بن عامر
- ۲۴ حضرت عبداللہ بن قیس
- ۲۵ حضرت نافع بن بدیل رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت نافع کا مرثیہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

رحم الله نافع بن بديل رحمة مبتغى ثواب الجهاد
صابرًا صادق اللقاء اذا ما اكثر القوم قال قول السداد

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ حضرت نافع پر ایسی رحمت کا نزول فرمائے جیسی رحمت اس شخص پر نازل کی جاتی ہے جو جہاد کے اجر وثواب کا طلب گار ہوتا ہے۔ وہ ایک صبر کرنے والے، سچ بولنے والے اور وفا کرنے والے شخص تھے جب لوگوں کی اکثریت جھوٹ بولتی وہ اس وقت بھی صحیح بات کرتے تھے۔''

امام الطبری نے اپنی کتاب ذیل المذیل میں انہی صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جبکہ ابن سعد نے حضرت ضحاک بن عبد عمر کا ذکر کیا ہے۔ یہ حضرت قطبہ کے بھائی تھے۔ ابن القداح نے حضرت عمیر بن معبد کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ان کا نام عمرو بتایا ہے۔ جبکہ ابن الکلبی نے خالد بن کعب کا ذکر کیا ہے۔

ابوعمر نے ''استیعاب'' میں سہیل بن عامر کا ذکر کیا ہے۔ العیون کے مصنف لکھتے ہیں ''میرا گمان ہے یہ وہی سہل ہیں جن کا تذکرہ میں نے کیا ہے لیکن کبھی ان کا تذکرہ سہل سے اور کبھی سہیل کے نام سے کیا گیا۔''

اہلِ مغازی کا اتفاق ہے کہ اس سریہ میں حضرات عمرو بن امیہ اور کعب بن زید کے علاوہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا۔ یہ اس روز زخمی ہوئے اور غزوۂ خندق میں جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔ جب وہ صدر قناۃ کے مقام القرقرۃ تک پہنچے تو انہیں بنو عامر پھر

بنو کلاب یا بنو سلمہ کے دو افراد ملے۔ وہ بھی اسی جگہ سایہ میں آ گئے جہاں وہ تھے۔ بنو عامر کے ساتھ آپ کا معاہدہ اور پناہ تھی۔ لیکن حضرت عمرو کو اس کا علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں افراد وہاں آ گئے تو انہوں نے پوچھا "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے کہا: "بنو عامر کے ساتھ۔" انہوں نے انہیں مہلت دی جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے بنو عامر سے صحابہ کرام کا بدلہ لے لیا ہے۔

جب حضرت عمرو بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے اور داستان عرض کی تو آپ نے فرمایا: "تم نے دو افراد کو قتل کیا ہے۔ میں ان کی دیت ادا کروں گا۔" پھر فرمایا: "یہ ابو براء کا عمل ہے۔ مجھے یہ پہلے ہی اندیشہ تھا اس لیے میں صحابہ کرام کے جانے کو ناپسند کر رہا تھا۔"

جب یہ بات ابو براء تک پہنچی تو اسے عامر بن طفیل کی عہد شکنی گراں گزری۔ اس پر آپ کے صحابہ کرام کی شہادت بھی گراں گزری۔ کیونکہ اس کا سبب وہی تھا۔ اسی کی پناہ حاصل تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بنو ابی براء کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بنی ام البنین الم یرعکم　　　و انتم من ذوائب اھل نجد

ترجمہ: "اے ام البنین کے نورانِ نظر! کیا تم کو اس واقعہ نے خوفزدہ نہ کیا حالانکہ تم اہلِ نجد کے بلند و برتر افراد میں ہو۔"

تھکم عامر بابی براء　　　کینخفرہ وما خطاء کعمد

ترجمہ: "کہ عامر نے ابو براء کے ساتھ یہ مذاق اس لیے کیا تھا کہ وہ اس کے عہد کو توڑ دے غلطی سے سرزد ہو جانے والا فعل عمداً رونما ہونے والے فعل کی طرح نہیں ہے۔"

آلا آبلغ ربیعہ ذالمساعی　　　فما احدثت فی الحدثان بعدی

ترجمہ: "ربیعہ بہت زیادہ مساعی کرنے والا شخص ہے اس تک میرا یہ پیغام پہنچا دو۔ وہ کہے گا "تم نے میرے بعد کیسے حادثات رونما کیے ہیں۔"

ابوك ابو الحروب ابو براء　　　و خالك ماجد حکم بن سعد

ترجمہ: "تمہارا باپ ابو براء جنگوں کا دھنی ہے تمہارا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا ابزرگ ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ربیعہ بن عامر نے عامر بن طفیل پر حملہ کر دیا۔ اسے نیزہ مارا۔ جو اس کی ران پر لگا اور وہ گھوڑے سے نیچے جا گرا۔ اس نے کہا: "یہ ابو براء کا عمل ہے۔ اگر میں مر گیا تو خون بہا میرے چچا کو ملے گا۔ اور اگر میں بچ گیا تو اس کے بارے خود فیصلہ کروں گا۔"

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بئر معونہ کے شہداء کے بارے یہ اشعار لکھے ہیں:

علی قتلی معونۃ فاستھلّی بدمع العین سحًّا غیر نزر

ترجمہ: "بئر معونہ کے شہداء پر آنکھ کے آنسوؤں سے قلیل نہیں بلکہ بہت زیادہ سخاوت کر۔"

علی خیل الرسول غداۃ لاقوا ولاقتھم منایاھم بقدر

ترجمہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شہسواروں پر رو جنہوں نے اموات کا استقبال کیا اور اموات کے مقدر کے مطابق ان کا استقبال کیا۔"

اصابھم الفناء بعقد قوم تخوّن عقد حبلھم بغدر

ترجمہ: "انہیں یہ شہادت اس قوم کی عہد شکنی کی وجہ سے ملی جن کی رسی کی گرہ کو غداری کے ساتھ کھول دیا گیا تھا۔"

فیالھفی لمنذر اذ تولّی و اعنق فی منیّتہٖ بصبر

ترجمہ: "ہائے افسوس! منذر پر جو ہمیں ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ گئے۔ اور صبر کے ساتھ اپنی موت کی سمت چلے گئے۔"

فکائن قد اصیب غداۃ ذاکم من ابیض ماجد من سرّ عمرو

ترجمہ: "اس دن کی صبح کو اس شخص کو شہید کیا گیا۔ جو سفید رنگت والا۔ بزرگی والا اور شرف والا اور عمرو کا سب سے عمدہ فرزند تھا۔"

تنبیہات

❶ خلیفہ بن خیاط، بغوی، ابن برقی، عسکری، ابن نافع باوردی، ابن شاہین، ابن السکن، دارقطنی اور عمر بن شبہ نے ابو براء کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "یہ بنو بکر اور بنو جعفر کے پچیس افراد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن مالک جعفری بھی تھا۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: "میں نے اسے تم پر امیر مقرر کیا ہے۔" آپ نے ضحاک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ پھر مالک بن جعفر کو فرمایا "تم بنو جعفر کے امیر ہو۔" ضحاک سے فرمایا: "اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "یہ اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اس کے بعد وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ لہٰذا امام ذہبی نے جو یہ لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔"

❷ صحیح روایت میں ہے کہ ان کی تعداد ستر تھی۔ ابن اسحاق نے ان کی تعداد چالیس لکھی ہے جس نے ان کی تعداد تیس

لکھی ہے۔اسے وہم ہے۔البتہ صحیح وہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔ممکن ہے کہ چالیس رؤساء ہوں بقیہ ان کے تابع ہوں۔نیز یہ کہ قیس کی روایت کثیر کی روایت کے منافی نہیں ہوتی۔اس کا تعلق عدد کے مفہوم کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اس کا قول ہے جس نے ان کی تعداد تیس لکھی ہے۔

◆ ۳ صرف مستغفری نے عامر بن طفیل کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔اس کے بارے الحافظ لکھتے ہیں: ''یہ واضح خطاء ہے۔عامر حالت کفر میں مرا تھا۔اس کی داستان معروف ہے جو عنقریب آئے گی۔

''النور'' میں ہے۔اہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عامر بن طفیل کفر کی حالت میں مرا تھا جو کچھ مستغفری نے ذکر کیا ہے۔وہ خطاء ہے۔

◆ ۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: ''پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔''امام سہیلی نے لکھا ہے''اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ صحیح میں ہے اس پر اعجاز کی رونق نہیں ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس نظم میں نہیں اتری تھی کہ یہ معجز ہو جیسے کہ نظم قرآن ہے۔یہ خبر ہے خبر کے بارے نسخ کا عمل دخل نہیں ہوتا۔''ہم کہتے ہیں''اس سے خبر منسوخ نہیں ہوتی اس سے حکم منسوخ ہوتا ہے۔حکم قرآن یہ ہے کہ اس کو قرآن مجید میں پڑھا جائے۔اسے پاک حالت پر چھوا جائے۔اسے دو گتوں کے مابین لکھا جائے اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہو۔جو آیت بھی اس طرح ہو جو منسوخ ہو اس سے یہ احکام اٹھا لیے گئے ہوں اگر چہ وہ محفوظ بھی ہو وہ پھر بھی منسوخ ہوگئی۔اگر وہ کسی حکم کو شامل ہو اور روا ہے کہ وہ حکم معمول یہ ہو۔اگر وہ خبر ہے تو جائز ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور تلاوت کے احکام اس سے منسوخ ہوں۔''

◆ ۵ صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس روز تک ان لوگوں کے لیے بددعا کرتے رہے۔جنہوں نے بئر معونہ پر آپ کے صحابہ کرام کو شہید کیا تھا۔آپ رعل،لحیان اور عصیہ کے لیے بددعا فرماتے رہے۔'' الحافظ لکھتے ہیں: ''حافظ ابو محمد دمیاطی اور صاحب العیون نے لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بنولحیان بھی شاید بئر معونہ کے حادثہ میں شامل تھے۔حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ستم بنو رعل،بنو ذکوان،بنو عصیہ اور بنو سلیم نے ڈھایا تھا۔بنولحیان نے تو اصحاب رجیع پر جفا کی تھی۔ان دونوں واقعات کی خبر آپ کے پاس ایک ہی روز ملی۔آپ نے ایک بددعا میں ان دونوں کا ذکر کیا۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ بئر معونہ اور اصحاب الرجیع کے حادثات کی خبر آپ کو ایک ہی رات میں ملی تھی۔

سترھواں باب

سریہ حضرت محمد بن مسلمہ ''القرطاء'' کی طرف

یہ بنو بکر کے قبائل تھے۔ یہ لوگ ضریہ کے مضافات میں اترے تھے۔ اس وقت ہجرت کو ۵۹ مہینے گزر چکے تھے۔
محمد بن عمر نے کہا کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں روانہ ہوا جبکہ محرم کے دس ماہ گزر چکے تھے۔ میں نے اس مہم میں انیس روز صرف کیے۔ میں مدینہ طیبہ آیا تو محرم کی ایک رات باقی تھی۔'' محمد بن عمر نے اپنے شیوخ اور ابن عائذ نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس شہسواروں کے ساتھ بھیجا ان میں حضرات عباد بن بشر، سلمہ بن سلامہ، حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آپ نے انہیں بنو بکر کی طرف بھیجا آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو سفر کریں دن کو چھپ جائیں۔ وہ ان پر شب خون ماریں۔ جب وہ الشربۃ کے مقام تک پہنچے تو انہیں ایک شخص ملا۔ حضرت محمد بن سلمہ نے اپنا ایک ساتھی بھیجا تاکہ اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہیں؟ وہ شخص گیا پھر واپس آیا تو بتایا۔ ''وہ بنو محارب ہیں۔'' یہ ان کے قریب ہی فروکش ہو گئے۔ نیچے اترے اور اپنے جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ انہیں مہلت دی۔ جب وہ اپنے اونٹ بٹھا گئے تو مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بعض کو قتل کر دیا بقیہ افراد بھاگ گئے۔ انہوں نے بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا۔ انہوں نے بکریاں اور بھیڑیں ہانکیں۔ خواتین کو کچھ نہ کہا۔ روانہ ہوئے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں سے بنو بکر کو دیکھ سکتے تو عائذ بن بسر کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا تو وہیں ٹھہر گئے۔ ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر گئے۔ ان پر حملہ کیا۔ ان کے دس افراد کو تہ تیغ کیا۔ بھیڑیں بکریاں ہانکیں پھر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے اور انہوں نے ''ضریہ'' کے مقام پر قیام کیا جو وہاں سے ایک یا دو راتوں کی مسافت پر تھا۔ پھر بکریاں لے کر نیچے اتر آئے۔ انہیں تعاقب کا اندیشہ لاحق ہوا تو بکریوں کو دوڑایا۔ وہ ان کے ساتھ گھوڑوں کی مانند دوڑ رہی تھیں۔
جب وہ العداسہ پہنچے تو بکریاں الربذہ کے مقام پر رک گئیں۔ انہوں نے بکریوں کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا خود مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ بعد میں بکریاں بھی پہنچ گئیں۔ آپ نے ان میں سے خمس نکالا۔ بقیہ بکریاں اپنے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیں۔ ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں رکھی گئیں۔ علامہ بلاذری اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ سریہ ۶ ھ ماہ محرم الحرام میں رونما ہوا تھا۔ ثمامہ بن اثال الحنفی اسی میں گرفتار ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کے اسلام کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنوحنیفہ کا ایک شخص گرفتار کر کے لائے۔ اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ وہ اہلِ یمامہ کا سردار تھا۔ صحابہ کرام کو علم نہ تھا کہ یہ شخص کون ہے۔ وہ اسے بارگاہِ رسالت پناہ میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہیں علم ہے کہ تم نے کس کو گرفتار کیا ہے؟ یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہیں۔ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔" انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔"

امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ثمامہ مسیلمہ کا قاصد بن کر آپ کے پاس آیا تھا وہ دھوکہ سے آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ آپ کو اس پر تسلط عطا کر دے۔ وہ عمرہ کرنے کی نیت سے مدینہ طیبہ آیا۔ وہ رستہ بھول گیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔"

آپ اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے جمع کرو اسے ثمامہ کے پاس بھیج دو۔" آپ نے اپنی شیر دار اونٹنی کے بارے حکم دیا کہ صبح و شام اس کا دودھ اسے پلایا جائے۔ جب آپ کو موقع ملتا۔ آپ اس کے پاس آتے۔

آپ فرماتے "ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ عرض کرتا: "محمد مصطفی ﷺ! میرے پاس بھلائی ہے۔" آپ اسے فرماتے: "ثمامہ اسلام لے آؤ۔" وہ کہتا "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جاتا ہے۔ اگر آپ نے احسان فرمایا تو ایسے فرد پر احسان کریں گے جو شکر گزار ہے۔ اگر آپ فدیہ چاہتے ہیں۔ تو مانگیں جو مانگتے ہیں۔" یہ مکالمہ دہرایا جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا: "ثمامہ کو آزاد کر دو۔" صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ مسجد نبوی کے قریبی نخلستان میں گئے غسل کیا۔ مسجد نبوی میں آئے۔ پھر کہا: "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ" محمد عربی! ﷺ پہلے آپ کا چہرہ مبارک مجھے سارے چہروں سے مبغوض تھا۔ اب مجھے آپ کا چہرۂ انور سارے چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ پہلے آپ کا دین مجھے سارے ادیان سے مبغوض تھا۔ اب آپ کا دینِ حق مجھے سارے ادیان سے محبوب ہے۔ پہلے آپ کا شہر خوباں مجھے سارے شہروں سے مبغوض تھا اب کا شہر مدینہ مجھے سارے شہروں سے محبوب ہے۔ آپ کے گھڑ سوار نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں عمرہ کرنے جا رہا تھا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟" آپ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت ثمامہ نے اسلام قبول کر لیا تو صحابہ کرام کھانا اور دودھ لے کر ان کے پاس آئے۔ انہوں نے تھوڑا سا تناول کیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: "تم کس پر تعجب کرتے ہو؟ کیا اس شخص پر تعجب کرتے ہو جس نے دن کی ابتداء میں ایک کافر کی آنت سے اور دن کے آخری حصہ میں ایک مسلمان کی آنت سے کھایا کافر سات آنتوں سے جبکہ بندۂ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: ''مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ عمرہ کرنے کی نیت سے نکلے جب وہ مکہ مکرمہ کی وادی میں پہنچے تو انہوں نے وہاں سے لبیک کہنا شروع کیا وہ پہلے شخص تھے جو لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ داخل ہوئے تھے۔ قریش نے انہیں پکڑا۔ انہوں نے کہا: ''کیا تم ہم پر اتنی جرأت کر رہے ہو؟ جب انہوں نے انہیں پکڑا تا کہ ان کی گردن اڑا دیں تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''انہیں چھوڑ دو۔ تم اپنے غلے کی وجہ سے یمامہ کے محتاج ہو'' انہوں نے ان کی راہ چھوڑ دی۔ حنفی نے اسی کے بارے کہا ہے:

و منّا الذی لبّی بمکۃ معلنا　　برغم ابی سفیان فی الاشھر الحرم

ترجمہ: ''ہم میں ایسی شخصیت بھی ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اشہر حرام میں ابوسفیان کو ذلیل کر کے اعلانیہ تلبیہ کہا تھا۔''

قریش نے پوچھا: ''ثمامہ! کیا صحابی بن گئے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''نہیں! میں حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں نے بہترین دین کی اتباع کر لی ہے۔ بخدا! اب تمہیں یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی نہ پہنچے گا۔ حتیٰ کہ آپ اذن عطا فرما دیں۔'' پھر وہ یمامہ تشریف لے گئے انہوں نے منع کر دیا کہ مکہ مکرمہ کی طرف کچھ بھی نہ جانے پائے حتیٰ کہ قریش کو قحط سالی نے آلیا۔

ابوسفیان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ یہ گمان نہیں کرتے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ابوسفیان نے کہا: ''آپ نے آباء کو تلوار کے ساتھ اور بیٹوں کو بھوک کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔'' دوسری روایت کے مطابق انہوں نے آپ کو لکھا ''آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے خود ہمارے ساتھ قطع رحمی کی ہے۔'' آپ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ان کے اور ان کے غلہ کے مابین سے ہٹ جائیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ (المؤمنون:٧٦)

ترجمہ: ''اور ہم نے پکڑ لیا انہیں عذاب سے پھر بھی وہ نہ جھکے اپنے رب کی بارگاہ میں اور نہ وہ اب گڑگڑا کر (توبہ کرتے) ہیں۔''

✿✿✿✿

اٹھارواں باب

سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ غمر مرزوق کی طرف (٦ھ ماہ ربیع الاول)

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم بن محمد نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے عکاشہ بن محصن کو چالیس افراد کے ساتھ بھیجا۔ ان میں ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ ان کے امیر تھے۔ (ابن عائذ) جو دیگر صحابہ کرام اس مہم میں شامل تھے وہ درج ذیل تھے حضرات شجاع بن وہب، یزید بن رقیش اور حضرت لقیط بن اعصم رضی اللہ عنہم یہ جلدی سے روانہ ہوئے۔ قوم کو ان کا علم ہو گیا۔ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ ان کے شہر کے بلند حصے پر اترے چشمہ کے پاس گئے۔ گھر خالی تھا۔ حضرت شجاع بن وہب کو جاسوس بنا کر بھیجا تا کہ وہ خبر لے کر آئیں یا انہیں کوئی نشان ملے حضرت شجاع واپس آئے۔ انہوں نے کہا: "انہوں نے قریب سے ہی بکریوں کے نشان دیکھے ہیں۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے ان کے جاسوس کو پکڑ لیا ایک رات انہوں نے دیکھا کہ وہ آواز سنتا تھا۔ صبح کے وقت اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ وہ سویا ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے پوچھا: "کیا تجھے لوگوں کے بارے علم ہے؟" اس نے کہا: "کہاں ہیں لوگ۔ وہ تو بلند کے بلند حصوں پر چلے گئے ہیں۔" صحابہ کرام نے پوچھا: "بکریاں۔" اس نے کہا: "ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں۔" ایک صحابی نے اسے وہ ڈنڈا مارا جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا: "کیا تم میرا خون بخشتے ہو؟ میں تمہیں ان کی بکریوں کے بارے بتاتا ہوں جنہیں تمہاری آمد کا علم نہیں ہوا۔" صحابہ کرام نے کہا: "بالکل" انہوں نے اسے پناہ دی۔ اس نے بہت زیادہ جستجو کی۔ حتیٰ کہ انہیں خدشہ ہوا کہ وہ دھوکہ کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! تجھے ہمارے ساتھ سچ بولنا ہوگا ورنہ ہم تیری گردن اڑا دیں گے۔" اس نے کہا: "تم اس بلند جگہ سے دیکھو۔" وہ وہاں پہنچے وہاں بکریاں چر رہی تھیں۔ انہوں نے اس پر حملہ کیا بکریاں پکڑ لیں اور اعرابی ہر سمت بھاگ گئے۔ حضرت عکاشہ نے تعاقب سے روک دیا۔ انہوں نے دو سو اونٹ ہانکے۔ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ ایک شخص کو آگے بھیجا۔ پھر سارے صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ کوئی صحابی شہید نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی جنگ کی نوبت آئی تھی۔

تنبیہات

1. بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ثابت بن اقرم اس سریہ میں شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں وہ ایام ردت میں شہید ہوئے تھے۔
2. الاکلیل میں حاکم نے لکھا ہے کہ انہوں نے سباع بن وہب کو جاسوس بنا کر بھیجا۔ حالانکہ صحیح نام شجاع بن وہب ہے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی سباع بن وہب نہ تھا۔

انیسواں باب

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بنو معاویہ، بنو عوال ذی القصہ کی طرف (ربیع الآخر ۶ھ)

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس صحابہ کرام کو بھیجا۔ ان میں حضرات ابونائلہ، حارث بن اوس، ابوعبس بن جبر، نعمان بن عصر، محیصہ بن مسعود، حدیصہ بن مسعود، ابوبردۃ بن نیار، بنو مزینۃ میں سے دو افراد اور بنو غطفان میں سے ایک شخص شامل تھے۔ وہ رات کے وقت وہاں پہنچے حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی سو گئے۔ ایک سو افراد نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی آنکھ اس وقت کھلی جب دشمن اسلحہ کے ساتھ ان کا محاصرہ کر چکا تھا۔ حضرت ابن مسلمہ فوراً اٹھے ان کے پاس کمان تھی۔ وہ چلائے "اسلحہ" وہ اٹھے۔ وہ ایک ساعت تک ان پر تیراندازی کرتے رہے۔ پھر اعرابیوں نے ان پر تیروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ بقیہ کو قتل کر دیا۔ حضرت ابن مسلمہ زخمی ہو کر گر پڑے اگر ان کی ایری پر مارا جاتا تو وہ حرکت نہ کرتے۔ اعرابیوں نے ان کے کپڑے اتارے اور چلے گئے۔ ایک مسلمان شخص ان شہیدوں کے پاس سے گزرا اس نے انہیں دیکھا تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ جب محمد بن مسلمہ نے یہ سنا تو حرکت کی۔ اس آدمی نے انہیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور سوار کرا کر مدینہ طیبہ لے گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدۃ کو ان کی شہادت گاہ تک بھیجا۔ مگر انہیں وہاں کوئی نہ ملا۔ انہیں بھیڑیں بکریاں ملیں۔ وہ انہیں ہانک کر مدینہ طیبہ لے آئے۔ خمس نکالا۔ چار حصے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "غزوۂ خیبر کے موقعہ پر میں نے ان لوگوں میں سے ایک شخص کو دیکھ لیا جو ذوالقصہ کے روز مجھے مردہ سمجھ کر چلے گئے تھے۔ جب اس نے مجھے دیکھا۔ تو اس نے کہا: "میں نے اپنا چہرہ جھکا دیا ہے۔" میں نے کہا: "بہت بہتر ہے۔"

❁❁❁❁

بیسواں باب

سریہ ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ ذوالقصہ کی طرف

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنوثعلبہ اور بنوانمار کو قحط سالی نے آلیا۔ امراض سے لے کر تغلمین تک بارش برسی۔ بنومحار، بنوثعلبہ اور بنوانمار اس جگہ گئے جہاں بارش برسی تھی۔ انہوں نے اتفاق کرلیا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کریں۔ یہ چراگاہ ہیفاء کی وادی میں تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی۔ ہفتہ کی رات تھی۔ ربیع الآخر کی دو راتیں باقی تھیں۔ مجاہدین ساری رات چلتے رہے حتیٰ کہ وہ صبح ذوالقصہ پہنچ گئے۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ انہوں نے ایک شخص کو پکڑ لیا۔ بہت سی بکریاں پائیں وہ انہیں اور گھر کا پرانا سامان لے آئے۔ وہ مدینہ طیبہ آگئے۔ دو راتیں وہیں بسر کیں۔ وہ شخص اسلام لے آیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا آپ نے اس مال کا خمس نکالا۔ بقیہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔

❀❀❀❀

اکیسواں باب

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنوسلیم کی طرف (ماہِ ربیع الآخر ۶ھ)

محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنوسلیم کی طرف بھیجا حتیٰ کہ وہ الجموم گئے۔ وہ مزنیہ کی ایک عورت تک پہنچے اس کا نام حلیمہ تھا۔ اس نے ان کی راہ نمائی بنوسلیم کے محلہ کی طرف کی۔ انہیں اس محلے سے بھیڑ، بکریاں اور قیدی ملے ان میں حلیمہ مزنیہ کا خاوند بھی تھا۔ حضرت زید یہ مال اور قیدی آپ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے مزنیہ اور اس کے خاوند کو معاف کر دیا۔

❀❀❀❀

بائیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ العیص کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے "فتح مکہ سے قبل ابو العاص بطور تاجر عازم سفر ہوئے۔ ان کے پاس اپنے اموال بھی تھے اور قریش نے بھی انہیں اموال دیے تھے۔ جب یہ اپنی تجارت سے فارغ ہوئے واپس آئے تو حضور اکرم ﷺ کے لشکر سے ان کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے ان کا سامان لے لیا۔ امام زہری اور ابن عقبہ نے روایت کی ہے کہ اس کارواں کو جنہوں نے روکا اور اہلِ کارواں کو پابند سلاسل کیا ان میں حضرات ابو جندل، ابو بصیر اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ یہ ساحل سمندر پر فروکش تھے انہوں نے کسی کو قتل نہ کیا۔ کیونکہ ابو العاص کی آپ سے سسرالی رشتہ داری تھی۔

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ابو العاص اس لشکر سے بھاگ گئے تھے جب مجاہدین اموال لے کر آئے تو ابو العاص رات کے وقت آئے۔

وہ رات کے وقت اپنی زوجہ محترمہ نورِ نظر مصطفیٰ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے پناہ طلب کی۔ انہوں نے انہیں پناہ دی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے نماز صبح ادا کی۔ آپ نے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ خواتین کے سایہ بان سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پکارا۔ انہوں نے بآواز بلند کہا: "اے لوگو! میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔" جب آپ نے سلام پھیرا لوگوں کی طرف توجہ فرمائی۔ فرمایا: "لوگو! کیا تم نے وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں اس امر میں سے کسی چیز کے بارے نہ جانتا تھا حتیٰ کہ میں نے سن لیا جو کچھ تم نے سن لیا۔ مسلمان اپنے دشمن کے خلاف یدِ واحد کی طرح ہیں۔ ان کا کمتر شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔ جس کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پناہ دی ہے ہم نے اسے پناہ دی ہے۔"

پھر آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے عرض کی: "وہ سامان واپس کر دیا جائے جو ابو العاص سے لیا گیا ہے۔" آپ نے ان کی یہ عرض قبول کر لی۔ آپ نے حضرت زینب سے فرمایا: "نورِ نظر! ابو العاص کو عمدہ بستر دو۔ مگر اسے اپنے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ وہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔"

آپ نے ان مجاہدین کو یاد فرمایا انہیں فرمایا "اس شخص سے ہمارا جو تعلق ہے تم اسے جانتے ہو تم نے اس کے

مال پر قبضہ کرلیا ہے۔اگر تم احسان کرو۔اور اس کا مال واپس کردو تم ہم یہی پسند کرتے ہیں۔اگر تم انکار کردو تو یہ مال فئے سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔"انہوں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم انہیں یہ مال واپس کردیتے ہیں۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے"ابوالعاص نے اس کارواں اور اہلِ کارواں کے بارے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بات کی جسے حضرات ابوجندل، ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے گرفتار کیا تھا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔آپ اٹھے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔فرمایا:"ہم نے لوگوں کے ساتھ سسرالی رشتہ داری قائم کی۔ابوالعاص سے بھی یہی رشتہ داری قائم کی۔ہم نے اسے اچھا رشتہ دار پایا ہے وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شام سے آرہا تھا ابوجندل اور ابوبصیر نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں قیدی بنالیا۔ان کا سامان قبضہ میں کرلیا مگر کسی کو قتل نہ کیا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں انہیں پناہ دوں کیا تم ابوالعاص اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دیتے ہو۔"صحابہ کرام نے عرض کی:"ہاں! جب حضرت ابوجندل اور ان کے ساتھیوں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی یہ باتیں پہنچیں تو انہوں نے سارے قیدی آزاد کردیے انہیں سارا سامان واپس لوٹا دیا حتیٰ کہ رسی بھی واپس کردی۔حتیٰ کہ ایک شخص ڈول لے کر آتا دوسرا بوسیدہ مشکیزہ اور نیا مشکیزہ لے کر حاضر ہوجاتا۔ایک شخص کجاوے کی لکڑی لے کر آتا حتیٰ کہ انہوں نے سارا سامان حاضر کردیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے"مجھے ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ جب ابوالعاص شام سے واپس آئے۔ان کے پاس مشرکین کے اموال تھے۔ان سے کہا گیا:"کیا تم مسلمان ہوجاتے ہو اور ان اموال پر قبضہ کرلو۔یہ مشرکین کے اموال ہیں۔" حضرت ابوالعاص نے فرمایا:"یہ کتنی بری چیز ہے جس سے میں اپنے اسلام کا آغاز کروں۔میں اپنی امانت میں خیانت کروں۔"امام حاکم نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت ابوالعاص سے کہا:"ابوالعاص! تم قریش کے سردار ہو۔آپ کے چچازاد اور داماد ہو۔کیا تم اسلام لے آتے ہو۔اور جو اموال تمہارے پاس ہیں انہیں بطور مالِ غنیمت اپنے پاس رکھ لو۔"انہوں نے کہا:"تم مجھے برے کام کا حکم دے رہے ہو کہ میں اپنے دین کا آغاز دھوکے سے کروں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے"پھر حضرت ابوالعاص مکہ مکرمہ گئے۔ہر حقدار کا حق ادا کیا۔پھر کھڑے ہوئے۔فرمایا: "اے اہلِ مکہ کیا تم میں سے کسی کا کچھ مال میرے پاس رہ گیا ہے۔جو اس نے ابھی تک نہ لیا ہو۔اے اہلِ مکہ! کیا میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگیا ہوں۔"انہوں نے کہا:"ہاں! بخدا! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ہم نے تم کو وفادار اور کریم پایا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔میں آپ کے ہاں بھی اسلام قبول کرسکتا تھا مجھے یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ تم یہ گمان کروگے کہ میں لوگوں کے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اموال دے دیے ہیں۔میں ان سے فارغ ہوگیا ہوں۔اب میں نے اسلام

قبول کرلیا ہے۔" پھر وہ عازم سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: "حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نکاح پر ہی لوٹا دیا تھا۔ نیا نکاح نہیں کیا تھا۔ روایت ہے کہ چھ سال بعد انہیں لوٹا دیا نیا نکاح نہ کیا۔

تنبیہات

1. ابن عمر، ابن سعد، بلاذری، قطب، عراقی اور صاحب العیون نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سریہ کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ ابن اسحاق کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ سرایا میں سے کسی سریہ نے اس کارواں کو پالیا۔ کیونکہ آپ نے اسی مقصد کے لیے سریہ بھیجا تھا۔
2. محمد بن عمر اور ہمنوا سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ۶ ھ کو صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا تھا کیونکہ صلح کے بعد آپ نے قریش کے کسی کارواں کے ساتھ تعرض نہیں فرمایا۔ امام زھری اور ابن عقبہ نے اسی طرح لکھا ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اس کارواں کو حضرات ابوجندل، ابوبصیر اور ان کے ان ساتھیوں نے پکڑا تھا جو ساحل سمندر پر تھے کیونکہ صلح حدیبیہ واقع ہو چکی تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ صحابہ کرام ساحل سمندر پر رہتے تھے۔ قریش کا جو کارواں وہاں سے گزرتا تھا یہ اسے پکڑ لیتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "یہ سریہ فتح مکہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔" امام زھری نے یہی موقف اپنایا ہے۔ زاد المعاد میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔ "النور" میں یہی مؤقف اپنایا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فرمان بھی امام زھری کی تائید کرتا ہے۔ "زینب! اسے اپنے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ وہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔" اہلِ ایمان خواتین کی مشرکین کے لیے حرمت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔
3. ابن عباس نے فرمایا: "آپ نے انہیں سابقہ نکاح پر لوٹا دیا۔ اس کا مزید تذکرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تذکرہ مبارکہ میں آئے گا۔

تئیسواں باب

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ الطرف کی جانب

(جمادی الآخرۃ ۶ھ)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو الطرف کی طرف بھیجا۔ وہاں بنو ثعلبہ بن سعد رہتے تھے۔ وہ پندرہ مجاہدین کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب الطرف پہنچے تو انہیں بھیڑ اور بکریاں ملیں۔ اعرابی بھاگ گئے انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ شاید حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف آ گئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بکریاں لے کر مدینہ طیبہ آ گئے۔ دشمن ان کے تعاقب میں نکلا۔ مگر انہوں نے جلدی کی۔ وہ بیس اونٹ لے کر آئے۔ اس مہم میں چار راتیں بسر ہوئیں۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مسلمانوں کا شعار "اَمِت اَمِت" تھا۔

چوبیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جذام کی طرف

(جمادی الآخرۃ ٦ھ)

ابن اسحاق نے بنو جذام کے ان افراد سے روایت کیا جنہیں اس واقعہ کا علم تھا کہ رفاعۃ بن زید جذامی رضی اللہ عنہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز سے اپنی قوم کے پاس گئے ان کے پاس آپ کا مکتوب گرامی تھا۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ قوم نے ان کی آواز پر لبیک کہی۔ پھر جلد ہی حضرت دحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے واپس آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیصر روم کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے انہیں انعام دیا۔ انہیں پوشاک بھی پہنائی تھی۔ انہیں ہند بن عوص اور اس کا بیٹا عوص بن ھنید ملے۔ انہوں نے ان سے ہر چیز چھین لی۔ صرف ایک کپڑا ان کے پاس چھوڑا۔ یہ بات بنو خبیب میں سے حضرت رفاعۃ بن زید کے قبیلہ تک پہنچ گئی۔ ان کے قبیلہ کے بعض افراد نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ وہ ھنید اور اس کے بیٹے کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ لڑے اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا سامان واپس لے لیا۔ حضرت دحیہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ساری داستان عرض کی۔ انہوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ ھنید اور اس کے بیٹے سے انتقام لیں۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ۱۵۰ مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ حضرت دحیہ کو بھی ان کے ساتھ واپس بھیجا۔ حضرت زید رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ ان کے ہمراہ بنو عذرہ کا راہ دان بھی تھا۔ بہت سے قبائل جمع ہو چکے تھے۔ جن میں غطفان، وائل، سلامان اور سعد بن ھذیم کے افراد شامل تھے۔ جب حضرت رفاعہ بن زید ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ لے کر آئے۔ یہ حرۃ الرجلاء فروکش ہوئے۔ جبکہ حضرت کراع ربہ میں تھے۔ ان کے بارے انہیں علم نہ تھا۔ عذری راہ داں حضرت زید بن حارث اور ان کے ساتھیوں کو لے کر وقتِ صبح ھنید اس کے بیٹے اور اہلِ محلہ پر حملہ آور ہو گیا۔ انہوں نے وہاں بہت سے افراد کو قتل کیا ھنید اور اس کا بیٹا بھی کام آئے۔ انہوں نے ان کے جانوروں، بکریوں اور عورتوں پر حملہ کیا۔ انہوں نے ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور ایک سو عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔ جب بنو خبیب نے حضرت زید کے اس حملہ کے بارے سنا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر گئے۔ جب وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تو حسان بن رملہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم مسلمان قوم ہیں۔" حضرت زید: سورۃ الفاتحہ سناؤ۔ حضرت حسان نے یہ سورت سنادی۔

حضرت زید نے فرمایا: "مجاہدین اسی جگہ چلے جائیں جہاں سے آئے ہیں اور اپنی محافل میں رات گزاریں" جب یہ رک گئے تو وہ سوار ہو کر رفاعہ بن زید کے پاس گئے۔ صبح ان کے پاس جا پہنچے۔ حضرت حسان نے کہا: "تم یہاں بکریوں کا دودھ نکال رہے ہو۔ جذام کی عورتوں کو قیدی بنالیا گیا ہے۔ تمہیں اس خط نے دھوکہ دیا جسے تم لے کر آئے ہو۔" حضرت رفاعہ نے اونٹ منگوایا۔ اس پر کجاوہ رکھا ان کے ہمراہ ابوزید بھی تھے ایک اور گروہ بھی تھا۔ یہ تین راتیں سفر کرتے رہے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے مسجد نبوی کے پاس گئے۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو انہیں اشارہ کیا کہ وہ لوگوں کے پیچھے سے آئیں۔ حضرت رفاعہ نے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے کہا: "یارسول اللہ! یہ جادوگر قوم ہے۔" اس نے دوبار کہا۔ حضرت رفاعہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آج ہمیں صرف بھلائی دی۔"

حضرت رفاعہ نے وہ مکتوبِ گرامی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جو آپ نے ان کے لیے لکھوایا تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے لے لیجیے۔ اس کی تحریر پرانی ہوگئی اور عہد شکنی کا دور قریب آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جوان! اسے بآوازِ بلند پڑھو۔" جب اس نے خط پڑھا۔ آپ نے ان کی داستان پوچھی۔ انہوں نے اس حادثہ کا تذکرہ کر دیا جو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رونما کیا تھا۔ آپ نے تین بار فرمایا: "میں ان مقتولین کا کیا کروں؟" حضرت رفاعہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ ہم آپ پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتے۔" حضرت ابوزید نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ زندہ افراد کو آزاد کر دیں جو قتل ہو گئے وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابوزید نے سچ کہا ہے۔" اس قوم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ہماری خواتین اور اموال کو آزاد کرا دے۔" آپ نے فرمایا: "علی! ان کے ساتھ جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت زید میری اطاعت نہیں کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "یہ تلوار لے جاؤ۔" انہوں نے وہ تلوار پکڑ لی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس سواری بھی نہیں ہے۔" اس قوم نے انہیں ثعلبہ بن عمرو کے اونٹ پر سوار کیا جسے مکحال کہا جاتا تھا وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ رافع بن مکیث الجہنی سے ملے یہ حضرت زید کی طرف سے بشارت لے کر جارہے تھے۔ یہ قوم کے اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت علی نے اس اونٹ کو لوٹا دیا۔ حضرت رافع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے اسی اونٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ فیفاء الفحلتین کے مقام پر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں یہ حکم فرمارہے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں اس قوم کے جو اسیر، قیدی یا اموال ہیں انہیں واپس لوٹا دو۔" حضرت زید نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی نشانی؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ آپ کی تلوار ہے۔" حضرت زید نے اسے پہچان لیا۔ وہ نیچے اترے۔ انہوں نے بآواز بلند کہا: "جس کے پاس کوئی چیز، مال

یا قیدی ہو وہ واپس کر دے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے قاصد ہیں۔" سارے لوگوں نے ساری اشیاء واپس کر دیں حتیٰ کہ آدمی کی ران کے نیچے سے بھی عورت کو نکال لیا۔

محمد بن عمر نے حضرت محجن الدیلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اس سریہ میں تھا۔ ہر شخص کو سات اونٹ یا ستر بکریاں ملیں۔ قیدیوں میں ہر شخص کو ایک یا دو عورتیں ملیں۔ حتیٰ کہ ان سب کو حضور اکرم ﷺ نے ان کے اہلِ خانہ کی طرف لوٹا دیا۔"

زاد المعاد میں ہے کہ یہ سریہ بلاشک وشبہ حدیبیہ کے بعد رونما ہوا تھا۔

پچیسواں باب

سریہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (یا سریہ زید بن حارثہ) بنو فزارہ کی طرف

امام احمد، امام مسلم، ابن سعد اور الطبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے بنو فزارہ پر حملہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا تھا۔ جب ہمارے اور اس چشمہ کے مابین ایک ساعت کی مسافت رہ گئی تو انہوں نے ہمیں وہیں رات بسر کرنے کا حکم دیا۔ پھر لشکر کو متفرق طور پر بھیج دیا۔ انہوں نے اس چشمہ پر حملہ کر دیا۔ قتل ہوئے جو قتل ہوئے۔ میں نے لوگوں کا ہجوم دیکھا جس میں بچے تھے۔ مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ یہ مجھ سے آگے بڑھ کر پہاڑ کی طرف نہ چلے جائیں۔ میں نے ان کے اور پہاڑ کے مابین ایک تیر پھینک دیا۔ جب انہوں نے تیر دیکھا تو وہ رک گئے۔ میں انہیں ہانکتا ہوا لے آیا۔ ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی۔ جس پر چمڑا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی۔ جو سارے عرب کی عورتوں سے حسین تھی۔ میں انہیں ہانکتا ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آیا۔ اس کی بیٹی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے عطا کر دی۔ ہم مدینہ طیبہ آئے۔ میں نے اس عورت کا کپڑا نہیں اٹھایا تھا۔ بازار میں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔ آپ نے فرمایا: "سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں اٹھایا۔" آپ خاموش ہو گئے۔ دوسرے روز آپ مجھے بازار میں ملے۔ میں نے ابھی تک اس عورت کا کپڑا نہیں اٹھایا تھا۔ آپ نے فرمایا: "سلمہ! تمہارے کارنامے کتنے شاندار ہیں۔ یہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! وہ آپ کی ہو گئی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو اہلِ مکہ کی طرف بھیجا۔ اسے ان قیدی مسلمانوں کے لیے بطور فدیہ بھیجا جو مشرکین کے ہاں محبوس تھے۔ اس روز ہمارا شعار امت امت تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے سات افراد قتل کیے۔

✿✿✿✿

چھبیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کی طرف

یہ سریہ ماہِ رجب میں رونما ہوا تھا۔ اس جگہ مذحج اور قضاعہ کے لوگ جمع تھے یا وہاں مضر کے قبائل جمع تھے۔ مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔

ستائیسواں باب

سریہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل کی طرف

(شعبان ۶ھ)

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو یاد فرمایا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تیاری کرلو۔ میں تمہیں آج یا کل کسی سریہ پر بھیجوں گا۔ ان شاء اللہ!" حضرت عبداللہ نے کہا: "میں نے آپ کی یہ بات سماعت کی۔ میں نے کہا: "میں آپ کے ساتھ نمازِ صبح ضرور ادا کروں گا۔ میں آپ کی وہ وصیت ضرور سنوں گا جو آپ حضرت عبدالرحمان کو کریں گے۔ اس وقت مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام میں سے میں دسویں نمبر پر تھا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان، ابن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ میں آپ کی خدمت میں تھا۔ ایک انصاری جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ پھر بیٹھ گیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون سا مومن افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو اہلِ ایمان میں سے اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔" اس نے عرض کی: "اہلِ ایمان میں سے کون سا مومن سب سے زیادہ دانا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو اور اس کے نزول سے قبل اس کی خوب تیاری کرنے والا ہو۔" پھر وہ جوان خاموش ہوگیا۔ آپ نے ہماری طرف توجہ کی اور فرمایا: "اے گروہِ مہاجرین! جب پانچ عادتیں تم میں پیدا ہوں گی (تو ان کے پانچ خطرناک نتائج ہوں گے) میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پائی جائیں۔

1. جب بدکاری کسی قوم میں پھیل جاتی ہے جب وہ یہ فعل شنیع اعلانیہ کرنے لگتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی امراض پھوٹ نکلتی ہیں جو ان کے گزشتہ اسلاف میں نہیں ہوتیں۔
2. جب وہ ناپنے اور تولنے میں کمی کرتے ہیں انہیں قحط سالی سختی اور سلطان کا ظلم آلیتا ہے۔
3. اگر وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہ دیں تو رب تعالیٰ آسمان سے ابر کرم روک لیتا ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش نازل نہ ہو۔
4. جو قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو توڑتی ہے تو اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ وہ سب کچھ اس کے ہاتھوں سے چھین لیتا ہے جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔

◆ جو قوم کتابِ الٰہی کے بغیر فیصلہ کرتی ہے۔رب تعالیٰ ان کے مابین عداوت پیدا کر دیتا ہے۔دوسری روایت میں ہے:''رب تعالیٰ ان میں اختلاف اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگتے ہیں۔''

پھر فرمایا:

''پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو سفر کریں اور دومۃ الجندل پہنچیں۔ان کا لشکر جرف کے مقام پر تھا۔ان کی تعداد سات سو تھی۔حضرت عبدالرحمان نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پسندیدہ یہ ہے کہ شاید یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہو۔حالانکہ میں نے سفر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔'' آپ نے انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔اپنے دستِ حق نما سے ان کا عمامہ کھولا پھر انہیں سیاہ کرابیس کا عمامہ باندھا۔پھر ان کے کندھوں کے مابین تقریباً چار انگلیوں کے برابر نیچے لٹکایا۔پھر فرمایا:''ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو۔یہ عمدہ اور معروف طریقہ ہے۔''

پھر حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ انہیں جھنڈا دیں۔انہوں نے انہیں جھنڈا دیا۔آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اپنی ذات اقدس پر درود پاک پڑھا۔پھر فرمایا:''ابن عوف! یہ جھنڈا لو۔رب کا نام اقدس لے کر روانہ ہو جاؤ۔راہِ خدا میں عازم سفر ہو جاؤ۔جو رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جہاد کرو۔نہ بد دیانتی کرو۔نہ دھوکہ دو۔نہ عہد شکنی کرو نہ مثلہ کرو۔نہ کسی بچے کو قتل کرو۔یہ تم میں اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔''

حضرت عبدالرحمان نے جھنڈا لیا عازم سفر ہوئے۔اپنے دوستوں سے جا ملے روانہ ہو کر دومۃ الجندل پہنچ گئے۔وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی طرف بلایا۔لگاتار تین روز انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔پہلے انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ صرف تلوار دیں گے۔تیسرے روز اصبغ بن عمرو الکلبی نے اسلام قبول کر لیا۔یہ پہلے عیسائی تھے یہ ان کے سردار تھے ان کے ہمراہ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔اور بعض اپنے مذہب پر اس شرط پر قائم رہے کہ وہ جزیہ دیں گے۔حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خط لکھا۔سارے حالات گوش گزار کیے۔نیز یہ اجازت مانگی کہ آپ ان میں نکاح کر لیں۔انہوں نے حضرت رافع بن مکیث جہینی کو مکتوب دے کر بھیجا۔آپ نے انہیں یہ خط لکھوایا کہ وہ اصبغ کی نور نظر تماضر سے نکاح کر لیں۔حضرت عبدالرحمان نے ان سے شادی کر لی۔انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔حضرت سلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ یہی تھیں۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل بھیجا۔

اٹھائیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدین کی طرف

ابن اسحاق نے حضرت فاطمۃ بنت حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدین کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے غلام ضمیرہ اور ان کے بھائی تھے۔ انہوں نے اہلِ میناء کے بہت سے قیدی پکڑ لیے۔ یہ ساحل پر بستیاں تھیں۔ وہاں متفرق قبائل کے لوگ جمع تھے۔ انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے بیچا گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو یہ رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "انہیں کیا ہوا؟" آپ سے عرض کی گئی: "انہیں علیحدہ علیحدہ بیچا جا رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں اکٹھا ہی فروخت کرو۔" یعنی اولاد اور ماؤں کو۔

❁❁❁❁

انتیسواں باب

سریہ امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فدک میں بنوسعد بن بکر کی طرف

(شعبان ٦ھ)

محمد بن عمر نے یعقوب بن زمعۃ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ایک سو مجاہدین کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فدک میں بنوسعد بن بکر کی طرف بھیجا۔ آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں وہ خیبر کے یہودیوں سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ آپ رات کو سفر کرتے تھے دن کو کہیں چھپ جاتے تھے۔ وہ غمج پہنچے یہ خیبر اور فدک کے مابین ایک چشمہ تھا۔ وہاں ایک آدمی پایا اس سے پوچھا: "تو کون ہے؟" اس نے کہا: "میں باغی ہوں۔" انہوں نے اسے پوچھا: "کیا تمہیں اپنے پیچھے موجود لشکر کی کچھ خبر ہے؟" اس نے کہا: "مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

جب صحابہ کرام نے اس پر سختی کی تو اس نے اقرار کیا کہ وہ ان کا جاسوس ہے۔ انہوں نے اسے خیبر بھیجا ہے تا کہ وہاں کے یہودیوں کو کہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور اس طرح انہیں اپنی کھجوریں دیں گے جس طرح وہ دیگر لوگوں کو دیں گے۔ وہ ان کے نگران ہوں گے۔" صحابہ کرام نے پوچھا: "لشکر کہاں ہے؟" جاسوس نے کہا: "میں نے انہیں اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے دوسو افراد جمع ہو چکے تھے وبر بن علیم ان کا رئیس تھا۔ صحابہ کرام نے کہا: "اگر تو ہمیں ان کے لشکر یا چراگاہ تک لے چلے تو ہم تجھے امان دیں گے ورنہ تیرے لیے کوئی امان نہیں۔" اس نے کہا: "ٹھیک ہے۔" وہ انہیں لے کر نکلا حتیٰ کہ صحابہ کرام کو اس کے بارے بدگمانی ہونے لگی۔ اس نے میدان اور ٹیلوں پر دیکھا پھر صحابہ کرام کو ہموار زمین پر لے گیا وہاں بہت سی بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ اس نے کہا: "یہ ان کی بھیڑیں اور بکریاں ہیں انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ جاسوس نے کہا: "اب تو مجھے چھوڑ دو۔" صحابہ کرام نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ ہم تعاقب سے محفوظ ہو جائیں۔ اس نے بھیڑوں اور بکریوں کے چرواہوں کو ڈرایا وہ منتشر ہو گئے۔ اس نے کہا: "اب تم نے مجھے کیوں روک رکھا ہے۔ بدوَ بکھر گئے ہیں۔" حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: "حتیٰ کہ ہم ان کی لشکر گاہ تک پہنچ جائیں۔ وہ وہاں لے گیا۔ وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ بھیڑیں اور بکریاں ہانک کر لے آئے۔ ان میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک اونٹنی علیحدہ کی جسے الحفدۃ کہا جاتا تھا۔ پھر خمس علیحدہ کیا۔ بقیہ اموال صحابہ کرام میں تقسیم کر دیے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

تیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کی طرف (رمضان ۶ ھ)

موسیٰ بن عائذ نے کہا کہ مجھے حضرت عروۃ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مقتولین کے مابین پھینک دیا گیا۔ محمد بن عمر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت عبداللہ بن حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت زید رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھی تھے۔ جب وہ وادی القریٰ پہنچے تو انہیں بنوفزارہ کے بہت سے افراد ملے۔ انہوں نے حضرت زید اور صحابہ کرام کو مارا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ سارے شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ان کا سامان لے لیا۔ صحابہ کرام مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ وہ غسل جنابت نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ بنوفزارہ پر حملہ کر لیں۔ جب ان کے زخم مندمل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سریہ کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "دن کے وقت چھپ جانا رات کو سفر کرنا۔" بنوفزارہ کا راہ دان انہیں لے کر نکلا۔ بنوبدر کو خدشہ تھا۔ انہوں نے اپنے لیے ایک باریک بین شخص متعین کر رکھا وہ صبح کے وقت اس پہاڑ پر چڑھ جاتا جو رستے پر ہوتا تھا۔ جس رستے سے انہیں خدشہ تھا کہ اس طرف سے ان پر حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ ایک دن کی مسافت تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ کہتا: "کوئی حرج نہیں تم بکریاں چراؤ۔" رات کے وقت وہ اسی جگہ سے دیکھتا وہ ایک رات کی مسافت تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ کہتا: "سو جاؤ۔ اس رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

جب حضرت زید اور ان کے ساتھی ایک رات کی مسافت پر تھے۔ ان کا راہ دان رستہ بھول گیا۔ اس نے دوسرا رستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ پھر انہیں اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ رات میں بھی چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت ان تک پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک شخص کی تلاش میں نکلے اسے بہت تلاش کیا پھر بالآخر اسے قتل کر دیا۔ قیس بن مسحّر نے عبیداللہ اور نعمان کو قتل کیا یہ دونوں مسعدہ بن حکمۃ کے بیٹے تھے۔ عبداللہ بن مسعدہ کو قیدی بنا لیا۔ جاریۃ بنت مالک اور اس کی ماں ام قرفہ فاطمۃ بنت ربیعہ کو قیدی کر لیا۔ یہ حذیدہ بن بدر کی زوجیت میں تھی۔ یہ بہت عمر رسیدہ تھی۔ یہ اپنی قوم کے معزز گھر میں تھی۔ عرب کہا کرتے تھے "اگر تو ام قرفہ سے بڑھ کر بھی غالب آنے والا ہو" اس کے گھر میں پچاس تلواریں لٹکی رہتی تھیں۔ سارے شمشیر زن اس کے محرم تھے۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ قرفہ بیٹے کے نام پر اس کی کنیت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس

کے دوسرے بیٹے ردت کے زمانہ میں طلیحہ کی طرف سے لڑتے ہوئے واصل جہنم ہوئے۔ نہ اس میں اور نہ ہی اس کے بیٹوں میں بھلائی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرفہ کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نازیبا کلمات سے یاد کرتی تھی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کامیاب ہو کر آئے۔ انہوں نے آپ کے در اقدس پر دستک دی آپ جلدی سے اٹھ کر ان کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کا مبارک کپڑا نیچے گھسٹ رہا تھا۔ آپ نے انہیں گلے لگایا۔ ان کا بوسہ لیا۔ حضرت زید نے آپ کو اپنی کامرانی کی خبر سنائی۔ ام قرفہ کی بیٹی اور عبداللہ بن مسعدہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس لڑکی کے حسن و جمال کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے سلمہ! تمہارے کارنامے کتنے عمدہ ہیں۔ یہ عورت مجھے دے دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنوفزارہ کی ایک عورت کو اسے فدیہ دے کر آزاد کرانا چاہتا ہوں۔'' آپ نے انہیں دو یا تین بار یہی بات دہرائی۔ حتیٰ کہ حضرت سلمہ سمجھ گئے کہ آپ کا ارادہ ہے کہ وہ یہ عورت آپ کو ہبہ کر دیں۔ انہوں نے اسے آپ کو پیش کر دیا آپ نے انہیں ان کے ماموں حضرت حزن بن ابی وھب رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دی۔ ان کے ہاں عبدالرحمان بن حزن پیدا ہوئے۔

اکتیسواں باب

سریہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع عبداللہ کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے "غزوہ خندق اور بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہو گیا۔ ابورافع ان افراد میں سے تھا جنہوں نے آپ کے خلاف لوگوں کو جمع کیا تھا۔ غزوہ احد سے قبل اوس نے کعب بن اشرف کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ یہ لوگوں کو آپ کی عداوت پر ابھارتا تھا۔ تو خزرج نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ ابورافع کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ یہ خیبر میں تھا۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ رب تعالیٰ نے آپ پر ایک کرم یہ بھی فرمایا تھا کہ انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج آپ کے ہمراہ دو نر اونٹوں کی مانند مقابلہ کرتے تھے۔ جب اوس کوئی سنہری کارنامہ سرانجام دیتے تو خزرج کہتے: "بخدا! وہ اسلام میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ہم سے سبقت نہیں لے جائیں گے۔ انہیں چین نہ آتا حتیٰ کہ وہ اسی طرح کا سنہری کارنامہ سرانجام دے دیتے۔ جب خزرج کوئی عمدہ کارنامہ سرانجام دیتے تو اوس اسی طرح کہتے۔ جب اوس نے کعب بن اشرف کا کام تمام کیا تو خزرج نے کہا "بخدا! یہ ہم سے سبقت نہیں لے جا سکتے۔ وہ ایسے امور میں مقابلہ کرتے تھے جو انہیں اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب عطا کر دیتے تھے انہوں نے اس شخص کو یاد کیا جو عداوت میں ابن اشرف کی طرح ہو ان کو ابن ابی الحقیق یاد آگیا جو خیبر یا حجاز کی سرزمین میں تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے "کہتے ہیں کہ ابورافع نے بنو غطفان اور اہل شرک کا ایک لشکر تیار کیا تھا۔ تاکہ وہ آپ کے ساتھ جنگ کریں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ابورافع کے قتل کی اجازت دے دی۔ خزرج میں سے بنو سلمہ کے پانچ افراد ان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ افراد درج ذیل تھے حضرات عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس الجہنی، ابوقتادہ حرث بن ربعی، خزاعی بن اسود تھے۔ ابن عمر، ابن سعد، اسود بن خزاعی، صحیح میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کی تعداد چھ ہو گئی ہے۔ ابن عقبہ اور امام سہیلی نے حضرت اسعد بن حرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد سات ہے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر کیا۔ آپ نے کسی بچے یا عورت کو قتل کرنے سے منع کیا۔" یہ مجاہدین عازم سفر ہوئے۔ جب وہ خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر تک پہنچے۔ صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابورافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتا تھا۔

آپ کے خلاف مدد کرتا تھا۔حجاز میں اس کا قلعہ تھا۔جب یہ مجاہدین اس کے قریب ہوئے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔
لوگ اپنے اپنے جانور واپس لا رہے تھے۔حضرت عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''تم اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔میں جاتا ہوں۔چوکیدار سے بات کرتا ہوں۔شاید میں اندر داخل ہو سکوں۔'' وہ دروازے کے قریب ہو گئے۔ابن عتیک نے کہا'' میں سوچنے لگا کہ میں قلعہ میں داخل ہو جاؤں۔ان کا ایک گدھا گم ہو گیا۔وہ شمع لے کر اس کی جستجو میں نکلے مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میں کہیں پہچانا نہ جاؤں۔میں نے اپنا سر اور ٹانگیں ڈھانپ لیں۔میں نے پردہ کر لیا۔گویا کہ میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔پھر چوکیدار چلایا۔میں اندر گیا اور چھپ گیا۔میں نے چوکیدار کو دیکھا اس نے ایک روشن دان میں چابیاں رکھ دیں۔

دوسری روایت کے مطابق لوگ اندر گئے اس نے دروازہ بند کر دیا۔ایک کھونٹے پر چابیاں لٹکا دیں۔ابورافع کے ہاں رات کو داستان گوئی ہوتی تھی۔ان کے بلند کمرے تھے۔یہودی اس کے ہاں رات گئے تک باتیں کرتے تھے پھر اپنے گھروں کو واپس آجاتے تھے۔جب داستان گو اس کے پاس سے چلے گئے۔آوازیں پرسکون ہو گئیں۔میں نے آہٹ تک نہ سنی۔میں نکلا۔میں نے چابیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔میں نے کہا: ''شاید قوم مجھ سے ڈر جائے۔'' میں کچھ ٹھہرا رہا پھر ان کے کمروں کے دروازوں تک گیا۔میں نے انہیں بند کیا خود ابورافع تک چڑھ گیا۔میں جب بھی کمرہ کا دروازہ کھولتا تو اندر سے کنڈی لگا دیتا۔میں نے کہا: ''اگر قوم کو میرا علم ہو گیا تو وہ مجھ تک نہ آسکے گی حتیٰ کہ میں ابورافع کا کام تمام کر دوں گا۔'' میں اس تک پہنچا۔وہ تاریک کمرہ میں تھا۔اس نے چراغ گل کر رکھا تھا۔وہ اپنے اہلِ خانہ کے وسط میں تھا۔مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس کمرہ میں کہاں واقع تھا میں نے آواز دی ''ابورافع'' اس نے کہا ''کون؟'' میں آواز کی سمت لپکا۔تلوار سے وار کیا۔میں ششدر تھا۔مجھے اس ضرب نے فائدہ نہ دیا۔وہ چیخا۔میں کمرے سے باہر نکل آیا۔
میں کچھ دیر ٹھہرا رہا میں آیا۔میں نے کہا: ''ابورافع؟'' میں نے اپنی آواز تبدیل کر لی تھی۔اس نے کہا: ''کیا تمہیں اس امر نے تعجب میں نہیں ڈالا۔تیری ماں تجھ پر روئے۔ایک شخص میرے پاس آیا اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا۔'' ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''میں اس کی سمت گیا۔اس پر ایک اور وار کیا مگر وہ کارگر ثابت نہ ہوا۔وہ چیخ اٹھا۔اس کے اہلِ خانہ جاگ اٹھے۔میں پھر آیا۔میں نے اپنی آواز تبدیل کی۔جیسے مددگار کی آواز ہو۔وہ پشت کے بل لیٹا ہوا تھا۔میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی پھر اس پر جھکا حتیٰ کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی میں جان گیا کہ میں نے اس کا کام کر دیا۔میں حیران ہو کر باہر نکلا۔میں ایک ایک دروازہ کھولتا گیا۔حتیٰ کہ اس کی سیڑھیوں تک آگیا۔میں نیچے اترنا چاہتا تھا۔میں نے ٹانگ

رکھی۔ میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ میں لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آگیا۔ میں نے کہا: ''جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔'' میں نے انہیں کہا: ''روانہ ہو جاؤ۔ حضور والا ﷺ کو بشارت دو۔ میں روانہ نہ ہوں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کا اعلان سن لوں۔'' میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ مرغ نے آواز نکالی۔ وقتِ صبح اعلان کرنے والا فصیل پر چڑھا۔ اس نے کہا: ''اعلان کیا جاتا ہے کہ اہلِ حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا ہے۔ میں چلتے ہوئے اٹھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو جالیا۔ وہ ابھی تک بارگاہِ رسالت میں نہیں پہنچے تھے۔ میں نے آپ کو بشارت دی۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی ٹانگ آگے کرو۔'' میں نے ٹانگ آگے کی۔ آپ نے اسے مس کیا۔ گویا کہ اسے کبھی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ امام بخاری نے حضرت براء سے روایت لکھی ہے۔ جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک نے تنہا ابورافع کا کام تمام کیا تھا۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن عمر نے اس کے برعکس روایت نقل کی ہے۔ میں ان سب روایات کو ملا جلا کر لکھوں گا۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عبداللہ بن عتیک اور ان کے ساتھی رات کے وقت خیبر آئے۔ جب کہ اہلِ خیبر سو چکے تھے۔ وہ ابن ابی الحقیق کے گھر آئے۔ انہوں نے سارے کمرے بند کر دیے۔ وہ بلند کمرے میں تھا۔ وہ اسی کی طرف اوپر چڑھ گئے۔ وہ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ اجازت مانگی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کو آگے کیا کیونکہ وہ یہودی زبان جانتے تھے۔ ان کی ماں یہودیہ تھی۔ جس نے خیبر میں انہیں دودھ پلایا تھا۔ ابورافع کی بیوی ان کے پاس آئی۔ اس نے کہا: ''کون ہو تم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم عرب کے باشندے ہیں۔ بچا کچھا کھانا لینے آئے ہیں۔ عبداللہ بن عتیک نے کہا ''میں ابورافع کے لیے تحفہ لے کر آیا ہوں۔ اس عورت نے دروازہ کھول دیا اور کہا: ''تمہارا صاحب وہ ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔ جب ہم اندر گئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ تاکہ اسکے ساتھ ایسی لڑائی نہ ہو جائے جو ہمارے مابین حائل ہو جائے۔ اس کی عورت چلائی اور ہمارے بارے بتانے لگی۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔

''جب اس عورت نے اسلحہ دیکھا تو اس نے چیخنا چاہا۔ انہوں نے تلوار سے اشارہ کیا۔ تو وہ خاموش ہو گئی۔'' ہم جلدی سے اس کی طرف گئے۔ وہ اپنے بستر پر تھا۔ ہماری تلواریں ہمارے پاس تھیں۔ رات کی تاریکی میں اس کی سفیدی نے ہماری راہ نمائی کی۔ گویا کہ وہ ایک سفید قبطی کپڑا تھا۔ جب بھی اس کی بیوی چیخنے لگتی تو ہمارا کوئی ساتھی اس پر تلوار بلند کرتا۔ پھر حضور ﷺ کی ممانعت یاد آجاتی اس کا ہاتھ رک جاتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم اسی رات اس سے بھی فارغ ہو جاتے۔ جب ہم نے اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہ بن انیس نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھی اسے دوسری طرف سے نکال دیا۔ اس نے کہا: ''مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی ہے۔'' ہم باہر نکلے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کی نظر کمزور تھی۔ وہ سیڑھی سے نیچے

گرے تو ان کے ہاتھ یا پاؤں میں سخت موچ آ گئی۔ہم نے انہیں اٹھایا ان کے چشموں کے پانی کی گزرگاہ تک لے آئے۔ ہم وہاں داخل ہو گئے۔اس کی بیوی چیخنے لگی۔اس کے قتل کے بعد اہل قلعہ بھی چیخنے لگے۔انہوں نے آگ روشن کر دی۔اور ہماری جستجو میں ہر طرف دوڑنے لگے۔ابن سعد نے لکھا ہے:

''یہ اس زینب کا باپ تھا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔صحابہ کرام کے تعاقب میں نکلا اس کے ہمراہ تین ہزار افراد تھے۔ان کے پاس مشعلیں تھیں وہ انہیں تلاش کر رہے تھے۔مگر وہ انہیں نہ پا سکے وہ واپس آ گئے۔وہ صحابہ کرام اسی جگہ دو دن ٹھہرے رہے حتیٰ کہ لوگ پرسکون ہو گئے۔پھر وہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔یہودی مایوس ہو کر واپس آ گئے۔انہوں نے ابو رافع کو گھیر لیا۔وہ ان کے سامنے مر رہا تھا۔حضرت عبداللہ بن انیس نے کہا:''ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ دشمن خدا مر گیا ہے۔حضرت اسود بن خزاعی نے کہا:''میں جاتا ہوں اور دیکھ کر آتا ہوں۔''وہ گئے لوگوں میں داخل ہو گئے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے اس کی بیوی اور یہودیوں کو دیکھا وہ ابو رافع کے اردگرد تھے۔اس کے ہاتھ میں چراغ تھا وہ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔وہ لوگوں سے باتیں کر رہی تھی وہ ان سے کہہ رہی تھی'بخدا! میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے خود کو جھٹلا دیا۔میں نے کہا:'اس علاقے میں ابن عتیک کا کیا کام؟''وہ ابو رافع کا چہرہ دیکھتی رہی۔پھر اس نے کہا:''یہود کے معبود کی قسم! یہ مر گیا ہے۔''

مجھے یہ کلمہ بہت پسند آیا۔پھر وہ ہمارے پاس آ گئے۔ہمیں اس کی موت کے بارے بتایا ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔آپ اپنے منبر پر رونق افروز تھے۔'' آپ نے فرمایا:''چہرے کامیاب ہوں۔''انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رخ انور بھی کامیاب ہو۔''ہم نے دشمن خدا کے قتل کی خبر دی۔ہم میں اختلاف ہو گیا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ہر ایک دعویٰ کر رہا تھا۔آپ نے فرمایا:''اپنی تلواریں میرے پاس لے کر آؤ۔'' ہم نے اپنی تلواریں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔آپ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی تلوار کو دیکھا تو فرمایا:''اس نے قتل کیا ہے اس پر کھانے کے اثرات ہیں۔''حضرت حسان رضی اللہ عنہ ابن اشرف اور ابو رافع کے قتل کے بارے لکھتے ہیں:

للہ در عصابۃ لاقیتھم	یابن الحقیق و انت یابن الاشرف
یسرون لبیض الخفاف الیکم	مرحا کاسد فی عرین مغرف
حتی أتوکم فی محل بلادکم	فسقوکم حتفا ببیض ذفف
مستبصرین لنصر دین نبیھم	مستصغرین لکل امر مجحف

ترجمہ: ''اس مبارک جماعت کے کارنامے کتنے شاندار ہیں جس نے تم سے ملاقات کی۔اے ابن حقیق اور ابن

اشرف! وہ ہلکی پھلکی تلواروں کے ساتھ تمہاری سمت اس طرح بڑھ رہے تھے جیسے جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔ وہ شیر تمہارے ہی شیر ہیں۔ تمہارے ہی گھر میں تم تک پہنچے اور تیز تاباں تلواروں کے ساتھ تمہارا کام تمام کر دیا ان کے پیش نظر ان کے نبی ﷺ کے دین کی نصرت تھی۔ وہ ہر تباہ کن امر کو حقیر سمجھ رہے تھے۔"

تنبیہات

❶ یہ مجاہدین اس مہم پر کب روانہ ہوئے تھے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ وہ غزوۂ احد سے پہلے روانہ ہوئے تھے۔ امام زہری سے روایت ہے کہ وہ ابن اشرف کے قتل کے بعد روانہ ہوئے تھے یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ ۶ھ رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔ ایک قول کے مطابق وہ ۵ھ ذوالحجۃ کو روانہ ہوئے۔ الاشارہ میں اسی قول کو مقدم کہا گیا ہے۔ دوسرا قول ہے کہ وہ ذوالحجۃ ۴ھ کو روانہ ہوئے۔ ایک اور قول کے مطابق وہ رجب ۳ھ کو روانہ ہوئے۔

❷ صحیح میں ہے کہ ابو رافع خیبر میں تھا۔ ایک قول ہے کہ حجاز کی زمین پر اس کا قلعہ تھا احتمال یہ ہے کہ اس کا قلعہ سرزمین حجاز کی طرف خیبر کے قریب ہو۔ "النور" میں ہے: "حجاز میں خیبر کے مقام پر۔"

❸ صحیح میں حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتبہ ان کے ساتھ تھے حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ صحیح موقف یہ ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن انیس تھا۔ الزہر میں ہے: "امام بخاری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عتبہ ان کے ساتھ تھے۔ میں نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا جس نے یہ قول کیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عتبہ نام کے دو ہی صحابی ہیں تیسرا کوئی نہیں ان میں سے پہلے ذکوانی ہیں لیکن وہ اس مہم میں شریک نہ تھے۔ کیونکہ یہ سارے مجاہدین انصاری تھے۔

❹ عبداللہ بن عتبہ کو بعض علماء نے صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ تابعی تھے۔ میں کہتا ہوں "صاحب الزہر کے قول کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ امام بخاری نے ان کا تذکرہ اپنی طرف سے کر دیا ہو۔ لیکن حقیقت اس طرح نہیں بلکہ یہ حضرت براء کا فرمان ہے۔ جیسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عتبہ کا ذکوانی ہونا اس امر کی مخالفت نہیں کرتا کہ ان مجاہدین کا تعلق انصار کے ساتھ تھا۔ کیونکہ احتمال یہ ہے کہ وہ انصار کے حلیف ہوں حدیث پاک میں ہے "ہمارا حلیف ہم میں سے ہی ہے۔" حضرت عبداللہ بن انیس ان کے ساتھ تھے۔ وہ انصار میں سے نہ تھے بلکہ ان کے حلیف تھے۔ جو کچھ دمیاطی اور مغلطای نے ذکر کیا ہے الفتح اور الاصابۃ میں اس کا تذکرہ

نہیں کیا گیا۔ صحیح وہی ہے جو صحیح میں ہے کیونکہ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن عتبہ ہیں الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے" یہ ان کی لغزش ہے۔ وہ خولانی انصاری ہیں انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا یہ واقعہ پہلے رونما ہوا تھا۔

۵ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے"میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔" دوسری روایت میں ہے" میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔" ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ٹانگ جوڑ سے نکل گئی اور پنڈلی سے ٹوٹ گئی۔

۶ حضرت عبداللہ بن عتیک نے فرمایا: "میں نے اس سے قبل اپنے ساتھیوں کو جالیا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچتے میں نے آپ کو بشارت دی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ وہ سیڑھی سے نیچے گر پڑے ان کے ساتھ یہ سارا واقعہ پیش آیا لیکن اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے درد کا احساس نہ کیا۔ پہلے وہ چلتے رہے اسی لیے انہوں نے کہا" میں چلتا ہوا گیا مجھے اس کا اثر نہ ہوا۔" جب وہ زیادہ چلے تو انہیں احساس ہوا۔ ان کے ساتھیوں نے انہیں اٹھالیا۔ جب وہ حضور مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی ٹانگ کو مس کیا جس کی برکت سے سارا درد زائل ہو گیا۔

۷ ابن عتبہ نے اس ضمن میں اسعد بن حرام کا تذکرہ کیا ہے۔ الروض الانف میں ہے" ہم کسی کو دیکھتے جس نے ان کا تذکرہ کیا ہو۔ اکلیل میں امام حاکم نے زھری سے روایت کیا ہے کہ ان میں اسعد بن حرام بھی شامل تھے۔ احتمال یہ ہے کہ بعض راویوں کو ان دوائمہ سے نقل کرتے ہوئے اشتباہ لازم ہو گیا ہو۔ امام زھری ابن عقبہ کے استاذ ہیں وہ انہی نے تابع ہیں۔

✿✿✿✿

بتیسواں باب

سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ اسیر یا یسیر بن بن رزام کی طرف (شوال ٦ ھ)

جب ابورافع واصل جہنم ہوا تو یہودیوں نے اسیر بن رزام کو اپنا امیر بنالیا۔ وہ یہودیوں میں کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "بخدا! یہود میں سے جس طرف بھی محمد عربی ﷺ گئے یا انہوں نے جو بھی سریہ بھیجا وہ کامیاب ہوگیا۔ انہیں مقصد ملا۔ لیکن میں وہ کچھ کروں گا جو میرے ساتھیوں نے نہیں کیا۔" اس کے ساتھیوں نے پوچھا: "تم کیا کرو گے؟" اس نے کہا: "میں بنو غطفان کے پاس جاؤں گا میں انہیں جمع کروں گا۔ ہم محمد عربی ﷺ کے شہر پہنچیں گے۔ جس نے بھی ان کے شہر پر حملہ کیا اسے کچھ نہ کچھ ضرور مل گیا۔" اس کے ساتھیوں نے کہا: "تمہاری رائے بڑی اچھی ہے۔" وہ بنو غطفان وغیرہ کے پاس گیا تا کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے جمع کرے۔

حضور والا ﷺ تک یہ خبر پہنچ گئی آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور تین صحابہ کرام کو رمضان میں ان کی طرف بھیجا تا کہ وہ صورت حال دیکھ کر آئیں۔ وہ خیبر کی ایک طرف گئے۔ نخلستانوں میں داخل ہو گئے۔ اپنے ساتھیوں کو الفطاۃ، الشق اور الکتیبہ میں بکھیر دیا۔ انہوں نے وہ باتیں یاد کیں جو اسیر بن رزام وغیرہ سے سنی تھیں۔ تین روز کے بعد عازم سفر ہوئے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ رمضان المبارک کی دو راتیں باقی تھیں۔ انہوں نے جو کچھ سنا یا دیکھا تھا وہ گوش گزار کیا۔ خارجہ بن حسیل الاشجعی بھی آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ کیا حالات ہیں؟ انہوں نے کہا: "میں نے اسیر بن رزام کو اس حالت پر چھوڑا کیا ہے کہ وہ یہود کے لشکر کے ساتھ آپ کی طرف کوچ کرنے والا تھا۔" آپ نے تیس افراد منتخب فرمائے۔

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ہم پر امیر مقرر کیا۔" ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم خیبر پہنچے۔ ہم اُسیر تک پہنچے۔ ہم نے اس تک یہ پیغام بھیجا کہ ہم امن سے ہیں حتیٰ کہ ہم تمہارے پاس آجائیں اور وہ چیز پیش کریں جس کے لیے ہم آئے ہیں۔" اس نے کہا: "بالکل ٹھیک ہے اسی طرح مجھے بھی تم سے پناہ حاصل ہوگی۔" ہم نے کہا: "بالکل" ہم اس کے پاس گئے۔ اسے کہا: "ہمیں حضور والا ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ تم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو

جاؤ۔ آپ عنقریب تمہیں خیبر کا امیر بنا دیں گے اور تم پر احسان کریں گے۔" وہ لگاتار اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ نکل آیا۔ وہ طمع میں آ گیا۔ اس نے یہود سے مشاورت کی۔ یہودیوں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد عربی ﷺ بنو اسرائیل میں سے کسی شخص کو عامل بنائیں۔" اس نے کہا: "ہاں! ہم جنگ سے اکتا گئے ہیں۔" اس کے ساتھ یہود کے تیس افراد نکلے ہر مسلمان کے پیچھے ایک شخص بیٹھ گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اسیر بن رزام کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ انہوں نے فرمایا: "ہم عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ہم قرقرۃ ثبار پہنچے اسیر نادم ہوا۔ اس نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں سمجھ گیا میں نے اپنا اونٹ تیز چلایا۔ میں نے کہا: "دشمن خدا! کیا تو دھوکہ کرتا ہے؟ میں اس کے قریب ہوا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اس نے میری تلوار پکڑی۔ میں نے اونٹ روکا اور کہا: "کیا کوئی ایسا شخص ہے جو نیچے اترے اور ہم کو آگے ہانکتا جائے۔" کوئی بھی نیچے نہ اترا۔ میں اپنے اونٹ سے نیچے اترا۔ میں کارواں کو ہانکنے لگا حتیٰ کہ اسیر میرے لیے تنہا رہ گیا۔ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ ٹانگ کا آخری حصہ کاٹ کر رکھ دیا۔ میں نے اس کی ران اور پنڈلی نیچے گرا دی۔ وہ اونٹ سے نیچے گر پڑا اس کے ہاتھ میں مخرش کا ڈنڈا تھا۔ اس نے وہ مجھے دے مارا جو مجھے دماغ کے اندر تک زخمی کر گیا۔ ہم نے اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا سوائے ایک کے سب کو زخمی کر دیا۔ وہ بھاگ کر نکل گیا تھا۔ کوئی مسلمان بھی زخمی تک نہ ہوا۔ پھر ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اسی اثناء میں کہ حضور انور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "آئیں ہم ثنیہ تک چلیں تاکہ ہم اپنے ساتھیوں کی راہ دیکھیں۔ صحابہ کرام آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ ثنیہ تک پہنچے۔ جب آپ وہاں جلوہ نما ہو گئے۔ تو ہم بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہم نے سارے واقعات گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات عطا کی ہے۔" حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ نے میرے زخم کو دم فرمایا۔ آج تک اس سے نہ تو خون نکلا نہ ہی اس نے مجھے تکلیف دی۔ ہڈی درست ہو گئی تھی۔ آپ نے میرے چہرے کو مس کیا میرے لیے دعا کی۔ اپنے مبارک عصا کا ایک حصہ کاٹ کر مجھے دیا اور فرمایا: "یہ اپنے ساتھ رکھ لو یہ میرے اور تمہارے مابین روزِ حشر نشانی ہو گی۔ میں تمہیں اس سے پہچان لوں گا۔ تم روزِ حشر اس پر ٹیک لگاتے ہوئے آؤ گے۔" جب حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ان کے کفن کے نیچے اس مبارک عصا کو رکھ دیا گیا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ سریہ غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ "النور" میں مذکور ہے یہی بات ظاہر ہے۔ کیونکہ مجاہدین نے کہا تھا "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تجھے خیبر کا عامل بنائیں۔" لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ کہا جائے

کہ یہ فتح خیبر سے قبل رونما ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔'' میں کہتا ہوں ''اس سریہ کا خیبر سے قبل رونما ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ اس قصہ میں ہے کہ وہ بنوغطفان کے پاس گیا تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ میں اس کی مدد کریں۔ یہ قطعی طور پر غزوۂ خیبر سے پہلے رونما ہوا تھا۔ کیونکہ فتح خیبر کے بعد یہود کے بعد اس طرح کا واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ صحابہ کرام کا یہ قول ہمیں حضور اکرم ﷺ نے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ تمہیں خیبر کا عامل مقرر کریں۔'' یہ اس امر کے منافی نہیں کیونکہ عامل بنانے سے ان کی مراد مصالحت، ترکِ قتال اور اس امر پر اتفاق ہے جو اس کو اس طرح حاصل ہوگا۔'' واللہ اعلم

❁❁❁❁

تینتیسواں باب

سریہ کرز بن جابر یا سعید بن زید رضی اللہ عنہما عرنیین کی طرف

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، ابن عوانہ، ابویعلی، الاسماعیلی، بیہقی، الطبری، الطبرانی، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے حضرت انس، جابر، ابن عمر، جریر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے غزوہ میں ایک غلام پایا جسے یسار کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس غلام کو دیکھا وہ اچھے طریقہ سے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ اسے اپنی ان اونٹنیوں میں بھیج دیا جو چراگاہ کے ایک کونے میں چرتی تھیں۔ آپ کی خدمت میں ایک وفد حاضر ہوا۔ یہ عکل اور عرینہ کے آٹھ افراد تھے۔ بنو عرینہ میں سے چار، بنو عکل میں سے تین افراد تھے۔ ایک شخص کا تعلق ان دونوں قبائل میں سے کسی کے ساتھ نہ تھا۔ یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اسلام کے بارے گفتگو کی۔ آپ نے اسلام پر انہیں بیعت کر لیا۔ یہ مرض میں مبتلاء تھے۔ ان میں کمزوری اور شدید زردی پائی جاتی تھی۔ ان کے پیٹ پھول گئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں پناہ دیں اور کھانا کھلائیں یہ صفہ میں تھے۔ انہیں مدینہ طیبہ کی ہوا موافق نہ آئی۔ یہ کمزور اور ناتواں ہو گئے۔ انہیں سینے کے ورم نے آلیا۔ انہوں نے کہا: ''یہ درد واقع ہو گیا ہے۔ مدینہ طیبہ وباء زدہ ہے۔ ہم جانوروں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ ہم شہروں میں رہنے والے نہیں۔ آپ ہمارے لیے دودھ کا انتظام کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں صرف یہ سبیل پاتا ہوں کہ تم اونٹنیوں کے پاس چلے جاؤ۔'' انہیں چراگاہ میں بھیج دیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں رخصت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔'' وہ باہر نکلے۔ انہوں نے اونٹوں کا بول اور دودھ پیا۔'' جب وہ صحت مند ہو گئے ان کے اجسام درست ہو گئے۔ ان کے پیٹ درست ہو گئے۔ تو انہوں نے اسلام کے بعد کفر کیا۔ اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گئے۔ انہوں نے آپ کے غلام یسار کو پایا۔ ان کے ہمراہ کچھ اور افراد بھی تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ لڑائی کی۔ حضرت یسار کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ دیں۔ ان کی آنکھوں اور زبان پر کانٹے چبھوئے حتیٰ کہ وہ انتقال کر گئے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے۔

''پھر انہوں نے چرواہوں پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر دیا۔'' ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: ''وہ لوگ میرے ساتھیوں کو قتل کر گئے ہیں۔ اونٹ لے گئے ہیں۔'' محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ بنو عمرو بن عوف کی ایک عورت

اپنے گدھے پر آئی۔ وہ حضرت یسار کے پاس سے گزری۔ وہ درخت کے نیچے پڑے تھے۔ وہ اپنی قوم کے پاس آئی اور اسے یہ واقعہ بتایا۔ وہ گئے اور حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو قباء لے آئے۔ وہ وصال فرما چکے تھے۔

امام مسلم نے لکھا ہے: "آپ کے پاس انصار کے بیس جوان حاضر تھے۔ آپ نے انہیں بھیجا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے دشمن کے تعاقب میں بیس شہ سوار بھیجے۔ ان میں حضرات سلمہ بن الاکوع، ابورھم اور ابوذر غفاری، بریدہ بن حصیب، رافع بن مکیث، ان کے بھائی جندب، بلال بن حارث، عبداللہ بن عمرو، جعال بن سراقہ اور سوید بن صخر جہنی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ شاید جن حضرات کا نام حضرت ابن عمر نے نہیں لکھے ان کا تعلق انصار سے ہو اور راغلب کا گمان کرتے ہوئے انہیں انصار کہہ دیا گیا ہو یا سب کو اعم معنی کے اعتبار سے انصار کہہ دیا گیا ہو۔ آپ نے حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ امام طبرانی نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دشمن کے تعاقب میں بھیجا۔

مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت جریر اس واقعہ کے تقریباً چار سال بعد آئے۔ آپ نے ان دشمنوں کے لیے صحابہ کرام کے ہمراہ ایک قیافہ شناس بھی بھیجا۔ ان کے لیے بددعا کی۔ آپ نے دعا مانگی: "مولا! انہیں رستہ سے اندھ بنا دے۔ اسے ان کے لیے اونٹ کی کھال سے بھی تنگ بنا دے۔" رب تعالیٰ نے ان کو رستوں سے اندھا بنا دیا۔ وہ اسی روز پکڑ لیے گئے۔ جب دن ذرا بلند ہوا تو انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت کرز اور ان کے ساتھی دشمن کے تعاقب میں نکلے۔ رات کے وقت انہیں جا پایا انہوں نے الحرہ کے مقام رات بسر کی۔ پھر انہیں علم نہ تھا کہ وہ کس طرف جائیں۔ ایک عورت نظر آئی جو اونٹ کا کندھا اٹھائے ہوئے تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ پوچھا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "میں ایک قوم کے پاس سے گزری انہوں نے اونٹ ذبح کر رکھا تھا انہوں نے مجھے بھی یہ کندھا دیا وہ اس میدان میں ہیں۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں ان کا دھواں نظر آجائے گا۔ صحابہ کرام آگے بڑھے۔ جب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا۔ انہوں نے انہیں باندھا۔ گھوڑے پر سوار کیا۔ مدینہ طیبہ لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرغابہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ انہیں آپ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ان کے پیچھے دوڑتا ہوا گیا۔ میرے ہمراہ بچے بھی تھے الرغابہ کے مقام پر آپ نے ان سے ملاقات کی۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔"

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے: "آپ نے ان لوگوں کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھیریں، کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیریں تھیں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ان کے ہاتھ اور ٹانگیں مختلف اطراف سے کاٹ دی گئیں۔ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔انہیں الحرۃ میں پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا جاتا تھا۔حضرت انس نے فرمایا:"میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جو شدت پیاس سے اپنے منہ سے زمین کو کاٹ رہا تھا۔تاکہ گرمی اور سختی سے اسے کچھ ٹھنڈک ملے حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ان کے خون کو نہ روکا گیا" ابو قلابہ نے فرمایا "ان بدبختوں نے قتل کیا تھا چوری کی تھی۔اسلام لانے کے بعد کفر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی۔"

ابن سیرین نے لکھا ہے:"عرنیین کا یہ قصہ حدود کے نزول سے پہلے رونما ہوا تھا" حضرت انس سے روایت ہے کہ ان میں سے دو کو پھانسی دی گئی۔دو کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔"الحافظ لکھتے ہیں"اس طرح انہوں نے چھ کا تذکرہ کیا ہے۔اگر یہ روایت محفوظ ہو تو پھر ان کی سزا متفرق نوع کی ہوگی۔ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (المائدۃ:۳۳)

ترجمہ: "بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں۔اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے کسی کی آنکھ میں سلائی نہ پھیری۔کسی کی زبان نہ کاٹی۔ہاتھ اور ٹانگ کاٹنے میں اضافہ نہ کیا۔لشکر کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔اس کے بعد آپ صدقہ پر ابھارتے تھے۔مثلہ سے منع کرتے تھے۔ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ اونٹنیوں کی تعداد پندرہ تھی۔وہ انہیں الحناء تک لے گئے تھے۔"

تنبیہات

1. ان لوگوں کا تعلق عکل اور عرینہ کے قبائل کے ساتھ تھا۔ان دونوں اسموں کے مابین واؤ ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے۔امام بخاری نے المغازی میں اسی طرح لکھا ہے۔بعض دیگر کتب میں یہ"اَوْ" سے مروی ہے اس لیے ابن التین نے داودی کی تبع میں لکھا ہے کہ عرینہ ہی عکل ہے۔الحافظ لکھتے ہیں"یہ غلط ہے یہ دونوں جداگانہ

قبیلے تھے۔عکل کا تعلق تیم الرباب کے ساتھ تھا۔جبکہ عرینہ کا تعلق قحطان کے ساتھ تھا۔امام عبدالرزاق نے ساقط سند سے روایت کیا ہے کہ عکل اور عرینہ کا تعلق بنوفزارہ کے ساتھ تھا۔مگر یہ غلط ہے کیونکہ بنوفزارہ کا تعلق مضر کے ساتھ تھا۔یہ عکل اور عرینہ کے ساتھ اصلاً جمع ہی نہیں ہو سکتے۔

◆ ۲ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے غزوۂ قرد کے بعد حملہ کیا تھا اس وقت ماہ جمادی الآخرۃ ۶ ھ تھا۔امام بخاری نے اس کا تذکرہ حدیبیہ کے بعد کیا ہے۔یہ ذوالقعدۃ میں رونما ہوا تھا ابن عمر نے لکھا ہے کہ یہ شوال میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ابن حبان اور ابن سعد نے ان کی تبع کی ہے۔

◆ ۳ اس سریہ کے امیر میں اختلاف ہے۔ابن اسحاق اور اکثر سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ اس کے امیر حضرت کرز بن فہری تھے۔ابن عقبہ نے اس کا امیر حضرت سعید بن زید انصاری کو لکھا ہے۔الحافظ لکھتے ہیں "احتمال ہے کہ یہ انصار کے رئیس ہوں۔جبکہ حضرت کرز پوری جماعت کے امیر ہوں۔بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت جریر بن عبداللہ البجَلی تھے۔لیکن اس مؤقف کی یوں گرفت کی گئی ہے کہ وہ اس واقعہ کے چار سال بعد مشرف باسلام ہوئے۔

◆ ۴ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اونٹنیاں حضور اکرم ﷺ کی تھیں جیسے کہ امام بخاری کی روایت میں یہ صراحت ہے: "مگر یہ کہ تم حضور اکرم ﷺ کے اونٹوں سے جاملو" ایک روایت میں ہے: "آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں۔"

ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ صدقہ کے اونٹ مدینہ طیبہ سے باہر چرتے تھے۔انہوں نے ان اونٹوں کو چراگاہ میں پایا لیکن انہوں نے تقاضا کیا کہ وہ اونٹوں کے پیشاب پینے کے لیے صحراء کی طرف نکلیں۔آپ نے حکم دیا کہ وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ چلے جائیں وہ اس کے ساتھ گئے۔انہوں نے جو کیا وہ کیا آپ کا یہ فرمان سچ ثابت ہو گیا کہ مدینہ طیبہ اپنے خبث کو باہر نکال پھینکتا ہے۔"

◆ ۵ بعض لوگوں نے اسی واقعہ سے ان جانوروں کے پیشاب کی طہارت کا قول کیا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے کیونکہ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔یہ امام مالک، امام احمد، شوافع میں سے ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن حبان، اصطخری اور رویانی کا قول ہے جبکہ امام شافعی اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سارے جانوروں کے پیشاب ناپاک ہوتے ہیں خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو۔ابن منذر نے اس فرمان سے استدلال کیا ہے "اشیاء کو طہارت پر رکھا جائے گا حتیٰ کہ کسی کی نجاست ثابت ہو جائے۔" انہوں نے کہا ہے کہ جس

نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ اس قوم کے ساتھ خاص تھا تو اس کا موقف درست نہیں کیونکہ خصائص دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ نیز یہ کہ اہلِ علم نے لوگوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ بازار میں بھیڑوں کی مینگنیاں فروخت کرتے ہیں اور بغیر کسی انکار کے پرانے اور نئے زمانے میں اونٹوں کے پیشاب دواؤں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں یہ اس امر کی ظاہری دلیل ہے۔"

لیکن الحافظ لکھتے ہیں: "یہ کمزور استدلال ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہونا اس کے انکار کو واجب نہیں کرتا۔ انکار کو ترک کرنا اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ وہ اس کی طہارت پر دلالت کرے۔ پیشاب کے نجس ہونے پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمہیں آسانیاں پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تنگیاں پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا گیا۔"

قاضی ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہیں بطور دوا یہ پیشاب پینے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ دوا ایسی ضروری حالت نہیں جو ایسی دلیل کے ساتھ ہو کہ واجب نہیں۔ ان امور کے ساتھ حرام مباح کیسے ہو سکتا ہے واجب نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ضروری حالت نہ تھی۔ یہ اس وقت ضروری حالت بنی جب اس کے بارے اس شخص کو بتایا گیا جس کی خبر پر اعتماد ہو سکتا تھا۔ جو چیز ضرورت کے وقت مباح ہو اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تاویل کی ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (الانعام:۱۱۹)

ترجمہ: "حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے تمہارے لیے جو اس نے حرام کیا تم پر مگر وہ چیز کہ تم مجبور ہو جاؤ اس کی طرف۔"

انسان جس چیز کو حالت اضطراری میں کھانے پر مجبور ہوا۔ وہ اس کے لیے حرام نہ رہی جیسے مجبور کے لیے مردار۔

الحافظ لکھتے ہیں: "ان کا کلام جو امر ضمن میں لیے ہوئے ہے کہ حرام مباح نہیں ہوتا اور امر وجوب کے لیے نہیں یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ جیسے رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنا حرام ہے مگر یہ کسی مباح امر کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔ جیسے مسافر کے لیے۔ ان کے علاوہ کسی اور کا قول ہے "اگر یہ پیشاب پاک ہوتا تو اس سے بطور دوا استعمال کرنا بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میری امت کے لیے شفاء اس چیز میں نہیں رکھی جسے اس پر حرام کر دیا گیا ہے۔" ابو داؤد عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس روایت کو علت اختیار پر محمول کیا جائے گا حالت ضرورت میں یہ حرام نہ ہوگا۔ جیسے مجبور کے لیے مردار۔ حدیث پاک میں آپ کا فرمان رد نہیں کرتا کہ یہ دواء نہیں ہے۔ یہ اس شخص کے لیے دواء ہے جس نے اس کے ساتھ علاج کرنے کے لیے اس کو بطور دواء استعمال کرنے کی التجاء کی۔ جیسے کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے یہ شراب کے ساتھ خاص ہے اس کے ساتھ اور بھی نشہ آور اشیاء ملا دی جائیں گی۔ نشہ آور اور دیگر ناپاک اشیاء میں فرق یہ ہے کہ حدیث پاک حالت اختیار میں اس کے استعمال کے متعلق ہے اس کے علاوہ نہیں۔ کیونکہ اس کا پینا کئی مفاسد کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ جاہلیت میں یہ اعتقاد رکھا جاتا تھا کہ شراب میں شفاء ہے۔ شریعت مطہرہ کا فیصلہ ان کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے اسی طرح کا قول کیا ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی لکھتے ہیں "شراب میں ایک فائدہ یہ تھا کہ اس کو بطور دواء استعمال کیا جاتا تھا۔ جب اسے حرام کیا گیا رب تعالیٰ اس سے دوا کی خاصیت چھین لی۔ جہاں تک اونٹ کے پیشاب کا تعلق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اونٹوں کے پیشاب میں ان کے معدہ کی خرابی کی دواء ہے۔" لہٰذا جس چیز میں دوا ثابت ہو اسے اس چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جس سے دوا کی نفی کی گئی ہو۔ اس طرح سارے دلائل اور ان کے متقضیٰ پر عمل کو جمع کیا جاسکتا ہے۔

◆ امام بخاری کی روایات میں اتفاق ہے کہ شہید ہونے والے صرف آپ کے چرواہے حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھے۔ امام مسلم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے لیکن امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے "پھر دشمن چرواہوں کی طرف گئے اور انہیں قتل کر دیا۔" یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ۔ ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ صدقے کے اونٹوں کے چرواہے ہوں۔ بعض کو انہوں نے ان اونٹنیوں کے چرواہے کے ساتھ شہید کر دیا ہو۔ بعض راویوں نے حضرت یسار کے تذکرہ پر اکتفاء کیا ہو۔ دوسروں نے دیگر افراد کا ذکر بھی کیا ہو۔ یا بعض راویوں نے انہیں بالمعنی ذکر کر دیا ہو۔ لہٰذا انہوں نے جمع کا صیغہ ذکر کیا ہو۔ الحافظ لکھتے ہیں "راجح قول یہی ہے کیونکہ اہل معازی میں سے کسی نے بھی تاکید کے ساتھ نہیں لکھا کہ انہوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو قتل کیا ہو۔"

◆ صحیح مسلم میں ہے کہ جن حضرات قدسیہ کو آپ نے عرنیین کے تعاقب میں بھیجا وہ سارے انصار تھے غالب اکثریت ہونے کی وجہ سے ان پر انصار کا اطلاق کیا گیا۔ یا اعم معنی میں سب کو انصار کہا گیا۔

◆ علامہ قاضی صاحب نے اس امر کو مشکل گمان کیا ہے کہ انہیں پانی نہ پلایا گیا کیونکہ ان کا قتل ہو جانا لازمی تھا۔ لہٰذا

انہیں پانی سے روکا نہیں جا سکتا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ نہ ہی آپ نے روکا تھا۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ ضعیف جواب ہے کیونکہ حضور والا ﷺ اس سے آگاہ ہو گئے تھے۔ آپ کا سکوت حکم کے ثبوت میں ہے۔" امام نووی نے یہ جواب دیا ہے" محارب مرتد کو پانی پلانے یا کسی اور کو پانی پلانے میں کوئی حرمت نہیں۔ اس سے یہی دلیل ملتی ہے کہ جس کے پاس صرف وضو کے لیے پانی ہو تو اس کے لیے روا نہیں کہ وہ اس مرتد کو پلا دے اور خود تیمم کر لے۔ بلکہ وہ اسے خود استعمال کرے گا خواہ مرتد مر جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ انہیں پیاسا رکھنے میں حکمت یہ ہے کیونکہ انہوں نے اونٹوں کے اس دودھ کی نعمت کا انکار کیا تھا جس سے انہیں شفاء حاصل ہوئی تھی بھوک مٹی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لیے پیاس کی بددعا کی جس نے آپ کے اہلِ بیت میں سے کسی کو پیاسا رکھا۔ (نسائی)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شاید انہوں نے اس رات کاشانہ نبوی میں اس دودھ کو بھیجنا روک دیا ہو جو ہر رات آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔

✿✿✿✿

چونتیسواں باب

عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کی مہم

امام بیہقی نے عبدالواحد بن عوف وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے قریش کے چند افراد سے کہا "کیا تم میں سے کوئی محمد عربی ﷺ کو دھوکہ سے قتل نہیں کرسکتا" ایک شخص ابوسفیان کے پاس آیا اس کے گھر گیا۔ اس نے کہا "میرا دل سارے دلوں سے مضبوط ہے۔ میری گرفت سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ میں سب سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ اگر تم مجھے قوت دو۔ میں محمد عربی ﷺ کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں دھوکہ سے شہید کر دیتا ہوں۔ میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پر کی مانند باریک ہے۔ میں اس سے ان پر حملہ کردوں گا۔ پھر کارواں میں شامل ہو جاؤں گا۔ میں سب لوگوں سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ میں راستہ جاننے کا بھی بڑا ماہر ہوں۔" ابوسفیان نے کہا: "تو ہمارا ساتھی ہے۔" اس نے اسے ایک اونٹ اور زادِ راہ دیا اور کہا: "اپنا معاملہ سمیٹو۔" وہ رات کے وقت نکلا۔ پانچ روز تک اپنی سواری پر چلتا رہا چھٹے روز کی صبح کو "الحرۃ" جا پہنچا پھر وہ آپ کے متعلق پوچھنے لگا۔ حتیٰ کہ اسے آپ تک پہنچا دیا گیا۔ اس نے اپنی سواری باندھی۔ پھر حضور والا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ مسجد بنو اشہل میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے مگر رب تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادہ کے مابین حائل ہے۔ وہ گیا تا کہ آپ پر حملہ کرے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کے ازار کے اندرونی حصہ سے اسے پکڑ کر کھینچا۔ خنجر اس کے ہاتھوں سے گر پڑا۔ اس نے کہا: "میرا خون! میرا خون!" حضرت اسید نے اس کا گلا پکڑا اور اسے گھونٹا۔ حضور والا ﷺ نے پوچھا: "مجھ سے سچ بولو کہ تم کون ہو؟" اس نے کہا: "کیا مجھے امان حاصل ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے اپنے بارے بتایا۔ اس کے بارے بھی بتایا جو اس کے لیے ابوسفیان نے طے کیا تھا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ ﷺ میں لوگوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرا طائرِ عقل اڑ گیا۔ نفس کمزور ہو گیا۔ پھر میں اس ارادہ پر آگاہ ہوا جو میرا عزم تھا جس کے بارے کئی کارواں سعی کر چکے تھے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا تھا۔ میں جان گیا کہ آپ مجھ سے محفوظ ہیں آپ حق پر ہیں۔ اور ابوسفیان کا گروہ شیطانی گروہ ہے۔" آپ مسکرانے لگے۔ کچھ دن وہ شخص آپ کی خدمت میں رہا۔ پھر اذن لیا۔ عازمِ سفر ہوا۔ پھر نہ جانے کہاں چلا گیا۔

امام ابن راھویہ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے اور میرے ساتھ ایک انصاری شخص کو بھیجا۔ابن ہشام نے لکھا ہے وہ سلمہ بن اسلم تھے۔آپ نے انہیں ابوسفیان کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے دھوکہ سے قتل کر سکتے ہو تو ایسا کر گزرو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضرت خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد آپ نے حضرت عروہ کو بھیجا۔ان کے ہمراہ حضرت جبار بن صخر انصاری کو بھیجا۔وہ عازم سفر ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔انہوں نے یاجج کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں اپنے اونٹ چھپا دیے۔رات کے وقت مکہ مکرمہ گئے۔حضرت جبار یا حضرت سلمہ نے حضرت عمرو سے کہا "کاش! ہم بیت اللہ کا طواف کر لیں اور دو رکعتیں نماز پڑھ لیں۔" حضرت عمرو نے کہا: "عشاء کے وقت لوگ صحنِ حرم میں بیٹھتے ہیں اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے جان جائیں گے۔میں ابلق گھوڑے سے بھی زیادہ مکہ مکرمہ میں مشہور ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہرگز نہیں! ان شاء اللہ۔" حضرت عمرو نے فرمایا: "انہوں نے میری اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔پھر ابوسفیان کے ارادہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ہم مکہ مکرمہ میں چل رہے تھے کہ اہل مکہ میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا۔اس نے مجھے پہچان لیا۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان تھے۔انہوں نے کہا: "عمرو بن امیہ! بخدا! یہ کسی شر کے ساتھ ہی آئے ہیں۔" انہوں نے قریش کو بتایا۔انہیں خدشہ لاحق ہوا۔وہ ان کے تعاقب میں نکلے۔حضرت عمرو جاہلیت میں دلیر ہونے میں مشہور تھے۔انہوں نے کہا: "عمرو خیر سے نہیں آیا۔" وہ ان کے لیے جمع ہوئے۔عمرو نے کہا: "میں نے اپنے ساتھی سے کہا: "جلدی کرو۔" ہم بھاگتے ہوئے نکلے۔ہم پہاڑ پر چڑھ گئے۔قریش ہمارے تعاقب میں نکلے۔جب ہم پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ ہم سے مایوس ہو گئے ہم واپس آئے اور ایک غار میں رات بسر کی۔ہم نے پتھر لیے اور ترتیب سے جوڑ دیے۔وقتِ صبح قریش کا ایک شخص آیا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس کا نام عبید اللہ بن مالک تھا۔ابن اسحاق نے اس کا نام عثمان بن مالک یا عبد اللہ بتایا ہے۔وہ اپنے گھوڑے کو ہانک رہا تھا۔وہ اپنے گھوڑے پر لار رہا تھا۔ہم غار میں تھے۔میں نے کہا: "اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا تو وہ چیخے گا ہم پکڑ لیے جائیں گے اور ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔میرے پاس ایک خنجر تھا جسے میں نے ابوسفیان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔میں باہر نکلا اسے اس کے سینے پر مارا وہ چیخا جسے اہلِ مکہ نے سن لیا۔میں واپس آیا اور غار میں چھپ گیا۔اس شخص میں زندگی کی رمق باقی تھی۔لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔انہوں نے پوچھا: "تمہیں کس نے مارا ہے؟" اس نے کہا: "عمرو بن امیہ نے۔" وہ اسی جگہ مر گیا۔اس نے انہیں ہماری جگہ کے بارے نہ بتایا۔انہوں نے اسے اٹھایا۔رات کے وقت میں نے اپنے ساتھی سے کہا: "جلدی کرو۔" ہم رات کے وقت نکلے ہم مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ہم چوکیداروں کے پاس

سے گزرے جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں نے آج رات ایسی چال دیکھی ہے جو عمرو بن امیہ کی چال سے مشابہت رکھتی تھی۔ اگر وہ مدینہ طیبہ نہ ہوتے تو میں یہی کہتا کہ وہ عمرو ہیں۔'' جب وہ سولی کے سامنے آئے اس پر حملہ کیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھایا اور دوڑنے لگے۔ دشمن ان کے تعاقب میں نکلا۔ جب وہ جرف پہنچے تو انہوں نے اسے نیچے پھینکا رب تعالیٰ نے اسے غائب کر دیا۔ وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے ''پھر ہم عازم سفر ہوئے۔ ہم نے حضرت خبیب کو دیکھا وہ سولی پر تھے۔ مجھے میرے ساتھی نے کہا ''کیا حضرت خبیب کو سولی سے اتار لیں؟'' میں نے کہا: ''ہاں! مجھ سے دور ہو جاؤ اگر مجھے دیر ہو جائے تو عازم سفر ہو جانا۔'' میں حضرت خبیب کی طرف گیا۔ انہیں سولی سے اتارا۔ انہیں اپنی کمر پر اٹھایا۔ میں بیس زرع ہی چلا تھا کہ نگران کو خبر ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے ''میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیچے اتارا۔ وہ نیچے اتر گئے۔ میں نے دوسری طرف توجہ کی۔ پھر دیکھا تو وہاں حضرت خبیب نہ تھے۔ گویا کہ زمین انہیں نگل گئی۔ آج تک ان کا کوئی نشان بھی نظر نہ آیا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا ''دوڑو! دوڑو! حتیٰ کہ تم اپنے اونٹ تک پہنچو۔ اس کے اونٹ پر کجاوہ نہ تھا۔ میں عازم سفر ہوا۔ ضجنان پہنچا۔ پہاڑ کی طرف آیا۔ غار میں داخل ہو گیا۔ جب میں اس میں موجود تھا۔ تو بنو دیل کا ایک کانا شخص وہاں آیا اس نے پوچھا ''کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میرا تعلق بنو بکر کے ساتھ ہے۔ تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میں بھی بنو بکر سے ہوں۔'' میں نے اسے مرحبا کہا۔ وہ لیٹ گیا۔ پھر اس نے بآواز بلند کہا:

و لست بمسلم ما دمت حیا ولا دان بدین المسلمینا

ترجمہ: ''جب تک میں زندہ ہوں میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا۔''

میں نے دل میں کہا: ''تمہیں عنقریب علم ہو جائے گا۔'' میں نے اسے مہلت دی جب وہ سو گیا۔ میں نے اپنی کمان لی اور اس کا ایک کونہ اس کی صحیح آنکھ میں مار دیا۔ پھر زور ڈالا حتیٰ کہ وہ اس کی ہڈی تک پہنچ گیا۔ پھر جلدی سے نکلا ''العرج'' پہنچا پھر رکوبۃ پر چلا جب نقیع میں اترا تو وہاں مشرکین کے دو جاسوس نظر آئے قریش نے انہیں مدینہ طیبہ بھیجا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے اور جاسوسی کر رہے تھے۔ میں نے انہیں کہا: ''قیدی بن جاؤ۔'' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے ایک کو تیر مارا اور اسے قتل کر دیا۔ دوسرے کو قیدی بنا لیا۔ اسے باندھا اور مدینہ طیبہ لے آیا۔'' حضرت عمرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ داستان سناتے رہے آپ مسکراتے رہے پھر آپ نے انہیں دعائے خیر دی۔''

پینتیسواں باب

سریہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نجد کی طرف

(جمادی الآخرۃ ۷ھ)

ابوداؤد نے اپنی سنن میں، ابونعیم نے متخرج میں امام رازی نے اپنی 'فوائد' میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ حضرت ابان اوران کے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں خیبر کی فتح کے بعد حاضر ہوئے۔ ان کے گھوڑے کی لگا میں کھجور کے پتوں کی بنی ہوئیں تھیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے لیے حصہ نہ نکالیں۔' حضرت ابان نے کہا: ''کیا تم ضاءن کی چوٹی سے اترے ہو؟'' آپ نے فرمایا: 'ابان! بیٹھ جاؤ۔'' آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔

تنبیہات

❶ حافظ کہتے ہیں ''میں اس سریہ کو نہیں جانتا۔''

❷ صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خیبر میں جلوہ افروز تھے۔ اسے فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کی: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے حصہ نکالیں۔'' سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا: 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے لیے حصہ نہ نکالیں۔'' میں نے کہا: 'یہ ابن قوقل کا قاتل ہے'' حضرت ابان نے کہا ''اس وبر کے لیے تعجب! جو ہم پر اترا ہے۔'' دوسری روایت میں ہے: ''اے وبر! تمہارے لیے تعجب! جو ضاءن کی طرف سے آیا ہے مجھ پر ایسے شخص کے قتل کا عیب لگا رہا ہے جسے رب تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت دی ہے اور اس نے روک دیا ہے کہ مجھے ان کے ہاتھوں رسواء کرے۔''

یہ ابن سعید حضرت ابان ہی ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کے لیے حصہ نکالیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ سائل حضرت ابان ہیں جبکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ آپ کو

روک رہے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے کسی ایک میں مقلوب کی قسم شامل ہو گئی ہے۔ امام محمد بن یحییٰ الذھلی نے سابقہ روایت کو ترجیح دی۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کی تصریح ہے "اے ابان بیٹھ جاؤ۔" آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابان کے بارے کہا گیا ہو کہ وہ ابن قوقل کے قاتل ہیں۔ مگر حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کے خلاف یہ دلیل دی کہ اس جنگ میں ان کا کوئی کردار نہیں جس سے وہ مالِ غنیمت کے مستحق ٹھہریں اس لیے اس میں قلب نہ ہو گا۔

✿✿✿✿

چھتیسواں باب

سریہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تربۃ کی طرف

(شعبان ۷ھ)

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ھوازن کے آخر میں تربۃ کی طرف بھیجا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنو ہلال کے راہ دان کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ وہ دن کو چھپ جاتے تھے رات کو سفر کرتے تھے۔ ھوازن تک یہ خبر پہنچ گئی۔ وہ بھاگ گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے مقام پر آئے مگر کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ مدینہ طیبہ واپس آنے لگے۔ نجدیہ کے رستہ پر چلے۔ جب ذوالجدر پہنچے تو ھلالی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا "کیا تم ایک اور اجتماع پر حملہ کرو گے جن کا تعلق بنو خثعم کے ساتھ ہے۔ قحط سالی کی وجہ سے وہ سارے آ گئے ہیں۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ نے مجھے صرف یہ حکم دیا ہے کہ میں تربۃ کے مقام پر ھوازن سے جہاد کروں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آ گئے۔

✿✿✿✿

سینتیسواں باب

سریہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نجد میں بنو کلاب کی طرف

(شعبان ۷ ھ)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ مجھے احمد بن عبدالواحد نے بیان کیا ہے جبکہ ابن سعد نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہیں ہم پر امیر مقرر کیا۔ حضرت حمزہ نے کہا: "ہم نے بنو ھوازن کو قیدی بنالیا" ھشام بن قاسم نے کہا: "بہت سے مشرکین قیدی بنے۔ ہم نے ان کے ساتھ جہاد کیا ہمارا اشعار یہ تھا "اَمِت اَمِت" میں نے اپنے ہاتھوں سات مشرکین کو واصل جہنم کیا۔ پھر ابن سعد نے حضرت سلمہ سے سابقہ قصہ سریہ بنو فزارۃ تک بیان کیا ہے۔ انہوں نے وادی القری کی طرف ام قرفہ کے قتل کا تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ اس کا تذکرہ پہلے بھی کر دیا تھا۔ العیون میں بھی اسی طرح کہا ہے۔ جبکہ امام واقدی نے اتنا ہی ذکر کیا ہے جتنا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور وہ وہم سے محفوظ رہے ہیں۔

اڑتیس واں باب

سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بنو مرہ فدک کی طرف

(شعبان ۷ ھ)

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو فدک میں بنو مرۃ کی طرف تیس صحابہ کرام کے ساتھ بھیجا۔ وہ عازم سفر ہوئے۔ وہ بکریوں کے چرواہوں سے ملتے گئے اور ان سے بنو مرہ کے متعلق سوال کرتے گئے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ اپنی وادی میں ہیں۔ موسم سرما تھا۔ لوگ چشمے پر نہ تھے۔ انہوں نے بھیڑ اور بکریاں ہانکیں اور مدینہ طیبہ کی طرف آنکلے۔ ان کا منادی پکار اٹھا اور انہیں خبردار کر دیا۔ رات کے وقت مسلمانوں کو ایک کثیر لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ ساری رات صحابہ کرام تیر اندازی کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے تیر ختم ہو گئے۔ وقت صبح بنو مرہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بعض صحابہ کو شہید کر دیا۔ کچھ بھاگ کر دور چلے گئے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے سخت قتال کیا۔ حتیٰ کہ قریب الموت ہو کر نیچے گر پڑے۔ ان کی ایڑی پر مارا گیا پھر کہا گیا یہ مر گئے ہیں۔ وہ اپنی بکریاں اور بھیڑیں واپس لے گئے۔ حضرت علبہ بن زید حارثی نے سب سے پہلے اس سریہ کی خبر دی۔ رات تک حضرت بشیر ان شہداء میں پڑے رہے رات کے وقت اٹھ کر فدک چلے گئے۔ وہ یہود کے ہاں ٹھہرے رہے۔ جب زخم مندمل ہو گئے تو مدینہ طیبہ واپس آگئے۔

انتالیسواں باب

سریہ حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی ،المیفعۃ کی طرف

(رمضان ۷ ھ)

ابن اسحاق نے حضرت یعقوب بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنوعبد بن ثعلبہ کی غفلت سے آگاہ ہوں۔ میرے ہمراہ مجاہدین کو ان کی طرف بھیجیں۔'' آپ نے حضرت غالب کو ایک سوتیس مجاہدین کے ساتھ ان کی طرف بھیجا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غالب بن عبداللہ کو بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا۔ وہ اس وقت المیفعۃ میں تھے۔ یہ جگہ نخل کی وادی سے لے کر نقرۃ تک تھی۔ یہ تھوڑی سی نجد کی طرف تھی۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین آٹھ برید کا فاصلہ ہے۔ آپ نے حضرت غالب کو ایک سوتیس جانثاروں کے ساتھ بھیجا۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ ان کے راہ دان تھے۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے محلے کے وسط میں حملہ آور ہوئے۔ ان کے سرداروں کو قتل کیا بھیڑیں اور بکریاں ہانکیں مدینہ طیبہ کی طرف آگئے۔ کسی کو قیدی نہ بنایا۔

تنبیہات

1. ابن سعد، العیون اور المورد میں ہے کہ اسی سریہ میں حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما نے نہیک بن مرداس کو قتل کیا تھا جس نے لاالٰہ الااللہ پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ تمہیں علم ہوگیا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔'' یہ تفصیلات سریہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ میں مذکور ہوں گی۔ ان شاءاللہ۔
2. امام بیہقی اور صاحب البدایۃ نے اس سریہ کو اور سریہ (باب نمبر ۴۲) کو آپس میں ملا دیا ہے صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ سریہ اس سے الگ ہے۔

چالیسواں باب

سریہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ یمن اور جبار کی طرف

(شوال ۹ھ)

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ بنو غطفان کا ایک لشکر "الجناب" کے مقام پر جمع ہو رہا ہے۔ عیینہ بن حصن الفزاری انہیں جمع کر رہا تھا (یہ اس کے اسلام لانے سے قبل کا واقعہ ہے) تاکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان کے لیے جھنڈا باندھا تین سو مجاہدین ان کے ساتھ بھیجے راہ دان حضرت حسیل بن نویرۃ تھے۔ وہ دن کے وقت چھپ جاتے اور رات کو چلتے تھے حتیٰ کہ وہ یمن اور جبار پہنچے یہ "الجناب" کی طرف تھے۔ الجناب "سلاح" کے سامنے تھا۔ یہ خیبر اور وادی القری کے سامنے تھا۔ صحابہ کرام سلاح اترے۔ پھر قوم کے قریب ہو گئے۔ انہیں بہت زیادہ بکریاں ملیں۔ چرواہے بھاگ گئے۔ انہوں نے لشکر کو بتایا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ اپنے شہروں کے بلند مقامات کی طرف چلے گئے۔ حضرت سعد بن بشیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکلے حتیٰ کہ ان کے محلہ میں آئے وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ انہیں عیینہ کا جاسوس ملا تو انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ پھر وہ عیینہ کے لشکر سے ملے اسے ان کا علم تک نہ ہوا وہ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے۔ پھر عیینہ کا لشکر بکھر گیا۔ صحابہ کرام نے ان کا تعاقب کیا۔ دو افراد کو پکڑ لیا۔ صحابہ کرام بکریاں اور دو قیدی لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ دو قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

❀❀❀❀

اکتالیسواں باب

سریہ حضرت اخرم بن ابی العوجاء السلمی رضی اللہ عنہ بنو سلیم کی طرف

(ذوالحجۃ ۷ ھ)

سیرت نگار لکھتے ہیں "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کو پچاس مجاہدین کے ساتھ بنوسلیم کی طرف بھیجا۔ وہ ان کی طرف نکلے۔ ان کا جاسوس ان کے ہمراہ تھا۔ وہ آگے نکل گیا اور انہیں خبردار کر دیا انہوں نے مقابلہ کے لیے لشکر جرار جمع کیا۔ جب حضرت ابن ابی العوجاء سلمی ان تک پہنچے تو وہ ان کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنوسلیم نے کہا: "ہمیں اس دعوت کی ضرورت نہیں۔ کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔ مشرکین کے لیے ہر طرف سے امداد آنے لگی۔ انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ صحابہ کرام نے سخت قتال کیا حتیٰ کہ ان کی اکثریت شہید ہوگئی۔ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ وہ مشکل سے چلتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب تک پہنچ گئے۔ وہ یکم صفر ۸ ھ کو مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

❁❁❁❁

بیالیسواں باب

سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ بنو ملوح کی طرف

(صفر ۸ ھ)

ابن اسحاق، امام احمد، ابو داؤد اور ابن سعد نے حضرت جندب بن مکیث الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی کو ایک سریہ میں بھیجا۔ وہ بھی اس سریہ میں شامل تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بنو ملوح پر الکدید کے مقام پر شب خون ماریں۔ ان کا تعلق بنو لیث سے تھا۔ انہوں نے کہا "ہم عازم سفر ہوئے جب ہم قدید کے مقام پر تھے تو ہم حارث بن برصاء اللیثی سے ملے ہم نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس نے کہا: "میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نکلا ہوں۔ میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں جا رہا ہوں۔" ہم نے اسے کہا: "ایک دن اور ایک رات کا باندھنا تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا بشرطیکہ تمہارا ارادہ اسلام قبول کرنے کا ہی ہو۔ ورنہ ہم تم سے تصدیق کر لیں گے۔" ہم نے اسے رسیوں سے باندھا اپنا چھوٹا سا سیاہ فام شخص اس پر چھوڑ دیا۔ جسے سوید بن منحر کہا جاتا تھا۔ ہم نے اسے کہا "اگر یہ تم سے اصرار کرے تو اس کا سر کاٹ لینا۔" پھر ہم عازم سفر ہو کر الکدید پہنچے۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ ہم وادی کے کونے میں چھپ گئے۔ میرے ساتھیوں نے مجھے اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ میں ایک ٹیلے پر پہنچا جہاں سے میں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں اس پر چڑھا اپنا سر اوپر کیا پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ بخدا! میں نے انہیں دیکھا ایک شخص خیمہ سے باہر نکلا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا "مجھے اس ٹیلے پر کچھ سیاہ چیز نظر آ رہی ہے۔ میں دن کے ابتدائی حصے سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے برتن دیکھو کتے اس میں سے کچھ لے نہ جائیں۔" عورت نے دیکھا تو کہا: "میرے برتنوں میں سے کچھ بھی غائب نہیں ہوا۔" اس کے مرد نے کہا "مجھے میری کمان پکڑاؤ۔ تیر دو اس نے اسے دو تیر اور کمان دی۔ اس نے تیر مارا جو میرے پہلو پر لگا یا آنکھوں کے مابین لگا۔ میں نے اسے نکالا اور اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ اس نے دوسرا تیر مارا جو میرے کندھے پر لگا۔ میں نے اسے نکالا اور اپنی جگہ پر ثابت رہا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا "اگر یہ جاسوس ہوتا تو ابھی تک حرکت کر لیتا۔ میں نے اسے دو تیر مارے ہیں صبح انہیں لے آنا۔ کتے انہیں چاٹتے نہ رہیں۔" وہ اپنے خیمے میں چلا گیا۔ شام کے وقت ان کے اونٹ اور بکریاں آ گئیں جب انہوں نے ان کا دودھ نکال لیا۔ وہ مطمئن ہو گئے تو سو گئے۔ ہم نے ان پر شب خون مارا۔ ہم نے نوجوانوں

کو قتل کیا۔ اولاد کو قیدی بنایا۔ بھیڑ اور بکریاں ہانکیں اور مدینہ طیبہ کی طرف آنے لگے۔ ہم ابن برصاء کے پاس سے گزرے۔ ہم نے اسے اور اپنے ساتھی کو ساتھ لیا۔ قوم کا منادی آ گیا۔ وہ اتنا لشکر جرار لے کر آیا جس کا مقابلہ ہم نہ کر سکتے تھے۔ وہ آئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا۔ ہمارے اور ان کے مابین صرف ایک وادی رہ گئی تھی۔ وہ ہماری طرف توجہ کیے ہوئے تھے۔ رب تعالیٰ نے اس وادی میں پانی بھیج دیا۔ جس نے اسے دونوں کناروں تک بھر دیا۔ بخدا! ہم نے اس سے قبل نہ بادل دیکھا نہ بارش۔ اتنا پانی آ گیا جسے کوئی بھی عبور نہ کر سکتا تھا۔ میں نے انہیں دیکھا وہ ہماری طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ہم نیچے اتر رہے تھے۔ ہم ان سے آگے نکل گئے۔ وہ ہمارے تعاقب پر قادر نہ تھے۔ پھر ہم مدینہ طیبہ آ گئے۔ محمد بن عمر نے حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ان کے ہمراہ تھا۔ ہم دس سے زائد افراد تھے ہمارا شعار امت امت تھا۔''

تنبیہ

البدایۃ میں امام واقدی سے روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اس میں ایک سو تیس صحابہ کرام شامل تھے۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ایک اور سریہ کا ہے جس میں امیر حضرت غالب ہی تھے۔''

تینتالیسواں باب

سریہ غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(صفر ۸ ھ)

محمد بن عمر، ابن اسحاق اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ جب حضور والا ﷺ تک حضرت بشیر بن سعد اور ان کے ساتھیوں کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تیار کیا۔ ان سے فرمایا: "جاؤ۔ حتیٰ کہ اس جگہ پہنچو جہاں حضرت بشیر بن سعد کے ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے دے تو کسی کو باقی نہ رکھنا۔" آپ نے ان کے ہمراہ دوسو افراد تیار کیے اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔

حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی الکدید سے واپس آ گئے۔ رب تعالیٰ نے انہیں فتح یاب فرمایا تھا آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا "تم بیٹھ جاؤ۔" آپ نے حضرت غالب رضی اللہ عنہ کو دوسو مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا۔ جن میں حضرات اسامہ بن زید، علبہ بن زید، ابو مسعود عقبہ بن عامر اور کعب بن عجرہ شامل تھے۔ قریب پہنچ کر انہوں نے اپنے جاسوس بھیجے حضرت علبہ بن زید کو دس افراد کے ساتھ بھیجا۔ جو ان کی قیام گاہ کی طرف گئے۔ انہوں نے ایک جماعت دیکھی۔ پھر وہ حضرت غالب کے پاس آئے اور سارے حالات بتائے۔ حضرت غالب آگے بڑھے جب اتنے آگے ہو گئے کہ انہیں دیکھ سکتے تھے۔ دشمن پرسکون ہو کر سو گیا تھا۔ حضرت غالب اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "امابعد! میں تمہیں خدائے وحدہٗ لاشریک سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری پیروی کرو۔ میری نافرمانی نہ کرو۔ میرے کسی حکم کی مخالفت نہ کرو۔ جو اطاعت نہیں کرتا اس کی کوئی رائے نہیں۔" پھر ان کے مابین مواخات قائم کر دی۔ فرمایا: "اے فلاں! تم اور فلاں! اے فلاں تم اور فلاں بھائی بھائی ہو۔ تم میں سے ایک اپنے بھائی سے جدا نہ ہو۔ اس سے بچو کہ تم میں سے ایک شخص میرے پاس واپس آئے۔ میں اس سے پوچھوں۔" تمہارا ساتھی کہاں ہے۔" وہ مجھ سے کہے "میں نہیں جانتا۔ جب میں تکبیر کہوں تو میرے ساتھ تکبیر کہو اور اپنی تلواریں بے نیام کر لو۔" جب انہوں نے دشمن کو گھیر لیا۔ تو حضرت غالب رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ انہوں نے تلواریں بے نیام کر لیں۔ ان کے مرد بھی نکل آئے کچھ دیر جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے انہیں جیسے چاہا قتل کیا۔"

ابن سعد نے حضرت ابراہیم بن خویصہ بن مسعود سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجا تاکہ بنو مرہ پر حملہ کریں۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر شب خون مارا۔ ہمارے امیر نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم جدا جدا نہ ہوں۔ انہوں نے ہمارے مابین مؤاخات قائم کر دی۔ انہوں نے کہا: ''میری نافرمانی نہ کرنا۔ میں اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ کا قاصد ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو گویا تم اپنے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کر رہے ہو۔'' انہوں نے میرے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا۔ ہم نے دشمن پر حملہ کیا۔'' ان کا شعار ''اَمِتْ اَمِتْ'' تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے ''اس سریہ میں حضرت اسامہ ایک شخص کے تعاقب میں گئے۔ جسے مرداس بن نہیک یا نہیک بن مرداس کہا جاتا تھا۔ وہ اس کے تعاقب میں دور تک گئے۔'' مسلمان دشمن پر غالب آ گئے۔ انہوں نے قتل کیا جسے قتل کیا وہ بکریاں اور جانور ہانک کر لے آئے۔ حضرت غالب نے حضرت اسامہ کو نہ پایا۔ رات کے وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ امیر نے انہیں ملامت کی۔ انہوں نے کہا: ''کیا تمہیں علم نہیں کہ میں نے تم سے کیا عہد لیا تھا۔'' انہوں نے کہا ''میں ان میں سے ایک شخص کے تعاقب میں نکلا تھا۔ جسے نہیک کہا جاتا ہے۔ وہ میرے سامنے اکڑ کر چلنے لگا۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللہ'' امیر نے کہا: ''کیا تم نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی۔'' حضرت اسامہ نے کہا: ''نہیں! حتیٰ کہ اس کا کام تمام کر دیا۔'' امیر نے کہا: ''تم نے کتنا برا کام کیا ہے۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے جو لا الٰہ الا اللہ کہتا تھا۔'' یہ سن کر حضرت اسامہ نادم ہوئے۔ مسلمان جانور، بکریاں اور اولاد کو ہانک کر لے آئے۔ ہر شخص کو دس اونٹ ملے یا ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں ملیں۔''

تنبیہ

ابن اسحاق نے یونس اور ابن عمر کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نے مرداس کو اسی غزوہ میں قتل کیا تھا۔ عنقریب تفصیل آ رہی ہے کہ یہ واقعہ سریہ اسامہ رضی اللہ عنہ میں پیش آیا تھا۔ یہ سریہ الحرقات کی طرف تھا۔

❁❁❁❁

چوتالیسواں باب

سریہ حضرت شجاع بن وھب الاسدی بنو عامر کی طرف

(ربیع الاول ۸ ھ)

محمد بن عمر نے عمر بن حکم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت شجاع بن وھب الاسدی رضی اللہ عنہ کو چوبیس جانثاروں کے ہمراہ ''السی'' کی طرف بھیجا۔ اس جگہ بنو ھوازن کا لشکر جمع تھا۔ یہ المعدن کے پرے رکبۃ کی طرف تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان پر شب خون ماریں وہ دن کو چھپتے تھے۔ رات کو سفر کرتے تھے۔ وقت صبح ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے وعدہ کیا کہ تعاقب میں دور تک نہ جائیں۔ انہیں بہت سے جانور اور بکریاں ملیں۔ وہ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ ہر مجاہد کو پندرہ اونٹ ملے۔ ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں رکھی گئیں۔ اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔

❀❀❀❀

پینتالیسواں باب

سریہ کعب بن عمیر الغفاری رضی اللہ عنہ ذات المِلدح کی طرف

(ربیع الاول ۸ ھ)

محمد بن عمر نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن عمیر انصاری کو پندرہ افراد کے ہمراہ ایک مہم پر بھیجا۔ وہ ''ذات اطلاح'' سرزمین شام تک پہنچے۔ انہوں نے وہاں بہت لشکر دیکھا۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی بلکہ ان پر تیراندازی شروع کر دی۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بہت سخت قتال کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص بچ گیا۔ جب رات پڑی تو مشکل سے چلتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ کو سارے حالات بتائے۔ جنہیں سن کر آپ پر گراں گزرا۔ آپ نے ان کی طرف دوسری مہم بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ کسی اور جگہ چلے گئے ہیں آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: ''مجھے ابن سبرۃ نے حرث بن فضیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب بن عمیر دن کو چھپ جاتے تھے۔ رات کو سفر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ دشمن کے قریب ہو گئے۔ ان کے لوگوں نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ گھوڑوں پر آئے اور صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔

❁❁❁❁

چھیالیسواں باب

سریہ مؤتہ

(جمادی الاولیٰ ۸ ھ)

محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے جمادی الاولیٰ ۸ ھ کو صحابہ کرام کو مؤتہ بھیجا۔ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر جائیں۔ تو امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔'' عمر بن حکم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے نماز ظہر ادا کی تو آپ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بیٹھ گئے۔ نعمان بن فنحص یہودی آیا وہ آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''زید بن حارثہ لوگوں کے امیر ہوں گے اگر وہ شہید ہو گئے تو امیر حضرت جعفر طیار ہوں گے۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔ تو امیر عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی قبائے شہادت زیب تن کر جائیں تو مسلمان جسے چاہیں امیر بنالیں۔'' نعمان نے کہا: ''اے ابوالقاسم! ﷺ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے جن جن صحابہ کرام کا نام لیا ہے وہ شہید ہو جائیں گے خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل جب کسی شخص کو امیر مقرر کرتے تھے اور پھر کہتے: ''اگر فلاں شہید ہو گیا تو فلاں علیہ السلام امیر ہوگا۔'' اگر وہ ایک سو افراد کا نام لیتے تو سب کو جامِ شہادت نصیب ہو جاتا۔'' پھر اس یہودی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''زید! وصیت کر لو۔ اگر حضور ﷺ سچے نبی ہیں تو پھر تم واپس لوٹ کر ان تک نہیں آسکو گے۔'' حضرت زید نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے اور پاکباز رسول مکرم ﷺ ہیں۔''

حضور والا ﷺ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا اسے حضرت زید بن حارثہ کو دیا۔ انہیں فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی قتل گاہ تک جائیں۔ وہاں کے مکینوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ دعوتِ اسلام پر لبیک کہیں تو بہتر ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر ان پر حملہ کر دیں اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے اعتراض

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن دینار اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم بھیجی آپ نے اس کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ انہوں نے کہا: ''اس لڑکے کو مہاجرین پر امیر بنایا جاتا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ''مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے حضرت اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے کہ اگر تم نے ان کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو تم نے ہی اس سے قبل ان کے والد گرامی کی امارت پر اعتراض کیا تھا۔

بخدا! وہ امارت کے مستحق تھے۔ وہ لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ ان کے بعد یہ اسامہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔''

امام احمد، امام نسائی، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش الامراء کو بھیجا۔ فرمایا: ''تمہارے امیر حضرت زید بن حارثہ ہوں گے۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو امیر حضرت جعفر ہوں گے اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر جائیں تو امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔'' حضرت جعفر اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! مجھے اندیشہ نہ تھا کہ آپ مجھ پر حضرت زید کو امیر بنائیں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''گزر رو۔ تم نہیں جانتے کہ بہتر کیا ہے؟''

مسلمانوں کی روانگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں الوداع کہنا اور وصیت کرنا

حضرت عروۃ بن زبیر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''لوگ تیار ہوئے۔ عازم سفر ہونے کی تیاری کی ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ جب ان کے عازمِ سفر ہونے کا وقت آیا تو لوگوں نے آپ کو الوداع کہا۔ انہیں الوداعی سلام کیا۔ جب ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا گیا تو وہ رونے لگے۔ انہوں نے پوچھا: ''ابن رواحہ! تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''بخدا! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے نہ تم سے عشق ہے۔ لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے ایک آیت طیبہ پڑھی اس میں آگ کا تذکرہ تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ (مریم: ۷۱)

ترجمہ: ''اور تم میں کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔''

میں نہیں جانتا کہ میں وہاں جانے کے بعد واپس کیسے آؤں گا؟" صحابہ کرام نے کہا: "رب تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وہ تم سے ہر مصیبت دور کرے۔ تمہیں ہماری طرف صحیح و سالم لوٹائے۔ حضرت عبداللہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

لکنني اسأل الرحمان مغفرة　　و ضربة ذات فرغ تقذف الزبدا

ترجمہ: "لیکن میں رب تعالیٰ سے ایسی مغفرت کی التجاء کرتا ہوں اور ایسی ضرب کی گذارش کرتا ہوں جو وسیع اور جھاگ پھینکنے والی ہو۔"

او طعنة بيدى حرّان مجهزة　　بحربة تنفذ الاحشاء والكبدا

ترجمہ: "یا نیزے کے ایسے وار کی التجاء کرتا ہوں جو ایسے کافر نے دونوں ہاتھوں کے لگایا جو جانی دشمن ہو وہ نیز انتڑیوں اور جگر سے آر پار ہو جائے۔"

حتى يقال اذا مروا على جدثي　　يا ارشد الله من غار و قد رشدا

ترجمہ: "حتیٰ کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو وہ کہیں 'اے وہ مجاہد جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی اور وہ ھدایت پا گیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مسلمانوں نے تیاری کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ کو الوداعی سلام عرض کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

فثبت الله ما اتاك من حسنٍ　　تثبيت موسى و نصرا كالذى نصروا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے جن خوبیوں سے آپ کو نوازا ہے انہیں یوں ثبت فرمادیا۔ جیسے حضرت موسیٰ کے محاسن ثبت فرمائے تھے اور آپ کی اس طرح مدد کی جیسے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد کی۔"

إنّي تفرست فيك الخير نافلة　　الله يعلم انى ثابت البصر

ترجمہ: "میں نے نور بصیرت سے دیکھ لیا ہے کہ آپ میں بھلائی رب تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بصیرت والا ہوں۔"

انت الرسول فمن يحرم فواضله　　والوجه منك فقد ازرى به القدر

ترجمہ: "آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں اور ہدایت سے محروم رہا اور اس کی قسمت نے اسے محروم رکھا۔"

پھر مجاہدین عازم سفر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ چلے۔ پھر انہیں الوداع کیا پھر آپ واپس تشریف لے

آئے۔اس وقت حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے:

خلف السلام علی امرئٍ ودّعتهٗ فی النخل خیر مشیع و خلیلٖ

ترجمہ: ''اس ہستی پاک پر میری طرف سے سلام ہو جسے میں نے نخلستان میں الوداع کیا ہے۔جو بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہیں۔''

محمد بن عمر نے حضرت خالد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور والا ﷺ موتہ کے مجاہدین کے ساتھ چلے۔حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے۔آپ کھڑے ہو گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔شام میں اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرو۔تم عنقریب گرجوں میں ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو سارے لوگوں سے الگ تھلگ ہوں گے ان کے ساتھ اعراض نہ کرنا تم کچھ اور لوگوں کو پاؤ گے۔جن کے سروں پر شیطان کا غلبہ ہو گا۔تلواروں کے ساتھ ان کے سر چیر دو۔کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔کسی شیر خوار بچے کو قتل نہ کرنا۔کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔کسی کھجور کے درخت کو نقصان نہ دینا۔کسی درخت کو نہ کاٹنا۔کسی گھر کو نہ گرانا۔''

محمد بن عمر نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے فرمایا:''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اپنے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے نام پر اس شخص سے جہاد کرو جو رب تعالیٰ سے کفر کرے۔نہ دھوکہ دو نہ خیانت کرو۔نہ کسی بچے کو قتل کرو۔تم جب کسی مشرک سے ملو تو اسے تین امور میں سے کسی ایک امر کی طرف دعوت دو۔جو بھی مان لیں اسے قبول کرلو۔انہیں اذیت دینے سے رک جاؤ۔انہیں دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے مہاجرین کے شہر منتقل ہو جائیں۔اگر وہ اس طرح کر گزریں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جو کچھ مہاجرین کے لیے ہے۔

اور ان پر وہی کچھ ہے جو مہاجرین پر ہے۔اگر وہ اس جگہ سے منتقل ہونے سے انکار کردیں۔تو انہیں کہو کہ وہ مسلمانوں کے اعرابیوں کی طرح ہو جائیں۔ان پر رب تعالیٰ کا وہی حکم جاری ہو گا۔جو ان پر جاری ہو گا لیکن انہیں مالِ غنیمت اور مال فئے میں سے کچھ نہ ملے گا۔حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہمراہ جہاد کریں۔اگر وہ اس کا بھی انکار کردیں تو ان سے جزیہ کا سوال کرو۔اگر وہ مان جائیں تو ان سے قبول کرلو انہیں اذیت دینے سے رک جاؤ۔اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو رب تعالیٰ سے ان کے خلاف مدد مانگو۔ان کے ساتھ جہاد کرو۔اگر تم کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کرلو اور وہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا ذمہ مقرر کرو تو ان کے لیے اللہ رب العزت اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا ذمہ مقرر نہ کرو بلکہ اپنا اور اپنے آباء کا ذمہ مقرر کرو۔اگر تم اپنے عہد اور آباء کے عہد کو توڑ دو گے تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسولِ مکرم ﷺ کے عہد کو توڑنا آسان ہوگا۔"

ابن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عطا بن مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایسی چیز کا حکم دیں جسے میں آپ کی طرف سے یاد کر لوں۔" آپ نے فرمایا: "کل تم ایسے شہر پہنچو گے جہاں سجود کم ہوں گے جہاں سجود کثرت سے کرنا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اور وصیت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ یہ اس امر پر تمہارا امددگار ہوگا جسے تم مانگو گے۔" جب وہ اٹھ گئے جو آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ جب وہ بھی جانے لگے تو عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ وتر (یکتا) ہے۔ وہ وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اے ابن رواحہ! اگر تم نے دس برائیاں کیں ہوں تو تم ایک نیکی کر دو تو پھر تم اس سے عاجز نہیں ہو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس کے بعد آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

نماز جمعۃ ادا کرنے کے لیے حضرت ابن رواحہ کی واپسی

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مؤتہ کی طرف مجاہدین کو بھیجا۔ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ آپ کی اقتداء میں نماز جمعۃ ادا کی۔ جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے ہمراہ نماز جمعۃ ادا کرلوں پھر ان کے ساتھ مل جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم وہ سب کچھ خرچ کر ڈالو جو کچھ زمین میں ہے تم پھر ان کا درجہ نہیں پا سکتے۔" دوسری روایت میں ہے: "راہِ خدا میں ایک شام یا ایک صبح دنیا اور اسی میں موجود اشیاء سے بہتر ہے۔"

حضور ﷺ کے الوداع کہنے کے بعد مسلمانوں کی روانگی

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ پھر مجاہدین روانہ ہو گئے۔ حضرت زید بن ارقم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں یتیم تھا اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھا۔ میں نے کسی یتیم کا سرپرست نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ بہتر ہو۔ ہم مؤتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھے اپنے پیچھے اپنے کجاوے کے تھیلے کے اوپر بٹھایا ہوا تھا۔ بخدا! وہ رات کے وقت چل رہے تھے۔ میں نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے سن لیا۔

اذا ادّیتنی و حملت رحلی مسیرۃ اربع بعد الحساء

ترجمہ: "(اے میرے نفس) جب تونے اپنا حق پورا کر دیا ہے۔ سنگریزوں والی سرزمین کے بعد تونے چار روز کی مسافت کے لیے میرا کجاوہ باندھ دیا ہے۔"

فشانك انعم و خلاك ذمٌّ ولا ارجع الى اهلى ورائى

ترجمہ: "اب تیرے مقدر میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں مذمت تم سے دور جا چکی ہے۔ میں اپنے پیچھے اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ کر نہ آؤں گا۔"

و آب المسلمون و غادرونی بارض الشام مشتهی الثواء

ترجمہ: "یہ مسلمان آئے ہیں۔ وہ مجھے سرزمین شام میں چھوڑ کر چلے جائیں گے جو میرا پسندیدہ مقام (قبرانور) ہے۔"

وردك كل ذى نسب قريب الى الرحمٰن منقطع الاخاء

ترجمہ: "یہ قریبی رشتہ دار نے تجھے رب تعالیٰ رحمٰن کی طرف لوٹا دیا ہے۔ اس نے اپنی اخوت کا رشتہ منقطع کر دیا ہے۔"

هنالك لا ابالى طلع بعل ولا نخل اسافلها رواء

ترجمہ: "وہاں مجھے نئے پودوں کی کلیوں کی پرواہ نہ ہوگی۔ نہ سرسبز کھجوروں کی شاخوں کی مجھے پرواہ ہوگی۔ جنہیں جھکا کر میں پھل توڑتا تھا۔"

جب میں نے ان سے یہ اشعار سنے تو میں رونے لگا۔ انہوں نے مجھے ہلکی چوٹ لگائی۔ انہوں نے مجھے کہا: "بچے! تمہیں کیا ہے اگر رب تعالیٰ مجھے شہادت عطا کر دے میں دنیا اس کی مشقت اور غم واندوہ سے نجات پالوں اور تم کجاوے کے اگلے پچھلے حصے کے مابین بیٹھ کر واپس آجاؤ۔" پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

يا زيد زيد البعملات الذبّل تطاول الليل هديت فانزل

ترجمہ: "اے زید! اے تیز رفتار دبلی پتلی اونٹوں والے زید! رات طویل ہوگئی ہے اور تجھے ہدایت سے نوازا گیا ہے نیچے اترو۔"

ابن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے "پھر وہ نیچے اترے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں طویل دعا مانگی۔ پھر کہا۔" اے بچے! میں نے عرض کی: "لبیک" انہوں نے فرمایا: "ان شاء اللہ! یہ شہادت ہی ہے۔"

سیرت نگار لکھتے ہیں: "جب مسلمان مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو دشمن نے ان کے بارے سن لیا۔ انہوں نے ان کے لیے لشکر تیار کیا۔ ان میں شرحبیل بن عمرو اٹھا۔ ایک لاکھ سے زائد افراد کا لشکر تیار کیا۔ اس کے جاسوس اس کے آگے آگے تھے۔ جب مسلمان وادی القریٰ میں اترے تو اس نے اپنے بھائی سدوس بن عمرو کو پچاس مشرکین کے ساتھ بھیجا۔ انہوں

نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی۔سدوس کے ساتھیوں کو شکست ہوگئی۔وہ خود قتل ہوگیا۔اس کا بھائی آگے روانہ ہوا۔مسلمان بھی آگے بڑھے۔وہ سرزمین شام میں معان اترے۔لوگوں تک یہ خبر پہنچ گئی کہ ہرقل بلقاء کی سرزمین مآب میں آیا ہے۔اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی ہیں۔لخم، جذام، قبائل قضاعۃ' میں سے باقین، بہراء اور بلی نے شرکت کی۔ان کا امیر بلی میں سے اراشہ قبیلہ کا ایک شخص تھا۔جس کا نام مالک بن رافلہ تھا۔جب سے مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو معان پر دو راتیں ٹھہرے رہے۔وہ اپنے معاملہ میں غور و فکر کرتے رہے۔انہوں نے کہا:''ہم آپ کو خط لکھتے ہیں آپ کو دشمن کی کثرت کے بارے بتاتے ہیں یا تو آپ مزید مجاہدین بھیج کر ہماری مدد کریں گے یا کوئی اور حکم فرمائیں گے جسے ہم کر گزریں گے۔'' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اے لوگو! بخدا! جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو اسی کے حصول کے لیے تم نکلے ہو۔تم شہادت کی آرزو لے کر نکلے ہو۔ہم لوگوں کے ساتھ تعداد، قوت اور کثرت کی وجہ سے جہاد نہیں کرتے بلکہ اس دین حق کے ساتھ ان سے جہاد کرتے ہیں جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی ہے۔آگے بڑھو تمہیں دو بھلائیوں میں سے ایک نصیب ہوگی یا غلبہ یا شہادت۔یہ دونوں مقام برے نہیں ہیں۔''صحابہ کرام نے کہا:''بخدا! ابن رواحہ نے سچ کہا ہے۔''

صحابہ کرام آگے روانہ ہوگئے۔جب تخوم البلقاء پہنچے تو انہیں ہرقل کے لشکر ملے۔یہ اہل روم اور اہل عرب پر مشتمل تھے یہ بستی بلقاء کی بستیوں میں سے ایک تھی جسے مشارف کہا جاتا تھا۔دشمن قریب ہوا۔مسلمان اس بستی کی طرف ہٹ گئے جسے مؤتہ کہا جاتا تھا۔وہاں ہی یہ معرکہ حق و باطل ظہور پذیر ہوا تھا۔مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی۔

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم اور محمد بن القراب نے اپنی تاریخ میں برذع بن زید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہمارے پاس مؤتہ میں حضور اکرم ﷺ کا لشکر آیا۔اس کے امیر حضرات زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔ہم میں سے دس افراد ان کے ہمراہ مؤتہ کی طرف نکلے۔جو ان کے ساتھ لڑ رہے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں آنے سے منع کیا تھا۔اس قوم پر دھواں کی طرح کا بادل چھا گیا۔وہ نہ دیکھ سکے حتیٰ کہ انہوں نے صبح مؤتہ کے مقام پر کی۔

محمد بن عمر نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے مؤتہ کی جنگ میں شرکت کی جب دشمن ہمارے قریب ہوا۔تو ہم نے اتنی کثیر تعداد، عمدہ تیاری، اسلحہ، گھوڑے، ریشم اور دیباج اور سونا نہ دیکھا تھا۔حتیٰ کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔مجھے حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے کہا:''ابوھریرۃ! تم کثیر لشکر دیکھ رہے ہو؟'' میں نے کہا:''ہاں!'' انہوں نے کہا:''تم نے ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی۔ہم کثرت کی وجہ سے غالب نہیں آتے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے''مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی میمنہ پر بنو عذرہ کا ایک شخص متعین کیا جسے قطبہ بن قتادہ کہا جاتا تھا۔میسرۃ پر ایک انصاری شخص عبایہ (یا عبادہ) بن مالک کو مقرر کیا۔

گھمسان کارن

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن عمر نے کہا: ''پھر لوگ باہم نبرد آزما ہو گئے انہوں نے سخت قتال کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے علم مبارک کے ساتھ جہاد کیا۔ حتیٰ کہ دشمن کے نیزوں کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم اسلام تھاما۔ جہاد کیا۔ جب قتال ان کی رکاوٹ بنا تو وہ اپنے گھوڑے شقراء سے نیچے اتر آئے۔ ان کی کونچیں کاٹ دیں پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت جعفر پہلے مسلمان شخص تھے جنہوں نے راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں۔

ابن اسحاق نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے میرے رضاعی باپ نے بیان کیا ہے ان کا تعلق بنومرہ بن عوف سے تھا۔ انہوں نے غزوۂ موتہ میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا: ''گویا کہ میں اب بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ اپنے شقراء گھوڑے سے نیچے اترے۔ اس کی کونچیں کاٹیں پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا حبذا الجنۃ و اقترابھا　　طیبۃً و بارداً شرابھا
والروم روم قددنا عذابھا　　کافرۃ بعیدۃ انسابھا
علیّ اذلا قیتھا ضرابھا

ترجمہ: ''جنت اور اس کا قرب کتنا مزے دار ہے۔ اس کا پانی کتنا پاکیزہ اور ٹھنڈا ہے۔ اہلِ روم کا عذاب قریب آ گیا ہے۔ کافر وہ ہیں۔ ان کا نسب بھی ہم سے زیادہ دور ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ جب میں ان سے ملاقات کروں تو خوب شمشیر زنی کروں۔''

ابن سعد نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ہتھیار زیب بدن کیے۔ پھر مشرکین پر حملہ کر دیا۔ جب انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ وہ دشمن میں خلط ملط ہو جائیں گے۔ تو انہوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ دشمن پر حملہ کیا نیزہ بازی کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھاما۔ وہ ہاتھ کٹ گیا۔ پھر بائیں ہاتھ میں علم اسلام تھام لیا۔ وہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اسے اپنی کہنیوں کے ساتھ سینے سے چمٹا لیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) برس تھی۔ ان بازوؤں کے عوض رب تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا کر دیے۔ وہ ان کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک رومی نے ان پر ایک ضرب لگائی اور انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔'' امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

کہا: "میں اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر پر ساٹھ سے زائد نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اس روز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ شہید ہو گئے تھے۔ میں نے ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم گنے ان میں سے کوئی بھی ان کی کمر پر نہ تھا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن اسحاق نے عباد بن عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے رضاعی باپ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو علمِ اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے۔ ان کے نفس میں تردد آیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اقسمت یا نفس لتزینّه — طائعة او لتکرهنّه
ان اجلب الناس و شدوا الرَّنَّه — مالی اراكِ تکرهین الجنة
قد طال ما قد کنت مطمئنه — هل انت الا نطفة فی شنه

ترجمہ: "اے میرے نفس میں نے قسم اٹھائی ہے کہ تو ضرور میدانِ جنگ میں اترے گا۔ یا تو تو خوشی سے اترے گا یا تجھے مجبور کیا جائے گا۔ اگر لوگ شدت سے روتے ہیں اور شور وغل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں تجھے جنت میں جانا ناپسند لگ رہا ہے۔ طویل مدت سے تو اس پر مطمئن تھا۔ تو تو ایک نطفہ ہے جو پرانے مشکیزے میں سے تھا۔"

انہوں نے یہ بھی کہا:

یانفس الا تقتلی تموتی — هذا حمام الموت قد صلیت
وما تمنیت فقد اعطیت — ان تفعلی فعلهما هُدیت

ترجمہ: "اے نفس! اگر تو شہید نہ بھی ہوا تو پھر بھی بستر مرگ پر مر جائے گا۔ یہ موت کی آنچ ہے جس میں تجھے بھونا جا رہا ہے۔ تجھے وہ کچھ عطا کر دیا گیا جو کچھ تو نے مانگا۔ اگر تم ان دونوں شہیدوں کی طرح کام کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔"

ان کی مراد حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے۔ پھر وہ نیچے اترے۔ ان کا چچازاد ایک ہڈی والا گوشت لے کر آئے۔ انہوں نے کہا: "اس سے اپنی کمر مضبوط کر لیں۔ ان ایام میں آپ کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔" انہوں نے وہ

ہڈی والا گوشت لیا۔اس سے کچھ حصہ توڑا پھر لوگوں کی طرف آواز سنی اور کہا:" تو بھی دنیا کے ساتھ ہی ہے۔"اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔اپنی تلوار تھامی آگے بڑھے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ہاتھ سے جھنڈا گر پڑا۔مسلمان اور مشرکین باہم مل گئے۔بعض افراد پیچھے ہٹے۔قطبہ بن عامر کہنے لگے:"اے قوم! آنے والے انسان کو قتل کرنا جانے والے انسان سے قتل کرنے سے عمدہ ہے۔"حضرت سعید بن ھلال نے روایت کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرات زید، جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔"

ابن سعد نے حضرت ابوعامر سے روایت کیا کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کو بری طرح ہزیمت اٹھانا پڑی۔میں نے دو افراد کو بھی اکٹھا نہ دیکھا۔ایک انصاری شخص نے جھنڈا اٹھالیا وہ دوڑ کر آیا۔لوگوں کے آگے آ کر جھنڈا گاڑھ دیا۔پھر کہا:"اے لوگو! میری طرف آؤ۔"لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔حضرت خالد نے اس انصاری سے کہا:"میں اسے تم سے نہ لوں گا تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔"انصاری نے کہا:"بخدا! میں نے اسے تمہارے لیے ہی پکڑا ہے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امارت، مشرکین کو شکست، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مبارک

ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر علَم اسلام حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ان کا تعلق بنو عجلان سے تھا۔انہوں نے کہا:"اے گروہِ مسلماناں! خود میں سے ایک شخص پر اتفاق کر لو۔"لوگوں نے کہا:"تم ہی علمبردار ہو۔"اس نے کہا:"نہیں! میں اس طرح کرنے والا نہیں ہوں۔"صحابہ کرام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔"

امام الطبرانی نے حضرت ابو یسر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے اسلام کا جھنڈا حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو دیا۔جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے۔وہ جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔حضرت ثابت نے فرمایا:"آپ مجھ سے زیادہ جنگ کے فنون سے آشنا ہیں۔"جب جھنڈا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تھاما تو لوگوں کو دھکیلا۔انہیں دور کر دیا۔اپنے لشکر کو سمیٹا اور پیچھے ہٹے اور صحابہ کرام کو دشمن سے دور لے گئے۔

ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ دور ہٹنا ہی تھا اور رومیوں سے بچنا ہی تھا۔کیونکہ اس وقت دو سو سے زائد مسلمان رومیوں میں مل چکے تھے۔جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی۔اس اعتبار سے اس سریہ کو فتح اور نصرت اس اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ دشمن نے مسلمانوں کو گھیر لیا تھا۔ان پر جمع ہو چکے تھے۔عموماً ایسے حالات میں سارے مسلمان شہید ہو سکتے تھے۔احتمال بھی یہی تھا۔لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے خلاف ہے "حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح عطا کر دے لیکن اکثر سیرت نگار لکھتے ہیں "حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کے ساتھ قتال کیا۔حتیٰ کہ انہیں شکست سے دو چار کر دیا۔ابن

سعد نے حضرت ابو عامر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خالد نے جھنڈا تھام لیا تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو بری طرح شکست دی۔ ایسی شکست میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے انہیں اس طرح قتل کیا جیسے انہوں نے چاہا۔

الطبرانی نے ابن عقبہ سے روایت کیا ہے کہ پھر مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔ ابن عمر نے لکھا ہے "جب حضرت ابن رواحہ شہید ہو گئے تو شام کا وقت تھا۔ حضرت خالد نے رات بسر کی۔ وقت صبح دشمن پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے لشکر کے مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ، میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ بنا دیا۔ دشمن یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید مسلمانوں کو مدد مل گئی ہے۔ وہ مرعوب ہو گئے انہیں شکست ہو گئی۔ ان کا اتنا قتل عام ہوا کہ کسی قوم کا اتنا قتل عام نہ ہوا تھا۔ محمد بن عمر نے حضرت حارث بن فضل سے روایت کیا ہے۔ "جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھاما تو آپ نے فرمایا: "اب جنگ کا تندور گرم ہوا ہے۔" قراب نے تاریخ میں حضرت برذع بن زید سے روایت کیا ہے کہ مسلمان سات روز تک مشرکین کا قتل عام کرتے رہے۔ حاکم نے مستدرک میں، ابو عامر، امام زھری، عروۃ، عطاف بن خالد اور ابن عائذ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ آپ کے اس فرمان کا تقاضا بھی یہی ہے۔ "پھر اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا اٹھاما۔ رب تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اسلام کو فتح عطا کر دی۔"

حضرت ابو قتادہ سے مرفوع روایت ہے۔ "پھر حضرت خالد نے علم اسلام تھام لیا۔ وہ امراء میں سے نہ تھے۔ وہ خود ہی امیر بنے۔" پھر آپ نے اپنی مبارک انگلی بلند فرمائی اور عرض کی: "مولا! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ ان کی مدد فرما۔" اس روز سے حضرت خالد کو "سیف اللہ" کہا جانے لگا۔ اس روایت کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ برقانی نے حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں ان لوگوں کے ہمراہ عازمِ سفر ہوا جو حضرت زید کے ساتھ نکلے تھے۔ مجھے اہلِ یمن میں سے ایک شخص ملا۔ اس کے پاس صرف تلوار تھی۔ ایک مسلمان نے اونٹ ذبح کیا۔ اس شخص نے اس سے کچھ جلد مانگی۔ اس نے اسے دے دی۔ اس نے اسے ڈھال کی طرح بنا لیا۔ ہم عازمِ سفر ہوئے۔ ہم روم کے لشکر کے ساتھ ملے۔ ان میں سے ایک شخص تھا جو بھورے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس پر سنہری زین اور سنہری اسلحہ تھا وہ رومی مسلمانوں کو للکارنے لگا۔ وہ یمنی شخص اس کی طرف چٹان کے پیچھے سے آیا۔ دشمن کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ رومی نیچے گر پڑا۔ وہ تلوار لے کر اس پر سوار ہو گیا۔ اسے قتل کر دیا اس کا گھوڑا اور اسلحہ لے لیا۔ جب رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ اس سے کچھ سامان لے لیا۔ عوف نے کہا: "میں حضرت خالد کے پاس آیا۔ میں نے انہیں کہا" کیا آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سامان کے بارے فیصلہ کیا تھا کہ وہ قاتل کے لیے ہو گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں! مگر میں نے اسے کثیر سمجھا ہے۔" میں نے کہا: "یہ سامان واپس کر دیں ورنہ میں یہ بارگاہِ رسالت میں عرض

کروں گا۔" انہوں نے اس کا سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ میں نے اس یمنی شخص کی داستان عرض کی۔ حضرت خالد کا رویہ بھی عرض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد سے پوچھا۔ "تم نے کیا کیا؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے اسے کثیر مال سمجھا۔" آپ نے فرمایا: "جو کچھ اس سے لیا تھا اسے واپس کر دو۔" حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: "خالد! اب اسے لو۔ کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہوا؟" میں نے سارا واقعہ سنایا تو آپ ناراض ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "خالد! اسے سامان واپس نہ کرنا کیا تم میرے امراء کو اس حالت میں چھوڑنا چاہتے ہو کہ تمہارے لیے معاملہ کا نکھرا ہوا حصہ ہو اور اس کی گندگی ان پر ہو۔"

مالِ غنیمت

ابن عمر، حاکم نے الاکلیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ موتہ میں بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو مشرکین کا کچھ سامان بطورِ مالِ غنیمت ملا۔ اس سامان میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ایک شخص نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا۔ میں نے اس سے کہا: "وہ انگوٹھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا کر دی ہے۔" حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے موتہ کی جنگ میں شرکت کی۔ رومیوں میں سے ایک شخص نے مجھے دعوت مبارزت دی۔ میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا جس میں یاقوت لگے ہوئے تھے۔ میرا ارادہ وہ یاقوت ہی تھے میں نے انہیں لیا۔ جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچا تو میں نے آپ کی خدمت میں یاقوت پیش کر دیے۔ آپ نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ میں نے حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں انہیں ایک ہزار دینار میں بیچا۔ میں نے ان سے ایک نخلستان خریدا۔

البدایۃ میں ہے: "ان روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مالِ غنیمت بھی حاصل کیا تھا۔ انہوں نے ان کے سرداروں سے ملل چھینا اور ان کے امیروں کو قتل کیا۔ امام بخاری نے حضرت خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یوم مؤتہ کو میرے ہاتھوں سات تلواریں ٹوٹیں۔ میری ہاتھ میں ایک یمنی تلوار ٹھہری۔" اس روایت کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کو خوب قتل کیا تھا۔ ورنہ وہ مشرکین سے نجات نہ پا سکتے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جبکہ مشرکین کی تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ یہ تنہا ہی ایک مستقل دلیل ہے۔" واللہ اعلم

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت قطبہ بن قتادہ العذری مسلمانوں کے میمنہ کے امیر تھے۔ انہوں نے مالک بن رافلہ پر حملہ کیا۔ وہ عیسائی بدوؤں کا امیر تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت قطبہ اس پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

طعنت ابن رافلة ابن الاراش　　برمح مضى فيه ثم انحطم

ضربت علی جیدہ ضربۃ فمال کما مال غصن السلم
و سقنا نساء بنی عمہ غداۃ رقوقین سوق النعم

ترجمہ: "میں نے رافلہ بن اراش کے بیٹے کو ایسا نیزہ مارا جو اس کے اندر دور تک چلا گیا۔ پھر وہ نیزہ ٹوٹ گیا۔ جب میں نے اس کی گردن پر ضرب کاری لگائی تو وہ جھک گیا۔ جیسے درختِ سلم کی شاخ جھکتی ہے۔ ہم نے اس کے چچازادوں کی خواتین کو یوں ہانکا جیسے جانوروں کو ہانکا جاتا ہے۔"

ان اشعار سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عادت یہ ہے کہ جب امیر لشکر قتل ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھی بھاگ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اشعار میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ انہوں نے ان کی خواتین کو بھی قیدی بنایا۔ یہ اس امر کی وضاحت ہے جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جس روز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو آپ ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس جعفر کے فرزندوں کو لے کر آؤ۔" میں نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انہیں سونگھا اور آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے کچھ علم ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! آج ان کے سروں پر شہادت کا تاج سج گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "میں اٹھ کر رونے لگی۔ خواتین میرے پاس جمع ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: "آلِ جعفر سے غافل نہ ہو جانا ان کے لیے کھانا بنانا آج ان کے صاحب کے امر نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ نے حضرات زید، جعفر طیار اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی وہ اس روز ہی شہید ہوئے تھے۔ حالانکہ ظاہری طور پر ان کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اب حضرت زید نے اسلام جھنڈا اٹھا لیا ہے۔ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اب حضرت جعفر نے علمِ اسلام پکڑ لیا ہے اب وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔ اب اسلام کا جھنڈا حضرت عبداللہ نے تھام لیا ہے۔ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔" آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ حتیٰ کہ اسلام کا جھنڈا رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑ لیا ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ہے۔"

امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش الامراء کو بھیجا۔ وہ روانہ ہوئے۔ جتنا رب تعالیٰ نے چاہا وہ ٹھہرے رہے۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے صدا لگائی گئی: "الصلوٰۃ

جامعۃ'' صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں اس لشکر کے بارے بتاتا ہوں۔ وہ روانہ ہوئے۔ دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ حضرت زید شہید ہو گئے۔ آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔ دشمن پر شدید حملے کیے پھر وہ بھی شہید ہو گئے پھر آپ نے ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ پھر علمِ اسلام حضرت خالد نے اٹھالیا وہ امراء میں سے نہ تھے۔ انہوں نے خود کو امیر بنالیا۔ حضور اکرم ﷺ نے عرض کی: ''مولا! یہ تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ ان کی مدد فرما۔'' اس روز سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ''سیف اللہ'' کہا جانے لگا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت یعلی بن امیہ اہل موتہ کی خبر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور والا ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم پسند کرو تو تم مجھے بتادو۔ اگر پسند کرو تو میں تمہیں ان کے بارے بتادیتا ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے بتادیں۔ آپ نے انہیں ساری عشق افروز داستان سنادی۔ انہوں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے ان کی محبت افزاء داستان میں سے ایک لفظ بھی نہیں چھوڑا۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو بلند فرمایا۔ حتیٰ کہ میں نے ان کا معرکہ دیکھا۔ میں نے خواب میں انہیں دیکھا۔ وہ سونے کے پلنگوں پر تھے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا پلنگ دیکھا۔ ان کے پلنگ میں ذرا ٹیڑھا پن تھا۔ میں نے پوچھا: ''اس کی کیا وجہ ہے؟'' مجھے کہا گیا: ''یہ دونوں سیدھے گئے لیکن حضرت عبداللہ نے کچھ تردد کیا پھر آگے گئے۔''

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرات جعفر، زید اور ابن رواحہ کو مجھے پیش کیا گیا۔ وہ موتی کے خیمہ میں تھے۔ میں نے حضرات زید اور ابن رواحہ کو دیکھا ان کی گردنوں میں خم تھا۔ لیکن حضرت جعفر سیدھے تھے ان میں خم نہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ جب ان دونوں پر موت چھا گئی تو انہوں نے اس سے اعراض کیا گویا کہ اس سے روگردانی کی۔ مگر حضرت جعفر نے اس طرح نہ کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کیے ہیں وہ ان کے ذریعے جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت عامر الشعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یوں سلام عرض کرتے: ''السلام علیک یا ابن ذی الجناحین''

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب یہ امراء شہید ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اب جھنڈا حضرت زید بن حارث نے اٹھالیا ہے۔'' انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔'' پھر آپ خاموش ہو گئے۔ انصار کے چہرے متغیر ہو گئے۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ نے ان میں چیز دیکھی ہے۔ جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔'' آپ نے پھر فرمایا:

"اب یہ جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تھام لیا ہے۔انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔" پھر فرمایا: "مجھے جنت میں انہیں دکھایا گیا جیسے سونے والا دیکھتا ہے وہ سونے کے پلنگوں پر تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان حضرات قدسیہ کے بارے سنا تو آپ پہ گراں گزرا۔آپ نے نمازِ ظہر پڑھی اندر تشریف لے گئے۔آپ جب نماز ظہر پڑھ لیتے تھے تو دو رکعتیں ادا کرتے تھے پھر اپنا چہرۂ انور صحابہ کرام کی طرف پھیر لیتے تھے۔صحابہ کرام پر یہ امر گراں گزرا۔آپ نے نمازِ عصر، نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء میں اسی طرح کیا۔نماز صبح کے وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو آپ تبسم کناں تھے۔اس وقت مسجد کے کونے سے اٹھ کر کوئی شخص آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔جب آپ نے نمازِ صبح ادا کر لی تو صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ کو غمگین دیکھ کر ہماری حالت کیا ہو گئی تھی۔" آپ نے فرمایا: "تم نے میری جو حالت دیکھی تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میرے صحابہ کرام کے قتل نے مجھے غمزدہ کر دیا۔حتیٰ کہ میں نے انہیں دیکھا۔وہ جنت میں بھائی بھائی ہو کر سونے کے پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔بعض کو میں نے خم دیکھا۔گویا کہ انہوں نے تلوار کو ناپسند کیا تھا۔میں نے حضرت جعفر کو دیکھا۔وہ دو پروں والے فرشتے کی طرح تھے۔وہ خون میں لت پت تھے ان کے پاؤں بھی رنگدار تھے۔"

حکیم ترمذی نے سو کے بعد تئیسویں فائدہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "مؤتہ کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بشارت دے کر بھیجا۔"

شہدائے مؤتہ

حضرات جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ، مسعود بن الاسود، وھب بن سعد، عباد بن قیس، حارث بن نعمان، سراقہ بن عمرو، ابوکلیب بن عمرو (ابن ہشام) جابر بن عمرو، عمرو، عامر، پسران سعد بن حارث، علامہ کلبی اور بلاذری نے ان صحابہ کرام کا اضافہ کیا ہے۔ھوبجہ بن بجیر، جب یہ شہید ہوئے تو ان کا جسم اٹھا لیا گیا۔لیکن الاصابۃ میں ان کا تذکرہ نہیں۔قاموس میں بھی ان کا تذکرہ نہیں۔امام ذھبی نے التجرید میں ان کا ذکر کیا ہے۔ان کے لیے وفادہ اور ہجرت ہے۔ابن سعد، العدوی اور الطبری نے ان صحابہ کرام کا اضافہ کیا ہے" حضرات زید بن عبید، عبداللہ بن سعید، (ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ یمامہ میں شہید ہوئے تو امام ذہبی کے مطابق یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔) ابن سعد اور زبیر بن بکار نے حضرت ھبار بن سفیان کا اضافہ کیا۔امام زہری، ابن سعد اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ اجنادین میں شہید ہوئے۔سیف بن عمر نے لکھا ہے کہ یرموک میں شہید ہوئے۔ابن عقبہ نے اضافہ کیا

ہے "عبداللہ بن ربیع انصاری، معاذ بن ماعص" ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی عباد موتہ میں شہید ہوئے تھے۔

البدایہ میں شہدائے موتہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے "دونوں اقوال کے مطابق شہداء کی تعداد بارہ بنی ہے۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ دو لشکر نبرد آزما ہوں۔ جو راہِ خدا میں لڑ رہا ہو ایک کی تعداد تین ہزار ہو۔ جبکہ دوسرے لشکر کی تعداد دو لاکھ ہو ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عیسائی ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ معرکہ آزما ہوں۔ پھر بھی مسلمانوں کے بارہ افراد شہید ہوں۔ مشرکین کی کثیر تعداد واصل جہنم ہو۔ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں جو تنہا کہہ رہے ہیں "اس روز میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹیں۔ ایک یمنی تلوار ہی میرے ہاتھوں میں ٹھہر سکی۔" ان ساری تلواروں سے کتنے مشرکین واصل جہنم ہوئے ہوں گے۔ دیگر بہادروں اور جرأت مندوں کو چھوڑ بھی دیں؟ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬ (آل عمران: ۱۳)

ترجمہ: "بے شک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس لڑ پڑے۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ وہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دوگنا سمجھیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے حمایت کرتا ہے جس کی وہ چاہتا ہے بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔"

مسلمانوں کا مدینہ طیبہ واپس آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا استقبال کرنا

ابن عائذ نے لکھا ہے "مسلمان واپس آئے رستہ میں ایک بستی کے پاس سے گزرے جس کا ایک قلعہ تھا۔ جاتے ہوئے یہاں کے باشندوں نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے سرداروں کو تہ تیغ کیا۔

ابن اسحاق نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب مسلمان موتہ سے واپس آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے ان کا استقبال کیا۔ لوگ لشکر پر مٹی پھینکنے لگے۔ وہ کہنے لگے: "اے راہِ فرار اختیار کرنے والو! تم راہِ خدا میں بھاگ نکلے ہو۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ فرار ہونے والے نہیں بلکہ کرار (پلٹ کر حملہ کرنے والے) ہیں ان شاء اللہ!"

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب لوگ واپس آئے تو میں بھی واپس آ گیا۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم نے دشمن پر پہلے حملہ کیا تو ہم نے

ارادہ کیا کہ ہم سمندر پر سوار ہو جائیں۔" ہم نے کہا: "ہم اس طرح کیسے کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے راہِ فرار اختیار کی ہے۔" ہم نے کہا کہ اگر ہم مدینہ طیبہ گئے تو ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہم رات کے وقت مدینہ طیبہ داخل ہو کر چھپ گئے۔ پھر ہم نے کہا: "کاش! ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جائیں۔ آپ کی خدمت میں معذرت پیش کریں۔ اگر توبہ قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ ہم چلے جائیں گے۔ ہم نمازِ صبح سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "کون؟" ہم نے کہا: "راہِ فرار اختیار کرنے والے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں تم پلٹ کر حملے کرنے والے ہو۔ میں تمہارا گروہ ہوں۔" یا فرمایا: "میں ہر مسلمان کا گروہ ہوں۔" ہم نے آپ کے دستِ اقدس کو چوم لیا۔

ابن اسحاق نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے سلمہ بن ہشام بن عاص کی زوجہ سے کہا: "حضرت سلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں کیوں شرکت نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: "وہ باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ جب بھی باہر نکلتے ہیں لوگ یوں پکارتے ہیں 'اے فرار ہونے والو! تم راہِ خدا میں بھاگ آئے ہو۔" حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے ہیں۔ وہ باہر نہیں نکلتے انہوں نے غزوہ موتہ میں شرکت کی تھی۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے غزوہ موتہ میں شرکت کی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے دعوت دی۔ میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا۔ جس میں یاقوت تھا۔ میرا ارادہ یاقوت ہی تھا۔ میں نے اسے حاصل کر لیا۔ جب ہمیں شکست ہو گئی تو ہم مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ میں بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے وہ یاقوت عطا کر دیا۔ میں نے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک سو دینار کا بیچا اور اس سے نخلستان خرید لیا۔ (البیہقی)

البدایۃ میں ہے "شاید مسلمانوں کے ایک گروہ نے راہِ فرار اختیار کی ہو جب انہوں نے دشمن کی کثیر تعداد دیکھی ہو تو وہ بھاگ نکلے ہوں۔ کیونکہ دشمن کی تعداد دو لاکھ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ایسے حالات میں فرار جائز ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ بھاگ گئے تو باقی ثابت قدم رہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں فتح دی۔ وہ ان کے ہاتھوں بچ نکلے۔ ان کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ جیسے امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، عطاف بن خالد، ابن عائذ وغیرہم نے لکھا ہے۔ عوف بن مالک کی سابقہ روایت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ان سے مالِ غنیمت بھی حاصل کیا تھا ان کے سرداروں سے مال چھینا۔ ان امراء کو قتل کیا۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد نے فرمایا: "اس روز میرے ہاتھوں سات تلواریں ٹوٹیں تھیں۔" اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کا قتل عام کیا تھا۔ اگر یوں نہ ہوتا تو اس کا بچ نکلنا ہی محال تھا۔ یہی ایک دلیل کافی ہے۔

تنبیہات

1. مؤتہ۔ اکثر راویوں نے اسے ہمزہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ المبرد نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ بعض نے اسے ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ثعلب نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ صاحب الوافی نے دو وجہیں جائز لکھی ہیں۔ البتہ "الموتۃ" جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا معنی جنون ہے۔ یہ ہمزہ کے بغیر ہے۔ جبکہ پہلے نام قری البلغاء میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ یہ دمشق کے صوبوں میں سے ایک صوبہ یا تحصیل کی مانند تھا۔
2. اہلِ مغازی کے مابین معروف یہ ہے کہ یہ سفر (سریہ) ۸ ھ کو پیش آیا تھا۔ اس میں اختلاف نہیں۔ مگر جس کا تذکرہ خلیفہ بن خیاط نے کیا تھا کہ یہ سریہ ۷ ھ میں رونما ہوا تھا۔
3. جامع ترمذی میں ہے کہ غزوۂ موتہ عمرۃ القضاء سے قبل رونما ہوا تھا۔ النور میں ہے: "یہ بلاشبہ غلط ہے" اس کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔
4. حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس روایت کو ابو داؤد نے حضرت محمد بن سلمہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ صحابہ کرام سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جن میں یہ ممانعت ہے کہ جانوروں کو فضول نہ ہلاک کیا جائے نہ انہیں تکلیف دی جائے۔ ابن اسحاق نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ انہوں نے حضرت زیاد بکائی کی روایت میں یہ صراحت لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے یہ روایت یحییٰ بن عباد نے بیان کی ہے۔ یحییٰ اور ان کے والد ثقہ ہیں۔ صحابی کا نام مجہول ہونا نقصان دہ نہیں۔ اسی طرح یہ روایت عبد اللہ بن ادریس الاودی سے بھی روایت کی گئی ہے۔ جسے مستدرک از حاکم میں ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث کی سند قوی ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس لیے کونچیں کاٹی تھیں تا کہ دشمن ان پر غلبہ نہ پا سکے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے تقویت حاصل نہ کر سکے۔ علماء کرام کا اس شخص کے بارے اختلاف ہے جو اپنے گھوڑے کی اس لیے کونچیں کاٹ دے تا کہ دشمن اسے حاصل نہ کر سکے۔ امام مالک نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام اوزاعی اور امام شافعی نے اسے مکروہ لکھا ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے چڑیا یا اس سے مافوق جانور کو اس کے حق کے بغیر مارا تو وہ اپنے رب سے اپنے قتل کے بارے التجاء کرے گا۔" اسی طرح آپ نے منع کیا ہے کہ جانور کو کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ذبح کیا جائے۔ البتہ مشرکین کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹنا جائز ہے کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے اسے اس شخص کو قتل کرنے کی سبیل مل جاتی ہے جسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے شہید کر دے۔

◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ اس روز وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے وہ شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے زخم شمار کیے ان پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم تھے جن میں سے کمر پر کوئی زخم نہ تھا۔" جبکہ حضرت ابن عمر کی دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ان کے جسم اطہر پر نوے سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔" ان دونوں روایتوں میں تخالف نظر آتا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں: "بعض اوقات اعداد کا مفہوم نہیں ہوتا یا یہ زیادتی تیروں کے زخموں کے اعتبار سے تھی۔ تیروں کے زخموں کا تذکرہ پہلی روایت میں نہیں تھا۔ یا پچاس زخموں میں سے کوئی بھی ان کی کمر پر نہ تھا۔ بقیہ زخم ان کے باقی جسم پر تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پیٹھ پھیر کر گئے ہوں۔ اس کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ تیر پیچھے سے یا دونوں اطراف سے آئے ہوں۔ حضرت نافع کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ زخم ہم نے ان کے جسم کے اگلے حصہ میں پائے۔" بعد میں انہوں نے ستر اور کچھ زائد کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ نوے سے زائد زخم والی روایت زیادہ اثبت ہے۔

◆ اللہ رب العزت نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دو پر عطا کیے ہیں وہ ان کے ذریعے جہاں چاہتے ہیں محوِ پرواز رہتے ہیں۔" یعنی اس غزوہ میں ان کے ان دونوں بازوؤں کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں۔ جو کٹ گئے تھے۔ انہوں نے علم اسلام دائیں ہاتھ میں پکڑا وہ کٹ گیا۔ پھر بائیں ہاتھ میں پکڑا وہ بھی کٹ گیا۔ پھر اسے سینے سے لگا لیا۔ تو انہیں شہید کر دیا گیا۔" امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ جناحین دو پہلوؤں والے کو کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس جگہ پروں کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ امام سہیلی نے کہا ہے" جس معنی میں وقوف کرنا چاہیے وہ یہ کہ اس سے مراد وہ پرندے کے پر نہیں ہیں۔ جس کی طرف فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے۔ کیونکہ انسانی شکل ساری صورتوں سے افضل اور اشرف ہے۔ جناحین سے مراد وہ قوت ملکیہ اور قوت روحانیہ ہے جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی ہے جیسے وہ قوت جو ملائکہ کو عطا کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بازو کو پر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ (طٰہٰ: ۲۲)

ترجمہ: "اور (حکم ملا) دبا لو اپنے بازو کے نیچے ہی نکلے گا خوب سفید ہو کر بغیر کسی بیماری کے یہ دوسرا معجزہ (ہم نے تمہیں دیا) ہے۔"

علماء کرام نے ملائکہ کے پروں کے بارے فرمایا ہے کہ یہ اس طرح نہیں جس طرح وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ پرندوں کے پروں کی طرح ہوں گے۔ بلکہ اس سے مراد وہ ملکیہ صفات ہیں جو صرف معائنہ سے سمجھی جا سکتی

ہیں۔ثابت ہے کہ حضرت جبرائیل امین کے چھ سو پر ہیں۔حالانکہ کسی بھی پرندے کے پر تین سے زائد نہیں ہوتے۔جب اس کی کیفیت کسی حدیث پاک سے ثابت نہیں ہے تو پھر بھی اس کی حقیقت پر کسی بحث کے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔"

الحافظ لکھتے ہیں:"امام سہیلی نے جو مقامِ منع کے بارے گفتگو کی ہے۔اور جو کچھ علماء کرام سے نقل کیا ہے۔اس کی اس امر پر صراحۃً دلالت نہیں جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے نہ ہی کوئی ایسی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے اسے ظاہری معنی پر محمول کرنا مشکل ہو۔"

یہ شاہد پر غائب کے قیاس سے تعلق رکھتا ہے۔یہ کمزور مؤقف ہے۔بشری شکل کا افضل شکل ہونا اس خبر کو ظاہری معنی پر محمول کرنے سے نہیں روکتا۔کیونکہ وہ شکل باقی ہے۔"امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر کے یہ پر یاقوت کے ہیں۔ایک روایت کے مطابق یہ موتیوں کے ہیں۔اس روایت کو ابن مندہ نے کتاب المعرفہ میں ورقہ بن نوفل کے تذکرہ کے ضمن میں لکھا ہے۔

۷ اکثر آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دے دی تھی۔بعض روایات میں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

الحافظ لکھتے ہیں:"ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کی ایک طرف کو شکست سے دوچار کر دیا ہو۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کفار ان پر جمع نہ ہو جائیں کیونکہ ان کی تعداد دو لاکھ تھی۔حضرت خالد انہیں لے کر لوٹ آئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آگئے۔"ابن کثیر نے لکھا ہے:

"ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے جب حضرت خالد مسلمانوں کو لے کر پیچھے پلٹے۔رات گزاری صبح اپنے لشکر کی ہیئت کو تبدیل کر دیا۔دشمن نے سمجھا کہ ان کے پاس مدد آگئی ہے۔حضرت خالد نے ان پر حملہ کر دیا۔وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔انہوں نے ان کا تعاقب نہ کیا۔مسلمان بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس آگئے۔

۸ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ قاتل کو سامان لوٹا دیں پھر اس کا سامان حضرت خالد کو ہی واپس کر دیا۔یہ اس شخص کے رویہ پر ناگواری کا اظہار ہے تاکہ لوگ آئمہ پر اس طرح کی جرأت نہ کر سکیں۔حضرت خالد اپنے اس عمل میں مجتہد تھے۔آپ نے ان کا اجتہاد برقرار رکھا کیونکہ اس میں بہت بڑی مصلحت تھی۔حالانکہ پہلے آپ نے انہیں غلط کہا تھا۔یہ بھی امکان ہے کہ آپ نے اس شخص کو خمس میں سے کچھ عطا کر دیا ہو اور اس سے درگزر کرکے راضی کیا ہو اور سامان کا فیصلہ انہی کے بارے کیا ہو۔"

سینتالیسواں باب

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ذات السلاسل کی طرف

(جمادی الآخرۃ ۸ھ)

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور والا ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ قضاعہ کا ایک لشکر ارادہ کرتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ کی اطراف پر حملہ کریں۔ آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ اس وقت انہیں اسلام قبول کیے ایک سال گزر چکا تھا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ اہلِ عرب کو اہلِ شام کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تیار کریں۔ آپ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا ساتھ سیاہ پرچم بھی تھا۔ انصار و مہاجرین میں سے تین سو مجاہدین ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اہلِ عرب کے جن قبائل مثلاً بلیٰ، عذرہ اور بلقین کے پاس سے گزریں ان سے مدد طلب کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی ان میں رشتہ داری تھی۔ عاص بن وائل کی ماں بلویہ تھی۔ آپ نے ارادہ کیا کہ آپ حضرت عمرو کے ذریعے ان کی تالیف قلبی کریں۔ ابن راویہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو کو اس لیے امیر بنایا کیونکہ آپ ان کی جنگی مہارت سے آگاہ تھے۔" ان کے ہمراہ تیس گھڑ سوار تھے۔ وہ دن کو چھپ جاتے رات کو سفر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جذام کی زمین پر چشمہ سلاسل تک پہنچ گئے۔ اسی لیے اس کو سریہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔ انہیں معلوم ہوا کہ دشمن نے وہاں لشکر جرار جمع کر رکھا ہے۔ انہوں نے حضرت رافع بن مکیث کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا تاکہ وہ آپ سے عرض کریں کہ انہوں نے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ سے مدد طلب کریں۔ حضور والا ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ ان کے ہمراہ اکابر مہاجرین مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انصار کو بھی ان کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو کے ساتھ مل جائیں۔ وہ اکٹھے رہیں اختلاف نہ کریں۔ حضرت ابوعبیدۃ کے ہمراہ دو سو افراد تھے۔ حتیٰ کہ وہ حضرت عمرو کے ساتھ جاملے۔ جب یہ پہنچے تو حضرت ابوعبیدۃ نے صحابہ کرام کو جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو نے کہا: "تم میرے مددگار بن کر آئے ہو تمہارے لیے درست نہیں کہ تم مجھے امامت کراؤ حالانکہ امیر میں ہوں۔"

مہاجرین نے کہا: "ہرگز نہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔" حضرت عمرو

نے کہا: "نہیں! تم ہمارے مددگار بن کر آئے ہو۔" جب حضرت ابوعبیدہ نے یہ اختلاف دیکھا۔ وہ ایک نرم مزاج اور بلند اخلاق شخص تھے۔ ان پر دنیاوی معاملہ آسان تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے معاملہ کے لیے سعی جمیل کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: "عمرو! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے جدا ہوتے وقت فرمایا تھا" جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچ جاؤ تو ایک دوسرے کی اطاعت کرنا سا اختلاف نہ کرنا بخدا! اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہاری اطاعت کرلوں گا۔" حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو کی اطاعت کر لی۔ حضرت عمرو ہی صحابہ کرام کو جماعت کراتے رہے۔ حضرت عمرو نے کہا: "میں تمہارا امیر ہوں۔ تم میرے مددگار ہو۔" انہوں نے کہا: "ٹھیک ہے۔"

امام احمد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے تمہیں ہم پر امیر مقرر کیا ہے۔ ابن فلاں نے قوم کے امیر کی اطاعت کر لی ہے تم نے اسے کچھ نہیں کہا ہے۔" حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: "حضور والا ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اطاعت کریں۔ میں آپ کی اطاعت ہی کروں گا اگرچہ حضرت عمرو نے میری بات نہیں مانی۔" انہوں نے حضرت عمرو کی اطاعت کر لی۔ حضرت عمرو ہی صحابہ کرام کو جماعت کراتے رہے۔ صحابہ کرام کی تعداد پانچ سو ہوگئی۔ وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ دشمن کے قریب فروکش ہوئے۔ وہ تکلیف میں تھے۔ ان کے ساتھیوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ وہ آگ جلانا چاہتے تھے تاکہ سردی سے آگ تاپیں۔ حضرت عمرو نے انہیں منع کر دیا۔ یہ بات صحابہ کرام پر شاق گزری۔ حتیٰ کہ بعض مہاجرین نے حضرت عمرو سے یہ بات کی جو انہیں ناگوار گزری۔ حضرت عمرو نے فرمایا: "تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔" انہوں نے کہا: "ہاں" حضرت عمرو: تو پھر میری اطاعت کرو۔

ابن حبان، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور والا ﷺ نے انہیں سریہ ذات السلاسل میں بھیجا۔ ان کے ساتھیوں نے پوچھا کہ وہ آگ جلا لیں مگر انہوں نے انہیں منع کر دیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی تو انہوں نے کہا: "ان میں سے جس نے آگ جلائی میں اسے اس میں پھینک دوں گا۔"

امام حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو کو ایک سریہ کا امیر بنایا۔ مجاہدین میں سے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب وہ جنگ گاہ تک پہنچے تو حضرت عمرو نے انہیں حکم دیا کہ وہ آگ نہ جلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ناراض ہو گئے انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت عمرو کے پاس جائیں۔ سیدنا صدیق اکبر نے انہیں منع کر دیا۔ انہیں بتایا کہ حضور والا ﷺ نے انہیں صرف اس لیے مقرر کیا ہے کیونکہ آپ ان کی جنگی مہارت سے آگاہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرسکون ہو گئے۔ حضرت عمرو دن کو چھپ جاتے تھے۔ رات کو سفر کرتے

تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دشمن کے علاقے کو روندھ ڈالا۔ اس پر غلبہ پالیا۔ حتیٰ کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں لشکر کے جمع ہونے کا اندیشہ تھا۔ جب انہوں نے مجاہدین کے متعلق سنا تو وہ منتشر ہو گئے۔ وہ عازمِ سفر رہے حتیٰ کہ ان کے شہر کے دور تک گئے۔ اس کے آخری حصہ میں ایک لشکر پایا۔ جو اتنا زیادہ نہ تھا۔ کچھ دیر باہم قتال ہوا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا انہیں ہزیمت سے دو چار کر دیا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ جو کچھ وہاں تھا حضرت عمرو نے اس پر غلبہ پالیا۔ کچھ دن تک وہیں قیام کیا۔ وہ جس جگہ یا لشکر کے بارے سنتے وہاں حملہ کر دیتے۔ ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ وہ گھڑ سواروں کو بھیجتے۔ وہ بھیڑ اور بکریاں لے آتے وہ انہیں ذبح کرتے اور کھالیتے۔ جانور اس سے زائد نہ ہوتے تھے۔ اس سریہ میں ایسے اموالِ غنیمت نہ ملے تھے جنہیں تقسیم کیا جاتا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے "وہ بنو قضاعہ، عاملہ، لخم اور جذام کے قبائل سے ملے۔ وہ وہاں جمع تھے۔ انہوں نے انہیں منتشر کر دیا۔ ان کا قتل عام کیا اور مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ابن حبان اور الطبرانی نے حضرت عمرو سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دشمن سے ملاقات کی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت عمرو نے انہیں روک دیا۔ حضرت عمرو نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کو بشارت دے کر مدینہ طیبہ بھیجا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت رافع بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کو وصیت

ابن اسحاق، ابن عمر نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں ایک نصرانی شخص تھا۔ میرا نام سرجس تھا۔ میں اس ریگستان کو سارے لوگوں سے زیادہ جانتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ریگستان کے اطراف میں شتر مرغ کے انڈوں میں پانی ڈال کر دفن کر دیتا تھا۔ پھر لوگوں کے اونٹوں پر حملہ کرتا۔ جب میں انہیں ریگستان میں داخل کر دیتا۔ تو میں ان پر غلبہ پالیتا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ میرا تعاقب کر لیتا۔ حتیٰ کہ میں اس پانی کے پاس سے گزرتا۔ جسے میں نے شتر مرغ کے انڈے میں چھپایا ہوتا۔ میں وہ پانی نکالتا اس میں سے پی لیتا۔ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو میں ایک سریہ میں نکلا۔ جو آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی امارت میں ذات السلاسل کی طرف بھیجا۔"

انہوں نے کہا: "میں نے کہا: "بخدا! میں اپنے لیے ایک ساتھی ضرور تلاش کروں گا۔ میں نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی۔ میں انہی کے کجاوہ میں تھا۔ انہوں نے فدک کی عباء پہن رکھی تھی۔ جب ہم نیچے اترتے وہ اسی کو پھیلا لیتے تھے جب سوار ہوتے تھے اسی کو پہن لیتے تھے۔ اسے کانٹوں سے ٹانک لیتے تھے۔ اسی کے متعلق اہلِ نجد نے اس وقت کہا تھا۔ جب وہ مرتد ہوئے تھے۔ "کیا ہم اس عباء والے کی بیعت کر لیں۔" حضرت رافع نے کہا: "جب ہم واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو میں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "میں نے آپ کی رفاقت اس لیے اختیار کی ہے تا کہ رب تعالیٰ آپ کے ذریعے مجھے فائدہ دے۔ مجھے نصیحت کریں۔ کچھ سکھائیں۔" انہوں نے کہا: "اگر تم مجھ سے یہ سوال نہ بھی

کرتے پھر بھی میں تمہیں نصیحت کرتا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں رب تعالیٰ کو یکتا تسلیم کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز ادا کرو۔ زکوٰۃ دو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو۔ جنابت سے غسل کرو۔ کبھی دو مسلمانوں پر بھی امیر نہ بنو۔" میں نے کہا: "جناب صدیق اکبر! آپ نے مجھے جو توحیدِ الٰہی کا حکم دیا ہے تو بخدا! میں رب تعالیٰ کے ساتھ کبھی بھی کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔" نماز بھی کبھی ترک نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ! اگر میرے پاس مال ہوا تو زکوٰۃ بھی دوں گا۔ ان شاء اللہ۔ رمضان المبارک کے روزے کبھی نہیں چھوڑوں گا ان شاء اللہ! اگر استطاعت ہوئی تو حج بھی نہیں چھوڑوں گا۔ جنابت سے بھی غسل کروں گا۔ ان شاء اللہ! لیکن جہاں تک امارت کا تعلق ہے تو جناب صدیق اکبر! میں نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ لوگوں کے ہاں اس شرف اور مقام تک اس کے ذریعے پہنچتے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا: "تم نے مجھے نصیحت کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے تمہیں خلوص سے نصیحت کر دی ہے۔ عنقریب میں تمہیں اس کے بارے بتاؤں گا ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور والا ﷺ کو اس دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے اس کے لیے جہاد کیا۔ حتیٰ کہ لوگ چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے اس میں داخل ہو گئے۔ جب وہ اس میں داخل ہو گئے تو رب تعالیٰ نے انہیں ظلم سے پناہ دی۔ وہ رب تعالیٰ سے پناہ لینے والے، اس کے پڑوسی اس کے عہد اور ذمۂ کرم پر ہیں۔ تم اس سے بچو کہ تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کے پڑوسیوں پر توڑ دو گے تو اس عہد شکنی کی وجہ سے رب تعالیٰ تمہیں سزا دے گا۔ تم میں سے جو کسی کے پڑوسی کے بارے عہد شکنی کرے وہ غصے سے پھول کر بلند ہو جاتا ہے۔ اپنے پڑوسی کے لیے وہ شدید غصے میں ہوتا ہے۔ اگر اس کی بکری یا اونٹ کو نقصان پہنچے تو وہ شدید غضبناک ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ تو اپنے پڑوسی کے لیے سب سے زیادہ شدید غصے والا ہے۔" انہوں نے کہا: "میں اسی بات پر ان سے جدا ہو گیا۔ جب حضور والا ﷺ کا وصال ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کے خلیفہ بنے تو میں آپ کی خدمت میں آیا میں نے عرض کی: "اے صدیق اکبر! کیا آپ نے مجھے منع نہیں کیا تھا کہ میں مسلمانوں کے دو افراد پر بھی امیر نہ بنوں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! میں تمہیں اب بھی اس سے منع کرتا ہوں؟" میں نے پوچھا: "پھر آپ کیوں مسلمانوں کے امر کے والی بنے؟" انہوں نے کہا: "لوگوں کا باہم اختلاف ہو گیا۔ مجھے ان کے بارے ہلاکت کا خدشہ لگا۔ انتشار کا خطرہ درپیش ہوا۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ اس کے علاوہ میرے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔"

ابن عمر نے حضرت ابوبکر بن حزم سے روایت کیا ہے "واپسی پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو احتلام ہو گیا۔ رات انتہائی شدید تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تمہاری رائے کیا ہے؟ مجھے احتلام ہو گیا ہے۔ اگر میں نے غسل کیا تو میں مر جاؤں گا۔" انہوں نے پانی منگوایا وضوء کیا، شرم گاہ دھوئی، تیمم کیا۔ پھر لوگوں کو امامت کرائی۔ جب وہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو انہوں نے آپ سے اپنی اس نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر میں غسل کرتا تو میں مر جاتا۔ اس طرح کی سردی میں نے کبھی نہیں پائی تھی۔" رب تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء:۲۹)

ترجمہ: ''اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔''

یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ہم تک کوئی روایت نہیں پہنچی کہ آپ نے انہیں کچھ کہا ہو۔'' ابوداؤد نے حضرت عمرو سے اسی طرح کی روایت لکھی ہے۔اس روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا:''عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو امامت کرادی حالانکہ تم جنبی حالت میں تھے۔''

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابن اسحاق نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں بھی اس سریہ میں شامل تھا جسے آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی امامت میں ذات السلاسل کی طرف بھیجا تھا۔میں نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رفاقت اختیار کی۔میں ایک قوم کے پاس سے گزرا، جنہوں نے اپنا اونٹ ذبح کر رکھا تھا۔مگر وہ اس کا گوشت بنانے پر قادر نہ تھے۔مگر میں گوشت بنانے کا ماہر تھا۔میں نے انہیں کہا:''اگر میں اس کے ٹکڑے کر کے تم میں تقسیم کر دوں تو کیا تم مجھے اس کا دسواں حصہ دو گے؟'' انہوں نے کہا:''ہاں! میں نے چھری لی اور اسی جگہ اس کا گوشت بنا دیا۔میں نے اپنا حصہ اٹھایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ہم نے اسے پکایا اور کھایا۔مجھے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کہا:''عوف! تمہیں یہ گوشت کہاں سے ملا؟'' میں نے انہیں بتایا۔انہوں نے کہا:''بخدا! تم نے یہ گوشت ہمیں کھلا کر اچھا نہیں کیا۔'' پھر وہ اٹھ کر قے کرنے لگے۔ان کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے باہر نکال دیا۔جب صحابہ کرام اس سفر سے واپس آ گئے۔تو میں سب سے پہلے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔'' دوسری روایت میں ہے:''پھر انہوں نے مجھے اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میں نے یوں سلام عرض کیا:''السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!'' آپ نے پوچھا: ''کیا عوف بن مالک ہو؟'' میں نے عرض کی:''ہاں! میرے والدین آپ پر نثار!'' آپ نے فرمایا:''کیا اونٹ والے؟'' آپ نے اس کے علاوہ کچھ نہ فرمایا۔مالک بن ہرم کی روایت میں یہ نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اسے کھایا ہو۔ابن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا:''مجھے حالات بتاؤ۔'' میں نے اپنے سفر کے بارے بتایا۔ حضرت ابوعبیدۃ اور حضرت عمرو بن عاص کے مابین جو تنازع ہونے لگا تھا اور پھر حضرت ابوعبیدہ کی اطاعت کے بارے بتایا۔آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ابوعبیدہ پر رحم کرے۔''

ابن حبان اور امام الطبرانی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''یہ لشکر جب واپس آیا۔تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں ذکر کیا تھا کہ میں نے انہیں آگ جلانے اور دشمن کا تعاقب کرنے سے

روک دیا تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ناپسند کیا کہ یہ آگ جلائیں دشمن ان کی قلیل تعداد کو دیکھ لے اور میں نے ناپسند کیا کہ یہ دشمن کا تعاقب کریں کہ کہیں ان کے پاس مدد نہ آن پہنچے اور وہ پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں" آپ نے ان کے ان افعال کی تعریف کی۔

امام بخاری، امام مسلم، اسماعیلی اور بیہقی نے حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا" مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش ذی سلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ میں نے دل میں کہا: "آپ نے مجھے اس لشکر کا امیر اس لیے بنایا ہے کیونکہ میری آپ کے ہاں قدرومنزلت ہے۔ ورنہ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ" میں نے عرض کی: "میں آپ سے آپ کے اہلِ خانہ کے بارے نہیں پوچھ رہا۔" آپ نے فرمایا: "ان کے والد گرامی۔" میں نے عرض کی: "پھر" فرمایا: "عمر فاروق۔" میں نے عرض کی: "پھر" حتیٰ کہ میں نے کافی صحابہ کرام کو شمار کیا۔ میں نے دل میں کہا: "آئندہ میں ایسا سوال کبھی بھی عرض نہیں کروں گا۔" الشیخین کی روایت میں ہے۔ "میں خاموش ہو گیا کہ کہیں آپ مجھے سب سے آخر میں نہ رکھ دیں۔"

تنبیہات

1. السلاسل۔ بعض علماء پہلی سین کو فتح اور بعض نے اسے ضمہ دیا ہے۔ البتہ یہ دونوں لغتیں موجود ہیں۔ یہ جگہ وادی القری کے پیچھے ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جذام کی زمین پر ایک چشمہ تھا جس کا یہ نام تھا۔ اسی لیے اس سریہ کا یہ نام رکھا گیا۔ بعض لوگ یہ عجیب وغریب قول کرتے ہیں کہ کیونکہ اس غزوہ میں مشرکین نے خود کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ لیکن یہ قول قابل توجہ ہی نہیں۔
2. جمہور علماء نے ذکر کیا ہے ان میں ابن سعد بھی ہیں کہ یہ سریہ جمادی الآخرہ ۸ ھ کو ہوا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سات ہجری کو ہوا تھا۔ ابن ابی خالد نے صحیح التاریخ میں اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔
3. امام نووی اور الحافظ نے لکھا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ سریہ غزوہ موتہ کے بعد ہوا تھا۔ لیکن ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ اس سے پہلے ہوا تھا۔

الحافظ لکھتے ہیں: "یہ اس امر کا فیصلہ ہے جسے ابن سعد اور ابن ابی خالد سے روایت کیا گیا تھا۔" میں کہتا ہوں کہ ابن سعد سے جو کچھ روایت کیا گیا ہے۔ اس کے بارے یہ فیصلہ غیر واضح ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ جمادی

الآخرۃ ۸ ھ کو ہوا تھا۔ غزوۂ موتہ میں ذکر کیا کہ یہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ کو ہوا تھا۔ لیکن جو روایت ابن اسحاق نے زیاد سے نقل کی ہے کہ یہ سریہ غزوۂ موتہ سے کئی غزوات اور سرایا بعد میں ہوا تھا۔ انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ موتہ سے پہلے ہوا تھا۔ اس سے یہی احتمال سامنے آتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کی نص بیان کی ہے جسے ابن عساکر نے زیاد کی روایت کے علاوہ ذکر کیا ہے۔

۴ حضرت عمرو کو آپ نے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر امیر مقرر کیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ان سے افضل ہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جنگی مہارت زیادہ رکھتے تھے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ عرب کے دانا شخص تھے اور ذات السلاسل کے مکینوں کے ساتھ ان کی رشتہ داری بھی تھی۔ امام بیہقی نے ابومعشر سے ان کے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں کسی شخص کو قوم پر امیر بنا دیتا ہوں حالانکہ اس میں اس سے بہتر افراد ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہوشیار اور جنگی مہارت سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔''

۵ حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت عمرو سے بات کریں کہ وہ صحابہ کرام کو آگ جلانے دیں۔ جبکہ حضرت عمرو کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے حضرت عمرو سے بات کی۔ ان دونوں روایوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے معاملہ حضرت عمرو کے سپرد کیا اور حضرت عمر فاروق کو منع کیا کہ وہ ان سے بات نہ کریں جب صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا تو انہوں نے ان سے سوال کیا۔ مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔ یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روکنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضرت عمرو سے سوال کرنے کے بعد ہو۔

۶ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجہول اجرت کو مکروہ سمجھا۔ کیونکہ عشیر اعشار کا غیر قیاسی واحد ہے۔ برمۃ اعشار یۃ اس وقت کہا جاتا ہے جب پتھر کی ہنڈیاں ٹوٹ جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عشیر عشر کے معنی میں ہو جیسے ثمین ثمن کے معنی میں ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عوف نے ان کے ساتھ معاملہ طے کیا حالانکہ اونٹ کی جلد ابھی نہیں اتاری گئی تھی اور اسے دیکھا بھی نہیں گیا تھا یا دونوں نے ہر حال میں قصاب کی اجرت کو مکروہ سمجھا تھا۔

❁❁❁❁

اڑتالیسواں باب

سریہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ساحل سمندر کی طرف

(رجب ۸ ھ)

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، امام مسلم نے کئی طرق سے انہی سے۔ ابن اسحق نے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں۔ تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔" ابن عمر، ابن سعد اور القطب نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "ان میں مہاجرین و انصار بھی شامل تھے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے ہم پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ ہم قریش کے کارواں کی گھات میں نکلے۔ آپ نے کھجوروں کا ایک توشہ دان عطا کیا۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ہم نصف ماہ تک ساحل سمندر پر رہے۔ ہمارا زادِ راہ ختم ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک مٹھی کھجوریں دیتے رہے۔ انہوں نے حکم دیا کہ لشکر کا سارا زادِ راہ جمع کیا جائے۔

اسے جمع کیا گیا وہ ایک توشہ دان بنا۔ وہ ہر روز ہمیں تھوڑی تھوڑی کھجوریں عطا کرتے رہے۔ پھر ہمیں ایک ایک کھجور عطا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سارا زادِ راہ ختم ہوگیا۔" ان سے پوچھا گیا: "تم اس ایک کھجور سے کیا کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "ہم اسے یوں چوستے تھے جیسے بچہ چوستا ہے۔ پھر ہم اوپر سے پانی پی لیتے۔ جو ہم کو رات تک پوری ہو جاتی تھی۔ حضرت وھب بن کیسان کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت جابر سے عرض کی: "ایک کھجور تمہیں کیا فائدہ دے سکتی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "ہمیں اس وقت اس کا احساس ہوا جب ایک کھجور بھی نہ رہی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "ایک روز انہوں نے ہمارے مابین کھجوریں تقسیم کیں۔ ایک شخص کو کھجور نہ ملی۔ اس روز ہمیں کھجور بھی نہ ملنے کا احساس ہوگیا۔ ہمیں سخت بھوک لگی۔ ہم اپنے ڈنڈوں سے پتے گراتے تھے اور پھر انہیں پانی میں بھگو دیتے تھے۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں روز ایک کھجور ملتی تھی۔ ہر شخص اسے چوس لیتا تھا۔ پھر اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیتا۔ ہم اپنے ڈنڈوں کے ساتھ پتے جھاڑتے تھے انہیں کھا لیتے تھے حتیٰ ہمارے منہ کی اطراف زخمی ہوگئیں۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایک دن غلطی سے ایک شخص رہ گیا۔ اگر وہ کھجور لے کر آتا تو وہ

اسے کھڑا کر دیتی۔ ہم نے حضرت ابوعبیدہ کے ہاں یہ گواہی دی کہ انہوں نے اس شخص کو کھجور نہیں دی انہوں نے اسے کھجور دی۔ وہ اٹھا اور اس نے وہ کھجور حاصل کر لی۔ ہم کئی روز تک اسی کیفیت میں رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم تین ماہ تک پتے کھاتے رہے۔'' حتیٰ کہ ایک شخص نے کہا: ''اگر اس کیفیت میں ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو جاتا۔ تو ہم اس مشقت کی وجہ سے اس کی طرف حرکت بھی نہ کر سکتے۔ ابن عمر کی مغازی میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ''مجھ سے اونٹوں کے عوض وہ کھجوریں کون خریدے گا جو کھجوریں مدینہ طیبہ میں ہیں۔ میں مدینہ طیبہ میں کھجوریں اسے دے دوں گا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تعجب کی بات ہے کہ اس لڑکے کے پاس مال نہیں۔ وہ دوسرے کے اموال میں تصرف کرتا ہے۔'' حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بنو جہینہ کا ایک شخص دیکھا۔ انہوں نے اس شخص سے کہا: ''مجھے اونٹ دے دو۔ اس کے عوض میں مدینہ طیبہ میں تمہیں کھجوریں دے دوں گا۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''میں تمہیں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''تم نے اپنے نسب سے مجھے کتنی پہچان کرا دی ہے۔ میرے اور حضرت سعد کے مابین دوستی ہے۔ وہ اہل یثرب کے سردار ہیں۔'' انہوں نے اس شخص سے پانچ اونٹ خرید لیے۔ ہر اونٹ کے عوض ایک وسق کھجوریں دینے کا وعدہ کیا۔ اس اعرابی نے شرط لگائی کہ وہ آلِ دلیم کی ذخیرہ کھجوریں لے گا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے ہامی بھر لی۔ جہنی نے کہا: ''مجھے گواہ دو۔'' انہوں نے چند انصاری اور مہاجرین صحابہ کرام کو گواہ بنایا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تو کبھی گواہی نہیں دوں گا۔ یہ ادھار لے رہے ہیں مگر ان کے پاس مال نہیں ہے۔ مال ان کے والد گرامی کا ہے۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''حضرت سعد کھجوروں کی وجہ سے اپنے بیٹے کو رسواء نہیں کریں گے۔ میں ایک حسین چہرہ اور عمدہ فعل دیکھ رہا ہوں۔'' حضرت قیس نے اونٹ لیے اور تین ایام لگاتار ہر روز ایک ایک اونٹ ذبح کیا۔ چوتھے روز امیر کارواں نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے کہا: ''تم اپنے وعدہ سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہو۔ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔'' حضرت جابر کی روایت میں ہے: ''انہوں نے ایک روز تین اونٹ، دوسرے روز تین اونٹ اور تیسرے روز تین اونٹ ذبح کیے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے انہیں روک دیا۔''

ابن عمر نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس سے فرمایا: ''میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب تم اونٹ ذبح نہ کرو کہ تم اپنے ذمہ سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہو حالانکہ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔'' حضرت قیس نے کہا: ''ابوعبیدہ! کیا آپ ابوثابت کو جانتے ہیں۔ وہ تو لوگوں کے قرض ادا کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بھوکوں کو کھلاتے ہیں کہ وہ میرے لیے وہ کھجوریں نہ دیں گے جن سے اونٹ خریدے گئے۔ اونٹوں کو میں مجاہدین کے لیے ذبح کروں۔'' قریب تھا کہ حضرت ابوعبیدہ نرم ہو جاتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پختہ رہو۔'' وہ پختہ

رہے اور انکار کر دیا کہ وہ اونٹ ذبح نہ کریں۔ وہ اونٹ باقی رہے۔ حضرت قیس انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ صحابہ کرام بار بار ان پر سوار ہوتے رہے۔ حضرت سعد بن عبادہ تک صحابہ کرام کی اس بھوک کی داستان پہنچ گئی۔ انہوں نے کہا: "اگر قیس اسی طرح ہوئے جیسے کہ میں انہیں جانتا ہوں تو وہ عنقریب صحابہ کرام کے لیے اونٹ ذبح کر دیں گے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم ساحل سمندر پر روانہ ہوئے۔ سمندر نے ہماری طرف ایک جانور پھینکا جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: وہ ایک ایسی مچھلی تھی جس کی مثل ہم نے نہ دیکھی تھی۔ وہ بہت بڑے ٹیلے کی طرح تھی۔ ہم اس کے پاس آئے اس سے کھایا۔ ایک روایت میں ہے نصف ماہ تک کھایا۔ دوسری روایت میں ہے: اٹھارہ راتیں کھائیں۔ امام مسلم نے یہ مدت ایک ماہ لکھی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: "ہم تعداد میں تین سو تھے۔ حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم نے اس کی چربی سے تیل لگایا۔ حتیٰ کہ ہمارے اجسام تندرست اور مضبوط ہو گئے۔ بڑے مٹکے کی طرح اس کی آنکھیں تھیں ہم نے اس کی آنکھوں سے اتنے اتنے مٹکے تیل نکالا۔ ہم نے اس کے جسم کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو گاڑھا گیا۔ انہوں نے لشکر سے طویل ترین شخص کو دیکھا۔ الحافظ نے گمان کے مطابق وہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے طویل اونٹ دیکھا حضرت قیس کو اس پر سوار کیا۔ وہ اس کی پسلی کے نیچے سے گزرے۔ وہ اس پسلی کی چوٹی تک نہ پہنچے۔ ہم نے اس کا گوشت بطور زادِ راہ اپنے ساتھ لیا۔ اور اس کے تیل سے مشکیزے بھر لیے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم نے اس مچھلی کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا ہے۔ کیا اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔" ہم نے اس میں سے کچھ گوشت آپ کی خدمت میں بھی پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی صحابی نے اس کا ایک عضو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا حضرت ابوحمزہ الخولانی کی روایت میں ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر ہم جان لیتے کہ ہم اسے پالیں گے وہ خراب نہ ہوگی تو ہم پسند کرتے کہ کاش ہمارے پاس اس کا کچھ حصہ ہوتا۔"

محمد بن عمر کے مغازی اور الغیلانیات میں ہے کہ جب حضرت قیس واپس آئے تو وہ اپنے والد گرامی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہوں نے ان سے پوچھا: "جب صحابہ کرام بھوکے تھے تو تم نے کیا کیا؟" انہوں نے کہا: "میں نے اونٹ ذبح کیا۔" حضرت سعد: "تم نے اچھا کیا پھر؟" حضرت قیس: "میں نے دوسرا اونٹ ذبح کر دیا۔" حضرت سعد: تم نے ٹھیک کیا پھر؟ حضرت قیس: میں نے تیسرا اونٹ ذبح کر دیا۔" حضرت سعد: تم نے ٹھیک کیا۔ پھر؟ حضرت قیس: پھر مجھے یوں کرنے سے روک دیا گیا۔" مسند حمیدی میں حضرت قیس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اپنے والد گرامی سے کہا: "میں

لشکر میں تھا صحابہ کرام کو بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد نے فرمایا: ''کیا تم نے اونٹ ذبح کیا؟'' حضرت قیس: ''ہاں پھر انہیں بھوک لگی۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا۔ حضرت قیس: ہاں! پھر انہیں بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا۔ حضرت قیس: ہاں۔ پھر صحابہ کرام کو بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا؟ انہوں نے کہا: ''پھر مجھے یوں کرنے سے روک دیا گیا۔'' حضرت سعد: کس نے روکا؟ حضرت قیس: حضرت ابوعبیدۃ بن جراح نے۔ حضرت سعد: کیوں۔ حضرت قیس: ان کا گمان تھا کہ میرا کوئی مال نہیں ہے اور مال تمہارے والد گرامی کا ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: ''میں تمہیں چار باغ دیتا ہوں۔ ان میں سے کم درجہ کے باغ سے تمہیں پچاس وسق کھجوریں حاصل ہوں گی۔''

حضرت سعد نے ایک نوشتہ لکھا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ وغیرہ کو گواہ بنایا۔ وہ جہنی شخص حضرت قیس کے ساتھ ہی آیا۔ حضرت سعد نے اس کو اس کی کھجوریں دیں۔ اسے سواری دی اور پوشاک پہنائی۔''

ابن خزیمہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ تک حضرت قیس کے اس مبارک عمل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''سخاوت تو اس گھرانے کی جبلت میں شامل ہے۔'' حضرت سعد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے مجھے کون معذور سمجھے گا۔ جنہوں نے میرے نورِ نظر کو بخیل ہونے کا الزام لگایا ہے۔

تنبیہات

❶ اہلِ مغازی کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ سریہ ۸ ھ کو رونما ہوا تھا۔ زاد المعاذ، البدایۃ اور النور میں اسی طرح ہے۔ لیکن اس مؤقف میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ کیونکہ شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں قریش کے کارواں سے تعرض کرنے کے لیے بھیجا۔ اس روایت کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا۔ جب آپ نے قریش کے ساتھ مصالحت کر لی تو ان کے کسی کارواں سے تعرض نہیں کیا گیا۔ بلکہ فتح مکہ تک امن و سکون کا دور تھا۔ یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ یہ سریہ دو بار رونما ہوا ہو۔ ایک دفعہ صلح سے قبل دوسری بار صلح کے بعد تیسری تنبیہ میں الحافظ کا ایسا کلام آرہا ہے جو تشنہ کو سیراب کر دے گا۔

❷ ''الہدیٰ'' میں ہے کہ جس نے یہ کہا کہ یہ سریہ رجب میں ظہور پذیر ہوا اس نے غیر محفوظ قول کیا ہے کیونکہ آپ کے بارے کوئی روایت نہیں کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں کوئی جہاد کی مہم روانہ کی ہو۔ نہ کسی پہ ان مہینوں میں شب خون مارا نہ ہی سریہ بھیجا۔ اہل شرک نے علاء بن حضرمی کے واقعہ میں مسلمانوں پر عیب لگایا ہے۔ یہ واقعہ رجب کی ابتداء میں ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ نے حرمت والے ماہ کو حلال کر دیا ہے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: "وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے۔"

یہ امر کسی ایسی نص سے ثابت نہیں ہے جس کی طرف جانا واجب ہو۔نہ ہی امت کا اس کی نسخ پر اجماع ہے۔البرہان نے النور میں لکھا ہے "یہ عمدہ اور حسن کلام ہے۔جنہوں نے شہرِ حرام میں قتال کے عدم نسخ کا قول کیا ہے۔ان میں عطاء اہل الظاہر اور ابن تیمیہ ہیں۔لیکن جمہور علماء اس قول کے خلاف ہیں۔جو استدلال علاء بن حضرمی کے واقعہ سے کیا گیا ہے تو صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس کا نام عمرو بن حضرمی تھا۔اس سریہ میں علاء کا قصد نہیں کیا گیا تھا۔اس میں امیر حضرت عبداللہ بن جحش تھے۔

❸ الفتح میں ہے:"جو روایت صحیح میں ہے وہ اس کے مخالف نہیں کہ آپ نے یہ سریہ قریش کے کارواں سے تعرض کے لیے بھیجا تھا۔اور جو ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضور والا ﷺ نے انہیں جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا اور یہ سریہ رجب میں رونما ہوا تھا۔کیونکہ ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قافلۂ قریش کو پالیا ہو۔جبکہ ان کا قصد جہینہ کا قبیلہ ہو۔اس جمع کو وہ روایت تقویت دیتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مہم زمین جہینہ کی طرف بھیجی......لیکن ان کی ملاقات شاید اسی وقت میں کاروانِ قریش کے ساتھ ہوگئی جس کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔یعنی رجب ۸ ھ میں یہ صلح کا وقت تھا۔صحیح کی روایت کا تقاضا ہے کہ یہ سریہ ۶ ھ میں رونما ہوا ہو۔یا اس سے قبل صلح حدیبیہ سے پہلے ظہور پذیر ہوا ہو۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کارواں اس لیے نہ ملا ہو کہ اس کے ساتھ جنگ ہو۔بلکہ یہ بنو جہینہ کے مجاہدین کے تحفظ کے لیے ملا ہو۔اسی طرح کسی سند سے بھی یہ تذکرہ نہیں کہ انہوں نے کسی کے ساتھ قتال کیا ہو۔بلکہ وہ نصف ماہ یا اس سے زائد مدت ایک ہی جگہ پر ٹھہر رہے۔

❹ ابوحمزہ الخولانی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما تھے۔الحافظ لکھتے ہیں:"محفوظ موقف وہی ہے کہ روایات متفق ہیں کہ وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ایک راوی نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے شاندار کردار سے شاید یہ سمجھا ہو کہ وہ میر کارواں تھے۔حالانکہ اس طرح نہ تھا۔

❺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان "حضور اکرم ﷺ نے ایک فوجی مہم روانہ کی۔ہم عازم سفر ہوئے جب ہم نے کچھ رستہ طے کیا تو زادِ راہ ختم ہوگیا۔" یہ ان کے لیے عمومی دستے کا زادِ راہ تھا۔جبکہ خصوصی دستہ کا زادِ راہ اور تھا۔جب عمومی

دستہ کا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ تو حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ وہ خصوصی دستہ کا زادِ راہ جمع کریں تاکہ صحابہ کرام میں مساوات قائم ہو سکے۔ انہوں نے اسی طرح کیا سارا زادِ راہ ایک توشہ دان بن سکا۔ امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں سریہ پر بھیجا۔ ہم پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ ہم نے قریش کے کارواں سے ملاقات کی۔ آپ نے کھجوروں کا بھرا ہوا ایک توشہ دان ہمیں عطا کیا۔ اس کے علاوہ توشہ دان نہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور عطا کرتے تھے۔" اس کا ظاہر اس روایت کے مخالف ہے۔ ان کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ عام زادِ راہ توشہ دان کی مقدار کے برابر تھا۔ جب وہ متعدد ہو گئے تو حضرت ابوعبیدہ نے خاص زادِ راہ جمع کیا۔ اتفاق سے وہ بھی ایک توشہ دان کے برابر تھا۔ ہر ایک راوی سے وہ بیان کیا جو دوسرے نے بیان نہیں کیا۔ ان کا ایک ایک کھجور کو تقسیم کرنا۔ دوسرے توشہ دان سے تھا۔ امام بخاری نے باب الجہاد میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔

"ہم عازم سفر ہوئے۔ ہماری تعداد تین سو تھی۔ ہم نے اپنا زادِ راہ اپنی گردنوں پر رکھا۔ زادِ راہ ختم ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص ہر روز ایک کھجور کھاتا تھا۔" جہاں تک قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ احتمال ہے کہ ان کے زادِ راہ میں ان کھجوروں کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث پاک میں ہے کہ جو کچھ انہوں نے صحابہ کرام کے زادِ راہ میں سے جمع کیا وہ ایک توشہ دان تھا۔ ابوالزبیر کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں کھجوروں کا ایک تھیلا عطا کیا تھا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے ہمراہ اس توشہ دان کے علاوہ بھی کھجوریں تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر علماء کے قول کا احتمال یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو اس توشہ دان سے ایک ایک کھجور عطا کرتے رہے ہوں جو حضور اکرم ﷺ نے انہیں عطا کیا ہو تاکہ برکت حاصل ہو جائے۔ ان کو ان توشہ دانوں میں سے تقسیم کیا جاتا تھا جن میں اس سے زیادہ کھجوریں تھیں۔ یہ سیاق کے ظاہر سے بعید ہے۔ بلکہ حضرت ہشام بن عروۃ کی روایت میں ہے "ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص کو ایک کھجور ملتی تھی۔"

◆ وھب بن کیسان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس مچھلی سے صحابہ کرام اٹھارہ راتیں کھاتے رہے۔ "حضرت عمرو بن دینار کی روایت میں ہے "ہم نے اس میں سے نصف ماہ تک کھایا۔" ابوزبیر کی روایت میں ہے "ہم وہاں ایک ماہ تک ٹھہرے رہے۔" اس اختلاف کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے اٹھارہ راتوں کا قول کیا ہے اس نے وہ چیز شمار کی جو دوسرے نے نہ کی۔ جس نے پندرہ دن کا قول کیا اس نے نصف ماہ سے زائد ایام کا ذکر نہ کیا۔ جو تین ایام ہیں۔ جس نے ایک ماہ کا قول کیا ہے اس نے یہ تین ایام بھی شامل کیے اور وہ مدت

بھی شامل کی جو انہوں نے مچھلی کے ملنے سے قبل وہاں گزاری تھی۔ امام نووی نے حضرت ابوزبیر کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں زیادتی ہے۔ ابن التین نے لکھا ہے کہ دونوں میں سے ایک روایت وہم ہے۔ امام حاکم کی روایت میں یہ مدت بارہ ماہ ہے۔ یہ روایت شاذ ہے۔ اس سے بھی شاذ روایت امام خولانی کی ہے۔" ہم نے اس سے قبل تین روز قیام کیا، شاید جس طرح میں نے متفرق روایات کو جمع کیا ہے وہ بہتر ہے۔"

7. ابوحمزہ خولانی اور ابوزبیر میں مچھلی کے گوشت کے بارے مختلف روایات مروی ہیں کیونکہ ابوحمزہ کی روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ اس کے بعد اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے فرمایا ہو جبکہ صحابہ کرام نے اسے پیش کر دیا ہو جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہو۔ یا ان کے حاضر کرنے سے قبل ہی فرما دیا ہو جو کچھ صحابہ کرام کے ہمراہ تھا۔ وہ خراب نہ ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

8. صحیح مسلم کے آخر میں حضرت عبادۃ بن ولید بن عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اور میرے والد گرامی علم کی جستجو میں نکلتے...... ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کی مسجد میں دیکھا۔ اس روایت میں ہے" ہم حضور والا ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ یہ غزوۃ بطن بواط کے لیے روانہ ہوئے ہم میں سے ہر ایک کی یومیہ خوراک ایک کھجور تھی۔ صحابہ کرام نے آپ سے بھوک کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "شاید عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھلا دے۔" ہم ساحل سمندر پر پہنچے۔ سمندر نے زور سے آواز نکالی۔ اس نے ایک جانور ساحل پر پھینک دیا۔ ہم نے اس کے پہلو پر آگ روشن کی اسے پکایا۔ بھونا کھایا اور ہم سیر ہو گئے۔"

حضرت جابر نے فرمایا: "میں اور فلاں، فلاں (پانچ افراد) اس کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہو گئے ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی۔ ہم نے اسے سیدھا کیا پھر کارواں کے بلند ترین شخص کو بلند ترین اونٹ کے ساتھ بلایا۔ وہ اس کی پسلی کے نیچے سے گزرا۔ مگر اس کا سر اوپر نہ لگا۔

الحافظ لکھتے ہیں: "اس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس سریہ کے علاوہ کسی اور غزوہ میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ لیکن اسے اس طرح محمول کیا جاتا تھا" یہ عبارات محذوف عبارت پر معطوف ہے۔ جو یوں تھی: "ہمیں حضور والا ﷺ نے ایک سفر میں بھیجا ہم ساحل سمندر پر پہنچے......" اس طرح یہ اس واقعہ کے ساتھ مل جاتا ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔"

❁❁❁❁

انچاسواں باب

سریہ ابی قتادۃ الانصاری خضرۃ کی طرف

(شعبان ۸ ھ)

ابن اسحاق، امام احمد، محمد بن عمر نے عبداللہ ابن حدرد الاسلمی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت سراقہ بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر سے شادی کرلی۔ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ مجھے دنیا میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ مجھے سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ میرا ان سے نکاح ہو گیا۔ میں نے انہیں دوسو دراہم حق مہر دیا۔ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جسے میں ان کے پاس لے جاتا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھروسہ ہے۔'' میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے گذارش کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنی زوجہ کو کیا حق مہر ادا کیا؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دوسو دراہم۔'' آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! بخدا! اگر تم اسے بطحان کے گوشے سے حاصل کرتے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''اگر تم یہ دراہم اس وادی سے حاصل کرتے تو تم اضافہ نہ کرتے۔'' میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے حق مہر کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے آپ کی مدد کریں۔ لیکن میں نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت ابوقتادۃ انصاری کو چودہ افراد کے ہمراہ ایک سریہ پر بھیجوں۔ کیا تم اس سریہ میں روانہ ہو گے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے اتنا مالِ غنیمت حاصل کرلو گے جو تم اپنی زوجہ کو بطور حق مہر ادا کرسکو۔'' میں نے عرض کی: ''ٹھیک ہے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''انہوں نے فرمایا: ''میں کچھ ایام ٹھہرا رہا۔ پھر بنو جشم کا ایک شخص آیا۔ وہ اپنی قوم کے ہمراہ الغابۃ میں ٹھہرا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ بنو قیس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر اکسائے۔ جشم میں وہ شخص شرف و قدر والا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو بلایا۔ آپ نے فرمایا: ''اس شخص کی طرف نکلو۔ حتیٰ کہ تم مجھے اس کے بارے علم اور خبر لے کر آؤ۔ آپ نے ہمیں ایک کمزور سا جانور بطور سواری عطا کیا۔ بخدا! جب بھی ہم میں سے کوئی اس پر سوار ہوتا تو وہ اونٹنی کمزوری کی وجہ سے اٹھ بھی نہ سکتی تھی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اسے اپنے ہاتھوں سے کھڑا کرتے حتیٰ کہ وہ بمشکل کھڑی ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر اکتفا کرو اور باری باری سوار ہو جاؤ۔'' ہم عازمِ سفر ہوئے۔ ہمارے پاس ہمارے ہتھیار تیر اور تلواریں تھیں۔ یہ کارواں سولہ صحابہ کرام پر مشتمل تھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ آپ نے ہمیں نجد کی طرف غطفان

کی طرف بھیجا۔حضور اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا:"رات کے وقت سفر کرو۔دن کے وقت چھپ جاؤ۔ہر طرف سے حملہ آور ہو جانا لیکن بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔"ہم عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ہم غطفان کی ایک طرف پہنچ گئے۔

امام احمد کی روایت میں ہے:"ہم عازم سفر ہوئے۔حتیٰ کہ ہم شام کے وقت اس چشمہ تک پہنچ گئے۔جب عشاء کا وقت ہوا۔ابن عمر نے لکھا ہے"ہمیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ہمیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔دو دو افراد کے مابین اخوت قائم کر دی۔انہوں نے کہا:"تم میں سے کوئی اپنے ساتھی سے جدا نہ ہو۔حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائے۔یا میرے پاس آئے۔اور مجھے اپنی ساتھی کی داستان بیان کرے۔نہ ہی میرے پاس ایسا شخص آئے جسے میں اس کے ساتھی کے بارے پوچھوں تو وہ مجھے کہے"مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔"جب میں تکبیر کہوں تم بھی تکبیر کہو جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔تعاقب میں دور تک نہ جانا۔"ہم نے چشمہ کا محاصرہ کر لیا۔میں نے ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا۔اس نے کہا:"یا خضرۃ"میں نے اس سے عمدہ فال لی۔میں نے کہا:"مجھے بھلائی نصیب ہوگی۔میں اپنے پاس اپنی زوجہ کو ضرور بلاؤں گا۔"حضرت ابوقتادہ نے اپنی تلوار بے نیام کی۔ہم نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کیں۔ان کے ہمراہ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔چشمہ پر حملہ کیا۔مردوں کو قتل کیا۔میرے سامنے ایک طویل شخص آیا۔اس نے اپنی تلوار بے نیام کر رکھی تھی۔وہ الٹے پاؤں لوٹا۔ایک دفعہ وہ اپنے چہرے کی طرف سے میرے پاس آجاتا تھا۔جبکہ دوسری بار پیٹھ پھیر جاتا تھا۔گویا کہ وہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہو۔میں نے اس کا تعاقب کیا۔اس نے کہا:"اے مسلمان! جنت کی طرف آؤ۔میں نے اس کا تعاقب کیا۔اس نے کہا:"تمہارا ساتھی دھوکہ باز ہے۔اس کا یہ معاملہ ہے۔وہ جنت جنت کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔وہ ہماری تحقیر کرتا ہے۔"میں جان گیا کہ وہ قتل ہونے کا خواہاں ہے۔میں اس کے پیچھے گیا۔میں نے صدا دی میرا ساتھی کہاں ہے؟ دور نہ جاؤ ہمیں ہمارے امیر نے منع کیا ہے کہ ہم دور تک تعاقب نہ کریں۔"میں نے اس شخص کو پالیا اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔میں نے اس کی تلوار لی۔میرا ساتھی مجھے یوں صدا دے رہا تھا۔"تم کہاں چلے گئے ہو؟ بخدا! میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں انہوں نے مجھے تمہارے بارے پوچھا تو میں بتا دوں گا۔"میں نے کہا:"میں حضرت ابوقتادہ کی طرف سے ہی اس کے ساتھ ملاقات کی ہے۔"میں نے پوچھا:"کیا امیر نے میرے بارے پوچھا تھا؟"انہوں نے کہا:"ہاں! وہ مجھ پر اور تم پر ناراض تھے۔انہوں نے بہت سے اموال غنیمت جمع کر رکھے تھے۔انہوں نے سرداروں کو تہ تیغ کیا تھا۔"میں حضرت ابوقتادہ کی خدمت میں آیا۔انہوں نے مجھے ملامت کی۔میں نے ان سے عرض کی:"میں نے ایک شخص کو تہ تیغ کیا۔اس کا معاملہ اس طرح تھا۔"میں نے انہیں اس شخص کے سارے بکواسات سنائے۔پھر ہم نے جانور ہانکے۔ہم نے عورتیں سوار کیں۔تلواروں کے نیام کجاؤوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔میرے اونٹ پر ایک عورت سوار تھی جو ہرنی کی طرح حسین تھی۔وہ بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی۔وہ رو رہی تھی۔میں نے اس سے پوچھا"تو کس چیز کو دیکھ رہی ہے؟"اس نے کہا:"بخدا! میں اس شخص کو دیکھ رہی

ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ہمیں تمہارے ہاتھوں سے چرالیتا۔'' میں نے سوچا کہ شاید اس کی مراد وہی شخص ہو جسے میں نے قتل کیا ہو۔ میں نے کہا: ''میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ اس کی تلوار ہے جو کجاوے کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا: ''اس کا نیام میری طرف پھینک دو۔'' میں نے کہا: ''یہ اس کی تلوار کا نیام ہے۔'' اس نے کہا: ''اسے سونتو۔ اگر تم سچے ہو۔'' میں نے کہا: ''میں نے اسے سونتا اور اس شخص کا کام تمام کر دیا۔'' یہ سن کر وہ رونے لگی اور مایوس ہوگئی۔

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم عازم سفر ہوئے ہمارے پاس ہمارے ہتھیار تیر اور تلواریں تھیں۔ جب ہم چشمہ غُشَیشہ پہنچے تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ میں ایک کونے میں چھپ گیا۔ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو حکم دیا۔ وہ دوسرے کونے میں چھپ گئے۔ میں نے ان سے کہا: ''جب تم سنو کہ میں نے تکبیر کہی ہے اور لشکر کے ایک حصہ پر حملہ کروں تو تم تکبیر کہنا اور میرے ساتھ حملہ کر دینا۔'' بخدا! ہم اسی طرح تھے تاکہ ہم قوم پر حملہ کریں۔ یا ان کی کوئی چیز ہمیں ملے رات پڑ گئی۔ عشاء کا وقت ہو گیا۔ ان کا چرواہا ابھی تک نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ان کے بارے خوفزدہ ہو گئے۔ اس کا ساتھی رفاعۃ بن قیس اٹھا۔ اس نے اپنی تلوار لی۔ گردن کے ساتھ آویزاں کی۔ پھر کہا: ''بخدا! میں اپنے چرواہے کے پیچھے ضرور جاؤں گا۔ اسے کوئی مصیبت پہنچ گئی ہے۔'' اس کے ایک ساتھی نے کہا: ''ہم تمہاری طرف سے کافی ہیں۔ تم نہ جاؤ۔'' اس نے کہا: ''بخدا! میں جاؤں گا۔'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔'' اس نے کہا: ''بخدا! تم میں سے کوئی میرا تعاقب نہ کرے۔'' وہ باہر نکلا۔ میرے پاس سے گزرا۔ جب وہ میرے نشانے کی زد پر آیا تو میں نے تیر مارا جو اس کے دل پر لگا۔ بخدا! وہ بول بھی نہ سکا۔ میں دوڑ کر اس کی طرف گیا اس کا سر کاٹ لیا۔ میں نے لشکر کی ایک سمت حملہ کر دیا۔ میں نے تکبیر کہی۔ میرے دونوں ساتھیوں نے تکبیر کہی۔ دشمن ''عندک عندک'' کہہ کر بھاگ رہا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ اتنے اموال، عورتیں اور بچے لے گئے جتنے وہ لے جا سکتے تھے۔ ہمیں بہت سے اونٹ اور کثیر بکریاں ملیں۔''

ابن عمر نے حضرت جعفر بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''صحابہ کرام کے اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔ وہ دو سو اونٹ، ایک ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی لے کر آئے۔ انہوں نے مالِ غنیمت جمع کیا۔ انہوں نے خمس نکالا۔ انہوں نے اسے چھوڑا۔ بقیہ اموال میں سے ایک اونٹ کو بیس بکریوں کے عوض رکھا گیا۔''

امام احمد، شیخان اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ نجد کی طرف بھیجا۔ میں بھی اس میں عازم سفر ہوا۔ ہمیں اونٹ اور بہت سی بکریاں ملیں۔ ہمارا حصہ بارہ اونٹ تک پہنچ گیا۔ ہمارے امیر نے ہمیں ایک ایک اونٹ دیا۔ پھر ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ خمس کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے۔ جو کچھ ہمیں امیر نے عطا کیا تھا۔ آپ نے اس کا محاسبہ کیا نہ ہی امیر کو کچھ کہا۔''

دوسری روایت کے مطابق ہر ہر شخص کو تیرہ تیرہ اونٹ ملے۔ حضرت عبداللہ بن حدود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میرے پاس رفاعہ کا سر بھی تھا۔ میں اسے اٹھائے ہوئے تھا۔ آپ نے مجھے بھی تیرہ اونٹ عطا کیے۔ میں اپنی زوجہ کے پاس گیا۔ رب تعالیٰ نے مجھے بہت سی بھلائی عطا کی۔''

ابن عمر نے حضرت عبداللہ بن ابی حدود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہمارے پاس چار عورتیں تھیں۔ جن میں سے ایک عورت ہرنی کی طرح خوبصورت تھی۔ اس میں عجیب ملاحت اور جمال پایا جاتا تھا۔ ہمیں بچے اور قیدی ملے۔ ہم نے قیدی تقسیم کیے۔ وہ خوبصورت عورت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت محمیۃ بن جزء الزبیدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوقتادہ کو ایک حسین عورت ملی ہے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس پہلے مال فیئے میں سے میں تمہیں ایک لونڈی عطا کروں گا جو ہمیں سب سے پہلے ملے گا۔'' آپ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا آپ نے فرمایا: ''وہ لونڈی مجھے پیش کر دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''بالکل! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے وہ لونڈی حضرت محمیۃ بن جزء رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔

تنبیہ

العیون میں اس سریہ کو ایک اور سریہ شمار کیا گیا ہے۔ اس میں سریۃ ابوقتادہ اور سریہ عبداللہ بن حدود میں فرق کیا گیا ہے جس میں حضرت عبداللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بیوی کے حق مہر کے لیے اعانت طلب کی تھی۔ مگر ابن عمر نے اسے ایک ہی سریہ شمار کیا ہے۔

پچاسواں باب

سریہ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ بطن اضم کی طرف
(قبل از فتح مکہ)

ابن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی کو آٹھ افراد کے ہمراہ بطن اضم کی طرف بھیجا تا کہ گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ آپ اسی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی کے بارے خبر مشہور ہو۔ ابن اسحاق، ابن عمر، ابن سعد وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن حدرد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں آپ نے اضم کی طرف بھیجا۔ ہمارے ہمراہ کچھ مسلمان بھی تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ ہم میں محلم بن جثامہ اللیثی بھی تھا۔ میں بھی تھا۔ ہم عازم سفر ہوئے۔ جب وادی اضم میں گئے۔ تو ہمارے پاس سے عامر بن اضبط الاشجعی گزرے۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا غلام بھی ان کے ہمراہ تھا۔ دودھ کا مشکیزہ بھی ساتھ تھا۔ ہمیں سلام کیا۔ ہم انہیں قتل کرنے سے رک گئے۔ محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ اسی عداوت کی وجہ سے تھا جو ان کے مابین تھی۔ اس نے ان کا غلام اور سامان لے لیا جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ واقعہ گوش گزار کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ (النساء:۹۴)

ترجمہ: ''اے اہلِ ایمان جب تم سفر پر نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) اور خوب تحقیق کر لو اور نہ کہو اسے جو بھیجتا ہے تم پر سلام کہ تم مومن نہیں ہو۔ تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا۔ پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں (وہ تمہیں غنی کر دے گا)۔''

مسلمان واپس آ گئے۔ دشمن کے ساتھ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ وہ ذوخشب تک پہنچ گئے۔ انہیں یہ خبر ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے یین کا رستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ 'سقیا'' کے مقام پر آپ سے مل گئے۔ آپ نے

محلم سے فرمایا: ''اس کے بعد تو نے اسے قتل کر دیا کہ اس نے کہا: ''میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔''

ابن عمر اور حسن نے لکھا: ''محلم دو چادریں پہن کر آیا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کے بعد بھی اسے قتل کر دیا جبکہ اس نے کہا: ''میں مسلمان ہوں۔'' محلم نے کہا: ''اس نے یہ کلمہ اپنے بچاؤ کے لیے پڑھا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر نہ دیکھا؟'' اس نے عرض کی: ''کیوں؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''تا کہ تو جان لیتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے جانتا تھا۔ دل تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے اپنی زبان سے بھی بتایا تھا۔'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''نہ تم نے وہ کچھ جانا جو اس کے دل میں تھا۔ نہ ہی تم نے اس کی زبان کی تصدیق کی۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ تجھے معاف نہ کرے۔'' وہ اٹھا وہ اپنی چادر سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ سات روز بھی نہ گزرے تھے کہ وہ مر گیا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے: ''جب وہ مرا تو اس کے ساتھیوں نے اس کے لیے قبر کھودی۔ زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے دوبارہ قبر کھودی۔ دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔'' حسن نے لکھا ہے ''میں نہیں جانتا کہ صحابہ کرام نے اسے دو یا تین بار دفن کیا۔ حضرت جندب اور حضرت قتادہ کی روایت میں ہے: ''صحابہ کرام نے اسے تین بار دفن کیا ہر بار زمین نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''زمین اس سے بھی برے انسانوں کو قبول کر لیتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سامانِ عبرت پیدا کرنا چاہتا ہے۔'' صحابہ کرام نے اسے ٹانگوں سے پکڑا ایک گھاٹی میں پھینکا۔ اس پر پتھر پھینک دیے۔'' غزوۂ حنین میں گزر چکا ہے کہ آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے مابین عامر بن الاضبط کے خون کا فیصلہ کیا تھا۔

اکاون واں باب

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی الحرقات کی طرف مہم

امام احمد، ابن ابی شیبہ، شیخان، ابو داؤد، امام نسائی نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جہینہ میں سے ''الحرقۃ'' کی طرف بھیجا۔ ہم وقتِ صبح وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک شخص (سُدّی نے اس کا نام مرداس بن نہیک کہا ہے) اس وقت ہم پر سب سے زیادہ شدید حملہ کرتا جب اس کی قوم ہماری طرف آتی۔ جب اس کی قوم واپس جاتی تو یہ اس کی حفاظت کرتا۔ بالآخر ہم نے انہیں شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری شخص اس آدمی پر چھا گئے۔ سدی نے لکھا ہے کہ مرداس کے پاس کچھ مال اور سرخ اونٹ تھا جب اس نے انہیں دیکھا تو وہ ایک پہاڑ کی غار کی طرف گیا۔ حضرت اسامہ اس کے پیچھے گئے۔ جب وہ غار تک پہنچا۔ اپنا مال رکھا۔ پھر اس نے مسلمانوں کی طرف توجہ کی۔ اس نے کہا: ''السلام علیکم'' حضرت اسامۃ نے فرمایا: ''میں نے اس پر تلوار بلند کی تو اس نے کہا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' انصاری صحابی اس کے قتل سے رک گئے۔ میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ سدی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نے اسے اس کے مال اور اونٹ کی وجہ سے قتل کیا تھا۔''

حضرت اسامہ نے کہا: ''اس واقعہ کی وجہ سے میں بہت زیادہ غمزدہ تھا۔ دل میں بہت زیادہ قلق تھا۔ حتیٰ کہ میں کھانا بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ حتیٰ کہ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے گلے لگایا۔ میرا سر چوما۔ حضرت سدی فرماتے ہیں ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامۃ کو بھیجتے تھے۔ تو آپ پسند کرتے تھے کہ ان کی اچھی تعریف کی جائے آپ ان کے بارے صحابہ کرام سے پوچھتے رہتے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان سے ان کے بارے نہ پوچھا۔ صحابہ کرام خود ہی حضرت اسامہ کے بارے بتانے لگے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ اسامۃ کو دیکھتے انہیں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہا مگر انہوں نے اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ ان سے اعراض کر رہے تھے۔ جب صحابہ کرام نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت اسامۃ کی طرف سر اقدس بلند کیا فرمایا: ''اسامہ! کیا تم نے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا۔ تم نے لا الہ الا اللہ کے ساتھ کیا کیا۔'' ''تمہاری اور لا الہ الا اللہ کی کیا کیفیت ہے۔''

حضرت اسامہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس نے اسلحہ کے خوف سے یہ کلمہ طیبہ پڑھا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تم نے اس کا دل کیوں نہ چیرا حتیٰ کہ تمہیں علم ہو جاتا۔ تاکہ تم جان لیتے کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا۔" آپ اس بات کو لگاتار دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں نے اسی روز اسلام قبول کیا ہوتا۔ اس سے قبل اسلام قبول نہ کیا ہوتا اور میں نے اسے قتل نہ کیا ہوتا۔ اس کے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو یہ گواہی دے گا لاالہ الااللہ۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھ پر نظر کرم فرمائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں جو لاالہ الااللہ کہتا ہوگا۔" آپ نے فرمایا: "یا اسامۃ! میرے بعد" میں نے عرض کی: "آپ کے بعد" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (النساء:۹۴)

ترجمہ: "تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا۔"

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔ (النساء:۹۴)

ترجمہ: "پھر احسان فرمایا اللہ نے تم پر۔"

حضرت اسامہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کریں گے جو لا الہ الا اللہ کہے گا۔" ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرداس کے اہلِ خانہ کو اس کی دیت دینے کا حکم دیا اور اس کا مال انہیں واپس کر دیا۔

تنبیہات

۱ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اس سریہ کے امیر تھے جیسے کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے۔ "باب بعث اسامۃ بن زید الی الحرقات" اہل مغازی نے لکھا ہے کہ یہ سریہ غالب بن زید یا سریہ غالب بن عبداللہ تھا یہ المیفعۃ کی طرف تھا۔ یہ رمضان المبارک ۷ ھ کو رونما ہوا تھا۔ اسی سریہ میں حضرت اسامۃ نے اس شخص کو قتل کیا تھا۔

لیکن یہ امر ثابت ہے کہ امیر لشکر حضرت اسامۃ ہی تھے۔ جو کچھ امام بخاری نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت اسامۃ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد ہی امیر بنے۔ غزوۂ موتہ رجب ۸ ھ میں ہوا تھا۔ اگر یہ ثابت نہ ہو وہ اس لشکر کے امیر تھے تو پھر اہلِ مغازی کا قول راجح ہوگا۔

انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے "اس سریہ کو سریہ غالب بن عبیداللہ کہا جاتا ہے۔ یہ رمضان المبارک ۷ ھ کو رونما ہوا تھا۔ راویوں نے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبیداللہ کو بنو مرہ کی زمین کی طرف بھیجا۔ وہاں مرداس بن نہیک تھا جو بنو حرقۃ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ بنو مرۃ کا حلیف تھا۔ حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر

دیا۔ حضرت اسامہ کا یہ قول اس سے واضح ہو جاتا ہے۔" آپ نے ہمیں بنوجہینہ میں سے الحرقات کی طرف بھیجا۔ جو امر اس سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ شخص جس نے قتل کیا پھر وہ مرگیا اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا یہ حضرت اسامہ کے قصہ سے علیحدہ ہے کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد طویل مدت تک بحیات رہے۔ امام بخاری نے جو بخاری شریف میں لکھا ہے "باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحرقات من جہینۃ" علامہ داودی نے اس کی شرح میں اسے اس کے ظاہر پر رکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے: "نابالغ افراد کی امارت" دو اعتبار سے ان کی گرفت کی گئی ہے۔

① اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس کے امیر تھے۔ شاید اس باب کو ان کے نام نامی سے اس لیے باندھا گیا ہو۔ کیونکہ اس میں ان کے بارے یہ واقعہ رونما ہوا نہ کہ اس لیے کہ وہ امیر تھے۔ الحافظ نے اسی کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض شارحین نے وہی کچھ لکھا ہے۔ جسے اہلِ مغازی نے ذکر کیا ہے جو امام بخاری کے مخالف ہے کہ اس کے امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ شاید جو کچھ بخاری شریف میں ہے وہی راجح ہے بلکہ وہی درست ہے۔"

ابن جریر نے حضرت سدی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اس پر حضرت اسامہ کو امیر مقرر کیا پھر انہوں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ ابن سعد نے حضرت جعفر بن برقان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اہل یمامہ میں سے مجھے ایک حضرمی شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اس پر حضرت اسامہ کو امیر مقرر کیا۔ پھر انہوں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ ابن سعد نے حضرت جعفر بن برقان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ "اہلِ یمامہ میں سے مجھے ایک حضرمی شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔

② امام نووی نے لکھا ہے "اَقَالَھَا" میں فاعل قلب ہے۔ اس کا معنی ہے کہ تم ظاہر پر عمل کرنے کے مکلف تھے۔ زبان کے قول کے مکلف تھے۔ لیکن جو کچھ دل میں تھا تو وہاں تک عرفان کا طریقہ نہ تھا۔ آپ نے انہیں اس قول کی وجہ سے روکا جو اس کی زبان سے نکلا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: "تم نے اس شخص کو دل شق کیوں نہ کیا۔ تاکہ تم دیکھ لو کہ اس کا یہ عقیدہ تھا یا کہ نہیں۔" معنی یہ ہے کہ جب تم اس پر قادر نہ تھے تو پھر زبان کی گواہی پر اکتفاء کرنا لازم تھا۔

③ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ شاید حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے تاویل کی ہو:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ (المؤمن:۸۵)

ترجمہ: "پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان نے جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارا عذاب۔"

اسی لیے سرورِ کائنات ﷺ نے انہیں معذور سمجھا نہ ہی ان پر دیت لازم کی نہ کچھ اور سزا دی۔ الحافظ نے لکھا ہے "شاید نفع کو عمومی معنی دینا اور آخرت کے نفع پر محمول کیا گیا ہو۔ مراد یہ نہیں کہ دونوں مقامات پر فرق کیا گیا ہو۔ کیونکہ اس حالت میں انہیں مقید نفع ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے لیے لازم تھا کہ وہ اس سے رک جاتے حتیٰ کہ ان کا معاملہ پرکھتے کہ کیا اس نے دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ یا قتل کے خوف سے پڑھا ہے۔ یہ اس امر کے خلاف ہے کہ جب موت اس پر حملہ آور ہو جاتی۔ اور اس کی روح غرغرہ تک پہنچ جاتی۔ ساری صورتِ حال عیاں ہو جاتی۔ جب اس وقت وہ کلمہ طیبہ پڑھتا تو آخرت کے حکم کی نسبت سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ آیت طیبہ سے یہی مراد ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامہ پر نہ دیت لازم ہوئی نہ ہی کفارۃ۔ داؤدی نے اس میں توقف کیا ہے انہوں نے لکھا ہے "شاید آپ نے سکوت اس لیے فرمایا کیونکہ سامع کو اس کا علم تھا۔ یا یہ دیت اور کفارہ کی آیت کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے "سکوت سے عدم وقوع لازم نہیں آتا۔ لیکن اس میں بعد ہے کیونکہ عدم سکوت سے عادت اسی طرح رواں ہے۔ اگرچہ واقعہ رونما ہوا ہو۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان پر کچھ بھی واجب نہ ہوا۔ کیونکہ قتل کی وجہ سے وہ ماذون تھے۔ نفس اور مال کے تلف ہونے کی صورت میں وہ ضامن نہ بنتے تھے جیسے کہ ختنہ کرنے والا اور طبیب۔ نیز یہ کہ مقتول کا تعلق دشمن سے تھا۔ مسلمانوں میں اس کا ولی نہ تھا۔ جو اس کی دیت کا مستحق بنتا۔ اسی طرح بعض آراء بعض آراء کے ساتھ ساتھ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے مرد اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت اسامہ نے کہا: "حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس سے قبل اسلام نہ لایا ہوتا۔" یعنی میں نے اسی روز اسلام قبول کیا تھا۔ کیونکہ اسلام پہلے کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ تمنا کی کہ وہ اسی وقت ہی اسلام میں داخل ہوئے ہوتے تا کہ اس فعل کے ارتکاب سے امن میں رہتے۔ اس سے مراد ان کی یہ تمنا نہیں کہ وہ اس سے پہلے مسلمان نہ ہوتے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں یہ احساس بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اس فعل کے سامنے اپنے دیگر سابقہ سارے اعمال حقیر سمجھے ہوں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا شدید انکار سماعت کیا تھا۔ انہوں نے از روئے مبالغہ یہ کہا تھا۔

باونواں باب

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عزیٰ کی طرف

ابن سعد نے لکھا ہے "پھر سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رونما ہوا۔ یہ سریہ عزّٰی کی طرف تھا۔ اس وقت رمضان المبارک کے پانچ راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ اس کا گھر نخلہ کے مقام پر تھا۔ اس کے نگران ونگہبان بنوشیبان تھے۔ یہ بنوہاشم کے حلیف تھے۔ یہ قریش کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن لحی نے انہیں بتایا تھا کہ رب موسم سرما طائف میں لات کے پاس گزارتا ہے۔ جبکہ موسم گرما عزیٰ کے پاس گزارتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

قریش اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے لیے ایک گھر بنا رکھا تھا۔ وہ اس کے لیے اسی طرح تحائف لے جاتے تھے جیسے خانہ کعبہ کے لیے تحائف لے جاتے تھے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ اس کا گھر تین سمرات (درختوں) پر تھا۔

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے گرادیں وہ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب اس کے نگرانوں نے حضرت خالد کی روانگی کے بارے سنا تو انہوں نے اس پر ایک تلوار آویزاں کی۔ اس کے سامنے یہ شعر پڑھے:

یا عزّ شدی شدۃ لا شوی لھا　　علی خالد القی القناع و شمرّی
یا عزّان لم تقتلی المرء خالدا　　فبوئی باثم عاجل او تنصری

ترجمہ: "اے عزیٰ! خالد پر ایسا حملہ کر جس کے لیے کوئی بقا نہ ہو۔ پردہ پھینک دے اور آستین چڑھا لے۔ اے عزیٰ! اگر تو مرد جانباز خالد کو قتل نہ کرسکے تو جلد رونما ہونے گناہ کا مستحق ہوجا یا نصرانی بن جا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عزیٰ کے پاس گئے۔ سمرات کاٹے عزیٰ کو گرادیا۔ پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اور آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے کوئی چیز دیکھی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں!" آپ نے فرمایا: "تم نے اسے صحیح نہیں گرایا۔ دوبارہ اس کی طرف جاؤ اور اسے گراؤ۔" حضرت خالد واپس آئے وہ غصہ کی حالت میں تھے۔ جب نگرانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "عزیٰ! انہیں ہلاک کردو۔ انہیں عریاں کردو۔ رسوائی

کی موت نہ مرو۔" وہاں سے ایک کالی بڑھیا نکلی جو عریاں تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے سر اور چہرے پر مٹی پھینک رہی تھی۔ حضرت خالد نے ضرب کاری لگائی۔ وہ کہہ رہے تھے:

یا عز کفرانك لا سبحانك انی رائیت الله قد اهانك

ترجمہ: "اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں۔ تیری پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رسواء کر دیا ہے۔"

انہوں نے اسے دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ساری داستان عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ عزیٰ تھی۔ اب وہ مایوس ہو چکی ہے کہ تمہارا شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے۔"

❀❀❀❀

ترپن واں باب

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سواع کو گرانے کے لیے

(فتح مکہ رمضان المبارک ۸ ھ)

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو سواع بت کی طرف بھیجا۔ یہ ہذیل بن مدرکہ کا بت تھا۔ یہ عورت کی شکل میں تھا۔ تاکہ وہ اسے گرا دیں۔ حضرت عمرو نے فرمایا: "میں سواع کی طرف گیا۔ اس کا نگران اس کے پاس تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: "کیا ارادہ ہے؟" میں نے کہا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں اسے گرا دوں۔" نگران نے کہا: "تم میں اتنی طاقت نہیں۔" میں نے کہا: "کیوں؟" اس نے کہا: "تمہیں روک دیا گیا ہے۔" میں نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! کیا تو ابھی تک باطل پر ہی ہے۔ کیا یہ سن سکتا ہے یا دیکھ سکتا ہے۔" میں اس کے قریب گیا اسے توڑ دیا۔ میں نے اس کے ساتھیوں کو حکم دیا۔ انہوں نے اس کے خزانہ کے کمرہ کو گرا دیا۔ ہم نے وہاں کچھ نہ پایا۔ میں نے نگران سے کہا: "تم نے کیسا پایا؟" اس نے کہا: "میں نے رب تعالیٰ کے لیے سر تسلیم خم کیا۔"

❀❀❀❀

چونواں باب

سریہ حضرت سعد بن زید الاشہلی مناۃ کی طرف

(فتح مکہ، رمضان المبارک ۸ ھ)

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف بھیجا۔ یہ مشلل کے مقام پر تھا۔ یہ اوس، خزرج اور غسّان کا بت تھا۔ فتح مکہ کے وقت آپ نے حضرت سعد کو بھیجا تاکہ وہ اسے گرادیں۔ وہ بیس شہ سواروں کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ وہ اس جگہ پہنچے۔ وہاں اس کا نگران تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا ارادہ ہے؟" حضرت سعد: "مناۃ کو گرانے کا۔" نگران: تم جانو یا وہ جانے۔ حضرت سعد اس کی طرف چلتے ہوئے آئے۔ ایک کالی اور ننگی عورت ان کی طرف نکلی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ "وہ ہائے ہلاکت!" پکار رہی تھی۔ اپنا سینہ کوٹ رہی تھی۔ نگران نے کہا: "مناۃ! اسے پکڑلو۔" حضرت سعد نے اس پر ضرب کاری لگائی اور اسے قتل کر دیا پھر وہ بت کے پاس گئے۔ ان کے ہمراہ ان کے ساتھی بھی تھے انہوں نے اسے گرادیا۔ ان کے خزانہ میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

❁❁❁❁

پچپن واں باب

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنانہ میں سے بنو جذیمہ کی طرف روانگی

[یہ علاقہ یلملم کی طرف مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے میں ایک رات کی مسافت پر تھا۔ آپ نے ماہ شوال ۸ ھ کو انہیں اس طرف بھیجا۔ اسے یوم الغمیصاء کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ بھی فتح مکہ کے دوران ہی رونما ہوا تھا]

ابن اسحاق نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد اور ابن عمر نے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں داعی بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ انہیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہ بھیجا۔ ان کے ہمراہ انصار و مہاجرین میں سے ۳۵۰ افراد بھیجے۔ ان کے ہمراہ عرب کے قبائل میں سے سلیم بن منصورہ اور مدلج بن مرہ بھی تھے۔ وہ بنو جذیمہ کی طرف گئے۔ جب قوم نے انہیں دیکھا تو انہوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم مسلمان ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ کرتے ہیں۔ ہمارے صحنوں میں ہماری مساجد ہیں۔ ہم ان میں آذانیں دیتے ہیں۔'' حضرت خالد: پھر تم نے اسلحہ کیوں اٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا: ''ہمارے اور عرب کی ایک قوم کے مابین عداوت ہے۔ ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ہی نہ ہوں ہم نے اسلحہ اٹھا لیا۔'' حضرت خالد: اسلحہ رکھ دو۔ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ بنو جذیمہ کے ایک شخص جحدم نے کہا: ''بنو جذیمہ تمہارے لیے ہلاکت! یہ خالد ہیں۔ بخدا! اسلحہ رکھنے کے بعد قیدی بننا ہوگا۔ قیدی بننے کے بعد گردن اڑا دینی ہوگی۔ بخدا! میں تو کبھی بھی اسلحہ نہیں رکھوں گا۔'' اس کی قوم کے چند افراد نے اسے پکڑا۔ انہوں نے کہا: ''جحدم! کیا تم ہمارے خون بہانا چاہتے ہو؟ لوگ اسلام لا چکے ہیں جنگ نے اپنے ہتھیار رکھ دیے ہیں۔ لوگ امن سے ہو گئے ہیں۔'' وہ اس کے ساتھ برابر اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کا اسلحہ اتار پھینکا۔ سارے لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لیے اسلحہ اتار دیا۔

امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے عمدہ انداز سے یہ نہ کہا ''ہم اسلام لے آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم صابی ہو گئے ہیں۔ ہم صابی ہو گئے ہیں۔'' حضرت خالد ان میں سے بعض کو قتل کرنے اور بعض کو قیدی بنانے لگے۔ ہر شخص کو اس کا قیدی دیا۔ جب ایک دن گزر گیا تو حضرت خالد نے کہا: ''ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو

قتل کر دے۔" حضرت ابن عمر نے کہا: "بخدا! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا۔ نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی تہ تیغ کرے گا۔"

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے اسلحہ رکھ دیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ان کے کندھے باندھ دیے پھر انہیں تلوار پر پیش کیا۔ ان میں سے بعض کو تہ تیغ کر دیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے "جب انہوں نے اسلحہ رکھ دیا تو حضرت خالد نے کہا: "انہیں قیدی بنالو۔" صحابہ کرام نے انہیں قیدی بنالیا۔ بعض کے کندھے باندھ دیے گئے۔ قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ وقتِ سحر حضرت خالد نے اعلان کیا: "جس کے پاس قیدی ہو۔ وہ اسے تہ تیغ کر دے۔ بنو سلیم نے اپنے قیدی قتل کر دیے۔ مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدی آزاد کر دیے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم بن جعفر محمودی نے فرمایا کہ حضور والا ﷺ نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں نے حیس (حلوہ) کا ایک لقمہ لیا۔ مجھے اس کا ذائقہ بڑا خوشگوار لگا۔ اس میں سے کوئی چیز میرے (مبارک) حلق میں پھنس گئی۔ میں نے اسے نگلنا چاہا۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ ڈالا اور اسے باہر نکال دیا۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ سرایا میں سے کوئی سریہ بھیجیں گے۔ ان میں سے بعض کے نتائج بہت خوشگوار ہوں گے جبکہ ایک سریہ میں ایک ناخوشگوار امر ہوگا۔ آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں گے۔ وہ اس معاملہ کو آسان بنا دیں گے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب جحدم نے اس امر کا انکار کر دیا جسے حضرت خالد نے رونما کیا تھا اور اس نے کہا: "بنو جذیمہ! شمشیر زنی تیار ہوگئی ہے۔ میں تمہیں اس امر سے ڈراتا تھا جس میں تم گر پڑے ہو۔" ان میں سے ایک شخص چپکے سے نکلا۔ وہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ کو سارے حالات بتائے۔ آپ نے فرمایا: "کیا مجاہدین میں سے کسی نے یہ امر عجیب بھی سمجھا تھا؟" اس نے عرض کی: "ہاں! ایک سفید رنگت اور درمیانے قد والے انسان نے انکار کیا تھا۔ حضرت خالد نے اسے جھڑکا تو وہ خاموش ہوگیا۔ ایک طویل قامت اور مضطرب شخص نے بھی انہیں روکا۔ انہوں نے اس کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا۔ ان کا بحث ومباحثہ شدت اختیار کر گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! پہلا شخص میرا بیٹا عبداللہ اور دوسرا شخص حضرت سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہما تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم نے یہ واقعہ سنایا تو آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند فرمائے۔ یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیری درگاہ والا میں اس امر سے برأت کا

اظہار کرتا ہوں جو حضرت خالد نے کہا ہے۔" آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ (امام احمد، امام بخاری، امام نسائی)

ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور والا ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ "علی! اس قوم کی طرف جاؤ۔ ان کے معاملہ میں غور و فکر کرو۔ جاہلیت کے معاملہ کو اپنے قدموں کے نیچے رکھو۔" حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ وہ مال بھی تھا جسے سرور کائنات ﷺ نے ان کے ساتھ بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے مقتولین کی دیت ادا کی۔ وہ اموال دیے جو ضائع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ برتن بھی دیا جس میں کتا چاٹتا تھا۔ حتیٰ کہ ان تمام کی دیت اور اموال عطا کر دیے۔ پھر بھی مال بچ گیا۔ جب انہوں نے ساری دیتیں اور اموال عطا کر دیے پھر بھی مال بچ گیا۔ فراغت کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کا مال رہ گیا ہے۔ جس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں!" انہوں نے فرمایا: "میں از راہِ احتیاط اس مال اس شخص کو بھی ادائیگی کرتا ہوں۔ جسے وہ نہ جانتا ہو اور تم بھی نہ جانتے ہو۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔ سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا فیصلہ صحیح ہے۔ تم نے بہت عمدہ کام کیا ہے۔" پھر آپ اٹھے قبلہ رو ہوئے۔ دست اقدس بلند کیے۔ حتیٰ کہ مبارک بغلیں نظر آنے لگیں۔ یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیری جنابِ والا میں اس فعل سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو حضرت خالد سے رونما ہوا ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن اسحاق نے حضرت ابو حدرد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اس روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گھڑسوار دستے میں تھا۔ دوسرے راوی حضرت عصام نے کہا: "ہم نے ایک شخص سے ملاقات کی۔ ہم نے اسے کہا: "کیا کافر ہو یا مسلمان؟" اس نے کہا: "اگر میں کافر ہوں تو رک جاؤ۔" ہم نے اسے کہا: "اگر تو کافر ہے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔" اس نے کہا: "مجھے چھوڑ دو مجھے ان عورتوں سے ایک ضروری کام ہے۔" اس نے کہا: "میں ان میں سے نہیں ہوں میں ایک عورت سے عشق کرتا ہوں میں اس کے آملا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اس عورت کو ایک نظر دیکھ لوں۔ پھر میرے ساتھ جو چاہو سلوک کر لینا۔" حضرت ابن حدرد نے روایت کیا ہے بنو جذیمہ کے ایک جوان نے کہا: "وہ میری عمر کا بھی تھا۔ اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ ان کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس کے قریب ہی عورتیں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ اس نے کہا: "جوان!" میں نے کہا: "کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا: "کیا تم مجھے اس رسی سے پکڑ کر ان خواتین کی طرف لے جاتے ہو۔ حتیٰ کہ میں ان سے ایک ضروری بات کرلوں۔ پھر مجھے واپس لے آنا اور جو چاہو مجھ سے سلوک کر لینا۔" انہوں نے کہا۔ میں نے اسے کہا: "یہ مطالبہ پورا کرنا تو بہت آسان ہے۔ میں نے اس کی رسی پکڑی۔ اسے لے گیا اور ان عورتوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ حضرت عصام نے کہا: "وہ ان میں سے ایک عورت کے قریب گیا۔ وہ موٹی سی عورت تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وہ ایک طویل

اور گندم گوں عورت تھی۔" اس نے کہا: "اے جیش! تو زندہ رہے۔ میری زندگی کا جام بھر گیا ہے۔"

اریتك ان طابستكم فوجدتكم بحلية اوا لفتيكم بالخوانق

ترجمہ: "میں نے تجھے دیکھا جب کہ میں نے تمہاری جستجو کی میں نے تجھے حلیہ یا خوانق کے مقام پر پالیا۔"

الم يك اهلا ان ينول عاشق تكلف ادلاج السرى والودائق

ترجمہ: "کیا وہ اس امر کا مستحق نہ تھا کہ اس عاشق پر عنایت کی جاتی جس نے راتوں کو اور دو پہر کو چلنے کی تکلیف اٹھائی۔"

فلا ذنب لی قد قلت اذ اهلنا معًا اثيبی بود قبل احدی الضفائق

ترجمہ: "میرا کوئی قصور نہیں جب میرے اہلِ خانہ میرے ساتھ تھے تو میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ تم محبت کا بدلہ دے دو اس سے قبل کہ حوادث رونما ہوں۔"

اثيبی بود ان يشحط النوى و ينأى لامر بالحبيب المفارق

ترجمہ: "دوری حائل ہونے سے قبل محبت کا بدلہ چکا دو اور جدا ہونے والے محبوب کو امر بہت دور لے جائے۔"

فانی لاضيعت سر امانة ولا راق عينی عنك بعدك رائق

ترجمہ: "میں نے امانت کا سر ضائع نہ کیا تیرے بعد کوئی دلربا مجھے پسند نہ آیا۔"

سوى ان ما نال العشيرة شاغل عن الود الا ان يكون التوامق

ترجمہ: "الا یہ کہ جو مصائب خاندان کو پہنچے انہوں نے محبت سے غافل کر دیا۔ مگر محبت تو دونوں اطراف سے ہوتی ہے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: "اہلِ علم نے آخری دو اشعار کا انکار کیا ہے۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب اس نے شعر پڑھا:

اما كان حقا ان ينول عاشق او ادركتكم بالخوانق

اس عورت نے کہا: "ہاں! تجھے سترہ سال جداگانہ طور پر اور آٹھ سال لگاتار سلام کیا گیا۔" حضرت ابو جدرد نے کہا: "پھر میں اس جوان کو واپس لے آیا۔ اس کی گردن اڑا دی گئی۔" حضرت عصام نے کہا: "ہم نے اسے قریب کیا۔ اس کی گردن اڑا دی گئی۔ جب وہ مر گیا تو ایک عورت اس کے پاس آئی وہ اس پر جھکی وہ اسے بوسے دیتی رہی حتیٰ کہ وہ بھی مر گئی۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: "اس عورت نے ایک یا دو بار سسکی لی، پھر مر گئی۔" صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی رحم کرنے والا شخص نہ تھا۔"

محمد بن عمر، ابونیساپوری نے شرف میں، حاکم نے الاکلیل میں اور ابن عساکر نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب اس واقعہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالتمآب میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کے اس فعل کا عیب نکالا۔ انہوں نے کہا: "خالد! تم نے اسلام میں جاہلیت کا امر پکڑا ہے۔ تم نے اپنے چچا الفاکہ کے عوض قتل کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے بھی حضرت عبدالرحمان کی مدد کی۔ حضرت خالد نے کہا: "میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ لیا ہے۔" حضرت عبدالرحمان: "تم نے درست نہیں کیا۔ میں نے تو اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا تھا۔ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر گواہ بنایا تھا۔" پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا: "میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے اپنے باپ کے قاتل کو تہ تیغ کر دیا تھا۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! ہاں۔" حضرت عبدالرحمان: "خالد! اگر میں نے اپنے باپ کے قاتل سے بدلا نہ لیا ہوتا تو کیا تم میرے باپ کے بدلے مسلمانوں کو قتل کر دیتے۔ وہ باپ جو زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا تھا۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تمہیں کس نے بتایا کہ وہ اسلام لا چکے تھے؟ حضرت عبدالرحمان: سارے اہلِ سریہ نے ہمیں بتایا کہ تم نے انہیں اس حالت پر پایا کہ وہ مساجد بنا رہے تھے۔ اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ پھر تم نے انہیں تہ تیغ کر دیا۔" حضرت خالد: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میں ان پر حملہ کروں۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معذور سمجھنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے کہا: "میں نے ان کے ساتھ قتال نہ کیا حتیٰ کہ مجھے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے یوں کرنے کا حکم دیا۔" انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے ساتھ قتال کرو کیونکہ وہ اسلام قبول نہیں کر رہے۔" حضرت عبدالرحمان: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔" حضرت عبدالرحمان نے شدید رویہ اختیار کیا۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: "خالد! میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دو۔ جب کسی انسان کو حق دیا جائے تو اسے پورا حق ادا کیا جاتا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوہ احد سونے کا ہو اور تم اس میں سے قیراط قیراط کر کے تقسیم کرو تو تم عبدالرحمان کے صبح کے سفر یا شام کے سفر تک نہیں پہنچ سکتے یا میرے صحابہ کرام میں سے کسی شخص کے صبح کے سفر تک نہیں پہنچ سکتے۔"

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما کے مابین کچھ رنجش تھی۔ حضرت خالد نے انہیں برا بھلا کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کرام کو برا بھلا نہ کہا کرو اگر کوئی کوہِ احد جتنا سونا بھی خرچ کر لے وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔"

❁❁❁❁

چھپن واں باب

سریہ حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ اوطاس کی طرف

(غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے مابین)

ایک جماعت نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری نے، ابن اسحاق نے حضرت سلمہ بن اکوع سے ابن عمر اور ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ حنین میں ھوازن کو شکست ہوگئی تو ان میں سے بعض افراد طائف چلے گئے۔ وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ ان میں ان کا رئیس مالک بن عوف بھی تھا۔ ایک گروہ اوطاس چلا گیا اور وہاں جمع ہوگیا۔ آپ نے اس دوسرے گروہ کی طرف سریہ بھیجا۔ حضرت ابو عامر الاشعری کو ان کا امیر مقرر کیا۔ پھر خود طائف کی طرف تشریف لے گئے اور طائف کا محاصرہ کر لیا۔ یہ تفصیلات غزوۂ طائف میں گزر چکی ہیں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو اوطاس کی طرف بھیجا۔ وہ درید سے ملے تو اسے قتل کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دے دی۔''

انہی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیج دیا۔ اس وقت بنو ھوازن اوطاس جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے لشکر جرار جمع کر لیا تھا۔ ان میں بعض منتشر ہو گئے۔ بعض قتل ہو گئے اور بعض اسیر بن گئے۔ ہم اس کی لشکر گاہ تک پہنچے۔ وہ محفوظ تھے۔ ایک شخص باہر نکلا۔ اس نے نشان لگا رکھا تھا۔ وہ جنگ پر ابھار رہا تھا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اسے دعوت مبارزت دی۔ اسے اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: ''مولا! گواہ بن جا۔'' اس نے کہا: ''مولا! میرے خلاف گواہ نہ بن۔'' حضرت ابو عامر اسے قتل کرنے سے رک گئے۔ وہ بچ نکلا۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس شخص کو ملاحظہ فرماتے تو فرماتے: ''یہ ابو عامر کا بچا ہوا ہے۔'' حضرت ابو عامر پر دو بھائیوں العلاء اور اوفی پسران حارث نے تیر چلائے۔ ان میں سے ایک کا تیر دوسرے سے پہلے لگا۔ وہ ان کے گھٹنے پر لگا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ درید بن صمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کا نام سلمہ تھا مجھے علم نہیں کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔''

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ دسویں شخص نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا جو ان کی شہادت کا باعث بنا۔ ہم نے انہیں اٹھایا۔ ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔'' حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا: ''میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔

میں نے پوچھا: "ابو عامر! آپ کو کس نے مارا ہے؟" انہوں نے ابو موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "میرا وہ قاتل ہے اسی نے مجھے تیر مارا ہے۔"

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے "حضرت ابو عامر ابو موسیٰ کو جانتے تھے کہ ان کا قاتل وہ تھا جس نے زرد پٹی باندھ رکھی تھی۔" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اسے جا ملا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو روگرداں ہو کر بھاگ گیا۔ میں نے اسکا پیچھا کیا۔ میں نے اسے کہا: "کیا تمہیں حیاء نہیں آتی کہ تم ایک جگہ ٹھہرتے نہیں۔" وہ رک گیا۔ کچھ دیر باہم شمشیر زنی ہوئی تو میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر میں نے حضرت ابو عامر سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارا قاتل کا کام تمام کر دیا ہے۔" انہوں نے کہا: "یہ تیر نکالو۔" میں نے تیر نکالا۔ وہاں سے خون نکل آیا۔ انہوں نے مجھے کہا: "میرے بھتیجے! حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام عرض کرنا۔ آپ سے عرض کرنا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" پھر وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہرے اور ان کی روح جنت کو سدھار گئی۔"

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ کو وصیت کی۔ جھنڈا ان کے حوالے کیا اور فرمایا: "میرا گھوڑا اور اسلحہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دینا۔" حضرت ابو موسیٰ نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کر دی۔ اوطاس کے مقام پر دشمن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو جانور اور قیدی بطور مالِ غنیمت ملے۔ انہوں نے حضرت ابو عامر کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ ان کی وراثت، اسلحہ اور گھوڑا لے کر آئے اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ عرض کی: "مجھے حضرت ابو عامر نے اسی طرح حکم دیا تھا۔" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں واپس آیا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں جلوہ افروز تھے۔ آپ ریشوں سے بنی ہوئی چارپائی پر رونق افروز تھے۔ اس پر بستر نہ تھا۔ ریشوں کے اثرات آپ کی کمر انور اور پہلوؤں پر عیاں تھے۔ میں نے آپ کو اپنے واقعات سنائے۔ حضرت ابو عامر کے بارے بتایا اور عرض کی کہ انہوں نے عرض کی تھی کہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے پانی منگوایا۔ وضوء کیا۔ دستِ اقدس بلند کیے۔ پھر یہ دعا مانگی: "مولا! عبید ابو عامر کو معاف فرما دے۔" "میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر یہ دعا مانگی: "مولا! روز حشر انہیں لوگوں میں سے بہت سی مخلوق پر فوقیت عطا کر۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے بھی مغفرت طلب کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف فرما اور روزِ حشر انہیں عمدہ مقام جنت میں داخل فرما۔"

تنبیہات

1. "اوطاس" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دیارِ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے یہ حنین کے قریب ہے۔ الحافظ

نے لکھا ہے: "بعض اہلِ سیر کا بھی یہی قول ہے۔ راجح قول یہی ہے کہ وادی اوطاس اور ہے جبکہ وادی حنین اور ہے۔ ابن اسحاق کا یہ قول بھی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ جنگ وادی حنین میں ہوئی تھی۔ جب بنوھوازن کو شکست ہوئی۔ تو ان کا ایک گروہ طائف، دوسرا النخیلہ اور تیسرا گروہ اوطاس چلا گیا۔" ابوعبید البکری نے لکھا ہے۔ "اوطاس دیارِ ھوازن کی ایک وادی ہے۔ بنوثقیف اور ھوازن اسی طرح جمع ہوئے تھے۔ حنین کے مقام پر جنگ کی۔

- ابوعامر کا نام عبید تھا۔ ان کے باپ کا نام سُلیم تھا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ کے چچا تھے یا چچازاد تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ پہلا قول مشہور ہے۔
- اس جُشمی کے نام میں اختلاف ہے۔ جس نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ سلمہ بن درید بن صمہ تھا۔ اسی نے تیر پھینکا جو ان کے گھٹنے پر لگا۔ الطبرانی نے اوسط میں اور ابن عائذ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی تو آپ نے ان کے تعاقب میں گھڑسوار دستہ بھیجا۔ حضرت ابوعامر اشعری ان کے امیر تھے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ ابن درید نے حضرت ابوعامر کو شہید کر دیا۔ میں اس کی سمت بڑھا۔ اس کو قتل کر دیا اور علَمِ اسلام اٹھالیا۔
- الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے کہ اوطاس کے روز حضرت ابوعامر دس بھائیوں سے نبرد آزما ہوئے۔ انہیں ایک ایک کر کے مار ڈالا۔ حتیٰ کہ جب وہ دسویں پر حملہ آور ہوئے۔ وہ اسے اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: "مولا! اس پر گواہ بن جا۔" اس شخص نے کہا: "مولا! مجھ پر گواہ نہ بننا۔" حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ اس سے رک گئے۔ ان کا گمان تھا کہ شاید اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ دسویں نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ اسے "شہید ابی عامر" کہا کرتے تھے۔"

پھر حافظ نے لکھا ہے "یہ روایت اس صحیح روایت کے مخالف ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابوعامر کے قاتل کو مار ڈالا تھا۔ جو کچھ صحیح میں ہے وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے۔ جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے شاید وہ اسے قتل کرنے میں شریک تھا۔

الحافظ نے جو روایت ابن اسحاق سے لکھی ہے۔ وہ بکائی کی روایت میں نہیں۔ ابن ہشام نے اس روایت کو بعض قابلِ اعتماد راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ دسویں بھائی نے حضرت ابوعامر کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ دو بھائیوں العلا اور اوفی پسران حارث نے ان پر تیر پھینکے ان میں سے ایک کا تیر دوسرے سے پہلے جا لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ پھر میرے لیے یہ بات واضح ہوئی کہ الحافظ نے السیرۃ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ القطب نے المورد میں بھی نقل کیا ہے۔ ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ دسویں نے اسلام

قبول نہیں کیا تھا۔اس نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا تھا۔جسے الحافظ نے شہید دیکھا ہے۔میں نے ایک نسخہ میں اسے الشرید پڑھا ہے۔

◈ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ کو امیر بنایا۔جبکہ صحیح کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو عامر نے انہیں امیر بنایا تھا۔حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت اسی طرح ہے۔ابن سعد نے اسی طرح لکھا ہے۔

❁❁❁❁

ستاونواں باب

سریہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ذوالکفین کی طرف

(شوال ۸ھ)

ابن سعد نے لکھا ہے:''''جب آپ نے طائف سے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کو ذوالکفین کی طرف بھیجا یہ لکڑی کا بت تھا۔یہ عمرو بن حممۃ دوسی کے لیے تھا۔انہوں نے اسے گرادیا۔آپ نے حضرت طفیل سے فرمایا تھا کہ وہ اپنی قوم سے مدد طلب کریں اور آپ کے ساتھ طائف آملیں۔وہ جلدی سے اس بستی کی طرف گئے۔ذوالکفین کو گرادیا۔وہ اس کے چہرے پر آگ جلانے لگے۔وہ اسے جلا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا ذالکفین لست من عبادك   میلادنا اقدم من میلادك

انی حشوت النار فی فؤادك

ترجمہ: ''اے ذوالکفین میں تیرے پجاریوں میں سے نہیں۔ہماری ولادت تیری ولادت سے زیادہ پرانی ہے۔میں نے تیرے دل میں آگ بھردی ہے۔''

انہوں نے اپنی قوم کے چار سو مجاہد ساتھ لیے اور طائف میں آپ کے ساتھ جا کر مل گئے۔اس وقت آپ کو طائف پہنچے ہوئے چار روز گزر چکے تھے۔انہوں نے دبابۃ اور منجنیق پیش کی۔انہوں نے کہا:''اے گروہِ ازد! تمہارا جھنڈا کون اٹھائے گا۔حضرت طفیل نے کہا:''زمانہ جاہلیت میں اسے نعمان بن الرازیۃ اٹھاتا تھا۔'' آپ نے کہا:''تم نے سچ کہا ہے۔''

❁❁❁❁

اٹھاون واں باب

سریہ قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما صداء ناحیۃ الیمن کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ ۸ ھ تھا۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو یمن کے کنارے کی طرف بھیجا۔ فرمایا: "صدا پر حملہ آور ہو جاؤ۔" قناۃ کے ایک گوشے میں چار سو مجاہدین کا لشکر جمع ہو گیا۔ صداء کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس مہم کے بارے پوچھا۔ اسے بتایا گیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی قوم کا وفد لے کر آپ کی بارگاہ میں آؤں گا۔ آپ لشکر کو واپس بلا لیں۔ میں اپنی قوم کا آپ کے پاس ضامن ہوں۔" آپ نے قناۃ سے لشکر واپس بلا لیا۔ صدائی شخص اپنی قوم کے پاس گیا۔ اس نے اپنی قوم کے پندرہ افراد آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "اے صداء کے بھائی! تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے۔" اس نے عرض کی: "بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی ہے۔" پھر ایک سو افراد کا رواں لے کر یہ شخص حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ مل گیا۔

یہ وہی شخص تھا جس کو آپ نے سفر میں آذان دینے کا حکم دیا تھا۔ پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے کے لیے آئے۔ آپ نے فرمایا: "صداء کے اس بھائی نے آذان دی ہے۔ جو آذان دے وہی اقامت کہنے کا مستحق ہے۔ صداء کے اس بھائی کا نام زیاد بن حارث تھا۔ یہ مصر میں فروکش ہو گئے۔"

❁❁❁❁

اٹھواں باب

سریہ عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ بنو تمیم کی طرف

(محرم ۹ھ)

یہ لوگ سقیا اور بنو تمیم کی زمین کے مابین تھے۔ اس سریہ کا سبب یہ مرقوم ہے کہ حضور والا ﷺ نے بنو سعد ھذیم میں سے ایک شخص کو ان سے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ نفقہ سے زائد مال لے اور عمدہ اور نفیس مال سے بچے۔ حضرت بشر بن سفیان الکعبی بنو کعب کی طرف گئے۔ بنو خزاعہ کے جانور جمع کرنے کا حکم دیا تا کہ ان سے صدقہ لے لیں۔ بنو خزاعہ کا مال ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہوا۔ بنو تمیم نے اس مال کو کثیر سمجھا۔ انہوں نے کہا: "اسے کیا ہے کہ یہ باطل کے ذریعے تمہارے اموال لے رہا ہے۔" انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں۔ خزاعیوں نے کہا: "ہم وہ قوم ہیں جس نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے یہ ہمارے دین کا حکم ہے۔" تمیمیوں نے کہا: "یہ ہمارے کسی اونٹ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔" صدقہ لینے والا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ بنو خزاعہ نے تمیمیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کے محلہ سے نکال دیا۔ انہوں نے کہا: "اگر تمہاری رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اپنے شہروں تک نہ پہنچ سکتے۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہمیں ضرور کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم نے آپ کے صدقات سے تعرض کیا ہے۔ اسے ہمارے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس قوم کو سبق کون سکھائے گا؟" سب سے پہلے حضرت عیینہ بن حصن الفزاری نے لبیک کہا۔ آپ نے عرب کے پچاس شہ سواروں کے ہمراہ انہیں بھیجا۔ ان میں کوئی مہاجر یا انصاری صحابی نہ تھا۔ وہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ صحراء میں پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا وہ وہاں ہی فروکش تھے۔ وہ اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ جب انہوں نے لشکر دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ انہوں نے گیارہ مرد گرفتار کر لیے۔ وہاں اکیس عورتیں بھی تھیں (العیون) ابن عمر، ابن سعد اور الاشارہ اور المورد میں ہے کہ انہوں نے گیارہ عورتیں اور تیس بچے گرفتار کیے تھے۔ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انہیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر محبوس کر دیا گیا۔ ان کے کچھ رئیس وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کا تذکرہ وفد بنی تمیم میں آئے گا۔

❀❀❀❀

ساٹھواں باب

حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو بنو حارثہ بن عمرو کی طرف بھیجنا

(صفر ۹ھ)

ابو سعید نیشاپوری نے الشرف میں اور ابو نعیم نے دلائل میں ابن عمر کی سند سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو بنو حارثہ بن عمرو کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ انہوں نے صحیفہ لیا۔ اسے دھو ڈالا۔ اسے اپنے ڈول کے نچلے حصہ میں چپکا لیا۔ دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ان کا یہ واقعہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ان کو کیا ہو گیا ہے رب تعالیٰ ان کی عقول کو لے گیا ہے۔'' آج تک ان میں لرزہ، عجلت، مختلط کلام اور حماقت پائی جاتی ہے۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''میں نے ان کے بعض افراد کو دیکھا ہے وہ عمدہ کلام نہیں کر سکتے تھے۔''

اکسٹھواں باب

سریہ حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ خثعم کی طرف

(بیشہ کے پاس، تربہ کے قریب، ۹ھ ماہِ صفر)

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیس مجاہدین کے ساتھ خثعم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ قبالہ کی سمت بھیجا۔ جبکہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ بیشہ کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان پر حملہ آور ہوں۔ وہ دس اونٹ لے کر عازم سفر ہوئے۔ وہ باری باری ان پر سوار ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو پکڑا۔ اس سے کچھ پوچھا۔ مگر وہ خاموش رہا۔ وہ مکینوں پر باآواز بلند چلانے لگا۔ وہ انہیں محتاط کرنے لگا۔ مجاہدین نے اس کی گردن اڑا دی۔ پھر انہوں نے مہلت دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔ پھر ان پر حملہ کر دیا۔ فریقین نے باہم شدید قتال کیا حتیٰ کہ دونوں کے کافی افراد زخمی ہوئے۔ حضرت قطبہ نے ان میں سے کچھ کو تہ تیغ کیا۔ بکریاں جانور اور عورتوں کو مدینہ طیبہ ہانک کر لے آئے۔ سیل رواں آیا وہ حضرت قطبہ اور دشمن کے مابین حائل ہو گیا۔ وہ ان تک نہ پہنچ سکے مجاہدین میں سے ہر مجاہد کو چار اونٹ ملے۔ دس بکریاں ایک اونٹ کے قائم مقام تھیں۔ پہلے انہوں نے خمس نکال لیا تھا۔

باسٹھواں باب

سریہ حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ بنو کلاب کی طرف

ابن سعد اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ۹ ھ کو رونما ہوا تھا۔ امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ ۹ ھ کے آخر میں رونما ہوا تھا۔ ابن عمر اسلمی نے تحریر کیا ہے کہ یہ ماہِ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔ المورد اور الاشارۃ میں بھی اسی طرح تحریر کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرطاء کی طرف ایک لشکر بھیجا حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ان کے ہمراہ امیہ بن سلمہ بھی تھے۔ وہ انہیں نجد میں زج لاوہ کے مقام پر ملے۔ انہوں نے اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کے ساتھ قتال کیا اور انہیں ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ حضرت الاصید اپنے والد کے پاس چلے گئے۔ وہ تالاب میں اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے اسے اسلام کی طرف بلایا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے امان دی۔ مگر اس نے انہیں اور ان کے دین حق کو برا بھلا کہا۔ حضرت الاصید نے اپنے باپ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ جب گھوڑا نیچے گرنے لگا۔ تو سلمہ نے اپنا نیزہ پانی میں گاڑھا اور باہر نکل آیا۔ ایک مجاہد نے آگے بڑھ کر سلمہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کے فرزند نے اسے قتل نہ کیا۔

تنبیہ

حضرت اصید سے حضرت اصید بن سلمہ السلمی کے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ مگر مؤخر الذکر نے اور ان کے والد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ التجرید میں ان کا تذکرہ نہیں کیونکہ ابن شاہین نے انہیں پہلے حضرت اصید کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔

❁❁❁❁

تریسٹھواں باب

سریہ حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف

ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ربیع الآخر ۹ھ کو رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر اسلمی اور امام حاکم نے تحریر کیا ہے کہ یہ سریہ ماہِ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ حبشہ کے بعض افراد کو اہلِ شعیبہ نے دیکھا وہ جدہ کے ساحل پر مکہ مکرمہ کے قریب سواریوں پر تھے۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو مجاہدین کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت علقمہ بن مجزز کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ سمندر میں جزیرۃ تک پہنچے۔ جب مجاہدین جزیرہ میں اترے تو دشمن بھاگ گیا۔ واپسی پر بعض مجاہدین نے اپنے اہلِ خانہ کے پاس جلدی پہنچنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ ابن اسحاق نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علقمہ بن مجزز کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ جب ہم منزل مقصود تک پہنچے یا رستے میں تھے تو لشکر کے ایک گروہ نے ان سے اذن طلب کیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ صحابہ کرام رستے میں اترے انہوں نے آگ جلائی تا کہ اسے تاپیں۔ امیر کارواں نے کہا: "میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ۔" بعض صحابہ کرام کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ازار بند اوپر کر لیے گویا کہ وہ آگ کے اندر جانے ہی لگے تھے۔ امیر کارواں نے کہا: "بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔" انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو تمہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ ایک انصاری صحابی کو اس کا امیر مقرر کیا۔ آپ نے اس کے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ اس کی بات کو غور سے سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ انہوں نے اسے کسی وجہ سے ناراض کر دیا۔ اس امیر نے کہا "میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔" انہوں نے اس کے لیے لکڑیاں جمع کیں۔ اس نے کہا: "اب آگ جلاؤ" انہوں نے آگ جلائی۔ اس نے کہا: "کیا تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تم میری بات غور سے سنو اور میری اطاعت کرو۔" انہوں نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔" انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رخ کیا اور کہا: "ہم آگ سے بھاگ کر ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے ہیں۔ وہ اسی حالت پر ہی تھے کہ اس امیر کارواں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ آگ بجھ گئی جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو اس امر کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔" فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو نیکی میں ہے۔" حضرت علقمہ اور ان کے ساتھی واپس آ گئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔

چونسٹھواں باب

سریہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فلس کی طرف

فلس ایک بت تھا۔ جسے گرانے کے لیے آپ تشریف لے گئے تھے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الآخر ۹ ھ میں رونما ہوا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں "حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس یا دو سو افراد کے ساتھ بھیجا۔ اس سریہ میں ایک سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے۔ ان کے ہمراہ سیاہ پرچم اور سفید جھنڈا تھا۔ وہ فلس کی طرف تشریف لے گئے تا کہ اسے گرا دیں۔ انہوں نے عرب کے قبائل پر حملے کیے اور وقتِ فجر آل حاتم کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے فلس کو گرایا۔ اسے برباد کیا۔ قیدی، بکریاں اور جانور لیے۔ ان قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن سفانہ بھی تھی۔ عدی شام کی طرف بھاگ گئے۔ فلس کے خزانہ میں تین تلواریں پائی گئیں۔ (۱) رسوب، (۲) المخذم۔ حارث بن ابی شمر نے بت کے ساتھ انہیں آویزاں کیا تھا۔ (۳) الیمانی۔ صحابہ کرام کو تین زرہیں بھی ملیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قیدیوں پر نگران حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جانوروں اور چاندی پر نگران حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جب وہ رکک پہنچے تو انہوں نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ آپ کے لیے رسوب اور مخذم تلواریں الگ کیں۔ خمس نکالا۔ حاتم کی اولاد کو الگ کیا۔ انہیں تقسیم نہ کیا۔ حتیٰ کہ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ حضور اکرم ﷺ عدی بن حاتم کی بہن کے پاس سے گزرے۔ وہ اٹھ کر آپ کی خدمت میں آئی۔ اور آپ سے عرض کی کہ آپ اس پر احسان کریں۔ آپ نے اس پر احسان کیا۔ وہ اسلام لے آئی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔" ابن سعد نے وفود میں تذکرہ کیا ہے کہ جس ذات نے ان لوگوں پر حملہ کیا اور حاتم کی نور نظر کو گرفتار کیا وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔

پینسٹھواں باب

سریہ حضرت عکاشہ بن محصن الجباب کی طرف

یہ بنو عذرہ اور بلی کی سرزمین تھی۔ یہ سریہ ربیع الآخر ۹ ھ میں رونما ہوا تھا۔ اس سریہ کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔ انہوں نے اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ العیون اور المورد میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چھیاسٹھواں باب

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر بن مالک کی طرف

امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک سے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبد الملک کی طرف بھیجا۔ یہ دومۃ الجندل میں تھا۔ یہ سریہ رجب ۹ ھ میں رونما ہوا تھا۔ اکیدر کا تعلق کندہ کے ساتھ تھا۔ یہ نصرانی تھا۔ حضرت خالد نے عرض کی: ”میں کلب کے شہروں کے وسط میں اس کے ساتھ کیسے نبرد آزما ہوں؟ جبکہ میرے تھوڑے سے مجاہدین ہیں“ آپ نے فرمایا: ”تم اسے رات کے وقت پاؤ گے۔ وہ گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ تم اسے پکڑ لینا۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے دومۃ کو فتح کرا دے گا۔ اگر تم اس پر غلبہ پالو تو اسے قتل نہ کرنا۔ اسے میرے پاس لے آنا۔ اگر وہ انکار کرنے تو اسے قتل کر دینا۔“

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ چاندنی رات تھی۔ انہیں اس کا قلعہ نظر آ گیا۔ موسم گرما تھا۔ وہ اپنی چھت پر تھا۔ اس کے ہمراہ اس کی بیوی رباب بنت انیف الکندیہ بھی تھی۔ اکیدر گرمی کی وجہ سے قلعہ کی چھت پر چڑھا ایک لونڈی گا رہی تھی۔ پھر اس نے شراب منگوائی۔ جنگلی گائے آئی وہ اپنے سینگوں سے قلعے کے دروازے کو مارنے لگی۔ اس کی بیوی نے اوپر سے دیکھا۔ اس نے گائے دیکھی۔ اس نے کہا: ”میں نے اس طرح کی گوشت سے بھرپور گائے نہیں دیکھی۔“ خاوند نے پوچھا تو اس نے ساری بات بتا دی۔ اس نے اس کی طرف دیکھا۔ عورت نے کہا: ”کیا تم نے کبھی اس طرح کی گائے دیکھی ہے۔“ خاوند نے کہا: ”نہیں!“ عورت نے کہا: ”اسے کون چھوڑے گا؟“ خاوند: ”کوئی بھی نہیں۔“ اکیدر نے کہا: ”بخدا! میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ اس جگہ گائے رات کے وقت آئی ہو۔ سوائے اس گائے کے۔ میں نے اس کے لیے ہی گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا ہے۔“ اس کے ساتھ اس کے گھر کے کچھ افراد بھی ہو گئے۔ اس کے ہمراہ اس کا بھائی حسان اور دو غلام بھی تھے۔ وہ اپنے چھوٹے نیزے لے کر اپنے قلعے سے نکلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گھڑ سوار دستہ انہی کا انتظار کر رہا تھا۔ ان میں سے کسی گھوڑے نے نہ جست لگائی۔ نہ حملہ کیا۔ جب وہ باہر نکلے تو گھڑ سوار دستے نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اکیدر کو قیدی بنا لیا گیا۔ مگر حسان نے قیدی بننے سے انکار کر دیا۔ اس نے لڑائی کی حتیٰ کہ وہ مارا گیا۔ دیگر غلام اور اس کے گھر والے بھاگ گئے۔ وہ قلعہ

میں داخل ہو گئے۔ حسان پر دیباج کی چادر تھی جس میں سونے کی تاریں تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے لے لی۔ انہوں نے اکیدر سے فرمایا: "کیا میں تجھے اس شرط پر پناہ نہ دوں حتیٰ کہ میں تجھے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دوں اور تو مجھے دومۃ فتح کرا دے۔" اکیدر: ہاں! حضرت خالد اسے لے کر چلے حتیٰ کہ اس کے قلعہ کے قریب آگئے۔

اکیدر نے اپنے اہلِ خانہ کو آواز دی کہ وہ قلعہ کا دروازہ کھولیں۔ جب انہوں نے ارادہ کیا تو اکیدر کے بھائی مضاد نے انکار کر دیا۔ اکیدر نے حضرت خالد سے کہا: "تم جان گئے ہو کہ وہ اس لیے دروازہ نہیں کھول رہے کیونکہ انہوں نے وہ بیڑیاں دیکھ لی ہیں جو تم نے مجھے پہنائی ہیں تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ اور امانت کے نام پر کہتا ہوں کہ میں تمہارے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ بشرطیکہ تم میرے اہلِ خانہ پر مجھ سے صلح کر لو۔" حضرت خالد نے فرمایا: "میں تیرے ساتھ صلح کر لوں گا۔" اکیدر نے کہا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ثالث بنا لیتا ہوں اور اگر چاہو تو تم مجھے ثالث بنا لو۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم تجھ سے وہی کچھ قبول کریں گے جو کچھ تو عطا کرے گا۔" اس نے ان کے ساتھ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کر لی۔ بشرطیکہ حضرت خالد اسے اور اس کے بھائی کو حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں اور آپ اسی فیصلے کے مطابق فیصلہ کریں۔" جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ فیصلہ قبول کر لیا تو اسے چھوڑ دیا۔ اس نے قلعہ کا دروازہ کھولا۔ حضرت خالد اندر تشریف لے گئے۔ اکیدر کے بھائی مضاد کو بھی گرفتار کر لیا۔ وہ چیزیں حاصل کر لیں جن پر صلح کی تھی۔ مثلاً اونٹ، غلام اور اسلحہ، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر اور اس کے بھائی حسان پر غلبہ پا لیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو مژدہ سنانے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ ان کے ہمراہ حسان کی قبا بھی تھی۔

حضرت انس اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی خدمت اقدس میں یہ قباء پیش کی گئی تو ہم نے اسے دیکھا۔ مسلمان اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تھے اور اس کی ملائمت پر تعجب کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا:

"کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے خوبصورت ہوں گے۔" حضرت خالد نے اس سامان پر قبضہ کیا جس پر اکیدر نے ان کے ساتھ صلح کی تھی۔ مال کو تقسیم کرنے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتخب حصہ نکالا۔ پھر خمس نکالا۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ آپ کا مخصوص حصہ کوئی غلام یا کوئی لونڈی یا زرہ وغیرہ ہوتی تھی۔ بقیہ مال اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسلحہ میں سے مجھے ایک زرہ ایک خود ملا اور دس اونٹ ملے۔" حضرت واثلہ بن الاسقع نے کہا: "مجھے چھ اونٹ ملے۔" حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف مازنی نے کہا: "ہم بنو مزینہ کے چالیس افراد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہمارا حصہ پانچ اونٹ تھا ہر شخص کو اسلحہ بھی ملا۔ ہم میں زرہیں اور نیزے تقسیم کیے گئے۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ کسی کو چھ اور

کسی کو دس اونٹ ملے یہ اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے تھا۔ پھر حضرت خالد مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ اکیدر اور مصاد بھی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضرت خالد اکیدر کو لے کر آئے تو میں نے اسے دیکھا اس نے سونے کی صلیب اور ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔"

جب اس نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ آپ نے دو بار فرمایا: "نہیں! نہیں! اس نے چند اشیاء آپ کو بطور ہدیہ پیش کیں جن میں ایک زیبائش کا کپڑا اور خچر تھی۔ جزیہ پر آپ سے صلح کرلی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے "ان کے جزیہ کی رقم تین سو دینار تھی۔ اس کا اور اس کے بھائی کا خون معاف کر دیا۔ انہیں آزاد کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے امان نامہ لکھوایا۔ وہ شرائط لکھوائیں جن پر صلح کی تھی۔ اس روز آپ کے پاس مہر نہ تھی۔ اپنے مبارک ناخن سے مہر لگائی۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ اہلِ دومۃ کے ایک بزرگ نے انہیں بیان کیا ہے کہ آپ نے ان کے لیے یہ خط لکھوایا تھا۔

بسم الله الرحمان الرحيم

یہ مکتوب گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر کے لیے ہے جبکہ اس نے اسلام قبول کرلیا اور بتوں سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ یہ احکام دومۃ الجندل اور اس کے اردگرد کے لیے ہیں۔ ہمارے لیے پایاب زمین کی جوانب، وہ زمین جو کاشتکاری کے قابل نہ ہو مجہول زمین، بے آباد زمین، اسلحہ، اونٹ اور قلعے ہوں گے۔ جبکہ تمہارے لیے شہر کے اندرونی حصہ کی کھجوریں، چشموں والی آباد زمین ہوں گی۔ تمہارے جانوروں کو زکوٰۃ والے شخص کے پاس نہیں لے جایا جائے گا۔ علیحدہ جانور کو گنا نہیں جائے گا۔ تمہیں تمہارے جانور چرانے سے نہیں روکا جائے گا۔ تم وقت پر نماز ادا کرو گے۔ زکوٰۃ دو گے۔ اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ یہ عہد ہے تمہارے لیے سچ اور وفا ضروری ہے اللہ تعالیٰ اور حاضر مسلمان اس پر گواہ ہیں۔"

حضرت بجیرہ بن بجرہ الطائی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو ان اشعار میں یوں تحریر کیا ہے:

"تم عنقریب اکیدر کو پاؤ گے کہ گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔"

انہوں نے اس امر کا بھی تذکرہ کیا جو گائے نے اس روز آپ کے فرمان کی تصدیق کرتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے کہا:

تبارك سائق البقرات انّي رائيت الله يهدى كل هاد

فمن يك حائدا عن ذى تبوكٍ فانا قد امرنا بالجهاد

ترجمہ: ''وہ ذات بڑی بابرکات ہے جو گائیں کو ہانک کرلے آئی۔ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ رب تعالیٰ ہر ہدایت دینے والے کو ہدایت سے نوازتا ہے۔ جو غزوۂ تبوک سے پہلو تہی کرتا ہے وہ کرتا رہے۔ ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔''

امام بیہقی نے یہ دونوں اشعار لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضور والا ﷺ نے ان سے فرمایا: ''رب تعالیٰ تمہارا منہ شاداب رکھے۔'' ان کی عمر مبارک ستر سال ہوگئی اس کی داڑھ ہلی تک نہ تھی۔ ابن مندہ، ابن سکن اور ابونعیم نے حضرت بجیرہ بن بجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا جب آپ نے حضرت خالد کو اکیدر کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا: ''تم اکیدر کو پاؤ گے۔ کہ وہ گائے کا شکار کررہا ہوگا۔'' ہم نے اسے چاندنی والی رات میں پایا۔ وہ اسی طرح نکلا۔ جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ میں نے چند اشعار عرض کیے۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ تمہارا منہ شاداب رکھے۔'' ان کی عمر پاک ستر سال ہو چکی تھی لیکن ان کا ایک دانت بھی نہ ہلا تھا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے بلال بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین پر امیر بنایا اور انہیں دومۃ الجندل بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ اعرابیوں پر امیر مقرر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''روانہ ہو جاؤ۔ تم اسے پاؤ گے کہ وہ جنگلی گائے کا شکار کر رہا ہوگا اسے پکڑ لو اسے میری طرف بھیج دو۔ اسے قتل نہ کرنا۔ اس کے اہلِ خانہ کا محاصرہ کر لینا۔'' اس روایت کو ابن مندہ نے حضرت بلال بن یحییٰ کی سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: ''اس سریہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بہت غریب ہے۔ ان آئمہ مغازی میں سے کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا جن سے میں آگاہ ہوا ہوں۔'' اللہ اعلم

❁❁❁❁

ستاسٹھواں باب

حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طاغیہ کو گرانے کے لیے بھیجنا

امام بیہقی نے حضرت عروۃ سے، ابن عمر نے اپنے شیوخ سے اور ابن اسحاق نے اپنے راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "عبد یالیل بن عمرو اور عمرو بن امیۃ ثقفی جب ثقیف کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عرض کی: "الربۃ، بت کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم اسے کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: 'اسے گرا دو۔' انہوں نے کہا: "اگر الربۃ کو علم ہو گیا کہ ہم نے اسے گرانے میں مدد کی ہے تو وہ ہمارے اہلِ خانہ کو برباد کر دے گا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عبد یالیل! الربۃ ایک پتھر ہے۔ جو یہ نہیں جانتا کہ اس کی کون پوجا کر رہا ہے۔ کون پوجا نہیں کر رہا۔" عبد یالیل نے کہا: "عمر! ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس بت کو تین سال تک رہنے دیں اسے نہ گرائیں۔" مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ انہوں نے دو سال کے لیے عرض کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک سال کے لیے عرض کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک ماہ کے لیے عرض کی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے کسی بھی وقت کو متعین کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کے احمقوں، عورتوں اور بچوں کے خوف کے لیے اسے گرایا نہ جائے، انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اسے گرا کر اپنی قوم کو خوفزدہ کریں۔ حتیٰ کہ اسلام ان میں داخل ہو جائے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی کہ آپ ابھی اسے نہ گرائیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اسے گرانا ترک کر دیں۔ ہم اسے کبھی بھی نہیں گرائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیج رہا ہوں وہ اسے گرا دیں گے۔" وفد نے ان کے بارے اور الربۃ کے بارے بتایا۔

بنو ثقیف کے ایک بوڑھے نے کہا۔ اس کے دل میں ابھی شرک کا اثر تھا۔ "بخدا! یہ ہمارے اور ان کے مابین کسوٹی ہے۔ اگر انہوں نے اسے گرا دیا تو وہ حق پر اور ہم باطل پر ہوں گے۔ اگر بت نے انہیں روک دیا تو ہم حق پر ہوں گے۔" وہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تیرے باطل نفس نے تجھے تھکا دیا ہے۔ الربۃ کے فریب نے تجھے دھوکہ دیا ہے۔ بخدا! اس بت کو تو یہ علم بھی نہیں کہ کون اس کی عبادت کر رہا ہے اور کون اس کی عبادت نہیں کر رہا۔"

حضرت ابوسفیان، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ان کے ساتھی الربۃ کو گرانے کے لیے گئے۔ جب وہ طائف کے قریب

پہنچے تو حضرت مغیرہ نے حضرت ابوسفیان سے فرمایا: "تم اپنی قوم تک پہلے پہنچ جاؤ۔" حضرت ابوسفیان ذوالھرم میں اپنے مال کے پاس ٹھہر گئے حضرت مغیرہ سے زائد افراد لے کر آگئے اور الربۃ کو گرادیا۔ عشاء کے وقت اس کے پاس ٹھہرے اور صبح اسے گرانے کے لیے چلے گئے۔ حضرت مغیرہ نے اپنے ان ساتھیوں سے کہا جو ان کے ہمراہ تھے "آج میں تمہیں بنوثقیف سے ہنساؤں گا۔ سارے بنوثقیف مرد، عورتیں، بچے حتیٰ کہ پردہ نشیں عورتیں باہر نکل آئیں۔ وہ غمزدہ تھے اور لات (طاغیہ) کے لیے رو رہے تھے۔ عام بنوثقیف کا گمان بھی نہ تھا کہ اسے گرایا جاسکتا ہے۔ ان کا گمان تھا کہ یہ محفوظ ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اٹھے۔ وہ سواری کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے ان کے پاس کدال تھی۔ ان کے ہمراہ بنومعتب تھے۔ وہ اسلحہ سے مسلح تھے تاکہ حضرت مغیرہ کے ساتھ اسی طرح نہ ہو جیسے ان کے چچا حضرت عروہ کے ساتھ ہوا تھا حضرت ابوسفیان بھی آگئے۔ اس پر مصمم عزم رکھے تھے۔ حضرت مغیرہ نے کلہاڑا لیا۔ لات کو مارا پھر بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے۔ وہ اپنی ٹانگیں زمین پر مار رہے تھے۔ اہلِ طائف ایک ہی آواز میں چلا اٹھے۔ اللہ تعالیٰ مغیرہ کو خوش نصیب کرے۔ تم نے الربۃ کو مار ڈالا۔ تمہارا گمان ہے کہ الربۃ محفوظ نہیں ہے۔ بخدا! وہ محفوظ ہے۔" جب انہوں نے حضرت مغیرہ کو نیچے گرے ہوئے دیکھا تو وہ بہت مسرور ہوئے۔ انہوں نے کہا "تم میں سے جو چاہے وہ اس کے قریب جائے اور اسے گرانے کی کوشش کرے۔ بخدا! کسی میں کبھی بھی یہ طاقت نہیں" حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "بنوثقیف رب تعالیٰ تمہیں رسوا کرے۔ یہ بت کمینہ ہے۔ یہ صرف پتھر اور ڈھیلے ہیں۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کرلو۔ اس بت کی پوجا نہ کرو۔" پھر انہوں نے دروازے پر مارا اور اسے توڑ دیا۔ پھر وہ اوپر چڑھے۔ ان کے ہمراہ دیگر مسلمان بھی تھے۔ وہ ایک ایک پتھر کر کے اسے گراتے رہے حتیٰ کہ اسے زمین کے برابر کر دیا۔ نگران نے کہا: "اس کی بنیاد غصے کا اظہار کرے گی۔ وہ ان کو دھنسا دے گی۔" جب حضرت مغیرہ نے یہ سنا تو انہوں نے اس کی بنیاد کو بھی اکھیڑ پھینکا۔ اسے برباد کر دیا۔ اس کی مٹی بھی باہر نکال دی۔ انہوں نے اس کے زیورات، پوشاکیں، خوشبو، سونا اور چاندی اور کپڑے نکال لیے۔ بنوثقیف مبہوت ہو گئے۔ حضرت ابوسفیان، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی واپس آگئے۔ اس کے زیورات، پوشاکیں اور سونا چاندی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اور اس کے دین کو عزت بخشی۔ آپ نے لات کا مال اسی روز تقسیم کر دیا۔ حضرت ابوالملیح بن عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس مال سے ان کے والد گرامی حضرت عروہ کا قرض ادا کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے" حضرت قارب بن الاسود نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسود کا قرض بھی ادا کر دیں۔" حضرت عروہ اور اسود دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ نے فرمایا: "اسود حالتِ شرک پر مرا تھا۔" قارب نے عرض کی: "وہ قریبی مسلمان رشتہ داروں (یعنی قارب کے ساتھ) صلہ رحمی کرتا تھا۔ وہ قرض مجھ پر ہی ہے۔ مجھ سے ہی اس کا تقاضا کیا جاتا ہے۔" آپ نے حضرت ابوسفیان سے فرمایا کہ وہ اس رقم سے حضرت عروہ اور اسود کا قرض ادا کر دیں۔"

اڑسٹھواں باب

حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجنا

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ دو اشعری شخص تھے۔ ایک میرے دائیں دوسرا میرے بائیں تھا۔ دونوں نے عامل بننے کے لیے عرض کی۔ حضور والا ﷺ اس وقت مسواک کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ابوموسیٰ! تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ مجھے انہوں نے نہیں بتایا کہ ان کے دلوں میں کیا تھا؟ مجھے یہ علم بھی نہ تھا کہ وہ عامل بننے کی درخواست کریں گے۔'' انہوں نے فرمایا: ''گویا کہ میں ابھی بھی مسواک کو دیکھ رہا ہوں جو آپ نے لبِ لعلیں کے نیچے تھی۔ وہ اوپر اٹھی ہوئی تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''ہم عامل اس شخص کو نہیں بناتے جو اس منصب کا ارادہ کرے۔ لیکن ابوموسیٰ! تم جاؤ۔'' آپ نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیج دیا۔ حضرت ابوبردہ نے فرمایا: ''آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ صوبے میں بھیجا۔ یمن کے دو صوبے تھے۔ حضرت معاذ بالائی علاقے اور حضرت ابوموسیٰ نشیبی علاقے کے عامل تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دو۔ انہیں خوشخبری سناؤ۔ نفرت نہ دلاؤ۔ ان کے لیے آسانی پیدا کرو۔ مشکل پیدا نہ کرو باہم ایک دوسرے کی اطاعت کرو۔ اختلاف نہ کرو۔'' حضرت ابوموسیٰ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے دو مشروبات کے بارے بتائیں جنہیں ہم یمن میں بناتے تھے۔ ایک شہد کی نبیذ ہے۔ اسے شہد سے بنایا جاتا ہے۔ پھر اس میں شدت آجاتی ہے۔ دوسری جَو کی نبیذ ہے۔ جسے مکئی اور جَو سے بنایا جاتا ہے۔ پھر اس میں شدت آجاتی ہے۔'' حضور ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں ہر اس نشہ آور چیز سے روکتا ہوں جو تمہیں نماز سے غافل کر دے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم یمن آئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے علیحدہ خیمہ میں فروکش ہوا تھا۔ حضرت ابوبردہ نے فرمایا: ''ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقہ میں چلے گئے۔ ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے میں جاتے اور وہ اپنے ساتھی کے قریب جاتے تو وہ اسے ملتے اور اسے سلام کرتے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاقے کے پاس سے

گزرے وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے خچر پر آئے تا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو سلام کریں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے اردگرد لوگ جمع تھے۔ ان کے پاس ایک شخص تھا۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھے گئے تھے۔ حضرت معاذ نے فرمایا: ''عبداللہ بن قیس! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ یہودی ہے۔ اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا۔ آپ نیچے اتریں۔'' انہوں نے کہا: ''میں نیچے نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔'' انہوں نے حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر وہ نیچے تشریف لائے۔ انہوں نے پوچھا: ''عبداللہ! آپ قرآن پاک کیسے پڑھتے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''میں اسے صبح و شام کے متفرق اوقات میں پڑھتا ہوں۔ معاذ! آپ کیسے قرآن پاک پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''رات کے ابتدائی حصہ میں میں سو جاتا ہوں۔ پھر میں اٹھتا ہوں جبکہ میں نے نیند کا کچھ حصہ پورا کر لیا ہوتا ہے۔ پھر وہ کچھ پڑھتا ہوں جو کچھ رب تعالیٰ نے میرے لیے لکھا ہوتا ہے میں اپنی نیند کا شمار کرتا ہوں اور قیام کا بھی حساب رکھتا ہوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں فرمایا: ''تم عنقریب اہلِ کتاب کی قوم کے پاس پہنچو گے۔ جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس کلمہ طیبہ کی دعوت دو: ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو انہیں بتاؤ کہ رب تعالیٰ نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو انہیں بتاؤ کہ رب تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر اس میں بھی تمہاری اطاعت کریں تو ان کے نفیس اموال سے بچنا مظلوم کی بد دعا سے بچنا۔ اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

امام بخاری نے عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ بہت بڑے مخضرمی تابعی تھے۔ جب حضرت معاذ یمن تشریف لائے۔ انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے سورۃ النساء پڑھی جب انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ (النساء:۱۲۵)

ترجمہ: ''اور بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل۔''

تو ایک شخص نے کہا: ''حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔''

❁❁❁❁

انہتر واں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو عبد المدان کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے اس کو سریہ کہا ہے۔ بنو عبد المدان سے مراد بنو حارث بن کعب ہیں۔ جو نجران میں مقیم تھے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ کو رونما ہوا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں:

"حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ دعوت قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کریں۔ وہ انہیں تین روز تک اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ لبیک کہیں تو یہ دعوت قبول کرلیں۔ اگر وہ لبیک نہ کہیں تو ان کے ساتھ قتال کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کی طرف عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ہر سمت فوجی دستے بھیجے جو انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤ گے۔" لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حلقہ دین حق میں داخل ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انہیں شریعت اسلامیہ کی تعلیم دینے کتاب الٰہی اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ سکھانے کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد مصطفیٰ النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خالد بن ولید کی طرف سے!

السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

میں آپ کی بارگاہ والا میں اس ذات بابرکات کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں ان کے ہاں پہنچوں تو تین روز تک قتال نہ کروں۔ میں انہیں اسلام کے چشمہ صافی کی طرف بلاؤں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو اس کا اسلام قبول کرلوں۔ انہیں شریعت اسلامیہ، کتاب زندہ اور ان کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کی تعلیم دوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کروں۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ انہیں تین روز تک تبلیغ کی جیسے مجھے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ میں نے ان میں فوجی دستے بھیجے جو یہ منادی کر رہے تھے: "بنو حارث! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔" انہوں نے

اسلام قبول کرلیا۔قتال نہ کیا اب میں ان کے پاس ہی مقیم ہوں۔میں انہیں اس چیز کا حکم دے رہا ہوں جس کا حکم انہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے۔اس چیز سے روک رہا ہوں جس سے انہیں رب تعالیٰ نے روکا ہے۔میں انہیں شریعت اسلامیہ اور سنت مطہرۃ کی تعلیم دے رہا ہوں حتیٰ کہ حضور والا ﷺ مجھے کوئی اور حکم ارشاد فرمادیں۔

والسلام علیك یا رسول اللہ و رحمة اللہ و بركاتهٗ.

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالد بن ولید کی طرف! سلام علیک!

میں اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔امابعد! تمہارا قاصد تمہارا خط لے کر میرے پاس آیا۔اس نے مجھے بتایا ہے کہ بنو حارث بن کعب نے اسلام قبول کرلیا ہے۔انہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔تمہارے قتال سے قبل انہوں نے یہ گواہی دے دی تھی۔انہوں نے تمہاری اسلام کی طرف دعوت قبول کرلی تھی۔رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہے۔انہیں بشارت دو۔انہیں ڈراؤ۔تم خود بھی آؤ اور تمہارے ساتھ ان کا وفد بھی آئے۔

والسلام علیك و رحمة اللہ و بركاتهٗ.

❁❁❁❁

ستر واں باب

سریہ حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ عرب کے بعض لوگوں کی طرف

امام بزار، دارقطنی، الطبرانی، الضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ابن ابی شیبہ، ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ دشمن قوم کے پاس پہنچے تو انہیں نے دیکھا کہ وہ منتشر ہو چکے تھے۔ وہاں ایک شخص تھا۔ جس کے پاس کثیر مال تھا۔ وہ وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا: "اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له" حضرت مقداد نے اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا: "تم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو یہ گواہی دے رہا تھا۔ "لا اله الا الله" میں اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کروں گا۔" جب صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک شخص نے یہ گواہی دی: "لا اله الا الله" لیکن حضرت مقداد نے اس کا کام تمام کر دیا۔" آپ نے فرمایا: "اے مقداد! کیا تم نے اس شخص کو تہ تیغ کر دیا جو یہ گواہی دیتا تھا: "لا الٰہ الا اللہ" جب لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ۔ (النساء: ۹۴)

اے اہلِ ایمان جب تم سفر پر نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) تو خوب تحقیق کر لو اور نہ کہو اسے جو بھیجتا ہے تم پر سلام کہ تم مومن نہیں ہو تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں۔ (وہ تمہیں غنی کر دے گا) ایسے ہی (کافر) تم بھی تھے اس سے پہلے۔

آپ نے حضرت مقداد سے فرمایا "وہ ایک مومن شخص تھا جو کافر قوم کے ساتھ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اس نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا تم نے اسے قتل کر دیا۔"

تنبیہات

1. حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے مرداس بن نہیک کو قتل کیا تھا۔

2. مذکورہ بالا آیت طیب کے نزول کے بارے اختلاف ہے۔ عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، امام بخاری، امام نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''کچھ مسلمان ایسے شخص سے ملے جس کے پاس مالِ غنیمت تھا۔ اس نے کہا: ''السلام علیکم'' انہوں نے اسے قتل کر دیا اور مال غنیمت لے لیا۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام ترمذی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی بکریاں لے جا رہا تھا۔ اس نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا: ''اس نے صرف ہم سے پناہ حاصل کرنے کے لیے سلام کیا ہے۔'' وہ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔ اس کی بکریاں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن جریر، الطبرانی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اضم کی طرف بھیجا۔ میں بھی ان مسلمانوں کے ہمراہ نکلا۔ ہم میں حضرت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ہم میں حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ہم عازم سفر ہوئے۔ جب ہم وادیٔ اضم میں پہنچے تو ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط اپنے اونٹ پر گزرا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام اور دودھ کا مشکیزہ بھی تھا۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزرا تو اس نے ہمیں اسلام کا سلام دیا۔ یہ اس سے رک گئے۔ حضرت محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ اس چیز کی وجہ سے تھا جو ان کے مابین اور اس شخص کے مابین تھی۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اس کا سامان اور اونٹ لے لیا۔ جب ہم بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہوئے۔ تو ہم نے یہ واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن اسحاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور امام بغوی نے یزید بن عبداللہ کی سند سے حضرت ابوحدرد اسلمی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا اس کے بعد تم نے اس کو قتل کر دیا جبکہ اس نے کہا: ''میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محلم بن جثامہ کو کسی مہم پر روانہ کیا۔ انہیں عامر بن الاضبط ملا۔ اس نے انہیں اسلام کا سلام کیا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان میں عداوت تھی۔ حضرت محلم نے اسے

تیر مار کر قتل کر دیا۔ یہ خبر آپ تک پہنچ گئی۔ محلم دو چادریں پہن کر آیا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تاکہ آپ اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں معاف نہ کرے۔" وہ اٹھا وہ اپنی چادروں سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ کچھ وقت بعد وہ مرگیا۔ لوگوں نے اسے دفن کیا۔ لیکن زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "زمین اس سے بھی شریر انسان کو قبول کر لیتی ہے۔ لیکن رب تعالیٰ نے تمہیں نصیحت کی ہے۔" صحابہ کرام نے اس شخص کو پہاڑ پر پھینک دیا۔ اس پر پتھر پھینک دے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اکہتر واں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ہمدان کی طرف مہم

امام بیہقی نے السنن اور الدلائل میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بھی ان مجاہدین میں شامل تھا جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ہم وہاں چھ ماہ ٹھہرے رہے۔ہم انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر انہوں نے ہمیں جواب نہ دیا۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیں۔آپ نے فرمایا: ''حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو حکم دیں کہ ان میں سے جو چاہیں تمہارے ساتھ ٹھہرے رہیں اور جو چاہیں واپس آجائیں۔حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ان افراد میں سے تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ٹھہر گئے تھے۔جب ہم مشرک قوم کے قریب ہوئے۔تو وہ ہماری طرف باہر نکلے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔پھر ہم نے ایک صف بنالی۔پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا۔جسے سن کر سارا قبیلہ ہمدان اسلام لے آیا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف خط مبارک بھیجا جس میں اس قبیلہ کے اسلام کا تذکرہ کیا۔جب آپ نے وہ خط سنا تو آپ فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔پھر سر اقدس بلند فرمایا اور فرمایا: ''ہمدان پر سلام ہو۔'' آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔(بخاری)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے کئی اوقیہ چاندی ملی۔''

امام ترمذی نے یہ روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف دو لشکر بھیجے۔ان میں سے ایک پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔آپ نے فرمایا: ''اگر قتال تک نوبت آجائے تو امیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔مجھے اس میں سے کئی اوقیہ چاندی ملی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے ایک لونڈی لی۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خط لکھا اور مجھے دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے کچھ مرقوم تھا۔جب میں بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا اور آپ نے خط سنا تو آپ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔آپ نے فرمایا: ''اس شخص کے

بارے تمہاری رائے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتا ہو اور اس کا رب تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں۔" میں نے عرض کی: "میں رب تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے رسول محترم ﷺ کی ناراضگی سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔

امام احمد، امام بخاری، اسماعیلی اور امام نسائی نے حضرت بریدۃ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں کچھ قیدی ملے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف عریضہ لکھا کہ آپ ہماری طرف ایک ایسا شخص بھیجیں۔ جو خود خمس نکال لے۔" قیدیوں میں ایک خوبصورت لونڈی تھی۔ حضور والا ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کی طرف سے خمس وصول کر لیں۔ انہوں نے مال غنیمت لیا۔ اس میں خمس نکالا۔ بقیہ تقسیم کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے وہ لونڈی منتخب کر لی۔ وقت صبح انہوں نے غسل کیا تھا۔ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اتنا بغض رکھتا تھا کہ میں اتنا بغض کسی اور سے نہیں رکھتا تھا۔ میں قریش سے جس شخص سے محبت رکھتا تھا اس کی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا تم انہیں دیکھ نہیں رہے۔" دوسری روایت میں ہے۔ میں نے کہا: "ابوالحسن! یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم نے اس لونڈی کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ خمس میں آ گئی تھی۔ پھر آل محمد مصطفیٰ ﷺ کے حصہ میں آئی۔ پھر آل علی رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی۔ میں نے اس کے ساتھ وظیفہ ادا کیا۔" جب ہم بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو میں نے آپ سے یہ گذارش کر دی۔"

دوسری روایت میں ہے "حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں خط لکھا۔ میں نے کہا: "آپ کی بارگاہِ والا میں مجھے بھیج دیں۔" انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ آپ خط سننے لگے۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ میری تصدیق کریں گے۔ لیکن آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "جس کا میں مددگار ہوں علی اس کا مددگار ہے۔" پھر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "بریدۃ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "ان سے بغض نہ رکھو ان کا حصہ خمس میں سے اس سے زائد تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ حق کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے خمس میں علی کا حصہ اس لونڈی سے زائد تھا۔ اگر تم علی سے محبت کرتے ہو تو ان کی محبت میں اضافہ کر دو۔" ایک اور روایت میں ہے "علی کے بارے بغض نہ رکھو وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں وہ میرے بعد تمہارے مددگار اور دوست ہوں گے۔"

تنبیہات

1. ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوبار یمن کے لیے یمن تشریف لے گئے تھے العیون میں

ہے: "شاید یہ پہلا سریہ ہو اور جس کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے وہ دوسرا سریہ ہو۔"

◆ ۲ یہ مہم آپ کی طائف سے واپسی کے بعد اور الجعرانہ میں مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے بعد پیش آئی تھی۔

◆ ۳ الحافظ ابوذر الھروی نے لکھا ہے "حضرت بریدۃ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے مالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ سے کم لیا ہے تو وہ ان سے محبت کرنے لگے۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "یہ ایک اچھی تاویل ہے۔ لیکن حدیث پاک کا ابتدائی حصہ اس کی تردید کرتا ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ شاید یہ بغض کسی اور وجہ سے تھا جو بعد میں زائل ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بغض رکھنے سے منع کیا۔

◆ ۴ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کے ساتھ وظیفہ کیوں ادا کیا۔ اس کا ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ نابالغہ تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایسی عورت حیض سے پاک کیسے ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ دیگر صحابہ کرام نے یہ انتظار کیا تھا۔ یا اس وقت اس کو حیض آیا تھا جب وہ آپ کے حصہ میں آئی پھر ایک دن اور ایک رات گزرنے کے بعد اس کا حیض ختم ہو گیا ہو پھر انہوں نے اس کے ساتھ وظیفہ ادا کیا یا وہ باکرہ (دوشیزہ) تھی۔

◆ ۵ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ انہوں نے خود ہی مالِ غنیمت تقسیم کر دیا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جیسے مال کو تقسیم کرنا جائز تھا۔ کیونکہ وہ اس مال میں شریک تھے جیسے کوئی امام اپنی عوام کے مابین کچھ تقسیم کرے وہ ان میں سے ہی ہو۔ اسی طرح وہ شخص بھی ہے جسے امام مقرر کر دے۔ وہ اس کا نائب ہوتا ہے۔

✿✿✿✿

بہترواں باب

سریہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن کی طرف

(دوسری بار)

ابن عمر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ قناۃ کے مقام پر خیمہ زن ہوں۔ وہ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے سارے ساتھی وہیں آگئے۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ آپ نے ان کا عمامہ مبارک لیا۔ آپ نے انہیں دوگنا اور چارگنا کر کے لپیٹا۔ اسے نیزے کی نوک پر رکھا پھر حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کیا۔ اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا۔ اس کے تین چکر لگائے۔ ایک ذراع ان کے سامنے رکھا اور ایک شبر ان کے پیچھے رکھا اور فرمایا: ”روانہ ہو جائیں اور پھر مڑ کر نہ دیکھیں۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیا کروں؟“ آپ نے فرمایا: ”جب تم ان کے میدان میں اترو تو اس وقت تک ان سے قتال نہ کرو حتیٰ کہ وہ پہلے تمہارے ساتھ جنگ شروع کریں۔ انہیں کلمہ طیبہ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی طرف دعوت دو۔ اگر وہ ہاں کہہ لیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ اگر وہ اسے بھی قبول کر لیں تو انہیں زکوٰۃ کا حکم دو۔ اگر وہ اسے بھی قبول کر لیں تو ان سے اس سے زائد کچھ نہ مانگو۔ بخدا! اگر رب تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ ان اشیاء سے بہتر ہوگا جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تین سو شہ سواروں کے ہمراہ عازمِ سفر ہوئے۔ یہ پہلا گھڑ سوار دستہ تھا جو ان کے شہروں میں داخل ہوا۔ جب وہ اس حصہ کے قریب پہنچے مذحج میں سے جس کا ارادہ کیے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو متفرق حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ اموالِ غنیمت، قیدی عورت، بچے، بکریاں اور جانور لے کر آئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سارا مالِ غنیمت جمع کیا۔ حضرت بریدہ بن خصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر کیا۔ صحابہ کرام کو جو کچھ بھی ملتا وہ وہیں جمع کرتے۔ یہ ان کے لشکر سے نبرد آزما ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے لشکر سے ملاقات کی انہوں نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ان کے ساتھیوں پر پتھر اور تیر برسائے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا ارادہ صرف جنگ کرنے کا ہے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ علمِ اسلام حضرت مسعود بن سنان سلمی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ وہ اسے لے کر آگے بڑھے۔ بنو مذحج کا ایک شخص نکلا۔ اس نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت الاسود

بن خزاعی اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔انہوں نے اسے قتل کر کے اس کا سامان لے لیا۔پھر حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بیس افراد موت کے گھاٹ اتار دیے وہ منتشر ہو گئے۔انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔وہ اپنا جھنڈا کھڑا چھوڑ کر چلے گئے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے تعاقب سے رک گئے۔پھر انہیں اسلام کی طرف بلایا انہوں نے جلدی جلدی اس دعوت پر لبیک کہا۔ان کے رئیسوں کا ایک گروہ آگے آیا۔اسلام پر ان کی بیعت کر لی۔انہوں نے کہا: ''ہم اپنی قوم کے نمائندے ہیں یہ ہمارے اموال ہیں ان میں سے رب تعالیٰ کا حق لے لیں۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سارا مالِ غنیمت جمع کیا۔اس کے پانچ حصے کیے۔ایک تیر پر رب تعالیٰ کا نام مبارک لکھا پھر اس پر قرعہ اندازی کی۔پہلا قرعہ خمس کا نکلا۔بقیہ مال انہوں نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔کسی کو کچھ بھی زائد نہ دیا۔ان سے پہلے امراء اپنے خاص گھڑسوار دستے کو خمس سے کچھ زائد بھی دیا کرتے تھے۔پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاتے تھے۔آپ ان سے واپس نہیں لیتے تھے۔مجاہدین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ حصہ مانگا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔انہوں نے فرمایا: ''میں خمس کو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دوں گا۔آپ اس میں اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان میں ہی تشریف فرما رہے۔وہ انہیں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے۔شریعت مطہرہ کے احکام سکھاتے رہے۔انہوں نے ایک مکتوب گرامی لکھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی کو دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔انہوں نے آپ کو سارے حالات عرض کیے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سب ایام حج میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلے گئے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لانے لگے۔جب وہ ''الفتق'' کے مقام تک پہنچے تو وہ جلدی سے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔سارے حالات گوش گزار کیے۔انہوں نے الخمس پر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔خود مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ حج کے لیے تشریف لائے تھے۔خمس میں یمن کے بنائے ہوئے کپڑے تھے۔اونٹوں پر ہودج باندھے گئے تھے۔مالِ غنیمت میں بھیڑیں اور بکریاں بھی موجود تھیں۔ان کے اموال کی زکوٰۃ بھی شامل تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ انہیں کپڑے دیں تاکہ وہ انہیں بطور احرام استعمال کریں۔انہوں نے انہیں دو دو چادریں دے دیں جب مکہ مکرمہ کے قریب ''السدرۃ'' کے مقام تک پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باہر نکلے تاکہ اس کارواں کا استقبال کریں۔انہوں نے اپنے ساتھیوں پر وہ کپڑے دیکھ لیے۔انہوں نے حضرت ابو رافع سے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''انہوں نے اس ضمن میں مجھ سے بات کی۔میں ان کی شکایت سے ڈر گیا۔میں نے سمجھا کہ یہ آپ پر آسان ہوگا۔آپ سے پہلے امراء بھی ان کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں اس سے منع کیا تھا۔پھر تم نے انہیں عطا

کر دیا۔ میں نے تمہیں اس چیز کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس پر تمہیں جانشین بنایا تھا۔ مگر تم نے انہیں دے دیا۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ چادریں اتروا لیں۔"

جب وہ مجاہدین اسلام بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو انہوں نے شکایت کر دی۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: "یہ ساتھی تمہارے خلاف شکایت کر رہے ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یہ کس چیز کی شکایت کر رہے ہیں۔ میں نے مالِ غنیمت ان میں تقسیم کر دیا۔ خمس روک لیا۔ اسے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ اس میں آپ اپنی رائے کے مطابق عمل فرمائیں۔" آپ خاموش ہو گئے۔ مجاہدین نے عرض کی: "یمن میں ایک قوم نے کنواں کھودا اس میں شیر گر گیا تھا۔ انہوں نے شیر دیکھا۔ ایک انسان کنویں میں گر پڑا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا انسان چمٹا وہ بھی نیچے چلا گیا۔ اسی طرح تیسرا اور چوتھا انسان بھی کنویں میں گر پڑا۔ چار افراد کنویں میں گر پڑے۔ شیر نے انہیں قتل کر دیا۔ ایک شخص نیزہ لے کر نیچے اترا۔ اسے قتل کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ لایا گیا انہوں نے فرمایا: "دیت کا چوتھائی حصہ، دیت کا تہائی حصہ، نصف دیت اور مکمل دیت۔ سب سے نچلے کے لیے دیت کا چوتھا حصہ ہے کیونکہ اس کے اوپر تین افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ دوسرے کے لیے دیت کا ثلث ہے کیونکہ اس کے اوپر دو افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ تیسرے لیے نصف ہے کیونکہ اس کے اوپر ایک ہلاک ہوا ہے۔ سب سے اوپر والے کے لیے کامل دیت ہے۔ اگر تم راضی ہو جاؤ تو یہی تمہارے لیے فیصلہ ہے۔ اگر تم راضی نہ ہو تو تمہارے لیے کوئی حق نہیں۔ حتیٰ کہ تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ تم میں فیصلہ کریں۔ جب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہارے مابین فیصلہ کر دیتا ہوں۔ ان شاء اللہ! بعض مجاہدین نے فرمایا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہم میں فیصلہ کر دیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے کیا فیصلہ کیا تھا۔" جب مجاہدین نے فیصلہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: "علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح ہے۔"

تہتر واں باب

سریہ بنی عبس

ابن سعد نے الوفود میں ذکر کیا ہے کہ بنو عبس وفد کی شکل میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد نو تھی۔ آپ نے قریش کے کارواں کے لیے ایک سریہ بھیجا۔

ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ ان میں میسرۃ بن مسروق بھی تھے۔ انہوں نے حجۃ الوداع میں آپ سے ملاقات کی۔ اس کی تفصیلات 'وفود' میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

چوہترواں باب

رعیۃ السحیمی کی طرف سریہ، اس کے اسلام لانے سے قبل

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سرخ چمڑے پر رعیۃ السحیمی کی طرف خط لکھا۔ اس نے وہ چمڑا لیا اور سے اپنے ڈول پر بطور پیوند لگا لیا۔ آپ نے سریہ بھیجا۔ صحابہ کرام نے اس کے چرواہے، مویشی، اہل اور مال پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے عریاں گھوڑے پر سوار ہوا جس پر زین بھی نہ ڈالی گئی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے پاس پہنچا۔ اس کی بنو ھلال میں شادی ہوئی تھی۔ اس عورت اور اس کے اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ قوم اپنے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ گھوم کر آیا گھر کے پچھلے حصہ سے داخل ہوا۔ جب اس نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس پر کپڑا پھینکا اور کہا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" اس نے کہا: "تمہارے باپ پر ہر قسم کا شر اتر آیا ہے۔ میرے کسی چرواہے کو چھوڑا گیا ہے نہ کسی بھیڑ بکری کو۔ نہ اہل کو چھوڑا گیا ہے نہ مال کو۔" اس خاتون نے کہا: "کیا تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی؟" اس نے کہا: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ عورت: اپنے اونٹوں میں۔ وہ شخص اس کے خاوند کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" اس شخص نے کہا: "مجھ پر ہر قسم کا شر اتر آیا ہے۔ میرے کسی مال، بھیڑ، بکری، چرواہے یا اہل کو نہیں چھوڑا گیا۔ میں اس سے پہلے محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جانا چاہتا ہوں کہ وہ میرا مال اور اہل تقسیم کریں۔" اس شخص نے کہا: "میری سواری کو اس کے کجاوے سمیت لے لو۔" اس نے کہا: "مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس شخص نے کہا: "چرواہے کا جوان اونٹ لے لو۔" اس نے اسے پانی کا مشکیزہ بطور زادِ راہ دیا۔ اس کے پاس ایک کپڑا تھا۔ جب اس کے ساتھ سر ڈھانپتا تو اس کی کمر ننگی ہو جاتی جب کمر ڈھانپتا تو اس کا چہرہ عریاں ہو جاتا۔ وہ اس امر کو ناپسند کرتا تھا کہ وہ جانا جائے حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سواری باندھی۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اسی طرف رخ انور کیے ہوئے تھے جہاں سے وہ آرہا تھا۔ جب آپ نے نماز صبح ادا کر لی تو اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اپنا دست اقدس آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔" جب اس نے دستِ اقدس پر ہاتھ رکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے دستِ اقدس پیچھے کر لیا۔ آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ اس نے بھی تین بار اسی طرح کیا۔ تیسری بار آپ نے پوچھا: "تم کون ہو؟" اس نے عرض کی: "میں رعیۃ السحیمی ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کا بازو پکڑا پھر اسے بلند فرمایا۔ پھر فرمایا: "اے مسلمانوں کے گروہ! یہ وہ رعیۃ السحیمی

ہے جس کی طرف میں نے اپنا گرامی نامہ بھیجا تھا۔ اس نے اس کے ذریعے پانی کے ڈول کو پیوند لگا لیا۔" وہ آپ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنے لگا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اہلِ خانہ اور میرا مال عنایت فرما دیں۔" آپ نے فرمایا: "جہاں تک تمہارے اہل کا تعلق ہے تو ان میں سے جس جس پر تمہیں قدرت حاصل ہو گئی (وہ تمہیں مل جائے گا) وہ باہر نکلا۔ اس نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔ اس نے اس کے کجاوے کو پہچان لیا۔ وہ اسی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا نورِ نظر ہے۔" آپ نے فرمایا:

"بلال! اس کے ساتھ جاؤ اس لڑکے سے پوچھو کیا یہ تمہارا باپ ہے؟ اگر وہ "ہاں" کہے تو اسے اس کو دے دینا۔" وہ اس کی طرف گئے۔ انہوں نے پوچھا: "کیا تمہارا باپ یہی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!" وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے ساتھی کے لیے اس طرح رویا ہو جس طرح یہ دونوں ایک کے لیے روئے تھے۔" آپ نے فرمایا: "یہی اعرابیوں کی جفاء ہے۔"

✿✿✿✿

پچھترواں باب

حضرت ابوامامۃ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ کو باہلہ کی طرف بھیجنا

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دوں اور انہیں شریعت اسلامیہ سکھاؤں۔ میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا رکھا تھا۔ ان کا دودھ نکال رکھا تھا۔ وہ دودھ پی رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: ''صدی بن عجلان کو خوش آمدید! انہوں نے میری عزت کی۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس شخص کا دین اختیار کرلیا ہے اور تم صابی ہو گئے ہو۔'' میں نے کہا: ''ہرگز نہیں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تمہیں شریعت اسلامیہ کی طرف دعوت دوں۔'' ہم اسی اثناء میں تھے کہ وہ اپنا پیالہ لے آئے۔ انہوں نے اسے رکھا۔ وہ اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اس میں سے کھانے لگے۔ انہوں نے کہا: ''صدی! آؤ نا کھائیں۔'' میں نے کہا: ''تمہارے لیے ہلاکت! تمہارے پاس اس ہستی کی طرف سے آیا ہوں جس نے تم پر صرف وہ جانور حلال کیے ہیں جنہیں تم ذبح کرو۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔'' انہوں نے پوچھا: ''اس نے کیا فرمایا ہے؟'' میں نے کہا: ''یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ (المائدۃ: ۳)

ترجمہ: ''حرام کیے گئے ہیں تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا، چوٹ سے مرا ہوا، اوپر سے نیچے گرا ہوا، سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جسے کھایا ہو کسی درندے نے سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو اور (حرام ہے) جو ذبح کیا گیا ہو تھانوں پر اور (یہ بھی حرام ہے) کہ تم تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے۔''

میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔ مگر انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھڑکا۔ میں بھوکا اور پیاسا

تھا۔ مجھے سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے ان سے کہا: ''تمہارے لیے ہلاکت! میرے پاس پانی لے کر آؤ۔ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ تم پیاسے مر جاؤ گے۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے عمامہ باندھا۔ عمامہ میں سر لپیٹا اور شدید گرمی میں سو گیا۔ میرے خواب میں ایک آنے والا آیا۔ اس کے پاس دودھ سے لبریز پیالہ تھا۔ لوگوں نے آج تک اس سے لذیذ مشروب نہ پیا ہوگا۔ میں اسے نوش کر گیا۔ جب میں اسے پینے سے فارغ ہوا تو میں سیراب ہو چکا تھا۔ میرا پیٹ بڑا ہو گیا تھا۔ میری قوم نے کہا: ''تمہارے پاس تمہارے سرداروں اور رئیسوں میں سے ایک شخص آیا ہے۔ تم نے اسے دھتکار دیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اسے کھانا کھلاؤ۔ پانی پلاؤ۔ اسے وہ کچھ دو جو اسے ضرورت ہے۔'' وہ میرے پاس کھانا اور پانی لے کر آئے میں نے ان سے کہا: ''مجھے تمہارے کھانے اور پانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ نے مجھے کھلا اور پلا دیا ہے۔ ذرا وہ حالت دیکھو جس پر میں ہوں۔'' میں نے انہیں اپنا پیٹ دکھایا۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ سب اس امر پر اسلام لے آئے جسے میں بارگاہِ رسالت مآب سے لے کر ان کی طرف گیا تھا۔

حضرت ابوامامة رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بخدا! اس جام کے بعد مجھے نہ تو کبھی پیاس لگی اور نہ ہی مجھے معلوم ہوا کہ پیاس کیا ہوتی ہے۔''

❁❁❁❁

چھہتر واں باب

سریہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ذوالخلصہ کی طرف

شیخان نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تم مجھے ذوالخلصہ کی طرف سے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ یہ خثعم اور بجیلہ کے لیے گھر تھا جس میں بت نصب تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ایک سو پچاس مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہ سارے گھڑسوار تھے۔ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ آپ نے میرے سینے پر دست اقدس مارا۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک انگلیوں کا اثر اپنے سینے میں دیکھا۔ پھر یہ دعا مانگی: ''مولا! مجھے اسے گھوڑے پر ثابت فرما اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔'' حضرت جریر نے فرمایا: ''ہم ذوالخلصہ کی طرف گئے وہاں پہنچ کر اسے توڑ دیا اور جو اس کے ارد گرد پایا اسے تہ تیغ کر دیا۔ میں نے ایک شخص کو بارگاہِ رسالت پناہ میں بھیجا تاکہ وہ آپ کو بشارت دے۔ اس شخص کی کنیت ابوارطاۃ تھی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا حتیٰ کہ ہم نے ان کو اس طرح چھوڑا ہے گویا کہ وہ خارش زدہ اونٹ ہوں۔'' آپ نے احمس کے گھڑسوار اور پیادہ دستوں کے لیے پانچ بار دعا کی۔'' حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے ہمارے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد کبھی بھی گھوڑے سے نہیں گرے۔

✿✿✿✿

ستہترواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا

محمد بن رمضان بن شاکر نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا:"جب تم اکٹھے ہو جاؤ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔اگر تم جدا جدا ہو تو تم میں سے ہر ایک امیر ہوگا۔" وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔یہ عمرو بن معدیکرب تک پہنچے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوڑ کر ان کی طرف گئے۔ایک قوم کا رخ کیا۔جب ان کے قریب پہنچے تو عمرو نے کہا:"تم مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اس قوم تک پہنچوں۔جس کے پاس بھی میرا نام لیا جاتا ہے وہ مجھ سے ڈر جاتا ہے،وہ جب ان کے قریب پہنچا تو اس نے کہا:"میں ابوثور ہوں۔میں عمرو بن معدیکرب ہوں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جلدی کی،ہر ایک نے دوسرے سے کہا:"مجھے اور اسے چھوڑ دو۔وہ اپنی ماں اور باپ کا فدیہ ادا کرے گا۔" جب عمرو نے ان کی یہ بات سنی تو اس نے کہا:"سارا عرب مجھ سے ڈرتا ہے جبکہ مجھے دکھایا جا رہا ہے کہ مجھے ان کے لیے ذبح کر دیا جائے گا۔" وہ واپس چلا گیا۔عمرو عرب کا مشہور شاہسوار تھا۔جو اپنی شجاعت کی وجہ سے معروف تھا۔وہ ایک عمدہ شاعر تھا۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کسی طرق سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور والا ﷺ نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا:"اگر تم کسی ایسی بستی کے پاس سے گزرو جہاں آذان نہ سنو تو وہاں کے لوگوں کو گرفتار کر لو۔" وہ بنو زبید کے پاس سے گزرے۔ان کی آذان نہ سنی۔انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔عمرو بن معدیکرب ان کے پاس آیا۔ان کے بارے میں گفتگو کی۔انہوں نے انہیں بخش دیا۔عمرو نے اپنی تلوار الصمصامۃ انہیں پیش کی حضرت خالد نے اسے قبول کر لیا عمرو نے ان کی تعریف میں چند اشعار کہے۔

✿✿✿✿

اٹھہتر واں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خثعم کی طرف بھیجنا

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خثعم کے لوگوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے سجود سے پناہ حاصل کی۔ حضرت خالد نے انہیں قتل کر دیا۔ آپ نے ان کی نصف دیت ادا کی اور فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے ساتھ ٹھہرتا ہے وہ ان کی آگ کو غور سے نہیں دیکھتا۔"

❁❁❁❁

اناسی واں باب

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان بن حارث کی طرف بھیجنا

(ان کے اسلام لانے سے قبل)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہینہ اور مزینہ کو ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کی طرف بھیجا۔ اس نے بعض کی وجہ سے آپ سے تعلق توڑ رکھا تھا۔ جب وہ کچھ ہی دور گئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ انہیں اس لیے بھیج رہے ہیں۔ جاہلیت میں انہوں نے سخت لڑائیاں لڑیں۔ پھر اسلام نے انہیں پالیا۔ ابھی وہ کچھ جاہلیت پر ہیں۔" آپ نے ان مجاہدین کو واپس آنے کا حکم دیا۔ وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے جہینہ اور مزینہ کے دونوں لشکروں کا امیر حضرت عمرو کو مقرر کیا۔ پھر فرمایا: "رب تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔ ابوسفیان بن حارث کی طرف جاؤ۔" رب تعالیٰ نے اسے شکست دے دی۔ اس کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے اسی کے بارے ابوسفیان بن حارث کہتا ہے..................

(آگے سے مسودہ کا کچھ حصہ غائب ہے)

اسی واں باب

سریہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اُبنیٰ کی طرف

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور کریم ﷺ حجۃ الوداع ادا کرنے کے بعد ذوالحجۃ کے بقیۃ ایام اور ماہ محرم الحرام مدینہ طیبہ میں ہی تشریف فرما رہے۔ آپ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کو لگاتار یاد فرماتے رہے۔ آپ کو ان کا بہت زیادہ دکھ تھا۔ جب سوموار کا دن آیا۔ صفر کی چار راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا گیارھواں سال تھا تو آپ نے روم پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سخت کوشش کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن منگل کے روز حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ماہِ صفر کی تین راتیں باقی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسامۃ! اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اس کی برکت سے عازمِ سفر ہو جاؤ۔ اس جگہ پہنچو جہاں آپ کے والد گرامی کو شہید کیا گیا تھا۔ انہیں اپنے گھوڑوں سے روندھ ڈالو۔ میں نے تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے۔ اہل اُبنیٰ پر صبح سویرے حملہ آور ہو جاؤ۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دو۔ جلدی سے جانا۔ اپنے جاسوس اپنے آگے رکھنا۔ اگر رب تعالیٰ تمہیں ان پر فتح عطا کر دے تو وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرنا۔ اپنے ہمراہ راہ دان لے لو۔ اپنے جاسوسوں اور اطلاع دینے والوں کو آگے رکھنا۔''

جب بدھ کا روز آیا۔ ماہِ صفر کی دو راتیں باقی تھیں تو حضور اکرم ﷺ کے درد کا آغاز ہوا۔ آپ کو بخار ہو گیا۔ سر درد شروع ہو گیا۔ جمعرات کے روز وقتِ صبح آپ نے اپنے دستِ اقدس سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا باندھا۔ پھر فرمایا: ''راہِ خدا میں رب تعالیٰ کا نام لے کر عازم سفر ہو جاؤ۔ اس سے قتال کرو۔ جو رب تعالیٰ کا انکار کرے۔ روانہ ہو جاؤ۔ دھوکہ نہ دو۔ کسی بچے یا عورت کو قتل نہ کرو۔ دشمن سے معرکہ آزما ہونے کی تمنا نہ کرو۔ تم نہیں جانتے کہ شاید تم ان کی وجہ سے کسی آزمائش میں گر جاؤ۔ بلکہ یوں عرض کرو: ''مولا! انہیں ہماری طرف سے جیسے چاہتا ہے کافی ہو جا اور ان کی تکلیف کو ہم سے روک لے۔ اگر دشمن تم سے ملاقات کرے وہ شور و غل کر رہے ہوں تو تم پر سکون اور وقار طاری ہونا چاہیے۔ باہم جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ بارگاہِ الٰہیہ میں یوں عرض کرو۔

''مولا! ہم تیرے بندے ہیں۔ وہ بھی تیرے بندے ہیں۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے دستِ قدرت میں ہیں۔ مولا! تو ہی انہیں کافی ہو سکتا ہے۔'' خوب جان لو کہ جنت ان ہتھیاروں کی چمک کے نیچے ہے۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عازمِ سفر ہوئے۔ ان کا مبارک جھنڈا باندھا گیا تھا۔ انہوں نے وہ جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ جرف کے مقام پر لشکر خیمہ زن ہو گیا۔ مہاجرین اولین اور انصار بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ ان صحابہ کرام

میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعید بن زید اور بہت سے انصاری صحابہ کرام شامل تھے۔ انصار میں سے حضرات قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات بھی اس لشکر میں شامل تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخار ہو گیا۔ یہ لشکر ابھی جرف کے مقام پر ہی تھا۔ آپ کو کچھ آرام آیا تو اپنے سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر نکلے۔ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! حضرت اسامہ کی مہم کے لیے نکلو۔'' پھر آپ کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

مہاجرین میں سے ایک شخص (عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''اس غلام کو مہاجرین کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔'' بہت سی گفتگو ہونے لگی۔ بعض گفتگو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سن لی اور گفتگو کرنے والے کا سختی سے رد کیا۔ انہوں نے یہ بات آپ کی بارگاہ میں عرض کی۔ جسے سن کر آپ سخت ناراض ہوئے۔ آپ بروز ہفتہ، ماہ مبارک کی گیارہ تاریخ اور ۱۱ھ کو باہر تشریف لائے۔ سر اقدس پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ پر موٹی چادر تھی۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا:

''امابعد! اے لوگو! یہ کیسی گفتگو ہے جو تم میں سے بعض افراد کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہے۔ جو میں نے اسامہ کو امیر لشکر مقرر کیا ہے۔ اگر تم نے میرے اسامہ کو امیر لشکر بنانے پر اعتراض کیا ہے تو اس سے قبل تم نے ہی اس کے والد گرامی کو امیر لشکر بنانے پر اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ اس وقت امارت کا اہل تھا اور اسامہ ابھی امارت کا اہل ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو میرے پسندیدہ ہیں۔ ان میں ہر بھلائی پائی جاتی ہے۔ ان کے بارے حسن ظن رکھو یہ تمہارے بہترین افراد میں سے ہیں۔''

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازم سفر ہونے لگے تھے وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ پھر وہ جرف کے مقام پر لشکر گاہ میں چلے گئے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ اسامہ کو اس کی لشکر گاہ میں ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ حتیٰ کہ آپ صحت یاب ہو جائیں۔ اگر اسامہ اسی حالت میں روانہ ہو گئے تو انہیں خود سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔'' آپ نے فرمایا: ''حضرت اسامہ کی مہم کے لیے نکلو۔'' صحابہ کرام لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔ اتوار کی شب وہیں گزاری۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نیچے اترے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ اس روز اہل بیت آپ کو دوا پلا رہے تھے۔ حضرت اسامہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ کی خدمت میں کچھ لوگ بھی تھے۔ خواتین آپ کے ارد گرد تھیں۔ حضرت اسامہ آپ پر جھکے۔ بوسہ لیا۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو نہیں فرما رہے تھے۔ آپ اپنے دست اقدس آسمان کی طرف بلند کرنے لگے۔ پھر دست اقدس حضرت اسامہ پر رکھتے گویا کہ آپ ان کے لیے دعا فرما رہے تھے۔ حضرت اسامہ اپنی اقامت گاہ کی طرف واپس آ گئے۔

پھر سوموار کا دن آ گیا۔آپ کو کچھ افاقہ ہوا۔حضرت اسامہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کو کچھ افاقہ ہوا ہے۔تو انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور اپنی لشکر گاہ میں چلے گئے۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! الحمد للہ! اب آپ کو افاقہ ہو گیا ہے۔آج بنت خارجہ کی باری ہے۔آپ مجھے اذن مرحمت فرمادیں۔آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔وہ السخ چلے گئے۔حضرت اسامہ لشکر کی طرف تشریف لے گئے۔صحابہ کرام سے کہا کہ وہ بھی لشکر گاہ میں آجائیں۔خود لشکر گاہ میں چلے گئے۔صحابہ کرام کو کوچ کرنے کے لیے کہا۔سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔جب حضرت اسامہ سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان کے پاس حضرت ام ایمن کا قاصد آیا۔اس نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ (آپ قریب الوصال تھے) حضرت اسامہ مدینہ طیبہ آ گئے ان کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی تھے۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔صحابہ کرام جو الجرف میں جمع تھے وہ مدینہ طیبہ آ گئے۔حضرت بریدہ بن حصیب باندھا ہوا جھنڈا لے کر آئے اور اسے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر گاڑھ دیا۔

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو انہوں نے حضرت بریدہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا لے کر حضرت اسامہ کے گھر جائیں تاکہ وہ عازم سفر ہو جائیں۔وہ جھنڈا نہ کھولیں حتیٰ کہ دشمن پر حملہ کریں۔انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اسی طرح روانہ ہو جاؤ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔'' انہوں نے مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔وہ پہلی جگہ خیمہ زن ہو گئے۔حضرت بریدہ جھنڈا لے کر عازم سفر ہوئے۔جب اہلِ عرب مرتد ہو گئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عرض کی گئی کہ وہ لشکر اسامہ کو روک لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ کے پاس تشریف لے گئے۔ان سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ جائیں اور انہیں پیچھے رہ جانے کا اذن دے دیں۔انہوں نے اسی طرح کیا۔وہ عازم سفر ہوئے۔ان کے منادی نے اعلان کیا کہ ان افراد میں سے کوئی فرد بھی پیچھے نہ رہے۔جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اس مہم کے لیے لبیک کہا تھا۔ ان میں سے جو شخص بھی میرے پاس لایا گیا جو ان کے ہمراہ نہ نکلا میں اسے پیدل ان تک پہنچنے کے لیے کہوں گا۔'' ان میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہ رہا۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے وہ الجرف سے روانہ ہوئے۔ربیع الآخر کا چاند طلوع ہو چکا تھا۔مجاہدین کی تعداد تین ہزار تھی۔جن میں ایک ہزار گھڑ سوار تھے۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک ساعت ان کے پہلو بہ پہلو چلے۔فرمایا۔

''میں تمہارے دین کو تمہاری امانت کو اور اعمال کے خاتمے کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔میں نے حضور اکرم

ﷺ کو سنا ہے آپ تمہیں وصیت کر رہے تھے۔حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق عازم سفر ہو جاؤ۔میں تمہیں نہ حکم دیتا ہوں نہ کسی امر سے روکتا ہوں۔میں صرف اسی حکم کو نافذ کر رہا ہوں جو حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے۔" وہ جلدی سے عازم سفر ہو گئے۔ وہ ان علاقوں میں سے گزرے جنہوں نے اسلام کو ترک نہیں کیا تھا۔مثلاً جہینہ اور قضاعۃ کے قبائل۔حتیٰ کہ وہ وادی القریٰ اترے۔وہ بیس راتوں میں ابنی تک پہنچ گئے۔بنو عذرہ کے ایک جاسوس حریث کو آگے بھیجا وہ ابنی تک پہنچے پھر واپس آئے اور ابنی سے دو راتوں کی مسافت تک حضرت اسامہ سے ملاقات کی۔انہوں نے بتایا کہ لوگ غافل ہیں۔ان کا کوئی لشکر نہیں ہے۔اس نے انہیں ان کے اکٹھے ہو جانے سے قبل ان پر حملہ کرنے پر ابھارا۔حضرت اسامہ ابنی کی طرف تشریف لے گئے۔اپنا لشکر تیار کیا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ان کے سرداروں کو قتل کیا اور جس پر قدرت ہوئی اسے قیدی بنایا۔ان کے گھروں، کھیتوں اور کھجوروں کو جلا دیا۔دھواں اور شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ان کے میدانوں میں گھوڑے دوڑائے۔ انہوں نے وہ دن وہ مالِ غنیمت یکجا کرنے میں گزارا جو اسے ملا تھا۔حضرت اسامہ اپنے والد گرامی کے گھوڑے پر تھے جس کا نام سبحہ تھا۔حملہ میں اپنے والد گرامی کے باپ کو قتل کیا۔انہوں نے گھڑسوار کے لیے ایک حصہ اور گھوڑے کے دو حصے نکالے خود بھی اتنا ہی حصہ لیا۔

رات ہوئی تو صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔پھر تیزی سے عازم سفر ہوئے۔نو راتوں میں وہ وادی القریٰ پہنچے، ایک شخص کو بشارت دے کر مدینہ طیبہ بھیجا۔پھر میانہ روی سے چلتے ہوئے چھ راتوں میں مدینہ طیبہ پہنچ گے۔اس سریہ میں ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، مہاجرین اور اہلِ مدینہ طیبہ کے ہمراہ لشکر کے استقبال کے لیے نکلے۔وہ مجاہدین کی سلامتی کی وجہ سے مسرور تھے۔حضرت اسامہ اپنے والد گرامی کے گھوڑے سبحہ پر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ آگے آگے جھنڈا تھا جسے حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔حتیٰ کہ وہ مسجد نبوی کے دروازہ تک پہنچ گئے۔وہ مسجد کے اندر گئے۔دو رکعتیں ادا کیں پھر اپنے گھر چلے گئے ہرقل اس وقت حمص میں تھا۔اسے حضرت اسامہ کی اس فتح کی خبر پہنچ گئی۔اس نے اپنی رابطہ فوج بلقاء بھیجی۔وہ وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں مزید مہمات وہاں بھیجی گئیں۔

تنبیہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان افراد میں شامل تھے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ابنی کی طرف نکلیں المورد، العیون اور الاشارہ میں اسی طرح لکھا گیا ہے۔الفتح میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اسی طرح لکھا ہے مگر ابن تیمیہ نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے۔جو انہوں نے

ابن المطہر الرافضی کے جواب میں لکھا ہے "اہلِ علم میں سے کسی ایک نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو لشکر اسامۃ میں بھیجا ہو۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ وہ آپ کی مرض کے ایام میں مسلمانوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر یہ کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ آپ نے انہیں جہاد کے لیے عازم سفر ہونے کا حکم دیا ہو۔ حالانکہ آپ نے انہیں مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔" انہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں "انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں دو اعتبار سے اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا...... حالانکہ محمد بن عمر اور ابن سعد نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ آئمہ مغازی میں سے ہیں۔ (۲) آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت اسامۃ کے ہمراہ کیسے روانہ کر سکتے تھے...... یہ قول لازم نہیں ہے۔ آپ نے اپنی مرض کے آغاز سے قبل ہی یہ لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں۔ ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک سریہ بھیجا جس میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اس کا امیر حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ لوگوں نے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ کی کم عمری کی وجہ سے اعتراض کیا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی......

✿✿✿✿

اکیاسی واں باب

بعض ان شہروں کا تذکرہ جنہیں آپ نے فتح فرمایا

البحرین: امام عبدالرزاق نے حضرت جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو اسد بحرین کے قیدی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان میں سے ایک عورت کو دیکھا جو رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: "تجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے عرض کی: "انہوں نے میرا بچہ فروخت کر دیا ہے۔" آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تم نے اس کا بچہ فروخت کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "کن میں فروخت کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "بنو عبس میں۔" آپ نے فرمایا: "تم خود سوار ہو جاؤ۔ اور وہ بچہ لے کر آؤ۔"

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم الحمد للہ رب العالمین حمداً طیباً کثیراً۔

✿✿✿✿

وفود کی بارگاہِ رسالت مآب میں آمد

پہلا باب

سورۃ النصر کے بعض فوائد

ابن اسحاق نے لکھا ہے" جب حضور انور ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا۔ تبوک سے آپ فارغ ہو گئے۔ بنو ثقیف نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ کی بیعت کا شرف حاصل کرلیا تو ہر سمت سے وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے" مجھے ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ وفود ۹ ھ میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اسی سال کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے" اہلِ عرب اسلام کے بارے قبیلہ قریش کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ آپ اور قریش کے معاملہ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش لوگوں کے راہ نما تھے۔ وہ ان کے راہبر تھے۔ خانہ کعبہ اور حرم پاک کے مجاور تھے۔ یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کی اولاد اور عرب کے قائد تھے۔ ان کی قیادت کا انکار کوئی نہ کرتا تھا۔ اسی قریش نے ہی آپ کے خلاف جنگ کی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ قریش آپ کے قریب ہو گئے۔ اسلام نے ان پر غلبہ پالیا۔ اہلِ عرب جان گئے کہ ان میں اتنی استطاعت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ یا آپ سے عداوت رکھ سکیں۔ وہ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہو گئے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ ہر سمت سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:" اہلِ عرب اپنے اسلام کے لیے فتح

مکہ کے منتظر تھے۔وہ کہتے تھے" انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو۔اگر وہ ان پر غالب آ گئے تو وہ سچے نبی ہوں گے۔" جب فتح مکہ کا واقعہ رونما ہوا تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی۔میرے والد نے اپنی قوم سے جلدی اسلام قبول کر لیا۔"

سورۃ النصر کی تفسیر

الحافظ علامۃ شیخ برھان الدین البقاعی علیہ الرحمۃ نے سورۃ النصر کی تفسیر میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔اس سورت نے دین اسلام کی تکمیل کے بارے بتایا ہے۔جو اس کے نام کے مدلول کو لازم ہے۔اس سے حضور اکرم ﷺ کے وقتِ وصال کا علم ہوتا ہے۔اس سے یہ بھی یقینی علم حاصل ہوتا ہے کہ آپ اس دنیا میں رب تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے تشریف لائے ہیں۔شیطان کی بات کو باطل کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوئے ہیں۔اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ آپ کائنات ہست و بود کا خاصہ ہیں۔آپ وودود مولیٰ کے سب سے عظیم بندے ہیں۔اس کا نام اور نزول کی حالت بھی اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ آپ کا وصال ہو جائے گا۔یہ حجۃ الوداع کے سال ایام تشریق میں نازل ہوئی۔

بسم اللہ

اس ذاتِ بابرکات کے اسم مبارک سے شروع کرتا ہوں سارا امر جس کے لیے ہے۔وہ علیم اور حکیم ہے۔

الرحمان

وہ ذات بے ہمتا ہے جس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔اس نے ان پر احسان فرمایا کہ انہیں تخلیق کرنے کے بعد ان کے معاش اور معاد کو قائم کرنے کے لیے آپ کے وسیلہ سے ان کے لیے نجات کا رستہ اور بیان کی غایت کی وضاحت کر دی۔اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے آپ پر وہ قرآن حکیم اتارا جو سراپا معجزہ ہے جس نے اسے سنا گویا کہ اس نے رب تعالیٰ سے سنا۔

الرحیم

وہ ذاتِ بابرکات ہے۔جس نے جسے چاہا اسے اپنے گروہ میں آنے کے لیے مختص کر لیا۔صراطِ مستقیم کو لازم پکڑا اسے اپنے اہلِ قرب میں سے کر دیا۔جب اس سے پہلی سورت نے یہ ظاہر کر دیا کہ کفار کی حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ اس میں ان کے لیے کوئی عبرت نہیں۔نہ ہی ان کی طرف التفات ہے۔نہ ہی ان کی طرف سے کوئی خوف ہے۔جب تک وہ عارضی صلح میں

ہیں تو پھر گویا کہ کہا گیا کہ کیا ان کفار پر نصرت ملے گی اور جنگوں میں ان پر نصرت حاصل ہوگی۔ تو اس پاکیزہ سورت سے یہ جواب دیا گیا اہلِ ایمان کو بشارت اور کفار کے لیے نذارت ہے۔ لیکن بالفعل یہ امر رونما نہ ہوا۔ مگر حجۃ الوداع کے سال۔ یعنی مکہ مکرمہ کی فتح کے دو سال بعد تو گویا کہ فتح اسی وقت قرار پذیر ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اسی وقت یہ سورتِ مبارکہ نازل کر دی۔ غزوہ حنین سے واپس آنے سے قبل اس کا نزول ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

اذا

جب ازل سے مقدرات معینہ اوقات کے ساتھ مختص ہیں۔ قدرت کا ہانکنے والا انہیں ہانک کر لے آتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ تو یوں ہو گئے کہ گویا وہ اس کی طرف آنے والے ہیں۔ لہٰذا اس کا تذکرہ یوں کر دیا گیا کہ گویا کہ وہ امر رونما ہو گیا۔ فرمایا:

جاء

وہ امر قرار پذیر ہو گیا۔ مستقبل میں ثابت ہو گیا۔ کیونکہ اس کا وہ وقت آ گیا جو ازل میں مقرر تھا۔ اضافت کر کے اس کی تعظیم میں اضافہ کیا۔ اسے اسم ذات کی طرف منسوب کیا۔ اور فرمایا:

نصر اللہ

یعنی وہ عظیم شہنشاہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ جس امر کا وہ ارادہ کر لے وہ ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ نصرت کے کئی درجات ہیں۔ ربِ تعالیٰ کے مطلق اضافت کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر اضافت اسم اعظم کی طرف کی جس سے مراد یہ ہے کہ اس سے مراد نصرت کی بلند ترین قسم ہے۔ فرمایا:

والفتح

یعنی وہ ذاتِ پاک جس کی سورت طیبہ حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئی جس نے اس کے اس گروہ کے غلبہ کی بشارت دی جس کے قائد آپ ہیں۔ ہادی اور مرشد آپ ہیں خصوصاً اس مکہ مکرمہ پر فتح کی بشارت دی جہاں اس کا مقدس گھر ہے۔ اس سے ہی اسکا دین غالب ہوا۔ اسی جگہ اس کی اصل ہے۔ اسی جگہ اس کے ستون کا مستقر اور جنود کا غلبہ ہے۔ اس سے سارا عرب مغلوب ہو گیا۔ اہلِ عرب نے کہا: ''اس ہستی پاک کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں جسے رب تعالیٰ نے

اہلِ حرم پر فتح عطا کی ہے۔ وہ اسی کمزوری کے ساتھ بھاگ نکلے۔ جب بعض پر یہ فتح ہو گئی تو ان کی وجہ سے سارے شہروں پر فتح ہو گئی۔ اس میں ساری امم پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ اسے شرط کے اسلوب پر لے کر آیا ہے۔ اس کے تحقق کی وجہ سے اسے اذا کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

ورائیت الناس

یعنی تم اہلِ عرب کو دیکھو گے وہ ساری امم کے ہاں حقیر تھے۔ آپ کی وجہ سے وہ قائد بن گئے۔ سارے اہلِ عرب ان کے تابع ہو گئے۔

یدخلون

آہستہ آہستہ وہ داخل ہوں گے۔ ان کا دخول محدد مگر لگا تار ہے۔

فی دین اللہ

اس ذاتِ پاک کی شرع میں داخل ہوں گے خلق کی حالت میں اس کا حکم ہی غالب رہے گا کہ اس نے اس کفر پر ان کے لیے قہر نازل کیا جسے کوئی عاقل اپنے لیے پسند نہیں کرتا اور حالت اطاعت میں بھی وہی لوگوں کے اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔ اسے اس دین سے تعبیر کیا جس کا معنی جزاء ہے کیونکہ اہلِ عرب اس قیامت پر یقین نہیں رکھتے تھے جس کے بغیر جزاء مکمل نہیں ہوتی۔

افواجًا

وہ قبائل، جماعتوں اور گروہوں کی شکلوں مین دین اسلام میں داخل ہوں گے۔ جیسے سارے قبیلہ کا مشرف باسلام ہونا گروہ کے بعد گروہ کا سلام قبول کرنا۔ ہلکے پن اور سرعت کے ساتھ، اچانک اور نرمی کے ساتھ۔ ایک ایک گروہ کر کے اسلام قبول کرنا۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا "جب آپ اہلِ حرم پر فتح یاب ہو چکے ہیں۔ جنہیں اللہ رب العزت نے اصحاب فیل سے پناہ عطا کی تھی۔ جنہیں لوٹانے پر کوئی قادر نہ تھا۔ ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ اس قیاس سے ان کے لیے عیاں ہو گیا۔ اصحاب فیل کے اس قصہ سے جو بدیہی نتیجہ پر منتج ہوتا تھا۔ جسے رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے لیے بطور ارھاص رونما کیا تھا۔ اسے آپ کی دعوتِ مبارکہ کے لیے بنیاد بنایا تھا۔ انہوں نے آپ کے سامنے اپنے ہاتھ پھینک

دیے۔ ان کے شہریوں اور دیہاتیوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ مقرر عبارت یہ ہے: "رب تعالیٰ نے اپنی ذاتِ والا کی حمد یوں بیان کی کہ اس نے جزیرۂ عرب سے بالفعل شرک کی نجس کو دور کیا۔ اس نے فرمایا:

فَسَبِّحۡ

آپ اپنے قول اور فعل یعنی نماز وغیرہ سے اس کی پاکیزگی بیان کریں ایسی تسبیح بیان کریں جو آپ کے مولائے پاک کے موافق ہو۔ اس کے اعمال پر اس کی عمدہ تسبیح بیان کریں۔

بحمد

یعنی کمال کے ساتھ۔

ربك

اس ذات بابرکات کی تسبیح بیان کریں جس نے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ دین حق کو مکمل کیا سرکشوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ اس نے یہ سارا احسان آپ پر کیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہ تو ہر حال میں عزیز و حکیم ہے۔ آپ رب تعالیٰ پر تعجب کرتے ہوئے تسبیح بیان کریں کہ اس نے اس فتح کو آسان فرمایا جو کبھی خطۂ قلب میں نہ آئی تھی۔ رب تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اس مقصد کی تکمیل دکھا دی جس کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ نیز یہ کہ پیروکار جو نیکی بھی کرتے ہیں۔ اسی کی مثل اس دین کے بانی کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

جب رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ رب تعالیٰ کی ہر نقص سے تنزیہ بیان کریں۔ ہر کمال کے ساتھ اس کی توصیف بیان کریں۔ جو آپ کے رب تعالیٰ میں پائی جائے۔ آپ کو اس چیز کا حکم دیا جس سے اس عجز کا علم ہوتا ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی بلند پایۂ عظمت ہے جس کا تذکرہ دو بار اس نے اپنے اسمِ اعظم کے تذکرہ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ علو اور عظمت کے اعتبار سے غیب کے اس محل (جگہ) کی طرف اس کی دلالت ہے جس کو پالینے کے بارے سوچا بھی نہیں جا سکتا اور گردنیں اس سے پرے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔ فرمایا: "وَاسۡتَغۡفِرۡهُ" یعنی اس سے مغفرت طلب کرو۔ بلاشبہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ کوئی طاقت و قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی قدر کا اندازہ لگا سکے۔ تاکہ آپ کی امت اس امر میں آپ کی اقتداء کرے جو اس کے لیے دوسری امان ہے۔ پہلی امان تو آپ کا وجود مسعود ہے جو ان کے سامنے ہے۔ آپ کے رفیق اعلیٰ اور محل اقدس کی طرف لوٹنے کا وقت آچکا ہے۔ آپ نے اس روز اسی طرح

بحیا جس روز مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا۔آپ نے اپنا سر اقدس جھکایا ہوا تھا۔قریب تھا کہ وہ آپ کے کجاوے کے وسط کو چھو لیتا۔یہ رب تعالیٰ کے لیے تواضع کے لیے تھا۔آپ کا مقصد یہ بھی تھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کو بتائیں کہ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی قوت کے ساتھ ہوا ہے۔صحابہ کرام کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوا۔اس نے لطف کرتے ہوئے انہیں اس کا سبب بنا دیا ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے ان میں سے اسے تنبیہ فرما دی جس نے ایسا گمان کیا تھا یا اس کے حاشیۂ ذہن سے یہ بات گزری تھی کہ اس میں کثرت کا عمل دخل ہے۔جبکہ انہیں غزوۂ حنین کی ابتداء میں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد رونما ہوا تھا۔آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہنے والے افراد کی تعداد تیس سے زائد نہ تھی۔اسی لیے اس نے آپ کو استغفار کا حکم دیا۔اس مقدر عبارت کی طرف سیاق چلایا" آپ اسی کی بارگاہ کی طرف رجوع کریں اس نے مؤکد انداز میں اس کی علت بیان کر دی۔تاکہ جو اسے ناممکن سمجھے اس کا امکان ہو جائے۔یہ اپنے ضمن میں یہ بات بھی لیے ہوئے ہے کہ ردت وغیرہ میں لوگ رجوع کریں گے۔فرمایا:

انه

یعنی اس نے آپ پر احسان کیا۔آپ کی امت پر آپ کو اپنا خلیفہ بنایا۔شاید یہ تاکید گزشتہ ذکر جلالت پر تاکید ہو جس کا تذکرہ دو بار ہوا ہے۔جو اس کی عظمت کی انتہاء پر دلالت کرتا ہے نیز اس امر پر دلالت ہے کہ اس ذاتِ والا کا ادراک نہیں ہو سکتا۔جو کبریاء، عزت، تجبر اور قہر کے حجابات میں ہے لیکن عموماً عادت یہ ہے عموماً ایسی ذات نہ تو عذر قبول کرتی ہے نہ نادم کو معاف کرتی ہے۔

كَانَ

وہ ہمیشہ سے ہے۔

تَوَّابًا

وہ اپنے اہلِ رحمت میں سے اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جسے شیطان اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔اسی ذاتِ بابرکات نے آپ کے انصار کو لایا۔حالانکہ وہ پہلے کفر پر جمع تھے۔مختلف عداوتیں رکھتے تھے۔انہیں دین حق میں داخل کر کے آپ کی مدد کی۔وہ آہستہ آہستہ اس دین حق میں داخل ہوئے۔وہ آپ کو اس حالت میں بھی لے جائے گا۔جہاں رفیقِ اعلیٰ میں آپ کی رفعت کا ظہور ہوا۔وہ آپ کی امت میں ان لوگوں کو بھی لے آئے گا۔جن میں ردت یا کسی معصیت

کی وجہ سے خلل آجائے گا۔ وہ انہیں بھلائی کی طرف لے آئے گا۔ انہیں عمدہ طریقے سے لے آئے گا۔ سورت طیبہ کا آخر اس کی ابتداء کی طرف لوٹ آیا۔ کیونکہ اگر اس کا توبہ قبول کرنے کا وصف متحقق نہ ہوتا تو ایسا نامہ نہ ملتا جس سے فتح نصیب ہوتی۔ اس کا مقطع اور مطلع باہم نبرد آزما ہو جاتے۔ اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ہر جملہ اپنے سے پہلے جملے کا مسبب ہے رب تعالیٰ کی بندہ پر نظرِ کرم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ استغفار میں مشغول ہو جاتا ہے وہ توبہ کو شروط کے ساتھ بجالاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے کمال کے بارے اعتقاد کا ثمرہ ہے۔ اسی پر آپ کے دین حق کے غلبہ نے دلالت کی۔ اس میں داخل ہونے والے کے لیے تفسیر بیان کر دی۔ حالانکہ وہ سارے لوگوں سے زیادہ خود دار تھے۔ ہمت کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔ وہ شدت سے آپ کا انکار کرتے تھے۔ وہ آپ پر غلبہ پالینے کی شدید آرزو رکھتے تھے۔ یہی اس فتح کا فائدہ ہے۔ جو نصرت کی نشانی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری آیت میں وہ مضبوطی ہے۔ جو استغفار کے حکم پر علت بیان کی گئی ہے۔'' شیخ برھان الدین بقاعی کا کلام ختم ہوا بقیہ تذکرہ آپ کی وفات میں آئے گا۔

تنبیہات

❶ اس میں اختلاف نہیں کہ یہ سورت مدنی ہے۔ مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئیں ہوں۔ معتمد مؤقف یہی ہے۔ بزار، ابو یعلی اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سورت ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔ آپ کو علم ہو گیا کہ آپ دار فانی کو الوداع کہنے والے ہیں۔ آپ نے قصواء اونٹنی لانے کا حکم دیا۔ اسے لایا گیا آپ نے اس پر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔

❷ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سورۃ النصر سب سے آخر میں نازل ہوئی۔'' امام ترمذی اور امام حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سورۃ المائدۃ اور سورۃ الفتح آخری سورتیں ہیں جو نازل ہوئیں۔ شیخ نے الاتقان میں لکھا ہے۔'' ''یعنی اذا جاء نصر الله والفتح'' الحافظ نے لکھا ہے'' ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ سورۃ النصر کی آخری آیت کا نزول مکمل ہوا۔ بخلاف سورت برأت کے۔ میں کہتا ہوں۔'' الطبرانی نے حضرت ابن عمر سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ قرآن پاک کی جو آخری سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر ہے۔''

❸ کشاف کے اس قول کے بارے سوال کیا گیا کہ سورۃ النصر ایام تشریق میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی اس کا آغاز اذا سے کیوں کیا جو مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ الحافظ نے اس قول کے ضعف کا قول کیا ہے۔ اگر اسے

صحیح مانا جائے تو پھر فتح کے ساتھ شرط مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ لوگوں کا جوق در جوق آنا مکمل نہیں ہوا تھا۔ بقیۃ الشرط مستقبل ہی ہے۔ الطیبی نے ایک سوال وارد کیا ہے اور پھر اس کے دو جواب دیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اِذا کبھی کبھی اِذ کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ اس فرمانِ عالی شان میں ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا۔ (الجمعۃ:۱۱)

ترجمہ: "اور (بعض لوگوں نے) جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو۔"

دوسرا یہ کہ رب تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "ہر دو جوابوں میں نظر ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔"

◆ الحافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس جگہ میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ یہ ایک قول ہے۔ عرب کے قبائل اپنے اسلام کو فتح مکہ کے ساتھ ملاتے تھے۔ وہ کہتے تھے "انہیں چھوڑ دو۔ ان کی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آجائیں تو پھر یہ نبی ہوں گے۔ جب رب تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ فتح کرادیا۔ لوگ دین الٰہی میں جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ سارا جزیرہ عرب ایمان لے آیا۔ سارے قبائل عرب اسلام کا مظہر بن گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔" یا سارے شہروں کی فتح مراد ہے۔

✿✿✿✿

دوسرا باب

وفود کے لیے آپ کی زیب وزینت، ان کی اجازت اور وفد کا معنی

اول: وفود کے لیے آپ کی زیب وزینت۔ حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے تو آپ خوبصورت کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ کندہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے یمانی حلّہ پہن رکھا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی عمدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔" اس روایت کو ابن عمر اسلمی، ابونعیم نے المعرفہ میں اور ابوالحسن الضحاک نے روایت کیا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کپڑا پہن کر آپ وفود کے پاس تشریف لاتے تھے۔ وہ حضرمی تھا۔ جس کی لمبائی چار ذراع اور چوڑائی دو ذراع اور ایک شبر تھا۔ یہ کپڑا بعد میں خلفاء کے پاس رہا۔ وہ بوسیدہ ہو گیا تو انہوں نے اسے ایک کپڑا میں لپیٹ دیا وہ اسے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے روز پہنتے تھے۔

دوم: ان کی اجازت کے بارے......

سوم: وفد کا معنی۔ الصحاح میں ہے "وفد فلان علی الامیر" یعنی وہ قاصد بن کر گیا فھو وافد۔ اس کی جمع وفد ہے۔ جیسے صاحب اور صحب۔ اسی طرح وفد کی جمع اوفاد اور وفود ہے اس کا اسم الوفادۃ ہے۔ اوفدتہ انا ای الی الامیر ارسلتہٗ۔ المصباح میں ہے: "وفد علی القوم وفداً" یہ باب وعد سے ہے۔ مصدر وفود فھو وافد ہے۔ اس کی جمع وفاد اور وُفّد اور وَفد آتی ہے۔ جیسے صاحب اور صحب۔ وفد کی جمع اوفاد اور وفود آتی ہے۔"
النہایۃ میں ہے "وفد سے مراد وہ قوم ہوتی ہے جو جمع ہوتی ہے۔ وہ کسی شہر جاتی ہے۔ اس کا واحد وافد ہے۔ اسی طرح اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وفادار زیارت کے لیے جو بخشش اور عطیات کے لیے جاتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے۔
وَفَدَ یفد فھو وافد و اوفدتہٗ فوفد و اوفد علی الشیء فھو موفد۔ اذا اشرف۔
المورد میں ہے: "الوفد سے مراد قوم میں ایسے چیدہ افراد مراد ہیں۔ جسے قوم عظیم لوگوں سے ملاقات کے لیے چن لیتی ہے۔

چہارم: الحافظ نے لکھا ہے "ابن سعد نے الطبقات میں وفود کے لیے ایک علیحدہ باب باندھا۔ انہوں نے عمدہ طریقہ سے ان کا گھیراؤ کیا ہے۔ ان کا کلام اس اعتبار سے سب سے جامع ہے۔ انہوں نے نافع بن زید حمیری کا قصہ نہیں لکھا۔ حالانکہ انہوں نے حمیر کے وفد کا تذکرہ کیا ہے۔" میں نے ان وفود کا تذکرہ کیا ہے جن کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کثیر وفود کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کا تذکرہ ابن سعد نے بھی نہیں کیا۔ میں نے انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی ہے۔ تاکہ جستجو کرنے والے کے لیے آسان ہو جائے۔ ابن سعد کے شیخ محمد بن عمر اسلمی نے کتاب الوفد لکھی ہے۔ جن میں ایسے فوائد کا تذکرہ ہے۔ جن سے ابن سعد بھی واقف نہیں ہیں۔

پنجم: بعض وفد ۹ ھ سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ البدایہ میں ہے: "فتح مکہ سے قبل حاضر ہونے والے وفود سے آگہی اور تمیز ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کے وفود کو ھجرۃً شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح ان وفدوں سے آگہی ہونا ضروری ہے جو فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھی خیر اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (الحدید:۱۰)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہِ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی (ویسے تو) سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔"

تنبیہ

وفود کی ابتداء کے بارے اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وفود اس وقت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے جب آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ یہ ۸ ھ اور اس کے بعد کی مدت ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وفد غزوۂ تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے ۹ ھ کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

وفد احمس

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت قیس بن عزرۃ احمس کے ۲۵۰ افراد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم احمس اللہ ہے۔'' زمانہ جاہلیت میں انہیں اسی طرح کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم آج اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔'' آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: ''بجیلۃ کے وفد کو عطا کرو۔ احمسیین سے ابتداء کرو۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''بجیلہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: ''بجیلین کو لکھ لو۔ احمسیین سے آغاز کرو۔'' قیس کا ایک شخص پیچھے رہا۔ اس نے کہا: ''تا کہ میں دیکھو کہ حضور اکرم ﷺ ان سے کیا فرماتے ہیں؟'' آپ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی: ''مولا! ان پر جود و کرم فرما۔ مولا! ان میں برکت فرما۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''احمس اور قیس کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''قیس سے قبل احمسیین سے آغاز کرو۔'' پھر آپ نے احمس کے لیے دعا مانگی۔ یوں عرض کی: ''مولا! احمس، اس کے پیادہ دستوں اور گھڑ سواروں میں برکت فرما۔'' آپ نے سات بار یہ دعا مانگی۔ (امام احمد)

✿✿✿✿

وفد ازد شنوءة

ابن سعد نے حضرت منیر بن عبداللہ الازدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''صرد بن عبداللہ ازدی بنو ازد کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ یہ وفد دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ وہ فروہ بن عمرو کے گھر آئے۔ انہوں نے انہیں عطیات دیے۔ عزت بخشی۔ انہوں نے وہاں دس روز تک قیام کیا۔ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت صرد ان میں سے افضل تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی قوم کے مسلمانوں پر انہیں امیر مقرر کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ ملے ہوئے یمنی مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کریں۔ حضرت صرد حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ جرش اترے۔ اس وقت وہ ایک قلعہ بند شہر تھا۔ وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔ انہوں نے اس شہر کے ارد گرد فصیل بنا رکھی تھی۔ بنو خثعم بھی ان کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ قلعہ بند ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ان مسلمانوں کے بارے سن لیا جو ان کی طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا مگر ان قبائل نے انکار کر دیا۔ انہوں نے تقریباً ایک ماہ تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ وہ ان کے مویشیوں پر حملہ کرتے اور انہیں پکڑ لیتے۔ پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ جسے شکر کہا جاتا تھا۔ قبائل نے سمجھا کہ شاید مسلمان ہزیمت کھا کر پیچھے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں جا لیا۔

مسلمانوں نے صف بندی کر لی۔ جیسے چاہا مشرکین کو تہ تیغ کیا۔ ان کے بیس گھوڑوں پر قبضہ کر لیا اور طویل دن تک ان پر لڑتے رہے۔ اہلِ جرش نے اپنے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجے تھے جو مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھے۔ وہ عصر کے بعد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ آپ نے پوچھا: ''رب تعالیٰ کے شہروں میں شکر کہاں واقع ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارے شہروں کی طرف ایک پہاڑ ہے۔ اسے اکشر کہا جاتا ہے۔ اہلِ جرش نے اس کا یہ نام رکھا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کا نام اکشر نہیں بلکہ 'شکر' ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی کیا حالت ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ابھی اس کے پاس رب تعالیٰ کے اونٹ ذبح ہو رہے ہیں۔'' آپ نے انہیں فرمایا کہ اس کے قریب جنگ ہو رہی ہے۔ اور حضرت صرد ان پر غالب آ رہے ہیں۔'' وہ دونوں شخص حضرات ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ انہوں نے ان سے فرمایا: ''تمہارے لیے ہلاکت! حضور اکرم ﷺ تمہیں تمہاری قوم کی ہلاکت کی خبر دے رہے ہیں۔ تم بارگاہِ

رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ اور عرض کرو کہ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ تم سے یہ عذاب اٹھا لے۔" وہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ ان کی قوم سے یہ ہلاکت اٹھا لے۔ آپ نے عرض کی: "مولا! ان سے یہ مصیبت اٹھا لے۔" وہ بارگاہِ رسالت پناہ سے روانہ ہوئے۔ اپنی قوم کی طرف گئے۔ انہوں نے پایا کہ ان کی قوم کو اسی روز تباہی کے سامنا کرنا پڑا تھا جس روز آپ نے ان سے فرمایا تھا۔ حضرت صرد نے ان پر اسی وقت حملہ کیا تھا جس وقت کا تذکرہ آپ نے فرمایا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے "ان دونوں نے اپنی قوم کو سارا واقعہ سنایا۔ وفد جرش عازم سفر ہوا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "تمہیں خوش آمدید! جو سارے لوگوں سے زیادہ حسین ہیں۔ جو ملاقات کے اعتبار سے سب سے سچے ہیں۔ کلام کے اعتبار سے سب سے شیریں ہیں۔ جو امانت کے اعتبار سے عظیم ہیں۔ تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔" آپ نے مبرور ان کے لیے شعار بنایا۔ ان کی بستی کے اردگرد مشہور علامات پر ان کے لیے چراگاہ مقرر فرمائی جو گھوڑوں، سواریوں اور کھیتی باڑی کرنے والے جانوروں کے چرنے کے لیے محفوظ تھی۔ جو دیگر لوگ وہاں جانور چراتے تو اس کے جانور ضبط کر لیے جاتے تھے۔

پانچواں باب

وفدِ ازدِ عمان

ابن سعد نے لکھا ہے "اہلِ عمان نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ جو انہیں شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے اموال سے صدقہ لیتے تھے۔ ان کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان میں اسد بن بیرح الطاحی تھے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں۔ جو ان کے معاملات کا والی بنے۔ حضرت مخربۃ العبد مدرک بن خوط سے عرض کی۔ آپ مجھے ان کے پاس بھیج دیں۔ انہوں نے مجھ پر احسان بھی کیا تھا۔ انہوں نے جنوب کے روز مجھے گرفتار کیا تھا۔ پھر مجھے پر احسان کر کے مجھے آزاد کر دیا تھا۔" آپ نے انہیں ان کے ہمراہ عمان کی طرف بھیج دیا۔ حضرت سلمہ بن عیاذ الازدی اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی کہ وہ کس کی عبادت کریں اور آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے انہیں بتایا تو انہوں نے عرض کی: "آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں "وہ ہماری جمعیت اور الفت کو جمع کر دے۔" آپ نے ان کے لیے دعا مانگی۔ حضرت سلمہ اور ان کے ساتھی ایمان لے آئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ازد ایک بہترین وفد ہے۔ ان کے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ وہ اپنی قسمیں پوری کرتے ہیں۔ ان کے دل پاک ہیں۔" حضرت طلحہ بن داؤد سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بہترین دودھ پلانے والے اہل عمان ہیں۔" یعنی ازد۔ (الطبرانی)

حضرت بشر بن عصمۃ اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ازد مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو میں ان کے لیے ناراض ہوتا ہوں۔ جب میں ناراض ہوتا ہوں تو وہ میرے لیے ناراض ہو جاتے ہیں۔ جب وہ راضی ہوتے ہیں تو میں ان کے لیے راضی ہو جاتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو وہ میرے لیے راضی ہو جاتے ہیں۔" (الطبرانی)

حضرت ابولبید سے روایت ہے کہ اہلِ عمان میں سے ایک شخص ہجرت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ آیا۔ اس کا نام بیرح بن اسد تھا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔ وہ مدینہ طیبہ کے رستہ میں تھا کہ اس کی ملاقات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" اس نے کہا: "میرا تعلق اہلِ عمان سے ہے۔" انہوں نے پوچھا: "کیا اہلِ

عمان سے ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں!" انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ کہا: "یہ اس سرزمین کے لوگوں میں ہے جس کا تذکرہ آپ نے زبان رسالت مآب سے سنا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔" میں اس سرزمین کو جانتا ہوں۔ جسے عمان کہا جاتا ہے جس کے ایک کونے کو سمندر سے سیراب کیا جاتا ہے۔ وہاں عرب کا ایک قبیلہ آباد ہے۔ اگر میرا قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ نہ اسے تیر ماریں گے نہ پتھر۔
(امام احمد)

چھٹا باب

وفد بنی اسد

ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے اور ہشام بن محمد بن سائب الکلبی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ ۹ ھ کی ابتداء تھی۔ ان میں حضرات حضرمی بن عامر، ضرار بن ازور، وابصہ بن معبد، قتادۃ بن قائف، سلمہ بن جیش، طلیحہ بن خویلد اور نقادۃ ابن عبداللہ بن خلف شامل تھے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے سلام عرض کیا۔ ان کے متکلم نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' حضرمی نے کہا: ''ہم قحط سالی میں رات کی تاریکی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے کوئی قاصد بھی ہماری طرف نہیں بھیجا۔ ان کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ (الحجرات:۱۷)

ترجمہ: ''وہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ اسلام لے آئے۔''

امام نسائی، بزار، ابن مردویہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، الطبرانی اور ابن مردویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بنو اسد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اسلام قبول کیا۔ لیکن ہم نے آپ کے ساتھ اس طرح قتال نہیں کیا جیسے آپ کے ساتھ عرب نے قتال کیا ہے۔ یا بنو فلاں نے قتال کیا ہے۔'' اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے بنو الزینۃ کے بعض افراد بھی تھے۔ وہ بنو مالک بن ثعلبہ تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم بنو الرشدۃ ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم بنو محولۃ کی مانند نہیں ہوں گے۔'' یعنی بنو عبداللہ بن غطفان انہوں نے اس روز آپ سے عیافۃ، کہانت اور کنکریاں مارنے کے بارے پوچھا۔ آپ نے انہیں ان تمام امور سے منع کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! ہم زمانہ جاہلیت میں یہ امور سرانجام دیتے تھے۔ کیا کوئی خصلت باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''وہ خط (رمل) ہے۔ جسے انبیائے کرام میں سے ایک نبی جانتے تھے۔ جس کا علم ان کے علم سے مطابقت کر گیا وہ اسے جان لے گا۔''

ابن سعد نے بنو اسد پھر بنو مالک بن مالک کے افراد سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نقادہ بن عبداللہ سے فرمایا: "اے نقادہ! میرے لیے ایک ایسی اونٹنی تلاش کرو جسے دھونا آسان ہو۔ جس پر سوار ہونا آسان ہو۔ اگر اس کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا جائے تو اسے کچھ نہ ہو۔" انہوں نے اپنے مویشیوں میں تلاش کیا مگر ایسی اونٹنی نہ مل سکی۔ انہوں نے اسے اپنے چچازاد کے ہاں پالیا جنہیں سنان بن ظفیر کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ان سے اسے مانگ لیا حضرت نقادہ نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کی کھیری کو مس کیا۔ حضرت نقادہ کو بلایا۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا۔ جب اس کا کچھ دودھ باقی تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: "نقادہ! دودھ کے داواعی کو چھوڑ دو۔" آپ نے وہ دودھ نوش کیا اپنے صحابہ کرام کو بھی اس میں سے پلایا۔ حضرت نقادہ نے آپ کا بقیہ دودھ پینے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس اونٹنی میں برکت فرما۔ اور اس میں برکت فرما جس نے اسے بطور عطیہ دیا ہے۔" حضرت نقادہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! اس کے لیے بھی دعا فرمائیں جو اسے لے کر آیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اور جو اسے لے کر آیا ہے۔"

تنبیہات

❶ آپ نے فرمایا: "یہ ایک ایسا خط ہے جسے ایک نبی جانتے تھے۔" المطالع اور التقریب میں ہے "اس سے مراد خط رمل اور اس امر کی معرفت ہے جو اس پر دلالت کرے۔" النہایہ میں ہے "حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے: "اس سے مراد وہ خط ہے جسے الحازی کھینچتا تھا۔ اس علم کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ ایک محتاج شخص الحازی کے پاس آتا۔ وہ اسے نذرانہ پیش کرتا۔ وہ اسے کہتا: "بیٹھ جاؤ حتی کہ میں تمہارے لیے خط کھینچوں۔" حازی کے سامنے ایک غلام ہوتا تھا جس کے ہمراہ میل ہوتا تھا۔ وہ نرم زمین پر آتا۔ وہاں کثیر خطوط کھینچتا وہ انہیں جلدی جلدی کھینچتا تاکہ وہ شمار نہ ہو سکیں۔ پھر واپس آتا اور آہستہ آہستہ دو دو خط مٹا دیتا۔ اس کا غلام فال پکڑتے ہوئے کہتا: "ابنی عیان! اسرعا البیان" اگر دو خط باقی رہتے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتے اور اگر ایک خط باقی رہ جاتا تو وہ نقصان کی علامت ہوتا۔" الحربی نے لکھا ہے "خط یہ ہے کہ یہ خطوط کھینچتے جاتے ہیں۔ پھر ان پر جَو یا گٹھلی ماری جاتی ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ یوں یوں ہوگا۔ یہ کہانت ہی کی ایک قسم ہے۔" ابن الاثیر نے لکھا ہے "جس خط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ایک مصروف علم ہے اس کے بارے لوگوں کی بہت سی تصانیف ہیں۔ یہ لوگ آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس کے بارے ان کی بہت سی وضاحتیں، اصطلاح اور کثیر عمل ہے۔ وہ دل کی مخفی بات نکالتے ہیں اور اس میں بہت سی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔

❷ رمل کی قسم حرام ہے۔ شوافع اور حنابلہ وغیرہما کا یہی مؤقف ہے۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔

انہوں نے "باب تحریم الکلام فی الصلاۃ" میں رقم کیا ہے۔ "علماء کرام کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی ممانعت پر اتفاق ہے۔

- آپ نے فرمایا: "اس علم کو انبیاء کرام میں سے ایک نبی جانتے تھے۔" میری یادداشت میں ہے کہ شاید وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ میں اسے نہیں جانتا جس نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ وہ اسے تحریر کیا جاتا۔
- "جس کا علم ان کے علم کے مطابق ہو گیا وہ جان گیا" صحیح مسلم میں ہے "جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو گیا تو یہ اس کے لیے مباح ہے۔ لیکن ہمیں موافقت کا یقینی علم نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ مباح نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ یہ مباح نہیں ہو سکتا مگر موافقت کے یقین کے ساتھ۔ لیکن موافقت کا یقینی علم ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو گیا تو اس کے لیے مباح ہے۔" موافقت کی شرط کے بغیر آپ نے اسے حرام نہ فرمایا تا کہ وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اس نہی میں وہ نبی بھی شامل تھے جو یہ خط کھینچا کرتے تھے۔ آپ اس نبی کی عزت وحرمت کا پاس فرماتے ہوئے ہمارے حق میں اس کا حکم بیان کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نبی کے حق میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ اسی طرح اگر تم اس کی موافقت کو جان لو۔ لیکن موافقت جاننے کا علم تمہارے پاس نہیں ہے۔

ساتواں باب

وفد اسلم

ابن سعد نے لکھا ہے "حضرت عمیر بن افصی بنو اسلم کے وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ ہم نے آپ کے طریقوں کی اتباع کی ہے۔ ہم کو اپنے ہاں ایسا مقام عطا کریں۔ جس سے اہلِ عرب ہماری فضیلت کو جان لیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ وفاء کریں گے۔ یہ سختی اور نرمی کے وقت آپ کی نصرت کریں گے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلم کا قبیلہ اسلام لے آیا۔ رب تعالیٰ اسے سلامت رکھے۔ غفار کا قبیلہ بھی اسلام لے آیا۔ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔" آپ نے بنو اسلم اور ان قبائل عرب کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔ جو ساحل اور میدان میں بستے تھے۔ اس میں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا۔ یہ مکتوب حضرت ثابت بن قیس نے لکھا اور حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس کے گواہ بنے۔

آٹھواں باب

اسید بن ابی اناس کا حاضر خدمت ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسید کا خون اس وقت مباح قرار دے دیا۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی کہ اس نے آپ کی ہجو بیان کی ہے۔ اسید طائف پہنچا وہیں ٹھہرا رہا۔ جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا۔ تو حضرت ساریہ بن زنیم طائف گئے۔ اسید نے ان سے پوچھا: ''کیا خبر ہے؟'' انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلبہ عطا کیا ہے۔ دشمن پر آپ کی نصرت کی ہے۔ اے میرے بھتیجے! آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ کیونکہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے آپ اسے قتل نہیں کرتے۔''

اسید نے اپنی بیوی کو سوار کیا۔ وہ اس وقت حاملہ تھی۔ وہ روانہ ہوئے قرن الثعالب کے پاس ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اسید اپنے اہلِ خانہ کے پاس گیا۔ قمیص پہنی۔ عمامہ باندھا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ساریہ بن زنیم تلوار لیے آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت اسید آئے۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عرض کی: محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اسید کے خون کو مباح قرار دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے عرض کی: ''کیا وہ مؤمن بن کر حاضر خدمت ہو جائے تو کیا آپ اسے قبول کر لیں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے اپنا ہاتھ آپ کے دستِ اقدس میں رکھا اور عرض کی: ''یہ میرا ہاتھ آپ کے دستِ اقدس میں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ اسید بن ابی اناس ایمان لا چکے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پناہ عطا کی ہے۔ آپ نے ان کے چہرے کو مس کیا۔ دستِ اقدس ان کے سینے پر پھیرا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسید اگر تاریک کمرہ میں داخل ہو جاتے تو وہاں اجالا ہو جاتا تھا۔

حضرت اسید نے یہ اشعار کہے:

أَ أنت الفتى تهدى معدا لربّها   بل الله يهديها و قال لك اشهد

ترجمہ: ''کیا آپ وہ ذاتِ والا ہیں جس نے معد کو اس کے رب کی طرف ہدایت دی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور آپ سے فرمایا کہ گواہ بن جاؤ۔''

فما حملت من ناقة فوق کورها ابرو اوفی ذمةً من محمد

ترجمہ: "اونٹنی نے اپنے کجاوے پر کسی ایسی ذات کو سوار نہیں کیا جو محمد عربی ﷺ سے زیادہ پاکباز اور وعدہ پورا کرنے والی ہو۔"

و اکسی لبرد الحال قبل ابتذاله و اعطی لرأس السابق المتجرد

ترجمہ: "جو یمن کی چادر عطا کرنے والا ہو لیکن اس کے استعمال سے پہلے اور آگے بڑھنے والا عمدہ گھوڑا عنایت کرنے والا ہو۔"

تعلّم رسول الله انك قادر علی کل حیّ متھمین و منجد

ترجمہ: "یارسول اللہ! آپ جان لیں کہ آپ ہر قبیلہ پر قادر ہیں خواہ وہ پست جگہ ہو یا بلند جگہ پر ہو۔"

تعلّم بانّ الرکب رکب عویمر هم الکاذبون المخلفوا کل موعد

ترجمہ: "آپ جان لیں کہ کاروانِ عویمر وہ کارواں ہے۔ جو جھوٹا ہے اور ہر قسم کا وعدہ توڑنے والا ہے۔"

انبوا رسول الله ان قد هجوته فلا رفعت سوطی الیّ یدی

ترجمہ: "انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا ہے کہ میں نے آپ کی ہجو بیان کی ہے تو پھر ہاتھ میری طرف میرا ڈنڈا نہ اٹھائے۔"

سوی اننی قد قلت یاویح فتية اصیبوا بنحس لا یطاق و اسعد

ترجمہ: "سوائے اس کے کہ میں نے کہا ہے کہ ان جوانوں پر افسوس! جو بدبختی میں مارے گئے۔ جن میں طاقت نہ تھی نہ ہی وہ سعادت مند تھے۔"

اصابهم من لم یکن لدمائهم کفیئًا فعزت حسرتی و تنکدی

ترجمہ: "انہیں ان لوگوں نے تکلیف دی جن کے خون کا کوئی بدل نہ تھا۔ مجھ پر حسرت غالب آگئی اور زندگی مکدر ہوگئی۔"

ذویبا و کلثومًا و سلما و ساعدًا جمیعًا بان لا تدمع العین تکمد

ترجمہ: "ذویب، کلثوم، سلم اور ساعد سب مارے گئے۔ اگر آنکھ آنسو نہیں بہائے گی تو وہ غمزدہ ضرور ہوگی۔"

جب انہوں نے پہلا مصرعہ پڑھا تو حضور والا ﷺ نے فرمایا: "بل الله یهدیها" شاعر نے پورا مصرعہ یوں مکمل کر دیا۔ "بل الله یهدیها و قال لك اشهد" اس روایت کو ابن شاہین نے المدائنی سے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے۔

تنبیہات

❶ یہ واقعہ اور اشعار امام واقدی اور امام الطبرانی نے حضرت انس بن زنیم کے لیے لکھے ہیں۔ الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے "اسی طرح کا واقعہ حضرت انس بن زنیم کے لیے بھی رونما ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ ان کے ذکر کے ضمن میں آئے گا۔ احتمال یہ ہے کہ دونوں صحابہ کرام کے لیے اس طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔

❷ دِعبل بن علی نے طبقات الشعراء میں لکھا ہے:

فما حملت ناقۃ فوق کورھا اعف و اوفی ذمۃً من محمد

یہ ان اشعار میں سے سچا ترین شعر ہے جنہیں اہلِ عرب نے کہا ہے۔

✿✿✿✿

نواں باب

وفدِ اشجع

ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوۂ خندق کے سال بنو اشجع آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ایک سو تھی مسعود بن رخیلہ ان کے سردار تھے۔ وہ سلع گھاٹی میں اترے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کے لیے کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ ﷺ! ہم کسی عربی قوم کو نہیں جانتے جس کا گھر ہم سے آپ کے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ جو تعداد میں قلیل ہو۔ آپ سے جنگ کی وجہ سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ آپ کی قوم کی جنگ کی وجہ سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ ہم آپ کو الوداع کہنے آئے ہیں۔" آپ نے انہیں الوداع کہا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وفد اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ بنو قریظہ سے فارغ ہو چکے تھے ان کی تعداد سات سو تھی۔ آپ نے انہیں الوداع کیا۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

✿✿✿✿

دسواں باب

وفدِ اشعیرین

امام عبدالرزاق نے حضرت معمر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر یہ دعا کی: "مولا! کشتی والوں کو نجات عطا فرما۔" پھر آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا: "انہوں نے مدد طلب کی ہے۔" جب وہ وفد مدینہ طیبہ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: "وہ آگئے ہیں ایک صالح شخص انہیں لے کر آرہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کے ہمراہ کشتی میں اشعری ہیں۔عمرو بن حمق خزاعی ان کی قیادت کر رہا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم کہاں سے آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "زبید سے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ زبید میں برکت ڈالے۔" انہوں نے عرض کی: "زمع میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ زبید میں برکت ڈالے۔" انہوں نے عرض کی: "زمع میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "زمع میں بھی۔"

ابن سعد، امام بیہقی اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس ایسی قوم آرہی ہے جو دلوں کے اعتبار سے تم سے نرم ہے۔" اشعری حاضر خدمت ہو گئے۔ان میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔جب وہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو وہ یہ رجز پڑھنے لگے:

غدًا نلقی الاحبة محمدا و حزبه

ترجمہ: "کل ہم اپنے محبوب افراد سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے یعنی ہم محمد عربی ﷺ اور آپ کے پاکباز گروہ سے ملیں گے۔"

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔آپ فرمار ہے تھے۔"تمہارے پاس اہلِ یمن آرہے ہیں۔جو دل کے اعتبار سے رقیق اور قلوب کے اعتبار سے نرم ہیں۔ایمان یمن میں ہے۔حکمت یمن میں ہے۔بکریاں پالنے والوں میں سکینت اور وقار ہوتا ہے جبکہ اونٹ والوں میں بلند آواز کرنے والے ہیں ان میں کبر اور عجب پایا جاتا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اہلِ یمن تمہارے پاس آرہے ہیں۔گویا

کہ وہ بادل ہوں۔ وہ اہلِ زمین میں سے بہترین ہیں۔" ایک انصاری صحابی نے کہا: "کیا ہم؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "کیا ہم یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "مگر تم ایک کمزور کلمہ ہو۔"
زاد المعاد میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب اشعریوں سے آپ نے ملاقات کی۔ وہ اسلام لے آئے اور آپ کی بیعت کی تو آپ نے فرمایا: "اشعری لوگوں میں اس طرح ہیں جیسے تھیلی میں مشک ہو۔"

❁❁❁❁

گیارھواں باب

اعشی بن مازن کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

حضرت عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں روایت کیا ہے۔ شیرازی نے نضلہ بن طریف سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص تھا جسے الاعشی کہا جاتا تھا۔ اس کا نام عبداللہ بن الاعور تھا۔ اس کے ہاں ایک عورت تھی جسے معاذہ کہا جاتا تھا۔ وہ رجب میں نکلا۔ وہ ہجر سے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کھانا تیار کرنے گیا۔ ان کی عورت اس سے جھگڑا کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس نے ان کے ایک شخص سے پناہ لے لی۔ جسے مطرف بن بھصل المازنی کہا جاتا تھا۔ اس نے اسے اپنے پس پشت رکھا۔ جب وہ شخص گھر آیا تو اس نے عورت کو گھر نہ پایا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ جھگڑ کر چلی گئی ہے۔ اس نے مطرف بن بھصل کے گھر پناہ لے لی ہے۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اس نے اس شخص سے کہا: ''چچازاد! کیا تیرے پاس میری بیوی ہے۔ اس کا نام معاذہ ہے۔ وہ مجھے دے دو۔'' اس شخص نے کہا: ''وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اگر وہ میرے پاس ہوتی بھی تو میں تمہیں نہ دیتا۔'' مطرف اس سے طاقتور تھا۔ الاعشی عازمِ سفر ہوا بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچا آپ سے پناہ لی اور یہ اشعار پڑھے۔ امام عبداللہ، ابن ابی خیثمہ، حسن بن سفیان، ابن شاہین اور ابونعیم نے اسی اعشی سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے یہ اشعار عرض کیے:

یا مالك الناس و دیّان العرب — انی لقیت دربة من الذرب
غدوت ابغیها الطعام فی رجب — فخلّفتنی فی نزاع و هرب
اخلفت العهد و لظت بالذنب — و هن شر غالب لمن غلب

ترجمہ: ''اے لوگوں کے مالک، اے عرب کے حاکم! مجھے مصائب میں سے ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں رجب میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے کھانا لینے گیا۔ میری بیوی نے مجھے جھگڑا میں چھوڑا اور رفوچکر ہوگئی۔ اس نے وعدہ خلافی کی اور گناہ پر اصرار کیا۔ یہ عورتیں غالب کا شر ہیں اس کے لیے جو مغلوب ہو۔''

حضور اکرم ﷺ نے مطرف کی طرف یہ خط لکھوایا: ''اس عورت معاذہ کے بارے غور و فکر کرو اور اسے اس شخص کے

حوالے کر دو۔" اسے آپ کا مکتوبِ گرامی پہنچا۔ اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے کہا: "اے معاذہ! یہ تمہارے بارے حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی ہے۔ میں تمہیں اس شخص کے سپرد کرنے لگا ہوں۔" اس عورت نے کہا: "اس سے وعدہ، عہد اور حضور اکرم ﷺ کا ذمہ لے لو کہ یہ مجھے اس وجہ سے سزا نہیں دے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔" اس نے اس سے عہد لیا۔ اس نے اس عورت کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس وقت اس نے یہ شعر پڑھے:

لعمرك ما حُبّی معاذة بالذی　　　یغیره الواشی ولا قدم العهد

ترجمہ: "تیری زندگانی کی قسم! معاذہ سے میری محبت ایسی نہیں جسے چغل خور تبدیل کر سکے یا کوئی عہد قدیم کر سکے۔"

ولا سوء ما جاء ت به اذا ذلّها　　　غواة رجال اذینا جونها بعدی

ترجمہ: "نہ ہی کوئی ایسی برائی اسے پرانا کر سکتی ہے جسے وہ لے کر آئے جسے باغی لوگ ذلیل کر سکیں جب کہ وہ اس سے میرے بعد سرگوشی کریں۔"

❁❁❁❁

بارھواں باب

الاشعث بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اشعث بن قیس کندہ کے اسی افراد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے اپنی زلفوں میں کنگھی کر رکھی تھی۔آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا تھا۔انہوں نے حبرۃ کے جبّے پہن رکھے تھے۔جن کے حاشیے ریشم کے تھے۔جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔تو آپ نے فرمایا:"کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟"انہوں نے عرض کی:"کیوں نہیں۔"آپ نے فرمایا:"پھر تمہاری گردنوں پر ریشم کیوں ہے؟"انہوں نے وہ حاشیے پھاڑ دیے اور انہیں پھینک دیا۔پھر اشعث بن قیس نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہم آکل المرار کی نسل سے ہیں۔آپ بھی آکل المرار کی نسل سے ہیں۔"یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا:"اس نسب کو عباس بن مطلب اور ربیعہ بن حارث کے ساتھ ملاؤ۔"حضرات عباس،ربیعہ دونوں تاجر تھے۔جب وہ عرب کے بعض علاقوں میں جاتے۔ان سے پوچھا جاتا کہ ان کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟وہ کہتے:"ہم بنو آکل المرار میں سے ہیں۔"اس سے وہ عزت کے خواہاں ہوتے تھے۔کیونکہ کندہ بادشاہ تھے۔آپ نے ان سے فرمایا:"نہیں!ہم نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ہم خود کو اپنی ماؤں کی طرف منسوب نہیں کرتے نہ اپنے آباء کی نفی کرتے ہیں۔"

الاشعث بن قیس الکندی نے کہا:"اے گروہِ کندہ!کیا تم فارغ ہو چکے ہو۔بخدا!اب میں کسی شخص کو یوں کہتے ہوئے نہ سنوں۔ورنہ میں اسے اسی درے ماروں گا۔"ابن ہشام نے لکھا ہے"اشعث بن قیس اپنی والدہ کی طرف سے آکل المرار کی اولاد میں سے تھے۔آکل المرار سے مراد حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندی ہے۔اسے کندہ بھی کہا جاتا ہے۔اسے آکل المرار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ عمرو بن ہبولہ غسانی نے ان پر حملہ کیا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اس جنگ میں ایک درخت کھایا جسے المرار کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے"بارق کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ کی بیعت کر لی۔آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

"یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بارق کے لیے ہے۔نہ تو ان کا پھل کاٹا جائے گا نہ ہی

ان کے شہروں موسم بہار اور موسم گرما گزارنے کی جگہ میں جانور چرائے جائیں گے۔ مگر جبکہ بارق کو کسی مسئلہ کا سامنا کرنا پڑے۔ جب کوئی مسلمان ان کے میدان یا خشک زمین سے گذرے تو تین دن کی ضیافت اس کے لیے روا ہے۔ جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کے لیے نیچے گرا ہوا پھل لینا روا ہے جو اس کے پیٹ کے لیے کافی ہو مگر درخت کو جڑ سے نہ اکھیڑا جائے۔"

اس مکتوب گرامی پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما گواہ بنے اور اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

✿✿✿✿

چودھواں باب

باھلہ کا وفد

ابن شاہین نے ابن اسحاق سے اور ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد مطرف بن کاھن باہلی اپنی قوم کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسلام کے لیے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی اس کے آسمانوں میں گواہی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ جو کچھ آپ نے کہا ہم اس پر ایمان لے آئے۔ آپ ہمارے لیے ایک خط لکھوا دیں۔ آپ نے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مطرف بن کاھن باہلی اور ان کے لیے باہلہ میں سے بیشہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ جس شخص نے ایسی بے آباد زمین آباد کی جس میں جانور کے لیے پناہ اور پانی تھا تو وہ اسی کے لیے ہے۔ اس پر ہر تیس گائے میں سے ایک فارض (جوان گائے) ہے۔ اس پر ہر چالیس بکریوں میں سے ایک سال کی بکری بطور زکوٰۃ ہے۔ ہر پچاس اونٹوں میں سے دو سال کا اونٹ فرض ہے۔ زکوٰۃ لینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف چراگاہ میں ہی زکوٰۃ لے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ امن میں ہیں۔"

اس روایت میں ہے کہ جب حضرت مطرف واپس آئے تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

حلفت برب الراقصات عشية   علی کل حرف من سديس و بازل

ترجمہ: "میں ان اونٹنیوں کے رب تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں جو ہر کنارے پر رات کے وقت محو رقص ہوتی ہیں ان میں سے بعض اونٹنیاں آٹھویں سال میں داخل ہیں اور بعض آٹھ سال پورے کر کے نویں سال میں داخل ہیں۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "پھر حضرت نہشل بن مالک وائلی باھلہ میں سے اپنی قوم کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے مسلمانوں کے لیے ایک مکتوب گرامی لکھوایا۔ جس میں شریعت اسلامیہ کا تذکرہ کیا۔ اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

پندرھواں باب

بنو بکائی کا وفد

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عامر البکائی اور جعد بن عبداللہ سے، ابن شاہین نے یزید بن رومان سے، حسن اور سدی نے ابومالک سے، ابن مندہ اور ابونعیم نے اور اسناد سے، ابن شاہین نے بشر بن معاویہ سے اور ثابت نے الدلائل میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ۹ھ میں بنو بکاء کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تین افراد پر مشتمل تھا۔ (۱) معاویہ بن ثور۔ ان کی عمر اس وقت ایک سو سال تھی۔ ان کے ہمراہ ان کا فرزند بشر تھا۔ (۲) فجیع بن عبداللہ (۳) ان کے ہمراہ عبد عمرو بھی تھے۔ وہ بہرے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قیام و طعام کا حکم دیا۔ پھر انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت معاویہ نے عرض کی: "میں آپ کو مَس کر کے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں عمر رسیدہ ہوگیا ہوں۔ یہ میرا لڑکا ہے جو میرے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر دست اقدس پھیریں۔" آپ نے حضرت بشر کے چہرہ پر دستِ اقدس پھیرا۔ آپ نے انہیں خاکستری رنگ کی بکریاں عطا کیں۔ ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ حضرت جعد نے فرمایا: "بنو بکاء کو کبھی کبھی قحط سالی آلیتی تھی۔ لیکن آلِ معاویہ کو تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ محمد بن بشر بن معاویہ رضی اللہ عنہم نے یہ اشعار لکھے ہیں:

وَ ابی الذی مسح الرسول براسِهٖ	و دعا له بالخیر والبرکاتِ
اعطاہ احمد اذ اتاہ اعنزا	عفرا نواجل لسن باللجنات
یملأن رفد الحیّ کل عشیة	و یعود ذاك الملٔ بالغدواتِ
و بورکن من منح و بورك مانحا	و علیه منی ما حییت صلاتی

ترجمہ: "میرے والد گرامی وہ ہیں جن کے سر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس پھیرا تھا۔ ان کے لیے خیر و برکات کی دعا کی تھی۔ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت انہیں خاکستری بکریاں عطا کیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ہر شام کو قبیلہ کا پیالہ بھر دیتی تھیں اور صبح کے وقت بھی اتنی ہی مقدار میں دودھ دیتی تھیں۔ اس عطیہ کی وجہ سے ان میں برکت ڈالی گئی تھی۔ عطا کرنے والے کو بھی بابرکت بنادیا

گیا تھا۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ آپ پر میری طرف سے درود و سلام ہو۔"

آپ نے عبد عمرو کا نام عبدالرحمان رکھا۔ ان کے لیے وہی چشمہ لکھا جس پر انہوں نے ذوالقصہ کے مقام پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔

❁❁❁❁

سولہواں باب

وفود بنی بکر

ابن سعد نے لکھا ہے کہ بنو بکر بن وائل بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اس کا تعلق تمہارے ساتھ نہیں۔ اس کا تعلق اباد کے ساتھ تھا۔ اس نے جاہلیت میں حنفیت اختیار کر لی تھی۔ وہ عکاظ گیا۔ لوگ اس کے اردگرد جمع تھے۔ اس نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ جو اس سے یاد کر لی گئی۔" اس گفتگو کا تذکرہ اس کتاب کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔ اس وفد میں بشیر بن خصاصیہ، عبداللہ بن مرثد اور حسان بن حوط شامل تھے۔ حسان کی اولاد میں سے ایک شخص نے کہا ہے۔

انا ابن حسان بن حوط و ابی رسول بکر کلها الی النبی

ترجمہ: "میں حضرت حسان بن حوط کا لخت جگر ہوں۔ میرے والد گرامی بنو بکر کے قاصد تھے۔ یہ سارے بارگاہِ رسالت مآب میں گئے تھے۔"

ان کے ہمراہ عبداللہ بن اسود بھی تھے۔ وہ یمامہ جاتے۔ یمامہ کے مال میں سے کچھ فروخت کرتے۔ انہوں نے ہجرت کی اور کھجوروں کا ایک توشہ دان آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی۔

❁❁❁❁

ستر ھواں باب

وفودِ بلیّ

ابن سعد نے حضرت رویفع بن ثابت بلوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میری قوم کا وفد ۹ ھ ربیع الاول کے ماہ مبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے انہیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ وہ گھر بنو جدیلہ میں تھا۔ پھر میں انہیں لے کر نکلا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ آپ صبح کے وقت اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ''رویفع'' میں نے عرض کی: ''لبیک'' آپ نے پوچھا: ''یہ قوم کون سی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یہ میری قوم ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں اور تمہاری قوم کو خوش آمدید!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت اقدس میں آئے ہیں۔ یہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے پیچھے والے لوگ بھی ان کے دین پر ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ رب تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے اسلام کے لیے ہدایت دے دیتا ہے۔'' وفد کے بزرگ حضرت ابوضبیب آگے ہوئے۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ کی تصدیق کریں تاکہ ہم گواہی دیں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ ہم ان معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہم اور آباء کرتے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا وہ آتش جہنم کے حوالے ہوگا۔'' حضرت ابوالضبیب نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ضیافت کا شوق ہے۔ کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو نیکی بھی تم نے کسی امیر اور غریب سے کی ہوگی وہ صدقہ ہے۔''

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ضیافت کی کتنی مدت ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تین دن۔ اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تمہارے ہاں قیام کرے اور تمہیں تکلیف میں ڈالے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس بکری کے بارے آپ کا کیا خیال ہے جسے میں جنگل میں پاؤں۔ وہ گمشدہ ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ یا تو تمہارے لیے اور تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''ایسے اونٹ

کے بارے کیا خیال ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارا اور اس کا کیا تعلق؟ اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے پالے۔"

حضرت رویفع نے فرمایا: "انہوں نے اپنے دین کے بارے چند باتیں پوچھیں۔ آپ نے انہیں جوابات مرحمت فرمائے۔ پھر میں انہیں لے کر اپنے گھر آ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں لے کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "ان کھجوروں سے مدد لو۔" وہ مہمان ان کھجوروں سے اور دیگر کھجوروں سے کھاتے رہے۔ وہ تین روز تک میرے پاس ٹھہرے رہے۔ پھر الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں عطیات دینے کا حکم دیا جیسے کہ آپ دیگر وفود کو عطیات سے نوازتے تھے۔ پھر وہ اپنے شہر لوٹ آئے۔

❁❁❁❁

اٹھارواں باب

وفود بہراء

محمد بن عمر نے حضرت کریمۃ بنت المقداد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے اپنی والدہ محترمہ ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''یمن سے بہراء کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔وہ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے آئے حتیٰ کہ وہ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ہم اپنے گھر بنو حدیلہ میں تھے۔حضرت مقداد ان کی طرف گئے۔انہیں خوش آمدید کہا۔انہیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ان کے سامنے حلوہ کا پیالہ رکھا۔'' حضرت ضباعۃ نے کہا:''ہم نے یہ حلوہ مہمانوں کے آنے سے قبل اپنے کھانے کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت مقداد بڑے مہمان نواز تھے وہ حلوہ انہوں نے مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔پیالہ ہمارے پاس آ گیا۔اس میں حلوہ باقی تھا۔اسے چھوٹے سے پیالے میں جمع کیا گیا۔پھر اپنی خادمہ سدرہ کے ہمراہ اسے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیج دیا۔اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔آپ نے پوچھا:''کیا یہ ضباعۃ نے بھیجا ہے؟''سدرہ نے عرض کی:''ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔'' آپ نے فرمایا:''اسے رکھ دو۔'' پھر فرمایا:''ابو معبد کے مہمانوں نے کیا کیا؟''میں نے عرض کی:''وہ ہمارے ہاں ہی ہیں۔''اس میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت پاک نے تناول کیا حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔سدرہ نے بھی ان کے ساتھ ہی کھایا۔پھر آپ نے فرمایا:''بقیہ حلوہ اپنے مہمانوں کے پاس لے جاؤ۔'' حضرت سدرہ نے کہا:''میں وہ پیالہ اپنی مالکہ کی خدمت میں لے آئی۔جب تک مہمان رہے وہ اسی سے کھاتے رہے۔حضرت مقداد وہی پیالہ ان کے پاس لے جاتے۔اس میں سے کمی نہ ہوتی تھی۔حتیٰ کہ وہ مہمان کہنے لگے:

''ابو معبد! تم ہمیں ہمارے پسندیدہ کھانے سے سیر کر رہے ہو۔ہمیں تو یہ کبھی کبھار ہی نصیب ہوتا ہے۔ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ تمہارے ہاں غلہ کم پیدا ہوتا ہے۔یہ ایک نفیس کھانا ہے۔ہم نے تمہارے پاس جی بھر کر کھایا ہے۔'' حضرت ابو معبد نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے بتایا کہ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔اسے واپس لوٹایا۔یہ آپ کی مبارک انگلیوں کی برکت ہے۔''وہ کہنے لگے:''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''ان کے یقین میں اضافہ ہوا۔آپ کا ارادہ بھی یہی تھا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔فرائض سیکھے۔کچھ دن وہیں قیام پذیر رہے۔پھر آپ کی خدمت اقدس میں الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔آپ نے انہیں عطیات دینے کا حکم دیا۔وہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ گئے۔

انیسواں باب

وفدِ تجیب

وفدِ تجیب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے ہمراہ ان کے اموال کے وہ صدقات بھی تھے جو رب تعالیٰ نے فرض کیے تھے۔ ان کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کی قیام گاہ کو عمدہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے پاس اپنے اموال میں سے رب تعالیٰ کا حق لے کر آئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں واپس لے جاؤ اور اپنے غریبوں پر خرچ کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں وہ اموال لے کر آئے ہیں جو ہمارے غرباء سے بچ گئے تھے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عرب کے کسی وفد نے آپ کی خدمت میں وہ کچھ پیش نہیں کیا جو اس وفدِ تجیب نے پیش کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہدایت رب تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔" انہوں نے آپ سے چند امور کے بارے پوچھا۔ آپ نے وہ چیزیں ان کے لیے لکھ دیں۔ وہ آپ سے قرآن مجید اور سنن مطہرہ کے بارے سوال کرنے لگے۔ آپ نے ان میں زیادہ رغبت کی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی عمدہ ضیافت کریں۔

وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ انہوں نے زیادہ عرصہ قیام نہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے اتنی جلدی کیوں کی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم اپنی قوم کے پاس جاتے ہیں۔ ہم انہیں بتائیں گے کہ ہم نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ سے کلام کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ نے ہمیں یہ جواب ارشاد فرمایا ہے۔ پھر وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے انہیں سارے وفود سے عمدہ عطیات دیے۔" پھر پوچھا: "کیا کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟" انہوں نے کہا: "ایک نوجوان باقی رہ گیا ہے۔ وہ ہمارے کجاوں کے پاس ہے۔ وہ عمر میں ہم سب سے چھوٹا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے ہمارے پاس بھیج دو۔" جب وہ اپنے سامان کے پاس گئے تو انہوں نے اس نوجوان سے کہا: "تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ سے اپنا دامن مراد بھر لو۔ ہم نے دامن مراد بھر لیے ہیں۔ ہم نے آپ کو الوداعی سلام عرض کر دیا ہے۔" وہ نوجوان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنو ابذی کا جوان ہوں۔ میں اس وفد سے ہوں جو ابھی ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے دامن مراد بھر لیے ہیں۔ آپ میرا دامن بھی بھر دیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری حاجت کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ضرورت ان کی ضرورت کی طرح کی نہیں۔"

اگرچہ وہ اسلام میں رغبت رکھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔" وہ آپ کی خدمت میں صدقات لے کر آئے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے وہ مجھ پر رحم کرے۔ وہ میرے دل میں غنیٰ رکھ دے۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اسے معاف کر دے۔ اس پر رحم کر۔ اس کی غنیٰ اس کے دل میں رکھ دے۔" پھر اسے بھی وہ عطیہ دینے کا حکم دیا گیا۔ جو اس کے ساتھیوں کو دیا گیا۔

وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس لوٹ گئے۔ پھر ۱۰ھ کو آپ کو منیٰ میں ملے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم بنوابذی ہیں۔" حضور والا ﷺ نے ان سے اس نوجوان کے بارے پوچھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اس کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس سے زیادہ کسی قانع شخص کے بارے ہمیں بتایا گیا ہے۔ وہ اس رزق پر قانع ہے جو رب تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے۔ اگر وہ لوگ ساری دنیا کو تقسیم کر لیں پھر بھی وہ اس کی طرف نہ دیکھے نہ ہی اس کی طرف نظرِ التفات کرے۔" آپ نے فرمایا: "الحمدللہ! میں امید کرتا ہوں کہ وہ سارے کا سارا وصال کرے گا۔" ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "کیا ہر انسان سارے کا سارا نہیں مرتا۔" آپ نے فرمایا: "انسان کی خواہشات اور غم دنیا کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوتے ہیں۔ شاید کسی وادی میں اس کی موت آجائے۔ اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ ان میں سے کس میں ہلاک ہو۔"

انہوں نے کہا: "اس شخص نے ہم میں بہترین حالت پر زندگی بسر کی۔ وہ دنیا میں زہد اختیار کر گیا۔ جو رزق رب تعالیٰ نے دیا وہ اسی پر قناعت کر گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اہلِ یمن سے اسلام سے وہ پھرا جو پھرا۔ وہ جوان اپنی قوم میں کھڑا ہو گیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی یاد دلائی۔ ان میں سے ایک شخص بھی اسلام سے نہ لوٹا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جوان کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اس کے متعلق پوچھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان تک اس کے حالات و واقعات پہنچ گئے۔ انہوں نے حضرت زیاد بن لبید کی طرف لکھا کہ اس جوان کے ساتھ بھلائی کریں۔

بیسواں باب

وفدِ بنی تغلب

ابن سعد نے حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو تغلب کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد سولہ افراد پر مشتمل تھا جن میں سے بعض مسلمان اور کچھ عیسائی تھے۔ عیسائی نے سونے کی صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ وہ حضرت رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے۔ حضور اکرم ﷺ نے عیسائیوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اس شرط پر اپنے دین پر برقرار رہیں کہ وہ نصرانیت میں اپنی اولاد کو نہیں رنگیں گے۔ آپ نے ان میں سے مسلمانوں کو عطیات عطا کیے۔

اکیسواں باب

وفدِ بنی تمیم

اس وفد کی حاضری کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیینہ بن حذیفہ نے ان کے بعض افراد مختص کیے۔ جیسے کہ سرایا میں گزر چکا ہے۔ ان میں بنو تمیم کے بعض رؤساء بھی شامل تھے۔ ابن اسحاق اور ابن مردویہ نے عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم، حجاب بن یزید، نعیم بن یزید، قیس بن حارث، قیس بن عاصم وار ریاح بن حارث سے روایت کیا ہے۔ یہ وفد ستر یا اسی افراد پر مشتمل تھا۔ حضرات عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے آپ کے ہمراہ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں بھی شرکت کی تھی۔ جب بنو تمیم کا وفد آیا تو یہ ان کے ساتھ بھی حاضر خدمت ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں ''یہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ ظہر کے لیے آذان دی۔ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ بنو تمیم کے وفد نے جلدی کی۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ دیر سے تشریف لائیں۔ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں۔ ان کی چیخ و پکار کی وجہ سے آپ کو اذیت ہوئی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: ''ہماری مدح زینت بخش دیتی ہے۔ ہماری مذمت عیب لگا دیتی ہے۔ ہم سارے عرب سے زیادہ معزز ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے جھوٹ بولا ہے۔ رب تعالیٰ کی مدح زیبائش عطا کرتی ہے۔ اس کی مذمت عیب دار کرتی ہے۔ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام تم سے معزز ہیں۔''

امام احمد نے حضرت اقرع بن حابس سے، ابن جریر نے جید سند کے ساتھ، امام بغوی، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اقرع نے روایت کیا ہے کہ وہ وہی تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باہر تشریف لائیں۔ آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری مدح زیبائش ہے۔ میری مذمت عیب دار کر دیتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تو رب تعالیٰ کی شان ہے۔''

انہوں نے کہا: ''ہم آپ کی خدمت میں اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ فخر میں مقابلہ کریں۔ آپ ہمارے شاعر اور ہمارے خطیب کو اجازت دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہارے مقرر کو اجازت دے دی ہے۔ وہ بات کرے۔'' عطارد بن حاجب اٹھے۔ انہوں نے کہا:

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے ہم پر فضل و کرم کیا ہے۔ وہ اس کا مستحق ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا ہے۔ ہمیں عظیم اموال عطا کیے ہیں۔ جن کے ذریعے ہم بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ ہمیں اہل مشرق سے معزز کیا۔ سب سے زیادہ تعداد بخشی۔ تیاری کے اعتبار سے آسانی پیدا کی۔ لوگوں میں ہماری مثل کون ہے۔ کیا ہم لوگوں کے سردار نہیں ہیں۔ فضیلت کے اعتبار سے ان سے بہتر نہیں ہیں۔ جو ہمارے ساتھ فخر کرنا چاہتا ہے جو اسی طرح فضائل شمار کرے جس طرح ہم نے کیے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ہم اس سے بھی زائد کلام کریں۔ لیکن ہم اس امر میں کثرت سے حیاء کرتے ہیں۔ جو اس نے ہمیں عطا کیا ہے۔ ہم اسی کی وجہ سے معروف ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے قول کی طرح کا قول لے کر آؤ اور ایسا امر لے کر آؤ جو ہمارے امر سے افضل ہو۔" پھر وہ بیٹھ گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اٹھو اور اپنے خطبہ میں اس شخص کا جواب دو۔" حضرت ثابت اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی تخلیق آسمان اور زمین ہے۔ اس نے ان میں اپنا حکم جاری کیا۔ اس کا علم کرسی کو محیط ہے۔ کسی بھی چیز کا کبھی بھی وجود نہیں ہوا مگر اس کے فضل سے۔ پھر اس نے ہمیں اپنی قدرت سے بادشاہ بنایا۔ اپنی مخلوق میں سے بہترین میں سے ایک رسولِ مکرم ﷺ کو مختص کیا۔ جو نسب پاک کے اعتبار سے معزز ہیں۔ گفتگو کے اعتبار سے سچے ہیں۔ حسب کے اعتبار سے افضل ہیں۔ ان پر اپنی کتاب حکیم نازل کی۔ آپ کو اپنی مخلوق پر امین بنایا۔ آپ عالمین میں سے رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہترین ہیں۔ آپ نے لوگوں کو بلایا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کی قوم میں سے مہاجرین اور رشتہ دار ایمان لے آئے۔ وہ حسب کے اعتبار سے سارے لوگوں سے معزز ہیں چہروں کے اعتبار سے سب سے حسین ہیں۔ افعال کے اعتبار سے سب سے نیک ہیں۔ پھر جب آپ نے دعوت دی تو ان کے بعد ہم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں۔ اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے وزراء ہیں۔ ہم لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لے آئیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لے آیا۔ تو اس نے ہم سے اپنا مال اور خون بچا لیا۔ جس نے کفر کیا ہم ہمیشہ رب تعالیٰ کے بارے اس سے جہاد کریں گے۔ اس کو قتل کرنا ہم پر آسان ہے۔ میں اپنی یہ بات مکمل کرتا ہوں میں اپنے لیے اہلِ ایمان مرد و خواتین کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ السلام علیکم۔"

زبرقان بن بدر نے کہا: "اے فلاں! اٹھو ایسے اشعار کہو جن میں تمہارے فضل اور تمہاری قوم کی فضیلت کا تذکرہ ہو۔" وہ اٹھا اور اس نے یہ اشعار پڑھے:

نحن الكرام فلا حيّ يعادلنا　　منا الملوك و فينا تنصب البيع

ترجمہ: "ہم ہی معزز ہیں کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے ہی بادشاہ ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہی عبادت گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔"

و کم قسرنا من الاحیاء کلهم عند النهاب و فضل العز تبیع

ترجمہ: "ہم نے جنگ کے وقت کتنے قبائل کو مغلوب کیا اور ہماری ہی عزت کی فضیلت کی اتباع کی جاتی ہے۔"

و نحن نطعم عند القحط مطعمنا من الشواء اذا لم یونس القزع

ترجمہ: "قحط کے وقت بھی ہمارا کھلانے والا بھونا ہوا گوشت کھلاتا ہے جبکہ بادل دیکھنے کو بھی نہ ملیں۔"

و نطعم الناس عند المحل کلهم من السدیف اذا لم یونس القزع

ترجمہ: "ہم سارے مقامات پر لوگوں کو کوہان کا گوشت کھلاتے ہیں۔ جب برسنے کے لیے بادل نظر بھی نہ آئیں۔"

بما تری الناس تأتینا سراتهم من کل ارض هو یا ثم نصطنع

ترجمہ: "جیسے کہ تم دیکھتے ہو کہ ہر زمین سے لوگوں میں سے سردار ہمارے پاس بھاگتے ہوئے آتے ہیں۔ پھر ہم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔"

فننحر الکوم عبطا فی اروقتنا النازلین اذا ما انزلوا شبعوا

ترجمہ: "ہم عظیم کوہانوں والے تندرست اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جب ہمارے پاس مہمان آتے ہیں تو وہ سیراب ہو کر کھاتے ہیں۔"

فلا ترانا الی حیٍّ نفاخرهم الا استفادوا فکانو الراس یقتطع

ترجمہ: "تم کسی قبیلہ کو نہیں دیکھو گے ہم ان کے ساتھ فخر کر رہے ہوں۔ مگر یہ کہ انہوں نے استفادہ کیا ہو گا اور ان کے سر خم ہوں گے۔"

فمن یفاخرنا فی ذلك نعرفهٗ فیرجع القوم والاخبار تستمع

ترجمہ: "جو اس کے بارے ہمارے ساتھ فخر کرتا ہے ہم اسے جانتے ہیں لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں اور خبریں سن لی جاتی ہیں۔"

انا ابینا ولا یابی لنا احد انا کذالك عند الفخر نرتفع

ترجمہ: "ہم انکار کرتے ہیں مگر کوئی ہمارا انکار نہیں کرتا۔ فخر کے اظہار کے وقت ہم اسی طرح رفعت پر آشیان بند ہوتے ہیں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے۔ یہ روایت بھی ہے:

منا الملوك و فينا تقسم الربع۔

اسی طرح مصرعہ بھی روایت ہے:

من كل ارض هوانا ثم متبع۔

مجھے یہ اشعار بنوتمیم میں سے ایک شخص نے سنائے ہیں لیکن اہلِ علم ان کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار زبرقان کے ہوں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر نہ تھے۔ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میرے پاس آپ کا قاصد آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ نے مجھے اس لیے یاد فرمایا ہے تاکہ میں بنوتمیم کے شاعر کو جواب دوں۔ میں روانہ ہوا۔ اس وقت میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

منعنا رسول الله اذحَلَّ وسطنا ... على انف راض من معدورا غم

منعنا لما حل بين بتوتنا ... باسيافنا من كل باغٍ و ظالم

ببيت مريد عزه و ثراوه ... بجابية الجولان وسط الاعاجم

هل المجد الا السؤدد العود والندى ... و جاه الملوك و احتمال العظائم

ترجمہ: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے معد کو رسواء و ناراض کر کے آپ کی حفاظت کی۔ جب آپ نے ہمارے گھروں کو رونق بخشی تو ہم نے ہر باغی اور ظالم سے آپ کا دفاع کیا۔ یہ ایسا یکتا گھر ہے جس کی عزت و ناموس اس طرح ہے جس طرح عجمیوں میں جابیہ جولان کی عزت ہے۔ یہ عزت پرانی سرداری سخاوت، بادشاہوں کے دبدبہ اور ذمہ داریاں اٹھانے سے نصیب ہوتی ہے۔"

جب زبرقان فارغ ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا: "حسان! اٹھو اس شخص کو جواب دو۔" حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

ان الذوائب من فهر و اخوتهم ... قد بينوا سنة الناس تتبع

ترجمہ: "فہر اور اس جیسے دیگر قبائل کے سرداروں نے لوگوں کے لیے ایک ایسا طریقہ رائج کر دیا ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے۔"

يرضى بهم كل من كانت سريرتهٔ ... تقوى الالٰه و كل الخير يصطنع

ترجمہ: "جس شخص کے اندر بھی رب تعالیٰ کا خوف موجود ہے وہ ان سے راضی ہے اور ہر نیکی کا کام بجالانے والا ہے۔"

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم   او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا

ترجمہ: "وہ ایسی قوم ہیں کہ وہ جب بھی نبرد آزما ہوتے ہیں تو وہ اپنے دشمنوں کو نقصان دیتے ہیں اور جب اپنے دوستوں کو نفع دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو انہیں فائدہ دیتے ہیں۔"

سجیة تلك فهم غیر محدثة   ان الخلائق فاعلم شرها البدع

ترجمہ: "ان کی عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ کسی نئی چیز کو پیدا نہیں کرتے۔ جان لو کہ عادات میں سے شریر ترین بدعت پیدا کرنا ہے۔"

ان کان فی الناس سباقون بعدهم   فکل سبق لادنی سبقهم تبع

ترجمہ: "اگر ان کے بعد لوگوں میں سبقت لے جانے والے ہوں گے تو ہر سبقت ان کی کم سے کم سبقت کے تابع ہوگی۔"

لا یرقع الناس ما اوهت اکفهم   عند الدفاع ولا یوهون ما رقعوا

ترجمہ: "لوگ ان چیز کو پیوند نہیں لگا سکتے جو ان کے ہاتھوں جنگ کے وقت کمزور ہو جائے اور جس کی وہ مرمت کریں لوگ اسے کمزور نہیں کر سکتے۔"

ان سابقو الناس یومًا فاز سبقهم   او و ازنوا اهل مجدٍ بالندی متعوا

ترجمہ: "اگر یہ کسی دن لوگوں سے مقابلہ کریں تو ان کا مقابلہ کامیاب ہوتا ہے اگر بزرگی والوں سے یہ مقابلہ کریں تو یہ زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔"

اعفته ذکرت فی الوحی عفتهم   لا یطمعون ولا یردیهم طمع

ترجمہ: "یہ پاکیزہ دامن لوگ ہیں ان کی عفت کا تذکرہ وحی میں بھی ہے۔ یہ لالچ نہیں کرتے نہ ہی طمع انہیں ہلاک کرتا ہے۔"

لا یبخلون علی جار بفضلهم   ولا یمسهم من مطمع طبع

ترجمہ: "یہ اپنے فضل سے پڑوسیوں کے بارے بخل نہیں کرتے۔ نہ ہی لالچ جیسی بری عادت انہیں مس کرتی ہے۔"

اذ انصبنا لحیٍّ لم ندب لهم   کما یدب الی الوحشیة الذرع

ترجمہ: "جب ہم جنگ کے لیے کسی قبیلہ کی طرف جاتے ہیں تو یوں رینگ کر ان کی طرف نہیں جاتے جیسے جنگلی جانوروں کا بچہ ان کی طرف رینگ کر جاتا ہے۔"

نسمو اذا الحرب نالتنا مخالبها اذا الرعانف من اظفارها خشعوا

ترجمہ: "ہم اوپر اٹھتے ہیں جب جنگ اپنے پنجوں سے ہمیں پکڑ لیتی ہے۔ جب ارد گرد کے لوگ اس کے ناخنوں سے لرزنے لگتے ہیں۔"

لا یفخرون اذا نالوا عدوهم و ان اصیبوا فلا خور ولا هلع

ترجمہ: "جب یہ اپنے دشمن پر تسلط پا لیتے ہیں تو فخر نہیں کرتے اور اگر یہ جنگ میں کام آ جائیں تو نہ بزدلی دکھاتے ہیں نہ گھبراتے ہیں۔"

کانهم فی الوعی والموت مکتنع اسد بحلیة فی ارساغها فدع

ترجمہ: "گویا کہ وہ اس وقت حیلہ کے شیر ہیں جب جنگ میں موت سر پر کھڑی ہو جن کی کلائیوں میں ٹیڑھا پن ہے۔"

خذ منهم ما اتی اعفوا اذا اغضبوا ولا یکن همك الامر الذی منعوا

ترجمہ: "ان سے وہ چیز لے لو جو زائد ہو جب کہ وہ غضب ناک ہوں لیکن تیرا مدعا وہ امر نہیں ہونا چاہیے جس کا وہ دفاع کریں۔"

فان فی حربهم فاترك عداوتهم شرٌّ ایخاض علیه السم والسلع

ترجمہ: "ان کے ساتھ جنگ میں ان کی عداوت چھوڑ دو۔ ان کی عداوت وہ برائی ہے جس میں زہر اور سلع کو ملایا گیا ہے۔"

اکرم بقوم رسول الله شیعتهم اذا تفاوتت الاهواء والشیع

ترجمہ: "وہ قوم کتنی باعزت ہے جو حضور والا ﷺ کی جماعت ہے جب تمناؤں اور جماعتوں میں فرق ہوتا ہے۔"

اهدی لهم مدحتی قلب یوازرهٗ فیما احب لسان حائك صنع

ترجمہ: "حضور انور ﷺ نے انہیں میری مدح بطور تحفہ دی ہے دل اس کی موافقت کرتا ہے جو میں پسند کرتا ہوں زبان اس کی عمدہ ترجمانی کر رہی ہے۔"

فانهم افضل الاحیاء کلهم ان جد بالناس جد القول او شمعوا

ترجمہ: "یہ لوگ سارے قبائل سے افضل ہیں۔ خواہ لوگ کوشش سے عمدہ بات کر رہے ہوں یا مذاق کر رہے ہوں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: "ابو زید نے مجھے یہ شعر اس طرح سنایا ہے:

یرضی بها کل من کانت سریرتهٗ تقوی الاله و بالامر الذی شرعوا

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھے بعض اہلِ علم نے بنوتمیم کے اشعار کے بارے لکھا ہے کہ جب زبرقان بن بدر بنوتمیم کے وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

اتیناك کیما یعلم الناس فضلنا اذا اختلفوا عند احتضار المواسم

ترجمہ: "ہم آپ کی خدمت اس لیے آئے ہیں تا کہ لوگ اس وقت ہماری فضیلت کو جان لیں جب وہ ایامِ حج میں باہم اختلاف کریں۔"

بانا فروع الناس فی کل موطن و ان لیس فی ارض الحجاز کدارمِ

ترجمہ: "ہر جگہ لوگوں کی سرداری کا تاج ہمارے سر پر ہی ہے سرزمین حجاز میں دارم جیسا کوئی نہیں ہے۔"

و انا نذود المعلمین اذا انتخوا و نضرب راس الاصید المتفاقم

ترجمہ: "ہم جنگ میں نشان لگانے والوں کا منہ اس وقت پھیر دیتے ہیں جب نخوت کا اظہار کرتے ہیں اور تکبر کی وجہ سے ٹیڑھی گردن کرنے والوں کے سر قلم کر دیتے ہیں۔"

فان لنا المرباع فی کل غارۃٍ نغیر بنجد او بارض الا عاجم

ترجمہ: "ہم نجد پر حملہ کریں یا عجمیوں کی سرزمین پر ہر حملہ میں ہمارا حصہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے۔"

حضرت حسان کا جواب

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے زبرقان کو یوں جواب دیا (پہلے چار اشعار معہ ترجمہ ابھی گزرے ہیں)

جعلنا نبینا دونه و بناتنا و طبنا له نفسا بفیٔ المغانم

ترجمہ: "ہم نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آپ کے سامنے کھڑا کر دیا اور مالِ غنیمت نہ لے کر صرف آپ کی ذاتِ والا پر مسرت کا اظہار کیا۔"

و نحن ضربنا الناس حتی تتابعوا علی دینه بالمرھفات الصارمِ

ترجمہ: "ہم نے کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ لوگوں کے ساتھ اتنی شمشیر زنی کی حتیٰ کہ وہ لگا تار آپ کے دین میں داخل ہونے لگے۔"

و نحن ولدنا من قریش عظیمها ولدنا نبی الخیر من آل ھاشم

ترجمہ: "اور ہم وہ ہیں جنہوں نے قریش کی عظیم ہستی کو جنم دیا۔ ہم نے بنوہاشم میں سے خیر و برکت والے نبی کریم ﷺ کو جنم دیا۔"

بنی دارم لا تفخروا ان فخرکم　　　يعود و بالا عند ذكر المكارم

ترجمہ: ”اے بنو دارم فخر نہ کرو کیونکہ تمہارا یہ فخر اس وقت تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا جب عمدہ اخلاق کا تذکرہ ہوگا۔“

هبلتم علينا تفخرون و انتم　　　لنا خول من بين ظئر و خادم

ترجمہ: ”تمہاری ماں تمہیں گم کرے! کیا تم ہم پر فخر کرتے ہو حالانکہ تم ہمارے ہاں اس طرح ہو کہ کوئی دودھ پلا رہا ہے اور کوئی خادم ہے۔“

فان كنتم جئتم لحقن دمائكم　　　و اموالكم ان تقسموا فی المقاسم

ترجمہ: ”اگر تمہارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے خون محفوظ کرو اور اپنے اموال بچالو اور تمہیں مالِ غنیمت میں باہم تقسیم نہ کیا جائے۔“

فلا تجعلوا لله ندا و اسلموا　　　ولا تلبسوا زيا كزى الاعاجم

ترجمہ: ”تو پھر رب تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔ اسلام لے آؤ اور عجمیوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنو۔“

ابن اسحاق نے لکھا ہے ”جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے ان اشعار سے فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس نے کہا: ”مجھے میرے باپ کی قسم! اس ہستی کو توفیق خداوندی حاصل ہے۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ قادر الکلام ہے۔ ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ نغز گو ہے۔ ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔“

جب یہ وفد فارغ ہو گیا۔ وہ مشرف باسلام ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عمدہ عطیات سے نوازا۔ یہ لوگ عمرو بن اہتم کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ یہ عمر میں ان سب سے چھوٹے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اسی عطیہ سے نوازا جس سے ان کی قوم کو نوازا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر شخص کو بارہ اوقیہ چاندی عطا کی سوائے عمرو بن اہتم کے۔ ان کی نوعمری کی وجہ سے انہیں پانچ اوقیہ چاندی عطا کی۔“ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ”رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ اسی وفد کے بارے نازل کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ④ (الحجرات: ۴)

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کے حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔“

جب آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: ”وہ بنو تمیم کے لوگ سخت دل انسان ہیں۔ اگر کانے دجال کے ساتھ

ان کی جنگ شدید نہ ہوتی تو میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا کہ وہ انہیں ہلاک کر دے۔"

امام بیہقی نے حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کا تعلق بنوتمیم کے ساتھ تھا۔ زبرقان نے فخر کرتے ہوئے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تمیم کا سردار ہوں۔ ان میں میری اطاعت کی جاتی ہے۔ ان میں مجھے جواب دیا جاتا تھا۔ میں ان کے حقوق حاصل کرتا ہوں۔ انہیں ظلم سے روکتا ہوں۔ یہ بات اسے معلوم ہے۔"

انہوں نے عمرو بن اہتم کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن اہتم نے کہا۔"یہ قادر الکلام شخص ہے۔ یہ اپنی طرف کا دفاع کرنے والا ہے۔ اپنے رشتہ داروں میں اس کی بات مانی جاتی ہے۔" زبرقان نے کہا: "بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرے ان دیگر اوصاف سے آگاہ ہے جو اس نے بیان کیے ہیں۔ حسد نے اسے گفتگو کرنے سے روک دیا ہے۔" عمرو بن اہتم نے کہا: "کیا میں تم سے حسد کروں گا۔ بخدا! تم کمینے ماموں والے ہو۔ تم نئے مال والے اور احمق بچے والے ہو۔ قبیلہ میں تم سے بغض کیا جاتا ہے۔ بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ میں نے پہلے کہا ہے میں اس میں سچا ہوں جو کچھ میں نے آخر میں کہا ہے میں اس میں بھی جھوٹا نہیں ہوں۔ لیکن ایک شخص سے جب میں راضی ہوتا ہوں تو میں وہ عمدہ ترین بات کرتا ہوں جو مجھے معلوم ہوتی ہے۔ جب میں ناراض ہوتا ہوں جو میں قبیح ترین بات کرتا ہوں وہ میں پاتا ہوں۔ میں پہلی اور دوسری بات دونوں میں سچا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "بے شک بیان بھی جادو (کی طرح) ہے۔"

❁❁❁❁

بائیسواں باب

وفد بنی ثعلبہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے بنو ثعلبہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا: "جب آپ ۸ ھ کو جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو چار افراد کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ وہ حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرے۔ انہوں نے کہا: "حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے؟" ہم نے کہا: "نہیں! وہ چلے گئے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ دودھ اور گھی کی ثرید سے بھرا ہوا پیالہ لے آئے۔ ہم نے اس میں سے سیر ہو کر کھایا۔ پھر ہم نماز ظہر کے لیے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر نکلے۔ آپ کے سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ آپ نے نگاہ اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ ہم جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اقامت کہی۔

ہم نے آپ کو سلام عرض کیا۔ ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنی اس قوم کے قاصد ہیں۔ جو پیچھے ہے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے ہیں۔ وہ اپنے جانوروں میں ہیں۔ صرف انہی پر گزر بسر ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی اسلام نہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تمہیں کچھ نقصان نہ ہو گا۔" حضرت بلال نے آذان دی۔ آپ نے وہیں نماز ظہر پڑھائی۔ ہم نے کسی کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی تھی جو اتنی مکمل ہو اور اتنی پر سوز ہو۔ پھر آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ پھر جلد ہی آپ باہر تشریف لے آئے۔ ہمیں بتایا گیا کہ آپ نے کاشانہ اقدس میں دو رکعتیں پڑھیں ہیں۔ آپ نے ہمیں یاد فرمایا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے اہل خانہ کہاں ہیں؟" ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس جماعت کے پاس ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے شہر کیسے ہیں؟" ہم نے عرض کی: "وہ سرسبز و شاداب ہیں۔" آپ نے فرمایا: "الحمد للہ! ہم کچھ دیر وہیں ٹھہرے رہے۔ قرآن مجید اور سنن مطہرہ سیکھتے رہے۔ آپ کی ضیافت کے مزے لوٹتے رہے۔ پھر ہم آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہیں بھی اسی طرح عطیات دو جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازتے ہو۔ وہ چاندی لے کر آئے۔ ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی۔ ہمارے پاس دراہم نہ تھے ہم اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔"

تیئیسواں باب

وفدِ ثقیف

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو رمضان المبارک میں ثقیف کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ ان کی داستان یہ ہے: "جب حضور اکرم ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے ہی عازم سفر ہوئے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ابھی مدینہ طیبہ جلوہ افروز نہیں ہوئے تھے۔ وہ مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ وہ اسلام کا پیامِ حق لے کر اپنی قوم کے پاس جائیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: "وہ تمہیں شہید کر دیں گے۔" آپ جانتے تھے کہ ابھی ان میں منع کرنے کی وہ نخوت ہے جو ان میں تھی۔ حضرت عروۃ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں انہیں ان کی ابتدائی اولاد سے بھی پیارا ہوں۔" یہ اپنی قوم کے پسندیدہ ترین شخص تھے۔ ساری قوم ان کی اطاعت کرتی تھی۔

یہ اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے نکلے۔ انہیں امید تھی کہ ان کے مقام و منصب کی وجہ سے قوم ان کی مخالفت نہیں کرے گی۔ جب انہوں نے اپنے بالا خانے سے انہیں دیکھا۔ انہیں اسلام کی دعوت دے دی تھی۔ ان کے لیے اپنے دین کا اظہار کر دیا تھا۔ قوم نے ہر طرف سے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر لگنے سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عروہ سے عرض کی گئی: "تمہارے خون کے بارے تمہاری رائے کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "یہ ایک عزت ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ شہادت ہے جس سے رب تعالیٰ نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ مجھے اسی اجر و ثواب سے سرفراز کیا جائے گا۔ جس سے وہ شہداء نوازے جائیں گے جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔ جب کہ آپ یہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ہی دفن کر دینا۔" انہوں نے ان کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے فرمایا: "ان کی قوم میں ان کی مثال اسی طرح ہے جس طرح صاحب یٰسین اپنی قوم میں تھے۔"

حضرت عروہ کو شہید کرنے کے بعد بنو ثقیف ایک ماہ تک ٹھہرے رہے۔ انہوں نے باہم مشاورت کی۔ انہوں نے کہا کہ ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے ارد گرد کے اہلِ عرب کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ وہ بیعت کر چکے ہیں۔ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ کسی شخص کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں جیسے کہ حضرت عروہ کو بھیجا تھا۔" انہوں

نے عبد یالیل بن عمرو سے بات کی۔ وہ حضرت عروہ کا ہم عمر ہی تھا۔ انہوں نے اس پر یہ امر پیش کیا مگر اس نے اس خدشے سے انکار کر دیا کہ واپسی پر اس کی حالت وہی نہ ہو جو حضرت عروہ کی ہوئی تھی اس نے کہا "میں اس وقت تک یوں نہ کروں گا حتیٰ کہ تم میرے ہمراہ افراد بھیجو۔"

انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ اس کے ہمراہ حلیفوں میں سے دو افراد اور بنو مالک میں سے تین افراد بھیجیں۔ اس طرح ان کی تعداد چھ ہو جائے گی۔ انہوں نے عبد یالیل کے ہمراہ یہ افراد بھیجے۔ حکم بن عمرو، شرجیل بن غیلان (بنو مالک میں سے) عثمان بن ابی الاعاص، اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ" عبد یالیل انہیں لے کر نکلا۔ جب یہ مدینہ طیبہ پہنچے تو قناۃ اترے۔ وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان کے ساتھ ملاقات کی۔ وہ بھاگ کر گئے تا کہ حضور ﷺ کو ان کی آمد کا مژدہ سنائیں۔ رستہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ انہوں نے کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھ سے قبل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر نہ ہونا۔ یہ بشارت میں ہی آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وفد کی آمد کی بشارت دی۔ حضرت مغیرہ باہر نکلے۔ ساتھیوں کی طرف گئے۔ ظہر تک ان کے پاس رہے۔ انہیں سکھایا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیسے سلام عرض کریں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ زمانۂ جاہلیت کا ہی سلام عرض کریں گے۔ جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو مسجد کے ایک کونے میں ان کے لیے خیمہ لگایا گیا تا کہ وہ قرآن پاک سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔

حضرت خالد بن سعید ان کے اور حضور والا ﷺ کے مابین آتے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے لیے مکتوب بھی انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔

بارگاہِ رسالت مآب سے جو کھانا آتا تھا اسے یہ اس وقت تک نہ کھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت خالد بن سعید اس میں سے کھا لیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے لات کو اسی طرح کھڑا چھوڑ دیں۔ آپ تین سال تک اسے نہ گرائیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے عرض کی کہ آپ ایک ماہ تک اسے نہ گرائیں۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا کہ ان کے لیے کوئی مدت متعین کریں۔ اس وفد کے اراکین کا اس امر سے ارادہ یہ تھا کہ وہ اس کے ترک سے اپنی قوم کے بے وقوفوں، عورتوں اور بچوں سے محفوظ رہیں گے۔ انہیں سخت ناپسند تھا کہ وہ اسے گرا کر اپنی قوم کو گھبراہٹ میں مبتلا کریں۔ حتیٰ کہ اسلام ان میں سرایت کر جائے۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے انکار کر دیا الا یہ کہ آپ حضرات ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو اسے گرانے کے لیے بھیجیں۔ اس وفد نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ آپ انہیں نماز سے مستثنیٰ قرار دیں۔ نیز آپ ان بتوں کو نہ توڑیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے ہاتھوں سے تمہارے بت گرانے سے تو عنقریب ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ جہاں تک نماز کا

تعلق ہے تو اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔"

جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مکتوب لکھوایا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ ان میں سے کم عمر تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے یہ اسلام کو سیکھنے میں ان سے زیادہ حریص تھے۔ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے میں ان سے زیادہ متمنی تھے۔ امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ثقیف کے وفد کے ساتھ آیا۔ جب وہ بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہوئے۔ جب ہم در اقدس پر اترے تو اس وفد نے کہا: "ہماری سواریوں کو کون روکے گا؟ سارے افراد پسند کرتے تھے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوں پیچھے رہ جانا کسی کو بھی پسند نہ تھا۔ میں ان میں سے کم عمر تھا۔ میں نے ان سے کہا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری سواریوں کو روکتا ہوں۔ لیکن تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کا واسطہ کہ جب تم باہر نکلو گے تو تم میری سواری کو روکو گے تا کہ میں بھی حاضری دے لوں۔" انہوں نے وعدہ کیا۔

وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پھر باہر نکلے۔ انہوں نے کہا: "آؤ چلیں۔" میں نے کہا: "کہاں؟" انہوں نے کہا: "اپنے اہلِ خانہ کے پاس۔" میں نے کہا: "میں نے اپنے اہلِ خانہ سے سفر کیا۔ جب میں در اقدس تک پہنچ جاؤں تو حاضری دیے بغیر ہی چلا جاؤں۔ تم نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا کیا تمہیں وہ یاد رہے۔" انہوں نے کہا: "جلدی کرو ہم نے سارے مسئلے آپ سے پوچھ لیے ہیں۔ ہم کوئی چیز نہیں چھوڑی مگر اس کے بارے پوچھ لیا ہے۔"

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے دین کی سوجھ بوجھ عطا کرے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے کیا کہا ہے؟" میں نے دوبارہ عرض کی۔ تو فرمایا: "تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جس کا سوال تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ جاؤ۔ تم ہی ان کے امیر ہو۔ اپنی قوم کے ان افراد کے بھی تم ہی امیر ہو جن سے تم آگے بڑھو۔" دوسری روایت میں ہے: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے مصحف کے بارے التجاء کی۔ آپ نے مجھے عطا فرما دیا۔

زاد المعاد میں ہے: "جب حضرات ابوسفیان اور مغیرہ رضی اللہ عنہما لات کو گرانے کے لیے طائف پہنچے تو حضرت مغیرہ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت ابوسفیان کو آگے کریں۔ مگر حضرت ابوسفیان نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: "تم خود ہی اپنی قوم کے پاس جاؤ۔" وہ ذوالھرم میں اپنے مال کے پاس ٹھہر گئے۔

جب حضرت مغیرہ لات کے اوپر چڑھے تا کہ اسے کدال ماریں تو ان کے سامنے ان کی قوم کھڑی ہو گئی۔ بنو معتب ان کی قوم تھی تا کہ لوگ ان پر اس طرح حملہ نہ کر دیں جس طرح حضرت عروہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ جب حضرت مغیرہ نے اسے گرا دیا۔ اس کا مال لے لیا۔ زیور لے لیا تو حضرت ابوسفیان کو اس کے مال، سونا، چاندی اور قیمتی پتھر کے ساتھ بھیجا۔

حضرات ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود ثقیف کے وفد سے قبل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتے۔ جب حضرت عروہ کو شہید کیا گیا۔ وہ بنو ثقیف سے جدا ہونا چاہتے تھے نیز یہ کہ وہ ان کے ساتھ کسی چیز پر بھی جمع نہ ہوں گے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "جسے چاہو اپنا والی بنا لو۔" انہوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کو اپنا والی بناتے ہیں۔"

جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت ابو ملیح نے حضور انور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ان کے والد گرامی حضرت عروہ کا قرض اتار دیں۔ آپ یہ قرض اس مال سے اتاریں جو لات سے حاصل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت قارب بن اسود نے بھی عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسود کا قرض بھی اتار دیں حضرت عروۃ اور اسود سگے بھائی تھے۔ آپ نے فرمایا: "اسود حالتِ شرک پر مرا ہے۔" حضرت قارب نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ قریبی رشتہ دار مسلمان کی صلہ رحمی فرمائیں۔" (اس سے مراد ان کی اپنی ذات تھی) یہ قرض مجھ پر ہے۔ اس کا تقاضا مجھ سے ہی ہوگا۔" آپ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لات سے حاصل ہونے والے مال سے ان کا قرض چکا دیں۔ آپ نے بنو ثقیف کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ مکتوب گرامی حضرت محمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہلِ ایمان کی طرف ہے۔ وج کا درخت نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کا شکار حرام ہے۔ جو اس طرح کرتا ہوا پایا گیا تو اسے کوڑے مارے جائیں گے۔ اس کے کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ جو اس سے بھی تجاوز کرے گا۔ تو اسے پکڑ لیا جائے گا اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں پیش کیا جائے گا یہ نبی محترم، رسولِ مکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کا حکم ہے۔ آپ کے حکم سے اسے خالد بن سعید نے رقم کیا ہے۔ اس سے کوئی تجاوز نہیں کرے گا۔ ورنہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔ ان امور میں جن کا حکم آپ نے بنو ثقیف کو دیا ہے۔"

بنو ثقیف کی یہ مکمل داستان ہے۔ آپ نے یہ الفاظ غزوۂ طائف میں فرمائے تھے۔

وفد ثقیف کے بارے کچھ زائد تفصیلات بھی ہیں۔ راوی کہتے ہیں: "یہ افراد صبح صبح بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاتے تھے۔ اپنے سامان کے پاس حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو چھوڑ آتے تھے۔ یہ ان سب سے چھوٹے تھے۔ جب وہ لوگ واپس آ جاتے تو یہ آپ کی خدمتِ مقدسہ میں حاضر ہو جاتے۔ دینِ حق کے بارے پوچھتے قرآن پڑھانے کے لیے عرض کرتے حتیٰ کہ ان میں دینِ حق کی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی انہیں علم نصیب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کی وجہ سے تعجب

ہوا۔آپ نے ان سے محبت کی۔ یہ وفد ٹھہرا رہا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتا رہا۔آپ انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

کنانہ بن عبد یالیل نے عرض کی:"کیا آپ ہمارا فیصلہ کریں گے حتیٰ کہ ہم اپنی قوم کے پاس لوٹ جائیں۔" آپ نے فرمایا:"ہاں! اگر تم اسلام کا اقرار کرلو تو میں تمہارا فیصلہ کروں گا۔ورنہ تمہارے لیے کوئی فیصلہ نہیں اور نہ ہی میرے اور تمہارے مابین صلح ہوسکتی ہے۔"انہوں نے کہا:"بدکاری کے بارے کیا حکم ہے؟ ہم مسافر لوگ ہیں اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا:"یہ تم پر حرام ہے۔رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (الاسراء:۳۲)

انہوں نے عرض کی:"سود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ہمارے سارے اموال کا انحصار اسی پر ہے۔"

آپ نے فرمایا:"تمہارے لیے تمہارے اموال کا اصل زر ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

(البقرۃ:۲۷۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم (سچے دل سے) ایمان دار ہو۔"

انہوں نے عرض کی:"شراب کے بارے کیا خیال ہے؟ اس کے بغیر چارۂ کار نہیں۔" آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے اسے حرام فرمایا ہے۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ (المائدۃ:۹۰)

ترجمہ: "اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھے۔مشاورت کرنے کے لیے خلوت میں گئے۔پھر آپ سے عرض کی کہ آپ لات کو نہ گرائیں۔مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ابن عبد یالیل نے عرض کی:"ہم تو اسے گرا نہیں سکیں گے۔" آپ نے فرمایا:"میں عنقریب تمہارے پاس ایسا شخص بھیجوں گا جو اسے گرا دے گا۔" آپ نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو ان پر امیر مقرر کیا۔کیونکہ وہ اسلام پر بڑے حریص تھے۔کیونکہ انہوں نے بہت سی سورتیں یاد کرلی تھیں۔انہوں نے التجا بھی کی تھی کہ وہ کسی کو ان پر امیر بنادیں۔

جب یہ وفد واپس آیا۔خود بنو ثقیف اس کا استقبال کرنے کے لیے باہر نکلے انہوں نے اپنے اونٹوں کو تیز چلایا۔

اپنے اونٹوں کو ترتیب سے چلایا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "یہ وفد تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں لے کر آیا۔ وہ وفد لات کے پاس گیا۔ وہیں فروکش ہو گیا۔ بنو ثقیف نے کہا: "یہ تو ہماری طرف دیکھتے ہی نہیں۔" پھر ہر شخص اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے ان سے پوچھا: "تم کیا لے کر آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم ایسے شخص کے پاس گئے تو جو تند خو اور سخت ہے۔ وہ تلوار سے غالب آیا ہے۔ سارا عرب اس کے سامنے عاجز آ گیا ہے اس نے ہمارے سامنے سخت امور رکھے۔ مثلاً لات کو گرایا۔ بنو ثقیف نے کہا: "بخدا! ہم یہ تو کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔"

وفد نے کہا: "اپنا اسلحہ درست کرو۔ قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دو یا تین دن تک بنو ثقیف اسی حالت پر رہے وہ جنگ کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ان کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ واپس چلو انہیں وہ کچھ دے دو جن کا وہ تقاضا کرتے ہیں۔" جب وفد نے دیکھا کہ بنو ثقیف کا اسلام کی طرف رجحان ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایمان کو اختیار کر لیا ہے تو اس وفد نے کہا: "ہم تو آپ سے فیصلہ بھی کروایا ہے۔ ہم نے اپنی منشاء کی شرائط رکیں ہیں۔ ہم نے آپ کو پایا ہے کہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ متقی ہیں۔ سب لوگوں سے زیادہ باوفا ہیں۔ سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ آپ کی طرف ہمارے اور تمہارے سفر کو بابرکت بنا دیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کرلو۔"

بنو ثقیف نے پوچھا: "پھر تم نے ہم سے یہ بات کیوں چھپائی؟" انہوں نے کہا: "ہم نے چاہا کہ ہم تمہارے قلوب سے شیطان کی نخوت کو نکال دیں۔" اسی وقت انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر آپ کے قاصد آ گئے۔ وہ لات کو گرانے کے لیے گئے۔ سارے بنو ثقیف باہر نکلے حتیٰ کہ پردہ نشین عورتیں پردوں سے نکل آئیں۔ ان کا گمان تھا کہ لات کو گرایا نہیں جا سکتا۔ ان کا گمان تھا کہ یہ خود اپنا دفاع کر لے گا۔ حضرت مغیرہ اٹھے کدال کی اسے ضرب لگائی پھر جان بوجھ کر نیچے گر پڑے۔ اہلِ طائف چیخ اٹھے۔ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ نے مغیرہ کو دور کر دیا ہے۔ لات نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔" وہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! اسے گرایا نہیں جا سکتا۔" حضرت مغیرہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اگروہ ثقیف رب تعالیٰ تمہیں برباد کرے۔ یہ کمینہ صرف پتھر اور ڈھیلوں پر مشتمل ہے۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کرلو وار صرف اسی کی عبادت کرو۔" حضرت مغیرہ نے اس کے کمرہ کا دروازہ توڑا۔ پھر اس کی فصیل پر چڑھ گئے۔ آدمی بھی ان کے ساتھ چڑھ گئے۔ ایک ایک پتھر وہ گراتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسے زمین کے برابر کر دیا۔ چابی والے نے کہا: "اس کی بنیاد انہیں آتشِ غضب میں جلا دے گی۔ وہ انہیں نیچے دھنسا دے گی۔" جب حضرت مغیر نے یہ بات سنی تو انہوں نے خالد سے کہا: "مجھے چھوڑ دو۔ میں اس کی بنیادیں اکھیڑتا ہوں۔ انہوں نے اس کی اساس کھود دی حتیٰ کہ اس کی مٹی بھی نکال دی۔ وفد بارگاہِ رسالت

مآب میں حاضر ہوگیا۔ وہ لات کے زیورات اور پوشاکیں بھی لے آئے۔ آپ نے اسی روز یہ اشیاء تقسیم کر دیں۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ جس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی اور آپ کے دین کو غلبہ بخشا۔

ابوداؤد نے حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسی جگہ مسجد تعمیر کر دیں۔ جہاں لات کا بت تھا۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس لیے امیر مقرر کیا کیونکہ میں نے سورۃ البقرۃ پڑھ لی تھی۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قرآن پاک مجھ سے بھاگ جاتا ہے۔'' آپ نے میرے سینہ پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ فرمایا: ''یاشیطان! عثمان کے سینے سے نکل جا۔'' اس کے بعد مجھے وہ چیز کبھی نہیں بھولی جسے میں یاد کرنا چاہتا ہوں۔'' صحیح مسلم میں ہے: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شیطان میرے، میری نماز اور میری قرأت کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے۔ اسے خنزب کہا جاتا ہے جب یہ محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کرلو۔ اپنے دائیں طرف تین بار تھوک دو۔'' حضرت عثمان نے فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔ رب تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور لے گیا۔''

❁❁❁❁

چوبیسواں باب

ثمالہ اور حدّان کے وفود

راویوں نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عبس ثمالی اور حضرت مسلمہ بن حاران حدانی اپنی اپنی قوم کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنی قوم کی طرف سے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا جس میں ان کے اموال کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا۔ حضرت ثابت بن قیس نے اسے لکھا۔ حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے اس پر گواہی دی۔

❁❁❁❁

پچیسواں باب

جارود بن معلّی اور سلمہ بن عیاض الاسدی کا وفد

ابوعبیدہ معمر بن مثنی سے روایت ہے کہ جارود العبدی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ سلمہ بن عیاض الاسدی بھی تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں حلیف تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جارود نے سلمہ بن عیاض سے کہا: ''تہامہ سے ایک شخص کا ظہور ہوا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے کیا ہم اس ہستی پاک کے پاس نہ جائیں۔ اگر ہمیں بھلائی نظر آئی تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر وہ نبی ہوئے تو ان کی طرف فضیلت لے جانے والے کے لیے یقیناً فضیلت ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ وہ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔'' جارود عیسائی تھا۔ اس نے کتب پڑھ رکھی تھیں۔ پھر اس نے سلمہ سے کہا:

''ہم میں سے ہر ایک تین مسائل چھپا لے جو ان سے پوچھے۔ وہ اپنے ساتھی کو بھی ان مسائل کے بارے نہ بتائے۔ مجھے اپنی حیاتی کی قسم! اگر انہوں نے ان کے بارے بتا دیا تو وہ نبی برحق ہوں گے اور ان پر وحی کی جاتی ہوگی۔'' ان دونوں نے اسی طرح کیا۔ جب یہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو جارود نے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھے اس شہادت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ مجھے ہر شریک اور بت سے برأت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ جس کی پوجا رب تعالیٰ کو چھوڑ کر جاتی ہے۔ نماز کو وقت پر ادا کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج ادا کرنے کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (فصلت: ۴۶)

ترجمہ: ''جس نے نیک عمل کیے تو اس کے اپنے (فائدے) کے لیے اور جس نے برا کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''

جارود نے عرض کی: ''یا محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ نبی ہیں تو ان امور کے بارے بتائیں جو ہم نے چھپا کر رکھے ہیں'' آپ نے یوں حرکت کی گویا کہ آپ کو اونگھ آئی ہو۔ پھر سر اقدس کو بلند کیا۔ پسینے کے قطرات جبین اطہر سے نیچے گر

رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"تم نے اے جارود! تم نے یہ امور چھپا رکھے ہیں کہ تم مجھ سے جاہلیت کے خون، جاہلیت کے معاہدے اور عطیہ کے بارے سوالات کرو گے۔ جاہلیت کا خون رائیگاں ہے۔اس کا عہد مضبوط ہے۔اسلام نے اس کی شدت میں اضافہ کیا ہے۔اسلام میں (خلافِ شریعت) کوئی معاہدہ نہیں ہے (اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے) ارے! فالتو چیز صدقہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو سواری عطا کرے یا بکری کا دودھ پیش کر دے۔ یہ بھرے ہوئے پیالے سے جاتی ہے اور بھرے ہوئے پیالے سے شام کو واپس آتی ہے۔"اے سلمہ! تم نے یہ چھپا رکھا تھا کہ تم مجھ سے بتوں کی پوجا، یوم سباسب اور عقل الھجین کے بارے سوال کرو گے۔بتوں کی پوجا کے بارے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ (الانبیاء:۹۸)

یوم سباسب کے عوض رب تعالیٰ نے ایک ایسی رات عطا کی ہے جو ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔اسے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کیا جائے یہ ایک روشن اور آسان رات ہوتی ہے۔اس میں (تیز) ہوا نہیں ہوتی۔اس کی صبح کو سورج شعاعوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے۔جہاں تک عقل ھجین کا تعلق ہے تو اہلِ ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ان کے خون ہم پلہ اور برابر ہیں۔ان کا دور کا شخص قریبی شخص پر پناہ دے سکتا ہے۔رب تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

انہوں دونوں نے عرض کی:"ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس پر وہ تہمت نہیں لگاتے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا:"جب جارود بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا۔آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔اس میں ترغیب دی۔"اس نے عرض کی:"محمد عربی ﷺ میں ایک دین پر تھا۔میں آپ کے دین کے لیے اپنا دین چھوڑ رہا ہوں۔کیا آپ میرے دین کے ضامن بنتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا:"ہاں! میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس دین حق کی طرف رب تعالیٰ نے تمہاری راہ نمائی کی ہے وہ تیرے اس دین سے بہتر ہے۔"اس نے اسلام قبول کر لیا اس کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔پھر اس نے سواریوں کے بارے عرض کی۔آپ نے فرمایا:"میرے پاس سواری کے جانور نہیں جن پر تمہیں سوار کروں۔"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے اور ہمارے شہروں کے مابین لوگوں کے (یا مسلمانوں) کے گمشدہ جانور ہوتے ہیں۔کیا ہم ان پر سوار ہو کر اپنے شہروں تک پہنچ جائیں۔"آپ نے فرمایا:"تم ان جانوروں سے بچو۔وہ تو آگ کے شعلے ہیں۔"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہماری قوم کو اکٹھا کر

دے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کی قوم کی الفت کو جمع فرما ان کے بر و بحر میں ان کے لیے برکت فرما۔" حضرت جارود نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے شہروں سے کون سا مال لوں؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے شہر کیسے ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "ان کا پانی صحت بخش ہے۔ ان کی نباتات شفاء بخش ہے۔ ان کی ہوا صبا ہے ان کی کھجوریں تر و تازہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اونٹوں کو لازم پکڑو۔ یہ صابر اور طاقتور جانور ہے۔ اس کا عمل شمار ہو سکتا ہے اور اونٹنی دو قوم کی کفایت کر سکتی ہے۔"

حضرت سلمہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے شہروں میں سے کون سا مال لوں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے شہر کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کی پناہ گاہ پاکیزہ، کھجور خالص اور ٹیلے کشادہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم بکریاں پالا کرو ان کے دودھ بھرے ہوئے ڈول کی مانند ہیں۔ ان کی اون اثاثہ ہے۔ ان کی اولاد سراپا برکت ہے۔ یہ تمہارے لیے نوالہ اور اضافہ ہے۔" یہ دونوں مسلمان ہو کر اپنی قوم میں چلے گئے۔

ابن اسحاق کے مطابق حضرت جارود رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے پاس چلے گئے ان کا اسلام بہت عمدہ تھا۔ یہ اپنے دین حق پر بڑے ثابت قدم تھے۔ حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے ردت کا زمانہ پایا۔ یہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ جب ان کی قوم کے لوگ غرور بن منذر کے ساتھ اپنے سابقہ دین پر چلے گئے۔ تو حضرت جارود رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جو یہ گواہی نہیں دیتا میں اس کا انکار کرتا ہوں۔" انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

شهدت بأن الله حق ... بنات فؤادي بالشهادة والنهض

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور طاقت سے گواہی دیتا ہوں۔"

فابلغ رسول الله عنّي رسالةً ... بأني حنيف حيث كنت من الارج

ترجمہ: "میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو یہ پیغام دے دو کہ میں دین حنیف پر ہی ہوں۔ جہاں میں زمین میں کہیں بھی رہوں۔"

انت امين الله فى كل خلقه ... على الوحى من بين القضيضة والقض

ترجمہ: "آپ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اس کے امین ہیں۔ آپ ساری روئے زمین پر رب تعالیٰ کے امین ہیں۔"

فان لم تكن دارى بيثرب فيكم ... فاني لكم عند الاقامة والخفض

ترجمہ: "اگرچہ میرا گھر یثرب میں آپ کے پاس موجود نہیں ہے لیکن میں رہائش اور زمین کے اعتبار سے آپ کے قریب ہی ہوں۔"

اصالح من صالحت من ذی عداوۃٍ　　　و ابغض من امسی علی بغضکم بغضی

ترجمہ: "میری اس دشمن سے صلح ہے جس سے آپ کی صلح ہے جس کو میں آپ کے بغض کی وجہ سے مبغوض سمجھتا ہوں میرا اس کے ساتھ بغض سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔"

و ادنی الذی والیتہ واحبہ　　　و ان کان فیہ العلاقم من بغض

ترجمہ: "جسے آپ محبت کرتے ہیں میں اسے قریب کرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں اگرچہ اس کے منہ میں بغض کی تلخی موجود ہو۔"

اذب بسیفی عنکم و احبکم　　　اذا ما عدو کم فی الرفاق و فی النقض

ترجمہ: "میں تلوار سے تم سے اذیتیں دور کروں گا اور تم سے محبت کرتا ہوں جب کہ تمہارا دشمن ریبوں اور شکست میں ہو۔"

و اجعل نفسی دون کل ملمۃ　　　لکم جنۃ من دون عرضکم عرضی

ترجمہ: "میں ہر آفت کے سامنے اپنا نفس قربان کروں گا اور اپنی عزت کو تمہاری عزت کے لیے ڈھال بناؤں گا۔"

حضرت سلمہ بن عیاض الاسدی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

رأیتك یا خیر البریۃ کلھا　　　نشرت کتابا جاء بالحق معلما

ترجمہ: "اے ساری مخلوق سے بہترین ہستی! میں آپ کی زیارت سے شادکام ہوا ہوں۔ آپ نے ایسی کتاب کھولی ہے جو حق کے ساتھ آئی اور اس پر نشانات لگے ہیں۔"

شرعت لنا فیہ الھدٰی بعد جورنا　　　عن الحق لمّا اصبح الامر مظلما

ترجمہ: "آپ نے اس میں ہمارے لیے ہدایت مشروع فرمائی حالانکہ ہم راہِ حق سے بھٹک چکے تھے۔ جب معاملہ تاریک ہو گیا۔"

فنورت بالقرآن ظلمات حندس　　　و اطفأت نار الکفر لما تضر ما

ترجمہ: "آپ نے قرآن پاک کے ذریعے تاریک رات کی ظلمت کو منور کیا۔ جب کفر کی آگ شعلہ بار ہوئی تو آپ نے اسے بجھا دیا۔"

تعالیٰ علو اللہ فوق سمائہٖ و کان مکان اللہ اعلیٰ و اکرما

ترجمہ: "رب تعالیٰ کی رفعت آسمان سے بھی بلند ہوگئی۔ رب تعالیٰ کا رتبہ اعلیٰ اور معزز ہوگیا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جارود بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

یا نبی الھدیٰ اتتک رجال قطعت فدفدا و آلافالا

ترجمہ: "اے پیغمبر ہدایت! لوگ صحراؤں اور سیرابوں کو طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔"

و طوت نحوک الصحاصح طرّا لا تخال الکلال فیہ کلالًا

ترجمہ: "انہوں نے آپ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے کئی چٹیل میدان طے کیے ہیں وہ آپ کے رستے میں پہنچنے والی تھکاوٹ کو تھکاوٹ نہیں سمجھتے۔"

کل دھناء یقصر الطرف عنھا ارقلتھا قلاصنا ارقالا

ترجمہ: "تمام جانوروں نے تھکاوٹ کی وجہ سے صحراؤں سے منہ موڑ لیا ہے۔ لیکن ہماری سواریوں نے انہیں تیز رفتاری سے طے کیا ہے۔"

و طوتھا الجیاد تجمع فیھا بکماۃ کانجم تتلالا

ترجمہ: "ان صحراؤں کو عمدہ گھوڑوں نے ستاروں جیسے درخشاں مسلح بہادروں کے ساتھ طے کیا ہے۔"

تبتغی دفع بوس یوم عبوس اوجل القلب ذکرہ ثم ھالا

ترجمہ: "وہ لوگ خوفناک دن سے نجات کے طلبگار ہیں جس نے دلوں کو پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے۔"

✿✿✿✿

چھبیسواں باب

وفدِ جذام

ابن سعد نے اپنے راویوں سے اور الطبرانی نے عمیر بن معبد جذامی سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "رفاعۃ بن زید بن عمیر بن معبد الجذامی کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد الحدیبیہ میں خیبر سے پہلے حاضر خدمت ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں غلام پیش کیا اور مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ نے ایک مکتوبِ گرامی لکھوایا۔ جس کی عبارت یہ ہے:

"یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رفاعۃ بن زید کی طرف خط مبارک ہے۔ میں انہیں ان کی عام قوم اور جو اس میں داخل ہو۔ اس کی طرف بھیج رہا ہوں۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ کی طرف دعوت دیں گے۔ جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے گروہ میں داخل ہو گیا۔ جس نے انکار کیا تو اس کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے۔"

ان کی قوم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا۔

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ وہ حرۃ الرجلاء فروکش ہوئے اس وقت ہی حضرت دحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے آئے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھیجا۔ جب وہ ان کی وادیوں میں سے ایک وادی میں پہنچے جسے شنار کہا جاتا تھا۔ ان کے ہمراہ تجارتی سامان بھی تھا۔ ھنید بن عوص اور اس کے بیٹے عوص بن ھنید نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا تعلق جذام کے قبیلے ضلیع سے تھا۔ انہوں نے حضرت دحیہ سے ہر چیز چھین لی۔ یہ خبر حضرت رفاعۃ کے قبیلے تک پہنچی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ ھنید اور اس کے بیٹے کی طرف گئے۔ بنو ضبیب میں نعمان بن ابی جعال بھی تھا۔ انہوں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا قرۃ بن اشقر الضلعی نے نعمان بن ابی جعال کو تیر مارا جو اس کے گھٹنے پر لگا۔ اس نے تیر مارتے وقت کہا: "لو میں ابن لبنی ہوں۔ حسان بن ملتہ جو حضرت دحیہ کی رفاقت میں رہے تھے۔ انہوں نے انہیں ام الکتاب کی تعلیم دی تھی۔ انہوں نے دشمن سے ہر چیز چھین لی اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ پھر حضرت دحیہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ انہوں نے ھنیہ اور عوص کے خون کے بارے عرض کی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ لشکر بھیجا۔ غطفان، وائل، سلامان اور سعد بن ھدیم کے لوگ حرۃ الرجلاء پر جمع تھے۔ جب حضرت رفاعۃ حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر ان کے پاس پہنچے۔ رفاعۃ کراع النعیم کے مقام پر تھے۔ ان کے ہمراہ بنو ضبیب تھے۔ حرہ کے کونے کی طرف یہ وادی مدار میں تھے۔

ستائیسواں باب

وفدِ جرم

ابن سعد نے سعد بن مرہ جرمی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم میں سے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک اصقع بن شریح اور دوسرے ھوذہ بن عمرو تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔

عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی سے روایت ہے کہ ان کے والد گرامی اور ان کی قوم وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ جب لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ انہوں نے قرآن پاک سیکھا اور اپنی ضروریات پوری کیں۔ انہوں نے عرض کی: "ہم کو امامت کون کرائے گا؟" آپ نے فرمایا: "جسے سب سے زیادہ قرآن پاک یاد ہو وہ امامت کرائے۔" وہ اپنی قوم کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا لیکن انہیں ایسا کوئی شخص نہ ملا جسے مجھ سے زیادہ قرآن پاک یاد ہو۔" انہوں نے کہا: "میں اس وقت جوان تھا۔ مجھ پر چادر تھی۔ انہوں نے مجھے آگے کیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ بنو جرم کا جو اجتماع بھی ہوتا ہے آج تک میں ہی ان کا امام ہوتا ہوں۔" حضرت مسعر نے کہا: "یہ ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاتے تھے ان کی مسجد میں ان کی امامت بھی کراتے تھے حتیٰ کہ وہ روانہ ہو گئے۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابن سعد اور ابن مندہ نے عمرو بن سلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم اس چشمہ پر تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر تھا۔ ہم نے لوگوں سے اس اجتماع کے بارے پوچھا۔ انہوں نے ہمیں بتایا: "ایک شخص ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور رب تعالیٰ نے انہیں مبعوث کیا ہے اور رب تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی ہے۔" میں اس سے جو بھی سنتا وہ مجھے یاد ہو جاتا گویا کہ اسے میرے سینے میں گوند سے چپکایا جا رہا ہو۔ حتیٰ کہ میں نے اس میں بہت سا قرآن پاک یاد کر لیا۔ انہوں نے فرمایا: "اہلِ عرب نے اپنے اسلام کو فتح کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا۔ وہ کہتے تھے۔" ذرا دیکھو اگر یہ اہلِ مکہ پر غالب آ گئے تو یہ سچے نبی ہوں گے۔ جب ہمارے پاس فتح مکہ کی خبر آ گئی تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی۔ ارد گرد کے لوگوں کے اسلام کے ساتھ میرے والد گرامی روانہ ہوئے وہ اتنا عرصہ آپ کے ہمراہ ٹھہرے رہے۔ جتنا اللہ رب العزت نے چاہا پھر تشریف لے آئے۔ جب وہ ہمارے گھروں کے قریب ہوئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ جب ہم

نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا: ''بخدا! میں تمہارے پاس اس ہستی کی خدمت میں حاضر ہو کر آ رہا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔'' پھر کہا: ''وہ آپ کو یہ حکم دیتے ہیں۔ اس چیز سے منع کرتے ہیں۔ تم فلاں وقت یہ نماز پڑھو فلاں وقت یہ نماز پڑھو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک شخص آذان دے جسے زیادہ قرآن پاک آتا ہو۔ وہ امامت کرائے۔'' ہم نے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھا کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن پاک نہ آتا تھا۔ ہم نے وہ قرآن پاک اہلِ کاروان سے سیکھا تھا۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ مجھ سے رکوع اور سجود کرنے کا طریقہ سیکھا۔ مجھے اپنے آگے کیا میں چھ سال کی عمر میں ان کے ہمراہ نماز پڑھتا تھا۔'' انہوں نے کہا: ''مجھ پر ایک چادر تھی۔ جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر اوپر اٹھ جاتی تھی۔ قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: ''کیا تم اپنے قاری کی کمر کو ہم سے مخفی نہیں کر سکتے۔'' انہوں نے بحرین کی بنی ہوئی قمیض دی۔ میں اتنا کسی چیز پر خوش نہ ہوا جتنا اس قمیص پر خوش ہوا تھا۔

❁❁❁❁

اٹھائیسواں باب

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کا وفد

الطبرانی، بیہقی اور ابن سعد نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف قاصد بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں کون سی چیز لے کر آئی ہے؟" میں نے عرض کی: "میں اسلام لانے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" آپ نے اپنی ردائے پاک میری طرف پھینک دی۔ فرمایا: "جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: "میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں اس کا رسولِ برحق ہوں تم اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لاؤ۔ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان لاؤ۔ فرض نماز ادا کرو۔ فرض زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کا اظہار کرو۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہو۔"

امام احمد، امام بیہقی اور امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر نے فرمایا: "جب میں مدینہ طیبہ کے قریب گیا تو میں نے اپنی سواری بٹھائی۔ اپنا تھیلا کھولا۔ اپنی پوشاک زیب تن کی اور مسجدِ نبوی میں داخل ہوگیا۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے اپنے ہم نشیں سے پوچھا: "عبداللہ! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے کچھ تذکرہ فرمایا ہے۔" اس نے کہا: "ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارا تذکرہ بڑے احسن انداز میں کیا ہے۔" آپ نے اپنے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: "اس دروازے سے یا اس شگاف سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر سلطنت کے اثرات ہوں گے۔" میں نے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی جو اس نے مجھے یہ عنایت کی۔

بزار اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن حمزہ اور الطبرانی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ بعض صحابہ کرام بھی حاضر خدمت تھے۔ جن میں سے اکثریت اہلِ یمن کی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اس گھاٹی سے یا اس شگاف سے عنقریب ایسا شخص آئے گا جو اہلِ یمن میں سے بہترین ہوگا۔ اس کے چہرے پر جہانبانی کے اثرات ہوں گے۔" ہر شخص نے یہی تمنا کی کہ کاش آنے والا ان کے گھر کا

فرد ہو۔ اچانک ایک سوار نمودار ہوا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی سواری سے اترا۔ آپ کے پاس آیا۔ آپ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیعت فرمالیا۔ آپ نے فرمایا: "تم کون ہو؟" اس نے عرض کی: "جریر بن عبداللہ البجلی ہوں۔" آپ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ دستِ اقدس اس کے سر چہرہ اور پیٹ پر پھیرا۔ حتیٰ کہ حضرت جریر حیاء سے جھک گئے کہ آپ کا دستِ اقدس ازار کے نیچے نہ چلا جائے۔ آپ اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کر رہے تھے۔ پھر ان کے سر اور کمر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی پھر اپنی چادر ان کے لیے پھیلا دی۔ فرمایا: "اے جریر! اس پر بیٹھ جاؤ۔" وہ کچھ دیر اس پر بیٹھے اور اٹھ کر دوسری طرف ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں کے ذریعے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔" آپ نے مجھے بیعت فرمایا۔ میرے لیے یہ شرط رکھی کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔" میں نے اس شرط پر آپ کی بیعت کر لی۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت جریر کا قیام حضرت فروہ بن عمرو البیاضی کے گھر تھا۔

تنبیہات

1. الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے "الطبرانی کے الاوسط میں حصین بن عمرو کی سند سے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "کس لیے آئے ہو؟" میں نے عرض کی: "میں اس لیے حاضر خدمت ہوا ہوں تاکہ اسلام قبول کروں۔" آپ نے اپنی مبارک چادر میری طرف پھینکی اور فرمایا: "جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔"
الحافظ لکھتے ہیں "اس روایت میں حصین ضعیف ہے اگر یہ صحیح ہو تو اسے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی جب ہم تک آپ کی بعثت کی خبر پہنچی یا محذوف سمجھا جائے گا یعنی جب آپ مبعوث ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ پھر آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر قریش کے ساتھ جہاد کیا۔ پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ پھر مختلف وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں کہتا ہوں "اس روایت کو امام بیہقی نے اس سند سے حضرت جریر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے میری طرف پیغام بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔" اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔" میں نے یہ روایت مجمع الزوائد میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں نہیں دیکھی۔"

2. ابوعمر نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت جریر نے آپ کے وصال سے چالیس روز قبل اسلام قبول کیا۔
الحافظ لکھتے ہیں: "یہ غلط ہے۔ صحیحین میں انہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں

فرمایا: "لوگوں کو خاموش کراؤ۔"

٣ محمد بن عمر اسلمی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ ١٠ھ رمضان المبارک میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں ذوالخلصہ کی طرف بھیجا اور اسی سال انہوں نے آپ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الحافظ لکھتے ہیں: "میرے نزدیک اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ شریک نے شیبانی سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے حضرت جریر سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: "ہمیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے بھائی نجاشی کا وصال ہو چکا ہے۔" اس روایت کو الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ١٠ھ سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ نجاشی کا اس سے قبل وصال ہو چکا تھا۔

✿✿✿✿

انتیسواں باب

وفدِ جعدہ

ہمیں ہشام بن محمد نے بنو عقیل کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "رقاد بن عمرو بن ربیعہ وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فلج کے مقام پر انہیں جاگیر عطا کی۔ ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا جو ان کے پاس محفوظ تھا۔

✿✿✿✿

تیسواں باب

وفدِ جعفی

ابن سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ”ہمیں ہشام بن محمد بن سائب الکلبی نے اپنے باپ سے اور ابو بکر بن قیس جعفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام سمجھتے تھے۔ ان کے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ایک کا نام قیس بن سلمہ اور دوسرے کا نام سلمہ بن یزید تھا۔ یہ دونوں ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ ان کی ماں کا نام ملیکہ بنت حُلو تھا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔“ انہوں نے عرض کی: ”ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا اسلام دل کو کھا لینے سے ہی مکمل ہوگا۔“ آپ نے ان کے لیے دل منگوایا اسے بھونا گیا پھر اسے سلمہ بن یزید کو پکڑا دیا۔ جب اس نے دل پکڑا تو اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ”اسے کھالو۔“ اس نے اسے کھالیا۔ آپ نے قیس بن سلمہ کے لیے یہ خط مبارک لکھوایا۔

”یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیس بن سلمہ کے لیے ہے۔ میں تجھے مرّان اور اس کے موالی، حُریم اور اس کے موالی، کلاب اور اس کے موالی پر عامل مقرر کرتا ہوں۔ جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی۔ اپنے مال میں سے صدقہ دیا اور اسے پاک کیا۔“ الکلاب نے کہا ہے ”اود، زبید، جزء بن سعد العشیرۃ، زید اللہ بن سعد، عائذ اللہ بن سعد و را بنو حارث میں سے بنو صلاۃ......

پھر دونوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری ماں ملیکہ بنت حلو قیدیوں کو آزاد کراتی تھی۔ غریبوں کو کھانا کھلاتی تھی۔ مساکین کو کھانا کھلاتی تھی۔ وہ مرگئی ہے۔ اس نے اپنی ایک بچی کو زندہ درگور بھی کیا تھا۔ اب اس کا کیا حال ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”زندہ درگور کرنے والی اور ہونے والی دونوں آگ میں ہیں۔“ وہ دونوں ناراض ہو کر اٹھے اور جانے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”میری طرف آؤ۔“ آپ تے فرمایا: ”میری والدہ تمہاری والدہ کے ہمراہ ہے۔“ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ جانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے: ”بخدا! اس شخص نے ہمیں دل کھلایا ہے اور گمان کیا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے۔ یہ اس قابل نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے۔“ انہوں نے انکار کیا اور وہ چلے گئے۔ جب کچھ رستہ طے کیا تو ایک صحابی سے ملے۔ ان کے ہمراہ زکوٰۃ کے اونٹ تھے۔ انہوں نے صحابی رسول کو باندھا اور اونٹوں کو دور کر دیا۔ جب خبر

آپ تک پہنچی۔آپ نے ان قبائل کے ساتھ انہیں بھی شامل کر لیا۔جنہیں لعنت فرماتے تھے۔آپ یوں کہتے: "اللہ تعالیٰ رمل، ذکوان، عصیہ، لحیان، مالکیہ کے دونوں بیٹوں اور مزان پر لعنت کرے۔"

ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ابو برہ یزید بن مالک جعفی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند سبرۃ اور عزیز تھے۔حضور اکرم ﷺ نے عزیز سے کہا: "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "عزیز" آپ نے فرمایا: "صرف اللہ تعالیٰ "عزیز" ہے۔تم عبدالرحمان ہو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔حضرت ابو سبرۃ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہاتھ کی پشت پر گوشت کی گرہ ہے جو مجھے سواری کی نکیل تھامنے سے روکتی ہے۔" آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔اسے ان کی اس گرہ پر رکھا اور اسے ملتے رہے حتیٰ کہ وہ گرہ ختم ہوگئی۔آپ نے ان کے لیے اور ان کے بیٹوں کے لیے دعا کی۔انہوں نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یمن میں میری قوم کی وادی میں مجھے ایک جاگیر عطا فرمادیں۔" اسے حردان کہا جاتا تھا۔آپ نے انہیں وہ جاگیر عطا فرمادی۔

تنبیہ

آپ نے فرمایا: "میری والدہ تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔" آپ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے بارے تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔اس روایت کی سند بہت کمزور اور ضعیف ہے۔

❁❁❁❁

اکتیسواں باب

وفد جہینہ

ابن سعد نے حضرت ابوعبدالرحمان المدنی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بنوالربعہ میں سے عبدالعزیٰ بن بدر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے ہمراہ ان کی والدہ کی طرف سے بھائی ابوروعۃ بھی ساتھ تھے۔یہ ان کے چچازاد بھی تھے۔آپ نے عبدالعزیٰ کا نام عبداللہ رکھا اور ابوروعۃ سے فرمایا:"تم دشمن کے ہوش اڑا دو گے۔ان شاء اللہ" آپ نے ان سے پوچھا:"تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "بنوغیان کے ساتھ۔" آپ نے فرمایا:"تم بنورشدان ہو۔" ان کی وادی کا نام غوی تھا۔آپ نے اس کا نام رشد رکھا۔آپ نے جہینہ کے دونوں پہاڑوں کے بارے فرمایا:"وہ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔فتنہ انہیں روندھ نہیں سکتا۔" آپ نے فتح مکہ کے روز ایک پرچم حضرت عبداللہ بن بدر کو بھی عطا کیا۔آپ نے ان کی مسجد کا نقشہ بنایا یہ پہلی مسجد تھی جس کا نقشہ مدینہ طیبہ میں بنایا گیا تھا۔

ابن سعد نے بنوجہینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے جس کا تعلق بنودھمان سے تھا۔وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتا ہے۔اس کے والد گرامی کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا۔انہوں نے کہا عمرو بن مرۃ الجہنی نے کہا:"ہمارا ایک بت تھا ہم اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔وہ اس کا نگران تھا۔جب میں نے حضور اکرم ﷺ کے بارے سنا تو میں نے بت کو پارہ پارہ کر دیا۔میں عازم سفر ہوا اور مدینہ طیبہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔میں نے اسلام قبول کر لیا۔حق کی گواہی دی۔اس حلال وحرام پر ایمان لے آیا جسے آپ لے کر آئے تھے۔میں نے اس وقت یہ اشعار کہے:

شهدت بأن الله حق و انني لا لهة الاحجار اول تارك

ترجمہ: "میں نے گواہی دی کہ رب تعالیٰ حق ہے۔میں ان پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔"

و شمرت عن ساقي الازار مهاجرًا اليك اجوب الوعث بعد الدكادك

ترجمہ: "میں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا کیونکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔اور ریتلی زمین کو طے

کرنے کے بعد سخت زمین عبور کی۔"

لاصحب خير الناس نفسا ووالدًا رسول مليك الناس فوق الحبائك

ترجمہ: "تاکہ میں اس ذاتِ والا کی رفاقت اختیار کروں جو نفس اور والد گرامی کے اعتبار سے بہترین ہے جو لوگوں کے پروردگار کا رسول برحق ہیں جو آسمانوں پر ہے۔"

پھر حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیج دیا۔ وہ انہیں اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ ایک شخص کے علاوہ ان کی ساری قوم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس نے ان کی دعوت کو رد کر دیا۔ حضرت عمرو نے اس کے لیے بددعا کی۔ اس کا منہ بند ہو گیا۔ وہ گفتگو کرنے پر قادر نہ تھا۔ وہ اندھا اور محتاج ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جہینہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ وہ میری ناراضگی کی وجہ سے ناراض اور میری رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔ میں بھی ان کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہوں۔ جس نے ان کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ جس نے مجھے ناراض کیا اس نے رب تعالیٰ کو ناراض کیا۔" اس روایت کو امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ سوائے حارث بن معبد کے۔

❁❁❁❁

بتیسواں باب

وفد جیشان

ابن سعد نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابو وھب جیشانی اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان مشروبات کے بارے آپ سے پوچھا جنہیں یمن میں پیا جاتا تھا۔ انہوں نے آپ سے البتع (شہد سے بنائی گئی شراب) اور المزر (جَو کی شراب) کے بارے پوچھا۔ آپ نے پوچھا: "کیا ان سے تمہیں نشہ ہو جاتا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہماری اکثریت کو اس سے نشہ ہو جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس کی کثرت نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔" انہوں نے آپ سے اس شخص کے بارے پوچھا: "جو شراب بنائے اور اسے اپنے مزدوروں کو پلائے۔" آپ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

❁❁❁❁

تینتیسواں باب

حارث بن حسان کا وفد

امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت حارث بن حسان بکری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضرت علاء حضرمی کی شکایت لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے آیا۔ میں الربذہ سے گذرا۔ بنو تمیم کی ایک عورت جدا ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: ''اللہ کے بندے! مجھے حضور اکرم ﷺ سے ایک ضروری کام ہے کیا تم مجھے آپ تک پہنچاؤ گے؟'' میں نے اسے سوار کیا اور مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی صحابہ کرام سے بھری ہوئی تھی۔ وہاں سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ جو لہرا رہا تھا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تلوار سونتے حضور اکرم ﷺ کے سامنے تھے۔ میں نے پوچھا: ''لوگوں کو کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے مجھے بتایا: ''آپ حضرت عمرو بن عاص کو ایک مہم کے لیے بھیجنے لگے ہیں۔'' میں بیٹھ گیا۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تمہارے اور بنو تمیم کے مابین کچھ چیز ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! گردشِ دوراں ان کے خلاف ہے۔ میں ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔ جو الگ تھلگ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں اسے آپ تک پہنچا دوں۔ وہ در اقدس پر کھڑی ہے۔ آپ نے اسے اجازت دی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ ہمارے اور بنو تمیم کے مابین رکاوٹ قائم کرنا چاہتے ہیں تو صحراء اور بیابان کو قائم فرما دیں۔'' اس بڑھیا کو حمیت آئی۔ وہ اٹھنے کے لیے تیار ہوئی۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے مضر کہاں پناہ گزیں ہوں گے؟'' میں نے کہا: ''میری مثال تو اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا ہے ''بکری اپنی موت کو خود اٹھا کر لائی۔'' میں اس بڑھیا کو اٹھا کر لایا ہوں۔ مجھے علم نہ تھا کہ یہ میری ہی دشمن تھی۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی پناہ کا طلب گار ہوں کہ میں عاد کے وفد کی طرح بنوں۔'' اس عورت نے پوچھا: ''عاد کا وفد کیسا تھا؟'' حالانکہ وہ بڑھیا اس سے زیادہ جانتی تھی۔ لیکن اس نے انہی کو بیان کرنے کے لیے کہا۔ میں نے کہا: ''عاد کو قحط سالی نے آلیا۔ انہوں نے اپنا وفد بھیجا۔ وہ وفد معاویہ بن بکر کے پاس سے گزرا۔ وہ اس کے ہاں ایک ماہ تک ٹھہرا رہا۔ وہ اسے شراب پلاتا۔ وہ لونڈیاں ان کا دل بہلانے کے لیے موسیقی بجاتیں۔ ان لونڈیوں کو جرادتان کہا جاتا تھا۔ جب ایک ماہ گزر گیا تو وہ

مَہرہ کے پہاڑوں کی طرف نکلا۔ اس نے کہا: ''مولا! تو جانتا ہے میں کسی مریض کا علاج کرنے نہیں آیا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے نہیں آیا۔ مولا! عاد پر بارش برسادے جو تو ان پر برساتا تھا۔'' اس کے پاس سے سیاہ بادل گزرے۔ ان سے آواز آئی۔ ''منتخب کرلو۔'' اس نے ان میں سے سیاہ تر بادل کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں سے آواز آئی۔ ''اسے لے لو۔ اس میں ہلاکت و بربادی ہے یہ عاد میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے گا۔'' مجھے معلوم ہوا کہ میری اس انگوٹھی کے حلقہ کے برابر اس کے لیے آندھی بھیجی گئی تھی۔'' ابووائل نے لکھا ہے: ''جب کوئی عورت یا مرد کسی کو اپنے لیے وفد بنا کر بھیجتے تو کہتے: ''عاد کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔''

✿✿✿✿

چونتیسواں باب

وفدِ بنی حارث بن کعب

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب نجران کے علاقہ میں بنو حارث بن کعب نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں ایک عریضہ لکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف یہ حکم نامہ لکھوایا کہ وہ خود بھی حاضر خدمت ہوں اور ان کے ہمراہ ان کا وفد بھی آئے۔" وہ خود بھی حاضر خدمت ہوئے اور ان کے ہمراہ حضرت قیس بن حصین ذوالغصہ بھی حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ہمراہ یہ افراد بھی تھے۔ "یزید بن عبد المدان، یزید بن المحجل، عبداللہ بن قراد زیادی، شداد بن عبداللہ قنانی اور عمرو بن عبداللہ ضبابی۔ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے ان سے پوچھا: "زمانہ جاہلیت میں تم کس وجہ سے دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "ہم کسی پر تسلط نہیں جماتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔ تم اس پر غالب آجاتے تھے جو تم سے جنگ کرتا تھا۔" انہوں نے عرض کی: "ہم اکٹھے ہو جاتے تھے۔ ہم جدا نہ ہوتے تھے۔ نہ کسی پر ظلم کرنے کی ابتداء ہم کرتے تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" آپ ﷺ نے حضرت قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ شوال کے بقیہ دنوں میں اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے یا ذوالقعدہ کے ابتدائی ایام میں وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی قوم میں ابھی چار ماہ ہی بسر کیے تھے کہ حضور اکرم ﷺ وصال فرما ہو گئے۔

آپ نے ۱۰ھ میں ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل تین بار انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان کے ساتھ جنگ کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ ان تک پہنچ گئے۔ انہوں نے ہر سمت کارواں بھیجے جو انہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "اے لوگو! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔" لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان میں ہی ٹھہر گئے۔ انہیں اسلام کی تعلیم دینے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف یہ خط لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"(حضور والا) محمد النبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خالد بن ولید کی طرف!

سلام علیک! میں تمہارے ہاں اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

امابعد! تمہارا خط مجھے تمہارے قاصد کے ساتھ ہی مل گیا ہے۔ تم نے بتایا ہے کہ بنو حارث بن کعب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے قتال نہیں کیا اور انہوں نے اسلام کی دعوت قبول کر لی ہے جس کی

طرف تم نے انہیں بلایا تھا۔ انہوں نے یہ گواہی دی ہے: "لا الٰه الا الله و ان محمدا عبدهٗ و رسوله" رب تعالیٰ نے انہیں اپنی ہدایت سے نوازا ہے۔ انہیں بشارت دو۔ انہیں ڈراؤ۔ خود بھی حاضر خدمت ہو جاؤ۔ تمہارے ہمراہ ان کا وفد بھی حاضر ہو۔ السلام علیك و رحمة الله و بركاتهٗ۔

❁❁❁❁

پینتیسواں باب

حجاج بن علاط کا وفد

ابن ابی الدنیا نے الھواتف میں اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی قوم کے ایک کارواں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی۔ وہ ایک خوفناک اور وحشت ناک وادی میں تھے۔ تو ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا: "ابو کلاب! اٹھو اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے امان مانگو۔" حضرت حجاج اٹھے۔ اپنے ساتھیوں کے ارد گرد چکر لگایا۔ ان کی نگرانی کی اور کہا: "میں اور میرے ساتھی اس وادی کے ہر جن کی پناہ میں آتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں اور میرا کارواں صحیح و سالم واپس لوٹ جائیں۔ انہوں نے اس وقت کسی کو یوں کہتے ہوئے سنا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾ (الرحمٰن: ۳۳)

ترجمہ: "گروہِ جن و انس اگر تم میں طاقت ہے تو تم نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے تو نکل کر بھاگ جاؤ (سنو) تم نہیں نکل سکتے۔ بجز سلطان کے۔ (سو وہ تم میں مفقود ہے)"

جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس واقعہ کی خبر قریش کو دی۔ انہوں نے کہا: "ابو کلاب! کیا تم صابی ہو گئے ہو۔ یہ کلام تو اس کلام کا حصہ ہے جس کے بارے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان کرتے ہیں کہ ان پر نازل ہوا ہے۔" انہوں نے کہا: "بخدا! یہ کلام مقدس تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے سنا ہے۔" انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے سوال کیا ان سے کہا گیا کہ آپ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

❁❁❁❁

چھتیسواں باب

وفدِ حضر موت

ابن سعد نے لکھا ہے "راوی کہتے ہیں کہ کندہ کے وفد کے ساتھ ہی حضر موت کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ولیعہ کے بیٹے اور حضر موت کے بادشاہ تھے۔ ان کے نام جَمَد، مخوس، مشرح اور ابضعۃ تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مخوس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دعا فرمائیں رب تعالیٰ میری زبان سے ہکلاہٹ کو ختم فرمائے۔" آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ حضر موت کے صدقہ سے انہیں ایک لقمہ کھلایا۔"

ابن سعد نے حضرت ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے کہا: "اس وفد میں مخوس بن معدیکرب بن ولیعہ بھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ جانے لگے تو مخوس کو لقوہ ہو گیا۔ ان میں کچھ حضرات واپس آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عرب کے سردار کو لقوہ ہو گیا ہے۔ اس کی دوا کے بارے فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "سوئی لو۔ اسے آگ میں گرم کرو اور اسے اس کی آنکھوں کی پلکوں کی جڑوں پر لگاؤ۔ اس میں اس کی شفاء ہے۔ اسی کی طرف اس کا انجام ہے۔ خدا جانے تم نے اس وقت کیا کہا تھا جب تم یہاں سے اٹھ کر گئے ہو۔" انہوں نے یہ علاج کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔

ابن سعد نے عمرو بن مہاجر الکندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضر موت کی ایک عورت تھی اس کا تعلق تنعہ کے ساتھ تھا جسے تھناہ بنت کلیب کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کے لیے کپڑا بنا۔ پھر اپنے نورِ نظر کلیب بن اسد کو بلایا اور کہا: "یہ کپڑا بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاؤ۔" وہ اسے بارگاہِ رسالت مآب میں لے آیا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ کلیب نے اشعار کہے:

من وشز برهوت يهوي بي غذ افرة ... اليك يا خير من يحفي و ينتعل
تجوب بي صفصفا غبرا مناهله ... تزداد عفوا اذا ما كلّت الابل
شهرين اعملها نصا على وجل ... ارجو بذاك ثواب الله يا رجل
انت النبيّ الذى كنا نخبرهٗ ... و بشرتنا بهٖ التوراة والرسل

ترجمہ: ''برہوت کی پناہ گاہ سے مجھے آپ کی طرف ببر شیر لے کر آئے۔اے وہ ذاتِ پاک جوان سے بہترین ہے جو ننگے چلتے ہیں یا جوتے پہنتے ہیں۔جو شیر ہیں ایسے میدان میں لے کر چلتے ہیں جو گرد آلود میں اس کے گھاٹ اس وقت زیادہ پانی دیتے ہیں۔جب اونٹ تھک جاتے ہیں۔میں خوف کے باوجود دو ماہ تک انہیں ہانکتا رہا۔اے ذاتِ بابرکات اس سے میرا مدعا رب تعالیٰ کا اجر و ثواب حاصل کرنا تھا۔آپ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کے بارے ہم بتاتے تھے تورات اور سابقہ رسل عظام نے آپ کے بارے بشارت دی ہے۔''

✿✿✿✿

سینتیسواں باب

حکم بن حزن الکلفی کا وفد

امام احمد،ابوداؤد،بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ہم ساتوں میں سے ساتویں یا نو میں نویں نمبر پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے ہمیں اجازت دے دی۔ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ہم نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہم آپ کی خدمت میں اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ ہمارے لیے دعائے خیر کریں۔آپ نے ہمارے لیے دعائے خیر کی۔آپ نے ہمیں حکم دیا۔ہم نیچے اترے۔آپ نے ہمیں کھجوریں دینے کا حکم دیا۔حیثیت وکیفیت اس وقت کم تھی۔ہم کچھ دن حاضر خدمت رہے۔ہم نے نماز جمعۃ آپ کے پیچھے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔آپ قوس یا عصا مبارک کی ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔رب تعالیٰ کی تعریف کی۔پوشیدہ،پاکیزہ اور مبارک کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔پھر فرمایا:''اے لوگو!تم وہ معاملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔بلکہ سیدھے رستہ پر چلو اور بشارت دو۔''

✿✿✿✿

اڑتیس واں باب

حمیر کا وفد اور قاصد

امام الہمدانی نے "الانساب" میں لکھا ہے۔ "حضور اکرم ﷺ نے حارث بن عبد کلال، ان کے بھائی نعیم کو خط لکھوایا۔ ان کے قاصد کو حکم دیا کہ وہ انہیں یہ مبارک خط پڑھ کر سنائے۔ حارث آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اسلام قبول کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ معانقہ فرمایا۔ اپنی چادر مبارک بچھا دی ان کے آنے سے قبل فرمایا: "اس رستہ سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آرہا ہے جس کے آباء کریم اور رخسار خوبصورت ہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے "وہ مؤقف، روایات جس کی مدد کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اسلام کی خبر دی اور خود یمن میں ٹھہرے رہے۔

ابن سعد نے حمیر کے ایک شخص سے روایت کیا ہے جس نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: "حمیر کے بادشاہوں کا قاصد مالک بن مرارہ رہاوی ان کے خط اور اسلام کی خبر لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ ان سے مراد حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان ذی رعین کا سردار، معافر اور ھمدان ہیں۔ یہ قاصد ۹ھ رمضان المبارک میں آپ کے پاس آیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آپ کے تبوک سے تشریف لانے سے قبل آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے اتاریں اس کی عزت کریں اور اس کی مہمان نوازی کریں۔ آپ نے ان کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا۔

"امابعد! میں تمہارے ہاں اس رب تعالیٰ کی ستائش کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ امابعد! تمہارا قاصد اس وقت ہمارے پاس آیا جب ہم روم کی زمین سے واپس آئے۔ اس نے ہمیں تمہارا پیغام پہنچایا۔ اس نے تمہارے بارے ہمیں بتایا۔ تمہارے اسلام کی ہمیں خبر دی۔ یہ خبر دی کہ تم نے مشرکین کے ساتھ قتال کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے تمہیں اپنی ہدایت سے نوازا ہے۔ اگر تم اپنی اصلاح کر لو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت بجا لاؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ مالِ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے لیے خمس نکالو اور وہ صدقہ دو جسے رب تعالیٰ نے اہلِ

ایمان پر واجب قرار دیا ہے۔ جس زمین کو چشمہ اور آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے۔ جسے مصنوعی طریقہ سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ چالیس اونٹوں میں سے ایک بنت لبون ہے۔ بتیس اونٹوں میں سے ایک ابن لبون ہے۔ ہر پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔ دس اونٹوں کی زکوٰۃ دو بکریاں ہیں۔ ہر چالیس گاؤں میں سے ایک گائے بطور زکوٰۃ فرض ہے۔ ہر تیس گاؤں میں ایک تبیع جذع یا جذعہ ہے۔ ہر چالیس چرنے والی بکریوں میں ایک بکری بطور زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ وہ زکوٰۃ ہے جسے اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان پر فرض کیا ہے۔ جس نے بھلائی میں اضافہ کیا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ جس نے یہ زکوٰۃ ادا کی۔ اپنے اسلام کی گواہی دی۔ مشرکین کے خلاف اہلِ ایمان کی مدد کی وہ ایماندار ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو اہلِ ایمان کے ہیں۔ اس کے فرائض وہی ہیں جو اہلِ ایمان کے ہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا ذمہ ہے۔ یہودیوں یا عیسائیوں میں سے جو مسلمان ہوا وہ بھی اہلِ ایمان میں سے ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو ان کے ہیں ان کے فرائض وہی ہیں جو ان کے ہیں۔ جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر رہا تو اسے لوٹایا نہیں جائے گا۔ ہر بالغ پر ایک دینار جزیہ دینا لازم ہوگا۔ خواہ وہ مذکر ہو یا مونث، آزاد ہو یا غلام۔ یا اس کے بدلے میں کپڑے دینے ہوں گے۔ جس نے یہ جزیہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ تو رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ معظم ﷺ کے ذمہ پر ہے۔ جس نے جزیہ ادا نہ کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا دشمن ہے۔"

امابعد! حضور اکرم ﷺ نے زرعہ ذی یزن کی طرف یہ پیغام بھیجا "جب تمہارے پاس میرے قاصد آئیں تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ میرے قاصد درج ذیل صحابہ کرام ہیں:

"حضرات معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادۃ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرارۃ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔ تم اپنی زکوٰۃ جمع کرو۔ مخالفین سے جزیہ لو اسے میرے قاصد تک پہنچا دو۔ ان کے امیر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں وہ تم سے راضی ہو کر ہی لوٹیں۔"

امابعد! محمد عربی ﷺ یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ مالک بن مرارۃ رہاوی نے مجھے بتایا ہے کہ حمیر میں سے تم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ تم مشرکین کے ساتھ قتال کرو۔ تمہیں بھلائی کے لیے بشارت ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا

ہوں کہ تم حمیر کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ خیانت نہ کرو۔ بزدلی نہ دکھاؤ۔ حضور اکرم ﷺ تمہارے اغنیاء اور فقراء کے مولیٰ ہیں۔ صدقہ حضور والا ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت کے لیے حرام ہیں۔ یہ وہ زکوٰۃ ہے جسے مسلمانوں کے غرباء اور مسافروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ مالک نے مجھے تمہارے بارے بتا دیا ہے۔ مخفی امر کی حفاظت کی ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ میں تمہارے پاس مسلمانوں میں سے صالح، دیندار اور اہلِ علم افراد بھیج رہا ہوں۔ میں تمہیں ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ یہی ان کی شانِ والا کے مناسب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

انتالیسواں باب

بنو حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کا وفد

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا: ''بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان میں مسیلمۃ کذاب بھی تھا۔ ان کا قیام بنو نجار کی ایک انصاری عورت کے ہاں تھا۔ جب مسیلمہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا تو اسے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ جب لوگ مسیلمہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں لے گئے۔ وہ اسے کپڑوں سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس نے آپ سے گفتگو کی اور کچھ مطالبات کیے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو مجھ سے یہ شاخِ خرما مانگے جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں وہ بھی تمہیں نہیں دوں گا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''اہلِ یمامہ میں سے بنو حنیفہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس کا واقعہ اس طرح نہیں ہے۔ اس کا گمان ہے کہ بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ مسیلمہ کو اپنے کجاوہ میں چھوڑ آئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پیچھے ہمارا ایک ساتھی ہے۔ جو ہمارے مال اور سواریوں کے پاس ہے۔ وہ ہمارے لیے ہمارے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے اسے بھی اسی طرح حکم دیا جس طرح اس کے ساتھیوں کے بارے فرمایا۔ پھر فرمایا: ''وہ مکان کے اعتبار سے تم سے برا نہیں ہے۔'' آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔ پھر وہ وفد واپس چلا گیا۔ اس کا حصہ اسے دے دیا۔ جب وہ یمامہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا یہ دشمن مرتد ہو گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا: ''''مجھے بھی آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔ جب تم نے آپ کے ہاں میرا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا نہیں تھا: ''وہ مکان کے اعتبار سے تم سے برا نہیں ہے۔'' آپ نے یہ صرف اس لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مجھے بھی آپ کے معاملہ میں شریک کر لیا گیا ہے۔''

وہ ان کے لیے آراستہ و پیراستہ گفتگو کرنے لگا۔ اس نے قرآن پاک کی نقل اتارتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے حاملہ پر انعام کیا۔ اس سے ایسی جان نکالی جو دوڑتی ہے۔ جو ایک جھلی اور ماں کے رحم کے مابین تھی۔'' اس نے ان سے نماز ساقط کر دی۔ شراب اور بدکاری کو ان کے لیے حلال کیا اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ گواہی بھی دیتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ بنو حنیفہ نے اسی پر اس سے اتفاق کر لیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف یہ خط لکھا:
"مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ منہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف!
امابعد! مجھے آپ کے معاملہ میں شریک کرلیا گیا ہے۔ ہمارے لیے نصف معاملہ ہے۔ قریش وہ قوم نہیں جو انصاف کرتی ہو۔"

اس کا قاصد یہ خط لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف! اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔
امابعد! یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔"
یہ ۱۰ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "مجھے سعد بن طارق نے سلمہ بن نعیم بن مسعود سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "جب مسیلمہ کے دونوں قاصد اس کا خط لے کر آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: "کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو جس طرح وہ کہتا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "قسم بخدا! اگر یہ بات طے نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔"

ابو داؤد اور طیالسی نے اپنی مسند میں حضرت عاصم سے، وہ ابی وائل سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن النواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل عظام پر ایمان لایا۔ اگر میں قاصد کو قتل کرنا چاہتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔" حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "سنت یہ ہے کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے۔"

امام بخاری نے حضرت ابورجاء العطاردی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا جب ہم نے آپ کے بارے سنا تو ہم مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئے۔ ہم زمانہ جاہلیت میں پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ جب ہمیں ایک پتھر سے زیادہ خوبصورت پتھر مل جاتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور دوسرے پتھر کو لے لیتے۔ اگر ہمیں پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی بھر مٹی لیتے۔ اسے بکری کے پاس لاتے۔ اس پر اس کا دودھ دوہتے پھر اس کو اپنے ہمراہ لے لیتے۔ جب

رجب آتا۔ ہم کہتے: "نیزوں کو پھل لگانے والا آ گیا۔ ہم کسی تیر کو نہ چھوڑتے جس میں لوہا ہوتا نہ کسی لوہے والے نیزے کو چھوڑتے مگر اسے اتار لیتے اور اسے پھینک دیتے۔" میں کہتا ہوں کہ صحیحین میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب مسیلمہ کذاب آپ کی خدمت میں آیا تو وہ کہنے لگا "اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد معاملہ میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کی اتباع کر لیتا ہوں۔" اس وفد میں اس کی قوم کے بہت سے لوگ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اگر تو مجھ سے یہ شاخ مانگے گا میں اسے بھی تیرے حوالے نہیں کروں گا۔ تجھ سے رب تعالیٰ کا معاملہ رواں نہ ہوگا اگر تو نے پیٹھ پھیری تو رب تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ میں تجھے وہ کچھ ضرور دکھاؤں گا جو میں نے خواب میں دیکھا جو دیکھا ہے یہ حضرت ثابت ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے" پھر آپ واپس آ گئے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے پوچھا: "تو اس طرح دیکھ لے گا جس طرح میں نے خواب میں دیکھا ہے جو دیکھا ہے۔"

مجھے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ مجھے یہ معاملہ سنگین لگا۔ خواب میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں انہیں پھونک ماروں۔ (میں نے پھونک ماری تو) وہ اڑ گئے۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ میرے بعد دو کذابوں کا خروج ہوگا۔ ان میں سے ایک العنسی صاحب صنعاء اور دوسرا مسیلمہ صاحب الیمامۃ ہے۔" یہ روایت ابن اسحاق کی اس روایت سے اصح ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ جب میں سو رہا تھا۔ مجھے زمین کے خزانوں کے پاس لایا گیا۔ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن پہنا دیئے گئے۔ یہ امر مجھ پر گراں گزرا۔ مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں سے کی ہے جن کے درمیان میں ہوں۔ ایک صاحب صنعاء دوسرا صاحب یمامہ۔"

چالیسواں باب

خفاف بن نضلہ کا وفد

ابوسعید نے نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذابل بن طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ آپ الابالح سے واپس تشریف لائے تھے۔ حضرت خفاف بن نضلہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے یہ اشعار عرض کیے:

کم قد تحطمت القلوص بی الدجی　　　فی مهمه قفر من الفلواتِ

ترجمہ: "میرے ساتھ کتنی ہی نوجوان اونٹنیوں نے رات کے اندھیرے میں بے آب وگیاہ چٹیل میدانوں کو عبور کیا۔"

فلّ من التوریس لیس بقاعه　　　نبت من الاسنات والازماتِ

ترجمہ: "وہ ورس کی وجہ سے زرد میدان ہے۔ جہاں قحط سالی اور شدت کی وجہ سے کوئی جڑی بوٹی نہیں ہے۔"

انّی اتانی فی المنامِ مساعد　　　من جن وجرة کان لی و موات

ترجمہ: "میرے خواب میں وجرۃ جن میں سے وہ آیا جو مددگار تھا اور وہ میرا اطاعت گزار تھا۔"

یدعو الیك لیالیا و لیالیا　　　ثم اخزألّ و قال لستُ بآتی

ترجمہ: "وہ کئی راتیں اور راتیں آپ کی طرف دعوت دیتا رہا پھر وہ مجھ سے جدا ہوگیا اس نے کہا: "اب میں نہیں آؤں گا۔"

فرکبت ناجیة اضرّ بینّها　　　جمز تجب به علی الاکماتِ

ترجمہ: "میں ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوا۔ وہ تیز رفتاری سے ٹیلوں پر چڑھتی تھی۔"

حتی وردت الی المدینة جاهدًا　　　کیما اراك مفرج الکربات

ترجمہ: "میں کوشش کرتے ہوئے مدینہ طیبہ حاضر ہوگیا۔ تا کہ میں آپ کی زیارت سے شاد باد ہوں۔ اے تکالیف دور کرنے والی ذات بابرکات!"

اکتالیسواں باب

وفدِ خثعم

اہلِ علم سے روایت ہے۔ بعض نے بعض سے زائد روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ عشعث بن زجر اور انس بن مدرک بنو خثعم کے کچھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت جریر بن عبداللہ نے ذوالخلصہ کو گرادیا تھا۔ انہوں نے خثعم میں قتل کیے جو قتل کیے پھر انہوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ محترم ﷺ اور ان کے پیغامِ حق پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے خط لکھ دیں۔ جس کے مندرجات پر ہم عمل کریں۔ آپ نے بنو خثعم کے لیے یہ مکتوب لکھوایا:

"یہ مکتوبِ گرامی بنو خثعم کے صحرانشینوں اور دیہاتیوں کے لیے ہے۔ ہر وہ خون جسے تم نے جاہلیت میں بہایا تھا۔ وہ رائیگاں ہے۔ تم میں سے جو بھی برضا ورغبت یا مجبوراً ایمان لایا۔ ان کے ہاتھ میں خبار یا عزاز کے کھیت ہوں۔ جنہیں آسمان یا بارش سیراب کرے۔ وہ کسی تنگی یا سختی کے بغیر آباد ہو گئی۔ تو اسے آباد کرنا اور رکھنا اسی کے ذمہ ہے۔ بہنے والے پانی کی وجہ سے عشر اور ڈول سے سیراب کرنے کی وجہ سے نصف عشر ہے۔"

اس خط پر گواہ حضرت جریر بن عبداللہ اور حاضرین محفل بنے۔

بیالیسواں باب

وفدِ خولان

علماء کرام فرماتے ہیں: "خولان کے وفد کے دس ارکان ۱۰ھ شعبان المعظم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم اپنے پیچھے اپنی قوم کے ذمہ دار ہیں۔ ہم نے آپ کے لیے اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیے ہیں۔ ہم نے سخت اور نرم زمین کو روندھ ڈالا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ نے ہم پر احسان فرمایا۔ ہم آپ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہو گئے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے میری طرف آنے کا جو تذکرہ کیا ہے۔ تو تمہارے اونٹ نے جو قدم بھی اٹھایا ہوگا اس کے عوض تمہیں ایک نیکی ملے گی۔ جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ تم میری زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہو تو سن لو جس نے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی۔ وہ روزِ حشر میرے پڑوس میں ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس سفر کا تو کوئی نقصان نہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم نے بت عم انس کا کیا کیا۔ یہ خولان کا وہ بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "وہ بدسلوکی اور شر کا شکار ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کے عوض وہ دین حق عطا کیا ہے جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس واپس گئے تو اسے گرا دیں گے۔ ہمارے کچھ بوڑھے اور بڑھیائیں باقی ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ابھی تک چمٹے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس گئے تو ہم اسے گرا دیں گے۔ ان شاء اللہ! ہم اس کی وجہ سے دھوکا اور فتنہ میں مبتلاء تھے۔"

حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم نے اس کا سب سے بڑا فتنہ کیا دیکھا؟" انہوں نے کہا: "ہمیں ایک دفعہ سخت قحط سالی نے آلیا۔ حتیٰ کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ہم نے وہ رقم جمع کی جس پر ہم قادر تھے۔ اس سے ایک سو بیل خریدے اور انہیں عم انس کے لیے ذبح کر دیا۔ ان کی قربانی ایک ہی صبح کو دے دی۔ ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہیں درندے کھا رہے تھے حالانکہ ہم درندوں سے زیادہ ان کے محتاج تھے۔ پھر اس وقت بارش ہوگئی۔ پھر اتنا گھاس ہوا جو آدمی کو بھی چھپا لیتا تھا۔ ہم میں سے کہنے والے نے کہا: "عم انس نے ہم پر انعام کیا ہے۔"

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس امر کا بھی تذکرہ کیا جو وہ اپنے جانوروں اور کھیتوں میں سے اس بت کے لیے

حصے کرتے تھے۔وہ ایک حصہ اس بت کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے رکھتے تھے۔انہوں نے کہا:"ہم کھیتی کاشت کرتے تھے۔اس کے درمیان سے دو حصے کرتے ایک حصہ اپنے بت کے لیے متعین کر دیتے تھے۔ دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیتے تھے۔جب ہوا مائل ہوتی تو وہ حصہ جسے ہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کیا ہوتا اسے عم انس کے لیے بنا دیتے۔اگر ہوا میلان رکھتی تو وہ حصہ جو ہم نے عم انس کے لیے مختص کیا ہوتا اسے اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیتے۔" آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے اس امر کے بارے یہ قرآن پاک اتارا ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (۱۳۶) (الانعام:۱۳۶)

ترجمہ: "اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔تو وہ (حصہ) جو پیدا ہوا ان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو۔کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

انہوں نے عرض کی:"ہم اس بت کے پاس فیصلے کرانے کے لیے جاتے تھے۔ہم اس کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا:"وہ شیاطین تھے جو تم سے باتیں کرتے تھے۔"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وقت صبح ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ہمارے دل و جان چکے تھے کہ وہ بت نہ نفع دے سکتا ہے نہ ہی نقصان۔وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کون اس کی عبادت کر رہا ہے اور کون اس کی عبادت نہیں کر رہا۔"

آپ نے فرمایا:"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی۔محمد عربی ﷺ کے ساتھ تمہیں عزت دی۔"انہوں نے آپ سے اپنے دین کے بارے چند سوالات کیے۔آپ نے انہیں ان کے بارے بتایا۔آپ نے انہیں قرآن و سنن کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔انہیں وعدہ پورا کرنے،امانت ادا کرنے،پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا۔نیز یہ کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔" آپ نے فرمایا:"ظلم روز حشر تہ در تہ ظلمتیں ہوں گی۔"انہیں رملۃ بنت حدث کے گھر ٹھہرایا گیا آپ نے ان کی ضیافت کا حکم دیا۔انہیں ضیافت سے نوازا گیا۔کچھ دنوں بعد وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے حاضر ہو گئے۔آپ نے انہیں بارہ اور نصف اوقیہ چاندی عطا کی۔وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے۔انہوں نے گرہ نہ کھولی حتیٰ کہ انہوں نے عم انس کو گرا دیا۔اس چیز کو حرام کیا جسے حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے حرام کیا تھا اور اسے حلال کیا۔جسے آپ نے ان کے حلال فرمایا تھا۔

تینتالیسواں باب

وفدِ خشین

ابن سعد نے محمد بن عمر سے اور انہوں نے محجن بن وہب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ابوثعلبہ خشنی بارگاہ رسالت مآب میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ خیبر کی طرف جانے کی تیار کر رہے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کے ہمراہ گئے اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی۔ پھر اس قبیلہ کے سات افراد حاضر خدمت ہوئے۔ وہ ابوثعلبہ کے ہاں ٹھہرے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔

چوالیسواں باب

داریین کا وفد

جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو داریین کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ جو درج ذیل تھے: ''حضرات تمیم، نعیم پسرانِ اوس بن خارجہ، یزید بن قیس بن خارجہ فاکہہ بن نعمان، ابوھند اور طیب پسرانِ ذر۔ یہی عبداللہ بن رزین ہے، ھانی بن حبیب، عزیز مرۃ پسران مالک بن سواد۔

ان تمام حضرات نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے طیب کا نام عبداللہ رکھا اور عزیز کا نام عبدالرحمان رکھا۔ ھانی بن حبیب نے آپ کی خدمت میں گھوڑے اور قباء بھیجی جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ آپ نے گھوڑے اور قباء قبول کر لی اور قباء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ انہوں نے عرض کی: ''میں اسے کیا کروں گا؟'' آپ نے فرمایا: ''اس کا سونا اتار لو اور اپنی خواتین کو پہنا دو یا اسے اپنے اہلِ خانہ کے لیے بطور نفقہ استعمال کرو۔ پھر ریشم فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کر لینا۔'' حضرت عباس نے اس کو ایک یہودی کے ہاں آٹھ ہزار دراہم میں بیچ دیا۔

تمیم نے کہا: ''ہم روم کے پڑوس میں ہیں ان کے دو شہر ہیں ایک کو جری اور دوسرے کو بیت عینون کہا جاتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ نے آپ کو شام فتح کرا دیا تو کیا آپ یہ دونوں شہر ہمیں عطا کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ دونوں تمہارے ہو گئے۔'' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اٹھے انہیں عطا کیا اور ان کے لیے مکتوب لکھا۔ داریین کا وفد آپ کے وصال تک وہیں ٹھہرا رہا۔ آپ نے انہیں خیبر کی ایک سو وسق کھجوریں عطا کرنے کا حکم دیا۔

پینتالیسواں باب

وفدِ دوس

قبیلۂ دوس کے چار سو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو خوش آمدید! جو چہروں کے اعتبار سے خوبصورت ہیں۔ ان کے منہ کی خوشبو سب سے زیادہ خوش گوار ہے۔ وہ امانت کے اعتبار سے عظیم ہیں۔'' (الطبرانی)

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ آئے۔ اس وقت محبوبِ دو جہاں ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی رونق افروز تھے۔ قریش کے کچھ افراد طفیل کے پاس گئے۔ طفیل ایک معزز شخص اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان افراد نے کہا: ''طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو۔ یہ جو شخص ہمارے ہاں ظاہر ہوا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارا معاملہ بکھیر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو کی مانند ہے۔ وہ آدمی اور اس کے فرزند، آدمی اور اس کے بھائی، آدمی اور اس کی بیوی کے مابین جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہمیں تمہارے اور تمہاری قوم کے بارے خدشہ ہے۔

تم نہ تو اس شخص سے گفتگو کرنا نہ ہی اس کا کلام سننا۔ وہ لگاتار مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے اتفاق کر لیا نہ میں اس کی بات سنوں گا نہ اس کے ساتھ ہمکلام ہوں گا۔ حتیٰ کہ میں نے اس وقت اپنے کانوں میں روئی بھر لیتا۔ جب مسجد حرام کی طرف جاتا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں میں نہ آجائے۔''

انہوں نے کہا: ''ایک صبح میں مسجد حرام میں گیا۔ حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ میں آپ کے قریب ہی کھڑا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا۔ مگر انہوں نے مجھے آپ کا بعض کلام سنا دیا۔ میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔ میں نے دل میں کہا: ''تمہاری ماں تم پر روئے۔ بخدا! میں ایک دانا اور نغز گو شاعر ہوں۔ مجھ پر کلام کا حسن و قبح مخفی نہیں۔ مجھے کیا چیز روکتی ہے کہ میں سنو کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟ اگر جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ عمدہ ہوا تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر قبیح ہوا تو ترک کر دوں گا۔''

انہوں نے کہا: ''میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔

جب آپ اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہو گئے۔تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔میں نے عرض کی:''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا ہے۔بخدا! وہ مجھے لگاتار آپ سے ڈراتے رہے۔حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔تاکہ آپ کی بات نہ سنو۔مگر رب تعالیٰ نے مجھے آپ کا کلام دلنشیں سنا دیا۔میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔مجھے آپ اپنا معاملہ پیش فرمائیں۔'' آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔مجھے کلام مجید سنایا۔بخدا! میں نے اتنا حسین کلام آج تک نہیں سنا تھا۔ایسا عدل پسند معاملہ کبھی نہ دیکھا تھا۔میں نے اسلام قبول کر لیا۔حق کی شہادت دے دی۔میں نے عرض کی:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔میں ان کی طرف جا رہا ہوں۔انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی نشانی بنا دے جو ان کے خلاف میری مددگار ہو۔تاکہ میں انہیں اس کی طرف بلا سکوں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی:''مولا! اس کے لیے نشانی بنا دے۔'' حضرت طفیل فرماتے ہیں:

''میں اپنی قوم کی طرف عازم سفر ہوا جب اس گھاٹی پر پہنچا جو ان کے مسکن کے اوپر تھی۔تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کی مانند نور ضوفشاں ہو گیا۔'' میں نے عرض کی:''مولا! یہ نور میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ہو۔مجھے خدشہ ہے کہ میری قوم گمان کرے گی کہ یہ مثلہ ہے جو میرے چہرے پر واقعہ ہوا ہے۔کیونکہ میں نے ان کا دین چھوڑا ہے۔'' وہ نور منتقل ہو گیا۔وہ میرے عصا کے کنارے سے ضوفشاں ہو گیا گویا کہ وہ لٹکی ہوئی قندیل ہو۔میں گھاٹی سے نیچے اترا حتیٰ کہ ان کے پاس گیا۔ان میں صبح کی۔میرے پاس میرے والد گرامی آئے وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھے۔میں نے ان سے کہا:''مجھ سے دور ہو جائیں۔والد گرامی! میرا اور آپ کا تعلق ختم!'' انہوں نے کہا:''فرزند ارجمند! کیوں؟ میرے والدین تم پر فدا!'' میں نے کہا: ''اسلام نے میرے اور تمہارے مابین جدائی ڈال دی ہے۔میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔میں نے دین محمدی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔'' انہوں نے کہا:''نور نظر! میرا بھی دین ہے جو تمہارا دین ہے۔'' میں نے کہا:''جائیں، غسل کریں۔اپنے کپڑے پاک کریں۔پھر میرے پاس تشریف لائیں۔میں آپ کو وہ کچھ سکھاؤں جو میں نے سیکھا ہے۔'' وہ گئے۔غسل کیا۔صاف کپڑے پہنے پھر تشریف لائے۔میں نے اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔''

انہوں نے کہا:''پھر میری زوجہ میرے پاس آئیں۔میں نے اسے کہا:''مجھ سے دور ہو جاؤ۔میرا اور تمہارا تعلق ختم! اس نے کہا:''میرے والدین تم پر نثار! کیوں؟'' میں نے کہا:''اسلام نے میرے اور تمہارے مابین تفریق ڈال دی ہے۔میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔دین محمدی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔'' اس نے کہا:''میرا دین وہی ہے۔جو تمہارا دین ہے۔'' میں نے اسے کہا:''جاؤ۔غسل کرو۔'' اس نے اسی طرح کیا پھر آئی۔میں نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔

میں نے دوس کے قبیلہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دوس کے قبیلہ پر زنا نے غلبہ پا لیا ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بددعا کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! دوس کو ہدایت عطا فرما۔" آپ نے فرمایا: "واپس اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔" میں ان کی طرف آیا۔ سرزمین دوس پر میں انہیں رب تعالیٰ کی طرف بلاتا رہا۔ پھر میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اس وقت خیبر میں تشریف فرما تھے۔ مدینہ طیبہ میں دوس کے ستر یا اسی گھر آئے۔ پھر وہ خیبر میں آپ کے ساتھ مل گئے۔ آپ نے مسلمانوں کے ہمراہ ہمارے لیے بھی حصہ نکالا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: 'جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ کچھ عرب مرتد ہوا تو حضرت طفیل مسلمانوں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے طُلیحہ کا کام تمام کر دیا۔ پھر وہ مسلمانوں کے ہمراہ یمامہ کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ ان کا لختِ جگر عمرو بن طفیل بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔ میں نے دیکھا ہے کہ میرے سر کا حلق کرا دیا گیا ہے میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا ہے۔ ایک عورت مجھے ملی ہے اس نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے۔ میرے اس نورِ نظر نے مجھے تلاش کیا ہے مگر اسے مجھ سے روک دیا گیا ہے۔ ساتھیوں نے ان سے کہا: "تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔" حضرت طفیل: بخدا! مجھے اس کی تعبیر کا علم بھی ہو گیا ہے۔ ساتھیوں نے پوچھا: "اس کی تعبیر کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "سر کے حلق کرانے سے مراد اس کا کٹنا ہے۔ جو پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے اس سے مراد میری روح ہے۔ وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے وہ اس سے مراد زمین ہے اسے کھودا جائے گا اور مجھے اس میں داخل کر دیا جائے گا۔ جہاں تک میرے نورِ نظر کی جستجو ہے اور اسے مجھ سے روک دینے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بھی کوشش کرے گا کہ اسے شہادت سے سرفراز کیا جائے۔ جیسے کہ میں شہید ہوں گا۔" حضرت طفیل نے یمامہ کے مقام پر جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کا فرزند دلبند بہت زیادہ زخمی ہوا۔ پھر یرموک میں جامِ شہادت نوش کر گیا۔ یہ جنگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ ہمایوں میں لڑی گئی تھی۔

چھیالیسواں باب

ذباب بن حارث بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں

ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن ابی سبرۃ جعفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب لوگوں نے آپ کی بعثت کے بارے سنا تو ذباب بن حارث (ان کا تعلق بنوانس الا بن سعد العشیرۃ سے تھا) اپنے بت کی طرف گئے۔ بنوسعد کا ایک بت تھا جسے فراض کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اسے توڑا پھر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

تبعت رسول الله اذ جاء بالهدٰی ... و خلفت فراضاً بدارهوانٖ
شددت علیه شدة فترکتهٗ ... کان لم یکن والدهر ذو حدثانٖ
و لما رائیت الله اظهر دینه ... اجبت رسول الله حین دعانیٖ
فاصبحت للاسلام ما عشت ناصرا ... والفیت فیه کلکلی و جرانی
فمن مبلغ سعد العشیرة اننی ... شریت الذی یبقی بآخر فانی

ترجمہ: ''میں نے اس وقت آپ کی اتباع کر لی جب آپ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے۔ میں نے فراض بت کو ذلت کے گھر چھوڑ دیا میں نے اس پر سختی اختیار کی۔ میں نے اسے اس طرح چھوڑا کہ گویا کہ وہ تھا ہی نہیں زمانہ تو حادثات والا ہے۔ جب میں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا ہے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ جب آپ نے مجھے دعوت دی۔ میں تادم زیست اسلام کا مددگار بن گیا۔ میں نے اپنا سینہ اور اپنی گردن اسلام کے لیے خم کر دی۔ سعد العشیرۃ تک میرا یہ پیغام کون دے گا کہ میں نے فانی کے عوض باقی کو خرید لیا ہے۔''

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ مسلم بن عبداللہ بن شریک نخعی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ذباب الانسی جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں غنا عطا فرمائی تھی۔

سینتالیسواں باب

رہاویین کا وفد

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت قتادہ رہاوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اسلام کا جھنڈا باندھا تو میں نے آپ کا دست اقدس تھاما اور آپ کو الوداع کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں تقویٰ بطور زادِ راہ دے۔ تمہارے گناہ معاف کرے تم جہاں کہیں بھی جاؤ۔ وہ تمہارا چہرہ خیر کی طرف کر دے۔"

ابن سعد نے حضرت زید بن طلحہ تیمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "رہاویین کے پندرہ افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بنو مذحج کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ وفد ۱۰ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جلوہ گر ہوئے اور تادیر ان کے ساتھ محو گفتگو رہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں چند تحائف پیش کیے۔ ان میں مرواح نامی گھوڑا بھی تھا۔ آپ کے سامنے اسے رقص کرایا گیا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے قرآن اور فرائض کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے دیگر وفدوں کی طرح انہیں بھی عطیات عطا کیے۔ آپ نے ہر ایک کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا کی۔ کم از کم انہیں پانچ اوقیہ چاندی دی۔ پھر وہ اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔

پھر ان میں سے ایک فرخندہ فال گروہ آپ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ سے آپ کے ہمراہ حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر وہ آپ کے وصال تک مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ آپ نے انہیں خیبر میں کتیبہ میں ایک جگہ عطا کی جس سے ایک سو وسق کھجوریں آتی تھیں۔ آپ نے ان کے لیے نوشتہ لکھا۔ انہوں نے یہ جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں فروخت کر دی۔

✿✿✿✿

اڑتالیسواں باب

وفد بنی الرؤاس بن کلاب

ابن سعد نے ابونفیع طارق بن علقمہ رؤاسی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم میں سے ایک شخص عمرو بن مالک بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: "حتیٰ کہ ہمیں بنو عقیل بن کعب سے وہی کچھ مل جائے جو کچھ ان کو ہم سے مل گیا۔" ان کے ارادہ سے نکلے۔ حضرت عمرو بن مالک بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ان سے بدلا لے لیا۔ پھر وہ جانوروں کو ہانکتے ہوئے آ گئے۔ بنو عقیل کا ایک سوار انہیں ملا۔ جسے ربیعہ بن منتفق کہا جاتا تھا۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اقسمت لا اطعن الا فارسا اذا الکماۃ البسوا القلانسا

ترجمہ: "میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں صرف سوار کو نیزہ ماروں گا۔ جب زرہ پوشوں کو ٹوپیاں پہنائی جاتی ہیں۔"

حضرت ابونفیع نے کہا: "میں نے انہیں کہا: "اے میرے ساتھیو! اب تم مکمل نجات پا چکے ہو۔" اس عقیلی نے بنو عبید بن رؤاس کا ایک شخص پایا۔ جسے محرس بن عبداللہ کہا جاتا تھا۔ اس نے اس کے بازو پر نیزہ مارا اور اسے دوسری طرف نکال دیا۔ محرس نے اس کا گھوڑا لیا۔ اور کہا: "اے آلِ رؤاس!" ربیعہ نے کہا: "گھوڑوں کے رئیس یا لوگوں کے رئیس!" وہ ربیعہ پر جھکا۔ اسے نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔"

حضرت ابونفیع نے کہا: "پھر ہم بکریاں ہانکتے ہوئے نکلے۔ بنو عقیل ہمارے تعاقب میں نکل آئے۔ حتیٰ کہ ہم تربۃ پہنچے۔ وادیٔ تربۃ نے ہمیں اور انہیں جدا کر دیا۔ بنو عقیل ہمیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ کسی چیز تک نہ پہنچ سکے۔ ہم آگے روانہ ہو گئے۔"

حضرت عمرو بن مالک نے کہا: "میرے اوسان خطا ہو گئے۔" میں نے کہا: "میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بیعت بھی کر لی ہے۔ میں نے زنجیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ باندھ لیے۔ پھر عازم سفر ہوا تا کہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔ آپ کو بھی یہ خبر مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ہاتھ پر زنجیر کے اوپر ضرور ماروں گا۔" میں نے ہاتھ آزاد کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں آ

گیا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے اعراض فرمایا۔ میں آپ کے دائیں طرف سے آیا۔ آپ نے اعراض فرمایا۔ میں بائیں طرف سے آیا۔ مگر آپ نے اعراض فرمایا۔ میں چہرہ انور کی طرف سے آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں۔ رب تعالیٰ آپ سے راضی ہوگا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے راضی ہوں۔"

✿✿✿✿

انچاسواں باب

وفدِ زبید

جب وہ سال آیا جس میں حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو زبید نے قبائل یمن دیکھے۔ جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو رہے تھے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کر رہے تھے۔ ان کا لوٹنے والا ان کے شہروں کی طرف گیا۔ وہ اسی پر تھے جس پر تھے۔ آپ نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ان کے صدقات کا نگران بنایا۔ حضرت فروہ بن مسکین ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت خالد نے کہا: "بخدا! ہم بھی اسی دین حق میں داخل ہو گئے ہیں۔ جس میں لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ ہم نے حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کر دی ہے۔ ہم نے تمہیں اور اپنے اموال کی زکوٰۃ کی راہیں کھلی چھوڑ دیں ہیں۔ ہماری قوم میں سے جو شخص تمہاری مخالفت کرے گا ہم اس کے خلاف تمہاری مدد کریں گے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم نے یہ کر دیا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہم میں سے ایک وفد کا تعین کریں جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو۔ جو آپ کو ہمارے اسلام کی خبر دیں اور آپ سے ہمارے لیے خیر حاصل کریں۔" حضرت خالد نے کہا: "تم کتنی عمدہ بات کی طرف لوٹے ہو۔ میں تمہاری بات پر لبیک کہتا ہوں۔ مجھے تمہیں یہ بات کرنے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ میں نے دیکھا کہ عرب کے وفود تمہارے پاس سے گزر رہے تھے۔ اس امر نے تمہیں عازم سفر ہونے پر نہ ابھارا۔ حتیٰ کہ مجھے تمہارے بارے سوءِ ظن ہونے لگا۔ تم شرک سے نئے نئے تائب ہوئے تھے۔ میں سمجھا کہ اسلام تمہارے قلوب میں راسخ ہو چکا ہے۔

✿✿✿✿

پچاسواں باب

بنو سحیم کا وفد

المرشاطی نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسود بن سلمہ بنوسحیم کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ انہیں پانی کا ایک مشکیزہ عطا کیا۔ جس میں آپ نے لعابِ دہن ملایا تھا۔ یا اس میں کلی کی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''وہ یہ پانی مبارک اپنی مسجد میں چھڑک لیں اور اپنے سر بلند رکھیں۔'' اس کی برکت سے ان میں سے ایک شخص نے بھی مسیلمہ کذاب کی پیروی نہ کی۔ نہ ہی ان میں سے کسی خارجی کا خروج ہوا۔''

اکاونواں باب

وفد بنی سدوس

بزار نے حضرت عبداللہ بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم وفد بنی سدوس میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ ہم نے آپ کو کھجوریں بطور تحفہ پیش کیں۔ ہم نے آپ کے لیے انہیں ایک دسترخوان پر رکھا۔ آپ نے مٹھی بھر کھجوریں لیں اور فرمایا: ''یہ کون سی کھجوریں ہیں؟'' ہم آپ کو کھجوروں کی اقسام بتانے لگے۔ ہم نے عرض کی: ''یہ الجذامی ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جذامی میں اور اس باغ میں برکت ڈالے جس سے یہ نکلی ہیں۔''

باونواں باب

وفد بنی سعد ھذیم

محمد بن عمر اسلمی نے ابن نعمان سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اپنی قوم کے وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے سارے شہروں کو مغلوب فرما لیا تھا۔ عرب کو روندھ ڈالا تھا۔ لوگ دو اقسام میں منقسم تھے۔ یا وہ تو رغبت کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو رہے تھے یا تلوار کے خوف سے اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم مدینہ طیبہ کے ایک کونے میں اترے پھر مسجد نبوی کی طرف آئے۔ ہم مسجد کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ مسجد میں نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ ہم آپ کے پیچھے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہم نے صحابہ کرام کے ہمراہ نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی۔ ہم نے کہا: ''حتیٰ کہ ہم حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کر لیں اور آپ کی بیعت کا شرف حاصل کر لیں۔'' آپ پیچھے تشریف لائے تو ہمیں دیکھا ہمیں یاد فرمایا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے؟'' ہم نے عرض کی: ''بنو سعد ھذیم کے ساتھ۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم مسلمان ہو؟'' ہم نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ ادا کیوں نہیں کی؟'' ہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا گمان تھا کہ یہ ہمارے لیے جائز نہیں حتیٰ کہ ہم آپ کی بیعت کر لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جہاں بھی اسلام قبول کر لو تم مسلمان ہو۔''

انہوں نے کہا: ''ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنے ہاتھوں سے اسلام پر آپ کی بیعت کی۔ پھر اپنے سامان کے پاس چلے گئے۔ ہم میں سے کم عمر شخص ہمارے سامان کے پاس تھا۔ آپ نے ہمارے پیچھے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ ہمیں آپ کی بارگاہِ والا میں لے کر آیا۔ ہمارا وہ ساتھی آگے بڑھا اور اسلام پر آپ کی بیعت کر لی۔ ہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ہم سب میں سے چھوٹا ہے۔ وہ ہمارا خدمت گزار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قوم میں چھوٹا ان کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔'' وہ ہم میں سے بہترین شخص ثابت ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کے طفیل وہ ہم سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھتا تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اسے ہم پر امیر مقرر کر دیا۔ وہ ہمیں امامت کرواتا تھا۔ جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے ہمیں کچھ اوقیہ چاندی عطا کی۔ ہم اپنی قوم کے پاس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا کی۔

ترپن واں باب

وفد بنی سلامان

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ وفد ۱۰ھ ماہِ شوال میں حاضر ہوا تھا۔ ابن سعد نے حبیب بن عمر سے اور سلامانی سے بیان کیا ہے کہ سلامان کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ہماری تعداد سات تھی۔ ہم نے مسجد نبوی سے باہر آپ کی زیارت کی۔ آپ نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لائے تھے۔ ہم نے یوں سلام عرض کیا: ''السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''وعلیکم! تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟'' ہم نے عرض کی: ''ہمارا تعلق سلامان قبیلہ کے ساتھ ہے ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ اسلام پر آپ کی بیعت کریں۔ ہم اپنی بقیہ قوم کے ضامن ہیں آپ نے اپنے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: ''اس وفد کو وہیں ٹھہراؤ جہاں وفد ٹھہرتے ہیں۔''

جب آپ نے نمازِ ظہر ادا کی تو آپ اپنے منبر اور کاشانہ اقدس کے درمیان جلوہ افروز ہو گئے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند امور کے بارے پوچھا۔ مثلاً نماز، شریعت اسلامیہ اور دم کرنے کے بارے عرض کی۔ ہم نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی عطا کی۔ ہم اپنے شہر لوٹ آئے۔ یہ ۱۰ھ ماہِ شوال کا واقعہ ہے۔

ابونعیم نے محمد بن عمر کی سند سے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ وفد سلامان ۱۰ھ کو حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تمہارے شہروں کے کیا حالات ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ قحط زدہ ہیں۔ رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے شہروں کو سیراب کرے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! ان کے شہروں میں ابر کرم نازل فرما۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دستِ اقدس زیادہ بلند فرمائیں۔ زیادہ اور عمدہ بارش ہوگی۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ دستِ اقدس بلند فرمائے۔ حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آئی۔ پھر وہ اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اسی روز ابرِ کرم برسا تھا۔ جس وقت آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔

چون واں باب

وفدِ بنی سلیم

علماء کرام فرماتے ہیں: "بنوسلیم میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جسے قیس بن نسیبہ کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کا کلامِ دلنشیں سنا۔ چند امور کے بارے عرض کی۔ آپ نے اسے جواب مرحمت فرمایا۔ اس نے یہ ساری باتیں یاد رکھیں۔ آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنی قوم بنوسلیم کی طرف آیا۔ اس نے کہا: "میں نے اہلِ روم کی ترجمانی سنی ہے۔ اہلِ فارس کا خفیہ کلام سنا ہے۔ اہلِ عرب کے اشعار اور کاہنوں کی کہانت سنی ہے۔ میں نے حمیر کے بادشاہوں کا کلام سنا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کلام کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا ہے تم میری اطاعت کرلو۔ ان سے اپنا حصہ لے لو۔"

فتح مکہ کے سال بنوسلیم عازم سفر ہوئے۔ قدید کے مقام پر آپ سے ملاقات کرلی۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں حضرات عباس بن مرداس، انس بن عباس، راشد بن عبد ربہ تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے عرض کی: "ہمیں اپنے مقدمہ میں رکھ لیں۔ ہمیں سرخ جھنڈا عطا فرمادیں۔ ہمارا شعار "مقدم" ہے۔" آپ نے اسی طرح کیا۔ وہ فتح مکہ، طائف اور حنین کے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ نے حضرت راشد بن عبد ربہ کو رہاط میں جاگیر عطا کی۔ جس میں ایک چشمہ تھا جسے عین الرسول کہا جاتا تھا۔ راشد بنوسلیم کے بت کدہ میں نگران تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا دو لومڑ اس پر پیشاب کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اربٌ یبول الثعبان براسہٖ لقد ذل من بالست علیہ الثعالب

ترجمہ: "کیا وہ خدا ہوسکتا ہے جس کے سر پر دو لومڑ پیشاب کردیں۔ جس پر لومڑ پیشاب کردیں وہ تو ذلیل ہوجاتا ہے۔"

پھر انہوں نے اس پر ضرب کاری لگائی اور اسے توڑ دیا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "غاوی بن عبد العزیٰ" آپ نے فرمایا: "تمہارا نام راشد بن عبد ربہ ہے۔" انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا۔ فتح مکہ میں آپ کے ہمراہ شرکت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عرب کی بستیوں میں سے عمدہ بستی خیبر کی ہے۔ بنوسلیم میں سے بہترین راشد ہیں۔" آپ نے ان کے لیے ان کی قوم کا جھنڈا باندھا۔

ابن سعد نے بنو سلیم میں سے بنو شرید کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ہم میں سے ایک شخص جسے قدد بن عمار کہا جاتا تھا وہ وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔اس نے عہد کیا کہ وہ اپنی قوم کے ایک ہزار گھڑسوار آپ کی خدمت میں پیش کرے گا۔پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ساری بات بیان کی۔وہ نو سو گھڑسواروں کے ساتھ نکلا۔ایک سو گھڑسوار قبیلہ میں ٹھہرے رہے۔وہ انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو رہا تھا۔رستہ میں ہی اس کا وصال ہو گیا۔اس نے اپنی قوم کے تین افراد کو وصیت کی۔

- حضرت عباس بن مرداس۔انہیں تین سو افراد پر امیر مقرر کیا۔
- حضرت جبار بن حکم۔یہی فرار شریدی تھے۔انہیں تین سو افراد پر امیر بنایا۔
- اخنس بن یزید۔انہیں بھی تین سو افراد پر امیر بنایا۔

اس نے کہا: "اس ہستیِ پاک کے پاس جاؤ جن کا عہد میری گردن پر ہے۔" پھر اس کا وصال ہو گیا۔وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔آپ نے فرمایا: "وہ خوبصورت شخص کہاں ہے جس کا چہرہ خوبصورت، زبان طویل اور ایمان سچا تھا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے رب تعالیٰ نے بلا لیا ہے۔اس نے اس کی صدا پر لبیک کہا ہے۔" انہوں نے اس کی حکایت عرض کی۔آپ نے فرمایا: "اس کا ایک ہزار کا تکملہ کہاں ہے۔جس کا عہد اس نے میرے ساتھ کیا تھا؟" انہوں نے عرض کی: "ایک سو قبیلہ میں ٹھہر گئے ہیں۔ہمیں بنو کنانہ کی طرف سے جنگ کا خطرہ ہے۔ہمارے اور ان کے مابین عداوت ہے۔" آپ نے فرمایا: "ان کی طرف بھی پیغام بھیج دو۔اس سال تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔" انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔الھدۃ کے مقام پر ایک سو گھڑسوار ملے۔منقع بن مالک ان کے امیر تھے۔جب انہوں نے گھوڑوں کی آوازیں سنیں تو انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم پر حملہ ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ تمہاری حمایت کے لیے آئے ہیں۔" "یہ بنو سلیمہ بن منصور ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں۔" انہوں نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔

پچپن واں باب

وفدِ بنی شیبان

ابن سعد نے حضرت قیلہ بنت مخرمۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں وفدِ شیبان کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ حالت قرفصاء میں تشریف فرما تھے [اس سے مراد بیٹھنے کا وہ انداز ہے کہ انسان پشت کے بل بیٹھے۔ دونوں رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملائے اور دونوں ہاتھوں سے ٹانگوں کے اوپر باندھ کر بیٹھے] جب میں نے بیٹھنے میں آپ کی یہ عاجزی اور انکساری دیکھی تو خوف کی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا۔ آپ کے صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ مسکینہ رونے لگ گئی ہے۔" آپ نے فرمایا: "آپ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا جبکہ میں آپ کی کمر انور کی طرف تھی۔" "یا مسکینہ علیک سکینہ" "اے مسکینہ پرسکون ہو جاؤ۔" آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا تو میرے دل کا سارا رعب ختم ہوگیا۔ ہمارے ساتھیوں میں سے پہلا شخص آگے بڑھا۔ اس نے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کی بیعت کی۔ پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے اور بنو تمیم کے مابین صحراء لکھ دیں۔ ان کا صرف مسافر یا مجاور ہی ہمارے پاس آئے۔" آپ نے فرمایا: "جوان! اسے صحراء لکھ دو۔"

جب میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے وہ صحراء لکھنے کا حکم دے دیا ہے تو میں مبہوت ہوگئی۔ وہ میرا وطن اور میرا گھر تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب اس شخص نے آپ سے زمین کا سوال کیا ہے تو اس نے نرم اور ہموار زمین کا سوال نہیں کیا۔ یہ تو صحراء ہے۔ جو اونٹ باندھنے کی جگہ ہے۔ بکریاں چروانے کی جگہ ہے۔ بنو تمیم کی خواتین اور بیٹے اس سے پرے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اے جوان! رک جاؤ۔ اس مسکینہ نے سچ کہا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ پانی اور درخت ان دونوں کے لیے گنجائش رکھتے ہیں۔ وہ چور کے مقابلہ میں اکٹھے ہوتے ہیں۔" جب حریث نے دیکھا کہ اس کے لیے کتابت رک گئی ہے تو اس نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ کہا: "تمہاری اور میری مثال اس طرح ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے: "بکری اپنے پاؤں سے اپنی موت اٹھا کر لائی۔" میں نے اسے کہا: "بخدا! اگرچہ تم تاریک رات میں میرے راہ نما تھے۔ تم اپنے ساتھیوں کے لیے سخی اور رفیقانِ راہ کے لیے پاکباز تھے حتیٰ کہ تم بارگاہِ رسالت مآب میں آگئے۔ لیکن میرے حصے کے بارے مجھے ملامت نہ کرو۔ جب تم نے اپنے حصے کا سوال کیا۔ اس نے کہا: "تمہارا

باپ نہ رہے! اس صحراء میں تمہارا کیا حصہ ہے؟" اس نے کہا: "میرے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ جسے تم اپنی بیوی کے اونٹ کے لیے مانگ رہے تھے۔"

اس نے کہا: "بلاشبہ میں حضور اکرم ﷺ کو اس امر کا گواہ بناتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں تمہارا بھائی ہوں جبکہ تم نے آپ کے ہاں میری یہ تعریف کر دی۔ جب میں نے اس کا آغاز کر دیا تو میں اسے ضائع نہیں کروں گا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایلام بن ذہ خط فاصل کھینچے گا۔ وہ الجرہ سے پرے لوگوں سے انتقام لے گا۔" میں رونے لگی۔ میں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے بڑی احتیاط سے اسے جنم دیا۔ ربذہ کے روز اس نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔ پھر مجھے لے کر خیبر میں سرگرداں رہا۔ وہاں اسے اس کا بخار پہنچا۔ وہ عورتوں کے پاس چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اگر تم مسکینہ نہ ہوتی تو ہم تمہیں آج چہرے کے بل کھینچتے یا تمہیں چہرے کے بل کھینچا جاتا۔ (عبداللہ راوی کو شک ہے) کیا تم میں سے کوئی اس امر سے عاجز ہے کہ وہ دنیا میں اپنے ساتھی کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ جب اس کے اور اس کے ساتھی کے مابین ایسا شخص حائل ہو جائے تو اس کا زیادہ مستحق ہو تو وہ اس کے حوالے کر دے۔" پھر عرض کی: "مولا! جو کچھ ہو چکا ہے وہ مجھے بھلا دے۔ جو کچھ باقی ہے اس پر میری مدد کر۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد عربی ﷺ کی جان ہے۔ تم میں سے ایک روتا ہے۔ اس کا ساتھی اشکبار اس کے پاس آتا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔" پھر آپ نے اس عورت کے لیے اور قیلۃ کی خواتین کے لیے یہ لکھوایا: "ان کے حق کے بارے ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ انہیں نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ہر مسلمان ان کا مددگار ہوگا۔ وہ احسان کریں گی برائی نہیں کریں گی۔"

چھپن واں باب

وفدِ صداء

امام بغوی، امام بیہقی اور ابن عساکر نے زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے اسلام پر آپ کی بیعت کی۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ نے میری قوم کی طرف ایک لشکر بھیجا ہے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "جب آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صداء کو روندھ ڈالیں۔ وہ قناۃ کے ایک گوشے میں خیمہ زن ہوئے۔ ان کے ہمراہ چار سو مجاہدین تھے۔"

حضرت زیاد بن حارث صدائی فرماتے ہیں۔ "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور میں اپنی بقیہ قوم کا ضامن ہوں۔ آپ لشکر کو واپس آنے کا حکم فرمائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میری قوم اسلام بھی لے آئے گی اور آپ کی اطاعت بھی کرے گی۔" آپ نے مجھے فرمایا: "جاؤ انہیں واپس لے آؤ۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری سواری تھک گئی ہے۔" حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا وہ مجاہدین کو قناۃ سے واپس لے آیا۔" حضرت زیاد نے کہا: "آپ نے میری قوم کے لیے ایک خط لکھوایا۔ ان کا وفد اسلام کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے پندرہ افراد آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! انہیں میرے ہاں ٹھہرا دیں۔" وہ ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ انہوں نے انہیں عطیات دیے۔ عزت بخشی اور پوشاکیں عطا کیں۔ پھر انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔ حضرت زیاد نے کہا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے صداء کے بھائی! تمہاری قوم تمہاری اطاعت کرتی ہے۔" میں نے عرض کی: "بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ان کا امیر مقرر نہ کر دوں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ٹھیک ہے۔" آپ نے میرے لیے ایک خط لکھوایا۔ اس میں مجھے امیر مقرر کیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ان کے صدقات کے بارے بھی کچھ حکم فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "بالکل" آپ نے میرے لیے ایک اور خط لکھوایا۔" حضرت زیاد

نے کہا: ''یہ واقعہ آپ کے کسی سفر میں پیش آیا۔آپ کسی جگہ اترے اس جگہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے اپنے عامل کا شکوہ کیا۔انہوں نے کہا: ''اس نے ہر وہ چیز لے لی جو ہمارے اور ان کے مابین جاہلیت میں تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا اس نے اسی طرح کیا۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے اپنے صحابہ کرام کی طرف توجہ کی میں ان میں موجود تھا۔آپ نے فرمایا: ''ایک مومن شخص کے لیے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔'' حضرت زیاد نے فرمایا: ''آپ کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔'' پھر ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے عطا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس نے غنی ہونے کے باوجود مجھ سے مانگا تو اس کے سر میں درد اور پیٹ میں مرض ہے۔'' اس شخص نے عرض کی: ''مجھے صدقہ میں سے عطاء فرمادیں'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ صدقات کے بارے کسی نبی یا کسی اور کے حکم پر راضی نہیں ہوا حتیٰ کہ اس نے اس کے بارے خود فیصلہ کیا اس نے اس کے آٹھ جزاء کیے اگر تمہارا شمار ان صدقات میں ہوا تو میں تم کو عطا کر دوں گا۔اگر تم اس سے غنی ہوئے۔تو یہ سر کا درد اور پیٹ کا مرض ہے۔''

حضرت زیاد نے فرمایا: ''میرے دل میں بات آئی کہ میں نے آپ سے صدقات کے بارے عرض کی ہے۔ حالانکہ میں مالدار ہوں۔پھر آپ نے رات کے ابتدائی حصہ میں فرمایا کہ میں نے آپ کی سواری کی رکاب کو لازم پکڑا۔میں آپ کے قریب ہی تھا۔صحابہ کرام کچھ دور تھے۔حتیٰ کہ آپ کے ہمراہ میرے علاوہ اور کوئی نہ رہا۔جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔میں نے اذان دی۔میں عرض کرنے لگا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز قائم فرما لیں۔'' آپ نے مشرق کی سمت دیکھا اور فرمایا: ''نہیں'' جب فجر طلوع ہوگئی تو آپ سواری سے نیچے تشریف لائے۔قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔پھر میرے پاس تشریف لائے۔صحابہ کرام بھی حاضر خدمت ہو گئے۔آپ نے فرمایا: ''صداء کے بھائی! کیا تمہارے پاس پانی ہے۔'' میں نے عرض کی: ''نہیں! مگر تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے لیے کافی نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے کسی برتن میں ڈالو اور پھر میرے پاس لے آؤ۔'' میں نے اسی طرح کیا۔آپ نے اپنا دستِ اقدس پانی میں رکھا۔'' حضرت زیاد نے کہا: ''مجھے آپ کی ہر دو مبارک انگلیوں میں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہوا نظر آیا۔'' حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اگر مجھے رب تعالیٰ سے حیاء نہ آتی تو ہم پانی پیتے پلاتے۔میرے صحابہ کرام میں آواز دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر پانی لے جائے۔'' میں نے ان میں صدا دی۔جسے پانی کی ضرورت تھی۔وہ آ کر پانی لے گیا۔

پھر آپ نماز کے لیے اٹھے۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا۔آپ نے فرمایا: ''اس صداء کے بھائی نے اذان دی ہے۔وہ ہی اقامت کہے گا۔'' میں نے اقامت کہی۔جب آپ نے نماز پڑھ لی تو میں دونوں مکتوب لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ان دونوں خطوط سے عافیت عطا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے کیا عیاں ہوا؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے آپ کو سنا۔آپ فرمار ہے تھے'' بندۂ

مومن کے لیے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔" میں نے آپ کو سنا آپ سائل سے فرما رہے تھے "جس نے غنی ہونے کے باوجود لوگوں سے مانگا تو یہ سر کا درد اور پیٹ کا مرض ہے۔" میں نے آپ سے مانگا حالانکہ میں غنی تھا۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہاری مرضی! اگر چاہو تو قبول کرلو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔" میں نے عرض کی: "میں چھوڑتا ہوں۔" آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جسے میں تم پر امیر مقرر کروں۔" میں نے اس وفد میں سے ایک شخص کے بارے بتایا جو آپ کی خدمت میں آیا تھا۔آپ نے اسے ان پر امیر مقرر کر دیا۔

پھر ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا ایک کنواں ہے۔جب موسم سرما آتا ہے تو اس کا پانی ہمیں کافی ہو جاتا ہے۔ہم اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں لیکن موسم گرما میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے ہم اپنے ارد گرد دیگر کنوؤں پر منتشر ہو جاتے ہیں۔ہمارے ارد گرد سارے ہمارے دشمن ہیں۔رب تعالیٰ سے ہمارے کنویں کے بارے دعا فرمائیں کہ ہمارے پانی کو کثیر کرے۔ہم اس پر اکٹھے ہو جائیں منتشر نہ ہوں۔" آپ نے سات کنکریاں منگوائیں انہیں اپنے دست اقدس میں پھیرا۔ان میں دعا کی پھر فرمایا: "ان کنکریوں کو لے جاؤ۔جب تم کنواں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے کنویں میں پھینک دینا۔ان پر رب تعالیٰ کا نام لینا۔" ہم نے اسی طرح کیا۔اس کے بعد ہم میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کنویں کی تہہ کو دیکھتے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "یہ پندرہ افراد اپنے شہر کو لوٹ آئے۔ان میں اسلام پھیلا۔ان میں سے ایک سو افراد نے آپ کے ساتھ حجۃ الوداع ادا کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔

ستاون واں باب

وفدِ صدف

ابن سعد نے قبیلہ صدف کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ہمارا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔وہ دس سے زائد افراد تھے۔وہ بیٹھ گئے۔مگر انہوں نے سلام نہ کیا۔آپ نے فرمایا: "کیا تم مسلمان ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟" وہ اٹھے اور یوں سلام عرض کیا: "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آپ نے فرمایا: "وعلیکم السلام۔بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گئے۔انہوں نے آپ سے نماز کے اوقات کے بارے پوچھا۔آپ نے انہیں اوقاتِ نماز کے بارے بتایا۔

اٹھاونواں باب

وفد ابی صفرۃ

ابن مندہ، ابن عساکر اور دیلمی نے محمد بن غالب بن عبدالرحمان بن یزید بن مھلب بن ابی صفرہ سے روایت کیا۔ انہوں نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے کہ ابوصفرۃ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے تا کہ آپ انہیں بیعت کریں۔ انہوں نے زرد حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ ایک طویل، باجمال، حسین اور فصیح شخص تھے۔ آپ نے ان کا جمال دیکھا تو تعجب کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے عرض کی: "میں قاطع بن سارق بن ظالم بن عمر بن شہاب بن مرۃ بن ھقام بن جلند بن متکبر ہوں۔" یہی وہ بادشاہ تھا جو ہر کشتی ظلماً چھین لیتا تھا۔ میں بادشاہ کا بیٹا بادشاہ ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تم ابوصفرہ ہو سارق اور ظالم کو چھوڑ دو۔" انہوں نے اس طرح حق کی گواہی دی۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔" "میرے اٹھارہ لڑکے ہیں آخر میں میرے ہاں بچی پیدا ہوئی۔ اس کا نام صفرۃ رکھا۔" آپ نے ان سے فرمایا: "تم ابوصفرۃ ہو۔"

اٹھواں باب

ضمام بن ثعلبہ کا وفد

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی نے سلیمان بن مغیرۃ کی سند سے، حضرت ثابت سے امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے شریک بن عبداللہ سے دونوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ امام بغوی نے امام زہری سے، امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا "قرآن پاک میں ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم آپ سے کسی چیز کے بارے سوال کریں۔ ہمیں پسند تھا کہ ہم کسی دانا دیہاتی شخص کو پائیں جو آپ سے پوچھے اور ہم سنیں۔" شریک کی روایت میں ہے "اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔" حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "اسی اثناء میں کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے یا مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص اونٹ پر آیا۔ اس نے مسجد میں اونٹ بٹھایا پھر اونٹ کا پاؤں باندھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بارگاہِ رسالت میں بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا۔ مسجد میں داخل ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام مین تشریف فرما تھے۔ وہ ایک باہمت اور گھنے بالوں والے انسان تھے۔ ان کی دو مینڈھیاں تھیں۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

حضرت شریک کی روایت میں ہے "انہوں نے کہا تم میں سے محمد عربی ﷺ کون ہیں؟" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے "تم میں سے حضرت عبدالمطلب کے فرزند کون ہیں؟" آپ صحابہ کرام کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: "یہ سفید رنگت والی ذات بابرکات جو ٹیک لگا کر بیٹھی ہے۔" دوسری روایت میں ہے "دیہاتیوں میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے پوچھا "تم میں سے حضرت عبدالمطلب کے فرزند دلبند کون ہیں؟" ہم نے کہا: "یہ سرخ و سپید رنگت والے جو ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔" وہ آپ کے قریب ہوئے۔ انہوں نے کہا: "میں آپ سے چند امور کے بارے پوچھنے لگا ہوں۔ آپ پر کچھ سختی کروں گا مگر آپ پر گراں نہ گزرے۔" آپ نے فرمایا: "مجھ پر گراں نہ گزرے گا۔ جو چاہو سوال کرلو۔"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچا کہا ہے۔'' ضمام: ''آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' ضمام: ''زمین کی تخلیق کس نے کی ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ''اللہ تعالیٰ نے'' ضمام: ''یہ پہاڑ کس نے نصب کیے ہیں اور ان میں وہ کچھ تخلیق کیا جو تخلیق کیا؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ''اللہ تعالیٰ نے۔''

حضرت شریک کی روایت میں حضرات ابو ہریرہ اور انس نے فرمایا کہ اس شخص نے کہا: ''میں آپ کے رب تعالیٰ اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب تعالیٰ کے واسطہ سے پوچھتا ہوں۔'' حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: ''میں آپ سے ان لوگوں کے پروردگار کے بارے پوچھتا ہوں جو آپ کا، آپ سے پہلے اور آپ سے بعد میں آنے والے لوگوں کا رب ہے۔'' حضرت انس کی روایت میں ہے: ''اس ذات کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جس نے آسمان کو تخلیق کیا، زمین کو تخلیق کیا، یہ پہاڑ نصب کیے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: ''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم اس وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے تھے۔''

آپ نے فرمایا: ''ہاں! بخدا!'' حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ ضمام نے کہا: ''میں اس ذاتِ بابرکات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے آسمانوں کی تخلیق کی۔ زمین کو پیدا کیا یہ پہاڑ نصب کیے۔''

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا: ''میں آپ سے آپ کے رب تعالیٰ کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جو آپ سے پہلے اور بعد کے لوگوں کا پروردگار ہے کہ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو سارے لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں بخدا! حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا: ''آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے عرض کی: ''میں اس شخص کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو بھیجا ہے یا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔'' حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے ''میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا رب تعالیٰ ہے جو آپ سے پہلے اور بعد کے لوگوں کا رب تعالیٰ ہے۔ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں بخدا!''

حضرت ثابت نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اس شخص نے کہا: ''آپ کے قاصد نے گمان کیا ہے کہ ہم پر اپنے مال کی زکوٰۃ فرض ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔'' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اس شخص

نے کہا: "میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے امیر لوگوں سے زکوٰۃ لیں اور اسے ہمارے فقراء پر خرچ کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!" اس شخص نے عرض کی: "اس ذات کا واسطہ جس نے آپ کو بھیجا ہے۔" شریک کی روایت میں ہے: "میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیں اور ہمارے فقراء میں تقسیم کریں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: "آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ سال بھر میں ہم پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔" اس شخص نے عرض کی: "اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔" شریک کی روایت میں ہے "میں آپ کو اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سال کے اس ماہ مقدس میں روزے رکھیں۔" حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "بارہ ماہ میں سے ایک ماہ کے روزے رکھیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے۔ اس شخص نے کہا: "آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ ہم میں سے اس شخص پر حج فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس نے فرائض اسلام میں سے ایک ایک فریضہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے زکوٰۃ، حج اور روزہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے ہر فریضہ کے بارے اسی طرح پوچھا، جس طرح دیگر فرائض کے بارے پوچھتا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس کے رسول (محترم ﷺ) ہیں میں ان فرائض کو ادا کروں گا۔ جن امور سے مجھے روکا گیا ہے۔ میں ان سے بچوں گا۔ میں ان میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔"

حضرت شریک کی روایت میں ہے: "آپ جو پیغامِ حق لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لایا۔ میں اپنے پیچھے اپنی قوم کا قاصد ہوں۔ میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔ میرا تعلق بنو سعد بن بکر سے ہے۔" حضرت ابو ہریرۃ کی روایت میں ہے: "بخدا! ان فواحش سے تو ہم زمانہ جاہلیت میں بھی بچا کرتے تھے۔"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے: "پھر وہ چلا گیا۔" اس نے کہا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں ان امور میں ذرہ بھر بھی کم و بیشی نہ کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "اگر اس نے سچ کہا ہے تو پھر یہ جنت میں جائے گا۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ "اگر اس دو مینڈھیوں والے نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ شخص فقیہ بن گیا ہے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو سوال کرنے میں حضرت ضمام سے زیادہ حسین اور مختصر ہو۔'' وہ اپنے اونٹ کے پاس آئے۔ اس کی رسی کھولی۔ عازم سفر ہوئے اور اپنی قوم کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ بات کی ''لات وعزیٰ بدحال ہو گئے ہیں۔'' قوم نے کہا: ''ضمام! ذرا رکو۔ برص سے بچو، جذام سے بچو اور جنون سے بچو۔'' انہوں نے فرمایا: ''تمہارے لیے ہلاکت! بخدا! یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث کر دیا ہے۔ ان پر کتاب حکیم نازل فرمائی ہے۔ میں تمہیں اس کے ذریعے اس ہلاکت سے بچاتا ہوں جس میں تم مبتلاء ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور بندہ (خاص) ہیں۔ میں آپ کے ہاں سے تمہارے لیے وہ امور لے کر آیا ہوں جن کا آپ نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے۔''

ابن سعد نے لکھا ہے ''بخدا! اس شام اس بستی کا کوئی مرد یا عورت نہ رہے مگر اس نے اسلام قبول کر لیا۔'' انہوں نے مساجد تعمیر کیں۔ نماز کے لیے اذانیں دیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: ''ہم نے کسی قوم کے نمائندہ کے بارے نہیں سنا جو حضرت ضمام رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔''

تنبیہات

1. البدایۃ میں ہے ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے سیاق سے علم ہوتا ہے کہ حضرت ضمام فتح مکہ سے قبل اپنی قوم کے پاس گئے تھے۔ کیونکہ فتح مکہ کے ایام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عزیٰ کو گرا دیا تھا۔
2. ابو الربیع نے لکھا ہے ''اس وقت میں اختلاف ہے جس میں حضرت ضمام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ امام واقدی وغیرہ نے ۵ ھ کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ۹ ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس سال حاضر خدمت تھے۔
3. حضرت ضمام نے عرض کی: ''جس میں استطاعت ہو وہ بیت اللہ کا حج کرے۔'' الہدیٰ میں ہے ''اس قصہ میں حج کا تذکرہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرتِ ضمام حج کی فرضیت کے بعد آئے۔ یہ بعید ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ بعض راویوں کی طرف سے شامل کیے گئے ہیں۔''

ساٹھواں باب

وفدِ طارق بن عبد اللہ

امام بیہقی نے حضرت طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں ذوالمجاز کے بازار میں کھڑا تھا۔ ایک (پاکباز) شخص آیا۔ اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ وہ فرما رہا تھا ''تم لا الٰہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔'' ایک شخص ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ انہیں پتھر مار رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے لوگو! یہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق نہ کرنا'' لوگوں نے بتایا: ''یہ بنو ہاشم کے جوان ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' میں نے لوگوں سے پوچھا: ''ان کے ساتھ سنگدلانہ سلوک کون کر رہا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ہے۔'' حضرت طارق نے فرمایا: ''جب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہجرت کی تو ہم بھی الربذۃ سے عازم سفر ہوئے۔ ہم مدینہ طیبہ کا قصد کیے ہوئے تھے۔ ہم نے اس کی کھجوروں کو چنا۔

جب ہم اس کے باغات اور نخلستانوں کے پاس پہنچے تو ہم نیچے اترے۔ عمدہ کپڑے پہنے۔ ایک شخص اپنی دو چادروں میں تھا۔ اس نے سلام کیا اس نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس جگہ کے ساتھ ہے؟'' ہم نے کہا: ''الربذۃ سے آئے ہیں۔'' اس شخص نے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' ہم نے کہا: ''مدینہ طیبہ کا؟'' اس نے پوچھا: ''تم وہاں کیوں جا رہے ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہم وہاں کی کھجوریں کھائیں گے۔'' ہمارے ہمراہ ایک عورت تھی۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ بھی تھا۔ جس کو نکیل ڈالی گئی تھی۔ اس شخص نے کہا: ''کیا تم اسے فروخت کرنا پسند کرو گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! اتنے صاع کھجوروں میں ہم یہ اونٹ بیچیں گے۔'' جب ہم نے اپنی بات پوری کی تو اس شخص نے اس اونٹ کی نکیل تھامی اور لے کر چلا گیا۔ جب وہ مدینہ طیبہ کے باغات سے پرے چلا گیا اور ہمیں نظر نہ آیا تو ہم نے کہا: ''ہم نے کیا کر دیا۔ بخدا! ہم نے کسی ایسے شخص کو اونٹ فروخت نہیں کیا جسے ہم جانتے ہوں۔ نہ ہی ہم نے اس اونٹ کی قیمت لی۔'' اس عورت نے کہا جو ہمارے ساتھ تھی ''خود کو ملامت نہ کرو میں نے ایسے خوبصورت چہرے کو دیکھا ہے جو تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا۔ بخدا! میں نے اس ہستی پاک کی زیارت کی ہے جن کا چہرہ گویا کہ چودھویں کے چاند کا ٹکڑا تھا۔ میں تمہاری قیمت کی ضامن ہوں۔'' اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ انہیں کھاؤ سیر ہو جاؤ اور اپنی تول کو پورا کر لو۔'' ہم نے سیر ہو کر کھائیں پھر اپنی کھجوریں پوری کر لیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ہم نے

دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کو اسی حالت پر پالیا۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے "صدقہ دو۔ صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اپنے رشتہ داروں میں سے اپنے والدین، بہن، بھائی پھر قریبی رشتہ دار پھر قریبی رشتہ دار۔" بنو یربوع کے قبیلہ میں سے ایک شخص آیا۔ یا ایک انصاری شخص کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان لوگوں میں ہمارا زمانہ جاہلیت کا خون ہے۔" آپ نے تین بار فرمایا: "کوئی ماں اپنے بیٹے پر تین بار ظلم نہیں کرتی۔"

اکسٹھواں باب

وفدِ طئے، حضرت زید الخیر کے ہمراہ

ابن سعد نے حضرت ابوعمیر الطائی سے۔ یہ زہری کے یتیم تھے اور عبادۃ طائی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: طئی کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کی تعداد پندرہ تھی ان کے سردار اور رئیس حضرت زید الخیر تھے۔ یہ زید بن مہلہل تھے ان کا تعلق بنونبہان کے ساتھ تھا۔ اس وفد میں وزر بن جابر، قبیصہ بن الاسود، مالک بن عبداللہ، معین بن خلیف اور بنوبولان میں سے ایک شخص تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ صحنِ مسجد میں سواریاں باندھیں۔ پھر اندر گئے حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا۔ آپ نے ان میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی اور حضرت زید الخیر کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس اہلِ عرب میں سے جس شخص کا بھی تذکرہ کیا گیا میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے اس سے کم لگا مگر حضرت زید مجھے ان تعریفوں سے عمدہ نظر آئے جو ان کی کی گئی تھیں۔

آپ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ ان کے لیے فید اور دو جاگیریں لکھیں۔ ان کے لیے نوشتہ لکھوایا۔ وہ اپنی قوم کے ہمراہ واپس آ گئے۔" دوسری روایت میں ہے "جب وہ مدینہ طیبہ سے عازمِ سفر ہو کر اپنی قوم کی طرف آ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: "اگر زید مدینہ طیبہ کے بخار سے بچ گئے تو وہ......"

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ "فانہ" کے بعد عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے: "فانه لا يعاب" ان پر عیب نہیں لگایا جائے گا۔ زاد المعاد اور العیون میں ہے جب انہیں موت کا احساس ہوا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امرٌ تجل قومي المشارق غدوة   و اترك في بيت بفردة منجد

الا رب يوم لو مرضت احادني   عوائد من لم يبر منهن بجهد

ترجمہ: "کیا میری قوم وقتِ صبح روانہ ہونے والی ہے اور مجھے نجد میں فردہ کے مقام پر ایک گھر میں اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا کیا کئی دفعہ اسی طرح نہ ہوا کہ اگر میں مریض بن جاتا تو ایسی خواتین میری عیادت کرتیں جو اگر زیادہ چلنے کی وجہ سے بھرپور نہ تھکی ہوتیں پھر بھی مشکل سے ضرور چل رہی ہوتیں۔"

جب وہ نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے کے پاس پہنچے جسے فردہ یا فردکہا جاتا تھا تو انہیں بخار ہو گیا۔ وہیں ان کا وصال ہو گیا۔ ان کی بیوی نے اپنی جہالت اور کم عقلی کی وجہ سے وہ مکتوب گرامی لیا جو آپ نے ان کے لیے لکھا تھا اسے آگ میں جلا دیا۔ ابن درید نے ابو محسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید تین روز تک "فردہ" میں ٹھہرے رہے۔ پھر ان کا وصال ہو گیا۔ قبیصہ بن الاسود ایک سال تک ان پر روتے رہے۔ پھر ان کا سامان اور کجاوہ لے کر عازم سفر ہوئے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی تھا۔ جب ان کی زوجہ نے دیکھا کہ اس پر حضرت زید نہیں ہیں تو اسے آگ میں پھینک دیا کجاوہ جل گیا اور مکتوب گرامی بھی جل گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے یمن سے آپ کے لیے ایک سونے کا ٹکڑا بھیجا جسے مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے اسے چار افراد میں تقسیم کر دیا۔ عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیر اور علقمہ بن غیلان۔

شاہین، ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے کہ ایک سوار آیا۔ اس نے سواری بٹھائی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نو روز کی مسافت سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے۔ میں راتوں کو جاگا ہوں۔ دنوں کو پیاسا رہا ہوں تا کہ میں آپ سے ان دو عادات کے بارے پوچھوں جنہوں نے مجھے بیدار کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے عرض کی: "میں زید الخیل ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! تم زید الخیر ہو۔ پوچھو! کتنے ہی سائل کے بارے پوچھا جا چکا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "میں آپ سے رب تعالیٰ کی اس علامت کے بارے پوچھنا چاہتا ہوں جب وہ ارادہ کرتا ہے اور اس علامت کے بارے پوچھنا چاہتا ہوں جب وہ ارادہ نہیں کرتا۔" آپ نے فرمایا: "تم نے صبح کیسے کی؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں خیر اور اہلِ خیر سے پیار کرتا تھا جو خیر بجالاتا تھا اس سے محبت کرتا تھا۔ اگر مجھے اس کے بارے علم ہو اور اس کے ثواب کا یقین ہو۔ اگر مجھ سے اس میں سے کچھ رہ جاتا تو میں اس کی طرف مشتاق ہوتا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی یہ علامت اس چیز کے بارے ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اگر وہ تیرے لیے ہلاکت کا ارادہ کرتا تو اسے تیرے لیے تیار کر دیتا۔ پھر پرواہ نہ کی جاتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو یا چلتے ہو۔"

ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے اس علامت کے بارے پوچھتا ہوں جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اور اس علامت کے بارے پوچھتا ہوں جس کا

وہ ارادہ نہیں کرتا۔" ابن سعد نے طیء کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "عمرو بن مسیح بن کعب الطائی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔ انہوں نے آپ سے شکار کے بارے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "جو شکار کا جانور تمہارے سامنے گر کر دم توڑ دے اسے کھالو اور جو زخمی ہو کر کہیں دور جا کر گرے اسے نہ کھاؤ۔" یہ عرب کے تیر اندازوں میں سے تھے۔

تنبیہ

ابن اسحاق، محمد بن عمر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ ابوعمر نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا۔ ردت کے زمانہ میں وثیمہ بن موسیٰ نے ان کی تشہیر کی۔ اسے بارگاہِ صدیقی میں بھیج دیا۔" الحافظ لکھتے ہیں: "اگر یہ ثابت ہو جائے تو یہ اس امر پر دلالت ہے کہ وہ زندہ رہے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔

❁❁❁❁

باسٹھواں باب

وفدِ بنو عامر بن صعصعة

ابن منذر، ابن حاتم، ابونعیم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے مولہ بن کثیف ابن حمل سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے سلمہ بن الاکوع سے ابونعیم نے حضرت عروہ سے اور امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا:

بنو عامر کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی بھی تھے۔ یہ تینوں اپنی قوم کے رئیس اور شیطان تھے۔ عامر بن طفیل بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ وہ دھوکہ سے آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ اس جبار بن سلمی نے بئرمعونہ پر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ بنو عامر کے مسلمانوں کے ساتھ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ عامر بن طفیل کی قوم نے اسے کہا "عامر! لوگ اسلام لا چکے ہیں تو بھی اسلام لے آیا۔" اس نے کہا: "بخدا! میری تمنا تو یہ تھی کہ میں اس انتہاء تک پہنچوں گا کہ عرب میری اتباع کرے گا۔ کیا میں قریش کے اس جوان کے پیچھے چلوں؟" پھر اس نے اربد سے کہا "جب ہم اس شخص کے پاس پہنچیں گے۔ میں اسے تمہاری طرف سے غافل کردوں گا تم تلوار سے اس کا کام تمام کر دینا۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: "جب تم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کر دیا تو لوگ دیت لینے کے علاوہ کچھ زائد نہ لے سکیں گے۔ وہ جنگ کو پسند نہیں کریں گے۔ ہم انہیں دیت دے دیں گے۔" اربد نے کہا: "میں اسی طرح کروں گا۔" جب وہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب عامر اور اربد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو وہ دونوں آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عامر ابن طفیل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم مجھے تنہائی میں وقت عطا فرمائیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! ہرگز نہیں حتیٰ کہ تو رب وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے۔" اس نے پھر کہا: "محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خلوت میں وقت عطا فرمائیں۔" وہ گفتگو آپ سے کر رہا تھا مگر دیکھ اربد کی طرف رہا تھا تا کہ وہ اپنے ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دے شاید اربد کو کوئی چیز متحیر نہ کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اربد کا ہاتھ اس کی تلوار پر ہی شل ہو گیا تھا۔ وہ اسے سونتنے پر قادر نہ تھا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ "جب عامر نے دیکھا کہ اربد آپ پر حملہ نہیں کر رہا۔ تو اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خلوت میں وقت عطا کریں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! حتیٰ کہ تو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ عامر نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ میرے لیے کیا مختص کریں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے وہی کچھ ہے جو کچھ دیگر مسلمانوں کے لیے ہے اور تجھ پر وہی کچھ ہے جو کچھ دیگر مسلمانوں پر ہے۔'' عامر نے کہا ''اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو کیا آپ مجھے اپنا خلیفہ بنائیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ نہ تو تمہارے لیے اور نہ ہی تمہاری قوم کے لیے ہو سکتا ہے۔ لیکن تیرے لیے گھوڑوں کی لگامیں ہیں۔'' اس نے کہا: ''میں اب بھی نجد کے گھوڑوں کی لگاموں میں ہوں۔ کیا آپ اپنے لیے شہر اور میرے لیے دیہات مختص کر دیں گے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو عامر نے کہا: ''بخدا! میں اس زمین کو آپ کے خلاف گھوڑوں اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت تجھے اس سے روک دے گا۔''

مولہ بن کثیف کی روایت میں ہے کہ عامر نے بکواس کرتے ہوئے کہا: ''میں آپ کے خلاف اس زمین کو کم بالوں والے گھوڑوں اور نوجوانوں سے بھر دوں گا۔ میں ہر ہر کھجور کے ساتھ ایک گھوڑا باندھ دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''مولا! عامر کو میری طرف سے کافی ہو جا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت عطا فرما۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''جب وہ حضور اکرم ﷺ کی درگاہِ عالیہ سے روانہ ہوئے تو عامر نے اربد سے کہا: ''اربد! تیرے لیے ہلاکت! تو نے وہ عمل کیوں نہ کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ بخدا! روئے زمین کا ایسا کوئی شخص نہیں جس سے میں تجھ سے زیادہ ڈرتا تھا۔ بخدا! آج کے بعد میں تم سے نہیں ڈروں گا۔'' اس نے کہا: ''تیرا باپ مرے! مجھ پر الزام نہ دھرو۔ بخدا! جب بھی میں اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کرتا تو میرے اور ان کے مابین تو آ جاتا۔ تیرے علاوہ مجھے کچھ نظر نہ آتا کیا میں تجھے قتل کر دیتا۔''

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: ''جب اربد اور عامر آپ کے در اقدس سے نکلے۔ جب وہ حرۃ یا رقم کی جگہ پر تھے۔ تو حضرات سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: ''خدا کے دشمنو! یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر لعنت کرے۔'' عامر نے کہا: ''اربد! یہ کون ہے؟'' اس نے کہا: ''اسید بن حضیر۔'' وہ دونوں چلے گئے۔

امام بیہقی نے اسحاق بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ لگاتار تین صبحیں حضور اکرم ﷺ عامر کے لیے بددعا کرتے رہے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! تو جیسے چاہے میری طرف سے عامر بن طفیل کو کافی ہو جا۔ اسے ایسی مرض میں مبتلا کر دے جو اسے جہنم واصل کر دے۔'' جب وہ رقم پہنچا۔ رب تعالیٰ نے اس کے گلے میں طاعون کی گلٹی نکال دی۔ بنو سلول کی ایک عورت کے گھر رب تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ وہ اپنی اسی گلٹی کو چھوتا اور کہتا: ''بنو عامر! اونٹ کی غدودوں کی طرح کی غدود ہے۔'' اس وقت وہ بنو سلول کی ایک عورت کے گھر تھا۔

حضرت ابن عباس نے یہ اضافہ کیا ہے ''اس کا دل تھا کہ وہ اسی عورت کے گھر ہی مرے۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار

ہوا۔اسے تیز چلایا۔اپنا نیزہ پکڑا اور چکر لگانے لگا۔اس کی یہی کیفیت تھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھوڑے سے مردہ حالت میں نیچے آ گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "اسے زمین میں دبا کر اس کے ساتھی آگے عازم سفر ہوئے۔وہ بنو عامر کی زمین میں واپس پہنچے تو ان کی قوم ان کے پاس آئی اس نے پوچھا: "اربد! پیچھے کے کیا حالات ہیں؟" اس نے کہا: "کچھ بھی نہیں۔بخدا! اس ذات نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کی طرف بلایا میری خواہش یہ کہ وہ اسی وقت میرے پاس ہوتے میں انہیں نیزہ مار کر مار ڈالتا (نعوذ باللہ منہ)۔وہ اپنی اس بکواس کے ایک یا دو روز بعد نکلا۔اس کے ساتھ اس کا اونٹ بھی تھا۔جو اس کے پیچھے پیچھے تھا۔رب تعالیٰ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی گرا دی۔اس نے انہیں جلا کر خاکستر بنا دیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "جب وہ الرقم پہنچا تو رب تعالیٰ نے اس پر بجلی گرا دی جس نے اسے جلا دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے عامر اور اربد کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝١١ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝١٢ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝١٣ (الرعد: ۹ تا ۱۳)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو (شکم میں) اٹھائے ہوتی ہے کوئی مادہ اور (جانتا ہے) جو کم کرتے ہیں رحم اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ سے ہے۔وہ جاننے والا ہے ہر پوشیدہ چیز کو اور ہر ظاہر چیز کو سب سے بڑا اعلیٰ مرتبہ ہے (اس کے علم میں) سب یکساں ہیں تم میں سے وہ جو آہستہ بات کرتا ہے اور جو بلند آواز سے بات کرتا ہے اور وہ بھی جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت اور جو چلتا پھرتا رہتا ہے دن کے وقت۔انسان کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں اس کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی وہ نگہبانی کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا تو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ

کے مقابلہ میں کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے۔ وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی (کبھی) ڈرانے کے لیے اور کبھی اُمید دلانے کے لیے اور اٹھاتا ہے بھاری بادل اور رعد اس کی پاکی بیان کرتا ہے اس کی حمد کے ساتھ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تسبیح کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر گراتا ہے انہیں جس پر چاہتا ہے اس حال میں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

تنبیہات

1. مذکورہ بالا آیاتِ طیبات کے نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔
2. البدایۃ میں ہے، ظاہر یہی ہے کہ عامر بن طفیل کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔ اگرچہ ابن اسحاق اور بیہقی نے اس کا تذکرہ پہلے کر دیا ہے۔
3. عجیب وغریب امر یہ ہے کہ حافظ مستغفری نے اس عامر بن طفیل کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سیرت نگاروں نے اسے ان کی لغزش شمار کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ابوامامۃ نے کہا کہ عامر بن طفیل نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایسے کلمات کے بارے بتائیں جن کے ساتھ میں زندگی بسر کروں۔'' آپ نے فرمایا: ''عامر! سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ رب تعالیٰ سے اسی طرح حیاء کرو جس طرح اپنے اہل میں سے کسی شخص سے حیاء کرتے ہو۔ جب غلطی ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔ نیکیاں بدیوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں۔'' یہ عامر اسلمی ہیں۔ عامری نہیں۔ امام بغوی نے عبداللہ بن بریدۃ اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے میرے چچا عامر بن طفیل نے بیان کیا ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی اسلمی ہیں۔ ان کا نام اور ان کے والد کا نام عامری کے ساتھ موافقت کر گئے ہیں۔ علامہ مستغفری کو اسی وجہ سے وہم ہوا ہے۔ انہوں نے صحابی کے نسب میں عامر بن طفیل کے نسب کا تذکرہ کر دیا۔ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم الابطح میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟'' ہم نے عرض کی: ''بنو عامر'' آپ نے فرمایا: ''مرحبا! تم مجھ سے ہو۔'' ایک اور روایت میں ہے ''تمہیں خوش آمدید! میں تم میں سے ہوں۔'' اس روایت کو الطبرانی اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حجاج بن ارطاۃ کے، وہ مدلس تھا۔

ترسٹھواں باب

وفدِ عبدالرحمان بن ابی عقیل

امام بخاری نے تاریخ میں، حارث بن ابی اسامۃ، ابن مندہ، الطبرانی، البزار، البیہقی نے ثقہ راوی سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں وفدِ ثقیف میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے درِاقدس پر سواریاں بٹھائیں۔ اس وقت ہمیں اس شخص سے زیادہ مبغوض کوئی نہ تھا جس کے دراقدس میں ہم داخل ہوئے تھے۔ جب ہم باہر نکلے تو ہمیں اس ہستیٔ پاک سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا۔ جس کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے تھے۔ ہم میں سے ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اپنے رب کریم سے ایسی سلطنت کا سوال نہ کیا جیسی سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کی تھی۔'' یہ سن کر آپ مسکرائے پھر فرمایا: ''شاید تمہارے یہ صاحب اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان کی سلطنت سے افضل ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک دعا عطا فرمائی ان میں سے بعض نے دنیا کے لیے وہ دعا مانگ لی ہے اسے دنیا عطا کر دی گئی ہے۔ بعض نے اس وقت اپنی قوم کے لیے بددعا کر دی جب اس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس بددعا کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا عطا کی ہے۔ میں نے اسے اپنے رب کے ہاں روزِ حشر اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ دیا ہے۔''

❁❁❁❁

چونسٹھواں باب

وفدِ بنی عبد بن عدی

مدائنی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بنو عبد بن عدی کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ ان میں حارث بن وھبان، عویمر بن الاخرم، حبیب، ربیعہ پسران ملۃ۔ ان کے ہمراہ ان کی قوم کا ایک گروہ تھا۔ انہوں نے عرض کی: ''محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اہلِ حرم ہیں، وہاں کے ساکن اور معزز لوگ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ قتال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اگر قریش کے علاوہ کسی اور نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔ تو ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن قریش کے ساتھ قتال نہیں کریں گے۔ ہم آپ سے اور اس قبیلہ سے محبت کرتے ہیں جس کا تعلق آپ کے ساتھ ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کو آپ نے خطاءً قتل کر دیا تو اس کی دیت آپ پر ہو گی۔ اگر ہم میں سے کسی نے آپ کے کسی ساتھی کو قتل کر دیا تو ہم پر اس کی دیت ہے سوائے ایک شخص کے جو بھاگ گیا تھا۔ اگر آپ نے یا آپ کے کسی صحابی نے اس کا کام تمام کر دیا تو ہم پر اور آپ پر کچھ بھی نہیں۔''

عویمر بن الاخرم نے کہا ''مجھے چھوڑ دو۔ میں آپ سے بات چیت کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ دھوکہ کرتے ہیں نہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیا جائے۔'' حبیب اور ربیعہ نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسید بن ابی اناس بھاگ گیا ہے۔ ہم آپ کی بارگاہ میں اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس نے آپ سے حصہ پالیا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسید کا خون مباح قرار فرمایا۔ اسید تک ان دونوں کی وہ بات پہنچ گئی جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی۔ وہ طائف آیا۔ وہیں قیام کیا۔ فتح مکہ کے سال یہ بھی ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جن کا خون مباح کر دیا گیا تھا، ساریہ بن زنیم طائف گئے تو اسید نے ان سے پوچھا: ''پیچھے کی کیا خبر ہے؟'' انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غالب فرما دیا ہے۔ دشمن کے خلاف ان کی مدد کی ہے۔ میرے بھتیجے! آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپ اسے قتل نہیں کرتے (حضرت اسید کے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کی تفصیلات اور ان کے اشعار آٹھویں باب میں گزر چکے ہیں۔ انہیں دوبارہ لکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں)

پینسٹھواں باب

وفدِ عبدالقیس

ابویعلیٰ، الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے مزیدہ بن مالک العصری سے اور ابویعلیٰ نے الاشج العبدی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ پہلے راوی فرماتے ہیں "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "ابھی اس طرف سے تمہارے پاس ایک کارواں آئے گا۔ وہ اہلِ مشرق سے بہترین ہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ تیرہ شہ سواروں سے ملے۔ انہوں نے ان سے پوچھا "کس قبیلہ کے ساتھ تعلق ہے؟" انہوں نے کہا: "بنوعبدالقیس سے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا تجارت کے لیے آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ابھی بھلائی کے ساتھ تمہارا ذکر کیا ہے۔" پھر ان کے ساتھ ساتھ چلے اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہی وہ ہستی پاک ہیں جن کا تم ارادہ کیے ہوئے ہو۔" اس قوم نے خود کو جلدی جلدی سواریوں سے اتارا۔ کچھ چلتے ہوئے کچھ بھاگتے ہوئے اور کچھ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے جلدی کی۔ انہوں نے سفر کے کپڑے ہی پہن رکھے تھے۔ انہوں نے آپ کا دستِ اقدس پکڑا اور اسے چوم لیا۔ حضرت الاشج ساری قوم سے چھوٹے تھے وہ سواریوں کے پاس ٹھہر گئے۔ انہیں بٹھایا۔ قوم کا ساز و سامان جمع کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہدہ فرما رہے تھے۔

امام بیہقی نے زارعی بن عامر العبدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے کی سعادت ازلی حاصل کی۔ حضرت منذر الاشج ٹھہر گئے۔ وہ اپنے تھیلے کے پاس گئے۔ اپنے کپڑے نکالے۔ عمدہ کپڑے پہنے۔" امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے "انہوں نے اپنے کپڑوں سے سفید کپڑے نکالے۔ انہیں پہنا پھر چلتے ہوئے حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ کا دست ہدایت بخش پکڑا اور انہیں چوم لیا۔ یہ شکل کے عمدہ نہ تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی چھوٹی قامت دیکھی تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آدمیوں کی جلدوں سے پانی تو نہیں پیا جاتا۔ انسان اپنی دو ننھی ننھی چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ (۱) زبان (۲) دل۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت

کرتے ہیں (۱) عقل (۲) ثبات۔

انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں نے انہیں اپنایا ہے۔ یا یہ رب تعالیٰ نے مجھ میں تخلیق کیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں تم میں تخلیق کیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ میں دو ایسی خصلتیں پیدا کیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ محبت کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اے گروہ عبدالقیس! میں تمہارے چہرے متغیر کیوں دیکھتا ہوں؟" انہوں نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ان برتنوں سے نبیذ بنا لیتے تھے، ہماری زمین وباء زدہ ہے۔ یہ چیزیں ان وباؤں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی تھیں جب آپ نے ہمیں ان برتنوں سے منع کیا ہے تو یہ تبدیلی ہمارے چہروں پر آگئی جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "برتن نہ حلال ہوتے ہیں نہ حرام۔ لیکن ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ تم بیٹھ جاؤ اور شراب پینے لگو جب اس کا نشہ رگوں میں اتر جائے تو تم باہم فخر کرنے لگو۔ ایک شخص تلوار لے کر اپنے چچازاد پر چڑھ دوڑے اور اسے لنگڑا بنا دے۔ اس قوم میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو لنگڑا تھا۔ اسے یہ مصیبت اسی وجہ سے پہنچی تھی۔ یہ قوم اپنی کھجوریں کھانے لگی۔ آپ انہیں بیان فرمانے لگے کہ یہ فلاں کھجور ہے یہ فلاں کھجور ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ان کے ناموں سے آپ سے زیادہ آگاہ نہیں ہیں۔" انہوں نے خود میں سے ایک شخص سے کہا: "ہمیں ان بقیہ کھجوروں میں سے کھلاؤ جو تمہاری اس ٹوکری میں موجود ہیں۔" وہ برنی کھجور لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ برنی کھجور ہے جو تمہاری ساری کھجوروں میں سے بہترین ہے۔"

ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید نے اپنے والد گرامی حضرت جعفر سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے اہلِ بحرین کی طرف لکھا کہ ان کے بیس افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان کے بیس افراد آپ کی خدمت میں آئے ان کے سردار حضرت عبداللہ بن عوف الاشج تھے۔ ان میں جارود اور منقذ بن حیان (یہ اشج کے بھانجے تھے) بھی شامل تھے۔ یہ فتح مکہ کے سال میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ وفد عبدالقیس ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں خوش آمدید! وفدِ عبدالقیس کتنا عمدہ وفد ہے۔" راوی فرماتے ہیں: "اس رات کی صبح کو آپ نے افق کی طرف دیکھا جس رات کو یہ وفد آیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مشرق کی سمت سے تمہارے پاس ایک وفد آئے گا۔ انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھکا دیا ہے۔ انہوں نے زادِ راہ ختم کر دیا ہے۔ ان کے صاحب پر ایک خاص علامت ہے۔ مولا! وفد عبدالقیس کو معاف فرما۔ وہ میرے پاس آرہے ہیں۔ وہ مال کے بارے نہیں سوال کریں گے۔ وہ اہل مشرق سے بہترین ہیں۔" بیس افراد حاضر خدمت ہو

گئے۔ ان کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشج تھے اس وقت حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم میں سے عبداللہ الاشج کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں! یہ کوتاہ قد انسان تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا: "آدمیوں کی جلدوں میں کچھ پیا نہیں جاتا آدمی کو اس کی دو ننھی سی اشیاء دل اور زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔"

امام احمد نے زارع بن عامر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہمراہ ایک شخص ہے۔ جو میرا ماموں ہے۔ اسے تکلیف ہے۔ اس کے لیے دعا مانگیں۔" آپ نے پوچھا: "وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے آؤ۔" میں نے اسی طرح کیا جس طرح الاشج نے کہا تھا۔ میں نے اسے دو کپڑے پہنائے اور اسے آپ کی خدمت عالیہ میں لے آیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک کا کونہ اٹھایا اسے بلند فرمایا حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر اس شخص کی کمر پر مارا اور فرمایا: "اے دشمن خدا! نکل جا۔" وہ شخص صحیح نظر کے ساتھ دیکھنے لگا۔ جو پہلی نظر سے علیحدہ تھی۔ آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اس کے لیے دعا مانگی۔ اس کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کے بعد وہ شخص وفد سے افضل ہو گیا۔ اس وفد میں کوئی شخص اس سے افضل نہ رہا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وفد عبدالقیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ربیعہ کے ساتھ" آپ نے فرمایا: "اس قوم کو خوش آمدید! جو ذلیل و رسوا ہونے والی ہے نہ نادم ہونے والی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے پاس دور کی مسافت سے آئے ہیں۔ ہمارے درمیان کفار کا قبیلہ قبیلۂ مضر حائل ہے۔ ہم شہر حرام میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے: "ہم اشہر حرم میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں آپ ہمیں کسی امر فاصل کا حکم دیں جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔" آپ نے انہیں رب تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہوتا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ نے فرمایا: "یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے رسول (معظم) ﷺ ہیں۔"

نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا مال غنیمت کا خمس دو۔ میں تمہیں چار چیزوں سے روکتا ہوں (۱) الدباء (کدو کا گودا نکال کر اس کی جلد کو خوش کر لیا گیا ہو) (۲) الحنتم (وہ گھڑا جس پر سبز رنگ کا لیپ کر دیا گیا ہو

تاکہ اس کے مسام بند ہو جائیں) (۳) نقیر (درخت کے تنے کھود کر گھڑا بنایا گیا ہو)۔ (۴) المزفت جس پر تارکول کا لیپ کیا گیا ہو۔ تم ان امور کی حفاظت کرو اور اپنے پیچھے والوں کو ان امور کی طرف دعوت دو۔" انہوں نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نقیر کے بارے کیسے جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! کھجور کے تنے کو تم اندر سے کرید دیتے ہو اور اس کا برادہ پھینک دیتے ہو۔ پھر اس میں پانی ڈال لیتے ہو۔ جب اس کا جوش پرسکون ہو جاتا ہے۔ تو تم اسے پی لیتے ہو۔ حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کو تلوار مار دیتا ہے۔" اس وفد میں ایک شخص تھا جسے اسی طرح ہی زخم لگا تھا۔ اس نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے اس زخم کو چھپا رہا تھا۔" اس وفد نے عرض کی: "پھر ہم کن برتنوں میں پانی پئیں۔" آپ نے فرمایا: "چمڑے کے ان برتنوں میں جن کا منہ دھاگہ سے باندھا جاتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری زمین میں بہت زیادہ چوہے ہیں۔ وہاں چمڑے کے برتن باقی نہیں رہتے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "خواہ انہیں چوہے ہی کھا جائیں۔" آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔

آپ نے حضرت الاشج سے فرمایا: "تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ محبت کرتے ہیں: (۱) حلم (۲) ترکِ عجلت۔" امام احمد نے شہاب بن عباد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وفد عبد القیس میں سے ایک شخص سے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا" حضرت الاشج نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری زمین گراں اور وباء زدہ ہے اگر ہم یہ مشروب نہ پئیں تو ہمارے رنگ زرد ہو جائیں گے اور ہمارے پیٹ پھول جائیں گے۔ ہمیں اتنی سی اجازت دے دیں۔" انہوں نے اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا۔" آپ نے فرمایا: "اشج! اگر میں نے تمہیں اتنی سی اجازت دے دی آپ نے اپنے انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔ تو پھر اتنی مقدار میں پی لو گے۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس کھولے اور انہیں پھیلا دیا۔ حتیٰ کہ تم میں سے ایک نشے میں مخمور ہو کر اپنے چچازاد کے پاس جائے گا اور تلوار سے اس کی پنڈلی کو زخمی کر دے گا۔" اس قوم میں ایک شخص تھا جسے حارث کہا جاتا تھا۔ اس کی پنڈلی پر اس وقت تلوار ماری گئی تھی۔ جب کہ ان کے ہاں شراب کا دور چل رہا تھا۔ یہ شعر کے اس مصرعہ کی وجہ سے تھا جس میں ان میں سے ایک عورت کی تصویر کشی کی گئی تھی۔ حارث کہتے ہیں" جب میں نے آپ کا یہ فرمان سنا تو میں اپنا کپڑا لٹکانے لگا۔ میں اپنی پنڈلی کا زخم چھپانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے عیاں کر دیا تھا۔"

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ ہجر میں سے وفد عبد القیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جب یہ وفد آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا تو آپ نے ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "تمہارے ہاں ایک کھجور کی قسم ہے جسے تم یہ کہتے ہو۔ ایک اور قسم کو یہ کہتے ہو۔" حتیٰ کہ آپ نے ان کی کھجوروں کے رنگ شمار کر دیے۔ ان میں سے ایک شخص نے عرض

کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! اگر آپ ہجر میں پیدا ہوتے تو اس سے زیادہ نہ جانتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری زمین کو میرے سامنے رکھ دیا گیا جبکہ تم میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ میں نے اس کے قریب و دور کو دیکھا۔ تمہاری بہترین کھجور البرنی ہے۔ جو مرض کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن وہ کسی مرض کو لے کر نہیں آتی۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ شروع کیا گیا وہ مسجد عبدالقیس ہے جو بحرین میں جواثی کے مقام پر تھی۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کی آخری دو رکعتیں تاخیر سے پڑھیں۔ کیونکہ آپ وفد عبدالقیس کے ساتھ مصروف تھے۔ انہیں نماز ظہر کے بعد اپنے کاشانہ اقدس میں پڑھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو عبدالقیس اہل مشرق میں سے بہترین ہیں۔" اس روایت کو بزار اور الطبرانی نے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں سوائے وھب بن یحییٰ کے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اہل مشرق میں سے بہترین بنو عبدالقیس ہیں۔" اس روایت کو الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

نوح بن مخلد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ جبکہ آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" میں نے عرض کی: "بنو ضبیعۃ بن ربیعہ کے ساتھ۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو عبدالقیس میں سے ربیعہ بہترین قبیلہ ہے۔ پھر وہ قبیلہ عمدہ ہے جس سے تمہارا تعلق ہے۔" (الطبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اس کے ساتھ جہاد کرنے والا ہوں جس نے عبدالقیس پر ظلم کیا۔ (الطبرانی)

تنبیہات

1. البدایۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے سیاق میں لکھا ہے کہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وفد عبدالقیس فتح مکہ سے قبل حاضر خدمت ہوا تھا۔ کیونکہ انہوں نے عرض کی تھی: "آپ اور ہمارے مابین مضر کا یہ قبیلہ حائل ہے۔ ہم صرف حرمت والے مہینہ میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بنو عبدالقیس مضر کے قبائل سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے یہ قبائل ان کے اور مدینہ طیبہ

کے مابین حائل تھے۔ بنوعبدالقیس کا مسکن بحرین اور عراق کا اطراف تھا۔ اسی لیے حضرت شعبہ عن ابی جمرۃ کی روایت میں ہے "ہم آپ کی خدمت میں بعید مسافت سے آئے ہیں۔" وہ روایت بھی ان کے پہلے مشرف باسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے جسے عقدی نے جمعۃ میں ابوجمرہ کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے نمازِ جمعۃ ادا کی گئی وہ مسجد عبدالقیس ہے۔ جو بحرین میں جواثی کے مقام پر تھی۔" انہوں نے اپنے وفد کی واپسی پر نمازِ جمعہ پڑھنی شروع کی اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ساری بستیوں سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔

◆ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے "بنوعبدالقیس کا وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا" الاشج العصری ان کے رئیس تھے۔ ان کا نام منذر بن عائذ یا عائذ بن منذر یا ابن عبید تھا۔ منقذ بن حبان، مزیدہ بن مالک محاربی، عبیدہ بن ہمام محاربی، صماد بن عباس المری، عمرو بن مرحوم العصری، حارث بن شعیب العصری، حارث بن جندب، بنوعائش میں سے ہمیں کثیر جستجو کے بعد مزید اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔ حافظ نے لکھا ہے "ان میں عقبہ بن جودہ، جویریۃ العبدی، الجہم بن قثم اور رسیم عبدی شامل تھے۔" انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اس کی دلیل نہیں لکھی۔

المعرفہ میں ابن مندۃ سے ھود بن عبداللہ العصری کی سند سے ان کے نانا نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "اس سمت سے تمہارے پاس ایک ایسا گروہ آئے گا جو اہلِ مشرق سے بہترین ہوگا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے وہ تیرہ شہ سواروں سے ملے انہیں خوش آمدید کہا۔ انہیں قریب کیا۔ انہیں فرمایا: "کس قوم کے ساتھ تعلق ہے؟" انہوں نے فرمایا: "بنوعبدالقیس کے ساتھ" ممکن ہے کہ ان مذکورین میں سے ایک سوار نہ ہو یا کسی کے پیچھے بیٹھا ہوا ہو۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جسے دولابی وغیرہ نے حضرت ابوخیرہ کی سند سے لکھا ہے انہوں نے کہا: "میں اس بنوقیس کے وفد میں شامل تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ہماری تعداد چالیس تھی۔ اس روایت کو اور دوسری کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ تیرہ افراد وفد کے رئیس ہوں اسی لیے وہ سوار تھے باقی ان کے پیروکار تھے۔ ان میں سے زارع کا بھائی تھا جس کا نام مطر تھا۔ اس کا بھانجا بھی تھا جس کا نام معلوم نہیں۔ جار بن حارث، خزیمہ بن عبدعمر، جاریہ بن جابر، ہمام بن ربیعہ، نوح بن مخلد شامل تھے۔ مؤخرالذکر حضرت ابوجمرہ کے جداعلیٰ تھے۔ میں نے اس فصل میں طوالت سے اس لیے لکھا ہے کیونکہ صاحب المحرر نے لکھا ہے کہ وہ طویل جستجو کے بعد ان کے

علاوہ دیگر اسماء سے آگاہ نہیں ہو سکے جو انہوں نے لکھے تھے۔ جو اسماء ابن سعد نے ذکر کیے ہیں۔ ان پر اتفاق کیا ہے۔ وہ بیس ہیں۔ تیرہ نہیں ہیں۔ بقیہ پیروکار تھے۔

◆ ۳ انہوں نے عرض کی: "ہم صرف حرمت والے مہینے میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔" اس سے مراد ماہِ رجب ہے مضر اس کی تعظیم میں مبالغہ کرتے تھے۔ اسی لیے ابوبکرہ کی روایت میں ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ انہوں نے کہا: "رجب مضر۔ ظاہر بات یہی ہے کہ وہ دیگر تین مہینوں کی تعظیم کے ساتھ ساتھ رجب کی زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ اسی لیے بعض روایات میں 'اشہر حرم' اور بعض میں 'ہر ماہ حرام میں' کا تذکرہ ہے۔

◆ ۴ الحافظ نے لکھا ہے" آپ نے یہ کیسے فرمایا: "میں تمہیں چار امور کا حکم دیتا ہوں۔" حالانکہ وہاں پانچ امور کا تذکرہ ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بطال کی تبع میں فرمایا ہے کہ چار تعداد خمس کی ادائیگی کے علاوہ ہے۔ گویا کہ آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ انہیں ایمان کے بنیادی قواعد اور اعیان کے فروض کے بارے بتائیں۔ پھر اس چیز کے بارے بتایا جس کا خروج ان پر لازم تھا۔ جب کہ ان سے جہاد کا وقوع ہو۔ کیونکہ وہ مضر کے کفار کے ساتھ مصروفِ جہاد رہتے تھے۔ اس کا بعینہٖ تذکرہ نہ کیا کیونکہ اس کا سبب جہاد ہی ہے۔ جبکہ اس وقت جہاد فرض عین تھا۔ اسی طرح آپ نے حج کا تذکرہ نہ کیا کیونکہ یہ اس وقت فرض نہ ہوا تھا۔ پھر دیگر امور کا تذکرہ کیا۔" جو کچھ حضرت قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے وہ ہی قابل اعتماد ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی سے مراد محمد رسول اللہ کی گواہی بھی ہے جیسے کہ مواقیت عباد بن عباد کی روایت میں صراحت موجود ہے۔

◆ ۵ الحافظ نے لکھا ہے" آپ نے انہیں بعض اوامر کے بارے ہی بتایا ہے کیونکہ انہوں نے ان امور کے بارے پوچھا تھا جن کے بجالانے سے وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے ان کے لیے ان امور کا تذکرہ کیا جن کا کرنا ان کے لیے فی الحال ممکن تھا۔ ان کے لیے ان تمام احکام کا تذکرہ نہ کیا جن کا کرنا یا نہ کرنا ان پر واجب تھا۔ آپ نے منہیات میں سے صرف ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ حالانکہ بعض منہیات ایسی ہیں جو اس طرح نبیذ بنانے سے حرمت میں زیادہ شدید ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ کثیر عادات تھیں لہٰذا انہی کا تذکرہ فرمایا۔

◆ ۶ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں چار امور سے روکتا ہوں" محل اور ارادۂ حال کا تذکرہ کر کے ان مشروبات سے روک دیا۔ یعنی جو کچھ اس گھڑے میں ہوتا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے" امام نسائی نے جو روایات قرۃ کی سند سے لکھی ہے اس سے معنی بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں چار امور سے روکتا ہوں۔ جو نبیذ گھڑے میں بنائی جائے۔"

◆ ۷ اس وفد کے حاضر ہونے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو غنم بن ودیعہ کا ایک شخص منقذ بن حبان زمانۂ جاہلیت

میں مدینہ طیبہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں کمبل اور ہجر کی کھجوریں فروخت کرتا تھا۔ منقذ بیٹھا ہوا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ منقذ اٹھ کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا منقذ بن حبان ہو۔ تمہاری قوم اور ہیئت کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے اس سے ان کے سرداروں میں سے ایک ایک شخص کا نام لیا۔ ان کے نام بتائے۔ منقذ اسلام لے آئے۔ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ اقرأ سیکھیں۔ پھر ہجر کی طرف چلے گئے۔ آپ نے بنو عبدالقیس کی طرف ایک مکتوب لکھوایا۔ وہ اسے لے کر گئے۔ کچھ دن اسے چھپائے رکھا۔ ان کی زوجہ اس سے آگاہ ہو گئی۔ وہ منذر بن عائذ کی نورِ نظر تھی۔ منذر وہی الاشج تھے جن کا نام آپ نے الاشج رکھا تھا۔ کیونکہ ان کے چہرہ پر زخم تھا۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے تھے قرأت کرتے تھے۔ ان کی زوجہ نے اسے عجیب امر سمجھا۔ اس کے بارے اپنے باپ منذر کو بتایا۔ اس نے کہا: 'میرے شوہر نامدار جب سے مدینہ طیبہ سے آئے ہیں۔ میں انہیں عجیب سمجھ رہی ہوں۔ وہ اپنی اطراف کو دھوتے ہیں قبلہ کی سمت منہ کرتے ہیں ایک دفعہ اپنی کمر کو جھکاتے ہیں پھر اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ یہی ان کا طور وطریقہ ہے۔'' جب ان دونوں نے باہم ملاقات کی تو باہم اتفاق کر لیا ان کے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا۔ الاشج حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر اپنی قوم عَصَر اور محارب کی طرف گئے۔ انہیں مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا۔ اسلام ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوں گے۔ وہ وفد کی صورت میں نکلے۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ''تمہارے پاس بنو عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے۔ جو اہل مشرق سے بہترین ہے۔ ان میں اشج عصری ہیں۔ انہوں نے وعدہ نہیں توڑا نہ کچھ تبدیل کیا ہے نہ ہی شک کیا ہے۔ حالانکہ کسی اور قوم نے اسلام قبول نہ کیا حتیٰ کہ اس نے قریبی رشتہ داروں کو مار ڈالا۔''

❁❁❁❁

چھیاسٹھواں باب

وفد بنی عبس

علماء کرام فرماتے ہیں "بنو عبس کے نو افراد آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے وہ مہاجرین اولین میں سے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1. میسرہ بن مسروق
2. حارث بن ربیع، یہی کامل ہیں۔
3. دقنان بن دارم
4. بشر بن حارث بن عبادۃ
5. ھدم بن مسعدہ
6. سباع بن زید
7. ابوالحسن بن لقمان
8. عبداللہ بن مالک
9. وقرۃ بن حصین بن فضالہ

انہوں نے اسلام قبول کر لیا آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "میرے لیے ایسا شخص تلاش کرو جو تمہارا دسواں حصہ لے۔ میں تمہارے لیے جھنڈا باندھ کر دوں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کا شعار "یا عشرۃ" مقرر فرمایا۔

ابن سعد نے حضرت عروۃ بن اذینۃ اللیثی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تک خبر پہنچی کہ قریش کا ایک کارواں شام سے آرہا ہے۔ آپ نے بنو عبس کو سریہ میں بھیجا ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مالِ غنیمت کیسے تقسیم کریں گے اگر ہمیں مل گیا تو۔ ہم تعداد میں نو ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہارا دسواں ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو عبس کے تین افراد بارگاہِ رسالت

مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس ہمارے قراء گئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اس شخص کا کوئی اسلام نہیں جس نے ہجرت نہ کی۔ ہمارے مال و مویشی ہیں ان پر ہی ہماری معیشت کا انحصار ہے۔ اگر اسلام صرف اس شخص کا قبول ہے جس نے ہجرت کی تو ہم انہیں فروخت کر دیتے ہی اور ہجرت کر لیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ خواہ تم صمد اور جازان میں بھی رہو۔'' آپ نے ان سے خالد بن سنان کے بارے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کی اولاد نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس نبی کی قوم نے اسے ضائع کر دیا۔'' پھر آپ اپنے صحابہ کو خالد بن سنان کی داستان سنانے لگے۔

خالد بن سنان کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے مراد یہ ہے کہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی مرسل نہیں ہے۔

✿✿✿✿

سترھواں باب

وفدِ عدی بن حاتم

امام احمد نے عباد بن جیش سے، امام بیہقی نے ابوعبیدہ بن حذیفہ سے، امام طبرانی نے شعبی سے، امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ان سب نے حضرت عدی بن حاتم سے اور امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو میں عرب کے کسی ایسے فرد کو نہیں جانتا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے زیادہ ناپسند کرتا ہو۔ میں ایک معزز شخص تھا۔ میں عیسائی تھا۔ میں اپنی قوم میں سے چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔ میں اپنے دل میں ایک دین پر عمل پیرا تھا۔ میں اپنی قوم میں بادشاہ تھا کیونکہ مجھ سے اسی طرح سلوک ہوتا تھا۔ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے سنا تو مجھے سخت ناگوار گزرا۔ میرا ایک عربی غلام تھا جو میرے اونٹ چراتا تھا۔ میں نے اسے کہا: ''تیرا باپ مرے! میرے اونٹوں میں سے ایسے اونٹ تیار رکھو جو مطیع اور موٹے ہوں۔ انہیں میرے قریب ہی روک کے رکھو۔ جب سنو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر نے اس جگہ کو روند دیا ہے تو مجھے بتا دینا۔'' اس نے اسی طرح کیا۔ وہ ایک صبح میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''عدی! جو کچھ اس وقت کرو گے جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے تم پر چھا جائیں گے وہ ابھی کر گزرو۔ میں نے جھنڈے دیکھے ہیں۔ میں نے ان کے بارے پوچھا تو لوگوں نے مجھے بتایا ''یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر ہیں۔'' میں نے اسے کہا ''میرے اونٹ میرے قریب کرو۔'' اس نے اونٹ قریب کیے۔ میں نے اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کو ان پر سوار کیا اور شام میں اپنے ہم دینوں کے ساتھ جا ملا۔ میں الجوشیۃ کے رستہ پر چلا۔ حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''میں عرب کے دور کے اس علاقے میں چلا گیا جو روم کے ساتھ متصل تھا۔ میں نے اس جگہ کو پہلی جگہ سے زیادہ ناپسند کیا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عدی نے کہا: میں حاتم کی نورِ نظر کو اسی جگہ چھوڑ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے آئے تو میرے چچا اور لوگوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں شام پہنچا۔ وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے میرے تعاقب میں رہے۔ انہوں نے حاتم کی لختِ جگر کو گرفتار کر لیا۔ طے کے قیدیوں میں اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ میں شام کی طرف بھاگ نکلا ہوں۔ حاتم کی نورِ نظر کو مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے اسی احاطے میں رکھا گیا جہاں قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے گزرے۔ وہ اٹھ کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئی۔ وہ ایک دانا خاتون تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"جب طے کے قیدیوں کو لایا گیا۔ایک ایسی عورت اٹھی جو کثیر بال رکھتی تھی۔اس کی رنگت سفید تھی۔جس میں سرخی تھی۔جس کی ناک چھوٹی تھی گردن لمبی تھی۔ناک کا بانسا اوپر اٹھا ہوا تھا۔اوپر کا حصہ برابر تھا۔اس کی قد وقامت معتدل تھی۔دونوں ایڑھیوں پر گوشت نہ تھا۔دونوں پنڈلیاں قدرے موٹی تھیں۔دونوں رانوں پر بھی گوشت تھا۔اس کے پہلوؤں میں کم گوشت تھا۔پسلیوں اور کوکھ کے مابین جگہ پر کم گوشت تھا۔کمر کی دو اطراف بھی پتلی تھیں۔جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اس پر تعجب کیا۔میں نے دل میں کہا:"میں حضور اکرم ﷺ سے عرض کروں گا کہ وہ اس عورت کو میرے مال فئے میں رکھ دیں جب وہ محو گفتگو ہوئی تو میں اس کی فصاحت و بلاغت سن کر اورششدر رہ گیا۔اس عورت نے کہا:

"محمد عربی ﷺ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں تا کہ عرب کے قبائل مجھ پر نہ ہنسیں میں اپنی قوم کے سردار کی نور نظر ہوں۔میرا باپ ہلاک ہونے والے کو بچا لیتا تھا۔وہ غلاموں کو آزاد کرتا تھا بھوکے کو کھلاتا تھا ننگے کو کپڑے عطا کرتا تھا۔مہمانوں کی ضیافت کرتا تھا۔کھانا کھلاتا تھا سلام پھیلاتا تھا۔کسی ضرورت مند کو کبھی لوٹاتا نہ تھا۔میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔" آپ نے فرمایا:"خاتون! یہ اوصاف تو سچے مومن کے ہیں۔اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس پر رحم کرتے اور اس کا رستہ چھوڑ دیتے۔تمہارا باپ عمدہ اخلاق سے پیار کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ بھی عمدہ اخلاق سے پیار کرتا ہے۔"

ابن اسحاق کی روایت میں ہے"اس خاتون طئے نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! باپ مر چکا ہے۔نگران دور جا چکا ہے۔مجھ پر احسان فرمائیں۔رب تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔" آپ نے پوچھا:"تمہارا نگران کون ہے؟" اس خاتون نے عرض کی:"عدی بن حاتم۔" آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے راہ فرار اختیار کرنے والا!" اس خاتون نے کہا:"حضور اکرم ﷺ آگے تشریف لے گئے۔مجھے اسی جگہ چھوڑ دیا۔حتیٰ کہ دوسرے روز آپ میرے پاس سے گزرے۔میں نے اسی طرح گذارش کی۔آپ نے مجھے اسی طرح جواب دیا۔تیسرے روز آپ میرے پاس سے گزرے میں آپ سے مایوس ہو چکی تھی۔مجھے ایک شخص نے اشارہ کیا کہ میں اٹھوں اور آپ کو گذارش کروں۔" میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں گئی۔میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! باپ مر چکا ہے نگران راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔مجھ پر احسان کریں۔رب تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔" آپ نے فرمایا:"میں نے احسان کر دیا ہے۔عازم سفر ہونے کے لیے جلدی نہ کرنا۔حتیٰ کہ تمہیں اپنی قوم کا ایسا شخص مل جائے جس پر تمہیں اعتماد ہو۔جو تمہیں تمہارے شہر تک پہنچا دے پھر مجھے بتا دینا۔" میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اشارہ کیا تھا مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔" میں ٹھہر گئی حتیٰ کہ بلی یا قضاعہ کا کارواں آ گیا۔میں نے کہا:"میرا ارادہ ہے کہ میں شام میں اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤں۔میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری قوم کا ایک وفد آیا ہے جس میں ایک قابل اعتماد شخص ہے جو مجھے شام پہنچا دے گا۔" آپ نے مجھے پوشاک عطا فرمائی مجھے سواری عنایت کی۔مجھے زاد راہ عطا

کیا۔ میں ان کے ساتھ عازمِ سفر ہو کر شام پہنچ گئی۔'' حضرت عدی نے فرمایا: ''بخدا! اسی اثناء میں کہ میں اپنے اہلِ خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک مسافر عورت دیکھی جو سیدھا ہمارا قصد کیے ہوئے تھی۔'' میں نے کہا: '' حاتم کی نورِ نظر! وہ وہی تھی۔ جب وہ مجھ پر آ کر کھڑی ہوگئی تو وہ پھوٹ پڑی۔ اس نے کہا: '' ظالم! قطع تعلقی کرنے والے! تو نے اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کو سوار کر لیا اور اپنے باپ کے بقیہ ایک عورت کو وہیں چھوڑ آئے۔'' میں نے کہا: '' بہنا! مجھے صرف بھلائی ہی کہنا۔ بخدا! میرے پاس عذر ہے۔ میں نے یونہی کیا ہے جیسے تم نے ذکر کیا ہے۔ وہ نیچے اتری اور میرے ہاں قیام پذیر ہوگئی۔ میں نے اسے کہا۔ وہ ایک دانا عورت تھی۔ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: '' بخدا! میری رائے یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ جلدی سے جا ملو۔ اگر وہ نبی کریم ﷺ ہوئے تو ان کی طرف سبقت لے جانا ہی فضیلت رکھتا ہے۔ فلاں حاضر ہوا اور دامن مراد بھر لیا۔ فلاں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دامن مراد بھر لیا۔ اگر وہ بادشاہ ہوا تو پھر بھی تم اس کے پاس ذلیل و رسوا نہ ہوں گے۔ تم بھی تو کسی حیثیت کے مالک ہو۔'' میں نے کہا: '' یہ بخدا! ایک عمدہ رائے ہے۔''

امام شعبی کی روایت ہے: '' جب مجھے ان اخلاق حسنہ کی خبر ملی جس کی طرف آپ دعوت دیتے تھے اور لوگ آپ کے ہاں جمع ہو چکے ہیں۔ میں عازمِ سفر ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ حاضر تھے۔ وہ آپ کے بہت قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جان گیا کہ آپ کسریٰ و قیصر کی طرح بادشاہ نہیں ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: '' کون ہو؟'' میں نے عرض کی: '' عدی بن حاتم۔'' آپ اٹھے۔ مجھے اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ بخدا! آپ مجھے اپنے حجرہ مبارکہ میں لے کر جا رہے تھے کہ آپ کو ایک کمزور اور عمر رسیدہ عورت ملی۔ آپ سے اس نے رکنے کے لیے عرض کی۔ آپ اس کے لیے کافی مدت وہاں ٹھہرے رہے۔ اس نے آپ کو اپنی ضرورت عرض کی۔ میں نے دل میں کہا: '' بخدا! یہ بادشاہ نہیں ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ مجھے لے کر آگے بڑھے۔ حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے چمڑے کا تکیہ آگے بڑھایا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اسے میری طرف کیا اور فرمایا: '' اس پر بیٹھ جاؤ۔'' میں نے عرض کی: '' یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہی اس پر تشریف فرما ہوں۔'' آپ نے فرمایا: '' تم ہی اس پر بیٹھو۔'' میں اس پر بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: '' عدی! میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کیا رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ کیا کوئی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے بڑی ہو۔'' فرمایا: '' عدی! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔'' میں نے عرض کی: '' میں ایک دین پر ہوں۔'' آپ نے فرمایا: '' میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' میں نے عرض کی: '' کیا آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: '' ہاں!'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ نے فرمایا: '' کیا تم رکوسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔'' میں نے عرض کی: '' ہاں! کیا تم اپنی قوم کے رئیس نہیں بنے۔'' میں نے

عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم اپنی قوم سے چوتھا حصہ وصول نہیں کرتے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! بخدا! میں جان گیا تھا کہ آپ نبی مرسل ہیں کیونکہ آپ ان امور سے آشنا تھے جنہیں مخفی رکھا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''حالانکہ تمہارے دین میں تمہارے لیے یہ جائز نہ تھا۔'' پھر فرمایا: ''عدی! شاید یہ چیز تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے روک رہی ہے کہ تم ہم میں افلاس دیکھ رہے ہو۔ بخدا! عنقریب اتنا مال ہوگا کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ شاید یہ امر تمہیں یہ دین حق قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ ان کے دشمن کثیر ہیں حالانکہ ان کی تعداد قلیل ہے۔ بخدا! عنقریب تم ایک عورت کے بارے سنو گے جو قادسیہ سے عازم سفر ہوگی۔ وہ اپنے اونٹ پر روانہ ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے گی اسے کسی سے کوئی خوف نہ ہوگا۔''

دوسری روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے الحیرہ دیکھ رکھا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے اسے نہیں دیکھا۔ البتہ اس کی جگہ سے آگاہ ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''ایک عورت عنقریب الحیرۃ سے روانہ ہوگی۔ وہ کسی کی پناہ کے بغیر بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ رب تعالیٰ کے علاوہ اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ بھیڑیا بھیڑوں کی رکھوالی کرے گا۔'' میں نے دل میں کہا: ''طیٔ کے وہ فتنہ باز کہاں گئے جنہوں نے شہروں کو آتش فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''شاید تم اس دین میں اس لیے داخل نہیں ہو رہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ سلطنت اور اقتدار دیگر اقوام کے پاس ہیں۔ بخدا! عنقریب سرزمین بابل کا قصر ابیض (وائٹ ہاؤس) مسلمانوں کے لیے فتح کر دیا جائے گا۔''

دوسری روایت میں ہے: ''مسلمانوں کے لیے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح ہو جائیں گے۔'' میں نے عرض کی: ''کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟'' آپ نے فرمایا: ''کسریٰ بن ہرمز کے خزانے۔''

ایک اور روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا۔ وہ کہے گا کہ یہ چیز اس سے کون قبول کرے گا؟ مگر اسے ایسا شخص نہ ملے گا جو اس سے یہ قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ تم سے ایک روز اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کے اور تمہارے مابین کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا اسے صرف جہنم نظر آئے گی۔ وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا اسے صرف جہنم نظر آئے گی۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کے حصے کے ساتھ ہی۔ اگر کھجور کا حصہ بھی دستیاب نہ ہو سکے تو پاکیزہ کلام کے ساتھ ہی۔'' حضرت عدی نے فرمایا: ''میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رخ انور خوشی سے کھل اٹھا۔ میں نے ایک عورت دیکھی جو کوفہ سے عازم سفر ہوئی حتیٰ کہ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اسے رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ تھا۔ میں ان افراد میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ وہ سب کچھ سچ ثابت ہوگا جو آپ نے فرمایا تھا۔''

✿✿✿✿

اڑسٹھواں باب

وفدِ بنی عذرہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے "ماہِ صفر ۹ ھ میں بنو عذرہ میں سے بارہ افراد کا وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان میں جمرہ بن نعمان عذری، سلیم، سعد پسرانِ مالک، مالک بن ابی رباح بھی شامل تھے۔ وہ رملہ بنت حارث نجاریہ کے گھر اترے۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو اہلِ جاہلیت کا سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قوم کے ساتھ ہے؟" ان کے ترجمان نے کہا: "اس کے ساتھ جس کا ہم انکار نہیں کرتے۔ ہم بنو عذرہ میں سے ہیں جو قصی کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ ہم نے ہی قصی کی مدد کی تھی اور بنو خزاعہ اور بنو بکر کو وادی مکہ سے نکال دیا تھا۔ ہماری کئی قرابتیں اور رشتہ داریاں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں خوش آمدید! تمہارے بارے کسی نے مجھے بتایا نہیں۔ تم نے اسلام کا سلام کیوں نہ کیا؟" انہوں نے عرض کی: "ہم اسی دین پر تھے جس پر ہمارے آباء تھے۔ ہم اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر آرہے ہیں۔ آپ کس امر کی طرف دعوت دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں جو وحدہٗ لاشریک ہے تم یہ گواہی دو کہ میں رب تعالیٰ کا رسولِ (مکرم ﷺ) ہوں جسے سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ تم نمازیں پڑھو تم عمدہ پاکیزگی حاصل کرو۔ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرو یہ افضل عمل ہے۔" آپ نے ان کے لیے سارے فرائض روزہ، زکوٰۃ اور حج کا تذکرہ کیا۔ ان کے ترجمان نے کہا: "اللہ اکبر! ہم گواہی دیتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ رب تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں۔ ہم نے اس دعوت پر لبیک کہا جس کی طرف آپ نے بلایا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے معاون اور مددگار ہیں۔ شام ہماری تجارتی منڈی ہے۔ وہاں ہرقل کی حکومت ہے۔ کیا رب تعالیٰ نے آپ پر اس کے معاملہ کے بارے وحی اتاری ہے؟ آپ نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو۔ عنقریب شام تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ ہرقل اپنے ممتنع علاقے میں چلا جائے گا۔" آپ نے انہیں منع فرمایا کہ وہ کسی کاہن سے سوال کریں۔ انہوں نے عرض کی تھی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں ایک عورت ہے جو قریش اور عرب کی کاہنہ ہے۔ ہم اس کے پاس فیصلے کروانے جاتے ہیں۔ ہم اس سے چند امور کے بارے پوچھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس سے کسی چیز کے بارے نہ پوچھا کرو۔" ان کے ترجمان نے کہا: "اللہ اکبر!" پھر انہوں نے اس ذبیحہ کے بارے سوال کیا جسے وہ

زمانہ جاہلیت میں اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے۔آپ نے انہیں منع فرمایا۔آپ نے فرمایا۔رب تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی نام پر جانور ذبح نہ کرو۔سال بھر میں تمہارے لیے ایک جانور قربان کرنا لازم ہے۔"انہوں نے عرض کی:"وہ کون سا؟" آپ نے فرمایا:"دس ذوالحجۃ کی قربانی۔تم اپنی طرف سے اور اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔"انہوں نے آپ سے چند امور کے بارے سوال کیا۔آپ نے انہیں جواب مرحمت فرمایا۔وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔پھر اہلِ خانہ کی طرف لوٹ گئے۔آپ نے انہیں اسی طرح عطیات دینے کا حکم فرمایا جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازا جاتا تھا ان میں سے ایک کو چادر پہنائی۔

ابن سعد نے مدلج بن مقداد بن زمل عذری سے روایت کیا ہے کہ زمل بن عمرو عذرہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں ان کی قوم کے لیے جھنڈا باندھ کر دیا۔انہوں نے اس وقت یہ اشعار کہے:

اليك رسول الله اعملت نصها اكلّفها حزنا وقوزًا من الرمل

لا نصر خير الناس نصرا مؤزرا و اعقد حبلا من حبالك فى حبلى

و اشهد ان الله لا شئ غيره ادين له ما اثقلت قدمى نعلى

ترجمہ: "یارسول مکرم ﷺ میں نے آپ کی زیارت کے لیے اس زمین کو دور تک روند ڈالا ہے۔میں نے سخت اور نرم ریتلی زمین پر چلنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔تاکہ میں اس ہستیٔ پاک ﷺ کی بھرپور مدد کروں۔جو سارے لوگوں سے بہترین ہے۔اور آپ کے ساتھ گہرا تعلق وابستہ کروں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس کا دین اس وقت تک اختیار کرتا ہوں جب تک میرے قدم میرے جوتوں سے بوجھل رہیں۔"

✿✿✿✿

انہترھواں باب

وفدِ بنی عقیل

ابن سعد نے بنوعقیل میں سے ایک شخص سے اور وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم میں سے یہ افراد وفد کی شکل میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ربیع بن معاویہ، مطرف بن عبداللہ، انس بن قیس۔ انہوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کر لیا۔ اپنی بقیہ قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔ بنوعقیل کی زمین عقیق عطا کی یہ وہ سرزمین تھی جس میں چشمے اور کھجوریں تھیں۔ آپ نے سرخ چمڑے میں ان کے لیے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ نے ربیع، مطرف اور انس کو جاگیر عطا کی، آپ نے انہیں عقیق عطا کر دی ہے۔ جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ احکام سنیں اور عمل پیرا ہوں۔" آپ نے انہیں کسی مسلمان کا حق ادا نہ کیا۔ یہ مکتوبِ گرامی مطرف کے ہاتھ میں تھا۔ راوی کہتے ہیں۔

"ابوحرب بن خویلد بن عامر بن عقیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے قرآن پاک سنایا۔ اس پر اسلام پیش کیا۔ اس نے کہا: "بخدا! یا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہے یا اس سے ملاقات کی ہے جس نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی ہے۔" آپ اتنی اچھی بات کرتے ہیں کہ ہم اس طرح کا کلام نہیں کر سکتے لیکن عنقریب میں قرعہ اندازی کروں گا۔ میں اس دین جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور اس دین کے مابین قرعہ اندازی کروں گا جو میں نے اختیار کر رکھا ہے۔" اس نے قرعہ اندازی کی اس کے لیے کفر کا تیر نکلا اس نے پھر قرعہ اندازی کی۔ تینوں بار تیر کفر کا نکلا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے کہا: "اس نے انکار کر دیا ہے مگر جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔" پھر وہ اپنے بھائی عقال بن خویلد کے پاس چلا گیا۔ اس سے کہا: "تیری خیر کم ہو جائے! کیا تم محمد عربی ﷺ سے سعادت حاصل نہیں کرو گے۔ آپ دین اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آپ نے مجھے عقیق کی جاگیر عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ میں اسلام قبول کر لوں۔" عقال نے اسے کہا: "میں تمہیں اس زمین سے بڑا رقبہ دوں گا جو تجھے محمد عربی ﷺ نے عطا کیا ہے۔" پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ عقیق کے نچلے علاقے پر اپنے نیزہ کھینچا۔ اس کا نچلا حصہ اور اس کا چشمہ لے لیا۔ پھر عقال بارگاہِ رسالت مآب میں

حاضر ہوا۔آپ نے اس پر اسلام پیش کیا۔آپ نے اسے فرمایا:"کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد عربی ﷺ کے رسول ہیں۔"اس نے کہا:"میں گواہی دیتا ہوں کہ ہبیرۃ بن مفاضہ عمدہ سوار ہے۔جب لبان کی چوٹیوں پر لڑائی ہوئی۔" آپ نے فرمایا:"کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"اس نے کہا:"میں گواہی دیتا ہوں کہ خالص دودھ جھاگ کے نیچے ہوتا ہے۔" آپ نے تیسری بار اسے فرمایا:"کیا تو گواہی دیتا ہے؟"اس نے گواہی دی اور اسلام قبول کرلیا۔ابن المفاضۃ سے مراد ھبیرہ بن معاویہ بن عبادہ بن عقیل ہے۔معاویہ ھرار کا سوار تھا۔ھرار اس کے گھوڑے کا نام تھا۔لبان جگہ کا نام ہے۔

❁❁❁❁

سترواں باب

وفدِ عمرو بن معدی کرب

بنوزبید میں سے عمرو بن معدی کرب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔عمرو نے اپنے بھانجے قیس بن مکشوح سے کہا تھا "قیس! تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قریش میں سے ایک ہستی پاک محمد عربی ﷺ کا ظہور ہوا۔وہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔میرے ساتھ ان کی بارگاہ میں چلو حتیٰ کہ ہم ان کا علم دیکھیں۔" اگر وہ نبی ہوئے جیسے کہ وہ کہتے ہیں تو تجھ پر مخفی نہیں رہے گا۔جب ہم ان سے ملیں گے تو ان کی اتباع کریں گے۔اگر وہ اس کے علاوہ کچھ ہوئے تو ہمیں ان کے بارے میں علم ہو جائے گا۔" مگر قیس نے اس بات کا انکار کر دیا۔اس کی رائے کو احمق کہا۔عمرو بن معدیکرب سوار ہوئے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔اسلام قبول کیا۔آپ کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ جب قیس تک یہ خبر پہنچی تو اس نے حضرت عمرو کو ڈرایا۔وہ غصے میں آگ بگولا ہو گیا۔اس نے کہا: "اس نے میری مخالفت کی ہے اور میری رائے کو چھوڑا ہے۔" حضرت عمرو نے اس کے بارے اشعار کہے جن کا پہلا مصرعہ ہے:

امرتك يوم ذي صنعا ء امراً باد يارشده

ترجمہ: "میں نے ذوصنعاء کے روز تجھے ایسے کام کا حکم دیا جس کی ہدایت واضح تھی۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "عمرو اپنی قوم بنوزبیدہ میں سے اٹھے۔ان پر عامل فروہ بن مسیک تھے۔جب آپ کا وصال ہوا تو عمرو مرتد ہو گیا۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور قادسیہ اور دیگر جنگوں میں شرکت کی۔"

ابوعمرو نے ابن عبدالحکم کی سند سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ہمیں امام شافعی نے بیان فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے انہیں فرمایا۔ "جب تم اکٹھے ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔جب تم جدا جدا ہو تو تم میں سے ہر ایک امیر ہوگا۔" وہ دونوں اکٹھے ہوئے۔عمرو بن معدی کرب کو ان کے قیام کا علم ہو گیا۔وہ اپنی قوم کی ایک جماعت لے کر آیا جب وہ ان کے قریب ہوا تو اس نے کہا: "مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں ان کے پاس جاؤں جس کے سامنے بھی میرا نام لیا جاتا ہے وہ مجھ سے ڈر جاتا ہے۔" جب وہ ان کے قریب ہوا تو اس نے بلند آواز سے کہا: "میں ابوثور ہوں۔میں عمرو بن معدی کرب ہوں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ دونوں نے اس کی طرف جلدی کی۔ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "مجھے اور اسے چھوڑ دو وہ اپنے ماں باپ کا فدیہ دے گا۔" جب عمرو نے ان کی بات سنی تو اس نے کہا: "سارا عرب میرے نام سے ڈرتا ہے۔مگر انہوں نے تو مجھے موٹی بکری سمجھا ہے۔" یہ انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔عمرو عرب کے

شہسوار تھے۔ شجاعت کی وجہ سے معروف تھے۔ یہ عمدہ شاعر تھے۔ ان کے کلام میں سے ان اشعار کو بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔

اعاذل عدتی یزنی و رمحی و کل مقلص سلس القیادِ
اعاذل انما افنی شبابی اجابتی الصریخ الی المنادی
مع الابطال حتی سلّ جسمی و اقرح عاتقی ثقل النجاد
و یبقی بعد حلم القوم حلمی و یفنی قبل زاد القوم زادی
تمنی ان یلاقینی قیس وردت و اینما منی و دادی
فمن ذا عاذری من ذی سفاہٍ یرود بنفسه شر المرادِ
ارید حبائة و یرید قتلی عذیرک من خلیلك من مرادِ

ترجمہ: "میری تیاری، میری زرہ اور نیزہ اپنا کام مکمل کر چکا ہے اور ہر فرمانبردار زرہ سمیٹنے والا اپنے کام مکمل کر چکا ہے۔ نداد ینے والے کی فریادرسی نے میرا شباب برباد کر دیا ہے۔ جوانوں کے ہمراہ فریادرس تک پہنچتا تھا حتیٰ کہ میرے جسم کو مرض لگ گیا ہے تلوار کے بوجھ نے میرے کندھے کو زخمی کر دیا ہے قوم کے حلم کے بعد میرا حلم باقی رہے گا۔ قوم کے زادِ راہ سے پہلے میرا زادِ راہ ختم ہو جائے گا۔ کاش! قیس میرے ساتھ ملاقات کرتا۔ میں محبت کرتا ہوں لیکن میری طرف سے محبت کہاں ہے۔ احمقوں کی طرف سے مجھے معذور کون سمجھے گا۔ جو اپنے نفس کے ساتھ میرا ارادہ کرتا ہے۔ میں اسے عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ وہ میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ مراد میں سے ایسا شخص لے کر آؤ جو تمہیں معذور سمجھے۔"

اس کی مراد قیس بن مکشوح تھا۔ قیس نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ ایک بہادر شہسوار اور عمدہ شاعر تھے۔ وہ اپنے اشعار میں عمرو کے اشعار کا رد کرتے تھے۔ انہوں نے ہی عمرو سے کہا تھا:

فلو لا قیتنی لاقیت قرناً و ودّعت الحبائب بالسلام
لعلك موعدی ببی زبید وما قامعت من تلك اللئام
و مثلك و قد قرنت له یدیه الی اللحیین یمشی فی الخطامِ

ترجمہ: "اگر تم مجھ سے ملاقات کرو تو تم ایک بہادر شخص سے ملاقات کرو گے۔ تم نے اپنے دوستوں کو سلام کے ساتھ الوداع کر دیا ہے۔ شاید تم میری وہ دھمکی ہو جو میں نے بنو زبید کو دی تھی۔ اور ان کمینوں سے جو کچھ چھین لیا تھا۔ تمہاری مثل وہ ہے جس کے ہاتھ میں نے اس کے جبڑوں کے ساتھ باندھے تھے جو نکیل

اکہتر واں باب

وفدِ عنزۃ

حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ، ان کے اہلِ خانہ اور اولاد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' آپ سے عرض کی گئی: ''یہ عنزہ کا وفد ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''واہ۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ عنزہ کتنا عمدہ قبیلہ ہے۔ ان کے خلاف بغاوت میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ حضرت شعیب کی قوم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسرالی رشتہ داروں کو خوش آمدید! سلمہ! مجھ سے اپنی ضرورت کا سوال کرو۔'' انہوں نے عرض کی: ''میں اس زکوٰۃ کے بارے پوچھنے آیا ہوں جو آپ نے میرے اونٹوں اور بکریوں میں فرض کی ہے۔'' آپ نے انہیں بتایا۔ پھر وہ آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر واپس جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ وہ واپس جانے کے لیے اٹھے ہی تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا مانگی ''مولا! عنزۃ کو بقدر کفایت رزق عطا فرما جس میں نہ ضیاع ہو نہ اسراف ہو۔'' (الطبرانی، البزار)

حضرت حنظلہ بن نعیم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ایک روز سنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری قوم عنزہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: ''یہ عنزہ کیا ہے؟'' آپ نے دستِ اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''وہاں ایک قبیلہ ہے جس کے خلاف بغاوت کرنے والے کے خلاف ان کی مدد کی جاتی ہے۔'' اس روایت کو ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے، البزار، الطبرانی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔ البتہ انہوں نے لکھا ہے کہ غضبان بن حنظلہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حنظلہ کا ذکر نہیں کیا۔

❀❀❀❀

بہترواں باب

عنس کے ایک شخص کا وفد

ابن سعد نے بنوعنس میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''ہم میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو آپ نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اس نے عرض کی: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''کیا رغبت کرتے ہوئے یا ڈرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''جہاں تک رغبت کا تعلق ہے تو آپ کے دستِ اقدس میں مال نظر نہیں آتا۔ جہاں تک ڈر کا تعلق ہے تو بخدا! میں اس شہر میں رہتا ہوں جہاں آپ کے لشکر نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن مجھے ڈرایا گیا تو میں ڈر گیا۔ مجھے کہا گیا کہ رب تعالیٰ پر ایمان لاؤ تو میں ایمان لے آیا۔'' حضور اکرم ﷺ نے حاضرین کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''عنس میں کتنے ہی خطیب ہیں۔'' وہ شخص گاہے بگاہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے آیا۔ آپ نے اسے فرمایا: ''عازمِ سفر ہو جاؤ۔'' آپ نے اسے کچھ عطا کیا اور فرمایا: ''جب کچھ محسوس کرو تو قریبی بستی کی طرف چلے جاؤ۔'' وہ عازمِ سفر ہوا۔ رستہ میں اسے تکلیف ہو گئی۔ وہ قریبی بستی میں گیا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔ اس کا نام ربیعہ تھا۔

اس روایت کو الطبرانی نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ربیعہ بن رواء عنسی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔

❀❀❀❀

تہترواں باب

وفدِ غامد

زاد المعاد میں ہے کہ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ۱۰ھ کو وفدِ غامد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان کی تعداد دس تھی۔ وہ بقیع الغرقد میں خیمہ زن ہوئے۔ اس وقت وہاں جھاؤ کے درخت اور طرفاء کے درخت تھے۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ سب سے کم عمر شخص کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ وہ سو گیا۔ ایک چور آیا ان میں سے کسی ایک کا تھیلا چرا لیا۔ جس میں کپڑے تھے۔ وہ قوم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ سلام عرض کیا۔ اسلام کا اقرار کیا۔ آپ نے ان کے لیے تحریر لکھوائی جس میں شریعت اسلامیہ کے بعض احکام لکھوائے۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تم اپنے خیموں میں کسے چھوڑ کر آئے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "جو ہم سب میں سے کم عمر تھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک آنے والا آیا اس نے تم میں سے کسی ایک کا تھیلا چرا لیا۔" ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ! میرے علاوہ کسی اور کے پاس تھیلا نہ تھا۔" آپ نے فرمایا: "اب اسے پکڑ لیا گیا ہے اور اسے اپنی جگہ لوٹا دیا گیا ہے۔" وہ قوم جلدی سے نکلی۔ اپنے کجاووں کے پاس آئی۔ اپنے ساتھی کو پالیا۔ اس سے اس امر کے بارے پوچھا۔ جس کے بارے آپ نے فرمایا تھا۔ اس نے کہا: "میں اپنی نیند سے گھبرا کر اٹھا۔ میں نے تھیلا غائب پایا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ دوڑنے لگا۔ میں اسی جگہ پہنچا جہاں وہ تھا۔ وہاں کھدائی کے اثرات تھے۔ اس نے وہاں تھیلا چھپا رکھا تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔ انہوں نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے ہمیں بتایا تھا کہ اب وہ تھیلا مل چکا ہے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے اور آپ کو بتایا۔ وہ شخص بھی آیا جو پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے انہیں قرآن مجید کی تعلیم دی۔ آپ نے انہیں اسی طرح عطیات سے سرفراز فرمایا جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازا تھا۔ وہ واپس لوٹ گئے۔

✿✿✿✿

چوہترواں باب

وفد غافق

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ سیرت نگار لکھتے ہیں: "حلیحہ بن شجاد غافقی اپنی قوم کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنی قوم کے مددگار اور معاون ہیں۔ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ صدقات ہمارے صحنوں میں رکھے ہوئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے وہی کچھ ہے جو مسلمان کے لیے ہے اور تم پر وہی ہے جو مسلمانوں پر ہے۔" حضرت عوذ بن سریر الغافقی نے عرض کی: "ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔"

✿✿✿✿

پنچھترواں باب

وفدِ غسان

زاد المعاد میں ہے کہ غسان کا وفد ۱۰ ھ ماہِ رمضان المبارک میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ تین افراد تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے کہا: "ہم نہیں جانتے کہ ہماری قوم ہماری اتباع کرے گی یا نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا ملک باقی رہے۔ وہ قیصر کا قرب پسند کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطیات عطا کیے۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ وہ اپنی قوم کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو افراد اسلام پر انتقال کر گئے۔ تیسرے شخص نے حضرت عمر فاروق کو پالیا۔ یرموک کا سال تھا۔ وہ حضرت ابوعبیدہ سے ملے اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا تھا۔

✿✿✿✿

چھہتر واں باب

وفدِ فروہ بن عمرو جذامی

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت فروۃ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں قاصد بھیجا اور اپنے اسلام کے بارے بتایا۔ آپ کے لیے سفید خچر بطور تحفہ بھیجا۔ حضرت فروہ روم کے بادشاہ قیصر کی طرف سے ان علاقوں کے گورنر تھے جو عرب کے ساتھ متصل تھے۔ ان کا گھر معان اور اس کے اردگرد سرزمین شام میں تھا۔ جب اہلِ روم کو ان کے اسلام کی خبر ملی۔ تو انہوں نے انہیں بلایا۔ انہیں پکڑا اور گرفتار کر لیا۔ انہوں نے جیل میں نون قافیہ پر یہ چھ اشعار پڑھے۔

طرقت سلیمی موھنا اصحابی والروم بین الباب والقروان

ترجمہ: "سلیمی آغازِ شب میں میرے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں آ گئی۔ جبکہ اہلِ روم میرے قید خانے کے دروازے اور تالے کے مابین گھوم رہے تھے۔"

صد الخیال و ساء ما قدرای و ھممت ان اغفی و قد ابکانی

ترجمہ: "محبوب کی خیالی تصویر نے مجھے سونے نہ دیا جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس نے اسے مغموم کر دیا میں نے سونا چاہا اس نے مجھے گریہ بار کیا۔"

لا تکحلن العین بعدی اثمدا سلمی ولا تدنن یلاتیان

ترجمہ: "اے سلمی! میرے بعد آنکھوں کو سرمہ نہ لگانا اور نہ کسی انسان کی جستجو کرنا۔"

و لقد علمت ابا کبشۃ اننی وسط الاعزۃ لا یُحص لسانی

ترجمہ: "اے ابوکبشۃ تو جانتا ہے کہ سخت لوگوں کے مابین بھی میری زبان کو نہیں کاٹا جاتا تھا۔"

فلئن ھلکت لتفقدن اخاکم ولئن بقیت لتعرفن مکانی

ترجمہ: "اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم اپنے بھائی کو مفقود پاؤ گے اگر میں بقید حیات رہا تو تم میرا مقام جان لو گے۔"

ولقد جمعت اجلّ ما جمع الفتی من جودۃ و شجاعۃ و بیان

ترجمہ: "میں ان اوصاف حمیدہ کو جمع کیے ہوں جو ایک جوان جمع کرتا ہے۔ جیسے سخاوت، شجاعت اور فصاحت۔"

جب اہلِ روم نے انہیں پھانسی دینے پر اتفاق کر لیا کہ وہ انہیں چشمۂ فلسطین "عفراء" پر پھانسی دیں تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

الاھل اتی سلمی بان خلیلھا　　على ماء عفری فوق احدی الرواحل

ترجمہ: "کیا سلمی تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا محبوب خاوند عفراء کے چشمے پر سولی پر چڑھا ہوا ہے۔"

على ناقة لم يضرب الفحل امها　　مشذبةً اطرافها بالمناجل

ترجمہ: "وہ ایسی اونٹنی پر ہے کہ کسی نر نے اس کی ماں کو نہیں مارا سولی کی اطراف کی رسیوں کو درانتی سے قطع کر دیا گیا ہے۔"

امام زھری کا گمان ہے کہ جب انہوں نے حضرت فروہ کو شہید کرنے کے لیے آگے کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

ابلغ سراة المسلمين بانني　　سِلْم لِربي اعظمى و مقامى

ترجمہ: "اے لوگو! مسلمانوں کے سردار حضور نبی کریم ﷺ تک یہ پیغام پہنچا دو کہ میری ہڈیاں اور میرا مقام میرے رب کے سامنے جھکا ہے۔"

پھر انہوں نے ان کی گردن اڑا دی۔ اور اسی چشمہ پر انہیں پھانسی دے دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

❁❁❁❁

ستہترواں باب

حضرت فروہ بن مسیک کی بارگاہِ رسالت مآب میں آمد

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت فروہ بن مسیک بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ وفد کی صورت میں تھے، وہ کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر آئے تھے۔ انہوں نے آپ کی اتباع کر لی تھی۔ انہوں نے اس ضمن میں یہ اشعار کہے:

لما رائیت ملوك كندة اعرضت — كالرجل خان الرجل عرق نسائها

قربت راحتی اوم محمدا — ارجو فواضلها و حسن ثرائها

ترجمہ: "جب میں نے کندہ کے مسلمانوں کو دیکھا تو میں ان سے اس طرح روگرداں ہوا جیسے عرق النساء کا مرض والی ٹانگ دوسری ٹانگ سے خیانت کرتی ہے۔ میں نے آپ کا قصد کرتے ہوئے اپنی سواری قریب کی میں آپ سے حسنِ سلوک اور عمدہ عطیات کی امید رکھتا ہوں۔"

پھر وہ عازمِ سفر ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ وہ ایک معزز شخص تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں چلے گئے۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی اس قوم کا ضامن ہوں جو میرے پیچھے ہے۔" آپ نے پوچھا: "فروہ! قیام کہاں ہے؟" انہوں نے عرض کی: "حضرت سعد بن عبادہ کے ہاں! جب بھی آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے یہ آپ کی خدمت میں آجاتے۔ قرآن پاک، شریعت مطہرہ اور اسلام کے فرائض سیکھتے۔

مراد اور ھمدان کے قبیلوں کے مابین اسلام کے ظہور سے قبل جنگ ہوئی تھی۔ جس میں ہمدان نے مراد کا بہت سا نقصان کیا تھا۔ حتیٰ کہ یوم الردم کو ان کا بے دریغ قتل کیا۔ اس روز ھمدان کا قائد الاجدع بن مالک تھا۔ جبکہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس روز ھمدان کی قیادت ابن حریم الہمدانی کر رہا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"جب فروہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو آپ نے انہیں فرمایا: "یا فروہ! یوم الردم کو جو نقصان تمہاری قوم کو پہنچا گیا اس سے تمہیں تکلیف ہوئی؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون سا شخص ہے جس کی قوم کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے جیسے حالات کا سامنا میری قوم کو کرنا پڑا اور وہ غمگین نہ ہو؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ امر اسلام میں

تمہاری قوم میں بھلائی میں ہی اضافہ کرے گا۔" اس روز فروہ بن مسیک نے یہ اشعار کہے:

مررن علی لفات و ھن خوص　　ینازعن الاعنۃ ینتحینا

ترجمہ: "ہم لفات کے مقام سے گزرے۔ اونٹنیاں ناتواں تھیں۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے اپنی لگاموں سے لڑائی کر رہی تھیں۔"

فان نغلب فغلابون قِدْمًا　　و ان نغلب فغیر مغلبینا

ترجمہ: "اگر ہمارا تسلط ہو جائے تو ہم ہمیشہ غالب آنے والے ہیں۔ اگر ہم مغلوب ہو جائیں تو ہم دائمی مغلوب ہونے والے نہیں۔"

وما ان طبنا جبن ولکن　　منایانا و دولۃ آخرینا

ترجمہ: "ہماری جبلت میں بزدلی نہیں لیکن ہمارے مقدر میں کچھ اموات ہیں اور دوسرے لوگوں کی تقدیر میں کچھ لقمہ تھا۔"

کذالک الدھر دولتہ سجال　　تکر صروفہ حینا فحینا

ترجمہ: "زمانہ کا وطیرہ اسی طرح ہے۔ اس کی سلطنت ڈول کی طرح ہے۔ حوادثاتِ زمانہ گاہے بگاہے آتے رہتے ہیں۔"

فبینا ما نسر بہ و نرضی　　ولو لبست غضارتہ سنینا

ترجمہ: "ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جس میں ہم مسرور تھے اور اس کی شادابی طویل سالوں تک برقرار رہی۔"

اذا انقلبت بہ کرات دھر　　فالقیت الا لی غبطو طحینا

ترجمہ: "جب گردش زمانہ الٹ ہو گئی تو ایسے لوگوں کو پسپا دیکھے گا جس پر لوگ رشک کیا کرتے تھے۔"

فمن یغبط بریب الدھر منھم　　یجد ریب الزمان لہ خؤونا

ترجمہ: "جن پر حوادثاتِ زمانہ میں رشک کیا جاتا تھا۔ تو ان کے لیے زمانہ کے حوادثات کو صحیح پائے گا۔"

فلو خلد ملوک اذا خلدنا　　ولو بقی الکرام اذًا بقینا

ترجمہ: "اگر بادشاہ باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے اور اگر کریم لوگ باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے۔"

فافنی ذالکم سروات قومی　　کما افنی القرون الاولینا

ترجمہ: "اسی زمانہ نے چیدہ لوگوں کو فنا کر دیا ہے جیسے اس نے پہلے زمانہ لوگوں کو برباد کر دیا تھا۔"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت فروہ بن مسیک کو مراد، زبید اور مذحج کے قبائل پر امیر مقرر کیا۔ ان کے ہمراہ صدقات

۲ــ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ان کے ہمراہ ہی رہے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اٹھترواں باب

وفدِ فزارہ

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت ابو وجزہ یزید بن عبید السعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت ۹ ھ تھا۔ تو بنو فزارہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں حضرت خارجہ بن حصن اور حر بن قیس بن حصن تھے۔ یہ عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ قحط سالی کی وجہ سے کمزور سواریوں پر تھے۔ یہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ ان کا قیام رملہ بنت حارث کے گھر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے شہر کے بارے پوچھا تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے شہر قحط سالی کا شکار ہیں ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہمارا محلہ شدید قحط سالی کا شکار ہے۔ ہمارے اہل وعیال بھوکے ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر کرم کی بارش نازل کرے۔ اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہِ والا میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ آپ کا رب تعالیٰ بھی آپ کی جناب میں ہماری سفارش کرے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تیری خیر! میں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کروں۔ کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کر سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بلند و برتر اور عظیم ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔ یہ اس کی عظمت اور جلال کی وجہ سے اس طرح آواز نکالتی ہے جیسے نیا کجاوہ آواز پیدا کرتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارا پروردگار تمہاری اس تنگی، قحط سالی اور تمہاری اس جلد امداد پر مسکرا رہا ہے۔'' اس اعرابی نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہمارا رب تعالیٰ مسکراتا بھی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس اعرابی نے عرض کی: ''ہم آپ کو اس رب تعالیٰ سے معدوم نہیں پائیں گے جو بھلائی کے ساتھ آپ کے روئے خنداں پر تبسم بکھیرتا ہے۔'' اس کی یہ بات سن کر آپ مسکرا پڑے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ چند ایک کلمات کہے۔ آپ نماز استسقاء کے لیے دعا کرتے وقت دست اقدس بہت بلند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے دست اقدس اتنے بلند کیے حتیٰ کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم اسق بلادك و بهائمك و انشر رحمتك و احيي بلدك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا طبقا واسعا عاجلا غير آجل نافعا غير ضار

اللھم اسقنا رحمة ولا تسقنا عذابا ولا ھدما ولا غرقا ولا قحطا اللھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر الانصاری رضی اللہ عنہ تیزی سے اٹھے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کھجور خشک کرنے کے لیے مربد میں ہیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم اسقنا" حضرت ابولبابہ نے اپنی گزارش دہرائی۔ آپ نے یہی دعا مانگی۔ حضرت ابولبابہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کھجوریں مربد میں ہیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم اسقنا" حضرت ابولبابہ ننگے پاؤں دوڑ پڑے۔ تاکہ اپنے ازار بند کے ساتھ ہی مربد کا سوراخ بند کریں۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ''بخدا! ہمیں آسمان پر بادل یا بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آرہا تھا۔ ہمارے اور کوہِ سلع کے مابین کوئی گھر نہ تھا۔ کوہِ سلع کے پیچھے سے بادل ڈھال کی طرح نمودار ہوا۔ آسمان کے وسط میں پہنچ کر پھیل گیا۔ پھر ابرِ کرم برسنے لگا۔ بخدا! ہمیں پورا ہفتہ سورج نظر نہ آیا۔ حضرت ابولبابہ ننگے پاؤں دوڑ کر اپنے مربد کا سوراخ اپنے ازارِ بند سے بند کرنے گئے تاکہ اس سے کھجوریں نہ نکلیں۔

پھر وہی یا کوئی اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اموال ہلاک ہوگئے۔ رستے منقطع ہوگئے۔'' آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ دعا مانگی۔ حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ عرض کی: ''مولا! ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر اب نہ برسا۔ مولا ٹیلوں پر پہاڑوں پر وادیوں کے دامنوں میں اور درخت اگنے کی جگہوں پر برسا۔'' بادل مدینہ طیبہ سے اس طرح پھٹ گیا جیسے کپڑا درمیان سے پھٹ جاتا ہے۔

❁❁❁❁

انا سیواں باب

وفدِ بنی قشیر

ابن سعد نے علی بن محمد القرشی اور بنو عقیل کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: بنو قشیر کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ان میں حضرت ثور بن عروۃ قشیری بھی تھے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔آپ نے انہیں جاگیر عطا کی اوران کے لیے تحریر لکھوائی۔اس وفد میں حیدہ بن معاویہ بن قشیر بھی تھے۔یہ حجۃ الوداع سے پہلے اورغزوۂ حنین کے بعد حاضر ہوئے تھے۔ان میں حضرت قرۃ بن ھبیرۃ بھی تھے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔آپ نے انہیں چادر عنایت کی اوراپنی قوم پر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔جب قرۃ واپس لوٹے توانہوں نے یہ اشعار کہے:

حباها رسول الله اذا نزلت به　　　و امكنها من نائل غير منفد

فاضحت بروض الخضر وهي حثيثة　　　و قد انجحت حاجاتها من محمد

عليها فتى لا يردف الذم رحله　　　تروك لامر العاجز المتردد

ترجمہ: "حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں عطا کیا ہے جب یہ آپ کی خدمت میں گئیں۔ان کے لیے ایسی بخشش ممکن ہوئی جو ختم ہونے والی نہیں۔وہ وقتِ صبح شاداب باغ میں پہنچ گئیں ان کی ضروریات محمد عربی ﷺ سے پوری ہو چکی تھیں ان پر ایسا جوان سوار تھا جسے عاجز کر دینے والے اور متردد امور کو ترک کرنا مذمت کا مستحق نہیں ٹھہراتے۔"

❁❁❁❁

اسی واں باب

وفدِ قیس بن عاصم

حضرت غالب بن ابجر المزنی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''بارگاہِ رسالت مآب میں قیس کا ذکر کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ قیس پر رحم کرے۔'' آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم قیس کے لیے رحمت کی دعا کریں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ ہمارے باپ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے دین پر تھا۔ بنو قیس زمین میں رب تعالیٰ کے گھڑسوار ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں قیس کے علاوہ اس دین حق کے لیے اور کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بنو قیس زمین میں اللہ تعالیٰ کی بھلائی (اس کے شیر) ہیں۔

امام الطبرانی نے جید سند کے ذریعہ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''یہ دیہات والوں کے سردار ہیں۔'' جب میں نیچے اترا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں آپ سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کتنا مال ہے جس میں مجھ پر ذمہ داری نہیں کہ میں اس مہمان کی ضیافت کروں۔ جو میرے پاس آئے یا میرے اہل وعیال کثیر ہو جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''بہترین مال چالیس جانور ہیں۔ اس کی اکثر تعداد ساٹھ ہے۔ دوسو والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ مگر وہ تنگی اور کشادگی میں عطا کرے۔ نر اونٹ کو جفتی کے لیے دے۔ ان کی کمر کو مضبوط کرے۔ ان میں سے دودھ پلائے۔ ان میں سے موٹے جانور کو ذبح کرے ان میں سے فقیر اور سائل کو کھلائے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ عمدہ افعال اور عمدہ اخلاق ہیں۔ میرے اونٹ اتنے کثیر ہیں کہ اس وادی میں کوئی نہیں جہاں میں رہتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''جفتی کے لیے اونٹ کیسے دیتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''صبح اونٹ بھی چلے جاتے ہیں۔ لوگ بھی چلے جاتے ہیں جو چاہتا ہے۔ وہ اونٹ کو سر سے پکڑتا ہے اور اسے لے جاتا ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''تم عاریۃً کیسے دیتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں نشان زدہ بوڑھی اونٹنی اور چھوٹی کھیری والے جانور کو عاریۃً دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''عطیہ میں کیا کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں ہر سال ایک سو عطیات دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تمہیں اپنا مال عزیز ہے یا اپنے وارثین کا۔'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں بلکہ مجھے اپنا مال عزیز ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارا مال وہی ہے جسے تم نے کھایا اور وہ ختم ہو گیا۔ جسے تم نے پہنا اور وہ بوسیدہ ہوگیا۔ یا تم نے عطا کیا اور آگے بھیج دیا۔ بقیہ سارا مال تمہارے وارثوں کا ہے۔'' وہ کہتے ہیں:

"میں نے عرض کی کہ اگر میں باقی رہا تو میں اس کی تعداد کو کم کر دوں گا۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بخدا! انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب حضرت قیس کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا۔ فرمایا: "میرے بیٹو! مجھ سے لے لو۔ تم کسی اور ایسے شخص سے نہ لے سکو گے جو مجھ سے زیادہ تمہیں خیر خواہی کرنے والا ہو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اپنے اکابر کو سردار بنانا۔ چھوٹوں کو سردار نہ بنانا۔ ورنہ لوگ تمہیں احمق کہیں گے۔ تم ان پر آسان ہو جاؤ گے۔ مال کی اصلاح کرنا تم پر لازم ہے۔ یہ کریم کے لیے وسعت ہے۔ اس سے کمینہ سے مستغنی ہوا جاتا ہے۔ سوال کرنے سے اجتناب کرو۔ یہ انسان کی آخری کمائی ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ پر نوحہ خوانی نہ کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوحہ خوانی نہیں کی گئی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نوحہ خوانی سے منع فرماتے تھے۔ مجھے ان کپڑوں میں کفن دینا۔ جن میں نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔ جب مجھے دفن کر لینا تو مجھے اس جگہ دفن نہ کرنا جہاں کوئی تاک نہ سکے۔ میرے اور بنو بکر بن وائل کے مابین جاہلیت میں عداوت تھی۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ میری لاش کو زمین سے نکال لیں گے۔ تمہیں اس اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا جو تمہارے دین اور دنیا کو ختم کر دے گی۔" حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "انہوں نے اولاد کے لیے زندگی میں خیر خواہی کا اظہار کیا اور موت کے وقت بھی خیر خواہی کا اظہار کیا۔"

اکاسی واں باب

وفدِ بنی کلاب

ابن سعد نے الطبقات میں حضرت خارجہ بن عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وفد بنی کلاب ۹ ھ کو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمٰی بھی شامل تھے۔ آپ نے انہیں رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا۔ جبار اور کعب کے مابین دوستی تھی۔ جب حضرت کعب کو ان کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ جبار کو ہدیہ دیا۔ انہوں نے ان کی عزت کی وہ کعب کے ساتھ نکلے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اسلام کا سلام عرض کیا۔ انہوں نے عرض کی: "حضرت ضحاک بن سفیان ہم میں کتاب الٰہی اور آپ کی اس سنت مطہرۃ کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں جس کا آپ نے انہیں حکم دیا ہے۔ انہوں نے ہمیں اللہ رب العزت کی طرف بلایا۔ ہم نے رب تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ وہ ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیتے ہیں اور فقراء کو عطا کرتے ہیں۔"

بیاسی واں باب

وفدِ بنی کلب

ابن سعد نے بنوکلب میں سے بنو ماویۃ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ ابولیلیٰ بن عطیہ کلبی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد بن جبلہ نے کہا: "میں اور عاصم (بنو رقاش میں سے ایک شخص) عازم سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "میں نبی امی ہوں۔ میں صادق زکی ہوں۔ پوری طرح ہلاکت ہو اس شخص کے لیے جو میری تکذیب کرے۔ جو مجھ سے روگردانی کرے اور میرے ساتھ جنگ کرے۔ ہر قسم کی بھلائی اس شخص کے لیے ہے جس نے مجھے پناہ دی۔ میری نصرت کی۔ مجھ پر ایمان لایا۔ میری بات کی تصدیق کی اور میرے ساتھ جہاد کیا۔" ان دونوں نے عرض کی: "ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ کے فرمان کی تصدیق کرتے ہیں۔" حضرت عبد عمرو نے اس وقت یہ اشعار کہے:

اجبت رسول الله اذ جاء بالهدٰى — و اصبحت بعد الجحد بالله او جرا

وودّعت لذات القداح و قداری — بها سدكا عمری و للهو اهدرا

آمنت بالله العلی مكانه — و اصبحت للاوثان ما عشت منكرا

ترجمہ: "جب آپ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔ رب تعالیٰ کے انکار کے بعد میں اس کے لیے شمشیر زنی کرنے والا بن گیا۔ میں نے قرعہ اندازی کرنے والے تیروں سے لذتوں کو الوداع کہا۔ حالانکہ پہلے میں ان کا بڑا مشتاق تھا۔ مجھے زندگانی کی قسم! میں لہو ولعب کو باطل قرار دینے والا ہوں۔ میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔ جس کا رتبہ اور منصب بہت بلند ہے۔ میں تادمِ زیست بتوں کا انکار کرنے والا بن گیا۔"

تراسی واں باب

وفدِ بنی کنانہ

ابن سعد نے الطبقات میں حضرت خالد الحذاء سے، انہوں نے حضرت ابوقلابہ سے اور انہوں نے دیگر اہلِ علم سے بیان کیا ہے۔ بعض نے زائد اور بعض نے کم روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ تذکرہ ان وفود کے ضمن میں کیا ہے۔ جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "حضرت واثلہ بن الاسقع اللیثی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور اکرم ﷺ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ نمازِ صبح ادا کی۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تم کون ہو؟ تمہیں کون سی چیز لے کر آئی ہے اور تمہاری حاجت کیا ہے؟" انہوں نے اپنے نسب کے بارے عرض کی۔ مزید عرض کی: "میں آپ کی خدمت اقدس میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لاؤں۔" آپ نے فرمایا: "اس پر بیعت کر لو جو میں پسند کروں یا جو ناپسند کروں۔" انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے ہاں گئے اور انہیں بتایا۔ ان کے باپ نے کہا: "بخدا! میں تم سے ایک بات تک بھی نہ کروں گا۔" ان کی بہن نے ان کا کلام سن لیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی تیاری کی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ انہوں نے پایا کہ آپ تبوک تشریف لے جا چکے تھے۔ انہوں نے کہا: "جو مجھے اپنے پیچھے سوار کرائے گا۔ اس کے لیے میرا حصہ بھی ہے۔" حضرت کعب بن عجرۃ نے انہیں سوار کرایا۔ حتیٰ کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت سے بہرہ یاب ہوئے۔ آپ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے انہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اکیدر کی طرف بھیجا۔ انہیں مالِ غنیمت ملا۔ وہ اپنا حصہ لے کر حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان کے لیے اسے رد کر دیا۔ انہوں نے کہا: "میں نے تو تمہیں رب تعالیٰ کی رضا کے لیے سوار کروایا تھا۔"

❁❁❁❁

چوراسی واں باب

وفدِ کندہ

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحق نے لکھا ہے" مجھے امام زہری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:" اشعث بن قیس اسی یا ساٹھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ مسجد نبوی میں گئے۔ انہوں نے اپنی زلفوں کو کنگھی کر رکھی تھی سرمہ لگا رکھا تھا۔ جرات کے جبے پہن رکھے تھے۔ جن پر ریشم لگائی گئی تھی۔ جب وہ داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا:" کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟" انہوں نے عرض کی:" ہاں! کرلیا ہے۔" آپ نے فرمایا:" تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے؟" انہوں نے وہ ریشم پھاڑ دی۔ اسے اتارا اور پھینک دیا۔ پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا تعلق آکل المرار سے ہے۔ آپ کا تعلق بھی آکل المرار سے ہے۔" یہ سن کر آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا:" یہ نسب ربیعہ بن حارث اور عباس بن مطلب بیان کرتے ہیں۔

امام زہری اور ابن اسحاق نے لکھا ہے" وہ دونوں تاجر تھے۔ جب وہ سرزمین عرب سے گزرتے تو ان سے پوچھا جاتا" تم کون ہو؟" وہ کہتے:" ہم آکل المرار کی اولاد میں سے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اہلِ عرب سے عزت کے خواہاں ہو گئے تھے۔ وہ اس سے اپنے کا دفاع کرتے تھے۔ کیونکہ کندہ میں بنو آکل المرار بادشاہ تھے۔ آپ نے فرمایا:" نہیں! ہم بنونضر بن کنانہ ہیں۔ ہم اپنی ماؤں کی طرف سے نسب کی نفی کرتے ہیں۔ نہ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

المسند میں حماد بن سلمہ، عقیل بن طلحہ، مسلم بن مسلم نے حضرت اشعث بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم کندہ کے وفد میں تھے۔ وہ مجھے خود سے افضل سمجھتے تھے۔ میں نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ہم میں سے نہیں؟" آپ نے فرمایا:" نہیں! ہم بنونضر بن کنانہ ہیں ہم نہ تو اپنی ماؤں پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ ہی اپنے آباء سے نسب کی نفی کرتے ہیں۔" حضرت اشعث کہتے تھے" میرے پاس جو بھی ایسا شخص لایا گیا جس نے قریش کے کسی شخص کی نضر بن کنانہ کی نفی کی میں حد کے کوڑے لگاؤں گا۔"

امام احمد، ابن ماجہ، حارث، باوردی، ابن سعد، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم اور الضیاء نے حضرت اشعث بن قیس کندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:" میں کندہ کے وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھ سے فرمایا: ''کیا تمہارا بچہ ہے۔'' میں نے عرض کی: ''جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلا تھا تو فلاں کی نو بِنظر سے بچہ ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ قوم سیر ہوتی۔'' آپ نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہو۔ ان میں آنکھوں میں ٹھنڈک ہے۔ جب یہ مر جائیں تو ان سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ پھر فرمایا: ''ان کی وجہ سے بزدلی دکھائی جاتی ہے اور بخل کا اظہار کیا جاتا ہے۔''

العسکری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری چچازاد نے کیا کیا؟'' میں نے کہا: ''اس نے بچہ جنم دیا ہے۔ بخدا! میری تمنا تھی کہ بچی پیدا ہوتی۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ بچے بزدلی کی جگہ ہیں۔ ان پر بخل کیا جاتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔ یہ دل کا چین ہوتے ہیں۔''

✿✿✿✿

پچاسی واں باب

ابورزین لقیط بن عامر العقیلی بارگاہِ رسالت مآب میں

امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور امام الطبرانی نے حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اور میرا دوست نہیک بن عاصم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ہم نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف اس وقت حاصل کیا جب آپ نماز صبح کے بعد تشریف لا رہے تھے۔ آپ لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! میں چار روز سے تمہیں کچھ نہ سنا رہا تھا۔ ارے اب سنو۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسے اس کی قوم نے بھیجا ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہمیں بتاؤ کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''ارے! ایک ایسا شخص بھی ہے کہ شاید اسے اپنے نفس کی بات یا کسی دوست کی بات یا کوئی گمراہ غافل کر دے۔ ارے مجھ سے پوچھا جائے گا کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ ارے سنو! زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ ارے بیٹھ جاؤ'' سارے لوگ بیٹھ گئے۔ میں اور میرا ساتھی کھڑے رہے۔ جب آپ کا قلب انور اور نگاہ ناز ہمارے لیے فارغ ہوئی تو میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کے پاس علمِ غیب ہے؟'' یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: سر اقدس ہلایا اور آپ نے سمجھا کہ شاید میں آپ کا درجہ کم سمجھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے رب تعالیٰ نے علم غیب کی پانچ چابیوں کا علم کسی کو نہیں دیا۔ انہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔'' آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون سی ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''موت کا علم۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کسی نے کب مرنا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔ کل کیا ہونا ہے۔ اس کا علم کل تم نے کیا کھانا ہے وہ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ منی کا علم جب وہ قرار پذیر ہو جائے وہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔ بارش کا علم۔ وہ تم پر شدید اور سخت سال طاری کرتا ہے۔ پھر وہ مسکرانے لگتا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہاری مدد قریب ہے۔'' حضرت لقیط نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اس رب کو کھو دینا نہیں چاہتے جو بھلائی کے ساتھ مسکراتا ہے۔ (خوش ہوتا ہے) آپ نے فرمایا: ''قیامت کا علم'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے ایک التجاء عرض کرنا چاہتا ہوں آپ جلدی نہ کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''جو چاہو پوچھ لو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں وہ تعلیم دیں جسے لوگ نہ جانتے ہوں۔ صرف آپ جانتے ہو ہم ایسے قبیلہ سے ہیں کہ ہماری طرح کوئی بھی تصدیق نہ کرے گا۔ ہم اس مذحج سے زیادہ تصدیق کریں گے جو ہمارے قریب آتا ہے۔ بنو خثعم سے زیادہ تصدیق

کریں گے جو ہمارے سردار بنتے ہیں اور اس قبیلہ سے بھی زیادہ تصدیق کریں گے جس میں ہم موجود ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پھر تم یہاں ٹھہرو گے جتنا تم نے ٹھہرنا ہے تمہارے نبی کریم ﷺ کا وصال ہو جائے گا پھر ایک چیخ کو بھیجا جائے گا۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! روئے زمین پر وہ کسی چیز کو نہ چھوڑے گی مگر وہ مر جائے گی۔ وہ ملائکہ بھی وصال کر جائیں گے جو تمہارے رب تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ تمہارا رب تعالیٰ زمین پر جلوہ نما ہوگا۔ شہر خالی ہوں گے وہ آسمان کی طرف پیغام بھیجے گا۔ عرش کے پاس سے بارش برسے گی۔ تمہارے معبود برحق کی ابدیت کی قسم! روئے زمین پر کسی مقتول کے پچھاڑنے کی جگہ کو یا کسی میت کے مدفن کو نہیں چھوڑا جائے گا مگر اس کی قبر شق ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ پیچھے رہے گی۔ دفن ہونے والا سر کی طرف سے اٹھے گا وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ تمہارا رب تعالیٰ فرمائے گا" کیا شان اور کیفیت ہے؟" وہ عرض کرے گا: "مولا! آج کا کل۔ زندگی کے عہد کی وجہ سے وہ اپنے اہل کے ساتھ تازہ عہد گمان کرے گا۔" میں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ ہمیں کیسے جمع کرے گا۔ حالانکہ ہمیں ہوائیں، آفتیں اور درندے پوری طرح پھاڑ چکے ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں رب تعالیٰ کی نعمتوں میں اسی طرح کی مثال بیان کرتا ہوں تم زمین کو دیکھو یہ بوسیدہ اور خراب ہوتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسے رب تعالیٰ کبھی زندہ نہیں کرے گا۔ پھر رب تعالیٰ اس پر ابر کرم بھیجتا ہے۔ جب کچھ ہی دنوں کے بعد اسے دیکھا جائے تو یہ بھر جاتی ہے۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم وہ اس پر زیادہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہیں جمع کرے بنسبت زمین کی نباتات کے۔ تم اپنی قبروں سے نکلو گے اپنی قتل گاہوں سے نکلو گے۔ تم اس کی طرف دیکھو گے وہ تمہاری طرف دیکھے گا۔" انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم زمین کو بھرے ہوئے ہوں گے۔ جبکہ وہ یکتا ذات ہے۔ وہ ہمیں کیسے دیکھے گا۔ ہم اسے کیسے دیکھیں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تمہارے لیے اس کی مثال بیان کرتا ہوں۔ سورج اور چاند اس کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہیں۔ ایک ہی وقت میں تم انہیں اور یہ تمہیں دیکھتے ہیں۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! وہ اس پر زیادہ قادر ہے کہ وہ تمہیں دیکھے اور تم اسے دیکھو بنسبت اس سورج اور چاند کے کہ وہ تمہیں اور تم انہیں دیکھو۔ انہیں دیکھنے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟" آپ نے فرمایا: "جب تمہیں اس پر پیش کیا جائے گا۔ تمہارے چہرے اس کے لیے عیاں ہوں گی۔ تم سے کوئی چھپنے والا اس سے نہ چھپ سکے گا۔"

تمہارا رب تعالیٰ دستِ تصرف میں پانی کا چلو اٹھائے گا۔ وہ اسے تمہاری طرف پھینکے گا۔ بخدا! تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! تم میں سے ہر ایک کے چہرے پر وہ پانی گرے گا۔ مسلمان کا چہرہ سفید کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔ جبکہ کافر کا

چہرہ سیاہ دھوئیں کی طرح ہو جائے گا۔ پھر تمہارے نبی کریم ﷺ آئیں گے ان کے پیچھے پیچھے پاکباز مسلمان ہوں گے۔ وہ آگ پر پل کی طرف چلیں گے۔ تم میں سے ایک انگارے کو روندے گا وہ کہے گا: ''ہائے! تمہارا رب تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں! اسی طرح ہے۔'' تم اپنے نبی مکرم ﷺ کے حوض کوثر پر جاؤ گے۔ بخدا! وہاں سے پینے والا کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! تم میں سے جو بھی ہاتھ پھیلائے گا تو اس پر ایک پیالہ گرے گا جو اسے ہر قسم کی گندگی، غلاظت اور پیشاب سے پاک کر دے گا۔ سورج اور چاند کو روک دیا جائے گا۔ تم ان میں سے کسی ایک کو نہ دیکھو گے۔''

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس روز ہم کس چیز سے دیکھیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''اپنی اسی قسم کی بصارت کے ساتھ جو ابھی تمہیں نصیب ہے۔ اس روز طلوعِ شمس کے ساتھ زمین روشن ہو اور پہاڑ اس کے بالمقابل ہوں۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں اپنی برائیوں اور نیکیوں کا اجر کیسے دیا جائے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ بدی کی سزا اسی کی مثل ہے۔ مگر یہ کہ اسے معاف کر دیا جائے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ جنت اور دوزخ کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! جہنم کے سات دروازے ہیں۔ دو دروازوں میں اتنا بُعد ہے جس قدر مسافت ایک سوار ستر سال میں طے کرتا ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم جنت میں کس چیز کا مشاہدہ کریں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''تم شفاف شہد کی نہریں دیکھو گے۔ ایسی شراب کی نہریں دیکھو گے جس سے نہ دردِ سر ہوگا نہ ہی ندامت۔ ایسے دودھ کی نہریں دیکھو گے جس کا ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہوگا۔ ایسا پانی ہوگا جو بدبودار نہ ہوگا۔ پھل ہوں گے۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! جو تم جانتے ہو۔ اس سے بہتر کیا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پاکیزہ بیویاں بھی ہوں گی۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یا ہمارے لیے ان میں بیویاں ہوں گی یا ان میں سے ہی پاکیزہ عورتیں ہوں گی۔'' آپ نے فرمایا: ''صالح مردوں کے لیے صالح بیویاں۔ تم ان سے ایسے ہی لطف اندوز ہو گے جیسے تم دنیا میں لطف اندوز ہوتے ہو۔ وہ تم سے اسی طرح لذت اندوز ہوں گی مگر وہاں اولاد نہ ہوگی۔''

حضرت لقیط فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: ''ہم کس قدر دور تک (بلند رتبہ تک) جائیں گے اور وہاں ہماری انتہاء ہوگی۔'' آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی بیعت کس چیز پر کروں؟''

آپ نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا اور فرمایا: ''نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر، شرک نہ کرنے پر۔ رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہمارے لیے ہے جو کچھ مشرق اور مغرب کے مابین ہے؟'' آپ نے اپنا دستِ ہدایت بخش پیچھے کھینچ لیا۔ آپ نے گمان کیا کہ شاید میں ایسی شرط رکھنے لگا ہوں جو آپ عطا نہ کریں گے۔'' میں نے عرض کی: ''ہم وہاں جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ انسان اپنے نفس کے لیے ہی برابر کرے

گا۔" آپ نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا اور فرمایا: "ٹھیک ہے۔ تم جہاں چاہو جاؤ اور تمہارے اعمال کا وبال تمہارے نفس پر ہی ہوگا۔" پھر ہم واپس لوٹ گئے۔

آپ نے فرمایا: "یہ! یہ! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔ حضرت کعب بن خداریۃ نے عرض کی: "کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "بنوالمنتفق جوان میں سے اس کے اہل ہیں۔" میں نے آپ کی طرف توجہ کی اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جولوگ جاہلیت میں گزرے ہیں کیا ان میں سے کسی میں بھلائی بھی تھی؟" قبیلہ قریش کے کسی فرد نے کہا: "بخدا! تمہارا باپ المنتفق آگ میں ہے۔" بخدا! جو کچھ اس نے کہا تھا اس سے میرے چہرے اور گوشت کے مابین آگ کا انگارہ گر پڑا۔ کیونکہ اس نے سارے لوگوں کے سامنے مجھے اس طرح کہا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں کہوں: "یارسول اللہ! آپ کے والد گرامی کہاں ہیں۔" پھر مجھے اس سے عمدہ جملہ یاد آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وہ رشتہ دار جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے۔" آپ نے فرمایا: "میرے اہلِ خانہ بھی جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ بخدا! تم جب بھی کسی عامری، قریشی یا دوسی کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے کہو۔" محمد عربی ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تجھے ایسی بشارت دوں جو تجھے بری لگے۔ تجھے منہ اور پیٹ کے بل گھسیٹا جائے گا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں ہے۔ وہ ایک عمل پر تھے وہ اسے ہی اچھا سمجھتے تھے۔ وہ گمان کرتے تھے کہ وہ اصلاح کر رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ساتوں امم کے آخر میں ایک نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا۔ جس نے اس کے نبی کی نافرمانی کی وہ گمراہوں میں سے ہوگا جس نے اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوگا۔"

اس روایت کو امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ الحافظ ابوالحسن الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد متصل ہیں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ الطبرانی نے مرسل سند کے ذریعہ عاصم بن لقیط رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ زاد المعاد میں ہے "یہ ایک بڑی اور جلیل روایت ہے اس کی جلالت، عظمت اور ضخامت کی یہی دلیل بہت بڑی ہے کہ یہ سینۂ نبوت سے نکلی ہے۔ آئمہ السنۃ نے اسے اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ اسے قبول کیا ہے۔" اسی تسلیم و انقیاد کے ساتھ قبول کیا ہے۔ کسی نے اس میں یا اس کے راویوں میں طعن نہیں کیا۔ ابن قیم نے ان آئمہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک امام بیہقی ہیں۔ جنہوں نے اسے کتاب البعث میں روایت کیا ہے۔

تنبیہات

1. زاد المعاد میں ہے کہ آپ کا فرمان "رب تعالیٰ مسکرانے لگتا ہے" یہ رب تعالیٰ کے افعال کی ان صفات سے ہے

جن کو ان کی مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی جیسے کہ اس کی ذات کی صفات۔ یہ قصہ بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ اسے رد نہیں کیا جا سکتا جیسے اس کی تشبیہ یا تحریف کی کوئی راہ نہیں۔ اسی طرح آپ کا یہ فرمان ہے "رب تعالیٰ زمین پر جلوہ نما ہوگا" یہ بھی رب تعالیٰ کے اس افعال کی صفات ہیں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ (الفجر:۲۲)

ترجمہ: "اور جب آپ کا رب جلوہ فرمائے گا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ۔ (الانعام:۱۵۸)

ترجمہ: "کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ بجز اس کے کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا خود آئے آپ کا رب یا آئے کوئی نشانی آپ کے رب کی۔"

اسی طرح حدیث پاک میں ہے "ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے" اور "وہ عرفہ کی شام قریب ہوتا ہے۔ اور اہلِ موقف پر ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے۔" ان تمام میں گفتگو کا ایک ہی سیدھا رستہ ہے۔ وہ ہے تمثیل و تشبیہ کے بغیر اثبات اور تحریف و تعطیل کے بغیر تنزیہ۔

◆ آپ نے فرمایا: "روئے زمین کی ہر چیز مر جائے گی اور وہ ملائکہ بھی وصال کر جائیں گے جو تمہارے رب کے ساتھ ہیں" زاد المعاد میں ہے "میں ملائکہ کی موت کے بارے کسی صریح حدیث میں کچھ نہیں پاتا سوائے اس حدیث کے اسماعیل بن رافع کی روایت طویل ہے۔ وہ الصور کی روایت ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ (الزمر:۶۸)

ترجمہ: "اور پھونکا جائے گا صور پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا پھر اس میں دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک کھڑے ہوں گے۔"

◆ آپ نے فرمایا: "لَعمرُ الٰهك" یہ رب تعالیٰ کی حیات کی قسم ہے۔ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی صفات کی قسمیں اٹھانا جائز ہے۔ ان سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ قدیم ہیں۔ ان میں سے اسماء مصادر کا اطلاق اس پر ہو سکتا ہے۔ ان سے اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اسماء پر زائد قدر ہے نیز یہ کہ اسمائے حسنیٰ ان مصادر سے مشتق ہیں جو ان پر دلالت کرتے ہیں۔

❁❁❁❁

چھیاسیواں باب

وفدِ محارب بارگاہِ رسالت پناہ میں

ابن سعد نے حضرت ابو وجزہ سعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "محارب کا وفد ۱۰ ھ میں حجۃ الوداع میں حاضر خدمت ہوا۔ یہ دس افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سواء بن حارث اور ان کے فرزند خزیمہ بن سواء شامل تھے۔ یہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرائے گئے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح و شام کا کھانا لے کر ان کے پاس آتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز نماز ظہر سے تا نماز عصر انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری کی سعادت مل گئی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا: "ہم اپنی بقیہ قوم کے اسلام کے ضامن ہیں۔ یہ قبیلہ ان ایام حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے شدت اختیار کرتا تھا جن ایام میں آپ خود کو متفرق قبائل پر پیش فرماتے تھے۔

اس وفد میں ان میں سے ایک شخص تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہچان لیا۔ اس کو طویل نظروں سے دیکھا۔ جب محاربی نے دیکھا کہ آپ طویل نگاہ سے اسے دیکھ رہے ہیں۔ تو اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! گویا کہ آپ میرے بارے کچھ گمان فرما رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے تمہیں دیکھا ہے۔" محاربی نے عرض کی: "ہاں! بخدا! آپ نے مجھے دیکھا ہے۔ آپ نے مجھ سے گفتگو فرمائی تھی۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی قبیح بات کی تھی۔ آپ کا برا رد کیا تھا۔ یہ عکاظ کے میلے کی بات ہے۔ آپ اس وقت لوگوں میں گھوم رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں" اس محاربی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس وقت میرا کوئی ساتھی مجھ سے زیادہ آپ پر سخت نہ تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے زیادہ اسلام سے دور ہو۔ میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس نے مجھے باقی رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی تصدیق کر لی۔ وہ سارا گروہ اپنے دین پر ہی مر چکا ہے جو اس وقت میرے ساتھ تھا۔" آپ نے فرمایا: "یہ دل اللہ رب العزت کے دستِ قدرت میں ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے جو بدسلوکی کرتا تھا۔ اس کے بارے میرے لیے استغفار کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلام سے پہلے کے گناہ کفر وغیرہ کو مٹا دیتا ہے۔" آپ نے حضرت خزیمہ بن سواء کے چہرے پر دست اقدس پھیرا۔ ان کے چہرے پر نور نشان بن گیا۔ دیگر وفود کی طرح انہیں عطیات سے نوازا۔ وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ گئے۔

ابن شاہین اور ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابوبکر بن خلاد نصیبی نے اپنے فوائد کے دوسرے جز میں حضرت ابان محاربی سے روایت کیا ہے۔ انہیں ابان عبدی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: "میں اس وفد میں موجود تھا۔ جب آپ نے دعا کے

لیے اپنے دستِ اقدس بلند کیے تو میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ آپ نے اپنے دستِ شفا بخش قبلہ کی طرف کیے ہوئے تھے۔

✿✿✿✿

ستاسی واں باب

وفدِ مرہ

ابن سعد نے بنو مرہ کے بزرگوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بنو مرہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ یہ وفد ۹ ھ میں حاضرِ خدمت ہوا۔ یہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ حارث بن عوف ان کے سردار تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی قوم اور قبیلہ ہیں۔ ہمارا تعلق بنو لویٔ بن غالب کے ساتھ ہے۔'' یہ سن کر آپ مسکرائے۔ فرمایا: ''تم نے اپنے اہل و عیال کو کہاں چھوڑا؟'' انہوں نے عرض کی: ''سلحہ اور جو اس کی مدد کرے، کے ساتھ۔'' آپ نے پوچھا: ''تمہارے شہروں کی کیا حالت ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ قحط زدہ ہیں۔ ہمارے لیے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! ان پر ابرِ کرم برسا۔'' وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر اپنے شہر جانے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ وہ انہیں عطیات دیں۔ انہوں نے ان میں سے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی دی۔ حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ چاندی دی وہ اپنے شہر لوٹ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے شہر ابرِ کرم برس چکا تھا۔ انہوں نے پوچھا: ''تم پر کب بارش برسی؟'' بارش اسی روز ہوئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا مانگی تھی۔ جب آپ حجۃ الوداع کی تیاری کر رہے تھے تو ان میں سے ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنے شہر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں اس روز بارش ہوئی تھی جس روز آپ نے دعا مانگی تھی۔ پھر ہر پندرہ ایام کے بعد ہم پر خوب جود و کرم کی بارش ہوتی۔ میں اونٹوں کو دیکھتا وہ بیٹھ کر ہی کھا رہے ہوتے۔ بکریاں ہماری اقامت گاہ میں نہیں چھپ سکتی تھیں۔ وہ لوٹ آتیں۔ وہ ہمارے اہلِ خانہ کے پاس ٹھہرتیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے یہ انعامات فرمائے ہیں۔''

✿✿✿✿

اٹھاسی واں باب

وفدِ مزینہ

امام احمد، الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں مزینہ اور جہینہ کے چار سو افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے امر کے بارے ہمیں حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس کچھ نہیں جسے ہم بطور زادِ راہ استعمال کریں۔" آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "انہیں زادِ راہ دو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس تو صرف تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ میرے خیال میں انہیں وہ فائدہ دے سکیں گی۔" آپ نے دوبارہ فرمایا: "جاؤ اور انہیں زادِ راہ دو۔" وہ ہمیں ایک بالاخانے کی طرف لے گئے۔ وہاں خاکستری اونٹ کی مانند کھجوروں کا ڈھیر تھا۔ انہوں نے فرمایا "زادِ راہ لے لو۔" لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق زادِ راہ لے لیا۔ راوی فرماتے ہیں: "میں آخری شخص تھا جس نے زادِ راہ لیا۔ میں نے پیچھے ہو کر دیکھا تو مجھے ڈھیر میں سے ایک کھجور کی بھی کمی محسوس نہ ہوئی۔ حالانکہ اس سے چار سو افراد نے زادِ راہ لیا تھا۔ گویا کہ ہم نے اس میں سے ایک کھجور کی بھی کمی نہ کی تھی۔" دوسری روایت میں ہے "میں نے ایک کھجور کو بھی اس کی جگہ سے غائب نہ پایا۔"

ابن سعد نے حضرت کثیر بن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: "مضر میں سے سب سے پہلے مزینہ کے چار سو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ماہِ رجب ۵ھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں ہی ان کی ہجرت بنا دی۔ آپ نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو تم مہاجر ہو۔ اپنے اموال کی طرف لوٹ چلو۔" وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ہشام بن محمد بن سائب نے ابومسکین اور ابوعبدالرحمٰن العجلانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو مزینہ کے بعض لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان میں خزاعی بن عبدنہم بھی تھے انہیں ان کی قوم مزینہ پر بیعت کیا۔ مزینہ کے دس افراد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ان میں بلال بن حارث، نعمان بن مقرن، ابو اسماء، اسامہ، عبداللہ بن بردہ، عبداللہ بن ذرہ اور بشر بن محتفز شامل تھے ان میں دکین بن سعید اور عمرو بن عوف بھی تھے۔

ہشام بن محمد نے اپنی روایت میں لکھا ہے "پھر خزاعی اپنی قوم کی طرف گئے۔ مگر انہیں اس طرح نہ پایا جیسے ان کا

گمان تھا۔ وہ وہیں ٹھہر گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا "خزاعی کا تذکرہ کرو۔ مگر اس کی ہجو بیان نہ کرنا۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا بلغ خزاعیا رسولا بان الذم یغسله الوفاء

ترجمہ: "ارے! خزاعی تک یہ پیغام پہنچا دو کہ مذمت کو وفاء مٹا کر رکھ دیتی ہے۔"

و انك خير عثمان بن عمرو و اسناها اذا ذكر السناء

ترجمہ: "تم عثمان بن عمرو سے بہتر ہو۔ تم اس سے رفیع منصب والے ہو جب رفعت کا تذکرہ کیا جائے۔"

و بايعت الرسول كان خيرًا الى خيرٍ و اداك الثراء

ترجمہ: "تم نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر لی ہے یہ بھلائی کی طرف بھلائی ہے دولت نے تمہارا قرض چکا دیا ہے۔"

فما يعجزك او مالا تطقهٔ من الاشياء لا تعجز عداء

ترجمہ: "تمہیں کس چیز نے عاجز کر دیا ہے۔ یا کس امر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ عداء قبیلہ کبھی عاجز نہیں ہو سکتا۔"

عداء ان کا وہ قبیلہ تھا جس کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ حضرت خزاعی اٹھے انہوں نے کہا: "اے میری قوم! اس ہستیٔ پاک ﷺ کے شاعر نے تمہیں مخصوص کیا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا ہے۔" قوم نے کہا: "ہم تمہارے مزاج کے موافق نہیں ہیں۔" پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فتح مکہ کے روز مزینہ کا جھنڈا حضرت خزاعی کو عطا فرمایا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ یہ خزاعی مغفل بن ابی عبداللہ بن مغفل کے بھائی تھے۔ یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے بھائی تھے۔"

❁❁❁❁

انانوےواں باب

وفدِ معاویہ بن حیدہ بارگاہِ رسالت مآب میں

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ جب مجھے آپ کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ وہ سنت کے ساتھ میری تمہارے خلاف مدد کرے۔ تمہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکے اور تمہارے دلوں میں رعب ڈال دے۔''

معاویہ بن حیدہ نے اپنے ہاتھ ملا کر کہا ''مجھے اس طرح تخلیق کیا گیا ہے۔'' یعنی میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤں گا نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروں گا'' سنت ہمیشہ مجھے جڑ سے اکھیڑتی رہی۔ رعب میرے دل میں چھایا رہا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کو رب تعالیٰ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے مجھے اسلام کے ساتھ بھیجا ہے۔''

انہوں نے عرض کی: ''اسلام کیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تم نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ دونوں مددگار بھائیوں کی مانند ہیں۔ رب تعالیٰ اس بندے کی توبہ کو قبول نہیں کرتا جو اسلام لانے کے بعد شرک کرے۔''

انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب خود کھائے تو اسے کھلائے۔ جب خود پہنے تو اسے پہنائے۔ اس کے چہرے پر نہ مارے۔ قباحت کو اس کی طرف منسوب نہ کرے۔ اسے صرف رات بسر کرنے کی جگہ میں ہی چھوڑے۔''

دوسری روایت میں ہے انہوں نے عرض کی: ''بیویوں کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ (البقرۃ:۲۲۳)

ترجمہ: ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔''

انہوں نے عرض کی: ''کیا کوئی شخص اپنے بھائی کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں۔''

جب وہ جدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ران مبارک دوسری ران مبارک کے ساتھ ملائی۔ پھر فرمایا:

"وہاں سے تمہیں اٹھایا جائے گا۔تمہیں وہاں سے اٹھایا جائے گا۔تمہیں وہاں سے اٹھایا جائے گا۔" (یعنی شام سے) تم سوار، پیادہ اور چہروں کے بل ہو گے۔روزِ حشر پوری ستر امتیں ہوں گی۔مگر تم آخری امت ہو۔رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز ہو۔تمہارے منہ کو باندھ دیا جائے گا۔سب سے پہلے تم میں سے کسی ایک کی ران عربی میں گفتگو کرے گی۔"

❁❁❁❁

نوے واں باب

وفدِ مہرۃ

ابن سعد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں "بنومَہرہ کا وفد حاضر خدمت ہوا۔مہری بن ابیض ان کے امیر تھے۔حضور اکرم ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ ﷺ نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ان کے لیے یہ تحریر لکھوائی:

"یہ مکتوب گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے بنومہرہ کے ان افراد کے لیے جو ایمان لائے کہ ان پر غارت گری نہیں کی جائے گی۔نہ ہی ان کی نباتات چری جائیں گی۔ان کے لیے لازم ہے کہ شریعتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں۔جس نے اسے تبدیل کیا اس نے جنگ کی۔جو اس پر ایمان لایا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ذمۂ کرم پر ہے۔نیچے گری ہوئی چیز مالک تک پہنچائی جائے۔جانوروں کو پانی تک لے جایا جائے۔پھونکیں مارنا (جادو کرنا) برائی ہے فحش گوئی فسق ہے۔"

اس تحریر کو حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا۔ابن سعد نے حضرت معمر بن عمران المہری سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: "بنومہرہ میں سے ایک شخص زہیر (یا ذہبن) بن قرضم بن عُجیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔حضور اکرم ﷺ نے اسے اس کی بعید مسافت کی وجہ سے قریب کیا اور اس کی عزت افزائی کی۔جب اس نے واپس آنا چاہا تو اسے عطیات سے نوازا۔اسے سواری عطا فرمائی۔اس کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔آپ کا یہ مکتوب گرامی ان کے پاس آج تک محفوظ ہے۔

❁❁❁❁

اکانواں باب

نافع بن زید حمیری کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

ابن شاہین نے حضرت نافع بن زید کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے زکریا بن یحییٰ ابن سعید حمیری اور انہوں نے ایاس بن عمرو حمیری سے روایت کیا کہ حضرت نافع بن زید الحمیری حمیر کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم آپ کی بارگاہ میں اس لیے آئے ہیں تاکہ ہم دین کی سوجھ بوجھ حاصل کریں اور آپ سے اس امر کی ابتداء کے بارے سوال کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صرف اللہ تعالیٰ تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے قلم کی تخلیق کی۔ اسے فرمایا: "وہ سب کچھ لکھ دو جو کچھ ہونے والا ہے۔" پھر اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ اس کی تخلیق کی جو کچھ ان کے درمیان تھا۔ پھر (اپنی شان کے مطابق) اپنے عرش پر متمکن ہو گیا۔

❀❀❀❀

بانواں باب

علماء نجران کا وفد اور آپ ﷺ کے حق میں گواہی

امام بیہقی نے حضرت یونس بن بکیر سے، انہوں نے سلمہ بن یسوع سے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ یہ یونس پہلے عیسائی تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (النمل: ۳۰)

کے نزول سے قبل اہلِ نجران کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھا۔

حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود برحق کے مبارک نام سے شروع! حضرت محمد عربی ﷺ کی طرف سے نجران کے بڑے پادری اور اہلِ نجران کی طرف! میں تمہارے پاس حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود برحق کی تعریف کرتا ہوں۔ اما بعد! "میں تمہیں بندوں کی عبادت کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تمہیں بندوں کی ولایت کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کی ولایت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو تمہیں جزیہ دینا ہوگا۔ اگر اس سے بھی تم نے انکار کر دیا تو تمہارے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔ والسلام"

جب پادری کو یہ گرامی نامہ ملا۔ اس نے اسے پڑھا تو وہ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ اس نے اہلِ نجران کے ایک شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے شرحبیل بن وداعۃ کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق ہمدان کے ساتھ تھا۔ جب بھی کسی مشکل مسئلہ کا سامنا کرنا پڑتا تو ایہم کے علاوہ کسی کو نہ بلایا جاتا۔ یہی سردار اور عاقب تھا۔ پادری نے آپ کا گرامی نامہ شرحبیل کو دیا۔ اس نے اسے پڑھا۔ پادری نے پوچھا: "ابومریم! تیری کیا رائے ہے؟" شرحبیل نے کہا: "میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ نبوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی ہوگی۔ لیکن تیرا یقین نہیں ہے کہ یہ ہستی پاک وہی ہیں۔ نبوت کے بارے میری کوئی رائے نہیں۔ اگر کوئی دنیاوی امر ہوتا تو میں اس بارے تجھے ضرور مشورہ دیتا۔ تیرے لیے خوب کوشش کرتا۔" پادری نے کہا: "ایک طرف ہو کر بیٹھ جا۔" شرحبیل ایک طرف ہو کر کونے میں بیٹھ گیا۔

پادری نے اہلِ نجران میں سے ایک اور شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے عبداللہ بن شرحبیل کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق حمیر میں سے ذی اصبح کے ساتھ تھا۔ اس نے اس سے مکتوب گرامی پڑھایا اور اس سے رائے پوچھی۔ اس نے بھی شرحبیل بن وداعہ جیسا قول کیا۔ پادری نے اسے کہا: "ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔" وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ پادری نے اہلِ نجران میں سے ایک اور شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے جبار بن فیض کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق بنو حارث بن کعب کے ساتھ تھا۔ یہ بنو حماس میں سے ایک تھا۔ اس نے اسے یہ مکتوب گرامی سنایا اور اس کے بارے اس کی رائے پوچھی۔ اس نے اسے شرحبیل بن

وداعہ اور عبداللہ بن شرحبیل جیسا جواب دیا۔ پادری نے اسے ایک کونے میں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔"

جب ان تینوں افراد کی رائے متفق ہوگئی تو پادری نے ناقوس بجھانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجھایا گیا۔ گرجوں میں چراغوں کو روشن کر دیا گیا۔ جب وہ دن کے وقت گھبرا جاتے تو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اگر رات کے وہ انہیں گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ ناقوس بجھاتے اور گرجوں میں آگ بلند کرتے۔ جب ناقوس بجھایا گیا اور چراغ روشن کیے گئے تو وادی کے نشیب وفراز سے لوگ جمع ہو گئے۔ یہ وادی اتنی وسیع تھی کہ ایک تیز رفتار شخص ایک دن میں اسے طے کر سکتا تھا۔ اس میں تہتر بستیاں تھیں۔ ایک لاکھ جنگجو تھے۔ پادری نے انہیں آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بارے ان کی رائے پوچھی۔ اہلِ رائے کی رائے متفق ہوگئی کہ وہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی، عبداللہ بن شرحبیل الاصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو بھیجیں اور وہ حضور اکرم ﷺ کے بارے خبر لے کر آئیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "نجران کے نصاریٰ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں ان کے چودہ سردار تھے۔ ان میں عاقب تھا۔ اس سے مراد عبدالمسیح ہے۔ سید (سردار) بھی تھا۔ اس سے مراد الایہم ہے۔ ابوحارثہ بن علقمہ۔ اس کا تعلق بنو بکر بن وائل کے ساتھ ہے۔ اوس، حارث، زید، قیس، یزید، اس کے بیٹے، خوید، عمرو، خالد، عبداللہ، یحنس بھی شامل تھے۔ ان میں تین ایسے افراد بھی تھے۔ معاملہ کا حتمی فیصلہ کرتے تھے۔ العاقب۔ یہ قوم کا امیر تھا۔ یہ صاحبِ رائے اور صاحبِ مشورہ تھا۔ وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ جاری نہیں کرتے تھے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ السید ان کی پناہ گاہ تھا۔ ان کے سامان کا محافظ تھا جبکہ وہ ایہم کے ہاں جمع ہوتے تھے۔ ابوحارثہ بن علقمہ بھی اس کارواں میں شامل تھا۔ یہ ان کا پادری عالم اور امام تھا۔ ان کے مدرسوں کا نگران تھا۔ ابوحارثہ ان میں صاحبِ شرف تھا۔ اس نے ان کی کتب پڑھ رکھی تھیں حتیٰ کہ یہ ان کے دین کا عمدہ عالم بن گیا تھا۔ روم کے عیسائی فرمانروا اسے عزت بخشتے تھے۔ انہوں نے اسے مال دے رکھا تھا۔ خدام دے رکھے تھے۔ اس کے لیے کنیسے تعمیر کرتے تھے۔ اس کے لیے عزتیں بچھاتے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ بہت بڑا عالم ہے اور ان کے دین کا مجتہد ہے۔

یہ وفد عازمِ سفر ہوا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو انہوں نے سفر کے کپڑے اتارے۔ اپنے حلے پہنے جنہیں وہ جسرۃ سے لائے تھے۔ انہوں نے سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھیں تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اس وقت مسجد نبوی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے نمازِ عصر پڑھائی۔ انہوں نے جرات کے جبے اور چادریں پہن رکھی تھیں۔ وہ بنو حارث بن کعب کے شتربانوں میں سے تھے۔ اس روز بعض صحابہ کرام نے فرمایا: "ہم نے ایسا وفد کبھی نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنی نماز پڑھی انہوں نے مسجد نبوی میں قیام کیا۔ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انہیں بلاؤ۔" وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ سارا دن آپ کے ساتھ ہمکلام

ہونے کا انتظار کرتے رہے مگر آپ نے ان کے ساتھ گفتگو نہ کی۔ انہوں نے وہی حلے اور سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔

وہ حضرات عثمان غنی اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے۔ یہ ان کو جانتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ مہاجرین اور انصار کی ایک محفل میں تھے۔ انہوں نے ان سے کہا: ''اے عثمان! اے عبد الرحمان! تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہماری طرف مکتوب گرامی لکھا ہے۔ ہم اس کا جواب لے کر حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ ہم آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو سلام کیا ہے مگر آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ ہم سارا دن آپ کے ساتھ ہمکلام ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ مگر آپ نے ہمیں تھکا دیا مگر ہمارے ساتھ ہمکلام نہ ہوئے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا اپنے شہر لوٹ جائیں۔''

ان دونوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''ابو الحسن! ان کے بارے آپ کی رائے کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''میری رائے یہ ہے کہ وہ اپنے حلے اتار دیں۔ انگوٹھیاں اتار دیں۔ سفر کے کپڑے پہن لیں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔'' وفدِ نجران نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے حلے اور انگوٹھیاں اتار دیں۔ سفر کے کپڑے پہنے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب یہ پہلی مرتبہ میری خدمت میں آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان تھا۔''

وفدِ نجران کو دعوتِ اسلام

امام حاکم، ابان مردویہ اور ابو نعیم (امام حاکم نے اس روایت کو صحیح لکھا ہے) نے حضرت ابن عباس سے۔ ابن سعد، عبد بن حمید نے ارزق بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجران کے وفد کو اسلام کی طرف بلایا۔ عاقب سید، عبد المسیح اور ابو حارثہ بن علقمہ نے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسلام لا چکے ہیں۔'' آپ نے انہیں فرمایا: ''تم نے اسلام قبول نہیں کیا۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تین امور تمہیں اسلام سے روکتے ہیں جن میں تم مبتلا ہو۔ صلیب کی تمہاری عبادت، تمہارا خنزیر کھانا اور تمہارا یہ گمان کہ رب تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' پھر انہوں نے آپ سے سوالات کیے۔ آپ نے بھی ان سے سوالات کیے۔ آپ کے اور ان کے مابین سوالات و جوابات ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے عرض کی: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے آپ کا کیا گمان ہے؟ ہم اپنی قوم کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم عیسائیت پر ہیں ہمیں یہ امر مسرور کرتا ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہم ان کے بارے آپ کی رائے معلوم کر لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''آج تو میرے پاس ان کے بارے علم نہیں تم ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ میں تمہیں بتا دوں کہ رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کیا فرماتا ہے۔''

ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو فرماتے سنا:

"میرے اور اہلِ نجران کے درمیان پردہ آگیا۔ نہ میں انہیں نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شدت کے ساتھ آپ سے عداوت رکھ رہے تھے۔"

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے، ابن سعد نے الارزق بن قیس سے، ابن جریر نے سدی سے، ابن جریر اور ابن منذر نے ابو جریج سے روایت کیا ہے کہ وفد نجران نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمارے صاحب کو برے الفاظ سے یاد کیوں کرتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "کس صاحب کو؟" انہوں نے عرض کی: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ آپ کا گمان ہے کہ وہ عبد ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکا تھا۔" یہ سن کر وہ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "نہیں! وہ اللہ ہی تھا جو اپنی سلطنت سے نیچے اترا۔ حضرت مریم کے پیٹ میں داخل ہوا۔ پھر وہ باہر نکل آیا۔ ہمیں ان جیسی قدرت اور امر دکھائیں کیا آپ نے کبھی ایسا انسان دیکھا ہے جو بن باپ پیدا ہوا ہو۔" اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۔ (المائدۃ:۱۷)

ترجمہ: "یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہے۔ اے حبیب آپ فرمائیں کہ کون قدرت رکھتا ہے اللہ کے حکم میں سے کوئی چیز روک دے یعنی اگر وہ ہلاکت کا ارادہ کرے۔"

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۹

(آلِ عمران:۵۹)

ترجمہ: "بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔"

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۶۰ فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۱ اِنَّ ھٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَھُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۲ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۶۳ (آلِ عمران:۶۰ تا ۶۳)

ترجمہ: "یہ حقیقت تیرے رب کی طرف سے بیان کی گئی ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے۔ پس جو جھگڑا کرے اس کے بارے آگیا آپ کے پاس یقینی علم تو آپ کہہ دیجیے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی

اور بیٹیوں کو بھی اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو اور تم کو بھی پھر عاجزی سے التجا کریں پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر بے شک یہی ہے واقعہ سچا نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب حکمت والا ہے پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد پھیلانے والوں کو جانتا ہے۔"

امام حاکم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الدلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے، امام بیہقی نے سلمہ بن عبد یسوع سے وہ اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت حذیفہ سے، ابن سعد نے ازرق بن قیس سے، عبد بن حمید، ابن جریر، ابونعیم نے دلائل میں حضرت قتادہ سے، ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم نے حضرت شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب ان آیاتِ طیبات کا نزول ہوا تو آپ نے وفدِ نجران کو مباہلہ کے لیے بلایا۔ آپ نے فرمایا: "میرے رب تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر یہ قبول نہیں کرتے تو میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں۔" انہوں نے عرض کی: "ابوالقاسم! نہیں! بلکہ ہم واپس جاتے ہیں اور اپنے معاملہ میں غور و فکر کرتے ہیں۔"

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ عیسائیوں کے وفد نے عرض کی: "ہمیں تین ایام کی مہلت دیں۔" انہوں نے ایک دوسرے سے مشاورت کی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی۔ السید العاقب نے کہا: "اے عیسائیوں کے گروہ! تم جانتے ہو بخدا! تم جان گئے ہو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں۔ بخدا! اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو دونوں فریقوں میں سے ایک کو دھنسا دیا جائے گا۔ یہ تمہیں جڑ سے اکھیڑنے کے لیے ہے۔ کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی بھی مباہلہ نہیں کیا۔ مگر اس کا نہ بڑا زندہ رہتا ہے نہ ہی چھوٹا۔" شرحبیل نے کہا: "اگر یہ نبی مرسل ہیں اور ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کرلیا تو ہمارا روئے زمین پر نہ بال رہے گا نہ ناخن۔ سب کچھ ہلاک ہو جائے گا۔" ایک روایت میں ہے "ہم نہ تو کامیاب ہوں گے نہ ہی ہماری نسل رواں ہوگی۔" ایک روایت میں ہے: "اگر تم نے مباہلہ کرلیا تو دونوں میں سے ایک فریق زیر زمین دفن ہو جائے گا۔" انہوں نے پوچھا: "ابومریم! تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے کہا: "میری رائے تو یہ ہے کہ میں انہیں ثالث مان لوں۔ مجھے ایسی ہستی پاک نظر آرہی ہے جو کبھی بھی کسی فیصلے میں زیادتی نہیں کرتی۔"

السید نے کہا "اگر تم نے انکار ہی کر دیا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دین پر ہی قائم رہو گے تو پھر اس شخص کو چھوڑ دو۔ اپنے شہروں کو لوٹ چلو۔" جب مدت متعینہ گذر گئی۔ تو آپ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے۔ آپ انہیں مبارک چادر میں لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت سیدۃ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔ اس وقت آپ کی کئی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ نے فرمایا: "میں دعا مانگتا ہوں اور تم آمین کہنا۔"

امام مسلم، امام ترمذی، ابن منذر، حاکم نے سنن میں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور حضرت علی بن احمر سے روایت کیا ہے کہ آیت مباہلہ کا نزول ہوا تو آپ نے حضرات علی المرتضیٰ، حضرت خاتونِ جنت، امام حسن، اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو

بلایا اور عرض کی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

شرحبیل نے آپ سے ملاقات کی۔ اس نے عرض کی: "میں نے آپ کے مباہلہ سے عمدہ چیز دیکھ لی ہے۔" آپ نے پوچھا: "وہ کون سی چیز؟" اس نے عرض کی: "میں آج رات تک آپ کو ثالث مقرر کرتا ہوں۔ پھر رات سے صبح تک آپ کو ثالث بناتا ہوں۔ آپ ہمارے بارے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔" انہوں نے آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

امام عبدالرزاق، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر اہلِ نجران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مباہلہ کر لیتے پھر واپس جاتے تو وہ نہ اپنے اہل کو پاتے نہ مال کو۔" امام شعبی سے مرسل روایت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ مباہلہ پر اتفاق کر لیتے تو مجھے انہیں ملنے والے عذاب بشیر (بشارت دینے والے) نے دکھا دیا تھا۔ حتیٰ کہ درخت پر پرندہ بھی دکھا دیا تھا۔" حضرت قتادہ نے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر اہلِ نجران مباہلہ کرتے تو ان پر عذاب نازل ہوتا جو انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکتا۔"

اہلِ نجران کی صلح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے۔ ان کے ساتھ مباہلہ نہ کیا۔ دوسرے روز آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ نجران کے لیے لکھوایا (کیونکہ آپ ہی ان کے ثالث تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر پھل، سونے اور چاندی میں، غلام انہی کے لیے چھوڑا۔ یہ ان کے لیے آپ کا حسن سلوک تھا۔ مگر شرط یہ تھی کہ وہ حلوں میں سے دو ہزار حلے پیش کریں گے۔ ہر رجب میں ایک ہزار ہے اور ہر صفر میں ایک ہزار حلے پیش کریں گے۔ ہر حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی ہوگی۔ جو کچھ خراج سے زائد ہوا یا اواقی سے کم ہوئے تو وہ ادائیگی اسی کے حساب سے کریں گے۔ وہ جو زرہیں، گھوڑے، رکابیں یا سامان دیں گے تو یہ اشیاء اسی حساب سے ان سے لی جائیں گی۔ اہلِ نجران میرے قاصدین کو بیس یا اس سے کم روز ٹھہرائیں گے۔ وہ انہیں سامان فراہم کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ ایک ماہ سے زائد تک میرے قاصدین کو روکا نہیں جائے گا۔

جب انہوں نے ان کے ساتھ دھوکہ یا فریب کیا تو ان پر تیس زرہیں تیس گھوڑے اور تیس اونٹ دینے لازم ہوں گے۔ میرے قاصدوں کا جو سامان زرہیں، گھوڑے، رکاب یا سامان چھینا گیا تو یہ اس سامان کے ضامن ہوں گے۔ حتیٰ کہ اسے میرے قاصدوں تک لوٹا دیں۔ نجران اور اس کا ارد گرد اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہوگا۔

ان کے نفوس، ملت، زمین، اموال، غائب، حاضر، قبیلے، گرجے، نمازیں اوران کے ماتحت خواہ کثیر ہوں یا قلیل۔ سب کو پناہ حاصل ہوگی۔ نیز وہ جس امر پر ہیں اسے تبدیل نہیں کریں گے۔ وہ حقوق میں کسی حق کو اور اپنی ملت تبدیل نہیں کریں گے نہ پادریوں میں سے کوئی پادری یا راہبوں میں سے کسی راہب کو تبدیل کیا جائے گا۔ ان پر نہ گھٹیا بات ہے نہ جاہلیت کا خون ہے۔ نہ انہیں اٹھایا جائے گا۔ نہ ہی دسواں حصہ لیا جائے گا کوئی لشکر ان کی زمین کو نہ روندے گا۔ اگر کسی نے حق مانگا تو ان کے مابین انصاف کیا جائے گا۔ نہ وہ ظالم ہوں گے نہ مظلوم۔ بشرطیکہ وہ سود نہ کھائیں۔ جس نے پہلے سے سود کھایا تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔ کسی اور کے ظلم کی وجہ سے کسی دوسرے کی گرفت نہیں کی جائے گی۔ جو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ رب تعالیٰ کی پناہ النبی محمد رسول اللہ ﷺ کا ذمہ ہمیشہ کے لیے ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لے آئے۔ جب تک وہ خیر خواہی کا اظہار کرتے رہے اور انہوں نے ان شرائط پر صلح برقرار رکھی جن پر صلح ہوئی ان پر ظلم نہیں ڈالا گیا۔" حضرت ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف اخری، اقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اس صلح پر گواہ بنے۔"

دوسرے الفاظ میں یوں ہے "اسقف ابوالحارث بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ السید العاقب اور اس کی قوم کے سردار تھے۔ وہ آپ کے پاس ٹھہرے رہے وہ رب تعالیٰ کا کلام مقدس سنتے رہے۔ آپ نے اس اسقف اور اس نے بعد میں نجران کے دیگر پادریوں کے لیے یہ مکتوب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجران کے اسقف ابوالحارث، نجران کے پادریوں، کاہنوں، راہبوں، اہلِ گرجا، غلاموں اور ان کے ماتحتوں کے لیے خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر کی طرف۔

"ان کے پادریوں میں سے کسی پادری کو، کسی کاہن، کسی راہب کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں سے کسی حق کو اور نہ ہی اس اقتدار کو تبدیل کیا جائے گا جس پر وہ ہیں۔ انہیں ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ جب تک وہ خیر خواہی کا اظہار کرتے رہیں اور انہوں نے صلح قائم رکھی ظلم کے ساتھ نہ ان پر بوجھ ڈالا جائے گا نہ ہی وہ ظلم کریں گے۔" یہ تحریر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ جب اسقف نے اس مکتوب گرامی پر قبضہ کرلیا اور اس نے اپنی قوم کی طرف جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اجازت دے دی۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

امام بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے السید العاقب اور ابوحارث بن علقمہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو۔ اگر وہ نبی ہوئے اور ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کرلیا تو ہمارے بعد نہ ہم اور نہ ہی ہماری نسلیں کامیاب ہوں گی۔" انہوں نے عرض کی: "ابوالقاسم! ہم نے مشورہ کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے آپ کو آپ

کے دین حق پر چھوڑ دیں گے۔ ہم اپنے دین پر لوٹ جائیں گے۔لیکن ہمارے ہمراہ ایک امین شخص بھیجیں۔ ہمارے ہمراہ صرف امین شخص ہی بھیجنا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے ساتھ ایک مکمل طور پر امین شخص بھیجوں گا۔" آپ نے اپنے صحابہ کرام کو دیکھا اور فرمایا: "اے ابوعبیدہ! اٹھو" جب وہ اٹھے تو فرمایا: "یہ اس امت (مرحومہ) کے امین ہیں۔" اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔

اہلِ نجران کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے جھگڑا

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت محمد بن ابی محمد سے انہوں نے حضرت سعید بن جبیر یا حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نجران کے عیسائی اور یہودیوں کے علماء بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے ہاں جھگڑا کیا۔ علمائے یہود نے کہا: "حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف یہودی تھے۔" عیسائیوں نے کہا "حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف عیسائی تھے۔ رب تعالیٰ نے اس وقت یہ آیات طیبات نازل کیں۔

يَاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِیۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰىةُ وَالۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَاۤءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران: ۶۵ تا ۶۸)

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب کیوں جھگڑتے ہو تم ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں اتاری گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے رہتے ہو ان باتوں میں جن کا تمہیں کچھ علم نہیں پس اب کیوں جھگڑنے لگے ہو ان باتوں میں نہیں ہے تمہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم نہیں جانتے نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی شرک کرنے والے تھے۔ بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم علیہ السلام سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی کریم ﷺ اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے مومنوں کا۔"

علمائے یہود میں سے ایک شخص نے کہا: "محمد عربی ﷺ کیا آپ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح پوجا

کریں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔' ایک عیسائی نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کا یہ ارادہ ہے، کیا آپ اس کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خدائے تعالیٰ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں یا کسی اور کی عبادت کی دعوت دوں اس ذات پاک نے نہ تو مجھے اس کے ساتھ بھیجا ہے نہ ہی مجھے اس کا حکم دیا ہے اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ (آل عمران:۷۹،۸۰)

ترجمہ: "نہیں ہے کسی انسان کے لیے مناسب جب عطا فرما کر دے اسے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکومت اور نبوت تو پھر کہنے لگے لوگوں سے بن جاؤ میرے بندے اللہ کو چھوڑ کر تو وہ کہے گا بن جاؤ اللہ والے اس لیے کہ تم دوسروں کو تعلیم دیتے رہتے تھے کتاب کی اور بوجہ اس کے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ وہ نہیں حکم دے گا کہ تم بنا لو فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا تو کیا وہ حکم دے سکتا ہے تمہیں کفر کرنے کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔"

پھر اس ذات نے اس معاہدہ کا تذکرہ کیا جو اس نے ان سے اور ان کے آباء سے لیا تھا کہ وہ آپ کی تصدیق کریں اور ان سے اس کے بارے اقرار کرایا تھا۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو ضرور بضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور بالضرور مدد کرنا اس کی اور فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

وفد نجران کا اپنے شہروں کو واپس لوٹنا

جب انہوں نے اپنا خط لے لیا۔ نجران کی طرف واپس آئے اسقف کے ساتھ اس کی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔

نسب میں اس کا چچازاد تھا۔ جسے بشر بن معاویہ کہا جاتا تھا۔ اس کی کنیت ابوعلقمہ تھی۔ وفد نے حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ اسقف کو دیا۔ جب وہ اسے پڑھ رہا تھا ابوعلقمہ اس کے ساتھ ہی تھا۔ جب وہ چل رہے تھے بشر کی اونٹنی اسے لے کر پھسلی۔ بشر نے کہا: ''فلاں ہلاک ہو۔'' مگر اس نے حضور اکرم ﷺ کا نام نہ لیا۔ اس وقت پادری نے اسے کہا: ''بخدا! تو نے بنی مرسل کی ہلاکت کا قول کیا ہے۔'' بشر نے اسے کہا: ''یقیناً میں اپنی اونٹنی کی گرہ نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔'' اس نے اپنی اونٹنی کا رخ مدینہ طیبہ کی طرف کیا۔ اسقف نے اپنی اونٹنی کو اس کی طرف جھکایا اور کہا: ''مجھ سے یہ بات سمجھ لو کہ میں نے یہ بات اس لیے کی ہے تاکہ اہلِ عرب تک یہ بات پہنچ جائے ایسا نہ ہو کہ وہ سمجھیں کہ ہم نے اس کا حق لے لیا ہے یا اس کی صدا پر راضی ہو گئے ہیں۔ یا ہم ان سے وہ کچھ لے کر آئے ہیں جو عرب لے کر نہیں آئے۔ حالانکہ ہم ان سے معزز ہیں۔ ہمارا اتفاق ان سے زیادہ ہے۔'' بشر نے کہا: ''بخدا! جو کچھ تمہارے سر سے نکلا ہے۔ میں اس کی طرف توجہ نہ دوں گا۔'' بشر نے اپنی اونٹنی کو مارا۔ اس نے اسقف کی طرف پیٹھ کی۔

اس نے یہ شعر پڑھے:

الیك تعدو قلقا و ضینها معترضا فی بطنها جنینها
مخالفا دین النصاریٰ دینها

ترجمہ: ''آپ کی طرف اونٹنی اس حال میں بھاگ رہی ہے کہ اس کا کمر بند متحرک ہے۔ اس کے پیٹ میں بچہ اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر رہا ہے اور اس کے سوار کا مذہب عیسائیوں کے مذہب کے برعکس ہے۔''

وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کر لیا۔ وہ آپ کے ہمراہ رہے حتیٰ کہ بعد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا: ''نجران کا وفد آیا تو راھب لیث بن ابی شمر زبیدی آیا وہ اپنے گرجا کے بالاخانے پر تھا۔ اس نے اسے کہا: ''ایک نبی کریم ﷺ تہامہ میں مبعوث ہو چکے ہیں۔'' اس نے تذکرہ کیا کہ نجران کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا ہے۔ انہوں نے انہیں مباہلہ کی پیشکش کی ہے۔ مگر عیسائیوں نے انکار کر دیا ہے۔ بشر بن معاویہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ وہ مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ اس راھب نے کہا: ''مجھے نیچے اتارو ورنہ میں خود کو اپنے اس گرجا سے گرا دوں گا۔'' لوگوں نے اسے نیچے اتارا۔ راھب چند تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ان تحائف میں وہ چادر بھی تھی جسے بعد میں خلفاء پہنتے تھے۔ ان میں ایک پیالہ اور عصا تھا۔ وہ راھب کافی مدت آپ کی خدمت میں رہا۔ وہ قرآن پاک، سنن، فرائض اور حدود دیکھتا رہا۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ آیا۔ اسلام اس کے مقدر میں نہ ہو سکا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب لوٹ آئے گا۔ وہ نہ لوٹا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

ترانوے واں باب

وفدِ نخع

ابن سعد نے نخع کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''بنو نخع نے دو افراد بارگاہِ نبوت میں بھیجے جو وفد بن کر اور ان کے اسلام کا مژدہ لے کر آپ کی خدمت میں گئے تھے۔وہ ارطاہ بن شرحبیل اور ارقم تھے ان کا تعلق بنو بکر کے ساتھ تھا۔وہ عازمِ سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے۔آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کیفیت اور حسنِ ہیئت سے بڑے متاثر ہوئے۔آپ نے ان سے پوچھا:''کیا تم نے اپنی مثل اپنی قوم میں سے کسی کو چھوڑا ہے؟''انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہم نے اپنی قوم کے ستر افراد ایسے چھوڑے ہیں جو سارے کے سارے ہم سے افضل ہیں۔وہ سارے فیصلہ کن بات کرتے ہیں امور کا نفاذ کرتے ہیں۔وہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ مشارکت نہیں کرتے۔''آپ نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے دعائے خیر کی۔آپ نے یوں عرض کی:''مولا!نخع میں برکت فرما۔''آپ نے حضرت ارطاۃ کے لیے جھنڈا باندھا۔یہ جھنڈا فتح مکہ کے روز ان کے ہاتھ میں تھا۔اسی کے ساتھ انہوں نے جنگِ قادسیہ میں شرکت کی۔شہادت نصیب ہوئی۔جھنڈا ان کے بھائی حضرت درید نے تھام لیا۔وہ بھی شہید ہو گئے۔وہ جھنڈا اسیف بن حارث نے تھام لیا۔وہ بھی شہید ہو گئے۔وہ جھنڈا اسیف بن حارث نے تھام لیا اسے لے کر کوفہ داخل ہو گئے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔آپ بنو نخع کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔یا ان کی تعریف کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میرا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہوتا۔(امام احمد،بزار،الطبرانی)

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ سب سے آخری وفد بنو نخع کا تھا جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔یہ یمن سے آئے۔اس وقت ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔نصف محرم الحرام گزر چکا تھا۔ان کی تعداد دو سو تھی۔وہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے پھر اسلام کا اقرار کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ان میں زرارہ بن عمرو بھی تھا۔ابن محمد نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زرارہ بن قیس بن حارث تھا۔یہ نصرانی تھا۔

ابن شاہین نے ابوالحسن المدائنی کی سند سے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ابن کلبی کی سند سے بھی روایت ہے۔

انہوں نے کہا: "ہمیں جرم کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا: "بنونخع کا ایک شخص زرارہ بن عمرو آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنے اس سفر میں ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔" آپ نے پوچھا: "تو نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے عرض کی: "میں نے ایک گدھی دیکھی ہے۔ جسے میں قبیلہ میں چھوڑ آیا تھا۔ گویا کہ اس نے سرخی مائل سیاہ بکری کا بچہ جنم دیا ہے۔" آپ نے اس سے فرمایا: "کیا تو نے کوئی لونڈی پیچھے چھوڑی ہے۔ جو حاملہ ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں! میں نے ایک لونڈی پیچھے چھوڑی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حاملہ تھی۔" آپ نے فرمایا: "اس نے ایک بچہ جنم دیا ہے وہ تمہارا بیٹا ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ سرخی مائل سیاہ کیوں ہے؟" آپ نے اسے فرمایا: "میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیا تم پر برص کا داغ ہے جسے تم چھپاتے ہو۔" اس نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بارے کسی کو کچھ علم نہیں۔ نہ ہی اس پر آپ کے علاوہ کوئی آگاہ ہو سکا۔" آپ نے فرمایا: "اس کی یہ رنگت اسی وجہ سے ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا۔ اس نے دو بالیاں، دو کنگن اور دو بازو بند باندھ رکھے تھے۔" آپ نے فرمایا: "یہ ملکِ عرب ہے یہ اپنی عمدہ ہیئت اور کیفیت میں لوٹ آیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے سیاہ وسفید بالوں والی عورت دیکھی ہے جو زمین سے نکلی ہے۔" آپ نے فرمایا "یہ دنیا کی بقیہ عمر ہے" انہوں نے عرض کی: "میں نے آگ دیکھی جو زمین سے نکلی جو میرے اور میرے چچازاد کے مابین حائل ہو گئی ہے۔ مجھے عمرو نے کہا: "میں نے اسے یوں کہتے ہوئے سنا: "شعلے! شعلے! بینا! نابینا! مجھے کھلاؤ میں تمہیں کھا جاؤں گی۔ میں تمہیں کھا جاؤں گی۔" وہ کیسا فتنہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ وہ سر کی ہڈیوں کی طرح باہم الجھیں گے۔" آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے کے سامنے رکھا۔ اور فرمایا: "جرم کرنے والا سمجھے گا کہ وہ احسان کرنے والا ہے۔ مومن کے نزدیک مومن کا خون پانی پینے سے زیادہ شیریں ہوگا۔ اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو تم یہ فتنہ پالو گے۔ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو تمہارا فرزند یہ فتنہ پالے گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ میں وہ فتنہ نہ پاؤں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! یہ وہ فتنہ نہ پا سکے۔" ان کا وصال ہو گیا۔ ان کا بیٹا باقی رہا۔ وہ ان افراد میں سے تھا۔ جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا۔

❁❁❁❁

چرانوے واں باب

بنو ھلال بن عامر کا وفد

سیرت نگار لکھتے ہیں "زیاد بن عبداللہ بن مالک بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں گئے۔ یہ زیاد کی خالہ تھیں۔ زیاد کی والدہ عزہ بنت حارث تھی۔ یہ اس وقت جوان تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو یہ ان کے پاس تھے۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو غصے ہو کر واپس آ گئے۔ ام المومنین نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا بھانجا ہے۔" آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لائے۔ حضرت زیاد آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے نماز ظہر پڑھی۔ پھر حضرت زیاد کو اپنے قریب کیا۔ اس کے لیے دعا کی۔ اپنا دستِ اقدس ان کے سر پر رکھا۔ پھر ان کی ناک کی طرف نیچے لے آئے۔ بنو ھلال کہتے تھے "ہم حضرت زیاد کے چہرے پر آپ کے دستِ اقدس کی برکت دیکھا کرتے تھے۔ شاعر نے علی بن زیاد کے بارے لکھا ہے:

یا ابن الذی مسح النبی براسہٖ	و دعا له بالخیر عند المسجدٖ
اعنی زیادًا لا ارید سواءہٗ	من غائر او متھم او منجد
ما زال ذالك النور فی عرنیہٖ	حتی تبوأ فی الملحد

ترجمہ: "اے اس ہستی کے فرزند دلبند جس کے سر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس پھیرا تھا۔ اور مسجد نبوی کے پاس اس کے لیے دعائے خیر کی تھی۔ میری مراد حضرت زیاد ہیں۔ میں اس کے علاوہ کسی اور کا ارادہ نہیں کرتا۔ خواہ کوئی نشیبی علاقے، تہامہ یا نجد کا رہنے والا ہو۔ وہ نور مبارک ہمیشہ ان کی ناک پر رہا حتیٰ کہ وہ اپنی آرام گاہ میں تشریف لے گئے۔"

ابن سعد نے علی بن محمد قرشی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ بنو ھلال کے کچھ لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان میں عبد عوف بن اصرم بن عمرو بھی تھے۔ آپ نے ان سے ان کے نام کے بارے پوچھا تو انہوں نے نام بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: "تم عبداللہ ہو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں قبیصہ بن مخارق بھی تھے۔

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنی قوم کا بوجھ اٹھایا ہے۔ اس میں میری مدد کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تمہارے لیے صدقہ میں ہے جبکہ وہ آئے۔''

امام مسلم نے حضرت قبیصہ بن مخارق الہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک بوجھ اٹھا لیا۔ پھر اس کے بارے پوچھنے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ آجائے۔ ہم اس میں سے تمہارے لیے حکم دیں گے۔'' پھر فرمایا: ''قبیصہ! سوال کرنا روا نہیں مگر تین میں سے ایک فرد کے لیے۔

۱۔ وہ شخص جو کسی کا بوجھ اٹھائے۔ اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اسے پورا کردے پھر رک جائے۔

۲۔ وہ شخص جسے اپنی ضرورت پہنچے جو اس سے رقم کا تقاضا کرے اس کے لیے سوال کرنا روا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی کشادگی کے دن آجائیں۔

۳۔ وہ شخص جسے فاقہ آلے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین دانا افراد یہ کہیں کہ فلاں کو فاقہ نے آلیا ہے۔ اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ اس کی زندگی آسودہ حال ہوجائے۔

اے قبیصہ! اس کے علاوہ جو سوال کرنا ہے وہ ہلاکت ہے۔ جو مانگنے والا کھاتا ہے وہ ہلاکت ہے۔''

❁❁❁❁

پچانوے واں باب

وفد ہمدان

وفدِ ہمدان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے جرات کے کپڑوں کے ایسے ٹکڑے پہن رکھے تھے۔جن پر ریشم چڑھا ہوا تھا۔ان میں ذو مشعار میں سے حمزہ بن مالک بھی تھے۔آپ نے فرمایا:''ہمدان کا قبیلہ کتنا عمدہ ہے وہ کتنی جلدی نصرت کرتے ہیں۔کوشش کرنے پر کتنے صابر ہیں۔ان میں اسلام کے ابدال اور اوتاد ہیں۔''انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔حضور اکرم ﷺ نے خارف، یام، شاکر، اہل الھضب اور حقاب الرمل ہمدان کے قبائل کے لیے تحریر بھی لکھوائی۔

زاد المعاد میں ہے۔

''آپ کی خدمت عالیہ میں ہمدان کا وفد آیا ان میں مالک بن نمط، مالک بن ایفع، ضمام بن مالک اور عمرو بن مالک شامل تھے۔انہوں نے آپ سے اس وقت ملاقات کی جب آپ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔انہوں نے الجرات کے کپڑے اور عدن کے عمامے پہن رکھے تھے۔وہ مہریہ اور ارحبیہ میں لکڑی کے کجاووں پر سوار تھے۔مالک بن نمط نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

الیك جاوزن سواد الریف فی ھبوت الصیف والخریف
مخطّماتٍ بحبال اللیف

ترجمہ: ''سرسبز و شاداب اور کثیر درختوں والی بستیوں کو عبور کر کے موسم خزاں اور موسم گرما کے گرد و غبار میں چلتے ہوئے اونٹنیاں آپ کی خدمت میں آئیں جن کی نکیلیں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی کی تھیں۔''

انہوں نے آپ کے سامنے عمدہ اور فصیح گفتگو کی۔آپ نے ان کے لیے تحریر لکھوائی اور اس میں انہیں وہ جاگیر عطا کی جس کی انہوں نے التجاء کی تھی۔حضرت مالک بن نمط کو ان کا امیر مقرر کیا۔انہیں ان کی قوم کے مسلمانوں پر عامل مقرر کیا۔ثقیف کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔ان کے جو مویشی بھی چرنے کے لیے نکلتے یہ ان پر حملہ کر دیتے۔

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔مگر انہوں نے ان کی دعوت پر

لبیک نہ کہا۔میں بھی ان مجاہدین میں شامل تھا۔جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ہم وہاں چھ ماہ ٹھہرے رہے انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔مگر انہوں نے دعوت قبول نہ کی۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خالد کی جگہ جائیں۔انہیں واپس بھیج دیں البتہ جو مجاہد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہنا چاہے وہ ان کے ہمراہ ٹھہر جائے۔"حضرت براء نے فرمایا میں ان افراد میں سے تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹھہر گئے تھے۔جب ہم دشمن کی قوم کے قریب ہوئے۔وہ ہماری طرف نکلے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری ایک ہی صف بنائی۔پھر ہمارے آگے بڑھے۔دشمن کو آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر سنایا۔ہمدان کا سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف عریضہ لکھا جس میں ہمدان کے اسلام کا تذکرہ کیا۔جب آپ نے پڑھا تو آپ سجدہ ریز ہو گئے۔پھر سر اقدس اٹھایا اور فرمایا:"السلام علی ھمدان! السلام علی ھمدان!" اس روایت کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔یہ اس روایت سے اصح ہے جو پہلے گزری ہے۔ہمدان نے نہ تو ثقیف پر حملے کیے تھے نہ ان کے مویشیوں پر حملے کیے تھے ہمدان یمن میں تھے جبکہ ثقیف طائف میں تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"مالک بن نمط آپ کے سامنے کھڑے ہوئے۔عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمدان کے شہروں اور دیہاتوں سے منتخب اور چیدہ افراد تیز رفتار اونٹوں پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔اسلام کے رشتوں میں بندھے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بارے انہیں کسی ملامت گر کی ملامت نہیں پہنچے گی۔ان کا تعلق خارف، یام، شاکر قبائل سے ہے جو اونٹوں والے اور گھوڑوں والے ہیں۔انہوں نے حضور داعی اعظم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا ہے۔بتوں اور معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیا ہے ان کا عہد نہ ٹوٹے گا۔جب تک لعلع کا پہاڑ قائم ہے اور جب تک صیلع میں ہرن چلتے رہیں۔"

آپ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھوائی۔جو اس طرح تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خارف کے قبائل کے لیے، بلند اور ریتلی زمین کے باشندوں کے لیے، ان کے وافد ذوالمستعار مالک بن نمط کے لیے اور ان کی قوم کے ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ان کے لیے ہی ان کی نشیبی اور بلند زمین ہے۔سخت زمین بھی ان کے لیے ہے جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں۔وہ اس کا پھل کھائیں گے۔اس کی چراگاہ میں جانور چرائیں گے۔ہمارے لیے ان کی صوف اور چمڑے میں سے وہی ہے جو وہ امانت اور وعدہ کے مطابق ادا کریں۔صدقہ میں ان کے لیے بوڑھا جانور، عمر رسیدہ جانور، شیر خوار جانور، اور

دبلا پتلا جانور ہے۔ جبکہ ان پر پورے قد کا جوان جانور لازم ہے۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ ہے مہاجرین اور انصار تمہارے گواہ ہیں۔"

اس کے بارے حضرت مالک بن نمط کہتے ہیں۔

ذکرت رسول الله فی فحمة الدجی   و نحن باعلی رحرحان و صلدد

ترجمہ: "میں نے سیاہ شب کی ظلمتوں میں آپ کو یاد کیا جب کہ رحرحان اور صلدد کے بلند مقامات پر مقیم تھے۔"

و هن بنا خوص طلائع تغتلی   بر کبانها فی لاحب متمدد

ترجمہ: "وہ اونٹنیاں ہماری وجہ سے کمزور اور دبلی پتلی ہوگئیں تھیں وہ اپنے شہ سوار کو ایک لمبی اور واضح شاہراہ پر لے کر جارہی تھیں۔"

علی کل فتلاء الذراعین جسرة   تمر بنا مرّ الهجف الخفیدد

ترجمہ: "ہم ایسی اونٹنیوں پر سوار تھے جن کے قدم چوڑے تھے اور وہ برق رفتار تھیں وہ ہمارے ساتھ یوں گزر رہیں تھیں جیسے موٹے اور تازے شتر مرغ کے بچے دوڑتے ہیں۔"

حلفت برب الراقصات الی منی   صوادر بالرکبان من هضب قردد

ترجمہ: "میں نے ان اونٹنیوں کی قسم کھائی جو منی کی طرف رقص کرتی ہوئی جاتیں ہیں وہ اپنے سواروں کو بلند مقامات سے واپس لے کر آتی ہیں۔"

بان رسول الله فینا مصدّق   رسول اتی من عند ذی العرش مهتد

ترجمہ: "کہ حضور اکرم ﷺ کی ہم میں تصدیق کی جاتی ہے۔ یہ عرش والی ذاتِ پاک کی طرف سے آئے ہیں اور یہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

فما حملت من ناقة فوق رحلها   اشد علی اعدائه من محمد

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ سے زیادہ رب تعالیٰ کے دشمنوں پر سخت ذات کو اونٹنیوں نے کبھی کسی سوار کو سوار نہیں کیا۔"

و اعطی اذا ما طالب الدف جاءه   و امضی بحد المشرقیّ المهنّد

ترجمہ: "جو آپ سے زیادہ عنایت کرنے والا ہو جبکہ کوئی نیکی کا خواہش مند آپ کی خدمت میں آئے اور مشرقی ہندی تلوار کو آپ سے زیادہ چلانے والا ہو۔"

❁❁❁❁

چھیانوے واں باب

وائل بن حجر بارگاہِ رسالت مآب میں

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں البزار، الطبرانی اور امام بیہقی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر ملی۔ میں ایک عظیم شہر اور بڑی سلطنت میں تھا۔ میں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں عازم سفر ہوا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے صحابہ کرام نے مجھے بتایا کہ آپ نے میرے آنے سے تین روز قبل صحابہ کرام کو میرے بارے بتا دیا تھا۔"

الطبرانی میں ہے "جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اپنی چادر مبارک میرے لیے بچھا دی۔ مجھے اس پر بٹھایا۔ پھر اپنے منبر پر رونق افروز ہوئے۔ مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اپنے ہاتھ مبارک بلند کیے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

"اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں جو دور کی زمین سے تمہارے پاس آئے ہیں۔ یہ حضرموت سے آئے ہیں۔ یہ اطاعت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ انہیں مجبور نہیں کیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ، اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے دین حق میں رغبت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ یہ بادشاہوں کی اولاد میں سے بقیہ ہیں۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہمیں آپ کے ظہور کی خبر ملی اس وقت ہم عظیم سلطنت اور اطاعت گزاروں میں تھے۔ میں دین حق میں رغبت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔"

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "یہ وائل بن حجر ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ آپ نے اپنی چادر مبارک پھیلائی۔ انہیں اس پر بٹھایا۔ انہیں اپنے ساتھ ملایا۔ منبر پر چڑھایا۔ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: "ان کے ساتھ نرمی برتو۔ انہوں نے ابھی ابھی اپنی سلطنت کو خیر آباد کہا ہے۔" میں نے عرض کی: "میرے اہلِ خانہ میری سلطنت پر غالب آ گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں وہ تمہیں عطا کر دوں گا۔ میں تمہیں اس سے دوگنا عطا کروں گا۔" اس روایت کو ابن سعد اور ابو عمر

نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ایک نے دوسرے سے زائد لکھا ہے۔

ابوعمر نے لکھا ہے کہ یہ حضرت وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل الحضرمی ہیں۔ان کی کنیت ابوھنیدہ حضرمی تھی یہ حضرموت کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے ان کا باپ ان کے بادشاہوں میں سے تھا۔جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام کو ان کی آمد سے قبل ہی ان کی بشارت دے دی تھی۔آپ نے فرمایا:''دور کی سرزمین حضرموت سے تمہارے پاس وائل بن حجر آرہے ہیں وہ اطاعت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم میں رغبت کرتے ہوئے تمہارے پاس آرہے ہیں۔وہ بادشاہوں کے بیٹوں میں سے بقیہ ہیں۔'' جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنا خاص قرب عطا فرمایا۔

الطبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنے منبر پر بٹھایا۔ان کے لیے دعا کی ان کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔یہ دعا مانگی:''مولا! وائل، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں برکت فرما۔''یہ اعلان کیا گیا: ''الصلاۃ جامعۃ'' تاکہ لوگ وائل بن حجر کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئیں۔آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں الحرہ میں ٹھہرائیں۔وہ ان کے ساتھ چلنے لگے۔حضرت وائل سوار تھے۔حضرت معاویہ نے کہا: ''مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں۔''انہوں نے سخت گرم چٹان کے بارے بتایا۔'' حضرت وائل نے کہا:''تم بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والے نہیں ہو۔''انہوں نے کہا:''اپنے جوتے میری طرف پھینک دو۔''انہوں نے کہا:''اگر تم نے انہیں پہن لیا تو میں انہیں نہ پہن سکوں گا۔'' حضرت معاویہ نے کہا:''اس سخت گرم چٹان نے میرے پاؤں جلا دیے ہیں۔'' حضرت وائل نے کہا: ''میری اونٹنی کے سایہ میں چلو تمہارے لیے یہی کافی ہے۔''

جب وہ اپنے شہر کی طرف جانے لگے تو آپ نے ان کے لیے ایک مکتوب لکھوایا جس کا تذکرہ آپ کے مکتوباتِ گرامی میں آئے گا۔

❁❁❁❁

ستانوے واں باب

وفدِ واثلہ بن اسقع

ابن جریر نے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اپنے اہلِ خانہ سے روانہ ہوا۔ میں نے اسلام کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ میں صفوں کے آخر میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے بھی ان کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاس تشریف لائے میں صف کے آخر میں تھا۔ آپ نے پوچھا ''کس لیے آئے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''اسلام کے لیے'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا ہجرت کرو گے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کون سی ہجرت ہجرۃ البانی یا ہجرۃ البادی'' میں نے عرض کی: ''ان میں سے کون سی بہتر ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ھجرۃ البانی یہ ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ٹھہرے۔ ھجرۃ الباری یہ ہے کہ انسان اپنے جنگل میں چلا جائے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم پر اپنی تنگدستی، خوش حالی، خوشی اور غم میں اطاعت لازم ہے۔'' میں نے عرض کی: ''ہاں! آپ نے اپنا دست حق نما آگے بڑھایا۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ آگے کیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں اپنے لیے کچھ استثناء نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا: ''جتنی تم میں استطاعت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''جتنی مجھ میں استطاعت ہے۔'' آپ نے مجھے بیعت فرمالیا۔

اٹھانوے واں باب

وفودِ جن

الحافظ ابونعیم نے لکھا ہے" جنات کا اسلام لانا اور بارگاہِ رسالت مآب میں وفد کی صورت میں حاضر ہونا انسانوں کے وفود کی مانند گروہ بعد گروہ اور قبیلہ بعد قبیلہ تھا۔ وہ مکہ المکرمہ اور ہجرت کے بعد بھی حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ابونعیم نے عمرو بن غیلان الثقفی کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:" اہلِ صفہ میں سے ہر شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ تھام لیا۔ مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ اقدس تھام لیا۔ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کی طرف گئے پھر مجھے لے کر بقیع الغرقد تشریف لے گئے۔ اپنے عصا مبارک سے ایک خط کھینچا پھر فرمایا:" اس میں بیٹھ جاؤ باہر نہ نکلنا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔" پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ میں درختوں میں سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ جب آپ اس جگہ جلوہ افروز ہوئے جہاں سے میں آپ کو دیکھ سکتا تھا تو وہاں سیاہ گرد و غبار اڑا۔ میں نے کہا:" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بنو ھوازن ہے انہوں نے آپ کے ساتھ مکر کیا ہے تا کہ وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کر سکیں۔ میں گھروں کی طرف جاؤں۔ اور لوگوں سے مدد طلب کروں۔" پھر مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس جگہ کو نہ چھوڑوں جہاں میں ہوں۔ میں نے سنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے عصا سے مار رہے تھے اور فرمارہے تھے" بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گئے حتیٰ کہ صبح کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ پھر وہ گرد اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا:" وہ جنات کا وفد تھا۔ انہوں نے مجھ سے زادِ راہ اور سامان کے بارے پوچھا میں نے انہیں ہڈی، گوبر اور لید بطور زادراہ دیا۔ وہ کسی ہڈی کو نہیں پائیں گے مگر وہ اسی طرح پر گوشت ہو جائے گی جس طرح وہ اس دن تھی جب اسے کھایا گیا۔ کوئی لید نہیں دیکھیں گے مگر وہ اس طرح دانوں میں تبدیل ہو جائے گی جس روز اسے کھایا گیا۔

دوسرا قصہ

ابونعیم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب واپس آئے تو فرمایا:" تم میں سے کون ہے جو آج رات میرے ساتھ جن کے وفد کے پاس

جائے گا۔" میں آپ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کے سارے پہاڑ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ ہم دور تک نکل گئے۔ ہم نے طویل شخص دیکھے گویا کہ وہ نیزے ہوں۔ انہوں نے لنگوٹ کسے ہوئے تھے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھ پر شدید لرزہ طاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ خوف کی وجہ سے میری ٹانگیں بھی مجھے نہ اٹھا رہی تھیں۔ جب ہم ان کے قریب گئے تو آپ نے میرے لیے اپنے پاؤں مبارک کے انگوٹھے سے خط (دائرہ) کھینچا۔ آپ نے فرمایا: "اس کے وسط میں بیٹھ جاؤ۔" میرا سارا خوف وتردد ختم ہو گیا۔ میرے اور ان کے مابین آپ تشریف لے گئے۔ قرآن پاک تلاوت کیا وہ طلوع الفجر تک باقی رہے۔ پھر آپ تشریف لائے تو فرمایا: "میرے ساتھ آجاؤ۔" میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ ہم کچھ دور ہی گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "توجہ کرو۔ کیا تمہیں ان میں سے کوئی نظر آرہا ہے؟" آپ نے نیچے سے ہڈی اور لید اٹھایا اور ان کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "انہوں نے مجھ سے زادِ راہ کا سوال کیا میں نے انہیں کہا: "تمہارے لیے ہڈی اور لید ہے۔"

تیسرا قصہ

امام احمد، امام ترمذی اور امام مسلم نے حضرت علقمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا تم میں سے کوئی ایک لیلۃ الجن میں آپ کے ساتھ تھا؟" انہوں نے کہا: "ہم میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ لیکن ایک رات ہم نے آپ کو نہ پایا۔ ہم نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا۔ ہم نے کہا: "آپ کو شہید کر دیا گیا ہے یا دھوکے سے اغواء کر لیا گیا ہے۔" ہم نے بڑی مشکل میں وہ رات بسر کی وقت صبح آپ حراء کی طرف سے تشریف لے آئے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو غائب پایا۔ ہم نے آپ کی جستجو کی مگر آپ کو نہ پایا۔ ہم نے بڑی گھبراہٹ میں وہ رات بسر کی۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس جنات کا داعی آیا۔ میں ان کے پاس گیا۔ میں نے انہیں قرآن پاک سنایا۔" آپ تشریف لے گئے۔ آپ نے ہمیں ان کے نشانات دکھائے۔ ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ انہوں نے آپ سے زادِ راہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "ہر وہ ہڈی جس پر رب تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ ان پر گوشت زیادہ ہو جائے گا۔ ہر گوبر یا لید تمہارے جانوروں کی خوراک بنے گی۔" آپ نے فرمایا: "ان دونوں چیزوں کے ساتھ استنجاء نہ کیا کرو یہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں۔" امام شعبی نے روایت کیا ہے وہ الجزیرہ کے جنات میں سے تھے۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "میں نے ایک رات اس طرح بسر کی کہ میں جنات کو الحجون میں کھڑا ہو کر قرآن پاک سناتا رہا۔" جس روایت میں ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ تھے وہ اس روایت سے صحیح ہے جسے امام ابن جریر نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

کہا: "ہمیں ابوعثمان بن سنہ خزاعی نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "تم میں سے جسے یہ پسند ہو کہ وہ آج رات جنات کے پیچھے حاضر ہونا چاہے وہ اس طرح کر گزرے۔" میرے علاوہ اور کوئی آپ کے ہمراہ نہ آیا۔ ہم آگے روانہ ہوئے جب ہم مکہ مکرمہ کی بلند زمین تک پہنچے تو آپ نے اپنی ٹانگ مبارک سے میرے لیے ایک خط (دائرہ) کھینچا اور مجھے فرمایا کہ میں اس میں بیٹھ جاؤں۔ آپ آگے تشریف لے گئے۔ آپ کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھنے لگے۔ میں نے گدھوں کی طرح کی کوئی چیز دیکھی جو اپنے کپڑوں کے ساتھ نیچے گر رہی تھی اور چل رہی تھی۔ میں نے بہت زیادہ شور و غل سنا حتیٰ کہ میں آپ کے بارے اندیشہ کرنے لگا۔ بہت سی سیاہ مخلوق نے آپ کو گھیر لیا وہ میرے اور آپ کے مابین حائل ہو گئی۔ حتیٰ کہ میں آپ کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ پھر وہ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح جانے لگے۔"

اس کتاب کے آغاز میں ابواب معراج سے قبل جنات کے اسلام پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

❁❁❁❁

ننانوے واں باب

حضرت الیاس علیہ السلام سے ملاقات (بشرطیکہ روایت درست ہو)

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''مجھے حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا: ''تم کون ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم انس ہوں۔'' انہوں نے پوچھا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟'' میں نے کہا: ''وہ آپ کی گفتگو سماعت کر رہے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''آپ کی خدمت میں جاؤ اور میری طرف سے سلام عرض کرو اور آپ سے عرض کرو کہ آپ کے بھائی الیاس آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں۔'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ عرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ان کے قریب ہوئے۔جب آپ ان کے قریب تر ہو گئے۔تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ آگے تشریف لے گئے۔دونوں ہستیاں کافی دیر تک محو گفتگو رہیں۔امام حاکم کے الفاظ ہیں: ''حتیٰ کہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے ان کے ساتھ معانقہ کیا۔سلام پیش فرمایا۔پھر دونوں ہستیاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں۔حضرت الیاس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سال بھر میں ایک دن کھاتا ہوں۔آج میں نے روزہ نہیں رکھا۔ہم مل کر کھائیں۔'' ان کے لیے آسمان سے دسترخوان نازل ہوا۔'' ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے: ''اس میں کھمبی،اجوائن اور انار تھے۔'' امام حاکم نے لکھا ہے ''اس میں روٹی،مچھلی اور اجوائن تھی۔انہوں نے کھایا۔مجھے بھی کھلایا۔پھر انہوں نے نماز پڑھی۔پھر آپ نے انہیں الوداع کہا۔بادل آیا وہ انہیں اٹھا کر لے گیا۔'' میں ان کے کپڑوں کی سفیدی دیکھتا رہ گیا۔وہ شام کی طرف چلے گئے۔''

اس روایت کی سند میں یزید بن یزید الموصلی التیمی ہے۔امام ابن جوزی اور امام ذھبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔امام ذھبی نے لکھا ہے ''ایسی روایت کو صحیح کہتے ہوئے امام حاکم کو رب تعالیٰ سے حیاء کرنی چاہیے تھی۔انہوں نے مستدرک کی تلخیص میں لکھا ہے۔یہ موضوع ہے۔رب تعالیٰ اسے برباد کرے جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔میرا گمان نہیں کہ حاکم تک جہالت پہنچی ہو کہ وہ اس روایت کو صحیح قرار دیں اس روایت کو یزید موصلی نے وضع کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ''جیسے کہ امام بیہقی نے الدلائل میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''جو کچھ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔وہ رب تعالیٰ کی قدرت کے لیے جائز ہے۔رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خصوصیات عطا کیں ہیں وہ اسے ثابت کرتی ہیں مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔جیسے کہ میں نے تذکرہ کر دیا ہے۔اس روایت کو ابن شاہین اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔مگر اس سند میں مجہول راوی ہے۔یہ حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے۔یہ روایت سابقہ روایت سے طویل ہے جس میں منکر الفاظ ہیں۔البتہ اس ضمن میں کچھ بھی صحیح نہیں۔الشیخ نے النکت البدیعات میں لکھا ہے۔ ''اس روایت کو امام حاکم نے اور امام بیہقی نے الدلائل میں لکھا ہے۔انہوں نے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔

باب نمبر سو

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات (بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

ابن عدی اور امام بیہقی نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف سے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے سے گفتگو سماعت کی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ ''مولا! جس چیز کے خوف میں تو نے مجھے مبتلاء کیا ہے اس سے نجات دینے میں میری مدد فرما۔'' جب آپ نے یہ فقرہ سنا تو آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اسی جیسا دوسرا وصف بھی ملا لو۔'' اس شخص نے کہا: ''مولا! مجھے صالحین جیسا شوق اس چیز کی طرف عطا فرما جس چیز کا شوق تو نے انہیں عطا کیا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے کہو: ''تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ آپ کے لیے مغفرت طلب کرو۔'' حضرت انس اس شخص کے پاس پہنچے اور اسے آپ کا پیغام دیا۔ اس شخص نے کہا: ''انس! کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میری طرف قاصد ہو۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' اس شخص نے کہا: ''آپ کی خدمت میں جاؤ۔ عرض کرو کہ رب تعالیٰ نے آپ کو سارے انبیائے کرام پر یوں فضیلت دی ہے۔ جیسے رمضان المبارک کو سارے مہینوں پر فضیلت دی ہے۔ اس ذات پاک نے آپ کی امت کو دیگر امم پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے جمعۃ المبارک کو سارے ایام پر فضیلت دی ہے۔'' آپ دیکھنے گئے تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

دارقطنی نے الافراد میں، الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے تین اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا۔ میں نے پانی اٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے ایک صدا سنی کوئی صدا لگا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''انس! خاموش ہو جاؤ۔'' میں خاموش ہو گیا۔ آپ نے سماعت فرمایا۔ کوئی کہہ رہا تھا ''مولا! اس چیز پر میری مدد فرما جو مجھے اس خوف سے نجات عطا کر دے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کاش! اس کے ساتھ تم اس کا دوسرا وصف بھی بیان کرتے۔'' گویا کہ اس کو الہام کر دیا گیا جو آپ کا ارادہ تھا۔ اس نے عرض کی: ''مجھے صالحین کا شوق اس چیز کی طرف عطا فرما جس کا شوق تو نے انہیں عطا کیا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انس! یہ پانی ادھر ہی چھوڑ دو اس شخص کے پاس جاؤ۔ اسے کہو کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا کرے کہ رب تعالیٰ ان کی اس پیغام پہنچانے پر مدد کرے جس کے ساتھ انہیں مبعوث کیا گیا ہے۔ ان کی امت کے لیے دعا کرے کہ وہ اس امر کو مضبوطی سے پکڑ

لیں جوان کے نبی برحق ﷺ لے کر آئے ہیں۔" اس شخص نے مجھے کہا: "تمہیں کس نے بھیجا ہے؟" میں نے اسے بتانا ناپسند کیا۔ میں نے اس کے بارے آپ سے اذن طلب نہیں کیا تھا۔ میں نے اسے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اس سے تمہیں کیا نقصان ہے کہ مجھے کس نے بھیجا ہے؟" وہ دعا مانگیں جو میں نے کہی ہے۔ اس نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ تم مجھے یہ بتادو کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے۔" میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس شخص نے آپ کے لیے اس وقت تک دعا مانگنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ میں اسے بتادوں کہ مجھے کس نے بھیجا ہے؟" آپ نے فرمایا "اس کے پاس جاؤ اسے کہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔" میں اس کے پاس آیا۔ میں نے اسے بتایا۔ اس نے مجھے کہا: "میں اس امر کا زیادہ مستحق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور عرض کرنا کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اور آپ سے عرض کرتے ہیں "رب تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیائے کرام پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے سارے مہینوں پر رمضان المبارک کو فضیلت دی ہے اور آپ کی امت کو دیگر امم پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے اس نے جمعۃ المبارک کو سارے دنوں پر فضیلت دی ہے۔" حضرت انس نے فرمایا: "جب میں واپس جانے لگا تو میں نے یوں کہتے ہوئے سنا۔ "مولا! مجھے اس امت میں سے کر دے جو ہدایت یافتہ ہے جس پر رحم کیا گیا ہے جس کی توبہ قبول کرلی گئی ہے۔"

الشیخ نے النکت البدیعات میں لکھا ہے "امام بیہقی نے عمرو بن عوف المزنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بشیر بن جبلہ ہے جس نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کیا ہے۔ یہ موضوع نسخہ ہے۔ عبداللہ بن نافع متروک ہے۔ حضرت انس کی روایت کی سند میں وضاح بن عباد کوفی ہے۔ اس کے بارے بھی کلام کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں "عمرو بن عوف کی روایت کو بیہقی نے الدلائل میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے اور بھی طرق ہیں جن میں وضاح بن عباد نہیں۔ ریاح بن عبیدہ نے کہا ہے "میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کا سہارا لیا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص بے مروت شخص ہے۔ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو میں نے کہا: "ابوحفص! آپ کے ساتھ وہ شخص کون تھا جو ابھی ابھی آپ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھا۔" انہوں نے مجھ سے پوچھا: "ریاح! کیا تم نے اسے دیکھا ہے۔" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "تم نے ایک صالح شخص دیکھا ہے۔ وہ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب والی بن جاؤں گا۔ میں عدل کروں گا۔" ریاح کی یہ روایت ریح (ہوا) کی طرح ہے۔

میں کہتا ہوں۔ الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے "حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء کی روایات میں یہ روایت سب سے اصح ہے۔

ایک سو ایک نمبر باب

ھامہ بن اھیم بن لاقیس بن ابلیس سے ملاقات اور اس کا اسلام لانا (بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں، العقیلی نے الضعفاء میں، ابن مردویہ نے التفسیر میں ابوسلمہ بن محمد بن عبداللہ انصاری سے۔ انہوں نے محمد بن ابی معشر سے، انہوں نے عبدالعزیز بن ابی بجیر سے، انہوں نے ابومعشر سے انہوں نے حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، ابونعیم نے الحلیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں، مستغفری نے "الصحابہ" میں، اسحاق بن ابراہیم المنجنیقی نے ابومحسن حکم بن عمار کی سند سے امام زہری سے اور انہوں نے حضرت سعید بن میسب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام فاکہی نے کتاب مکہ میں عزیز الجریحی نے ابن جریج سے، انہوں نے حضرت عطاء سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے باہر تہامہ کے پہاڑ پر جلوہ افروز تھے کہ ایک بزرگ آیا جو اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ یا اس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ تو جنات کا لب ولہجہ اور چال ڈھال ہے۔ تو کون ہے؟" اس نے عرض کی: "میں ھامہ بن اھیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے اور ابلیس کے مابین صرف دو باپ ہیں۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "تو نے کتنا عرصہ گزارا ہے؟" اس نے عرض کی: "دنیا نے اپنی عمر برباد کر دی ہے۔ مگر تھوڑی سی باقی ہے۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اس وقت میں چند سالوں کا بچہ تھا۔ میں کلام سمجھ لیتا تھا۔ ٹیلوں پر چلتا تھا۔ میں کھانا خراب کرنے اور قطع رحمی کا حکم دیتا تھا۔ لوگوں کے مابین جنگ وجدل کی آگ بھڑکاتا تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! زیرک بزرگ اور ملامت کا نشانہ بننے والے جوان کا عمل کتنا برا تھا؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب ملامت نہ کریں۔ میں نے حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھوں توبہ کر لی تھی۔ میں ان افراد میں سے تھا جو ان پر ایمان لائے تھے۔ میں انہیں لگاتار اس بددعا پر عتاب کرتا رہا۔ جو انہوں نے اپنی قوم کے لیے مانگی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ان پر رونے لگتے میں بھی رونے لگتا۔

انہوں نے کہا: ''یقیناً میں اس پر نادم ہونے والوں میں سے ہوں اور میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''میں نے عرض کی: ''نوح! میں سعید و شہید ہابیل کی خون ریزی میں شامل تھا۔ کیا آپ میرے لیے توبہ پاتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''اے ہام! بھلائی کا قصد کرلو۔ حسرت اور ندامت سے قبل بھلائی کر گزرو۔ رب تعالیٰ نے جو کلام مجھ پر نازل کیا ہے۔ میں نے اس میں پڑھا ہے کہ خواہ کوئی شخص کتنا ہی گناہ گار ہو۔ جب وہ توبہ کرتا ہے رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اٹھو، وضو کرو اور رب تعالیٰ کے لیے دو سجدے کرو۔'' میں نے اسی طرح کیا جس طرح انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ انہوں نے مجھے صدا دی ''اپنا سر اٹھاؤ تمہاری توبہ کی قبولیت کا مژدہ آسمان سے آگیا ہے۔'' میں رب تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر پڑا۔

میں حضرت ھود علیہ السلام کے ہمراہ ان کی مسجد میں تھا۔ میں ان کی قوم کے ساتھ تھا جو ان پر ایمان لائی۔ میں انہیں اس بددعا پر عتاب کرتا رہا جو انہوں نے اپنی قوم کے لیے کی تھی۔ حتیٰ کہ وہ رونے لگے۔ مجھے بھی رلاتے۔ انہوں نے کہا: ''یقیناً میں اس پر نادم ہوں اور میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی زیارت کی۔ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ معزز مقام پر تھا۔ میں حضرت الیاس علیہ السلام کو وادیوں میں پھینکتا تھا۔ اب بھی انہیں پھینکتا ہوں۔ جب حضرت خلیل علیہ السلام کو آتش نمرود میں پھینکا گیا تو میں ان کے ساتھ تھا۔ میں ان کے اور منجنیق کے مابین تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس سے نکال لیا۔ میں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے مجھے تورات سکھائی۔ انہوں نے مجھے کہا: ''اگر تم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ملاقات کرلو تو انہیں میرا اسلام دینا۔'' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا: ''اگر تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرلو تو میرا اسلام عرض کرنا'' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو سلام پہنچا دیا ہے اور آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام! ھامہ! تم پر بھی سلام! تمہاری کیا حاجت ہے؟'' اس نے عرض کی: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات سکھائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے انجیل کی تعلیم دی۔ آپ مجھے قرآن پاک سکھا دیں۔'' آپ نے اسے سورہ المرسلات، اور سورۃ عم یتساءلون کی تعلیم دی۔ اذا الشمس کورت، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تعلیم دی۔ سورۃ الاخلاص سکھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ الواقعہ کی تعلیم دی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسے دس سورتیں سکھائیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اسے فرمایا: ''ھامہ! امانت کی ادائیگی کو لازم پکڑو۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ساتھ اسی طرح کریں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ انہوں نے مجھے

تورات کی تعلیم دی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے قرآن پاک کی تعلیم دی آپ نے فرمایا: "ھامہ! ہمیں اپنی ضرورت بیان کیا کرو اور ہماری زیارت کو ترک نہ کرنا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ وہ ہمارے پاس نہ آیا ہم نہیں جانتے کہ کیا وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔"

امام بیہقی نے اس روایت کو محمد بن ابی معشر سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے "اسے بڑے بڑے آئمہ نے روایت کیا ہے لیکن محدثین نے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔" انہوں نے لکھا ہے "اسے ایک اور سند سے بھی روایت کیا گیا ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے۔"

ہمارے شیخ نے الجامع الکبیر میں لکھا ہے "امام بیہقی کی سند اسے قوی کرتی ہے اور عقیلی کی سند اسے کمزور کرتی ہے۔"

ابن جوزی نے اسے عقیلی کی سند سے الموضوعات میں لکھا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ حضرات انس اور ابن عباس وغیرہما سے اس کے شواہد بھی مروی ہیں۔ جو اپنے مقام پر آئیں گے۔

اللآلی المصنوعہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

النکت البدیعات میں ہے: "یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے۔" اس سند میں اسحاق بن بشر کاھلی کذاب ہے۔ اس روایت میں محمد بن عبداللہ انصاری ہے۔ اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

میں کہتا ہوں "امام بیہقی نے اس روایت کو الدلائل میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر کاہلی نہیں۔ عقبہ نے لکھا ہے کہ اس سند میں ابو معشر ہے اسے بڑے بڑے آئمہ نے روایت کیا ہے مگر محدثین نے اسے ضعیف لکھا۔ اس روایت کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے جو اس سے قوی ہے۔ انہوں نے اس سے اسحاق کی سند کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی ایک اور سند ہے۔ ابو نعیم نے الدلائل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس سے ایک سند بھی مروی ہے جس میں ابو سلمہ نہیں۔ ابو نعیم نے اسے ان ساری اسناد سے روایت کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔

❀❀❀❀

ایک سو دونمبر باب

درندوں کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا

ابوسعید بن منصور، البزار، ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک بھیڑیا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی دم ہلانے لگا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے یہ تمہارے پاس اس لیے آیا ہے تاکہ تم اپنے اموال میں سے کچھ اس کے لیے مختص کردو۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نہیں، بخدا! ہم اپنے اموال میں سے اس کے لیے کچھ بھی مختص نہیں کریں گے۔'' ایک شخص اٹھا۔ اس نے بھیڑیے کو پتھر مارا۔ وہ غراتا ہوا چلا گیا۔

ابونعیم اور امام بیہقی نے امام زھری کی سند سے حمزہ بن ابی اسید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کے جنازہ کے لیے تشریف لے گئے۔ رستہ میں ایک بھیڑیا بازو پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بھیڑیا سامنے آگیا ہے تم اس کے لیے ایک حصہ مختص کردو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مختص کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''سال بھر کے لیے چرنے والے جانوروں میں سے ایک بکری۔'' انہوں نے عرض کی: ''یہ بہت زیادہ ہے۔'' آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھالیا کرو۔''

ابن سعد، ابونعیم نے حضرت مطلب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے کہ ایک بھیڑیا حاضر خدمت ہوا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ آپ کے سامنے آواز نکالنے لگا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ درندوں کا نمائندہ بن کر تمہارے پاس آیا ہے۔ اگر پسند کرو تو اس کے لیے کچھ مختص کردو۔ یہ امر اسے دوسری چیزوں سے باز رکھے گا۔ اگر پسند کرو تو اسے چھوڑ دو۔ جو یہ لے لے گا وہی اس کا رزق ہوگا۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے نفوس خوش دلی کے ساتھ اس کے لیے کچھ بھی مختص نہیں کرتے۔ آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا کہ ان پر حملہ کرکے اچک لیا کرو۔ وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے نکل گیا۔

دارمی، ابن منیع نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے شمر بن عطیہ کی سند سے مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا'' آپ نے نماز فجر ادا کی۔ آپ کے قریب ایک سو بھیڑیے آگئے۔ وہ بیٹھ گئے۔ وہ بھیڑیوں کے وفود تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ بھیڑیوں کے نمائندہ ہیں یہ تم سے کہہ رہے ہیں کہ تم ان کے لیے اپنا فالتو کھانا مختص کر دو اس کے علاوہ جانور محفوظ ہوں گے۔" صحابہ کرام نے اپنی ضروریات بتائیں۔ آپ نے بھیڑیوں سے فرمایا: "تم خود ہی جانوروں کے قریب ہو جایا کرو۔" وہ باہر نکل گئے۔ وہ آواز نکال رہے تھے۔

محمد بن عمر، ابونعیم نے سلیمان بن یسار سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت چٹان پر دیکھا۔ اچانک آپ کے سامنے ایک بھیڑیا کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ چرنے والے جانوروں میں سے ایک بکری مانگ رہا ہے۔" صحابہ کرام نے انکار کر دیا۔ آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے اشارہ کیا۔ وہ چلا گیا۔

الصلوٰۃ والسلام علی خیر البریّۃ محمد النبی الامی و علی آلہ و صحبہٖ وسلم تسلیما کثیرا دائما الی یوم الدین۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

خاکپائے ملتِ بیضاء

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

❁❁❁❁

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد

فِی

سیرتِ خیرُ العبادؐ (اُردو)

ہفتم - ہشتم

7 - 8

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

سبل الهدیٰ والرشاد

فی سیرة خیر العباد ﷺ

(اردو)

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۰ لاہور

Voice:042-37248657 Fax:042-37112954

Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email : zaviapublishers@gmail.com

ابو طاہر محمد زین العابدین

(اردو ترجمہ)

سُبُل الھُدیٰ والرَّشاد
فی سیرۃ خیر العِباد

جلد ساتویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

2014ء

باراول......................1100

ہدیہ.........................1050

زیرِ اہتمام............... نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز | شوروم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37248657 042-37300642

Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ غوثیہ، ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ حسان، فیضان مدینہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0331-2476512
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467

فہرست (جلد۷)

آپ کے جانور

آپ کا سفر اور واپسی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات معنویہ

پہلا باب

عقل وفہم کی کثرت

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اکہتر (71) کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے ہر کتاب میں پڑھا ہے کہ ابتدائے دنیا سے لے کر انتہائے دنیا تک سارے انسانوں کو رب تعالیٰ نے عقل و دانش کی جو خوبیاں عطا کی ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہم و ذکاء سے اتنی مناسبت بھی نہیں رکھتیں جتنی دنیا کے سارے ریگستانوں کی ریت کے سامنے ایک ذرہ کی حیثیت ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقل و دانش سب لوگوں سے زیادہ عطا کی گئی تھی (حکیم ترمذی، ابونعیم ابن عساکر)

داؤد بن مجر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ روایت مرفوع نقل کی ہے" آپ سارے لوگوں سے افضل اور سب سے بڑھ کر دانا ہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" (یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات ہیں)" عوارف المعارف میں کسی عظیم شخصیت کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ اس نے کہا:" عقل و دانائی کے ایک سو اجزاء ہیں۔ ان میں سے ننانوے (۹۹) اجزاء آپ کی ذات والا میں موجود ہیں جبکہ بقیہ ایک جز سارے لوگوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔"

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جو شخص اس امر میں غور وخوض کرے گا کہ آپ نے مخلوق کے ظاہر اور باطن کو سنوارنے کے لیے کیا تدبیر فرمائی۔ خواص اور عوام کے لیے کیسی حکمت عملی اپنائی حالانکہ رب تعالیٰ نے آپ کو عجیب شمائل و خصائل سے نوازا تھا۔ عمدہ سیرت طیبہ عطا کی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ علم وعرفان کی بے کرانیوں سے نوازا تھا۔ شریعت مطہرہ میں آپ کو استحکام بخشا تھا۔ حالانکہ آپ نے پہلے کسی سے علم حاصل نہ کیا تھا پہلے نہ تو کبھی اس طرح کی مشق کی تھی نہ ہی کتب کا مطالعہ فرمایا تھا۔ تو اس شخص کو آپ کی عقل و دانش کی صلاحیتوں میں کوئی شک نہیں رہے گا۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ آپ

اتنے ذہین تھے کہ کسی معاملہ کو پہلی بار ہی پوری طرح سمجھ جاتے تھے۔ اسی عقل و دانش سے پختہ رائے، عمدہ اور درست ذہانت، حسن ظن، انجام پر نظر، نفس کی اصلاح، شہوت کے ساتھ مجاہدہ، عمدہ تدبیر، اچھا انتظام، فضائل کا انتخاب اور برے امور سے اجتناب کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ (آپ اس خوبی میں اس انتہا تک پہنچے ہوئے تھے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی بشر ان رفعتوں پر فائز نہ تھا)

جو اہل عرب کے لیے آپ کی حسن تدبیر پر غور کرے گا۔ وہ اہل عرب جو آوارہ جانور کی طرح تھے۔ وہ نفرت انگیز طبیعتوں کے حامل تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ کیسی تدبیر فرمائی۔ ان کی جفا برداشت کی۔ ان کی اذیتوں پر صبر کیا حتیٰ کہ وہ آپ کی طرف جھک گئے۔ آپ کے ہاں جمع ہو گئے۔ اپنے اہل خانہ کو چھوڑ کر اپنے آباء اور بیٹوں کے خلاف جہاد کیا آپ ﷺ کو اپنی جانوں پر ترجیح دی۔ آپ کی رضا کے لیے انہوں نے اپنے وطنوں کو خیر آباد کہا۔ عزیز و احباب کو الوداع کیا یہ آپ ﷺ کی کسی گزشتہ مشق کی وجہ سے نہ تھا۔ نہ ہی کتب کے مطالعہ کی بنا پر تھا جن سے آپ نے گزشتہ لوگوں کے طریقے سیکھ لیے ہوں۔ اس شخص کے لیے یہ بات متحقق ہو جائے گی کہ آپ سارے لوگوں سے دانا ہیں۔ جب آپ کی عقل مبارک ساری عقلوں سے وسیع ہے تو یقیناً آپ کے اخلاق عالیہ بھی اتنے وسیع ہوں گے کہ ان میں کوئی تنگی نہ ہوگی۔

تنبیہات

١ دراصل العقل مصدر ہے جو عقل البعیر سے مشتق ہے اس سے مراد اونٹ کو رسی سے باندھنا ہے تاکہ وہ اٹھ نہ سکے۔ یا یہ الحجر سے ماخوذ ہے جس کا معنی روکنا ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝٥

"یقیناً اس میں قسم ہے عقلمندوں کے لیے۔"

کیونکہ یہ اپنے صاحب کو سمجھاتا ہے۔ اسے خطا سے روک دیتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ انسان بالغ بھی ہو جائے تو وہ شریعت مطہرہ کا مکلف بن جاتا ہے۔

٢ عقل کے مقام میں اختلاف ہے۔ شوافع اور جمہور متکلمین کہتے ہیں کہ اس کا ٹھکانہ دل ہے امام بخاری نے الادب میں امام بیہقی نے الشعب میں چند اسناد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عقل دل میں، رحمت جگر میں، رأفت تلی میں اور نفس پھیپھڑے میں ہوتا ہے۔ لیکن اکثر اطباء اور احناف کہتے ہیں کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے پہلے گروہ کے دلائل یہ ہیں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ ﴿ق: ۳۷﴾

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل (بینا) رکھتا ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا: "جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سنو! وہ دل ہے" آپ نے جسم کی اصلاح اور فساد کو دل کے تابع کیا حالانکہ دماغ کا تعلق بھی جسم کے اعضاء کے ساتھ ہی ہے۔ طبیبوں کی دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ عقل دماغ میں ہے جب یہ خراب ہوتا ہے تو عقل خراب ہو جاتی ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمادی ہے کہ عقل کی خرابی سے دماغ بھی خراب ہو جاتا ہے کیونکہ عقل اس میں نہیں یعنی اس میں کوئی رکاوٹ ہے۔

◆ عقل کی حقیقت و ماہیت میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ امور میں تثبت کا نام ہے کیونکہ اپنے احباب کو سمجھاتا ہے کہ وہ ہلاکتوں میں نہ گریں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ تمیز ہے جس کی بناء پر انسان سارے حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ نور ہے جو ادراک کا فائدہ دیتا ہے یہ قلیل و کثیر ہوتا رہتا ہے جب یہ قوی ہوتا ہے تو انسان کو خواہشات کے تعاقب سے روکتا ہے۔

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عقل سے مراد علوم ضروریہ ہیں جو سننے، دیکھنے اور گفتگو کے حواس عطا کرتے ہیں یا یہ حواس کے ذریعے حاصل نہیں ہوتے۔

صاحب القاموس نے لکھا ہے کہ اشیاء کی صفات مثلاً ان کا حسن، قبح، کمال اور نقصان جاننے کا نام علم ہے یا یہ دو بھلائیوں سے عمدہ یا دو شروں میں سے زیادہ شر کا علم ہے۔ یا ان امور پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جن کی تقویت سے قبح اور حسن میں امتیاز ہوتا ہے اور ان معانی پر اطلاق ہوتا ہے جو ذہن میں جمع ہوں یہ ان مقدمات (پیش رو امور) کے ساتھ ہوتا ہے جن سے اغراض اور مصلحتیں واضح ہوتی ہیں، یہ اس ہئیت کا نام بھی ہے جو انسان میں قابل ستائش ہوتی ہے۔ جو اس کی حرکات و سکنات میں سے قابل ستائش ہوں۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ روحانی نور ہوتا ہے اس کے ذریعے نفس علوم ضروریہ اور نظریہ حاصل کرتا ہے اس کے وجود کی ابتداء بچے کے جنین بننے سے ہوتی ہے۔ یہ بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ یہ بلوغت کے وقت مکمل ہو جاتا ہے۔

◆ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عقل کی کئی اقسام ہیں:

(۱) غریزی: یہ ہر آدمی میں ہوتا ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہو۔ (۲) کسبی: یہ وہ فعل ہے کہ جسے انسان دانشمندوں کے ساتھ مل کر حاصل کرتا ہے۔ یہ کافر کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ (۳) عطائی: اس سے مراد مومن کی عقل ہے۔ جس کی وجہ سے اسے ایمان کی طرف ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ (۴) زہاد کی عقل: فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اگر ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا جائے جو سارے انسانوں سے زیادہ دانا ہوں تو اسے زاہدوں کی طرف پھیر دیا جائے۔ (۵) شرفی: اس سے مراد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل مبارک ہے۔ کیونکہ وہ ساری عقول سے زیادہ شرف والی ہے۔

۵ عقل اور علم کی فضیلت میں اختلاف کیا گیا ہے شیخ، علامہ، امام محی الدین کافیجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے تحقیق یہ ہے کہ علم افضل ہے کیونکہ یہ اس امر کے زیادہ قریب ہوتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کی طرف لے جائے عقل اس اعتبار سے افضل ہے کہ یہ علم کی اصل اور منبع ہے۔

۶ حدیث پاک میں ہے کہ سب سے پہلے رب تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اسے فرمایا "آجا" وہ آگئی۔ اسے فرمایا "چلی جا" وہ چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مجھے اپنے جلال اور عزت کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق نہیں بنائی جو تجھ سے زیادہ معزز ہو۔ میں تجھ سے ہی گرفت کروں گا۔ اور تجھ سے ہی دوں گا" اس روایت کو عدی اور عقیلی نے الضعفاء میں حضرت ابوامامۃ سے، ابونعیم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، یہ روایت بہت ضعیف اور رواھیہ ہے۔ میں نے اسے بیان کر دیا ہے۔

❀❀❀❀

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۞ (ن)

ترجمہ: ''اور بیشک آپ عظیم الشان خُلق کے مالک ہیں۔''

ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے الادب المفرد میں، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی، امام منذر، امام حاکم، امام بیہقی، ابن مردویہ نے یزید بن بابنوس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اخلاق عالیہ کے بارے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''آپ سے بڑھ کر کوئی شخص عمدہ اخلاق کا مالک نہ تھا''، دوسری روایت میں ہے: ''آپ خُلق کے اعتبار سے سارے لوگوں سے عمدہ تھے آپ کا خُلق قرآن تھا۔ وہ اس کی رضا کی وجہ سے راضی اور اس کے غصے کی وجہ سے ناراض ہوتے تھے۔ آپ فحش گو نہ تھے۔ نہ فحش گوئی کار دفحش گوئی سے کرتے تھے نہ بازاروں میں شور وغل کرتے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ درگزر اور معاف کر دیتے تھے۔'' پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورۃ المومنین کو پڑھو سائل نے اس سورت کی ابتدائی دس آیات طیبات پڑھیں تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اسی طرح تھے۔

ابن مبارک، عبداللہ بن حمید، ابن منذر، بیہقی نے الدلائل میں حضرت عطیۃ الصوفی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت طیبہ میں قرآن پاک کے ادب پر مثال ہے۔

امام احمد، خرائطی، ابویعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں صالح الاخلاق کی تکمیل کروں، امام مالک کی روایت میں ''حسن الاخلاق'' اور امام بزار کی روایت میں مکارم الاخلاق کے الفاظ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: ''مولا! جس طرح تو نے میری تخلیق کو حسین بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی عمدہ بنادے۔''

علامہ بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھے مشقت میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ مجھے معلم اور آسانیاں پیدا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔''

امام شعبی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب بھی آپ کو دو امور میں سے اختیار دیا گیا

تو آپ نے ان میں سے آسان کو منتخب فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ اس سے سارے لوگوں سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے۔ آپ نے اپنے نفس نفیس کے لیے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ کہ رب تعالیٰ کی حرمت کی خلاف ورزی کی جاتی، امام مسلم کی روایت میں ہے "حضور اکرم ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے کسی کو نہیں مارا نہ کبھی اپنے کسی خادم کو مارا مگر آپ راہِ خدا میں جہاد فرماتے تھے۔ آپ سے کوئی چیز نہ لی گئی جس کا آپ نے کسی سے انتقام لیا ہو۔ مگر رب تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی حرمت کی خلاف ورزی کی جاتی تو رب تعالیٰ کے لیے اس سے انتقام لیتے۔"

یعقوب بن سفیان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور رحمت عالم ﷺ نہ فحش گو تھے نہ فحش گوئی کا جواب دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "تم میں بہترین وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے بعض اوصاف جو تورات میں مذکور تھے ان میں سے بعض قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ انہوں نے حدیث پاک بیان کی اس میں ہے" آپ نہ تو سخت تھے نہ تند خو تھے نہ ہی بازاروں میں شور وغل کرنے والے تھے نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف کرتے اور درگزر فرماجاتے تھے۔"

امام احمد، شیخان اور خرائطی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے دس سال تک آپ کی خدمت کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی (ایک روایت میں گیارہ سال کا تذکرہ ہے) جبکہ میں آٹھ سال کا تھا میں نے سفر وحضر میں یہ سعادت حاصل کی۔ بخدا آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا تھا۔ نہ ہی آپ نے مجھے اس کام کے بارے میں کہا تھا جو میں نے کیا تھا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا تھا اس کے بارے مجھے یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہ کیا نہ ہی اس کام کے بارے میں فرمایا جسے میں نے کیا تھا کہ تم نے یہ برا کام کیا ہے نہ ہی مجھ پر کبھی کوئی عیب لگایا آپ نے مجھے کسی ایسے امر کا حکم کبھی نہ دیا تھا جس میں میں نے سستی کا مظاہرہ کیا ہوتا۔ اگر میں نے کوئی کام ضائع کر دیا ہوتا تو آپ مجھے ملامت نہ کرتے نہ ہی آپ کے اہل خانہ میں سے کوئی شخص مجھے ملامت کرتا۔ آپ فرماتے "اسے چھوڑ دو اگر مقدر میں ہوتا تو اس طرح ضرور ہو جاتا ایک دن آپ نے مجھے ضروری کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا "بخدا! میں کبھی بھی نہیں جاؤں گا" میرے دل میں تھا کہ میں اس کام کے لیے ضرور جاؤں گا جس کا حکم مجھے آپ نے دیا ہے میں بچوں کی طرف گیا وہ بازار میں کھیل رہے تھے۔ آپ نے پیچھے سے مجھے گدی سے پکڑ لیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: "انس! اس کام کے لے جاؤ جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، میں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ! میں جاتا ہوں۔"

امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نہ تو گالی گلوچ کرنے والے تھے نہ ملامت کرنے والے اور نہ ہی فحش گو تھے جب ہم میں سے کسی کو خطاب فرماتے تو فرماتے "اسے کیا ہوا ہے۔ اس کی پیشانی

خاک آلود ہو' امام احمد اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: 'اگر کوئی (لونڈی) یا غلام آپ کا ہاتھ تھام لیتا تو آپ اس کے ہاتھ سے اپنا دست اقدس نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی جب آپ کو دعوت دی جاتی تو آپ دعوت کو قبول کرتے۔'

امام ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: 'میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے آپ کے کان مبارک میں سرگوشی کی ہو اور آپ نے اس سے اپنا سر اقدس دور کیا ہو۔ حتیٰ کہ سرگوشی کرنے والا خود ہی دور ہو جاتا۔ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ اگر کسی نے آپ کا دست اقدس پکڑا ہو کہ آپ نے اس سے اسے چھڑایا ہو مگر وہ شخص خود ہی اسے چھوڑ دیتا۔'

امام مسلم، حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: 'ایک نماز میں میں آپ کے ساتھ تھا۔ کسی نے چھینک ماری تو میں نے اسے 'یرحمك الله' کہا۔ لوگوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا میں نے کہا: 'میں نے 'یرحمك الله' کہا ہے لوگوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا ہے۔ تعجب ہے وہ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟ لوگوں نے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ خاموش کھڑے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب آپ نے نماز سے سلام پھرا تو آپ نے مجھے بلایا۔ میرے والدین آپ پر فدا! میں نے آپ جیسا عمدہ تعلیم دینے والا آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد دیکھا۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے نہ مارا نہ گالی دی نہ جھڑکا۔ بلکہ فرمایا: 'نماز میں لوگوں جیسی باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ یہ تو صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۔' (مسلم)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: 'ایک نوجوان آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بدکاری کا اذن دے دیں' یہ سن کر لوگ شور مچانے لگے۔ انہوں نے کہا 'رک جاؤ' آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کی 'نہیں' آپ نے فرمایا اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے' 'کیا تم اسے اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کی 'نہیں' آپ نے فرمایا اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے' آپ نے فرمایا 'کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں، آپ نے فرمایا: 'اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ ان کے لیے وہی ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند سمجھتے ہو۔ ان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔'

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی 'جنت میں ہمارے کپڑے، ہم اپنے ہاتھوں سے بنیں گے یا جنت کے پھلوں سے انہیں بنایا جائے گا۔' یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسکرانے لگے۔ اعرابی نے پوچھا 'تم کس لیے مسکرا رہے ہو؟ کیا اس جاہل سے جس نے عالم سے پوچھا ہے' آپ نے فرمایا اعرابی! تم نے سچ کہا ہے لیکن انہیں جنت کے پھلوں سے بنایا جائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہود کا ایک گروہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا

السام علیکم (آپ پر موت) حضور ﷺ نے فرمایا: "علیکم" ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم ان کی یہ بات سمجھ گئے میں نے کہا: "تم پر موت ہو اور لعنت ہو" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "عائشہ ذرا آہستہ! رب تعالیٰ سارے امور میں نرمی پسند فرماتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ نے سماعت نہیں فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا؟" آپ نے فرمایا "اسی لیے میں نے انہیں کہا تھا" تم پر۔"

ابو یعلیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ہمیں سفر وحضر میں آپ کی رفاقت کا شرف نصیب ہوا۔ آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے، ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ عازم سفر ہوتے تھے قلیل اور کثیر کے ساتھ ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری، ابو شیخ اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص کا بارگاہ رسالت مآب میں جانا ہوتا تھا۔ آپ اسے امان بخشتے تھے۔ اس شخص نے آپ کے لیے گرہ لگائی اور اسے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اس وجہ سے آپ بیمار ہو گئے۔ دو فرشتے آپ کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی۔ فلاں نے ان کے لیے گرہ لگائی ہے (ان پر جادو کیا ہے) وہ اب فلاں کنوئیں میں ہے۔ وہ اس گرہ کی شدت کی وجہ سے پیلا ہو گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے وہ گرہ نکالی۔ اب گرہ لگانے والا زرد ہو گیا تھا۔ انہوں نے گرہ کھولی۔ آپ شفاء یاب ہو گئے۔ آپ نے نہ تو اس کا تذکرہ کیا نہ ہی اس کے آثار آپ کے چہرہ انور سے نظر آئے۔ نہ اسے عتاب کیا حتیٰ کہ وہ شخص مر گیا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے اس میں کسی امر کا نہ تو تذکرہ کیا۔ نہ اسے عتاب فرمایا ایک اور روایت میں ہے "میں نے آپ کے روئے تاباں سے اس کے اثرات نہ دیکھے نہ ہی اس کا تذکرہ کیا حتیٰ کہ وہ شخص مر گیا۔"

یعقوب بن سفیان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب بھی کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا دست اقدس اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ شخص اپنا ہاتھ خود پیچھے ہٹا لیتا۔ اگر کسی کے سامنے جلوہ نما ہوتے تو اس سے چہرہ انور نہ پھیرتے حتیٰ کہ وہ شخص خود ہی چلا جاتا۔ آپ کو اس طرح نہ دیکھا گیا کہ آپ کسی ہم نشین کے سامنے گھٹنے آگے کر کے بیٹھے ہوں۔"

خطیب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سارے امور میں نرمی کو پسند فرماتے تھے" امام بیہقی نے حضرت ابو ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نرم خو تھے۔ آپ نہ تو سخت دل تھے نہ ہی کسی کی اہانت کرتے تھے۔ جب حق سے تعرض کیا جاتا تو پھر کوئی چیز آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکتی تھی حتیٰ کہ آپ اس کا انتقام لے لیتے۔ دوسری روایت میں ہے "دنیا آپ کو ناراض نہ کر سکتی تھی لیکن جب حق سے تعرض کیا جاتا تو آپ کسی کا کوئی لحاظ نہ فرماتے تھے آپ کے غضب کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی تھی حتیٰ کہ آپ اس سے انتقام لے لیتے تھے آپ اپنے نفس نفیس کے لیے نہ ناراض ہوتے تھے نہ ہی اس کے لیے انتقام لیتے تھے۔"

شیخان، ابن سعد اور ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا آپ پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کا کنارہ بہت سخت تھا آپ کو ایک اعرابی ملا۔ اس نے آپ کو بڑے زور سے کھینچا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آپ کی گردن مبارک کی جلد کو دیکھا وہاں کپڑے کے کنارے کے نشانات پڑ چکے تھے کیونکہ اعرابی نے آپ کو بڑی طاقت سے کھینچا تھا۔ اس نے کہا "محمد عربی" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس مال میں سے دینے کا حکم دیں جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف توجہ کی اور مسکراتے ہوئے اسے عطا کرنے کا حکم دیا۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے آپ سے زیادہ حسن اخلاق کا پیکر کسی کو نہیں دیکھا۔"

دونوں ائمہ، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری اور چاروں ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں جلوہ افروز تھے۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا مانگی "مولا! مجھ پر اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم فرما۔ ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما" آپ نے فرمایا "تو نے وسیع کو محدود کر دیا ہے" پھر جلد ہی اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام جلدی سے اس کی طرف جانے لگے آپ نے انہیں منع فرمایا۔ فرمایا "اس کا پیشاب منقطع نہ کرو" اس نے پیشاب کیا۔ حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا۔

آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "تمہیں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے تمہیں تنگیاں پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا تعلیم دو۔ آسانیاں پیدا کرو، تنگیاں پیدا نہ کرو، اس جگہ پر پانی کا ایک ڈول بہا دو" ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے "جب اعرابی کو یہ علم ہوا تو اس نے کہا میرے والدین آپ پر نثار! آپ اٹھ کر میرے پاس تشریف لائے مجھے ملامت نہ کی فرمایا: "مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا۔ انہیں رب تعالیٰ کے ذکر اور نماز کے لیے بنایا جاتا ہے۔"

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی آیا، وہ مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام نے اسے کہا "ٹھہرو! ٹھہرو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کا پیشاب منقطع نہ کرو۔ تمہیں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے تمہیں مشکلات پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا" انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر آپ نے اسے بلایا۔ فرمایا "یہ مساجد پیشاب اور گندگی پھیلانے کے لیے نہیں ہیں۔ یہ ذکر الٰہی اور قرآن پاک کی قرأت کے لیے بنائی جاتی ہیں۔" پھر آپ نے کسی شخص کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا آپ نے اس پر بہا دیا۔

امام احمد اور شیخان نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت طفیل بن عمرو دوسی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوس نے نافرمانی کی ہے۔ اس نے انکار کر دیا ہے آپ ان کے لیے بددعا فرمائیں، آپ نے قبلہ کی طرف رخ انور کیا۔ دست اقدس بلند کیے لوگوں نے کہا "آج وہ ہلاک ہو گئے، آپ

نے یہ دعا مانگی "مولا! قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور ان سب کو لے آ" آپ نے تین بار یہ دعا مانگی۔

ابو الشیخ اور ابو الحسن نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک اعرابی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ کسی امر میں آپ سے مدد کا خواہاں تھا۔ اس نے عرض کی "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ اپنے مال سے تو عطا نہیں کرتے نہ ہی اپنے والد گرامی کے مال سے عطا کرتے ہیں" آپ نے اسے کچھ عطا فرمایا پھر فرمایا: "کیا میں نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے؟ اس نے کہا: "نہیں! آپ نے مجھ سے عمدہ سلوک نہیں کیا ہے۔" یہ سن کر مسلمانوں کو غصہ آیا وہ اس کی طرف بڑھ کر گئے۔ آپ نے انہیں رک جانے کا اشارہ کیا پھر اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ اعرابی کی طرف پیغام بھیجا۔ اسے اپنے کاشانہ اقدس میں یاد فرمایا۔ اسے کچھ عطا کیا اور فرمایا "کیا میں نے تجھے راضی کر دیا ہے؟" اس نے کہا نہیں! آپ نے اسے کچھ اور عطا کیا اور پوچھا "کیا میں نے تجھے راضی کر دیا ہے" اس نے عرض کی "ہاں! ہم راضی ہو گئے ہیں" آپ نے فرمایا تو ہمارے پاس آیا ہم سے سوال کیا۔ ہم نے تمہیں عطا کیا۔ لیکن تم نے وہ کچھ کہا جو کہا۔ اس کے بارے مسلمانوں کے نفسوں میں کچھ ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ان کے سامنے ہی وہی کچھ کہو جو کچھ میرے سامنے کہا ہے حتیٰ کہ ان کے سینوں میں سے وہ کچھ نکل جائے" اس نے عرض کی "ہاں" وہ وقتِ صبح یا وقت عشاء آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارا یہ ساتھی بھوکا تھا اس نے ہم سے سوال کیا ہم نے اسے عطا کیا اس کا گمان ہے کہ یہ راضی ہو گیا ہے۔ کیا اسی طرح ہے؟ اعرابی نے کہا: "ہاں! اللہ تعالیٰ انہیں اہل اور قبیلہ کی طرف سے عمدہ جزاء دے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس شخص کی ہے جس کی اونٹنی ہو جو اس سے بھاگ جائے۔ لوگ اس کے پیچھے نکلیں۔ وہ اس کے بھاگنے میں ہی اضافہ کریں۔ اونٹنی والا ان لوگوں کو صدا دے۔ وہ کہے "مجھے اور میری اونٹنی کو تنہا چھوڑ دو۔ میں اس پر زیادہ نرم ہوں۔" اس کا مالک اس کی طرف جائے۔ وہ اس کے لیے زمین سے چارہ لے۔ وہ اونٹنی اس کی طرف آجائے اور بیٹھ جائے وہ اپنا کجاوہ اس پر رکھ لے اور اس پر بیٹھ جائے جب میں اس اعرابی کو اس وقت چھوڑ دیتا جب اس نے وہ کچھ کہا جو کہا تو تم اسے قتل کر دیتے وہ آگ میں داخل ہو جاتا حتیٰ کہ میں نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کیا۔"

ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کی دعوت قبول فرما لیتے تھے مریض کی عیادت کرتے تھے اور دراز گوش پر سوار ہوتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور آپ ان سے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ وہ کاشت کاری کریں، آپ سے کہا گیا "اگر آپ پسند کریں تو ان کے لیے مہلت لے لیں۔ اگر آپ پسند کریں تو ہم انہیں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو کچھ انہوں نے مانگا ہے اگر انہوں نے کفر کیا تو میں انہیں اسی طرح ہلاک کر دوں گا جیسے میں نے ان سے پہلی اقوام کو ہلاک کیا تھا" آپ نے عرض کی: "نہیں! بلکہ مجھے ان کے لیے مہلت دے دے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بددعا کریں" آپ نے فرمایا "مجھے لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے" ابوالحسن بن ضحاک نے حضرت زید بن اسلم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کے پاس سے گزرے وہ اپنے مابین پتھر رکھ کر دفاع کر رہے تھے گویا کہ آپ نے یہ امر ناپسند فرمایا۔ جب کچھ آگے تشریف لے گئے پھر استفسار کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ فرمایا: "یہ پتھر کیوں رکھ رہے ہو؟" انہوں نے عرض کی "یہ شیر کے لیے رکاوٹ بنا رہے ہیں" بعض صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش! آپ انہیں جھڑکتے" آپ نے فرمایا "میں آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نفرت پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔"

امام احمد نے حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات عبداللہ، عبیداللہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے اکثر بیٹوں کی صف بنوا لیتے تھے۔ پھر آپ ان سے فرماتے: "جو دوڑ کر پہلے میرے پاس آ گیا اس کے لیے یہ ہے۔" وہ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ وہ آپ کی گود اور سینے پر گر پڑتے۔ آپ انہیں چوم لیتے اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔"

ابن مردویہ، ابونعیم اور امام واحدی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی اخلاق عالیہ کا مالک نہ تھا۔ آپ کے صحابہ کرام یا اہل بیت میں سے جو بھی آپ کو بلاتا آپ اس کے جواب میں لبیک کہتے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ (ن)

"اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔"

ابوشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب کوئی بھی تین روز تک آپ کو نظر نہ آتا تو آپ اس کے بارے پوچھتے اگر وہ کہیں گیا ہوتا تو اس کے لیے دعا فرماتے۔ اگر وہ مدینہ طیبہ ہی ہوتا تو آپ اس سے ملنے چلے جاتے اگر وہ مریض ہوتا تو آپ اس کی عیادت کرتے، ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کسی ضروری کام کے لیے بھیجا انہوں نے فرمایا "میں نے بچے دیکھے تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس تشریف لے آئے۔"

امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "مجھے یہ سعادت حاصل تھی کہ میں آپ کا پڑوسی تھا۔ جب ہم دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر فرماتے۔ جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔

محمد بن عمر اسلمی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حجۃ الوداع کا ارادہ کیا تو سیدنا

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک اونٹ ہے جس پر ہم اپنا زادِ راہ لے جائیں گے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ پھر تمہارے ذمہ ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اونٹ ایک ہی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے اور جو کا حکم دیا۔ اسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر لادا۔ انہوں نے وہ ایک غلام کے سپرد کیا رستہ میں وہ غلام سو گیا اونٹ چلا گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے تو غلام حاضر خدمت ہو گیا۔ اس کے ہمراہ کچھ بھی نہ تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اونٹ کہاں ہے؟" اس نے کہا "وہ گم ہو گیا ہے" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اسے مارنے لگے۔ اسے کہنے لگے "ایک ہی اونٹ تھا جو تم سے گم ہو گیا۔ اگر صرف میری بات ہوتی تو معاملہ آسان ہوتا لیکن اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کا زادِ راہ بھی تھا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس محرم کی طرف نہیں دیکھ رہے کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ ایک قوم نے حلوہ سے بھرا ہوا پیالہ اٹھایا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حتیٰ کہ اسے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا "ابو بکر! آؤ! اللہ تعالیٰ تمہارے پاس عمدہ کھانا لے آیا ہے" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس غلام کو غصیلی نظروں سے دیکھنے لگے۔ آپ نے فرمایا "تسلی رکھو، یہ معاملہ نہ تم پر ہے نہ ہی تمہارے ساتھ ہماری طرف ہے۔ غلام اس امر پر حریص تھا کہ اس سے یہ اونٹ گم نہ ہو۔ یہ حلوہ اس کی جگہ ہے جو کچھ اس کے ساتھ تھا" آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے اس سے کھایا۔ آپ کے رفیقان راہ نے کھایا حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔

المحب الطبری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کو ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ایک صحابی نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اس کا ذبح کرنا ہے" دوسرے نے عرض کی "مجھ پر اس کا چمڑا اتارنا ہے" ایک نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھ پر اس کا پکانا ہے" آپ نے فرمایا "مجھ پر لکڑیاں جمع کرنا ہے" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی طرف سے بھی کام کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تم میری طرف سے کافی ہو جاؤ گے لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم سے ممتاز ہو کر بیٹھوں۔ رب تعالیٰ کو بندے کی طرف سے یہ امر ناپسند ہے کہ وہ اسے اپنے ساتھیوں سے ممتاز دیکھے۔"

تنبیہات

❶ حسن خلق سے مراد وہ قوی نفسانیہ ہیں جن سے متصف انسان سے عمدہ افعال سرانجام دینا آسان ہو۔ وہ پسندیدہ آداب پر آسانی سے عمل پیرا ہو سکتا ہو۔ گویا کہ وہ امر اس کی خلقت میں شامل ہو۔ حسن خلق میں حرص، بخل، جھوٹ اور دیگر اخلاق مذمومہ سے اجتناب کرنا شامل ہے عمدہ قول و فعل، فیاضی، بشاشت، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں سے خندہ پیشانی سے ملنا، جیسی صفات سے متصف ہونا آسان ہو جاتا ہے وہ اپنے ضروری حقوق سے بھی درگزر فرماتا ہے۔ قطع تعلقی کو ترک کر دیتا ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سے اذیتیں برداشت کرتا ہے۔ وہ خندہ پیشانی سے یہ سب کچھ

برداشت کرتا ہے، ان افعال میں عمدہ افعال شامل ہوتے ہیں۔ یہ سارے اوصاف حمیدہ آپ میں پائے جاتے تھے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ (ن)

"اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔"

◆ ۲ اس آیت طیبہ میں علی استعلاء کے لیے ہے۔ یہ لفظ اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ ان اخلاق کریمانہ پر آپ کو غلبہ حاصل تھا گویا کہ یہ آپ کا مرکب ہمایوں تھے۔ امام جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے" آپ کا خلق اس لیے عظیم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ اور آپ کا مدعا نہ تھا۔"

امام حلیمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے" آپ کے اخلاق کو اس لیے عظیم فرمایا ہے حالانکہ کرم کا وصف آپ کے اخلاق پر غالب ہے۔ کیونکہ کریمانہ اخلاق سے مراد سخاوت اور فیاضی ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اس تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اہل ایمان پر رحیم تھے۔ ان کے ساتھ نرمی فرماتے تھے کفار پر شدید تھے ان پر سختی فرماتے تھے ان کے دلوں میں آپ کا رعب چھا جاتا تھا۔ آپ کے خلق کا وصف عظیم اس کے لیے لگایا گیا ہے کیونکہ یہ انعام اور انتقام کو شامل تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا وصف عظیم اس لیے بیان کیا گیا ہے کیونکہ آپ کو قرآن پاک سے ادب سکھایا گیا تھا۔ جیسے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا فرمان گزر چکا ہے۔

رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی قوت کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی اسے عظیم فرمایا ہے ارشاد فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ (النساء)

"اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔"

آپ کی قوت عملیہ کا تذکرہ بھی عظیم کے وصف کے ساتھ کیا۔ فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ (ن)

ان دونوں آیات طیبات کو جمع کرنے سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ بشری ارواح میں سے آپ کی روح مبارکہ بہت عظیم درجہ کی حامل اور بلند مرتبت ہے۔

◆ ۳ الخلق سے مراد ایسا نفسی ملکہ ہے جس سے متصف شخص پر افعال حسنہ بجالانے آسان ہوں امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے" الخَلْقُ اور الخُلُقُ کا معنی ایک ہی ہے جیسے کہ الشَّرب والشُّرب۔ لیکن الخَلْق ہیئات اور ان صورتوں کے ساتھ متصف ہے جن کا ادراک بصارت سے ہوسکتا ہے لیکن الخُلُق کا اطلاق ان قوی اوصاف پر ہوتا ہے خُلق کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے، پھر اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ حسن الخلق غریزی ہیں یا کسبی ہیں۔ جس نے یہ قول کیا ہے کہ یہ غریزی ہیں اس نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے حضرت ابن مسعود نے روایت کیا ہے کہ

آپ نے فرمایا"رب تعالیٰ نے تمہارے مابین تمہارے اخلاق اسی طرح تقسیم کیے ہیں جیسے اس نے تمہارے رزق تقسیم کیے ہیں"۔(بخاری)

امام قرطبی نے لکھا ہے"خُلق نوع انسان میں ایک جبلت ہے۔ان میں لوگ مختلف درجات پر فائز ہیں۔ان میں سے جوکسی پر غالب ہوگا وہ اس میں قابل ستائش اور تعریف کے قابل ہوگا۔ورنہ اسے مجاہدہ کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ قابل ستائش بن جائے۔اگر وہ وصف کمزور ہو تو اس میں کوشش کرے حتیٰ کہ وہ اس میں قوی ہو جائے۔

امام احمد،امام نسائی،امام ترمذی اور ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو الشیخ رضی اللہ عنہ سے فرمایا"تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیار کرتے ہیں وہ حلم اور روقار ہیں"۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پرانی صفات ہیں یا کہ نئی ہیں" آپ نے فرمایا:"پرانی ہیں"۔انہوں نے کہا:"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ میں دو ایسی صفات پیدا کی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے"۔ان کا یہ سوال اور آپ کا جواب ارشاد فرمانا اس بات کا شعور دلاتے ہیں کہ خُلق سے مراد وہ صفات ہیں جو پیدائشی ہوں۔بعد میں حاصل نہ کی گئی ہوں۔آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے"مولا! جس طرح تو نے میری خَلق کو حسین بنایا ہے اس طرح میرے خُلق کو بھی حسین بنا دے"اس روایت کو امام احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔آپ اپنی ابتداء کی دعا میں یوں عرض کرتے تھے"مولا! میری راہ نمائی عمدہ اخلاق کی طرف فرما۔عمدہ اخلاق کی طرف صرف تو ہی راہ نمائی کرسکتا ہے"۔(مسلم)

۴ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے دلوں کو سرور کا محل بنایا ہے اخلاق جو کہ رب تعالیٰ کا سِرّ ہے۔وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔سب سے پہلے اسے رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور میں ڈالا۔کیونکہ آپ کی تخلیق سارے انبیاء سے پہلے ہوئی۔آپ کی صورت مبارکہ کا ظہور سارے انبیائے کرام کے بعد ہوا۔آپ انبیائے کرام میں سے اول بھی ہیں اور آخر بھی۔رب تعالیٰ نے قلوب کے اخلاق کو نفوس کے لیے قلوب کے اسرار پر نشانیاں مقرر کی ہیں۔جس کا دل سِرّ الٰہی کے ساتھ متحقق ہو گیا اس کے اخلاق رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے وسیع ہو گئے اسی لیے اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا جسم اطہر عطا فرمایا جو سارے عالمین میں آپ ہی کے ساتھ مختص ہے۔اس جسد اطہر کی ایسی واضح علامات ہیں جو آپ کے نفس شریف کے احوال پر دلالت کرتے ہیں۔آپ کے عظیم خلق پر دلالت کرتے ہیں۔آپ کے اخلاق کی علامات وہ نشانیاں ہیں جو آپ کے قلب اطہر کے اسرار پر دلالت کرتے ہیں۔

۵ شیخ شہاب الدین سہروردی نے العوارف میں لکھا ہے"ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان:"آپ کا اخلاق قرآن تھا"کو بعید نہ سمجھا جائے۔اس میں ایک مخفی امر ہے۔اخلاق ربانیہ کی طرف خفی اشارہ ہے۔درگاہ ربانیہ سے

انہیں حیاء آئی کہ وہ یوں کہیں "رب تعالیٰ کے اخلاق سے متصف تھے" انہوں نے اپنے مفہوم کو اس معنی سے تعبیر فرمایا" آپ کا اخلاق قرآن تھا" انہوں نے رب تعالیٰ کے جلال سے حیاء کیا انہوں نے حال کو عمدہ گفتگو سے مخفی کیا۔ ان کی زیادہ عقل اور دانائی کا ثبوت ہے کمال ادب پر دلالت ہے۔ ایک اور شخص نے فرمایا ہے" انہوں نے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ آپ کے وہ اوصاف بیان کریں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے جیسے اس کی اطاعت میں خوب کوشش کرنا، رب تعالیٰ کے لیے عاجزی، اس کے حکم کے سامنے جھک جانا، اس کے دشمنوں پر شدت، اس کے دوستوں کے لیے تواضع، اس کے بندوں سے ہمدردی اور ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ وغیرہ دیگر اخلاق عالیہ۔"

ایک اور عالم دین لکھتے ہیں" جیسے قرآن پاک کے معانی غیر متناہی ہیں اسی طرح آپ کے وہ اوصاف حمیدہ بھی لامتناہی ہیں جو آپ کے عظیم اخلاق پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ احوال میں سے ہر حالت میں مکارم اخلاق سے کثیر اخلاق کی آپ کے لیے تجدید ہوتی رہی، عمدہ شمائل، معارف اور علوم کی تجدید ہوتی رہی جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اخلاق حمیدہ کی جزئیات شمار کرنے کی کوشش اس امر کو شمار کرنے کی سعی ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا تعلق اس کے ممکنات سے ہے۔

۶ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا" آپ نے اپنے نفس نفیس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا تھا۔ اس امر کو آپ کے اس حکم سے رد نہیں کیا جا سکتا جو آپ نے عبداللہ بن خطل اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا دیا تھا وہ آپ کو اذیت دیتے تھے۔ کیونکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ حرمات الٰہیہ کی حرمت بھی پامال کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا ارادہ یہ تھا کہ جب آپ کو جفاء کر کے اذیت دی جاتی آپ کی آواز مبارک سے آواز کو بلند کیا جاتا تو آپ کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ جیسے کہ وہ شخص جس نے آپ کی مبارک چادر کو کھینچا حتیٰ کہ اس کے نشانات گردن مبارک پر پڑ گئے۔ داؤدی نے اس عدم انتقام کو مال کے ساتھ مختص کیا ہے انہوں نے فرمایا" جہاں تک عزت کا خیال ہے تو آپ نے اس سے انتقام لیا جس نے یہ جسارت کی۔

جیسے آپ نے اس شخص سے قصاص لیا تھا حالانکہ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔ آپ اس وقت علیل تھے جس نے آپ کے منہ مبارک کے ایک طرف سے دوا ڈالی تھی۔ آپ نے حکم کیا کہ اس طرح ان کے منہ میں بھی دوا ڈرا لی جائے حالانکہ انہوں نے تاویل بھی کی تھی۔ آپ نے انہیں بشری عادت کے مطابق منع کیا تھا کیونکہ نفس دوا کو ناپسند کرتا ہے الحافظ نے اسی طرح لکھا۔

❀❀❀❀

تیسرا باب

حلم، عفو، قدرت کے باوجود

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (الاعراف)

ترجمہ: قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور جاہلین سے اعراض کریں۔

تو آپ نے پوچھا "جبرائیل! اس کی کیا تاویل ہے؟ انہوں نے عرض کی "میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں عالم (اللہ رب العزت) سے پوچھ لوں" وہ اوپر گئے پھر نیچے آئے اور عرض کی "محمد عربی ﷺ رب تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں جو آپ پر ظلم کرے، جو آپ کو محروم کرے اس کو عطا کریں جو آپ سے قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔"

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت طیبہ سے کئی مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

◆ ۱ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو حاصل کریں۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی غزوہ میں آپ کے ساتھ عازم سفر تھے۔ جب واپس آنے لگے تو انہیں دوپہر کسی ایسی وادی میں ہوگئی جہاں بہت سے عضاۃ کے درخت تھے۔ حضور اکرم ﷺ نیچے تشریف لائے۔ صحابہ کرام سایہ حاصل کرنے کے لیے بکھر گئے۔ حضور اکرم ﷺ سمرۃ کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ اپنی تلوار لٹکائی پھر سو گئے۔ اچانک حضور ﷺ نے ہمیں یاد فرمایا آپ کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اس نے مجھ پر تلوار سونتی۔ جبکہ میں سویا ہوا تھا جب میں بیدار ہوا تو یہ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا: "آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: "اللہ، اللہ، اللہ" آپ نے اسے سزا نہ دی وہ آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

امام احمد، الطبرانی حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے آپ کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا۔ عرض کیا گیا "یہ شخص آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا" آپ نے اسے فرمایا "تجھے ہراساں نہیں کیا جائے گا۔ اگر تو نے یہ ناپاک جسارت کی ہے تو رب تعالیٰ نے تجھے مجھ پر تسلط عطا نہیں کیا۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ میں سے اسی افراد تنعیم کی طرف سے آپ کی طرف آئے وہ مسلح تھے۔ وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان کے لیے بددعا

کی آپ نے امن کے ساتھ انہیں پکڑ لیا ان سے درگزر فرمایا اور آپ نے انہیں زندہ چھوڑ دیا۔

امام نسائی، ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا، ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حدیث پاک بیان فرمارہے تھے۔ آپ اٹھے میں بھی اٹھا جبکہ آپ اٹھے ہم نے ایک اعرابی دیکھا جس نے آپ کو پالیا تھا وہ آپ کو چادر مبارک کے ساتھ کھینچ رہا تھا۔ آپ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی تھی۔ آپ کی چادر مبارک سخت تھی آپ اس کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ اعرابی نے عرض کی "مجھے ان دو اونٹوں پر مالا مال کر دیں آپ اپنے مال سے تو نہیں دیں گے نہ ہی اپنے والد گرامی کے مال سے دیں گے۔" آپ نے فرمایا "نہیں استغفر اللہ نہیں! استغفر اللہ نہیں! استغفر اللہ نہیں! میں تجھے سوار نہ کراؤں گا حتیٰ کہ تو مجھے اس کھینچنے سے چھوڑ دے" وہ اعرابی کہہ رہا تھا "بخدا میں نہیں چھوڑوں گا"۔ اس روایت میں ہے "پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا، انہیں فرمایا "اس شخص کو دو اونٹ دو ایک پر کھجوریں اور دوسرے پر جو لاد کر دو" پھر آپ نے ہماری طرف توجہ کی اور فرمایا "رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ واپس چلو۔"

ابو شیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا۔ آپ نے بیت الحرام کا طواف فرمایا۔ دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر کعبہ معظمہ کے پاس تشریف لائے۔ دروازہ کی دونوں اطراف کو پکڑا اور فرمایا "تم کیا کہتے ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی "کریم بھائی اور کریم بھائی کے فرزند ارجمند! انہوں نے یہ کئی بار کہا۔ آپ نے فرمایا "میں تمہیں اسی طرح کہتا ہوں جس طرح میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (الیوسف)

ترجمہ: نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تمہارے قصوروں کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اہل مکہ باہر نکلے گویا کہ وہ ابھی قبور سے نکلے ہوں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ابن عساکر نے حضرت زہری سے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "فتح مکہ کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان بن امیہ، ابو سفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کی طرف پیغام بھیجا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آج اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلط عطا کیا ہے۔ آج میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میری اور تمہاری مثال اسی طرح ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (الیوسف)

ترجمہ: نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تمہارے قصوروں کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

مجھے اس امر سے آپ سے بہت حیاء آتی کہ آپ جان گئے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا تھا جو فرمایا تھا۔
ابو شیخ، ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حنین کے روز آپ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے سے مٹھی بھر چاندی لیتے اور اسے تقسیم فرماتے۔ ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ عدل فرمائیں. آپ نے فرمایا "تیرے لیے ہلاکت! اگر میں نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کرے گا۔ اگر میں نے عدل نہ کیا تو میں خائن و خاسر رہا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں یہ منافق ہے" آپ نے فرمایا "معاذ اللہ! پھر تو یہ باتیں بنائی جائیں گی کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں' امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حنین کے روز آپ نے بعض افراد کو زیادہ عطا فرمایا تا کہ ان کی تالیف قلبی ہو سکے۔ آپ نے اقرع بن حابس کو ایک سو اونٹ عطا کیے۔ عرب کے سرداروں کو مال غنیمت عطا کیا اور انہیں ترجیح دی۔ ایک شخص نے کہا "اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا نہ ہی اس سے رضائے الٰہی کے حصول کا ارادہ کیا گیا ہے" انہوں نے کہا' بخدا! میں آپ کو ضرور بتاؤں گا" میں آپ کی خدمت میں آیا اور اس شخص کی بات بتائی۔ یہ سن کر آپ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ گویا کہ وہ صرف (سرخ درخت) ہو پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ عدل نہیں کریں گے تو پھر کون عدل کرے گا پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔"

ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زید بن سعنہ (وہ یہود کے علماء میں سے ایک تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ وہ ان یہودی علماء میں سے ایک تھا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا) نے کہا "جب میں نے آپ کی زیارت کی تو میں نبوت کی ساری علامات کو جان گیا سوائے دو علامات کے۔ مجھے یہ نہ بتایا گیا کہ آپ میں وہ علامات پائی جاتی ہیں۔ آپ کا حلم آپ کی ناراضگی سے زیادہ ہو گا۔ جہالت کی شدت آپ کے حلم میں اضافہ ہی کرے گی۔ میں اس جستجو میں تھا کہ میں آپ کے ساتھ ملاقات کروں اور آپ کا حلم جان لوں میں نے آپ سے معلوم کھجوریں معلوم مدت تک خرید لیں۔ میں نے آپ کو قیمت ادا کر دی۔ مقررہ مدت سے دو یا تین روز قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کی قمیض مبارک اور چادر مبارک کو پکڑا۔ غصیلی نگاہوں سے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا میں نے کہا "محمد عربی ﷺ! کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے بنو عبد المطلب! بخدا! تم ہمیشہ ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔ مجھے تمہارے ساتھ راہ و رسم رکھنے سے اس بات کا بخوبی علم ہو گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "دشمن خدا! تو حضور اکرم ﷺ کو اس طرح کہہ رہا ہے جسے میں سن رہا ہوں۔ بخدا! اگر مجھے آپ کے اختلاف کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا۔" حضور اکرم ﷺ بڑے سکون سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کے چہرے پر محبت اور تبسم کے اثرات تھے۔ پھر فرمایا "عمر! میں اور وہ تمہاری طرف سے کسی اور طرز عمل کے خواہاں تھے۔ تم مجھے حسن ادا اور اسے حسن طلب کا کہتے۔ عمر! جاؤ اور اس کا حق ادا کرو اور تم نے جو اسے خوفزدہ کیا ہے اس کے عوض اسے بیس صاع کھجوریں زائد دینا" حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ میں نے کہا" عمر فاروق! میں آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر نبوت کی ساری علامات جان چکا تھا سوائے دو کے۔ مجھے ان کے بارے نہیں بتایا گیا تھا آپ کا حلم آپ کی ناراضگی سے زائد ہوگا۔ جہالت کی شدت آپ کے حلم میں اضافہ ہی کرے گی۔ اب مجھے ان کے بارے آگاہی ہو چکی ہے۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہوں۔"

امام احمد اور ابو شیخ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے ذخیرہ کھجوروں کے ایک وسق کے عوض اونٹ خریدا۔ پھر اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے یہ کھجوریں تلاش کیں مگر نہ پائیں۔ آپ اعرابی کے پاس تشریف لے گئے اور اسے کہا" عبداللہ! ہم نے تجھ سے ایک وسق ذخیرہ کھجوروں کے عوض اونٹ خریدا تھا ہم نے وہ کھجوریں تلاش کیں مگر وہ ہمیں نہ مل سکیں" اعرابی نے کہا" ہائے غدرا! ہائے غدرا! صحابہ کرام اسے مارنے کے لیے دوڑے۔ انہوں نے کہا" کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے اس طرح کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا" اسے چھوڑ دو صاحب حق کو گفتگو کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔" آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔" جب آپ نے دیکھا کہ وہ شخص نہیں سمجھ رہا تو آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا" خولہ بنت حکیم بن امیہ کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں فرما رہے ہیں کہ اگر تمہارے پاس ذخیرہ کھجوروں کا ایک وسق ہو تو ہمیں اس سے دو ہم عنقریب تمہیں واپس کر دیں گے۔ ان شاء اللہ" وہ صحابی ان کے پاس گئے۔ پھر واپس آئے انہوں نے کہا" وہ عورت عرض کر رہی ہے" ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کھجوریں ہمارے پاس ہیں۔ آپ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ان پر قبضہ کر لے" آپ نے اس شخص سے فرمایا "جاؤ اور اسے وہ کھجوریں پوری کر کے دو جو اس کی ہیں" وہ گئے۔ انہوں نے وہ کھجوریں پوری کر دیں۔ اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے۔ اس نے عرض کی" جزاك الله خيرا۔" آپ نے پورا دیا ہے اور عمدہ طریقے سے دیا ہے۔" آپ نے فرمایا" لوگوں میں سے بہترین وہ ہیں جو پورا اور عمدہ طریقے سے دیتے ہیں۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ سے کسی چیز کا تقاضا کیا۔ آپ کے ساتھ سختی کی۔ آپ کے صحابہ کرام نے اس کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اسے چھوڑ دو۔ صاحب حق کو گفتگو کا اختیار ہے" پھر فرمایا" اسے اس کے اونٹ جیسا اونٹ دے دو" صحابہ کرام نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس کے اونٹ سے عمدہ اونٹ پا رہے ہیں" آپ نے فرمایا" اسے وہی عطا کر دو۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو عمدہ طریقے سے ادائیگی کرے۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودن نے آپ کو زہر آلود بکری پیش کی۔ آپ نے اس میں سے کھایا اس عورت کو لایا گیا۔ آپ سے عرض کی گئی" کیا اس عورت کو قتل نہ کر دیا جائے؟ آپ نے فرمایا" نہیں۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اور ابن ضحاک

نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میری آنکھوں نے دیکھا میرے کانوں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں تقسیم کر رہے تھے، آپ انہیں عطا کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا "یارسول اللہ!! عدل کریں" آپ نے فرمایا "تیرے لیے بلاکت اگر میں نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں نے عدل نہ کیا تو میں خائن و خاسر رہا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت مرحمت فرمائیں میں اس منافق کا سر قلم کر دوں" آپ نے فرمایا "خدا کی پناہ! پھر تو لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا ہوں۔ یہ اور اس کے ساتھی قرآن پاک پڑھیں گے۔ مگر قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا (آپ نے حناجر کا لفظ استعمال فرمایا) یہ دین سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے تیر شکار میں گزر جاتا ہے۔"

امام احمد، عبد بن حمید، امام بخاری، امام نسائی، ابو شیخ اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ایک یہودی نے آپ پر جادو کر دیا کچھ ایام تک آپ کو تکلیف رہی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی "ایک یہودی نے آپ پر جادو کر دیا ہے۔ اس نے گرہ لگا کر جادو کیا ہے" آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے وہ چیزیں کنویں سے نکالیں۔ وہ انہیں لے کر آپ کی خدمت میں آ گئے۔ جب بھی گرہ کھولی جاتی۔ آپ کو سکون محسوس ہوتا۔ آپ بالکل شفاء یاب ہو گئے۔ مگر آپ نے اس کا تذکرہ نہ تو یہودی سے کیا نہ ہی اس نے ایسے اثرات آپ کے چہرہ انور پر دیکھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عبید سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ غزوہ احد میں آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا۔ تو صحابہ کرام پر یہ امر گراں گزرا۔ انہوں نے عرض کی کاش! آپ ان کے لیے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا "مجھے لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے داعی اور سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مولا! میری قوم کو ہدایت عطا فرما۔ وہ جانتے نہیں" اسی روایت کو حضرت سہل بن سعد نے موصول روایت کیا ہے۔ آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! میری قوم کو معاف فرما دے وہ نہیں جانتے" کسی نے یہ کتنا عمدہ شعر کہا ہے:

و ما الفضل الا انت خاتم فضة   و عفوك نقش الفصّ فاختم به عذری

فضل نہیں مگر آپ اس کے لیے چاندی کی انگوٹھی کی طرح ہیں اور آپ کا عفو و درگزر انگوٹھی کا نگینہ ہے اس کے ساتھ میرے عذر پر مہر لگا دیں۔

آپ کی امت پر آپ کی رحمت و رأفت یہ بھی ہے کہ آپ نے اس کے لیے تخفیف اور آسانیاں پیدا کیں۔ بعض امور کو صرف اس خدشہ کے پیش نظر ترک کیا کہ کہیں وہ آپ کی امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں امت کے لیے گراں کر دوں گا تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو رات کے

ثلث تک موخر کرتا" اسی طرح رمضان المبارک میں لگاتار قیام نہ کرنا، صوم وصال سے منع کرنا اور خانہ کعبہ کے اندر جانے کو ناپسند کرنا یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ آپ اپنی امت کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ آپ نے یہ دعا فرمائی کہ رب تعالیٰ آپ کی لعنت اور برے بھلے کہنے کو اس شخص کے لیے رحمت، پاکیزگی اور طہارت کا سبب بنادے۔"

تنبیہات

❶ حلم سے مراد وقار کی حالت، امور میں ثبات، اذیت پر صبر کرنا ہے۔ اسباب محرکہ کے وقت صاحب حلم کو غضب اشتعال نہیں دلا سکتا۔ اسے انتقام پر برانگیختہ نہیں کر سکتا۔ یہ عقلاء کا شعار ہے۔ آپ حلم کے سبب سے بلند مقام پر فائز تھے۔ جیسے کہ ابوسفیان کے اس قول میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب آپ نے فرمایا "چچا! کیا اب وقت نہیں آیا کہ آپ اسلام قبول کر لیں" اس نے کہا میرے والدین آپ پر فدا! آپ کتنے حلیم ہیں" اذیتوں کی کثرت آپ کے حلم میں ہی اضافہ کرتی۔ جیسے کہ غزوہ احد کے واقعات میں گزر چکا ہے۔

❷ اذیتوں پر صبر کرنا نفس کا جہاد ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے اس جبلت پر پیدا کیا ہے کہ اس کے ساتھ جو سلوک کیا جائے۔ اس کو اس پر الم ہوتا ہے۔ اسی لیے جب بعض منافقین نے آپ کی طرف ظلم کی نسبت کی تو آپ پر گراں گزرا لیکن آپ نے حلم کا مظاہرہ کیا صبر کا اظہار کیا۔ کیونکہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کو صابرین کے اجرو ثواب کے بارے بتادیا تھا۔ رب تعالیٰ انہیں بغیر حساب اجروثواب عطا کرے گا۔ آپ نے اذیتوں پر صبر کا مظاہرہ کیا۔ یہ آپ کے نفس کے حق کے بارے تھا۔ لیکن جب رب تعالیٰ کے اوامر کا موقع ہوتا تو آپ شدت کا اظہار فرماتے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

آپ کے غصے کے اسباب مختلف ہوتے تھے۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے امر میں ہوتا تھا۔ ان میں آپ نے غضب کا اظہار کیا تاکہ زجر و توبیخ میں تاکید ہو سکے۔ لیکن صبر اور عفوو درگزر کا تعلق ان کے نفس نفیس کے ساتھ ہے۔ جب مشرکین نے آپ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا تو ان کے لیے یہ دعا کی "مولا! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما" جب انہوں نے آپ کو نماز سے مصروف رکھا تو فرمایا "رب تعالیٰ ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے۔" آپ نے اپنے چہرہ انور پر لگنے والے زخم پر تحمل کا اظہار کیا۔ مگر دین حنیف کے مبارک چہرہ پر لگنے والے زخم پر حلم کا اظہار نہ کیا۔ دین کا چہرۂ انور نماز ہے۔ آپ

نے اپنے خالق اعظم کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دی۔

۳ آپ کی اس دعا "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" کے بارے قاضی نے لکھا ہے" ذرا، دیکھو کہ اس دعا میں کیسے فضل جمع ہے۔ کیسے احسانات کے درجات ہیں حسن خلق، کریم النفس اور صبر اور حلم کی انتہا ہے آپ نے ان کے لیے صرف خاموشی پر اقتصار نہ کیا بلکہ انہیں معاف کر دیا۔ پھر ان پر شفقت فرمائی ان پر رحم کیا ان کے لیے شفاعت کی عرض کی "مولا! انہیں ہدایت دے انہیں معاف فرما" پھر اپنے اس فرمان سے ان کے لیے شفقت اور رحمت کا اظہار کیا "قومی" پھر ان کی لاعلمی کی وجہ سے ان کی طرف سے یوں عذر بھی پیش کر دیا۔
(انھم لا یعلمون)

چوتھا باب

حیاء اور اس چیز کی طرف چہرۂ انور نہ کرنا جسے ناپسند کرتے تھے

امام بخاری، امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشیں دوشیزہ سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔ جب کسی امر کو ناپسند فرماتے تھے تو ہم آپ کے چہرہ انور سے معلوم کر لیتے تھے۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے چہرے پر سرخی دیکھی تو فرمایا کاش! تم اسے حکم دو کہ وہ یہ سرخی دھو دے۔" آپ کسی کا اس طرح استقبال نہیں کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا۔"

امام بخاری نے ادب میں ان الفاظ میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم ہی کسی شخص کا یوں استقبال کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس پر زردی کے اثرات تھے جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا "کاش! یہ تبدیل کر دے یا یہ زردی اتار دے۔" ابوداؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ تک کسی شخص کی ناپسندیدہ بات پہنچتی تو آپ اس سے یوں نہ فرماتے کہ تو نے اس طرح کہا ہے بلکہ یوں فرماتے "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس طرح اس طرح کہتے ہیں۔"

عبد بن حمید اور ابوشیخ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ باحیاء تھے۔ آپ سے جو کچھ بھی مانگا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔"

امام بیہقی نے حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نگاہ مبارک کو نیچا رکھتے تھے۔ زیادہ تر آپ آسمان کی بجائے زمین کی طرف ہی دیکھا کرتے تھے۔ آپ کی اکثر نگاہ مبارکہ ملاحظہ ہوتی تھی۔"

امام بخاری نے الادب المفرد میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ایک عمل فرمایا۔ اس میں رخصت دی ایک قوم اس سے دور ہٹ گئی جب یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا "اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ جس عمل کو میں سرانجام دیتا ہوں یہ اس سے کنارہ کش ہوتے ہیں۔ بخدا! میں ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔ اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ باحیاء تھے آپ پردہ نشیں دوشیزاؤں سے بھی زیادہ باحیاء تھے" امام احمد۔ امام بیہقی اور ابوداؤد نے اس روایت کو حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے۔

تنبیہ

حیاء الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔ یہ الحیاۃ سے مشتق ہے اسی سے الحیا بارش کو کہتے ہیں لیکن یہ الف مقصورہ کے ساتھ ہے۔ کسی قوم کا دل جس قدر زیادہ زندہ ہوگا۔ اتنا ہی اس میں حیاء زیادہ پایا جائے گا قلت حیاء دل اور روح کی موت کی علامت ہے۔ دل جس قدر زندہ ہوگا حیاء اتنا ہی مکمل ہوگا۔ لغت میں اس سے مراد تغیر اور انکساری ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پر وہ چیز خوف طاری کر دے جس کی بناء پر اس پر عیب لگایا جا سکے۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق کسی سبب کی وجہ سے صرف ترک پر آتا ہے لیکن ترک اس کے لوازمات میں سے ہے شریعت مطہرہ میں اس سے مراد ایسا خلق ہے جو قبیح امر سے اجتناب کرنے پر ابھارے۔ کسی صاحب حق کے حق میں تقصیر کرنے سے روکے۔

پانچواں باب

آپ کا حسن سلوک اور ناپسندیدہ امور پر صبر

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا مخرق بن نوفل نے اجازت طلب کی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سنی تو فرمایا "یہ اپنے قبیلہ کا برا انسان ہے۔"

امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا "اسے اذن دے دو۔ یہ اپنے قبیلے کا بُرا بھائی ہے" جب وہ آپ کی خدمت عالیہ میں آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو کی۔ خندہ پیشانی سے ملے۔ اس کے لیے مسرت کا اظہار کیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نے وہ شخص دیکھا تو اس کے بارے وہ کچھ فرمایا جو فرمایا۔ جب وہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو کی خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے مسرت کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا" کیا تم نے مجھے کبھی فحش گو دیکھا ہے۔ روز حشر رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ شریر آدمی وہ ہو گا جس کی فحش گوئی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں گے۔"

ابن الاعرابی نے حضرت صفوان بن امیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" بخدا! مجھے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتے رہے جو کچھ عطا کرتے رہے۔ آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے آپ مجھے لگاتار عطا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب بن گئے۔ آپ نے حضرت حکیم بن حزام کو ایک سو بکریاں، عیینہ بن حصن کو ایک سو اونٹ اور اقرع بن حابس کو ایک سو اونٹ عطا کیے۔"

ابن عدی، حکیم اور امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح اس نے مجھے فرائض کا حکم دیا ہے۔"

ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی اذیتوں پر سارے لوگوں سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔

امام نسائی، امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ہم مسجد نبوی میں آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ اٹھتے تھے تو ہم بھی اٹھ جاتے تھے۔ ایک دن آپ اٹھے ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے جب آپ مسجد کے وسط تک پہنچے تو ہمیں ایک شخص نے آلیا۔ اس نے آپ کو پیچھے سے آپ کی چادر سے کھینچا۔ آپ کی چادر سخت تھی۔ آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ اس نے کہا" محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ان دو اونٹوں پر سوار کرو۔"

تنبیہات

1. ابن بطّال، قاضی، قرطبی اور امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ مبہم شخص عیینہ بن حصن بن بدر الفزاری تھا۔ اسے الاحمق المطاع کہا جاتا ہے۔

2. علامہ خطابی نے لکھا ہے یہ حدیث مبارک علم اور ادب کو جامع ہے۔ آپ کی امت کے لیے ان امور میں آپ کا یہ فرمان غیبت نہیں ہے۔ جن امور کے ساتھ آپ اپنی امت کے ساتھ خلوص کا اظہار فرماتے تھے۔ یا غیبت ان میں سے بعض کی بعض سے ہوتی تھی۔ بلکہ آپ پر لازم ہے کہ اس امر کو بیان فرماتے۔ وضاحت سے بیان فرماتے۔ لوگوں کو اس معاملہ سے آگاہ کرتے۔ اس کا تعلق خلوص کے ساتھ ہے۔ یہ آپ کی اپنی امت پر شفقت تھی۔ لیکن کیونکہ کرم آپ کی جبلت میں شامل تھا۔ آپ کو حسن خلق عطا کیا گیا تھا۔ آپ نے اس شخص کے لیے بشاشت کا اظہار کیا۔ ناپسندیدگی کے ساتھ اس کا استقبال نہ کیا تاکہ ایسے شخص کے شر سے بچنے کے لیے آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے۔ حسنِ سلوک میں آپ کی اقتداء کرے، تاکہ وہ اس کے شر اور فتنہ سے بچ سکے۔

3. امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں اس شخص کی غیبت کا جواز ہے جو اعلانیہ گناہ کرتا ہو یا فحش گو ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ حسن سلوک کا بھی جواز ہے تاکہ اس کے شر سے بچا جا سکے بشرطیکہ یہ دین حق میں مداہنت کی طرف نہ لے جائے۔ پھر انہوں نے قاضی حسین کی اتباع میں لکھا ہے: مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مدارات دنیا خرچ کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عطیات، نوازشات تو اس ہستی کی طرف سے ہوتے تھے جس کی دنیا ہے۔ آپ نے اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اس کے ساتھ گفتگو میں نرمی اختیار کی۔ لیکن اس کی تعریف ایسی نہ کی جس سے آپ کے فرمانِ اور عمل میں تناقض آجائے۔ اس کے بارے آپ کا فرمان حق ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ حسن معاشرت کی۔ اس تقدیر سے اشکال ختم ہو جاتے ہیں۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس وقت عیینہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آپ کی اس کے بارے میں غیبت نہ تھی۔ یا اس نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس کا اسلام خالص نہ تھا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ اسے بیان فرما دیں تاکہ اس سے وہ شخص دھوکا نہ کھا جائے جو اس کے باطن کو نہیں جانتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری اور آپ کے بعد اس سے ایسے امور کا صدور ہوا تھا جو اس کے ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر آپ کا یہ فرمان نبوت کی علامات میں سے ہوگا۔ آپ نے اس کے ساتھ تالیف کرتے ہوئے نرم گفتگو فرمائی تھی۔ الحافظ نے لکھا ہے: ''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عیینہ مرتد ہو گیا تھا اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی پھر واپس لوٹا اور اسلام قبول کر لیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بعض جنگوں میں حصہ لیا۔''

چھٹا باب

آپ کی پاکبازی، شفقت، رحمت اور حسن عہد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

بعض عارفین نے لکھا ہے "یہ رب تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو رحمت سے پیدا فرمایا۔ جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کا سرچشمہ ہیں" ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک رات آپ نے قیام فرمایا۔ ایک ہی آیت طیبہ کو بار بار پڑھا۔ اسی کے ساتھ رکوع، سجود، قیام اور قعدہ کیا۔ حتیٰ کہ صبح ہوگئی وہ آیت طیبہ یہ تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ (المائدہ)

ترجمہ: اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔

جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ تادم صبح یہی آیت طیبہ پڑھتے رہے ہیں" آپ نے فرمایا "میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی التجاء کی ہے۔ یہ ہر اس شخص کو نصیب ہو گی جس نے رب تعالیٰ کے ہاں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوگا۔ ان شاء اللہ!" میں نے عرض کی "آپ کو کیا جواب دیا گیا ہے؟" آپ نے فرمایا "مجھے وہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں تو عمل ترک کر دیں گے" انہوں نے کہا "کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دوں؟" آپ نے فرمایا "ضرور! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے لوگوں کی طرف اس طرح کا پیغام بھیجا تو وہ عبادت میں سستی کریں گے" آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس آجانے کا حکم دیا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو لوگوں پر آپ سے زیادہ رحم کرنے والا ہو"۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نماز کا آغاز

کرتا ہوں۔ میں اسے طویل کرنا چاہتا ہوں لیکن میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں کیونکہ میں اس کے رونے سے اس کی کیفیت کی شدت کو سمجھ لیتا ہوں۔"

امام مسلم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے تھا۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ (ابراہیم)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو۔ پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بیشک تو غفور رحیم ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے رب تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ (المائدہ)

ترجمہ: اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلا شبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔

آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند فرمائے۔ عرض کی "اللھم! امتی! امتی!" آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا: "جبرائیل! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟" حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے انہیں بتایا حالانکہ رب تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جبرائیل! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ ہم عنقریب انہیں ان کی امت کے بارے راضی کر دیں گے۔ ہم آپ کو غمزدہ نہیں کریں گے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف رات کے وقت مسجد نبوی میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز ادا فرما رہے تھے۔ لوگ اس کے بارے گفتگو کرنے لگے ان کی اکثریت جمع ہو گئی لوگ اس امر کا تذکرہ کرنے لگے۔ تیسری شب بہت سے صحابہ کرام مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی نماز کی طرح کی نماز پڑھی چوتھی رات مسجد نبوی نمازیوں سے بھر گئی۔ مگر انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدا نہ آئی۔ ان میں سے کچھ آواز نکالنے لگے تاکہ آپ ان کے پاس تشریف لائیں مگر آپ باہر تشریف نہ لائے حتیٰ کہ آپ نماز صبح کے لیے تشریف لائے۔ جب نماز ادا فرمائی تو لوگوں کی طرف توجہ کی۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا "امابعد! رات کو تمہاری کیفیت مجھ سے مخفی نہ تھی لیکن مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس سے عاجز آ جاؤ۔ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ فرض نماز کے علاوہ دیگر

نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔"

امام مسلم، امام بخاری اور امام نسائی اور ابو شیخ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحیم اور نرم تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ بیس راتیں قیام کرنے کا شرف حاصل کیا آپ نے سمجھا کہ ہم اپنے اہل سے اداس ہو گئے ہیں۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے اہل کے پاس کسے چھوڑ آئے ہیں ہم نے آپ کو بتایا آپ نے فرمایا، اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ چلو ان کے ہاں ہی قیام کرو۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے وہ لڑکھڑا کر گر پڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پاک سے نیچے تشریف لائے آپ حضرت امام حسن کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے لوگوں نے انہیں پکڑ لیا آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ شیطان کو ہلاک کرے۔ اولاد آزمائش ہے۔ بخدا! میں نہیں جانتا تھا کہ میں منبر سے اتروں گا۔ حتیٰ کہ مجھے ان کے پاس لایا گیا۔"

الطبرانی نے حضرت زید بن حالہ اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ آرام فرما تھے۔ آپ جاگے۔ حضرت حالہ آپ کے سینہ اقدس کے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ہالہ، ہالہ!" گویا کہ آپ ان کے آنے کی وجہ سے خوش ہوئے کیونکہ ان کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رشتہ داری تھی۔

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ ایک شخص نے ایک چڑیا کے انڈے لے لیے۔ وہ آپ کے سر اقدس پر پھڑ پھڑانے لگی۔ آپ نے فرمایا "اسے کس نے اس کے انڈے لے کر تکلیف دی ہے؟" اس شخص نے عرض کی "یارسول اللہ میں نے اس کے انڈے اٹھائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں واپس کرو۔ یہ اس پر ترس کی وجہ سے تھا۔ آپ نے اس قدر مختصر نماز کبھی نہیں پڑھائی" آپ نے فرمایا "میں نے اپنے بچے کے رونے کی آواز سنی۔ عفت مآب خواتین میرے پیچھے صف باندھے ہوئے تھیں۔ میں نے چاہا کہ اس کی ماں اس کے لیے فارغ ہو جائے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوما۔ آپ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھا ہوا تھا۔ اقرع نے کہا میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چوما" آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

شیخین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا "تم اپنے بچوں کا بوسہ لیتے ہو لیکن ہم اپنے بچوں کا بوسہ نہیں لیتے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر

رب تعالیٰ تمہارے دلوں سے رحمت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

محمد بن عمر اسلمی نے اپنے مغازی میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا فتح مکہ کے وقت حضور سپہ سالار اعظم ﷺ العرج سے روانہ ہوئے۔ تو آپ نے رستہ میں کتیا دیکھی جو اپنے بچوں کی وجہ سے آواز نکال رہی تھی۔ بچے اس کے ارد گرد دودھ پی رہے تھے۔ آپ نے حضرت جعیل بن سراقہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں تاکہ لشکر اسلامی میں سے کوئی اس کے ساتھ یا اس کے بچوں کے ساتھ تعرض نہ کرے۔

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو مجھے تو یہ پسند تھا کہ میں کسی بھی اس سریہ سے پیچھے نہ رہوں راہ خدا میں نکلے لیکن میرے پاس سواریاں نہیں ہوتیں جن پر انہیں سوار کراؤں، نہ ہی وہ سواریاں پاتے ہیں جن پر سوار ہوں میرے بعد پیچھے رہ جانا ان پر گراں گزرتا ہے۔"

امام مالک وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اپنی امت کے لیے مشکل پیدا کر دوں گا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کا وضو کرتے وقت مسواک کرتے۔

ابن حبان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ام المؤمنین سے عذر طلب کریں۔ آپ کا گمان نہ تھا وہ ان سے وہ کچھ پالیں گے جو انہوں نے پایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بلند کیا اور ام المؤمنین کو طمانچہ دے مارا۔ انہوں نے ان کے سینے پر مارا۔ اس سے آپ غمزدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ابو بکر آئندہ میں تمہیں کبھی نہ کہوں گا کہ کسی سے معذرت طلب کرو۔"

امام مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ آپ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ آپ نے اپنے لختِ جگر کو منگوایا۔ اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ جو کچھ رب تعالیٰ نے چاہا کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ کے سامنے ہی ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا "آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ دل غمزدہ ہے۔ ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرتی ہے۔ اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمزدہ ہیں۔"

ابن عساکر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "دو افراد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ سے بات کی میں نہیں جانتی کہ وہ کیا بات تھی۔ انہوں نے آپ کو ناراض کر دیا۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ انہیں برا بھلا کہا۔ جب آپ تشریف لائے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ہر ایک کو آپ سے بھلائی پہنچی ہے لیکن ان دونوں نے آپ سے بھلائی نہیں پائی تو آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتی ہو کہ میں نے اس کے بارے اپنے رب تعالیٰ سے کیا وعدہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی "آپ نے اس کے بارے اپنے رب تعالیٰ سے کیا وعدہ لیا ہے؟ آپ نے کہا "میں نے عرض کی ہے "مولا! میں جس شخص کو بھی برا بھلا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا اسے ماروں اسے اس کے لیے مغفرت اور عافیت

بنادے اور اسے یہ یہ بنادے۔"

امام ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ کھاتی تھی جتنی غیرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر کھاتی تھی۔ حالانکہ میں نے انہیں پایا نہ تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ اگر آپ بکری ذبح کرتے تو اس میں کچھ گوشت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ضرور بھیجتے تھے۔"

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا "میں نے آج ایسا کام کیا ہے میری خواہش ہے کہ میں نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ میں گھر میں داخل ہوا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آفاق میں سے کسی افق کی طرف سے ایک شخص آئے گا۔ وہ اس میں داخل ہونے کی استطاعت نہ رکھتا ہوگا۔ وہ لوٹ جائے گا۔ اس کے نفس میں اس کے بارے میں کچھ تردد ہوگا۔

❀❀❀❀

ساتواں باب

تواضع ،انکساری

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اور آپ نیچے کیا کیجئے اپنے پروں کو اُن لوگوں کے لیے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں ،اہل ایمان سے۔

یعنی اپنا پہلو نیچے جھکائیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقیر مسلمانوں اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ تواضع ،عاجزی ،نرمی اور رفق اختیار کرنے کا حکم دیا۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی طرف سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ آسمان کا افق شق ہوا۔ حضرت جبرائیل امین زمین کے قریب تر آنے لگے۔ ان کا بعض بعض میں داخل ہو گیا۔ وہ سکڑ گئے۔ اچانک ایک فرشتہ آپ کے سامنے تھا" دوسرے الفاظ میں ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ میں سے ایک فرشتہ آپ کی خدمت میں بھیجا جس کا ازار خانہ کعبہ کے برابر تھا۔ مجھ سے قبل کسی نبی پر نہیں اترا تھا نہ ہی میرے بعد کسی پر اترے گا وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے انہوں نے کہا "السلام علیک یا محمد! آپ کا رب تعالیٰ آپ کو سلام دے رہا ہے۔ میں آپ کی طرف آپ کے رب تعالیٰ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ عبد نبی بن جائیں اگر آپ پسند کریں تو آپ بادشاہ نبی بن جائیں۔ میں نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا گویا کہ میں مشورہ طلب کر رہا ہوں۔ حضرت جبرائیل نے مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا کہ میں تواضع کروں" میں نے کہا" میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔ عائشہ! اگر میں بادشاہ نبی کہہ دیتا اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ میرے ساتھ سونے کے بن کر چلتے" ام المومنین نے فرمایا" اس کے بعد آپ نے ٹیک لگا کر کبھی نہ کھایا بلکہ آپ فرماتے تھے" میں اسی طرح کھاؤں گا جیسے عبد کھاتا ہے اسی طرح بیٹھوں گا جیسے عبد بیٹھتا ہے" اس حدیث پاک کے کئی طرق ہیں۔ ان کا تذکرہ آپ کے زہد کے باب میں آئے گا۔

ابن سعد نے حضرت حمزہ بن عبید اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی صفات

تھیں جو جبار ین میں نہیں ہوتیں جو بھی سرخ و سیاہ آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ اگر گری ہوئی کھجور ملتی تو اٹھا لیتے۔ اسے اپنے منہ مبارک میں ڈال لیتے۔ اگر اندیشہ ہوتا کہ وہ صدقہ کی نہ ہو۔ آپ دراز گوش پہ سوار ہو جاتے تھے حالانکہ اس پر کچھ نہ ہوتا تھا۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرایا۔

ابن عدی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ اپنی چادر مبارک کو کندھوں کے مابین باندھ رکھا تھا۔ ایک اعرابی آپ سے ملا۔ اس نے عرض کی" یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اسے کیوں باندھ رکھا ہے؟" آپ نے فرمایا" تیری خیر! میں نے اسے اس لیے پہنا ہے تا کہ اس سے تکبر کا قلع قمع کروں"۔

امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مجذوم شخص کا ہاتھ پکڑا۔ اسے پیالے میں داخل کیا۔ اسے فرمایا" رب تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے، اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ"

ابن ابی شیبہ نے اور امام بغوی نے عبدالرحمن بن جبر الخزاعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ چل رہے تھے کہ ایک شخص نے ناگوار عمل کیا آپ نے اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ جب اس نے وہ کپڑا دیکھا تو اس نے سر بلند کیا۔ تو اسے کپڑے کے پاس آپ کی ذات نظر آئی آپ نے فرمایا " ٹھہرو" اس نے وہ کپڑا لیا اور اسے ستر بنا لیا۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں"۔

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت یزید رقاشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے ایک بوسیدہ کجاوے اور ایسی چادر پر حج کیا جس کی قیمت چار درہم تھی۔ یوں عرض کی" مولا! اس کو حج مقبول بنا جس میں نہ ریاء ہے اور نہ شہوت کا حصول ہے"۔

بقی بن مخلد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور امام الانبیاء ﷺ اپنی سواری کو خود ہانکا کرتے تھے اور تھوڑا سا چلتے تھے"۔

ابن الاعرابی نے حضرت ابوالمثنیٰ الاملوکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ اور سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام عصا مبارک لے کر چلتے تھے۔ اسی پر ٹیک لگاتے تھے وہ از راہ تواضع یوں کرتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید الانبیاء ﷺ دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اپنے پیچھے کسی کو سوار کر لیتے تھے اور غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے"۔

امام حاکم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:" حضور نبی معظم ﷺ دراز گوش پر سواری

فرمالیتے تھے صوف زیب تن فرمالیتے تھے، بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور غریب کی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت بزار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "یوم خندق کو میں آپ کی زیارت سے بہرہ مند ہوا۔ آپ مٹی اٹھا رہے تھے۔ مٹی نے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی کو چھپا رکھا تھا۔"

دارمی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کثرت سے ذکر فرماتے تھے فحش گوئی نہ فرماتے تھے گفتگو کم فرماتے تھے طویل نماز ادا کرتے تھے۔ خطبہ تھوڑا ارشاد فرماتے تھے۔ آپ نہ تو تکبر کرتے تھے۔ نہ ہی بیواؤں اور مساکین کے ساتھ چلنے کو عار سمجھتے تھے تاکہ ان کی ضروریات کو پورا فرمائیں۔"

خرائطی نے ان ہی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ عار نہ سمجھتے تھے کہ آپ کمزور کے ساتھ چلیں بیواؤں کے ہمراہ جائیں تاکہ ان کی ضروریات پوری کریں۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے کبھی بھی آپ کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا دو شخص بھی آپ کے نشانِ قدم پہ نہ چلتے تھے۔"

ابوشیخ نے حضرت ابن عباس سے اور ابن سعد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے تھے زمین پر ہی کھاتے تھے۔ بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ غلام کی دعوت کو قبول فرمالیتے تھے" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا ہے آپ فرماتے تھے "اگر مجھے کسی جانور کی دستی کی طرف دعوت دی جائے تو میں یہ دعوت قبول کرلوں گا" آپ فرماتے "اگر مجھے کسی جانور کے پائے پر دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا" "خطیب نے الروایۃ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ غلام کی دعوت کو قبول کر لیتے تھے خواہ وہ جس کھانے پر بھی آپ کو دعوت دیتا۔" آپ نے فرمایا: "اگر مجھے جانور کے پائے پر بھی دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا۔"

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور ﷺ گدھے پر سواری فرمالیتے تھے۔ مریض کی عیادت کرتے تھے۔ نماز جنازہ میں شرکت کرتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول فرمالیتے تھے بنو قریظہ سے جنگ کے روز آپ ایسے گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے چھلکوں کی رسی کی تھی۔ اس کا پالان بھی کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔

امام ترمذی نے یہ روایت لکھی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ جبکہ امام بیہقی نے حضرت ھند بن ہالہ سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے تھے کہ آپ جس سے بھی ملاقات کرتے اس کو پہلے سلام کرتے تھے۔

امام احمد نے الزھد میں اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کر کے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی مفہوم کی روایت احادیث مسندہ میں منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! حضور اکرم ﷺ کا دار اقدس کسی کے لیے بند نہ ہوتا تھا، نہ ہی دار اقدس پر کوئی پہرہ دار ہوتا تھا۔ صبح یا شام کے وقت پیالوں میں کھانا آپ کے پاس نہیں لے

جایا جاتا تھا آپ کا دار اقدس سب کے لیے کھلا تھا جو آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔آپ سے مل سکتا تھا۔آپ زمین پر بیٹھتے تھے۔کھانا تناول فرما لیتے تھے کھردرا کپڑا پہن لیتے تھے گدھے پر سواری فرما لیتے تھے اپنے پیچھے کسی کو سوار کر لیتے تھے۔اپنی مبارک انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے گفتگو کی اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔آپ نے اسے فرمایا"تم خاطر جمع رکھو۔میں بادشاہ نہیں ہوں۔میں قریش میں سے اس (محترمہ) خاتون کا فرزند دلبند ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھاتی تھی۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:"بارگاہ رسالت مآب میں ایک بکری پیش کی گئی۔آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے۔اسی طرح گوشت تناول فرمایا۔اعرابی نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بیٹھنے کا کیسا انداز ہے؟" آپ نے فرمایا"اللہ تعالیٰ نے مجھے کریم عبد بنایا ہے مجھے جبار اور سرکش نہیں بنایا۔"

امام احمد، امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی، ایک عورت تھی جس کی عقل میں کچھ تھا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، آپ نے فرمایا"فلاں کی والدہ! مدینہ طیبہ کے جس رستہ پر چاہو۔میں تمہاری حاجت پوری کروں گا" آپ اس کے ساتھ سرگوشی فرماتے ہوئے اٹھے حتیٰ کہ اس کی ضرورت پوری کر دی۔"

ابوبکر الشافعی اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی رستہ پر تشریف فرما تھے۔آپ کے ہمراہ آپ کے کچھ صحابہ بھی تھے۔ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔" آپ نے فرمایا:"اے ام فلاں! گلی کے قریبی کنارے پر بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں" اس نے اسی طرح کیا" آپ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس کی ضرورت پوری کر دی۔"

ابن ابی شیبہ نے یعقوب بن یزید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاخ خرما کے ساتھ مسجد نبوی کے گرد و غبار کو صاف کرتے تھے" امام بخاری نے الادب میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ جب وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو آپ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ حاضر خدمت تھے" انہوں نے ان کے قرب کا ذکر کیا۔پھر کہا"میں سمجھ گیا کہ آپ کسریٰ و قیصر کی طرح بادشاہ نہیں ہیں۔"

ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"اگر مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی۔وہ آپ کا دستِ اقدس تھام لیتی۔آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے حتیٰ کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔وہ اپنا کام کروا لیتی۔"

عبداللہ بن حمید نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر

ہوئے۔آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔صحابہ کرام نے کہا" یہ عدی ہیں" میں کسی امان اور عہد کے بغیر حاضر ہوا تھا۔جب میں آپ کی خدمت میں پہنچایا گیا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔آپ نے اس سے قبل فرمایا تھا" مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے گا۔"

"آپ میرے ساتھ اٹھے۔راستہ میں آپ کو ایک خاتون ملی جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔انہوں نے عرض کی "آپ سے ہمیں ایک ضروری کام ہے" آپ ان کے ساتھ اٹھے حتیٰ کہ ان کا کام کر دیا۔"

حضرت ابوذر حروی نے اپنی کتاب الدلائل میں حضرت ابو امامۃ سھل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک مسکین عورت مریض ہوگئی۔حضور اکرم ﷺ کو ان کے مرض کے بارے بتایا گیا آپ مساکین کی عیادت کرتے تھے۔ان کے بارے پوچھتے تھے۔

امام احمد، امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" اگر مدینہ طیبہ کی کوئی خادمہ آپ کا دستِ اقدس تھام لیتی وہ آپ کو ضروری کام کے لیے لے جاتی۔آپ اس سے اپنا دستِ اقدس پیچھے نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔"

ابن اسحاق نے الزجاجی نے اپنی تاریخ میں حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کو تکلیف دے رہے ہیں۔ان کا گرد و غبار آپ کو اذیت دے رہا ہے۔کاش! آپ عریش بنالیں جس میں ان کے ساتھ کلام کریں حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا" میں ان کے سامنے ہی رہوں گا۔وہ میری گردن روندیں گے۔مجھ سے میرا کپڑا چھینیں گے۔ان کا گرد و غبار مجھے اذیت دے گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان میں سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔"

ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، قاسم بن ثابت اور الطبرانی نے حضرت ابوسعید وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک جوان (طبرانی نے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت معاذ بن جبل تھے) بکری کی جلد اتار رہے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا" پیچھے ہو جاؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اچھی طرح چمڑا نہیں اتار رہے" آپ نے بکری کے گوشت اور جلد کے مابین اپنا دستِ اقدس داخل کر دیا۔اسے اندر کی طرف لے گئے حتیٰ کہ وہ اس کی بغلوں کے نیچے سے نکل آیا۔پھر فرمایا "جوانو! کھال اس طرح اتاری جاتی ہے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جس دن آپ نمازِ صبح ادا فرما لیتے تو اہل مدینہ طیبہ کے خدام اپنے اپنے برتن لے آتے جن میں پانی ہوتا تھا جو برتن بھی پیش کیا جاتا آپ اس میں دست اقدس ڈالتے۔بعض اوقات وہ ٹھنڈی صبح میں پانی لے آتے۔آپ اس کے اندر اپنا دستِ اقدس ڈال دیتے۔"

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت مجسم ﷺ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرات حبہ بن خالد اور سواء بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ اپنی دیوار یا بنیاد درست فرما رہے تھے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ کی ٹھوڑی مبارک عاجزی کی وجہ سے کجاوے پر تھی۔

ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے اپنا سر اقدس عاجزی کرتے ہوئے کجاوے پر رکھ دیا۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص گدھا لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ وہ چل رہا تھا اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس پر سوار ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا جانور کا مالک اس امر کا زیادہ مستحق ہوتا ہے کہ وہ جانور کے آگے سوار ہو مگر جبکہ وہ مالک اس حق سے دستبردار ہو جائے۔" اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

امام احمد، ابن عدی اور ابن حبان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑے سی لیتے تھے۔ اپنے نعلین پاک درست فرما لیتے تھے" امام احمد کی روایت میں ہے "آپ اپنے ڈول کو پیوند لگا لیتے تھے۔ بکری دوہ لیتے تھے۔ اپنی خدمت خود کرتے تھے۔"

امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرات حبہ بن خالد اور سواء بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت دیوار درست فرما رہے تھے۔ انہوں نے اس پر آپ کی معاونت کی۔ اس امر کو مختلف اوقات پر محمول کیا جائے گا۔ اگر خدام حاضر خدمت ہوتے تو یہ امور سرانجام دیتے تھے کبھی آپ خود کام کرتے۔ کبھی خادم کر دیتا اور کبھی آپ خادم کے ساتھ مل کر کام سرانجام دیتے۔"

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "آپ زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ زمین پر کھا لیتے تھے۔ صوف پہن لیتے تھے۔ اگر کسی جانور کا پایا بھی بطور تحفہ دیا جاتا تو اسے قبول کر لیتے۔ اگر کسی جانور کے بازو پر دعوت دی جاتی تو دعوت قبول کر لیتے آپ اونٹ کو باندھ لیتے تھے۔" امام ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ اس وقت آپ اپنے اونٹ کو چارہ کھلا رہے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں شرکت کرتے تھے۔ مریض کی عیادت کرتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول کرتے تھے۔ گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ یوم خیبر کو آپ گدھے پر سوار تھے۔ یوم قریظہ کو آپ گدھے پر سوار تھے۔ جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی اور اس کا پالان بھی کھجور کا تھا۔"

ابن المبارک نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کھانے کے لیے سمٹ کر بیٹھتے تھے گویا کہ آپ اٹھنے کے لیے تیار ہوں۔"

ابو داؤد نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی نورنظر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں بکری پیش کی آپ نے اسے باندھا اور اس کا دودھ نکالا۔فرمایا "میرے پاس اپنا سب سے بڑا برتن لے کر آؤ" ہم نے بڑا سا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے اس میں دودھ نکالا حتیٰ کہ اسے بھر دیا۔پھر فرمایا "تم خود بھی پیو اور اپنے پڑوسیوں کو بھی پلاؤ۔"

ابو الحسن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز العمری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے اہل خانہ سے اس چیز میں کم ہی کفایت چاہتے تھے جو ان سے کفایت کا تقاضا کرتی تھی۔آپ خود ہی وضو فرما لیتے تھے۔مساکین کو اپنے دستِ اقدس سے عطا کرتے تھے۔کپڑا کوٹنے میں ان کی مدد کرتے تھے۔"

ابو شیخ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! رب تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔آپ ٹیک لگا کر کھالیں یہ آپ کے لیے آسان ہے" آپ نے فرمایا "میں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح عبد کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھوں گا جیسے عبد بیٹھتا ہے" اس کو امام بخاری نے ادب میں اور صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو آپ کی خدمت میں لے کر گیا جس روز وہ پیدا ہوئے تھے۔حضور ﷺ چادر پہنے ہوئے تھے اور اپنے اونٹ کو چارہ کھلا رہے تھے۔"

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور ابو شیخ نے حضرت اسود بن یزید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "حضور اکرم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "آپ ایک (کامل) بشر تھے اپنے کپڑے صاف کر لیتے تھے بکری دوہ لیتے تھے اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔اپنی خدمت بجا لاتے تھے۔جوتے مرمت فرما لیتے تھے وہ امور سرانجام دیتے تھے جو مرد حضرات اپنے گھروں میں سرانجام دیتے ہیں۔آپ اپنے اہل خانہ کی خدمت کرتے۔جب مؤذن کی آواز سنتے تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔"

ابن سعد نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔آپ کے ہاں ہی رونق افروز رہے جب موسم کی شدت کم ہوئی تو وہ ایک سست رو گدھا لے کر حاضر خدمت ہوئے۔انہوں نے آپ کے لیے ایک کپڑا بچھا دیا۔آپ اس پر سوار ہوئے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کے پیچھے اپنے نورنظر کو سوار کرائیں تاکہ وہ گدھا واپس لے آئے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر تم نے اپنا لختِ جگر میرے ہمراہ بھیجنا ہی ہے تو اسے میرے آگے سوار کرو" انہوں نے عرض کی: "نہیں! یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کے پیچھے سوار ہوگا" آپ نے فرمایا "سواری کے مالک اس امر کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں کہ وہ ان کے آگے سوار ہوں" حضرت سعد نے عرض کی "میں اسے آپ کے ساتھ نہیں بھیجوں گا لیکن آپ گدھے کو واپس بھیج دیجیے گا۔" آپ نے فرمایا: "ہم اسے واپس کر دیں گے وہ گدھا

اتنا تیز اور سریع ہو گیا کہ اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔"

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب کوئی شخص آپ کے سامنے آتا۔ اور آپ اس سے مصافحہ فرماتے تو اپنا دستِ اقدس اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے حتیٰ کہ وہ اپنا ہاتھ خود ہی پیچھے کر لیتا۔ اپنا چہرہ انور اس کے چہرے سے نہ پھیرتے حتیٰ کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں کبھی بھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے۔"

ابن سعد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" گھریلو امور میں سے آپ اکثر سلائی کرتے تھے۔"

ابو ذر ہراوی نے اپنے دلائل میں ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد، ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کوہِ صفا پر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا" مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا ہے آج رات کے لیے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مٹھی بھر جو یا مٹھی بھر آٹا نہیں ہے" اس کے معاً بعد آپ نے آسمانوں سے ایک صدا سنی جس سے آپ گھبرا گئے۔ آپ نے فرمایا" کیا رب تعالیٰ نے قیامت قائم کرنے کا حکم دیا ہے" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی" نہیں! لیکن یہ حضرت اسرافیل ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کی بات سن لی ہے۔ یہ فرشتہ جب سے تخلیق کیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک زمین پر نہیں آیا۔ مگر اسی وقت" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے" حضرت جبرائیل امین زمین کے قریب ہونے لگے۔ وہ سمٹ گئے ان کا جسم چھوٹا ہو گیا" حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے " حضرت اسرافیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ام المؤمنین کی روایت میں ہے" آپ کی خدمت میں ایک فرشتہ آیا جس کا جسم خانہ کعبہ کے برابر تھا اس نے عرض کی" رب تعالیٰ نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو پیش کش کروں کہ میں تہامہ کے پہاڑ زمرد، یاقوت، سونے اور چاندی کے بنا کر آپ کے ساتھ رواں کر دوں تو میں اس طرح کر دیتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ بادشاہ نبی بن جائیں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ عبد نبی بن جائیں" آپ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف توجہ کی گویا کہ آپ مشورہ طلب کر رہے ہوں۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو ہاتھ کا اشارہ کیا کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کا اظہار کریں" میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ساتھ خیر خواہی کا اظہار کر رہے ہیں۔ میں نے کہا" میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں" میں نے تین بار اسی طرح کہا میرے رب تعالیٰ نے میری قدر دانی کی۔ اس نے فرمایا" آپ پہلی ذات ہیں جن کے لیے زمین شق ہو گی سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے" حضرات ابن عباس اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا اس کے بعد آپ نے کبھی بھی ٹیک لگا کر نہ کھایا حتیٰ کہ آپ کا

وصال ہوگیا۔

ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" بارگاہ رسالت میں کھانا پیش کیا گیا۔میں نے عرض کی" آپ ٹیک لگا کر کیوں نہیں کھا لیتے۔اس میں آپ کے لیے سہولت ہے آپ نے اپنی جبین اطہر نیچے جھکا دی۔حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ کی پیشانی زمین کو چھو لیتی۔آپ نے فرمایا" میں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح عبد کھاتا ہے۔میں بیٹھ کر کھاؤں گا" اس کے بعد میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے ٹیک لگا کر کھایا ہو۔"

دارقطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوف پہن لیتے تھے۔آپ مخصوف پہن لیتے تھے۔آپ جو تناول فرما لیتے تھے اور کھردرا کپڑا پہن لیتے تھے۔"

ابن عساکر نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں نے حضرت انس سے کہا "ہمیں وہ حدیث پاک سنائیں جسے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو۔آپ کے علاوہ کسی اور سے ہمیں کچھ نہ سنانا" دوسری روایت میں ہے انہوں نے کہا" حضرت انس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "آپ صوف پہنتے تھے۔گدھے پر سوار ہو جاتے تھے زمین پر جلوہ افروز ہوتے تھے بکری کو باندھ لیتے اور اسے دوہ لیتے تھے زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔آپ فرماتے تھے" میں عبد ہوں میں اسی طرح بیٹھتا ہوں جیسے عبد بیٹھتا ہے" میں نے آپ سے سنا آپ نے فرمایا" اگر مجھے پائے پر دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا" زمین پر آپ کپڑے رکھتے اور اسی پر سو جاتے تھے۔

ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ ٹیک لگا کر کھا رہے تھے۔انہوں نے کہا" یہ تکیہ بھی نعمت ہے آپ سیدھے بیٹھ گئے اس کے بعد آپ کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔آپ نے فرمایا" میں عبد ہوں میں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے عبد کھاتا ہے۔میں اسی طرح پیتا ہوں جیسے عبد پیتا ہے۔"

ابن عساکر نے عمدہ اسناد سے یحییٰ بن سعد انصاری سے اور وہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی گئی" کاش! ہم آپ کے لیے بلند جگہ بنا دیں جس پر آپ جلوہ نما ہوں لوگوں سے ہم کلام ہوں" آپ نے فرمایا" میں تمہارے مابین ہی رہوں گا حتیٰ کہ تم میری گردن روندو گے حتیٰ کہ اللہ مجھے رفعت عطا فرما دے گا" پھر فرمایا" میرے منصب سے زیادہ مجھے بلند نہ کیا کرو۔رب تعالیٰ نے پہلے مجھے اپنا عبد بنایا ہے پھر مجھے اپنا رسول بنایا ہے" حضرت یحییٰ نے کہا" میں نے اس روایت کا تذکرہ حضرت سعید بن مسیب سے کیا انہوں نے فرمایا" انہوں نے سچ کہا ہے۔آپ عبد نبی تھے۔جب رب تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا تو آپ عبد ہی تھے۔"

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوف پہنتے تھے۔گدھے پر سواری فرماتے تھے اور کمزور لوگوں کی

دعوت کو قبول فرمالیتے تھے۔

ابویعلی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ صوف پہنتے تھے گدھے پر سواری فرماتے تھے۔ جوتے گانٹھ لیتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے۔آپ نے فرمایا" جس نے میری سنت سے انحراف کیا۔اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

اسحاق بن راہویہ اور ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ مریض کی عیادت فرماتے تھے۔نماز جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔گدھے پر سواری فرماتے تھے اپنے پیچھے کسی کو بٹھالیتے تھے۔ مسکین کی دعوت قبول کرلیتے تھے آپ کھانا زمین پر کھالیتے تھے۔مبارک انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔غزوہ خیبر میں آپ گدھے پر سوار تھے۔غزوہ بنو قریظہ اور غزوہ بنو نضیر میں بھی آپ گدھے پر سوار تھے اس گدھے کی لگام کھجور کے چھلکے کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر پالان بھی کھجور کا تھا۔"

انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور والا ﷺ میں تین خصال حمیدہ ایسی تھیں جو جابرین میں نہ تھیں۔آپ گدھے پر سواری فرماتے تھے۔جو سرخ وسیاہ آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت کو قبول فرمالیتے تھے آپ کو اگر گری ہوئی کھجور ملتی تو اسے اپنے منہ مبارک میں ڈال لیتے۔"

ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ ایک سیاہ فام غلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آتا۔آپ کا دست اقدس تھام لیتا اور جہاں چاہتا لے جاتا۔آپ اس کا کام کرکے ہی واپس تشریف لاتے۔

امام بخاری اور ابن عساکر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے تھے" حضور اکرم ﷺ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے تھے قلیل اور کثیر کے ساتھ ہماری ہمدردی فرماتے تھے۔"

امام بیہقی اور ابن عساکر نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:" حضور اکرم ﷺ کمزور مسلمانوں کے پاس تشریف لاتے تھے۔ان کے مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور ان کے جنازوں میں شرکت کرتے تھے۔"

ابن مندہ اور ابن عساکر نے عاصم بن حدرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ نے کبھی دسترخوان پر نہ کھایا تھا۔نہ ہی آپ کے ساتھ خادم چلتا تھا نہ ہی آپ کے ہاں اور کوئی دربان تھا۔"

ابن عساکر نے لکھا ہے" یہ روایت حضرت جریر کی روایت سے غریب ہے۔حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔اس پر کپکپی طاری ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا: "تسلی رکھو۔میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی اس خاتون (محترمہ) کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھاتی تھی۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں نے حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا: "یہ جو لباس، مشروبات اور کھانے نکل آئے ہیں ان کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے فرمایا "میرے بھتیجے! رب تعالیٰ کے لیے کھاؤ رب تعالیٰ کے لیے پیو رب تعالیٰ کے لیے پہنو۔ رب تعالیٰ کے لیے سواری کرو۔ ان میں سے جس چیز میں بھی خواہش، مدح، فخر ریاء یا شہرت کا عمل دخل ہوگا وہ مصیبت اور فضول خرچی ہے۔ اپنے گھر میں خدمت میں اسی طرح مشغول رہو جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں رہتے تھے۔ آپ اونٹنی کو چارہ کھلاتے تھے۔ اونٹ کو رسی سے باندھتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے۔ بکری کو دوہ لیتے تھے جوتے گانٹھ لیتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے۔ اپنے خادم کے ساتھ کھا لیتے تھے۔ جب وہ بلاتا تو اس کے ساتھ مل کر چکی بھی چلا لیتے تھے۔ آپ بازار سے کھجوریں بھی خرید لیتے تھے۔ حیاء آپ کو منع نہ کرتا تھا کہ آپ انہیں ہاتھ میں لٹکائیں یا اپنے کپڑے کے کنارے میں رکھیں اور انہیں اپنے اہل خانہ کے پاس لے جائیں آپ غنی، فقیر، چھوٹے اور بڑے سے مصافحہ کرتے تھے۔ آپ اہل نماز میں سے جس بھی چھوٹے یا بڑے، سیاہ یا سرخ آزاد یا غلام سے ملتے اسے پہلے سلام کرتے۔ جب وہ دعوت دیتے تو ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے حیاء آپ کے لیے رکاوٹ نہ بنتی تھی خواہ وہ بکھرے بالوں والا گرد آلود ہوتا جس چیز کی طرف آپ کو دعوت دی جاتی۔ آپ اسے حقیر نہیں سمجھتے تھے اگر آپ صرف خشک کھجور پاتے تو صبح کے وقت شام کے لیے اور شام کے وقت صبح کے لیے نہ لے جاتے تھے۔ صبح کے وقت حجرات مقدسہ میں روٹی کا ٹکڑا بھی نہ ہوتا تھا نہ ہی جَو کے مشروب کا گھونٹ ہوتا تھا۔ آپ باوقار عادات کے مالک اور عمدہ اخلاق والے تھے، کریم طبع اور عمدہ معاشرت والے تھے۔ چہرۂ انور پر ہمہ وقت تبسم سا رہتا تھا۔ ہنسے بغیر مسکراتے تھے۔ منہ بسورے بغیر غمزدہ ہوتے تھے۔ مشقت کے بغیر شدید اور ذلت کے بغیر متواضع تھے۔ اسراف کے بغیر سخی اور ہر قریبی رشتہ دار اور مسلمان کے لیے رحیم تھے۔ آپ رقیق القلب تھے نگاہ مبارک ہمیشہ نیچے رہتی تھی۔ آپ کو زیادہ کھانے کی وجہ سے کبھی بھی بدہضمی نہ ہوئی تھی۔ نہ ہی کبھی طمع کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔"

حضرت ابوسلمہ نے کہا "میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ ساری باتیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیں انہوں نے فرمایا "انہوں نے ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔ انہوں نے کم بیان کیا ہے۔ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ نہ ہی کبھی کسی سے شکوہ کیا۔ آپ کو فاقہ آسانی اور غنی سے پسندیدہ ہوتا تھا۔ اگر آپ بھوکے بھی ہوتے شب بھر بل کھاتے ہوئے گزاری ہوتی حتیٰ کہ صبح ہو جاتی تب بھی یہ چیز آپ کو دوسرے دن روزہ رکھنے سے نہ روکتی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے اور رب تعالیٰ سے التجاء کرتے تو زمین کے خزانے اور پھل آپ کی خدمت میں پیش کر دیے جاتے۔ زندگی مبارک خوش گوار ہو جاتی مشارق و مغارب کے خزانے آپ کے پاس آجاتے۔"

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں بھوک کی وجہ سے آپ کی یہ حالت دیکھ کر اکثر رو پڑتی تھی میں اپنے ہاتھ سے آپ کے شکم مبارک کو چھوتی اور عرض کرتی "میری جان آپ پر فدا! آپ دنیا سے اتنا تو لے لیں جو آپ کی خوراک کی کفایت کر سکے۔ بھوک سے روک سکے۔" آپ فرماتے "عائشہ! اولوالعزم رسل عظام میرے بھائیوں نے اس سے بھی شدید حالات

میں صبر کیا۔ وہ اسی حالت پر آگے چلے گئے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گئے۔ اس نے ان کے مقام کو عمدہ کیا۔ ان کے اجر و ثواب کو زیادہ کیا۔ اگر میں زندگی کو خوشگوار کرنے کے لیے کہوں تو مجھے حیاء آتی ہے کہ میں ان سے پیچھے رہ جاؤں گا کچھ ایام کے لیے صبر مجھے اس چیز سے پسندیدہ ہے جو آخرت میں میرا حصہ کم کر دے۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز پسندیدہ نہیں کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کر لوں۔"

تنبیہ

1. حضرت حسن کی روایت میں ہے کہ آپ کے دراقدس پر دربان نہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ وہ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے ڈر اور تقویٰ اختیار کر" اس عورت نے کہا "، مجھ سے دور ہو جائیں۔ آپ میری مصیبت سے بری ہیں" آپ آگے تشریف لے گئے۔ ایک شخص اس عورت کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ابھی تمہیں کیا کہا ہے؟ اس عورت نے کہا "میں نے تو آپ کو پہچانا ہی نہیں" اس نے کہا "وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے وہ آپ کے دراقدس پر آئی۔ اس نے وہاں دربان نہ پایا۔۔۔۔۔۔۔"
اس کے بعد آپ نے کبھی بھی ٹیک لگا کر نہ کھایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

یہ روایت حضرت ابو موسیٰ کی اس روایت کے مخالف نہیں ہے جس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراقدس پر دربان تھا۔ جب وہ دہلیز پر بیٹھے تھے کیونکہ آپ جب اہل خانہ کے ساتھ مصروف نہ ہوتے نہ ہی اپنے کسی معاملہ میں مصروف ہوتے تو آپ کے اور لوگوں کے درمیان حجاب اٹھا دیا جاتا تھا۔ عرض گزار آپ کی خدمت میں عرض کر سکتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں جب اسود نے ان کے لیے اجازت طلب کی۔ جب آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ جائیں گے۔ اس روایت میں ہے کہ آپ خلوت کے وقت دربان مقرر فرما دیتے تھے۔ ورنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود ہی اجازت طلب کر لیتے انہیں یوں کہنے کی ضرورت نہ تھی "رباح! میرے لیے اذن طلب کرو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرح اذن طلب کرنے کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے انہیں خدشہ تھا کہ کہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے آپ ان سے بھی ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے اذن طلب کر کے اس امر کو جاننا چاہا جب آپ نے انہیں اذن دے دیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ یہ الحافظ کا موقف ہے۔

❁❁❁❁

آٹھواں باب

بے جا تعریف اور لوگوں کے کھڑا ہونے سے ناپسندیدگی

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا" تعریف میں اس طرح حد سے تجاوز نہ کیا کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا۔ بلا شبہ میں عبد ہوں یوں کہا کرو "عبدہ ورسولہ" امام احمد امام نسائی اور امام بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے یوں عرض کی "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا سیدنا وابن سیدنا خیرنا وابن خیرنا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! اپنی ہی بات کیا کرو شیطان تمہیں گمراہ نہ کر دے۔"

امام احمد، امام بخاری نے ادب میں اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کو کوئی شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ لیکن جب وہ آپ کو دیکھتے تو آپ کے لیے کھڑا نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے کہ یہ قیام آپ کو ناپسند ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم آپ کے لیے اٹھے آپ نے فرمایا "اس طرح نہ اٹھا کرو جس طرح عجمی اٹھتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔"

الحافظ، ابونعیم نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے میرے حق سے زیادہ بلند نہ کیا کرو، رب تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا ہے۔"

نواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت اور شجاعت

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَكَ وَحَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ (النساء:۸۴)

ترجمہ: جہاد کرو اللہ کی راہ میں نہ تکلیف دی جائے گی آپ کو سوائے اپنی ذات کے اور ابھاریں آپ ایمان والوں کو (جہاد پر)۔

بعض اسلاف نے اس آیت طیبہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب مشرکین آپ کے ساتھ مقابلہ کریں تو آپ فرار نہ ہوں خواہ آپ تنہا ہی ہوں۔

ابوزرعہ رازی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے گرفت کی شدت کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔"

ابن سعد نے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے لوگوں سے بہادر تھے انہوں نے فرمایا "ایک رات اہل مدینہ طیبہ گھبرا اٹھے۔ لوگ آواز کی طرف گئے۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ سب سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ننگے گھوڑے پر سوار تھے۔ گردن مبارک کے ساتھ تلوار آویزاں تھی۔ آپ فرما رہے تھے "نہ ڈرو نہ ڈرو میں نے کچھ نہیں پایا ہے" آپ نے اس گھوڑے کے بارے فرمایا "ہم نے اسے سمندر پایا ہے۔ یہ سمندر ہے" وہ گھوڑا پہلے سست رو تھا بعد میں اس کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی آپ کا معجزہ ہے کہ وہ گھوڑا پہلے سست تھا وہ سمندر بن گیا اور اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "جب جنگ کا تنور خوب گرم ہو جاتا تھا ایک قوم دوسری قوم سے نبرد آزما ہوتی تھی تو ہم آپ کے ساتھ مل کر اپنا بچاؤ کرتے تھے ہم میں سے کوئی نہ ہوتا تھا جو آپ سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتا" حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب غزوۂ بدر رونما ہوا تو ہم نے آپ کے ساتھ مل کر اپنا بچاؤ کیا اس روز آپ سارے لوگوں سے شدید قتال کر رہے تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ مشرکین کے قریب نہ تھا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیس کے ایک شخص نے ان سے پوچھا "کیا غزوہ حنین میں تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء نے فرمایا "لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ بنو ہوازن ماہر تیر انداز تھے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ ہم مال غنیمت سمیٹنے لگے۔ انہوں نے تیروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سفید خچر پر تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ فرما رہے تھے ((انا النبی لا کذاب، انا ابن عبد المطلب)) یہ مکمل شجاعت کی انتہاء ہے۔ کیونکہ آپ اس وقت عین میدانِ جنگ میں تھے۔ آپ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت آپ خچر پر سوار تھے۔ جو نہ بھاگ سکتی ہے نہ پلٹ کر حملہ کر سکتی ہے اور نہ ہی دوڑ کر راہ فرار اختیار کر سکتی ہے آپ اسے دشمن کی طرف آگے بڑھا رہے تھے۔ اپنے اسم گرامی سے تذکرہ فرما رہے تھے تا کہ آپ کو وہ بھی جان لے جو آپ کو نہ جانتا ہو۔"

ابو شیخ نے حضرت عمران بن حصین نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی لشکر سے ملے تو سب سے پہلے شمشیر زنی کرنے والے آپ ہی ہوتے تھے۔"

دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ باہمت، بہادر اور سخی ہو۔"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ کے ساتھ میں اور ابوسفیان بن حارث تھے۔ آپ اپنی شہباء خچر پر تھے۔ جب مسلمان اور کفار باہم نبرد آزما ہوئے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر کو کفار کی سمت بڑھانے لگے۔ میں آپ کی خچر کی لگام پکڑ کر اسے روکے ہوئے تھا۔ آپ اسے چھوڑ نہیں رہے تھے۔ وہ تیزی سے مشرکین کی طرف جا رہی تھی۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کی رکاب تھامی ہوئی تھی۔ مسلمان واپس لوٹ آئے۔ وہ اور کفار باہم جنگ آزما ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر پر سوار تھے۔ آپ اپنی گردن مبارک لمبی کر کے ان کے قتال کو دیکھ رہے تھے آپ نے فرمایا "اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے" یہ روایت غزوہ حنین میں گزر چکی ہے کچھ تذکرہ بعد میں بھی آئے گا۔

حضرت ابن ابی خیثمہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تو اس وقت ہمیں بڑی اور سخت چٹان کا سامنا کرنا پڑا۔ کدالیں اس میں کام نہ کرتی تھیں۔ ہم نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو اپنا کپڑا پکڑا کدال لی۔ بسم اللہ پڑھی ضرب کاری لگائی۔ اس کا تہائی حصہ الگ ہو گیا۔ پھر ضرب کاری لگائی تو اس کا دوسرا ثلث بھی علیحدہ ہو گیا پھر تیسری ضرب لگائی تو اس کا تیسرا ثلث علیحدہ ہو گیا۔ یہ روایت غزوہ خندق میں گزر چکی ہے۔ معجزات میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔ اس کتاب کی ابتداء میں آپ کی زور آزمائی کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔

امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' جب جنگ پورے جوبن پر ہوتی جنگ کا تنور خوب گرم ہو جاتا تو ہم آپ کے چہرہ انور کے سامنے ہو کر قوم کے ساتھ جنگ آزما ہوتے تھے۔ سب سے بہادر وہ ہوتا تھا جو اس جگہ جنگ لڑتا تھا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معرکہ آزما ہوتے تھے۔ امام الطبرانی نے حضرت امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے غزوۂ بدر میں آپ کی قیام گاہ کے بارے سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے'' ہم میں سے بہادر وہ ہوتا تھا جو آپ کے زانو مبارک کے سامنے ہوتا تھا۔''

تنبیہ

علامہ قاضی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکست کھائی اسے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ آپ کے لیے یہ روا نہ تھا کیونکہ آپ نور بصیرت سے اپنا معاملہ دیکھ لیتے تھے آپ کو اپنی عصمت کا یقین تھا علماء نے اس شخص اور اس شخص کے مابین تفریق کی ہے جس نے کہا آپ کو زخمی کیا گیا۔ آپ کو اذیت دی گئی کیونکہ اذیت کی خبر دینا نقص ہے۔ اس پر اس کا محاسبہ نہ ہوگا۔ لیکن ہزیمت کی خبر دینا گویا آپ کا عیب نکالنا ہے کیونکہ یہ آپ کا فعل ہے جیسے کہ اذیت موذی کا فعل ہے۔

ابن دحیہ نے کہا ہے'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور میں کیوں چھپے غزوہ کے روز دو زرہیں کیوں پہنیں؟'' ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ جہاں تک غار ثور کا واقعہ ہے تو آپ کو کفار کے ساتھ جہاد کا اذن بعد میں دیا گیا جہاں تک دو زرہوں کا تعلق ہے تو اس کا تعلق پیش قدمی کی تیاری کے ساتھ ہے۔ تاکہ صحابہ کرام آپ کی اقتداء کریں۔ شکست کھانے والا تو پیش قدمی سے بالکل خارج ہوتا ہے بخلاف جنگ کے لیے تیاری کرنے والے کے۔

❀❀❀❀

دسواں باب

آپ کا جود وکرم

امام مسلم، امام بخاری، امام احمد اور ان کے نور نظر عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ حضور پیکر جود و کرم ﷺ سے کبھی بھی کسی چیز کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں "نہیں" نہیں فرمایا الفرزدق نے کتنا عمدہ شعر کہا ہے۔

ما قال لا قط الا فی تشھدہٖ
لو لا التشھد کانت لاؤہٗ نعم

ترجمہ: سوائے کلمہ شہادت کے آپ نے کبھی "لا" نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ کا "لا" بھی نعم (ہاں) ہوتا۔

خرائطی اور الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے کسی چیز کے بارے پوچھا جاتا آپ اسے کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ "ہاں" کہتے اگر اسے کرنے کا ارادہ نہ فرماتے تو خاموش ہو جاتے آپ نے کبھی بھی کسی چیز کے لیے "لا" نہیں فرمایا تھا۔

ابو ذر عبداللہ احمد الھروی نے الدلائل میں محمد ابن السری العسقلانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں اور اہل عسقلان میں سے ایک شخص مشائخ کی جستجو میں نکلے تاکہ ان سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کریں۔ میں نے دیکھا کہ میرا اور میرے ساتھی کا اس آیت طیبہ میں اختلاف ہو گیا تھا۔

وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اور لعنت بھیج ان پر بہت بڑی لعنت۔

میرے ساتھی نے کہا "اس جگہ کثیراً" ہے۔ میں نے آدم بن ابی ایاس سے ملاقات کی۔ ہم نے کہا "ہم آپ سے پوچھتے ہیں" انہوں نے کہا "یہ محمد مصطفیٰ ﷺ حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں" میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں" آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ میرے لیے دعا کیوں نہیں فرما رہے مجھے حضرت سفیان بن عیینہ نے محمد بن منذر سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب میں "لا" نہیں کہا۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے میرے لیے دعا فرمائی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان کو دوگنا عذاب دے اور لعنت بھیج ان پر بہت بڑی لعنت۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کبیراً، کبیراً، کبیراً"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور ﷺ سے جو کچھ بھی مانگا جاتا آپ عطا فرما دیتے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دو پہاڑوں کے مابین ساری بکریاں اسے عطا فرمادیں۔ وہ اپنے اہل خانہ کی طرف گیا۔ اس نے کہا "اے میری قوم! اسلام قبول کر لو محمد عربی ﷺ اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا" ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوتا۔ وہ صرف دنیا کے ارادہ سے آتا شام تک اسے اپنا دین حق دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں زیادہ محبوب ہو جاتا" اللہ تعالیٰ ابو عبد اللہ محمد بن جابر رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے انہوں نے کیا خوب فرمایا ہے۔

هذا الذی لا یخش فقراً اذا   یعطی و لو کثرالانام و داموا
هذا من الانعام اعطیٰ املاً   فتحیرت لعطائه الافهام

یہ وہ ذات بابرکات ہیں جو فقر و افلاس کا اندیشہ نہیں کرتے جب وہ عطا کریں خواہ لوگ کثیر ہو جائیں اور وہ ہمیشہ مانگتے رہیں۔ یہ ان جانوروں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ نے امید کرتے ہوئے عطا کیا آپ کی عطا دیکھ کر عقل ششدر رہ جاتی ہے۔

آپ نے وہ جانور اس شخص کو عطا کر دیے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس کا مرض اسی علاج سے ختم ہوگا۔ یہ احسان ہے آپ نے اسی کے ساتھ احسان کیا حتیٰ کہ وہ کفر کے مرض سے شفاء یاب ہو گیا۔ یہ آپ کی شفقت، رحمت اور رأفت کا کمال تھا۔ آپ نے اس شخص کے ساتھ احسان کے کمال کے ساتھ معاملہ کیا۔ اسے آگ کی گرمی سے دور کر دیا۔ اسے جنتیوں کے لطف کی ٹھنڈک کی طرف لے گئے۔

دارمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ بہت زیادہ باحیاء تھے۔ آپ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا تو وہ ضرور عطا فرما دیتے۔" حضرت ابن جابر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

یروی حدیث الندی والبشر عن یده   وجهه بین منهل و منسجم
من وجه احمد لی ندی و من یده   بحر و من فمه در لمنتظم
یمم نبیا یباری الرائح نافلة   والمزن من کل هامی الورد خیرهمی
لو عامت الفلك فیما فاض من یدیه   لم تلق اعظم بحرا منه ان تعم
یحیط کفاه بالبحر المحیط فلذ به   ما اشتملت کل الانام و روت قلب کل ظمی

آپ کے دست اقدس سے سخاوت اور بشارت کی روایت بیان کی جاتی ہے۔آپ کا رخ انور سخاوت کے ابر کرم اور سحاب رحمت کے مابین تھا۔مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کے چہرہ انور سے سخاوت نصیب ہوئی دست اقدس سے سمندر اور منہ مبارک سے پینے والے کے لیے گوہر ہائے آبدار نصیب ہوئے۔تم ایسے نبی کریم ﷺ کا قصد کرو جو ہوا اور بارش سے بھی سخاوت میں آگے ہیں۔وہ بارش جو گھاٹ پر اترنے کا عہد و ارادہ کرتی ہے۔اگر آپ کے دستِ اقدس سے رواں ہونے والی سخاوت کے لیے کشتیاں عام بھی ہو جائیں تو وہ اس سے زیادہ بڑا سمندر نہ پائیں گی جو انہیں عام ہوسکے۔آپ کی ہتھیلی مبارک تو بحر بے کراں کو بھی محیط ہے۔آپ کی ہی پناہ حاصل کرو۔اور متلاطم اور کثیر پانی والے سمندر کو چھوڑ دو۔اگر آپ کی مبارک ہتھیلی سمندر کو محیط نہ ہوتو پھر وہ سارے انسانوں کو شامل نہ ہوسکے اور ہر پیاسے کے دل کو سیراب نہ کرسکے۔

امام ترمذی نے حضرت ربیع بن عفراء سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میں نے ایک ٹرے میں کھجور اور ککڑی (یا انار) پیش کیے آپ نے مجھے مٹھی بھر زیور یا سونا عطا فرمایا۔رب تعالیٰ ابن جابر پر رحم کرے انہوں نے کیا خوب فرمایا ہے۔

لقد كان فعل الخير قرة عينه فليس له فيما سواه مجال
فلو سألوا من كفه رد سائل اجابهم هذا السؤال محال
و لو عرف المحتاج قبل سوأ له كفاه وا غنى ان يكون سوال
يبادر للحسنى و يبذل زاده و لو بات مس الجوع منه ينال

عمدہ افعال تو آپ کی چشمان مبارک کی ٹھنڈک تھے۔اس کے علاوہ آپ کا اور کوئی میدان نہ تھا۔اگر آپ کے دستِ اقدس سے کہتے کہ سائل کو لوٹا دے تو وہ کہتا یہ سوال ہی محال ہے اگر آپ محتاج کو اس کے سوال سے پہلے جان لیتے تو اس کی کفایت کرتے اور سوال کرنے سے مستغنی فرما دیتے آپ نیکی کے لیے جلدی فرماتے تھے زادِ راہ بھی خرچ کر دیتے تھے۔خواہ آپ کو اس کی وجہ سے رات بھوک میں بسر کرنا پڑتی۔

امام بخاری،ابن ماجہ،ابن سعید،الطبرانی،اسماعیلی اور نسائی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''ایک خاتون نے بنی ہوئی چادر بارگاہ رسالت مآب میں پیش کی جس کو کناری لگائی گئی تھی''سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا''کیا تم جانتے ہو کہ وہ چادر کیسی تھی۔وہ عباء تھی۔اس عظیم خاتون نے عرض کی''میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ اسے زیب تن فرمائیں۔اسے قبول فرمالیں۔آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔آپ نے وہ قبول فرمالی۔آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ نے اسے بطور ازار پہن رکھا تھا۔ایک اعرابی نے عرض کی''یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے عنایت فرمادیں''آپ نے فرمایا''ٹھیک ہے''آپ اس جگہ اتنی دیر تشریف فرما رہے جتنا کہ رب تعالیٰ نے چاہا پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔اسے لپیٹا اور اس اعرابی کی طرف بھیج دیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اعرابی سے کہا''تجھے علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے جو کچھ بھی مانگا

جائے آپ منع نہیں کرتے۔ جو کچھ طلب کیا جائے آپ اسے عنایت کر دیتے ہیں اس اعرابی نے کہا" میں نے یہ اس لیے طلب نہیں کی کہ اسے پہنوں میں نے اس لیے مانگا ہے تاکہ یہ میرا کفن بن جائے۔ مجھے اس کی برکت کا یقین ہے کیونکہ اسے آپ نے زیب تن فرما رکھا تھا۔" حضرت سہل نے فرمایا" یہ مبارک چادر اس کا کفن بنی۔"

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے لیے ایک اور چادر بنی جائے۔ مگر اس سے پہلے ہی آپ کا وصال ہو گیا۔"

امام الطبرانی نے حضرت ام سنبلہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے بارگاہ رسالت مآب میں تحفہ پیش کیا۔ مگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے قبول کر لیا آپ نے پوری وادی حضرت ام سنبلہ کے نام کر دی۔

دارمی نے حضرت ہارون بن ابان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ستر ہزار درہم بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیے گئے۔ یہ سب سے زیادہ مال تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے مسجد نبوی میں ایک چٹائی پر رکھا۔ آپ خود تقسیم فرمانے لگے۔ کسی سائل کو رد نہ فرمایا حتیٰ کہ سارے دراہم تقسیم کر دیے" علماء کرام نے فرمایا ہے" احتمال ہے کہ اس کثیر تعداد سے مراد صرف دراہم ہوں کیونکہ آپ نے تو دو افراد کو اتنی بھیڑیں اور بکریاں دے دیں جو مذکورہ مال سے زیادہ تھیں۔ ابن فارس نے اپنی کتاب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحریر کیا ہے کہ حنین کے روز ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے وہ اشعار پڑھے جن میں بنو ھوازن میں آپ کی رضاعت کا تذکرہ تھا۔ آپ نے وہ مال واپس کر دیا جو جنگ میں ان سے حاصل ہوا تھا انہیں بہت سے عطیات دیے جب ان عطیات کی قیمت لگائی گئی تو وہ پانچ لاکھ دراہم بنے۔ ابن دحیہ نے لکھا ہے" یہ وہ جود و کرم کی انتہاء ہے جس کے بارے سنا بھی نہیں گیا۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بحرین کا مال پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا" اسے مسجد میں رکھ دو وہ یہ سب سے زیادہ مال تھا جسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے۔ اس مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا جب نماز ادا فرمائی تو تشریف لائے اور اس مال کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ جس شخص کو بھی دیکھتے اسے عطا فرماتے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عطا فرمائیں میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا ہے" آپ نے انہیں فرمایا" لے لو" انہوں نے اپنا کپڑا بچھایا اور اسے دراہم سے بھر لیا۔ پھر اسے اٹھانے لگے مگر نہ اٹھا سکے۔ انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کو حکم فرمائیں کہ وہ اسے اٹھانے میں میری مدد کرے" آپ نے فرمایا" نہیں خود ہی اٹھاؤ" انہوں نے عرض کی" میں نہیں اٹھا سکتا" کچھ دراہم باہر نکالے پھر اٹھانے لگے۔ اب بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کو حکم فرمائیں کہ وہ یہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔" آپ نے فرمایا" نہیں خود ہی اٹھاؤ" انہوں نے عرض کی" میں نہیں اٹھا

سکتا۔"انہوں نے مزید کچھ دراہم کم کئے انہیں اٹھایا اور اپنے کندھے پر رکھ لیا روانہ ہو گئے حضور اکرم ﷺ لگاتار انہیں دیکھتے رہے۔حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔آپ ان پر تعجب کر رہے تھے جب تک ایک درہم بھی وہاں رہا۔آپ اس جگہ سے نہ اٹھے"اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال کی سند سے مرسل روایت کیا ہے کہ اس مال کو حضرت علاء بن حضرمی نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا۔یہ پہلا مال تھا جسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے جو تھک چکا تھا۔حضور اکرم ﷺ پاس سے گزرے۔آپ نے اسے مارا۔اس کے لیے برکت کی دعا کی۔اب وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔آپ نے انہیں فرمایا"یہ مجھے اتنے اوقیہ چاندی میں فروخت کر دو"میں نے عرض کی"نہیں"آپ نے فرمایا"مجھے اتنے اوقیہ چاندی میں فروخت کر دو"میں نے اسے آپ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔اپنے اہل خانہ تک اس پر سوار ہو کر جانے کو مستثنیٰ قرار دیا۔جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو میں نے وہ اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے مجھے رقم ادا کر دی میں واپس جانے لگا تو آپ نے میری طرف پیغام بھیجا۔فرمایا"میں تمہارا اونٹ نہیں لوں گا یہ تمہارے لیے ہی ہے۔"

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ کسی سفر میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا"اپنا اونٹ مجھے فروخت کر دو"انہوں نے عرض کی"یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین آپ پر نثار یہ آپ کا ہی ہے"آپ نے فرمایا"یہ مجھے فروخت کر دو"انہوں نے وہ آپ کو فروخت کر دیا۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وہ رقم دینے کا حکم دیا۔انہوں نے وہ رقم ادا کر دی۔پھر فرمایا"یہ رقم بھی لے جاؤ اور اونٹ بھی لے جاؤ۔رب تعالیٰ تمہارے لیے ان دونوں چیزوں کو بابرکت کرے"حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس گزارش"یہ آپ کا ہی ہے"کا بدلہ چکاتے ہوئے انہیں رقم بھی واپس کر دی۔اونٹ بھی واپس کر دیا اور برکت کے لیے دعا بھی کی۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا"حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت بہت زیادہ ہو جاتی تھی اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے۔رمضان المبارک کی ہر شب وہ آپ سے ملاقات کرتے تھے۔آپ ان کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔آپ نفع بخش ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔"

امام ترمذی اور خرائطی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا"میرے ہاں کوئی چیز نہیں جو تجھے دوں۔لیکن تم قرض لے لو حتیٰ کہ ہمارے پاس کچھ آ جائے ہم وہ تمہیں دے دیں گے"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا"رب تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں بنایا۔جو کچھ آپ کے پاس موجود ہے آپ وہ عطا فرما دیں۔اگر آپ کے پاس نہیں تو آپ اس کے مکلف نہیں ہیں"آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہ کی حتیٰ کہ ناگواری کے اثرات چہرۂ انور سے عیاں تھے اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض

کی۔ "یارسول اللہ ﷺ میرے والدین آپ پر فدا! آپ عطا فرماتے جائیں اور عرش کے مالک سے قلت کا اندیشہ نہ کریں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ انور کھل اٹھا۔ آپ نے فرمایا مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ ابن سعد نے حضرت انس سے اور امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان دونوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔"

بقی بن مخلد اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے زیادہ سخی کے بارے نہ بتاؤں۔ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والا رب تعالیٰ ہے اولاد آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں۔ میرے بعد سخی وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا۔ اپنا علم پھیلایا۔ وہ روز حشر تنہا ایک امت بن کر اٹھے گی اور وہ شخص سخی ہے جس نے راہ خدا میں جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا" ابن ابی خیثمہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب بھی آپ ﷺ کا وصف بیان کرتے تو فرماتے "آپ سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ بزار نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب رمضان المبارک آتا تو آپ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔"

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "دو شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ سے اونٹ کی قیمت کے بارے التجاء کر رہے تھے آپ نے دو دیناروں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ وہ آپ کی بارگاہ والا سے باہر نکلے۔ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے۔ انہوں نے آپ کو عمدہ الفاظ سے یاد کیا۔ بھلائی کا تذکرہ کیا اور حضور اکرم ﷺ کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور ان کی باتیں آپ کو عرض کیں۔ حضور سراپا جود و عطا ﷺ نے فرمایا "لیکن فلاں کو میں نے دس اور سو کے مابین دیے مگر اس نے کچھ نہ کہا۔ ان میں سے کوئی ایک مجھ سے مانگتا ہے۔ وہ اپنے سوال کے ساتھ جاتا ہے وہ اسے بغل میں لے لیتا ہے۔ یہ تو صرف آگ ہی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "آپ انہیں وہ چیز کیوں دیتے ہیں جو آگ ہے آپ نے فرمایا "وہ انکار کر دیتے ہیں مگر مجھ سے سوال ہی کرنا۔ رب تعالیٰ مجھے بخل سے روکتا ہے"

امام اور پانچوں ائمہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے بعض افراد نے آپ سے مانگا تو آپ نے انہیں عطا کر دیا پھر آپ سے مانگا پھر آپ نے انہیں عطا فرما دیا پھر فرمایا "میرے پاس بھلائی میں سے جو کچھ بھی ہوا۔ میں اسے تم سے چھپا کر ذخیرہ نہیں کروں گا۔ جو پاکدامن بننے کی کوشش کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے عفت عطا فرما دیتا ہے۔ جو رب تعالیٰ سے غنیٰ چاہتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مستغنی فرما دیتا ہے جو چیز طلب کرتا ہے رب تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتا ہے کسی کو کوئی چیز ایسی عطا نہیں دی گئی جو صبر سے بہتر اور وسیع ہو۔"

ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اگر میرے پاس تہامہ کے

پہاڑوں جتنا سونا ہوتا تو میں وہ بھی تم میں تقسیم کر دوں گا تم مجھے نہ تو جھوٹا اور نہ ہی بخیل پاؤ گے۔"

امام بخاری نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ لوگوں کے ہمراہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے۔ وہ آپ سے مانگنے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو سمرہ کے درخت کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ آپکی ردائے مبارک بھی چھین لی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا" مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر بھی جانور ہوں تو میں انہیں بھی تم میں تقسیم کر دوں گا۔ تم مجھے نہ ہی بخیل نہ ہی جھوٹا اور نہ ہی بزدل پاؤ گے۔"

امام الطبرانی نے حضرت سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیاہ صوف سے آپ کے لیے انمار کا حلہ بنایا گیا اس کی کناری سفید تھی۔ آپ اسے پہن کر صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اپنی ران مبارک پر دست اقدس مارا اور فرمایا" تم اسے نہیں دیکھتے کہ یہ کتنا خوبصورت ہے" اعرابی نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر نثار! یہ مجھے عطا فرما دیں" جب بھی آپ سے جو بھی مانگا جاتا تھا اس کے جواب میں آپ" نہیں" نہیں کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا" ہاں" آپ نے اسے جبہ عطا فرما دیا۔"

امام مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں اموال تقسیم کیے۔ میں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے علاوہ دوسرے لوگ اس تقسیم کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا" انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو وہ مجھ سے فحش گوئی سے مانگیں یا مجھے بخیل کہیں۔ میں بخیل نہیں ہوں۔"

ابن الاعرابی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے سال لوگوں نے آپ سے مانگا آپ نے انہیں گائیں، بکریاں اور اونٹ تقسیم کر دیے حتیٰ کہ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ نے فرمایا" تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم مجھے بخیل بنانا چاہتے ہو؟ بخدا! میں بخیل نہیں ہوں۔ نہ ہی بزدل اور نہ ہی جھوٹا ہوں" انہوں نے آپ کا مبارک کپڑا کھینچا حتیٰ کہ گردن مبارک ظاہر ہو گئی گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں وہ سفیدی میں چاند کا ٹکڑا تھی۔"

تنبیہات

الحافظ نے لکھا ہے" راوی کا قول کہ آپ نے کبھی کسی کو" لا" نہیں کہا تھا اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ سے جو کچھ بھی مانگا جاتا آپ یقینی طور پر اسے دے دیتے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ" لا" کہہ کر سائل کو رد نہیں فرماتے تھے۔ اگر وہ چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے خواہ وہ کتنی ہی بڑی عطا ہوتی ورنہ آپ خاموش ہو جاتے۔ ہم نے اس کی تفصیل حدیث مرسل سے کر دی ہے جسے ابن سعد نے ابن حنفیہ سے بیان کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں" جب آپ سے کچھ مانگا جاتا آپ دینے کا ارادہ فرماتے تو ہاں فرما دیتے اگر وہ کام کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو خاموش ہو جاتے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام

نے کہا ہے کہ آپ نے کبھی ''لا'' نہیں کہا۔ عطا کو منع کرتے ہوئے ''لا'' نہیں فرمایا تھا معذرت کرتے ہوئے آپ نے ''لا'' فرمایا تھا لیکن وہ اس قول کو لازم نہیں جیسے کہ ارشاد ربانی میں ہے:

لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔

رب تعالیٰ کے اس فرمان اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی اس روایت میں جو فرق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں کہ جب اشعریوں نے آپ سے سوار کرانے کے لیے عرض کی تو آپ نے فرمایا ''ما عندی احملکم'' لیکن یہ اشکال اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ انہیں سوار نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا ''واللہ لا احملکم'' یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی عمومیت کا اختصاص ہو کہ جب آپ سے ایسی چیز کا سوال کیا گیا جو آپ کے ہاں نہ تھی سائل کو بھی یقین تھا کہ آپ کے پاس یہ چیز نہیں ہے اس حیثیت سے حالت واقعہ سے مقام سکوت پر اقتصار کرنے کا تقاضا نہ کرتا تھا۔ یا سائل کا حال اس طرح ہو گویا کہ وہ عادت کو نہ جانتا ہو۔ اگر سائل کی حاجت کے ساتھ آپ سکوت پر اقتصار کرتے تو وہ سوال کرنے میں سرکشی کرتا۔ اس اعتبار سے قسم تاکید کے لیے ہوگی تا کہ سائل کا طمع بالکل ختم ہو جائے (لا اجد ما احملکم) اور (واللہ لا احملکم) میں راز یہ ہے کہ پہلا فرمان اس بات کی تفصیل کے لیے ہے سائل نے جو کچھ مانگا وہ اس وقت آپ کے پاس موجود نہیں ہے دوسرا اس لیے ہے کہ آپ اس امر کے مکلف تھے کہ آپ سائل کو جواب دیں کہ وہ قرض لے لے یا آپ فراخ دلی سے سخاوت کریں کیونکہ اس وقت اضطرار نہیں ہوتا۔

◆ ۲ ''آپ نے فلاں کو مختص کیا'' اس شخص کے بارے امام الطبری نے کتاب الاحکام میں لکھا ہے کہ سائل حضرت عبدالرحمان بن عوف تھے۔ الطبرانی نے بھی انہی کی تائید کی ہے الحافظ نے لکھا ہے کہ میں نے یہ بات نہ تو ان کی معجم الکبیر میں دیکھی ہے نہ ہی مسند حضرت سہل میں نہ ہی عبدالرحمان کی مسند میں۔ ہاں! اس روایت کو الطبرانی نے ذکر کیا ہے اس کے آخر میں لکھا ہے ''قتیبہ نے لکھا ہے کہ سائل حضرت سعد بن ابی وقاص تھے ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار پیش آیا تھا لیکن اس میں بعد ہے۔

◆ ۳ آپ کا قول ''الاجود'' یہ جاد یجود سے افعل تفضیل کا صیغہ ہے جودا فھو جواد. و قوم جُود واجاود واجواد۔ علامہ النحاس نے لکھا ہے الجواد وہ ہوتا ہے جو مستحق پر فضل و کرم کرتا ہے اور اسے بھی عطا کرتا ہے جو سوال نہیں کرتا وہ کثیر عطا کرتا ہے۔ فقر کا اندیشہ نہیں کرتا۔ یہ اہل عرب کے قول مطر جواد سے مشتق ہے جبکہ کثیر بارش ہو۔ تیز رفتار گھوڑے کو فرس جواد کہا جاتا ہے جواد مانگنے سے پہلے عطا کرتا ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ سخاوت کے مترادف ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ سخاوت کا درجہ اس سے کم ہے۔ رب تعالیٰ کا وصف اسی سے بیان کیا جاتا ہے سخی ضرورت کے وقت نرم ہوتا ہے یہ ارض سخاویہ سے مشتق ہے اس سے مراد نرم مٹی والی زمین ہے امام قشیری نے لکھا

ہے' ایک قوم نے کہا ہے جس نے بعض عطا کیا وہ سخی ہے جس نے ادنیٰ عطا کیا اپنے نفس کے لیے کچھ باقی رکھا۔ وہ جواد ہے جس نے مصیبت برداشت کی اور تھوڑی سی چیز پر بھی دوسرے کو ترجیح دے وہ موثر ہے۔

علامہ سہروردی نے عوارف میں لکھا ہے ''سخاء ایک وہی وصف ہے یہ الشح (کنجوسی) کے مقابلہ میں الشح نفس کے وصف کے لوازم میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ (التغابن)

ترجمہ: اور جنہیں بچا لیا گیا ان کے نفس کے بخل سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

الفلاح کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو الشح سے بچا اسی طرح جس نے خرچ کیا اس کے لیے بھی الفلاح کا حکم ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

(البقرہ)

ترجمہ: اور اس سے جو ہم نے انہیں روزی دی خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب) جو اتارا گیا آپ پر اور اُتارا گیا آپ سے پہلے اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں وہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی (توفیق) سے اور وہی دونوں جہاں میں کامیاب ہیں۔

الفلاح کا لفظ دارین کی سعادت کو محیط ہے۔ آدمی میں الشح عجیب نہیں کیونکہ یہ اس میں فطرتی ہے سخاء کے وہبی ہونے پر تعجب ہے۔ سخاء جود سے اتم اور اکمل ہے یہ بخل کے مقابلہ میں ہے سخاء کے مقابلہ میں الشح ہے الجود اور البخل کو عادی طریقہ سے اپنایا جا سکتا ہے لیکن سخاوت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ وصف غریزیہ کی ضرورت ہے۔ ہر سخی جواد ہوتا ہے لیکن ہر جواد سخی نہیں ہوتا۔ جود میں ریاء بھی راہ پا سکتی ہے۔ انسان خلق میں سے کسی کی غرض، یا حق یا رب تعالیٰ سے حصول ثواب کے لیے کرتا ہے لیکن سخاوت میں ریاء کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا صدور ایسے پاکیزہ اور بلند نفس سے ہوتا ہے جو اغراض سے بالاتر ہوتا ہے۔

گیارھواں باب

آپ ﷺ کا خوف وخشیت الٰہی اور تضرع

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میانہ روی اختیار کرو، صراط مستقیم پر چلو۔ خوب جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل سے نجات نہ پاسکے گا۔ دوسرے الفاظ میں ہے "تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا" میں بھی نہیں الا یہ کہ رب تعالیٰ مجھے اپنے فضل ورحمت سے ڈھانپ دے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ایک عمل کیا۔ اس میں لوگوں کو رخصت دی ایک قوم نے اس عمل سے کنارہ کشی کی۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس عمل سے کنارہ کشی کرتے ہیں جسے میں سرانجام دیتا ہوں۔ بخدا! میں ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی لونڈی کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ اس نے دیر لگا دی۔ آپ نے فرمایا: "اگر مجھے قصاص کا خوف نہ ہوتا تو تجھے اس مسواک سے مارتا۔"

امام مالک نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ دراقدس پر ایک شخص کھڑا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا جبکہ میں سن رہی تھی "یارسول اللہ ﷺ میں نے جنبی حالت میں صبح کی ہے۔ میں روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں بھی کبھی حالت جنابت میں صبح کرتا ہوں میں روزہ رکھنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ میں غسل کرتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں" اس شخص نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ ہماری مثل نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے الزامات مٹا دیے ہیں" یہ سن کر آپ غصے میں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "بخدا! میں امید کرتا ہوں کہ تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا بن جاؤں اور ان امور کو تم سب سے زیادہ جاننے والا بن جاؤں جن سے میں نے بچنا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور والا ﷺ سے سوال کیا "کیا روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "یہ بات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اس طرح کرتے ہیں" حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا "بخدا! میں تم سے زیادہ رب تعالیٰ سے تقویٰ شعار بنتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔"

ابن ضحاک نے حضرت صفوان بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ خشیت الٰہیہ سے آہ آہ کرتے تھے اور فرماتے تھے "رب تعالیٰ کے عذاب سے آہ! آہ! اس سے قبل کہ آہ فائدہ نہ دے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب بھی ہوا چلتی حضور اکرم ﷺ گھٹنوں کے بل ہو جاتے اور یہ دعا مانگتے "مولا! اسے ریاح بنا۔ اسے ریح نہ بنا" ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے انہوں نے فرمایا "جب تیز ہوا چلتی یا آپ رعد کی آواز سنتے تو آپ کی رنگت مبارکہ تبدیل ہو جاتی حتیٰ کہ اسے آپ کے چہرۂ انور سے جانا جاسکتا تھا۔"

سعید بن منصور، امام احمد، عبد بن حمید اور امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو کبھی بھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا حلق نظر آنے لگے۔ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ بادل دیکھتے تو آپ کے چہرہ انور کی رنگت متغیر ہو جاتی آپ اندر آتے باہر نکل جاتے۔ آتے جاتے جب ابر کرم برستا تو آپ خوش ہو جاتے" انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جب لوگ بادل دیکھتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں انہیں امید لگتی ہے کہ ان میں بارش ہو گی لیکن آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات ہوتے ہیں" آپ نے فرمایا "عائشہ! میں اس سے امن میں نہیں ہوں کہ وہ عذاب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ہوا (آندھی) سے عذاب دیا تھا انہوں نے عذاب دیکھا تو کہا:

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ (الاحقاف: ۲۴)

ترجمہ: "یہ بادل ہے ہم پر برسنے والا ہے۔"

دوسرے الفاظ میں ہے "تمہیں کیا علم کہ یہ اسی طرح ہو جیسے قوم نے کہا تھا۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ (الاحقاف: ۲۴)

ترجمہ: "پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آرہا ہے تو بولے یہ بادل ہے ہم پر برسنے والا ہے (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔"

امام ترمذی نے یہ روایت لکھ کر اسے حسن کہا ہے۔ اسے حافظ منذری نے لکھا ہے امام حاکم نے اسے صحیح لکھا ہے سعید بن منصور اور ابن عساکر نے حضرت انس سے، ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو جحیفہ سے، ابن عساکر نے حضرت عمران بن حصین سے، ابن سعد نے محمد بن علی بن حسین سے اور الطبرانی اور مردویہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں" آپ نے فرمایا "مجھے سورۃ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس سورت نے بوڑھا

کردیا ہے" اس روایت کے اور طرق بھی ہیں جس نے اس کا تذکرہ موضوعات میں کیا ہے اس نے خطا کی ہے۔

امام بیہقی نے اور ابن عساکر نے ابو علی الشبولی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے خواب میں حضور سید عالم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا ہے" مجھے سورت ہود نے بوڑھا کر دیا ہے" آپ نے فرمایا "ہاں!" میں نے عرض کی: "کس چیز نے آپ کو بوڑھا کیا ہے۔ انبیائے کرام کے قصص اور اقوام کی ہلاکت نے۔" آپ نے فرمایا "نہیں! مجھے اس آیت طیبہ نے بوڑھا کیا ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ھود:۱۱۲)

ترجمہ: "پس آپ ثابت قدم رہیں جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو۔"

ابن مردویہ اور الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں" آپ نے فرمایا "مجھے ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"

امام احمد نے الزھد میں حضرت ابو عمران جونی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا" مجھے سورت ہود، اس جیسی دوسری سورتوں، قیامت کے ذکر انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانوں نے بوڑھا کیا ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

"فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ" تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تیاری کرلو۔ عمل کو نتیجہ خیز بناؤ" اس کے بعد آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر تم وہ کچھ جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو۔" امام احمد و الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے، سعید بن منصور، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید سے اور ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا "میں کیسے خوشگوار زندگی بسر کروں، صور پھونکنے والے نے سینگ کو منہ کے ساتھ لگا کر رکھا ہے اپنی پیشانی جھکا رکھی ہے۔ کان لگا رکھے ہیں وہ منتظر ہے کہ اسے کب حکم دیا جاتا ہے اور وہ صور پھونکے" صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ پھر ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا "یوں کہو" حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔"

امام حاکم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے ھل اتی سورت تلاوت فرمائی۔ حتیٰ کہ اسے مکمل فرمایا۔ پھر فرمایا "میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے۔ یہ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ چرچرائے وہاں چار انگلیوں کی جگہ بھی نہیں مگر وہاں ایک فرشتہ جبین رکھے سجدہ ریز ہے۔ اگر تم وہ کچھ جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ تم بستر پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکو۔ تم رستوں کی طرف نکل جاؤ باآواز بلند رب تعالیٰ سے آہ وزاری کرو۔ بخدا! میری تمنا ہے کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹا جاتا"

بعض محدثین نے کہا ہے کہ کاش میں درخت ہوتا۔۔۔۔ کے الفاظ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

ابوعبیدہ نے فضائل میں، امام احمد نے زہد میں، ابن ابی الدنیا نے نعت الخائفین میں، ابن جریر اور ابن ابی داؤد نے الشریعۃ میں، ابن عدی، ابن نصر اور امام بیہقی نے الشعب میں حمران بن اعین سے اور انہوں نے ابوحرب بن منشور سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو یہ آیت طیبہ پڑھ رہا تھا۔ ھناد اور عبد کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾ (المزمل)

ترجمہ: ''ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب۔''

جب آپ اس آیت طیبہ تک پہنچے تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے، الطبرانی نے ابوسعید سے، ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت ابوسعید نے فرمایا ''ایک دن ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے ہم نے آپ کو غمگین دیکھا۔ ہم میں سے ایک نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے والدین آپ پر فدا میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے اس جیسی آواز پہلے نہ سنی تھی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تو میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ''یہ ایک چٹان تھی جسے جہنم کے کنارے سے لڑھکایا گیا تھا۔ اسے ستر سال ہوئے ہیں اب یہ اس کی تہ تک پہنچی ہے اس نے پسند کیا کہ وہ آپ کو اس کی آواز سنا دے'' اس کے بعد آپ کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا حتیٰ کہ آپ وصال کر گئے۔

حارث ابواسامہ نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا'' اے دلوں کو پھیرنے والے! میرا دل اپنے دین پر محکم فرما''

تنبیہات

❶ عبد بن حمید نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری۔

وَمَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ؕ (الاحقاف:۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشیت الٰہیہ سے عمل فرماتے رہے اور جب یہ آیت اتری۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۱-۲)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

تو آپ زیادہ کوشش کرنے لگے۔ آپ سے عرض کی گئی" آپ خوب کوشش فرماتے ہیں حالانکہ رب تعالیٰ نے آپ کے پچھلے الزامات مٹا دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا" کیا میں رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔

◆ امام ترمذی وغیرہ نے حضرت ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائیوں سے صلہ رحمی کرتے تھے۔ آپ کو سکون نہ آتا تھا"۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے" آپ کا گریہ بھی اسی کیفیت میں ہوتا تھا جیسے آپ کا مسکرانا ہوتا تھا۔ آپ کے رونے کی نہ تھوڑی آواز آتی تھی نہ زیادہ جیسے کہ آپ کا مسکرانا قہقہہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ چشمان مقدس سے آنسو نکلتے حتیٰ کہ وہ نیچے گرنے لگتے۔ آپ کے سینہ اقدس سے گونج دار آواز پیدا ہوتی تھی۔ آپ کبھی تو میت پر رحم کرتے ہوئے روتے۔ کبھی اپنی امت پر خشیت الٰہیہ سے گریہ فرماتے۔ کبھی قرآن مجید سماعت فرما کر گریہ فرماتے۔ یہ رونا شوق، محبت اور اجلال کی وجہ سے ہوتا تھا اس کے ساتھ خوف اور خشیت کا ملاپ بھی ہوتا تھا"۔

◆ "آپ سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے"۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے لکھا ہے" اس حدیث پاک میں اشکال ہے: کیونکہ خوف اور خشیت تو وہ حالت ہوتی ہے جو اس انتقام کی شدت کے مشاہدہ کے وقت پیدا ہوتی ہے، خائف پر جس کے وقوع کا امکان ہوتا ہے دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ آپ کو عذاب نہیں ہوگا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ (التحریم:۸)

ترجمہ: اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو۔

پھر آپ سے خوف کا تصور کیسے ہو سکتا ہے پھر خوف بھی شدید۔ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے آپ کے حق میں بھول جانا روایت ہے شاید جب آپ کو عذاب کی نفی کے موجبات بھول جاتے ہوں تو آپ کو خوف لاحق ہو جاتا ہو۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ کے شدید خوف اور عظیم خشیت کی عظمت کا تعلق نوع کی عظمت کے ساتھ تھا۔ تعداد کی کثرت کرنے کے ساتھ نہ تھا۔ یعنی جب آپ سے خوف کا صدور ہوتا خواہ یہ صدور تنہائی میں ہوتا تو یہ دوسروں کے خوف سے شدید ہوتا تھا۔

✿✿✿✿

بارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار اور توبہ

امام بخاری، امام ترمذی اور امام الطبرانی نے حسن اسناد سے، عبدالرزاق، عبد بن حمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو سنا آپ ایک دن میں ستر بار یوں کہتے تھے "انی لاستغفر الله و اتوب الیه۔"

الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں ایک دن میں ایک سو بار "استغفر الله و اتوب الیه" کہتا ہوں۔

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں کہتے ہوئے سنا "اللھم انی استغفرك ما قدمت وما آخرت و ما اسررت و ما اعلنت و انت المؤخر و انت علی کل شیء قدیر "اس روایت کی سند میں ایک راوی کا تذکرہ نہیں۔ صحیح میں یہ روایت اس طرح ہے" "اللھم اغفرلی ما قدمت وما آخرت و ما اسررت و ما اعلنت و انت المؤخر و انت علی کل شیء قدیر۔"

امام احمد، امام بخاری نے الادب میں اور امام مسلم نے صحیح میں حضرت الاغر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! رب تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں توبہ کیا کرو۔ میں ہر روز ایک سو بار اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "حذیفہ! تم رب تعالیٰ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے میں ہر دن ایک سو بار رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ایک سو بار اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔"

امام نسائی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "استغفر الله الذی لااله الاھو الحی القیوم و اتوب الیه" آپ محفل سے اٹھنے سے قبل یہ کلمہ ایک سو بار پڑھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے ادب میں، ابو داؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام فرماتے تھے

"ہم شمار کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ ایک مجلس میں ایک سو بار یہ کلمات پڑھتے تھے" رب اغفرلی و تب علی، انك انت التواب الرحیم "ایک روایت میں التواب الغفور کے الفاظ ہیں۔

ابن ابی شیبہ، امام مسلم اور چاروں ائمہ نے حضرت الاغر بن مزینہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا" میرے قلب پر غین آجاتا ہے حتیٰ کہ میں رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں" دوسرے الفاظ میں ہے" میں ایک دن میں ایک سو بار رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ایک اور روایت میں ہے۔ میں نے آپ کو یوں کہتے ہوئے سنا" اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو۔ میں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں روزانہ ایک سو بار توبہ کرتا ہوں۔"

محمد بن یحییٰ بن عمر نے ثقہ راویوں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ اپنے وصال سے ایک سال قبل یہ کلمات ضرور پڑھتے تھے" سبحانك اللھم و بحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك و اتوب الیك"' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ یہ کلمات ضرور پڑھتے ہیں" آپ نے فرمایا" رب تعالیٰ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے یا مجھے کسی امر کا حکم دیا ہے۔ میں اس کی اتباع کرتا ہوں۔ پھر آپ نے ساری سورۃ النصر کی تلاوت کی۔

تنبیہات ۱

آپ سے استغفار کے صدور نے مشکل پیدا کر دی ہے حالانکہ آپ معصوم ہیں جبکہ استغفار کا تقاضا ہے معصیت کا سرزد ہونا۔ اس امر کے کئی جوابات دیے گئے ہیں۔

۱ آپ ایسے امور میں مشغول ہوتے تھے جو آپ کے لیے مباح ہوتے تھے۔ مثلاً کھانا تناول فرمانا، پانی نوش فرمانا، وظیفہ زوجیت ادا کرنا، آرام فرمانا، سونا اور لوگوں کے ساتھ ملنا، ان کی مصلحتوں میں غور فکر کرنا، کبھی دشمن کے ساتھ جہاد کرنا اور کبھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، کبھی اس کی تالیف قلبی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ یہ امور آپ کو ذکر الٰہی سے روک دیتے تھے۔ اس کی بارگاہ میں تضرع اور اس کے مشاہدہ اور مراقبہ سے روک دیتے تھے۔ عظیم و برتر مقام کی نسبت سے اسے ذنب شمار فرمایا۔ بلند و بالا مقام یہ ہے کہ آپ حریم ناز میں موجود ہیں۔

۲ اپنی امت کے لیے مشروع کرنے کے لیے آپ استغفار کرتے تھے یا اپنی امت کے گناہوں کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔ یہ ان کے لیے ان کی شفاعت کی طرح ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے" کیونکہ آپ کی روح مبارک ہمہ وقت مقامات قرب کی طرف ترقی کرتی رہتی تھی۔ روح دل کو پیچھے چلاتی تھی۔ دل نفس کو پیروی کرنے کے لیے کہتا تھا۔ بلاشبہ روح اور قلب کی حرکت نفس کی حرکت سے تیز تر ہوتی ہے۔ نفس عروج میں

روح وقلب کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتا ہے۔حکمت کا تقاضا ہے کہ دل کی حرکت کو سست کر دیا جائے تاکہ نفس کا تعلق آپ سے ختم نہ ہو جائے اور لوگ آپ سے محروم نہ ہو جائیں۔آپ استغفار اس لیے کرتے تھے کیونکہ نفس رفعت میں دل کا ساتھ دیتا تھا۔

◆ ۳ الاستغفار اور التوبہ لطیف معنیٰ میں ہے۔اس سے مراد محبت الٰہیہ کے لیے التجاء کرنا ہے ہمہ وقت توبہ و استغفار کرنا محبت الٰہیہ کے مزید حصول کے لیے التجا تھی۔

◆ ۲ الغین

اس کے متعلق شعبہ نے کہا ہے میں نے اصمعی سے کہا کہ اس فرمان کا مطلب کیا ہے 'لیغان علی قلبی' انہوں نے کہا"یہ کس کے بارے روایت کیا گیا ہے۔میں نے کہا"حضور اکرم ﷺ کے قلب انور کے بارے"انہوں نے کہا"اگر کسی اور کے قلب کے بارے ہوتا تو میں اس کی تشریح کرتا لیکن آپ کے قلب انور کے بارے میں نہیں جانتا۔حضرت شعبہ اس پر تعجب کرتے تھے۔ابو عبیدہ سے اس کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اس کی تشریح نہیں کی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"اگر یہ حضور اکرم ﷺ کے حال کے بارے نہ ہوتا تو میں اس کے بارے گفتگو کرتا۔آدمی ایسے شخص کے حال کے بارے گفتگو کرسکتا ہے جس سے وہ بلند مرتبہ ہو۔آپ کے سارے حالات کی انتہاء سے مخلوق میں کوئی بھی آگاہ نہیں ہے۔

امام رافعی نے اپنے امالیہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے بلند منصب کے باوجود یہ تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ اس رفعت سے آگاہ ہوتے۔انہوں نے فرمایا"کاش! میں بھی وہ امر دیکھ لیتا جس سے آپ مغفرت طلب کرتے تھے" دیگر علماء کرام نے اپنے اپنے ذہن کے مطابق الغین کے بارے گفتگو کی ہے۔اس کے بارے ان کے دو طریقے ہیں۔ان میں سے ایک گروہ نے الغین کو عمدہ حالت پر محمول کیا ہے انہوں نے اس رفیع منصب کے ساتھ صرف حضور اکرم ﷺ کو ہی مختص کیا ہے۔آپ کے استغفار سے مراد آپ کا خضوع، اپنے رب کی طرف اپنی احتیاج کا اظہار، اور اس کی عبودیت کو لازم پکڑنا ہے۔

امام رافعی نے حضرت ابوسعید خراز سے روایت کیا ہے کہ الغین وہ چیز ہے جسے صرف انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہی پاتے ہیں۔کیونکہ ان کے باطن پاک ہوتے ہیں۔یہ رقیق بادل کی طرح ہے جو ہمیشہ نہیں رہتا۔

امام رافعی نے لکھا ہے کہ اسے آپ کے علاوہ کسی اور کے معاملہ پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔جو استغفار کی طرف جلدی کرتا ہو۔اس مؤقف پر بہت ہی تاویلات کی گئی ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ اس غین کا سبب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے حالات میں غور و فکر کرتے تھے آپ اس امر سے آگاہ ہوتے تھے جو ان سے رونما ہونا تھا یہ استغفار امت کے لیے ہوتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب وہ چیز ہے تبلیغ اور مشاہدہ حق کے لیے آپ جس کے محتاج ہوتے تھے۔ آپ اس سے مغفرت طلب کرتے تھے رب تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتے وقت آپ صفاء تک پہنچے ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جو قریش کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے آپ کو مشغول کر دیتی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کچھ ہے جو آپ جناب ابو طالب کے اسلام کی وجہ سے دل میں پاتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ایک رتبہ سے دوسرے رتبہ تک بلند ہوتے رہتے تھے۔ جب بھی آپ بلند درجہ پر فائز ہوتے تو پہلے رتبہ کو دیکھتے تو اپنے اس بلند رتبہ کی وجہ سے اسے کم درجہ سمجھتے یہی وہ غین ہے جس سے آپ مغفرت طلب کرتے تھے۔ میرے والد گرامی اسی کو ہی عمدہ سمجھتے تھے اور اسی کو برقرار رکھتے تھے۔

بعض علماء نے الغین کو سکینہ اور اطمینان پر محمول کیا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں لکھا ہے ''ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا'' میں نے الاستاذ ابو سہل محمد بن سہل صعلوکی سے سنا یہ شوافع کے ائمہ میں سے تھے انہوں نے آپ کے فرمان ''لیغان علی قلبی'' کو اہل اشارہ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ انہوں نے اسے سکر کے اس پردہ پر محمول کیا ہے جو حقیقت میں صحو ہوتا ہے۔ استغفار کا معنی ہے اس پردہ کو ہٹا دینے کے لیے التجاء کرنا جبکہ اہل ظاہر نے اسے ان خطرات پر محمول کیا ہے جو قلب کو لاحق ہوتے ہیں۔ طلبات وارد ہوتے ہیں اور اس پردہ کی وجہ سے دل کو مشغول کر دیتے ہیں۔

علامہ قاضی صاحب نے لکھا ہے ''اس سے مراد وہ چیز ہے جو دل پر چھا جاتی ہے۔ اسے پوری طرح نہیں ڈھانپتی یہ اس پتلے بادل کی طرح ہوتی ہے جو سورج کی دھوپ کو نہیں روکتا۔ پھر حدیث پاک سے یہ بات نہیں سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ کے قلب انور پر ایک سو بار غین چھا جاتا تھا۔ یہ تعداد استغفار کے بارے ہے غین کے بارے نہیں ہے اس غین سے مراد دل کے غفلات، نفس کے فترات، دائمی ذکر کرنے کی فراموشی اور رب تعالیٰ کے دائمی مشاہدہ کی مداومت نہ رہنا ہے۔ کیونکہ آپ بشر کے مقامات میں سے تھے۔ آپ امت کی مصلحتوں میں اہل خانہ کی مدد، دشمن کے ساتھ جہاد، مصلحت نفس، رسالت کے بوجھ اور امانت اٹھانے میں مصروف رہتے تھے۔ ان تمام امور میں آپ رب تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے خالق کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن کیونکہ آپ حریم ناز میں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبت اور بلند درجہ تھے۔ عرفان کے اعتبار سے سب سے زیادہ مکمل تھے۔ لیکن وہ حالت جو خلوص قلب، غور و فکر کی خلوت اور رب تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں نصیب ہوتی تھی وہ ساری حالتوں سے ارفع اور اعلیٰ ہوتی تھی۔ جب آپ اس حالت کو دیکھتے کہ وہ آپ سے جدا ہو گئی ہے۔ دوسرے امر نے آپ کو مشغول کر دیا ہے جس نے آپ کی بلند حالت کو چھپا دیا ہے۔ رفیع منصب کو مخفی کر دیا ہے تو آپ اس سے مغفرت طلب کرتے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے ''یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ غین نقص کی حالت ہے بلکہ یہ کمال کی حالت ہے۔ پھر انہوں نے مثال دی ہے کہ اگر آنکھ سے تنکے کی وجہ سے آنسو بہہ پڑیں وہ آنکھ کو دیکھنے سے روک دے تو یہ اس حیثیت سے نقص ہے لیکن حقیقت میں یہ کمال ہے'' یہ ان کی طویل عبارت کا خلاصہ ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ آپ کی بصیرت کو بھی نیک لوگوں کے نفوس کے غبار کا سامنا کرنا پڑتا۔ ضرورت کا تقاضا تھا کہ آپ کی بصیرت کی آنکھ کی سیاہی کو ڈھانپ دیا جائے تا کہ اس کا بچاؤ اور تحفظ ہو سکے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ خشیت کی حالت ہے اور زیادہ استغفار اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے اسی لیے علامہ عباسی نے فرمایا ہے کہ مقربین کا خوف جلال اور عظمت کا خوف ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سکینہ ہے جو آپ کے قلب انور کو گھیر لیتی تھی۔ اور استغفار اس پر اظہار بندگی اور شکر کے طور پر تھا۔

ابن عطاء اللہ نے کتاب لطاف المنن میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ سرہ نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے آپ سے "انه لیغان علی قلبی" کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا "مبارک! یہ غین انوار کا پردہ ہے۔"

❁❁❁❁

تیرھواں باب

لمبی توقعات سے آپ کا اجتناب

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کی تلاش میں باہر تشریف لاتے پھر مٹی سے تیمم فرما لیتے۔ میں عرض کرتا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پانی قریب ہی ہے" آپ فرماتے "مجھے کیا معلوم شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔"

ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں اور بقی بن مخلد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی ایک سو دیناروں کی خریدی اور رقم کا ایک ماہ تک ادھار کر دیا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا "تم اسامہ پر تعجب نہیں کرتے۔ انہوں نے ایک ماہ تک ادھار لونڈی خریدی ہے۔ اسامہ طویل الامل (لمبی توقعات وابستہ کرنے والے) ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں آنکھ نہیں جھپکتا مگر میں گمان کرتا ہوں کہ پلکیں ملنے سے قبل میں انتقال کر جاؤں گا۔ میں نگاہ ہی اٹھاتا ہوں تو میں گمان کرتا ہوں کہ نگاہ کو نیچے کرنے سے قبل میرا وصال ہو جائے گا میں لقمہ نہیں نگلتا مگر میں یہی سمجھتا ہوں کہ اسے نگلنے سے قبل میرا وصال ہو جائے گا۔" پھر فرمایا "بنو آدم! اگر تم میں دانائی ہے تو خود کو مردوں میں شمار کرو مجھے اس ذات والا کی قسم:

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ (الانعام)

ترجمہ: بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہیں ہو تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے۔

امام احمد، امام بخاری، ابن سعد اور برقانی نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی پھر جلدی سے تشریف لے گئے، کوئی آپ کو پا نہ سکا۔ لوگوں نے آپ کی اس سرعت پر جلدی کی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو لوگوں کے چہروں پر حیرت و استعجاب دیکھا تو فرمایا "میرے پاس سونے کا ایک ٹکڑا تھا۔ میں نے ناپسند کیا کہ وہ میرے پاس رہے اور میں رات بسر کروں۔ میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔"

ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ایک دن آپ نے اس حالت میں صبح کی کہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ نے کسی اہم امر میں رات بسر کی۔ صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا چہرۂ انور دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ نے کسی اہم امر میں رات بسر کی ہے۔" آپ نے فرمایا "اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت میرے پاس دو اوقیہ سونا تھا۔ وہ رات بھر میرے پاس رہا، میں اسے غریبوں کے پاس نہ بھیج سکا۔"

انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''دس دراہم آپ کے پاس آئے۔ یہ دراہم شام کے بعد آپ کے پاس آئے تھے۔ آپ کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھ جاتے۔ آپ کو نیند نہیں آرہی تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے سائل کی آواز سنی۔ باہر تشریف لے گئے پھر آپ جلد ہی کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ مجھے آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ وقتِ صبح میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کو رات کے وقت کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھتے دیکھا تھا آپ کو نیند نہیں آرہی تھی حتیٰ کہ آپ تشریف لے گئے۔ پھر آپ واپس آئے تو میں آپ کے خراٹوں کی آواز سننے لگی۔'' آپ نے فرمایا۔ ''ہاں! میرے پاس شام کے بعد آٹھ دراہم آئے تھے میں نے گمان کیا کہ اگر اسی حالت میں میں نے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی تو پھر کیا ہوگا؟

امام احمد، ابو یعلیٰ، قاسم بن ثابت نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ انور کی رنگت میں تبدیلی تھی۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ کو درد ہے۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے چہرہ انور کی رنگت متغیر کیوں ہے؟'' آپ نے فرمایا ''یہ ان دیناروں کی وجہ سے ہے جو گذشتہ رات کے وقت ہمارے پاس آئے تھے۔ یہ بستر کے ایک کونے میں ہیں۔ یہ ہمارے پاس آئے لیکن ہم نے انہیں راہ خدا میں خرچ نہ کیا۔ اسی لیے رات بے چینی میں گذاری۔''

حمیدی نے ثقہ راوی سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رات کے وقت آپ کے پاس سات سے زیادہ اور نو سے کم دینار آئے۔ آپ نے صبح ہونے سے قبل انہیں تقسیم کر دیا۔ پھر فرمایا ''اگر یہ دینار محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے اور ان کا وصال ہو جاتا تو ان کا رب تعالیٰ ان کے بارے کیا گمان کرتا۔''

ابو عبید قاسم بن سلام نے اپنی ''غریب'' میں اور خلفی نے حسن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاس مال رکھ کر نہ دو پہر کرتے تھے اور نہ رات گذارتے تھے'' ابن سلام نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر صبح کے وقت مال آتا تو دو پہر سے پہلے اسے تقسیم کر دیتے اور اگر عشاء کے وقت مال آتا تو رات نہ بسر فرماتے حتیٰ کہ اسے تقسیم کر دیتے۔

❁❁❁❁

چودھواں باب

خود احتسابی

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے۔ تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے امیر کے خلاف شکایت کی جس نے اسے مارا تھا آپ نے اس سے قصاص کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاص نے ان سے کہا ''کیا آپ اس سے قصاص لیں گے'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' حضرت عمرو بن عاص نے کہا ''ہم تمہارے لیے عمل نہیں کریں گے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے پرواہ نہیں۔ میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ اپنے نفس کا بھی احتساب کرتے تھے'' حضرت عمرو بن عاص نے کہا: ''ہم اس شخص کو راضی نہ کر دیں۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر چاہتے ہو تو اسے راضی کر لو۔''

ابراہیم حربی نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دستِ اقدس میں شاخ تھی وہ کسی اعرابی کے پیٹ پر لگی۔ آپ اعرابی کے پاس سے گزرے اور اسے زخمی کر دیا۔ آپ نے اسے فرمایا ''قصاص لے لو'' مگر اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے اسے فرمایا ''ضرور قصاص لو ورنہ دیت لے لو۔''

ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نفس کا احتساب کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنے نفس کا احتساب لیتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے نفس کا احتساب لیتے تھے۔''

ابن عساکر اور امام حاکم نے حبیب بن مسلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے اعرابی کو خود سے قصاص لینے کے لیے فرمایا جو زخم آپ نے اسے جان بوجھ کر نہیں لگایا تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہِ والا میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو جابر یا متکبر بنا کر نہیں بھیجا۔'' آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا: ''مجھ سے قصاص لے لو'' اس اعرابی نے کہا ''میرے والدین آپ پر فدا! میں نے اسے آپ کے لیے جائز قرار دے دیا ہے۔ یہ تو مجھ سے کبھی بھی نہ ہو سکے گا خواہ آپ مجھے مار ڈالیں'' آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی۔''

ابن ابی شیبہ، ابوالحسن بن ضحاک نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنے آپ کا احتساب کر رہے تھے'' ابن اسحاق نے لکھا ہے ''مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے عرب کے

ایک شخص سے روایت کیا ہے۔اس نے کہا"میں نے روزِ حنین آپ پر بھیڑ بنائی۔میں نے سخت جوتے پہن رکھے تھے میں نے ان سے آپ کی مبارک ٹانگ کو روند ڈالا۔آپ کے ہاتھ میں عصا مبارک تھا۔آپ نے مجھے وہ ہلکا سا مارا فرمایا"اللہ تعالیٰ کے نام مبارک سے شروع! تم نے مجھے تکلیف دی ہے"میں نے ساری رات اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے گزار دی۔ میں نے کہا"تو نے حضور اکرم ﷺ کو تکلیف دی ہے"وقتِ صبح ایک شخص نے کہا"فلاں کہاں ہے؟"میں نے کہا"بخدا! یہ اسی وجہ سے ہے جو مجھ سے کل رونما ہوا تھا۔میں ڈرتے ڈرتے ہوئے چلا۔حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا"تم نے اپنے جوتے سے میری ٹانگ روندی تھی۔مجھے تکلیف دی تھی۔میں نے تمہیں عصا کی ہلکی سی چوٹ لگائی تھی۔یہ اسی بکریاں اس کے بدلے لے لو۔"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن ضحاک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ایک روز آپ نے جہاد میں ترغیب دی۔لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے بھیڑ بنالی۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی۔جسے آپ نے باہر نکال رکھا تھا۔وہ اسی طرح باہر ہی تھی مگر صحابہ کرام نے اس کی طرف نہ دیکھا۔آپ نے فرمایا"مجھ سے دور ہو جاؤ۔اسی لیے تم نے مجھ پر بھیڑ بنائی تھی۔آپ سے وہ شاخ ایک شخص کے پیٹ پر لگی وہاں سے خون نکلنے لگا۔وہ شخص باہر نکلا۔وہ کہہ رہا تھا"یہ تمہارے نبی کا فعل تھا"اس کی یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سن لی۔انہوں نے کہا"بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔اگر آپ نے تمہیں زخمی کیا ہوتا تو عنقریب اپنے نفس سے تمہیں حق دے دیں گے۔اگر تم نے جھوٹ بولا ہوا تو میں تمہارے عمامہ سمیت تمہیں خاک آلود کر دوں گا حتیٰ کہ تو سچ بولے گا"اس شخص نے کہا"تم سلامتی کے ساتھ چلے جاؤ میں تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتا"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔وہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔آپ نے پوچھا"کیا یہ سچ ہے کہ میں نے تمہیں زخمی کیا ہے"اس نے عرض کی"ہاں! آپ نے فرمایا تیرا کیا ارادہ ہے؟اس نے کہا"میں آپ سے قصاص لینا چاہتا ہوں"آپ نے اسے وہ شاخ تھمادی۔بطن اقدس سے کپڑا ہٹا دیا۔اس نے فوراً شاخ نیچے پھینکی اور آپ کے شکم اطہر کو چومنے لگا۔اس نے کہا"میرا ارادہ یہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی جبار آسانی سے حلق سے نیچے نہ اترے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا:"تمہارا عمل مجھ سے زیادہ مضبوط ہے۔"

دارمی،عبد بن حمید اور عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین میں سے ایک کمزور شخص تھا۔اسے بارگاہِ رسالت مآب میں ایک ضروری کام تھا۔اس نے ارادہ کیا کہ وہ خلوت میں آپ سے ملاقات کرے اور اپنی ضرورت کے بارے التجاء کرے آپ اپنے لشکر سمیت بطحاء میں خیمہ زن تھے۔آپ رات کے وقت آتے تھے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے آپ صحابہ کرام کو جلدی ہی نمازِ صبح پڑھا دیتے تھے۔ایک رات طواف کی وجہ سے آپ کو دیر ہو گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔جب آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو ایک شخص سامنے آ گیا۔اس نے اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔اس نے عرض کی

"یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے" آپ نے اسے فرمایا "عنقریب تم اپنی حاجت کو پالو گے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ جب آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ وہ آپ کو روک دے گا تو آپ نے اسے کوڑے سے آہستہ سے مارا۔ پھر آگے تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام کو نماز صبح پڑھائی آپ نے اپنا چہرۂ انور صحابہ کی طرف پھیرا جب آپ اس طرح کرتے تھے تو صحابہ کرام سمجھ جاتے تھے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ صحابہ کرام کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "وہ شخص کہاں ہے جسے میں نے ابھی ابھی کوڑا مارا ہے" آپ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا۔ وہ شخص کہنے لگا "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی پناہ طلب کرتا ہوں" حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے "اسے میرے قریب کرو اسے میرے قریب کرو، حتیٰ کہ وہ آپ کے قریب ہو گیا آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اسے کوڑا پکڑایا۔ فرمایا "یہ کوڑا لو اور اپنا قصاص لے لو" اس نے کہا "میں رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اس کے نبی کریم ﷺ کو کوڑے ماروں" آپ نے فرمایا "ورنہ معاف کرو" اس نے کوڑا نیچے پھینک دیا۔ عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ عقبہ کی رات یاد فرمائیں میں آپ کی اونٹنی کو ہانک رہا تھا۔ آپ آرام فرما تھے۔ میں جتنا اسے ہانکتا وہ اتنا ہی مست ہو جاتی۔ جب میں اسے ہانکتا وہ اعراض کرتی میں نے آپ کو ہلکا سا کوڑا مارا اور عرض کی" قوم آپ کے پاس آ گئی ہے" آپ نے فرمایا "کوئی حرج نہیں"۔ انہوں نے عرض کی "آپ قصاص لے لیں" آپ نے فرمایا "میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے" انہوں نے عرض "آپ مجھ سے قصاص لیں۔ یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے" آپ نے انہیں کوڑا مارا۔ میں نے دیکھا کہ وہ آپ کے کوڑے کی وجہ سے تڑپ اٹھے۔ پھر فرمایا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بخدا! کوئی مومن دوسرے مومن پر ظلم نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ روز حشر اس سے انتقام لے گا۔"

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے کھجور کی شاخ سے مارا یہ شاخ آپ کے پاس تھی۔ یہ اس کے چہرے پر لگی حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "آؤ قصاص لے لو"۔

ابن ضحاک نے عبدالرحمٰن بن جبیر خزاعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ نے کسی شخص کے پیٹ پر شاخ یا مسواک سے مارا" اس نے عرض کی "آپ نے مجھے مارا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں" آپ نے وہ لکڑی اسے دے دی جو آپ کے پاس تھی پھر فرمایا "قصاص لے لو" اس نے آپ کا بطن اقدس چوم لیا۔ اس نے عرض کی "میں آپ کو معاف کرتا ہوں شاید کہ آپ روز حشر میری شفاعت فرمائیں۔"

ابن قاسم، ابن ضحاک نے سواد بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا میں نے زعفران ملی ہوئی خوشبو لگا رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا "زعفران! زعفران! نیچے اترو نیچے اترو" آپ کے ہاتھ میں شاخ تھی آپ نے مجھے میرے پیٹ پر ماری اور تکلیف دی۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ قصاص دیں" آپ نے

اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھایا۔ میں اسے چومنے لگا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ مجھے چھوڑ دیں اور اس امر کو روز حشر میرے لیے بطور شفاعت مؤخر کر دیں۔"

ابن قانع نے عبداللہ بن اُبی الباھلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں حجۃ الوداع کے وقت آپ کی خدمت میں آیا۔ میں نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ اپنے اونٹ پر کھڑے تھے آپ کی پنڈلی رکاب میں گویا کہ سفیدی میں کھجور کی گوند تھی۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے چمٹا لیا۔ آپ نے مجھے ہلکا سا کوڑا مارا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ قصاص دیں۔" آپ نے کوڑا اٹھایا۔ میں نے آپ کی پنڈلی اور ٹانگ کو چوم لیا۔

محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ طائف سے جعرانہ کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت ابورھم اپنی اونٹنی پر آپ کے پہلو میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر جلوہ افروز تھے حضرت ابورھم نے فرمایا میرے جوتے کا کنارہ آپ کی پنڈلی پر لگا میں نے آپ کو تکلیف دی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تم نے مجھے تکلیف دی ہے اپنی ٹانگ آگے کرو۔ آپ نے اپنا کوڑا ہلکا سا میری ٹانگ پر مارا۔ مجھے بہت زیادہ خوف نے آلیا۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہ اب میرے بارے قرآن پاک نازل ہوگا میں نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ جب ہم وقت صبح جعرانہ پہنچے۔ میں اپنے جانور چرانے کے لیے نکلا حالانکہ اس روز میری باری نہ تھی مجھے خوف تھا کہ حضور اکرم ﷺ مجھے طلب فرمائیں گے جب شام کو میں جانور لے کر آیا تو میں نے پوچھا۔ صحابہ کرام نے کہا "تمہیں حضور اکرم ﷺ نے یاد فرمایا تھا۔" میں ڈرتے ڈرتے آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اپنی ٹانگ سے مجھے تکلیف دی تھی۔ میں نے کوڑے سے تمہیں ضرب لگائی تھی۔ یہ بکریاں ہیں انہیں میری ضرب کے عوض لے لو" انہوں نے کہا" آپ کی رضا میرے نزدیک دینار اور اس کی نعمتوں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

❀❀❀❀

پندرھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گریہ وزاری

امام ابوداؤد، امام نسائی نے حضرت مطرف بن شخیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ سینہ اقدس میں رونے کی وجہ سے یوں گونجدار آواز پیدا ہو رہی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے۔" امام نسائی کے الفاظ میں ہے "آپ کے پیٹ سے یوں آواز آ رہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے یعنی رونے کی وجہ سے۔"

ابوشیخ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ ہم میں سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر رہا تھا۔ آپ درخت کے نیچے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ رو رہے تھے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔"

عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ حتیٰ کہ آپ میرے لحاف میں میرے ساتھ داخل ہو گئے۔، جب آپ کی مبارک جلد میری جلد سے لگ گئی تو آپ نے فرمایا "عائشہ! مجھے اجازت دو کہ اس رات میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر لوں"، میں نے عرض کی "بخدا! مجھے آپ کا قرب بہت پسند ہے" آپ کمرہ میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرنے تشریف لے گئے۔ وضو کیا، پھر قیام فرمایا قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ آپ گریہ وزاری کرنے لگے۔ اپنا دایاں ہاتھ اپنے مبارک رخسار کے نیچے رکھا پھر رونے لگے حتیٰ کہ مبارک آنسو زمین پر گرنے لگے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کے لیے بلایا۔ جب انہوں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ رو رہے ہیں جبکہ رب تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے الزامات مٹا دیئے ہیں۔" آپ نے فرمایا "کیا میں رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ کیا میں نہ روؤں۔ آج رات رب تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت طیبہ نازل کی ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (آل عمران)

ترجمہ: "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں (بڑی)

نشانیاں ہیں۔اہل عقل کے لیے وہ عقل مند جو یاد کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور تسلیم کرتے ہیں) اے ہمارے مالک! نہیں پیدا فرمایا تو نے یہ (کارخانۂ حیات) بے کار پاک ہے تو (ہر عیب سے) بچالے ہمیں آگ کے عذاب سے۔"

"ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو ان آیات کو پڑھے اور ان میں غور و فکر نہ کرے۔"

عبد بن حمید ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ پڑھتے "و یوم نبعث من کل امة بشهید" تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے بھر جاتیں۔"

حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" یمن کا وفد بارگاہ رسالت مآب میں آیا۔اس نے عرض کی" ہمیں وہ کلام مقدس سنائیں جو آپ پر اترا ہے" آپ نے سورۃ الصافات تلاوت کی حتیٰ کہ آپ "فاتبعه شهاب ثاقب" تک پہنچ گئے۔تو چہرۂ انور پر پسینہ آگیا۔آنسو مبارک آپ کی مبارک داڑھی کی طرف گرنے لگے۔وفد نے عرض کی" ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ رو رہے ہیں کیا آپ اس ہستی کے خوف سے رو رہے ہیں جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا" ہاں" اس ہستی پاک کے خوف سے رو رہا ہوں جس نے مجھے مبعوث کیا ہے۔اس نے مجھے اس رستہ کے ساتھ بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح ہے اگر میں نے اس میں کجی اختیار کی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ (بنی اسرائیل:۸۶)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو سلب کر لیتے وہ وحی جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے۔

ابن ضحاک نے حضرت صالح بن خلیل سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب یہ آیت طیبہ اتری:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ (النجم)

ترجمہ: بھلا کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو اور (بے شرموں کی طرح) ہنس رہے ہو اور روتے نہیں ہو۔

تو آپ کو مسکراتے ہوئے یا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

ابن عدی نے ضعیف سند کے ذریعہ حمران بن اعین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض افراد کو دیکھا وہ اس آیت طیبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ (المزمل)

ترجمہ: ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی اور دردناک عذاب۔

تو حضور اکرم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ابن ابی الدنیا نے اور ابن ضحاک نے ولید بن مسلم کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" مجھے ابوسلمہ ثابت دوسی نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے۔ ابوالولید کی سند جید ہے انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے" مولا! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو لگاتار گریہ زاری کریں جو لگاتار آنسو بہاتے ہوئے روئیں۔ جو مجھے تیری خشیت سے بھر دیں اس سے قبل کے آنسو خون بنیں اور داڑھیں انگارہ بنیں۔"

ابوبکر الشافعی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ نے ان کو چوما۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کی چشمان مقدس سے گر رہے تھے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضرت سعد بن عبادہ بیمار ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو انہیں ان کے اہل خانہ کے پردہ میں پایا آپ نے پوچھا" کیا ان کا وصال ہو گیا ہے؟" انہوں نے عرض کی نہیں آپ رونے لگے۔

ابن عدیٰ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے چادر اتاری تو رونے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کا مثلہ کر دیا گیا ہے تو آپ سسکی لے کر رونے لگے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ پھر اس پر اپنے لب رکھ دیے۔ کافی دیر تک روتے رہے۔ جب آپ نے دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاس کھڑے رو رہے تھے آپ نے فرمایا" عمر! آنسو یہاں سے گرتے ہیں۔"

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے یہ فرمان پڑھا:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ (ابراہیم)

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے بیشک تو غفور رحیم ہے۔"

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ" میں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کو قرآن مجید پڑھ کر

سناؤں، حالانکہ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے" آپ نے فرمایا ہاں! میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن پاک سنوں۔"

ابویعلیٰ، ابن ابی شیبہ اور امام نسائی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ" میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی۔ جب رب تعالیٰ کے اس فرمان تک پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (النساء)

ترجمہ: تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے ہر امت سے ایک گواہ اور (اے حبیب) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ۔

تو آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "کافی ہے۔"

❀❀❀❀

سولھواں باب

دنیا میں آپ کا زہد، تقویٰ، اختیاری فقر اور مسکین رہنے کی التجاء

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: ''اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس لئے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان سے اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔''

ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عائشہ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ رواں ہوں۔''

ابو یعلیٰ، ابن عساکر، امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی ''مولا! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقدر کفایت رزق عطا فرما۔''

ابن سعد، امام ترمذی اور ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن سعد اور ابن حبان نے حضرت ابو امامۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''رب تعالیٰ نے مجھے وادی بطحاء کو سونا بنا کر پیش فرمایا'' میں نے عرض کی ''مولا! نہیں لیکن میں ایک دن بھوکا رہوں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں، جب سیر ہو کر کھاؤں تو تیری تعریف اور شکر کروں جب میں بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں آہ و زاری کروں۔ تیری بارگاہ میں التجاء کروں۔''

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ احد کی طرف دیکھا تو فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ کوہ احد کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سونے کا بنا دیا جائے جسے میں راہ خدا میں خرچ کروں۔ جس روز میرا وصال ہو میں ان کے لیے دو دینار بھی نہ چھوڑوں۔ مگر ایسے دو دینار جنہیں میں ان کے دین کے لیے چھوڑوں اگر ہو سکے۔''

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر میرے پاس کوہِ احد جتنا سونا بھی ہو مجھے یہ امر خوش نہیں کرتا کہ اس پر تین راتیں گزریں اور میرے پاس اس میں سے کچھ ہو مگر ایسی

چیز جسے میں دین کے لیے رکھوں۔"

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور فرمایا "ایک عبد کو رب تعالیٰ نے دنیا کی زیب و زینت اور ان انعامات میں اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں تو اس نے وہ انعامات پسند کر لیے جو اس کے پاس ہیں" یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے انہوں نے عرض کی "ہم اپنے آباء اور مائیں آپ پر فدا کر دیں۔ لوگوں نے ان کی اس بات پر تعجب کیا۔ انہوں نے کہا" اس بزرگ کو دیکھو۔ حضور اکرم ﷺ اس عبد کے بارے بتا رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا ہے (اور یہ رو رہے ہیں) حضور اکرم ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ آپ کے حالات سے آشنا تھے۔

ابوذر الھروی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ایسے تکیے پر آرام فرما ہوئے جس کے اندر کھجور کے پتے ڈالے گئے تھے۔ جب آپ اٹھے تو آپ کی جلد پر نشانات پڑ چکے تھے میں رونے لگی۔ آپ نے پوچھا "ام سلمہ! کیوں رو رہی ہو؟" میں نے عرض کی" میں نے یہ نشانات دیکھے ہیں" آپ نے فرمایا "نہ رو اگر میں چاہوں کہ میرے ساتھ یہ پہاڑ سونے کے بن کر چلیں تو وہ چلنے لگیں۔"

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں نے اسے کہا" میں تیرا ارادہ نہیں کرتا۔ نہ ہی مجھے تیری ضرورت ہے۔" اس نے کہا "اگر آپ مجھ سے کچھ لے لیتے تو پھر آپ کے علاوہ اور کوئی مجھ سے رہا نہ ہو سکتا۔"

امام احمد، ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ سے، یعقوب بن سنان اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک فرشتہ نیچے آیا۔ حضرت جبرائیل امین نے کہا "یہ فرشتہ جب سے تخلیق کیا گیا ہے نیچے نہیں اترا۔ جب یہ فرشتہ نیچے آیا تو اس نے عرض کی "محمد عربی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبد نبی یا بادشاہ نبی بن جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف توجہ کی گویا کہ آپ ان سے مشورہ کر رہے ہوں۔"

انہوں نے آپ کو اشارہ دیا کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کریں۔ آپ نے فرمایا "میں عبد نبی بنوں گا۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا "اس کے بعد آپ نے ٹیک لگا کر نہ کھایا حتیٰ کہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "مجھ پر آسمان سے ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا ہے جو مجھ سے قبل کسی نبی پر نازل نہیں ہوا۔ نہ ہی میرے بعد کسی پر نازل ہوگا۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کی" میں آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف قاصد ہوں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں۔ آپ چاہیں تو عبد نبی اور چاہیں تو بادشاہ نبی بن جائیں۔" میں نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مجھے عاجزی کرنے کا اشارہ کیا۔ اگر میں کہہ دیتا کہ میں بادشاہ نبی بننا چاہتا ہوں تو یہ

پہاڑ سونے کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔"

البرقانی، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کہا گیا "اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم آپ کو زمین کے خزانے عطا کر دیتے ہیں اور اس کی چابیاں دے دیتے ہیں۔ ان میں کوئی چیز نہ آپ سے پہلے کسی کو دی گئی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو دی جائے گی۔ اس کی وجہ سے آپ کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہ ہو گی جو رب تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اور اگر آپ پسند کریں تو میں یہ سب آپ کے لیے آخرت میں جمع کر دیتا ہوں" آپ نے فرمایا "انہیں میرے لیے آخرت میں جمع کر دو۔"

ابن المبارک نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "رب تعالیٰ نے مجھے پیش فرمایا کہ وہ میرے لیے بطحاء مکہ کو سونے کا بنا دے" میں نے عرض کی "مولا! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں۔ ایک دن بھوکا رہوں۔ جب میں بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں آہ و زاری کروں جب میں سیر ہوں تو تیری تعریف اور شکر ادا کروں۔"

ابن مبارک اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "مساکین سے محبت کیا کرو۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے "مولا! مجھے مسکین زندہ رکھنا۔ مسکینی کی حالت میں ہی میرا وصال ہو اور مساکین کے گروہ سے ہی مجھے روز محشر اٹھانا۔"

ابن عدی نے ان سے ہی روایت کیا ہے آپ نے فرمایا "اے لوگو! تنگ دستی تمہیں مجبور نہ کر دے کہ تم ان ذرائع سے رزق طلب کرنے لگو جو حلال نہ ہوں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

"مولا! فقر کی حالت میں میرا وصال فرما۔ غنیٰ کی حالت میں میرا وصال نہ فرما۔ مجھے روز محشر مساکین کے گروہ سے اٹھا۔ بدبختوں میں سے سب سے بڑا بدبخت وہ ہے جس پر دنیا کی غربت اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔"

امام احمد، ابو یعلیٰ، امام رازی، ابن عساکر، ابو داؤد الطیالسی اور امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما ہو گئے۔ آپ کے پہلو پر نشانات پڑ گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو میں انہیں ملنے لگا۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم آپ کے نیچے ایسی چیز بچھا دیں جو آپ کو ایسے نشانات سے بچا لے۔ آپ اس پر آرام فرما ہوں۔" آپ نے فرمایا "میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میں اور دنیا اسی طرح ہیں جیسے کوئی سوار ہو جو گرم دن کو عازم سفر ہو وہ کسی درخت کے نیچے آرام کر لے پھر اسے چھوڑ کر آگے چلا جائے۔"

امام مسلم، امام بخاری اور ابن ضحاک نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ کھجور کی بنی ہوئی چٹائی پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ اس کے نشانات آپ کے

پہلو پر لگے ہوئے تھے۔ میں نے نظر اٹھا کر کمرہ میں دیکھا بخدا! میں نے ان اشیاء کے علاوہ کچھ نہ دیکھا۔ سامان سفر کی تین چیزیں لٹکی ہوئی تھیں اور جو کی ایک ڈھیری تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آپ نے پوچھا "عمر! کیوں رو رہے ہو" وہ فرماتے ہیں "میں نے عرض کی" آپ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ ہیں قیصر و کسریٰ کس قدر آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں آپ اٹھ بیٹھے، چہرہ انور سرخ تھا۔ فرمایا "عمر! کیا تم شک میں ہو" پھر فرمایا "اس قوم کو ان کی اسی زندگی میں پاکیزہ چیزیں دے دی گئیں ہیں۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔" میں نے عرض کی:
"ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔"

ابن ضحاک کی روایت میں یہ اضافہ ہے "عمر! اگر میں چاہوں کہ یہ فلک بوس پہاڑ میرے ساتھ سونا بن کر چلیں تو یہ ضرور چلنے لگیں۔"

ابن ابی شیبہ نے بنو سالم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا۔ آپ نے دیکھا تو آپ کو ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جس میں اسے رکھتے۔ آپ نے فرمایا "اسے زمین پر رکھ دو۔ وہ عبد ہیں اسی طرح کھاتے ہیں جس طرح عبد کھاتا ہے۔ اسی طرح پیتے ہیں جیسے عبد پیتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے ہاں دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر اس میں سے پانی بھی نہ پی سکتا۔

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت مسجد نبوی کی طرف نکلے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا تو وہ بھی باہر نکل آئے۔ انہوں نے پوچھا "ابوبکر! آپ اس وقت کیوں باہر نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا "اس وقت صرف بھوک کی وجہ سے باہر نکلوں۔" انہوں نے کہا "بخدا! مجھے بھی بھوک ہی اس وقت باہر نکال کر لائی ہے" وہ اسی حالت پر تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا "تم دونوں کو اس وقت کون سی چیز باہر نکال کر لائی ہے" انہوں نے عرض کی "بھوک۔ آپ نے فرمایا "واللہ! مجھے بھی اس وقت بھوک ہی باہر نکال کر لائی ہے۔" یہ روانہ ہوئے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے تک پہنچے۔ انہوں نے ان کے لیے بکری ذبح کی۔ اس کا گوشت پکایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت کا ٹکڑا لیا۔ اسے روٹی پر رکھا اور فرمایا "ابوایوب! یہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا تک پہنچا دو انہیں کئی روز سے ایسا کھانا نصیب نہیں ہوا۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ میں نے گمان کیا کہ آپ کو بھوک لگی ہے۔

ابن ضحاک نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "دنیا کی کسی چیز نے بھی آپ کو کبھی بھی تعجب میں نہیں ڈالا۔ نہ ہی کسی دنیاوی چیز کی وجہ سے تعجب میں پڑے مگر جبکہ وہ خوف اور ڈر کے حصول کا سبب ہوتی۔"

امام احمد، ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں

بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس چارپائی پر تشریف فرما تھے جسے رسی سے بنایا گیا تھا۔ سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جب آپ نے پہلو بدلا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ چارپائی اور آپ کے درمیان چادر بھی نہیں۔ چارپائی کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آپ نے پوچھا "عمر! کس لیے رو رہے ہوں؟ انہوں نے عرض کی" میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محتشم ﷺ ہیں۔ رب تعالیٰ کے ہاں کسریٰ و قیصر سے معزز ہیں۔ انہوں نے دنیا میں آمادہ زندگی بسر کی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محتشم ﷺ ہیں اور اس حالت میں ہیں جسے میں دیکھ رہا ہوں" آپ نے فرمایا: "عمر! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔" انہوں نے عرض کی "ضرور!" آپ نے فرمایا "پھر اسی طرح ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت عمر فاروق بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ پہلو پر نشانات پڑ گئے تھے انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ کاش! آپ ایسا بستر بچھا لیتے جو اس سے موٹا ہوتا۔ آپ نے فرمایا" میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی طرح ہے جو گرم دن میں لمحہ بھر کے لیے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرے پھر اسے چھوڑ کر چلا جائے۔ امام بزار نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جب انہیں پیاس لگی تو آپ کے پاس پانی اور شہد کو ملا کر لایا گیا۔ جب پیالہ اپنے ہاتھ پر رکھا تو زاروزار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کو کچھ ہو گیا ہے۔ ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا" اے حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ! آپ کے گریہ کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا" میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی جس سے آپ اپنی بھوک مٹا سکیں۔ میں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آرہی جس سے آپ بھوک مٹا سکیں۔ آپ کے پاس مجھے کچھ بھی نظر نہیں آرہا" آپ نے فرمایا" دنیا میرے لیے نمودار ہوئی۔ میں نے اسے کہا" مجھ سے دور ہو جا" آپ نے مجھے فرمایا" تم بھی اسے حاصل نہ کرنا" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" مجھ پر یہ بات گراں گزری مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے حکم کی مخالفت کروں اور مجھے دنیا آلے۔"

حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی اس نے آپ کے مبارک بستر پر سخت چادر دیکھی وہ واپس گئی اور ایسا بستر بھیجا جس کے اندر صوف تھا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور پوچھا" عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ! فلاں انصاری خاتون آئیں، انہوں نے آپ کا بستر دیکھا وہ واپس گئیں تو انہوں نے آپ کے لیے یہ بستر بھیج دیا۔" آپ نے فرمایا" اسے واپس کر دو" میں نے اسے واپس نہ کیا مجھے پسند تھا کہ وہ میرے حجرہ مقدسہ میں رہے۔ آپ نے کئی بار

مجھے فرمایا کہ میں اسے واپس کر دوں۔ آپ نے فرمایا" عائشہ! اسے واپس کر دو۔ بخدا! اگر میں چاہوں تو رب تعالیٰ ان پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنا کر میرے ساتھ رواں کر دے۔"

امام احمد نے الزھد میں اسماعیل بن امیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لیے دو بستر بچھا دیے مگر آپ نے انکار فرما دیا کہ آپ صرف ایک بستر پر ہی آرام فرما ہوں گے۔"

ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابن مردویہ اور الدمامینی نے حضرت ابو درداء، ابو ذر سے اور سعید بن منصور اور ابن منذر نے حضرت ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" رب تعالیٰ نے مجھ پر وحی نہیں کی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ اس نے میری طرف یہ وحی کی ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (الحجر)

ترجمہ: "سو آپ پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ہو جائیے سجدہ کرنے والوں سے اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس الیقین۔"

امام احمد اور امام ابن عساکر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا" تم صبح و شام اس چیز میں رغبت کرتے ہوئے کرتے ہو جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہد اختیار کر رکھا تھا۔ آپ کے زہد میں سے آپ پر کوئی رات بسر نہ ہوتی تو آپ پر اس سے زائد ہوتا جو کچھ آپ کے لیے ہوتا۔"

ابن حبان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو بستر بچھائے۔ جن میں کھجور اور اذخر گھاس بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا" عائشہ! میرا دنیا کا کیا تعلق؟ میں اور دنیا اس شخص کی طرح ہیں جو سایہ کے لیے کسی درخت کے سایہ میں اترے حتیٰ کہ جب سایہ ڈھل جائے تو روانہ ہو جائے اور پھر اس کی طرف کبھی بھی لوٹ کر نہ آئے۔"

امام احمد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کو دیکھا آپ نے کبھی بھی موٹا بستر استعمال نہ کیا تھا۔ الا یہ کہ مجھے وہ بارش کا دن یاد ہے میں نے آپ کے نیچے کمبل بچھا دیا۔ گویا کہ میں اس کی اس پھٹن کی طرف اب بھی دیکھ رہی ہوں جس سے پانی نکلتا تھا۔"

سعید بن منصور نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ کے لیے ایک پرانا اور سخت بستر تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے لیے ایک اور بستر بچھا دوں جو آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو۔ میں نے وہ بستر بچھا دیا آپ نے فرمایا" عائشہ! یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی:" میں نے دیکھا کہ آپ کا بستر پرانا اور سخت تھا۔ میں نے یہ بستر بچھا دیا تا کہ آپ کو زیادہ سکون ملے۔" آپ نے دوبارہ فرمایا:" اسے مجھ سے دور لے جاؤ۔ بخدا! میں اس پر نہ بیٹھوں گا حتیٰ کہ اسے تم اٹھا لو۔" میں نے اوپر والا بستر اٹھا دیا۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کئی راتیں لگاتار بھوکے رہتے۔ وہ رات کا کھانا نہ کھاتے ان کا عام کھانا جو کی روٹی ہوتا تھا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ چٹائی پر آرام فرما تھے۔ رسیوں کے نشانات جسم اقدس پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی:" یا رسول اللہ ﷺ! کاش! آپ اس نرم بستر پر آرام فرما ہوں" آپ نے فرمایا" میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے۔ جو چٹیل میدان سے گزرے وہ ایک درخت کو دیکھے اس کے نیچے سایہ حاصل کرے پھر اسے چھوڑ کر چلا جائے۔"

ابو عبد الرحمن سلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالتمآب میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت چٹائی پہ آرام فرما تھے۔ اس کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر پڑ چکے تھے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! کاش! آپ اس سے نرم بستر حاصل کر لیں" آپ نے فرمایا" میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو گرم دن میں عازمِ سفر ہو حتیٰ کہ وہ ایک درخت تک پہنچے پھر آگے روانہ ہو جائے۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب حضور اکرم ﷺ سفر فرماتے تو سب کے بعد حضرت خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا سے ملتے۔ اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر ہی تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما نے چاندی کے کنگن پہن رکھے تھے۔ آپ واپس آ گئے اور تشریف نہ لے گئے۔ جب حضرت سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ اندر کیوں نہیں تشریف لے گئے۔ انہوں نے پردہ پھاڑ دیا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے کنگن اتار دیے انہیں جدا جدا کر دیا۔ شہزادے رونے لگے انہوں نے انہیں ان کے مابین تقسیم کر دیا وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے وہ رو رہے تھے۔ آپ نے ان سے وہ چاندی لی اور فرمایا" ثوبان! اسے مدینہ طیبہ کے فلاں لوگوں کے پاس لے جاؤ اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لیے عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن لے کر آؤ۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں عمدہ کھانے کھائیں۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے الشعب میں، ابن ابی حاتم اور دیلمی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" سارا دن حضور اکرم ﷺ روزے سے رہے پھر رات کو کھانا نہ کھایا پھر دن کو روزہ رکھ لیا۔ پھر فرمایا" عائشہ! محمد عربی ﷺ اور آل محمد ﷺ کو دنیا نہیں چاہیے۔ عائشہ! اولوالعزم رسل عظام علیہم السلام پر رب تعالیٰ اس لیے راضی ہوا کہ انہوں نے ناپسندیدہ اور پسندیدہ امور پر صبر کیا۔ وہ مجھ سے راضی نہ ہوا مگر اس نے مجھے بھی انہی امور کا مکلف بنایا جن کا مکلف سابقہ انبیائے کرام کو بنایا۔ اس نے ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

ترجمہ: پس (اے محبوب) آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔

"بخدا! میں پوری کوشش کرتے ہوئے صبر کروں گا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ"

امام احمد امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجور ملتی تو فرماتے: "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں اسے کھالیتا۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت اپنے پہلو کے نیچے کھجور ملی۔ آپ نے اسے تناول فرمالیا۔ آپ اس رات کو سو نہ سکے۔ ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آج رات آپ کو نیند نہیں آئی" آپ نے فرمایا "میں نے کھجور پائی تو اسے کھالیا میرے پاس صدقہ کی کھجوریں تھیں مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ وہ کھجور کہیں صدقہ کی نہ ہو۔"

امام الطبرانی نے ابن حازم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "روز بدر آپ کی خدمت میں ایک چمڑا پیش کیا گیا۔ آپ سے عرض کی گئی "کاش! آپ اس کے نیچے سایہ حاصل کریں" آپ نے فرمایا "کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز سے سایہ حاصل کرے جو روز حشر آگ ہو۔"

حمیدی نے حبیب بن ابی ثابت اور انہوں نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ سے کہا گیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ پسند فرمائیں آپ کو ہم تو دنیا کے ایسے خزانے اور ان کی چابیاں دے دیتے ہیں جنہیں ہم نے آپ سے قبل کسی کو نہیں دیا۔ نہ ہی آپ کے بعد کسی کو دیں گے۔ ان کی وجہ سے رب تعالیٰ کے حضور آپ کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا "انہیں آخرت میں میرے لیے جمع کردو" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩

ترجمہ: "بڑی (خیر) و برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنادے آپ کے لئے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنادے آپ کے لئے بڑے بڑے محلات۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا "تو میرا ارادہ نہیں ہے" دنیا نے کہا "اگر آپ نے میرا ارادہ نہیں کیا تو عنقریب آپ کے علاوہ کوئی اور میرا ارادہ کرے گا۔"

امام بغوی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ فرمایا: "اگر میں چاہوں کہ یہ پہاڑ میرے ساتھ سونے

اور چاندی کے بن کر چلیں تو یہ چلنے لگیں۔"

امام احمد نے زھد میں، ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ نے حضرت ام عبداللہ بنت شداد بن اوس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ افطار کے وقت آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپ روزہ سے تھے۔ آپ نے ان کے قاصد کو واپس بھیجا اور پوچھا یہ دودھ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے۔" انہوں نے عرض کی "یہ میری بکری کا ہے" آپ نے ان کے قاصد کو واپس بھیجا اور پوچھا "یہ بکری تمہارے پاس کہاں سے آئی ہے؟ انہوں نے عرض کی "میں نے اسے اپنے مال سے خریدا ہے" آپ نے اس سے دودھ نوش فرمالیا۔ دوسرے روز حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی "یارسول اللہ! میں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا لیکن آپ نے میرا قاصد واپس بھیج دیا۔" تو آپ نے انہیں فرمایا "رسل عظام علیہم السلام کو اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ وہ پاکیزہ ہی کھائیں اور پاک اعمال ہی سرانجام دیں" ہم رب تعالیٰ سے توفیق کا سوال کرتے ہیں رب تعالیٰ امام بوصیری پر رحم کرے انہوں نے کتنی عمدہ بات کی ہے۔

و راودته الجبال لاشم من ذهب   عن نفسه فاراها ايما شمم
واكدت زهده فيها ضرورته   ان الضرورة تعدو على العصم
و كيف تدعو الى الدنيا ضرورة من   لو لاه لم تخرج الدنيا من العدم

سونے کے بلند و بالا پہاڑوں نے آپ کو پھسلانا چاہا۔ آپ نے ان پہاڑوں کو بتادیا کہ بلند ہمت کون ہے۔ آپ کی ضرورت نے دنیا میں آپ کے زہد کو اور بھی مضبوط کر دیا ضرورت عصمت پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔ اس ذاتِ والا کو ضرورت دنیا کی طرف کیسے بلا سکتی ہے۔ اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

سترھواں باب

آپ کی تھوڑی سی چیز پر قناعت، بقدر کفایت رزق کی التجاء اور مسکین رہنے میں رغبت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی:
''مولا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقدر کفایت رزق عطا فرما۔''

بقی بن مخلد نے اپنی مسند میں یونس بن ابی یعقوب سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اپنے دسترخوان پر تھے۔ انہوں نے مجلس کا عمدہ حصہ ان کے لیے خالی کیا اور عرض کی ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھائیے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور لقمہ اٹھایا۔ پھر ہاتھ بڑھایا اور دوسرا لقمہ لیا۔ پھر فرمایا ''مجھے اس میں سے چربی کا ذائقہ آرہا ہے۔ جو گوشت کی چربی نہیں'' حضرت عبداللہ نے عرض کی ''امیر المؤمنین! میں گھی کی تلاش میں بازار گیا تا کہ میں اسے خریدوں۔ میں نے اسے مہنگا پایا میں نے ایک درہم کا گھٹیا گھی خریدا دوسرے درہم کی چربی اس میں ملالی'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ دو چیزیں جمع ہوئیں تو آپ نے ان میں سے ایک کھالی دوسرے کو صدقہ کر دیا'' حضرت عبداللہ نے عرض کی ''امیر المؤمنین! میرے پاس بھی یہ دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں تو اسی طرح کرتا ہوں'' انہوں نے کہا ''تم اس طرح نہ تھے جس طرح کر رہے ہو۔''

ابن جوزی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''آپ نے صبح کے وقت کا کھانا رات کے لیے اور رات کا کھانا صبح کے لیے نہیں رکھا۔ نہ ہی کسی چیز کا جوڑا اپنے پاس رکھا۔ نہ دو قمیصیں نہ دو چادریں، نہ دو ازار، نہ دو جوتوں کے جوڑے اپنے پاس رکھے کاشانہ اقدس میں آپ کو فارغ کبھی نہ دیکھا گیا یا تو آپ کسی مسکین شخص کے جوتے سلائی کرتے۔ یا کسی بیوہ کا کپڑا سلائی کرتے۔''

ابن مبارک نے الزھد میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پرواہ نہیں کہ مجھے کس چیز کے ساتھ بھوک سے لوٹایا جاتا ہے۔''

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''فتح مکہ کے روز آپ حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کو بھوک لگی تھی۔۔۔۔ آپ نے ان سے فرمایا ''کیا تمہارے ہاں کھانا ہے جسے میں کھاؤں''

انہوں نے عرض کی "میرے پاس خشک روٹی کے ٹکڑے ہیں۔ مجھے حیاء آتی ہے کہ وہ آپ کو پیش کروں" آپ نے فرمایا "وہی لے آؤ۔ انہیں پانی میں بھگو دو" وہ نمک کے ساتھ وہ ٹکڑے لے آئیں۔ آپ نے پوچھا" کیا شوربہ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس کچھ سرکہ ہے" فرمایا "اسے ہی لے آؤ" وہ سرکہ لے آئیں۔ آپ نے اسے کھانے پر انڈیلا۔ تناول فرمایا۔ پھر رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا "ام ہانی! سرکہ کتنا عمدہ سالن ہے۔ جس گھر میں سرکہ ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔"

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے سائب بن یزید سے وہ اپنی خالہ جان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ کے سامنے کھجور کے پتوں کا طبق پڑا تھا۔ جس میں روٹی اور گوشت کے خشک ٹکڑے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ گھڑے کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے وضو کیا ہم نے بھی جلدی جلدی آپ کے وضو کی طرح وضو کیا۔ ہم میں سے بعض نے کلی کی اور بعض نے چہرہ پر پانی ڈالا۔"

ابن ضحاک نے حضرت عتبہ بن غزوان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے خود کو دیکھا۔ میں ساتوں میں ساتواں تھا۔ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہمارا کھانا درخت کے پتے تھے حتیٰ کہ ہمارے منہ کی اطراف پھٹ گئیں۔"

امام احمد نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے یہ حضرت عائشہ صدیقہ کی سہیلی تھیں "انہیں بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیتی تھیں انہوں نے فرمایا "ہم نے آپ کے پاس بقدر کفایت ہی رزق پایا صرف دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ آپ نے اسے تھاما اس سے نوش فرمایا پھر حضرت عائشہ کو دے دیا۔ انہیں حیاء آئی میں نے کہا "حضور اکرم ﷺ کا دستِ اقدس پیچھے نہ لوٹانا" انہوں نے وہ پیالہ پکڑا اور دودھ پی لیا۔ آپ نے فرمایا "اپنی ساتھیوں کو بھی دینا" میں نے کہا "ہمیں اس کی ضرورت نہیں" آپ نے فرمایا "جھوٹ اور بھوک کو اکٹھا نہ کیا کرو" میں نے عرض کی "اگر ہم میں سے کوئی ایک اس چیز کے بارے کہے" مجھے ضرورت نہیں جس کی اسے حاجت ہو تو کیا یہ جھوٹ شمار ہوگا۔" آپ نے فرمایا: "جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔"

اٹھارواں باب

آپ کل کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرتے تھے

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرتے تھے۔"

امام احمد اور ابویعلی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ نے کوہ احد کی طرف دیکھا تو فرمایا" مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سونے کا بن جائے جسے میں راہ خدا میں خرچ کروں۔ اور جس روز میرا وصال ہو میرے پاس اس کے دو دینار ہوں۔ مگر وہ دو دینار جنہیں میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھوں۔ اگر قرض ہو۔"

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی سعادت ملی تھی، ایک دن آپ نے فرمایا" کیا تمہارے پاس کچھ ہے جسے ہم تناول فرمائیں" میں نے عرض کی "ہاں" کل کے کھانے کا کچھ بقیہ حصہ ہے" آپ نے فرمایا" میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔"

ابوسعد الماینی اور خطیب نے ان ہی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو پرندے بطور تحفہ پیش کیے گئے۔ آپ نے فرمایا" یہ کیا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے انہیں آپ کے لیے چھپا کر رکھا تھا" آپ نے فرمایا" بلال! عرش والے سے قلت کا اندیشہ نہ کیا کرو اللہ ہر روز رزق دے گا کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ تم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کرو"

ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ انور کی رنگت متغیر تھی۔ میں سمجھی کہ شاید یہ درد کی وجہ سے ہے، میں نے عرض کی" آپ کے چہرۂ انور کی رنگت متغیر کیوں ہے؟" آپ نے فرمایا" ان سات دیناروں کی وجہ سے جو کل ہمارے پاس آئے تھے ہم نے انہیں تقسیم نہ کیا تھا۔"

امام بیہقی، البزار، الطبرانی اور ابویعلی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر دیکھا۔ فرمایا" بلال! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی:" میں نے کھجوروں کا ذخیرہ کر رکھا ہے۔" آپ نے فرمایا:" بلال! تمہاری خیر! کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ اس

کے لیے آگ میں بھاپ ہو۔ بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے قلت کا اندیشہ نہ کرو۔"

ابن سعد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوامامۃ بن سھل اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا "کاش! تم حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیتے جبکہ آپ مرضِ وصال میں تھے۔ میرے پاس جو سات دینار تھے۔ مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا میں انہیں تقسیم کروں" مجھے حضور ﷺ کے درد نے مصروف رکھا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو عافیت دی۔ پھر مجھ سے ان دینار کے بارے پوچھا، فرمایا "تم نے ان دیناروں کے بارے کیا کیا۔ کیا تم نے چھ یا سات دینار تقسیم کر دیے ہیں؟" میں نے عرض کی "واللہ! نہیں مجھے آپ کے درد نے مصروف رکھا۔" آپ نے وہ دینار منگوائے انہیں اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ اس حالت میں رب تعالیٰ سے ملاقات کر لیتے اور یہ دینار ان کے پاس ہوتے؟"

امام بزار نے ابوسعید سے، بزار، الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب سے حسن سند کے ساتھ امام احمد اور ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے، بزار اور امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے آپ کے دست اقدس میں سونے کا ٹکڑا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا "اگر ان کا وصال ہو جاتا اور یہ سونے کا ٹکڑا ان کے پاس ہوتا تو ان کا رب تعالیٰ انہیں کیا کہتا؟ انہوں نے آپ کے وصال سے قبل سے تقسیم کر دیا۔ آپ نے کوہِ احد کی طرف توجہ کی۔ فرمایا "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ یہ پہاڑ سونے یا چاندی کا بن جائے جسے میں راہ خدا میں خرچ کروں تین راتیں گزر جائیں اور ان میں سے آل محمد ﷺ کے لیے کچھ شے میرے پاس ہو۔ سوائے اس چیز کے جسے میں قرض کے لیے رکھوں" دوسری روایت میں ہے "میرا وصال ہو جس روز میرا وصال ہو۔ اور میں اس میں سے دو دینار بچاؤں سوائے ان دو دیناروں کے جنہیں میں قرض کے لیے بچا کر رکھوں۔ اگر مجھ پر قرض ہو تو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ نے نہ درہم چھوڑا نہ ہی دینار۔ نہ لونڈی چھوڑی نہ ہی غلام۔ اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تھی جو کے عوض رھن رکھی ہوئی تھی۔ آپ ان میں سے خود تناول فرماتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو کھلاتے تھے۔"

الطبرانی اور البزار نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس کچھ کھجوریں تھیں۔ آپ نے پوچھا "یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی "میں نے انہیں موسم سرما کے لیے بچا رکھا ہے" آپ نے فرمایا "کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں کہ تم انہیں جہنم میں پھیلنے والی بو پاؤ" الطبرانی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ حضرت بلال کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس کھجوروں کی ڈھیری تھی" آپ نے فرمایا "بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی "میں نے اسے اپنے

مہمانوں کے لیے رکھا ہے" آپ نے فرمایا" کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں کہ یہ جہنم میں بو بن جائے۔ بلال! خرچ کرو۔ اور عرش کے مالک سے قلت کا خدشہ نہ رکھو۔"

ابو ذر ھروی نے اپنی "دلائل" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بلال! ہمیں کچھ کھلاؤ" انہوں نے عرض کی "میرے پاس روٹی کے چند ٹکڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں جنہیں میں نے آپ کے لیے چھپا کر رکھا تھا" آپ نے فرمایا "بلال! کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں کہ رب تعالیٰ انہیں جہنم میں بو بنا دے۔ خرچ کیا کرو اور رب تعالیٰ سے قلت کا خدشہ نہ کیا کرو۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ہم مدینہ طیبہ سے ہوتے ہوئے کوہ احد تک پہنچے۔ آپ نے فرمایا "ابو ذر! مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرے پاس کوہ احد جتنا سونا ہو۔ میرے تین روز گزر جائیں اور اس میں سے میرے پاس دو دینار بھی ہوں مگر وہ چیز جسے میں قرض کے لیے رکھوں۔ الا یہ کہ میں رب تعالیٰ کے بندوں میں کہوں" اس طرح اس طرح" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

ابو بکر حمیدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا۔ آپ انصار کے کسی باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کھجور اٹھانے لگے اور انہیں کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا "ابن عمر! تم یہ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس کی ضرورت نہیں" آپ نے فرمایا "مجھے تو ان کی ضرورت ہے۔ یہ چوتھی صبح ہے کہ میں نے کھانے کو چکھا تک نہیں ہے۔ میں نے کھانے کے لیے کچھ نہ لیا۔ اگر میں چاہتا تو رب تعالیٰ سے دعا کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسی سلطنت عطا کر دیتا۔ ابن عمر! اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی۔ جب تم اسی قوم میں ہو گے جو ایک سال کے رزق سے پیار کریں گے اور اسے دوگنا کر دیں گے" انہوں نے فرمایا "بخدا! پھر جلدی ہی یہ آیت طیبہ نازل ہوگئی۔

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ ۖ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝

ترجمہ: اور کتنے ہی زمین پر چلنے والے ہیں جو اٹھائے نہیں پھرتے اپنا رزق۔ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے انہیں بھی اور تمہیں بھی اور وہ سب باتیں سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے نہ تو دنیا جمع کرنے کا حکم دیا ہے نہ ہی شہوات کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے جو دنیا جمع کرتا ہے وہ اس کے ساتھ باقی رہنے والی زندگی کا ارادہ کرتا ہے زندگی تو رب تعالیٰ کے دستِ تصرف میں ہے۔ ارے! میں نہ تو درہم و دینار جمع کرتا ہوں۔ نہ ہی کل کے لیے رزق ذخیرہ کرتا ہوں۔"

تنبیہات

❶ حافظ بن عبداللہ بجلی نے کہا ہے "میں نے نعیم بن حماد سے سوال کیا ہے۔" میں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کے بارے روایت ہے کہ آپ دن میں دو بار سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ آپ ہی کے بارے روایت ہے کہ آپ اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کی خوراک رکھتے تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "آپ اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کی خوراک رکھتے تھے۔ اگر کوئی مصیبت آتی تو آپ اسے تقسیم کر دیتے۔ آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہتا۔"

❷ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے "مراد یہ ہے کہ آپ ان اشیاء کو جمع نہ فرماتے تھے جو جلد گل جاتی تھیں کھانے وغیرہ۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال کو رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو بطور مال فئے عطا فرمایا تھا۔ مسلمانوں نے وہاں گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں۔ آپ اس سے اہل خانہ کے لیے ایک سال کی خوراک رکھ لیتے تھے۔ باقی گھوڑوں اور اسلحہ کو راہ خدا میں جہاد کے لیے وقف کر دیتے۔ ہمارے اس موقف کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تین پرندے پیش کیے۔ ایک پرندہ آپ نے اپنے خادم کو کھلا دیا۔ دوسرے روز وہی پرندہ اس نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا کہ میرے لیے کل کے لیے کچھ بچا کر نہ رکھا کرو ہر روز رب تعالیٰ رزق عطا فرما دیتا ہے۔"

❀❀❀❀

انیسواں باب

آپ کے نفقہ کے بارے میں

ابوداؤد اور امام بیہقی نے ابو عامر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حلب میں عاشق رسول، موذن النبی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کی "مجھے بتائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرچہ کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز بعثت سے لے کر یوم وصال تک آپ کا خرچہ میرے پاس ہی ہوتا تھا۔ جب آپ کی خدمت میں کوئی انسان آتا۔ آپ اسے ننگا بدن دیکھتے تو آپ مجھے حکم فرماتے۔ میں جاتا قرض لیتا۔ اس سے کپڑا لیتا اسے لباس دیتا اور کھانا کھلاتا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک مشرک شخص ملا۔ اس نے کہا "بلال! مجھے فراخی رزق حاصل ہے۔ صرف مجھ سے ہی قرض مانگا کرو۔ میں نے اسی طرح کیا۔ ایک دن میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ وہ مشرک سوداگروں کے ایک گروہ کے ساتھ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو کہا "حبشی! میں نے کہا "لبیک" اس نے مجھے سخت لہجے میں کہا اور وحشت ناک نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ قرض کی ادائیگی میں کتنی مدت باقی رہ گئی ہے؟ میں نے کہا "ادائیگی کا وقت قریب ہے" اس نے کہا "مدت مقررہ میں صرف چار راتیں رہ گئیں ہیں۔ میں اپنا قرض تم سے واپس لے لوں گا۔ میں جو قرضہ تمہیں دیتا تھا وہ تمہاری عزت و کرامت کی وجہ سے نہیں دیتا تھا۔ نہ ہی تمہارے صاحب کی عزت میرے پیش نظر تھی میں تو تمہیں اس لیے دیتا رہا تاکہ تم میرے غلام بن جاؤ۔ اور میں تمہیں اپنی بکریاں چرانے پر لگا دوں جیسے کہ تم اس سے پہلے غلام تھے۔ مجھے اس شدید خوف نے آلیا جو لوگوں کو ایسے مواقع پر لاحق ہوتا ہے۔ میں آگے گیا۔ میں نے نماز کے لیے اذان دی۔ آپ نے نماز عشاء پڑھی۔ آپ اپنے اہل خانہ کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر نثار! میں نے مشرک کے بارے میں آپ کو بتایا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا تھا۔ اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکوں۔ نہ ہی آپ کے پاس رقم ہے۔ وہ مجھے رسوا کر دے گا۔ آپ مجھے حکم دیں کہ میں ان قبائل کے پاس چلا جاؤں جو اسلام قبول کر چکے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کچھ عطا فرما دیں جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکوں" میں اجازت لے کر اپنے گھر آیا۔ میں نے اپنی تلوار توشہ دان اور نیزہ لیا۔ جوتے اپنے سر کے پاس رکھے چہرہ افق کی طرف کر لیا۔ میں جب بھی سوتا تو فوراً جاگ جاتا۔ میں اس مشرک کی وجہ سے ساری رات پریشان رہا۔ حتیٰ کہ صبح اول طلوع ہو گئی۔ میں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ ایک انسان بھاگ کر آیا۔ اس نے کہا "بلال! بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو جاؤ" میں چلا اور بارگاہ

رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ چار اونٹ موجود تھے جن پر ان کا سامان لدا ہوا تھا۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اذن طلب کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بلال! بشارت ہو۔ رب تعالیٰ کی جناب سے اتنا کچھ آ گیا ہے کہ تمہارا قرض ادا ہو جائے گا۔" میں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ آپ نے فرمایا "کیا تم چار اونٹوں کے پاس سے نہیں گزرے" میں نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا "وہ اور ان پر موجود سارا سامان تمہارا ہے" ان پر کھانا اور کپڑے تھے۔ جنہیں فدک کے کسی سردار نے بھیجا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا "ان پر قبضہ کر لو اور اپنا قرض ادا کرو" میں نے ان اونٹوں پر سے سامان اتارا۔ انہیں رسی سے باندھا۔ صبح کی اذان دینے کا ارادہ کیا۔ جب آپ نے صبح کی نماز ادا کر لی۔ میں بقیع کی طرف نکلا۔ اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالیں۔ میں نے صدا لگائی کہا "حضور اکرم ﷺ نے جس کا بھی قرضہ دینا ہے وہ حاضر ہو جائے" میں وہ چیزیں بیچتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ زمین میں آپ ﷺ پر قرض نہ رہا۔ میرے پاس دو اوقیہ بچ گئے۔ یا وہ ڈیڑھ اوقیہ تھا۔ میں مسجد نبوی میں حاضر ہو گیا۔ دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد میں ہی جلوہ افروز تھے۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا "تم نے اپنی طرف سے کیا کیا؟ میں نے عرض کی" میں نے حضور اکرم ﷺ کا سارا قرضہ ادا کر دیا ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ آپ نے پوچھا "کیا کچھ بچ بھی گیا ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا "دیکھو اور مجھے اس سے بھی نجات دلاؤ میں اپنے اہل خانہ کے پاس اس وقت تک نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تم مجھے اس سے راحت پہنچا دو اور ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔" آپ نے وہ رات مسجد میں ہی بسر کی۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ دوسرا روز بھی مسجد میں ہی گزرا۔ دن کے آخری حصہ میں دو سوار آئے۔ میں نے انہیں لباس پہنایا اور کھانا کھلایا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی تو مجھے یاد فرمایا۔ فرمایا "کیا بنا؟" میں نے عرض کی "رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات عطا کر دی ہے۔ آپ نے تکبیر کہی۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی کہ آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اشیاء آپ کے پاس ہی ہوں تو آپ کا وصال ہو جائے۔" میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ حتیٰ کہ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے گئے۔ ہر ہر زوجہ کریمہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔ پھر وہاں تشریف لے آئے جہاں آپ نے رات بسر کرنا تھی۔" یہ اس سوال کا جواب ہے جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔"

❀❀❀❀

بیسواں باب

دنیا میں آپ کی حیات طیبہ کی کیفیت

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم پر کئی ماہ گزر جاتے تھے لیکن ہمارے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ صرف پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ ہمارے پاس گوشت لایا جاتا" ایک اور روایت میں ہے "تین روز لگا تار آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی" دوسری روایت میں ہے "کئی کئی روز لگا تار فاقے ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا" ایک اور روایت میں ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک نے ایک دن میں دو کھانے نہیں کھائے مگر ان میں سے ایک کھانا ہوتا تھا" ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت عروہ سے فرماتی تھیں "میرے بھانجے! ہم چاند دیکھتے، پھر اگلا چاند اور پھر اگلا چاند دیکھ لیتے۔ دو ماہ میں آپ کے حجرات مقدسہ میں آگ نہ جلتی تھی" میں نے عرض کی "خالہ! زندگی کا انحصار کس پر تھا؟ انہوں نے فرمایا" دو سیاہ اشیاء کھجوروں اور پانی پر الا یہ کہ انصار کے کچھ گھر آپ کے پڑوس میں تھے۔ ان کی اونٹنیاں تھیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دودھ پیش کرتے تھے۔ آپ ہمیں وہ دودھ پلا دیتے۔" دوسری روایات میں انہوں نے فرمایا "جب صحابہ کرام دو چیزوں پانی اور کھجوروں سے سیر ہونے لگے تو آپ کا وصال ہو گیا۔"

امام مسلم اور امام احمد کی روایت میں ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا مگر آپ نے ایک دن میں دو بار جو اور زیتون کا تیل سیر ہو کر نہ کھایا۔" امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ آپ عروہ سے فرماتی تھیں "میرے بھانجے! قسم بخدا! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورا ماہ گزر جاتا تھا۔ مگر آپ کے کاشانہ اقدس میں آگ نہ جلتی تھی مگر یہ کہ آپ کے کاشانہ کے ارد گرد انصار کے گھر تھے رب تعالیٰ انہیں نئے اور گذشتہ زمانہ میں عمدہ بھلائی دے وہ ہر روز اپنی اپنی بکریوں کے دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ہی نوش فرما لیتے تھے۔ آپ کا وصال ہو گیا۔ مگر گھر کے طاق پر کوئی چیز نہ ہوتی تھی جسے جگر والی چیز کھاتی سوائے آدھا وسق جو کے میں اسے کھاتی رہی حتیٰ کہ کافی مدت گزر گئی۔ کاش میں اسے نہ کھاتی قسم بخدا! آپ کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔"

ابن عساکر نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ نے کبھی بھی رات کا کھانا صبح کے لیے اور صبح کا کھانا رات کے لیے نہیں بچایا۔ ایک ہی جنس کی دو چیزیں کبھی بھی اپنے پاس نہ رکھیں۔ نہ کبھی دو قمیصیں اپنے پاس رکھیں نہ دو چادریں نہ دو ازار اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے رکھے کاشانہ اقدس میں آپ کو کبھی بھی فارغ نہیں دیکھا

گیا۔ یا تو آپ کسی مسکین شخص کے لیے جوتے سی رہے ہوتے تھے یا بیوگان کے لیے کپڑے سی رہے ہوتے تھے۔

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے آپ نے اور آپ کے اہل خانہ نے کبھی بھی لگا تار تین روز تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے اہل بیت کے پاس جو کی روٹی بچتی نہ تھی۔

امام ترمذی اور ابن سعد نے حضرت نوفل بن ایاس الھندلی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "ہم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے گھر ایک ایسا پیالہ لے کر آئے جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب اسے رکھا گیا تو وہ رونے لگے۔ میں نے کہا "آپ کیوں رونے لگے ہیں؟" انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا مگر آپ نے اور آپ کے اہل خانہ نے سیر ہو کر جو کی روٹی بھی نہ کھائی۔ ہمیں اس چیز کے لیے باقی رکھا گیا ہے جو میری رائے میں ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔"

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت تھا۔"

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا "یہ کیا کھانا ہے؟" انہوں نے کہا "یہ نقی اور مسلمانوں کے لیے گوشت ہے" انہوں نے پوچھا "النقی کیا ہے؟" حضرت مغیرہ: اس سے مراد آٹا ہے" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا پھر کہا "مغیرہ آپ پر تعجب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ نے دن میں دو بار روٹی اور تیل سیر ہو کر نہ کھایا لیکن تم اور تمہارے ساتھی یہاں دنیا کے مزے لے رہے ہو۔ انہوں نے اپنی انگلی ان کے سر پر ماری اور فرمایا "گویا کہ تم بچے ہو۔"

ابو بشر محمد بن احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم قربانی کا گوشت رکھ لیتے تھے۔ ہم بعد میں پندرہ روز تک اسے کھاتے تھے عابس نے پوچھا اس امر پر آپ کو کون سی چیز ابھارتی تھی آپ مسکرائیں اور فرمایا "آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سالن سے ملی ہوئی روٹی دو دن بھی نصیب نہ ہوئی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

ابن الضحاک نے یزید الرقاشی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "بصرہ کی طرف سے ایک وفد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں حضرت احنف قیس بھی تھے۔ جب انہوں نے سخت کھانا اور پرانے کپڑے دیکھے تو انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بات چیت کی کہ وہ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بات کریں۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بات کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا "کیا آپ جانتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس سال تک جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی اور لگا تار تین روز تک آپ نے سیر ہو کر کچھ نہ کھایا۔

ابن سعد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

وصال ہو گیا مگر آپ نے دو سیاہ چیزیں (پانی اور کھجوریں) بھی سیر ہو کر نہ کھائیں۔"

ابن سعد، دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابو حازم سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت سہل بن سعد سے کہا" کیا حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد میں چھانیاں ہوتی تھیں؟" انہوں نے کہا "میں نے اس عہد مبارک میں چھانی نہیں دیکھی۔ آپ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اگر تم پوچھو کہ تم کیا کرتے تھے؟" انہوں نے کہا "ہم آٹا پیتے پھر بھوسہ پر پھونک مارتے جو کچھ اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا۔ جو رہ جاتا وہ رہ جاتا۔"

ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اس روز آپ بھوک سے بل کھا رہے تھے۔ آپ کے پاس اتنی کھجوریں بھی نہ تھیں جس سے شکم اطہر کو بھر لیتے۔"

ابن سعد، امام احمد، ابو یعلیٰ اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیا کرو۔ اکثر اوقات آپ کی حالت یوں بھی ہوتی تھی کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے بل کھاتے ہوئے گزار دیتے تھے۔ آپ کے پاس کھجوریں بھی نہ ہوتی تھیں جن سے آپ سیر شکم ہو جاتے۔"

ابن ابی الدنیا، ابو سعید المالینی اور ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟" آپ نے فرمایا "بھوک" میں رونے لگا آپ نے فرمایا "ابو ہریرۃ! نہ رو۔ بھوک کی شدت روز حشر بھوکے کو نقصان نہ دے گی۔ جب اس نے دنیا میں حصول ثواب کی نیت کی۔"

ابن سعد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے ایک دن میں دو بار سیر ہو کر نہ کھایا تھا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ہم نے کبھی بھی آپ کے دستر خوان سے بچایا ہوا کھانا نہ اٹھایا جو آپ نے جی بھر کر کھا لینے کے بعد بچایا ہو۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ الا یہ کہ اسے آپ کسی غائب شخص کے لیے رکھ دیتے تھے۔ ان سے عرض کی گئی "زندگی کا انحصار کس پر تھا؟ انہوں نے فرمایا "دو سیاہ چیزوں پر یعنی پانی اور کھجور پر" ہمارے پڑوس میں انصار تھے۔ ان کی شیر دار اونٹنیاں تھیں وہ ہمیں ان کا دودھ بھیجتے تھے۔ رب تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔"

امام بخاری، امام احمد، امام مسلم اور ابن سعد نے ام المؤمنین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آل محمد ﷺ نے لگاتار تین روز تک کچھ نہ کھایا۔ جب سے وہ مدینہ طیبہ آئے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

ابن سعد اور امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے: "آپ کے دستر خوان سے روٹی کا ٹکڑا نہ اٹھایا گیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

ابو داؤد الطیالسی، امام مسلم اور ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ نے لگاتار دو روز جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔" ابن سعد نے یہ اضافہ کیا ہے "اگر ہمیں ایسا پیالہ پیش کیا جاتا جن میں سالن یا تیل ہوتا تو ہم خوش ہو جاتے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گرم کھانا پیش کیا گیا۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کلمات سے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی "ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اتنے اتنے روز کے بعد مجھے گرم کھانا نصیب کیا۔"

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں بھوکا انسان ہوں" آپ نے ایک زوجہ کریمہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کی "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو صرف پانی ہے" دوسری زوجہ محترمہ کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ حتیٰ کہ ساری ازواج مطہرات نے اسی طرح کہا۔ آپ نے فرمایا "جو شخص آج رات اس آدمی کو اپنا مہمان بنائے گا رب تعالیٰ اس پر رحم کرے گا" ایک انصاری شخص اٹھے۔ عرض کی "میں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اسے اپنے خیمہ میں لے گئے۔ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا "کیا تمہارے پاس کچھ ہے، اس نے کہا "نہیں! مگر اپنے بچوں کا کھانا ہے۔"

ابن سعد نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی "ام المومنین آپ کیوں رو رہی ہیں؟" انہوں نے فرمایا "میں نے جی بھر کر کھایا ہے میں نے رونے کی کوشش کی اگر میں نہ روسکوں۔ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے تھے اور آپ کی مشقت یاد آگئی۔"

ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا "ام المومنین آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا "میں نے سیر کو کھایا۔ میں نے چاہا کہ میں رو نہ سکوں تو رونے کی کوشش کروں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چار ماہ گزر جاتے تھے مگر آپ سیر ہو کر گندم کی روٹی بھی نہ کھاتے تھے۔"

ابن سعد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار تین روز تک جو کی روٹی صبح وشام سیر ہو کر نہ کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

امام احمد اور البزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک چاند، پھر ایک چاند پھر ایک چاند پھر ایک چاند گزر جاتا مگر ان کے گھروں میں آگ نہ جلتی تھی۔ نہ روٹی پکانے کے لیے نہ ہی ہنڈیا پکانے کے لیے" ان سے عرض کی گئی "ابوہریرہ! زندگی کا انحصار کس بات پر تھا؟ انہوں نے فرمایا "پانی اور کھجوروں پر۔ آپ کے پڑوس میں انصار کے گھرانے تھے۔ ان کی شیر دار اونٹنیاں تھیں وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے جزاهم الله خیرا۔

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے (سوائے عثمان بن عطاء کے) روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی چاند گزر جاتے تھے۔ ان میں سے کسی کے گھر میں نہ تو چراغ جلتا تھا نہ ہی آگ جلتی تھی۔ اگر تیل مل جاتا تو اسے استعمال کر لیتے اگر چربی مل جاتی تو اسے کھا لیتے۔"

البزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا" کیا تمہیں علم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پاک جلد کھا لیتے تھے" میں نے کہا" ہاں! بخدا۔۔۔ابو داؤد نے ابو صالح سے مرسل روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی گئی آپ نے کھانا تناول فرمایا فارغ ہو جانے کے بعد آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا" میں نے گرم کھانا یا گرم کھانے میں سے ایسی چیز جو میرا پیٹ بھر دے استنے استنے عرصے سے نہیں کھائی۔"

سعید بن منصور نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے لے کر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگا تار تین روز تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہاں جلوہ افروز ہوئے ہیں آپ نے اور آپ کی آل نے کتنی بار سیر ہو کر کھایا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں گن کر بتا سکتی ہوں" ایک شخص نے عرض کی" ام المؤمنین کب سیر ہو کر کھایا تھا؟ انہوں نے فرمایا" جس روز اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کو جلا وطن کیا وہ ایسے گھر چھوڑ کر گئے جو کھجوروں اور اسلحہ سے بھرے ہوئے تھے۔وہ اپنے اقدام پر نکل گئے۔اس روز سارے مسلمانوں نے، ان کے غلاموں نے، ان کے آزادوں نے، ان کے مردوں اور عورتوں نے، ان کے چھوٹوں اور بڑوں نے سیر ہو کر کھایا تھا۔امام احمد نے ثقہ افراد سے (سوائے سلیمان بن رومان کے) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ آپ نے چھاننی نہیں دیکھی تھی نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی آپ کی بعثت سے لے کر تادم وصال اسی طرح تھا۔ان سے عرض کی گئی" تو تم کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا" ہم اف اف کرتے تھے" یعنی پھونک مار کر اوپر سے بھوسہ اڑا لیتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کبھی بھی آٹا چھانا نہیں گیا۔البزار نے جید سند سے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا مگر آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے کبھی بھی سیر ہو کر جو کی روٹی نہ کھائی۔"

الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن میں دو بار بقدر کفایت کھانا نہ کھایا تھا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابو یعلیٰ نے صحیح کی سند (سوائے طلحہ نضری کے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر کے غلام تھے) سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ نے روئی (سوتی) کی قمیص پہن رکھی تھی۔

الطبرانی نے الاوسط میں حسن سند سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ کے دستر خوان پر نہ ہی تھوڑی نہ زیادہ جو کی روٹی بچتی تھی۔دوسری روایت میں ہے" کبھی بھی آپ کے سامنے دستر خوان اس طرح نہ اٹھایا گیا کہ اس پر بچا ہوا کھانا ہو۔"

امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے تین روز تک لگاتار سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تھا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام احمد ابن سعد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ لگاتار کئی کئی راتیں بھوک میں بسر فرما دیتے تھے۔ آپ کے اہل خانہ کے پاس بھی رات کا کھانا نہ ہوتا تھا۔ ان کی عام روٹی جو کی روٹی ہوتی تھی۔

امام احمد ابن سعد اور امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کے اہل بیت کے پاس جو کی روٹی فالتو نہ ہوتی تھی۔

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ نے ایک دن میں دو دفعہ کھانا نہ کھایا۔ مگر ان میں سے ایک بار کھجوریں ہوتی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ سالن میں ملی ہوئی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی تھی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت سماک بن حرب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے حضرت نعمان بن بشیر کو فرماتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا" کیا تمہیں ایسے کھانے اور مشروب دستیاب نہیں جیسے تم پسند کرتے ہو" میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا" میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو بھوک کی وجہ سے بل کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کے پاس اتنی کھجوریں بھی نہ ہوتی تھیں جن کے ساتھ آپ کا پیٹ بھر جاتا"

امام احمد نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ آل محمد ﷺ نے سالن سے ملی ہوئی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام الطبرانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور سراپا جود و کرم ﷺ نے صبح اور شام کا کھانا سیر ہو کر نہ کھایا تھا حتیٰ کہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی۔

امام احمد، ابن سعد اور ابوداؤد اور حارث بن اسامۃ نے ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔" آپ نے پوچھا" یہ کیسا ٹکڑا ہے؟" انہوں نے عرض کی" یہ روٹی کا ٹکڑا ہے۔" میرے نفس نے اسے کھانا پسند نہ کیا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔" آپ نے فرمایا" یہ پہلا لقمہ ہے جو تین روز سے تمہارے والد گرامی قدر کے مبارک منہ میں جائے گا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے، ابوداؤد الطیالسی اور ابن سعد نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک مہمان آ گیا۔ آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں کسی شخص کو بھیجا تا کہ ان میں سے کسی کے ہاں سے کھانا مل جائے مگر کسی کے پاس سے کچھ نہ ملا۔ آپ نے یہ دعا مانگی" مولا! میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا

سوال کرتا ہوں ان کا مالک صرف تو ہے" آپ کی خدمت میں بھونی ہوئی بکری اور روٹی پیش کی گئیں۔ آپ نے اس میں سے اہل صفہ کو کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر شکم ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ہم نے اللہ تعالیٰ سے فضل و رحمت کا سوال کیا تھا۔ یہ اس کا فضل ہے۔ اپنی رحمت کو اس نے ہمارے لیے ذخیرہ کر دیا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے "ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔"

ابن عساکر نے حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک روز میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کھانا منگوایا مجھے فرمایا "کھاؤ" میں تھوڑے سے کھانے سے سیر ہو گیا۔ میں نے رونا چاہا مگر ام المومنین رضی اللہ عنہا رونے لگیں میں نے عرض کی "ام المومنین! آپ کیوں رو رہی ہیں" انہوں نے فرمایا "مجھے وہ حالت یاد آگئی جس پر آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ نے ایک دن میں دو بار سیر ہو کر جو کی روٹی بھی نہ کھائی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز بھی گندم کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ دنیا ہم پر تنگ اور تلخ رہی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو دنیا ہم پر بہہ پڑی۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابویعلیٰ، امام ترمذی نے شمائل میں اور ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صبح اور شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت جمع نہ ہوتا تھا۔ مگر قلت کے ساتھ۔

الطبرانی، بزار ثقہ راویوں سے حضرت طلحہ بن عمر سے الطبرانی نے فضالہ اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب کوئی شخص بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آتا۔ مدینہ طیبہ میں اس کی جان پہچان والا نہ ہوتا تو وہ اصحاب صفہ کے پاس چلا جاتا پہلے راوی کہتے ہیں "وہاں میرے دوست تھے" دوسرے راوی کہتے ہیں "میں اصحاب صفہ کے ہاں گیا" پہلے راوی نے کہا "ہر سوموار کو آپ کے پاس سے ہمارے پاس دو مد کھجوریں آتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ ایک نماز ادا کی کہ ایک صدا دینے والے نے صدا دی" دوسرے راوی نے کہا "جمعۃ المبارک کا روز تھا" جب آپ نے نماز ادا کر لی تو اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر اس شدت کا تذکرہ کیا جس کا سامنا آپ کی قوم کو کرنا پڑا تھا۔ آپ نے فرمایا "میں اور میرے ساتھی دس سے زائد روز ٹھہرے رہے۔ درخت جھاڑ کے پھل کے علاوہ ہمارا کوئی کھانا نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آگئے انہوں نے اپنے کھانے کے ساتھ ہماری ہمدردی کی۔ ہمارا اکثر کھانا کھجوریں اور دودھ ہوتا تھا۔ مجھے اس معبود برحق کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر میں تمہارے لیے روٹی اور گوشت پاتا تو تمہیں ضرور کھلاتا۔"

ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اگر میں تمہیں یہ بتانا چاہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی دفعہ سیر ہو کر کھایا تھا تو میں اس طرح کر سکتی ہوں۔"

ان سے ہی روایت ہے۔انہوں نے فرمایا'' آل محمد ﷺ پر پورا ماہ گزر جاتا تھا وہ نہ تو روٹی پکاتے تھے نہ ہنڈیا پکاتے تھے۔''

ابن سعد، امام احمد، ابن عساکر اور ابن جوزی نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہمیں بکری کی دستی بھیجی گئی۔ بخدا! میں نے اسے پکڑ رکھا تھا اور حضور اکرم ﷺ اس کے ٹکڑے بنا رہے تھے۔ یا حضور اکرم ﷺ نے اسے پکڑ رکھا تھا اور میں اس کے ٹکڑے بنا رہی تھی۔ ہمارے پاس چراغ نہ تھا۔اگر ہمارے پاس چراغ کا تیل ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے آل محمد ﷺ پر پورا مہینہ گزر جاتا تھا جس میں وہ نہ تو روٹی پکاتے تھے نہ ہی ہنڈیا بناتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔مگر آپ نے اور آل محمد ﷺ نے سیر ہو کر جو کی روٹی نہ کھائی۔''

ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روٹی کے خشک ٹکڑے بھی سیر ہو کر نہ کھائے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔مگر تمہیں آج کل دنیا کی آسائشیں حاصل ہیں۔''

ابن ابی الدنیا نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آٹے کو چھانا جس سے آپ کے لیے روٹی پکائی جاتی تھی۔'' آپ نے پوچھا'' یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی'' ہم اپنی سرزمین میں اسی طرح کرتے ہیں' میں آپ کے لیے روٹیاں پکانا چاہتی ہوں'' آپ نے فرمایا'' اسے واپس کر دو''۔

ابن ضحاک اور ابن سعد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ارشاد فرمایا'' بخدا! آل محمد ﷺ کے نو حجرات مقدسہ کے لیے ایک صاع کھانا بھی نہیں اللہ کی قسم! آپ نے رب تعالیٰ کے رزق کو کم سمجھتے ہوئے یوں نہیں کہا تھا بلکہ اس کے ذریعے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ آپ کی امت بھی آپ کی پیروی کرے۔''

امام مسلم، امام بخاری، ابو شیخ اور البرقانی نے حضرت قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جو کی روٹی لے کر گیا۔آپ کے پاس تیل تھا۔میں نے آپ سے سنا۔آپ فرما رہے تھے'' آل محمد ﷺ نے صبح و شام اس حالت پر کی ہے کہ ان کے پاس ایک صاع کھانا بھی نہیں ہے'' اس وقت ازواج مطہرات کے نو حجرات مقدسہ تھے۔آزادوں، مردوں اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں نے سیر ہو کر کھایا تھا۔''

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شبع (موٹے جو) کھائے اور کھردرا کپڑا پہنا۔ان سے شبع کا معنیٰ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا'' اس کا معنی ہے سخت اور موٹے جو اور ہر وہ چیز جسے پانی کے گھونٹ سے لیا جائے۔''

انہوں نے حضرت جعفر بن سلیمان جریری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ

حضور اکرم ﷺ ایک صحابی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے شکم اطہر پر دستِ اقدس پھیرا۔ اس صحابی نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے پیٹ مبارک میں درد ہے'' آپ نے فرمایا ''نہیں یہ بھوک کی خشکی ہے'' وہ صحابی اٹھے تاکہ کسی انصاری کے باغ میں جائیں۔ ایک انصاری شخص دیکھا جو باغ کو سیراب کر رہا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا'' کیا میں تمہارا باغ سیراب نہ کردوں اور تم مجھے ہر ڈول کے عوض عمدہ کھجور دے دو'' اس نے ہاں'' ہاں! اس شخص نے اپنی چادر رکھ دی اور باغ کو سیراب کرنے لگے۔ وہ ایک قوی شخص تھے۔ انہوں نے کچھ دیر باغ سیراب کیا حتیٰ کہ ان کا سانس پھول گیا۔ انہوں نے کام بند کیا اور اپنی گودکھولی اور کہا'' مجھے میری کھجوریں دو'' انہیں تقریباً ایک مد کھجوریں ملیں۔ وہ لے کر آئے اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے مٹھی بھر کر کھجوریں لیں اور فرمایا'' اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ۔ اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ۔'' اس شخص نے عرض کی'' یارسول اللہ! ﷺ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کھجوریں لے رہے ہیں لیکن کھجوروں میں کمی نہیں ہو رہی'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' کیا تم نے یہ آیت طیبہ نہیں پڑھی'' اس نے عرض کی'' کون سی آیت طیبہ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا یہ آیت طیبہ:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ (سبا)

ترجمہ: ''اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔''

انہوں نے کہا: '' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ برکت رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

ابن عدی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' اکثر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' عائشہ! اپنا مبارک کھانا لے کر کھاؤ'' اکثر اوقات صرف دو کھجوریں ہی ہوتی تھیں۔

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' میں نہیں جانتا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی چشم مقدس سے پتلی ہوئی روٹی کبھی دیکھی تھی یا بکری کا عمدہ گوشت (جسے گرم پانی سے صاف کیا گیا ہو) دیکھا تھا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم ﷺ کے شکم اطہر میں کبھی بھی دو کھانے جمع نہ ہوئے تھے۔ اگر گوشت تناول فرمالیتے تھے کچھ اور نہ کھاتے۔ اگر کھجور کھالیتے تو اس پر کچھ اور نہ کھاتے۔ اگر روٹی تناول فرمالیتے تو اس پر کچھ اور نہ کھاتے۔''

عبد بن حمید نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ مگر آپ نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ ہمیں جس چیز کے لیے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ وہ میری رائے میں ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔''

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت کعب بن عجرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' میں بارگاہ رسالتمآب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی'' آپ پر میرے والدین فدا! آپ کی رنگت

کیوں متغیر ہے؟ آپ نے فرمایا" تین روز سے میرے پیٹ میں وہ چیز نہیں گئی جو کسی جگر والی چیز کے پیٹ میں جاتی ہے"
حضرت کعب نے فرمایا" میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک یہودی اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا۔ میں نے انہیں ایک ڈول کے عوض ایک کھجور میں پانی پلایا۔ کھجوریں اکٹھی کیں اور انہیں بارگاہ رسالت مآب میں لے آیا۔ آپ نے پوچھا" کعب! یہ تمہیں کہاں سے ملی ہیں" میں نے ساری داستان عرض کر دی۔

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" میں حضرت عمرو بن عاص کے ہمراہ اسکندریہ میں تھا۔ انہوں نے ان سخت حالات کا تذکرہ کر دیا جن سے صحابہ کرام دو چار ہوئے تھے۔ ایک صحابی نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا مگر آپ کے اہل خانہ نے گندم اور جو کے آٹے کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی تھی۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں گیا۔ آپ سبز کھجوریں کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا" ابن عمر! کھاؤ" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس کی طلب نہیں" آپ نے فرمایا" تمہیں کس چیز کی طلب ہے یہ پہلا کھانا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار روز کے بعد کھایا ہے"

ابن ضحاک نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم آپ کی خدمت میں گوشت پیش کرتے آپ ایک ماہ بعد اسے تناول فرماتے"

امام احمد، امام مسلم اور ابن ماجہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے خود کو دیکھا میں ساتوں میں سے ساتواں تھا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمارا کھانا صرف سمر یا عضاہ کا پھل تھا جس کی وجہ سے ہمارے منہ کے گوشے خراب ہو گئے تھے۔

ابن سعد نے عمران بن زید المدنی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" مجھے میرے والد گرامی نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا" میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے آپ نے شکم اطہر ایک دن بھی دو کھانوں سے نہ بھرا۔ جب کھجور سے سیر ہو جاتے تو جو سے سیر نہ ہوتے جب جو سے سیر ہوتے تو کھجور سے سیر نہ ہوتے"

حضرت الاعرج سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے رہتے تھے" میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا" اس بھوک کی کیفیت کیا ہوتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ بہت مہمان آتے تھے لوگ آپ کو لازم پکڑتے تھے جب بھی آپ کھانا تناول فرماتے تھے آپ کے ہمراہ صحابہ کرام ہوتے تھے۔ اہل ضرورت مسجد نبوی میں سیر ہوتے تھے۔ جب رب تعالیٰ نے خیبر فتح کرایا تو لوگوں میں کچھ وسعت آئی۔ پہلے معاملہ سخت تھا۔ معیشت تنگ تھی اس علاقے میں کھیتی

باڑی نہ ہوتی تھی۔ وہاں کے باشندوں کا کھانا کھجور تھا اس پر ان کا انحصار تھا۔''

عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودی صحابہ کرام نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔''

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھوک لگی۔ آپ نے بھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا اور فرمایا: ''کئی ہی نرم، گداز اور کھانے والے نفس روز حشر بھوکے اور عریاں ہوں گے۔''

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک کی وجہ سے دو رسیوں سے پتھر اپنے شکم اطہر پر باندھ لیتے تھے۔''

امام احمد شیخان اور ابو یعلیٰ نے جید سند کے ساتھ اور ابونعیم نے الحلیۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے تین روز تک خندق کھودی۔ انہوں نے کھانا چکھا بھی نہ تھا۔ میں نے توجہ سے دیکھا تو آپ نے شدت بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ ابونعیم نے الحلیۃ میں لکھا ہے'' میں نے آپ کے شکم اطہر کی طرف دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے اور اپنے ازار بند کے مابین پتھر باندھ رکھا تھا۔ تاکہ آپ کی کمر انور سیدھی رہے۔''

امام ترمذی نے جید قوی سند کے ذریعے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے فرمایا ''ہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھوک کا تذکرہ کیا۔ ہم نے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ہم نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم اطہر پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

الحافظ نے مشکوٰۃ کی احادیث کی تخریج میں لکھا ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح لکھا ہے لیکن مجھے یہ اس نسخہ میں نہیں ملی جو میرے پاس موجود تھا۔''

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے زہد میں اور ابن عساکر نے ابو بجیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آپ کو بھوک لگی۔ آپ نے پتھر لیا اور اپنے شکم اقدس پر باندھ لیا۔

امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ایک روز میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے آپ محو گفتگو تھے۔ آپ نے اپنے شکم اطہر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ حضرت اسامۃ نے کہا ''میں پتھر باندھا کرتا تھا میں نے آپ کے ایک صحابی سے پوچھا'' آپ اپنے شکم اقدس پر پتھر کیوں باندھ لیتے تھے؟ انہوں نے فرمایا'' بھوک کی وجہ سے۔''

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت حصین بن یزید الکلبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر

بھوک کی وجہ سے اپنے شکم اطہر پتھر باندھ لیتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ امام ابن جابر پر رحم کرے انہوں نے کتنے خوبصورت اشعار لکھے ہیں:

طوی کشحه تحت الحجارة من طوی و احسانه ما قلّ منه مثال

ترجمہ: بھوک کی وجہ سے آپ نے اپنے پہلو کو پتھر سے لپیٹ رکھا تھا اور آپ کے احسان کی مثال کم ہی پیش کی جاسکتی ہے۔

کان عیال الناس طرا عیاله فکلهم مما لدیه یعال

ترجمہ: گویا کہ سارے لوگوں کے عیال آپ ہی کے عیال تھے اور ہر ایک ایک آپ کے پاس دیکھ بھال ہوتی ہے۔

یبیت علی فقر و لو شاء حولت به ذهبا محضاربی و جبال

ترجمہ: آپ فقر پر رات بسر کرتے اگر آپ چاہتے تو سارے ٹیلے اور پہاڑ آپ کے لیے خالص سونا بنا دیے جاتے۔

و ما کانت الدنیا لدیه بموقع فقد صرمت فیها لدیه حبال

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ والا میں دنیا کی کوئی قدر نہ تھی۔ آپ کے ہاں اس کے ساتھ تعلقات کی ساری رسیاں کاٹ دی گئیں تھیں۔

رای هذه الدنیا سریعا زوالها فلم یرض شیئا یعتریه زوال

ترجمہ: آپ نے دیکھا کہ یہ دنیا جلد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ آپ نے وہ چیز پسند نہ کی جسے زوال لاحق ہو جاتا ہو۔

لعمرك ماالاعمار الا قصیرة و لکن آمال الرجال طوال

ترجمہ: مجھے تمہاری زندگانی کی قسم! عمریں قلیل ہیں لیکن لوگوں کی امیدیں بہت طویل ہیں۔

اتته مفاتیح الکنوز فردّها و عافت یمین مسها و شمال

ترجمہ: آپ کے پاس خزانوں کی چابیاں آئیں مگر آپ نے انہیں رد کر دیا آپ کے دائیں اور بائیں دستِ اقدس نے انہیں مس کرنے سے نفرت کی۔

و کان یفیض المال بین عفاته کما فضت الترب المهال شمال

ترجمہ: آپ اپنے سامنے مال کی یوں فیاضی فرماتے تھے جیسے بایاں ہاتھ زور سے ریت کو منتشر کرتا ہے۔

فما کان للمال الشدید بمائل و کم غرّ ارباب العقول فمالوا

ترجمہ: سخت مال نے بھی اپنی طرف آپ کو مائل نہ کیا حالانکہ اس نے کتنے ارباب دانش کو اپنی طرف مائل کیا اور وہ مائل ہو گئے۔

بہٖ فرّج اللہ المضایق کلھا و بان حرام للوری و حلال

ترجمہ: آپ کے ذریعے رب تعالیٰ نے ساری تنگیاں دور کر دیں۔ آپ نے دنیا کے لیے حلال اور حرام کو واضح کیا۔

فانصف مظلوما و امن خائفا و اغنم محتاجا و نعم مآل

ترجمہ: مظلوم کو انصاف فراہم کیا خائف کو امن عطا کیا۔ محتاج کو مال غنیمت عطا کیا اور کتنا عمدہ انجام ہوا۔

بشیر نذیر صادق القول صادع لکل کلام جاء عنہ کمال

ترجمہ: آپ بشیر اور نذیر ہیں سچی بات والے اور لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے والے ہیں۔ آپ کی طرف سے جو کلام بھی آیا اس کو کمال حاصل ہے۔

بلیغ یصوغ القول کیف یریدہ لکل مقام ینتحیہ مقال

ترجمہ: آپ بلیغ ہیں جیسے چاہتے ہیں فرمان کو ڈھال لیتے ہیں۔ آپ جس مقام کا بھی قصد کریں وہ رفیع ہے۔

جمیل جلیل مانح غیر مانع علیہ وقار ظاھر و جلال

ترجمہ: آپ جمیل جلیل عطا کرنے والے ہیں اور منع کرنے والے نہیں۔ آپ پر وقار اور جلال ظاہر ہے۔

اذا ابصرتہ العین ھابت فلم تکن لتملاء منہ لعین حین تجال

ترجمہ: جب آنکھ آپ کی زیارت کرتی تو مبہوت ہو جاتی۔ اور آنکھ کو جب گھمایا جاتا تو وہ آپ کے دیدار سے بھری ہوئی ہوتی نہ تھی۔

شفیع رفیع ناصر ناصح لنا رحیم رحیب العفو حین ینال

ترجمہ: آپ شفیع، رفیع، مددگار اور ہمارے لیے خلوص کا اظہار کرنے والے ہیں آپ کشادہ عفو والے ہیں جب اسے حاصل کیا جاتا ہے۔

حبیب الی رب الانام محبّب الی الخلق الا من لدیہ ضلال

ترجمہ: آپ رب تعالیٰ کے حبیب ہیں مخلوق کے محبوب ہیں سوائے اس شخص کے جس کے ہاں ضلالت پسندیدہ ہو۔

لقد شھدت حتی الوحوش ببعثہٖ و صدّق ذیب قولہ و غزال

ترجمہ: حتیٰ کہ جنگلی جانوروں نے آپ کی بعثت کی خبر دی۔ بھیڑیے اور ہرن نے آپ کے فرمان کی تصدیق کی۔

و کان مصونا بالغمام مظلّلا اذا الناس مالوا الظّلال و قالوا

ترجمہ: بادل آپ کو سایہ کر کے دھوپ سے بچاتے تھے۔ جب لوگ سایہ کی طرف مائل ہوتے تھے اور وہ سایہ کے لیے کہتے تھے۔

امام مسلم اور چاروں آئمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت عمر

الطبرانی نے حضرت ابن عمر سے ابن حبان نے حضرت ابن مسعود روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ سے، ابن حبان نے حضرت ابن عمر سے الطبرانی نے حضرت ابن مسعود روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور

فاروق رضی اللہ عنہ سے، ابن حبان نے حضرت ابن عمر سے الطبر انی نے حضرت ابن مسعود روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے اچانک حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کرلی۔ آپ نے پوچھا "اس وقت تمہیں کون سی چیز باہر نکال کر لائی ہے؟ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ بھوک" آپ نے فرمایا" مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی وہی چیز باہر نکال کر لائی ہے۔ جو تمہیں نکال کر لائی ہے۔" اٹھو" وہ دونوں حضرات آپ کے ہمراہ اٹھے یہ تمام حضرات قدسیہ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر پہنچے۔ حضرت ابن عمر نے کہا ہے کہ یہ گھر ابو الہیثم بن تیہان کا تھا۔ جب یہ ان کے گھر پہنچے تو ان کی زوجہ محترمہ نے کہا "اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو خوش آمدید۔ آپ نے پوچھا "ابوایوب کہاں ہیں؟ زوجہ محترمہ نے عرض کی "وہ ابھی ابھی آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں وہ میٹھا پانی لینے گئے ہیں" اتنے میں حضرت ابوایوب حاضر ہو گئے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ انہوں نے کہا "الحمد للہ! آج کسی کے مہمان میرے مہمانوں سے زیادہ معزز نہیں ہیں" وہ گئے اور اپنے باغ سے کھجوروں کا خوشہ لے کر آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہیں اس کو توڑ نہ لانا چاہیے تمہیں اس کا پھل لانا چاہیے" انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ میرا ارادہ ہے کہ اس سے عمدہ، اور کچھ پکی کھجوریں کھائیں" پھر انہوں نے چھری پکڑی۔ آپ نے فرمایا "شیر دار بکری ذبح نہ کرنا" انہوں نے ان کے لیے بکری ذبح کی۔ نصف کو بھونا نصف کو پکایا۔ جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ نے اس سے کچھ گوشت لیا۔ اسے روٹی میں رکھا اور فرمایا "ابوایوب! اسے خاتون جنت رضی اللہ عنہا تک بھیج دو۔ کیونکہ انہوں نے کئی ایام سے اس طرح کا کھانا نہیں کھایا" حضرت ابوایوب انہیں حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے گئے۔ جب ان حضرات نے کھانا کھالیا اور سیر ہو گئے تو آپ نے فرمایا "یہ وہی نعمت ہے جس کے بارے سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ (التکاثر)

ترجمہ: "پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔"

اس نعمت کے بارے روز حشر پوچھا جائے گا۔ اس پر آپ کے صحابہ کرام نے اللہ اکبر کہا۔ آپ نے فرمایا جب تمہیں اس طرح کی چیز پہنچے تو مارو اور بسم اللہ پڑھ لو۔ جب سیر ہو جاؤ تو یوں کہو "الحمد للہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ کھجوروں کا گچھا لیا۔ اسے زمین پر مارا جس سے کھجوریں بکھر گئیں پھر عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے روز حشر اس کے بارے پوچھا جائے گا؟ آپ نے فرمایا "ہاں! مگر تین چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ روٹی کا وہ ٹکڑا جس سے کوئی اپنی بھوک مٹائے۔ یا وہ کپڑا جس سے وہ اپنی شرم گاہ ڈھانپ لے۔ یا ایسا کمرہ جس میں وہ سردی یا گرمی میں داخل ہو۔"

تنبیہات

❶ امام حافظ ابوحاتم بن حبان نے ان روایات کا انکار کیا ہے جن میں تذکرہ ہے کہ آپ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ''میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے'' کیونکہ آپ کو آپ کا رب تعالیٰ کھلاتا اور پلاتا تھا۔ جب آپ اس کی زیارت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ وہ آپ کو اس طرح بھوکا کیسے چھوڑ سکتا تھا کہ آپ اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھ لیں۔ پھر یہ پتھر بھوک سے کیسے مستغنی کر سکتا ہے'' انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ استباد کی وجہ سے غلط لکھا گیا ہے۔ یہ لفظ الحجر نہیں بلکہ الحجز ہے جو حجزہ کی جمع ہے۔

امام خطابی نے لکھا ہے۔

''ایک قوم نے آپ کے شکم اطہر پر پتھر کو باندھنا مشکل گمان کیا ہے۔ انہوں نے گمان کیا ہے یہ لفظ کی غلطی ہے یہ الحجر نہیں الحجز ہے۔ یہ حجزاۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ رسی ہے جس سے وسط باندھا جاتا ہے۔ جو شخص حجاز مقدس میں قیام کرتا ہے۔ اہل عرب کی عادات سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حجر، الحجارۃ کا واحد ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ انہیں اکثر بھوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب پیٹ خالی ہوتا تو انسان صحیح طرح کھڑا نہ ہو سکتا۔ انسان اس وقت پتلے پتھر لیتا جن کی لمبائی ایک ہتھیلی کے برابر یا اس سے لمبا ہوتا وہ اسے اپنے پیٹ پر باندھ لیتا۔ اس کے اوپر پٹی باندھ لیتا۔ پھر وہ کچھ صحیح طرح کھڑا ہو سکتا تھا۔ زمین پر محنت و مشقت پر اعتماد اسی امر کے قریب ہے۔''

الحافظ لکھتے ہیں'' اکثر علمائے کرام نے اس ضمن میں ابن حبان کا رد کیا ہے سب سے عمدہ رد یہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے یہ روایت اپنی صحیحین میں حضرت ابن عباس سے رقم کی ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے حضرات ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ فرمایا''تمہیں کس چیز نے باہر نکالا؟ انہوں نے عرض کی''بھوک نے'' آپ نے فرمایا'' مجھے ذاتِ والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے مجھے بھی بھوک نے باہر نکالا ہے۔'' یہ روایت ان کے موقف کو رد کرتی ہے'' جہاں تک ان کے اس سوال کا تعلق ہے کہ یہ پتھر بھوک سے کیسے مستغنی کر سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پشت کو سیدھا رکھتا ہے جب پیٹ خالی ہوتا ہے تو بعض اوقات انسان اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ وہ کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا پیٹ دھرا ہو جاتا ہے جب وہ اس پر پتھر باندھ لیتا ہے تو وہ قوی ہو جاتا ہے۔ بھوکا انسان کھڑا ہونے پر قادر ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے یوں کہا ''میرا گمان تھا کہ ٹانگیں پیٹ کو اٹھاتی ہیں حالانکہ پیٹ ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔

الحافظ نے الفتح میں ایک اور جگہ پر لکھا ہے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں'' پتھر باندھنے کا فائدہ'' یہ ہے کہ یہ اعتدال پر اور قیام پر مدد کرتا ہے۔ پیٹ میں موجود جھاگ کو تحلیل ہونے سے روکتا ہے کمزوری میں کمی آتی ہے۔ یا بھوک

کی حرارت میں کمی ہوتی ہے۔کیونکہ پتھر ٹھنڈا ہوتا ہے یا اس میں عاجزی کی طرف اشارہ ہے میں کہتا ہوں کہ عنقریب باب وصالہ میں اس روایت میں تفصیلی بحث ہوگی" مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے" بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لینا اہل عرب کی عادت ہے۔امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عتیق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" میں نے حضرت ابوہریرہ کے ہمراہ ایک سال قیام کیا۔کاش! تم ہمیں دیکھ لیتے۔ہم میں سے کسی ایک پر ایسے ایام بھی آتے تھے کہ اسے کھانا نصیب نہ ہوتا تھا جس سے وہ اپنی کمر کو سیدھا کر لیتا حتیٰ کہ ہم میں سے ایک پتھر لیتا اور اسے خالی پیٹ پر باندھ لیتا پھر اس کے اوپر کپڑا باندھ لیتا تا کہ اس کی کمر سیدھی رہے۔"

میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد الطیالسی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مجھے بھوک نے آلیا حتیٰ کہ میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سریہ نخلۃ میں بھیجا ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے وہ طویل اور کمزور پیٹ والے انسان تھے۔انہیں بھوک لگی۔ان کی کمر ٹیڑھی ہوگئی۔وہ چلنے پر بھی قدرت نہ رکھتے تھے۔وہ ہم پر گر پڑے۔ہم نے پتلا سا پتھر لیا اور ان کے پیٹ پر باندھ دیا۔پھر ان کی کمر کے ساتھ باندھا۔وہ ہمارے ساتھ چلنے لگے۔ہم عرب کے ایک قبیلہ میں پہنچے انہوں نے ہماری ضیافت کی۔وہ ہمارے ساتھ چلنے لگے۔انہوں نے کہا" میرا گمان تھا کہ ٹانگیں پیٹ کو اٹھاتی ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ پیٹ ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔

◆ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔

❁❁❁❁

اکیسواں باب

آپ کی ہیبت اور وقار

ابن سعد اور ابن جریر نے حضرت قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عاجزی و انکساری کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو خوف سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ میں آپ کی کمر کی طرف تھی۔ آپ نے میری طرف دیکھے بغیر کہا "یا مسکینۃ علیک سکینۃ" مسکین عورت! پرسکون ہو جا، جب آپ نے اتنا فرمایا تو رب تعالیٰ نے میرے دل سے سارا خوف ختم کر دیا۔"

محمد بن ابی عمر، ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت یزید بن اسود السوائی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے آپ کے ساتھ حجۃ الوداع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ہمیں نماز صبح پڑھائی آپ نے دوسری طرف رخ انور کیا اور روئے تاباں لوگوں کی طرف کر لیا۔ آپ نے لوگوں کے پیچھے دو افراد دیکھے جنہوں نے لوگوں کے ہمراہ نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا "ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ" آپ کی خدمت میں انہیں پیش کیا گیا تو ان کے اعضاء پر لرزہ طاری تھا۔ آپ نے فرمایا "کس چیز نے تمہیں لوگوں کے ہمراہ نماز پڑھنے سے روکا" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے خیموں میں نماز پڑھ کر آئے تھے" آپ نے فرمایا "اس طرح نہ کیا کرو۔ جب تم میں سے کوئی اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لے پھر امام کے ساتھ نماز پالے تو وہ ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ یہ اس کی نفلی نماز ہو جائے گی۔"

ابوداؤد، ابن ماجہ نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے گفتگو کی۔ اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "تسلی خاطر رکھو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی اس خاتون محترمہ کا فرزند دلبند ہوں جو گوشت کے خشک ٹکڑے کھاتی تھی۔"

ابن عدی نے حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ہم حضور اکرم ﷺ کی محفل پاک میں اس طرح بیٹھتے تھے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔"

ابن سعد نے حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا فرزند بھی تھا۔ انہوں نے کہا "میرے بیٹے! یہ اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ ہیں" جب اس نے آپ کی زیارت کی تو اس پر آپ کی ہیبت کی وجہ سے لرزہ طاری ہو گیا۔

یعقوب بن سفیان نے ان ہی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا'' میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ حضورا کرم ﷺ کی خدمت میں گیا۔ جب میں آپ کی زیارت کی تو والد گرامی نے پوچھا'' کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا'' نہیں! انہوں نے کہا'' یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ ہیں'' جب انہوں نے اتنا کہا تو مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں میں سے کسی کے مشابہ نہ ہوں گے۔آپ تو بشر (کامل) تھے۔''

امام ترمذی نے شمائل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' جو آپ سے اچانک ملاقات کرتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا جو جان پہچان کر آپ سے میل جول رکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔''

امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' کوئی شخص مجھے حضورا کرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا نہ ہی کوئی میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ پر جلال تھا۔آپ کے جلال کی وجہ سے میں نظر بھر کر آپ کی طرف دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔اگر مجھے آپ کا سراپا بیان کرنے کے لیے کہا جائے تو مجھ میں یہ طاقت نہیں کیونکہ میں نے نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھا تھا۔''

ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوتے تھے ہم میں سے کسی کو گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں'' الطبرانی نے اس روایت کو صحیح سند سے یوں روایت کیا ہے۔'' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ہم میں سے کسی میں گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی'' امام احمد، ابن ماجہ اور ابو داؤد نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے'' میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ کے ارد گرد صحابہ کرام موجود تھے ان پر سکوت طاری تھا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہوں۔میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔اس روایت کو طیالسی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' ہم کسی انصاری صحابی کے جنازہ کے لیے آپ کے ساتھ نکلے ہم اس کی قبر تک پہنچے۔جب انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو حضورا کرم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے تھے۔''

ابن حبان، حاکم اور امام ذہبی نے حضرت ابن بریدہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا'' جب ہم حضورا کرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم آپ کی تعظیم کرتے ہوئے سر بھی نہ اٹھاتے تھے۔

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' جب حضورا کرم ﷺ مسجد تشریف لے جاتے تو حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی سر نہ اٹھا سکتا تھا۔وہ آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف تبسم بکھیرتے تھے۔''

امام حاکم اور امام ذہبی نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ وہ اس گروہ میں تھے جو رب تعالیٰ کا ذکر کر رہے

تھے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ ان میں سے بعض اٹھے۔ آپ ان کی طرف تشریف لے گئے ان کے قریب ہوئے۔ وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے گفتگو کرنے سے رک گئے۔"

ابن سعد نے حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں لایا گیا جب وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تسلی رکھو میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی اس عظیم خاتون کا فرزند ہوں جو گوشت کے خشک ٹکڑے کھاتی تھی۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہیبت و جلال القاء کیا تھا۔

قاسم بن ثابت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نہ تو طویل قامت اور نہ ہی کوتاہ قد تھے جو آپ کو دیکھتا تھا اسے ہیبت آلیتی تھی" یعنی وہ آپ کو عظیم اور بڑا سمجھتا تھا۔

امام ذہبی نے ہی روایت کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی کسی نے کہا "ابو مسعود! جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی تمہیں اس غلام پر ہے، میں غصے کی وجہ سے اس ہستی کی طرف توجہ نہ کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مجھ پر چھا گئے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضور اکرم ﷺ تھے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی ہیبت کی وجہ سے کوڑا میرے ہاتھ سے نیچے گر پڑا۔"

امام بیہقی نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ خاموش ہو جاتے تو آپ پر وقار ہوتا جب محو گفتگو ہوتے تو آپ کے چہرہ انور اور جبین اطہر پر رونق ہوتی۔ آپ کے رفقاء تھے جو آپ کے ارد گرد حلقہ زن تھے۔ اگر آپ کچھ فرماتے تو آپ کے فرمان کی وجہ سے وہ خاموش ہو جاتے۔ اگر آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ حکم بجالانے میں جلدی کرتے۔ سب کے مخدوم سب ان کی اطاعت بجالاتے تھے۔ آپ نہ تو ترش رو تھے نہ ہی زیادتی کرنے والے تھے۔"

حضرت ھند بن ابی ہالہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ عظیم اور بڑے تھے۔"

بائیسواں باب

آپ کا مزاح اور ظرافت

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے لوگوں سے زیادہ مزاح فرماتے تھے اس روایت کو ابن جوزی نے نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے "بچوں کے ساتھ۔"

ابن عساکر نے حُبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ مزاح فرماتے تھے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے اور امام ذھبی نے لکھا ہے کہ اس کی سند حسن کے قریب ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں مزاح بھی کرتا ہوں۔ میں صرف حق بات کہتا ہو" خطیب نے اسے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ مزاح کرتا ہوں۔"

المعافی بن زکریا نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح بھی فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "رب تعالیٰ ایسے مزاح کرنے والے کی گرفت نہیں کرتا جو اپنے مزاح میں سچا ہو۔"

ابن ناصر الدین نے ام نبیط رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم بنو نجار کی ایک دلہن کو اس کے خاوند کے پاس لے کر جا رہی تھیں۔ میں بنو نجار کی عفت مآب خواتین کے ساتھ تھی۔ میرے پاس دف تھا جسے میں بجا رہی تھی۔ میں کہہ رہی تھی "ہم تمہارے پاس آئیں ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئیں ہیں ہمیں سلام کرو۔ ہم تمہیں سلام کریں گی" اگر سرخ سونا نہ ہوتا تو یہ دلہن تمہاری وادی میں نہ آتی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ نے پوچھا "ام نبیط یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر فدا! یہ بنو نجار کی لڑکی ہے ہم اسے اس کے خاوند کے پاس چھوڑنے جا رہی ہیں" آپ نے پوچھا "تم کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے اپنے کلمات دھرائے تو آپ نے فرمایا "اگر یہ گندم نہ ہوتی تو تمہاری کنواریاں اتنی موٹی نہ ہوتیں۔"

امام احمد، امام بخاری نے ادب میں، امام ترمذی نے روایت کیا ہے امام ذھبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارے ساتھ خوش طبعی بھی فرماتے ہیں"

آپ نے فرمایا "میں صرف حق بات کہتا ہوں۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہم میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے، اے ابوعمیر! چڑیا نے کیا کیا؟"

حسن بن ضحاک نے ابومحمد عبداللہ بن قتیبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہمیں محمد بن عائشہ نے منقطع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ مزاح کرتے تھے۔ ایک دن دیکھا تو ان کا پیٹ نکلا ہوا تھا فرمایا "ام حسن۔"

ابوسعید بن اعرابی اور ابن ضحاک نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا "بچہ کہاں ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟" حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان پر قرنفلی کمبل تھا۔ انہوں نے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ فرمایا "میرے والدین تم پر فدا! جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ میرے اس بیٹے سے محبت کرے۔"

زبیر بن بکار نے کتاب الفاکہ میں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: "کیا حضور اکرم ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے؟" انہوں نے فرمایا "ہاں!" اس نے پوچھا "آپ کا مزاح کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا "ایک دن آپ نے اپنی کسی زوجہ کریمہ کو چادر پہنائی۔ آپ نے انہیں فرمایا "اسے پہن لو۔ رب تعالیٰ کی تعریف کرو اور گھوڑے کی دم کی طرح اس کا دامن بنا لو۔" انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے پاس مزاح کرتی تھیں۔ وہ عرض کرتیں "یارسول اللہ ﷺ! یہ اس قبیلہ بنی کنانہ کے بعض مزاح ہیں" آپ فرماتے ہیں "ہاں! یہ قریش کے اس قبیلے کے کچھ ہمارے مزاح ہیں۔"

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں غزوہ ذات الرقاع میں فرمایا "کیا تم مجھے اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ انہوں نے کہا میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں یہ آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا "نہیں۔ لیکن مجھے یہ فروخت کر دو" میں نے عرض کی "آپ اس کی قیمت لگائیں" آپ نے فرمایا "میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں" میں نے عرض کی "یارسول اللہ! نہیں۔ پھر تو آپ مجھے نقصان دے رہے ہیں" آپ نے فرمایا "دو درہم میں" میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ نہیں! حضور اکرم ﷺ اس کی قیمت بڑھاتے رہے حتیٰ کہ ایک اوقیہ تک پہنچ گئے۔ آپ نے پوچھا "کیا راضی ہو؟ میں نے عرض کی "راضی ہوں۔ یہ آپ کا ہو گیا" آپ نے فرمایا "میں نے اسے لے لیا" دوسری روایت میں ہے۔

"آپ میرے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔ مزاح فرماتے رہے پھر فرمایا "جابر! کیا شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں! یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا "کسی ثیبہ سے یا کنواری سے شادی کی ہے؟ انہوں نے عرض کی "ثیبہ سے شادی کی

ہے۔'' آپ نے فرمایا ''تم نے کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی، جو تمہارے ساتھ اور تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میرے والد گرامی احد کے روز شہید ہو گئے تھے انہوں نے اپنی سات بچیاں چھوڑیں تھیں میں نے ایسی عورت سے شادی کی جو انہیں اکٹھا رکھے اور ان کے امور کی دیکھ بھال کرے'' آپ نے فرمایا ''تم نے عمدہ فیصلہ کیا ہے'' آپ نے فرمایا ''ہم صرار پہنچیں گے۔ ہم اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیں گے۔ ہم وہ روز وہیں بسر کریں گے تمہاری زوجہ ہمارے بارے سنے گی۔ وہ اپنے قالین بچھا دے گی'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس قالین کہاں؟'' آپ نے فرمایا ''عنقریب ہوں گے۔ جب تم وہاں پہنچو تو دانا لوگوں کی طرح کام کرنا'' حضرت جابر نے فرمایا۔

''جب ہم صرار پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اسے ذبح کیا گیا۔ ہم نے وہ دن وہیں بسر کیا۔ جب شام ہوئی تو آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ ہم بھی داخل ہو گئے میں نے اپنی زوجہ کو ساری بات بتا دی کہ مجھے حضور انور ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا ''تم پر لازم ہے کہ آپ کا فرمان غور سے سنو اور اطاعت بجالاؤ۔''

بزار، ابن ضحاک نے حضرت زیاد بن سبرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ آیا۔ حتیٰ کہ آپ اشجع اور جہینہ کے لوگوں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ ان کے ساتھ خوش طبعی فرماتے رہے۔ ان کے ساتھ مسکراتے رہے۔ میں نے اپنے نفس میں کچھ پایا میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ بنو اشجع اور بنو جھینہ کے ساتھ آپ مسکراتے رہے ہیں۔'' یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے۔ میرے کندھے کے نیچے سے اپنا ہاتھ بلند فرمایا پھر فرمایا ''یہ بنو فزارہ، بنو بدیہ، اور بنو شرید تمہاری قوم سے بہتر ہیں۔ کیا میں رب تعالیٰ سے مغفرت طلب نہ کروں'' جب ردت کا زمانہ آیا جن جن قبائل کا آپ نے نام لیے تھے وہ سب مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا ''میں اپنی قوم سے توقع کرنے لگا مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ وہ کہیں مرتد نہ ہو جائیں۔ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ میرے دوست تھے۔ میں نے انہیں یہ بات بتا دی اس امر کا بھی تذکرہ کیا جن کا مجھے خطرہ تھا۔ انہوں نے مجھے کہا ''اندیشہ نہ کرو کیا تم نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا'' کیا میں رب تعالیٰ سے مغفرت نہ طلب کروں۔''

ابو بکر شافعی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا ''یا بُنَيَّ! اے میرے بیٹے!''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں مرحبا کہا۔

امام احمد، امام بخاری نے الادب میں امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور سواری کا جانور مانگا آپ نے اسے فرمایا ''ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے'' اس نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اونٹوں کو اونٹنیاں ہی پیدا کرتی ہیں۔''

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن

غریب کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا "اے دو کانوں والے۔"

امام بخاری نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے سر کے نیچے دو دھاگے رکھتا ہوں۔ میرے لیے کچھ بھی عیاں نہیں ہوتا" آپ نے فرمایا تم چوڑے تکیے والے ہو۔" آپ نے فرمایا "ابن حاتم! تمہاری گدی بڑی چوڑی ہے۔ یہ رات کی تاریکی سے دن کی سیاہی ہے" اسے ابونعیم نے روایت کیا ہے میں نے اسے آپ کی خوش طبعی کے باب میں اس طرح ذکر کیا ہے تاکہ خطاء کرنے والے سے یہ ندامت دور ہو سکے۔

ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری صحابی کی طبیعت میں ظرافت پائی جاتی تھی۔ اسی اثناء میں کہ وہ اپنی قوم میں بیٹھ کر اسے ہنسا رہا تھا حضور اکرم ﷺ نے ایک لکڑی اس کے پہلو پر ماری۔ یہ لکڑی آپ کے دستِ اقدس میں تھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! مجھے قصاص دیں" آپ نے فرمایا "قصاص لے لو" اس نے عرض کی "آپ پر قمیص ہے۔ مجھ پر قمیص نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی مبارک قمیص اٹھائی تو وہ آپ کے ساتھ چمٹ گیا۔ آپ کے مبارک پہلو کے بوسے لینے لگا۔" ابو محمد حسن نے ابن شہاب سے، انہوں نے سفیان ثوری سے اور انہوں نے ابوزبیر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میرے پاس ازبھر از بھر کو لے کر آؤ" وہ بازار میں کھڑے اپنا سامان فروخت کر رہے تھے۔ وہ شکل کے اچھے نہ تھے۔ آپ نے ان کو پیچھے سے سینہ اقدس سے لگا یا۔ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے تھے۔ انہوں نے کہا "کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو" انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آپ کو پہچان لیا۔ جب انہوں نے پہچانا تو وہ اپنی کمر حضور اکرم ﷺ کے سینہ اقدس کے ساتھ مزید لگانے لگے حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے "اس غلام کو کون خریدے گا؟ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ پھر تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے" آپ نے فرمایا "رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تم کم قیمت نہیں ہو" یا آپ نے فرمایا "لیکن تم رب تعالیٰ کے حریم ناز میں گراں قدر ہو۔"

ابن عساکر، ابویعلیٰ نے صحیح راویوں سے (سوائے محمد بن عمرو بن علقمہ کے) روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے لکھا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حلوہ لے کر آئی۔ جسے میں نے پکایا تھا۔ میں نے حضرت ام المؤمنین سودہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا جبکہ حضور اکرم ﷺ میرے اور ان کے درمیان تھے" کھاؤ" مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا، میں نے کہا" کھاؤ ورنہ میں یہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ حلوہ میں ڈالا۔ اسے ان کے منہ پر مل دیا۔ آپ نے میرا رخسار اپنی ران پر رکھا۔ حضرت سودہ سے فرمایا "یہ حلوہ اب ان کے چہرے پر مل دو" انہوں نے حلوہ میرے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرانے لگے۔ حضرت عمر فاروق پاس سے گزرے" آپ نے فرمایا "عبداللہ! آپ نے گمان کیا کہ وہ عنقریب اندر آجائیں گے۔ آپ نے فرمایا "اٹھو اور اپنے چہرے دھولو" اس کے بعد میں ہمیشہ حضرت عمر سے ڈرتی رہی کیونکہ آپ نے ان کے بارے ہمیں یوں فرمایا تھا۔

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''تمہاری آنکھوں کی سفیدی کتنی زیادہ ہے۔''

زبیر بن بکار نے کتاب الفاکہ میں حضرت زید بن اسلم سے مرسل روایت کیا ہے کہ ایک عورت تھی جسے ام ایمن کہا جاتا تھا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا ''میرا خاوند آپ کو بلا رہا ہے'' آپ نے پوچھا ''وہ کون ہے؟ وہ وہی ہے نا جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بخدا اس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے'' اس عورت نے عرض کی ''نہیں۔ بخدا! آپ نے فرمایا ''ہر شخص کی آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔''

ایک اور عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اونٹ پر سوار کرائیں' آپ نے فرمایا ''اسے اونٹ کے بچے پر سوار کراؤ'' اس نے عرض کی ''میں اسے کیا کروں گی؟'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ مجھے کیسے اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا ''ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی نہیں ہوتا۔ آپ نے اس کے ساتھ مزاح کیا۔

الطبرانی، ابن عساکر ثقہ راویوں سے حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مرالظہران کے مقام پر فروکش ہوا۔ میں اپنے خیمہ سے نکلا۔ عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ میں واپس آیا۔ میں نے اپنا حلہ نکالا۔ اسے پہنا پھر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا ''عبداللہ! تم ان کے پاس کیوں بیٹھے ہو؟ میں مبہوت ہو گیا۔ مجھے خلط ملط ہو گیا۔ میں نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا اونٹ آوارہ ہو گیا ہے۔ میں اس کے لیے رسی تلاش کر رہا ہوں'' آپ آگے تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک میری طرف پھینکی اور اراک کے درختوں میں داخل ہو گئے۔ گویا کہ میں اب بھی اراک کے درختوں میں آپ کے پاؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے قضائے حاجت فرمائی۔ پھر وضو کیا۔ پھر تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا ابوعبداللہ! تمہارے اونٹ کی آوارگی کا کیا بنا؟ پھر ہم روانہ ہو گئے۔ جب بھی رستہ میں آپ مجھ سے ملتے تو فرمایا ''السلام علیک ابوعبداللہ! تمہارے اونٹ کی سرکشی کا کیا بنا''۔ میں جلدی سے مدینہ طیبہ آگیا میں مسجد نبوی سے اجتناب کرنے لگا۔ آپ کی رفاقت سے بھی پہلوتہی کرنے لگا۔ جب کافی مدت گزر گئی تو مجھے مسجد نبوی کی خلوت میسر آگئی۔ میں مسجد میں آیا نماز پڑھنے لگا۔ آپ ایک حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ آپ تشریف لائے ہلکی پھلکی سی دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر بیٹھ گئے۔ میں نے نماز لمبی کر دی۔ مجھے امید تھی کہ آپ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ''ابوعبداللہ! جتنی چاہو نماز لمبی کرلو۔ میں اس وقت تک نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تم فارغ ہو جاؤ'' میں نے کہا ''بخدا! میں آپ کے پاس معذرت کر لیتا ہوں میں واپس مڑا۔ آپ نے فرمایا ''السلام علیک ابوعبداللہ! تمہارے اونٹ کی سرکشی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی 'مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اس اونٹ نے جب سے اسلام قبول کیا ہے اس کے بعد سرکشی نہیں کی' آپ نے فرمایا ''رب تعالیٰ تم پر رحم کرے'' آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔ پھر آپ نے مجھے یہ جملہ کبھی نہ فرمایا۔

ابن ابی خیثمہ نے عون بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ نے پوچھا"عون؟ میں نے عرض کی"ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" آپ نے فرمایا"داخل ہو جاؤ"میں نے عرض کی "سارا" آپ نے فرمایا"سارے کاسارا۔"

ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن بسر المازنی سے روایت کیا ہے کہا"میری والدہ محترمہ نے مجھے انگور کا گچھا دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔میں نے اسے کھا دیا۔امی جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا"مجھے نہیں ملا"جب بھی آپ مجھے ملتے تو فرماتے"دھوکہ،دھوکہ۔"

امام احمد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے۔میں اس وقت کم عمر تھی۔میرا جسم ہلکا پھلکا تھا۔میرا جسم موٹا نہ ہوا تھا۔آپ نے لوگوں سے فرمایا"آگے چلو"وہ آگے چلے گئے۔آپ نے فرمایا"آؤ،دوڑ لگائیں میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی میں آگے نکل گئی۔آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ میرا جسم موٹا ہو گیا میں یہ واقعہ بھول گئی۔میں کسی سفر میں آپ کی معیت میں گئی۔آپ نے لوگوں سے فرمایا"آگے چلو وہ آگے چلے گئے"آپ نے مجھے فرمایا"آؤ دوڑ لگاؤ"اس دفعہ آپ مجھ سے آگے نکل گئے آپ مسکرانے لگے۔فرمایا"یہ اس کا بدلہ ہے۔"

ابن عساکر اور ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا"تمہاری آنکھوں کی سفیدی کتنی زیادہ ہے۔"

ابن الجوزی نے حضرت ابن ابی الورد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا۔ان کی رنگت سرخ تھی۔آپ نے انہیں فرمایا"تم ابو الورد ہو۔"

امام ترمذی اور ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بڑھیا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔اس نے آپ سے کسی چیز کے بارے پوچھا۔آپ نے اس سے مزاح فرمایا،فرمایا"کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہ ہو گی"نماز کا وقت ہو گیا۔وہ بوڑھی خاتون شدت سے رونے لگی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی تو یہ اس وجہ سے رو رہی ہے۔یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔آپ نے فرمایا"ہاں! کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ (الواقعہ)

ترجمہ: "ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے۔پس ہم نے بنا دیا انہیں کنواریاں (دل و جان سے) پیار کرنے والیاں ہم عمر یہ نعمتیں بوڑھی عورتوں کے لیے ہیں۔"

اس روایت کو الطبرانی نے الاوسط میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے،امام بخاری نے الادب میں اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔حضرت ابو طلحہ سے ان کا ایک بیٹا تھا۔اس کی کنیت ابوعمیر تھی۔آپ اس سے مزاح فرماتے تھے ایک دن آپ تشریف لے گئے تو وہ غمزدہ تھا۔آپ نے فرمایا" میں ابوعمیر کو آج غمگین کیوں دیکھ رہا ہوں؟" اہل خانہ نے عرض کی"اس کی وہ چڑیا مرگئی ہے جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا۔آپ اسے فرمانے لگے:"ابوعمیر! النغیر (چڑیا) نے کیا کیا۔"

امام حاکم نے علوم الحدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیتے تھے۔انہیں اپنے قدموں کے ذریعے اٹھا لیتے تھے۔آپ فرماتے تھے"اے قدم ملا ملا کر چلنے والے،خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک! مولا! میں اس سے پیار کرتا ہوں۔تو بھی اس سے پیار کر۔"

ابن ابی شیبہ نے اور ابو شیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکال لیتے تھے وہ آپ کی زبان اقدس دیکھ کر تیزی سے آپ کی طرف آتے تھے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا"کسی سفر میں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا قوم پر اس کا سامان گراں گزرا۔وہ سامان مجھ پر پھینکنے لگے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا"تم بوجھ اٹھانے والا اونٹ (زاملہ) ہو۔"

امام بخاری نے ادب میں اور ابن عساکر نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"قوم پر اس کا سامان بھاری ہو گیا۔آپ نے مجھے فرمایا"اپنی چادر بچھاؤ قوم اس پر اپنا سامان رکھنے لگی۔"آپ نے فرمایا"تم اسے اٹھالو تم سفینہ (کشتی) ہو۔"انہوں نے فرمایا"اگر وہ اس دن سے مجھ پر ایک اونٹ یا دو اونٹوں حتیٰ کہ سات اونٹوں کا بوجھ بھی لاد دیں۔مجھے وہ بھی گراں نہیں لگتا۔"

ابوبکر شافعی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"ایک سفر میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔جب قوم میں سے کوئی تھک جاتا تو کوئی مجھ پر اپنی تلوار پھینک دیتا۔کوئی ڈھال پھینک دیتا۔حتیٰ کہ میں نے ایسی بہت سی اشیاء اٹھا لیں۔آپ نے فرمایا"تم سفینہ (کشتی) ہو۔"

ابوبکر بن ابی خیثمہ،ابوسعید بن الاعرابی،اور ابوبکر الشافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا"اے دو کانوں والے!

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ آپ کی کمر انور پر تھے۔جب آپ سجدہ ریز ہوتے تو انہیں نیچے اتار لیتے۔"

ابی ابن لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا"ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آئے۔وہ آپ کے اوپر چڑھ گئے۔آپ نے ان کی قمیص اٹھائی اور بوسہ لیا۔

ابن عساکر،ابن ضحاک اور حاکم نے ابوجعفر خطمی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کی کنیت ابوعمرۃ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اسے ام عمرہ کہا" اس شخص نے اپنا ہاتھ شرم گاہ پر رکھا اور کہا "بخدا! میں یہ سمجھا کہ میں عورت ہوں کیوں کہ آپ نے مجھے یا ام عمرہ کہا ہے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں بشر ہوں میں تم سے مزاح کرتا ہوں۔"

الطبرانی نے حصین والد عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آپ کی طرف حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اپنے باپ پر سوار ہو جاؤ" آپ نے ان کی انگلی پکڑی اور انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔ پھر دوسرا شہزادہ حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا "آنکھوں کی ٹھنڈک خوش آمدید! اپنے پدر بزرگوار کے کندھے پر سوار ہو جاؤ" انہیں انگلی سے پکڑا اور دوسرے کندھے پر سوار کر لیا۔ آپ نے ان کو گودیوں سے پکڑا اور ان کے منہ میں اپنے منہ مبارک پر رکھ دیے پھر یہ دعا مانگی "مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر اور جو ان سے پیار کرے اس سے پیار کر۔"

ابو محمد رامہرمزی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی کمر مبارک پر تھے۔ آپ فرما رہے تھے "تمہارا اونٹ کتنا بہترین اونٹ ہے اور تمہارا بوجھ کتنا بہترین ہے۔" ابو محمد نے کہا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا مزاح ہے۔ اس خصوصیت میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما منفرد ہیں۔ اس سے یہ فقہی مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ انسان کو کسی حیوان سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جبکہ اس میں اس کی کوئی خوبی پائی جا رہی ہو" ابن عدی نے ابو زبیر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

تنبیہات

◆ ❶ علامہ خطابی نے لکھا ہے "بعض اسلاف سے حضور اکرم ﷺ کے مزاح کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "آپ کی ہیبت زیادہ تھی۔ آپ لوگوں کے ساتھ خوش طبعی فرما لیتے تھے۔ ابن الاعرابی نے ایک شخص کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

یتلقی الندی بوجهٍ صبیح ۔۔۔ و صدور القناۃ بوجه و قاح

فبهذا و ذاتتم المعالی ۔۔۔ طرق الجدّ غیر طرق المزاح

وہ سخاوت کا استقبال خوبصورت چہرے سے کرتا ہے جبکہ نیزوں کے اگلے حصوں کا استقبال ترش چہرے سے کرتا ہے۔ اس طرح اس طرح رفعتیں مکمل ہوتی ہیں کوشش کے طریقے مزاح کے طریقوں سے جدا گانہ ہیں۔

❀❀❀❀

تینتیسواں باب

ہنسی اور تبسم

امام ترمذی نے صحیح روایت لکھی ہے۔ ابن سعد نے حضرت حارث بن جزء سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ تبسم کناں ہو۔'' آپ کا مسکرانا صرف تبسم ہوتا تھا۔

شیخان، سعید بن منصور، احمد، عبد، ابوداؤد اور ابن منصور نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے آپ کو پوری طرح اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا گوشت نظر آنے لگے۔ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ ہنسی تبسم ہوتا تھا۔ جب مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کی طرح سفید نظر آتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''جب آپ مسکراتے تھے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں''

خرائطی نے حضرت عمرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت میں کیسی کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا ''آپ تمہارے مردوں کی طرح مرد (کامل) تھے۔ مگر آپ خُلق کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ کریم تھے۔ آپ ہنستے اور مسکراتے رہتے تھے''۔ ابن ضحاک کے الفاظ میں ہے'' آپ سارے لوگوں سے زیادہ نرم اور سارے لوگوں سے زیادہ کریم تھے آپ ہنستے اور مسکراتے رہتے تھے۔''

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت حصین بن یزید الکلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے نہ تھے۔ آپ صرف مسکراتے رہتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ام درداء! رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما جو بات بھی کرتے مسکرا کر کرتے۔ میں نے انہیں کہا'' مجھے خدشہ ہے کہ لوگ تمہیں احمق کہیں گے''۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بات بھی کرتے مسکرا کر کرتے تھے۔''

ابن مبارک نے عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ اور آپ پوری طرح توجہ فرما ہوتے تھے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت طیبہ کے بارے فرماتے ہیں۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ ۔ (یٰس)

ترجمہ: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔

ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس لیے ہنسا ہوں؟

ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں اس پہلے شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا۔ اس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ روز حشر ایک شخص کو رب تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا کہا جائے گا اور اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو' اس کے کبیرہ گناہوں کو چھپا دیا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا۔ ''کیا تو نے یہ یہ گناہ کیے۔ وہ اقرار کرتا جائے گا۔ انکار نہ کرے گا۔ اسے اپنے کبیرہ گناہوں کا خدشہ ہوگا۔ اسے کہا جائے گا کہ اسے ہر صغیرہ گناہ کے عوض نیکی عطا کرو' وہ عرض کرے گا ''مولا! میرے ایسے گناہ بھی تھے جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا'' حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔''

ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے ابن جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہیں روکا اور مجھے جب بھی دیکھا میرے چہرے پر تبسم تھا۔''

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا ''میں ہلاک ہو گیا ہوں'' آپ نے پوچھا ''تیری خیر! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا ''میں نے رمضان المبارک میں اپنی اہلیہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کر لیا ہے'' آپ نے فرمایا ''ایک غلام آزاد کرو'' اس نے عرض کی ''میرے پاس غلام نہیں ہے۔''

آپ نے فرمایا ''لگاتار دو مہینے کے روزے رکھو'' اس نے عرض کی ''مجھ میں یہ طاقت بھی نہیں'' آپ نے فرمایا ''ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ'' اس نے عرض کی ''مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے مابین مجھ سے زیادہ کوئی مفلس نہیں'' آپ مسکرائے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے فرمایا ''اسے لے لو۔ اور اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت کی زوجیت میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور سر صاف کیا۔''

ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ مسکرائے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کی ''میرے والدین آپ پر نثار! آپ کیوں تبسم ریز ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''میری امت کے دو افراد رب تعالیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے۔ ان میں

سے ایک نے عرض کی "مولا! میرے بھائی نے مجھ پر جو ظلم کیا تھا اس کے بدلہ لے کر دے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اپنے بھائی کو ظلم کا بدلہ دو" اس نے عرض کی "مولا! میری نیکیوں میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا، اس شخص نے عرض کی" یہ میرے گناہوں کا بوجھ اٹھائے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس آنسوؤں سے بھر گئیں، فرمایا "وہ دن ایک عظیم دن ہوگا۔ اس روز لوگ محتاج ہوں گے کہ ان کا بوجھ کسی اور پر لاد دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے فرمایا" سر بلند کرو جنتوں کو دیکھو" اس نے سر اٹھایا۔ اس نے عرض کی "مولا! میں چاندی کے شہر دیکھتا ہوں۔ سونے کے محلات دیکھتا ہوں۔ جو موتیوں سے سجے ہوئے ہیں۔ پروردگار یہ کس نبی کے لیے ہیں۔ یہ کس صدیق کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس کے لیے ہیں جو مجھے ان کی قیمت ادا کرے گا" اس نے عرض کی "مولا! ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان کا مالک بن سکتا ہے" اس نے عرض کی "مولا! کس چیز سے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا "اپنے بھائی کو معاف کر کے" اس نے عرض کی "مولا! میں نے اسے معاف کر دیا ہے" رب تعالیٰ نے فرمایا "اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں لے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا" اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ باہم صلح کراؤ۔ رب تعالیٰ روز حشر مومنین کے مابین صلح کرائے گا۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی رات اپنی امت کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کی۔

ابن عدی، ابو بکر شافعی نے حمید الطویل سے اور انہوں نے حضرت ابوالورد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ میری رنگت سرخ تھی آپ نے مجھے فرمایا "تم ابوالورد کیا ہوا" آپ نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزاح کرتے ہوئے فرمایا "اے کانوں والے۔"

قاسم بن ثابت نے الدلائل میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں قباء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے پختہ اور نیم پختہ کھجوریں پڑی تھیں۔ میری ایک آنکھ میں تکلیف تھی۔ میں نے کھجور اٹھائی اور اسے کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا "تم کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمہیں آشوب چشم ہے" میں نے عرض کی "میں صحیح آنکھ سے کھا رہا ہوں" میں آپ سے مزاح کر لیتا تھا۔ آپ مسکرائے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہلکی سی نیند لی پھر مسکراتے ہوئے سر اقدس اٹھایا۔ آپ سے عرض کی۔۔۔۔۔

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے زہد میں صالح بن ابی خلیل سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری:

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ (النجم)

ترجمہ: کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو اور تم ہنستے ہو اور تم روتے نہیں ہو۔

اس کے بعد آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ آپ صرف مسکراتے ہی تھے۔ عبد بن حمید کی روایت میں ہے کہ

آپ کو ہنستے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا حتیٰ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابو شیخ اور ابن حبان نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے مجھے کبھی نہ روکا اور مجھے صرف مسکراتے ہوئے ہی دیکھا۔''

تنبیہات

۱ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ کے اسمائے گرامی میں سے ایک الضحاک بھی ہے۔ ابن الفارس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تورات میں آپ کا اسم گرمی احمد الضحوک تھا۔ ابن الفارس نے لکھا ہے کہ آپ کو ضحوک اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ آپ پاکیزہ نفس اور خوش طبعی فرمانے والے تھے۔ آپ کے پاس اکثر لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ سخت دل اہل عرب اور جنگل میں رہنے والے اجڈ دیہاتی آپ کے پاس آتے تھے۔ کسی نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ شور وغل کرنے والے ظلم کرنے والے ہوں بلکہ آپ گفتگو میں نرم اور مسائل کا جواب دینے میں رقیق تھے۔

۲ ابن ضحاک نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب آپ کو ہنسی آتی تو آپ اپنے منہ مبارک پر دست اقدس رکھ لیتے'' ابن عدی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب سرور سروراں ﷺ مسکراتے تو اپنے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ فرماتے ''میں نے جبرائیل کو فرماتے سنا کہ جب سے جہنم کی تخلیق کی گئی ہے میں نہیں ہنسا'' اس کے بعد میں نے مسکراہٹ کے وقت آپ کے دانت مبارک نہ دیکھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔'' حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''اکثر حضور والا ﷺ اس طرح نہیں مسکراتے تھے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوں یا انہیں دیکھا جا سکے۔''

۳ ابن ضحاک نے لکھا ہے ''صحیح روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کئی مقامات پر اس طرح مسکرائے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صرف تبسم کناں ہوتے تھے ان دونوں صورتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ اکثر تبسم فرماتے تھے شاید جس راوی نے یہ کہا ہے کہ آپ صرف تبسم بکھیرتے تھے اس نے آپ کو اس حالت پر دیکھا ہو جسے اس نے روایت کیا ہو اور جس نے یہ روایت کیا ہو کہ آپ مسکرائے حتیٰ کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اس نے کبھی آپ کو جس طرح دیکھا ہو کہ آپ اس طرح مسکرائے ہوں۔ مقامات اور اوقات کے اختلاف کی وجہ سے اس میں اختلاف نہ رہا۔ یا شاید امر کی ابتداء میں آپ

اس طرح مسکراتے ہوں کہ دندان مبارک نظر آنے لگتے ہوں اور یہ کبھی کبھار ہوتا ہو جبکہ امر کے آخر میں آپ صرف تبسم بکھیرتے ہوں۔ بہت سی روایات میں جو اس مرپہ دلالت کرتی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس راوی نے یہ روایت کیا ہو کہ آپ صرف مسکراتے تھے اس نے آپ کو یوں مسکراتا دیکھا ہو کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے ہوں۔ اس نے آپ کی اکثر کیفیت کا تذکرہ کیا ہو۔ قلیل اور نادر پر غلبہ کو بیان کیا ہو۔

اہل لغت کا نواجذ کے بارے اختلاف ہے کہ یہ کیا ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ منہ کی آخری داڑھیں ہیں۔ اس طرح یہ اختلاف رونما ہوتا ہے اور روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے بعض نے ان کو انیاب اور بعض نے ضواحک کہا ہے۔ اس طرح ظاہری طور پر روایات میں کوئی معارضہ نہیں ہے حالانکہ ''تبسم'' کرنے والے کے یہ دانت نظر آتے ہیں۔ ''النہایۃ'' میں لکھا ہے کہ النواجذ ضواحک دانتوں میں سے ہوتے ہیں یہ مسکراتے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر اور مشہور موقف یہ ہے یہ کہ دور کے دانت ہوتے ہیں۔ مراد اول یہ ہے کہ آپ کی ہنسی اس حد تک نہیں پہنچی تھی کہ مبارک ڈاڑھیں نظر آنے لگیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کا زیادہ ہنسنا تبسم ہوتا تھا اگر ان سے آخری دانت مراد لیے جائیں تو اس سے مراد آپ کے ہنسنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ہنستے وقت آپ کے نواجذ دانت ظاہر ہو جاتے تھے۔ دونوں قولوں میں سے یہی مناسب قول ہے کیونکہ مشہور یہی ہے کہ نواجذ سے مراد آخری دانت ہیں۔

❁❁❁❁

چوبیسواں باب

آپ کی رضا اور ناراضگی کی پہچان

ابو شیخ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا روئے تاباں چمک اٹھتا گویا کہ وہ چاند کا ہالہ ہو۔''

انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو جاتا۔''

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو اس کے اثرات چہرۂ انور سے عیاں ہو جاتے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ کو شدید غصہ آتا تو آپ بار بار ریش مبارک کو ہاتھ لگاتے۔

قاسم بن ثابت نے اپنی غریب میں ام المومنین ہی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب آپ کو شدید غصہ آتا تو آپ بار بار سر اقدس اور مبارک ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتے۔ لمبے سانس لیتے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے۔ اس سے آپ کے غم کی شدت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔''

امام بیہقی نے حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:

ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور شفیع الامم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم تقدیر کے بارے گفتگو کر رہے تھے۔ آپ ناراض ہو گئے گویا کہ آپ کے چہرہ انور پر انار کے سرخ دانے بکھیر دیے گئے ہوں۔ حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف توجہ کی اور فرمایا ''کیا تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے'' یا اس کے ساتھ مجھے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ تم سے پہلی اقوام نے جب اس امر میں تنازع کیا تو وہ ہلاک ہو گئیں۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم اس طرح پھر نہ کرو گے۔''

ابو شیخ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ مسرور تھے۔ آپ کا چہرہ انور چمک رہا تھا۔''

ابو بکر ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن شعیب سے وہ اپنے باپ اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے'' کیا اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سماعت فرما لیا آپ باہر تشریف لائے گویا کہ آپ کے چہرۂ انور انار کے دانے نچوڑ

دیے گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں ... بیشک میں تم سب سے زیادہ

کو بہت ہی پسند تھے۔ ...

اسماعیل نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ...

حکم فرماتے جن کی ان میں استطاعت ہوتی تو وہ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ آپ کی طرح ...

آپ کے صدقے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔ آپ ناراض ہو جاتے ...

اور آپ کے چہرے سے عیاں ہو جاتی پھر فرماتے میں تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہوں۔ میں تم میں سے سب سے زیادہ

عرفان رکھتا ہوں۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن ابی بکر سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ...

عبدالاشہل میں سے ایک شخص کو صدقات پر عامل مقرر کیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے آپ سے صدقہ کا ایک ...

آپ ناراض ہو گئے حتیٰ کہ چہرہ انور سے غصہ عیاں تھا۔ چہرہ مبارک سرخ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص مجھ سے ایسی چیز ...

ہے جو نہ میرے لیے جائز ہے نہ اس کے لیے۔ اگر میں اسے روکتا ہوں تو مجھے یہ ناپسند ہے ...

ہوں جو نہ اس کے لیے جائز ہے نہ ہی میرے لیے۔ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اب میں آپ سے ...

کچھ بھی نہیں مانگوں گا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا ...

نے اپنے نفس کے لیے کسی سے بدلہ لیا ہو لیکن جب حرمات الہیہ کو پامال کیا جاتا تو آپ کا غضب بہت شدید ہوتا تھا۔

سیرت طیبہ کے اگلے ابواب آپ کے کلام مقدس، محو گفتگو ہوتے وقت دست اقدس کو ہلانے سے تعجب کرنے، لکڑی کے ساتھ زمین کریدنے، مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنے، تسبیح بیان کرنے، سر اقدس کو ہلانے، لب کاٹنے اور تعجب کے وقت اپنی ران مبارک پر دست اقدس مارنے کے بارے ہیں

پہلا باب

آپ کا اندازِ کلام

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا

ابو داؤد اور ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر اور خوش اسلوبی سے ہوتی تھی۔''

امام ترمذی، ابن سعد اور امام مسلم و بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح لگا تار گفتگو نہیں فرماتے تھے جس طرح تم لگا تار بولتے چلے جاتے ہو بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ جو آپ کے پاس بیٹھتا ہوتا وہ اس گفتگو کو یاد کر سکتا تھا اگر شمار کرنے والا اسے شمار کرنا چاہتا تو اسے گن سکتا تھا۔''

ابو داؤد نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی۔ جسے ہر سننے والا یاد کر سکتا تھا۔

خلعی نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو تھوڑی سی گفتگو فرماتے تم گفتگو کو بکھیرتے چلے جاتے ہو۔''

۲ ایک بات کو تین بار کہنا تا کہ سمجھنے والا اسے سمجھ لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کو تین بار دہراتے تھے تا کہ اس کی سمجھ اچھی طرح آجائے۔"

ابوداؤد نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کی ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو اسے تین بار فرماتے۔"

امام احمد امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے تھے جب گفتگو کرتے تو تین بار دہراتے تھے۔"

ابوسعید نیشا پوری نے شرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے یا آپ سے کچھ پوچھا جاتا تو اسے تین بار فرماتے تا کہ وہ اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔"

ابوبکر الشافعی نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو تین بار گفتگو فرماتے۔"

۳ دوران گفتگو تبسم ریز ہونا

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ محو گفتگو تھے آپ گفتگو میں مسکراتے تھے۔"

امام بخاری اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب آپ گفتگو فرماتے تھے تو گویا کہ نور مبارک دندان مبارک سے نکلتا تھا۔"

۴ گفتگو کے دوران نگاہ پاک آسمان کی طرف اٹھانا

ابوداؤد، قاسم بن اصبغ، بقی بن مخلد نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب آپ محو ہوتے تھے تو ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے" دوسرے الفاظ میں ہے" جب آپ تشریف رکھتے گفتگو فرماتے تو اللہ اکبر فرماتے اور نگاہ پاک کو آسمان کی طرف اٹھاتے۔

۵ طویل خاموشی، قلیل کلام

امام ترمذی، ابوشیخ اور امام بیہقی نے حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورت کے بغیر گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ آپ طویل سکوت فرماتے۔ گفتگو کا آغاز اور اختتام گوشہ دھن سے فرماتے تھے۔ جوامع الکلم سے گفتگو فرماتے ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے جس میں نہ فضول گفتگو ہوتی تھی نہ کوتاہ۔"

حارث بن ابی اسامہ اور امام بیہقی نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب آپ خاموش رہتے تو آپ پروقار ہوتے۔ جب محو گفتگو ہوتے تو آپ پر رونق ہوتی آپ شیریں گفتگو تھے۔"

امام احمد اور ابوبکر الشافعی نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہتے تھے۔"

۶ قبیح امور کا تذکرہ اشارہ سے فرماتے

ابن ماجہ اور امام مسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" رفاعۃ القرظی کی زوجہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ بعد میں میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کیا۔ ان کے پاس کپڑے کی جھالر کی طرح ہے" آپ نے فرمایا" شاید تم حضرت رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو۔ نہیں! حتی کہ تم اس سے اور وہ تم سے وظیفہ زوجیت کی لذت چکھ لو۔"

۷ آپ کا مرحبا کہنا

امام بخاری نے ادب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آپ سے اذن طلب کیا آپ نے ان کی آواز پہچان لی فرمایا" طیب اور مطیب کو خوش آمدید!

اسی کتاب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضرت خاتون جنت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کی چال آپ کی چال کے بالکل مشابہ تھی۔ آپ نے انہیں" مرحبا" کہا پھر انہیں اپنے بائیں یا دائیں بٹھالیا۔"

تنبیہات

۱ حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے فرمایا" آپ گوشہ دہن سے گفتگو فرماتے تھے کیونکہ آپ کا دہن مبارک چوڑا تھا۔ جو کچھ ان لوگوں کے بارے بیان کیا گیا ہے جو باچھیں پھیلا کر گفتگو کرتے ہیں تو ان سے مراد ایسے شخص ہیں جو گفتگو کرتے وقت باچھیں پھیلاتے ہیں باچھوں کو دائیں اور بائیں لے جاتے ہیں اور گفتگو میں فصاحت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲ زادالمعاد میں ہے" آپ ساری مخلوق سے زیادہ فصیح تھے۔ سب سے زیادہ شیریں کلام اور میٹھی گفتگو والے تھے۔ آپ کا کلام دلوں کو موہ لیتا تھا ارواح کو بلند کرتا تھا۔ دشمن بھی اس کی گواہی دیتے تھے جب گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ جدا جدا گفتگو فرماتے تھے۔

دوسرا باب

عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں گفتگو

امام بخاری نے "باب من تکلم بالفارسیہ والرطانۃ" میں ابو شیخ اور ابن حبان نے باب تکلمہ بالفارسیۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اپنا جانور ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیسے ہیں۔ آپ اور چند صحابہ کرام آپ کے ہمراہ آجائیں آپ نے بلند آواز سے فرمایا:

یا اهل خندق ابن جابرا قد صنع سورًا فحی هلا بکم۔

انہوں نے حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں اپنے والد گرامی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے زرد قمیص پہنی ہوئی تھی آپ نے فرمایا "سَنَه سَنَه" دوسرے الفاظ میں یہ سَنَاہ سَنَاہ ہے" حبشہ کی زبان میں اس کا معنی خوبصورت ہے۔ میں مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی۔ مجھے میرے والد گرامی نے ڈانٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو" پھر آپ نے فرمایا "اسے پرانا اور بوسیدہ کر دو۔ اسے پرانا اور بوسیدہ کر دو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی ایک کھجور لی اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا "کخ کخ! اسے پھینک دو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

امام احمد، ابن ماجہ اور ابو شیخ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لے گئے میرے پیٹ میں درد تھا، آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ! اشکنب درد" میں نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا "اٹھو اور نماز پڑھو نماز میں شفا ہے۔"

تنبیہات

1. امام نووی، الطبری، الطیبی، ابن ضحاک رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ سور افارسی کا لفظ ہے۔ صحیح روایات سے ظاہر ہے کہ آپ نے فارسی زبان میں گفتگو فرمائی تھی۔ یہ اس کے جواز کی دلیل ہے الطبری نے لکھا ہے "السُّوْر" سے مراد وہ کھانا ہے جس کی طرف دعوت دی جاتی ہے یا یہ مطلق کھانے کو کہا جاتا ہے۔ یہ فارسی یا حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جبکہ یہ ہمزہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد بقیہ پانی ہے اس جگہ پہلا معنی مراد ہے۔ اسماعیلی نے لکھا ہے السور عربی اور فارسی کا لفظ ہے۔ ان سے کہا تھا۔ اس سے مراد بقیہ پانی نہیں' انہوں نے فرمایا' اگر یہ فالتو اور بقیہ کے معنی میں نہ ہو تو یہ

فارسی زبان کالفظ ہے جس کا معنی ہے جسے دعوت دی جائے۔"

◆ الحافظ لکھتے ہیں "امام بخاری نے ان روایات کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں فارسی میں گفتگو کرنے کی کراہت کا تذکرہ ہے۔ جیسے "اہل آتش فارسی میں گفتگو کریں گے" یا "جس نے فارسی میں گفتگو کی اس کی مروت کم ہو جاتی ہے یا بڑھ جاتی ہے" ان روایات کو حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جو عربی اچھی طرح بول سکتا ہو وہ فارسی میں گفتگو نہ کرے" اس روایت کی سند بہت ہی کمزور ہے۔

◆ کرمانی نے اس امر میں تنازع کیا ہے کہ یہ تینوں الفاظ عجمی ہوں کیونکہ پہلا حرف دو لغتوں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ دوسرے کی اصل "حسنۃ" ہو سکتی ہے اس کے اول کو بطور ایجاز حذف کر دیا ہوا اور تیسرا لفظ اسماء الاصوات میں سے ہو۔

ابن المنیر نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے انہیں ایسے کلام سے مخاطب فرمایا ہو جسے وہ سمجھ سکتے ہو۔ جن کے ساتھ ایک شخص دوسرے کے ساتھ گفتگو نہ کرتا ہو یہ اسی طرح ہے جیسے عجمی کو ایسے کلام سے مخاطب کیا جائے جسے وہ سمجھ نہ سکے اور اس سے اس شخص ہم کلام نہ ہوا جاتا ہو جس سے انسان ملاقات کرے" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی جواب باقی کی طرف سے بھی دیا جا سکتا ہے اور مزید یہ کہ کلمہ کے اول جز کو حذف کر دینے کا جواز معروف نہیں ہے۔"

◆ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اشکنب درد" الشمنی نے شفاء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اشکنب فارسی زبان کالفظ ہے۔ اس کا معنی پیٹ ہے اور درد کا معنی ظاہر ہے ابن الملقن نے اس کے ساتھ تعرض ہی نہیں کیا شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی ابن ماجہ پر تعلیق میں اس کی صحت کے بارے گفتگو نہیں کی۔ ابن الاثیر نے النہایہ میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

◆ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے جس کا انحصار لیث بن سلیم پر نہیں ہے۔ انہیں آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔

ابن اصبھانی نے لکھا ہے "یہ ان کے لیے فرمان نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ فارسی نہ تھے۔ حضرت مجاہد فارسی تھے اس صورت میں حضرت ابو ہریرہ نے حضرت مجاہد سے فارسی میں گفتگو کی ہوگی۔ اشکنب جو کہ فارسی کالفظ ہے اس کا معنی ہے "کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان کی اس بات میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فارسی نہ تھے پھر کہا اس صورت میں فارسی میں گفتگو کرنے والے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں گے انہوں نے حضرت مجاہد سے گفتگو کی ہوگی۔ غور کرو یہ تناقض ہے۔

تیسرا باب

وقتِ گفتگو دستِ اقدس کو حرکت دینا، تعجب کرنا، تسبیح بیان کرنا، سر اقدس کو ہلانا، لب لعلین کو کاٹنا، تعجب کے وقت ران مبارک پر ہاتھ مارنا، لکڑی سے کریدنا، دستِ اقدس سے زمین کو چھونا اور مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ گفتگو یا تعجب کرتے وقت دستِ اقدس کو ہلانا

امام ترمذی نے شمائل میں، ابن سعد، امام بیہقی نے حضرت ھند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ اشارہ فرماتے تو ساری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ تعجب کرتے وقت اسے الٹا کر دیتے تھے گفتگو کرتے وقت انہیں ملا لیتے تھے۔ اپنے دائیں دستِ اقدس کی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے پیچھے مارتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی کے اندر مارتے تھے۔"

❷ تعجب کے وقت تسبیح

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ آپ نے فرمایا "سبحان اللہ! کتنے خزانے اترے ہیں۔ کتنے فتنے اترے ہیں حجرات مقدسہ والیوں کو کون جگائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھ لیں۔ دنیا میں کتنی ہی لباس پہننے والیاں آخرت میں عریاں ہوں گی۔"

❸ تعجب کے وقت سر اقدس کو حرکت دینا اور لب مبارک کو کاٹنا۔

❹ تعجب کے وقت ران مبارک پر دستِ اقدس مارنا

امام بخاری، امام مسلم، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دروازے پر دستک دی۔ فرمایا "کیا تم نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی

"یارسول اللہ ﷺ! جب رب تعالیٰ ہمیں اٹھانا چاہے گا وہ ہمیں اٹھا دے گا۔" جب میں نے اتنی عرض کی تو آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ جب آپ واپس جارہے تو آپ اپنی ران مبارک پر مار رہے تھے۔ آپ فرمارہے تھے:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ (الکہف)

ترجمہ: اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

۵ لکڑی سے زمین کریدنا

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مدینہ طیبہ کے باغ میں ہم آپ کے ساتھ تھے آپ کے دستِ اقدس میں لکڑی تھی جسے آپ پانی پر مار رہے تھے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "ہم کسی جنازہ میں آپ کے ساتھ تھے آپ لکڑی سے زمین کریدنے لگے۔ آپ نے فرمایا "تم میں ہر ایک جنت میں یا دوزخ میں اپنے ٹھکانے سے فارغ ہو چکا ہے صحابہ کرام نے عرض کی "پھر ہم توکل کر کے بیٹھ نہ جائیں" آپ نے فرمایا "عمل کرتے جاؤ ہر ایک کے لیے اسے آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا ہے۔

۶ دستِ اقدس سے زمین کو مَس کرنا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا "جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنے پہلو میں آگ کے بستر کو دیکھ لے۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تو زمین کو اپنے دستِ اقدس سے چھوا۔

۷ سبابہ اور وسطیٰ انگلیوں سے اشارہ

الطبرانی ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور امام بزار نے حضرت بریدہ سے، امام احمد، بزار، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت وھب السوائی سے، الطبرانی نے حضرت سہل سے، ابن سعد اور الطبرانی نے حضرت انس سے، الطبرانی نے جید سند سے حضرت ابوجبیرۃ انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔ جس طرح یہ اور یہ ہے" آپ نے سبابہ اور وسطیٰ کو ملایا۔ ان کے ساتھ اشارہ کیا۔ "قریب تھا کہ یہ مجھ سے سبق لے جاتی۔"

۸ انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنا

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مومن دوسرے مومن کے

لیے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کو مضبوط کرتا ہے" آپ نے انگلیوں کو باہم داخل کیا۔

امام مسلم، امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عشاء پڑھائی پھر ہمارے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر اس لکڑی کی طرف تشریف لے گئے جو مسجد نبوی میں پڑی تھی۔ اس پر ٹیک لگا لی گویا کہ آپ ناراض ہیں دائیں دستِ اقدس کو بائیں دستِ اقدس پر رکھا۔ اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔

امام مسلم کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا" میرے محبوب مکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں" دوسری روایت میں ہے" آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا" رب تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین کو، اتوار کے روز پہاڑوں کو، سوموار کے روز درختوں کو، ناپسندیدہ امر کو منگل کو، نور کو بدھ کو چوپایوں کو جمعرات کو اور حضرت آدم کو جمعۃ المبارک کے دن پیدا کیا۔"

امام بخاری نے حماد بن شاکر کی روایت میں، امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے صحنِ حرم میں آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنے دست اقدس کے ساتھ حالتِ احتباء میں جلوہ افروز تھے۔" امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے" انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسایا ہوا تھا۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تمہاری کیفیت کیا ہو گی۔ زمانہ میں لوگوں کی چھان بین ہوتی ہے۔ ردی قسم کے لوگ باقی رہ گئے ہیں معاہدے اور امانتیں خلط ملط ہو گئے ہیں۔ لوگوں میں باہم اختلاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے اس طرح تھے" آپ نے اپنی مبارک انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا دیں۔"

بزار نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اس قوم میں تمہاری حالت کیا ہو گی جن کے عہد، قسمیں اور امانتیں خلط ملط ہو گئے ہیں۔ وہ اس طرح تھے" آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا دیا۔"

الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا" تم کیسے دیکھو گے؟ جب تمہارا ظہور اس زمانہ میں ہو جس میں ردی قسم کے لوگ ہوں۔ جن کی نذریں اور عہد خلط ملط ہو گئے ہوں۔ حالانکہ وہ پہلے اس طرح جڑے ہوئے تھے" آپ نے مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی" اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا" جسے تم جانتے ہو اسے حاصل کر لو گے جو عجیب لگے اسے چھوڑ دو گے۔ کوئی ایک اپنے نفس کے لیے خاص چیز لے لے گا۔ اور عام امر کو چھوڑ دے گا۔"

الطبرانی نے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"تمہاری حالت اس وقت کیا ہو گی جب تم ردی لوگوں میں ہوں گے وہ اختلاف کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو جائیں گے۔" آپ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ انہوں نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "جسے تم جانتے ہو اسے حاصل کر لینا جسے عجیب سمجھو اسے ترک کر دینا۔"

امام شافعی، امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے صحیح سند جو امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہم اور بنو عبد المطلب ایک ہی چیز ہیں" آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔

امام بیہقی نے زہد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہاری حالت اس وقت کیا ہو گی جب تم گھٹیا قسم کے لوگوں میں ہو گے۔ آپ نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں ملا دیں۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "صبر کرو، صبر کرو لوگوں کے اخلاق میں ان کی مخالفت کرو۔ لوگوں کے اعمال میں ان کی مخالفت کرو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جب کافر بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے مرحبا اور خوش آمدید نہیں کہتی۔ وہ اسے" اس طرح دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں نکل جاتی ہیں" آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے یوں فرمایا۔

امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "سراقہ کھڑے ہوئے۔ عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ ہمارے اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے" حضور اکرم ﷺ اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کیا اور دو دفعہ فرمایا "عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔"

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "سب سے زیادہ حلیم مومن کون ہے؟ میں نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا "جب وہ اختلاف کریں" اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کیا "وہ ان سے زیادہ پاکباز اور وہ سب سے زیادہ حق کو دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ اس کے عمل میں کوتاہی ہو، اگرچہ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہو۔"

تنبیہات

1. امام احمد، امام ابو داؤد، امام ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت کعب بن عجرۃ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی ایک وضو کرے، تو اپنا وضو عمدہ کرے، پھر مسجد کی طرف نکلے۔ وہ اپنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں میں داخل نہ کرے تو وہ نماز میں ہوتا ہے" امام احمد نے حضرت کعب بن عجرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں

نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ مسجد میں میرے پاس تشریف لائے میں نے اپنی انگلیوں کو باہم داخل کیا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا" کعب! جب تم مسجد میں ہو تو انگلیوں کو باہم داخل نہ کیا کرو۔ جب تک تم نماز کے انتظار میں ہوتے ہو تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔"

- الحافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ کی روایت سے علم ہوتا ہے کہ مطلق انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرنا روا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسجد میں جائز ہے جب یہ مسجد میں جائز ہے تو پھر کسی اور جگہ میں اس کا جواز زیادہ ہے انہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے میں نے سفینۃ السلامۃ میں یہ تفصیلات لکھی ہیں۔
- ابن المنیر نے لکھا ہے" تحقیق یہ ہے کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ بے کاریوں کرنے سے روکا گیا ہے" اسماعیلی نے س طرح جمع کیا ہے" نہی کا تعلق اس وقت کے ساتھ ہے جب انسان نماز میں ہو یا نماز کے لیے جارہا ہو۔ کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز ادا کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے۔" ایک قول یہ ہے کہ اس میں نہی کی حکمت یہ ہے کہ یوں کرنا نماز کا انتظار کرنے والے کے لیے نیند لے کر آتے تھی۔ یہ حدیث کے نظام میں سے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی صورت اختلاف کی صورت کے مشابہ ہے یہ اس کے لیے مکروہ ہے جو نماز کے حکم میں ہو۔ تا کہ وہ نہی میں واقع نہ ہو۔ آپ نے نمازیوں سے فرمایا" اختلاف نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے" حافظ مغلطائی نے بخاری شریف کی شرح میں لکھا ہے" بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ روایات جنہیں امام بخاری نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ نہی کی حدیث کے معارض ہیں۔ ابن بطال نے لکھا ہے" نہی کی حدیث صحت میں ان روایات کے برابر ہے۔ اکثر علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نہی کی حدیث نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ امام مالک کا قول ہے۔ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا" لوگ مسجد میں تشبیک کو عجیب سمجھتے ہیں لیکن اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نماز میں مکروہ ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی رخصت دی ہے ان کے لخت جگر سالم نے ہی اس کی رخصت دی ہے وہ نماز میں تشبیک کر لیتے تھے" پھر مغلطائی نے لکھا ہے" تحقیق یہ ہے یہ تشبیک سے نہی اور آپ کی تشبیک میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نہی اس کے لیے ہے جو نماز میں ہو یا نماز کے لیے جا رہا ہو۔ آپ کا یہ فعل نماز میں نہیں اور نہ ہی آپ نماز کے لیے جا رہے تھے۔ ہر روایت اپنے اپنے دائرہ میں ہے۔

❀❀❀❀

چوتھا باب

آپ کی بعض ضرب الامثال

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سامنے ایک کلی لگائی۔ پہلو کی طرف ایک کلی لگائی پھر دوسرے پہلو کی طرف کلی گاڑھی۔ یہ کلی ذرا دور کر کے لگائی۔ پھر فرمایا "کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی "اللہ ورسولہ اعلم" آپ نے فرمایا "یہ انسان ہے۔ یہ اس کی موت ہے یہ اس کی امیدیں ہیں۔ انسان امیدوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اسے رستہ میں ہی موت آجاتی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! رب العزت مردوں کو زندہ کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا "کیا تم اپنی قحط زدہ زمین کے پاس سے گزرے ہو پھر اسی کے پاس سے گزرے ہو تو وہ شاداب ہو" انہوں نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا "مرنے کے بعد جی اٹھنا اسی طرح ہے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ موسم سرما میں کہیں تشریف لے گئے۔ درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "ابوذر! میں نے عرض کی "لبیک یارسول اللہ ﷺ" آپ نے فرمایا "جب مسلمان بندہ رضائے الٰہی کے لیے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رزق کی مثال بیان کی جیسے کہ ایک باغ ہو جس کا ایک دروازہ ہو دروازہ کے ارد گرد کھلا میدان ہو جبکہ دیگر دیوار کے ارد گرد غیر ہموار اور مشکل رستے ہوں۔ جو دروازہ کے رستے سے آئے اسے سب کچھ مل جائے اور وہ سلامت ہی رہے۔ جو دیوار کی طرف سے آئے وہ غیر ہموار رستے اور مشکل راہوں میں پھنس جائے۔ وہ جب اس تک پہنچے تو اس کے لیے وہی رزق ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں لکھ دیا ہو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں آپ کی طرف سے ایک ہزار ضرب الامثال سے واقف ہوا ہوں۔"

❀❀❀❀

پانچواں باب

آپ کا بعض صحابہ کرام کو ویحك، ویلك، تربت یداك و ابیك وغیرہ کہنا

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بدنہ ہانک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا "اس پر سوار ہو جا" اس نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بدنہ ہے" آپ نے فرمایا "اس پر سوار ہو جا" اس نے عرض کی "یہ بدنہ ہے" آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا "ویحک! اس پر سوار ہو جا۔"

امام بخاری نے الادب میں حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یا ھنتاہ! یہ کیا ہے؟"

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابو عقرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا "ہر ماہ ایک روزہ رکھ لیا کرو" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضافہ فرمائیں میرے والدین آپ پر فدا!" آپ نے فرمایا "ایک ماہ میں دو روزے رکھ لیا کرو" میں نے عرض کی "میرے والدین آپ پر فدا! اضافہ کریں۔ میں خود کو قوی پاتا ہوں" آپ نے فرمایا "میں خود کو قوی پاتا ہوں" میں لاجواب ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ میرا رد فرما دیں گے۔ پھر فرمایا ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔"

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اجر کے اعتبار سے کون سا صدقہ افضل ہے" آپ نے فرمایا "امک وابیک" تمہیں بتایا گیا ہے کہ تم صدقہ کرو جبکہ تم صحیح ہو۔ اپنے مال کے بارے حریص ہو۔ فقر کا اندیشہ ہو۔ دولت میں غور وفکر کرتے ہو۔ انتظار نہ کرو حتیٰ کہ روح حلقوم تک پہنچ جائے تو کہو "فلاں کے لیے یہ۔ فلاں کے لیے یہ۔ وہ تو اب فلاں کے لیے ہو چکی ہے۔"

ان ابواب میں آپ سے اذن طلب کرنے، سلام، مصافحہ اور بوسہ لینے کے بارے بیان کیا جائے گا

پہلا باب

اذن طلب کرنے کے بارے آداب

اس باب میں کوئی انواع ہیں:

◆ ۱ آپ کسی کے دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے تھے

امام احمد، ابوداؤد اور امام بخاری نے الادب میں حضرت عبداللہ بن بُشر المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم کے دروازے کے پاس آتے تو دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ دروازہ کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے۔ بلکہ اس کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے۔ فرماتے "السلام علیکم" اگر اجازت ملتی تو اندر تشریف لے جاتے ورنہ واپس آجاتے کیونکہ اس دور میں پردے لٹکانے کا رواج نہ تھا۔

◆ ۲ جسے اذن طلب کرنے کا طریقہ نہ آتا ہو۔ اسے اذن مانگنے کا طریقہ سکھانا اور اذن طلب کرنے والے کا صرف "میں" کہنے کو ناپسند کرنا"

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت زید بن جراش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے آپ سے اجازت طلب کی۔ آپ اس وقت حجرہ مقدسہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا "کیا میں اندر گھس سکتا ہوں" آپ

نے اپنے خادم سے فرمایا "اس کے پاس جاؤ اور اس سے اذن طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ" اسے کہو کہ وہ یوں کہے "السلام علیکم" کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں" اس شخص نے آپ کا یہ فرمان سماعت کر لیا۔ اس نے عرض کیا "السلام علیکم" کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں" آپ نے اذن دے دیا۔ وہ اندر آ گیا۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں اس قرض کے سلسلے میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا جو میرے والد گرامی پر تھا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی آپ نے پوچھا "کون؟" میں نے کہا "میں" آپ باہر تشریف لائے آپ نے فرما رہے تھے "میں میں! گویا کہ آپ نے اسے نا پسند فرمایا۔"

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت کلدہ بن حنبل سے روایت کیا ہے۔ کہ صفوان بن امیہ نے انہیں فتح مکہ کے روز دودھ، کھجور کی گوند اور چھوٹے کھیرے دے کر بھیجا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے میں تشریف فرما تھے۔ میں داخل ہو گیا مگر میں نے اذن طلب نہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واپس جاؤ السلام علیکم کہو اور کہو" کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔"

۳ اذن کے بغیر شگاف میں سے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دینے کا ارادہ فرمانا

امام بخاری نے الادب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی حجرہ مقدسہ کے پاس آیا اس کے دروازے کے شگاف میں سے اندر جھانکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر لیا یا تیز دھار والی لکڑی لی۔ اعرابی کی طرف آئے تا کہ اس کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ وہ بھاگ گیا فرمایا "اگر تو ٹھہرا رہتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔"

امام بخاری نے ادب میں حضرت سھل بن سعد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک شخص نے آپ کے حجرہ مقدسہ کے دروازے کے شگاف میں جھانکا۔ آپ کے دست اقدس میں کنگھی تھی جسے آپ سر اقدس پر پھیر تے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا "اگر مجھے علم ہو جاتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں تیر کے ذریعے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ آپ نے فرمایا: "اذن طلب کرنا اہل بصر پر لازم ہے۔"

۴ اذن طلب کرنے کی کیفیت

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو فرمایا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہلکا سا جواب دیا" میں نے کہا "کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن نہیں دیں گے؟ انہوں نے کہا "تا کہ آپ کا ہم پر کثرت سے سلام ہو" پھر آپ نے فرمایا "جو کچھ ہم پر تھا۔ اسے ہم نے ادا کر دیا ہے۔"

۵ تین بار اذن طلب کرنے کے باوجود اذن نہ ملنے پر آپ کا واپس ہو جانا

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے ام طارق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی لونڈی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اذن طلب کیا لیکن حضرت سعد خاموش رہے۔ پھر آپ نے اذن طلب کیا۔ حضرت سعد خاموش رہے۔ پھر اذن طلب کیا اور آپ واپس آنے لگے حضرت ام طارق کہتی ہیں "حضرت سعد نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا عرض کی: "ہمیں کسی چیز نے آپ کو اذن دینے سے نہیں روکا مگر ہم نے ارادہ کیا کہ آپ گفتگو میں اضافہ فرمائیں۔"

۶ اذن طلب کرنے والے کے جواب میں آپ کا لبیک کہنا

ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کو تین بار بلایا۔ آپ نے ہر بار اس کے جواب میں لبیک لبیک کہا۔

❁❁❁❁

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کے بارے

اس باب میں کوئی انواع ہیں۔

❶ بار بار سلام کرنا

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام فرماتے تو تین بار سلام فرماتے تاکہ وہ سمجھ میں آجائے۔

❷ بچوں اور خواتین کو سلام کرنا

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے۔ انہیں سلام کیا اور فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔"

ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے بچوں کے پاس تشریف لائے جو کھیل رہے تھے آپ نے انہیں سلام کیا، ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے کسی پیغام کے ساتھ بھیجا خود دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں واپس آگیا انہوں نے اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم خواتین کے پاس سے آپ گزرے تو آپ نے ہمیں سلام کیا۔"

امام ترمذی اور امام بخاری نے الادب میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک دن مسجد میں آپ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم خواتین کا گروہ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے سلام کرنے کے لیے دست اقدس کا اشارہ کیا۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابویعلیٰ نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا۔

امام بخاری نے ادب میں حضرت اسماء بنت یزید الانصاریہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے میں اپنی سہیلیوں کے پاس تھی۔ آپ نے ہمیں سلام کیا۔

۳ جب کسی کی طرف سے آپ کو سلام پہنچایا جاتا تو آپ کیا فرماتے

امام احمد اور امام ابو داؤد نے غالب قطان سے وہ بنو نمیر کے ایک شخص سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی "میرے والد گرامی آپ کو سلام عرض کرتے ہیں" آپ نے فرمایا "تم پر اور تمہارے باپ پر سلام۔"

۴ یہودیوں کو جواب دینے کی کیفیت

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "یہود کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا "السام علیک" آپ نے فرمایا "علیکم" حضرت ام المؤمنین نے کہا "السام (پتھر) تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب تم پر ہو" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عائشہ! نرمی اختیار کرو۔ فحش سے بچو۔ انہوں نے عرض کی "کیا آپ سن نہیں رہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا "جو میں نے کہا ہے کہ تم نے اسے نہیں سنا۔ میں نے ان کا جواب دے دیا ہے۔ ان کے بارے میری دعا قبول کر دی گئی ہے لیکن میرے بارے ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔"

امام بخاری نے ادب میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ مسجد میں سے گزرے، وہاں خواتین کا گروہ بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے دائیں دستِ اقدس سے سلام کیا۔"

مسدد نے مرسل روایت کیا ہے کہ ابو برزہ نے فرمایا کہ ایک مشرک شخص نے آپ کی طرف سلام کے ساتھ خط لکھا آپ نے بھی مکتوب گرامی میں سلام کے ساتھ اس کا جواب دیا۔

۵ دستِ اقدس سے سلام کا اشارہ

امام بخاری نے الادب میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں سے گزرے۔ کچھ خواتین وہاں بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے انہیں سلام کیا۔

۶ گناہ کا صدور کرنے والے کو نہ سلام کرنا نہ سلام کا جواب دینا حتیٰ کہ اس کی توبہ واضح ہو جائے

حضرت ابو برزہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مشرک شخص نے آپ کی طرف سلام لکھا۔ آپ نے اسے واپس جواب میں سلام لکھوایا۔ امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت میں بیان کیا جس میں غزوہ تبوک میں ان کے پیچھے رہ جانے کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو منع کر دیا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ کلام کریں۔ میں آپ کی خدمت میں آتا۔ سلام عرض کرتا۔ دل میں کہتا اور کیا سلام کا جواب دینے کے لئے آپ کے لب مبارک نے حرکت کی ہے یا نہیں"، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ہماری توبہ کے بارے بتا دیا

جب آپ نے نماز صبح ادا کی۔

ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایسا شخص گذرا۔ جس نے سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔

امام احمد، امام ابو داؤد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے۔ انہوں نے مجھے زعفران کی خوب خوشبو لگائی۔ صبح میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ لیکن آپ نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ نہ ہی مجھے خوش آمدید کہا آپ نے فرمایا "فرشتے نہ تو کافر کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ نہ ہی زعفران کی خوشبو لتھیڑنے والے کے پاس اور نہ ہی جنبی کے پاس آتے ہیں۔"

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک شخص بحرین سے آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ کو سلام عرض کیا لیکن آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس نے ریشم کا جبہ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ وہ شخص غمزدہ ہو کر چلا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرا جبہ اور سونے کی انگوٹھی دیکھ لی تھی۔ انہیں اتار پھینکو۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس نے اسی طرح کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کی "میں ابھی ابھی آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ مگر آپ نے اعراض فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا "تمہارے ہاتھ میں آگ کا انگارہ تھا۔"

انہوں نے الادب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی قوم کے پاس سے گزرے جس میں سے ایک شخص نے زعفران لگا رکھا تھا۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا۔ انہیں سلام کیا مگر اس شخص سے اعراض فرمایا۔ اس شخص نے عرض کی "آپ نے مجھ سے اعراض کیا" آپ نے فرمایا "تمہاری آنکھوں کے مابین آگ کا انگارہ ہے۔"

سلام پہنچانا

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا "یارسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں وہ آپ کے پاس آئی ہیں۔ ان کے پاس برتن ہے جس میں کھانا ہے اس میں سالن اور مشروب ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں آرہی ہیں۔ انہیں اپنے رب تعالیٰ اور میری طرف سے سلام کہنا۔ انہیں جنت میں ایسے محل کی بشارت دیں جو موتیوں کا بنا ہے۔ جس میں نہ شور و غل ہے نہ ہی تھکاوٹ ہے۔"

امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت جبرائیل بارگاہِ

رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور کہا "رب تعالیٰ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتا ہے" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا "رب تعالیٰ خود سلام ہے۔ حضرت جبرائیل امین پر سلام، رب تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہو۔"

۸ جو داخل ہوا اور سلام عرض نہ کیا اسے واپس بھیج دیا

امام بخاری نے الادب میں حضرت کلدہ بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ صفوان بن امیہ نے انہیں دودھ، کھجور کی گوند اور کھیرے دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالائی حصہ میں تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا مگر آپ کو سلام نہ کیا۔ نہ ہی اذن طلب کیا آپ نے فرمایا، واپس جاؤ یوں کہو السلام علیکم! کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔" یہ حضرت صفوان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد کا واقعہ ہے۔

۹ آپ کا تین بار سلام کہنا اور اجازت نہ ملنے پر واپس لوٹ جانا

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت ام طارق حضرت سعد کی لونڈی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد کے پاس تشریف لائے آپ نے اذن طلب کیا۔ حضرت سعد خاموش ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ اذن طلب فرمایا وہ پھر خاموش رہے۔ آپ نے پھر اذن طلب کیا حضرت سعد نے جواب نہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے حضرت سعد نے مجھے بھیجا کہ ہمیں آپ کو جواب دینے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ آپ اضافہ کرتے جائیں۔

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ آپ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ ان کے پاس آئے سلام کیا۔ آپ کو اذن نہ ملا آپ نے دوسری اور تیسری بار اجازت مانگی مگر آپ کو اذن نہ ملا آپ نے فرمایا "ہم پر جو تھا ہم نے اسے ادا کر دیا ہے" پھر آپ واپس آ گئے۔ حضرت سعد نے اذن دے دیا۔ انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جتنی بار آپ نے سلام ارشاد فرمایا میں سنتا رہا اس کا جواب دیتا رہا۔ لیکن میں نے چاہا کہ آپ مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر زیادہ سے زیادہ سلام بھیجتے رہیں۔

۱۰ سونے والوں میں سے جاگنے والے کو سلام کرنے کا انداز

امام بخاری نے الادب میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے۔ آپ یوں سلام کرتے جو سونے والے کو نہ جگاتا اور بیدار شخص اسے سن لیتا۔"

تیسرا باب

مصافحہ، معانقہ اور بوسہ لینا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ کے مصافحہ کے بارے

امام احمد نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت براء بن عازب سے ملاقات کی انہوں نے مجھے سلام کیا انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور میرے سامنے مسکرائے۔ انہوں نے کہا" کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ اس طرح کیوں کیا ہے؟ میں نے کہا" میں نہیں جانتا" لیکن میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ صرف بھلائی کے لیے کیا ہے۔" انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے میرے ساتھ ملاقات کی۔ آپ نے میرے ساتھ اسی طرح کیا جس طرح میں نے تمہارے ساتھ کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے ہی جواب دیا جو جواب تم نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا" جو بھی دو مسلمان باہم ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے وہ اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ اس کا ہاتھ صرف اللہ تعالیٰ پکڑتا ہے۔ وہ دونوں جدا نہیں ہوتے مگر رب تعالیٰ اس کی بخشش کر دیتا ہے۔"

امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی صحابی سے ملاقات کرتے تو اسے مس فرماتے اور اس کے لیے دعا مانگتے۔

امام احمد نے عنزہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوذر سے اس وقت عرض کی جب وہ شام گئے۔ اس نے کہا:" میں چاہتا ہوں کہ میں آپ سے حضور اکرم ﷺ کی حدیث پاک کے بارے سوال کروں۔" حضرت ابوذر نے فرمایا" پھر میں تمہیں بتا دوں گا بشرطیکہ اس میں کوئی راز نہ ہو۔" میں نے کہا" اس میں راز کی کوئی بات نہیں۔ کیا حضور اکرم ﷺ جب تم سے ملتے تھے تو تم سے مصافحہ کرتے تھے" انہوں نے کہا" میں نے جب بھی آپ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا ایک دن آپ نے میری طرف پیغام بھیجا میں اس وقت گھر میں موجود نہ تھا جب میں آیا تو مجھے آپ کے بارے بتایا گیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ چارپائی پر تھے آپ نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔" یہ بہت عمدہ اور بہتر جواب تھا۔

۲ آپ کے دستِ اقدس اور مبارک پاؤں چوم لینا

ابن ماجہ نے صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک قوم نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لیے۔

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔

امام احمد، شیخین اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "کچھ اعرابی آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے پوچھا "کیا تم اپنے بچوں کے بوسے لیتے ہو؟" انہوں نے کہا "ہاں!" اعرابیوں نے کہا "لیکن ہم تو اپنے بچوں کا بوسہ نہیں لیتے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے تم سے رحمت کو چھین لیا ہے۔"

شیخین نے الادب میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو گفتگو میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہو۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں آپ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ انہیں خوش آمدید کہتے اور ان کا سر اقدس چوم لیتے۔ انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اٹھ کر آپ کا استقبال کرتیں آپ کا دست اقدس تھام لیتیں۔ خوش آمدید کہتیں۔ ہاتھ مبارک چوم لیتیں۔ اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ وہ آپ کے پاس آپ کے مرض وصال میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔

امام بخاری نے ادب میں، ابویعلیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم کسی غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑی۔ ہم نے کہا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ملاقات کریں گے؟ ہم نے راہ فرار اختیار کیا ہے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ (الانفال)

ترجمہ: اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو، تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

ہم نے کہا: "ہم مدینہ طیبہ نہیں جائیں گے نہ ہی ہمیں کوئی دیکھے گا۔" ہم نے کہا "کاش ہم مدینہ طیبہ جائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد باہر تشریف لائے۔" ہم نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم راہِ فرار اختیار کرنے والے ہیں" آپ نے فرمایا "تم حملہ کرنے والے ہو۔ ہم نے عرض کی وہاں! آپ نے فرمایا "میں بھی تمہارا گروہ ہوں۔"

❁❁❁❁

آپ کے بیٹھنے، تکیہ لگانے، قیام کرنے اور چلنے کے انداز

پہلا باب

آپ کے بیٹھنے اور تکیہ لگانے کا انداز

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

① آپ کو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو محفل میں جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا آپ نے حکم دیا۔

② بیٹھنے کے انداز، احتباء کی حالت میں بیٹھنا

اس میں کئی انواع ہیں:

① قرمضاء حالت میں بیٹھنا

(قرمضاء بیٹھنے کی ایک خاص حالت ہے جس میں انسان اپنے پاؤں پر بیٹھتا ہے۔ اور اپنی رانیں پنڈلیوں سے ملا لیتا ہے)۔ امام بخاری نے ادب میں اور ابویعلیٰ نے حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ قرمضاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

ابونعیم نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب بھی آپ بیٹھتے تھے آپ حالت قرمضاء میں بیٹھتے تھے۔

۲ چارزانو ہو کر بیٹھنا

امام بخاری نے ادب میں حضرت حنظلہ بن خذیم رضی اللہ عنہ س روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو چارزانو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' جب آپ نماز فجر ادا فرما لیتے تو اپنی محفل میں چارزانو ہو کر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

۳ حالت احتباء میں تشریف رکھنا

(احتباء کی حالت یہ ہے کہ انسان اپنے گھٹنے کھڑا کرے اور انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے گھیر لے) امام بخاری نے الادب میں حضرت سلیم بن جابر ہجیمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ اپنی چادر میں حالت احتباء میں تشریف فرما تھے۔ اس کا جھالر آپ کے قدمین شریفین پر تھا۔

امام بخاری نے ادب میں، امام نسائی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ تھا آپ حالت احتباء میں بیٹھ گئے۔

ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' جب آپ بیٹھتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء فرما لیتے تھے۔'' بزار نے اضافہ کیا ہے کہ آپ اپنی دونوں گھٹنوں کو بلند فرما لیتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' میں نے آپ کو صحن حرم میں دیکھا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس طرح احتباء کیا ہوا تھا۔

حسن بن سفیان نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں پر احتباء فرما لیتے تھے۔ آپ ٹیک نہ لگاتے تھے۔

ابن عدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' جب آپ اپنی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو اپنے ہاتھوں سے احتباء فرما لیتے۔

ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' جب آپ بیٹھتے تھے تو حالت احتباء میں بیٹھتے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے یا کپڑے سے احتباء کر لیتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے ابوعروبہ محمد بن موسیٰ کے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے خانہ کعبہ کے سامنے آپ کی زیارت کی آپ اپنے دونوں دست اقدس کے ساتھ حالت احتباء میں تشریف فرما تھے۔

۲ محو گفتگو ہوتے وقت نگاہ پاک کو آسمان کی طرف اٹھانا

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "جب آپ بیٹھ کر گفتگو فرماتے تو اکثر نگاہ ناز کو آسمان کی طرف اٹھاتے۔"

۳ تکیہ لگانا

ابن سعد نے حضرت زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ مراد میں سے ایک شخص آیا جسے صفوان بن عسال کہا جاتا تھا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اپنی سرخ چادر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔

دارمی، ترمذی، ابوعوانہ، ابن حبان، ابن سعد اور ابن عدی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بائیں طرف تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

ابو شیخ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ آپ اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے جس پر تصاویر تھیں۔"

۴ چادر کے ساتھ ٹیک لگا لینا

ابن ابی شیبہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خانہ کعبہ میں چادر کی ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔

۵ کنویں کی منڈیر پر پاؤں لٹکا کر اور پنڈلیاں ننگی کر کے بیٹھنا

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک روز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے باغ میں تشریف لے گئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب آپ باغ کے اندر چلے گئے تو اس کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "میں آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ آپ نے قضائے حاجت فرمائی اور کنویں کی منڈیر پر جلوہ فرما ہو گئے اپنی مبارک پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیا اور انہیں کنویں میں لٹکا دیا۔ الطبرانی نے الاوسط میں ثقہ راویوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الاعواف کے مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے کنویں میں اپنی ٹانگیں لٹکا دیں۔ مبارک پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا "بلال! انہیں اجازت دو۔ اور انہیں جنت کی بشارت دو" وہ اندر آ گئے آپ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ پاؤں کنویں میں لٹکا دیے اور پنڈلیوں کا کپڑا اٹھا دیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا "بلال! انہیں اجازت دو اور جنت

کی بشارت دو" وہ اندر آئے وہ آپ کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور پاؤں کنویں میں لٹکا دیے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا "انہیں اجازت دو۔ انہیں جنت کی بشارت دو۔ مگر انہیں کچھ مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اندر آئے۔ آپ نے ان کے لیے جگہ بنائی۔ انہوں نے بھی اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔"

۶ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھنے کے انداز

ابن ابی شیبہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "آپ نے اپنے کسی بھی ہم نشین کے سامنے گھٹنے نہ کھڑے کیے تھے اور نہ ہی کسی کا ہاتھ چھوڑنے میں جلدی فرماتے حتیٰ کہ وہ خود ہی ہاتھ چھوڑ دیتا۔ اگر کوئی آپ کی محفل میں حاضر ہوتا تو اس کے اٹھنے سے قبل آپ اٹھ کر تشریف نہ لے جاتے تھے۔ میں نے کبھی ایسی چیز نہ دیکھی تھی جو آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشگوار ہو۔"

۷ صحابہ کرام میں آپ کہاں بیٹھتے تھے

ابن ضحاک حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ صحابہ کرام حلقہ در حلقہ آپ کے ارد گرد حاضر ہوتے تھے۔ آپ ان کے وسط میں جلوہ نما ہوتے تھے۔ آپ ایک طرف، پھر دوسروں کی طرف پھر اور طرف رخ انور فرما کر ان کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔

امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے ان دونوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان بیٹھتے تھے۔ اہل عرب آتے تھے وہ نہ جانتے تھے کہ آپ کہاں ہیں؟ حتیٰ کہ انہیں آپ کے بارے پوچھنا پڑتا۔ ہم نے آپ سے عرض کی کہ ہم آپ کے لیے چبوترہ بنا دیں تا کہ آپ کو دیکھ کر عرب پہچان لیں۔ ہم نے آپ کے لیے مٹی کا چبوترہ بنا دیا آپ اس پر تشریف فرما ہوتے تھے ہم صفیں بنا کر نیچے حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ابن ضحاک نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا بقیع الغرقد میں ہم نے ایک جنازہ میں شرکت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

۸ لیٹنے کے بارے

امام احمد نے حضرت عباد بن تمیم سے اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ کو دیکھا آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ایک ٹانگ مبارک کو دوسری ٹانگ مبارک پر رکھا ہوا تھا۔

۹ آپ اپنی محفل میں کیا کہتے تھے

امام ترمذی اور ابن السنی اور امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی محفل سے اٹھتے تو اپنے صحابہ کرام کے لیے ان کلمات سے دعا مانگتے:

اللهم اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا و بين معاصيك و من طاعتك ما تبلّغنا به جنتك و من اليقين ما يهوم عينا مصيبات الدنيا و متعنا باسماعنا و ابصارنا و قوتنا ما احييتنا و اجعله الوارث منا۔ و اجعل ثارنا على من ظلمنا وا انصرنا على من عادانا و لا تجعل مصيبتنا فى ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا و لا مبلغ علمنا و لا تسلط علينا من لا يرحمنا۔

تنبیہ

علامہ قوسانی نے لکھا ہے کہ علمائے کرام نے اس حدیث پاک کو مشکل گمان کیا ہے کہ آپ کی سماعت اور بصارت آپ کے بعد دیگر اعضاء کو چھوڑ کر آپ کی وارث کیسے بنے گی؟ علماء نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرات ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرنے کا ارادہ کرتے تھے کیونکہ دین میں ان کا مقام وہی تھا جو سر میں سے آنکھوں اور کانوں کا مقام ہوتا ہے گویا کہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ آپ اپنی حیات طیبہ میں ان کے ساتھ لطف اندوز ہوں اور آپ کے وصال کے بعد وہ نبوت کی خلافت کے وارث بنیں علمائے کرام نے اس کے علاوہ اس حدیث پاک کی اور کوئی تاویل اور وجہ نہیں لکھی۔

❁❁❁❁

دوسرا باب

آپ کے قیام کے بارے

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ جب آپ کھڑے ہوتے اور آپ کا ارادہ ہوتا کہ آپ واپس آجائیں گے

ابویعلیٰ نے ضعیف سند سے، ابوداؤد اور الطبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے تو ہم آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ جب آپ واپس آنے کا ارادہ رکھتے تو آپ نعلین پاک وہیں چھوڑ جاتے یا اپنی چیز وہیں چھوڑ جاتے۔ اس سے صحابہ کرام کو علم ہو جاتا وہ وہیں ٹھہر جاتے۔ ایک دفعہ آپ اٹھے۔ اپنے نعلین پاک وہیں چھوڑ گئے۔ میں نے پانی کا لوٹا لیا اور آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ واپس آ گئے آپ نے قضائے حاجت نہ فرمائی۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف نہیں لائے تھے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں! لیکن ایک آنے والے نے رب تعالیٰ سے یہ آیت طیبہ میرے پاس لائی ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ (النساء)

ترجمہ: اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر۔ پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا۔

اسی سے قبل پھر یہ آیت طیبہ بڑی شاق گزری تھی۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ

ترجمہ: جو عمل کرے گا برے اسے سزا ملے گی اس کی۔

میں نے ارادہ کیا کہ اپنے صحابہ کرام کو یہ بشارت دوں میں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔ اگرچہ اس نے بدکاری کی ہو پھر وہ مغفرت طلب کرے، رب تعالیٰ اسے بخش دے گا'' آپ نے فرمایا ''ہاں!'' میں نے عرض کی ''اگر اس نے بدکاری اور چوری کی ہو پھر وہ مغفرت طلب کرے تو رب تعالیٰ اسے معاف کر دے گا'' آپ نے فرمایا ''ہاں! جب میں نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا ''ہاں! عویمر کی ناک کو خاک آلود کر کے''

◆ مجلس سے اٹھتے وقت آپ کیا فرماتے تھے

عبدالرزاق نے الجامع میں ابوعثمان فقیر سے، ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد، امام نسائی، امام حاکم اور ابن مردویہ نے ابوبرزہ اسلمی سے، ابن ابی شیبہ نے ایک صحابہ سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت رافع بن خدیجہ سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوعالیہ سے روایت کیا ہے ابوعثمان اور ابوعالیہ نے کہا "حضرت جبرائیل نے آپ کو بتایا کہ جب آپ کسی مجلس سے اٹھیں تو یہ کلمات پڑھ لیں، حضرت ابوبرزہ نے فرمایا "جب آپ کسی محفل سے اٹھنے لگتے تھے تو یہ کلمات پڑھ لیتے تھے "سبحانك اللهم و بحمدك اشهد ان لااله الاانت استغفرك و اتوب اليك" حضرت ابوبرزہ نے فرمایا "ایک شخص نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ اب آپ ایسے کلمات پڑھتے ہیں جنہیں پہلے نہیں پڑھتے تھے کیا یہ مجلس میں سرزد ہونے والی لغزشوں کا کفارہ ہے؟ آپ نے فرمایا" یہ کلمات مجھے حضرت جبرائیل امین نے بتائے ہیں یہ مجلس میں سرزد ہونے والی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔"

محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی الدنیا اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب آپ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا نماز پڑھتے تو آپ کچھ کلمات پڑھ لیتے۔ میں نے آپ سے ان کلمات کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا" اگر تم نے بھلائی کی بات کی ہوگی تو یہ روز حشر تک ان پر مہر ہوں گے۔ اگر بری بات کی ہوگی تو یہ ان کا کفارہ بن جائیں گے" وہ کلمات یہ ہیں" سبحانك اللهم و بحمدك لااله الاانت أستغفرك و اتوب اليك۔"

امام نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے" جس نے کسی محفل سے اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھ لیے تو اس مجلس میں اس سے سرزد ہونے والی ساری خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔"

❁❁❁❁

تیسرا باب

رفتار مبارک

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱ چال مبارک کی ھیئت

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ تیز رفتاری سے چلتا ہو۔گویا کہ زمین آپ کے نیچے سمٹ رہی ہوتی جب ہم آپ کے ساتھ چلتے تو ہم پوری کوشش کر رہے ہوتے جبکہ آپ کو کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی۔"

ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ہم کسی جنازہ میں شریک تھے۔جب میں چلتا تو آپ مجھ سے آگے نکل جاتے میں دوڑ کر آپ کے آگے نکل جاتا" ایک شخص نے میری طرف توجہ کی میں نے اسے بتایا" زمین آپ کے لیے اور حضرت خلیل علیہ السلام کے لیے سمیٹ دی جاتی تھی۔"

ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو آپ عصا مبارک کی ٹیک لگا کر چلتے تھے۔

ابن ضحاک، ابن سعد ابوالحکم سیار بن ابی سیار سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب آپ چلتے تھے تو پوری قوت سے چلتے تھے آپ کسی سست اور کاہل کی طرح نہیں چلتے تھے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب آپ چلتے تو پوری طاقت سے چلتے تھے جس میں سستی کا نام تک نہ ہوتا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت مرثد بن ابی مرثد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب آپ چلتے تو تیزی سے چلتے تھے حتیٰ کہ آدمی بھاگ کر بھی آپ کو نہ پا سکتا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب آپ چلتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ آپ بلندی سے نشیبی علاقے کی طرف جا رہے ہیں۔جب آپ چلتے تو قدم جما کر چلتے تھے پوری ثابت قدمی کے ساتھ چلتے۔"

امام بخاری نے ادب میں اور ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب آپ چلتے تھے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔جب آپ چلتے تو پوری ثابت قدمی کے ساتھ چلتے۔"

ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم ﷺ جب چلتے تھے تو آگے زور دے کر چلتے تھے جیسے کہ آپ بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔"

ان سے ہی روایت ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو خوب قدم جما کر چلتے تھے گویا کہ آپ بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو پاؤں جما کر چلتے تھے۔انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو خوب پاؤں جما کر چلتے تھے۔انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ چلتے تو خوب پاؤں جما کر چلتے گویا کہ آپ بلندی سے نیچے آرہے ہوں۔"

امام بیہقی نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"جب آپ چلتے تو پورے قدم جما کر چلتے گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہوں۔آپ نرمی سے مگر تیز رفتاری سے چلتے تھے گویا کہ بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔یا گویا کہ نشیبی علاقہ میں اتر رہے ہوں۔جب توجہ فرماتے تو پوری طرح توجہ فرماتے صحابہ کرام کو آگے آگے چلاتے۔جلدی فرماتے اور جو بھی آپ سے ملتا آپ اسے سلام فرماتے۔"

ابن ضحاک نے الشمائل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب چلتے تھے تو پورے قدم جما کر چلتے تھے گویا کہ آپ بلندی میں چل رہے ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"جب سرور عالم ﷺ چلتے تھے تو پوری قوت سے چلتے تھے۔جس میں سستی نہ ہوتی تھی۔"

انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا"جب آپ چلتے تو لوگ آپ کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"میں نے آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھی۔واپس آیا جو واپس آگیا۔ٹھہرا رہا جو وہاں ٹھہرا رہا۔حضور اکرم ﷺ تیزی سے تشریف لائے آپ کا سانس پھولا ہوا تھا۔آپ نے مبارک گھٹنوں سے کپڑا اٹھا رکھا تھا۔آپ نے فرمایا"خوش ہو جاؤ۔یہ تمہارا رب تعالیٰ ہے۔جس نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا ہے۔وہ ملائکہ کے سامنے تمہارے بارے فخر کر رہا ہے۔وہ کہہ رہا ہے"میرے بندوں کو دیکھو انہوں نے ایک فریضہ ادا کر دیا ہے۔وہ دوسرے کا انتظار کر رہے ہیں۔"

۲ پوری طرح توجہ فرما ہوتے

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا"حضور اکرم ﷺ چلتے وقت توجہ فرما نہ ہوتے تھے۔بعض اوقات آپ کی مبارک چادر درخت یا اور کسی چیز کے ساتھ اٹک جاتی۔مگر آپ توجہ نہ فرماتے تھے۔صحابہ کرا

مسکراتے تھے۔ وہ آپ کی التفات سے امن میں تھے۔"

امام بخاری نے الادب میں اور ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ توجہ فرماتے تو پوری طرح توجہ فرماتے۔

ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری طرح چہرہ انور کرتے اور پوری طرح کمر مبارک کرتے تھے۔"

انہوں نے حضرت ھند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب التفات فرماتے تو پوری طرح التفات فرماتے۔ جب کمر انور کرتے تو پوری طرح کمر کرتے۔"

ابو بکر بن ابی خیثمہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ توجہ فرما ہوتے تو پوری طرح توجہ فرما ہوتے۔ جب کمر انور کرتے تو پوری طرح کمر انور کر لیتے۔"

ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چشمان مقدس کے پچھلے حصہ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور انہیں دائیں بائیں نہ کرتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ پوری طرح رخ انور کرتے تھے اور پوری طرح کمر کرتے تھے۔" انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ توجہ فرماتے تو پوری طرح توجہ فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ توجہ فرما ہوتے تھے تو پوری طرح توجہ فرما ہوتے۔

◆ ۳ ننگے پاؤں اور نعلین پہن کر چلنا

بزار نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین پاک پہن کر اور ننگے پاؤں چلتے تھے۔"

◆ ۴ کسی معاملہ کے لیے الٹے پاؤں چلنا

انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے اور امام ترمذی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک روز باہر آئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مقدسہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ حجرہ مقدسہ کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دستک دی۔ آپ نے آگے بڑھ کر میرے لیے دروازہ کھولا۔ پھر الٹے پاؤں چلتے ہوئے نماز کی طرف آ گئے اور اپنی نماز مکمل کر لی۔"

۵ بعض صحابہ کرام کا ہاتھ پکڑ کر چلنا اور بعض کے ساتھ ٹیک لگا کر چلنا

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''میں کسی دن ضروری کام کے لیے نکلا اچانک میں نے آپ کی زیارت کرلی۔آپ میرے آگے آگے چل رہے تھے۔آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا ہم مل کر چلنے لگے۔انہوں نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا''ابوامامۃ!بعض اہل ایمان کے لیے میرا دل نرم ہو جاتا ہے۔''

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا۔میں آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہم مل کر چلنے لگے۔''

امام احمد،امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔میں حالت جنابت میں تھا۔آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ آپ نے کافی فاصلہ طے کیا۔

امام احمد اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت بشیر بن خصاصیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ''میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔آپ نے فرمایا''ابن خصاصیہ!تم نے صبح اس حالت پر کی کہ رب تعالیٰ سے کسی امر کی وجہ سے ناراض نہیں ہوئے۔اور وقت صبح اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر چل رہے ہو۔''

میں نے عرض کی''میں نے اس حالت پر صبح کی کہ میں رب تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے بھی ناراض نہیں ہوا۔رب تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کی بھلائی عطا کر دی ہے۔''

الطبرانی نے جید سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔آپ نے فرمایا''ابوذر!کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے سامنے ایک مشکل گھاٹی ہے۔اس پر وہی چڑھیں گے جن کا بوجھ ہلکا ہوگا۔''

۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے چلنا

ابن ابی شیبہ،امام احمد،اور حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''آپ کے صحابہ کرام آپ کے آگے آگے چلتے تھے اور آپ کے پیچھے ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔''

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''میرے آگے چلا کرو اور میرے پیچھے ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑ دیا کرو۔

۷ تیز رفتاری سے چلنا

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے ضعیف سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جھکی ہوئی دیوار دیکھی۔ آپ وہاں سے تیزی سے چلے۔ آپ سے عرض کی گئی تو فرمایا" میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں "۔

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ تیزی سے تشریف لائے۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے آپ کی تیزی کی وجہ سے ہم گھبرا گئے۔ جب آپ ہم تک پہنچے تو آپ نے ہمیں سلام کیا پھر فرمایا" میں تمہارے پاس اس لیے تیزی سے آیا ہوں تاکہ تمہیں لیلۃ القدر کے بارے بتاؤں لیکن میں اس وجہ سے بھول گیا ہوں جو میرے اور تمہارے مابین ہے اسے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو"۔

تنبیہات

۱ زاد المعاد میں ہے کہ آپ ننگے پاؤں اور نعلین پاک پہن کر دونوں طرح چلتے تھے میں کہتا ہوں آپ اکثر نعلین پاک پہن کر چلتے تھے۔ آپ کبھی کبھار ننگے پاؤں بھی چلتے تھے۔ امام غزالی نے" احیاء علوم الدین" میں لکھا ہے۔ حافظ العراقی نے بھی اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ اٹھے ہم بھی آپ کے ہمراہ اٹھے۔ ہماری تعداد دس سے زائد تھی۔ ہم نے نہ تو جوتے نہ ہی خفین، نہ ٹوپیاں اور نہ ہی قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ ہم شوریدہ زمین میں چلے" آپ ایک صحابی کے ساتھ یا بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تھے وہ آپ کے آگے آگے چلتے تھے۔ آپ ان کے پیچھے ہوتے تھے۔ آپ فرماتے تھے" میرے پیچھے ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑو۔ ایک دفعہ کسی غزوہ میں آپ چل رہے تھے۔ آپ کی مبارک انگلی کو پتھر لگا اس سے خون نکلنے لگا۔ آپ نے فرمایا" تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہوئی ہے۔ راہِ خدا میں یہ تکلیف تو کچھ بھی نہیں ہے۔" سفر میں آپ سارے صحابہ کرام کے پیچھے ہوتے تھے۔ آپ کمزور کی مدد فرماتے یا اس کے لیے دعا فرماتے پیچھے رہ جانے والوں کو سوار کر لیتے۔ بعض اوقات انہیں اپنے پیچھے سوار کر لیتے۔

۲ سابقہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ کی چال مبارک کمزوری یا اہانت کی چال نہیں ہوتی تھی۔

۳ اس فرمان" کہ آپ پوری طرح توجہ کرتے تھے" سے مراد یہ ہے کہ آپ نظر چرا کر نہیں دیکھتے تھے۔ یا آپ چیز کو دیکھ کر گردن کو دائیں یا بائیں نہیں مروڑتے تھے بے عقل اور ناسمجھ ایسا کرتا ہے۔ النہایہ میں ہے کہ اس میں طبی حکمت بھی ہے کیونکہ بعض جسم کے ساتھ توجہ کرنا بعض اوقات قوت کا سبب ہوتا ہے۔

کھانے پینے کے آداب اور پسندیدہ غذاؤں کا تذکرہ

پہلا باب

جامع آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ کی خدمت میں اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو پہلے اسے کھانے کا حکم دیتے

بزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک ہدیہ تناول نہ فرماتے تھے حتیٰ کہ لانے والے کو حکم فرماتے کہ وہ اس میں سے کچھ کھالے۔ اس کی وجہ سے وہ زہر آلود بکری ہے جو خیبر میں آپ کو پیش کی گئی تھی۔

بقی بن مخلد، حمیدی، حارث بن ابی اسامۃ نے ابن الحوتکیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اور آپ سے روزہ کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ القاحۃ کے مقام پر تھے۔ ایک اعرابی نے آپ کو خرگوش پیش کیا۔ سارے موجود صحابہ کرام نے کہا ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ واقعہ بیان کرو'' انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ القاحۃ کے مقام پر تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کو خرگوش پیش کیا۔ اس نے اسے عمدہ طریقے سے بھونا تھا۔ اس نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ آپ نے اسے فرمایا ''اس میں کچھ کھاؤ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ میں سے اس وقت تک کچھ بھی نہ کھاتے تھے حتیٰ کہ ہدیہ لانے والا اس میں کچھ کھالیتا۔ یہ اس زہر آلود بکری کے بعد تھا جو خیبر میں آپ کو پیش کی گئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا ''کھاؤ'' اس نے کہا ''میں روزہ سے ہوں''۔

۲ تناول فرماتے وقت بیٹھنے کا انداز

امام بخاری، امام احمد، ابو داؤد، امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن سعد نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جو آپ کے پاس آیا تھا۔ "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔"

امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کو بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ آپ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور اسے تناول فرمایا۔ ایک اعرابی نے عرض کی" یہ بیٹھنے کا کیسا انداز ہے؟ آپ نے فرمایا" رب تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا ہے اس نے مجھے جابر اور سرکش نہیں بنایا۔"

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ نازل کیا۔ اس کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ اس فرشتے نے کہا" اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبد نبی یا بادشاہ نبی بن جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا گویا کہ مشورہ طلب کر رہے ہوں۔ حضرت جبرائیل نے عاجزی کا اشارہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" نہیں! بلکہ میں عبد نبی بنوں گا" اس کے بعد آپ نے کبھی بھی ٹیک لگا کر نہ کھایا۔

امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہ رسالت مآب میں کھانا پیش کیا گیا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی" یارسول اللہ! کاش! آپ ٹیک لگا کر کھالیں۔ اس میں آپ کے لیے آسانی ہے۔ آپ نے اپنی جبین اطہر زمین کی طرف کی جھکائی حتیٰ کہ وہ قریب تھا کہ وہ زمین کو چھو لیتی۔ آپ نے فرمایا: "میں اسی طرح کھاؤں گا جیسے عبد کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھوں گا جیسے عبد بیٹھتا ہے۔ میں عبد ہوں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف رکھتے تھے گویا کہ آپ اٹھنے کے لیے تیار ہوں۔

سعید بن منصور نے مرسل اور ابن سعد نے حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں تھے آپ ٹیک لگا کر کھا رہے ہے اس نے عرض کی" محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بادشاہوں کی طرح کھانا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے۔

ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔"

۳ کچھ مدت کے لیے ٹیک لگا کر کچھ تناول فرمانا پھر اسے ترک کر دینا

ابن ضحاک نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ اس وقت طبق میں سے خشک گوشت ٹیک لگا کر کھا رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکیزہ کی طرف تشریف لے گئے اور پانی

نوش فرمایا۔

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت عبداللہ بن سعد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا"میں آپ کا راز دان تھا۔میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ ٹیک لگا کر کھا رہے تھے۔

امام الطبرانی نے بقیہ کی سند (یہ غیر ثقہ مدلس ہے) عمر شامی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو آپ کے لیے دسترخوان بچھا دیا گیا۔آپ کے سر اقدس پہ دھوپ آگئی تو آپ پر سایہ بان بنا دیا گیا۔"

ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"جب آپ پہلا لقمہ تناول فرماتے تو یوں عرض کرتے"یاواسع المغفرة۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں بطور ہدیہ پیش کی گئیں۔آپ انہیں تقسیم کرنے لگتے۔آپ اس طرح تشریف فرما تھے کہ گویا کہ اٹھنے ہی لگتے تھے۔آپ بڑی سرعت سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔"دوسری روایت میں ہے"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ ایک گھٹنے کو اٹھا کر ان میں سے تناول فرما رہے تھے۔"

امام مسلم،ابوداؤد نے حضرت مصعب بن سلیم سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"میں نے دیکھا کہ آپ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں۔آپ نے ٹیک لگا کر انہیں تناول فرمایا۔

(قرمضاء بیٹھنے کی ایک خاص حالت ہے جس میں انسان اپنے پاؤں پر بیٹھتا ہے۔اور اپنی رانیں پنڈلیوں سے ملا لیتا ہے۔)

۴ شوربہ زیادہ کر لینے اور پڑوسیوں کو سالن بھیجنے کے بارے

ابن ابی شیبہ،امام احمد،امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ گوشت خریدتے تو اپنے اہل خانہ سے فرماتے"شوربہ زیادہ بنالو"امام احمد اور امام بزار نے یہ اضافہ کیا ہے"اپنے پڑوسیوں کی نگہبانی کرو۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شوربہ کا نچلہ حصہ زیادہ پسند تھا۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جب شوربہ بناؤ تو پانی زیادہ ڈال لیا کرو اور اس میں سے پڑوسیوں کو بھی دیا کرو۔"

۵ آپ کا پسندیدہ کھانا

ابو یعلی، الطبرانی اور ابو الشیخ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ کھانا وہ ہوتا تھا جسے بہت سے لوگ کھاتے تھے۔''

۶ کھانے سے قبل دستِ اقدس دھونا

محمد بن یحییٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو دونوں دستِ اقدس دھو لیتے۔''

۷ آپ کا دسترخوان

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو الشیخ نے حضرت فرقد صاحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنے دسترخوان سے کھا رہے تھے۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا '' آپ نے کبھی خوان اور چھوٹی رکابی میں نہ کھایا تھا۔ نہ ہی نرم روٹی کھائی تھی۔ راوی یونس کہتے ہیں میں نے حضرت قتادہ سے پوچھا ''وہ پھر کس چیز پر کھاتے تھے۔'' انہوں نے فرمایا ''اس دسترخوان پر کھاتے تھے'' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت انس نے اسی چیز کی خبر دی جو ان تک پہنچی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے گوہ کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی تناول فرمایا اور گوہ کو تناول نہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اسے آپ کے دسترخوان پر کھایا گیا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو اسے آپ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ دسترخوان پر کھانا جائز ہے'' اس روایت کو حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے۔

۸ مبارک پیالہ

ابو الشیخ نے عبداللہ بن بُسر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا۔ جس کے چار کڑے تھے۔ ابو داؤد، ابو بکر الشافعی نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کی خدمت میں بکری پیش کی۔ اس وقت کھانا کم ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا ''اس بکری کو پکاؤ۔ اس آٹے کو دیکھو۔ اس کی روٹیاں بناؤں۔ پھر اس کی ثرید بناؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جسے الغراء کہا جاتا تھا۔ جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔ صبح کے وقت چاشت تک آپ اور صحابہ کرام تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے پھر وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس سے کھانا کھایا جاتا۔ حتیٰ کہ بہت سے صحابہ کرام وہیں جمع ہو جاتے آپ بھی وہیں رونق افروز ہوتے۔ ایک اعرابی نے کہا ''یہ بیٹھنے کا کیسا انداز ہے؟ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم

بنایا ہے سرکش اور جابر نہیں بنایا۔'' آپ نے فرمایا ''اس کی اطراف سے کھاؤ۔ اس کا مرکز چھوڑ دو اس میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی۔ پھر فرمایا ''پکڑو، کھاؤ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے تمہارے لیے ایران اور روم کو فتح کر دیا جائے گا حتیٰ کہ کھانا زیادہ ہو جائے گا مگر اس پر رب تعالیٰ کا نام نہیں لیا جائے گا۔''

۹ آپ گرم کھانا تناول نہ فرماتے تھے

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ (سوائے ایک راوی کے جس کا نام نہیں لیا گیا) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ گرم کھانا ناپسند فرماتے تھے حتیٰ کہ اس کی گرمی کی شدت اور دھواں ختم ہو جاتا۔''

امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ ثرید بناتی تھیں تو اسے کسی چیز سے ڈھانپ دیتی حتیٰ کہ اس کی گرمی کی حرارت ختم ہو جاتی پھر فرماتیں ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا تھا ''اس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔''

الطبرانی نے صحیح راویوں سے اور امام بیہقی نے حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ کے لیے خزیرہ (قیمہ اور آٹے کا ملاپ) تیار کیا۔ میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس اس میں ڈالا۔ اسے گرم پایا آپ نے اسے پکڑا اور فرمایا: ''خولہ! ہم گرم یا سرد پر صبر نہیں کرتے'' دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک برتن میں عصیدہ پیش کیا۔ جب آپ نے اس میں دستِ اقدس ڈالا تو وہ گرم تھا۔ آپ نے فرمایا ''حس'' پھر فرمایا ''ابن آدم کو گرمی پہنچتی ہے تو وہ کہتا ہے ''حس'' اگر سردی لگتی ہے تو کہتا ہے ''حس۔''

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ آپ نے اس میں دستِ اقدس ڈالا پھر دستِ اقدس اٹھایا۔ پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی۔''

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابن عمر سے، امام حاکم نے حضرت جابر سے، حضرت اسماء سے، مسدد نے ابو یحییٰ، ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: گرم کھانا ٹھنڈا کر لیا کرو۔ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ نہ کھانے میں اور نہ ہی پانی میں پھونک مارتے تھے۔''

۱۰ چلتے ہوئے کھانا

الطبرانی نے صحیح راویوں سے (سوائے ابن لھیعہ کے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے آپ چلتے ہوئے کھجوریں کھانے لگے۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر کھا لیتے تھے۔ اور دائیں بائیں آتے جاتے تھے۔"

◆ ۱۱ کھانے کو سونگھنے کی ناپسندیدگی (اگر روایت صحیح ہو)

ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے کو سونگھنا ناپسند فرمایا "درندے سونگھتے ہیں۔"

◆ ۱۲ کھانے کے برتن، برتن ڈھانپنے کا حکم اور زمین پر کھانا تناول فرمالینا

امام احمد، امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ نے کبھی بھی خوان پہ نہ کھایا نہ چھوٹی رکابی میں کھایا نہ نرم روٹی کھائی۔" یونس کہتے ہیں: "میں نے حضرت قتادہ سے پوچھا: "آپ کس پر کھاتے تھے؟" انہوں نے فرمایا "اس دسترخوان پر۔"

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوشیخ نے حضرت فرقد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی اور آپ کے دسترخوان پر کھایا۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کے دسترخوان پر گوہ کو کھایا گیا۔"

ابوشیخ نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا ایک پیالہ تھا جس کے چار حلقے تھے امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ اہل خانہ نے ہمارے لیے ایک طبق نکالا جس میں روٹی کے ٹکڑے تھے آپ نے پوچھا "کیا سالن ہے؟ انہوں نے عرض کی "سرکہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں" آپ نے فرمایا "سرکہ بہت عمدہ سالن ہے" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب سے میں نے آپ سے یہ سنا اس وقت سے میں سرکہ سے محبت کرنے لگا۔"

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن بُسر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک پیالہ تھا جسے الغراء کہا جاتا تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آپ کے لیے سامان سفر تیار کیا۔ جب آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ

کیا۔ہم نے ایسی چیز نہ پائی جس کے ساتھ آپ کے توشہ دان اور مشکیزے کو باندھتے میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی ''میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کے ساتھ توشہ دان اور مشکیزہ کو باندھوں سوائے میرے کمر بند کے'' انہوں نے فرمایا ''اسے دو حصوں میں تقسیم کرلو۔ایک کے ساتھ توشہ دان کو اور دوسرے کے ساتھ مشکیزہ کو باندھ لو۔میں نے اس طرح کی'' اسی لیے انہیں ''ذات النطاقین'' کہا جاتا ہے۔

ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی کی طرف سے آئے۔آپ نے قضائے حاجت فرمائی تھی۔ہمارے سامنے ڈھال پر کھجوریں تھیں۔ہم نے آپ کو دعوت دی۔آپ نے ہمارے ساتھ کھایا۔مگر پانی کو مس نہ کیا۔''

بزار نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں عبداللہ بن زید، ابوعبید بصری اور مجاعۃ بصری وغیرہ ہیں جبکہ بقیہ افراد ثقہ ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں کچھ پیش کیا۔آپ نے اسے فرمایا'' اسے اس گڑھے میں یا زمین پر رکھ دو۔''

انہوں نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر تناول فرماتے تھے آپ فرماتے تھے''میں عبد ہوں۔اسی طرح کھاتا ہوں جیسے عبد کھاتا ہے۔''

ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے، جسے ابوحمید کہا جاتا تھا بارگاہ رسالت مآب میں ایک برتن پیش کیا۔جس میں دودھ تھا جسے ٹھنڈا کیا گیا تھا۔آپ نے فرمایا''تم نے اسے ڈھانپ کیوں نہ دیا۔کاش! تم اسے عود سے ڈھانپ دیتے۔''

۱۳ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا

امام احمد نے اس شخص سے روایت کیا ہے جو آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرتا تھا۔اسی نے کہا:''جب آپ کے قریب کھانا کیا جاتا تو آپ بسم اللہ پڑھ لیتے۔''

ابن ضحاک نے میسرہ کی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔تین لقموں پر آپ نے بسم اللہ پڑھی۔پھر اسے تناول فرمانے لگے حتیٰ کہ کھانا ختم ہو گیا۔''

امام احمد، ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ صحابہ کرام کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ایک اعرابی آیا۔اس نے اسے دو لقموں میں کھا دیا آپ نے فرمایا:''اگر یہ بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تمہیں کافی ہو جاتا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے لے اگر وہ ابتداء میں بسم اللہ

پڑھنا بھول جائے تو وہ یوں کہے: "بسم اللہ اولہ و آخرہ"۔

امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو رمثہ اور جشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ ہم کھاتے ہیں لیکن ہم سیر نہیں ہوتے" آپ نے فرمایا "شاید تم متفرق کھاتے ہو۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "مل کر کھایا کرو اور کھاتے وقت رب تعالیٰ کا نام لے لیا کرو۔ تمہارے لیے اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔"

امام احمد، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم جب بھی آپ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت حاصل کرتے تو ہم میں سے کوئی بھی اپنا ہاتھ اس میں نہ رکھتا حتیٰ کہ آپ اس کی ابتداء فرماتے۔ اپنا دستِ اقدس ڈال لیتے۔ ایک دفعہ ہم آپ کے ہمراہ کھانے کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک لونڈی آئی گویا کہ اسے پیچھے سے دھکیلا جارہا تھا۔ وہ آئی تاکہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈال دے۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک اعرابی آیا۔ گویا کہ اسے پیچھے سے دھکیلا جارہا تھا۔ تاکہ کھانے میں اپنا ہاتھ ڈال دے۔ آپ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "شیطان چاہتا تھا کہ وہ کھانا اس کے لیے حلال ہو جائے جس پر رب تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ اس لونڈی کو لے کر آیا وہ اس کے ذریعے کھانا اپنے لیے حلال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا ہاتھ دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے دستِ اقدس میں ہے۔"

۱۴ آپ کا تین انگلیوں سے کھانا، بعد میں چوس لینا، پیالہ صاف، دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم اور بائیں ہاتھ سے کھانے والے کے لیے بددعا

بزار نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے فارغ ہونے کے بعد انہیں چوس لیتے تھے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں کے ذریعے (محمد بن کعب بن عجرۃ کے علاوہ) ابن سعد، ابو بکر الشافعی نے کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ تین انگلیوں سے کھا رہے تھے۔ انگوٹھا، اس کے ساتھ ملحق انگلی اور وسطی کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ اپنی مبارک انگلیوں کو چوسنے لگے۔ آپ پہلے وسطی پھر اس کے ساتھ متصل انگلی اور پھر انگوٹھا کو چوسا پھر انہیں صاف کر دیا۔ امام الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تو اپنی انگلیوں کو چوس لیتے۔ فرماتے "آہ! انگلیوں کے چوسنے میں برکت ہے۔"

امام مسلم، ابن ابی شیبہ، ابن سعد اور ابو بکر الشافعی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں

نے فرمایا ”آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے فارغ ہو کر آپ اپنی انگلیاں چوس لیتے تھے۔“ ابو بکر الشافعی کے الفاظ میں ہے ”آپ تین انگلیوں سے تناول فرماتے تھے اور انہیں چوس لینے سے پہلے صاف نہ کرتے تھے۔“

امام عبدالرزاق نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کھانا تناول فرماتے تو آپ اپنی تین انگلیاں چوس لیتے۔ ایک انگوٹھا اور اس کے ساتھ متصل دو انگلیاں۔“

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو چوسنے سے پہلے صاف نہ کرے۔“

الطبرانی نے صحیح راویوں سے (مسیب بن واضح کے علاوہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پیالہ کو صاف کرنے کا حکم دیا۔“

ابو سعید بن الاعرابی، حکیم ترمذی نے حضرت کعب بن عجرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”میں نے آپ کی زیارت کی آپ تین انگلیوں سے تناول فرما رہے تھے۔ ہشام بن عروہ نے کہا ”انگوٹھا، اس کے ساتھ متصل انگلی اور وسطی۔“

ابو بکر الشافعی نے حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”جب آپ کھاتے تھے تو تین انگلیوں سے کھاتے تھے چوتھی انگلی مبارک سے مدد لیتے تھے۔“

امام مسلم، تینوں آئمہ اور برقانی نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ”جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تو تینوں انگلیوں کو چوس لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اسے صاف کر کے کھالے اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔“ آپ پیالے کو صاف کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے: ”تم نہیں جانتے کہ تمہارے کس کھانے میں برکت ہے۔“

ابن عدی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ”جب آپ کھانا اور سالن تناول فرماتے تو تین انگلیوں سے تناول فرماتے۔“

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”آپ کا دایاں دستِ اقدس کھانے، پینے، وضوء کرنے، کپڑے بدلنے، پکڑنے اور عطا کرنے کے لیے مخصوص تھا۔ جبکہ بایاں دستِ اقدس ان کے علاوہ دیگر امور کے لیے تھا۔

امام احمد، امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے جب کچھ پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“

امام مالک اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی اپنے

بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتے میں چلے عمامہ میں اس طرح نہ لپیٹے کہ اس کا ہاتھ باہر نہ نکلے یا ایک کپڑے میں اس طرح احتباء نہ کرے کہ اس کی شرمگاہ ننگی ہو جائے۔''

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم میں ہر ایک اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پیے دائیں ہاتھ سے پکڑے دائیں ہاتھ سے عطا کرے. شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے۔''

امام احمد اور صدر نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید علیہم السلام سے روایت کیا ہے کہ ان کی ایک خاتون نے کہا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہی تھی۔ میں ایک کھبی عورت تھی۔ آپ نے میرے ہاتھ پر مارا۔ لقمہ نیچے گر پڑا۔ فرمایا ''اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ۔ رب تعالیٰ نے تمہارے دائیں ہاتھ کو آزاد کر رکھا ہے۔'' اس کے بعد میں نے بائیں ہاتھ سے کبھی نہ کھایا۔''

امام احمد، امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص تھا جسے بُشر بن راعی کہا جاتا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ نے فرمایا ''دائیں ہاتھ سے کھالو'' اس نے کہا ''میں یہ طاقت نہیں رکھتا'' آپ نے فرمایا ''تم یہ طاقت نہ رکھو'' اس نے یہ بات صرف از روئے تکبر کی تھی۔ وہ کبھی بھی اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنے منہ تک نہ لے جاسکا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت حمزہ بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا آپ نے مجھے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ کھانا کھاؤ جو تمہاری طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔''

۱۵ ایک ہی جنس کا کھانا ہو تو آپ صرف سامنے سے کھاتے اور پیالے کے مرکز سے کھانا

صحاح ستہ میں حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں بچہ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر تربیت تھا۔ میرا ہاتھ پیالے میں اِدھر اُدھر ہو جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا ''بچے! اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لے کر کھاؤ، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ'' پھر ساری زندگی میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔''

امام ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عکراش سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ''حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے۔ آپ نے پوچھا ''کیا کھانا ہے؟'' ہمیں ایک پیالہ پیش کیا گیا جو ثرید اور چربی سے بھرا ہوا تھا۔ ہم نے اس میں کھایا میرا ہاتھ اس کی اطراف میں گھوم جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے سے کھایا۔ آپ نے اپنے بائیں دستِ اقدس سے میرا دائیں ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا

"عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ۔ یہ ایک ہی کھانا ہے۔" پھر ہمارے سامنے ایک طبق لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں تھیں۔ میں اپنے سامنے سے کھانے لگا۔ حضور اکرم ﷺ سارے طبق میں سے کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "عکراش! جہاں سے چاہو کھاؤ۔ یہ ایک کھانا نہیں ہے۔"

امام الطبرانی نے حکم الغفاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب پیالے میں یا برتن میں اپنا دستِ اقدس رکھ دیتے تھے تو آپ کی مبارک انگلیاں آپ کی ہتھیلی کی جگہ سے آگے نہ جاتی تھیں۔"

بزار نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ کا دستِ اقدس آگے پیچھے نہ جاتا تھا۔ جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو آپ مختلف جگہ سے کھاتے تھے۔

ابو بکر الشافعی اور امام ابن عدی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کھانا اپنے سامنے سے کھاتے تھے۔ جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو آپ مختلف جگہوں سے کھاتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کو ناپسند تھا کہ کھانا کو اوپر سے پکڑیں۔"

۱۶ گوشت کو چھری سے کاٹنا

امام بخاری نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اس وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی جب آپ بکری کی دستی کا گوشت چھری سے کاٹ رہے تھے اذان ہوئی تو آپ نے وہ دستی اور چھری رکھ دی جس کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ نماز کے لیے تشریف لے گئے وضوء نہ فرمایا۔

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک رات مجھے آپ کا مہمان بننے کی سعادت ملی۔ آپ نے ایک پہلو کا حکم دیا۔ اسے بھونا گیا آپ نے چھری لی اور میرے لیے اس میں سے کاٹنے لگے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے چھری رکھ دی فرمایا "اسے کیا ہو گیا ہے۔ اسکی خیر! آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے۔"

۱۷ جب کھجور تناول فرمانے لگتے اگر اس میں سوس (کیڑا) ہوتا اسے نکال لیتے

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عتیق کی کھجوریں پیش کی گئیں۔ آپ انگلی مبارک سے ٹٹول ٹٹول کر اس سے کیڑا نکالتے گئے۔

۱۸ کھجور کی گٹھلی پھینکنے کا انداز

امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد گرامی کے ہاں تشریف لے گئے، ہم نے کھانا اور کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں آپ نے ان میں سے تناول فرمایا۔

۱۹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے اور پینے کی اشیاء پر پھونک نہیں مارتے تھے اس سے منع کرتے تھے

امام الطبرانی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے اور پینے کی اشیاء پر پھونک نہیں مارتے تھے، نہ ہی برتن میں سانس لیتے تھے۔''

۲۰ دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے ممانعت

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، ابوداؤد اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی دو دو کھجوریں ملا کر کھائے مگر جبکہ اس کے ساتھی اس کی اجازت دے دیں'' شعبہ نے کہا ہے کہ اذن کا لفظ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔

۲۱ کھانا اٹھا لینے سے پہلے اٹھنے کی ممانعت

امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے (انہوں نے کہا ہے کہ میں اس کے عہد سے بری الذمہ ہوں) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی کھانے سے اٹھ جائے حتیٰ کہ پہلے کھانا اٹھا لیا جائے۔''

انہوں نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب دسترخوان بچھا دیا جائے تو آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے سامنے سے کھائے نہ تو ہم نشین کے سامنے سے کھائے اور نہ ہی پیالے کے اوپر سے کھائے، برکت اس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے آدمی نہ اٹھے حتیٰ کہ دسترخوان کو اٹھا دیا جائے۔ ہاتھ کھانے سے نہ اٹھائے۔ اگرچہ وہ سیر ہو چکا ہو حتیٰ کہ سارے لوگ فارغ ہو جائیں۔ اس سے اس کے ہم نشین کو ندامت ہو گی وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لے گا۔ ممکن ہے ابھی اسے کھانے کی ضرورت ہو۔''

۲۲ عفت مآب خواتین کو کھانا پیش کرنا

ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ ہم نے عرض کی: ''ہمیں بھوک نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔''

جس نے آپ کے سامنے ڈکار لیا اسے منع فرمایا

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص نے آپ کی خدمت میں ڈکار لی۔'' آپ نے اسے فرمایا: ''اپنی ڈکار روک لو۔ دنیا میں جو اکثر سیر ہوتے ہیں روز حشر ان کی بھوک طویل ہوگی۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے محمد بن خالد الکوفی) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''میں نے موٹے گوشت کے ساتھ ثرید کھائی۔ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو میں ڈکار لے رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابو جحیفہ! ڈکار لینے بند کر دو۔ دنیا میں جو سیر ہو کر کھاتے ہیں ان سے اکثر روز حشر طویل بھوک والے ہوں گے'' اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ نے سیر ہو کر نہ کھایا حتیٰ کہ وصال کر گئے۔ اگر وہ شام کو کھا لیتے تو صبح نہ کھاتے اور صبح کو کھا لیتے تو شام کو نہ کھاتے۔''

کھانے میں مکھی گر جائے تو اس کا حکم

امام بخاری، ابو داؤد، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر پڑے تو اسے پوری طرح ڈبو دو اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے۔''

الطبرانی، امام احمد، امام نسائی، ابو یعلیٰ، حاکم اور ضیاء نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو اسے پوری طرح ڈبو دے، اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے پر میں شفاء ہوتی ہے۔ وہ زہر کو مقدم اور شفاء کو موخر کرتی ہے۔''

ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو وہ اسے پوری طرح ڈبو دے اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔''

امام احمد، ابو داؤد اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو وہ اسے پوری طرح ڈبو دے۔ اس کے ایک پر میں مرض اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ وہ اپنا مرض والا پر آگے رکھتی ہے اسے چاہیے کہ پوری ڈبو دے پھر باہر نکال دے۔''

آپ نے کبھی بھی کسی کھانے کا عیب نہیں نکالا

پانچوں آئمہ نے، امام مسلم اور امام بخاری نے اور حارث بن اسامہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر آپ کو بھوک ہوتی تو کھالیتے ورنہ اسے چھوڑ دیتے۔

امام حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کا عیب نہیں نکالا۔ اگر بھوک ہوتی تو اسے تناول فرمالیتے ورنہ اسے چھوڑ دیتے"۔

امام ترمذی نے الشمائل میں حضرت ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نہ تو کھانے کی مذمت بیان فرماتے تھے نہ اس کی تعریف فرماتے تھے" یعنی کھانے میں عمدہ یا برا وصف ہوتا تو وہ بیان نہ فرماتے تھے۔

۲۶ مجذوم کے ساتھ کھانا کھانا

ابو داؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اسے اپنے ہمراہ پیالہ میں رکھا اور فرمایا" رب تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ"۔

امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت شرید بن سوید سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ثقیف کے وفد میں ایک مجذوم شخص تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔"

۲۷ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے علاوہ دیگر خاتون کے ساتھ کھانا

امام بخاری نے الادب میں ام صبیہ خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ اور میرا ہاتھ ایک ہی برتن میں داخل ہو جاتا تھا۔" واللہ اعلم

۲۸ دو سالن کو جمع کرنے کی ممانعت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے محمد بن عبد الکبیر کے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک برتن یا ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا۔ آپ نے فرمایا" ایک برتن میں دو سالن، میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ ہی اسے حرام کرتا ہوں۔"

۲۹ سالن لینے کا حکم

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے عزیز بن سفیان کے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" سالن لو خواہ پانی ہی ہو۔"

۳۰ کھانے سے پہلے اور بعد میں دستِ اقدس اور منہ مبارک دھونا

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے سے پہلے وضو کرنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے'' میں نے اس کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا'' کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنے سے کھانے میں برکت پیدا ہوتی ہے''۔

ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اہل قباء میں سے ایک انصاری شخص نے آپ کی دعوت کی۔ ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ کھالینے کے بعد آپ نے ایک دستِ اقدس یا دونوں ہاتھ دھوئے۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابو بکر الشافعی نے حضرت عکراش بن ذوئب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی ثرید کھائی جس میں بہت سی چربی تھی۔ اس کے بعد آپ نے کھجوریں کھائیں۔ پھر ہمارے سامنے پانی لایا گیا۔ آپ نے دونوں دست اقدس دھوئے۔ پھر تری کو دو ہاتھوں پر، چہرہ پر، کلائیوں پر اور سر اقدس پر مل لیا۔

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر کی خیر میں برکت ہو تو وہ کھانا آتے وقت اور اٹھاتے وقت وضو کرلے'' اس جگہ وضو سے مراد صرف ہاتھ دھونے ہیں''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کی دستی تناول فرمائی۔ کلی کی اور دست اقدس دھولیے۔

۳۱ کھانا کھالینے کے بعد دست اقدس سے سنگریزوں کو مس کرنا

امام مسلم، امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ان اشیاء کو کھانے کے بعد وضو کیا جائے گا جنہیں آگ نے مس کیا ہو؟ انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہمیں کم ہی کھانا ملتا تھا۔ جب ہمیں کھانا مل جاتا تو ہمارے لیے رومال نہ ہوتے تھے بلکہ ہم اپنی ہتھیلیوں میں کلائیوں پر اور قدموں پر اپنے ہاتھ صاف کر لیتے تھے ہم پھر نماز پڑھ لیتے تھے ہم وضو نہیں کرتے تھے۔

۳۲ کھانا کھانے کے بعد کی دعائیں

امام احمد، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے شمائل میں، ابن ماجہ اور امام نسائی نے فی عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تھے دوسرے الفاظ میں ہے کہ جب آپ کچھ کھاتے یا پیتے تو یہ دعا مانگتے:

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔

ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کچھ تناول فرماتے یا نوش فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

الحمدلله اطعم و سقی و سوّغه و جعل له مخرجا۔

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور چاروں آئمہ نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا دسترخوان اٹھالیا جاتا تو آپ یہ دعا مانگتے:

الحمد لله حمدًا کثیرا طیبا مبارکاً فیه۔

دوسری روایت میں اس دعا کا تذکرہ ہے:

الحمدلله کفانا و آوانا غیر مکفی و لا مودّع و لا مستغنی عنه ربنا۔

امام احمد نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی تھی کہ جب آپ اپنے کھانے سے فارغ ہوجاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم اطعمت و اسقیت و اغنیت و اقنیت و هدیت و احسیت فلك الحمد علی ما اعطیت۔

بزار نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

الحمدلله اطعمنا و سقانا. الحمدلله الذی کفانا و آوانا. الحمدلله الذی انعم علینا و افضل اسئلك برحمتك ان تجیرنا من النار۔

الطبرانی نے حارث بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو سنا۔ آپ کھانے کے بعد یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم لك الحمد اطعمت و سقیت و ارویت لك الحمد غیر مکفور و لا مودّع و لا مستغنی عنك ربنا"

ابن ابی شیبہ نے اور بزار نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا مانگے:

الحمدلله الذی اطعمنا و سقانا، الحمدلله الذی کفانا و آوانا و الحمدلله الذی انعم علینا و افضل، نسأله برحمته ان یجیرنا من النار فرب غیر مکفی لا یجد منقلبا و لا ماویٰ۔

امام نسائی، امام حاکم اور ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اہل قبا میں سے ایک انصاری صحابہ نے آپ کی دعوت کی ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے دستِ اقدس دھوئے پھر یہ دعا مانگی:

الحمد لله الذی یطعم و لا یطعم من علینا فهدانا و اطعمنا و سقانا و کل بلاء حسن ابلانا الحمد لله الذی غیر مودع ربی و لا مکافا و لا مکفور و لا مستغنی عنه۔ الحمد لله الذی اطعمنا من الطعام و سقانا من الشراب و کسانا من العریٰ و هدانا من الضلال و بصرنا من العمی و فضلنا علی کثیر من خلقه تفضیلاً الحمد لله رب العالمین۔

۶۳ جب آپ کسی کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو کیا دعا مانگتے

ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ انہوں نے روٹی اور تیل پیش کیا آپ نے انہیں تناول فرمایا پھر فرمایا "تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ افطار کیا۔ پاکبازوں نے تمہارا کھانا کھایا اور ملائکہ نے تمہارے لیے دعا کی۔"

امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔۔۔ میرے والد گرامی نے عرض کی" آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم بارك لهم فیما رزقتهم و اغفر لهم و ارحمهم۔

تنبیہات

۱ حضرت جبرائیل امین نے ٹیک لگا کر کھانے کو عجیب سمجھا۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء میں لکھا ہے: "کھانے پر قادر اور اس کے لیے بیٹھنے کے لیے تیار اس شخص کی طرح ہے جو چار زانو ہو کر بیٹھے۔ اس کے مشابہ بیٹھنے کے دو انداز ہیں جن میں بیٹھنے والا اس چیز پر اعتماد کرے جو اس کے نیچے ہو۔ اس حیثیت پر بیٹھنے والا کھانے کے لیے تیار ہوتا ہے اور کھانے کی کثرت کا خواہاں ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے کے لیے تشریف رکھتے تھے آپ پنڈلی اور ران مبارک کو کھڑا کر کے کولہو پر تشریف رکھتے تھے۔ جن روایات میں ٹیک لگانے کا حکم ہے محققین کے نزدیک اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ پہلو پر ٹیک لگاتے تھے۔ اس کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اسے اکمال میں خطابی سے نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا "اس تاویل میں اکثر لوگوں نے مخالفت کی ہے۔ انہوں

نے اسے اس معنی پر محمول کیا ہے کہ اس سے مراد دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پر میلان رکھنا ہے۔ ابن جوزی نے بھی اس کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ابن الاثیر کی عبارت یہ ہے" عربی میں متکئی ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بستر وغیرہ پر جم کر سیدھا بیٹھے۔ عوام الناس ٹیک لگانے والا صرف اس کو سمجھتے ہیں جو اپنے بیٹھنے میں ایک طرف میلان رکھتا ہو۔ اور اپنے ایک پہلو میں جھکاؤ رکھتا ہو۔ جس نے اتکاء یہ سمجھا ہو کہ صرف ایک پہلو پہ جھکاؤ رکھنا اس نے اہل طب کے مطابق اس کی تاویل کی ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے" اس طرح کھانا کھانے والے کے لیے نقصان دہ ہے یہ کھانے کو قدرت حالت میں جانے سے روکتا ہے۔ معدہ میں دباؤ کی وجہ سے کھانے کو جلد معدہ میں جانے سے روکتا ہے۔ وہ غذا کے لیے پوری طرح نہیں کھلتا۔ کسی چیز کے سہارا لے کر بیٹھنا یہ انداز جابر بادشاہوں کا ہے۔ یہ عبودیت کے خلاف ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا" میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح عبد کھاتا ہے" اگر ٹیک سے مراد تکیے یا بستر کا سہارا لینا مراد ہو جیسے خطابی سے نقل کیا گیا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا "جب میں کھاتا ہوں تو میں بستر یا تکیے کی ٹیک لگا کر نہیں کھاتا یہ جابروں کا فعل ہے۔ یہ اس کا فعل ہے جو زیادہ کھانے کا خواہاں ہو۔ لیکن میں تو بقدر کفایت کھاتا ہوں اس لیے اس حالت پر بیٹھتا ہوں۔"

حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حالت اقعاء میں یا حالت مختفز میں تشریف رکھ کر کھجوریں تناول فرمائیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر متمکن ہو کر ران کے بالائی حصے پر بیٹھنا ہے" جم کر بیٹھ کر کھانے میں اختلاف ہے علامہ خطابی نے لکھا ہے" جب اس کا مکروہ ہونا ثابت ہو گیا ہے یعنی یہ خلاف اولیٰ ہے تو پھر کھانے کے لیے بیٹھنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہو۔ اور قدم کے ظاہر پر بیٹھے یا وہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ دائیں مبارک ٹانگ کو کھڑا کر لیتے تھے۔ بائیں پر بیٹھ جاتے تھے۔

ابن قیم نے الہدیٰ میں لکھا ہے:" آپ اپنے زانوں کے بل بیٹھے تھے۔ آپ اپنے بائیں قدم مبارک کے بطن کو دائیں قدم مبارک کے ظاہر رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ کے لیے عاجزی اور انکساری تھا۔ اس کے سامنے بطور ادب تھا۔ یہ ہئیت کھانے کے لیے سب سے افضل اور نفع بخش ہے کیونکہ سارے اعضاء طبعی حالت پر ہوتے ہیں جس پر رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔

◆ ابن القیم نے لکھا ہے" آپ نے اپنی تین مبارک انگلیوں سے کھاتے تھے" کھانے میں یہ صورت اختیار کرنا سب سے نفع بخش ہے۔ ایک انگلی سے کھانا تکبر کی علامت ہے۔ نہ تو اس طرح کھانے والا عزت حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اسے کافی کوشش کے بعد نگل سکتا ہے۔ کھانے والے اور معدہ کے اعضاء کھل نہیں سکتے جو ہر کھانے میں ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ وہ کھانا چشم پوشی کرتے ہوئے لیتا ہے۔ جیسے ایک شخص ایک ایک دانہ کھائے۔ اسے لذت نہیں ملتی پانچوں انگلیوں اور ہتھیلی سے کھانے سے معدہ اور کھانے کے اعضاء پر نگلنے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات ان اعضا پر شدت آجاتی ہے اور انسان مرجاتا ہے اعضاء اسے اندر لے جانے اور معدہ اسے برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اسے لذت اور مزہ نصیب نہیں ہوتا ہے۔ کھانے کا سب سے نفع بخش طریقہ آپ کا طریقہ ہی ہے اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے تین انگلیوں سے کھانا ہے جاہلوں کی اس کراہت کو نہیں دیکھا جائے گا جو وہ انگلیاں چوسنے میں محسوس کرتے ہیں۔ لیکن دوران کھانا انگلیاں چوسنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح انگلیوں نے دوبارہ استعمال ہونا ہوتا ہے اور اس پر تھوک کے اثرات باقی رہتے ہیں" آپ کا یہ فعل مبارک اکثر تھا۔ سعید بن منصور نے ابن شہاب سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب آپ کھاتے تھے تو آپ پانچوں انگلیوں سے کھاتے تھے۔ اس روایت کو اور سابقہ روایت کو اختلاف حال پر محمول کیا جائے گا۔

٣ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آپ نے کبھی بھی کسی کھانے کا عیب نہیں نکالا" زاد المعاد میں ہے" آپ نہ تو موجود کو رد فرماتے نہ ہی مفقود کے لیے تکلیف فرماتے کھانے کی جو چیزیں بھی پیش کی جاتی اسے تناول فرما لیتے۔ اگر نفس پاک ناپسند کرتا تو اس کی تحریم کے بغیر اسے چھوڑ دیتے۔ کسی کھانے کو کبھی عیب نہیں لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ آپ نے نفس پاک کو کسی ایک کھانے کا عادی نہیں بنایا تھا۔ نہ ہی کسی ایک کھانے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ یہ طبعی طور پر نقصان دہ ہے خواہ وہ کھانا کتنا ہی خوشگوار ہو۔ آپ وہی کچھ تناول فرمالیتے تھے۔ آپ کھانے کے اوصاف، طبائع اور طلب کے مطابق ان کے استعمال کو پیش نظر رکھتے تھے اگر کھانا ایسا ہوتا جس کی تیزی ختم کر کے اعتدال پر لانے کی ضرورت ہوتی تو آپ اس طرح ضرور کرتے۔ اگر ممکن ہوتا۔ جیسے کھجور کی حرارت کو تربوز یا خربوزہ سے ختم کرتے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں مبارک چوس لیتے تھے۔ ان کے پاس رومال نہ ہوتے تھے جن سے ہاتھ پونچھتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی ان کی عادت نہ تھی۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی روٹی کی کیفیت، روٹی کے ساتھ سالن لگانے کا حکم اور اسے زمین پر پھینکنے سے ممانعت

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں اپنے گھر کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ ہم آگے بڑھے حتیٰ کہ آپ کی کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ مقدسہ کے پاس آئے۔ وہ حجرہ مقدسہ حضرت زینب بنت جحش یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر مجھے اذن عطا فرمایا۔ میں بھی اندر گیا ام المؤمنین نے پردہ کر لیا۔ آپ نے ایک روٹی لی اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔ دوسری روٹی لی اور اسے میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر تیسری روٹی لی اس کے دو حصے کیے نصف اپنے سامنے اور نصف میرے سامنے رکھ دیا۔''

ابن ماجہ اور حکیم ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف لائے۔ آپ نے روٹی کا ٹکڑا دیکھا جسے نیچے پھینکا گیا تھا۔ آپ نے اسے پکڑا صاف کیا اور تناول فرما لیا۔ فرمایا ''عائشہ! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پڑوس کو عمدہ کیا کرو۔ بہت کم ہی ایسا ہوا ہے کہ یہ کسی گھر والوں سے بھاگ جائیں تو پھر لوٹ کر ان کی طرف آئیں'' دوسری روایت میں ''قوم'' کا تذکرہ ہے۔

الطبرانی نے ابوسکینہ سے، بزار اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے روٹی کی عزت کی رب تعالیٰ نے اس کی عزت کی'' عبداللہ نے یہ اضافہ کیا ہے ''رب تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکت سے نازل کیا ہے۔ اس کے لیے زمین کی برکات مسخر فرمائیں جو دسترخوان سے نیچے گرنے والے ٹکڑوں کو اٹھا لیتا ہے رب تعالیٰ اس کی لغزشیں معاف کر دیتا ہے''۔

بزار نے ضعیف سند سے اور الطبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اپنے کھانے کو قابو میں رکھو۔ تمہارے لیے اس میں برکت ڈال دی جائے گی'' ابراہیم بن عبداللہ بن جنید نے کہا ہے ''میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے۔ انہوں نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس جگہ ''الارغفہ'' کی تصغیر ہے۔ النہایہ میں ہے کہ امام اوزاعی سے روایت ہے کہ یہ الارغفہ کی تصغیر ہے۔''

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ ان سے عرض کی گئی کہ کیا آپ نے میدہ کی روٹی دیکھی تھی۔ انہوں نے فرمایا" آپ نے میدہ کی روٹی نہ دیکھی تھی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے زمانہ میں چھاننیاں تھیں" انہوں نے فرمایا" ہمارے پاس چھاننیاں نہیں تھیں" ان سے عرض کی گئی" تم جو کے ساتھ کیا کرتے تھے؟" انہوں نے کہا" ہم ان میں پھونک مارتے تھے جو کچھ اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا پھر ہم اسے گوندھ لیتے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نرم روٹی تناول نہیں فرمائی"۔

ابو داؤد اور امام ترمذی نے الشمائل میں حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا۔ اس پر کھجور رکھی اور فرمایا" یہ اس کا سالن ہے"

ابن سعد نے حضرت سہل بن سعد سے رویت کیا ہے کہ ان کو میدہ کی رکابی بطور تحفہ پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا" یہ کیا ہے؟ میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا۔ ان سے عرض کی گئی" کیا حضور اکرم ﷺ اسے تناول نہیں فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "نہیں! آپ نے تو اسے اپنی چشمان مقدس سے دیکھا بھی نہ تھا۔ آپ کے لیے جو پیسے جاتے تھے۔ انہیں دو بار پھونک ماری جاتی تھی پھر انہیں رکھ دیا جاتا تھا۔ آپ تناول فرمالیتے تھے۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں چھاننیاں نہیں ہوتی تھیں ہم پھونک مار کر چھلکے اڑا دیتے تھے۔"

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان چھنے جو کھاتے تھے۔ واللہ اعلم

تنبیہ

ہمارے شیخ ابو الفضل احمد بن خطیب نے کہا ہے" میں نے جستجو کی کہ کیا آپ کی روٹی کے ٹکڑے چھوٹے تھے یا بڑے میں نے بڑی جستجو کے بعد کچھ نہ پایا وہ روایت جس میں ہے" روٹی کو چھوٹا کیا کرو۔ ان کی تعداد زیادہ کرو۔ ان میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی" اسے دیلمی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند کمزور ہے۔

تیسرا باب

جانوروں کا گوشت تناول فرمانا

اس باب میں کئی انواع ہیں:

❶ بکری کا گوشت تناول فرمانا اور اس کے بازو کو پسند فرمانا

امام بخاری اور امام ترمذی نے شمائل میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ آپ کی خدمت میں بازو پیش کیا گیا۔ آپ کو بازو کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ دندان مبارک سے اس سے گوشت کھا رہے تھے۔"

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کو بازو کا گوشت بہت پسند تھا بالخصوص بکری کے بازو کا گوشت بہت مرغوب تھا۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ سارا گوشت پڑوس میں تقسیم کر دیا گیا۔ میں بازو اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے گیا بازو کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔ جب آپ تشریف لائے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اس بکری کے گوشت میں ہمارے پاس صرف بازو رہ گیا ہے" آپ نے فرمایا "سارا گوشت باقی ہے سوائے بازو کے۔"

امام ترمذی نے حسن سند سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا بازو بہت پسند تھا۔ آپ کبھی کبھار ہی گوشت پاتے تھے آپ کو پسند تھا کہ جلد پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔"

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے کا گوشت بہت پسند تھا۔" ابن ماجہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی گوشت کی طرف دعوت دی گئی۔ آپ نے قبول کر لی۔ جب بھی گوشت کو بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے قبول کر لیا۔"

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں گائے کا گوشت پیش کیا گیا۔ آپ سے عرض کی گئی "یہ حضرت بریرۃ کو بطور صدقہ پیش کیا گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ اس کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔"

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام اسے جلدی کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا "گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔"

امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی خدمت میں بکری کا بچہ پیش کیا۔ آپ نے میری طرف نظر کرم کی اور فرمایا "تم جانتے ہو کہ ہم گوشت سے کتنا پیار کرتے ہیں۔"

ابونعیم نے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بازو اور کندھے کا گوشت پسند تھا" الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "بکری کے اگلے حصے کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔"

امام بخاری، امام مسلم اور حمیدی نے حضرت عمر بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ بکری کے کندھے کا گوشت کاٹ رہے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔ نماز کے لیے اذان دی گئی آپ نے وہ چھری پھینک دی جس کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھی۔ آپ نے وضو نہ کیا۔

امام احمد، امام بیہقی اور امام نسائی نے حضرت ضبیعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر بکری ذبح کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا "اپنی بکری میں سے ہمیں بھی کھلانا" انہوں نے قاصد سے عرض کی "ہمارے پاس صرف گردن رہ گئی ہے ہمیں حیاء آتی ہے کہ ہم اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کریں۔" قاصد واپس آ گیا اور آپ کو بتایا آپ نے اسے فرمایا "واپس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہی بھیج دیں۔ یہ بکری کا آگے رہنے والا حصہ ہے۔ یہ بکری کا وہ حصہ ہے جو بھلائی کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ اذیت سے دور ہوتا ہے۔"

۲ گوشت کے خشک ٹکڑے تناول فرمانا

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی۔ کھانا تیار کیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس نے آپ کو جو کی روٹی کدو کا شوربہ اور گوشت کے خشک ٹکڑے پیش کیے۔"

امام نسائی نے حضرت عبدالرحمان بن عابس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے قربانی کے گوشت کے بارے پوچھا انہوں نے فرمایا "ہم ایک ماہ تک جانور کے پائے آپ کے لیے رکھتے تھے۔ پھر آپ انہیں تناول فرما لیتے تھے۔"

ابن ماجہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم پائے بچا لیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے پندرہ روز بعد انہیں تناول فرماتے تھے۔"

ابوشیخ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خشک گوشت

کے ٹکڑے کھائے۔" چاروں آئمہ نے ایک شخص سے روایت کیا ہے اس نے کہا "میں حضور اکرم ﷺ کے لیے بکری ذبح کی ہم مسافر تھے۔ آپ نے فرمایا" اس کا گوشت اچھی طرح بناؤ" میں مدینہ طیبہ تک آپ کو وہی گوشت کھلاتا رہا۔"

۳ بھونا ہوا گوشت تناول فرمانا

امام احمد، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حارث بن جزء زبیدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم نے مسجد نبوی میں آپ کے ساتھ بھونا ہوا گوشت کھایا۔ ہم نے سنگریزوں سے ہاتھ صاف کیے پھر اٹھ کر نماز پڑھتی اور وضو نہ کیا۔

ابو یعلیٰ اور امام نسائی نے الکبریٰ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" مجھے والد گرامی نے حکم دیا کہ میں حریرہ تیار کروں، میں نے حریرہ بنایا انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کرو۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا" جابر! تمہارے پاس کیا ہے؟ کیا گوشت ہے؟" میں نے عرض کی" نہیں" میں اپنے والد گرامی کے پاس آیا۔ انہوں نے فرمایا" کیا حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی" ہاں! آپ نے مجھے فرمایا" جابر! کیا یہ گوشت ہے؟ والد گرامی نے فرمایا" شاید آپ کو گوشت کی خواہش تھی۔" انہوں نے ہمیں گھریلو بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اسے ذبح کیا گیا۔ انہوں نے حکم دیا تو اسے بھونا گیا۔ پھر مجھے حکم دیا میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ نے مجھے پوچھا" جابر! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے بتایا تو آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ انصار پر رحم کرے۔ ان کو ہمارے طرف سے جزائے خیر دے خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں حضور اکرم ﷺ کے لیے بکری کے پیٹ کا گوشت بھونا کرتا تھا۔ پھر آپ نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔"

امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں بھونا ہوا پہلو پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ پھر نماز کے لیے اٹھے آپ نے وضو نہ کیا۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" ایک رات مجھے آپ کا مہمان بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے بکری کے پہلو کو بھوننے کا حکم دیا۔ آپ نے چھری لی اور اس میں سے کاٹ کر کھانے لگے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے آذان دی۔ آپ نے چھری پھینک دی اور فرمایا اس کی خیر! اسے کیا ہو گیا ہے؟"

۴ اونٹ کا گوشت تناول فرمانا

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی قربانی کے لیے ایک سو اونٹ یمن سے لے کر آئے۔ آپ نے ان میں سے تریسٹھ (63) اونٹ ذبح کیے۔ آپ نے حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹ میں شامل کر لیا۔ پھر ہر ایک اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا لیا۔ اسے ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا گوشت تناول فرمایا اور شوربہ پیا۔

۵ سمندری مچھلی کا گوشت کھانا

امام بخاری، امام مسلم اور ابن ابی عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم خبط کے سریہ میں روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی۔ سمندر نے ہمارے لیے ایک مچھلی پھینک دی۔ اتنی بڑی مچھلی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی اسے عنبر کہا جاتا تھا حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "اس میں سے کھاؤ" ہم نے اس میں سے کھایا اور تیل لگایا۔ ہم نصف ماہ تک اس سے ہی کھاتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی۔ اور ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ اس کی آنکھ کی جگہ میں پانچ افراد بیٹھ جاتے تھے۔ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا "کھاؤ، وہ ایسا رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔ اگر تمہارے پاس موجود ہے۔" ہم نے اس میں سے کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم ایک غزوہ میں گئے ہمیں بھوک لگی۔ حتیٰ کہ ہمیں ایک ایک یا دو دو کھجوریں ملتی تھیں۔ اسی اثناء میں کہ ہم سمندر کے کنارے پر تھے کہ سمندر نے ایک مچھلی باہر پھینکی لوگوں نے اس کی چربی کو جیسے چاہا کاٹا۔ وہ ایک پہاڑی کی طرح تھی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب صحابہ کرام آپ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے اس کے بارے آپ سے عرض کی۔ آپ نے ان سے فرمایا "کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی "ہاں! انہوں نے آپ کو پیش کی اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔"

۶ مکڑی تناول فرمانا

پانچوں آئمہ اور ابو نعیم نے الطب میں، ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے آپ کے ساتھ سات یا چھ غزوات میں شرکت کی ہم آپ کے ساتھ مکڑیاں کھاتے تھے" ابو نعیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن مجھے بھیجا کرتی تھیں میں ان کے لیے مکڑیاں لے کر آتا تھا۔ وہ انہیں تیل میں بھونتیں تھیں پھر آپ کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ آپ انہیں تناول فرما لیتے تھے۔"

۷ گھوڑے کے گوشت کے بارے

الطبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے عہد ہمایوں میں گھوڑا ذبح

کیا۔اسے ہم نے اور آپ کے اہل بیت نے کھایا۔"

۸ مرغی کا گوشت تناول فرمانا

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی آپ اس وقت مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔"

ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مرغی کا گوشت تناول فرمانے کا ارادہ فرماتے تو اس کے باندھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔اسے کچھ دنوں کے لیے باندھا جاتا پھر آپ اسے تناول فرما لیتے۔

ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو اسے تین دن تک روکے رکھتے۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی۔اس وقت آپ مرغی کھا رہے تھے۔"

۹ سرخاب کا گوشت تناول فرمانا

ابو داؤد، ترمذی، بیہقی، محاملی اور ابن عدی نے حضرت سفینہ آپ کے غلام سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔"

دار قطنی نے الافراد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" مجھے میری امی جان حضرت ام سلیم نے بھونا ہوا پرندہ دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا چار روٹیاں بھی ساتھ بھیجیں۔میں انہیں آپ کی خدمت میں لے آیا۔آپ نے فرمایا" ان کو بلاؤ جو ہمارے ساتھ اس پرندے میں سے کھائیں" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں آئے گا کہ وہ پرندہ سرخاب تھا۔"

۱۰ خرگوش کا گوشت تناول فرمانا

صحاح ستہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "مر الظہران کے مقام پر ہم نے ایک خرگوش کو بھگایا قوم اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ اسے نہ پا سکی میں نے اسے پالیا اور اسے پکڑ لیا۔میں اسے لے کر حضرت ابو طلحہ کے پاس آیا۔انہوں نے اسے پتھر کی چھری سے ذبح کیا۔میں نے اسے بھونا حضرت ابو طلحہ نے اس کی ایک ران دے کر مجھے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔آپ نے اسے قبول فرمایا اور اسے تناول فرمایا۔"

دار قطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اس وقت آپ کی خدمت میں خرگوش

پیش کیا گیا جبکہ میں سوئی ہوئی تھی۔آپ نے اس کی ایک ران میرے لیے رکھ دی جب میں جاگی تو آپ نے وہ مجھے کھلائی۔"

ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس نے آپ کو خرگوش پیش کیا۔میں بیٹھا ہوا تھا۔آپ نے اس سے نہ تو تناول فرمایا اور نہ ہی اس سے منع کیا انہوں نے ذکر کیا کہ اسے ماہواری کا خون آرہا تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت خزیمہ بن جزء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرگوش کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا" میں اسے نہ کھاتا ہوں نہ ہی اسے حرام کرتا ہوں" میں نے عرض کی:" میں اس وقت تک اسے کھالوں گا جب تک آپ اسے حرام نہیں فرمائیں گے" میں نے عرض کی" یارسول اللہ! کیوں؟ آپ نے فرمایا" اس کا خون بہ رہا ہے۔"

زاد المعاد میں ہے" آپ نے اونٹ، بھیڑ، مرغی، سرخاب، جنگلی گدھے، خرگوش اور سمندری مچھلی کا گوشت کھایا۔"

⑪ چکور کا گوشت تناول فرمانا

امام ترمذی، امام حاکم اور ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھونا ہوا چکور پیش کیا گیا آپ نے یہ دعا مانگی" مولا! اس آدمی کو بھیج دے جو تجھے ساری مخلوق سے پیارا ہو وہ میرے ساتھ پرندہ کھائے" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے اس میں سے تناول فرمایا۔

⑫ پہاڑی بکری کا گوشت تناول فرمانا

ابو اسحاق المذکی نے امالیہ میں حضرت حازم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں نے بارگاہِ رسالت مآب میں وہ جانور پیش کیا جسے میں نے شکار کیا تھا۔وہ پہاڑی بکری تھی۔میں نے اسے بطور ھدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے قبول فرمالیا۔اس میں سے تناول فرمایا۔مجھے عدنی عمامہ پہنایا۔مجھے فرمایا" تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کی" حازم" آپ نے فرمایا" تم حازم نہیں بلکہ مطعم ہو۔"

⑬ جنگلی گدھے کا گوشت تناول فرمانا

امام بخاری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں صحابہ کرام کے ساتھ اس شاہراہ پر بیٹھا ہوا تھا جو مکہ مکرمہ کی طرف جاتی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے آگے خیمہ زن تھے۔صحابہ کرام نے احرام باندھ رکھے تھے۔میں احرام کے بغیر ہی تھا۔انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا میں اپنے جوتے درست کرنے میں مشغول تھا۔انہوں نے مجھے اس کے بارے نہ بتایا۔انہیں پسند تھا کہ میں اسے دیکھ لوں۔میں نے توجہ کی تو اسے دیکھ لیا۔میں اپنے گھوڑے کی

طرف اٹھا۔ اس پر زین کسی پھر سوار ہو گیا۔ میں کوڑا اور نیزہ بھول گیا۔ میں نے انہیں کہا "مجھے کوڑا اور نیزہ پکڑاؤ۔ انہوں نے کہا" نہیں! بخدا! ہم اس ضمن میں تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کریں گے۔ میں غصے میں ہو گیا۔ میں نیچے اترا۔ میں نے کوڑا اور نیزہ لیا۔ سوار ہو گیا۔ جنگلی گدھے کے پیچھے بھاگا اس پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ میں لے آیا اب اس کی روح نکل چکی تھی وہ بحث کرنے لگے کہ اسے وہ حالتِ احرام میں اسے کھائیں یا نہیں۔ ہم آگے روانہ ہوئے۔ میں نے اس کا بازو اس کے لیے چھپا دیا۔ ہم نے آپ کی زیارت کر لی اور اس ضمن میں آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا" کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی" ہاں" میں نے آپ کو بازو پیش کر دیا۔ آپ نے حالت احرام میں اسے تناول فرمالیا۔"

◆۱۴ دماغ (مغز) تناول فرمانا

ابو بکر احمد بن مروان المالکی الدینوری نے المجالسہ میں معن بن کثیر سے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد نے بارگاہ رسالت مآب میں ایک پلیٹ اور ایک پیالہ پیش کیا جو مغز سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا ابو ثابت! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی" مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے مبعوث کیا ہے میں نے چالیس جانوروں کو ذبح کیا۔ میں نے چاہا کہ آپ کو مغز سے سیر کروں۔" آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔" ابراہیم بن حبیب نے لکھا ہے" میں نے سنا ہے کہ خیزران نے یہ روایت سنی تو حضرت سعد کی اولاد میں بہت مال تقسیم کیا۔ اس نے کہا" میں اس عمدہ عمل کی جزاء دے رہی ہوں جسے حضرت سعد نے حضور اکرم ﷺ کے لیے سرانجام دیا تھا۔"

تنبیہات

◆۱ حضرت شعبہ کو شک ہے کہ آپ نے کتنے غزوات میں مکڑی کھائی تھی۔

◆۲ التوربشتی اور الحافظ وغیرھما نے لکھا ہے کہ شاید انہوں نے معیت سے مراد صرف غزوات کی معیت مراد لی ہو نہ کہ مکڑی کھانے کی۔ توربشتی نے کہا ہے" یعنی انہوں نے مکڑی کھائی۔ جبکہ آپ ان کے ساتھ تھے یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان کے ہمراہ اسے کھایا ہو۔ ابو نعیم نے جو روایت ابن ابی اوفی سے لکھی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ توربشتی نے پہلے مؤقف کو راجح قرار دیا ہے۔ کیونکہ اکثر روایات اس زیادتی سے خالی ہیں۔ کیونکہ ابو داؤد نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ سے مکڑی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا" میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ ہی اسے حرام کرتا ہوں" الحافظ نے لکھا ہے کہ صحیح موقف یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے اگر کہا جائے کہ صحیح حدیث کو اس جیسی حدیث کی وجہ سے کیسے ترک کیا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے" ہم نے اسے ترک نہیں کیا۔ ہم نے اس کی تاویل کی ہے تا کہ ساری روایات میں موافقت پیدا ہو سکے۔ جو روایت ہم نے پیش کی ہے وہ کلی طور واضح ہے۔ اسے اس روایت سے رد نہیں کیا جا سکتا جس میں خفاء اور التباس ہے۔"

علامہ الطیبی نے لکھا ہے کہ پہلی تاویل بعید ہے کیونکہ معیت کا تقاضا ہے کہ فعل میں مشارکت ہو جیسے کہ ان کے اس فرمان میں ہے "ہم آپ کے ساتھ کسی غزوہ میں روانہ ہوئے" اس امر سے مطلق خالی روایت دو امور کا احتمال رکھتی ہے۔ یہ مقیدہ ہے اسے مقید پر ہی محمول کیا جائے گا حضرت سلمان سے مروی روایت کو امام بغوی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ جس نے یہ روایت کیا ہے کہ آپ مکڑی نہیں کھاتے تھے یہ آپ کے نہ کھانے کی خبر دینا ہے کیونکہ وہ آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اس نے اس امر کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کلام ایک لفظ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔

❸ ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے گوہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں" جب مکڑی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے اسی طرح جواب دیا الحافظ لکھتے ہیں "یہ روایت ثابت نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں ثابت بن زھیر ہے جس کے بارے امام نسائی نے لکھا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

❹ امام نووی نے اجماع نقل کیا ہے کہ مکڑی کا کھانا حلال ہے لیکن ابن عربی نے شرح ترمذی میں ایک فصل باندھی ہے جس میں حجاز اور اندلس کی مکڑیوں کے مابین فرق کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اندلس کی مکڑی کو نہ کھایا جائے کیونکہ یہ سراپا نقصان ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے "اگر ثابت ہو جائے کہ یہ کھانے والے کو نقصان دیتی ہے کہ اس میں کوئی خاص علامت ہوتی ہے جو دوسرے شہروں کی مکڑیوں میں نہیں پائی جاتی تو اس استثناء کا تعین ہو جائے گا۔

❺ ابن جوزی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ روایت جس میں کہ آپ نے سرخاب کھایا تھا وہ موضوع ہے۔ الحافظ صلاح الدین علائی نے ان کا رد کیا ہے انہوں نے لکھا ہے "اس روایت کی بہت سی اسناد ہیں اکثر بے کار ہیں کچھ ضعیف کے قریب ہیں اور اکثر وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں جس کی وجہ سے یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں' اس روایت پر وضع کا حکم لگانا بہت دور کی بات ہے انہوں نے اس پر حکم لگایا ہے۔"

❀❀❀❀

چوتھا باب

مختلف کھانے تناول فرمانا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ حلوہ کھانا

الحافظ ابوالحسن بلاذری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے کہا گیا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا کھانا پسند تھا؟" انہوں نے فرمایا "میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی خصوصی کھانے کا حکم دیا ہو۔نہ ہی آپ نے کبھی کسی کھانے کی مذمت بیان کی۔لیکن حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک رات انہوں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔اس پیالے کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔اس میں حلوہ تھا۔انہوں نے دیکھا کہ آپ بڑے شوق سے وہ حلوہ تناول فرما رہے تھے کسی اور کھانے کو آپ اتنے شوق سے تناول نہیں فرماتے تھے۔ہم آپ کے لیے یہی بناتے تھے۔"

❷ ہریسہ تناول فرمانا

ابن ضحاک نے مطر الوراق سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پچھنے لگواتے تھے تو آپ کے لیے ہریسہ تیار کیا جاتا تھا۔علامہ بلاذری نے حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "ہم آپ کے لیے ہریسہ تیار کرتے تھے ہم دیکھتے تھے کہ آپ اسے بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے۔آپ کے رات کے کھانے میں پانچ سے لے کر دس افراد تک شرکت کرتے تھے۔

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ جب آپ وادی القریٰ فروکش ہوئے۔بنو عریض یہودی نے آپ کو ہریسہ پیش کیا۔آپ نے اسے کھایا اور انہیں چالیس وسق عطا کیے یہ ان پر جاری تھے۔اسی لیے ایک یہودی عورت کہتی تھی "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جو کچھ رواں کیا ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جس کے وہ اپنے آباء سے وارث بنے۔کیونکہ یہ چیز تا روز حشر ان کے لیے جاری رہے گی۔"

حضرت اسعد بن زرارہ کبھی کبھی رات کے وقت آپ کے لیے ہریسہ بھیجا کرتے تھے۔جب وہ رات آتی جس میں ان کے گھر سے ہریسہ آنے کی امید ہوتی تو آپ پوچھتے "کیا حضرت اسعد کا پیالہ آیا ہے؟ جب کہا جاتا "ہاں" تو فرماتے "اسے لے آؤ" ہم جان گئے تھے کہ وہ آپ کو بہت پسند تھا ہریسہ وہ کھانا ہوتا تھا جسے دانوں کو کوٹ کر اور ان میں گوشت ملا کر تیار کیا جاتا تھا۔"

۳ حیس اور وطیہ

حمیدی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا" کیا کھانا ہے؟" میں نے عرض کی" ہاں!" میں نے حیس سے لبریز پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ہم نے آپ کے لیے چھپا کر رکھا تھا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس اس میں ڈالا اور تناول فرمایا۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا" ہمیں حیس بطور ھدیہ پیش کیا گیا۔ میں نے اُس میں سے کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھپا دیا آپ حیس کو پسند فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حیس بطور ھدیہ بھیجا گیا ہے میں نے اس میں سے کچھ آپ کے لیے چھپایا ہوا ہے۔" آپ نے فرمایا اسے لے آؤ۔ میں نے صبح کے وقت تو روزہ رکھا تھا" پھر فرمایا" نفلی روزہ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے مال میں سے صدقہ نکالے۔ اگر چاہے تو اسے آگے بھیج دے اور چاہے تو اسے روک کے رکھے۔"

امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے والد گرامی نے آپ کو کھانا اور وطیہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا" حیس اس حلوے کو کہا جاتا ہے جس کو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ کھجور کے دانے سے گھٹلی نکال لی جاتی ہے پھر دودھ سے گوندھا جاتا ہے اس کھانے کو وطیہ کہا جاتا ہے۔

۴ جشیشہ تناول فرمانا

امام مسلم نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری نظر کمزور ہوگئی ہے۔۔ اس روایت میں ہم نے آپ کو اس جشیشہ کے لیے روک لیا جسے ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔"

ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ہم نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا جس میں دشیشہ تھا۔"

جشیشہ یا دشیشہ بھی حلوہ کی ایک قسم ہے۔ اس کے لیے پہلے گندم کو موٹا موٹا پیسا جاتا ہے۔ اسے ہانڈی میں پکایا جاتا ہے پھر گوشت یا کھجور ڈالی جاتی ہے پھر اسے پکایا جاتا ہے۔

۵ حریرہ اور عصیدہ تناول فرمانا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے لیے حریرہ

بناتی تھیں۔ وہ آپ کو پیش کرتیں اور آپ اس کو تناول فرماتے۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے۔ تھوڑا سا حریرہ باقی تھا۔ ایک اعرابی آپ کے پاس سے گزرا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یاد فرمایا۔ اعرابی نے سارا حریرہ ہاتھ پر اٹھا لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا "اسے رکھ دو۔ اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ قریب سے کھاؤ" وہ اس سے سیراب ہو گیا اور اس سے کچھ بچ بھی گیا۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میرے والد گرامی نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپ کو کھانے کی دعوت دوں۔ آپ میرے ہمراہ تشریف لے آئے جب آپ ہمارے گھر کے قریب ہوئے تو میں نے جلدی کی اور اپنے والدین کو آگاہ کیا۔ وہ دونوں باہر نکلے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے لیے ایک زبیریہ کپڑا بچھایا گیا۔ آپ نے اس پر تشریف رکھی۔ میرے والد گرامی نے میری امی جان سے کہا "کھانا لے آؤ" وہ ایک پیالہ لے آئیں اس میں آٹا تھا جسے پانی اور نمک سے گوندھا گیا تھا میں نے اسے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی کی اطراف سے کھاؤ۔ اس کی چوٹی کو چھوڑ دو۔ برکت اسی میں ہے" آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا کھانا پھر بھی بچ گیا۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم اغفرلھم وارحمھم وبارك عليھم ووسّع عليھم فی ارزاقھم۔

حریرہ سے مراد وہ مٹھائی ہے جسے دودھ سے بنایا جائے عصیدہ سے مراد وہ مٹھائی ہے جسے آٹے سے بنایا جائے۔

۶ ثرید تناول فرمانا

ابوداؤد اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روٹی اور حیس کی ثرید سب سے زیادہ پسند تھی۔"

امام احمد، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثفل بہت پسند تھا۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ثفل سے مراد آٹا اور وہ چیز ہے جسے پیا نہ جا سکے۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور آپ کا درزی غلام آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے کدو تلاش کرنے لگے۔"

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی خدمت میں ثرید کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کی اطراف سے کھاؤ۔ اس کے وسط سے نہ کھاؤ اس کی برکت اس کے وسط میں نازل ہوتی ہے۔"

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سب سے پہلے میں نے کھانے کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں گھی اور روٹی کی ثرید تھی۔ میں نے اسے آپ کے سامنے رکھ دیا عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری امی جان نے یہ پیالہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہاری امی جان میں برکت

دے" آپ نے صحابہ کرام کو بلایا۔ سب نے مل کر کھایا۔

ابو بکر شافعی نے حضرت عکراش بن ذوئب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لے گئے۔ پوچھا" کیا کھانا ہے؟ ہمیں ایک ایسا پیالہ پیش کیا گیا جس میں بہت زیادہ گھی اور چربی تھی۔ ہم اس میں سے کھانے لگے۔ حضور انور ﷺ نے اپنے سامنے سے کھایا میرا ہاتھ اس کی اطراف میں گھوم رہا تھا۔ آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا" عکراش! ایک ہی جگہ سے کھاؤ یہ ایک کھانا ہے۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں اہل صفہ میں سے تھا۔ ایک دن آپ نے روٹی منگوائی اسے پیالے میں توڑا۔ اس میں گرم پانی ڈالا پھر اس میں چربی ڈالی پھر اسے باریک کیا اسے نرم کیا اور اسکی ثرید بنائی پھر مجھے فرمایا" جاؤ اور اہل صفہ میں سے دس افراد کو بلاؤ۔ تم ان میں سے دسویں ہو" میں انہیں لے آیا" ابن عساکر اور ابن نجار نے ان سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

❼ پنیر تناول فرمانا

مسدد، ابو داؤد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تبوک میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا جس کو عیسائی بناتے تھے عرض کی گئی" یہ وہ کھانا ہے جسے مجوس بناتے ہیں" آپ نے چھری منگوائی۔ اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اسے کاٹ دیا۔ طیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ نے پنیر دیکھا۔ آپ نے پوچھا" یہ کیا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی" یہ وہ کھانا ہے جسے عجمی بناتے ہیں" آپ نے فرمایا" اس میں چھری رکھو اور اسے کھاؤ۔"

امام احمد محمد بن عمر اسلمی اور امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا" یہ کہاں بنتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی" فارس میں" ہمارا خیال ہے کہ وہ شاید اس میں مردار ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا" کھاؤ" دوسری روایت میں ہے" اس میں چھری رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا نام لو اور کھاؤ۔"

❽ جو کی روٹی پگھلی ہوئی چربی کے ساتھ

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی پہ دعوت دی گئی۔

❾ خزیرہ تناول فرمانا

امام بخاری اور امام برقانی نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی" میری بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ سیلاب آتا ہے۔ وہ میرے اور میری قوم کی مسجد

کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ اسے عبور کرنا میرے لیے مشکل ہوتا ہے۔ آپ تشریف لائیں میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں میں اسے اپنا مصلیٰ بنالوں گا وہاں نماز پڑھا کروں گا" آپ نے فرمایا "میں اسی طرح کروں گا۔ دوسرے روز جب سورج کافی بلند ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے اذن طلب فرمایا۔ میں نے اجازت دے دی آپ بیٹھے نہ تھے کہ آپ نے فرمایا "تم اپنے گھر میں کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو؟" میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں مجھے نماز پڑھنا پسند تھا۔ آپ اٹھے تکبیر کہی ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں میں نے خزیرہ کے لیے آپ کو روک لیا جسے میں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا" خزیرہ ایک قسم کا حلوہ تھا۔

⑩ مکھن کھجور کے ساتھ تناول فرمانا

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت بسر رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزندوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے ہم نے آپ کو مکھن اور کھجور پیش کی۔ آپ مکھن اور کھجور پسند فرماتے تھے۔

⑪ دودھ، کھجور کے ساتھ

امام احمد اور ابو نعیم نے حسن سند کے ساتھ بعض صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ دودھ کو کھجور کے ساتھ جمع فرماتے تھے۔ آپ انہیں "الاطیبین" فرماتے تھے۔

ابن السنی نے، ابراہیم اور امام حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ دودھ اور کھجور کو "الاطیبین" فرماتے تھے۔

⑫ کالی مرچ اور تیل تناول فرمانا

ابو یعلیٰ، الطبرانی اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی دادی جان حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا۔ انہوں نے فرمایا "میرے پاس حضرات حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا "ہمارے لیے وہ کھانا تیار کرو جسے حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے اور محبت سے کھاتے تھے" انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا "بیٹے! آج ایسے کھانے کی تمنا نہ کرو" انہوں نے جو لیے، انہیں صاف کیا اس سے روٹی پکائی اسے طبق میں رکھا۔ زیتون کا تیل بطور سالن دیا اس پر کالی مرچیں چھڑک دیں یہ کھانا ان کے قریب کیا اور کہا "حضور ﷺ یہ کھانا بہت پسند فرماتے تھے اسے محبت سے کھاتے تھے"

⑬ حلوہ اور شہد

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور

اکرم ﷺ حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے۔“

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کی خدمت میں شہد پیش کیا گیا۔ آپ نے ہم سب کو ایک ایک چمچ بھر کر دیا۔ آپ نے مجھے بھی ایک چمچ دیا۔ میں نے عرض کی ”یارسول اللہ ﷺ ایک اور چمچ عطا فرمائیں“ آپ نے فرمایا ”ایک اور“ میں نے عرض کی ”ہاں“۔

۱۴ میٹھا گوند

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دومۃ کے اکیدر نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں میٹھے گوند کا ایک گھڑا پیش کیا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو ایک ایک ٹکڑا عطا کیا پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر نظر کرم فرمائی اور ایک ٹکڑا عطا کیا انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ مجھے عطا فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ حضرت عبداللہ کی بیٹیوں کے لیے ہے۔“

۱۵ خبیص تناول فرمانا

حارث نے منقطع سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہد، گھی اور گندم ملا کر خبیص تیار کیا۔ ایک پیالہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا۔ آپ نے پوچھا ”یہ کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی ”یارسول اللہ ﷺ عجمی لوگ گندم، گھی اور شہد کو ملا کر یہ تیار کرتے ہیں۔ اسے خبیص کہتے ہیں“ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

الطبرانی نے الثلاثہ میں الصغیر اور الاوسط کے راوی ثقہ ہیں، بقی بن مخلد اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مربد کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو ایسی اونٹنی کو ہانک رہے تھے جس پر سفید آٹا، گھی اور شہد تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا ”اسے بٹھا دو“ انہوں نے اونٹنی کو بٹھایا۔ آپ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ انہوں نے ہنڈیا منگوائی اسے آگ پر رکھا۔ اس میں گھی، آٹا اور شہد ڈالا۔ اس پر آگ جلائی گئی۔ جب وہ پک گیا تو اسے اتار لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”کھاؤ“ حضور اکرم ﷺ نے خود بھی اس سے تناول فرمایا۔ پھر فرمایا ”اہل فارس اسے خبیص کہتے ہیں۔“

۱۶ شکر تناول فرمانا

برقانی نے کمزور سند سے موسیٰ بن جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد سے اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے شکر کے ساتھ خربوزہ یا تربوز کھایا۔

۱۷ سرکہ تناول فرمانا

ابن ابی شیبہ اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ مجھے اشارہ فرمایا میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے میرا بازو تھاما۔ ہم آگے بڑھے۔ حتیٰ کہ کسی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں داخل ہو گئے پہلے آپ اندر گئے۔ پھر مجھے اذن دیا۔ میں اندر گیا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے پردہ کر لیا تھا۔ آپ نے اپنے اہل بیت سے پوچھا "کیا کھانا ہے؟" انہوں نے عرض کی "ہاں" آپ کے پاس تین روٹیاں لائی گئیں۔ انہوں نے انہیں کسی چیز پر رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی لی۔ اسے اپنے سامنے رکھ لیا دوسری روٹی لی۔ اسے میرے سامنے رکھا۔ تیسری روٹی کے دو حصے کیے۔ آدھا اپنے سامنے اور آدھا میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر فرمایا "کیا سالن ہے؟ انہوں نے عرض کی "ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے سرکہ منگوایا۔ روٹی تناول فرمانے لگے فرمایا "سرکہ کتنا عمدہ سالن ہے۔ سرکہ کتنا عمدہ سالن ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب سے میں نے آپ کی زبان اقدس سے یہ سنا تو میں سرکہ سے محبت کرنے لگا۔

امام ترمذی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا "سرکہ عمدہ سالن ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟ انہوں نے عرض کی 'صرف خشک روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے قریب کرو۔ جس گھر میں سرکہ کا سالن ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔"

احمد بن منیع نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کھایا۔ ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ سالن سرکہ تھا۔"

۱۸ ستو کھانے کے بارے

حمیدی، امام بخاری اور امام نسائی نے سوید بن نعمان الانصاری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے جب ہم صہباء پہنچے یا اس کے مابین تھوڑی سی مسافت رہ گئی۔ آپ نے زاد راہ منگوایا۔ صرف ستو ہی آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے انہیں چبایا۔ آپ کے ساتھ ہم نے بھی انہیں چبایا آپ نے کلی کی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ کلی کی۔ پھر آپ نے نماز مغرب ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ہم نے وضو نہ کیا۔

۱۹ کھجور کو روٹی کے ساتھ کھانا

ابویعلی، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا۔ پھر کھجور لی اسے اس ٹکڑے پر رکھا اور فرمایا" یہ اس کا سالن ہے۔"

۲۰ تل تناول فرمانا

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں تل اور کھجوریں پیش کیں۔ حتیٰ کہ آپ نے تناول فرمائے۔ جب اٹھنے لگے تو ان کے لیے دعائے خیر کی۔

اسی کتاب میں روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں" آپ ان کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں تل اور کھجوریں پیش کیں۔ پھر دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔"

۲۱ گھی اور پنیر تناول فرمانا

امام بخاری، امام مسلم اور برقانی اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں گھی، پنیر اور گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر تناول فرمالیا۔ لیکن گوہ نہ کھائی۔ آپ نے فرمایا" اس چیز کو میں نے کبھی نہیں کھایا اور جو اسے کھانا چاہتا ہے وہ کھالے" آپ کے دسترخوان پر اسے کھالیا گیا۔"

ابراہیم حربی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ" آپ نے پنیر کا ٹکڑا تناول فرمایا پھر نماز پڑھ لی آپ نے وضو نہ فرمایا۔"

تنبیہات

۱ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے فرمایا" حضرت جبرائیل امین نے مجھے ہریسہ کھلایا تاکہ رات کے قیام پر مجھے تقویت مل سکے۔" اس روایت کو الطبرانی نے محمد بن حجاج اللخمی کی سند سے روایت کیا ہے اس نے ہی اسے گھڑا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت کو دارقطنی نے نقل کیا ہے انہوں نے اسے منکر اور باطل لکھا ہے۔ موسیٰ بن ابراہیم اور دیگر راوی کمزور ہیں ان سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ خطیب نے لکھا ہے" موسیٰ بن ابراہیم مجہول ہے یہ حدیث باطل ہے۔ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جابر بن سمرہ سے انہوں نے روایت کیا ہے۔

۲ علامہ خطابی کو علامہ قاضی نے" سرکہ کتنا عمدہ سالن ہے" کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ نے کھانے میں میانہ روی کی

تعریف فرمائی۔ لذیذ کھانوں سے نفس کو روکا۔ عبارت کی تقدیر یوں ہے "سرکہ اور اس جیسی دوسری چیزوں کو سالن بناؤ۔ جن سے مشقت کم ہو۔ جو کم یاب نہ ہوں۔ خواہشات میں مقابلہ نہ کیا کرو۔ یہ دین میں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جسم کو بیمار کرتی ہیں" امام نووی نے ان کی گرفت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "چاہیے کہ یقین یہ رکھا جائے کہ آپ نے سرکہ کی ہی تعریف کی ہے۔ جب کھانے میں میانہ روی اور خواہشات کو ترک کرنا دیگر فرامین سے عیاں ہے۔" ابن قیم نے لکھا ہے "خاص حال کے تقاضا کے مطابق یہ اس کی تعریف ہے۔ کسی دوسری چیز پر اسے فضیلت نہیں دی گئی جسے کہ بعض علماء نے گمان کیا ہے۔

◆ ۳ ابوسلمان نے لکھا ہے ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ پنیر کفار قوم بناتی تھی۔ وہ پھونکیں مار کر اسے جماتے تھے۔ پنیر کی صنعت میں بعض مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کر لی تھی۔ آپ نے ظاہر حال کے مطابق اسے مباح قرار دیا۔ کفار کے ساتھ مسلمانوں کی شراکت کی وجہ سے اسے کھانے سے نہ روکا۔"

الامتاع میں ہے "ابوسلیمان کا یہ دعویٰ کہ مسلمان پنیر کے عمل میں کفار کے ساتھ مشارکت کرتے تھے، اسے نقل پر موقوف کیا جائے گا۔ اس وقت ایران اور شام میں ایک مسلمان بھی نہ تھا۔ غور کر لو" میں کہتا ہوں "یہ ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔"

◆ ۴ حلوہ۔ یہ الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ ہے۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے "حلوہ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس میں صنعت کا دخول ہو۔ ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے کھانے میں سے مضبوط بنالیا جائے پھل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے "حلوہ سے آپ کی محبت خواہشات کی کثرت پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ کا نفس شدت سے اسے چاہتا تھا۔ جب آپ کو حلوہ پیش کیا جاتا تو آپ اسے محبت سے تناول فرماتے تھے۔ جس سے یہ علم ہو جاتا کہ آپ کو پسند ہے الحافظ نے لکھا ہے "ثعالبی کی کتاب فقہ اللغۃ میں ہے کہ وہ حلوہ جسے آپ پسند فرماتے تھے اس کا نام المجیع ہے۔ اس سے مراد کھجوروں کو دودھ میں ملانا ہے۔

پانچواں باب

آپ کے پسندیدہ پھل

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱ جب کوئی نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ کیا فرماتے اور کرتے

امام بیہقی اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں نیا پھل پیش کیا جاتا آپ یہ دعا مانگتے "مولا! جیسے کہ تو ہمیں اس کی ابتداء دکھائی ہے۔ اسی طرح اس کا آخر بھی دکھانا۔"

ابن اعرابی اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی جب آپ کی خدمت میں نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ اسے چشمانِ مقدس پر رکھ لیتے، پھر اسے اپنے لبوں پر رکھتے۔ پھر یہ دعا مانگتے "مولا! جس طرح تو نے ہمیں اس کی ابتداء دکھائی ہے۔ اسی طرح اس کا آخر بھی دکھا" پھر وہ پھل اس بچے کو دے دیتے جو آپ کے قریب ہوتا۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الصغیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ کی خدمت میں نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ اسے قبول فرمالیتے اسے اپنی چشمان مقدس پر رکھتے پھر یہ دعا مانگتے "جیسے تو نے ہمیں اس کی ابتداء کھلائی ہے اسی طرح اس کا آخر بھی کھلا، پھر اپنے اہل میں سے کسی بچے کو کھلا دیتے۔ یا اس بچے کو دے دیتے جو آپ کے پاس حاضر ہوتا۔"

برقانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی خدمت میں نیا پھل پیش کیا جاتا تو اسے قبول فرمالیتے اور اپنی چشمان مقدس پر رکھتے۔

۲ کھجوریں آنے پر مبارک

بزار نے حسان بن سیاہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن لال نے مکارم الاخلاق میں حضرت انس اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "جب کھجوریں آئیں تو مجھے مبارک باد دینا، دوسرے الفاظ یہ ہیں "جب کھجوریں آئیں تو مجھے آگاہ کرنا جب بھی جائیں تو میرے ساتھ افسوس کرنا۔"

۳ کھجوریں تناول فرمانا

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" جس گھر میں کھجور نہیں ہوتی اس کے اہل بھوکے رہتے ہیں۔جس گھر میں سرکہ نہیں ہوتا اس کے اہل سالن سے محروم رہتے ہیں۔ جس گھر میں بچے نہیں ہوتے اس میں برکت نہیں ہوتی تم میں سے بہتر وہ ہوتا ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے بہترین ہوں۔"

ابوداؤد،طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ اور ابویعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔میری امی جان نے ان کے لیے کپڑا بچھایا۔آپ اس پر جلوہ افروز ہو گئے۔انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں۔آپ انہیں تناول فرمانے لگے۔آپ گٹھلیوں کے بارے فرماتے "اس طرح" آپ گٹھلیوں کو سبابہ اور وسطیٰ انگلیوں میں رکھتے جاتے۔"

ابوداؤد نے یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کو دیکھا آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا۔اسے کھجور پر رکھا۔اور فرمایا" یہ اس کا سالن ہے" اس روایت کو الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے،حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" آپ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں آپ نے وہ ہدیہ قبول فرمالیا۔میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ پنڈلیوں اور رانوں کو اٹھا کر بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں تناول فرمارہے تھے۔

انہوں نے علی بن الاثیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کھجوریں کھارہے تھے جب سوکھی کھجور آئی تو آپ نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ایک شخص نے عرض کی" یہ کھجور جو باقی رہ گئی ہے آپ مجھے عطا فرمادیں۔آپ نے فرمایا" میں تمہارے لیے وہ چیز پسند نہیں کروں گا جسے اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں۔"

ابن حبان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" آپ کو عجوہ کھجور سب سے زیادہ پسند تھی۔"

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" آپ کی خدمت میں عتیق کھجوریں پیش کی گئیں۔آپ انہیں دیکھنے لگے اور سوس (کھجور کو لگنے والا کیڑا) باہر نکالنے لگے۔"

۴ انگور تناول فرمانا

ابن ماجہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کی خدمت میں طائف کے انگور پیش کیے گئے۔آپ نے مجھے یاد فرمایا۔آپ نے فرمایا" یہ انگور کا گچھا لو اور اسے اپنی امی جان کو دے آؤ" میں نے وہ

انگور رستہ میں ہی کھالیا۔ جب کچھ راتوں کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا "مجھے کا کیا کیا؟ اپنی امی جان کو دے آئے تھے؟" میں نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا "دھوکہ۔"

الطبرانی، ابن عدی اور ابو بکر شافعی نے ضعیف سند کے ساتھ، ابوشیخ اور امام بیہقی نے قوی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ انگور کھا رہے تھے۔ آپ ایک ایک دانہ اتارتے اور اپنے منہ مبارک میں لے جاتے حتیٰ کہ انگور کا گچھا ختم ہوگیا۔"

ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں امیہ بن زید العبسی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھلوں میں سے انگور اور تربوز پسند تھے۔"

۵ انجیر کھانا

ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کی خدمت میں انجیر کا طبق پیش کیا گیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "کھاؤ۔ اگر میں کہتا کہ کوئی پھل جنت سے اترا ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے تو میں کہتا کہ وہ انجیر ہے۔ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس میں نفع بخش ہے۔"

۶ کشمش تناول فرمانا

امام احمد نے حضرت انس اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو کشمش پیش کی آپ نے اسے تناول فرمایا۔ فارغ ہو کر فرمایا "پاکباز افراد نے تمہارا کھانا کھایا۔ ملائکہ نے تمہارے لیے دعا کی اور روزہ داروں نے تمہارے ہاں روزہ افطار کیا۔"

۷ بہی دانہ پسند فرمانا

الطبرانی نے ثقہ افراد سے روایت کیا ہے (لیکن علی القرشی ثقہ نہیں ہے) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بہی دانہ پیش کیا جسے وہ طائف سے لے آئے تھے۔ آپ نے اسے تناول فرمایا آپ نے فرمایا "یہ سینے کی گھٹن کو دور کرتا ہے اور دل کو صاف کرتا ہے۔"

الطبرانی، حاکم اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے دست اقدس میں بہی دانہ تھا۔ آپ نے اسے میری طرف پھینکا اور فرمایا "طلحہ! یہ لو۔ یہ دل کو صاف کرتا ہے" دوسرے الفاظ میں ہے "یہ دل کو قوی کرتا ہے نفس کو پاک کرتا ہے اور سینے کی گھٹن کو دور کرتا ہے۔"

ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں طائف سے بہی دانہ

لے کر آیا۔ اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ فرمایا "اسے کھاؤ یہ دل کو صاف کرتا ہے سینے کی گھٹن کو دور کرتا ہے۔"

۸ انار تناول فرمانا

ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یوم عرفہ کو آپ کی خدمت میں انار پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے کھایا۔

۹ شہتوت کھانا

خطیب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ پیالہ میں شہتوت کھا رہے تھے۔"

۱۰ پیلو کا پھل

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم مرالظہر ان میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ہم پیلو کا پھل چن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "کالے چننا یہ بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ جس دور میں گلہ بانی کرتا تھا۔ تو میں یہ کھایا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی "کیا آپ بکریاں بھی چراتے تھے؟ آپ نے فرمایا "ہر نبی نے گلہ بانی کی ہے۔"

۱۱ سونٹھ

امام ترمذی، ابن السنی، ابونعیم، ابن الاعرابی، حاکم اور ابن عدی نے عمرو بن حکام کی اسناد سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہندوستان کے کسی بادشاہ نے آپ کو کچھ تحائف بھیجے جن میں سونٹھ کا ایک گھڑا بھی تھا۔ آپ نے ہر ہر آدمی کو ایک ٹکڑا دیا۔ مجھے بھی ایک ٹکڑا عطا کیا۔"

۱۲ پستہ اور بادام

ابن عساکر نے بکی کی سند سے حضرت دحیہ سے روایت کیا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں شام سے آیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں خشک پھل پیش کیے ان میں پستہ اور بادام اور کیک تھے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! میرے اہل خانہ میں سے پسندیدہ ترین شخص کو لے آجو میرے ساتھ کھائے۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ "چچا! قریب ہو جائیں۔" انہوں نے بیٹھ کر یہ اشیاء کھائیں۔

۱۳ کھجور کا گابھہ

برقانی اور بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھجور کا گابھہ کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ''میں ایسے درخت کو دیکھتا ہوں جو ہر وقت مومن کی طرح پھل دیتا رہتا ہے۔''

امام بخاری، عبدالرحمان بن حمید، ابن اعرابی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''میں بارگاہ رسالتمآب میں حاضر تھا۔ آپ کھجور کا گابھہ تناول فرما رہے تھے'' دوسری روایت میں ہے ''میں نے آپ کی زیارت کی'' آپ کھجور کا گابھہ تناول فرما رہے تھے۔''

۱۴ کھجور اور خربوزہ

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''مجھے میری امی جان حضرت ام سلیم نے ایک تھال دے کر بھیجا جس میں تر کھجوریں تھیں۔ آپ مٹھی بھر بھر کر ازواج مطہرات کے ہاں بھیجتے رہے۔ پھر بیٹھ گئے اور بقیہ کھجوریں یوں تناول فرمالیں گویا کہ آپ کو بھوک لگی تھی۔''

امام احمد نے حضرت ام سلمیٰ بنت قیس الانصاریہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے انگور لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان میں سے کھائے۔''

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''آپ کی خدمت میں تر کھجوروں کا ایک تھال پیش کیا گیا۔ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ مٹھی بھر بھر کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں بھیجنے لگے۔ پھر بڑے شوق سے خود تناول فرمانے لگے۔ گٹھلیاں بائیں دست اقدس میں پکڑنے لگے۔ گھریلو جانور گزرا تو آپ نے گٹھلیاں اس کے سامنے پھینک دیں۔ وہ انہیں کھا گیا۔

ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوروں کے ساتھ خربوزہ تناول فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ''اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو ختم کر دے گی۔''

ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تر کھجوریں خربوزہ کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔''

ابوداؤد طیالسی اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تر کھجوریں کھائیں اور پانی نوش فرمایا۔ آپ نے فرمایا ''یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے تم سے سوال ہوگا۔''

ابویعلیٰ، امام احمد اور امام ترمذی نے شمائل میں، امام نسائی نے الکبریٰ میں، حاکم اور ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ تر کھجوروں کو خربوزہ کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔"

برقانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھلوں میں سے تر کھجوریں اور خربوزہ پسند تھے۔"

امام نسائی، امام احمد اور ابن السنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ تر کھجوروں کو خربوزہ کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو ختم کر دے گی۔"

ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تر کھجوریں یا خربوزہ تناول فرماتے تھے" راوی احمد بن جنید کو شک ہے۔

ابو شیخ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں جب آپ کی خدمت میں تر کھجوریں پیش کرتا تو آپ تر کھجوریں کھا لیتے۔ آدھی پکی کھجوریں چھوڑ دیتے۔"

الطبرانی، ابوشیخ، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کے دائیں دستِ اقدس میں تر کھجوریں تھیں خربوزہ بائیں دستِ اقدس میں تھا۔ آپ تر کھجوروں کو خربوزہ کے ساتھ کھا رہے تھے آپ کو یہ پھل بہت پسند تھے" اس روایت کو ابن عدی نے یوسف بن عطیہ الصفار کی سند سے روایت کیا ہے یہ متروک تھا۔

ابن عدی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "تر کھجور اور خربوزہ آپ کے پسندیدہ پھل تھے۔"

⑮ کھیرا، تر کھجور کے ساتھ، نمک کے ساتھ اور ثرید کو شہد کے ساتھ تناول فرمانا

مالک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "غزوہ بنی انمار میں ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں ایک درخت کے نیچے تھا کہ اچانک آپ تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ میں تشریف لے آئیں" آپ تشریف لائے میں اپنے توشہ دان کے پاس گیا۔ وہاں سے کچھ تلاش کیا مجھے کھیرا ملا۔ میں نے اسے توڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا "تمہیں یہ کہاں سے ملا؟ میں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم مدینہ طیبہ سے ہی اسے لے کر نکلے تھے۔"

امام ترمذی نے شمائل میں، امام الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا

"آپ کو کھیرا پسند تھا۔"

بقی بن مخلد اور امام ترمذی نے حضرت ربیع بن معوذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کو کھیرا پسند تھا۔"

امام احمد، ابو داؤد طیالسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ تر کھجوریں اور خربوزہ تناول فرمارہے تھے" طیالسی نے یہ اضافہ کیا ہے" آپ نے فرمایا" یہ عمدہ چیزیں ہیں۔"

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ کھیرا تر کھجور کے ساتھ کھارہے تھے۔"

ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب بھی آپ کھیرا تناول فرماتے آپ نمک لگا کر تناول فرماتے۔"

خطابی نے اپنی غریب میں ام المومنین سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کھیرا اور ثرید کو شہد کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

تنبیہات

1. امام بیہقی نے الشعب میں لکھا ہے" آپ نے اپنی مبارک انگلیوں میں گٹھلیاں پکڑ لی تھیں اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ نے منع فرمایا تھا کہ کھجوریں کھانے والا تھال میں گٹھلیاں نہ رکھے۔ حکیم ترمذی نے اس کی یہ حکمت بیان کی ہے۔ " کبھی کبھی تھوک اور منہ کی رطوبت گٹھلی کے ساتھ مل جاتی ہے اگر اسے تھال میں رکھا جائے تو نفس اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔

2. حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں انگور کا گچھا لے کر آئے۔ عرض کی" رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اس نے اس گچھے کے ساتھ مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اسے تناول فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے پکڑ لیا" الطبرانی نے اس روایت کو حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے دائیں دستِ اقدس میں تر کھجوریں پکڑتے تھے اور بائیں دستِ اقدس میں خربوزہ پکڑتے تھے۔ آپ کھجوریں خربوزہ کے ساتھ کھاتے تھے۔ یہ پھل آپ کو بہت پسند تھے۔ اس روایت کو الطبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں یوسف بن عطیہ ہے جو متروک ہے۔ انہوں نے اسے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں احرم بن حوشب ہے۔ یہ بھی متروک ہے۔"

چھٹا باب

پسندیدہ سبزیاں

اس باب میں کوئی انواع ہیں۔

① ثرید

ابو شیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثرید بہت زیادہ پسند تھی"
امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ابو محمد کو سنا وہ کہہ رہے تھے" میں نے ابن اسحاق سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ الثقل سے مراد ثرید ہے۔"

② پکے ہوئے پیاز

امام احمد، امام بیہقی، ابو داؤد، امام نسائی اور امام ترمذی نے شمائل میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے آخری کھانا پکا ہوا پیاز کھایا تھا۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اسے ہنڈیا میں پکایا گیا تھا۔
امام بخاری نے المفرد اور ابن ضحاک نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ نے وصال سے قبل یوم جمعۃ المبارک کو ہنڈیا میں پکا ہوا پیاز کھایا تھا۔"

③ اروی سبزی

الامتاع میں ہے کہ دولابی نے کہا ہے کہ اہل ایلہ نے آپ کی خدمت میں اروی پیش کی۔ آپ نے اسے تناول فرمایا، اسے عجیب سمجھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ زمین کی چربی ہے۔" آپ نے فرمایا: "زمین کی چربی کتنی عمدہ ہے۔"

④ کدو

امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک درزی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی۔ اس نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ میں آپ کے ساتھ گیا۔

اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو کا شوربہ اور خشک گوشت پیش کیا۔ حضرت انس نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ پیالے کے ارد گرد کدو تلاش کر رہے تھے میں بھی کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔ میں خود نہیں کھا رہا تھا۔ اس روز سے میں بھی کدو سے محبت کرنے لگا۔"

امام ترمذی نے ابو طالوت سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کدو تناول فرما رہے تھے۔ وہ فرماتے "اے کدو! میں تم سے اس لیے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا حضور اکرم ﷺ تم سے محبت کرتے تھے۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ، امام نسائی اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت جابر بن طارق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کدو کٹا ہوا پڑا تھا۔ میں نے عرض کی: "یہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہم اپنا اکثر کھانا اسی سے بناتے ہیں۔"

امام احمد اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کھانوں میں سے کدو بہت پسند تھا۔

ابن ضحاک نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عائشہ! جب کھانا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالا کرو یہ قلب حزین کو تقویت دیتا ہے۔"

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اگر ہمارے پاس کدو ہوتا تو ہم اسے حضور اکرم ﷺ کے لیے بچا لیتے تھے۔"

دیلمی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اکثر کدو تناول فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "یہ دماغ کے مادہ کو زیادہ کرتا ہے عقل میں اضافہ کرتا ہے۔"

۵ زیتون کے تیل میں پکا ہوا سلق، کالی مرچیں، مسالہ اور جو کا آٹا

حضرت سھل بن سعد ساعدی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم جمعۃ المبارک کے روز بہت خوش ہوتے تھے۔" عرض کی گئی: "کیوں؟" انہوں نے فرمایا: "ایک بڑھیا تھی وہ بضاعۃ کی طرف جاتے ہوئے سلق کی جڑیں لاتی۔ اسے ہنڈیا میں ڈالتی وہ جو پیس کر اس پر ڈالتی۔ بخدا! اس میں نہ جو ہوتے تھے نہ ہی چربی" ہم نماز جمع پڑھتے اور اس کی طرف لوٹ آتے تھے۔"

امام ترمذی نے حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے انگور لٹکے ہوئے تھے آپ ان میں سے تناول

فرمانے لگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان سے کھانے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "رکو! علی! تم کو ابھی صحت ملی ہے اور تم کمزور ہو" حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرمانے لگے۔ میں نے آپ کے لیے سلق اور جو بنائے۔ آپ نے فرمایا "علی! یہ کھاؤ یہ تمہارے موافق ہیں۔"

تنبیہات

❶ حافظ ابو بکر برقانی نے لکھا ہے کہ مجھ سے حضرت ابو بکر اسماعیل نے پوچھا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالے میں کدو تلاش کرنے اور اس کے اس فرمان کے مابین تطابق کیسے ہو سکتا ہے "اپنے سامنے سے کھاؤ" مجھے کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے پوچھا "استاذ اس کے بارے کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "کدو کی روایت اس درزی کے بارے جس نے خصوصاً آپ کے لیے کھانا بنایا تھا۔ جو اس طرح کھانا ہو اس میں سے جستجو کر کے کھانا روا ہوتا ہے۔ جو اس طرح کھانا نہ ہو اس میں سے سامنے سے ہی کھانا چاہیے۔"

ابن ضحاک نے لکھا ہے "ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان دونوں امور کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ اس سے ممانعت اس گھن کی وجہ سے ہے جو اس شخص کو آتی ہے جو اس کے ساتھ مل کر کھا رہا ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں تشریف لے جاتے وہ جگہ سراپا برکت بن جاتی۔ برکت کی امیدیں لگ جاتیں۔ کھانے میں جہاں ہاتھ لگ جاتا برکت کے سرچشمے پھوٹ نکلتے۔ جہاں دستِ اقدس لگ جاتا ہر ایک کی تمنا ہوتی کہ وہاں سے کھائے اس دستِ اقدس میں جسے اس کے خالق نے پاک کر دیا ہو۔ جسے اس کے بنانے والے نے سراپا کرم بنایا ہو اور اس ہاتھ میں کتنا فرق ہے جو صرف نام میں مشارکت رکھتا ہے۔ آپ کا دستِ اقدس ہر فضیلت و کرامت میں بلند ترین تھا۔ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے۔ اپنی رحمت کے ساتھ مختص کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔"

❷ الحافظ ابن عمر نے لکھا ہے "ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے۔ جس سے آپ محبت کرتے تھے۔ جو عمل آپ فرماتے تھے اس کی اتباع کی جائے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس کے بعد میں کدو سے پیار کرنے لگا۔"

❁❁❁❁

ساتواں باب

پسندیدہ کھانے

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱ ثرید

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روٹی کی ثرید اور حیس (حلوہ) کی ثرید بہت پسند تھی۔

۲ کدو

حارث بن ابی اسامہ نے معاویہ بن صالح سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضرت انس رضی اللہ عنہ کدو سے بہت زیادہ پیار فرماتے تھے۔ان سے عرض کی گئی" آپ کدو سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا" میں اس سے اس لیے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ کدو سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔"

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ کدو کو بہت پسند فرماتے تھے۔امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (حناء، ریحان وغیرہ) کی مکی بہت پسند تھی۔سبزیوں میں سے آپ کو کدو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے کہ آپ کو کدو بہت پسند تھا۔

۳ حلوہ اور شہد

امام بخاری، ابوبکر شافعی اور ابن الاعرابی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے۔

۴ مکھن اور کھجور

حضرت بسر رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزندوں سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم نے آپ کو مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔

۵ دستی کا گوشت

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کا بازو اٹھالیا۔ آپ کو بازو بہت مرغوب تھا۔

۶ پشت کا گوشت

حمیدی اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "سب سے بہترین یا عمدہ گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کو پسندیدہ ہڈی (گوشت) بکری کا گوشت اور اس کے پہلو کا گوشت زیادہ پسند تھا۔

ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں اور امام بیہقی نے مجاہد سے مرسل اور الطبرانی نے عبداللہ بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا اگلا حصہ بہت پسند تھا۔

۷ پھلوں میں سے آپ کو تر کھجور اور خربوزہ بہت پسند تھا

ابن عدی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کو پھلوں میں سے کھجور اور خربوزہ پسند تھے" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

تنبیہ

حضرت بریدہ سے مرفوع روایت ہے کہ دنیا و آخرت میں سالنوں کا سردار گوشت ہے۔ دنیا اور آخرت میں مشروبات کا سرادار پانی ہے۔ دنیا اور آخرت میں پھولوں کا سردار ریحان کی کلی ہے۔ اس روایت کو الطبرانی نے ثقہ راویوں سے رقم کیا ہے سوائے سعید بن عتیبہ کے۔

آٹھواں باب

ناپسندیدہ کھانے

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ ناپسندیدہ سبزیاں

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام خیبر میں پیاز کی فصل کے پاس سے گزرے۔ بعض صحابہ کرام نیچے اترے اور کھانے لگے بعض نے نہ کھائے۔ ہم آپ کی خدمت میں آئے آپ نے انہیں بلا لیا جنہوں نے پیاز نہیں کھائے تھے دوسروں کو پیچھے کر دیا حتیٰ کہ پیاز کی بو ختم ہوگئی تو دونوں کو ملا دیا۔

دارقطنی نے غرائب ملک میں، ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ لہسن، کراث اور پیاز نہ کھاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت جبرائیل امین آپ سے شرفِ ہمکلامی حاصل کرتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کی خدمت میں کھانا بھیجا گیا۔ اس میں پیاز اور کراث ڈالا گیا تھا۔ اس میں آپ کے دستِ اقدس کے نشانات نہ تھے۔ آپ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا مجھے ملائکہ سے حیاء آتی ہے۔ یہ حرام نہیں ہیں۔"

ان ہی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرما لیتے۔ پھر بقیہ ہماری طرف بھیج دیتے۔ ایک دفعہ آپ نے کھانا واپس کر دیا۔ اسے ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ میں نے کہا "اس کھانے میں کچھ عجیب امر ہے" میں نے آپ سے ملاقات کی۔ عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے جو کھانا بھی آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا۔ آپ اس میں سے تناول فرما لیتے تھے لیکن آج آپ نے کھانا نہیں کھایا" آپ نے فرمایا میں اس سبزی کو ناپسند کرتا ہوں۔ لیکن تم کھالو" انہوں نے عرض کی "جو آپ کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی پسند نہیں۔"

ابن سعد نے حضرت سوید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں لہسن ڈالا گیا تھا۔ آپ نے اس میں لہسن کی بو پا کر دستِ اقدس روک لیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا ہاتھ روک لیا۔ صحابہ کرام نے بھی اپنے ہاتھ روک لیے" آپ نے فرمایا "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی "آپ نے دستِ اقدس روکا

تو ہم نے بھی اپنے ہاتھ روک لیے" آپ نے فرمایا" تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ میرے ساتھ ایسی سرگوشیاں ہوتی ہیں جو تمہارے ساتھ نہیں ہوتیں۔"

۲ کون سے گوشت آپ کو ناپسند تھے

الطبرانی اور ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کو بکرے کی سات چیزیں ناپسند تھیں۔ پتہ، مثانہ، آنتیں، ذکر، انثیین، غدود اور خون۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بکری کی سات اشیاء ناپسند تھیں۔ پتہ، مثانہ، آنتیں، ذکر، انثیین، غدود اور خون۔ آپ کو بکرے کا اگلہ حصہ پسند تھا۔ ابن السنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کو دونوں گردے ناپسند تھے۔ کیونکہ پیشاب ان سے ہو کر آتا ہے۔"

ابن ضحاک نے حضرت براء بن عازب سے روایت ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کو مردار خور پرندے اور درندے ناپسند تھے۔"

مسدد نے ثقہ راویوں سے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دل کا قرب کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت خزیمہ بن جزء سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے زمین کی اجناس کے بارے پوچھنے آیا ہوں۔ آپ گوہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا" میں اسے نہ کھاتا ہوں نہ ہی حرام کرتا ہوں" میں نے کہا" میں اس چیز کو کھاؤں گا جسے آپ نے حرام نہیں کیا" حضور اکرم ﷺ! کیوں؟ آپ نے فرمایا" سابقہ امم میں سے ایک امت مفقود ہو گئی میں نے ایک مخلوق دیکھی جس نے مجھے شک میں ڈال دیا ہے" میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! خرگوش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا" میں اسے نہ کھاتا ہوں نہ ہی حرام کرتا ہوں۔" میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں اسے کھاؤں گا جب تک کہ آپ اسے حرام نہ کر دیں۔ یارسول اللہ! کیوں؟ آپ نے فرمایا" مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے خون آتا ہے۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ کی خدمت میں خرگوش پیش کیا گیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اسے تناول نہ فرمایا نہ ہی اسے کھانے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا" مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے حیض آتا ہے۔"

امام مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوئے۔ یہ ان کی خالہ تھیں۔ آپ کی

خدمت میں پکایا ہوا گوہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کی طرف دستِ اقدس بڑھایا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا'' آپ کو بتادو کہ آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ آپ سے عرض کی گئی'' یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گوہ ہے'' آپ نے دستِ اقدس اٹھالیا۔ آپ سے عرض کی گئی'' کیا یہ حرام ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!؟ آپ نے فرمایا'' نہیں! لیکن یہ میری قوم کی زمین میں پیدا نہیں ہوتی مجھے اس سے گھن آتی ہے'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کھانے لگے۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔''

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' آپ کی خدمت میں گھی، پنیر اور گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر تناول فرمالیا اور فرمایا گوہ کو میں نہیں کھاتا جو اسے کھانا چاہے وہ کھالے'' اسے آپ کے دستر خوان پر کھایا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا'' ایک پیالہ میں آپ کی خدمت میں سات گوہ پیش کیے گئے۔ ان پر گھی نچوڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا'' کھاؤ'' مگر خود نہ کھایا۔ آپ سے عرض کی گئی'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اسے کھائیں حالانکہ آپ اسے نہیں کھا رہے؟ آپ نے فرمایا'' مجھے اس سے گھن آتی ہے۔''

الطبرانی نے اسے ان افراد سے روایت کیا ہے جو صحیح کے راوی ہیں کہ ایک ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا'' آپ کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا'' اسے کھاؤ، اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ میری قوم کا کھانا نہیں ہے۔''

قاسم بن اصبغ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' ایک رات ہمارے پاس سفید گندم کی روٹی تھی جسے گھی لگا ہوا تھا۔ ہم اسے کھانے لگے۔ ایک شخص اٹھا۔ اس میں اس روٹی کو ملا۔ پھر اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' تمہارا گھی کس چیز میں تھا؟'' اس نے کہا:'' گوہ کی شیشی میں۔'' آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔

امام الطبرانی نے دو اسناد سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہیں گوہ پیش کی گئی۔ ان کی قوم کے دو افراد حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے گوہ کے بارے حکم دیا اسے تیار کیا گیا پھر ان افراد کو پیش کیا گیا۔ آپ تشریف لائے تو وہ دونوں گوہ کھا رہے تھے۔ آپ نے بھی کھانے کے لیے ایک لقمہ اٹھالیا جب منہ مبارک تک لے گئے تو پوچھا'' یہ کیا ہے؟'' میں نے عرض کی'' یہ گوہ ہے جو ہمیں بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے'' آپ نے لقمہ نیچے رکھ دیا۔ ان افراد نے بھی اپنے لقمے پھینکنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا'' یوں نہ کرو۔ تم اہل نجد ہو۔ اسے کھاؤ ہم اہلِ تہامہ اسے پسند نہیں کرتے۔''

امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کو کھانے کے متعلق پوچھا گیا۔ اس وقت آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا'' میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ ہی حرام کرتا ہوں۔''

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں گئے۔ انہوں نے فرمایا "کیا میں تمہیں ام عتیق کا ھدیہ نہ کھلاؤں۔" انہوں نے کہا: "ہاں!" دو بھونی ہوئیں گوہیں پیش کی گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نہ کھایا حضرت خالد نے عرض کی: "گویا کہ آپ انہیں ناپسند کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!"

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا: "ہم گاؤں کے لوگ ہیں ہمیں یہ پسند نہیں ہے۔"

❁❁❁❁

آپ کے پسندیدہ مشروبات

پہلا باب

ایسے کنوؤں کا تذکرہ جہاں سے آپ پانی نوش فرماتے تھے، آپ نے ان میں اپنا لعب دہن ڈالا اور ان میں برکت کی دعا کی

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ جن کنوؤں کا پانی آپ کی خدمت میں لایا جاتا تھا

امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان، حمیدی اور بزار نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کنویں یا بیوت السقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا" ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ قتیبہ نے کہا "یہ ایک چشمہ ہے جس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے" ابن حبان اور ابوشیخ نے روایت کیا ہے کہ حرہ کی اطراف میں بنوفلاں کی زمین کی طرف سقیا چشمہ ہے۔"

جعفر بن محمد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "غرس کے کنویں سے آپ کے لیے میٹھا پانی لایا جاتا تھا اور اسی کے پانی سے آپ کو غسل دیا گیا۔

ابن سعد محمد بن عمر الاسلمی نے حضرت سلمیٰ زوجہ ابی رافع رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو وہ مالک بن نضر اور دانس کے کنوئیں سے میٹھا پانی آپ کے لیے لاتے تھے۔ پھر انس، ہند اور جاریہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں پانی بیوت السقیا سے پہنچاتے تھے۔ آپ کے خادم رباح اسود ایک دفعہ بئر غرس سے اور ایک دفعہ بیوت السقیا سے پانی لاتے تھے۔"

ابن سعد نے ہیثم بن نصر بن رحم الاسلمی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی خدمت کی۔ میں نے غریب لوگوں کے ساتھ آپ کے دراقدس کو لازم پکڑا میں ابوالہیثم بن التیہان کے کنویں جاسم سے آپ کے لیے پانی لاتا تھا۔ اس کا پانی بہت عمدہ تھا۔

۲ پاکیزگی حاصل کرنے والے مقامات سے پانی لایا جاتا

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مقامات پر آدمی بھیجتے جہاں مسلمان پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔ وہ وہاں سے پانی لاتا۔ آپ وہ پانی نوش فرماتے۔ اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی امید رکھتے۔"

۳ وہ کنویں جن سے آپ پانی پیتے تھے جن میں لعابِ دہن پھینکا اور برکت کی دعا کی

ایسے اکیس کنووں کا تذکرہ ملتا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱ بئر آریس

یہ ایک یہودی شخص کی طرف منسوب تھا۔ اس کا نام اریس تھا۔ اہل شام کی قدیمی زبان میں فلاح کو اریس کہا جاتا تھا۔ قباء میں مسجد کے قریب ہی یہ کنواں تھا۔

امام بیہقی نے ابراہیم بن طہمان سے اور انہوں نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک ان کے ہاں قباء میں تشریف لائے۔ انہوں نے وہاں کنویں کے بارے پوچھا۔ میں انہیں وہاں لے گیا۔ انہوں نے فرمایا "یہاں کنواں تھا۔ اس میں اتنا قلیل پانی تھا کہ ایک شخص" اپنے گدھے کو پانی پلاتا تو اس کا پانی ختم ہو جاتا آپ نے پینے کے لیے ایک ڈول پانی منگوایا۔ اس سے وضوء کیا اس میں لعابِ دہن لگایا پھر وہ پانی کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد کبھی اس کا پانی ختم نہ ہوا۔"

السید السمہودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ لیکن ابن شبہ اور ابن زبالہ نے بئر اریس کو ان کنووں میں شمار نہیں کیا جن سے آپ کے لیے پانی لایا جاتا تھا۔ لیکن ابن شبہ نے حضرت عثمان کے باغ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کنواں آج بھی معروف ہے۔ یہ مدینہ طیبہ کے میٹھے کنووں میں سے سب سے شیریں کنواں ہے۔"

۲ بئر اعواف

ابن شبہ نے محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بئر اعواف کے کنارے پر وضو کیا۔ پانی کنویں کے اندر گیا۔ آپ کے وضو کی وجہ سے اس کے اندر ایک جڑی بوٹی اگی وہ آج تک وہاں موجود ہے۔ السید

السمہودی نے لکھا ہے: ''میں کہتا ہوں کہ اعواف ایک بڑے پتھر کا نام ہے۔ جن کی قبلہ کی سمت باغ ہے جس میں متعدد کنویں ہیں لیکن ان میں مذکورہ بالا کنواں نہیں ہے۔ مطری اور ان کے پیروکاروں نے اس کنویں کا تذکرہ نہیں کیا نہ بعد کے تین حضرات نے اس کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ ابن نجار نے اس سے سکوت اختیار فرمایا ہے۔

۳ بئر اُنا

بعض نے اسے ''اُنَا'' اور بعض نے ''اَنَا'' پڑھا ہے۔ ابن زبالہ نے عبدالحمید بن جعفر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو آپ کا خیمہ بئر اُنا کے پاس لگایا گیا تھا۔ آپ نے اس مسجد میں نماز پڑھی جواب وہاں موجود ہے۔ بئر اُنا کا پانی نوش کیا۔ آپ کی سواری اس بیری کے درخت کے ساتھ باندھی گئی جو مریم بنت عثمان کی زمین میں تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''جب حضور اکرم ﷺ بنو قریظہ کے لیے آئے تو ان کے کنوؤں میں سے ایک کنویں پر نزول اجلال فرمایا۔'' صحابہ کرام آپ کے ساتھ آکر مل گئے ''کنواں بئر اُنا'' تھا۔

السید فرماتے ہیں ''میں کہتا ہوں کہ یہ کنواں آج غیر معروف ہے یہ کنواں بنو قریظہ کے کونے میں ان کی مسجد کے پاس تھا۔

۴ بئر انس بن مالک بن نضر

ابن سعد نے حضرت مروان بن سعد بن علی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بئر مالک بن نضر بن ضمضم سے پانی نوش فرماتے تھے۔ اسے بئر ابی انس بھی کہتے تھے۔ محمود بن ربیع سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''انہیں اب بھی وہ کلی یاد ہے جو آپ نے اس ڈول میں کی تھی جس میں بئر ابی انس کا پانی تھا۔

ابن زبالہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پانی طلب فرمایا۔ آپ کے لیے بئر ابی انس سے ایک ڈول پانی کا نکالا گیا اس میں دودھ ملایا گیا آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے۔ بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دائیں طرف ایک اعرابی تھا۔

صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ ہمارے اس گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔ ہم نے آپ کے لیے اپنی بکری کا دودھ نکالا۔ پھر اپنے اس کنویں کا پانی اس میں ملایا اور میں نے وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ابن شبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بئر ابی انس سے پانی نوش فرمایا۔

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کنویں میں لعاب دہن پھینکا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں

تھا۔ مدینہ طیبہ کا کوئی کنواں اس سے میٹھا نہ تھا۔ جب ان کا محاصرہ کیا گیا تو ان کے لیے اسی کنویں کا پانی لایا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اسے ابرود کہا جاتا تھا۔

السید نے لکھا ہے کہ آج کل یہ کنواں غیر معروف ہے لیکن پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ ابن شبہ نے الاخبار میں لکھا ہے کہ اس سے پانی لیا جاتا تھا۔ یہ بنو جدیلہ میں دارِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔"

⑤ بئر اہاب

السید نے لکھا ہے "ایک نسخہ میں ابن زبالہ سے "الہاب" مروی ہے لیکن اہاب ہی درست ہے اسی پر محب سے اعتماد کیا ہے۔ ابن زبالہ نے محمد بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحرہ کے مقام پر بئر اہاب پر تشریف لے گئے۔ یہ اس وقت حضرت سعد بن عثمان کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے ان کے بیٹے کو اس حالت میں پایا کہ وہ دوریوں کو بٹ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ جلدی حضرت سعد آ گئے۔ انہوں نے اپنے فرزند سے فرمایا "کیا یہاں کوئی آیا تھا؟" اس نے کہا "ہاں" اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک حلیہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا "وہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جلدی سے آپ کے ساتھ جا ملو" حضرت عبادہ نکلے حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کر لی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر دست اقدس پھیرا ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ اسی سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا لیکن بڑھاپا ان کے قریب نہ گیا تھا۔ اس کنویں میں آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا۔

مطری نے کہا ہے "ابن زبالہ نے ان کنوؤں کا تذکرہ کیا ہے جہاں آپ تشریف لے گئے تھے ان سے پانی نوش کیا تھا وضو فرمایا تھا۔ اب ان میں سے کوئی چیز بھی معروف نہیں ہے۔"

انہوں نے کہا ہے "جن کنوؤں کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے ان میں ایک کنواں الحرۃ الغربیہ کے پاس سقیا کی آخری منزل کے پاس تھا۔ ایک اور کنواں بھی تھا جب تم جادہ الطریق پر کھڑے ہو تو ہر چشمہ تمہارے بائیں طرف ہو گا۔ یہ کنواں رستہ سے ذرا ہٹ کر تمہاری دائیں سمت ہو گا۔ اس کے ارد گرد چونے کی بنائی ہوئی عمارت ہے اہل مدینہ طیبہ اس سے برکت حاصل کرتے رہے۔ اس کا پانی پیتے رہے آفاق کی طرف اس طرح لے جاتے رہے جیسے آب زمزم لے جاتے تھے۔ وہ اس کی برکت کی وجہ سے اسے بھی زمزم کہتے تھے۔ میں کسی ایک شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کے بارے قابل اعتماد ایک اثر کا ذکر کیا ہو۔

⑥ بئر البصۃ

المجد اللغوی نے اسے مشدد پڑھا ہے۔ السید نے لکھا ہے کہ اہل شہر کی زبانوں پر یہ تخفیف کے ساتھ رواں ہے۔ المجد نے لکھا ہے گویا کہ یہ بَصَّ الْمَاءُ بَصًّا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ٹپکنا اور اگر اسے تخفیف سے پڑھا جائے تو یہ وبص

یبص بصا و بصۃ وعد یعد کی طرح ہوگا۔ یہ "وبص لی اعمال" اس نے مجھے مال دیا کے معنی میں ہوگا۔

ابن زبالہ، ابن عدری نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ شہداء کے پاس تشریف لاتے۔ ان کی اولاد اور اہل خانہ کی خبر گیری فرماتے" ایک دن آپ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے فرمایا "کیا تمہارے ہاں بیری ہے جس کے ساتھ میں اپنا سر دھوسکوں۔ آج جمعۃ المبارک ہے۔ انہوں نے عرض کی "ہاں! انہوں نے آپ کے لیے بیری کے پتے لیے اور بصہ کی طرف گئے حضور اکرم ﷺ نے وہاں اپنا سر اقدس دھویا۔ سر اقدس اور مبارک زلفوں سے گرنے والا پانی البصہ میں گرا دیا۔ ابن النجار نے لکھا ہے کہ یہ کنواں بقیع کے قریب تھا۔ یہ اس رستہ پر تھا جو "قباء" کو جاتا تھا۔

۷ بئر بُضاعۃ

اسے باء کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن سعد نے مروان بن ابی سعید المعلی سے روایت کیا ہے کہ حضور انور ﷺ بئر بضاعۃ سے پانی پیتے تھے۔ اس میں لعاب دہن ڈالتے اور اسے بابرکت بناتے تھے۔

ابن سعد نے محمد بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے میرے والد گرامی نے عباس بن سہل بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے کئی صحابہ کرام جن میں حضرات ابواسید، ابوحمید اور سہل بن سعد وغیرھم شامل ہیں انہیں فرماتے سنا "حضور اکرم ﷺ بئر بضاعۃ پر تشریف لائے۔ ایک ڈول میں وضو فرمایا اسے کنویں میں پھینک دیا ڈول میں ایک بار پھر کلی کی اس میں لعابِ دہن پھینکا۔ اس سے پانی نوش فرمایا آپ کے عہد مبارک میں جب کوئی شخص بیمار ہوجاتا تو آپ فرماتے "اسے بضاعۃ کنویں سے غسل دو" اسے غسل دیا جاتا تو وہ فوراً شفایاب ہوجاتا۔"

امام احمد، ابویعلیٰ اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "اگر میں تمہیں بئر بضاعۃ سے پانی پلاؤں تو تم اسے ناپسند کرو گے۔ بخدا! میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس سے پانی پلایا تھا۔"

امام الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بئر بضاعۃ میں اترے اور اس میں لعابِ دہن ڈالا۔

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوالسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کا ایک کنواں تھا جسے بئر بضاعۃ کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن پھینکا تھا جس کی وجہ سے یہ سراپا برکت بن گیا تھا۔ اس سے برکت حاصل کی جاتی تھی ایک کنواں جاسوم یا جاسم بھی تھا۔

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید بن معلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جاسم کے کنویں سے پانی نوش فرمایا یہ راتج کے مقام پر ہیثم بن تیہان کا کنواں تھا۔

امام واقدی نے حضرت ھیثم بن نصر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ کے در اقدس کو لازم پکڑا۔ میں آپ کے لیے بئر جاسم سے پانی لاتا تھا۔ یہ ابوالھیثم بن تیھان کا کنواں تھا۔ اس کا پانی عمدہ تھا۔

۸ بئرِ جمل

المجد نے لکھا ہے کہ جرف کے ایک کونے میں عقیق کے آخر میں یہ ایک معروف کنواں تھا۔ اس پر اہل مدینہ کے اموال تھے۔ اس کا یہ نام اس لیے تھا کیونکہ ایک اونٹ اس میں گر کر مر گیا تھا۔ یا جس شخص نے اسے کھودا تھا اس کا نام جمل تھا۔ السید نے لکھا ہے "یہ کنواں آج غیر معروف ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ المجد نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ کہ یہ الجرف کے مقام پر ہے سوائے یاقوت کے۔ انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ عقیق کے آخر میں ہے۔ میں نے اسے امام نسائی کی السنن الصغریٰ میں نہیں دیکھا۔ اور یہ روایت بھی اسے بعید کرتی ہے جسے ابن زبالہ نے حضرات عبداللہ بن رواحہ اور اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور نبی کریم ﷺ بئر جمل کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس میں داخل ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ اتر گئے انہوں نے کہا "ہم وضو نہ کریں گے حتیٰ کہ ہم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھیں گے کہ حضور اکرم ﷺ وہاں کیسے وضو فرمایا۔ خفین اور عمامہ شریف پر کیسے مسح کیا" امام بخاری نے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ بئر جمل کی طرف تشریف لائے ایک شخص آپ سے ملا۔ آپ نے اسے سلام کیا۔

دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے بعد واپس تشریف لائے۔ بئر جمل کے پاس انہیں ایک شخص ملا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ بئر جمل کی طرف تشریف لے گئے تا کہ قضائے حاجت فرمائیں۔ آپ کو ایک شخص ملا جو وہاں سے آ رہا تھا۔ آپ نے اسے سلام کیا امام نسائی کی روایت میں ہے "وہ عقیق سے بئر جمل کی طرف سے آ رہا تھا۔"

علامہ مطری نے ان کنوؤں کا تذکرہ کیا ہے جن کا تذکرہ ابن نجار نے کیا ہے۔ انہیں اتنا علم نہیں کہ چھٹا اور ساتواں آج معروف ہے۔ الا یہ کہ انہوں نے عوام سے سنا ہے کہ وہ بئر جمل ہے۔ انہیں اس کا مقام معلوم نہیں ہے نہ ہی کسی اور کنوئیں کا علم ہے سوائے ان کنوؤں کے جن کا تذکرہ امام بخاری کی روایت میں ہے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

۹ بیرحاء

یہ ایک نخلستان کا نام تھا جو مسجد نبوی کے قریب تھا۔ یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ تھا یہ ایک شخص کا طرف منسوب ہوتا تھا جس کا نام بیرحاء تھا۔ یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کنوئیں کا پانی پیتے تھے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی (کا رتبہ) جب تک نہ خرچ کرو (راہ خدا میں) ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو۔

تو حضرت ابوطلحہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران: ۹۲)

میرا پسندیدہ مال بیرحا ہے میں اسے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ میں حصول ثواب اور رب تعالیٰ کے ہاں بطور ذخیرہ اس کی امید کرتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ اپنی منشاء کے مطابق اس میں تصرف فرمائیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "واہ! واہ! یہ نفع بخش مال ہے جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے اسے سن لیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اسے قریبی رشتہ داروں میں وقف کر دو" یا اپنے قریبی رشتہ داروں کے غریبوں میں اسے تقسیم کر دو۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ میں اسی طرح کروں گا" انہوں نے اسے اپنی قریبی رشتہ داروں اور چچازادوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے اسے حضرت حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔

⑩ بئر حلو

ابن النجار نے اس کا تذکرہ نہیں کیا لیکن ابن زبالہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک اونٹ ذبح کیا اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف ایک کندھا بھیجا۔ انہوں نے اس کے بارے گفتگو کی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا "تم رب تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ ہلکی ہو" آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ آپ بئر حلوہ کے درخت کے نیچے آرام فرماتے تھے۔ یہ کنواں اس گلی میں تھا جہاں حضرت آمنہ بنت سعد رضی اللہ عنہا کا گھر تھا۔ اسی لیے اس گلی کو زقاق حلوہ کہا جاتا تھا۔ آپ اس کے پانی پینے کی جگہ پر رات بسر فرماتے۔ جب انتیس راتیں گزر گئیں تو آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایک ماہ کا ایلاء نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا "مہینہ انتیس روز کا بھی ہوتا ہے۔"

السید نے لکھا ہے کہ آج کل یہ کنواں معروف نہیں ہے۔"

⑪ بئر زرع

اسے بئر بنی خطمہ بھی کہتے تھے۔ ابن زبالہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بنو خطمہ کے ہاں تشریف لائے۔ ایک بڑھیا کے گھر نماز پڑھی پھر وہاں سے باہر تشریف لائے مسجد بنی خطمہ میں نماز پڑھی۔ پھر ان کے کنویں کی طرف گئے۔ اس کی بلندی پر بیٹھ گئے وہاں وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن پھینکا۔"

ابن شبہ نے حضرت حارث بن فضل سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بنوخطمۃ کے کنوئیں ذرع سے وضو فرمایا۔ یہ ان کی مسجد کے صحن میں تھا۔ اور ان کی مسجد میں نماز ادا کی۔ ایک انصاری شخص سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو خطمہ میں اپنا مبارک لعاب ڈالا۔ السید نے لکھا ہے "آج کل یہ کنواں معروف نہیں ہے۔"

۱۲ بئر رومۃ

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید معلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عقیق کے مقام پر بئر رومۃ سے پانی پیا۔ ابن سعد نے محمد بن عبد اللہ بن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بئر رومۃ کی طرف دیکھا۔ یہ مزینہ کے ایک شخص کی ملکیت میں تھا۔ وہ پیسے لے کر پانی دیتا تھا۔ آپ نے فرمایا "بہترین صدقہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کنواں مزنی سے خریدے اور اسے صدقہ کر دے" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے چار سو دینار میں خریدا۔ اور صدقہ کر دیا۔ جب اس کے ساتھ کوئی چیز لٹکائی گئی تو آپ کا گذر وہاں سے ہوا۔ آپ نے پوچھا تو آپ سے عرض کی گئی "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر صدقہ کر دیا ہے" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! ان کے لیے جنت کو لازم کر دے" آپ نے اس میں سے ایک ڈول پانی منگوایا اس سے نوش فرمایا پھر فرمایا "اس وادی میں عنقریب بہت سے چشمے ہوں گے جو بہت میٹھے ہوں گے لیکن بئر مزنی ان سب سے شیریں ہوگا۔"

مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک روز حضور اکرم ﷺ بئر مزنی کے پاس سے گزرے اس کے پہلو میں اس کا خیمہ تھا۔ گھڑے میں ٹھنڈا پانی تھا۔ آپ نے موسم گرما میں ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ نے فرمایا "یہ میٹھا شفاف پانی ہے" اس روایت کی اسناد میں محمد بن عمر ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبد الرحمان بن سلمی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو آپ نے اوپر سے نیچے دیکھا۔ فرمایا: "میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ نے فرمایا "جو بئر رومۃ کو خرید کر صدقہ کرے گا اس کے لیے جنت ہے میں نے اسے خرید کر صدقہ کیا۔" ان لوگوں نے اس کے بارے ان کی تصدیق کی۔ امام نسائی نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، سعد بن ابی وقاص، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے ان کی تصدیق کی۔

بئر زمزم۔ جب انسان عقیق جائے تو یہ اس کے دائیں طرف آتا ہے۔ اس کی برکت کی وجہ سے اسے زمزم کہا جاتا ہے پرانے اور نئے دور میں اہل مدینہ طیبہ اس سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس کا پانی پیتے رہے ہیں۔ اس کا پانی آفاق میں لے جاتے رہے ہیں جیسے کہ آب زمزم کو آفاق میں لے جاتے ہیں۔

۱۳ بئر سقیا

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید بن معلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس سے پانی نوش فرمایا تھا۔ ابن شبہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ بئر سقیا کا میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔ایک روایت میں بیوت سقیا ہے۔ابوداؤد نے اسے اس لفظ سے روایت کیا ہے۔اس کی سند جید ہے امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۴ بئر العقبہ

المجد نے لکھا ہے کہ رزین عبدی نے اس کا تذکرہ کیا ہے" آبار المدینہ" میں کہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ وہی کنواں تھا جن میں آپ ﷺ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹانگیں لٹکائی تھیں۔اسکی جگہ متعین نہیں ہے۔معروف یہ ہے کہ یہ واقعہ بئر اریس کے بارے ہے۔السید نے لکھا ہے" میں نے جو کچھ کتاب رزین میں کنوؤں کی تعداد کے بارے دیکھا ہے وہ یہ ہے" بئر اریس میں انگوٹھی گری تھی اور بئر العقبہ میں آپ نے اور حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مبارک ٹانگیں لٹکائی تھیں۔" ہم نے بئر اریس میں تفصیل سے لکھا ہے جس کا تقاضا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہے۔

۱۵ بئر ابی عنبہ

ابن سید الناس نے اس روایت میں لکھا ہے جسے ابن سعد نے غزوۂ بدر میں نقل کیا ہے" حضور اکرم ﷺ نے بئر ابی عنبہ پر لشکر اسلامی کو رکنے کا حکم دیا یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور تھا آپ کے صحابہ کرام آپ پر پیش کیے گئے۔آپ نے بچوں کو واپس بھیج دیا" الحافظ عبد الغنی المقدسی نے نقل کیا ہے کہ الحرۃ کے نزدیک بئر ابی عنبہ کے پاس لشکر کو روکا گیا اس کنواں کی مغرب کی سمت یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ہے" السید نے لکھا ہے" میں کہتا ہوں کہ شاید پہلے سقیا سے گزرتے وقت صحابہ کرام کو آپ کو پیش کیا گیا اور بچوں کو آپ نے واپس بھیج دیا۔

ابن زبالہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور ان کی دادی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جھگڑا پیش کیا انہوں نے کہا" اے حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ! میرا بیٹا بئر ابی عنبہ سے میرے لیے پانی لاتا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پانی میٹھا تھا۔المجد نے کہا ہے" اس کنویں کا تذکرہ اور طرح بھی آیا ہے جس طرح کہ میں نے ذکر کیا ہے۔

۱۶ بئر العھن

مطری نے ان کنوؤں کا تذکرہ کیا ہے جن کا ذکر ابن النجار نے کیا ہے وہ یہ کنویں ہیں" اریس، بصہ، بضاعۃ، رومہ الغرس، بئر حاء، ساتواں کنواں آج معروف نہیں ہے پھر انہوں نے کہا" میں نے شیخ امین الدین ابن عساکر کے خط میں" الدر الثمینہ فی اخبار المدینہ" از شیخ محب الدین ابن نجار کے حاشیہ میں اس طرح دیکھا ہے" تعداد کا اقتصار مشہور کنوؤں پر ہے۔بقیہ

ایک کنواں رہ گیا ہے کیونکہ ثابت چھ کنویں ہیں جبکہ مشہور سات کنویں ہیں ساتواں بئر العھن ہے۔ اس کا ایک اور مشہور نام بھی ہے علامہ مطری نے اس کا نام علیہ کہا ہے۔ بئر العھن بالائی علاقے میں تھا یہ بہت زیادہ نمکین کنواں تھا۔ اسے پہاڑ میں کھودا گیا تھا۔ اس کا پانی ختم نہیں ہوتا تھا۔ السید نے لکھا ہے "میں کہتا ہوں کسی ایسی چیز کا تذکرہ نہیں جس سے اس کی فضیلت عیاں ہو اور حضور اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت ہو لیکن لوگ اس سے برکت حاصل کرتے رہے۔ غور وفکر کے بعد جو بات میرے لیے واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بئر الیسیرہ ہے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ اس پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے وضو فرمایا۔ وہاں لعاب دہن پھینکا کیونکہ الیسیرہ انصار میں سے بنو امیہ کا کنواں تھا۔ یہ ان کے گھروں کے پاس تھا۔ بئر العھن بھی ان کے گھروں کے پاس ہی تھا۔

۱۷ بئر غرس

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا پانی نوش کیا۔ اس کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا "یہ جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔"

انہوں نے عمر بن حاکم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت آپ بئر غرس کی منڈیر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے فرمایا "آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں جنت کے چشموں میں سے ایک چشمے پر بیٹھا ہوں" یعنی اس کنویں پر۔

انہوں نے عمر بن حاکم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بئر غرس کتنا عمدہ ہے یہ جنت کے چشموں میں سے ہے اس کا پانی سارے پانیوں سے شیریں ہے" آپ کے لیے اس کنویں کا پانی لایا جاتا تھا۔ آپ اس سے غسل بھی فرماتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قباء آئے اور بئر غرس کی طرف گئے۔ اس سے گدھا پر پانی لایا جاتا دن کے وقت اس میں پانی نہ ہوتا تھا آپ نے ڈول میں کلی کی اور اس کنویں میں پھینک دیا۔ کنواں پانی سے ابلنے لگا" ان تمام روایات کی اسناد میں محمد بن عمر اسلمی ہے۔

۱۸ بئر قرضافہ

السید نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں یہ قرعافہ بھی ہے۔ ابن زبالہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شکایت کی انہیں ان کے والد کے قرض خواہوں نے قرضافہ کنویں کے پاس جا لیا اور انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا "انہیں چھوڑ دو۔ جب اس کے ٹکڑے ہو جائیں تو اس کا ایک ٹکڑا میرے پاس لانا" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو بتایا آپ باہر تشریف لائیے۔ ان کے کنویں میں لعاب پاک پھینکا اور

رب تعالیٰ سے دعا کی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قرض ادا ہو جائے۔"

السید نے لکھا ہے "اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت جابر کی زمین کے بارے یہ روایت صحیح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ بعض میں ہے" حضرت جابر کا کنواں وہ تھا جو بئر رومہ کے رستہ میں تھا یہ سمت بئر رومہ کے رستے کی طرف ہی ہے۔

۱۹ بئر قریصہ

ابن زبالہ نے سعد بن حرام سے اور حارث بن عبید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ نے بئر قریصہ سے وضو کیا۔ اس سے پانی نوش فرمایا۔ اپنا لعاب دہن اس میں پھینکا اس میں آپ کی انگوٹھی گری تھی پھر اسے نکال لیا گیا۔ جبکہ عقبہ نے روایت کیا ہے کہ انگوٹھی بئر اریس میں گری تھی۔

۲۰ بئر الیسیرہ

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" حضور اکرم ﷺ بنو امیہ بن زید کے کنویں الیسیرہ سے پانی پیتے تھے۔ آپ اس کے بائیں سمت کھڑے ہوئے اس میں اپنا لعاب پاک پھینکا اس سے پانی نوش فرمایا اور برکت کے لیے دعا کی۔ اس کے نام کے بارے پوچھا تو بتایا گیا کہ اس کا نام العسیرۃ ہے۔ آپ نے اس کا نام یسیرہ رکھا۔

تنبیہات

۱ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے" میٹھا پانی منگوانا زہد کے منافی نہیں ہے نہ ہی مذموم عیش و عشرت میں داخل ہے۔ لیکن مشک سے پانی کو خوشبودار کرنا اس کے برعکس ہے۔ امام مالک نے اسے مکروہ لکھا ہے کیونکہ اس میں اسراف ہے۔ لیکن میٹھا پانی پینا اور اسے مانگنا مباح ہے نمکین پانی پینے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۲ سات کنویں معروف ہیں۔ اسی لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے" اسی طرح ان کنوؤں کا بھی قصد کیا جاتا ہے جن سے آپ وضو فرماتے تھے غسل فرماتے تھے پانی نوش کرتے تھے یہ سات کنویں ہیں ان سے شفاء اور برکت حاصل کرنے کے لیے ان کا قصد کیا جاتا ہے۔

۳ الحافظ عراقی نے المغنی میں لکھا ہے یہ مندرجہ ذیل ہیں۔ بئر اریس، بئر حاء، بئر رومۃ، بئر غرس، بئر بضاعۃ، بئر البصہ، بئر السقیا، بئر العھن یا بئر جمل۔ ان تینوں میں سے ساتویں کنویں کے بارے شک ہے۔ السید نے لکھا ہے کہ اہل مدینہ میں آج کل معروف یہی ہے کہ ساتواں کنواں العھن ہے۔ ابو الیمن المراغی نے یہ اشعار کہے ہیں۔

اذا رمت آبار النبی بطیبہ فعدتہا سبع مقالاً بلا وھن

اریس و غرس بضاعة كذا بصة قل بئر حاء مع العهن

جب تم مدینہ طیبہ میں ان کنوؤں کا ارادہ کرو جن سے آپ پانی نوش فرماتے تھے تو ان کی تعداد سات ہے۔اس قول میں کوئی کمزوری نہیں۔وہ کنویں یہ ہیں اریس،غرس،بضاعۃ،بصہ،بئر حاء اور عہن۔

ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں خریدا تھا۔

الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے"روایات میں معروف اس طرح ہے جس طرح انہوں نے کہا ہے لیکن اس روایت سے وہم کا تعین نہیں ہوتا۔"بنو عمار کا ایک چشمہ تھا جسے رویہ کہا جاتا تھا۔آپ نے فرمایا"یہ جنت کا چشمہ ہے"جب پہلے یہ چشمہ تھا تو پھر کوئی مانع نہیں کہ حضرت عثمان نے اسے کھودا ہو۔شاید یہ چشمہ کنویں کی طرف جاتا ہے اور اسے وسیع کرتا ہو یا اسے طویل کرتا ہو۔اسے کھودنے کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہو۔

◆ الیہ نے لکھا ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت"بیوت السقیاء سے میٹھا پانی لانا"کے بعد لکھا ہے"اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے"۔جس کا ذکر صحیح میں بھی ہے لیکن وہ یہاں مراد نہیں گویا کہ وہ اس بات سے آگاہ نہیں تھے مدینہ طیبہ میں بھی ایک کنواں تھا جس کا یہی نام تھا۔المجد بھی اس سے بے خبر رہے۔انہوں نے کہا"سقیا فرع کے قریب ایک بستی ہے"پھر انہوں نے ابوداؤد کی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔صاحب النھایۃ نے لکھا ہے"سقیا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین دو روز کی مسافت پر ایک منزل ہے۔"لیکن یہ قول بھی درست نہیں ہے۔میرے نزدیک سقیا جن کا تذکرہ حدیث پاک میں ہے اس سے مراد وہ چشمہ ہے جو مدینہ طیبہ میں ہے۔اگر تمہاری آرزو ہے تو وہاں دیکھ لو۔"

❀❀❀❀

دوسرا باب

وہ برتن جن سے آپ پانی نوش کرتے تھے

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ شیشے کے پیالے سے پانی نوش فرمانا

امام بزار اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "مقوقس نے آپ کی خدمت میں شیشے کا پیالہ پیش کیا۔ آپ اس سے پانی نوش فرماتے تھے۔"

❷ مٹی کے گھڑے سے پانی نوش فرمانا

ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن سائب سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد اور حضرت خباب سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ گوشت کے خشک ٹکڑے کھا رہے تھے اور گھڑے سے پانی پی رہے تھے۔"

❸ لکڑی کے پیالے سے پانی نوش کرنا

امام بخاری نے عاصم احول سے اور انہوں نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا پیالہ دیکھا۔ وہ پھٹ چکا تھا انہوں نے چاندی کی زنجیر سے اسے جوڑ رکھا تھا۔ وہ لکڑی کا بہت بڑا پیالہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے آپ کو اتنی اتنی بار اس پیالے سے پانی پلایا ہے۔"

ابن سیرین نے کہا ہے کہ وہ لوہے کے حلقہ میں تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس کی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ بنا دیں۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا "اس چیز کو تبدیل نہ کرو جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا ہے" انہوں نے اسی طرح چھوڑ دیا۔"

ابن جوزی نے عیسیٰ بن طہمان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضرت انس بن مالک نے لکڑی کا موٹا سا پیالہ نکالا جس پر لوہے کی پتری چڑھی ہوئی تھی۔ حضرت انس نے فرمایا "ثابت! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ہے۔"

امام ترمذی نے شمائل میں برقانی اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا

"میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس پیالے میں تمام قسم کے مشروبات مثلاً دودھ، نبیذ، شہد اور پانی پلایا تھا۔"

ابویعلیٰ نے محمد بن اسماعیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا میں نے ان کے گھر میں لکڑی کا پیالہ دیکھا جس سے آپ پانی نوش فرماتے اور وضو کرتے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم کے پاس ایک پیالہ تھا۔ انہوں نے فرمایا "میں اس میں حضور اکرم ﷺ کو پلاتی تھی۔"

حازم بن قاسم سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے ابوعسیب کو دیکھا وہ لکڑی کے پیالے میں پانی پیتے تھے میں نے کہا "تم ہمارے ان رقیق پیالوں میں کیوں نہیں پیتے" انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اس میں پی رہے تھے۔"

ابن شاذان نے حضرت زبیر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے پیالے کا نام قمر تھا۔

۴ تانبے کے برتن میں پانی پینا

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس تانبے کا پیالہ تھا۔ جب آپ پانی پینا چاہتے تو وہ اس میں آپ کو پانی پلاتے تھے۔ جب آپ وضو کرنا چاہتے تو اسی میں آپ کو وضو کراتے تھے۔

۵ مشکیزہ سے منہ لگا کر کھڑے ہو کر پینا

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے براء بن زید کے) حضرت ام سلیم سے، دوسری روایت میں بنہ سے روایت ہے کہ ان کے گھر میں لٹکا ہوا مشکیزہ تھا۔ آپ نے اس سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں مشکیزہ کے منہ کی طرف گئی اور اسے کاٹ لیا" امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے "میں اس کے منہ کی طرف گئی اور اسے کاٹ لیا۔" انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے "میں نے حضور اکرم ﷺ کی برکت کے حصول کے لیے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔"

امام ترمذی نے ابن عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ ضعیف روایت لکھی ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے آپ کا دیدار کیا۔ آپ مشکیزہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کا منہ موڑا اور پانی پیا۔"

ابن ابی خیثمہ نے حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ انہوں نے اس کا وہ حصہ کاٹ لیا جہاں سے آپ نے پانی نوش کیا تھا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے

گئے۔ان کے گھر میں مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔آپ نے کھڑے ہو کر اس سے پانی پیا۔انہوں نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔وہ ان کے پاس ہی رہا۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصاری عورت کے گھر تشریف لے گئے۔اس کے گھر لٹکا ہوا مشکیزہ تھا۔آپ نے اس کا منہ موڑا اور کھڑے ہو کر پانی پیا۔"

مسدد نے ثقہ راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ غزوہ احد کے روز آپ نے پانی طلب فرمایا۔ایک شخص پانی کا مشکیزہ لایا۔آپ نے مشکیزہ کا منہ موڑا اور اس سے پانی پی لیا۔"

۶ ڈول سے پانی نوش فرمانا

بزار نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے میں نے آپ کو ڈول پکڑایا۔آپ نے اس میں سے پانی نوش فرمایا پھر اس ڈول میں کلی کر دی۔

۷ جس برتن سے پانی پینا ناپسند تھا

محمد بن عمر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے برتن سے پانی نوش نہیں فرماتے تھے جسے ڈھکا نہیں جاتا تھا۔"

تنبیہات

۱. زاد المعاد میں ہے "آپ کے ایک پیالے کو الذیال کہا جاتا تھا۔ایک کو مغیث کہا جاتا تھا۔آپ کے ڈول کو الغار کہا جاتا تھا۔

۲. مشکیزوں کے منہ کو موڑنے سے نہی وارد ہے۔امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، امام ترمذی سے منع فرمایا "نھایہ میں ہے" آپ نے اس طرح کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کیونکہ اس طرح مشکیزہ میں موجود پانی میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔اس طرح پینے سے اس کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے اور ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔مشکیزہ کا منہ کھلا ہونے کی وجہ سے پانی کپڑوں پر نہ گرے۔پہلی توجیہ آپ سے محفوظ ہے۔آپ کے منہ مبارک کی خوشبو ساری خوشبوؤں سے عمدہ تھی۔لہٰذا یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ کے پینے سے پانی متعفن ہو جائے۔آپ نے مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ مشکیزہ سے پانی پیا جائے" علامہ خطابی نے لکھا ہے" آپ نے اس لیے ناپسند فرمایا کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی اذیت ناک چیز ہو جسے پینے والا نہ دیکھ رہا ہو۔"

◆ ۳ امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے مشکیزہ کے منہ سے پانی پیا تو اس کے پیٹ میں سانپ چلا گیا حضور اکرم ﷺ نے مشکیزوں سے پانی پینے سے منع فرمادیا۔ یہی نہی کا سبب ہے۔ یہ ان سے اصح ہیں۔ بعض اہل علم نے اسے اس امر پر محمول کیا ہے کہ اگر مشکیزہ لٹکا ہوا ہو تو اس میں زمین کے حشرات داخل نہیں ہوتے۔"

◆ ۴ حصول برکت کے لیے حضرت ام سلیم نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا تھا یا اس لیے کہ آپ کے منہ مبارک والی جگہ بدل نہ جائے انہوں نے آپ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے اس طرح کیا تھا۔

تیسرا باب

آپ کا بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پانی پینا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ کا کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی نوش فرمانا

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ محمد بن ابی عمر اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اگر میں کھڑے ہو کر پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ اگر میں بیٹھ کر پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے بیٹھ کر پانی پیا۔''

امام ترمذی نے حسن روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے آپ کو دیکھا آپ نے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیا۔''

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، ابو شیخ اور ابن ضحاک نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی نوش فرما لیتے تھے۔''

❷ جواز کے لیے کھڑے ہو کر پانی پینا

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آب زمزم پلایا آپ نے کھڑے ہو کر آب زمزم پی لیا۔''

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر پانی پی لیتے تھے۔

محمد بن عمرو ابن ابی شیبہ نے حضرت میسرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں نے عرض کی ''کیا آپ کھڑے ہو کر پانی پیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ''اگر میں کھڑا ہو کر پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا آپ کھڑے ہو کر پانی پی رہے تھے اگر میں بیٹھ کر پانی پیوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا آپ بیٹھ کر پانی پی رہے تھے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ، امام احمد نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، بزار اور ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے، امام بخاری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابوبکر الشافعی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔"

۳ کھڑے ہو کر پانی پینے سے ممانعت

امام بخاری وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔

مسدد، امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے کھڑے ہو کر پانی پیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "قے کر دو" اس نے عرض کی" کیوں؟" آپ نے فرمایا" کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیے" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا "تمہارے ساتھ اس سے زیادہ شریر شیطان نے پیا ہے۔"

امام احمد، بزار اور ابویعلیٰ نے صحیح سند کے ذریعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا" اگر وہ شخص جان لیتا جو کھڑے ہو کر پی رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں کیا جا رہا ہے تو وہ قے کر دیتا۔"

تنبیہات

یہ مکروہ نہیں ہو گا بلکہ اس کی تفصیل بیان کرنا آپ پر لازم تھی۔ آپ کے فرمان "قے" کو استحباب پر محمول کیا جائے گا جو شخص کھڑا ہو کر پانی پیے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ قے کرے کیونکہ اس کے بارے صحیح احادیث وارد ہیں۔ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

اذا رمت تشرب فاقعد تفز ... بسنة صفوة اهل الحجاز
وقد صحوا شربه قائماً ... ولكنه لبيان الجواز

ترجمہ: جب تم پانی پینے کا ارادہ کرو تو بیٹھ کر پیو اور اہل حجاز کے پاکیزہ افراد کی سنت کو برقرار رکھو۔ انہوں نے صحیح روایت میں لکھا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیا تھا لیکن یہ جواز کے بیان کے لیے تھا۔

ابن قیم نے الہدیٰ میں لکھا ہے" آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ بیٹھ کر پانی پیتے تھے۔ آپ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی نوش کیا۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ ان دونوں امور میں تعارض نہیں آپ نے ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر پیا آپ چشمہ زمزم کے

پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام پانی پلا رہے تھے آپ نے ڈول پکڑا اور کھڑے ہو کر پانی پی لیا یہ ضرورت کا مقام تھا۔

جو شخص کھڑے ہو کر پانی پیتا ہے اسے کئی آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسے مکمل سیرابی حاصل نہیں ہوتی پانی معدہ میں نہیں جاتا جگر اسے دیگر اعضاء پر تقسیم کر دیتا ہے۔ پانی سرعت اور حدت کے ساتھ معدہ کی طرف جاتا ہے خدشہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی حرارت کو ٹھنڈا نہ کرے۔ پانی تدریج کے بغیر تیزی سے بدن کے نچلے حصے کی طرف جاتا ہے۔ یہ نقصانات اس شخص کو پہنچتے ہیں جو کھڑے ہو کر پیتا ہے۔ لیکن اگر انسان کبھی کبھار ضرورت کے لیے پیتا ہے تو پھر ان نقصانات کا خدشہ نہیں ہوتا۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

آپ کے پانی پینے کے آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ ایسا پانی پسند فرمانا جس پر رات گزر ہو چکی ہو اور منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمانا

امام بخاری، امام احمد، ابو داؤ اور علامہ برقانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ ایک اور صحابی بھی تھے۔ وہ اپنے باغ میں پانی لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ”کیا تمہارے پاس ایسا پانی ہے جس پر رات گزر چکی ہو۔ ورنہ ہم یہ پانی پی لیتے ہیں“ اس نے عرض کی ”میرے پاس مشکیزہ میں ایسا پانی ہے جس پر رات گزر چکی ہے۔ وہ اپنے عریش کی طرف گئے اس میں سے پیالے میں پانی انڈیلا۔ اس میں اپنی بکری کا دودھ دوہا اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلایا پھر عریش کی طرف گئے اسی طرح کیا اور آپ کے صحابی کو پلا دیا۔“

❷ پسندیدہ مشروب

مسدد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے التجاء کی گئی آپ کو کون سا مشروب پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: ”شیریں اور ٹھنڈا۔“

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (لیکن تابعی کا نام نہیں لیا) حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ”آپ سے پوچھا گیا“ کون سا پانی خوشگوار ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”شیریں اور ٹھنڈا“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ”ایک انصاری شخص آپ کے لیے ایک مشکیزہ میں یا کھجور کے جمارہ میں پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔

❸ دائیں طرف سے عطا فرمانا

امام بخاری اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے لیے گھریلو بکری کا دودھ نکالا۔ اس وقت آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر ہی رونق افروز تھے۔ پھر اس دودھ میں اس کنویں کا پانی ملایا جو حضرت انس کے گھر میں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ آپ کے بائیں

طرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے دائیں طرف ایک اعرابی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ آپ اعرابی کو عطا فرما دیں گے۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر صدیق کو عطا فرما دیں" آپ نے اس اعرابی کو عطا فرما دیا جو آپ کے دائیں طرف تھا۔ آپ نے فرمایا "الایمن فالایمن" "دایاں پھر دایاں۔

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہمارے اس گھر میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے بکری دوہی پھر اس کنویں کا پانی ملایا۔ میں نے اسے آپ کو پیش کیا حضرت ابوبکر صدیق آپ کے بائیں طرف حضرت عمر فاروق سامنے اور ایک اعرابی دائیں طرف تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یہ ابوبکر ہیں" آپ نے اعرابی کو عطا فرما دیا اور فرمایا "دائیں طرف والے پھر دائیں طرف والے" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سنت یہی ہے۔"

حمیدی، محمد بن ابی عمر، امام احمد، ابن سعد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں گئے۔ ہمارے پاس دودھ سے لبریز برتن آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا 'کیا میں تمہیں اس دودھ میں سے نہ پلاؤں جسے ام عقیق نے ہمیں بطور ھدیہ بھیجا ہے۔ (یا ام حمید یا حفید کا ذکر بھی ہے) انہوں نے عرض کی 'ہاں! دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ میں آگے دائیں سمت تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا "پانی پینے کی باری تو تمہاری ہے اگر تم پسند کرو تو میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دے دوں" میں نے عرض کی "میں آپ کے جھوٹے میں کسی کو خود پر ترجیح نہیں دوں گا" پھر آپ نے فرمایا "جسے رب تعالیٰ کھانا کھلائے اسے یہ دعا مانگنی چاہیے۔ "اللھم بارك لنا فيه و زدنا منه" "میں کسی چیز کو نہیں جانتا جو کھانے اور پینے کا بدل بن سکے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام الطبرانی نے جید سند کے ساتھ محمد بن اسماعیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ سے عرض کی گئی "آپ نے حضور اکرم ﷺ سے کیا کچھ پایا؟ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس قباء میں تشریف لائے۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ میں آپ کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف تھے۔ آپ نے پانی منگوایا۔ اس سے نوش فرمایا تھا پھر وہ مجھے عطا فرمایا میں آپ کے دائیں طرف تھا۔ میں نے اس سے پانی لیا۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ اپنے نعلین پاک میں نماز ادا کر رہے تھے۔

۶ اکابر سے ابتداء

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو پانی پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے "اکابر سے ابتداء کرو۔"

امام الطبرانی نے جید سند کے ساتھ (سوائے ابوعبدالمالک علی بن زید الازدی کے) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر، عمر فاروق اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں" آپ نے فرمایا "پکڑ لو انہوں نے پیالہ پکڑ لیا۔ انہوں نے پینے سے قبل عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ لے لیں" آپ نے فرمایا "پانی پی لو۔ برکت ہمارے اکابر کے ساتھ ہے۔ جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کیا۔ بڑے کی عزت نہ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ثابت بن قاسم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ مسجد کے پاس اپنے سائبان میں تھے۔ آپ نے مجھ سے پانی طلب فرمایا۔ میں نے آپ کی خدمت میں پیالہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے پانی نوش فرمایا۔ پھر فرمایا: "پھر پہلا آخری سے زیادہ خوشگوار تھا۔" میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! یہ دونوں ایک ہی مشکیزہ سے لائے گئے تھے پھر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ انہوں نے پانی پیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف تھے۔"

۵ جہاں تک پیالہ پہنچا ہو وہاں سے ابتداء کرنے کا حکم

امام احمد نے صحیح کے افراد سے (لیکن ایک راوی کا نام نہیں لیا) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں کھجوروں کا گچھا پیش کیا۔ آپ اس میں سے تناول فرمانے لگے۔ میں نے آپ کے لیے کھانا پکایا۔ آپ کو کھلایا۔ آپ نے پانی نوش فرمایا پھر اسے عطا فرمایا جو آپ کے دائیں طرف تھا جب پیالہ کا پانی ختم ہو گیا تو میں نے پیالہ لیا اور پانی لینے کے لیے گیا۔ میں سب سے آخر میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اسے پیالہ دو جس پر انتہاء ہوئی تھی۔"

۶ سب سے آخر میں پانی نوش فرمانا

امام احمد، ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن اوفیٰ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو پیاس لگی۔ پھر ایک جگہ فروکش ہوئے۔ آپ کو ایک برتن پیش کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو پلانے لگے۔ انہوں نے عرض کی آپ نوش فرمائیں" آپ نے فرمایا "قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے" حتیٰ کہ آپ نے سارے صحابہ کرام کو پلا دیا۔

ابوالشیخ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پلاتے تھے۔ صحابہ کرام عرض کرتے "یارسول اللہ ﷺ! آپ پہلے نوش فرمالیں" آپ فرماتے "قوم کو پلانے والا

سب سے آخر میں پیتا ہے۔"

ابو یعلی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ایک جگہ فروکش ہوئے۔ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو بکری دے کر بھیجا۔ آپ نے اس کا دودھ نکالا۔ پھر فرمایا "اسے اپنی امی جان کے پاس لے جاؤ" اس نے سیر ہو کر پیا۔ پھر وہ دوسری بکری لے آیا۔ آپ نے اس کا دودھ نکالا۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر وہ اور بکری لے کر آیا آپ نے اس کا دودھ نکالا اور خود نوش فرمالیا۔"

۷ آہستہ آہستہ تین سانسوں میں پینا

الطبرانی نے حضرت بہز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ چوڑائی میں مسواک کرتے تھے ٹھہر ٹھہر کر تین سانسوں میں پیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "یہ زیادہ پر سکون زیادہ شیریں اور زیادہ شفاء یاب کرنے والا ہوتا ہے۔"

انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ایک سانس میں پانی نوش نہیں فرماتے تھے بلکہ دو یا تین سانسوں میں پانی نوش فرماتے تھے۔"

حضرت ابو بکر الشافعی نے حضرت ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ عرض کے اعتبار سے مسواک کرتے تھے اور ٹھہر ٹھہر کر پیتے تھے۔ آپ فرماتے "اس طرح زیادہ خوشگوار ہوتا ہے۔

امام بغوی، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر میں ابن السنی، ابو نعیم نے الطب میں حضرت بہز سے اور امام بیہقی نے حضرت ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ عرضاً مسواک فرماتے ٹھہر ٹھہر کر پانی نوش فرماتے تھے آپ تین سانس لیتے اور فرماتے: "یہ اس طرح زیادہ خوشگوار زیادہ شیریں اور صحت مند بنانے والا ہوتا ہے۔"

شیخین نے حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ پیتے تھے تو تین سانس لے کر پیتے تھے"

امام مسلم اور امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے "یہ زیادہ سیراب کرنے والا اور زیادہ خوشگوار ہے۔"

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک روز میں نے آپ کو دیکھا آپ پانی نوش فرما رہے تھے۔ آپ نے تین سانسوں میں پانی پیا میں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ نے تین سانسوں میں پانی پیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ زیادہ شفاء بخشنے والا، زیادہ شیریں اور زیادہ صحت دینے والا ہوتا ہے۔"

بزار، الطبرانی اور ابن ضحاک نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ کچھ پیتے تھے تو تین سانسوں میں پیتے تھے۔ ہر بار اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرماتے۔ اور آخر میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔"

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے ایک گھونٹ پیا پھر برتن منہ مبارک سے روک لیا تسمیہ پڑھی۔ پھر تسمیہ پڑھی پھر ایک گھونٹ پیا پھر تسمیہ پڑھی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ آپ نے جب بھی کوئی مشروب پیا آپ نے تین سانس لے کر پیا۔ ہر بار فرماتے "بسم اللہ والحمد للہ۔"

انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کسی مشروب یا کھانے میں سانس نہ لیتے تھے نہ کسی برتن میں سانس لیتے۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ برتن میں تین بار سانس لیتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نوفل بن معاویہ نے دیلمی، الطبرانی اور بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سانسوں میں پیتے تھے۔ جب برتن قریب فرماتے تو ابتداء میں بسم اللہ پڑھ لیتے جب برتن دور فرماتے تو آخر میں الحمد للہ فرماتے۔"

⑧ دودھ نوش فرما کر کلی کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پانی منگوایا کلی کی اور فرمایا "اس کی چکناہٹ ہے۔"

امام بخاری، ابن ماجہ اور برقانی نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا دودھ نکالا۔ اس کا دودھ نوش فرمایا پھر پانی منگوایا اور کلی کی اور فرمایا "اس کی چکناہٹ ہے۔"

⑨ دودھ نوش فرمانا اور کلی نہ کرنا

ابن ضحاک نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا نہ کلی کی نہ ہی وضو کیا۔

⑩ برتن سے نوش فرمانا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے یحییٰ بن مطیع وغیرہ کے) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس ایک شخص تھا۔ آپ نے پانی مانگا۔ آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا آپ نے اسے ڈھانپا اور پانی نوش کر لیا۔ انہوں نے عرض کی "یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا "حیاء اور ایمان اگر تم انہیں عطا کرو یا روک دو۔"

⑪ برتن ڈھانپنے کا حکم

ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ابو حمید بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کی

خدمت میں دن کے وقت خالص دودھ پیش کیا گیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تم نے اسے ڈھانپا کیوں نہیں۔تم اسے عود سے ہی ڈھانپ دیتے۔"

۱۲ آپ کے مشروب میں پھونک مارنے کی کراہت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے مولی التوامہ کے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا کہ آپ کے مشروب میں پھونک ماری جائے۔

تنبیہات

۱ مہلب نے کہا ہے کہ رات کے پانی کو طلب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ صاف ہوتا ہے۔ دودھ کو رات کے ٹھنڈے پانی میں ملانا شاید گرم دن میں ہو۔ جیسے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے۔الحافظ لکھتے ہیں "مگر یہ دونوں قصے مختلف ہیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح اس لیے کہا تھا کیونکہ وہاں گرمی شدید تھی جبکہ انصاری صحابی نے یوں اس لیے کہا تھا تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ کو صرف پانی نہ پلائے بلکہ دودھ سے ضیافت کرنے کا ارادہ کیا۔اس نے آپ کو پانی بھی پیش کیا اور وہ چیز بھی پیش کر دی جس میں آپ کی رغبت تھی۔

۲ ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "ہم ایک تالاب کے پاس سے گزرے۔ ہم نے اس میں منہ لگا کر پانی پیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "منہ لگا کر پانی نہ پیو بلکہ آپ ہاتھ دھولو۔پھر ان کے ساتھ پانی پیو" اس کی سند میں ضعف ہے۔اگر یہ روایت محفوظ ہو بھی تو یہ نہی تنزیہ کے لیے ہے۔اور اپنے فعل مبارک کے ساتھ آپ نے جواز کا ارادہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے ہے کہ وہ نہی سے پہلے کی ہے یا ضرورت کے حالات کے علاوہ کی نہی ہے۔آپ کا فعل ضرورت کے لیے تھا۔آپ نے وہ پانی پیا جو ٹھنڈا نہ تھا آپ نے منہ لگا کر پیا۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں منع کیا کہ ہم پیٹ کے بل لیٹ کر پانی پئیں۔یہی الکرع ہے اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو پھر یہ نہی اس صورت کے ساتھ خاص ہوگی وہ یہ پانی پینے والا لیٹا ہوا ہو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بلند جگہ سے منہ کے ساتھ پینے پر محمول کیا جائے گا جس میں انسان اوندھا ہونے کا محتاج نہ ہو۔"

پانچواں باب

پسندیدہ مشروبات

اس کی کئی انواع ہیں۔

١ عورت کے بکری دوہنے سے کراہت

ابن ابی شیبہ نے ابوشیخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا "اے گروہ محارب! رب تعالیٰ تمہاری مدد کرے مجھے عورت کا دودھ دوھا ہوا نہ پلانا۔"

٢ خالص دودھ نوش فرمانا

امام مالک اور امام بخاری نے حضرت ام الفضل بن حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے یوم عرفہ کو ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ کے بارے بحث و مباحثہ کیا بعض نے کہا کہ آپ کا روزہ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا روزہ نہیں ہے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اس وقت آپ اپنے اونٹ پر کھڑے تھے۔ آپ نے عرفہ میں اسے نوش فرمالیا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو دودھ پلایا آپ نے یہ دعا فرمائی "مولا! اسے اس کے شباب سے لطف اندوز فرما۔"

ابوشیخ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "دودھ آپ کا پسندیدہ مشروب تھا۔"

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم ایک چرواہے کے پاس سے گزرے حضور اکرم ﷺ کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑی سی مقدار میں دودھ پیالے میں ڈالا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا حتیٰ کہ میں راضی ہوگیا۔"

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور کلی کی تو فرمایا "اس کی چکناہٹ ہے۔" انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ وہاں چار نہریں تھیں دو ظاہری نہریں اور دو باطنی نہریں۔ ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں باطنی دو

جنت کی نہریں ہیں۔میرے پاس تین پیالے لائے گئے ایک میں دودھ، دوسرے میں شہد اور تیسرے میں شراب تھی" میں نے وہ پیالہ پکڑ لیا جس میں دودھ تھا اور اسے نوش کر گیا۔مجھے کہا گیا آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔"

۳ ایسا دودھ نوش فرمانا جس میں پانی ملا ہوا تھا

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو دودھ پیتے ہوئے دیکھا۔انہوں نے فرمایا" آپ ہمارے گھر تشریف لائے۔میں نے بکری کا دودھ نکالا اس میں اپنے کنویں کا پانی ملایا۔آپ کو پیالہ پکڑایا آپ نے اسے نوش کر لیا۔بائیں طرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے دائیں طرف ایک اعرابی تھا۔دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سامنے تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں' انہیں خدشہ تھا کہ آپ وہ اعرابی کو عطا کر دیں گے آپ نے وہ اعرابی کو عطا کر دیا اور فرمایا" دایاں پھر دایاں۔"

محمد بن عمر نے ابوالھیثم بن نصر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں ان کے ہاں تشریف لائے آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔آپ نے پوچھا" کیا ٹھنڈا پانی ہے؟ وہ اس طرح ٹھنڈے پانی کا مشکیزہ لے کر آئے گویا کہ وہ برف ہو۔اس میں اپنی بکری کا دودھ ملایا اور آپ کو پلایا۔"

فائدہ

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" تین چیزیں نہ لوٹاؤ۔دودھ، تکیہ اور تیل، ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قد کان فی سیرۃ خیرالوریٰ   صلی علیہ اللہ طول الزمن
الا یرد الطیب والمتکا   واللحم ایضاً یا اخی واللبن

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طویل زمانہ تک درود و سلام بھیجے آپ کی سیرت میں سے ہے کہ خوشبو، تکیہ، گوشت اور دودھ کو نہ لوٹاؤ۔ اے میرے بھائی!

۴ آپ کا نبیذ نوش فرمانا

آپ کی امت سے پہلے آپ پر شراب حرام کی گئی۔

ابن الاعرابی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں سبز گھڑے میں آپ کے لیے نبیذ بناتی تھی۔آپ تشریف لاتے اور اس میں سے نوش فرماتے۔"

امام بغوی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ پتھر کے لگن میں آپ کے لیے نبیذ

بناتی تھیں۔

امام شافعی، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو درداء اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی۔ اگر مشکیزہ نہ ملتا تو پتھر کے برتن میں آپ کے لیے نبیذ بنائی جاتی "الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ابن مالک الاشجعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کے لیے پتھر کے برتن میں نبیذ بنائی جاتی تھی۔

امام بغوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے لیے پتھر کے برتن میں نبیذ بنائی جاتی تھی۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے مزاحم بن عبدالعزیز کے) حضرت عمیر بن مسلم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی خدمت میں سبز گھڑا پیش کیا جس میں کافور تھا۔ آپ نے اسے مہاجرین اور انصار کے مابین تقسیم کر دیا آپ نے فرمایا" ام سلیم! اس میں ہمارے لیے نبیذ بنایا کرو۔"

امام بخاری نے حضرت سھل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو اسید ساعدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی شادی کی دعوت آپ کو دی۔ ان کی زوجہ آپ کی خادمہ تھی۔ یہی دلہن تھی۔ اس نے کہا" کیا تم جانتے ہو کہ میں حضور اکرم ﷺ کو کیا پلاتی ہوں۔ میں آپ کے لیے پتھر کے برتن میں کھجوریں ڈال دیتی ہوں۔"

امام احمد اور چاروں آئمہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ہم آپ کے لیے ایسے مشکیزے میں نبیذ بناتے تھے جسے ڈوری سے باندھا جاتا تھا۔ ہم مٹھی بھر کشمش لیتے یا مٹھی بھر کھجوریں لیتے اسے مشکیزہ میں پھینک دیتے پھر اس میں پانی ڈال دیتے اگر ہم رات کو یوں کرتے تو آپ دن کے وقت اسے پی لیتے اور اگر دن کے وقت یوں کرتے تو آپ رات کے وقت اسے نوش فرمالیتے" امام ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے" اگر دن کے وقت بنائی گئی نبیذ میں سے کچھ بچ جاتا تو آپ ہمیں پلا دیتے پھر رات کے وقت آپ کے لیے نبیذ بنا دیتے۔ آپ وقت صبح اسے پی لیتے تھے۔ ہم صبح و شام دو بار مشکیزہ دھوتے تھے۔"

مسلم اور نسائی نے ثمامہ بن حزن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبیذ کے بارے پوچھا۔ انہوں نے حبشیہ لونڈی کو بلایا اور فرمایا" اس سے پوچھو یہ حضور اکرم ﷺ کے لیے نبیذ بناتی تھی" اس حبشیہ نے کہا" میں رات کے وقت آپ کے لیے نبیذ بناتی تھی میں مشکیزہ کا منہ بند کر دیتی تھی اسے لٹکا دیتی تھی صبح کے وقت آپ اس سے نوش فرمالیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کے وقت آپ کے لیے کشمش کی نبیذ بنائی جاتی تھی اسے مشکیزہ میں رکھا جاتا۔ دن کے وقت آپ اسے نوش فرماتے۔ کل اور کل کے بعد پرسوں تک اسے نوش فرماتے پھر اس کے بعد کسی اور کو پلا دیتے۔ اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو اسے انڈیل دیا جاتا۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"ہم آپ کے لیے صبح کے وقت نبیذ بناتے تو آپ رات کو اور اگر رات کے وقت نبیذ بناتے تو آپ صبح کو نوش فرمالیتے تھے۔"

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے عباس بن فضل) حضرت مطلب بن ابی وراعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نبیذ کا برتن لایا گیا۔آپ نے اس میں پانی ملایا حتیٰ کہ وہ جوش مارنے لگی۔پھر اس میں سے نوش فرمالیا۔"

ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین روز سے زائد تک نبیذ نوش نہ فرماتے تھے۔الطبرانی نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" آپ کے لیے نبیذ بنائی جاتی آپ اسے کل،کل کی رات اور تیسرے دن کی رات تک پیتے۔پھر اسے پینے سے رک جاتے۔

بزار نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: معاذ بن جبل سے بھی روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"وہ پہلی اشیاء جن سے میرے رب تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا وہ بتوں کی پوجا،شراب اور لوگوں کی غیبت کرنا ہے۔"

امام احمد،امام الطبرانی نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب،شطرنج،بربط اور سارنگی کو حرام کیا ہے مکئی کی شراب سے بچو یہ دنیا کے شراب کا ثلث ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ابن ابی الدنیا نے ذم الملاھی میں اور امام بیہقی نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"رب تعالیٰ نے مجھ پر شراب،جوا،شطرنج اور سارنگی کو حرام کیا ہے۔"

۵ جو کے ستو

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا"میں پلاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔"

۶ بادام کے ستو کو واپس کر دینا

ابن سعد نے یزید بن عبداللہ سے اور ابو صخر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بادام کے ستو لائے گئے۔جب انہیں آپ کے لیے تیار کیا گیا تو آپ نے پوچھا"یہ کیا ہے"آپ سے عرض کی گئی کہ یہ بادام کے ستو ہیں"آپ نے فرمایا"انہیں مجھ سے دور لے جاؤ۔یہ اہل عشرت کا مشروب ہیں۔"

۷ شہد نوش فرمانا

ابوداؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب بنت جحش

رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرماتے تھے آپ ان کے ہاں شہد نوش کرتے تھے۔

امام مسلم اور امام برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "میں نے اس پیالے میں آپ کو سارے مشروبات شہد، دودھ اور ایسا پانی پلایا ہے جس میں شہد ملایا جاتا تھا۔"

انہوں نے ثقہ راویوں سے (سوائے نعیم بن مورع کے۔ابن حبان نے اسے ثقہ اور دیگر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا۔آپ نے فرمایا ایک مشروب۔ایک پیالے میں دو مشروب۔میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ حرام ہیں۔لیکن مجھے ناپسند ہے کہ رب تعالیٰ مجھ سے دنیا کے فضول امور کے بارے سوال کرے میں رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہوں۔جو رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے رب تعالیٰ اسے رفعت نصیب کرتا ہے جو تکبر کرتا ہے رب تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے۔جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔رب تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے جو موت کا تذکرہ کرتا ہے رب تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔"

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھنڈا اور شیریں پانی سب سے زیادہ پسند تھا۔" ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں یہ اضافہ کیا ہے "شہد ملا کر" آپ فرماتے "یہ میرے دل کو ٹھنڈا کرتا ہے اور میرے آنکھ کو جلا بخشتا ہے۔"

تنبیہات

❶ صحابہ کرام دودھ کے ساتھ پانی ملاتے تھے کیونکہ دوہتے وقت دودھ گرم ہوتا ہے وہ شہد کو زیادہ گرم نہ سمجھتے تھے وہ دودھ کی گرمی کو پانی ڈال کر کم کرتے تھے۔

❷ امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رات کے وقت مشکیزہ میں کشمش بھگو دی جاتی تھی وقت صبح ایک دن اور ایک رات تک اسے نوش فرماتے رہتے۔رات کے وقت سارا خود ہی نوش فرما لیتے۔یا خدام کو پلا دیتے اگر پھر بھی کچھ بچ جاتا تو اسے انڈیل دیتے۔"

حافظ ابو بکر بن المنذر نے لکھا ہے "اس مدت میں مشروب میٹھا رہتا ہے۔جس کا تذکرہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے کیا ہے لیکن جس وصف کا تذکرہ حضرت ابن عباس نے کیا ہے وہ جوش اور شدت پر ختم ہوتا ہے لیکن آپ کے اس حکم کو کہ آپ انہیں خدام کو پلا دینے کا حکم دیتے تھے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ وہ مشروب اس شدت اور جوش تک نہیں پہنچتا تھا بلکہ اس کے قریب ہو جاتا تھا کیونکہ اگر وہ اس حد تک پہنچتا تو وہ نشہ آور ہو جاتا تو اسے پینا مطلق حرام ہوتا۔"

الحافظ نے لکھا اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اس کے ذائقہ میں کچھ تغیر رونما ہو جاتا تھا جیسے کھٹا پن وغیرہ۔آپ

خدام کو پلا دیتے تھے۔ ابو دؤد نے اسی طرح اشارہ کیا ہے" آپ خدام کو پلا دیتے تھے" آپ کا ارادہ تھا کہ یہ کہیں جلدی خراب نہ ہو جائے" ایک احتمال یہ بھی ہے یہ خبر تنوع کو محیط ہو۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا" آپ خدام کو پلا دیتے اگر وہ شدت اختیار کر جاتا تو اسے گرا دینے کا حکم دیتے۔ امام نووی نے اسی کو تلقین کے ساتھ لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے" اس کا انحصار دونوں حالتوں کے اختلاف پر ہے۔ اگر اس میں شدت ظاہر ہو جاتی تو اسے گرا دیتے اگر شدت ظاہر نہ ہوتی تو خدام کو پلا دیتے تا کہ اس میں مال کا ضیاع نہ ہو۔ آپ پاکیزگی اختیار کرتے ہوئے اسے ترک فرما دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہم کی روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ عمدہ اور شفاف مشروب کو اسی دن پینا اسے ایک دن سے زیادہ پینے سے منع نہیں کرتا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ یہ حالات یا زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے ہو۔ ایک احتمال یہ ہے کہ اگر وہ مشروب کم ہوتا تو آپ اسے اسی روز تناول فرما لیتے اور اگر کثیر ہوتا تو بعد میں خدام کو عطا فرما دیتے مثلاً شدید گرمی میں وہ جلد خراب ہو جاتا اور شدید سردی میں وہ جلد خراب نہ ہوتا تھا۔

❀❀❀❀

آپ کی نینداور بیداری کے معمولات

پہلا باب

سونے سے پہلے کے معمولات

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

① سوتے وقت اہل خانہ سے گفتگو

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک رات حضور اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو کوئی بات سنا رہے تھے۔ ان میں سے ایک زوجہ کریمہ نے کہا "یہ بات تو خرافہ کی داستان ہے" آپ نے فرمایا "کیا تم جانتی ہو خرافہ کی گفتگو کیا ہے۔ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانہ جاہلیت میں جن اسے اٹھا کر لے گئے تھے وہ کافی مدت ان کے پاس ٹھہرا رہا پھر وہ اسے انسانوں کی طرف لے آئے۔ اس نے جو کچھ عجائب دیکھے تھے وہ انسانوں کو بیان کر دیتا تھا لوگ کہتے "یہ خرافہ ہے۔"

② رات کے وقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشاورت

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رات کے وقت حضور اکرم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے امور کے بارے مشاورت کرتے تھے۔ میں آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔"

③ آپ تاریک کمرہ میں تشریف نہ رکھتے تھے

بزار نے اسحاق بن ابراہیم سے، ابن ضحاک نے محمد بن عمار القرعی کی سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ تاریک کمرہ میں نہ بیٹھتے تھے الا یہ کہ اس میں چراغ جلا دیا جاتا۔"

ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ تاریک کمرہ میں نہ بیٹھتے تھے حتیٰ کہ اسے چراغ سے روشن کر دیا جاتا۔

۴ حالت جنابت میں آپ کیسے آرام فرما ہوتے

امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے اور آپ نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ہوتا تو آپ اپنی شرم گاہ کو دھو لیتے۔ وضو کر لیتے۔" امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے "تیمم فرما لیتے" ممکن ہے تیمم اس وقت فرماتے جب پانی کم ہوتا۔ اور احتمالات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵ سونے سے قبل وضو فرمانا

ابو شیخ اور ابن جوزی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اگر آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو اس طرح وضو کرتے جس طرح آپ نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ رات کو اٹھے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ قضائے حاجت فرمائی۔ چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سو گئے۔"

۶ آرام فرماتے وقت سرمہ استعمال کرنا

ابن ضحاک نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ سرمہ استعمال فرماتے تھے۔ جب سونے کے لیے بستر تشریف لے جاتے تو ایک چشم مقدس میں تین سلائیاں اور دوسری چشم اطہر میں بھی تین سلائیاں سرمہ ڈالتے۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ سونے سے قبل سرمہ استعمال کرتے تھے۔ آپ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں سرمہ استعمال کرتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے پاس سرمہ کی ایک سلائی تھی آپ سوتے وقت تین تین سلائیاں ہر چشم مقدس میں استعمال فرماتے تھے" بقیہ روایات آپ کی زینت کے باب میں تحریر کی جائیں گی۔

۷ گرمیوں میں کمرہ سے باہر اور سردیوں میں کمرہ کے اندر تشریف لے جانا

ابو شیخ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ موسم گرما میں جمعۃ المبارک کی رات کو کمرہ سے باہر نکلتے اور سردیوں میں جمعۃ المبارک کی رات کو کمرہ میں تشریف لے جاتے۔"

⑧ پشت انور کے بل لیٹنا اور ایک ٹانگ مبارک کو دوسری ٹانگ مبارک پر رکھنا

امام مالک اور امام احمد اور پانچوں آئمہ نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں پشت انور کے بل لیٹتے تھے۔ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ لیتے تھے۔"

⑨ پیٹ کے بل لیٹنے والے کو ٹانگ مبارک مارنا

امام بخاری نے الادب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو چہرہ کے بل الٹا لیٹا ہوا تھا آپ نے اسے ٹانگ مبارک ماری اور فرمایا "سونے کا یہ طریقہ اہل جہنم کا ہے۔"

⑩ سونے کی کیفیت

امام بخاری نے ادب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہو گئے آپ خراٹے لینے لگے ہم آپ کے خراٹوں سے جان جاتے تھے کہ آپ آرام فرما ہو گئے ہیں۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہو گئے۔جب آپ پوری طرح سو گئے تو آپ خراٹے لیتے لگے۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ عشاء سے پہلے کبھی نہ سوتے تھے اور نہ ہی بعد میں باتیں کرتے تھے حمیدی نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں رات کے آخر میں آپ کو اپنے پاس پاتی تو آپ سو رہے ہوتے۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو کیا کہتے، کیا کرتے

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۃ الم تنزیل سجدہ اور سورۃ الملک نہ پڑھ لیتے آپ سوتے نہ تھے۔"

ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ ہر رات کو سورۃ الم تنزیل سجدہ ضرور پڑھتے تھے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لیے لیٹتے تھے تو یوں فرماتے:

الحمد لله الذی کفانی و آوانی و اطعمنی و سقانی و الحمد لله۔

امام مسلم، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو یوں کہتے تھے:

الحمد لله الذی اطعمنا و سقانا و آوانا و کم ممن لا مکافی له و لا مؤوی۔

امام مالک، امام احمد، شیخان، ابوداؤد اور امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہر شب جب آپ سونے کے لیے تشریف لے جاتے آپ دونوں ہاتھوں کو جمع کرتے پھر ان پر پھونک مارتے پھر سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھتے اور جہاں تک دست اقدس جاتا جسم اطہر پر پھیر لیتے سر اقدس اور چہرہ انور پر بھی پھیر لیتے آپ تین بار اسی طرح کرتے۔"

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا دایاں دست اقدس دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے:

باسمك اللهم احيا و اموت۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کے لیے جاتے تو اپنا دایاں دستِ اقدس اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعا پڑھتے:

"رب قنی عذابك یوم تبعث" یا "تجمع عبادك"

امام احمد، ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ سونے سے قبل تسبیحات پڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "ان سورتوں میں سے ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے" اس روایت کو ابن خریس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل روایت کیا ہے انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یحییٰ نے کہا ہے یہ وہ آیت ہے جو سورۃ الحشر کے آخر میں ہے۔"

امام ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اس وقت تک نہ سوتے تھے حتیٰ کہ آپ سورۃ الزمر اور سورۃ بنی اسرائیل کی تلاوت فرما لیتے۔"

ابوداؤد نے ابوالازہر انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ رات کو سونے کے لیے بستر پہ جاتے تو یوں کہتے:

باسم الله و ضعت جنبی اللهم اغفرلی ذنبی و اخسئ شیطانی وفك رهانی واجعلی فی الندی الاعلیٰ۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دائیں دست اقدس پر لیٹ جاتے" دوسری روایت میں ہے "دایاں دست اقدس دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے پھر تین بار یہ دعا مانگتے:

رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك۔

ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ سوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم انی اعوذبك بوجهك الکریم و بکلمات التامات من کل دابة انت آخذ بناصیتها اللهم انت تکشف المغرم والمأثم اللهم لا ینهزم جندك و لا یخلف وعدك ولا ینفع ذاالجد منك الجد سبحانك و بحمدك۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام مسلم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم رب السموت السبع و رب العرش العظیم، ربنا و رب کل شئ منزل التوراة والانجیل والفرقان فالق الحب والنوی لا اله الا انت اعوذبك من شر کل شیء انت آخذ بناصیته انت الاول فلیس قبلك شیء و انت الآخر فلیس بعدك شیء و انت الظاهر لیس فوقك شیء اقض عنا الدین و اغننا من الفقر۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "آپ بستر بچھانے کا حکم دیتے پھر آہستہ آواز سے کچھ پڑھتے۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا پڑھتے تھے۔ آخر میں آواز بلند فرمالیتے پھر یہ دعا مانگتے:

"اللهم رب السموت السبع و رب العرش العظيم. اله او رب كل شئ منزل التوراة و الانجيل والفرقان فالق الحب والنوى لا اله الا انت اعوذبك من شر كل شئ انت آخذ بناصيته اللهم انت الاول فليس قبلك شئٌ و انت الآخر فليس بعدك شئ و انت الظاهر فليس فوقك شئ و انت الباطن فليس دونك شئٌ اقض عنا الدين و اغننا من الفقر"

الطبرانی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بستر پر تشریف لے جاتے آپ سورۃ الکافرون مکمل پڑھتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت حی بن عبداللہ المعافری سے (ایک جماعت نے انہیں ثقہ اور دوسری نے ضعیف قرار دیا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انہوں نے فرمایا "جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة رب كل شئ يو اله كل شئ اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك و ان محمد عبدك و رسولك و الملائكة يشهدون اللهم اعوذبك من الشيطان و شركه و ان اقترف على نفسي اثما و اجره على مسلم۔

امام احمد نے حسن اسناد کے ساتھ ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ سونے کے لیے لیٹتے تو یہ دعا مانگتے:

باسمك ربي فاغفرلي ذنبي۔

بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم قني عذابك يوم تبعث عبادك۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ سونے کے لیے جاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم اني اعوذبك من الشر و اعوذبك من الجوع ضجيعا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے ایک رات آپ کے ساتھ گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور بستر پر لیٹے تو میں نے آپ سے سنا آپ نے

یہ دعا مانگی:

اللھم اعوذ بمعافاتك من عقوبتك و اعوذ برضاك من سخطك و اعوذبك منك
اللھم لا استطیع ثناء علیك و لو حرصت لکن انت کما اثنیت علی نفسك۔

تنبیہ

امام نسائی نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ بن صالح نے کہا ہے کہ بعض اہل علم کہتے ہیں: "المسبحات چھ سورتیں ہیں الحدید، الحشر، الحواریون، الجمعۃ، التغابن وسبح اسم ربك الاعلیٰ۔" حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ نے جس آیت طیبہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ آیت طیبہ ہے "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شئ علیم" یحییٰ بن کثیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

تیسرا باب

جب آپ بیدار ہوتے تو کیا فرماتے، کیا کرتے

امام احمد، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے اور امام مسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بیدار ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے تھے:

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور۔

ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ رات کے وقت بیدار ہوتے تو یہ دعا مانگتے:

لا الہ الا انت سبحانک اللھم استغفرک لذنبی و اسئلک رحمتک اللھم زدنی علما و لا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی و ھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ کو سنا جب آپ رات کو نماز کے لیے اٹھتے تو آپ نے اپنے رب کی یوں حمد و ثناء بیان کی:

الحمد للہ رب العالمین القوی۔

پھر کہا:

سبحان اللہ و بحمدہ القوی۔

❀❀❀❀

چوتھا باب

آپ کے صبح اور شام کے اذکار

مسدد، امام احمد اور امام نسائی نے فی الیوم واللیلۃ میں ثقہ راویوں سے حضرت عبدالرحمان بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتِ صبح یوں فرماتے تھے:

اصبحنا علی فطرۃ الاسلام و کلمۃ الاخلاص و دین نبینا محمد ﷺ و ملۃ ابینا ابراھیم علیہ السلام حنیفا مسلما وما انا من المشرکین۔

صبح یوں حمد سرائی کرتے ہوئے سنا:

اصبحنا و اصبح الملک للہ والکبریاء والعظمۃ والخلق واللیل والنھار و ما سکن فیھا للہ تعالی وحدہ لا شریک لہ اللھم اجعل ھذا النھار اولہ فلاحا و اوسطہ صلاحا و آخرہ نجاحا و اسئلک خیر الدنیا و الآخرۃ۔

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے اپنے والد گرامی کو سنا انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتِ صبح یوں دعا مانگتے تھے:

اللھم بک اصبحنا و بک امسینا و بک نحیی و بک نموت و الیک النشور۔

رات کے وقت آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم بک امسینا و بک اصبحنا و بک نحیی و بک نموت و الیک النشور۔

ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح وشام ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے:

اللھم اعوذبک من نجاءۃ الخیر و اعوذبک من نجاءۃ الشر۔

امام احمد صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ وقتِ صبح یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم بک اصبحنا و بک امسینا و بک نحیی و بک نموت و الیک المصیر۔

بزار نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ صبح کے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

اصبحنا والملك والحمد لله لا شريك له لا اله الا هوا واليه المصير۔

الطبرانی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتی تھی جب حجرہ مقدسہ میں آپ کو رات ہو جاتی تو آپ رب تعالیٰ کی یوں حمد بیان کرتے تھے:

امسينا و امسى الملك لله والحمد والحول و القوة والسطان فى السموات والارض كل شئ لله رب العالمين اللهم بك اصبحنا و بك امسينا و بك نحيا و بك نموت و اليك النشور۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ صبح وشام یہ ذکر فرماتے تھے:

اصبحنا و اصبح الملك لله لا اله الا هو وحده لا شريك له اللهم انا نسئلك خير هذا اليوم و خير ما بعده و نعوذبك من شر هذا اليوم و شر ما بعده اللهم انى اعوذبك من شر الكبر و اعوذبك من عذاب النار۔

انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "وقتِ صبح آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اصبحت و اصبح الملك لله تعالىٰ والكبرياء والعظمة والخلق والنهار و اليل و ما سكن فيها لله وحده لا شريك له العليم اجعل اول النهار فلاحا و اوسطه صلاحا و آخره نجاحا و اسئلك خير الدنيا والآخرة يا ارحم الراحمين۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح وشام ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے:

اللهم انى اعوذبك من فجاءة الخير و اعوذبك من فجاءة الشر۔

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبدالرحمان بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح اور شام یوں تعریف فرماتے تھے:

اصبحنا على فطرة الاسلام و امسينا على فطرة الاسلام و على حكمة الاخلاص و على دين نبينا محمد صلى الله عليه و سلم على ملة نبينا ابراهيم عليه السلام حنيفا مسلما وما كان من المشركين۔

الطبرانی نے حضرت ابوامامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح وشام یہ دعا مانگتے تھے:

"اللهم انك احق من ذكر و احق من عبد و انصر من ابتلغى و ارأف من ملك و اجود من سئل و اوسع من اعطى انت الملك لا شريك لك و الفرد لا يهلك كل

شی ھالك الا وجهك لن تطاع الا باذنك و لن تعصى الا بعلمك تطاع لتشكر و تعصى فتغفر اقرب شهيد و ادنى حفيظ حلت دون التصور اخذت بالنوصى و كتبت الآثار و نسخت الآجال والقلوب لك مفضيه والسر عندك علانيه الحلال ما احللت والحرام ما احرمت والدين ما اشرعت والامر ما قضيت والخلق خلقك والعبد عبدك و انت الله رؤف رحيم اسئلك بنور وجهك الذى اشرقت به السموت والارض بكل حق هولك و بحق السائلين عليك ان تقبلى بهذه القرأة اوفى هذه العيشة و ان تجيرنى من النار بقدرتك"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا'' جب رات پڑتی تو آپ یوں ذکر فرماتے:

''امسينا و امسى الملك لله الواحد القهار الحمدلله الذى ذهب بالنهار و جاء بالليل و نحن فى عافية اللهم هذا خلقك قد جاء فما عملت فيه من سيئة فتجاوز عنها و ما عملت فيه من حسنة تقبلها و ضعفها اضعافًا مضاعفة اللهم انك بجميع حاجتى عالم و انك على نجحها قادر اللهم انجح الليلة كل حاجة لى ولا تزدنى فى دنياى و لا تنقصنى فى آخرى.

صبح کے وقت بھی آپ اسی طرح رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرماتے۔''

❀❀❀❀

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب

پہلا باب

خوابوں کی اقسام، عمدہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں، یہ مبشرات ہیں

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ خوابوں کی اقسام

امام اسحاق نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "خوابوں کی تین اقسام ہیں۔(۱) بعض خواب انسان کا وھم و گمان ہوتے ہیں۔ حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔(۲) جو خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جب انسان کسی ناپسندیدہ امر کو دیکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگے اپنی بائیں سمت تھوک دے تو یہ خواب اسے نقصان نہ دے گا۔ بعض خواب بشارتیں ہوتے ہیں۔ مسلمان کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے انسان کو چاہئے کہ وہ ایسا خواب کسی مخلص اور صاحب رائے شخص کو سنائے۔ وہ عمدہ بات کرے اور اس کی اچھی تعبیر کرے" حضرت عوف بن مالک نے کہا ہے "اگر بہت سی کنکریوں میں سے ایک کنکری ہو تو وہ بھی کثیر ہے شیخان نے اس روایت کو مختصر بیان کیا ہے یہ سیاق میں ان کے ہاں زیادتی نہیں ہے نہ ہی حضرت عوف کا قول انہوں نے نقل کیا ہے۔"

امام احمد، شیخان، ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے امام مالک، امام احمد، شیخان اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد، اور شیخان نے حضرت عبادہ بن صامت سے، امام مالک اور امام احمد، امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پاکباز شخص کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جزء ہوتا ہے۔"

امام احمد نے ابن عباس سے، امام احمد، امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عمدہ خواب نبوت کے ستر اجزاء میں ایک حصہ ہوتا ہے۔"

۲ عمدہ خواب بشارتیں ہیں

امام احمد نے ابوطفیل سے، امام مالک، امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت انس سے، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے امام احمد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے، امام احمد نے حضرت ابن عمر سے، اور امام بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ ہی کوئی نبی لیکن مبشرات ہیں" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "عمدہ اور پاکباز خواب جو کوئی صالح شخص دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھایا جاتا ہے۔"

۳ جھوٹا خواب بیان کرنے سے ممانعت

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بڑے بہتانوں میں سے یہ امور ہیں۔ جو میرے طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی۔ جو ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا۔ جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے۔

۴ ناپسندیدہ خواب دیکھنے پر انسان کیا کرے

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جس تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اپنا پہلو بدل لے رب تعالیٰ اسے اس کی بھلائی کا سوال کرے۔ اور اس کے شر سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔"

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "خواب کی کیفیتیں ہوتی ہیں (یعنی اشارہ سے بیان کرنا) ان کے اسماء ہوتے ہیں ان کی کیفیتوں سے انہیں بیان کرو۔ اسماء کے ساتھ ان کی تعبیر بیان کرو خواب پہلے تعبیر کرنے والے کا ہوتا ہے۔"

۵ خواب کسی عالم، یا خیر خواہ یا کسی دانشمند کو بیان کرنا

ابن ماجہ نے ابورزین عقیلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "خواب اس وقت تک پرندے کے پاؤں کے ساتھ بندھا ہوتا ہے جب تک خواب دیکھنے والا اسے بیان نہیں کر لیتا۔ جب وہ اسے بیان کرتا ہے تو وہ رونما ہو جاتا ہے وہ صرف کسی عالم خیر خواہ اور دانا اور صاحب رائے کو ہی بیان کرے۔"

دوسرا باب

بعض خواب جن کی تعبیریں آپ نے فرمائیں یا آپ کے سامنے ان کی تعبیر کی گئی اور آپ نے اسے برقرار رکھا

ابن ابی شیبہ، امام احمد، احمد بن منیع، عبد بن حمید، حارث، نسائی اور ابن حبان نے حضرت خزیمہ بن ثابت سے روایت کیا ہے یہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ وہی خوش قسمت صحابی ہیں جن کی شہادت کو آپ نے دو افراد کی شہادت کے قائم مقام فرمایا۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ گویا کہ وہ کسی پیشانی یا حضور اکرم ﷺ کی جبین اطہر پر سجدہ ریز ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "روح روح سے ملاقات نہیں کرتی" حضور اکرم ﷺ نے اپنا سر جھکایا دوسری روایت ہے کہ آپ لیٹ گئے اور انہیں اپنے پیچھے سجدہ کرنے کا حکم دیا فرمایا "اس نے تمہارا خواب سچ کر دکھایا حضور اکرم ﷺ کی جبین اطہر پر سجدہ کرالیا۔"

امام احمد، شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کی حیات طیبہ میں ایک شخص تھا۔ وہ جب بھی کوئی خواب دیکھتا تو اسے حضور اکرم ﷺ سے بیان کرتا۔ میں اس وقت ایک نوجوان اور کنوارا لڑکا تھا۔ میں آپ کے عہد مبارک میں مسجد میں سوتا تھا۔"

ابو یعلیٰ، امام احمد نے ابن الہیعہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی ایک انگلی میں شہد اور دوسری میں گھی ہے۔ وہ انہیں ایک انگلی کے ساتھ چوس رہے ہیں اس نے یہ خواب بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا آپ نے فرمایا "اگر تمہیں زندگی ملی تو تم دو کتابیں تورات اور فرقان پڑھو گے" وہ یہ دونوں کتابیں پڑھتے تھے۔

ابن سکن حرانی اور الطبرانی نے سلیمان بن عطاء قریشی حرانی کی سند سے مسلمہ بن عبداللہ الجہنی سے روایت کیا ہے الحافظ نے الاصابۃ میں (اس کی سند میں ضعف ہے) جب آپ نماز ادا فرمالیتے تو مصلی پر دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے پھر ستر بار یہ کلمات پڑھتے "سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ ان اللہ کان توابا" پھر سات سو کے ساتھ ستر باریوں کہتے "اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کے گناہ ایک دن میں سات سو سے زائد ہو جائیں" پھر آپ چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف کرتے۔ آپ کو خواب پسند تھے۔ پھر فرماتے "کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے" حضرت ابن زمل رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں نے خواب دیکھا ہے یارسول اللہ ﷺ!" آپ نے فرمایا "تم بھلائی سے ملاقات کرو۔ شر سے تجھے بچالیا جائے یہ

ہمارے لیے بہتر اور ہمارے دشمنوں کے لیے شر ہو۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے اپنا خواب بیان کرو۔" میں نے عرض کی۔

"میں نے دیکھا ہے کہ سارے لوگ ایسے رستے پر چل رہے ہیں جو آسان، وسیع اور کشادہ ہے۔ او وہ اسی رستے پر رواں دواں تھے وہ اسی طرح تھے کہ اچانک میں اسی رستہ پر ایک چراگاہ تک پہنچ گیا اتنی حسین چراگاہ میری آنکھوں نے نہ دیکھی تھی اس کا پانی کثیر تھا۔ اس کے پانی کے قطرات گر رہے تھے وہاں گھاس کی کئی اقسام تھیں۔ جب وہ چراگاہ تک پہنچے تو گویا کہ میں ان کے پہلے گھڑسوار دستے میں ہوں انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر رستہ پر ہی اپنی سواریاں بٹھادیں۔ بعض نے اپنی سواریاں چرنے کے لیے چھوڑ دیں کچھ نے انہیں گھاس کھلایا وہ اسی طرح رہے پھر ایک عظیم کارواں آ گیا جب وہ چراگاہ تک پہنچے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا انہوں نے کہا" یہ بہترین منزل ہے" گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں وہ دائیں بائیں بکھر گئے جب میں نے یہ سب کچھ دیکھا تو میں نے رستہ کو لازم پکڑا حتیٰ کہ میں اس چراگاہ کے آخری سرے تک پہنچ گیا وہاں میں نے آپ کی زیارت کر لی۔ آپ اسی منبر پر جلوہ افروز تھے جس کے سات درجات تھے۔ آپ سب سے بلند درجہ پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے دائیں طرف ایک شخص تھا جو گندم گوں تھا۔ اس کا ناک بلند تھا۔ جب وہ محو کلام ہوتا تھا تو سارے لوگوں پر غالب آجاتا تھا آپ کے بائیں طرف ایک شخص تھا جس کا قد میانہ تھا اس کا بدن چھریرا تھا۔ اس کی رنگت سرخ تھی اس کے چہرے پر بہت سے تل تھے۔ اس کے بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔ جب وہ محوِ گفتگو ہوتا تو تم سب اسے غور سے سنتے۔ آپ کے آگے ایسا شخص تھا جو بزرگ تھا۔ جو شکل اور چہرے کے اعتبار سے آپ سے مشابہت رکھتا تھا تم سب اسی کا ارادہ کیے تھے اور اسی کو امام سمجھ رہے تھے۔ اس بزرگ کے سامنے ایسی اونٹنی جو کمزور اور عمر رسیدہ تھی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس اونٹنی کو اٹھا رہے تھے۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" جو تم نے وسیع، کشادہ آسان اور آرام دہ رستہ دیکھا ہے اس سے مراد وہ راہِ ہدایت ہے جس پر تم اب گامزن ہو۔ جو چراگاہ تم نے دیکھی ہے وہ دنیا اور اس کی لذت ہے میں اور میرے صحابہ کرام گزر گئے نہ تو ہم نے اس کے ساتھ رشتہ قائم کیا اور نہ ہی اس نے ہمارے ساتھ ناطہ جوڑا۔ نہ اس نے ہمارا اور نہ ہی ہم نے اس کا ارادہ کیا۔ پھر ہمارے بعد دوسرا کارواں آ گیا۔ وہ کئی گنا زیادہ تھے بعض اپنے جانور اس میں چرانے لگے بعض انہیں گھاس کھلانے لگے۔ وہ اس پر نجات پا گئے پھر لوگوں کا سب سے بڑا گروہ آ گیا وہ اس چراگاہ میں دائیں اور بائیں پھیل گئے۔" انا للہ و انا الیہ راجعون" تم ایک پاکباز راہ پر چلے تم اس پر رواں رہے حتیٰ کہ تم نے مجھ سے ملاقات کر لی۔ وہ منبر جسے تم نے دیکھا ہے جس کی سات سیڑھیاں ہیں اور میں سب سے اوپر والی سیڑھی پر تھا وہ دنیا ہے جس کی عمر سات ہزار سال ہے میں اس کے آخر ہزار سال میں جلوہ نما ہوا ہوں جو شخص تم نے میرے دائیں طرف دیکھا ہے جو گندم گوں اور ستواں ناک والا تھا وہ حضرت موسیٰ بن عمران تھے وہ جب محو گفتگو ہوتے تھے تو سارے لوگوں پر غالب آجاتے تھے کیونکہ انہیں رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا

شرف حاصل تھا۔ جو شخص تم نے میرے بائیں طرف دیکھا ہے جو میانہ قد والا، کثیر بالوں والا اور چہرے کے کثیر تلوں والا تھا وہ حضرت عیسیٰ بن مریم تھے ہم ان کی عزت کرتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی ہے وہ بزرگ جو میرے خلق اور چہرہ میں مشابہ تھے وہ میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ہم ان کی اقتداء اور اتباع کرتے ہیں جو اونٹنی تم نے دیکھی ہے اور تم نے دیکھا ہے کہ میں اسے اٹھا رہا تھا وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں۔"

⚫⚫⚫⚫

تیسرا باب

آپ کے بعض خواب

امام احمد بن منیع نے ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" میں نے خواب میں خود کو دیکھا کہ مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے آگے آہٹ سنی میں نے پوچھا" یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں میں نے جنت کے بلند مقامات دیکھے وہاں فقراء مہاجرین اور مسلمانوں کی اولاد کو دیکھا میں نے وہاں اغنیاء اور عورتوں کو نہ دیکھا میں نے کہا" مجھے اغنیاء اور خواتین کم کیوں نظر آ رہے ہیں" مجھے یہ جواب دیا گیا کہ عورتوں کو دو چیزوں نے غافل رکھا۔ سونا اور ریشم۔ جہاں تک اغنیاء کا تعلق ہے ان کا حساب و کتاب دروازے کے پاس ہو رہا ہے۔ انہیں پاک وصاف کیا جا رہا ہے۔ میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازے کے ذریعے باہر نکلا۔ ایک ترازو لایا گیا مجھے اس کے ایک پلڑے میں بٹھا دیا گیا۔ اس کے دوسرے پلڑے میں میری ساری امت کو بٹھا دیا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق کو لایا گیا۔ انہیں ایک پلڑے میں اور میری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ انہیں ایک پلڑا میں اور پوری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پلڑا جھک گیا۔ میری امت گروہ در گروہ میرے پاس سے گزرنے لگی انہوں نے عرض کی" میرے والدین آپ پر فدا! میں بڑی دشواری کے ساتھ آپ تک پہنچا ہوں" میں نے پوچھا" کیوں؟" انہوں نے کہا" میرے کثیر مال کی وجہ سے آپ کے بعد میرا حساب و کتاب ہوتا رہا اور مجھے پاک وصاف کیا جاتا رہا۔"

عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ایک روز آپ صبح کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا" میں نے نماز صبح سے پہلے دیکھا گویا کہ مجھے مقالید اور موازین دیے گئے ہیں مقالید سے مراد یہ چابیاں ہیں۔ موازین سے مراد وہ ترازو ہیں جن سے وزن کیا جاتا ہے۔ مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا جبکہ میری امت کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ وزن کیا گیا تو میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر حضرت ابو بکر کو لایا گیا۔ ان کا وزن کیا گیا تو وہ بھی ان سے وزن میں زیادہ نکلے پھر حضرت عمر کو لایا گیا ان کا وزن کیا گیا وہ بھی وزن میں زیادہ نکلے پھر حضرت عثمان کو لایا گیا۔ ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا۔ وہ بھی ان سے زیادہ نکلے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور میں اٹھ گیا۔

ابو یعلیٰ اور بزار نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" رات کے وقت اسی اثنا میں کہ میں ڈول نکال رہا تھا جبکہ میرے پاس کالی اور سفید بھیڑیں آئیں حضرت ابو بکر آئے انہوں نے ایک یا دو ڈول

نکالے تھے۔ ان میں کمزوری کے آثار تھے۔ رب تعالیٰ انہیں معاف کرے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے ان میں بہت تیزی تھی جس کی وجہ سے حوض بھر گئے۔ ساری بھیڑیں سیراب ہوگئیں۔ میں نے کسی ایسے حیرت انگیز شخص کو نہیں دیکھا جو حضرت عمر فاروق سے زیادہ عمدہ طریقہ سے پانی نکال سکتا ہو۔ میں نے یہ تاویل کی ہے کہ سیاہ بھیڑوں سے مراد عرب اور سفید بھیڑوں سے مراد عجم ہے۔"

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے خود کو دیکھا کہ گویا کہ میں مضبوط زرہ میں ہوں میں نے گائے دیکھی جسے ذبح کیا جا رہا تھا میں نے زرہ کی تعبیر مدینہ طیبہ سے کی ہے جبکہ گائے رب تعالیٰ خیر فرمائے۔"

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اس طرح دیکھا جس طرح سونے والا دیکھتا ہے کہ میں مینڈھے پر سوار ہوگیا ہوں۔ گویا کہ میری تلوار کا دستہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر کی ہے کہ میں دشمن کے لشکر کے سالار کو قتل کروں گا اور میں نے تعبیر کی ہے۔۔۔۔۔ عفان کہتے ہیں اس کے بعد کیا فرمایا تھا میں نہیں جانتا۔"

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ بنو حکم آپ کے منبر پاک پر کود رہے ہیں اور آپ غصے کا اظہار فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے کیوں دیکھا ہے بنو حکم میرے منبر پاک پر کود رہے ہیں جیسے کوئی دھوکہ باز حملے کرتا ہے" اس کے بعد آپ کو مسکراتے نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے، امام بیہقی نے کتاب "عذاب القبر" میں اصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "نماز صبح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ فرمایا "میں نے ایک سچا خواب دیکھا ہے تم اسے سمجھو۔ حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ مجھے اپنے پیچھے لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ مجھے ایک لمبے اور دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے۔ مجھے کہا "اوپر چڑھیں" میں نے کہا "مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے" انہوں نے کہا "میں اسے آپ کے لیے آسان بنا دیتا ہوں" میں جب بھی قدم اٹھاتا تو اسے سیڑھی پر رکھتا۔ حتیٰ کہ ہم پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ ہم آگے روانہ ہوئے ہم نے ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں جن کی باچھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی باتیں کرتے تھے جن پر خود عمل نہ کرتے تھے" ہم آگے روانہ ہوئے۔ ہم نے ایسے مرد اور ایسی عورتیں دیکھیں جن کی آنکھیں اور کان بہت کشادہ تھے۔ میں نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ان کے لیے دیکھنا روا نہ تھا۔ اور کانوں سے ایسی باتیں سنتے تھے جو ان کے لیے سننا جائز نہ تھا" پھر ہم آگے بڑھے۔ ہم نے ایسی عورتیں دیکھیں جنہیں پاؤں کے بل لٹکایا گیا تھا۔ ان کے سر زخمی تھے اور ان کے پستانوں پر سانپ کاٹ رہے تھے۔ میں نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنا دودھ پینے سے روکتی تھیں'' پھر ہم آگے روانہ ہو گئے ہم نے ایسے مرد اور خواتین دیکھے جنہیں پاؤں کے بل لٹکایا گیا تھا ان کے سر زخمی ہیں۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن وقت سے قبل افطار کر دیتے ہیں'' پھر ہم ایسے مرد اور خواتین کے پاس سے گزرے جن کا منظر سب سے قبیح تھا۔ ان کا لباس سب سے برا تھا۔ ان کی بدبو سب سے گندی تھی گویا کہ وہ بیت الخلاء کی بو تھی۔ میں نے پوچھا ''یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا یہ زنا کار عورتیں اور زنا کار مرد ہیں'' پھر ہم آگے روانہ ہوئے۔ ہم ایسے مردوں کے پاس سے گزرے جو بہت پھولے ہوئے تھے اور جن کی بوسب سے گندی تھی۔ میں نے پوچھا ''یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا'' یہ کفار کے مردے ہیں'' پھر ہم آگے روانہ ہوئے ہم نے دھواں دیکھا اور سخت شور سنا۔ میں نے پوچھا ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا'' یہ جہنم ہے۔ آپ اسے چھوڑ دیں پھر ہم آگے روانہ ہو گئے۔ ہم نے ایسے مرد دیکھے جو درخت کے سایہ کے نیچے سو رہے تھے۔ میں نے پوچھا ''یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا'' یہ مسلمانوں کے مردے ہیں'' ہم آگے روانہ ہوئے ہم نے ایسے لوگ اور بچے دیکھے جن کے چہرے بہت خوبصورت تھے۔ ان کے لباس نہایت عمدہ تھے ان کی خوشبو بہت عمدہ تھی۔ گویا کہ ان کے چہرے کاغذ ہوں میں نے پوچھا'' یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا'' یہ صدیق، شہداء اور پاکباز افراد ہیں'' پھر ہم آگے روانہ ہوئے ہم نے تین افراد دیکھے جو شراب پی رہے تھے اور کھیل رہے تھے میں نے پوچھا'' یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا'' یہ حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں میں ان کی سمت بڑھا انہوں نے کہا'' ہم آپ کے قریب ہو گئے۔ پھر میں نے سر اٹھایا۔ مجھے عرش کے نیچے تین افراد نظر آئے۔ میں نے پوچھا'' یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا'' وہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

ابن عدی نے بکر بن سعید بن قیس سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جس نے خواب میں مجھے دیکھ لیا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔''

حارث نے ثقہ راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا'' میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کٹ گیا ہے۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں'' آپ مسکرائے اور فرمایا'' جب تمہارا سر کٹ گیا تو تم کس آنکھ سے اسے دیکھنے لگے؟'' اس کے جلد ہی بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام نے اس شخص کے سر کے کٹنے کی تعبیر آپ کے وصال سے کی اور اس کے دیکھنے کی تعبیر اس کی سنت نبوی کی پیروی سے کی۔

طیالسی، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھا خواب پسند تھا۔ آپ اس کے متعلق پوچھتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کی'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا میں نے دیکھا گویا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکایا گیا ہے۔ آپ کا وزن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو آپ کا وزن زیادہ ہو گیا پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وزن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وزن میں زیادہ ہو گئے۔ پھر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وزن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ نکلا پھر ترازو اٹھا لیا گیا۔ آپ نے فرمایا "یہ خلافت نبویہ ہے پھر رب تعالیٰ جسے چاہے گا ملک عطا فرمائے گا۔

امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے۔ انہوں نے مجھے جگایا اور کہا "چلیں میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ہم ایسے شخص کے پاس گئے جو لیٹا ہوا تھا۔ دوسرا شخص بڑا سا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا۔ وہ اس کا سر کچل کر رکھ دیتا۔ وہ اسے اس طرح جدا کر کے رکھ دیتا۔ وہ دوسرا پتھر لینے چلا جاتا وہ اسے لے کر آتا۔ اس کے آنے تک اس کا سر پہلے کی طرح ہو جاتا وہ شخص اس کے پاس آجاتا تا کہ اس کے ساتھ اسی طرح سلوک کرے جس طرح پہلے کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا "سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟" انہوں نے مجھے کہا" آگے روانہ ہو جائیں" ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا دوسرا شخص لوہے کا گرز لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے کی ایک طرف مارتا تو اس کی باچھ چر کر اس کی گدی کے ساتھ جالگتی اس کی ناک اور آنکھ بھی گدی کے ساتھ جالگتی۔ وہ اس کی دوسری طرف جاتا۔ دوسری طرف بھی اسی طرح مارتا جیسے اس نے پہلے مارا تھا۔ اس کی حالت اسی طرح ہو جاتی۔ پھر وہ چہرے کے پہلے حصے کی طرف آجاتا اور اسی طرح مارتا۔ میں نے کہا "سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟" انہوں نے مجھے کہا" آگے چلیں، ہم آگے روانہ ہوئے۔ ہم تنور جیسی چیز پر آئے وہاں بہت زیادہ شور و غل تھا۔ ہم نے اس میں جھانکا وہاں عریاں مرد اور عورتیں تھیں ان کے نیچے سے شعلے اٹھ رہے تھے جب ان کے پاس شعلہ آتا تو وہ بہت زیادہ شور کرتے۔ میں نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا " آگے روانہ ہو جائیں" ہم آگے بڑھے ہم سرخ نہر تک پہنچے جو خون کی طرح تھی۔ اس میں ایک شخص تھا جو تیر رہا تھا جس طرح تیر رہا تھا۔ پھر وہ اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے وہ اس کے لیے اپنا منہ کھولتا۔ وہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ وہ پھر اس نہر میں تیرنے لگتا پھر اس شخص کے پاس آتا۔ اسی طرح اپنا منہ کھولتا۔ وہ اس میں منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ میں نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا " آگے بڑھیں ہم آگے روانہ ہوئے ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو ہیبت ناک منظر رکھتا تھا جتنا کہ مکروہ منظر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ اس کے پاس آگ تھی وہ اسے بھڑکا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" انہوں نے مجھے کہا" آگے روانہ ہو جائیں" ہم آگے روانہ ہو گئے ہم ایک ایسے باغ میں پہنچے جو شدید سبز تھا۔ اس میں موسم بہار کی ہر قسم کی کلیاں تھیں۔ اس باغ کے سامنے ایک طویل شخص تھا۔ اس کی طوالت کی وجہ سے ممکن ہے مجھے اس کا سر نظر نہ آتا۔ میں نے اس کے اردگرد بہت سے بچے دیکھے ان دو افراد نے مجھے کہا" آگے روانہ ہو جائیں" ہم آگے روانہ ہوئے ہم ایک بہت بڑے باغ تک پہنچے میں نے اس سے بڑا باغ آج تک نہ دیکھا تھا۔ نہ ہی اتنا حسین باغ کبھی دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا" اوپر چڑھیں، ہم چڑھ کر اس میں داخل ہو گئے ہم ایسے شہر میں پہنچے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری اینٹ چاندی کی تھی۔ ہم شہر کے دروازے تک پہنچے ہم نے دروازہ

کھولنے کے لیے کہا ہمارے لیے اس کا دروازہ کھول دیا گیا ہم نے وہاں بہت سے لوگ دیکھے جن کا بعض حصہ حسین اور بعض بہت قبیح تھا۔ انہوں نے انہیں کہا'' جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگا کر آؤ۔ ایک وسیع نہر بہہ رہی تھی۔ اس کا پانی گویا کہ خالص دودھ کی طرح تھا وہ وہاں گئے غسل کیا پھر ہماری طرف آئے ان کی قباحت ختم ہو چکی تھی۔ ان کی صورتیں بہت عمدہ ہو چکی تھیں ان دونوں افراد نے مجھے کہا'' یہ جنت عدن ہے۔ یہ آپ کی منزل ہے۔ میں نے نگاہ اوپر اٹھائی وہاں سفید بادلوں کی طرح محلات تھے۔ انہوں نے مجھے کہا'' یہ آپ کی منزل ہے'' میں نے انہیں کہا'' اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس میں داخل ہو جاؤں'' انہوں نے کہا'' ابھی نہیں۔ لیکن آپ اس میں ضرور داخل ہوں گے'' میں نے ان سے کہا ''میں نے آج رات عجیب مناظر دیکھے ہیں۔ یہ کیسے مناظر تھے جو میں نے دیکھے ہیں'' انہوں نے کہا'' پہلا شخص جو آپ نے دیکھا جس کا سر پتھر سے پھوڑا جا رہا تھا جو قرآن کو تھام لیتا ہے پھر اس کا انکار کرتا ہے۔ وہ فرض نماز کو چھوڑ کر سو جاتا ہے روزِ حشر تک اس کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ وہ شخص جس کی باچھیں اور ناک گدی سے ملا دیا جاتا تھا وہ ایسا شخص ہے جو صبح گھر سے نکلتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور اسے آفاق تک پہنچا دیتا ہے روزِ حشر تک اس کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ وہ عریاں مرد اور عورتیں جو تنور نما چیز میں تھے وہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں ہیں جو شخص نہر میں تیر رہا تھا اور پتھر کھا رہا تھا جو شخص جس کے پاس آپ تشریف لے گئے۔ جو نہر میں تیر رہا تھا اور پتھر کھا رہا تھا۔ وہ سود خور تھا۔ وہ کریہ منظر شخص جو آگ بھڑکا رہا تھا وہ خازنِ نار مالک تھے وہ طویل شخص جو باغ میں تھا وہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ ان کے ارد گرد وہ بچے تھے جو فطرت پر مرے تھے وہ لوگ جن کا آدھا حصہ قبیح تھا جن کے بعض اعمال اچھے اور بعض قبیح تھے رب تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے۔ میں جبرائیل اور میں میکائیل ہوں۔''

❁❁❁❁

لباس اور دیگر ملبوسات مبارکہ

پہلا باب

آپ کے لباس پہننے کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

① دائیں سمت سے آغاز کرنا

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ قمیص پہنتے تھے تو آغاز دائیں طرف سے کرتے تھے۔"

② نیا کپڑا پہننے کا وقت

ابوشیخ اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعۃ المبارک کو پہنتے۔

③ نیا کپڑا پہنتے وقت کیسے تسبیح خوانی کرتے

امام احمد اور ابویعلیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آپ کو اس وقت سنا جب آپ نیا کپڑا پہن رہے تھے" آپ نے یوں حمد وثناء بیان کی:

الحمد لله الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل به فی الناس واواری به عورتی۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو یوں رب تعالیٰ کی حمد وثناء فرماتے:

الحمد لله الذی واری عورتی وجملنی فی عبادہ۔

۴ جس پر نیا کپڑا دیکھتے اسے کیا فرماتے

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، امام احمد، امام نسائی نے فی الیوم واللیلۃ میں ا،ابن ماجہ اور الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سفید دھلی ہوئی قمیص دیکھی۔ پوچھا "کیا تمہارا یہ کپڑا دھلا ہوا ہے یا جدید ہے؟ انہوں نے عرض کی "یہ نیا نہیں بلکہ دھلا ہوا ہے" آپ نے ان سے فرمایا: "نیا کپڑا پہنو قابل ستائش زندگی بسر کرو اور شہادت کی موت میں وصال کرو۔ رب تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کرے۔"

۵ ازار بند باندھنے کی کیفیت

حسن بن سفیان اور بقی بن مخلد نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا جب وہ ازار بند باندھتے تو ازار کے اگلے حصہ کو لٹکا دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کا حاشیہ ان کے قدموں کے ظاہری حصہ پر گرتا۔ ان کا ازار پیچھے سے پوری طرح ڈھانپ لیتا۔ میں نے ان سے پوچھا" آپ اس طرح ازار کیوں باندھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اسی طرح ازار باندھتے تھے۔"

ابن ابی خیثمہ ام الحصین الاحمسیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حجۃ الوداع میں آپ کی زیارت کی آپ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور اسے اپنی مبارک بغلوں کے نیچے سے اوڑھ رکھا تھا۔"

امام نسائی نے حضرت الاشعث بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ کا ازار آپ کی مبارک پنڈلی کے نصف تھا۔

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ایسے کپڑے میں نماز پڑھائی جسے بائیں شانے مبارک پر ڈال کر دوسرا سرا دائیں بغل مبارک کے نیچے سے نکال کر دونوں کو سینہ پر لا کر باندھا گیا تھا۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس طرح نماز پڑھائی کہ آپ نے اپنے کپڑے کو بائیں کندھے پر ڈال کر دوسرا سرا دائیں بغل مبارک سے نکال کر دونوں سروں کو سینہ مبارک پر گرہ لگا رکھی تھی۔"

ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کو گالی دی ہو نہ آپ کے لیے کپڑا لپیٹا جاتا تھا۔"

دوسرا باب

عمامہ مبارک، اس کا کنارہ اور اس کا کچھ حصہ مبارک داڑھی کے نیچے رکھنا

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱ عمامہ مبارک کی کیفیت

زاد المعاد میں ہے کہ آپ کے عمامہ مبارک کو سحاب کہا جاتا تھا آپ ٹوپی کے اوپر اسے باندھتے تھے۔

الطبرانی، بیہقی اور ابو موسیٰ المدنی نے صحیح کی شرائط پر (سوائے ابو عبد السلام کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں) حضرت ابو عبد السلام بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "آپ اپنے سر اقدس پر گول پیچدار عمامہ باندھتے تھے۔ جس کا شملہ پیچھے کی طرف ہوتا تھا۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ پیچھے سے اس کا سرا داخل کرتے تھے اور اس کا شملہ اپنے مبارک شانوں کے مابین لٹکا دیتے تھے۔"

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جمعۃ المبارک کے روز آپ جب بھی ہمارے پاس تشریف لاتے آپ نے عمامہ شریف باندھا ہوتا۔ کبھی ازار اور چادر میں بھی تشریف لے آتے تھے۔ اگر عمامہ شریف نہ ہوتا تو کسی کپڑے کو اٹھا کر اسی کا عمامہ باندھ لیتے" اس روایت کو ابن عدی نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ان کی اسناد ملتی جلتی ہیں البتہ پہلی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور بعض صحابہ کرام سے روایت ہے" جبکہ درمیان سے واؤ رہ گئی ہے۔

۲ سیاہ عمامہ شریف باندھنا

خطابی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا اس کا شملہ اپنے سامنے لٹکا رکھا تھا" حارث بن ابی اسامہ، امام بغوی، ابن عدی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا اور احرام کے بغیر تھے۔"

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ کی زیارت کی اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ

باندھا ہوا تھا۔

امام مسلم، چاروں آئمہ، امام ترمذی نے شمائل میں حضرت عمرو بن حریث سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا اس کا شملہ مبارک شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔

انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔

امام نسائی نے حضرت عمر بن حریث سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی اس وقت آپ نے حرقانیہ (سیاہ) عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔

ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کا سیاہ عمامہ شریف تھا جسے آپ عیدین کے موقعہ پر پہنتے تھے۔ اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے۔

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کو دیکھا اس وقت آپ نے عمامہ شریف باندھ رکھا تھا آپ نے اس کے نیچے سے ہاتھ مبارک داخل کر کے سر کا مسح فرمالیا عمامہ شریف نہ اتارا۔"

ابن سعد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا عمامہ مبارک سیاہ تھا۔"

۳ زرد عمامہ شریف پہننا اور سر اقدس کو پٹی سے باندھ لینا

امام غزالی نے احیاء العلوم الدین میں لکھا ہے" بعض اوقات آپ کے پاس عمامہ نہ ہوتا تو آپ اپنے سر اقدس اور جبین اطہر پر پٹی باندھ لیتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے سیاہ پٹی باندھ رکھی تھی۔"

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا" میں اس مرض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ نے سر اقدس پر زرد پٹی باندھ رکھی تھی۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اے فضل! میں نے عرض کی" لبیک یارسول اللہ ﷺ" آپ نے فرمایا" اس پٹی کو میرے سر اقدس پر مضبوطی سے باندھ دو" میں نے اسی طرح کیا پھر بیٹھ گئے اپنا دست اقدس میرے کندھے پر رکھا۔ اٹھے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

امام حاکم اور امام الطبرانی نے حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ پر دو کپڑے دیکھے جو زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔ آپ کی چادر اور آپ کا عمامہ۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "آپ اپنے سارے کپڑے زعفران سے رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ مبارک بھی۔"

ابن سعد نے یحییٰ بن عبداللہ بن مالک سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ کے سارے کپڑے (قمیص، چادر اور عمامہ شریف) زعفران سے رنگے جاتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ زرد رنگ سے کپڑے رنگتے تھے۔ ابن عساکر نے حضرت عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ وہ ملائکہ جو غزوہ بدر میں اترے تھے انہوں نے زرد عمامے باندھے ہوئے تھے جب آپ تشریف لائے تو آپ نے بھی زرد عمامہ باندھا ہوا تھا۔

❖ عمامہ شریف کی کیفیت

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ آپ اپنے عمامہ مبارک کو اپنے مبارک شانوں کے مابین لٹکا لیتے تھے۔

امام مسلم، ابو داؤد اور ابن حبان نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "گویا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا اور اس کا شملہ کندھوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔"

امام مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ مکہ مکرمہ میں فتح کے روز داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا" نسائی نے یہ اضافہ کیا ہے "عمامہ کا شملہ مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔"

امام نسائی نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "گویا کہ میں اب بھی حضور اکرم ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا اور اسے اپنے مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔

الطبرانی نے حجاج بن رشدین کی سند سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ عمامہ شریف باندھتے تھے تو اسے سامنے اور اپنے پیچھے لٹکا لیتے تھے۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ عمامہ شریف باندھتے تھے تو اس کا شملہ اپنے پیچھے لٹکا

لیتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عمامہ باندھا کرو۔ یہ ملائکہ کی علامت ہے اور انہیں اپنے پیچھے لٹکایا کرو۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس کو بھی عامل بناتے اسے عمامہ شریف باندھتے اس کا دایاں کنارہ کانوں تک لٹکا دیتے۔"

◆ ۵ مبارک ریش کے نیچے سے عمامہ نکالنا اور اس کا حکم کرنا

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنے موزوں پر اور عمامہ پر مسح کر لیتے تھے۔"

ابن سعد نے ابن طاؤس سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ عمامہ باندھتے تھے اور اپنے حلقہ کے نیچے اور داڑھی کے نیچے کچھ نہ رکھتے تھے۔

امام عبدالرزاق نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح عمامہ باندھنے کو مکروہ سمجھتے تھے کہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے کچھ نہ ہو۔ وہ کہتے "یہ شیطان کا لباس ہے۔"

◆ ۶ عمامہ شریف باندھنا اور اس کا شملہ لٹکانا ملائکہ کی علامت ہے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

بَلَىٰٓ ۚ إِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَـٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ ءَالَـٰفٍ مِّنَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ: ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔

بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ السومہ اور السیماء سے مراد علامت ہے۔

الطبرانی نے اس سند سے جس میں شہر بن حوشب ہیں (امام ترمذی نے اسے حسن لکھا ہے جبکہ بقیہ افراد ثقہ ہیں) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت جبریل امین کو دیکھا۔ انہوں نے سرخ عمامہ باندھ رکھا تھا اسے اپنے مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔

ابن جریر نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابواسید الساعدی سے روایت کیا ہے یہ بدری صحابی ہے انہوں نے فرمایا "غزوۂ بدر میں ملائکہ نے اسی حالت میں شرکت کی کہ انہوں نے زرد عمامے باندھ رکھے تھے اور انہیں اپنے کندھوں کے

مابین لٹکا رکھا تھا۔"

امام حاکم مستدرک میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ وہ غیر عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے سرخ عمامہ باندھ رکھا تھا اس کا شملہ مبارک کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ میں نے اس کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا" کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے جنہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں۔"

انہوں نے ہی فرمایا" میں نے غزوۂ خندق کے روز ایک شخص کو دیکھا جو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کی شکل میں تھے۔ وہ سواری پر تھے آپ سے سرگوشی فرما رہے تھے۔ انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اس کا شملہ پیچھے لٹکا رکھا تھا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے جو مجھے بنو قریظہ کی طرف جانے کے لیے کہہ رہے تھے۔"

بعض صحابہ کرام کو عمامہ باندھنا

ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، ابن منیع اور امام بیہقی نے زہد میں، ابو الحسن الہیثمی نے اسے حسن کہا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ نے حضرت عبد الرحمان بن عوف کو حکم دیا کہ وہ ایک سریہ کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ انہیں اس کا امیر مقرر کریں گے۔ وقت صبح وہ حاضر خدمت ہو گئے انہوں نے سیاہ کرادیس کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ نے ان کا عمامہ کھولا۔ اسے دوبارہ باندھا یا انگلیوں یا ایک شبر کے برابر لٹکایا اور فرمایا" ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو۔ یہ عرب کے زیادہ قریب ہے اور زیادہ عمدہ ہے۔"

الطبرانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عوف کے سر پہ عمامہ باندھا۔ عمامہ چار انگلیاں لٹکایا اور فرمایا" جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے اکثر ملائکہ دیکھے انہوں نے عمامے باندھ رکھے تھے۔"

تنبیہات

1. علمائے کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا عمامہ مبارک نہ تو بہت بڑا تھا جو اپنے پہننے والے کو اذیت دے اسے کمزور کر دے اور اسے آفات کا نشانہ بنا دے جیسے ہمارے ساتھیوں کے حالات دیکھے جا سکتے ہیں۔ نہ ہی اتنا چھوٹا تھا جو سر کو گرمی اور سردی سے نہ بچا سکے بلکہ درمیانہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے" مجھے یاد نہیں کہ آپ کے عمامہ مبارک کی صحیح طوالت کتنی تھی۔ الحافظ عبد الغنی سے اس کے متعلق پوچھا گیا مگر انہوں نے اپنے فتاویٰ میں کسی چیز

کا تذکرہ نہیں کیا۔"

اس کے بارے شیخ نے لکھا ہے" عمامہ شریف کی مقدار کے بارے کوئی حدیث پاک ثابت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جو پہلے باب میں ہے پھر لکھا ہے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی طوالت کئی ذراع تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ دس ذراع یا اس سے کچھ زائد تھی۔"

الحافظ ابو الخیر السخاوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے" میں نے بعض افراد کو دیکھا ہے انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ روایت منسوب کی ہے کہ سفر میں آپ کا عمامہ شریف سفید ہوتا تھا اور حضر میں عمامہ شریف سیاہ ہوتا تھا۔ اور ان میں سے ہر عمامہ سات ذراع تھا" امام سخاوی نے لکھا ہے" اسی چیز کو ہم جانتے ہیں۔"

ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے، چادر، عمامہ اور العذبہ کے بارے سنت مطہرہ وارد ہے چادر مبارک 4½ ذراع ہوتی تھی۔ عمامہ شریف سات ذراع تھا۔ اس سے شملہ اور داڑھی مبارک کے نیچے کا کپڑا نکال لیا جاتا تھا۔ باقی عمامہ کی مقدار اتنی ہی تھی جتنی مطری نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔"

◆۲ زاد المعاد میں ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف کو ٹوپی کے بغیر باندھتے تھے۔ اس کا شملہ اپنے مبارک شانوں کے مابین لٹکاتے تھے۔ جیسے حضرت عمرو بن حریث کی روایت میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اس روایت میں شملہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ شملہ ہمیشہ کندھوں کے مابین نہیں لٹکاتے تھے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے قتال کا سامان پہنا ہوا تھا۔ آپ کے سر اقدس پر خود تھا۔ ہر جگہ آپ وہی کچھ پہنتے تھے جو اس کے مناسب ہوتا تھا۔ میں کہتا ہوں" انہیں یاد نہیں رہا کہ اس روایت کو امام نسائی نے لکھا ہے انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے" آپ نے شملہ اپنے مبارک کندھوں کے مابین لٹکا رکھا تھا" اس روایت اور اس روایت میں کوئی مخالفت نہیں جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر خود تھا۔ کیونکہ احتمال ہے کہ وہاں دخول کے وقت آپ کے سر اقدس پر خود ہو پھر آپ نے اسے اتار کر عمامہ شریف پہن لیا ہو۔ ہر ایک نے وہی روایت کیا جو اس نے دیکھا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے خانہ کعبہ کے پاس خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپ مکمل طور پر داخل ہو چکے تھے۔ قاضی وغیرہ نے ان روایات کو جمع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیاہ عمامہ شریف خود کے اوپر یا خود کے نیچے تھا تا کہ لوہے سے سر اقدس کا بچاؤ ہو سکے۔

◆۳ زاد المعاد میں تحریر ہے" ہمارے شیخ ابو العباس نے شملہ کا عجیب سبب تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے شملہ مبارکہ اس خواب کی صبح کو لٹکایا تھا جسے آپ نے مدینہ طیبہ میں دیکھا تھا آپ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا اس نے کہا

"محمد عربی ﷺ الملاء الاعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں"؟ آپ نے عرض کی"مولا! میں نہیں جانتا" اس نے میرے کندھوں کے مابین دست تصرف رکھا۔ تو میں وہ کچھ جان گیا جو آسمان اور زمین کے مابین تھا" اس روایت کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے انہوں نے اس کے بارے امام بخاری سے پوچھا انہوں نے کہا: "یہ روایت صحیح ہے" ابوالعباس نے لکھا ہے اس صبح کو آپ نے اپنے مبارک شانوں کے مابین شملہ لٹکایا۔ اس علم کا انکار جاہلوں کی زبانیں اور دل کرتے ہیں۔"

ابن القیم نے لکھا ہے"میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے شملہ کا یہ فائدہ نہیں دیکھتا" حافظ ابوالفضل عراقی نے کہا ہے "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے ہم اس کی اصل نہیں پاتے۔"

الحافظ ابوذرعہ بن حافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے"انہوں نے اپنے تذکرہ میں ابوالعباس کا قول لکھنے کے بعد لکھا ہے" اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر یہ آپ کی خصوصیت ہے" اس سے تجسیم لازم نہیں آتی کیونکہ" کف" میں بھی اہل علم نے وہی کچھ کہا ہے جو کچھ انہوں نے"ید" کے بارے کہا ہے بعض نے تاویل کی ہے اور بعض تاویل سے بھی خاموش رہے ہیں۔ ظاہر کی سب نے نفی کی ہے۔ اس کی کیفیت جو بھی ہو یہ ایک عظیم نعمت اور بڑا احسان ہے۔ یہ نعمت آپ کے مبارک شانوں کے مابین اتری۔ آپ نے اس جگہ کا احترام کیا جہاں وہ نعمت اتری تھی۔ شملہ سے مراد وہ چیز ہے جو سابقہ روایت کے ساتھ موافقت میں آسکے اس کا اکثر استعمال سر کے بالوں پر ہوتا ہے بعض اوقات اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جسے لٹکایا جائے۔

شیخ اسلام کمال الدین بن ابی شریف نے اپنی کتاب "صوبۃ الغمامۃ فی ارسال طرف العمامۃ" میں لکھا ہے" عمامہ شریف کی طرف لٹکانا مستحب ہے۔ اس کا کرنا اس کے نہ کرنے سے راجح ہے۔ جیسے کہ سابقہ روایات سے علم ہوتا ہے۔ سوائے اس شخص کے جسے امام نووی کے کلام نے اس کی اباحت کا وھم ڈالا ہے۔ یعنی دونوں اطراف برابر ہیں۔"

امام نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے"عمامہ شریف کو اس کی طرف لٹکا کر یا بغیر لٹکائے پہننا جائز ہے اور ان میں دونوں میں کوئی کراہت نہیں ہے اور الروضہ میں اختصار کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے۔

شرح المہذب میں ہے" شملہ لٹکانے کو ترک کرنے کی ممانعت میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے۔ جبکہ شملہ لٹکانے کے بارے حضرت عمرو بن حریث کی روایت صحیح ہے" یہ امام نووی کا کلام ہے۔

ابن ابی شریف نے لکھا ہے" میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے ان کی گرفت کی ہو۔ ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عمامہ کی طرف لٹکائیں کیونکہ یہ زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہے۔ یہ مستحب اور اولیٰ ہے جبکہ ترک کرنا خلاف اولیٰ اور مستحب کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ امام نووی

نے مکروہ سے مراد وہ لیا ہے جس میں نہی مقصود وارد ہے۔ اس معنی میں ترک مکروہ نہیں ہے۔ یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ طرف لٹکانا بہتر یا مستحب ہے۔ اگر انہوں نے مکروہ کا معنی وہ لیا ہو جو خلاف اولیٰ کو شامل ہے۔ جیسے کہ یہ متقدمین اصولیین کی اصطلاح ہے۔ تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ترک اس میں غیر مکروہ ہے۔ بلکہ یہ مکروہ ہے بلکہ یہ خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

◆ ۵ صاحب القاموس نے شرح البخاری میں لکھا ہے "حضور اکرم ﷺ کا طویل شملہ ہوتا تھا کبھی وہ کندھوں کے مابین ہوتا اور کبھی کندھوں پر ہوتا تھا۔ آپ نے کبھی بھی شملہ کو ترک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا" یہود کی مخالفت کرو۔ تصمیم نہ کیا کرو۔ عماموں کی تصمیم کرنا اہل کتاب کا شیوہ ہے۔ آپ نے فرمایا" میں عماموں کی تصمیم (سخت عماموں) سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

شیخ کے وہ فتاویٰ جنہیں عبدالجبار نے لکھا ہے ان میں ہے" میں نے اس روایت میں طویلۃ کا لفظ نہیں دیکھا شاید ان احادیث سے اخذ کردہ ہو جن میں دونوں کندھوں کے مابین طرف لٹکانے کا تذکرہ ہو انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ کبھی آپ اپنے کندھے پر عمامہ کی طرف لٹکا لیتے تھے۔ یہ آپ کا لباس نہیں ہے۔ لیکن آپ نے اس طرح عمامہ شریف دوسروں کو باندھا جیسے کہ آپ نے حضرات علی المرتضیٰ اور ابن عوف رضی اللہ عنہما کو عمامے باندھے جہاں تک ان روایات کا تذکرہ ہے" یہود کی مخالفت کرو اور میں صماء عمامہ سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں" ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

الشیخ نے مذکورہ فتاویٰ میں لکھا ہے" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شملہ لٹکانا سنت ہے اسے عار سمجھتے ہوئے ترک کرنا گناہ ہے اور بغیر عار کے ترک کرنا گناہ نہیں ہے۔

◆ ۶ آپ شملہ کس طرح سے لٹکاتے تھے۔ اس کے بارے کئی اقوال ہیں۔

◆ ۱ آپ اسے آگے پیچھے لٹکاتے تھے

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ عمامہ شریف باندھتے تو آگے اور پیچھے اس کی طرف لٹکا لیتے تھے۔

ابوموسیٰ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت حسن بن صالح سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمامہ دیکھا تھا کہ انہوں نے اسے آگے اور پیچھے لٹکا رکھا تھا۔

ابوداؤد نے ضعیف سند کے ساتھ ابن خربوذ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" مدینہ طیبہ کے ایک بزرگ نے ہمیں بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا" میں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ

نے مجھے عمامہ شریف باندھا اور اسے میرے آگے اور پیچھے لٹکایا۔

متعدد اسانید سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت عبدالرحمان بن عوف کا عمامہ باندھا تو شملہ ان کے پیچھے لٹکایا۔ ابن سعد نے ضعیف سند کے ساتھ ابو اسد بن کریب سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا "میں نے حضرت ابن عباس کو دیکھا انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اس کا ایک شبر اپنے کندھوں کے مابین اور اپنے سامنے لٹکا رکھا تھا۔

ابو موسیٰ المدنی نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اسے اپنے آگے اور پیچھے لٹکا رکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کون سا پلڑا المبا تھا امام مالک نے لکھا ہے "انہوں نے ان میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھا جن کے ساتھ انہوں نے ملاقات کی جس نے اپنے کندھوں کے مابین شملہ لٹکا رکھا ہو۔ بلکہ سب نے سامنے ہی لٹکا رکھا تھا۔ اس روایت کو ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تابعین کا عمل یہی تھا کہ وہ شملہ اپنے سامنے لٹکاتے تھے۔

ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے "تعجب تو بعض متاخرین کے قول پر ہے جنہوں نے کہا ہے کہ سامنے شملہ لٹکانا بدعت ہے حالانکہ یہ آئمہ سابقہ سے مروی صحیح روایات سے ثابت ہے کیا وہ شخص سنت کو پا گیا اور وہ سارے غلط اور بدعتی تھے۔ بعض حفاظ نے آگے شملہ لٹکانے سے توقف کیا ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے کیونکہ ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے مخالف ہے۔ علماء کرام کا یہ قول "اپنے سامنے اور پیچھے سے شملہ لٹکانا" ایک احتمال یہ رکھتا ہے کہ وہ ایک طرف سامنے اور دوسری پیچھے رکھیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ ایک طرف اپنے سامنے لٹکائیں پھر اسے اپنے پیچھے پھینک دیں اس حیثیت سے کہ ایک ہی طرف آگے بھی ہو اور پیچھے بھی۔ جیسے بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہر طریقہ کو ایک بار کیا ہو کبھی شملہ عمامہ کا ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کے علاوہ کا ہوتا ہے۔ جو عمامہ میں گاڑھ لیا جاتا ہے۔ الحافظ ابو الخیر سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے یہ روایت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ سفر میں شملہ عمامہ کے علاوہ ہوتا تھا اور حضر میں عمامہ کا ہی ہوتا تھا "سخاوی نے لکھا ہے کہ اسی چیز کو ہم جانتے ہیں۔

۲ شملہ دائیں طرف لٹکانا

امام الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کسی کو والی مقرر نہیں کرتے تھے مگر اسے عمامہ شریف پہناتے تھے۔ اس کا شملہ دائیں طرف کانوں تک لٹکاتے تھے۔

۳ شملہ بائیں طرف لٹکانا

عظیم صوفیاء کرام اسی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں یہی ثابت ہے الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ

اور ضیاء المقدسی نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا۔ انہیں سیاہ عمامہ پہنایا۔ پھر اس کا شملہ پیچھے لٹکایا یا ان کے بائیں کندھے پر لٹکایا۔ لیکن اس کے راوی کو تردد ہے اس نے دوسرا یقین کے ساتھ نہیں کہا۔

الحافظ بن حجر سے مسند صوفیہ میں شملہ کو بائیں طرف لٹکانے کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "اس کی تفصیل ان پر لازم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سارے امور مباح ہیں۔ ان میں سے جو بھی ان میں سے کوئی علامت مقرر کرے گا۔ اسے اس سے منع نہیں کیا جائے گا خصوصاً جبکہ یہ ان کا شعار ہو۔"

۴ شانوں کے مابین پیچھے لٹکانا

یہ طریقہ اکثر اور مشہور ہے۔ بشرطیکہ یہ طریقہ صحیح ہو کیونکہ شملہ کو آپ دو کندھوں کے مابین نہیں لٹکاتے تھے بلکہ اسے دائیں یا بائیں کندھے کی طرف لٹکاتے تھے اور کندھوں کے مابین لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ پیچھے لٹکانا نہ کہ آگے لٹکانا۔ نماز کے لیے عمامہ کی طرف لٹکانا مستحب ہے اس کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ کبھی کبھی دوران نماز عمامہ میں شملہ لٹکانے کو ترک کرنا درست بھی ہے۔

۵ شملہ کی مقدار میں اختلاف ہے

اس کی مختلف انواع ہیں۔

۱ چار انگلیوں کی مقدار۔ اس ضمن میں اکثر روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ الطبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو کسی سریہ پر امیر مقرر کیا۔ وقت صبح حضرت عبدالرحمان کرابیس کا سیاہ عمامہ پہن کر حاضر خدمت ہو گئے۔

۲ بیٹھنے کی جگہ تک۔ کنز کے شارحین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۳ ٹخنے تک۔ ابو موسیٰ المدنی نے خطاب حمصی سے اور انہوں نے مسلم بن زیاد قرشی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے چار صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ حضرت ابہر بن مالک، حضرت ابو مبعث، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت روح بن یسار یا یسار بن روح رضی اللہ عنہم۔ یہ سارے عمامے پہنتے تھے اور اپنے پیچھے شملے لٹکاتے تھے۔ ان کے کپڑے ٹخنوں تک ہوتے تھے۔ میں کہتا ہوں "جستجو کرنے کی ضرورت ہے کہ کپڑے ٹخنوں تک ہوتے تھے یا عمامے۔

۶ الحافظ ذھبی نے زرد عمامہ کی روایات میں لکھا ہے کہ شاید یہ ممانعت سے قبل تھا۔ اس کی مزید تفصیل آپ کے پہننے والے رنگوں کی تفصیل میں آئے گا۔

۷ عمامہ کی ایک طرف عمامہ میں ڈالنے کے بارے

ابوموسیٰ المدنی نے حسن بن صالح سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں نے شعبی کو دیکھا انہوں نے سفید عمامہ پہن رکھا تھا اور اس کا کنارہ اس میں داخل کر رکھا تھا۔

شیخ ابراہیم القدری نے لکھا ہے "میں کسی ایک ایسی روایت سے آگاہ نہیں ہوا جس میں شملہ کو عمامہ میں داخل کرنے کا تذکرہ ہو۔ امام شعبی کے علاوہ یہ اسلاف میں سے کسی شخص سے منقول نہیں ہے۔

ابوعبیدہ نے داڑھی کے نیچے سے عمامہ نکالنے اور اقتعاط کی نہی کے بارے لکھا ہے "اس کی اصل عمامہ پہننے کے بارے میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمامہ کو المقطہ کہا جاتا ہے اگر عمامہ باندھنے والا اپنے سر پر عمامہ باندھ لے مگر اسے ٹھوڑی کے نیچے نہ رکھے تو اسے اقتعاط کہا جاتا ہے۔ اس سے روکا گیا ہے۔ اگر وہ ٹھوڑی کے نیچے سے اسے گھما کر رکھے تو اسے تلحی کہا جاتا ہے۔ اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلے انداز کے بارے طاؤس کہتے تھے" یہ شیطانی طریقہ ہے۔"

۸ تلحی حضور اکرم ﷺ اور اسلام عظام کی سنت ہے۔ امام مالک نے فرمایا "میں نے مسجد نبوی میں ستر افراد ایسے پائے جنہوں نے تلحی کیا ہوا تھا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی بیت المال کا نگران مقرر کر دیا جائے تو وہ اس کا امین رہے گا" دوسرے الفاظ میں ہے "اگر ان کے طفیل بارش کی دعا کی جاتی تو وہ ضرور قبول ہو جاتی۔"

ابوعبداللہ ابن الحاج جو مالکہ کے ایک امام ہیں انہوں نے اقتعاط کے بارے لغت کے آئمہ کا کلام لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ابوالولید بن رشد نے کہا ہے کہ امام مالک سے اس عمامہ باندھنے والے کے بارے پوچھا گیا جو عمامہ تو باندھے لیکن اپنی ٹھوڑی کے نیچے کوئی چیز نہ رکھے۔ انہوں نے مکروہ سمجھا ہے۔ قاضی ابوالولید نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کیونکہ اس نے اسلاف عظام کے فعل کی مخالفت کی ہے۔"

امام ابوبکر الطرطوشی نے لکھا ہے "اقتعاط سے یہ مراد ہے کہ تلحی کے بغیر عمامہ باندھا جائے یہ منکر و بدعت ہے۔ یہ اسلامی شہروں میں پھیل گئی ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ایسا شخص دیکھا جس نے تلحی کے بغیر عمامہ باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا "یہ اقتعاط شیطان کے اقتعاط کی طرح ہے یہ شیطان اور قوم لوط کے عمامہ سے باندھنے کا انداز ہے۔" عبدالمالک بن حبیب نے اپنی کتاب الواضحۃ میں لکھا ہے "اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اپنے گھر اور کمرہ میں تلحی کیے بغیر عمامہ کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جماعتوں اور مساجد میں اتحاد کو ترک نہ کیا جائے۔ اس کا ترک قوم لوط کے عمامے باندھنے کے انداز کا بقیہ ہے۔ بعض علماء کرام نے تلحی کو ترک کرنے کے مکروہ ہونے پر شدت اختیار کی ہے۔ صاحب الجواہر نے کہا ہے اور المختصر میں بھی ہے کہ ابن وھب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو عمامہ باندھے لیکن اسے اپنے حلق کے نیچے سے نہ گزارے۔ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا "یہ قبطی قوم کا عمل

ہے۔ان سے پوچھا گیا" اگر وہ اس طرح نماز بھی پڑھے" انہوں نے کہا" کوئی حرج نہیں لیکن یہ لوگوں کا عمل نہیں ہے۔"

اشہب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب بھی عمامہ شریف باندھتے تھے تو اسے اپنی ٹھوڑی کے نیچے سے ضرور گزارتے تھے۔اس کی طرف کو مبارک کندھوں کے درمیان رکھتے۔قاضی عبدالوھاب نے اپنی کتاب المدونہ میں لکھا ہے" جو اہل عرب کے لباس سے مخالفت کی جائے وہ مکروہ ہے۔اہل عجم کے لباس کے مشابہت کرنا مکروہ ہے۔جیسے کہ تلحی کے بغیر عمامہ باندھنا۔روایت ہے کہ یہ شیطان کے عمامہ باندھنے کا طریقہ ہے۔حافظ عبدالحق الاشبلی نے لکھا ہے" عمامہ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کی ایک طرف لٹکائی جائے اس کے ساتھ تلحی کی جائے اگر یہ تلحی کے بغیر ہو تو علمائے کرام نے اسے مکروہ کہا ہے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمامہ کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے سے گزارے۔یہ اس کی گردن کو گرمی اور سردی سے بچائے گا۔گھوڑے اور اونٹ پر سواری کرتے وقت حملہ کرتے وقت اور بھاگتے وقت اس کے لیے یہ انداز زیادہ محکم ہے۔ابن الحاج نے المدخل میں تلحی کو مستحب قرار دینے کے لیے ایک باب باندھا ہے۔انہوں نے لکھا ہے" جب عمامہ مباح کے باب سے ہے تو یہ لازم ہے کہ اس میں ایسے طریقوں کی پاسداری کی جائے جو اس کے متعلق ہیں۔مثلاً اسے دائیں ہاتھ سے پکڑنا، بسم اللہ پڑھنا، ذکر کرنا، اگر عمامہ پہنا ہے تو دعا مانگنا۔عمامہ شریف کی سنت پر عمل پیرا ہونا۔تلحی کرنا۔شملہ نکالنا۔عمامہ کا چھوٹا ہونا یعنی سات ذراع کا ہونا۔اگر کسی نے عمامہ شریف باندھنے میں تھوڑا اضافہ کیا تا کہ وہ گرمی یا سردی سے بچ سکے تو اس میں معافی کی گنجائش ہے۔تم پر لازم ہے کہ عمامہ شریف کو کھڑے ہو کر باندھو اور شلوار بیٹھ کر پہنو شیخ برہان الدین الناجی نے اپنی کتاب" قلائد العقیان فیما یورث الفقہ والنسیان" میں لکھا ہے" بیٹھ کر عمامہ باندھنا اور کھڑے ہو کر شلوار پہننا غربت اور نسیان کو لاتا ہے۔"

بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ عمامہ باندھنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ انسان اس کی طرف لٹکائے خواہ اپنے ساتھ خواہ پیچھے کندھوں کے مابین۔مگر دونوں حالتوں میں تلحی ضرور کرے۔"

کتاب الفروع از ابن مفلح اور الانصاف از مرداوی میں ہے کہ بہت سے آئمہ نے کہا ہے کہ عمامہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ تلحی کیا ہوا ہو۔امام احمد اور ان کے ساتھیوں نے عجمی لباس پہننے کو مکروہ سمجھا ہے جیسے صماء عمامہ حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے" اقتعاط مکروہ ہے۔اس سے مراد تلحی کے بغیر عمامہ باندھنا ہے" تلحی مستحب ہے۔اہل عرب کے لباس کی مخالفت کرنا اور اہل عجم کا لباس پہننا مکروہ ہے۔"

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے" اقتعاط کی نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا حرمت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔"

علامہ قرافی نے لکھا ہے" جس چیز کا فتویٰ امام مالک نے دیا ہے اور ستر علماء نے ان کی تائید کی ہے وہ تلحی ہے یہ اس امر کی دلیل ہے تلحی کے بغیر عمامہ باندھنے سے انسان مکروہ سے نکل جاتا ہے کیونکہ عمامہ کا وصف تلحی سے بیان کرنے کا

مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ دوسروں سے ممتاز نظر آئیں۔ ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ سب اس میں برابر ہوں گے۔ سید ابو محمد نے لکھا ہے "عمامہ میں مکروہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں امور سے خالی ہو اگر یہ دونوں ہوں تو یہ حکم کی پیروی میں کمال ہے اگر ایک بھی ہو تو انسان مکروہ سے نکل جاتا ہے۔

٩ احناف کے عظیم امام شیخ الشیوخ کمال الدین بن ہمام نے اپنی کتاب المسایرۃ میں لکھا ہے" جس نے بعض عمامہ کو حلق کے نیچے رکھنا برا سمجھا اس نے کفر کیا" ان کے شاگرد امام علامہ کمال الدین ابن ابی شریف نے اس کی شرح میں اس طرح لکھا ہے۔

تیسرا باب

آپ کی مبارک ٹوپی

ابو داؤد اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" ہمارے اور مشرکین کے مابین فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنا ہے۔"

ابو یعلیٰ اور ابو شیخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور نبیٔ رحمت ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔"

ابو علی بن السکن نے المعرفہ میں حضرت فرقد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے آپ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے دیکھا آپ نے سفید ٹوپی پہن رکھی تھی۔"

ابو شیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ نے اس وقت سفید شامی ٹوپی پہن رکھی تھی۔"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ سفر میں حلقوں والی ٹوپی اور حضر میں شامیہ ٹوپی پہنتے تھے۔ ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ ایسی ٹوپی پہنتے تھے جس کے حلقے بنے ہوتے تھے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ آپ کی سفید ٹوپی تھی جسے آپ پہنتے تھے۔

ابو شیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کی تین ٹوپیاں تھیں (۱) سفید مصری ٹوپی، (۲) بردحبرہ ٹوپی، (۳) حلقوں والی ٹوپی۔ جسے آپ سفر میں پہنتے تھے۔ بعض اوقات آپ نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے رکھ لیتے تھے۔

چاروں آئمہ، ابو شیخ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے دیکھا آپ کی تین ٹوپیاں تھیں۔ (۱) مصری ٹوپی، (۲) حلقوں والی ٹوپی (۳) لاطیہ ٹوپی۔

دمیاطی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے سفید ہموار ٹوپی ہوتی تھی۔

ابو الحسن بلاذری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور مکرم ﷺ کے لیے اسماط" چمڑے" کی ٹوپی تھی جس میں سوراخ تھا۔

الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ سفید ٹوپی،

پہنتے تھے"ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ انہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی ہے انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ اور دادا جان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید ٹوپیاں، مزرورات اور حلقوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

تنبیہ

امام غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپیاں پہنتے تھے۔ کبھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ ٹوپی کو بھی اتار لیتے تھے اور اسے اپنے سامنے بطور سترہ رکھ لیتے تھے۔" زاد المعاد میں ہے"آپ عمامہ کے بغیر ٹوپی اور ٹوپی کے بغیر عمامہ شریف باندھ لیتے تھے۔

❀❀❀❀

چوتھا باب

چہرۂ انور کو چادر مبارک سے ڈھانپنا

ابو داؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ ہم دوپہر کے وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ایک کہنے والے نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا ''یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔آپ نے چہرہ انور کو چادر سے ڈھانپ رکھا ہے۔''

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا گزر حجر کے مقام سے ہوا تو فرمایا ''ایسے گھروں میں نہ ٹھہرا کرو اور نہ ہی داخل ہوا کرو جو ان لوگوں کے گھر ہوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو۔مگر تم اس خدشہ سے رو رہے ہوں کہ تمہیں بھی ایسے عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے جیسا عذاب انہیں پہنچا تھا۔پھر آپ نے اپنی چادر مبارک سے چہرۂ انور ڈھانپ لیا۔اس وقت آپ اپنے کجاوے پر جلوہ افروز تھے۔''

امام ترمذی نے شمائل میں،ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر مبارک سے بہت زیادہ چہرہ انور ڈھانپا کرتے تھے۔'' ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

علامہ بلاذری نے حضرت عبدالرحمان بن زید بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز شہباء خچر پر جہاد فرمایا۔اس روز آپ نے موٹی سیاہ چادر کا ممطر برسات سے بچنے کے لیے کپڑا،عمامہ مبارک اور عمامہ شریف پر موٹی سیاہ چادر کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔''

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بالوں کو اکثر پانی لگا کر کنگھی کرتے تھے پھر چادر مبارک اوڑھ لیتے تھے اس چادر کو تیل مبارک لگ جاتا تھا۔بقی بن مخلد نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ چادر اوڑھتے تھے یہ انبیائے کرام کے اخلاق یا انبیائے کرام علیہم السلام کے لباس میں سے ہے۔آپ نے اپنے سر اقدس سے چادر ہٹائی چہرۂ انور باہر نکالا اور فرمایا ''ایمان اس طرح ہے'' پھر سر اقدس پر چادر ڈالی چہرہ انور چھپا لیا ایک چشم انور کو باہر نکالا اور فرمایا ''یہ نفاق ہے۔''

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔سر اقدس کو چادر سے ڈھانپا ہوا تھا مجھے سلام کیا۔مجھے بلایا مجھے کسی ضروری

کام کے لیے بھیجا اور خود کھجوروں کے باغ میں تشریف فرما ہو گئے۔''

ابن سعد نے فضل بن دکین سے، انہوں نے عبد السلام بن حرب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''ہمیں موسیٰ حارثی نے بنو امیہ کے زمانہ میں کہا'' حضور اکرم ﷺ کا وصف مبارک یہ ہے کہ آپ چادر اوڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے'' یہ ایسا کپڑا ہے جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔''

امام احمد، امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا ''میرے پاس میرے صحابہ کرام کو بلاؤ'' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے چادر مبارک ہٹائی اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا تھا۔''

ابو عبیدہ نے اپنی غریب میں حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے جسے بنو ملوح یا بنو مصطلق کہا جاتا تھا۔ وہ موٹاپے کی وجہ سے اپنے پیشاب میں لتھڑے ہوتے تھے آپ نے اپنی مبارک چادر سے چہرہ انور ڈھانپ لیا پھر رب تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک پڑھا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ

ترجمہ: اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام بخاری نے تاریخ میں، ابوداؤد، نسائی اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو آپ پر بہت گراں گزرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا تھا۔ آپ ہم سے جدا ہو کر ایک طرف تشریف فرما ہو جاتے اپنے سر اقدس کو چادر سے ڈھانپ لیتے آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں بتایا کہ آپ پر یہ سورت نازل ہوئی ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① (الفتح)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ چہرۂ انور کو چادر مبارک سے ڈھانپ کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا ''اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے انصار کم ہوتے جائیں گے تم میں سے جو کسی امر کا والی بنے جس میں وہ کسی کو نفع دے سکتا ہو تو وہ ان کے محسن سے قبول کرے اور ان کے برے کو معاف کرے۔''

الطبرانی نے حضرت زید بن سعد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ''جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ سر اقدس کو ڈھانپ کر باہر تشریف لائے۔ حتیٰ کہ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد

وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا "اے لوگو! انصار کے اس قبیلہ کے بارے مجھ سے یاد کرلو یہ خصوصی لوگ اور راز کی جگہ ہیں ان کے محسن سے قبول کرلو اور ان کے برے کو معاف کردو۔"

علامہ بلاذری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنے سر اقدس کو ڈھانپ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے کپڑے کے کنارے کو دیکھا جا سکتا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "چادریں اہل عرب کا لباس ہیں۔ کپڑا اوڑھنا ایمان کا لباس ہے۔" حضور اکرم ﷺ چادر اوڑھتے تھے۔

ابن عدی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "چادر اوڑھنا اور چادر سے ڈھانپ لینا انبیائے کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ چہرہ انور کو مبارک چادر سے ڈھانپ لیتے تھے۔ اس موضوع پہ اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

تنبیہات

۱ الحافظ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں "مُتَقَنِّعًا" کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد چادر اوڑھنا ہے انہوں نے الفتح میں ایک اور جگہ لکھا ہے "التقنع" سے مراد اکثر چہرے کو اور سر ڈھانپ لینا ہے۔"
علامہ تورپشتی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان تقنّعَ کی شرح میں لکھا ہے "یعنی اپنا سر چادر وغیرہ سے ڈھانپ لینا۔"

۲ ابن قیم نے لکھا ہے "آپ ﷺ کے یہ منقول نہیں کہ آپ نے کبھی چادر اوڑھی ہو۔ نہ ہی کسی صحابہ نے کبھی چادر اوڑھی تھی۔ بلکہ صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان سے مروی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا، اس کے اصبھان کے ستر ہزار یہودی نکلیں گے انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک گروہ کو دیکھا جس نے چادریں اوڑھ رکھی تھیں انہوں نے ان سے کہا "ان کی خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کتنی مشابہت ہے" اس لیے سلف اور خلف میں سے ایک جماعت نے چادر اوڑھنا مکروہ سمجھا ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد اور امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے" امام ترمذی نے روایت کیا ہے "جس نے ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وہ روایت جس کا تذکرہ ہجرت کی روایت میں آیا ہے کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے دوپہر کا وقت تھا آپ نے سر اقدس کو چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ آپ نے اس وقت یہ عمل اس لیے کیا تھا تاکہ آپ کفار سے مخفی ہو جائیں ورنہ سر اقدس کو یوں ڈھانپ لینا آپ کی عادت مبارکہ نہ تھی۔ جو حضرت انس سے مروی روایت ہے کہ آپ اکثر سر اقدس کو چادر سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

یہ آپ کسی ضرورت مثلاً گرمی وغیرہ سے بچنے کے لیے کرتے تھے' لیکن ابن قیم کا قول کئی اعتبار سے مردود ہے۔

① ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ مروی نہیں کہ آپ نے چادر مبارک اوڑھی ہو۔ اس موقف کو وہ روایت رد کرتی ہے جسے امام ترمذی نے شمائل میں، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت یزید بن ابان سے. خطیب نے حسن بن دینار عن قتادہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام بیہقی نے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر چادر مبارکہ سے چہرۂ انور ڈھانپ لیتے تھے' خطیب کی روایت میں ہے "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ چہرہ انور کو ڈھانپتا ہو۔ اسی وجہ سے آپ کے کپڑوں کو تیل لگ جاتا تھا۔"

یہ روایت اپنی اسناد اور سابقہ شواہد کے اعتبار سے حسن ہے جیسے کہ شیخ نے کہا ہے۔ ابن سعد نے عبدالسلام بن حرب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "بنوامیہ کے زمانہ میں ہمیں موسیٰ مارتی نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ چادر مبارک اوڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے اس کپڑے کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ روایت مرسل ہے۔

② ابن قیم نے جو یہ لکھا ہے کہ کسی صحابی نے بھی چادر نہ اوڑھی' اس کا رد اس سے ہوتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں اور آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کے ایک گروہ نے اس طرح کیا۔ ان میں سے ایک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے عبدالملک بن عمیر کی سند سے ابن ابی معلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا "میری مبارک ٹانگ حوض کوثر کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ہے۔ منبر پاک کے نیچے. بہت سے صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چادر سے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ (خاص) کو اس کے رب تعالیٰ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو اس دنیا میں رہے جتنا چاہے اور اس میں سے جو چاہے کھائے یا اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرے۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کو پسند کر لیا ہے" آپ کے اس فرمان کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا وہ زاروزار رونے لگے۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے فرمایا "مسلمانوں کے گروہ! رب تعالیٰ سے حیاء کیا کرو۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں جب قضائے حاجت کے لیے کھلی جگہ جاتا ہوں تو رب تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے خود کو چادر میں لپیٹ لیتا ہوں' ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے "میں سر کو ڈھانپ لیتا ہوں۔"

ابن عساکر نے حضرت زر بن حبیش سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم عید کے روز اہل مدینہ طیبہ کے ہمراہ باہر نکلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد ہمایوں تھا۔ وہ قطری چادر مبارک اوڑھ کر چل رہے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں، امام حاکم، اور امام بیہقی نے مرہ بن کعب یا کعب بن مرہ سے، ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن حوالہ سے، الطبرانی نے ابن عمر سے، امام احمد نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن حوالہ نے فرمایا "مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب زمین کی اطراف سے یوں فتنے اٹھیں گے جیسے گائے کے سینگ ہوں۔ تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب فتنے یوں سر اٹھائیں گے جیسے خرگوش بھاگتا ہے" میں نے عرض کی "جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو پسند ہوگا" باقی راویوں نے کہا "حضور ﷺ نے فتنہ کا تذکرہ کیا پاس سے ایک شخص گزرا جس نے سر کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا آپ نے فرمایا "اس روز یہ شخص ہدایت پر ہوگا" ابن حولہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے اس شخص کا تعاقب کیا۔ میں نے اس کے کپڑے سے اسے پکڑا۔ اس کا چہرہ حضور اکرم ﷺ کی طرف کیا عرض کی "یہ شخص" آپ نے فرمایا "یہ شخص" وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں گیا میں نے اس شخص کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور اس کا چہرہ آپ کی طرف کیا۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام شافعی نے الام میں، ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمان التیمی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں نے کہا کہ میں آج مقام تک ضرور پہنچوں گا۔ میں اٹھا۔ ایک شخص میرے ساتھ مزاحمت کرنے لگا اس نے چادر سے سر اور منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بارے اور بھی آثار مروی ہیں۔
سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے حضرت علاء سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی آپ سر اقدس کو چادر سے ڈھانپ کر نماز پڑھ رہے تھے۔"

ابن سعد نے سلیمان بن مغیرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی انہوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ عمارہ بن زادان سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی انہوں نے اندقیہ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ صحابہ کرام کے آثار اس موضوع پر بے شمار ہیں۔

تابعین میں سے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ چادر اوڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن واسع، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت میمون بن مھران، حضرت مسروق اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم چادر سے سر اور منہ ڈھانپتے تھے۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت خالد بن خداش سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ میں نے عرض کی "ابو عبداللہ! اس چیز کو تم نے پیدا کیا ہے یا لوگوں کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے" انہوں نے کہا "نہیں بلکہ میں نے لوگوں کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ اسلاف عظام سے اس کے بارے میں ان گنت آثار مروی ہیں۔ شیخ نے انہیں الاحادیث الحسان فی فضل

الطیسان" میں روایت کیا ہے جو زیادہ آثار دیکھنے کا متمنی ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے۔

٣ الحافظ لکھتے ہیں "ابن قیم نے جو یہودیوں کا قصہ لکھا ہے اس سے اس وقت استدلال کرنا صحیح ہے جبکہ یہ ان کا شعار ہو۔ اس زمانہ میں یہ چیز عام ہو چکی ہے اور عموم مباح میں شامل ہو چکی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان چادروں کو اس لیے عجیب سمجھا کیونکہ ان کے رنگ زرد تھے۔ الحافظ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے چادریں اوڑھنے کی کراہت لازم نہیں آتی۔" الشیخ نے لکھا ہے "یہ امر واضح ہے کیونکہ کراہت خاص نہی کی محتاج ہوتی ہے اس کا وجود تک نہیں۔ کیونکہ کفار مسلمانوں کا لباس پہنتے ہیں اس کا پہننا مسلمانوں کے لیے مکروہ نہیں ہوتا۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ "ایک قول یہ ہے کہ چادروں سے مراد کمبل ہوں۔ لیکن حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد کی روایت میں ہے کہ ان سے مراد سوراخوں والی چادریں ہیں۔"

شیخ نے لکھا ہے "یہ دونوں احادیث کے بارے صحیح قول ہے۔ اس سے دوسرا قول مراد ہے اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا فرمایا" اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے ان میں سے ہر شخص کے پاس ساج اور تلوار ہوگی۔"

ابن الاثیر نے النہایہ میں لکھا ہے 'ساج سے مراد سبز چادر یا سوراخ دار چادر ہے۔ اسے اسی طرح ہی بنایا جاتا ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ بن الفراء الحنبلی نے لکھا ہے کہ ذمیوں کو ایسی چادر اوڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا جس کے دونوں اطراف میں سوراخ ہوں۔ دو جانبوں پر گوٹ لگا ہوا۔ اور بعض حصہ بعض میں لپٹا ہوا ہو۔ عرب میں یہی چادر معروف تھی یہ یہودیوں کا قدیمی لباس تھا۔ عجمی بھی اسے استعمال کرتے تھے اہل عرب اسے ساج کہتے تھے سب سے پہلے جبیر بن مطعم نے اسے پہنا۔ حضرت ابن سیرین اسے مکروہ سمجھتے تھے۔

علامہ زرکشی نے لکھا ہے "اہل لغت میں سے کئی گروہوں نے لکھا ہے کہ طیلسان کپڑے کی ایک قسم ہے اس سے مراد وہ چادر ہے جو یہودی پہنیں گے جب وہ دجال کے ساتھ نکلیں گے۔ اب یہ معروف نہیں ہے۔"

٤ ابن قیم نے لکھا ہے کہ سر اقدس اور چہرۂ انور کو ڈھانپنا آپ کی عادت نہیں تھا۔ حافظ ابن حجر نے ان کی گرفت اس طرح کی ہے کہ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ آپ بہت زیادہ سر اقدس اور چہرۂ انور کو ڈھانپتے تھے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے الشمائل میں ذکر کیا ہے۔

٥ قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں "نماز استسقاء میں چادر کو الٹ کرنے" کے باب میں لکھا ہے "اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ آپ کا چادر اوڑھنا اسی طرح تھا جیسے اہل بغداد، اہل مصر اور اہل اندلس چادریں اوڑھتے ہیں۔ وہ آپ کے مبارک شانوں اور سر اقدس پر ہوتی تھی۔ وہ آپ کے ارد گرد لپٹی ہوئی ہوتی نہ تھی ایسی روایت بھی ہے جس سے

اس کی تصحیح ہوتی ہے۔ ابو سعد عبد المالک نے شرف المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا "کیا میں تمہیں اہل ایمان کے لباس کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ نے چادر مبارک اوڑھی اسے اپنے سر اقدس پر رکھا۔ اس سے سر اقدس اور منہ مبارک ڈھانپ لیا۔"

۴ حکیم ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت "چادریں اہل ایمان کا لباس ہیں" لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ التقاع اور اللالتحاف کا معنی ایک ہی ہے اس سے مراد چھپانا ہے۔ اہل ایمان کے لباس کے بعد یہ عبارت محذوف ہوگی کہ وہ ان سے سر اور منہ ڈھانپ لیتے ہیں۔ کیونکہ آپ اکثر سر اقدس اور روئے تاباں کو چادر سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ پر اپنے رب تعالیٰ سے حیاء غالب رہتا تھا۔ کیونکہ حیاء آنکھ اور منہ میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں سر کی طرح اور حیاء روح کا عمل ہوتا ہے۔ روح کا سلطان سر میں ہے۔

روایت میں ہے کہ "تقنع" انبیائے کرام کے اخلاق میں سے ہے۔ یہ حیاء کی وجہ سے ہے۔ ان کے بعد اہل یقین (اولیائے کرام رحمہم اللہ) کا بھی یہی طریقہ ہے۔ یہ ان کا اسلوب اور عادت ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں بیت الخلا میں جاتا ہوں تو رب تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے سر کو ڈھانپ لیتا ہوں" اہل یقین اسی طرح ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے دلوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ رب تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا "کپڑے سے سر اور چہرہ ڈھانپ لینا اہل ایمان کا لباس ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حیاء ایمان سے ہے۔ جتنا بندہ رب تعالیٰ کے بارے زیادہ عرفان حاصل کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کا حیاء بڑھتا چلا جاتا ہے جو سر اور چہرہ ڈھانپتا ہے تو حیاء کی وجہ سے اس طرح کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ علم یقین کے ساتھ جانتا ہے۔ علم تعلیم کے ساتھ نہیں۔

۵ الشیخ نے لکھا ہے کہ اس حیثیت سے کہ علماء کرام نے چادر کو مطلق رکھا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ بدعت ہے یا یہود کا شعار ہے۔ انہوں نے اس سے الطرحۃ (چھوٹی چادر) مراد لی ہے۔ التقاع مراد نہیں لی۔ وہ کبھی اسے المقور اور کبھی ساخ کہتے ہیں۔ ان سب کا معنی ایک ہی ہے طرحۃ دولت عباسیہ کے آغاز میں قاضی پہنتے تھے اور ابھی تک پہنتے ہیں۔ علماء کو ضرورت ہے کہ وہ بیان کریں کہ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے "خلفاء نے سیاہ چادریں عمامہ پر اوڑھنے کو خطباء کے لیے لازم قرار دیا ہے یہ عادت اس ہمارے دور تک جاری ہے ہم بہت خطباء کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایسی چادریں عیدین کے موقع پر پہنتے ہیں۔ اسی طریقہ کے بارے ابن عطار نے بات کی ہے انہوں نے شرح العمرۃ میں اس کے بعد لکھا ہے کہ روز جمعۃ المبارک کو امام کو زیب و زینت میں اضافہ کرنا چاہیے "لیکن اس کی زینت میں چادر نہیں ہے۔ یہ اسلام کا شعار نہیں ہے۔ یہ یہود کا شعار ہے" ورنہ ہمارے اصحاب میں سے قاضی حسن نے اپنی تعلیق میں چادر سے سر اور منہ ڈھانپنے کو مستحب لکھا ہے۔

◆ امام ثعالبی نے فقہ اللغۃ میں لکھا ہے "وہ کم سے کم کپڑا جس سے سر ڈھانپا جاسکے اسے الجتق کہتے ہیں۔ یہ وہ کپڑا ہوتا ہے جو سر کے اگلے اور پچھلے حصے کو ڈھانپ لیتا ہے پھر الغفارہ ہے یہ اس سے بڑا اور خمار سے کم ہوتا ہے پھر خمار پھر المقنعۃ پھر النصیف یہ رداء میں نصیف کی مانند ہے یا یہ المقنعۃ سے بڑا ہے پھر المعجر ہے یہ المقنعۃ سے بڑا ہے یہ رداء سے چھوٹا ہے پھر القناع اور الرداء ہے۔"

❀❀❀❀

پانچواں باب

آپ کی قمیص مبارک ازار اور جیب

ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین گٹی تک ہوتی تھی۔"

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی قمیص پہنی جو ٹخنوں کے اوپر تھی اور اس کی آستینیں انگلیوں تک تھیں۔"

ابوالشیخ کے الفاظ میں ہے "آپ ایسی قمیص پہنتے تھے جو ٹخنوں کے اوپر ہوتی تھی جس کی آستین انگلیوں کی طرف برابر ہوتی تھیں۔"

ابن ماجہ، ابن سعد اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی قمیص مبارک پہنتے تھے جس کی آستین چھوٹی اور لمبائی زیادہ ہوتی تھی۔"

ابن سعد، مسدد، احمد بن منیع، سعید بن منصور، ابوشیخ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کی اون کی بنی ہوئی ایک قمیص تھی جس کی لمبائی چھوٹی آستینیں بھی چھوٹی تھیں۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے، ابن الاعرابی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، نسائی نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے اور ابن الاعرابی نے یزید العقیلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کی آستین گٹی تک ہوتی تھی۔"

ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قمیص زیب بدن فرمائی جس کی آستینیں آپ کی انگلیوں تک تھیں۔

ابن الاعرابی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی قمیص مبارک پہنی جو آپ کے مبارک ٹخنوں کے اوپر تک تھی انگلیوں کے اطراف تک اس کی آستینیں تھیں۔

عبد بن حمید، ابن عساکر اور ابوطاہر مخلص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کی ایک قبطی قمیص تھی جو طوالت میں چھوٹی اور اس کی آستینیں بھی چھوٹی تھیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے پاس صرف ایک ہی قمیص تھی۔"

ابوداؤد، ابن ماجہ، ابوالقاسم بغوی اور ابن حبان نے حضرت معاویہ بن مرہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے

روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا" میں مزینہ کے وفد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا آپ کی قمیص صرف ازار ہی تھی۔"

ابو یعلی، بزار، ابن خزیمہ، بیہقی اور ابن حبان نے حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صرف ازار باندھے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ابو نعیم، ابن ضحاک نے اپنی سند سے حضرت عطا ابن ابی رباح سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا" کیا آپ بیعت رضوان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے" انہوں نے فرمایا" ہاں" میں نے عرض کی" اس وقت آپ نے کیا پہنا ہوا تھا؟" انہوں نے فرمایا" ایک سوتی قمیص اور ایک جبہ جس کے اندر روئی بھری ہوئی تھی۔ ایک چادر اور ایک تلوار تھی۔ میں نے حضرت نعمان بن مقرن المزنی کو دیکھا وہ آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی بیعت کر رہے تھے۔"

ابو شیخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ نے ایسی قمیص کبھی نہ پہنی جس میں بٹن لگے ہوتے۔"

انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو موٹے کپڑے تھے۔ میں نے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے یہ دونوں کپڑے کھردرے ہیں جن میں آپ کو پسینہ آتا ہے یہ آپ پر بوجھل ہو جاتے ہیں۔"

ابو داؤد، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب میں نے آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا تو میں نے آپ کی قمیص کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو میں نے انگوٹھی کو مس کر لیا۔"

تنبیہات

١ الشیخ نے شرع السنن میں لکھا ہے" وہ روایت جس میں تذکرہ ہے کہ قمیص کی آستینیں گٹی تک تھیں وہ اس قمیص کے ساتھ مخصوص ہے جو آپ سفر میں پہنتے تھے۔ حضر میں آپ ایسی قمیص پہنتے تھے جو وہ سوت کی ہوتی تھی جو ٹخنوں کے اوپر تھی۔ اس کی آستینیں انگلیوں کے ساتھ ہوتی تھیں۔ پھر انہوں نے وہ روایت لکھی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔"

٢ بخاری نے صحیح میں لکھا ہے" باب جیب القمیص عند الصدور وغیرہ" انہوں نے وہاں صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال میں جبتین کی حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں وہ اپنی انگلی کے ساتھ کہتے ہیں" اس طرح آپ کی جیب میں۔"

الحافظ کہتے ہیں "ظاہر ہے کہ یہ قمیص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس کے گھیرے میں جیب تھی جو ان کے سینے تک تھی۔ اس سے ابن بطال نے یہ استدلال کیا ہے کہ اسلام کے کپڑوں میں جیب سینے کے اوپر ہوتی تھی۔ ابن بطال نے لکھا ہے "اس سے دلالت کی جگہ یہ ہے کہ جب بخیل ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ باہر نکالے تو وہ اس جگہ رک جاتا ہے جو اس پر تنگ ہو جاتی ہے وہ جگہ سینہ ہے۔ لہٰذا ان کی جیب سینے پر ہوتی تھی۔ اگر وہ کسی اور جگہ ہوتی تو وہ اپنے ہاتھ سینے تک نہ لے جاتے۔"

الحافظ نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ قرۃ بن ایاس کی روایت میں ایسی چیز ہے جو یہ تقاضا کرتی ہے کہ ان کی جیب میں سینے میں تھی کیونکہ اس سے پہلے کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ کو دیکھا اس وقت آپ نے مطلق قمیص پہنی ہوئی تھی یعنی "بٹن کے بغیر۔"

●●●●

چھٹا باب

جبہ مبارک زیب تن فرمانا

اس باب کی دو انواع ہیں۔

◆۱ رومی جبہ زیب تن فرمانا جس کی آستینیں تنگ تھیں

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے اس وقت شامی جبہ پہن رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے رومی جبہ پہن رکھا تھا جو اون کا بنا ہوا تھا اس کی آستینیں تنگ تھیں۔ آپ نے اس میں ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز بھی آپ پر نہ تھی۔"

امام احمد، شیخان اور ابن عساکر نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ انور دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں سے کپڑا اتارنے لگے آپ نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ وہ رومی جبہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ آپ نے آستین سے ہاتھ نکالنا چاہا مگر آستین تنگ تھی۔ آپ نے اس کے نیچے سے دست اقدس نکال لیا۔

ابو الشیخ نے حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شام سے ایک جبہ لا کر آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے شامی جبہ پہن رکھا تھا۔ جس کا درمیانی حصہ کشادہ تھا۔"

◆۲ غیر رومی جبہ پہننا

امام مسلم، امام نسائی، ابن سعد نے حضرت عبداللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے ایک جبہ نکالا۔ جو طیالسہ کا تھا جس کا کلر ایرانی ریشم کا بنا ہوا تھا۔ اس کی جیب اور آستینوں پر بھی ریشم سے کام ہوا تھا۔ حضرت اسماء نے فرمایا "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے آپ اسے پہنتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو میں نے اسے حاصل کر لیا۔ ہم اسے دھو

کو مریض کو پلاتے تھے تو اس طفیل کے رب تعالیٰ اسے شفاء عطا فرما دیتا تھا۔

ابن ضحاک نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے پاس طیالسہ کا جبہ ہوتا تھا جس پر ریشم سے کام ہوا تھا۔ آپ اسے پہن کر دشمن سے نبرد آزما ہوتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت اسماء کے غلام حضرت مغیرہ بن زیادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ایک ایسا جبہ خریدا جس پر نقش و نگار تھا۔ انہوں نے قینچی منگوائی اور اسے کاٹ دیا۔ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ داستان عرض کی۔ انہوں نے فرمایا "عبداللہ پر تعجب! لونڈی! حضور ﷺ کا جبہ لے کر آؤ" وہ ایک ایسا جبہ لے کر آئی جس کی آستینوں، جیب، سوراخ پر ریشم سے کام ہوا تھا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے ایسا جبہ نکالا جس پر ریشمی کام ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوتے تو اسے پہنتے تھے۔

امام بغوی، ابن عساکر اور ابن ضحاک رضی اللہ عنہ نے حضرت طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں نے آپ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا آپ نے اس وقت سرخ جبہ پہنا ہوا تھا۔"

ابوداؤد طیالسی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ آپ کا اون کا جبہ بنائی کے پاس تھا۔"

ابوشیخ نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا ایک جبہ تھا جو سیاہ دھاریاں رکھتا تھا۔ آپ نے اسے زیب بدن فرمایا تو وہ آپ کو بہت ہی خوبصورت لگا۔ آپ نے اس پر دستِ اقدس پھیرا اور فرمایا" دیکھ یہ کتنا خوبصورت ہے۔ ایک اعرابی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے عطا فرما دیں" آپ نے اسے اتارا اور اسے عطا فرما دیا۔"

امام نسائی اور ابن الاعرابی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اکیدر دومۃ نے آپ کو سندس کا جبہ پیش کیا۔ جس میں سونے کے ساتھ کام ہوا تھا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا تو صحابہ کرام نے تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا "کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے حضرت سعد کے جنت میں رومال اس سے خوبصورت ہوں گے" آپ نے اسے حضرت عمر فاروق کو بطور تحفہ دے دیا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ اسے ناپسند فرما رہے ہیں اور میں اسے پہن لوں" آپ نے فرمایا "عمر! میں نے تمہاری طرف اسے اس لیے بھیجا ہے تاکہ تم اسے فروخت کرو۔" یہ ریشم کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔

ابن سعد نے علی بن زید بن جدعان سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "روم کے بادشاہ نے آپ کو سندس کا جبہ پیش کیا۔ آپ نے اسے پہن لیا گویا کہ میں اب بھی اس کی لٹکی ہوئی آستینیں دیکھ

رہا ہوں صحابہ کرام عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ آپ پر آسمان سے اترا ہے۔" آپ نے فرمایا "کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حضرت سعد کے جنت میں رومالوں میں سے ایک رومال اس سے خوبصورت ہے" پھر آپ نے اسے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے انہیں فرمایا "میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا کہ تم اسے پہن لو" انہوں نے عرض کی "میں اسے کیا کروں؟" آپ نے فرمایا "اسے اپنے بھائی نجاشی کے پاس بھیج دو"۔

ابن قانع نے حضرت داؤد بن داؤد سے روایت کیا ہے کہ قیصر روم نے آپ کو سندس کا جبہ بھیجا۔ آپ نے اس کے بارے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مشاورت کی۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اسے پہن لیں۔ اس کے ساتھ رب تعالیٰ آپ کے دشمن کو رسوا کرے گا۔ مسلمانوں کو مسرور کرے گا۔ آپ نے اسے پہن لیا۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ بہت حسین و جمیل تھے اس جبہ میں آپ کا روئے تاباں چمکتا تھا آپ نیچے تشریف لائے تو اسے اتار دیا جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں ھبہ کر دیا۔

الطبرانی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے سندس کا جبہ پہن رکھا تھا۔ آپ نے اس روز رب تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء بیان کی پھر اٹھے جبہ اتارا احبرہ کی چادر میں باہر تشریف لائے اور فرمایا "ریشم اہل جنت کا لباس ہے جس نے اسے دنیا میں پہن لیا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔"

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک راھب نے آپ کو سندس کا جبہ پیش کیا۔ آپ نے اسے پہنا کاشانہ اقدس میں تشریف لائے اسے رکھا۔ ایک وفد آیا۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس وفد کے وقت اسے پہن لیں، آپ نے فرمایا "ہمارے لیے بہتر نہیں کہ ہم اسے دنیا میں پہنیں جبکہ وہ ہمارے لیے آخرت میں ہو۔"

ساتواں باب

حلہ زیب تن فرمانا

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو دیکھا آپ بہت خوبصورت حلے پہنتے تھے" بقی بن مخلد نے روایت کیا ہے کہ یمنی حلے سب سے زیادہ خوبصورت ہوتے تھے امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ سے حسن روایت کی ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔

بزار، امام بغوی نے حضرت قدامۃ الکلابی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے عرفہ کی رات آپ کی زیارت کی آپ نے حبرہ کا حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔"

ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مالک ذویزن نے آپ کو ایسا حلہ بھیجا جس کو اس نے ۳۳ اونٹنیوں کے عوض لیا تھا۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

شیخان نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک میانہ تھا۔ میں نے آپ کو سرخ حلہ میں دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین چیز کبھی نہ دیکھی تھی۔"

ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 27 اونٹنیوں کے عوض ایک حلہ خریدا اسے پہن لیا۔"

ابن سعد نے علی بن زید سے اور اسحاق بن عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اس میں 27 اوقیہ چاندی کا ذکر ہے۔ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں سوائے علی اور اسحاق کے اس علی کے بارے گفتگو کی گئی ہے۔

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے ابن سیرین سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلہ یا کپڑا خریدا اور اس کے عوض 29 اونٹنیاں دیں۔"

شیخان نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ آئے انہوں نے ایک عصا لیا اسے گاڑھا اور نماز پڑھنے لگے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ سرخ سمٹے ہوئے حلہ میں باہر تشریف لائے۔

زبیر بن بکار نے یزید بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اس صلح کے درمیان جو آپ کے اور قریش کے مابین تھی آپ کو ذویزن کا ایک حلہ پیش کیا۔ انہوں نے اسے تین سو دیناروں میں خریدا

تھا۔آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔آپ نے فرمایا ''میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔حکیم نے اسے فروخت کر دیا۔آپ نے اسے حکم دیا جس نے یہ خریدا تھا۔آپ نے وہ حلہ پہن لیا۔جب حکیم نے وہ حلہ دیکھا تو انہوں نے کہا۔

یحبس الحکام بالفضل بعد ما بدا سابق ذو غرۃ و حجول

ترجمہ: فضل کا حکم دینے والے اس سے روک دیا جو عظیم اور تاباں چہرے والا تھا بعد اس کے کہ آگے نکلنے والا ظاہر ہو جاتا تھا۔

امام مسلم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سب سے پسندیدہ وہ دھاری دار چادریں تھیں جو یمن سے آتی تھیں۔

تنبیہ

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس شخص نے لغزش کھائی ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ حلہ بالکل سرخ تھا اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ تھی سرخ حلہ دو یمنی چادریں تھیں۔ان میں سرخ اور سیاہ دھاریاں تھیں جیسے کہ ساری یمنی چادریں ہوتی تھیں۔انہیں خطوط کی وجہ سے انہیں اس نام سے موسوم کر دیا گیا ہے ورنہ صرف سرخ رنگت سے تو سختی سے روکا گیا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے ''علماء کرام کا ان کپڑوں میں اختلاف ہے جنہیں عصفر (زرد رنگت کی بوٹی) سے رنگا جائے۔ ایسے کپڑوں کو صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے سارے علماء کرام نے جائز قرار دیا ہے۔امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔لیکن انہوں نے فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا کپڑا اس سے افضل ہے آپ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے ایسا کپڑا گھروں اور صحنوں میں پہننے کے لیے تو جائز قرار دیا۔لیکن محافل اور بازار میں پہننا مکروہ سمجھا۔ایک گروہ نے کہا ہے ''یہ کراہت تنزیہی ہے انہوں نے مکروہ تنزیہی بھی اس لیے کہا ہے کیونکہ آپ نے سرخ حلہ زیب تن فرمایا تھا۔

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ نے زرد رنگ سے رنگا۔بعض علماء نے اسے اس شخص کے لیے مختص کیا ہے جس نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہو۔امام بیہقی نے معرفۃ السنن میں اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے زعفران سے رنگے ہوئے سے منع کیا ہے لیکن عصفر سے رنگے ہوئے کو مباح قرار دیا ہے۔امام شافعی نے فرمایا میں نے عصفر سے رنگے ہوئے کو اس لیے مباح قرار دیا ہے کیونکہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے آپ سے اس کے بارے ممانعت نقل کی ہو سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انہوں نے فرمایا ''حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا۔''

❁❁❁❁

آٹھواں باب

چغہ زیب تن فرمانا

اس باب میں دو انواع ہیں۔

❶ دیباج کا سوراخ دار چغہ زیب تن فرمانا

(حرمت سے قبل، پھر اسے ترک فرما دینا) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کا چغہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے زیب بدن فرمایا۔ اس میں نماز پڑھی۔ پھر واپس تشریف لائے۔ گویا کہ آپ اسے سخت ناپسند کر رہے تھے۔ آپ نے اسے اتار دیا فرمایا ''متقین کو یہ نہیں چاہیے۔''

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیباج کا چغہ زیب تن فرمایا جو آپ کو بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے جلد ہی اتارا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا ''مجھے جبرائیل امین نے اس سے منع فرمایا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایک چیز کو ناپسند فرمایا۔ پھر مجھے عطا کر دی اب میرا کیا بنے گا؟ آپ نے فرمایا ''میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ میں نے تمہیں اس لیے عطا کیا ہے تا کہ تم اسے بیچ دو'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دو ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

❷ چغہ کسی اور کو عنایت کر دینا

امام نسائی نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چغے تقسیم کیے مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی عطا نہ کیا۔ انہوں نے کہا ''اندر جاؤ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاؤ۔ میں نے آپ کو بلایا آپ باہر تشریف لائے آپ کے پاس چغہ تھا آپ نے فرمایا ''میں نے یہ مخرمہ کے لیے ہی چھپا کر رکھا تھا آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا ''مخرمہ راضی ہو گئے ہیں۔''

✿✿✿✿

نواں باب

ازار،کمبل،چادریں،عباء اور کرتہ مبارک

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ ٹیک لگا رکھی تھی ۔آپ پر قطری کپڑا تھا۔آپ نے اسے لٹکا رکھا تھا۔آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔آپ نے اسے اپنے مبارک شانوں پر ڈالا ہوا تھا اور آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔''

ابن عدی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''آپ کا ایک کمبل تھا جسے ورس سے رنگا گیا تھا۔آپ اپنے کاشانہ اقدس میں اسے اوڑھتے تھے۔آپ ازواج مطہرات کے حجرات مقدسہ میں اس میں تشریف لے جاتے تھے۔اسی میں نماز ادا فرما لیتے تھے۔''

انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کمبل تھا جسے ورس سے رنگا گیا تھا۔آپ اس میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں جاتے تھے۔بعض اوقات اس پر پانی چھڑک دیا جاتا تھا تاکہ اس کی خوشبو عمدہ ہو جائے۔''

ابوالحسن البلاذری نے حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کمبل تھا جسے ورس اور زعفران سے رنگا جاتا تھا۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جس کی نوبت ہوتی۔آپ اسے اوڑھ کر اس کے پاس تشریف لے جاتے۔اس پر پانی چھڑک لیتے تاکہ اس کی خوشبو تازہ رہے۔

ابو داؤد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا''میں نے حضرت ابن عباس کو دیکھا۔انہوں نے ازار باندھا ہوا تھا۔اس کا اگلا حصہ نیچے لٹکا رہا تھا اور پچھلا حصہ اوپر اٹھا ہوا تھا میں نے عرض کی''آپ نے اس طرح ازار کیوں باندھا ہے؟انہوں نے فرمایا''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔آپ نے اسی طرح ازار باندھا ہوا تھا۔'' □

ابن سعد نے حضرت یزید بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آگے سے ازار نیچے لٹکا دیتے تھے اور پیچھے سے اوپر کر دیتے تھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ اپنے ازار کے اگلے حصہ کو نیچے لٹکا دیتے تھے حتیٰ کہ اس کا کنارہ نیچے لٹک رہا ہوتا تھا اور نیچے سے اسے اوپر اٹھا دیتے تھے۔

ان سے ہی روایت ہے لیکن سند میں ایک مبہم راوی ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے سرور دو عالم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے تہ بند کو اپنی مبارک ناف کے نیچے باندھا ہوا تھا۔ آپ کی ناف مبارک نظر آ رہی تھی۔ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے اپنی ناف مبارک کے اوپر تہ بند باندھا ہوا تھا۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور ﷺ پنڈلیوں کے نصف تک تہ بند باندھتے تھے۔ البزار نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مبارک پنڈلیوں کے نصف تک تہ بند باندھتے شیخین اور ابن عساکر نے کئی طرق سے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے ایک موٹا سا تہ بند نکالا۔ جسے یمن میں بنایا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک چادر بھی نکالی جسے الملبدہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے قسم اٹھا کر فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا وصال ان میں ہوا۔"

ابن ابی خیثمہ نے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر افسوس کرسکوں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تھے۔ حضرت جگر گوشہ مصطفیٰ ﷺ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے السخینہ (ایک کھانا) بنایا اور اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا "جائیں اپنے چچا زاد اور اپنے دونوں فرزندوں کو بلا کر لے آئیں۔" وہاں انہیں لے کر آئیں۔ آپ نے ان کے ساتھ وہ کھانا کھایا آپ نے خیبری چادر کا ایک حصہ لیا جو آپ کے نیچے تھی۔ پھر آسمان کی طرف سر اقدس بلند فرمایا اور یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میری عترت ہیں۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما دے اور انہیں خوب پاک صاف فرما دے" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے اہل میں سے ہوں" آپ نے فرمایا "تم بھی بھلائی کی طرف ہو۔"

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ نماز صبح ایک چادر میں ادا فرما رہے تھے۔ بعض ہاتھوں اور ٹانگوں کو زمین کی ٹھنڈک سے روکنے کے لیے چادر نیچے بچھا لیتے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت اشعب بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اپنی چچی کو سنا جو اپنے چچا سے روایت کرتی تھیں انہوں نے کہا" اسی اثناء میں کہ میں مدینہ طیبہ میں چل رہا تھا کہ کسی انسان نے مجھے پیچھے سے آواز دی اس نے کہا "اپنا تہ بند اوپر اٹھا لو۔ اس طرح یہ زیادہ پاک اور زیادہ دیر باقی رہے گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضور اکرم ﷺ تھے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر ہے" آپ نے فرمایا "کیا مجھ میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ نہیں ہے" میں نے دیکھا آپ کا تہ بند نصف پنڈلی تک تھا۔

امام حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک لی۔ اسے ان کی طرف پھینک دیا انہوں نے اسے اپنی گردن اور چہرہ پر لگایا اسے بوسہ دیا اور اسے اپنی آنکھوں پر لگالیا۔ عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو عزت و توقیر عطا فرمائے" ابن سعد نے داؤد بن حصین سے اور انہوں نے اپنے شیخ ابن عبدالاشہل سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو اشہل کی مسجد میں نماز پڑھی۔ آپ نے چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ جب آپ سجدہ ریز ہوتے تھے تو ہاتھوں کو سردی سے بچانے کے لیے چادر پر رکھ دیتے تھے۔"

شیخان اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے نجرانی چادر پہنی ہوئی تھی جس کا گوٹ سخت تھا۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی مبارک پنڈلی کا پٹھا تہ بند کے نیچے سے نظر آتا تھا۔

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں چادر مبارک کی ٹیک لگا کر جلوہ افروز تھے۔"

ابن عدی نے صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں سرخ چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔"

حمیدی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں چادر کی ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔"

ابن ابی خیثمہ نے حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ حالت احتباء میں چادر سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اس کا کنارہ آپ کے قدمین شریفین پر گر رہا تھا۔"

ابوداؤد اور ابوشیخ نے حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہمارے اوپر ہماری چھوٹی چادریں تھیں ہم نے ان پر چادریں ڈال رکھی تھیں۔ وقت صبح آپ نے چادر مبارک لی اسے اوڑھا باہر نکلے اور نماز صبح ادا کی۔

ابوداؤد اور ابوشیخ نے حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں آیا۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے آپ اپنی چادر کے ساتھ حالت احتباء میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کا کنارہ آپ کے قدمین شریفین پر گر رہا تھا۔

امام بخاری، ابوداؤد، امام نسائی اور ابوبکر اسماعیلی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "ایک عورت نے بارگاہ مآب میں چادر پیش کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کون سی چادر ہوتی ہے اس سے مراد وہ چادر ہے جس کے کنارے پر کام ہوا ہو۔ اس عورت نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے تاکہ میں آپ کو

پہناؤں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ یہ چادر آپ کے ازار کے لیے تھی۔ ایک شخص نے آپ سے وہ مانگ لی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ مجھے پہنادیں۔"

ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ اس وقت اپنی چادر کے ساتھ حالتِ احتباء میں تشریف فرما تھے۔ اس کا کنارہ آپ کے قدموں پر گر رہا تھا۔"

ابن ابی شیبہ اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ چادر اوڑھی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ پر کتنی سج رہی ہے۔ آپ کی سفید رنگت اس کی سیاہ رنگت میں اور اس کی سیاہ رنگت آپ کی سفید رنگ میں خوب سج رہی ہے۔" اس سے اون کی بو آرہی تھی آپ نے اسے پھینک دیا۔ آپ عمدہ خوشبو کو پسند کرتے تھے۔"

امام مالک نے ان سے روایت کیا ہے کہ ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں شامیہ چادر پیش کی۔ جس پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ آپ نے اس میں نماز ادا فرمائی جب واپس آئے تو فرمایا "یہ چادر ابوجہم کو واپس کردو۔ میں نے نماز میں اس کے نقش ونگار کی طرف دیکھا قریب تھا کہ یہ مجھے فتنے میں مبتلا کردیتی۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش ونگار تھے۔ آپ نے اس کے نقش ونگار کو ایک نظر سے دیکھا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا "یہ قمیص ابوجہم کے پاس لے جاؤ۔ اس نے میری توجہ نماز سے ہٹادی۔ میرے پاس ابوجہم کی انجبانیہ چادر لے کر آؤ۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو وہ آپ کے چہرے پر چادر پھینکنے لگے۔ جب آپ کا دم گھٹنے لگا تو انہوں نے اسے چہرۂ انور سے ہٹالیا۔"

انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا "میں تمہیں آگ سے ڈراتا ہوں۔ اگر کوئی شخص بازار ہوگا تو وہ اس کا شور سن لے گا۔ اس کی وہ چادر گر پڑے گی جو اس کے کندھے پر ہوگی۔"

ابونعیم، ابن عدی اور ابن الاعرابی نے حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ نے اس وقت چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے اسے لٹکانے کی کوشش کی مگر وہ چھوٹی تھی آپ نے اپنی گردن کے اردگرد اسے یوں گرہ لگالی۔" حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے اپنی گدی کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن غسیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ہمراہ تھا۔آپ کے پاس سے حضرت عباس گزرے۔آپ نے فرمایا''چچازاد!اپنے بیٹے لے کرآئیں'انہیں ھیثم بن عتبہ بن ابی لہب نے کہا:''چچاجان!میراانتظار فرمائیں حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں آجاؤں'وہ نہ آئے وہ اپنے چھ بیٹوں حضرات فضل،عبداللہ،عبیداللہ،قثم اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہم کے ساتھ آئے اور انہیں بارگاہ رسالتمآب میں پیش کردیا۔آپ نے سرخ دھاری دار چادر میں انہیں چھپالیا۔اس کی دھاریاں سرخ تھیں۔پھر یہ دعا مانگی''مولا!یہ میرے اہل بیت اور میری عزت ہیں انہیں اسی طرح آگ سے چھپالے جس طرح میں نے انہیں اس چادر سے چھپالیا ہے''گھر کے سارے درودیوار نے آمین کہا۔

ابوداؤد نے حضرت جابر بن سلیم الہجیمی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اپنی چادر کے ساتھ حالت احتباء میں بیٹھے ہوئے تھے اس کا کنارہ آپ کے قدموں پر گررہا تھا۔''

ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے کی لمبائی چادر اذرع اور ایک شبر اور چوڑائی ایک ذرع اور ایک شبر تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے الزھد میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا''آپ کا وہ کپڑا جسے پہن کر آپ وفود سے ملاقات کرنے کے لیے نکلتے تھے۔وہ ایک حضرمی کپڑا تھا۔جس کی لمبائی چار ذراع اور چوڑائی دو ذراع اور ایک شبر تھی۔وہ چادر بوسیدہ ہوگئی تو اسے ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔خلفاء اسے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز پہنتے تھے۔

ابن ضحاک نے ابومحمد بن عبداللہ ابن محمد بن قاسم بن حزم البغوی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا''میں نے معدموق (یہ ساحل پر شہر مور کے قریب ایک قلعہ تھا) میں نے ۳۵۲ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کی زیارت کی۔ یہ چادر مبرور الازردی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی بچے پر تھی۔اس کی رنگت گندم گوں تھی وہ ایک پاک اور صاف چادر تھی۔علماء بیان کرتے تھے کہ اسے نجاشی نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا۔اس کا بعض حصہ کٹ چکا تھا۔علماء بیان فرماتے تھے کہ کسی والی نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی اسے زیر زمین گودام میں داخل کردیا گیا جس سے یہ کٹ گئی۔حالانکہ پہلے یہ صحیح تھی۔اس کی رنگ بہت خوبصورت تھی۔ہم نہیں جانتے کہ اسے کس چیز کے ساتھ بنایا گیا تھا۔یہ روئی کی تھی یا اون یا ریشم کی تھی اور کپڑے کی حقیقت کیا تھی؟

تنبیہ

امام سراج الدین الملقن اور ان کے شاگرد الحافظ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام واقدی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کا طول چھ ذراع اور عرض تین ذراع تھا۔جبکہ ازار مبارک کا طول چار ذراع دو شبر اور چوڑائی ایک ذراع اور ایک شبر تھی۔آپ اسے روز جمعۃ المبارک اور عیدین کے موقع پر پہنتے تھے۔

انہوں نے لکھا ہے ”ابن بریدہ نے شرح الاحکام میں لکھا ہے چادر بھی اتنے ذراع کی تھی جتنے ذراع چادر کے بارے امام واقدی نے لکھے ہیں“ الحافظ لکھتے ہیں ”پہلا موقف بہتر ہے۔“

ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رداء مبارک چار ذراع اور اس کا عرض دو ذراع اور ایک شبر تھا۔

ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک چوکور تھی۔“

❁❁❁❁

دسواں باب

آپ کی شلوار مبارک

امام احمد، چاروں آئمہ، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں اور مخرمہ عبدانی ھجر سے کپڑے لائے۔ ہم مکہ مکرمہ پہنچے ہم منیٰ میں تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے شلوار کا ہمارے ساتھ سودا کیا۔ ہم نے اس کے وزن کے برابر درہم میں اسے فروخت کر دیا۔ آپ نے وزن کرنے والے سے فرمایا "وزن کرو اور پلڑا جھکاؤ۔"

تنبیہ

ابن قیم نے اس روایت کے بارے لکھا ہے جس میں ہے کہ آپ نے شلوار خریدی "ظاہر یہی ہے کہ آپ نے خود ہی پہننے کے لیے وہ شلوار خریدی" الحافظ لکھتے ہیں "ایک احتمال یہ ہے کہ آپ نے کسی اور کے لیے خریدی ہو" لیکن اس موقف میں بُعد ہے۔

اس سے بھی ابن قیم کے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ امام بیہقی نے الشعب میں ابن جوزی نے الوفا میں اور دیگر علماء کرام نے اس روایت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملبوسات کے باب میں ذکر کیا ہے۔

❁❁❁❁

گیارہواں باب

متفرق ملبوسات

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

① چمڑے کے مصلی پر نماز ادا کرنا

ابن عساکر نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ چمڑے کے مصلی پر نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ کو پسند تھا کہ رنگے ہوئے چمڑے کے مصلی پر نماز پڑھی جائے۔"

② صوف اور بالوں کے بنے ہوئے ملبوسات

طیالسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "انبیائے کرام گدھوں پر سواری فرما لیتے تھے وہ صوف پہنتے تھے اور بکریوں کو دودھ لیتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوف پہنا۔ آپ پیوند لگے ہوئے جوتے اور کھردار کپڑا پہن لیتے تھے۔"

الطیالسی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کا صوف کا جبہ بنائی کے پاس تھا۔"

ابن عدی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صوف کی چادر میں نمازِ صبح پڑھائی اور اسے اس طرح گرہ لگا رکھی تھی" انہوں نے اپنی گدی کی طرف اشارہ کیا۔

ابوداؤد اور ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کے لیے سیاہ چادر بنی۔ آپ نے اسے پہنا جب اس میں سے آپ کو پسینہ آیا تو اس میں صوف کی بو آنے لگی آپ نے اسے اتار دیا آپ کو عمدہ خوشبو پسند تھی۔"

ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا آپ پر صوف کا جبہ تھا آپ نے اسے الٹ کیا اور اس کے ساتھ چہرے پر مس کیا۔"

امام مسلم، ابوداؤد اور امام ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک صبح آپ باہر تشریف لائے آپ پر سیاہ بالوں کی کجاوے کے نقش والی چادر تھی۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" ایک دفعہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمیں آپ کی ملبد چادر کی زیارت کرائی۔"

ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ ایک ٹھنڈی رات میں انھے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ کریمہ کی صوف کی چادر میں نماز پڑھی گویا کہ آپ نے اسے پوری طرح نہ اوڑھا۔"

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا" میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمیں موٹی سی چادر کی زیارت کرائی جسے یمن میں بنایا گیا تھا۔ دوسری چادر کی زیارت کرائی جو اس شہر خوباں کی بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال اسی میں ہوا تھا" پہلے حضرت سھل بن سعد کی روایت میں آپ کے جبہ کے بارے گزر چکا ہے۔

۳ نمرہ (صوف کی چادر) پہننا

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ایک دن آپ نے نماز پڑھی تو آپ پر نمرہ چادر تھی۔ آپ نے ایک صحابی سے فرمایا" تم اپنی چادر مجھے دے دو اور مجھ سے یہ چادر لے لو" انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ! آپ کی چادر میری چادر سے اچھی ہے" آپ نے فرمایا" ہاں! لیکن اس میں سرخ دھاریاں ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں ان کی طرف دیکھنے لگوں گا اور یہ مجھے میری نماز میں فتنہ میں مبتلاء کر دے گی۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے زمعہ بن صالح سے، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت سھل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ کے لیے سیاہ اون سے ایک حلہ تیار کیا گیا اس کے دو کنارے سفید صوف سے بنائے گئے تھے حضور اکرم ﷺ محفل میں تشریف لائے تو آپ نے اسے زیب تن کر رکھا تھا۔ آپ نے اپنی ران مبارک پر مارا اور فرمایا" کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ حلہ کتنا خوبصورت ہے؟ ایک اعرابی نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ! یہ حلہ مجھے پہنا دیں" آپ سے جب کچھ مانگا جاتا تھا تو آپ اس کے جواب میں "لا" نہیں کہتے تھے۔ آپ نے دو سوتی چادریں منگوائیں انہیں پہنا وہ حلہ اعرابی کو دے دیا اور اسی طرح کا حلہ بننے کا حکم دیا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو وہ حلہ بنائی کے پاس تھا۔"

۴ برنس (لمبی ٹوپی) پہننا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے والد اور اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں انہوں

نے فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام لمبی ٹوپیاں اور چادریں پہن کر نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ چادروں کے اندر تھے۔"

۵ روئی اور کتان کے کپڑے

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے روئی کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ دست اقدس میں عصا تھا۔ آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ عصا اپنے سامنے گاڑھا اور نماز پڑھنے لگے۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اس مرض میں باہر تشریف لائے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ روئی کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ نے لوگوں کو جماعت کرائی۔"

امام بخاری نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس پر میں تہمت نہیں لگا سکتا کہ حضور اکرم ﷺ روئی، کتان اور یمن کا کپڑا پہنتے تھے۔ ابو شیخ نے یہ اضافہ کیا ہے "ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔"

۶ پیوند لگائے گئے کپڑے

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنے نفس نفیس سے صحابہ کرام کو تسلی دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے ازار کو چمڑے کا پیوند لگا دیا جاتا تھا۔ آپ نے تین روز تک صبح اور شام کے کھانے کو جمع نہ کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

۷ حبرہ کا حلہ

بزار نے حضرت قدامہ کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے عرفہ کی رات آپ کی زیارت کی آپ نے حبرہ کا حلہ پہن رکھا تھا۔"

امام احمد نے صحیح کے افراد سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حبرہ کے حلے لانے سے روکنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ انہیں پیشاب سے بنایا جاتا تھا۔ میرے والد گرامی نے فرمایا "حقیقت اس طرح نہیں ہے حضور اکرم ﷺ یہ حلے پہنتے تھے اور آپ کے عہد مبارک میں ہم بھی انہیں پہنا کرتے تھے۔"

تنبیہات

١ الہیثمی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا'' میں کہتا ہوں' اس سے مراد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی المرتضیٰ ہیں کیونکہ انہوں نے فرمایا ''میرے والد گرامی نے فرمایا'' امام ہیثمی نے ''آبی'' کو ''آبَیّ'' بھی پڑھا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد سے بھی سماعت کیا تھا۔

٢ زاد المعاد میں ہے: ''آپ اکثر وہ لباس استعمال فرماتے تھے جو روئی کا بنا ہوتا تھا بعض اوقات صوف اور کتان سے بنایا گیا لباس بھی استعمال فرمالیتے تھے۔''

بارھواں باب

ان کپڑوں کے رنگ جنہیں آپ پہنتے تھے

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱ سبز رنگ

بزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "سبز رنگ آپ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔"

تینوں آئمہ نے حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ نے دو کپڑے یا دو سبز چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔"

بقی بن مخلد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبز رنگ بہت پسند تھا" امام نسائی نے حضرت ابوراشد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے سبز رنگ کے دو کپڑے اوڑھ رکھے تھے۔"

ابوداؤد نے حضرت یعلیٰ بن امیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی اس وقت زیارت کی جب آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے سبز رنگ کی دو چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔"

ابن سعد نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک سبز کپڑا تھا جسے آپ وفود سے ملاقات کرتے وقت پہنتے تھے۔

۲ سرخ رنگ

مسدد، حاکم، بیہقی، ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے روز اور جمعۃ المبارک کو سرخ چادر استعمال کرتے تھے۔

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت عامر بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے منیٰ میں آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنی خچر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ پر سرخ چادر تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ الفاظ لوگوں کے لیے

دھر رہے تھے جو آپ بیان فرما رہے تھے۔

مسدد اور امام احمد نے اشعث بن سلیمان سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا۔ آپ نے دو سرخ چادریں پہن رکھی تھیں"۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حج کیا اور مدینہ طیبہ آیا۔ میں نے اس سے پہلے آپ کو نہیں دیکھا ہوا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے تو آپ نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں"۔

ابن سعد نے کنانہ کے ایک شیخ سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ پر دو سرخ چادریں تھیں"، وکیع بن جراح نے طارق بن عبداللہ محاربی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے آپ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا آپ نے سرخ جبہ پہنا ہوا تھا۔"

۳ سفید رنگ

ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم ایک کارواں میں الربذہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب اترے ہمارے ساتھ ایک خاتون بھی تھی ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ نے دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے"۔

الطبرانی اور بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم سفید کپڑے لازم پکڑو۔ اپنے زندوں کو سفید کپڑے پہنایا کرو۔ سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔"

۴ سیاہ رنگ

امام مسلم اور امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک صبح آپ باہر تشریف لائے تو آپ نے سیاہ بالوں کی چادر اوڑھ رکھی تھی"۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ، امام مسلم اور چاروں ائمہ نے حضرت جابر سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے، ابن ابی حارث نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا" امام مسلم، ابوداؤد اور امام ترمذی نے شمائل میں، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جعفر بن عمرو بن حریث سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔

ابن سعد نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے حضرت حسن سے سنا ہے انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

جھنڈا سیاہ تھا جسے عقاب کہا جاتا تھا۔آپ کا عمامہ مبارکہ بھی سیاہ تھا۔

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''آپ کا عمامہ شریف سیاہ تھا جسے آپ عیدین کے موقع پر پہنتے تھے۔اس کی طرف پیچھے لٹکاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔آپ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔امام احمد،ابوداؤد،امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن زید المازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھی آپ پر سیاہ چادر تھی۔آپ نے اس کا نچلا حصہ پکڑنے کا ارادہ کیا اسے اوپر والا حصہ بنادیا۔پھر اسے تبدیل کر کے دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کر دیا۔''

۵ سرخ چادریں پہننا

ابوداؤد نے ہلال بن عامر سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا''میں نے آپ کو دیکھا آپ خچر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آپ کے کلمات کو دھرا رہے تھے۔

ابن سعد نے محمد بن ہلال سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا''میں نے ہشام بن عبدالملک کو دیکھا اس نے آپ کی حبرہ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔اس کے دو کنارے تھے۔''

صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ اس وقت سرخ قبہ میں تھے آپ نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔گویا کہ میں اب بھی آپ کی پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔''

۶ زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہننا

امام الطبرانی اور ابویعلی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ نے دو کپڑے پہن رکھے تھے جنہیں زعفران کے ساتھ رنگا گیا تھا یعنی چادر مبارک اور عمامہ شریف۔''

ابن سعد،الطبرانی اور ابن حبان نے ثقہ راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''کبھی آپ کی قمیص،چادر اور ازار بند کو زعفران یا ورس سے رنگا جاتا تھا آپ انہیں پہن کر باہر تشریف لاتے تھے۔''انہوں نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ کے سارے کپڑے زعفران سے رنگے جاتے تھے حتیٰ کہ عمامہ شریف بھی۔''

ابن وھب نے اپنی موطا میں حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن مالک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا''آپ اپنی قمیص اور عمامہ کو اپنی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیجتے۔اسے آپ کے لیے زعفران سے رنگا جاتا تھا آپ زعفران سے محبت

کرتے تھے۔"

امام نسائی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ اپنے کپڑے، قمیص، چادر، ازار کو اپنی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتے تھے آپ پسند فرماتے تھے کہ انہیں زعفران سے رنگا جائے۔

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ حالت قرفصاء میں تشریف رکھے ہوئے تھے۔ آپ پر دو پرانے کپڑے تھے جنہیں زعفران سے رنگا ہوا تھا۔ اب وہ چھوٹے ہو چکے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کمبل تھا جسے زعفران اور ورس سے رنگا جاتا تھا۔ آپ اس میں اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے اگر اس زوجہ محترمہ کی نوبت ہوتی تو آپ اس پر چھڑکاؤ کر لیتے۔ انہوں نے ضعیف سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کمبل تھا جسے ورس سے رنگا جاتا تھا۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں اسے اوڑھتے تھے۔ اس کے ساتھ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور اس میں نماز ادا کرتے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے غسل کا پانی رکھا۔ آپ نے غسل فرمایا ہم نے ایسا کمبل پیش کیا جسے ورس کے ساتھ رنگا ہوا تھا۔ آپ نے اسے اوڑھ لیا۔ گویا کہ میں اب بھی آپ کی سلوٹوں پر ورس کا نشان دیکھ رہا ہوں۔" انہوں نے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "آپ کا کمبل تھا جسے ورس سے رنگا جاتا تھا آپ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو اس پر پانی چھڑک لیتے تھے۔"

ضعیف سند کے ذریعہ اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کا کمبل دیکھا جسے ورس سے رنگا گیا تھا۔"

انہوں نے حضرت اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ پر چادر اور عمامہ تھے جنہیں عبیر (زعفران) کے ساتھ رنگا گیا تھا۔"

❁❁❁❁

تیرھواں باب

آپ کے ناپسندیدہ رنگ اور ملبوسات

امام احمد نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ دیکھا جو ظاہر ہو چکا تھا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔"

ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ نے ہمارے کجاوؤں پر اور اونٹوں پر ایسی چادریں دیکھیں جن میں سرخ اون کی دھاریاں تھیں۔ آپ نے فرمایا "اس سرخی نے تمہیں زیر کر رکھا ہے" ہم جلدی سے اٹھے کیونکہ آپ نے اس طرح فرمادیا تھا کہ حتیٰ کہ ہمارے اونٹ بدکنے لگے۔ ہم نے چادریں پکڑیں اور انہیں اتار لیا۔"

امام احمد اور امام ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر زردی کے نشانات دیکھے تو انہیں ناپسند فرمایا۔"

الطبرانی نے دو اسناد کے ذریعے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سرخ رنگ سے بچو یہ شیطان کی سب سے پسندیدہ زینت ہے۔"

ابن ضحاک نے حضرت وکیع سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ رنگ کو ناپسند اور سبز رنگ کو پسند کرتے تھے" حضرت وکیع نے کہا ہے "مجھے حضرت مبارک نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سرخ رنگ شیطان کی زینت سے ہے۔ شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔"

امام احمد اور ابن ابی عمر نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے سے ریشم تلاش کرتے اور اسے نکال دیتے تھے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے، ابویعلی، بزار، الحاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ہم بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر تھے کہ اہل بادیہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اس نے سیجان کا جبہ پہن رکھا تھا

جس میں دیباج سے کام ہوا تھا۔ وہ آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "تمہارا یہ ساتھی چاہتا تھا کہ ہر چرواہے کے بیٹے چرواہے کو بلند کر دے اور شہ سوار بن شہ سوار کو سرنگوں کر دے" آپ نے اس کے جبہ کے کناروں سے پکڑا اور فرمایا "بیٹھ جا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے داناؤں جیسے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ مجھ سے پہلے جتنے بھی انبیائے کرام مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے گلہ بانی کی" آپ سے عرض کی گئی "آپ نے بھی؟ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا "ہاں!" میں بھی قراریط اور نصف قراریط پر گلہ بانی کی۔"

چودھواں باب

موزے اور نعلین پاک

اس باب کی دو انواع ہیں۔

❶ خفین، موزے

امام الطبرانی نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے راوی ثقہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب میں صوف کا جبہ اور موزے پیش کیے۔ آپ نے انہیں پہنا حتیٰ کہ وہ پھٹ گئے آپ نے ان کے متعلق نہ پوچھا تھا کہ جس چمڑے سے انہیں بنایا گیا تھا اسے رنگا گیا تھا یا نہیں۔"

ابن ابی شیبہ، حارث بن اسامہ اور دارقطنی نے الافراد میں، امام احمد، ابوداؤد اور امام ترمذی نے، ابن سعد، ابوشیخ نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے دو سیاہ سادہ موزے آپ کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے انہیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا۔"

امام ترمذی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں موزے پیش کیے۔ آپ نے انہیں پہنا حتیٰ کہ وہ پھٹ گئے۔ آپ کو بتایا نہیں گیا تھا کہ جس چمڑے سے انہیں بنایا گیا تھا کیا انہیں رنگا گیا تھا یا نہیں۔"

ابوداؤد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا" امام الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور الہیثمی نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزے منگوائے انہیں پہنا۔ ابھی ایک ہی پہنا تھا کہ کوا آ گیا اس نے دوسرا جوتا اٹھا لیا اور پھر نیچے پھینک دیا۔ اس سے سانپ نکلا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے جوتے جھاڑے بغیر نہ پہنے۔"

شیخین نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

نعلین پاک

ابن عساکر اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کے مبارک جوتے کے دو تسمے ہوتے تھے۔"

انہوں نے ھمام سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "ھشام بن عروہ نے صلت بن دینار کے جوتے دیکھے ان کے دو تسمے تھے۔ حضرت ھشام نے کہا" ہمارے پاس آپ کے نعلین پاک ہے جو معقبہ، مخصرہ اور ملسنہ ہیں۔" یعنی ایڑی والے۔ باریک کمر والے اور زبان نما تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے دو تسمے تھے۔

الطبرانی اور حسن نے حافظ ابن حسن بن ھیثمی سے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب آپ کی ایک نعل پاک کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ ایک ہی نعل پاک میں چلتے تھے۔ دوسرا آپ کے دست اقدس میں ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ کو تسمہ مل جاتا۔"

محمد بن یحییٰ نے ابن ابی عمر نے حضرت قاسم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھتے جب آپ بیٹھ جاتے تو وہ آپ کے قدمین شریفین سے جوتے اتارتے انہیں اپنی آستینوں میں رکھ لیتے۔ جب آپ اٹھتے تو وہ آپ کو پہنا دیتے۔ عصا لے کر آپ کے آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ کو حجرہ مقدسہ میں داخل کر دیتے۔"

مسدد نے معتمر سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا" میں نے آپ کے نعلین پاک کی زیارت کی۔ وہ ایڑی والے تھے ان کے دو تسمے تھے۔"

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابوعمر زیاد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" ہم ایک بزرگ کے پاس گئے جسے مہاجر کہا جاتا تھا۔ میں نے ایسا جوتا پہن رکھا تھا جس کے دو تسمے تھے۔ میں نے اس کی سختی کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا" یہ کیا ہے؟" میں نے کہا" میں نے اس کی شدت کی وجہ سے اسے چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے" انہوں نے کہا" اسے نہ چھوڑو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک اسی طرح کے تھے۔"

انہوں نے ابن عون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں مدینہ طیبہ کے ایک جفت ساز کے پاس گیا۔ میں نے اسے کہا" میرے لیے جوتے سی دو" اس نے کہا" اگر تم پسند کرو تو میں اسی طرح جوتے سی دیتا ہوں اور اگر پسند کرو میں اس طرح کے جوتے بنا دیتا ہوں جس طرح کے نعلین پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ میں نے پوچھا" تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کی زیارت کی ہے؟" اس نے کہا" میں نے انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دیکھا ہے۔" میں نے پوچھا "کون سی فاطمہ کے گھر؟" اس نے کہا" فاطمہ بنت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کے گھر" میں نے کہا" اسی طرح کے جوتے بنا دو جس

طرح کے نعلین مبارک مصطفیٰ ﷺ تھے" اس نے اسی طرح کے جوتے بنا دیے جن کے دو تسمے تھے۔

امام نسائی، ابو نعیم نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے آپ کی زیارت کی آپ دو مخصوف جوتوں میں نماز ادا کر رہے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضرت انس بن مالک نے ہمیں آپ کے دو جرداوین جوتوں کی زیارت کرائی جس کے دو تسمے تھے۔ انہوں نے فرمایا "یہ حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک ہیں۔

ابوسعید ابن اعرابی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ ننگے پاؤں اور جوتے پہن کر نماز ادا کر لیتے تھے۔"

امام ترمذی نے شمائل میں اور ابن ماجہ نے قوی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے دو تسمے تھے جن کا تسمہ دوہرا ہوتا تھا۔"

امام احمد نے حضرت مطرف بن شخیر سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے ہمیں بتایا "میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کے نعلین پاک دیکھے ہیں آپ کے نعلین پاک مخصوفہ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک نکالے میں نے دیکھے کہ وہ حضرمی جوتوں کی طرح ایڑی والے تھے ان کے دو تسمے تھے۔

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کے جوتے مخصوف تھے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے دو تسمے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نعلین پاک کے بھی دو تسمے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نعلین پاک کے بھی دو تسمے تھے۔ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک گرہ لگائی۔

الطبرانی نے حضرت ضباعۃ بنت زبیر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے دو خنصر تھے۔"

امام مالک اور امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو صاف رنگے ہوئے چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے دیکھا۔ جن پر بال نہ تھے۔ آپ انہی میں وضو کرتے تھے۔ میں بھی ایسے جوتے ہی پہننا پسند کرتا ہوں۔"

ابن ابی خیثمہ نے حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی خدمت میں ایک ماہ قیام کیا۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے ایسے جوتے پہنے ہوئے تھے جن کو پیوند لگائے گئے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کے جوتوں کے دو تسمے

تھے۔حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے جوتوں کے بھی دو دو تسمے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا'' آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی سبابہ سے اپنے جوتے اٹھائے۔''

ابن شاذان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' آپ کے نعلین پاک کے دو تسمے تھے۔سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک تسمہ لگوایا۔''

ابوالحسن بن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے دو تسمے تھے۔ان پر ایک مڑا ہوا تسمہ تھا۔

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے اعرابی سے سنا ہے اس نے کہا'' میں نے آپ کو دیکھا آپ نے گائے کی جلد کے دو جوتے پہن رکھے تھے۔''

ابن ضحاک نے حضرت اسماعیل بن امیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ کے نعلین پاک ایڑی والے،پتلی کمر والے اور صاف کیے گئے چمڑے کے تھے جس کے دو تسمے تھے۔''

ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک دو تسموں والے تھے'' امام احمد نے صحیح کے افراد سے یزید بن شخیر سے اور انہوں نے اعرابی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جوتے مخصوف تھے۔''

ابوالشیخ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' میں نے آپ کی زیارت کی۔آپ دو مخصوف جوتوں میں نماز ادا کر رہے تھے۔

حضرت ثابت بن یزید اللیثی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا'' مجھے اس شخص نے بتایا جس نے آپ کے نعلین پاک کی زیارت کی تھی کہ ان کے پیچھے کی طرف دو تسمے تھے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن عساکر نے حضرت زیاد بن سعید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناپسند تھی کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت جوتے میں سے کسی چیز کا اظہار ہو۔''

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' جب آپ اپنے نعلین پاک پہننے لگتے تھے تو دائیں پاؤں مبارک سے ابتداء کرتے تھے اور جب اتارنے لگتے تھے تو بائیں پاؤں مبارک سے آغاز کرتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا'' ہمیں عتاب بن زیاد سے انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت نضر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا'' آپ کے نعلین پاک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔آپ نے اسے کسی نئی چیز کے ساتھ جوڑا۔آپ اسے دیکھنے لگے جب نماز ادا فرما چکے تو فرمایا'' اسے اتار لو۔اس

کی جگہ پہلا تسمہ لگا دو۔ آپ سے عرض کی گئی "کیوں! یارسول اللہ ﷺ" آپ نے فرمایا "میں نے نماز پڑھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔"

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر نعلین پاک پہن لیتے تھے۔" انہوں نے حضرت منہال سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے کفش بردار اور کوزہ بردار تھے۔

تنبیہات

1. روایت ہے کہ آپ ایک جوتا پہن کر چلتے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے یہ فعل مبارک ضرورت کے وقت اور جواز کے لیے تھا۔
ابن عبداللہ نے التمہید میں لکھا ہے "بعض اوقات آپ کے نعلین پاک کا تسمہ ٹوٹ جاتا آپ ایک ہی جوتے میں چلتے تھے حتیٰ کہ تسمہ درست کرلیا جاتا۔"

2. روایت ہے کہ آپ کے نعلین پاک کی لمبائی ایک شبر اور دو انگلیاں تھی ان کا عرض ٹخنوں کی طرف سات انگلیاں اور قدم کے باطن سے پانچ انگلیاں اور اوپر سے چھ انگلیاں تھا۔ ان کا سرا محدد ہوتا تھا۔ جبکہ دو تسموں کے مابین عرض دو انگلیاں ہوتا تھا۔"

الحافظ الکبیر زین الدین عراقی نے حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک کی توصیف میں لکھا ہے:

و نعله الکریمة المصونة ... طوبیٰ لمن مس بها جبینه
لها قبا لان بسیروهما ... سبتیّان سبقوا شعرها
و طولها شبرًا و اصبعان ... و عرضها مما یلی الکعبان
سبع اصابع و بطن القدم ... خمس و فوق ذاست فاعلم
و راسها محدد و عرض ما ... بین القبالین اصبعان ضبطهما
و هذه مثال تلك النعل ... و ذرعها اکرم بها من نعل

آپ کے نعلین پاک اور معزز ہیں۔ بشارت ہو اس شخص کے لیے جو ان کے ساتھ اپنی پیشانی کو لگائے۔ ان کے دو تسمے تھے اور چمڑے کا ٹکڑا تھا۔ یہ دونوں رنگے گئے ایسے چمڑے کے تھے جس کے بال پہلے اتار لیے گئے تھے۔ ان کا طول ایک شبر اور دو انگلیاں تھا۔ ان کا عرض جو ٹخنوں کی طرف تھا سات انگلیاں تھا۔ قدم مبارک کا بطن پانچ انگلیاں تھا اور اوپر سے چھ انگلیاں تھا۔ خوب جان لو ان کا سر محدد تھا۔ دو تسموں کے مابین چوڑائی دو انگلیاں تھی۔ یہ نعلین پاک کی مثال اور ان کی پیمائش ہے۔ یہ نعلین پاک کتنے عمدہ تھے۔

انگوٹھی مبارک

پہلا باب

رب تعالیٰ نے آپ کو انگوٹھی پہننے کا حکم دیا اور اس کا سبب

الطبرانی، الخطیب نے عمرو بن ہارون کی سند سے (یہ ضعیف راوی ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے انگوٹھی اور نعلین پاک پہننے کا حکم دیا گیا۔"

ابن عدی نے احمد بن محمد بن عبد الکریم، انہی نے حاتم رازی سے، عبید بن احمد سکری نے، خالد بن مجدوع ابوروح سے اور انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا گیا۔ حضرت جبرائیل امین ایک انگوٹھی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اسے دائیں دستِ اقدس میں پہن لیا۔ انہوں نے عرض کی "جب تک یہ آپ کے دائیں ہاتھ مبارک میں ہے کسی چیز سے اندیشہ نہ کریں۔"

امام بخاری وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے کسریٰ یا قیصر کی طرف مکتوب گرامی لکھوانے کا فیصلہ کیا تو آپ سے عرض کی گئی "وہ صرف ایسا خط پڑھتے ہیں جن پر مہر لگائی گئی ہو۔" آپ نے مہر بنوالی۔

ابومسلم الکجی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ آپ عجمیوں کی طرف مکتوبات گرامی لکھوائیں۔ آپ سے عرض کی گئی کہ وہ صرف ایسے مکتوبات گرامی پڑھتے ہیں جن پر مہر لگائی گئی ہو۔" آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی جس کا نقش یہ تھا۔ "محمد رسول اللہ" گویا کہ میں اب بھی اس کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔

امام بخاری اور امام بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ نے روم کی طرف مکتوب گرامی لکھوانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کی گئی کہ وہ صرف ایسے خطوط پڑھتے ہیں جن پر مہر لگی ہو" آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی گویا کہ میں اب بھی آپ کے دست اقدس میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔"

تنبیہ

علماء کرام نے انگوٹھی پہننے کے بارے اختلاف کیا ہے۔ کثیر علماء نے کراہت کے بغیر اسے مباح لکھا ہے، بعض نے مکروہ بھی لکھا ہے۔

دوسرا باب

پہلے سونے کی انگوٹھی پہننا پھر اسے ترک فرمادینا، اسے پہننا حرام قرار دیا

ابن سعد، امام شافعی کے علاوہ دیگر آئمہ نے، دارقطنی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ تین روز تک اسے پہنے رکھا۔ آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور نگینہ ہتھیلی مبارک کی طرف کرتے تھے۔ لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اسے اتار دیا فرمایا "میں یہ انگوٹھی پہنتا تھا۔ میں اس کا نگینہ ہتھیلی کی اندر کی طرف رکھتا تھا۔ آپ نے اسے پھینکا اور فرمایا "بخدا! میں اسے اب نہیں پہنوں گا۔" آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دی۔"

ابزار، ابومسلم الکجی اور الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز تک سونے کی انگوٹھی پہنی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی تو صحابہ کرام نے بھی انہیں اتار پھینکا۔ معلوم نہیں کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔ آپ نے اس میں "محمد رسول اللہ" کا نقش بنوانے کا حکم دیا۔ وہ انگوٹھی آپ کے دستِ اقدس میں رہی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔"

پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہوگیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہوگیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی دو سال تک ان کے پاس رہی۔ جب خطوط زیادہ لکھے جانے لگے تو وہ انہوں نے ایک انصاری شخص کو دے دی وہ ان کے ساتھ مہریں لگاتا تھا۔ وہ انصاری حضرت عثمان غنی کے کنوئیں کی طرف گئے تھے۔ وہ وہیں گر پڑی۔ وہ نہ مل سکی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی انگوٹھی بنوانے کا حکم دیا۔ اس پر یہی نقش تھا: "محمد رسول اللہ"

❁❁❁❁

تیسرا باب

آپ کس دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے

روایت ہے کہ آپ اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، امام ترمذی نے حضرات ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے، شمائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، بزار نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے، دارقطنی نے الغرائب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا ''گویا کہ میں اب بھی اس انگوٹھی کی زیارت کر رہا ہوں۔ یہ آپ کے دست اقدس کی خنصر انگلی مبارک میں تھی۔''

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابورافع، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے آپ کے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی دیکھی۔''

ابن الاعرابی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں دست اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر اسے اپنے بائیں ہاتھ میں منتقل کر دیا۔''

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے دائیں دست اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اسحاق نے حضرت عقیل بن ابی طالب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا'' آپ اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

الطبرانی نے صحیح کے افراد سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں دست اقدس

میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی چاندی کی انگوٹھی دائیں دستِ اقدس میں پہنتے تھے۔''

دارقطنی نے الغرائب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ نے تادمِ وصال انگوٹھی اپنے دائیں دستِ اقدس میں پہنی۔

بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنی۔ امام مسلم نے حضرت انس سے۔ ابو داؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن سعد نے ابوسعید سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

عبد بن حمید نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی اس طرح ہوتی تھی' انہوں نے بائیں ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنا انگوٹھا اپنی خنصر انگلی کے ظاہر پر رکھا۔''

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے بائیں دست اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

امام نسائی اور ابن عدی نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ کی انگوٹھی کے بارے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا ''گویا کہ میں اب بھی آپ کی انگوٹھی کے نگینہ کی چمک کو دیکھ رہا ہوں'' روایت ہے کہ آپ اپنے بائیں ہاتھ کی خنصر انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے۔'' ابن عدی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''حضرت انس نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا۔''

ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور انور ﷺ انگوٹھی پہنتے تھے۔ جس کا نگینہ ہوتا تھا۔ آپ اسے بائیں ہاتھ کی خنصر انگلی میں پہنتے تھے۔ اور اس کا نگینہ ہتھیلی مبارک کی طرف کرتے تھے۔

تنبیہ

الحافظ نے لکھا ہے کہ ضعیف روایات میں ہے کہ آپ پہلے اپنے دائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر بائیں دست اقدس میں منتقل کر دی۔ اس روایت کو ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ امام بغوی نے شرح السنۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ انہوں نے مختلف روایات کو اسی طرح جمع کیا ہے کہ پہلے آپ نے دائیں دستِ اقدس میں پھر بائیں دستِ اقدس میں انگوٹھی پہنی۔ یہ دونوں امور میں سے آخر امر تھا۔ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے ''ابو زرعہ نے ان مختلف روایات کے بارے یہ پیغام بھیجا' یہ ثابت نہیں ہے لیکن آپ دائیں ہاتھ میں اکثر انگوٹھی پہنتے تھے۔''

امام بیہقی نے ادب میں لکھا ہے' ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے جو انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی وہ سونے کی تھی اور جسے بائیں ہاتھ میں پہنا وہ چاندی کی تھی' ایک اور عالم دین نے ان روایات میں یوں تطبیق قائم کی ہے ''پہلے آپ نے انگوٹھی دائیں دست اقدس میں پہنی پھر بائیں دست اقدس میں پہن لی۔ اس مسئلہ میں شوافع کا اختلاف

ہے۔اصح روایات دائیں دستِ اقدس کی ہیں'' الحافظ لکھتے ہیں'' میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی ہے۔ یہ فعل کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر اسے آرائش کے لیے پہنا جائے تو دایاں ہاتھ افضل ہے۔ اگر یہ بطور انگوٹھی ہو تو بایاں ہاتھ زیادہ اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ حفاظت ہے۔ کیونکہ اشیاء کو دائیں ہاتھ سے پکڑا جاتا ہے اور اسی سے رکھا جاتا ہے لیکن مطلق انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے استنجاء کیا جاتا ہے اور اگر انگوٹھی دائیں میں ہوگی تو وہ نجاست سے محفوظ ہوگی۔ لیکن بائیں ہاتھ میں انگوٹھی محفوظ ہوتی ہے۔ امام نووی وغیرہ نے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔''

❀❀❀❀

چوتھا باب

آپ انگوٹھی کا نگینہ کس طرح رکھتے تھے؟

امام مسلم اور ابو بکر الاسماعیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں دست اقدس میں انگوٹھی پہنی اس میں حبشہ کا نگینہ تھا۔ آپ نے اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کیا ہوا تھا۔ ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ بھی تھا آپ اپنے بائیں ہاتھ کی خنصر انگلی میں پہنتے تھے اور اس کا نگینہ مبارک ہتھیلی کی طرف کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اسے پھینک دیا۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کے نگینہ پر "محمد رسول اللہ" نقش کرایا۔ آپ نے فرمایا "میرے نقش کی طرح کا کوئی نقش نہ کرائے" جب آپ اسے پہنتے تھے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کر لیتے تھے۔"

بعض روایت میں ہاتھ کے ظاہری حصے کی طرف نگینہ کرنے کی روایات بھی ہیں لیکن ہمارے شیخ نے شرح السنن میں لکھا ہے کہ علماء کرام نے فرمایا "وہ روایات جن میں انگوٹھی کو ہتھیلی کی طرف کرنے کا تذکرہ ہے وہ اصح اور اکثر ہیں۔"

❁❁❁❁

پانچواں باب

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے صرف ایک بار انگوٹھی پہنی پھر اسے ترک کر دیا

امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے صرف ایک دن آپ کے دستِ اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی تھی۔ لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنالیں اور پہن لیں آپ نے انگوٹھی پھینک دی سارے لوگوں نے انگوٹھیاں پھینک دیں۔ اس طرح ابن سعد، شعیب، ابن مسافر نے لکھا ہے کہ وہ انگوٹھی چاندی کی تھی۔ اس طرح لیث، عقیل محمد بن ابی عقیق، موسیٰ بن عقبہ اور ابن شہاب نے روایت کیا ہے۔ ابن لہیعہ نے اسے سونے کی انگوٹھی روایت کیا ہے لیکن ابن ضحاک نے لکھا ہے "صحیح وہی ہے جسے جماعت نے روایت کیا ہے۔" دوسرے باب میں وہ جوابات گزر چکے ہیں جو الحافظ نے دیے ہیں۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انگوٹھی بنوائی پھر اسے پہنا پھر فرمایا "اس نے مجھے آج تم سے مشغول رکھا ہے۔ ایک نظر اس پر ایک نظر تم پر ہوتی تھی۔" پھر آپ نے اسے پھینک دیا۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

انگوٹھی کے متعلق آداب

آئمہ اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے تو اپنی انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے۔

❁❁❁❁

خصالِ فطرت

پہلا باب

مبارک انگوٹھی

اس باب میں کئی انواع ہیں۔ جن کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا۔

❶ چاندی

امام احمد، شیخان، ابن سعد اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا۔ یا روم کی طرف مکتوب لکھا۔ آپ نے اس پر مہر نہ لگائی۔ آپ سے عرض کی گئی' وہ آپ کا مکتوب گرامی صرف اس وقت پڑھیں گے جبکہ اس پر مہر لگی ہوگی۔ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نقش یہ تھا: "محمد رسول اللہ" گویا کہ میں اب آپ کے دستِ اقدس میں اس انگوٹھی کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔

ابن سعد نے حضرت انس سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جو ساری چاندی کی تھی۔ آپ نے فرمایا" تم میں سے کوئی اس طرح کی انگوٹھی نہ بنوائے۔"

ابن سعد، امام احمد اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی۔ زہیر نے کہا ہے "میں نے حُمید سے اس کے نگینہ کے بارے پوچھا کہ اس کا نگینہ کس طرح کا تھا؟ انہوں نے کہا: "مجھے معلوم نہیں۔"

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔ آپ اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

ابن سعد نے عبداللہ بن وھب کی سند سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے انہیں یمن بھیجا تو وہ واپس آئے تو انہوں نے آپ کے دستِ اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ انگوٹھی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "میں لوگوں کی طرف خطوط لکھتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ ان میں کمی و بیشی نہ کی جائے۔ میں نے انگوٹھی بنوالی۔ میں اسی کے ساتھ مہر لگاتا ہوں' انہوں نے عرض کی' اس کا نقش کیا ہے؟ آپ نے

فرمایا" محمد رسول اللہ" حضور اکرم ﷺ سے فرمایا" معاذ کی ہر چیز ایمان لے آئی حتیٰ کہ ان کی انگوٹھی بھی" پھر حضور اکرم ﷺ نے وہ لی اور اس کے ساتھ مہر لگائی۔"

ابن عساکر نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک انگوٹھی آپ کی خدمت میں بھیجی جس کا نگینہ حبشہ کا تھا۔ آپ نے اس پر محمد رسول اللہ لکھوالیا۔ حضور اکرم ﷺ اس کے ساتھ مہر لگاتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی کے ساتھ مہر لگاتے تھے حضرت عمر فاروق اسی کے ساتھ مہر لگاتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے پہلے چھ سال تک اسی کے ساتھ مہر لگاتے رہے۔ وہ بئر اریس کے اوپر بیٹھے تھے کہ اچانک وہ انگوٹھی کنویں میں گر پڑی اسے تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملی' میں کہتا ہوں کہ یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ قوی ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے اس وقت واپس آئے تھے جب آپ کا وصال ہو چکا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ وہ آپ کے دستِ اقدس میں رہی۔ پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر تھی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس میں رہی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس میں رہی پھر وہ بئر اریس میں گر پڑی۔ اس کا نقش" محمد رسول اللہ" تھا۔

◆ آپ کی انگوٹھی کا نگینہ چاندی کا تھا

ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی۔ اس کا نگینہ بھی اسی سے تھا ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ اسی سے ہی تھا۔ آپ اسے خنصر انگلی میں پہنتے تھے۔

◆ انگوٹھی مبارک کا نقش

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنایا تو انہیں بلایا تو ان کے لیے یہ نوشتہ لکھوایا اور حضور ﷺ کی انگوٹھی کے ساتھ مہر لگائی۔ انگوٹھی کا نقش اس طرح تھا:" محمد رسول اللہ"

ابو شیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ حبشہ کا تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" الحافظ نے کہا ہے کہ یہ زیادتی شاذ ہے۔"

ابن سعد نے ابو عالیۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مبارک انگوٹھی کا نقش" صدق اللہ" تھا۔ بعد میں خلفاء راشدین نے" محمد رسول اللہ" لکھوایا تھا۔

۴ آپ نے منع فرما دیا کہ آپ کی انگوٹھی کے نقش پر کسی کی انگوٹھی کا نقش ہو

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کا نقش یہ تھا "محمد رسول اللہ" آپ نے فرمایا "میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے۔ اس کی طرح کا نقش کوئی نہ بنائے۔"

۵ آپ کی انگوٹھی کس نے بنائی تھی؟

ابوالحسن نے علی بن محمد بن بشر سے روایت کیا ہے کہ دارقطنی نے الافراد میں حضرت یعلیٰ بن منبہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انگوٹھی بنائی اس کام میں اور کوئی میرے ساتھ شریک نہ تھا۔ اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت یعلیٰ نے ہی آپ کے لیے یہ انگوٹھی تیار کی تھی۔"

۶ ایک قول یہ ہے کہ اس انگوٹھی پر شیر کی شکل بنی ہوئی تھی جس سے آپ مہر لگاتے تھے

عبدالرزاق نے معمر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک انگوٹھی نکالی۔ ان کا گمان تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انگوٹھی کے ساتھ مہر لگاتے تھے۔ اس پر شیر کا نقش تھا۔

۷ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ انگوٹھی لوہے کی تھی جس میں چاندی بھری ہوئی تھی

ابوداؤد، امام نسائی نے جید سند کے ساتھ (ابن سعد کے پاس اس کے شواہد بھی ہیں) ابن سعد نے حضرت معیقب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی لوہے کی تھی۔ جس میں چاندی بھری ہوئی تھی۔ بعض اوقات یہ میرے ہاتھ میں بھی ہوتی تھی" حضرت معیقب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس انگوٹھی پر آپ کے امین تھے۔"

ابن سعد نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس میں چاندی بھری ہوئی تھی لیکن اس کا نگینہ روشن تھا۔"

انہوں نے اور ابن ابی خیثمہ نے اسحاق بن سعید سے اور وہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کے دستِ اقدس میں انگوٹھی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا "یہ انگوٹھی کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کی "میں نے یہ انگوٹھی بنوائی ہے" آپ نے فرمایا "اسے میری طرف پھینکو" انہوں نے اسے آپ کو پیش کر دیا۔ وہ لوہے کی انگوٹھی تھی جس میں چاندی بھری ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا "اس کا نقش کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی "محمد رسول اللہ" آپ نے وہ ان سے لے لی وہی آپ کے دست اقدس میں رہتی تھی۔

ابن سعد نے عمرو بن یحییٰ بن سعید القرشی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن سعید بن عاص جب حبشہ سے واپس آئے تو آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا "عمرو! تمہارے ہاتھ میں یہ کیسی انگوٹھی ہے؟ انہوں نے عرض

کی "یارسول اللہ ﷺ! یہ چھلا ہے" آپ نے فرمایا "اس کا نقش کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی "محمد رسول اللہ" حضور اکرم ﷺ نے وہ انگوٹھی لے لی۔ آپ اسی کے ساتھ مہر لگاتے تھے وہ آپ کے دست اقدس پر ہی رہی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر تا دم وصال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر رہی۔ پھر تا دم وصال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر رہی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی لے لی۔ انہوں نے اسے پہن لیا۔ اسی اثنا میں کہ وہ کنویں کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اسے کھودنے کا حکم دیا۔ ان کی انگوٹھی گر پڑی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس انگوٹھی کو کثرت سے اتارتے اور پہنتے تھے۔ لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر وہ اسے نہ پا سکے۔

۸ حبشی نگینہ

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اس کا نگینہ حبشہ کا تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی اس میں حبشہ کا نگینہ تھا۔ آپ اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرتے تھے۔"

امام بغوی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ حبشہ کا تھا آپ اس کا نگینہ ہتھیلی مبارک کی طرف رکھتے تھے۔ اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔

ابن ضحاک نے علی بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا "مجھے میرے بیٹے نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انگوٹھی پہننا ناپسند کیا۔ نیز یہ کہ آپ نگینہ کسی اور چیز کا بنائیں۔" میں کہتا ہوں کہ یہ ایک غریب حدیث ہے جو اپنے اندر دو غریب چیزیں لیے ہوئے تھے (۱) باپ کی اپنے بیٹے سے روایت (۲) اس شخص کی روایت جو خود روایت کر سکتا ہے۔

۹ لوہے کی انگوٹھی بنانا، پھر تانبے کی انگوٹھی بنانا، پھر ان دونوں کو پھینک دینا۔

ابن عدی نے خالد بن نضر کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور داعیٔ اعظم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ عجمیوں کی طرف مکتوبات لکھوائیں۔ انہیں اللہ رب العزت کی طرف بلائیں۔ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ وہ صرف ایسا مکتوب پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو۔ آپ نے حکم دیا کہ آپ کے لیے انگوٹھی بنائی جائے۔ آپ کے لیے لوہے کی انگوٹھی بنائی گئی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اسے اپنی مبارک انگلی سے اتار پھینکیں" آپ نے اسے اتار پھینکا آپ نے دوسری انگوٹھی بنانے کا حکم دیا۔ آپ کے لیے تانبے (یا پیتل) کی انگوٹھی بنائی گئی۔ آپ نے اسے اپنی انگلی میں پہنا حضرت جبرائیل امین نے کہا "اتار پھینکیں" آپ نے اسے پھینک

دیا آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا۔ اسے اپنی انگوٹھی میں پہنا۔ حضرت جبرائیل امین نے اسے برقرار رکھا۔

تنبیہات

۱ العراقی نے لکھا ہے کہ یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ آپ کی انگوٹھی کی کیفیت کیسی تھی وہ چکور، تکونی یا گول تھی۔ لیکن اس کا چکور ہونا اس کے نقش کے زیادہ قریب ہے۔ حمید راوی سے اس کی شکل کے بارے پوچھا گیا مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ اس کی شکل کیسی تھی اس روایت کو ابو شیخ نے "اخلاق النبویہ" میں نقل کیا ہے۔

۲ جو روایت ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب سے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی پہنی حتیٰ کہ انہوں نے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی۔"

البزار، الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" نہ تو حضور اکرم ﷺ نے نہ ہی سیدنا ابو بکر صدیق اور نہ ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انگوٹھیاں پہنیں حتیٰ کہ ابان حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے انگوٹھیاں بنوا رکھی تھیں لیکن انہیں پہنتے نہ تھے" اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابن لہیعہ کے۔"

ابو الحسن الھیثمی نے لکھا ہے اگر چہ وہ حسن الحدیث ہے لیکن اس سے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ اس نے اس روایت میں ان قوی راویوں کی مخالفت کی ہے جنہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ انگوٹھی پہنتے تھے۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے ابن لہیعہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "نہ تو حضور اکرم ﷺ نہ ہی ابو بکر صدیق، نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انگوٹھیاں پہنتے تھے نہ ہی خطوط پر مہریں لگاتے تھے حتیٰ کہ حضرت زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا آپ کچھ چیزیں ہماری طرف ایسی لکھتے ہیں جن پر ہم مہر نہیں پاتے۔ اس وقت انہوں نے انگوٹھی بنوالی۔" ہیثمی لکھتے ہیں" یہ صحیح احادیث کے مخالف ہے۔"

۳ بعض علماء کرام نے لکھا ہے" آپ کی انگوٹھی میں راز تھا۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں راز تھا۔ جب ان کی انگوٹھی چلی گئی تو ان کی سلطنت بھی ختم ہو گئی۔ جب حضور اکرم ﷺ کی مبارک انگوٹھی گم ہو گئی تو ان کا معاملہ بگڑ گیا۔ خارجیوں نے ان کے خلاف بغاوت کر دی پہلا فتنہ یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا پھر آخر زمانہ تک فتنے متصل رہیں گے۔"

۴ الحافظ نے لکھا ہے کہ مبارک انگوٹھی کے گرنے کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف مجازی ہے۔" حضرت معیقیب کے ہاتھوں گری تھی۔ امام نسائی نے حضرت رافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" یہ مبارک

انگوٹھی خلافت کے چھ سال تک ان کے ہاتھوں پر رہی جب فتنوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے ایک انصاری شخص کو دے دی۔ وہ اس کے ساتھ مہر لگاتے تھے۔ وہ انصاری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کنویں کی طرف گئے۔ ان سے وہ انگوٹھی گر پڑی۔ پھر وہ نہ ملی۔ ایوب بن موسیٰ نے حضرت نافع سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت معیقب سے بئر اریس میں گری تھی۔"

◆ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کا نقش تین سطور میں تھا۔ اس سے زائد کچھ نہ تھا۔ وہ اسی طرح ترتیب سے تھا لیکن اس کی ترتیب عادی نہ تھی۔ مہر لگانے کی ضرورت کا تقاضا تھا کہ منقوش حروف بھرے ہوئے ہوں تاکہ برابر مہر لگ سکے بعض شیوخ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس کی کتابت اوپر سے تھی۔ لفظ اللہ سب سے اوپر لفظ "محمد" سب سے نیچے تھا میں نے احادیث طیبہ میں ان کی صراحت نہیں دیکھی۔ بلکہ اسماعیلی کی روایت اس کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ "محمد" اوپر دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں لفظ "اللہ" تھا۔

◆ حافظ نے لکھا ہے "ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نگینہ حبشہ کا تھا اور آپ کی انگوٹھی کا نگینہ اسی میں سے تھا کیونکہ اسے یا تو متعدد انگوٹھیوں پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت "حبشی" کا معنی ہوگا کہ وہ حبشہ کے شہروں کا پتھر ہوگا۔ یا حبشہ کے رنگ پر ہوگا یا وہ سنگ سلیمانی یا عقیق ہوگا کیونکہ ان پتھروں کو حبشہ کے شہروں سے لایا جاتا تھا اور یہ احتمال بھی ہے کہ نگینہ اسی انگوٹھی میں سے ہی ہو اور کسی صفت کی وجہ سے اس کی نسبت حبشہ کی طرف کر دی گئی ہو۔ صناعت یا نقش کی وجہ سے" میں کہتا ہوں کہ پہلی بات زیادہ اظہر ہے (واللہ اعلم) امام بیہقی نے لکھا ہے "اس سے علم ہوتا ہے کہ آپ کی دو انگوٹھیاں تھیں۔ ایک کا نگینہ حبشہ کا تھا دوسری کا نگینہ اسی کے ساتھ تھا اگر امام زہری کو یاد ہو کہ وہ انگوٹھی چاندی ہی کی تھی تو پھر ساری روایات میں یہ بات ملتی جلتی ہے کہ وہ روایات جن میں تذکرہ ہے کہ نگینہ حبشہ کا تھا اس سے مراد وہ انگوٹھی ہے۔ جو آپ نے سونے کی بنوائی تھی پھر اسے پھینک دیا تھا۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔"

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ انگوٹھی صرف اسی کو کہا جاتا ہے جس کا نگینہ ہو۔ اگر اس کا نگینہ نہ ہو تو وہ چھلا کہلائے گا۔ الفص مثلث الفاء ہے جیسے کہ ابن مبارک نے اس کا تذکرہ اپنی مثلث مین کیا ہے۔

◆ وہ روایت جسے چاروں آئمہ، ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت کو ضیاء نے المختارہ میں صحیح کے افراد (سوائے عبداللہ بن مسلم ابوطیبہ کے) روایت کیا ہے الحافظ نے تقریب میں لکھا ہے "یہ سچا تھا اس پر تہمت لگائی جاتی ہے" بہر حال یہ روایت حسن ہے جیسے کہ الحافظ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حضرت بریدہ بن حصیب سے روایت ہے۔ یہ الفاظ چاروں آئمہ نے نقل کیے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس نے اپنی انگوٹھی پہنی

ہوئی تھی جس میں کسی چیز کی تصویر بنی ہوئی تھی۔آپ نے فرمایا "میں تجھ پر بتوں کی بو کیوں دیکھ رہا ہوں اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر آپ کی خدمت میں آیا۔اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی" آپ نے فرمایا "میں تجھ پر اہل آتش کا زیور کیوں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے عرض کی "میں کس چیز سے انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا "چاندی سے بنواؤ۔اس کا وزن مثقال سے کم ہی رکھنا" اگر یہ روایت محفوظ ہو تو ممانعت کو اس انگوٹھی پر محمول کیا جائے گا جو صرف لوہے کی ہو" التیفاشی نے کتاب الاحجار میں لکھا ہے "فولادی انگوٹھی شیاطین کے تعاقب کی جگہ ہے جب ان پر نگینہ ہو۔" اس سے حکم میں تغایرت کا اظہار ہوتا ہے۔اصل میں نہی کی وجہ اس کی حرمت ہے کیونکہ چاندی مردوں کے لیے حرام ہے۔الا یہ کہ اس میں رخصت دی گئی ہو۔جب اس میں ایک حد مقرر کر دی گئی ہے تو اس پر وقوف لازم ہے باقی اپنی اصل پر قائم رہے گی۔لیکن الحافظ عراقی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ آپ کے اس فرمان "مثقال وزن پورا نہ کرنا" میں نہی کو تنزیہ پر محمول کیا جائے گا انگوٹھی کا وزن ایک مثقال رکھنا مکروہ ہے جبکہ ابوداؤد نے خطابی سے روایت کیا ہے "نہ وزن مکمل مثقال کرنا نہ ہی مثقال کی قیمت کے برابر کرنا" میں نے اس کی تاویل یہ بیان کی ہے کہ بعض اوقات انگوٹھی کو بنانے میں نفاست سے کام لیا جاتا ہے اگر اس کی قیمت ایک مثقال کے برابر ہو گی تو بھی نہی کے زمرہ میں شامل ہو گی۔"

شیخ الاسلام سراج الدین العبادی نے کہا ہے کہ اس کا وزن ایک مثقال ہو جانا تو روا ہے لیکن جو کچھ اس سے زائد ہو گا وہ حرام ہو گا۔شیخ سراج الدین بن ملقن نے جو کچھ شرح المنہاج میں لکھا ہے وہ بھی اس کا تقاضا کرتا ہے ازرقی نے لکھا ہے "ہمارے اصحاب نے انگوٹھی کے وزن کے بارے تعرض نہیں کیا شاید انہوں نے عرف پر اکتفاء کیا ہے جو اس سے زائد ہو گا وہ اسراف ہو گا صحیح موقف یہ ہے کہ اس وزن پر اکتفا کیا جائے جسے حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ان کے کلام میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کے مخالف ہو۔ابن العماد نے التعقبات میں لکھا ہے "جب انگوٹھی کے پہننے کا جواز ثابت ہو گیا تو پھر یہ بھی شرط ہے کہ وہ ایک مثقال سے زائد نہ ہو۔"

❀❀❀❀

دوسرا باب

خوشبو کا استعمال اور اس سے محبت

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ کو پسند تھا کہ آپ سے صرف عمدہ خوشبو آئے

ابن عدی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی بات ازحد ناگوار تھی کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے پاس جائیں اور آپ سے بدبو آ رہی ہو۔ آپ پسند کرتے تھے کہ آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے جائیں تو آپ سے خوشبو آ رہی ہو۔"

ابونعیم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے جائیں اور آپ سے بدبو آ رہی ہو"۔

البزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو استنجا فرماتے وضو فرماتے۔ پھر کسی کو بھیجتے جو آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی سے خوشبو لے کر آتا۔"

❷ خوشبو انبیائے کرام علیہم السلام کی سنن مطہرہ میں سے ہے

ابن ضحاک نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنن مطہرہ میں سے ہیں۔ ۱۔ ختنہ کرنا، ۲۔ مسواک کرنا، ۳۔ خوشبو لگانا، ۴۔ نکاح کرنا۔

ابوبکر ابن ابی خیثمہ نے حضرت ملیح بن عبداللہ انصاری سے اور وہ اپنے والد گرامی اور دادا جان سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا "پانچ چیزیں مرسلین عظام علیہم السلام کی سنن مطہرہ میں سے ہیں۔ ۱۔ حیاء، ۲۔ حلم، ۳۔ حجامت، ۴۔ خوشبو، ۵۔ مسواک۔

❸ آپ خوشبو کو رد نہ کرتے تھے۔ رد نہ کرنے کا حکم دیتے تھے

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔"

طیالسی، بزار اور ابو یعلیٰ نے حسن سند کے ساتھ ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ کو خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپ نے اسے رد کیا ہو"۔

امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جسے ریحان (پھول) پیش کیا جائے۔ اسے رد نہ کرے اسے اٹھانا آسان اور اس کی خوشبو عمدہ ہے"۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین اشیاء نہ لوٹائی جائیں۔ ا۔ تکیہ، ۲۔ تیل، ۳۔ خوشبو۔

حارث نے حسن سند کے ساتھ مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جب تمہیں ریحان (پھول) پیش کیا جائے تو اسے نہ لوٹاؤ یہ جنت سے نکلا ہے"۔

ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا "جب تمہیں شیریں چیز (حلوہ) پیش کیا جائے تو اسے کھالو اور اسے واپس نہ کرو جب تم میں سے کسی کو عمدہ خوشبو پیش کی جائے تو وہ اسے ضرور سونگھے"۔

۴ خوشبو اور پھولوں سے آپ کی محبت

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میرے لیے پسندیدہ بنادی گئی ہیں۔ ا۔ عورت، ۲۔ خوشبو، ۳۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کو دنیا سے تین اشیاء پسند تھیں۔ ا۔ کھانا، ۲۔ عورت، ۳۔ خوشبو۔ آپ کو دو چیزیں تو ملی تھیں۔ عورت اور خوشبو۔ مگر ایک چیز کھانا نہ ملا تھا"۔

انہوں نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حناء کی کلی بہت پسند تھی۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عبداللہ ابن امام احمد کے، یہ بھی ثقہ اور مامون ہیں) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "حناء اہل جنت کے پھولوں کی سردار ہے"۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں حناء کا پھول پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا "یہ جنت کے پھول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے"۔

۵ خوشبو استعمال فرمانا۔ کون سی خوشبو استعمال کی جائے

امام نسائی اور ابن سعد نے محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "کیا حضور ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "ہاں" آپ ذکارۃ الطیب استعمال کرتے تھے"۔ میں نے عرض کی "ذکارۃ الطیب سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا "مشک و عنبر"۔

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور بقی بن مخلد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کے لیے سُکّہ خوشبو تھی۔ جسے آپ استعمال فرماتے تھے۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں آپ کے سر اقدس یا آپ کی مانگ میں تین روز بعد خوشبو کی چمک دیکھتی تھی جبکہ آپ حالت احرام میں ہوتے تھے۔"

ان سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا "میں عمدہ خوشبو جو میرے پاس ہوتی تھی آپ کو لگاتی تھی" امام مسلم اور امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں آپ کو آپ کے احرام کے وقت اتنی خوشبو لگاتی تھی کہ آپ خوشبو سے تر ہو جاتے تھے۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کے سر اقدس میں مشک دیکھا۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو حل اور احرام کے لیے ذریرۃ (خوشبوؤں کا مجموعہ) سے خوشبو لگائی۔"

❻ آپ کو مشک وعنبر کی خوشبو پسند تھی

زاد المعاد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ مشک کی خوشبو پسند تھی۔ آپ کو حناء کی کلی بہت پسند تھی۔"

تینوں آئمہ، ابن سعد اور امام نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بنو اسرائیل کی ایک عورت نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ اسے مشک سے بھرا پھر فرمایا" یہ بہت عمدہ خوشبو ہے" آپ کو سب سے زیادہ خوشبو مشک ہی پسند تھی۔ آپ نے فرمایا" کیا یہ سب سے عمدہ خوشبو نہیں ہے؟"

ابن سعد نے عبید بن جریج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی "ابوعبدالرحمان! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو یہ خوشبو بہت پسند ہے" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پسندیدہ خوشبو یہی تھی۔"

ابن عدی نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کو مشک وعنبر کی خوشبو سب سے زیادہ پسندیدہ تھی" ابوالحسن بن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عود میں سے قماری پسند تھی۔"

امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب دھونی لیتے تھے تو عود سے دھونی لیتے تھے۔ اس میں مطراۃ نہ ملاتے تھے۔ جبکہ عود کے ساتھ کافور ملا لیتے تھے۔ پھر فرماتے

"حضور اکرم ﷺ اسی طرح دھوتی لیتے تھے۔"

۷ غالیہ خوشبو استعمال فرمانا

ابوالحسن ابن صخر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نجاشی نے آپ کی خدمت میں خوشبو کی شیشی بھیجی یہ پہلی شیشی تھی جسے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا۔"

تنبیہات

❶ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریحان کے پھولوں کا گلدستہ تھا۔ اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا پھر اور شخص آیا جس نے مرزنجوش ریحان کا گلدستہ پیش کیا۔ آپ نے اسے پکڑنے کے لیے اپنا دست اقدس آگے بڑھایا اسے سونگھا پھر فرمایا" کتنا عمدہ ریحان ہے۔ عرش کی جڑی بوٹی ہے۔ اس کے پانی میں آنکھ کے لیے شفاء ہے" اس روایت کو ابوجعفر عقیلی نے یحییٰ بن عباد کی سند سے روایت کیا ہے۔ مگر محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ابن جوزی نے اس روایت کو الموضوعات میں لکھا ہے۔ الحافظ نے اسے برقرار رکھا ہے۔ حضرت دینار کی روایت ہے۔ انہوں نے کہا" مجھے وہ روایت عجیب لگی جسے آپ سے روایت کیا گیا ہے آپ نے فرمایا" مجھے اس جڑی بوٹی نے تعجب میں ڈالا جسے میں نے شب معراج عرش الٰہی کے اردگرد دیکھا وہ المرزنجوش ہے جب آپ کی خدمت میں مرزنجوش لایا جاتا تو آپ اسے سونگھتے اسے پسند فرماتے۔ فرمایا:"میں نے اسے عرش الٰہی کے اردگرد دیکھا ہے۔"

انہوں نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن دینار کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں احمد بن محمد بن غالب غلام خلیل ہے جو وہ احادیث وضع کرنے میں معروف تھا۔ اس نے اس کا اعتراف بھی کیا تھا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں میں میرے پاس پھول لے کر تشریف لائے۔" جب میں نے انہیں اپنی ناک کے قریب کیا تو آپ نے فرمایا" یہ پھولوں کا سردار ہے" ابن ضحاک نے اس روایت کو قاسم بن اصبغ کی سند سے لکھا ہے۔ انہوں نے کہا:"ہمیں محمد بن غالب نے انہیں محمد بن یزید الازدی نے انہیں محمد بن موسیٰ بصری نے اور انہیں حاتم بن عبیداللہ الادمی نے اور انہوں نے کہا ہے" مجھے یحییٰ بن عبداللہ بن اسحاق نے اپنے باپ اور دادا حضرت حسن سے یہ روایت بیان کی ہے۔"

❷ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:"میرے لیے تمہاری دنیا میں سے تین اشیاء پسندیدہ بنادی گئی ہیں۔ اس روایت کے سیاق سے علم ہوتا ہے کہ متاع دنیا میں سے جو کچھ آپ کو ملا تھا

اس کی تفصیل بیان کرنا۔ جیسے کہ دوسری روایت میں ہے" تمہاری اس دنیا سے ہمیں عورتیں ہی ملی ہیں۔ متاع دنیا میں سے جو افضل چیز تھی اسے آپ کے ہاں پسندیدہ بنا دیا گیا تھا۔ وہ عورت ہے۔ جیسے کہ دوسری روایت میں فرمایا "دنیا متاع ہے اور اس کا بہترین سامان پاکباز عورت ہے" آپ نے مناسب سمجھا کہ اس کے ساتھ امور دینیہ میں سے افضل امر کو ملا دیں۔ وہ نماز ہے۔ یہ ایمان کے بعد عبادات میں سے افضل ہے۔ یہ حدیث پاک امور دین اور امور دینا میں سے افضل کو جمع کرنے کے اعتبار سے بلاغت کے اسلوب پر ہے۔ اسی میں چیز کو اس کی مثال کے ساتھ ملانا ہے۔ دین کے امر کو ایسی عبارت سے تعبیر کیا ہے۔ جو دنیا کے امور کو تعبیر کرنے والی عبارت سے زیادہ بلیغ ہے۔ امر دنیا کو صرف اظہار محبت کے ساتھ مختص کیا اور دین کے امر کے بارے فرمایا: "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنا دیا گیا" آنکھوں کی ٹھنڈک میں محبت کی وہ عظمت ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

خضاب لگانا

اس باب میں دو انواع ہیں۔

❶ آپ خضاب استعمال فرماتے تھے

امام احمد نے حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ حناء اور کتم کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔ امام نسائی کے الفاظ میں ہے "میں اور میرے والد گرامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی داڑھی مبارک پر حناء لگا رکھی تھی" دوسرے الفاظ میں ہے "آپ نے اپنی داڑھی کو زرد رنگت لگا رکھی تھی۔"

یعقوب بن سفیان اور امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے دو سبز چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ آپ کے بال سفید تھے۔ آپ نے حناء سے سرخ کیا ہوا تھا۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی زیارت کی آپ نے بالوں کو زرد خضاب لگا رکھا تھا" یعقوب بن سفیان نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ ورس کے ساتھ اپنی ریش مبارک کو خضاب لگاتے تھے۔

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عثمان بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "مجھے میرے اہل خانہ نے پانی کا پیالہ دے کر حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیجا۔ وہ چاندی کی ڈبیہ لے کر آئیں جس میں آپ کے کچھ بال مبارک تھے۔ جب کسی انسان کو نظر لگتی یا کوئی مرض آلیتا تو ہم برتن دے کر کسی شخص کو ان کی خدمت میں بھیجتے۔ وہ اس ڈبیہ کو ہلا کر اس سے پانی عطا فرماتیں تو وہ شخص پی لیتا۔ رب تعالیٰ اسے شفاء یاب کرتا۔ میں نے اس ڈبیہ میں دیکھا تو اس میں سرخ بال تھے۔"

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے منحر کے پاس آپ کی زیارت کی۔ آپ کے ساتھ قریش کا ایک شخص تھا۔ وہ گوشت تقسیم کر رہا تھا۔ انہیں اور ان کے ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ آپ نے اپنے گیسو پاک کٹوائے۔ بال مبارک کپڑے میں ڈالے اور اس شخص کو عطا فرما دیے۔ اس نے انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے ناخن پاک ترشوائے وہ بھی اپنے ساتھی کو عطا فرما دیے۔ وہ بال مبارک ہمارے پاس بھی تھے وہ حناء اور کتم سے رنگے

ہوئے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ان سے عرض کی گئی" کیا حضور اکرم ﷺ خضاب استعمال فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا" ہاں! الطبرانی کی روایت میں ہے" آپ کی کنپٹی کے بال حناء سے رنگے ہوتے تھے۔"

امام مسلم، امام بخاری اور ابویعلیٰ نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا" ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا" کیا حضور اکرم ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا" ہاں! حناء اور کتم سے" دوسرے الفاظ میں ہے" آپ کے تھوڑے سے بال ہی سفید تھے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما حناء اور کتم کا خضاب استعمال کرتے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" آپ کی داڑھی مبارک کے کچھ بال سفید تھے آپ انہیں حناء اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔"

امام احمد، ابن سعد، ابن ماجہ اور امام ترمذی نے شمائل میں حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے ہمارے لیے ایک ڈبیہ نکالی جس میں آپ کے موئے مبارک تھے۔جنہیں حناء یا حناء اور کتم کا خضاب لگایا گیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا" آپ کے بال مبارک گھنے تھے جن میں حناء کے ساتھ رنگنے کا نشان تھا۔"

امام نسائی اور ابن عساکر نے حضرت عبید بن جریج سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا جو اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگ رہے تھے۔میں نے اس کے بارے ان سے عرض کی تو انہوں نے کہا" میں نے آپ کو دیکھا۔آپ بھی اپنی ریش مبارک کو اسی رنگ سے رنگ رہے تھے۔"

اس روایت کو امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ملک کی سند سے روایت کیا ہے اس میں ہے:" میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم زرد خضاب استعمال کر رہے ہو؟" حضرت ابن عمر نے فرمایا:" میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اس رنگ کا خضاب استعمال فرما رہے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ خلوق سے خضاب لگا رہے تھے۔انہوں نے فرمایا" آپ زرد رنگت کا خضاب داڑھی مبارک کو لگاتے تھے۔"

انہوں نے عبدالرحمان ثمالی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا" آپ بیری کے پانی سے اپنی داڑھی مبارک کی رنگت تبدیل کر لیتے تھے اور آپ حکم فرماتے کہ عجمیوں کی مخالفت کرتے ہوئے بالوں کی رنگت کو تبدیل کیا کرو۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (ابوتوبہ، بشیر بن عبداللہ کے علاوہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ارادہ فرماتے کہ آپ خضاب استعمال کریں آپ کچھ تیل لیتے۔ زعفران لیتے۔ انہیں آپ ہاتھوں پر پھیلا لیتے پھر اپنی ریش مبارک پر مل لیتے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سبتیہ نعلین پاک پہنتے تھے زعفران اور اس کے ساتھ اپنے ریش مبارک کو خضاب لگاتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

امام نسائی نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ خلوق کے ذریعے اپنی داڑھی کو خضاب لگا رہے تھے۔ ان سے عرض کی گئی "ابوعبدالرحمان! آپ اپنی داڑھی کو خلوق سے رنگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اس کے ساتھ مبارک داڑھی کو خضاب لگا رہے تھے۔ کوئی رنگ آپ کو اس رنگ سے پسندیدہ نہ تھا۔ آپ سارے کپڑوں کو اسی رنگ سے رنگا کرتے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت عبید بن جریج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ وہ اپنی داڑھی کو زرد خضاب لگا رہے تھے۔ میں نے اس کے بارے عرض کی تو فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اپنی ریش مبارک کو اسی رنگ کا خضاب لگا رہے تھے۔"

ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے بال سفید تھے آپ نے انہیں حناء کا خضاب لگا رکھا تھا۔

۲ آپ خضاب استعمال نہ فرماتے تھے

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خضاب استعمال نہ فرماتے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن ھمام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی "ابوداؤد! حضور اکرم ﷺ کس چیز سے خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "میرے بھتیجے! آپ بڑھاپے کی اس حد تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کو خضاب کی ضرورت ہوتی۔ آپ کے چند بال سفید تھے۔ آپ انہیں حناء اور بیری کے پتوں سے دھو لیتے تھے۔"

ضعیف سند سے حضرت بشر مولی رقاشیین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "کیا حضور اکرم ﷺ خضاب استعمال فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "نہیں! آپ کے سفید بال اتنے زیادہ نہ تھے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی آپ کی مبارک ٹھوڑی اور پیشانی کے چند بال سفید تھے۔ اگر ہم انہیں گننا چاہتے تو گن لیتے تھے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک میں چند بال سفید تھے۔ آپ نے تھوڑا ہی بڑھاپا دیکھا تھا۔ اگر میں چاہتا تو ان سفید بالوں کو گن سکتا تھا جو آپ کے سر اقدس میں تھے۔ آپ نے خضاب استعمال نہیں

کیا تھا۔آپ کی ٹھوڑی مبارک،کنپٹیوں میں اور سر میں کچھ بال سفید تھے۔"

تنبیہات

1. شیخ عبدالجلیل قصری نے لکھا ہے" آپ نے خضاب اس لیے استعمال کیا کیونکہ عورتیں بڑھاپے کو ناپسند کرتی ہیں جس نے آپ کی کسی چیز کو ناپسند کیا اس نے کفر کیا"

2. علماء کرام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا آپ نے خضاب استعمال کیا یا نہیں۔قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اکثر علماء کرام کا موقف ہے اور امام مالک کا بھی یہی مؤقف ہے کہ آپ نے خضاب استعمال نہیں کیا تھا۔امام نووی نے لکھا ہے کہ پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ کسی وقت آپ نے خضاب استعمال فرمالیا مگر اکثر اوقات اسے ترک فرمایا۔جس نے جو حالت دیکھی اسے وہی بتادی۔وہ سچا ہے یہ تاویل متعین کی طرح ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت صحیحین میں ہے۔اسے نہ ترک کرنا ممکن ہے نہ اس کی تاویل ہوسکتی ہے۔"الحافظ نے لکھا ہے" حضرت ابورمثہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کو اور حضرت انس سے مروی روایات کو اسی طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو سفید بالوں کے غلبہ پر محمول کیا جائے۔حتیٰ کہ آپ کو خضاب کی ضرورت ہوئی۔لیکن اتفاق یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو خضاب لگاتے دیکھا تھا جس نے خضاب کو ثابت کیا ہے تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اس کے جواز کے ارادہ سے اس طرح کیا اس پر ہمیشگی اختیار نہیں کی۔البتہ جو روایت امام حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا" رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفیدی سے عیب دار نہیں کیا تھا" اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ کے ان سفید بالوں نے آپ کے حسن و جمال میں تبدیلی نہیں کی تھی۔حضرت انس کے انکار کا امام احمد نے انکار کیا ہے انہوں نے حضرت ابن عمر کی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔امام مالک نے خضاب کے انکار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے اور مخالف روایات کی تاویل کی ہے۔میں کہتا ہوں"اس تاویل میں بعد ہے۔"

چوتھا باب

کنگھی، آئینہ اور سرمہ استعمال فرمانا

الطبرانی اور امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" پانچ اشیاء کو آپ نے سفر وحضر میں ترک نہ کیا تھا۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل اور مسواک۔"

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں آپ کے سامان سفر میں یہ چیز رکھتی تھی" تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک۔"

ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب آپ رات کو بستر پر استراحت فرما ہوتے تو مسواک کرتے، وضو کرتے اور کنگھی کرتے" ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ سر اقدس اور داڑھی مبارک کو پانی لگا کر سلجھاتے تھے۔"

انہوں نے صحیح یا حسن سند سے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی کنگھی فرماتے تھے۔

ابن عدی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" تین اشیاء مسجد نبوی سے جدا نہ ہوتی تھیں۔ مسواک۔ کبھی کبھی آئینہ میں دیکھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی مبارک ریش کو سلجھاتے اور اس کا حکم دیتے تھے۔"

خطیب نے جامع میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنگھی سے اپنی ریش مبارک سلجھاتے تھے۔

امام بیہقی اور قاسم بن ثابت نے حضرت سھل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اس وقت آپ کے دستِ اقدس میں کنگھی تھی۔ آپ اس سے کنگھی فرما رہے تھے۔

ابن سعد نے حضرت خالد بن معدان سے مرسل روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ کے لیے ہاتھی دانت کی کنگھی تھی آپ اس سے کنگھی کرتے تھے۔ آپ کے زادِ راہ میں کنگھی، آئینہ، تیل، مسواک اور سرمہ ہوتا تھا۔"

ابوالحسن بلاذری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" آپ ہر روز پانی لگا کر داڑھی مبارک کو سلجھاتے تھے۔"

ابن سعد نے ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہاتھی دانت کی کنگھی تھی۔ جس سے آپ کنگھی فرماتے تھے۔" بزار نے حضرت انس سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے ہاشم بن قاسم کے) ابویعلیٰ اور الطبرانی نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آئینہ میں دیکھتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے:

الحمد للہ الذی حسن خلقی و خلقی و زان منی شان من غیری۔

ابن ضحاک نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم حسنت خلقی و فحسن خلقی و وسع علی فی رزقی۔

ابن عدی اور خرائطی نے حضرت ام سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ جب بھی سفر فرماتے تو سرمہ دانی اور آئینہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا"۔

ابو شیخ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" سات اشیاء سفر و حضر میں آپ سے جدا نہ ہوتی تھیں۔ (۱) شیشہ، (۲) کنگھی، (۳) سرمہ دانی، (۴) قینچی، (۵) مسواک، (۶) کھرپا، (۷) تیل۔ حسن بن علوان نے کہا ہے" میں نے ہشام منذری سے کہا" مجھے میرے والد گرامی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے گیسو پاک کانوں کی لو تک تھے۔ آپ انہیں کنگھی سے حرکت دیتے تھے۔

ابن ضحاک نے حضرت خالد بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے سرمہ دانی اور آئینہ تھا"۔

شیخان نے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ایک شخص نے آپ کے حجرہ مقدسہ میں جھانکا آپ کے پاس کنگھا تھا جس سے سر اقدس کو سلجھا رہے تھے آپ نے فرمایا" اگر مجھے علم ہو جاتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں اس کنگھے کے ساتھ تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔ نظر والوں کے لیے اجازت طلب کرنا مقرر کیا گیا ہے"۔

ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب حضور اکرم ﷺ آئینہ میں اپنا چہرہ انور دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

الحمد للہ الذی سوّی خلقی فعدلہ و کرّم صورۃ وجھی و حسنھا و جعلنی من المسلمین۔

ابو شیخ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں آپ کے لیے آپ کے غزوات کے سفر میں سامان تیار کرتی تھی۔ میں اس میں تیل، کنگھی، آئینہ، دو قینچیاں، سرمہ دانی اور مسواک رکھتی تھی"۔

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ داڑھی مبارک کو تیل لگاتے تھے تو آغاز ٹھوڑی مبارک سے کرتے تھے"۔

ابن ابی شیبہ اور امام نسائی نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سر اقدس کے اگلے حصے سے آغاز کرتے تھے۔ جب بال مبارک بکھر جاتے تو تیل لگاتے اور کنگھی فرما لیتے"۔

ابو الحسن حنفی اور ابن ضحاک نے جید سند سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے سیاہ سرمہ

تھا۔ جب آپ بستر پر آرام فرما ہونے لگتے تو ایک آنکھ میں تین اور دوسری میں تین سلائیاں ڈال لیتے تھے" امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ سوتے وقت ہر ہر چشم مبارک میں تین تین سلائیاں ڈال لیتے تھے۔"

ابن ضحاک نے جید سند سے عمران بن ابی انس سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں چشم مبارک میں تین اور بائیں چشم مبارک میں بھی تین تین سلائیاں ڈال لیتے تھے۔"

ابن عدی نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ہم نے حضرت انس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرمہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا" آپ دائیں چشم اقدس میں دو، بائیں میں تین اور ایک سلائی ان دونوں میں ڈال لیتے تھے۔"

تنبیہ

شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ قراء کے نزدیک ٹھوڑی کو سلجھانے کو کسی چیز نے رد نہیں کیا۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

مونچھیں اور ناخن کاٹنا، داڑھی مبارک کے بال لینا اور سر اقدس کے بالوں کی کیفیت

امام احمد، امام ترمذی نے انہوں نے اسے حسن کہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مونچھیں کاٹتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی مونچھیں کاٹ لیتے تھے۔"

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ام عیاش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مونچھیں کاٹتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہما سے ضعیف سند سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "انہوں نے آپ کی زیارت کی اس وقت آپ مونچھیں ترشوار ہے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کی زیارت کی اس وقت آپ اپنی مونچھیں ترشوار ہے تھے" عبدالرحمان بن زیاد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اطراف سے اپنی مونچھیں ترشواد یتے تھے" امام بیہقی نے ابوجعفر سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کو پسند تھا کہ آپ جمعۃ المبارک کے روز اپنے ناخن کاٹیں اور مونچھیں ترشوائیں۔" انہوں نے الشعب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مجوسی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا جس نے مونچھیں اور داڑھی منڈوا رکھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا "تمہیں یہ کس نے حکم دیا ہے؟ اس نے عرض کی "میرے باپ نے" آپ نے فرمایا "میرے والد گرامی نے تو مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی مونچھیں ترشواؤں اور ریش مبارک کو بڑھاؤں۔"

ابویعلیٰ اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کو طول اور عرض سے کاٹ کر برابر کرتے تھے۔ امام ترمذی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن وہاں "برابر" کا لفظ نہیں۔ انہوں نے لکھا ہے "یہ روایت غریب ہے۔ میں نے محمد سے سنا ہے۔ وہ اسی طرح کہہ رہے تھے۔

ابن ضحاک نے حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ روز جمعۃ المبارک کو اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹتے تھے۔"

بزار اور الطبرانی اور ابن قانع نے سھل بن مسرح الاشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا وہ اپنے ناخن کاٹ رہے تھے اور انہیں دفن کر رہے تھے" انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اسی طرح کر رہے تھے۔"

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" پانچ اشیاء فطرت میں سے ہیں" (۱) ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بال صاف کرنا، (۳) مونچھیں کاٹنا، (۴) ناخن کاٹنا، (۵) زیر بغل بال صاف کرنا۔"

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کرایا، بڑھاپا دیکھا، مونچھیں کاٹیں، ناخن کاٹے اور زیر ناف بال صاف کیے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن کاٹنے اور زیر بغل بال صاف کرنے کی مدت چالیس روز مقرر کی گئی کہ ہم چالیس روز سے زیادہ مدت تک انہیں نہ چھوڑیں۔"

امام احمد، شیخان، امام ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گیسوئے پاک لٹکاتے تھے۔ مشرکین بالوں کی مانگ نکالتے تھے۔ اہل کتاب بھی اپنے بال لٹکاتے تھے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طلعت زیبا پر بال لٹکاتے رہے۔ جتنی دیر اللہ رب العزت نے چاہا پھر مانگ نکال لی۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے آپ کی زیارت کی۔ نائی آپ کے بال مونڈھ رہا تھا۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد گھوم رہے تھے وہ ارادہ کیے ہوئے تھے کہ ہر ہر بال کسی شخص کے ہاتھ پر ہی گرے۔"

زاد المعاد میں ہے" آپ یا تو سارے بال مبارک چھوڑ دیتے تھے یا ساروں کا حلق کرواتے تھے۔ بعض کو چھوڑتے اور بعض کا حلق نہ کرواتے تھے" آپ نے صرف حج یا عمرہ میں ہی حلق کرایا" آپ نے ہجرت کے بعد چار بار اپنے سر اقدس کا حلقہ کرایا۔ جیسے کہ حافظ ابوالخیر سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے (۱) حدیبیہ کے وقت، (۲) عمرۃ القضاء کے وقت اس وقت حضرت خراش بن امیہ نے بال کاٹنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ ابن عبدالبر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ حضرت خراش نے غزوہ حدیبیہ میں آپ کا حلق کیا تھا۔

ابن سکن نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے عمرۃ القضاء میں المروہ کے پاس آپ کا حلق کیا تھا، (۳) غزوہ جعرانہ میں۔ امام حاکم نے الاکلیل میں لکھا ہے کہ اس وقت ابوالھند الحجام نے آپ کا حلق کیا تھا۔ یہ بنو بیاضہ کے غلام تھے۔ (۴) حجۃ الوداع کے وقت۔ اس وقت معمر بن عبداللہ العدوی رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کی تھی۔

امام احمد اور امام الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا" جب منیٰ میں آپ نے اپنی قربانی ذبح کی تو مجھے حکم دیا کہ میں آپ کا حلق کروں۔ میں نے استرا پکڑا اور آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے کی طرف دیکھا فرمایا" معمر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے لیے یہ ممکن بنایا ہے تم آپ کے کانوں کے پاس ہاتھ میں استرا لیے کھڑے ہو" میں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بخدا! یہ مجھ پر رب تعالیٰ کا احسان ہے" فرمایا" اذا تقر ذالك" پھر میں نے آپ کے سر اقدس کا حلق کیا۔" اِذا تَقِرّ ذَالِكَ" کا مفہوم یہ ہے کہ تم عنقریب اپنی اس معرفت کا نتیجہ

دیکھو لوگے کہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام ہے۔"

یہ ایک نسخہ میں اسی طرح ہے"إذا اقرد ذالك "یعنی پھر میں تمہارے لیے خاموش رہوں گا حتیٰ کہ تم میرا حلق کرلو۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر اقدس کا حلق کرایا۔سب سے پہلے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے موئے مبارک لیے۔امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی دائیں سمت نائی کے آگے کی۔اس نے اس طرف سے آپ کا حلق کیا۔حضرت ابوطلحہ حاضر خدمت ہوئے۔آپ نے بال مبارک انہیں عطا فرما دیے۔پھر بائیں سمت نائی کے سامنے کر دی فرمایا"حلق کرو"اس نے آپ کا حلق کیا آپ نے بال حضرت ابوطلحہ کو عطا کر دیے فرمایا"انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔"

تنبیہات

۱. الحافظ بن بشکوال نے اپنی کتاب مبہمات میں لکھا ہے کہ حضرت خراش بن امیہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا حلق کیا۔امام بخاری نے اپنی تاریخ الکبیر میں اسی طرح لکھا ہے۔جبکہ ابوالفضل بن طاہر نے"مبہمات" میں لکھا ہے کہ وہ حضرت معمر بن عبداللہ بن تھے۔""امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے"صحیح اور مشہور قول یہی ہے۔ان گنت لوگوں نے اسی طرح کہا ہے۔"

۲. الطیبی نے لکھا ہے کہ آپ کے ان دونوں فرامین"آپ اپنی مبارک ریش کو اطراف سے کاٹ لیتے تھے"اور "ڈاڑھیاں بڑھاؤ"یعنی ڈاڑھی منڈوانا عجمیوں کا فعل ہے۔لیکن اسے اطراف سے کاٹ لینا منڈھوانے کے زمرہ میں نہیں آتا۔

❀❀❀❀

چھٹا باب

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی سعادت

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔یہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور سر اقدس میں جوئیں تلاش کیں۔"

❀❀❀❀

ساتواں باب

چونا استعمال فرمانا

ابن سعد اور ابن ماجہ نے دو اسناد سے (ابن کثیر نے لکھا ہے یہ دونوں اسناد جید ہیں) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ چونا استعمال فرماتے تو اپنی شرم گاہ سے آغاز کرتے" اس روایت کو امام عبدالرزاق نے نووی کی سند سے مرسل روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ اسے خرائطی نے مساوی الاخلاق میں ایک سند سے روایت کیا ہے۔

خرائطی نے سلیمان بن ناسرۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے محمد بن زیادہ الھانی کو سنا انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ میرے پڑوسی تھے وہ حمام میں جاتے تھے میں نے عرض کی" آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ حمام میں جاتے ہیں" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حمام میں تشریف لے جاتے تھے اور چونا استعمال کرتے تھے" اس روایت کو یعقوب بن سفیان نے ان سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ نے خیبر فتح کیا تو میں نے آپ کے لیے دسترخوان بچھایا آپ نے متمکن ہو کر تناول فرمایا پھر آپ نے مالش فرمائی جب دھوپ آگئی تو آپ سائبان کے نیچے تشریف لے گئے۔"

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ھیثم اور شریک سے حضرت ابی سے روایت کیا ہے۔ ابن منصور نے مکحول سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب فتح خیبر ہوئی تو آپ نے کھانا تناول فرمایا آپ نے چونے کی مالش کی ہوئی تھی۔

ابو داؤد نے مراسیل میں ابو معشر اور زیاد بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ کو چونا کی مالش کی۔ جب آپ کی شرم گاہ تک پہنچا تو وہ رک گیا آپ نے خود مالش کی۔ ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ماہ چونا استعمال کرتے تھے اور ہر پندرہ روز کے بعد ناخن کاٹتے تھے۔"

تنبیہات

1. اس روایت کا اس روایت کے ساتھ تعارض نہیں جسے ابن شیبہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما چونا استعمال نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت حسن کی مراسیل میں گفتگو کی گئی ہے۔ ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور نہ ہی سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چونا استعمال کیا" یہ

دونوں روایات منقطع ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونا استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب بال زیادہ ہو جاتے تو استرا استعمال فرماتے تھے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں گفتگو اسی طرح ہے جس طرح خضاب میں ہے یعنی آپ نے ایک بار یہ اور دوسری بار یہ استعمال فرمایا اور اکثر اوقات استرا ہی استعمال فرمایا" امام بیہقی نے لکھا ہے: (۱) مسلم ملائی ضعیف راوی ہے۔ (۲) یہ روایت سابقہ روایات کے معارض ہے جو سند میں اس سے قوی اور تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں۔ (۳) وہ مسئلہ کا اس جگہ اثبات کر رہی ہیں، قاعدہ اصولیہ یہ ہے کہ تعارض کے وقت مثبت کو منفی سے مقدم کیا جائے گا۔ (۴) یہ روایات امھات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے ہیں، اس امر کی زیادہ مستحق وہی ہیں۔ یہ امر خلوت میں ہی ہوتا ہے لوگوں کے سامنے نہیں ہوتا۔ یہ ساری وجوہ ترجیح کی ہیں۔ یہ پانچ جواب ہیں۔ (۵) حضرت قتادہ کی روایت کے مطابق آپ کبھی چونا استعمال فرماتے تھے اور کبھی استرا استعمال فرماتے تھے لیکن چونا استعمال نہیں فرماتے تھے۔

- ۲ خرائطی نے مساوی الاخلاق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو۔ جھوٹ نہ بولو بخدا! کبھی کسی نبی نے چونا استعمال نہیں کیا" ابن اثیر اور صاحب قاموس وغیرہ نے لکھا ہے کہ "الحصیٰ" کا معنی کسی کا خواہشات کی طرف میلان رکھنا ہے طُلّی کا معنی گردنیں ہے۔ ان کا واحد طلاۃ کہا جاتا ہے "اطلی الرجل اطلاء" جب اس کی گردن کسی ایک طرف جھک جائے۔" یہ اختلاف لغت اور غریب کے آئمہ کے مابین ہے۔ اس ضمن میں روایات اور احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ہم نے جان بوجھ کر اختصار کی خاطر ان سے اعراض کیا ہے۔
- ۳ الشیخ نے اپنے فتاویٰ میں، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن عدی نے الکامل میں اور الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جن کے لیے سب سے پہلے چونا بنایا گیا اور جو سب سے پہلے حمام میں داخل ہوئے وہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام تھے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قصہ بلقیس میں ہے "جب بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جا۔ اس نے محل دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو وہاں بال تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "استرا کے ساتھ کتنے بال ختم ہوں گے اس کا اثر بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ شیاطین نے چونا بنا دیا بلقیس کے لیے سب سے پہلے چونا بنایا گیا۔"

سعد بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن شداد سے اور کئی اسناد سے حضرت مجاہد سے مروی ہے ابن ابی حاتم نے اس داستان میں سُدی سے روایت کیا ہے کہ شیاطین نے ان کے لیے سیپیوں سے چونا بنایا۔ انہوں نے اسے ملا تو بال ختم ہو گئے۔

آپ کے کاشانۂ اقدس کا سامان

بابِ اول

چار پائی اور کرسی

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے مبارک بن فضالہ، ایک گروہ نے اسے ضعیف اور دوسرے نے اسے ثقہ قرار دیا ہے) امام بخاری نے الادب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ اس چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ جسے کھردرے بان سے بنایا گیا تھا۔ سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا۔ جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی جلد اطہر اور چار پائی کے مابین (بعض اوقات) کپڑا بھی نہیں ہوتا تھا۔"

الطبرانی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک چار پائی تھی جسے البردی (بڑی گھاس کے ریشوں) سے بنایا گیا تھا۔ اس پر سیاہ چادر ہوتی تھی۔"

ابن ضحاک نے محمد بن مہاجر سے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار پائی، عصا، پیالہ، بڑا پیالہ، تکیہ جس میں کھجور کے پتے تھے ایک چادر اور ایک کجاوہ تھا جب قریش کے افراد ان کے ہاں آتے تو وہ فرماتے "یہ اس ہستی پاک کی میراث ہے جس کے ذریعے رب تعالیٰ نے تمہیں رفعتیں بخشیں۔ تمہیں عزت سے سرفراز کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار پائی کے وسط میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے اور قبلہ کے مابین لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے اٹھنا پسند نہ کیا۔ میں آپ کے سامنے آئی اور چپکے سے نکل گئی۔"

امام احمد، امام مسلم اور ابن جوزی نے ادب میں۔ اور حارث بن ابی اسامہ نے رفاعہ العدوی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کرسی پیش کی گئی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ امام

احمد نے اضافہ کیا ہے کہ حمید نے لکھا ہے" وہ سیاہ لکڑی کے پائے تھے حضرت ابو رفاعہ نے انہیں لوہے کا سمجھ لیا" آپ اسی پہ تشریف فرما ہو گئے اور مجھے وہ علم سکھانے لگے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

علامہ بلاذری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" قریش مکہ میں تھے۔ انہیں چار پائیوں پر سونا پسند تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا "ابو ایوب! کیا تمہارے ہاں چار پائی نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی" نہیں! بخدا! یہ بات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں ایک چار پائی پیش کی۔ جس کی کڑیاں تھیں اس کے پائے ساگوان کے تھے۔ آپ اسی پر آرام فرما ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اسی پر ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ لوگوں نے حصول برکت کے لیے چاہا کہ اسی پر اپنے مردوں کو اٹھایا کریں گے۔ حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اسی پر اٹھایا گیا۔

ابو شیخ نے عمر بن مہاجر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم ﷺ کے کاشانہ اقدس کا سامان حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا۔ انہوں نے اسے ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا وہ اسے ہر روز دیکھتے تھے جب ان کے ہاں وفود آتے وہ انہیں اس کمرہ میں لے جاتے تا کہ وہ اس سامان کو دیکھیں وہ کہتے" یہ اس ذات بابرکات کا سامان ہے جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرفرازیاں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں" اس سامان میں ایک چار پائی تھی جسے کھردرے پٹھے سے بنایا گیا تھا۔ چمڑے کی گدی تھی جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک پیالہ ایک بڑا پیالہ۔ صوف کا ایک ٹکڑا۔ چکی۔ ترکش جس میں تیر تھے۔ اس کپڑے میں آپ کے سر اقدس کے پسینے کے قطرات تھے۔ ایک شخص بیمار ہو گیا اس وفد نے عرض کی کہ اس کپڑے کا کچھ حصہ دھو کر اسے پلایا جائے وہ راضی ہو گئے جب وہ دھون اسے پلایا گیا تو وہ فوراً شفاء یاب ہو گیا۔

تنبیہ

امام واقدی نے لکھا ہے ہمارے مدینہ طیبہ کے ساتھیوں میں اس امر پر اتفاق ہے کسی کا اختلاف نہیں کہ اس چار پائی کو عبد اللہ بن اسحاق الاسحانی (یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موالی تھے) نے چار ہزار درہم کے عوض خرید لیا تھا۔

❀❀❀❀

دوسرا باب

آپ کی چٹائی، بستر، لحاف، رومال، بچھونا اور چمڑے کا ٹکڑا

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک چٹائی مخصوص تھی۔ رات کے وقت وہی آپ کے لیے بچھائی جاتی تھی۔ آپ اسی پر نماز ادا کرتے تھے دن کے وقت اسے بچھا دیا جاتا تھا آپ اسی پر تشریف رکھتے تھے۔''

ابن المبارک نے الزھد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما ہو گئے۔ چٹائی کے نشانات جلد المطہر پر پڑ گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو میں اسے ملنے لگا۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس چٹائی پر آرام کرنے سے قبل ہمیں بتا کیوں نہ دیا۔ تاکہ ہم آپ کے نیچے کوئی کپڑا بچھا دیتے جو آپ کو اس سے بچا سکتا'' آپ نے فرمایا ''میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میں تو صرف اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سایہ میں آرام کرے پھر اسے چھوڑ کر آگے چلا جائے گا''۔

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ چٹائی پر آرام فرما تھے جس کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑ چکے تھے۔ انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ کاش آپ بستر بچھا لیتے جو آپ کو اس سے بچا لیتا۔ آپ نے فرمایا ''میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی طرح ہے جو گرم دن میں عازمِ سفر ہو وہ کچھ دیر کے لیے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرلے پھر اسے چھوڑ کر آگے چلا جائے۔''

سعید بن منصور نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ کا بستر موٹا اور پرانا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے لیے ایک اور بستر بچھا دوں تاکہ وہ آپ کے لیے کچھ آرام دہ ہو میں نے اس پر ایک اور بستر آپ کے لیے بچھا دیا آپ تشریف لائے تو فرمایا ''عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ آپ کا بستر پرانا ہو گیا ہے میں نے اس پر ایک اور بستر بچھا دیا تاکہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو'' آپ نے فرمایا ''دوسرا بستر دور کر دو۔ بخدا! میں اس پر نہ بیٹھوں گا حتیٰ کہ تم اسے اٹھا لو'' انہوں نے فرمایا ''میں نے دوسرا بستر جو اوپر بچھایا تھا اسے اٹھا دیا۔''

ابوبکر بزار نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے جب بھی آپ کا بستر دیکھا تو میں رو پڑی۔ وہ صرف چمڑے کا بستر تھا جس پر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔''

امام مسلم اور ابو مسلم الکجی نے اور امام برقانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ کا وہ بستر جس پر آپ آرام فرما ہوتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔"

ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں" آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔"

ابن سعد، ابو شیخ اور حسن بن عرفہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میرے پاس ایک انصاری خاتون آئی۔ اس نے آپ کا بستر دیکھا جو دوہری کی گئی ایک چادر تھی۔ وہ گئی اس نے ایسا بستر بھیجا جس میں صوف بھری ہوئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے پوچھا" عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی" فلاں انصاریہ خاتون میرے پاس آئی۔ اس نے آپ کا بستر دیکھا۔ وہ گئی اور اس نے یہ بستر بھیج دیا" آپ نے فرمایا" اسے واپس کر دو" میں نے اسے واپس نہ کیا۔ مجھے پسند تھا کہ وہ میرے حجرہ مقدسہ میں رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے مجھے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ نے فرمایا" عائشہ! اسے واپس کر دو۔ بخدا! اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے بن کر چلیں" انہوں نے فرمایا" میں نے اسے واپس کر دیا۔"

ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی سرد دن میں ضروری کام کے لیے بھیجا۔ میں آیا۔ آپ کسی زوجہ کریمہ کے ہمراہ تھے۔ آپ لحاف میں تھے۔ آپ نے مجھے لحاف میں داخل کر لیا۔

ابو قلابہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض آل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر اسی طرح تھا جیسے کسی کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔ مسجد اقدس آپ کے سر اقدس کی طرف تھی۔ ابو بشر الدولابی اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ کا وہ بستر جس پر آپ آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔" ابو بشر دولابی اور ابو شیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بوسیدہ کجاوے اور کپڑے پر حج کیا جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہ تھی آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے ایسا حج بنا دے جس میں نہ ریا ہو اور نہ ہی حصول شہرت کی تمنا ہو۔"

ابو نعیم نے حضرت ابو ذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم بیٹھے ہوئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے ایک ایسا شخص آیا جس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا جس سے خوشبو بہت ہی عمدہ آ رہی تھی۔ اس نے بہت صاف کپڑے پہن رکھے تھے گویا کہ وہ کبھی گندے ہوئے ہی نہ ہوں حتیٰ کہ وہ چٹائی کی ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "السلام علیك یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمڑے کے ٹکڑے پر لیٹ گئے آپ کو پسینہ آیا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور وہ پسینہ ایک شیشی میں جمع کرنے لگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو پوچھا" ام سلیم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی" میں آپ کے پسینہ کو اپنی خوشبو میں ملالوں گی" آپ مسکرانے لگے۔

انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "بنو مراد میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جسے صفوان بن عسا کر کہا جاتا تھا۔ اس وقت آپ سرخ کمبل پر مسجد میں تشریف فرما تھے"۔

ابن ابی شیبہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ کا وہ تکیہ جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے"۔

ابو بکر ابن ابی خیثمہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔۔۔۔ آپ میرے ہمراہ اٹھے حتیٰ کہ کاشانہ اقدس میں آ گئے خادمہ نے تکیہ پیش کیا آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق کے ہاں گئے اس وقت تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیا۔ انہوں نے فرمایا" اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا" ابوعبداللہ! جو حدیث پاک یاد آئی ہے وہ ہمیں بھی سنائیں" انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ اس وقت تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر جلوہ افروز تھے آپ نے اسے میری طرف پھینک دیا۔ پھر فرمایا" سلمان! جو مسلمان بھی اپنے مسلمان بھائی سے ملنے کے لیے جاتا ہے وہ اس کی تکریم کرتے ہوئے اسے تکیہ دیتا ہے رب تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے"۔

عبد بن حمید وغیرہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی" انہوں نے فرمایا" میں اندر حاضر ہوا۔ آپ چمڑے کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے سر اقدس کے نیچے تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ کے سر اقدس کے اوپر چمڑے کا غلاف ٹوپی تھا۔

امام احمد نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ تکیے کی ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے" ان ہی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا میں نے آپ کو دیکھا آپ کے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے سر اقدس کے نیچے تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے"

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ چٹائی پر آرام فرما تھے جس کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑ چکے تھے سر اقدس کے نیچے تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے تھے۔

ابوالشیخ نے حضرت ربیع بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا" مجھے اس نرم ترین بستر کے بارے بتائیں جسے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھایا ہو" انہوں نے فرمایا" ہمارے

پاس اس دستر خوان کی چادر تھی جو ہمیں غزوہ خیبر میں ملی تھی۔ میں ہر شب آپ کے لیے اس کو بچھاتی تھی۔ آپ اسی پر آرام فرما ہوتے تھے ایک شب میں نے اسے دھرا کر کے بچھا دیا وقت صبح فرمایا آج بستر کیسا تھا؟ میں نے عرض کی' وہی جو ہر رات آپ کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ مگر آج رات میں نے اسے دھرا کر دیا تھا۔' آپ نے فرمایا" اسے پہلی حالت پر لوٹا دو اس نے آج رات مجھے نماز سے روک دیا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے۔

امام ترمذی نے حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا" میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا" آپ کے حجرہ مقدسہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا" چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے" میں نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا" بالوں کا بنا ہوا کمبل ہوتا تھا۔ جسے میں دو تہوں میں بچھاتی تھی۔ آپ اسی پر آرام فرما ہوتے تھے ایک رات میں نے کہا" میں اسے اس کی چار تہیں کر دیتی ہوں۔ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو گا میں نے اس کی چار تہیں کر دیں۔ وقت صبح فرمایا:" آج تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ میں نے عرض کی' وہی بستر صرف آج اس کی چار تہیں لگا دی تھیں تا کہ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو سکے" آپ نے نے فرمایا" اسے پہلی حالت پر لوٹا دو۔ آج رات اس نے مجھے نماز پڑھنے سے روک دیا تھا۔"

ابن سعد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے لیے ایک چادر کی دو تہیں لگا کر بچھاتی تھیں۔ ایک رات میں نے اس کی چار تہیں لگا دیں۔ آپ اسی پر آرام فرما ہو گئے۔ آپ نے فرمایا" عائشہ! آج رات میرا بستر اس طرح نہیں تھا جیسے پہلے ہوتا تھا؟ میں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کے لیے اس کی چار تہیں لگا دیں تھیں" آپ نے فرمایا" اسے اسی طرح کر دو جیسے پہلے تھا۔"

ابویعلیٰ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے لحاف کا ایک حصہ آپ پر اور دوسرا حصہ ام المومنین مجھ پر ہوتا تھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک رات حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی یہ ان کی خالہ تھیں وہ ایک چادر لے آئیں اسے بچھایا۔ آپ کے لیے بستر بچھایا بستر کے سرہانے کے پاس ایک کپڑا لے آئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے نماز عشاء پڑھ لی تھی۔ آپ نے وہ کپڑا لیا جو سرہانے کے پاس تھا اسے بطور ازار بند باندھا۔ اپنے کپڑے اتارے اسے لٹکایا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بستر میں لیٹ گئے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" آپ کی چٹائی کو الکین کہا جاتا تھا۔ ان ہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چٹائی کو الکن کہتے تھے۔ آپ کی عباء کو النمرہ کہتے تھے۔ آپ کے ڈول کو صادرۃ۔ آپ کے آئینہ کو المرآۃ آپ کی قینچی کو الجامع اور آپ کے عصا کو ممشوق کہا جاتا تھا۔

تیسرا باب

دیواروں پر پردے لٹکانے اور اسی طرح دروازے پر ایسا پردہ لٹکانا بھی ناپسند تھا جس پر تصاویر ہوں

ابوبکر الشافعی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایسا پردہ لٹکایا جس میں تصاویر تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو آپ نے اسے اتار دیا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا "اس کے دو تکیے بنائے گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور شفیع الامم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دروازے پر پردہ دیکھا آپ اندر تشریف نہ لے گئے۔ آپ جب بھی باہر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی لخت جگر کو ملنے جاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر آئے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مغموم پایا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یہ بات سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا پر گراں گزری ہے کہ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے مگر گھر کے اندر تشریف نہ لے گئے۔ آپ نے فرمایا "میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ یا میرا اور اس نقش و نگار والے کپڑے کا کیا تعلق؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ انہیں کہو کہ اسے بنو فلاں کی طرف بھیج دیں۔" حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی "وہ پردہ کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا وہ عربی کپڑا تھا جس کی قیمت چار درہم تھی۔ آپ اسے گھر کے پچھلے حصے میں پھیلاتی تھیں۔"

امام بخاری اور ابوداؤد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس میں جو بھی ایسی چیز دیکھتے جس پر صلیب کا نشان ہوتا اسے پھاڑ دیتے۔"

امام احمد نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس عورت سے فرمایا جس پر ایسی تھی جس پر صلیب کا نشان تھا انہوں نے انہیں فرمایا اسے اپنی کپڑے سے اتار دو۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کپڑا دیکھتے تھے تو اسے پھاڑ دیتے تھے۔"

امام احمد اور پانچوں آئمہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سفر سے واپس تشریف لائے۔میں نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر پروں والے گھوڑوں کی تصاویر تھیں جب آپ واپس تشریف لائے اور اس پردے کو دیکھا تو میں نے ناپسندیدگی کے اثرات چہرہ انور سے دیکھ لیے۔آپ نے اسے کھینچا اور پھاڑ دیا۔آپ نے فرمایا"اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی پر پردے لٹکائیں۔"ہم نے اس سے دو تکیے بنائے انہیں کھجور کے پتوں سے بھرا۔پھر آپ نے مجھے اس کے بارے کچھ نہیں فرمایا۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"جب آپ سفر پر روانہ ہونے لگتے تو سب سے آخر میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان سے ملتے۔آپ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ان کے گھر تشریف لائے۔دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔آپ واپس تشریف لے آئے اندر داخل نہ ہوئے۔"

چوتھا باب

کاشانہ اقدس کے برتن او سامان

امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی یا آپ میری گود میں تھے آپ نے طشت منگوایا۔آپ کا وصال ہو گیا۔مجھے معلوم نہ ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔آپ کے ایک پیالے کو الریان۔دوسرے کو مغیث کہا جاتا تھا۔ایک پیالے پر چاندی کی زنجیری چڑھائی گئی تھی۔یہ زنجیری تین جگہوں پر تھی۔''

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا۔اس کے ٹکڑوں کو چاندی کی زنجیری سے جوڑا گیا تھا۔

الحافظ الضیاء نے الاحکام میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے چاندی کی زنجیری سے جوڑا تھا۔

امام احمد کی روایت میں ہے۔''میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بڑا پیالہ دیکھا جسے چار افراد اٹھاتے تھے'' اس کے چار کڑے تھے۔''

ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کے چار کڑے تھے ابو داؤد نے کہا ہے کہ اس پیالے کو''الغراء'' کہتے تھے۔پتھر کا ایک طشت تھا جسے المخضب کہتے ہیں۔

ایک ڈول تھا جسے الصادرہ کہا جاتا تھا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ڈول تھا جسے البادرہ کہا جاتا تھا۔لکڑی کا ایک پیالہ بھی تھا۔

ابویعلیٰ نے محمد بن اسماعیل سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے ان کے گھر میں لکڑی کا پیالہ دیکھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پانی نوش کرتے تھے اور وضو فرماتے تھے دوسرا پیالہ شیشے کا تھا۔''

بزار اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''مقوقس نے آپ کی خدمت میں شیشے کا پیالہ پیش کیا۔آپ اس سے پانی نوش فرماتے تھے ایک پیالہ مٹی کا بھی تھا۔''

ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن سائب سے وہ اپنے والد گرامی اور ان کے جد امجد حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا''میں نے آپ کی زیارت کی آپ مٹی کے پیالے میں پی رہے تھے ایک طشت پتھر کا تھا جسے مخضب کہا جاتا تھا۔ایک شیشی تھی جو ٹوٹ گئی تھی اس میں وہ آئینہ رکھا جاتا تھا جسے مقوقس نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیجا تھا اور ہاتھی دانت کی کنگھی تھی۔

ابن سعد نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہاتھی دانت کی کنگھی تھی۔سرمہ دانی اور قینچی بھی تھی۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' آپ کے پاس قینچی تھی''جسے الجامع کہا جاتا تھا''اسی طرح کاشانہ اقدس میں مسواک،صالح اور رمد بھی تھا۔

❁❁❁❁

جہاد کے ساز و سامان

پہلا باب

آپ کی کمانیں

آپ کی چھ کمانیں تھیں۔

(۱) الروحاء، (۲) شوحط اسے بیضاء بھی کہا جاتا تھا، (۳) الصفراء، یہ نبع درخت کی کمان تھی یہ غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ اسے حضرت قتادہ بن نعمان نے لے لیا تھا۔ ابن سعد نے مروان بن ابی سعید المعلیٰ سے اور ابن ضحاک نے ابو بکر بن احمد بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کو بنو قینقاع سے تین ہتھیار ملے تھے۔"

(۴) السداس۔ ایک گروہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور ایک گروہ نے اس کا تذکرہ تلواروں میں کیا ہے الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ایک کمان تھی جسے السداس کہا جاتا تھا۔

(۵) الزوراء، (۶) الکتوم۔ جب اس کے ذریعہ تیر پھینکا جاتا تھا تو اس سے آواز نہیں آتی تھی یہ بھی غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ اسے حضرت قتادہ بن نعمان نے حاصل کر لیا تھا۔

ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس میں عربی کمان تھی۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایرانی کمان تھی۔ آپ نے فرمایا "یہ کیسا نیزہ ہے؟ تم اس طرح کے نیزے رکھا کرو (جیسے کہ میرے ہیں) اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے دین کی مدد فرمائے گا اور شہروں میں تمہیں اقتدار عطا کرے گا۔"

ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "آپ قوس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے" ابو بکر الشافعی نے سعد القرظ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ میدان جنگ میں خطبہ ارشاد فرماتے تو اپنی کمان کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرماتے۔"

ابن ابی شیبہ نے ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "ایک غزوہ میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمیں سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ ہمیں مال غنیمت ملا۔ تقسیم سے پہلے ہی ہم نے اس میں سے لے لیا۔ ہماری ہنڈیاں ابلنے لگیں۔ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ اپنی کمان کے ساتھ چل کر آرہے تھے آپ نے کمان کے ساتھ ہنڈیاں الٹا دیں اور فرمایا "یہ لوٹا ہوا مال مردار کی طرح حلال نہیں ہے۔"

دوسرا باب

آپ کی تلواریں

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ آپ کی بعض تلواروں کا آراستہ ہونا

ابوداؤد، نسائی اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''آپ کی کمان کا قبضہ چاندی کا تھا'' ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کا پھل اور قبضہ چاندی کا تھا اور ان کے مابین چاندی کے حلقے تھے۔''

امام ترمذی نے حضرت بریدہ القصری سے غریب روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''فتح مکہ کے روز آپ داخل ہوئے تو آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی چڑھے ہوئے تھے'' ابن سعد نے حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی تلوار کا پھل اور دستہ چاندی کا تھا۔''

❷ تلواروں کی تعداد

آپ کی تلواروں کی تعداد گیارہ تھی۔

❶ الماثور

سب سے پہلے یہی تلوار آپ کی ملکیت میں آئی۔ آپ کو یہ اپنے والد گرامی کی طرف سے وراثت میں ملی تھی۔ آپ اسے مدینہ طیبہ لے آئے تھے۔ اس کے بارے کہا جاتا تھا کہ یہ جن کے عمل سے تھی۔

ابن سعد نے عبدالمجید بن سھل سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت ایک تلوار لے کر آئے جو آپ کو اپنے والد محترم سے وراثت میں ملی تھی۔ اسے الماثور کہا جاتا تھا۔

❷ ذوالفقار

اس کے وسط میں گڑھے تھے۔ آپ کو یہ غزوہ بدر میں مال غنیمت میں ملی تھی یہ قاضی ابن منبہ السھمی کی تھی۔ وہ جنگوں

میں اس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اس کا قبضہ، چرخی اور پھل چاندی کے تھے۔

ابن سعد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "غزوہ بدر کے روز مال غنیمت میں آپ کو ذوالفقار تلوار ملی۔ اسی تلوار کو آپ نے غزوہ احد کے روز خواب میں دیکھا تھا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام برقرار رکھا۔

امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار نکالی۔ اس کا دستہ چاندی کا تھا۔ وہ حلقہ جس میں حمائل ہوتا ہے اور اس کا دستہ اور زنجیر بھی چاندی کی تھی۔ اب وہ پتلی ہو چکی تھی۔ یہ تلوار منبہ بن حجاج سہمی کی تھی۔ جو آپ کو غزوہ بدر کے روز ملی تھی۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو الحکم الصیقل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کی تلوار ذوالفقار کو صیقل کیا۔ اس کا دستہ چاندی کا تھا۔ اسے ذوالفقار کہا جاتا تھا۔

تنبیہ

ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حجاج بن علاط نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالفقار تلوار بطور تحفہ پیش کی تھی۔

◆۳ ◆۴ ◆۵ یہ تینوں تلواریں آپ کو بنو قینقاع کے اسلحہ سے ملی تھیں۔ ابن سعد نے مروان بن ابی سعید المعلّٰی سے روایت کیا ہے کہ آپ کو بنو قینقاع کے اسلحہ سے تین تلواریں ملیں، ا۔قلعیہ۔ یہ جنگل میں قلعہ کی چراگاہ کی طرف منسوب تھی۔ ۲۔دوسری تلوار کو البتار کہا جاتا تھا۔ البتار کا معنیٰ کاٹنے والی ہے، ۳۔تیسری تلوار کو الحتف کہتے ہیں۔

ابن سعد نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح زیادہ بن ابی مریم سے روایت ہے انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تلوار الحتف تھی وہ تیز دھار تھی۔

◆۶ ◆۷ یہ دونوں تلوار طئے کے بت کے پاس سے آئیں تھیں۔ ابن سعد نے مروان بن ابی سعید المعلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک تلوار تھی جسے المخذم کہتے تھے۔ ایک اور تلوار کو رسوبا کہا جاتا تھا۔ یہ طئے کے بت الفلس کے پاس سے آئی تھیں۔

◆۸ العضب

، جب آپ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔

ابن ضحاک نے ابو بکر ابن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے پاس دو تلواریں تھیں۔ ایک کو العضب کہا جاتا تھا آپ نے اسی کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔"

۹ القضیب

یہ تلوار بھی آپ کو بنوقینقاع کے اسلحہ سے ملی تھی۔

۱۰ الصمصامۃ

یہ عمرو بن معدیکرب الزبیدی کی تلوار تھی۔ حضرت خالد بن سعید نے یہ بطور ھدیہ آپ ﷺ کو پیش کی تھی۔ آپ اسے استعمال فرماتے تھے یہ تلوار عرب میں مشہور تھی۔

۱۱ اللحیف

ان میں بعض تلواروں کو الحافظ ابو الفتح نے اپنے دیوان میں یوں نظم کیا ہے:

و اذا هز حساما هزّه حتف الكماة	من قضيب و رسوب رأيس فى الضربات
ابيض البتار قد حدا الباترات	خلت لمع البرق يبدو من سناء الفقرات
ولنار المخذم الماضى لهيب الجمرات	و بما الحتف والعضب ظهور المعجزات

جب آپ نے حسام (تلوار) کو ہلایا تو زرہ پوش جوانوں کا نشانہ لے کر ہلایا اسی طرح قضیب اور رسوب ضربوں سے سروں کو چیرنے والی تلواروں کو حرکت دی۔ سفید بتار تلوار نے تیز تلواروں کو کاٹ کر رکھ دیا تم خیال کرو گے کہ فقرات کی روشنی میں بجلی چمک رہی ہے تیز تلوار المخذم کے لیے آگ کی لپیٹیں تھیں۔ اسی طرح الحتف اور العضب سے معجزات کا ظہور ہوتا تھا۔

تیسرا باب

آپ کے نیزے، برچھا، عصا، ڈھال

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱ نیزے

آپ کے نیزوں کی تعداد پانچ تھی۔(۱) المثوی، (۲) المثنی، (۳)(۴)(۵) یہ تینوں نیزے آپ کو بنو قینقاع کے اسلحہ سے ملے تھے۔ ان کا تذکرہ ابو خیثمہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

فائدہ

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے ہے اور میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے مقدر میں ذلت ہے۔"

۲ برچھوں کی تعداد

آپ کے برچھوں کی تعداد پانچ ہے۔

۱ نبعہ

ایک برچھے کو نبعہ کہا جاتا تھا۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک برچھا تھا جسے النبعہ کہا جاتا تھا۔"

۲ البیضاء

یہ پہلے سے بڑا تھا۔ امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عید کے روز آپ کے سامنے حربہ گاڑھ دیا جاتا تھا آپ اسی کی طرف رخ انور کر کے نماز عید ادا فرماتے تھے۔

۳ العنزۃ

یہ چھوٹا سا برچھا تھا۔ جو عصا کی مانند تھا۔ اسے لے کر عیدین کے موقعہ پر آپ کے سامنے چلا جاتا تھا۔ اسے آپ کے

ابو محمد حسنی محمد زین العابدین

سامنے گاڑھ دیا جاتا تھا آپ اسے سترہ بنا لیتے تھے اس کی طرف رخ انور کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی اس کے ساتھ آپ چلتے بھی تھے۔

علامہ بلاذری نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو نجاشی دشمن کے ساتھ قتال کرنے کے لیے نکلا تو نجاشی نے انہیں یہ برچھا دیا تھا۔ وہ اسی کے ساتھ قتال کرتے رہے۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا حتیٰ کہ نجاشی اپنے دشمن پر غالب آ گیا۔ حضرت زبیر اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ اسی کے ساتھ غزوہ بدر، احد اور خیبر میں شرکت کی خیبر سے واپسی پر آپ نے ان سے یہ لے لیا۔ عید کے روز اسے آپ کے سامنے اٹھا کر لے جایا جاتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسے اٹھاتے تھے۔ اسے آپ کے سامنے گاڑھ دیا جاتا تھا آپ اس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک نیزہ گاڑھ دیا جاتا تھا آپ اسی کی طرف رخ انور کر کے نماز (عید) پڑھتے تھے۔"

۴ الھد۔ ۵ القمرۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا" آپ کا ایک حربہ تھا جسے القمرۃ کہا جاتا تھا۔

۴ آپ کا خم دار ڈنڈا، عصا اور لاٹھی

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاٹھی کو "الذقن" کہا جاتا تھا۔ جو ایک ذراع یا اس سے طویل تھی۔ اسے لے کر چلتے اور سوار ہوتے تھے۔ اپنے سامنے اپنے اونٹ پر رکھتے تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا جسے قضیب کہا جاتا تھا۔ جسے ممشوق کہا جاتا تھا" کہا جاتا ہے یہ وہی عصا تھا جسے خلفاء پکڑتے تھے۔"

امام ترمذی نے حضرت قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کیا ہے" انہوں نے آپ کے پاس کھجور کی شاخ دیکھی تھی۔"

امام بخاری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم بقیع الغرقد کے ایک جنازہ میں شریک تھے۔ ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے آپ کے پاس عصا تھا۔ آپ اسی کے ساتھ زمین کرید رہے تھے۔"

ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ عصا کے ساتھ چل رہے تھے۔"

ابو مسلم الکجی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے دست اقدس میں عصا تھا۔ آپ نے اس کے ساتھ کھجور کے خوشے کو جھاڑا تو وہاں سے خشک کھجوریں گریں۔"

امام نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھا اس نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ آپ کے دستِ اقدس میں عصا یا شاخ تھی۔ آپ نے اس کے ساتھ اس کی انگلی پر مارا۔

حضرت ابن ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ اسے اس شاخ سے مارنے لگے جو آپ کے دست اقدس میں تھی۔ جب آپ نے توجہ ہٹائی تو اس نے انگوٹھی پھینک دی۔ آپ نے فرمایا "ہم نے تمہیں تکلیف دی ہے یا اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔"

حمیدی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجور کی شاخیں بہت پسند تھیں آپ انہیں اپنے دستِ اقدس میں رکھتے تھے جب آپ مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو شاخ خرما آپ کے دستِ اقدس میں ہوتی تھی۔"

ابو احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں اپنا کوڑا پھینکا اور اس پر نماز پڑھی۔

تنبیہ

جعفر بن نسطور الرومی نے کہا "ہم غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ تھے آپ کا کوڑا نیچے گر پڑا میں نے آپ کو پکڑایا تو آپ نے مجھے فرمایا "رب تعالیٰ آپ کی عمر میں اضافہ فرمائے، آپ نے یہ دعا با آواز بلند کی" یہ حدیث باطل ہے۔ اس نسطور نے ایک سال کا صحبت کی دعویٰ کیا ہے مگر محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے پاس کھجور کی شاخ دیکھی۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس متوسط عصا مبارک تھا جسے الممشوق کہا جاتا تھا۔

ابو شیخ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "عصا پر ٹیک لگانا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ آپ کے پاس عصا ہوتا تھا آپ اس کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے اور اس کے ساتھ ٹیک لگانے کا حکم دیتے۔

ابو داؤد اور امام حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی شاخوں سے محبت کرتے تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں شاخ خرما ہوتی تھی۔

بزار اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے فرمایا "اگر میں نے عصا پکڑا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی عصا پکڑا تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ عصا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوتے تھے۔"

امام الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ اس کے ساتھ چل رہے تھے آپ نے وہ انہیں عطا فرما دیا۔"

چوتھا باب

آپ کی ذرہیں، خود اور کمر بند

آپ کی سات ذرہیں تھیں۔

① السغدیہ

یہ وہ ذرہ تھی جسے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس وقت پہنا تھا جب انہوں نے جالوت کو قتل کیا تھا۔

② الفضہ

ابن سعد نے مروان بن ابی سعید بن معلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو ذرہیں السغدیہ اور الفضہ بنو قینقاع کے اسلحہ سے ملی تھیں۔

③ ذات الفضول

اس کی طوالت کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا تھا۔ جب آپ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت سعد بن عبادہ نے آپ کو یہ ذرہ پیش کی تھی۔ یہ لوہے کی تھی۔ آپ نے اس ذرہ کو ابو شحم یہود کے پاس جو کے عوض رہن رکھا تھا۔ جو کی مقدار تیس صاع تھی۔ قرض کی میعاد ایک سال تک تھی۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذرہ تھی جس پر تانبا چڑھا ہوا تھا۔ اسے ذات الفضول کہتے تھے۔

قاسم بن ثابت نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ابو الحسن الخلعی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ کی ایک ذرہ تھی جسے "ذات الفضول" کہتے تھے۔

④ ذات الوشاح، ⑤ ذات الحواشی، ⑥ البتراء

اسے یہ نام اس کے چھوٹے پن کی وجہ سے دیا گیا تھا۔

⑦ الخرنق

امام شافعی، امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوہ احد

کے روز دو زر ہیں پہن رکھی تھیں۔

ابن سعد اور قاسم بن ثابت نے اپنی غریب میں امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت علی بن حسین نے ہمیں حضور اکرم ﷺ کی ذرہ کی زیارت کرائی۔ وہ یمنی نرم ذرہ تھی۔ اس کے دو حلقے تھے جب اسے حلقہ سے لٹکایا جاتا تو وہ سمٹ جاتی تھی جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو وہ زمین کو چھوتی تھی۔

ابن سعد نے حضرت محمد بن مسلمۃ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے غزوہ احد میں دیکھا۔ آپ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ذات الفضول تھا۔ آپ نے غزوہ حنین کے روز بھی دو ذرہیں پہن رکھی تھیں۔ ذات الفضول اور السعدیہ۔"

امام ترمذی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "غزوہ احد کے روز آپ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ ابن سعد نے حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی زرہ کے سینے کے پاس دو حلقے تھے۔ دو حلقے پچھلی طرف تھے۔ حضرت جعفر نے کہا "میں نے اسے پہنا تو میں زمین پر گر پڑا۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ تین قابل توجہ جو کے عوض رہن رکھی گئی تھی۔ دوسری روایت میں ساٹھ قابل توجہ جو کا تذکرہ ہے۔ یہ جو آپ کے اہل وعیال کے لیے تھے۔

ابن سعد نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جس روز آپ کا وصال ہوا اس روز آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں ایک وسق جو کے عوض رھن پڑی ہوئی تھی۔"

آپ کا خود بھی تھا۔ جسے السبوغ یا ذات السبوغ کہتے تھے۔ دوسرے خود کو الموشح کہتے تھے۔ امام مالک شیخان۔

ابن ماجہ اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے سر اقدس پر لوہے کا خود تھا" یہ روایت بہت سی اسناد سے مروی ہے۔

امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوہ احد کے روز دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔

آپ کا کمر بند بھی تھا۔ اس سے وسط باندھا جاتا ہے یہ پھیلے ہوئے چمڑے کا تھا۔ اس میں چاندی کے تین حلقے تھے کمر بند کے سرے پر بکسوا چاندی کا تھا۔ اس کی طرف بھی چاندی کی تھی۔ حافظ دمیاطی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

ڈھالیں، ترکش اور تیر

آپ کی تین ڈھالیں تھیں۔(۱) الزلوق، (۲) الفتق، (۳) اس میں عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھال بطور تحفہ پیش کی گئی۔ جس میں عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ آپ نے اس سے ناپسند فرمایا۔ وقتِ صبح رب تعالیٰ نے اسے ختم فرما دیا تھا۔

ابن ضحاک نے حضرت حصین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھال پر عقاب کی تصویر تھی جو مٹ گئی۔"

ابن داؤد نے حضرت عبدالرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں اور حضرت عمرو بن عاص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئے۔ آپ کے پاس چمڑے کی ڈھال تھی جسے آپ نے آڑ بنایا ہوا تھا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رویت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھال تھی جسے "الجمع" کہا جاتا تھا۔"

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر سے وہ حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی روایت کی تصدیق کی۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے وقت نکلے۔۔۔ آپ نے حدیبیہ کے کنارے قیام فرمایا وہاں ایک کنواں تھا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ صحابہ کرام نے وہیں قیام فرمایا۔ انہوں نے جلد ہی وہ پانی نکال لیا۔ بارگاہ رسالت مآب میں پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ پھر اسے اس کنویں میں گاڑھنے کا حکم دیا۔ بخدا! اس کنویں سے سارا لشکر سیراب ہوگیا۔"

امام بغوی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ اس نے کاشانۂ اقدس میں جھانکا۔ آپ نے ترکش سے تیر نکالا اس کی طرف تیزی سے لے گئے وہ شخص چلا گیا۔"

✿✿✿✿

چھٹا باب

آپ کے جھنڈے، پرچم اور خیمے

حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔ اس پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ ایک اور جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا۔ ایک جھنڈا خاکستری تھا۔ آپ کا ایک درمیانہ سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ جس کا رنگ دھاری دار تھا۔ اسے عقاب کہا جاتا تھا۔ ایک جھنڈے کی رنگت زرد تھی۔ جیسے کہ سنن ابی داؤد نے سماک بن حرب سے روایت کیا۔

امام احمد، امام ترمذی اور الطبرانی نے صحیح کے افراد (سوائے حبان بن عبید اللہ کے) حضرت بریدہ اور ابن عباس سے ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا۔ دوسرے جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ اس روایت کو حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی، ابوداؤد، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے جھنڈے کی رنگت سفید تھی۔

ابن عدی اور ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے کی رنگت سیاہ تھی آپ کا پرچم سفید تھا۔ جس پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔"

مسدد نے عون سے اور انہوں نے بکر بن وائل کے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک دن آپ نے سیاہ چادر کا ٹکڑا نکالا۔ اسے اپنے نیزہ پر باندھا۔ پھر اسے ہلایا فرمایا "کون ہے جو اس کو لے گا اور اس کا حق ادا کرے گا۔" اس کی شرط کی وجہ سے مسلمان ڈر گئے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں گیا۔ اس نے عرض کی "میں اس کے حق کے ساتھ اسے لیتا ہوں۔ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ تم اگلی صفوں میں جہاد کرو اور اس کے ساتھ کسی کافر سے پیٹھ نہ پھیرو۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے شریک نخعی کے بعض نے اسے ثقہ اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا سیاہ تھا" انہوں نے ثقہ راویوں سے (سوائے محمد بن لیث بیداری کے) حضرت مزیدہ عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار کے جھنڈے باندھے ان کی رنگت زرد تھی۔"

انہوں نے حضرت یزید بن اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو سلیم کا جھنڈا باندھا اس کا رنگ سرخ تھا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عثمان بن زفر الشامی کے یہ بھی ثقہ ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس ہوتا تھا۔ جب گھمسان کا رن ہوتا تھا تو آپ انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما ہوتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت حارث بن حسان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں مسجد میں داخل ہوا۔ آپ کے اردگرد صحابہ کرام کا ہجوم تھا۔ آپ کے پاس سیاہ جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا "لوگ کیوں جمع ہیں؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضور اکرم ﷺ ہیں جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی مہم میں بھیجنا چاہتے ہیں۔"

امام بخاری نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت عباس سے سنا وہ حضرت زبیر سے فرما رہے تھے "حضور اکرم ﷺ نے اس جگہ تمہیں حکم دیا تھا کہ یہاں جھنڈا گاڑ دو۔"

ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا چوکور تھا جس میں سیاہ اور سفید دھاریاں تھیں۔ ابوداؤد نے حضرت سماک سے اور انہوں نے اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ آپ کے جھنڈے کی رنگت زرد تھی۔

ابن ضحاک نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "غزوۂ احد کے روز آپ کا جھنڈا سیاہ چادر کا تھا۔ جس پر کجاوؤں کی تصاویر تھیں۔ یہ چادر مبارک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ انصار کے جھنڈے پر عقاب کی تصویر تھی۔"

امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حارث بن حسان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں مدینہ طیبہ آیا۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ منبر پاک پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے۔ انہوں نے تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ آپ کا جھنڈا سیاہ تھا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا "یہ حضرت عمرو بن عاص ہیں جو کسی سریہ سے واپس آئے ہیں۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا۔ جب جنگ کی چکی رہی ہوتی تھی اس وقت آپ انصار کے جھنڈے کے نیچے ہوتے تھے۔"

ابوداؤد نے حسن روایت کیا ہے کہ محمد بن قاسم کے غلام یونس بن عبید اللہ نے مجھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے حضور اکرم ﷺ کے جھنڈے کے بارے پوچھوں۔ انہوں نے فرمایا "آپ کا جھنڈا سیاہ اور چوکور ہوتا تھا۔"

امام بخاری نے عون بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے غزوۂ تبوک میں آپ کی زیارت کی۔ اس وقت آپ چمڑے کے خیمے میں تھے۔

امام نسائی نے حضرت صفوان بن معلی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے دیکھا نہیں تھا کہ آپ پر نزولِ وحی کیسے ہوتا تھا۔ ہم جعرانہ کے مقام پر تھے۔ آپ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمران نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنا سر خیمہ میں داخل کر دیا۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بالوں کے خیمے کا حکم دیا۔

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چمڑے کے سرخ خیمے میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے پاس تقریباً چالیس افراد تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ''اسے تمہارے لیے فتح کر دیا گیا ہے۔ تمہاری مدد کر دی گئی ہے۔ حکم نافذ ہو چکا ہے تم میں سے جو اسے پائے تو اسے اللہ رب العزت سے ڈرنا چاہیے نیکی کا حکم دینا چاہیے برائی سے روکنا چاہیے صلہ رحمی کرنی چاہیے وہ شخص جو ناحق اپنی قوم کی مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو دم اٹھا کر بلندی سے گرتا ہے۔''

مسدد، ابن ابی شیبہ اور ابن حبان نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ بنو عامر کے دو اور شخص بھی تھے۔ آپ الابطح میں سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا ''تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟ ہم نے عرض کی ''بنو عامر سے'' آپ نے فرمایا ''تمہیں خوش آمدید! تم مجھ سے ہو۔''

تنبیہات

❶ الحافظ نے لکھا ہے کہ الرایۃ، اللواء کے معنی میں ہے۔ اس سے مراد وہ جھنڈا ہے جسے جنگ میں اٹھایا جاتا ہے جس سے سپہ سالار کی پہچان ہوتی ہے بعض اوقات اسے لشکر کے آگے بھیجا جاتا ہے۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں۔ سابقہ احادیث ان کے معانی کے اختلاف پر دلالت کرتی ہیں شاید اس میں عرف کے اعتبار سے فرق ہو۔

❷ ابو الاسود کی روایت میں عروہ نے، ابن اسحاق، محمد بن عمرو اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ جھنڈے غزوۂ خیبر میں پائے گئے وہ پہلے پرچم کو ہی جانتے تھے۔

❸ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت محارب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیادہ کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس قوم کو میں نے دیکھا ہے دشمن اس پر غالب نہیں آسکتا'' یا فرمایا ''میں نے انہیں بنو بکر بن وائل کے شخص کے ساتھ دیکھا۔''

❹ ابن ضحاک نے حضرت زہیر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''آپ کا جھنڈا اعقاب، گھوڑا المرتجز، اونٹنیاں العضباء، القصواء اور الجدعاء تھیں۔ آپ کے گدھے کا نام یعفور، تلوار کا نام ذوالفقار، زرہ ذات الفضول، چادر مبارک کا نام الفتح اور پیالے کا نام ''الغمر'' تھا۔

ساتواں باب

آپ کی زین، پالان، نیچے بچھانے والی گدی اور رکاب

امام احمد، ابوداؤد اور ابن جوزی نے حضرت ابوعبدالرحمان فہری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمارہے تھے "میرے لیے میرے گھوڑے پر زین ڈالو" انہوں نے ایسی زین نکالی جس کے کنارے کھجور کے بنے ہوئے تھے۔ جس میں غرور وتکبر کا نام تک نہ تھا۔"

الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زین کا نام الداج الموجز تھا۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت جریز یا حریز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ میں نے آپ کے کجاوے کی گدی پر ہاتھ رکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک نرم بکری کی کھال کی بنی ہوئی تھی۔"

ابن سعد اور امام بغوی نے حضرت ابولیلیٰ کندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "مجھے اس گھر کے مالک جریز یا حریز رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ میں نے آپ کے کجاوے پر ہاتھ رکھا اس کی گدی بکری کی جلدی کی تھی۔

✿✿✿✿

آپ کی سواری کے آداب

پہلا باب

آپ کے سوار ہونے کے آداب

[عربی نسخہ میں اس باب میں اس عنوان کے تحت کوئی مواد موجود نہیں ہے]

✿✿✿✿

دوسرا باب

اپنی سواری پر کسی اور کو آگے یا پیچھے سوار کر لینا

ابن ابی شیبہ اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل بیت کے بچے آپ کا استقبال کرتے۔ ایک دفعہ آپ سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر سیدۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا کوئی لخت جگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اس طرح ہم تینوں آپ کی سواری پر مدینہ طیبہ داخل ہوئے۔

مسدد نے حضرت مورق سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ان میں سے بڑے کو اپنے پیچھے اور چھوٹے کو اپنے آگے بٹھا لیا"۔

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے حضرت قثم کو اپنے سامنے اور حضرت فضل کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا"۔

ابن مبارک نے الزہد میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر سوار ہوئے۔ آپ نے حضرت قثم کو اپنے سامنے اور حضرت فضل کو اپنے پیچھے بٹھا لیا" واللہ اعلم۔

✿✿✿✿

تیسرا باب

وہ خوش نصیب افراد جو آپ کے ساتھ سوار ہوئے

پچاس ایسے خوش نصیب افراد ہیں جنہیں آپ نے اپنے ساتھ سوار کیا۔ الحافظ ابو زکریا یحییٰ بن عبدالوھاب نے ایک لطیف جزء میں ان کے نام لکھے ہیں۔ انہوں نے انتہائی کوشش کی ہے۔ میں نے ان میں اضافہ کیا ہے اور ان کے اسماء ان کے ساتھ ملا دیے ہیں۔

امام احمد، امام بخاری اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سفر کرتے۔ کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تو ہر روز اپنے کسی صحابی کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے" ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

1. حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام۔
2. سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ امام احمد اور امام بخاری نے محمد بن یحییٰ بن عمر سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت آپ کے پیچھے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔
3. حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ۔ ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور شفیع المعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ اپنے دراز گوش پر سوار تھے۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ آپ نے فرمایا "تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "یہ کیچڑ کے چشمے میں غروب ہوتا ہے۔"
4. حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ ابن مندہ نے حضرت خالد الزیاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس وقت الروحاء کے مقام پر ملاقات کی جب آپ بدر سے واپس آ رہے تھے۔ آپ نے رکاب سے اپنی ٹانگ مبارک باہر نکالی فرمایا "سوار ہو جاؤ۔" آپ نے انہیں اپنے پیچھے سوار کر لیا انہوں نے آہ بھری تو آپ نے فرمایا "خاموش ہو جاؤ" یوسف بہلول نے کہا ہے "یعنی خاموش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا ہے۔"

۵ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ عرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حجۃ الوداع کے وقت آپ کی زیارت کی۔ آپ کے پاس قربانی کے جانور لائے گئے۔ آپ نے فرمایا "میرے لیے ابوالحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا "نیزہ کے نچلے حصہ کو پکڑو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اگلا حصہ پکڑا۔ آپ نے جانور کو دے مارا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ خچر پر سوار ہوئے۔ اپنے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بٹھالیا۔

حضرت عمرو بن رافع المزنی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے نماز ظہر کے بعد اپنے خچر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے پیچھے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بٹھا رکھا تھا۔

۶ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا۔ جب آپ اس پر جم کر بیٹھ گئے تو آپ نے تین بار اللہ اکبر تین بار الحمد للہ تین بار سبحان اللہ اور ایک بار لا الہ الا اللہ پڑھا۔

۷ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف سے آئے آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوئے۔ جس پر پالان تھا۔ جس کے نیچے کپڑا تھا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اپنے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا۔ آپ بنو حارث میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔

۸ ابو ملیح بن اسامہ رضی اللہ عنہما۔ امام حاکم نے مستدرک میں اور امام نسائی نے حضرت ابو ملیح بن اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارا اونٹ پھسلا میں نے کہا "شیطان ہلاک ہو جائے" آپ نے فرمایا "شیطان ہلاک ہو جائے" نہ کہو۔ اس سے وہ کمرے جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے "میں نے اپنی قوت سے اسے پچھاڑ دیا ہے۔ بلکہ "بسم اللہ" پڑھو وہ چھوٹا ہو کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔

۹ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

۱۰ حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ وھب بن ربیعہ بن ھلال ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کا وصال مسجد نبوی میں ہوا تھا۔ امام احمد، امام الطبرانی نے الکبیر میں، ابن ابی شیبہ، ابن مندہ، عبد بن حمید اور ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ ہم کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کسی سفر میں تھے میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا "یا سہیل بن بیضاء! آپ نے دو بار یا تین بار اسی طرح بآواز بلند کہا ہر بار حضرت سہیل نے آپ کو جواب دیا۔ صحابہ کرام نے آپ کی آواز مبارک سن لی

انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ ان کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں جو آگے تھے انہیں روک لیا گیا اور جو پیچھے تھے وہ آپ سے مل گئے۔ جب سارے صحابہ کرام آپ کے ساتھ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا "جس نے لاالہ الااللہ کی گواہی دی رب تعالیٰ اس پر آگ کو حرام فرما دے گا اور جنت کو اس کے لیے واجب کر دے گا۔"

◆ ۱۱ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور شیخین نے حضرت انس سے، امام احمد شیخین اور امام ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کرایا۔ اس گدھے کو عفیر کہا جاتا تھا۔ آپ کے اور ان کے مابین صرف کجاوے کا آخر کنارہ ہی تھا۔ آپ نے فرمایا "یا معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کی "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسعد یک!" پھر آپ کچھ دیر کے لیے چلے پھر فرمایا "یا معاذ بن جبل!" انہوں نے عرض کی "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسعد یک!" پھر آپ کچھ دیر کے لیے چلے پھر فرمایا "یا معاذ بن جبل!" آپ نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "رب تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں" پھر آپ کچھ دیر چلے اور فرمایا "یا معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کی "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسعد یک! آپ نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا رب تعالیٰ پر کیا حق ہے انہوں نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "بندوں کا رب تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں! اس طرح وہ عمل ترک کر دیں گے" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت توبہ واستغفار کرتے ہوئے یہ روایت بیان فرمائی۔"

◆ ۱۲ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا "حذیفہ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی "اللہ ورسولہ اعلم" آپ نے فرمایا "یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں پھر فرمایا "حذیفہ! میں نے عرض کی "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ بندے کا اس کے رب تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ جبکہ وہ حق ادا کرلیں" میں نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "یہ کہ رب تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کر دے۔"

◆ ۱۳ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما۔ امام احمد نے حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حجۃ الوداع کے موقع پر آپ اٹھے۔ آپ کے پیچھے حضرت فضل رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے لوگو! مجھ سے علم سیکھ

لو اس سے پہلے کہ علم کو قبض کر لیا جائے" یا "اس سے پہلے کہ علم کو اٹھا لیا جائے۔"
آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ بنو خثعم کی ایک عورت آئی۔۔۔۔ یہ ساری روایت حجۃ الوداع اور نکاح کے باب میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

۱۴ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما۔ امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک دن مجھے آپ نے پیچھے بٹھایا مجھے ایک حدیث پاک سنائی جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔"

۱۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ محب الطبری نے اپنی "سیرت" میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالان کے بغیر گدھے پر سوار ہو کر قباء تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ! کیا تمہیں سوار نہ کر لوں؟ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے آپ کی مرضی" آپ نے فرمایا "سوار ہو جاؤ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سوار ہونے کے لیے اچھلے مگر سوار نہ ہو سکے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا۔ آپ اور حضرت ابو ہریرہ دونوں نیچے گر پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے۔ آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ! میں تمہیں سوار کر لوں؟ انہوں نے عرض کی "جیسے آپ کی منشا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا "سوار ہو جاؤ" وہ سوار ہونے کے لیے اچھلے۔ مگر وہ سوار نہ ہو سکے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ آپ اور وہ دونوں نیچے آ گئے۔ پھر فرمایا "ابو ہریرہ! کیا میں تمہیں سوار نہ کر لوں؟ انہوں نے عرض کی "نہیں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپ کو تین بار نیچے نہیں گراؤں گا" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ (یا ابو ھر!) اکثر ہلاک ہو گئے۔ اکثر روز حشر قلیل ہوں گے۔ مگر جس نے اس طرح کہا" مال کے ساتھ اس طرح اس طرح۔"

۱۶ حضرت قثم رضی اللہ عنہ۔ پچھلے باب میں گزر چکا ہے کہ آپ نے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ نے قثم کو اپنے پیچھے اور فضل کو اپنے آگے بٹھایا تھا۔"

۱۷ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت اسامہ نے اپنے والد گرامی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم کے پتھروں کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ جب آپ مکہ مکرمہ کے بلند حصے تک پہنچے تو زید بن عمر بن نفیل نے آپ سے ملاقات کی۔

۱۸ ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ۔ ابوزرعہ رازی نے کہا ہے کہ یہ اہل صفہ میں سے تھے انہوں نے درخت کے نیچے آپ

کی بیعت کی تھی۔ غزوۂ خندق کے روز آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حمراء الاسد کی طرف آپ کے راہ دان تھے۔"

١٩ شرید بن سوید الثقفی ابوعمرو رضی اللہ عنہ۔ امام بخاری نے ادب میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا۔ فرمایا" کیا تم امیر بن ابی صلت کے لیے پانی نہیں لاتے؟ میں نے عرض کی" ہاں" آپ نے فرمایا" ٹھیک ہے۔"

٢٠ سلمہ بن عمرو بن وھب بن سنان یہی الاکوع الاسلمی ہیں۔ انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کرایا حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ داخل ہو گئے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" آپ نے مجھے کئی بار اپنے پیچھے سوار کیا۔ کئی بار میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ میرے لیے اور میری اولاد کے لیے اتنی بار مغفرت طلب کی۔ جتنی میرے ہاتھ کی انگلیاں ہیں۔

٢١ حضرت علی ابن ابی العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ۔ مصعب زبیری نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا۔ زبیر بن بکار نے کہا ہے" مجھے عمر بن ابوبکر الموصلی نے روایت بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی عاص کو فتح مکہ کے روز اپنے پیچھے سوار کیا تھا۔"

٢٢ بنو عبدالمطلب کا ایک غلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" جب آپ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو بنو عبدالمطلب کے دو غلاموں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ان میں سے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

٢٣ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ ابوملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا" کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ملاقات کی تھی۔ آپ نے مجھے سوار کر لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔"

٢٤ حضرت اسامۃ بن عمیر الھذلی رضی اللہ عنہ۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت اسامہ بن عمیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ ہمارا اونٹ پھسلا تو میں نے کہا" شیطان ہلاک ہو جائے" آپ نے فرمایا" اس طرح نہ کہو کہ شیطان ہلاک ہو جائے وہ بڑا ہو کر کمرے جتنا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے" میں نے اسے اپنی قوت سے پچھاڑ دیا ہے" تم بسم اللہ پڑھا کرو۔ اس طرح کہنے سے وہ مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔"

٢٥ نامعلوم شخص۔ ممکن ہے کہ شخص حضرت اسامہ ہی ہوں یا کوئی اور ہو۔ امام احمد نے صحیح کے افراد سے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا" میں گدھے پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ گدھا پھسلا تو میں نے کہا" شیطان ہلاک ہو جائے۔۔۔"

٢٦ ایک اور نامعلوم شخص۔ ابوداؤد نے عبدالرحمان بن یعمر الدیلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" ہم بارگاہ

رسالت مآب میں حاضر ہوئے ۔اس وقت آپ میدان عرفات میں تھے ۔لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔"

۲۷ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا ۔میں نے اپنا منہ مہر نبوت پر رکھ دیا ۔میں نے ایک رات میں آپ سے ستر احادیث سنیں ۔انہیں آپ سے میرے ساتھ کسی اور نے نہ سنا تھا ۔

۲۸ حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۔انہوں نے فرمایا "میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا ۔ایک شخص آپ کی خدمت میں عرض کی "اس کی ماں بوڑھی ہے ۔اگر اس نے اسے روک دیا تو اسے خدشہ ہے کہ وہ اسے قتل کر دے گا ۔اگر وہ سوار کراتا ہے تو وہ سواری پر ٹھہر نہیں سکتی" آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کر لے ۔"

۲۹ عقبہ بن عامر ۔

۳۰ ابو امامہ صدی بن عجلان الباھلی رضی اللہ عنہ ۔انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا ۔آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے ۔بچہ صاحب بستر کا ہے جبکہ زنا کار کے لیے پتھر ہیں ۔اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ پر ہے ۔"

۳۱ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ۔ان کا نام عویمر بن مالک یا ابن ثعلبہ بن مالک ہے یا کچھ اور ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا ۔آپ نے فرمایا "ابو درداء! جس نے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی اس کے لیے جنت واجب ہے ۔"

۳۲ ابو ایاس رضی اللہ عنہ ۔ابن مندہ اور حارث بن ابی اسامہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا ۔آپ نے فرمایا "قُل" میں نے عرض کی "میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا "قل ھو اللہ احد ۔حتیٰ کہ آپ نے ساری سورت ختم کر دی ۔پھر آپ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھی ۔پھر فرمایا "ابو ایاس! ان سورتوں کی مثل لوگوں نے کبھی نہ پڑھا ۔"

۳۳ قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما ۔انہوں نے فرمایا "حضور مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے دروازے پر کھڑے ہوئے ۔حضرت سعد نے آہستہ سے سلام کا جواب دیا ۔آپ نے پھر سلام کیا ۔حضرت سعد نے آہستہ سے جواب دیا ۔آپ نے پھر سلام کیا اور حضرت سعد نے آہستہ سے سلام کا جواب دیا ۔جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ واپس جانے لگے ۔حضرت سعد آپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے نکلے ۔عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس لیے آہستہ جواب دیا ہے تاکہ آپ ہم پر کثرت سے سلام بھیجتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اندر تشریف لے آئیں ۔" آپ اندر تشریف لے گئے انہوں نے آپ کے لیے ٹھنڈا پانی رکھا ۔آپ نے غسل فرمایا ۔پھر یہ دعا مانگی "مولا! انصار پر، انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما" جب آپ نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ کو گدھا پیش

کیا گیا اس پر کپڑا ڈالا گیا۔ وہ کپڑا ریشمی نہ تھا قرامِ عربی کا کپڑا تھا۔ انہوں نے اپنے لخت جگر کو آپ کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ گدھے کو واپس لے آئیں۔ آپ نے ان سے فرمایا" اسے میرے آگے بٹھادو" انہوں نے عرض کی" سبحان اللہ! یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے آپ کے آگے بٹھاؤں" آپ نے فرمایا" ہاں! یہ اس کے بیٹے کا زیادہ مستحق ہے" انہوں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا سینہ آپ کے لیے ہے" آپ نے فرمایا" پھر اسے میرے پیچھے سوار کر دو۔"

- خوت بن زبیر انصاری رضی اللہ عنہ۔ ابن مندہ نے لکھا ہے کہ جب آپ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو یہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں روحاء سے واپس بھیج دیا کیونکہ یہ بیمار ہو گئے تھے" یہ آخری روایت ہے جسے ابن مندہ نے ذکر کیا ہے۔
- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا" تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے ساتھ لگ رہا ہے؟ انہوں نے عرض کی پیٹ آپ نے یہ دعا مانگی" مولا! اسے حلم سے بھر دے" ابن عائذ نے کہا ہے" میں نے اس روایت کا تذکرہ ابومہر سے کیا" انہوں نے کہا" آپ میں کتنی سچائی تھی حضرت معاویہ کو حلم سے بھر دیا گیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا" تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے ساتھ لگ رہا ہے؟ انہوں نے عرض کی " پیٹ" آپ نے فرمایا" رب تعالیٰ تمہارے پیٹ کو حلم سے بھر دے۔"

- حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" ہم خیبر سے واپس تشریف لائے۔ آپ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آئے۔ وہ آپ کے قبضہ میں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ چل رہے تھے۔ آپ کے پاس چادر تھی پھر آپ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اپنے پیچھے بٹھا لیا" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ پھسلی۔ آپ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت ابوطلحہ جلدی سے اٹھے۔ انہوں نے عرض کی" کیا آپ کو نقصان پہنچا ہے؟ انہوں نے فرمایا" نہیں! اس خاتون محترمہ رضی اللہ عنہا کا خیال کرو" انہوں نے کہا" میرے چہرے پر کپڑا تھا۔ میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر پھینک دیا۔
- بنو غفار کی ایک عورت۔ امام احمد اور ابوداؤد نے اس خاتون سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے کجاوے کے پیچھے سوار کیا۔ بخدا! وقت صبح ہی آپ نیچے اترے۔ آپ نے اونٹنی بٹھائی میں کجاوے

کے پچھلے حصے سے نیچے اتری۔ میں نے دیکھا وہاں خون تھا یہ پہلا حیض تھا جو مجھے آیا تھا۔ میں اونٹنی کی سمت سکڑ گئی مجھے بہت زیادہ حیاء آئی۔ جب آپ نے خون دیکھا تو آپ نے فرمایا" شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا" اپنی حالت عمدہ کرو۔ پانی کا ایک برتن لو اس میں نمک ملاؤ پھر کجاوے سے خون دھو ڈالو۔ پھر اپنی سواری کی طرف لوٹ چلو" جب آپ نے خیبر فتح فرمالیا تو ہمیں مالِ فئے میں سے کچھ عطا فرمایا۔"

- ۶۰ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا۔
- ۶۱ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔
- ۶۲ حضرت آمنہ جیسے کہ آنے والے اشعار میں ان کا تذکرہ ہے۔

ایک شاعر نے ان سعادت مندوں کے نام یوں نظم کیے ہیں:

و اردفه جم غفير فمنهم — علي و عثمان سويد و جبرائيل
اسامه و صديق ثم ابن جعفر — و زيد وعبدالله ثم سهيل
معاويه قيس بن سعد صفيه — و سبطاه ما ذا عنهم ساقول
معاذ ابودرداء بريده عقبه — و آمنه ان قام ثم دليل
و اولاد عباس كذا قال شارح — اسامه والدوسي فهو نبيل
كذالك خوات حذيفه سلمه — كريم و اما وجهه فجميل
كذا بنت قيس خوله و ابن اكوع — و قدر هم في العالمين جليل
كذالك غلمان ثلاث وزاد ابا — اياس و حسبي الله فهو وكيل
كذالك زيد جابر ثم ثابت — فعن حبهم والله لست احول

آپ نے اپنے پیچھے بہت سے لوگوں کو بیٹھنے کی سعادت دی۔ ان سعادت مندوں میں یہ حضرات قدسی شامل ہیں۔ حضرات علی، عثمان، سوید، جبرائیل امین، اسامہ، صدیق اکبر، ابن جعفر، زید، عبداللہ، سہیل، معاویہ، قیس بن سعد، صفیہ، حسنین کریمین، معاذ، ابودرداء، بریدہ، عقبہ، آمنہ (اگر ان کے بارے دلیل مل جائے) حضرت عباس کی اولاد، شارح نے اس طرح کہا ہے) اسامہ، ابوہریرہ (یہ کتنے بلند مرتبہ ہیں) خوات، حذیفہ، سلمہ (یہ کریم تھے ان کا چہرہ کتنا خوبصورت تھا) خولہ بنت قیس، ابن اکوع (دنیا میں ان کی عزت بہت زیادہ ہے) اسی طرح تین بچے اور ایاس رضی اللہ عنہم۔ مجھے رب تعالیٰ کافی ہے اور وہی میرا وکیل ہے اسی طرح یہ سعادت حضرات زید، جابر اور ثابت نے حاصل کی۔ بخدا! میں ان کی محبت سے کبھی نہیں پھروں گا۔"

بعض شعراء نے ان کے علاوہ یہ اشعار بھی کہے ہیں:

هناك رجال لم يسموا حذيفه · غفاريه فاعلمه ثم اقول
صدى بن عجلان سويد ابو ذر فذلكِ حاز الفضل و هو جزيل
كذالك ابوهر رووه فكن له سميعا رواة النقل ثم عدول
و عقبه بن عامر لم يرواله عليك بها يدعىٰ لدىّ نبيل

بعض افراد ایسے بھی ہیں جنہوں نے یہ سعادت حاصل کی مگر راویوں نے ان کے نام نہ لیے وہ حضرت حذیفہ غفاریہ (انہیں جان لو پھر میں کہتا ہوں) صدی بن عجلان، سوید، ابو ذر (اسی طرح انہوں نے فضل حاصل کیا اور وہ بہت جلیل القدر ہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔ انہیں سننے والا بن جا روایت کے راوی عادل ہیں اسی طرح یہ سعادت حضرت عقبہ بن عامر نے حاصل کی۔ انہوں نے تمہارے لیے ان کا نام روایت نہیں کیا۔ یہ میرے ہاں بہت زیادہ بلند مرتبت ہیں۔

❁❁❁❁

آپ کے جانور

پہلا باب

گھوڑوں سے آپ کی محبت، ان کی عزت کرنا، ان کے لیے وصیت کرنا، ان کے بال کاٹنے سے منع کرنا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

① گھوڑوں سے محبت اور ان کی عزت کرنا

امام نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کو عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ اور کوئی چیز پسند نہ تھی" دوسرے الفاظ یہ ہیں "بخدا! آپ کو گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز پسند نہ تھی سوائے عورتوں کے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ابویعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "بخدا! آپ کو گھوڑوں سے بڑھ کر اور کوئی چیز پسندیدہ نہ تھی۔ سوائے اونٹ اور عورتوں کے۔"

امام مالک نے الموطا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، ابوعبیدہ نے کتاب الخیل میں موصولاً انصار کے ایک بزرگ سے ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت نعیم بن ھند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ اپنی چادر مبارک سے اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کر رہے تھے آپ سے اس کے متعلق عرض کی گئی تو فرمایا "مجھے آج رات گھوڑے کے بارے عتاب کیا گیا ہے۔"

ابن ابی سعد نے حضرت عبداللہ بن واقد سے روایت کیا ہے کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے گھوڑے کو پرسکون کرتے تھے اور اپنی قمیص کی آستین سے اس کا چہرہ صاف کرتے تھے۔"

ابوداؤد نے نعیم بن ابی ھند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "بارگاہ رسالتمآب میں ایک گھوڑا پیش کیا گیا۔

آپ اٹھ کر اس کی طرف تشریف لے گئے۔ اپنی قمیص مبارک کی آستین سے اس کا چہرہ آنکھیں اور نتھنے صاف کیے۔ آپ سے عرض کی گئی ''یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنی قمیص کی آستین سے صاف کر رہے ہیں'' آپ نے فرمایا ''حضرت جبرائیل نے گھوڑوں کے بارے مجھے وصیت کی ہے۔''

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ کو دیکھا وہ اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کر رہے تھے۔''

ابوداؤد طیالسی نے ثقہ راویوں سے حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ کو دیکھا گیا۔ آپ اپنے گھوڑے کے رخسار صاف کر رہے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا ''جبرائیل امین نے مجھے گھوڑوں کے بارے وصیت کی ہے۔''

ابوعبیدہ نے حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ آپ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنی چادر مبارک کے ساتھ اپنے گھوڑے کا چہرہ صاف کر رہے تھے۔ جب آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا ''حضرت جبرائیل آج رات مجھے گھوڑوں کی عزت کرنے کے بارے وصیت کرتے رہے۔''

امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''روز حشر تک گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔''

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے آپ کی زیارت کی آپ اپنی مبارک انگلی سے گھوڑے کی پیشانی کو جھکا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے'' گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روز حشر تک بھلائی کو باندھ دیا گیا ہے۔''

الطبرانی نے حضرت سوادہ بن ربیع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے زاد راہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا ''گھوڑے کو لازم پکڑو۔ ان کی پیشانی سے روزِ حشر تک بھلائی کو باندھ دیا گیا ہے۔''

امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ روز حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔ ان کے مالکوں کی ان پر مدد کی جاتی ہے'' ابن مندہ کے یہ الفاظ ہیں'' گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روز حشر تک خیر باندھ دی گئی ہے۔ ان پر خرچ کرنے والا گویا کہ دوں ہاتھوں سے صدقہ کرنے والا ہے۔''

امام احمد نے اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ تا حشر خیر کو باندھ دیا گیا ہے جس نے فی سبیل اللہ تیاری کے لیے اسے باندھا اور حصول ثواب کے لیے اس پر خرچ کیا تو اس کی شکم سیری، بھوک، پیاس اور سیری، لید اور پیشاب روز حشر اس کے میزان میں نیکیاں ہوں گی۔''

ابن ابی عاصم نے الجہاد میں القاضی عمر بن حسن الاشانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روز حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے اس کے مالکوں کو ان کی وجہ سے مدد ملتی ہے۔ ان کی پیشانیوں کو پکڑو۔ ان کے لیے برکت کی دعا کرو۔ انہیں قلادے پہناؤ۔ انہیں کمان کی تانت کے قلادے نہ پہناؤ۔

ابوعبیدہ بن عطاء نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بکریوں میں برکت رکھ دی گئی ہے۔ اونٹ اپنے مالکوں کے لیے جمال کا سبب بنتے ہیں اور گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ تا حشر خیر باندھ دی گئی ہے۔''

بزار نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بکریاں برکت ہیں اونٹ اپنے مالکوں کے لیے عزت کا باعث ہیں۔ گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ روز حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔ تیرا غلام تیرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ احسان کرو اگر اسے کسی کام میں مغلوب پاؤ تو اس کی مدد کرو۔''

شیخین اور امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔''

الطبرانی نے حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ آپ نے اسے ایک انصاری کو ھبہ کر دیا۔ آپ اس کے ہنہنانے کی آواز سنتے تھے۔ پھر اس کے ہنہنانے کی آواز آنا بند ہو گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا ''تمہارے گھوڑے کو کیا ہوا؟ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اسے خصی کرا دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی ہے۔ روز حشر تک ان میں مال غنیمت ہے۔ ان کی پیشانیاں انہیں گرمی پہنچانے کا سبب اور ان کی دمیں مکھیاں اڑانے کے لیے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یمن کے قبیلہ کا گھوڑا ملا۔ آپ نے اسے ایک انصاری کو عطا فرما دیا۔ آپ نے فرمایا ''جب کہیں اترو تو میرے قریب ہی اترنا۔ میں اس کے ہنہنانے کی آواز سے خوش ہونا چاہتا ہوں'' ایک رات آپ نے اس سے اس گھوڑے کے بارے پوچھا تو اس نے عرض کی ''ہم نے اسے خصی کرا دیا ہے'' آپ نے فرمایا ''تم نے اس کے ساتھ اس طرح کیا ہے۔ گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ روز حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے اس کی گردن کے بال اسے گرم رکھتے ہیں اور اس کی دم مکھیاں اڑانے کے لیے ہے اس کی نسل کو تلاش کیا کرو اور اس کی ہنہناہٹ سے دشمنوں کو حیران کیا کرو۔''

ابوعبیدہ نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کی دم، گردن کے بال اور پیشانی کے بال کاٹنے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا ''اس کی دم مکھیاں اڑاتی ہے۔ اس کی گردن کے بال اسے گرمی دیتے ہیں اور اس کی پیشانی میں برکت ہے۔''

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑے کی دم کے بال نہ اکھیڑو۔ اس کی گردن اور پیشانی کے بال نہ کاٹو۔ان کی پیشانیوں میں برکت ہوتی ہے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روز حشر تک خیر باندھ دی گئی ہے۔ان پر خرچ کرنے والا صدقہ کرنے والا ہے۔"

امام بزار نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت سواد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ روز حشر تک خیر باندھ دی گئی ہے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوبشر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روز حشر تک خیر باندھ دی گئی ہے۔اس کے مالکوں کی معاونت کی جاتی ہے اور ان پر خرچ کرنے والا گویا کہ دونوں ہاتھوں سے صدقہ دینے والا ہوتا ہے۔"

ابوداؤد اور ابوطاہر المخلص نے حضرت ابن حنظلہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے "گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ تا روز حشر خیر باندھ دی گئی ہے۔ان کے مالک ان پر دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔گھوڑا باندھنے والا گویا کہ یہ اپنے ہاتھ سے صدقہ دینے والا ہوتا ہے وہ اسے بند نہیں کرتا۔"

امام مسلم نے اور ابومسلم الکجی نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ اپنی انگلی مبارک سے گھوڑے کی پیشانی جھکا رہے تھے اور فرما رہے تھے "تا روز حشر گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ خیر باندھ دی گئی ہے۔"

حضرت عمارہ بن غزیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا "مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک رات کو صبح کی۔اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس تشریف لے گئے۔اس کی گردن اور چہرہ کو اپنی چادر کی طرف سے صاف کیا یا اپنی قمیص کی آستین سے صاف کیا۔ایک صحابی نے عرض کی "آج آپ نے ایسا عمل کیا ہے جو پہلے آپ نے کبھی نہیں کیا تھا" آپ نے فرمایا "آج میں نے رات بسر کی تو حضرت جبرائیل امین نے مجھے گھوڑوں کی بھلائی بارے وصیت کی۔"

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ بعض اوقات اپنے گھوڑے کی گردن کے بال اپنے دستِ اقدس سے بٹتے تھے۔"

امام احمد، شیخان، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عروہ بن جعد سے روایت کیا ہے۔انہیں ابن ابی جعد بارقی کہا جاتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ تا حشر خیر، اجر اور غنیمت کو باندھ دیا گیا ہے۔"

امام احمد، الطبرانی نے اختصار کے ساتھ ثقہ راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ تا روز حشر خیر اور کامیابی کو باندھ دیا گیا ہے اس کے بارے اہل اس

پر مقابلہ کرتے ہیں۔ان کی پیشانیاں چھوا کرو۔ان کے لیے برکت کی دعا کیا کرو انہیں قلادے پہنایا کرو۔لیکن انہیں تانت کے قلادے نہ پہنایا کرو۔"

امام احمد، نسائی نے حضرت ابو وھب سے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کو رسی کے ساتھ باندھا کرو۔اس کی پیشانیوں اور کمر پر ہاتھ پھیرا کرو۔انہیں قلادے پہنایا کرو۔مگر اوتار کے قلادے نہ پہنانا۔"

ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں راشد بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کو قلادے پہنایا کرو۔مگر اوتار کے قلادے نہ پہنایا کرو اندیشہ ہے کہ اس سے ان کا گلا گھٹ جائے گا۔"

امام مالک نے الموطا میں امام احمد نے اپنی مسند میں اور شیخین نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا "گھوڑوں کی تین اقسام ہیں۔ایک گھوڑا اپنے مالک کے لیے اجر ہوتا ہے۔ایک گھوڑا اپنے مالک کے لیے پردہ پوش ہوتا ہے ایک گھوڑا اپنے مالک پر بوجھ ہوتا ہے۔جو گھوڑا مالک کے لیے اجر ہوتا ہے وہ ایسا گھوڑا ہے جسے وہ راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے باندھتا ہے۔چراگاہ یا سبزہ زار میں اس کی رسی لمبی کر دیتا ہے وہ اپنی رسی کے ساتھ اس چراگاہ یا سبزہ زار میں جتنا چلتا ہے۔اتنی ہی اس کے لیے نیکیاں لکھ دی جتی ہیں اگر وہ اپنی رسی کاٹ ڈالے اور ایک یا دو بلندیاں طے کرلے تو اس کے نشانات اور لید اس شخص کے لیے نیکیاں ہوں گی۔اسی طرح یہ اس کے لیے باعث اجر ہوگا۔ایک شخص پاکدامن بنتے ہوئے اور خرچہ کرتے ہوئے گھوڑا رکھتا ہے۔وہ اس کی گردن اور پشت کے بارے میں رب تعالیٰ کا حق فراموش نہیں کرتا یہ اس کے لیے ستر ہوتا ہے ایک آدمی اہل اسلام کے لیے فخر اور ریاء کے لیے گھوڑا باندھتا ہے یہ اس کے لیے بوجھ ہوگا۔"

آپ سے گدھوں کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "ان کے بارے میں مجھ پر کچھ بھی نازل نہیں ہوا مگر یہ جامع آیت طیبہ ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۸﴾ (الزلزال: ۸)

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے گھوڑوں کے بارے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ تا حشر خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔گھوڑوں کی تین اقسام ہیں۔یہ ایک شخص کے لیے اجر، ایک شخص کے لیے ستر اور ایک شخص کے لیے بوجھ ہیں۔وہ شخص جس کے لیے گھوڑا باعث اجر ہوتا ہے۔اس سے مراد وہ شخص ہے جو راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے گھوڑا رکھتا ہے۔وہ اس کے لیے تیاری کرتا ہے۔جو چیز بھی اس کے پیٹ میں جاتا ہے اس کے لیے اس کے عوض اجر لکھ دیا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ نے اس کے پیشاب اور لید کے اجر کا بھی تذکرہ کیا اگر وہ رسی توڑ کر ایک دو چوٹیاں طے کر لیتا ہے تو اس کے ہر ہر قدم کے عوض نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔وہ شخص جس کے لیے گھوڑا

پردہ پوشی کرتا ہے وہ ایسا شخص ہے جو اسے عزت و تکریم اور پردہ پوشی کے لیے رکھتا ہے وہ اس کی تنگی اور آسائش میں اس کی کمر اور پیٹ کا حق فراموش نہیں کرتا۔ وہ آدمی جس کے لیے گھوڑا بوجھ ہوگا وہ ایسا شخص ہے جو تکبر کرتے ہوئے اتراتے ہوئے فخر و ناز اور ریاء کے لیے گھوڑا رکھتا ہے یہ اس کے لیے بوجھ ہوگا" آپ سے عرض کی گئی "یا رسول اللہ ﷺ! گدھوں کے بارے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا "ان کے بارے مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا البتہ یہ ایک جامع آیت طیبہ ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸)

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت خباب بن الارت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی تین اقسام ہیں (۱) وہ گھوڑے جو رحمان کے لیے ہوں۔ (۲) گھوڑے جو انسان کے لیے ہوں۔ (۳) وہ گھوڑے جو شیطان کے لیے ہوں۔ رب تعالیٰ کے لیے وہ گھوڑا ہوتا ہے جسے راہِ خدا میں رکھا جاتا ہے اس پر دشمنانِ خدا سے لڑا جاتا ہے۔ انسان کے لیے وہ گھوڑا ہوتا ہے جسے پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور اسے سواری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ شیطان کے لیے وہ گھوڑا ہوتا ہے جس پر شرط لگائی جاتی ہے اور جوا کھیلا جاتا ہے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑے کی تین اقسام ہیں۔ (۱) وہ گھوڑا جسے راہ خدا کے لیے انسان باندھتا ہے اس کی قیمت اجر ہے اس پر سواری کرنا اور اسے چارہ کھلانا اجر ہے۔ ایک ایسا گھوڑا ہوتا ہے جس پر انسان بازی لگاتا ہے اس پر جوا کھیلتا ہے اور دوڑ میں شرط پر دوڑاتا ہے اس کی قیمت بھی بوجھ ہوتا ہے اس کا چارہ بھی بوجھ ہوتا ہے اور اس پر سوار ہونا بھی بوجھ ہوتا ہے ایک گھوڑا سواری کے لیے ہوتا ہے ممکن ہے کہ وہ فقر سے پردہ پوشی کرے ان شاء اللہ۔"

انہوں نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑوں کی تین اقسام ہیں۔ وہ گھوڑا جو رحمان کے لیے ہو۔ وہ گھوڑا جو انسان کے لیے ہو اور وہ گھوڑا جو شیطان کے لیے ہو" رحمان رب تعالیٰ کے لیے وہ گھوڑا ہوتا ہے جسے راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے باندھا جاتا ہے۔ اس کا چارہ، پیشاب اور لید باعث اجر ہوتا ہے۔ آپ نے جو چاہا ذکر فرمایا۔ وہ شیطان کے لیے وہ گھوڑا ہوتا ہے جس پر انسان جوا کھیلتا ہے اس پر دوڑ لگاتا ہے انسان کے لیے گھوڑا وہ ہوتا ہے جسے وہ باندھتا ہے وہ اس پر سوار کرنا چاہتا ہے یہ فقر سے پردہ پوشی کرتا ہے۔"

ابن سعد نے الطبقات میں، ابن ابی عاصم نے جہاد میں عریب ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "گھوڑے پر خرچ کرنے والا گویا کہ اپنے ہاتھ سے صدقہ کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ اسے بند نہیں کرتا اس کا پیشاب اور لید روز حشر رب تعالیٰ کے ہاں مشک کی مہک کی مانند ہوں گے۔

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور تاجدار عرب و عجم ﷺ نے فرمایا

”جس نے رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے گھوڑا رکھا تو اس کا دوڑنا اور اس کی لید روز حشر ان کے ترازو میں نیکیاں ہوں گی۔“

امام واقدی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ”میں نے تاجدار ختم نبوت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا ”جس نے راہِ خدا میں جہاد کے لیے گھوڑا رکھا تو وہ اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائے گا۔“

ابن ابی عاصم نے ”الجہاد“ میں یزید بن عبداللہ سے اور وہ عریب ملیکی سے وہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے پیشاب اور لید جنت کی مشک اذفر ہو گی۔“

ابن ابی عاصم اور ابن ماجہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا ”جس نے راہ خدا میں گھوڑا رکھا۔ اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا بندوبست کیا تو ہر ہر دانہ کے عوض اسے نیکی ملے گی۔“ ابن ابی عاصم کے الفاظ یہ ہیں ”جس نے اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کیے پھر وہ گھوڑے کے چارہ کے طور پر کھلائے تو اللہ تعالیٰ ہر ہر دانہ کے عوض اس کے لیے ایک نیکی لکھے گا۔“

ابوعبیدہ نے معاویہ بن خدیجہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مصر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ اس وقت گھوڑے کو مالش کر رہے تھے۔ انہوں نے انہیں سلام دیا اور کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا ”یہ کیسا گھوڑا ہے؟ انہوں نے فرمایا ”یہ میرا گھوڑا ہے میرا خیال ہے کہ اس کی دعا قبول ہو گی۔“ انہوں نے پوچھا ”کیا گھوڑا بھی دعا مانگتا ہے؟ اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہر رات گھوڑا اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے۔ وہ کہتا ہے ”مولا! تو نے مجھے ابن آدم کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ میرا رزق اس کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ مولا! مجھے اس کے اہل اور اولاد سے محبوب بنا دے۔ بعض کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور بعض کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس گھوڑے کی دعا قبول ہو گئی ہے۔“

امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”ہر گھوڑے کو وقتِ سحر (یا فجر) دو دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے وہ عرض کرتا ہے ”مولا! تو نے مجھے بنو آدم میں سے جس کے چاہا ہے سپرد کر دیا ہے مجھے اس کے حوالے کر دیا ہے۔ مجھے اس کے اہل اور مال سے زیادہ محبوب کر دے۔“

ابن ابی حاتم اور ابوشیخ نے ”عظمۃ“ میں حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”مجھے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے جب گھوڑے کو تخلیق کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے جنوب کی ہوا سے کہا ”میں تجھ سے ایسی مخلوق تخلیق کرنے لگا ہوں جو میرے دوستوں کے لیے عزت اور دشمنوں کے لیے ذلت ہو گی۔ یہ میرے اہل اطاعت کے لیے ہو گی“ رب تعالیٰ نے مٹھی بھر ہوا لی اس سے گھوڑا تخلیق کیا فرمایا ”میں نے تیرا نام عربی گھوڑا رکھا ہے تا روز حشر تیری پیشانی کے ساتھ بھلائی کو باندھ دیا گیا ہے۔ تیری کمر پر مال غنیمت جمع ہو گا۔ غنیٰ تیرے ساتھ ہو گی میں نے تیرے مالک کو تجھ پر مہربان

بنا دیا ہے تو جہاں کہیں بھی ہو گا وہ رزق میں تجھے دوسرے جانوروں پر ترجیح دے گا۔ میں نے تجھے ان کے لیے شباہت بنا دی ہے یا میں نے تجھے اس طرح بنا دیا ہے کہ تو پروں کے بغیر محو پرواز ہوتا ہے تو تعاقب کے لیے ہے تو ڈرانے کے لیے ہے۔ میں عنقریب تجھ پر ایسے افراد سوار کروں گا جو میری تسبیح بیان کریں گے تو ان کے ساتھ میری حمد و ثناء بیان کرنا۔ اگر وہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ان کے ہمراہ لا الہ الا اللہ پڑھنا۔ اگر وہ تکبیر کہیں تو ان کے ہمراہ تکبیر کہنا۔ جب گھوڑے نے لا الہ الا اللہ کہا تو رب تعالیٰ نے فرمایا ''میں نے تجھے بابرکت بنا دیا ہے۔ میں تیرے ذریعہ مشرکین کو ڈراؤں گا۔ میں تجھ سے ان کے کان بھر دوں گا۔ ان کے دل مرعوب کر دوں گا۔ ان کی گردنیں جھکا دوں گا'' جب رب تعالیٰ نے مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا اور انہیں ان کے نام بتا دیے تو فرمایا ''آدم! میری مخلوق میں سے جو پسند ہو اسے اختیار کر لو'' انہوں نے گھوڑا پسند کر لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ''تم نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے عزت اختیار کی ہے۔ یہ ان کے ساتھ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ باقی رہیں گے میری ان پر اور ان کی اولاد پر نسل در نسل برکت شامل حال ہو۔''

محمد بن یعقوب الختلی نے اپنی کتاب الفروسیہ میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے رات کے وقت پتھر پڑتے ہیں'' آپ نے فرمایا ''اپنے گھر عتیق (عمدہ نسل کا) گھوڑا باندھ لو'' اس کے بعد اسے پتھر نہیں پڑے۔

۲ گھوڑوں کی عمدہ صفات

امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت وہب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم کمیت پانچ کلیان، یا اشقر پانچ کلیان یا ادھم پانچ کلیان گھوڑا رکھو۔ کمیت سرخ و سیاہ گھوڑا۔ اشقر سفید سرخی مائل گھوڑا۔ ادھم سیاہ گھوڑا۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو وہب الکلاعی سے روایت کیا ہے کہ ان سے اشقر گھوڑے کی فضیلت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''کیونکہ آپ نے ایک سریہ بھیجا جو صحابی سب سے پہلے فتح کی بشارت لے کر آئے ان کا گھوڑا اشقر تھا۔''

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر تم جہاد کرنا چاہو تو ایسا گھوڑا خریدو۔ جس کے تین پاؤں سفید اور دایاں اگلا پاؤں مطلق ہو۔ اس سے تم بچ جاؤ گے اور تمہیں مال غنیمت بھی ملے گا۔''

امام احمد، امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے گھوڑوں کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا ''سب سے عمدہ ادھم، اقرح (سفید پیشانی والا) ارثم (جس کے ناک کے

سرے پر سفید نشان ہو) اَحجل (سفید پاؤں والا) ہوتا ہے۔ پھر کمیت گھوڑا جو انہی صفات سے متصف ہو"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "بہترین گھوڑا ادھم اقرح ارثم پھر اقرح محجل طلق الیمین اگر یہ گھوڑا نہ ہوتو پھر ادھم کمیت گھوڑا"۔

محمد بن عمر اسلمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بہترین گھوڑا اشقر ہے"۔

سلیمان بن بنین نحوی مصری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ راہ تبوک میں تھے۔ پانی کی قلت ہو گئی آپ نے پانی کی جستجو میں ہر طرف گھڑ سوار بھیجے۔ جو شخص سب سے پہلے پانی لے کر آیا اس کا گھوڑا اشقر تھا۔ دوسرا بھی اشقر کا سوار اور تیسرا بھی اشقر کا سوار تھا۔ آپ نے دعا مانگی "مولا! اشقر گھوڑے میں برکت فرما"۔

خطابی، ابوعبیدہ اور ابن ضحاک نے حضرت عطا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بہترین گھوڑا الحو (سرخ گھوڑا) ہے۔

ابن عرفہ نے حضرت انفع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہر احویٰ احم (سیاہ سبز مائل) گھوڑے میں برکت ہوتی ہے"۔

ابوعبیدہ نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کمیت ارثم محجل اور طلق الیمین گھوڑے پر حوائج تلاش کیا کرو"۔

۳ ناپسندیدہ صفات

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ شکال گھوڑا ناپسند فرماتے تھے" شکال وہ گھوڑا ہوتا ہے جس کی دائیں ٹانگ اور بائیں بازو یا دائیں ہاتھ اور بائیں ٹانگ میں سفیدی ہو" ابوداؤد نے لکھا ہے کہ مخالف ہاتھ اور پاؤں میں سفیدی ہو۔ امام نسائی نے لکھا ہے کہ شکال گھوڑا وہ ہوتا ہے جس کے تین پاؤں سفید اور ایک مطلق ہو یا تین مطلق اور ایک سفید ہو شکال صرف ٹانگ میں ہوتا ہے ہاتھ میں نہیں ہوتا"۔

امام احمد نے جید سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "سنفلہ گھوڑے سے بچو۔ جب یہ دشمن سے ملاقات کرتا ہے تو یہ راہ فرار اختیار کرتا ہے اگر یہ مال غنیمت حاصل کرلے تو اس میں بددیانتی کرتا ہے۔" الحافظ ابوالحسن ھیثمی نے لکھا ہے گویا کہ گھوڑوں کی یہ بری صفات ذکر کر کے گھوڑے والوں کا ارادہ کیا ہے"۔

۴ متفرق آداب

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ گھوڑی کو فرس فرماتے تھے"۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خچر پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا "اگر گدھے کو گھوڑی پر ڈالا جائے تو ہمارے لیے اسی طرح کا جانور پیدا ہو گا۔" آپ نے فرمایا "اس طرح کا کام وہی لوگ کرتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔"

ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "گھوڑوں کی عزت و تکریم کرو۔"

حسن بن عرفہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے اپنے گھوڑے کے چہرے پر مارا اور اسے لعنت کی۔ آپ نے فرمایا "یہ سامان تمہارے ساتھ رہے تو تجھے آگ چھوئے گی۔ اِلَّا یہ کہ تو اس پر سوار ہو کر جہاد کرے" آدمی اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے لگا۔ اس پر سوار ہونے لگا حتیٰ کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں اور جانوروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا۔ ابو علی بن شاذان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روح کو تکلیف دینے اور جانوروں کو خصی کرنے سے سختی سے روکا۔

ابو عبیدہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں، گھوڑوں اور بکروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا۔ امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت دحیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "کیا میں آپ کے لیے گھوڑی پر گدھے کو نہ چھوڑوں؟ آپ نے فرمایا "اس طرح کی حرکت وہ لوگ کرتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ذریعے حضرت اسامہ سے، ابن مندہ نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کی خدمت میں گھوڑا پیش کیا جو خارش زدہ یا عریاں تھا۔ ایک شخص نے اسے آپ کے لیے روکا آپ اس پر سوار ہوئے تو وہ دلکی چال چلنے لگا۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔"

شیخان اور امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ بہادر تھے ایک دفعہ اہل مدینہ گھبرا اٹھے۔ آپ باہر نکلے حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اس پر زین نہ تھی۔ آپ فرما رہے تھے "نہ ڈرو۔ نہ گھبراؤ" پھر فرمایا "میں نے اسے سمندر پایا ہے۔"

تنبیہات

۱ حضور اکرم ﷺ نے گھوڑوں کو اوتار کا قلادہ پہنانے سے منع فرمایا۔ ابن جوزی نے اس کے بارے تین اقوال لکھیں ہیں۔(۱) انہیں اوتار کے قلادے نہ پہناؤ کہ ان کا گلا گھٹ جائے،(۲) لوگ اوتار کے قلادے اس لیے پہناتے تھے تاکہ انہیں نظر نہ لگے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ یہ تقدیر کو نہیں لوٹا سکتا،(۳) وہ کینہ تلاش نہ کرو جس کی وجہ سے تم زمانہ جاہلیت میں انہیں اوتار کا قلادہ پہناتے تھے۔

۲ اگر گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ تا روز حشر خیر باندھ دی گئی ہے تو یہ بعید ہے کہ اس میں نحوست ہو۔ لیکن جو روایت امام مالک، عبدالرزاق، شیخین اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر سے، ابو داؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے شیخین نے حضرت سھل بن جعد سے، مسلم اور نسائی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نحوست تین چیزوں میں ہو سکتی ہے گھوڑا، عورت اور گھر۔ اگر کسی چیز میں نحوست ہو سکتی ہے تو پھر گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے" اسے اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا۔ بعض محدثین سے میں نے سنا ہے کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بچے پیدا نہ کرے۔ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ کیا جائے۔ گھر کی نحوست برا پڑوسی ہے۔ امام مالک نے اسی طرح محمول کیا ہے۔ ابن قاسم نے لکھا ہے "امام مالک سے گھوڑے اور گھر کی نحوست کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا" کتنے ہی ایسے گھر ہیں جن میں لوگوں نے سکونت اختیار کی تو وہ ہلاک ہو گئے۔ دوسروں نے ان میں سکونت اختیار کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔"

دوسرا باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑوں کا مقابلہ کرانا

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کے مابین مقابلہ کرایا۔

ابوداؤد اور امام احمد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کی تضمیر کرتے تھے اور ان کے مابین مقابلہ کراتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ختلی نے کتاب الفروسیۃ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کے مابین مقابلہ کراتے تھے دوڑ لگاتے تھے۔ آپ ان کے لیے منزل کا تعین فرماتے۔ آپ فرماتے "مقابلہ صرف اونٹوں اور گھوڑوں میں ہوتا ہے۔"

امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کو جن کی تضمیر ہو چکی تھی انہیں الحفیاء سے ثنیۃ الوداع تک اور جن کی تضمیر نہیں ہوئی تھی انہیں ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک دوڑایا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا "میں گھڑدوڑ میں بھی شامل تھا" سفیان نے لکھا ہے کہ الحفیاء سے ثنیہ تک پانچ میل ہیں ایک قول چھ یا سات میل کا بھی ہے اور ثنیہ سے مسجد بنی زریق ایک میل ہے۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اس روز میں بھی سوار تھا۔ میں لوگوں سے آگے نکل گیا وہ گھوڑا مجھے مسجد بنی زریق میں لے گیا۔ اس کی دیوار چھوٹی تھی یا وہ گھوڑا مجھے جرف لے گیا اس نے مجھے گرادیا۔"

ابوعبیدہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کے مابین مقابلہ کرایا۔ آپ نے ان کی منزل الربع اور الخداع کو رکھا اور بعض گھوڑے الحفیاء سے دوڑائے اور ان کی منزل معلی رکھی۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے، دارقطنی اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گھوڑی پر مقابلہ کیا جس سبحہ کہا جاتا تھا وہ آگے نکل گئی۔ آپ بہت مسرور ہوئے۔"

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کی تضمیر فرماتے تھے اور ان کے مابین مقابلہ کراتے تھے۔

بزار نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کی تضمیر کرتے ان

کی تضمیر کے لیے وقت مقرر کرتے پھر فرماتے "فلاں وقت فلاں جگہ" جن گھوڑوں کی تضمیر نہ ہوتی انہیں ان سے کم دوڑاتے۔"

امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابولبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس گھوڑی پر مقابلہ کیا جسے بحہ کہا جاتا تھا وہ سارے گھوڑوں سے آگے نکل گئی۔ جس پر آپ بہت خوش ہوئے۔"

الطبرانی نے عروہ بن مضرس سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے گھوڑا لے کر چلتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا "وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے ان کے سموں اور نچلے حصہ کو چپٹا بنایا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ابوحثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ نے اسے دوڑایا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا "ہم نے اسے سمندر پایا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ ہم مدینہ طیبہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے گھوڑے پر ہمارے پاس تشریف لائے آپ آگے تشریف لے گئے حتیٰ کہ ہم سے پوشیدہ ہو گئے پھر تشریف لائے گھوڑا ابھی دوڑ رہا تھا۔

حافظ ابوالقاسم تمام رازی نے اپنی کتاب فوائد میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں المحصب میں گھڑدوڑ لگائی۔ آپ کا گھوڑا جیت گیا۔ حتیٰ کہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ خوش ہوئے تو فرمایا "یہ سمندر ہے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے فرمان پر فرمایا "اگر کوئی خود کو گھوڑے سے روکے رکھتا تو حضور ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے۔

ان جیاد الخیل لا تستفزنی ولا جاعلات العاج فوق المعاصم

نہ تو مجھے عمدہ گھوڑے جوش دلا سکتے ہیں نہ ہی ہاتھی دانت کے کنگن کلائیوں میں پہننے والیاں مجھے جوش دلا سکتی ہیں۔

تنبیہ

ابن عابدین نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن کے حُلّوں پر مقابلہ کرایا پہلے نمبر پر آنے والے کو تین حلے، دوسرے نمبر پر آنے والے کو دو حلے اور تیسرے نمبر پر آنے والے کو ایک حلہ دیا۔ چوتھے نمبر والے کو دینار، پانچویں نمبر والے کو درہم اور چھٹے نمبر والے کو بکوا عطا کیا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ تم سب میں برکت ڈالے۔"

ابوالحسن بلاذری نے ابن سعد سے وہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے گھوڑوں میں مقابلہ کرایا۔ میں نے آپ کے گھوڑے پر الظرب پر مقابلہ کیا۔ آپ نے مجھے یمنی چادر عطا کی۔ انہوں نے کہا "اس کا بعض حصہ ہم نے اپنے پاس پایا۔"

انہوں نے حضرت زبیر بن منذر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابواسید ساعدی نے حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے کے مقابلہ میں شرکت کی۔اس گھوڑے کو لزاز کہا جاتا تھا۔آپ نے انہیں یمنی حلہ عطا کیا گیا۔

ختلی نے ابوعلقمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا۔انعام تین کھجوروں کے تین گچھے تھے۔آپ نے پہلے نمبر والے کو ایک گچھا۔دوسرے نمبر والے کو ایک گچھا اور تیسرے نمبر والے کو ایک گچھا عطا کیا فرمایا"یہ عمدہ کھجوریں ہیں۔"

انہوں نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آپ نے گھوڑے دوڑائے۔آپ کا ادھم گھوڑا جیت گیا۔آپ نے لوگوں کو دیکھا انہوں نے کہا"ادھم ادھم" آپ نے اپنے گھٹنے کو پکڑلیا۔وہ گھوڑا آپ کے پاس سے گزرا۔اس نے دم پھیلا رکھی تھی۔اسے گرہ لگائی گئی تھی۔آپ نے فرمایا"یہ سمندر ہے۔"

تیسرا باب

آپ کے گھوڑوں کی تعداد

اس باب میں دو انواع ہیں۔

(ا) جن پر اتفاق ہے۔

۱ السکب

ابن سعد نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے ابو حثمہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں "یہ پہلا گھوڑا تھا جو آپ کی ملکیت میں آیا۔ آپ نے اسے مدینہ طیبہ میں بنو فزارہ کے ایک شخص سے دس اوقیہ چاندی میں خریدا۔ اعرابی نے اس کا نام الفرس رکھا تھا۔ آپ نے اس کا نام السکب رکھا۔ سب سے پہلے غزوہ احد میں اس پر شرکت کی۔ اس روز مسلمانوں کے پاس اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔ ایک گھوڑا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ جسے ملاوح کہا جاتا تھا۔ یزید بن حبیب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جسے "السکب" کہا جاتا تھا۔

علقمہ بن ابی علقمہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام السکب تھا۔ وہ پنج کلیان تھا۔ محمد بن حبیب البغدادی نے اپنی کتاب اخبار قریش میں لکھا ہے "السکب پانچ کلیاں مطلق الیمین تھا" انہوں نے اور ابن عبدوس نے لکھا ہے کہ یہ کمیت تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی پر سواری فرماتے تھے" امام عزالدین علی بن محمد اثیر نے لکھا ہے کہ یہ گھوڑا ادھم تھا۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادھم گھوڑا تھا جسے السکب کہا جاتا تھا۔ امام ثعالبی نے لکھا ہے "جب گھوڑا تیز اور سریع رفتار ہو تو اسے فیض اور السکب کہا جاتا ہے اسے پانی کے بہنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام السکب تھا۔

۲ سبحہ

ابن سعد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑی پر دوڑ میں مقابلہ کیا جسے السبحہ کہا جاتا تھا۔ وہ سب سے آگے نکل گئی آپ کو اس نے بہت مسرور کیا" ابن بنین نے لکھا ہے کہ یہ شقرا گھوڑی تھی جسے آپ نے بنو جہینہ کے ایک اعرابی سے دس اونٹوں کے عوض لی تھی آپ نے جمعرات کے روز اس پر مقابلہ کیا۔ آپ نے

اپنے دستِ اقدس سے گھوڑوں کو روکا۔ پھر اسے چھوڑ دیا اس پر تسبیح کہی۔ یہ گھوڑی آگے بڑھی اس کے سوار نے جھنڈا پکڑا یہ سارے گھوڑوں سے آگے نکل گئی۔ اس لیے اس کا نام سبحہ رکھا گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ فرس سابح سے مشتق ہے جبکہ گھوڑا اپنی اگلی ٹانگیں پھیلا کر بھاگے اسی سے سَبَحَ الفَرَسُ گھوڑا تیز دوڑا۔ بعض نے لکھا ہے کہ سبحہ سَبَحَ سے مشتق ہے جس کا معنی بلند ہونا ہے اسی سے ہے "سبحان اللہ و سبحان اللہ عظمتہ وعلوہ" کیونکہ رب تعالیٰ کے جلال و عظمت میں غور و فکر کرنے والا اس سمندر میں تیرتا ہے جس کا کنارہ نہیں۔"

۳ المرتجز

ابن سعد اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جسے المرتجز کہا جاتا تھا۔ ابو الحسن خلعی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے گھوڑے کو المرتجز کہا جاتا تھا۔ ثابت بن قاسم نے دلائل میں عبد بن حمید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام المرتجز تھا۔

ابن سعد نے محمد بن یحییٰ سے اور انہوں نے ابوخثمہ سے روایت کیا ہے کہ المرتجز سے مراد وہ گھوڑا ہے جسے آپ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا۔ اس کے بارے حضرت خزیمہ بن ثابت نے گواہی دی تھی اعرابی کا تعلق بنو مرہ کے ساتھ تھا۔ اسے ابوبکر ابن خثمہ نے روایت کیا ہے کہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اعرابی کا نام سواء بن حارث یا محارب بن خصفہ تھا اس کا تعلق قیس میلان کے ساتھ تھا۔ مرہ سے مراد ابن عوف بن سعد بن ذبیان ہے۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسے ہنہنانے کی عمدہ آواز کی وجہ سے مرتجز کہا جاتا تھا۔ یہ الرجز سے مشتق ہے جو شعر کی قسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بجلی کی کڑک سے مشتق ہے۔"

۴ اللزاز

ابوسعید ابن الاعرابی نے رابی بن عباس سے انہوں نے اپنے بھائی مصدِق بن عباس سے اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے ایک گھوڑے کو الظرب اور دوسرے کو لزاز کہا جاتا تھا اللحیف میں ہے کہ یہ گھوڑا مقوقس نے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی سیاہ رنگت کی وجہ سے اسے پسند کرتے تھے آپ اکثر اسی پر سوار ہو کر غزوات میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے غزوۂ بدر میں اسی پر سوار ہو کر شرکت کی تھی۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ غزوۂ بدر دوسرے سال رونما ہوا تھا جبکہ آپ نے مقوقس اور دیگر شاہانِ عالم کی طرف حدیبیہ کے بعد قاصد بھیجے تھے۔ یہ 6 ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت مقوقس نے آپ کی خدمت میں اللزاز پیش کیا۔ یہ لَاَ زَ زْتُہ سے مشتق ہے۔ مطلوب کو پالینا گویا کہ یہ بڑی تیزی کے ساتھ مطلوب کو پالیتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی خلق کے اجتماع کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جس کے ساتھ بھی مقابلہ کرتا تھا اسے ہرا دیتا تھا۔

۵ الظرب

یہ عمدہ نسل کا گھوڑا تھا۔ کہا جاتا ہے فرس ظرب، خیل ظروب۔ ابوزید نے لکھا ہے یہ گھوڑے کا وصف ہے کریم جوان کو بھی الظرب کہا جاتا ہے اللحیف کے تذکرہ میں آئے گا کہ اسے فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

۶ اللحیف

امام بخاری نے حضرت ابن عباس بن سھل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "ہمارے باغ میں آپ کا ایک گھوڑا ہوتا تھا جسے اللحیف کہا جاتا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت سھل بن سعد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "میرے والد صاحب کے پاس حضور اکرم ﷺ کے تین گھوڑے ہوتے تھے اللزاز، الظرب اور اللحیف، اللزاز مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اللحیف ربیعہ بن ابی البراء نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے بنوکلاب کی زکوٰۃ کا مال اس پر آپ کو پہنچایا تھا۔ الظرب حضرت فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ابن مندہ نے عبدالمھیمن بن عباس بن سھل سے انہوں نے اپنے باپ اور دادا جان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے تین گھوڑے تھے جنہیں حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ چارہ ڈالتے تھے میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے ان کے نام لزاز، الظرب اور اللحیف رکھے ہوئے تھے۔ ابن بنین نے لکھا ہے حضرت فروہ بن عمرو نے سر زمین بلقاء سے آپ کو الظرب پیش کیا تھا پھر لکھا ہے ابن ابی براء نے آپ کو بطور تحفہ پیش کیا تھا۔

۷ الورد

یہ کمیت احمر اور اشقر کے مابین تھا۔ ابن سعد نے ابن عباس بن سھل سے وہ اپنے والد گرامی اور دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت تمیم داری نے آپ کی خدمت میں گھوڑا پیش کیا جسے الورد کہا جاتا تھا۔ آپ نے اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ حضرت عمر فاروق نے کسی مجاہد کو اس پر سوار کرایا آپ نے دیکھا کہ اس نے آگے فروخت کر دیا تھا۔

دوسری قسم

جن گھوڑوں میں اختلاف ہے۔

۱ الیعجیب

یہ لفظاً اور معنیً کریم کی طرح ہے۔

۲ البحر

ابن بنین نے اسے آپ کے گھوڑوں میں شمار کیا ہے۔ فرمایا'' آپ نے ان شعراء سے خریدا جو یمن سے آئے تھے۔ آپ نے کئی بار اس پر دوڑ میں مقابلہ کیا۔ آپ گھٹنوں کے بل تشریف رکھتے اور اس کے چہرے کو چھوتے۔ آپ فرماتے'' تم تو صرف سمندر ہو'' ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ یہ کمیت تھا حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ ظاہر ہے کہ یہ ادہم تھا۔ ثعالبی نے لکھا ہے'' جب کسی گھوڑے کا پانی منقطع نہ ہو تو اسے بحر کہا جاتا ہے جس نے اس گھوڑے کے وصف کے یہ بارے یہ بات کی ہے جس پر آپ سوار ہوئے تھے اس نے بے بنیاد بات کی ہے۔

۳ ذوالِلمّۃ

ابن حبیب نے اسے آپ کے گھوڑوں میں شمار کیا۔ اللمۃ وہ بال ہوتے ہیں جو وفرہ اور جمۃ کے مابین ہوں جب بال کانوں کی لو تک آجائیں تو انہیں وفرہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک آجائیں تو وہ لمۃ اور زائد ہو جائیں تو جُمہ کہلائیں گے۔

۴ ذوالعقال

بعض علماء کرام نے اسے بھی آپ کے گھوڑوں میں شامل کیا ہے۔ عقال ایک مرض ہے جو جانوروں کے پاؤں پر ہوتی ہے۔

۵ السجل

حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ میں نے اسی طرح پایا ہے۔ یہ شاید بجنت الماء سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بھرنا۔ حوض کو پانی سے بھرنا۔

۶ الشحاء

ابن الاثیر نے اسے بھی آپ کے گھوڑوں میں شمار کیا ہے۔ وہ گھوڑا جو دور دور قدم رکھے اسے بعید الشحوہ کہا جاتا ہے۔ حافظ دمیاطی نے لکھا ہے مجھے خدشہ ہے کہ یہ سجل ہے جسے شحاء بنا دیا گیا ہے۔

۷ السرحان

ابن بنین نے اسے بھی آپ کے گھوڑوں میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے یہ ابن خالویہ سے روایت کیا ہے سرحان بھڑیے کو کہا جاتا ہے شیر کو بھی سرحان کہا جاتا ہے۔

۸ المرتجل

اسے بھی ابن بنین نے ابن خالویہ سے ذکر کیا ہے۔ المرتجل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تیزی کی وجہ سے گردن کو کسی چیز کے ساتھ ملا دے۔

۹ الادھم

اسے بھی ابن بنین نے ابن خالویہ سے ذکر کیا ہے۔

۱۰ الیعسوب

قاسم بن ثابت نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن خالویہ نے بھی اسے آپ کے گھوڑوں میں شمار کیا ہے یعسوب اس پرندے کو کہتے ہیں جو ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے گرتے وقت اپنے پر نہیں ملاتا تضمیر میں گھوڑے کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۱ یعبوب

تیز رفتار گھوڑے کو یعبوب کہا جاتا ہے جدول یعبوب تیز روندی کو کہتے ہیں۔ یعقوب نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جو تیز دوڑے۔ نخعی نے اس کا معنی طویل بھی کیا ہے۔

۱۲ ابلق

اسے آپ کے بعض صحابہ کرام نے محمول کیا ہے بلق سفیدی میں سیاہی کو کہتے ہیں۔

۱۳ کمیت

۱۴ النجیب

لفظاً اور معنیً کریم کی طرح۔

۱۵ ملاوح

وہ ضامر گھوڑا جو موٹا ہو جائے جو سریع رفتار اور بڑی ہڈیوں والا ہو اسے منواح بھی کہتے ہیں۔ ابوداؤد نے الھذلی سے اور امام نسائی نے امام زھری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا تاکہ اسے قیمت ادا فرمائیں حضور اکرم ﷺ تیز چلے۔ اعرابی آہستہ چلا۔ لوگ اس

گھوڑے کی قیمت لگانے لگے انہیں علم نہ تھا کہ حضور ﷺ نے وہ گھوڑا خرید لیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس قیمت سے زیادہ قیمت ادا کر دی جس میں حضور ﷺ نے خریدا تھا۔ اعرابی نے باآواز بلند آپ سے کہا ''اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے بیچ ڈالتا ہوں'' آپ نے فرمایا ''بلکہ میں نے تو اسے خرید لیا ہے۔ لوگ حضور اکرم ﷺ اور اعرابی سے بچنے لگے۔ آپ اور اعرابی باہم گفتگو کر رہے تھے جب حزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اس نے آپ کا اور اعرابی کا بحث ومباحثہ سنا اس وقت اعرابی کہہ رہا تھا مجھے ایسا گواہ دکھائیں جو یہ گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچا ہے'' حضرت خزیمہ نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں'' حضور اکرم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم کس کی گواہی دیتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کی تصدیق کی'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ''خزیمہ! کیا تم ہمارے پاس موجود تھے؟ انہوں نے عرض کی ''نہیں! آپ نے فرمایا ''پھر تم گواہی دیتے ہو؟۔ انہوں نے عرض کی ''میرے والدین آپ پر فدا! میں آسمانی خبر پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں پھر میں یہ گواہی کیوں نہیں دے سکتا کہ آپ نے گھوڑا خریدا ہے۔ آپ نے فرمایا ''خزیمہ! تم دو شہادتوں والے ہو۔''

۱۶ الظرف

۱۷ الضرس

برے اخلاق والا۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ پہلا گھوڑا تھا جس کے آپ مالک بنے۔

۱۸ مندوب

شیخان نے حماد بن یزید سے اور امام نسائی نے حضرت انس سے یہ روایت کیا ہے۔

۱۹ مراوح

یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے ملقام ،مقدام۔ یہ الریح سے مشتق ہے جس کی اصل واؤ ہے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے اسے یاء میں تبدیل کر دیا۔ ممکن ہے رفتار میں ہوا کی طرح ہونے کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہو۔ یا روح کی طرح چلنے میں وسعت کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہو یا اس سے راحت وسکون نصیب ہوتا ہو یا یہ ان کے قول راح الفرس سے مشتق ہو گا جس کا معنی ہے کہ گھوڑے کا جوان ہو جانا۔ ابن سعد نے حضرت زید بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ رھاویین کے وفد نے حضور اکرم ﷺ کو کچھ تحائف پیش کیے جن میں ایک گھوڑا بھی تھا جسے مرواح کہا جاتا تھا اس نے آپ کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا آپ نے اسے پسند کیا ابن الکلبی نے الجمرۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت مرداس بن مویلک بن واقد رضی اللہ عنہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو گھوڑا پیش کیا۔

الطبرانی نے الصغیر میں روایت کیا ہے کہ عیاض ابن حمار المجاشعی نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کی خدمت میں گھوڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا "میں مشرکین کا تحفہ قبول نہیں کرتا" تحفہ پیش کرنے والا ایک شریف انسان تھا۔ وہ آپ کا دوست تھا وہ جب بھی مکہ مکرمہ میں آتا وہ آپ کے کپڑوں میں طواف کرتا" اس نے عرض کی "میں نے اسلام قبول کر لیا ہے" آپ نے فرمایا "مجھے رب تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ میں مشرکین کا تحفہ قبول کروں" اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اس کا تحفہ قبول فرما لیا" اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میری قوم کا رذیل انسان مجھے گالیاں دیتا ہے کیا میں اس سے انتقام لے لوں" آپ نے فرمایا "دو گالیاں دینے والے شیطان ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر بے بنیاد الزام لگاتے ہیں وہ ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں۔"

حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی نے ایک نظم میں آپ کے گھوڑوں کے نام رقم کیے ہیں پہلے ان سات گھوڑوں کے نام لکھے ہیں جو متفق ہیں انہوں نے کہا ہے:

خیل النبی عدۃ لم تختلف ۔۔۔ فی السبع الاولی کلھا مرکوب
سکب لزاز ظرب مرتجز ۔۔۔ ورد لحیف سبحۃ مندوب
ابلق ذوالعقال بحر فرس ۔۔۔ مرتجل ذواللمۃ الیعسوب
ادھم سرحان الشحاء مراوح ۔۔۔ سجل نجیب طِرف الیعبوب
ملاوح عدۃ اربعۃ تلی ۔۔۔ عشرین لم یحظ بھا مکتوب

حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے کئی تھے جن سے پہلے سات میں کوئی اختلاف نہیں سب پر آپ نے سواری کی ہے وہ گھوڑے یہ ہیں۔ سکب، لزاز، ظرب، مرتجز، ورد، لحیف، سبحۃ، مندوب، ابلق، ذوالعقاب، بحر فرس، مرتجل ذواللمۃ، الیعسوب، ادھم، سرحان، الشحاء، مرواح، سجل، نجیب، طرف، الیعبوب، ملاوح اور چار گھوڑے جو بیس کے ساتھ ہیں مگر وہ لکھنے میں نہیں آئے حافظ ابوالفتح ابن سیدالناس نے بعض گھوڑوں کو اس طرح نظم کیا ہے۔

لم یزل فی حربۃ ذاثبات و ثبات
و مضاء قصرت عنہ مواضی المرھفات
کلفا بالطن والضرب حب الصافنات
من لزاز و لحیف و من السکب المؤات
و من المرتجز السابق سبق الذاریات
و من الورد و من سبحۃ مثل العادیات

آپ نیزہ بازی میں محکم اور ثابت قدم رہتے۔ ہمیشہ پیش قدمی کرنے والے رہے اس طرح تیزی سے آگے بڑھتے تھے کہ کاٹنے والی تلواریں بھی عاجز آجاتی تھیں۔ آپ دشمن کے ساتھ نیزہ بازی، شمشیر زنی اور گھوڑوں کے ساتھ محبت کرنے میں بہت شوق رکھتے تھے۔ آپ کے گھوڑے کو نام لزاز، لحیف اور سکب تھا جو بہت زیادہ تیز رفتار تھا۔ اسی طرح المرتجز اور اسابق گھوڑا تھا جو ہوا کی طرح آگے نکل جاتا تھا۔ اسی طرح الورد اور سبحہ گھوڑے تھے جو تیز رفتار گھوڑوں کی طرح تھے۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

خچریں اور گدھے

اس باب میں دو انواع ہیں۔

❶ آپ کی خچریں

خچروں کی تعداد سات تھی۔

❶ دلدل

ابن سعد نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ یہ خچر حضرت فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ اسے مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی خچر کا نام دلدل تھا۔ وہ سیاہی مائل سفید تھی۔ وہ ینبع کے مقام پر مرگئی تھی۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خچر کا نام دلدل تھا۔ یہ پہلی خچر تھی جسے اسلام میں دیکھا گیا تھا جسے مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہی۔

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کو سیاہی مائل سفید خچر پیش کی گئی یہ اسلام میں پہلی خچر تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا میں صوف اور کھجور کے پتے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور میں نے اس کی نکیل اور لگام کے لیے رسی بٹی پھر آپ کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اپنی مطرفہ چادر نکالی۔ اسے دوہرا کیا پھر چار تہہ لگا کر خچر پر رکھا پھر بسم اللہ پڑھ کر سوار ہو گئے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔

ابن عساکر نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ وہ خچر باقی رہی حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر خارجیوں کے خلاف جہاد کیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر تھی اس کے لیے جو کوٹے جاتے تھے۔ الحافظ عبدالغنی بن عبدالواحد القدسی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں دلدل پر سواری فرماتے تھے۔ وہ آپ کے وصال کے بعد بھی زندہ رہی حتیٰ کہ بوڑھی ہو گئی۔ میں نے اس کے دانت دیکھے تھے اس کے لیے جو کوٹے جاتے

تھے وہ نبیع میں مرگئی۔

◆ فضہ

ابن سعد نے زامل بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ حضرت فروہ بن عمرو جذامی نے حضور اکرم ﷺ کو خچر پیش کی جسے فضہ کہا جاتا تھا آپ نے وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی۔

عبد بن حمید نے کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "غزوۂ حنین میں ہم آپ کے ساتھ ہی رہے جدانہ ہوئے آپ اپنی شہباء خچر پر تھے جسے فروہ بن لغامہ الجذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ابن ابی شیبہ نے ابن ابی حمید الساعدی نے روایت کیا ہے کہ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو سفید خچر پیش کی۔ آپ نے اسے چادر عطا کی اور اس کے لیے مکتوب لکھوایا۔

عمر بن عبداللہ انصاری نے اپنی کتاب "جزء" میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک سفر میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ قوم کسی گھاٹی میں اتری جب ایک شخص اس سے بلند ہوا تو اس نے کہا "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "لوگو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں بلا رہے آپ ایک خچر پر تھے جسے آپ روک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "ابوموسیٰ! یا عبداللہ بن قیس" کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ سکھاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے" میں نے عرض کی "ضرور! آپ نے فرمایا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔"

◆ وہ خچر جسے ابن العلماء نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ امام مسلم نے اول الفضائل میں اور امام بخاری نے الجہاد کے بعد کتاب الجزیہ والموادعۃ میں روایت کیا ہے کہ ابوحمید الساعدی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے آپ کی معیت میں تبوک کی طرف سفر کیا۔۔۔ ابن العلماء صاحب ایلہ کا قاصد آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے ایک خط اور ایک خچر پیش کی۔ اس کی رنگت سفید تھی آپ نے اس کو مکتوب لکھوایا اور اسے چادر بطور تحفہ بھیجی" اس روایت کو ابونعیم نے المستخرج میں لکھا ہے کہ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو سفید خچر پیش کی۔ آپ نے اسے چادر عطا کی اور سمندر کے بارے ان کے لیے مکتوب لکھوایا۔

علی بن محمد بن حسین بن عبدوس نے لکھا ہے کہ وہ خچر طویل اور کٹے ہوئے کانوں والی تھی۔ گویا کہ وہ ٹیلے پر کھڑی ہو۔ آپ نے اسے بہت پسند کیا۔ اس خچر کے بارے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس وقت عرض کی تھی جب آپ اس پر سوار ہو کر باہر تشریف لائے تھے" یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کو بہت پسند ہے" آپ نے فرمایا "ہاں! انہوں نے عرض کی "اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کی مثل ایک اور آجائے" آپ نے پوچھا "وہ کیسے؟" انہوں نے عرض کی "اس کی ماں عربی ہے اس کا باپ گدھا ہے اگر ہم گدھے کو گھوڑی پر چھوڑیں تو وہ اس طرح کی خچر پیدا کر دے گی" آپ نے فرمایا "یہ حرکت وہ کرتا ہے جسے

علم نہیں ہوتا۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خچر پیش کی گئی۔ ہم نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم گدھے کو اپنی گھوڑی پر چھوڑتے ہیں۔ اس طرح کی خچر پیدا ہو جائے گی۔" آپ نے فرمایا "اس طرح وہ کرتا ہے جو حقیقت کا علم نہیں رکھتا۔

◆ ۴ وہ خچر جسے کسریٰ نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ نے اس میں بالوں کی لگام ڈالی اور اپنے پیچھے حضرت ابن عباس کو بٹھایا۔ انہوں نے اسے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ (الانعام:۱۷)

ترجمہ: اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی دکھ تو نہیں کوئی دور کرنے والا اس دکھ کو سوائے اس کے۔

حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ یہ موقف درست نہیں۔ کیونکہ اس نے آپ کے مکتوب گرامی کو پارہ پارہ کیا تھا اور یمن کے آپ کے عامل کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے اس کا سر آپ کے پاس بھیجا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے اسے ہلاک کر ڈالا تھا۔ آپ نے اس کے عامل کو اسی روز اس کے قتل کی خبر سنا دی تھی جس رات وہ قتل ہوا تھا" میں کہتا ہوں "اگر امام ثعلبی کی یہ روایت صحیح ہے تو ممکن ہے کہ خچر بھیجنے والا مقتول کی اولاد میں سے ہو ثعلبی کی سند میں عبد اللہ بن میمون ہے جو متروک ہے۔ امام بخاری نے اسے ذاهب الحديث کہا ہے۔

◆ ۵ دومۃ الجندل سے

ابن سعد نے غزوہ بنی قریظہ کے آخر میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دومۃ الجندل کے بادشاہ نے خچر اور سندس کا جبہ بھیجا صحابہ کرام جبہ کے حسن پر تعجب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا "حضرت سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔"

امام ابراہیم حربی نے کتاب الھدایا میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "یوحنا بن رؤبة نے آپ کی خدمت میں سفید خچر پیش کی۔"

◆ ۶ نجاشی کی طرف سے پیش کی جانے والی خچر۔

◆ ۷ حمارہ شامیہ

ابن سکن نے بسر بن عبد اللہ المازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے" ان خچروں میں سے شہباء ہی آپ کے سامنے کھڑی تھی۔

◆ آپ کے گدھے

آپ کے چار گدھے تھے:

◆ عفیر

بعض نے اسے غفیر کہا ہے۔امام نووی اور حافظ نے اسے غلط کہا ہے یا العفر ۃ سے مشتق ہے۔اس کا معنی مٹی رنگ کا ہے۔اسے عفرہ اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ اس کی سرخ رنگت میں سفیدی تھی۔اسے مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ابن عبدوس نے لکھا ہے کہ یہ سبز رنگ کا تھا۔حافظ دمیاطی نے لکھا ہے عفیر عفر کی تصغیر ہے اس کا معنی مٹیالا رنگ ہے جیسے کہ اسود کی تصغیر میں اسَیود کہا جاتا ہے۔

ابوداؤد اور طیالسی اور ابن سعد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"انبیائے کرام علیہم السلام صوف پہنتے تھے۔بکری کا دودھ دوہتے تھے۔گدھوں پر سواری فرماتے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک گدھا تھا جسے عفیر کہا جاتا تھا۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری اور برقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"میں اس گدھے پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جسے عفیر کہا جاتا تھا"اسے یعفور (ہرن) کے ساتھ تیز رفتاری میں تشبیہ دیتے ہوئے عفیر کہا جاتا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ اسے الخشیف کہا جاتا تھا۔جنگلی گائے کے بچے کو خشیف کہا جاتا ہے۔عفیر اس ہرن کو کہا جاتا ہے جس کی سفیدی پر سرخی غالب ہو یہ دوڑنے میں سارے ہرنوں سے کمزور ہوتا ہے مقوقس نے آپ کو عفیر پیش کیا تھا جبکہ فروہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو یعفور پیش کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ مقوقس کے گدھے کا نام یعفور اور حضرت فروہ کے گدھے کا نام عفیر تھا۔

◆ یعفور

ہرن کے بچے کو یعفور کہا جاتا ہے۔اسے اس کی تیزی کی وجہ سے یہ نام دیا گیا یہ فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کو پیش کیا تھا۔

ابن سعد نے زامل بن عمرو سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"فروہ بن عمرو جذامی نے یعفور گدھا آپ کو پیش کیا"ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پہلا جبکہ مقوقس نے دوسرا گدھا پیش کیا تھا۔الحافظ نے لکھا ہے کہ وہ پہلا گدھا عفری ہے۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو یعفور مر گیا تھا۔امام سہیلی نے لکھا ہے یعفور نے اسی روز خود کو کنوئیں میں گرا لیا تھا جس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا یہ اسی روز مر گیا تھا۔

◆ ۳ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک گدھا آپ کو پیش کیا تھا۔ اس بات کا تذکرہ ابن مندہ نے کتاب اسامی میں عمرو بن سرجیس کی سند سے کیا ہے۔

◆ ۴ وہ گدھا جسے کسی صحابی نے آپ کو پیش کیا تھا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل رہے تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس کے پاس گدھا تھا۔ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سوار ہو جائیں'' وہ پیچھے ہٹ گیا۔ آپ نے فرمایا ''تم اپنے جانور کے سینے کے مجھ سے زیادہ مستحق ہو۔ مگر جبکہ تم خود مجھے دے دو'' اس نے عرض کی ''میں نے اسے آپ کے لیے مقرر کر دیا ہے'' آپ اس پر سوار ہو گئے۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

آپ کی شیر دار اونٹنیاں اور اونٹ

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ آپ کی شیر دار اونٹنیاں

ابن مسعود نے معاویہ بن عبداللہ ابی رافع سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضورا کرم ﷺ کی شیر دار اونٹنیاں تھیں۔ان پر ہی غابۃ کے مقام پر شب خون مارا گیا تھا۔ان کی تعداد بیس تھی۔ان ہی پر آل محمد ﷺ کی گذر بسر تھی۔ان کے دو مشکیزے دودھ کے ہر رات کو آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے تھے۔بعض اونٹنیوں کو موٹا کرنے کے لیے ان کا دودھ نہیں دوہا جاتا تھا جیسے کہ العدیٰ میں ہے۔ان کی تعداد پینتالیس تھی۔لیکن ہم ان میں سے محفوظ کے اسماء ذکر کریں گے۔

(۱) الحناء، (۲) السمراء، (۳) العریس، (۴) السعدیہ، (۵) البعوم، (۶) الیسیرہ۔اسے، سمراء اور عریس کو دوہا جاتا تھا۔ان کا دودھ ہر رات کو کاشانہ اقدس میں بھیجا جاتا تھا ان میں ایک غلام تھا جسے یسار کہا جاتا تھا۔عیر نون ان اونٹنیوں کو ہانک کر لے گئے تھے۔الحناء کو انہوں نے ذبح کر دیا تھا۔

(۷) الریاء، (۸) بردہ۔شیر دار اونٹنیوں کی طرح اس کا بھی دودھ نکالا جاتا تھا۔ضحاک بن سفیان الکلابی نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا، (۹) الحفدۃ، (۱۰) مہرہ۔اسے حضرت سعد بن عبادۃ نے ابن عقیل کے جانوروں سے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا، (۱۱) الشقراء یا الریاء۔آپ نے اسے نبط کے بازار سے بنو عامر سے خریدا تھا۔اس کا بچہ بھی تھا جسے سورۃ کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضورا کرم ﷺ کے ساتھ ہماری زندگی کا گذر بسر اکثر اونٹنیوں پر تھا جو غابۃ میں تھیں۔آپ نے انہیں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر رکھا تھا۔ان میں سے ایک میری اونٹنی تھی جسے عریس کہا جاتا تھا۔اس سے ہمیں اتنا دودھ مل جاتا تھا جتنا ہم چاہتے تھے۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی کا نام سمراء تھا۔وہ میری اونٹنی کی مانند نہ تھی۔ان کا چرواہا انہیں غابہ کی چراگاہ میں لے جاتا تھا وہ اس کے اثل اور طرفا درخت کھاتی تھیں وہ شام کے وقت انہیں حجرات مقدسہ کے پاس لے آتا تھا۔ان کا دودھ دوہا جاتا۔حضورا کرم ﷺ کی اونٹنی کا دودھ میری اونٹنی سے دوگنا یا اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔"

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ضحاک بن سفیان کلابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی پیش کی جسے بردہ کہا جاتا تھا۔ میں نے اتنی خوبصورت اونٹنی آج تک نہیں دیکھی یہ دو اونٹنیوں جتنا دودھ دیتی تھی۔ یہ شام کے وقت حجرات مقدسہ کے پاس آجاتی تھی اسے ھند اور اسماء چراتے تھے یہ اسے کبھی احد اور کبھی بیضاء کے مقام پر چھوڑ دیتے تھے۔ پھر یہ حجرات مقدسہ کے پاس آجاتی تھی انہوں نے اپنے کپڑے پتوں سے بھرے ہوتے تھے۔ یہ صبح تک علق میں رہتی بعض اوقات میرے ہاں مہمان آجاتے وہ اس کا دودھ پیتے حتیٰ کہ وہ سیر ہو جاتے تھے۔ جو دودھ بچ جاتا آپ اسے ہم میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اسے صبح کے وقت دوہنا اچھا تھا" عبدالسلام بن جبیر سے روایت ہے۔ وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی محترم ﷺ کی سات شیر دار اونٹنیاں تھیں جو ذوالجدری کے مقام پر تھیں وہ چراگاہ میں چرتی تھیں۔ ان کا دودھ ہمارے پاس آتا تھا۔ ایک اونٹنی کو مہرہ، دوسری کو شقراء، تیسری کو الریاء، چوتھی کو بردہ، پانچویں کو سمراء، چھٹی کو عریس اور ساتویں کو الحناء کہتے تھے۔

۲ سواری کے لیے اونٹنیاں

ابن سعد نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں "قصواء نامی اونٹنی بنو حریش کے جانوروں میں تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے چار سو درہم میں خریدا۔ یہ آپ کے پاس ہی رہی حتیٰ کہ مرگئی اسی پر آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔ جب آپ ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہ چار دانتوں والی تھی۔ اس کے نام قصواء جدعاء اور عضباء تھے۔"

انہوں نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ان کا نام العضباء تھا۔ اس کا کان ایک طرف سے کٹا ہوا تھا۔ اس نے جب بھی دوڑ میں شرکت کی یہ جیت گئی۔

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جسے العضباء کہا جاتا تھا یہ ہمیشہ جیت جاتی تھی۔ ایک اعرابی ایک اونٹ لے کر آیا۔ اس نے اس اونٹنی کے ساتھ مقابلہ کیا تو وہ اونٹ جیت گیا۔ یہ بات مسلمانوں پر گراں گزری حتیٰ کہ آپ کو بھی علم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "یہ رب تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بلند نہیں کرتا مگر اسے پست کر دیتا ہے" دارقطنی نے ان الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اعرابی کے اونٹ کے ساتھ اسے دوڑایا تو وہ اونٹ جیت گیا۔ صحابہ کرام پر یہ بات گراں گزری۔ جب آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا "یہ رب تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ دنیا میں جس چیز کو بلند کرتا ہے اسے پست بھی کر دیتا ہے" یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ مگر انہوں نے اس کا نام قصواء بتایا ہے۔

ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جب لوگ کسی چیز کو بلند کرتے ہیں یا بلند کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو رب تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔"

ابن سعد نے قدامۃ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حجۃ الوداع کے وقت آپ کو دیکھا آپ اپنی اونٹنی صہباء پر رمی جمار کر رہے تھے" ابن ضحاک نے حضرت ابو کاھل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے عید کے روز آپ کو دیکھا آپ لوگوں کو خطبہ ایسی اونٹنی پر ارشاد فرما رہے تھے جس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ جس کی نکیل حبشی تھامے ہوئے تھا۔"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا آپ حجۃ الوداع میں اپنی اونٹنی الجدعاء پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ابن عبدوس نے لکھا ہے کہ العضباء ہی شہباء تھی۔

۳ آپ کے اونٹ

ابن سعد نے سلمہ بن عبیط سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حج کے موقع پر آپ کو میدان عرفہ میں دیکھا آپ سرخ اونٹ پر تھے۔"

ثابت بن قاسم نے اپنی کتاب "دلائل" میں عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ کے اونٹ کا نام عسکر تھا" ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روزِ حدیبیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت خراش بن امیہ خزاعی کو قریش مکہ کے پاس بھیجا۔ انہیں اپنے اونٹ ثعلب پر سوار کرایا تا کہ وہ قریش کو آپ کے آنے کا مقصد بیان کریں۔ انہوں نے آپ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اسے مارنے کا ارادہ کیا۔ احابیش نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔

الطبری نے غزوۂ بدر میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو مالِ غنیمت میں ابوجہل کا اونٹ ملا۔ یہ سُھری تھا یہ سھر بن حیدان کی طرف منسوب تھا۔ آپ اس پر جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے اسے شیر دار اونٹنیوں کے لیے رکھا تھا۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ کے سارے قربانی کے جانوروں میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل کر لیا۔ اس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی تا کہ اس کی وجہ سے مشرکین آتش غیظ میں جلیں۔"

❁❁❁❁

چھٹا باب

آپ کی بکریاں اور بھیڑیں

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ بکریوں کی فضیلت

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا "بکریاں سراپا برکت ہیں" الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم بکریاں پالا کرو یہ جنت کے جانور ہیں۔ ان کے باڑے میں نماز پڑھا کرو اور ان کا منہ صاف کیا کرو۔"

بزار نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اونٹوں والوں اور بکریوں والوں نے بارگاہ رسالت مآب میں باہم فخر کیا آپ نے فرمایا "فخر اور بڑائی اونٹ والوں میں اور سکون اور وقار بکری والوں میں ہوتا ہے" آپ نے فرمایا "حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تو وہ اپنے اہل خانہ کی بکریاں چراتے تھے مجھے مبعوث کیا گیا تو میں بھی جیاد پر اپنے اہل خانہ کی بکریاں چراتا تھا۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور الطبرانی نے وھب بن کیسان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میرے والد گرامی حضرت ابو ہریرہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے پوچھا "کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا "اپنی بکریوں کے پاس جانے کا" انہوں نے فرمایا "اپنی بکریوں کا منہ صاف کرو۔ ان کے ٹھکانے کو عمدہ بناؤ۔ ان کے ٹھکانے کے ایک طرف نماز پڑھو۔ یہ جنت کے جانور ہیں۔ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرو۔"

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا "ام ہانی بکریاں رکھو یہ صبح و شام خیر کے ساتھ آتی ہیں۔"

بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بکریوں کی تکریم کرو ان کا منہ صاف کرو یہ جنت کا جانور ہے" ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بکریوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔ ان سے اذیت دور کرو یہ جنت کا جانور ہے" ان سے ہی روایت ہے حضوا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بکریاں اور گائیں پالنے والوں میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جس قوم کے گھر یا جن کے ہیں بکری ہوتی ہے انہیں دن میں دو بار صاف کیا جاتا ہے اور دو بار ان میں برکت ڈالی جاتی ہے" یعنی بکری کا دودھ دو بار ملتا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بکریوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرو۔ یہ ایک رقیق مال ہے یہ جنت میں سے ہے رب تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ مال بھیڑ ہے۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ کتنا متقی ہے۔ وہ کتنا پاکباز ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے۔"

۲ بکریوں کی تعداد

امام شافعی، امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں بنو المنتفق کے وفد میں تھا یا ان کے وفد لے کر آیا تھا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر آپ اس وقت گھر میں تشریف فرما نہ تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں تھیں ہمیں ایک طشت عطا کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ انہوں نے حکم دیا تو ہمارے لیے خزیرہ تیار کیا گیا ہم نے اسے کھایا پھر جلد ہی آپ تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا "کیا تم نے کچھ کھایا ہے؟ کیا تمہارے لیے کسی چیز کا حکم دیا ہے؟ ہم نے عرض کی "ہاں! پھر آپ نے اپنے چرواہے کو حکم دیا کہ وہ بکریوں کو چراگاہ کی طرف لے جائے ایک بکری ممیا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا "فلاں! بکری نے کیا دیا ہے؟ اس نے عرض کی "بچہ" آپ نے فرمایا "اس کی جگہ ہمارے لیے بکری ذبح کرو" پھر آپ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا "تم یہ گمان نہ کرنا کہ ہم اسے تمہارے لیے ذبح کر رہے ہیں۔ ہماری ایک سو بکریاں ہیں۔ ہم ان میں اضافہ نہیں چاہتے جب بکری بچہ پیدا کر دیتی ہے تو ہم اس کی جگہ بکری کو ذبح کر لیتے ہیں۔"

ابن سعد نے ابراہیم بن عبد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس بکریاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عجوہ، (۲) زمزم، (۳) سقیا، (۴) برکہ، (۵) ورسہ، (۶) اطلال، (۷) اطراف، (۸) قرہ، (۹) غوثہ یا غوثیہ، (۱۰) یمن۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بکری تھی جسے غوثہ یا غثیثہ کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریاں تھیں جنہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چرواتی تھیں۔

محمد بن عبداللہ بن حصین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریاں تھیں جو احد کے دامن میں چرتی تھیں وہ ہر شب اس حجرہ مقدسہ میں آجاتی تھیں جس میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے ان میں سے ایک بکری کو قمر کہا جاتا تھا۔ ایک روز وہ غائب تھی۔ آپ نے اس کے بارے چرواہے سے پوچھا تو اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ مرگئی

ہے۔ آپ نے فرمایا "تم نے اس کے چمڑے کے ساتھ کیا کیا ہے" انہوں نے عرض کی "وہ بھی مردار ہے" آپ نے فرمایا "اسے رنگ دینا ہی اس کی پاکیزگی ہے۔"

تنبیہ

العیون میں ہے "گائے کے بارے میں یہ تذکرہ نہیں کہ وہ آپ کے پاس تھی" میں کہتا ہوں کہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے گائے قربانی کی تھی۔ احتمال ہے کہ آپ نے قربانی کرنے کے لیے اسے خریدا ہوگا۔

ساتواں باب

آپ کا مرغا

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ مرغ کو گالی دینے سے ممانعت

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ حضرت زید بن خالد جھنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مرغ کو گالی نہ دیا کرو یہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔"

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کاشانۂ اقدس سے ایک مرغ نکلا۔ ایک شخص نے اسے گالی دی اسے لعنت کی۔ آپ نے فرمایا "اسے نہ لعنت کرو نہ ہی اسے گالی دو یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔"

طیالسی نے ثقہ افراد سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مرغ کو گالی نہ دیا کرو یہ نماز کی طرف بلاتا ہے" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مرغ کو گالی نہ دیا کرو یہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔"

❷ مرغ کی آواز نکالتے وقت کی دعا

شیخین اور آئمہ ثلاثہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب تم مرغ کی آواز سنو تو رب تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اس (مرغ) نے فرشتہ دیکھا ہے۔"

❸ مرغ رکھنے کا حکم

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سفید مرغ رکھنے کا حکم دیا جس گھر میں سفید مرغ ہو کوئی شیطان، جادوگر اور گھومنے والیاں اس کے ارد گرد نہیں آسکتیں، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مرغ نماز کے لیے آذان دیتا ہے جس نے سفید مرغ رکھا رب تعالیٰ اس کی تین چیزوں سے حفاظت کرتا ہے (۱) شیطان کے شر سے، (۲) جادوگر سے، (۳) کاھن سے" ان روایات کی اسناد ضعیف ہیں۔

◆ زمین کے مرغ کے آذان دینے کا سبب

ابن عدی اور امام بیہقی نے الشعب میں ابن ابی علی لھلبی (یہ متروک ہے) کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کی گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے۔ اس کی ٹانگیں زمین کے نیچے ہیں جب رات کا تیسرا پہر گزر جاتا ہے تو یہ سبوح قدوس کی آواز نکالتا ہے جسے سن کر مرغ آذان دیتا ہے۔"

ابن عدی نے یحییٰ بن رحم کی سند سے (ابن حبان نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے باپ کے موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کی کتابت جائز نہیں سوائے تعجب کے لیے۔ ابن عدی نے لکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابا حاتم نے لکھا ہے مجھے امید ہے کہ یہ صدوق ہے۔ الحافظ نے اس روایت کے بارے لکھا ہے جس کی علت امام ذھبی نے بیان کی ہے کہ شاید آفت اس کے علاوہ کسی اور سے ہو) حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پنجے زمین کے نیچے ہیں اس کا سر عرش کے نیچے ہے وہ نمازوں کے وقات میں چیختا ہے پھر ہر ہر آسمان کے مرغ آواز نکالتے ہیں پھر ان کی وجہ سے زمین کے مرغ آذان دیتے ہیں وہ کہتے ہیں "سبوح سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح۔"

ابو شیخ نے کتاب العظمہ میں جید سند سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کی ٹانگیں ساتویں زمین کے نیچے ہیں۔ اس کا سر ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ نماز کے اوقات میں اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ زمین کا ہر مرغ اس کا جواب دیتا ہے۔"

الطبرانی، ابوداؤد، ابو شیخ نے العظمۃ میں اور ابو نعیم نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا سفید مرغ ہے۔ اس کے پروں کے ساتھ زبرجد اور موتی ملے ہوئے ہیں اس کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں ہوا میں ہیں (یا نچلی زمین میں ہیں) وہ وقت سحر آذان دیتا ہے۔ (ابو شیخ کے الفاظ یہ ہیں) جب سحر اعلی طلوع ہوتی ہے تو وہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے۔ پھر کہتا ہے "سبوح قدوس ربنا الذی لا الہ الا اللہ" یہ آواز زمین و آسمان کی ہر چیز جن و انس کے علاوہ سنتی ہے۔ اس وقت اسے زمین کے مرغ جواب دیتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا "اپنے پر ملا لو۔ اپنی آواز پست کرلو" اس وقت اہل آسمان اور اہل زمین جان لیں گے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔"

ابو شیخ نے "العظمۃ" میں ابو راشد خبرانی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مرغ ہے۔۔۔ انہوں نے اس کی تخلیق کے بارے عجیب امر بیان کیا ہے وہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی تسبیح خوانی کرتا ہے "سبحان الملک والقدوس، الملك

الدیان" جب وہ حرکت کرتا ہے تو زمین کے مرغ آذان دینے لگتے ہیں۔

ابوشیخ الطبرانی نے صحیح کے افراد سے اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تیرے اس مرغ کے بارے بیان کروں جس کی ٹانگیں زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اس کا سر عرش کے نیچے ہے۔ وہ کہتا ہے "سبحانك و ما اعظمك ربنا" اسے وہ چیز لوٹا دیتا ہے جو وہ جانتا ہے کہ اس نے جھوٹی قسم اٹھائی ہے۔

ابوشیخ نے ایوب بن سوید کی سند سے (امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے اسے ترک کیا ہے۔ امام ابو حاتم نے اسے لعین الحدیث کہا ہے حافظ نے تقریب میں لکھا ہے "یہ صدوق تھا مگر کبھی خطا کر جاتا تھا۔ اس کے بقیہ افراد ثقہ ہیں) حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کی ٹانگیں نچلی زمین میں ہیں۔ اس کی گردن عرش الٰہی کے نیچے مڑی ہوئی ہے۔ اس کے پر ہوا میں ہیں وہ انہیں وقت سحر پھڑ پھڑاتا ہے وہ کہتا ہے "القدوس ربنا الرحمن لا اله غیرہ۔"

انہوں نے رشدین بن سعد کی روایت سے (حافظ نے اسے ضعیف لکھا ہے۔ ابن یونس نے لکھا ہے کہ یہ اپنے دین میں صالح تھا اسے صالحین کی غفلت نے آلیا تھا یہ روایات میں خلط ملط کر دیتا تھا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پر زبرجد، موتی اور یاقوت کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اس کے پاؤں زمین کے نیچے ہیں اس کا سر عرش کے نیچے ہے سحر اعلیٰ کے وقت وہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے وہ کہتا ہے "سبوح و قدوس ربنا الذی لا اله غیرہ" اس وقت دنیا کے مرغ اپنے پھر پھڑا پھڑاتے ہیں اور آذانیں دیتے ہیں۔ روز حشر اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا۔ "اپنے پر ملا لو تو آواز پست کر دو۔" اہل آسمان اور اہل زمین جان لیں گے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "رب تعالیٰ کی تخلیق میں سے ایک مرغ بھی ہے جس کی ٹانگیں ساتویں آسمان تک ہیں اس کی گردن مڑی ہوئی ہے وہ عرش کے نیچے ہے اس کے پروں کو دونوں افق نے گھیر رکھا ہے جب رات کا آخری ثلث باقی رہتا ہے تو وہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے "سبوح سبّحو الملك القدوس سبّحوا ربنا الملك القدوس سبحان ربنا الملك القدوس لا اله لنا غیرہ" کائنات کی ہر چیز جن و انس کے علاوہ اسے سنتی ہے جب دوسرے مرغ اسے سنتے ہیں تو وہ اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور آذانیں دیتے ہیں۔

ہمارے شیخ نے لکھا ہے کہ اس سے یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا قول صحیح نہیں جو اس روایت کو موضوع کہتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعہ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ" میں تفصیل سے اس موضوع پر

لکھا ہے۔

مرغ سے آپ کی محبت

حارث بن ابی اسامہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، حارث عقیلی نے حضرت انس بن مالک سے، ابن حبان نے ضعفاء میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوبکر البرقی نے ابوزید انصاری سے، ابوشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "کلغیوں والا سفید مرغ میرا دوست، میرے دوست کا دوست اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔" ابوزید انصاری نے لکھا ہے "حضور اکرم ﷺ رات کے وقت اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے" یہ سارے طرق ضعیف ہیں جب انہیں ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے تو تقویت میں اضافہ ہوتا ہے ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے پر موافقت نہیں کی۔ جیسے کہ میں نے الفوائد میں بیان کیا ہے۔

تنبیہات

1. ابوالقاسم نے علی بن محمد بن عبدوس العوفی سے اپنی "فوائد" میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے واقد نے بیان کیا ہے کہ ایک جن ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ شاید انہوں نے کہا "وہ لڑکی شاید ان میں سے یا آل عمر رضی اللہ عنہ سے تھی۔" ان کے گھر میں مرغ تھا جب وہ جن آتا تو مرغ آذان دینے لگتا۔ جن بھاگ جاتا وہ ایک انسانی شکل میں متشکل ہوا۔ وہ باہر نکلا کسی انسانی شیطان سے ملا۔ اس نے اسے کہا "جاؤ اور بنوفلاں سے میرے لیے مرغ خرید کر لاؤ۔ اور اسے فلاں جگہ لے جاؤ" وہ شخص گیا۔ اس نے اس مرغ کی بہت زیادہ قیمت لگائی۔ اہل خانہ نے اسے فروخت کر دیا۔ جب مرغ نے یہ دیکھا تو وہ چلانے لگا وہ بھاگ نکلا۔ اس شخص نے کہا۔ اس کا گلا گھونٹ کر دم نکال دو" انہوں نے اس کا گلا دبوچا۔ مرغ مر گیا، اس نے اس کا سر کاٹ لیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اس لڑکی کو بھی مرگی کا دورہ پڑ گیا۔
2. انہوں نے عثمان بن الہیثم موذن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں وقت سحر مینارہ میں آذان دینے کے لیے اٹھا۔ میں نے ایک نوجوان دیکھا جس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اس نے مجھے کہا "عثمان! مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں نے اس کے لیے تمہارے علاوہ کسی اور کو اہل نہیں پایا" میں نے پوچھا "کیا ضروری کام ہے؟ اس نے کہا ہمارا ایک مریض ہے۔ جس کے لیے سفید دو کلغیوں والے مرغ کو بطور علاج تجویز کیا گیا ہے۔ میں گھروں میں گھوما ہوں مگر مجھے اس طرح کا مرغ نہیں ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پڑوسیوں کے پاس ایسا مرغ ہے۔ ان سے میرے لیے خرید دو" میں نے کہا "تو کون ہے؟ میں تمہیں کہاں پاؤں گا اس رات میں تمہارے پاس کہاں آؤں گا۔ حتیٰ کہ میں اس وقت تمہارے پاس ایک مرغ لے آؤں" وقت صبح ان لوگوں کے

پاس گیا انہوں نے میرے آنے کا مدعا پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا انہوں نے کہا کتنی عزت افزائی کی بات ہے میں نے ان سے مرغ لیا اور اسے اپنے گھر لے آیا میں نے اسے کھلایا پلایا۔ جب وہی وقت آیا جس میں میں نکلا تھا تو میں نے اسے پکڑا اور باہر نکل آیا جب مینارہ کے دروازے تک پہنچا تو وہی جوان اسی شکل میں میرے سامنے آیا۔ میں نے مرغ پکڑا اس کے حوالے کیا جب اس نے اسے پکڑا تو اس کا سر تھاما اور اسے جدا کر دیا۔ اسے پھینک دیا میں نے اس گھر میں بلند آواز سنی۔ جس میں سفید مرغ تھا۔ میں گھبرا کر مسجد میں داخل ہو گیا۔ میں نے نماز پڑھی تو باہر نکلا تو میں نے ان کی دیوار پر چٹائی دیکھی لوگ اس پر بیٹھے ہوئے تھے" میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا ہماری بچی مریض تھی وہ اس مرغ کی مالکہ تھی جب تمہاری آذان کا وقت ہوا تو وہ چل بسی۔

ابوالفرج نے کتاب العرائس میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم نے سفر کیا راستہ میں اسے ایک شخص ملا جب وہ اس رستے کے قریب گیا جس کا اس نے قصد کیا تھا تو اس نے کہا" میرا تم پر حق اور ذمہ ثابت ہو گیا ہے۔ میرا تعلق جنات سے ہے۔ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے" اس نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا" جب تم فلاں مکان میں داخل ہو گے تو تمہیں وہاں مرغ ملیں گے۔ ان میں سے ایک سفید مرغ ہوگا۔ اس کے مالک سے پوچھو اس سے خرید کر اسے ذبح کرو۔ وہ میرا ضروری کام ہے" میں نے کہا" وہ بھائی مجھے بھی تجھ سے ایک ضروری کام ہے" اس نے پوچھا وہ کیا؟ میں نے کہا" اگر کوئی سرکش شیطان ہو۔ تعویذات اس میں کام نہ کر رہے ہوں یہ کسی شخص سے چمٹ جائے تو اس کا علاج کیا ہے؟ اس نے کہا" جنگلی گدھے کی جلد کا وتر لو۔ اس سے مصیبت زدہ فرد کے انگوٹھے کو سختی سے باندھ دو۔ پھر سداب بری کا تیل لو۔ اس کے ناک کے دائیں طرف چار اور بائیں طرف تین قطرات ڈال لو۔ اس کا وہ شیطان مر جائے گا اور پھر کبھی بھی دوسرا شیطان حملہ نہ کرے گا" میں شہر میں داخل ہوا تو اس جگہ آیا میں نے پایا کہ وہ مرغ ایک بڑھیا کی ملکیت میں تھا میں نے اسے کہا کہ کیا وہ اسے فروخت کرے گی؟ اس نے انکار کر دیا مگر میں نے کئی گنا قیمت دے کر اسے خرید لیا میں نے اسے ذبح کر دیا اس وقت مرد اور عورتیں مجھے مارنے کے لیے نکلے۔ وہ کہنے لگے" اے جادوگر! میں نے کہا" میں جادوگر نہیں ہوں" انہوں نے کہا" جب تو نے مرغ ذبح کیا اس وقت ہماری ایک لڑکی کو جن پڑ گیا ہے میں نے ان سے جنگلی گدھے کی جلد کا وتر منگوایا سداب بری کا تیل منگوایا۔ جب میں نے یہ کیا تو وہ جن چیخ اٹھا۔ اس نے کہا" میں نے تمہیں اپنے خلاف ہی بتا دیا ہے میں نے وہ تیل اس لڑکی کی ناک میں ٹپکایا وہ جن اسی وقت گر کر مر گیا۔ رب تعالیٰ نے اس عورت کو اس وقت شفاء دے دی۔ بعد میں کبھی بھی شیطان اس کے پاس نہ آیا۔

آپ کا سفر اور واپسی

پہلا باب

آپ کس روز سفر پسند کرتے تھے جب سفر کا ارادہ فرماتے تو کیا فرماتے تھے

امام بخاری، امام الطبرانی، ابوداؤد اور خرائطی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے جمعرات کے روز عازم سفر ہوئے۔ آپ جمعرات کے روز سفر فرمانا پسند فرماتے تھے، ایک اور روایت میں ہے "آپ جمعرات کے روز ہی سفر پر روانہ ہوتے" ابوطاہر المخلص نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر جمعرات کے روز روانہ ہوتے تھے اور کسی کو مہم پر بھی جمعرات کے روز ہی بھیجتے تھے۔"

الطبرانی اور ابوشیخ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے روز سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔"

ابویعلی نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ آپ سفر پر روانہ ہوں تو جمعرات کے روز عازم سفر ہوں" الطبرانی کے یہ الفاظ ہیں "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کرنے کا ارادہ فرماتے تو جمعرات کے روز عازم سفر ہوتے۔"

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے اور عازم سفر ہونے لگتے تو رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے تین بار سبحان اللہ اور تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا مانگتے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ـ اللهم انا نسئلك فى سفرنا هذا البرّ والتقوى۔ و من العمل ما ترضى اللهم هوّن علينا سفرنا هذا و طوعنا بعد الارض اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفه فى الاهل والمال"

جب آپ واپس آتے تو یہ کلمات کہتے ان میں یہ اضافہ فرماتے:

"آیبون عابدون لربنا ساجدون"

امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کا لشکر بلندی پر چڑھتا تو اللہ اکبر کہتے اور جب نشیبی علاقے میں جاتے تو سجدہ کرتے۔ نماز اسی طرح فرض کی گئی ہے۔

امام مالک نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب رکاب میں اپنا پاؤں مبارک رکھتے اور آپ کا ارادہ سفر کا ہوتا تو یہ دعا مانگتے:

"باسم اللہ اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم اطولنا الارض و ھون علینا السفر اللھم اعوذبک من و عثاء السفر من کآبۃ المنقلب و من سوء المنظر فی الاھل و المال"

امام بزار اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سیاح لامکان ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

"اللھم بک اصول و بک اجول و بک اسیر"

مسدد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، الطبرانی اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

"اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم انی اعوذبک الضبنۃ فی السفر اللھم انی اعوذبک من و عثاء السفر و کآبۃ المنقلب اللھم اقبض لنا الارض و ھون علینا السفر"

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سفر کے لیے جاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم بلغ بلاغا یبلغ خیرا و مغفرۃ منک و رضوانا بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی الاھل اللھم ھون علینا السفر واطولنا الارض اللھم انی اعوذبک من و عثاء السفر و کآبۃ المنقلب"

ابو یعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب بھی آپ نے سفر کا ارادہ کیا جب آپ اٹھے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم بک انتشرت و الیک توجھت و بک اعتصمت اللھم انت رجائی اللھم

اکفنی ما اھمنی ولا اھتم لہو وما انت اعلم بہ منی وزودنی التقوی واغفرلی ذنبی وجھنی للخیر حیث ما توجھت

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا جب آپ سواری پر بیٹھ گئے تو آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا تین بار الحمد للہ کہا تین بار سبحان اللہ۔ ایک بار لا الہ اللہ کہا پھر مسکراتے ہوئے اس پر لیٹ جاتے پھر سیدھے ہو جاتے۔ پھر فرمایا "جو بھی اپنی سواری پر سوار ہونے والا اس طرح کرے گا جس طرح میں نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ مسکراتے ہوئے اس کی طرف توجہ کرے گا۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

سفر کی شان اور کمزور پر شفقت

شیخین نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ سفر حجۃ الوداع میں آپ کے سفر کی شان کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العنق تیزی کے بغیر چلتے۔ کبھی کشادہ زمین آجاتی تو نص (العنق سے تیز) چلتے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ٹیلے یا بلند جگہ پر چڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم لك الشرف علی کل شرف و لك الحمد علی کل حال

ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں پیچھے رہتے تھے اگر کمزور شخص ملتا تو اسے اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔"

امام احمد، امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ایک شخص کے پاس اپنی سواری سے زائد سواری ہو تو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد زاد راہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادہ راہ نہ ہو" آپ نے مال کی اتنی اقسام بیان کیں حتیٰ کہ ہمیں معلوم ہوا کہ زائد مال کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔"

الطبرانی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر میں نماز صبح ادا کر لیتے تو کچھ دیر پیدل چلتے"۔

امام نسائی نے حضرت عقبہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا۔آپ نے فرمایا "عقبہ! سوار نہیں ہو گے" میں نے آپ کی شان کو اس سے جلیل سمجھا کہ میں آپ کی سواری پر سوار ہوں۔آپ نے پھر فرمایا "عقبہ! کیا تم سوار نہیں ہو گے" میں ڈر گیا کہ کہیں یہ معصیت نہ ہو۔آپ نیچے اتر آئے۔ میں کچھ دیر کے لیے سوار ہوا۔پھر نیچے اتر آیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو گئے۔

تیسرا باب

سفر میں رات کے وقت آپ کیا دعا فرماتے جب کسی جگہ فروکش ہوتے تو کیا کرتے

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ جب سفر میں آپ کو رات آجاتی تو آپ کیا دعا کرتے

الخرائطی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر فرماتے اور آپ کو رات آجاتی تو یہ دعا مانگتے:

یا ارض! رب و ربك الله اعوذبالله من شرك و نشر ما فيك و شر ما خلق فيك و شر ما دب عليك اعوذبالله من شر كل اسر وحيه و عقرب و من شر ساكن البلد و من والد و ما ولد

ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ کسی بلند جگہ پر چڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم لك الشرف على كل شرف و لك الحمد على كل حال

❷ جب کسی جگہ اترتے تو کیا کہتے اور کیا کرتے

امام احمد، ابوداؤد اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ اس بستی کو دیکھتے جس میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم بارك لنا فيها (آپ تین بار اس طرح کہتے) اللهم ارزقنا جناها و حببنا الى اهلها وحبب صالح اهلها الينا

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (ایک راوی کا نام نہیں لیا) ابو معتب بن عمرو سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے کعب الاحبار سے اور وہ حضرت صہیب سے ابویعلیٰ اور نسائی نے الکبریٰ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو اس وقت تک داخل نہ ہوتے حتیٰ کہ یہ دعا مانگ لیتے: (ابو معتب کی روایت میں ہے کہ جب خیبر کو دیکھا تو اپنے صحابہ

کرام سے فرمایا۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا "آگے آجاؤ" جب سارے صحابہ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم رب السموات السبع و ما اقلت (و ما اظلت) و رب الارضين السبع و اقلت (و ما اقللن) و رب الشياطين و اما اضلت (و ما اضللن) و رب الرياح و ما ذرت (وما ذرين) انى اسئلك خير هذه القرية و خير اهلها و اعوذبك من شرها و شر ما فيها

حضرت صہیب نے یہ اضافہ کیا ہے "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو۔"

ابن ابی شیبہ، ابویعلی، امام بیہقی نے الکبریٰ میں حاکم اور خرائطی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ فروکش ہوتے تو اس سے عازم سفر نہ ہوتے حتی کہ وہاں دو رکعتیں پڑھ لیتے۔

الطبرانی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ جب کسی جگہ فروکش ہوتے یا گھر تشریف لے جاتے تو دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہوتے تھے حتی کہ ظہر پڑھ لیتے" ان سے عرض کی گئی "ابوحمزہ! اگرچہ دوپہر کا وقت ہوتا" انہوں نے فرمایا "اگرچہ دوپہر کا وقت ہوتا۔"

بزار، الطبرانی، امام احمد نے صحیح کے راویوں (سوائے محمد بن ربیعہ کے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم منايانا بها تخرجنا منها

آپ کو ناپسند تھا کہ آپ کا وصال مدینہ طیبہ سے باہر ہو۔

۳ سفر میں سونے کی کیفیت

امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سفر کرتے اور رات کو آرام کرتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ جب صبح سے پہلے آرام فرماتے تو کہنیوں کو بلند فرما لیتے اور سر اقدس اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔"

۴ وقتِ سحر آپ کیا فرماتے تھے

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سحر ہو جاتی تو آپ یہ دعا مانگتے:"

سمع سامع بحمدالله و بنعمته و حسن بلائه علينا اللهم ربنا صاحبنا و افضل علينا عائذا بالله من النار

چوتھا باب

جب آپ سفر سے واپس آتے تو کیا فرماتے، کیا کرتے اور جب اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے جاتے تو کیا فرماتے

امام احمد شیخین، امام مالک، ابوداؤد اور امام ترمذی نے (بعض سے ساجدون کی جگہ سائحون لکھا ہے) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب حضور اکرم ﷺ کسی سفر، حج، عمرہ پر تشریف لے جاتے تو ہر بلند جگہ پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر اس طرح تعریف فرماتے

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر آیبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ باب الشجرہ سے عازم سفر ہوتے تھے اور المعرس کے راستے سے بھی عازم سفر ہوتے تھے۔"

شیخین نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "آپ رات کے وقت اپنے اہل خانہ کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔" امام احمد اور امام الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے "آپ صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ مسجد نبوی کے سامنے اونٹ بٹھایا۔ اندر تشریف لے گئے۔ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

الطبرانی، البزار اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب سفر سے واپس ہونے کا ارادہ فرماتے تو فرماتے:

توبا توبا لربنا لا یغادر علینا حوبا

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو المعرس رات بسر فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی"

امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آتے مدینہ طیبہ کے قریب آتے تو فرماتے:

آئبون عابدون لربنا حامدون اللھم انی اعوذبك من و عثاء السفر و كآبة المنقلب وسوء المنظر فی الاھل و المال۔

بزار اور الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو یوں فرماتے:

آئبون لربنا حامدون لربنا عابدون۔

پانچواں باب

سفر کے متعلق متفرق آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ سفر پر جانے والے کو الوداع کہنا

امام احمد اور ابویعلی نے جید سند سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب آپ نے مجھے یمن بھیجا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہمراہ انہیں نصیحت کرتے ہوئے نکلے۔حضرت معاذ سواری پر تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ ساتھ تھے مسدد نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو الوداع کیا اور فرمایا:

زوّدك الله التقوىٰ و غفر لك و يسر لك الخير حيث ما كنت

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) امام نسائی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں الوداع کرتے تھے" ان سے ہی روایت ہے۔انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ضروری کام کے لیے بھیجا۔آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا" میں تمہارا دین، امانت اور اعمال کا خاتمہ اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہوں۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی قوم پر عامل مقرر کیا تو میں نے آپ کا دستِ اقدس تھاما اور آپ کو الوداع کیا آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا اوڑھنا بنائے تیرے گناہ معاف کرے اور تو جہاں بھی رخ کرے تیرا رخ بھلائی کی طرف کرے۔"

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا" ایک غلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔اس نے عرض کی "میں اس وقت حج کے لیے جانا چاہتا ہوں" آپ اس کے ساتھ کچھ دیر چلے۔سر اقدس اس کی طرف بلند فرمایا اور فرمایا" غلام! رب تعالیٰ تمہیں تقویٰ بطور زادِ راہ دے۔تمہارا چہرہ بھلائی کی طرف کرے اور تمہارے غم و حزن کی کفایت کرتے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے الوداع کیا آپ نے فرمایا:

استودعك الله تضيع ودائعه

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "آپ مجھے وصیت کریں" آپ نے فرمایا "خوفِ الٰہی کو لازم پکڑو ہر بلند جگہ پر تکبیر کہو" جب وہ شخص جانے لگا تو یہ دعا کی مولا! اس کے بُعد کو لپیٹ دے اور اس کا سفر اس پر آسان فرما۔"

امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تجھے بطور زادہ راہ دے" اس نے عرض کی "مجھے اور وصیت کریں" آپ نے فرمایا "وہ تیرے گناہ معاف کرے" اس نے عرض کی "اور وصیت کریں" آپ نے فرمایا "تو جہاں بھی جائے وہ تیرے لیے خیر کو آسان کرے۔"

۲ سفر سے آنے والے کو سلام کرنا

امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سفر سے واپس تشریف لائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں تھے حضرت زید حاضر خدمت ہوئے انہوں نے دستک دی۔ آپ عریاں پاؤں اٹھ کر ان کی طرف گئے آپ کا کپڑا گھسٹ رہا تھا۔ بخدا! میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی بھی آپ کو عریاں پاؤں نہ دیکھا تھا آپ نے انہیں گلے لگا لیا اور ان کا بوسہ لیا۔"

ابوداؤد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ملے۔ انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک غلام نے حج کیا۔ وہ واپس آیا تو آپ کو سلام عرض کرنے آیا۔ آپ نے اس کی طرف سر اقدس اٹھایا اور فرمایا "غلام! اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول کرے۔ تمہارے گناہ معاف کرے اور تمہارے مال کا بدل عطا کرے"

۳ بعض مسافروں سے دعا کے لیے فرمانا

امام احمد، ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے عمرہ کی اجازت لے

پس آپ نے انہیں اجازت دے دی اور فرمایا "ہمیں اپنی عمدہ دعاؤں میں یاد رکھنا اور ہمیں فراموش نہ کر دینا"

۴ سب سے آخر میں ملاقات کرنے والی ذات اقدس

امام احمد اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب آپ سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے۔ جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان سے ملاقات کرتے۔"

۵ سفر میں حدی خواں اور راہ دان بنانے کے بارے

الطبرانی نے حسن بن خارجہ اشجعی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں سامان تجارت لے کر مدینہ طیبہ آیا۔ حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا "میں تیرے لیے بیس صاع کھجوریں مقرر کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تو میرے صحابہ کرام کو خیبر کے رستے پر لے جائے" میں نے اسی طرح کیا۔ جب آپ خیبر پہنچے اور اسے فتح فرمالیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے بیس صاع کھجوریں عطا فرمادیں۔ پھر میں نے اسلام قبول کرلیا۔"

۶ سواری پر نفل ادا فرمانا

ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جب سفر میں نفل پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی سواری پر قبلہ رو ہو جاتے پھر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھتے اور سواری کو چھوڑ دیتے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنی سواری پر تسبیح بیان فرماتے تھے (یعنی نماز پڑھتے تھے) خواہ آپ کا چہرہ انور جس طرف بھی ہوتا۔ آپ سر اقدس سے اشارہ فرماتے" "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔"

خاکپائے ملتِ بیضاء
ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

سُبل الھدیٰ والرشاد (اردو ترجمہ)

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد آٹھویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

فہرست (جلد ۸)

آپ کے اذکار اور دعائیں

نماز کے لیے آپ کی طہارت

پہلا باب

وہ کنویں جن سے آپ نے غسل یا وضو فرمایا

① بئر بضاعۃ سے پاکیزگی حاصل کرنا

امام شافعی، امام احمد، ائمہ ثلاثہ (امام احمد نے اس کی تصحیح کی ہے) ابن منیع، ابن حزم، امام بغوی نے شرح السنہ میں حضرت ابو سعید خدری سے، قاسم بن اصبغ نے اپنی مصنف میں (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) ابن القطان (انہوں نے بھی اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت سہل القطب الخیضری اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: "آپ کے لیے بضاعۃ کے کنویں سے پانی لایا جاتا ہے اس میں کتوں کے گوشت، حائضہ کے کپڑے اور خواتین کی گندگی پھینکی جاتی ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پانی پاک ہوتا ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی مگر جو چیز اس کے ذائقہ، بو اور رنگ پر غالب آجائے۔" دارقطنی کے یہ الفاظ ہیں: "مگر وہ چیز جو اس کی بو یا ذائقہ کو تبدیل کر دے۔" امام شافعی نے لکھا ہے: "اس روایت کی مثل کا محدثین اثبات نہیں کر سکے لیکن یہ عام علماء کا قول ہے۔ میں ان کے مابین اختلاف کو نہیں جانتا۔"

ابو حاتم الرازی نے لکھا ہے: "یہ راشد بن سعد پر مرسل ہے۔"

② درندوں کا جوٹھا پانی استعمال فرمانا

دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ جس میں محمد بن علوان ہے، سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر عازم سفر رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے حوض کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حوض والے سے پوچھا: "حوض والے! کیا اس رات تمہارے حوض پر درندے پانی پینے کے لیے آئے ہیں؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حوض

والے! انہیں نہ بتانا۔ یہ تکلف کرنے والے ہیں۔ درندوں کے لیے وہی کچھ ہے۔ جو ان کے پیٹ میں ہے اور ہمارے لیے وہی ہے جو پانی اور پاکیزگی باقی رہے۔" دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سے ان حوضوں کے بارے پوچھا گیا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین تھے۔ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: "ان پر درندے اور کتے آتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے لیے وہی کچھ ہے جو انہوں نے اپنے پیٹ میں لے لیا جو پانی اور پاکیزگی باقی بچ گئی وہ ہمارے لیے ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے ان حوضوں کے بارے پوچھا گیا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "ان پر درندے، کتے اور گدھے آتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے لیے وہی ہے جو انہوں نے اپنے پیٹ میں اٹھا لیا اور ہمارے لیے وہ کچھ ہے جو باقی بچ جائے۔"

دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کی ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اس پانی سے وضو کر لیں جسے گدھوں نے چھوڑا ہو؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اور اس سے بھی جسے درندوں نے چھوڑا ہو۔"

۳ بلی کے جوٹھے سے وضو

ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اور میں ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے حالانکہ اس سے پہلے اس سے بلی پانی پی چکی ہوتی تھی۔" الطبرانی نے ثقہ راویوں سے اور دارقطنی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور رحمتِ عالم ﷺ کے پاس سے بلی گزرتی تو آپ ﷺ اس کے لیے برتن جھکا دیتے۔ وہ اس سے پی لیتی۔ آپ ﷺ اس کے جوٹھے پانی سے وضو کر لیتے۔"

امام احمد، ابن منیع، امام بخاری، ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، مسدد، اصحاب السنن اور ابن حبان نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس برتن سے وضو فرمایا جس سے بلی نے پیا تھا۔" ابو داؤد اور دارقطنی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بلی نجس نہیں ہوتی یہ طوافین (بار بار آنے والوں) میں سے ہے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرما رہے تھے۔"

۴ عورت کے پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد بچے ہوئے پانی سے وضو

امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی کسی زوجہ کریمہ نے کسی بڑے لگن میں غسل جنابت کیا۔ حضور اکرم ﷺ وضو کرنے کے لیے تشریف لائے یا غسل کرنے کے لیے تشریف لائے تو اس زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "میں حالت جنابت پر تھی۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پانی ناپاک

نہیں ہوتا۔" امام احمد نے ان سے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بڑے لگن میں غسل فرمایا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور غسل فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: "میں جنبی تھی۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرما لیتے تھے۔

امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ام صبیہ خولہ بنت قیس جہنیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ عطا اور میرا ہاتھ وضو کرتے وقت ایک برتن میں بار بار جاتے تھے۔"

تنبیہ: امام احمد نے ایک صحابیٔ رسول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا: "مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے اور عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلے۔"

۵ اس پانی سے وضو جس میں کھجوریں تھیں

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ الجن کو فرمایا: "تمہارے اس مشکیزے یا ڈول میں کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "نبیذ" آپ نے فرمایا: "عمدہ کھجوریں اور پاک پانی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وضو کرلیا۔" ابو داؤد نے یہ الفاظ نہیں لکھے۔ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وضو کرلیا۔"

۶ آبِ زمزم سے وضو

امام عبد اللہ بن امام احمد نے اپنی زوائد المسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نوش بھی فرمایا اور اس سے وضو بھی فرمایا۔"

۷ مسواک کے بقیہ پانی سے وضو

البزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کے بقیہ پانی سے وضو کرلیتے تھے۔

۸ پانی کی وہ مقدار جو ناپاک ہو جاتی ہے

امام شافعی، امام احمد اور ائمہ اربعہ، ابن خزیمہ، ابو داؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے بخاری اور امام مسلم کی شرط پر کہا ہے۔ خطابی نے اسے صحیح کہا ہے۔ طحاوی اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پانی کے بارے

سوال کیا جا رہا تھا جو چٹیل میدان میں ہو جہاں درندے اور جانور آتے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب دو قلے پانی ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا" یا "اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" ابن عدی نے اس روایت کو ان الفاظ سے لکھا ہے: "جب ہجر کے مٹکوں میں سے دو مٹکوں کے برابر پانی ہو جائے تو کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کر سکتی۔" امام شافعی کی روایت میں ہے کہ ابن جریج نے کہا: "میں نے ہجر کے مٹکے دیکھے ہیں ایک مٹکے میں نو مشکیزے یا نو مشکیزے اور کچھ پانی آ جاتا تھا۔"

۹ دھوپ سے گرم ہوئے اور گرم کیے گئے پانی سے

دار قطنی نے خالد بن اسماعیل المخزومی کی سند سے (یہ متروک ہے) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا، میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی میں نے دھوپ میں پانی گرم کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "حمراء! اس پانی سے غسل نہ کرو اس سے برص کے نشانات بن جاتے ہیں۔"

انہوں نے عمرو بن محمد (منکر الحدیث) کی سند سے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور طبیب روح و بدن ﷺ نے منع فرمایا کہ دھوپ کے گرم کیے گئے پانی سے وضو یا غسل کیا جائے آپ نے فرمایا: "اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔"

دار قطنی نے روایت لکھی ہے محب الطبری نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دھوپ سے گرم کیے گئے پانی سے غسل نہ کیا کرو اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔" صاحب الغرام نے لکھا ہے: "اس روایت کو صحیح کیسے کہا جا سکتا ہے کیونکہ اسے حضرت عمر سے متصل روایت کرنا جہالت ہے۔ حسان بن ازہر نے ان سے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں شامل کیا ہے۔ الحافظ ابو الحجاج المزی نے کہا ہے جیسے کہ زرکشی نے ان سے روایت کیا ہے کہ یہ مجہول ہے اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

انہوں نے حضرت اسلم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام سے روایت کیا ہے کہ "حضور اکرم ﷺ کے لیے پیتل کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا آپ اس کے ساتھ غسل کر لیتے۔"

۱۰ مستعمل پانی اور چلو بھرنے کے بارے

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی کھڑے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو" عرض کی گئی ابوہریرہ! وہ کیسے غسل کرے؟ انہوں نے فرمایا: "وہ چلو بھر کر استعمال کرے۔"

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مریض تھا۔ حضور اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ مجھے ہوش نہ تھی۔ آپ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑ کا۔"

دوسرا باب

قضائے حاجت کے وقت آپ کے آداب

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ دور صحرا میں تشریف لے جانا

ابو داؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے امام مسلم کی شرط پر صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ دور تشریف لے جاتے تھے۔''

ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت انس سے، ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے، ابو یعلی نے حضرت انس سے، ابن ماجہ نے حضرت بلال بن حارث سے اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے، ابو داؤد اور امام نسائی نے عبد الرحمان بن ابی قراد سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے:
''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو بہت دور جاتے حتیٰ کہ آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔''

ابو یعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو المغمس کی طرف تشریف لے جاتے'' حضرت نافع نے کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم کسی سفر میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو بہت دور چلے جاتے حتیٰ کہ آپ نظر نہ آتے تھے۔''

❷ پیشاب کے لیے جگہ بنانا

ابن سعد، حارث بن ابی اسامہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے یحییٰ بن عبید کے) یحییٰ بن عبید الجھضمی سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کرنے کے لیے اسی طرح جگہ بناتے تھے جیسے فروکش ہونے کے لیے جگہ بناتے تھے۔ حارث بن ابی اسامۃ نے، ابو داؤد نے المراسیل میں حضرت طلحہ بن ابی قنان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ پیشاب کرنے لگتے تو سخت نشیبی زمین تلاش کرتے۔ لکڑی لیتے اس سے

زمین کریدتے حتیٰ کہ وہاں گڑھا بنا لیتے۔ پھر اس میں پیشاب کرتے۔"

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک دن میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو دیوار کی اصل میں نرم جگہ پر آئے۔ وہاں پیشاب کیا۔ پھر فرمایا: "جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کے لیے نرم جگہ تلاش کرے۔"

۳ بیت الخلاء جاتے وقت نعلین پاک پہننا، سر اقدس ڈھانپنا اور انگوٹھی اتار لینا

ابن سعد نے حبیب بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو نعلین پاک پہن لیتے اور سر اقدس کو ڈھانپ لیتے۔"

ائمہ اربعہ، ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء میں جاتے تو مبارک انگوٹھی اتار لیتے تھے۔"

امام بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے تو سر اقدس کو ڈھانپ لیتے۔ جب آپ اہل خانہ کے پاس تشریف لاتے تو سر اقدس کو ڈھانپ لیتے تھے۔"

۴ آپ کا ستر اور پردہ پوشی

امام احمد، امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ سب سے پسندیدہ چیز جس سے آپ ستر فرماتے تھے تا کہ اس کے پیچھے قضائے حاجت کریں وہ ہر بلند چیز اور نخلستان تھا۔"

ابو داؤد، امام نسائی، ابن حبان نے حضرت عبد الرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے ابو داؤد اور نسائی نے عبد الرحمن بن ابی موسیٰ کا نام لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس چمڑے کی ڈھال تھی۔ آپ نے اسی سے پردہ پوشی کی اور پیشاب کیا۔"

امام احمد نے جید سند کے ساتھ یعلی بن سیابہ (سیابہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ والد گرامی کا نام مرہ بن وہب تھا۔) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے دو پودوں کو حکم دیا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ پھر انہیں حکم دیا تو وہ اپنی جگہ چلے گئے۔ ابن ماجہ نے ان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: "میں کسی سفر میں آپ کی معیت میں تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "ان دو کھجوروں کے پاس جاؤ انہیں کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم دونوں مل جاؤ" وہ باہم مل گئیں آپ نے ان کے پیچھے قضائے حاجت فرمائی۔ پھر

فرمایا: ''ان کے پاس جاؤ اور انہیں حکم دو کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر چلی جائیں۔'' میں نے انہیں اسی طرح کہا تو وہ اپنی اپنی جگہ پر چلی گئیں۔

۵ جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو کیا فرماتے

ایک جماعت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اعوذبك من الخبث والخبائث۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر سے، اور امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اپنا کپڑا مبارک نہ اٹھاتے حتیٰ کہ آپ زمین کے قریب ہو جاتے۔''

۶ عمارت کے اندر قبلہ کی طرف منہ اور کمر کرنے کے بارے

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں منع کیا کہ ہم قبلہ رو ہو کر پیشاب کریں۔ میں نے آپ کو آپ ﷺ کے وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ انور کیا ہوا تھا۔''

امام احمد اور امام ترمذی نے (امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ قبلہ رو ہو کر پیشاب کر رہے تھے۔

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اپنے کسی کام کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ پر چڑھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ قضائے حاجت فرما رہے تھے۔ آپ کا رخ انور شام کی طرف اور کمر مبارک قبلہ کی طرف تھی۔'' دوسری روایت میں ہے: ''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کا رخ انور بیت المقدس کی طرف تھا۔''

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن حارث الزبیدی سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ نے قبلہ کی طرف رخ انور کیا ہوا تھا۔ میں نے سب سے پہلے لوگوں کو یہ بات بتائی۔''

امام احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی نے کئی طرق سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسی قوم کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں مجھے دکھایا گیا۔ وہ اس طرح کرتے تھے، میرے بیت الخلا کو قبلہ کی سمت سے تبدیل کر دو۔''

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو بیت الخلاء میں دیکھا۔ آپ ﷺ قبلہ کی طرف رخ انور کیے ہوئے تھے۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ قبلہ رو ہو کر پیشاب کر رہے تھے حالانکہ آپ نے ہمیں منع کیا تھا کہ ہم قبلہ کی طرف رخ کر کے پیشاب نہ کریں۔"

۷ بیٹھ کر پیشاب کرنا اور کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

ابن سعد اور امام حاکم نے (صحیحین کی شرط پر) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سے آپ ﷺ پر قرآن پاک کا نزول شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔"

امام ترمذی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو تم سے یہ کہے کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی تصدیق نہ کرو۔ آپ صرف بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔"

ایک گروہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قوم کے کوڑے کی جگہ پر تشریف لائے۔ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ میں پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "قریب ہو جاؤ۔" میں قریب ہو کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔"

امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس کی وجہ وہ زخم تھا جو آپ کے مبارک گھٹنے پر تھا۔"

الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ قوم کے کوڑے کی جگہ پر آئے اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔"

مسدد نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے کبھی بار کھڑے ہو کر ریت کے ٹیلے پر پیشاب کیا۔ اس امر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔"

۸ برتن میں پیشاب کرنا

ابوداؤد، امام نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت حکیمہ بنت امیمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کے لیے لکڑی کا پیالہ آپ کی چارپائی کے نیچے ہوتا تھا جس میں آپ رات کے وقت پیشاب کرتے تھے۔"

شیخین اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔ آپ نے طشت منگوایا تا کہ اس میں پیشاب کریں۔ آپ کا نفس مڑا لیکن مجھے احساس تک نہ ہوا پھر آپ نے کیسے وصیت کی۔"

۹ قضائے حاجت کرتے وقت ٹانگیں مبارک کھولنا

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی کی طرف تشریف لے گئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے ٹانگیں مبارک بہت زیادہ کھولی ہوئی تھیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کر رہے تھے۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم آیا۔"

الطبرانی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر پیشاب کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبارک رانیں کھول رکھی تھیں۔ زیادہ بیٹھنے کی وجہ سے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم آنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ میں تریسٹھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: "بنو اسرائیل کا صاحب پیشاب پر تم سے زیادہ شدید تھا۔ اس کے پاس قینچی ہوتی تھی جب اس کے کپڑوں کو پیشاب لگ جاتا تو وہ حصہ کاٹ دیتا۔"

۱۰ بائیں دستِ اقدس سے استنجاء کرنا، اسے زمین پر رگڑنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز سے استنجاء فرماتے تھے

امام احمد اور ابوداؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں دستِ اقدس پاکیزگی اور کھانے کے لیے استعمال فرماتے جبکہ بایاں دستِ اقدس بیت الخلاء اور دیگر ایسے امور کے لیے ہوتا تھا۔

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دایاں دستِ اقدس کھانے، پینے، عطا کرنے اور لینے کے لیے استعمال کرتے تھے جبکہ بایاں دستِ اقدس دیگر امور کے لیے استعمال فرماتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تو وتر (طاق) استعمال کرتے۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو میں اور ایک غلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جاتے ہمارے پاس پانی کا برتن ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے ساتھ استنجاء فرماتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے۔ میں نے اور غلام نے پانی کا برتن اور عصا اٹھایا ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے استنجاء کر لیتے۔"

ابوداؤد، امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو میں پانی کا ایک برتن اور ڈول لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استنجاء فرماتے پھر زمین پر ہاتھ مارتے۔ میں دوسرا برتن پیش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے وضو فرما لیتے۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ قضائے حاجت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جریر! پانی لے آؤ۔" میں نے پانی پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استنجاء کیا اور دست ہدایت بخش کو زمین پر رگڑا۔ امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استنجاء فرما لینے کے بعد ہاتھوں کو زمین پر رگڑتے تھے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بنوثقیف میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو کرتے اور شرم گاہ پر پانی چھڑکتے۔"

امام احمد، ابوداؤد، امام نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت سفیان بن حکم یا حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکتے۔ دوسری روایت میں ہے: "جب وہ وضو کرتے تو پانی کا پیالہ لیتے تو شرم گاہ پر پانی چھڑکتے اور کہتے: "حضور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔"

شیخین، ترمذی، نسائی، حاکم اور دار قطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تین پتھر لے کر آؤں۔ میں نے دو پتھر تلاش کر لیے۔ مجھے تیسرا پتھر نہ ملا۔ میں لید اٹھا کر لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر رکھ لیے اور لید پھینک دی۔ فرمایا: "یہ گندگی ہے۔" مجھے فرمایا: "ایک اور پتھر لے کر آؤ۔" امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں التفات نہ فرماتے تھے۔ میں آپ کے قریب گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے پتھر لے کر آؤ تا کہ میں ان کے ساتھ استنجاء کروں۔ میرے پاس ہڈی یا لید نہ لے کر آنا۔" میں اپنے کپڑے کے دامن میں پتھر لے کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھ دیے اور خود دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کر لی تو ان کے ساتھ استنجاء فرما لیا۔"

امام نسائی اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نے حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: "اپنے خاوندوں کو حکم دیا کرو کہ وہ پانی کے ساتھ اچھی طرح گندگی صاف کیا کریں۔ مجھے ان سے حیاء آتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔"

ابن ماجہ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے نکلے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ نہ دھوئے ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پشت مبارک کو تین بار دھوتے تھے۔"

⑪ فارغ ہو کر آپ ﷺ کون سی دعا مانگتے تھے؟

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے ''غفرانك۔''

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو یوں تعریف فرماتے: ''الحمد للہ الذی اذھب عنّی الاذی و عافانی۔''

⑫ قضائے حاجت کرتے وقت سلام کا جواب نہ دینا

طیالسی نے حضرت حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ''ایک شخص نے آپ ﷺ کو سلام دیا۔ آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے مسح فرمایا۔ پھر اسے جواب دیا۔''

امام شافعی، امام مسلم اور چاروں ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ''ایک شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے سلام کا جواب نہ دیا۔''

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے۔ اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا مگر آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اس حالت میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کیا کرو۔ اگر تم نے اس حالت میں مجھے سلام کیا تو میں جواب نہ دوں گا۔'' امام احمد، ابو داؤد، امام نسائی اور بیہقی نے مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وضو کیا پھر انہیں معذرت کرتے ہوئے کہا: ''میں نے ناپسند کیا کہ میں طہارت کے بغیر رب تعالیٰ کا ذکر کروں۔''

تنبیہات

① زاد المعاد میں ہے: ''جب آپ ﷺ سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ دور نکل جاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخفی ہو جاتے۔ اکثر اوقات دو میل دور چلے جاتے کسی بلند چیز سے ستر فرما لیتے۔ کبھی نخلستان سے اور کبھی وادی کے درخت سے ستر فرما لیتے۔ جب کسی سخت زمین پر پیشاب کرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین سے لکڑی لیتے اسے کریدتے حتیٰ کہ گرد اٹھنے لگتی۔ پھر اس میں پیشاب کرتے۔ آپ ﷺ پیشاب کرنے کے لیے نرم جگہ تلاش کرتے تھے۔ اکثر اوقات بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے حتیٰ کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جو تم سے یہ کہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی تصدیق نہ کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ جواز کے بیان کے لیے تھا۔یا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنے میں درد تھا۔یا حصول شفاء کے لیے اس طرح کیا۔امام شافعی نے کہا ہے "اہل عرب سر کے درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کرتے تھے۔"

صاحب الہدیٰ نے لکھا ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنزیہ اور پیشاب سے دوری اختیار کرتے ہوئے اس طرح کیا تھا۔" لیکن اس میں اختلاف کی گنجائش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر سخت زمین پر پیشاب کیا ہو۔جس سے چھینٹے پاؤں تک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہو۔

پیشاب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم گاہ کو تین بار جھاڑتے تھے۔اگر پیشاب کرتے ہوئے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جواب نہ دیتے تھے۔امام مسلم نے اس روایت کو اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے جبکہ امام بزار نے اپنی مسند میں اسی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔انہوں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا تھا۔پھر فرمایا: "میں نے تمہیں اس خدشہ کے پیش نظر جواب دے دیا ہے کہ تم کہو" میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب نہ دیا۔جب تم مجھے اس حالت میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کیا کرو۔میں تمہیں جواب نہ دوں گا۔"

۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استنجاء فرما لیتے تو زمین پر دستِ اقدس رگڑتے اور جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے تو کپڑا نہ اٹھاتے حتیٰ کہ زمین کے قریب ہو جاتے۔

۲ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جو تم سے یہ بیان کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو۔" اس سے مراد یہ ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی۔ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے کئی بار اس طرح کیا۔جب وفد اور لوگ کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور اتنا صبر نہ ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ مقدسہ تک پہنچیں یا روک نہ سکتے تھے۔"

۳ الطبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" گھر میں کسی برتن میں پیشاب زرد رنگ کا نہ ہونے پائے اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جہاں زرد پیشاب ہو۔"

تیسرا باب

گندگی اور نجاست کو دور کرنا

اس میں کئی انواع ہیں:

❶ بچے کا پیشاب

امام احمد، امام مالک اور چھ ائمہ نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ اپنا چھوٹا بچہ بارگاہ رسالت مآب میں لے کر آئیں جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا۔ آپ نے اسے اپنی آغوش مبارک میں بٹھالیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اسے کپڑوں پر چھڑکا۔ اسے نہ دھویا۔''

شیخین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور انہیں گھٹی دیتے تھے۔ ایک بچہ آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اسے پیشاب پر بہا دیا۔ اسے نہ دھویا۔'' امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش مبارک میں تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ دوسرا کپڑا پہن لیں مجھے اپنا تہ بند دیں تا کہ میں اسے دھو دوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بچی کے پیشاب کی وجہ سے دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب کی وجہ سے چھڑکاؤ کیا جائے گا۔''

ابو داؤد، امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت ابو سمح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لایا گیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھڑکاؤ کیا جائے گا۔''

امام احمد اور امام بیہقی نے ام کرز خزاعیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ پیش کیا گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔ پھر ایک بچی کو پیش کیا گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیشاب کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا۔''

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں آرام فرما تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ میں نے کہا: ''گزر جائیں'' وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطن اقدس پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پیشاب کر دیا۔ میں انہیں پکڑنے کے لیے گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ گئے۔ فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اور فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے گا اور بچی کے پیشاب کی وجہ سے دھویا جائے گا۔''

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ام حبیبہ بنت عباس رضی اللہ عنہا کو لے کر آئیں اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں بٹھا دیا۔ انہوں نے پیشاب کر دیا۔ انہوں نے وہ بچی آپ سے لی اور اسے کندھوں کے مابین مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانی کا پیالہ دو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پیشاب کی جگہ پر بہا دیا۔''

۲ حیض کا خون

امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی چادر میں رات گزارتے تھے۔ اگر میری کوئی چیز آپ کو لگ جاتی جبکہ میرے ماہواری کے ایام ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کو دھو لیتے پھر اس میں نماز ادا کر لیتے۔''

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھی۔ میرے خصوصی ایام تھے۔ مجھ پر چادر تھی اور اس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھا۔''

ابوداؤد اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔ ہم پر ایک کپڑا تھا۔ اس پر ہم نے چادر ڈال رکھی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر لی اور اسے اوڑھ لیا۔ پھر نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ نماز صبح پڑھی اور تشریف فرما ہو گئے۔ ایک شخص نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خون کا دھبہ ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑا اور اس کا ارد گرد لپیٹ کر اسے غلام کو دیا اور فرمایا: ''اسے دھو دو۔ اسے خشک کر کے میرے پاس بھیج دو۔'' میں نے پیالہ منگوایا اور اسے دھویا۔ اسے خشک کیا۔ پھر اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت تشریف لائے تو یہ چادر آپ کے اوپر تھی۔''

۳ منی کو دھونا

شیخین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منی دھو

لیتے تھے پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے میں دھونے کے اثرات دیکھ رہی ہوتی تھی۔"

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاذخر کی جڑ سے کپڑوں سے منی صاف کر لیتے تھے۔ پھر اس میں نماز پڑھ لیتے تھے اپنے کپڑے سے خشک منی رگڑ کر صاف کر لیتے تھے پھر اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔"

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خود کو دیکھا میں خوب رگڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں سے منی صاف کر دیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔"

۴ مخاط

مسدد نے مرسل اور موصول، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابو یعلی اور ابن حبان نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں سے کسی چیز کی تیاری کریں (شاید رینٹ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے انہیں چھینا اور وہ بھاگ گئے۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسواک کا حکم دینا

امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اتنا زیادہ مسواک کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے بارے مجھ پر قرآن پاک نازل ہوگا۔'' یا ''وحی کا نزول ہوگا۔''

امام احمد نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل جب بھی میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میں اپنے منہ کے اگلے حصے کو اکھیڑ پھینکوں گا۔''

انہوں نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اتنی بار مسواک کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ اسے مجھ پر فرض کر دیا جائے گا۔''

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے مجھے اتنی بار مسواک کی وصیت کی کہ مجھے اپنی داڑھوں کے بارے خدشہ لاحق ہونے لگا۔''

❷ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کی مسواک کرتے تھے

ابویعلی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اراک کی مسواک لے کر آتا تھا۔''

ابن سعد نے عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تر شاخ سے مسواک کرتے تھے حالانکہ آپ روزہ سے ہوتے تھے۔

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کی مسواک بہترین ہوتی ہے یہ ایک مبارک درخت ہے۔ یہ منہ کو صاف کرتی ہے۔ یہ دانتوں کی زردی کو ختم کرتی ہے۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی مسواک ہے۔''

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال میرے حجرۂ مقدسہ میں ہوا۔ اس دن میری باری تھی۔ آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر گزرے۔ ان کے ہاتھ میں تر شاخ تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو مسواک کی ضرورت ہے۔ میں نے وہ شاخ لی۔ اس کا سرا نرم کیا اسے چبایا اور حضور اکرم ﷺ کو پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے بہت عمدہ طریقے سے مسواک کی۔ پھر مجھے پکڑا دی۔"

۳ سونے سے پہلے اور رات کو اٹھنے کے بعد مسواک کرنا

امام احمد، طیالسی، ابو یعلی، مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب بھی آرام فرما ہونے لگتے تو مسواک آپ کے پاس ہوتی جب بیدار ہوتے تو مسواک سے آغاز کرتے۔"

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بستر پر جانے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔" ابن ماجہ، بزار اور دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے لیے تین برتن ڈھانپ کر رکھتی تھی۔ (۱) آپ کی طہارت کے لیے برتن۔ (۲) پینے والے پانی کا برتن اور (۳) آپ ﷺ کی مسواک کا برتن۔

ابو الحسن نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "جب آپ ﷺ بستر پر لیٹنے لگتے تو اپنے لیے وضو کا پانی، مسواک اور کنگھی رکھ لیتے تھے۔ جب رب تعالیٰ آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کرتا تو آپ ﷺ مسواک کرتے وضو فرماتے اور کنگھی کرتے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ ہاتھی دانت کی کنگھی کر رہے تھے۔"

طیالسی، امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب بھی سوتے تو مسواک آپ ﷺ کے پاس ہوتی تھی۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو مسواک سے ابتداء کرتے۔"

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "جب آپ ﷺ رات کو بیدار ہوتے تو مسواک سے منہ مبارک صاف کرتے۔"

امام مسلم اور ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کے لیے مسواک رکھی جاتی تھی جب رات کو آپ ﷺ بیدار ہوتے تو قضائے حاجت فرماتے۔ پھر وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔"

امام مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک رات آپ ﷺ کے ہاں بسر کی۔ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ مسواک کی۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی حتیٰ کہ آپ ﷺ اس سے فارغ ہو گئے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (آل عمران: ۱۹۰)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں بڑی نشانیاں

ہیں، اہل عقل کے لیے۔
پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ آئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کے خراٹوں کی آوازیں سننے لگا۔ پھر آپ ﷺ اٹھے وضو کیا مسواک کی۔ دو رکعتیں پڑھیں پھر اٹھے وضو کیا مسواک کی اور دو رکعتیں پڑھیں۔ تیسری رکعت ساتھ ملا کر وتر بنا دیے۔''

امام نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح سند سے ان سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے ''حضور اکرم ﷺ رات کو دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر واپس آتے اور مسواک کرتے۔''

امام احمد، ابو داؤد اور ابن سعد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ رات اور دن کے وقت جب بھی آرام فرما ہوتے جب بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔''

محمد بن یحییٰ نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب رات کے وقت بیدار ہوتے تو اپنی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلاتے اور اسے مسواک لانے کا حکم دیتے۔''

ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی رات کو جاگتے تو منہ مبارک کو مسواک ضرور کرتے، الطبرانی نے لکھا ہے کہ بعض اوقات آپ ایک رات میں چار بار مسواک کرتے تھے ابن عدی نے لکھا ہے کہ اگر آپ ﷺ رات کو دس بار اٹھتے تو دس بار مسواک کرتے۔''

مسعود اور الطبرانی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ رات کو کئی بار مسواک کرتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت شداد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ مسواک نے حضور اکرم ﷺ کے مسوڑھوں کو اکھیڑ دیا تھا۔ الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جب بھی سوتے یا جاگتے مسواک ضرور کرتے۔

◆ ۴ کاشانۂ اقدس میں داخل ہوتے وقت مسواک

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ شریح بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تھے تو کس چیز سے ابتداء فرماتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''مسواک کے ساتھ۔''

◆ ۵ مسواک کرنے کی کیفیت، مسواک کس دستِ شفا بخش میں ہوتی تھی

شیخین نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ ﷺ مسواک اپنے دست اقدس سے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ ''اُع اُع'' کر رہے تھے مسواک آپ ﷺ کے منہ

مبارک میں تھی" دوسری روایت میں ہے کہ مسواک آپ ﷺ کی زبان پر تھی گویا کہ آپ ﷺ قئے کر رہے تھے۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب میں داخل ہوا آپ ﷺ اس وقت مسواک کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس وقت مسواک اپنی زبان کی سمت پر رکھی ہوئی تھی اور "اِہ اِہ" فرما رہے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "آپ اوپر کی طرف مسواک کر رہے تھے گویا کہ آپ طولاً مسواک کر رہے تھے۔"

ابونعیم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے حضرت بہز سے، امام بیہقی نے ربیعہ بن اکثم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دانتوں کے عرضاً مسواک کرتے تھے یعنی دانتوں کے عرض اور منہ کے طول میں مسواک کرتے تھے۔"

۶ نماز کے لیے مسواک

حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ مسواک کر لیتے۔"

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو مسواک کرتے تھے جب رات کو اٹھتے تھے تو مسواک کرتے تھے جب نماز صبح کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو مسواک کرتے تھے۔

۷ مسواک بڑے کو عطا کرنا

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ میرے پاس دو افراد آئے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک عطا کر دی مجھے کہا گیا کہ بڑے کو عطا کروں میں نے ان میں سے بڑے کو مسواک دے دی۔"

ابوداؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مسواک کر رہے تھے آپ ﷺ کے پاس دو افراد تھے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ آپ ﷺ پر مسواک کی فضیلت کے بارے وحی کی گئی کہ آپ ﷺ بڑے کو عطا فرمادیں۔ آپ ﷺ نے بڑے کو مسواک عطا کر دی۔"

۸ مسواک کے ساتھ سفر

ابن سعد نے حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مسواک کے ساتھ سفر کرتے تھے۔"

۹ مسواک دھونا اور وضو کے بقیہ پانی سے مسواک کرنا

ابو یعلی، دار قطنی اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وضو کے بقیہ پانی سے مسواک کر لیتے تھے۔"

ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مسواک عطا فرماتے تا کہ میں اسے دھوؤں میں اس سے آغاز کرتی۔ میں خود مسواک کرتی، پھر اسے دھوتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرتی۔"

۱۰ حالت روزہ میں مسواک، لوگوں کی موجودگی میں مسواک

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت عامر بن ربیعہ العدوی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بے شمار دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے۔"

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی حالت میں تر شاخ سے مسواک کی۔"

۱۱ عمامہ مبارک کے اندر مسواک رکھنا

ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کان مبارک میں اس طرح مسواک رکھتے تھے جیسے کاتب کے کان میں قلم ہوتا ہے۔

۱۲ دیگر مقامات پر مسواک کرنا

ابو احمد بن عدی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کے لیے بستر پر جاتے تو مسواک کرتے، جب سحری کے وقت اٹھتے تو مسواک کرتے جب نماز کے لیے جاتے تو مسواک کرتے۔"

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم دیا۔ خواہ انسان پاک ہو یا ناپاک۔ جب یہ گراں گزرا تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیا۔

تنبیہ

الحافظ الضیاء نے الاحکام میں لکھا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بہز رضی اللہ عنہما کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے حضرت ابو موسیٰ کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان اور حلق میں طولاً مسواک کرتے تھے اور حضرت بہز کی روایت میں ہے کہ زبان اقدس پر عرضاً مسواک کرتے تھے۔

پانچواں باب

وضو کے بارے میں آپ ﷺ کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ وہ برتن جن سے آپ نے وضو کیا یا جن برتنوں سے اعراض فرمایا

ابو یعلی اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے بیٹے! اس گھر والوں سے میرے لیے وضو کا پانی مانگو" میں نے کہا "حضور اکرم ﷺ وضو کے لیے پانی مانگ رہے ہیں، اہل خانہ کے کہا: "آپ سے عرض کرو کہ ہمارا ڈول مردار کی جلد ہے۔" آپ نے فرمایا: "ان سے پوچھو کیا انہوں نے چمڑے کو رنگا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: "ہاں! آپ نے فرمایا: اسے رنگنا ہی اس کی پاکیزگی ہے۔"

شیخین، ابو داؤد اور امام حاکم نے (انہوں نے کہا ہے کہ یہ صحیحین کی شرط پر ہے امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) حضرت عبداللہ زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے پیتل کے برتن میں پانی پیش کیا۔"

امام احمد، ابو داؤد، امام نسائی نے حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے گھر کے صحن سے گزرے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے پانی طلب فرمایا، آپ سے عرض کی گئی "یہ مردار کا چمڑا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "چمڑے کی پاکیزگی اسے رنگنا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کو ایسے پیالے سے وضو کراتے تھے جس پر تانبا چڑھا ہوا تھا اور اسی میں آپ کو پانی پلاتے تھے۔

مسعود نے حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پاک و صاف برتن کو پسند کرتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام کلثوم بنت عبداللہ بن زمعہ کو تانبے کا لگن دیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اس میں غسل فرماتے تھے۔ وہ ایک صاع یا اس سے کم تھا۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے نہر کے

کنارے پر وضو کیا فارغ ہو کر زائد پانی نہر میں گرا دیا۔

امام احمد نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تانبے کے لگن سے وضو فرماتے تھے۔ ابن سعد کے الفاظ میں انہوں نے کہا: "آپ میرے تانبے کے لگن سے وضو کرنا پسند کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طشت سے وضو کر لیتے تھے۔ ابن مخلد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک مگ تھا جس سے آپ وضو کرتے تھے۔"

ابوداؤد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں پیتل کے طشت سے غسل کرتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نماز کا وقت ہو گیا۔ جن کے گھر قریب تھے وہ اپنے اہل خانہ کے پاس چلے گئے۔ بعض صحابہ کرام وہیں رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پتھر کا لگن لایا گیا۔ اس میں پانی تھا وہ برتن اس سے بھی تنگ تھا کہ اس میں آپ کا ہاتھ مبارک داخل ہو سکتا۔ اس سے سارے صحابہ کرام نے وضو کیا۔" ان سے عرض کی گئی "تمہاری تعداد کتنی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "اسی سے زیادہ۔"

۲ وضو اور غسل کے لیے پانی کی مقدار

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع سے لے کر پانچ مد پانی تک سے غسل فرما لیتے تھے ایک مد پانی سے وضو کر لیتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ مکاکیک (ڈیڑھ صاع کا پیمانہ) سے غسل اور ایک مکوک سے وضو کر لیتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع سے غسل اور ایک مد سے وضو فرما لیتے تھے۔"

امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل اور ایک مد سے وضو کرتے تھے۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے برتن سے وضو کیا جس میں مد کے دو ثلث پانی تھا۔"

ابویعلی اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف مد سے وضو کر رہے تھے۔"

مسعود، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ کے پاس مد کے دو ثلث پانی لایا گیا۔ میں نے آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ اس سے دونوں کہنیاں مل رہے تھے اور دونوں کانوں کو مل رہے تھے۔" یعنی جب آپ ﷺ نے ان کا مسح کیا۔

◆ وضو کرتے وقت کبھی مدد لینا اور کبھی انکار کر دینا

شیخین نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک سفر میں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے فرمایا: "مغیرہ! مشکیزہ پکڑو میں نے اسے پکڑا۔ آپ ﷺ آگے روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ مجھ سے چھپ گئے۔ آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی۔ آپ ﷺ نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اس کی آستین سے دست اقدس نکالنے لگے۔ مگر وہ تنگ تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور اس طرح وضو کیا جیسے نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔

ابویعلی اور بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو کے لیے پانی طلب کیا تھا۔ میں نے پانی لانے میں جلدی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عمر! ذرا آہستہ! مجھے ناپسند ہے کہ میرے وضو میں کوئی اور شرکت کرے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ام عیاش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے یہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک دن آپ ﷺ کو وضو کرا رہی تھی۔ میں کھڑی تھی آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔" ابن ماجہ اور حاکم نے ربیع بنت مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کو وضو کراتی تھی۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پانی انڈیلو" میں نے پانی انڈیلا تو آپ ﷺ نے چہرۂ انور دھولیا۔"

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو وضو کرایا۔ الطبرانی نے حضور اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت امیمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ ﷺ کو وضو کراتی تھی۔" ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی طہارت کا پانی کسی کے حوالے نہیں کرتے تھے اور نہ ہی صدقہ کسی کے سپرد کرتے تھے۔ بلکہ یہ دونوں امور بذاتِ خود سرانجام دیتے تھے۔" شیخین نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ عرفہ سے لوٹے تو گھاٹی کی طرف تشریف لے گئے۔ قضائے حاجت کی۔ میں نے پانی انڈیلا اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔"

◆ وضو کے لیے تیاری

احمد بن منیع نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو کا پانی کسی اور کے سپرد کیا ہو وضو کی تیاری آپ ﷺ خود ہی کرتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہیں کرتے تھے۔“

۵ وضو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنا

دارقطنی اور ابو یعلی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وضو کے پانی کو مس کرتے تو بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھ لیتے۔“

دوسری روایت میں ہے: ”جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے لیے اٹھتے تو بسم اللہ پڑھتے پھر اپنے ہاتھوں پر پانی انڈیلتے۔“

امام احمد، امام نسائی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا مگر انہیں پانی نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ادھر پانی ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں دستِ اقدس ڈالا جس میں پانی تھا۔ پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لے کر وضو کرو۔“ میں نے دیکھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ صحابہ کرام وضو کرنے لگے حتیٰ کہ ان کے آخری شخص نے بھی وضو کر لیا۔“

۶ ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے قبل انہیں دھو لینا

ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے پانی منگوایا۔ دست اقدس کو پانی میں ڈالنے سے قبل انہیں دھو لیا پھر فرمایا: ”میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔“

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت اوس ثقفی سے روایت کیا ہے: ”انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار پانی بہایا۔“ راوی نے پوچھا: ”اس سے کیا مراد ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔“

۷ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، کبھی اکٹھا، کبھی جدا جدا

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی دست اقدس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اسی طرح کیا۔

امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پانی منگوایا۔ اپنے بائیں دست اقدس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔“

ابو داؤد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت طلحہ بن مصرف سے وہ اپنے والد گرامی اور جد امجد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ”میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر رہے تھے پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور

اور داڑھی مبارک سے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر گر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے علیحدہ علیحدہ پانی لیا۔

۸ مبارک داڑھی اور انگلیوں کا خلال

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ اپنی ریش مبارک کا خلال کر رہے تھے۔" امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عثمان غنی سے، امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ وضو فرماتے تھے تو اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرات ابن ابی اوفی، ابن عباس، ابن عمر، ابو امامۃ، ابو درداء اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح اور ابن عدی نے حضرات جابر، جریر، سعید بن منصور نے سنن میں حضرت جبیر بن نفیر کی مراسیل اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "جب آپ ﷺ وضو کرتے تھے تو آپ ﷺ اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے۔"

ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ وضو کرتے تھے تو اپنی ہتھیلی میں پانی لیتے اسے اپنی ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے داخل کرتے۔ اس کے ساتھ مبارک داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے: "مجھے میرے رب تعالیٰ نے اسی طرح حکم دیا ہے۔"

ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت علی بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب وضو کرتے تھے تو اپنے رخسار مبارک تھوڑا سا ملتے تھے اور اپنی انگلیوں سے اپنی داڑھی کا نیچے سے خلال کرتے تھے۔ مسعود نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن شداد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنی مبارک ڈاڑھی کا خلال کیا۔"

۹ چشمان مقدس کی دیکھ بال

امام احمد، ابو داؤد اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اپنی مبارک انگلیوں سے چشمان مقدس کی ان اطراف کو بھی مس کرتے تھے جو ناک کی سمت تھیں۔

۱۰ سر اقدس کا ایک بار، دو بار اور تین بار مسح کرتے اور مسح کی کیفیت

ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ وضو کرتے وقت اعضاء مبارکہ کو تین تین بار دھوتے تھے مگر مسح ایک بار کرتے تھے۔" ائمہ ثلاثہ نے ان سے روایت

کیا ہے۔ انہوں نے برتن منگوایا جس میں پانی تھا۔ ایک طشت منگوایا۔ اس برتن سے اپنے دائیں دست اقدس پر پانی پھینکا۔ ہاتھوں کو تین بار دھویا۔ پھر تین بار کلی کی تین بار ناک میں پانی ڈالا، آپ ﷺ نے کلی کے لیے اور ناک کے لیے پانی اسی ہاتھ سے لیا جس سے لیتے تھے۔ پھر چہرہ تین بار دھویا۔ تین بار دایاں ہاتھ اور تین بار بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر اپنا دست اقدس پانی میں ڈالا۔ سر اقدس کا صرف ایک بار مسح کیا پھر اپنا دایاں پاؤں تین بار پھر بایاں پاؤں تین بار دھویا۔ پھر فرمایا: "جسے حضور اکرم ﷺ کے وضو کے بارے جاننے کی تمنا ہو تو آپ ﷺ اس طرح وضو کرتے تھے۔"

مسعود نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ضمضم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے وضو کیا اور سر اقدس کا صرف ایک بار مسح کیا۔"

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ربیع بنت معوذ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور سر اقدس کا دو بار مسح کیا۔"

امام احمد اور امام نسائی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے (انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی تھی) روایت ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا چہرۂ انور تین بار دھویا۔ دست اقدس کو دو بار، پاؤں کو دو بار اور سر اقدس کا دو بار مسح کیا۔"

ابو داؤد نے دو اسناد سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک سند کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنے سر اقدس کا تین دفعہ مسح کیا۔"

دار قطنی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنے سر اقدس کا تین بار مسح کیا۔"

عبد بن حمید نے حضرت طلحہ سے وہ اپنے والد گرامی اور دادا جان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے وضو کیا۔ دستِ اقدس کو اپنے سر پر رکھا۔ اپنے آگے، پیچھے، کنپٹیوں پر اور کانوں پر ایک دفعہ مسح کیا۔"

۱۱ سر اقدس کے آگے، پیچھے اور عمامہ مبارک پر مسح

ابو داؤد نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اپنے سر اقدس کا دو بار مسح کیا سر اقدس کے آخری حصہ کا اور پھر پہلے حصے کا مسح کیا۔

امام مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی جبین اطہر اور عمامہ پر مسح کیا۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم ﷺ اپنے موزوں اور عمامہ

پرمسح کرتے تھے۔"

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطریہ عمامہ پہن رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس عمامہ کے نیچے سے داخل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اقدس کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔ عمامہ کو نہ کھولا۔"

امام بخاری نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمامہ پر مسح کر لیا۔" امام احمد اور امام مسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے موزوں اور عمامے پر مسح کیا۔"

امام احمد نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔ موزوں، چادر اور پھر عمامہ مبارک پر مسح کر لیا۔"

۱۲ مبارک انگلی کو کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اپنی مبارک انگلی اپنے کانوں کے دونوں سوراخوں میں داخل کی۔" دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سبابہ انگلیاں داخل کیں اور کانوں کے اندر باہر مسح کیا۔"

امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا۔ امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک دفعہ مسح کیا۔

۱۳ رخسار اور گردن کا مسح کرنا

امام احمد نے حضرت طلحہ بن مصرف سے اور وہ اپنے والد گرامی اور جد امجد سے روایت کرتے ہیں: "انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدی تک دست اقدس لے گئے اور اس حصہ تک دست اقدس لے گئے جو گردن کے اگلے حصہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔"

۱۴ پاؤں کی انگلیوں کو دونوں خنصر انگلیوں سے ملنا

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت مسعود بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے تھے تو اعضاء کو ملتے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خنصر انگلی سے اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے تھے۔" ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حضور

اکرم ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو اپنی مبارک انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔" دار قطنی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ وضو فرماتے وقت اپنی انگلیوں کا خلال کرتے تھے اور ایڑھیوں کو ملتے تھے۔"

ابو یعلی نے حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا پھر فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

۱۵ وضو وغیرہ میں دائیں طرف سے آغاز

شیخین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم ﷺ کو نعلین پاک پہننے، کنگھی کرنے اور پاکیزگی حاصل کرنے وغیرہ تمام امور میں دائیں سمت پسند تھی۔"

ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کا دایاں دستِ اقدس کھانے، پینے کے لیے اور بایاں دستِ اقدس بیت الخلاء اس جیسے دیگر امور کے لیے تھا۔"

۱۶ مکمل وضو کرنا

شیخین نے نعیم بن عبداللہ المجمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے وضو کیا۔ اپنا چہرہ دھویا۔ پوری طرح دھویا۔ دایاں ہاتھ دھویا حتیٰ کہ کہنی سمیت دھویا۔ پھر بایاں ہاتھ دھویا تو اسے بھی کہنی سمیت دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں دھویا تو پنڈلی کے اوپر تک اور بایاں پاؤں دھویا تو پنڈلی کے اوپر تک دھویا۔ پھر فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

امام احمد نے حضرت عبیدہ بن عمرو الکلالی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے مکمل وضو کیا۔"

۱۷ وضو کرتے وقت دعا

امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ میں نے سنا۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: "اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی فی رزقی" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آپ ﷺ کو اس اس طرح مانگتے سنا ہے کیا آپ نے کچھ چھوڑا ہے؟"

۱۸ وضو کرنے کی کیفیت

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے حضرت حمران رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے برتن منگوایا۔ اپنے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا۔ انہیں دھویا۔ پھر اپنا دایاں دست اقدس پانی میں ڈالا۔ کلی کی۔ ناک میں پانی ڈالا۔ تین بار چہرہ انور دھویا۔ تین بار ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے حتیٰ کہ کہنیوں سے اگلے حصے کا مسح کیا۔ پھر سر کا مسح کیا۔

دارقطنی نے کہا ہے: ''پھر ہاتھ سے کانوں کے ظاہر اور باطن سے مسح کیا۔ انگلیوں اور داڑھی کا خلال کیا۔ پھر ٹخنوں تک پاؤں تین بار دھوئے۔ پھر فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا تھا۔'' پھر فرمایا: ''پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں۔ جس میں اپنے نفس سے بات نہ کی تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔'' امام مسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مقاعد (سیڑھی یا بینڈھا) پر وضو کیا انہوں نے فرمایا: ''کیا میں وہ وضو نہ دکھاؤں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔'' انہوں نے اعضاء کو تین تین بار دھویا۔ انہوں نے ابوملکیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ان سے وضو کے بارے سوال کیا جا رہا تھا۔ انہوں نے پانی منگوایا۔ ان کے پاس ایک برتن میں پانی لایا گیا۔ انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ دھویا۔ اسے پانی میں داخل کیا۔ تین بار کلی کی یا تین بار ناک میں پانی ڈالا اپنا چہرہ تین بار دھویا۔ تین بار دایاں ہاتھ اور تین بار بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا۔ پانی لیا سر اور کانوں کا مسح کیا پھر کانوں کا اندر اور باہر سے مسح کیا۔ پھر پاؤں دھوئے پھر فرمایا: ''وضو کے بارے سوال کرنے والا کہاں ہے؟ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن زید الانصاری سے روایت کیا ہے کہ ان سے عرض کی گئی، ہمارے لیے اس طرح وضو کریں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے تھے۔ انہوں نے برتن منگوایا۔ اس سے اپنے ہاتھوں پر پانی انڈیلا۔ انہیں تین بار دھویا۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اسے باہر نکالا، ایک ہتھیلی سے ہی کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس طرح کیا پھر ہاتھ ڈالا اسے باہر نکالا اپنا چہرہ تین بار دھویا۔ پھر ہاتھ برتن میں ڈالا، اسے باہر نکالا دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو دو بار دھویا۔'' امام احمد اور امام مسلم نے تین تین بار کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا۔ اسے نکالا۔ سر اقدس کا مسح کیا ہاتھوں کو آگے اور پیچھے لے گئے۔ پھر انہیں اپنی گدی تک لے گئے۔ پھر انہیں اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔'' دارقطنی کی روایت میں ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو بار مسح کیا تھا۔'' ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے۔'' انہوں نے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کیا اور اپنی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں داخل کیں۔'' ایک روایت میں ہے: ''سر اقدس کے اگلے حصے سے آغاز کیا۔'' ایک روایت میں ہے: ''اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں کے بقیہ پانی کے علاوہ تھا۔ پھر

پاؤں کو ٹخنوں تک دو دو بار دھوئے۔ احمد اور مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے: ''حتیٰ کہ اپنے پاؤں صاف کیے پھر فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ اسی طرح وضو کرتے تھے۔''

امام احمد، ائمہ ثلاثہ اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پانی منگوایا، پانی پیش کیا گیا۔ پانی اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلا۔ دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا۔ پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا۔ تین بار کلی کی۔ تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈالے۔ چلو بھر پانی لیا۔ دائیں اور بائیں ہاتھ کو دھویا۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈالا۔ سر اقدس کا ایک بار مسح کیا۔'' امام احمد نے یہ روایت کیا ہے: ''پھر اپنے دونوں انگوٹھوں سے کانوں کے ظاہر کا مسح کیا۔ دوسری اور تیسری بار اسی طرح کیا۔ پھر دائیں ہاتھ سے پانی لیا۔ اسے اپنی پیشانی پر بہایا۔ اسے اپنے چہرے پر بہنے دیا۔ اپنے سر کے اگلے پچھلے حصے اور کانوں کے ظاہر کا مسح کیا۔''

دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے: ''پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا۔ پھر اس میں پانی لیا۔ جتنا پانی آسکتا تھا اسے لیا اور اس کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ کا مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں کے ساتھ سر اقدس کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں تین بار دھویا۔ پھر بایاں پاؤں تین بار دھویا۔ وہ دونوں جوتوں میں تھے پھر فرمایا: ''جسے حضور اکرم ﷺ کا وضو دیکھنا پسند ہو وہ اسے دیکھ لے۔''

بزار نے محمد بن حجر کی سند سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ کی خدمت میں پانی کا برتن لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالا پھر دایاں دستِ اقدس پانی میں ڈالا، اس سے چلو بھر پانی لیا۔ تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر برتن میں دست اقدس ڈالا۔ اسے چہرۂ انور کی طرف لے گئے۔ تین بار چہرۂ انور دھویا۔ کانوں کے باطن کو دھویا۔ ان کے باطن میں انگلی داخل کی۔ گردن کے ظاہر کا مسح کیا۔ داڑھی کے اندر سے تین بار خلال کیا پھر دایاں دست اقدس پانی میں ڈالا اس سے اپنی دائیں کہنی دھوئی حتیٰ کہ کہنی سے آگے تک دھویا تین بار دھویا۔ پھر بائیں ہاتھ کو دائیں دست اقدس کے ساتھ دھویا حتیٰ کہ کہنی سے آگے تک دھویا پھر سر اقدس کا تین بار مسح کیا کانوں کے ظاہر اور باطن داڑھی مبارک کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے دایاں پاؤں تین بار دھویا۔ انگلیوں کے مابین خلال کیا۔ پانی کو اوپر تک لے گئے حتیٰ کہ ٹخنوں سے آگے تک لے گئے۔ پھر پنڈلی تک لے گئے۔ پھر بائیں پاؤں کے ساتھ اسی طرح کیا۔ پھر چلو بھر پانی لیا اسے اپنے سر اقدس پر پھینکا حتیٰ کہ پانی آپ ﷺ کی اطراف سے گرنے لگا۔ پھر فرمایا: ''یہ مکمل وضو ہے۔'' میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی کپڑے کے ساتھ منہ صاف کیا ہو۔''

۱۹ بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینا

امام نسائی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر کھڑے ہوئے فرمایا: ''مجھے برتن پکڑاؤ۔'' میں نے وہ برتن پکڑایا۔ جس میں بقیہ پانی تھا انہوں نے اسے کھڑے ہو کر پی لیا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ مجھے دیکھا تو فرمایا: ''تعجب نہ کرو۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ آپ نے بقیہ پانی کھڑے ہو کر پی لیا۔''

۲۰ مسجد میں وضو کرنا

امام احمد نے حضرت ابو عالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی صحابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے یاد کرتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں وضو کیا تھا۔''

۲۱ وضو کے بعد اعضاء مبارکہ کو کپڑے سے صاف کیا کرو

امام ترمذی نے ضعیف سند کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک کپڑا مخصوص تھا۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعضائے وضو صاف کرتے تھے۔''

انہوں نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کر لیا تو اپنے کپڑے کی ایک طرف سے چہرۂ انور کو صاف کیا۔'' ابن سعد نے ابو جعفر حنفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے بتایا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک کپڑا مخصوص تھا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعضاء وضو کو صاف کرتے تھے۔''

ابن ماجہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوف کا جبہ پہن رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ چہرۂ انور صاف کیا۔''

۲۲ ابتداء میں ہر نماز کے لیے وضو

امام بخاری، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔''

امام احمد، ابو داؤد، حضرت ابن عامر الغسیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نماز کے لیے وضو کا حکم دیا گیا۔ خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے وضو ہوتا یا نہ ہوتا۔'' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ گراں گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہر نماز کے لیے وضو کو ختم کر دیا گیا الا یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نہ ہو۔''

نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک کا بوسہ لیا پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہ کیا۔" میں نے عرض کی: "وہ زوجہ محترمہ آپ ہی ہوں گی؟" وہ مسکرانے لگیں۔

دار قطنی نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے (ابراہیم بن یزید التیمی کی ام المومنین سے سماعت نہیں) انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما لینے کے بعد اپنی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے تھے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو نہیں کرتے تھے۔"

۲۵ قئے کرنے کے بعد وضو

امام احمد، امام ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت ثوبان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قئے فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔" حضرت ثوبان نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرایا۔"

۲۶ خون نکلنے سے کبھی وضو کر لینا اور کبھی وضو نہ کرنا

دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف روایت کی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے دوران نکسیر آجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تازہ وضو کر لیتے اور بقیہ نماز ادا کر لیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے نماز پڑھ لی اور وضو نہ کیا صرف پچھنے لگنے الی جگہ کو دھویا۔"

۲۷ ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار وضو کرنا

طیالسی، امام احمد، ابو یعلی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا تو فرمایا: "یہ وضو کا وہ وظیفہ ہے جس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو بار اعضاء مبارکہ دھوئے اور فرمایا: "یہ اس شخص کا وضو ہے جو چاہتا ہے کہ اس کا اجر دگنا ہو جائے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین تین بار اعضاء دھوئے اور فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کا وضو ہے۔"

امام بخاری اور امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کرتے وقت ایک ایک بار اعضاء مبارکہ دھوئے" امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کرتے وقت دو دو بار اعضاء مبارکہ دھوئے" امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے یا دوسرے نسخہ میں صحیح کہا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کرتے وقت دو

دو بار اعضاء مبارکہ دھوئے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے لکھا ہے اس موضوع پر یہ روایت احسن اور اصح ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کرتے وقت اعضاء کو تین تین بار دھویا"

انہوں نے شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرات عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ انہوں نے وضو کرتے وقت اعضاء مبارکہ کو تین تین بار دھویا اور فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح وضو کرتے تھے۔"

۱۹ شرم گاہ کو ہاتھ لگانے کے بعد وضو

(بشرطیکہ روایت صحیح ہو) ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی پھر اٹھے وضو کیا اور نماز کا اعادہ کیا ہم نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی ایسی چیز رونما ہوئی ہے جس نے وضو کو واجب کیا ہو؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگایا تھا۔"

۲۰ وضو پر مداومت

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو وضو فرماتے۔"

۲۱ بعض خواتین کے ساتھ ایک ہی برتن سے وضو

امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام حبیبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وضو کرتے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس اور میرا ہاتھ بار بار ایک ہی برتن میں جاتے تھے۔"

۲۲ وضو کرنے کے بعد شرم گاہ پر پانی چھڑکنا

امام ترمذی (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وضو کر لیں تو اپنی شرم گاہ پر کپڑوں کے اوپر سے چھینٹے مارا کریں۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین نے مجھے وضو کرنا سکھایا اور مجھے کہا کہ میں اپنے کپڑوں کے نیچے پانی کے چھینٹے پھینکا کروں۔"

امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، ابو نعیم نے حضرت حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا دست اقدس میں پانی لیا اور اپنی شرم گاہ کی جگہ پر چھڑکا۔"

تنبیہات

◆ ۱ ابن القیم نے لکھا ہے: ''صحیح موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ سے سر اقدس کا مسح بار بار نہیں کیا۔ ابوداؤد کی اس روایت کی وجہ سے ان کی گرفت کی گئی ہے جسے انہوں نے دو اسناد سے روایت کیا ہے ایک سند کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین بار اپنے سر کا مسح کیا۔'' اسی طرح اس روایت کی بھی گرفت کی گئی ہے جسے ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ربیع بنت معوذ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے دو دو بار مسح کیا تھا۔ جن روایات میں ایک بار مسح کرنے کا تذکرہ ہے ان کا جواب علماء کرام نے یہ دیا ہے کہ یہ جواز کے بیان کے لیے ہے۔ دو دو بار مسح کرنے کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ ابن سمعانی نے لکھا ہے کہ راویوں کے اختلاف کو تعدد پر محمول کیا جائے گا مسح آپ نے کبھی ایک بار کبھی دو بار اور کبھی تین بار کیا ہوگا۔ ایک بار مسح کرنے کی روایت تعدد کی ممانعت پر حجت نہیں ہے تعدد کی قیاسی دلیل وہ اعضاء بھی ہیں جنہیں دھویا جاتا ہے کیونکہ وضو حکمیہ طہارت ہے۔ طہارت حکمیہ میں غسل اور مسح میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

◆ ۲ روایات میں یہ تذکرہ نہیں کہ آپ نے تین بار سے زائد دفعہ دھویا ہو۔ بلکہ تین سے زائد بار دھونے پر نہی وارد ہے۔ ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد گرامی سے اور وہ ان کے جدامجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا۔ اعضاء کو تین تین بار دھویا۔ پھر فرمایا: ''جس نے اس سے زائد یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں تین سے کم بار دھونے والے کی مذمت ہے۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ ایک تنا سبی امر ہے۔ برے کا تعلق کمی اور ظلم کا تعلق زیادتی کے ساتھ ہے۔''

ایک قول یہ ہے کہ اس میں عبارت محذوف ہے۔ یعنی ''جس نے ایک بار سے کمی کی'' کیونکہ ابونعیم نے حضرت مطلب بن حنطب سے مرفوع روایت کیا ہے کہ وضو ایک بار، دو بار یا تین بار دھونا ہے جس نے ایک بار سے کم یا تین بار سے زیادہ دھویا اس نے غلطی کی۔'' یہ مرسل روایت ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حدیث پاک کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ راویوں نے کمی کے ذکر پر اتفاق نہیں کیا بلکہ اکثر نے یہی روایت کیا ہے۔ ''جس نے زیادہ بار دھویا'' جیسے کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

◆ ۳ حضور اکرم ﷺ اسراف کو ناپسند فرماتے تھے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ وضو کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سعد! یہ کیسا اسراف ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اگرچہ تم رواں نہر پر ہی ہو۔''

امام الطبرانی نے دو اسناد سے (دونوں ضعیف ہیں) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نہر کے کنارے پر برتن سے وضو کیا جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو زائد پانی نہر میں پھینک دیا۔"
امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وضو کے لیے ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے تم پانی کے وسواس سے بچو۔"

◆ ابن حزم نے لکھا ہے کہ وضو مدینہ طیبہ میں ہی مشروع ہوا۔ اس کا رد اس روایت سے کیا گیا ہے جسے امام احمد نے ابن لھیعہ کی سند سے امام زہری، عن عروہ عن اسامہ بن زید عن ابیہ۔ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت وضو سکھایا اسی روایت کو ابن ماجہ نے رشدین بن سعد کی سند سے روایت کیا ہے مگر اس میں حضرت زید کا ذکر نہیں۔ الطبرانی نے اوسط میں لیث بن عقیل کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔

چھٹا باب

موزوں پر اور پٹی پر مسح

اس باب میں کئی انواع ہیں:

❶ حضور ﷺ نے خفین پر مسح کیا

(بدعتیوں کا اس میں اختلاف ہے) امام مالک، امام شافعی امام احمد، امام بخاری، امام نسائی، ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ امام احمد نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ اپنے موزوں اور عمامہ شریف پر مسح کر رہے تھے۔''

امام شافعی، امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔

امام حاکم (انہوں نے کہا ہے کہ یہ صحیحین کی شرط پر ہے امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بازار گیا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کو پانی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا آپ ﷺ نے چاہا کہ آپ ﷺ اپنے دست اقدس جبہ سے باہر نکالیں۔ مگر دست اقدس نہ نکلے۔ آپ ﷺ نے جبہ کے نیچے سے دستِ اقدس نکالے۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔''

امام احمد اور امام بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا موزوں پر مسح کیا پگڑی اور عمامہ شریف پر مسح کیا۔''

دارقطنی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب سے سورۃ المائدۃ کا نزول ہوا، آپ ﷺ موزوں پر مسح کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔'' حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ موزوں پر مسح فرما رہے تھے۔''

ایک جماعت نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔آپ ﷺ نے پیشاب کیا۔آپ ﷺ نے وضو کیا۔موزوں پر مسح کیا۔'' امام ترمذی نے لکھا ہے:''ان سے عرض کی گئی'' کیا المائدۃ کے نزول سے پہلے یا بعد میں؟'' انہوں نے فرمایا:''میں نے سورۃ المائدۃ کے نزول کے بعد ہی اسلام قبول کیا تھا۔'' اعمش نے کہا ہے کہ ابراہیم نے کہا:''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حدیث پاک تعجب میں ڈالتی تھی کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔''

شیخین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ایک سفر میں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔میں نیچے جھکا تا کہ آپ ﷺ کے موزے اتاروں آپ ﷺ نے فرمایا:''انہیں چھوڑ دو جب میں نے انہیں پہنا تھا تو یہ پاک تھے۔'' آپ ﷺ نے ان کے اوپر ہی مسح کر لیا۔'' امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم ﷺ نے وضو کیا آپ ﷺ نے موزوں اور نعلین پر مسح کیا۔'' ابوداؤد نے کہا ہے کہ عبدالرحمان بن مہدی اس روایت کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا تھا۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں دو سیاہ سادے موزے پیش کیے۔آپ ﷺ نے انہیں پہنا پھر وضو فرمایا تو انہی پر مسح کیا۔

ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد متصل نہیں ہیں۔انہوں نے کہا:''آپ ﷺ نے جورابوں پر مسح کیا۔'' انہوں نے اوس بن ابی اوس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ ﷺ نے وضو کیا نعلین پاک اور قدمین شریفین پر مسح کیا۔''

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اپنے عمامہ شریف اور موزوں پر مسح کیا۔

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''حضور اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔میں نے عرض کی:''یارسول اللہ ﷺ! آپ بھول گئے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:''نہیں! بلکہ تم بھولے ہو۔میرے رب تعالیٰ نے مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔''

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نخلستان کی طرف تشریف لے گئے۔میں نے فجر سے قبل آپ ﷺ کے ساتھ پانی کا برتن اٹھا لیا۔آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو میں اس برتن سے آپ ﷺ کے دست اقدس پر پانی انڈیلنے لگا۔آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے۔ چہرۂ انور دھویا۔آپ ﷺ نے صوف کا جبہ پہن رکھا تھا۔آپ ﷺ نے اس کی آستینوں سے بازوں نکالنے چاہے مگر بازو نہ

نکل سکے۔ آپ ﷺ نے جبہ کے نیچے سے انہیں اتارا۔ کہنیوں کو دھویا۔ سر اقدس کا مسح کیا۔ میں نیچے جھکا تا کہ آپ ﷺ کے نعلین پاک اتاروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ میں نے انہیں پہنا تو یہ پاک تھے۔'' آپ ﷺ نے ان پر ہی مسح کر لیا۔''

◆ ۲ مسح کی جگہ

ائمہ میں سے امام ترمذی، ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کرتے تھے۔ امام احمد، امام ترمذی نے ان سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے موزوں کے ظاہر پر مسح فرمایا۔''

ابو داؤد، دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر دین حق رائے سے ہوتا تو موزوں کا نچلا حصہ اوپر کے حصے سے مسح کرنے کا زیادہ مستحق تھا۔ لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ موزوں کے اوپر مسح فرما رہے تھے۔''

◆ ۳ سفر اور حضر میں مسح کی مدت

الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ موزوں پر اور عمامہ شریف پر سفر میں تین ایام اور حضر میں ایک دن اور ایک رات کے لیے مسح کرتے تھے۔''

◆ ۴ پٹی پر مسح

دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ضعیف روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پٹی پر مسح کر لیتے تھے۔ الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب غزوۂ احد کے روز ابن قمئہ نے آپ ﷺ کو مارا تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے وضو فرمایا اپنی پٹی کھولی اور پانی کے ساتھ اس پر مسح کیا۔''

✿✿✿✿

ساتواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیمم

امام احمد، حارث اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی بہایا۔ مٹی سے مسح کیا۔ میں نے عرض کی: "پانی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات الجیش کے مقام پر رات کے آخری حصے میں قیام کیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ ان کا ظفار کے موتیوں کا ہار گم ہو گیا۔ اس ہار کی جستجو کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رک گئے۔ حتیٰ کہ فجر روشن ہوگئی۔ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا: "تم نے لوگوں کو روک دیا ہے ان کے پاس پانی نہیں ہے۔" اس وقت رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تطہیر کی رخصت تیمم کی آیت طیبہ نازل کر دی۔ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اٹھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے ہاتھ اٹھائے۔ ہاتھوں سے مٹی پکڑی نہ تھی۔ انہوں نے ان کے ساتھ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لیا۔"

ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کی تھی۔ یا پیشاب کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہ دیا۔ قریب تھا کہ وہ شخص جھاؤ کے درخت میں مخفی ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیوار پر دست اقدس مارے۔ ان سے چہرۂ انور پر مسح کیا۔ پھر دوسری دفعہ مارے۔ اپنے ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا پھر اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے کسی چیز نے تمہیں سلام کا جواب دینے سے نہیں روکا مگر میں پاکیزگی پر نہ تھا۔"

امام بخاری نے ابوجہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوار کے پاس آئے چہرۂ انور اور ہاتھوں پر مسح کیا۔ پھر اسے سلام کا جواب دیا۔"

امام بغوی نے شرح السنۃ میں ان سے روایت کیا ہے۔اس روایت کو حسن کہا ہے۔دارقطنی نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے۔میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔حتیٰ کہ آپ ﷺ دیوار کی طرف تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے ساتھ عصا تھا اسی کے ساتھ اسے دیوار کے ساتھ رگڑا۔اس سے چہرۂ انور اور کہنیوں پر مسح کیا۔پھر مجھے سلام کا جواب دیا۔''

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ایک شخص نے سلام کیا۔آپ ﷺ نے پیشاب کیا تھا۔آپ ﷺ نے اسے سلام کا جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ دیوار کی طرف تشریف لے گئے اور تیمم کیا۔''

تنبیہ

امام بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ وہ دیوار مباح تھی۔یا کسی ایسے شخص کی ملکیت میں تھی جس کی رضا کو آپ ﷺ جانتے تھے۔

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غسل مبارک

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ غسل کرنے کا طریقہ

ائمہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل جنابت کرنے کا ارادہ فرماتے تو حلاب (ایک برتن) منگواتے۔ پہلے تین بار اپنے دست اقدس دھوتے۔ اس برتن سے پانی اپنے ہاتھوں پر انڈیلتے۔ پھر انہیں برتن میں داخل کرتے۔ پھر اپنے دائیں دستِ اقدس سے پکڑتے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ اس سے اپنی شرم گاہ دھوتے۔ حتیٰ کہ اسے اچھی طرح صاف فرماتے۔ پھر اسے دیوار پر رگڑتے۔ پھر اسے اچھی طرح دھوتے پھر تین بار کلی کرتے۔ تین بار ناک میں پانی ڈالتے۔ تین بار چہرۂ انور دھوتے۔ تین بار کہنیاں دھوتے۔ پھر تین بار سر اقدس پر پانی ڈالتے پھر غسل فرماتے۔ فارغ ہو کر قدمین شریفین دھوتے۔ پھر اس برتن میں ہاتھ ڈالتے اپنے بالوں کا خلال کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے کہ جلد تک پانی پہنچ گیا ہے یا جلد صاف ہو گئی ہے تو تین دفعہ سر اقدس پر پانی ڈالتے۔ اگر پانی بچ جاتا تو اسے سر اقدس پر ڈال لیتے۔"

امام شافعی، شیخین، ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنابت سے غسل فرماتے تو اپنے ہاتھوں کے دھونے سے آغاز کرتے۔ پھر اس طرح وضو فرماتے جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر اپنی انگلیاں مبارک پانی میں داخل کرتے۔ اپنے بالوں کا خلال کرتے۔ تین چلو بھر کر اپنے سر اقدس پر پھینکتے ساری جلد اطہر پر پانی بہاتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ لیتے کہ ساری جلد تر ہو گئی ہے۔ اس پر پانی ڈالتے۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، دارقطنی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پانی رکھتی تھی۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرماتے تھے۔" ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرماتے تو میں پردہ کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے انہیں دو یا تین بار دھوتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں دستِ اقدس سے برتن نیچے کرتے اور دائیں دستِ اقدس پر پانی ڈالتے۔ تین بار ہاتھ دھوتے پھر دائیں دست اقدس سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ اپنی شرم گاہ کو دھوتے پھر

بڑی شدت سے ہاتھ زمین پر مارتے۔" ایک اور روایت میں ہے: "آپ ﷺ اپنا چہرۂ انور دھوتے۔ زمین پر دستِ اقدس مارتے۔ اس سے مسح کر کے پھر اسے دھو لیتے۔"

ایک اور روایت میں ہے: "پھر دست اقدس دیوار پر رگڑتے۔ پھر کلی کرتے۔ ناک میں پانی ڈالتے۔ چہرۂ انور اور ہاتھ دھوتے تین بار اپنا سر اقدس دھوتے اور یوں وضو کرتے جیسے کہ نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔" ایک روایت میں ہے "ٹانگوں کے علاوہ اپنی شرم گاہ دھوتے۔ اسے صاف کرتے۔ اس پر پانی بہاتے۔ پھر اپنے پاؤں دھو لیتے۔"

ایک روایت میں ہے "پھر آپ ﷺ سارے جسم اطہر پر پانی بہاتے پھر اسی جگہ سے ہٹتے۔ قدمین شریفین دھو لیتے۔ میں آپ ﷺ کو کپڑا پیش کرتی۔ آپ ﷺ اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کرتے "اس طرح" آپ ﷺ اس کا ارادہ نہ فرماتے۔ دستِ اقدس سے ہی پانی جھاڑنے لگتے۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے غسل جنابت پر بحث کی۔ ایک شخص نے کہا: "میں اپنے سر کو اس طرح دھوتا ہوں۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں تو تین چلو بھر کر پانی اپنے سر اقدس پر ڈالتا ہوں۔ اس کے بعد سارے جسم پر پانی بہاتا ہوں۔"

ابوداؤد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ جنابت سے غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں سے شروع کرتے، انہیں دھوتے، ہاتھوں اور رانوں کی جڑوں کو دھوتے۔ ان پر پانی بہاتے جب وہ صاف ہو جاتیں تو دیوار کی طرف تشریف لے جاتے۔ پھر وضو کر لیتے اور سر اقدس پر پانی ڈالتے۔"

◆ ۲ کئی بار وظیفۂ زوجیت ادا کر کے صرف ایک بار غسل فرماتے

امام احمد، امام مسلم، ائمہ اربعہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے پھر ایک ہی غسل کر لیتے۔"

امام مسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ شب و روز کی ایک ہی ساعت میں اپنی ازواج مطہرات سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے تھے۔ گیارہ ازواج مطہرات تھیں۔" (ہشام دستوائی نے اسی طرح کہا ہے) جبکہ سعید بن ابی عروبہ نے کہا کہ اس وقت نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ میں نے حضرت انس سے پوچھا: "کیا آپ میں اتنی طاقت تھی؟" انہوں نے فرمایا: "ہم کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی۔"

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی اہلیہ سے مباشرت کرے پھر اسے سستی آ لے۔ (یعنی اسے انزال نہ ہو) اس وقت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہیں تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یہ اس طرح کرتے ہیں۔ پھر ہم غسل کر لیتے ہیں۔'' یہ صحابی کی تابعی سے اور پھر صحابی سے روایت ہے۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تابعی ہیں کیونکہ یہ اپنے والد گرامی کے بعد پیدا ہوئیں تھیں۔''

دارقطنی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس شخص کے بارے حضرت عروہ سے پوچھا جو مباشرت کرے لیکن اسے انزال نہ ہو۔'' انہوں نے فرمایا: ''لوگ ہمیشہ آپ کے آخری امر پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے مگر آپ غسل نہیں کرتے تھے۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کا عمل تھا۔ فتح مکہ کے بعد آپ غسل فرما لیتے تھے اور لوگوں کو بھی غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔''

۳ غشی سے غسل

شیخین نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: ''کیا آپ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کے بارے نہیں بیان فرمائیں گی'' انہوں نے فرمایا: ''ضرور! جب آپ کی طبیعت بوجھل ہوئی تو فرمایا: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' ہم نے عرض کی: ''نہیں! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''لگن میں میرے لیے پانی رکھو۔۔۔''

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابو رافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میں اپنی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفۂ زوجیت ادا فرماتے۔ آپ اس کے ہاں اور اس کے ہاں بھی غسل فرماتے۔ آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش کہ آپ ایک ہی غسل کر لیں!'' آپ نے فرمایا: ''یہ زیادہ پاک اور اطہر ہے۔''

۴ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پردہ کرنا

امام احمد، الطبرانی نے صحیح کے افراد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے آپ کے لیے غسل کا پانی رکھا۔ پھر آپ نے انہیں کپڑا عطا فرمایا۔ فرمایا: ''مجھے پردہ کرو اور اپنی کمر میری طرف کر لو۔''

امام احمد نے صحیح کے افراد سے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے میں نزول اجلال فرمایا۔ آپ بیدار ہوئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پانی کا لگن لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ میں اس میں آٹے کے اثرات دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوذر نے آپ کو پردہ کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو پردہ کیا۔''

۵ جو آپ ﷺ کے غسل خانے میں داخل ہو اس پر پانی پھینکنا

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت وہ چھوٹی تھیں۔ آپ غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے چلو بھر پانی لیا اور اسے میرے چہرے پر پھینک دیا۔ اور فرمایا: "پیچھے چلو۔"

۶ غسل کرنے کی جگہ

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ حجرات مقدسہ کے پیچھے غسل کرتے تھے۔ آپ کی شرم گاہ کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔"

۷ کن امور کی وجہ سے آپ ﷺ غسل کرتے تھے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ چار امور کی وجہ سے غسل کرتے تھے۔ (۱) جنابت سے (۲) جمعۃ المبارک کے لیے (۳) حجامت کرا کر (۴) میت کو غسل دے کر۔"

۸ حالت جنابت میں کھاتے، پیتے اور سوتے وقت وضو کر لینا

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ جنابت کی حالت میں ہوتے۔ آپ کچھ کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو کر لیتے۔" دوسری روایت میں ہے: "اپنی شرم گاہ کو دھو لیتے اور اس طرح وضو کرتے جس طرح نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ سونے کا ارادہ کرتے جبکہ آپ جنبی حالت پر ہوتے تو آپ وضو کر لیتے۔" انہوں نے حسن سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ حالتِ جنابت میں ہوتے آپ کچھ کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کر لیتے۔"

امام مالک اور امام بخاری نے حضرت ابوسلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "کیا حضور نبی کریم ﷺ حالت جنابت پر سو جاتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! آپ وضو کر لیتے تھے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حالتِ جنابت میں سو جاتے تھے۔ پھر بیدار ہوتے۔ پھر سو جاتے تھے۔

الطبرانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"اگر آپ اپنی کسی اہلیہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے اگر آپ اٹھ نہ سکتے تو دیوار کے ساتھ دستِ اقدس مار کر تیمم کر لیتے، امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب آپ اپنی کسی اہلیہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرنا چاہتے تو ادا کر لیتے پھر دوبارہ ادا کرتے تو پانی کو مس بھی نہ کرتے۔"

۹ بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایک برتن میں غسل

امام احمد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی برتن میں غسل کیا۔ اس لگن میں غسل کیا جس میں آٹے کے اثرات تھے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے "حضور داعی اعظم ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن میں غسل کر لیتے تھے۔"

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور حضور اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ ہمارے ہاتھ بار بار اس برتن میں داخل ہوتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "حضور اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی زوجہ کریمہ ایک ہی برتن میں غسل کر لیتے تھے۔"

شیخین نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ اور حضور اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کر لیتے تھے۔

۱۰ آپ ﷺ کتنے پانی سے غسل فرما لیتے تھے

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ غسل جنابت اس برتن سے فرما لیتے تھے جس میں تین فرق پانی آتا تھا۔ سفیان نے کہا ہے: "فرق تین صاع کا ہوتا ہے" امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ اور حضور اکرم ﷺ ایک ایسے برتن سے غسل کرتے تھے جس میں تقریباً تین امداد پانی آتا تھا۔"

امام نسائی نے موسیٰ جہنی سے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد کے پاس ایسا برتن لایا گیا میرے اندازے کے مطابق جس میں آٹھ رطل پانی آتا تھا انہوں نے فرمایا: "مجھے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ اتنے پانی سے غسل فرماتے تھے۔"

۱۱ کسی زوجہ محترمہ کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی

سے غسل کر لیتے تھے۔

◆ غسل کے بعد کپڑا استعمال کرنا

حضرت امام مسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فتح مکہ کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ حضرت سیدہ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ کو پردہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے کپڑا لیا اور اپنے ارد گرد لپیٹ لیا۔

امام احمد، امام بیہقی اور ابو داؤد نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

> "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا۔ آپ نے غسل فرمایا۔ ہم نے آپ کو ایسا کمبل پیش کیا جسے زعفران یا ورس سے رنگا گیا تھا۔ آپ نے وہ لپیٹ لیا۔ گویا کہ میں آپ کے کندھے پر ورس کے نشانات دیکھ رہا ہوں۔"

◆ خطمی اور اشنان کو سر اقدس میں استعمال کرنا

دار قطنی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو سر اقدس کو خطمی اور اشنان سے دھو لیتے اور تھوڑا سا زیتون کا تیل استعمال فرما لیتے۔" ان ہی سے روایت ہے کہ آپ حالت جنابت میں سر اقدس میں خطمی استعمال کرتے تھے۔ اسی کو اس کے قائم مقام سمجھتے اسی پر پانی نہ بہاتے تھے۔"

◆ پردہ فرما کر غسل کرنا

ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ جب آپ غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو فرماتے: "میری طرف اپنی کمر کر لو۔" میں اپنی کمر آپ کی طرف کر لیتا۔ کپڑا پھیلاتا اور آپ کو پردہ کرتا۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ابی اسامہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ساتھ رمضان المبارک میں قیام کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ غسل کرنے لگے میں نے پردہ کیا ہوا تھا۔ برتن میں کچھ پانی بچ گیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر چاہو تو اسے انڈیل دو۔ چاہو تو پھینک دو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ بقیہ پانی مجھے بڑا پسندیدہ ہے۔ میں اسے گرانا نہیں چاہتا۔" میں نے اس کے ساتھ غسل کیا۔ آپ نے مجھے پردہ کیا میں نے عرض کی: "آپ پردہ نہ کریں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اسی طرح پردہ کروں گا جس طرح تم نے پردہ کیا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے لیے پانی رکھا۔ میں نے آپ کو پردہ کیا اور آپ نے غسل کیا۔"

◆ ۱۵ غسل کے بعد خشک جگہ نظر آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل جنابت کیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دائیں کندھے پر خشک جگہ دیکھی جسے پانی نہیں پہنچا تھا۔ آپ نے بالوں کا نشان پکڑا اور اسے تر کیا پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔"

◆ ۱۶ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔"

◆ ۱۷ جنبی حالت میں قرآن پاک پڑھنے سے ممانعت

امام احمد، ائمہ اربعہ اور دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت فرماتے پھر باہر تشریف لاتے تو قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ آپ ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور یہ چیز بھی آپ کو تلاوتِ قرآن پاک سے نہ روکتی۔ آپ کو سوائے جنابت کے اور کوئی چیز تلاوت قرآن سے نہ روکتی تھی۔"

امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے جب تک کہ آپ حالتِ جنابت پر نہ ہوتے۔"

تنبیہات

◆ ۱ ابو عمر نے نقل کیا ہے کہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ آپ پر غسل جنابت مکہ مکرمہ میں ہی فرض کر دیا گیا تھا۔ جیسے کہ آپ پر نماز فرض ہوئی تھی۔ آپ نے کبھی بھی وضو کے بغیر نماز نہ پڑھی۔ عالم پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

◆ ۲ امام بخاری نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے "پھر آپ اس جگہ سے ہٹ گئے اور اپنے قدمین شریفین دھو لیے۔" اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ غسل میں وضو کے لیے پاؤں آخر میں دھوئیں جائیں۔ یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے ظاہر کے مخالف ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو مجاز پر یا کسی دوسری حالت پر محمول کیا جائے گا۔ ان دونوں حالتوں کی وجہ علماء میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ پاؤں بعد میں دھونا مستحب ہے۔ امام مالک نے

کہا ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہو تو انہیں بعد میں دھونا مستحب ہے ورنہ پہلے، امام شافعی نے دونوں اقوال کو افضل کہا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ دو اقوال میں سے اصح اشہر اور مختار قول یہ ہے کہ انسان مکمل وضو کرے۔

- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ اس طرح وضو کرتے تھے جیسے کہ نماز کے لیے وضو فرماتے تھے یعنی شرعی وضو مراد ہے نہ کہ لغوی وضو۔"
- آپ سوتے وقت تیمم نہ فرماتے تھے۔ احتمال ہے کہ اس جگہ تیمم اس لیے فرمایا ہو کہ پانی کم ہو۔ اس کے اور بھی جوابات دیے گئے ہیں۔

نواں باب

ایام ماہواری میں زوجہ کریمہ سے لطف اندوز ہونا

دار قطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ لطف اندوز ہونے کا ارادہ کرتے تو اسے فرماتے کہ وہ اپنے کرسف کے اوپر ازار باندھ لے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "پھر آپ اس کے ساتھ لطف اندوز ہوتے۔ تم میں کس کو اپنی آرزو پر اتنی گرفت ہے جتنی گرفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوتی تھی۔" امام احمد اور شیخین نے روایت کیا ہے حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے سر اقدس مسجد سے باہر نکالتے۔ آپ اعتکاف بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ میں آپ کا سر اقدس دھو دیتی حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔"

احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کسی زوجہ محترمہ سے لطف اندوز ہونا چاہتے جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہوتی تو آپ اسے ازار باندھنے کا حکم دیتے۔ اس کی رانوں کے نصف تک یا گھٹنوں تک ازار ہوتا تو آپ اس تک ہی رہتے تھے۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی حائضہ زوجہ محترمہ کے ساتھ سو جاتے آپ کے اور اس کے مابین صرف کپڑا ہوتا تھا جو گھٹنوں سے متجاوز نہ ہوتا تھا۔

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کسی ایک زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لاتے۔ ان زوجہ کریمہ کی گود میں سر رکھتے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ حالانکہ وہ حائضہ ہوتی۔" مسدد نے ثقہ راویوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے حیض آگیا۔ میں چپکے سے نکل گئی اور مخصوص کپڑے لے آئی۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں حیض آگیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے مجھے بلایا۔ میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی۔"

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حائضہ ہوتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ ٹیک لگا کر قرآن پاک پڑھتے تھے۔" امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں پانی پیتی تھی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ پھر میں وہ پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا منہ مبارک اسی جگہ رکھتے جہاں میرا منہ ہوتا تھا۔"

آپ کی نمازیں

پہلا باب

بعثت سے قبل آپ کس طرح عبادت کرتے تھے

علامہ ابن نفیس نے اس رسالہ میں لکھا ہے جس میں آپ کا ذکر خیر ہے۔ "ضروری ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو آپ کے معاملہ کے آغاز میں آپ کو اپنی ملت کے علاوہ کسی ملت کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ آپ کو یہودی، نصرانی وغیرہ نہ کہا جائے کیونکہ اگر آپ اہل ملت میں سے ہوتے تو آپ اپنے دعویٰ نبوت کے وقت اس دین کی طرف دعوت دیتے جو اس ملت کے نزدیک کافر ہوتا۔ کیونکہ اس وقت آپ ان کے دین سے نکل چکے ہوتے اور ان کے ہاں بدعتی اور منکر ہوتے اور اسی ملت سے نفرت کرنے کی طرف دعوت دیتے۔ اگرچہ اس ملت کے دین کو محکم کرنے کے لیے ہی تشریف لائے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہود کے ساتھ معاملہ ہوا تھا۔ اس وقت آپ کی حالت کیا ہوتی جب آپ اس ملت کے دین کو منسوخ کرتے اور اسے تبدیل فرماتے۔ لہٰذا لازم ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کو اول امر میں کسی دوسری ملت کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔"

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"آپ کے اس علم سے قبل کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وحی کے نزول سے قبل آپ کے حالات کے بارے اختلاف ہے کہ کیا آپ عبادت کرتے وقت کسی سابقہ نبی کی شریعت کی اتباع کرتے تھے یا نہیں"۔ جمہور علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابوالباقلانی وغیرہ محققین نے لکھا ہے: "آپ بعثت سے قبل سابقہ انبیاء کی شریعت کے مطابق عبادت نہیں کرتے تھے۔"

علماء کرام نے یہ دلیل دی ہے کہ آپ بعثت سے قبل کسی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اس کو جاننے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ طریقہ نقل کرنے والوں کی زبانوں سے ہم تک منتقل ہوتا اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ امر واقع ہوتا تو نقل کر کے ہم تک ضرور پہنچایا جاتا۔ اگر یہ علم ہوتا تو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ عادۃً ایسی چیز کو چھپانا اور مخفی رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے نقل کرنا اور ظاہر کرنا اہم امر تھا۔ اسی پر پوری توجہ دی جاتی کیونکہ یہ آپ کی سیرت طیبہ سے تھا۔ وہ شریعت والے بھی اس کے بارے باتیں کرتے۔ آپ کے خلاف دلیل لیتے۔ لیکن ان امور میں سے

کوئی امر بھی رونما نہیں ہوا۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کو علم نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ اپنے سے پہلے کسی شریعت کی اتباع کرتے تو وہ اہل شریعت اس پر فخر کرتے۔ وہ دلیل پکڑتے کہ پہلے آپ سابقہ نبی کی شریعت پر عمل کرتے رہے۔ پھر دعویٰ نبوت کر دیا لیکن ایسی کسی چیز کو بالکل روایت نہیں کیا گیا۔

ایک گروہ کا مؤقف ہے کہ یہ ازروئے عقل محال ہے۔ کیونکہ یہ عقل کے حکم سے بعید ہے کہ آپ ازل کے علم مطابق تابع ہوں کیونکہ انبیائے کرام کو تو حکم دیا گیا تھا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران، آیت: ۸۱)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور ان پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔

انہوں نے اس مؤقف کہ آپ نے بعثت سے قبل کسی نبی کی شریعت کی اتباع نہیں کی، کی بنیاد عقلی تحسین و تقبیح پر رکھی ہے لیکن یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شرع ماخذ سے بہت دوری رکھتا ہے اور اس کی بنیادیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہیں جو گرنے ہی والا ہے۔ پہلی علت کہ یہ امر کسی سے منقول نہیں ہے بہتر اور عمدہ ہے۔ ایک گروہ جس میں امام الحرمین، امام غزالی اور امام الآمدی شامل ہیں انہوں نے اس امر میں توقف کیا ہے۔ ان کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ اس پر قطعی حکم نہ لگایا جائے۔ انہوں نے اس کے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ عقل ان دونوں وجہوں میں سے کسی ایک کو جائز نہیں سمجھتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ دونوں امکان میں برابر ہیں۔ اس گروہ کے نزدیک جو وقف کا قول کرتے ہیں دو وجہوں میں سے کسی ایک کے غلبہ کے لیے نقل کا طریقہ یہی ہے۔ کیونکہ یہ امکان میں برابر نہ ہو سکیں۔ لیکن کسی ایک وجہ کو دوسری پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ بعثت سے قبل آپ کسی سابقہ شریعت کے مطابق ہی عبادت کرتے تھے کیونکہ یہ بعید ہے کہ آپ بغیر کسی شریعت کے عبادت کرتے ہوں۔ پھر اس گروہ کا باہم اختلاف ہے کہ کیا اس شریعت کو متعین کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جس کے مطابق آپ بعثت سے قبل عبادت کرتے تھے۔ بعض نے اس کی تعیین سے وقف کیا ہے۔ اس کے ذہن نے تعیین سے انکار کر دیا ہے۔ وہ اس کے بارے یقینی قول کرنے سے ڈر گیا ہے کیونکہ ایسی چیز نہ تھی جس کی بنیاد پر وہ یہ جرأت کر سکتا۔ بعض نے تعیین کا قول کیا ہے اور انہوں نے اپنی رائے کو اٹل کہا ہے۔ اس تعیین کرنے والے گروہ میں پھر اختلاف ہے کہ بعثت سے قبل آپ کسی دین کی اتباع کرتے تھے اور اس کے مطابق عبادت کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم کی شریعت کے مطابق۔ یہ ابن برہان کا قول ہے کسی نے حضرت نوح کسی نے

حضرت موسیٰ، کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا ہے۔ یہ سارے مذاہب ہیں جنہیں اختیار کیا گیا ہے کہ آپ بعثت سے قبل کسی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ اظہر موقف وہی ہے بزحضرت علامہ قاضی اور ان کے پیروکاروں کا ہے کیونکہ اگر آپ کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تو ہمیں بتایا جاتا۔ ہمیں اس کی خبر ہوتی اور کسی سے مخفی نہ ہوتا۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نبی تھے۔ ان کے بعد آنے والوں کے لیے یہی لازمی شریعت تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی عمومیت ثابت نہیں ہے اور بعد میں آنے والوں کے لیے آپ کی شریعت لازم نہیں ہے کیونکہ انہیں اس کی اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صحیح موقف یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کی دعوت ایسی نہ تھی جو سارے لوگوں کو شامل ہوتی یہ صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تھی جو سارے انسانوں کو شامل ہے۔

بعض علماء نے یہ قول کیا ہے کہ آپ شریعت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرتے تھے کیونکہ اور کوئی شرع نہ تھی جس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کرتے۔ آپ کی بعثت کا مقصود بھی شریعت ابراہیمی کا احیاء تھا۔ انہوں نے اپنی بات کے ثبوت کے لیے یہ آیت بطور دلیل لکھی ہے:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ (سورۃ النحل، آیت: ۱۲۳)

ترجمہ: پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا۔

لیکن یہ قول بھی ساقط اور مردود ہے۔ اس کا صدور صرف اسی شخص سے ہوسکتا ہے جس کی عقل کمزور اور طبیعت بوجھل ہو۔ کیونکہ اس آیت طیبہ سے مراد توحید میں اتباع کرنا ہے کیونکہ اس آیت طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔ اتباع سے یہی مراد ہے۔

جن علماء نے کہا ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے ان کا اس آیت طیبہ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے۔

ان دونوں آیتوں کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توحید میں ان کی اتباع کریں کیونکہ پہلی آیت طیبہ میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ تو اتباع سے مراد توحید میں اتباع ہے۔ اس کی شہادت یہ ہے کہ دوسری آیت طیبہ کی تفسیر اس آیت طیبہ میں کردی جس میں یہ سارے رسل عظام شامل ہیں۔ ارشاد فرمایا:

اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ ؕ (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۳)

ترجمہ: کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

یہ شرائع اس وقت تک ہدایت تھیں جب تک یہ منسوخ نہ ہوئی تھیں جب منسوخ ہوگئیں تو ان میں ہدایت نہ رہی لیکن دین حق کے بنیادی اصول ہمیشہ کے لیے ہدایت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں ان انبیائے کرام کا تذکرہ کیا ہے جنہیں مخصوص شریعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام۔ یہ اس شخص کا قول ہے جو انہیں رسول نہیں کہتا۔

اس آیت طیبہ میں اقتدا کرنے سے مراد یہ ہے شرائع کے اصول کی اتباع کریں نہ کہ شرائع کی۔ ایک گروہ نے ایسے انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے جن کی شریعتیں مختلف تھیں۔ انہیں جمع کرنا ممکن ہی نہیں ان کے باہمی اختلاف نے اس چیز کو ثابت کر دیا کہ ان کی ہدایت سے مراد وہ امور ہیں جن پر ان کا اتفاق تھا جیسے توحید اور عبادت الٰہیہ۔

علامہ قاضی صاحب نے لکھا ہے:

"جس شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو اتباع کرنے سے ممانعت کرنے کا قول سارے انبیائے کرام میں مشترک ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نبی نہ ہوگا جو بعثت سے قبل پہلی شریعت کی اتباع کرتا ہو۔ یا انبیائے کرام میں یہ امر مشترک نہ ہو۔ اس سے قبل کہ ان پر وحی کی جائے یا تو یہ اتباع نہ کرنا از روئے عقل ہوگا لیکن اس کا رد وہ اصل کرتی ہے جو عقلاً ممانعت ہے وہ یہ کہ ہر رسول میں بلا تفریق یہ ممانعت ہو۔"

جن علماء نے نقل کی طرف میلان رکھا ہے جیسے قاضی ابوبکر وغیرہ تو ان کے پاس کون سا تصور ہے۔ جس کی انہوں نے اتباع کی ہے۔ جس نے اس میں توقف کا اظہار کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تعیین کرنے نے یوں کرنے سے روکا ہے جس نے یہ قول کیا ہے کہ بعثت سے قبل سابقہ انبیاء کی اتباع آپ پر لازم تھی تو اسے اس کی حجت کا سیاق اور سارے انبیاء میں اس کا اجراء اسے لازم آجاتا ہے بعض نے قاضی صاحب کے کلام کی وضاحت کر دی ہے جو انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے لکھا ہے۔

اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ (سورۃ النحل، آیت: ۱۲۳)

ترجمہ: کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا۔

کہ اس آیت طیبہ میں اتباع سے مراد توحید میں اتباع ہے کیونکہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے ان کا وصف یوں بیان فرمایا ہے: وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اتباع سے یہی مراد ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کی نفی اور توحید کا اثبات دلائل قطعیہ سے کیا اگر اس طرح ہے تو پھر آپ کسی کی پیروی کرنے والے نہ رہے تو اتباع کو اس معنی پر محمول کرنا ممتنع ہوگیا تو لازماً اس کو شرائع کی اتباع پر محمول کیا جائے

گا جن میں متابعت کا حصول صحیح ہو۔

امام فخر الدین رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ ایک احتمال یہ ہے کہ شاید اتباع سے مراد توحید کی طرح کی کیفیت میں اتباع ہو۔یعنی آپ نرمی، آسانی اور یکے بعد دیگرے دلائل قائم کر کے دعوت دیں جیسے کہ قرآن پاک کا یہ پسندیدہ طریقہ ہے۔

ثم اوحینا الیك کی تفسیر میں صاحب کشاف لکھتے ہیں:

''یہ آیت طیبہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم اور عظمت پر دلالت کرتی ہے۔وہ یہ کہ جو سب سے بڑی کرامت اور عزت حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو دی گئی ہے وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کی ملت کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ لفظ مرتبہ میں وصف کے اس بعد کو بیان کرتا ہے جو ان ساری مدائح سے بالا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے۔''

مدائح مذکورہ سے مراد رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۟ۙ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۟ؕ ﴿۱۲۲﴾

شیخ الاسلام ابوزرعہ العراقی نے اپنے والد کی ''تقریب'' کی شرح میں لکھا ہے۔انہوں نے بدء الوحی کے باب میں لکھا ہے: کاش میں اس عبادت کو جان لیتا کہ آپ کی وہ عبادت کس طرح ہوتی تھی۔آپ کس طرح عبادت کرتے تھے یہ نقل کا محتاج ہے جو اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔''

شیخ الاسلام البلقینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:

''ایسی روایات نہیں جن سے ہمیں معلوم ہو سکے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کیسے عبادت کرتے تھے۔''

لیکن ابن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غار حراء کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔آپ سال بھر میں ایک ماہ کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور وہاں تنسک (عبادت) کرتے تھے۔جاہلیت میں قریش کا تنسک یہ ہوتا تھا کہ وہ ہر اس شخص کو کھلاتے جو ان کے پاس آتا تھا جب وہ اپنی خلوت سے واپس آتے تو بیت اللہ کا طواف کیے بغیر اپنے گھر میں داخل نہ ہوتے تھے بعض نے عبادت کو تفکر پر محمول کیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی مثلاً لوگوں سے خلوت۔جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔رب تعالیٰ کی طرف انقطاع۔آسائش کا انتظار کرنا عبادت ہے۔اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اذکار کو بھی ملالو۔''

بعض نے لکھا ہے کہ غار حراء میں آپ کی عبادت تفکر تھا۔میں کہتا ہوں کہ یہ آخری قول سیدی ابوالسعود نے کیا ہے جیسے کہ الزھر میں ان روایت کیا گیا ہے۔ان کے شاگرد الحافظ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

دوسرا باب

آپ کی فرض نمازیں اور ان کے اوقات

اس میں کئی انواع ہیں۔

① علی سبیل الاشتراک (اجتماعی طور پر) نمازوں کے اوقات

امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد، امام نسائی، دارقطنی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے سوال کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے نمازِ فجر کے لیے اس وقت اقامت کہی جب فجر طلوع ہوئی۔ قریب تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا جب سورج ڈھل گیا تو انہوں نے نماز ظہر کے لیے اقامت کہی۔ لوگ کہہ رہے تھے دن نصف ہے یا نہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا انہوں نے نماز عصر کے لیے اس وقت اقامت کہی جبکہ سورج بلند تھا۔ پھر حکم دیا تو انہوں نے نماز مغرب کے لیے اس وقت اقامت کہی جب سورج غروب ہو گیا۔ پھر انہیں حکم دیا انہوں نے نماز عشاء کے لیے اس وقت اقامت کہی جب شفق احمر غائب ہو گیا۔ پھر دوسرے روز نمازِ فجر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی تاخیر سے پڑھی حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئے تو کہنے والا کہہ رہا تھا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے یا قریب ہے کہ طلوع ہو جائے۔ پھر نماز ظہر اتنی تاخیر سے پڑھی کہ قریب تھا کہ کل کا عصر کا وقت ہو جاتا۔ پھر نماز عصر اتنی تاخیر سے پڑھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئے تو کہنے والا کہہ رہا تھا کہ سورج سرخ ہو چکا ہے۔ پھر نماز مغرب شفق کے غائب ہونے کے قریب پڑھی۔ پھر نماز عشاء رات کے ثلث گزرنے کے بعد پڑھی۔ وقت صبح سائل کو بلایا اور فرمایا:

"ان دو وقتوں کے مابین نمازوں کے اوقات ہیں۔"

امام احمد، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقت کے بارے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: "ہمارے ساتھ ان دو ایام میں نماز پڑھو۔" جب سورج زائل ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ پھر انہیں حکم دیا تو انہوں نے نماز ظہر کے لیے اقامت کہی۔ پھر انہیں حکم دیا تو انہوں نے نماز عصر کے لیے اس وقت اقامت کہی جبکہ

سورج بلند سفید اور صاف تھا۔ پھر انہیں حکم دیا انہوں نے نماز مغرب کے لیے اس وقت اقامت کہی جب سورج غروب ہوا۔ پھر انہیں حکم دیا انہوں نے عشاء کے لیے اقامت اس وقت کہی جب شفق غائب ہو گیا۔ پھر انہیں حکم دیا انہوں نے فجر کے لیے اقامت اس وقت کہی جب فجر طلوع ہوئی دوسرے روز انہیں حکم دیا کہ وہ ظہر کو ٹھنڈا کریں۔ انہوں نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے اقامت کہی۔ پھر نماز عصر اس وقت پڑھی۔ جب سورج سرخ ہو چکا تھا۔ نماز مغرب شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی جب رات کا ثلث گزر گیا تو نماز عشاء پڑھی۔ نماز فجر کو روشن کر کے پڑھا۔ پھر فرمایا: ''نمازوں کے اوقات کے بارے سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' ایک شخص نے عرض کی: ''میں یارسول اللہ! ﷺ'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری نمازوں کے اوقات وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔''

شیخین نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز ظہر اس وقت ادا فرماتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ آپ ﷺ نماز عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی مدینہ طیبہ سے دور اپنے ٹھکانے پر پہنچتا تو سورج ابھی غروب نہ ہوا ہوتا۔'' حضرت سیار بن سلامہ نے کہا ہے کہ میں مغرب کے بارے بھول گیا ہوں۔ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس سے پہلے سو جانا مکروہ ہے۔ آپ ﷺ نمازِ صبح اس وقت پڑھتے تھے جب ایک شخص اپنے ہم نشین کو پہچان لیتا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت ساٹھ سے لے کر ایک سو تک آیات طیبات تلاوت فرماتے تھے۔''

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز ظہر اس وقت ادا فرماتے جب سورج ڈھل جاتا۔ نماز عصر اس وقت ادا کرتے جب سورج صاف ہوتا۔ غروب آفتاب کے وقت نمازِ مغرب ادا فرماتے۔ نماز عشاء کے وقت مشاہدہ فرماتے اگر صحابہ کرام جلد جمع ہو جاتے تو جلد پڑھا دیتے ورنہ تاخیر سے پڑھاتے۔ آپ ﷺ نماز صبح اندھیرے میں پڑھاتے تھے۔''

امام احمد، امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نماز ظہر اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا۔ تمہاری ان دو نمازوں کے مابین نماز عصر پڑھتے۔ غروبِ آفتاب کے وقت نمازِ مغرب پڑھتے۔ شفق غائب ہو جاتا تو نماز عشاء پڑھتے۔'' اس کے بعد فرمایا: ''نماز فجر اس وقت پڑھتے جب نگاہ رکاوٹ کے بغیر دور تک چلی جاتی تھی۔''

عبد بن حمید نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نمازِ ظہر اس وقت ادا کرتے جب سورج ڈھل جاتا جب سورج سفید اور صاف ہو جاتا تو نماز عصر ادا کرتے۔ جب سورج غروب ہو جاتا تو نماز مغرب ادا کرتے۔ عشاء کی نماز کے وقت فرماتے تھے: ''احتیاط کرو سو نہ جاؤ'' نمازِ فجر اس وقت ادا کرتے جب نور آسمان پر چھا جاتا تھا۔''

❷ انفرادی طور پر نمازوں کے اوقات اور ان میں تعجیل

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ نمازوں میں مطلق تعجیل (جلدی کرنا)

دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کھانے یا کسی اور وجہ سے نماز کو مؤخر نہیں کرتے تھے۔''

انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے کبھی بھی کوئی نماز اس کے آخری وقت میں نہیں پڑھی تھی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔'' امام احمد اور امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے: ''سوائے دو بار کے۔''

امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کو نماز ظہر جلدی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز ظہر تم سے جلدی پڑھ لیتے تھے اور تم نماز عصر آپ سے جلدی پڑھ لیتے ہو۔''

امام مسلم نے حضرت خباب بن الارت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے گرمی کی شدت کی شکایت کی مگر آپ ﷺ نے ہماری شکایت دور نہ کی۔'' زہیر کہتے ہیں: ''میں نے ابو اسحاق سے کہا: ''کیا نماز ظہر کے بارے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا: ''کیا اس کی جلدی کے بارے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!''

❷ نماز عصر میں

ایک جماعت نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عصر اس وقت پڑھی جب کہ سورج ان کے حجرہ مقدسہ پر تھا۔ اس سے قبل کہ وہ ظاہر ہو۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''سورج ان کے حجرہ مقدسہ پر تھا۔ سایہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔'' ایک روایت میں ہے: ''سایہ اس کے حجرہ میں ظاہر نہ ہوا تھا۔''

امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز عصر اس وقت ادا فرماتے جبکہ سورج بلند اور صاف ہوتا تھا۔ ایک جانے والے بالائی حصے کی طرف جا سکتا تھا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ اگر جانے والا قباء جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا۔ بلند بالائی حصے چار میل دور ہوتے تھے جبکہ دار قطنی نے لکھا

ہے کہ بعض بالائی علاقے چھ میل دور ہوتے تھے۔

ابوداؤد اور امام احمد نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے امام زہری رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر اس وقت ادا فرماتے جبکہ سورج بلند اور صاف ہوتا۔ ایک جانے والا بالائی علاقوں میں چلا جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا۔ بلند علاقے دو میل یا تین میل میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا یا چار میل دور تھے۔

امام احمد اور دارقطنی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جلدی کوئی بھی نماز عصر نہ پڑھتا تھا۔ انصار میں سے دو صحابہ حضرات ابولبابہ اور ابوعبس رضی اللہ عنہما کے گھر مسجد نبوی سے سب سے زیادہ دور تھے۔ حضرت ابولبابہ کا گھر قباء میں اور ابوعبس کا گھر بنو حارثہ میں تھا۔ اگر وہ آپ کے ساتھ نماز عصر ادا کرتے پھر اپنی اپنی قوم کے پاس جاتے تو انہوں نے ابھی تک نماز عصر ادا نہ کی ہوتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت جلد نماز عصر پڑھ لیتے تھے۔''

امام احمد، بزار اور الطبرانی نے حضرت ابواروی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نماز عصر مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا۔ پھر میں ذوالحلیفہ آتا ابھی تک سورج غروب نہ ہوا ہوتا۔ یہ دو فرسخ کے مقام پر تھا۔''

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر تم سے پہلے اور تم نماز عصر آپ سے پہلے پڑھ لیتے ہو۔''

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی جب آپ واپس تشریف لائے تو بنو سلمہ میں سے ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم ارادہ کرتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں ہم اپنا اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں۔'' آپ روانہ ہوئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی روانہ ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ ابھی تک اونٹ ذبح نہیں ہوا تھا۔ اسے ذبح کیا گیا۔ پھر اس کا گوشت بنایا گیا۔ پھر اس میں سے کچھ پکایا گیا۔ پھر ہم نے کھایا سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا تھا۔''

امام احمد، شیخین اور دارقطنی نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نماز عصر آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر اونٹ ذبح کیا جاتا پھر اسے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اسے پکایا جاتا ہم غروب آفتاب سے پہلے پکا ہوا گوشت کھا لیتے۔''

دارقطنی نے حضرت ابوالسعود بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز عصر ادا فرماتے جب سورج بلند، سفید اور صاف ہوتا۔ ایک شخص چلتا حتیٰ کہ وہ غروب آفتاب سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے چھ میل دور تھی۔''

ابوداؤد نے حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت تک نماز عصر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ سورج صاف اور سفید ہو جاتا۔''

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت ابواروی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مدینہ طیبہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ پھر میں غروب آفتاب سے قبل ذوالحلیفہ آجاتا۔"

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز عصر ادا فرماتے تو اتنا وقت ہوتا تھا کہ ایک آدمی بنو حارثہ کے ہاں سے ہو کر گھر واپس آسکتا تھا اور ایک انسان اونٹ ذبح کر کے غروب آفتاب تک اس کا گوشت کروا سکتا تھا۔"

۳ نماز مغرب

امام احمد نے حضرت ابوطریف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے طائف کا محاصرہ کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نماز مغرب اس وقت ادا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص تیر چلاتا تو وہ اس کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز مغرب اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور وہ پس پردہ چلا جاتا۔" دوسری روایت میں ہے: "جس ساعت سورج غروب ہوتا۔" امام احمد، امام بزار اور ابویعلی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کرتے پھر ہم اپنے گھر جاتے تو میں اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا۔"

شیخین، ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کرتے تھے۔ پھر ہم اپنے گھروں کو آتے تو ہم تیروں کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے جو ایک میل دور تھے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نمازِ مغرب پڑھتے۔ پھر اپنے گھروں کو لوٹتے جو ایک میل دور ہوتا تھا۔ ہم تیروں کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتے تھے۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے یہی روایت حضرت انس سے روایت کی ہے۔

۴ نماز عشاء

ابن ابی شیبہ اور طیالسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نو راتوں تک عشاء کی نماز رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ اگر نماز عشاء جلد پڑھادیں تو یہ رات کے ہمارے قیام کے لیے زیادہ بہتر ہے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نماز عشاء جلدی پڑھاتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر سے اور ابویعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں

نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر تیار فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف رات گزر گئی۔ پھر نماز کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: "کیا لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے ہیں۔ اور وہ واپس چلے گئے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سو گئے ہیں۔ جبکہ تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ ارے! تم اس وقت تک نماز میں ہی ہو جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے ہو۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے نماز عشاء میں تاخیر کی خواتین اور بچے سو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی تو فرمایا: روئے زمین میں تمہارے علاوہ اور کوئی اس وقت نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔"

نماز صبح

ائمہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم اہل ایمان خواتین حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز صبح میں شرکت کی سعادت حاصل کرتی تھیں۔ عفت مآب خواتین چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ نماز کی ادائیگی کے بعد وہ گھروں میں واپس آتیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی بھی پہچانی نہیں جاتی تھی۔"

امام شافعی اور امام بخاری کی روایت میں ہے: "آپ اندھیرے میں نماز صبح ادا کر لیتے تھے۔ خواتین واپس آتیں۔ وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔" امام بخاری نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "وہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتی تھیں۔"

امام شافعی نے حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: "آپ نمازِ صبح ادا فرماتے پھر واپس آتے۔ ہم میں سے کوئی اپنے ہم نشین کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ آپ ساٹھ سے لے کر ایک سو تک آیات طیبات پڑھتے تھے۔"

امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے تھے۔ پھر ہم جدا ہوتے تو ہم بعض کو پہچان نہیں سکتے تھے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت حرملہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں وفد الحی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ہمیں نماز صبح پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے اس شخص کو دیکھا جو میرے پہلو میں تھا قریب تھا کہ میں اسے اندھیرے کی وجہ سے نہ پہچانتا۔"

ابن ماجہ نے مغیث بن سمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اندھیرے میں نماز صبح ادا کی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ کی اور کہا: "یہ کیسی نماز ہے؟ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ، حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ جب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسے اجالے میں پڑھنے لگے۔“

طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز فجر اس وقت پڑھاتے جب فجر طلوع ہوتی۔ ستارے گڈمڈ ہو رہے ہوتے ہم اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتی تھیں۔ مرد بھی ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔“

طیالسی نے ثقہ راویوں سے ضرغامہ بنت علیبہ بن حرملہ عنبری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”مجھے میرے باپ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں الحی کے کارواں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔ میں نے دیکھا کہ میرے پہلو میں کون ہے؟ میں اندھیرے کی وجہ سے اسے پہچان نہ سکتا تھا۔“

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح اس وقت پڑھاتے تھے جب فجر روشن ہو جاتی تھی۔ ابویعلی نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح اس وقت پڑھاتے تھے جب آسمان پر نور چھا جاتا تھا۔“

ابویعلی نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز صبح کے وقت کے بارے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: ”آج اور کل میرے ساتھ نماز صبح ادا کرو۔“ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقاع النمر ہ جعنہ کے مقام پر تھے تو نماز صبح اس وقت ادا کی جب فجر طلوع ہوگئی۔ جب ہم ذوطویٰ کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ صبح اتنی تاخیر سے پڑھی کہ لوگ کہہ اٹھے ”کیا آپ کا وصال ہوگیا ہے؟“ انہوں نے کہا: ”کاش! ہم نماز پڑھ لیتے۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سورج نکلنے سے تھوڑی دیر قبل ان کو نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ کرام کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ”تم نے ابھی کیا کہا ہے؟“ انہوں نے کہا: ”کاش! ہم نے نماز ادا کر لی ہوتی۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم اس طرح کرتے تو تمہیں عذاب ملتا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کو بلایا اور فرمایا: ”ان دونوں اوقات کے مابین نماز کا وقت ہے۔“

۳ بعض نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاخیر

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ نماز ظہر کو مؤخر کرنا

زیادہ گرمی کی وجہ سے اور اسے ٹھنڈا کرنے کی وجہ سے۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب گرمی ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔ جب ٹھنڈک ہوتی تو نماز جلدی پڑھ لیتے۔“

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم سورج ڈھلتے ہی نماز

ظہر ادا کر لیتے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔ گرمی کی شدت جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے۔''

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک سفر میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے نماز ظہر کے لیے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ''ٹھنڈا کرو۔'' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو اسے فرمایا: ''ٹھنڈا کرو۔'' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''گرمی کی شدت جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو۔''

◆۲ موسم سرما میں نماز ظہر کی تاخیر

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ موسم سرما میں نماز ظہر ادا فرماتے تو اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ دن کا کثیر حصہ گزر گیا ہے یا باقی ہے۔''

ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کی موسم گرما میں نماز کی مقدار تین اقدام اور موسم سرما میں پانچ سے سات اقدام ہوتی تھی۔''

◆۳ عشاء کو تاخیر سے پڑھنا

امام احمد اور ائمہ ثلاثہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نماز عشاء کے وقت کے بارے سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ نماز عشاء اس وقت پڑھتے تھے جب چاند تیسری (منزل) کے لیے زوال پذیر ہو جاتا۔''

شیخین، نسائی، بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز نصف رات تک مؤخر فرمائی۔ پھر نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا: ''لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے۔ تم اس وقت تک نماز میں ہی ہو جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو۔''

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم ایک رات عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کرتے رہے جب رات کا ثلث حصہ یا اس سے زائد وقت گزر گیا تو آپ تشریف لائے۔ شاید آپ کسی کام میں مصروف تھے۔ آپ تشریف لائے تو فرمایا: ''تم اس نماز کا انتظار کر رہے ہو تمہارے علاوہ کسی اور اہل دین نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو میں اسے اسی وقت ہی نماز عشاء پڑھاتا۔''

◆۴ نماز کو اس کے وقت سے تبدیل کر کے پڑھنا

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کبھی آپ کو نہیں

دیکھا کہ آپ نے وقت کے بغیر نماز پڑھی سوائے دو نمازوں کے۔ آپ نے نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھا اور نماز فجر کو اس کے وقت سے پہلے پڑھ لیا۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔" آپ نے نماز فجر وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھی۔"

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبدالرحمان بن یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت عبداللہ کے ساتھ عازم سفر ہوا وہ آگے بڑھے۔ ہمیں دو نمازیں پڑھائیں ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی۔ ان کے درمیان کھانا کھایا۔ پھر فجر طلوع ہوئی تو نماز فجر پڑھائی۔ بعض لوگوں نے کہا: "فجر طلوع ہوگئی ہے۔" اور بعض نے کہا: "فجر طلوع نہیں ہوئی۔" انہوں نے فرمایا: "یہ دو نمازیں (ایک بار) اس جگہ اپنے وقت سے تبدیل کی گئیں یعنی نماز مغرب اور نماز عشاء۔ لوگ آگے نہ بڑھے حتیٰ کہ انہوں نے نماز عشاء ادا کر لی۔ نماز فجر اس وقت پڑھی۔"

✿✿✿✿

تیسرا باب

اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت

امام احمد، اسحاق اور ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ میں نے کبھی بھی آپ کو نہ دیکھا کہ آپ نے نماز عصر کے بعد یا نماز صبح کے بعد نماز پڑھی ہو۔"

✿✿✿✿

چوتھا باب

اذان، اقامت، کیا آپ نے اذان دی، مؤذنین کا تذکرہ اور اذان کے آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ نے اذان دی

الحافظ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابن ابی ملکیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ایک بار اذان دی اور فرمایا ''حی علی الفلاح'' امام نووی نے شرح المہذب میں رقم کیا ہے کہ آپ نے ایک بار اذان دی۔ ابن الرفعہ اور امام سبکی نے ان کی اتباع کی ہے ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا: ''آپ نے یہ عبادت بنفس نفیس نہیں کی اسے معمہ بناتے ہوئے کہا: ''یہ ایک ایسی سنت ہے جس کا آپ نے حکم دیا اس پر عمل پیرا نہ ہوئے۔'' اس نے غفلت سے کام لیا۔

امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ وہ کسی سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ کسی گھاٹی میں پہنچے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے سے زمین گیلی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کجاوے پر ہی اذان دی۔ آپ ﷺ نے سواری پر ہی اقامت کہی اور اشاروں کے ساتھ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اور سجدہ کے لیے نیچے اشارہ فرماتے تھے۔

❷ آپ کے مؤذنین

زاد المعاذ میں ہے کہ آپ کے چار مؤذن تھے۔ جو مدینہ طیبہ میں تھے (۱) حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے اذان دی۔ (۲) حضرت عمرو بن ام مکتوم القرشی رضی اللہ عنہ۔ (۳) قباء میں حضرت عمار بن یاسر کے غلام سعد القرظ رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے۔ (۴) مکہ مکرمہ میں اذان حضرت ابو محذورہ دیتے تھے۔ ان کا نام اوس بن مغیرہ الجمعی تھا۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع کرتے تھے۔ اقامت دو دو بار کہتے تھے جبکہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ترجیع نہیں کرتے تھے۔ جبکہ اقامت ایک ایک بار کہتے تھے۔ امام شافعی اور اہل مکہ نے حضرت ابو محذورہ کی اذان اور حضرت بلال

رضی اللہ عنہ کی اقامت پر عمل کیا جبکہ امام ابو حنیفہ اور اہل عراق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اور حضرت ابو محذورہ کی اقامت پر عمل کیا۔ امام احمد، اہل الحدیث، اہل مدینہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اور اقامت پر عمل کیا۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دو جگہ ان کی مخالفت کی ہے۔ (۱) اعادۂ تکبیر اور (۲) اقامت دو بار کہنا وہ اسے بار بار نہیں کہتے۔"

امام احمد نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف ایک مؤذن تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری نمازوں اور جمعہ وغیرہ میں اذان دیتا اور اقامت کہتا تھا۔"

مسدد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے۔ حضرت بلال اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہما" امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کے نام لکھے ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مؤذن تھے۔ حضرت بلال، حضرت ابو محذورہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہم"

عبد بن حمید اور الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیر سے آئے۔ کسی اور شخص نے اذان دے دی۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آئے اور اقامت کہنے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہی اقامت کہے جس نے اذان دی ہے۔" الحافظ ابو بکر الخطیب نے کہا ہے کہ یہ مبہم شخص حضرت زیاد بن حارث تھے۔

امام احمد نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے اور ہمارے موالی کے لیے اذان مقرر فرما دی۔" امام بزار نے حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت ابو محذورہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اذن مرحمت فرمائیں کہ میں اذان دوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اذان دو۔" پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آگئے تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔

امام احمد، امام بیہقی اور امام نسائی، ابو الشیخ اور ابن حبان نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک گروہ میں باہر نکلا ہم حنین کے رستے میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپس تشریف لائے۔ ہم نے رستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اذان دی۔ ہم نے مؤذن کی آواز سنی۔ ہم آپ سے کنارہ کش ہو رہے تھے۔ ہم باآواز بلند اذان کی نقل اتارنے لگے۔ اس کا مذاق اڑانے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری آواز سن لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف پیغام بھیجا۔ حتیٰ کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے سب سے بلند آواز کس کی تھی جسے میں نے سنا ہے؟" قوم نے میری طرف اشارہ کیا انہوں نے سچ کہا تھا۔ آپ نے سب کو بھیج دیا اور صرف مجھے روک لیا۔ فرمایا: "اٹھو اور اذان دو۔" میں اٹھا۔ کوئی چیز مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھی نہ ہی مجھے اس سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز تھی جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے

کھڑا ہو گیا اور بامر مجبوری اذان دینے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الفلاح، حیّ علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا۔ آپ ﷺ نے مجھے تھیلی عنایت کی۔ جس میں چاندی تھی پھر میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے دل تک آئے حتیٰ کہ آپ کا دستِ ہدایت بخش میری ناف تک آیا۔ پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ تجھے بابرکت کرے۔ وہ تجھ میں برکت ڈالے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ مجھے مکہ مکرمہ میں اذان دینے کا حکم دیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں حکم دے دیا ہے۔" حضور ﷺ کے بارے ساری ناپسندیدگی ختم ہو گئی وہ ساری محبت میں تبدیل ہو گئی۔ میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ گیا۔ وہ آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ میں عامل تھے میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ اذان دیتا رہا۔"

دارقطنی نے سعد بن عائذ سے جو سعد القرظ کے نام سے معروف تھے، سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سعد! اگر تم دیکھو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ میرے ساتھ نہیں ہیں تو اذان دیا کرو۔" آپ ﷺ نے ان کے سر کو مس کیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔ اگر تمہیں بلال نظر نہ آئیں تو اذان دیا کرو۔"

انہوں نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "آپ کا ایک مؤذن تھا جو گا کر اذان دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اذان نرم اور آسان ہے۔ اگر تمہاری اذان نرم اور آسان ہے تو بہتر ورنہ اذان نہ دیا کرو۔"

۳ اذان اور اقامت سن کر آپ کیا کہتے تھے

امام احمد، ابن ماجہ اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیحین کی شرط پر کہا ہے) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ان کی باری میں حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے اور مؤذن کی اذان سنتے تو اسی طرح کہتے جس طرح مؤذن کہتا۔"

ابوداؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ مؤذن کو سنتے تو فرماتے: "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔"

امام احمد، احمد بن منیع نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنتے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا۔ البتہ جب وہ حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کہتا تو آپ لا حول و لا قوۃ الا باللہ فرماتے۔" امام الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن حارث سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مؤذن کو سنتے تو یہ دعا مانگتے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلاۃ القائمۃ صل علی محمد واعطہ سُؤلَہٗ یوم القیامۃ آپ یہ کلمات ان صحابہ کرام کو سناتے جو آپ کے ارد گرد ہوتے تھے۔ ان پر لازم ہوتا کہ وہ بھی اسی طرح کہیں جب وہ مؤذن کو سنیں۔ آپ نے فرمایا: "جس نے مؤذن کو سن کر اس طرح کہا اس کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت روز حشر واجب ہوگئی۔"

امام الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سن لیتے تو یہ دعا مانگتے۔

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوٰۃ القائمۃ صل علی عبدك و رسولك و اجعلنا فی شفاعتہ یوم القیامۃ۔

ابو داؤد نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یا کسی اور صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی جب وہ قد قامت الصلوٰۃ تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ اسے قائم فرمائے اور اسے ہمیشہ رکھے۔"

امام بیہقی نے موقوفاً اور امام حاکم نے مرفوعاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سن لیتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ المستجابۃ لھا دعوۃ الحق و حکمۃ التقوی توفنی علیھا و احینی علیھا و اجعلنی من صالح اھلھا عملاً یوم القیامۃ۔

۶ قضاء نمازوں کے لیے اذان

ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے، البزار اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے آپ کو نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء سے مصروف رکھا۔ حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ آپ نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔ آپ نے نماز عصر پڑھی۔ آپ نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کہی آپ نے نماز مغرب پڑھی۔ پھر آپ نے انہیں حکم دیا انہوں نے اذان اور اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھی۔ پھر فرمایا: "اس وقت روئے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی قوم نہیں جو رب تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہو۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ساری رات سفر کرتے رہے۔ وقت سحر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فروکش کیا اور فرمایا: "ہمارے لیے نماز کی نگرانی کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ہے۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نیند کا غلبہ ہو

گیا۔ وہ بھی سو گئے۔ صحابہ کرام بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ دھوپ انہیں اذیت دینے لگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اٹھے آپ ﷺ نے تیمم کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اذان دو اور اقامت کہو۔" حضرت طلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی 'اسی وقت' آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! انہوں نے چاشت کے بعد نماز پڑھی۔"

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عدی سے اور الطبرانی نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے سفر میں اذان نہ دی جاتی تھی۔ مگر اقامت کے ساتھ۔ سوائے نماز صبح کے۔ اس کے لیے اذان اور اقامت کہی جاتی تھی۔"

۶ ایک اذان کے ساتھ دو نمازیں

شیخین نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عرفہ سے واپس تشریف لائے۔ جب گھاٹی تک پہنچے تو آپ ﷺ نیچے تشریف لے آئے۔" شیخین نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں جمع کیں۔"

۷ اذان کے بعض آداب

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے بلال! اذان اور اقامت میں اتنی دیر ٹھہرا کرو کہ ایک کھانا کھانے والا آرام سے کھانے سے فارغ ہو جائے اور ایک وضو کرنے والا آرام سے حاجت سے فارغ ہو جائے۔"

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بلال! جب اذان دو تو خوش الحانی سے دیا کرو اور جب اقامت کہو تو اسے جلدی کہا کرو۔ اپنی اذان اور اقامت میں اتنا وقفہ رکھا کرو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے پینے والا پینے سے فارغ ہو جائے اور قضائے حاجت کرنے والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور تم نہ اٹھا کرو حتیٰ کہ مجھے دیکھ لو۔"

دارقطنی نے ضعیف روایت لکھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مرسل ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر سے پہلے اذان دے دی۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اوپر چڑھیں اور یہ صدا دیں کہ عبد سو گیا تھا۔ انہوں نے اسی طرح کہا: ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے قبل اذان دی۔ دوسری روایت میں ہے انہوں نے رات کے وقت اذان دی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کہ اعلان کریں۔ "بندہ سو گیا تھا۔" وہ واپس آئے اور اعلان کیا۔ "بندہ سو گیا تھا" دارقطنی نے لکھا ہے کہ اس میں عامر بن مدرک نے وہم کیا ہے۔ صحیح روایت میں عبدالعزیز بن ابی داؤد نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ایک

مؤذن منے رات کے وقت اذان دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ وہ اذان لوٹائے۔ انہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ طلوع فجر کے وقت حملہ کرتے تھے۔ آپ اذان سماعت فرماتے تھے اگر اذان سن لیتے تو حملہ سے رک جاتے تھے ورنہ حملہ کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "فطرت پر۔" اس نے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آگ سے نکل گیا۔" صحابہ کرام نے دیکھا تو وہ بھیڑوں کا چرواہا تھا۔

تنبیہات

❶ حضرت ابن ام مکتوم کا نام عمرو تھا جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے۔ الصیام اور فضائل القرآن میں ہے کہ ان کا نام الحصین تھا۔ آپ ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ ان کے یہ دونوں نام ہوں۔ یہ قرشی اور عامری ہیں۔ ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اپنے باپ کے نام سے معروف ہوئے۔ والد کا نام قیس بن زائدہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ مدینہ طیبہ پر انہیں اپنا نائب مقرر فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ میں شرکت کی اور شہادت کا تاج ان کے سر کی زینت بنا۔ دوسرے قول کے مطابق یہ مدینہ طیبہ واپس آگئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ یہ وہی نابینا فرد تھے جن کا تذکرہ سورۃ عبس میں ہے۔ والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ المخزومیہ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نابینا ہی پیدا ہوئے تھے۔ ان کی والدہ کی کنیت ام مکتوم رکھی گئی کیونکہ ان کی بصارت کا نور مخفی تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے: "معروف قول یہ ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے دو سال بعد نابینا ہوئے تھے۔" لیکن میں اس قول کو نہیں سمجھ سکا کیونکہ سورۃ عبس مکیہ ہے جو ہجرت سے قبل نازل ہوئی تھی الحافظ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ اس میں مذکور نابینا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ رب تعالیٰ نے وہاں اعمی لکھا ہے۔ پھر وہ بدر کے دو سال بعد نابینا کیسے ہوئے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وہ بعثت کے بعد نابینا ہوئے تھے۔ الحافظ کے خط سے اسی کے جواز کا علم ہوتا ہے۔

❷ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جو اذان اور اقامت کے مابین وضو کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے نکلا وہ گناہ گار ہوگا۔"

❁❁❁❁

پانچواں باب

مساجد کے متعلقہ آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ مسجد میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے ہوئے کون سی دعائیں مانگتے تھے

مسدد، امام احمد، ابن ماجہ، امام ترمذی، الطبرانی نے الدعاء میں حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ مسجد تشریف لے جاتے تو اپنی ذات بابرکات پر درود پاک پڑھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفرلی ذنوبی دوسرے الفاظ میں ہے اللھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك جب آپ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو اپنی ذات پر درود شریف پڑھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب فضلك۔

امام احمد، ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مسجد تشریف لے جاتے تو یہ دعا مانگتے: "باسم الله و السلام علی رسول الله اللھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك۔" جب آپ باہر نکلتے تو یہ دعا مانگتے باسم الله و السلام علی رسول الله اللھم اغفرلی ذنوبی و افتح لی ابواب فضلك۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب مسجد تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے دایاں پاؤں مبارک اندر رکھتے۔ ہر چیز کا دایاں آپ کو پسند تھا۔ آپ ﷺ کو لینے اور عطا کرنے میں دایاں ہاتھ پسند تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یوں ذکر کرتے:

اعوذ بالله العظیم و بوجهه الکریم و سلطانه القدیم من الشیطان الرجیم۔

❷ مسجد کی دیوار سے نجاست دور کرنا

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبلہ کی سمت نجاست دیکھی۔ یہ آپ ﷺ پر گراں گزرا حتیٰ کہ ناگواری کے اثرات چہرۂ انور سے عیاں تھے۔ آپ ﷺ اٹھے اور اسے دستِ اقدس سے کھرچ دیا۔۔۔ پھر

فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے قبلہ کی سمت نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں طرف تھوکے یا قدموں کے نیچے تھوکے۔" پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا اس پر لعاب دہن پھینکا اور بعض حصے سے اسے رگڑ دیا۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کے قبلہ کی سمت بلغم دیکھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا:

"تم میں سے کوئی ایک پرواہ نہیں کرتا وہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے بلغم پھینک دیتا ہے۔ کیا وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے اس کے سامنے تھوک پھینکی جائے تم میں سے جب کوئی تھوک پھینکے تو وہ اپنے بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک پھینکے۔ اگر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو وہ اس طرح کرے۔ آپ ﷺ نے اپنے کپڑے پر لعاب دہن پھینکا پھر بعض حصے کو بعض پر رگڑ دیا۔"

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھی آپ ﷺ نے لعاب دہن پھینکا اور بائیں نعلین پاک سے اسے رگڑ دیا۔"

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو قبلہ کی سمت بلغم دیکھ لی۔ اپنے نعلین پاک اتارے۔ اس کی طرف گئے اسے رگڑ دیا۔" آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح کیا۔ امام مالک، امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے قبلہ کی سمت دیوار پر بلغم دیکھی تو اسے کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف توجہ فرما ہوئے۔"

شیخین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبلہ کی سمت دیوار پر تھوک یا بلغم دیکھی تو اسے کھرچ دیا۔"

شیخین نے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی سمت بلغم دیکھی تو اسے عصا مبارک سے کھرچ دیا۔ پھر منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے دائیں طرف یا سامنے نہ تھوکے بلکہ وہ اپنے بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک پھینکے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت عباس بن عبدالرحمان اور امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی سمت بلغم دیکھی تو اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر خوشبو منگوائی اور اس جگہ لگا دی۔"

انہوں نے یعقوب بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد کا غبار کھجور کی شاخ سے جھاڑتے تھے۔

ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں شاخ تھی۔ آپ ﷺ کو قبلہ کی سمت بلغم نظر آئی۔ آپ ﷺ نے اسے شاخ سے صاف کیا۔ پھر ہماری

طرف توجہ کی اور فرمایا:

''تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے چہرہ پھیر لے۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو رب تعالیٰ کی ذات اس کے چہرہ کی طرف ہوتی ہے وہ نہ اپنے چہرے کی طرف اور نہ ہی اپنی دائیں سمت تھوک پھینکے۔ وہ اپنے بائیں سمت بائیں پاؤں کے نیچے تھوک پھینکے۔ اگر اسے جلدی آلے تو وہ اپنے کپڑے پر تھوک لے اسے اپنے منہ پر رکھے پھر اسے رگڑ دے۔''

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کپڑے مبارک پر تھوک مبارک پھینکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز میں تھے۔ پھر اسے رگڑ دیا۔'' الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کپڑے میں لعاب دہن پھینکا۔ پھر اسے رگڑ دیا۔'' مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوالعلاء سے اور اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن پھینکا اور اسے بائیں پاؤں مبارک سے رگڑ دیا۔

۳ مسجد میں اونٹ داخل کرنا

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے روز اونٹ پر طواف کیا۔ عصا مبارک سے حجر اسود کو استلام کیا۔ شیخین نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی علالت کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرلو۔''

۴ آپ نے منبر کی بجائے کرسی پر بیٹھ کر علم سکھایا

ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے الادب میں، امام مسلم، امام نسائی حارث بن ابی اسامہ، ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حمید بن ہلال سے حضرت ابو رفاعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کہا: ''ایک اجنبی شخص دین کے بارے سوال کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے۔ خطبہ چھوڑا۔ میری طرف تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرسی پیش کی گئی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر مجھے اس علم میں سے سکھایا۔ جو رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے لگے اور آخر تک مکمل کیا۔

۵ مسجد میں وضو

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو عالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی نے انہیں فرمایا: ''مجھے

تمہارے لیے یاد ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں وضو فرمایا تھا۔"

۶ مسجد میں ایک ٹانگ مبارک پر دوسری ٹانگ مبارک رکھ کر لیٹنا

امام مالک، امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ مسجد میں کمر کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اپنی ایک ٹانگ مبارک دوسری ٹانگ مبارک پر رکھے ہوئے تھے۔"

۷ مسجد میں کھانا اور پینا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بھونا ہوا گوشت کھایا۔ ہم نے اپنے ہاتھ سنگریزوں میں مارے۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔"

الطبرانی نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے مسجد میں آپ ﷺ کے ساتھ بھونا ہوا گوشت کھایا۔ ہم مسجد میں تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے کنکریوں کو چھونے کے علاوہ اور کچھ نہ کیا۔" امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تاکہ اذان دیں۔ آپ اپنے گھر کی مسجد میں سحری کھا رہے تھے۔"

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں مسجد فضیخ میں انگور کا رس پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اسی لیے اس مسجد کا نام مسجد فضیخ پڑ گیا۔

۸ بعض صحابہ کرام کے گھروں میں مسجد کے لیے خطوط کھینچنا

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری صحابی نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے خطوط کھینچیں تاکہ میں اس میں نماز پڑھوں۔" آپ نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے نابینا ہونے کے بعد وہاں نمازیں پڑھیں۔"

الطبرانی نے حضرت جابر بن اسامہ جہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے بازار میں حضور اکرم ﷺ ملے آپ اس وقت صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کہاں کا ارادہ کیے ہوئے ہیں؟" انہوں نے کہا: "آپ تمہاری قوم کے لیے مسجد کے خطوط کھینچنے جا رہے ہیں۔" جب میں واپس آیا تو آپ نے مسجد کے خطوط کھینچ دیے تھے۔ آپ نے ان کے قبلہ کی طرف لکڑی گاڑ دی تھی۔

تنبیہ

امام احمد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔ میں نے ابن عیینہ نے سے کہا: "کیا گھر کی مسجد میں؟" انہوں نے کہا: "نہیں! بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں" اس روایت کی سند میں عبداللہ بن لھیعہ ہے۔ امام مسلم نے کتاب التمییز میں لکھا ہے کہ اس روایت میں ابن لھیعہ نے خطا کی ہے۔ اس نے اِحْتَجَمَ کہا ہے حالانکہ وہ لفظ اِحْتَجَرَ ہے۔ یعنی پتھر لگانا۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

کعبہ مقدسہ کے اندر، بکریوں کے باڑا اور نخلستان میں نماز پڑھنے سے محبت

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ ابو شعثاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حج کے ارادہ سے نکلا میں بیت اللہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر آئے وہ بھی بیت اللہ میں داخل ہو گئے دو ستونوں کے مابین چلے حتیٰ کہ وہ دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ انہوں نے چار رکعتیں پڑھیں میں بھی آیا اور ان کے پہلو میں نماز ادا کی۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے ان سے عرض کی: "لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "یہاں! مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھیں تھیں؟" انہوں نے فرمایا: "اس بات پر میں خود اپنے نفس کو ساری زندگی ملامت کرتا رہا کہ میں ساری زندگی ان کے ساتھ رہا لیکن میں ان سے یہ سوال نہ کر سکا۔" دوسرے سال میں پھر حج کے لیے نکلا۔ میں بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور اسی جگہ قیام کرنے لگا۔ حضرت ابن زبیر آئے۔ وہ میرے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ وہ میرے ساتھ مزاحمت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مجھے اس جگہ سے نکال دیا۔ انہوں نے چار رکعتیں پڑھیں۔"

ابوداؤد طیالسی نے حضرت سماک سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔ عنقریب ایسے افراد آئیں گے جو تمہیں اس سے منع کریں گے لیکن تم ان کی اطاعت نہ کرنا۔" ابن ابی عمر نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ان کے راوی ثقہ ہیں۔

شیخین اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسجد تعمیر کرنے سے قبل آپ بکریوں کے باڑوں میں نماز ادا کرتے رہے۔"

امام احمد، امام الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑوں میں تو نماز ادا کر لیتے تھے لیکن اونٹوں اور گائیں کے باڑوں میں نماز ادا نہ کرتے تھے۔"

امام ترمذی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نخلستان میں نماز ادا کرنا پسند کرتے تھے۔

ساتواں باب

نماز شروع کرنے سے قبل آپ کے آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

◆ کبھی ایک اور کبھی زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرنا

ابن ابی شیبہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا۔ آپ ایک کپڑے میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: لختِ جگر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پیچھے جو آخری نماز پڑھی تھی وہ ایک کپڑے میں پڑھی تھی"۔

انہوں نے اور اسحاق نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میرے والد گرامی نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایک کپڑے میں امامت کراتے تھے۔ اسے اپنے ارد گرد لپیٹ لیتے تھے"۔

ابن ابی شیبہ، ابو یعلی اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ اس کی دونوں اطراف کو گردن سے لٹکا کر گرہ لگا رکھی تھی اور اس سے زائد کپڑے سے زمین کی گرمی اور سردی سے بچتے تھے۔

ابو یعلی، ابن ابی شیبہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کھڑے ہو کر ایک کپڑے میں نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "ام حبیبہ! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! اسی میں ہوتا جو ہوتا تھا"۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنے کاشانہ اقدس میں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے"۔

ابو یعلی اور بزار نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے گردن کے ارد گرد کر کے گرہ لگا رکھی تھی"۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں باہر تشریف لائے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطن کا کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔"

۲ صفیں درست کرنا اور جو آگے کا مستحق تھا اسے آگے کرنا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں کو مس کرتے۔ آپ فرماتے: "صفیں سیدھی کرو۔ اختلاف نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ تم میں سے دانا اور عقلمند افراد میرے ساتھ کھڑے ہوا کریں۔ پھر دوسرے ان کے ساتھ پھر دوسرے ان کے ساتھ کھڑے ہوں۔"

الطبرانی نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں کو سیدھا کرتے تھے۔"

ائمہ کی ایک جماعت نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے۔ گویا کہ آپ ان سے خالی جگہ برابر فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے دیکھا کہ ہمیں آپ کی وجہ سے روک دیا گیا ہے پھر آپ ایک دن تشریف لائے۔ قریب تھا کہ آپ تکبیر کہتے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کرلو۔ ورنہ رب تعالیٰ تمہارے مابین مخالفت پیدا کر دے گا۔" انہوں نے کہا: "میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ ملا رہا تھا۔ اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنا ٹخنا اس کے ٹخنے کے ساتھ ملا رہا تھا۔ جب ہم نے صفیں بنالیں تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔"

دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: "اس طرح اپنے دائیں طرف۔ اس طرح اپنے بائیں طرف۔" پھر فرماتے: "صفیں برابر کرو صفیں برابر کرو۔ برابر ہو جاؤ۔"

مسعود، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے محمد بن مسلم بن حبان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسا عصا ہے، ہم نے عرض کی۔ "نہیں!" انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے اٹھتے تو اسے اپنے دست اقدس میں پکڑ لیتے۔" پھر فرماتے: "برابر ہو جاؤ۔ صفیں سیدھی کر لو۔" پھر اسے اپنے بائیں دستِ اقدس میں پکڑ لیتے اور فرماتے: "برابر ہو جاؤ۔ اپنی صفیں درست کرلو۔" جب مسجد نبوی گرا دی گئی تو یہ عصا مبارک گم ہو گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے تلاش کیا۔ انہوں نے پایا کہ اسے بنو عمرو بن عوف لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنی مسجد میں رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے ان سے اسے لیا اور واپس مسجد نبوی میں رکھ دیا۔"

ابن ابی شیبہ اور ترمذی نے حضرت یعلی بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لیے اٹھتے تو تکبیر کہنے سے قبل صحابہ کرام کے چہروں کو مس کرتے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک بار حاضر خدمت ہوا۔

میں نے کوئی خوشبو لگا رکھی تھی۔ میں نماز کے لیے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کے چہروں کو مس کیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ میں واپس گیا اور غسل کیا۔ پھر نماز کے لیے حاضر ہوا جب آپ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے کو بھی مس کیا اور فرمایا: "یہ گناہ کے بغیر لوٹ آیا ہے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ صفوں میں سے گزر جاتے تھے۔"

۳ نماز شروع کرنے سے قبل مسواک کرنا

الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت زید بن خالد الجہنی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب بھی نماز کے لیے تشریف لے جاتے پہلے مسواک ضرور کرتے۔"

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کس چیز پر نماز پڑھ لیتے تھے

۱ چٹائی

امام مالک اور ائمہ خمسہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ملکیہ نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور فرمایا: "اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں وہ چٹائی لے آیا جو زیادہ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہو گئے۔ میں اور ایک یتیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف باندھ لی۔ بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔"

امام احمد، امام بخاری اور امام ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔ وہ شخص موٹا تھا۔ "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شرکت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔" اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور اپنے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چٹائی کی ایک طرف پانی چھڑکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں۔"

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چٹائی پر نماز ادا کر رہے تھے اور اسی پر سجدہ کر رہے تھے۔"

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی۔

۲ چمڑا

ابوداؤد، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔) نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی اور رنگے ہوئے چمڑے پر نماز ادا کر لیتے تھے۔" اسی روایت کو حارث ابی اسامۃ نے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے "الفروۃ المدبوغۃ" کے الفاظ لکھے ہیں۔

۳ کھجور کی دھاری دار چٹائی

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ام المومنین حضرت میمونہ

ؓ سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ سے، امام احمد نے حضرت ام سلمہ ؓ سے، ابویعلی، الطبرانی، ابن ابی شیبہ نے حضرت ام سلمہ سے، ابویعلی اور ابن حبان نے حضرت ام حبیبہ سے، مسعود نے حضرت ام کلثوم بنت ابی سلمہ سے، طبرانی نے حضرت انس سے، بزار نے حضرت جابر سے، امام احمد نے حضرت ابن عمرو سے، ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام حبیبہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کھجور کی دھاری دار چٹائی پر نماز ادا کرتے تھے۔

۲ دری

ابن ابی شیبہ، امام اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دری پر نماز ادا کی۔ ابن سعد نے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو حضرت ابوطلحہ ؓ کے گھر دیکھا۔ آپ ﷺ دری پر نماز ادا کر رہے تھے۔"

امام ترمذی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دری پر نماز ادا کر لیتے تھے۔ عراقی نے کہا ہے کہ سنن ابی داؤد میں اس دری کی تفسیر چٹائی سے کی گئی ہے۔

تنبیہات

۱ ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے حضرت مقدام بن شریح سے، وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے عرض کیا: "کیا حضور اکرم ﷺ چٹائی پر نماز ادا فرما لیتے تھے حالانکہ میں نے کتاب الٰہی میں آپ کی زبان اقدس سے سنا ہے۔

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ (الاسراء، آیت: ۸)

ترجمہ: اور ہم نے بنادیا جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ۔

۲ حافظ العراقی نے الخمرہ (دری) کی حقیقت اور اس کے مادہ اشتقاق کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ کھجور کے سوکھے پتوں سے اتنا بڑا مصلی ہوتا تھا جس پر نمازی سجدہ کر سکتا تھا کیونکہ اس کے دھاگے کھجور کے پتوں سے مخفی ہوتے تھے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ اگر یہ مصلی اتنا بڑا ہوا جو نماز میں نمازی کے سارے جسم کے لیے کافی ہو سکتا یا وہ اس پر لیٹ سکتا تو اسے چٹائی کہا جاتا تھا۔ اسے خُمرہ نہیں کہتے تھے۔"

علامہ جوہری نے لکھا ہے: "چھوٹے مصلے کو خمرہ کہا جاتا تھا۔ اسے کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا۔ اسے تسموں کے ساتھ بنا جاتا تھا۔ یہ صرف اتنی مقدار میں ہوتا تھا جس پر انسان اپنا چہرہ اور ناک رکھ سکتا تھا۔ اگر یہ بڑا ہوتا تو اسے حصیر کہا جاتا تھا۔ اس کو خمرہ اس لیے کہتے تھے کیونکہ یہ صرف چہرے اور ہتھیلیوں کو زمین سے چھپاتا تھا۔"

صاحب النہایۃ نے لکھا ہے: ''یہ چٹائی وغیرہ کا صرف اتنا حصہ ہوتا تھا جسے کھجور کے پتوں یا کسی اور جڑی بوٹی سے بنایا جاتا تھا۔ صرف اسی مقدار کی چٹائی کو خمرہ کہا جاتا تھا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''چوہیا آئی اور وہ بتی کو لے کر چل پڑی۔ وہ اسے لے آئی اور اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خمرہ پر پھینک دیا۔ آپ اسی پر تشریف فرما تھے۔ اس میں سے درہم کی مقدار کے برابر جل گیا۔'' اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ خمرہ کا اطلاق اس سے بڑی چٹائی پر بھی ہوتا تھا۔''

نواں باب

نماز پڑھتے وقت قبلہ رو ہونا

اس میں کئی انواع ہیں۔

◆ ۱ آپ کے اور قبلہ کے مابین کسی زوجہ کریمہ رضی اللہ عنہا کا لیٹے ہوئے ہونا

ائمہ میں سے شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رات کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ میں آپ کے اور قبلہ کے مابین لیٹی ہوتی تھی۔ جیسے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔" ایک روایت میں ہے۔ "حضور اکرم ﷺ رات کی اپنی ساری نماز پڑھتے۔ میں آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی۔" ایک اور روایت میں ہے: "میری ٹانگیں آپ ﷺ کے قبلہ کی سمت ہوتی تھیں۔ جب آپ ﷺ سجدہ ریز ہونے لگتے تو مجھے اشارہ کرتے۔ میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو میں ٹانگیں بچھا دیتی۔ ان دنوں میں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔" سعید راوی نے کہا ہے "میرا خیال ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔"

ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے جبکہ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی۔ بعض اوقات آپ سجدہ ریز ہوتے تو مجھے آپ کا کپڑا لگتا تھا۔"

الطبرانی نے محمد بن عمرو بن علقمہ کی سند سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے روک دیا گیا ہے کہ میں گفتگو کرنے والوں اور سونے والوں کے پیچھے نماز پڑھوں۔"

امام احمد، ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی مسجد کے سامنے میرے لیے چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ آپ نماز پڑھتے جبکہ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی۔"

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رات کے وقت نماز پڑھتے تھے جبکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے اور قبلہ کے مابین لیٹی ہوتی تھیں۔"

◆ آگے سے گزرنے والے کو روکنا اور اس کے لیے بددعا کرنا

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اذاخر کی گھاٹی میں اترے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دیوار کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ اسے قبلہ کی سمت رکھا۔ ہم آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے سے جانور گزرا۔ آپ ﷺ اسے ہٹاتے رہے حتیٰ کہ اس کا پیٹ دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ وہ پیچھے سے گزرا۔''

ابن ماجہ، ابوداؤد، احمد بن منیع اور عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ بکری آپ کے سامنے آگئی۔ حضور اکرم ﷺ جلدی سے اس کی طرف گئے۔'' الطبرانی کی روایت میں ہے کہ اسے اتنا ہٹایا کہ اس کا پیٹ دیوار کے ساتھ لگ گیا۔''

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جلدی کی کہ نماز میں آپ ﷺ کے سامنے سے بلی گزر جائے۔'' ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ زوج النبی ﷺ و رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ان کے حجرہ مقدسہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے سے عمر بن ابی سلمہ یا عبداللہ بن ابی سلمہ گزرے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا کہ اس طرح۔ وہ واپس آگئے۔ پھر زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے سے گزریں۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔ مگر وہ گزر گئیں آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: ''یہ عورتیں غالب ہیں۔''

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن زید سے اور حضرت ابو بشیر الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔ بطحاء کے مقام پر عورت تھی۔ آپ ﷺ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نماز ادا کر لی۔ پھر وہ گزری۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وادی کے بلند حصے میں تھے۔ ہم نماز ادا کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کھڑے تھے۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ شعب ابی دب یا شعب ابی موسیٰ سے ایک گدھا سامنے آیا۔ حضور اکرم ﷺ رک گئے۔ آپ ﷺ نے تکبیر نہ کہی۔ حضرت یعقوب بن زمعہ جلدی سے اس کی طرف گئے اور اسے واپس لوٹا دیا۔''

الطبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے آپ کے ساتھ فرض نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے نماز میں دست اقدس ملائے۔ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو ہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ﷺ کیا نماز میں کچھ رونما ہوا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! مگر شیطان نے میرے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا میں نے

اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی بخدا!! اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی طرف مجھ سے سبقت نہ لے گئے ہوتے تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ لٹکا دیا جاتا۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ طیبہ کے بچے اس کے ارد گرد گھومتے۔"

ابوداؤد نے حضرت سعید بن غزوان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حج کے ارادہ سے نکلے۔ وہ تبوک فروکش ہوئے۔ انہوں نے ایک اپاہج شخص دیکھا۔ اسے اس کے معاملہ کے بارے پوچھا" اس نے کہا: "میں اس شرط پر تمہیں اپنا واقعہ سناتا ہوں کہ تم اسے اس وقت تک بیان نہ کرنا جب تک میں زندہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ تبوک میں نخلہ کے مقام پر فروکش ہوئے۔ فرمایا: "یہ ہمارا قبلہ ہے" پھر اس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ میں آیا۔ میں اس وقت دوڑنے والا نوجوان تھا۔ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان سے گزر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے ہماری نماز کاٹی ہے۔ رب تعالیٰ اس کی پشت کو کاٹ دے۔" اس کے بعد آج تک میں اس پر کھڑا نہیں ہو سکا۔"

اس طرح یزید بن غزوان سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے تبوک میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں گدھے پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: اس کی پشت کو کاٹ کر رکھ دے۔" اس کے بعد میں اس پر نہ چل سکا۔"

۳ نماز پڑھتے وقت سترہ قائم کرنا

شیخین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کے مصلی اور دیوار کے مابین بکریوں کی گزرگاہ تھی۔"

امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مسجد نبوی کی دیوار منبر پاک کے پاس تھی۔ بکریاں اسے پار نہیں کرتی تھیں۔" امام مسلم کے الفاظ میں ہے: "منبر اور قبلہ کے مابین بکری کی گزرگاہ جتنی جگہ تھی۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مگر آپ ﷺ اسے اپنے دائیں ابرو یا بائیں ابرو کے سامنے سترہ رکھتے۔ اس کا قصد نہیں کیا جاتا تھا۔"

ابویعلی نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ خانہ کعبہ کے سامنے آئے۔ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کیا۔ آپ ﷺ کے سامنے عرض میں ایک خط کھینچا پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ لوگ خانہ کعبہ اور خط کے مابین نماز پڑھ رہے تھے۔"

مسعود نے حضرت ابوادریس خولانی سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک روز اونٹ کی طرف رخ انور کر

کے نماز پڑھی۔ اس روایت کو ابوبکر ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نماز قائم ہوگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کی کوہان کی طرف رخ انور کیا اور نماز ادا فرمائی۔"

الطبرانی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عصا مبارک گاڑا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف رخِ مبارک کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پالکیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرتی تھیں۔"

الطبرانی نے حضرت سعد القرظ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تین عصا بھیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اپنے لیے رکھ لیا۔ ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ عیدین کے موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے چلتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کی سواری پیش کی جاتی۔ آپ اس کی طرف رخِ انور کر کے نماز پڑھ لیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں "میں نے حضرت ابن عمر سے کہا" تمہارا کیا خیال ہے کہ جب سواری کا جانور چلا جاتا تو؟ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص اسے پکڑتا۔ اسے سیدھا کرتا۔ آپ اس کے آخری حصے کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھ لیتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک نیزہ تھا۔ جسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چلا جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔" الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت حبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نیزہ گاڑتا تھا۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیزے کا حکم دیتے۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔ لوگ اس سے پرے ہوتے تھے۔ آپ سفر میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اسی لیے خلفاء بھی اسی طرح کرتے ہیں۔"

شیخین نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بطحاء کے مقام پر نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر اور نماز عصر کی دو دو رکعتیں پڑھائیں۔ عورتیں اور گدھے اس کے پرے سے گزر رہے تھے۔"

شیخین نے حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور میرے والد محترم حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم اس ستون کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جہاں مصحف تھا۔ میں نے عرض کی: "ابوالقاسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بڑی کوشش سے اس ستون کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی سعی فرماتے تھے۔"

۴ سترہ کے بغیر نماز پڑھنا

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ لوگ آپ ﷺ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے سترہ نہ تھا۔

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے کھلے میدان میں نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔" دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کے سامنے سے گدھے گزرے۔ حضرت عیاش بن ربیعہ نے کہا: "سبحان اللہ! سبحان اللہ!" جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: "ابھی ابھی سبحان اللہ کس نے کہا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں نے۔ میں نے سنا کہ گدھے آپ ﷺ کی نماز کو منقطع کر رہے تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی چیز نماز کو منقطع نہیں کر سکتی۔"

ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور بنو ہاشم کا ایک جوان گدھے پر تھے۔ ہم آپ ﷺ کے سامنے سے گزرے۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نیچے اترے ہم نے گدھا چھوڑا۔ وہ زمین کی نباتات کھانے لگا۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔" ایک شخص نے عرض کی: "کیا آپ ﷺ کے سامنے نیزہ تھا؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔"

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور دارقطنی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں صحراء میں تشریف لائے۔ ہمارے کتی اور گدھی آپ کے سامنے کھا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھی۔ وہ صحراء میں آپ ﷺ کے سامنے تھیں۔ آپ ﷺ کے سامنے سترہ نہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے: "ہماری کتیا اور گدھی آپ ﷺ کے سامنے کھیل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی پرواہ نہ کی۔ نہ جھڑکا۔ نہ انہیں پیچھے کیا۔"

۵ سواری پر نفلی نماز

ابو داؤد، الطیالسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سفر میں ہوتے نفلی نماز ادا کرنا چاہتے قبلہ رو ہو کر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھنے لگتے خواہ سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔

مسدد نے حضرت قزعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا۔ ایک رات انہوں نے اپنا اونٹ آگے کیا وہ اس پر قرأت، رکوع اور سجود کرنے لگے۔ خواہ اس کا رخ جس طرف بھی ہو جاتا۔ وقتِ صبح میں نے انہیں کہا: "میں نے آج رات تمہیں وہ عمل کرتے دیکھا جو اس سے قبل آپ ﷺ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا: "وہ کیا؟" میں نے کہا: "میں نے تمہیں دیکھا۔ تم نے اپنی سواری آگے کی۔ تم قرأت اور سجدہ کرنے لگے۔ خواہ تمہارا رخ جس طرف بھی ہو جاتا۔" انہوں نے کہا: "میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

دسواں باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی کیفیت

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

❶ باآواز بلند تکبیر کہنا، مبارک ہاتھوں کو بلند کرنا اور انہیں اپنے سینۂ اقدس پر رکھنا

ابن ماجہ نے حضرت ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف رخ انور کرتے۔ ہاتھوں کو بلند کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔''

ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کندھوں کے برابر لے جاتے۔ پھر تکبیر فرماتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کا ارادہ کرتے تو اسی طرح کرتے۔ جب رکوع سے سر اقدس اٹھاتے تو اسی طرح کرتے۔ پھر یوں نہ کرتے حتیٰ کہ سر اقدس سجدہ سے اٹھالیتے۔

امام احمد، ابوداؤد، دارقطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو بلند کرتے۔ حتیٰ کہ انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ بلند کیے۔ اسی طرح رکوع اور سجود کرتے وقت بھی اسی طرح کرتے۔''

الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رکوع اور سجود کی تکبیر کے وقت ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ سجدہ ریز ہو جاتے۔''[1]

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''نمازی نماز میں اپنی انگلیوں کے ساتھ جو بھی اشارے کرتا ہے اس کے بدلے میں اس کے لیے ایک نیکی یا درجہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

[1] رفع یدین کے بارے تفصیلی بحث جاء الحق میں ملاحظہ فرمائیں۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھکتے یا اٹھتے وقت ہر بار تکبیر

کہتے تھے۔"

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ رکوع کے وقت تکبیر کہتے۔ رکوع سے اٹھنے کے بعد سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے پھر کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر تکبیر کہتے اور سجدہ میں چلے جاتے۔ سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے جب سر اقدس اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ آپ ﷺ ساری نماز میں اسی طرح کرتے۔ حتیٰ کہ اسے مکمل کر لیتے۔ قعدہ کے بعد جب اٹھتے تو پھر تکبیر کہتے۔"

شیخین نے حضرت مطرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اور حضرت عمران بن حصین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدہ کرتے یا سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھے تو تکبیر کہی جب ہم نماز سے واپس آئے تو حضرت عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: "انہوں نے ہمیں حضور اکرم ﷺ کی نماز کی طرح کی نماز پڑھائی ہے۔" یا "اس سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی نماز یاد آگئی ہے۔"

امام احمد، امام نسائی اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہر بار اٹھتے، جھکتے، قیام کرتے اور قعدہ کرتے وقت تکبیر کہتے تھے۔"

امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت سعید بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے امام کی حیثیت سے نماز پڑھی۔ انہوں نے نماز کے آغاز میں باآواز بلند تکبیر کہی پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہی۔ رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده کہا۔ سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہی۔ دو رکعتوں کے بعد اٹھتے وقت تکبیر کہی۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ جب وہ واپس آئے تو لوگوں نے کہا: "لوگوں نے آپ ﷺ کی نماز کے بارے اختلاف کیا ہے۔" وہ باہر نکلے منبر کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: "اے لوگو! بخدا! مجھے کوئی پرواہ نہیں تمہاری نماز میں اختلاف ہو یا نہ ہو۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح ہی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

دارقطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے۔" ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب وہ نماز ادا فرماتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت غطیف بن حارث یا حارث بن غطیف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اشیاء کو بھولا تو نہیں ہوں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔" اس روایت کو بزار اور الطبرانی نے شداد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد، امام ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابو قبیصہ یزید بن قنافہ سے روایت کیا ہے۔ انہیں الھلب بھی کہا

جاتا تھا۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ نے اپنے سینۂ اقدس پر اپنے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھا ہوا تھا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، امام احمد اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔وہ نماز ادا کر رہا تھا۔اس نے بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔آپ نے اسے ہٹایا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔"

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ جب نماز کا آغاز کرتے تھے تو اپنے ہاتھ مبارک کافی اوپر اٹھا لیتے تھے۔"دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لیے تکبیر کہتے تو مبارک انگلیاں کھولتے۔"ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے جاتے۔رکوع کرتے وقت بھی اسی طرح اور سجدہ کرتے وقت بھی اسی طرح کرتے۔" جب آپ دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو اسی طرح کرتے تھے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ ﷺ نے فرمایا:"ہم گروہ انبیائے کرام علیہم السلام کو جلد افطاری کرنے تاخیر سے سحری کھانے اور نماز میں اپنے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

الطبرانی نے مرفوعاً اور موقوفاً (موقوفاً روایت صحیح ہے) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"تین امور کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔(۱) روزہ جلد افطار کرنا (۲) سحری دیر سے کھانا (۳) نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنا۔"

امام مسلم اور ابن خزیمہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔آپ ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں دستِ اقدس پر رکھا ہوا تھا۔

امام احمد اور امام ترمذی (حسن سند کے ساتھ) اور امام بیہقی نے ھلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ ہمیں امامت کراتے تھے اور دائیں دستِ اقدس سے بایاں ہاتھ مبارک پکڑ لیتے تھے۔"امام احمد کی روایت میں ہے:"آپ ﷺ اسے اپنے سینۂ اقدس پر رکھتے۔"حضرت یحییٰ بن سعید دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر جوڑ کے اوپر رکھتے تھے۔"

۲ نماز شروع کرنے کی دعا

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے تکبیر کہتے تو قرأت کرنے سے پہلے خاموش رہتے میں نے عرض کی:"یارسول اللہ!

آپ ﷺ تکبیر اور قرأت کے مابین سکوت فرماتے ہیں۔آپ ﷺ کیا پڑھتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''میں یہ دعا مانگتا ہوں: ﷺ میرے والدین آپ پر فدا! میں دیکھتا ہوں کہ آپ

اللهم باعد بيني و بين خطاياى كما باعدت بين المشرق و المغرب اللهم نقني من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلني من خطاياى بالماء و البرد.

الطیالسی اور ابوداؤد نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:'' تین ایسے امور تھے جن پر حضور اکرم ﷺ عمل پیرا ہوتے تھے۔لوگ انہیں چھوڑ دیتے تھے۔جب آپ ﷺ نماز کا آغاز کرتے تو اپنے ہاتھ کافی بلند فرماتے۔آپ ﷺ قرأت شروع کرنے سے کچھ دیر قبل ٹھہر جاتے۔رب تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے تھے۔آپ ﷺ جب بھی سر اٹھاتے، رکوع کرتے یا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔''

امام احمد، امام شافعی اور امام مسلم، ائمہ ثلاثہ اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام نسائی نے حضرت محمد بن مسلمہ سے، الطبرانی نے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے (حضرت جابر اور حضرت ابن مسلمہ نے کہا ہے کہ جب آپ ﷺ تکبیر کہتے) تو آپ ﷺ یوں حمد و ثناء بیان کرتے وجهت وجهي للذي فطر السموات و الارض حنيفا دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے (مسلماً و ما انا من المشركين) پھر انہوں نے اتفاق کیا کہ اس کے بعد آپ ﷺ یہ کہتے تھے:

ان صلاتي و نسكي و محياي و مماتي لله رب العالمين لا شريك و بذالك امرت

حضرت جابر نے و انا اول المسلمين کا اضافہ کیا ہے۔جب دیگر دونوں راویوں نے کہا ہے و انا من المسلمين حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اللهم انت الملك الحق لا اله الا انت حضرت ابو رافع کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سبحانك و بحمدك انت ربي و انا عبدك ابو رافع نے یہ اضافہ کیا ہے لا شريك لك ظلمت نفسي و اعترفت بذنبي فاغفر لي ذنوبي جميعا فانه لا يغفر الذنوب الا انت پھر راویوں نے اتفاق سے کہا ہے اللهم اهدني لاحسن الاخلاق حضرات جابر اور ابن مسلمہ نے یہ اضافہ کیا ہے و احسن الاعمال لا يهدي لا حسنها الا انت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا ہے و اصرف عني سيئها ان دونوں راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے وقني سيئي الاعمال و سيئي الاخلاق لا يقي ایک راوی نے یہ اضافہ کیا ہے لا يصرف سيئها الا انت حضرات علی اور ابو رافع رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے: لبيك و سعديك و الخير كله في يديك و الشر ليس اليك امام شافعی نے یہ اضافہ کیا ہے الهدى من هديت پھر انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے فانا بك و اليك ابو رافع اور امام شافعی نے یہ اضافہ کیا ہے: لا منجى الا اليك تباركت و تعاليت

استغفرك و اتوب اليك۔

ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے، الطبرانی نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے، ثقہ راویوں سے حضرت انس سے، امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا آغاز کرتے تھے تو یوں کہتے تھے: سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و لا اله غيرك الله اكبر كبيراً۔

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) حضرت نافع بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو فرمایا: ''الله اكبر كبيرا و الحمد لله كثيرا سبحان الله بكرة و اصيلا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

امام احمد نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر فرماتے: لا اله الا انت (تین بار فرماتے) سبحان الله و بحمده (تین بار فرماتے)

الطبرانی نے ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اٹھ کر نماز پڑھی۔ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دایاں طرف کھڑا کیا اور اس طرح رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ سبحان الله ذي الملك و الملكوت و الكبرياء و العظمة۔

امام ترمذی، ابوداؤد اور امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا آغاز فرماتے تو یوں تسبیح خوانی فرماتے: سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و لا اله غيرك۔''

۳ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا

امام احمد، ابوداؤد، دارقطنی نے حضرت جبیر بن مطعم سے، امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے، امام احمد نے حضرت ابوامامہ سے، مسدد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں تعوذ پڑھتے تھے: اعوذ بالله من الشيطن الرجيم من نفخه و نفثه و همزه حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے: همزه و نفخه و نفثه۔ انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے: همزة الموتة و نفثه الشعر و نفخه الكبر۔

⑦ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت

اس میں کئی انواع ہیں۔

① ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت اور بآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا

امام بخاری نے کتاب القرأۃ المفرد میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔" دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ابتداء کرتے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ابتداء کرتے۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔"

دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو امامت کرا رہے ہوتے اور قرأت فرماتے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع فرماتے۔" دار قطنی نے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے تھے۔" دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھتے تھے۔"

ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور دار قطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت فرماتے تھے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ① الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ② مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ③ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ④ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ⑤ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ⑦ (سورۃ الفاتحہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ اعرابیوں کی مانند انہیں گنتے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی شمار کرتے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ بآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔" حضرت عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا۔"

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ (یہ بدری صحابی تھے) نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے رات، صبح اور جمعۃ المبارک کی نماز میں باآواز بلند بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھی۔'' ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔ ان روایات کو دار قطنی نے نقل کیا ہے۔

۲ کبھی کبھی بسم اللہ الرحمن الرحیم باآواز بلند نہ پڑھنا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے تو مشرکین مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ''محمد عربی ﷺ یمامہ کے معبود کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ مسیلمہ کو الرحمن الرحیم کہا جاتا تھا۔ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ اسے باآواز بلند نہ پڑھا جائے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ، سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔''

۳ ابتداء میں سورت سے قبل سورۃ الفاتحہ پڑھنا

امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی نماز کا آغاز بسم اللہ الرحمان الرحیم سے کرتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تھے تو قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ سکوت نہ فرماتے تھے۔''

۴ الحمد للہ رب العالمین کے بعد تھوڑا سا سکوت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ نماز کا آغاز کرتے تو الحمد للہ رب العالمین پڑھتے۔ پھر تھوڑا سا سکوت کرتے۔''

۵ نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد آپ ﷺ کا آمین کہنا

ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ سورۃ الفاتحہ پوری کر لیتے تو ولا الضالین کے بعد آمین کہتے حتیٰ کہ وہ شخص سن لیتا جو پہلی صف میں آپ کے قریب ہوتا'' ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کہا ہے ''اس سے مسجد لرز اٹھتی تھی۔'' دار قطنی نے حسن روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب قرأت سے فارغ ہوتے تو باآواز

بلند آمین کہتے۔

امام ترمذی نے حسن روایت کی ہے۔ ابن ابی شیبہ، امام احمد، ائمہ اربعہ اور امام حاکم نے حضرت وائل بن حجر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھا اور باآواز بلند آمین کہا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''جب آپ ﷺ نے ولا الضالین کہا تو پھر باآواز بلند ''آمین'' کہا۔ شعبہ کی روایت میں ہے کہ آہستہ سے آمین کہا۔ امام بخاری نے اس روایت میں خطاء کی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ آپ ﷺ سے ہم اسے سنا کرتے تھے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے: ''جب آپ ﷺ سورۃ الفاتحہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار آمین کہا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ظاہر ہے کہ تین بار کا تعلق اس کے ساتھ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو تین بار دیکھا تین نمازوں میں دیکھا نہ کہ تین بار آمین کہا۔''

ابوداؤد، دارقطنی اور امام ترمذی نے وغیرہ نے اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو باآواز بلند ''آمین'' کہتے۔ ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب آپ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ پہلی صف والے اس سن لیتے اور مسجد اس سے گونج اٹھتی۔''

ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا جب آپ ﷺ نے ولا الضالین پڑھا تو آمین کہا۔'' الطبرانی نے جید سند کے ساتھ ان سے اور امام بیہقی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا جب آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھا تو کہا رب اغفر لی آمین۔[1]

۶ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورت ملانا

امام بیہقی نے اپنی سنن میں، الطبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مفصل سورتوں میں سے کوئی چھوٹی یا بڑی سورت نہیں مگر میں نے اسے آپ سے سنا۔ آپ ﷺ فرض نمازوں میں ان کے ساتھ صحابہ کرام کو امامت کراتے تھے۔''

امام بیہقی نے عبدالعزیز بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت انس سے حضور اکرم ﷺ کی نماز کی مقدار کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے اپنے کسی فرزند سے کہا۔ انہوں نے ہمیں نماز ظہر یا عصر پڑھائی اور اس میں والمرسلات وعم یتساءلون سورتیں پڑھیں۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اغر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورۃ الروم تلاوت فرمائی۔''

ابن سعد نے حضرت منصور بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قرأت کو ریش مبارک کی حرکت سے جان لیا جاتا تھا۔

نماز صبح میں سورۃ الفاتحہ کے بعد قرأت

شیخین، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نمازِ صبح کی دونوں یا ایک رکعت میں ساٹھ سے لے کر ایک سو تک آیات بینات پڑھتے تھے۔''

امام شافعی، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو نمازِ فجر میں اذا الشمس کورت تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

ل آمین کی بحث کے لیے جاء الحق کا مطالعہ فرمائیں۔

امام شافعی، شیخین، بخاری نے تاریخ میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے موصولاً روایت کیا ہے امام بخاری نے صحیح میں اس کی تعلیق کی ہے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مکہ مکرمہ میں نماز صبح پڑھائی۔ آپ ﷺ نے سورۃ المؤمنین تلاوت کی۔ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام یا حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا (راوی کو شک ہے) تو آپ ﷺ کو غم نے آلیا۔ آپ ﷺ نے رکوع کر لیا۔

امام احمد، امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نمازِ فجر میں ق و القرآن المجید وغیرہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نماز تخفیف کی طرف ہوتی تھی۔

سعید بن منصور، مسلم اور ابن ماجہ نے قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز فجر کی پہلی رکعت میں ق و القرآن المجید پڑھتے تھے۔

امام شافعی نے حضرت زیاد بن علاقہ سے، انہوں نے اپنے چچا جان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کو نمازِ صبح میں و النحل باسقات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ امام شافعی نے کہا ہے یعنی سورۃ ق کی۔

امام نسائی نے حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ق و القرآن المجید حضور اکرم ﷺ کے منہ مبارک سے یاد کی ہے۔ آپ ﷺ صبح کی نماز میں اسے تلاوت کرتے تھے۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نمازِ صبح میں ق و القرآن المجید وغیرہا پڑھتے تھے۔'' حارث نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز صبح میں

سورۃ الملک تلاوت کی۔الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح میں سورت یٰسین پڑھتے تھے۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح میں سورۃ الواقعہ وغیرہا پڑھتے تھے۔

بزار نے اس اغر المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ صبح میں سورۃ الروم پڑھی۔امام احمد نے شریک بن عبدالملک کی سند سے ایک صحابی سے اور عبداللہ بن عمیر نے کہا ہے:"میں نے ذوالکلاع میں سے ابوروح شبیب سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح میں سورۃ الروم پڑھی۔ایک آیت طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تردد ہوگیا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"قرآن ہم پر متلبس ہو جاتا ہے۔تم میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے۔جو ہمارے ساتھ نماز میں شرکت کرے۔وہ اچھی طرح وضو کرے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سماک بن حرب سے وہ مدینہ طیبہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ فجر میں ق و القرآن المجید اور یٰسین کی تلاوت کی۔

ابوداؤد نے جھینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی دونوں رکعتوں میں سورۃ اذا زلزلت الارض پڑھی۔انہوں نے کہا:"میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھول گئے تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان بوجھ کر اس طرح پڑھا تھا۔"

عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح میں سورۃ الفتح پڑھی۔الطبرانی نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح میں سورۃ الحاقہ وغیرہا پڑھتے تھے۔ابن مردویہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح پڑھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھی۔پھر فرمایا:"معاذ! کیا سنا ہے؟" میں نے عرض کی:"ہاں!" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"لوگوں نے ان کی مثل سورتیں نہیں پڑھیں۔"

ابن ابی شیبہ، ابن ضریس اور حاکم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ صبح میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھی۔ابن قاسم، ابن سکن اور شیرازی نے القاب میں زرہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں یمامہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اسلام پیش کیا۔ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ہم نے آپ کے ساتھ نماز صبح پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ التین اور سورۃ القدر پڑھیں، سعید بن منصور نے حضرت سعید بن مسیب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نمازِ فجر پڑھائی۔پہلی رکعت میں سورت اذا زلزلت الارض پڑھی دوسری میں بھی یہی سورت تلاوت فرمائی۔

ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نمازِ صبح

پڑھائی۔ آپ ﷺ نے ایک سورت تلاوت کی۔ دوسری رکعت میں بھی وہی سورت تلاوت کی۔ لیکن اسے مختصر پڑھا جب آپ ﷺ نے نماز ادا کر لی تو حضرت ابو سعید یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ﷺ میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے آج اس طرح نماز پڑھی ہے کہ اس طرح نماز پہلے کبھی نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے میرے پیچھے عورتوں کی صف میں بچے کے رونے کی آواز نہیں سنی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کی ماں اس کے لیے فارغ ہو جائے۔''

ابو یعلی نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نمازِ صبح میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھی۔ الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نمازِ صبح پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔ پھر فرمایا: ''میں نے تمہیں قرآن پاک کے ثلث اور ربع سنایا ہے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں آپ ﷺ کی اونٹنی کو ہانکا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''کیا میں تمہیں دو ایسی سورتیں نہ بتاؤں جن کی مثل تم نے کبھی نہ پڑھا ہو'' دوسری روایت میں ہے: ''کیا میں تمہیں دو بہترین سورتیں نہ بتاؤں جو کبھی پڑھی گئیں ہوں۔'' میں نے عرض کی ''ضرور! آپ ﷺ نے مجھے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سکھائیں آپ نے مجھے تعجب کرتے نہ دیکھا۔ جب آپ اترے اور نمازِ صبح پڑھائی تو یہی سورتیں تلاوت کیں مجھے فرمایا: ''عقیب! تم نے کیسے دیکھا؟''

۸ روز جمعۃ المبارک کی صبح کی نماز میں قرأت

امام احمد، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ روز جمعۃ المبارک کی نماز صبح میں الم تنزیل سجدہ اور ھل اتی علی الانسان حین من الدھر کی تلاوت کرتے تھے۔ الطبرانی کی روایت میں ہر جمعۃ المبارک کو۔

امام شیخین، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ روز جمعۃ کی نمازِ صبح میں الم تنزیل اور ھل اتی کی تلاوت کرتے تھے۔ عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نمازِ صبح میں سورۃ الم تنزیل اور سورۃ الملک تلاوت کرتے تھے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ روز جمعۃ کو نمازِ صبح میں الم تنزیل سجدہ اور سورۃ ھل اتی کی تلاوت کرتے تھے۔ الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز صبح میں تنزیل السجدہ کی تلاوت کی۔

ابن ابی داؤد نے کتاب الشریعۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے روز جمعۃ المبارک کو نماز فجر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ایک سورت پڑھی اس میں سجدہ کیا۔

۹ نماز ظہر اور نماز عصر

امام احمد، شیخین، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔ ہم کبھی کبھی آیت سن لیتے تھے۔ نماز ظہر کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل فرماتے تھے۔ ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "نماز عصر میں بھی یہی کیفیت تھی۔" ہمارا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہوتا تھا کہ لوگ پہلی رکعت کو پالیں صحیح میں اسی طرح ہے۔

امام احمد، ابوداؤد اور شیخین نے عبداللہ بن سنجرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضرت جناب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ ظہر اور نمازِ عصر میں قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں!" ہم نے پوچھا: "تم آپ کی قرأت کو کیسے جانتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "مبارک داڑھی کی حرکات سے۔"

امام احمد نے ابو عالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ تیس صحابہ کرام نے اتفاق کیا ہے انہوں نے کہا ہے جن نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآواز بلند قرأت کرتے تھے انہیں ہم جانتے تھے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآواز بلند قرأت نہ کرتے تھے تو ہم ان کو جہری نمازوں پر قیاس نہیں کرتے۔" انہوں نے اتفاق کیا اوروں نے بھی اختلاف نہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر میں پہلی دو رکعتوں میں ہر ہر رکعت میں تقریباً تیس آیات طیبات پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں اس کا نصف تلاوت کرتے تھے۔ نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں کی قرأت سے نصف قرأت فرماتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں اس سے بھی نصف قرأت کرتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد، مسلم اور دارقطنی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نمازِ ظہر اور نمازِ عصر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم اندازہ لگاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں الم تنزیل سجدہ کی تقریباً تیس آیات طیبات کے برابر پڑھتے تھے۔ تو آخری دو رکعتوں میں قیام اس سے نصف ہوتا تھا۔ نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام نماز ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر ہوتا تھا اور آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف قیام ہوتا تھا۔"

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر میں اس قدر قیام فرماتے تھے کہ کوئی ہم میں سے بقیع کی طرف جاتا قضائے حاجت کرتا اہل خانہ کے پاس جاتا وضو کرتا پھر مسجد کی طرف آتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے تھے۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے فلاں کی نماز کے علاوہ کسی اور کی نماز کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتے تھے۔ آخری دو رکعتوں کو اتنا طویل نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح نماز عصر میں بھی طوالت نہ فرماتے تھے۔ ائمہ ثلاثہ نے اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر اور نماز عصر میں سورت و السماء ذات البروج اور و السماء و الطارق جیسی سورتیں پڑھتے تھے۔''

امام مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ تلاوت فرمائیں۔''

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز ظہر میں سجدہ کیا پھر اٹھے اور رکوع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۃ الم تنزیل سجدہ کو تلاوت کیا تھا۔''

ابن خزیمہ، الرویانی، ضیاء نے مختارہ میں، امام احمد، ائمہ ثلاثہ اور ابن حبان نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر میں اذا السماء انشقت و غیرھا، نماز عصر میں و السماء و الطارق اور و السماء ذات البروج تلاوت کرتے تھے۔

امام مسلم، امام بیہقی نے السنن میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر اور نماز عصر میں و اللیل اذ یغشی و غیرھا کی تلاوت کرتے تھے۔''

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز ظہر پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آواز بلند فرمائی اور و الشمس وضحاھا اور و اللیل اذا یغشی سورتیں تلاوت فرمائیں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا اس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے لیے وقت مقرر کر دوں۔'' بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے، ابن ابی شیبہ اور امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ظہر اور نماز عصر میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا ہے: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سورۃ ھل اتاك حديث الغاشية بھی پڑھتے تھے۔''

ابو یعلی نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے نماز ظہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا۔ ہمارا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورت تنزیل سجدہ کی تلاوت کی تھی۔'' ابن ماجہ اور امام نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں نماز ظہر پڑھاتے تھے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سورۃ لقمان اور الذاریات کی آیات کے بعض آیات سنتے تھے۔''

ابویعلی نے اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز ظہر اور نماز عصر پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ المرسلات، النازعات اور عم یتساءلون جیسی سورتیں پڑھیں"۔ الطبرانی نے جید سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ظہر اور نماز عصر کی نمازوں میں تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کی حرکت سے جانی جاتی تھی"۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر میں سجدہ کیا۔ پھر اٹھے اور رکوع کیا۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنزیل السجدۃ کی تلاوت کی تھی"۔

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی رکعت سے اٹھتے تھے حتیٰ کہ قدم مبارک کے لگنے کی آواز سنائی نہ دیتی تھی"۔

۱۰ نماز مغرب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت

ائمہ خمسہ سوائے دارقطنی کے سب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب میں وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا تلاوت فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطولیین میں سے ایک سورت (المص) یا (الاعراف) کی تلاوت فرمائی۔

امام بخاری اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب میں دو طویل سورتوں میں ایک سورت کی تلاوت کی"۔ ان سے عرض کی گئی کہ الطولیان سے کون سی سورتیں مراد ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "اعراف اور یونس" امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورۃ الاعراف سے تلاوت کی"۔ اسے ابوایوب نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے"۔

امام نسائی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب میں سورۃ الاعراف پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں رکعتوں میں متفرق مقامات سے پڑھی"۔

امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے، دارقطنی، اسماعیلی، سعید بن منصور نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب میں سورۃ الطور میں سے تلاوت فرمائی۔ وہ بدر کے قیدیوں میں آئے تھے۔ شیخین نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "یہ پہلی بار تھی کہ ایمان میرے دل میں بیٹھا"۔

ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب آپ ﷺ اس آیت طیبہ تک پہنچے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الطور، آیت: ۳۵، ۳۶، ۳۷)

ترجمہ: کیا وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی (خالق) کے یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔

تو قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا۔

امام نسائی نے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز مغرب میں حم الدخان کی تلاوت کی۔ ابو یعلی نے یہ روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرماتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں صرف سورۃ الفاتحہ تلاوت کی۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب میں:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ (سورۃ محمد، آیت ۱)

کی تلاوت فرماتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن زید سے اور خطیب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز مغرب میں سورۃ والتین والزیتون تلاوت کی۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی آخری مغرب کی نماز میں سورۃ التین تلاوت فرمائی۔

الطبرانی نے حجاج بن نصیر کی سند سے حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے اپنی آخری نماز مغرب میں پہلی رکعت میں سَبِّح اسم ربك الاعلی اور دوسری میں قل یا ایها الکافرون سورت تلاوت فرمائی۔

⑪ نمازِ عشاء میں آپ ﷺ کی قرأت

امام شافعی کے علاوہ دیگر ائمہ نے اور دارقطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کسی سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھی۔ آپ ﷺ نے اس کی ایک رکعت میں والتین و الزیتون سورت تلاوت

فرمائی۔میں نے آپ ﷺ کی آواز سے خوبصورت آواز اور آپ ﷺ کی قرأت سے خوبصورت قرأت نہ سنی تھی۔

امام احمد، امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نماز عشاء میں والشمس و ضحاھا جیسی سورتیں پڑھتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز عشاء میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق تلاوت فرماتے تھے۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ اور ائمہ ستہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کسی سفر میں تھے۔آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھی۔آپ ﷺ نے ایک رکعت میں سورۃ والتین والزیتون تلاوت کی۔میں نے آج تک اتنی دلکش کسی کی آواز نہ سنی تھی نہ ہی اتنی عمدہ قرأت سنی تھی۔''

۵ متفرق احادیث

امام مالک اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''مفصل سورتوں میں سے کوئی چھوٹی یا بڑی سورت نہیں مگر میں نے آپ ﷺ سے سننے کی سعادت حاصل کی۔آپ ﷺ ان کے ساتھ صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تھے۔''

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ہمیں تخفیف کا حکم دیتے تھے۔آپ ﷺ ہمیں سورۃ الصافات پڑھ کر امامت کراتے تھے۔''

امام نسائی، ابن ماجہ نے حضرت سلیمان بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو مگر فلاں کے پیچھے۔'' حضرت سلیمان نے کہا: ''آپ ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں طوالت فرماتے۔دوسری دو رکعتوں میں کمی فرماتے۔نماز عصر تخفیف سے پڑھاتے۔نماز مغرب میں قصار مفصل، نماز عشاء میں وسط مفصل اور نماز صبح میں طوال مفصل تلاوت کرتے تھے۔''

۶ جمعۃ المبارک میں ایک رکعت میں دو سورتیں تلاوت فرمانا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''کیا آپ ﷺ ایک رکعت میں دو سورتیں تلاوت فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! مفصل سورتوں میں سے۔''

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ان نظائر کو جانتا ہوں جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرتے تھے۔'' ان سے نظائر کے بارے عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تالیف کے مطابق اول مفصل میں سے بیس سورتیں، حوامیم میں سے حم الدخان اور عم یتساءلون۔ ابوداؤد کے الفاظ میں سے ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظائر سورتوں میں سے دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔''

۷ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کی آیت یا عذاب کی آیت سے گذرتے تو کیا فرماتے

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے تھے۔ جب وہ آیت طیبہ پڑھتے جس میں تسبیح ہوتی تو رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے جب ایسی آیت سے گزرتے جس میں سوال ہوتا تو رب تعالیٰ سے التجاء کرتے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کی آیت سے گزرتے تو وہاں رک جاتے۔ التجاء کرتے۔ جب عذاب کی آیت تلاوت کرتے تو اس سے پناہ طلب کرتے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قیام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ البقرۃ تلاوت کی۔ جب رحمت کی آیت سے گزرتے تو رک جاتے رب تعالیٰ کی رحمت کا سوال کرتے جب عذاب کی آیت سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور پناہ طلب کرتے۔''

امام احمد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ماہ تمام کی شب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قیام کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ البقرۃ، آل عمران اور النساء پڑھتے تھے جب خوف والی آیت طیبہ سے گزرتے تو رب تعالیٰ سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔ جب بشارت والی آیت سے گزرتے تو رب تعالیٰ سے دعا مانگتے اور اس کی طرف رغبت کرتے۔''

امام احمد نے ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نماز میں سنا جو فرض نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی جن میں جنت اور آگ کا تذکرہ تھا تو فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہلاکت ہے اہل آتش کے لیے۔''

۸ نماز میں آیات شمار کرنا

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں آیات شمار کر رہے تھے۔''

⑨ نماز میں آپ ﷺ کے سکتات

امام احمد، دار قطنی، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ نے حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دو سکتے فرماتے تھے۔ (۱) نماز کے آغاز میں سکتہ (۲) جب آپ ﷺ سورت سے فارغ ہوتے اور رکوع کا ارادہ فرماتے۔

ابن قیم نے لکھا ہے: "پہلا سکتہ کو آپ ﷺ آغاز کی مقدار کے برابر کرتے تھے۔ جبکہ دوسرا سکتہ مقتدی کی قرأت فاتحہ کے لیے کرتے تھے۔ لہٰذا اسے اس کی طوالت کے برابر طویل ہونا چاہیئے۔"

⑩ صرف سورۃ الفاتحہ تلاوت کرنا

مسعود اور امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ دو رکعتیں پڑھیں ان میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ اس سے زائد کچھ نہ پڑھا۔"

⑪ باآواز بلند اور آہستگی سے تلاوت

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اتنی بلند آواز سے قرأت کرتے تھے کہ وہ اسے سن لیتا تھا جو گھر میں کمرہ میں ہوتا تھا۔"

امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو نمازیں بھی پڑھیں گئیں ان میں سے جو کچھ آپ ﷺ نے ہمیں باآواز بلند سنایا۔ ہم نے تمہیں باآواز بلند سنا دیا اور جو کچھ آپ ﷺ نے آہستہ سنایا۔ ہم نے تمہیں آہستہ سنا دیا۔"

⑫ اس جگہ قرأت فرمانا جہاں سیدنا صدیق اکبر کھڑے تھے

ابو یعلی، ابن حبان اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: "ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ حضور اکرم ﷺ کو سکون محسوس ہوا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ اسی جگہ ٹھہر جاؤ۔ آپ ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ وہیں ان کے پہلو میں قرأت کی۔"

۱۳ نماز میں تردد اور پیچھے سے لقمے کا انتظار

البزار اور حارث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نماز فجر میں کسی آیت میں آپ ﷺ کو تردد گزرا۔ نماز ادا کر لینے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غور سے دیکھا۔ فرمایا: "کیا تمہارے ساتھ ابی بن کعب نے نماز پڑھی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں۔" صحابہ کرام نے سمجھا کہ آپ ﷺ نے انہیں اس لیے تلاش کیا تا کہ اس کو دور کریں۔"

ابن ابی یحییٰ بن ابی عمرو اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جارود عبدی سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ ایک آیت طیبہ چھوڑ گئے۔ جب نماز ادا کر لی تو فرمایا: "تم میں سے کس نے میری قرأت میں سے کوئی چیز لی ہے۔" حضرت ابی نے عرض کی: "میں نے۔ یا رسول اللہ! ﷺ آپ فلاں آیت طیبہ چھوڑ گئے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں جانتا تھا کہ اگر اس قوم میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ ابی ہے۔" اس روایت کو عبد بن حمید نے جارود بن ابی سبرہ کی سند سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ابن حبان نے مسعود بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کوئی آیت چھوڑ دی یا قرأت ملتبس ہوگئی۔ ایک شخص نے عرض کی: "آپ ﷺ نے ایک آیت چھوڑ دی ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے مجھے یاد کیوں نہ کرادی۔" انہوں نے فرمایا: "میرا گمان تھا کہ یہ منسوخ ہوگئی ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ منسوخ نہیں ہوئی۔"

ابو داؤد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی آپ ﷺ پر ایک آیت طیبہ ملتبس ہوگئی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو حضرت ابی سے فرمایا: "کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز میں شرکت کی ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "تمہیں کس چیز نے مجھے لقمہ دینے سے روکا؟"

امام احمد اور دارقطنی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمارے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔ آپ ﷺ ایک آیت طیبہ چھوڑ گئے۔ حضرت ابی آئے۔ ان کی کچھ نماز رہ گئی تھی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ کیا فلاں فلاں آیت طیبہ منسوخ ہوگئی ہے۔ یا آپ بھول گئے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! میں بھول گیا تھا۔" میں نے عرض کی: "اگر اسے آپ ﷺ نہ پڑھیں تو، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے مجھے اسے یاد کیوں نہ کرادیا۔"

امام احمد اور امام الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبدالرحمان بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز فجر پڑھائی تو آپ ﷺ نے ایک آیت طیبہ ترک کر دی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم میں حضرت ابی بن کعب ہیں؟ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ فلاں فلاں آیت طیبہ منسوخ ہوگئی ہے

یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: "میں بھول گیا تھا۔"

دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں ائمہ کو لقمے دیتے تھے۔" امام احمد نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی تو ایک آیت طیبہ چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کس نے میری قرأت میں سے کوئی چیز پکڑی ہے؟ حضرت ابی نے عرض کی: "میں نے یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے فلاں فلاں آیت طیبہ چھوڑ دی ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے معلوم تھا کہ اگر کسی کو اس کا علم ہونا ہے تو وہ تم ہی ہو۔"

ابوداؤد، امام ترمذی اور دارقطنی نے حسن روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نماز فجر آپ ﷺ کے پیچھے ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے قرأت فرمائی۔ آپ ﷺ پر قرأت ثقیل ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ! ﷺ ہم اس طرح کر رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ کے علاوہ اس طرح نہ کیا کرو۔"[1]

⑮ رکوع کی کیفیت اور مقدار

دارمی اور ابوداؤد نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دستِ اقدس اپنے کندھوں تک اٹھاتے۔۔۔ آپ ﷺ تکبیر کہتے۔ ہاتھوں کو اٹھا کر کندھوں تک لے جاتے۔ پھر رکوع فرماتے۔ اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتے۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ سر اقدس نہ زیادہ نیچے جھکاتے نہ زیادہ اوپر اٹھاتے۔"

ابوداؤد نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا: "میں نے اس نوجوان (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو۔ ہم نے اندازہ لگایا آپ ﷺ کا رکوع بھی دس تسبیحات اور سجود بھی دس تسبیحات

[1] قرأت خلف الامام کی مکمل تفصیلات جاء الحق میں ملاحظہ فرمائیں۔

کے برابر ہوتا تھا۔"

شیخین نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا سجدہ، دو سجدوں کے مابین بیٹھنا اور رکوع سے اٹھنا، قیام اور قعدہ کے علاوہ تقریباً برابر ہوتا تھا۔"

امام مسلم اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب رکوع فرماتے تو آپ ﷺ کا سر اقدس نہ زیادہ جھکا ہوتا نہ اوپر اٹھا ہوتا تھا بلکہ ان کے مابین ہوتا تھا۔"

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع فرماتے اگر پانی کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر انور پر رکھ دیا جاتا تو وہ گرتا نہ تھا۔''

ابن ماجہ نے حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع فرماتے تو کمر انور بالکل برابر ہوتی تھی اگر اس پر پانی گرایا جاتا تو وہ ٹھہر جاتا۔''

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع فرماتے۔ اپنے دست اقدس گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے اور کلائیوں کو دور رکھتے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت سالم البرّاد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے ان سے عرض کی: ''ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کریں۔'' وہ ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تکبیر کہی۔ رکوع کیا۔ اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔ مبارک انگلیاں اس سے نیچے کیں۔ ان کے مابین فاصلہ رکھا۔ کہنیوں کے مابین بھی فاصلہ رکھا۔ حتیٰ کہ ان کی ہر چیز برابر ہو گئی۔'' الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ رکوع کرتے تو مبارک انگلیوں کو کھول لیتے۔ جب سجدہ کرتے تو انگلیاں ملا لیتے۔''

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یوں ہی کرتے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو ہاتھوں کو بلند فرماتے۔ جب آپ سجدہ کرتے یا سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس طرح نہ کرتے تھے۔''

شیخین نے حضرت مالک بن حویرث سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھنے لگتے تو تکبیر کہتے۔ اپنے دست اقدس اٹھا کر کانوں تک لے جاتے۔'' ابوداؤد، امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت ختم کر کے رکوع کرنے لگتے تو اسی طرح کرتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تو سر نہ اٹھاتے جب دونوں سجدوں کے بعد اٹھتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے اور تکبیر کہتے۔''

۱۶ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں کیا کہتے تھے

ابوداؤد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو تین

باریوں کہتے: سبحان ربی العظیم و بحمدہ۔

دارقطنی، الطبرانی اور البزار نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں سبحان ربی العظیم" کہتے تھے: اس روایت کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن حزام رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے دارقطنی نے العظیم کے بعد و بحمدہ کا اضافہ کیا ہے۔

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ النصر نازل ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پڑھتے اور رکوع میں جاتے تو یہ کلمات فرماتے: سبحانک اللھم و بحمدك اللھم اغفرلی انك انت التواب الرحیم العدنی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین باریوں کہتے: انك انت التواب الغفور۔

دارقطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں یوں کہتے تھے۔ سبوح قدوس، رب الملائکۃ و الروح ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں اسی طرح کہتے تھے۔

امام شافعی نے حضرت علی المرتضیٰ سے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو ان کلمات سے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے: اللھم لك رکعت و بك آمنت و لك اسلمت و علیك توکلت انت ربّی خشع لك سمعی و بصری و لحمی و دمی و مخی و عصبی و عظامی و شعری و بشری و ما استقلت بہ قدمی للہ رب العالمین۔

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں اکثر یہ کلمات کہتے تھے: سبحانك اللھم و بحمدك اللھم اغفرلی۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ رکوع میں اس طرح کہہ رہے تھے: سبحانك اللھم و بحمدك لا الہ الا انت۔

۱۷ رکوع سے اٹھتے وقت آپ کیا فرماتے تھے

شیخین نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے تھے۔ وہ نماز پڑھتے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے ہو جاتے۔ حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ وہ بھول گئے ہیں۔"

امام مسلم اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے سر اقدس اٹھاتے تو سجدہ نہ فرماتے حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے۔"

امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن الاوفی سے، امام احمد، امام مسلم اور نسائی

نے حضرت ابن عباس سے، ابن ماجہ نے حضرت ابو جحیفہ سے، الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ رکوع سے سر اقدس اٹھاتے تو یوں حمد و ثناء بیان کرتے: سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات والارض و ملء ما شئت من شئی بعد۔ حضرت عبداللہ نے یہ اضافہ کیا ہے: اللهم طهرنی۔ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: برد قلبی بالثلج و البردوا لماء البارد اللهم طهرنی من الذنوب و الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس۔ باقی راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے اهل الثناء و المجد احق ما قال العبد و كلنا لك عبد اللهم لا مانع لما اعطيت و لا معطى لما منعت و لا ينفع ذا الجد منك الجد۔

ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع، ابو یعلی، الطبرانی نے دعا میں، ابن ماجہ نے حضرت ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس رزق اور غنی کا تذکرہ کیا گیا۔ ایک شخص نے کہا: فلاں گھوڑوں میں غنی ہوگیا ہے۔ دوسرے نے کہا: ''فلاں اونٹوں میں غنی ہوگیا ہے۔ کسی نے کہا: ''فلاں بکریوں میں غنی ہوگیا ہے کسی نے کہا: ''فلاں غلاموں میں غنی ہوگیا ہے۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کرلی تو آخری رکعت سے سر اقدس اٹھایا اور یہ دعا مانگی: اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات و ملء الارض و ملء ما شئت من شئی بعد۔ لا مانع لما اعطيت و لا معطى لما منعت و لا ينفع ذا الجد منك الجد۔ آمین۔ آخری کلمہ بلند آواز سے ادا فرمایا۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: '' آپ نے الجد کو لمبا کر کے فرمایا تاکہ صحابہ کرام جان لیں کہ حقیقت اس طرح نہیں جیسے وہ کہہ رہے ہیں۔''

۱۸ دعائے قنوت

اس کے بارے تین انواع ہیں۔

◆ امام احمد اور دارقطنی نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز فجر میں قنوت (قیام اور دعا کو لمبا کرتے رہے) حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔'' ان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم دعاء قنوت پڑھتے۔'' انہوں نے گمان کیا ہے کہ انہوں نے چوتھے خلیفہ کا بھی ذکر کیا تھا حتیٰ کہ وہ ان سے جدا ہو گئے۔

انہوں نے ابو طفیل کی سند سے حضرات علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: '' آپ ﷺ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے جدا ہو گئے۔'' بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ دعا قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دعائے قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہوگیا۔''

محمد بن نصر نے اپنی کتاب قیام اللیل میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح میں اور رات کے وتروں میں ان کلمات کے ساتھ دعائے مانگتے تھے: اللھم اھدنی فیمن ھدیت امام حاکم نے (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے مگر ان کا تعاقب کیا گیا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے تھے: اللھم اھدنی فیمن ھدیت۔''

◆ رمضان المبارک کے آخری نصف میں اور مطلق وتروں میں دعائے قنوت۔

ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر ادا فرماتے اور رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے تھے۔''

امام احمد نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایسی دعا سکھائی تھی جسے میں وتروں میں پڑھتا تھا۔ وہ دعا یہ تھی: اللھم اھدنی فیمن ھدیت و عافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت و بارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانك تقضی و لا یقضی علیك و انه لا یذل من والیت و لا یعز من عادیت سبحانك ربنا تبارکت و تعالیت'' ''سبحانك ربنا'' کا اضافہ ابن ماجہ نے کیا ہے۔

طیالسی اور ائمہ اربعہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں میں یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك و بمعافاتك من عقوبتك و اعوذبك منك لا احصی نعمتك و لا ثناء علیك انك کما اثنیت علی نفسك۔

ائمہ اربعہ نے لا احصی کے الفاظ نہیں لکھے۔ اس روایت کو الطبرانی نے بھی لکھا ہے مگر علقمہ سے صرف ابو حفص عمر نے روایت کیا ہے۔

◆ ساری فرض نمازوں میں دعائے (قنوت)

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار ایک ماہ تک نماز عصر، نماز مغرب، نماز عشاء اور نماز صبح میں ہر نماز کے بعد بددعا فرماتے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو سلیم میں سے رعل، ذکوان اور عصیہ کے لیے بددعا فرماتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آمین کہتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی فرض نماز پڑھتے اس میں (ان قبائل کے لیے) بددعا فرماتے تھے۔

شیخین، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھیجے۔ جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ مگر کفار نے انہیں قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا ایک ماہ نماز فجر کے بعد ان کے لیے بددعا کرتے رہے۔ یہی قنوت کی ابتداء تھی۔ ہم یہ بددعا نہیں کرتے تھے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی: ''رکوع کے بعد یا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد'' دوسری روایت میں ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک عرب کے ان قبائل کے لیے بددعا کرتے رہے'' ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا ایک ماہ نماز صبح میں رعل اور ذکوان کے لیے بددعا کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'عصیۃ! تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔''

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اقدس نماز فجر کی آخری رکعت میں اٹھاتے تو یوں کہتے: اللّٰہ العن فلاناً و فلاناً۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بددعا سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا و لك الحمد کے بعد فرماتے: اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

(آل عمران، آیت: ۱۲۸)

ترجمہ: نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ اُن کی توبہ قبول فرمالے اور چاہے تو عذاب دے انہیں پس بے شک وہ ظالم ہیں۔

امام بخاری نے حضرت انس سے اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر اور نماز مغرب میں ان کے لیے بددعا کرتے تھے۔''

۲۰ سجدہ کی کیفیت

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں۔ پیشانی، دستِ اقدس سے ناک مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے قدمین شریفین کے اطراف پر سجدہ کروں کپڑے اور بالوں کو ملا کر یکجا نہیں کیا جائے گا۔''

ائمہ اربعہ اور امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے جبکہ دارقطنی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔''

ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر لگتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہوتے تو اپنی جبین اطہر دو ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے انہیں بغلوں سے دور رکھتے۔''

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ ریز ہوتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے

پہلے زمین پر رکھتے۔" ابن خزیمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ سجدہ کرتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔"

ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔) حضرت ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنی بینی مبارک اور جبین اطہر زمین پر لگاتے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں سے جدا رکھتے۔ ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھتے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کی:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہوتے وقت کہاں چہرہ انور رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:" اپنی دونوں مبارک ہتھیلیوں کے مابین۔"

امام احمد، امام مسلم اور ائمہ ثلاثہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ کی کیفیت بیان کی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر لگائے۔ اپنے گھٹنوں پر سہارا لیا اور پشت اوپر اٹھائی۔" امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے۔" انہوں نے پیٹ کو زمین سے اوپر پہلو کو علیحدہ رکھا۔" پھر فرمایا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح سجدہ کرتے تھے۔"

امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو پہلے پہلو کو پیٹ سے دور رکھتے تھے حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی اور اگر کوئی جانور دونوں ہاتھوں کے درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد نے حضرت احمر بن جزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے تو اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو سے علیحدہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہمیں کہنیوں سے پہلوؤں کی اتنی دوری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم آتا تھا۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں ذوحلیفہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو کھول رکھا تھا۔"

شیخین اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہوتے تو اپنے سجدہ میں بہت زیادہ جھکتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔"

دارقطنی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں کا رخ قبلہ کی سمت ہوتا تھا۔" امام نسائی نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا جب آپ ﷺ زمین پر سجدہ ریز ہوتے تو اپنے بازوؤں کو مبارک بغلوں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھول لیتے۔"

امام ترمذی نے ان سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ ریز ہوتے تو بینی مبارک اور جبین اطہر زمین پر رکھتے۔ بازوؤں کو پہلوں سے دور رکھتے۔ ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھتے۔"

امام احمد نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اپنی بینی مبارک کے ساتھ جبین اطہر پر سجدہ کیا۔"

دارقطنی اور طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے جبین اطہر کے اگلے حصہ سے گیسوئے پاک پر سجدہ کیا۔"

امام نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی جبین اطہر اور بینی مبارک پر پانی اور مٹی کے اثرات دیکھے گئے یہ اس نماز کی وجہ سے تھے جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو پڑھائی تھی۔"

دوسرے الفاظ میں ہے کہ انہوں نے کہا: "میری آنکھوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔ لیلۃ القدر کی صبح تھی آپ ﷺ کی جبین اطہر اور بینی مبارک پر پانی اور مٹی کے نشانات تھے۔" امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، اور الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جب سجدہ ریز ہوتے تھے تو بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہتھیلیوں کے ابھرے ہوئے گوشت پر سجدہ کرتے تھے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عدی بن عمیرہ الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تھے تو آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ جب آپ ﷺ سلام پھیرتے اور چہرے انور دائیں طرف کرتے تو رخسار مبارک کی سفیدی دائیں طرف سے نظر آتی تھی۔"

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حدیث پاک بیان کی: "جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ دونوں کلائیوں کو رانوں پر پھیلا دے۔ جھک جائے دونوں ہتھیلیوں کو جوڑے۔ گویا کہ میں اب بھی حضور اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں کے اختلاف کو دیکھ رہا ہوں۔" انہوں نے لوگوں کو اسی طرح دکھایا۔

۶۱ بارش اور سردی میں آپ ﷺ کے سجدہ کی کیفیت

امام احمد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارش

والے دن میں آپ ﷺ کی زیارت کی۔آپ ﷺ مٹی سے بچ رہے تھے۔آپ ﷺ پر چادر تھی۔آپ ﷺ سجدہ کرتے وقت اپنی چادر کو اپنے ہاتھوں کے نیچے رکھ لیتے تھے۔امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ثابت بن صامت رضی اللہ عنہم سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بنو عبدالاشہل میں نماز ادا کی۔آپ ﷺ نے چادر لپیٹ رکھی تھی۔آپ ﷺ سردی سے بچنے کے لیے اسی پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے تھے۔"

۶۲ بعض سجدے کسی عذر کی وجہ سے طویل کرنا

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:"آپ ﷺ نے ہمیں نماز ظہر یا نماز عصر پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔آپ ﷺ نے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھایا ہوا تھا۔حضور اکرم ﷺ آگے تشریف لائے۔شہزادے کو نیچے اتارا۔نماز کے لیے تکبیر کہی۔ نماز کے لیے سجدہ کیا۔سجدہ بہت طویل کیا۔میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ شہزادہ آپ ﷺ کی کمر انور پر تھا۔آپ ﷺ سجدہ ریز تھے میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:"یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے اپنے سامنے سجدہ کیا۔سجدہ بہت طویل کیا۔ہم نے سمجھا کہ کوئی امر واقع ہو گیا ہے یا آپ ﷺ پر وحی آگئی ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:"ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔لیکن میرا نور نظر مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔میں نے ناپسند کیا کہ سر سجدہ سے اٹھالوں حتیٰ کہ وہ اپنی تمنا پوری کر لے۔"

۶۳ آپ ﷺ اپنے سجدہ میں کیا کہتے تھے

امام احمد، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی اور دار قطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سجدہ میں یہ کلمات کہتے تھے:"سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ ﷺ سجدہ ریز ہوتے تو تین بار یہ تسبیح بیان فرماتے تھے:"سبحان ربی الاعلی و بحمدہ۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، امام نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ ﷺ اکثر یہ ذکر فرماتے تھے:"سبحانك اللهم ربنا و بحمدك اللهم اغفرلی و ارحمنی۔آپ ﷺ قرآن پاک کی وضاحت فرماتے۔"

دار قطنی اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام شافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، اور امام نسائی نے حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب سجدہ میں جاتے تھے تو یہ

تسبیح بیان کرتے تھے: اللھم لك سجدت و لك آمنت و لك اسمت انت ربّی سجد وجھی للذی خلقه و صوره و شق سمعه و بصره تبارك الله احسن الخالقین۔

امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ تسبیح بیان کرتے تھے: اللھم اغفرلی ذنبی کلّه دقّه وجلّه و اوّله و آخره و سرّه و علانیته۔

طیالسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا۔ میں نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز تھے اور یوں تسبیح خواں تھے: سبوح قدوس رب الملائکة و الروح سبقت رحمة ربنا غضبهٗ۔

امام احمد، امام مالک، ائمہ ثلاثہ اور ابو یعلی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شب میری نوبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور زوجہ کریمہ کے پاس چلے گئے ہیں۔ میں باہر نکلی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے اندرونی حصے کو لگا۔ وہ کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں سجدہ ریز تھے جیسے پھینکا گیا کپڑا ہو۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں حمد و ثناء بیان کر رہے تھے:

سبحانك اللھم و بحمدك لا اله الا انت العلیم انی اعوذ برضاك من سخطك و بمعافاتك من عقوبتك و اعوذبك منك لا احصی ثناء الیك انت کما اثنیت علی نفسك اللھم اغفرلی ما اسررت و ما اعلنت سجدلك سوادی و خیالی و آمن بك فؤادی رب ھذه یدی و ما جنیت علی نفسی یا عظیما ترجی لکل عظیم فاغفرلی الذنب العظیم۔

میں نے عرض کی: "میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا! میں کسی تصور میں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس عالم میں ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: "تمہیں کون سی چیز نکال کر لائی ہے؟ میں نے عرض کی: "مجھے کچھ گمان ہوا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعض گمان گناہ ہیں۔ رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔" ابو یعلی نے یہ اضافہ کیا ہے: "حضرت جبرائیل امین نے مجھے کہا ہے کہ میں یہ کلمات کہوں۔ جنہیں تم نے سنا ہے۔ تم بھی اپنے سجدہ میں یہی کلمات کہا کرو۔ جس نے یہ کلمات کہے اس کے سر اٹھانے سے پہلے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے: رب اعطِ نفسی تقواھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا و مولاھا۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو سجدہ میں یوں کہتے: سجد لك سوادي و خيالي و آمن بك فؤادي ابوء بنعمتك على هذه يداي و ما جنيت على نفسي۔

۲۴ سجدہ کی مقدار

ابوداؤد، امام نسائی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس جوان (حضرت عمر بن عبد العزیز) کے علاوہ کسی اور ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔'' ہم آپ کے رکوع اور سجود کا اندازہ لگاتے تھے جو دس دس تسبیحات کی مقدار پر مشتمل ہوتا تھا۔''

امام احمد، ابوداؤد جریری سے وہ سعدی سے وہ اپنے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں: ''انہوں نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا اندازہ لگاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان سے رکوع اور سجود کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار سبحان الله و بحمده کی مقدار رکوع اور سجود کرتے تھے۔''

۲۵ سجدہ سے اٹھنا اور دو سجدوں کے مابین بیٹھنا

امام مسلم اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتیٰ کہ سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بایاں پاؤں نیچے بچھاتے تھے۔''

شیخین اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے مابین بیٹھتے تھے حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہم ہو گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھول گئے ہیں۔''

ابوداؤد اور دارمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے مابین یہ دعا مانگتے تھے: اللهم اغفرلي و ارحمني و اجبرني واهدني و عافني و ارزقني و ارفعني۔

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے مابین دو بار اس طرح کہتے تھے: رب اغفرلي رب اغفرلي۔

۲۶ رکوع، رکوع سے اٹھنے، سجدہ اور سجدہ سے اٹھنے کے مابین برابر وقت

امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا رکوع، رکوع سے سر اٹھانا، سجدہ اور سجدہ سے سر اٹھانا تقریباً برابر ہوتا تھا۔'' امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رکوع،

سجود، رکوع سے سر اٹھانے اور دونوں سجدوں کے مابین قریباً برابر وقت ہوتا تھا۔ قیام اور قعدہ کے علاوہ۔"

۶۰ دوسری رکعت کے لیے اٹھنے کی کیفیت

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد اور ابو داؤد نے، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابو داؤد نے حضرت ابو حمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو ہاتھ بلند فرماتے اور تکبیر کہتے حتیٰ کہ ہاتھوں کو کانوں تک لے جاتے۔"

ابو داؤد نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے گھٹنوں پر اٹھتے تھے اور اپنی رانوں کا سہارا لیتے تھے۔"

ابو داؤد اور امام ترمذی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں قدمین شریفین کے اگلے حصے کے بل پر اٹھتے تھے۔" امام بخاری نے حضرت سعید بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعید خدری نے ہمارے لیے نماز پڑھی انہوں نے بآواز بلند تکبیر کہی۔ اسی طرح سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو انہوں نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے اور وقفہ نہ فرماتے۔"

۶۱ تشہد کے لیے بیٹھنے کی کیفیت اور تشہد

ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بیٹھتے تھے تو دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھتے تھے۔ ساری انگلیاں بند کرتے تھے اور ایک انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک انگلی سے اشارہ فرماتے انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوتی تھی۔ جو قبلہ رو ہوتی۔ اپنی بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے ہتھیلی کو اس پر پھیلا دیتے۔ دائیں پاؤں کو کھڑا کرتے اور بائیں پاؤں کو بچھا لیتے تھے۔"

امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں قعدہ فرماتے تو دائیاں پاؤں ران مبارک اور پنڈلی کے مابین رکھتے بایاں قدم مبارک نیچے بچھا دیتے۔ بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔ سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے۔ اپنا انگوٹھا اپنی وسطی انگلی پر رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ پاک آپ کے اشارہ سے متجاوز نہ ہوتی تھی۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت شہاب بن مجنون رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ

رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا ہوا تھا۔ انگلیاں بند تھیں صرف سبابہ انگلی کھلی تھی۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك۔"

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو مالک بن نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نماز میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے دائیں کہنی دائیں ران پر رکھی ہوئی تھی۔ سبابہ انگلی اٹھائی ہوئی تھی۔ اسے کسی چیز سے رنگا ہوا تھا۔" ابو یعلی نے اس روایت کو مالک بن نمیر خزاعی سے اہل بصرہ میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ اپنی آخری رکعت میں بائیں پاؤں کو نیچے بچھا رکھا تھا۔ اس کے ایک حصے پر جلوہ فرما تھے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔"

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ قعدہ فرماتے تو دائیں ران پر اطمینان کے ساتھ تشریف رکھتے۔"

امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ اپنی سبابہ انگلی کو بلند فرماتے تھے۔ مشرکین کہتے تھے کہ محمد عربی ﷺ اپنی اس انگلی کو اس لیے اٹھاتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اس سے جادو کرتے ہیں۔" انہوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔ آپ ﷺ تو اس سے اپنے رب تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ جب حضور شفیع معظم ﷺ نماز میں بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور انگلی سے اشارہ فرماتے۔"

امام شافعی اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پہلی دو رکعتوں میں گویا کہ آپ گرم پتھر پر ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔

امام بیہقی اور ابوبکر الشافعی نے جید سند کے ساتھ قاسم بن محمد رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ تشہد سکھایا تھا التحیات لله و الصلوات و الطیبات السلام علیك ایها النبی و رحمة و برکاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں "الناعمات السابغات" کا اضافہ کیا ہے۔ الکبیر کے راوی ثقہ ہیں انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس طرح تشہد پڑھتے تھے: التحیات لله و الصلوات و الطیبات و الغادیات الرائحات الزاکیات المبارکات الطاهرات لله۔

البزار، الطبرانی نے ابن لھیعہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ تشہد پڑھتے تھے: بسم اللہ و باللہ خیر الاسماء۔ التحیات للہ و الطیبات الصلوات للہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا و ان الساعۃ آیۃ لا ریب فیھا السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ اللھم اغفرلی و اھدنی۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نماز میں اپنی انگلی سے اشارہ فرما رہے تھے: سلام پھیرنے کے بعد میں نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ یوں فرما رہے تھے: اللھم انی اسئلك من الخیر کلہ ما علمت منہ و ما لم اعلم و اعوذبك من الشر کلہ ما علمت منہ و ما لم اعلم۔

ابویعلی نے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں مسجد میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ نماز میں تھے۔ آپ ﷺ دایاں ہاتھ مبارک دائیں ران مبارک پر رکھے ہوئے تھے۔ سبابہ انگلی سے اشارہ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: یا مثبت القلوب ثبت قلبی علی دینك۔

۲۹ تشہد کے بعد آپ ﷺ کی دعا

عبد بن حمید نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ ہر نماز کے بعد چار بار تعوذ پڑھتے تھے۔ پھر یہ دعا مانگتے تھے اللھم انی اعوذبك من عذاب القبر و اعوذ باللہ من عذاب النار اعوذ باللہ من الفتن ما ظھر منھا و ما باطن اعوذ باللہ من الاعور الکذاب۔

عبد بن حمید کی روایت میں ہے: "میں نے آپ ﷺ کو ہر نماز کے بعد فرماتے ہوئے سنا۔ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ سلام کے بعد یا سلام سے پہلے فرما رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کئی بار آپ ﷺ کو سنا آپ ﷺ نماز سے واپس آتے وقت یہ آیات طیبات پڑھ رہے ہوتے تھے۔

سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

الطبرانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ فرض نماز کے تشہد کے بعد یہ دعا مانگتے تھے:

اللہ انا نسئلك من الخیر کلہ عاجلہٖ و آجلہٖ ما علمنا منہ و ما لم نعلم اللھم انا نسئلك ما سئلك عبادك الصالحون و نستعیذبك مما استعاذ منہ عبادك الصالحون ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃِ حسنۃ و قنا عذاب النار ربنا

اتنا آمنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنا سیّآتنا و توفنا مع الابرار ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلك و لا تحزنا یوم القیامۃ انك لا تخلف المیعاد۔

پھر آپ ﷺ دائیں اور بائیں سلام پھیرتے۔

۞ نماز میں مطلق دعا مانگنا

امام احمد، امام نسائی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ اپنی نماز میں یہ دعا مانگتے تھے۔

اللھم بعملك الغیب و قدرتك علی خلقك احینی ما علمت ان الحیاۃ خیر لی و توفنی اذ کانت الوفاۃ خیر لی انی اسئلك خشیتك فی الغیب و الشھادۃ و کلمۃ الحق فی الغضب و الرضا و القصد فی الفقر و الغناء و لذۃ النظر الی وجھك و الشوق الی لقائك و اعوذبك من ضراء مضرۃ و من فتنہ مضلّۃ اللھم زَیِّنّا بزینۃ الایمان و اجعلنا ھداۃ مھتدین۔

امام احمد نے عبید بن قعقاع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز میں تھے آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی فی داری و بارك لی فیما رزقتنی۔ امام مسلم اور امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نماز میں یہ دعا مانگتے تھے: اللھم انی اعوذبك من شر ما عملت و من شر ما لم اعمل۔ شیخین نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اس آیت طیبہ اذا جاء نصر اللہ و الفتح کے نزول کے بعد آپ ﷺ یہ دعا ضرور مانگتے تھے۔ سبحانك اللھم ربنا و بحمدك اللھم اغفرلی۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے ایک کنانی شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ فتح مکہ کا سال تھا۔ میں نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: اللھم لا تحزنی یوم القیامۃ۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ اپنی نماز میں فرما رہے تھے: اللھم اغفرلی و تب علی انك انت التواب الغفور۔ آپ ﷺ نے ایک سو بار یہ دعا مانگی۔ امام احمد اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا مانگی: اللھم اصلح لی دینی و وسع علیّ فی ذاتی و بارك لی و رزقی۔

بزار نے ابوملیح بن اسامہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: رب جبرائیل و میکائیل و محمد اجرنی من النار۔

۳۱ نماز کے بعد سلام پھیرنا

امام شافعی، امام احمد، امام مسلم، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پہلے دائیں طرف سلام پھیرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مبارک رخسار کی سفیدی نظر آتی۔ پھر بائیں طرف سلام پھیرتے حتیٰ کہ رخسار مبارک کی سفیدی نظر آتی۔"

امام احمد، ائمہ اربعہ، دارقطنی اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ اِدھر اور اُدھر سے آپ ﷺ کے روئے تاباں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ اپنے دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آتی تھی۔"

تنبیہات

◆ ۱ امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنن میں سے ہے۔" اس روایت کی سند میں ابوشیبہ عبدالرحمان بن اسحاق الواسطی ہے۔ امام احمد نے اس کے بارے لکھا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے اسے متروک کیا ہے۔ دوسری روایت میں انہوں نے اور امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سید المرسلین ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے صرف نماز کے آغاز میں ہاتھوں کو بلند کیا پھر انہیں بلند نہ کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نماز ختم کرلی۔" ابوداؤد نے کہا ہے: "یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے۔ اس کی دوسری سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے۔ یہ دونوں ضعیف ہیں۔"

دارقطنی نے حضرت جریر کی سند سے حضرت حصین بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضرت ابراہیم کے پاس گئے۔ انہوں نے حضرت عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے حضرمیون کی مسجد میں نماز پڑھی۔ علقمہ بن وائل نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔

آپ ﷺ نے نماز کے آغاز میں ہاتھ بلند فرمائے اسی طرح آپ ﷺ رکوع اور سجدہ کرتے وقت ہاتھوں کو بلند کرتے تھے۔' ابراہیم نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ تمہارے والد گرامی نے آپ ﷺ کو صرف اسی روز دیکھا اور یہ امر یاد کرلیا۔ عبداللہ اسے یاد نہ کر سکے آپ ﷺ نے تو صرف نماز کے آغاز میں ہاتھ بلند کیے تھے۔'' ابوبکر محمد بن اسحاق نے لکھا ہے: ''یہ علت اس کے سماع کے برابر نہیں ہے کہ ہاتھوں کو بلند کرنا حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور تابعین سے ثابت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کے رفع یدین کو بھول جانے میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے یہ لازم آتا ہو کہ ان صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے رفع یدین کے بارے کچھ بھی روایت نہیں کیا۔''

◆ آپ ﷺ کی نماز مغرب میں طویل قرآت کے بارے الحافظ نے لکھا ہے کہ یا تو یہ جواز کے بیان کے لیے تھی یا اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے تھے یہ اہل ایمان پر گراں نہ گزرے گا۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے بار بار اس طرح کیا ہو۔''

◆ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آخری نماز مغرب پڑھائی اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو آخری نماز، نماز ظہر پڑھائی تھی۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جس نماز کا تذکرہ ام المؤمنین نے کیا ہے وہ مسجد میں تھی اور جس روایت کا تذکرہ حضرت ام فضل نے کیا ہے وہ آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں تھی۔ جیسے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ اسحاق کی اس روایت کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی'' آپ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سر اقدس پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ یہ آپ ﷺ کا مرض وصال تھا۔ آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھائی۔'' کیونکہ ان کے قول آپ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے۔'' کو اس جگہ پر محمول کیا جا سکتا ہے جہاں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں۔ آپ ﷺ ان افراد کی طرف تشریف لے گئے ہوں جو آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں موجود ہوں۔ آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی ہو۔''

◆ امام نووی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی اس روایت کہ آپ ﷺ کا سجدہ، دونوں سجدوں کے مابین بیٹھنا اور رکوع سے سر اٹھانا تقریباً برابر ہوتا تھا کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے بعض احوال پر محمول کیا جائے گا۔ ورنہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا قیام طویل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نماز صبح میں ساٹھ سے لے کر ایک سو آیات تک پڑھتے تھے۔ نماز ظہر میں الم السجدہ کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نماز کے لیے قیام فرماتے۔ ایک شخص بقیع کی طرف جاتا قضائے حاجت کرتا۔ پھر اپنے گھر جاتا۔ وضو کرتا۔ مسجد میں آتا تو وہ آپ کو پہلی رکعت میں پالیتا نیز یہ کہ آپ ﷺ نے سورۃ المؤمنین کی قرآت کی حتیٰ کہ حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تذکرہ تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے نماز مغرب میں الطور اور مرسلات کی تلاوت کی۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے سورہ الاعراف کی تلاوت کی۔ ان

سب روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حسب اوقات بعض احوال میں قیام طویل فرماتے تھے۔ لہٰذا اس روایت کو بعض اوقات پر ہی محمول کیا جائے گا۔"

ابن القیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز معتدل ہوتی تھی۔ جب آپ ﷺ قیام طویل فرماتے تو رکوع اور سجود کو بھی طویل فرماتے تھے۔ جب قیام تھوڑا فرماتے تو رکوع اور سجود میں بھی تخفیف کرتے تھے۔ بعض اوقات رکوع اور سجود کو قیام سے کم رکھتے تھے لیکن اکثر آپ ﷺ کی نماز میں تناسب اور تعدیل ہوتا تھا۔"

◆ امام نووی نے لکھا ہے "جب آپ ﷺ رکوع سے اٹھتے سیدھے کھڑے ہو جاتے اور سمع الله لمن حمده کہتے تو پھر ربنا لك الحمد کہتے۔" انہوں نے لکھا ہے کہ اسی روایت میں امام شافعی اور ایک گروہ کے لیے دلیل ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے اس طرح کہنا مستحب ہے۔ آپ ﷺ نے رکوع سے سر اقدس اٹھاتے اور سیدھے ہوتے وقت سمع الله لمن حمده اور ربنا لك الحمد کو جمع کیا تھا۔ کیونکہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو جمع کیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (بخاری) ابن قیم نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ جب سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے تو فرماتے ربنا ولك الحمد بعض اوقات ربنا لك الحمد کہتے بعض اوقات اللهم ربنا لك الحمد کہتے یہ ساری روایات آپ ﷺ سے صحیح ہیں۔ البتہ اللهم اور واؤ کو جمع کرنا صحیح مروی نہیں ہے صحیح کی وہ روایت جسے الاصیلی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو یوں کہو: اللهم ربنا ولك الحمد اس روایت کی گرفت کی گئی ہے۔

◆ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ایسے آٹھ مقامات ہیں جہاں آپ ﷺ دعا مانگتے تھے۔ (۱) تکبیر تحریمہ کے بعد۔ جیسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اللهم باعد بيني وبين خطاياي۔ (۲) رکوع سے اعتدال کے وقت (۳) رکوع میں (۴) سجدہ میں (۵) دونوں سجدوں کے مابین (۶) تشہد میں (۷) قنوت میں (۸) کسی آیت رحمت یا آیت عذاب کو پڑھتے۔

◆ ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ ﷺ نے اپنے چہرۂ انور کے سامنے ایک دفعہ ہی سلام کیا۔" اس سند کی روایت میں عبد المہیمن بن عباس ہے۔ امام بخاری نے اس کے بارے لکھا ہے کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ امام نسائی نے اسے متروک کہا ہے۔ اسی طرح سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک سلام پھیرا۔" اس روایت کی سند میں یحیٰ بن راشد بصری ہے۔ ابن معین نے لکھا ہے: "یہ کچھ بھی نہ تھا۔" امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

اس طرح امام ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ چہرۂ انور کے سامنے صرف

ایک سلام کرتے تھے۔ انہوں نے اس کی سند میں کلام کیا ہے۔

- ❶ امام نووی نے آپ ﷺ کے تشہد السلام علیك ایها النبی، و اشهد ان محمدا عبده و رسوله کے بارے لکھا ہے کہ اس میں عمدہ فائدہ ہے کہ آپ ﷺ نے لفظ تشہدت سے تشہد پڑھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ انہوں نے امام رافعی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ آپ ﷺ تشہد میں۔ و اشهد انی رسول الله پڑھتے تھے۔ ان کی گرفت یوں ہی کی گئی ہے کہ یہ صراحت سے روایت نہیں کیا گیا۔
- ❺ امام سبکی، ابن کثیر اور ابن قیم نے اور اسی طرح ابن حزم نے ان کی اتباع میں کہا ہے کہ آپ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز کی نیت سے یوں کیا ہو نہ امام نے کہا ہے نہ ہی مقتدی نے نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے نہ ہی اسے برقرار رکھا گیا۔ اسی طرح صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے اس طرح کیا ہے نہ کسی سے یہ منقول ہے کہ اس نے اس طرح کیا ہو نہ ہی اس نے اس کا حکم دیا۔

❁❁❁❁

گیارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے اعمال کے اوصاف کے بارے احادیث

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

❶ نماز میں طمانیت

امام بخاری نے ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ کمر مبارک کو جھکا لیتے۔ جب سر اقدس کو بلند فرماتے تو سیدھا کھڑا ہو جاتے۔ حتیٰ کہ ہر ہر عضو اپنی جگہ پر آجاتا۔ جب سجدہ ریز ہوتے تو دونوں کو پھیلائے اور بند کیے بغیر زمین پر رکھتے۔ پاؤں کی مبارک انگلیوں کو قبلہ کی سمت کرتے جب قعدہ میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دائیں پاؤں کو سیدھا کھڑا کرتے۔ جب آخری رکعت میں بیٹھتے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے۔ دوسرے پاؤں کو کھڑا کرتے اور پشت مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔''

❷ نماز کی طوالت اور تخفیف کے بارے

امام احمد، شیخین، ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لمبا قیام کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کر لیا۔'' ان سے عرض کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دوں۔''

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں الصافات سورۃ کے ساتھ تخفیف کا حکم دیتے تھے۔''

امام احمد نے حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کرام کو امامت کراتے تو مختصر کراتے اور جب اکیلے نماز پڑھتے تو طویل نماز ادا فرماتے۔''

امام احمد نے حضرت مالک بن عبداللہ الخثعمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی۔ میں نے کسی امام کی امامت میں نماز نہیں پڑھی جس کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے مختصر ہو جبکہ رکوع اور سجدے مکمل تھے۔''

امام احمد نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاروں رکعتوں میں قیام اور قرأت برابر فرماتے تھے لیکن پہلی رکعت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل فرماتے تھے تاکہ لوگ اس میں شامل ہو جائیں۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابو واقف اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ پہلی رکعت کو طویل فرماتے تھے۔ دوسری رکعت اس سے کم طویل فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔''

حارث نے حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاروں رکعتوں کو قیام اور قرأت کے اعتبار سے برابر رکھتے تھے۔ پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے۔ تاکہ صحابہ کرام اس میں شامل ہو جائیں۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان میں سے کسی ایک کی نماز بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تخفیف والی نہیں ہوتی تھی۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی دو رکعتیں تمہاری نماز کی ایک رکعت سے تخفیف والی ہوتی تھیں۔''

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تکمیل کے اعتبار سے سب سے زیادہ تخفیف کی حامل ہوتی تھی۔'' الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے زیادہ تخفیف والی ہو۔''

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو نماز پڑھتے تھے اگر وہ تم میں سے کوئی آج پڑھے تو تم اس پر اس کی وجہ سے عیب لگاؤ۔''

انہوں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جو ہمیں امامت کرائے تو وہ رکوع اور سجود مکمل کرے۔ ہم میں ضعیف، بوڑھے، عمر رسیدہ، مریض اور مسافر ہوتے ہیں، ضرورتمند بھی ہوتے ہیں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔''

۳ قضاء شدہ نمازوں کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خیبر سے تشریف لائے تو ساری رات چلتے رہے جب نیند نے آلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہو گئے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ہمیں نماز کے لیے جگا

دینا۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی جتنی رب تعالیٰ نے چاہا۔ پھر وہ بھی سو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام بھی سو گئے جب فجر قریب ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائی۔ مشرق کی طرف منہ کیا۔ ان کی آنکھ لگ گئی وہ اپنے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور نہ ہی کوئی صحابی بیدار ہوئے حتیٰ کہ انہیں دھوپ نے آلیا۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرا گئے۔ فرمایا: ''بلال!'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی اسی چیز نے آلیا تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آلیا تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''آگے عازم سفر ہو جاؤ۔ اس جگہ سے کوچ کرو جہاں تمہیں غفلت نے آلیا تھا۔'' صحابہ کرام کچھ دور آ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا۔ حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز کے لیے اقامت کہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز صبح پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز قضاء کر لی تو فرمایا: ''جسے نماز بھول جائے تو وہ اسے اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰہٰ، آیت: ۱۴)

ترجمہ: ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے۔

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے۔ ہم نرم زمین پر اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیں نماز کے لیے کون جگائے گا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تم بھی سو جاؤ گے۔'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں'' وہ بھی سو گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ فلاں فلاں صحابی جاگ گئے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ باتیں کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جاگ اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''اسی طرح کرو جس طرح پہلے کرتے ہو۔'' جب انہوں نے اسی طرح کیا تو فرمایا: ''جو سو جائے یا بھول جائے اس کے لیے اسی طرح کرو۔''

امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلتے رہے۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کچھ دیر زمین پر آرام کرنے دیں۔ ہم سو جائیں اور ہماری سواریاں چر لیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا۔ فرمایا: ''کوئی ہماری نگہبانی کرے۔'' حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''میں نگہبانی کروں گا۔'' مجھے بھی نیند نے آلیا۔ میں سو گیا۔ جب جاگا تو سورج طلوع ہو چکا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری گفتگو کی وجہ سے بیدار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ پھر اقامت کہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔''

امام احمد نے حضرت ذی مخمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حبشہ کا ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ ہم ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی پر سرعت کے ساتھ سفر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامانِ سفر قلیل ہونے کی وجہ سے اس طرح کیا۔ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام پیچھے رہ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک گئے۔ لوگ بھی رک گئے حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان سے فرمایا: "کیا ہم کچھ دیر سو نہ جائیں۔" یا کسی اور صحابی نے یہ آپ ﷺ سے عرض کی۔ آپ ﷺ نیچے اترے صحابہ کرام بھی نیچے اترے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج ہماری نگہبانی کون کرے گا؟" میں نے عرض کی: "رب تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے۔ میں! آپ ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی کی نکیل تھمائی اور فرمایا: "لو! غافل نہ ہو جانا" میں نے آپ ﷺ کی اونٹنی اور اپنی اونٹنی کی لگام تھامی اور ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں ان کی طرف دیکھتا رہا حتیٰ کہ مجھے نیند نے آلیا۔ مجھے کسی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ میں نے سورج کی گرمی کو پالیا میں جاگا میں نے دائیں بائیں دیکھا۔ سواریاں میرے قریب ہی چر رہی تھیں۔ میں نے آپ ﷺ کی ناقہ مبارکہ اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑی۔ صحابہ کرام کے قریب آیا۔ میں نے انہیں جگایا اور پوچھا: "کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟" انہوں نے کہا: "نہیں!" صحابہ کرام ایک دوسرے کو جگانے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ بیدار ہو گئے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں غروبِ آفتاب کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی۔ قریب ہے کہ سورج غروب ہو جائے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی۔" ہم بطحان کی طرف گئے۔ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ ہم نے بھی وضو کیا۔ آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھی۔ اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام احمد اور امام نسائی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات ہماری نگہبانی کون کرے گا جو نمازِ صبح سے سو نہ جائے؟ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ "میں۔"

❁❁❁❁

بارھواں باب

سلام کے بعد آپ ﷺ کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ ﷺ کا دائیں طرف لوگوں کو اور بائیں طرف قبلہ کو رکھنا اور حالتِ دعا میں ان کی طرف رخ انور کرنا

امام مسلم، ابوداؤد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم پسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے دایاں طرف ہوں تا کہ آپ ﷺ کا رخ انور ہماری طرف ہو۔''

امام احمد نے حضرت یزید بن اسود سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں نماز صبح پڑھی پھر آپ ﷺ بیٹھ کر ہی مڑ گئے۔ چہرۂ انور صحابہ کرام کی طرف کیا۔ صحابہ کرام جلدی سے اٹھے۔ آپ ﷺ کا دست اقدس تھاما۔ اسے اپنے چہروں پر پھیرنے لگے۔ میں نے آپ ﷺ کا دستِ اقدس تھاما۔ اپنے چہرے پر ملا۔ میں نے اسے پایا وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبوآور تھا۔''

محمد بن یحییٰ نے، ابویعلی نے اور ابن حبان نے یزید بن الاسود السوائی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا۔ آپ ﷺ نے نماز صبح پڑھی۔ آپ ﷺ پیچھے مڑے اور چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف کیا آپ ﷺ نے لوگوں کے پیچھے دو افراد دیکھے۔۔۔

شیخین نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ نمازِ صبح ادا کر لیتے تھے۔ تو چہرۂ انور ہماری طرف کر لیتے تھے۔''

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات کو آپ ﷺ نے نماز عشاء نصف رات تک مؤخر کی۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے نماز پڑھی اور چہرۂ انور ہماری طرف کر لیا۔''

شیخین نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر نماز صبح پڑھائی۔ رات کو بارش برسی تھی۔ زمین گیلی تھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف کر لیا۔''

۲ نماز کے بعد باآواز بلند ذکر کرنا

امام شافعی، شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا معمول تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ”جب میں نماز کے بعد ذکر کو سنتا تو میں جان لیتا تھا کہ صحابہ کرام نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔“ دوسری روایت میں ہے: ”میں تکبیر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا اختتام جان لیا تھا۔“

چودھویں باب میں اس حدیث پاک کا بھی تذکرہ ہوگا جسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی کیا گیا ہے۔

۳ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما رہتے حتیٰ کہ صحابہ کرام چلے جاتے اور سورج طلوع ہو جاتا

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر ادا کر لیتے تو بیٹھ جاتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔“

امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”نماز صبح سے لے کر سورج کے چمکنے تک مسجد میں بیٹھنا مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے اور نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک مسجد میں بیٹھنا مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔“

۴ سلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی دیر بیٹھتے تھے؟

امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیر لیتے تو اتنی دیر بیٹھتے تھے جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت ذا الجلال و الاکرام۔

ظاہر ہے کہ یہ بیٹھنا وہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بیٹھتے تھے۔ پھر صحابہ کرام کی طرف رخ انور کر لیتے اور قبلہ کی طرف کمر کر لیتے تھے تاکہ ساری روایات کو جمع کیا جاسکے۔

❁❁❁❁

تیرھواں باب

عذر کی وجہ سے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا اور نفل اشارے سے پڑھنا

ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرض نماز زمین پر بیٹھ کر ادا کی۔ زمین پر بیٹھ کر قعدہ کیا اور اشاروں سے نماز پڑھی۔"

ائمہ اور دار قطنی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ گھوڑے سے گر پڑے۔ آپ ﷺ کی دائیں طرف کی جلد زخمی ہوگئی۔ ہم آپ ﷺ کی عیادت کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔" امام احمد کے یہ الفاظ ہیں: "آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: "امام کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ اپنے گھوڑے سے گر پڑے۔ آپ ﷺ کی پنڈلی مبارک یا شانہ مبارک زخمی ہوا۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔" امام احمد، نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا قدم مبارک زخمی ہوگیا۔ آپ ﷺ اس کمرہ میں تشریف فرما ہو گئے جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی بنائی ہوئیں تھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی عیادت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔"

امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس نے آپ ﷺ کو کھجور کے تنے پر گرا دیا قدم مبارک زخمی ہوگیا۔ ہم آپ ﷺ کی عیادت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ ہم نے دیکھا آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھانے لگے۔ ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم بیٹھ گئے۔ جب نماز ادا کر لی تو فرمایا: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو بیٹھ کر نماز پڑھو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس طرح نہ کرو جس طرح اہل فارس اپنے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔"

ائمہ، امام نسائی اور دار قطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ

نے حجرہ مقدسہ میں بیٹھ کر نماز ادا کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے تو فرمایا: ''امام کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ تم اس کی اقتداء کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو۔ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔''

اس روایت کے اور بھی کئی طرق ہیں ان میں سے اکثر کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ابواب میں آئے گا۔

چودھواں باب

نماز کے بعد اذکار اور دعائیں

امام احمد، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیر کر تین بار استغفر اللہ پڑھتے تھے۔ پھر یہ دعا مانگتے: اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یاذالجلال و الاکرام۔
امام اوزاعی سے عرض کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کیسے پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: آپ استغفر الله کہتے تھے۔
امام احمد، امام مسلم، امام نسائی، ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے: لا اله الا الله وحدہٗ لا شریك له. له الملك و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر لا حول و لا قوة الا بالله مخلصین له الدین و کرہ الکافرون۔ وہ فرماتے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد باآواز بلند یہ کلمات پڑھتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے: انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تھے تو باآواز بلند ان کا ذکر کرتے تھے۔"
امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: لا اله الا الله وحدہٗ لا شریك له. له الملك و له الحمد یحیی و یمیت و هو علی کل شی قدیر. اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منك الجد۔

ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں رب ذوالجلال کی قسم جس نے سمندر کو حضرت موسیٰ کے لیے شق کیا کہ ہم تورات میں پاتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے: اللھم اصلح لی دینی الذی جعلته عصمة امری و اصلح لی دنیای التی جعل فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك و بعفوك من نقمتك و اعوذبك منك اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منك الجد۔
حضرت کعب نے فرمایا: "مجھے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے۔"
امام نسائی اور امام ترمذی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر و عذاب القبر۔
ابن ابی شیبہ اور امام نسائی نے "عمل الیوم و اللیلۃ" میں ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ ہر نماز کے بعد ایک سو بار یہ دعا مانگتے تھے: اللھم اغفرلی و تب علیّ انک انت التواب الغفور۔
الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو اس کے بعد یہ دعا مانگتے: اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذاالجلال و الاکرام۔ البزار نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، البزار اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے، الطبرانی نے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ ذکر کرتے: لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ، لہ الملک و لہ الحمد یحییٖ و یمیت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذاالجد منک الجد۔
الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ یہ ذکر کرتے تھے تو ہم سمجھ جاتے تھے کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمدللہ رب العالمین۔
الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور امام نسائی نے (ہر نماز کے بعد کے الفاظ کے علاوہ) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل اعذنی من حر النار و من عذاب القبر۔
البزار اور الطبرانی نے زید العمی کی سند سے جبکہ بقیہ افراد ثقہ ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اپنا دایاں دستِ اقدس اپنے سر اقدس پر پھیرتے تھے۔" ایک اور روایت میں ہے: "دستِ اقدس جبین اطہر پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے: باسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمان الرحیم اللھم اذھب عنی الھم و الحزن۔ دوسری روایت میں الغم و الحزن کے الفاظ ہیں۔ البزار اور ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے جب بھی فرض نماز ادا کی اور رخ انور ہماری طرف کیا اور یہ دعا مانگی:

اللھم انی اعوذبک من کل عمل یخزینی و اعوذبک من کل صاحب یردینی و اعوذبک من کل امل یلھینی و اعوذبک من کل فقر ینسینی و اعوذبک من کل غنی یطغینی۔

ابو یعلی نے ثقہ راویوں کے ساتھ، سوائے ابوہارون کے، ابوہارون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے

حضرت ابوسعید سے عرض کی: "کیا تمہیں کچھ ایسے کلمات یاد ہیں جو آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ ﷺ پر نماز کے بعد یہ آیت طیبہ پڑھتے تھے: سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين۔

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے دونوں شانوں کے مابین کھڑا ہوتا تھا۔ جب آپ ﷺ سلام پھیرتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے اللهم اجعل خير عمري آخره اللهم اجعل خواتيم عملي رضوانك اللهم اجعل خير (ايامي يوم لقائك)

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے جب بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی میں سنا کہ آپ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اغفرلي خطاياي و ذنوبي كلها و اجرني و اهدني لصالح الاعمال و الاخلاق لا يهدي لصالحها و لا يصرف سيئها الا انت۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ میں نے سنا آپ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اغفرلي خطاياي و عمدي اللهم اهدني لصالح الاعمال و الاخلاق انه لا يهدي لصالحها الا انت و لا يصرف سيئها الا انت۔

تنبیہ

ابن القیم نے الھدیٰ میں لکھا ہے: نماز سے فراغت کے بعد دعا قبلہ رو ہو کر یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رخ انور کر کے دعا مانگنا آپ ﷺ کی عادت مبارکہ نہ تھی نہ ہی اسے کسی صحیح یا حسن سند سے روایت کیا گیا ہے آپ ﷺ نے اسے نماز فجر اور نماز عصر کے ساتھ بھی مختص نہیں کیا۔ نہ ہی یہ خلفاء کی سنت ہے۔ نہ ہی آپ ﷺ نے اپنی امت کی اس طرف راہ نمائی کی ہے یہ ایک پسندیدہ فعل ہے جس نے اسے دیکھا ہے اس نے اسے سنت کا عوض سمجھا ہے۔" انہوں نے کہا ہے: "آپ ﷺ کی عام وہ دعائیں جن کا تعلق نماز کے ساتھ ہے آپ ﷺ نے وہ نماز میں ہی مانگیں تھی اور نماز میں ہی انہیں مانگنے کا حکم دیا تھا۔ نمازی کی حالت کے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ وہ نماز میں رب تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے جب سلام پھیر دیتا ہے تو یہ مناجات منقطع ہو جاتیں ہیں۔ رب تعالیٰ کا وہ قرب اور سامنا ختم ہو جاتا ہے۔ اس شخص کی کیفیت کیا ہوتی ہے تو رب تعالیٰ سے مناجات کرتے وقت اور اس کے قرب کے وقت اور اس وقت جب وہ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو اس سے سوال نہ کرے۔ جب اس سے فارغ ہو جائے تو پھر اس سے التجاء کرے۔

الحافظ نے لکھا ہے: "ابن القیم نے جو مطلق دعا کی نفی کی ہے وہ مردود ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اپنی ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا کبھی نہ بھولنا۔

اللهم اعني على ذكرك و شكرك و حسن عبادتك۔

اس روایت کو ابو داؤد، امام نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ابو بکرہ نے اس دعا کے بارے لکھا ہے: اللهم انی اعوذبك من الكفر و الفقر و عذاب القبر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔ اس روایت کو امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ حضرت سعد کی روایت بخل سے تعوذ کے بارے میں آرہی ہے وہ بعض طرق میں مطلوب ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن ارقم اور اس سے بعد کی روایات کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔" اگر یہ کہا جائے کہ ہر نماز سے بعد سے مراد یہ ہے کہ اس کے اختتام کے قریب یعنی تشہد میں دعا مانگتے تھے تو ہم کہیں گے۔ "ہر نماز کے بعد ذکر کا حکم وارد ہے۔ اجماعاً اس سے مراد بعد از سلام ہے۔ حتیٰ کہ یہ اپنے سے مخالف کو ثابت کر دیتا ہے۔" امام ترمذی سے حضرت ابو امامۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد" انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔" الطبرانی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "فرض نماز کے بعد دعا مانگنا نفل نماز کے بعد دعا مانگنے سے افضل ہے جیسے کہ فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے۔"

❁❁❁❁

پندرھواں باب

آپ ﷺ نمازِ صبح، نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کے بعد کیا پڑھتے اور کیا کرتے تھے

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے فضل بن موفق کے۔ ابن حبان سے اسے ثقہ اور ابو حاتم رازی نے اسے ضعیف کہا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ نمازِ صبح ادا کر لیتے تو اپنی جگہ سے نہ اٹھتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے لیے نماز کی گنجائش ہو جاتی۔ پھر آپ ﷺ فرماتے: ''جس نے نمازِ صبح ادا کی پھر بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کے لیے نماز کی گنجائش ہو گئی تو اسے ایک مقبول حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نمازِ صبح ادا کر لیتے تو بیٹھ کر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتے۔''

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے (سوائے ابو عابد محتسب کے۔ اسے ابو عائذ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے دیگر محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نمازِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک مجھے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو رب تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں بنو اسماعیل میں چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے جن میں سے ہر ایک کی دیت بارہ ہزار ہو اور نمازِ عصر سے لے کر نمازِ مغرب تک مجھے ان لوگوں میں بیٹھنا جو رب تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں بنو اسماعیل کے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے جن میں سے ہر ایک کی دیت بارہ ہزار ہو۔''

ابویعلی نے اور الطبرانی نے الدعاء میں روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نمازِ صبح پڑھا لیتے تو صحابہ کرام کی طرف توجہ کرتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اعوذبك من عمل یخزینی اللھم انی اعوذبك من غنی یطغینی اللھم انی اعوذبك من صاحب یؤذینی، اللھم انی اعوذبك من امل یلھینی اللھم انی اعوذبك من فقر ینسینی و اعوذبك من کل غنی یطغینی۔

حضرت زمیل الجھنی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ نمازِ صبح ادا کر لیتے تو آپ ﷺ دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے تو ستر بار یہ ورد کرتے: سبحان اللہ و بحمدہٖ و استغفر اللہ انہ توابا۔ پھر فرماتے: ''ستر کو سات سو کے ساتھ۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کے گناہ ایک دن میں سات سو سے زیادہ ہوں۔'' پھر چہرۂ انور صحابہ کرام کی طرف کر لیتے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نمازِ صبح کے

بعد یہ دعا مانگتے تھے: اللهم انی اسئلك رزقا طيبا و علما نافعا و عملا متقبلاً۔

الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ سے، اور حضرت ابوبرزہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ ﷺ نماز صبح ادا کر لیتے تو آواز مبارک بلند فرماتے اور یہ دعا مانگتے: اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته عصمة امری۔ آپ ﷺ یہ تین بار فرماتے۔" حضرت ابوموسیٰ نے یہ اضافہ کیا ہے: اللهم اصلح لی آخرتی التی جعلت اليها مرجعی (تین بار) اللهم اصلح لی دنیای التی جعلت فيها معاشی (تین بار) اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك و اعوذبك منك (تین بار) اللهم لا مانع لما اعطيت و لا معطی لما منعت و لا ينفع ذاالجد منك الجد۔

✿✿✿✿

سولھواں باب

آپ ﷺ کی نماز کے دیگر آداب

امام شافعی، امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابو داؤد، امام ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ہلب سے، امام شافعی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طیالسی نے حضرت اوس ثقفی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو کبھی اپنے دائیں طرف سے اور کبھی بائیں طرف سے پیچھے ہوتے تھے۔"

امام مسلم، اور امام نسائی نے اسماعیل بن عبد الرحمان السدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ نماز کی ادائیگی کے بعد دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے پھرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو اکثر اپنی دائیں سمت سے پھرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رات کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے امور کے بارے مشاورت کرتے تھے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نماز صبح قائم ہو گئی تو ایک شخص اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھنے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے اس کے کپڑے سے کھینچا اور فرمایا: "کیا تم نمازِ صبح چار رکعتیں پڑھ رہے ہو؟"

ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ صبح تک ہمیں بنو اسرائیل کے حالات بتاتے رہے پھر عظیم نماز کی طرف تشریف لے گئے۔"

امام احمد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عشاء سے قبل نہ سوتے تھے اور عشاء کے بعد جاگتے نہ تھے۔"

امام احمد، ابو داؤد، امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "کیا حضور اکرم ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں آپ ﷺ وظیفۂ زوجیت ادا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! جبکہ آپ ﷺ اس میں کوئی نشان وغیرہ نہ دیکھتے۔"

مسدد اور ابن ابی شیبہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ اسی

کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں آپ ﷺ وظیفۂ زوجیت ادا کرتے تھے۔"

امام احمد، امام ترمذی، امام مسلم نے حضرت انس سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اوس سے، ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود سے، امام احمد اور امام نسائی نے عمرو بن حریث سے، امام احمد نے عبداللہ بن ابی حبیبہ سے، البزار اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد نے مجمع بن جاریہ سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت فیروز دیلمی سے، انہوں نے ثقیف کے وفد سے، الطبرانی نے ہرماس بن زیاد سے، الطبرانی نے حضرت ابن عمر سے، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ سے، ابویعلی اور بزار نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو نعلین پاک میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔"

حارث نے سلیمان بن حمید نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک اعرابی کو کہتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے گائے کے چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بائیں سمت لعاب دہن پھینکا اور اسے اپنے نعلین پاک سے کھرچ دیا۔"

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے موزوں میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نصف ماہ تک آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ اپنے نعلین پاک میں نماز ادا کی۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو عریاں پاؤں اور نعلین پاک میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے نماز میں صرف ایک بار جوتے اتارے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جوتے اتار دیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: "تم نے اپنے جوتے کیوں اتار دیے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے جوتے اتارے تو ہم نے بھی اتار دیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے بتایا ہے کہ ان میں گندگی لگی ہوئی ہے۔"

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے نعلین پاک اتار دیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ جب آپ ﷺ نے نماز ادا کر لی تو فرمایا: "تمہیں کس چیز نے ابھارا ہے کہ تم اپنے جوتے اتارو۔" انہوں نے کہا: "ہم نے دیکھا آپ ﷺ نے جوتے اتار دیے تو ہم نے بھی جوتے اتار دیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس تو حضرت جبرائیل امین آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان میں گندگی لگی ہوئی تھی۔"

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین

میرے پاس آئے اور کہا: "ان میں چچڑی کا خون لگا ہوا تھا۔" اس روایت کی سند ضعیف ہے۔"

امام احمد، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موزوں اور جوتوں میں نماز ادا کر لیتے تھے۔"

ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں سمت پڑے تھے۔

امام مالک، امام احمد، شیخین اور ابو داؤد نے حضرت جابر سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمان بن کیسان سے، وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کر رہے تھے۔" حضرت جابر نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لپیٹ رکھا تھا۔" حضرت عمرو بن ابی سلمہ نے کہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دونوں کناروں کو گرہ لگا رکھی تھی۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر لپیٹ رکھی تھی اور اس کی دونوں اطراف اپنے شانوں پر ڈال رکھی تھیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر میں نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی گرہ لگا رکھی تھی۔" امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آخری نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو پڑھائی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں پڑھی تھی۔" دوسرے الفاظ میں ہے: وہ جرہ کی چادر تھی۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لپیٹ رکھا تھا۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حضرمی چادر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اس کے اوپر ایک اور کپڑا اوڑھ رکھا تھا۔"

امام مالک، امام احمد، شیخین، ابو داؤد اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی چادر میں نماز پڑھی جس پر نقش بنے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نقش و نگار کو دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا: "میری یہ چادر ابوجہم کو بھیج دو۔ ان کی انبجانیہ چادر میرے پاس لے آؤ اس نے ابھی میری توجہ نماز سے ہٹا دی تھی۔"

امام احمد اور شیخین نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بارگاہ رسالت مآب میں ریشم کی قباء پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہنا پھر اس میں نماز پڑھی۔ واپس تشریف لائے تو اسے شدت سے اتار دیا۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ناپسند فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "متقین کو یہ نہیں چاہیے۔"

الطبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بطور ازار بند باندھا ہوا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک چادر میں نماز پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دونوں اطراف کو گرہ لگا رکھی تھی۔"

ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن کیسان سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر اور نماز عصر ایک ہی کپڑے میں ادا کی۔"

ابوداؤد حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ہمیں قمیص میں نماز پڑھائی۔ان پر چادر نہ تھی۔جب فارغ ہوئے تو فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمیص میں نماز پڑھی۔"

ابوداؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس کا بعض حصہ مجھ پر تھا۔" امام شافعی اور ابوداؤد نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی چادر میں نماز ادا کی جس کا کچھ حصہ مجھ پر تھا۔جبکہ میرے خصوصی ایام تھے۔"

ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھنڈک لگی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ! اپنی چادر مجھ پر اوڑھ دو۔" انہوں نے عرض کی: "میں حیض سے ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیماری اور بخل تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں رات بسر کرنے کی سعادت حاصل کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے لگے۔لحاف کی ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی۔اس کی دوسری طرف ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تھی۔ان کے ماہواری کے ایام تھے۔وہ نماز نہیں پڑھ رہی تھیں۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، ابن ابی شیبہ، ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کناروں کو گرہ لگا رکھی تھی۔اسے لپیٹ رکھا تھا۔اس کے بقیہ حصے سے زمین کی حرارت اور ٹھنڈک سے بچاؤ کر رہے تھے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑے پر نماز ادا کر رہے تھے۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں نے بارش والے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چادر تھی۔جب سجدہ فرماتے تو گیلی مٹی سے بچنے کے لیے چادر پر سجدہ کرتے۔جب سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھوں سے چادر کو قریب کر لیتے۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے

پاس مسجد بنو عبد الاشہل میں تشریف لائے۔میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سجدہ کرتے وقت اپنی چادر کو ہاتھوں کے نیچے کر لیتے تھے تاکہ آپ ﷺ سنگریزوں کی سردی سے بچ سکیں۔"

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو کپڑوں میں سے سب سے پسندیدہ کپڑا قمیص تھی۔"

امام احمد، امام شافعی اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے)، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بنو عمرو بن عوف کی مسجد میں تشریف لے گئے۔وہاں نماز پڑھی۔کچھ انصاری صحابی حاضر خدمت ہوئے۔وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنے آئے تھے۔" میں نے حضرت صہیب سے پوچھا: "جب صحابہ کرام آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے تو آپ ﷺ سلام کا جواب کیسے دیتے تھے؟ انہوں نے کہا: "اس طرح۔" انہوں نے اپنی ہتھیلی کو بچھایا اس کا اندرونی حصہ نیچے اور ظاہر حصہ اوپر رکھا۔

امام احمد اور ائمہ ثلاثہ نے (امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔آپ ﷺ نماز میں تھے۔میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے انگلی کے اشارے سے جواب دیا۔"

امام احمد اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز میں اشارہ فرما لیتے تھے۔"

امام احمد نے ابو بشیر عبداللہ بن زید انصاری مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔مقام بطحاء پر ایک عورت تھی۔آپ ﷺ نے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔وہ واپس آ گئی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی۔پھر وہ گزر گئی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے مجھے اشارہ سے جواب دیا۔"

ابوداؤد نے حضرت سہل ابن حنظلیہ (یہ ان کی والدہ تھی والد کا نام عمرو تھا) سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "نماز صبح کے لیے اذان دی گئی۔حضور اکرم ﷺ نماز پڑھنے لگے۔آپ ﷺ گھاٹی کی طرف توجہ فرما تھے۔" ابوداؤد نے لکھا ہے کہ رات کے وقت آپ ﷺ نے نگرانی کے لیے ایک سوار بھیجا تھا۔

امام احمد، نسائی اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا گیا ہے اسے دارقطنی نے موصول اور مرسل روایت کیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں دائیں بائیں توجہ فرماتے تھے گردن مبارک کو بل نہ دیتے تھے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے حبرہ بن نجم الاسکندرانی کے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں توجہ فرمالیتے تھے پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ (المومنون، آیت: ۱،۲)

ترجمہ: بے شک دونوں جہان میں بامراد ہو گئے ایمان والے۔ وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔

آپ انتہائی خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ آپ دائیں یا بائیں توجہ نہیں فرماتے تھے۔

مسدد، امام احمد، ابن ماجہ، ابویعلی، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت علی بن شیبان حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چشمان مقدس کے آخری کنارے سے دیکھا جو رکوع اور سجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کر رہا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کرلی تو فرمایا: ''اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کی نماز نہیں جو رکوع اور سجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے۔''

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر سنا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف توجہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کھڑے دیکھا تو ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم بیٹھ گئے اور بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔''

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذن طلب کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسبیح کہتے۔'' ابویعلی نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذن طلب کرتا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے تو تسبیح فرما دیتے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا نہ کر رہے ہوتے تو مجھے اذن عطا کر دیتے۔''

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دھن پھینکا تو اسے اپنے بائیں نعل پاک سے رگڑ دیا۔'' امام نسائی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: ''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں قدم مبارک کے نیچے لعاب دہن پھینکا پھر اسے اپنے نعل مبارک سے رگڑ دیا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نقش و نگار والا پردہ تھا۔ انہوں نے اسے اپنے حجرہ مقدسہ کی ایک طرف لٹکا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''اپنا پردہ ہم سے ہٹا لو۔ اس کی تصاویر نماز میں میرے ساتھ تعرض کرتی رہیں ہیں۔''

امام احمد، ائمہ ثلاثہ، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور دارقطنی نے جید سند کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک دن باہر نکلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مقدسہ میں نفلی نماز ادا کر رہے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ دروازہ قبلہ کی سمت تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں یا بائیں چلے۔ میرے لیے دروازہ کھولا پھر پیچھے کی طرف چلتے ہوئے نماز کی طرف گئے اور اپنی نماز مکمل کر لی۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن میں کہیں سے آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ وہ قبلہ کی طرف مسجد کے ایک کونے میں تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آواز سنی تو دستِ اقدس بڑھایا دروازہ کھولا۔ پھر اپنی نماز کی طرف تشریف لے گئے۔"

میں کہتا ہوں: "ظاہر یہی ہے جیسے الحافظ ابوالہیثمی نے کیا ہے کہ یہ واقعہ دوسرے واقعہ سے جدا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔" ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں بچھو کو مارا۔"

بزار نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ہی کسی چیز کو مارا۔ یہ بچھو تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مار ڈالا تھا۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو انہیں نیچے رکھ دیتے اور قیام فرماتے تو انہیں اٹھا لیتے۔"

شیخین نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرماتے تو انہیں اٹھا لیتے۔ جب سجدہ میں جاتے تو انہیں نیچے رکھ دیتے۔"

مسدد نے ثقہ راویوں سے بنو زریق کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف باہر نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو انہیں رکھ دیتے۔ جب سر سجدہ سے اٹھاتے تو انہیں اٹھا لیتے۔"

ابن ابی شیبہ نے عطیۃ العوفی کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر سوار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر ہی تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا تو انہیں چھوڑا۔ وہ

چلے گئے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں جاتے تو حضرات حسنین کریمین اچھل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر سوار ہو جاتے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس کو اٹھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پیچھے سے پکڑتے اور انہیں آہستہ سے زمین پر رکھ دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ سجدہ ریز ہوتے تو شہزادے بھی واپس آجاتے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کرلی۔ پھر ان میں سے ایک کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انہیں واپس لے جاؤں"۔ بجلی چمکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہیں ان کی والدہ محترمہ کے پاس لے جاؤ۔" اس کی روشنی رک گئی حتیٰ کہ یہ شہزادے اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔"

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوئی ہوئی تھی کہ میری ٹانگیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلہ کی سمت تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہونے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اشارہ کرتے میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرما ہو جاتے تو میں انہیں پھیلا لیتی۔ ان ایام میں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔"

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو مختصر مگر مکمل پڑھتے تھے۔"

شیخین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا۔ اسے حکم دیا: "اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لیے لکڑیاں جمع کر کے منبر بنا دے۔ میں اس پر بیٹھ کر صحابہ کرام کو وعظ ونصیحت کروں گا۔" اس نے تین سیڑھیوں والا منبر بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اسی جگہ رکھ دیا گیا۔ میں نے امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر پر جلوہ افروز تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے ہٹتے ہوئے نیچے اترے۔ منبر کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے لوگو! منبر اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور تم میری نماز کے بارے جان لو۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریاں پاؤں اور نعلین شریفین پہن کر نماز پڑھتے تھے۔"

ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین (اور خفین) میں نماز پڑھ رہے تھے۔" شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین مبارک میں نماز ادا کر لیتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت مطرف بن عبد اللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور سید المرسلین ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ کے سینۂ اقدس سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے۔''

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ رات بسر فرماتے۔ حضرت بلال اذان دیتے۔ آپ ﷺ غسل فرماتے میں دیکھ رہی ہوتی کہ پانی آپ ﷺ کے رخسار مبارک اور بالوں پر سے گر رہا ہوتا۔ باہر تشریف لے جاتے۔ نماز ادا فرماتے۔ میں آپ ﷺ کے رونے کی آواز سنتی رہتی۔''

امام احمد، ابن منیع اور ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نمازِ عصر پڑھ رہے تھے۔ نماز میں تبسم فرمایا۔ جب نماز مکمل فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ﷺ نماز میں آپ ﷺ نے تبسم فرمایا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت میکائیل میرے پاس سے گزرے وہ مشرک قوم کے تعاقب سے واپس آرہے تھے ان کے پروں پر گرد و غبار تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر ہنسے۔ میں ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔'' اس روایت کی صحت پر غور کرو۔

انہوں نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ سے، امام مسلم نے حضرت ابودرداء سے، امام احمد نے حسن سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ سے، ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری سے اور جابر رضی اللہ عنہما سے، امام نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نمازِ صبح ادا فرمارہے تھے آپ ﷺ نے قرأت کی۔ قرأت آپ ﷺ پر ملتبس ہوگئی۔'' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ ﷺ اٹھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے۔ اعوذ بالله منك پھر فرمایا: العنك بلعنة الله۔ تین بار یونہی فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس آگے بڑھایا۔ گویا کہ آپ ﷺ کوئی چیز پکڑنا چاہتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے آج آپ ﷺ سے نماز میں وہ کچھ سنا ہے جو پہلے آپ ﷺ سے کبھی نہ سنا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنا دستِ اقدس آگے بڑھا رہے تھے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: دشمن خدا ابلیس آگ کا انگارہ لے کر آیا تا کہ اسے میرے رُخِ زیبا پر مارے۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ''وہ میرے سامنے آیا تا کہ میری نماز کو منقطع کر دے۔ میں نے اسے کہا: میں تجھ سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' میں نے تین بار اسی طرح کہا پھر کہا: میں رب تعالیٰ کی مکمل لعنت تجھ پر بھیجتا ہوں۔'' مگر وہ پیچھے نہ ہٹا۔ رب تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا کر دیا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔'' حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے: ''جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! تم مجھے اور ابلیس کو دیکھ لیتے۔ میں نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں اس کا گلا گھونٹتا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے اس کے تھوک کی ٹھنڈک اپنی دو انگلیوں (انگوٹھا اور اس کے ساتھ متصل انگلی) میں محسوس کی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ حتیٰ کہ تم صبح کے وقت اسے یہاں دیکھو۔ پھر مجھے

میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد آگیا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص: ۳۵)

ترجمہ: میرے رب مجھے معاف فرمادے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔

رب تعالیٰ نے اسے خائب و خاسر واپس لوٹا دیا۔ اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا نہ ہوتی تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا۔ مدینہ طیبہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنا دستِ اقدس آگے بڑھانے لگے۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیطان مجھ پر آگ کے شرارے پھینکنے لگا تھا تاکہ مجھے نماز سے فتنے میں مبتلا کر دے۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اگر میں اسے پکڑ لیتا تو وہ مجھ سے خود کو چھڑا نہ سکتا حتیٰ کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا۔ مدینہ طیبہ کے بچے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ، جنت اور دوزخ کے احوال سے آگاہ ہو گئے تھے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دستِ اقدس سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم بیٹھ گئے۔"

ابویعلی اور محمد بن عمر نے ثقہ راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء سے پہلے سوئے ہوں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے بعد گفتگو میں مصروف ہوتے تھے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروفِ ذکر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائدہ اٹھاتے یا پھر سو جاتے اور سلامتی پا لیتے۔" ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنے بستر اقدس کو ہاتھ لگا لیتے تھے۔" ابویعلی، حاکم اور بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں سر اقدس اور داڑھی مبارک کو ہاتھ لگا لیتے تھے۔"

ابویعلی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نماز میں اپنی ریش مبارک کو چھو لیتے تھے۔" البزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں عبث کے بغیر ریش مبارک کو ہاتھ لگا لیتے تھے۔" ذرا اس کی صحت کو دیکھو۔

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین شکر رنجی ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں منع فرمانے لگتے نماز سے لیٹ ہو گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم ان کے چہروں کی طرف مٹی پھینکیں اور نماز کے لیے تشریف لائیں۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں چہرۂ انور سے پسینہ صاف کر لیتے تھے۔'' الطبرانی نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں بھول کر گفتگو فرمادی۔ جو نماز پڑھی تھی اسی پر بناء کر دی۔''

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اشارہ فرما لیتے تھے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی ضروری کام کے لیے بھیجا۔ میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف اشارہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو مجھے یاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی ابھی تم نے مجھ سلام دیا ہے میں نماز پڑھ رہا تھا۔'' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور مشرق کی طرف تھا۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے مجھے جواب دیا۔''

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب میں حبشہ سے واپس آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اقدس کے ساتھ اشارہ کیا۔

ابو داؤد نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے اور گوشت آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ لکڑی گاڑھ دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سہارا لے کر نماز پڑھتے تھے۔''

حکیم ترمذی نے حضرت جعفر بن کثیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے میرے والد گرامی نے بیان کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فرض ادا کر لیتے تو بائیں طرف ہو جاتے۔ پھر بقیہ نماز پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو بھی حکم دیتے کہ وہ دائیں طرف ہو جائیں بائیں طرف نہ ہوں۔''

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مریض کی عیادت کی۔ اسے دیکھا کہ وہ تکیے پر نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑا اور اسے پھینک دیا۔ اس نے لکڑی لی تاکہ اس پر نماز پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی لیا اور اسے پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر طاقت ہے تو زمین پر نماز پڑھو ورنہ اشارے سے نماز پڑھو۔ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے نیچے کرو۔''

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز عصر پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو جلدی سے اٹھے اور ایک زوجہ کریمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لائے۔

جب صحابہ کرام کے چہروں پر تعجب کے اثرات دیکھے تو فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس سونے کی ڈلی تھی۔ میں نے ناپسند کیا کہ وہ شام یارات تک ہمارے پاس رہے۔ میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

امام احمد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک وقت اپنے لیے مختص کر رکھا تھا جس میں میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا تھا۔ جب میں حاضر ہوتا اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانسی فرماتے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوتے تو مجھے اذن عطا فرما دیتے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کسوف میں پھونک مار لیتے تھے۔''

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے نماز میں انگلیوں کو آپس میں پھنسا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی انگلیاں جدا جدا کر دیں۔

تنبیہ

دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ، انس اور جابر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا جو اس کی طرف سے سمجھ لیا گیا تو وہ نماز کو لوٹائے۔'' اس کی سند میں ابو غطفان ہے۔ ابن ابی داؤد نے اسے بھول کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اشارہ فرما لیتے تھے۔

سترھواں باب

باجماعت نماز کے بارے آپ ﷺ کا مبارک طریقہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ جماعت پر آپ ﷺ کی مداومت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کی اطراف سے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ ﷺ کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اہل خانہ کو جمع کیا اور انہیں نماز پڑھائی۔

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص آیا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت نماز پڑھا چکے تھے۔ آپ ﷺ نے کہا: ''تم میں سے کون اس پر تجارت کرے گا۔'' ایک شخص اٹھا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا۔ حضور اکرم ﷺ جماعت کرا چکے تھے وہ تنہا نماز پڑھنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر کون تجارت کرے گا اور اس کے ساتھ نماز پڑھے گا؟

❷ قمیض سیدھی فرمانا

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ صفوں میں گھس جاتے تھے۔ آپ ﷺ ایک کونے سے دوسرے کونے تک جاتے۔ آپ ﷺ ہمارے سینوں اور کندھوں کو چھوتے۔ فرماتے: ''اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''نماز قائم ہونے لگی تو آپ ﷺ نے روئے زیبا ہماری طرف کیا اور فرمایا: ''اپنی صفیں درست کرلو اور متحد ہو جاؤ۔''

ابوداؤد نے محمد بن مسلم بن سائب صاحب المقصورہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ایک دن

حضرت انس کی ایک طرف نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی؟ میں نے کہا: ”نہیں! بخدا! انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ جب نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تو اسے اپنے دائیں دست اقدس میں پکڑ لیتے۔ پھر ہماری طرف توجہ کرتے اور فرماتے ”برابر ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو“ پھر اسے اپنے بائیں دست اقدس میں پکڑتے اور فرماتے: ”سیدھے ہو جاؤ اپنی صفیں درست کرلو۔“

امام مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے۔ آپ ﷺ خالی مقامات کو اس طرح پر کرتے تھے کہ گویا کہ آپ ﷺ کی طرف سے ہمیں وہاں روک دیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ قریب تھا کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے بندو! اپنی صفیں درست کرلو ورنہ رب تعالیٰ تمہارے مابین مخالفت پیدا کر دے گا۔“

ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے۔ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ جب ہم بالکل سیدھے ہو جاتے تو آپ ﷺ تکبیر کہتے۔“

۳ مدینہ طیبہ سے عازمِ سفر ہوتے وقت کسی کو اپنا نائب بنانا

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا جو لوگوں کو امامت کراتے تھے۔“

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم کو بنایا جو لوگوں کو امامت کراتے تھے۔“ انہوں نے حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کرتے وہ اذان دیتے، اقامت کہتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔“

۴ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دینا

امام احمد، امام بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نماز کا آغاز کرتا ہوں۔ میں اسے لمبا کرنا چاہتا ہوں۔ میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو شدید تکلیف ہوگی۔“ ابو قتادہ کے یہ الفاظ ہیں: ”مجھے یہ امر ناپسند ہے کہ میں اس کی والدہ کے لیے مشکل پیدا کروں۔“

دارقطنی نے ابن سابط سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز صبح پڑھائی۔ ایک رکعت میں ساٹھ آیات پڑھیں۔ بچے کے رونے کی آواز سنی تو رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں صرف دو آیتیں پڑھیں پھر رکوع کر دیا۔“

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے زیادہ مختصر اور زیادہ مکمل ہو۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تاکہ اس کی ماں کسی مشکل میں مبتلاء نہ ہو جائے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو نماز کو مختصر کر دیا۔"البزار نے ثقہ راویوں سے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں۔میں نماز میں ہوتا ہوں۔میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس اندیشہ سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کسی آزمائش میں مبتلاء نہ ہو جائے۔"

۵ مسجد میں عفت مآب خواتین کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا

الطبرانی نے حضرت سلیمان بن ابی حثمہ سے، وہ اپنی والدہ محترمہ سے اور حضرت ام سلیم بنت ابی حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا:"ہم نے عمر رسیدہ خواتین کو دیکھو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرض نماز ادا کرتی تھیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"عفت مآب خواتین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ صبح پڑھتی تھیں۔پھر اپنی چادریں اوڑھ کر گھروں کو تشریف لے جاتی تھیں۔"

۶ نماز کے لیے جاتے وقت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلنا

الطبرانی نے مرفوعاً اور موقوفاً روایت کیا ہے۔موقوف روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ہم نماز کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چل رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم جانتے ہو کہ میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر کیوں چل رہا ہوں؟ میں نے کہا:"اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جب تک آدمی نماز کے لیے چلتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔" دوسری روایت میں ہے:"میں نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ نماز کے لیے چلتے ہوئے میرے زیادہ قدم لکھے جائیں۔"

۷ نمازِ ظہر کی پہلی رکعت کو طویل کرنا

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدموں کی آواز نہ سنتے تھے۔"

۸ کثیر صحابہ کرام کا انتظار کرنا

ابوداؤد نے ابونضیر سالم بن ابی امیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو کم دیکھتے تو ان کا انتظار فرماتے۔ جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی تو انہیں نماز پڑھاتے۔"

۹ اگر نماز میں خیال آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو وغیرہ نہیں ہے

شیخین، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی پھر واپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ وہ اسی طرح رہیں پھر باہر نکلے پھر تشریف لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "نماز کے لیے اقامت ہو گئی تھی صحابہ کرام نے اپنی صفیں درست کر لیں تھیں۔" ایک اور روایت میں ہے: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلی پر تشریف فرما ہو گئے ہم اسی انتظار میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔" واپس آئے تو فرمایا: "میں حالت جنابت میں تمہارے پاس آ گیا تھا۔ میں غسل کرنا بھول گیا تھا۔ حتیٰ کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔" دارقطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز مکمل کرنے کے لیے کہا اور خود واپس آ گئے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی۔ ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اشارہ فرمایا کہ تم اسی طرح ٹھہرے رہو۔ ہم کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کر رکھا تھا۔ سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔"

امام احمد اور الطبرانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے۔ ہم قیام میں ہی تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: "میں حالت جنابت میں تمہیں نماز پڑھانے لگا تھا۔ جسے وہ چیز پہنچے جو ابھی مجھے پہنچی ہے یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی مصیبت پائے تو وہ اسی طرح کرے جس طرح میں نے کیا ہے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "وہ واپس جائے غسل کرے پھر آئے اور اپنی نماز پڑھ لے۔"

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح میں تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اشارہ کیا پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے پھر آئے تو سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ''میں تمہاری مثل بشر (کامل) ہوں میں حالت جنابت پر تھا لیکن میں بھول گیا تھا۔''

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا آغاز فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی پھر اشارہ فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر گئے باہر تشریف لائے تو سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ جب نماز مکمل کر لی تو فرمایا: ''میں بشر (کامل) ہوں میں حالت جنابت پر تھا۔''

⑩ بعض صحابہ کرام کے پیچھے نماز پڑھنا

امام مالک، امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے پانی کا برتن اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہو گیا۔۔۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت واپس آیا جب صحابہ کرام سجدہ میں تھے۔ انہوں نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو امام بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے انہیں ایک رکعت پڑھا دی تھی۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس کیا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا۔ انہوں نے انہیں نماز پڑھائی۔''

⑪ بائیں طرف نماز پڑھنے والے کو دائیں طرف کرنا

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے میرے سر کو پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔''

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کسی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی۔ میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں سمت کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنا دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ پھر حضرت جابر بن صخر آئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑے اور ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔

امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت جابر بن صخر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے رستہ پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پانی کا برتن لے کر میرے پیچھے آؤ۔'' میں نے پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور عمدہ وضو کیا۔ میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وضو کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔''

البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔''

البزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے

ہو کر ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے گھما کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔"

۱۲ صف بندی کی کیفیت

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ابو مالک الاشعری سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پہلے مردوں کی صف بنواتے۔ ان کے پیچھے بچوں کی صف بنواتے اور ان کے پیچھے خواتین کی صف ہوتی تھی۔

۱۳ صحابہ کرام سے بلند مقام پر امامت کرانا

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی، بیہقی نے حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے پہلے روز آپ ﷺ کی زیارت کی جبکہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے تکبیر کہی اس وقت آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔"

۱۴ یہ اعلان کرنا کہ اپنے اپنے کجاوؤں میں نماز پڑھ لو

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ٹھنڈی رات یا بارش والی رات ہوتی تو آپ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یوں کہے: "ارے! اپنے اپنے کجاوؤں میں نماز پڑھ لو۔"

۱۵ کسی اور کی اقتداء میں نماز ادا کرنا

امام مالک، امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کسی غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے پانی کا برتن لیا۔۔۔ اس روایت میں ہے: "میں آپ ﷺ کے ساتھ واپس آیا تو لوگ سجدہ کر چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو مصلی امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ انہوں نے انہیں ایک رکعت پڑھا دی تھی۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ انہیں نماز پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت کو پالیا۔ دوسری رکعت صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی۔ جب حضرت عبدالرحمان نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنی نماز مکمل کی۔ مسلمان اس کی وجہ سے گھبرا گئے۔ انہوں نے بہت زیادہ تسبیح کی۔ جب آپ ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی تو ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "تم نے اچھا کیا اور عمدہ فیصلہ کیا" آپ ﷺ نے انہیں اچھا سمجھا کہ انہوں نے نماز کو اس کے وقت پر ادا کر لیا۔"

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: "کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس امت کے کسی فرد نے آپ ﷺ کو امامت کرائی؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! ہم کسی سفر میں تھے سحر کے وقت حضور اکرم ﷺ روانہ ہوئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم لوگوں سے دور چلے گئے۔ آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے۔ آگے تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ مجھے بھی نظر نہ آئے۔ آپ ﷺ وہاں کافی دیر ٹھہرے رہے پھر تشریف لائے۔ میں نے پانی انڈیلا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ موزوں پر مسح کیا۔ پھر ہم سوار ہوئے۔ صحابہ کرام کو جالیا۔ نماز کے لیے اقامت ہو چکی تھی۔ صحابہ کرام نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو مصلی امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ انہوں نے انہیں ایک رکعت پڑھا دی تھی۔ وہ دوسری رکعت میں تھے۔ میں انہیں بتانے کے لیے جانے لگا۔ مگر آپ ﷺ نے مجھے منع کر دیا۔ ہم نے جو رکعت پائی اسے پڑھ لیا۔ دوسری رکعت مکمل کی۔ جب حضرت عبدالرحمان بن عوف نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی نبی کا وصال اس وقت تک نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اپنی امت میں سے کسی صالح شخص کے پیچھے نماز پڑھ لے۔"

◆ سیدنا صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھنا

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔" امام نسائی اور امام ترمذی نے صحیح حسن روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔"

امام بیہقی نے المعرفہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر کے پیچھے ایک چادر میں نماز پڑھی جس کے کناروں کو آپ ﷺ نے گرہ لگا رکھی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "میرے لیے اسامہ بن زید کو بلاؤ۔" وہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی کمر مبارک کو ان کے سینے سے لگایا یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی۔"

امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آخری وہ نماز جسے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ پڑھا تھا وہ تھی جس میں آپ ﷺ نے صرف ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ نماز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی۔"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ حضور اکرم ﷺ صف میں ان کے پیچھے تھے۔"

تنبیہ

بظاہر ان احادیث اور اس حدیث میں تعارض نظر آتا ہے جسے صحیح میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ مرض وصال میں تھے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھانے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے کچھ آرام محسوس کیا۔ آپ ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ گویا کہ میں آپ ﷺ کی مبارک ٹانگوں کو اب بھی دیکھ رہی ہوں۔ درد کی وجہ سے مبارک ٹانگیں زمین پر رگڑتی ہوئی جا رہی تھیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے۔ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔" اعمش سے کہا گیا۔ "حضور اکرم ﷺ نماز ادا کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر آپ ﷺ کے پیچھے اور دیگر صحابہ کرام ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ امام تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماموم تھے۔ اس میں ہے "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی تکبیر سنا رہے تھے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ ان مختلف احادیث کو ابن حبان، ابن حزم اور امام بیہقی نے جمع کیا ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے: "ہم اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور توفیق سے کہتے ہیں کہ یہ ساری روایات صحیح ہیں۔ ایک روایت دوسری کے معارض نہیں ہے لیکن آپ ﷺ نے اس مرض کے عالم میں مسجد میں دو نمازیں پڑھیں تھیں۔ ایک نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان میں سے ایک میں آپ ﷺ ماموم اور دوسری میں امام تھے۔"

انہوں نے کہا: "اس کی دلیل کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں پڑھیں تھیں۔ ایک وہ روایت ہے جسے عبید اللہ بن عبد اللہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ آپ ﷺ دو افراد کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ جبکہ حضرت مسروق نے ام المؤمنین سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ دو آدمیوں کے مابین باہر نکلے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو نمازیں تھیں۔ ایک نماز نہ تھی۔"

امام بیہقی نے المعرفۃ میں لکھا ہے کہ ساری روایات سے استدلال کر کے جو نتیجہ ہم نکال سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو نماز آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی۔ وہ پیر کے دن کی نماز صبح تھی۔ یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ یہ اس نماز کے علاوہ ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے پیچھے پڑھی تھی۔ یہ موقف اس روایت کے مخالف نہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے "پیر کے روز صحابہ کرام نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حجرہ مقدسہ کا پردا اٹھایا اور صحابہ کرام کو دیکھا انہوں نے نماز میں صفیں بنا رکھی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں نماز مکمل کرنے کا حکم دیا۔ پردہ نیچے لٹکا دیا۔ یہ پہلی رکعت کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے ذرا سکون محسوس کیا اور دوسری رکعت میں

نماز میں شرکت فرمائی۔ اس موقف پر دلالت وہ روایت بھی کرتی ہے جسے موسیٰ بن عقبہ نے المغازی میں اور ابوالاسود نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی رات کو بخار کی اذیت کم ہوئی تو آپ ﷺ نمازِ صبح کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ حضرت فضل بن عباس اور ان کے غلام کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام نمازِ صبح کی پہلی رکعت پڑھ چکے تھے۔ دوسری میں کھڑے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے حتیٰ کہ آپ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے انہیں پکڑا اور مصلی پر کھڑا کر دیا۔ دونوں نے صف بنالی۔ حضور اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قرأت مکمل کی تو آپ ﷺ اٹھے۔ دوسری رکعت ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشہد کے لیے بیٹھے۔ صحابہ کرام بھی بیٹھ گئے۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور اکرم ﷺ نے دوسری رکعت مکمل کی۔ مسجد کے ایک ستون کی طرف تشریف لائے۔۔۔ انہوں نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لیے دعا کی اور جس مہم کے لیے انہیں بھیج رہے تھے اس کے بارے عہد لیا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے وصال کا تذکرہ کیا ہے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے: ''جس نماز میں آپ ﷺ ماموم تھے وہ نماز ظہر تھی۔ اسی نماز میں آپ ﷺ حضرت فضل اور ان کے غلام کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے تھے۔ اسی طرح ان سب روایات کو جمع کیا جا سکتا ہے جو اس ضمن میں مروی ہیں۔''

ابن حزم نے لکھا ہے: ''بلاشبہ یہ دو جداگانہ نمازیں تھیں۔ ایک کو الاسود نے ام المومنین سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ نے ان سے اور حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو امامت کرائی۔ لوگ آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماموم کی حیثیت سے آپ ﷺ کے دائیں طرف تھے وہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی تکبیر سنا رہے تھے۔

دوسری نماز جسے مسروق اور عبیداللہ نے ام المومنین سے روایت کیا ہے اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ آپ ﷺ سیدنا صدیق اکبر کے پیچھے صف میں صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ اس طرح سارا اشکال ختم ہو گیا۔ صرف ایک نماز تو نہ تھی کہ اسے تعارض پر محمول کیا جائے۔ بلکہ ہر روز پانچ نمازیں ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کا مرض وصال بارہ روز کو محیط تھا۔ اس میں ساٹھ نمازیں تھیں۔'' واللہ اعلم۔

❁❁❁❁

وہ سجدے جو رکن نہیں ہیں

پہلا باب

سجدۂ سہو

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ سلام سے پہلے سجدہ کرنا

ائمہ، شیخین، ترمذی، ابن خزیمہ نے حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز ظہر میں دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے مابین قعدہ نہ کیا۔ صحابہ کرام نے تسبیح کہی۔ آپ ﷺ کھڑے رہے۔ صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نماز مکمل کی۔ ہم آپ ﷺ کے سلام کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے سلام سے پہلے تکبیر کہی دو سجدے کیے۔ ہر سجدہ میں تکبیر کہی۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ امام ترمذی نے (اسے حسن غریب روایت کیا ہے) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے دو سجدے کیے۔ پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا۔

دار قطنی نے حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم ﷺ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے۔

❷ سلام کے بعد سجدہ کرنا

امام احمد، امام نسائی، ابوداؤد، امام بیہقی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک روز نماز پڑھی۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے جبکہ نماز کی ایک رکعت باقی تھی۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک رکعت پڑھائی۔ لوگوں نے

اس کے بارے آپ ﷺ کو بتایا۔ صحابہ کرام نے کہا: ''کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟'' میں نے کہا: ''نہیں! مگر جبکہ میں اسے دیکھ لوں۔'' ایک شخص میرے پاس سے گزرا میں نے کہا: ''اسی نے ہی آپ ﷺ کو بتایا تھا۔'' انہوں نے کہا: ''وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔'' ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ وہ مغرب کی نماز تھی انہوں نے کہا ہے کہ یہ قصہ اور ہے اور ذوالیدین کا قصہ اور ہے کیونکہ اس واقعہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ ﷺ کو بتایا تھا جبکہ دوسرے قصہ میں حضرت ذوالیدین نے آپ ﷺ کو بتایا تھا اور اس قصہ میں نماز ظہر یا نماز عصر میں سجدہ سہو کیا تھا جبکہ مذکور بالا واقعہ میں یہ نماز مغرب تھی نہ کہ نماز ظہر یا نماز عصر۔''

ائمہ کی ایک جماعت، امام مالک اور امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت محمد بن سیرین سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز ظہر یا نماز عصر میں سے ایک نماز پڑھائی (ابن سیرین نے کہا ہے کہ میرے گمان کے مطابق وہ نماز عصر تھی جبکہ جزم کی روایت میں ہے کہ وہ نماز ظہر تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ نماز عصر تھی) آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ﷺ آگے لکڑی کی طرف یا قبلہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دایاں رخسار مبارک بائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ پر رکھا۔ چہرۂ انور سے غصے کے اثرات عیاں تھے۔ لوگ جلدی جلدی سے باہر نکلے وہ کہہ رہے تھے: ''نماز قصر ہوگئی'' ان صحابہ کرام میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ وہ آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے بارے خوفزدہ تھے۔ ایک شخص نے عرض کی: اس کے ہاتھ لمبے تھے آپ اسے ذوالیدین کہتے تھے اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ بھول گئے ہیں یا نماز مختصر ہوگئی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا (دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کچھ ہوا ہے) آپ ﷺ نے قوم کی طرف توجہ کی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دائیں بائیں توجہ کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی) اور فرمایا: ''کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ''ہاں! یارسول اللہ! ﷺ۔ ہم نے صرف دو رکعتیں پڑھیں ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ مصلی پر تشریف لائے بقیہ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر تکبیر کہی۔ پھر پہلے سجدہ کی طرح سجدہ کیا۔ یا اس سے طویل سجدہ کیا۔ پھر سر اقدس اٹھایا۔ تکبیر کہی۔ پہلے سجدہ کی مانند یا اس سے طویل سجدہ کیا۔ پھر سر اقدس اٹھایا اور تکبیر کہی۔''

حضرت ابن سیرین سے عرض کی گئی ''کیا آپ ﷺ نے سجدۂ سہو میں سلام پھیرا؟'' انہوں نے فرمایا: ''مجھے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یاد نہیں رہی لیکن مجھے حضرت عمران بن حصین سے بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز عصر پڑھی۔ تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ایک طویل ہاتھوں والا شخص اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ جسے خرباق کہا جاتا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا۔ آپ ﷺ غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے چادر گھسیٹ رہے تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا: ''کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''ہاں! آپ ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔''

۳ زیادہ رکعتوں کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا

ائمہ شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا نماز میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں نہیں ہوا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ رکعتیں پڑھیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ٹانگیں دوھری کیں قبلہ کی طرف رخ انور کیا اور دو سجدے کیے۔ پھر سلام پھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہاری طرح بشر (کامل) ہوں۔ جیسے تمہیں یاد آتا ہے مجھے اسی طرح یاد آتا ہے۔ جیسے تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھول جاتا ہوں۔ جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔ جب تم میں سے کسی کو اس کی نماز میں شک پڑے تو وہ صحیح کے لیے غور و فکر کرے۔ اسی پر بناء کرلے۔ پھر دو سجدے کر لے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدے سہو کیے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔

دوسرا باب

تلاوت کے سجدے (اجمال کے ساتھ)

ابو داؤد، ابن ماجہ، دارقطنی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک میں پندرہ سجدے پڑھائے۔ ان میں تین مفصل میں ہیں جبکہ سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں۔"

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) اور ابو داؤد (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کیے۔ ان میں سے ایک سجدہ سورۃ النجم میں ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کیے۔ ان میں مفصل میں کوئی چیز نہیں۔ وہ الاعراف، الرعد، النحل، بنی اسرائیل، مریم، حج، الفرقان، سلیمان، سورۃ النمل، سجدۃ ص اور حوامیم کا سجدہ ہے۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سورت پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی ایک کو اس پیشانی کے لیے جگہ نہ ملتی۔"

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قرآن پاک پڑھ کر سناتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سجدہ کا حکم دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے۔ سجدہ کرتے۔ ہم بھی سجدہ کرتے۔"

تیسرا باب

تلاوت کے سجدے (تفصیل کے ساتھ)

ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ ص پڑھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کی آیت تک پہنچے تو نیچے اترے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا۔صحابہ کرام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا۔ایک اور دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی سورت پڑھی۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدۂ تلاوت تک پہنچے تو صحابہ کرام سجدہ کے لیے تیار ہو گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے لیکن میں نے تمہیں دیکھا کہ تم سجدہ کے لیے تیار ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے سجدہ کیا۔صحابہ کرام نے بھی سجدہ کیا۔''امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ سورۃ ص لکھ رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سجدہ تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دوات اور قلم اور ہر چیز اس کے حضور سجدہ ریز ہو گئی ہے۔انہوں نے یہ خواب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت پر ضرور سجدہ کرتے تھے۔''

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت''ص'' میں سجدہ کیا۔

ابویعلی اور الطبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے اس طرح دیکھا جس طرح کہ خواب دیکھنے والا دیکھتا ہے گویا کہ میں کسی درخت کے نیچے ہوں۔گویا کہ درخت سورۃ ص پڑھ رہا ہے۔جب وہ آیت سجدہ پر پہنچا تو اس نے سجدہ کیا۔اس نے سجدہ میں کہا:

اللھم اغفرلی بھا ذنبا. اللھم حط عنی بھا وزرا و اورث لی بھا شکرا و تقبلھا منی کما تقبلت من عبدك داؤد سجدته.

میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ابوسعید! کیا تم نے سجدہ کیا؟ میں نے عرض کی:''نہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تم درخت سے زیادہ سجدہ کرنے کے مستحق تھے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ ''ص'' پڑھی۔آیت سجدہ تک پہنچے تو اپنے سجدہ میں وہی کچھ کہا جو اس درخت نے کہا تھا۔''امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ص، سجود کی رخصتوں میں سے نہیں ہے۔میں نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔

آپ ﷺ اس سورت میں سجدۂ تلاوت فرما رہے تھے۔"

النجم

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، بخاری، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد اور نسائی نے مطلب بن وداعہ سے، شافعی اور احمد نے اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ سے۔ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم پڑھی۔ اس میں سجدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ جو لوگ تھے ان سب نے سجدہ کیا۔" حضرات ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے الفاظ میں ہے: "آپ ﷺ کے ہمراہ مسلمانوں، مشرکین اور جن و انس نے سجدہ کیا۔" حضرت ابوہریرہ نے درختوں کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ قریش کے ایک بوڑھے نے مٹھی بھر مٹی یا سنگریزے لیے اور انہیں اپنے چہرے کی طرف لے گیا اور کہا: "مجھے یہی کافی ہے۔" اس کے بعد اسے حالتِ کفر میں قتل کر دیا گیا۔ وہ امیہ بن خلف تھا۔" مطلب نے کہا: "میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔" مطلب نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بعد میں جس سے بھی یہ آیت طیبہ سنتے ضرور سجدہ کرتے۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے، (مسلم بن ابی مسلم کے علاوہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب میں سورۃ النجم لکھ رہا تھا۔ جب آپ ﷺ آیت سجدہ تک پہنچے تو ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوات اور قلم نے بھی سجدہ کیا۔"

امام بخاری نے (ابومسعود دمشقی نے اپنی اطراف میں لکھا ہے کہ حمیدی نے کہا ہے: "میں نے اس روایت کو اس نسخہ میں نہیں دیکھا جو ہمارے پاس ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔

امام احمد، امام شافعی، شیخین اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النجم سنائی۔ مگر آپ ﷺ نے سجدہ نہ کیا۔" امام احمد نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کے ساتھ گیارہ مقامات پر سجدے کیے۔ ان میں سے ایک سورۃ النجم بھی ہے۔

اذا السماء انشقت

امام مالک، امام شافعی، احمد، شیخین اور امام نسائی نے حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے سورت اذا السماء انشقت پڑھی۔ اس میں سجدہ کیا۔ میں نے عرض کی: ابوہریرہ! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا؟" انہوں نے فرمایا: "اگر میں حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں کبھی بھی سجدہ نہ کرتا۔" شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو رافع الصائغ سے

روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ انہوں نے اذا السماء انشقت سورت پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس سورت طیبہ میں سجدہ کیا تھا۔"

مسدد نے صحیح میں حضرت ابورافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے سورت اذا السماء انشقت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔

تنبیہ

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم میں سجدہ کرتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہوئے تو اسے ترک کر دیا۔"

ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مفصل سورتوں میں سجدہ نہ کیا۔" امام شافعی، امام احمد، شیخین اور ثلاثہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ النجم سنائی مگر اس میں سجدہ نہ کیا۔"

مسدد سے ثقہ راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مفصل سورتوں میں سجدے نہیں۔"

❁❁❁❁

چوتھا باب

دوسرے کی قرأت سن کر سجدہ کرنا، فرائض نماز میں سجدۂ تلاوت

سعید بن منصور نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص نے قرأت کی۔ مگر اس نے سجدہ نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اسے پڑھا ہے۔ اگر تم سجدہ کرتے تو ہم بھی تمہارے ساتھ سجدہ کرتے۔''

امام شافعی اور امام بیہقی نے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے قرآن پاک کی آیت پڑھی۔ جس میں سجدہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ بھی وہاں موجود تھے۔ اس شخص نے سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے بھی اس کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر اس نے دوسری آیت طیبہ پڑھی جس میں سجدہ تھا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں تھا۔ اس نے انتظار کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ سجدہ کریں۔ مگر آپ ﷺ نے سجدہ نہ کیا۔ اس شخص نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آیۂ سجدہ پڑھی، مگر آپ ﷺ نے سجدہ نہ کیا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہمارے امام تھے۔ اگر تم سجدہ کرتے تو ہم بھی تمہارے ساتھ سجدہ کرتے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ رات کے وقت سجدۂ تلاوت میں بار بار یہ تسبیح بیان کرتے تھے: ''سجد وجھی للذی خلقه و شق سمعه و بصرہٖ بحولهٖ و قوتهٖ تبارك الله احسن الخالقین۔''

امام ترمذی اور امام الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ گویا کہ میں درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے آیت سجدہ پڑھی۔ (امام بیہقی کی روایت میں ہے میں نے سورۂ ص پڑھی) میں نے سجدہ کیا۔ میرے سجدے کی وجہ سے درخت نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے اسے سنا وہ کہہ رہا تھا:

اللھم اکتب لی بھا عندك اجرا احطط عنی بھا وزرا و اجعلھا لی عندك ذخرا و تقبلھا کما تقلبتھا من عبدك داؤد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا پھر اس طرح دعا مانگی جس طرح اس درخت نے دعا مانگی تھی اور خواب بیان کرنے والے نے بیان کیا تھا امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کے پیچھے تین بار نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرض نماز میں آیت سجدہ پڑھی۔''

پانچواں باب

سجدۂ شکر اور اس کے لیے دو رکعتیں

امام احمد نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر دشمن پر غالب آ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر اس بشارت لانے والے سے مختلف سوالات کرنے لگے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے ایک عورت کو اقتدار سونپا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مرد ہلاک ہو گئے جب کہ وہ عورتوں کی اطاعت کرنے لگے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ اس روایت کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی خوش کن معاملہ کی خبر ملتی تو رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے۔''

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ضروری امر کی خوشخبری دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گر پڑے۔

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور سارے قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کر لیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ان کے اسلام کے بارے لکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط پڑھا تو فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار فرمایا: ہمدان پر سلام ہو۔ ہمدان پر سلام ہو۔''

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو جہل کے سر کی بشارت دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں ادا کیں۔

ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے۔ جب ہم عزورا کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ اقدس بلند کر لیے ایک ساعت بھر کے لیے دعا مانگی۔ پھر سجدہ ریز ہو گئے۔ کافی دیر سجدہ ریز رہے۔ پھر اٹھے۔ دست اقدس اٹھائے۔ کچھ دیر رب تعالیٰ سے دعا مانگی پھر سجدہ ریز ہو گئے۔ کافی دیر سر بسجود رہے پھر اٹھے۔ دستِ اقدس اٹھائے دعا مانگی۔ پھر سجدہ ریز ہو گئے (احمد نے تین بار کا تذکرہ کیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ اپنی امت کے لیے

شفاعت کی۔ رب تعالیٰ نے مجھے ایک تہائی امت عطا کر دی۔ میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ اس نے مجھے میری امت کا ایک تہائی حصہ عطا فرما دیا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی اس نے آخری تہائی بھی مجھے عطا کر دیا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔''

دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن جعفر رضوان اللہ علیہ وعلی آبائہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک پست قد شخص دیکھا تو فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔'' ابن ابی شیبہ نے ان سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: '' آپ ﷺ کے پاس سے ایک پست قد شخص گزرا آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور کہا: ''ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے مجھے اس طرح نہ بنایا۔''

الطبرانی نے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ایک اپاہج شخص دیکھا تو فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب متغیر الخلق شخص دیکھتے تو سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب بندر دیکھتے تو سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب اپنی جگہ سے اٹھتے تو اس میں سجدہ کرتے۔''

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ پھر اس باغ میں تشریف لے گئے۔ جہاں سے پانی نوش فرماتے تھے۔ رخ زیبا قبلہ کی طرف کیا سجدہ ریز ہو گئے۔ سجدہ کو طویل کیا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح پرفتوح کو قبض فرما لیا ہے۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا۔ سر اقدس بلند فرمایا پوچھا: ''کون ہو؟'' میں نے عرض کی: ''عبدالرحمان'' آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: '' آپ ﷺ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ میں سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو قبض فرما لیا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا میں اس پر رحمت کروں گا۔ جس نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔'' میں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔'' اسی مفہوم کی دیگر احادیث درود شریف کے باب میں آئیں گی۔ رب تعالیٰ اپنے ہاں آپ ﷺ کے فضل و شرف میں اضافہ کرے۔

❁❁❁❁

جمعۃ المبارک کے دن اور رات کے معمولات

پہلا باب

نماز جمعہ سے قبل کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ غسل

عبداللہ بن امام احمد اور ابن ماجہ نے الفاکہ بن سعد انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کے روز غسل کرتے تھے۔

❷ مونچھیں اور ناخن تراشنا

بزار، الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کو نماز جمعۃ کے لیے جانے سے قبل اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹتے تھے۔" امام بیہقی نے امام ابو جعفر الباقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ اپنے ناخن اور مونچھیں روزِ جمعۃ المبارک کو کاٹیں۔"

زیب وزینت

ابن عدی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کے روز عمامہ شریف پہنتے تھے۔ آپ ﷺ روز جمعۃ المبارک کو منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔ لوگوں کی طرف رخ انور کرتے۔ انہیں سلام کرتے آپ ﷺ عصا مبارک اٹھاتے تھے اور منبر سے ٹیک لگاتے تھے۔"

امام احمد، امام مسلم، ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ شریف باندھ رکھا تھا۔

امام نسائی نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "گویا کہ میں اب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ شریف پہن رکھا ہے اور اس کی طرف کو مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا ہے۔"

حمیدی نے صحیح سند سے حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک اوڑھ رکھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے ہوئے رک گئے تھے۔

حارث نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو کپڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں روزِ جمعۃ المبارک کو استعمال فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ المبارک سے واپس آ کر انہیں لپیٹتے اور اوپر رکھ دیتے تھے۔"

حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی جمعۃ المبارک کے روز تشریف لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ مبارک پہنا ہوتا۔ اگر عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کو لپیٹ کر اسے بطور عمامہ باندھ لیتے۔"

۳ جمعۃ المبارک کی مغرب اور عشاء کی نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا پڑھتے تھے؟

ابن حبان اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ المبارک کی رات کو سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے اور اس روز عشاء کی نماز میں سورۃ الجمعۃ اور سورۃ المنافقین پڑھتے تھے۔"

۴ جمعہ سے قبل اور بعد میں نماز طویل کرنا

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے قبل نماز کو طویل کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں ادا فرماتے تھے وہ گفتگو فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان میں کسی چیز سے فاصلہ نہیں کرتے تھے۔"

✿✿✿✿

دوسرا باب

نماز جمعہ کا وقت اذان

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب شدید سردی ہوتی تو نماز جمعہ جلد ادا فرما لیتے جب گرمی شدید ہوتی اور نماز جمعہ کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز جمعۃ المبارک ادا کرتے تھے۔ پھر ہم واپس آتے تو دیواروں کا سایہ نہ ہوتا تھا جن سے ہم سایہ حاصل کرتے۔"

شیخین اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ ﷺ کے ساتھ سورج ڈھلتے ہی نماز جمعہ ادا کر لیتے تھے۔ پھر ہم واپس آتے۔ ہم سایہ کی تلاش میں ہوتے تھے۔"

امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے ہم واپس آتے تو ہم اپنی سواریوں کو آرام کراتے تھے۔ علی نے پوچھا: "یہ کون سی ساعت ہوتی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "سورج کے ڈھلنے کا وقت۔"

حارث نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نماز جمعہ ادا فرماتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔" امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس وقت نماز جمعہ ادا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت سعد مؤذن رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس وقت اذان جمعہ دیتے تھے جب سایہ تسمے کی مانند ہوتا تھا۔"

امام شافعی نے مطلب بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز جمعہ اس وقت ادا کرتے تھے جب ایک ذراع کے برابر سایہ مائل ہو جاتا تھا۔" امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ جمعۃ المبارک کی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں کی بات ہے دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے اذان دی جاتی تھی جبکہ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوتے تھے۔ حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں اسی طرح ہوتا تھا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا

لوگ زیادہ ہو گئے تو تیسری نداء کو دور کے لوگوں کے لیے زائد کیا گیا۔اسی پر امر ثابت ہو گیا۔"

امام احمد نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف ایک مؤذن ہوتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری نمازوں اور جمعۃ المبارک کے روز اذان دیتا تھا اور اقامت کہتا تھا۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز جمعہ کو منبر پر رونق افروز ہو جاتے تھے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترتے تو اقامت کہتے تھے۔ حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں اسی طرح ہوتا تھا حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آ گیا۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے مقامات

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱ زمین پر اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر

امام نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"تبوک کے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کمرانور اپنی سواری کے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔"امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔کمرانور کو ملتزم کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔"

۲ خچر اور اونٹنی پر خطبہ

زاد المعاد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر،منبر پر،اونٹ پر اور اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرمایا۔میں کہتا ہوں۔"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خچر پر بھی خطبہ ارشاد فرمایا۔"

امام احمد،ابوداؤد نے حضرت ہلال بن عامر المزنی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"میں نے منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سرخ چادر تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باآواز بلند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین دھرا رہے تھے۔"

امام احمد،ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔) نسائی اور بیہقی نے حضرت عمرو بن خارجہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر تھے۔اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔اس کا لعاب اس کے کندھے کے درمیان بہہ رہا تھا۔

الطبرانی نے حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"خیانت سے بچو۔یہ برا ہمراز ہے۔ظلم سے بچو یہ روز حشر کی تاریکیاں ہیں۔بخل سے بچو تم سے پہلے کی اقوام کو بخل نے ہی ہلاک کیا ہے۔حتیٰ کہ انہوں نے اپنے خون بہائے اور قطع رحمی کی۔"

۳ منبر بنانا

ابن اسحاق اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں منبر بنالوں تو میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منبر بنوایا تھا۔ اگر میں عصا پکڑوں تو میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عصا تھاما تھا۔"

طیالسی نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھوٹے سے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور ہمیں صدقہ پر ابھارا۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعۃ المبارک، عید الفطر، عید الاضحیٰ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب روز جمعہ کو مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر سے، عبداللہ بن امام احمد نے حضرت ابی بن کعب سے، ابو یعلی نے ابو سعید سے، بزار نے ایک اور سند سے انہی سے، عبد بن حمید نے ایک سند سے انہی سے، ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے، الطبرانی نے حضرت جابر سے، حضرات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعۃ المبارک کے روز کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے (دوسرے الفاظ میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روز جمعۃ المبارک کو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے یا کوئی واقعہ رونما ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے محو گفتگو ہوتے) صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مسلمان زیادہ ہو گئے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا پسند کرتے ہیں کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر بنالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوں اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" فرمایا: "ہمارے لیے یہ منبر کون بنائے گا؟ ایک شخص اٹھا۔ اس نے کہا: "میں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم منبر بنالو گے؟" اس نے عرض کی: "ہاں!" اس نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی: "فلاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا: "ہمارے لیے یہ منبر کون بنائے گا؟" ایک شخص نے عرض کی: "میں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم منبر بنالو گے؟" اس نے عرض کی: "ہاں! اس نے بھی ان شاء اللہ نہ کہا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "فلاں!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا: "ہمارے لیے منبر کون بنائے گا؟" ایک اور شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: "میں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم منبر بنالو گے؟" اس نے عرض کی: "ہاں! ان شاء اللہ!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "ابراہیم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منبر بنا دو" اس نے منبر کی تین سیڑھیاں بنائیں جب جمعۃ المبارک آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ قبلہ کی طرف رخ انور ہوا کھجور کا تنا رونے لگا حتیٰ کہ میں نے بھی اس کا رونا سن لیا حالانکہ میں مسجد کے آخر میں بیٹھا ہوا تھا۔"

وہ آپ ﷺ کے فراق پر اس طرح آواز نکالنے لگا جیسے گائے آواز نکالتی ہے۔" دوسرے الفاظ میں ہے:" وہ اس طرح آپ ﷺ کا مشتاق ہوا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے لیے مشتاق ہوتی ہے۔آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اسے گلے لگایا۔گلے لگائے رکھا۔حتیٰ کہ وہ پرسکون ہوگیا۔" دوسرے الفاظ میں ہے:" آپ ﷺ نے اسے فرمایا پرسکون ہو جا۔اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے جنت میں لگا دیتا ہوں۔صالح لوگ تیرا پھل کھائیں گے۔اگر تو پسند کرتا ہے تو میں تجھے اسی طرح شاداب کر دیتا ہوں جیسے کہ تو پہلے تھا۔اس نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو اس تنے کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔وہ ان کے پاس ہی رہا حتیٰ کہ زمین اسے کھا گئی۔"

پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:" یہ کھجور کا تنا حضور اکرم ﷺ کے عشق میں رویا۔آپ نے فرمایا: بخدا! اگر میں نیچے اتر کر اس کی طرف نہ جاتا اور اسے گلے نہ لگاتا تو یہ روز حشر تک روتا رہتا۔" دوسرے روز میں نے اسے دیکھا کہ اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ہم نے پوچھا:" اسے کیا ہوا؟" انہوں نے کہا:" حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق آئے اور انہوں نے اسے ہٹا دیا۔"

شیخین نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی کی دیوار منبر کے پاس تھی بکری بھی وہاں سے گزر نہ سکتی تھی۔"

چوتھا باب

خطبہ دینے کے انداز

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ خطبہ کے وقت صحابہ کرام کی طرف رخ انور کرنا

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر پر رونق افروز ہوتے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتے تھے۔"ابن ماجہ نے عدی بن ثابت انصاری سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوتے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتے تھے۔

❷ منبر پر جلوہ فرما ہوتے وقت یا اس سے پہلے صحابہ کرام کو سلام کرنا

زاد المعاد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر پر رونق افروز ہوتے تھے تو چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف کرتے پھر فرماتے:السلام علیکم۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو سلام کرتے تھے۔الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز جمعہ کو مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہوتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منبر کے پاس ہوتے انہیں سلام کرتے جب منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو سارے صحابہ کرام کو سلام کرتے۔"

❸ کھڑے ہو کر پھر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے،مبارک انگلیوں سے اشارہ اور آواز بلند کرنا

زاد المعاد میں ہے:"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو چشمان مقدس سرخ ہو جاتی تھیں۔آواز مبارک بلند ہوتی تھی۔غضب شدید ہو جاتا تھا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی لشکر کو ڈرا رہے ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:"اللہ تعالیٰ تمہاری صبح اور شام کو بہتر کرے۔"فرماتے:"مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سبابہ اور وسطی انگلیوں کو ملاتے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:"اما بعد! بہترین بات کتاب الٰہی ہے اور بہترین ہدایت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے۔امور میں سے بدترین اختراع کی گئی اشیاء ہیں۔ہر بدعت ضلالت ہیں۔"

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ عالم ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے تو چشمانِ مقدس سرخ ہو جاتیں، آواز مبارک بلند ہوتی غصہ شدید ہوتا گویا کہ آپ ﷺ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے: میں تمہاری صبح یا تمہاری شام کی بہتری کے لیے دعا کرتا ہوں۔ پھر فرماتے: "مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے۔" آپ ﷺ نے سبابہ اور وسطی سے اشارہ فرمایا پھر فرماتے: "احسن ہدایت محمد عربی ﷺ کی ہدایت ہے۔ شریر امور محدثات ہیں۔ ہر بدعت ضلالت ہے۔" جو اس حالت میں مرا اور اس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل خانہ کے لیے ہے۔ جس نے قرض چھوڑا یا کوئی اس طرح مرا اس کی کسی کو پرواہ نہ تھی وہ میری طرف اور مجھ پر ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ مبارک ٹانگوں پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔" امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے قرآن پاک پڑھتے لوگوں کو نصیحت کرتے۔ جو تجھے یہ بتائے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ بخدا! میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔"

امام احمد، الطبرانی (ان کے راوی ثقہ ہیں) اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے" بزار کے الفاظ یہ ہیں: "آپ ﷺ روز جمعۃ المبارک کو دو خطبے دیتے تھے۔ آپ ﷺ ان دونوں کے مابین بیٹھتے تھے۔" شیخین. ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہو کر بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ مؤذن فارغ ہو جاتا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔ پھر بیٹھ جاتے۔ گفتگو نہ فرماتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے۔ پھر کھڑے ہو جاتے۔" ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے "آپ ﷺ آیات طیبات پڑھتے۔ رب تعالیٰ کو یاد کرتے آپ ﷺ کا خطبہ بھی مختصر اور نماز بھی مختصر ہوتی تھی۔"

سمویہ نے اپنے فوائد میں، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے یا انہیں تعلیم دیتے تو اس آیت طیبہ کو کبھی ترک نہیں کرتے تھے" دوسری روایت میں ہے: "جب بھی آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوتے تو یہ آیت طیبہ ضرور پڑھتے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی (درست) بات کہا کرو اللہ پاک تمہارے اعمال کو درست کردے گا۔ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (مکرم ﷺ) کی تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بھی آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے میں نے آپ ﷺ کو یہ آیت طیبہ پڑھتے ہوئے ضرور سنا۔''

امام احمد اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت عمارہ بن رویبہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مروان کو منبر پر ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو تباہ کرے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے اس سے زائد کچھ نہ کہا تھا۔ انہوں نے اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کیا۔

ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو منبر اور اس کے علاوہ ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے تو آپ ﷺ کو یوں کہتے ہوئے سنا ہے: ''انہوں نے سبابہ سے اشارہ کیا اور وسطی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا دیا۔''

امام احمد، ابویعلی، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین نے اسے اپنے گھروں میں سنا'' یا کہا: ''اپنے پردوں میں سنا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے وہ گروہ جو زبان سے ایمان لایا ہے۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو۔ نہ ہی ان کے قابل ستر اعضاء کی ٹوہ میں نہ لگا کرو۔ جو اپنے بھائی کے کسی ایک عضو کی ٹوہ میں لگا جسے چھپانا ضروری ہے تو رب تعالیٰ اس کے اس عضو کی کھوج میں لگ جائے گا جس کے عضو کے کھوج میں رب تعالیٰ لگ جاتا ہے تو اسے اس کے گھر کے اندر ہی رسوا کر دیتا ہے۔''

۴ دورانِ خطبہ کمان یا عصا پر سہارا لینا

زاد المعاد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا کا سہارا لیتے۔ آپ ﷺ اس وقت منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔'' ابوداؤد نے اضافہ کیا ہے'' کبھی آپ ﷺ کمان پر بھی ٹیک لگا لیتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ سے یہ مروی نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی تلوار کے ساتھ سہارا لیا ہو۔

ابوداؤد نے حکم بن حزن الکلفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ کمان یا عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آپ ﷺ نے خفیہ، مبارک اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

امام شافعی نے ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عطا سے پوچھا: ''کیا آپ ﷺ

عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے؟ انہوں نے کہا: "ہاں! آپ ﷺ اس کے ساتھ پوری طرح ٹیک لگاتے تھے۔"

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت سعد بن عائذ القرظ مؤذن رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ میدان جنگ میں خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب نماز جمعہ کے لیے خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ عصا کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سفر میں انہیں خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرماتے۔"

◆ کسی امر کے لیے خطبہ روک دینا اور نیچے تشریف لانا

زاد المعاد میں ہے کہ دوران خطبہ اگر آپ ﷺ کو کسی اہم معاملہ کا سامنا کرنا پڑتا آپ ﷺ اس کے لیے تشریف لے جاتے۔ پھر اپنے خطبہ کے لیے تشریف لے آتے۔ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے۔ وہ لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ انہوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ روکا۔ نیچے اترے۔ انہیں اٹھایا۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٌۚ (سورۃ التغابن، آیت: ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں۔

میں نے انہیں دیکھا۔ یہ اپنی قمیصوں میں لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ میں نے صبر نہ کیا۔ حتیٰ کہ میں نے خطبہ منقطع کیا اور انہیں اٹھایا۔"

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) الضیاء اور حاکم نے احکام میں (انہوں نے کہا ہے کہ اس کی سند امام مسلم کی شرط پر ہے) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اتنے میں حضرات حسنین کریمین آئے۔ انہوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ وہ لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ آپ ﷺ نیچے اترے۔ ان میں سے ایک کو اٹھایا یا دونوں کو اٹھایا۔ انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر انہیں لے کر منبر پر رونق افروز ہوئے پھر فرمایا: "رب تعالیٰ کا یہ فرمان سچ ہے:

إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٌۚ (سورۃ التغابن، آیت: ۱۵)

میں نے ان دونوں شہزادوں کو دیکھا۔ میں نے صبر نہ کیا۔ میں نے خطبہ روکا اور ان دونوں کو اٹھالیا۔"

امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے ابو رفاعۃ تمیم بن اسید العدوی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں

بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ ایک مسافر شخص ہے جو اپنے دین کے بارے سوال کرنے آیا ہے۔وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے میری طرف توجہ کی۔اپنا خطبہ چھوڑا حتیٰ کہ میرے پاس تشریف لائے۔آپ ﷺ کی خدمت میں کرسی پیش کی گئی۔میرا گمان ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔آپ ﷺ اس پر جلوہ فرما ہو گئے۔مجھے وہ علوم سکھانے لگے جو رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کو عطا کیے تھے۔پھر آپ ﷺ خطبہ کی طرف تشریف لائے اور اسے مکمل کیا۔" امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے۔"انہوں نے سیاہ لکڑی دیکھی اور اسے لوہا سمجھا۔" امام نسائی کے الفاظ میں ہے "اس کرسی کو کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا اس کے پائے لوہے کے تھے۔"

❻ خطبہ کی حالت میں بعض صحابہ کرام کو شرعی امر کا حکم دینا

ائمہ کی ایک جماعت سوائے امام مالک کے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: سلیک الغطفانی روز جمعۃ المبارک کو مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔اس وقت آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔وہ نماز پڑھے بغیر بیٹھ گئے۔آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھو۔"

دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت نقل کی ہے کہ بنو قیس میں سے ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا۔اس وقت سید المرسلین ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو" آپ ﷺ نے خطبہ روک دیا حتیٰ کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔"

امام شافعی، امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔آپ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ایک شخص آیا اور مسجد میں داخل ہو گیا۔اسی کی حالت پراگندہ تھی۔آپ ﷺ نے اسے پوچھا: "کیا تم نے نماز ادا کر لی ہے؟" اس نے عرض کی: "نہیں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھو" اس نے دو رکعتیں پڑھیں۔پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو صدقہ کی ترغیب دی۔انہوں نے اپنے کپڑے پھینک دیے۔آپ ﷺ نے ان میں سے دو کپڑے اس شخص کو دے دیے۔دوسرے جمعۃ المبارک وہی شخص آیا حضور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: "کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے؟" اس نے عرض کی: "نہیں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "دو رکعتیں پڑھو" آپ ﷺ نے صدقہ پر ابھارا۔اس نے اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کو پھینکا۔آپ ﷺ نے بآواز بلند فرمایا: "اسے لے لو۔اسے لے لو" پھر فرمایا: "اس شخص کو دیکھو۔یہ گزشتہ جمعۃ المبارک کو شکستہ حالت میں آیا میں نے لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا۔انہوں نے کپڑے پھینکے۔میں ان میں سے اسے دو کپڑے

دیے۔ دوسرے جمعۃ المبارک کو میں نے لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا۔ اس نے دو کپڑوں میں سے ایک پھینک دیا۔" اس کے راوی ثقہ ہیں۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نعمان بن قوقل بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: "مختصری دو رکعتیں پڑھ لو۔"

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگنے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: "بیٹھ جا۔ تو نے تکلیف دی ہے تو نے تاخیر کر دی ہے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: "بیٹھ جا تو نے اذیت دی ہے۔ تو نے تاخیر کی ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہو گئے تو فرمایا: "بیٹھ جاؤ" یہ حکم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا وہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "عبداللہ بن مسعود آگے آجائیں۔"

امام احمد نے حضرت قیس بن ابی حازم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں دھوپ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا۔ میں دھوپ سے اٹھ کر چھاؤں میں آگیا۔"

۷ منبر پر پانی نوش فرمانا

ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے حضرت جنادہ الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ازد کے سات افراد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان میں سے ایک تھا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے کہا: "ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے پوچھا: "کیا کل تم نے روزہ رکھا تھا؟" ہم نے عرض کی "نہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم کل روزہ رکھو گے؟ ہم نے عرض کی: "نہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روزہ توڑ دو۔" ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ پانی منگوایا اور اسے نوش کر لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر ہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ المبارک کو روزہ نہیں رکھتے۔"

۸ منبر سے اترنے اور نماز جمعۃ سے قبل گفتگو کرنے والے کے لیے ٹھہر جانا

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ المبارک کے

روز منبر سے نیچے تشریف لائے۔ایک شخص نے اپنی ضرورت کے لیے آپ ﷺ سے گفتگو کی۔پھر آپ ﷺ مصلی پر تشریف لے گئے۔

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ روایت متصل نہیں ہے۔اس میں جریر بن حازم منفرد ہیں،امام ترمذی نے لکھا ہے:"میں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا۔انہوں نے کہا:"جریر کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔حضرت ثابت نے حضرت انس سے صحیح روایت اس طرح روایت کی ہے۔انہوں نے فرمایا:"نماز قائم ہوگئی۔ایک شخص نے آپ ﷺ کا دستِ اقدس تھاما۔وہ آپ ﷺ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔حتیٰ کہ بعض لوگ اونگھنے لگے۔"

پانچواں باب

آپ ﷺ کے خطبہ کی کیفیت اور آپ ﷺ کے بعض خطبات

زاد المعاد میں ہے: ''آپ ﷺ کا خطبہ رب تعالیٰ کی حمد، اس کی نعمتوں پر اس کے شکر، اس کی صفات کمال اور محامد اسلام کے بنیادی امور کی تعلیم، جنت، دوزخ، قیامت، تقویٰ، اس کے غضب کے مقامات اور اس کی رضا کی جگہوں کے اظہار پر مشتمل ہوتا تھا۔''

آپ ﷺ اپنے خطبہ میں فرماتے تھے: ''اے لوگو! تم میں ہر وہ کام کرنے کی طاقت نہیں جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں لیکن سیدھے رستہ پر چلو اور بشارت دو۔'' آپ ﷺ مخاطبین کی ضرورت اور ان کی مصلحت کے تقاضا کے مطابق خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ہر خطبہ رب تعالیٰ کی حمد وثناء اور دو شہادتوں سے شروع ہوتا تھا۔'' آپ ﷺ کبھی خطبہ طویل اور کبھی مختصر ارشاد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا فی البدیہہ خطبہ مرتب خطبہ سے طویل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ خواتین کو الگ خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور انہیں صدقہ پر ابھارتے تھے۔''

جب آپ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو بے چینیوں کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ایسے کپڑے نہ پہنتے تھے جیسے آج کل کے خطباء پہنتے ہیں۔ آپ ﷺ چادر وغیرہ بھی نہ ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ زمین پر، منبر پر، اونٹ پر اور اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔''

جب آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو چشمانِ مقدس سرخ ہو جاتی تھیں۔ آواز مبارک بلند ہو جاتی تھی گویا کہ لشکر کو ڈرا رہے ہوں۔ آپ ﷺ خطبہ میں زیادہ قرآن پاک پڑھتے تھے۔ کبھی کمان کے ساتھ ٹیک لگا لیتے تھے۔ مگر تلوار کے ساتھ کبھی سہارا نہیں لیا۔''

آپ ﷺ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں جب آپ ﷺ ان پر جلوہ افروز ہو جاتے لوگوں کی طرف رخ انور کر لیتے تو مؤذن اذان دیتا۔ آپ ﷺ اس کے بعد یا پہلے کچھ نہ فرماتے۔ جب خطبہ شروع فرماتے تو غصہ شدید ہو جاتا۔ آپ ﷺ کی آواز سے کسی کی آواز بلند نہ ہوتی تھی نہ مؤذن کی نہ کسی اور کی۔

ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو فرماتے: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے

شروں سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے رب تعالیٰ ہدایت دے دے اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے انہیں قیامت سے قبل مبشر اور نذیر بنا کر حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا جس نے ان کی نافرمانی کی تو اس نے اپنا نقصان ہی کیا۔ وہ رب تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا۔ ہم رب تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں سے کرے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں۔ اس کے غصے سے بچتے ہیں ہم اس کے ساتھ اور اس کے لیے ہیں۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور اما بعد کہا۔" الطبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اے لوگو! دنیا موجود سامان ہے جس سے پاکباز اور فاجر کھاتا ہے آخرت سچا وعدہ ہے۔ جس میں قادر شہنشاہ فیصلہ کرے گا۔ وہ حق کو ثابت کرے گا۔ باطل کو بطلان کرے گا۔ اے لوگو! آخرت والے بن جاؤ۔ دنیا والے نہ بنو ہر ماں کی اتباع اس کا بچہ کرتا ہے۔"

امام شافعی، امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اسی سے ہدایت کی التجاء کرتے ہیں۔ اسی سے نصرت چاہتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شرور سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اپنے اعمال کی برائیوں سے اسی سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ جسے رب تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جسے وہ گمراہ کرتا ہے اسے ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔"

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کے خطبہ جمعۃ کی جستجو کی۔ مگر اس نے مجھے تھکا دیا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی کو لازم پکڑا اور ان سے اس کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ جمعۃ المبارک کے دن اپنے خطبہ میں یہ فرماتے تھے: "اے لوگو! تمہارا ایک علم ہے۔ اسی علم پر رک جاؤ۔ تمہاری ایک انتہاء ہے۔ اپنی انتہاء پر رک جاؤ۔ مؤمن دو خوفوں کے مابین ہوتا ہے وہ اس مدت، جو گذر چکی ہے وہ نہیں جانتا کہ رب تعالیٰ اس میں اس کے ساتھ کیا کیا اور اس مدت کے مابین ہے جو باقی

ہے۔اسے علم نہیں کہ رب تعالیٰ اس میں اس کے ساتھ کیا کرے گا؟ مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے اپنے نفس کے لیے زادِ راہ لے لے۔ دنیا کے بعد کوئی گھر نہیں سوائے جنت یا آگ کے۔ میرے لیے اور اپنے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔"

امام بیہقی نے "الاسماء و الصفات" میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں حضور اکرم ﷺ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو فرماتے: "ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہے جو آنے والی ہے اس کے لیے کوئی دوری نہیں رب تعالیٰ کسی کی عجلت کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے معاملہ کی وجہ سے ہلکا نہیں ہوتا۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ خواہ لوگوں کو ناپسند ہو۔ جسے رب تعالیٰ قریب کر دے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ کے حق کے ساتھ اذن کے ساتھ ہی ہر چیز رونما ہوتی ہے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: "میں تمہیں آگ سے ڈراتا ہوں۔ میں تمہیں آگ سے ڈراتا ہوں۔" حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بازار میں ہوتا تو وہ اس جگہ سے آپ ﷺ کی آواز سن سکتا تھا۔ انہوں نے کہا: "حتیٰ کہ ان کی وہ چادر گر پڑی جو ان کے کندھے پر تھے۔ وہ ان کے پاؤں پر آ گری۔" دوسری روایت میں ہے: "اہلِ بازار آپ ﷺ کی آواز سن لیتے تھے حالانکہ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوتے تھے۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں خطبہ دیا اور فرمایا۔ اما بعد!

امام احمد، امام نسائی، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ قیامت کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس سرخ ہو جاتیں۔ آواز مبارک بلند ہو جاتی۔ غصہ شدید ہو جاتا گویا کہ آپ ﷺ لشکر کو ڈرا رہے ہیں آپ ﷺ فرماتے "اللہ تعالیٰ تمہاری صبح عمدہ کرے۔" ایک اور روایت میں ہے: "روز جمعۃ المبارک آپ ﷺ خطبہ دیتے وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر اس کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔ آپ ﷺ آواز بہت بلند ہوتی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے: "اما بعد! بہترین بات کتاب اللہ ہے۔ بہترین ہدایت محمد عربی ﷺ کی ہدایت ہے امور میں سے شریر نئی گھڑی ہوئی باتیں (محدثات) ہیں۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔" پھر فرماتے: "جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے نواز دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی شاہراہ ہدایت پر گامزن نہیں کر سکتا۔" پھر فرماتے: "مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے۔" پھر فرماتے: "جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل خانہ کے لیے ہے جس نے اپنے اہل و عیال غریب چھوڑے تو وہ میرے لیے مجھ پر ہیں۔ میں اہل ایمان کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔"

امام احمد، الطبرانی، البزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (راوی کو شک ہے) انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دیتے تھے۔ ہمیں رب تعالیٰ کے ایام کو یاد کراتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے اثرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے عیاں تھے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو خبردار کرنے والے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت جبرائیل امین سے ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم نہ فرماتے حتیٰ کہ وہ بلند ہو جاتے۔"

امام شافعی نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روز جمعۃ المبارک کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: "ارے! دنیا ایک موجود سامان ہے جس سے پاکباز اور فاجر کھاتا ہے۔ ارے! آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں شہنشاہِ قادر فیصلہ کرے گا۔ ارے! تمام کی تمام خیر اپنے گوشوں اور کناروں سمیت جنت میں ہے اور تمام کا تمام شر اپنے گوشوں اور کناروں سمیت آگ میں ہے۔ ارے! جان لو! تم اللہ تعالیٰ کے بارے خوف پر ہو جان لو! تمہیں تمہارے اعمال پر پیش کیا جائے گا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

امام شافعی، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد بن منیع نے حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سورۃ ق و القرآن المجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہر روز منبر پر صحابہ کرام کو خطبہ ارشاد فرماتے وقت پڑھتے تھے۔

ابن سعد نے ام جبیبہ سے روایت کیا ہے۔ ان کا نام حضرت خولہ بنت قیس الجھنیہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں روز جمعۃ المبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن لیتی تھی حالانکہ میں خواتین میں سے سب سے آخر میں ہوتی تھی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ ق والقرآن المجید کی قرأت کرتے ہوئے سنتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوتے تھے اور میں مسجد کے آخر میں ہوتی تھی۔"

شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اس آیت طیبہ کی تلاوت فرما رہے تھے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ (الزخرف، آیت: ۷۷)

ترجمہ: اور وہ پکاریں گے اے مالک۔

امام احمد، مسلم اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی مختصر ہوتی تھی اور خطبہ بھی مختصر ہوتا تھا۔" ابوداؤد نے روایت کیا ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی آیات پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے" ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے

کہ آپ ﷺ روز جمعۃ کو زیادہ طویل وعظ نہ فرماتے تھے وہ چند کلمات ہی ہوتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ابونعیم نے حکم بن حزم الکلفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے روز جمعۃ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی ہلکے مبارک اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ اس کی تعریف فرمائی پھر فرمایا: "اے لوگو! تم ہر اس امر کی طاقت نہیں رکھتے یا نہیں کر سکتے جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں لیکن صراط مستقیم اپناؤ اور بشارت دو۔" امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن الاوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ اکثر ذکر کرتے تھے لغویات بالکل نہ کرتے تھے۔ نماز طویل فرماتے۔ خطبہ مختصر فرماتے۔ آپ ﷺ کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ اس کی ضرورت کے لیے جانے میں عار نہ سمجھتے تھے۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جمعۃ المبارک کے روز تبارك الذی سورت پڑھی۔ آپ ﷺ کھڑے تھے اور ایام اللہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ عبداللہ بن امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے روز جمعۃ المبارک کو سورت برات پڑھی۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر ایام اللہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔"

عبد بن حمید نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں سورۃ المائدۃ اور سورۃ التوبۃ پڑھی۔ پھر فرمایا: "ان دونوں سورتوں میں رب تعالیٰ نے جسے حرام کیا ہے اسے حرام سمجھو جسے حلال کیا ہے اسے حلال سمجھو۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے اسحاق بن زریق کے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ منبر پر سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ میں سورۃ الزمر پڑھی۔ منبر نے دوبارہ حرکت کی۔

البزار اور الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ ہر جمعۃ المبارک کو مؤمنین مؤمنات، مسلمین اور مسلمات کے لیے مغفرت طلب کرتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں حضور اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو۔ مصروفیت سے قبل صالحہ اعمال کرنے کے لیے جلدی کرو۔ اس تعلق کو جوڑو جو تمہارے اور تمہارے رب تعالیٰ کے مابین ہے۔ اس کی رحمت کے لیے دعا مانگا کرو۔"

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جمعہ کی کیفیت

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ نماز جمعہ سے قبل نماز

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھتے ان میں کسی چیز سے فاصلہ نہ کرتے تھے۔

❷ نماز جمعہ میں قرأت

امام احمد، امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت عبید اللہ بن ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روز جمعہ کو الحمد شریف کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقین پڑھی۔ میں نے عرض کی: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دو سورتیں پڑھیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں پڑھتے تھے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی دو سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔"

امام احمد، امام شافعی، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں سورت سبح اسم ربك الاعلی اور سورت هل اتاك حديث الغاشية پڑھتے تھے۔ امام مالک، امام احمد، امام مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز جمعۃ کو اور عیدین میں سورت سبح اسم ربك الاعلی اور سورت هل اتاك حديث الغاشية پڑھتے تھے۔ جب جمعہ اور عید ایک ہی دن ہوتے تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔"

عبد الرزاق نے مصنف میں اور سعید بن منصور نے حضرت طاؤس سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ کی نماز میں سورۃ الجمعہ اور سورت یا ایها النبی اذا طلقتم النساء پڑھتے تھے۔

البزار اور الطبرانی نے حضرت ابی عنبہ خولانی سے، مسلم اور ائمہ اربعہ نے ابن عباس سے، الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن مردویہ نے ان سے اور حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روز جمعۃ کو سورۃ الجمعۃ پڑھتے تھے۔ اہل ایمان کو ترغیب دلاتے تھے۔ دوسری رکعت میں سورۃ المنافقین پڑھتے تھے۔ جس سے منافقین کو ڈراتے تھے۔"

۳ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے بعد کچھ نہ پڑھتے واپس تشریف لاتے تو دو طویل رکعتیں پڑھتے۔ الطبرانی نے حجاج بن ارطاۃ اور عطیہ العوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے پہلے چار اور بعد میں بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کے مابین کسی چیز سے فاصلہ نہ کرتے تھے۔

ساتواں باب

نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد عادت مبارکہ

ائمہ ستہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے بعد کچھ نہ پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آجاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو طویل رکعتیں ادا فرماتے تھے۔"

الطبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کے مابین کسی چیز سے فاصلہ نہ کرتے تھے۔"

ابوعبید، ابن منذر، الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن بسر الحبرانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عبداللہ بن بسر المازنی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب وہ نماز جمعہ ادا کر لیتے تو باہر نکل جاتے بازار جاتے۔ پھر مسجد واپس آجاتے۔ اتنی نماز پڑھتے جتنی رب تعالیٰ چاہتا۔ ان سے عرض کی گئی: "آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔" پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ، آیت:۱۰)

ترجمہ: پھر جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل سے۔

❁❁❁❁

سفر میں فرض نمازیں

پہلا باب

قصر مباح ہونا اور یہ رخصت ہے

امام احمد، امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین امن سے سفر کیا آپ ﷺ کو رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ تھا۔ آپ ﷺ نے نماز قصر (دو رکعتیں) پڑھی۔''

امام مالک، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''قصر نماز کیسے ہوگی۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

ترجمہ: تو نہیں مجھے تم پر کوئی حرج اگر تم قصر کرو نماز میں اگر ڈرو تم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! حضور اکرم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی جو کچھ آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا وہ یہ کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سفر میں دو رکعتیں ادا کریں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ ہماری طرف مبعوث کیے گئے ہم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ ہم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہم نے حضور اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شافعی، شیخین اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے لیے عازم سفر ہوئے آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھائیں۔''

شیخین نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہم مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کے لیے آپ ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے، آپ ﷺ دو دو رکعتیں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ واپس آگئے۔'' ان سے عرض کی گئی: ''تم مکہ مکرمہ میں کتنے روز ٹھہرے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہم وہاں دس روز ٹھہرے تھے۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں انیس روز قیام فرمایا۔ آپ ﷺ قصر نماز پڑھتے رہے۔ہم جب بھی سفر کریں اور انیس روز قیام کریں تو ہم قصر پڑھتے ہیں۔اگر زیادہ قیام کریں تو ہم پوری نمازیں پڑھتے ہیں۔'' ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سترہ روز قیام کیا تھا۔آپ ﷺ قصر نماز پڑھتے رہے۔''

ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی۔فتح مکہ میں شرکت کی۔آپ ﷺ مکہ مکرمہ اٹھارہ روز قیام فرما رہے۔آپ ﷺ صرف دو رکعتیں پڑھتے رہے۔''

ابوداؤد نے امام زہری کی سند سے حضرت عبیداللہ سے (اس کے راوی ثقہ ہیں۔ابن اسحاق اس میں منفرد نہیں ہیں) امام نسائی نے عراک بن مالک کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں پندرہ روز قیام کیا اور نمازِ قصر پڑھتے رہے۔''

تنبیہ

اس اختلاف کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے ۱۹/روز کا قول کیا ہے اس نے آپ ﷺ کے دخول اور خروج کے ایام کو شامل کیا ہے جس نے سترہ روز کا قول کیا ہے اس نے ان کو حذف کر دیا ہے۔الحافظ نے لکھا ہے: ''پندرہ روز کی روایت یہ احتمال رکھتی ہے کہ اصل روایت میں سترہ روز کا تذکرہ ہے راوی نے آپ ﷺ کے دخول اور خروج کے ایام کو خارج کر کے پندرہ روز کا ذکر کر دیا ہے۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے تو دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے حتیٰ کہ آپ ﷺ واپس تشریف لے آتے۔'' امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ سفر میں دو رکعتیں اور حضر میں چار رکعتیں ادا کرتے تھے۔''

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے ہمیں نماز ظہر اور نماز عصر دو دو رکعتیں پڑھائیں حالانکہ ہماری تعداد بہت زیادہ تھی اور ہم بہت زیادہ امن سے تھے۔''

طیالسی (اس کے راوی ثقہ ہیں) مسدد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بھی سفر کے لیے کاشانہ اقدس سے روانہ ہوتے تو دو دو رکعتیں پڑھتے حتیٰ کہ آپ ﷺ واپس آجاتے۔'' ابن ابی شیبہ نے حضرت

انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت کی ابتداء میں ان کے ہمراہ منیٰ میں دو دو رکعتیں پڑھتا تھا۔''

حارث، مسدد، البزار نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ سب امور پر عمل کرتے تھے۔ آپ ﷺ روزے بھی رکھتے تھے۔ افطار بھی کرتے تھے۔ مکمل نماز بھی پڑھتے تھے نماز میں قصر بھی کرتے تھے۔''

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بھی آپ ﷺ نے سفر فرمایا آپ ﷺ دو دو رکعتیں ادا کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ واپس آجاتے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ کسی جگہ فروکش ہوتے تو وہاں سے روانہ ہوتے حتیٰ کہ آپ ﷺ نماز ظہر ادا کر لیتے۔''

امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ کسی سفر میں ہوتے اور رات کو کسی مقام پر قیام فرماتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے جب آپ ﷺ صبح سے تھوڑی دیر پہلے آرام کرتے تو اپنی مبارک کہنیوں کو بلند کرتے اور اپنا سر اقدس اپنی ہتھیلی پر رکھ دیتے۔''

✿✿✿✿

دوسرا باب

قصر کی مسافت اور اس کی ابتداء

امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین میل یا تین فرسخ فاصلہ طے کر لیتے (شعبہ کو شک گزرا ہے) تو دو رکعتیں ادا کرتے۔" امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت شرحبیل بن سمیط کے ساتھ اس بستی کی طرف گیا جو تقریباً سترہ میل دور تھی۔ انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے انہیں عرض کی تو انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ذو الحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے ان سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا: "میں اسی طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔"

مسدد، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع اور عبد بن حمید نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ سے سفر فرماتے تو ایک فرسخ سفر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصر نماز پڑھتے تھے۔" شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو دو رکعتیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ آگئے۔" ان سے عرض کی گئی: "کیا تم نے مکہ مکرمہ میں قیام کیا تھا؟" انہوں نے فرمایا: "ہم نے وہاں دس روز تک قیام کیا تھا ہم قصر نماز پڑھتے تھے۔"

امام احمد، امام بخاری، ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں انیس روز قیام کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصر نماز پڑھتے رہے۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی سفر کیا اس میں دو دو رکعتیں پڑھیں۔ سوائے نماز مغرب کے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ میں اٹھارہ روز تک قیام فرما رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دو دو رکعتیں پڑھاتے رہے سوائے نمازِ مغرب کے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: "اہل مکہ! اٹھو۔ بقیہ دو رکعتیں مکمل کر لو۔ ہم مسافر قوم ہیں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف اور حنین تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو دو رکعتیں ادا کرتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ تشریف لائے اور ذو القعدہ میں وہاں سے عمرہ کیا۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں بیس روز تک قیام کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصر نماز ادا کرتے رہے۔"

❁❁❁❁

تیسرا باب

دونمازیں جمع کرنا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱ جمع کرنا مباح ہونا اور اس کی رخصت ہونا

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع کرتے رہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی جلدی نہ تھی نہ دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعاقب میں تھا نہ ہی کسی چیز کا خوف تھا۔"

۲ سفر میں دونمازیں جمع کرنا

امام احمد، شیخین اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں دونمازیں جمع کرنے کا ارادہ فرماتے۔" دوسری روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی ہوتی تو نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھتے۔ ایک اور روایت میں ہے: "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کے ڈھل جانے سے پہلے عازم سفر ہوتے تو نماز ظہر کو نماز عصر تک مؤخر کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لاتے اور دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھتے۔ جب سورج روانگی سے قبل ڈھل جاتا تو نماز ظہر ادا کرتے پھر سوار ہو جاتے۔ نمازِ مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ نماز میں مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھتے جبکہ شفق غائب ہو جاتا۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر اور نمازِ عصر کو اور نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء کو جمع فرماتے تھے۔"

امام احمد، امام شافعی، شیخین، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سورج زائل ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال سے قبل عازم سفر ہوتے تو نماز ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ انہیں عصر کے وقت جمع فرما لیتے جب نماز مغرب کا وقت ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس میں ہوتے تو نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھتے۔ اگر روانگی کے وقت مغرب کا وقت نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو جاتے جب عشاء کا وقت ہو جاتا تو نیچے اترتے اور دونوں نمازیں جمع فرما لیتے۔"

امام احمد اور ابن ابی عمر نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے نماز ظہر کو مؤخر کیا، عصر کو جلدی پڑھا۔ مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا۔ آپ ﷺ سفر میں اس طرح کرتے تھے۔"

دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سورج کے ڈھل جانے کے وقت آپ ﷺ عازم سفر ہوتے تو آپ ﷺ نماز ظہر اور نماز عصر کو جمع فرما لیتے جب جلدی ہوتی تو نمازِ ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور ان دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔"

الطبرانی نے حفص بن عمر الجدی کی سند سے روایت کیا ہے (امام ذہبی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر میں چھ ماہ قیام کیا آپ ﷺ نماز ظہر اور نماز عصر ملا کر پڑھتے رہے۔"

امام مسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوۂ تبوک میں نماز ظہر اور نماز عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھتے رہے۔"

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی حسن سند کے ذریعہ ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ تبوک میں جب روانگی سے قبل سورج ڈھل جاتے تو آپ ﷺ نماز ظہر اور نماز عصر کو جمع کر لیتے جب آپ ﷺ سورج ڈھلنے سے پہلے روانہ ہوتے تو نماز ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ عصر کے نیچے تشریف لے آتے۔ نماز مغرب میں بھی آپ ﷺ اسی طرح کرتے۔ اگر روانگی سے قبل سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھتے اور اگر غروب آفتاب سے پہلے روانہ ہو جاتے تو مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ نماز عشاء کے لیے نیچے اترتے پھر دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھ لیتے۔"

۳ مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا

دار قطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا: "آپ ﷺ نے مزدلفہ میں نماز مغرب اور نماز عشاء ملا کر پڑھیں۔ ہر ایک کے لیے علیحدہ اقامت کہی۔ ان کے مابین تسبیح نہ کہی۔

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے وقت کے بغیر نماز پڑھی ہو۔ سوائے دو نمازوں کے۔ آپ ﷺ نے نماز مغرب اور نماز عشاء کو اکٹھا پڑھا۔ اس روز نماز فجر کو وقت سے پہلے پڑھا۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عرفہ میں ایک اذان کے ساتھ نماز ظہر اور عصر پڑھی۔ ان کے مابین تسبیح نہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے دو اقامتیں کہیں۔ آپ ﷺ نے نماز مغرب اور نماز عشاء پڑھی ایک اذان اور دو اقامتیں کہیں۔ ان کے مابین تسبیح نہ کہی۔

امام احمد نے حضرت ابن عمرو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز ظہر اور نماز عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع کیا۔"

حضر میں دونمازیں جمع کرنا

ایک جماعت نے سوائے ابن ماجہ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں سات آٹھ نمازیں اس طرح پڑھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خوف اور سفر کے بغیر نماز ظہر اور نماز عصر کو، نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھا۔" دوسری روایت میں ہے کہ بغیر خوف اور بارش کے۔" عمرو نے کہا: "ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کو مؤخر کیا۔نماز عصر کو جلدی پڑھا۔نماز مغرب کو تاخیر سے اور نماز عشاء کو جلدی پڑھا۔" انہوں نے کہا: "میرا بھی یہی گمان ہے۔" امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے یہ اضافہ کیا ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر خرج نہ ہو۔"

امام نسائی کے نزدیک تعجیل اور تاخیر کے الفاظ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہیں۔" الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر اور نماز عصر کو اور نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے عرض کی گئی تو فرمایا: "میں نے یہ اس لیے کیا ہے تا کہ میری امت پر کوئی حرج نہ ہو۔"

البزار نے حضرت ابوہریرہ سے عثمان بن خالد اموی کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں خوف کے بغیر دونمازیں جمع کیں۔"

امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے: "اس حدیث کے بارے علماء کے کئی اقوال ہیں بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کی وجہ سے انہیں جمع کیا۔عظیم متقدمین کی ایک جماعت کا یہی مؤقف ہے لیکن یہ مؤقف اس روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ خوف اور بارش کے بغیر دونمازیں جمع کیں۔انہوں نے اس روایت کا ارادہ کیا ہے جو انہوں نے نقل کی ہے۔امام مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر اور نماز عصر کو اور نماز مغرب اور نماز عشاء کو ملا کر پڑھا حالانکہ نہ خوف تھا نہ بارش تھی۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کی وجہ سے اس طرح کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی۔پھر بادل چھٹ گیا۔یہ امر عیاں ہو گیا کہ عصر کا وقت داخل ہو گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر پڑھ لی۔یہ بھی باطل ہے۔کیونکہ اگر نماز ظہر اور نماز عصر میں تھوڑا سا احتمال بھی ہو لیکن نماز مغرب اور نماز عشاء میں احتمال نہیں ہے۔"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز تاخیر سے پڑھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے وقت میں پڑھا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو دوسری نماز کا وقت ہو گیا تو اسے پڑھا تو یہ دونمازیں جمع کرنے کی صورت بن گئی۔یہ مؤقف بھی باطل اور ضعیف ہے۔" انہوں نے اس کے دلائل لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر مثلاً مرض وغیرہ کی وجہ سے انہیں جمع کیا۔یہ حضرت احمد بن حنبل، ہمارے ساتھیوں میں سے قاضی حسین، اسی طرح خطابی،

متولی اور رویانی نے اسے اختیار کیا ہے۔ حدیث کے ظاہر کی تاویل کے مطابق یہی پسندیدہ موقف ہے حضرت ابن عباس کا فعل اور حضرت ابو ہریرہ کی موافقت بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں بارش سے زیادہ مشقت ہے۔

ائمہ کی ایک جماعت نے حضر میں اس شخص کے لیے جمع کرنے کے جواز کا قول کیا ہے جو اسے اپنی عادت نہ بنا لے۔ یہ ابن سیرین، اصحاب مالک میں سے اشہب کا ہے۔ اسی طرح خطابی نے قفال سے اور الشاشی الکبیر کا موقف لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کے فرمان کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ ﷺ کی امت کو حرج نہ ہو" انہوں نے مرض وغیرہ کو اس کی علت نہ بنایا۔

۵ کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز سواری پر ادا کرنا

الطبرانی، ابوداؤد، یعلیٰ بن مرہ کی روایت سے (الطبرانی کی سند ثقہ ہے) حضرت یعلیٰ بن امیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے۔ ہمیں بارش کا سامنا کرنا پڑا۔ نیچے گیلی مٹی اور اوپر بارش تھی۔ آپ ﷺ گھاٹی میں تھے نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ اقامت کہی حضور ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر نماز پڑھائی۔ صحابہ کرام اپنی اپنی سواریوں پر تھے۔ آپ ﷺ نے اشارے سے نماز پڑھی۔ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے نیچے تھا۔"

بزار نے عمرو بن یعلیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فرض نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ ہمارے آگے تشریف لے گئے۔ ہمیں امامت کرائی۔ ہم نے اپنی سواریوں پر نماز پڑھی۔"

چوتھا باب

سفر میں نوافل ادا کرنا

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ نفلی نماز کی کیفیت

امام احمد اور ابوداؤد (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تیرہ یا اٹھارہ سفر کیے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز سے قبل کبھی دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔"

امام ترمذی نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضر کی نماز اور سفر کی نماز فرض کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضر میں اس سے پہلے اور اس کے بعد اور سفر میں اس سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھتے تھے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔" دارقطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں نے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتوں سے زائد نہ پڑھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔"

❷ سفر میں سواری پر نفلی نماز

ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ سواری پر نفلی نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو قبلہ رو ہو جاتے نماز کے لیے تکبیر کہتے پھر نماز پڑھنے لگتے خواہ سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔"

شیخین نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر نماز پڑھ رہے تھے خواہ اس کا رخ جدھر بھی ہو جاتا۔" ایک روایت میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرۂ انور سے اشارہ فرماتے خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ جدھر بھی ہوتا لیکن فرض نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نہیں کرتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں غزوۂ انمار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے بہرہ یاب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر نماز پڑھ رہے تھے۔ اس کا چہرہ مشرق کی طرف تھا۔" ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نفلی نماز اپنی سواری پر ادا فرما لیتے تھے۔ خواہ اس کا رخ جدھر بھی ہوتا۔ لیکن جب فرض نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو نیچے تشریف لاتے اور قبلہ رو ہو جاتے۔"

امام احمد، ایک جماعت اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر نفلی نماز پڑھ لیتے تھے خواہ اس کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر اقدس سے اشارہ فرماتے تھے۔" ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفلی نماز اپنی اونٹنی پر ادا فرما لیتے تھے۔ خواہ اونٹنی کا رخ جدھر بھی ہوتا۔" ایک اور روایت میں ہے: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور خیبر کی طرف تھا۔" ایک اور روایت میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر وتر ادا کر لیتے تھے۔"

ابوداؤد اور امام ترمذی نے یعلی بن مرہ سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے وہ کسی گھاٹی میں پہنچے نماز کا وقت ہو گیا۔ آسمان سے بارش برسنے لگی اوپر سے بارش تھی نیچے تر زمین تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی اذان دی صحابہ کرام کو اشارہ سے نماز پڑھائی سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے نیچے کیا۔" الطبرانی یہ روایت یعلی بن امیہ سے روایت کی ہے۔

امام مالک، ابن ماجہ اور دارقطنی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر وتر ادا کر لیتے تھے۔ ائمہ مالک، احمد، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے پر نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور خیبر کی طرف تھا۔" ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر وتر ادا فرما لیتے تھے۔ امام احمد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت شقران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے نماز ادا کر رہے تھے۔"

امام احمد نے حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر شام کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی طرف

رخ انور کر کے نماز پڑھ لیتے تھے جب فرض نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو نیچے تشریف لاتے اور قبلہ رو ہو جاتے۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ ﷺ اپنی سواری پر ہر طرف رخ انور کر کے نفلی نماز پڑھ لیتے تھے آپ ﷺ اشارہ فرماتے تھے۔سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے نیچے ہوتا تھا۔"

امام احمد، ترمذی اور دار قطنی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی سواری پر جس طرف رخ انور ہوتا نفلی نماز پڑھ لیتے تھے۔آپ ﷺ نماز اشارے سے پڑھتے تھے۔

تنبیہات

- ابن قیم نے لکھا ہے۔"آپ ﷺ سے یہ محفوظ نہیں کہ آپ ﷺ نے سفر میں نماز سے قبل یا بعد میں سنتیں ادا کیں ہوں۔سوائے فجر کی سنتوں کے۔"الحافظ نے لکھا ہے:"ان کا رد وہ روایت کرتی ہے جسے امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور وہ روایت بھی اس کا رد کرتی ہے جسے ابو داؤد نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے گدھے پر نماز پڑھی دار قطنی وغیرہ نے لکھا ہے یہ عمرو بن یحییٰ المازنی کی لغزش ہے۔معروف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی سواری یا اونٹ پر نماز ادا کی صحیح مؤقف یہ ہے کہ گدھے پر نماز ادا کرنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جیسے کہ امام مسلم نے اس کے بعد ذکر کیا ہے۔امام نووی نے لکھا ہے کہ عمرو کی لغزش میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے کہ وہ ثقہ ہیں انہوں نے اس چیز کا ذکر کیا ہے جس کا احتمال ہے۔شاید آپ ﷺ نے ایک بار گدھے پر، ایک بار اونٹ پر یا کئی بار اونٹ پر نماز پڑھی لیکن کہا جائے گا کہ یہ جمہور کی اس روایت کے مخالف ہے جس میں اونٹ یا سواری کا تذکرہ ہے۔شاذ مردود ہے۔"

میں کہتا ہوں:"امام الطبرانی نے مسلم بن خالد الزنجی کی سند سے (امام شافعی نے انہیں ثقہ کہا ہے) ابن حبان اور ابن عدی وغیرہم نے یہ بھی روایت لکھی ہے۔ایک جماعت نے انہیں ضعیف کہا ہے۔امام ذہبی نے مغنی میں لکھا ہے کہ یہ صدوق تھے ان پر تہمت لگائی گئی۔

الحافظ نے تقریب میں حضرت شقران رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔آپ ﷺ خیبر کی طرف رخ انور کر کے گدھے پر نفلی نماز ادا کر رہے تھے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلوٰۃ الخوف

پہلا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی بار صلوٰۃ الخوف پڑھی اور اس کی کیفیات (اختصار کے ساتھ)

امام حافظ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ایام میں صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غور و فکر فرما لیتے تھے کہ کون سی صورت نماز کے لیے زیادہ محتاط ہے۔ نگرانی کے لیے زیادہ عمدہ ہے۔ یہ صورتوں کے اختلاف کے باوجود معنی میں متفق ہیں۔"

ابن قصار المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بار صلوٰۃ الخوف پڑھی جبکہ قاضی ابوبکر بن عربی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوبیس بار صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

امام ترمذی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "صلوٰۃ الخوف کے بارے چھ یا سات روایات ثابت ہیں۔ ان میں سے جس پر بھی آدمی عمل پیرا ہوگا اس کے لیے جائز ہوگا۔ ان کا میلان حضرت سہل بن ابی خثمہ کی روایت کی طرف ہے۔ امام شافعی نے بھی اسے ترجیح دی ہے۔ جبکہ امام ابن راہویہ نے کسی چیز کو کسی چیز پر کوئی ترجیح نہیں دی۔ اسی طرح ابن جریر اور ابن منذر نے کہا ہے انہوں نے آٹھ وجوہات لکھی ہیں۔ اسی طرح ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے اور انہوں نے نویں وجہ کا اضافہ کیا ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے: "اس کے بارے چودہ وجوہات درست ہیں" انہوں نے جزء مفرد میں انہیں بیان کیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "صلوٰۃ الخوف کے بارے بہت سی روایات ہیں۔ ان میں سے سولہ مختلف روایات صحیح ہیں۔" امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی طرح لکھا ہے لیکن انہوں نے انہیں تفصیل سے نہیں لکھا۔ ابوفضل عراقی نے شرح الترمذی میں انہیں تفصیل سے لکھا ہے۔ انہوں نے ان کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے۔ اس طرح یہ سترہ وجوہات بن گئیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہیں ایک دوسرے میں داخل کرنا ممکن ہے۔"

زاد المعاد میں ہے: ''اس کے اصول چھ صفات ہیں۔ بعض نے اکثر کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس قصہ کو علیحدہ وجہ شمار کیا ہے جو مختلف راویوں نے ایک ہی واقعہ میں آپ ﷺ کے بارے اختلاف سے روایت کیا۔ یہ راویوں کا اختلاف ہے۔'' الحافظ نے لکھا ہے: ''یہی مؤقف معتمد ہے ہمارے عراقی شیخ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ ان وجوہات کو ایک دوسرے میں داخل کرنا ممکن ہے۔'' میں کہتا ہوں: ''امام احمد کے کلام میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ چھ وجوہات ہیں جو حضرت سہل، ابن عمر، ابو عیاش الزرقی، ابو بکرہ، جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔

❁❁❁❁

دوسرا باب

صلوٰۃ الخوف کی کیفیات (تفصیل کے ساتھ)

امام، حافظ شیخ الاسلام ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی الشافعی نے لکھا ہے: "میں نے ان احادیث کو جمع کر دیا ہے جو صلوٰۃ الخوف کے بارے وارد ہیں۔ میں نے شمار کیا وہ سترہ وجوہات تھیں۔ بعض روایات میں دشمن آپ ﷺ کے اور قبلہ کے مابین تھا۔ باب کی اکثر روایات یہی ہیں۔
بعض روایات میں ہے کہ دشمن قبلہ کی علاوہ کسی اور سمت میں تھا۔ یہ پانچ احادیث ہیں۔ یہ روایات حضرت ابن عمر، حضرت سہل بن ابی حثمہ، حضرت جابر (حسن نے ان سے روایت کیا ہے)، حضرت ابوہریرہ (ان سے مروان بن حکم نے روایت کیا ہے) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہیں۔ میں انہیں نکھار کر یہاں ذکر کرتا ہوں۔"

پہلی وجہ

ائمہ خمسہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ میں شامل کیا۔ ہم نے دشمن کا سامنا کیا۔ ہم نے ان کے لیے صف بندی کر لی۔ حضور اکرم ﷺ ہمیں امامت کرانے کے لیے اٹھے۔ ایک گروہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔ دوسرا گروہ دشمن کے سامنے آگیا۔ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھ پہلے گروہ نے ایک رکعت اور دو سجدے کیے پھر وہ واپس چلے گئے۔ وہ اس گروہ کی جگہ پر چلے گئے جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ پھر وہ گروہ آگیا جس نے نماز نہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک رکعت اور دو سجدے کیے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ پھر ہر شخص اٹھا۔ اس نے خود ایک رکعت اور دو سجدے کیے۔"

العراقی نے لکھا ہے: "حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں اسی طرح ہے لیکن نہ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اور نہ ہی حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں دونوں گروہوں کی رکعت کی ادائیگی کی کیفیت ہے کہ کیا ہر گروہ نے امام کے سلام کے بعد رکعت کو مکمل کیا یا اس کی قضاء کو مقدم کیا دوسرے گروہ نے نگرانی کی پھر دوسرے گروہ نے نماز پڑھی اور دوسروں نے نگرانی کی۔"

اس کے بارے میں امام نووی نے اختلاف نقل کیا ہے انہوں نے شرح مسلم میں لکھا ہے: "پھر دونوں گروہوں نے اپنی بقیہ رکعت کو مکمل کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جدا جدا پڑھا۔ یہی صحیح مؤقف ہے۔" عراقی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف روایت میں نہیں بلکہ علماء کا اختلاف ہے۔ گویا کہ امام نووی نے یہ بات حضرت قاضی سے اخذ کی ہے۔ انہوں نے اسے الاکمال میں لکھا ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے دونوں نے اکٹھی ہی نماز پڑھی۔ یہ ابوسہل بن حبیب کی

تاویل ہے۔اشہب کے قول کو بھی اسی پر محمول کیا جاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے بقیہ رکعت اکٹھی پڑھی۔ایک قول یہ ہے کہ بقیہ رکعت جدا جدا پڑھی۔یہی صحیح موقف ہے جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔اشہب کی طرف یہی قول منسوب ہے۔"پھر عراقی نے لکھا ہے:"البتہ جو کچھ الرافعی وغیرہ کتب الفقہ میں ہے۔

دوسری وجہ

امام شافعی اور ائمہ خمسہ نے مالک بن یزید سے حضرت صالح بن خوات سے روایت کیا ہے۔یہ ان صحابہ کرام میں شامل تھے۔جنہوں نے ذات الرقاع کے دن آپ ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔انہوں نے فرمایا:"ایک گروہ نے آپ ﷺ کے ساتھ صف بندی کر لی۔دوسرا گروہ دشمن کے سامنے تھا۔آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھی جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔انہوں نے اپنی نماز مکمل کی۔پھر وہ چلے گئے۔انہوں نے دشمن کے سامنے صف بندی کر لی۔دوسرا گروہ آ گیا آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ بقیہ رکعت پڑھی پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔انہوں نے اپنی رکعت مکمل کی۔پھر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔"

شیخین نے حضرت سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے دو صفیں بنا لیں جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔آپ ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔آپ ﷺ کھڑے ہی رہے حتیٰ کہ ان صحابہ کرام نے ایک رکعت پڑھ لی جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھے پھر وہ دشمن کے سامنے چلے گئے۔وہ گروہ آ گیا جو دشمن کے سامنے تھا۔آپ ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔حتیٰ کہ ان صحابہ کرام نے ایک رکعت پڑھ لی جو دشمن کے سامنے تھا پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔

تیسری وجہ

شعبہ نے عبدالرحمان سے،انہوں نے صالح بن خوات سے انہوں نے سہل بن ابی حثمہ سے،یزید بن رومان کی روایت میں ہے حضرت صالح سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"مگر جب پہلے طائفہ نے اپنی رکعت مکمل کر لی تو انہوں نے سلام پھیر دیا۔پھر وہ چلے گئے۔امام المرسلین ﷺ دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا۔انہوں نے اپنی دوسری رکعت مکمل کی۔پھر سلام پھیر دیا۔قاضی نے لکھا ہے:"امام مالک،امام شافعی اور ابو داؤد نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔"

چوتھی وجہ

امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت سہل بن ابی خثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیچھے صحابہ کرام کی دو صفیں بنا لیں۔اپنے ساتھ ملے ہوئے گروہ کو ایک رکعت پڑھائی پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے آپ ﷺ کھڑے ہی رہے

حتیٰ ان صحابہ نے ایک رکعت پڑھ لی جو آپ ﷺ کے پیچھے تھے پھر وہ صحابہ کرام آگئے جو دشمن کے سامنے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ پھر ان صحابہ کرام نے ایک رکعت پڑھی جو پیچھے رہ گئے تھے پھر سب نے سلام پھیر دیا۔ ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے: "یہ روایت اولیٰ ہے جبکہ ایک گروہ نے نماز پڑھ لی وہ آگے چلے گئے اور انہوں نے سلام نہ پھیرا۔"

پانچویں وجہ

شیخین وغیرہما نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوہ ذات الرقاع میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ نماز قائم ہوگئی۔ ایک طائفہ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر دوسری طائفہ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر دوسری طائفہ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ نے چار رکعتیں اور صحابہ کرام نے دو رکعتیں پڑھیں۔" عراقی نے لکھا ہے: "انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ نے پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا ہو۔"

چھٹی وجہ

امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت حسن سے اور انہوں نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کی طرح پڑھی۔ بعض صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ بعض دشمن کے سامنے چلے گئے۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیر دیا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی وہ چلے گئے۔ وہ دیگر صحابہ کرام کی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ پھر وہ صحابہ کرام آئے انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے انہیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر سلام پھیر دیا۔ آپ ﷺ نے چار اور صحابہ کرام نے دو دو رکعتیں پڑھیں تھیں۔"

ساتویں وجہ

امام مسلم، امام نسائی نے حضرت عطاء سے، مسلم نے ابوزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھنے کی سعادت حاصل کی آپ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنوالیں ایک صف آپ ﷺ کے پیچھے تھی۔ دشمن ہمارے اور قبلہ کے مابین تھا۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔ ہم سب نے بھی تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو ہم سب نے بھی رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے رکوع سے سر اقدس اٹھایا ہم نے بھی اپنے سر اٹھائے۔ پھر آپ ﷺ سجدہ میں چلے گئے۔ وہ صف جو آپ ﷺ کے ساتھ تھی وہ بھی سجدہ ریز ہوگئی۔ پچھلی صف دشمن کے سامنے چلی گئی۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کرلیا تو آپ ﷺ کے ساتھ ملی ہوئی صف اٹھی دوسری صف سجدہ میں چلی گئی پھر وہ اٹھی۔ پھر پچھلی صف آگے اور اگلی صف پیچھے چلی گئی۔ وہ وہیں ٹھہر گئی۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔ ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ تکبیر کہی۔

آپ ﷺ نے رکوع کیا۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے سر اقدس اٹھایا تو ہم نے بھی سر اٹھائے۔ پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہوئے اس صف نے بھی سجدہ کیا جو رکعت اولیٰ میں مؤخر تھی۔ یہ صف اٹھی اور دشمن کے سامنے چلی گئی جب آپ ﷺ نے سجدہ مکمل کرلیا اور مؤخر صف جو آپ ﷺ کے ساتھ متصل تھی اس نے سجدہ کرلیا تو آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔" واللہ اعلم۔

آٹھویں وجہ

ابن حبان نے اپنی صحیح میں شرحبیل بن سعد کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حدیث پاک بیان کی۔ اس میں فرمایا: آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔ دو گروہوں نے تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا اس گروہ نے بھی رکوع کیا جو آپ ﷺ کے پیچھے تھا دوسرا گروہ بیٹھا رہا۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو انہوں نے سجدہ کیا دوسرا گروہ بیٹھا رہا جب آپ ﷺ اٹھے تو یہ گروہ بھی اٹھا۔ یہ پیچھے ہٹ گیا حتیٰ کہ یہ اپنے ساتھیوں کی جگہ پر بیٹھ گئے دوسرا گروہ آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔ دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دونوں گروہ اٹھے انہوں نے ایک رکعت اور دو سجدے کیے۔"

نویں وجہ

امام نسائی اور ابن حبان نے یزید الفقیر کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔ ایک صف آپ ﷺ کے سامنے اور دوسری آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ جو آپ ﷺ کے پیچھے تھی اس نے ایک رکعت اور دو سجدے کیے۔ پھر یہ صف آگے چلی گئی حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہوگئے۔ وہ ان کی جگہ پر آگئے۔ انہیں ایک رکعت پڑھائی دو سجدے کیے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور صحابہ کرام نے ایک رکعت پڑھی۔

اس طرح اسود بن ہلال نے ثعلبہ بن زہدم الحنظلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم طبرستان میں حضرت سعید بن عاصی کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا: "تم میں سے کسی نے حضور سید المرسلین ﷺ کے پیچھے صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے؟ حضرت حذیفہ نے عرض کی: "میں نے اور لوگوں نے صف بنالی۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے اس گروہ کو ایک رکعت پڑھائی جنہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنا رکھی تھی۔ دوسرا گروہ آپ ﷺ کے اور دشمن کے مابین تھا۔ آپ ﷺ نے اس گروہ کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ پھر یہ گروہ دوسرے گروہ کی جگہ لوٹ گیا۔ پھر دوسرا گروہ آیا آپ ﷺ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھائی۔ انہوں نے نماز قضا نہ کی۔" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ لوگوں نے ان کے پیچھے صفیں بنالیں۔ انہوں نے ایک گروہ کو ایک رکعت اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائی۔ انہوں نے نماز قضا نہ کی۔"

امام نسائی نے حضرت حذیفہ کے فرمان: "میں" کے بعد لکھا ہے: "انہوں نے صف بنوائی اور فرمایا: "آپ ﷺ نے

ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی جس نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنا رکھی تھی۔ دوسرا گروہ آپ ﷺ کے اور دشمن کے مابین تھا۔ آپ ﷺ نے اس گروہ کو ایک رکعت پڑھائی۔ پھر یہ دوسرے گروہ کی جگہ پر چلا گیا۔ وہ گروہ آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھائی۔" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ لوگوں نے ان کے پیچھے صفیں بنالیں اور انہیں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اصبہان میں اپنے گھر میں تھے انہیں اس روز کوئی بڑا خوف نہ تھا لیکن انہوں نے چاہا کہ وہ انہیں ان کا دین اور ان کے نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ سکھائیں۔ انہوں نے ان کی دو صفیں بنالیں۔ ایک گروہ کے پاس اسلحہ تھا جو دشمن کے سامنے رہا۔ دوسرا گروہ پیچھے تھا۔ انہوں نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔ پھر یہ گروہ پیچھے چلا گیا۔ دوسرے گروہ کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے کے درمیان سے نکلنے لگے حتیٰ کہ وہ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے انہوں نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔ پھر سلام پھیر دیا۔ پھر وہ گروہ اور دوسرا گروہ اٹھا انہوں نے ایک ایک رکعت پڑھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ امام کے لیے دو رکعتیں اور لوگوں کے لیے ایک ایک رکعت بنی۔"

دسویں وجہ

امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ ابوبکر بن ابی جہم نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ذوقرد کے مقام پر صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے دو صفیں بنالیں۔ ایک صف آپ ﷺ کے پیچھے اور دوسری دشمن کے سامنے تھی۔ آپ ﷺ نے اسے ایک رکعت پڑھائی جو آپ ﷺ کے پیچھے تھی۔ پھر یہ دوسرے صحابہ کرام کی جگہ چلے گئے وہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھادی پھر انہوں نے قضا نہ کی۔

حضرت زید بن ثابت سے اسی طرح روایت ہے کہ ایک صف آپ ﷺ کے پیچھے اور دوسری دشمن کے سامنے تھی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور ہر ہر گروہ نے ایک ایک رکعت پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہر گروہ نے ایک ایک رکعت پڑھی۔"

الطبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے صلوٰۃ الخوف میں ایک گروہ کو ایک رکعت اور دوسرے کو ایک رکعت پڑھائی۔

گیارھویں وجہ

شیخین اور نسائی نے امام زہری سے، وہ عبید اللہ بن عبداللہ سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو

انہوں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو انہوں نے بھی رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرے گروہ کے لیے قیام فرمایا۔ سجدہ کر لینے والا گروہ اٹھا اور اپنے بھائیوں کی نگرانی کرنے لگا۔ دوسرا گروہ آیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا۔ سارے صحابہ کرام نماز میں تھے لیکن بعض ان کی نگرانی کر رہے تھے۔"

امام بزار نے ذرا تفصیل سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے۔ مشرکین سے عسفان کے مقام پر ملاقات ہوگئی۔ جب آپ ﷺ نے نماز ظہر ادا کی اور رکوع اور سجود کیے تو دشمن نے ایک دوسرے سے کہا: "کاش تم ان پر حملہ کر دیتے وہ تمہیں جان نہ سکتے حتیٰ کہ تم انہیں شکست دے سکتے۔" ان میں سے ایک شخص نے کہا: "ان کی ایک اور نماز ہے جو انہیں اپنے اہل اور اموال سے پیاری ہے صبر کرو حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آجائے۔ ہم یکبارا ان پر حملہ کر دیں گے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ (النساء، آیت: ۱۰۲)

ترجمہ: جب آپ ان میں تشریف فرما ہوں پس ان کے لیے نماز قائم کریں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔ سارے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو سارے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو پھر اس صف نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کر لیا جو آپ ﷺ کے ساتھ متصل تھی پچھلی صف والے دشمن کی طرف رخ کیے ہوئے تھے جب آپ ﷺ سجدہ سے فارغ ہوئے اور اٹھے تو دوسری صف نے سجدہ کیا۔ پھر وہ اٹھے متصل صف پیچھے چلی گئی تو دوسری صف آگے آگئی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے رکوع کیا تو انہوں نے بھی رکوع کیا۔ جب آپ ﷺ رکوع سے اٹھے تو وہ بھی رکوع سے اٹھے۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس صف نے سجدہ کیا۔ جو آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ دوسری صف نے دشمن کی طرف رخ کیا جب آپ ﷺ سجدہ سے فارغ ہوئے قعدہ کیا تو اس صف نے قعدہ کیا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ دوسری صف نے سجدہ کر لیا پھر انہوں نے قعدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو سب کو سلام کیا۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ بعض صحابہ کرام نے سجدہ کیا اور بعض نے قیام کیا تو انہوں نے کہا: "ہمارے ارادہ کے بارے انہیں بتا دیا گیا ہے۔"

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے تم پر حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور صلوٰۃ الخوف میں ایک رکعت فرض کی۔" ابو عمر بن بکیر اس روایت میں منفرد ہیں۔ ایسی روایت جس میں وہ منفرد ہوں وہ حجت نہیں ہوتی۔ بلکہ مردود ہوتی ہے لیکن ابن معین، ابوزرعہ اور ابوحاتم اور نسائی وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

بارھویں وجہ

ابوداؤد نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ یہ غزوہ نجد کا زمانہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے لیے تشریف لے گئے۔

تیرھویں وجہ

ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صلوٰۃ الخوف پڑھائی صحابہ کرام صف بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔"

عبدالرزاق نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم نے ایک صف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بنا لی جبکہ دوسری صف دشمن کے سامنے تھی۔ وہ سارے نماز میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو سب نے تکبیر کہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صف کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ پھر یہ چلے گئے۔ دوسری صف آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔ پھر یہ صحابہ کرام اٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری رکعت پڑھائی۔ انہوں نے صف باندھ لی۔ پھر یہ دشمن کے سامنے چلے گئے۔ دوسرا گروہ آیا اور ایک رکعت پڑھ لی۔"

چودھویں وجہ

امام نسائی نے حضرت ابوعیاش الزرقی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم عسفان کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے نماز ظہر پڑھی۔ مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے۔ مشرکین نے کہا: "کاش ہم انہیں دھوکہ دے سکیں۔ اس وقت مسلمان غافل ہیں۔ یہ نماز میں ہیں۔ کاش کہ ہم ان پر حملہ کر سکیں۔" مشرکین نے کہا: "اس نماز کے بعد ایک اور نماز ہے جو انہیں ان کے اموال اور بیٹوں سے زیادہ پیاری ہے۔ نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین صلوٰۃ الخوف کی آیت طیبہ اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ ہمیں دو گروہوں میں تقسیم کیا۔ ایک گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی دوسرے نے حفاظت کی۔ اس گروہ اور اس گروہ نے تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا۔ پھر جو صف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل تھی اس نے سجدہ کیا دوسری صف پیچھے ہو گئی۔ دوسرے آگے بڑھے انہوں نے سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے۔ ان سب کو دوسری رکعت پڑھائی انہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور انہیں بھی جو نگرانی کر رہے تھے پھر انہوں نے سجدہ کیا جو ساتھ تھے پھر وہ اٹھ کر دشمن کے سامنے چلے گئے دوسرے آگے آئے اور سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا اس طرح ہر ہر گروہ نے اپنے امام کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھ لیں۔" اسی طرح ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ متاخر صف نے آگے بڑھنے سے پہلے ہر رکعت میں سجدہ کیا۔ دوسری رکعت میں وہ آگے نہیں بڑھے تھے۔ عراقی نے لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے جیسے کہ ابن زبیر اور عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے حدیث

شریف کی صراحت کی وجہ سے ابن اسحاق کی تہمت بھی زائل ہوگئی لیکن اس میں یہ اختلاف برقرار ہے کہ عروہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ عراقی نے لکھا ہے: ''شاید ابن اسحاق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے دونوں اسناد سے سنا ہو۔''

پندرھویں وجہ

البزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف کا حکم دیا۔ انہوں نے اسلحہ لیا۔ ایک گروہ ان کے پیچھے دشمن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ دوسرا گروہ آیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک رکعت پڑھائی۔ پھر وہ اس گروہ کی طرف گئے جنہوں نے ابھی تک نماز نہ پڑھی تھی۔ پھر وہ گروہ آیا جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔ پھر وہ گروہ بھی کھڑا ہوگیا جو دشمن کے سامنے تھا۔ انہوں نے تکبیر کہی اور ایک رکوع اور دو سجدے کیے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سلام پھیر دیا تھا۔''

عراقی نے لکھا ہے: ''ظاہر ہے کہ ہر گروہ نے ایک رکعت پڑھی جبکہ دوسرے گروہ نے دوسری رکعت پڑھی۔'' لیکن یہ روا نہیں کہ یہ نماز مغرب ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا حالانکہ نماز مغرب میں قصر نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ سوائے مغرب کے۔ اس کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعتیں پڑھیں۔''

سولہویں وجہ

حاکم نے الاکلیل میں خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے سامنے تھا۔ جو گروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھا اس نے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔ پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دوسرا گروہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ جبکہ ایک گروہ دشمن کے سامنے تھا جب اس گروہ نے ایک رکعت پڑھ لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس نے دوسرا رکوع اور دو سجدے مکمل کیے پھر سلام پھیر دیا۔

یہ آخری وجہ ہے جسے الحافظ ابوالفضل عراقی نے تحریر کیا ہے نسخہ میں چوتھی وجہ کا ذکر ساقط ہے۔ حضرت ابن مسعود کی روایت کی سند منقطع ہے۔ ابوبکر بن جہم نے جو روایت حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے اس کے بارے امام شافعی نے گفتگو کی ہے۔ زید بن ثابت کی روایت کو امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ یہ قاسم بن حسان کی روایت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی ضعیف ہے یہ حارث کی روایت ہے۔ حضرت خوات کی روایت بھی ضعیف ہے وہ واقدی کی روایت سے ہے۔''

تیسرا باب

سابقہ احادیث کے بعض فوائد

امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''صلوٰۃ الخوف سے قبل آپ ﷺ چھ غزوات پر تشریف لے جا چکے تھے۔ صلوٰۃ الخوف کی آیت طیبہ ساتویں سال اتری تھی۔'' ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوۂ خندق سے پہلے مشروع نہ تھی کیونکہ آپ ﷺ نے خندق کے روز نماز کو مؤخر کیا۔ حتیٰ کہ خوف ختم ہو گیا۔ وقت نکل جانے کے بعد آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جمہور علماء جن میں امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ شامل ہیں کا موقف یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے بعد یہ نماز مشروع ہوئی۔ مکحول، ابو یوسف رحمہ اللہ، حسن اللؤلوی، محمد بن حسن اور بعض علماء شافعیہ نے کہا ہے کہ صلوٰۃ الخوف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ (النساء، آیت: ۱۰۲)

ترجمہ: اور اے حبیب ﷺ جب آپ ﷺ ان میں موجود ہوں۔

کیونکہ یہ خطاب، خطاب مواجہہ ہے یہ ایسا خطاب نہیں جو حکم کے ساتھ مختص ہو لیکن اصح موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دس مواقع پر صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ ان میں ذات الرقاع اور بطن نخل بھی شامل ہیں ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چوبیس مواقع پر صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس کیفیت میں پڑھنا رخصت ہے یا سنت ہے؟ کیا یہ مسافر کے ساتھ خاص ہے یا مقیم بھی اس میں شامل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے اس کی عمومیت پر تمام مذاہب کے ارباب کا اتفاق ہے۔ بعض شافعیہ نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مقیم اسے نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن یہ ان کا غیر معروف قول ہے۔ یہ ان کے ساتھیوں میں سے عبدالملک بن ماجشون کا قول ہے۔ اس کی مشروعیت میں حکمت یہ ہے اہل ایمان کی نگہبانی اور تحفظ کے ساتھ نماز پر محافظت ہو۔

❁❁❁❁

نفلی نمازیں جن کے لیے جماعت مشروع نہیں

پہلا باب

وہ نوافل جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائض کے ساتھ پڑھتے تھے

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے تھے جبکہ بیٹھ کر نفل کم ہی ادا کرتے تھے

امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر کمزور اور بھاری ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے۔'' عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! جبکہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھکا دیا ہوتا۔''

انہوں نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفلی نماز بیٹھ کر پڑھی ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے ایک سال قبل نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنا شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نفلی نماز ادا کر لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ترتیل کے ساتھ قرأت فرماتے حتیٰ کہ وہ طویل سورتوں سے بھی طویل ہو جاتی۔'' انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی۔''

شیخین اور ابن سعد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے نوافل بیٹھ کر پڑھے ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر قرأت کرتے جب سورت طیبہ کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو انہیں کھڑا ہو کر پڑھ لیتے۔ پھر رکوع اور سجود کرتے۔ دوسری رکعت میں قعدہ فرماتے جب نماز ادا فرما لیتے تو دیکھتے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرما لیتے۔ اگر میں سو رہی ہوتی تو

آپ ﷺ لیٹ جاتے۔''

شیخین نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ انہوں نے کبھی آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے رات کے نوافل میں بیٹھ کر قرأت کی ہو۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ بیٹھ کر قرأت فرماتے جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔ پھر تیس یا چالیس آیات طیبات پڑھتے پھر رکوع فرماتے۔''

امام احمد نے حضرت عروہ سے اور وہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ بیٹھ کر قرأت فرماتے تھے۔ جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو اتنی دیر قیام فرمالیتے جس میں انسان چالیس آیات پڑھ سکتا ہو۔''

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن شقیق سے اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ طویل رات کھڑے ہوکر اور طویل رات بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے جب آپ ﷺ کھڑے ہوکر قرأت فرماتے تو کھڑے ہو کر ہی رکوع فرماتے جب آپ ﷺ بیٹھ کر قرأت فرماتے۔'' دوسری روایت میں ہے: ''جب نماز کا آغاز کھڑے ہو کر کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے۔ جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔''

امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ اکثر (نفلی) نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔'' ان سے ہی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کا جسم اطہر کمزور اور بھاری ہوگیا تو آپ ﷺ اکثر نماز بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔ امام احمد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ کا وصال نہ ہوا مگر آپ ﷺ اپنی اکثر نماز بیٹھ کر ادا کرتے تھے سوائے فرض نماز کے۔ آپ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہوتا تھا جو دائمی ہوتا خواہ وہ قلیل ہوتا۔''

امام نسائی اور امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سید المرسلین ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ چارزانو بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔''

امام مالک نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے آپ ﷺ بیٹھ کر قرأت کرتے تھے جب قرأت میں سے تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر قرأت کرتے۔ پھر رکوع اور سجود کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔''

۲ صبح کی سنتیں، ان پر مداومت، ان کی تخفیف، ان میں کیا پڑھتے تھے، ان کے بعد لیٹ جانا اور ان کی قضاء کرنا

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''نوافل میں

سے کوئی ایسے نفل نہیں جن پر پابندی سے عمل کرتے جتنی پابندی سے فجر کی سنتیں پڑھتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے آپ ﷺ کو اتنی جلدی نوافل پڑھتے نہ دیکھا جتنی جلدی آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔"

ابوداؤد نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ﷺ کو نماز صبح کے لیے عرض کریں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مصروف کر دیا ان سے کچھ پوچھا حتیٰ کہ صبح ظاہر ہوگئی۔ صبح بہت زیادہ روشن ہوگئی۔ حضرت بلال نے آپ ﷺ کو نماز کے لیے عرض کی وہ لگاتار عرض کرتے رہے۔ آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔ جب تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ام المؤمنین نے انہیں مصروف رکھا اور آپ ﷺ نے بھی آنے میں دیر لگا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے بہت زیادہ صبح روشن کر دی ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ اس سے بھی زیادہ صبح روشن ہو جائے۔ میں یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتا۔ انہیں عمدہ اور اچھے طریقے سے پڑھتا۔"

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ فجر کی دو سنتیں ادا فرماتے۔ آپ ﷺ ان میں تخفیف فرماتے حتیٰ کہ میں کہتی کہ آپ ﷺ نے سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہے یا کہ نہیں۔" امام بخاری اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب مؤذن اذان فجر سے فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ نماز فجر سے قبل ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے۔ جبکہ صبح روشن ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن اقامت کے لیے حاضر ہو جاتا۔"

امام مالک، شیخین اور امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب مؤذن صبح کی اذان دیتا۔ صبح روشن ہو جاتی تو نماز کے لیے تشریف لے جانے سے قبل آپ ﷺ دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔" امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب فجر طلوع ہو جاتی تو آپ ﷺ خفیف سی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔" انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں اور نماز فجر سے قبل دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑی تھیں۔"

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ فجر کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا۔ (البقرۃ) اور دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (آل عمران) پڑھتے تھے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سنا آپ ﷺ نماز فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں قولوا آمنا باللہ و ما انزل الینا اور دوسری رکعت میں یہ آیت طیبہ پڑھی: ربنا آمنا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین پڑھتے تھے۔

امام نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ نے نماز فجر کی دو سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھی۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن ضریس اور حاکم نے الکنی میں اور ابن مردویہ نے (ان دونوں نے چالیس صبحوں کا ذکر کیا ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک ماہ تک آپ ﷺ کی زیارت کی (دوسری روایت میں پچیس بار کا تذکرہ کیا ہے) آپ ﷺ فجر کی دو سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ بہترین سورتیں ہیں جن سے فجر کی دو سنتوں میں قرأت کی جائے۔" وہ سورتیں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص ہیں۔"

ائمہ کی ایک جماعت نے، سوائے ترمذی کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے مغرب کے بعد دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے دو رکعتوں میں آپ ﷺ سے سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کتنی بار سنی ہے۔"

امام مسلم اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نماز فجر کی دو سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرتے تھے" امام بیہقی نے حضرت انس سے، الطبرانی نے حضرت اسامہ بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے قریب ہی یہ رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپ ﷺ کو سنا آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و محمد اعوذبك من النار۔

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو لیٹ جاتے۔ اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرما لیتے اگر میں سو رہی ہوتی تو آپ ﷺ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن آتا اور آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو سنتیں ادا کر کے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی فجر کی دو سنتیں رہ گئیں۔ آپ ﷺ نے طلوع آفتاب کے بعد انہیں قضاء کیا۔

دارقطنی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کسی سفر میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ سو گئے حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ آپ ﷺ نے

وضو کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز صبح ادا کی۔"

انہوں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سو گئے۔ انہیں سورج کی دھوپ نے جگایا۔ وہ تھوڑے اوپر گئے حتیٰ کہ سورج چڑھ آیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موذن کو حکم دیا۔ اس نے اذان دی۔ فجر کی نماز سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر مؤذن نے اقامت کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔"

امام بخاری اور ابوبکر البرقانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر سے قبل دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔"

✿✿✿✿

دوسرا باب

نماز ظہر اور نماز عصر سے پہلے اور بعد میں نماز

امام بخاری اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور بعد میں بھی دو رکعتیں پڑھیں۔"

امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔" امام احمد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان میں طویل قیام فرماتے تھے۔ ان میں رکوع اور سجود احسن انداز میں کرتے تھے۔"

امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ سکتے تو انہیں بعد میں پڑھ لیتے۔" امام بخاری اور ابو بکر برقانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے پہلے گھر میں چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے۔ پھر کاشانہ اقدس میں داخل ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔"

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ سے صالح بن نبہان کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین نماز پڑھ لیتے تھے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مابین ملائکہ اور ان مسلمانوں اور اہل ایمان پر سلام بھیجتے جو ان کی اتباع کرتے ہیں۔"

ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر سے قبل دو رکعتیں پڑھتے تھے۔"

شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری باری کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی میرے حجرہ مبارکہ میں عصر کے بعد آتے تو دو رکعتیں ضرور ادا کرتے۔" امام نسائی، امام احمد اور شیخین نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی بھی ترک نہ کیں۔"

ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر ان

سے منع فرماتے تھے۔" امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے روک دیا۔"

حضرت کریب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسعود بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے انہیں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے کہا: "انہیں ہماری طرف سے سلام پیش کرنا اور ان سے نماز عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھنا۔"

ابویعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی ایک اس طرح نہیں کر سکتا کہ وہ نماز عصر کے بعد چار رکعتیں پڑھے اور ان میں وہ دعا مانگے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

فلك الحمد عظم حلمك فعفوت فلك الحمد بسطت يدك فاعطيت فلك الحمد ربنا وجهك اكرم الوجوه و جاهك اعظم الجاه و عطيتك افضل العطية و اهنأها تطاع ربّنا فتشكر و تعصى ربنا فتغفر تجيب المضطر و تكشف الضرر و تشفي السقيم و تغفر الذنب و تقبل التوبة و لا يجزى بآلائك احد و لا يبلغ مدحتك قول قائل۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

مغرب اور عشاء کے بعد نماز

امام مسلم اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز مغرب ادا فرماتے پھر میرے کاشانہ اقدس میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم ﷺ نماز مغرب کے بعد دو رکعتوں میں اتنی طویل قرأت کرتے تھے کہ اہل مسجد بکھر جاتے تھے۔"

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے آپ ﷺ کو کتنی بار نماز مغرب کے بعد دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا۔" اس روایت کو امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے تین کتابوں میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے گا اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز مغرب کے بعد دو طویل رکعتیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ اہل مسجد بکھر جاتے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بارگاہ رسالت مآب میں کسی ضروری کام کے لیے بھیجا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ گفتگو نہ کر سکا۔ آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھی۔ پھر نماز پڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ مؤذن نے نماز عشاء کے لیے اذان دے دی۔"

امام احمد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بھی آپ ﷺ نماز عشاء پڑھ کر گھر تشریف لائے آپ ﷺ نے چار یا چھ رکعتیں ضرور ادا کیں۔" امام احمد نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نماز عشاء پڑھ لیتے تو چار رکعتیں پڑھتے۔ پھر ایک سجدہ سے وتر پڑھتے۔ پھر آرام فرما ہو جاتے۔ پھر بعد

میں رات کے نوافل ادا کر لیتے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنی خالہ جان حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں رات بسر کی۔ اس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حجرہ میں جلوہ افروز تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء پڑھائی۔ پھر گھر تشریف لائے۔ چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر سو گئے۔۔۔"

چوتھا باب

نماز استخارہ

الطبرانی نے ثلاثہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ اس کام کے لیے استخارہ کرتے جسے آپ ﷺ کرنا چاہتے تو آپ ﷺ یہ دعا مانگتے:

اللھم انی استخیرک بعلمك و استقدرك بقدرتك و اَسْئلُكَ من فضلك العظیم فانك تقدر و لا اقدر و تعلم و لا اعلم و انت علام الغیوب اللھم ان کان ھذا الامر خیرًا لی فی دینی و دنیای و خیر الی فی معیشتی و خیر الی فیما ابتغی به الخیر فخر لی فی عافیة و یسرہ لی ثم بارك لی فیہ و ان کان غیر ذالك خیر الی فاقدر لی الخیر حیث کان و اصرف عنی الشر حیث کان و رضنی بقضائك۔

پانچواں باب

سنن مؤکدہ کے بارے احادیث

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل کیسے پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر سے قبل کاشانۂ اقدس میں چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لاتے لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں ادا فرماتے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نمازِ مغرب پڑھاتے۔ پھر کاشانۂ اقدس میں تشریف لاتے۔ دو رکعتیں حجرہ مقدسہ میں ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو نماز عشاء پڑھاتے۔ حجرہ مقدسہ میں تشریف لاتے۔ دو رکعتیں ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ جن میں وتر بھی ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل رات کھڑے ہو کر اور طویل رات بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو کھڑے ہو کر ہی رکوع اور سجود فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر قرأت کرتے تو بیٹھ کر ہی رکوع اور سجود کرتے۔ جب فجر طلوع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو نماز صبح پڑھاتے۔"

امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت عاصم بن ضمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا: "تم میں یہ استطاعت نہیں ہے۔" ہم نے عرض کی: "یہ طاقت کون رکھتا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "جب سورج عصر کے وقت پر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعتیں ادا کرتے۔ جب سورج نماز ظہر کے وقت پر ہوتا تو نماز ظہر سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعتیں پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔ عصر سے قبل چار رکعتیں پڑھتے۔ دونوں رکعتوں کے مابین ملائکہ مقربین، انبیاء، مرسلین ایمان والوں اور مسلمانوں پر سلام بھیجتے۔"

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ وہ ثقہ ہیں وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ دن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔" امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ سوائے فجر اور عصر کے۔"

امام احمد، امام مالک اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے

آپ ﷺ کے ہمراہ نماز ظہر سے قبل دو رکعتیں، دو رکعتیں اس کے بعد، نماز جمعہ کے بعد دو رکعتیں اور نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں اور نماز عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ مغرب اور عشاء کے بعد کی دو رکعتیں آپ ﷺ نے کاشانہ اقدس میں پڑھیں۔"

شیخین نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے آپ ﷺ سے دس رکعتیں یاد ہیں، نماز ظہر سے پہلے کی دو رکعتیں دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں نماز مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد اپنے گھر میں نماز صبح سے پہلے دو رکعتیں۔ اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں کسی کو حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی۔" مجھے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہوتی تو آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھتے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے فضالہ بن حصین کے) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ ﷺ کے پیچھے دس سال نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ ہر دن کو دس رکعتیں پڑھتے تھے۔ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں، نماز ظہر سے پہلے دو رکعتیں، دو رکعتیں اس کے بعد، نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں اور نماز عشاء کے بعد دو رکعتیں۔"

انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ ہر نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے سوائے فجر کے۔ آپ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ دن کے وقت دس رکعتیں پڑھتے تھے۔ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں، نماز ظہر سے پہلے دو رکعتیں دو رکعتیں اس کے بعد، نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں اور نماز عشاء سے پہلے دو رکعتیں۔"

چھٹا باب

نماز وتر

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ وتروں کی تعداد

ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے التجاء کی۔" آپ ﷺ کے ہاں حضور اکرم ﷺ کتنی رکعتوں میں وتر پڑھتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ سات رکعتوں سے کم اور تیرہ رکعتوں سے زائد میں وتر ادا نہ کرتے تھے۔"

امام مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت سعد بن ہشام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کی: "ام المومنین! مجھے حضور اکرم ﷺ کے وتروں کے بارے بتائیں۔" انہوں نے فرمایا: "ہم آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ جب چاہتا آپ ﷺ کو رات کے وقت بیدار کر دیتا۔ آپ ﷺ مسواک کرتے وضو کرتے پھر آپ ﷺ نو رکعتیں پڑھتے صرف آٹھویں رکعت کے وقت ہی بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ رب تعالیٰ سے دعا مانگتے۔ اس کے نبی کریم ﷺ (اپنی ذات والا پر) درود شریف پڑھتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ آپ ﷺ سلام ہمیں سناتے۔ سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔ یہ گیارہ رکعتیں ہو جاتیں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہو گئی آپ ﷺ کا جسم اطہر بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ سات رکعتوں سے وتر پڑھتے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھتے۔"

برقانی نے اپنی صحیح میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ اتنا طویل سجدہ فرماتے جتنی دیر میں انسان پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہو۔ پھر نماز فجر سے پہلے ہلکی سی دو رکعتیں ادا کرتے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن نماز صبح کے لیے آپ ﷺ کو لینے آجاتا۔"

امام احمد اور امام نسائی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب نو رکعتیں پڑھتے تو آٹھویں رکعت میں بیٹھتے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے، ان کا ذکر کرتے۔ دعا مانگتے پھر اٹھ جاتے سلام نہ پھیرتے پھر نویں

رکعت ادا کرتے۔ پھر السلام علیکم کہہ کر سلام پھیرتے۔ سلام بآواز بلند کہتے۔ پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیتے۔"

امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ رکعتوں سے وتر پڑھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات یا پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کر لیتے تھے۔"

امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔" شیخین نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔"

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ اور جسم اطہر (بَدَّنَ) بھاری ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ ان میں سورۃ اذا زلزلت اور سورۃ الکافرون پڑھتے۔" ابو الحسن الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

ابو الفرج نے لکھا ہے: "اس کی سند میں ابو غالب ہے۔ اس کا نام حزور ہے۔ اس نے اس طرح روایت کیا ہے جسے روایت بالمعنی گمان کرتا تھا۔ کیونکہ بَدَّنَ کا معنی ہے کَبُرَ اسے تخفیف کے ساتھ پڑھنا خطاء ہے کیونکہ اس کا معنی ہے گوشت زیادہ ہو جانا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف نہیں۔ میں کہتا ہوں "سعد بن ہشام میں ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا: فلما اسنّ رسول الله و اخذه اللحم۔ ابو غالب کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات رکعتوں سے وتر ادا فرماتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات رکعتوں اور پانچ رکعتوں سے وتر ادا کرتے تھے۔ ان میں سلام نہ پھیرتے تھے۔ البزار نے زبیر بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت تین رکعتیں پڑھتے تھے۔"

البزار، الطبرانی نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، البزار نے حضرت جابر سے، الطبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے۔ امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے۔"

حجاج بن ابی ارطاۃ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔"

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو پکڑا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اسے بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز پڑھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعتیں ادا کیں۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات بسر کی۔ جب فجر اول طلوع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تین رکعتیں وتر پڑھے پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔'' سلام پھیر کر یوں ذکر کیا: سبحان الملك القدوس۔ یہ ذکر باآواز بلند کیا۔

امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان سے رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک یا اس کے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔''

تنبیہات

۱. امام ترمذی نے کہا ہے: ''روایت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کیے۔ ابن اسحاق کی روایت میں اس مفہوم کو اس طرح واضح کیا گیا ہے۔'' آپ تیرہ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کر لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت وتر کے ساتھ تیرہ رکعتیں ادا کرتے تھے۔ نماز کو وتر کی طرف منسوب کر دیا گیا۔''

۲. ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں ادا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں وتر پڑھتے تھے۔ اس روایت کو امام احمد، ابن منیع، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہم نے ضعیف کہا ہے۔ شعبہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ابن معین نے لکھا ہے کہ وہ ثقہ نہ تھا۔ انہوں نے اس روایت کو اس کی منکرات میں شمار کیا ہے۔ امام اوزاعی نے التوسط میں لکھا ہے۔ ''وہ روایت جس میں تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں بیس رکعتیں پڑھیں تھیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے تھے۔ وہ منکر ہے۔''[1]

---

[1] نماز تراویح کی رکعتوں کے بارے غزالی زمان سید احمد سعید شاہ صاحب کے مقالات کا مطالعہ فرمائیں۔

علامہ زرکشی نے لکھا ہے کہ یہ دعویٰ درست نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات بیس رکعتیں پڑھیں تھیں صحیح کی روایت میں تعداد کا ذکر نہیں۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آٹھ رکعتیں پڑھائیں پھر وتر پڑھائے صحابہ کرام اگلی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔'' اس روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں

لکھا ہے۔"

◆ آپ ﷺ وتروں میں کون سی سورت پڑھتے تھے؟

امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ تین رکعتیں وتر ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان میں مفصل نو سورتوں میں سے پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے۔ اسود نے کہا ہے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت میں "سورۃ الھاکم التکاثر، سورۃ القدر اور اذا زلزلت الارض پڑھتے تھے۔ دوسری میں سورہ والعصر سورۃ نصر اور سورۃ الکوثر، تیسری رکعت میں سورۃ الکافرون، سورت تبت یدا اور سورت اور اخلاص پڑھتے تھے۔ ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا: "میں ہر رکعت میں مفصل سورتوں میں سے پڑھتا ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "شعر کی طرح کاٹنا اور خراب کھجور کی طرح بکھیرنا" لیکن آپ ﷺ تو نظائر سورتوں میں سے پڑھتے تھے۔ ایک رکعت میں دو سورتیں الرحمٰن اور النجم ایک رکعت میں اقترب اور الحاقۃ اور ایک رکعت میں الطور اور الذاریات، ایک رکعت میں اذا وقعت اور نون ایک رکعت میں عم و المرسلات ایک رکعت میں الدخان و اذا الشمس کورت، ایک رکعت میں سأل اور النازعات اور ایک رکعت میں ویل للمطففین اور عبس پڑھتے تھے۔"

ابویعلی اور البزار نے عبدالملک بن ولید کی سند سے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ وتروں کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھتے تھے۔"

امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ وتروں میں سورۃ الاعلیٰ سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔" عراقی نے لکھا ہے کہ حضرت ابی تینوں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔"

امام احمد، امام نسائی حضرت عبدالرحمان بن ابزی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ وتروں میں سورۃ الاعلیٰ سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔"

امام احمد، ترمذی اور نسائی، دارقطنی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ وتروں کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے۔ پہلی میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے تھے۔"

امام حاکم نے تاریخ میں اور امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نو رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ سات رکعتوں کے ساتھ نماز وتر پڑھنے لگے۔ پھر

آپ ﷺ بیٹھ کر دو رکعتیں ادا کرتے ان میں سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمان پڑھتے۔"

امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی قیس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "کیا آپ ﷺ وتروں میں باآواز بلند یا آہستہ قرأت کرتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ بعض اوقات باآواز بلند اور بعض اوقات آہستہ سے قرأت کرتے تھے۔" میں نے کہا: "اللہ اکبر! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس معاملہ میں آسائش پیدا کی ہے۔"

۳ سفر میں سواری پر وتر ادا کرنا

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سفر میں آپ ﷺ رات کی نماز کو اپنی سواری پر ہی ادا کر لیتے تھے۔ خواہ اس کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔ سوائے فرض نماز کے۔ آپ ﷺ اپنی سواری پر وتر ادا کر لیتے تھے۔"

۴ وتروں میں دعائے قنوت رکوع کے بعد

امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ وتر ادا فرماتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ محمد بن ابی عمر، احمد بن منیع اور دارقطنی نے ابان کی سند سے (انہوں نے اسے متروک کہا ہے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے محبوب کریم ﷺ کے ہاں رات بسر کی تاکہ دیکھوں کہ آپ ﷺ وتروں میں دعائے قنوت کیسے پڑھتے ہیں آپ ﷺ نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ میں نے انہیں کہا: "آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں رات بسر کریں اور دیکھیں کہ آپ ﷺ وتروں میں دعائے قنوت کہاں پڑھتے ہیں؟ وہ میرے پاس آئیں انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔"

دارقطنی نے عمرو بن شمر کی سند سے روایت کیا ہے (انہوں نے اسے متروک کہا ہے) اس نے حضرت سوید بن غفلہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو سنا وہ سب فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ وتروں کے آخر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ وہ سب بھی اسی طرح کرتے تھے۔"

امام احمد اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو جوزاء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے حضور اکرم ﷺ نے ایسے کلمات سکھائے ہیں جنہیں میں وتروں میں دعائے قنوت میں پڑھتا ہوں۔

رب اهدني فيمن هديت و عافني فيمن عافيت و تولني فيمن توليت و بارك لي
فيما اعطيت وقني شر ما قضيت فانك تقضي و لا يقضى عليك و انه لا يذل من

والیت تبارکت ربنا و تعالیت۔

امام احمد، ائمہ ثلاثہ اور امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وتروں کے آخر میں یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بمعافاتك من عقوبتك و اعوذبك منك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے بارے جانوں۔ میں نے اپنی خالہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر تشریف لائے۔ رات کے نصف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے۔ باہر تشریف لائے۔ آسمان کے افق میں دیکھا۔ پھر یہ ذکر کیا: نامت العیون و غارت النجوم واللہ حی قیوم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکیزہ کے پاس تشریف لائے۔ اس کا تسمہ کھولا۔ وضو کیا۔ اچھی طرح وضو کیا۔ پھر مصلیٰ پر تشریف لے گئے۔ تکبیر کہی۔ قیام فرمایا۔ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع نہیں فرمائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمر انور کو سیدھا نہیں کریں گے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا۔ میں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ پھر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام نہیں فرمائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ ہر رکعت پہلی رکعت سے چھوٹی ہوتی تھی۔ ہر دو رکعتوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔ پھر نماز پڑھی۔ جب وتر پڑھے تو دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا۔ تیسری کے لیے اٹھے۔ جب آخری رکوع کیا تو رکوع سے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر یہ دعا مانگی: اللھم انی اسئلك رحمۃ من عندك تھدی بھا قلبی و تجمع بھا امری۔

۵ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وتروں کا وقت

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں ثقہ راویوں سے حضرت ابو مسعود البدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ابتدائی، وسطی اور آخری حصے میں وتر پڑھ لیتے تھے۔''

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ہر حصے کی ابتداء، وسط اور آخری حصے میں وتر پڑھ لیتے تھے۔ سحری کے وقت بھی وتر پڑھ لیتے تھے۔''

البزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ابتدائی، وسطی اور آخری حصے میں نماز وتر پڑھ لیتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنے لگے۔''

امام مالک اور دارقطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں

نے فرمایا: "رات کے ہر حصے ابتدائی، وسطی اور آخری حصے میں آپ ﷺ وتر پڑھ لیتے تھے جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو وتروں کو سحری تک مؤخر کیا۔"

امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ رات کے ہر حصے اول، وسط اور آخر میں وتر پڑھ لیتے تھے۔ امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں سو جاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ قیام فرماتے۔ وقتِ سحر وتر ادا کرتے۔ پھر اپنے بستر پر تشریف لے آتے۔ اگر آپ ﷺ کو ضرورت ہوتی تو اہلیہ محترمہ کے پاس تشریف لے جاتے۔ جب اذان سنتے تو جلدی سے اٹھتے اگر حالتِ جنابت میں ہوتے تو غسل فرما لیتے ورنہ وضو کر لیتے۔"

۶ ملا کر اور جدا گانہ وتر پڑھنا

امام احمد، امام نسائی دارقطنی اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرتے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ تین رکعتوں سے وتر ادا کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے۔" امام احمد نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سند سے (اگرچہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا) حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ حجرہ میں نماز ادا کرتے تھے میں گھر میں ہوتی تھی۔ آپ ﷺ شفع (دو رکعتوں) اور وتر میں سلام پھیرتے تھے۔ ہم آپ ﷺ کا سلام سنتے تھے۔"

امام احمد اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ شفع اور وتر میں سلام پھیرتے تھے۔ ہم آپ ﷺ کا سلام سنتے تھے۔ امام مالک اور امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ وتروں کی دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ کسی ضروری کام کے لیے حکم بھی فرما دیتے تھے۔"

۷ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو ہلکی سی رکعتیں پڑھنا

امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو ہلکی سی رکعتیں ادا کرتے تھے۔"

محمد بن نصر، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت انس سے، امام احمد، ابن نصر، الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورت اذا زلزلت الارض اور دوسری میں سورۃ الکافرون پڑھتے تھے۔"

۸ وتروں کے بعد آپ ﷺ کیا فرماتے تھے؟

امام احمد، ابوداؤد، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے وتروں سے فارغ ہوتے تو تین بار باآواز بلند یوں فرماتے: سبحان الملك القدوس دوسری روایت میں ہے کہ ان کے آخر کو طویل کر کے پڑھتے۔

۹ لوگوں کی موجودگی میں نماز کو مختصر کر دینا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خالد خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نماز ادا کرتے اور لوگ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہوتے تو آپ ﷺ نماز مختصر کر دیتے مگر اس کے رکوع اور سجود کو مکمل فرماتے۔

۱۰ آپ ﷺ کا نماز میں پاؤں مبارک بدل لینا

البزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نماز میں پاؤں مبارک بدل لیتے تھے۔ آپ ﷺ ہر ٹانگ مبارک پر کھڑے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوگئی:

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ (طٰہٰ، آیت: ۲)

ترجمہ: نہیں اتارا ہم نے آپ ﷺ پر یہ قرآن کہ آپ ﷺ مشقت میں پڑیں۔

❁❁❁❁

رات کے نوافل

پہلا باب

عبادت میں انتہائی کوشش فرمانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (الاسراء، آیت:۷۹)

ترجمہ: اور رات کے وقت آپ نماز تہجد ادا کریں یہ نماز آپ پر زائد ہے۔

امام احمد، شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابن عساکر، ابویعلی، البزار اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، بغوی نے حضرت انس سے، الطبرانی، خلعی اور ابن عساکر نے نعمان بن بشیر سے، الطبرانی، ابن عساکر اور خطیب نے ابوجحیفہ سے، الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں، بزار نے صحیح کے راویوں سے، ابن مردویہ اور البیہقی نے الاسماء اور الشعب میں، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے، ابن عساکر نے نبیط بن شریط الاشجعی سے، ابن عساکر امام احمد نے الزھد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

• اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

(الفتح، آیت:۱،۲)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے روزے رکھتے اور اتنی نمازیں پڑھتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین اور مبارک پنڈلیاں سوجھ جاتیں ایک اور روایت میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی عبادت فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسیدہ مشکیزے کی طرح لگتے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی جدوجہد کیوں فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نفس کو اتنی تکلیف میں کیوں مبتلا کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں اپنے رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔

جب آپ ﷺ رکوع کرنے لگتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور تیس یا چالیس آیات پڑھتے پھر رکوع فرماتے۔"

امام احمد، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے علی بن زید بن جدعان کے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل نے کہا: "آپ ﷺ کے نزدیک نماز کو محبوب بنا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ اس میں سے جس قدر چاہتے ہیں لے لیں۔"

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور محمد بن نصر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رات کے قیام کو ترک نہ فرماتے تھے جب آپ ﷺ علیل ہوتے یا طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے۔"

ابوداؤد اور حاکم، (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہو گئی اور جسم اطہر بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے مصلی کے ساتھ لکڑی گاڑھ لی جس کا سہارا آپ ﷺ لیتے تھے۔"

ابن ضحاک اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اتنی زیادہ نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین پھٹ جاتے تھے۔"

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی چیز پائی وقتِ صبح آپ ﷺ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ ﷺ! درد کا اثر آپ ﷺ پر عیاں ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آج رات السبع الطوال کی قرأت کی تھی۔"

ابوطاہر المخلص، الدینوری اور ابن عساکر نے حضرت شعبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے بہت زیادہ عبادت کی۔ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خلوت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ بوسیدہ مشکیزے کی طرح ہو گئے۔"

امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تو آپ ﷺ کو پسند ہوتا کہ آپ ﷺ اس پر مداومت اختیار کریں۔ اگر آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو جاتا یا درد ہوتا اور آپ ﷺ رات کا قیام نہ کر سکتے تو آپ ﷺ دن کو بارہ رکعتیں پڑھ لیتے۔ میں نہیں جانتی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات میں سارا قرآن پاک پڑھا ہو۔ ساری رات تا صبح نماز پڑھی ہو۔ نہ ہی آپ ﷺ نے پورا ماہ روزے رکھے۔ سوائے رمضان المبارک کے۔"

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے۔ پھر اتنی دیر سو جاتے۔ جتنی آپ ﷺ نماز پڑھتے۔ پھر جتنی دیر سوتے اتنی دیر نماز پڑھتے۔ پھر اتنی دیر سوتے جتنی دیر نماز پڑھتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔"

دوسرا باب

اپنے اہل خانہ کو نماز تہجد کے لیے جگانا

ابن ماجہ نے یوسف بن محمد بن منکدر کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت سلیمان سے کہا: ''لختِ جگر! رات کو زیادہ نہ سویا کرو۔ زیادہ سونا آدمی کو روز حشر فقیر کر دے گا۔''

امام احمد، شیخین اور نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت میرے اور سیدہ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اٹھو اور نماز قائم کرو۔'' میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اپنی آنکھیں مل رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا: ''بخدا! ہم وہی نماز پڑھیں گے جو رب تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دی ہے۔ ہمارے نفوس اللہ تعالیٰ کے دستِ تصرف میں ہیں اگر وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو وہ ہمیں بیدار کر دے گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیرا۔ مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دستِ اقدس اپنی ران پر مار رہے تھے۔ یا ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ''ہم وہی نماز پڑھیں گے جسے رب تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ ہم وہی نماز پڑھیں گے جسے رب تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔''

وَكَانَ الْإِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

ترجمہ: اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

امام احمد، امام مالک، بخاری، ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرا کر اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے تھے: ''سبحان اللہ! اور دوسری روایت میں ہے: لا الٰہ الا اللہ رب تعالیٰ نے کتنے فتنے نازل کیے ہیں۔ اس نے کتنے خزانے نازل کیے ہیں۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''کتنے خزانے فتح ہوئے ہیں ان حجرات مقدسہ والیوں کو کون جگائے گا (یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) تاکہ وہ نماز پڑھیں دنیا میں کتنی ہی لباس پہننے والیاں روز حشر عریاں ہوں گی۔''

تیسرا باب

آپ ﷺ کا رات کے وقت قیام، قیام کی مقدار، نیند کی مقدار اور قرأت کی کیفیت

الطبرانی نے ابوبکر المدینی کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ رات کے وقت دو یا تین بار مسواک کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ سوتے اور بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اور وضو کرتے آپ ﷺ دو یا ایک رکعت پڑھتے۔''

شیخین نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ جب بھی رات کے وقت بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔''

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سعد بن ہشام نے ان سے حضور اکرم ﷺ کے وتروں کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم آپ ﷺ کے لیے مسواک اور پانی تیار رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ جب چاہتا رات کے وقت آپ ﷺ کو بیدار کر دیتا اور آپ ﷺ مسواک کرتے اور وضو کر لیتے۔''

الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حجاج بن غزیہ اور الطبرانی نے حجاج بن عمرو المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ جب وہ رات کے وقت قیام کرے اور صبح تک نماز پڑھے تو اس نے تہجد ادا کر لی ہے۔ تہجد تو اس شخص کی ہے جو سونے کے بعد نماز پڑھتا ہے پھر سونے کے بعد نماز پڑھے۔ حضور اکرم ﷺ کی نماز اسی طرح ہوتی تھی۔'' دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سونے کے بعد نماز تہجد ادا کرتے تھے اور نماز تہجد سے قبل آپ ﷺ مسواک کرتے تھے۔''

ابوداؤد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب کریم ﷺ کو رات کے وقت بیدار فرما دیتا۔ سحری سے قبل آپ ﷺ اپنے وتروں سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے۔''

شیخین، ابوداؤد اور امام نسائی نے مسروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کون سا عمل آپ ﷺ کو پسندیدہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عمل جس پر مداومت اختیار کی جائے۔'' میں نے عرض کی: ''آپ ﷺ رات کو کس وقت اٹھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''جب مرغ کی اذان سنتے تھے۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنی خالہ حضرت ام

المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے چار رکعتیں ادا کیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہو گئے۔ پھر قیام فرمایا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خراٹوں کی آواز سنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے۔"

ابو داؤد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جب ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی نماز عشاء پڑھی اور اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار یا چھ رکعتیں پڑھیں۔ ایک بار رات کو بارش ہوئی۔ ہم نے چمڑے کی چٹائی پھیلا دی۔ گویا کہ میں اب بھی اس کے ان سوراخوں کو دیکھ رہی ہوں جن سے پانی نکلتا تھا میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز کے ساتھ زمین کی مٹی سے کپڑے بچانے کی کوشش کی ہو۔"

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت الاسود سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول رات کو سو جاتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں قیام فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے۔ پھر بستر پر تشریف لے جاتے جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھتے ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر تشریف لے جاتے۔"

امام احمد، ائمہ ثلاثہ، ابو الحسن ابن ضحاک نے حضرت یحییٰ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے کہا: "تمہارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور قرأت کا کیا واسطہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھتے۔ پھر تسبیح بیان کرتے۔ پھر رات کو اتنی نماز پڑھتے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا۔ پھر آرام فرما ہو جاتے۔" دوسری روایت میں ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے۔ پھر سو جاتے۔ اتنی دیر سوتے جتنی دیر نماز پڑھی ہوتی۔ پھر صبح کرتے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سنتی تھی۔ یہ واضح قرأت ہوتی تھی۔ جس کا حرف حرف عیاں ہوتا تھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اپنے عریش میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سنتی تھی۔" ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت کبھی بلند اور کبھی آہستہ ہوتی تھی۔"

امام نسائی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قیام کیا آپ نے سورۃ البقرۃ کے برابر رکوع کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع میں یہ ذکر کیا: سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریاء و العظمۃ۔

امام عبد الرزاق نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قیام فرمایا۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا میرا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہیں ہوا۔

آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ سے آغاز کیا۔ میں نے سوچا کہ آپ ﷺ ایک سو آیات پڑھ کر رکوع کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے ایک سو آیات پڑھیں مگر رکوع نہ کیا۔ میں نے سوچا کہ آپ ﷺ دو سو آیات پڑھ کر رکوع کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے دو سو آیات پڑھیں مگر آپ ﷺ نے رکوع نہ کیا۔ میں نے کہا: ''آپ ﷺ سورۃ البقرۃ کو ختم کر کے رکوع کر لیں گے۔'' آپ ﷺ نے اسے ختم کیا مگر رکوع نہ کیا۔ سورۃ البقرہ ختم کیا اور کہا: اللھم لك الحمد۔ پھر سورۃ آل عمران شروع کر دی۔ اسے بھی ختم کر دیا مگر رکوع نہ کیا بلکہ کہا: اللھم لك الحمد سورۃ النساء کا آغاز کیا۔ میں نے کہا کہ آپ ﷺ اسے ختم کر کے رکوع کر لیں گے مگر آپ ﷺ نے رکوع نہ کیا بلکہ اللھم لك الحمد کہا پھر سورۃ المائدہ کا آغاز کیا میں نے کہا کہ آپ ﷺ اسے ختم کر کے رکوع کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے اسے ختم کیا۔ رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہا۔ لب مبارک ہلائے میں جان گیا کہ آپ ﷺ اس کے علاوہ بھی کچھ ذکر کر رہے ہیں۔ مگر میں اسے سمجھ نہ سکا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ الانعام کا آغاز کیا میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلا گیا۔''

ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ آپ ﷺ نے نماز کا آغاز فرمایا۔ ایسی آواز سے قرات فرمائی جو نہ آہستہ تھی نہ بلند۔ عمدہ قرات تھی۔ آپ ﷺ ترتیل سے پڑھ رہے تھے۔ ہم آپ ﷺ کو سن رہے تھے۔ پھر سورت کی مقدار کے برابر آپ ﷺ نے رکوع کیا۔ پھر سر اقدس بلند کیا اور کہا: سمع اللہ لمن حمدہ ذو الجبروت و الملکوت و الکبریاء و العظمۃ پھر سورت کی مقدار کے برابر قیام کیا۔ پھر اسی مقدار کے برابر سجدہ کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ طویل وقت کے بعد فارغ ہوئے لیکن ابھی رات کی تاریکی باقی تھی۔''

ابو یعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی ایک قیام نہیں کر سکتا اور عصر سے قبل چار رکعتیں نہیں پڑھ سکتا اور ان میں وہ کلمات پڑھے جنہیں آپ ﷺ پڑھتے تھے وہ یوں کہے:

تم نورك فھدیت فلك الحمد عظم حلمك فعفوت فلك الحمد بسطت یدك فاعطیت فلك الحمد ربنا وجھك اکرم الوجوہ و جاھك اعظم الجاہ و عطیتك افضل العطیۃ و اھنؤھا تطاع ربنا تشکر و تُعطی ربنا فتغفر و تجیب المضطرّ و تکشف الضرّ و تشفی السقیم و تغفر الذنب و تقبل التوبۃ و لا یجزی بآلائك احد و لا یبلغ مدحتك قول قائل۔

ابن منیع، ابو یعلی نے مسلم بن مخراق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''ہمارے پاس ایک ایسی قوم ہے جو رات میں ایک بار اور تین بار قرآن پاک ختم کر دیتی ہے۔'' انہوں نے فرمایا: ''انہوں نے اسے پڑھا ہے مگر اس کی قرات نہیں کی۔ میں ساری رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قیام کرتی تھی۔

آپ ﷺ سورۃ البقرہ، آل عمران اور النساء تلاوت فرماتے۔ جب بھی کسی امید افزاء آیات طیبہ سے گزرتے تو آپ ﷺ رب تعالیٰ سے التجاء اور سوال کرتے۔ جب آیت تخویف سے گزرتے تو اس سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔"

حارث بن اسامہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عشاء کی نماز کے بعد آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کیا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اپنے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ ایک کنویں کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھا میں نے آپ ﷺ کا کپڑا لیا اور آپ ﷺ کو پردہ کیا۔ میں کمر پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے کپڑا لیا اور مجھے پردہ کیا حتیٰ کہ میں نے غسل کیا۔ پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ قبلہ کی طرف رخ انور کیا۔ مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ سورۃ الفاتحہ کی قرأت کی۔ پھر سورۃ البقرہ سے آغاز کیا جب آیت رحمت سے گزرتے تو رب تعالیٰ سے سوال کرتے۔ جب آیت عذاب سے گزرتے تو رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے۔ ہر مثال میں غور و فکر کرتے۔ حتیٰ کہ اسے ختم کر لیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع میں چلے گئے۔ آپ ﷺ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنے لب لعلین کو حرکت دی۔ میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے وبحمدہ فرمایا۔ رکوع میں اتنی دیر رہے جتنی دیر قیام فرمایا تھا۔ پھر سر اقدس اٹھایا۔ تکبیر کہی اور سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ ﷺ نے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔ آپ ﷺ نے لب مبارک ہلائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے وبحمدہ کہا۔ آپ ﷺ قیام کی مقدار کے برابر ہی سجدہ میں رہے۔ پھر اٹھے سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ پھر سورۃ آل عمران پڑھی۔ جب کسی آیت رحمت سے گزرتے تو سوال کرتے۔ کسی مثال کے پاس سے گزرتے تو غور و فکر کرتے، حتیٰ کہ اسے ختم کر لیا۔ پھر پہلے کی طرح رکوع اور سجود کیے۔ پھر میں نے فجر کی اذان سن لی۔ میں نے کبھی اتنی عبادت نہیں کی تھی جو مجھ پر اتنی شدید ہو۔"

ابن مالک، ابن ضحاک اور ابو نعیم نے انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "انہوں نے رات کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز کا آغاز کیا تو کہا: الله اكبر سبحان ذي الملك و الجبروت و الكبريا و العظمة۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ پڑھی۔ قرآت نہ بلند اور نہ آہستہ تھی۔ بہت عمدہ قرأت تھی جس میں ترتیل سے آپ ﷺ ہمیں قرأت سناتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا جو آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا۔ آپ ﷺ نے رکوع میں سبحان ربي العظيم کہا۔ پھر سر اقدس کو اٹھایا آپ ﷺ رکوع کے برابر ٹھہرے آپ ﷺ نے سمع الله لمن حمده کہا پھر یہ ذکر کیا: الحمد لله ذي الملكوت و الجبروت و الكبرياء و العظمة۔ آپ ﷺ کا سجدہ آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا۔ آپ ﷺ نے سجدہ میں سبحان ربي الاعلىٰ کہا پھر سر اقدس کو اٹھایا دو سجدوں کے مابین ایک سجدہ کے برابر ٹھہرے آپ ﷺ یہ دعا مانگتے رہے: رب اغفر لي۔ رب اغفر لي۔ آپ ﷺ نے البقرۃ، آل عمران، الانعام، النساء اور المائدہ سورتیں پڑھیں۔" شعبہ نے کہا ہے: "میں نہیں جانتا کہ انہوں نے المائدہ کا ذکر کیا یا الانعام کا۔"

❁❁❁❁

چوتھا باب

نماز تہجد کا آغاز اور دعا

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''جب آپ رات کے وقت قیام کا ارادہ فرماتے تو استنجاء فرماتے۔وضو کرتے اور مسواک کرتے۔پھر کسی کو حجرات مقدسہ میں سے خوشبو لانے کے لیے بھیجتے۔''

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سوتے تو مسواک آپ کے پاس ہوتی تھی۔جب آپ بیدار ہوتے تو آغاز مسواک سے کرتے۔

دار قطنی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رمضان المبارک کی ایک رات میں آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔انہوں نے آپ کو تکبیر کے وقت سنا آپ یوں فرما رہے تھے: الله اکبر ذی الملکوت و الجبروت و الکبریاء و العظمة ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے جس وقت رات کو آپ قیام فرماتے تھے جب آپ نے نماز کا آغاز کیا تو فرمایا: الله اکبر ذی الملکوت و الجبروت و الکبریاء و العظمة۔

امام شافعی کے علاوہ دیگر ائمہ نے اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ''آپ جب بھی رات کے وقت اٹھتے نماز تہجد ادا فرماتے'' دوسری روایت میں ہے: ''جب نصف رات کے وقت آپ نماز کے لیے اٹھتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم لك الحمد انت قيم السموات و الارض و من فيهن و لك الحمد لك ملك السماوات و الارض و من فيهن ولك الحمد انت نور السموات و الارض ولك الحمد انت ملك السموات و الارض ولك الحمد انت الحق و عدك الحق و لقاء حق و قولك حق و الجنة حق و النار حق و النبيون حق و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق و الساعة حق اللهم لك اسلمت و بك آمنت و عليك توكلت و اليك انبت و بك خاصمت و اليك حاكمت فاغفرلى ما قدمت و ما اخرتُ و ما اسررت و ما اعلنت انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك و لا حول و لا قوة الا بالله۔

امام مسلم،ابو داؤد،ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں

نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''جب آپ رات ۔ کے وقت قیام فرماتے تھے تو آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت قیام فرماتے تو آغاز اس دعا سے کرتے:

اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل، فاطر السموات و الارض عالم الغیب و الشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون اھدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك انت تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ربیعہ جرشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جب آپ رات کے وقت قیام فرماتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ نماز کا آغاز کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ رات کے وقت اٹھتے تو دس بار اللہ اکبر، دس بار الحمدللہ دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار استغفر اللہ کہتے تھے پھر دس بار یہ فرماتے: اللھم اغفرلی و اھدنی و ارزقنی پھر دس بار یہ کہتے: اللھم انی اعوذبك من الضیق یوم الحساب و ضیق الدنیا و ضیق القیامۃ پھر نماز کا آغاز کرتے۔

''ابوداؤد اور امام نسائی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کے وقت قیام کرتے نماز کے آغاز میں تکبیر کہتے پھر سبحانك اللھم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالیٰ جدك و لا الہ غیرك کہتے پھر لا الہ الا اللہ تین بار پڑھتے۔ الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے اللہ اکبر کبیراً پھر یہ پڑھتے: اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہٖ و نفخہٖ و نفثہٖ پھر قرأت فرماتے۔''

امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ نماز کا آغاز کرتے تو تین بار اللہ اکبر تین بار سبحان اللہ تین بار لا الہ الا اللہ پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے: اللھم انی اعوذبك من الشیطان الرجیم من ھمزہٖ و نفخہٖ و شرکہٖ۔

امام احمد، امام بخاری اور ائمہ اربعہ نے (امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے) حضرت عروہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں آپ کے حجرہ مقدسہ کے پاس ہی رات بسر کرتا تھا۔ میں آپ کو وضو کا پانی پیش کرتا تھا۔ میں آپ کو سنتا تھا۔ جب آپ رات کے وقت قیام کے لیے اٹھتے تھے تو آپ یہ ذکر کرتے تھے سبحان اللہ رب العالمین الھوی پھر یہ ذکر فرماتے: سبحان اللہ و بحمدہٖ الھوی۔ ابن مبارک نے کہا ہے: الھوی کے معنی ہیں الطویل۔

امام احمد اور امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ رات کے وقت اپنی نماز کا آغاز کرتے تو دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔'' ابن قانع نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ نفلی نماز پڑھنے کے لیے قیام فرمانے لگتے تو یہ ذکر کرتے: وجھت وجھی للذی فطر

السموات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور امام بیہقی نے حضرت عاصم بن حمید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "آپ رات کے قیام کا آغاز کیسے کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "آپ دس بار اللہ اکبر دس بار الحمدللہ دس بار سبحان اللہ کہتے تھے پھر یہ دعا مانگتے: اللھم اغفرلی و اھدنی و ارزقنی و عافنی۔ آپ روز حشر مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے۔

❁❁❁❁

پانچواں باب

رات کے وقت آپ کی نماز کی کیفیت

امام احمد اور حارث بن اسامۃ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ نے طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اور اسے چھوڑ دو۔''

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ صحابہ کرام کو مختصر نماز پڑھاتے تھے مگر جب آپ اکیلے نماز پڑھتے تو بڑی طویل نماز ادا فرماتے تھے۔''

امام مسلم، امام احمد اور امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے سورۃ البقرہ کا آغاز کیا۔ میں نے سوچا'' آپ ایک سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے'' مگر آپ نے قرأت جاری رکھی۔ میں نے کہا: ''آپ ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ پڑھ لیں گے۔'' مگر آپ نے قرأت جاری رکھی۔'' میں نے سوچا کہ آپ اس کے ساتھ رکوع فرمائیں گے مگر آپ نے آل عمران کا آغاز کر دیا۔ آپ نے اسے پڑھا۔ پھر سورۃ النساء کا آغاز کیا۔ آپ نے اسے ترتیل سے پڑھا۔ جب آیت تسبیح تلاوت فرماتے تو تسبیح بیان فرماتے۔ جب ایسی آیت کو تلاوت فرماتے جس میں التجاء ہوتی تو سوال کرتے۔ جب تعوذ تلاوت کرتے تو پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا آپ نے رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' پڑھا۔ آپ کا رکوع بھی قیام کی مانند طویل تھا۔ پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہا۔ پھر طویل دیر تک کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا۔ پھر سجدہ کیا۔ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔ آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔''

امام احمد اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات میں نے آپ کے ساتھ قیام کیا آپ نے شروع میں تین بار اللہ اکبر کہا۔ پھر الحمد للہ ذی الملکوت و الجبروت و العظمۃ پڑھا۔ پھر قرأت کا آغاز کیا۔ سات رکعتوں میں سبع طوال پڑھیں۔ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے۔ آپ کا قیام بھی آپ کے رکوع کی طرح تھا۔ آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے۔ آپ دونوں سجدوں کے مابین اتنی دیر بیٹھتے جتنی دیر سجدہ فرماتے۔ آپ اس دوران رب اغفر لی پڑھتے۔

ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ جب آیہ رحمت پڑھتے تو رب تعالیٰ سے التجاء کرتے۔ جب آیہ عذاب کی تلاوت کرتے تو پناہ طلب کرتے۔ جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تنزیہ ہوتی تو رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے۔"

شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ نے قیام کو طویل فرمایا۔ حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کر کیا۔" ہم نے عرض کی: "آپ نے کیا برا ارادہ کیا تھا؟" انہوں نے فرمایا: "میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔"

امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رمضان مبارک میں آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے رکوع کیا۔ رکوع میں اتنی دیر سبحان ربی العظیم کہا جتنی دیر قیام فرمایا تھا۔ پھر آپ بیٹھ گئے۔ یہ دعا مانگتے رہے: رب اغفرلی رب اغفرلی پھر سجدہ کی مقدار کھڑے رہے۔ پھر اسی قیام کے برابر سجدہ کیا۔ سجدہ میں سبحان ربی العظیم کہتے رہے۔ آپ نے صرف چار رکعتیں پڑھیں تھیں کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز صبح کے لیے آ گئے۔"

ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک رات میں نے آپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ کھڑے ہوئے آپ نے سورۃ البقرۃ پڑھی۔ آپ جس بھی آیہ رحمت کے پاس سے گزرتے آپ ٹھہر جاتے سوال کرتے۔ جب آیہ عذاب پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے پھر آپ نے قیام کے برابر رکوع کیا۔ رکوع میں یہ ذکر کیا: سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریاء و العظمۃ پھر آپ نے قیام کے برابر سجدہ کیا۔ پھر سجدہ میں بھی اسی طرح ذکر کیا۔ پھر آپ نے قیام کیا۔ پھر سورت آل عمران پڑھی۔ پھر ایک ایک سورت تلاوت کی۔"

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے چودھویں کی شب آپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ، سورہ آل عمران اور سورۃ النساء کی تلاوت کی۔ آپ جب خوف کی آیت سے گزرتے تو دعا مانگتے۔ پناہ طلب کرتے جب بشارت کی آیت گزرتے تو رب تعالیٰ سے التجاء کرتے اور اس کی طرف رغبت کرتے۔"

امام نسائی اور بقی بن مخلد نے بنو غفار کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اسے صحابی رسول بننے کا شرف ملا تھا۔ انہوں نے کہا: "ہم آپ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ میں نے کہا: "میں آپ کی نماز کو ضرور غور سے دیکھوں گا۔ میں آپ کے افعال مبارکہ کو دیکھوں گا۔ آپ رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرما ہو گئے۔ میں آپ کے قریب ہی لیٹ گیا۔ آپ اس طرح سانس لینے لگے جیسے سونے والا سانس لیتا ہے پھر آپ بیدار ہوئے۔ آسمان کے افق کی طرف دیکھا۔ آپ نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۞
الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ
مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

آپ بستر مبارک سے اٹھے۔ بستر کے نیچے سے مسواک لی اور اس کے ساتھ مسواک کی۔ مشکیزہ سے پانی برتن میں ڈالا اور وضو کیا۔ بہت عمدہ وضو کیا پھر آپ نے قیام فرمایا۔ چار رکعتیں پڑھیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا رکوع طویل تھا یا قیام یا سجود' حتیٰ میں نے کہا کہ آپ نے اتنی دیر نماز پڑھ لی ہے جتنی دیر آپ سوئے تھے پھر آپ بستر پر تشریف لے آئے اور سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے۔ مذکورہ بالا آیت طیبہ پڑھی۔ پھر مسواک کی۔ وضو فرمایا۔ چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر ہم پر نیند کا غلبہ رہا حتیٰ کہ سحر ہوگئی۔

امام ترمذی نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: ''میں حضور اکرم ﷺ کی نماز کو ضرور غور سے دیکھوں گا۔'' آپ نے نمازِ عشاء پڑھی۔ پھر آپ کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے۔ پھر آپ اٹھے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔ پھر کجاوے کے آخری کنارے پر تشریف لائے۔ وہاں سے مسواک لی۔ مسواک کی اور وضو کیا مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے آپ نے رکوع نہ کیا حتیٰ کہ مجھے پتہ نہ چل سکا کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا ہے یا باقی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے پہاڑوں کی طرح نیند نے آلیا۔''

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سورۃ البقرہ کو دو رکعتوں میں منقسم فرمایا۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

رات کے وقت نماز کی رکعتوں کی تعداد

اس ضمن میں آپ سے متفرق روایات مروی ہیں۔

۱ چار رکعتیں

عبد بن حمید اور امام احمد نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رات کو دو یا تین بار مسواک کرتے تھے۔ جب رات کے وقت قیام فرماتے تو چار رکعتیں پڑھتے۔ آپ نہ تو ان میں کلام کرتے نہ ہی کسی چیز کا حکم دیتے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے تھے۔

۲ سات رکعتیں

امام بخاری نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی رات کی نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ سات رکعتیں پڑھتے تھے۔''

۳ آٹھ رکعتیں

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت آٹھ رکعتوں سے قیام فرماتے تھے۔ ان کے رکوع ان کی قرأت کی طرح اور ان کے سجود ان کی قرأت کی مانند ہوتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔''

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رات کے وقت نفلی نماز کی آٹھ رکعتیں اور دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔''

۴ نو رکعتیں

امام بخاری نے حضرت مسروق نے مذکورہ بالا روایت میں سات کی بجائے نو رکعتوں کا ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت سعد بن ہشام بن عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وتروں کے بارے

سوال کیا۔۔۔اس روایت میں ہے کہ جب آپ کی عمر مبارک سے زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر بھاری ہوگیا۔تو آپ سات رکعتوں کے ساتھ وتر ادا کرتے تھے۔آپ دو رکعتوں میں پہلے کی طرح ہی کرتے تھے۔لخت جگر! یہ نو رکعتیں ہیں۔"

ابوداؤد نے حضرت زرارہ بن اوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رات کے وقت آپ کی نماز کے بارے سوال کیا گیا۔انہوں نے فرمایا:"آپ باجماعت نماز عشاء ادا کرتے۔پھر اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے جاتے۔آپ چار رکعتیں پڑھتے۔بستر مبارک پر تشریف لے آتے اور آرام فرما ہو جاتے۔آپ آٹھ رکعتیں پڑھتے۔آپ ان میں سورۃ الحمد اور قرآن پاک کی کوئی سورت پڑھتے۔آپ ان میں قعدہ نہ کرتے حتیٰ کہ آپ آٹھویں رکعت میں قعدہ کرتے۔سلام نہ پھیرتے آپ نویں رکعت میں قرأت کرتے۔پھر بیٹھ جاتے۔رب تعالیٰ سے سوال کرتے۔جو وہ چاہتا۔اس سے التجاء کرتے۔اس کی طرف رغبت رکھتے۔باآواز بلند ایک سلام کرتے۔قریب ہوتا کہ اس کی آواز سے آپ کے اہلِ خانہ جاگ جاتے۔پھر بیٹھ کر سورۃ الفاتحہ پڑھتے۔پھر بیٹھ کر ہی رکوع کرتے۔پھر دوسری رکعت کے لیے قرأت کرتے۔بیٹھ کر سجدہ کرتے۔پھر رب تعالیٰ سے دعا مانگتے جو رب تعالیٰ چاہتا۔پھر سلام پھیر دیتے۔پھر واپس آجاتے۔آپ کی یہی نماز رہی۔حتیٰ کہ آپ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی۔آپ نے نو میں سے دو رکعتوں کی کمی کر دی۔آپ نے انہیں چھ یا سات رکعتیں بنا دیں۔پھر آپ بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیتے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

۵ چھ رکعتیں اور آپ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور پھر تین رکعتیں وتر پڑھ لیتے

امام مسلم، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے ہاں رات بسر کی۔آپ رات کے وقت بیدار ہوئے مسواک کی اور وضو کیا۔آپ یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

(آل عمران، آیت:۱۹۰)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کے اختلاف میں دانشمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

آپ نے انہیں پڑھا حتیٰ کہ سورت کو ختم کر دیا۔پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ان میں طویل قیام، رکوع اور سجدہ کیا۔پھر واپس آئے۔آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔پھر آپ نے اسی طرح کیا۔تین بار آپ نے چھ رکعتیں پڑھیں۔ہر بار مسواک کی اور وضو کیا اور مذکورہ بالا آیات طیبات پڑھیں۔پھر تین رکعتوں سے وتر پڑھے پھر مؤذن نے اذان دی۔آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا و اجعل فی سمعی نورا و اجعل فی بصری نورا و اجعل من خلفی نورا و من امامی نورا و اجعل من فوقی نورا و من تحتی

نورا اللھم اعطنی نورا۔

۶ گیارہ رکعتیں

یہ روایات حضرت فضل بن عباس، صفوان بن معطل اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی اکثر روایات اسی کے بارے منقول ہیں۔

ابوداؤد نے حضرت فضل بن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہاں رات بسر کی تاکہ دیکھوں کہ آپ رات کے وقت کیسے قیام فرماتے ہیں؟ آپ اٹھے۔ وضو کیا۔ دو رکعتیں پڑھیں ان کا قیام ان کے رکوع کی طرح اور ان کا رکوع ان کے سجود کی طرح تھا۔ پھر آپ سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے۔ آپ نے وضو کیا۔ مسواک کی۔ پھر آل عمران کی پانچ آیات پڑھیں: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ آپ اسی طرح کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے دس رکعتیں پڑھیں۔ پھر قیام فرمایا۔ ایک رکعت سے نماز کو وتر بنا دیا۔ اس وقت موذن نے اذان دی۔ مؤذن کے خاموش ہونے کے بعد آپ اٹھے۔ دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ پھر بیٹھ گئے۔ پھر نماز صبح ادا کی۔"

عبداللہ بن امام احمد اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت صفوان بن معطل السلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کسی سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے رات کے وقت آپ کی نماز کی نگرانی کی۔ آپ نے نمازِ عشاء پڑھی۔ پھر آپ سو گئے۔ نصف رات گزر گئی تو آپ اٹھے۔ سورت آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔ پھر مسواک کی۔ وضو کیا پھر قیام کیا دو رکعتیں پڑھیں۔ مجھے علم نہ ہو سکا کہ آپ کا قیام یا رکوع یا سجدہ طویل تھا۔ پھر آپ بستر پر تشریف لے گئے اور سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے۔ مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کی۔ پھر مسواک کی۔ وضو کیا۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا قیام یا رکوع یا سجود زیادہ طویل تھا۔ پھر آپ اسی طرح کرتے رہے۔ جیسے پہلی دفعہ کیا تھا حتیٰ کہ آپ نے گیارہ رکعتیں پڑھ لیں۔"

شیخین، امام مالک اور برقانی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ انہیں ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا دیتے تھے۔ یہی آپ کی رات کی نماز تھی۔ اتنا طویل سجدہ فرماتے کہ جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات پڑھ لیتا ہو۔ پھر سر اقدس اٹھاتے۔ پھر دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔ پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن آپ کے لیے نماز کے لیے حاضر ہو جاتے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ وہ ان کی خالہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں تکیہ کے عرض پر لیٹ گیا۔ آپ اور آپ کے اہل خانہ تکیہ کے طول پر لیٹ گئے۔ آپ آرام فرما ہو گئے۔ جب نصف رات ہو گئی یا اس سے کچھ وقت قبل یا بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ چہرۂ انور سے دستِ اقدس سے نیند ہٹانے لگے۔ پھر سورت آل عمران کے آخر سے دس آیات طیبات پڑھیں پھر لٹکے ہوئے مشکیزے کے پاس

گئے۔اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں بھی اٹھا۔میں نے اسی طرح کیا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔" دوسری روایت میں ہے: "میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔آپ نے اپنا دایاں دستِ اقدس میرے سر پر رکھا۔میرا دایاں کان پکڑا اور اسے مروڑنے لگے۔آپ نے دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں اور پھر دو رکعتیں پڑھیں۔پھر وتر پڑھے۔پھر لیٹ گئے۔پھر مؤذن آیا۔آپ اٹھے اور دو ہلکی سی رکعتیں ادا کیں۔پھر نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔"

شیخین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک اور اس کے علاوہ کبھی گیارہ رکعتوں سے زائد نہ پڑھیں۔آپ چار رکعتیں پڑھتے۔ان کے حسن اور طول کے بارے نہ پوچھو۔پھر چار رکعتیں پڑھتے ان کے حسن اور طول کے بارے نہ پوچھو۔پھر تین رکعتیں پڑھتے۔میں نے عرض کی: "آپ وتر پڑھنے سے قبل ہی سو جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں۔میرا دل نہیں سوتا" امام بخاری نے حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی رات کی نماز کے بارے پوچھا۔انہوں نے فرمایا: "آپ سات رکعتیں یا نو رکعتیں یا گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔فجر کی دو رکعتیں اس کے علاوہ ہیں۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے نماز عشاء پڑھی۔پھر آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھیں۔پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں۔دو رکعتیں دونوں نداؤں کے مابین پڑھیں۔آپ نے انہیں کبھی نہ چھوڑا تھا۔"

امام مسلم نے حضرت سعد بن ہشام بن عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "آپ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وتروں کے بارے بتائیں۔" انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے تھے۔رات کے وقت رب العزت جب چاہتا آپ کو بیدار کر دیتا تھا۔آپ مسواک کرتے۔وضو کرتے آپ نو رکعتیں پڑھتے۔صرف آٹھویں رکعت کے بعد آپ بیٹھتے تھے۔اس میں ذکر کرتے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے اس سے دعا مانگتے۔پھر اٹھتے۔سلام نہ پھیرتے۔نویں رکعت ادا کرتے۔پھر بیٹھ جاتے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے اس سے دعا مانگتے۔پھر سلام پھیرتے۔آپ یہ سلام ہمیں سناتے۔پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔لختِ جگر! یہ گیارہ رکعتیں ہو گئیں۔جب آپ کی عمر مبارک زیادہ ہو گئی۔۔۔الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکرہ کی طرف ہدیہ بھیجا۔میرے والد گرامی نے اسے کم سمجھا اور مجھے فرمایا: "اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ ہم کام کرنے والے لوگ ہیں۔اگر آپ کے پاس اس سے زیادہ عمر والا جانور ہو تو آپ اسے بھیج دیں۔" آپ نے فرمایا: "چچا زاد! اسے صدقہ کے اونٹوں میں لے جاؤ" میں اسے وہاں لے گیا پھر مسجد میں آپ کے پاس آ گیا۔آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی آپ نے فرمایا: "کیا تمہارا ارادہ ہے کہ آج کی رات اپنی خالہ کے ہاں بسر کرلو۔تم نے رات کر دی ہے۔" میں نے وہ رات آپ کے ہاں بسر کی۔میں خالہ جان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔انہوں نے مجھے رات کا

کھانا کھلایا انہوں نے میرے لیے چادر بچھائی۔انہوں نے اسے بستر کے طور پر بچھایا۔میں نے کہا:''آج رات میں ضرور جانوں گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کیسے عبادت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا:''میمونہ!انہوں نے عرض کی: لبیک یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تمہارے پاس تمہارا بھانجا آیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! وہ یہ ہے۔آپ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس کھانا تھا تو اسے کھانا کیوں نہ دیا۔انہوں نے عرض کی: میں نے اسے کھانا کھلا دیا ہے۔آپ نے پوچھا: اس کے لیے بستر بھی بچھا دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ اپنے بستر پر تشریف لے گئے آپ اس پر نہ لیٹے۔اس کے گرد لیٹ گئے۔سر اقدس کو بستر پر رکھا۔پھر کچھ دیر ٹھہر گئے۔میں نے سنا آپ خراٹے لے رہے تھے۔''میں نے کہا: آپ تو سو گئے ہیں۔اب آپ نہ جاگیں گے نہ ہی آج رات قیام کریں گے۔جب رات کا چوتھا حصہ یا ثلث گزر گیا تو آپ اپنی مسواک اور پانی کے برتن کے پاس آئے مسواک کی حتیٰ کہ میں نے آپ کی مسواک کے نیچے دانتوں کی آواز سنی۔پھر آپ مشکیزہ کے پاس تشریف لے گئے۔اس کا تسمہ کھولا۔میں نے ارادہ کیا کہ میں اٹھوں اور آپ پر پانی انڈیلوں۔مجھے خدشہ لگا کہ آپ اپنے کسی عمل کو ترک نہ کر دیں۔جب وضو کر لیا تو نماز پڑھنے کی جگہ پر تشریف لے گئے۔آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ہر رکعت میں پچاس آیات پڑھیں۔ان میں رکوع اور سجود طویل کیے۔پھر اپنے بستر پر تشریف لے آئے۔کچھ دیر آرام کیا۔آپ سو گئے۔خراٹوں کی آواز آنے لگی۔میں نے کہا:''اب آپ قیام نہیں فرمائیں گے حتیٰ کہ صبح ہو جائے۔جب رات کا نصف یا ثلث گزر گیا تو آپ اٹھے۔اسی طرح کیا جیسے پہلی بار کیا تھا۔پھر آپ نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے۔اسی طرح چار رکعتیں پڑھیں۔پھر اپنے بستر پر تشریف لے آئے۔اس پر لیٹ گئے اور خراٹے لینے لگے میں نے کہا:''آپ پر نیند کا غلبہ ہو گیا ہے۔اب آپ تا دم صبح قیام نہ کریں گے۔جب رات کا چھٹا حصہ یا اس سے کم رات رہ گئی تو آپ نے مسواک کی۔پھر وضو کیا۔پھر سورۃ الفاتحہ پڑھی۔پھر سورۃ الاعلیٰ تلاوت کی پھر رکوع کیا۔سجدہ کیا پھر قیام کیا سورۃ الفاتحہ پڑھی اور سورۃ الاخلاص ساتھ ملائی۔پھر دعائے قنوت پڑھی۔پھر رکوع اور سجدہ کیا۔فارغ ہو کر قعدہ کیا جب فجر طلوع ہو گئی تو مجھے آواز دی میں نے عرض کی: لبیک یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فرمایا: اٹھو!! بخدا! میں تو سویا تھا ہی نہیں'' میں اٹھا میں نے وضو کیا آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی۔اس کے ساتھ سورۃ الاخلاص ملائی۔پھر رکوع اور سجود کیا۔پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔آپ نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الکافرون پڑھی۔۔۔

الطبرانی نے عبید بن اسحاق کی سند سے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے اپنی خالہ جان حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔آپ جلدی سے اٹھے۔پانی لیا۔وضو کیا۔پھر یہ آیت طیبہ پڑھی: ان فی خلق السموات والارض۔۔۔ پھر سورۃ البقرہ کا آغاز کیا۔اسے حرف بحرف پڑھا حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا۔پھر رکوع کیا۔رکوع میں سبحان ربی العظیم کہا پھر سجدہ کیا۔سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔پھر سر اقدس اٹھایا دو سجدوں کے مابین یہ دعا مانگی: رب اغفرلی وارحمنی وارفعنی وارزقنی واهدنی پھر آپ اٹھے۔دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران

پڑھی۔ پھر رکوع اور سجود کیا۔ پھر اسی طرح کیا جیسے پہلے کیا تھا۔ پھر آپ لیٹ گئے۔ پھر جلدی سے اٹھے۔ پھر اسی طرح کیا جیسے پہلے کیا تھا۔ حرف بحرف قرأت کی۔ حتیٰ کہ آٹھ رکعتیں پڑھ لیں۔ آپ ہر دو رکعتوں کے مابین بیٹھ جاتے اور تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھے پھر نماز فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔"

۷ تیرہ رکعتیں

تیرہ رکعتوں کی روایات ان سے حضرت زید بن خالد الجہنی، حضرت ابن عباس، ابن عمر، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہیں۔

۱ حضرت زید سے مروی روایت۔ امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے کہا کہ میں آج شب آپ کی نماز کو ضرور غور سے دیکھوں گا۔ میں نے سامان کے تھیلے یا آپ کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو بہت طویل، طویل اور طویل رکعتیں ادا کیں پھر دو رکعتیں ادا کیں جو طوالت میں ان سے کم تھیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں جو طوالت میں ان سے کم تھیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں جو طوالت میں ان سے کم تھیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں جو طوالت میں ان سے کم تھیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں جو طوالت میں ان سے کم تھیں۔ پھر وتر پڑھے۔ تین تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔

۲ حضرت جابر سے مروی روایت۔ امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حدیبیہ کے سال آپ کے ساتھ آ رہے تھے۔ ہم نے السقیا کے مقام پر قیام کیا۔ حضرت معاذ نے فرمایا: "ہمیں کون ہمارے مشکیزوں میں پانی پلائے گا؟" حضرت جابر نے کہا: "میں" وہ فرماتے ہیں: "میں انصار کے چند جوانوں کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ ہم اثایہ کے چشمے تک پہنچے۔ ان کے مابین تقریباً تیرہ میل کا فاصلہ تھا۔ ہم نے اپنے مشکیزوں سے پانی پیا۔ عشاء کے بعد ایک شخص اپنا اونٹ حوض پر لے کر جا رہا تھا۔ اس نے اسے کہا: "پانی پی لو۔" وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ نے اونٹ کو پانی پلایا۔ میں نے آپ کی اونٹنی کی لگام پکڑی۔ اسے بٹھایا۔ آپ نے نماز عشاء پڑھی۔ پھر اس کے بعد تیرہ رکعتیں پڑھیں۔"

۳ حضرت ابن عباس سے مروی روایت۔ ان سے حضرت کریب، سعید بن جبیر، علی بن عبداللہ بن عباس، عطاء، طاؤس، شعبی، طلحہ بن نافع، یحییٰ بن جزار، ابو حمزہ وغیرہم نے طویل اور مختصر روایات نقل کیں ہیں۔ ہر ایک روایت میں وہ اضافہ ہے جو دوسری میں نہیں۔ دارقطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے ابن خزیمہ، ابو عوانہ، محمد بن نصر مروزی، ابن ابی شیبہ، حارث بن اسامہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے میرے والد گرامی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ ان کا آپ سے ضروری کام تھا۔ میں نے دیکھا کہ

آپ مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ میں آپ سے ہم کلام ہونے کی طاقت نہ پا سکا۔ نماز مغرب کے بعد آپ نے قیام کیا اور نماز پڑھی۔ حتیٰ کہ مؤذن نے نماز عشاء کے لیے اذان دے دی۔'' دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے انہیں عشاء کے بعد بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ''نورِ نظر! ہمارے ہاں ہی رات بسر کرلو۔ میں نے اپنی خالہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ پھر اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے۔ چار رکعتیں ادا کیں'' دوسری روایت میں ہے: ''آپ رات کے وقت تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا بچے نے نماز ادا کرلی ہے'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' میں نے کہا: ''آج رات میں سوؤں گا نہیں۔ حتیٰ کہ میں دیکھ لوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے ہیں؟ یا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کو ضرور دیکھوں گا۔ میں نے اپنی خالہ جان سے کہا: ''جب آپ قیام فرمانے لگیں تو مجھے بیدار کر دینا۔ انہوں نے آپ کو تکیہ پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر کے لیے اپنے اہل خانہ کے ساتھ بات کی۔ پھر سو گئے۔ پھر مشکیزہ کے پاس تشریف لائے۔ اس کا تسمہ کھولا۔ اس سے پیالے میں پانی انڈیلا۔ پھر چہرۂ انور اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر آرام فرما ہو گئے۔ میں تکیے کے عرض کی جانب آپ اور اہل خانہ اس کے طول کی طرف لیٹے ہوئے تھے۔ آپ بستر میں اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ لیٹ گئے۔ اس وقت ان کے خصوصی ایام تھے۔ آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ میں نے کہا: ''آپ سو گئے ہیں اب آپ نہ جاگیں گے نہ ہی رات کا قیام فرمائیں گے۔ آپ بیدار ہوئے۔ جب آپ رات کے وقت بیدار ہوئے تو نگاہ مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر سورت آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرمائیں حتیٰ کہ آپ نے پانچ آیات تلاوت کیں۔ پھر بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ پھر اٹھے نظر مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر وہی آیات تلاوت کیں۔ پھر بستر پر لیٹ گئے۔ کچھ دیر آرام فرما رہے۔ پھر جاگ اٹھے۔ لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے۔۔۔ حتیٰ کہ نصف رات یا اس سے کم یا زیادہ رات بسر ہوگئی۔ (یا رات کا آخری ثلث گزر گیا) دوسری روایت میں ہے: ''جب میں نے سمجھا کہ رات کا چوتھا یا تیسرا حصہ گزر گیا ہوگا تو آپ مسواک اور برتن کے پاس تشریف لائے۔ مسواک کی حتیٰ کہ میں نے مسواک کے نیچے آپ کے مبارک دندان کی آواز سنی۔'' ایک روایت میں ہے: ''آپ رات کے وقت اٹھے۔ قضائے حاجت فرمائی۔ چہرہ انور اور دستِ اقدس دھوئے۔ آپ نے دیکھا تو ابھی رات باقی تھی۔ پھر آپ آرام فرما ہو گئے۔ آپ اٹھے تکبیر و تسبیح کہی اور فرمایا: ''خواہشات والا سو گیا'' آپ بیٹھ گئے۔ دست اقدس سے چہرہ انور سے نیند دھونے لگے۔ پھر مسواک کی۔ پھر باہر تشریف لائے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: سبحان الملك القدوس۔ آپ نے تین بار اسی طرح کہا۔ پھر قرأت کی۔ ایک روایت میں ہے: جب آخری ثلث گزر جاتا تو آپ بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے یہ آیت طیبہ پڑھتے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

(آل عمران، آیت: ۱۹۰)

ترجمہ: بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں (بڑی) نشانیاں ہیں اہل عقل کے لیے۔

پھر قضائے حاجت فرمائی۔ پھر اس مشکیزہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جن میں پانی تھا۔ آپ نے اس مشکیزہ سے پانی لیا۔ تین بار کلی کی۔ تین بار ناک مبارک میں پانی ڈالا۔ تین بار چہرہ انور دھویا۔ تین بار کہنیاں دھوئیں سر اقدس اور کانوں کا مسح کیا۔ قدمین شریفین دھوئے۔ پھر مصلی پر تشریف لے گئے۔" دوسرے الفاظ میں ہے کہ آپ لٹکے ہوئے مشکیزے کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا تسمہ کھولا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اٹھوں اور آپ پر پانی انڈیلوں پھر مجھے یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ آپ اپنا کوئی عمل ترک نہ کر دیں" پھر آپ نے خفیف سا وضو کیا۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "عمدہ وضو کیا" ایک روایت میں ہے: "آپ نے بہت عمدہ وضو کیا۔ نہ زیادہ اور نہ ہی کم پانی استعمال کیا۔ آپ نے پانی (اعضاء مبارکہ تک) پہنچایا۔ ایک روایت میں ہے: "آپ نے اچھی طرح وضو کیا۔ پانی کو تھوڑا مس کیا۔ مسواک کی۔ پھر چادر مبارک لی۔ اسے لپیٹا پھر کمرہ میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے اس خدشہ کے پیش نظر انگڑائی لی کہ آپ دیکھ نہ لیں کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا۔ میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ میرا بایاں کان پکڑا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ اس طرح اس لیے کر رہے ہیں تاکہ اس کے ساتھ رات میں میرے ساتھ انس پیدا کریں۔" دوسری روایت میں ہے: "آپ نے مجھے کان کی لو سے پکڑا اور اسے مروڑنے لگے۔ آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے: "آپ نے اپنے پیچھے سے مجھے بازو سے پکڑا اور مجھے گھما کر دائیں طرف کھڑا کر دیا آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دو اور دو اور دو اور دو اور دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا۔ آپ نے مسواک کی۔ میں نے اندازہ لگایا آپ نے ہر رکعت، سورۃ یاایھاالمزمل کی مقدار قیام کیا۔ پھر آپ نے وتر پڑھے آپ کی نماز تیرہ رکعتیں بن گئیں۔"

ایک اور روایت میں ہے: آپ نے تیرہ رکعتیں نماز پڑھی۔ دوسری روایت میں ہے: گیارہ رکعتیں ادا کیں۔ آپ نے دیکھا کہ آپ پر دو رکعتیں ہیں۔ آپ نے انہیں پڑھا۔ جب دیکھا کہ فجر طلوع ہونے کے قریب ہے تو آپ اٹھے۔ سات رکعتیں پڑھیں۔ ساتویں رکعت کے ساتھ انہیں وتر بنا دیا۔" ایک روایت میں ہے: "آپ نے وتروں کے ساتھ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔" ایک روایت میں ہے: "آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں قیام، رکوع اور سجدہ طویل کیا۔ پھر سجدہ پر تشریف لائے۔ سو گئے حتیٰ کہ خراٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ اس طرح آپ نے چھ رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے مسواک کی۔ وضو کیا۔ مندرجہ بالا آیات طیبات پڑھیں۔ پھر تین رکعتوں کے ساتھ انہیں وتر بنا دیا۔ پھر بستر پر لیٹ گئے۔ سو

گئے حتیٰ کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔" ایک اور روایت میں ہے:"حتیٰ کہ آپ سو گئے۔ میں نے دیکھا آپ خراٹے لے رہے تھے۔ مؤذن آیا اور نماز صبح کے لیے عرض کی۔ آپ اٹھے۔ دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ وضو نہ کیا۔ پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ فرما رہے تھے۔" دوسری روایت میں ہے:"جب آپ نے نماز ادا کر لی تو میں نے آپ کو سنا آپ اپنی نماز یا دعا میں کہہ رہے تھے۔" ایک اور روایت میں ہے:"آپ اپنی نماز یا سجدہ میں عرض کرنے لگے۔"

امام شعبی کے الفاظ میں ہے: انہوں نے کہا:"میں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے آپ کی نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا:" آپ تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آٹھ رکعتیں نوافل اور تین رکعتیں وتر اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ اس رات آپ نے انیس کلمات کے ساتھ دعا مانگی۔ سلمہ نے کہا:"مجھے کریب نے یہ کلمات بتائے۔ مگر مجھے صرف بارہ کلمات یاد رہے باقی بھول گئے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: اللهم اجعل لی فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی سمعی نورا و فی لسانی نورا و فی عصبی نورا و فی لحمی نورا و فی بدنی نورا و فی شعری نورا و فی بشری نورا و فی نفسی نورا و عن یمینی نورا و عن یساری نورا و فوقی نورا و تحتی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و اجعل لی نورا۔ ایک روایت میں ہے: واجعل لی یوم القیامة نورا۔ ایک روایت میں ہے: واجعل فی نفسی نورا و اعظم لی نورا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت۔ الطبرانی نے اوسط میں ابن لھیعہ کی سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"آپ نمازِ عشاء پڑھتے پھر گھر میں آنے سے قبل مسجد میں سات رکعتیں پڑھتے۔ چار رکعتوں میں دو کے بعد سلام پھیر دیتے۔ تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے۔ پہلے دو وتروں میں تشہد بیٹھتے جیسے کہ آپ سلام پھیرنے کے لیے تشہد بیٹھتے تھے۔ آپ معوذات سورتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ کاشانۂ اقدس میں تشریف لا کر دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر سو جاتے جب نیند سے بیدار ہوتے تو یوں حمد سرا ہوتے: الحمد للہ الذی انا منی فی عافیة و ایقظنی فی عافیة۔ پھر سر اقدس کو آسمان کی طرف بلند فرماتے پھر یہ آیت طیبہ پڑھتے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ (آل عمران، آیت: ۱۹۱ تا ۱۹۴)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کیں۔ ان میں قرأت، رکوع اور سجود لمبا کیا ان میں کثیر دعا

مانگی۔حتیٰ کہ میں سوگئی پھر جاگی پھر آپ واپس آئے اور لیٹ گئے۔ہلکی سی نیند کی۔پھر واپس تشریف لائے اسی طرح گفتگو کی جیسے کہ پہلے کی تھی۔پھر قیام فرمایا۔دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو رکعتوں سے طویل تھیں اس میں آہ وزاری اور استغفار میں شدت اختیار کی۔حتیٰ کہ میں نے کہا کہ آپ واپس آئیں گے بھی؟ آج رات کے آخری حصے تک اسی طرح ہوا۔پھر آپ واپس تشریف لائے تھوڑی سی نیند کی میں نے کہا:''یہ نیند ہے یا کہ نہیں۔حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آگیا۔پھر آپ نے اسی طرح کہا جیسے کہ پہلے کہا تھا۔پھر تشریف فرما ہو گئے۔مسواک منگوائی،مسواک کی،وضو کیا دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔آپ کی یہ نماز تیرہ رکعتیں تھیں۔''امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔پانچ رکعتوں کے ساتھ آپ انہیں وتر بنا دیتے تھے۔آپ صرف آخر میں بیٹھتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔جن میں وتر شامل ہوتے تھے۔جب آپ صبح کی اذان سماعت فرما لیتے تھے تو دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔''

❽ سولہ رکعتیں

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رات کو فرض نماز کے علاوہ سولہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

❾ سترہ رکعتیں

ابن ضحاک نے حضرت طاؤس سے مرسل روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''آپ رات کے وقت سترہ رکعتیں پڑھتے تھے۔''

ساتواں باب

رات کے قیام میں ایک ہی آیت طیبہ بار بار پڑھنا اور قیام رہ جانے پر اس کی قضاء

امام احمد، مسدد، ابن ماجہ، نسائی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے قیام فرمایا حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ آپ اسی آیت طیبہ کو بار بار پڑھتے رہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

(المائدہ۔ آیت: ۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔

آپ اسی کے ساتھ رکوع فرماتے اور اسی کے ساتھ سجدہ فرماتے۔ صبح کے وقت میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبح تک اسی آیت طیبہ کی تلاوت کرتے رہے ہیں۔ اسی کے ساتھ آپ نے رکوع اور اسی کے ساتھ سجود کیا۔" آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے شفاعت کا سوال کیا۔ اس نے وہ مجھے عطا فرمادی ہے۔ ان شاء اللہ! یہ ہر اس شخص کو ملے گی جو رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔"

امام احمد، امام بزار نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ کرام پیچھے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ جب آپ نے ان کا قیام اور پیچھے ہٹنا ملاحظہ فرمایا تو اپنے کجاوے کی طرف تشریف لے آئے۔ جب ملاحظہ فرمایا کہ وہ جگہ خالی کر چکے ہیں تو آپ اپنی جگہ پہ تشریف لائے۔ میں آیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا ہونے کے لیے اشارہ کیا۔ میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے۔ وہ آپ کے اور میرے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ نے انہیں اپنے بائیں طرف اشارہ کیا۔ وہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ ہم تینوں نے قیام کیا۔ ہم میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ قیام کر رہا تھا اور وہ اتنا قرآن مجید پڑھ رہا تھا جتنا رب تعالیٰ چاہتا تھا۔ آپ نے صرف ایک آیت طیبہ کے ساتھ قیام فرمایا آپ نماز صبح تک اسے ہی بار بار پڑھتے رہے۔ صبح کے بعد میں نے حضرت ابن مسعود کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آپ سے سوال کریں کہ جو کچھ آپ نے کیا تھا اس سے آپ کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "میں آپ سے کوئی سوال نہ کروں گا حتیٰ کہ آپ خود ہی مجھے بیان فرمادیں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر فدا! آپ نے ایک آیت طیبہ کے ساتھ قیام فرمایا حالانکہ آپ کے

پاس پورا قرآن پاک تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو ہم اس سے غصے کا اظہار کرتے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنی امت کے لیے دعا کی۔ انہوں نے عرض کی: آپ کو کیا جواب دیا گیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے ایسا جواب دیا گیا ہے کہ اگر اکثر لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں تو وہ نماز کو چھوڑ دیں۔'' انہوں نے عرض کی: ''کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟'' آپ نے فرمایا: 'ضرور! میں بشارت سنانے کے لیے اتنی دور تک تیزی سے گیا جتنی دور پتھر کو پھینکا جا سکتا ہو تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ نے لوگوں کی طرف اس طرح کا پیغام بھیجا تو وہ اسی پر اعتماد کر کے عبادت چھوڑ دیں گے۔'' آپ نے مجھے پکارا: ''واپس آجاؤ۔'' وہ واپس آ گئے۔ وہ آیت طیبہ یہ تھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

(المائدہ، آیت: ۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔

امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے رات بھر ایک آیت طیبہ کے ساتھ قیام فرمایا۔'' امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ تا صبح ایک ہی آیت طیبہ کو پڑھتے رہے۔''

امام احمد، امام ترمذی، نسائی اور ابن ضحاک نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک رات میں نے آپ کی اس نماز کو غور سے دیکھا جسے آپ نے پڑھا۔ طلوع فجر کے وقت آپ نے سلام پھیرا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات آپ نے وہ نماز پڑھی ہے کہ میں نے پہلے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! یہ رغبت اور خوف کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اپنے رب تعالیٰ سے تین امور کا سوال کیا۔ اس نے مجھے دو عطا کر دیے اور ایک سے روک دیا۔ میں نے عرض کی کہ وہ ہمیں اس عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے اس نے سابقہ اقوام کو ہلاک کیا تھا اس نے میری التجاء کو قبول کر لیا۔ میں نے اس سے التجاء کی کہ ہم پر ہمارے علاوہ کوئی دشمن غالب نہ آئے اس نے یہ التجاء قبول کر لی۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ ہمیں مختلف گروہوں میں تقسیم نہ کرے، مگر اس نے مجھے اس سے روک دیا۔''

ابن ضحاک نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری رات ایک آیت طیبہ کو پڑھتے ہوئے ہی گزار دی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ آپ نے اس کے ساتھ قیام فرمایا۔ اسی کے ساتھ رکوع کیا اور اسی کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا: 'ابوذر! وہ کون سی آیت طیبہ ہے۔'' انہوں نے فرمایا: ''وہ یہ آیت طیبہ ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ (المائدہ، آیت: ۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بلاشبہ تو عزیز (اور) حکیم ہے۔

ابن ضحاک نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رات کو قیام فرماتے تھے۔ آپ سورۃ البقرۃ، سورت آل عمران اور سورۃ النساء پڑھتے تھے۔ جب بھی بشارت کی آیت سے گزرتے تو رب تعالیٰ سے اس کی التجاء کرتے۔ اس میں رغبت کرتے۔ جب بھی خوف والی آیت پڑھتے تو رب تعالیٰ سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔''

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کسی قوم کی وجہ سے رات کا قیام نہ کر سکتے یا درد کی وجہ سے قیام نہ کر سکتے تو آپ دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے۔''

امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کوئی عمل کرتے تو اسے محکم فرماتے۔ جب آپ رات کے وقت سو جاتے یا آپ علیل ہوتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے۔''

آٹھواں باب

رمضان المبارک میں قیام کرنا پھر اسے ترک کر دینا

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک میں اتنی کوشش فرماتے تھے کہ کسی اور مہینہ میں اتنی جدو جہد نہ فرماتے تھے۔ آخری عشرہ میں اتنی کوشش فرماتے تھے کہ دیگر ایام میں اتنی کوشش نہ فرماتے تھے۔''

ائمہ خمسہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو شب بیداری فرماتے۔ اہل خانہ کو جگاتے۔ کوشش فرماتے اور تہ بند مضبوطی سے باندھ لیتے۔''

ائمہ خمسہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اتنی کوشش کرتے تھے کہ اتنی کوشش اور ایام میں نہ کرتے تھے'' امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رمضان المبارک کے قیام کے بارے التجاء کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک یا اسی کے علاوہ کسی اور مہینے میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہ پڑھتے تھے۔''

شیخین اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نصف رات کے وقت باہر تشریف لائے مسجد میں نماز پڑھی۔ یہ رمضان المبارک کی بات ہے۔ صحابہ کرام نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ وقتِ صبح لوگ اس کے بارے باتیں کرنے لگے۔ دوسری رات بھی آپ نے اسی طرح نماز پڑھائی۔ صحابہ کرام کثیر ہو گئے تیسری رات صحابہ کرام جمع ہوئے مگر آپ حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف نہ لائے۔'' شیخین کی روایت ہے: ''آپ باہر تشریف لائے۔ چوتھی رات مسجد نبوی صحابہ کرام سے بھر گئی۔ مگر آپ ان کے پاس تشریف نہ لائے وقتِ صبح لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ تم پر رات کی نماز فرض نہ کر دی جائے۔''

امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ بنایا (انہوں نے فرمایا: ''میرا گمان ہے کہ وہ کھجور کے پتوں کا تھا) رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ کئی راتیں آپ نے اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ کرام میں سے بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ کو ان کے بارے علم ہوا تو آپ باہر تشریف نہ لائے۔ پھر باہر آئے تو فرمایا: ''تم نے جو کچھ کیا تھا میں نے اسے جان لیا تھا۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو۔ انسان کی افضل نماز وہ ہوتی ہے جسے وہ گھر میں پڑھتا ہے سوائے فرض نماز کے۔''

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں قیام کرتے تھے۔ میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور شخص آیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم ایک گروہ بن گئے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم آپ کے پیچھے ہیں تو آپ نماز کو مختصر کرنے لگے۔ پھر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ایسی نماز پڑھی جسے ہمارے پاس نہ پڑھا تھا۔ صبح کے وقت ہم نے آپ سے عرض کی: ''کیا آپ رات کو ہمیں سمجھ گئے تھے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اسی چیز نے مجھے اس عمل پر ابھارا تھا جو میں نے کیا تھا۔''

ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''رمضان المبارک میں آپ نے ہمیں آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی پڑھائے۔ آئندہ شب ہم مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ ہم نے امید کی کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں گے۔ ہم صبح تک وہیں رہے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم مسجد میں جمع ہیں۔ ہم امید کرتے تھے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے'' آپ نے فرمایا: ''مجھے خطرہ دامن گیر ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔''

البزار اور ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے حجرہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ صحابہ کرام آئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ آپ کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے۔ پھر باہر تشریف لائے۔ پھر کئی بار واپس آئے۔ اسی دوران آپ نماز پڑھتے رہے۔ وقت صبح صحابہ کرام نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی ہم پسند کرتے تھے کہ آپ نماز کو طویل کریں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہارے بارے جانتا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اس طرح کیا ہے۔''

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ہمراہ رات بسر کروں اور اس طرح نماز پڑھوں جس طرح آپ نماز پڑھتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم میری طرح کی نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے۔ آپ غسل فرمانے لگے۔ میں نے کپڑے کے ساتھ آپ کو پردہ کیا۔ میں آپ کو کمر کیے ہوئے تھا۔ پھر اسی طرح کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی طویل نماز کی وجہ سے میں سر دیواروں پر مارنے لگا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے آگئے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے اس طرح کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''ہاں! آپ نے فرمایا: ''بلال! تم نے اس وقت اذان دی ہے جبکہ صبح آسمان پر اجنبی تھی۔ یہ صبح (صادق) نہیں ہے۔ صبح صادق اس طرح عرضاً ہوتی ہے۔'' پھر آپ نے سحری کا کھانا منگوایا اور تناول فرمایا۔''

امام مالک، امام احمد، شیخین، ابو داؤد اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام احمد، شیخین، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں مسجد

میں چمڑے یا چٹائی سے آڑ بنا لیتے۔آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔"

تنبیہ

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور الطبرانی نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان سے، وہ حکم سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے۔"اس ابراہیم کو امام احمد نے ضعیف قرار دیا ہے۔اسی طرح ابن معین، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہم نے اسے ضعیف کہا ہے۔شعبہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔۔۔ابن معین نے اسے غیر ثقہ کہا ہے۔اس روایت کو انہوں نے ان کی منکرات میں شمار کیا ہے الاذرعی نے التوسط میں لکھا ہے کہ وہ روایت منکر ہے جس میں ہے کہ آپ رمضان المبارک کی ان دو راتوں کو بیس رکعتیں پڑھی تھیں جب آپ باہر تشریف لائے تھے۔"

الزرکشی نے "خادم" میں لکھا ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ آپ نے اس رات کو صحابہ کرام کو بیس رکعتیں پڑھائی تھیں۔بلکہ صحیح میں اس کے علاوہ اور تعداد بیان کی گئی ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے تھے پھر آئندہ شب انہوں نے آپ کا انتظار کیا۔مگر آپ ان کے پاس تشریف نہ لائے۔"اس روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں لکھا ہے۔"

نماز چاشت اور صلوۃ الزوال کے بارے

پہلا باب

قرآن پاک سے استدلال اور اس کی فضیلت

اس کی فضیلت میں راویوں کا اختلاف ہے کہ کیا آپ نے یہ نماز پڑھی یا نہیں۔ بعض نے اسے ثابت کیا ہے اور بعض نے اس کی نفی کی ہے۔ بعض علماء نے مثبت کی روایت کو نفی کرنے والے کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ کیونکہ معروف قاعدہ یہی ہے کیونکہ یہ زیادہ علم کو شامل ہے۔ لہٰذا نفی کرنے والوں پر مقدم ہوگی۔ انہوں نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ کثیر لوگوں کے پاس اس کے بارے علم نہ ہو اور قلیل لوگوں کو ہو۔" بعض علماء نے نفی کرنے والے کی روایت کو کسی قرینہ کی وجہ سے راجح کہا ہے۔ انہوں نے ثابت کرنے والے کی روایت پر توجہ نہیں دی یا تو اس کے ضعف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اسے نماز چاشت کے علاوہ کسی اور نماز پر محمول کیا جا سکتا ہو۔"

امام احمد اور امام مسلم اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نماز چاشت کی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ جو چاہتے اضافہ کر لیتے۔"

سعید بن منصور نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے نمازِ چاشت کی قرآن پاک میں جستجو کی۔ میں نے یہ اس آیت طیبہ میں پائی:

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ (ص، آیت: ۱۸)

ترجمہ: وہ ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے عشاء اور اشراق کے وقت۔

الطبرانی نے حجاج بن نصیر کی سند سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھ رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ حتیٰ کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ روایت بیان کی: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ پیالے میں وضو کے لیے پانی منگوایا۔ گویا کہ میں اب بھی اس میں آٹے کے نشانات دیکھ رہی

ہوں۔آپ نے وضو کیا۔پھر نماز چاشت پڑھی۔پھر فرمایا:ام ہانی! یہ صلوٰۃ الاشراق ہے۔"

احمد بن منیع نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ ہم اس آیت کا مفہوم نہ سمجھتے تھے۔یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ (ص،آیت:۱۸) حتیٰ کہ ہم نے لوگوں کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔"

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام بیہقی نے الشعب میں ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"نماز چاشت کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔جس سے کوئی غواص ہی آگاہ ہوسکتا ہے۔اس کا تذکرہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

(النور،آیت:۳۶)

ترجمہ: ان گھروں میں (جن کے متعلق حکم دیا ہے۔اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے۔ان میں اللہ تعالیٰ کا نام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان گھروں میں صبح وشام۔

علامہ اصبہانی نے الترغیب میں عون العقیلی سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ (بنی اسرائیل،آیت:۲۵) (بے شک اللہ تعالیٰ بکثرت توبہ کرنے والوں کے لیے بہت بخشنے والا ہے) سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز چاشت پڑھتے ہیں۔

❀❀❀❀

دوسرا باب

آپ کی نمازِ چاشت

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ وہ روایت جن میں تذکرہ ہے کہ آپ نماز چاشت پڑھتے تھے

امام احمد، امام مسلم، ابن ماجہ اور حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت قتادہ سے اور حضرت معاذہ سے اور انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جو چاہتے اضافہ فرما لیتے تھے۔"

ابونعیم نے حنظلہ الثقفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورج بلند ہوتا اور ہر ایک چلا جاتا۔ لوگ مسجد سے چلے جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے، الطیالسی اور نسائی نے الکبریٰ میں ثقہ راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے۔" یہ روایت ابو یعلی نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے مگر اس میں ہے کہ آپ چاشت میں سے نماز ادا کرتے تھے۔"

امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورج بلند ہو جاتا تو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ دوپہر سے قبل آپ چار رکعتیں ادا کرتے تھے۔ آپ ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔" مسدد نے حضرت رمیثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا انہوں نے نماز چاشت آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ ان کی روایت میں ہے: "حضرت ام المؤمنین نماز چاشت پڑھتی تھیں اور اسے طویل کرتی تھیں۔"

ابن حبان نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ میرے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے اور نماز چاشت آٹھ رکعتیں ادا کیں۔"

مسدد اور نسائی نے الیوم و اللیلۃ میں زاذان ابوعمر سے اور انہوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نماز چاشت ادا کر رہے تھے جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی: اللھم اغفرلی و تب علیّ انك انت التواب الغفور۔ آپ نے اسے ایک (سو) یا ایک سو سے زائد کہا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ حرۃ بنی معاویہ میں نماز چاشت آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ احمد بن منیع نے حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جس نے یہ نماز پڑھی۔ اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔" میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: "دن کی گھڑیوں میں اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کے گھر چاشت کے نوافل ادا کیے۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے دیکھا۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سفر میں نماز چاشت آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ البزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے فتح مکہ کے روز آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ ان میں قرأت اور رکوع طویل کیے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں نماز چاشت چھ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے پانی منگوایا۔ حضرات ام ہانی، ام انس اور ام سلیم نے کمبل سے آپ کو پردہ کیا۔ آپ حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور نماز چاشت چار رکعتیں ادا کی۔

الطبرانی نے ان سے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے فتح کے دن ان کے ہاں تشریف لے گئے اور نماز چاشت کی چھ رکعتیں ادا کیں۔

بزار نے یوسف بن خالد السمتی کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر وغیرہ میں نمازِ چاشت ترک نہ کرتے تھے۔ الطبرانی نے حضرت سعید بن مسلمہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے نماز چاشت کی چھ رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد آپ نے انہیں ترک نہ کیا۔"

امام مالک، شیخین نے حضرت عقیل کے غلام ابو مرہ سے اور دوسری روایت میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام ہانی نے انہیں بتایا کہ آپ نے فتح مکہ کے روز ایک کپڑے میں آٹھ رکعتیں ادا کیں۔

حارث بن ابی امامہ نے اللیث بن سعد کی سند سے حضرت ابو مرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنا کپڑا لیا۔ اسے لپیٹا پھر نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا کیں۔

ابو الحسن الضحاک نے حضرت ابن عباس کے غلام حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے

روز آٹھ رکعتیں نماز چاشت ادا کی۔ آپ نے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا۔"

امام مسلم، ابوبکر البرقانی نے ابن ابی یعلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں حضرت ام ہانی کے علاوہ کسی اور نے نہیں بتایا کہ آپ نے نماز چاشت ادا کی ہو۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کی فتح کے روز آپ نے ان کے گھر میں غسل کیا۔ آپ نے ہلکی سی آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو اس کی مثل نماز ادا کرتے ہوئے نہ دیکھا تھا آپ صرف رکوع اور سجود مکمل کر رہے تھے۔"

امام مسلم اور ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اشتیاق تھا کہ میں کسی ایسے شخص سے سوال کروں جو مجھے آپ کی نمازِ چاشت کے بارے بتائے۔" مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور نے یہ نہ بتایا۔ انہوں نے مجھے بتایا "جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ سورج کے بلند ہو جانے کے بعد تشریف لائے۔ آپ کے پاس کپڑا لایا گیا۔ آپ پر پردہ کیا گیا۔ آپ نے غسل کیا۔ پھر اٹھے اور آٹھ رکعتیں ادا کیں مجھے علم نہیں کہ ان کا قیام طویل تھا۔ یا رکوع یا سجود۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے قریب تھا۔"

ابن ضحاک نے لکھا ہے: "یہ روایت غریب ہے۔" اس وجہ سے یہ حضرت رمیثہ کی سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ صبح کے وقت انہوں نے غسل کیا۔ کمرہ میں داخل ہوئیں۔ مجھے باہر رکھ کر دروازہ بند کر دیا۔ میں نے عرض کی: "ام المؤمنین! میں اس ساعت کے لیے آپ کے ہاں ٹھہری تھی۔" انہوں نے کہا: "اندر داخل ہو جاؤ۔" وہ اٹھیں اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ میں نہیں جانتی کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع یا سجود۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو فرمایا: "رمیثہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ یہ رکعتیں ادا کر رہے تھے اگر میرے والدین بھی مجھے واسطہ دیں کہ میں انہیں چھوڑ دوں تو میں انہیں نہ چھوڑوں گی۔"

۲ وہ روایات جن میں تذکرہ ہے کہ آپ نے یہ نماز نہ پڑھی تھی

امام احمد، ابو یعلی حضرت عبداللہ بن رواحہ کی سند سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی آپ کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ مگر جبکہ آپ سفر پر روانہ ہوتے یا سفر سے واپس تشریف لاتے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے صرف ایک بار آپ کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھا تھا، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوامامۃ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس نے سب سے پہلے نماز چاشت پڑھی وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان کی کنیت ابوزوائد تھی۔"

البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے (ان میں سے بعض راویوں میں ایسا کلام ہے جو انہیں نقصان نہیں دیتا) انہوں نے فرمایا: "آپ نے فتح مکہ کے روز ہی نماز چاشت پڑھی تھی۔"

تیسرا باب

ان روایات کا جواب جن میں ہے کہ آپ نے نماز چاشت نہ پڑھی تھی

ابن عبدالبر نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کے بارے میں لکھا: "میں نے کبھی بھی آپ کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا" ہر صحابی سے کچھ ایسی روایات رہ گئی ہیں جو اس کے علاوہ دوسرے نے روایت کیں ہیں۔ احاطہ ممتنع ہے۔ یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے نمازِ چاشت ادا کی تھی۔ امام بخاری نے اثبات کی روایات کو حضر پر اور نفی کی احادیث کو سفر پر محمول کیا ہے۔ حضرت ابن عمر سے یہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ وہ سفر میں نفل نہ پڑھتے تھے اور وہ فرماتے "اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو انہیں مکمل کرتا" ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو نماز چاشت کی نفی پر محمول کیا جائے جیسے کہ آپ کی سفر میں معروف عادت تھی۔" الہدی میں ہے"ان احادیث میں لوگوں کا مسلک پر اختلاف ہے۔ بعض مثبت کی روایت کو منفی کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ مثبت علم کی زیادتی کو متضمن ہے جو نافی پر مخفی رہی۔ انہوں نے کہا: "ممکن ہے کہ یہ علم کثیر لوگوں کے پاس نہ آیا ہو اور قلیل لوگوں کے پاس ہو" انہوں نے کہا: "حضرت ام المؤمنین عائشہ، انس، جابر، ام ہانی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ نے یہ نماز پڑھی تھی۔ یہ صحیح احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کی وصیت کی جائے۔ اس پر مداومت اختیار کی جائے۔ اسے پڑھنے والے کی تعریف اور ستائش کی جائے۔"

حاکم نے لکھا ہے: "اس باب میں حضرت ابوسعید خدری، ابوذر غفاری، زید بن ارقم، ابوہریرۃ، بریدہ اسلمی، ابودرداء، عبداللہ بن ابی اوفی، عتبان بن مالک، انس، عتبہ بن عبدالسلمی، نعیم بن همار، ابوامامہ، باہلی، عفت مآب خواتین میں سے حضرات عائشہ صدیقہ، ام ہانی، ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب نے یہ دیکھا کہ آپ نے نماز چاشت ادا کی۔

الطبرانی نے حضرات علی المرتضیٰ، انس، عائشہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت کی چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو ترک کی احادیث کی طرف گیا ہے۔ انہوں نے ان کی صحت کی جہت کی طرف سے انہیں ترجیح دی ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام کے اس کے موجب پر عمل کرنے کی وجہ سے اسے ترجیح دی ہے۔ تیسرے گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ کبھی کبھی اس نماز کو پڑھنا مستحب ہے۔ اسے بعض ایام کو چھوڑ کر بعض ایام میں پڑھا جائے۔ ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ آپ نے اسے کسی سبب کی وجہ سے پڑھا۔ آپ نے فتح مکہ کے روز اسے پڑھا تھا۔"

چوتھا باب

نماز چاشت کے بارے بعض فوائد

الباجی نے کہا ہے: "نماز چاشت ایسی نماز نہیں جس کی مخصوص رکعتیں ہوں۔ جن میں کمی وبیشی نہ ہو سکتی ہو۔ بلکہ یہ ان مرغوب امور میں سے ہے۔ جن میں سے انسان اتنا کر لیتا ہے جو اس کے لیے ممکن ہو۔"

الشیخ نے لکھا ہے: "انہوں نے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے کیونکہ روایات میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی مخصوص رکعتوں پر دلالت کرتی ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت الاسود سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے روایت کیا کہ میں نماز چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھوں۔" انہوں فرمایا: "جتنی رکعتوں چاہو پڑھ لو۔"

انہوں نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ ان سے روایت کیا گیا کہ کیا صحابہ کرام نماز چاشت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: "ہاں! ان میں سے بعض دو رکعتیں، بعض چار رکعتیں اور بعض دو پہر تک پڑھتے رہتے تھے۔"

امام احمد نے الزھد میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ عبادت کے سب سے زیادہ متمنی تھے۔ وہ نماز چاشت عام پڑھتے تھے۔"

ابونعیم نے الحلیۃ میں حضرت عبداللہ بن غالب سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز چاشت کی ایک سو رکعتیں پڑھتے تھے۔

الحافظ زین الدین العراقی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ کسی صحابی سے کوئی روایت منقول نہیں کہ انہوں نے اس نماز کو بارہ رکعتوں میں محدود کیا۔ نہ ہی کسی امام مثلاً امام احمد اور امام شافعی سے یہ منقول ہے اس کا تذکرہ صرف الرویانی نے کیا ہے امام رافعی پھر امام نووی نے ان کی اتباع کی ہے۔"

✿✿✿✿

پانچواں باب

زوال سے کچھ دیر قبل کی نماز

امام احمد نے مطول، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مختصر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیسی رکعتیں ہیں جنہیں آپ ہمیشہ پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "زوال کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں وہ بند نہیں ہوتے حتیٰ کہ نماز ظہر پڑھ لی جائے مجھے پسند ہے کہ اس وقت میرے لیے بھلائی اوپر چڑھے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ان تمام رکعتوں میں قرأت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے عرض کی: "کیا ان میں سلام پھیرنا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں"

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "زوال آفتاب کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس وقت عمل صالح پیش کروں۔" دوسری روایت میں ہے: "اس میں میرے لیے عمل صالح بلند ہو۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نماز ظہر سے قبل چار رکعتیں پڑھتے تھے اس میں آپ طویل قیام فرماتے تھے عمدہ رکوع اور سجود فرماتے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ جب سورج بلند ہو جاتا تو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ دوپہر سے قبل آپ چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔"

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں جب بھی دوپہر کے وقت (زوال سے قبل) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو نماز پڑھتے ہی پایا۔"

الطبرانی نے ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سورج بلند ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے باغ کی طرف تشریف لے جاتے۔ اس میں آپ کے لیے پانی رکھ دیا جاتا تھا اگر آپ نے قضائے حاجت کرنی ہوتی تو کر لیتے۔ ورنہ وضو فرما لیتے۔ جب سورج آسمان سے تسمے کی مانند زوال سے ڈھل جاتا تو آپ چار رکعتیں پڑھتے ان کے مابین تشہد نہ بیٹھتے تھے۔ آخر میں سلام پھیرتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے آتے۔۔۔

بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ پسند فرماتے تھے کہ دو پہر کے بعد نماز پڑھیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یارسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کو اس وقت کی نماز بہت پسند ہے۔" آپ نے فرمایا: "آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو نظر رحمت کے ساتھ دیکھتا ہے۔"

ابن عساکر، ابوداؤد نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ جب سورج ڈھل جاتا۔ اگر آپ کوئی دنیاوی عمل سرانجام دے رہے ہوتے تو اسے ترک کر دیتے۔ اگر آپ سوئے ہوتے تو آپ کو بیدار کر دیا جاتا۔ آپ اٹھتے۔ وضو یا غسل کرتے۔ پھر آپ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے۔ جب آپ نے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی: "میں دیکھتا ہوں کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے اگر آپ کسی دنیاوی عمل میں مصروف ہوں تو آپ اسے ترک کر دیتے ہیں۔ اگر آپ سوئے ہوں تو آپ کو بیدار کر دیا جاتا ہے۔ آپ غسل یا وضو کرتے ہیں۔ پھر بڑے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس ساعت میں آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ انہیں بند نہیں کیا جاتا حتیٰ کہ یہ نماز پڑھ لی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرے لیے بھلائی ہی اوپر بلند ہو" دوسری روایت میں ہے "میں چاہتا ہوں کہ عابدین کے عمل کی ابتداء میں میرا عمل اوپر بلند ہو۔"

عیدین کے بارے آپ کی سنن مطہرہ

پہلا باب

نمازِ عید سے قبل کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ عید کے روز غسل کرنا

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا'' آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز غسل کرتے تھے۔''

عبداللہ بن امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت الفاکہ بن سعد الانصاری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: '' آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز غسل کرتے تھے۔'' البزار نے محمد بن عبید اللہ ابن ابی رافع سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے روز غسل کرتے تھے۔

❷ زیب وزینت

مسدد، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، الحاکم اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: '' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے روز اپنی سرخ چادر زیب تن فرماتے تھے۔''

قاسم بن اصبغ نے ان سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ عیدین کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف باندھتے تھے اور اپنی سرخ چادر مبارک زیب تن فرماتے تھے۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: '' آپ عید کے روز سرخ چادر زیب بدن فرماتے تھے۔'' ابن سعد نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضوان اللہ علیہ وعلی آبائہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے روز سرخ چادر اور عمامہ شریف باندھتے تھے۔''

امام شافعی اور ابن سعد نے ان سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہر عید کے دن سرخ چادر زیب بدن فرماتے تھے اور ہر عید پر عمامہ باندھتے تھے۔"

ابوسعد نیشا پوری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عیدین کے موقع پر سرخ چادر زیبِ بدن فرماتے تھے۔"

ابن ضحاک نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی وہ روایت مبارک جس میں آپ عیدین کے موقع پر باہر تشریف لاتے تھے۔ وہ حضرمی کپڑا تھا۔ جس کا طول چار ذراع اور عرض دو ذراع اور ایک شبر تھا۔"

۳ عید الفطر کے لیے جانے کے قبل کچھ کھالینا اور عید الاضحیٰ کے لیے جاتے وقت کچھ تناول نہ فرمانا

امام احمد، امام بخاری، الاسماعیلی، الحاکم، دارقطنی، بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عید الفطر کے لیے تشریف نہ لاتے تھے حتیٰ کہ آپ کچھ کھجوریں تناول فرمالیتے۔" اسماعیلی، حاکم اور بیہقی نے لکھا ہے کہ حتیٰ کہ آپ تین یا پانچ یا سات یا اس سے کم یا زائد طاق کھجوریں تناول فرمالیتے۔

ترمذی، حاکم اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عید الفطر کے روز آپ باہر تشریف نہ لاتے حتیٰ کہ آپ کچھ کھالیتے اور عید الاضحیٰ کے روز آپ کچھ نہ کھاتے حتیٰ کہ عید پڑھا کر واپس تشریف لے آتے۔ جب آپ واپس آتے تو اپنی قربانی کا کلیجہ تناول فرماتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عید الفطر کے لیے تشریف نہ لاتے تھے حتیٰ کہ اپنے صحابہ کرام کو صدقۃ الفطر سے کچھ کھلا لیتے۔"

الطبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عید الفطر کے لیے جانے سے قبل کچھ تناول فرمالیتے تھے اور لوگوں کو اس کا حکم دیتے تھے۔"

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عید الفطر کے لیے تشریف نہ لے جاتے تھے حتیٰ کہ کچھ تناول فرمالیتے جبکہ عید الاضحیٰ کے روز آپ کچھ تناول نہ فرماتے تھے حتیٰ کہ عید پڑھا کر واپس تشریف لے آتے۔ آپ اپنی قربانی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔"

۴ عید گاہ کی طرف پیدل جانا

الطبرانی نے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عید گاہ کی طرف پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اذان اور اقامت کے بغیر ہی نماز عید پڑھاتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل ہی عیدگاہ کی طرف جاتے اور پیدل ہی واپس تشریف لاتے تھے' ابن اسحاق اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے عبدالرحمان بن حاطب سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ عیدگاہ کی طرف پیدل تشریف لے جاتے تھے' ابن ماجہ نے حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:'' آپ پیدل ہی عیدگاہ کی طرف جاتے اور پیدل ہی واپس آجاتے تھے۔''

۵ عید الفطر کی رات کو تکبیر کہنا، حتیٰ کہ آپ عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے

دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''عید الفطر کے روز آپ کاشانہ اقدس سے نکلتے وقت تکبیریں کہنا شروع کرتے حتیٰ کہ عیدگاہ آجاتی۔''

الطبرانی نے شرقی بن قطامی کی سند سے حضرت شریح بن ابرہہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:'' میں نے آپ کو دیکھا یوم النحر کو ایام تشریق میں نماز ظہر سے تکبیریں کہنا شروع کیں حتیٰ کہ آپ منیٰ سے تشریف لے گئے۔آپ ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے۔''شاذکونی نے لکھا ہے''اہل مدینہ اسی طرح تکبیریں کہتے ہیں۔''

۶ اپنے اہل بیت کے ساتھ عیدگاہ کی طرف تشریف لے جانا، ذکر کرتے وقت آواز بلند کرنا حتیٰ کہ عیدگاہ آجائے

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ حضرت فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس علی المرتضیٰ، جعفر طیار، حسن، حسین، اسامہ بن زید، زید بن حارثہ اور ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے آپ بآواز بلند لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہہ رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ عیدگاہ آجاتی۔''

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے روز اپنی نوران نظر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جاتے تھے۔''

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ اپنے اہل خانہ کو لے جاتے تھے۔''

۷ عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے آپ کے سامنے نیزہ اٹھایا جاتا اور اس کی طرف روئے انور کر کے نماز پڑھنا

شیخین، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے نیزہ آپ کے سامنے اٹھایا ہوتا تھا اسے آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔آپ اس کی طرف رخ انور

کر کے نماز عید پڑھتے تھے کیونکہ عید گاہ کھلی جگہ تھا وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے بطور سترہ استعمال کیا جا سکتا ہو۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے عید گاہ میں نماز پڑھی آپ کے لیے نیزہ بطور سترہ گاڑا گیا تھا" امام بیہقی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عید گاہ میں نماز ادا کی اور نیزہ کو بطور سترہ گاڑا ہوا تھا۔"

امام بزار نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عیدین کے روز آپ کے سامنے نیزہ لے کر چلا جاتا تھا حتیٰ کہ آپ اسی کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھاتے تھے" الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عیدین کی طرف تشریف لے جاتے آپ کے پاس نیزہ اور ڈھال ہوتی تھی۔"

۸ آپ عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہ پڑھتے تھے

امام شافعی، شیخین، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، مالک، شافعی اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے، ابن ماجہ نے ابن عمرو سے امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عید الفطر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں۔ ان سے قبل یا بعد میں کوئی نماز نہ پڑھی۔"

تنبیہات

۱ مہلب نے کہا ہے "آپ عید الفطر کے روز عید گاہ کی طرف تشریف لے جانے سے قبل کچھ اس لیے تناول فرما لیتے تھے تاکہ گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ عید الفطر کے روز بھی روزہ رکھنا ضروری ہے حتیٰ کہ نماز عید ادا ہو جائے جبکہ عید الاضحیٰ میں یہ مفہوم مفقود ہے۔"

شیخ موفق الدین بن قدامہ نے لکھا ہے "اس میں حکمت یہ ہے کہ عید الفطر کے روز اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرنے کے بعد روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا ہے روزہ جلدی کھولنا مستحب ہے تاکہ اس امر کا اظہار ہو سکے کہ بندہ افطار کے بارے رب تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہے اور اس کی اطاعت کر رہا ہے لیکن عید الاضحیٰ کے روز معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس میں قربانی کے گوشت کے ساتھ روزہ کھولنے کا استحباب نہیں ہے۔"

۲ علامہ بلاذری نے عبدالرحمان بن سعد سے اور وہ اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے آپ کی طرف تین نیزے بھیجے تھے۔ آپ نے ایک اپنے پاس رکھ لیا۔ ایک حضرت عمر فاروق کو اور ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابراہیم بن محمد بن عمار سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ نماز عید اور نماز استسقاء کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے نیزہ اٹھا کر چلتے تھے۔"

دوسرا باب

نمازعیدین کے بارے میں آپ کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ وہ وقت اور جگہ جس میں آپ نماز عید پڑھتے تھے

امام شافعی نے حضرت ابوالحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کی طرف خط لکھوایا جبکہ وہ نجران کے مقام پر تھے کہ وہ عید الاضحیٰ جلدی پڑھائیں اور عید الفطر دیر سے پڑھائیں اور لوگوں کو وعظ کریں۔"

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" آپ عید الفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے۔"

ابوداؤد،ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"عید الفطر کے روز بارش ہوئی۔آپ نے ہمیں عید کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی۔"

ابن قیم نے لکھا ہے" آپ نے صرف ایک بار مسجد نبوی میں نماز پڑھائی۔صحابہ کرام کو بارش نے آلیا تھا تو آپ نے انہیں مسجد میں نماز پڑھائی۔اگر یہ حدیث پاک ثابت ہو۔یہ حدیث پاک سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں ہے۔"

۲ خطبہ سے قبل نماز عید پڑھانا اذان اور اقامت کے بغیر

امام مالک کے علاوہ تمام ائمہ اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:

"حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے نماز عیدین پڑھتے تھے۔"

امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔آپ نے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھی۔پھر میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔انہوں نے بھی اذان اور اقامت کے بغیر نماز عید پڑھائی۔پھر میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔انہوں نے بھی اذان اور اقامت کے بغیر نماز عید پڑھائی۔پھر میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز عید پڑھی۔انہوں نے بھی اذان اور اقامت کے بغیر نماز عید پڑھائی۔"

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک دو بار نہیں۔ بلکہ کئی بار آپ کے پیچھے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھی۔''

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازِ عید پڑھی ان سب نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھی۔''

امام نسائی نے حضرت عطاء کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ سے قبل اذان اور اقامت کے بغیر نماز عید پڑھائی۔''

امام شافعی نے عبداللہ بن یزید الخطمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم خطبہ سے پہلے نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت آ گیا انہوں نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا۔''

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔''

شیخین نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے روز عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے سب سے پہلے آپ نماز سے ابتداء کرتے جب آپ نماز مکمل کر لیتے اور سلام پھیر لیتے تو کھڑے ہو جاتے۔ صحابہ کرام کی طرف رخ انور کرتے۔ وہ عیدگاہ میں یا صفوں میں بیٹھے رہتے۔ آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور انہیں حکم دیتے۔''

۳ نماز عید دو رکعتیں

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ عید کے روز تشریف لائے دو رکعتیں پڑھائیں۔ ان سے پہلے یا بعد میں اور کوئی نماز نہ پڑھی۔''

۴ عید کی نماز میں تکبیروں کی تعداد

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ عیدین کی نماز میں قرأت سے پہلے سات بار تکبیر کہتے تھے۔ آپ یہ تکبیریں پہلی رکعت میں کہتے اور یہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہوتیں۔ یا یہ رکوع کی تکبیر کے علاوہ ہوتیں۔ دوسری رکعت میں آپ تکبیر رکوع کے علاوہ پانچ تکبیریں کہتے۔''

امام احمد اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں۔''

ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے قبل پانچ تکبیریں کہیں۔"

ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔"

۵ نمازِ عیدین میں آپ کی قرأت

امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز عیدین میں "قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝" کی تلاوت فرماتے تھے۔" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح روایت ہے۔" امام مالک، امام احمد، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت نعمان بن بشیر سے. ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے روز سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھتے تھے" حضرت نعمان نے یہ اضافہ کیا ہے اگر یہ عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوتا تو آپ دوسری بار بھی یہی سورتیں پڑھتے تھے۔"

امام مالک اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عید الفطر کے روز دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے ان میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ اس پر کوئی اضافہ نہ کیا۔"

بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز عیدین میں "عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝" سورتیں پڑھتے تھے۔"

❀❀❀❀

تیسرا باب

عیدین کے خطبہ میں آپ کی سنن مطہرہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ عیدین کے روز آپ کس چیز پر خطبہ دیتے تھے؟

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوکاہل قیس بن عائذ الاحمسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عید کے روز آپ کو دیکھا آپ اپنی اونٹنی خرماء (جس کا کان پھٹا ہوا تھا) یا حسناء اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے۔ ایک حبشی اس کی نکیل تھامے ہوئے تھا۔''

ابن ماجہ نے حضرت نبیط الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حج کیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنے اونٹ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔''

امام شافعی نے حضرت ابن سیرین سے مرسل روایت کی ہے کہ آپ عیدین کی نماز کے بعد اپنی سواری پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ابویعلیٰ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عید کے روز اپنی سواری پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام احمد نے ہرماس بن زیاد الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے میرے والد گرامی اپنے گدھے کے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ میں چھوٹا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ منیٰ میں اپنی اونٹنی عضباء پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

۲ دوران خطبہ کمان یا نیزے کا سہارا لینا

ابوداؤد نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کو روز عید کمان پیش کی گئی۔ آپ نے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ الطبرانی نے حضرت سعد بن عثمان مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ عیدین کے روز خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ امام شافعی نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو نیزے کی ٹیک لگا کر ارشاد فرماتے۔''

۳ عیدین کے خطبوں میں تکبیریں کہنا اور ان کے مابین بیٹھنا

ابن ماجہ نے حضرت سعد القرظ مؤذن رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ کے دوران تکبیر کہتے تھے۔ عیدین کے خطبوں میں آپ بہت زیادہ تکبیریں کہتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ عید الفطر کے روز یا عید الاضحیٰ کے روز تشریف لائے۔ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا پھر بیٹھ گئے پھر کھڑے ہو گئے۔''

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے سب سے پہلے آپ نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے جبکہ وہ عید گاہ میں بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے۔ انہیں حکم دیتے۔ اگر کوئی مہم ارسال کرنا چاہتے تو اسے بھیجتے۔ اگر کسی چیز کا حکم دینا چاہتے تو اس کے بارے حکم دیتے۔ پھر آپ واپس آتے آپ فرما رہے تھے' صدقہ کرو۔ صدقہ کرو صدقہ کرو' اکثر خواتین نے بالیاں، انگوٹھیاں اور دیگر اشیاء بطور صدقہ دے دیں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو فرمایا: 'اے خواتین کے گروہ! صدقہ کیا کرو۔ میں نے جہنم میں تمہاری اکثریت دیکھی ہے۔'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اکثر لعنت کرتی ہو۔ شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے کتنا ہی دیکھا ہے کہ یہ ناقص عقل و دین والیاں محتاط شخص کی عقل و دانش کو ختم کر دیتی ہیں۔'' انہوں نے عرض کی: 'یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے دین اور عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی ایک عورت کی شہادت مرد کی گواہی کے نصف نہیں ہے۔'' انہوں نے عرض کی: 'ہاں! آپ نے فرمایا: 'یہ عورت کی عقل کی کمی ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا جب عورت کو ماہواری آتی ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے۔ نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟ انہوں نے عرض کی: 'ہاں! یا رسول اللہ! ﷺ'' آپ نے فرمایا: 'یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔''

پھر آپ واپس تشریف لائے۔ جب کاشانہ اقدس پہنچے تو حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب نے حاضر خدمت ہونے کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ سے عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ! ﷺ یہ زینب ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کون سی زینب؟'' آپ سے عرض کی گئی: 'ابن مسعود کی زوجہ۔'' آپ نے فرمایا: 'ہاں! اسے اجازت دے دو۔' انہوں نے عرض کی: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ آپ نے آج صدقہ کا حکم دیا ہے میرے پاس زیورات ہیں۔ میں انہیں صدقہ کرنا چاہتی ہوں۔ ابن مسعود اور ان کے بیٹے کا گمان ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ جنہیں آپ صدقہ دیں۔'' آپ نے فرمایا: 'ابن مسعود نے سچ کہا ہے۔ وہ اور ان کا نور نظر ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ دو۔''

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'معاملہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ مروان کا زمانہ آگیا۔ اس نے مجھے پیغام بھیجا۔ ایک اور

شخص کو بھی بلایا ہمیں لے کر عیدگاہ چلا گیا۔ وہ اس منبر تک پہنچا جسے کثیر بن صلت نے بنایا تھا۔ مروان اس کی طرف بڑھا۔ میں نے اسے کھینچا۔ اس نے اپنا ہاتھ مجھے مارا اور منبر پر چڑھ گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا: "تم نے بھلائی پیدا کی ہے۔" دوسری روایت میں ہے: "تم نے تبدیل کر دیا ہے۔" پھر اس نے نماز سے ابتداء کی۔ اس نے کہا: "ابو سعید! جو کچھ تم جانتے تھے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔" میں نے کہا: "ہرگز نہیں۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ جس کو میں جانتا ہوں اس سے تم کسی خیر تک نہیں آسکتے۔" انہوں نے تین بار اسی طرح کیا۔ دوسری روایت میں ہے: "میں نے کہا: "بخدا! جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جسے میں نہیں جانتا۔" اس نے کہا: "لوگ ہمارے لیے نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے تم نے اسے نماز سے پہلے کر دیا ہے۔"

امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عید الاضحیٰ کے روز ہم عیدگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں کو سلام کیا۔ پھر فرمایا: "آج تمہاری پہلی عبادت یہ نماز ہے۔ آپ آگے تشریف لائے۔ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ چہرہ انور صحابہ کرام کی طرف کیا کمان یا عصا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ صحابہ کرام کو کچھ امور کا حکم دیا اور کچھ امور سے روکا۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے جس نے قربانی نماز سے پہلے کر لی ہے تو یہ صرف ایک ذبیحہ ہے جو وہ اپنے اہل خانہ کو کھلائے گا۔" دوسری روایت میں ہے: "آج سب سے پہلے ہم جس سے ابتداء کریں گے وہ یہ کہ ہم نماز پڑھیں گے پھر واپس جائیں گے اور قربانیاں کریں گے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت مطہرہ کو پا لیا جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جو وہ اپنے اہل خانہ کو کھلائے گا۔ اس میں نسک میں سے کچھ بھی نہیں ذبح (قربانی) تو نماز کے بعد ہوتی ہے۔"

میرے ماموں حضرت بردہ بن نیار اٹھ کر آپ کی خدمت میں گئے اور عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی بکری کو ذبح کرنے میں جلدی کی ہے تاکہ ہمارے لیے کھانا تیار ہو سکے اور ہم واپس جا کر اکٹھے ہو کر اسے کھائیں اب میرے پاس جذعہ (آٹھ یا نو ماہ کا بکری کا بچہ) ہے۔ جو اس بکری کے حق کو پورا کر سکتا ہے جسے میں نے ذبح کیا ہے کیا یہ میرے لیے کافی ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! لیکن یہ تمہارے بعد کسی اور کے لیے کافی نہ ہو گا۔" پھر فرمایا: "بلال! وہ آپ کے آگے چلے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ آپ خواتین کے پاس تشریف لائے۔ پھر فرمایا: "اے خواتین کے گروہ! تم صدقہ کیا کرو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" انہوں نے کہا: "میں نے اس قدر مقطوعہ پازیبیں اور بالیاں نہ دیکھیں تھیں جتنی اس روز دیکھی تھیں۔"

امام احمد، شیخین، ابو داؤد، نسائی اور دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ساتھ نمازِ عید میں شرکت کی اور آپ نے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔ یہ نماز اذان اور اقامت کے بغیر ہی پڑھی گئی۔ پھر آپ حضرت بلال سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ لوگوں کو وعظ کیا۔ انہیں نصیحت کی۔ رب

تعالیٰ کی اطاعت پر انہیں ابھارا جب آپ فارغ ہوئے تو نیچے تشریف لائے۔ خواتین کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں وعظ ونصیحت کی۔ انہیں فرمایا: ''خواتین! صدقہ کیا کرو۔ تم میں سے اکثریت جہنم کا ایندھن ہے۔'' درمیان سے ایک خاتون نے عرض کی: دوسری روایت میں ہے کہ اس عورت کے رخساروں پر داغ تھے۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیونکہ تم کثیر شکوے کرتی ہو۔ خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔'' عفت مآب خواتین اپنے زیورات صدقہ کرنے لگیں وہ انہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر پھینکنے لگیں وہ اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں پھینکنے لگیں۔ ''ایک عورت نے اپنی بڑی سی انگوٹھی پھینک دی۔''

ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز باہر تشریف لائے۔ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر بیٹھے۔ پھر کھڑے ہو گئے۔''

چوتھا باب

عیدگاہ سے واپس آنے کے آداب

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت عبدالرحمان بن عثمان التیمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز عیدین سے فارغ ہوئے تو عیدگاہ کے وسط میں آئے۔ آپ کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیسے واپس جاتے ہیں۔ وہ کون سا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر ساعت بھر آپ کھڑے رہتے پھر واپس تشریف لے آتے۔"

ابویعلیٰ کے الفاظ یہ ہیں: "میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ عید کے روز آپ بازار میں کھڑے لوگوں کو دیکھ رہے تھے اور لوگ گزر رہے تھے۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو واپسی پر دوسرے رستے سے تشریف لاتے۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ایک رستہ سے جاتے تھے اور دوسرے رستہ سے واپس تشریف لاتے تھے۔ آپ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی سے باہر تشریف لاتے۔"

امام شافعی نے حضرت معاذ بن عبدالرحمان التیمی سے انہوں نے اپنے والد گرامی اور جد امجد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ عید کے روز عیدگاہ سے باہر نکلے۔ آپ بازار کے نچلے حصے سے تمارین پر چلے۔ جب آپ مسجد الاعرج تک پہنچے جو بازار میں البرکۃ کے مقام پر تھی تو کھڑے ہو گئے۔ فج اسلم کی طرف رخ انور کیا پھر دعا مانگی اور آگے تشریف لے گئے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عید کے روز پیدل عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے اور اس رستہ کے علاوہ دوسرے رستے سے آتے تھے جس سے تشریف لے جاتے تھے۔"

امام شافعی نے حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عید کے روز بڑی شاہراہ سے عیدگاہ جاتے تھے۔ جب واپس آتے تو دوسرے رستے سے واپس آتے تھے جو رستہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے

گھر کی طرف تھا۔

الطبرانی اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عیدین کے روز الجبانہ کے رستے نکلنا سنت ہے۔" البزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ سے لوٹتے وقت اس رستہ کے علیحدہ رستہ اختیار فرماتے تھے جسے جاتی دفعہ اختیار فرماتے۔"

الطبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن خاطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ عیدگاہ میں تشریف لاتے۔ آپ وہاں جاتے ایک رستے سے تھے۔ جبکہ واپس دوسرے رستے سے تشریف لاتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عید کے روز آپ مختلف رستے اپناتے تھے۔

امام بخاری نے تعلیقاً اور موصولاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عید کے روز آپ جاتی اور آتی دفعہ مختلف رستے اختیار فرماتے تھے۔"

ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے روز عیدگاہ ایک رستے سے تشریف لے جاتے لیکن واپس دوسرے رستے سے آتے تھے۔"

امام رافعی نے شرح المسند میں لکھا ہے: "کہا جاتا ہے کہ آپ پسند فرماتے تھے کہ جاتی دفعہ طویل رستہ اختیار کریں اور واپسی پر مختصر رستہ اختیار کریں۔ یا آپ چاہتے تھے کہ دونوں رستوں والوں کو اپنی برکات سے نوازیں یا دونوں رستوں میں شرعی مسائل بیان کریں اور دونوں رستوں میں فقراء پر صدقہ کریں یا آپ زیادہ صلہ رحمی کریں یا یہ سارے امور پیش نظر ہوتے تھے۔ پہلا مقصد زیادہ عیاں ہے۔"

پانچواں باب

متفرق آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ روزِ عید کی دعا

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ عیدین کے روز یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انا نسئلك عيشة تقية و ميتة سويّة و مردا غير مخزولا فاضح اللھم لا تھلکنا فجأةً وَلا تاخذنا بغتة و لا تعجلنا عن حق و لا وصية اللھم انا نسئلك العفاف و الغنى و التقى و الھدٰى و حسن عاقبة الآخرة و الدنيا نعوذبك من الشك والشقاق و الرياء و السمعة فى دينك يا مقلب القلوب لا تزع قلوبنا بعد اذھديتنا و ھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب۔

❷ آپ نے منع فرمایا کہ عیدین کے روز اسلامی شہر میں اسلحہ پہنا جائے

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ اسلامی شہروں میں عیدین کے روز اسلحہ پہنا جائے الا یہ کہ دشمن مقابلہ میں ہو۔

❸ عید کے روز کھیل

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو یوم بعاث کے بارے اشعار گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر لیٹ گئے اور چہرۂ انور پھیر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے تو انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا: ''بارگاہ رسالت میں موسیقی کے آلات'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو'' جب آپ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو میں نے ان لونڈیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔''

سوڈانی عید کے روز نیزوں اور ڈھالوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے آپ سے سوال کیا یا آپ نے خود

فرمایا: ''کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔ آپ فرما رہے تھے: ''بنوارفدہ! پکڑو!'' جب میں نے جی بھر کر دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا کافی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''چلی جاؤ۔''

امام احمد اور ابن ماجہ (انہوں نے حضرت جابر کا قول ذکر نہیں کیا) نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''عہد رسالت مآب کی ہر چیز کا میں نے مشاہدہ کر لیا ہے سوائے ایک چیز کے۔ وہ یہ کہ آپ کے لیے عید الفطر کے دن کھیلا جاتا تھا۔'' حضرت جابر نے اس کی تشریح ''اللعب'' سے کی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت عیاض الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عید کے روز نیزہ بازی دیکھی انہوں نے فرمایا: ''مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں اس طرح کھیلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھیلا جاتا تھا۔''

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''عید کے روز ہمارے ہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی لونڈی آئی۔ اس نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے۔ اس کے پاس دف تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے جھڑکا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''ام سلمہ! اسے چھوڑ دو ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے۔''

۴ نماز عید کی قضاء

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی لونڈی ہمارے پاس آئی۔ اس نے کہا: ''بارگاہ رسالت مآب میں ایک کارواں حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے کل عید الفطر کا چاند دیکھا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا۔ وقت صبح وہ عید گاہ کی طرف گئے۔''

۵ عید کے روز تکبیریں کہنا

دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عرفہ کی نمازِ فجر سے لے کر ایام تشریق کی نماز عصر تک ہر فرض سلام میں نماز پھیرنے کے بعد تکبیریں کہتے تھے۔''
دوسری روایت میں ہے ''جب آپ عرفہ کی صبح کو نماز صبح اُدا کر لیتے تو اپنے صحابہ کرام کی طرف رخِ انور کرتے اور فرماتے ''اپنی جگہ ٹھہر جاؤ۔'' آپ فرماتے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ آپ یوم عرفہ کی صبح سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری عصر تک تکبیریں کہتے تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔''

۶ جمعہ کے روز عید ہو جانے کی صورت میں دور کے صحابہ کرام کو ٹھہرنے یا چلے جانے کا اختیار دینا

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک

میں عید اور جمعہ مبارک اکٹھے ہو گئے۔آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی پھر فرمایا:"تم میں سے جو جمعہ کے لیے آنا چاہے تو آجائے اور جو پیچھے رہنا چاہے وہ پیچھے رہ جائے۔"

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ایاس بن رملہ الشامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں اس وقت موجود تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھ رہے تھے"کیا تم نے کبھی آپ کی خدمت میں اکٹھی دو عیدیں (عید اور جمعہ) کا مشاہدہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:"ہاں! آپ نے دن کے ابتدائی حصہ میں نماز عید پڑھائی پھر نماز جمعہ کے لیے رخصت دے دی۔فرمایا"جو نماز جمعہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نماز جمعہ پڑھ لے۔"

❁❁❁❁

نمازِ کسوف

پہلا باب

متفرق آداب

امام بیہقی نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جس روز حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اس روز سورج گرہن لگ گیا۔لوگوں نے کہا:"حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔جب تم یہ دیکھو تو نماز اور ذکر الٰہی کی طرف آہ وزاری کرو۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ کے عہد ہمایوں میں سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ نے ایک منادی بھیجا جو یہ اعلان کر رہا تھا الصلاۃ جامعۃ۔

امام بخاری اور امام بیہقی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"آپ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ نے ایک منادی کو بھیجا جو یہ اعلان کر رہا تھا الصلاۃ جامعۃ صحابہ کرام جمع ہو گئے۔آپ نے انہیں چار رکوعوں اور چار سجدوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔"

امام مسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جس روز سورج کو گرہن لگا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوفزدہ ہو گئے۔آپ نے زرہ لی حتیٰ کہ آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو پالیا گیا۔"

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ گھبرا کر اٹھے۔آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ یہ کہیں قیامت ہی نہ ہو۔آپ مسجد میں تشریف لائے۔"

امام احمد، امام بیہقی، نسائی اور ابوداؤد نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ کے عہد ہمایوں میں سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ جلدی سے چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے۔آپ گھبرائے ہوئے تھے۔

آپ مسجد میں تشریف لائے۔آپ نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ سورج روشن ہوگیا۔جب سورج روشن ہوگیا تو فرمایا:"اہل جاہلیت میں سے لوگ گمان کرتے تھے کہ سورج گرہن کسی عظیم سردار کی موت کی وجہ سے لگتا ہے لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے۔سورج اور چاند کو گرہن کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں لگتا۔بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یا اس کی مخلوق میں سے دو اشیاء ہیں جب رب تعالیٰ کسی چیز کے لیے تجلی فرماتا ہے تو وہ خشوع کا اظہار کرتی ہے جب تم یہ دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے فرض نمازوں میں سے سب سے پہلی نماز پڑھی ہو۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

نماز کسوف کی کیفیت

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گرہن لگ گیا۔آپ نے نماز پڑھی صحابہ کرام آپ کے ساتھ تھے۔آپ نے طویل قیام کیا تقریباً سورۃ البقرۃ کے برابر قیام کیا۔پھر طویل رکوع فرمایا پھر سر اقدس اٹھایا اور طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا۔پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم طویل تھا پھر آپ نے سجدہ کیا پھر طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم طویل تھا۔پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم طویل تھا۔پھر قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم طویل تھا۔پھر رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم طویل تھا پھر سجدہ کیا پھر واپس تشریف لائے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے کئی طرق سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''آپ کے عہد میں سورج گرہن لگ گیا ہے (یا آپ کی حیات طیبہ میں سورج گرہن لگ گیا) آپ مسجد کی طرف تشریف لائے۔لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔آپ نے قیام فرمایا۔طویل قیام فرمایا (یا آپ نے لمبی قرأت کی) یا آپ نے نماز کسوف کے لیے باآواز بلند قرأت کی۔پھر تکبیر کہی۔طویل رکوع کیا۔پھر سر اقدس کو اٹھایا پھر کہا: سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ایک روایت میں ہے: پھر قیام کیا۔لمبا قیام کیا، جو پہلے قیام سے کم تھا۔ایک روایت میں ہے: پھر آپ اٹھے۔طویل قرأت کی، جو پہلی قرأت سے کم تھی۔پھر تکبیر کہی۔پھر طویل رکوع کیا، جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر کہا: سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پھر سجدہ کیا۔سجدہ طویل کیا۔پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔آپ نے چار رکوع اور چار سجدے کیے پھر واپس تشریف لائے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔آپ اٹھے لوگوں کو خطبہ دیا۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔پھر فرمایا: شمس وقمر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔جب تم یہ دیکھو تو نماز میں مصروف ہو جاؤ حتیٰ کہ یہ ختم ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے:''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو، تکبیر کہو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔'' پھر فرمایا:''اے امت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کوئی اس امر میں رب تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں کہ اس کا بندہ بدکاری کرے یا اس کی بندی بدکاری کرے۔اے امت محمد! اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ رؤو۔میں اپنی اس جگہ سے ہر اس چیز کو دیکھ رہا ہوں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے خود کو دیکھا کہ اگر میں ارادہ کروں کہ میں جنت میں انگور کا خوشہ پکڑوں تم نے

مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھ رہا تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "میں آگے بڑھا۔ میں نے جہنم کو دیکھا۔ اس کا بعض حصہ بعض کو دھکے دے رہا تھا۔ جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا۔ میں نے جہنم میں ابن لحی کو دیکھا اس نے ہی جانوروں کو سائبہ بنایا تھا۔"

ایک اور روایت میں ہے: "آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں" ایک روایت میں ہے: "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں قبر میں اس طرح آزمایا جائے گا جیسے دجال کے بارے آزمائش ہوگی۔" ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اس کے بعد میں آپ کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا کرتی تھی۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے عہد ہمایوں میں سورج کو گرہن لگ گیا۔ آپ نے نماز پڑھی۔ طویل قیام فرمایا۔ تقریباً سورۃ البقرۃ کے برابر قیام فرمایا۔ پھر طویل رکوع کیا پھر سر اقدس اٹھایا اور طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم طویل تھا۔ پھر سر اقدس اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اقدس اٹھایا۔ طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا جب آپ فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا "شمس و قمر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم یہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔" صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا آپ اس جگہ کھڑے ہو کر کچھ پکڑ رہے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے جنت کو دیکھا۔ میں نے اس کا گچھا پکڑنا چاہا۔ اگر میں اسے لے آتا تو تم اسے اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی ہے تو یہ ختم نہ ہوتا۔ میں نے آگ دیکھی۔ میں نے ایسا خوفناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جہنم عورتیں تھیں" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے کفر (ناشکری) کی وجہ سے۔" انہوں نے عرض کی: "کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری (کفر) کرتی ہیں؟" آپ نے فرمایا: "وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔ وہ احسان کی ناشکری کرتی ہیں اگر تم کسی عورت پر سارا زمانہ احسان کرتے رہو پھر اسے تمہاری طرف سے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے تو وہ کہے گی: "میں نے تو تمہاری طرف سے کبھی بھی بھلائی نہیں دیکھی۔"

شیخین نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی جب سورج کو گرہن لگا۔ لوگ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ بھی کھڑی ہو کر نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا: "لوگوں کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "سبحان اللہ!" میں نے کہا: "نشانی؟ انہوں نے مجھے "ہاں" کا اشارہ کیا۔ میں نے بھی قیام کیا حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں اپنے سر پر پانی انڈیلنے لگی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا اسے اس مقام سے دیکھ لیا۔ حتیٰ کہ میں نے جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں قبور میں بھی

فتنہ دجال کی مانند آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔ تمہارے پاس ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا "اس شخص کے بارے تم کیا جانتے ہو؟ مومن یا موقن کہے گا یہ (جانِ عالم، روحِ کائنات) محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ ہم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور ایمان لے آئے اور آپ کی اتباع کی۔" اسے کہا جائے گا: "اچھے طریقے سے سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تمہارا ایقان یہی ہے" لیکن منافق یا شک کرنے والا کہے گا "میں نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو سنتا تھا وہ کچھ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا۔"

دوسری کیفیت، ہر رکعت میں تین رکوع

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں گرہن لگ گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز کسوف پڑھی۔

تیسری کیفیت، ہر رکعت میں چار رکوع

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور سورت یٰسین پڑھائی۔ پھر سورت کے برابر رکوع کیا۔ پھر سر اقدس اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ پھر اس سورت کے برابر قیام کیا۔ پھر اسی کے برابر رکوع کیا حتیٰ کہ انہوں نے چار رکوع کیے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں قیام کیا اسی طرح عمل کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر بیٹھ کر دعا کرنے لگے۔ پھر رغبت کی حتیٰ کہ گرہن ختم ہو گیا۔ پھر لوگوں کو حدیث پاک سنائی کہ حضور اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز کسوف پڑھی۔

چوتھی کیفیت، ایک رکعت میں پانچ رکوع

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اسی روز آپ نے نماز کسوف پڑھی پھر انہوں نے اس کیفیت کا تذکرہ کیا۔

پانچویں کیفیت، دو رکعتیں نماز

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے عہد ہمایوں میں سورج کو گرہن لگ گیا۔ وہ دیکھنے والے کی نظر میں دو یا تین نیزوں کے برابر تھا۔ سورج سیاہ ہو گیا وہ درخت تومہ کی طرح ہو گیا۔ آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ دوسری روایت میں ہے: "جب آپ باہر تشریف لائے تو ہم نے بھی آپ کو جا لیا۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ پہلے ہمارے ساتھ اتنا لمبا قیام

نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ پھر آپ نے ہمیں اتنا طویل رکوع کیا کہ ہمیں اتنا طویل رکوع بھی نہ کرایا تھا۔ ہم آپ کی آواز مبارک نہیں سن رہے تھے۔ پھر اتنا طویل سجدہ کرایا کہ اس سے قبل اتنا طویل سجدہ کبھی نہ کرایا تھا۔ ہم آپ کی صدا نہیں سن رہے تھے۔ پھر آپ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے کہ پہلے کیا تھا آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے ساتھ سورج روشن ہو گیا۔" پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دی کہ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول (مکرم ﷺ) ہیں پھر فرمایا: "اے لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔" یا فرمایا: "اے لوگو! میں بشر (کامل) ہوں۔ میں رسول (مکرم ﷺ) ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات تم تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی کی ہے تو تم مجھے اس کے بارے بتاؤ۔" بعض صحابہ کرام کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دیے ہیں۔ آپ نے اپنی امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کر دیا ہے۔ اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔" پھر فرمایا: "امابعد! بعض افراد یہ گمان کرتے ہیں کہ اس سورج کو گرہن لگنا یا چاند کو گرہن لگنا اور ستاروں کا اپنے مطلع سے زوال پذیر ہونا اہل زمین میں سے کسی سردار کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انہوں نے جھوٹ بولا ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ان میں سے کون توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب میں نے قیام کیا تو میں اس امر کو دیکھ رہا تھا جو تمہاری دنیا یا آخرت کے بارے تم سے مل رہا تھا۔ اللہ کی قسم! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ تیس کذاب آجائیں۔ ان کے آخر میں کانا دجال ہو گا۔ اس کی بائیں آنکھ دھنسی ہوئی ہو گی گویا کہ وہ ابوتحیاۃ کی آنکھ ہو۔ (یہ انصار کا بزرگ تھا جو آپ کے اور حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین تھا) جب دجال کا ظہور ہو گا۔ وہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ ہے جو اس پر ایمان لایا۔ جس نے اس کی اتباع کی اور اس کی تصدیق کی تو اس کا گزشتہ عمل اسے کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس کی تکذیب کی تو وہ اسی کے گزشتہ اعمال کی وجہ سے اسے کوئی سزا نہ دے سکے گا۔ وہ عنقریب ساری زمین پر غالب آجائے گا سوائے حرم کعبہ اور بیت المقدس کے۔"

اسود بن قیس نے کہا ہے: "وہ اہل ایمان کو محصور کر دے گا" دوسری روایت میں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہانک کر بیت المقدس لے جائے گا۔ بیت المقدس میں ان کا شدید محاصرہ کیا جائے گا۔ انہیں شدت سے ہلایا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دے گا۔ حتیٰ کہ باغ کی جڑوں یا درخت کی جڑ سے آواز آئے گی۔ "اے مومن یا اے مسلم! یہ یہودی ہے یا کافر ہے۔ آؤ اسے قتل کرو۔" آپ نے فرمایا: "یہ امر اس وقت تک رونما نہ ہو گا حتیٰ کہ تم بڑے بڑے امور دیکھ لو۔ جن کی کیفیت تمہارے نفوس کو شدید محسوس ہو گی تم اپنے نبی کریم ﷺ سے التجاء کرو گے کہ کیا تمہارے نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی کا تذکرہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ اس کے بعد قبض ہو گا۔" آپ نے اپنی انگلیوں کو بند فرمایا۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "سورج کو گرہن لگ گیا۔"

تیسرا باب

نماز کسوف میں آپ کی قرأت کی کیفیت

اس میں دو انواع ہیں۔

① روایت ہے کہ آپ نے آہستہ قرأت کی

امام بیہقی نے ابولھیعہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے پیچھے نماز کسوف پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے اس میں آپ سے ایک حرف بھی نہ سنا۔"

ابویعلیٰ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے ہمیں نمازِ کسوف پڑھائی آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا تھا کہ پہلے اتنا طویل قیام کبھی نہ کیا تھا۔ آپ کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

چوتھا باب

چاند گرہن کے لیے نماز

دار قطنی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے لیے نماز پڑھی۔ آپ نے چار رکوع اور چار سجدے کیے۔ آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ العنکبوت یا روم اور دوسری رکعت میں ''یٰسین'' تلاوت کی۔ انہوں نے حبیب اور طاؤس کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سورج گرہن اور چاند گرہن میں آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے چار سجدے کیے ہر رکعت میں قرأت کی۔''

الحافظ لکھتے ہیں ''اس کی سند میں نظر ہے مسلم شریف میں چاند کے ذکر کے بغیر ہے۔'' میں کہتا ہوں ''الحافظ العراقی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ ان دونوں روایتوں کے افراد ثقہ ہیں۔''

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت زیاد بن ضمر سے اور وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ''جب رات کو شدید آندھی آتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرا کر مسجد تشریف لے آتے حتیٰ کہ ہوا پرسکون ہو جاتی جب آسمان پر سورج گرہن یا چاند گرہن لگ جاتا تو آپ نماز پڑھنے لگتے حتیٰ کہ وہ روشن ہو جاتے۔'' عراقی اور ہیثمی نے لکھا ہے: ''اس روایت کے راوی ثقہ ہیں سوائے زیاد بن ضمر کے۔ اس کے حالات کی پہچان کی ضرورت ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ تقریب التہذیب یا لسان المیزان میں اس کا ذکر ہو۔'' یہ دونوں تصانیف حافظ کی ہیں۔

انہوں نے دوسرے کے آخر میں کہا ''الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند کو گرہن لگ گیا۔''

تنبیہ

ابو حاتم نے اپنی کتاب السیرۃ میں لکھا ہے: ''ہجرت کے پانچویں سال چاند کو گرہن لگا۔ آپ نے صحابہ کرام کو نماز کسوف پڑھائی۔ یہ اسلام میں پہلی نماز کسوف تھی'' علامہ مغلطای نے اشارہ میں اور العراقی نے الدرر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں اس شخص کا رد ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ سے کوئی روایت مروی نہیں جس میں یہ تذکرہ ہو کہ آپ نے چاند گرہن کے لیے باجماعت نماز پڑھائی ہو جیسے ابن قیم اور اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ آپ نے چاند گرہن کے لیے نماز نہ پڑھی جیسے ابن رشد۔

استسقاء، بارش، آندھی، رعد، بجلیوں
کے بارے آپ کی سنن مطہرہ

پہلا باب

نماز سے پہلے کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ آہ وزاری اور عاجزی کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جانا

امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدگاہ میں نماز استسقاء پڑھی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں امام مالک کے علاوہ ائمہ نے اور شیخین نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہ وزاری اور خشوع وخضوع کرتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حتیٰ کہ عیدگاہ آ گئے۔"

❷ احجار الزیت کے پاس نماز استسقاء ادا کرنا

(یہ جگہ الزوراء کے قریب ہے۔ یہ مسجد نبوی کے اس دروازہ کے پاس ہے جسے آج کل باب السلام کہا جاتا ہے۔ مسجد سے باہر دائیں طرف تقریباً پتھر پھینکنے کی دوری میں یہ نماز ادا کی جاتی تھی) امام احمد اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت عمیر مولی آبی اللحم رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ الزوراء کے قریب احجار الزیت کے پاس کھڑے ہو کر بارش کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔ آپ ہاتھوں کو بلند کیے ہوئے تھے لیکن آپ نے انہیں سر سے بلند نہ کیا تھا۔ ہتھیلیوں کی سفیدی آپ کے چہرۂ انور کی طرف تھی۔"

محمد بن ابراہیم نے کہا ہے "مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تھی کہ آپ احجار الزیت کے پاس دست اقدس پھیلا کر دعا مانگ رہے تھے۔"

۳ چادر مبارک کو الٹ کرنا

امام بخاری نے حضرت عباد بن تمیم سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا "حضور نبی کریم ﷺ نماز استسقاء کے لیے باہر تشریف لائے اور چادر مبارک کو الٹا کیا۔" اسی طرح انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز استسقاء پڑھی اور چادر مبارک کو الٹا کر دیا۔"

محمد بن ابراہیم نے کہا ہے "مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تھی کہ آپ احجار الزیت کے پاس دست اقدس پھیلا کر دعا مانگ رہے تھے۔"

۳ چادر مبارک کو الٹ کرنا

امام بخاری نے حضرت عباد بن تمیم سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا "حضور نبی کریم ﷺ نماز استسقاء کے لیے باہر تشریف لائے اور چادر مبارک کو الٹا کیا۔" اسی طرح انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز استسقاء پڑھی اور چادر مبارک کو الٹا کر دیا۔"

❁❁❁❁

دوسرا باب

دو خطبوں کے ساتھ اور منبر پر اور اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعتیں ادا کرنا

امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہ و زاری اور خشوع و خضوع کرتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ عیدگاہ تشریف لائے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے پہلے کی طرح خطبہ ارشاد نہ فرمایا بلکہ آپ دعا، تکبیر اور آہ و زاری میں مشغول ہو گئے۔ پھر آپ نے دو رکعتیں اس طرح ادا کیں جیسے عید کی ادا کرتے تھے۔"

ائمہ نے حضرت عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے بارش کے لیے دعا مانگی۔ بہت طویل دعا مانگی۔ بہت زیادہ التجاء کی بارش کے لیے دعا کی پھر قبلہ رو ہو کر چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے ارادہ کیا کہ اس کا نچلا حصہ پکڑ کر اوپر کریں۔ یہ امر گراں گزرا تو دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کر دیا۔" ایک روایت میں ہے سعودی نے کہا: "میں نے ابوبکر محمد بن عمرو سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اس کا اوپر والا حصہ نیچے کیا یا دائیں طرف کو بائیں طرف کر دیا۔" انہوں نے فرمایا: "دائیں طرف بائیں طرف کر دی۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔" ابوداؤد اور ابن حبان نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "لوگوں نے آپ کے ہاں بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے منبر بچھانے کا حکم دیا۔ عیدگاہ میں منبر رکھ دیا گیا۔ لوگوں کے لیے ایک دن متعین کیا۔ جس میں وہ باہر نکلیں۔ جب سورج کی شعاعیں ظاہر ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ تکبیر کہی۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "تم نے اپنے شہروں کی قحط سالی کا شکوہ کیا ہے اور بارش کے موسم میں تم پر بارش نہیں ہو رہی۔ رب تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا مانگو۔ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تمہاری التجاء کو قبول کرے گا۔" پھر آپ نے یہ حمد و ثناء بیان کی الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالك یوم الدین لا الہ الا اللہ یفعل اللہ ما یرید اللھم انت اللہ لا الہ الا انت، انت الغنی و نحن الفقراء انزل علینا الغیث و اجعل ما انزلت لنا قوۃ و بلاغًا الی حین۔ پھر آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند کیے۔ آپ انہیں بلند فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف کمر انور کی چادر مبارک کو الٹ کر دیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس بلند رکھے۔ پھر لوگوں کی طرف توجہ کی۔ پھر نیچے تشریف لائے اور دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر رب تعالیٰ نے بادل پیدا کیے۔ گرج چمک ہوئی۔ پھر اذن الٰہی سے بارش برسنے لگی۔ آپ مسجد میں تشریف نہ لائے حتیٰ کہ

وادیاں بہنے لگیں۔ جب آپ نے صحابہ کرام کی گھروں کی طرف جلدی دیکھی تو آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔"

۲ خطبہ سے قبل نماز

دارقطنی اور ابوداؤد نے حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا۔" یا مروان نے مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے نماز استسقاء کے سنت طریقے کے بارے پوچھوں" انہوں نے فرمایا: "نماز استسقاء کا سنت طریقہ نماز عید کی طرح ہی ہے۔ مگر اس میں آپ نے اپنی چادر مبارک کو الٹا کیا تھا۔ دائیں کو بائیں طرف اور بائیں کو دائیں طرف کیا تھا۔ اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ اس میں آپ نے بارہ تکبیریں کہی تھیں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیر کہی تھیں باآواز بلند قرأت کی تھی۔ پھر آپ فارغ ہوئے تو خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام قبلہ رو ہو گئے آپ نے اپنی چادر مبارک کو الٹا کر دیا۔"

امام احمد، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لیے تشریف لے گئے۔ اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ چہرۂ انور قبلہ کی طرف پھیرا۔ دستِ اقدس بلند تھے۔ پھر اپنی چادر کو الٹ کر دیا۔ دائیں طرف بائیں اور بائیں طرف دائیں کر دی۔"

ابن تیمیہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز استسقاء کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ مصلّی امامت پر کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ باآواز بلند قرأت کی۔ آپ عیدین اور نماز استسقاء میں پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الغاشیہ پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد آپ نے چہرۂ انور صحابہ کرام کی طرف کیا۔ چادر کو الٹا کیا۔ گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ دست اقدس بلند کیے۔ دعا سے قبل ایک بار تکبیر کہی پھر یہ دعا مانگی:

اللهم اسقنا غيثا مغيثا رحبار بيعاً وجدا غدقاً طبقا مغدقا هنيئا مريعا مربعا سريعا و ابلاشا ملا مسيلا مجلا دائما دررًا نافعا غير ضار عاجلا غير رائث اللهم تحيي به البلاد و تغيث به العباد و تجعله بلاغا للحاضر منا الباد اللهم انزل علينا في ارضنا بنتها و انزل في ارضنا سكنها اللهم انزل علينا من السماء ماء طهورا فاحي به بلدة متية و اسقه مما خلقت انعاما و اناسي كثيرا۔

ابن مصری نے "امالیہ" میں حضرت جعفر بن عمرو بن حریث سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نماز استسقاء کے لیے آپ کے ہمراہ نکلے۔ آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر چادر مبارک کو الٹا کیا دست اقدس بلند کیے پھر یہ دعا مانگی:

اللھم ضاحت جبالنا و اغبرت ارضنا و ھامت دوابنا معطی الخیر من اماکنھا و منزل الرحمۃ من معادنھا و مجری البرکات علی اھلھا بالغیث المغیث انت المستغفر الغفار فنستغفرک للحامات من ذنوبنا و نتوب الیک من عوام خطایانا اللھم فارسل السماء علینا مدرارا وصِل بالغیث و اکف من تحت عرشک حیث یسعفنا و یعود علینا غیثا مغیثا عاما طبقا مجللا غدقا خصیبا رائقا ممرع النبات۔

۳ کھڑے ہو کر، دست اقدس بلند کر کے کوشش سے دعا مانگنا

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اپنے دست اقدس اوپر اٹھا رہے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔" یعنی نماز استسقاء میں شیخین، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ابر کرم کے لیے دعا مانگتے تو ہتھیلیوں کے ظاہری حصے سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے۔"

ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ابر رحمت کے لیے یوں دعا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور ان کے باطنی حصے کو زمین کی طرف کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔"

الطبرانی اور البزار نے حسن یا صحیح سند کے ساتھ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نماز استسقاء کے لیے یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انزل فی ارضنا برکتھا و زینتھا و سکنھا و ارزقنا و انت خیر الرازقین۔

ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ابر کرم کے لیے یہ دعا مانگتے تھے: اللھم اسق عبادک و بھائمک و انشر رحمتک و احی بلدک المیت۔

الطبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ بارش کے لیے یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اسقنا سقیا و ادعۃ نافعۃ تشبع بھا الانفس غیثا ھنیئا مریئا طبقا

مجللا يشبع به بادينا و حاضرنا تنزل به من بركات السماء و تخرج لنا به من بركات الارض و تجعلنا عنده من الشاكرين انك سميع الدعاء۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ابر رحمت کے لیے یہ دعا مانگی: اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريعا طبقا عاجلا غير رائث نافعا غير ضار۔تھوڑی دیر بعد ہم پر بارش ہونے لگی۔حتیٰ کہ وادیاں بہہ پڑیں۔صحابہ کرام آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔عرض کی: ''ہم غرق ہو گئے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''مولا! ہمارے اردگرد بارش نازل فرما۔ہم پر نازل نہ فرما۔''

تیسرا باب

جمعۃ المبارک کے خطبہ میں نماز کے بغیر بارش کی دعا

ابن اسحاق، امام احمد اور شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ ہمایوں میں لوگوں کو قحط سالی نے آلیا۔ اسی اثناء میں کہ آپ جمعۃ المبارک کے روز خطبہ ارشاد فرمارہے تھے ایک اعرابی اٹھا (دوسری روایت میں ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ وہ اس دروازے سے آیا جو دارالقضاء کی طرف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے) اس نے عرض کی: ''اموال (یا مال) یا جانور یا اہل وعیال اور لوگ یا جانور اور خواتین) ہلاک ہوگئے۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوگئے انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش نہیں ہورہی۔ درخت خشک ہوگئے ہیں۔ جانور ہلاک ہوگئے ہیں۔ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں سیراب کرے۔ وہ ہم پر ابر کرم نازل کرے۔'' آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند فرمائے (اپنے دستِ اقدس اتنے بلند فرمائے کہ مجھے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آئی۔ دوبارہ فرمایا: ''ہم پر بارش نازل کر'' یا تین دفعہ یوں فرمایا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بخدا! ہم نے آسمان پر نہ بادل دیکھا۔ نہ بادل کا ٹکڑا دیکھا تھا۔ ہمارے اور کوہ سلع کے مابین کوئی گھر بھی نہ تھا۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ آپ نے دست اقدس نیچے نہ کیے تھے حتیٰ کہ بادل جمع ہو کر آیا وہ پہاڑوں کی طرح تھا (اس کے پیچھے سے بادل ڈھال کی طرح اٹھا) آسمان کے وسط میں پہنچ کر پھیل گیا (رب تعالیٰ نے مختلف بادلوں کو جمع کیا) ہم ٹھہر گئے حتیٰ کہ ایک شخص کی شدید تمنا تھی کہ وہ اپنے اہل خانہ کے پاس پہنچ جائے۔ پھر بادل برسے۔ بخدا! ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہ دیکھا (ہم پر دوسرے جمعۃ المبارک تک ابر کرم برستا رہا) پھر ایک شخص آیا (وہ پہلا شخص ہی تھا یا کوئی اور تھا) وہ آئندہ جمعۃ المبارک کو آیا۔ آپ اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموال ہلاک ہوگئے۔ رستے منقطع ہوگئے۔ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ اس بارش کو روک دے۔'' آپ نے اپنے دستِ اقدس اٹھائے۔ پھر یہ دعا مانگی: ''مولا ہمارے اردگرد بادل نازل فرما۔ ہم پر نازل نہ فرما۔ ٹیلوں، پہاڑیوں پر، وادیوں کے دامنوں میں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما۔'' وہ بادل مدینہ طیبہ کے اوپر سے پھٹ گیا اور اس کے اردگرد بارش ہونے لگی۔ مدینہ طیبہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے مدینہ طیبہ کو دیکھا وہ تاج کی مانند تھا۔ میں نے بادل دیکھا گویا کہ وہ کپڑا تھا جب

کہ اسے لپیٹ دیا جائے۔ (آپ نے جس سمت میں دست اقدس سے اشارہ کیا اسی طرف سے بادل پھٹ گیا۔) میں نے مدینہ طیبہ کو وسیع گول گڑھے کی مانند دیکھا۔ وادی قناۃ ایک ماہ تک بہتی رہی۔ اطراف سے جو شخص بھی آتا وہ بارش کی بات کرتا۔ ہم دھوپ میں چلتے ہوئے باہر نکل آئے۔" شریک نے کہا: میں نے حضرت انس سے سوال کیا: "کیا دوبارہ عرض کرنے والا وہی شخص تھا؟" انہوں نے فرمایا: "میں نہیں جانتا۔"

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے ان سے روایت بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بھربھری وادی میں تشریف لے گئے جس میں پانی نہ تھا۔ آپ سے پہلے مشرکین کنوؤں تک پہنچ چکے تھے اور ان پر اتر چکے تھے مسلمانوں کو پیاس نے آلیا۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ نفاق ظاہر ہو گیا۔ بعض لوگوں نے کہا: "اگر یہ نبی ہیں جیسے کہ یہ گمان کرتے ہیں تو پھر ان کی امت کو اسی طرح سیراب کر دیا جائے گا جیسے حضرت موسیٰ کی قوم پر بارش نازل ہوئی۔" یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: "کاش! وہ یوں کہتے "عنقریب تمہارا رب تمہیں سیراب کر دے گا۔" پھر آپ نے اپنے دستِ اقدس پھیلا دیے اور یہ دعا مانگی:

اللهم جللنا سحابا كثيفا قصيفا دلوقا حلوقا ضحوكا زبرجا تمطرنا منه اذاذا قطقطا سجلا بغاقا ياذا الجلال والاكرام۔

آپ نے دعا سے ہاتھ نیچے نہ کیے تھے حتیٰ کہ اس طرح کا بادل آگیا جیسے کہ آپ نے اوصاف بیان کیے تھے۔ ہم پر بارش نازل ہوئی۔ یہ بارش انہی صفات پر مشتمل تھی جس طرح کی بارش کا آپ نے سوال کیا تھا۔ سیلاب نے وادی کو بھر دیا۔ لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔"

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابر کرم کے لیے دعا کی۔ حضرت ابولبابہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوریں سوکھنے والی جگہ پر ہیں۔" آپ نے فرمایا: "مولا! ہم پر ابر کرم نازل فرما۔" حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ننگے پاؤں دوڑ پڑے تاکہ اپنے ازار سے مربد کا منہ بند کریں۔ انہوں نے کہا: "ہم نے آسمان پر بادل نہ دیکھے۔ خوب بارش برسی" صحابہ کرام حضرت ابولبابہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "یہ بارش نہ رکے گی حتیٰ کہ آپ عریاں پاؤں اٹھیں اور اپنے مربد کا منہ اپنے ازار بند سے بند کر دیں جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا انہوں نے اسی طرح کیا تو بارش رک گئی۔

چوتھا باب

دوسرے علاقے کے لوگوں کے لیے نماز کے بغیر ابر کرم کے لیے دعا

ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بواکی آئے۔حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ وہ بنو ہوازن تھے۔آپ نے ان کے لیے یہ دعا مانگی:

اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریعا مریئا نافعا غیر ضار عاجلا غیر آجل۔

راوی کہتے ہیں "ان پر موسلا دھار بارش برسی" امام بیہقی نے کہا ہے کہ بواکی آپ کی خدمت میں آئے۔ابوداؤد کی کتاب کے نسخہ میں اسی طرح ہے۔حاکم نے کہا ہے کہ وہ بنو ہوازن تھے۔الحافظ ابن منذر نے کہا ہے ہماری روایت میں یہ الباء کے ساتھ ہے جبکہ خطابی نے یواکی ذکر کیا ہے کہا جاتا ہے کہ اس کا معنیٰ "انصاف نہ کرنا" ہے۔

ابن عوانہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جنہیں چرواہا کوئی زادِ راہ نہیں دیتا۔طاقتور جانور ان کے لیے روکا نہیں جاتا" آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔پھر یہ دعا مانگی: اللھم اسقنا غیثا یغیثنا ھنیئا مریئا مریعا طبقا غدقا غیر رائث۔پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔جو بھی اس طرف سے آتا وہ یہی کہتا "ہمیں تو حیاتِ نو نصیب ہوئی ہے۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے مرہ بن کعب یا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: "رب تعالیٰ کے لیے مضر کے لیے ابر کرم کی دعا مانگیں" حضرت مغیرہ نے کہا: "کیا تم مضر کے وکیل ہو؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ رب تعالیٰ سے مدد طلب کریں تو وہ آپ کی مدد کرتا ہے۔اگر آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں تو وہ آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا کرتا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس بلند کیے۔پھر یہ دعا مانگی: اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریعا مریئا طبقا غدقا عاجلا غیر رائث نافعا غیر ضار۔جلد ہی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی۔انہوں نے عرض کی: "گھر گر پڑے ہیں۔" آپ نے دستِ اقدس بلند کیے اور یہ التجاء کی: "مولا! ہمارے اردگرد برسا۔ہم پر نہ برسا۔" بادل دائیں بائیں پھٹ گیا۔

پانچواں باب

بارش، بادل، گرج اور بجلی کے وقت آپ کی سنن مطہرہ

امام بخاری نے ادب میں اور امام مسلم نے صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہمیں بارش نے آلیا۔ آپ نے اپنا کپڑا مبارک اٹھایا حتیٰ کہ آپ پر بارش برسنے لگی۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیونکہ یہ اپنے رب تعالیٰ کے حضور سے ابھی ابھی آئی ہے۔'' ابویعلی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر پہلی بارش نازل ہوتی تو آپ ازار بند کے علاوہ سارے کپڑے اتار دیتے۔'' امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش کو دیکھتے تو یہ دعا مانگتے: اللھم صیّبا نافعا۔

امام شافعی نے مطلب بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ بارش کے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم سقیا رحمة و لا سقیا عذاب و لا بلاء و لا ھدم و لا غرق، اللھم علی الظراب و منابت الشجر اللھم حوالینا و لا علینا۔

امام شافعی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ آسمان کے افق سے بادل کو دیکھتے تو کام ترک فرما دیتے۔ اگر نماز میں ہوتے تو اسے مختصر فرما دیتے۔ قبلہ کی طرف رخ انور کر لیتے۔ پھر یہ دعا مانگتے: اللھم انی اعوذبك من شرھا یامن شر ما ارسل به یامن شر ما فیه۔ اگر بادل چھٹ جاتا تو آپ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے۔ اگر بارش ہوتی تو یہ دعا مانگتے: اللھم صیّبا ھنیئا۔ یا سیبا نافعا یاصیبا نافعا آپ دو یا تین بار اسی طرح فرماتے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بادل آتے تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ آپ اندر جاتے باہر تشریف لاتے۔ اگر بارش ہو جاتی تو آپ خوش ہو جاتے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس امر کا آپ سے تذکرہ کیا جو انہوں نے ملاحظہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا علم کہ اس طرح ہو جیسے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا

اسْتَعْجَلْتُم بِهِۦ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾ (الاحقاف، آیت: ۲۴)

ترجمہ: پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آرہا ہے تو بولے یہ بادل ہے ہم پر برسنے والا ہے (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی مچارہے تھے (یہ تند) ہوا ہے اس میں دردناک عذاب ہے۔

سعید بن منصور، امام احمد، عبد اور شیخین نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ بادل کو دیکھتے یا آندھی دیکھتے تو اس کے اثرات آپ کے چہرۂ انور سے عیاں ہوتے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہوگی لیکن میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو چہرۂ انور پر کراہت کے اثرات ہوتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یا عائشہ! اگر اس میں عذاب ہو تو کون سی چیز مجھے امان دے گی ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تھا تو اس نے کہا تھا: "یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔"

امام شافعی، امام بخاری نے ادب میں، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا "الریح اللہ تعالیٰ کی ہوا ہے جو کبھی رحمت اور کبھی عذاب کے ساتھ آتی ہے۔ اگر تم اسے دیکھو تو اسے گالیاں نہ دو۔ تم رب تعالیٰ سے اس کی بھلائی کا سوال کرو اور اس کے شر سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔"

شیخین، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب تیز ہوا چلتی (یا آپ آندھی کا مشاہدہ فرماتے یا جب آندھی اور بارش کا دن ہوتا) تو اس کے اثرات آپ کے چہرۂ انور سے پہچان لیے جاتے تھے۔ کبھی آپ اندر تشریف لے جاتے۔ کبھی باہر تشریف لے جاتے یہ دعا مانگتے: "میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس خیر کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔" جب بارش ہوتی تو آپ مسرور ہو جاتے" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ بادلوں کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ انہیں امید بندھ جاتی ہے کہ اب بارش ہوگی۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل دیکھتے ہی تو چہرۂ انور پر کراہت کے اثرات عیاں ہوتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "عائشہ! اگر اس میں عذاب ہوا تو مجھے اس سے کون امان دے گا۔ رب تعالیٰ نے ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا: "یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔" دوسری روایت میں ہے: "مجھے خدشہ ہے کہ یہ عذاب نہ ہو۔ جسے میری قوم پر مسلط کیا گیا ہو۔" فرمایا: "یا عائشہ! شاید یہ اس طرح ہو جیسے قوم عاد نے کہا تھا:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ (الحقاف، آیت: ۲۴)

ترجمہ: پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آ رہا ہے تو بولے یہ بادل ہے، ہم پر برسنے والا ہے۔

امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بھی تیز ہوا چلتی تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنوں کے بل جھک جاتے اور یہ دعا مانگتے: ''مولا! اسے رحمت بنا۔ اسے عذاب نہ بنا۔ مولا! اسے ریاح بنا اسے ریح نہ بنا۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب تیز ہوا چلتی تو اس کے اثرات آپ کے رخ زیبا سے عیاں ہوتے تھے۔''

امام بخاری نے ادب میں اور ابو یعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے کہ جب شدید آندھی آتی تو آپ یہ دعا مانگتے: ''مولا! میں اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔''

البزار اور الطبرانی نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب شدید آندھی چلتی (الطبرانی کے الفاظ میں ہے کہ جب شمال کی ہوا چلتی) تو آپ یہ دعا مانگتے: اللھم انی اعوذبِكَ مِنْ شر ما ارسل فیھا۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب شدید آندھی چلتی تو آپ یہ دعا مانگتے: ''مولا! اسے ثمر آور کرنے والی بنا۔ بانجھ کرنے والی نہ بنا۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب تیز آندھی چلتی تو اس کی طرف روئے زیبا کر لیتے اور اپنے گھٹنوں پر جھک جاتے اور دستِ عطا بلند فرماتے۔ یہ دعا فرماتے: ''مولا! میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اس بھلائی کے بارے التجاء کرتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ میں اس کے شر اور اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ مولا! اسے رحمت بنا۔ اسے عذاب نہ بنا مولا! اسے ریاح بنا۔ اسے ریح نہ بنا۔''

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب تیز آندھی چلتی تو اس کے اثرات آپ کے چہرۂ انور سے عیاں ہوتے۔''

امام احمد، امام بخاری نے الادب میں اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرج یا بجلیوں کی آوازیں سنتے تو یہ دعا مانگتے: ''مولا! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ فرما۔ ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما۔ ہمیں اس سے قبل عافیت عطا فرما۔''

❁❁❁❁

مریضوں، قریب الموت اور مرنے والوں کے بارے آپ کی سیرت طیبہ

پہلا باب

مریض کی عیادت کے بارے سنتِ مطہرہ

امام احمد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مریض تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند انصاری صحابہ کرام کے ہمراہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی عیادت فرمائی انہوں نے کہا: "آپ ان کے بستر سے پیچھے نہ ہٹے۔"

ابویعلی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: "بخدا! ہم نے سفر و حضر میں آپ کی رفاقت حاصل کی۔ آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ جاتے تھے۔ قلیل اور کثیر کے ساتھ ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ پھر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: "وہ اب ٹھیک ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے آئے گا؟ آپ اٹھے۔ ہم بھی آپ کے ہمراہ اٹھے۔ ہم دس سے کچھ زائد تھے۔ ہم نے نہ جوتے نہ چادریں، نہ ٹوپیاں اور نہ ہی قمیصیں پہنی ہوئیں تھیں۔ ہم اس شوریدہ زمین میں سے چلتے ہوئے ان کے پاس آگئے۔ ان کے ارد گرد سے لوگ ہٹ گئے حتیٰ کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام ان کے قریب ہو گئے۔"

ابوداؤد نے حصین بن وحوح سے روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن براء علیل ہو گئے حضور نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: ''میں طلحہ کو دیکھتا ہوں کہ ان میں موت کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ مجھے ان کے بارے بتاؤ جلدی کرو۔ مسلمان کی لاش اس کے اہل خانہ کے سامنے روک لینا مناسب نہیں ہوتا۔''

امام بخاری نے ادب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ حضرت ام السائب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو ان پر لرزہ طاری تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''بخار ہو گیا ہے۔ رب تعالیٰ اسے رسواء کرے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو برا بھلا نہ کہا کرو یہ بنی آدم کی خطائیں اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔''

ابوداؤد نے حضرت حزام بن حکیم انصاری کی پھوپھی حضرت ام الملاء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے میری عیادت کی۔'' الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک انصاری عورت کی عیادت کی جسے درد تھا۔ آپ نے اسے پوچھا ''خود کو کیسے پاتی ہو؟'' اس نے عرض کی: ''اچھا۔ مگر اس بخار نے مجھے اذیت دی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''صبر کرو۔ یہ ابن آدم کی میل کچیل کو اس طرح ختم کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو ختم کرتی ہے۔''

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ عبداللہ ابن ابی کی اس مرض میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جس میں وہ مرا تھا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر موت کے اثرات دیکھے تو فرمایا: ''میں تجھے اکثر یہود سے محبت سے منع کرتا تھا۔'' اس نے کہا: ''اسعد بن زرارہ نے ان سے بغض رکھا۔ وہ بھی مر گئے۔''

امام احمد، امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کا ایک بچہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ وہ علیل ہو گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سر اقدس کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا: ''اسلام لے آ۔'' اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس نے اسے کہا: ''ابوالقاسم ﷺ کی صدا پر لبیک کہو۔'' اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ فرما رہے تھے: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا۔''

الطبرانی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک انصاری کی عیادت کی۔ جب اس کے پاس تشریف لے گئے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو پوچھا: ''کیا حال ہے؟'' انہوں نے آپ کو جواب نہ دیا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ایک صحابی کی عیادت کی جسے درد تھا۔ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اپنا دست اقدس بند کیا اور اسے اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ آپ اسے مریض کی عیادت کی تکمیل سمجھتے تھے۔''

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" آپ تین روز کے بعد مریض کی عیادت کرتے تھے۔" ابویعلی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" جب آپ سے صحابہ کرام میں سے کوئی شخص تین روز تک نظر نہ آتا تو آپ اس کے بارے پوچھتے اگر وہ غائب ہوتا تو آپ اس کے لیے دعا کرتے۔اگر وہ آجاتا تو اس سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر وہ مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔" امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔آپ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ ہی گھوڑے پر سوار تھے۔" ابن ماجہ نے ان سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:" آپ نے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیدل چل کر میری عیادت کی۔میں بنوسلمہ میں تھا۔"

امام مالک نے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مسکینہ عورت مریض بن گئی۔ آپ کو اس کے مرض کے بارے بتایا گیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مساکین کی عیادت کرتے تھے اور ان کے بارے پوچھتے تھے۔"

امام احمد، امام بخاری نے ادب میں اور ابوداؤد نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" مجھے آشوب چشم نے آلیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرم نوازی کرتے ہوئے میری عیادت فرمائی۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت زید بن ارقم کی عیادت کے لیے گیا۔ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ان سے پوچھا:" کیا حال ہے؟" انہوں نے عرض کی:" ٹھیک ہوں۔" رب تعالیٰ نے ان کی آنکھیں ٹھیک کر دیں۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کسی شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو عالم نزاع میں تھا۔آپ نے اسے سلام کیا اور پوچھا:" تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کی:" مجھے رب تعالیٰ سے بھلائی کی امید ہے۔مجھے اپنے گناہوں کے بارے خوف ہے۔" آپ نے فرمایا:" اس حالت میں جس بندۂ مومن کے دل میں یہ دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں تو رب تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتا ہے اور اس کے خوف سے اسے امن بخشتا ہے۔"

امام بخاری نے ادب میں، ابن حبان اور ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" جب آپ مریض کی عیادت کرتے تو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے پھر سات بار یہ دعا کرتے: اسأل اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك۔اگر اس کی موت میں تاخیر ہوتی تو اسے اس تکلیف سے نجات مل جاتی۔"

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" جب آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنا دستِ اقدس اس جگہ پر رکھتے جہاں اسے درد ہوتا پھر فرماتے: بسم اللہ لا بأس۔

امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کسی مریض کی عیادت کی آپ کے ہمراہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ تھے۔ اسے تیز بخار تھا۔ آپ نے اسے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو رب تعالیٰ فرماتا ہے: "میں اپنی آگ (بخار) دنیا میں اپنے بندے پر اس لیے مسلط فرماتا ہوں تا کہ وہ آخرت میں اس کی آگ کا بدل بن جائے۔"

امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا: "ہاں! کیک کھانے کو جی کر رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" اس کے گھر والوں نے اسے کیک لا کر دیا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت نے ایک شخص کی عیادت فرمائی۔ اس سے پوچھا: "کیا کسی چیز پر دل کر رہا ہے؟ اس نے عرض کی: "ہاں! گندم کی روٹی پر دل کر رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس کے پاس گندم کی روٹی ہو۔ وہ اسے اپنے بھائی کے لیے بھیج دے۔" پھر فرمایا: "اگر تمہارا مریض کسی چیز کی آرزو کرے تو اسے وہ کھلا دی جائے۔"

امام اسحاق نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے کوئی تکلیف ہو گئی مجھے اہل خانہ اٹھا کر بارگاہ رسالت مآب میں لے گئے۔ آپ ساری رات مجھے قرآن پاک پڑھ کر دم کرتے رہے اور اس کے ساتھ مجھ پر پھونکیں مارتے رہے۔"

الطبرانی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "سلمان! رب تعالیٰ تمہاری اذیت دور کرے۔ تمہارے گناہ معاف کرے۔ تمہارے دین میں تمہیں عافیت عطا کرے اور تمہاری موت کو مؤخر کرے۔"

شیخین اور حارث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اسے بخار تھا جب آپ کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو فرماتے: "کوئی حرج نہیں۔ پاکیزگی ہے۔ ان شاء اللہ! اس اعرابی نے کہا: "بلکہ یہ بخار ہے جو عمر رسیدہ بوڑھے کے پیٹ میں جوش مار رہا ہے حتیٰ کہ اسے قبر میں دکھا دے۔" آپ نے فرمایا: "پھر اسی طرح ہے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس روایت میں کفارہ اور پاکیزگی کے الفاظ ہیں۔

مسدد نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی مریض کی عیادت فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

"مولا! اس کی یہ تکلیف دور فرما جو یہ پا رہا ہے جو جس آزمائش میں تو نے اسے ڈالا ہے اس پر اسے اجر عطا فرما۔"

ابو یعلی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں علیل ہو گیا۔ آپ میری عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے۔ ایک دن آپ نے میری عیادت کی۔ آپ نے یوں دم فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اعیذ باللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد من شر ما تجد۔

جب آپ کھڑے ہوئے تو فرمایا: "اے ابن عفان! ان کلمات سے پناہ مانگا کرو۔ ایسے کلمات سے تم پناہ نہیں مانگتے۔"

ابو یعلی اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک انصاری صحابی کی عیادت کی اور فرمایا: "ماموں! یوں کہو: لا الہ الا اللہ۔ اس نے عرض کی: خال ام عم۔ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ ماموں! اس نے عرض کی: "کیا میں یہ کلمہ پڑھ لوں تو مجھے بھلائی ملے گی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں۔"

دوسرا باب

ان افراد کے بارے سنت مطہرہ جو نزع کے عالم میں تھے

امام احمد اور امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، البزار، الطبرانی نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے، مسدد نے حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اس وقت تشریف لے گئے جب ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت ان کے اہل خانہ نے اس طرح گفتگو کی جس طرح اہلِ میت گفتگو کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرنا۔ فرشتے میت کے پاس آتے ہیں اور اس کے اہل کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔" آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئیں تھی۔" آپ نے فرمایا: "جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے۔" پھر یہ دعا مانگی: "مولا! ابو سلمہ کو معاف فرما دے۔ ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما۔ ان کے نور کو عظیم فرما اور ان کی نسل میں ان کا جانشین بنا۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "پیچھے رہ جانے والے ان کے ترکہ میں ان کا جانشین بنا۔ مولا! ہمیں اور انہیں معاف فرما۔ اے رب العالمین! انکی قبر میں وسعت عطا فرما اور اسے ان کے لیے منور فرما۔"

✿✿✿✿

تیسرا باب

کسی صحابی کے وصال کر جانے پر آپ کا غم وحزن

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کے پاس حضرات زید بن حارثہ، جعفر طیار اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کے چہرۂ انور سے غم عیاں تھا۔ میں دروازے کے شگاف سے آپ کو دیکھ رہی تھی۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے سریہ بھیجا۔ ان صحابہ کرام کو قراً کہا جاتا تھا۔ بئر معونہ کے روز وہ سارے شہید ہو گئے۔ جتنا اس دن آپ مغموم ہوئے میں نے اتنا غمزدہ آپ کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔"

احمد بن منیع، بزار، ابویعلی نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا دست اقدس تھاما اور مجھے نخلستان میں لے گئے۔ حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزع کے عالم میں تھے۔ آپ نے انہیں اپنی آغوش میں اٹھا لیا۔ حتیٰ کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ آپ نے انہیں رکھا۔ پھر آپ گریہ بار ہوئے۔ میں نے عرض کی: "آپ رو رہے ہیں جبکہ آپ رونے سے منع کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں رونے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ میں دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کرتا ہوں۔ گانے، لہو ولعب اور شیطانی مزامیر کی آواز۔ مصیبت کے وقت چہروں کو پیٹنے، اور گریبان چاک کرنے کی آواز۔ یہ تو رحمت ہے۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ابراہیم! اگر یہ سچا وعدہ نہ ہوتا حق بات نہ ہوتی اور یہ حقیقت نہ ہوتی۔ ہمارا آخری شخص عنقریب ہمارے پہلے شخص سے مل جائے گا تو ہم آپ پر اس سے بھی زیادہ غمزدہ ہوتے۔ اے ابراہیم! ہم آپ کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔ آنکھ رو رہی ہے۔ دل غمناک ہے۔ لیکن ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات عبدالرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ ان کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو دیکھا کہ وہ اپنے اہل خانہ کے حلقہ میں تھے۔ آپ نے پوچھا: "کیا ان کا وصال ہو چکا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "نہیں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ رونے لگے۔ جب لوگوں نے

آپ کا گریہ دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''ارے سنو! رب تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم کرتا ہے۔'' آپ نے اپنی زبان اقدس کی طرف اشارہ کیا۔''

شیخین اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف القین کے ہاں گئے یہ آپ کے فرزند کی دایا کے شوہر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرزند دلبند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو پکڑا۔ اسے بوسہ دیا۔ اسے سونگھا۔ پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ آپ کی چشمان مقدس سے چھم چھم آنسو گرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ابن عوف! یہ رحمت ہے۔'' پھر آپ گریہ بار ہوئے اور فرمایا: ''ابراہیم! آنکھ آنسو بہا رہی ہے۔ دل غمزدہ ہے۔ ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو جائے۔ ابراہیم! ہم آپ کے فراق کی وجہ سے غمگین ہیں۔''

شیخین، امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اب علم اسلام حضرت زید نے تھام لیا۔ ان کے سر پر شہادت کا تاج سجایا گیا۔ اب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا۔ انہوں نے بھی جام شہادت نوش کر لیا۔ اب علم اسلام حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا۔ انہوں نے بھی قبائے شہادت زیب تن کر لی۔'' آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے۔''

احمد بن منیع نے صحیحین کی شرط پر حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد حاضر خدمت ہوئے وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ وہ دوسرے روز آئے اور اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آج مجھے تمہاری طرف سے وہی کچھ پہنچا ہے جو تمہاری طرف سے کل پہنچا تھا۔''

ابن ماجہ اور ابو یعلی الموصلی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو درد ہوا اور ان پر نزع کا عالم طاری ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما رونے لگے۔ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رونے میں فرق کر سکتی تھی۔ میں بھی رونے لگی۔ آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گر رہے تھے۔ آپ اپنے چہرۂ انور سے آنسو صاف کر رہے تھے۔ مگر آپ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت حاضر خدمت تھے۔ آپ ان کی قبر انور پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گر رہے تھے۔

ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ کی چشمان اقدس کسی پر آنسو نہ گراتی تھیں۔ مگر آپ جب غمگین ہوتے تھے تو اپنی ریش مبارک کو پکڑ لیتے تھے۔''

طبرانی نے ابونضر سالم رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت ان پر نزع کا عالم تھا۔ آپ نے حکم دیا تو انہیں کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک انصاری خاتون کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جسے ام معاذ کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا: ”حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر تک ان پر جھکے رہے۔ آپ کے صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ پھر آپ ایک طرف ہو کر رونے لگے۔ آپ کے رونے کی وجہ سے اہل خانہ بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ”ابوسائب! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔“

طیالسی، احمد، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خواتین حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر رونے لگیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں منع کرنے لگے۔ یا انہیں مارنے لگے۔“ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق انہیں اپنے درے سے مارنے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”انہیں چھوڑ دو“ آپ نے فرمایا: ”تم رو لو لیکن شیطانی آواز سے بچنا۔ جو غم آنکھ میں یا دل میں ہو وہ رحمت ہوتا ہے۔ جس کا اظہار زبان اور ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔“ حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دستِ اقدس یا کپڑے سے ان کے چہرۂ انور سے آنسو صاف کرنے لگے۔“

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو معاویہ میں سے ایک شخص کی عیادت کی۔ آپ نے اسے پایا کہ اس پر نزع کا عالم طاری تھا۔ اس کی خواتین اس پر رو رہی تھیں۔ مرد حضرات عورتوں کو بکھیرنے کے لیے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”انہیں چھوڑ دو۔ جب موت آ جاتی ہے تو وہ نوحہ گروں کی آواز کو نہیں سنتی۔“

طیالسی، جنیدی، عبد اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کسی جنازہ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خواتین کو روتے دیکھا انہوں نے انہیں جا لیا۔ یا انہیں پکارا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عمر! انہیں چھوڑ دو۔ آنکھ آنسو بہا رہی ہے نفس مصیبت زدہ ہے اور عہد قریب ہے۔“

امام احمد، ابوداؤد اور امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے آپ کو دیکھا آپ حضرت عثمان بن مظعون کے بوسے لے رہے تھے۔ حالانکہ ان کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گر رہے تھے۔ میں نے دیکھا آنسو آپ کے چہرہ انور سے نیچے گر رہے تھے۔“

چوتھا باب

میت کو غسل دینے اور اسے کفن دینے کے بارے آپ کی سیرت

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ میت کے غسل اور کفن اور بعض صحابہ کرام پر لعاب دہن پھینکنے کے بارے

ائمہ اور دار قطنی نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی لخت جگر رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "انہیں تین بار یا پانچ بار یا اس سے زائد بار اگر مناسب سمجھو تو غسل دو۔ انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو۔ آخر میں کافور مل دو۔ دائیں طرف سے شروع کرنا۔ وضو کی جگہوں پر کافور لگا دینا۔ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔" ہم نے ان کے گیسوئے پاک کی تین مینڈھیاں بنائیں انہیں ان کے پیچھے پھینک دیا۔ ہم فارغ ہوئیں تو آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے ہمیں ان کا ازار دیا اور فرمایا: "نیچے یہ پہنا دو۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت یعلی الثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان عفت مآب میں شامل تھی۔ جنہوں نے نور نظر مصطفی علیہ التحیۃ والثناء حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے ہمیں ازار بند دیا۔ پھر چادر، پھر دوپٹہ، پھر اوڑھنے والی چادر دی۔ پھر انہیں ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ آپ اس وقت دروازہ کے پاس تھے۔ ان کا کفن آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ایک ایک کپڑا ہمیں عطا فرما رہے تھے۔"

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابن ابی کو دفن کرنے کے بعد آپ تشریف لائے اسے نکالا، اس پر اپنا لعاب دھن پھینکا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے مبہم شخص سے قیس کے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے۔ اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہماری ایک اونٹنی تھی جسے قابو کرنا بہت مشکل تھا۔ آپ اس کے قریب تشریف لے گئے۔ اس کی کھیری کو مس کیا۔ وہ دودھ اتار لائی اور آپ نے اس کا دودھ نکالا۔ جب میرے والد گرامی کا وصال ہوا تو میں نے اسے کفن میں لپیٹ دیا تھا۔ میں نے کھجور کے کانٹے لیے اور ان کے ساتھ کفن کو باندھ دیا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے والد کو ان کانٹوں کے ساتھ تکلیف نہ دو۔" پھر ان کے سینہ سے کپڑا اٹھایا کانٹے اتار پھینکے۔ ان کے سینے پر لعاب دھن پھینکا حتیٰ کہ تھوک مبارک کی سفیدی میں نے ان کے سینے پر دیکھی۔"

۲ وہ خوش نصیب شخص جسے آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے غسل دیا اسے کفن دیا اور اسے قبر میں داخل کیا

عبد بن حمید اور حارث بن ابی اسامۃ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ میں ایک مفلوج شخص تھا۔ اس نے اپنے اہل خانہ سے کہا: ''مجھے اس رستے میں ڈال آؤ جہاں سے سرور کونین ﷺ چل کر مسجد تشریف لے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ جب مسجد تشریف لے جاتے تو مفلوج شخص کو سلام کرتے تھے۔ مفلوج شخص کے اہل خانہ آئے۔ تاکہ اسے گھر لے چلیں۔ اس نے کہا: ''نہیں! بخدا! میں تو اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جب تک حضور اکرم ﷺ بحیات ہیں۔'' انہوں نے اس کے لیے ایک جھونپڑی بنادی جس میں وہ مفلوج رہتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ جب بھی وہاں سے گزرتے تو اس مفلوج کو سلام کرتے۔ جب بھی عمدہ کھانا آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا تو آپ اسے اس مفلوج کے پاس بھیج دیتے۔ اس اثناء میں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا۔ اس نے مفلوج شخص کی موت کی خبر دی۔ آپ اٹھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے۔ اس کی جھونپڑی کے قریب گئے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''میرے علاوہ تم میں سے کوئی اس جھونپڑی کے قریب نہ جائے۔ حضور اکرم ﷺ اس جھونپڑی میں تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا جبرائیل امین اس مفلوج کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ تشریف نہ لاتے تو ہم اسے آپ کی طرف سے کافی ہو جاتے۔ اب آپ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔'' آپ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ دست اقدس سے اسے غسل دیا۔ کفن دیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے قبر میں داخل کر دیا۔''

❁❁❁❁

پانچواں باب

جنازہ کے بارے سنت مطہرہ

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

① جنازہ کے ساتھ چلنا

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں جنازہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ جب میں چلتا تو آپ مجھ سے آگے نکل جاتے۔ میں بھاگ کر آپ کے آگے نکل جاتا میں نے اس شخص سے کہا جو میرے پہلو میں تھا: "آپ کے لیے اور خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے زمین سمیٹ دی جاتی ہے۔"

طیالسی اور مسدد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ اسے تیزی سے لے جایا جارہا تھا۔ میت مشکیزے کی طرح زور زور سے ہل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اپنے جنازوں کو میانہ روی سے لے کر چلا کرو۔" آپ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا۔

ابوداؤد، بیہقی اور ترمذی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے تو آپ نہ بیٹھتے تھے حتیٰ کہ میت کو لحد میں رکھ دیا جاتا۔ ایک یہودی عالم آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اسی طرح کرتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: "ان کی مخالفت کرو۔"

امام احمد اور ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے جنازہ دیکھا تو اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔" شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جنازہ گزرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم بھی آپ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ یہودی عورت کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا: "موت میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔"

امام احمد، شیخین اور امام نسائی نے حضرات سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ایک یہودی عورت کا جنازہ

ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا اس میں جان نہ تھی؟"

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس سے جنازہ گزرا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ سے عرض کی گئی: "یہ ایک یہودی عورت کا جنازہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہم تو ملائکہ کے لیے اٹھے ہیں۔"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کو دیکھا آپ اٹھے تو ہم بھی اٹھ گئے۔ آپ بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے۔" یعنی جنازہ میں۔

امام مالک اور امام شافعی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو آپ نے ہمیں اٹھنے کا حکم دیا۔ آپ بیٹھے تو ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا۔" امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سے جنازہ گزرا۔ اس وقت وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر اٹھے۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہ اٹھے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: "کیا حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ دیکھ کر اٹھتے نہ تھے۔" انہوں نے کہا: "آپ اٹھتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے تھے۔"

امام طحاوی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ اٹھ گئے۔

امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے جنازہ میں شرکت کی ہے اور آپ بیٹھ گئے ہوں۔ حتیٰ کہ میت کو لحد میں رکھ دیا جاتا۔"

◆ آپ کا جنازہ کے آگے چلنا اور چلنے کی کیفیت

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم جنازہ کے آگے چلتے تھے۔"

امام شافعی، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جنازہ کے آگے چلتے دیکھا۔"

ابوداؤد نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں سواری پیش کی گئی۔ آپ جنازہ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ کی خدمت میں سواری پیش کی گئی تو آپ نے اس پر سواری کر لی۔ آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے کہا: "ملائکہ چل رہے تھے۔ لہٰذا میں نے سوار ہونا مناسب نہ سمجھا۔ جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔"

امام مسلم، امام احمد، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں ایسا گھوڑا لایا گیا جس پر زین نہ تھی۔ جبکہ آپ حضرت ابن دحداح کے جنازہ سے واپس آ رہے

تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے کہ جب آپ حضرت ابن دحداح کے جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپ سوار ہو گئے اور ہم آپ کے اردگرد چل رہے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "پھر آپ کی خدمت ایسا گھوڑا لایا گیا جس پر زین نہ تھی۔ ایک شخص نے اسے روکا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ وہ دل کی چال چلنے لگا۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ ہم آپ کے اردگرد دوڑ رہے تھے۔"

امام ابن سعد نے حضرت معمر سے اور وہ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی سوار ہو کر کسی جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔" الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی جنازہ میں شرکت کرتے تو آپ غمگین ہو جاتے اور اکثر خود سے ہمکلامی فرماتے۔"

◆ ۳ خواتین کو اور آگ لے کر آنے والے کو واپس بھیج دینا

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم ایک جنازہ میں آپ کے ہمراہ نکلے۔ آپ نے خواتین دیکھیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اسے اٹھا کر لائی ہو۔" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے پوچھا: "کیا تم اسے دفن کرو گی؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم گناہ گار ہو کر نہ کہ اجر و ثواب حاصل کر کے واپس چلی جاؤ۔"

ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں خواتین بیٹھی ہوئیں تھیں۔" آپ نے ان سے پوچھا: "تم کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟" خواتین نے کہا: "ہم جنازے کے انتظار میں کھڑی ہیں۔" آپ نے انہیں فرمایا: "کیا تم نے اسے غسل دیا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں۔" کیا تم اسے اٹھا کر لائی ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم اسے دفن کرنے والوں میں شامل ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "گناہ گار ہو کر نہ کہ اجر و ثواب لے کر واپس چلی جاؤ۔"

الطبرانی اور ابو نعیم نے حضرت ابن معتمر حنش بن معتمر سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے ایک عورت کو دیکھا جس کے پاس انگیٹھی تھی۔ آپ اسے لگاتار پکارتے رہے حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ کے مکانوں کے پیچھے غائب ہو گئی۔

◆ ۴ جنازہ دیکھ کر آپ کے خشوع میں اضافہ

ابن سعد نے عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ جنازہ دیکھ لیتے تو اکثر خاموشی اختیار کر لیتے۔ ہمکلامی فرماتے۔ صحابہ کرام سمجھتے کہ آپ اس میت پر وارد ہونے والے امور اور جو کچھ اس سے پوچھا جانا ہوتا تھا اس کے متعلق خود سے کلام فرما رہے ہوتے تھے۔

۵ جب آپ کے پاس سے جنازہ گزرتا تو آپ کیا فرماتے تھے

امام احمد، امام شافعی، شیخین اور نسائی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے آرام پالیا اور اس سے سکون پالیا گیا۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مؤمن بندہ دنیا کی تھکاوٹوں اور اذیتوں سے نجات پا کر رب تعالیٰ کے ہاں چلا جاتا ہے۔ جبکہ فاجر شخص سے بندے، شہر، درخت اور جانور نجات پالیتے ہیں۔''

تنبیہات

◆ اکثر صحابہ کرام اور تابعین نے جنازہ کے لیے قیام کو مستحب کہا ہے۔ یہ ابن منذر، اوزاعی، احمد، اسحاق اور محمد بن حسن کا مؤقف ہے۔'' امام شعبی اور نخعی میت کو لحد میں اتارنے سے قبل بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک جنازہ دیکھے اور اگر وہ اس کے ساتھ نہ جا رہا ہو تو اسے دیکھ کر کھڑا ہو جائے۔ حتیٰ کہ یا تو وہ جنازہ کو پیچھے چھوڑ جائے یا جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا اسے پیچھے چھوڑنے سے پہلے اسے رکھ دیا جائے۔'' انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ جو اس کے پیچھے ہو۔ وہ نہ بیٹھے۔ حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔''

◆ ان للموت فزعا

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ موت دیکھ کر انسان غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ موت کو دیکھ کر انسان غافل نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ موت کے بارے سستی کا ادراک اسی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں برابر ہے کہ چاہے میت مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔''

دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اہل ایمان کے نفس کو فَزَعًا از روئے مبالغہ بنایا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے رَجُلٌ عَدْلٌ امام بیضاوی نے لکھا ہے کہ مصدر ہے جسے مبالغہ کے لیے وصف کی جگہ پر رکھا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی الموت ذوفزع دوسرے مؤقف کی تائید ابوسلمہ کی وہ روایت بھی کرتی ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ان للموت فزعا اس روایت کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔ بزار نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس میں اس حالت پر تنبیہ ہے جو جنازہ کو اس حالت پر دیکھے وہ اس کی وجہ سے مضطرب اور بے چین ہو جائے۔ اس سے عدم توجہی یا بے پرواہی کا اظہار نہیں ہوتا۔ دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: الیست نفسا؟ یہ سابقہ علت کے معارض نہیں ہے۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا: ان للموت فزعا کیونکہ

دوسری روایت میں ہے کہ ہم ملائکہ کے لیے اٹھے ہیں۔ کیونکہ امام احمد نے حضرت ابو موسیٰ سے، ابن حبان اور حاکم نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے: "تم نے اس ذات کی تعظیم کے لیے اٹھے ہو جو ارواح کو قبض کرتی ہے۔" ابن حبان کی روایت میں ہے: "تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اٹھے ہو۔" جو ارواح کو قبض کرتا ہے۔ یہ بھی سابقہ علت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ موت کی تیاری کے لیے اٹھنے میں بھی رب تعالیٰ کے امر کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اس کے احکام کو بجالانے والوں کی تعظیم بھی اس میں شامل ہے یعنی ملائکہ کی تعظیم۔"

◆ ۳ امام احمد نے حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ اس وجہ سے اٹھے تھے کیونکہ آپ کو یہودی عورت کی بو سے اذیت ہوئی تھی۔۔۔ الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے: "آپ کو اس کے بخور کی بو نے اذیت دی آپ اٹھے۔ حتیٰ کہ اس کا جنازہ گزر گیا۔"

الطبرانی اور بیہقی نے ایک اور سند سے امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اس لیے اٹھے تھے کہ آپ کو ناپسند تھا کہ آپ کے سر سے بلند ہو۔" یہ روایات سابقہ صحیح روایات کے منافی نہیں ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کی اسناد ان کی اسناد کے ساتھ صحت میں مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ اس کی علت اس طرف جاتی ہے جسے راوی سمجھ سکتا ہے۔ جبکہ گزشتہ علت حدیث پاک سے واضح ہے۔ گویا کہ راوی نے آپ سے واضح علت نہ سنی اور کسی نے اپنے اجتہاد سے علت بیان کر دی۔ ابن ابی شیبہ نے خارجہ بن زید سے اور وہ اپنے چچا یزید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ آگیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام بھی کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ دور چلا گیا۔ بخدا! میں نہیں جانتا کہ یہ اس کی شان یا مکان کی تنگی کی وجہ سے تھا۔ ہم نے آپ سے اس قیام کی وجہ نہ پوچھی۔"

◆ ۴ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف

امام شافعی نے اسے غیر واجب کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ یا تو منسوخ ہے یا یہ قیام کسی اور سبب کی وجہ سے تھا۔ سبب جو بھی تھا بعد میں آپ نے یہ قیام ترک کر دیا تھا۔ حجت آپ کا آخری فعل مبارک ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کو بیٹھنا زیادہ پسند تھا۔ انہوں نے ترک قیام کا اشارہ اس حدیث پاک کی طرف کیا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جنازہ کے لیے قیام کیا۔ پھر آپ بیٹھ گئے اس روایت کو امام مسلم اور امام بیہقی نے نقل کیا ہے انہوں نے لکھا ہے "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قوم کی طرف اشارہ کیا جو کھڑی ہوئی تھی کہ وہ بیٹھ جائیں۔ پھر انہوں نے یہ روایت سنائی۔ اسی لیے ایک جماعت نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے۔ ان میں حضرات سلیم رازی وغیرہ شامل ہیں۔ روایت میں اس

قیام سے ممانعت بھی وارد ہے۔امام احمد اور نسائی کے علاوہ دیگر اصحاب السنن نے روایت کیا ہے کہ آپ جنازہ گزرتے وقت کھڑا ہوتے تھے۔ایک یہودی عالم آپ کے پاس سے گزرا۔اس نے کہا: "ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔اور ان کی مخالفت کرو۔" اس روایت کی سند ضعیف ہے۔علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اسلاف میں سے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ یہ قیام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے منسوخ ہے۔لیکن امام نووی نے لکھا ہے کہ نسخ کا قول اس کے بارے درست نہیں الایہ کہ انہیں جمع کرنا مشکل ہو اور انہیں جمع کرنا ممکن ہے۔پسندیدہ موقف یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔المتولی کا بھی یہی موقف ہے۔ابن الماجشون نے کہا ہے: "آپ کا بیٹھنا جواز کے بیان کے لیے تھا۔جو بیٹھ گیا۔اس کے لیے وسعت ہے۔جو کھڑا ہوا اس کے لیے اجر ہے۔"

چھٹا باب

میت پر نمازِ جنازہ کا طریقہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ آپ کس جگہ کھڑے ہوتے تھے

امام احمد، ابوداؤد امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھی وہ میت کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ پھر لوگ قریش کی ایک عورت کا جنازہ لے کر آئے۔ انہوں نے کہا: "ابوحمزہ! آپ اس کا بھی نماز جنازہ پڑھائیں۔" وہ چار پائی کے درمیان میت کے سامنے کھڑے ہوئے۔ حضرت علاء بن زیاد نے عرض کی: "کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے کہ آپ عورت کی میت کے درمیان کے سامنے اور مرد کی میت کے سر کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں!"

ایک جماعت نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کے پیچھے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو زچگی کے دوران فوت ہوگئی تھی۔ آپ اس کی میت کے درمیان کے سامنے کھڑے ہوئے۔"

۲ چار یا پانچ تکبیریں اور نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھانا

امام ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پر تکبیر کہی۔ آپ نے پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے اور دایاں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔"

ابن ماجہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔" دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک سلام پھیرا۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے۔ پھر کچھ دیر آپ رک جاتے پھر جو رب تعالیٰ چاہتا پڑھتے۔ پھر سلام پھیر دیتے۔"

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے آخری نماز جنازہ میں چار

تکبیریں کہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔" دارقطنی نے حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔میں نے انہیں یوں فرماتے ہوئے سنا:" میں نے ان کی نماز جنازہ اس طرح پڑھائی ہے جس طرح میں نے آپ ﷺ کو آخری نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔" انہوں نے اس میں چار تکبیریں کہیں تھیں۔"

امام احمد، امام مسلم اور ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں میں چار تکبیر کہتے تھے۔انہوں نے ایک جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا:" حضور اکرم ﷺ اتنی تکبیریں بھی کہہ لیتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت عمر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر نماز میں اور نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔"

۳ سورۃ الفاتحہ پڑھنا، میت کے لیے دعا اور سلام پھیرنا

امام شافعی، شیخین، نسائی اور ترمذی نے حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عباس کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔انہوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ باآواز بلند پڑھی۔حتیٰ کہ اسے ہمیں سنایا۔جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے اس کے بارے ان سے پوچھا۔انہوں نے کہا:" یہ سنت اور حق ہے۔"

امام ترمذی نے لکھا ہے:" اس کی سند قوی نہیں ہے۔یہ موقوف ہے۔ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔امام شافعی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔آپ نے پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے ناصح بن قاسم کے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔آپ نے چار بار نماز جنازہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پڑھا۔الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ آگے بڑھے۔حضرت خالد بن تمیک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پر تکبیر کہی۔یا یہ جنازہ حضرت سہل بن عتیک کا تھا۔ان کا پہلا جنازہ تھا جو جنازہ گاہ میں پڑھا گیا۔آپ آگے تشریف لائے۔تکبیر کہی۔آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی۔یہ سورت باآواز بلند پڑھی۔دوسری بار تکبیر کہی تو اپنے ذات بابرکات پر اور دیگر مسلمانوں پر درود شریف پڑھا۔پھر تیسری بار تکبیر کہی تو میت کے لیے دعا کی۔پھر یہ دعا مانگی: اللھم اغفر له وارحمه ارفع درجة پھر آپ نے چوتھی تکبیر کہی تو مومنین اور مومنات کے لیے دعا مانگی۔پھر سلام پھیر دیا۔امام احمد نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔اس میں چار تکبیریں کہیں چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے۔جتنی دیر دو تکبیروں کے مابین تھی۔پھر دعا مانگی پھر

کہا: "حضور سید مرسلاں ﷺ اسی طرح نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے ہمیں ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اَلا ان فلانا ابن فلان فی ذمتك و حبل جوارك فقه فتنة القبر و عذاب النار و انت اهل الوفاء و الحق اللهم اغفر له و ارحمه فانك انت الغفور الرحيم۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابراہیم الاشہلی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نماز جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوقتادہ سے، امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کسی کی نماز جنازہ پڑھتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا. اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام و من توفيته منا فتوفه على الايمان۔

ابن ماجہ اور ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے: اللهم لا تحرمنا اجره و لا تضلنا بعده۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن سماح یا شماح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں موجود تھا مروان نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "آپ نے کیسے سنا حضور اکرم ﷺ نماز جنازہ کیسے پڑھاتے تھے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انت ربها و انت خلقتها و انت هديتها للاسلام و انت قبضت روحها و انت اعلم بسرها و علانيتها جئنا شفعاً فاغفر لها۔

امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے آپ سے یہ دعا یاد کرلی:

اللهم اغفر له و ارحمه و عافه و اعف عنه و اكرم نزله و وسع مدخله و اغسله بالماء و الثلج و البرد و نقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس و ابدله دارا خيرا من داره و اهلا خير من اهله و زوجا خيرا من زوجه و ادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر او من عذاب النار۔

دوسرے الفاظ میں ہے: وقه فتنة القبر و عذاب النار حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا کیونکہ آپ نے اس کے لیے دعا مانگی تھی۔

ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا آپ میت پر نماز جنازہ میں یہ دعا مانگ رہے تھے: اللهم اغفرله وصل عليه و اورده حوض رسولك۔"

ابو یعلی، امام احمد اور امام بیہقی نے صحیح سند سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ نماز جنازہ میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا۔

حضرت ابو سلمہ نے یہ الفاظ زیادہ کہے ہیں:

اللهم من احييته فاحيه على الاسلام و من توفيته منا فتوفه على الايمان۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا و لا انتانا و ذكورنا من احييته فاحيه على الاسلام و من توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم عفوك عفوك عفوك۔

الطبرانی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے دائیں بائیں سلام پھیرا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چند امور ایسے ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر انجام دیتے تھے۔ مگر لوگوں نے انہیں ترک کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک نماز جنازہ میں نماز کا اس طرح سلام پھیرنا ہے۔ جیسے وہ نماز میں سلام پھیرتا ہے۔"

✿✿✿✿

ساتواں باب

آپ نے کس کس کی نماز جنازہ پڑھی

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ بچوں کی نماز جنازہ

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بچے یا بچی کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر فرمایا: "اگر کوئی قبر کے دبانے سے بچ سکتا تو یہ بچہ بچ جاتا۔"

۲ قبر پر نماز جنازہ

احمد اور دارقطنی نے روایت ہے کہ حضرت اسود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی صفائی کرتے تھے۔ ان کا وصال ہو گیا۔ انہیں رات کے وقت دفن کر دیا گیا۔ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: "ان کی قبر کی طرف چلو۔" آپ نے فرمایا: "یہ قبور اپنے اہل پر ظلمت سے لبریز ہوتی ہیں۔ رب تعالیٰ انہیں میری نماز جنازہ کی وجہ سے منور فرما دیتا ہے۔" آپ ان کی قبر پر تشریف لائے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہ! میرا بھائی وصال کر گیا تھا۔ مگر آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔" آپ نے اسے فرمایا: "اس کی قبر پر چلو۔" آپ انصاری کے ساتھ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔"

امام مالک، امام شافعی، نسائی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوامامۃ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مدینہ کے فقراء کی عیادت فرماتے تھے۔ جب ان کا وصال ہو جاتا تھا تو ان کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ ایک مسکینہ عورت بیمار ہو گئی۔ آپ کو اس کے مرض سے آگاہ کیا گیا۔ اس کی بیماری طویل ہو گئی۔ آپ مساکین کی عیادت فرماتے تھے اور ان کے بارے پوچھتے تھے۔ آپ اس مسکینہ کے بارے بھی پوچھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو دفن نہ کرنا حتیٰ کہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھا لوں۔" اس کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام اسے نماز عشاء کے بعد مدینہ طیبہ لے کر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو چکے تھے۔ انہوں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے بقیع الغرقد میں دفن کر دیا۔ وقت صبح صحابہ کرام حاضر ہوئے اور آپ نے ان سے اس عورت کے متعلق پوچھا انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ان کا وصال ہو چکا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں حکم

نہیں دیا تھا کہ مجھے اس کے بارے بتا دینا۔" صحابہ کرام عرض گزار ہوئے: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم نے دیکھا آپ سو رہے تھے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور رات کو باہر نکلنا مناسب نہ سمجھا۔" حضور اکرم ﷺ اس عورت کی قبر انور پر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام کو اس کی قبر پر نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔"

شیخین اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے غائب پایا آپ نے اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "اس کا وصال ہو چکا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟" گویا کہ صحابہ کرام نے اس کا معاملہ چھوٹا سمجھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس کی قبر تک لے چلو۔" صحابہ کرام آپ کو اس کی قبر تک لے گئے۔ آپ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

مسعود اور حارث نے حمید بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں جلوہ نمائی سے قبل حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ جب آپ مدینہ طیبہ آئے تو ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔"

امام احمد، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت یزید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت زید بن ثابت سے بڑے تھے۔ انہوں نے کہا: "ہم حضور ﷺ کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ جب ہم بقیع گئے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے پوچھا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "فلانہ کی قبر ہے۔" آپ نے اسے پہچان لیا۔ فرمایا: "تم نے مجھے اس کے بارے بتا کیوں نہ دیا؟ میرا اس پر نماز جنازہ پڑھنا سراپا رحمت ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "آپ روزہ سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کو اذیت دینا مناسب نہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: "یوں نہ کیا کرو۔ تم میں سے جس کا بھی وصال ہو جائے۔ جبکہ میں یہیں ہوں تو مجھے ضرور بتایا کرو۔" پھر آپ اس کی قبر پر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔"

دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک قبر پر ایک ماہ بعد نماز جنازہ پڑھی۔ امام ترمذی نے حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا اس وقت آپ سفر میں تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی حالانکہ ان کے وصال کو ایک ماہ ہو چکا تھا۔"

الطبرانی نے الاوسط میں اور الضیاء المقدس نے احکام میں اس سند سے روایت کیا ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ قبروں کے مابین نماز جنازہ پڑھی جائے۔"

۳ غائب پر آپ کی نماز جنازہ

امام احمد، شیخین، نسائی نے حضرت جابر سے، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمران بن حصین سے، امام احمد نے حضرت ابن عباس سے، ابن ماجہ نے مجمع بن جاریہ سے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ بن اسید سے، امام احمد

نے حضرت جریر سے، ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے، ابو یعلیٰ نے سعید بن زید سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے، الطبرانی نے ابوسعید خدری سے اور الطبرانی نے حضرت وحشی بن حرب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حبشہ کے ایک مرد پاکباز کا وصال ہو گیا ہے۔'' دوسری روایت میں ہے: ''تمہارے بھائی کا وصال تمہارے شہروں کے علاوہ دوسرے شہروں میں ہوا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اصحمہ نجاشی۔ آؤ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔'' ہم اٹھے۔ ہم نے دو صفیں بنالیں۔ آپ نے اس کی اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی جیسے آپ میت کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں اور فرمایا: ''اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔''

ابو یعلیٰ نے محمد بن ابراہیم بن علاء کی سند سے، الطبرانی نے محبوب بن ہلال کی سند سے حضرت انس سے، الطبرانی نے حضرت ابوامامہ سے نوح بن عمر کی سند سے، الطبرانی نے حضرت معاویہ سے صدقہ بن ابی سہل کی سند سے، روایت کیا ہے جبکہ اس کے بقیہ افراد ثقہ ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''حضرت معاویہ بن معاویہ اللیثی کا وصال ہو گیا ہے۔ محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔'' آپ باہر تشریف لائے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے زمین پر پر مارا زمین کا ہر درخت اور ٹیلہ نیچے ہو گیا۔ ان کی چارپائی اوپر اٹھائی گئی۔ آپ نے انہیں دیکھا۔ آپ نے، حضرت جبرائیل امین نے اور ملائکہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا: ''جبرائیل! حضرت معاویہ کو یہ مقام رفیع کیسے ملا؟ انہوں نے عرض کی: ''کثرت سے سورۃ الاخلاص قل هو الله احد کی تلاوت کرنے کی وجہ سے۔ وہ کھڑے، بیٹھے، سواری کی حالت میں، چلتے ہوئے اور ہر حال میں یہ سورت پڑھتے رہتے تھے۔''

تنبیہات

1. اس روایت کو حافظ ابوالحسن الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں باب الصلاۃ علی الغائب میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس باب میں اس روایت کے تذکرہ میں اعتراض کی گنجائش ہے اور اس کے اکثر طرق میں ہے کہ آپ حضرت معاویہ کی چارپائی کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔''

2. یہ حدیث پاک آپ کی نبوت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ اس کی کئی اسنادیں ہیں جو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں میں صحابہ میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کا ذکر کروں گا۔ الفتح میں باب الصفوف علی الجنازہ میں ہے جب اس روایت کے سارے طرق کو دیکھا جائے تو یہ ایک قوی خبر بن جاتی ہے۔'' اللسان میں انہوں نے نوح بن عمران کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان کی اسناد حدیث پاک کی دیگر اسناد سے زیادہ قوی ہیں۔'' امام

نووی نے الاذکار میں باب الذکر میں اسے ایک سند سے لکھا ہے۔

◆ وہ راوی جن پر عیب لگایا گیا ہے ان میں سے ایک محبوب بن ہلال ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے: "میں نے تاریخ البخاری میں اس شخص کا تذکرہ نہیں دیکھا۔ ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی سے ان کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "یہ مشہور نہ تھے۔" ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ نوح بن عمر کے بارے ابن حبان نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ روایت چوری کی ہے۔ میزان میں اسی طرح ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ابن حبان نے اس نوح کا تذکرہ نہ تو ضعیف راویوں میں کیا ہے۔ نہ ہی اس کا نام لکھا ہے انہوں نے علاء بن محمد ثقفی کے تعارف میں لکھا ہے۔ انہوں نے ان کے تعارف میں یہ حدیث لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ اسے اہل شام میں سے ایک بزرگ نے چوری کیا ہے۔ اس نے اسے عن بقیہ، عن محمد بن زیاد عن ابی امامۃ سے روایت کیا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے" ظاہر ہے کہ یہ شخص اس کے علاوہ ہے لیکن یقین کے ساتھ یہ کہنا عمدہ نہیں ہے۔ ان کے شیخ ابوالحسن الہیثمی نے مجمع الزوائد میں ابن حبان کے سابقہ کلام کے بعد لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں: "یہ ضعیف نہیں ہے۔ بقیہ تدلیس کرتا تھا اس کے علاوہ اس میں اور کوئی عیب نہیں ہے۔"

✿✿✿✿

آٹھواں باب

جن لوگوں کی آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ جس پر حد لگائی گئی تھی اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنا

ابوداؤد نے حضرت ابو بردہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ نہ ہی کسی کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا۔"

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسلم میں سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے زنا کا اعتراف کیا۔ آپ اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر اعتراف کیا۔ آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر اعتراف کیا آپ نے اس سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ اس نے اپنے خلاف چار بار گواہی دی۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہیں جنون ہے؟" اس نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا شادی شدہ ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں! آپ نے اس کے بارے حکم دیا۔ اسے عیدگاہ کے پاس رجم کر دیا گیا۔ جب اسے پتھر لگے تو وہ بھاگنے لگا پھر اسے پکڑ کر رجم کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ آپ نے اسے بھلائی سے یاد کیا اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔"

امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جہینہ کی ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں حد کی مستحق ہو چکی ہوں مجھ پر حد قائم فرمائیں۔ آپ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: "اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرو جب اس کا وضع حمل ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔" اس نے اسی طرح کیا۔ آپ نے حکم دیا تو اس کے کپڑے اس پر باندھ دیے گئے۔ اس کے بارے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "کیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہے حالانکہ اس نے زنا کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس نے اس طرح توبہ کی تھی کہ اگر اس کی توبہ کو ستر اہل مدینہ میں تقسیم کیا جاتا تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی۔" کیا تم اس عورت سے افضل کسی شخص کی توبہ کو پا سکتے ہو جو اپنا آپ بھی رب تعالیٰ کے لیے قربان کر دے۔"

اہلِ معاصی کا نماز جنازہ نہ پڑھنا

امام احمد، امام مسلم، نسائی اور ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ کی خدمت میں ایسا شخص لایا گیا۔ جس نے نیزے کے ساتھ خودکشی کی تھی۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔''

حارث نے بشیر بن نمیر (یہ ضعیف ہے) کی سند سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوہ خیبر میں فرمایا: ''جس کے پاس کمزور سواری ہو۔ وہ واپس چلا جائے۔'' آپ نے منادی کو حکم دیا اس نے یہ اعلان کر دیا۔ کچھ لوگ واپس آ گئے۔ ان صحابہ کرام میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ایسے اونٹ پر سوار تھا جسے سنبھالنا مشکل تھا۔ وہ رات کے وقت کسی سیاہ چیز کے پاس سے گزرا۔ وہ اونٹ اسے لے کر بھاگ نکلا۔ اس نے اسے نیچے پٹخ دیا اور اس کی گردن توڑ دی۔ اسے بارگاہ رسالت مآب میں لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارے اس ساتھی کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اس کا معاملہ اس طرح اس طرح ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''بلال! کیا تم نے اعلان نہیں کیا تھا کہ جس کی سواری کمزور ہو وہ واپس چلا جائے۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے اسے حسن سند سے روایت کیا گیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے: ''پھر آپ کے اعلان کرنے والے نے لوگوں میں یہ اعلان کیا ''جنت نافرمان کے لیے حلال نہیں ہے۔'' اس نے تین بار یہ اعلان کیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (اس میں اختصار ہے) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت چھ غلام آزاد کیے اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہ تھا۔ اس کے اعرابی وارث آئے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے اس فعل سے آگاہ کیا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا اس نے واقعی اسی طرح کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اگر تم ہمیں پہلے بتا دیتے تو ہم اس کا جنازہ نہ پڑھتے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کا نماز جنازہ نہ پڑھوں۔''

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کو کسی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کی جاتی تو آپ میت کے بارے سوال کرتے اگر صحابہ کرام اس کی تعریف کرتے تو آپ اٹھتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے۔ اگر اس کی تعریف نہ کی جاتی تو آپ اس کے اہل خانہ سے فرماتے: ''تم اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو'' آپ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ کے عہد مبارک میں ایک شخص مر گیا۔'' آپ نے فرمایا: اس کے ازار کے اندر دیکھو۔ وہاں سے ایک یا دو دینار ملے۔'' آپ نے ہمیں فرمایا: ''اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔''

۳ آپ ابتداء میں اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے جس پر قرض ہوتا تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اگر آپ کے پاس اس شخص کی میت لائی جاتی جس پر قرض ہوتا تو آپ اس کے بارے پوچھ لیتے تھے۔

احمد بن منیع نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص کا وصال ہوگیا۔ اس پر ایک یا دو دینار قرض تھے جو اس نے ادا نہیں کیے تھے۔ آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔'' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''میں اس کی طرف سے قرض ادا کروں گا۔'' آپ اٹھے اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کی۔''

نواں باب

میت کو دفن کرنا اور اس کے متعلقات

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ قبر کے کنارے پر بیٹھنا اور قبر کو وسیع اور عمدہ کرنے کا حکم

ابن ماجہ نے حضرت ہشام بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قبر کھودو، وسیع قبر کھودو اور عمدہ قبر کھودو۔''

امام احمد، ابوداؤد اور دارقطنی نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''میں ایک انصاری شخص کے جنازہ کے لیے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ نکلا۔ میں ابھی بچہ تھا اور اپنے والد گرامی کے ساتھ تھا۔ آپ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ قبر کھودنے والے کو نصیحت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''سر کی طرف سے اسے کھلا کرو، ٹانگوں کی طرف سے اسے کھلا کرو۔ اس کے لیے جنت کی کتنی کھجوریں ہیں۔''

امام بیہقی، ابن ماجہ، بغوی اور ابن مندہ (انہوں نے کہا ہے۔ یہ روایت غریب ہے۔ میں اسے صرف اسی سند کے اعتبار سے جانتا ہوں) اور ابونعیم نے (ان کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ زبدی ہے یہ ضعیف ہے) الادرع سلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ایک رات آپ کی نگہبانی کر رہا تھا۔ ایک شخص بآواز بلند قرأت کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کوئی ریاء کار ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ عبداللہ ذوالبجادین ہیں'' مدینہ طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔ صحابہ کرام ان کی تیاری سے گھبرا گئے۔ انہوں نے ان کی نعش کو اٹھالیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان کے ساتھ نرمی کرو۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ نرمی کی ہے۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ پیار کرتے تھے۔'' ان کی قبر کھودی گئی تو آپ نے فرمایا: ''تم ان کے لیے وسیع قبر کھودو رب تعالیٰ نے انہیں وسعت بخشی ہے۔'' بعض صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ان کی وجہ سے غمگین ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے تھے۔''

❷ دفن کرنے میں جلدی کرنا

ابوداؤد نے حضرت حصین بن وحوح سے روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن زبیر رضی اللہ عنہ علیل ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ ان

کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔آپ نے فرمایا:"میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ میں موت کے آثار نمودار ہو چکے ہیں۔مجھے ان کے بارے بتادینا اور ان کی تدفین میں جلدی کرنا۔کسی مسلمان کی لاش کو اس کے اہل خانہ کے سامنے روک نہیں لینا چاہیے۔"

◆۳ قبرستان میں قبر کی کھدائی کا انتظار کرنا

امام احمد صحیح کے راویوں سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم آپ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ کے لیے نکلے۔ہم قبر تک پہنچے۔مگر ابھی تک اس کی لحد نہ بنی تھی۔آپ تشریف فرما ہو گئے۔ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔آپ کے دستِ اقدس میں تنکا تھا جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے۔آپ نے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا:"ہم رب تعالیٰ کی عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہیں۔" آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔

◆۴ لحد اختیار فرمانا

ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"لحد ہمارے لیے ہے اور شق ہمارے غیر کے لیے ہے۔"

◆۵ میت کو قبر میں داخل کرنا،بعض صحابہ کرام کی قبر میں بذاتِ خود اترنا،دن اور رات کے وقت میت کو دفن کرنا

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر کو دفن کیا جا رہا تھا تو ہم بھی وہیں موجود تھے۔آپ قبر انور کے کنارے پر تھے۔آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گر رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"شاید تم میں سے کوئی ایسا ہو جس نے آج رات گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔" حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"میں نے۔" آپ نے فرمایا:"قبر میں اترو۔" وہ ان کی قبر میں اترے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو آہستہ سے نکالا اور ان کی قبر انور پر پانی چھڑکا۔

ابوداؤد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی تو وہ وہاں پہنچے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں موجود تھے۔آپ فرما رہے تھے:"مجھے اپنا ساتھی پکڑاؤ۔" وہ ایسا شخص تھا جو باآواز بلند ذکر کرتا تھا۔"

عمر بن شبہ نے حضرت عبدالعزیز بن عمران سے،الطبرانی نے کثیر بن عبداللہ سے،انہوں نے اپنے والد گرامی اور

جدامجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ صرف پانچ افراد کی قبور میں اترے۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ المزنی ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ہیں۔" ان کا تفصیلی تذکرہ غزوہ تبوک میں ہو چکا ہے۔

الطبرانی نے بسطام بن عبدالوہاب کی سند سے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ قبر میں میت رکھتے تو یوں فرماتے: "بسم الله و علی سنة رسول الله ﷺ" آپ اس کی گدی کے پیچھے مٹی کا ڈھیلا، کندھوں کے مابین مٹی کا ڈھیلا، گھٹنوں کے مابین مٹی کا ڈھیلا اور اس کے پیچھے مٹی کا ڈھیلا رکھتے تھے۔"

اس روایت کو طبرانی نے ثقہ راویوں سے عبداللہ بن فراش سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔

ابوداؤد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ میت کو قبر میں رکھتے (یا میت کو لحد میں رکھتے) تو فرماتے: "بسم الله و بالله و علی ملة رسول الله" دوسرے الفاظ میں ہے: "سنة رسول الله ﷺ"

ابن ابی شیبہ نے عطاء بن سائب کی سند سے (اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں) روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ان کی قبر میں اترے۔ آپ اسی میں ہی ٹھہر گئے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو آپ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں وہیں رک گئے تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "حضرت سعد کو قبر میں دبایا گیا۔ میں نے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ ان سے یہ کیفیت دور کر دے۔"

امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کو قبر انور میں اتارا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (پارہ ۱۶)

"اسی میں سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی میں سے تم کو نکالا جائے گا آخری مرتبہ۔"

راوی نے کہا: "پھر میں نہیں جانتا کہ آپ نے بسم الله و فی سبیل الله و علی ملة رسول الله ﷺ کہا یا نہیں۔" جب ان پر ان کی لحد بنا دی گئی تو آپ صحابہ کی طرف چھوٹے چھوٹے ڈھیلے پھینکنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "اینٹوں کے درمیان خالی جگہ بھر دو۔ پھر فرمایا: "یہ کوئی چیز تو نہیں البتہ اس سے زندہ کے نفس کو سکون ملتا ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں کسی جنازہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ شریک تھا۔ جب میت کو لحد میں رکھ دیا گیا تو انہوں نے کہا: "بسم الله و فی سبیل الله و علی ملة رسول الله ﷺ" جب لحد میں اینٹیں برابر کر دی گئیں تو انہوں نے کہا:

اللهم اجرها من الشيطان و من عذاب القبر اللهم جاف الارض عن جنبيها و صعد روحها و لقها منك رضوانا۔

میں نے عرض کی: "کیا آپ نے یہ کلمات حضور اکرم ﷺ سے سنے ہیں یا اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں؟" تو کہا: "پھر میں بات پر قادر ہو سکتا تھا۔ بلکہ یہ کلمات میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنے تھے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے عبدالرحمان بن العلاء بن اللجلاج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے میرے والد گرامی نے کہا: "نور نظر! جب میرا وصال ہو جائے تو میری قبر لحد بنانا۔ جب تم مجھے لحد میں رکھ دو تو یوں کہنا: بسم الله و علی ملة رسول الله ﷺ" پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میرے سر کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ البقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ تلاوت کرنا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی۔ وہ وہاں پہنچے حضور اکرم ﷺ قبر انور میں موجود تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "اپنے ساتھی کو مجھے پکڑاؤ۔" یہ وہ شخص تھا جو باآواز بلند ذکر کرتا تھا۔"

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رات کے وقت قبر میں داخل ہوئے۔ آپ کے لیے چراغ جلایا گیا۔ آپ نے قبلہ کی طرف سے اسے پکڑا۔ پھر فرمایا: "رب تعالیٰ تم پر رحم کرے تم بہت زیادہ آہ آہ کرنے والے اور بہت زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے تھے۔"

ابویعلیٰ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ وہ اپنی دعا میں آہ آہ کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ اواہ ہے۔" میں ایک رات باہر نکلا۔ آپ چراغ لے کر اس شخص کو دفن کر رہے تھے۔"

٦ قبر پر مٹی ڈالنا، کھدائی کی جانے والی مٹی سے زیادہ ڈالنے کو ناپسند کرنا، پانی کا چھڑکاؤ کرنا اور اوپر سنگریزے رکھنا

دار قطنی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو اس وقت دیکھا۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ چار تکبیریں کہیں اور اپنے دست اقدس سے تین مٹھیاں مٹی قبر پر پھینکی آپ ان کے سر کی طرف کھڑے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر میت کی قبر پر آئے اور سر کی طرف سے تین مٹھیاں مٹی ڈالی۔" امام شافعی نے حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے میت پر تین مٹھیاں مٹی اپنے دست اقدس سے ڈالی۔"

محمد بن یحییٰ نے ایک صحابی رسول ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک میت کے پاس تشریف لائے

جسے دفن کیا جارہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے ساتھی کو قتل نہ کرو۔" سفیان نے کہا: "کھدائی کی مٹی سے زائد نہ ڈالو۔" بعض اوقات آپ نے فرمایا: "اپنے ساتھی سے نرمی برتو۔" سفیان نے کہا: "یعنی قبر پر مٹی ڈالنے میں۔"

الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر انور پر پانی چھڑکا۔" امام شافعی نے اسے مرسل روایت کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے: "اس پر سنگریزے بھی رکھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر پتھر رکھ کر نشان رکھا۔"

امام مسلم، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ قبریں برابر کرنے کا حکم دے رہے تھے۔"

امام مسلم، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوالہیاج الاسدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا۔ جاؤ جس مجسمے کو دیکھو۔ اسے گرا دو۔ جس بلند قبر کو دیکھو۔ اسے ہموار کر دو۔"

◆ آپ کا ٹھہر جانا، دفنانے کے بعد میت کے لیے دعا کرنا، بعض صحابہ کرام کو دفن کرتے وقت گریہ بار ہونا قبروں کو روندھنے کو ناپسند کرنا، قبر انور پر سبز ٹہنی رکھنا اور قبر کے پاس وعظ کرنا

ابوداؤد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو وہاں کھڑے ہو جاتے۔ آپ نے فرمایا: "اپنے بھائی سے مغفرت طلب کرو۔ اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ابو یعلی نے ابورجاء عبداللہ بن واقد ھروی (امام احمد نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن معین نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ ابوزرعہ رازی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک جماعت دیکھی۔ آپ نے پوچھا: "یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟" آپ سے عرض کی گئی: "یہ ایک قبر پر جمع ہیں جسے کھودا جارہا ہے۔" آپ گھبرا گئے۔ آپ جلدی سے صحابہ کرام سے نکلے اس قبر تک پہنچے اس پر گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ پھر فرمایا: "میں نے اسے سامنے سے اس لیے دیکھا ہے تاکہ دیکھوں کہ یہ کیا کرتا ہے۔" آپ رونے لگے حتیٰ کہ مٹی آپ کے آنسوؤں سے گیلی ہو گئی۔ پھر آپ نے ہماری طرف توجہ کی اور فرمایا: "میرے بھائیو! اس کی مثل تیاری کرو۔"

ابواحمد حاکم نے "الکنیٰ" میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ

جنازہ میں شرکت کرتے تو آپ پر دکھ غالب ہوتا۔آپ کم گفتگو فرماتے اور اکثر خود سے ہی باتیں کرتے۔"

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا:"میں کسی انگارے پر بیٹھوں جو میرے کپڑے جلادے یا میری جلد جلادے یا میں اپنے ہاتھوں سے اپنے جوتے درست کروں تو یہ مجھے اس امت سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں کسی شخص کی قبر روندھوں۔ یہ میرے لیے برابر ہے کہ میں بازار کے وسط میں یا قبور کے وسط میں قضائے حاجت کروں۔"اس روایت کو ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے۔

امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔آپ نے فرمایا:"میں نے جو منظر بھی دیکھا مگر قبر اس سے زیادہ ہولناک منظر رکھتی ہے۔"اس روایت کو امام احمد نے ابو بکرہ سے، الطبرانی نے ابوامامہ سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ سے، الطبرانی نے حضرت ابن عمر سے، اور امام احمد نے یعلی بن سیابہ سے روایت کیا ہے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے۔حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔آپ کے پاس عصا تھا۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ کے لیے نکلے۔حضور اکرم ﷺ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے تھے۔"

۸ جن کا کوئی مرجائے اس کے اہلِ خانہ کے لیے کھانا پکانے کا حکم تھا اور تعزیہ میں آپ کی سنت مطہرہ

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ کے پاس حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اپنے اہلِ بیت کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:"آلِ جعفر کو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت نے مصروف کیا ہوا ہے تم ان کے لیے کھانا بناؤ۔"

امام احمد، ابو داؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ نے فرمایا:"آلِ جعفر کے لیے کھانا پکاؤ۔ان کے پاس ایسا امر آیا ہے جس نے انہیں مصروف کر رکھا ہے۔"

امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے:"ہم اہلِ میت کے پاس جمع ہونا اور ان کے لیے کھانا پکانا بہت عمدہ سمجھتے تھے۔"

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک انصاری خاتون کا بیٹا فوت ہو گیا۔ اس نے اس پر جزع وفزع کا اظہار کیا۔ حضور اکرم ﷺ اٹھے۔ آپ کے ہمراہ صحابہ کرام بھی تھے۔ جب آپ اس کے گھر کے دروازے تک پہنچے تو اس عورت سے کہا گیا: "حضور اکرم ﷺ تمہارے پاس آ کر تعزیت کرنا چاہتے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تو اپنے بیٹے پر جزع وفزع کا اظہار کر رہی ہے۔" اس نے عرض کی: "میں جزع وفزع کیوں نہ کروں میں وہ عورت ہوں جس کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "رقوب (جس کا بچہ زندہ نہ ہو) تو وہ ہوتا ہے جس کا بچہ زندہ ہوتا ہے۔ جس مسلمان مرد یا عورت کا کوئی بچہ یا تین بچے فوت ہو گئے ہوں وہ صبر کر لے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! اور دو بچے بھی۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اور دو بچے بھی۔"

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی نورِ نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الحمد للہ! نورِ نظر کی موت بھلائیوں میں سے ہے۔"

✿✿✿✿

دسواں باب

قبروں کی زیارت کے بارے آپ کی سنت مطہرہ

اس باب میں کئی انواع ہیں

❶ منع کرنے کے بعد زیارت قبور کی اجازت دے دینا

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں زیارت قبور سے روکتا تھا۔ محمد عربی (ﷺ) کو ان کی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کرنے کا اذن مل گیا ہے تو قبور کی زیارت کیا کرو۔ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گی۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ارے! میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ پھر میرے لیے یہ امر ظاہر ہوا کہ یہ دلوں کو نرم کرتی ہے اور آنسو رواں کرتی ہے۔ تم قبروں کی زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نہ کیا کرو۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا۔ اب قبور کی زیارت کیا کرو ان میں عبرت ہے۔"

❷ آپ کی زیارت قبور

امام احمد، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی۔ آپ رونے لگے۔ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا: "میں نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی والدہ کے لیے مغفرت طلب کروں۔ مگر اس نے مجھے اجازت نہ دی۔ میں نے اس سے اذن طلب کیا کہ میں ان کی قبر انور کی زیارت کروں تو مجھے اذن دے دیا گیا۔ تم بھی قبور کی زیارت کیا کروں یہ موت کو یاد کراتی ہیں۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ نکلے۔ آپ شہداء کی قبور کی زیارت کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ جب ہم حرہ واقم پر چڑھے تو ھنیّہ کے مقام پر کچھ

قبور تھیں۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہمارے بھائیوں کی قبور ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ ہمارے ساتھیوں کی قبور ہیں۔'' جب ہم شہداء کی قبور تک پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''یہ ہمارے بھائیوں کی قبور ہیں۔''

۳ زیارت قبور کے لیے آپ ﷺ کے آداب

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک انگارے پر بیٹھ جائے اور اس کے کپڑے جل جائیں۔ جو اس کی جلد تک پہنچ جائے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔''

امام احمد، امام مسلم اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم نہ تو قبروں پر بیٹھو اور نہ ہی ان پر نماز پڑھو۔''

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے مجھے ملاحظہ فرمایا۔ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: ''قبر والے کو اذیت نہ دو۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما قبرستان پیدل جاتے تھے۔

۴ قبور کی زیارت کے وقت آپ کیا کہتے تھے

امام احمد اور امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن لکھا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اہلِ مدینہ کی قبور کے پاس سے گزرے آپ نے چہرہ انور ان کی طرف کیا تو یوں فرمایا:

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم السلف و نحن بالاثر۔

امام احمد، امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ انہیں تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ مقابر کی طرف جائیں تو یوں کہیں:

السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور یوں فرمایا:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

طیالسی نے یہ اضافہ کیا ہے:

اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب قبرستان پہنچے تو فرمایا: السلام علی اھل القبور۔ (تین باریوں فرمایا)

من کان منکم من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرط و نحن لکم تبع عافانا اللہ وایاکم۔

امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ان کی باری ہوتی تو آپ رات کے آخری پہر میں بقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور یہ کلمات فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین و اتاکم ما توعدون غدًا مؤجلّون و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد۔

ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات میں نے آپ کو غائب پایا۔ آپ اس وقت بقیع میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے یہ کلمات فرمائے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنا فرط و انا بکم لاحقون اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔

❁❁❁❁

گیارھواں باب

شہداء کے بارے آپ کی سنن مطہرہ

امام شافعی، امام احمد، امام بخاری اور ائمہ اربعہ نے دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو شہیدوں کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے۔ پھر فرماتے: "ان میں سے قرآن زیادہ کسے یاد تھا؟" جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اسے لحد میں پہلے رکھتے۔ آپ نے فرمایا: "میں روزِ حشر ان پر گواہ ہوں گا۔" آپ نے ان کے خون سمیت انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ تو انہیں غسل دیا نہ ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔"

ائمہ ثلاثہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ احد کے روز اپنے شہداء کو اٹھا کر لے گئے تھے تاکہ انہیں دفن کریں۔ آپ کا منادی آ گیا۔ اس نے یہ اعلان کیا: "حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم شہیدوں کو ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کرو۔" ہم شہداء کو واپس لے گئے۔

امام احمد نے حضرت ہشام بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرے والد گرامی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "ان کی قبریں کھودو۔ قبریں وسیع کھودو۔ ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفن کرو۔ ان میں سے جسے زیادہ قرآن پاک یاد ہو اسے آگے کرو۔" میرے والد گرامی کو زیادہ قرآن پاک آتا تھا اسے آگے رکھا گیا۔"

ابو داؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "احد کے روز انصار بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں مشقت اور زخم نے آلیا ہے۔ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "قبریں کھودو۔ قبریں وسیع کرو۔ انہیں گہرا کھودو۔ دو دو تین تین شہداء ایک قبر میں دفن کرو۔" عرض کی گئی: "ہم آگے کسے رکھیں؟" آپ نے فرمایا: "جسے زیادہ قرآن پاک یاد ہو۔"

امام نسائی کے الفاظ یہ ہیں: "ہم نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہر شہید کے لیے علیحدہ علیحدہ قبر کھودنا مشکل ہے۔" آپ نے فرمایا: "قبریں کھودو۔ وسیع کھودو۔ عمدہ طریقے سے کھودو۔ ایک قبر میں دو دو تین تین شہیدوں کو دفن کر دو۔"

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوہ احد کے روز آپ نے ہمیں حکم دیا کہ شہدائے احد کے اسلحہ اور ہتھیار اتار لیے جائیں۔ انہیں انہی کپڑوں اور خون سمیت دفن کیا جائے۔''

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن معیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوہ طائف میں دو مسلمان شہید ہو گئے۔ انہیں اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ انہیں اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں یہ شہید ہوئے ہیں۔''

زکوٰۃ کے بارے سیرتِ طیبہ

پہلا باب

عمال کو بھیجنا تا کہ وہ اغنیاء سے زکوٰۃ لیں اور فقراء پر خرچ کریں اور عمال کو عدل کی وصیت

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ نے ہمیں نمازِ عصر پڑھائی۔ پھر جلدی سے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ جلد ہی باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی یا آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "میرے پاس کاشانہ اقدس میں صدقہ کا سونا تھا۔ مجھے ناپسند ہے کہ وہ میرے پاس رات بسر کرے۔ میں نے اسے تقسیم کر دیا ہے۔"

شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کو لے کر آپ کی خدمت میں گیا تا کہ آپ انہیں گھٹی دیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے دستِ اقدس میں داغ لگانے کا آلہ تھا۔ آپ اس کے ساتھ صدقہ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے۔

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ بکریوں کے کانوں پر داغ لگا رہے تھے۔"

ابوداؤد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے جلدی سے بھیجا اور فرمایا: "دیکھو" دوسرے الفاظ میں ہے: "ابو مسعود! جلدی سے روانہ ہو جاؤ میں تم سے روزِ حشر اس طرح ملاقات نہ کروں کہ تم اس روز کو آؤ تو تمہارے کندھے پر صدقہ کا اونٹ ہو جو آواز نکال رہا ہو جسے تم نے خیانت سے حاصل کیا ہو۔" انہوں نے عرض کی: "میں تو پھر اس طرح روانہ نہ ہوں گا۔" آپ نے فرمایا: "پھر میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام شافعی نے

حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں صدقہ لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ''ابو الولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزِ حشر تم ایسا اونٹ اٹھا کر نہ لانا جسے تم اٹھائے ہوئے ہوں اور وہ آواز نکال رہا ہو۔ یا گائے اٹھائے ہوئے ہو اور آواز نکال رہی ہو یا بکری اٹھائے ہوئے ہوں اور وہ آواز نکال رہی ہو۔'' امام شافعی کی روایت میں ہے: ''بکری ممیا کر آواز نکال رہی ہو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ اسی طرح ہوگا؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔'' امام شافعی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''مگر وہ جس پر رب تعالیٰ رحم کرے۔'' انہوں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپ کی طرف سے کسی چیز پر بھی عامل نہ بنوں گا۔'' امام الشافعی کے الفاظ میں ہے: ''میں آپ کی طرف سے دو چیزوں پر بھی عامل نہ بنوں گا۔''

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ''یا سعد! اس بات سے ڈرو کہ تم روزِ حشر آؤ اور تم نے اونٹ اٹھایا ہوا ہو جو آواز نکال رہا ہو۔'' انہوں عرض کی: ''میں یہ منصب نہیں لوں گا۔ آپ مجھے سبکدوش فرما دیں۔'' آپ نے انہیں بری الذمۃ کر دیا۔''

عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور ابو داؤد نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں بنو عذرہ سے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے انہیں جمیع بنو سعد بن ھذیم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ان سے صدقات جمع کیے۔۔۔۔۔

امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے مجھے صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ میں نے آپ سے اذن مانگا کہ میں صدقہ کے مال میں سے کچھ کھالوں۔'' آپ نے مجھے اجازت دے دی۔''

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) اور دارقطنی نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ہم میں صدقات جمع کرنے والا شخص بھیجا۔ اس نے ہمارے اغنیاء سے صدقات لیے اور ہمارے فقراء میں تقسیم کر دیے۔ میں ایک یتیم بچہ تھا۔ میرے پاس مال نہ تھا، انہوں نے مجھے جوان اونٹنی دی۔''

امام شافعی نے ابن سعد سے انہوں نے حضرت سعر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جن کا تعلق بنو عدی سے تھا۔ انہوں نے فرمایا: ''میرے پاس دو شخص آئے۔ انہوں نے کہا: ''حضور شفیع معظم ﷺ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے تا کہ ہم لوگوں سے زکوٰۃ کے اموال جمع کریں۔ راوی کہتے ہیں'' میں نے ان کے لیے ایک اتنی عمدہ، حاملہ بکری نکالی جتنی عمدہ نکال سکتا تھا۔ مگر انہوں نے اسے واپس کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حاملہ بکری لینے سے منع کر دیا۔ میں نے انہیں درمیانی بکریوں سے ایک بکری دی تو وہ انہوں نے لے لی۔''

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صدقات لینے کے لیے عاملین بھیجتے تو انہیں حکم فرماتے کہ وہ جو صدقات لیں وہ صدقات دینے والوں کے سب سے قریبی رشتہ داروں، میں پھر اس سے کم قریبی رشتہ داروں میں، پھر ان کے خاندان میں، پھر ضرورت مند پڑوسیوں وغیرہم میں تقسیم کریں۔

امام مالک کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا: ''تم اہلِ کتاب کی قوم کے پاس جاؤ گے۔ تم سب سے پہلے انہیں رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دو۔ جب انہیں رب تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جائے تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے شب وروز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں۔ اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں بتاؤ کہ رب تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر لو۔ ان کے عمدہ اموال سے بچنا، مظلوم کی بد دعا سے بچو۔ اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔''

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے عرض کی کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہم نے منع کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ابن جمیل نے یہ انتقام صرف اس لیے لیا ہے کیونکہ وہ فقیر تھا اور رب تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔ جہاں تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو تم نے خالد پر ظلم کیا۔ انہوں نے اپنی زرہوں کو روک رکھا اور انہیں راہِ خدا کے لیے تیار کیا۔ جہاں تک حضرت عباس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا تعلق ہے۔ تو وہ مجھ پر ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے ''یہ انہی پر ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل ہے۔'' پھر فرمایا: ''عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔''

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور اس سے مال کی زکوٰۃ مانگی حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے ساتھ سخت کلامی کی۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: ''حضرت عباس نے ہمیں اس سال اور آئندہ سال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے لے لی تھی۔''

حارث اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت قرۃ بن دعموص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کو میری قوم کے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو عمدہ اونٹ لے کر آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم ہلال بن عامر، نمیر بن عامر اور عامر بن ربیعہ کے پاس گئے ہو۔ اور ان کا عمدہ مال لے لیا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''میں نے آپ کو سنا آپ غزوات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ میں

آپ کی خدمت میں ایسے اونٹ پیش کروں جس پر آپ سوار ہوں۔ جو آپ کے صحابہ کرام کے کام آئیں۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! جو تم مال چھوڑ کر آئے ہو وہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے جو تم لے کر آئے ہو۔ واپس جاؤ۔ ان کے عمدہ اونٹ واپس کرو اور ان کے درمیانے اموال حاصل کرو۔"

امام شافعی، احمد، شیخین، ابوداؤد نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے بنو الازد کے ایک شخص کو عامل مقرر کیا جسے ابن اتبیہ کہا جاتا تھا۔ (یا جسے ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا) تاکہ وہ بنو سلیم میں سے صدقات جمع کرے۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے حساب لیا۔ اس نے کہا: "یہ آپ کا مال ہے اور یہ تحفہ ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ تمہارا ہدیہ تمہارے پاس آجاتا۔ اگر تم سچے ہو۔" پھر آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "اما بعد! میں تم میں سے کسی ایک شخص کو کسی کام پر عامل مقرر کرتا ہوں جس کا اختیار رب تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ وہ شخص آتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "یہ تمہارے لیے ہے اور یہ ہدیہ ہے جسے مجھے دیا گیا ہے۔ وہ اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کا ہدیہ آجاتا۔ اگر آتا۔ بخدا! تم میں سے جو بھی کسی سے ناحق کوئی چیز لیتا ہے۔ تو وہ روزِ حشر رب تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا۔ میں تم میں سے کسی ایک کو جانتا ہوں۔ وہ رب تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے اونٹ اٹھا رکھا ہو گا جو آواز نکال رہا ہو گا۔ یا گائے اٹھا رکھی ہو گی جو آواز نکال رہی ہو گی۔ یا بکری اٹھا رکھی ہو گی جو ممیا رہی ہو گی۔" پھر آپ نے دستِ اقدس بلند کیے حتیٰ کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور یوں عرض کی: "مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت عدی بن عمیرہ الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔" انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "ہم نے تم میں سے جسے بھی کسی کام پر عامل مقرر کیا تو اس نے سوئی یا اس سے کم و بیش جو چیز بھی چھپائی تو وہ خیانت ہو گی۔ وہ اس کے ساتھ روزِ حشر کو آئے گا۔" انصار میں سے ایک سیاہ فام شخص اٹھا۔ گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھ پہ اپنا منصب واپس لے لیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا؟" اس نے عرض کی: "میں نے آپ کو اس طرح اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں اب بھی کہتا ہوں ہم تم میں سے جسے بھی عامل مقرر کر دیں وہ قلیل اور کثیر کے ساتھ آئے۔ جو اسے دی جائے وہ لے لے اور جس سے اسے روکا جائے اس سے رک جائے۔"

ابن ماجہ نے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے بحرین بھیجا یا ہجر کی طرف بھیجا۔ میں اس نخلستان میں آتا جو بھائیوں کے مابین ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا ہوتا تھا۔ میں مسلمان سے عشر لے لیتا اور مشرک سے خراج لے لیتا۔"

دوسرا باب

دولتمندوں کے لیے وصیت، احسان کرنے والوں کے لیے دعا اور برائی کرنے والوں کے لیے بددعا

مسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس صدقہ جمع کرنے والا آئے جب وہ تم سے روانہ ہو تو وہ تم سے راضی ہو۔''

ابوداؤد اور البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس ایسے کارواں آئیں گے جو قابل نفرت ہوں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں خوش آمدید کہو۔ ان کے اور اس امر کے مابین سے ہٹ جاؤ جس کی وہ اتباع کرتے ہیں۔ اگر وہ عدل کریں تو یہ ان کے نفوس کے لیے ہی ہوگا۔ اگر وہ ظلم کریں گے تو اس کا وبال ان پر ہی ہوگا۔ تم انہیں راضی کرو۔ ان کی زکوٰۃ کی تکمیل ان کی رضا ہے۔ چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم زکوٰۃ ادا کرو تو اس کے ثواب کو فراموش نہ کیا کرو۔ تم یہ دعا مانگا کرو۔ ''مولا! اسے نفع رساں مال بنا۔ اسے چٹی نہ بنا۔''

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کے پاس کوئی قوم اپنی زکوٰۃ کے اموال لے کر آتے تو آپ یہ دعا مانگتے: ''مولا! آلِ فلاں پر رحم فرما۔'' جب میرے والد گرامی اپنی زکوٰۃ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! آلِ ابی اوفی پر رحم فرما۔''

امام نسائی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا۔ وہ ایک شخص کے پاس گیا اور اس نے اسے اونٹ کا کمزور سا بچہ دے دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے صدقہ لینے والے کو ہم نے بھیجا۔ فلاں نے اسے کمزور سا اونٹ کا بچہ دیا ہے۔ مولا! نہ

اس میں نہ ہی اس کے اونٹوں میں برکت ڈال۔" آپ کی یہ بات اس شخص تک بھی پہنچ گئی۔ وہ خوبصورت اونٹنی لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ اس نے عرض کی: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت ڈال۔"

ابو یعلی نے حضرت جمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی خدمت میں صدقہ کے اونٹ پیش کیے۔ آپ نے میرے سر اقدس کو مس کیا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔"

❁❁❁❁

تیسرا باب

اموال پرزکوٰۃ کی تعیین اور اس کی انواع

اس میں کئی انواع ہیں۔

❶ جانوروں کی زکوٰۃ

اس میں کئی فروع ہیں:

① مشترکہ احادیث

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، بیہقی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے انہیں یہ خط دے کر بحرین بھیجا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش اس طرح تھا: [اللہ رسول محمد] انہوں نے یہ خط لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اس صدقہ کا فریضہ ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور آپ کو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ مسلمانوں میں سے جس سے اس کا سوال کیا گیا وہ اسے عطا کرے گا جس سے اس نے بلند (اعلیٰ) کا سوال کیا گیا وہ اسے عطا نہیں کرے گا۔" چوبیس اونٹوں اور اس سے کم میں بکریوں کی صورت میں زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری بطور زکوٰۃ ہے اور جس کے پاس پچیس سے پینتیس تک اونٹ ہوں۔ ان میں ایک بنت مخاض ہے اور جب اونٹوں کی تعداد چھتیس سے پینتالیس تک ہو جائے تو ان میں بنت لبون ہے۔ جب چھیالیس سے ساٹھ تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک بالغ حقہ ہے۔ اور جب وہ اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچ جائیں تو ان میں جذعہ ہے۔ جب ان کی تعداد چھہتر سے نوے تک پہنچ جائے تو ان میں دو بنت لبون ہیں اور جب اکانوے سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ان میں دو بالغ حقے ہیں اور جب ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے، اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں صدقہ نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے کچھ دینا چاہے تو دے دے۔ جب اونٹ پانچ ہو جائیں تو ان میں

زکوٰۃ ایک بکری ہے اور بکریوں کی زکوٰۃ جب وہ چرنے والی ہوں اور ان کی تعداد چالیس ہو تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے۔ اگر ایک سو بیس سے زائد ہو کر دو سو تک پہنچ جائیں تو دو بکریاں ہیں جب دو سو سے تین سو تک ہو جائیں تو ان میں تین بکریاں ہیں جب وہ تین سو سے زائد ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری ہے۔ اگر کسی کے پاس چالیس میں سے ایک بکری بھی کم ہو گی تو اس پر زکوٰۃ نہ ہو گی۔ اگر ان کا مالک کچھ دینا چاہے تو دے دے۔ زکوٰۃ کے خوف سے متفرق مال کو جمع اور اکٹھے مال کو منتشر نہیں کیا جائے گا۔"

۲ گائیوں کی زکوٰۃ

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے گائیوں کی زکوٰۃ کے بارے لکھوایا کہ جب ان کی تعداد تیس تک پہنچ جائے تو ان میں زکوٰۃ ایک تبیع یا جذع یا جذعہ ہے حتیٰ کہ ان کی تعداد چالیس ہو جائے۔ اگر ان کی تعداد چالیس ہو جائے تو ان میں مسنہ ہے۔ جب گائیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو پھر ہر چالیس گائیوں میں ایک مسنہ ہے۔"

امام احمد، ائمہ اربعہ اور دار قطنی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے آپ نے اہلِ یمن کے صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائیوں میں ایک تبیع لوں۔ ہر چالیس گائیوں میں ایک مسنہ لوں۔" انہوں نے مجھے کہا کہ میں چالیس اور پچاس کے مابین، ساٹھ اور ستر کے مابین، اسی اور نوے کے مابین زکوٰۃ لے لوں۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں نے انہیں کہا: "حتیٰ کہ میں آپ سے اس کے بارے پوچھ لوں۔" میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اور اس کے متعلق عرض کی۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائیوں میں ایک تبیع لوں۔ ہر چالیس گائیوں میں ایک مسنہ لوں۔ ساٹھ گائیوں میں دو تبیع لوں۔ ستر گائیوں میں ایک مسنہ اور ایک تبیع لوں اسی گائیوں میں دو مسنے لوں۔ نوے گائیوں میں تین تبیع لوں اور ایک سو گائیوں میں ایک مسنہ اور دو تبیع لوں ایک سو دس گائیوں میں سے دو مسنے اور ایک تبیع لوں ایک سو بیس گائیوں میں تین مسنے لوں یا چار تبیع لوں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے درمیان کچھ نہ لوں۔" انہوں نے گمان کیا ہے کہ دو فریضوں کے مابین پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔"

۳ گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ سے درگزر

ابو داؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کے بارے درگزر فرمایا ہے۔"

ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کے گھوڑے اور غلام میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ سوائے صدقہ فطر کے۔"

۳ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

دار قطنی نے بنو جحش کے غلام ابو کثیر سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دیناروں میں ایک دینار اور ہر دو سو دراہم میں پانچ دراہم بطور زکوٰۃ لیں۔

ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرات ابن عمر اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر بیس دیناروں میں ایک دینار اور اس سے زائد میں نصف دینار اور چالیس دیناروں میں ایک اور دینار لیتے تھے۔

۴ زیوارات کی زکوٰۃ

امام احمد، ائمہ اربعہ اور دار قطنی نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل یمن میں سے ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں کنگن تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تم نے ان کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔" اس خاتون نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے لیے آسان ہے کہ رب تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے۔" اس نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "ان کو زکوٰۃ ادا کرو۔" انہوں نے اپنے کنگن اتارے اور کہا: "یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ہیں۔"

۵ پھلوں اور سبزیوں کا عشر

امام شافعی، امام بخاری اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس زمین کو آسمان، چشمے اور نہریں سیراب کریں یا جو بارش سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جو کنوؤں یا چھڑکاؤ سے سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے۔"

امام نسائی، بیہقی اور دار قطنی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ وہ زمین جسے آسمان سیراب کرے یا بارش سیراب کرے اس سے عشر اور جسے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں سے نصف عشر لوں۔"

۶ انگوروں اور کھجوروں کے اندازے لگانے کے بارے میں

امام شافعی، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں کے پاس ایسا شخص بھیجتے جو ان کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگا لیتا تھا۔" دار قطنی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں بنو ثقیف کے انگوروں کا اس طرح اندازہ لگاؤں جیسے کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے پھر ان کی اسی طرح زکوٰۃ نکالی جائے جیسے کھجوروں کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے۔"

امام احمد اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب اندازہ لگاؤ تو پوری کوشش کرو۔ ثلث کو چھوڑ دو۔ اگر ثلث کو نہیں چھوڑ سکتے کہ ربع کو چھوڑ دو۔''

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیجا۔ انہوں نے ان کے پھلوں کا اندازہ لگایا۔ پھر انہیں اختیار دیا کہ وہ لے لیں یا لوٹا دیں۔ انہوں نے کہا: ''اسی عدل و انصاف کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔''

الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ مرسل روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو ابن حزم نے کہا: ''حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ خیبر کے پھلوں کا اندازہ صرف ایک سال لگایا تھا۔ غزوۂ موتہ میں وہ شہید ہو گئے تو پھر حضور شفیع معظم ﷺ نے جبار بن صخر بن خنساء رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ان کے پھلوں کا اندازہ لگاتے تھے۔''

الطبرانی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے۔ جو کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے۔ جب وہ نخلستان میں داخل ہوتے تو اس میں کھجور کے خوشوں کا حساب کرتے پھر انہیں ان کھجوروں سے ضرب دیتے جو ایک خوشے میں ہوتی اور وہ غلطی نہ کرتے تھے۔''

حارث کے الفاظ یہ ہیں: ''حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو ایک قوم کے پاس بھیجا۔ اس نے ان کی کھجوروں کا اندازہ لگایا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''فلاں آیا ہے اور اس نے ہماری کھجوروں کا اندازہ لگایا ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ہی اسے بھیجا تھا میرے نفس میں دو عمدہ اشیاء ہیں۔ اگر تم چاہو تو وہ لے لو جس کا تم پر اندازہ لگایا گیا ہے اور اگر تم چاہو تو ہم وہ لے لیتے ہیں اور دوسرا حصہ تمہیں لوٹا دیتے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''یہی حق ہے اسی حق کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں۔''

الطبرانی، دارقطنی نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے والد گرامی کو اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوحثمہ نے مجھ سے زیادہ لے لیا ہے۔ آپ نے حضرت ابوحثمہ کو بلایا اور فرمایا: ''تمہارا چچازاد گمان کرتا ہے کہ تم نے اس سے زائد لیا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اس کے اہلِ خانہ کا ہدیہ چھوڑا ہے میں نے وہ کھجوریں چھوڑی ہیں جنہیں وہ مساکین کو کھلا سکے اور جنہیں ہوا پہنچی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے چچازاد نے تمہیں زیادہ دی ہیں اور اس نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے۔''

ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے۔ تو وہ پھلوں کے پکتے وقت ان سے کھانے سے قبل ان میں اندازہ لگاتے تھے پھر ان حصوں میں خیبر کے یہودیوں کو اختیار دیتے تھے یا وہ کوئی حصہ انہیں دے دیتے تھے تا کہ پھلوں کو کھانے

سے قبل یا ان کے منتشر ہونے سے قبل زکوٰۃ شمار ہو سکے۔"

ابو داؤد، نسائی، بیہقی اور دار قطنی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے دستِ اقدس میں عصا تھا۔ ہم میں سے ایک شخص نے خراب اور سوکھی کھجوریں لٹکا رکھی تھیں۔ آپ نے اس خوشے پر عصا مارا اور فرمایا: "اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا۔ یہ کھجوریں صدقہ کرنے والا روزِ حشر خراب کھجوریں کھائے گا۔"

ابو داؤد اور دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضور فاتح عالم ﷺ کو خیبر فتح کرایا۔ آپ نے وہاں کے یہودیوں کو اسی طرح ٹھہرایا اور اپنے اور ان کے مابین حصے طے کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے پھلوں کا اندازہ لگایا۔ دار قطنی نے یہ اضافہ کیا ہے: "آپ نے فرمایا: "اے گروہِ یہود! تم مجھے رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ناپسندیدہ ہو۔ تم نے انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کیا اور رب تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔"

۷ سامان، معدن اور کانوں میں زکوٰۃ

ابو داؤد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم ہر اس چیز کی زکوٰۃ دیں جسے فروخت کرنے کے لیے تیار کریں۔"

دار قطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ سے، امام احمد نے حضرت جابر سے، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد نے حضرت انس سے اور امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کانوں میں خمس ہے۔" ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت مقداد گئے۔۔۔۔

۸ یتیم کے مال کی زکوٰۃ

امام ترمذی اور دار قطنی نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: "ارے! جو یتیم کے مال کا سرپرست بنے تو وہ اس میں تجارت کرے اسے اسی طرح نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ اسے زکوٰۃ کھا جائے۔"

امام شافعی نے یوسف بن مالک سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یتیموں کے اموال میں تجارت کیا کرو تاکہ زکوٰۃ انہیں ختم نہ کر دے۔"

چوتھا باب

سال کے بارے، جو جلدی زکوٰۃ دے اس سے زکوٰۃ لے لینا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے پوچھا اور بھلائی کی طرف جلدی کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔

دارقطنی نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے اور وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ ایک شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ ہم مال کے محتاج تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اموال کی دو سال کی زکوٰۃ ادا کر دی۔''

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا۔۔۔

ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جس کے پاس مال ہو تو اس کے رب کے ہاں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی حتیٰ کہ اس پر سال گزر جائے۔''

❁❁❁❁

پانچواں باب

فطرانہ

ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہر غلام اور آزاد پر چھوٹے اور بڑے مسلمان پر ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو بطور صدقہ فطر واجب فرمائے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے عید الفطر سے دو روز قبل خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "ایک صاع گندم دو کے مابین یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو ادا کرو۔ صدقہ فطر ہر آزاد، غلام چھوٹے اور بڑے پر واجب ہے۔"

دار قطنی نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں منادی کو بھیجا۔ اس نے یہ اعلان کیا: "ارے! فطرانہ ہر مسلم، مرد، عورت، غلام، آزاد، چھوٹے اور بڑے پر واجب ہے۔ یہ دو مد گندم یا ایک صاع اس کے علاوہ کھانا ہے۔"

✿✿✿✿

چھٹا باب

مد، صاع اور وسق کے بارے

[نسخہ میں وہ روایات ساقط ہیں جنہیں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے اس جگہ تحریر فرمایا ہے]

✿✿✿✿

ساتواں باب

جس پر صدقہ لینا حرام ہے اور جس کے لیے حلال ہے

امام مسلم نے حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں کسی کی دیت یا جرمانہ کا ضامن بنا۔میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تا کہ اس کے بارے التجاء کروں۔آپ نے فرمایا:''ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ آجائے۔ہم اس میں سے تمہارے بارے حکم دیں گے۔''پھر فرمایا:''قبیصہ صدقہ تین آدمیوں میں سے ایک کے لیے حلال ہوتا ہے۔(۱)اس کے لیے جو کسی امر کا ضامن بنے اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔حتیٰ کہ وہ اسے پورا کرے۔پھر وہ رک جائے۔(۲)وہ شخص جسے کوئی ضرورت آلے جس کی وجہ سے اسے مال کی حاجت ہو۔اس کے لیے بھی سوال کرنا حلال ہے۔حتیٰ کہ اسے آسودہ زندگی آلے۔(۳)وہ شخص جسے فاقہ آلے۔حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین دانا شخص کہہ دیں کہ فلاں کو فاقہ نے آلیا ہے۔اس کے لیے بھی سوال کرنا حلال ہے۔حتیٰ کہ اسے آسودگی آلے۔قبیصہ!اس کے عَلاوہ مانگ کر کھانا حرام ہے۔مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔''

❁❁❁❁

آٹھواں باب

نفلی صدقہ کی ترغیب جب محتاج نظر آئے

شیخین نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: ”خوب دل کھول کر خرچ کرو اور شمار نہ کرو۔ ورنہ رب تعالیٰ بھی تمہیں گن کر دے گا۔ نہ ہی کنجوسی کرو۔ ورنہ رب تعالیٰ بھی اپنا دستِ عطا تم سے روک لے گا۔“

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ”اے مسلمان خواتین! ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے لیے حقیر نہ سمجھے۔ خواہ وہ جانور کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔“

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور نسائی نے حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آپ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: ”ایک مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے، لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہوتا جو میں اسے عطا کروں۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر اسے دینے کے لیے تمہارے پاس صرف جلا ہوا کھر ہی ہو وہ بھی اس کو اس کے ہاتھ میں دے دو۔“

امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم دوپہر کے وقت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ عریاں قوم آئی۔ انہوں نے جوتے اور چادریں جمع کیں تھیں اور تلواریں سونت رکھی تھیں۔“

❁❁❁❁

نواں باب

تھوڑے اور زیادہ صدقہ کے بارے

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل آیا۔ آپ نے اسے کھجور دینے کا حکم دیا۔ اس نے اسے پکڑا یا اس نے اسے پھینک دیا۔ پھر ایک اور سائل آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے کھجور دینے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "سبحان اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے صرف ایک کھجور۔" آپ نے لونڈی سے فرمایا: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ۔ وہ چالیس دراہم اسے دے دو جو ان کے پاس ہیں۔"

الزجاجی نے آمالیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے ایک کھجور عطا کی۔ سائل نے کہا: "انبیاء میں سے ایک نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور صدقہ کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ اس میں کثیر ذرات کے مثاقیل ہیں۔" اس نے اسے پھینک دیا۔"

❁❁❁❁

دسواں باب

آپ کے اوقاف کے بارے

◆ الصافیہ: یہ جگہ آج بھی معروف ہے۔ یہ زہیر کی جاگیر کے ساتھ مدینہ طیبہ کی مشرق کی طرف ہے۔

◆ البُرقہ: اس سے مراد وہ مال ہے جو مدینہ طیبہ کی طرف تھا۔ یہ بھی مشرق ہی کی طرف تھا۔ اس کی سمت میں نے دیکھی ہے۔

◆ الدلال: یہ بھی مدینہ طیبہ کا نفع بخش مال تھا۔ یہ مشہور تھا جو صافیہ کی طرف الملیکی کی جانب تھا۔ یہ المدرسۃ الشہابیہ کے لیے وقف تھا۔

◆ المثیب: لغت میں نرم زمین کو مثیب کہا جاتا ہے۔ یہ بھی مدینہ طیبہ کا مال تھا۔ جو آج کل غیر معروف ہے۔ امام زہری کے کلام سے اس سے پہلے کی تین بستیوں میں سے ایک کو لیا جا سکتا ہے۔

ابن شہاب نے لکھا ہے کہ یہ چاروں الصورین کی بلند جگہ پر قریب قریب تھے۔ یہ مروان بن حکم کے محل کے پیچھے تھے۔

◆ الاعواف: ابن شہاب نے لکھا ہے اسے مہزور سیراب کرتا تھا۔ یہ القف کی طرف تھا۔ المراغی نے لکھا ہے کہ یہ آج کل معروف نہیں ہے۔

◆ حسنیٰ: اسے مہزور سیراب کرتا تھا۔ مراغی نے لکھا ہے یہ آج کل معروف نہیں ہے۔ شاید اسے حنا سے حسنیٰ بنا دیا گیا ہے۔ یہ معروف ہے۔ مگر صحیح نہیں ہے۔

اخبار المدینہ کی کتب میں کئی مقامات کو اسی سے موسوم کیا گیا ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ قف کے پاس ہے اور اسے مہزور سیراب کرتا ہے جبکہ الحنا شرقی الماجشونیہ کو مہزور سیراب نہیں کرتا تھا۔

السید نے لکھا ہے: "میرے لیے یہ بات عیاں ہوئی ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جو الحسنیات کے نام سے معروف ہے۔ یہ دلال کی جاگیر کے پاس ہے۔ یہ قف کی طرف ہے یا یثرب لمہزور کی طرف ہے۔

◆ مشربۃ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا۔ ابن شہاب نے لکھا ہے: "جب تم یہود کے بیت المدارس کے پیچھے جاؤ تو تم عبیدہ بن عبداللہ بن مرہ کی جاگیر تک پہنچو گے۔ مشربۃ ام ابراہیم اس کے پہلو میں ہے۔ اس کو مشربۃ ام ابراہیم اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے انہیں وہیں جنم دیا تھا۔ یہ العالیۃ کے نام سے معروف ہے۔

تنبیہات

١ ابن سعد نے حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ کے سات باغات وقف تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:
''الاعواف، الصافیہ، الدلال، المثیب، البرقۃ، حسنی اور مشربۃ ام ابراہیم۔''

٢ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس میں آنے سے پہلے یہ کسی کی ملکیت میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مخیریق کے اموال میں سے ہیں۔
ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اسلام میں پہلا صدقہ حضور اکرم ﷺ کا وقف تھا۔ جب احد کے روز مخیریق شہید ہوا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے اموال حضور اکرم ﷺ کے لیے ہوں گے اور آپ نے ان پر قبضہ فرما لیا اور ان ہی سے صدقہ فرماتے تھے۔''
حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے دوران خناصرہ میں کہا تھا۔ ''میں نے مدینہ طیبہ میں سنا۔ آج بھی وہاں مہاجرین اور انصار میں سے کثیر بزرگ موجود ہیں کہ آپ نے باغات وقف کیے تھے۔ وہ مخیریق کے اموال میں سے تھے۔ اس نے کہا تھا: ''اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے اموال کے مالک محمد عربی ﷺ ہوں گے وہ جہاں چاہیں گے انہیں صرف فرمائیں گے۔ وہ احد کے روز شہید ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''مخیریق یہودیوں میں سے بہترین ہے۔''
ایک قول یہ ہے کہ یہ بنو نضیر کے اموال تھے۔ ابن سعد نے حضرت محمد بن سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کے صدقات بنو نضیر کے اموال میں سے ہوتے تھے۔ یہ سات باغات تھے۔ یہ باغات سلام بن مشکم نضیری کی ملکیت میں تھے۔''
انہوں نے عثمان بن وثاب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ باغات بنو نضیر کے اموال میں سے تھے۔ جب آپ احد سے واپس تشریف لائے تو مخیریق کے اموال کو تقسیم فرما دیا تھا۔

❁❁❁❁

گیارھواں باب

سائلین کے بارے آپ کی سنتِ مطہرہ

اس باب میں کئی انواع ہیں:

❶ آپ طاقتور سائل سے فرماتے کہ وہ روزی کمائے

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟'' اس نے عرض کی: ''ہاں! ایک ٹاٹ ہے جس کا بعض حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور بعض حصہ نیچے بچھا دیتے ہیں۔ ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ دونوں اشیاء لے آؤ۔'' وہ دونوں اشیاء لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے وہ دونوں چیزیں اس سے لے لیں۔''

❷ آپ اپنا صدقہ کسی دوسرے کے حوالے نہ کرتے

امام احمد بن منیع نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنا صدقہ کسی اور کے سپرد کیا ہو۔ حتیٰ کہ وہ ہی سائل کے ہاتھ پر رکھے۔'' ابن ماجہ نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت زیاد بن ابی زیاد مولی عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''دو امور ایسے تھے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے سپرد نہ کرتے تھے۔ (۱) رات کا قیام فرمانے کے لیے وضو۔ (۲) سائل جو کھڑا ہوتا حتیٰ کہ آپ خود اسے عطا فرماتے۔''

❸ بعض افراد کو عطا کرنا اور بعض کو عطا نہ کرنا

امام احمد نے ثقہ راویوں سے بعض صحابہ کرام سے اور بزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ''میں بعض لوگوں کو عطا کرتا ہوں تو ان کے ساتھ تالیف قلبی کرتا ہوں اور بعض لوگوں کو عطا نہیں کرتا۔ انہیں ان کے ایمان کے حوالے کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک فرات بن حیان بھی ہیں۔''

آپ کے روزے اور اعتکاف کے بارے

پہلا باب

رمضان المبارک کی ابتداء، رمضان المبارک تک پہنچنے کی دعا صحابہ کرام کو اس کے آنے کی بشارت، آپ نے رمضان المبارک کے نو مہینے روزے رکھے

اس میں کئی انواع ہیں:

① ابتداء کے بارے

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "روزے تین حالات میں تبدیل ہوئے۔ آپ ہر ماہ میں تین ایام کے روزے رکھتے تھے۔ آپ یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرمادی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ (البقرہ:۱۸۸)

ترجمہ: فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے فرض کیے گئے تھے۔ ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے۔

② رمضان المبارک تک پہنچنے کی دعا

بزار اور الطبرانی نے زائدہ بن ابی رقاد کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ماہِ رجب آتا تو آپ یہ دعا کرتے: "مولا! رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا۔"

③ رمضان المبارک کی صحابہ کرام کو بشارت

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ

کرام کو رمضان المبارک کے آنے کی بشارت دیتے تھے۔آپ فرماتے تھے:''تمہارے پاس مبارک مہینہ آگیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔اس میں ایک ایسی رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔جسے اس کی خیر سے محروم کر دیا گیا تو اسے محروم کر دیا گیا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! کون سی چیز تمہارا استقبال کر رہی ہے اور تم کس چیز کا استقبال کر رہے ہو؟ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا وحی کا نزول ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا:''نہیں۔''انہوں نے عرض کی:''کیا دشمن آگیا ہے؟'' آپ نے فرمایا:''نہیں۔''انہوں نے عرض کی:''پھر کیا ہوا؟'' آپ نے فرمایا:''رب تعالیٰ اس ماہِ مبارک کی پہلی رات کو سارے اس قبلہ والوں کو معاف کر دیتا ہے۔'' آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔اس روایت کو ابن خزیمہ نے عمرو بن حمزہ القیسی کی سند سے حضرت ابو ربیع سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر کسی کو نہیں جانتا کہ عدالت اور جرح کے ساتھ ابو ربیع کا جانشین بن سکے۔نہ ہی کوئی شخص جرح وعدالت میں عمرو بن حمزہ القیسی کا ہم پلہ ہے جو ان کے نیچے ہیں۔''

ابن خزیمہ نے زوائد کثیر بن زید سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے کہ مسلمانوں پر کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرتا جو ان کے لیے اس سے بہتر ہو اور منافقین کے لیے کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرتا جو ان کے لیے اس سے زیادہ شر ہو۔'' آپ نے یہ بات قسم اٹھا کر کہی۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب رمضان المبارک آتا تو آپ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔''

دوسراباب

جب آپ چاند کو دیکھتے تو آپ کیا فرماتے، چاند کو دیکھ کر روزہ رکھنا اور ایک عادل شخص کی شہادت پر روزہ رکھنا

اس باب کی کئی انواع ہیں:

❶ جب آپ چاند کو دیکھتے تھے تو آپ کیا فرماتے تھے اور مہینہ انتیس روز کا بھی ہوتا تھا

ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ چاند کو دیکھتے تھے تو یہ ذکر کرتے تھے:

الله اكبر، الله اكبر! الحمد لله! لا قوة الا بالله. اللهم انى اسئلك خير هذا الشهر و اعوذبك من شر القدر و من شر الحشر۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے عثمان بن ابراہیم الحاطبی کی سند سے (ان میں ضعف تھا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ چاند کو ملاحظہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

اللهم اهله علينا بالامن والايمان والسلامة والاسلام والتوفيق لما تحب و ترضى ربنا و ربك الله۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ چاند کو ملاحظہ فرماتے تو فرماتے:

هلال خير و رشد۔

پھر یہ دعا فرماتے:

اللهم اسئلك من خير هذا الشهر و خير القدر و اعوذبك من شره۔

آپ تین بار اسی طرح فرماتے:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے احمد بن عیسیٰ اللخمی کے) حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا: "جب آپ چاند کو ملاحظہ کرتے تو یہ دعا مانگتے:

هلال خير و رشد آمنت بالذی خلقك فعدلك۔

حضور نبی کریم ﷺ جب ہلال کو دیکھتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اهله علينا باليمن والايمان والسلامة والاسلام ربي و ربك الله هلال خير و رشد۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مہینہ اس طرح اور اس طرح ہے۔ آپ نے دونوں مبارک ہاتھوں سے دو بار تالیاں بجائیں۔ آپ نے تین بار تالی بجائی تو دائیں یا بائیں انگوٹھے کو کم کر دیا۔" امام بخاری نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم اُمّی امت ہیں۔ ہم نہ شمار کر سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔" یعنی کبھی تیس کا اور کبھی انتیس کا۔"

امام مسلم کے الفاظ میں ہے: "ہم نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی شمار کر سکتے ہیں۔ مہینہ اس طرح اس طرح ہوتا ہے۔" آپ نے تیسری بار انگوٹھے کو بند کر دیا۔ اور فرمایا: "مہینہ اس طرح اس طرح اس طرح ہوتا ہے۔ یعنی مکمل تیس ایام کا۔"

دار قطنی نے حضرت جابر سے، امام احمد، ترمذی، دار قطنی، ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود سے (جبکہ دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے) انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے جن مہینوں میں آپ کے ساتھ روزے رکھے ان میں سے زیادہ انتیس ایام کے تھے اور تیس ایام کے کم تھے۔"

◆ ۲ ہلال کو دیکھ کر آپ کا روزے رکھنا

امام احمد، ابو داؤد اور دار قطنی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ شعبان کی طرف اس طرح توجہ دیتے تھے کہ کسی اور مہینے کی یوں دیکھ بھال نہ کرتے تھے۔ پھر چاند دیکھ کر رمضان المبارک کے روزے رکھ لیتے تھے۔ اگر چاند مخفی ہوتا تو پورے تیس روز مکمل فرماتے پھر روزہ رکھتے۔"

امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا: "تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ ہلال کو دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتیٰ کہ اسے دیکھ لو اور اگر یہ تم پر مخفی ہو جائے تو اس کے لیے اندازہ کر لو۔"

۳ ایک عادل شخص کی گواہی پر روزہ رکھنا

ابوداؤد، ابن حبان اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "لوگوں نے ہلال دیکھا۔ میں نے آپ سے عرض کی کہ میں نے چاند کو دیکھا ہے۔ آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "لوگوں کو ہلالِ رمضان میں شک گزرا۔ بعض نے کہا کہ آج روزہ ہے بعض نے کہا کہ کل روزہ ہوگا۔ الحرۃ سے ایک اعرابی آیا۔ اس نے گواہی دی کہ اس نے ہلال دیکھا ہے۔ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: "کیا تو نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "کیا یہ تو گواہی دیتا ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" یا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں" یا "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" اس نے گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "بلال! لوگوں میں اعلان کرو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔""

ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے۔

دارقطنی نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مدینہ طیبہ گیا۔ وہاں حضرات ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ایک شخص مدینہ طیبہ کے والی کے پاس گیا اور اس کے پاس گواہی دی کہ اس نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔ والی نے حضرات ابن عباس اور ابن عمر سے اس کی گواہی کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس کی گواہی کو قبول کرلے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے چاند کے بارے ایک شخص کی گواہی کو قبول کر لیتے تھے۔" انہوں نے کہا: "آپ افطار کے بارے گواہی دو افراد کی قبول کرتے تھے۔"

تیسرا باب

آپ کی افطاری کا وقت، آپ کس سے روزہ افطار کرتے تھے، افطاری کے وقت کیا فرماتے تھے؟ جس کسی کے ہاں روزہ افطار کرتے تو کیا کہتے؟ جب تیسویں روز چاند نظر آجاتا تو روزہ مکمل کرتے

اس میں کئی انواع ہیں:

❶ افطار کا وقت اور یہ نماز سے پہلے تھا

امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطاری میں جلدی فرماتے اور سحری میں تاخیر فرماتے۔

شیخین اور ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں رمضان میں ایک سفر کے دوران آپ کے ہمراہ تھا۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ نے فرمایا: ''بلال! نیچے اترو اور ہمارے لیے پانی میں ستو ملاؤ۔'' انہوں نے عرض کی: ''کاش! آپ انتظار فرمائیں حتیٰ کہ شام ہو جائے۔'' یا انہوں نے کہا: ''ابھی دن ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''نیچے اترو اور ہمارے لیے پانی میں ستو ملاؤ۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابھی دن ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نیچے اترو اور ہمارے لیے پانی میں ستو ملاؤ۔ جب تم دیکھو رات ادھر سے آرہی ہے اور دن ادھر سے جارہا ہے تو روزہ دار روزہ افطار کرلے۔'' وہ نیچے اترے اور پانی میں ستو ملائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نوش فرمایا۔''

امام احمد نے حضرت قطبہ بن قتادہ سدوسی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے اس وقت روزہ افطار کیا جب سورج غروب ہو گیا۔''

ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے آپ کو کبھی بھی نمازِ مغرب پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ آپ پہلے روزہ افطار کرتے۔ خواہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہی۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم گروہِ انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم روزہ جلدی افطار کریں۔ سحری کو تاخیر سے کریں اور نماز میں اپنے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں۔"

الطبرانی اور ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطاری سے پہلے نماز مغرب ادا کی ہو۔ خواہ پانی کے گھونٹ سے ہی افطاری فرماتے۔"

◆ آپ کس چیز سے روزہ افطار کرتے تھے

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور دارقطنی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) روایت کیا ہے کہ حضور اکرم تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ نمازِ مغرب سے پہلے روزہ افطار کرتے تھے۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے روزہ افطار کر لیتے۔ اگر کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ لے کر روزہ افطار کر لیتے۔"

حارث نے ثقہ راویوں سے اور الطبرانی (ان کی سند میں انقطاع ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ موسم گرما میں بھی قیام فرماتے تھے۔ آپ موسم گرما میں نماز (مغرب) نہ پڑھتے۔ جبکہ آپ کا روزہ ہوتا حتیٰ کہ میں آپ کے پاس تر کھجوریں لے کر آتا۔ آپ انہیں تناول فرماتے، پانی پیتے پھر کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے۔ اگر موسم سرما ہوتا میں آپ کی خدمت میں خشک کھجوریں لے کر آتا۔ آپ انہیں کھاتے، پانی پیتے پھر کھڑے ہوتے اور نماز ادا کرتے۔"

عبد بن حمید نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید المرسلین ﷺ تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے روزہ افطار کر لیتے۔"

ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے اور انہی کے ساتھ سحری کرتے تھے اور انہیں اپنی سحری کے آخر میں تناول فرماتے تھے۔"

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ آپ تین کھجوروں (یا پھل) سے روزہ افطار کریں۔ یا ایسی چیز سے روزہ افطار کریں جسے آگ نے نہ چھوا ہو گا۔"

الطبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ رمضان المبارک میں سفر میں تھے۔ آپ نے عجوہ کھجور کے ساتھ روزہ افطار کیا۔"

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو پسند تھا کہ آپ نماز سے پہلے روزہ افطار کریں۔ آپ تر کھجوروں کے زمانہ میں تر کھجوروں سے اور اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو آپ خشک کھجوروں سے روزہ افطار فرما لیتے تھے۔ آپ طاق کھجوریں مثلاً تین یا پانچ یا سات کھجوریں تناول فرماتے تھے۔"

افطاری کے وقت آپ کیا دعا مانگتے تھے اگر کسی کے ہاں روزہ افطار کرتے تو کیا دعا کرتے؟

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ روزہ افطار کرتے تو یہ دعا مانگتے:

بسم الله اللهم لك صمت و على رزقك افطرت۔

ابوداؤد نے حضرت معاذ بن زہرہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تھے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم لك صمت و على رزقك افطرت۔

ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ روزہ افطار کرتے تو آپ نے فرمایا: ''پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا۔ ان شاء اللہ۔''

الطبرانی اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ روزہ افطار کرتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم لك صمت و على رزقك افطرت فتقبل انك انت السميع العليم۔

امام احمد اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو یوں فرماتے: ''تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا۔ پاکباز لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور تم پر ملائکہ کا نزول ہوا۔''

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں روزہ افطار کیا۔ آپ نے فرمایا: ''روزہ داروں نے تمہارے ہاں روزہ افطار کیا پاکباز افراد نے تمہارا کھانا کھایا اور ملائکہ نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی۔''

احمد بن منیع نے موقوفاً اور عبد بن حمید نے مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کسی کے لیے کوشش فرما کر دعا کرتے تو فرماتے: ''رب تعالیٰ تم پر پاکباز افراد کی دعا نازل کرے۔ جو نہ گناہ گار ہیں۔ نہ ہی فاجر ہیں، جو رات کے وقت قیام کرتے ہیں اور دن کے وقت روزے رکھتے ہیں۔''

آپ کی سحری کے بارے، سحری میں تاخیر کرنا

امام اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن حارث سے اور انہوں نے ایک صحابی سے اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت سحری تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''سحری کھانے میں برکت ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہے۔ اسے ترک نہ کیا کرو۔''

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے رمضان المبارک میں سحری کھانے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: "مبارک کھانے کی طرف آؤ۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم گروہِ انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری کو تاخیر سے کریں۔"

امام احمد، ابن ماجہ، شیخین، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے اور وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے چلے گئے۔" حضرت انس نے پوچھا: "ان کے درمیان کتنا وقت تھا؟" انہوں نے فرمایا: "پچاس آیات پڑھنے کا۔"

امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ سحری کا وقت ہے۔ انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ کھلاؤ۔" میں کھجوریں اور پانی کا ایک برتن لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضرت بلال اذان دے چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ایسا شخص تلاش کرو جو میرے ساتھ کھائے۔" میں نے حضرت زید بن ثابت کو بلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے عرض کی: "میں نے ستو کا شربت پیا ہے۔ میں روزہ رکھنے کا خواہاں ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔" انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ اٹھے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے۔"

امام احمد نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ تاکہ آپ کو نماز کے لیے لاؤں۔ آپ نے روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے پانی پیا۔ پھر پیالہ مجھے پکڑایا اور نماز کے لیے تشریف لے آئے۔"

امام بخاری نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے اہلِ خانہ میں سحری کرتا تھا۔ پھر میں جلدی سے آپ کو سجدہ میں آلیتا تھا۔"

احمد بن منیع اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ کو نماز کے لیے بلانے کے لیے آیا۔ آپ روزے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی پیا، مجھے پیالہ پکڑایا۔ پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔

بزار نے حضرت سوار بن مصعب کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علقمہ بن علاثہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کے ساتھ کھانے لگے۔ حضرت بلال آئے۔ آپ کو نماز کے لیے بلایا۔ مگر آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ وہ واپس چلے گئے۔ مسجد میں اتنی دیر ٹھہرے۔ جتنی دیر رب تعالیٰ نے چاہا پھر

آپ واپس تشریف لائے۔ اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز بخدا! آپ نے صبح کر دی ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضرت بلال پر رحم کرے، اگر بلال نہ ہوتے تو ہمیں امید تھی کہ ہمیں ہمارے اور طلوعِ شمس کے مابین رخصت دے دی جاتی۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر حضرت بلال قسم نہ اٹھاتے تو آپ کھاتے رہتے۔ حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین آپ سے عرض کرتے: "اپنا دستِ اقدس اٹھالیں۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عامر بن مطر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر ہم نماز کے لیے آ گئے۔"

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت علقمہ بن سفیان ثقفی سے روایت کیا ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری افطاری اور سحری لاتے تھے۔ ہم ایک خیمہ میں تھے۔ جسے ہمارے لیے مسجد میں لگا دیا گیا تھا۔ وہ ہمارے پاس افطاری لے کر آئے۔ ابھی بہت زیادہ اجالا تھا۔ ہمیں اجالا دیکھ کر غروب آفتاب میں شک ہوا۔ انہوں نے کھانا ہمارے سامنے رکھا اور فرمایا: "کھاؤ۔" ہم نے کہا: "بلال! کھانے کو واپس لے جاؤ۔ ہم سفیدی دیکھ رہے ہیں۔" انہوں نے کہا: "میں تمہارے پاس آیا تو حضور اکرم ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس سے کھایا اور فرمایا: "کھاؤ۔" وہ ہمارے پاس سحری لے کر آئے۔ ہم بستروں میں گرم تھے۔ ہمیں صبح میں شک تھا۔ انہوں نے فرمایا: "کھاؤ۔ قریب ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔" ہم نے عرض کی: "سیدنا بلال! ہم نے صبح کر دی ہے۔" انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ آپ سحری کھا رہے تھے۔ تم بھی سحری کھاؤ۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم کہتے: "آپ اب افطار نہ کریں گے۔ (یعنی روزہ ترک نہ کریں گے) پھر آپ روزہ رکھنا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے۔" مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ کبھی بھی لگاتار پورا ماہ روزے نہ رکھے تھے۔"

امام نسائی نے حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: "تم نے کس ساعت میں آپ کے ساتھ سحری کھائی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "دن کا اجالا تھا۔ مگر ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔"

۵ اگر آپ تیسویں روز چاند دیکھ لیتے تو روزہ مکمل فرماتے

دارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے تیسویں رمضان المبارک کو وقتِ سحر روزہ رکھا۔ دن تو آپ نے شوال کا چاند دیکھ لیا۔ آپ نے شام تک روزہ افطار نہ کیا۔"

تنبیہ

''الہدیٰ'' میں ہے کہ آپ نے افطاری کو اس چیز کے ساتھ اس لیے مختص کیا جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ خالی معدہ کے وقت میٹھی چیز طبیعت زیادہ قبول کرتی ہے۔ قوی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بالخصوص قوتِ بصارت تیز ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ کی حلاوت کھجور تھی۔ ان کا دارومدار اسی پر تھا۔ یہ ان کے نزدیک قوت اور سالن تھا۔ یہ تر حالت میں پھل ہوتی تھی۔ جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو جگر روزہ کی وجہ سے خشک ہو جاتا ہے جب اسے پانی سے تر کر دیا جائے تو یہ بعد میں پوری طرح غذا سے نفع حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے بھوکے اور پیاسے کے لیے بہتر ہے کہ وہ پانی پینے سے آغاز کرے۔ پہلے تھوڑا سا پانی پیے پھر کھانا کھائے۔''

چوتھا باب

روزہ کی حالت میں آپ کون سے افعال سرانجام دیتے تھے

اس باب میں کئی انواع ہیں:

① پچھنے لگوانا

امام شافعی، امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام اور روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب "الصیام" میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے۔"

دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سترہ رمضان المبارک کو پچھنے لگوائے پھر بعد میں فرمایا: "حاجم اور محجوم نے روزہ افطار کر دیا۔"

ابویعلیٰ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے روزہ اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اس روز سے آپ نے اس روز سے آپ نے منع کر دیا کہ روزہ دار پچھنے نہ لگوائے۔ آپ نے کمزوری کو ناپسند کیا۔"

② روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا

ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال فرمایا۔"

ابویعلیٰ اور ابن ابی عاصم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے رمضان المبارک میں سرمہ استعمال کیا ہوا تھا۔"

ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم رمضان المبارک میں آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ آپ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ آپ نے سرمہ استعمال فرمایا تھا۔ چشمان مقدس سرمہ سے بھری ہوئی تھیں۔"

ابو یعلی اور ابن عدی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال کر لیتے تھے۔''

الطبرانی نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال فرمایا تھا۔''

۳ روزہ کی حالت میں فجر کے بعد غسل فرمانا

ائمہ نے حضرت امہات المؤمنین عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک میں وظیفۂ زوجیت کی وجہ سے، نہ احتلام کی وجہ سے جنبی حالت میں صبح کرتے۔ آپ غسل فرماتے۔ روزہ رکھتے اور قضاء نہ کرتے تھے۔''

شیخین اور ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک میں احتلام کے بغیر مباشرت سے جنبی ہوتے تھے۔ پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے۔''

ائمہ میں سے امام مالک، شافعی، احمد، مسلم اور ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ آپ سے فتویٰ پوچھ رہا تھا۔ آپ دروازے کے پیچھے سے سن رہے تھے۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے نماز کا وقت ہو گیا۔ میں حالت جنابت میں تھا۔ کیا میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے بھی نماز کا وقت آلیتا ہے میں جنبی حالت میں ہوتا ہوں۔ میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہماری طرح تو نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''بخدا! میں چاہتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا بن جاؤں۔ اور میں تمہیں اس چیز کی تعلیم دیتا ہوں جو زیادہ پرہیزگاری رکھتی ہے۔''

الطبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ وقتِ صبح حالت جنابت پر ہوتے تھے۔ پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے تھے۔''

۴ حالت روزہ میں مسواک

امام احمد، امام بخاری نے تعلیقاً، مسدد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے احسن کہا ہے) دارقطنی، ابو داؤد نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ان گنت اور بے شمار بار روزہ کی حالت میں آپ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں

مسواک کر لیتے تھے۔"

۵ نفلی روزہ میں قے کرنا

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) دارقطنی ابن ماجہ نے حضرت معدان بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابودرداء نے انہیں روایت بیان کی ہے کہ آپ نے قئے کی اور روزہ کھول دیا۔ میں نے آپ کے خادم حضرت ثوبان سے دمشق کی مسجد میں ملاقات کی۔ میں نے انہیں کہا: "ابودرداء نے مجھے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے قئے کی اور روزہ افطار کر دیا۔" انہوں نے کہا: "انہوں نے سچ کہا ہے۔ میں نے ہی آپ کے وضو کے لیے پانی انڈیلا تھا۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے برتن منگوایا اور پانی نوش کر لیا۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس روز تو آپ روزہ رکھتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! لیکن میں نے قئے کر دی ہے۔"

دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کو غم پہنچا۔ جس نے آپ کو اذیت دی۔ آپ نے قئے کی۔ آپ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور روزہ کھول دیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا قئے سے وضو فرض ہو گیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اگر یہ فرض ہوتا تو تم اسے قرآن پاک میں پاتے۔" پھر آپ نے آئندہ کل روزہ رکھا۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ "یہ کل کے افطار کی جگہ ہے۔"

۶ روزہ کی حالت میں بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا بوسہ لینا

امام مالک، امام شافعی، شیخین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ حالتِ روزہ میں اپنی بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا بوسہ لے لیتے تھے۔" پھر آپ مسکرا پڑیں۔"

امام احمد، شیخین اور دارقطنی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں ازواجِ مطہرات کا بوسہ لے لیتے تھے۔ آپ روزہ کی حالت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دل لگی فرماتے تھے۔ آپ کو اپنے آپ پر سب سے زیادہ قابو تھا۔"

ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لیتے تھے۔ روزہ کی حالت میں ان کی زبان چوستے تھے۔ امام مسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: "کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام سلمہ سے یہ سوال کرو۔" انہوں نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے

گناہ معاف کر دیے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔"

امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیتے تھے۔"

امام احمد نے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیتے تھے۔

۷ روزہ کی حالت میں شدت گرمی کی وجہ سے سر اقدس پر پانی ڈالنا

امام احمد اور ابو داؤد نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ روزہ کی حالت میں شدت گرمی کی وجہ سے سر اقدس پر پانی ڈال رہے تھے۔"

۸ صوم وصال

امام مالک، امام شافعی، احمد، شیخین اور ابو داؤد نے حضرت عمر فاروق سے، امام احمد، شیخین، ترمذی نے حضرت انس سے، شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ سے، امام احمد اور امام مالک اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے، امام احمد اور بخاری اور ابو داؤد نے حضرت ابو سعید سے اور امام احمد نے بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے لگاتار روزے رکھنے شروع کیے تو صحابہ کرام نے بھی لگاتار روزے رکھنے شروع کر دیے۔ یہ امر ان پر گراں گزرا آپ نے انہیں لگاتار روزے رکھنے سے منع کیا۔ انہوں نے عرض کی: "آپ تو لگاتار روزے رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے رات کے وقت کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔" یا "میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" یا "میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔"

امام احمد، امام الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سحر تک لگاتار روزہ رکھتے۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ اسے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

۹ رمضان المبارک میں خیر کے کام زیادہ سر انجام دینا

الطبرانی اور البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو آپ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔"

ابن سعد نے یہ روایت حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے۔

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ خیر کے ساتھ سب سے زیادہ جود و سخا کرتے تھے۔ آپ رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیل امین سے ملاقات کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل امین رمضان المبارک کی ہر رات کو آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک ختم ہو جاتا۔ آپ ان سے قرآن پاک کا دور کرتے تھے جب آپ حضرت جبرائیل امین سے ملاقات کرتے تو آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ خیرات کی سخاوت فرماتے تھے۔"

تنبیہات

❶ آپ نے فرمایا: "الحاجم اور المحجوم نے روزہ افطار کر لیا۔" صحابہ کرام، تابعین وغیرہم نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ بعض نے اس کا یہ معنی لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے روزہ کو افطار کے لیے پیش کر دیا۔" بعض نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ انہوں نے کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں پچھنے لگوائے آپ روزہ اور احرام کی حالت میں تھے۔ اس کے بعد کچھ ہی دیر آپ بحیات رہے۔ ابن خزیمہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں ہے کہ آپ صائم اور محرم تھے۔ محرم اپنے شہر میں مقیم نہیں ہوتا۔ محرم مسافر ہوتا ہے۔ مسافر نے اگر چہ روزہ کی نیت کی اس پر بعض دن گزر جائے اور وہ روزہ کی حالت میں ہو تو اس کے لیے کھانا جائز ہوتا ہے۔"

❷ صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ دو یا دو سے اکثر ایام کو کھائے اور پیے بغیر روزہ رکھنا۔ آپ کے فرمان "میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے" ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ مجھ میں کھانے والے اور پینے والے کی قوت پیدا فرما دیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ آپ کی عزت افزائی کے لیے آپ کو جنت کا کھانا کھلایا جاتا تھا۔ صحیح مؤقف پہلا ہے۔ اگر آپ حقیقت میں کھا لیتے تھے تو یہ صوم وصال نہ رہتا۔"

❀❀❀❀

پانچواں باب

رمضان المبارک میں سفر میں رزہ رکھنا اور نہ رکھنا

ابویعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ نے رمضان المبارک میں سفر کیا۔ آپ نے روزہ رکھا اور کبھی روزہ چھوڑا۔'' انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ سفر میں کبھی روزہ رکھ لیتے تھے اور کبھی روزہ چھوڑ دیتے تھے۔''

امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''ہم نے آپ کے ہمراہ رمضان المبارک میں دو غزوات میں شرکت کی۔غزوۂ بدر، غزوۃ الفتح۔ہم نے ان دونوں میں روزہ نہ رکھا تھا۔''

امام شافعی، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ فتح مکہ کے لیے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔آپ نے روزہ رکھا۔جب آپ کراع الغمیم تک پہنچے تو صحابہ کرام نے روزہ رکھا۔آپ سے عرض کی گئی کہ صحابہ کرام پر روزہ رکھنا گراں گزر رہا ہے۔وہ منتظر ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔اسے اپنے دستِ اقدس پر اٹھایا۔آپ نے حکم دیا کہ صحابہ کرام کو سامنے روک دیا جائے۔جب انہیں روک دیا گیا۔ جب پیچھے سے بھی صحابہ کرام آپ سے مل گئے تو آپ نے اپنا برتن منہ مبارک تک لے گئے۔آپ نے پانی نوش فرمالیا۔یہ عصر کے بعد کا واقعہ ہے بعد میں آپ سے عرض کی گئی: ''بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ نافرمان ہیں۔وہ نافرمان ہیں۔''

امام شافعی، شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ فتح مکہ کے سال رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔آپ نے روزہ رکھا۔جب آپ الکدید پہنچے تو افطار کر دیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزہ افطار کر دیا۔وہ آپ کے آخری امر پر عمل پیرا ہوتے تھے۔''

ائمہ میں سے امام مالک، شافعی اور احمد نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے سال سفر میں صحابہ کرام کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا۔آپ نے فرمایا: ''اپنے دشمن کے لیے تقویت حاصل کرو۔'' آپ نے روزہ رکھ لیا۔ابوبکر راوی نے کہا کہ مجھے بیان کرنے والے صحابی نے کہا: ''میں نے آپ کو العرج کے مقام پر دیکھا۔آپ زیادہ گرمی یا پیاس کی وجہ سے اپنے سر اقدس پر پانی انڈیل رہے تھے۔پھر آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بعض

لوگوں نے اس وقت روزہ رکھا جب آپ نے روزہ رکھا۔" جب آپ کدید کے مقام تک پہنچے تو پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے نوش فرما لیا۔ صحابہ کرام نے بھی روزہ کھول دیا۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا۔ جب آپ عسفان تک پہنچے تو پانی منگوایا۔ برتن بلند فرمایا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔"

امام مسلم نے روایت کیا ہے۔" آپ نے برتن منگوایا۔ جس میں پانی تھا۔ اسے دن کے وقت پی لیا۔ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ نہ رکھا حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یہ رمضان المبارک کی بات ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: "آپ نے سفر میں روزہ رکھا بھی اور نہ بھی رکھا جو چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ افطار کر دے۔"

ابو یعلی اور امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ، ابن حبان نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ایک گرم دن میں نہر کے کنارے پر سے گزرے۔ بہت سے صحابہ کرام پیدل تھے۔ صحابہ کرام نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپنے خچر پر سوار تھے۔ آپ اس پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: "اے لوگو! پانی پی لو۔" وہ انتظار کرنے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں سوار ہوں تم پیدل ہو۔" وہ آپ کا انتظار کرنے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ جب انہوں نے انکار کر دیا تو آپ نے ران مبارک کو گھمایا۔ نیچے تشریف لائے پانی نوش فرمایا۔ صحابہ کرام نے بھی پانی پی لیا۔ آپ کا ارادہ نہ تھا کہ آپ پانی پئیں۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے رمضان المبارک میں آپ کے ساتھ سفر کیا۔ حتیٰ کہ آپ عسفان پہنچ گئے۔ آپ نے پانی کا برتن منگوایا۔ دن کے وقت پانی پی لیا تاکہ صحابہ کرام آپ کو دیکھ لیں۔ آپ نے روزہ نہ رکھا حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے "آپ نے سفر میں روزہ رکھا اور نہ بھی رکھا۔ جو چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ روزہ افطار کر لے۔"

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم رمضان المبارک میں شدید گرمی میں آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ شدید گرمی کی وجہ سے ہم میں سے ایک اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیتا تھا۔ ہم میں سے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔"

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سفر میں روزہ رکھ بھی لیتے تھے اور افطار بھی کرتے تھے۔"

دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ سفر میں روزہ رکھ بھی لیتے تھے اور چھوڑ بھی دیتے تھے۔"

دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک میں سفر فرمایا۔

بعض صحابہ کرام نے روزہ رکھا ہوا تھا اور بعض نے روزہ نہ رکھا ہوا تھا۔ جب آپ اپنی سواری پر جلوہ افروز ہوئے تو دودھ یا پانی کا پیالہ منگوایا اسے اپنے کجاوے یا ہاتھ پر رکھا۔ پھر صحابہ کرام کی طرف دیکھا۔ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں سے کہا: "روزہ کھول دو۔"

عبدالرزاق نے معمر سے، عن ایوب، عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال روانہ ہوئے۔ حافظ ضیاء المقدسی نے "الاحکام" میں لکھا ہے کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کا سال تھا۔ جس نے اسے خیبر کا سال کہا ہے اسے وہم ہوا ہے۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

آپ کے نفلی روزے

اس میں کئی انواع ہیں:

◆ ۱ نفلی روزہ کی دن کے وقت نیت

امام شافعی، امام احمد، مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟" ہم نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "پھر میں روزہ سے ہوں۔" جب آپ واپس آئے تو میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں ہدیہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے پاس زیارت کے لیے کچھ لوگ آئے۔ میں نے آپ کے لیے کچھ چھپا کر رکھا ہے۔" آپ نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "حلوہ" میں اسے آپ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "میں صبح کے وقت روزہ دار تھا۔"

◆ ۲ آپ کے نفلی روزے اختصار کے ساتھ

امام احمد، بخاری اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم گمان کرنے لگتے کہ آپ روزے نہ چھوڑیں گے پھر آپ روزے نہ رکھنے شروع کرتے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے کہ آپ کبھی بھی روزہ نہ رکھیں گے۔"

امام احمد، ابو یعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے عثمان بن سعید کے، ابن معین نے ضعیف اور ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے) ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ آپ لگاتار روزے رکھتے۔ حتیٰ کہ ہم گمان کرتے کہ آپ کا ارادہ ہے کہ سال بھر میں روزے نہ چھوڑیں گے۔ پھر آپ روزے نہ رکھتے۔ حتیٰ کہ ہم گمان کرتے کہ آپ کا ارادہ ہے کہ آپ سال بھر میں روزے نہ رکھیں گے۔ مگر شعبان میں روزہ رکھنا آپ کو از حد پسند تھا۔"

مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ روزے رکھنے لگتے حتیٰ کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے۔ پھر آپ روزہ نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزے نہ رکھیں گے۔"

امام احمد، شیخین اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ لگا تار یوں روزے رکھتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے۔ پھر آپ لگا تار روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہ رکھیں گے۔"

امام مالک، امام احمد، شیخین اور ابو داؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھتے۔ حتیٰ کہ ہم کہتے۔ اب آپ روزہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر آپ روزے نہ رکھتے۔ حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

امام نسائی اور ابو یعلیٰ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ لگا تار روزے رکھتے حتیٰ کہ کہا جاتا کہ آپ روزہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہہ اٹھتے کہ اب آپ روزے نہ رکھیں گے۔"

شیخین اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہ رکھے تھے۔ آپ روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ کہنے والا کہتا: "بخدا! آپ اب روزہ نہ چھوڑیں گے۔" پھر آپ لگا تار روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ کہنے والا کہہ اٹھتا کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینہ بھر میں روزے نہیں رکھے۔ جب سے آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے۔"

۳ یوم عاشورا کا روزہ رکھنا

ائمہ میں سے امام مالک، شافعی، احمد، شیخین، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عاشوراء کا وہ دن تھا جس دن قریش جاہلیت میں روزہ رکھتے تھے۔ آپ بھی جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ آئے تو اس دن روزہ رکھا۔ اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے یہ فرض تھے تو آپ نے عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا۔ جو چاہتا اس روز روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا وہ ترک کر دیتا۔"

امام شافعی، احمد، شیخین اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشوراء کا روزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رکھتے تھے۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا: "عاشوراء ایام اللہ میں سے ہے۔ جو چاہے وہ روزہ رکھ لے جو چاہے وہ اسے چھوڑ دے۔"

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ ہمیں اس پر ابھارتے تھے اور اپنے ہاں اس کی نگرانی فرماتے تھے۔" جب رمضان المبارک کے

روزے فرض ہوئے تو آپ نے ہمیں اس کا حکم نہ دیا۔ نہ منع کیا۔ نہ ہی اپنے پاس اس کی پاسداری کی۔"

ابن ابی عاصم اور ابن مندہ نے حضور اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے انہیں پوچھا: "یہ کیسا دن ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ ایک مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکرادا کرتے ہوئے روزہ رکھا تھا۔ ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ قریبی اور مستحق ہیں۔ آپ نے اس روز روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ یہودیوں کی ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے عاشوراء کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: "تم نے یہ روزہ کیوں رکھا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "اس دن اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو غرق ہونے سے نجات عطا کی تھی۔ فرعون اس میں غرق ہوا تھا۔ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری تھی۔ حضرات نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے شکرادا کرتے ہوئے روزہ رکھا تھا۔" آپ نے فرمایا: "ہم حضرات نوح اور موسیٰ علیہما السلام کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس روز روزہ رکھنے کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔" آپ نے صحابہ کرام کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو کسی روز روزہ کی کوشش فرماتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جتنی کوشش آپ عاشوراء کے روز فرماتے تھے اور جتنی سعی جمیل آپ رمضان المبارک میں فرماتے تھے۔"

عبداللہ بن امام احمد اور بزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اس کا حکم فرماتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ رمضان المبارک کے بعد جس روزہ کی سب سے زیادہ خواہش فرماتے تھے وہ عاشوراء کا روزہ ہوتا تھا۔

امام مسلم اور برقانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر میں آئندہ سال تک اس جہان رنگ و بو میں رہا تو محرم الحرام میں نو کو ضرور روزہ رکھوں گا۔" آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں آپ کا عاشوراء کا روزہ رہ نہ جائے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: "اس اندیشہ کے پیش نظر کہ عاشوراء رہ نہ جائے۔" آپ اس روز روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے لیکن آئندہ سال سے قبل ہی آپ کا وصال ہو گیا۔"

رجب اور شعبان کے روزے رکھنا

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رمضان المبارک کے بعد رجب اور شعبان کے مہینوں کے پورے روزے رکھتے تھے۔

امام مالک، احمد، شیخین اور ائمہ اربعہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے سوائے رمضان المبارک کے کسی اور مہینے میں پورے روزے رکھے ہوں۔'' ابن ماجہ کی روایت میں ہے: ''میں نے آپ کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے روزے آپ شعبان المعظم میں رکھتے تھے۔ آپ چند روز کے علاوہ سارا شعبان روزے رکھتے تھے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ شعبان کے تھوڑے ایام کے روزے ہی چھوڑتے تھے۔ بلکہ آپ سارے شعبان کے روزے رکھ کر اسے رمضان المبارک کے ساتھ ملا دیتے تھے۔'' امام نسائی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ شعبان المعظم اور رمضان المبارک کے روزے رکھتے تھے۔''

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سوائے شعبان اور رمضان کے۔''

امام احمد اور نسائی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل رہتے ہیں۔ یہ رجب اور رمضان المبارک کے مابین ہوتا ہے۔ اس ماہِ مقدس میں اعمال رب تعالیٰ کے حضور اٹھائے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل اٹھایا جا رہا ہو تو میں روزے سے ہوں۔''

ابونعیم نے المعرفۃ میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ ترک نہ فرماتے تھے۔'' آپ سے عرض کی گئی: ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ان دو ایام کے روزے ترک نہیں کرتے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان دو ایام میں اعمال رب تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان میں میرا اصالح عمل پیش کیا جائے۔''

ابو یعلیٰ نے حسن اسناد کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ شعبان کے سارے ایام کے روزے رکھتے تھے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سارے مہینوں میں سے آپ کو پسندیدہ ماہِ شعبان ہے جس میں آپ روزے رکھتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ اس سال میں ہر نفس کو

آنے والی موت لکھ دیتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے وصال کے بارے میں لکھا جا رہا ہو تو میں روزے سے ہوں۔"

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت کثیر بن مرہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "شعبان المعظم کے نصف کی رات کو رب تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ سب کو بخش دیتا ہے۔ سوائے مشرک اور قطع تعلقی کرنے والے کے۔" آپ شعبان کے ایام کے روزے اس طرح نہ رکھتے تھے کہ رمضان المبارک داخل ہوتا اور آپ روزے سے ہوتے۔"

۵ ذوالحجۃ کے پہلے نو روز روزہ رکھنا

امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ھنید ہ بن خالد سے، انہوں نے اپنی کسی زوجہ سے اور انہوں نے کسی ام المؤمنین (امام نسائی نے ان کا نام حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لکھا ہے) روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نو ذوالحجۃ کو روزہ رکھتے تھے۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چار امور آپ کبھی بھی ترک نہ فرماتے تھے: (۱) عاشوراء کا روزہ (۲) ذوالحجہ کے روزے (۳) ہر ماہ کے تین روزے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں۔"

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو ذوالحجۃ میں کبھی بھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

الطبرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر آپ کے رمضان المبارک کے بعض روزے رہ جاتے تو آپ انہیں ذوالحجۃ کے پہلے ایام میں قضا فرما لیتے تھے۔"

شیخین نے حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے ہاں لوگوں کو یوم عرفہ کے بارے شک گزرا کہ آپ نے اس روز روزہ رکھا ہے یا کہ نہیں۔ بعض نے کہا کہ آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپ اپنے اونٹ پر کھڑے تھے۔ آپ نے اسے نوش کر لیا۔"

شیخین نے حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "لوگوں کو شک گزرا کہ آپ نے یوم عرفہ کو روزہ رکھا ہے یا کہ نہیں، انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپ اس وقت موقف میں کھڑے تھے۔ آپ نے اسی سے نوش فرمایا اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔"

حضرت ابن عمر نے فرمایا: "میں نے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے ساتھ یوم عرفہ کو حج کیا۔ یہ حضرات قدسی اسی روز روزہ نہ رکھتے تھے۔ میں بھی اس روز روزہ نہیں رکھتا۔ نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔"

◆ ہفتے میں سے کچھ ایام اور ایامِ بیض کے روزے

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ سوموار اور جمعرات کے ایام میں روزے رکھتے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ سوموار اور جمعرات کو کیوں روزے رکھتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے سوائے ان دو افراد کے جو ایک دوسرے سے ناراض ہوں۔ ان کے بارے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ باہم صلح کر لیں میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش کیے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔''

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کوشش فرما کر سوموار اور جمعرات کے دن کے روزے رکھتے تھے۔''

امام احمد، ابوداؤد، نسائی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اتنے روزے رکھتے ہیں کہ قریب ہوتا ہے کہ اب آپ روزے نہ چھوڑیں گے۔ پھر اتنے روزے نہیں رکھتے کہ قریب ہوتا ہے کہ آپ روزے نہ رکھیں گے سوائے دو ایام کے۔ اگر آپ کے معمول کے روزوں میں وہ آجائیں تو بہتر ورنہ آپ ان ایام میں ضرور روزے رکھتے ہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''کون سے دو دن؟'' میں نے عرض کی: ''سوموار اور جمعرات کے دن۔'' آپ نے فرمایا: ''ان دو ایام میں اعمال رب تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔''

امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سوموار کے روزہ کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔''

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ سفر و حضر میں ایامِ بیض کے روزے نہ چھوڑتے تھے۔''

امام احمد نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر ماہ کے ایامِ بیض کے روزے ترک نہ کرتے۔''

امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذہ العدویہ رحمہا اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا آپ ہر ماہ تین ایام کے روزے رکھتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: ''آپ مہینے کے کن ایام میں روزے رکھتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ یہ پرواہ نہ کرتے تھے کہ آپ کن ایام کے روزے رکھتے تھے۔''

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی اکرم ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے۔ (۱) سوموار (۲) جمعرات (۳) پھر آئندہ سوموار۔"

امام نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے۔ (۱) سوموار (۲) جمعرات (۳) آئندہ سوموار۔" دوسری روایت میں ہے: "مہینے کے پہلے سوموار کو پھر جمعرات کو پھر اگلی جمعرات کو۔"

امام احمد، نسائی اور ابو داؤد نے ہنیدہ بن خالد خزاعی سے وہ اپنی زوجہ اور وہ کسی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ہر مہینے کے تین ایام میں روزے رکھتے تھے: (۱) مہینہ کا پہلا سوموار اور دو جمعرات کے دن۔" ابن جوزی نے لکھا ہے کہ یہ روایت حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی طرف سے معروف ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کیا ہے کہ "آپ ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار، سوموار کے دوسرے مہینے کے منگل، بدھ اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔"

بزار نے حضرت ابن عباس سے اور بزار اور ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو آپ کو روزہ کے بغیر نہ دیکھا گیا۔" ان دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے۔

خاتمہ

سابقہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے مہینے میں روزے کئی اعتبار سے ہوتے تھے۔

- ۱ آپ سوموار، جمعرات اور سوموار کے روزے رکھتے تھے۔
- ۲ آپ مہینے کے پہلے سوموار پھر جمعرات اور پھر جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔
- ۳ آپ ایک مہینے میں ہفتہ، اتوار اور سوموار کے اور دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔
- ۴ آپ مہینے کی ابتداء میں تین روزے رکھتے تھے۔
- ۵ آپ غیر معین تین روزے رکھتے تھے۔
- ۶ آپ ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزے رکھتے تھے۔ اسی لیے انہیں ایام بیض کہا جاتا ہے کیونکہ ان ایام میں سے چاند رات کے ابتدائی حصہ سے لے کر آخری حصہ تک رہتا ہے۔ ان ایام کے علاوہ مہینے کے اور کوئی ایام تمام کے تمام روشن نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کی راتیں بھی اور دن بھی روشن ہوتے ہیں۔ اس کا قول صحیح ہے جس نے یہ کہا ہے: "ایام بیض اپنے وصف پر ہیں کامل دن اپنی رات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں جوابقی کے قول کا رد ہے۔ اس نے کہا ہے: "الایام البیض" اس نے بیض کو ایام کی صفت بنایا ہے۔ یہ لغزش ہے۔

تنبیہات

◆ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ کیوں رکھتے تھے۔ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ قریش نے جاہلیت میں ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ وہ ان کے سینوں میں عظیم لگا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کی توبہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ عاشوراء کا روزہ۔

◆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔" اس سے مراد سفر ہجرت ہے۔ جیسے کہ علماء نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ہمارے زمانہ کے بعض طالب علموں نے کہا ہے کہ یہ اور سفر تھا اور آپ نے اپنے وصال سے صرف ایک سال قبل روزے رکھے تھے۔" یہ کلام درست نہیں سابقہ علماء کرام میں سے کسی ایک کا ایک یہ قول نہیں ہے۔"

◆ مسلم اور برقانی نے حکم بن الاعرج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے بارے پوچھا: "انہوں نے فرمایا: "تم اس کی کس حالت کے بارے پوچھ رہے ہو؟" میں نے عرض کی: "اس کے روزے کے بارے میں کہ کس دن کو میں روزہ رکھوں۔" انہوں نے فرمایا: "جب تم محرم کا چاند دیکھو تو شمار کرنے لگو۔ نو محرم کی صبح کو تمہارا روزہ ہونا چاہیے۔" میں نے پوچھا: "کیا آپ اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں!"

◆ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اس وقت کی تعیین ہوگئی جب میں عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ یہ آپ کے مدینہ طیبہ میں تشریف کی ابتداء میں تھا۔ بلاشبہ آپ کی تشریف آوری ربیع الاول میں تھی۔ دوسرے سال کی ابتداء تک معاملہ اسی طرح رہا۔ دوسرے سال رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اسی طرح عاشوراء کے روزے کا معاملہ صرف ایک سال ہوا۔ پھر اس کا معاملہ نفلی روزے رکھنے والے کے سپرد کر دیا گیا۔

◆ بعض محدثین نے حضرت ابن عباس کی روایت میں اشکال دیکھا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں ربیع الاول میں جلوہ افروز ہوئے۔ پھر حضرت ابن عباس نے یہ کیسے کہا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ آئے تو یہودیوں کو دیکھا۔ وہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔" ابن قیم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں کہ اسی روز ہی آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ تو ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ لیکن آپ کو اس کا علم اس وقت ہوا۔ اور یہ واقعہ آپ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔ مکہ مکرمہ میں اس طرح نہ ہوا تھا۔"
الحافظ نے لکھا ہے: "اس کی غایت یہ ہے کہ اس میں کچھ عبارت محذوف ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے" آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ یوم عاشوراء تک وہیں قیام فرما رہے۔ یہود کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔" ایک احتمال یہ بھی ہے کہ

وہ یہود یوم عاشوراء کا حساب شمسی سالوں سے کرتے ہوں۔"

◆ حدیث پاک میں ہے۔آپ شعبان کا اکثر مہینہ روزے رکھتے تھے۔امام ترمذی نے حضرت ابن المبارک سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" کلام عرب میں جائز ہے کہ جب کوئی کسی مہینے کے اکثر ایام کے روزے رکھے تو کہتے ہیں۔"اس نے سارے مہینے کے روزے رکھے یافلاں نے ساری رات قیام کیا۔شاید اس نے کھانا بھی کھایا ہو اور کسی اور معاملہ میں مصروف بھی رہا ہو۔"امام ترمذی نے کہا ہے کہ ابن مبارک دو روایتوں کے مابین تطبیق کرتے تھے۔"اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی روایت نے دوسری کی تشریح کی ہے۔اس کو مخصوص کیا ہے اور الکل سے مراد الاکثر ہے۔یہ مجاز ہے اور قلیل الاستعمال ہے۔لیکن الطیبی نے اسے بعید سمجھا ہے اور انہوں نے کہا ہے:"اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ کبھی تو شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھتے تھے۔اور کبھی اس کا اکثر حصہ روزے رکھتے تھے تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ اس کے سارے روزے فرض ہیں جیسے کہ رمضان المبارک۔"

ابن المنیر نے کہا ہے:"حضرت ام المومنین کے فرمان کو مبالغہ پر محمول کیا جائے گا اور مراد اکثر ہے یا یہ کہ ان کا دوسرا قول پہلے قول سے متاخر ہے۔پہلے انہوں نے آپ کے پہلے معمول کے بارے بتایا کہ آپ اکثر شعبان کو روزے سے گزارتے تھے۔پھر انہوں نے آپ کے دوسرے معمول کے بارے بتایا کہ آپ سارا شعبان روزے رکھتے تھے۔"الحافظ نے لکھا ہے:"یہ تکلف کسی پر مخفی نہیں ہے۔پہلا موقف ہی درست ہے۔"

✿✿✿✿

ساتواں باب

اعتکاف، آخری عشرہ میں خوب کوشش فرمانا اور لیلۃ القدر کو تلاش کرنا

طیالسی اور (حارث) نے حسن سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اعتکاف بیٹھے۔ اتفاق سے وہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔۔۔۔

ایک جماعت نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ شب بیداری کرتے۔ اہلِ خانہ کو جگاتے، کوشش فرماتے اور تہ بند کس لیتے تھے۔''

امام احمد اور امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک میں اتنی کوشش فرماتے تھے کہ اس کے علاوہ کسی اور مہینے میں اتنی کوشش نہ فرماتے تھے۔''

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''پہلے بیس روزوں میں تو آپ کبھی نماز پڑھتے اور کبھی سو جاتے ہوتے تھے۔ لیکن آخری عشرہ آتا تو آپ بھرپور کوشش اور جدوجہد فرماتے تھے۔''

امام احمد اور شیخین نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے یہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔''

شیخین نے ان ہی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر رمضان المبارک میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ آپ صبح کی نماز پڑھتے اور اس جگہ تشریف لے جاتے جہاں آپ نے اعتکاف بیٹھنا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ارادہ کیا کہ آپ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں۔ آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ خیمہ لگا دیا گیا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اذن طلب کیا کہ وہ اعتکاف بیٹھ جائیں۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی خیمہ لگا لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی خیمہ لگا لیا۔ جب آپ نمازِ صبح سے واپس تشریف لائے تو آپ نے چار خیمے ملاحظہ فرمائے۔ پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' ان کے متعلق بتایا گیا تو فرمایا: ''اس امر پر انہیں کس چیز نے ابھارا ہے کیا اس سے وہ نیکی حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ میں اعتکاف نہیں بیٹھتا۔ انہیں اتار دو۔ میں انہیں نہ دیکھوں۔'' ان کو اکھیڑ دیا گیا۔ آپ کے خیمہ کو بھی اکھیڑ دیا گیا۔ آپ اعتکاف نہ بیٹھے حتیٰ کہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔ ایک روایت میں ہے شوال کے پہلے عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''شوال کے بیس روز اعتکاف بیٹھے۔

امام احمد اور ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور

سید المرسلین ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے اہلِ خانہ کو بیدار کرتے تھے اور خوب کوشش فرماتے تھے۔"

امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت نافع سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "آپ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آخری عشرہ آتا تو بستر کو لپیٹ دیتے تھے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کنارہ کش ہو جاتے تھے اور عشاء کو سحر بنا دیتے تھے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ اعتکاف بیٹھتے تھے تو آپ کا بستر یا چارپائی ستون توبہ کے پیچھے رکھی جاتی تھی۔"

امام احمد، امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ہر رمضان المبارک کے دس ایام اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اگر کسی سال آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکتے تو آئندہ سال آپ بیس روز اعتکاف فرماتے تھے۔"

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ ایک سال آپ نے سفر کیا۔ آپ اعتکاف نہ بیٹھے۔ اگلے سال آپ نے بیس روز اعتکاف فرمایا۔"

امام مالک اور ایک جماعت نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے حجرہ میں سے ہی آپ کے سر اقدس کو کنگھی کرتی تھیں۔ حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ آپ صرف انسانی حاجت کے لیے ہی گھر تشریف لاتے تھے۔ ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے۔" اگر آپ کسی مریض کے پاس سے گزرتے تو مڑے بغیر ہی اس کی عیادت کر لیتے تھے۔"

امام احمد نے ابولیلیٰ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے قبہ میں اعتکاف فرمایا۔

الطبرانی نے نضر بن یزید البہرتیری کی سند سے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کھجور کے پتوں کے قبہ میں اعتکاف بیٹھے۔ جس کا دروازہ چٹائی کا تھا۔ جبکہ صحابہ کرام مسجد میں تھے۔"

امام مالک نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ آپ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے تھے۔ مگر آپ ضروری حاجت کے لیے حجرات مقدسہ میں تشریف لے جاتے تھے۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ میں رات کے وقت آپ کی زیارت کے لیے آئی۔ میں نے آپ سے گفتگو کی پھر واپس جانے کے لیے اٹھی۔ آپ بھی میرے ساتھ اٹھے۔"

امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ پھر ترکی قبہ میں وسطی عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ اس کے دروازے پر چٹائی تھی۔ آپ نے اپنے دستِ اقدس سے چٹائی پکڑی اسے قبہ کی ایک سمت کیا۔ سر اقدس باہر نکالا اور لوگوں سے گفتگو کی۔ صحابہ کرام آپ کے قریب ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے پہلے عشرہ میں اعتکاف بیٹھا۔ پھر دوسرے عشرہ میں اعتکاف بیٹھا۔ پھر اسے میرے پاس لایا گیا۔ مجھے کہا گیا کہ یہ آخری عشرہ میں ہے جو تم میں سے اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔'' صحابہ کرام نے آپ کے ہمراہ اعتکاف کیا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ یہ طاق رات میں تھی۔ میں اس کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔ وہ اکیس رمضان المبارک کی رات تھی۔'' آپ نماز صبح کے لیے آئے آسمان سے بارش ہوئی تھی۔ مسجد کی چھت ٹپکی۔ میں نے مٹی اور پانی کو دیکھا۔ آپ نمازِ صبح کے بعد تشریف لائے تو آپ کی جبین اطہر اور بینی مبارک پر مٹی اور پانی لگا ہوا تھا۔ یہ آخری عشرہ کی اکیسویں رات تھی۔''

امام مالک، امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم آپ کے ساتھ وسطی عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔ جب بیس رمضان المبارک کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنا سامان منتقل کیا۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین آئے اور کہا: ''جسے آپ تلاش کر رہے ہیں۔ وہ آپ کے آگے ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: ''جو اعتکاف بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی اعتکاف کی جگہ پر لوٹ جائے۔ مجھے آج رات لیلۃ القدر دکھادی گئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔'' جب آپ اپنی اعتکاف کی جگہ پر آئے تو اس دن کے آخری حصہ میں بارش برسی مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ میں نے آپ کی بینی مبارک اور جبین اطہر پر پانی اور مٹی کے اثرات دیکھے۔''

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سال پہلے عشرے میں پھر دوسرے عشرے میں اور پھر تیسرے عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اس میں لیلۃ القدر دیکھی پھر مجھے بھلا دی گئی۔'' آپ آخری عشرے میں ہی اعتکاف بیٹھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابوبکر، احمد بن عمر اور ابو عاصم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: '' آپ نے رمضان المبارک کی ایک رات کو اس حجرہ میں قیام فرمایا۔ جسے کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ آپ پر پانی کا ڈول انڈیلا گیا۔''

انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب رمضان المبارک آتا تو آپ کبھی قیام فرما لیتے اور کبھی سو جاتے۔ لیکن جب آخری عشرہ آتا تو تہ بند کس لیتے تھے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کنارہ کش ہو جاتے۔ دو اذانوں کے مابین غسل فرماتے اور عشاء کو سحر بنا دیتے۔''

آپ کا حج اور عمرہ

پہلا باب

حج کی ابتداء کے وقت کے بارے اختلاف

الحافظ اس کی فرضیت کی ابتداء کے بارے لکھتے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ حج ہجرت سے پہلے فرض تھا۔ یہ قول شاذ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد فرض ہوا۔اس کے سال میں اختلاف ہے۔جمہور علماء کرام کا مؤقف یہ ہے کہ چھ ہجری کو فرض ہوا۔امام رافعی نے السیر میں اس کو صحیح کہا ہے۔"الروضہ" میں انہوں نے اس کے بارے میں شبہ ڈالا ہے۔ المجموع میں اسے اصحاب سے نقل کیا ہے۔ابن الرافعہ نے اسی قول کو درست کہا ہے۔کیونکہ اسی سال یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرۃ:۱۹۶)

ترجمہ: اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل کرو۔

اس سے یہی مراد ہے کہ اتمام سے مراد فرض کی ابتداء ہے۔علقمہ کی قرأت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔اسی طرح مسروق اور ابراہیم کی قرأت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔انہوں نے اسے "واقیموا" سے پڑھا ہے۔امام الطبری نے صحیح اسناد سے ان سے روایت کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اتمام سے مراد مشروعیت کے بعد مکمل کرنا ہے۔اس کا تقاضا ہے کہ حج اس سے قبل فرض ہو چکا ہو۔ضمام کے قصہ میں حج کے امر کا ذکر ملتا ہے۔امام واقدی کی روایت کے مطابق وہ ۵ ھ کو آئے تھے۔اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ حج اس سے قبل ۵ ھ کو فرض ہو چکا تھا۔ یا اس کا وقوع اس میں ہو چکا تھا۔اسی لیے امام رافعی نے جزم کے ساتھ یہ قول کیا ہے کہ حج ۵ ھ کو فرض ہوا تھا۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ عکرمہ بن خالد المخزومی نے کہا: "میں اہل مکہ میں سے چند افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی اور کہا: "اگر حج نہیں ہو سکتا تو ہم مدینہ طیبہ سے عمرہ کر لیں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! تمہیں

اس سے کون سی چیز روکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سارے عمرے اپنے حج سے قبل ہی کیے تھے۔ عمرہ کرلو۔" اس روایت کو امام احمد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔"

ابن بطال نے کہا ہے: "اس سے یہی علم ہوتا ہے کہ آپ پر عمرہ کرنے سے قبل حج کی فرضیت کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ پھر یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حج فوراً کرنا تھا یا دیر کے ساتھ؟ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حج دیر کے ساتھ تھا۔"

ابن بطال نے لکھا ہے کہ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ حج کو عمرہ سے جدا کریں۔ یہ اسی کی دلیل ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: "اس میں ہمارا اختلاف ہے۔ کیونکہ نسکین میں سے کسی ایک کی دوسرے پر تقدیم کی صحت فوراً کی نفی کو لازم نہیں کرتی۔ ایک قول ہے کہ یہ آٹھ ہجری، ایک قول کے مطابق نو ہجری اور ایک قول کے مطابق دس ہجری کو فرض ہوا۔ الحافظ نے تخریج احادیث الرافعی میں اس کی صراحت کی ہے۔"

دوسرا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حج فرض کیا تھا جو اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس کی طرف راستہ مشرکین کی قوت کی وجہ سے ممنوع تھا۔ وہ علماء حج کو اس کے وقت سے منتقل کرتے تھے۔ وہ اسے شمسی مہینوں کے حساب سے منتقل کرتے تھے۔ وہ اسے ہر سال گیارہ دن مؤخر کر دیتے تھے۔ استطاعت تو فتح مکہ کے وقت ۸ ھ کو پائی گئی۔ آپ نے جلدی کرنے سے منع فرمایا۔ مشرکین کو اس سے روکا نہیں گیا تھا۔ کیونکہ مقررہ مدت تک اس کے ساتھ معاہدے تھے۔ وہ اپنے تلبیہ میں شرک کرتے تھے۔ وہ عریاں طواف کرتے تھے۔ آپ نے تبوک سے واپسی پر حج کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ فتح مکہ سے کچھ مدت بعد تھا۔ پھر انہوں نے ذکر کیا کہ بقیہ مشرکین حج کرتے تھے۔ وہ عریاں ہو کر طواف کرتے تھے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ آپ نہ تو ان کے تلبیہ میں شرک کو سنیں اور نہ ہی انہیں عریاں دیکھیں۔ آپ نے حج کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر ایک کا عہد اس کی طرف پھینک دیا گیا۔ یہ نو ہجری کی بات ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ جیسے کہ علامہ ماوردی نے الحاوی میں 'باب السیر' سیر الفتح میں لکھا ہے۔ حضرت عتاب بن اسید کو آپ نے مکہ مکرمہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ جب مسلمان اور مشرکین اکٹھے حج کرتے تھے تو مسلمان جدا ہوتے تھے۔ حضرت عتاب بن اسید ان کا دفاع کرتے تھے۔ انہیں وقوف کراتے تھے کیونکہ وہ ان کے امیر تھے۔"

دوسرے سال یعنی ۹ ھ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا۔ آپ نے ان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے عہد کو واپس کرنے کا اعلان کیا جیسے کہ سورۃ براءۃ میں ہے نیز یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ نہ ہی کوئی عریاں طواف کرے۔ جب شرک کی رسوم ختم ہو گئیں۔ جاہلیت کی عادات ختم ہو گئیں تو آپ نے حجۃ الوداع کیا یہ دس ہجری کا واقعہ ہے۔ آپ نے اسی روز فرمایا تھا: "آج زمانہ اپنی اس ہیئت پر پھر گیا ہے جس ہیئت پر یہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

فائدہ

زاد المعاد میں ہے: "ہجرت کے بعد آپ پانچ بار مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ سوائے پہلی بار کے اس وقت آپ حدیبیہ تک تشریف لے گئے تھے۔ آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ چار بار آپ نے میقات سے احرام باندھا۔ جبکہ حدیبیہ کے سال ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ پھر دوسری بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ عمرہ قضاء کیا وہاں تین روز تک جلوہ افروز رہے۔ پھر باہر تشریف لائے۔ پھر تیسری بار تشریف لے گئے۔ یہ عام الفتح تھا۔ آپ احرام کے بغیر داخل ہوئے تھے۔ پھر آپ حنین تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے جعرانہ سے عمرہ کیا تو مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اس وقت رات کو ہی داخل ہوئے اور رات کو ہی باہر تشریف لائے۔ آپ مکہ مکرمہ سے جعرانہ تشریف نہ لے گئے تاکہ عمرہ کریں جیسے اہلِ مکہ آج کل کرتے ہیں۔ اور پانچویں بار آپ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

❀❀❀❀

دوسرا باب

ہجرت سے قبل آپ نے کتنے حج اور عمرے کیے

اس میں دو انواع ہیں۔

❶ آپ نے کتنے حج کیے

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے تین حج کیے تھے۔ دو حج ہجرت سے قبل اور ایک حج ہجرت کے بعد۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ حج کے بعد منیٰ میں عقبہ کے پاس انصار کے وفود کتنی بار حاضر ہوئے تھے۔ اس سے یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کے بعد آپ نے حج نہ کیا ہو۔" سفیان ثوری نے لکھا ہے کہ آپ نے ہجرت سے قبل کئی حج کیے۔ اس روایت کو امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ لکھا ہے۔

ابوالفرج نے اپنی کتاب "منیر العزم الساکن میں لکھا ہے کہ آپ نے ہجرت سے قبل اور بعد میں حج کیے جن کی تعداد کا علم نہیں ہے۔" ابن الاثیر نے لکھا ہے: "ہجرت سے قبل آپ ہر سال حج کرتے تھے۔ آپ نے کبھی حج ترک نہ کیا تھا۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "جس بات میں ذرا بھر شک نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے ہجرت سے قبل کوئی حج بھی ترک نہ کیا تھا۔ آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ کیونکہ قریش جاہلیت میں حج ترک نہ کرتے تھے۔ صرف وہ ہی پیچھے رہتا تھا جو مکہ مکرمہ میں موجود نہ ہوتا تھا یا اسے کمزوری آلیتی تھی۔ وہ کسی دین پر نہ ہوتے ہوئے بھی حج کرنے پر حریص تھے۔ اسے ان مفاخر میں شمار کرتے تھے جن کی بناء پر وہ دیگر اہلِ عرب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ پھر آپ کے بارے کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ آپ نے حج ترک کر دیا ہو۔ حضرت جبیر بن مطعم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں آپ کو دیکھا۔ آپ عرفہ میں وقوف فرما تھے۔ یہ آپ کے لیے رب تعالیٰ کی توفیق تھی۔ آپ تین سال لگاتار منیٰ میں قبائل عرب کو اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔"

امام سہیلی نے لکھا ہے: "حقیقت میں آپ کی طرف صرف حجۃ الوداع کو ہی منسوب کرنا چاہیے اگرچہ آپ نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ جیسے کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ مگر یہ حج کے طریقہ اور اس کے کمال پر نہ تھا۔ کیونکہ آپ اپنے امر میں مغلوب تھے۔ حج اپنے وقت سے بھی تبدیل تھا۔ کیونکہ قریش سال اور مہینہ کے اعتبار سے اسے منتقل

کردیتے تھے۔ ہر سال اسے گیارہ روز مؤخر کردیتے تھے۔"

۲ عمروں کی تعداد

آپ نے چار عمرے کیے۔ تمام عمرے ذوالقعدہ میں کیے۔

- ۱ عمرۃ الحدیبیہ۔ یہ پہلا عمرہ تھا جو ۶ ھ میں کیا۔ مشرکین نے آپ کو بیت اللہ سے روک دیا۔ آپ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کے جانور ذبح کردیے تھے۔ آپ نے اور صحابہ کرام نے اپنے سروں کے حلق کرالیے تھے۔ انہوں نے اپنے احرام کی وجہ سے حلق کرائے اور اس سال واپس آگئے۔
- ۲ اگلے سال عمرۃ القضاء۔ اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ وہاں تین روز قیام کیا۔ عمرہ مکمل کرنے کے بعد واپس آئے۔
- ۳ جعرانہ سے عمرہ۔ جب آپ حنین کی طرف تشریف لے گئے پھر مکہ مکرمہ آئے جعرانہ سے عمرہ کیا۔
- ۴ وہ عمرہ جسے حج کے ساتھ ادا کیا تھا۔

اس مؤقف کے کچھ دلائل

امام احمد، شیخین نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور حضرت ابن عمر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ہم ان کی مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے۔ میں نے پوچھا: "ابوعبدالرحمان! کیا آپ نے رجب میں عمرہ کیا؟" انہوں نے کہا: "ہاں! میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کہا: "امی جان! آپ سن رہی ہیں کہ ابوعبدالرحمان کیا کہہ رہے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "وہ کیا کہہ رہے ہیں؟" میں نے کہا: "وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم کرے۔ آپ نے رجب میں کوئی عمرہ نہ کیا۔ آپ کے ہر عمرہ کو انہوں نے دیکھا۔ آپ نے کوئی بھی عمرہ رجب میں نہ کیا۔" حضرت ابن عمر یہ سن رہے تھے۔ انہوں نے ہاں اور نہ ہی ناں کہا۔ بلکہ خاموش رہے۔"

شیخین اور دارقطنی نے حضرت مجاہد بن جبر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور حضرت عروہ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے ساتھ حضرت ابن عمر تشریف فرما تھے۔ ہم نے ان سے سوال کیا: "حضور اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کیے تھے؟" انہوں نے فرمایا: 'چار۔ ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ ہم نے انہیں جواب دینا پسند نہ کیا۔ ہم نے حجرہ مقدسہ میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی۔ حضرت عروہ نے عرض کی: "ام المؤمنین! کیا آپ سن رہی ہیں جو کچھ ابوعبدالرحمان کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "وہ کیا کہہ رہے ہیں؟" انہوں نے کہا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے چار عمرے کیے۔ ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا۔" انہوں نے

فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضرت ابوعبدالرحمان پر رحم کرے۔ حضور اکرم ﷺ کے ہر عمرہ کے وقت یہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے کبھی بھی عمرہ رجب میں نہ کیا تھا۔"

امام احمد، شیخین، ابوداؤد، ترمذی اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے چار عمرے کیے اور یہ چاروں عمرے ذوالقعدہ میں کیے۔ سوائے اس عمرہ کے جسے حج کے ساتھ کیا تھا۔ حدیبیہ کے زمانہ میں عمرہ ذوالقعدہ میں، اگلے سال بھی عمرہ ذوالقعدہ میں اور جعرانہ نے عمرہ بھی ذوالقعدہ میں کیا اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا۔"

امام بخاری نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "آپ نے کتنے عمرے کیے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "چار۔ وہ عمرہ جس میں مشرکین نے آپ کو بیت اللہ سے روک دیا تھا۔ یہ ذوالقعدہ میں تھا۔ اگلے عمرہ بھی ذوالقعدہ میں تھا جس وقت قریش نے آپ کے ساتھ صلح کی تھی۔ جعرانہ کا عمرہ۔ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا یہ بھی ذوالقعدہ میں تھا۔ اور آپ کے حج کے ساتھ آپ کا عمرہ۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے چار عمرہ کیے تھے۔

امام احمد ائمہ ثلاثہ، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ابن سعد نے اسے محرش الکعبی سے روایت کیا ہے کہ آپ رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کرنے کے لیے نکلے۔ رات کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ عمرہ کیا۔ پھر اسی رات جعرانہ تشریف لے آئے۔ آپ صبح جعرانہ تھے گویا کہ آپ نے رات اسی جگہ بسر کی تھی۔ جب دوسرے روز سورج ڈھلا۔ تو بطن سرف کے رستہ باہر نکلے۔ بطن سرف پر عام رستے پر آگئے۔ اسی لیے اکثر لوگوں کو آپ کے اس عمرہ کا علم نہ ہوسکا۔

امام احمد، مسدد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے تین عمرے کیے۔ یہ سارے عمرے ذوالقعدہ میں تھے۔ آپ تلبیہ کہتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے حجر اسود کو استلام کرلیا۔" مسدد نے لکھا ہے کہ ہر بار حجر اسود کو استلام کرنے سے پہلے آپ نے تلبیہ منقطع نہ کیا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حج سے قبل آپ نے عمرہ کیا۔ ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے تین عمرے کیے تھے۔ (ابویعلیٰ، احمد)

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ طائف سے تشریف لائے تو جعرانہ نزول اجلال فرمایا۔ وہاں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ پھر وہاں سے عمرہ کیا۔ شوال کی دو راتیں باقی تھیں۔"

امام احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے چار عمرے کیے۔ ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا۔"

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابن سعد، بیہقی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا

اورانہوں نے فرمایا: "آپ نے چار عمرے کیے عمرۃ الحدیبیہ، اسی کا نام عمرۃ الحصر، آئندہ سال عمرۃ القضاء، عمرۃ الجعرانہ، اپنے حج کے ساتھ عمرہ۔

ابن سعد نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے حدیبیہ کے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کیا، حدیبیہ کے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اور جعرانہ سے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔اسی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "آپ نے تمام عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔"

ابن سعد نے حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔"

انہوں نے حضرت عامر الشعبی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔" انہوں نے ابن جریج کی سند سے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔ انہوں نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حج کرنے سے قبل تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے۔

تنبیہات

1. الہدیٰ میں ہے "آپ کے سارے عمرے اشہر حج میں ہی تھے۔تاکہ مشرکین کی عادت کی مخالفت ہو سکے۔وہ اشہر حج میں عمرہ کرنا ناپسند کرتے تھے۔وہ اسے بڑے گناہوں میں شمار کرتے تھے۔

2. آپ نے سال میں صرف ایک ہی عمرہ کیا۔بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ آپ نے ایک سال میں دوبار عمرہ کیا۔" انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو عمرے کیے۔ایک ذوالقعدہ میں دوسرا شوال میں۔"

علماء نے لکھا ہے کہ اس ذکر سے مراد تعداد بیان کرنا مقصود نہیں کہ آپ نے کتنے عمرے کیے تھے حضرت انس ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم سب نے کہا ہے کہ آپ نے چار عمرے کیے تھے۔مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک سال میں دو عمرے کیے ایک بار ذوالقعدہ میں اور دوسری بار شوال میں" اگر یہ روایت محفوظ ہے تو پھر یہ ان کی طرف سے وہم ہے۔کیونکہ اس طرح نہیں ہوا تھا۔عمروں کی تفصیلات گزر چکی ہیں کہ آپ نے کب عمرے کیے۔جب آپ شوال میں عمرہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے لیکن شوال میں دشمن سے سامنا ہو گیا۔اس میں آپ مکہ مکرمہ سے نکلے۔دشمن کے معاملہ سے فارغ ہو کر آپ نے عمرہ کیا۔یہ عمرہ ذوالقعدہ کو رات کے وقت کیا تھا۔آپ نے ایک سال میں دو عمرے کبھی بھی نہ کیے تھے۔نہ ہی اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد۔جو شخص آپ

کی سیرت طیبہ، آپ کے ایام اور احوال سے آگاہ ہے اسے اس میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔"

۳ زاد المعاد میں ہے "یہ کسی نے نہیں کہا کہ آپ نے حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کیا ہو۔ یہ گمان صرف عوام کا اور ان لوگوں کا ہے جنہیں سنت مطہرہ کی خبر نہیں ہے۔

۴ جس نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے حج میں مطلق عمرہ کیا ہی نہ تھا تو سنت صحیحہ مستفیضہ اسے باطل کرتی ہے جسے رد کرنا ممکن نہیں ہے۔

۵ جس نے یہ کہا ہے کہ آپ نے ایک عمرہ کیا۔ پھر احرام کھول دیا۔ پھر حج کے لیے مکہ مکرمہ سے احرام باندھا۔ صحیح احادیث اس قول کو باطل کرتی ہیں اور اس کی تردید کرتی ہیں۔

۶ امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے حج سے قبل ذوالقعدہ میں دو عمرے کیے تھے۔" ابوداؤد نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم ﷺ کے عمروں کے بارے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے دو عمرے کیے تھے۔" ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ابن عمر جانتے ہیں کہ آپ نے اس عمرے کے علاوہ تین عمرے کیے جسے آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ ملایا تھا۔"

زاد المعاد میں ہے: "انہوں نے تنہا اور مستقل عمروں کا ارادہ کیا جو بلاشبہ وہ دو ہی ہیں۔ عمرۃ القران مستقل نہ تھا۔ اور حدیبیہ کے عمرہ سے آپ کو روک دیا گیا تھا۔ آپ کے اور اس کی تکمیل کے مابین رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔" انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ روایت میں تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا فرمان ہے: "آپ نے حج اور عمرہ کو ملایا تھا۔" کیونکہ ان کا ارادہ وہ عمرہ تھا جو تنہا ہوا تھا۔" بلاشبہ ایسے عمرے دو ہی ہیں۔ عمرۃ القضا اور عمرۃ الجعرانہ۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دو مستقل عمروں کا ارادہ کیا۔ عمرۃ القران مستقل نہ تھا۔ جبکہ عمرۃ الحدیبیہ سے آپ کو روک دیا گیا تھا۔ بلاشبہ یہ چار عمرے بنتے ہیں۔

۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ نے چار عمرے کیے۔ وہ تمام کے تمام ذوالقعدہ میں تھے سوائے اس کے جو آپ کے حج کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد میں ہے: "یہ قول حضرت ام المومنین اور حضرت ابن عباس کے سابقہ اقوال کے مخالف نہیں ہے کہ آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے۔ کیونکہ عمرۃ القران کی ابتداء ذی القعدہ میں ہوئی تھی اور اس کی انتہاء حج کے اختتام کے ساتھ ذوالحجۃ میں ہوئی تھی۔ ام المومنین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی ابتداء کے بارے بتایا جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی انتہاء کے بارے بتایا۔

۸ حضرت عروہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ رجب میں عمرہ کرتے تھے۔ الہدیٰ میں ہے: "یہ لغزش ہے۔ آپ کا عمرہ مضبوط اور محفوظ ہے۔ ان میں سے کچھ بھی رجب میں نہ تھا۔"

◆ ۹ ابو حاتم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ عمرۃ القضاء رمضان المبارک میں تھا۔ عمرۃ الجعرانہ شوال میں تھا۔" میں کہتا ہوں" ابو حاتم نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے سال عمرہ کیا تھا۔ اور رمضان المبارک میں کیا تھا۔" محب الطبری نے لکھا ہے:" یہ ان کے علاوہ کسی اور کا قول نہیں ہے۔ مشہور یہی ہے کہ عمرۃ الجعرانہ بھی ذوالقعدہ میں تھا۔"

◆ ۱۰ دارقطنی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں آپ کے ساتھ رمضان المبارک میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئی۔ آپ نے روزے نہ رکھے۔ میں نے روزے رکھے۔ آپ نے قصر نمازیں پڑھیں۔ میں نے پوری نمازیں پڑھیں۔"

زاد المعاد میں ہے کہ یہ حدیث غلط ہے۔ آپ نے کبھی بھی رمضان المبارک میں عمرہ نہ کیا تھا۔ آپ کے عمروں کے اوقات اور تعداد معروف ہے۔ ہم کہتے ہیں:" اللہ تعالیٰ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر رحم کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی رمضان المبارک میں عمرہ نہ کیا تھا۔ حالانکہ انہوں نے ہی فرمایا ہے" آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں کیے۔" اس میں اختلاف نہیں کہ آپ کے عمرے چار سے زائد نہ تھے۔ اگر آپ نے رجب میں عمرہ کیا ہوتا تو وہ پانچواں ہوتا۔ اگر رمضان المبارک میں کیا ہوتا تو وہ چھٹا ہوتا۔ الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ بعض عمرے رجب میں اور بعض عمرے رمضان میں تھے۔ جبکہ بعض ذوالقعدہ میں تھے۔ لیکن واقعہ اس طرح نہیں ہے۔ آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے جیسے کہ حضرت انس، ابن عباس اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے۔

◆ ۱۱ ابو داؤد نے اپنی سنن میں، ابن سعد نے اپنی طبقات میں روایت کیا ہے کہ آپ عمرۃ الجعرانہ کے کے لیے شوال میں عازم سفر ہوئے لیکن احرام ذوالقعدہ میں باندھا۔ میں کہتا ہوں:" ابن سعد نے مولی ابن عباس عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے تو جعرانہ نزولِ اجلال فرمایا۔ وہاں مال غنیمت تقسیم کیا۔ وہاں سے عمرہ کیا۔ جبکہ شوال کی دو راتیں باقی تھیں۔" ابن قیم نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ آپ کے بارے یہ کہنا کہ آپ نے ایک عمرہ شوال میں کیا تھا۔ وہم ہے۔ بعض راویوں کی یہ لغزش ہے۔ آپ نے شوال میں اعتکاف کیا تھا۔ لیکن انہوں نے کہہ دیا کہ آپ نے شوال میں عمرہ کیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے تین عمرے کیے ایک عمرہ شوال میں، دو عمرے ذوالقعدہ میں۔" اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین یا دیگر راویوں نے عمرے کی ابتداء کا ارادہ کیا تھا۔"

✿✿✿✿

تیسرا باب

حجۃ الوداع

اس موضوع پر حضرت الحافظ ابو بکر محمد بن منذر، ابو جعفر احمد بن عبد اللہ محب الطبری، ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی اور ابو محمد علی بن احمد بن حزم علیہم الرحمۃ نے جدا گانہ تالیفات لکھی ہیں۔ اس پر تفصیل سے گفتگو ابن القیم حنبلی نے زاد المعاد میں کی ہے۔ اسی طرح ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ سابقہ تالیفات سے زیادہ وسیع ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر دوسرے نے نہیں کیا۔ میں نے دیکھا کہ ابن قیم کا طریقہ سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ میں نے انہی کا اسلوب اختیار کیا ہے اور انہی سے دلائل اخذ کیے ہیں۔ میں نے طویل بحثوں میں اختصار شامل کیا ہے۔ اور انہیں میں نے "میں کہتا ہوں" کے ساتھ ممتاز کیا ہے اور اس کے آخر میں مَیں نے واللہ اعلم لکھا ہے۔ اگر تثنیہ کی ضمیر ہو۔ جس کا مرجع کوئی نہ ہو۔ جیسے قَالَا یا جزما وغیرہما تو میری مراد ابن کثیر اور ابن قیم ہوں گے۔ صرف مذکر ضمیر جس کا مرجع نہ ہو گا اس سے میری مراد ابن قیم ہوں گے۔ ابو محمد سے مراد ابن حزم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ میں رب تعالیٰ سے صحیح کی توفیق کی التجاء کرتا ہوں۔ عمدہ ٹھکانے اور اچھے انجام کی توفیق چاہتا ہوں۔

وھو حسبی و نعیم الو کیل ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آپ کا یہ بتادینا کہ آپ اس سال حج کریں گے

میں کہتا ہوں کہ ابن سعد نے کہا ہے کہ علماء فرماتے ہیں: "آپ مدینہ طیبہ میں دس سال تک قیام پذیر رہے۔ آپ ہر سال قربانی کرتے تھے۔ مگر آپ نہ حلق کراتے تھے اور نہ ہی قصر۔ آپ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے حج نہ کیا حتیٰ کہ ۱۰ھ ذو القعدہ آ گیا۔ آپ نے اتفاق کیا کہ حج کے لیے تشریف لے چلیں۔ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ آپ اس سال حج کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ان گنت لوگ تھے۔ وہ آپ کے سامنے پیچھے، دائیں، بائیں تا حد نگاہ تھے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ وہ آپ کی اقتداء کرے اور آپ کی طرح کا ہی عمل کرے۔ لوگوں کو خسرہ یا چیچک نکل آئی۔ رب تعالیٰ نے جسے حج سے روکنا چاہا اسے روک دیا۔ ابو محمد نے کہا ہے۔ "آپ نے بتایا کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا آپ کے ہمراہ حج کرنے کی مانند ہے۔" ان دونوں حضرات نے کہا ہے کہ یہ

اعلان آپ نے واپسی پر کیا تھا۔

مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہونا

میں کہتا ہوں: "آپ نے عزم سفر ہوتے وقت حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو اپنا عامل مقرر کیا۔ ایک قول کے مطابق اس وقت عامل سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ تھے (ابن ہشام) (واللہ تعالیٰ اعلم) آپ نے مدینہ طیبہ میں چار رکعتیں نماز ظہر ادا کی۔ آپ نے صحابہ کرام کو خطبہ ارشاد فرمایا اور انہیں بتایا کہ انہوں نے آگے کون سے مناسک ادا کرنے ہیں۔ آپ نے تیل لگایا۔ کنگھی کی۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے اس سے پہلے غسل کر لیا تھا۔ آپ نے دو صحاری کپڑے ازار اور چادر پہن لی۔ (ابن سعد)

محمد بن عمر اسلمی نے کہا ہے کہ آپ نے تنعیم کے مقام پر ان دونوں کپڑوں کو ان ہی کی جنس کے کپڑوں سے ہی تبدیل کیا تھا۔ (واللہ اعلم) آپ نے ازار پہنا۔ چادر اوڑھی۔ میں کہتا ہوں: "آپ کجاوے پر سوار ہوئے۔ تاجر برادری کا اونٹ آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت انس نے فرمایا: "آپ نے ایک پرانے کجاوے پر پرانی چادر پر حج کیا جس کی قیمت چار دراہم تھی پھر آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم اجعلہ حجا مبرورًا لا ریاء فیہ ولا سمعۃ۔ (امام بخاری، ابن ماجہ، ترمذی اور ابو یعلی) واللہ اعلم

آپ نماز ظہر کے بعد مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ ان حضرات نے تصویب کی ہے کہ آپ ہفتہ کے روز عازم سفر ہوئے تھے۔ حافظ دمیاطی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں: "الحاکم سے اس روایت کو الاکلیل میں حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے۔ ابن سعد اور ابن عمر اسلمی نے اسے ہی یقین کے ساتھ کہا ہے لیکن ابن حزم کا اس میں اختلاف ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ جمعرات کا دن تھا۔ انہوں نے اس پر بہت سے دلائل دیے ہیں۔ آپ الشجرہ کے رستے روانہ ہوئے۔ آپ اسی سے ہی عازم سفر ہوتے تھے۔ آپ نے اس کی مسجد میں نماز پڑھی۔ (بخاری عن ابن عمر)

ذوالحلیفہ نزول اور رات یہیں بسر کرنا

آپ آگے روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ پہنچے۔ یہ وادی العقیق میں تھا۔ وہیں فروکش ہوئے۔ میں کہتا ہوں: "سمرہ کے درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے۔ ذوالحلیفہ میں مسجد کے پاس الروستہ سے پرے رستے کی دائیں طرف جلوہ افروز ہوئے تھے۔ جیسے کہ صحیح میں ہے تاکہ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں جمع ہو جائیں جیسے کہ محمد بن عمر اسلمی نے ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

آپ نے انہیں وہاں نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے اس وادی میں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ وادی العقیق میں تھے: "میرے رب تعالیٰ کے پاس سے ایک آنے والا آیا۔" بیہقی نے ان کا نام جبرئیل لکھا ہے۔ اس نے کہا: "اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں۔" آپ نے فرمایا: "عمرہ حج

میں'' ''عمرہ حج میں روز حشر تک داخل ہو گیا۔'' واللہ اعلم

پھر آپ نے ذوالحلیفہ میں رات بسر کی۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں، صبح اور ظہر کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ آپ نے وہاں پانچ نمازیں پڑھیں۔ آپ کی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ہمراہ تھیں۔ وہ اپنے اپنے ہودج میں تھیں۔ ان کی تعداد نو تھی۔ آپ نے اس رات ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا اور غسل کیا۔ میں کہتا ہوں: ''اس رات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو خوشبو لگائی تھی۔ پھر آپ نے غسل کیا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے آپ کو خوشبو لگائی۔''

(مسلم، بیہقی)

آپ نے قربانی کے جانور ساتھ ہی لیے تھے۔ میں کہتا ہوں: ''یہاں پہنچنے سے پہلے آپ کے جانور آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جانور منگوایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اپنی اونٹنی منگوائی۔ اس کی کوہان کے دائیں طرف اشعار کیا۔ اس سے خون نکلنے لگا۔ آپ نے دو جوتیوں کا اسے قلادہ پہنایا۔'' میں کہتا ہوں کہ آپ نے دیگر جانوروں کا اشعار اور قلادے پہنانے کی ذمہ داری کسی اور صحابی کے سپرد کی۔ آپ کے پاس قربانی کے بہت سے جانور تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کی قربانی کے جانوروں کی نگرانی حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد تھی۔ آپ قربانی کے سارے جانور مدینہ طیبہ سے لے کر آئے تھے۔

احرام

آپ نے نماز صبح ادا کی تو احرام باندھنے میں مصروف ہو گئے۔ دوسری بار غسل کیا۔ یہ پہلے غسل سے علیحدہ تھا۔ سر اقدس کو خطمی اور راسنان کے ساتھ دھویا۔ میں کہتا ہوں ''سر اقدس کو تھوڑا سا تیل لگایا۔'' (امام احمد، بزار، دارقطنی عن عائشہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ حالت احرام میں زیتون کا تیل استعمال کر لیتے تھے جس میں اور خوشبوئیں نہ ملائیں گئیں ہوتیں۔''

شیخین نے حضرت ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غسل کرتے وقت سر اقدس کو دونوں ہاتھوں سے دبایا۔ اسے آگے پیچھے کیا۔ واللہ اعلم۔ آپ نے ذریرۃ اور مشک آلود خوشبو لگائی۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے بہت زیادہ خوشبو استعمال کی جیسے کہ دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ جسم اطہر اور سر اقدس پر خوشبو استعمال کی۔ مشک کی چمک آپ کی مانگ میں نظر آ رہی تھی۔ یہ چمک داڑھی مبارک میں بھی نظر آ رہی تھی۔ آپ نے اسے برقرار رکھا غسل نہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''گویا کہ میں اب بھی آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔ اس کے کئی دنوں بعد یہ چمک قائم تھی۔ حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔'' حمیدی نے اس کو روایت کیا ہے کہ تین روز بعد تک یہ چمک قائم تھی۔ حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔'' آپ نے اپنا ازار بند اور چادر پہنی۔ میں کہتا ہوں۔'' آپ نے کسی چادر سے منع نہ فرمایا سوائے ان کے جنہیں زعفران سے رنگا گیا تھا جو جلد کو بھی زرد رنگ میں رنگ دیں۔''

ایک شخص نے آپ سے التجاء کی "محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "تم قمیص، عمامے، شلواریں، ٹوپیاں اور موزے نہ پہنو۔ مگر جبکہ وہ نعلین ہوں۔ اگر نعلین نہ ہوں تو جوتے ٹخنوں سے کم ہوں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک ازار اور دو جوتوں کے ساتھ احرام باندھے اگر وہ نعلین نہ پائے تو موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں سے نیچے رکھے۔ ایسے کپڑے نہ پہنو جنہیں زعفران یا ورس کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ مگر جبکہ انہیں دھولیا گیا ہو احرام والی عورت نقاب نہ کرے اور نہ ہی دستانے پہنے۔" (امام احمد، شیخین، عن ابن عمر)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس نے ذوالحلیفہ کے مقام پر محمد بن ابی بکر کو جنم دیا۔ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ اب وہ کیا کریں؟ آپ نے انہیں فرمایا: "غسل کرلو۔ کپڑا باندھ لو اور تلبیہ کہہ لو۔" دوسری روایت میں ہے: "احرام باندھ لو۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو بکر سے یہ مزید روایت کیا ہے: "وہ اسی طرح کریں جیسے لوگ کریں گے۔ مگر وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔"

پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ "الاطلاع" میں ہے کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یہ احرام کی رکعتیں تھیں۔ یہ وہ دو رکعتیں تھیں جن کے ساتھ آپ منزل کو الوداع کہتے تھے۔

ابن قیم نے کہا ہے: "آپ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے احرام کے لیے دو رکعتیں پڑھی ہوں۔" میں کہتا ہوں: "شیخین نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب مسجد ذی الحلیفہ کے پاس آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ تلبیہ کہتے تھے۔"

امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے: "اس میں احرام کے ارادہ کے وقت دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ احرام باندھنے والا انہیں احرام سے پہلے پڑھے۔"

پھر آپ اپنی سواری قصواء پر سوار ہوئے۔ کھڑے ہو کر رخ انور قبلہ کی طرف کیا اور تلبیہ کہا۔ (بخاری)

تلبیہ کہنا، آپ نے کس جگہ سے تلبیہ کہا

اس جگہ میں اختلاف ہے جہاں سے آپ نے تلبیہ کہنا شروع کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس مسجد سے تلبیہ کہنا شروع کیا جو ذوالحلیفہ میں ہے۔ ائمہ خمسہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مسجد ذی الحلیفہ سے تلبیہ کہنا شروع کیا۔

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ تمہارا وہ صحراء ہے جہاں تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تھی۔ آپ نے مسجد سے تلبیہ کہنا شروع فرمایا تھا۔"

الطبرانی نے حضرت ابوداؤد المازنی سے روایت کیا ہے۔ یہ بدری صحابہ کرام میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ آپ مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے اس میں چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر اسی مسجد سے تلبیہ کا آغاز کیا۔ آپ یہ تلبیہ ان لوگوں نے سن لیا جو مسجد میں تھے۔ انہوں نے کہا: ''آپ نے مسجد سے تلبیہ کہنا شروع کیا۔ جب آپ سواری پر سوار ہوئے تو اس وقت تلبیہ کہا۔ جو مسجد کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے اس وقت تلبیہ کہا جب آپ کی سواری آپ کو لے کر اٹھی۔ جب آپ بیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کہا۔ بیداء پر موجود لوگوں نے تلبیہ سن لیا۔ انہوں نے کہا: ''آپ نے بیداء سے تلبیہ کہنا شروع کیا۔ سب نے سچ کہا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس وقت تلبیہ کہا۔ جب سواری آپ کو لے کر اٹھی۔ ائمہ ستہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ذوالحلیفہ رات بسر کی حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے تلبیہ کہا۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ذوالحلیفہ صبح کی آپ سواری پر سوار ہوئے۔ جب آپ بیداء پر چڑھے تو آپ نے اور صحابہ کرام نے تلبیہ کہا۔'' امام احمد نے اسے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سند سے اور امام بخاری نے حضرت عطاء کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ نے تلبیہ کہا۔

شیخین نے عبید بن جریج کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جہاں تک تلبیہ کا تعلق ہے تو میں نے آپ کو تلبیہ کہتے ہوئے نہ سنا حتیٰ کہ آپ کی سواری آپ کو لے کر اٹھی۔''

امام مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جس بیداء پر تم نے آپ کو جھٹلایا تھا۔ اس پر آپ نے درخت کے پاس اس وقت تلبیہ کہا۔ جب آپ کا اونٹ آپ کو لے کر اٹھا۔''

امام احمد نے ابوحسان مسلم بن عبداللہ البصری کی سند سے، امام بخاری نے کریب کی سند سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ نے ذوالحلیفہ میں صبح کی تو اپنی سواری منگوائی۔ جب وہ بیداء پر کھڑی ہوگئی تو آپ نے حج کا تلبیہ کہا۔''

شیخین نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی۔ تو آپ نے تلبیہ کہنا شروع کیا۔'' ابن کثیر نے کہا ہے۔

''یہ روایت مثبتہ اور مفسرہ ہے کہ آپ نے اس وقت تلبیہ کہا جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر اٹھی۔ یہ ابن عمر سے مروی ہے اور دوسری روایت پر مقدم ہوگئی۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ انہوں نے ارادہ فرمایا کہ وہ مسجد کے پاس اس وقت

احرام باندھیں حتیٰ کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر اٹھی۔ جس میں یہ تذکرہ ہے کہ آپ کجاوے پر سوار ہوئے۔ اس میں دوسری روایت پر علم کی زیادتی ہے۔ حضرت انس، حضرت جابر اور ابن عباس سے مروی روایات معارض سے سالم ہیں۔ یہ ساری اسناد قطعی طور پر یا ظن غالب پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ نے نماز کے بعد احرام باندھا۔ اس کے بعد کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر چلی ہو۔" ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اونٹنی اس وقت (قبلہ رو) تھی۔" ابن کثیر نے لکھا ہے:

"صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کہ آپ نے اس وقت تلبیہ کہا جب آپ کی سواری آپ کو لے کر اٹھی۔ یہ روایت زیادہ اصح اور اثبت ہے۔ یہ خصیف المروری کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔" میں کہتا ہوں کہ ابوجعفر طحاوی نے اور الحافظ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت کو سارے اقوال کی جامع روایت کہا ہے اور ابن قیم نے اس پر سکوت اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے کس کے ساتھ تلبیہ کہا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ کے چار اقوال ہیں:

1. مفرد حج کا۔ امام شافعی، امام احمد، شیخین، نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔
امام احمد، مسلم، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد، مسلم اور بزار نے حضرت ابن عمر سے، مسلم، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مفرد حج کا تلبیہ کہا تھا۔

2. قران۔ امام احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے حضرت عثمان سے، امام احمد، بخاری اور ابن حبان نے حضرت علی سے، امام احمد، نسائی، شیخین، بزار اور بیہقی نے حضرت انس سے، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت ابوطلحہ سے، امام احمد نے حضرت سراقہ بن مالک سے، امام مالک اور امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، الطبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفی سے، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، احمد، مسلم، نسائی، دارقطنی نے حضرت ہرماس سے، ابویعلی نے حضرت ابن عمر سے، احمد، شیخین نے حضرت ابن عمرو سے، احمد نے عمران بن حصین سے، دارقطنی نے حضرت ابوقتادہ سے، ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد نے حضرت حفصہ سے، شیخین اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ قارن تھے۔

3. تمتع۔ امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے حجۃ الوداع میں عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا۔ آپ نے قربانی کے جانور ذوالحلیفہ سے ساتھ ہانکے۔ آپ نے پہلے عمرہ، پھر حج کا تلبیہ کہا۔
شیخین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا۔ اور لوگوں

نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے تمتع کیا تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔"

امام مسلم نے حضرت مجاہد سے،اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ عمرہ ہے۔ہم نے اس کے ساتھ تمتع کیا۔جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ مکمل طور پر احرام سے باہر آجائے۔عمرہ روز حشر تک حج میں شامل ہے۔"

امام بخاری نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کا کیا بنے گا۔جنہوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم نے عمرہ کا احرام نہیں کھولا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے سر کو گوندھ دیا ہے اور اپنے جانور کو قلادہ پہنا دیا ہے۔میں عمرہ کا احرام نہ کھولوں گا حتیٰ کہ میں قربانی کرلوں۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے تمتع کیا۔حضرت امیر معاویہ نے سب سے پہلے اس سے منع کیا۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میں نے نیزے کے پھل سے آپ کا قصر کیا۔" امام مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے: "میں اسے تمہارے خلاف دلیل سمجھتا ہوں۔"

امام نسائی نے حضرت عطاء سے اور وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: "میں نے نیزے کے پھل کے ساتھ جو میرے پاس تھا۔ آپ کے بالوں کی اطراف کاٹیں۔آپ نے بیت اللہ کا طواف اور سعی کرلی تھی۔یہ ذوالحجۃ کے پہلے دس ایام میں تھا۔" قیس بن سعد راوی نے حضرت عطا سے روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا انکار کرتے تھے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔"

مطلق۔شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ہم نہ تو حج اور نہ ہی عمرے کا ذکر کر رہے تھے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "ہم تلبیہ کہہ رہے تھے۔مگر حج یا عمرے کا ذکر نہیں کر رہے تھے۔" دوسری روایت میں ہے: "ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ہم صرف حج کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے تھے۔جب ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے۔آپ نے ہمیں حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ صفا اور مروہ کی سعی کر کے احرام کھول دے۔"

امام شافعی نے کہا ہے: "ہمیں سفیان نے اور انہیں ابن طاؤس، ابراہیم بن میسرہ اور ہشام بن حجیر نے بتایا ہے۔ ان سب نے طاؤس سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے تو آپ فیصلہ کے منتظر تھے۔ صفا اور مروہ کے مابین آپ پر فیصلہ نازل ہوا۔ آپ نے ان صحابہ کرام سے فرمایا۔ جنہوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور ان کے پاس قربانی کے جانور نہ تھا کہ وہ اسے عمرہ بنا دیں۔" تنبیہات سے مزید تفصیل آئے گی۔

یہ چار اقوال ہیں: (۱) الافراد (۲) القران (۳) التمتع اور (۴) الاطلاق۔ ابن کثیر اور ابن قیم کا رجحان ہے کہ آپ قارن تھے محب طبری اور الحافظ وغیرہ نے بھی اسی طرف رجحان رکھا ہے۔ اس واقعہ کے بعد اس کی تحقیق آئے گی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ نے نماز پڑھنے کی جگہ پر تلبیہ کہا۔ جب اونٹنی پر سوار ہوئے تو تلبیہ کہا۔ جب بیداء پر چڑھے تو تلبیہ کہا۔ آپ کبھی حج اور عمرہ کے ساتھ، کبھی صرف عمرہ کے ساتھ اور کبھی صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہہ رہے تھے۔ کیونکہ عمرہ اس کا ایک جزء ہی ہے۔ اسی وجہ سے کسی نے آپ کو قارن، کسی نے متمتع اور کسی نے مفرد کہا ہے۔ یہ سارا واقعہ نماز ظہر کے بعد رونما ہوا۔ لیکن ابن حزم اور صاحب الاطلاع کا اس میں اختلاف ہے۔ امام نووی اور الحافظ لکھتے ہیں: "ان روایات کو جمع کرنا ہی صحیح ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ پہلے حج کے ساتھ مفرد تھے۔ پھر عمرہ کا احرام باندھا۔ اسے حج میں داخل کر دیا۔ آپ قارن بن گئے۔ جس نے افراد روایت کیا ہے تو یہ اصل ہے۔ جس نے قران روایت کیا ہے۔ اس نے آخری امر کو دیکھا ہے۔ جس نے تمتع کہا ہے۔ اس نے تمتع لغوی کا ارادہ کیا ہے۔ اس سے مراد نفع اور فائدہ حاصل کرنا ہے۔

تلبیہ کے الفاظ

آپ نے تلبیہ کہا اور یوں تلبیہ کہا:

لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبّيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك۔

آپ نے تلبیہ کہتے ہوئے آواز بلند فرمائی۔ حتیٰ کہ اسے صحابہ کرام کو سنا دیا۔" میں کہتا ہوں کہ بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کا تلبیہ یہ تھا:

لبيك حجًا حقًّا تعبدا ورقا۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ عرفات میں وقوف فرما تھے۔ جب آپ نے لبيك اللهم لبيك فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا: انما الخير خير الآخرة۔

امام احمد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے تلبیہ میں کہا:

لبيك اله الحق لبيك۔

الطبرانی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ تلبیہ سے فارغ ہوتے تو آپ رب تعالیٰ سے اس کی بخشش، رضوان اور آگ سے نجات کا سوال کرتے۔

آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ تلبیہ کہتے وقت اپنی آوازیں بلند کریں۔ یہ شعائر حج میں سے ہے۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے کہا کہ آپ باآواز بلند تلبیہ کہیں۔ امام احمد نے حضرت سائب بن خلاد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنے صحابہ کرام کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کہتے وقت اپنی آوازیں بلند کریں۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ آپ تلبیہ کے وقت آواز بلند کرنے والے اور قربانی کرنے والے بن جائیں۔''

میں کہتا ہوں ''حضرت جبرائیل امین آئے۔ صحابہ کرام یہ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اس میں سے کسی چیز کا رد نہ فرمایا اور تلبیہ کو لازم قرار دیا۔ امام مسلم اور ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''صحابہ کرام'' ''ذوالمعارج'' وغیرہ کا اضافہ کر رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سماعت فرما رہے تھے۔ آپ انہیں کچھ نہ فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں تینوں انساک کے مابین اختیار احرام کے وقت دیا۔ پھر آپ نے انہیں اس وقت حکم دیا جبکہ وہ مکہ مکرمہ کے قریب تھے کہ وہ حج کو فسخ کریں اور عمرہ کی طرف قران کریں۔ جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو۔ پھر مروہ کے پاس آپ نے اس امر کو لازم کر دیا۔ پھر آپ نے سوال کیا۔ آپ اپنا مذکورہ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ وہ اس میں کمی بیشی کر رہے تھے۔ آپ اس کا اقرار کر رہے تھے انکار نہ فرما رہے تھے۔ آپ کا تلبیہ لازم ہو گیا۔

آپ کی روانگی

آپ مذکورہ تلبیہ پڑھتے ہوئے الروحاء کے مقام سے گزرے۔ پھر اثایہ سے گزرے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ منازل طے فرماتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ صحابہ کرام کو ان مساجد میں امامت کروا رہے تھے۔ جنہیں لوگوں نے بنایا تھا۔ وہ ان کی جگہوں کو جانتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھر آپ مذکورہ تلبیہ پڑھتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔ جب آپ روحاء پہنچے تو آپ نے جنگلی گدھا دیکھا جس کی کونچیں کاٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ عنقریب اس کا مالک آجائے گا۔'' اس کا مالک آپ کی خدمت میں آیا۔'' میں کہتا ہوں: ''وہ بہز کا شخص تھا۔ اس کا نام اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم اس گدھے کے بارے اپنے کام سے کام رکھو۔'' آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اسے رفیقان سفر میں تقسیم کیا۔ پھر آپ آگے روانہ ہو گئے۔ جب آپ الرویثہ اور العرج کے مابین اثایہ کے مقام تک پہنچے تو ایک ہرن سایہ میں سویا ہوا تھا۔ اس میں تیر

تھا۔آپ نے کسی شخص کو حکم دیا۔میں کہتا ہوں کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔جیسے کہ محمد بن یحییٰ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے۔

آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے پاس کھڑے ہو جائیں۔تاکہ لوگ اسے پریشان نہ کریں۔حتیٰ کہ وہ آگے گزر جائیں۔"ہرن اور گدھے کے واقعات میں فرق یہ ہے کہ جس نے جنگلی گدھے کا شکار کیا تھا وہ حلال تھا۔آپ نے اسے کھانے سے منع نہ کیا۔لیکن اس کے متعلق علم نہ تھا کہ یہ حلال تھا یا کہ نہیں۔صحابہ کرام حالت احرام میں تھے۔آپ نے انہیں کھانے کا اذن نہ دیا۔آپ نے یہ امر ایک شخص کے سپرد کیا کہ وہ اس کے پاس کھڑا ہو جائے۔تاکہ اسے کوئی تنگ نہ کرے حتیٰ کہ صحابہ کرام اس کے پاس سے گزر جائیں۔"

العرج میں قیام

آپ کی وہ سواری گم ہو گئی جو آپ کے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مابین تھی۔آپ آگے روانہ ہوئے۔جب العرج قیام فرما ہوئے۔آپ کی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک ہی تھی۔جس پر سامانِ سفر تھا۔وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی ایک طرف اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دوسری طرف بیٹھ گئیں۔

ایک طرف حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غلام کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آ جائے۔وہ آیا تو اس کے پاس اونٹ نہ تھا۔انہوں نے پوچھا:"تمہارا اونٹ کہاں ہے؟"اس نے کہا:"میں نے اسے آج رات گم کر دیا ہے۔"سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"ایک ہی اونٹ تھا تو نے اسے بھی گم کر دیا۔"وہ ملازم کو کوڑے سے مارنے لگے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرما رہے تھے۔آپ فرما رہے تھے:"اس احرام والے کو دیکھو کہ یہ کیا کر رہا ہے۔"آپ نے اس سے زائد کچھ نہ کہا۔آپ تبسم فرماتے رہے۔"ابوداؤد نے اس واقعہ کا تذکرہ"باب المحرم یؤدب" میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں:"پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ نے اونٹ پر حج کیا۔اس پر سامان تھا۔محب الطبری نے لکھا ہے: "احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بعض سامان اس پر ہو اور بعض سامان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی پر ہو۔"جب آل فضالہ الاسلمی تک یہ خبر پہنچی کہ آپ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے تو انہوں نے حیس حلوہ کا پیالہ اٹھایا اور اسے لے کر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ آپ فرمانے لگے:"ابوبکر ادھر آؤ۔رب تعالیٰ بہت عمدہ کھانا لایا ہے۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غلام پر ناراض ہو رہے تھے۔آپ نے انہیں فرمایا:"ابوبکر! آسان لو۔معاملہ تمہارے سپرد نہیں ہے۔نہ ہی تمہارے ساتھ ہمارے سپرد ہے۔ غلام اس بات پر حریص تھا کہ اس کا اونٹ گم نہ ہو۔یہ اس کا بدل ہے جو اس کے ہمراہ تھا۔"آپ نے،آپ کے اہلِ خانہ نے اور سیدنا صدیق اکبر نے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں سے کھایا جو آپ کے ساتھ تھے۔حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ وہ سارے لوگوں سے پیچھے تھے۔ اونٹ ان کے ساتھ تھا۔ اس پر سامان بھی تھا۔ وہ اسے لے کر آئے اور آپ کے خیمہ کے سامنے بٹھایا۔ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تمہارا سامان آ گیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اس میں سے کوئی چیز گم نہیں ہے سوائے ایک پیالہ کے جس میں ہم پیتے تھے۔'' غلام نے کہا: ''پیالہ میرے پاس ہے۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان سے کہا: ''رب تعالیٰ نے تمہاری طرف سے امانت ادا کر دی ہے۔'' حضرت سعد اور ان کے فرزند قیس رضی اللہ عنہ آئے۔ ان کے پاس سامان سے لدی ہوئی اونٹنی تھی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے دیکھا تو آپ اپنے خیمہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی اونٹنی کو واپس بھیج دیا تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آج صبح آپ کی اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ یہ اونٹنی اس کی جگہ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہماری اونٹنی بھیج دی ہے۔ تم اپنی اونٹنی واپس لے جاؤ۔ رب تعالیٰ اس میں تمہارے لیے برکت ڈالے۔''

الابواء سے گزر

آپ آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ الابواء پہنچے۔ حضرت صعب بن جثامہ نے آپ کو جنگلی گدھا پیش کیا۔ اس گدھے کی ٹانگ، یا گوشت کا حصہ تھا جس سے خون کے قطرے گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ہم اسے صرف اس لیے واپس کر رہے ہیں کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔''

وادیٔ عسفان سے گزر

جب آپ کا گذر وادیٔ عسفان سے ہوا تو آپ نے پوچھا: ''ابوبکر! یہ کون سی وادی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''وادیٔ عسفان۔'' آپ نے فرمایا: ''اس وادی سے حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام کا گزر ہوا۔ وہ سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ جن کی نکیل کھجور کے پتوں کی تھی۔ انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے گزر رہے تھے۔ وہ بیت اللہ العتیق کا حج کرنے جا رہے تھے۔''

سرف سے گزر

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن سعد نے کہا ہے: ''آپ سوموار کے روز مر الظہران سے گزرے۔ سرف کے مقام پر سورج غروب ہو گیا۔ جب آپ سرف کے مقام پر تھے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خصوصی ایام آ گئے۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے رونے کا سبب پوچھا اور فرمایا: ''شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جسے رب تعالیٰ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ تم اسی طرح کرو جیسے حاجی

کرتے ہیں لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔"

اس جگہ آپ نے فرمایا: "جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ اسے عمرہ بنانا چاہے تو اسے عمرہ بنا دے اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ اس طرح نہ کرے۔"

ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ موقع اور ہے جو اس موقع سے جداگانہ ہے جس میں میقات کے پاس آپ نے اختیار دیا تھا۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ نے حتمی حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ اسے عمرہ بنا دے اور اپنے احرام سے آزاد ہو جائے۔ جس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ اپنے احرام پر ہی برقرار رہے۔ اس امر کو کسی نے منسوخ نہ کیا۔ بلکہ آپ نے حضرت سراقہ بن مالک سے پوچھا کہ کیا یہ عمرہ ہے جسے فسخ کا حکم آپ نے دیا تھا کہ کیا یہ اس سوال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: "بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے عمرہ روز حشر تک حج میں شامل ہے۔"

حج سے عمرہ کی طرح فسخ کے حکم کو چودہ صحابہ کرام نے آپ سے روایت کیا ہے۔ تمام کی احادیث صحیح ہیں۔ انہوں نے ان کے نام لکھے ہیں۔ ان کے مؤقف کی صحت کے دلائل دس اوراق پر مشتمل ہیں۔ اس واقعہ کے بعد اس کی تحقیق آئے گی۔"

ذوطوی، مکہ مکرمہ میں دخول، طواف اور سعی

پھر حضور اکرم ﷺ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ذوطوی نزولِ اجلال فرمایا۔ یہ جگہ آج کل آباء الزھراء کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے اتوار کی رات وہیں بسر کی۔ ذوالحجہ کے چار روز گزر چکے تھے۔ آپ نے وہاں نمازِ صبح ادا کی۔ پھر اسی روز غسل کیا۔ مکہ مکرمہ کے بلند علاقے ثنیہ علیا کی طرف تشریف لے گئے۔ جو کہ الحجون کے اوپر ہے۔ آپ عمرہ کے لیے تشریف لے جاتے تو مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے داخل ہوتے اور حج کے لیے تشریف لے جاتے بلند علاقے سے داخل ہوتے۔ آپ اس کے نشیبی علاقے سے نکلے۔ روانہ ہو کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اور آپ کے ساتھ ہم بھی باب عبد مناف سے داخل ہوئے۔ لوگ اسے باب بنی شیبہ کہتے ہیں۔" اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے مروان بن ابی مروان کے۔ سلیمانی نے کہا ہے کہ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "آپ بنی مخزوم سے صفا کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بیت اللہ پر نظر پڑی۔ رخ انور اس کی طرف کر لیا۔ دستِ اقدس بلند کیے تکبیر کہی اور یہ دعا مانگی:

اللهم انت السلام و منك السلام فحينا ربنا بالسلام اللهم زد هذا البيت تشريفا و تعظيماً و تكريما و مهابة و زد من عظّمه ممن حجه او اعتمره تكريما و تشريفا و تعظيما و برا۔

الطبرانی نے حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بیت اللہ کو دیکھا تو یہ دعا مانگی:

اللھم زد بیتك ھذا تشریفا و تعظیما و تکریما و براء مھابة۔

جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے تحیۃ المسجد کے نفل ادا نہ کیے۔ مسجد الحرام کا تحیہ طواف ہے۔

اس وقت آپ نے پیدل طواف کیا۔ امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''چاشت کے بلند ہونے پر ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ مسجد کے دروازے کے پاس آئے۔ اپنی سواری بٹھائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حجر اسود کے استلام سے شروع ہوئے۔ چشمانِ مقدس آنسوؤں سے بھر گئیں۔ تین چکروں میں رمل کیا۔ چار چکروں میں چل کر طواف کیا۔ حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اس پر اپنے دستِ اقدس رکھ دیے۔ پھر انہیں اپنے چہرے پر مل لیا۔''

جو روایت امام مسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے اپنے اونٹ پر طواف کیا۔ آپ نے حجر اسود کو اس خدشہ سے استلام کیا کہ لوگ اس سے دور چلے جائیں گے۔ اور وہ روایت جسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ طبیعت ناساز تھی۔ آپ نے سواری پر طواف کیا۔ جب بھی آپ حجر اسود کے پاس سے گزرے تو عصا مبارک سے استلام کیا۔

انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے بیت اللہ کا حج کرتے وقت طواف اپنی اونٹنی الجدعاء پر کیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اس کی نکیل تھام کر رجز پڑھ رہے تھے۔'' ان دونوں نے کہا ہے: ''حجۃ الوداع میں تین طواف تھے۔ یہ پہلا طواف تھا۔ دوسرا طواف الافاضۃ تھا۔ یہ فرض طواف تھا۔ یہ یوم النحر کو تھا۔ تیسرا طواف، طواف الوداع تھا۔ یہ سواری کی حالت میں طواف آخری دو بار یا ان میں سے ایک بار میں تھا۔ پہلا طواف قدوم آپ نے پیدل کیا تھا۔ اس پر امام شافعی نے نص بیان کی ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام شافعی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورج بلند ہوا تو ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ مسجد حرام کے دروازے پر آئے۔ اپنی اونٹنی بٹھائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حجر اسود سے شروع کیا۔ اسے استلام کیا۔ آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ تین چکروں میں رمل کیا۔ چار چکر چل کر مکمل کیے حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے تو حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اس پر اپنے دست اقدس رکھے اور پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیا۔''

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس سے مروی حدیث محفوظ ہے۔ یہ آپ کے ایک عمرہ کی بات ہے ورنہ آپ سے صحیح روایت یہی منقول ہے کہ آپ نے طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا۔ الا یہ کہ وہ یوں کہیں جیسے کہ ابن حزم نے مسعی کے بارے کہا ہے: ''آپ نے اپنے اونٹ پر رمل کیا۔ آپ نے رمل کیا تھا لیکن روایات میں یہ تذکرہ نہیں کہ آپ نے طوافِ قدوم سوار ہو کر کیا ہو۔''

جب آپ حجر اسود کے سامنے پہنچے تو اسے استلام کیا۔ آپ نے بھیڑ نہ بنائی۔ آپ نے فرمایا: عمر! آپ قوی شخص ہیں۔ حجر اسود پر بھیڑ نہ بنائیں۔ ورنہ کمزوروں کو اذیت دیں گے۔ اگر خلوت میں ہو تو اسے استلام کریں۔ ورنہ اس کی طرف رخ کریں۔ لا الٰہ الا اللہ اور تکبیر کہہ لیں۔" (امام احمد)

انہوں نے فرمایا: "آپ رکن یمانی کی طرف آگے نہ بڑھے۔ نہ اپنے ہاتھ اٹھائے۔ نہ ہی یوں فرمایا: "میں اپنے طواف کے اس چکر کی نیت کرتا ہوں اور اس طرح اور اس طرح۔ نہ ہی تکبیر سے آغاز کیا جیسے نماز کے لیے تکبیر کہی جاتی ہے۔ جیسے کہ وہ شخص کرتا ہے جسے علم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا تعلق منکرات بدعتوں سے ہے۔ نہ ہی آپ اپنے دونوں دستِ اقدس کے ساتھ سامنے گئے۔ پھر اس کی طرف سے پھر کر اسے اپنی جانب کا ہو۔ بلکہ اس کی طرف رخ انور کیا۔ اسے استلام کیا۔ پھر اپنے دائیں طرف چلے بیت اللہ کو دائیں طرف رکھا۔ آپ نے دروازے کے پاس دعا نہ کی۔ نہ ہی میزاب کے نیچے دعا کی۔ نہ ہی کعبہ مقدسہ کی پچھلی سمت اور نہ ہی اس کے ارکان کے پاس دعا کی۔ نہ ہی طواف کرتے وقت معین ذکر کیا۔ نہ اپنے فعل مبارک سے اور نہ ہی کسی کو کوئی سکھایا۔ بلکہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے دونوں رکنوں کے مابین یہ دعا مانگی:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

میں کہتا ہوں "ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین مذکور بالا دعا پڑھتے تھے۔"

آپ نے اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے الحجر سے الحجر تک استلام کیا۔ (امام احمد اور ابو یعلی)

آپ چلنے میں جلدی کرتے تھے۔ قریب قریب قدم رکھتے تھے۔ آپ نے چادر مبارک سے اضطباع کیا ہوا تھا۔ اسے اپنے ایک شانے مبارک پر ڈال رکھی تھی۔ دوسرے شانے مبارک کو ظاہر کیا ہوا تھا۔ جب آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو اس کی طرف اشارہ فرماتے۔ اسے عصا مبارک سے استلام فرماتے اور اسے بوسہ دیتے۔

آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے رکن یمانی کو استلام کیا۔ لیکن یہ ثابت نہیں کہ آپ نے اسے بوسہ دیا ہو اور نہ ہی استلام کرتے وقت ہاتھوں کو بوسہ دیا تھا۔ جہاں تک حضرت ابن عباس کا یہ قول ہے کہ آپ رکن یمانی کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر اپنا رخسار مبارک رکھتے تھے۔ (دارقطنی نے اسے عبداللہ بن مسلم کی سند سے روایت کیا ہے)

اس کے بارے ابن قیم لکھتے ہیں "اس جگہ رکن یمانی سے مراد حجر اسود ہے۔ کیونکہ اسے دوسرے رکن کے ساتھ رکن یمانی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو الیمانیان کہا جاتا ہے اور اس رکن کے ساتھ جو حجر کی طرف سے اسے مراقیان کہا جاتا ہے اور وہ دو رکن جو حج کے ساتھ ملے ہیں۔ انہیں شامیان کہا جاتا ہے۔ بلکہ رکن یمانی اور وہ رکن جو کعبہ کے پیچھے سے حجر کے ساتھ متصل ہے ان دونوں کو الغربیان کہا جاتا ہے۔ لیکن آپ سے یہی ثابت ہے کہ آپ نے دستِ اقدس سے اس کا استلام کیا۔ اس پر اپنا

دستِ اقدس رکھا اور اسے بوسہ دیا۔ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنا عصا مبارک سے اسے استلام کیا۔ یہ تین صفات ہیں۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے کافی دیر تک اس پر اپنے لب رکھے اور گریہ فرماتے رہے۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب آپ رکن یمانی کو استلام کرتے تو یوں فرماتے: "بسم اللہ واللہ اکبر" جب آپ حجر اسود تک آتے تو فرماتے: "اللہ اکبر"

ابوداؤد طیالسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رکن کو بوسہ دیا۔ پھر اس پر تین بار سجدہ کیا۔ آپ نے رکنین میں سے صرف یمانین کو مس کیا۔"

میں کہتا ہوں" آپ نے دورانِ طواف پانی طلب فرمایا۔" (الطبرانی)

جب آپ طواف سے فارغ ہوئے اور مقام ابراہیمی کے پیچھے آئے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

ترجمہ: اور بنالو مقام ابراہیم کو مصلیٰ۔

دو رکعتیں پڑھیں۔ مقام ابراہیمی آپ کے اور خانہ کعبہ کے مابین تھا۔ آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص اور مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ میں کہتا ہوں: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان میں سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکافرون پڑھی۔ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کی طرف آئے۔ اسے استلام کیا۔ پھر صفا کی طرف اس دروازے سے گئے جو اس کے سامنے تھا۔ اس کے قریب ہوئے تو یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

میں اسی سے آغاز کرتا ہوں جس سے میرے رب العزت نے آغاز کیا ہے۔

امام نسائی کی روایت میں ہے: "شروع کرو" (فعل امر) پھر آپ کوہِ صفا پر بلند ہوئے۔ جب آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا۔ آپ نے اس کی طرف رخ انور کیا۔ رب تعالیٰ کی توحید بیان کی۔ اس کی تکبیر کہی۔ پھر فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ ونَصَرَ عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ.

اس کے دوران آپ نے دعا مانگی۔ آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ حضرت ابن مسعود صفا کے ایک شگاف میں کھڑے ہوئے۔ ان سے عرض کی گئی: "آپ اس جگہ کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "بخدا! مجھے اس رب تعالیٰ کی قسم جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی جگہ سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔" پھر آپ چلتے ہوئے مروہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپ کے قدمین شریفین وادی کے دامن میں اترے تو آپ دوڑنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے وادی کو عبور کرلیا اور پر چڑھنے

لگے تو پھر چلنے لگے۔ (عن جابر عند الامام احمد و مسلم من طریق جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما)

ان دونوں نے کہا ہے: "لیکن امام احمد اور امام محمد نے محمد بن بکر سے، نسائی نے شعیب بن اسحاق سے، مسلم نے علی بن شہر اور عیسیٰ بن یونس سے، ان تمام نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اپنی سواری پر کی تھی۔ تاکہ لوگ آپ کو دیکھ لیں۔ میں کہتا ہوں کہ سوار ہو کر سعی کرنے کا قول ابن حزم نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نے چل کر سعی کی ہو۔ خصوصاً یہ جملہ "جب آپ کے قدم مبارک وادی کے اندر اترے تو آپ تیز چلے۔" اس کے بارے ابن حزم نے لکھا ہے "جب ایک سوار اس میں اترتا تھا تو اس کا اونٹ لڑھکتا چلا جاتا تھا۔ وہ سارا تیزی سے چلتا تھا۔ سارے جسم کے ساتھ قدم بھی تیزی سے چلتے تھے۔" ابن کثیر نے کہا ہے: "یہ بہت بعید ہے۔"

ان دونوں نے لکھا ہے "دونوں روایتیں اس طرح عمدہ طریقے سے جمع کی جاسکتی ہیں کہ آپ نے ابتداء میں سعی چل کر کی۔ پھر سوار ہو کر سعی کو مکمل فرمایا۔ اس کی صراحت بھی آئی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوطفیل سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: "مجھے بتائیں کہ سوار ہو کر صفا و مروہ کی سعی کرنا سنت ہے۔ آپ کی قوم گمان کرتی ہے کہ یہ سنت ہے۔" انہوں نے کہا: "انہوں نے سچ بولا۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔" میں نے عرض کی: "آپ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ پر لوگوں کی بھیڑ ہوگئی۔ وہ کہنے لگے: "یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ حتیٰ کہ گھر سے پردہ نشین عورتیں بھی نکل آئیں۔ حضور اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے حرکت نہ کر سکتے تھے۔ جب لوگوں کی اتنی کثرت ہوگئی تو آپ سوار ہو گئے۔ جبکہ چل کر صفا و مروہ کرنا افضل ہے۔" میں کہتا ہوں: "امام احمد نے یعلی بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نجرانی چادر اوڑھ کر صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔"

امام نسائی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت شیبہ بن عثمان کی ام ولد سے روایت کیا ہے کہ اس نے آپ کو صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے: "الابطح کو دوڑ کر ہی طے کیا جائے۔"

امام بیہقی نے حضرت قدامۃ بن عمار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ صفا اور مروہ کے مابین سعی کر رہے تھے۔ آپ اونٹ پر سوار تھے۔ نہ کسی کو مارا جارہا تھا۔ نہ ہی دھتکارا جارہا تھا۔ نہ ہی کہا جارہا تھا" بچو، بچو!"

عبداللہ بن امام احمد اور بزار نے ثقہ راوی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اپنے گھٹنوں تک کپڑا اٹھائے ہوئے تھے۔" امام احمد اور الطبرانی نے حضرت حبیبہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو دیکھا، آپ صفا اور مروہ کے مابین سعی کر رہے تھے۔ لوگ آپ کے سامنے تھے۔ آپ ان کے پیچھے تھے۔ آپ سعی فرما رہے تھے حتیٰ کہ تیز دوڑنے کی وجہ سے میں نے آپ کے گھٹنے

دیکھے وہاں پر ازار لپٹا ہوا تھا۔ آپ فرمارہے تھے "سعی کرو۔ رب تعالیٰ نے تم پر سعی کرنا لازم قرار دیا ہے۔" الکبیر میں ہے: "میں نے دیکھا آپ تیزی سے سعی کر رہے تھے۔ ازار آپ کے بطن اقدس پر اور مبارک رانوں پر گھوم رہا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کی رانوں کی سفیدی دیکھی۔" میں کہتا ہوں: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے بطن المسیل میں سعی کی تو آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم اغفر وارحم وانت الاعز والاکرم۔"

ابن علقمہ نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ یعلی کے گھروں میں سے ایک گھر کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کی طرف رخ انور کیا اور دعا مانگی۔ (اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے اسے ان کی والدہ سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر سعی کی۔ تین چکروں میں آپ دوڑے اور چار میں چلے۔ ان دونوں نے کہا ہے "صفا و مروہ کے مابین سعی کرتے وقت تین چکروں میں دوڑنا اور چار میں چلنا اس امر پر منطبق نہیں ہوتا۔ ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ آپ نے اس طرح بیت اللہ کا طواف کرتے وقت کیا تھا۔" جب آپ مروہ تک پہنچے تو اس کے اوپر چڑھے بیت اللہ کی طرف رخ انور کیا۔ تکبیر کہی۔ اسی طرح کیا۔ جس طرح صفا پر کیا تھا۔ جب مروہ پر سعی مکمل کر لی تو آپ نے ہر اس شخص کو حکم دیا جس کے پاس قربانی نہ تھی کہ وہ احرام کھول دے خواہ قارن ہو یا مفرد۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان تمام معاملات کو حلال سمجھیں جن پر احرام کی وجہ سے پابندی تھی۔ مثلاً وظیفۂ زوجیت، خوشبو اور سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ اور وہ یوم الترویہ تک اسی طرح رہیں۔ جس کے پاس قربانی کا جانور تھا وہ احرام سے باہر نہ آیا۔"

حضور اکرم ﷺ اور ان صحابہ کرام کے علاوہ سب نے احرام کھول دیے جن کے پاس قربانی کے جانور تھے۔ ان حضرات میں سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ نے فرمایا: "اگر میں کسی امر کی طرف رخ کرلوں تو پھر کم نہیں کرتا۔ ورنہ میں جانور نہ لاتا اور اسے عمرہ بنا دیتا۔" اسی جگہ حضرت سراقہ بن مالک نے عرض کی تھی۔ وہ وادی کے نیچے تھے۔ جب آپ نے حج سے عمرہ کی فسخ کرنے اور احرام کھولنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ ہمارے اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔ اور تین بار فرمایا: "نہیں۔" پھر فرمایا: "عمرہ حج میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور مذکورہ بالا صحابہ کرام کے علاوہ سارے لوگوں نے احرام کھول دیے۔"

میں کہتا ہوں کہ حج سے عمرہ کی طرف آپ کا ان لوگوں کے لیے فسخ جو قربانی کا جانور ہمراہ نہ لائے تھے۔ بہت سے صحابہ کرام سے روایت ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، شافعی نے کہا ہے کہ یہ صحابہ کرام کے خصائص میں سے تھا۔ دیگر لوگوں کے لیے فسخ کا جواز منسوخ ہو گیا۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جسے امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حج سے عمرہ کی طرف فسخ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تھا۔" صرف امام احمد نے

صحابہ کرام کے لیے دیگر لوگوں کے لیے فسخ جائز قرار دیا ہے۔

اس جگہ آپ نے حلق کروانے والوں کے لیے تین بار دعا کی۔ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے احرام کھول دیے۔ وہ قارنات تھیں۔ سوائے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے۔ وہ اپنے عذر (حیض) کی وجہ سے احرام نہ کھول سکیں۔ حضرت لختِ جگرِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے احرام کھول دیا۔ کیونکہ ان کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے احرام نہ کھولا۔ کیونکہ ان کے پاس قربانی کا جانور تھا۔ جس کے پاس قربانی کا جانور تھا آپ نے اسے حکم دیا۔ جس نے آپ کے تلبیہ کی طرح تلبیہ کہا تھا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہے، اگر اس کے پاس قربانی کا جانور ہو۔ اور اگر اس کے پاس قربانی کا جانور نہیں تو وہ احرام کھول دے۔" اس روایت کو امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

یوں ترویہ سے ایک روز قبل آپ روانہ ہوئے۔ ہم نے کہا: "ان شاء اللہ! کل آپ حنیف سے روانہ ہوئے جہاں مشرکین نے قسمیں اٹھائیں تھیں۔ آپ روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ کے مشرق کی طرف الابطح میں قیام کیا۔ وہاں آپ کے لیے سرخ چمڑے کا خیمہ لگا دیا گیا تھا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے آپ کی قربانی کے جانور لے کر آئے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو لڑائی پر اکساتے ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے ہی انہیں یہ حکم دیا تھا۔ علی! تلبیہ کس طرح کہا تھا؟ انہوں نے عرض کی: "میں نے یہ دعا مانگی تھی: "مولا! میں اسی طرح تلبیہ کہتا ہوں جس طرح تیرے رسول مکرم ﷺ نے تلبیہ کہا ہوگا۔ میرے پاس قربانی کا جانور ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم احرام نہ کھولو۔ وہ سارے قربانی کے جانور جنہیں آپ مدینہ طیبہ سے لے کر آئے تھے یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے ان کی تعداد ایک سو تھی۔ آپ ان ایام میں یوم ترویہ تک اسی جگہ نماز ادا کرتے رہے جہاں آپ نے مسلمانوں کے ہمراہ نزولِ اجلال فرمایا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ کے ظاہر پر اترے تھے۔ آپ نے وہاں چار روز تک قیام کیا۔ آپ نماز قصر ادا کرتے رہے۔ یعنی اتوار، سوموار، منگل اور بدھ کے روز تک آپ نے وہاں قیام کیا تھا۔ میں کہتا ہوں: "آپ کعبہ معظمہ نہ آئے" جیسے کہ صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ابطح میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے۔ کوئی صحابی لے کر خود پر چھڑک رہا تھا اور کوئی ویسے وصول کر رہا تھا۔ حضرت بلال نے اذان دی۔ میں ان کے چہرے کا تعاقب کر رہا تھا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ یعنی دائیں اور بائیں۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ میں نیزہ لے کر نکلے۔ حضرت حامیٔ بے کساں ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ گویا کہ میں اب بھی آپ کی مبارک پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے ہمیں نماز ظہر اور نماز عصر دو دو رکعتیں پڑھائیں۔ عورت، کتا اور گدھا نیزے کے پیچھے سے

گزرے۔ صحابہ کرام اٹھے۔ انہوں نے آپ کا دستِ اقدس تھاما۔ اسے اپنے چہروں پر پھیرنے لگے۔ میں نے بھی آپ کا دستِ اقدس تھاما اور اسے اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ مشک سے زیادہ خوشبو آور تھا۔" واللہ اعلم

میں کہتا ہوں "ابن سعد نے کہا ہے کہ یوم ترویہ سے قبل نماز ظہر کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ میں خطبہ دیا۔ جب جمعرات کا دن آیا تو آپ اپنے صحابہ کرام سمیت منیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ جنہوں نے احرام کھول دیے تھے انہوں نے اپنی اپنی رہائش کو اپنی کمروں کے پیچھے رکھ کر احرام باندھے۔ جب آپ منیٰ پہنچے تو وہاں نزول فرمایا۔ وہاں نماز ظہر اور نماز عصر ادا کی۔ رات وہیں بسر کی۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ جب سورج طلوع ہوا تو وہاں سے عرفہ کی طرف گئے۔ آپ نے ضب کا رستہ اختیار کیا جو آج کل لوگوں کے رستے سے دائیں طرف تھا۔ بعض صحابہ کرام تلبیہ اور بعض تکبیر کہہ رہے تھے۔ آپ یہ سماعت فرما رہے تھے۔ آپ کسی کا انکار نہ کر رہے تھے۔ میں کہتا ہوں: "حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ یوم عرفہ کو منیٰ سے نکلے۔ جب اونٹنی لے کر آپ کو اٹھی۔ اس پر ایسا کپڑا تھا جسے میں نے چار دراہم سے خریدا ہوا تھا۔ تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم اجعلہ حجا مبرورا لا ریاء فیہ ولا سمعۃ۔

اسے الطبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ قریش کو شبہ نہ تھا کہ آپ مشعر حرام کے پاس وقوف فرمائیں گے۔ جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ آپ عازم سفر ہوئے۔ نمرہ پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہاں آپ کے حکم سے آپ کا خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے قصواء اونٹنی کے بارے حکم دیا۔ اس پر آپ کے لیے کجاوہ رکھ دیا گیا۔ اسے سرزمین عرفہ کی وادی کے دامن میں لایا گیا۔ ابن سعد نے کہا ہے:

"آپ نے میدانِ عرفات میں ٹیلوں کے پاس وقوف کیا۔ آپ نے فرمایا: "وادی عرفہ کے علاوہ سارا عرفہ موقف ہے۔" آپ نے نماز سے قبل اپنی اونٹنی پر ایک عظیم خطبہ دیا۔ میں کہتا ہوں: "آپ دونوں رکابوں میں کھڑے تھے۔ جیسے کہ ابوداؤد نے حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں حتیٰ کہ تم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرلو۔ ان کی حرمت تمہارے اس شہر کی حرمت، تمہارے اس دن اور تمہارے اس مہینے کی حرمت کی طرح ہے۔ عنقریب تم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کے بارے پوچھے گا۔ میں نے تمہیں پیغام حق پہنچا دیا ہے۔ جن کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے صاحب امانت تک پہنچا دے۔ ارے! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے۔ میں سب سے پہلے خونوں میں سے جس خون کو رائیگاں کرتا ہوں۔ وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون رائیگاں کرتا ہوں۔ وہ بنو سعد بن بکر میں دودھ پیتا تھا۔ بنو ھذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

ابن اسحاق اور نسائی نے لکھا ہے کہ وہ بنو لیث میں دودھ پیتا تھا۔ ھذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔"

ان کی دعوت ان کے پیچھے سے محیط ہے۔ جس کا مقصدِ حیات دنیا ہو۔ رب تعالیٰ اس کی نگاہوں کے سامنے فقر رکھ دیتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے امور بکھیر دیتا ہے۔ اس کے پاس وہی کچھ آتا ہے۔ جو اس کے مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے جس کا مدعا آخرت ہوتا ہے رب تعالیٰ اس کے دل میں غنی کو رکھ دیتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے امور کی کفایت کرتا ہے۔ دنیا رسوا ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ رب تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری حدیث پاک کو سنا اور اسے دوسرے شخص تک پہنچا دیا۔ بہت سے حاملین فقہ فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے حاملین فقہ اس شخص کے محتاج ہوتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوں۔ تمہارے غلام، تمہارے غلام۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ انہیں وہی کچھ پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کسی ایسے گناہ کا صدور ہو جسے تم معاف نہیں کر سکتے تو انہیں فروخت کر دو۔ انہیں اذیت نہ دو۔ میں تمہیں پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔" آپ نے اتنی وصیت کی کہ ہم نے سمجھا کہ شاید آپ انہیں وارث بنا دیں گے۔

آپ نے فرمایا: "اے لوگو! رب تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کا حق ادا کر دیا ہے۔ کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ بچہ صاحبِ بستر کا ہے اور بدکار کے لیے پتھر ہیں۔ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا غیر موالی کی طرف نسبت کی اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے۔ رب تعالیٰ اس سے کوئی نفل یا فرض قبول نہیں کرتا۔ عاریۃً لی گئی چیز واپس کرنا ہو گی۔ قرض چیز واپس لوٹائی جائے گی۔ قرض ادا کیا جائے گا اور ضامن ذمہ دار ہو گا۔

امابعد! مشرک اور بت پرست اس جگہ سے غروب آفتاب کے وقت نکلتے تھے۔ حتیٰ کہ سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتا تھا جیسے کہ مردوں کے سروں پر عمامہ ہوتے ہیں۔ ہماری طریقہ ان کے طریقہ کے مخالف ہے۔ وہ مشعر حرام سے طلوعِ آفتاب کے وقت نکلتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "کوہ ثبیر چمک اٹھا ہے تاکہ ہم پشت زمین کی طرف جائیں۔ رب تعالیٰ نے اسے مؤخر کر دیا اور اسے مقدم کر دیا۔ یعنی مزدلفہ کو طلوعِ آفتاب سے قبل کر دیا اور عرفہ کو غروبِ آفتاب تک کر دیا۔ ہم عرفہ سے نہ نکلیں گے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور ہم مزدلفہ سے نہ نکلیں گے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔ ہمارا رستہ مشرکین اور بت پرستوں سے جداگانہ ہے۔" میں کہتا ہوں "حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے ہمیں عرفات میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "امابعد! اہلِ شرک اور بت پرست اس جگہ سے اس وقت نکلتے تھے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوتا تھا۔ گویا کہ مردوں کے عمامے ان کے چہروں پر ہوں۔ ہم غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے نکلیں گے۔ وہ مشعر حرام سے اس وقت نکلتے تھے جب دن ابھی طویل ہوتا تھا۔"

"تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ آپ نے فریضہ تبلیغ ادا کر دیا تھا۔ آپ نے خلوص کا اظہار کر دیا تھا۔" آپ نے سبابہ انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور اسے لوگوں کی طرف کیا پھر فرمایا: "مولا! گواہ رہنا۔ مولا! گواہ رہنا۔"

میں کہتا ہوں "امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفات میں خطبہ دیا۔

جب فرمایا:

لبیك اللھم لبیك۔ تو فرمایا: "انما الخیر خیر الآخرۃ۔"

ابو محمد نے کہا ہے کہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپ نے اسے لوگوں کے سامنے پیا۔" ان دونوں نے اس کے بارے وہم کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: "یہ واقعہ اس کے بعد رونما ہوا تھا۔ جب آپ نے عرفہ میں وقوف کیا تھا۔"

ابن اسحاق نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو شخص آپ کی اونٹنی کے نیچے باآواز بلند آپ کے فرامین دہرا رہا تھا۔ جبکہ آپ عرفہ میں موجود تھے۔ وہ ربیعہ بن امیہ جمحی تھے۔ ان کی آواز بلند تھی۔ آپ نے انہیں فرمایا: "باآواز بلند کہو۔ یوں کہو: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم ﷺ فرما رہے ہیں" کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ وہ اسی طرح کہتے۔ وہ باآواز بلند کہتے تو لوگ کہتے: "ہاں! یہ شہر حرام ہے۔" آپ فرماتے: "انہیں کہو اللہ تعالیٰ نے اسے حرمت والا مہینہ بنا دیا ہے۔"

جب آپ نے خطبہ مکمل کیا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ آپ نے نمازِ ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں اور ان میں آہستہ قرأت کی اس روز جمعۃ المبارک تھا۔ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو سوار ہو کر موقف تشریف لائے۔ ضمرات کے پاس پہاڑ کے دامن میں وقوف کیا اور آپ قبلہ رو تھے۔"

میں کہتا ہوں "حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی اونٹنی قصواء صخرات کی طرف کی اور جبل المشاۃ کو اپنے سامنے رکھا۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عرنہ وادی سے اٹھیں۔ آپ نے زوال سے لے کر غروب آفتاب تک وقوف کیا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ آہ وزاری اور فغاں کی۔ آپ اپنے دستِ اقدس کو سینہ اطہر تک اٹھائے ہوئے تھے۔ جیسے کہ مساکین کا کھانا طلب کرنا ہوتا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے۔" ان میں سے آپ کی بعض دعائیں یہ ہیں:

اللھم لك الحمد كالذی نقول، و خیرًا مما نقول اللھم لك صلاتی و نسكی و محیای و مماتی و الیك مآبی ولك تراثی اللھم انی اعوذ بك من عذاب القبر و وسوسۃ الصدر و شتات الامر اللھم انی اعوذبك من شر ما یجیئ بہ الریح و من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النھار و شر بوائق الدھر۔"

"اللھم انك تسمع كلامی و تری مكانی و تعلم سری و علانیتی لا یخفی علیك شئ من امری انا البأس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبہ اسئلك مسئلۃ المسكین و ابتھل الیك ابتھال المذنب

الذلیل و ادعوك دعاء الخائف الضریر من خضعت لك رقبته و فاضت لك عبرته و ذل جسده و رغم انفه لك اللهم لا تجعلنی بدعائك ربی شقیا و کن بی رؤفا رحیما یا خیر المسؤولین و یا خیر المعطین۔

لا اله الا انت وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد بیدہ الخیر وهو علی کل شیء قدیر اللهم اجعل فی قلبی نورًا و فی صدری نورًا و فی سمعی نورًا و فی بصری نورًا اللهم اشرح لی صدری و یسر لی امری و اعوذ بك من وسواس الصدر و شتات الامر و فتنة القبر اللهم انی اعوذ بك من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النهار و شر ما تهب به الریح و من شر بوائق الدهر۔ (البیہقی)

وہاں آپ پر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدۃ:۵)

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔

اسی جگہ ایک شخص اپنی سواری سے گرا۔ وہ حالت احرام میں تھا۔ اس کا وصال ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اس کے کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اسے خوشبو نہ لگائی جائے۔ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے۔ اس کا چہرہ اور سر ڈھانپے جائیں۔ آپ نے بتایا کہ یہ روزِ حشر تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔

جب سورج غروب ہو گیا۔ اس کا غروب ہونا مستحکم ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کی زردی ختم ہو گئی۔ تو آپ عرفہ سے نکلے۔ اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا۔ آپ بڑے سکون سے نکلے۔ اپنی اونٹنی کی نکیل کو اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اس کا سر آپ کی ٹانگ مبارک کے ساتھ لگ رہا تھا۔ آپ فرما رہے تھے: "اے لوگو! وقار طاری کرو۔ جلدی میں نیکی نہیں ہے۔" آپ المازمین کے رستے سے باہر نکلے۔ آپ مکہ مکرمہ میں ضب کے رستہ میں داخل ہوئے تھے۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب آپ عرفات سے نکلے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

الیك تغدو قلقا و ضینها مخالفا دین النصاریٰ دینها

اس روایت کو الطبرانی نے نقل کیا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل تھا۔ یہ مرفوع نہیں۔

پھر آپ نے العنق چال مبارک چلی۔ یہ ایسی چال ہے جو نہ تیز اور نہ ہی سست ہوتی ہے۔ جب آپ وسیع جگہ پاتے تو رفتار مبارک بڑھا دیتے۔ جب کوئی ٹیلہ آتا تو اپنی اونٹنی العضباء کی نکیل ڈھیلی فرما دیتے۔ حتیٰ کہ وہ اس ٹیلے پر چڑھ

جاتی۔آپ سارے رستے میں تلبیہ کہتے رہے۔آپ نے تلبیہ منقطع نہ کیا۔رستہ میں آپ گھاٹی کی طرف مائل ہوئے۔اس سے مراد الاذافر کی گھاٹی ہے جو ماز مین کے مابین رستے کے بائیں طرف ہے۔آپ نیچے تشریف لائے۔پیشاب فرمایا۔ ہلکا سا وضو کیا۔حضرت اسامہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز! آپ نے فرمایا: ''نماز تمہارے آگے ہے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ تشریف لے آئے۔''

میں کہتا ہوں: ''آپ نے اس آگ کے قریب نزولِ اجلال فرمایا جو کوہ قزح کے اوپر تھی۔آپ نے نماز کے لیے وضو کیا۔پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی۔پھر نماز کے لیے اقامت کہی تو آپ نے کجاوؤں کے رکھنے اور اونٹوں کے بیٹھنے کی طرف نماز پڑھائی۔جب انہوں نے اپنے کجاوے رکھ دیے تو آپ نے حکم دیا۔نمازِ مغرب کے لیے اقامت کہی گئی۔پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔اس کے لیے اقامت کہی گئی لیکن اذان نہ دی گئی۔آپ نے ان کے مابین کچھ بھی نہ پڑھا۔پھر آپ سو گئے۔تا صبح آرام فرما رہے۔اس رات کو شب بیداری نہ کی۔اس رات کو وقتِ سحر آپ نے انہیں اذن دے دیا جنہوں نے آپ سے اذن طلب کیا کہ وہ لوگوں کی بھیڑ بننے سے پہلے منیٰ چلے جائیں۔مثلاً چھوٹے بچے اور خواتین۔ان میں حضرات امہات المؤمنین میں سے حضرت سودۃ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما شامل تھیں۔یہ طلوعِ فجر کا وقت تھا۔اس وقت چاند غائب ہوا تھا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ جمرہ کو رمی نہ کریں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے فجر سے پہلے رمی کر لی۔البدایۃ میں ہے کہ حضور ﷺ نے بچوں کو حکم دیا کہ وہ طلوعِ فجر سے پہلے رمی نہ کریں۔آپ نے خواتین کو حکم دیا کہ وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی کر لیں۔کیونکہ اس میں ان کے لیے زیادہ سہولت اور پردہ کی پاسداری تھی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم بنو عبدالمطلب کے بچوں کو آپ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن کے ساتھ بھیج دیا تھا۔آپ نے ہماری رانوں پر مارا اور فرمایا: ''بچو! جمرہ کو کنکریاں نہ مارنا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔'' میں آپ کی بقیہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ آیا۔وہ وقتِ صبح وہاں سے نکلی تھیں۔جب صبح روشن ہو گئی تو آپ نے اول وقت میں نمازِ صبح ادا کی۔یہ اس شخص کے گمان کے برعکس ہے جس نے کہا ہے کہ آپ نے وقت سے پہلے نماز ادا کی تھی۔آپ نے ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔یہی یوم النحر اور عید کا دن تھا۔یہی حج اکبر کا دن تھا۔یہی وہ دن تھا جس روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ نے مشرکین سے ہر قسم کی برأت کا اعلان کیا تھا۔پھر آپ قصواء پر سوار ہوئے۔مشعرِ حرام کے پاس موقف میں تشریف لائے۔کوہ قزح پر وقوف فرمایا۔آپ نے فرمایا: ''سارا مزدلفہ موقف ہے سوائے وادی محسر کے۔'' آپ قبلہ رو ہو گئے۔آپ دعا، آہ وزاری، گریہ، ذکر، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے میں مشغول ہو گئے۔آپ وقوف فرما ہی رہے حتیٰ کہ صبح خوب روشن ہو گئی۔یہ طلوعِ شمس سے پہلے کا وقت تھا۔'' میں کہتا ہوں: ''اہلِ جاہلیت مزدلفہ سے نہ نکلتے تھے حتیٰ کہ کوہِ ثبیر پر سورج طلوع ہو جاتا۔وہ کہتے: ''کوہِ ثبیر اس لیے چمکا ہے تاکہ ہم روانہ ہو جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''قریش حضرت سیدنا

خلیل اللہ علیہ السلام کے طریقہ کی مخالفت کرتے تھے۔" آپ طلوعِ شمس کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے۔

اسی جگہ حضرت عروہ بن مضرس بن طائی نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں طئے کی پہاڑیوں سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری اور اپنے نفس کو تھکا دیا ہے۔ بخدا! میں نے کسی پہاڑی کو نہیں چھوڑا مگر اس پر وقوف کیا۔ کیا میرا حج ہو گیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جس نے ہماری اس نماز میں شرکت کی۔ ہمارے ساتھ وقوف کیا۔ حتیٰ کہ ہم روانہ ہو گئے۔ اس سے قبل وہ دن یا رات کے وقت وقوفِ عرفہ کر چکا تھا تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔ وہ اپنی میل کچیل دور کر لے۔"

پھر آپ مزدلفہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ چلتے ہوئے آپ تلبیہ کہہ رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید قریش کے اگلے دستے میں تھے۔ آپ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لیے سات کنکریاں چنیں۔ آپ نے انہیں نہ تو پہاڑ سے توڑا تھا اور نہ ہی رات کے وقت چن لیا تھا۔ جیسے کہ بعض لاعلم لوگ کرتے ہیں۔ آپ نے ان کے سات سنگریزے جمع کیے۔ آپ انہیں اپنی ہتھیلی میں رکھ کر ان کا جائزہ لینے لگے۔ آپ نے فرمایا: "ایسی کنکریاں مارا کرو۔ دین میں غلو کرنے سے بچو۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہلاک کیا۔"

اسی راستہ میں آپ کو بنو خثعم کی ایک خوبصورت عورت ملی۔ اس نے اپنے والد کے حج کے بارے آپ سے پوچھا۔ وہ عمر رسیدہ بوڑھا تھا۔ جو سواری پر نہ بیٹھ سکتا تھا۔ آپ نے اسے اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا۔ حضرت فضل نے اس عورت کی طرف اور اس عورت نے حضرت فضل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ آپ نے حضرت فضل کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف پھیر دیا۔ تاکہ وہ اس عورت کی طرف اور وہ عورت ان کی طرف نہ دیکھے۔

حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ حضرت فضل خوبصورت، سفید چہرے والے اور عمدہ بالوں والے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ نے اپنے چچازاد کی گردن پھیر دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا۔ مجھے ان کے بارے شیطان سے امن نہ تھا۔"

وہاں ایک شخص نے آپ سے اپنی والدہ کے بارے پوچھا۔ اس نے عرض کی: "وہ عمر رسیدہ بڑھیا ہے۔ اگر میں اسے اٹھالوں تو وہ ٹھہر نہیں سکتی اور اگر میں اسے ٹھہراؤں تو خطرہ ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہو تو تم اسے ادا نہیں کرو گے؟" اس نے کہا: "ادا کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "اپنی امی کی طرف سے حج کرو۔" جب وادیٔ محسر آئی تو اپنی اونٹنی کو تیز چلایا۔ رفتار تیز کی۔ آپ کی یہی عادت مبارکہ ایسے مقامات پر ہوتی تھی جہاں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اسی وادی میں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ جس کا تذکرہ سورۃ الفیل میں ہے۔ اسی لیے اس وادی کو وادیٔ محسر کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ یہ وادی منیٰ اور مزدلفہ کے مابین برزخ ہے۔ یہ نہ تو مزدلفہ اور نہ ہی منیٰ میں شامل ہے۔ منیٰ حرم میں سے ہے اور مشعر ہے لیکن محسر حرم میں سے ہے لیکن مشعر نہیں۔ مزدلفہ، حرم اور مشعر ہے۔ عرنہ مشعر نہیں۔ یہ حل سے ہے۔ جبکہ عرفہ حل اور مشعر ہے۔" میں کہتا

ہوں کہ اکثر روایات میں اسی طرح ہے۔

حضرت ام جندب کی روایت میں ہے کہ آپ سوار تھے۔ اور حضرت فضل آپ کو سایہ کر رہے تھے۔ یہ روایت غریب ہے۔ صحیح روایات کے مخالف ہے۔ آپ دو طریقوں میں سے وسطی پر چلے۔ یہ وہ رستہ ہے جو جمرۃ الکبریٰ پر نکلتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ منیٰ تشریف لے آئے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ لگاتار تلبیہ کہتے رہے حتیٰ کہ آپ نے رمی فرمائی۔" آپ جمرۃ العقبہ کے پاس آئے۔ وادی کے بیچ کھڑے ہوئے بیت اللہ کو بائیں طرف رکھا۔ منیٰ کو دائیں طرف رکھا۔ جمرہ کی طرف رخ انور کیا۔ آپ اپنی سواری پر تھے۔ آپ نے طلوعِ آفتاب کے بعد سوار ہو کر رمی کی۔ ایک ایک کر کے کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ اس وقت تلبیہ منقطع فرما دیا۔ آپ سارے رستے میں تلبیہ کہتے ہوئے آئے حتیٰ کہ رمی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے۔ ایک نے آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے کپڑے سے آپ کو سایہ کیا ہوا تھا۔" میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو سایہ کیا ہوا تھا۔

جیسے کہ حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے۔ ام جندب کی روایت میں ہے کہ وہ حضرت فضل تھے۔ (امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی) وہ دونوں باری باری سایہ کر رہے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ امام مسلم، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے یوم نحر کو آپ کو دیکھا۔ آپ اپنی سواری پر تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔ میں نہیں جانتا کہ شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔" ام جندب کی روایت میں ہے "لوگوں نے اژدہام بنا لیا۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! جمرۃ کو رمی کرتے ہوئے اک دوسرے کو مار نہ ڈالنا۔ سنگریزے مارا کرو۔" میں نے آپ کی انگلیوں کے مابین کنکری دیکھی۔ آپ نے اسے مارا تو لوگ بھی رمی کرنے لگے۔"

حضرت حذافہ بن عبداللہ العلائی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے وادی کے دامن میں یوم نحر کو اپنی اونٹنی پر جمرۃ العقبہ کو رمی کی۔ نہ مارنا اور ضرب تھی نہ دھتکارنا اور نہ ہی بچو بچو! کی صدا تھی۔" میں کہتا ہوں کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کے پاس وقوف نہ کیا۔ پھر آپ منیٰ آئے لوگوں کو بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام احمد نے حضرت عبدالرحمان بن معاذ سے اور انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہیں ان کے خیموں میں ٹھہرایا۔ آپ نے فرمایا: "مہاجرین یہاں خیمے لگائیں۔ آپ نے قبلہ کی دائیں سمت اشارہ کیا۔ انصار یہاں خیمے لگائیں۔ آپ نے قبلہ کی بائیں سمت اشارہ کیا۔ دیگر لوگ ان کے اردگرد خیمے لگا لیں۔" آپ نے انہیں مناسک سکھائے۔ اہلِ منیٰ کے کانوں کو کھول دیا گیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے اپنے خیموں میں خطبہ سنا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے: "میں نہیں جانتا کہ آپ نے یہ خطبہ بیت اللہ جانے سے پہلے دیا تھا یا واپس آ کر منیٰ میں دیا تھا۔" میں کہتا ہوں "صاحب الہدیٰ نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ آپ نے یہ خطبہ بیت اللہ کی طرف جانے سے پہلے دیا تھا۔

حضرت عمرو بن خارجہ آپ کی اونٹنی کی گردن کے نیچے تھے۔ وہ جگالی کر رہی تھی۔ اس کا لعاب ان کے کندھوں کے مابین بہ رہا تھا۔" بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وہ سیدنا بلال تھے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت ابو بکرہ تھے۔ آپ اپنی عضباء اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"آج زمانہ اسی طرح گھوما ہے جس طرح یہ اس دن گھوما تھا۔ جس روز آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی گئی۔ سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مہینے لگا تار ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجۃ اور محرم۔ جب کہ چوتھا مہینہ رجب ہے۔ جو جمادی اور شعبان کے مابین ہے۔" ایک اور روایت میں ہے: "کیا تم جانتے ہو کہ آج کون سا دن ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ بہتر جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا اور کوئی نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: "کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟" ہم نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "یہ کون سا مہینہ ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا نام اور کوئی رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: "کیا یہ ذوالحجۃ نہیں ہے؟" ہم نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "یہ کون سا شہر ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ بہتر جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا اور کوئی نام رکھ دیں گے۔ آپ نے فرمایا: "کیا یہ شہر مکہ نہیں ہے؟" ہم نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے یہ دن، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ عنقریب تم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ ارے! تم میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔ ارے شاہد غائب تک پہنچا دے۔ شاید تم میں سے جسے پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔" پھر فرمایا: "کیا میں نے تمہیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟" ہم نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے عرض کی: "مولا! گواہ رہنا۔" (احمد، شیخین)

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے یوم نحر کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! آج کون سا دن ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "آج حرمت والا دن ہے۔" آپ نے پوچھا: "یہ کون سا شہر ہے؟" انہوں نے عرض کی: "حرمت والا شہر ہے۔" آپ نے پوچھا: "آج کون سا مہینہ ہے؟" انہوں نے کہا: "حرمت والا مہینہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے خون، اموال اور عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن، تمہارے اس شہر اور تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے۔ آپ نے کئی بار اسی طرح فرمایا۔ پھر اپنا سر اقدس اوپر اٹھایا اور عرض کی: "مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے حجۃ الوداع کے وقت فرمایا: "ارے! تم جانتے ہو کہ کون سا مہینہ حرمت کے اعتبار سے بڑا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہمارا یہ مہینہ۔" آپ نے فرمایا:

''ارے! کیا تم جانتے ہو کہ کون سا شہر سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟'' صحابہ کرام نے فرمایا: ''ہمارا یہ شہر'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارا یہ دن۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے تمہارے خون، اموال اور عزتیں اسی طرح حرام کیے ہیں جیسے تمہارا یہ دن حرمت والا ہے۔ تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ جیسے یہ مہینہ حرمت والا ہے۔'' کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے؟ سارے صحابہ کرام نے بیک زبان کہا: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔''

پھر آپ منیٰ میں قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست اقدس سے ذبح کیے۔ آپ نے انہیں کھڑا کر کے دائیں طرف نیزہ مارا۔ آپ نے اپنی عمر مبارک کے مطابق اونٹ ذبح کیے۔ پھر آپ رک گئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سو میں سے بقیہ اونٹ ذبح کر دیں۔ پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے قلادے، چمڑے اور گوشت مساکین میں تقسیم کر دیں اور ان میں سے قصاب کو بطور اجرت کچھ نہ دیں۔'' فرمایا: ''ہم اسے اپنے پاس سے دیں گے۔'' فرمایا: ''جو چاہے وہ ٹکڑے کاٹ لے۔''

میں کہتا ہوں: ''ابن جریج نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پھر آپ نے ہر ہر جانور کا ایک ایک ٹکڑا لے کر پکانے کا حکم دیا۔ جب اسے پکایا گیا تو آپ نے ان کا گوشت تناول فرمایا اور شوربہ پی لیا۔'' واللہ اعلم

ابن جریج نے کہا ہے ''آپ کے ساتھ کس نے گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔'' حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔''

حضرت انس نے فرمایا: ''آپ نے کھڑے ہو کر سات اونٹ ذبح کیے تھے۔'' ابو محمد نے اس قول کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ آپ نے سات سے زائد جانور ذبح نہ کیے تھے۔ جیسے کہ حضرت انس نے فرمایا ہے پھر آپ نے تریسٹھ تک اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بقیہ اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ یا انہوں نے صرف سات اونٹوں کو آپ کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بقیہ اونٹوں کو بھی ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہر ایک نے اسی کی خبر دی جو اس نے مشاہدہ کیا تھا۔

یا آپ نے تنہا سات اونٹ ذبح کیے تھے۔ پھر آپ نے اور حضرت علی المرتضیٰ نے نیزہ لے لیا تھا اور دونوں ہستیوں نے مل کر تریسٹھ اونٹ ذبح کیے تھے۔ جیسے کہ حضرت عروہ بن حارث الکندی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''انہوں نے اس روز آپ کو دیکھا کہ آپ نے نیزہ کا اوپر والا حصہ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا نچلا حصہ پکڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں اونٹ ذبح کر رہے تھے۔'' پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیہ اونٹ ذبح کیے۔ جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن قرط کی روایت میں ہے کہ پانچ پانچ آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے وہ آپ کے قریب تر ہونے لگتے کہ آپ کس سے ذبح کا آغاز کرتے ہیں۔ جب وہ پہلو کے بل گر پڑتے تو وہ ہلکی گفتگو کرتے جسے میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔" میں کہتا ہوں" آپ نے جو فرمایا ہے کہ جو چاہے ان کا گوشت کاٹ لے۔" اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صرف پانچ اونٹ ذبح کیے تھے۔ سو اونٹ یکبار آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیے جا سکتے تھے۔ پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا کر انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ یہ گروہ جلدی کرتے۔ آپ کے قریب ہو جاتے۔ تاکہ آپ ان میں سے ہر ایک سے پہلے ابتداء کریں۔" میں کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے ایک گائے ذبح کی تھی۔ آپ نے منیٰ میں قربانی کے جانور ذبح کیے اور فرمایا: "سارا منیٰ منحر ہے۔ مکہ مکرمہ کے رستے اور گلیاں منحر ہیں۔ آپ سے التجاء کی گئی کہ منیٰ میں آپ کے لیے سائبان بنا دیا جائے۔ جس کے نیچے گرمی میں آپ تشریف فرما ہوں۔ آپ نے فرمایا: "منیٰ اس کے لیے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو پہلے اس میں آ جائے۔"

جب آپ نے قربانی مکمل کی تو نائی کو بلایا تا کہ وہ آپ کے سر اقدس کا حلق کرے۔ حلّاق کا نام حضرت معمر بن عبداللہ تھا۔ صحابہ کرام آپ کے بالوں کے حصول کے لیے کھڑے تھے۔ حضرت معمر استرا لیے آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: "معمر! حضور اکرم ﷺ نے تمہیں اس حالت میں اپنے کانوں کی لو کے پاس کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے کہ تمہارے پاس استرا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے اپنے رب تعالیٰ کا فضل و احسان سمجھتا ہوں۔" آپ نے حضرت معمر سے فرمایا: "کاٹو" آپ نے اپنی دائیں سمت اشارہ کیا۔ جب وہ اس سمت سے فارغ ہو گئے تو اپنے گیسوئے پاک ان صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیے جو آپ کے قریب تھے۔ پھر حضرت معمر کو اشارہ کیا۔ انہوں نے سر اقدس کی بائیں طرف کا حلق کیا۔ پھر فرمایا: "ابوطلحہ ادھر آؤ۔" آپ نے بال مبارک انہیں عطا کر دیے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے سر اقدس کا حلق کرایا۔ اپنے مبارک مونچھیں اور مبارک رخساروں سے بال لیے۔ ناخن کاٹے اور حکم دیا کہ آپ کے بالوں اور ناخنوں کو دفن کر دیا جائے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن سیرین کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حلق کرالیا تو سب سے پہلے حضرت ابوطلحہ نے آپ کے بال لیے۔" یہ روایت امام مسلم کی روایت کے مخالف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابوطلحہ کو دائیں سمت سے اتنے بال نصیب ہوئے ہوں جتنے کسی اور صحابی کو ملنے ہوں اور دوسرے حصے کے ساتھ آپ نے انہیں مختص فرما دیا ہو۔" لیکن امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے جمرہ پر رمی کی۔ قربانی کے جانور ذبح کیے حلق کرانے کا ارادہ فرمایا تو حلاق کے سامنے دائیں سمت کی۔ اس نے اس سمت کا حلق کیا۔ آپ نے حضرت ابوطلحہ کو یاد فرمایا۔ یہ گیسوئے معنبر انہیں عطا کیے۔ پھر آپ نے بائیں سمت کے بال کٹوائے اور وہ بھی حضرت طلحہ کو عطا فرمائے اور فرمایا: "انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔"

اس روایت میں ہے جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کو دائیں طرف کے بال نصیب ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں بائیں سمت کے بال عطا کیے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بال مبارک حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیے تھے۔ ان روایتوں میں تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت ابوطلحہ کو عطا کیے ہوں۔ کیونکہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کی زوجہ محترمہ تھیں۔" ایک اور روایت میں ہے: "آپ نے دائیں طرف سے آغاز کیا۔ لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کیے۔ پھر فرمایا: "بائیں طرف" پھر آپ نے اسی طرح کیا پھر فرمایا: "ابوطلحہ! ادھر آؤ۔" یہ بال انہیں عطا کر دیے۔" ایک اور روایت میں ہے: "آپ نے سراقدس کی بائیں طرف کے بال مبارک حضرت ابوطلحہ کو عطا کیے پھر اپنے ناخن بھی عطا کیے۔ انہوں نے انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ اس وقت ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ جب آپ کی پیشانی کے بال کاٹے جا رہے تھے۔

آپ نے یہ بال انہیں عطا کر دیے۔ وہ یہ مبارک بال تھے جنہیں وہ اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے۔ وہ جس لشکر سے بھی نبرد آزما ہوتے رب تعالیٰ انہیں فتح عطا فرماتا۔

آپ کے اکثر صحابہ کرام نے حلق کرائے۔ بعض نے قصر کرائے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! حلق کرانے والوں پر رحم فرما۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ سے عرض کی گئی: "قصر کرانے والوں پر بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قصر کرانے والوں پر بھی۔" آپ نے چوتھی بار فرمایا: "قصر کرنے والوں پر بھی۔"

میں کہتا ہوں: "ابن سعد نے لکھا ہے: "حلق کرانے کے بعد آپ نے خوشبو لگائی۔ قمیص پہنی۔ لوگوں نے احرام کھول دیے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے قربانی سے پہلے حلق کرا دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "قربانی کر لو۔ کوئی حرج نہیں۔" ایک اور شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے قربانی سے پہلے افاضہ کر لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "حلق کرا لو کوئی حرج نہیں۔" اس روز آپ سے تقدیم و تاخیر کے بارے جو بھی سوال کیا جاتا آپ فرماتے: "کر لو کوئی حرج نہیں۔"

آپ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی یا حضرت کعب بن مالک کو لوگوں میں بھیجا تاکہ وہ منیٰ میں اعلان کریں۔ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا: "یہ کھانے، پینے اور مباشرت کے دن ہیں۔" مسلمان روزہ رکھنے سے رک گئے۔ سوائے ان لوگوں کے جو حج کی وجہ سے یا عمرہ سے حج کی طرف تمتع کی وجہ سے محصور تھے۔ آپ کی طرف سے رخصت تھی کہ وہ ایام منیٰ میں روزے رکھیں۔" واللہ اعلم

پھر آپ طواف افاضہ کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نماز ظہر سے قبل مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے پیچھے

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے طواف افاضہ کیا۔یہی طواف زیارت ہے۔یہی طواف صدر ہے۔اس کے علاوہ آپ نے کوئی طواف نہ کیا۔"یہی صحیح مؤقف ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ نے طواف کو یوم نحر کی رات تک مؤخر کیا۔ بخاری نے اسے تعلیق کے ساتھ روایت کیا ہے ائمہ اربعہ نے اسے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ آپ نے یہ طواف زوال سے پہلے کیا تھا۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شاید آپ نے بعد میں کیا ہو۔اگر اسے اس امر پر محمول کیا جائے کہ آپ نے اسے زوال کے بعد کیا تو گویا کہ انہوں نے کہا: "سہ پہر تک۔"یہ صحیح ہے اگر اسے غروبِ آفتاب کے بعد پر محمول کیا جائے۔یہ بہت بعید ہے۔یہ اس مؤقف کے مخالف ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے یوم نحر کو دن کے وقت طواف کیا۔آپ زمزم نوش فرمایا۔طواف وداع رات کے وقت کیا۔ بعض راویوں نے اسے طواف زیارت سے تعبیر کیا ہے۔پھر آپ چشمۂ زمزم کے پاس آئے۔بنو عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔آپ نے فرمایا: "بنو عبدالمطلب! اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں نیچے اترتا اور تمہارے ساتھ پانی پلاتا۔"

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے بذاتِ خود اپنے پانی کا ڈول نکالا۔میں کہتا ہوں۔"آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور اسے ان کے چشمۂ زمزم پر پھینک دیا۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ان کی پانی پلانے کی جگہ پر تشریف لائے۔پانی طلب فرمایا۔حضرت عباس نے فرمایا: "فضل! اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہاں سے پانی لے کر آؤ۔" آپ نے فرمایا: "مجھے یہاں سے پانی پلاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگوں نے اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اسی سے پلاؤ جہاں سے لوگوں نے پانی پیا ہے۔آپ نے اسی سے پانی نوش فرمایا۔پھر چشمۂ زمزم پر تشریف لائے۔"

آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ظاہر ہے کہ یہ کسی حاجت کی وجہ سے تھا۔آپ نے یہ طواف سوار ہو کر کیا یا پیدل کیا۔ حضرت امام مسلم کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر طواف کیا اور عصا مبارک سے حجر اسود کو استلام کیا۔تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں اور آپ لوگوں کو دیکھ سکیں۔تا کہ وہ آپ سے پوچھ سکیں لوگوں نے آپ کو گھیر لیا تھا۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے حجۃ الوداع میں طواف اونٹ پر کیا تھا۔آپ نے اپنے عصا کے ساتھ استلام کیا تھا۔" ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ طواف، طوافِ وداع نہ تھا۔یہ رات کے وقت تھا۔نہ ہی یہ طواف قدوم تھا۔اس کی دو وجہیں ہیں یا آپ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے طواف

قدوم میں رمل کیا تھا۔کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ کے ساتھ آپ کی سواری نے رمل کیا تھا۔سب نے یہی کہا ہے کہ آپ نے بذاتِ خود رمل کیا تھا۔(۲) حضرت عمرو بن شرید کا قول ہے۔انہوں نے کہا:''میں عرفہ سے آپ کے ساتھ واپس آیا۔آپ کے قدمین شریفین نے زمین کو مس نہ کیا حتیٰ کہ مزدلفہ آگئے۔''اس کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ہی محوِ سفر رہے۔آپ کے قدموں نے زمین نہ چھوا حتیٰ کہ آپ واپس آگئے۔

طواف کی دو رکعتوں کی وجہ سے اس میں نقص نہیں آتا۔کیونکہ ان کی کیفیت معلوم ہے۔ظاہر یہی ہے کہ عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عرفہ سے آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔حتیٰ کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے۔انہوں نے یوم النحر کو بیت اللہ کی طرف جانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔نہ ہی اس میں اس وجہ سے نقص پیدا ہوتا ہے۔جب آپ گھاٹی کے پاس ٹھہرے اور پیشاب کیا۔پھر آپ سوار ہو گئے۔کیونکہ یہ مستقل نزول نہیں ہے۔آپ کے قدمین شریفین نے زمین کو عارضی طور پر مس کیا تھا۔''

پھر آپ منیٰ تشریف لے آئے۔اس دن آپ نے نمازِ ظہر کہاں پڑھی تھی؟ اس میں اختلاف ہے۔صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ یومِ نحر کو طواف افاضہ کے لیے تشریف لے گئے۔پھر آپ واپس آئے اور منیٰ میں نماز ظہر پڑھی۔''امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں نمازِ ظہر پڑھی تھی۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی فرمان ہے۔ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اختلاف ہے۔ابن حزم نے دوسرے قول کو اور ابن قیم نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

ابن کثیر نے کہا ہے''اگر ہمیں اس بارے میں معلوم ہو جائے تو یوں کہا جائے گا'' آپ نے نمازِ ظہر مکہ مکرمہ میں ادا کی۔پھر آپ منیٰ لوٹے۔صحابہ کرام کو دیکھا۔وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔آپ نے منیٰ میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔''اس روز ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف ایک طواف کیا۔انہوں نے صرف ایک سعی کی۔جو ان کے حج اور عمرہ کی طرف سے کافی ہو گئی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ منیٰ لوٹ آئے ہوں۔نماز ظہر کا آخری وقت ہو۔آپ نے نماز پڑھی ہو۔اس روز حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف کیا۔پھر ان کے خصوصی ایام شروع ہو گئے۔ان کا یہ طواف،طوافِ وداع کی طرف سے کافی ہو گیا۔انہوں نے اور طواف نہ کیا۔

دوسرے روز آپ نے نماز سے قبل سورج کے ڈھل جانے کے وقت رمی جمار کی۔جب آپ نے دو جمروں کو کنکریاں ماریں تو آپ اوپر چڑھ گئے اور جمرۃ العقبہ کو وادی کے دامن سے کنکریاں ماریں۔آپ نے جمرۃ الاولیٰ کے پاس دوسرے جمرۃ کی بنسبت زیادہ قیام کیا۔تیسرے جمرے کے پاس قیام نہ کیا۔اسے رمی کی اور واپس تشریف لے آئے۔آپ نے منع کیا کہ کوئی بھی منیٰ میں رات بسر نہ کرے۔آپ نے چرواہوں کو اجازت دے دی کہ وہ منیٰ کے پاس رات بسر کر لیں۔ان میں جو آیا اور اس نے رات کے وقت رمی کی۔آپ نے اسے اس کی رخصت دے دی۔آپ نے فرمایا:''سنگریزوں کی مثل کنکریاں مارو۔'' آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے رات کے وقت ہی رمی کر لی تھی۔پھر آپ اسی

روزمنیٰ واپس آگئے۔اسی جگہ رات بسر کی۔صبح ہوئی تو آپ نے زوالِ آفتاب کا انتظار کیا۔جب سورج ڈھل گیا تو آپ اپنے خیمہ سے پیدل جمروں کی طرف گئے سوار نہ ہوئے۔جمرۃ الاولیٰ سے شروع کیا جو مسجد خیف کے ساتھ تھا۔اسے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریں۔ہر کنکری پھینکتے وقت اللہ اکبر کہا۔پھر جمرہ سے آگے بڑھے حتیٰ کہ ہموار زمین پر آگئے۔آپ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ہاتھ بلند کیے طویل دعا مانگی۔آپ نے سورۃ البقرہ کے برابر دعا مانگی پھر جمرۃ الوسطیٰ کے پاس آئے۔اسی طرح اسے رمی کی۔پھر بائیں طرف ہٹ گئے۔جو جگہ وداع کے ساتھ متصل ہے وہاں قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔اپنے ہاتھ بلند کیے تقریباً پہلے جتنی طویل دعا مانگی۔پھر تیسرے جمرے کے پاس تشریف لائے۔یہی جمرۃ العقبہ ہے۔آپ وادی میں تشریف لائے جمرہ کا جائزہ لیا۔بیت اللہ کو اپنے دائیں طرف رکھا۔منیٰ کو اپنے بائیں طرف رکھا۔اسے بھی سات کنکریاں ماریں۔آپ نے اسے بلند جگہ سے نہ مارا۔جیسے کہ جاہل کرتے ہیں۔نہ ہی اسے دائیں طرف سے مارا۔رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ انور کیا۔جیسے کہ کئی فقہاء نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔"

تیسرے جمرے کو رمی کر کے آپ اس کے پاس کھڑے نہ ہوئے۔ایک قول یہ ہے کہ پہاڑ کے پاس جگہ تنگ تھی۔ایک قول یہ ہے کہ یہی اصح ہے کہ آپ کی دعا نفس عبادت تھی۔جو اس امر سے فراغت سے قبل تھی۔آپ نے جمرۃ العقبہ پر رمی کر لی تو آپ رمی سے فارغ ہو گئے۔عبادت کے دوران دعا مانگنا بعد میں مانگنے سے افضل ہے۔انہوں نے لکھا ہے:

"ظن غالب یہ ہے کہ آپ نے نماز سے پہلے رمی کی تھی۔پھر واپس جا کر نماز ادا کی تھی۔کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے کہا ہے۔"جب سورج ڈھل جاتا تھا تو آپ رمی کرتے تھے۔صحابہ کرام نے آپ کی رمی کے لیے زوال شمس کا انتظار کیا۔ایام منیٰ میں رمی کے لیے زوال کا وقت اسی طرح ہے جیسے یوم نحر کی رمی کے لیے طلوع آفتاب کا وقت ہے۔"

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ رمی جمار کرتے۔ابن ماجہ نے لکھا ہے"اتنا وقت ہوتا تھا کہ آپ رمی کر کے نماز ظہر پڑھتے تھے۔"

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم نحر کو سوار ہو کر رمی کی۔منیٰ کے ایام میں پیدل رمی کی۔آپ جاتی دفعہ اور آتی دفعہ پیدل تھے۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ کا حج دعا کے چھ وقفوں کو ضمن میں لیے ہوئے ہے۔(۱) صفا پر (۲) مروہ پر (۳) عرفہ میں (۴) مزدلفہ میں (۵) پہلے جمرہ کے پاس (۶) دوسرے جمرہ کے پاس۔

آپ نے منیٰ میں لوگوں کو عظیم خطبہ دیا۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے یہ خطبہ اونٹنی قصواء پر دیا تھا۔حضرت عمرو بن خارجہ نے روایت کیا ہے کہ وہ اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔اس کا تھوک میرے کندھوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔یہ خطبہ ایام تشریق کے وسط میں دیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر کا دوسرا دن تھا۔یہ ان میں سے بہترین دن تھا۔ذوالحجۃ کی گیارہ تاریخ تھی۔یوم الرؤس تھا۔اسے یہ نام اس لیے دیا گیا تھا کیونکہ یوم نحر کو وہ قربانیاں کرتے تھے پھر اسی رات ان جانوروں

کے سر پکاتے تھے۔وہ انہیں جلدی کھاتے تھے۔ابوحرۃ الرقاشی کے چچا حضور اکرم ﷺ کی ناقہ مبارکہ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔لوگوں کو آپ سے دور ہٹا رہے تھے۔"

اس خطبہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس روز آپ پر سورۃ النصر نازل ہوئی۔آپ نے جان لیا کہ وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔آپ نے حکم دیا۔قصواء اونٹنی کو تیار کیا گیا۔آپ عقبہ کے پاس لوگوں کے لیے کھڑے ہو گئے۔لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔پھر فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا رب تعالیٰ یکتا ہے۔تمہارا باپ ایک ہے۔کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔کسی سیاہ کو سرخ پر اور کسی سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں۔مگر تقویٰ کے ساتھ۔رب تعالیٰ کے ہاں تم میں سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟"صحابہ کرام نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے فرمایا:"شاہد غائب تک پہنچا دے۔بہت سے وہ افراد جنہیں پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔"پھر فرمایا:"یہ کون سا مہینہ ہے؟"صحابہ کرام خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا:"یہ حرمت والا مہینہ ہے۔"پھر فرمایا:"یہ کون سا شہر ہے؟"صحابہ کرام خاموش ہو گئے۔آپ نے فرمایا:"یہ حرمت والا شہر ہے۔"پھر فرمایا:"یہ کون سا دن ہے؟"صحابہ کرام خاموش ہو گئے۔آپ نے فرمایا:"آج حرمت والا دن ہے۔"پھر فرمایا:"رب تعالیٰ نے تمہارے خون،تمہارے اموال اور عزتیں اسی طرح حرام کی ہیں جیسے تمہاری اس مہینے کی حرمت ہے۔تمہارے اس شہر کی حرمت ہے اور تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے۔حتیٰ کہ تم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لو۔کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے کہا:"مولا! گواہ رہنا۔" ارے تم میں سے جس کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس تک پہنچا دے۔جس نے اسے امین بنایا ہے۔ارے! جاہلیت کا سارا سود ختم ہے۔جاہلیت کا سارا خون رائیگاں ہے۔میں سب سے پہلے ایاس بن ربیعہ بن حارث کا خون رائیگاں کرتا ہوں۔(یہ بنو سعد میں دودھ پیتا تھا ھذیل نے اسے قتل کر دیا تھا) کیا میں نے تمہیں تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے کہا:"مولا! گواہ رہنا شاہد غائب تک پہنچا دے۔ارے! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔میری بات غور سے سنو تم عمدہ زندگی بسر کرو گے۔ارے ظلم نہ کرو۔ارے! ظلم نہ کرو۔ارے! ظلم نہ کرو۔کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کے لیے حلال نہیں۔مگر وہ جو وہ خوش دلی سے دے۔"

حضرت عمرو بن یثربی نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں اپنے چچازاد کی بکریوں سے ملوں۔میں ایک بکری لوں تو اس سے محتاط رہوں۔آپ نے فرمایا:"اگر تم اسے اس حالت میں ملو کہ تمہارے پاس چھری ہو۔وسیع و عریض سرزمین ہو۔پھر بھی اسے نہ پکاؤ۔"

پھر آپ نے فرمایا:"اے لوگو!

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا

لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ۔ (التوبۃ: ۳۷)

ارے! آج زمانہ نے اسی طرح گردش کی ہے جس طرح اس نے اس روز گردش کی تھی جس دن رب تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا۔ پھر فرمایا:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔

(التوبۃ: ۳۶)

تین حرمت والے مہینے لگاتار ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجۃ اور محرم۔ ایک ماہ رجب ہے جو جمادی اور شعبان کے مابین ہوتا ہے جسے رجب مضر کہا جاتا ہے۔ ایک مہینہ انتیس یا تیس روز کا ہوسکتا ہے۔ کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے کہا: ''مولا! گواہ رہنا۔''

پھر فرمایا: ''اے لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ تمہارے ان پر حقوق ہیں۔ تمہارے ان پر حقوق یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں۔ وہ کسی اس شخص کو تمہارے گھر نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرو۔ مگر تمہارے اذن کے ساتھ۔ اگر وہ اس طرح کریں تو رب تعالیٰ نے تمہیں اذن دے دیا ہے کہ تم انہیں خواب گاہوں سے جدا کر دو۔ انہیں اس طرح مارو جو اذیت ناک نہ ہو۔ اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو بھلائی کے ساتھ ان کا رزق اور لباس ان کا حق ہے۔ بلاشبہ عورتیں تم پر انحصار رکھتی ہیں۔ وہ کسی چیز کی مالک نہیں ہیں۔ تم نے رب تعالیٰ کی امانت کے ساتھ انہیں حاصل کیا ہے۔ رب تعالیٰ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرم گاہیں حلال کیں ہیں۔ عورتوں کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے کہا: ''مولا! گواہ رہنا۔''

پھر فرمایا: ''اے لوگو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ وہ اس کے علاوہ دیگر امور پر راضی ہو جائے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ وہ اسی پر راضی ہوگیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون اور مال حلال نہیں۔ الا یہ کہ وہ اسے خوشدلی سے دے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں۔ جب وہ یہ کہنے لگیں گے تو وہ اپنے خون اور اموال مجھ سے محفوظ کرلیں گے۔ مگر ان کے حقوق۔ ان کا حساب رب تعالیٰ پر ہے۔ تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔ میرے بعد کافر ہو کر لوٹ نہ جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اسے پکڑے رکھا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ کتاب اللہ ہے۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے کہا: ''مولا! گواہ رہنا۔''

پھر آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ نماز ظہر اور نماز عصر یوم النفر کو الابطح میں پڑھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ نے محصب میں نزول فرمایا۔ کیونکہ یہاں سے عازم سفر ہونا آسان تھا۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے اذن مانگا کہ آپ انہیں منیٰ کی راتیں مکہ مکرمہ میں قیام کرنے دیں۔ کیونکہ انہوں نے حاجیوں کو پانی پلاتا تھا۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ آپ سے اونٹوں کے چرواہوں نے اذن مانگا کہ وہ رات منیٰ سے باہر گزاریں۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ آپ نے انہیں رخصت دی کہ وہ یوم نحر کو رمی کریں۔ پھر دو دنوں کی رمی یوم نحر کے بعد ایک دن میں کرلیں۔

امام مالک نے فرمایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلے دن رمی کرلیں پھر یوم نفر کو رمی کریں۔

ابن عیینہ نے کہا: "اس روایت میں چرواہوں کے لیے اختیار ہے کہ وہ ایک دن رمی کرلیں اور ایک دن چھوڑ دیں۔"

آپ نے دو دن میں جلدی نہ کی۔ بلکہ تاخیر کی حتیٰ کہ تینوں ایام تشریق کی رمی مکمل کی۔ پھر منگل کے روز نماز ظہر کے بعد محصب (الابطح) لوٹ آئے۔ یہ جگہ بنو کنانہ کے دامن کوہ میں تھی۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت ابورافع نے آپ کا خیمہ وہاں لگا دیا تھا۔ انہوں نے یہ خیمہ رب تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور رب تعالیٰ کی توفیق سے لگایا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم نہ دیا تھا۔ آپ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ کچھ دیر آرام کیا۔ پھر مکہ مکرمہ گئے۔ سحری کے وقت طواف وداع کیا اس طواف میں رمل نہ کیا۔" آپ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے عازم سفر ہوئے۔

میں کہتا ہوں: "آپ مسجد کے باب الحزورہ سے باہر نکلے۔ اسے باب الحناطین کہتے ہیں۔ الطبرانی نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو عرض کیا کہ انہیں حیض آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا وہ ہمیں روک دیں گی؟" آپ سے عرض کی گئی کہ انہوں نے طواف افاضہ کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "پھر تو وہ عازم سفر ہو جائیں گی۔" اس رات حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ انہیں منفرد عمرہ کروادیں۔ آپ نے انہیں بتایا کہ ان کا بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی ان کے حج اور عمرہ کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔" مگر انہوں نے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ وہ عمرہ منفردہ ادا کریں گی۔ آپ نے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمان کو حکم دیا کہ وہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرائیں۔ رات کے وقت وہ عمرہ سے فارغ ہوئیں۔ پھر محصب میں اپنے بھائی کے ساتھ آگئیں۔ وہ رات کی تاریکی میں واپس آئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم فارغ ہو گئے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں"

آپ نے صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام عازم سفر ہونے لگے۔ آپ نے نماز صبح کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام بخاری نے اس روایت کو قاسم کی سند سے روایت لیا ہے۔

صحیح میں اسود کی سند سے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے اور ہم نے صرف حج دیکھا۔۔۔۔ لیلۃ الحصبۃ کے روز میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگ حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ واپس جا رہی ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم جاؤ۔ عمرہ کا احرام باندھو۔ پھر فلاں جگہ آکر مل جاؤ۔"

ام المؤمنین نے فرمایا: "میں نے آپ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف جا رہے تھے اور میں نیچے اتر رہی تھی یا میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آپ نیچے تشریف لا رہے تھے۔"

ظاہر ہے کہ رستہ میں ان کی ملاقات ہو گئی تھی۔ پہلی صورت میں آپ نے ان کا انتظار اپنے خیمہ میں کیا۔ جب وہ تشریف لائیں تو آپ نے صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان: "آپ مکہ کے بالائی حصے کی طرف جا رہے تھے اور میں اس کے نشیبی علاقے کی طرف آ رہی تھی تاکہ عمرہ کروں۔" یہ اس امر کے منافی ہے کہ آپ نے محصب میں ان کا انتظار کیا ہو۔"

اگر اسود کی روایت محفوظ ہو تو یہ اس طرح درست ہو گی: "آپ نے مجھ سے اس وقت ملاقات کی جبکہ میں مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں جا رہی تھی۔ آپ نشیبی علاقے میں جا رہے تھے۔ انہوں نے طواف کیا۔ اپنا عمرہ قضا کیا۔ پھر مقررہ جگہ تک پہنچ گئیں۔ اس وقت آپ مکہ مکرمہ کی طرف الوداعی طواف کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ پھر آپ روانہ ہوئے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔" اسود کی روایت کی اس کے علاوہ اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

اس توجیہ کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے شیخین نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے حج پورا کر دیا۔ ہم منیٰ سے روانہ ہوئے ہم محصب پہنچے تو آپ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کو بلایا۔ فرمایا: "اپنی بہن کو حرم میں لے جاؤ۔ پھر طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس محصب میں آ جانا۔" ام المؤمنین نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے عمرہ بھی کرا دیا۔ ہم رات کے وقت طواف سے فارغ ہوئے۔ محصب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم فارغ ہو چکے ہو۔" ہم نے عرض کی: "ہاں! آپ نے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔"

میں کہتا ہوں" آپ حج کرنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ انہیں درد تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ میرا درد ملاحظہ کر رہے ہیں۔ میں صاحب مال ہوں۔ میری وارث صرف میری بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں! وہ فرماتے ہیں: "میں نے عرض کی: "نصف" آپ نے فرمایا: "ثلث، ثلث بھی کثیر ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑو۔ جو لوگوں سے مانگتے پھریں۔ تم جو بھی رضائے الٰہی کے حصول کے لیے خرچہ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں رکھتے ہو۔ تمہیں اس کا بھی اجر ملتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟" آپ نے فرمایا: "تم پیچھے نہیں رہو گے تم عمدہ اعمال سرانجام دو گے۔ جو تمہاری بھلائی اور رفعت میں اضافہ کریں گے۔ تمہیں زندہ رکھا جائے گا حتیٰ کہ بعض لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے اور بعض کو تمہاری وجہ سے نقصان ہو گا۔ مولا! میرے صحابہ کی ہجرت کو مکمل فرما۔ انہیں اپنے پیچھے نہ لوٹا۔" لیکن حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں ہی وصال ہو گیا۔ آپ کو ان کا افسوس ہوا۔ آپ نے ایک شخص کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس

چھوڑا۔ اسے فرمایا: "اگر ان کا مکہ مکرمہ میں وصال ہو جائے تو انہیں یہاں دفن نہ کرنا۔" آپ نے ناپسند فرمایا کہ کوئی شخص اس زمین پر مرے جہاں سے اس نے ہجرت کر لی ہو۔"

پھر آپ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب آپ الروحاء کے مقام پر تھے تو ایک کارواں آپ کو ملا۔ آپ نے پوچھا: "کسی قوم سے تعلق ہے؟" انہوں نے کہا: "مسلمانوں سے؟" انہوں نے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قوم کے ساتھ ہے؟" انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کے ساتھ۔" ایک عورت نے پالکی سے اپنا بچہ بلند کیا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اس کے لیے حج ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! تمہارے لیے اجر ہے؟ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں صبح تک رات بسر کی۔ وادی کے دامن میں نماز پڑھی۔"

میں کہتا ہوں: "ذوالحلیفہ میں رات بسر کرتے وقت آپ نے وادی کے دامن میں دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ مبارک بطحاء میں ہیں۔"

آپ نے مدینہ طیبہ دیکھا تو تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر یہ ذکر کیا:

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ. لہ الملک. لہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر آیبون، عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔

جب آپ حج یا عمرہ یا کسی غزوہ سے واپس آتے اور ثنیہ یا فدفد سے دیکھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا مانگتے:

لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد (یحیی و یمیت) وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر آیبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ. اللھم انا نعوذ بک من وعثاء السفر و کآبۃ المنقلب و سوء المنظر فی الاھل والمال والولد اللھم بلغنا بک بلاغا صالحا یبلّغ الی الخیر بمغفرۃ منک و رضوان۔

جب آپ نے معرس نزولِ اجلال فرمایا تو آپ نے منع کیا کہ صحابہ کرام رات کے وقت اپنے گھروں میں جائیں۔ دو افراد رات کے وقت اپنے گھروں میں گئے۔ انہیں ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے بطحاء میں اونٹ بٹھایا۔ جب آپ حج کے لیے نکلے تھے تو آپ الشجرہ کے رستے پر روانہ ہوئے تھے جب آپ واپس آئے تو معرس الابطح کے رستے سے داخل ہوئے۔ آپ نے وادی کے دامن میں رات بسر کی۔ تمام رات آپ اسی جگہ رہے۔"

چوتھا باب

حجۃ الوداع کے بارے میں بعض فوائد

1. یہ صحیح نہیں کہ آپ حجۃ الوداع میں بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔
2. آپ نے الوداع کی رات کو نماز صبح مکہ مکرمہ میں ادا کی۔ کیونکہ شیخین نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ میں علیل ہوں۔" آپ نے فرمایا: "جب میں نماز صبح قائم کرلوں تو تم اپنے اونٹ پر طواف کر لینا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ وہ باہر نکل گئیں۔ دوسری روایت میں ہے: "تم لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لینا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے طواف کیا۔ حضور اکرم ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ سورۃ والطور و کتاب مسطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ بالکل محال ہے کہ یہ طواف یوم نحر کو ہو۔ بلاشبہ یہ طواف وداع ہی تھا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ نے اس روز نماز صبح بیت اللہ میں ادا کی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

3. یہ صحیح ہے کہ آپ غزوۃ الفتح میں ملتزم کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے کہ ابو داؤد نے حضرت عبدالرحمان بن ابی صفوان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رکن اور دروازے کے پاس قیام فرمایا۔ انہوں نے اپنا سینہ اقدس، جبین اطہر، بازو اور ہتھیلیاں ملتزم پر رکھیں اور انہیں پھیلایا۔ اور کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اس طرح کر رہے تھے۔" احتمال یہ ہے کہ یہ وقت وداع ہوگا۔ یا کسی اور وقت میں ہوگا۔

اس شخص کے موقف کی ترجیح جس نے کہا ہے کہ آپ قارن تھے

زاد المعاد میں ہے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

۱- ایسے افراد کثیر ہیں۔

۲- اس کے بارے روایات کی اسناد کئی ہیں۔

۳- بعض راویوں نے آپ کے الفاظ کو صراحت کے ساتھ سنا۔ بعض نے کہا کہ آپ نے اپنی طرف سے اس طرح کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اس طرح کیا۔ لیکن افراد میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔
۴- ان روایات کی تصدیق جن میں ہے کہ آپ نے چار عمرے کیے تھے۔ اس کی وضاحت ابن کثیر نے کی ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی کیا تھا۔ آپ نے دونوں مناسک کے مابین احرام نہ کھولا۔ نہ ہی حج کے لیے دوسرا احرام باندھا۔ نہ حج کے بعد عمرہ کیا۔ لہٰذا قران لازم ہو گیا۔"
۵- یہ روایات واضح ہیں جو کسی تاویل کا احتمال نہیں رکھتیں۔ لیکن اِفراد کی روایات اس کے برعکس ہیں۔
۶- یہ زیادتی کو متضمن ہیں۔ جو افراد کے راویوں سے ساقط ہو گئی ہے۔ یا ان کی نفی کی ہے۔ ذاکر اور زائد ساکت پر مقدم ہوتا ہے۔ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔
۷- افراد کے بارے روایات ان صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ "حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، ابن عمر، جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم۔ دیگر صحابہ کرام نے قران کے بارے روایات کی ہیں۔ اگر ہم ان کی روایات کے تساقط کی طرف چلیں تو ان کے علاوہ کی قران کی روایات معارض سے سالم ہیں۔ اگر ہم ترجیح کی طرف چلیں تو اس کی روایت قبول کرنا لازم ہوتا ہے جس کی روایت نہ اضطراب کا شکار ہو نہ ہی اختلاف کا۔ جیسے حضرات عمر فاروق، علی المرتضیٰ، انس، براء، عمران، ابوطلحہ، سراقہ، سعد، عبداللہ بن ابی اوفی اور ہرماس رضی اللہ عنہم۔
۸- یہ وہ نسک تھے جن کا حکم آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا۔ آپ کا ان سے عدول کرنا درست نہ تھا۔
۹- یہ وہ نسک تھے جس کا حکم آپ نے ہر اس شخص کو دیا تھا جو قربانی کا جانور ساتھ لے کر گیا تھا۔ ایسے نہیں ہو سکتا کہ آپ ایک امر کا حکم دیں جب وہ جانور ساتھ لے کر چلیں اور آپ خود اس کی مخالفت کریں۔
۱۰- یہ وہ نسک تھے جن کا آپ کو اور آپ کے اہلِ بیت کو حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے یہ ان کے لیے منتخب کیے تھے۔ آپ ان کے لیے وہی کچھ پسند کرتے تھے جو اپنے لیے پسند کرتے تھے۔
۱۱- آپ نے فرمایا: "عمرہ حج میں روزِ حشر تک داخل ہے۔" اس کا تقاضا ہے کہ یہ اس کا جزء بن گیا ہو یا وہ جزء ہو جو اس طرح اس میں داخل ہو کہ ان کے مابین جدائی نہ ہو سکتی ہو۔ یہ اس طرح ہے کہ جیسے کوئی چیز اس کے ساتھ داخل ہو۔
۱۲- حضرت صبی بن معبد نے حج اور عمرے کا احرام باندھا۔ زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے ان کا انکار کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "تمہیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی طرف ہدایت دی گئی ہے۔" یہ حضرت عمر کی روایت کے موافق ہے کہ یہ وحی تھی جو آپ پر آئی تھی کہ آپ حج اور عمرے کا احرام باندھیں۔ انہوں نے بتایا کہ قران وہ سنت ہے جو آپ نے سرانجام دیا اور اس پر اپنے رب تعالیٰ کا حکم مانا۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے "افراد اور قران کی روایات کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے حج کے افعال افراد کے ساتھ ادا کیے۔ نیت، فعل اور قول کے اعتبار سے اس میں عمرہ داخل کر دیا۔ ان دونوں کی طرف سے طوافِ حج اور اس کی سعی کو کافی سمجھا۔ جیسے کہ قارن کے متعلق جمہور کے مؤقف میں سے سوائے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے۔"

آپ کے حج کے بارے جو تمتع کی روایات ہیں اور صحیح روایت ہے کہ آپ قران تھے۔ سلف کے کلام میں تمتع، تمتع خاص سے اعم ہے۔ پہلے لوگ اس کا اطلاق حج کے مہینوں میں عمرہ پر بھی کرتے تھے۔ اگرچہ اس کے ساتھ حج نہ بھی ہوتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ہمراہ تمتع کیا۔ ان کی مراد ان دو عمروں میں سے ایک ہے یا حدیبیہ یا قضاء۔ جہاں تک عمرۃ الجعرانہ کا تعلق ہے تو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے۔ یہ فتح کے بعد تھا۔ جبکہ حجۃ الوداع اس کے بعد ۱۱ھ کو تھا۔

میں کہتا ہوں: "ابن عمر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ روایات تمتع کے بارے منقول ہیں۔ یہ اقوال پر مشکل ہے۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو اس میں عمرہ کا اثبات ہے خواہ حج سے پہلے یا اس کے ساتھ۔ جہاں تک تمتع خاص کا تعلق ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے صفا اور مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام نہ کھولا تھا۔ یہ متمتع کی شان نہیں ہے۔ بعض نے گمان کیا ہے قربانی کے جانور نے آپ کو احرام کھولنے سے منع کیا تھا۔ جیسے کہ حضرت ابن عمر کی روایت سے سمجھا جاسکتا ہے۔

◆ اس شخص نے وہم کیا ہے جس نے یہ کہا ہے کہ آپ یوم جمعہ کو نماز کے بعد روانہ ہوئے تھے۔ جس چیز نے اسے وہم پر ابھارا ہے وہ حدیث پاک میں یہ قول ہے کہ آپ نکلے تو چھ دن باقی تھے۔ اس نے گمان کیا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کا خروج جمعہ کے روز ہو۔ کیونکہ چھ کی تکمیل بدھ کو ہوتی ہے۔ حج کی ابتداء بلاشبہ جمعرات کو ہوئی تھی۔ یہ فحش خطاء ہے۔ مشہور بات جس میں شک نہیں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے اس روز کی نماز ظہر جب آپ روانہ ہوئے تھے آپ نے مدینہ طیبہ چار رکعتیں پڑھیں تھیں اور نماز عصر ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتوں میں ادا کی تھی۔

◆ یہ کہ آپ نے طواف اور سعی کے بعد احرام کھول دیا۔

◆ یہ کہ آپ منگل کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ ذوالحجۃ کی چوتھی صبح تھی۔

◆ یہ کہ آپ نے حج میں قینچی کے ساتھ قصر کرایا تھا۔

◆ یہ کہ آپ نے رکن یمانی (حجر اسود) کو دوران طواف چوما تھا۔

◆ یہ کہ آپ نے اپنی سعی میں تین چکروں میں رمل کیا تھا۔ چار چکروں میں چلے تھے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ یہ قول کرنے والے نے کہا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے۔ حالانکہ یہ قول اس کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا۔

۱۰ یہ کہ آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان چودہ چکر لگائے تھے۔ آپ کا آنا جانا ایک بار تھا۔ یہ قول بھی باطل ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا۔

۱۱ آپ نے یوم النحر کو نمازِ صبح قبل از وقت پڑھ لی تھی۔

۱۲ آپ نے عرفہ کے دن نمازِ ظہر ادا کی۔ اس رات مغرب اور عشاء دو اذانوں اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں۔

۱۳ آپ نے انہیں اذان کے بغیر پڑھا۔

۱۴ آپ نے انہیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ نے ایک اذان کے ساتھ پڑھا اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی۔

۱۵ آپ نے عرفہ میں دو خطبے دیے۔ ان کے درمیان میں بیٹھے۔ پھر مؤذن نے اذان دی۔ جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے دوسرا خطبہ پڑھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نماز قائم کی۔ احادیث طیبہ میں ان امور کا تذکرہ بالکل نہیں ہے۔ بلکہ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ جب آپ نے خطبہ مکمل کیا تو حضرت بلال نے اذان دی۔ اقامت کہی اور آپ نے خطبہ کے بعد نماز ظہر ادا کی۔

۱۶ جب آپ اوپر چڑھے تو مؤذن نے اذان دی۔ جب وہ فارغ ہوا تو آپ اٹھے اور خطبہ دیا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ اذان خطبہ کے بعد تھی۔

۱۷ آپ نے لیلۃ النحر کو حضرت ام سلمہ کو مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ نماز صبح میں آپ کے ساتھ مل جائیں۔

۱۸ آپ نے طواف زیارت یوم نحر کو رات کے وقت کیا تھا۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ نے طواف وداع کو رات تک مؤخر کیا تھا۔

۱۹ آپ نے دو دفعہ افاضہ کیا تھا۔ ایک دفعہ دن کے وقت اور دوسری بار رات کے وقت اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ۔ مگر صحیح مؤقف ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے دن کے وقت ایک بار ہی افاضہ کیا تھا۔

۲۰ آپ نے طواف قدوم یوم نحر کو کیا۔ اس کے بعد طواف زیارت کیا۔

۲۱ آپ نے طوافِ قدوم کے ساتھ اسی روز سعی کی تھی۔ حضرت عائشہ اور حضرت جابر سے مروی روایات اس کا رد کرتی ہیں کہ آپ نے صرف ایک سعی کی تھی۔

۲۲ آپ نے یوم النحر کو نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا کی۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے اسے منیٰ میں ادا کیا تھا۔

۲۳ آپ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے وقت وادیٔ محسر میں جلدی نہ کی تھی۔ یہ اعرابیوں کا فعل تھا۔

- آپ منیٰ کی راتوں میں سے ہر رات کو بیت اللہ آجاتے تھے۔
- آپ نے دو بار طوافِ وداع کیا۔
- آپ نے دخول اور خروج کے وقت مکہ مکرمہ کو دائرہ بنایا۔ ذوطویٰ میں رات بسر کی۔ پھر بلند علاقوں سے داخل ہوئے پھر نشیبی علاقے سے نکلے پھر مکہ کے دائیں طرف محصب واپس آگئے۔ دائرہ مکمل ہوگیا۔
- آپ نے محصبِ سے ظہر العقبہ کی طرف رجوع فرمایا۔

ابن قیم نے ان اوہام کو مفصل بیان کیا ہے۔ ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کیا ہے۔ جو تفصیلات ملاحظہ کرنا چاہے وہاں دیکھ لے۔

❁❁❁❁

آپ کی تلاوت قرآنِ مجید

پہلا باب

آپ اکثر کیا تلاوت فرماتے تھے؟

ابن ابی شیبہ، احمد، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے شمائل میں، نسائی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ فتح مکہ کے سال اپنے سفر میں سواری پر سورت تلاوت کر رہے تھے۔ آپ اسے عمدہ قرأت سے تلاوت فرما رہے تھے۔"

عبدالرزاق، عبد بن مجید، ابن منذر اور ابن نصر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم تک پہنچا ہے کہ آپ کی عام قرأت طویل ہوتی تھی۔" خطیب نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آپ نے "فلا تعنوا و تدعوا الی السلم" تلاوت فرمائی۔ محمد بن منتشر نے کہا کہ یہ سین کے نصب کے ساتھ ہے۔

حاکم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے۔ "ادخلوا فی السلم و ان جنحوا للسلم" اور دعا مانگ رہے تھے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے "من الذین استحق علیھم الاولیان" پڑھا۔

ابن مردویہ اور خطیب نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت طیبہ قرأت فرمائی: "و علم ان فیکم ضعفا" آپ نے بھی تلاوت کی "کل شیء فی القرآن"

❁❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی تلاوتِ قرآن کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں:

❶ قرآن پاک کو آواز لمبا کرتے ہوئے اور ترتیل سے پڑھنا

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی قرأت کیسی ہوتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ کھینچ کر پڑھتے تھے۔“ پھر انہوں نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھی۔ بِسۡمِ اللّٰهِ کو لمبا کیا۔ الرَّحۡمٰنِ کو لمبا کیا اور الرَّحِيۡمِ کو لمبا کیا۔“

عبد بن حمید، عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن نصر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم تک پہنچا ہے کہ آپ عام قرأت میں لمبا کر کے پڑھتے تھے۔“

دار قطنی نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ۝ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ پڑھتے تھے آپ جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔

اعراب کی طرح اسے شمار کیا کرتے تھے۔ آپ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو آیت شمار کرتے تھے۔ آپ ان پر اسے شمار نہ کرتے تھے۔ آپ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔

امام حاکم نے شیخین کے شرط پر (امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ ”بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ آپ حرف حرف جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔“

خلعی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو جداگانہ آیت شمار کرتے تھے۔ آپ اس طرح جدا جدا پڑھتے تھے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ۝ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝

آپ اپنے بائیں دستِ اقدس سے گرہ لگاتے تھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو جمع کر لیتے تھے۔

امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضور ﷺ کی قرأت کے بارے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی قرأت آیت آیت ہوتی تھی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③

ابن راھویہ نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی قرأت کے بارے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم اس پر قادر ہو، آپ تو اس طرح پڑھتے تھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② آیت آیت کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔"

ابن ابی خیثمہ نے آپ کی کسی زوجہ کریمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ کی قرأت کے بارے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔" انہوں نے عرض کی: "آپ اس کے بارے بتائیں۔" انہوں نے فرمایا: "آپ کی قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی۔"

امام نسائی نے حضرت یعلی بن مملک سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کی قرأت کے بارے سوال کیا کہ آپ اپنی نماز میں کیسے قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا اور آپ کی نماز کا کیا تعلق؟ آپ کی قرأت حرف حرف ہوتی تھی۔"

ابوالحسن بن ضحاک نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کی۔ حرف حرف کر کے پڑھا۔ جب جنت کے ذکر سے گزرتے تو آپ ٹھہر جاتے سوال کرتے۔ جب آگ کا ذکر آتا تو پناہ مانگتے۔ آپ نے سورۃ النساء، البقرۃ اور آلِ عمران پڑھی۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تالیف پر پڑھا۔ پھر آپ اٹھے۔

حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ آپ کی قرأت ٹھہر ٹھہر کر حرف حرف ہوا کرتی تھی۔

حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سورت تلاوت فرماتے۔ اسے ترتیل سے تلاوت فرماتے۔ وہ طویل سورت سے بھی طویل ہو جاتی۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک رات آپ کی خدمت میں آیا تا کہ آپ کی نماز کی طرح کی نماز پڑھوں۔ آپ نے نماز کا آغاز کیا۔ آپ نے ایسی قرأت کی جو نہ آہستہ اور نہ ہی بلند تھی۔ آپ نے ترتیل سے پڑھا۔ ہم نے قرأت سنی۔" ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ تین دنوں سے کم مدت میں قرآن پاک ختم نہ کرتے تھے۔"

◆ کبھی آپ باآواز بلند پڑھتے تھے

ابن ضحاک نے حضرت کریب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حضور اکرم ﷺ کی قرأت کیسی ہوتی تھی؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ کسی حجرہ مقدسہ میں تلاوت فرماتے تو حجرہ سے باہر آدمی اسے سن سکتا تھا۔''

ابن ابی عمر نے یحییٰ بن یعمر علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے التجاء کی کہ کیا حضور اکرم ﷺ رات کو قرأت کرتے وقت اپنی آواز بلند فرماتے تھے۔'' انہوں نے فرمایا: ''بعض اوقات بلند فرما لیتے تھے اور بعض اوقات آہستہ پڑھتے تھے۔'' انہوں نے کہا: ''ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے دین میں وسعت رکھی ہے۔''

امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''آپ کی قرأت اس قدر بلند ہوتی تھی جسے حجرہ میں ایک شخص سن سکتا تھا۔''

ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''رات کے وقت آپ کی قرأت کبھی بلند ہوتی تھی اور کبھی آہستہ ہوتی تھی۔'' امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن ابی قیس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رات کے وقت حضور سرورِ عالم ﷺ کی قرأت کیسی ہوتی تھی؟ کیا باآواز بلند یا پست آواز میں۔'' انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر دو انداز سے پڑھ لیتے تھے۔کبھی آپ باآواز بلند اور کبھی پست آواز میں پڑھتے تھے۔''

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں رات کے وقت آپ کی قرأت سنا کرتی تھی۔حالانکہ میں اپنے عریش میں ہوتی تھی اور آپ خانہ کعبہ کے پاس ہوتے تھے۔''

ابو داؤد اور امام بیہقی نے حضرت غضیف بن حارث سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''کیا آپ باآواز بلند قرآن پاک پڑھتے تھے یا آہستگی سے پڑھتے تھے۔''
انہوں نے فرمایا: ''بعض اوقات آہستہ اور بعض اوقات بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔''

ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''رات کے وقت آپ کی آواز گونج دار اور قدرے دور سے سنائی دیتی تھی۔آپ سے عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش آپ اپنی آواز کو مزید بلند کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے ناپسند ہے کہ میں اپنے ہم نشیں یا اپنے اہلِ بیت کو اذیت دوں۔'' اس روایت کی سند میں عمرو بن موسیٰ ہے۔جو متروک ہے۔''

۳ قرأت میں ترجیع (ترنم) ہونا اور کبھی اسے ترک کر دینا

شیخین نے حضرت معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے سال کسی سفر میں سواری پر سورۃ الفتح تلاوت کی آپ نے قرأت میں ترجیع کی۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے تو میں تمہیں آپ کی قرأت پڑھ کر سناتا۔" دوسری روایت میں ہے: "اگر میں چاہوں تو میں تمہیں آپ کی قرأت جیسی قرأت سنا سکتا ہوں۔ جبکہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار تھے۔ وہ آپ کو لیے رواں تھا۔ آپ ہلکی قرأت کے ساتھ سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے۔ آپ اس میں ترجیع کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ابن مغفل کی سی قرأت کی پھر کہا: "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پاس بھیڑ بنا لیں گے تو میں اسی طرح ترجیع کرتا جیسے حضرت ابن مغفل نے آپ کی قرأت کی ترجیع کی تھی۔ جبکہ آپ نے فتح مکہ کے روز تلاوت کی تھی۔ آپ اپنے گدھے یا اونٹنی پر سوار تھے۔ وہ چل رہا تھا۔ آپ سورۃ الفتح تلاوت فرما رہے تھے۔" پھر انہوں نے ترجیع کی۔ راوی ابن ابی ایاس نے کہا: "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پاس جمع ہو جائیں گے تو میں اس لہجہ میں تمہیں قرأت سناتا۔" انہوں نے کہا: "آپ نے لمبا کر کے قرأت کی۔"

ابن ابی شیبہ، احمد، شیخین، ابوداؤد، ترمذی نے شمائل میں، نسائی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فتح مکہ کے سال آپ نے سفر میں سورۃ الفتح پڑھی۔ آپ اپنی سواری پر تھے۔ آپ نے اس میں ترجیع کی۔"

ابن ضحاک نے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "اس روایت کی سند میں عمرو بن موسیٰ ہے جو کہ متروک ہے) حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ آپ کی قرأت لمبی ہوتی تھی۔ اس میں ترجیع نہیں ہوتی تھی۔"

انہوں نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث کیا وہ خوبصورت چہرے والا اور حسین آواز والا ہوتا تھا۔ تمہارے نبی محترم ﷺ ان سب سے چہرہ کے اعتبار سے خوبصورت اور آواز کے اعتبار سے حسین ہیں۔ سابقہ انبیاء کرام ترجیع کرتے تھے۔ مگر لمبا نہ پڑھتے تھے جبکہ آپ لمبا پڑھتے تھے ترجیع نہ کرتے تھے۔

۴ آپ جب نماز میں یا نماز سے باہر رحمت یا عذاب کی آیات پڑھتے تو کیا کہتے؟

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک رات آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی۔ جب ایسی آیت طیبہ پڑھتے جس میں تسبیح ہوتی تو آپ تسبیح بیان کرتے جب ایسی آیت طیبہ پڑھتے جس میں سوال ہوتا تو آپ التجاء کرتے۔ جب کسی ایسی آیت طیبہ سے گزرتے جس میں پناہ مانگی گئی ہوتی تو آپ پناہ مانگتے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں

نے آپ کے ساتھ قیام کیا۔آپ نے مسواک سے ابتدا کی۔پھر وضو کیا۔پھر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔میں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا۔آپ نے آغاز کیا۔سورۃ البقرۃ سے ابتدا کی۔جب بھی آپ آیت رحمت سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور سوال کرتے۔جب عذاب والی آیت طیبہ پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے۔"

امام احمد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں ماہِ تمام کی شب آپ کے ساتھ قیام کرتی تھی۔آپ سورۃ البقرۃ، سورۃ آلِ عمران اور سورۃ النساء تلاوت فرماتے جب ایسی آیات پڑھتے جن میں خوف ہوتا تو رب تعالیٰ سے دعا مانگتے، معاذ مانگتے۔جب ایسی آیت پڑھتے جس میں بشارت ہوتی تو رب تعالیٰ سے التجاء کرتے اور اس کی طرف رغبت فرماتے۔"

امام احمد نے حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ کو نماز میں قرأت کرتے ہوئے سنا۔وہ نماز فرض نہ تھی۔آپ نے جنت اور آگ کا تذکرہ پڑھا تو فرمایا:"میں آگ سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ہلاکت ہے اہلِ آتش کے لیے۔"

امام احمد، امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ سَبِّحِ اسم ربك الاعلی پڑھتے تو فرماتے:"سبحان ربی الاعلی"

ابو داؤد وغیرہ نے حضرت وائل بن حجر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ کو سنا۔آپ نے ولا الضالین پڑھا۔پھر آمین کہا اور اس کے ساتھ آواز کو لمبا کیا۔الطبرانی نے ساتھ تین بار کا تذکرہ کیا ہے۔امام بیہقی کے الفاظ یہ ہیں:"رب اغفر لی آمین۔"

ابو داؤد نے حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"ایک صحابی تھے جو اپنی چھت پر نماز پڑھتے تھے۔جب وہ آیت پڑھتے:

أليس ذالك بقادر علی ان یحیی الموتی۔

تو وہ کہتے:"سبحانك، ہاں! لوگوں نے ان سے اس کے بارے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔"

عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ "أليس الله باحكم الحاكمين" تلاوت فرماتے تو فرماتے:"ہاں! میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔" صالح ابی خلیل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب یہ آیت طیبہ پڑھتے تو فرماتے:"سبحانك بلی"

ابن مردویہ نے حضرت براء سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے، ابن نجار نے ابی امامۃ سے، عبد بن حمید ابو داؤد اور بیہقی نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب یہ آیت پڑھتے تھے تو کہتے تھے:"سبحانك ربی و بلی"

۵ رات کے وقت آپ کتنی قرأت کرتے تھے؟

امام احمد، ابوداؤد، بیہقی اور الطبرانی نے حضرت اوس بن حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم بنوثقیف کے وفد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔۔آپ بنو مالک کے ایک خیمہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ہر روز نماز عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے۔ آپ کھڑے ہو کر ہمارے ساتھ گفتگو کرتے۔ آپ طویل قیام کی وجہ سے بار بار پاؤں مبارک بدلتے تھے۔ جب رات ہوئی تو آپ اس وقت سے دیر سے آئے۔ جس وقت میں آپ تشریف لاتے تھے۔ ہم نے آپ سے عرض کی: ''آج رات آپ دیر سے آئے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''قرآن پاک کا میرا حصہ مجھ پر پیش ہوا تھا۔ میں نے ناپسند کیا کہ اسے ختم کیے۔ بغیر تمہارے پاس آؤں۔'' میں نے صحابہ کرام سے اس التجاء کی کہ حضور ﷺ کیسے قرآن کے مقررہ حصہ کی تلاوت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''آپ اس کے تین یا پانچ یا سات یا نو یا گیارہ یا تیرہ حصے مقرر کر لیے۔ قاف سے مفصل تک حصہ بناتے حتیٰ کہ اسے ختم فرماتے۔''

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ہر رات کو سورۃ آلِ عمران کی دس آیات پڑھتے تھے۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر رات کو سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر کی تلاوت کرتے تھے۔''

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوروح الکلاعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۃ الروم تلاوت کی۔ آپ ایک آیت طیبہ میں متردد ہوئے۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا: ''قرآن ہم پر ملتبس ہو گیا تھا۔ تم میں سے بعض لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ وضو اچھی طرح نہیں کرتے۔ جو ہمارے ساتھ نماز ادا کرے وہ اچھی طرح وضو کرے۔''

تنبیہات

◆ ۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کی گئی۔ شعر بھی پڑھا گیا۔ آپ سے عرض کی گئی: ''کیا قرآن اور شعر'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! ابو یعلی نے الکلبی کی سند سے اسے روایت کیا ہے۔ وہ متروک ہے۔''

◆ ۲ ابوالحسن الضحاک نے کہا ہے ''آپ کی قرأت کے بارے میں وارد روایات میں سے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما کی روایات سب سے اصح ہیں۔''

مختلف روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ ترتیل سے پڑھتے تھے آپ لمبا فرماتے تھے۔ آپ ترجیع بھی فرماتے تھے۔ آواز کو لمبا کرنا اور ترتیل سے پڑھنا ترجیع کے منافی نہیں ہے۔ کبھی آپ ترجیع کرتے ہوئے اپنی

آواز کو لمبا کرتے تھے۔ وہ روایت جس میں تذکرہ ہے کہ آپ ترجیع نہ کرتے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن مغفل کی روایت زیادہ اثبت ہے۔ ان کو یوں جمع کرنا صحیح ہے کہ ہر راوی نے وہی کچھ بیان کیا جو اس نے سنا۔ حضرت ابن مغفل نے ترجیع کے ساتھ آپ کی قرأت سنی تھی۔ دوسرے راوی نے ترجیع کے بغیر قرأت سنی تھی۔ کیونکہ یہ صحیح نہیں کہ آپ ایک ہی انداز سے قرأت فرماتے ہوں۔ کیونکہ آپ کبھی آوازِ بلند سے اور کبھی آہستہ آواز سے قرأت کرتے تھے۔

تیسرا باب

کسی دوسرے آدمی سے قرأت سننے سے آپ کی محبت

حضرت ابوموسیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہے تھے۔ وہ دونوں کھڑے ہو کر ان کی قرأت سننے لگے پھر آگے بڑھ گئے۔ وقتِ صبح حضرت ابوموسیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی۔ آپ نے فرمایا: ''ابوموسیٰ! میں اور (ام المومنین) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے پاس سے گزرے۔ اس وقت تم اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے کھڑے ہو کر تمہاری قرأت سنی۔'' حضرت ابوموسیٰ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں جان لیتا تو میں اپنی قرأت کو اور خوش نما کرتا۔''

حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس جمع ہوئے۔ وہ انہیں قرآن پاک سنانے لگے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کو یہ امر تعجب میں نہیں ڈال رہا کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں لوگ ان کے پاس جمع ہیں۔ وہ انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنا رہے ہیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں طاقت ہے کہ تم مجھے ایسی جگہ بٹھا دو جہاں مجھے ان میں سے کوئی نہ دیکھ سکے۔'' اس نے عرض کی: ''بالکل'' حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ اس شخص نے آپ کو اس جگہ بٹھا دیا جہاں سے آپ کو ان میں سے کوئی دیکھ نہ رہا تھا۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کی قرأت کو سنا اور فرمایا: ''وہ آلِ داؤد کے مزامیر میں سے مزمار پر پڑھتے ہیں۔''

شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں آپ کو قرآن پاک پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''میں پسند کرتا ہوں کہ میں قرآن پاک کسی دوسرے سے سنوں۔'' میں نے آپ کو سورۃ نساء سنائی میں جب اس آیت تک پہنچا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾

ترجمہ: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

آپ نے فرمایا: ''اب کافی ہے۔'' میں نے دیکھا آپ کی چشمانِ مقدس آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

چوتھا باب

آپ کا حضرت ابی بن کعب کو سورۃ لم یکن الذین کفروا سنانا

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" پڑھ کر سناؤں۔" انہوں نے عرض کی: "کیا میرے رب تعالیٰ جل وعلا نے میرا نام لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" یہ سن کر وہ رونے لگے۔"

امام احمد، حاکم، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) ضیاء اور الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔" آپ نے انہیں سورۃ "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" سنائی۔ آپ نے یہ عبارت بھی قرأت کی:

ان ذات الدين عند الله الحنيفية المسلمة لا المشركة ولا اليهودية ولا النصرانية ومن يعمل خيرا فلن يكفره۔

آپ نے یہ عبارت بھی پڑھی:

لو كان لابن آدم وادمن مال لابتغى اليه ثانيا ولو كان له ثانيا لابتغى اليه ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ويتوب الله على من تاب۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو قرآن پاک سنایا تو آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔"

الطبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابومنذر! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ آپ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ آپ سے علم سیکھا۔" آپ نے اپنا فرمان دہرایا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا وہاں میرا تذکرہ ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! الملاء الاعلیٰ میں تمہارے نام اور نسب کے ساتھ تمہارا ذکر ہوا۔" آپ نے مجھے قرآن پاک سنایا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابی! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔" انہوں نے عرض کی: "کیا میرے رب نے میرا ذکر فرمایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" آپ نے مجھے ایک آیت طیبہ سنائی۔ میں نے اسے آپ کے پاس دوبارہ پڑھا۔"

پانچواں باب

آپ ہر سال رمضان المبارک میں ایک بار اور آخری رمضان المبارک میں دو بار حضرت جبرائیل امین سے دور کیا

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل امین کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے ان کے ساتھ دو بار دور کیا تھا۔''

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ہر رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے بیس روز قیام فرمایا تھا۔ حضرت جبرائیل امین ہر سال ایک بار رمضان المبارک میں آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ کا وصال ہوا۔ اس سال آپ نے ان کے ساتھ دو بار دور کیا تھا۔'' باقی تفصیلات آپ کے وصال کے باب میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ!

آپ کے اذکار اور دعائیں

پہلا باب

دعا میں آپ کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱ حمد وثناء سے دعا کا آغاز

ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے جب بھی آپ کو دعا کا آغاز کرتے ہوئے سنا۔آپ نے "سبحان ربی الاعلی العلی الوھاب" سے شروع کیا۔" اس روایت کے راوی صحیح کے ہیں سوائے عمر بن راد الیمانی کے ایک جماعت نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

۲ دعا میں آراستگی سے اجتناب

امام احمد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا: "دعا کو آراستہ کرنے سے اجتناب کرو۔حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام اس طرح نہ کرتے تھے۔"

۳ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً کا تکرار

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر آپ ایک سو بار بھی دعا مانگتے تو آغاز اور اختتام اس دعا سے کرتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

اگر آپ دو دعائیں مانگتے تو ان میں سے ایک اسے بنا دیتے۔"

حضرت بقی بن مخلد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ اپنی دعا کے شروع میں، وسط میں اور آخر میں یہ دعا مانگتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

۴ دعا میں دستِ اقدس بلند فرمانا اور انہیں بلند کرنے کی کیفیت

الطیالسی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ احد میں آپ کو اذیت پہنچی تو آپ نے اپنی چادر پھینک دی۔ آپ چادر کے بغیر کھڑے ہوئے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی۔

مسدد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے۔

ابویعلی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تو آپ دعا میں ہاتھوں کو بلند فرماتے حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے اس شخص نے بتایا جس نے آپ کی احجار الزیت کے پاس زیارت کی تھی کہ آپ اپنے ہاتھوں کی سفیدی کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے۔''

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت خلاد بن سائب انصاری سے روایت کیا ہے کہ جب آپ رب تعالیٰ سے کوئی چیز مانگتے تو ہاتھوں کے اندر والے حصے کو اپنی طرف رکھتے اور اگر پناہ مانگتے تو ہاتھوں کے ظاہر کو اپنی طرف رکھتے۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے۔ جبکہ آپ دعا مانگتے تھے حتیٰ کہ آپ انہیں اتنا بلند فرماتے کہ میں گھبرا جاتی۔''

البزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ میدانِ عرفات میں دعا مانگنے کے لیے دستِ اقدس بلند فرماتے۔ صحابہ کرام نے کہا: ''یہ تو اللہ رب العزت سے گڑگڑا کر دعا مانگنا ہے۔'' پھر آپ کی اونٹنی بھاگنے لگی تو آپ نے ایک دست اقدس کھولا۔ اسی کے ساتھ اسے پکڑا جبکہ دوسرا اٹھا رکھا تھا۔''

الطبرانی نے حضرت خلاد بن سائب اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور سید عالم ﷺ دعا مانگتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے کی طرف اٹھاتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔''

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو ہاتھوں کے باطن اور ظاہر کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔'' اس روایت کو ابن عدی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں اضافہ ہے:

"بخدا! آپ دست اقدس کے ظاہر کے ساتھ دعا مانگتے تھے۔"

امام احمد اور ابو الحسن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو بلند فرماتے حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔"

قاضی ابو بکر الشافعی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ دعا مانگتے ہوئے اپنے دست اقدس اتنے بلند فرماتے کہ ان کی بلندی کی وجہ سے میں گھبرا جاتی تھی۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرفہ میں موقف میں آپ کی زیارت کی۔ آپ کا دست اقدس سینۂ اقدس پر تھا۔ جیسے مسکین کھانا طلب کرتا ہے۔"

انہوں نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ عرفہ میں اس طرح دعا مانگ رہے تھے۔"

علی بن جعد نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اس طرح اٹھائے کہ ان کا باطن زمین کی طرف اور ان کا ظاہر آسمان کی طرف تھا۔"

ابن عدی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سید المرسلین ﷺ کو اس طرح دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنے بائیں دستِ اقدس کی ہتھیلی کو پھیلایا اور اپنی دائیں انگلی کے ساتھ انہیں حرکت دے رہے تھے۔ یا اپنی سبابہ انگلی کے ساتھ انہیں حرکت دے رہے تھے۔"

ابو بکر بن خیثمہ نے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے منبر پاک پر آپ کی زیارت کی آپ دعا مانگ رہے تھے اور اپنی انگلیوں سے اشارہ فرما رہے تھے۔"

امام مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بارش کے لیے دعا مانگی آپ نے ہاتھوں کو اس طرح لمبا کیا آپ نے اپنے دست اقدس سے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا۔ ہاتھوں کے باطن کو زمین کی طرف کیا۔ حتیٰ کہ ہم نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔ حالانکہ آپ منبر پر جلوہ افروز تھے۔

⑤ فارغ ہو کر ہاتھوں کو چہرۂ انور پر پھیر لینا، جب کسی کے لیے دعا کرنا تو ابتداء اپنی ذاتِ والا سے کرنا اور دوسرے کی دعا پر آمین کہنا

ابن ضحاک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے جب بھی دعا کے لیے دستِ اقدس بلند کیے تو انہیں بند کرنے سے پہلے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیا۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے یزید ابن اخت النمر الکندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ دعا مانگتے تو مبارک ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھ چہرۂ انور پر پھیر لیتے۔"

امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے غریب روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ دعا میں

اپنے ہاتھ بلند فرماتے تو آپ انہیں نیچے کرنے سے قبل چہرۂ انور پر پھیر لیتے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے اور ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو پسندیدہ امر یہ تھا کہ آپ تین دفعہ دعا مانگیں اور تین دفعہ ہی مغفرت طلب کریں۔"

البرقانی نے اپنی صحیح میں لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ جب دعا مانگتے تو تین بار دعا مانگتے تھے۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ دعا مانگتے تو ابتداء اپنی ذاتِ والا سے کرتے تھے۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اسی طرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کسی کو یاد کرتے تو اس کے لیے دعا کرتے اور ابتداء اپنی ذات اقدس سے کرتے۔

دوسراباب

جب بستر پر تشریف لے جاتے تو کیا پڑھتے، کیا کرتے؟

ابوعبداللہ المحاملی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب آپ آرام فرمانے لگتے تو آپ یہ دعا مانگتے:

باسمك اللهم احيا و اموت۔

امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب آپ سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے پھر یہ دعا مانگتے:

اللهم اسلمت نفسی اليك ووجهت وجهی اليك والجات ظهری اليك وفوضت امری اليك رغبة و رهبة اليك ولا ملجاء و منجی منك الا اليك آمنت بكتابك الذی انزلت و نبيك الذی ارسلت۔

آپ نے فرمایا:''جس نے یہ کلمات پڑھے پھر اسی رات مرگیا تو وہ فطرت پر مرے گا۔''بقیہ راویوں نے لکھا ہے کہ آپ نے یہ دعا حضرت براء کو سکھائی بھی تھی۔''

امام مسلم کے علاوہ ایک جماعت نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ سونے کے لیے ہر رات بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے۔ان میں پھونک مارتے۔سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھتے۔پھر انہیں اپنے جسد اطہر پر وہاں تک پھیرتے جہاں تک ہاتھ جاتے۔سر اقدس اور چہرۂ انور سے ابتداء کرتے۔پہلے جسم اطہر کے اگلے حصے سے آغاز کرتے۔''آپ تین بار اس طرح کرتے تھے۔''

امام مسلم اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب سونے کے لیے تشریف لے جاتے تو یوں تعریف فرماتے:

الحمد لله الذی اطعمنا و سقانا و كفانا و آوانا فكم ممن لا كافی له ولا مؤوی۔

ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب آپ آرام فرمانے کا ارادہ کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار اقدس کے نیچے رکھتے۔پھر تین بار یہ دعا مانگتے:

اللھم قنی عذابك یوم تبعث عبادك۔

امام ترمذی نے اسی مفہوم کی روایت حضرت براء سے بھی تحریر کی ہے اور اسے حسن کہا ہے۔ حضرت حذیفہ سے بھی اسی مفہوم کی روایت تحریر کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سوتے وقت یہ دعا کرتے تھے:

اللھم رب السمأوات السبع و رب العرش العظیم ربنا و رب کل شیء منزل التوراۃ والانجیل والقرآن العظیم اعوذبك من شر کل دابة۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

جب فجر طلوع ہوتی اور جب سورج طلوع ہوتا تو کیا پڑھتے

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن قاسم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ کی خادمہ نے مجھے بتایا کہ وہ سنتی تھی آپ طلوع فجر کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم انی اعوذبك من عذاب القبر و من فتنة القبر۔

بزار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب صبح ہوتی اور سورج طلوع ہوتا تو آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اصبحت و شھدتُ بما شھدتَ به علی نفسك و اشھدت ملائکتك و اولی العلم و من لم یشھد بما شھدت فاکتب شھادتی مکان شھادته اللھم انت السلام و منك السلام و الیك یعود السلام یا ذاالجلال والاکرام نسئلك ان تستجیب لنادعوتنا و ان تعطینا رغبتنا و ان تُغنینا عمن اغنیته عنا من خلقك اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری و اصلح لی دنیای التی فیھا معیشتی و اصلح لی آخرتی التی الیھا منقلبی۔

❁❁❁❁

چوتھا باب

مطلق پناہ طلب کرنا

الطبرانی، ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع و عمل لا یرفع و قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع۔

ابن حبان کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

اللھم اعوذ بك من نفس لا تشبع و اعوذ بك من صلٰوۃ لا تنفع اعوذبك من دعاء لا یسمع و اعوذبك من قلب لا یخشع۔

اس روایت کو ابو یعلی، مسدد، نسائی نے حضرت ابن عمرو سے، ابن شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے، الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے اور الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اللھم انی اعوذبك من دعاء لا یسمع و من قلب لا یخشع و نفس لا تشبع۔

حمیدی نے صحیح سند کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرض کے غلبہ سے پناہ مانگتے تھے۔

حارث، بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذبك من الصمم و البکم و اعوذبك من المأثم و المغرم۔

بزار نے یہ اضافہ کیا ہے:

اعوذبك من الغم و اعوذبك من الھم و اعوذبك من الھدم و اعوذبك من موت الجوع و اعوذبك من الخیانۃ فانھا بئت البطانۃ۔

الطبرانی، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اعوذ بك من الھم والحزن، و اعوذ بك من العجز والکسل و اعوذ بك من الجبن والبخل و اعوذبك من ضلع الدین و غلبۃ الرجال۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذبك من الھم والحزن و اعوذبك من العجز والکسل و اعوذبك

من القسوة والغفلة والعيلة والذلة والمسكنة و اعوذ بك من الفسوق والشقاق والنفاق والسمعة والرياء و اعوذ بك من الصمم والبكم والجنون والجذام وسيئ الاسقام۔

ابن قانع نے حضرت عطاء بن میسرہ رہاوی سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من البؤس والتباؤس۔

ابن ضحاک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه و عقابه و شر عباده و همزات الشياطين و ان يحضرون۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من العجز والكسل والجبن والهرم و اعوذ بك من فتنة المحيا والممات و اعوذ بك من عذاب القبر۔

ابن ضحاک نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من الاسد والاسود و اعوذ بك من الهدم و اعوذ بك من بوار الأيم۔

ثابت نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اعوذ بك من كل حية و عقرب۔

ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اعوذ بك من غلبة الدين و غلبة العدو و من بوار الايم۔

ثابت بن قاسم نے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك بكلمات الله التامة واسمائه كلها عامة من شر السامة والهامة و من شر عين لامة و شر حاسد اذا حسد و من شر قترة وما ولد۔

ابن ضحاک نے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا بھی مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من البخل و اعوذ بك من الجبن و اعوذ بك ان ارد الى ارذل العمر و اعوذ بك من فتنة الدنيا۔

ابو داؤد اور ابن ضحاک نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یوں التجاء کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من الشقاق والنفاق و سوء الاخلاق و کل امر لا یطاق۔

ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یوں التجا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من الصم و البکم و المغارم و المأثم و اعوذ بك من موت المعرۃ و من موت الھدمۃ و من موت الھدم و من شتات الامر. اللھم لا تجعل الخیانۃ لی بطانۃ ولا تجعل الجوع الی ضجیعا فبئس الضجیع۔

امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من الکسل والھرم والمأثم والمغرم و من فتنۃ القبر و عذاب القبر و من فتنۃ النار و عذاب النار و من شر فتنۃ الغنی و اعوذ بك من فتنۃ الفقر اعوذ بك من فتنۃ المسیح الدجال. اللھم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد و نق قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس و باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔

ابن ضحاک نے آپ کی یہ دعا نقل کی ہے:

اللھم انی اعوذ بك ان اموت ھما او غما او اموت غرقا و ان یتخبطنی الشیطان۔

انہوں نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یوں التجاء بھی کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من موت الغم و من موت الھدم و من سوء الامر اللھم انی اعوذ بك من الخیانۃ فبئست البطانۃ و اعوذ بك من الجوع فبئس الضجیع۔

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من عذاب النار و اعوذ بك من الفتنۃ ظاھرا و باطنا اللھم انی اعوذ بك من مال یطغینی و فقر ینسینی وھوی یردینی و بوار الایم و اعوذ بك من الریاء والشکوك والسمعۃ۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من الکسل والھرم و فتنۃ الصدر و عذاب القبر۔

بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من الشیطان من ھمزہ و نفخه و نفثه و من عذاب القبر۔

الطبرانی نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اعوذ بوجهك الكريم و باسمك الكريم من الكفر و الفقر۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من يوم السوء و من ليلة السوء و من ساعة السوء و من صاحب السوء من جار السوء فی دار المقامة۔

الطبرانی نے عائشہ بنت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من شر الاعميين۔

آپ سے عرض کی گئی:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اعمیان (دو اندھوں) سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "سیلاب اور حملہ آور اونٹ۔"

بزار نے حسن سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من الصمم و البكم و اعوذ بك من المأثم والمغرم و اعوذ بك من الغم (الغرق) و اعوذ بك من الهم۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ یوں التجاء کرتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك من العجز والكسل والهرم والجبن والبخل۔

امام احمد البزار اور الطبرانی نے (ان کی سند میں کوئی حرج نہیں) روایت کیا ہے کہ آپ سات قسم کی موتوں سے پناہ مانگتے تھے۔ (۱) اچانک موت (۲) سانپ کے ڈسنے سے موت (۳) درندے کی وجہ سے موت (۴) غرق ہونے کی وجہ سے موت (۵) جلنے سے موت (۶) آپ پر یا آپ کسی چیز پر گریں اور لشکر کے فرار کے وقت قتل۔

بزار نے ثقہ افراد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اچانک موت سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ کو پسند تھا کہ آپ وصال سے پہلے علیل ہوں۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے (سوائے ابراہیم بن اسحاق کے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اعوذ بك اموت هدما او غما. و ان اموت غرقا و ان يتخبطنی الشيطان عند الموت او اموت لديغا۔

پانچواں باب

آپ کے وہ اذکار اور دعائیں جو اسباب کے ساتھ متصل ہیں جن کا تذکرہ سابقہ ابواب میں نہیں ہوا

الطبرانی نے صحیح کے افراد سے حضرت ابووائل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص بجیلہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ ان سے کہا: ''میں نے دوشیزہ سے شادی کی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے چھوڑ دے گی۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جبکہ نفرت شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ تاکہ وہ انسان کے سامنے اس چیز کو ناپسندیدہ بنادے جسے رب تعالیٰ نے حلال بنایا ہے۔ جب تم اس کے پاس جاؤ تو اسے حکم دینا کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعتیں ادا کرے۔ پھر یہ دعا مانگنا:

اللهم بارك لى فى اهلى و بارك لهم فى اللهم ارزقهم منى وارزقنى منهم اللهم اجمع بيننا ما جمعت الى خير و فرق بيننا اذا فرقت الى خير۔

انہوں نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب نئی دلہن اپنے خاوند کے پاس جائے تو مرد قیام کرے۔ عورت اس کے پیچھے قیام کرے وہ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر یہ دعا مانگیں:

اللهم بارك لى فى اهلى۔۔۔۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور نبی کریم ﷺ ہمیں خطبۃ الحاجۃ سکھاتے تھے۔ آپ یوں فرماتے تھے:

الحمد لله نحمده و نستعينه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

ابوعبیدہ نے کہا: ''میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے: ''پھر تم قرآن

پاک کی تین آیات پڑھو:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۰۲ (آل عمران: ۱۰۲)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۝۱ (النساء)

اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۝۷۰ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۝۷۱ (الاحزاب: ۷۰، ۷۱)

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو۔"

❁❁❁❁

چھٹا باب

آپ کی مطلق دعائیں اور اذکار

شیخین نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اغفر لی خطیئتی و جهلی و اسرافی فی امری وما انت اعلم به منی، اللهم اغفر لی جِدّی و هزلی و خطئ و عمدی و کل ذالك عندی اللهم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم و انت المؤخر و انت علی کل شیء قدیر۔

امام احمد نے حسن سند سے اور طیالسی نے صحیح سند سے یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے:

اللهم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت۔

انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

اللهم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد و نق قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس و باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔

ابویعلی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم طهرنی بالثلج والبرد والماء البارد اللهم طهر قلبی من الخطایا کما طهرت الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی و بین ذنوبی کما باعدت بین المشرق والمغرب اللهم انی اعوذ بك من قلب لا یخشع ونفس لا تشبع و دعاء لا یسمع و علم لا ینفع اللهم انی اعوذ بك من هولاء الاربع، اللهم انی اسئلك بمشة نقیة و میتة سویة و مردّا غیر مخزولا فاضح۔

امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے اسے مختصر روایت کیا ہے: "باعد بینی و بین ذنوبی۔۔۔"

الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے:

اللهم باعد بيني و بين ذنوبي كما باعدت بين المشرق والمغرب و نقني من خطيئتي كما نقيت الثوب الابيض من الدنس۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے:

اللهم انی اسئلك الهدیٰ والتقی والعفاف والغنی۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت ابن عمرو سے روایت کیا ہے:

اللهم مصرف القلوب صرّف قلوبنا علی طاعتك۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللهم اصلح لی فی دینی الذی هو عصمة امری و اصلح لی دنیای التی فیها معاشی و اصلح لی آخرتی التی فیها معادی و اجعل الحیاة لی زیادة فی کل خیر واجعل الموت راحة لی من کل شر۔

ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

رب اعنی ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی و امکن لی ولا تمکن علی۔

دوسرے الفاظ میں ہے:

امکر لی ولا تمکر علیّ و اهدنی و یسر لی الهدی و انصرنی علی من بغی علی رب اجعلنی لك شکارا ذکارًا لك راهبا لك مطواعا لك مخبتا الیك اوّاها منیبا رب تقبل توبتی واجب دعوتی واغسل حوبتی و ثبت حجتی و سدّد لسانی (واهد قلبی) و اسلُل سخیمة قلبی۔

ابن ماجہ اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے:

اللهم اغفرلنا وارحمنا وارض عنا و تقبل منا و ادخلنا الجنة و نجنا من النار و اصلح لنا شأننا کله۔

ترمذی، نسائی اور حاکم نے یہ دعا نقل کی ہے:

اللهم زدنا ولا تنقصنا و اکرمنا ولا تهنا و اعطنا ولا تحرمنا و آثرنا ولا توثر علینا و ارضنا و ارض عنا۔

امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے حسن، ابن ماجہ سے حضرت انس سے، حاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے:

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك۔

امام ترمذی نے حسن غریب اور حاکم نے یہ روایت لکھی ہے:

اللھم متعنی بسمعی و بصری و اجعلھما الوارث منی و انصرنی علی من ظلمنی و خذ منه ثاری۔

امام ترمذی نے حسن غریب روایت لکھی ہے:

اللھم ارزقنی حبك و حب من یحبك و حب من ینفعنی حبه عندك. اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فیما تحب اللھم وما زویت عنی مما احب فاجعله قوة لی فیما تحب۔

حاکم اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے:

اللھم انفعنی بما علمتنی و علمنی ما ینفعنی و ارزقنی علما تنفعنی به۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے:

و زدنی علما الحمد لله علی کل حال و اعوذ بالله من حال اهل النار۔

نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے یہ دعا نقل کی ہے:

اللھم بعلمك الغیب و قدرتك علی الخلق احیینی ما علمت الحیاة خیر الی و توفنی اذا علمت الوفاة خیر الی، اللھم اسألك خشیتك فی الغیب والشهادة و کلمة الاخلاص فی الرضا والغضب و اسئلك القصد فی الفقر والغنی و اسئلك نعیما لا ینفد و قرة عین لا تنقطع و اسئلك الرضی بالقضاء و برد العیش بعد الموت ولذة النظر الی وجهك والشوق الی لقائك و اعوذ بك من ضراء مضرة و فتنة مضلة اللھم زیّنا بزینة الایمان واجعلنا هداة مهدیین۔

ابن حبان اور حاکم نے حضرت بسر بن ابی ارطاۃ سے روایت کیا ہے:

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلها و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الآخرة۔

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ”جس نے وہ دعا مانگی وہ آزمائش سے پہلے ہی مر گیا۔“

حاکم نے حضرت ابن مسعود سے، ابن حبان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللھم احفظنی بالاسلام قائما واحفظنی بالاسلام قاعدا و احفظنی بالاسلام راقدا لا تشمت بی عدوا ولا حاسدا اللھم انی اسئلك من کل خیر

خزائنه بيدك و اعوذبك من كل شر خزائنه بيدك. انت آخذ بناصيه۔

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللهم انا نسئلك موجبات رحمتك و عزائم مغفرتك والسلامة من كل اثم والغنيمة من كل بر والفوز بالجنة والنجاة من النار۔

الطبرانی نے الدعاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللهم لا تدع لى ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا دينا الا قضيتهٔ ولا حاجة من حوائج الدنيا والآخرة الا قضيتها برحمتك و انت ارحم الراحمين۔

حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اللهم قنعنى بما رزقتني و بارك لى فيه و اخلف على كل غائب لى بخير۔

حاکم نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

اللهم انا نسئلك خير المسألة و خير الدعاء و خير النجاح و خير العمل و خير الثواب و خير الحياة و خير الممات و ثبتني و ثقل موازيني و حقق ايماني و ارفع درجتي و تقبل صلاتي و اغفر خطيئتي و اسئلك الدرجات العلى من الجنة. اللهم انى اسئلك فواتح الخير و خواتمه و جوامعهٖ و اولهٖ و آخرهٖ و ظاهرهٖ و باطنهٖ والدرجات العلى من الجنة آمين۔

اللهم انى اسئلك خير ما آتى۔ و خير ما افعل و خير ما اعمل و خير ما بطن و خير ما ظهر والدرجات العلى من الجنة آمين۔

اللهم انى اسئلك ان ترفع ذكري و تضع و زرى و تصلح امرى و تطهر قلبى و تحصن فَرْجي و تنور لى قلبى و تغفر لى ذنبي و اسئلك الدرجات العلى من الجنة آمين۔

اللهم انى اسئلك ان تبارك لى فى نفسي و فى سمعي و فى بصرى و فى وجهي و فى خَلْقي و فى خلقي و فى اهلي و فى محياى و فى مماتي و فى عملي و تقبل حسناتي و اسئلك الدرجات العلى من الجنة آمين۔

امام ترمذی نے حسن اور ابن عرفہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح طبرانی نے ان سے روایت کیا ہے:

اوسع رزقك علیّ عند کبر سنی و انقطاع عمری۔

ابن ضحاک نے لکھا ہے کہ آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے۔"

ابن حبان نے حضرت عثمان ابی العاص سے اور قریش کی ایک عورت سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اغفر لی ذنبی و خطئ و عمدی اللھم انی استھدیك لارشد امری و اعوذ بك من شری نفسی۔

البزار اور ابن ضحاک نے یوں روایت کیا ہے:

اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفة عین ولا تنزع منی صالح ما اعطیتنی۔

ابن ضحاک اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے (ابوسعید الحمعی کے علاوہ) روایت کیا ہے:

اللھم اجعلنی اعظم شکرك و اکثر ذکرك واتبع نصیحتك و احفظ وصیتك اللھم اقلنی عثرتی و استر عورتی و اکفنی ما اھمنی و اعنی علی من ظلمنی و ارنی ثاری۔

اللھم انك لست باله استحدثناہ ولا برب ابتدعناہ ولا کان لنا قبلك اله نلجأ الیه و نذرك ولا اعانك علی خلقنا احد فنشك فیك۔

دوسرے الفاظ میں ہے:

نشرکه فیك و تبارکت و تعالیت انك انت التواب الرحیم۔

اللھم انت فالق الاصباح و جاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا اقض عنا الدین و اغننی من الفقر متعنی بسمعی و بصری و قوتی فی سبیلك۔

اللھم طھر قلبی من النفاق و عملی من الریا اللھم انی اسئلك فعل الخیرات و ترك المنکرات و حب المساکین و اذا اردت فی الناس فتنة فاقبضنی الیك غیر مفتون۔

ابن عدی اور ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

اللھم انی ادعوك دعاء من تقطعت دنیا واردفته آخرته۔

البزار نے حسن سند کے ساتھ یہ دعا نقل کی ہے:

اللھم انی اسئلك الطیبات و ترك المنکرات و حب المساکین و ان تتوب علیّ و ان اردت بعبادك فتنة ان تقبضنی الیك غیر مفتون۔

ابن عدی اور ابن ضحاک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

اللھم واقیۃ کواقیۃ الولید.

ابو یعلی نے کہا ہے:"یعنی المولود"

حضرت خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللھم انی ادفع بك ما لا اطیق و بك استعین علی ما ارید یاذا الجلال والاکرام.

ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن وھب سے اور محمد بن عمر سے یہ دعا روایت کی ہے:

اللھم حبب الیّ لقاءك کما حببت الیّ عطاءك و اعوذبك من حب الرجعۃ الیّ عند حضور الوفاۃ.

ابو عمرو الاوزاعی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللھم انی ضعیف فقوّنی رضاك ضعفی و خذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتھی رضائی. اللھم انی ضعیف فقونی و انی ذلیل فاعزنی و انی فقیر فاغننی اللھم بلغنی من رحمتك ما ارجو من رحمتك واجعل لی ودّا عند الذین آمنوا و عھدا عندك.

بزار، الطبرانی نے (انہوں نے صحت کی جگہ "العصمۃ" لکھا ہے۔ان کے راوی ثقہ ہیں۔سوائے عبدالرحمان بن زیاد بن انعم کے۔یہ حفظ کے اعتبار سے ضعیف ہے) اور ابن ابی عمر نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے یہ دعا نقل کی ہے:

اللھم انی اسئلك العصمۃ والعفۃ والامانۃ و حسن الخلق والرضا بالقدر.

ابن ضحاک کے یہ الفاظ ہیں:"حضور نبی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے۔۔۔۔

ابن ضحاک نے ابوالحسن شیبانی سے منقطع روایت کیا ہے۔

اللھم انی اسئلك العافیۃ لی ولاھل بیتی.

انہوں نے کنانہ کے ایک بزرگ صحابی سے روایت کیا ہے:

اللھم لا تخزنی یوم القیامۃ ولا تخزنی یوم البأس.

اللھم لا تسلط علی عدوا ابدا ولا تشمت بی عدوا ابدا ولا تنزع منی صالحا اکسبتنہ ابدا و اذا اردت فتنۃ بقوم فتوفنی الیك غیر مفتون و ارنی الحق حقا اتبعہ و ارنی المنکر منکرا اجتنبہ ولا تجعل شیئًا من ذالك علیّ اشتباھا فاتبع ھوای بغیر ھدی منك واتبع ھوی محبتك و رضا نفسك و اھدنی لما

اختلف فيه من الجب بأذنك۔

امام احمد، ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، ابن ضحاک نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللهم حسنت خلقي فحسن خلقي۔

ابوالحسن بن ضحاک اور البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اعني على ذكرك و شكرك و حسن عبادتك۔

اللهم انى اعوذبك ان يغلبني دين او عدو و اعوذبك من غلبة الرجال۔

ابن ضحاک نے حضرت ابو ہلال سے مرسل سے روایت کیا ہے:

اللهم لا تمتني غما ولا غرقا ولا هدما و حرقا ولا يسقط علىّ شيء ولا اسقط على شيء ولا موليا ولا يتخطبني الشيطان۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپ عیدگاہ کی طرف جاتے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم بحق السائلين عليك و بحق مخرجي هذا لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء خرجت اتقاء سخطك و ابتغاء مرضاتك فعافني اللهم بعافيتك من النار۔

ابن عدی نے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عید کے روز ہم نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ہم نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ آپ سے اور ہم سے قبول کرے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو کوئی امر آلیتا تو آپ یہ دعا مانگتے:

لا اله الا الله الحكيم العظيم لا اله الا الله رب العرش الكريم ولا اله الا الله الحكيم العظيم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العرش الكريم۔

ابن ضحاک نے محمد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی مصیبت کے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

يا حي يا قيوم برحمتك استغيث۔ الله الله، الله لا شريك لك شيئا يا صريخ المكروبين يا مجيب المضطرين و يا كاشف كرب المؤمنين يا ارحم الرّحمين

اکشف کربی و غمی فانہ لا یکشفہ الا انت تعلم حالی و حاجتی۔

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

لا الہ الا اللہ وحدہٗ، انجز وعدہ و نصر عبدہ و غلب الاحزاب وحدہ ولا شی بعدہ۔

امام مسلم، نسائی اور ابن ضحاک نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "ام المومنین! جب حضور انور ﷺ آپ کے پاس ہوتے تھے تو اکثر کون سی دعا مانگتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

عبد بن حمید نے اسے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ابن ضحاک نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم انی اعوذ بک من شر ما عملت و من شر ما لم اعمل۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم سلّمنی وسلّم منی۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے اور البزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اجعلنی اخشاک حتی کانی اراک ابدا حتی القاک و اسعدنی بتقواک ولا تشقنی بمعصیتک و خر لی فی قضائک و بارک لی فی قدرک حتی لا احب تعجیل ما اخرت تاخیر ما عجلت و اجعل غنائی فی نفسی و امتعنی بسمعی و بصری و اجعلھا الوارث منی و انصرنی علی من ظلمنی و ارنی فیہ ثاری و اقر بذالک عینی۔

البزار نے حسن سند سے حضرت جابر سے روایت کیا ہے:

اللھم متعنی بسمعی۔

امام احمد، البزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اغفر لی ما اخطأت وما تعمدت وما اسررت وما اعلنت و ما جھلت وما تعمدت۔

امام احمد، الطبرانی اور ابویعلی نے حسن سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللھم اغفرلنا ذنوبنا و ظلمنا و ھزلنا وجدنا و عمدنا و کل ذالك عندنا۔

ابن حبان نے یہ اضافہ کیا ہے:

اللھم انی اعوذبك من غلبة الدین و غلبة العیال و شماتة الاعداء۔

البزار اور الطبرانی نے جید سند سے ابن ضحاک سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی محترم ﷺ یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اسئلك عیشة تقیة و میتة سویة و مردًا غیر مخزی ولا فاضح۔

ابویعلی نے جید سند کے ساتھ ایک صحابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

اللھم اغفرلنا وارحمنا۔

امام احمد اور حارث نے حضرت ابوالاحوص اور زید بن علی سے اور وہ وفد عبدالقیس سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

اللھم اجعلنا من عبادك المخبتین الغر المحجلین الوفدا المتقبلین۔

انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے المخبتون بندے کون سے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اس کے پاکباز بندے۔" انہوں نے عرض کی: "الغرالمحجلون کون سے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جن کی وضو کرنے کی جگہیں سفید ہوں گی۔" انہوں نے عرض کی: "الوفدا لمتقبلون کون سے ہوگ ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ وفد ہے جو روز حشر اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کے حضور وفد کی صورت میں آئیں گے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے:

اللھم انت الاول فلا شی قبلك و انت الآخر فلا شی بعدك اللھم انی اعوذ بك من کل دابة ناصیتھا بیدك و اعوذ بك من الاثم والکسل و من عذاب النار و من عذاب القبر و فتنة الغنی و من فتنة الفقر و اعوذ بك من المأثم والمغرم۔

اللھم نق قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس۔
اللھم باعد بینی و بینی خطیئتی کما باعدت بین المشرق والمغرب۔
حضور اکرم ﷺ اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے تھے۔
اللھم انی اسئلك خیر المسئلة و خیر الدعاء و خیر النجاح و خیر العمل و خیر الثواب و خیر الحیاۃ و خیر الممات و ثبتنی و ثقل موازینی و احق ایمانی و ارفع درجتی و تقبل صلاتی و اغفر خطیئتی و اسئلك الدرجات العلا من الجنة۔ آمین
اللھم انی اسئلك فواتح الخیر و خواتمه و جوامعه و اوله و آخرہ و ظاھرہ و باطنه والدرجات العلا من الجنة۔
اللھم انی اسئلك خلاصا من النار سالما و ادخلنی الجنة آمنا اللھم انی اسئلك ان تبارك لی فی نفسی و فی سمعی و فی بصری و فی روحی و فی خلقی و فی خلیقتی و اھلی و محیای و فی مماتی۔
اللھم تقبل حسناتی و اسئلك الدرجات العلاء من الجنة۔ آمین
امام احمد نے صحیح کے راویوں سے بنونمر کی ایک بڑھیا سے روایت کیا ہے کہ اس نے آپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا:
اللھم اغفر لی ذنبی خطئی و جھلی۔
امام احمد نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے اور انہوں نے لؤلؤۃ اور انہوں نے ابوصرمہ سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے:
اللھم انی اسئلك غنای و غنی مولای۔
اس روایت کو مسدد نے ثقہ راویوں سے محمد بن یحییٰ سے وہ اپنے چچا سے، احمد بن منیع نے بھی ان سے روایت کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ان کے چچا حضرت ابوصرمۃ حدیث پاک بیان کرتے تھے۔
الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:
اللھم متعنی سمعی و بصری واجعلھا الوارث منی و عافنی فی دینی واحشرنی علی ما احییتنی وانصرنی علی من ظلمنی حتی ترینی منه ثاری اللھم انی اسلمت دینی الیك و خلیت وجھی الیك و فوضت امری الیك والجأت ظھری الیك ولا ملجاء و منجی منك الا الیك آمنت برسولك الذی ارسلت و کتابك

الذی انزلت۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عثمان بن ابی العاص اور بنو قیس کی ایک عورت سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ان میں سے ایک نے کہا:

اللهم اغفرلی ذنبی خطئی و عمدی۔

دوسرے نے کہا: "میں نے آپ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

انی استهديك لارشد امری و اعوذبك من شر نفسی۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی دعایوں مانگتے تھے:

یا ولی الاسلام و اهله ثبتنی به حتی القاك به۔

ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم اقبل بقلبی الی دینك و احفظ من ورائنا برحمتك۔

انہوں نے عون بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے شام کے ایک شیخ سے ملاقات کی۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ کو سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اغفرلنا وارحمنا۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حسن سند کے ذریعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے:

اللهم اغفر وارحم واهدنی السبیل الاقوم۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے:

اللهم انی اسئلك ایمانا یباشر قلبی حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتب لی و رضا من المعیشة بما قسمت لی۔

البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم بارك لی فی دینی الذی هو عصمة امری و فی آخرتی التی الیها مصیری و فی دنیای التی فیها بلاغی واجعل حیاتی زیادة فی کل خیر واجعل الموت راحة لی من کل شر۔

ابن ضحاک نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

اللھم اجعلنی شکورا واجعلنی صبورًا واجعلنی فی عینیّ صغیرا و فی عین الناس کبیرًا۔

الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا فرماتے تھے:

اللھم احینی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔

ابو بکر بن خیثمہ نے ابو طارق بن الاشیم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔

ان کلمات میں دنیا اور آخرت کی بھلائی جمع ہے۔''

الحمد للہ رب العالمین۔ الصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، امام المتقین سیدنا و مولانا محمد رحمۃ للعالمین و علی الہ و صحابتہ اجمعین الی یوم الدین۔

الحمد للہ، ثم الحمد للہ! آج بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۲۱-۰۶-۲۰۱۳ کو سبل الہدیٰ کی آٹھویں جلد کا ترجمہ مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی درگاہِ اقدس میں قبول فرمائے۔

بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

خاک پائے ملتِ بیضاء

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سرگودھا

❁❁❁❁

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد
فِی
سیرتِ خیرُ العِباد
(اُردو)

نہم - دہم

10 - 9

وما ارسلنک الا رحمة للعلمین

تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ، لاہور

سُبُلُ الهُدیٰ والرَشاد

فِی سِیرۃِ خیرِ العِباد ﷺ

(اُردو)

تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور
Voice:042-37248657 Fax:042-37112954
Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email : zaviapublishers@gmail.com

فہرست جلد نہم

فہرست جلد دہم

فضائل انبیاء علیہم السلام کا فضائل محمدیہ ﷺ کے ساتھ موازنہ

خصائص مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات اور ان کے متعلقات

پہلا باب

وہ نقود (کرنسیاں) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں استعمال ہوتی تھیں

امام ابو سلیمان احمد بن خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو اہل مدینہ طیبہ دراہم کو گن کر معاملات کرتے تھے۔ اس پر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ فرمان دلالت کرتا ہے جسے انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدتے وقت فرمایا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اگر وہ چاہے تو انہیں ہلاک کر دے۔ وہ انہیں ایک بار شمار کر لے" اس سے ان کی مراد وہ دراہم تھے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ثمن تھے۔ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کی راہنمائی فرمائی کہ وہ دراہم کا وزن کیا کریں۔ آپ نے اہل مکہ مکرمہ کے وزن کو معیار (کسوٹی) مقرر کی۔ دراہم کا وزن ان میں یہ تھا کہ ایک درہم میں چھ دوانق ہوتے تھے۔

اسلام کے سارے شہروں میں اسعدی درہم کا یہی وزن تھا۔ اسلام سے قبل شہروں میں دراہم کے مختلف اوزان ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک درہم بغلی تھا۔ اس میں آٹھ دوانق ہوتے تھے۔ ایک الطبری درہم تھا۔ اس میں چار دراہم ہوتے تھے۔ وہ آدھے آدھے دراہم سے معاملات کرتے تھے۔ یعنی ایک سو بغلیہ اور ایک سو طبریہ دراہم۔ ان کے دو سو دراہم میں پانچ دراہم زکوٰۃ ہوتی تھی۔ جب بنو امیہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے کہا اگر ہم نے بغلیہ دراہم ڈھالے تو لوگ گمان کریں گے کہ زکوٰۃ میں ان ہی کا اعتبار ہوگا۔ اس سے غریبوں کا نقصان ہوگا۔ اگر ہم نے الطبریہ دراہم ڈھالے تو اس سے دولتمندوں کو نقصان ہوگا۔ انہوں نے بغلی اور الطبری دراہم بنالئے اور انہیں دو دراہم بنا دیئے۔ ہر درہم میں سات دوانق رکھے۔

جہاں تک دیناروں کا تعلق ہے تو دینار ان کے ہاں روم کے شہروں سے آتے تھے۔ جب عبدالملک بن مروان نے دراہم اور دینار بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے جاہلیت کے اوزان کے بارے سوال کیا۔ لوگوں نے اس کے لئے اتفاق کیا کہ مثقال میں اٹھائیس قیراط ہیں مگر ایک شاہی جبہ اور ہر دس دراہم میں سات مثقال ہیں۔ اس نے انہیں ڈھال لیا۔ علامہ خطابی کا کلام ختم ہوگیا۔

علامہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں رقم کیا ہے کہ اسلام میں درہم کا وزن چھ دوانق برقرار رہا، اور ہر دس دراہم میں سات مثقال ہوتے تھے۔ اس وزن کو برقرار رکھنے کے سبب میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایران میں تین اوزان

استعمال ہوتے تھے۔ایک درہم مثقال کے وزن پر بیس قیراط کا تھا۔ایک درہم مثقال کے وزن پر بارہ قیراط کا تھا اور ایک درہم مثقال کے وزن پر دس قیراط کا تھا۔جب اسلام میں اندازہ لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان تینوں اوزان کا وسط منتخب کیا گیا وہ مثقال کے قیراط یا چالیس قیراط تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف دراہم ملاحظہ کئے۔ان میں سے ایک بغلی درہم تھا۔جس کا وزن آٹھ دوانق تھا'الطبری درہم کے چار دوانق تھے۔یمنی ایک دانق کا تھا۔انہوں نے فرمایا:''ملاحظہ کرو کہ لوگوں کے سارے طبقات زیادہ تر کس درہم کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔زیادہ تر لوگ البغلی اور الطبری دراہم سے معاملات کرتے تھے۔انہوں نے ان دونوں کو جمع کیا یہ بارہ دانق بنے۔انہوں نے ان کا نصف لیا یہ چھ دوانق تھے۔انہوں نے اسلامی درہم کو چھ دوانق رکھا۔اسلام میں سب سے پہلے کس نے درہم ڈھالے۔حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے دراہم ڈھالے۔

ابوالزناد نے لکھا ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو حکم دیا اس نے عراق میں ۷۴ھ کو دراہم ڈھالے،جبکہ المداینی نے لکھا ہے''بلکہ یہ دراہم ۷۵ھ کے آخر میں ڈھالے گئے پھر اس نے ۷۶ھ میں گردونواح میں دراہم ڈھالنے کا حکم دیا۔ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے دراہم حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر محترم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۷۰ھ کو دراہم ڈھالے۔انہوں نے یہ کام اجزاء کو ضرب دے کر کیا،بعد میں حجاج نے انہیں تبدیل کر دیا۔''ماوردی کا کلام ختم ہو گیا۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ''یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں اوقیہ اور درہم مجہول ہوں۔ان کے اعداد و شمار سے زکوٰۃ واجب تھی۔ان سے ہی خرید و فروخت اور نکاح ہوتے تھے۔جیسے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے انہوں نے مزید لکھا ہے۔''ان احادیث طیبہ سے عیاں ہوتا ہے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ دراہم عبدالملک کے زمانہ تک معلوم نہ تھے۔اس نے علماء کرام کی رائے سے انہیں جمع کیا۔اس نے ہر دس دراہم کا وزن سات مثقال مقرر کیا،اور ایک درہم کا وزن چھ دوانق تھا۔یہ قول باطل ہے۔جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے اس وقت اسلام میں دراہم ڈھالنے کا عمل دخل نہ تھا اور وہ ایسی صفت پر تھے جو مختلف نہ تھی،بلکہ ایران'روم کے دراہم اور چھوٹے بڑے دراہم کا مجموعہ تھے۔کچھ چاندی کے ٹکڑے تھے جنہیں ڈھالا نہیں گیا تھا،نہ ہی وہ منقوش تھے۔بعض یمنی تھے بعض مغربی تھے اس نے اسلام میں دراہم ڈھالے۔انہیں کم کیا۔انہیں ایک ہی وزن پر ڈھالا۔یا بعض اوقات وہ وزن کرنے سے مستغنی ہوتے تھے۔

انہوں نے چھوٹے اور بڑے دراہم جمع کئے اور ان کے وزن پر دراہم کو ڈھال لیا۔

امام رافعی نے لکھا ہے:''عصر اول کے لوگوں نے اس وزن کے اندازہ پر اتفاق کر لیا تھا۔یعنی ایک درہم کا وزن چھ دوانق ہوگا،اور ہر دس دراہم میں سات مثقال ہوں گے نہ تو جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں مثقال کو تبدیل کیا گیا۔''

امام نووی نے شرح المہذب الصحیح میں لکھا ہے:''جس امر کے اعتماد اور اعتقاد کا تعین ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی

کریم ﷺ کے عہد ہمایوں میں مطلق درہم کا وزن اور مقدار معلوم تھی۔ مطلق بولتے وقت اسی پر اطلاق ہوتا تھا۔ اسی سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہوتی تھی۔ دیگر حقوق شرعی مقداریں اسی سے ادا ہوتے تھے۔ اس سے یہ ممانعت نہیں آتی کہ وہاں اور دراہم موجود نہ ہوں جو اس مقدار سے کم وبیش ہوں۔ جب آپ ﷺ مطلق دراہم کا ذکر فرماتے تھے تو اسے اسی مفہوم پر محمول کیا جاتا تھا یعنی ہر درہم چھ دوانق کا ہوتا تھا اور ہر دس دراہم میں سات مثقال ہوتے تھے۔ اسی پر اہل عصر اول سے لے کر ہمارے زمانہ تک اتفاق ہے۔ یہ روا نہیں کہ اس امر کے خلاف اتفاق کیا جائے جو حضور سید المرسلین ﷺ اور خلفائے الراشدین رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں متفق تھا۔ جہاں تک دراہم اور دیناروں کی مقدار کا تعلق ہے تو الحافظ ابومحمد عبدالحق نے کتاب الاحکام میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے لکھا ہے میں نے اس شخص کے بارے پوری جستجو کی ہے جس کی تمیز پر مجھے اتفاق تھا۔ سب نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں سونے کے دینار کا وزن بیاسی جبہ اور مطلق جو کے جبہ کا تین اعشار تھے۔ مکہ مکرمہ کے درہم کا وزن ستاون جبہ اور چھ اعشاریہ جبہ تھا جبکہ ایک رطل مذکورہ دراہم میں سے ایک سو اٹھائیس دراہم کا ہوتا تھا۔"

امام نووی نے یہ قول لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ بغدادی رطل کا وزن ایک سو اٹھائیس دراہم اور درہم کے ساتویں حصوں کا چوتھائی تھا۔ یہ نوے مثقال بنتا ہے۔"

ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابوالزناد سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے دراہم اور دنانیر ڈھالے یہ سنہ ۷۵ ھ کی بات ہے۔ وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے دراہم ودنانیر ڈھالے اور انہیں منقش کیا۔

الاوائل از عسکری میں ہے: "اس نے ان پر اپنا نام نقش کرایا" ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حمیدی کی سند سے حضرت سفیان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "سب سے پہلے جس شخص نے سات کا وزن مقرر کیا۔ وہ حارث بن ربیعہ تھے یعنی انہوں نے دس دراہم کو وزن کے اعتبار سے سات شمار کیا۔"

ابن عساکر نے حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل عبیداللہ بن زیاد نے زیوق کے دراہم بنائے۔ ذھبی کی تاریخ میں ہے کہ سب سے پہلے بلا د عرب میں عبدالرحمٰن بن حکم الاموی نے تیسری صدی میں اندلس میں سب سے پہلے دراہم بنائے۔ مشرق کی طرف سے جو دراہم ان کے پاس آتے تھے وہ انہی کے ساتھ معاملات طے کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ قنطار پندرہ ہزار مثقال کا ہوتا ہے جبکہ ایک مثقال چوبیس قیراط کا ہوتا ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سدی سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ (آل عمران: ۱۴)

اور خزانے جمع کئے ہوئے۔

"یعنی ڈھالنا حتیٰ کہ وہ دنانیر اور دراہم بن جائیں۔"

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خرید وفروخت

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔ آپ کا فروخت کرنا

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے اپنے مدبر غلام کو آزاد کر دیا ہے اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال نہ تھا۔آپ نے اس کو آٹھ سو دراہم میں بیچ دیا اور اس کی رقم اس شخص کو بھیج دی۔

امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ایک غلام حاضر خدمت ہوا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت راہ بیعت کر لیا۔آپ کو احساس نہ ہوا کہ وہ غلام ہے۔اس کا آقا اس کے ارادہ سے آ گیا آپ نے فرمایا: "یہ مجھے فروخت کر دو" آپ نے اسے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض خریدا، پھر اس کے بعد کسی کو بیعت نہ فرماتے حتیٰ کہ اس کے بارے پوچھ لیتے کہ کیا یہ غلام ہے۔

امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دار قطنی نے عبدالمجید بن وھب سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت العداء بن خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ خط مبارک پڑھ کر نہ سناؤں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوایا تھا۔" یہ وہ تحریر ہے جس پر عداء بن خالد نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خریدا تھا۔انہوں نے آپ سے غلام یا لونڈی خریدی جو عیب دار نہیں۔جو فاسق نہیں۔جو ممنوع نہیں ہے۔یہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ خرید وفروخت ہے۔"

۲۔ آپ کا خریدنا

ائمہ اربعہ نے جبکہ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔انہوں نے فرمایا: "میں اور مخرمہ عبدی ہجر سے گندم فروخت کرنے کے لئے لائے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پاجامہ خریدنے کے لئے ہمارے ساتھ سودا بازی کی۔ہمارے ہاں وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر وزن کرتا تھا۔آپ نے اس سے فرمایا "وزن کرو اور پلڑا بھاری رکھو۔"

امام احمد، ابن ماجہ، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو صفوان مالک بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں ہجرت سے قبل بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔آپ نے مجھ سے پاجامہ خریدا اور مجھے پلڑا جھکا کر قیمت ادا کی۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وہ کاروان خرید لیا جو آیا تھا۔ اس میں آپ کو ایک اوقیہ نفع ہوا۔ آپ نے اسے بنو عبدالمطلب کی بیوگان میں تقسیم کر دیا، اور فرمایا: ''آئندہ میں وہ چیز نہ خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو گی۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھا۔ میرا ایک اونٹ تھا جو آگے نکل جاتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے جھڑکتے اور واپس لے آتے، پھر وہ آگے نکل جاتا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے جھڑک کر واپس لے آتے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اسے مجھے فروخت کر دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یہ آپ کا ہی ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے مجھے فروخت کر دو'' انہوں نے آپ کو فروخت کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''عبداللہ بن عمر! یہ تمہارا ہو گا تم ہی اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''میں ایک غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھا۔ میں ایک اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے مجھے تھکا دیا تھا۔ اس کے پاس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے آپ نے اسے مارا تو وہ اس رفتار سے چلنے لگا کہ پہلے اس رفتار سے نہ چلتا تھا، پھر مجھے فرمایا یہ مجھے وقیہ کے عوض فروخت کر دو'' میں نے اسے آپ کے ہاں فروخت کر دیا۔ میں نے اپنے اہل خانہ پہنچنے کی استثناء کر لی۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو میں وہ اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔''

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ' عبد بن حمید اور امام حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اعرابی سے اونٹنی یا اونٹنیاں خریدیں اور ان کی قیمت ایک وسق عجوہ کھجوریں دینے کا وعدہ کیا۔ آپ اپنے گھر تشریف لائے۔ آپ نے اس اعرابی سے فرمایا' عبداللہ! ہم نے تجھ سے عجوہ کھجوروں کے ایک وسق کے عوض اونٹنی یا اونٹنیاں خریدیں۔ ہم نے جستجو کی مگر ہم نے وہ کھجوریں نہ پائیں۔'' اس اعرابی نے کہا' ہائے دھوکہ! ہائے دھوکہ! لوگوں نے اس اعرابی کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوکہ کریں گے؟ بلکہ اے دشمن خدا! تو سب سے بڑا دھوکہ باز ہے۔''

حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو' حقدار کو گفتگو کرنے کا اختیار ہے'' آپ نے اسے بلایا اور فرمایا' عبداللہ! ہم نے تمہاری اونٹنیاں خریدیں۔ ہمارا گمان تھا کہ ہمارے پاس وہ قیمت ہے جو ہم نے تیرے ساتھ طے کی ہے۔ ہم نے جستجو کی تو وہ قیمت ہمیں نہ مل سکی۔'' اس اعرابی نے کہا'' ہائے دھوکہ! لوگوں نے اسے برا بھلا کہا اور کہا'' اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوکہ کریں گے۔'' حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ صاحب حق کو گفتگو کا اختیار ہے'' آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا جب دیکھا کہ وہ آپ کی بات نہیں سمجھ رہا تو آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا ''تم خولہ بنت حکیم بن امیہ کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ اگر تمہارے پاس عجوہ کھجوروں کا ایک

وسق ہے تو وہ ہمیں ادھار دے دو حتیٰ کہ ہم تمہیں ادا کر دیں ان شاء اللہ! وہ صحابی اس خاتون محترمہ کے پاس گئے، پھر واپس آئے اور عرض کی "حضرت خولہ عرض کر رہی ہیں" ہاں! یارسول اللہ ﷺ میرے پاس اتنی مقدار میں کھجوریں موجود ہیں۔ایسے شخص کو بھیج دیں جو ان پر قبضہ کر لے" آپ نے اسی صحابی سے فرمایا "جاؤ اور وہ کھجوریں پوری کر کے لے آؤ" وہ گئے اور کھجوریں لے آئے۔ اس اعرابی کو دے دیں۔ وہ اعرابی آپ کے پاس سے گزرا آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کی "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے پورا دیا ہے عطا کیا ہے اور عمدہ طریقہ سے ادا کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بہترین وہ ہیں جو پورا پورا اور عمدہ طریقے سے ادا کرتے ہیں۔"

۳۔ بازار کی جگہ کو اختیار کرنا

الطبرانی نے حسن بن علی بن حسن بن ابی الحسن البراد نے انہوں نے حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے عرض کی "میرے والدین آپ پر فدا! یارسول اللہ ﷺ میں نے بازار کے لئے ایک جگہ دیکھی ہے۔ کیا آپ اسے ملاحظہ نہیں فرمائیں گے" آپ نے فرمایا: "ہاں! آپ اس کے ہمراہ اٹھے، بازار کی جگہ تشریف لائے۔ آپ نے وہ جگہ پسند کی۔ اس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا: "یہ بازار بہت عمدہ ہے۔ اسے نہ تو کم کیا جائے گا نہ ہی تم پر ٹیکس لگایا جائے گا۔"

ابن ماجہ کے یہ الفاظ ہیں: "حضور اکرم ﷺ النبیط کے بازار تشریف لے گئے۔ اسے دیکھا اور فرمایا: "یہ تمہارا بازار نہیں ہے پھر دوسرے بازار تشریف لے گئے اور فرمایا: "یہ تمہارا بازار نہیں ہے۔" پھر اسی بازار کی طرف واپس تشریف لائے اور اس میں چکر لگایا اور فرمایا: "یہ تمہارا بازار ہے اسے نہ تو کم کیا جائے گا نہ ہی اس پر ٹیکس ہوگا۔"

۴۔ بازار جاتے وقت کی دعا اور تاجران کو وعظ و نصیحت:

ابوبکر احمد بن عمر اور ابن ابی عاصم نے کتاب البیوع میں، حاکم نے مستدرک میں اور الطبرانی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ بازار تشریف لے جاتے یا بازار سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اسئلک من خیر ھذا السوق و خیر مافیھا واعوذبک من شرھا و شر مافیھا اللھم انی اعوذبک ان اصیب فیھا یمینا فاجرا۔ و صفقۃ خاسرۃ۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تاجروں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا: "اے تاجروں کے گروہ! انہوں نے آپ کے فرمان پر لبیک کہا اور اپنی گردنیں لمبی کر دیں۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں روز حشر فجار اٹھائے گا مگر جس نے سچ بولا نیکی کی اور امانت ادا کی۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے محمد بن اسحاق الغنوی کے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے ہم تاجر تھے۔آپ فرماتے تھے"اے تاجروں کے گروہ! جھوٹ سے بچو"
الطبرانی نے محمد بن ابان الجعفی کی سند سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بازار تشریف لے جاتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اسئلک من خیر ھذا السوق و خیر ما فیھا واعوذبک من شرھا و شر ما فیھا اللھم انی اعوذبک ان اصیب فیھا یمینا فاجرۃ او صفقۃ خاسرۃ۔

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے۔

اللھم انی اعوذبک من شر ھذہ السوق و اعوذبک من الکفر والفسوق۔

ابن ماجہ اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عید گاہ کی طرف گیا۔لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا: "اے گروہ تجار! انہوں نے آپ کی صدا پر لبیک کہا انہوں نے اپنی گردنیں اور نگاہیں آپ کی طرف اٹھائیں۔آپ نے فرمایا: تجار روز حشر فجار اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا، نیکی کی اور سچ بولا۔"

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت قیس بن ابی غرزہ الجعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم مدینہ طیبہ میں خرید و فروخت کرتے تھے ہم خود کو سماسرہ کہتے تھے۔حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔اس نام سے عمدہ ہمارا نام رکھا۔دوسری روایت میں ہے"بقیع میں آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ نے فرمایا:"اے گروہ تجار! خرید و فروخت کے وقت حق اور کذب جمع ہوتے ہیں" یا فرمایا"شیطان اور گناہ بازار میں موجود ہوتے ہیں۔یا ان بازاروں میں لغو اور قسم جمع ہوتے ہیں۔سچ کے ساتھ ان کا دفاع کرو۔"

۵۔ضرورت کے وقت بازار تشریف لے جانا اور ملاوٹ کرنے والے کا انکار کرنا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور شفیع معظم ﷺ بازار تشریف لے گئے۔آپ نے غلہ کا ڈھیر دیکھا۔اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اس کے اندر سے گیلا غلہ نکالا۔جس پر بارش برسی تھی آپ نے غلہ فروش سے فرمایا"تمہیں کس نے اس امر پر ابھارا"اس نے عرض کی"مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔یہ ایک ہی غلہ ہے"آپ نے فرمایا؛ تم نے گیلے کو علیحدہ اور خشک کو الگ کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ وہ خریدتے جسے وہ جانتے جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں آپ کے ہمراہ بقیع کے قبرستان کی طرف گیا۔آپ نے تھیلے میں دست اقدس ڈالا اور مختلف قسم کا غلہ نکالا، یا ملاوٹ شدہ غلہ نکالا۔آپ نے فرمایا:"جس نے ملاوٹ

کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابو الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ اس کے برتن میں غلہ تھا۔ آپ نے اس میں اپنا دست اقدس ڈالا۔ آپ نے فرمایا: ''شاید تم نے ملاوٹ کی ہے۔ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناپ تول کرنے والے صحابہ کرام سے فرمایا ''تمہارے سپرد ایسا معاملہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے تم سے پہلے کی اقوام ہلاک ہوئی ہیں'' یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہے۔

امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیاح لا مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ نے اس سے پوچھا ''تم کیسے فروخت کرتے ہو؟ اس نے آپ سے گزارش کی۔ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ اس ڈھیر میں دست اقدس داخل کریں۔ آپ نے اس میں اپنا دست اقدس داخل کیا تو وہ تر تھا۔ آپ نے پوچھا'' غلے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بارش ہوئی ہے'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اسے غلہ کے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے جس نے ملاوٹ کی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلے کے پاس سے گزرے جسے اس کے مالک نے سجا کر رکھا تھا۔ آپ نے اس میں دست اقدس ڈالا تو اس میں ردی غلہ تھا آپ نے فرمایا: اسے علیحدہ اور اسے علیحدہ فروخت کرو جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار تشریف لے گئے۔ ایک شخص نے کہا ابو القاسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف توجہ فرما ہوئے تو اس نے کہا ''میں نے اسے بلایا ہے'' آپ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام تو رکھ لیا کرو، لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو'' شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ نے تو مجھ سے کلام کیا نہ ہی میں نے آپ سے بات کی، حتیٰ کہ بنو قینقاع کے بازار تشریف لے گئے پھر آپ واپس تشریف لے آئے......

٦۔ حیوان کو متفاضل خریدنا اور قیمت مقررہ سے منع فرمانا

ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض خریدا۔

امام مسلم، ابن ماجہ، امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سات غلاموں کے عوض حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ الکلبی سے خرید لیا۔

امام احمد اور امام الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید سے' الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے' ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے' الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے البزار نے حضرت علی سے' الطبرانی نے حضرت ابوجحیفہ سے' الطبرانی نے حضرت فضلہ سے' امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں مدینہ طیبہ میں گرانی ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کی "کیا آپ ہمارے لئے قیمتیں مقرر نہیں کریں گے؟ یا آپ ہمارے لئے قیمتیں مقرر کر دیں" یا "صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ قیمتیں مقرر کر دیں" یا "ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ قیمت مقرر کر دیں" آپ نے فرمایا: 'نہیں بلکہ اسی طرح چھوڑ دو" پھر ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہمارے لئے قیمتیں مقرر نہیں کر دیتے" یا "ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم قیمتیں مقرر کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ اسی طرح چھوڑ دو" ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی "کاش! آپ ہمارے لئے قیمتیں مقرر کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ المسعر' القابض اور الباسط ہے" دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بلند اور پست کرتا ہے" ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ المقوم اور المسعر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میں رب تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی ایک مجھ سے نفس' مال' عزت کے بارے ظلم کا تقاضا کر رہا ہو" ایک اور روایت میں ہے۔

"رب تعالیٰ مجھے اس طریقہ کے بارے نہ پوچھے جس کو میں نے تمہارے ہاں رائج کیا ہو، حالانکہ اس نے مجھے اس کا حکم نہ دیا تھا لیکن میں رب تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

تنبیہ:

زادالمعاد میں ہے: "آپ نے خرید وفروخت کی۔ رسالت کا تاج زرنگار سجنے کے بعد آپ کی خرید وفروخت زیادہ ہے۔ اسی طرح ہجرت کے بعد بھی۔ آپ کا چیز فروخت کرنا چند امور میں ہی محفوظ ہے۔ ان میں سے اکثر امور کسی اور کے لئے تھے، جیسے پیالہ فروخت کرنا یا ٹاٹ فروخت کرنا۔ اسی طرح مدبر غلام یعقوب کو فروخت کرنا۔ ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض فروخت کرنا لیکن آپ کا خریدنا بہت زیادہ ہے۔"

تیسرا باب

اجیر بننا اور اجیر بنانا

اس کی کئی انواع ہیں۔

۱۔آپ کا اجیر بننا

زاد المعاد میں ہے۔''حضور سید مرسلین ﷺ اجیر بنے بھی اور اجرت پر کام بھی کرایا لیکن آپ نے اجیر بننے سے زیادہ اجرت پر کسی سے کام کرایا۔ آپ ﷺ سے روایت مروی ہے کہ آپ نے نزول وحی سے قبل اجرت پر بکریاں چرائیں۔ اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام تشریف لے گئے۔''

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''اللہ رب العزت نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا اس نے گلہ بانی کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے''آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں قراریط پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔''

امام حاکم نے ربیع بن بدر کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لئے دو سفر کئے۔ یہ سفر شام کی طرف تھے۔ یہ سفر قلوص جوان اونٹنی کے عوض تھا۔ میں کہتا ہوں کہ ربیع ضعیف ہے۔''ابن عربی نے لکھا ہے''اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ فتح کے ساتھ ہے اور یہ شام میں ہے''النہایہ میں ہے کہ جُرَش یمن کے صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے جبکہ جَرَش شام کا ایک شہر ہے۔''

۲۔اجرت پر کسی سے کام کروانا

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حدیث ہجرہ میں ہے۔ انہوں نے فرمایا:''حضور شفیع المذنبین ﷺ نے بنو دیل سے اجرت سے کام کروایا۔''

۳۔زمین بٹائی پر دینا

امام احمد نے حضرت ابن عمر سے' امام احمد' ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب فاتح اعظم ﷺ نے اہل خیبر پر فتح حاصل کی۔ یہود کو وہاں سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آپ نے وہاں فتح حاصل کر لی تو یہ زمین اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محترم ﷺ اور مسلمانوں کے لئے تھی۔ آپ نے

یہود کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو یہود نے آپ سے گزارش کی کہ آپ انہیں وہاں اس شرط پر ٹھہرنے دیں۔وہ مسلمانوں کی طرف سے اس کی کفایت کریں گے اور ان کے لئے نصف پیداوار ہوگی'' دوسری روایت میں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اہل خیبر سے کھجوروں اور کھیتی کی نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔آپ نے ان سے فرمایا''ہم تمہیں اس وقت تک اس پر برقرار رکھیں گے جب تک چاہیں گے یا جب تک اللہ رب العزت نے تمہیں برقرار رکھا۔''وہ وہیں قرار پذیر رہے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔''

چوتھا باب

عاریۃً کوئی چیز لینا یا دینا

اس میں دو انواع ہیں۔

ا۔آپ کا عاریۃً کوئی چیز لینا:

امام احمد،ابوداؤد،نسائی اور دارقطنی نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے روز آپ نے ان سے زرہیں ادھار لیں۔انہوں نے عرض کی:''محمد عربی ﷺ کیا یہ غصب ہے؟آپ نے فرمایا:''نہیں یہ عاریۃً ہیں اور ہم ان کے ضامن ہیں''ان میں سے بعض گم ہو گئیں۔حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمایا:''اگر تم پسند کرو تو میں یہ ادا کر دیتا ہوں''انہوں نے عرض کی:''نہیں''!آج اسلام میرے دل میں اس طرح جاگزیں ہے کہ اس سے پہلے اس طرح نہ تھا۔''

ابوداؤد نے عبداللہ بن صفوان کی اولاد سے۔سعد اور ابن ابی شیبہ نے عطاء بن رباح کی سند سے عبداللہ بن صفوان کی سند سے آل عبداللہ بن صفوان سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے صفوان سے اسلحہ ادھار لیا'' دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:''صفوان!کیا تمہارے پاس اسلحہ ہے؟صفوان نے عرض کی''کیا عاریۃً یا غصب؟آپ نے فرمایا:''نہیں بلکہ عاریۃً''انہوں نے آپ کو تیس سے چالیس تک زرہیں ادھار دیں آپ غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے۔جب رب تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کیا تو صفوان کی زرہیں جمع کی گئیں ان میں سے بعض زرہیں مفقود تھیں۔حضور سراپا کرم ﷺ نے فرمایا:''اگر تم پسند کرو تو ہم تمہیں یہ ادا کر دیتے ہیں''

انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ ﷺ!آج میرے دل میں ایمان اس طرح جاگزیں ہے کہ اس سے پہلے اس طرح نہ تھا۔''

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے پیالہ عاریۃً لیا۔وہ گم ہو گیا۔ہم نے اس کی ادائیگی کی۔شیخان نے ان سے

روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں گھبرا دینے والی آواز سنی گئی۔ آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا عاریۃً لیا، جسے مندوب کہا جاتا تھا۔ آپ اس پر سوار ہوئے جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا "ہم نے کچھ نہیں دیکھا۔ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر پایا ہے۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ ایک بار اہل مدینہ طیبہ گھبرا اٹھے۔ آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اس میں سست روی تھی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا "ہم نے تمہارے گھوڑے کو سمندر پایا ہے" اس کے بعد اس کے ساتھ مقابلہ نہ ہو سکتا تھا۔

امام احمد نے حضرت صفوان بن یعلی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "جب میرے قاصد تمہارے پاس آئیں تو انہیں تیس زرہیں اور تیس اونٹ دے دینا" انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ مضمونہ عاریۃً ہے یا مؤداۃ عاریۃً ہے۔ آپ نے فرمایا: "بلکہ مؤداۃ ہیں۔"

پانچواں باب

آپ کی مشارکت

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت سائب بن ابی سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام سے قبل تجارت میں مشارکت کرتے تھے۔ فتح مکہ کے روز وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بھائی اور شریک کو خوش آمدید! جو نہ تو دھوکا کرتا تھا نہ ہی شک کرتا تھا۔ سائب! جاہلیت میں تم ایسے اعمال بجالاتے تھے وہ تم سے قبول نہیں کئے جاتے تھے، لیکن آج سے تم سے عمدہ اعمال قبول کر لئے جائیں گے۔" یہ تلوار کے دھنی اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

ابویعلی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ کو دو کھجوریں ملیں۔ آپ نے ایک کھجور خود رکھ لی جبکہ دوسری مجھے عطا کر دی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عبداللہ بن امام احمد کے۔ یہ ثقہ اور مامون ہیں۔) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گری ہوئی کھجور دیکھی۔ آپ نے اسے پکڑا اور سائل کو عطا کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس کے پاس نہ آتے تو یہ تمہارے پاس نہ جاتی۔"

چھٹا باب

آپ ﷺ کی وکالت اور وکیل بنانا

زاد المعاد میں ہے کہ آپ کا وکیل بنانا وکیل بننے سے زیادہ ہے۔ امام احمد، امام ترمذی، ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے سامنے سامان تجارت آیا۔ آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اور فرمایا: "عروہ! اس تجارتی کارواں کے پاس جاؤ اور ہمارے لئے ایک بکری خریدو۔" میں تجارتی کارواں کے پاس آیا۔ مالک سے سودا بازی کی اور ایک دینار سے دو بکریاں خریدیں۔ میں انہیں ہانکتا ہوا آیا۔ مجھے ایک شخص ملا۔ اس نے میرے ساتھ سودا بازی کی۔ میں نے ایک دینار میں ایک بکری فروخت کی۔ میں دینار اور ایک بکری لے آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا دینار ہے۔ یہ آپ کی بکری ہے" آپ نے پوچھا "تم نے اس طرح کیسے کیا" میں نے ساری داستان عرض کی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے سودے میں برکت فرما" میں نے خود کو دیکھا میں کوفہ کے بازار میں کھڑا ہوتا۔ میں اپنے اہل خانہ میں جانے سے قبل چالیس ہزار کا نفع حاصل کر لیتا" امام احمد نے لکھا ہے "وہ لونڈیاں خریدتے اور فروخت کرتے تھے" امام ترمذی نے لکھا ہے "انہیں بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا تھا۔ یہ سارے اہل کوفہ سے زیادہ مالدار تھے۔" امام احمد اور امام بخاری نے یہ اضافہ کیا ہے "اگر یہ مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں انہیں نفع ہوتا۔"

ابو داؤد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے لئے ایک دینار کے قربانی کے جانور خریدیں۔ انہوں نے یہ جانور ایک دینار کے خریدے اور دو دیناروں میں فروخت کر دیئے۔ ایک دینار کے پھر جانور خریدے اور جانور اور دینار بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیئے۔ آپ نے فرمایا: "بکری کی قربانی کر دو۔ دینار کو صدقہ کر دو۔" آپ نے ان کے لئے ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے رمضان المبارک کے صدقات جمع کرنے پر وکیل بنایا۔"

ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ میں نے عرض کی: "میں خیبر کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں" آپ نے فرمایا: "جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق کھجوریں لے لینا اگر وہ تم سے نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ گردن اور کندھے کے درمیان ہڈی پر رکھ دینا"

امام احمد نے حمید الشامی کی سند سے حضور نبی کریم ﷺ کے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم

ساتواں باب

رہن رکھ کر کچھ خریدنا

امام احمد، شیخان، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ خریدا اور اسے اپنی زرہ بطور رہن عطا کر دی اور دوسری روایت میں ہے کہ اسے اپنی لوہے کی زرہ بطور رہن دے دی۔"

امام احمد، امام بخاری اور امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے ہاں اپنی زرہ بطور رہن رکھی اور اپنے اہل بیت کے لئے غلے یا جو کے بیس صاع حاصل کئے۔"

امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے یہ جو اپنے اہل بیت کے خوراک کے لئے حاصل کئے تھے۔"

امام شافعی نے حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی ابوشحم کے پاس اپنی زرہ بطور رہن رکھی۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس روز آپ کا وصال ہوا اس روز آپ کی زرہ ایک یہودی شخص کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔"

حارث نے حضرت ابو زرعہ بن عمر اور ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے کھجوروں کا تقاضا کیا۔ آپ نے اس سے مہلت مانگی۔ صحابہ کرام نے اسے جھڑکا تو اس نے کہا "میں آپ کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ میں مدینہ طیبہ سے نکل بھی گیا پھر بھی میں ان کھجوروں کا تقاضا ضرور کروں گا۔ بخدا! میں اپنی سرزمین کی طرف نہ جاؤں گا حتیٰ کہ ان کھجوروں سے زیادہ لے لی جائیں جن کا تقاضا میں آپ سے کر رہا ہوں۔ آپ نے بنو سلیم کی ایک عورت جدامۃ کی طرف پیغام بھیجا۔

آپ نے اسے کھجوریں ادھار دینے کا حکم دیا۔ اس خاتون نے کہا' جاؤ تول لو اور پوری کر لو" پھر آپ نے فرمایا: "یہ شخص تمہاری نصرت کا زیادہ محتاج تھا۔ اور میں اس امر کا زیادہ محتاج تھا جو حکم میرے رب نے مجھے دیا ہے کہ میں اپنی امانت کو عمدہ طریقے سے ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ اس امت میں برکت نہیں ڈالتا جس کے کمزور کی نصرت نہ کی جائے" یا فرمایا' جس کا طاقتور

کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا وہ آپ سے قرض کا تقاضا کر رہا تھا۔ اس نے آپ سے سختی کی اس نے کہا کہ اگر آپ نے قرض ادا نہ کیا تو میں آپ سے جھگڑا کروں گا۔ صحابہ کرام نے اسے جھڑکا۔ انہوں نے کہا "تیرے لئے ہلاکت! کیا تو جانتا ہے کہ تو کسی ہستی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ اس نے کہا "میں اپنا حق مانگ رہا ہوں" آپ نے فرمایا: "تم صاحب حق کے ساتھ کیوں نہ ہوئے؟" پھر آپ نے حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے ہاں پیغام بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا "اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو تم ہمیں ادھار دے دو ہم تمہیں ادا کر دیں گے" انہوں نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر نثار! ضرور! انہوں نے آپ کو کھجوریں ادھار دے دیں۔ آپ نے اس اعرابی کا قرض ادا کیا۔ آپ نے اسے کھلایا" اس نے عرض کی "آپ نے پورا حق ادا کیا ہے رب تعالیٰ آپ کو پورا حق دے۔ اس نے کہا" یہ بہترین لوگ ہیں۔ اس امت کو رفعت نصیب نہیں ہوتی جس میں کمزور کو ہکلا کر بولے بغیر حق نہیں ملتا۔"

آٹھواں باب

رہن رکھ کر اور رہن کے بغیر قرض لینا اور حسن ادائیگی

اسحاق ابن ابی شیبۃ الطبرانی اور البزار نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی خدمت میں ایک مہمان آیا۔ آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا آپ نے فرمایا: "اسے کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ رجب تک مجھے (غلہ) بیچ دو یا ادھار دے دو" میں اس یہودی کے پاس آیا، اور اسے اسی طرح کہا۔ اس نے کہا "بخدا! میں آپ کو نہ فروخت کروں گا نہ ہی ادھار دوں گا مگر رہن رکھ کر" میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور ساری بات عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا: "بخدا! اگر کاش! وہ مجھے فروخت کر دیتا یا مجھے ادھار دے دیتا۔ میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔ یہ لوہے کی زرہ اس کے پاس لے جاؤ۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کے لئے تسلی تھی۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ (طٰہٰ: ١٣١)

ترجمہ: اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہے۔

الطبرانی نے الصحیح کے راویوں سے حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم

ﷺ نے ایک شخص سے لون کی کھجوریں ادھار لیں۔ جب وہ رقم کا تقاضا کرنے آیا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "آج تو ہمارے پاس کوئی چیز نہیں کاش اتم کچھ دیرانتظار کرلو، حتیٰ کہ ہمارے پاس کچھ آ جائے جس سے ہم تمہارا قرض ادا کر دیں اس شخص نے کہا" ہائے دھوکہ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے لئے اٹھے۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: "عمر! اسے چھوڑ دو۔ صاحب حق کو گفتگو کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ خولہ بنت حکیم الانصاریہ کے پاس جاؤ۔ اس کے ہاں کھجوریں تلاش کرو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس صرف ذخیرہ کی کھجوریں ہیں" آپ نے فرمایا: "وہی لے آؤ اور قرض اتار دو" جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کھجوریں اس شخص کو دے دیں تو وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تجھے مکمل مل گئی ہیں؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے مکمل دی ہیں اور عمدہ طریقے سے دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس امت میں سے اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو پورا پورا دیتے ہیں اور عمدہ طریقے سے ادا کرتے ہیں۔"

امام احمد، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابی عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب سپہ سالار اعظم ﷺ غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے ان سے تیس ہزار یا چالیس ہزار یا اسی ہزار (دراہم) حاصل کئے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے وہ قرض ادا کر دیا، پھر آپ نے ان سے فرمایا "اللہ رب العزت تمہارے اہل اور تمہارے مال میں برکت ڈالے۔ قرض کی جزاء یہ ہے کہ اسے ادا کیا جائے اور تعریف کی جائے۔" ابن ابی عمر اور ابن ابی شیبہ نے اسماعیل بن ابراہیم سے اور وہ اپنے جدامجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قرض لیا۔

امام شافعی، امام احمد شیخان اور ابو داؤد کے علاوہ ائمہ اربعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم ﷺ نے کسی شخص کا ایک دینار یا جوان اونٹ ادا کرنا تھا۔ وہ شخص قرض لینے کے لئے آیا۔ اس نے آپ کے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے اس کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو صاحب حق کو گفتگو کا اختیار ہوتا ہے اسے جوان اونٹ دے دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلاش کیا، مگر انہیں اس سے عمر رسیدہ یا اس سے عمدہ اونٹ ملا۔ آپ نے فرمایا: اسے ہی خرید و اور اسے ادا کر دو تم میں سے بہتر وہ ہوتا ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے اچھا ہو" دوسری روایت میں ہے" آپ نے اسے اس کے اونٹ سے عمدہ اونٹ دینے کا حکم دیا" اس شخص نے عرض کی" رب تعالیٰ آپ کو پوری جزاء دے آپ نے پورا حق ادا کیا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے عمدہ ہے۔"

امام بخاری اور ابو جعفر نے حضرت جریر سے اور احمد اور ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے میرا قرض دینا تھا۔ آپ نے نہ صرف میرا قرض ادا کیا بلکہ زائد بھی دیا۔"

البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے قرض کا تقاضا کیا۔ آپ نے اس سے نصف وسق لے رکھا تھا۔ آپ نے اسے ایک وسق عطا کیا۔ آپ نے اسے فرمایا نصف وسق تمہارا قرض ہے اور نصف وسق ہماری طرف سے تمہارے لئے ہے۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص سے چالیس صاع ادھار لئے۔ انصاری صحابی کو ضرورت پڑی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "ہمارے پاس کچھ نہیں آیا" اس شخص نے گفتگو کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا: "صرف بھلائی کا کلمہ ہی کہنا' میں قرضہ ادا کرنے والوں میں سے بہترین ہوں۔" آپ نے چالیس صاع اس کا قرض اور چالیس صاع اسے زائد عطا کئے اور اسے اسی صاع عطا کئے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ وہ قرض یا حق کا تقاضا کر رہا تھا۔ اس نے کچھ گفتگو کی' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا ارادہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرض والے کو اپنے ساتھی پر تسلط حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر لے۔"

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا جود و کرم نے مجھے حلیق نصرانی کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ کو فراخی تک کپڑے دے دے اس نے کہا" کیسی فراخی؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو کچھ بھی نہیں" جب میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: "اس دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ میں خریدنے والوں میں سے بہترین ہوں۔ تم میں سے کوئی ایک مختلف پیوند لگا کپڑا پہن لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے اپنی اس امانت کے ساتھ حاصل کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔"

الطبرانی نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو ساعدہ میں سے ایک شخص کی ایک وسق کھجوریں دینا تھیں۔ وہ کھجوریں مانگنے آیا۔ آپ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ وہ اسے کھجوریں دیں۔ انہوں نے اسے اس کی کھجوروں سے کم درجے کی کھجوریں دیں۔ اس نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صحابی نے کہا" کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھجوروں کو رد کر رہے ہو؟ اس نے کہا" ہاں! حضور سراپا عدل و انصاف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عدل کرنے کا مستحق کون ہے؟ یہ سن کر آپ کی چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے' پھر فرمایا" اس نے سچ کہا ہے۔ مجھ سے زیادہ کون عدل کرنے کا مستحق ہے؟ رب تعالیٰ اس امت کو بابرکت نہیں کرتا جس کا کمزور اس کے قوی سے حق نہیں لیتا۔ وہ ہکلاتا نہیں۔ خولہ! شمار کرو۔ اسے لے جاؤ اور اس کا قرض ادا کرو۔"

امام مالک علیہ الرحمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے کسی شخص سے جوان اونٹ ادھار لیا۔ آپ کی خدمت میں صدقہ کے اونٹوں میں سے اونٹ پیش کئے گئے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بطور ادائیگی قرض جوان اونٹ دوں۔" میں نے عرض کی: "میں اونٹوں میں صرف عمدہ خوبصورت رباعی اونٹ ہی پاتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: اسے یہی دے دو۔ "لوگوں میں سے بہترین وہ ہوتا ہے جو عمدہ طریقے سے ادائیگی کرتا ہے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ ایک یہودی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے کھجوروں کا تقاضا کیا۔ اس نے آپ پر سختی کی۔ صحابہ کرام نے

اس کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ اس امت کو بابرکت نہیں کرتا یا اس پر رحم نہیں کرتا۔ جن کا کمزور ہکلائے بغیر اپنا حق نہیں لے لیتا۔" پھر آپ نے حضرت خولہ بنت حکیم کی طرف پیغام بھیجا۔ ان سے کھجوریں ادھار مانگیں۔ اس شخص کو دیں پھر آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے پورا حق ادا کرنے والے بندے اسی طرح کرتے ہیں۔ اس کے پاس کھجوریں تو تھیں لیکن وہ عمدہ کھجوریں تھیں۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا۔ ایک اعرابی نے عرض کی۔ "مجھے میرا جوان اونٹ ادا کریں" آپ نے اسے مسن اونٹ عطا کیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ یہ میرے اونٹ سے زیادہ عمر کا ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے بہترین وہ ہوتا ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے اچھا ہوتا ہے۔"

نواں باب

آپ ﷺ کی ضمانت

ا۔ امت مرحومہ کے اعمال صالحہ پر رب تعالیٰ کی طرف سے خاص ضمانت

ابو داؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں اس شخص کے لئے جنت کے ارد گرد محل کی ضمانت اٹھاتا ہوں جو جھگڑا چھوڑ دے خواہ وہ حق پر ہو۔ جنت کے وسط میں محل کی ضمانت اس شخص کے لئے اٹھاتا ہوں جو جھوٹ کو چھوڑ دے، اور جنت کی رفعت پر محل کی ضمانت اس شخص کے لئے اٹھاتا ہوں جو اپنے اخلاق کو عمدہ کر لے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا یمن و برکت ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی طرف سے چھ امور کی ضمانت دو۔ میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو تو سچ بولو۔ جب وعدہ کرو تو پورا کرو جب تمہیں امین بنایا جائے تو ادا کرو۔ شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ نگاہیں جھکا لو اور اپنے ہاتھ روک لو۔"

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ فلاں شخص کی کھجور ہے میں اس پر اپنی دیوار تعمیر کر رہا ہوں" حضور رحمت عالم ﷺ نے اسے فرمایا "اسے وہ کھجور جنت میں کھجور کے عوض دے دو" اس نے انکار کر دیا حضرت ابودحداح اس کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا "مجھے اپنی کھجور میرے باغ کے عوض فروخت کر دو" اس نے اسی طرح کر دیا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میں نے وہ کھجور اپنے نخلستان کے عوض خرید لی ہے۔ اس کا اجر جنت میں کھجور بنا دیں۔ میں نے اسے آپ

کی خدمت میں پیش کر دیا ہے" آپ نے فرمایا: "ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے لئے عمدہ کھجوریں۔" آپ نے انہیں کئی بار اسی طرح فرمایا ان کی زوجہ محترمہ آئیں تو انہوں نے کہا "ام دحداح! اس نخلستان سے نکل جاؤ۔ میں نے اسے جنت میں کھجور کے عوض فروخت کر دیا ہے۔"

اس بلند اقبال خاتون نے کہا "سودا نفع بخش ہو گیا" انہوں نے اسی طرح کے کلمات کہے۔

۲۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرض کی ضمانت

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو پکڑ لیا۔ اس نے اس کے دس دینار دینے تھے۔ اس نے کہا "بخدا میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا، حتیٰ کہ تو مجھے میرا قرض ادا کر لے یا اس کی ذمہ داری حضور اکرم ﷺ اٹھا لیں" آپ نے اس سے پوچھا "تم اسے کتنی مہلت دیتے ہو؟ اس نے عرض کی "ایک ماہ کی" آپ نے فرمایا: "میں اس کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں" آپ نے اس کے قرض کی ضمانت اٹھا لی۔ وہ حسب وعدہ رقم لے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا "تمہیں یہ کہاں سے ملی ہیں؟ اس نے عرض کی "معدن سے" آپ نے فرمایا: "ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں بھلائی نہیں ہے" حضور اکرم ﷺ نے اس کا قرض ادا کر دیا۔

۳۔ جو شخص مر گیا اس کے قرض کی ضمانت

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب آپ کی خدمت میں اس شخص کی میت کو لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے کیا "اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر عرض کی جاتی کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ ادا کر لیتے، ورنہ مسلمانوں سے فرماتے "اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو" جب فتوحات کے دروازے رب تعالیٰ نے کھول دیئے تو آپ نے فرمایا: "میں اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ جس نے قرض چھوڑا اس کی ادائیگی مجھ پر ہے۔ جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثین کے لئے ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہدیئے عنایات اور جاگیریں عطا کرنے کے بارے

پہلا باب

ہدیہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

ا۔تحائف دینے کا حکم

حضرت ابراہیم حربی اور ابوبکر احمد بن ابی عاصم نے کتاب الاموال میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تحفہ سینے کے غیظ و غضب کو ختم کر دیتا ہے۔"

۲۔تحفہ قبول کر لینا خواہ وہ قلیل ہی ہو اور اس پر بدلہ دینا

امام احمد، امام بخاری، ابو داؤد اور امام ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول کر لیتے تھے اور اس کا بدلہ دیتے تھے۔"

امام احمد، ترمذی اور ابن سعد نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر چہ مجھے جانور کی پنڈلی کا باریک حصہ بھی تحفہ میں دیا جائے تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر مجھے اس پر دعوت دی جائے تو میں اس کی دعوت کو قبول کر لوں گا" ایک روایت میں دستی کا ذکر بھی ہے۔"

اسی روایت کو امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری امی جان (دوسری روایت میں بہن کا ذکر ہے) نے مجھے تحفہ دے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا یا کسی چیز کے ساتھ بھیجا آپ نے اسے مجھ سے قبول فرما لیا۔" الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے "مجھے میری امی جان نے انگور کا گچھا دے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا۔ میں نے اسے کھا لیا۔ میری والدہ ماجدہ نے عرض کی "کیا عبداللہ انگور کا گچھا

لے کر حاضر خدمت ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" اس کے بعد جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو فرماتے "اے دھوکہ باز! اے دھوکہ باز!" تمام بن محمد رازی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے "امی جان نے مجھے انگور کا خوشہ دے کر بھیجا۔ میں اس میں سے لیتا رہا، اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پہنچنے سے قبل ہی اسے کھا گیا۔ جب میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے دست اقدس کو مس کیا اور فرمایا: اے دھوکہ باز!

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بعض اوقات میری بہن مجھے کوئی چیز دے کر بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں بھیجتی جسے انہوں نے کوٹ کر بنایا ہوتا تھا۔ آپ اسے مجھ سے قبول فرمالیتے تھے۔"

امام احمد اور امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تحفہ پیش کیا۔ آپ نے اس پر اسے انعام دیا۔ آپ نے پوچھا "کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے اس میں اضافہ کر دیا پھر پوچھا کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے اس میں اضافہ کر دیا، پھر پوچھا "کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ اس نے عرض کی "ہاں۔"

ابو یعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے ابو بکر احمد بن عمر بن ابی عاصم نے صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو حمار کہا جاتا تھا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک بوتل گھی اور ایک بوتل شہد پیش کرتا تھا۔ جب مالک قیمت کا تقاضا کرنے آتا تو وہ اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں لے آتا اور عرض کرتا "یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کو اس کے سامان کی قیمت ادا فرمادیں۔ آپ صرف تبسم فرما ہوتے اور حکم فرماتے اور اس شخص کو ان اشیاء کی قیمت ادا کر دی جاتی۔"

الطبرانی نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور ابو یعلیٰ اور البزار نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سنبلہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تحفہ لے کر آئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضرت ام سنبلہ حضور اکرم ﷺ کے لئے دودھ لے کر آئیں۔ مگر انہوں نے آپ کو موجود نہ پایا۔ میں نے انہیں کہا "حضور نبی محترم ﷺ نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم اعرابیوں کا کھانا کھائیں" حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے" آپ نے پوچھا "اے ام سنبلہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ یہ دودھ ہے جسے میں بطور تحفہ آپ کی خدمت میں لے کر آئی ہوں" آپ نے فرمایا: "ام سنبلہ! دودھ ڈالو" انہوں نے دودھ ڈالا۔ آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلایا انہیں پیالہ پکڑایا انہوں نے وہ دودھ نوش فرمالیا۔ "ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ نے بنو اسلم کا دودھ نوش فرمالیا، پھر عرض کی "آپ تو بیان فرماتے تھے کہ آپ نے اعرابیوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے" آپ نے فرمایا: "عائشہ! وہ اعرابی نہیں ہیں۔ وہ ہمارے دیہاتی اور ہم ان کے شہری ہیں۔ جب وہ دعوت دیں تو ان کی دعوت کو قبول کرو۔ وہ اعرابی نہیں ہیں۔" الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے۔" آپ نے حضرت ام سنبلہ رضی اللہ عنہا کو فلاں فلاں وادی عطا کی۔ زاد راہ عطا کیا۔ حضرت عبداللہ بن حسن نے ان سے ایک وادی خرید لی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عیاض بن عبداللہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"میں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ایک شخص نے آپ کو شہد کی بوتل پیش کی۔آپ نے اسے قبول فرمالیا۔اس نے عرض کی۔آپ میری قوم (یا گھاٹی) کو محفوظ فرمادیں آپ نے اسے محفوظ فرمادیا اور اس کے لئے تحریر لکھوادی۔"

امام عبدالرزاق نے حضرت زید بن اسلم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو وہ عورت ملی جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے نکل رہی تھی۔وہ اپنے ہمراہ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھی۔آپ نے اسے فرمایا"کیا یہ کھانا ہے؟اس نے عرض کی"میں نے اسے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا،مگر انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"کیا تم نے اسے ایک دفعہ قبول نہ کیا؟انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ!یہ محتاج ہے یہ اس چیز کی مجھ سے زیادہ محتاج ہے۔"

آپ نے فرمایا:"تم نے اس سے یہ قبول کیوں نہ کرلیا اور اسے اس سے بہتر بدلا کیوں نہ دیا۔"

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل دیہہ میں سے ایک شخص تھا جسے زاہر کہا جاتا تھا وہ دیہات سے حضور نبی رحمت ﷺ کے لئے تحائف لایا کرتا تھا جب وہ عازم سفر ہونے لگتا تو آپ بھی اسے عطیات سے نوازتے تھے۔آپ فرماتے تھے"زاہر ہمارے لئے دیہات اور ہم اس کے لئے شہر ہیں۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تر کھجوروں کا طشت پیش کیا۔دوسرے طشت میں چھوٹے چھوٹے کھیرے پیش کئے۔آپ نے ان میں سے تناول کیا اور مجھے مٹھی بھر سونا یا زیورات عطا کئے اور فرمایا:"ان میں سے زیبائش حاصل کیا کرو"الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حجاج بن علاط سلمی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تلوار ذوالفقار پیش کی اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو خچر شہباء پیش کی۔"

۳۔اہل کتاب کے بعض بادشاہوں سے گھوڑا قبول فرمالینا

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے حضرت امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"کسریٰ نے آپ کی خدمت عالیہ میں تحفہ بھیجا۔آپ نے اس سے قبول کرلیا۔قیصر نے آپ کی خدمت میں تحفہ بھیجا آپ نے اس سے قبول کرلیا۔بادشاہوں نے آپ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔آپ نے ان سے قبول کر لئے۔"

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"کسریٰ نے آپ کی خدمت

میں مَنّ (میٹھا گوند ترنجبین) کا گھڑا بھیجا۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ صحابہ کرام کو ایک ایک ٹکڑا عطا فرمانے لگے۔ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا عطا فرمایا پھر واپس تشریف لائے اور انہیں ایک اور ٹکڑا عطا کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے عطا فرما دیا ہے" آپ نے فرمایا: "یہ ٹکڑا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نورانِ نظر کے لئے ہے" یعنی ان کی بہنوں کے لئے ہے۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "البدر نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سندس کا حلہ پیش کیا۔ آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے۔ لوگ اسے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال جنت میں اس سے خوبصورت ہوں گے۔"

حارث رضی اللہ عنہ بن ابی اسامہ بزار الطبرانی، ابن خزیمہ ابراہیم حربی، ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ القبط کے امیر نے آپ کی خدمت میں دو لونڈیاں پیش کیں جو بہنیں تھیں۔ اس نے آپ کو ایک خچر بھی بطور تحفہ دی۔ آپ مدینہ طیبہ میں اسی پر سوار ہوئے تھے۔ آپ نے ایک لونڈی اپنے لئے مختص فرمالی۔ اس کے ہاں حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جبکہ دوسری لونڈی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی ایک کے ہاں "محمد" پیدا ہوئے۔ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ ذی یزن نے آپ کی خدمت میں "مَنّ" کا گھڑا پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول کر لیا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قبط کے بادشاہ مقوقس نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شامیہ عیدان کی سرمہ دانی، آئینہ اور کنگھی پیش کی بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مقوقس نے آپ کی خدمت میں قواریر کا پیالہ پیش کیا۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے سیراء کے حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا۔ اسے فیروز نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے گئے۔ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کے لئے سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے اسے چادر عطا کی اور آپ نے ان کے لئے سمندر کے بارے میں تحریر لکھ دی۔

امام مسلم نے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے "ایلہ کا قاصد آپ کی خدمت میں مکتوب لے کر آیا اور آپ کو سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے اسے تحریر لکھ کر دی اور اسے چادر عطا فرمائی۔"

ابراہیم حربی نے کتاب ھدی الاموال میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یوحنا بن رؤبتہ نے آپ کی خدمت میں سفید خچر پیش کیا۔ ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روم کے بادشاہ نے سندس کا

جبکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴۔امیر کا تحفہ قبول نہ فرمانا' امراء کے تحائف کے بارے میں آپ کا طریقہ اور صدقہ قبول نہ فرمانا

امام شافعی' امام احمد اور شیخان نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وحشی گدھا پیش کیا۔ اس وقت آپ الابراء یا ودان کے مقام پر تشریف فرماتے تھے۔ آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ جب میرے چہرے کے تاثرات دیکھے تو فرمایا "ہم نے یہ تحفہ اس لئے رد کیا ہے کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔"

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت عالیہ میں ہرن کے گوشت کے سوکھے موٹے ٹکڑے پیش کئے گئے۔ آپ نے انہیں رد فرما دیا اور تناول نہ فرمایا۔

شیخان نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الازد کے ایک شخص کو عامل مقرر کیا جسے ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا "یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے بطور تحفہ دیا گیا ہے" آپ نے فرمایا: "تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں ہی کیوں نہ بیٹھ گیا، پھر دیکھا جاتا کہ اس کی طرف کوئی تحفہ لایا جاتا ہے یا نہیں۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ وہ اس میں سے جو چیز بھی لے گا تو وہ روز محشر اس طرح آئے گی کہ وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا۔ اگر وہ اونٹ ہوگا تو وہ بلبلا رہا ہوگا۔ اگر وہ گائے ہوگی تو وہ آواز نکال رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہوگی تو وہ مینگنیاں کر رہی ہوگی۔" پھر آپ نے اپنے دست اقدس بلند کئے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا۔ آپ نے تین بار فرمایا "مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے"

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عون بن عبداللہ حبیب بن عبید الرجی اور رشید بن مالک سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے: جب آپ کی خدمت اقدس میں کھانا وغیرہ پیش کیا جاتا تو آپ پوچھتے "کیا یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے؟ اگر عرض کی جاتی کہ یہ صدقہ ہے تو اسے اہل صدقہ کی طرف پھیر دیتے یا فرماتے" اسے کھاؤ" مگر خود تناول نہ فرماتے اگر عرض کی جاتی کہ یہ ہدیہ ہے تو اسے قبول فرما لیتے اور اس میں سے اہل صدقہ کو بھی عطا فرماتے۔" حضرت ابوہریرہ کے الفاظ ہیں "آپ تحفہ قبول فرما لیتے اور صدقہ قبول نہ فرماتے" اس کتاب کے شروع میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا قصہ گزر چکا ہے۔"

۵۔مشرکین کا ہدیہ رد فرما دینا

امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابوبکر' احمد بن عمر بن ابی عاصم نے کتاب الہدایا میں حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے مابین اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین بعثت سے قبل جان پہچان تھی۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کو تحفہ بھیجا۔ میرا گمان ہے کہ وہ اونٹ تھا، مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "ہم مشرکین کا تحفہ قبول نہیں کرتے" دوسری روایت میں ہے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونٹنی یا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے مجھے

فرمایا "کیا تو نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ میں نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں مشرکین کا تحفہ قبول کروں۔"

موسیٰ بن عقبہ نے ثقہ راویوں سے عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی اہل کتاب میں سے تھے اور یہ روایت مرسل ہے کہ عامر بن مالک بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا یہ مشرک تھا اور اسے ملاعب الاسنۃ کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔" بزار نے حضرت عامر بن مالک سے روایت کیا ہے۔ انہیں ہی ملاعب الاسنۃ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت پناہ میں ھدیہ پیش کیا آپ نے فرمایا: "ہم مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔"

امام احمد اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عراک بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام نے کہا "زمانہ جاہلیت میں مجھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے زیادہ پیارے لگتے تھے۔ جب آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجا اور مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو حضرت حکیم حج کے لئے گئے۔ وہ کافر تھے۔ انہوں نے ذی یزن کا حلہ دیکھا جسے فروخت کیا جا رہا تھا انہوں نے اسے پچاس دیناروں میں خریدا تا کہ اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بطور ھدیہ پیش کریں۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ اسے بطور ہدیہ قبول کریں مگر آپ نے انکار کر دیا۔ عبداللہ کا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کی کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔ اگر تم پسند کرو تو ہم اسے قیمتاً خرید لیتے ہیں۔ جب آپ نے بطور تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو میں نے اسے آپ کے ہاں فروخت کر دیا۔" الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے" آپ نے اسے زیب تن کر لیا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ اس وقت آپ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ میں نے کوئی چیز آپ سے حسین نہ دیکھی آپ نے وہ حلہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا کر دیا۔

حضرت حکیم نے دیکھا کہ اسے حضرت اسامہ نے پہن رکھا تھا۔ انہوں نے کہا "اسامہ! کیا تم نے ذی یزن کا حلہ پہن رکھا ہے" انہوں نے فرمایا: "ہاں! بخدا! میں ذی یزن سے اور میرے والد گرامی اس کے باپ سے بہتر ہیں" میں مکہ مکرمہ گیا اور مشرکین کو اسامہ رضی اللہ عنہ کی بات سنا کر تعجب میں ڈالا۔"

۶۔ قریش، انصار، ثقیف، دوس اور اسلم کے قبائل کے علاوہ دیگر قبائل سے تحائف قبول کرنے سے انکار، زہر آلود بکری کے قصہ کے بعد جو تحفہ لے کر آتا اور اس پر اعتماد نہ ہوتا تو آپ اسے اس میں سے کھا لینے کا حکم دیتے، بعض صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ وہ آپ کو سواری یا غلام ھبہ کر دیں

امام احمد، ترمذی، حارث بن ابی اسامہ اور امام بخاری نے الادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو فزارہ میں سے ایک شخص نے آپ کو ہدیہ پیش کیا دوسرے الفاظ میں ہے۔ "ایک اعرابی نے آپ کی

خدمت میں اونٹنی پیش کی۔ یا جوان اونٹ پیش کیا۔ آپ نے اسے انعام دیا تو وہ ناراض ہو گیا یا آپ نے اسے چھ اونٹ دیئے تو وہ ناراض ہو گیا۔ آپ تک یہ بات پہنچ گئی آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا "فلاں شخص نے مجھے اونٹنی پیش کی جسے میں اس طرح جانتا ہوں جیسے میں اپنے بعض اہل خانہ کو جانتا ہوں۔ یہ مجھ سے زغابات کے روز گم ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے عوض چھ اونٹ دیئے۔ وہ ناراض ہو گیا۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قریشی' انصاری' ثقفی اور دوسی سے ہی ہدیہ قبول کروں" دوسری روایت میں ہے۔

"میں نے آپ کو سنا۔ آپ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ فرما رہے تھے "تم میں سے کوئی ایک تحفہ دیتا ہے۔ میں اتنی مقدار میں اسے عوض دیتا ہوں جو میرے پاس ہوتا ہے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ بخدا! آج کے بعد میں قریشی' انصاری' ثقفی یا دوسی کے علاوہ کسی سے ہدیہ قبول نہ کروں گا۔" ابوداؤد اور نسائی نے اس روایت کو مختصر روایت کیا ہے۔

ابویعلی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ "میں کسی اعرابی سے ہدیہ قبول نہ کروں گا۔" آپ کی خدمت میں ام سنبلہ الاعرابیہ حاضر ہو گئیں۔

امام احمد' امام الطبرانی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا۔ مجھے یہ اونٹ بطور تحفہ دے دو یا مجھے فروخت کر دو" اس نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کا ہی ہے" آپ نے اس پر صدقہ کا نشان لگایا، پھر اسے بھیج دیا۔

تنبیہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیاض بن حماد کا ھدیہ قبول نہ فرمایا، حالانکہ آپ ان کے علاوہ دیگر کفار کے تحائف قبول کر لیتے تھے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ علامہ خطابی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ شبہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو، کیونکہ آپ نے کئی مشرکین سے تحائف قبول کر لئے تھے۔ مقوقس نے آپ کو حضرت ماریہ اور خچر بطور ہدیہ بھیجیں۔ دومہ کے بدر نے آپ کو تحفہ بھیجا تو آپ نے ان کے تحائف قبول کر لیے۔ ایک جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کا تحفہ اس لئے قبول نہ کیا تاکہ اس رد کی وجہ سے وہ آتش غیظ میں جلے اور اس کے اسلام لانے میں رغبت پیدا ہو۔ ایک جواب یہ ہے کہ آپ نے اس لئے رد فرما دیا تھا کیونکہ تحفہ دینے والے کی دل میں قدر پیدا ہو جاتی ہے۔ روایت ہے کہ تحائف دو اور محبت بڑھاؤ آپ کے لئے یہ روا نہ تھا کہ آپ کے قلب اطہر میں مشرک کے لئے میلان پیدا ہوتا۔ اسی میلان کے سبب کو منقطع کرنے کے لئے آپ نے اس کا تحفہ رد کر دیا، لیکن مقوقس' بدر' ماریہ اور دومتہ وغیرھما کے تحائف قبول کرنا اس کے برعکس ہے، کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ مشرکین نہ تھے۔ اہل کتاب کا کھانا' اور ان کی خواتین سے نکاح کرنا مباح ہے۔ یہ حکم مشرکین کے بارے حکم کے مخالف ہے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ نے یہ ہدیہ واپس کر دیا اس سے آپ کی مراد تحریم بھی ہو سکتی ہے اور تنزیہ بھی۔ مشرکین

اور اہل کتاب کے تحائف قبول کر لینے کی روایات زیادہ صحیح اور اکثر ہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے "الطبری نے ان روایات کو جمع کرنے کی سعی کی ہے کہ امتناع اس ہدیہ میں تھا جو آپ کے لئے خاص تھا جبکہ قبولیت اس ہدیہ کے لئے تھی جو مسلمانوں کے لئے تھا لیکن اس جواب میں اعتراض کی گنجائش ہے، کیونکہ جواز کے سارے دلائل اس ہدیہ کے لئے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص تھا بعض علماء کرام نے اس طرح جمع کیا ہے کہ امتناع اس شخص کے لئے ہے جو ہدیہ سے دنیا کا ارادہ کرتا ہو اور قبولیت اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے اسلام کی طرف رجحان اور تالیف ہو سکتی ہو۔ یہ وجہ پہلی وجوہات سے زیادہ قوی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شاید امتناع اہل شرک کے لئے ہو اور قبولیت اہل کتاب کے لئے ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ شاید یہ آپ کے علاوہ دیگر امراء کے تحائف لینے کے بارے ہو۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہو، بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ قبولیت کی احادیث سے منع کی احادیث منسوخ ہیں بعض نے اس کے برعکس لکھا ہے۔ یہ تینوں وجوہات کمزور ہیں نسخ احتمال یا تخصیص سے ثابت نہیں ہوتا۔"

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطیات

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ جو آپ کو کچھ عطا کرتا اسے آپ کا وعظ و نصیحت کرنا اور اسے واپس کر دینا۔

۲۔ بعض لوگوں کو تالیف قلب کرتے ہوئے عطا کر دینا اور بعض کے ایمان پر بھروسہ کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔

حضرت عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں کچھ پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک شخص کو عطا کیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔

۳۔ صحابہ کرام وغیرھم کو ھدایا

امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت ام کلثوم بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو آپ نے انہیں فرمایا۔ میں نے نجاشی کی طرف ایک حلہ اور کچھ اوقیہ مسک بھیجی ہے۔ میرا خیال ہے کہ نجاشی کا وصال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تحائف مجھے واپس کر دیئے جائیں گے اگر یہ اشیاء واپس آ گئیں تو یہ تمہاری ہیں" پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ آپ کے تحائف واپس لوٹا دیئے گئے۔ آپ نے اپنی ہر زوجہ محترمہ کو ایک ایک اوقیہ مسک عطا فرمایا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیہ مسک اور حلہ عطا فرما دیا" اس روایت کو مسدد

امام احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روایت کیا ہے۔

تیسرا باب

جاگیریں عطا فرمانا

اس باب میں کئی انواع ہیں:

ا۔ ایک گروہ کو جاگیر عطا فرمانا

امام احمد، امام ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں زمین عطا فرمائی۔ یہ زمین حضرموت میں تھی۔ ان کے ہمراہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ انہیں وہ زمین علیحدہ کر کے دیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا "مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو" انہوں نے کہا "تم بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہو۔" انہوں نے فرمایا: میں نے کہا "مجھے اپنے جوتے دے دو۔" انہوں نے کہا: "میری اونٹنی کے سایہ میں چل لو" جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے تو میں ان کی خدمت میں آیا انہوں نے مجھے اپنے ساتھ قالین پر بٹھایا۔"

امام شافعی نے حضرت یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو لوگوں کو گھر عطا فرمائے۔ بنو زہرہ میں سے ایک قبیلے بنو عبد زہرہ نے کہا "ابن ام عبد نے ہم سے کنارہ کشی کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پھر رب تعالیٰ نے مجھے کیوں مبعوث فرمایا ہے۔" رب تعالیٰ اس امت کو بابرکت نہیں کرتا جن میں میں کمزور کا حق اسے نہیں ملتا۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو یاد فرمایا تاکہ بحرین میں انہیں زمین عطا فرمائیں۔ انصار نے عرض کی "حتیٰ کہ آپ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی اسی طرح زمین عطا فرما دیں۔ اس وقت آپ کے پاس یہ امر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: میرے بعد تم ترجیح دیکھو گے تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کر لو۔"

الطبرانی نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زمین کا یہ قطعہ عطا فرمایا اور یہ تحریر لکھوائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ جگہ ہے جسے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت بلال بن حارث المزنی کو عطا کی ہے" آپ نے انہیں قبیلہ کے

معادن اس کے نشیب و فراز عشبہ ذات النصب قدس کے جس علاقے میں کاشت کاری ہو سکتی تھی عطا فرمایا۔ اگر وہ سچے ہوں یہ تحریر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھی۔

امام احمد نے حضرت عمر بن عوف المزنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث المزنی کو معادن القبیلہ اس کے نشیب و فراز قدس کا وہ علاقہ بھی عطا فرما دیا جہاں کاشتکاری ہوتی تھی۔ آپ نے انہیں کسی مسلمان کا حق عطا نہ کیا۔ آپ نے ان کے لئے یہ تحریر لکھوائی "یہ وہ جگہ ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث المزنی کو عطا کی۔ آپ نے انہیں قبیلہ کے معادن۔ بلند مقامات قدس کا وہ علاقہ عطا کر دیا جہاں کاشت کاری ہوتی تھی" آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا۔

امام مالک نے حضرت ربیعہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے کئی علماء سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث کو معادن القبیلہ بطور جاگیر عطا فرمایا یہ علاقہ الفرع کے اطراف میں ہے۔ ان معادن سے آج تک صرف زکوٰۃ لی جاتی ہے۔"

ابو یعلی حضرات یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ بن سلمہ الصمدانی سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے حضرت قیس بن مالک کی طرف یہ مکتوب لکھوایا۔

سلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ امابعد! میں تمہیں تمہاری قوم پر عامل مقرر کرتا ہوں تم ان کے عربی ان کے جمہور ان کے موالی اور ان کے خدام پر عامل ہو۔ میں تمہیں ذرہ بسارے زبیب خیران کی طرف دو سو صاع دیتا ہوں۔ یہ دو سو صاع تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میں امید نہ کروں کہ میری اولاد باقی رہے، ان کے عرب اہل بادیہ ہیں اور ان کے جمہور اھل قری ہیں۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو زمین عطا کی۔ انہوں نے اپنا گھوڑا اس زمین پر حاضر کیا جسے داوی کہا جاتا تھا گھوڑا دوڑایا حتیٰ کہ وہ کھڑا ہو گیا، پھر اپنا کوڑا پھینکا۔ آپ نے فرمایا: "جہاں تک ان کا کوڑا گیا ہے وہاں تک جگہ انہیں دے دو۔"

اسحاق بن راھویہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے منقطع روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے بحرین میں جگہ عطا فرمائی تھی" انہوں نے پوچھا" آپ کے لئے گواہی کون دے گا؟ انہوں نے فرمایا: "حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ"

ابو داؤد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا جود و عطا ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نخلستان عطا کیا۔ حضرت شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنو نضیر کے اموال میں سے زمین عطا کی۔ یہ تین فراسخ پر مشتمل تھی۔ امام بخاری نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زبیر کو

بنونضیر کے اموال میں سے جاگیر عطا کی۔"

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں کمان کے ساتھ خط کھینچا،اور فرمایا: میں تمہیں زائد دوں گا میں تمہیں زائد دوں گا۔"

الطبرانی اور البغوی نے ثقہ راویوں سے حضرت مجاعہ بن مرارۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مجاعہ بن مرارۃ کو یمامہ میں زمین عطا کی جسے العوذہ کہا جاتا تھا آپ نے ان کے لئے یہ تحریر بھی لکھوائی:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت مجاعہ بن مرارۃ کے لئے جو بنوسلمٰی سے ہیں۔میں نے تمہیں العوذہ کی سرزمین عطا کر دی ہے۔جو اس کے بارے میری مخالفت کرے تو اس کے لئے عذاب آتش ہے۔" یہ تحریر یزید نے لکھی۔

ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے عشیر یا عسیر یعنی لبید العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے وادی القریٰ میں زمین مانگی۔آپ نے انہیں وہاں زمین عطا فرما دی۔آج تک اس زمین کو بویرہ عشیرہ کہا جاتا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابوسائب سے اور انہوں نے اپنی دادی جان سے روایت کیا ہے۔یہ مہاجرات میں سے تھیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عقیق کے مقام پر کنواں عطا فرمایا۔

الطبرانی اور ابن مردو نے حضرت اوفی بن مولہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔آپ نے مجھے الغمیم عطا کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ پہلا سیراب ہونے والا مسافر ہوگا ہم میں سے ایک شخص کو چٹیل میدان میں کنواں عطا کیا جسے الجعو یہ کہا جاتا تھا۔اس کنویں میں مال چھپایا جاتا تھا۔اس کا پانی شیریں نہ تھا۔لوگوں کو معادۃ العری عطا کی یہ جگہ یمامہ سے پرے تھی۔

ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔آپ نے ہر ایک کے لئے تحریر چمڑے پر لکھوا کر عطا کی۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ بنو جدعان کے غلام حضرت صہیب کی اولاد نے دو گھروں اور ایک حجرہ کا دعویٰ کر دیا کہ آپ نے یہ گھر اور حجرہ حضرت صہیب کو عطا فرمائے تھے۔مروان نے کہا۔تمہارے لئے اس کی گواہی کون دے گا؟ انہوں نے کہا "ابن عمر رضی اللہ عنہما" اس نے انہیں بلایا۔انہوں نے گواہی دی کہ حضور سراپا جود و عطا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ عطا کیا تھا۔مروان نے ان کی گواہی پر ان کی اولاد کے لئے فیصلہ کر دیا۔"

امام احمد نے حضرت ربیعہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی عطا فرمایا، جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو زمین عطا کی۔

ابوداؤد نے سبرہ بن عبدالعزیز بن ربیع جہنی سے وہ اپنے والد گرامی سے اور ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی جگہ پر درخت کے نیچے قیام فرمایا، پھر تبوک کی طرف تشریف لے گئے۔بنوجہینہ الرحبہ کے مقام پر آپ کو جا ملے۔آپ نے انہیں فرمایا "ذوالمروہ کے مالک کون ہیں انہوں نے عرض کی: "بنو رفاعہ بن جہینہ" آپ نے

انہیں فرمایا"میں نے یہ جگہ بنو رفاعہ کو عطا کر دی ہے"انہوں نے اسے باہم تقسیم کر لیا'بعض نے اپنا حصہ فروخت کر دیا اور بعض نے روکے رکھا۔"

ابوبکر احمد بن عمر بن عاصم النبیل نے بنوسلمہ میں سے حضرت مجاعۃ بن مرارہ یمانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔آپ نے مجھے الغورہ'غوانۃ اور الحبل عطا فرمائے اور میرے لئے یہ تحریر لکھوا کر دی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں نے تمہیں العورۃ،العوانۃ اور الحبل کا علاقہ بخش دیا ہے،جو تمہارے ساتھ جھگڑا کرے اسے میرے پاس لے آؤ۔"

پھر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔انہوں نے مجھے الغواۃ کا علاقہ عطا کیا۔ان کے بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔انہوں نے بھی مجھے ایک علاقہ عطا کیا۔"

سراج بن حلال بن سراج بن مجاعہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں وفد کی صورت میں حضرت محمد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے ان کی خدمت میں یہ مبارک خط پیش کیا انہوں نے اسے بوسہ دیا اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔

۲۔علاقہ عطا فرمانے کے بعد واپس لینا'جبکہ آپ کے لئے عیاں ہوا کہ یہ علاقہ نہیں دیا جا سکتا

باوردی نے حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ وفد کی شکل میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔آپ سے گزارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں الملح کا علاقہ عطا فرما دیں جسے شد المآرب کہا جاتا ہے۔آپ نے یہ علاقہ انہیں عطا فرما دیا۔جب وہ جانے لگے تو حضرت اقرع بن حابس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاہلیت میں الملح گیا تھا یہ ایسی زمین ہے جس میں پانی نہیں ہے جو وہاں جاتا ہے یہ علاقہ اسے پکڑ لیتا ہے۔یہ میٹھے پانی کی طرح ہے آپ نے یہ زمین ان سے واپس لے لی۔"دوسری روایت میں ہے"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابیض بن حمال سے فرمایا کہ وہ الملح کا علاقہ واپس کر دیں" انہوں نے عرض کی:"میں اس شرط پر اسے واپس کرتا ہوں کہ آپ اسے صدقہ بنا دیں۔"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔یہ تمہاری طرف سے صدقہ ہے۔یہ آب رواں کی طرح ہے یہ میٹھے پانی کی طرح ہے جو اس میں جاتا ہے وہ اسے پکڑ لیتا ہے"آپ نے انہیں وغیل سرزمین عطا کر دی جو الجوف کے مقام پر تھی۔"

دارمی'ابوداؤد'ترمذی (انہوں نے اس کو غریب کہا ہے) نسائی'ابن ماجہ'ابن حبان'دارقطنی'الطبرانی نے الکبیر میں' ابن ابی عاصم'باوردی'ابن قانع اور ابونعیم نے صحابہ میں حضرت ابیض بن حمال سے روایت کیا ہے کہ وہ وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور مارب کے مقام پر الملح کا علاقہ مانگا۔آپ نے انہیں عطا کر دیا۔جب وہ جانے لگے تو

اسی محفل میں سے ایک شخص نے کہا "کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے اسے کون سا علاقہ عطا فرمادیا ہے۔ وہ تو آب رواں ہے۔ آپ اس سے واپس لے لیں۔ آپ نے پوچھا "الاراک کی حفاظت کیسے ہوتی ہے؟ اس نے کہا "اونٹوں کے پاؤں ان تک نہیں پہنچ سکتے" آپ نے فرمایا: "پھر نہیں۔"

ابو داؤد نے محمد بن حسن مخزومی سے روایت کیا ہے "اس جملے "انہیں اونٹوں کے پاؤں نہیں پاسکتے" کا مفہوم یہ ہے کہ اونٹ انہی کے سروں کے اوپر سے کھاتے ہیں اور اوپر سے بچ جاتا ہے۔"

۳۔ جو علاقے ابھی تک فتح نہ ہوئے تھے' انہیں عطا فرمادینا

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے ملک شام کی فلاں فلاں زمین لکھ دیں اس وقت آپ نے یہ علاقے فتح نہ فرمائے تھے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ یہ علاقے ضرور فتح ہوں گے" آپ نے میرے لئے وہ علاقے لکھ دیئے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ملک شام کی فتح سے قبل آپ سے شام کی زمین مانگ لی۔ آپ نے وہ علاقہ مجھے عطا کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہ علاقے فتح ہوئے۔ میں نے ان سے کہا "حضور فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فلاں علاقہ عطا فرمایا تھا" حضرت عمر فاروق نے اس علاقے کا ثلث ابن سبیل کے لئے' ثلث اسے آباد کرنے والوں کے لئے اور ثلث ہمارے لئے مختص فرمادیا۔"

۴۔ اللہ رب العزت کے لئے ممنوعہ علاقے

الطبرانی اور البزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی چراگاہ نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے محفوظ فرمایا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ نے الربذہ کی چراگاہ کو صدقے کے اونٹوں کے لئے مختص فرمایا۔

تنبیہات

۱۔ الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی نے کہا ہے "صاحب' امام' سفیر الخلافتہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن ابی الحسن البادرائی نے کہا (میں کہتا ہوں کہ یہ دمشق میں عظیم الشان مدرسہ البادرائیہ کے سربراہ تھے) انہوں نے ایک مکتوب گرامی دیکھا جو حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ انہوں نے اسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے لکھا

تھا۔تحریر یہ تھی:

”یہ وہ علاقہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری اور ان کے بھائیوں کو عطا کیا ہے۔عیرون‘المرطوم‘بنت عینون‘بنت ابراہیم اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب کا سب ان کے لئے ہے۔“

یہ حکم نافذ ہو گیا۔یہ علاقہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔یہ ان کے لئے اور ان کی نسل کے لئے تھا۔جس نے انہیں اذیت دی اسے رب تعالیٰ نے اذیت دی جس نے انہیں اذیت دی اس پر رب تعالیٰ کی لعنت ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق‘ حضرت عمر فاروق‘ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اس پر گواہ بنے۔اس تحریر کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔میں نے بھی گواہی دی میں نے کہا” دو جگہوں میں ابو داؤد کے ساتھ حکایت کے طور پر ہے۔“

۲۔ حکایات تواترہ سے ثابت ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت تمیم‘ان کے بھائی‘ساتھیوں اور اولاد کو بیت المقدس کی سرزمین میں دیہات عطا فرمائے۔ان کے لئے تحریر لکھوائی۔اس میں اس پر لعنت فرمائی جو ان کا مقابلہ کرے۔یہ تحریر ان کے پاس اس زمانہ تک ہے۔الحافظ ابن حجر‘شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی اور امام سیوطی نے اس کے بارے تصانیف بھی لکھیں،جو اس کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ہر تصنیف میں وہ کچھ ہے جو دوسری میں نہیں۔جو زیادہ معلومات حاصل کرنے کا خواہاں ہو‘وہ ان کی طرف رجوع کرے۔“

۳۔ جس وقت حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ دمشق میں تھے اس وقت کسی ظالم نے حضرت تمیم داری کی اولاد کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس سے جاگیر واپس لینے کی کوشش کی۔امام غزالی نے اس کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔

نکاح' طلاق اور ایلاء

پہلا باب

متفرق آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱۔آپ کی نکاح کرنے کی ترغیب اور نکاح نہ کرنے کی ممانعت

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"نکاح کرنا' حیاء کرنا' خوشبو لگانا اور مسواک کرنا مسلمانوں کی سنن (طریقوں) میں سے ہیں۔ابن عدی نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے"حلم" حیاء' خوشبو اور زیادہ نکاح مرسلین عظام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنن میں سے ہیں۔" روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اے جوانو! کے گروہ! تم میں سے جو طاقت رکھتا ہے۔وہ شادی کر لے۔اس سے نظر جھک جاتی ہے' اور شرم گاہ کو تحفظ نصیب ہوتا ہے۔جس میں یہ طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے۔اس سے شہوت کمزور ہو جاتی ہے۔"

۲۔جس عورت کو پیغام نکاح دیا جائے اسے دیکھ لینے کا حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص کا چہرہ پھیر دینا جو غیر محرموں کو دیکھ رہا تھا

امام احمد' ابو داؤد' عقیلی نے ضعفاء میں' طحاوی' حاکم' بیہقی اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے جب کوئی عورت کو پیغام نکاح دے اگر اس میں استطاعت ہو کہ وہ اس کی اس خوبی کو دیکھ لے جس کی بناء پر وہ اسے پیغام نکاح دے رہا ہے تو وہ ضرور دیکھ لے۔"

ابو داؤد نے حضرت جابر سے' امام احمد اور الطبرانی نے ابو حمید ساعدی سے روایت کیا ہے' انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی ایک عورت کو پیام نکاح دے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اسے دیکھ لے۔بشرطیکہ وہ اسے اپنے پیغام نکاح کی وجہ سے دیکھ رہا ہو اور اس عورت کو معلوم نہ ہو۔"

الذھبی نے حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی ایک کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو وہ اس کے بالوں کے بارے پوچھ لے جیسے کہ اس کے جمال کے بارے

پوچھے" یہ دو حسنوں میں سے ایک ہیں۔"

• حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک عورت کو پیغام نکاح دے اور وہ سیاہ خضاب لگاتا ہو تو وہ اسے بتادے کہ وہ سیاہ خضاب لگاتا ہے۔"

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، بیہقی اور دار قطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اس (عورت) کو دیکھ لو۔ یہ اس امر کے زیادہ مناسب ہے کہ تمہارے مابین محبت پیدا ہو، تم صرف اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھنا۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لونڈی کو دیکھیں۔ آپ نے انہیں فرمایا" اس کا منہ سونگھنا اور اس کی پنڈلیاں دیکھ لینا۔"

الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ کرتے تو حضرت ام سلیم کو بھیجتے۔ وہ اسے دیکھتیں۔ اس کے سر سے لے کر کولہو تک سونگھتیں اور پنڈلیوں کا نچلا حصہ دیکھتیں۔"

ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عرفہ کے روز حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ بنو خثعم کی ایک عورت آپ سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی۔ حضرت فضل اس عورت کی طرف اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ دوسری روایت میں ہے" حضرت فضل عورتوں کو دیکھنے لگے۔ آپ نے پیچھے کئی بار ان کا چہرہ پھیرا۔ حضرت فضل ان کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "میرے بھائی! اس روز جس نے اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کی۔ اسے بخش دیا گیا۔"

۳۔ پیغام نکاح کے بارے حکم

دار قطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے۔"

۴۔ نکاح کا خطبہ

ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ دیگر ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے ہمیں خطبۃ الحاجۃ سکھایا۔ آپ نے ہمیں یہ پاکیزہ کلمات سکھائے۔

ان الحمد لله نحمده و نستعينه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا محمدا عبده و رسوله۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے اگر تم آیات قرآنیہ کے بارے پوچھنا چاہو تو میں تمہیں آیات قرآنیہ پیش کر دیتا ہوں۔ تم یہ آیات طیبات پڑھ لو۔

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (آل عمران:۱۰۲)

ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا اور (خبردار) نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ﴿۱﴾ (النساء:۱)

بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے، اور ڈرو اللہ سے وہ اللہ مانگتے ہو تم ایک دوسرے سے۔ (اپنے حقوق) جس کے واسطہ سے اور (ڈرو) رحموں کے قطع کرنے سے۔

اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۷۰﴾ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿۷۱﴾ (الاحزاب:۷۰/۷۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کہا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی۔

اما بعد! پھر اپنی ضرورت بیان کرو۔"

ابوداؤد، امام احمد، نسائی، ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ تشہد پڑھتے۔ (انہوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے ورسولہ) کے بعد انہوں نے فرمایا:

ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا بین یدی الساعۃ من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصہما فانہ لا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئا۔

امام احمد نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "پیغام نکاح کو مخفی رکھو۔"

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو دیکھ کر کیا فرماتے تھے؟

امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، حکیم ترمذی نے ابوکبشہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے۔ "دوسری روایت میں ہے۔" ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت ہمارے پاس سے گزری۔ آپ اٹھے۔ گھر تشریف لے گئے۔ باہر تشریف لائے تو آپ نے غسل کر رکھا تھا۔ ہم نے عرض

کی "کیا کچھ رونما ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! ہاں! فلانہ میرے پاس سے گزری۔ میرے دل میں عورتوں کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں اپنی ایک زوجہ کریمہ کے پاس گیا اور اس کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ تم بھی اسی طرح کیا کرو۔ حلال امر پر عمل پیرا ہونا تمہارے اعمال کی امانات میں سے ہے۔" دوسری روایت میں ہے۔

"آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے غسل کر رکھا تھا۔ ہم نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا خیال کوئی امر رونما ہو گیا تھا" آپ نے فرمایا: "فلانہ کا گزر ہوا۔ میرے نفس میں عورتوں کی تمنا پیدا ہوئی۔ میں اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گیا، اور اس کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ تم بھی اسی طرح کیا کرو۔ حلال پر عمل پیرا ہونا تمہارے اعمال میں سے افضل ہے۔"

الطبرانی نے کتاب العشرۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے تشریف لے گئے۔ ایک آراستہ خاتون آپ کی راہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کو امید تھی کہ آپ اس کے ساتھ نکاح کر لیں گے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو اپنی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا، پھر غسل فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "مجھے تمہارے پاس آنے سے اس لئے دیر ہوئی ہے۔ رستے میں مجھے ایک عورت ملی اس نے اس امر پر بناؤ سنگھار کر رکھا تھا کہ میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں گا جب میں نے اسے دیکھا تو میں حضرت سودہ کے پاس گیا۔ ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا تم میں سے جو کسی ایسی عورت کو دیکھے جو اسے پسند آئے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جائے۔ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔

۶۔ نکاح متعہ سے ممانعت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز عورتوں کے ساتھ نکاح متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع کیا۔

۷۔ نکاح شغار سے ممانعت

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلام میں نکاح شغار نہیں ہے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔

۸۔ جاہلیت کے نکاح کے بارے آپ کا فرمان

[اس جگہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے احادیث اور آثار میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں کیا گویا کہ انہوں نے نکاح متعہ اور نکاح شغار کی حرمت پر اکتفاء کیا۔ یہ جاہلیت کے نکاحوں میں سے دو اقسام ہیں۔]

۹۔عیب کی وجہ سے نکاح کے بعد عورت کو واپس کرنا

سعید بن منصور نے کعب بن زید یا زید بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو غفار یا بنو بیاضہ کی ایک عورت سے نکاح کیا۔آپ نے اس کے پہلو پر سفید داغ دیکھا اسے واپس بھیج دیا آپ نے فرمایا:"تم نے مجھ سے عیب چھپایا ہے" آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔اس کا کپڑا اٹھایا بستر پر بیٹھے اس کے پہلو میں سفید نشان دیکھا تو بستر سے اٹھ گئے اسے فرمایا"اپنا کپڑا پکڑلو" آپ نے اس سے وہ حق مہر نہ لیا جو اسے عطا فرمادیا تھا۔"

۱۰۔جب کوئی صحابی شادی کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد نشان دیکھا۔آپ نے پوچھا" یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے عرض کی:"میں نے گٹھلی بھر سونے کے عوض ایک عورت سے شادی کرلی ہے۔آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی ہو۔"

امام احمد،ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے شادی کرلی ہے تو آپ فرماتے۔

بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما في خير۔

۱۱۔نسب،رشتہ ازواج اور رضاعت سے کون سے رشتے حرام ہوجاتے ہیں

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"نکاح میں ایک عورت اور اس کی خالہ اور ایک عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔"

۱۲۔سرپرستوں،گواہوں،اذن طلب کرنا،ثیبہ اور باکرہ کے بارے بتانے اور کفارہ کے بارے

امام شافعی،امام احمد،امام ترمذی،ابن ماجہ اور دارقطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جس عورت کا نکاح بھی اس کے سرپرست کے بغیر کیا گیا اس کا نکاح باطل ہے۔اس کا نکاح باطل ہے۔اس کا نکاح باطل ہے۔"

امام احمد،امام ترمذی،ابوداؤد،بیہقی اور دارقطنی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"سرپرست،حق مہر اور دو عادل گواہوں کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔"

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت کا نکاح اس کا سرپرست کر دے تو یہ ان میں سے پہلے کے لئے ہوگی۔''

ابوداؤد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا ''کیا تم راضی ہو کہ میں فلانہ کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں'' اس نے عرض کی ''ہاں'' آپ نے عورت سے کہا' کیا تو راضی ہے کہ میں فلاں کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں' اس نے عرض کی ''ہاں'' آپ نے ان کا نکاح کر دیا اور انہوں نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ سے' الطبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے: ''جب آپ کی نورانِ نظر میں سے کسی کے لئے پیغامِ نکاح دیا جاتا ہے تو آپ اس کی خلوت گاہ کے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے ''فلاں نے فلانہ کو پیغامِ نکاح دیا ہے'' آپ اس نورِ نظر اور اس شخص کا نام لیتے جو اسے پیغامِ نکاح دیتا۔'' اگر وہ اس پردہ میں اس پر عیب نکالتی تو آپ اس کے ساتھ اس کا نکاح نہ فرماتے۔ اگر وہ خاموش رہتی تو اس کا سکوت ہی اس کی رضا ہوتا تھا۔''

ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''غیر شادی شدہ خواتین اپنے سرپرست سے زیادہ مستحق ہوتی ہیں۔ باکرہ عورت سے مشورہ کیا جائے گا اس کا سکوت ہی اس کا اذن ہوتا ہے۔''

صحاح ستہ' دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ تو کوئی عورت دوسری عورت کی اور نہ ہی کوئی عورت اپنی شادی کرے۔ بدکارہ وہی ہوتی ہے جو اپنی شادی آپ ہی کر لیتی ہے۔''

امام احمد' شیخان اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باکرہ کو حیاء آتی ہے'' آپ نے فرمایا: ''اس کی خاموشی ہی اس کی رضا ہوتی ہے۔''

امام احمد' ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک باکرہ لڑکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے جسے وہ ناپسند کرتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہیں ایسا شخص پیغامِ نکاح دے جس کے دین اور حسنِ خلق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ اگر تم اس طرح نہ کرو گے تو یہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا'' امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔ بیہقی نے اسے ابوحاتم المزنی سے روایت کیا ہے۔ دوسری راویوں نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور خلق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو یہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔''

حاکم نے تاریخ میں اور الدیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس کف آ جائیں تو اپنی خواتین کا نکاح کر دیا کرو اور ان کے بارے حوادثاتِ دھر کا انتظار نہ کیا کرو۔''

دوسرا باب

حق مہر

امام مسلم نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا حق مہر ادا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "آپ اپنی زوجہ محترمہ کے لئے بارہ اوقیہ اور ایک نش حق مہر مقرر کرتے تھے، پھر فرمایا اور کیا جانتے ہو کہ یہ نش کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں آپ نے فرمایا: "نصف اوقیہ" یہ پانچ سو دراہم بنتے ہیں آپ کا اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے یہی حق مہر ہوتا تھا۔"

امام احمد، ائمہ اربعہ اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح اور اپنی نوران نظر کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ حق مہر پر کیا ہو۔"

سعید بن منصور اور ابو یعلی نے جید سند کے ساتھ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے لوگو! اب تم خواتین کا حق مہر کتنا زیادہ رکھتے ہو۔ جبکہ حضور سرور دنیا و دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چار سو دراہم یا اس سے کم حق مہر رکھتے تھے۔" یہ تفصیلی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں آئے گی۔

الطبرانی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اس سامان پر نکاح کیا جو چالیس دراہم کے برابر تھا۔"

ابو یعلی اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور الطبرانی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گھر کے اس سامان پر نکاح فرمایا جس کی قیمت دس دراہم تھی۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو منتخب فرمایا۔ انہیں اپنے لئے پسند فرمایا انہیں اختیار دیا کہ وہ یا تو آپ کی عقد زوجیت میں آ جائیں یا اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے یہ پسند کیا کہ آپ انہیں آزاد کر دیں۔ آپ نے ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر مقرر کیا۔"

ائمہ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس لئے حاضر خدمت ہوئی ہوں تاکہ اپنا آپ آپ کو ہبہ کروں' وہ کافی دیر کھڑی رہی۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے' آپ

نے فرمایا: "کیا تیرے پاس کچھ ہے جو اسے بطور حق مہر دے؟ اس نے عرض کی" میرے پاس تو صرف میرا یہ ازار ہے۔"

دار قطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میرے بارے اپنا فیصلہ فرما لیجئے" آپ نے فرمایا: "اس عورت سے نکاح کون کرے گا؟ ایک شخص اٹھا۔ اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اپنی گردن پر اس کی گرہ لگا رکھی تھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں!" آپ نے پوچھا "کیا تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ نہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم بیٹھ جاؤ" پھر ایک اور عورت آگئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرے بارے اپنا فیصلہ فرمالیں" حضور اکرم ﷺ نے پوچھا "اس عورت سے نکاح کون کرے گا؟ وہی شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "تم بیٹھ جاؤ" پھر تیسری عورت آئی۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ میرے بارے اپنا فیصلہ کیجئے۔" آپ نے پوچھا "اس عورت سے نکاح کون کرے گا؟ وہی شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی "میں! یارسول اللہ! ﷺ" آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "کیا قرآن پاک میں سے کچھ پڑھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی "ہاں! سورۃ البقرۃ اور سورۃ فصلت یاد ہیں" آپ نے فرمایا: "میں اس حق مہر پر تمہارا اس کے ساتھ نکاح کرتا ہوں کہ تم اسے قرآن پڑھ کر سکھاؤ اور اس کی تعلیم دو۔ جب رب تعالیٰ تمہیں رزق عطا کر دے تو اسے دے دینا" آپ نے اس پر اس مرد کا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا۔"

امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو فزارہ میں سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک عورت تھی۔ آپ نے فرمایا: "میں دو جوتوں کے عوض اس کا تمہارے ساتھ نکاح کرتا ہوں۔" آپ نے اس عورت سے پوچھا "کیا تم راضی ہو؟ اس نے عرض کی "اگر یہ مجھے کچھ بھی نہ دیتا میں پھر بھی راضی ہو جاتی" آپ نے فرمایا: "تم جانو یا وہ جانے۔"

تیسرا باب

ولیموں کے بارے آپ ﷺ کی سنت مطہرہ

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱۔ دعوت قبول کرنے کے بارے آپ کا حکم

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرلے، چاہے تو کھالے، چاہے تو چھوڑ دے۔"

۲۔مہمان کی عزت وتوقیر

امام بخاری، امام مسلم نے حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ایک دن اور رات تک ان کا انعام ہے تین دن تک ضیافت ہے۔بعد میں صدقہ ہے۔مہمان کے لئے روا نہیں کہ وہ اس کے ہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ وہ اسے باہر نکال دے۔"

۳۔آپ کا اجازت مانگنا

امام بخاری نے ادب میں، ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے دروازے پر تشریف لاتے تو بالکل دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوجاتے بلکہ اس کی دائیں یا بائیں طرف کھڑے ہوتے اور فرماتے "السلام علیکم" اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔"

امام احمد، شیخان، الطبرانی اور ترمذی نے حضرت ابومسعود بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے۔امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ایک انصاری شخص تھا۔جس کی کنیت ابوشعیب تھی۔اس نے کہا "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔میں نے آپ کے چہرہ انور پر بھوک کے تاثرات دیکھے۔میں اپنے غلام کے پاس آیا۔وہ قصاب تھا۔میں نے اسے حکم دیا کہ وہ پانچ آدمیوں کا کھانا بنائے، پھر میں نے آپ کو دعوت دی۔آپ پانچ میں سے پانچویں تھے۔ایک شخص ان کے پیچھے تھا۔جب وہ دروازے تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: "یہ ہمارے پیچھے چلا آیا ہے اگر چاہو تو تم اسے اذن دے دو، ورنہ یہ واپس چلا جاتا ہے۔میں نے اسے اجازت دے دی" اس روایت کو الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوشعیب سے روایت کیا ہے۔

مسند نے ثقہ راویوں سے ابواسحاق سے اور انہوں نے ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا بنایا، آپ نے فرمایا: "کیا تم سعد کے بارے مجھے اذن دیتے ہو؟ اس نے آپ کو اذن دے دیا۔اس نے پھر کھانا بنایا۔آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے سعد کے بارے اذن دیتے ہو؟ اس نے آپ کو اذن دے دیا پھر کھانا بنایا۔آپ نے فرمایا: "کیا تم مجھے سعد کے بارے اذن دیتے ہو؟ تم ان کے صاحب ہو۔"

۴۔آپ کا حکم کہ گھریا نسل کو منقطع نہ کیا جائے

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر جلوہ افروز ہوئے۔میں بکری کے بچے کی طرف گیا تا کہ اسے ذبح کروں۔اس نے آواز نکالی۔آپ نے اس کی آواز سماعت فرمائی فرمایا "جابر! گھریا نسل کو منقطع نہ کرنا" میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو صرف بکری کا ایک سالہ بچہ ہے، جسے میں نچی پکی کھجوروں کا چارہ کھلاتا رہا حتیٰ کہ یہ موٹا ہوگیا۔"

۵۔ اعلانیہ نکاح کرنے کا حکم، دف بجانے کا حکم اور مخفی نکاح کرنے کی ناپسندیدگی

الطبرانی نے داؤد بن جراح کی سند سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یتیم لڑکی کے بارے فرمایا جو ام المومنین کے پاس تھی کہ انہوں نے اس کے ساتھ کیا۔ انہوں نے عرض کی: "ہم نے اسے اس کے خاوند کے پاس بھیج دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کے ساتھ لونڈی کیوں نہ بھیجی جو دف بجاتی اور گاتی۔"

ام المومنین نے عرض کی: "وہ کیا کہتی؟" آپ نے فرمایا: "وہ یوں کہتی:

اتیناکم اتیناکم　　فحیّونا نحییکم
ولولا الذھب الاحمر　　ما حلت بوادیکم
ولوہ الحنطۃ السمراء　　ما شمت عذاریکم

ترجمہ: ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں تم ہمیں سلام کرو ہم تمہیں سلام کریں گے۔ اگر سرخ سونا نہ ہوتا تو یہ تمہاری وادی میں نہ ہوتی اگر گندم گوگندم نہ ہوتی تو تمہاری بچیاں اس طرح نہ بڑھتیں۔

الطبرانی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی بچیوں سے ملے جو یہ گا رہی تھیں۔ "فحیونا نحییکم" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کافی ہے" پھر آپ نے ان بچیوں کو یاد فرمایا، اور فرمایا: اس طرح نہ کہو بلکہ کہو "احیانا ایاکم" ہم خود کو اور تمہیں سلام کرتی ہیں۔"

امام احمد اور امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "کیا تم نے اس لڑکی کو اپنے گھر بھیج دیا ہے" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے پوچھا۔ کیا اس کے ہمراہ گانے والی بھی بھیجی ہے جو یہ گاتی: "اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم۔ انصار ایسی قوم ہیں جن میں محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔"

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت عمرو بن یحییٰ مازنی سے اور انہوں نے اپنے جد امجد حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ نکاح کو ناپسند کرتے تھے، حتیٰ کہ اس میں دف بجایا جاتا اور یوں کہا جاتا:

واتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم۔

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے انصاری شخص کے ہاں اس کی دلہن بھیجی۔ آپ نے فرمایا: "عائشہ! کیا اس کے ہمراہ کسی کو بھیجا ہے جو گاتا۔ انصار کو تفریح طبعی پسند ہے۔"

انہوں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میری شادی ہوئی تو حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ میرے بستر پر اس طرح جلوہ افروز ہو گئے۔ جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری لڑکیاں دف

بجانے لگیں۔ وہ ایسے اشعار پڑھنے لگیں جن میں ہمارے شہدائے بدر کا تذکرہ کیا گیا تھا ایک لڑکی نے کہا "ہم میں ایسے نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور وہی کہو جو کچھ تم کہہ رہی ہو۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی رشتہ دار ایک لڑکی کا نکاح کیا۔ آپ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا "کیا تم نے دلہن کو بھیج دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے پوچھا" کیا تم نے اس کے ہمراہ کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو گاتا۔" انہوں نے عرض کی: نہیں۔ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصار قوم تفریح طبعی کو پسند کرتی ہے کاش تم اس کے ہمراہ ایسے فرد کو بھیجتی جو یہ کہتا:

اتيناكم اتيناكم فحيونا نحييكم۔

۶۔ خواہ جس وقت بھی اور جس چیز پر بھی دعوت دی جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمالیتے

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے بکری کی پنڈلی کا گوشت بھی بطور ہدیہ دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور مجھے اس پر دعوت دی جائے تو میں یہ دعوت قبول کرلوں گا۔"

"امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کی دستی یا پنڈلی کے گوشت پر دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اگر مجھے بکری کے بازو کا گوشت بطور تحفہ بھیجا جائے تو قبول کرلوں گا۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کی پنڈلی کی طرف دعوت دی جائے تو اسے قبول کرلوں گا" ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت کو قبول فرمالیتے تھے۔"

امام احمد، ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور گرم سالن کی دعوت دی تو آپ نے اس کی دعوت کو قبول فرمالیا۔"

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت مجاہد سے مرسل روایت کیا ہے کہ بلند علاقے کے ایک شخص نے آدھی رات کے وقت جو کی روٹی پر آپ کو دعوت پیش کی تو آپ نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا" اس روایت کو الطبرانی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے آپ کو کھانے کی دعوت دی جسے اس نے خود تیار کیا تھا۔ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور ایسا شوربہ پیش کیا جس میں کدو تھا۔"

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی۔ حضرت ام اسید رضی اللہ عنہا نے یہ کھانا خود ہی تیار کیا اور خود ہی پیش کیا۔ انہوں نے

رات کے وقت پتھر کے برتن میں تین کھجوریں بھگو دیں تھیں۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے وہ کھجوریں ملیں اور آپ کو پلا دیں انہوں نے بطور تحفہ آپ کو یہ مشروب پلایا تھا۔"

۷۔ بعض صحابہ کرام کی شرکت کی شرط

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، لیکن اس میں انقطاع ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا بنایا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ کچھ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ کو اشارہ کیا۔ آپ نے بھی مجھے اشارہ کیا "انہیں بھی ہمراہ لے آؤں" میں نے عرض کی: نہیں" آپ خاموش ہو گئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب آپ نے میری طرف نظر کرم کی تو میں نے اشارہ کیا آپ نے مجھے فرمایا: "انہیں بھی اپنے ہمراہ لے آؤں۔ میں نے عرض کی: "نہیں" دو یا تین بار اسی طرح ہوا، پھر میں نے عرض کی: "ہاں" انہیں بھی ہمراہ لے آئیں۔ میں نے آپ کے لئے تھوڑا سا کھانا تیار کیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ آ گئے انہوں نے وہ کھانا کھایا مگر وہ پھر بھی بچ گیا۔"

امام احمد، مسلم، نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک فارسی شخص آپ کا پڑوسی تھا۔ جو بڑا عمدہ شوربہ تیار کرتا تھا۔ اس نے آپ کے لئے شوربہ تیار کیا پھر وہ آپ کو دعوت دینے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا: یہ ام المومنین حضرت عائشہ کے لئے ہے" اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا: "نہیں" اس نے دوبارہ دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: "یہ (ام المومنین) عائشہ کے لئے ہے" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: نہیں وہ پھر آپ کو دعوت دینے لگا۔ آپ نے فرمایا: "یہ امیر المومنین، عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں! پھر دونوں اٹھے اور اس کے گھر آ گئے۔"

۹۔ کسی عذر شرعی کی وجہ سے ضیافت کی جگہ پر تشریف نہ لے جانا

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کھانا تیار کیا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دی۔ آپ نے گھر میں پردہ دیکھا جس میں تصاویر تھیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔"

امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو عبدالرحمٰن سفینہ کے خادم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ضیافت کی۔ ان کے لئے کھانا بنایا۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش! ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دعوت دیتے۔ آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائے۔ دروازے کی چوکھٹ پر دست اقدس رکھے۔ گھر کے کونے میں پردہ لٹکا رکھا تھا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ واپس آ گئے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا "آپ کے پیچھے جائیں اور عرض کریں کہ آپ کیوں واپس آ

گئے ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں آپ کے پیچھے آیا اور عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں واپس آ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ کسی نبی کے لئے روا نہیں کہ وہ آراستہ گھر میں داخل ہو۔"

امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ ان کے گھر کے دروازہ پر منقش پردہ دیکھا۔

امام احمد اور دارقطنی نے عیسیٰ بن میسب کی سند سے روایت کیا ہے دارقطنی نے کہا ہے۔ صلاح الحدیث ابوزرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے اور بعض کے گھروں میں تشریف نہ لاتے تھے۔ یہ بات ان پر گراں گزری۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فلاں کے گھر تو تشریف لے جاتے ہیں، مگر ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔ آپ نے فرمایا: "تمہارے گھر میں کتا ہے" انہوں نے کہا "ان کے گھر میں بلا ہے" آپ نے فرمایا: "بلا درندہ ہے۔"

۹۔ بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ولیمہ کرنا

امام بخاری نے روایت کریمہ میں اور ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کا ولیمہ جو کے دو مدوں کے ساتھ کیا۔"

الطبرانی نے جدول بن جیفل کی سند سے روایت کیا ہے۔ امام ذھبی نے لکھا ہے "یہ صدوق تھے" ابن المدینی نے لکھا ہے "ان کی منکر روایات ہیں" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ کریمہ کا ولیمہ ہریس کی ایک ہنڈیا کے ساتھ کیا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور گھی سے کیا۔

امام احمد الطبرانی اور ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آراستہ کیا، پھر آپ کو بلایا تا کہ آپ ان کے ساتھ تشریف رکھیں۔ آپ ان کے ساتھ جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ کے دست اقدس میں دودھ کا بڑا سا پیالہ تھا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔ انہوں نے سر کو بلایا۔ انہیں حیاء آئی۔ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس سے لے لو" انہوں نے کچھ دودھ نوش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بقیہ اپنی ساتھیوں کو دے دو" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بلکہ آپ اس کو لیں۔ اس سے کچھ نوش فرمائیں، پھر مجھے عطا فرمادیں" آپ نے دودھ کا پیالہ لیا۔ اس سے کچھ نوش فرمایا پھر مجھے پکڑا دیا۔" میں بیٹھ گئی۔ میں نے وہ پیالہ اپنے گھٹنے پر رکھا۔ میں اسے گھمانے لگی

تا کہ اس جگہ سے پی سکوں جہاں آپ کے لب لعلین لگے تھے، پھر آپ نے ان خواتین سے فرمایا جو میرے پاس تھیں''انہیں پیالہ دے دو'' انہوں نے عرض کی:''ہمیں اس کی ضرورت نہیں'' آپ نے فرمایا:''بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔''

امام مالک نے الموطا میں حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ولیمہ اس طرح ہوتا تھا، جس میں نہ روٹی ہوتی تھی نہ گوشت ہوتا تھا۔ اس روایت کو امام نسائی اور قاسم بن اصبغ نے سعید بن عفیر سے سلمان بن بلال سے' انہوں نے یحییٰ بن سعید سے' انہوں نے حمید سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ میں نے کہا اور ابو حمزہ! یہ ولیمہ کس چیز سے تھا؟ انہوں نے کہا''کھجور اور جو سے۔''

الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور جو سے کیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ میں گئیں تو ہم بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا:''اپنی امی جان کی وجہ سے اٹھ جاؤ'' عشاء کے وقت ہم حاضر ہوئے ہم نے دیکھا کہ وہاں کچھ تقسیم ہو رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ چادر مبارک میں ڈیڑھ من عجوہ کھجوریں تھیں۔ آپ نے فرمایا: اپنی امی جان کا ولیمہ کھاؤ۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کریمہ کا ولیمہ اس طرح نہیں کیا جس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا۔ آپ نے بکری سے ان کا ولیمہ کیا۔'' امام مسلم کی روایت میں ہے''آپ نے اتنا عمدہ اور بہترین ولیمہ کسی زوجہ محترمہ کا نہ کیا تھا، جتنا عمدہ ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا۔'' حضرت ثابت نے پوچھا''آپ نے کس چیز کے ساتھ ولیمہ کیا؟ انہوں نے فرمایا:''آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روٹی اور گوشت کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو کر اسے چھوڑ کر ہی اٹھ گئے۔''

شیخان اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:''حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر اور مدینہ طیبہ کے مابین تین روز تک قیام کیا۔ اسی جگہ حضرت صفیہ بنت حیی سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا آپ نے فرمایا: جس کے پاس فالتو زادِ راہ ہو وہ اسے ہمارے پاس لے آئے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بقیہ کھجوریں اور کچھ بقیہ ستو لانے لگے، حتیٰ کہ وہ ایک ڈھیر بن گیا۔ زمین میں گڑھے کھود دیئے گئے۔ وہاں دستر خوان بچھا دیئے گئے۔

پنیر اور گھی لایا گیا۔ لوگ یہ سب کچھ کھا کر سیر ہو گئے۔ انہوں نے اپنے پہلو کے حوضوں سے بارش کا پانی پیا حتیٰ کہ وہ سب سیراب ہو گئے۔ دوسری روایت میں ہے''آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تین دن تک کیا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس پر پنیر اور کھجوریں رکھیں اور لوگوں کو تین روز تک کھلایا۔''

۱۰۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زمیندار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حاضر خدمت ہونا:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ماسوائے حازم مولیٰ بن ہاشم کے یہ لمازہ سے جو ابن زیاد نہیں ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں زمیندار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "خیر برکت الفت مبارک مقدر اور رزق کی وسعت کے ساتھ رہو۔ وہ تمہیں بابرکت کرے ان کے سر پر دف بجاؤ" دف لایا گیا۔ اسے بجایا گیا پھل اور شکر لایا گیا انہیں دسترخوان پر بچھا دیا گیا۔ لوگوں نے ہاتھوں کو روک لیا۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم زبردستی نہیں لو گے۔" انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ کھسوٹ سے منع فرمایا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تمہیں مال غنیمت کو خرد برد کرنے سے منع کیا ہے، لیکن شادیوں میں نہیں۔ آپ نے ان سے اور انہوں نے آپ سے اشیاء کھینچ لیں۔"

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلاق، رجعت، ایلاء، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑنا، عدت اور استبراء

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔آپ کی طلاق اور رجعت کے بارے

ابو یعلی، بزار اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کی طرف رجوع فرمالیں تو آپ نے رجوع فرمالیا۔"

ابو یعلی اور بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے وہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے پوچھا "آپ کیوں رو رہی ہیں؟ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک بار طلاق دے دی ہے، پھر میری وجہ سے تمہاری طرف رجوع کر لیا ہے۔ بخدا! اگر انہوں نے تمہیں ایک اور بار طلاق دے دی تو میں تمہارے ساتھ کبھی بھی گفتگو نہ کروں گا۔"

الطبرانی نے اس سند سے جس میں ضعف ہے۔ حضرت الہیثم یا ابوالہیثم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی۔ وہ آپ کے رستے میں بیٹھ گئیں۔ جب آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے آپ

سے رجعت کی التجاء کی نیز یہ کہ وہ اپنی باری آپ کی اس زوجہ کریمہ کو دے دیں جسے آپ پسند کریں۔ انہوں نے یہ امید کی کہ روز حشر رب تعالیٰ انہیں آپ کی زوجہ کریمہ کی حیثیت سے ہی اٹھائے گا۔ آپ نے ان کی طرف رجوع کرلیا، اور ان کی التجاء کو شرف قبولیت عطا کیا۔

الطبرانی نے عمر بن صالح حضرمی کے علاوہ تمام ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر اقدس میں خاک رکھی اور کہا: "عمر! اس کے بعد رب تعالیٰ تیری کیا پرواہ کرے گا؟ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع فرمائیں۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ترس کرتے ہوئے ان کی طرف رجوع کرلیا۔"

ابوداؤد امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی پھر ان کی طرف رجوع کرلیا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کرنا اور انہیں چھوڑ دینا

امام بخاری، امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، شیخان اور ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے، امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور امام مسلم، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت امام زہری سے، ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ جبکہ الطبرانی نے حضرت لیث رضی اللہ عنہ کے کاتب حضرت عبداللہ بن صالح رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں ارادہ کرتا تھا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم: ۴)

اور اگر تم نے ایکا کرلیا آپ کے مقابلہ میں۔

کے بارے میں پوچھوں، لیکن میں ان سے ڈرتا تھا، حتیٰ کہ ہم نے ان کے ساتھ ایک حج کیا۔ میں نے کہا: "اگر میں نے اس حج میں ان سے اس کے متعلق سوال نہ کیا تو پھر میں کبھی بھی ان سے نہ پوچھ سکوں گا۔"

جب ہم نے اپنا حج ادا کرلیا تو ہم نے انہیں جالیا۔ وہ بطن مر میں تھے۔ وہ کسی ضروری کام کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد تمہاری کیا ضرورت ہے؟ میں نے عرض کی:۔

"امیر المومنین! میں ایک امر کے بارے آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "جو چاہو مجھ سے پوچھ لو" ہم کسی چیز کے بارے نہ جانتے تھے حتیٰ کہ ہم نے سیکھ لیا" میں نے انہیں کہا "مجھے رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان: ان

تظاهرا علیه۔ (التحریم: ۴) کے بارے بتائیں کہ اس آیت طیبہ میں کون سی دو ہستیاں مراد ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "تم کسی اور سے اس کے متعلق سوال نہ کرو گے جو مجھ سے زیادہ جانتا ہوگا۔ جب ہم مکہ مکرمہ میں تھے تو ہم میں سے کسی ایک کی بیوی اس کے ساتھ گفتگو نہ کرتی تھی۔ وہ صرف گھر کی خادمہ ہوتی تھی۔ اگر مرد کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ اسے اس کی ٹانگوں سے کھینچ لیتا اور اپنی ضرورت پوری کر لیتا۔ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم نے انصار کی خواتین کو دیکھا وہ اپنے شوہروں کو جواب دیتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ہماری عورتیں بھی ہمیں جواب دینے لگیں۔ وہ ہم سے باتیں کرنے لگیں۔ میں نے اپنے غلام کو کوئی حکم دیا۔ میری بیوی نے کہا: "بلکہ اس طرح کہتی" میں ڈنڈا لے کر اس کے پاس گیا اور اسے اس کے ساتھ مارا۔ اس نے کہا: "ابن خطاب! تم پر تعجب ہے۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے گفتگو نہ کی جائے جبکہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کو جواب دیتی ہیں۔ میں باہر نکل آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ میں نے کہا: "نورِ نظر! ذرا دھیان رہے۔ حضور اکرم ﷺ کو جواب نہ دینا اور نہ ہی آپ سے کوئی سوال کرنا۔ حضور سراپا جود و کرم ﷺ کے پاس دراہم و دینار نہیں ہیں، جو تمہیں دیں، جو تمہاری ضرورت ہو۔ خواہ سر کے لئے تیل کی ضرورت ہو وہ بھی مجھ سے مانگ لینا۔"

حضور شفیع معظم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب آپ نماز صبح ادا کر لیتے تو اپنے مصلے پر ہی تشریف رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد بیٹھ جاتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر ایک ایک کر کے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے۔ انہیں سلام فرماتے۔ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے۔ اس روز جس کی نوبت ہوتی اس کے پاس تشریف فرما ہو جاتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طائف یا مکہ مکرمہ سے شہد کی بوتل تحفہ میں بھیجی گئی۔ جب حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تو وہ آپ کو روک لیتیں، حتیٰ کہ وہ آپ کو شہد پیش کرتیں اور آپ اسے تناول فرماتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنی لونڈی جویریہ حبشیہ سے کہا۔ اسے حضراء کہا جاتا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جائیں تو وہاں چلی جانا اور دیکھنا کہ آپ وہاں کیا کرتے ہیں۔ لونڈی نے انہیں شہد کے بارے بتا دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساتھیوں کی طرف اسے بھیجا اور اس نے انہیں بھی اسی طرح بتا دیا۔ انہوں نے کہا "جب آپ تمہارے ہاں جلوہ افروز ہوں تو عرض کرنا "ہم آپ سے مغافیر (گوند جو عرفط پودے سے نکلتا ہے) کی بو پا رہی ہیں" آپ کو سب سے ناپسندیدہ امر یہ تھا کہ آپ سے کسی چیز کی بو آئے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے تو شہد کھایا تھا۔ بخدا! میں اب شہد کبھی نہ کھاؤں گا۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نوبت آئی تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میرا نفقہ ان کے پاس (والد گرامی کے پاس) ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں ان کے پاس سے ہو کر آ جاؤں۔"

آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ نے اپنی لونڈی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں داخل کیا اور وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ حضرت حفصہ آئیں تو حجرہ کا دروازہ بند تھا وہ دروازہ کے پاس

بیٹھ گئیں۔حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ چہرہ انور سے پسینے کے قطرات ٹپک رہے تھے۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔آپ نے فرمایا:"تم کیوں رو رہی ہو؟"انہوں نے عرض کی:"آپ نے مجھے اسی لئے اذن دیا تھا کہ آپ اپنی لونڈی کو میرے حجرہ میں داخل کریں اور میرے بستر پر اس کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کریں۔آپ نے کسی اور زوجہ کے ساتھ تو یوں نہ کیا۔یارسول اللہ! ﷺ بخدا! یہ آپ کے لئے حلال نہ تھا۔آپ نے فرمایا:"بخدا! تم سچ نہیں بول رہیں۔کیا وہ میری لونڈی نہیں۔رب تعالیٰ نے اسے میرے لئے حلال فرمایا ہے۔میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔اس سے صرف تمہاری ولداری مقصود ہے۔ذرا دھیان رہے کہ اس کے بارے کسی زوجہ کو نہ بتانا یہ تمہارے پاس امانت ہے۔جب آپ باہر تشریف لے گئے تو حضرت حفصہ نے وہ دیوار کھٹکھٹائی جو ان کے اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے مابین تھی۔انہوں نے انہیں کہا:"کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی لونڈی کو خود پر حرام قرار دیا ہے۔رب تعالیٰ نے ہمیں اس سے آرام دے دیا ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"مجھے یہی شک تھا۔آپ نے اسی لئے اسے قبول کیا تھا۔اسی وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (التحریم:۱)

اے نبی (اکرم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا۔

پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ

اس سے حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے گمان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک دوسری کے لئے کچھ نہ چھپاتی تھی۔میرا ایک انصاری بھائی تھا۔جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ اپنی زمین پر ہوتا تو میں اسے وہ سب کچھ بیان کر دیتا جو کچھ آپ نے فرمایا ہوتا۔جب میں اپنی زمین پر ہوتا تو وہ حضور اکرم ﷺ کے فرامین سے مجھے آگاہ کرتا۔وہ ایک دن میرے پاس آیا۔ہم جبلہ بن الایہم الغسانی کے حملہ سے ڈرتے ہیں۔

میرے بھائی نے کہا:"تمہیں کیا معلوم کہ کیا ہوا ہے؟" میں نے پوچھا "کیا ہوا ہے؟ شاید جبلہ الایہم الغسانی نے حملہ کر دیا ہے" اس نے کہا "نہیں بلکہ اس سے بھی شدید امر رونما ہوا ہے۔حضور شفیع مکرم ﷺ نے نماز صبح ادا کی۔آپ اس طرح نہ بیٹھے جیسے بیٹھتے تھے، نہ ہی اپنے معمول مبارک کے مطابق اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے گئے۔آپ اپنے بالا خانہ میں تشریف لے گئے۔آپ لوگوں کو اس حال میں چھوڑ گئے کہ صحابہ کرام مضطرب تھے وہ نہ جانتے تھے کہ آپ کی کیفیت کیا ہے۔" میں آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں مضطرب تھے۔وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا کریں۔انہوں نے کہا "اے لوگو! اپنی جگہ ٹھہر جاؤ۔" پھر وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔آپ اپنے بالا خانہ پر تشریف فرما تھے۔آپ کے لئے

سیڑھی لگا دی گئی تھی۔ آپ اس پر چڑھے۔ سیاہ فام غلام سے کہا وہ آپ کا دربان تھا "عمر کے لئے اذن طلب کرو" اس نے میرے لئے اذن طلب کیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ اپنے بالاخانے میں جلوہ افروز تھے۔ اس میں ایک چٹائی تھی، کچھ سامان لٹکا ہوا تھا۔ آپ پہلو کے بل چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان پیدا کر دیئے تھے۔ سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں رونے لگا۔ آپ نے مجھے فرمایا "کیوں رونے لگے ہو؟ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ اہل فارس اور اہل روم میں سے ایک تو دیباج اور ریشم میں لیٹتا ہے" آپ نے فرمایا: انہیں ان کی پاکیزہ چیزیں دنیا میں جلد دے دی ئی ہیں۔ ہمارے لئے آخرت ہے، پھر میں نے کہا "یارسول اللہ! ﷺ آپ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے لوگوں کو مضطرب دیکھا ہے کیا آپ کے پاس کوئی خبر آئی ہے۔ آپ نے انہیں چھوڑ دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں میرے اور میری ازواج کے مابین کوئی امر رونما ہوا ہے۔ میں نے پسند کیا ہے کہ میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جاؤں" میں لوگوں کے پاس آیا۔ میں نے کہا "اے لوگو! واپس لوٹ چلو۔ آپ کے مابین اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین کوئی امر رونما ہوا ہے۔ آپ نے خلوت کو پسند فرمایا ہے۔" میں حضرت حفصہ کے پاس گیا۔ میں نے کہا "نور نظر! کیا تم حضور اکرم ﷺ کو جواب دو گی؟ آپ پر سختی کرو گی، اور آپ پر غیرت کھاؤں گی؟ انہوں نے کہا "اس کے بعد میں کوئی ایسی کلام نہ کروں گی جسے آپ ناپسند کرتے ہوں" پھر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ وہ میری خالہ تھیں۔ میں نے انہیں اسی طرح کہا جس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا۔ انہوں نے کہا "عمر! تم پر تعجب ہے۔ ہر کام کے بارے تم نے بات کی ہے حتیٰ کہ تم نے ارادہ کر لیا ہے کہ تم حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین بھی دخل اندازی کرو۔ ہمیں کیا چیز روکتی ہے کہ ہم آپ کے بارے غیرت کھائیں، جبکہ تمہاری بیویاں تم پر غیرت کھاتی ہیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ (الاحزاب:٢٨)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ فرما دیجئے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال ومتاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔

الطبرانی اور ابوداؤد نے جید سند سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سیاح لامکان ﷺ کسی سفر میں تھے یا سفر حجۃ الوداع میں تھے، ہم آپ کے ساتھ تھے حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس فالتو سواری تھی۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "صفیہ کا اونٹ علیل ہو گیا ہے کاش تم اپنی سواری انہیں دے دو۔" انہوں نے کہا: "میں اس یہودیہ کو دوں۔" یہ سن کر حضور اکرم ﷺ ناراض ہو گئے آپ نے انہیں ذوالحجۃ کا بقیہ حصہ، محرم اور صفر اور ربیع

الاول کے کچھ ایام تک چھوڑے رکھا حتیٰ کہ انہوں نے اپنا سامان اور چارپائی اٹھالی۔ ان کا گمان تھا کہ اب آپ کو ان کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی اثناء میں کہ وہ دوپہر کے وقت بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے آپ کا سایہ دیکھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے انہوں نے اپنا سامان اور چارپائی واپس رکھ دی۔"

امام احمد نے ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑ دیا۔ شعبہ نے کہا: "میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:" ایک ماہ تک۔" حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ اپنے کمرہ میں تھے۔ چٹائی پر آرام فرما تھے۔ چٹائی کے نشانات آپ کی کمر انور پر پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی:" یارسول اللہ! ﷺ کسریٰ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیتے ہیں، جبکہ آپ اس حال میں ہیں۔ حضور سراپا رحمت ﷺ نے فرمایا: انہیں ان کی عمدہ چیزیں اسی دنیا میں دے دی گئی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے تیسری بار انگوٹھے سے کسر (جزء) بنائی۔

امام حاکم، بیہقی اور حارث نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا استبراء کیا۔ آپ سے عرض کی گئی: کیا وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا امہات المؤمنین میں سے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔

تنبیہات

۱- اللہ تعالیٰ نے اس فرمان:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے نبی مکرم ﷺ آپ فرما دیجئے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیاوی زندگی۔

کے شان نزول میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ سے دنیاوی ساز و سامان کے بارے سوال کیا۔ نفقہ (خرچہ) میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ ایک دوسرے پر غیرت کھا کر آپ کو اذیت دی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔ آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے قریب نہ جائیں گے۔ آپ صحابہ کرام کے پاس بھی تشریف نہ لائے۔ انہوں نے کہا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ وہ کہتے تھے کہ آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے لیے آپ کی حالت کو معلوم کرتا ہوں۔ انہوں نے آپ سے اذن طلب کیا۔

۲- زاد المعاد میں ہے: آپ نے طلاق دے دی تھی اور رجوع کر لیا تھا اور ایک ماہ تک ایلا مؤقت کیا تھا لیکن آپ نے کبھی ظہار نہ کیا تھا۔ جس نے کہا ہے کہ آپ نے ظہار کیا تھا اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ انہوں نے اس جگہ تنبیہ ذکر کر کے اس کی خطاء کا ذکر کیا ہے۔

پانچواں باب

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے محبت

نسائی اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دنیا سے تین اشیاء مجھے پسندیدہ بنا دی گئی ہیں۔ (۱) عورتیں۔ (۲) خوشبو۔ (۳) جبکہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔ اس روایت کو عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے: میں کھانے اور پینے سے تو صبر کرسکتا ہوں لیکن ان سے صبر نہیں کرسکتا۔ دوسری روایت میں ہے: بھوکا سیر ہو جاتا ہے، پیاسا سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز اور عورتوں کی صحبت سے سیر نہیں ہوتا۔

امام احمد نے زہد میں اور ابن سعد نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھوڑوں سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہ تھی، پھر کہا: رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے بلکہ عورتوں سے بڑھ کر۔

امام احمد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا جبکہ بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے تین اشیاء پسند تھیں۔ کھانا، عورتیں اور خوشبو۔ آپ کو کھانا شکم سیر ہو کر نہ ملا۔ ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے تین اشیاء پسند تھیں۔ (۱) عورتیں۔ (۲) خوشبو۔ (۳) کھانا۔ دو اشیاء تو آپ کو مل گئیں ایک چیز آپ کو نہ مل سکی۔ آپ کو عورتیں اور خوشبو تو مل گئی لیکن کھانا (سیر شکم ہو کر) نہ ملا۔

سلمہ بن کُھیل سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کو دنیا میں ایسی کوئی چیز نہ ملی جو عورتوں اور خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ حضرت حسن سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیاوی زندگی میں مجھے خوشبو اور عورتیں پسند ہیں۔

تنبیہ

بعض کتابوں میں ہے: حُبِّبَ اِلَیَّ من دنیا کم ثلاث حافظ ابن قیم، الزرکشی، الحافظ نے احادیث الکشاف کی تخریج میں، ابو زرعۃ عراقی نے 'امالیہ' اور الشیخ نے لکھا ہے کہ "ثلاث" (تین)۔

طرقِ حدیث میں کسی سند میں نہیں ہیں۔ یہ زیادتی ہے جو معنی کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ نماز امور دنیا میں سے نہیں ہے۔

چھٹا باب

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین عدل کرنا اوران کے مابین باری مقرر کرنا

ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین باری مقرر کر رکھی تھی۔آپ یہ دعا مانگتے تھے" مولا! یہ میری تقسیم اس چیز میں ہے جس کا میں مالک ہوں لیکن اس چیز کے بارے مجھے ملامت نہ کر جس کا تو مالک ہے اور اس کا میں مالک نہیں ہوں۔یعنی قلب انور۔

امام احمد اور ابو داؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قیام فرمانے میں ہمیں ایک دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے تھے، کم ہی کوئی دن گزرتا مگر آپ ہم میں سے ہر ایک کے پاس جلوہ افروز ہوتے۔ہر زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے جاتے، مگر آپ مباشرت نہ فرماتے، حتیٰ کہ اس زوجہ محترمہ کے گھر تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی تھی۔اس کے ہاں آپ رات بسر فرماتے۔حضرت سودہ بنت زمعتہ رضی اللہ عنہا جب عمر رسیدہ ہو گئیں اور انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں جدا کر دیں گے۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قبول فرما لیا۔"

شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا "میں کل کہاں ہوں گا۔میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ نے دوبار اسی طرح فرمایا۔آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری (دن) کا ارادہ فرما رہے تھے۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ کو اذن دے دیا کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں ہی رونق افروز رہے حتیٰ کہ اسی میں آپ کا وصال ہوا۔انہوں نے فرمایا: آپ کا وصال اس روز ہو جب آپ ان کے حجرات مقدسہ میں تشریف لے جاتے تھے۔اس وقت آپ میرے حجرہ مقدسہ میں تھے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔جب آپ نے ان کے مابین باری مقرر کر دی تو آپ پہلی زوجہ محترمہ کے نویں روز ہی تشریف لے جاتے تھے۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس حجرہ مقدسہ میں جمع ہو جاتی تھیں۔جہاں آپ جلوہ افروز ہوتے تھے۔آپ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا آ گئیں۔آپ نے ان کی طرف دست اقدس بڑھایا۔انہوں نے عرض کی: "یہ زینب ہیں" آپ نے اپنا دست اقدس روک لیا، وہ باہم تکرار کرنے لگیں حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔نماز کا وقت ہو گیا۔حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔انہوں نے ان کی آواز سن لی۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نماز کے لئے تشریف لے چلیں۔ان کے منہ میں مٹی ڈال دیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ام المومنین حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا "ابھی حضور اکرم ﷺ اپنی نماز پڑھ لیں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئیں گے وہ میرے ساتھ جو سلوک کریں گے وہ کریں گے۔ جب آپ نے نماز ادا فرمائی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور فرمایا: "کیا تم اس طرح کرتی ہو؟"

شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ نماز عصر کے بعد تشریف لاتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے۔ ان میں سے کسی ایک کا قرب اختیار فرماتے۔"

ابو یعلی اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیاح لا مکان ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین قرعہ اندازی فرماتے۔ غزوہ بنی مصطلق میں یہ قرعہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا۔

مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو حالت مرض میں اٹھا کر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس لے جایا جاتا۔ آپ ان کے مابین باری میں عدل فرماتے تھے۔"

محمد بن یحییٰ بن ابی عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا تو فرمایا "اگر تم پسند کرو تو تمہارے ہاں سات روز قیام کر لیتا ہوں اور پھر اتنا وقت ہی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں گزاروں گا۔"

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے کہ جب آپ کسی باکرہ خاتون سے شادی فرماتے تو اس کے پاس تین روز قیام فرماتے۔"

"امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ثیبہ پر باکرہ سے نکاح فرماتے تو اس کے ہاں سات روز قیام فرماتے اگر باکرہ سے نکاح فرماتے تو اس کے ہاں تین روز قیام فرماتے۔"

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان سے نکاح فرمایا تو ان کے پاس تین روز قیام فرمایا، اور فرمایا: "تم اپنے اہل خانہ کے ہاں حقیر نہیں ہو۔ اگر تم پسند کرو تو سات روز تمہارے پاس اور سات روز اپنی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بسر کرتا ہوں اور اگر پسند کرو تو تین روز تمہارے پاس قیام کرتا ہوں، پھر تمہیں لوٹا دیا جائے گا" انہوں نے عرض کی: "تین روز کافی ہیں۔"

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نوبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ حضور اکرم ﷺ ان کا دن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں بسر فرماتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات

رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج کیا۔ راستہ میں ایک شخص نیچے اترا اور خواتین کے اونٹوں کو ہانکنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قواریر یعنی عورتوں کو اسی طرح نرمی سے ہانکو۔ اسی اثناء میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا۔ ان کی سواری کا جانور سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ وہ رونے لگیں۔ جب آپ کو خبر ملی تو آپ تشریف لائے۔ ان کے آنسو صاف کرنے لگے۔ وہ زیادہ رونے لگیں۔ آپ انہیں منع فرمانے لگے۔ جب ان کا گریہ زیادہ ہو گیا تو آپ نے انہیں جھڑ کا لوگوں کو حکم دیا۔ وہ نیچے اتر آئے۔ آپ نیچے اترنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ لوگ نیچے اترے۔ وہ میرا ہی دن تھا۔ جب لوگ نیچے اترے تو آپ کا خیمہ لگا دیا گیا۔ آپ اس میں تشریف لے گئے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ خاموش کیوں ہو گئے تھے۔ مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ آپ کے خاطر میں کچھ آیا تھا۔ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ میں نے انہیں کہا تم جانتی ہو کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس اپنی باری کو کسی چیز کے عوض فروخت نہیں کرتی۔ میں آج کا دن تمہیں دیتی ہوں۔ بشرطیکہ تم حضور اکرم ﷺ کو میری طرف سے راضی کر دو۔" انہوں نے فرمایا: "ٹھیک ہے" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دوپٹہ لیا جسے زعفران میں رنگا دیا گیا تھا۔ انہوں نے اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو عمدہ ہو جائے، پھر اپنے کپڑے پہنے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں چلی گئیں۔ خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے انہیں فرمایا "عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ آج تمہارا دن نہیں ہے" انہوں نے عرض کی: یہ اللہ رب العزت کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے" آپ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ دوپہر بسر کی روانگی کے وقت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا "تم اپنی بہن صفیہ کو اپنا اونٹ دے دو" ان کے پاس سب سے زیادہ سواریاں تھیں" انہوں نے کہا "میں آپ کی اس یہودن سے زیادہ محتاج ہوں۔" یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے۔ آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ ان کے کی ساتھ گفتگو تک نہ کی حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے ایام منیٰ گزارے۔ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے محرم اور صفر کے مہینے گزر گئے۔ آپ نہ تو ان کے پاس آتے نہ ہی ان کی باری مقرر کرتے۔ وہ آپ کی طرف سے مایوس ہو گئیں ماہ ربیع الاول میں آپ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے آپ کا سایہ دیکھا۔ انہوں نے کہا: "یہ تو کسی مرد کا سایہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ تو میرے ہاں تشریف نہیں لاتے۔ یہ کس کا سایہ ہے" حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا "یہ تو حضور اکرم ﷺ ہیں۔ جب آپ میرے ہاں جلوہ افروز ہو گئے ہیں تو میں نہیں جانتی کہ میں کیا کروں ان کی ایک لونڈی تھی جسے انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے چھپا کر رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کی: "فلانہ آپ کے لئے ہے" آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی چارپائی تک تشریف لے گئے۔ اسے اٹھا لیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے اسے رکھا، اور اپنی اہلیہ محترمہ سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔"

تنبیہات

۱۔ زاد المعاد میں ہے۔ "حضور نبی اکرم ﷺ ایک رات میں اپنی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفہ زوجیت ادا فرما لیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ امر مباح

فرمایا تھا جو آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے مباح نہ تھا۔ آپ نے رات بسر کرنے، پناہ اور نفقہ میں ان کے مابین باری مقرر فرما رکھی تھی، لیکن جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو اس کے بارے آپ یہ دعا مانگتے تھے۔ "مولا! یہ تقسیم اس امر میں ہے جس کا میں مالک ہوں جس کا میں مالک نہیں ہوں اس کے بارے مجھے ملامت نہ فرما۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد محبت اور جماع ہے۔ اس میں برابری واجب نہیں ہے، کیونکہ ان میں انسان کو اختیار نہیں ہوتا۔"

۲۔ زاد المعاد میں ہے "کیا یہ باری مقرر کرنا آپ پر واجب تھا۔ یا آپ باری کے بغیر ہی ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا فرماتے تھے؟ فقہاء کے یہ دونوں اقوال ہیں۔ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ساری امت مرحومہ کے سارے مردوں کی بیویوں سے زیادہ تھیں۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔ شادیاں کرو۔ اس امت کی بہترین ہستی کی سب سے زیادہ ازواج مطہرات تھیں۔"

۳۔ زاد المعاد میں ہے: "آپ ان میں سے نو ین کے بغیر آٹھ کے لئے باریاں مقرر فرماتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت عطاء کا قول منقول ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے لئے باری مقرر نہ کی تھی، لیکن یہ حضرت عطاء کی لغزش ہے۔ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنی نوبت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ آپ ان کے دن اور ام المومنین کے روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ اس لغزش کا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی وجہ سے حضرت صفیہ سے ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "میں آج کی اپنی باری تمہیں دے دیتی ہوں، بشرطیکہ تم میری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کر دو۔ انہوں نے فرمایا: "ٹھیک ہے" حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔" آپ نے فرمایا: "مجھ سے دور ہو جاؤ آج تمہارا دن نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔" انہوں نے ساری بات عرض کی۔ آپ ان سے راضی ہو گئے۔ اسی لئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی اس دن کی نوبت دی تھی۔ باریاں سات امہات المومنین کے لئے نہ تھیں۔ یہ اس صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ باریاں آٹھ ازواج مطہرات کے لئے تھیں۔"

ساتواں باب

ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسن خلق‘ مدارات‘ان کا صبر اوران کے ساتھ گفتگو فرمانا

شیخان‘ترمذی اورنسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف پیالے میں کوئی چیز بھیجی ۔اس وقت آپ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے ۔ام المومنین نے خادم کے ہاتھ پر مارا اور اسے گرادیا پیالے کو زور سے مارا اوراسے توڑ دیا۔آپ نے اس پیالے کے ٹکڑے جمع کئے پھر اس میں وہ کھانا ڈالا جو اس میں تھا، پھر دو دفعہ فرمایا”تمہاری ماں غیرت کھا گئی ہیں۔“پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ لیا اوراسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا کر دیا۔“

شیخان اورترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:”عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز آپ کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے ۔ یا ایام منیٰ تھے ۔میرے ہاں دولڑکیاں تھیں جو یوم بعاث کے روز کہے گئے انصار کے اشعار پڑھ رہی تھیں ۔وہ بلند آواز سے گانے والی نہ تھیں ۔آپ میرے بستر پر لیٹ گئے ۔ چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے ۔مجھے جھڑکا اورفرمایا:”شیطان کے مزمار“یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر شیطان کے مزمور“حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف توجہ کی اورفرمایا:ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے ۔“جب ان کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو میں نے ان بچیوں کو اشارہ کیا۔وہ باہر نکل گئیں ۔عید کے روز سوڈانی ڈھال اور نیزے کے ساتھ کھیل رہے تھے میں نے آپ سے التجاء کی یا آپ نے خود ہی فرمایا”کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی:”ہاں!آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار انور کے اوپر تھا۔آپ نے فرمایا:”بنو ارفدہ!اپنا کھیل شروع کرو‘حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”بنو ارفدہ!امن کے ساتھ حتیٰ کہ مجھے یہ کافی ہو جائے“آپ نے مجھے فرمایا”کیا تمہیں کافی ہے؟میں نے عرض کی:”ہاں!آپ نے فرمایا:”چلی جاؤ“انہوں نے عربی نوعمر لڑکی کے مطابق اندازہ لگایا۔“

ابن ابی اسامہ‘خرائطی‘ابن عساکر اورابن ضحاک نے حضرت عمرہ بنت عبد الرحمان سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا:میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی:”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خلوت میں کیسے رہتے تھے؟انہوں نے فرمایا:”وہ تمہارے مردوں کی طرح ایک مرد(اکمل) تھے،مگر یہ کہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ کریم اورسارے لوگوں سے زیادہ حسن خلق کے مالک تھے ۔آپ بہت زیادہ تبسم ریز اورمسکراتے رہتے تھے ۔“

ابوداؤد طیالسی‘امام احمد اورابن عساکر نے حضرت ابوعبد اللہ الجدلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ آپ کے اہل خانہ کے ساتھ آپ کے خلق کی کیفیت کیا ہوتی تھی؟

انہوں نے فرمایا: آپ سارے لوگوں سے زیادہ حسن خلق کے مالک تھے آپ نہ تو فحش گو تھے نہ ہی بری بات کرتے تھے، نہ بازاروں میں شور وغل فرماتے تھے، نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ درگزر اور معاف فرما دیتے تھے۔"

نسائی' ابوبکر الشافعی اور ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک دن حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا ہمارے ہاں آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور اس کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں حلوہ لے کر آئی۔ میں نے انہیں کہا "کھاؤ" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا "کھاؤ" ورنہ اس کو تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔" انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے اس پیالہ میں سے تھوڑا سا حلوہ لیا اور ان کے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے ٹانگ مبارک آغوش سے اٹھالی اور انہیں کہا "اب ان کے چہرے پر مل دو" انہوں نے پیالہ سے کچھ حلوہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم ریز رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گزرے۔ انہوں نے صدا دی عبداللہ! عبداللہ! آپ کو گمان ہوا کہ شاید عنقریب اندر آ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "اٹھو اپنا چہرہ دھولو" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں اس دن سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ڈرنے لگی۔"

ابن سعد نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ میرے پاس سے باہر نکلے میں نے آپ کو باہر رکھ کر دروازہ بند کر دیا۔ آپ تشریف لائے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے لئے دروازہ کھولو" میں نے عرض کی: آپ اس میری رات میں کسی اور زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لے گئے تھے" آپ نے فرمایا: میں نے اس طرح نہیں کیا۔ میں نے پیشاب کی وجہ سے درد محسوس کیا۔"

الطبرانی اور ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرا عذر آسمان سے نازل ہوا۔ قریب تھا کہ امت میری وجہ سے ہلاک ہو جاتی' جب آپ سے نزول وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والد گرامی سے فرمایا: "اپنی نور نظر کے پاس جائیں اور اسے بتائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے نازل کیا ہے۔ میرے والد گرامی دوڑتے ہوئے آئے۔ قریب تھا کہ وہ گر پڑتے۔ انہوں نے فرمایا: لخت جگر! خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا عذر آسمان سے نازل کیا ہے۔" میں نے کہا "میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتی ہوں۔ نہ تمہاری تعریف کرتی ہوں اور تمہارے اس ساتھی کی جس نے تمہیں بھیجا ہے۔" پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے آئے۔

آپ نے میرا بازو پکڑا۔ میں نے آپ کے دست اقدس کو پکڑ کر کہا "اس طرح" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نعل پکڑا تا کہ اس کے ساتھ مجھ پر چڑھائی کریں۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے انہیں منع کیا اور وہ بھی مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اس طرح نہ کرنا۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے ثقہ راویوں سے ان سے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کھانا بھیجا، حالانکہ میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ آپ میرے ہاں ہی جلوہ افروز تھے۔ جب میں نے لونڈی کو دیکھا تو مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا مجھے کپکپی لگ گئی۔ میں نے پیالے کو مارا اور اسے گرادیا۔ میں نے آپ کے چہرہ انور پر غصے کے اثرات دیکھ لئے میں نے کہا" میں حضور اکرم ﷺ کی پناہ مانگتی ہوں کہ آپ آج مجھ پر لعنت کریں"۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سوڈانی مدینہ طیبہ میں کھیلتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا کندھا حضور اکرم ﷺ کے مبارک کندھے پر رکھا اور ان کی طرف دیکھنے لگیں"۔

ابویعلی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں اور ابو شیخ نے جید قوی سند سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرا ساز و سامان کم تھا۔ میرا اونٹ بھی تیز رفتار تھا، جبکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا سامان بھی بھاری تھا اور ان کا اونٹ بھی سست رو تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سامان حضرت صفیہ کے اونٹ پر لاد دو اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا سامان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر لاد دو حتیٰ کہ کارواں روانہ ہو جائے" میں نے کہا اللہ کے بندو! حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے ہم پر یہ یہودیہ غالب آ گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ام عبداللہ! تمہارا سامان کم ہے۔ حضرت صفیہ کا سامان زیادہ ہے۔ کارواں سست ہو گیا ہے۔ ہم نے تمہارا سامان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر اور ان کا سامان تمہارے اونٹ پر لاد دیا ہے۔ انہوں نے کہا" کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (مکرم ﷺ) ہیں؟ آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا:" ام المومنین! ام عبداللہ! کیا تمہیں مجھ میں شک ہے؟ میں نے عرض کی:" کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ اکرم ﷺ ہیں۔ آپ نے عدل کیوں نہ کیا؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سن رہے تھے ان کی طبیعت میں تیزی تھی۔ انہوں نے میری طرف توجہ کی اور میرے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

ذرا ٹھہرو۔ انہوں نے عرض کی:" یارسول اللہ! ﷺ ہم کیا سن نہیں رہے کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: "غیرت کھانے والا وادی کے اوپر سے نیچے نہیں دیکھ سکتا"

آٹھواں باب

نکاح اور مباشرت کے وقت آپ کے آداب اور آپ کی قوت

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ آپ ﷺ کا حیاء

ابن ابی شیبہ، قاضی ابوبکر المروزی نے اپنی مسند میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ

اپنی کسی زوجہ کریمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے وقت حیاء کی وجہ سے سراقدس ڈھانپ لیتے تھے۔ میں نے آپ سے کچھ نہ دیکھا تھا نہ ہی آپ نے مجھ سے کچھ دیکھا تھا۔"

امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں جاتے تو آپ اپنا سراقدس ڈھانپ لیتے تھے۔ جب آپ اپنی زوجہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرتے تھے تو پھر بھی اپنا سراقدس ڈھانپ لیتے تھے۔"

"امام احمد اور بقی بن مخلد' ابن ابی شیبہ اور ابن ضحاک نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا' میں نے کبھی بھی آپ کی شرم گاہ نہ دیکھی تھی۔"

خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ اپنی کسی زوجہ کریمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرنے لگتے تو سراقدس کو ڈھانپ لیتے اور آواز مبارک پست فرمالیتے اور زوجہ محترمہ سے فرماتے "تم پر سکونت اور وقار طاری ہونا چاہیے۔"

ابن اعرابی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی اہلیہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا فرمانا چاہتے تو اپنا سراقدس ڈھانپ لیتے تھے۔"

الطبرانی اور امام رازی اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ اپنی کسی اہلیہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا فرمانا چاہتے تو آپ اپنا سراقدس ڈھانپ لیتے اور اس زوجہ کریمہ سے فرماتے "تم پر وقار اور سکونت طاری ہونی چاہیے۔"

۲۔ آپ کی قوت مبارکہ

الطبرانی' اسماعیلی نے معجم میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں پر چار چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت' شجاعت' کثرت مباشرت اور شدید گرفت۔"

ابن سعد' ابن ابی اسامہ نے حضرت طاؤس اور مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو چالیس افراد کی وظیفۂ زوجیت کی قوت عطا کی گئی تھی' ابن ابی حاتم نے حضرت مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو ساٹھ اور کچھ جوانوں کی قوت عطا کی گئی تھی۔ اتنی قوت کی وجہ سے یہود آپ سے حسد کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (النساء: ۵۴)

ترجمہ: کیا حسد کرتے ہیں لوگ اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

ابن سعد نے حضرات مجاہد اور طاؤس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کو وظیفۂ زوجیت میں چالیس آدمیوں کی قوت عطا کی گئی تھی۔ عبدالرزاق نے طاؤس سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ کو پینتالیس افراد کی قوت مباشرت عطا کی گئی

تھی۔ حضرت سعید بن مسیب سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حارث بن اسامہ نے مجاہد اور طاؤس سے روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس اور کچھ جنتی افراد کی قوت مباشرت عطا کی گئی تھی۔

امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایک جنتی شخص کو کھانے پینے جماع اور شہوت کی قوت ایک سو افراد کی قوت کے برابر عطا کی جاتی ہے۔"

امام بخاری' امام نسائی اور ابو بکر اسماعیلی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ شب و روز کی ایک ساعت میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفہ زوجیت ادا کر لیتے تھے۔ ان کی تعداد گیارہ تھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ کیا آپ کو اتنی قوت عطا کر دی گئی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ہم باتیں کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو تیس افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔ یا ایک ہی ساعت یا رات میں چالیس افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔"

مجمع الزوائد کے دونوں نسخوں میں اسی طرح مروی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبدالسلام بن عاصم الرازی کے، وہ بھی ثقہ ہیں۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو الکفیت عطا کی گئی تھی۔ حضرت حسن سے پوچھا گیا۔ الکفیت سے کیا مراد ہے' انہوں نے فرمایا: "قوت مباشرت" اس روایت کو عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت حسن کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا "عرض کی گئی کہ یہ الکفیت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "قوت مباشرت"۔

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے گرفت اور نکاح میں چالیس افراد کی قوت عطا کی گئی ہے۔"

ابن ضحاک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس ایک ہنڈیا لے کر آئے جسے الکفیت کہا جاتا تھا۔ میں نے اس میں سے کھایا تو مجھے چالیس افراد کی قوت مباشرت عطا کی گئی۔"

ابن سعد نے اسامہ بن زید سے اور انہوں نے صفوان بن سلیم سے' امام بخاری اور اسماعیلی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خود کو دیکھا میں آپ کو خوشبو لگاتی تھی۔ اس وقت آپ کی نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔"

ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک رات میں اپنی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفہ زوجیت ادا فرما لیتے تھے۔ جب اس زوجہ محترمہ کے پاس آتے جس کی نوبت ہوتی تو اس کے پاس قیام فرما لیتے۔"

ابو داؤد اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ساری ازواج

مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔آپ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس غسل فرمانے لگے۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایک ہی غسل کیوں نہیں فرمالیتے۔آپ نے فرمایا:"یہ زیادہ پاکیزہ،عمدہ اوراطہر ہے۔"

- امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ایک دن میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا فرماتے تھے۔آپ صرف ایک غسل فرماتے تھے۔"

ابن عدی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ اپنی نوازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دوپہر کے وقت وظیفۂ زوجیت ادا فرمالیتے تھے۔"

تنبیہات

۱۔ ابن ابی اسامہ نے سعد بن مسعود للیثی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پسند نہیں کرتا کہ میں اپنی زوجہ کی شرم گاہ دیکھوں۔نہ ہی میں پسند کرتا ہوں کہ وہ میری شرم گاہ دیکھے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے لئے اور اسے تمہارے لئے لباس بنایا ہے۔میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی اور وہ میری یہ چیز دیکھتی ہیں۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی برابری کون کرسکتا ہے؟ جب وہ جانے لگے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مظعون باحیاء اور پاک دامن شخص ہے۔اس روایت کی سند میں عبید بن اسماعیل ہے۔یہ ضعیف ہے۔اسماعیل بن عیاش شامیوں کے علاوہ میں ضعیف ہے۔عبدالرحمان بن زیاد(ایک راوی) بھی ضعیف ہے۔جوشامی نہیں ہے۔"

۲۔ ابن حبان نے ان دونوں روایتوں کو مختلف حالتوں پر محمول کیا ہے۔جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ گیارہ ازواج مطہرات سے وظیفۂ زوجیت ادا فرمالیتے تھے،جبکہ دوسری میں نوازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے۔

۳۔ الحافظ ضیاء الدین مقدسی نے لکھا ہے کہ آپ کے ہاں ایک وقت میں گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کبھی جمع نہ ہوئی تھیں الایہ کہ وہ لونڈیاں ہوں۔"

۴۔ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"مومن کو جنت میں جماع کی اتنی اتنی قوت عطا کی جائے گی۔"انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس میں اتنی طاقت ہوگی؟ آپ نے فرمایا:"اسے ایک سوافراد کی قوت عطا کی جائے گی۔"

جب ہم چالیس کو سو سے ضرب دیتے ہیں تو یہ چار ہزار بن جاتا ہے۔اس سے اس روایت کا اشکال ختم ہوگیا جس میں ہے کہ آپ کو صرف چالیس افراد کی قوت عطا کی گئی تھی،جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک سو یا ایک ہزار افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔مزید تفصیلات آپ کے خصائص میں بیان کی جائیں گی۔"

۵۔ اس ضمن میں انبیائے کرام کو وہ خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں۔ حکیم ترمذی نے اپنی نوادر میں لکھا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی فضیلت کے مطابق زیادہ نکاح فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سینہ نور سے لبریز ہو جاتا ہے تو وہ رگوں سے بہنے لگتا ہے۔ نفس اور رگوں میں لطف آ جاتا ہے جس سے شہوت زیادہ ہوتی ہے اور اسے تقویت ملتی ہے۔"

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انبیائے کرام علیہم السلام کو کثرت مباشرت کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت دی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لذت ہوتی ہے۔"

الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے "جو رب تعالیٰ سے جتنا زیادہ ڈرتا ہے اس کی قوت شہوت اتنی زیادہ ہوتی ہے۔" قاضی ابن العربی نے سراج المریدین میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی خصوصیت عطا کی تھی۔ یہ امل کی قلت اور مباشرت کی قوت تھی۔ آپ اپنی محبت میں سارے لوگوں سے زیادہ تابع تھے۔ بقدر کفایت رزق آپ کو قناعت عطا کرتا تھا جبکہ تکلیف دہ حالت آپ کو سیراب کرتی تھی۔ آپ مباشرت پر سارے لوگوں سے زیادہ قوی تھے۔"

قاضی عیاض نے لکھا ہے "اس امر پر اتفاق ہے کہ نکاح کی کثرت اور زیادتی پر شرعاً اور عادۃً تعریف کی جاتی ہے۔ اس کی کثرت پر فخر کیا جاتا ہے۔ اس میں کمال کی دلیل ہے۔ یہ مرد کی صحت کی علامت ہے یہ معروف عادت ہے کہ اس کی کثرت پر فخر کیا جاتا ہے۔ اس پر تعریف کرنا گزشتہ طریقہ ہے۔ شریعت مطہرہ میں سنت ماثورہ ہے، حتیٰ کہ علماء اسے ایسا امر شمار نہیں کرتے جس کی وجہ سے زہد میں اعتراض کیا جائے۔ حضرت بلال بن ابی بردہ نے محمد بن واسع سے سوال کیا کہ گاؤں کے باشندوں میں زیادہ شہوت کیوں ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا "کیونکہ وہ بدکاری نہیں کرتے" اس روایت کو ثعلب نے امالیہ میں نقل کیا ہے رقیہ بن مسلمہ سے کہا گیا "اہل دیہات میں کھانے کی آرزو اور شہوت زیادہ کیوں ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا "کھانے کی آرزو تو اس لئے ہوتی ہے کیونکہ وہ روزے رکھتے ہیں اور شہوت اس لئے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ بدکاری نہیں کرتے۔"

امام غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے "ایک شخص نے صوفیاء کرام کی حالت کا انکار کیا۔ اہل دین میں سے ایک شخص نے اسے کہا "ان کی کون سی عادت تمہیں عجیب لگتی ہے؟ اس نے کہا "وہ زیادہ کھاتے ہیں" اس نے کہا "اگر تم اس طرح بھوکے ہوتے جس طرح یہ بھوکے ہوتے ہیں تو تم اس طرح کھاتے جس طرح یہ کھاتے ہیں۔ اس نے کہا وہ بہت سے نکاح کرتے ہیں" اس نے کہا "اگر تم اسی طرح اپنی آنکھوں کی اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے جس طرح وہ حفاظت کرتے ہیں تو تم بھی اسی طرح کثیر نکاح کرتے جس طرح وہ کرتے ہیں۔"

حضرت جنید بغدادی فرماتے تھے: "لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے جس طرح خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں کہتا ہوں: "سچی بات یہ ہے کہ بیوی دل کی طہارت کا سبب ہوتی ہے۔"

شکار اور ذبیحے

پہلا باب

ذبیحے اور وہ جانور جن کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے

ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے اونٹنی یا گائے ذبح کی۔

حضرت عبدالرحمان بن سابط سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے۔ جس کا دایاں پاؤں باندھ دیا جاتا تھا اور وہ اپنے بقیہ تین پاؤں پر کھڑی ہوتی تھی" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو بکری ذبح کر رہا تھا، مگر اسے عمدہ طریقے سے ذبح نہیں کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا۔۔۔۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ اس نے اپنا پاؤں بکری کے چہرے پر رکھا تھا اور اپنی چھری تیز کر رہا تھا وہ اپنی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آپ نے اسے فرمایا "اسے اس طرح ذبح نہ کرو کیا تم اس پر دو موتیں طاری کرنا چاہتے ہو؟"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی زیارت کی آپ قربانی کے جانوروں کو اپنے دست اقدس سے ذبح فرما رہے تھے آپ نے اپنے قدم مبارک ان کے پہلوؤں پر رکھے ہوئے تھے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری شخص سے راویت کیا ہے کہ آپ نے قربانی کا جانور لٹایا تا کہ اسے ذبح کریں۔ آپ نے اسے فرمایا: میری قربانی میں میری مدد کرو۔" اس نے آپ کی مدد کی۔

حضرت نعمان بن ابی فاطمہ نے ایک مینڈھا خریدا جو خوبصورت سینگوں اور خوبصورت آنکھوں والا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا "گویا کہ یہ وہی مینڈھا ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا۔" ایک انصاری صحابی گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک مینڈھا خریدا جو اسی صفت سے متصف تھا۔ آپ نے اسے لیا اور اس کی قربانی کی۔"

دوسراباب

بحر و بر کا شکار' تیر اور حیوان

ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے' وہ اپنے والد گرامی اور دادا جان سے روایت کرتے ہیں۔ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' عبدالرزاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سلیمان بن موسیٰ نے مرسل اور یحییٰ بن ابی کثیر نے بلاغاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سمندر پاک ہوتا ہے' اس کا پانی پاکیزہ ہوتا ہے۔''

دوسرے الفاظ میں ہے''سمندر کا پانی پاکیزہ اور اس کا مردار حلال ہوتا ہے۔''

ابوداؤد نے (انہوں نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے) ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ٹڈی سمندر کے شکار میں سے ہے۔'' ابن ماجہ نے حضرت انس اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ٹڈیاں سمندر میں مچھلی کی چھینک ہیں۔''

ابو یعلی نے قاسم بن مخول البہزی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے سنا۔انہوں نے کہا میں نے الابواء کے مقام پر جال نصب کئے۔ایک جال میں ہرن پھنس گیا۔اس نے جال کی رسی نکال لی اور چل دیا۔میں اس کے تعاقب میں نکلا ایک شخص مجھ سے قبل اس تک پہنچ چکا تھا۔اس نے اسے پکڑ لیا۔ہم اس کا جھگڑا لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ مقام ابواء میں ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز تھے۔آپ چمڑے کی چٹائی پر آرام کر رہے تھے۔آپ نے وہ ہرن ہمارے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا۔میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ٹانگ میں میری رسی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ تمہارے لئے ہے۔''

شیخان نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارا سکھایا ہوا کتا تمہارے لیے قتل کر دے تو شکار کو کھا لو جب وہ شکار میں سے کھالے تو اسے نہ کھاؤ۔اس نے اسے اپنے لئے روکا ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں۔اس کے ساتھ کسی اور کتے کو پاتا ہوں۔آپ نے فرمایا: ''اس میں سے نہ کھاؤ۔تم نے اپنے کتے پر تو تسمیہ پڑھی تھی دوسرے کتے پر تسمیہ نہیں پڑھی تھی۔''

امام احمد' ائمہ خمسہ اور امام نسائی نے ابو ثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے سکھائے ہوئے کتے کو چھوڑو۔تم نے چھوڑتے وقت رب تعالیٰ کا ذکر کیا ہو اور بسم اللہ پڑھی ہو تو اسے کھا لو، جو تمہارے سکھائے ہوئے کتے نے تمہارے لئے روکا ہو۔اگرچہ اس نے اسے قتل کر دیا ہو۔اگر تم اپنا ایسا کتا بھیجو جسے سکھایا ہی نہ ہو۔اگر تم شکار پورا پالو تو اسے کھالو اسے بھی کھالو جسے تمہارا تیر واپس لوٹائے۔اگرچہ اس نے اسے قتل کر دیا ہو، بشرطیکہ تم نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو۔''

ائمہ ستہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنا کتا بھیجا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام پڑھا ہو تو جسے تمہارے لئے بچایا ہو اگر چہ اس نے اسے قتل کر دیا ہو الا یہ کہ کتے نے کھالیا ہو۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے لئے روکا ہو۔ اگر اس میں اس کے علاوہ دیگر کتے بھی شامل ہو جائیں تو پھر نہ کھاؤ، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ اگر تم تیر پھینکو تو شکار کو ایک یا دو دن کے بعد پالو اس پر صرف تمہارے تیر کا ہی نشان ہو تو اسے کھالو۔ اگر وہ پانی میں گر چکا ہو تو اسے نہ کھاؤ۔"

امام مسلم اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم اور طبیب روح و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم اپنے کتے کو چھوڑو تو اس پر رب تعالیٰ کا نام لے لو۔ اگر اسے تمہارے لئے روک دے تم اسے زندہ پالو تو اسے ذبح کر لو۔ اگر تم دیکھو کہ وہ مقتول ہے اور کتے نے اس میں سے نہیں کھایا تو تم اس سے کھالو۔ اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا پاؤ، جبکہ شکار ہلاک ہو چکا ہو تو اسے نہ کھاؤ تم نہیں جانتے کہ اسے کس نے ہلاک کیا ہے۔ اگر تم اپنا تیر پھینکو تو اس پر بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اگر شکار ایک دن تم سے غائب رہے اس پر صرف تمہارے تیر کا نشان ہی ہو تو چاہو تو اسے کھالو۔ اگر تم اسے پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو اسے نہ کھاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ پانی نے اسے مارا ہے، یا تمہارے تیر نے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و جسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم اپنا کتا چھوڑو۔ وہ شکار کو کھالے تو تم نہ کھاؤ۔ اس نے اسے اپنے لئے روکا ہے اگر تم نے اسے چھوڑا اس نے شکار کو قتل کر دیا، مگر اسے نہ کھایا تو اس کو کھالو اس نے اپنے مالک کے لئے ہی اسے روکا ہے۔"

امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم شکار کے لئے تیر پھینکو وہ تم سے تین دن تک غائب رہے پھر تم اسے پالو تو اگر اس میں بو پیدا نہیں ہوئی تو اسے کھالو۔"

تیسرا باب

شکار اور نگرانی کے لئے کتا رکھنے کا جواز

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جانوروں یا نگہبانی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے کتا رکھا تو اس کے عمل سے ہر روز دو قیراط کم ہو جائیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جانوروں یا نگہبانی یا کھیتی باڑی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے کتا رکھا تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط اجر کم ہو جائے گا۔"

چوتھا باب

کن حیوانات کو مارنا مباح اور کن کو مارنا منع ہے

حاکم اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپ اور بچھو کو مار ڈالو اگرچہ تم نماز میں ہی ہوں۔"

امام احمد شیخان ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو دھاری دار اور دم کٹے سانپ کو قتل کر دو۔ یہ بصارت ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔"

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: دو دھاریوں والے سانپ کو قتل کر ڈالو یہ بصارت ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔"

الطبرانی نے ابراہیم بن جریر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سارے سانپوں کو قتل کر ڈالو۔ جس نے اس انتقام کے بدلے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپوں اور کتوں کو مار ڈالو۔ دو دھاری اور دم کٹے سانپ کو مار ڈالو۔ یہ بصارت ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار ڈالو۔"

ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سارے سانپوں کو مار ڈالو۔ جو ان کے انتقام سے ڈر گیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "چھپکلی کو مار ڈالو خواہ خانہ کعبہ کے اندر ہو۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سانپوں کو قتل کر دو جس نے دو دھاری دار یا دم کٹا سانپ پالیا اور اسے قتل نہ کیا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں بصارت ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سانپوں کو مار ڈالو جب سے ہم نے ان کے ساتھ جنگ شروع کی ہے ہم نے ان کے ساتھ صلح نہیں کی۔"

حاکم اور الطبرانی نے سراء بنت نبھان الغنویہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سارے سانپوں کو مار ڈالو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے سیاہ ہوں یا سفید۔ میری امت میں سے جس نے اسے مار ڈالا وہ آگ میں اس کا بدل ہو جائے گا، اور اگر سانپ نے اسے مار ڈالا تو وہ شہید ہوگا۔"

عبدالرزاق نے حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سانپ اور بچھو کو ہر حال میں مار ڈالو۔"

پانچواں باب

قربانی کے جانور

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔ قربانی کے جانور کا اشعار کرنا اور اسے قلادہ پہنانا

امام احمد، امام شافعی، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی منگوائی۔ اس کی کوہان کے دائیں طرف اشعار کیا۔ اپنے دست اقدس سے اس کا خون صاف کیا اور نعلین کے ساتھ اسے قلادہ پہنایا۔"

شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار بیت اللہ کی طرف بکری بھیجی اور اسے قلادہ پہنایا۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال قربانی کے جانور اپنے ساتھ لیے۔ ان میں ابوجہل کا سرخ اونٹ بھی تھا۔ اس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی تا کہ اس کے ذریعے مشرکین کو آتش غیظ میں جلائیں۔"

شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حجۃ الوداع" کے وقت ہمارے پاس گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ مجھے کہا گیا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے گائے ذبح کی گئی ہے۔"

امام مسلم، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم نحر کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح کی۔

ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آل محمد (ﷺ) کی طرف سے گائے ذبح کی۔"

ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی عمرہ کرنے والی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔"

شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راویت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خود اپنے دست اقدس سے حضور اکرم ﷺ کے قربانی کے جانور کے قلادے بٹے۔ آپ نے انہیں اشعار کیا اور قلادے پہنائے، پھر انہیں بیت اللہ بھیجا۔ آپ نے مدینہ طیبہ قیام فرمایا آپ پر ان اشیاء میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوئی جو آپ پر حلال تھیں۔"

شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے انہیں قلادے پہنائے، پھر انہیں میرے والد گرامی کے ہاتھوں بھیج دیئے۔ آپ پر وہ ایسی چیز حرام نہ ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی تھی، حتیٰ کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیا گیا۔"

ابن ماجہ اور ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح اور موقوف کہا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی قربانی کا جانور قدید سے خریدا۔

۲۔ قربانی کے جانور پر سواری کرنے کا حکم

امام مالک اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو بدنہ ہانکے جا رہا تھا آپ نے اسے فرمایا "اس پر سوار ہو جا" اس نے عرض کی: "یہ بدنہ ہے۔" آپ نے اسے تین بار اسی طرح فرمایا۔ تیسری یا چوتھی بار فرمایا: "تیری خیر! اس پر سوار ہو جا" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس شخص کو دیکھا۔ وہ اس پر سوار ہو گیا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔"

۳۔ جس کی ھدی کا جانور رستہ میں بیمار ہو جائے

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقبیصہ ذویب رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سولہ قربانی کے جانور اس شخص کے ساتھ بھیجے جسے حضرت ابوذویب کی روایت میں ابوقبیصہ کہا جاتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جو قربانی کے جانور لے کر جاتا تھا۔ آپ اسے فرماتے "اگر ان میں سے کوئی جانور بیمار ہو جائے اور تمہیں اس کی موت کا خدشہ ہو تو اسے ذبح کر دینا اور اس کے نعل خون میں بھگو دینا پھر اسے اس کے پہلو پر مارنا۔ اس میں سے کچھ نہ کھانا" دوسری روایت میں ہے اس میں سے نہ تو تم خود کھانا اور نہ ہی تمہارے کارواں میں سے کوئی شخص اسے کھائے۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ قربانی کے جانور لے کر

جاتے تھے۔ یا آپ کے قربانی کے جانور لے کر جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: قربانی کا جو جانور ہلاکت کے قریب ہو جائے میں اسے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے ذبح کر دو، اس کا نعل اس کے خون میں بھگو دو۔ اسے اس کے پہلو پر مارو۔ اس کے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ تاکہ وہ اسے کھالیں۔"

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہمراہ قربانی کے جانور بھیجے۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی جانور ہلاکت کے قریب ہو جائے تو اسے ذبح کر دینا، پھر اس کا نعل اس کے خون میں بھگو دینا پھر اس کے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جانا۔" امام احمد نے عمرو بن خارجہ الثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہمراہ قربانی کے جانور بھیجے۔ آپ نے فرمایا: جب ان میں سے کوئی ہلاکت کے قریب ہو جائے تو اسے ذبح کر دینا۔ اس کا نعل اس کے خون میں بھگو کر اس کے پہلو پر مارنا اور نہ خود کھانا نہ ہی اپنے کارواں کو کھانے دینا۔"

۴۔ مدینہ طیبہ سے ہدی بھیجنا

امام مالک، امام احمد اور ائمہ ستہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مدینہ طیبہ سے ہدی بھیجتے تھے۔ میں نے اس روئی سے ان کے قلادے بنائے جو ہمارے ہی تھی۔ آپ نے ان اشیاء میں سے کسی چیز سے بھی اجتناب نہ کیا جس سے محرم اجتناب کرتا ہے اور آپ نے وہ امور سرانجام دیئے جو غیر محرم شخص اپنے اہل خانہ سے سرانجام دے سکتا ہے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے، بزار نے حضرت جابر سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عطاء بن یسار سے بنو ابی سلمہ کے بعض افراد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنی قمیص مبارک کو اپنے گریبان سے چاک کیا حتیٰ کہ اسے اپنی مبارک ٹانگوں سے نکالا۔ حضرت جابر نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جس بدنہ کو بھیج رہا ہوں اسے آج قلادہ پہناؤں، اور آج چشمہ پر اس کا اشعار کروں۔ میں نے قمیص پہن لی۔ میں بھول گیا میں نے اپنی قمیص اپنے سر سے نہ نکالی۔ آپ قربانی کے جانور بھیجتے تھے، حالانکہ آپ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔"

۵۔ اپنے دست اقدس سے قربان کرنا

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ حجۃ الوداع میں ایک سو قربانی کے جانور لے کر گئے ان میں سے تیس جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے۔ بقیہ کے بارے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے انہیں ذبح کیا۔ آپ نے فرمایا: "ان کا گوشت، جھولیں اور چمڑے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ ان میں سے قصاب کو کچھ بھی نہ دینا۔ ہر اونٹ کے گوشت میں سے ایک ٹکڑا ہمارے لئے لو۔ انہیں ایک ہنڈیا میں ڈالو حتیٰ کہ ہم اس میں کھالیں، اور اس کا شوربہ پی لیں۔"

ابو داؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے تیس جانور اپنے دست اقدس سے ذبح کئے۔ بقیہ کے بارے مجھے حکم دیا میں نے دیگر جانور ذبح کر دیئے۔"

چھٹا باب

قربانی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ آپ کا ہمیشہ قربانی کرنا اور اس کی ترغیب دینا

حضرت امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت تحریر کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنی ظاہری حیات طیبہ کے دس سال گزارے اور آپ نے قربانی کی۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں دس سال بسر فرمائے۔ آپ ہر سال قربانی کرتے رہے۔ ہر سال آپ اس موقع پر نہ تو حلق کراتے تھے نہ قصر۔"

امام احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کو گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہوں کے قریب تک نہ جائے۔"

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس روز ہم سب سے پہلے ابتداء اس طرح کریں گے کہ ہم نماز ادا کریں گے، پھر واپس آئیں گے، پھر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح عمل کیا وہ صحیح طریقہ تک پہنچ گیا، اور جس نے نماز کی ادائیگی سے قبل قربانی کر لی تو یہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کے لئے جلدی بنایا ہے۔ اس میں قربانی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔"

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس جانور کو ذبح کیا اور اس کی کون سی صفات کو پسند فرمایا

امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں آپ کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔ آپ نے دو سفید سینگوں والے سفید اور سیاہ بکرے ذبح کئے۔ فرمایا "یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جو قربانی نہ کر سکتے ہو۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے اپنا مبارک قدم قربانی کے جانور کے پہلو پر رکھا ہوا تھا۔ آپ تسمیہ پڑھ رہے تھے اور تکبیر کہہ رہے تھے۔ آپ نے ان دونوں بکروں کو اپنے دست اقدس سے ذبح کیا۔

"امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سفید و سیاہ سینگوں والے بکرے ذبح کئے۔" ائمہ اربعہ اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ سینگوں

والے بکرے کو بطور قربانی ذبح کرتے تھے۔ جس کی آنکھیں بھی سیاہ پیٹ بھی سیاہ اور ٹانگیں بھی سیاہ ہوتی تھیں۔"

امام احمد نے حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ایسے بکرے ذبح کئے جس کے کان کٹے ہوئے تھے، اور انہیں خصی کیا گیا تھا۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ابو یعلی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں دو سرمگیں اور کان کٹے ہوئے بکرے پیش کئے گئے۔ آپ نے انہیں ذبح کیا۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خاکی میٹالے بکرے کا خون اللہ تعالیٰ کے ہاں سیاہ بکرے کے خون سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عیدالاضحیٰ کے روز اپنی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے ایک گائے ذبح کی" امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں اونٹ بطور قربانی ذبح کرتے تھے۔ اگر اونٹ دستیاب نہ ہوتا تو بکرا ذبح فرما دیتے تھے۔"

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے عیدالاضحیٰ کے روز دو سینگوں والے سرمگیں بکرے ذبح کئے۔ ایک اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسرا اپنی اور اپنی امت مرحومہ کے ان افراد کی طرف سے ذبح کیا جو قربانی نہ کر سکتے ہوں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سرمگین بکرے ذبح فرماتے تھے آپ ان کے پہلوؤں پر پاؤں مبارک رکھتے تھے جب آپ ذبح فرمانے لگتے تو یہ دعا مانگتے۔

اللھم منك ولك اللھم تقبل من محمد و امته۔

۳۔ قربانی کے جانور کے ناپسندیدہ اوصاف

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: "حضور سید والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے۔ میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے کم درجہ اور میرے پورے آپ کے پوروں سے کم مرتبہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: "چار جانوروں کی قربانی درست نہیں۔ ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو۔ ایسا بیمار جانور جس کا مرض واضح ہو۔ ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ جس کی ہڈی شکستہ ہو اور اس کی ہڈی میں مغز باقی نہ ہو" آپ نے فرمایا: "مجھے یہ ناپسند ہے کہ اس کے کان میں کوئی نقص ہو" آپ نے فرمایا: جو تجھے ناپسند لگے تو اسے چھوڑ دے اور اسے کسی پر حرام نہ کر۔"

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس جگہ اور کس وقت قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے

امام بخاری، ابو داؤد، امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قربانی

کے جانور ذبح فرماتے تھے اور ان کا وقت بھی بیان فرماتے تھے۔ امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں "آپ عیدگاہ کے پاس ذبح اور نحر کرتے تھے۔"

امام احمد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عیدگاہ میں قربانی کے جانوروں کے پاس جب آپ نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا تو منبر سے اترے آپ کی خدمت میں ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے اپنے دست اقدس سے ذبح کیا۔ فرمایا "بسم اللہ، اللہ اکبر، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے۔ جنہوں نے قربانی نہیں کی۔"

ابن ماجہ نے حضرت سعد القرظی سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو زریق کی سڑک کے پاس گلی میں اپنے دست اقدس سے چھری کے ساتھ قربانی ذبح کی۔"

۵۔ تین دنوں کے بعد قربانی کا گوشت کھا لینے کا حکم

شیخان اور نسائی نے حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "کیا آپ نے منع کیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھایا جائے؟ انہوں نے فرمایا: "آپ نے یوں اس سال کہا تھا جس سال لوگوں کو بہت زیادہ بھوک نے آ لیا تھا۔ آپ نے غنی اور فقیر کو کھلانے کا ارادہ فرمایا۔ ہم پائے اٹھا لیتے تھے اور قربانی کے پندرہ روز بعد کھاتے تھے۔ اس نے عرض کی "اس اضطرار کی وجہ کیا تھی؟ وہ مسکرائیں۔ انہوں نے فرمایا: آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین روز کے کم عرصہ میں کبھی روٹی نصیب نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کہ وہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے قربانی دیں

امام احمد، ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھا۔ انہوں نے دو بکرے ذبح کئے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک میری طرف سے اور دوسرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے" میں نے ان سے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ کی طرف سے دو بکرے ذبح کیا کروں۔ میں اسی طرح کرتا ہوں۔"

۷۔ امت مرحومہ کی طرف سے قربانی

ابن ماجہ اور عبدالرزاق نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے تو وہ موٹے، بڑے، سینگوں والے سرمگیں خصی بکرے خریدتے۔ ان میں سے ایک امت میں

سے اس شخص کے لئے ذبح کرتے جس نے آپ کے لئے توحید کی شہادت دی ہوتی آپ کے لئے تبلیغ اور پیغام حق پہنچانے کے لئے شہادت دی ہوتی جبکہ دوسرا بکرا حضرت محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے ذبح کرتے۔"

ابو یعلیٰ' ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے دو سرمگیں بکرے ذبح کئے پہلے بکرے کو ذبح کرتے وقت فرمایا "عن محمد و آل محمد ﷺ" دوسرے کو ذبح کرتے وقت فرمایا "عن من آمن بی و صدقنی من امتی۔"

ابو یعلیٰ' امام احمد' امام حاکم نے حسن سند سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا جود و کرم ﷺ جب قربانی کرنے کا ارادہ کرتے تو دو موٹے سینگوں والے' سرمگیں اور خصی بکرے خریدتے جب آپ نماز ادا کر لیتے تو خطبہ ارشاد فرماتے' پھر ان میں سے ایک بکرے کو لایا جاتا۔ اس وقت آپ عیدگاہ میں ہوتے۔ آپ اسے مدینہ طیبہ میں اپنے دست اقدس سے ذبح کرتے۔ آپ یہ دعا فرماتے۔ "مولا! یہ میری امت میں سے اس شخص کی طرف سے ہے۔ جس نے تیرے لئے توحید کی شہادت دی۔ میرے لئے یہ گواہی دی کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے" پھر دوسرا بکرا لایا جاتا۔ آپ عیدگاہ میں ہی ہوتے آپ اسے بھی بذات خود ذبح فرماتے پھر عرض کرتے "مولا! یہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کے لئے ہے" آپ ان میں سے مساکین کو کھلاتے خود بھی تناول فرماتے' اور اہل بیت کو بھی کھلاتے۔

ابو یعلیٰ نے حسن اسناد سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جو دو سرمگیں سینگوں والے عظیم خصی بکرے پیش کئے گئے۔ آپ نے ان میں سے ایک کو پہلو کے بل لٹایا اور فرمایا:

بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ھذا عن محمد و آل محمد۔

پھر دوسرا بکرا لٹایا اور فرمایا:

بسم اللہ، اللہ اکبر عن محمد و امتہ من شھد لہ بالتوحید ولی بالبلاغ۔

الطبرانی نے حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ دو سرمگیں بکرے قریب کرتے ان میں سے ایک کو ذبح کرتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم ھذا عن امتی لمن شھدلک بالتوحید و شھد لی بالبلاغ۔

پھر دوسرے کو لٹاتے اور یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللہ اللھم منک و الیک ھذا عن محمد و آل بیتہ۔

یا یہ دعا مانگتے:

بسم اللہ اللھم منک و بک ھذا عمن وحدک من امتی۔

ابو یعلیٰ اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو سینگوں والے سرمگیں بکرے

قریب کیے۔ ان میں سے ایک کو ذبح کرتے وقت فرمایا۔

بسم الله اللهم منك واليك هذا عن من وحدك من امتي۔

۸۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانی کے جانور ذبح کرنا

شیخان، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "آپ نے انہیں ایک بکری عطا کی۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بکریاں تقسیم کر رہے تھے بکری کا بچہ باقی رہ گیا۔ جو جذع (آٹھ یا نو ماہ کا تھا) میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا آپ نے فرمایا: "تم اس کی قربانی دے دو۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور پیکر جود و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قربانی کے جانور تقسیم فرمائے۔ آپ نے مجھے بکری کا آٹھ یا نو ماہ کا بچہ عطا کیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جذع ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم اسے ہی قربان کر دو۔" میں نے اس کو قربان کر دیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بکریوں کا ایک ریوڑ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے ہم میں تقسیم کر دیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے روز صحابہ کرام میں بکریاں تقسیم کیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اپنے عمرہ کے لئے ذبح کرو۔ یہ تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بکرا آیا تھا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف بکریاں بھیجیں۔ آپ نے انہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین تقسیم کیا وہ ان کو بطور تمتع ذبح کرتے رہے۔ ایک کمزور سا بکرا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ انہوں نے اپنے تمتع میں سے اسے ہی ذبح کر دیا۔"

الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کو آٹھ یا نو ماہ کا بکرا عطا فرمایا اور اسے قربانی کرنے کا حکم دیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اور ایک انصاری صحابی صخر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے جانور تقسیم کئے۔ انہیں اور ان کے ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ آپ نے اپنے سر اقدس کا حلق کرایا۔ بال مبارک کپڑے میں تھے آپ نے گیسوئے پاک انہیں عطا کئے انہوں نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے ناخن پاک کٹوائے۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو بال مبارک عطا کر دیئے۔ یہ بال مبارک اب بھی ہمارے پاس ہیں وہ حناء اور کتم سے رنگے ہوئے ہیں۔

ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قدید سے قربانی کا جانور خریدا۔ امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری صحابی ابو الخیر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی قربانی کا جانور لٹایا تاکہ اسے ذبح کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس قربانی پر میری مدد کرو" اس نے آپ کی مدد کی۔"

تنبیہات:

۱۔ سابقہ احادیث میں صفت کے اختیار میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ دیکھنے کے اعتبار سے عمدہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ موٹاپے اور کثرت گوشت کے اعتبار سے ہو۔

۲۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

فقد فعل سنتنا۔

اس جگہ السنتہ سے مراد طریقہ ہے وہ سنت مراد نہیں جو وجوب کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ الطریقہ اس سے اعم ہے کہ وہ استحباب یا وجود کے لئے ہو۔ جب تک کہ اس کے وجوب پر دلیل قائم نہ ہو یہ استحباب کے لئے ہوتی ہے۔

ساتواں باب

عقیقہ

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ عقیقہ نام کی ناپسندیدگی

امام مالک اور امام احمد نے حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ بنو ضمرہ کے ایک شخص نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا کہ حضور سید المرسلین ﷺ سے عقیقہ کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: میں حقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا" گویا کہ آپ نے یہ نام ناپسند کیا آپ نے فرمایا: "جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو۔ وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو اسے اس طرح کرنا چاہیے۔"

۲۔اپنی ذات اقدس کی طرف سے عقیقہ فرمانا

ابویعلیٰ ترمذی بزار اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے ہیثم بن جمیل کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں۔ اسی طرح اس میں الطبرانی کے شیخ احمد بن مسعود الخیاط المقدسی نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔"

۳۔حضرت امام حسن حضرت امام حسین اور حضرت امام محسن رضی اللہ عنہم کا عقیقہ فرمانا

ابویعلیٰ اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرات انس رضی اللہ عنہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بریدہ سے ابویعلیٰ اور الطبرانی نے حضرت جابر سے ابویعلیٰ نے صحیح راویوں سے سوائے ان کے شیخ اسحاق کے۔ ابن ابی شیبہ ابویعلیٰ اور امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر سے الطبرانی نے جید سند سے ایک اور سند سے ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ امام احمد ابویعلیٰ اور النسائی نے الکبریٰ میں حضرت بریدہ بن حصیب سے ابویعلیٰ بزار نے صحیح سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نسائی نے ابن عباس سے حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن ابی شیبہ ابویعلیٰ ابن حبان حاکم بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی شیبہ اور احمد نے ابن رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ نے دو ایک جیسے اور ملتے جلتے بکرے ذبح کئے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے" یہ عقیقہ آپ نے ساتویں روز کیا آپ نے حکم دیا کہ ان کے سر کے بالوں کو مونڈھ دیا جائے فرمایا" رب تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرو اور یوں کہو:

بسم اللہ واللہ اکبر اللھم منك ولك ھذہ عقیقۃ فلان۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ روئی لیتے تھے اسے عقیقہ کے خون میں بھگوتے تھے پھر اسے بچے کے سر پر رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ خون کی جگہ خوشبو رکھو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔ جب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے عرض کی: کیا میں اپنے نور نظر کا عقیقہ خون سے نہ کروں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ ان کے سر کا حلق کراؤ، پھر بالوں کے وزن کے برابر فی سبیل اللہ صدقہ کردو۔"

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کا ختنہ ساتویں روز کیا۔" الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان شہزادوں کے نام حسن حسین اور محسن رکھے۔ ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ ان کے سروں کا حلق کرایا۔ بالوں کے برابر صدقہ کیا گیا۔

قسمیں اور نذریں

پہلا باب

جن الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسمیں لیں اور جھوٹی قسمیں کھانے سے ممانعت

ا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا ''اس ذات بابرکات کی قسم اٹھاؤ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ تمہارے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔'' یعنی مدعی کی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے یہودیوں کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا۔ اسے فرمایا:

''میں تمہیں اس اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔''

۲۔ جھوٹی قسم کھانے سے ممانعت:

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائی اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہیے۔''

۳۔ آپ کیسے قسم اٹھاتے تھے؟

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ اکثر ان الفاظ سے قسمیں اٹھاتے تھے:

لا و مقلب القلوب۔

ابن ماجہ اور النسائی کے الفاظ ہیں:

لا و مفرق القلوب۔

امام احمد ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کوشش سے قسم اٹھاتے تو یوں فرماتے: ''نہیں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست قدرت میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔''

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت رفاعۃ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ قسم اٹھاتے تو آپ یوں فرماتے۔

''مجھے اس ذات برکات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان (پاک) ہے۔''

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قسم اس طرح ہوتی تھی۔

لا واستغفر الله۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جبکہ شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اے امت محمدیہ (ﷺ) واللہ! اگر تم وہ کچھ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے مہم بھیجی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا بعض لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم ان کی امارت پر طعن کرتے ہو تو تم نے ہی ان کے والد گرامی کی امارت پر طعن کیا تھا۔

"اللہ کی قسم! بخدا! وہ امارت کے مستحق تھے۔ وہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب تھے، اور ان کے بعد اسامہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔"

۴۔ جس کے ساتھ قسم اٹھانے سے آپ نے روکا ہے؟

امام احمد، شیخان اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا" میں تمہیں روکتا ہوں کہ تم اپنے آباء واجداد کی قسمیں اٹھاؤ۔"

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو اپنے باپ کی قسم اٹھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے آباء کی قسمیں نہ اٹھایا کرو جو اللہ رب العزت کی قسم اٹھائے تو وہ سچ بولے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے تو وہ راضی ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہ ہو تو اس کا رب تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

امام احمد، امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہ ہی بتوں کی اور نہ ہی اپنے آباؤ کی قسمیں اٹھاؤ۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے جان بوجھ کر جھوٹی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھائی تو وہ اس طرح ہے جس طرح اس نے کہا۔"

امام احمد ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے قسم اٹھائی اور کہا "میں اسلام سے بری ہوں" اگر چہ وہ جھوٹا ہی ہو تو وہ اسی طرح ہوگا جس طرح اس نے کہا"

اگر وہ سچا ہوا بھی تو وہ صحیح وسالم اسلام کی طرف نہ لوٹا۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سماعت فرمایا۔"وہ کہہ رہا تھا "پھر میں یہودی ہوا" آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی ہے۔"

تنبیہات:

۱۔ زاد المعاد میں ہے:"آپ نے اسی سے زائد مقامات پر قسم اٹھائی رب تعالیٰ نے تین مقامات پر آپ کو قسم اٹھانے کا حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڤ (یونس:۵۳)

ترجمہ: اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے کیا یہ واقعی سچ ہے آپ فرمائیے ہاں بخدا یہ سچ ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ (التغابن:۷)

ترجمہ: گمان کرتے ہیں کفار کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہ کیا جائے گا فرمائیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا پھر تمہیں آگاہ کیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ (سبا:۳)

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرمائیے ضرور آئے گی۔ مجھے اپنے رب کی قسم۔

کبھی آپ قسم میں استثنیٰ فرماتے۔ کبھی قسم کا کفارہ ادا فرما دیتے اور کبھی قسم پر عمل پیرا ہو جاتے۔

۲۔ ابوداؤد نے اعرابی کی داستان میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"افلح و ابیه" علماء کرام نے فرمایا ہے: کہ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ بہت سے کلمات کی اصل کو ترک کر دیا گیا ہے۔ وہ ماوضع لہ میں مثال کی مانند استعمال ہوتے ہیں جیسے اہل عرب قسم کا لفظ اس وقت بھی استعمال کرتے ہیں جب وہ کسی کام کو عجیب اور عظیم سمجھیں۔ یہ محال ہے کہ آپ نے قسم سے غیر اللہ کا مقصد فرمایا ہو۔ بالخصوص اس شخص کا جو کفر پر مرا ہو۔ یہ اعرابی کی بات پر تعجب ہے اور متعجب منہ کو عظیم سمجھا گیا ہے۔ اصل وضع کے اعتبار سے قسم کا لفظ اس امر کے لئے تھا جس کو عظیم سمجھا جائے اس لفظ میں وسعت آگئی اور اسے اس وجہ پر استعمال کیا گیا۔ شاعر کہتا ہے:

فان تك ليلى استودعتنى امانة   فلا و ابى اعدائها لا اخونها

اس شعر میں شاعر نے "یابی اعدائها" سے قسم کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ یہ تعجب کی ایک قسم ہے۔

دوسرا باب

آپ کی قسم میں استثناء، قسم سے رجوع اور اس کا کفارہ

اس میں دو انواع ہیں۔

۱۔ آپ کی قسم میں استثناء

ابوداؤد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا: "بخدا! میں قریش پر ضرور لشکر کشی کروں گا۔" پھر فرمایا: "ان شاء اللہ" پھر فرمایا: "واللہ! میں قریش پر ضرور حملہ کروں گا" پھر فرمایا: "ان شاء اللہ!"

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اشعری قبیلہ کے چند افراد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ ۔ (الکہف: ۲۴)

ترجمہ: اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے۔

سے مراد استثناء ہے، یعنی جب آپ اس کا ذکر کریں تو ان شاء اللہ کہا کریں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت ہے۔ ہم میں سے کسی ایک کے لئے روا نہیں کہ مستثنیٰ کرے مگر قسم کے ساتھ۔"

۲۔ جب آپ نے کسی چیز پر قسم اٹھائی، پھر اس سے بہتر چیز دیکھی تو قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور بہتر پر عمل فرمایا:

امام بزار، امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ آپ انہیں سواریوں پر سوار کریں۔ آپ نے فرمایا: "بخدا! میں تمہیں سوار نہ کروں گا۔" جب وہ جانے لگے تو آپ نے انہیں بلایا اور سوار کرایا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!" آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ مجھے سوار نہ کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں تمہیں سوار کروں گا۔"

الطبرانی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تا کہ میں آپ کو عرض کروں کہ میری قوم کے افراد کے ہمراہ مجھے سوار کریں۔

آپ نے مجھے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ بخدا! نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا جانور ہے جس پر آپ کو سوار کروں۔" آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ آپ کی خدمت میں تین اونٹنیاں پیش کی گئیں جن کی کوہانیں بلند تھیں۔ آپ نے ہماری طرف پیغام بھیجا اور ہمیں سوار کرا دیا۔ جب ہم روانہ ہوئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میرا خیال ہے کہ ان میں ہمارے لئے برکت نہیں ڈالی گئی۔ آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سوار نہ کریں گے پھر آپ نے ہمیں سوار کر دیا۔" پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو آپ کی قسم کے بارے بتایا آپ نے فرمایا: میں اپنی قسم بھولا تو نہیں لیکن جب میں قسم اٹھاتا ہوں پھر اس کے علاوہ کسی اور چیز کو اس سے بہتر دیکھتا ہوں تو بہتر کو کر لیتا ہوں۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔"

تیسرا باب

قسموں کے بارے میں جامع آداب

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ قسم میں نیت کے بارے:

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری قسم اس چیز پر ہے جس پر تمہاری تصدیق تمہارا ساتھی کرے" امام مسلم اور ابن ماجہ نے لکھا ہے۔ قسم، قسم اٹھوانے والے کی نیت پر ہے۔"

۲۔ قسم پورا کرنے کا حکم:

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور دارقطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک عورت نے مجھے طشت میں پھل پیش کئے میں نے ان میں سے کچھ کھائے تو اس نے کہا "میں قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ بقیہ نہ کھاؤ" آپ نے فرمایا: "تم اس سے بری ہو۔ گناہ گار قسم اٹھانے والا ہوتا ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قسم پورا کرنے کا حکم دیا" الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔" انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قسم کو پورا کرنے کا حکم دیا۔"

۳۔قسم پر مجبور گناہگار نہیں ہے:

امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے اور ابن امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مقہور پر قسم نہیں ہے۔''

چوتھا باب

نذر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک طریقہ

ا۔نذر ماننے سے ممانعت

امام احمد، شیخان، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر سے منع فرمایا۔آپ نے فرمایا: ''یہ کسی چیز کو مقدم یا مؤخر نہیں کرتی۔اس کے ذریعے بخیل یا کمینے سے مال نکلوایا جاتا ہے۔''

امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نذر نہ مانا کرو۔نذر تقدیر سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی اس کے ذریعے بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے۔''

اطاعات اور مباحات

حارث نے ضعیف سند سے حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کی طرف سے اچھی خبر آئی تو میں اس کی اس طرح حمد کروں گا۔جس طرح اس کی ستائش کا حق ہے'' آپ کو اس کی طرف سے اچھی خبر مل گئی۔آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم لك الحمد شكرا۔ و لك المن فضلا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر ان کی طرف سے اچھی خبر آئی تو میں اپنے رب تعالیٰ کی اس طرح حمد کروں گا جس طرح اس کی حمد کا حق ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یوں کہا تھا:

اللهم لك الحمد شكرا و لك المن فضلاً۔

''اس روایت کو الطبرانی نے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔''

الطبرانی نے حضرت انس اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کی اونٹنی جدعاء گم ہو

تھی۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: اگر رب تعالیٰ نے اسے میرے پاس لوٹا دیا تو میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا" وہ اونٹنی عرب کے کسی قبیلہ میں چلی گئی۔ جس میں ایک مسلمان عورت تھی۔ جب ان کے اونٹ چرتے تو یہ اونٹنی تنہا چرتی تھی۔ جب وہ بیٹھتے تھے تو یہ تنہا بیٹھتی تھی۔ یہ اپنی گردن زمین پر رکھ دیتی تھی۔ وہ خاتون اس پر سوار ہوئی اور اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں لے آئی۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "الحمد للہ! ہم منتظر رہے کہ کیا آپ نماز پڑھتے ہیں یا روزہ رکھتے ہیں۔" صحابہ کرام نے گمان کیا کہ آپ بھول گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر رب تعالیٰ نے مجھے اونٹنی لوٹا دی تو میں اس کا شکر ادا کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "میں نے کہا نہیں تھا۔ الحمد للہ۔"

ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کے سر کے پاس کھڑے ہو کر دف بجاؤں گی" آپ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو۔"

۳۔ معصیت کی نذر کے بارے

امام بخاری، ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور شفیع معظم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کھڑا تھا۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کی "ابواسرائیل نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا ہوگا۔ وہ نہ بیٹھے گا۔ وہ روزہ رکھے گا۔ افطار نہ کرے گا۔ وہ سایہ حاصل نہیں کرے گا۔ وہ گفتگو نہ کرے گا" آپ نے فرمایا: "اسے حکم دو کہ وہ سایہ حاصل کرے۔ وہ بیٹھ جائے۔ وہ گفتگو کرے اور اپنا روزہ مکمل کرے۔"

امام مالک کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا تھا آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کی: "ابواسرائیل نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا ہوگا وہ نہ بیٹھے گا وہ روزہ رکھے گا وہ دن کے وقت روزہ افطار نہیں کرے گا وہ نہ تو سایہ حاصل کرے گا۔ وہ محو گفتگو نہ ہوگا۔" حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ سایہ حاصل کرے۔ وہ بیٹھ جائے، وہ محو تکلم ہو۔ وہ اپنا روزہ مکمل کرے۔"

امام مالک اور دارقطنی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک روز کا اعتکاف کروں گا۔ یا مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا: "اپنی نذر کو پورا کرو۔"

ائمہ کی ایک جماعت نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری بہن نے نذر مانی وہ بیت الحرام کی طرف عریاں سر اور عریاں پاؤں جائے گی۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ سے اس ضمن میں فتویٰ پوچھوں۔

میں نے آپ سے فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ چلے سوار ہو دوپٹہ اوڑھے تین دن روزے رکھ لے۔ رب تعالیٰ تمہاری بہن کو عذاب دینے سے مستغنی ہے۔ اسے سوار ہونا چاہئے اسے بدنہ قربان کرنا چاہئے" اس روایت کو ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل بیت اللہ کا حج کرے گی۔ انہوں نے ان کی کمزوری کے بارے عرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہاری بہن کی نذر سے مستغنی ہے۔ انسے سوار ہو جانا چاہئے، اور بدنہ قربان کرنا چاہئے۔"

امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا "اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی" اس نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل چلے گا" آپ نے فرمایا: "اللہ رب العزت اس سے مستغنی ہے کہ اسے عذاب میں مبتلا کرے۔ وہ سوار ہو جائے۔"

ابوداؤد نے ابن ضحاک سے ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرے گا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ نے فرمایا: کیا وہاں ان بتوں میں سے کوئی بت ہے جن کی زمانہ جاہلیت میں عبادت ہوتی تھی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "کیا وہاں ان کی عیدوں میں سے کوئی عید ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" نہیں" آپ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو رب تعالیٰ کی معصیت کی نذر پوری نہیں کرنا چاہئے، نہ ہی اس نذر کو پورا کیا جائے جس کا مالک ابن آدم نہیں ہے۔"

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں نے نذر مانی تھی کہ میں اپنی اونٹنی کو ذبح کروں گا اور یہ اور یہ آپ نے فرمایا: ۔ اپنی اونٹنی کو ذبح کر دو، جبکہ یہ اور یہ شیطان کی طرف سے ہے۔"

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نافرمانی کی کوئی نذر نہیں ہے۔ اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔"

امام احمد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک اعرابی کو دیکھا جو دھوپ میں کھڑا تھا، جبکہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے اسے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی ہے کہ میں دھوپ میں ہی کھڑا رہوں گا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو جائیں" آپ نے فرمایا: یہ نذر صحیح نہیں ہے۔ نذر وہ ہوتی ہے جس سے رضائے الٰہی حاصل کی جائے۔"

امام شافعی، امام احمد اور امام مسلم کے علاوہ ستہ ائمہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے "جو اطاعت الٰہیہ کی نذر مانے اسے اس کو پورا کرنا چاہئے (یا اس میں

اطاعت بجالانی چاہئے) جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے اسے اس کو پورا نہیں کرنا چاہئے۔"

امام نسائی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "غضب الٰہی میں کوئی نذر نہیں۔ اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔"

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امر میں نذر درست ہے جس میں اطاعت الٰہیہ ہو، نہ غضب میں قسم ہوتی ہے نہ ہی اس چیز میں آزادی ہوتی ہے جس کا انسان مالک نہ ہوگا۔"

دارقطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے معصیت الٰہیہ کی نذر مانی اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے" امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہی ہے۔"

جہاد

پہلا باب

جہاد کے بارے متفرق آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ جہاد کے لئے لڑکے پیش کرنا اور جو جہاد کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں انہیں واپس کرنا:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہر سال انصار کے لڑکے پیش کئے جاتے ان میں سے جو بالغ ہوتے آپ انہیں مہم پر بھیج دیتے۔ایک سال یہ لڑکے آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ایک لڑکا آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اسے مہم میں بھیج دیا بعد میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، مگر آپ نے انہیں لوٹا دیا۔حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس لڑکے کو تو اجازت مرحمت فرمادی ہے لیکن مجھے واپس لوٹا دیا ہے۔اگر وہ میرے ساتھ کشتی کرے تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "جاؤ اور اس کے ساتھ کشتی کرو۔" میں نے اس کے ساتھ کشتی کی اور اسے پچھاڑ دیا۔آپ نے مجھے بھی اس مہم میں شرکت کرنے کی دعوت دے دی۔"

الطبرانی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں اور میرے چچا جان بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔آپ غزوہ بدر کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں بھی آپ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں" آپ اپنے دست اقدس کو بند کرنے لگے۔آپ نے فرمایا: میں تمہیں چھوٹا سمجھتا ہوں۔مجھے معلوم نہیں کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب تم دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوں گے" میں نے عرض کی: "کیا آپ جانتے ہیں کہ میں تیر پھینکنے والوں میں سے سب سے اچھا تیر پھینک سکتا ہوں" آپ نے مجھے واپس لوٹا دیا میں نے غزوہ بدر میں شرکت نہ کی۔"

امام مالک کے علاوہ دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ احد میں مجھے بلایا۔اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔آپ نے مجھے اجازت نہ دی آپ نے غزوہ خندق میں مجھے بلایا۔

اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔"

۲۔ جس نے اپنے والدین سے اجازت نہ لی تھی آپ نے اسے واپس کر دیا:

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید بن مالک خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آیا۔ آپ نے اسے فرمایا "کیا یمن میں تمہارے رشتہ داروں میں سے کوئی ہے؟ اس نے عرض کی "میرے والدین زندہ ہیں" آپ نے فرمایا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: ان کی طرف واپس لوٹ جا اور ان سے اجازت طلب کر، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کر ورنہ ان کے ساتھ حسن سلوک کر۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت معاویہ بن جاھمہ سلمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت جاھمہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں" آپ نے فرمایا: "کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں" آپ نے فرمایا: "اس کا دامن تھام لو جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔"

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور جہاد کے لئے آپ سے اذن طلب کیا آپ نے پوچھا "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔"

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں آپ کے دست اقدس پر جہاد کی بیعت کرنا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خوب کوشش کرو۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگرچہ جہاد تمہارے گھر کے دروازے پر ہی ہو تو پھر بھی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نہ جاؤ۔"

۳۔ جب آپ جہاد کا ارادہ فرماتے تو توریہ فرماتے تھے:

شیخان نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جانا چاہتے تو اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے توریہ فرماتے جب غزوہ تبوک کا وقت آیا تو گرمی شدید تھی۔ دور کی مسافت تھی۔ دشمن کی کثیر تعداد تھی۔ آپ نے مسلمانوں کے لئے یہ معاملہ کھول کر بیان کیا تاکہ وہ خوب تیاری کر لیں اور آپ نے بتا دیا کہ آپ کس طرف تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔"

۴۔ جب آپ بذات خود جہاد کے لئے تشریف نہ لے جاتے:

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تو آپ ان کے ہمراہ بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے۔ انہیں الوداع کیا، اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ" پھر یہ دعا مانگی "مولا! ان کی مدد فرما۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت سہل بن معاذ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی غازی کو تیار کرنا اور اسے صبح یا شام کے کھانے سے بے نیاز کر دینا مجھے دنیا اور متاع دنیا سے زیادہ پسند ہے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور الطبرانی نے حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ بذات خود جہاد کے لئے تشریف نہ لے جاتے تو اپنا سامان جہاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت اسامہ کو عطا فرما دیتے۔"

امام احمد، بزار، ابویعلی اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر بھیجتے تو فرماتے "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، جو رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرو، بددیانتی نہ کرو، مثلہ نہ کرو، چوری نہ کرو کسی بچے، بوڑھے اور راہب کو قتل نہ کرنا۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کسی سریہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپ نے انہیں اس سریہ کا امیر مقرر کیا۔ انہوں نے وقت صبح سیاہ سوتی کپڑے کا عمامہ باندھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ان کا عمامہ شریف کھولا اور اپنے دست اقدس سے باندھا۔ آپ نے پیچھے سے چار انگلیوں کے برابر عمامہ شریف لٹکایا اور فرمایا: "ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو۔ یہ انداز اہل عرب کے زیادہ موافق اور عمدہ ہے، پھر آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کو جھنڈا دیں، پھر آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا "سارے راہ خدا میں جہاد کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ جہاد کرو جو رب تعالیٰ کا انکار کرے، نہ بددیانتی کرو، نہ ہی دھوکہ دہی سے کام لو، نہ مثلہ کرو نہ ہی بچے کو قتل کرو۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد ہے جو تم میں پھیل گیا ہے۔"

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ساتھیوں کی بہترین تعداد چار ہے۔ بہترین سریہ وہ ہے جس میں چار سو مجاہدین ہوں، بہترین لشکر وہ ہے جو چار ہزار افراد پر مشتمل ہو، اور بارہ ہزار افراد قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔"

۵۔ پرچم اور جھنڈے بنانا:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے حبان بن عبید اللہ کے) حضرت بریدہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ کا جھنڈا سیاہ اور پرچم سفید تھا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے حبان کے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کا جھنڈا سیاہ اور پرچم سفید ہوتا تھا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے شریک نخعی کے۔ امام نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن اس میں ضعف ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا جھنڈا سیاہ تھا، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے محمد بن لیث ہداری کے مزیدہ العبدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے پرچم باندھے اور انہیں زرد رنگ میں رکھا۔"

الطبرانی نے کریز بن اسامہ سے راویت کیا ہے کہ آپ نے بنو سلیم کے لیے سرخ جھنڈا باندھا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عثمان بن شامی کے، وہ بھی ثقہ ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سیاہ تھا۔ یہ جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا۔ جب گھمسان کا رن پڑتا تو آپ انصار کے جھنڈے کے نیچے ہوتے تھے۔"

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سیاہ مربع ہوتا تھا جو موٹی چادر سے بنایا گیا تھا۔ امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کا جھنڈا سیاہ اور پرچم سفید تھا۔"

ائمہ اربعہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کا جھنڈا سفید تھا" ابو داؤد نے سماک سے اور وہ اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا "میں نے آپ کا جھنڈا دیکھا اس کا رنگ زرد تھا۔"

امام احمد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو الحارث بن حسان الکبری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تلوار سونتے آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ وہاں سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ میں نے پوچھا "یہ جھنڈا کیسا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آئے ہیں" یا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی مہم پر بھیجنا چاہتے ہیں۔"

فائدہ:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے محارب بن دثار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے زیاد کی طرف لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دشمن اس قوم پر غالب نہیں آ سکتا جس کا پرچم یا جھنڈا ابو بکر بن وائل میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں ہو۔"

۶۔ جہاد میں آپ کی مشاورت:

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ جنگ کے بارے مشورہ کیا کرتے تھے تم بھی مشورہ کو لازم پکڑو۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ تک ابوسفیان کے کارواں کی آمد کی خبر پہنچی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے اعراض فرمایا، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ نے اعراض فرمایا، پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ شاید آپ ہمارا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ بخدا! آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم سمندر میں کود جائیں تو ہم سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے، اگر آپ حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اونٹوں کے جگر پگھلا دیں تو ہم اسی طرح کریں گے۔" آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کے لئے صدا دی۔ وہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ وہ بدر فروکش ہو گئے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو حضور ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشاورت کرتا ہو۔"

۷۔ جہاد پر بیعت:

شیخان نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حدیبیہ کے روز حضور اکرم ﷺ کی بیعت کی، پھر میں درخت کے سایہ کے نیچے چلا گیا۔ جب ہجوم ذرا کم ہوا تو آپ نے فرمایا: 'ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟' میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں نے بیعت کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: "پھر بیعت کرلو۔" انہوں نے فرمایا: "اسی طرح میں نے دوسری بار آپ کی بیعت کی" راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی: !ابومسلم! تم نے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "موت پر"

شیخان نے حضرت مجاشع بن مسعود اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تاکہ ہجرت پر آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے فرمایا: "ہجرت اپنے اہل کے لئے گزر چکی ہے لیکن تم اسلام جہاد اور خیر پر بیعت کرلو۔"

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار غزوۂ خندق کے روز یہ اشعار پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا   علی الجهاد ما بقینا ابدا

ترجمہ: ہم وہ فرخندہ فال لوگ ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس پر جہاد پر تادم زیست بیعت کی ہے۔

امام بخاری نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم آئندہ سال آئے۔ ہم میں سے دو شخص بھی اس درخت کے نیچے جمع نہ ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت تھی۔ جویریہ کہتے ہیں "میں

نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے سوال کیا" آپ نے انہیں کس چیز پر بیعت کیا تھا۔کیا انہیں موت پر بیعت کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں! بلکہ انہیں صبر پر بیعت کیا تھا۔"

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم حدیبیہ کے روز چودہ سو تھے ہم نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمرہ کے درخت کے نیچے آپ کے دست ہدایت بخش کو تھامے ہوئے تھے۔ہم نے اس بات پر آپ کی بیعت کی کہ ہم راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ہم نے موت پر آپ کی بیعت نہ کی۔"

امام مسلم نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے خود کو درخت کے نیچے دیکھا۔حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے۔میں آپ کے سر اقدس سے درخت کی شاخیں اٹھائے ہوا تھا۔اس کے نیچے ایک سو چودہ افراد تھے۔ہم نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی تھی، بلکہ ہم نے اس امر پر آپ کی بیعت کی تھی کہ ہم راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔"

۸۔جاسوس بھیجنا

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس قوم کی خبر کون لے کر آئے گا؟ یعنی جنگ خندق میں بنو قریظہ کی خبر۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں"، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"ہر نبی کا حواری ہوتا ہے۔میرا حواری زبیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسیسہ کو جاسوس بنا کر بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ ابوسفیان کے کاروان نے کیا کیا ہے۔"

۹۔بعض عفت مآب صحابیات کا آپ کے ساتھ ہونا اور بعض اوقات آپ کا منع کر دینا

الطبرانی نے حضرت لیلی الغفاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ کے ہمراہ غزوات میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کرتی تھی۔میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ غزوات کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو آپ کے ہمراہ انصار کی عفت مآب خواتین ہوتی تھیں تاکہ وہ زخمیوں کو پانی پلائیں اور ان کا علاج معالجہ کریں۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں صحیح کے راویوں سے حضرت ام کبشہ (یہ بنو عذرہ بنو قضاعہ کی ایک خاتون تھیں) سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اذن مرحمت فرمائیں کہ میں فلاں فلاں لشکر کے ساتھ جاؤں۔آپ نے فرمایا:"ہرگز نہیں" انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ارادہ یہ نہیں کہ میں قتال کروں گی میں تو صرف زخمیوں کا

علاج کرنا چاہتی ہوں۔ مریضوں کو پانی پلاؤں گی" آپ نے فرمایا: "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ معمول (سنت) بن جائے گا، اور یوں کہا جائے گا کہ فلاں لشکر کے ساتھ بھی تھی تو میں تمہیں اذن دے دیتا۔ لیکن تم (گھر میں) بیٹھ جاؤ۔"

امام شافعی امام احمد امام مسلم اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ عفت مآب خواتین کو اسلامی لشکر کے ہمراہ لے جاتے تھے وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ پانی پلاتی تھیں اور مال غنیمت میں سے انہیں عطا کیا جاتا تھا۔"

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلیم اور انصار کی خواتین کو لشکر کے ساتھ لے جاتے تھے۔ وہ پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔"

امام احمد امام بخاری نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ جاتی تھیں۔ ہم مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ شہداء اور زخمیوں کو مدینہ طیبہ منتقل کرتی تھیں۔"

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مشکیزے بھر کر لاتی تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (جہاد میں) پلاتی تھیں۔"

۱۰۔ دوران سفر آپ کیا فرماتے تھے؟

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ جہاد کے لئے سفر پر روانہ ہونے لگتے تو آپ یہ دعا مانگتے۔

اللهم انت عضدی وانت نصیری وبك اقاتل۔

اس روایت کو حارث نے حسن سند کے ساتھ ابن مجلز سے روایت کیا ہے۔ اس میں اضافہ ہے کہ جب آپ دشمن سے نبرد آزما ہوتے۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ جب بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے۔ نماز میں تکبیر و تسبیح کو اسی طرح رکھ دیا گیا۔"

۱۱۔ آپ کس وقت قتال کرنا پسند کرتے تھے؟ کن اوقات میں قتال کرنے سے رک جاتے تھے؟

امام احمد نے حضرت عبید اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ زوال آفتاب کے وقت دشمن کی طرف جائیں۔ الطبرانی نے جید سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ دشمن کے ساتھ دن کے ابتدائی حصے میں نبرد آزما نہ ہوتے تو آپ اسے مؤخر فرما دیتے' ہوا چلنے لگتی اور نماز کے اوقات قریب آ جاتے۔ اس وقت آپ یہ دعا مانگتے۔

اللھم بك اجول و بکرہ اصول ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الطبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ ہمیں فرماتے "حملہ کردو" ہم حملہ کر دیتے۔

امام احمد ابوداؤد نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ دن کے ابتدائی حصہ میں حملہ نہ کرتے تو حملہ کو مؤخر کر دیتے، حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا، ہوا چلنے لگتی اور نصرت نازل ہوتی۔"

امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ جہاد میں شرکت کی جب آپ دن کے ابتدائی حصے میں حملہ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتیٰ کہ ہوا چلنے لگتی اور نماز کا وقت ہو جاتا۔"

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن الاوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض ان ایام میں انتظار فرمایا جن میں دشمن سے نبرد آزما ہوئے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! دشمن کے ساتھ ملاقات کے لئے تمنا نہ کیا کرو، لیکن رب تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو جب تم دشمن سے ملاقات کرو تو صبر کیا کرو۔"

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی قوم پر حملہ آور ہوتے تو آپ تادم صبح ان پر حملہ نہ کرتے۔ وقت صبح اگر آپ اذان سن لیتے تو رک جاتے۔ اگر اذان نہ سنتے تو وقت صبح حملہ کر دیتے۔ امام مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "آپ نے ایک شخص کو سنا جو یہ کہہ رہا تھا۔" اللہ اکبر اللہ اکبر" آپ نے فرمایا: فطرت پر۔ اس نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ۔

آپ نے فرمایا: "یہ آگ سے نکل گیا۔"

الطبرانی نے حضرت خالد بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا: "جب تم اہل عرب میں سے کسی قبیلہ سے ملاقات کرو ان میں اذان سنو تو ان کے ساتھ تعرض نہ کرو۔ اگر ان میں اذان نہ سنو تو انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔"

امام احمد ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ کئی غزوات میں شرکت کی۔ جب فجر طلوع ہو جاتی تو آپ قتال سے رک جاتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ ان پر حملہ کر دیتے۔ جب دوپہر کا وقت آتا تو آپ رک جاتے، حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ عصر تک جہاد کرتے پھر رک جاتے، پھر نماز عصر ادا فرماتے، پھر قتال فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ان اوقات میں نصرت کی ہوا چلتی ہے۔ اہل ایمان اپنے لشکروں کے لئے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگتے ہیں۔"

امام احمد امام مسلم ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع فجر کے وقت حملہ کرتے تھے۔ آپ اذان سنتے تھے۔ اگر اذان سنائی دے دیتی تو آپ رک جاتے تھے۔ ورنہ حملہ کر دیتے تھے۔"

امام مالک امام شافعی اور شیخان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر تشریف لے گئے۔ آپ رات کے وقت وہاں پہنچ گئے تھے۔ اگر آپ رات کے وقت کسی جگہ پہنچ جاتے تو تا دم صبح آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے اگر آپ اذان سماعت فرما لیتے تو آپ رک جاتے، ورنہ وقت صبح حملہ آور ہو جاتے۔ وقت صبح آپ بھی سوار ہوئے مسلمان بھی سوار ہوئے۔

امام احمد اور حارث نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمت والے مہینے میں حملہ آور نہیں ہوتے تھے الا یہ کہ آپ پر اس مہینے میں حملہ کیا جاتا۔ اگر اشہر حرام آ جاتے تو آپ رک جاتے حتیٰ کہ وہ گزر جاتے۔"

۱۲۔ قتال کے وقت دعوت اسلام دینا

امام احمد ابو یعلی اور الطبرانی نے کئی اسناد سے جن میں سے ایک کی سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے کبھی کسی قوم کے ساتھ قتال نہ کیا حتیٰ کہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عثمان بن یحییٰ القرستانی کے وہ بھی ثقہ ہیں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی قوم کی طرف بھیجا پھر ان کی طرف ایک شخص کو بھیجا۔ فرمایا" انہیں پیچھے نہ پکارنا اور انہیں کہنا کہ وہ دشمن کے ساتھ معرکہ آزما نہ ہوں حتیٰ کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دے لیں۔"

امام احمد ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) نے حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایران کے ایک قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے کہا" کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟ انہوں نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ میں انہیں اس طرح دعوت دے لوں جس طرح میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دیتے ہوئے سنا ہے" وہ دشمن کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا" میں فارسی شخص ہوں۔ میرا تعلق تمہارے ساتھ ہی ہے لیکن رب تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت بخشی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اہل عرب میری اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارے لئے وہی کچھ ہے جو کچھ ہمارے لئے ہے اور تم پر وہی کچھ ہے جو کچھ ہم پر ہے (یعنی حقوق و فرائض) اگر تم اپنے دین پر ہی رہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اسی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ تم ہمیں اپنے ہاتھوں سے جزیہ دے دو حالانکہ تم رسوا ہوں گے۔ انہوں نے ان کے ساتھ فارسی میں کہا" تمہاری تعریف نہیں کی جائے گی۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو پھر تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" اہل فارس نے کہا" ہم جزیہ نہیں دیں گے، بلکہ ہم

تمہارے ساتھ قتال کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا "عبداللہ! کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں" انہوں نے فرمایا: "نہیں! انہوں نے انہیں تین روز مسلسل اسی طرح دعوت دی۔ چوتھے روز انہوں نے مسلمانوں سے فرمایا! اٹھو اور ان پر حملہ کر دو۔" اس طرح مسلمانوں نے وہ قلعہ فتح کر لیا۔

۱۴۔ آپ کا زرہ، خود، تلوار، ڈھال اور کمان زیب تن کرنا:

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے خیمہ میں یہ دعا مانگی:

اللھم انی انشدك عهدك ووعدك.

اسی روایت میں ہے "آپ باہر تشریف لائے تو آپ نے زرہ پہنی ہوئی تھی۔ آپ فرما رہے تھے۔

سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ (القمر:۴۵)

ترجمہ: عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

امام احمد، نسائی، بیہقی اور ترمذی نے شمائل میں اور ابو داؤد نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے روز احد میں دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ امام ترمذی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے غزوہ احد میں دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔"

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان سے غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لگنے والے زخموں کے بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ دندان مبارک شہید ہو گئے اور خود سر اقدس پر ٹوٹ گیا۔"

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے سر اقدس پر خود پہن رکھا تھا۔ شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ سارے لوگوں سے زیادہ بہادر تھے سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ ایک دفعہ اہل مدینہ طیبہ گھبرا گئے۔ وہ چشموں کی طرف نکلے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں آگے سے آتے ہوئے ملے۔ آپ نے صحیح خبر کا سراغ لگا لیا تھا۔ آپ ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین نہ تھی۔ گردن مبارک میں تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ آپ فرما رہے تھے "نہ ڈرو" نہ ڈرو، پھر آپ نے گھوڑے کے متعلق فرمایا "ہم نے اسے سمند پایا ہے۔ یہ سمند ہے۔" (سمند ایسے گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کا رنگ زردی مائل ہو۔ اسے مُطلق گھوڑا بھی کہا جاتا ہے۔ مُطلق گھوڑا یعنی آزاد، بے قید، قید سے رہا کیا گیا، رواں کیا گیا۔)

ابو داؤد، نسائی اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا" امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری تلوار حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار پر بنائی گئی۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا ہے کہ ان

کی تلوار حضور اکرم ﷺ کی تلوار کی مانند تھی۔ یہ حنفی تلوار تھی۔

امام ترمذی نے حضرت مزیدہ العصری رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی تلوار کے دستے پر سونا اور چاندی چڑھا ہوا تھا۔ ان سے چاندی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔“

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ نے غزوہ بدر میں اپنی تلوار ذوالفقار کو بے نیام کر رکھا تھا۔“

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے رکھ دیا گیا ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اس کے لئے ذلت و رسوائی رکھ دی گئی ہے۔ جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اس میں سے ہے۔“ امام بخاری نے اس روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میرے رزق کو میرے نیزے کے سایہ کے نیچے رکھ دیا گیا۔“

امام بیہقی نے شیر خدا، مشکل کشا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ کے دست اقدس میں عربی کمان تھی، آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی۔ آپ نے اسے فرمایا ”یہ کیا ہے۔ اسے پھینک دو۔ اس جیسی کمانیں رکھا کرو اور نیزے رکھا کرو۔ ان کے ذریعے رب تعالیٰ تمہارے دین میں اضافہ کرے گا، اور شہروں میں تمہیں تسلط عطا کرے گا۔

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا۔ انہیں سیاہ عمامہ باندھا۔ پیچھے سے کچھ لٹکایا یا ان کے بائیں شانے پر لٹکایا، پھر آپ لشکر کے پیچھے نکلے آپ نے کمان کے ساتھ ٹیک لگا رکھی تھی۔

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے مجھے حدیبیہ کے روز دیکھا میرے پاس اسلحہ نہ تھا۔ آپ نے مجھے ڈھال عطا فرما دی۔“

۱۴۔ صف بندی اور تیاری

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”بہترین ساتھی چار ہیں بہترین سریہ وہ ہے جو چار سو افراد پر مشتمل ہو۔ بہترین لشکر وہ ہے جو چار

ہزار مجاہدین پر مشتمل ہو اور بارہ ہزار مجاہدین قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔"

ابوداؤد نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر کے وقت آپ نے ہمیں رات کو تیار کر دیا تھا۔"

امام احمد نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر کے دن ہماری صفیں بنا دی گئیں۔ ہم میں سے ایک شخص صف سے آگے نکل گیا۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا تو فرمایا: "میرے ساتھ، میرے ساتھ۔"

امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ آدمی اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے قتال کرے۔

۱۵۔ جس چیز سے آپ نے منع فرمایا تھا اور لشکر اسلامی کو وعظ و نصیحت

ابن شیبہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس شخص نے بیان فرمایا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ اس نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم خدمت گزاروں اور غلام کو قتل کریں۔"

ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کے وقت آواز کو ناپسند فرماتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص تنہا رات بسر کرے یا تنہا سفر کرے۔"

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے غزوات میں سے ایک غزوہ میں ایک مقتول عورت دیکھی تو آپ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر بھیجتے تو فرماتے "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ راہ خدا میں جہاد کرو۔ اس کے ساتھ جہاد کرو جو رب تعالیٰ کا انکار کرے، دھوکہ نہ دو۔ بددیانتی نہ کرو، مثلہ نہ کرو بچوں اور راہبوں کو قتل نہ کرو۔"

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح غریب کہا ہے) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے بزرگوں کو قتل کر دو اور ان کے بچوں کو باقی رکھو۔"

امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت صفوان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کسی سریہ پر بھیجا۔ فرمایا "رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ راہ خدا میں عازم سفر ہو جاؤ، نہ مثلہ کرنا نہ دھوکہ دہی کرنا، نہ بچے کو قتل کرنا۔"

امام احمد نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا "جس نے کسی بچے کو قتل

کیا، یا کھجور کو جلایا یا ثمر دار درخت کاٹا یا جلد کے لئے بکری ذبح کی تو وہ برابر برابر بھی نہ لوٹا" شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کے نخلستان جلائے اور ان کے درخت کاٹے۔

ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عہد لیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: "اُبنٰی پر حملہ کر دو اور جلا دو۔"

امام احمد نے حضرت کثیر بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو قریظہ میں سے دو لڑکوں نے مجھے بتایا کہ قریظہ کے زمانہ میں انہیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا گیا۔ ان میں سے جو بالغ تھا یا جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے، اسے قتل کر دیا گیا ورنہ نہیں۔"

الطبرانی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال جلا دیئے" امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ خیمہ زن ہوئے اور مجاہدین نے بھی پڑاؤ ڈال دیا۔ مجاہدین مختلف وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر گئے آپ ان میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "تم مختلف گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر گئے ہو۔ یہ شیطان کی طرف سے ہے" اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی کسی جگہ فروکش ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر بیٹھتے کہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم ان پر ایک کپڑا پھیلا دیتے تو وہ انہیں کافی ہو جاتا۔"

ابو داؤد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اما بعد! جب ہم گھبرا اٹھے تو آپ نے ہمارے گھڑ سوار دستے کو خیل اللہ فرمایا۔ جب ہم گھبراتے تو آپ ہمیں اکٹھے ہو جانے کا حکم دیتے۔ جب ہم معرکہ آزما ہوتے تو آپ ہمیں صبر و سکون کا حکم دیتے۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کسی مہم میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم فلاں اور فلاں کو پا لو تو انہیں آگ میں جلا دینا" جب ہم نے عازم سفر ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: "میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم فلاں اور فلاں کو جلا دو۔ آگ سے عذاب صرف رب تعالیٰ ہی دیتا ہے۔"

۱۶۔ کمزور مسلمانوں کے وسیلہ سے دعا مانگنا اور منع کرنا کہ مشرکین آپ کے ہمراہ قتال نہ کریں

الطبرانی نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کسی غزوہ میں ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ یوں کہہ رہے تھے۔

یا مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

میں نے افراد دیکھے جو گرائے جا رہے تھے ملائکہ سامنے سے اور پیچھے سے انہیں مار رہے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غریب مسلمانوں کے طفیل فتح کی دعا مانگتے تھے" الطبرانی نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کمزور مسلمانوں کی دعاؤں کے طفیل کرتا ہے" یہ روایت صحیح میں اس طرح ہے "بلاشبہ تمہارے کمزوروں کے طفیل تمہاری نصرت کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔" امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا۔ آپ گروہوں کے خلاف یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللھم منزل الکتاب، سریع الحساب اھزم الحساب اللھم اھزمھم و زلزلھم۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بدر کی طرف تشریف لے گئے جب حرۃ ابو برہ پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جو جرات و شجاعت میں معروف تھا۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے جب وہ آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اسے پوچھا "کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کی "میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ کے پیچھے چلوں اور آپ کے ساتھ مجھے بھی مال غنیمت ملے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محترم ﷺ) پر ایمان لایا ہے" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "واپس لوٹ جا میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا" پھر اس نے الشجرۃ کے مقام پر آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے اسے اس طرح فرمایا جیسے پہلے فرمایا تھا۔ وہ واپس لوٹ آیا، پھر اس نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم (ﷺ) پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "ہمارے ساتھ روانہ ہو جا۔"

روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے روز فرمایا۔"

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ (القمر: ۴۵-۴۶)

ترجمہ: عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدہ کا وقت (روز) قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ غزوہ حنین کے روز نیچے تشریف لائے۔ آپ نے دعا مانگی اور طلب کی۔ آپ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب۔

ترجمہ: میں نبی برحق ہوں اس میں ذرہ بھر شک نہیں میں حضرت عبدالمطلب کا فرزند دلبند ہوں۔

آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم انزل نصرك۔

ترجمہ: مولا! اپنی نصرت عطا فرما۔

امام احمد امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) اور امام نسائی نے "فی عمل الیوم و اللیلۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ دشمن سے نبرد آزما ہوتے تھے تو آپ یہ دعا مانگتے تھے۔

اللھم انت عضدی و انت نصیری وبک اقاتل۔

امام احمد اور امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خُبیب بن یساف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میری قوم کا ایک شخص بھی تھا۔ آپ ہمارے لئے جہاد کا ارادہ کئے ہوئے تھے، لیکن ہم نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ہم نے کہا "ہمیں حیاء آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم اس کے ساتھ شرکت نہ کر سکیں" آپ نے فرمایا: "کیا تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ ہم نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔"

ہم نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کے ساتھ شرکت کی۔ میں نے ایک شخص کو قتل کیا۔ اس نے مجھے ضرب لگائی۔ میں نے اس کی نور نظر سے شادی کر لی۔ وہ کہا کرتی تھی "تم اس شخص کو معدوم نہ پاؤ جس نے تمہیں یہ زخم لگایا ہے"۔ میں اسے جواب دیتا "تم اس شخص کو معدوم نہ پاؤ جس نے تمہارے باپ کو جلدی آگ میں پہنچا دیا۔

الطبرانی نے ابو حُمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لیے روانہ ہوئے جب آپ نے ثنیۃ الوداع کو تجاوز کیا تو آپ نے ایک فوجی دستہ دیکھا جس میں کثیر ہتھیار تھے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یہ ابن ابی ہے اس کے ساتھ بنو قینقاع میں سے حلیف یہودی ہیں جن کی تعداد سات سو ہے۔"

آپ نے فرمایا: "کیا انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں حکم دو کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین کی مدد نہیں لیتے۔"

ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں حضرت زہری سے روایت کیا ہے آپ نے کسی جنگ میں یہود سے تعاون مانگا اور ان کے لئے حصہ نکالا۔ بزار نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مشرکین میں سے کسی کی طرف سے قتل نہ کرتے تھے سوائے اہل ذمہ کے۔"

۱۷۔ جنگ میں آپ کا شعار

ابو یعلی نے جید سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کا شعار یَا کُلَّ خَیْرٍ تھا۔

الطبرانی نے حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ نے اپنے صحابہ کرام میں تاخیر دیکھی تو فرمایا: "اے اصحاب سورۃ البقرۃ"

ابو داؤد نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مہاجرین کا شعار عبد اللہ اور انصار کا شعار عبد الرحمان تھا۔''

امام مسلم، امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت مہلب بن ابی صفرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے اس شخص نے بتایا جس نے آپ سے سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم انکار ہی کرتے ہو تو تمہارا شعار ''حٰم لا ینصرون'' ہے۔

امام احمد اور ابن عدی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا ''تم کل دشمن سے نبرد آزما ہوں گے۔ تمہارا شعار ''حٰم لا ینصرون'' ہوگا۔

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد مبارک تھا۔ ہمارا شعار ''امت امت'' تھا۔

ابن ضحاک نے جہینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک قوم کو سنا جو اپنے شعار میں کہہ رہی تھی ''یاحرام'' آپ نے فرمایا: ''یاحلال۔''

امام نسائی نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے۔ اس نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کی رات فرمایا ''میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں یہ آج رات تمہارے مردار ہیں۔ تمہارا شعار حٰم لا ینصرون۔''

۱۸۔ کفار کے قاصدوں کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ، آپ نصرت کے مقام پر تین روز قیام فرماتے تھے، بعض غلاموں کو آزاد کرنا، بعض کفار سرداروں کے سر کاٹنا اور مشرک کے جسم کو فروخت کرنے کی ممانعت

امام احمد نے ثقہ راویوں سے معیر سعدی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بنو حنیفہ کی مسجد کے پاس سے گزرا۔ وہ کہہ رہے تھے: ''مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔'' نعوذ باللہ منہ۔ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ انہیں یہ بتایا۔ انہوں نے انہیں توبہ کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے توبہ کی۔ انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے ابن النواحہ کا سر قلم کر دیا۔ لوگوں نے کہا: کاش! ساری قوم کے بارے آپ کا عمل ایک ہی ہوتا۔ آپ نے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔'' انہوں نے فرمایا: یہ اور ابن اثال بن حجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

انہوں نے کہا: ''کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل عظام پر ایمان لاتا ہوں۔ اگر میں کسی وفد کو قتل کرنا چاہتا تو تمہیں قتل کر دیتا'' اس لئے میں نے اسے واصل جہنم کیا ہے۔''

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت سلمہ بن نعیم سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

"جب آپ نے مسیلمہ کا خط پڑھا تو اس کے قاصدوں سے پوچھا"تم اس کے بارے کیا سمجھتے ہو؟ ان دونوں نے کہا" ہم اسی طرح کہتے ہیں جس طرح وہ کہتا ہے" آپ نے فرمایا:"بخدا! اگر یہ طے نہ ہوتا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔"

امام احمد، بزار، ابو یعلیٰ نے (حسن سند سے) مسدد، ابن منیع، ابن حبان اور ابو داؤد نے مختصر حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"جب ابن النواحہ کو قتل کیا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔ یہ اور ابن اثال بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے یہ مسیلمہ کذاب کے قاصد تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا"کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا"نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے (نعوذ باللہ منہ) آپ نے فرمایا:"اگر میں کسی وفد کو قتل کرتا تو تمہاری گردنوں کو جدا کر دیتا" اس سے یہ سنت رائج ہوگئی کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ابن اثال کو اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا ہے۔ یہ اپنی اس حالت پر رہا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اس پر تسلط عطا فرما دیا۔"

امام احمد، بزار اور شیخان نے حضرت انس بن مالک نے اور انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی قوم پر غلبہ پالیتے تو آپ ان کے میدان میں تین روز تک قیام فرماتے۔

ابو داؤد کے الفاظ میں ہے"جب آپ کسی قوم پر غالب آتے تو آپ ان کے میدان میں تین روز تک رہنا پسند کرتے تھے۔"

امام الطبرانی، امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"اگر غلام اپنے آقاؤں سے آپ کی خدمت میں آجاتے اور اسلام قبول کر لیتے تو آپ انہیں آزاد کر دیتے۔ آپ نے طائف کے روز دو غلاموں کو آزاد کیا تھا دوسری روایت میں ہے" آپ نے روز طائف کو فرمایا"جو غلام ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے" بہت سے غلام آپ کی خدمت میں آئے ان میں ابو بکرہ بھی تھے۔ آپ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا' الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا:"جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو آپ کے پاس تیئیس غلام آئے۔ آپ نے ان سب کو آزادی کی نعمت عطا فرما دی۔

الطبرانی نے جید سند سے حضرت غیلان بن سلمہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نافع غیلان کے غلام تھے وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ غیلان مشرک تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نافع کی ولاء غیلان کو لوٹا دی۔"

الطبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غلام تھا جسے یسار کہا جاتا تھا۔ آپ نے اسے دیکھا وہ عمدہ طریقے سے نماز ادا کر رہا تھا آپ نے اسے آزاد کر دیا۔"

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک غلام نے اسلام قبول کر لیا جب آپ نے ہجرت فرمائی تو اس کے اہل خانہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے گا۔ انہوں نے اسے پابند سلاسل کر دیا۔ اس نے آپ کی طرف یہ خط لکھا "آپ میرے اسلام کے بارے جانتے ہیں۔ آپ مجھے نجات عطا فرمائیں" آپ نے اونٹ پر چھ افراد کو سوار کیا، اور فرمایا: "شاید تم اسے اس کے گھر میں پاؤ جو تمہاری مدد کرے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی بارگاہ میں اسود العنسی کا سر پیش کیا۔ جہاں تک اس روایت میں تذکرہ ہے کہ کبھی بھی کوئی سر اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس روایت کو الطبرانی زمعہ بن صالح سے روایت کیا ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ ابن ابی عمر، بیہقی اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب غزوہ خندق رونما ہوا تو مشرکین کا ایک سردار مقتول ہوا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ان کی طرف اس کی لاش کو بھیج دیں۔ ہم آپ کو بارہ ہزار دراہم دے دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "نہ تو اس کے جسم میں اور نہ ہی اس کی قیمت میں خیر ہے۔"

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے ارادہ کیا کہ وہ مشرکین میں سے ایک شخص کی لاش کو خرید لیں، مگر آپ نے اس کی لاش کی قیمت لینے سے منع کر دیا۔

دوسرا باب

مصروفِ پیکار لوگوں کے ساتھ صلح، امانت، وفائے عہد

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے اہل نجران کے ساتھ ایک ہزار حلوں پر صلح کی جو نصف صفر میں اور نصف رجب میں ادا کرتے۔ وہ چیزیں مسلمانوں کی طرف لوٹا دیتے۔ وہ انہیں تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور اسلحہ کی اقسام میں سے ہر ہر قسم کی تیس تیس اشیاء فراہم کرتے۔ مسلمان ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ مسلمان ان چیزوں کے ضامن ہوتے تھے حتیٰ کہ وہ انہیں واپس کر دیتے۔ اگر یمن میں یہ شرط ہوتی کہ ان کا گرجا نہ گرایا جائے گا، نہ ہی ان کے پادری کو نکالا جائے گا نہ ہی انہیں ان کے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلاء کیا جائے گا۔ جب تک وہ کوئی واقعہ رونما نہ کریں یا وہ سود نہ کھائیں۔"

ابو یعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اس وقت حاضر تھا جب آپ نے بنو تغلب کے عیسائیوں سے صلح کی تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔ اگر انہوں نے اس طرح کیا تو ان کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے اگر میرا معاملہ مکمل ہو گیا تو میں ان کے جنگجوؤں کے ساتھ ضرور جہاد کروں گا اور ان کی اولاد

کو ضرور قیدی بناؤں گا۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضور اکرم ﷺ کے خادم حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قریش نے مجھے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب آپ نے دیکھا کہ اسلام میرے دل میں جاگزیں ہو گیا ہے تو میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ بخدا! میں اب ان کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا" آپ نے فرمایا: "میں نہ تو عہد شکنی کروں گا اور نہ ہی میں قاصد کے بارے میں معاہدہ توڑوں گا۔ تم ان کے پاس لوٹ جاؤ۔ اگر تمہارے دل میں اسلام اسی طرح ہوا تو واپس لوٹ آنا" انہوں نے فرمایا: "میں قریش کے پاس گیا، پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔"

امام مالک اور ائمہ خمسہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں فتح مکہ کے سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ کو اس طرح پایا کہ آپ غسل فرما رہے تھے۔ آپ کی نور نظر لخت جگر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے پوچھا "کون ہے؟ میں نے عرض کی: "میں ہانی بنت ابی طالب ہوں" آپ نے فرمایا: "ام ہانی کو خوش آمدید!

جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میرے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں گے جسے میں نے پناہ دی ہے۔ وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دی ہے، ہم نے بھی اسے پناہ دی ہے۔" حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "یہ چاشت کا وقت تھا۔"

ابو یعلی نے جید سند سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کی پناہ ایک ہے اگر انہیں کوئی عورت پناہ دے دے تو اس کو حقارت سے نہ دیکھو۔ ہر دھوکہ باز کے لئے روز حشر ایک جھنڈا ہوگا۔"

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عاص بن ربیع کو پناہ دی۔ آپ نے ان کی پناہ کو قبول فرما لیا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تو آپ نے ان کی پناہ بھی قبول فرمالی۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنے شوہر سے اجازت طلب کی تو جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے انہیں اجازت دے دی وہ آپ کی خدمت میں آ گئیں، پھر حضرت ابو العاص مدینہ طیبہ گئے اور انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ سے ان کے لئے پناہ طلب کریں۔ وہ باہر آئیں آپ کے حجرہ مقدسہ سے سر اقدس باہر نکالا آپ لوگوں کو نماز صبح پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا "اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) ہوں۔

میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے" جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:" مجھے اس کے بارے خبر نہ تھی حتیٰ کہ تم نے اسے سنا مسلمانوں کا کمتر شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔"

عبد نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دو صحابیوں کے فدیہ میں ایک مشرک دیا۔"

تیسرا باب

مال غنیمت تقسیم کرنا اور بعض کو زائد عطا فرمانا

امام احمد ابو یعلیٰ بزار اور الطبرانی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" حضور سید عالم ﷺ نے مال فئے میں سے ایک بال لیا اور فرمایا:" خمس کے علاوہ مال غنیمت میں سے میرے لیے یہ لینا بھی روا نہیں۔ خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگہ اور اس سے کم وبیش سب کچھ لوٹا دو۔ بد دیانتی سے بچو۔ یہ ندامت اور آگ ہے اور روز محشر اپنے صاحب کے لئے عیب ہے۔"

امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور فاتح اعظم ﷺ نے اہل حدیبیہ میں خیبر کو تقسیم کر دیا۔ ان کی تعداد پندرہ سو تھی ان میں تین سو سوار تھے۔ آپ نے اسے اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" آپ نے خیبر میں سے خمس نکالا، بقیہ کو ان اہل حدیبیہ حضرات قدسیہ میں تقسیم کر دیا جو وہاں موجود تھے یا غائب تھے۔

امام احمد نے جید سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے مال غنیمت کو دیکھا۔ اسے پانچ حصوں میں منقسم کیا گیا، پھر ان پر قرعہ اندازی کی گئی۔ جب حصہ پر آپ کا قرعہ نکل آیا۔ آپ اسے اختیار فرما لیا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں (کثیر مولیٰ ابن مخزوم کے علاوہ) سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حنین کے روز گھڑ سواروں کو دو دو حصے دیئے۔"

امام شافعی، احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے گھڑ سوار کے لئے دو حصے اور پیادہ کے لئے ایک حصہ نکالا۔

ابو داؤد نے ابن شہاب سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ نے خیبر کا خمس نکالا پھر بقیہ اہل حدیبیہ میں سے ان حضرات قدسیہ میں تقسیم کر دیا جو وہاں موجود تھے یا غائب تھے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک حصہ ان کی والدہ ماجدہ کو ایک حصہ اور ان کے گھوڑے کو دو حصے عطا کئے۔ یہ روایت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ابو داؤد نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا: ابو عبدالرحمٰن! کیا حاجت ہے؟ انہوں نے فرمایا: "محررین (آزاد کردہ غلاموں) کو عطا کرنا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو آپ محررین سے شروع کرتے تھے۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے عمر مولی ابی اللحم رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے آقا کے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ میں غلام تھا۔ آپ نے مال غنیمت میں سے میرے لئے کوئی حصہ نہ نکالا، مجھے گھریلو سامان میں سے ایک تلوار عطا کی جب میں اسے لٹکاتا تھا تو اسے گھسیٹتا تھا۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورت اور غلام کو مال غنیمت میں سے اس سے کم عطا کرتے تھے جو لشکر کو ملتا تھا۔

امام ترمذی نے حضرت امام زہری سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یہودی کے لئے نفل میں سے تہائی حصہ نکالا جنہوں نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی۔ ابو داؤد نے حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ساتھ جہاد کیا آپ نے خمس کے بعد دو ثلث عطیات دیئے۔ دوسری بار خمس کے بعد ربع میں عطیات دیے پھر جب آپ لوٹے تو آخری ثلث میں بھی عطیات دے دیئے۔

امام احمد نے ان الفاظ میں یہ روایت تحریر کی ہے "ابتداء میں خمس کے بعد ربع میں اور واپسی پر خمس کے بعد ثلث میں عطیات دیئے۔"

امام احمد نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اپنے غزوات میں عطیات دیتے تھے۔ امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے غزوۂ بدر میں مجھے ابو جہل کی تلوار بطور عطیہ عنایت کی۔ احمد اور الطبرانی نے حضرت ابوحوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اپنے غزوات میں عطیات سے نوازتے تھے۔

الطبرانی نے سائب بن یزید سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہمارے حصے کے علاوہ خمس میں سے بھی ہمیں عطیات سے نوازتے تھے۔ ان عطیات میں سے مجھے بوڑھا اونٹ ملا تھا۔

چوتھا باب

مال فئے اور خمس واپس کرنا

ابوداؤد نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مال غنیمت کے اونٹ کے پاس نماز پڑھائی۔ نماز پڑھنے کے بعد آپ نے اونٹ کے پہلو سے ایک بال لیا۔

پھر فرمایا "میرے لئے تمہارے مال غنیمت میں سے سوائے خمس کے یہ لینا بھی حلال نہیں۔ خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے" امام احمد، امام نسائی اور ابویعلی نے ضعیف سند نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے امام شافعی، امام احمد، شیخان، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمادیا۔ جب غزوہ بدر رونما ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریبی رشتہ داروں کا حصہ بنوہاشم اور بنومطلب میں رکھا۔ آپ نے بنونوفل اور بنوعبد شمس کو چھوڑ دیا۔ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بنوہاشم ہیں ان کے اس فضل و کرم کا انکار نہیں جو رب تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے، لیکن بنوعبدالمطلب کو کیوں آپ نے خمس میں سے حصہ دیا جبکہ ہمیں چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری رشتہ داری ایک ہی ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور بنوعبدالمطلب جاہلیت اور اسلام کے زمانہ میں جدا نہیں ہوئے ہم اور وہ ایک شیٔ کی طرح ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کے پاس مال فئے آتا تو آپ اسے اسی روز تقسیم فرما دیتے۔ آپ اہل والے کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ عطا فرماتے۔ آپ نے ہمیں یاد فرمایا مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے یاد فرمایا۔ مجھے دو حصے عطا کئے۔ میرے اہل خانہ تھے، پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا آپ نے انہیں ایک عطا فرمایا۔

الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت ثابت بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے یوم خیبر حضرت سہلہ بنت عاصم رضی اللہ عنہا اور ان کی نو زائیدہ کے لئے حصہ نکالا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں خیبر میں پچاس وسق کھجوریں اور مدینہ طیبہ میں بیس وسق جو عطا کئے۔

امام احمد نے حضرت ابوزبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "ان میں سے ایک شخص فی سبیل اللہ لے لیتا پھر دوسرا اور پھر تیسرا شخص لے لیتا۔"

پانچواں باب

خیانت سے ممانعت‘ تقسیم کے بعد جو خیانت کا مال لے کر آیا‘ اسے لینے سے انکار کر دیا‘ خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ ترک کرنا‘ خیانت کرنے والے کا مال جلا دینا اور ایسی ہنڈیوں کو اوندھا کر دینا جن میں خیانت سے اکٹھا کیا ہوا مال غنیمت پکایا گیا ہو

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ خیانت سے آپ کا منع فرمانا اور یہ فرمانا کہ خائن آگ میں جائے گا

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک شخص کا ذمہ تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ وہ مرگیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”وہ آگ میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک چادر پائی جسے اس نے خیانت سے حاصل کیا تھا۔“

امام مسلم نے حضرت عدی بن عمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ”ہم نے تم میں سے جسے کسی امر پر عامل بنایا اس نے ہم سے سوئی یا اس سے کم تر چیز چھپائی تو یہ بد دیانتی ہو گی۔ وہ اس کے ساتھ روز حشر آئے گا“ انصار میں سے ایک شخص اٹھا گویا کہ میں اب بھی اس کی طرف دیکھ رہا ہوں‘ اس نے عرض کی ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے یہ منصب واپس لے لیں۔“

آپ نے فرمایا: ”تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی ”میں نے آپ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔“ آپ نے فرمایا: میں اب بھی اسی طرح کہتا ہوں جسے ہم تم میں سے کسی کام پر عامل مقرر کریں تو وہ اس کی قلیل اور کثیر مقدار کو لے آئے اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جسے منع کیا جائے اسے رک جائے۔

امام مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب غزوہ خیبر رونما ہوا تو چند صحابہ کرام آئے انہوں نے فرمایا: فلاں شہید ہے۔ فلاں شہید ہے۔ ”حتیٰ کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے انہوں نے فرمایا: ”فلاں شہید ہے‘ آپ نے فرمایا: ”ہرگز نہیں۔ میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے یہ اس چادر کی وجہ سے ہے جو اس نے خیانت کرتے ہوئے حاصل کی تھی“ روایت ہے کہ وہ چادر جو اس نے غزوہ احد میں بد دیانتی کے ساتھ حاصل کی تھی۔ وہ اس پر شعلہ بار ہے۔“

۲۔خائن کے مال کو جلا دینے کا حکم:

ابوداؤد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کسی شخص نے بددیانتی کی ہے تو اس کا سامان جلا دو اور اسے مار دو۔"

۳۔ہنڈیوں کو اوندھا کر دینا:

ابوداؤد نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر میں آپ کی معیت میں روانہ ہوئے۔لوگوں کو سخت بھوک اور مشقت نے آلیا۔انہوں نے مال غنیمت پایا اور اس میں سے کچھ بغیر اجازت کے لے لیا۔ہماری ہنڈیاں ابل رہی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔آپ کمان کے سہارے چل رہے تھے آپ نے اس کمان کے ساتھ ہماری ہنڈیوں کو الٹ دیا، پھر گوشت میں مٹی ڈالنے لگے، پھر فرمایا "یہ مال غنیمت کی چوری میت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔"

چھٹا باب

جو اسلام سے انکار کرے اس سے جزیہ لینا

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے حسین بن سلمہ کے یہ ضعیف ہے) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فارس کے مجوسیوں سے جزیہ لیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بربر کے لوگوں سے جزیہ وصول کیا۔"

پہلا باب

آپ کا علم مبارک، بعض روایات اور فتاوے

علم میں آپ کے آداب

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ آپ کے فرمان لا ادری (میں نہیں جانتا) واللہ اعلم (اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے) کے بارے جبکہ آپ سے کسی ایسی چیز کے بارے سوال کیا جاتا جسے آپ نہ جانتے۔

حارث بن ابی اسامہ' ابو یعلی اور امام احمد نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی شہر (کا کون سا حصہ) سب سے زیادہ شر رکھتا ہے؟

آپ نے فرمایا:"میں نہیں جانتا"جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا "جبرائیل! شہر کا کون سا حصہ سب سے زیادہ شر رکھتا ہے؟ انہوں نے عرض کی:"میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے پوچھ لوں"وہ اتنی دیر ٹھہرے' جتنی دیر اللہ رب العزت نے چاہا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی"اے سراپا ستائش! آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ شہر کا کون سا حصہ سب سے زیادہ شر رکھتا ہے؟ میں نے عرض کی تھی"میں نہیں جانتا۔میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے۔میں نے عرض کی:"خداوند جہاں! شہر کا کون سا حصہ سب سے زیادہ شریر ہوتا ہے"اس نے فرمایا:"اس کے بازار۔"

ابو یعلی' ابن حبان' الطبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے ٹکڑوں میں سے کون سا ٹکڑا سب سے بہترین ہے"آپ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا"یا آپ خاموش رہے۔

آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین آئے اور آپ نے ان سے پوچھا۔انہوں نے بھی عرض کی"میں نہیں جانتا" آپ نے فرمایا:"اپنے رب تعالیٰ سے پوچھو"انہوں نے فرمایا:"میں اس سے جس چیز کے بارے بھی سوال کرتا ہوں تو اتنا نور جدا ہوتا ہے کہ قریب ہوتا ہے کہ وہ اس سے جل جاتا"جب حضرت جبرائیل اوپر گئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے سوال کیا ہے کہ کون سا قطعۂ زمین بہترین ہے تم نے کہا"میں نہیں جانتا"انہوں نے عرض کی:"ہاں! رب تعالیٰ نے فرمایا: "انہیں بیان کر دو کہ بہترین ٹکڑے مساجد ہیں اور شریر ترین ٹکڑے بازار ہیں۔"

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں۔میں نہیں جانتا کہ حدود اپنے اہل کے لئے کفارات ہیں یا نہیں۔"

ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا تبع مسلمان تھا یا نہیں۔میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں۔"

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے مشرکین کے ان بچوں کے متعلق پوچھا گیا جو بچپن میں مر جائیں۔آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ کیا کرتے تھے؟

تنبیہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علوم عطا فرما دیئے تھے کہ حدود اپنے اہل کے لئے کفارات۔

ہیں۔ تبع مسلمان تھا جیسے کہ امام احمد، امام بخاری اور دارقطنی نے خزیمہ بن ثابت سے مرفوعاً حسن سند سے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تبع کو گالی گلوچ نہ دیا کرو۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔"

۲۔ سوال کرنے والے کی طرف آپ کا نظر کرم فرمانا

امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بتائیں کہ کون سی چیز میرے لئے حلال ہے اور کون سی چیز میرے لئے حرام ہے؟ آپ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ نے نظر مبارک اٹھا کر دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "نیکی وہ ہوتی ہے نفس اس کی طرف سے سکون محسوس کرے۔ دل اس کی طرف مطمئن ہو جائے۔ گناہ وہ ہوتا ہے جس کی طرف نفس سکون محسوس نہ کرے۔ دل اس کی طرف سے مطمئن نہ ہو۔ اگرچہ مفتون تمہیں فتویٰ دے دے۔"

۳۔ کسی سوال کو صحابہ کرام کی طرف ہی لوٹا دینا تا کہ آپ آزما سکیں کہ ان کے پاس کتنا علم ہے؟

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ آپ سخت بلند زمین پر تشریف لائے اور فرمایا: "درختوں میں سے ایک ایسا درخت بھی ہے جس کے پتے نہیں گرتے یہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وادی کے درختوں کی طرف دیکھا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں "میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے لیکن بیان کرنے سے حیا آئی۔ صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی بیان فرمائیں" یا دوسرے الفاظ یہ ہیں۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں بیان فرمائیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ کھجور کا درخت ہے" حضرت عبداللہ فرماتے ہیں "جو میرے دل میں خیال پیدا ہوا تھا میں نے اسے اپنے والد گرامی سے بیان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: کاش کہ تم یہ عرض کر دیتے یہ مجھے فلاں فلاں چیز سے عزیز ہوتا۔"

۴۔ وعظ و پند سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی ذہنی تربیت کرنا تا کہ وہ نفرت نہ کرنے لگیں

امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ و نصیحت سے ہماری ذہنی تربیت کرتے تھے تا کہ ہم کہیں اکتا نہ جائیں۔"

۵۔ سواری وغیرہ پر کھڑے ہو کر فتویٰ دینا

امام بخاری نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ حجۃ الوداع میں لوگوں کے لئے منیٰ میں کھڑے ہو گئے۔ وہ آپ سے سوال کرنے لگے۔ ایک شخص آیا۔ اس نے کہا "مجھے علم نہ ہو سکا میں نے قربانی سے پہلے حلق کر دیا،

ہے۔"آپ نے فرمایا: "اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں" ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا اس نے عرض کی "مجھے معلوم نہ ہوسکا میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی کردی ہے" آپ نے فرمایا: "اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں" آپ سے جس چیز کی بھی تقدیم و تاخیر کا سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے "اب کرلو کوئی حرج نہیں۔"

۶۔دست مبارک یا سر اقدس سے اشارہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے حجۃ الوداع کے وقت سوال کیا گیا۔ایک شخص نے عرض کی "میں نے رمی سے قبل قربانی کردی ہے۔" آپ نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا اور فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔" ایک شخص نے عرض کی "میں نے قربانی سے پہلے حلق کرادیا ہے۔" آپ نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا "کوئی حرج نہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علم کو اٹھا لیا جائے گا۔ جہالت اور فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج زیادہ ہوگا" آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہرج کیا ہوتا ہے؟ آپ نے اپنے دست اقدس سے اشارہ کیا اور اسے ٹیڑھا فرمایا گویا کہ آپ نے اس سے قتل مراد لیا۔"

۷۔خیر کے حصول کے لئے آنے والوں کو ترجیح دینا

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وفد قیس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا: یہ کس قوم کا وفد ہے یا یہ ربیعہ قوم میں سے وفد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس وفد کو خوش آمدید! یا اس قوم کو خوش آمدید جو رسواء اور نادم نہیں ہیں۔"

۸۔ناپسندیدہ امر دیکھ کر تعلیم وموعظہ میں غضب کی جھلک

امام بخاری نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کیا "قریب ہے کہ میں نماز نہ پڑھوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاں شخص ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے۔" آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا تو وعظ ونصیحت میں شدید غضب اور غصے کا اظہار فرمایا۔فرمایا "اے لوگو! تم یا تم میں سے کچھ نفرت دلا رہے ہیں۔جو لوگوں کو نماز پڑھائے اسے تخفیف کرنا چاہئے ان میں مریض، کمزور اور ضرورت مند ہوسکتے ہیں۔"

زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے گری ہوئی چیز کے بارے سوال کیا آپ نے فرمایا: اس کی رسی اور تھیلے کا خوب پہچان لو پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو پھر اس سے لطف اندوز ہو۔اگر اس کا مالک آجائے تو اسے واپس کردو اس نے عرض کی "گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ یہ سن کر آپ غصے میں ہوگئے حتیٰ کہ رخسار مبارک یا چہرۂ انور سرخ ہوگیا۔آپ نے فرمایا: "تمہارا اور اس کا کیا واسطہ؟ اس کے پاس اس کا مشکیزہ اور اس کے پاؤں اس کے پاس ہیں۔وہ پانی پیئے گا درخت کھائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے مالک سے ملاقات کرلے۔اس نے عرض کی "گم شدہ بکری کے بارے کیا

حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ تمہارے لئے یا تمہارے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لئے ہوگی" حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آپ سے چند ایسی اشیاء کے بارے سوالات کئے گئے جنہیں آپ ناپسند فرماتے تھے جب زیادہ پوچھا گیا تو آپ ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا "مجھ سے جو چاہو سوال کرو" ایک شخص نے عرض کی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "تمہارا باپ حذیفہ ہے" دوسرے شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "تمہارا باپ سالم مولی شیبہ ہے" جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور پر تاثرات دیکھے کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے رب تعالیٰ ہونے، اسلام سے دین حق ہونے اور محمد عربی ﷺ سے نبی مکرم اور رسول معظم ﷺ ہونے کے اعتبار سے راضی ہو گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ والا میں توبہ کرتے ہیں۔" پھر آپ خاموش ہو گئے۔

مسعود، اسحاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: "یانبی اللہ ﷺ مجھے بتائیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے یا کسی اور مہینے میں" آپ نے فرمایا: "لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے" میں نے عرض کی: "یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ تھی جب وہ اس دنیا میں تھے جب ان کا وصال ہوا تو اسے اٹھالیا گیا" آپ نے فرمایا: "نہیں! یہ تا روز حشر ہے" میں نے عرض کی: "یہ رمضان المبارک کے کس حصے میں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "اسے رمضان المبارک کے درمیانی یا آخری عشرے میں تلاش کرو۔ اس کے بعد مجھ سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔" پھر آپ نے گفتگو فرمائی۔ میں نے آپ کی اس عدم توجہی سے فائدہ اٹھایا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں اس حق کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جو میرا آپ پر ہے کہ لیلۃ القدر کس عشرہ میں ہوتی ہے" آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ میں نے اس سے قبل اتنا غصے میں آپ کو نہ دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اسے آخری باقی سات راتوں میں تلاش کرو۔ اب اس کے بعد مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھنا۔"

۹۔کسی فرمان عالیشان کو تین بار دھرانا تا کہ اس کی اچھی طرح سمجھ آ جائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کوئی بات دھراتے تو اسے تین بار فرماتے۔

"آپ کے بارے روایت ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو اس کا تین بار اعادہ کرتے حتیٰ کہ ہم اسے خوب ذہن نشین کر لیتے۔ جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو تین بار سلام کرتے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کی معیت میں ایک سفر کیا۔ ہم پیچھے رہ گئے ہم نے آپ کو پالیا۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا ہم وضو کرنے لگے۔ ہم اپنی ٹانگوں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے آواز بلند فرمایا۔ خشک رہ جانے والی ایڑیوں کے لئے آگ۔ آپ نے دو یا تین دفعہ اس طرح فرمایا۔

۱۰۔عفت مآب خواتین کے لئے ایک دن مختص فرمانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ خواتین (صحابیات) رضی اللہ عنہن نے آپ سے عرض کیا ''آپ کے بارے مرد ہم پر غالب آ گئے ہیں۔آپ ایک دن ہمارے لئے مختص کر دیں'' آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ آپ ایک دن ان کے لئے مختص کر دیں گے جس میں آپ انہیں وعظ و نصیحت فرمائیں گے انہیں حکم دیں گے'' آپ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کے تین بچے اس سے پہلے مر جائیں تو وہ اس کے لئے آگ سے حجاب بن جائیں گے''ایک عورت نے عرض کی''دو بچے بھی'' آپ نے فرمایا:''دو یا تین بچے جو نابالغ ہی فوت ہوئے ہوں۔''

۱۱۔ایک قوم کو چھوڑ کر دوسری کے ساتھ علم مختص کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا:''یا معاذ بن جبل!انہوں نے عرض کی:''لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسعدیک۔''آپ نے فرمایا:''جو بھی صدق دل سے یہ گواہی دے گا: ''اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله'' رب تعالیٰ اس پر آتش جہنم کو حرام فرمائے گا'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں یہ بات لوگوں کو نہ بتاؤں تا کہ وہ خوش ہو جائیں'' آپ نے فرمایا:''وہ پھر اس پر بھروسہ کریں گے'' انہوں نے اپنے وصال کے وقت یہ روایت بیان کر دی تا کہ وہ کتمان علم کے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔دوسرے الفاظ میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا''جو رب تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔وہ جنت میں جائے گا'' انہوں نے فرمایا:''کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دوں'' آپ نے فرمایا: ''نہیں وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔''

۱۲۔سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جوابات ارشاد فرمانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے التجا کی کہ محرم کیا پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:''وہ قمیص نہیں پہن سکتا عمامہ اور شلوار نہیں پہن سکتا وہ روئی نہیں پہن سکتا وہ ایسا کپڑا نہیں پہن سکتا جسے وہ ورس یا زعفران سے رنگا گیا اگر اسے نعلین میسر نہ ہوں تو وہ خفین پہن لے وہ انہیں کاٹ لے تا کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔''

۱۳۔سائل کا ہاتھ تھام لینا

حارث اور ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ابودھماء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ہم دیہات کے ایک شخص کے پاس آئے۔اس نے کہا'' آپ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے وہ علم سکھانے لگے جو علم رب تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اس میں سے مجھے یہ فرمان عالی شان یاد رہ گیا۔

"تم نے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے جو چیز بھی چھوڑ دی مگر رب تعالیٰ نے اس کا نعم البدل تمہیں عطا کر دیا۔"

۱۴۔داستان سننے کے لئے بیٹھ جانا

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ ایک قصہ گو داستان بیان کر رہا تھا اس نے آپ کو دیکھا تو وہ رک گیا۔ آپ نے اسے فرمایا" قصہ بیان کرو" پھر آپ نے فرمایا: "میرے لئے اس طرح صبح کے وقت بیٹھنا حتیٰ کہ سورج روشن ہو جائے مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

۱۵۔کسی شخص کو متعین کرنا جو آپ کی بات کو دہرائے

مسعود نے ثقہ راویوں سے حضرت بلال بن عامر المزنی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے منیٰ میں آپ کی زیارت کی۔ آپ خچر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ آپ کے فرامین کو دہرا رہے تھے۔ میں آیا حتیٰ کہ میں آپ کے تسمے اور قدموں کے مابین داخل ہو گیا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک پر تعجب کیا۔"

امام احمد، ابو داؤد نے مختصر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے عرفہ میں قیام فرمایا۔ آپ نے حضرت ربیعہ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ آپ کی اونٹنی کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ وہ بلند آواز شخص تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا" بلند آواز سے کہو" کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ وہ بلند آواز سے بولے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا" حرمت والا مہینہ" آپ نے انہیں فرمایا" لوگوں سے بآواز بلند پوچھو کہ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ کرام نے کہا "حرمت والا شہر" آپ نے انہیں کہا" بآواز بلند پوچھو یہ کون سا دن ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" حج اکبر" آپ نے فرمایا: انہیں بآواز بلند کہو" رب تعالیٰ نے تمہارے خون اور اموال تم پر اسی طرح حرام کئے ہیں۔ جیسے تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے، جیسے تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔"

۱۶۔سائلین میں سے پہلے کو جواب مرحمت فرمانا

حضرت سعید بن منصور اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابو الولید الازرقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چند باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا:" بیٹھ جاؤ۔ بنو ثقیف میں سے ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا:" انصاری تم سے سبقت لے گیا ہے۔" اس انصاری شخص نے عرض کی" یہ مسافر شخص ہے مسافر کا حق ہوتا ہے۔ آپ اس سے ابتداء کریں آپ نے اس ثقفی کی طرف توجہ کی۔ آپ نے فرمایا:" اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا

سکتا ہوں کہ تم کیا سوال کرنے لگے ہو، ورنہ تم خود سوال کرو میں جوابات دیتا ہوں' اس نے عرض کی' یا رسول اللہ! ﷺ میں جو کچھ پوچھنا چاہتا تھا وہ سوالات بھی بتا دیں۔" آپ نے فرمایا: تم اس لئے آئے ہو تاکہ تم مجھ سے رکوع' سجود' نماز اور روزے کے بارے میں سوال کرو۔ اس نے عرض کی' مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے ذرا بھر بھی غلطی نہیں کی۔ میرے دل میں جو کچھ تھا آپ نے بیان فرما دیا۔

۱۷۔ سائل کو اپنے قریب کرنا

ابو یعلی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسی دعا سکھائیں جس سے مجھے بھلائی پہنچے' آپ نے اسے فرمایا" قریب ہو جاؤ" وہ قریب ہو گیا حتیٰ کہ اس کا گھٹنا آپ کے مبارک گھٹنے کو مس کرنے لگا۔ آپ نے اسے فرمایا یہ دعا مانگا کرو۔

اللھم اعف عنی فانك عفو تحب العفو و انت عفو کریم۔

تنبیہات

۱۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ کھجور اور مسلمان کے مابین وجہ شبہ اس کے لئے نہ گرنے کے اعتبار سے ہے۔ حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک اور وجہ شبہ بھی بیان کی ہے۔

ایک دن ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا: "مومن کی مثال اس درخت کی طرح ہے جس کے جوڑ نہیں گرتے۔ کیا تم جانتے ہو وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" نہیں" آپ نے فرمایا:" وہ کھجور کا درخت ہے اس کے جوڑ نہیں گرتے اسی طرح مومن کے لئے کوئی دعوت (التجا یا درخواست) نہیں گرتی۔

المصنف میں باب الاطعمۃ میں الاعمش کی سند سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:" مجاہد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" ہم آپ کی خدمت میں تھے کہ آپ کے پاس کھجور کا گوند لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: "ایک درخت ایسا ہے جس کی برکت مسلمان کی برکت کی طرح ہے" یہ روایت اس روایت سے اعم ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ کھجور کی برکت اس کے سارے اعضاء میں موجود ہوتی ہے۔ سارے احوال میں رواں رہتی ہے اس کے پھوٹنے سے لے کر خشک ہونے تک اسے کھایا جاتا ہے۔ مختلف انواع میں اسے کھایا جاتا ہے، پھر اس کے سارے اعضاء سے نفع حاصل کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی گٹھلی چوپایوں کا چارہ بنتی ہے۔ اس کے پتوں سے رسی بنائی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح مسلمان کی برکت تمام احوال میں عام ہوتی ہے۔ اس کا نفع رواں ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ اس کے وصال کے بعد بھی اس کا نفع رواں رہتا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں' ان دونوں کے مابین وجہ شبہ یہ ہے کہ مسلمان کا دین ثابت ہوتا ہے۔ اس سے جن علوم اور

بھلائیوں کا صدور ہوتا ہے وہ ارواح کے لئے عمدہ قوت ہوتیں ہیں۔ وہ اپنے دین کے ساتھ مستور ہوتا ہے۔اس سے اس زندگی اور وصال کے بعد جو کچھ صادر ہوتا ہے اس سے نفع ملتا ہے۔"

ایک اور عالم دین نے لکھا ہے"مومن کی شاخیں آسمان میں ہیں" سے مراد یہ ہے کہ اس کا عمل بلند ہوتا ہے اور وہ قبول ہوتا ہے۔البزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مومن کھجور کی مانند ہے اس میں سے جو کچھ تمہیں ملتا ہے وہ تمہیں نفع دیتا ہے" اس کی سند صحیح ہے۔آپ نے مختصر عبارت سے اپنے مقصود کو عیاں کر دیا۔جس نے یہ وجہ شبہ بیان کی ہے کہ کھجور کا سر جب گر جائے تو یہ ختم ہو جاتی ہے۔یا جب اس کی پیوند کاری کی جائے تو یہ پھل نہیں لاتی۔یا جب یہ ڈوب جائے تو یہ ختم ہو جاتی ہے یا اس کے شگوفے سے آدمی کی منی کی طرح کی بو آتی ہے۔یا اس سے عشق کیا جاتا ہے یا یہ اپنے اوپر سے پتی ہے۔یہ ساری وجوہات کمزور ہیں کیونکہ یہ ساری تشبیہات آدمیوں کے ساتھ مشترک ہیں مسلمان کے ساتھ نہیں۔سب سے کمزور قول اس شخص کا ہے جس نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے حضرت آدم سے بچی ہوئی مٹی سے بنایا گیا۔اس کے بارے کوئی روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"تمہارے یہ درخت بتا دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے پسندیدہ ہوتا"۔ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ اضافہ کیا ہے"میرا گمان ہے کہ انہوں نے سرخ اونٹ کہا تھا اس روایت میں اور بھی کئی فوائد ہیں۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ عالم اپنے طلبہ کے اذہان کو اس چیز سے آزما سکتا ہے جو اس کے پیغام میں مخفی ہو اگرچہ وہ اسے نہ بھی سمجھتے ہوں۔"

جس روایت کو ابو داؤد نے حضرت معاویہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اغلوطات (مغالطہ آمیز باتوں) سے منع فرمایا ہے۔اس روایت کے ایک راوی حضرت امام اوزاعی نے کہا ہے کہ اس سے مراد مشکل مسائل کا پوچھنا ہے یہ ایسے امر پر محمول ہے جس کا کوئی نفع نہ ہو یا وہ چیز جس کو مسئول سے غلطی ہو جانے یا عجز کا اظہار ہو جانے کے لئے نکال دیا جائے۔اس میں علم کو سمجھنے کی تحریص بھی ہے۔اس میں کھجور اور اس کے پھل کی برکت کا تذکرہ بھی ہے۔اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ کھجور کی گوند کی بیع جائز ہے، کیونکہ جس کا کھانا جائز ہے اس کی بیع جائز ہے۔اس میں کھجور کو درمیان سے کاٹنے پر جواز کی دلیل بھی ہے۔یہ ضرب المثل بھی ہے۔زیادہ سمجھنے کے لئے تشبیہ بھی ہے۔معانی کی تصویر بھی ہے تاکہ وہ ذہن میں راسخ ہو جائیں اور کسی حادثہ کے حکم کے بارے غور و فکر کی صلاحیت تیز ہو سکے۔اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ تشبیہ اس کے تمام امور میں ہو، کیونکہ جمادات میں سے کوئی چیز مومن کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس میں بڑی چیز کی توقیر بھی ہے۔قول میں چھوٹی چیز کو اس سے مقدم کیا جانے کا جواز بھی ہے۔نیز یہ کہ انسان جو کچھ سمجھے اسے جلدی بیان نہ کرے اگرچہ اسے گمان ہو کہ یہ صحیح ہے۔اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ بڑے عالم سے بعض اوقات وہ چیز

مخفی رہ سکتی ہے جسے اس سے کم علم والا جان لیتا ہے، کیونکہ علم عطیہ ہوتا ہے جسے چاہتا ہے رب تعالیٰ عطا کر دیتا ہے اس سے امام مالک نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ خیر کے اعمال کی وجہ سے تعریف کی جائے ان پر اعتراض نہیں ہوسکتا جبکہ ان کی اصل ذات باری تعالیٰ ہو۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مذکورہ تمنا سے یہی کچھ سمجھا جاسکتا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمنا کی وجہ وہ چیز ہے جو انسانی طبع میں شامل ہے اور انسان اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے خیر سے محبت کرتا ہے تاکہ بچے کے بچپن میں ہی اس کی فضیلت آشکارہ ہو سکے، تاکہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا قرب زیادہ ہو سکے، شاید ان کی امید تھی کہ آپ اس وقت اس کے فہم و ادراک کی زیادتی کی دعا کریں۔اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظروں میں دنیا کتنی حقیر تھی کیونکہ انہوں نے اپنے نور نظر کے علم کے مقابلہ میں ایک مسئلہ کے لئے سرخ اونٹ رکھے ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کی قیمت بھی گراں تھی' الحافظ کا کلام تقدیم و تاخیر کے ساتھ ختم ہوگیا۔

۲۔یَتَخَوَّلُنَا

یعنی آپ نے ہماری دیکھ بھال کی۔ذمہ داری اٹھائی! الموعظه سے مراد وعظ و نصیحت ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ خطابی الخائل۔جو شخص کھڑا ہو کر مال کی نگرانی کرے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ وعظ و نصیحت کرنے میں اوقات کا خیال رکھتے تھے۔آپ ہر روز اس طرح نہ کرتے تھے، تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔اسے التخون بھی پڑھا گیا ہے۔ہروی نے الغریبین میں اسے یتحولنا کہا ہے یعنی آپ ہمارے حالات کا جائزہ لیتے رہتے تھے جن میں ہم وعظ و نصیحت کے لئے تیار ہوں۔میں کہتا ہوں کہ روایت کے لحاظ سے پہلا معنی ہی بہتر ہے" علینا ہم پر مشقت نہ ڈالیں۔یا ہم اکتا نہ جائیں۔اسے علی سے متعدی کیا گیا ہے۔صلہ محذوف ہے جبکہ الموعظہ مقدر ہے۔

۳۔الفتیا یا الفتوی

فتیا کے وزن پر مصادر قلیل ہیں۔مثلاً تقیا اور رجعی۔روایت میں ہے ایک شخص آیا۔مجھے اس سائل کا نام معلوم نہیں۔نہ ہی اس کا نام معلوم ہے، جو بعد میں آیا تھا۔ظاہر ہے کہ صحابی نے کسی ایک کا نام نہیں لیا کیونکہ اس وقت سوال کثرت سے کرتے تھے ولا حرج یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے نہ تو ترتیب کے اعتبار سے نہ فدیہ ترک کرنے کے اعتبار سے یہ ظاہر ہے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ "صرف گناہ کے اعتبار سے حرج نہیں مراد ہے۔اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ بعض صحیح روایات میں ہے کہ آپ نے کفارہ کا حکم نہ دیا۔"

۴۔لا اکاد ادرك الصلاۃ

اس عبارت کے بارے حافظ لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس کا ظاہر مشکل ہے کیونکہ نماز کی طوالت

کا تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی نماز کو پالے نہ کہ اسے نہ پاسکے گویا کہ لا کے بعد الف کو بڑھا دیا گیا ہے۔ یہ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک اچھی توجیہ ہے۔ اگر روایت اس کی مدد کرے ابوالزناد بن سراج نے کہا ہے "اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص ضعیف تھا جب امام لمبا قیام کرتا تو وہ رکوع نہ کرسکتا تھا اور نہ اس کے ضعف میں اضافہ ہو جاتا قریب تھا کہ وہ اس کے ساتھ نماز ادا نہ کرسکتا میں کہتا ہوں کہ یہ ایک عمدہ معنی ہے لیکن المصنف نے الغریابی سے اسی سند سے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"میں نماز سے متاخر ہو جاتا ہوں" یعنی میں باجماعت نہیں پڑھ سکتا، بلکہ کبھی کبھی اس کی طوالت کی وجہ سے رہ جاتا ہوں۔"

۵۔لم یبلغوا الحنث

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بلوغت سے پہلے ہی مر گئے تھے کیونکہ گناہ بلوغت کے بعد لکھا جاتا ہے۔ گویا کہ اس میں راز یہ ہے کہ ان کی طرف اس نافرمانی کو منسوب نہیں کیا جاسکتا کہ ان پر افسوس ہو۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زوجات کریمات کو دینی امور کی تعلیم حاصل کرنے کا کتنا شوق تھا۔ اس میں یہ جواز بھی ہے کہ خواتین مردوں سے بات کرسکتی ہیں۔ اس وعدہ کا جواز بھی ہے نیز یہ کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہیں اسی طرح یہ خواتین کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ جس کا بھی بچہ ہو وہ اسے آگ سے روک دیں گے اسی طرح اگر وہ بلوغت تک نہ پہنچے ہوں۔"

۶۔صدقاً

الحافظ نے لکھا ہے "یہ منافق کی شہادت سے احتراز ہے" الطیبی نے کہا ہے "صدقا" اس جگہ استقامت کے قائم مقام ہے۔ صدق کو قول کی رو سے اس قول کے مطابق تعبیر کیا جاتا ہے جس کے بارے خبر دی جائے جبکہ فعل کی رو سے اسے پسندیدہ اخلاق کی تلاش سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ (الزمر۔ ۳۳)

ترجمہ: اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی۔

یعنی اس نے جو قولاً وارد کیا ہو اس نے اس امر کی تخفیف کر دی جس کی فعلاً اس نے جستجو کی تھی۔ انہوں نے یہ ارادہ کیا ہے روایت کے ظاہر سے اشکال کو دور کیا جائے کیونکہ اس کا تقاضا ہے، کہ جو بھی شہادتین کی گواہی دے وہ آگ میں داخل نہ ہو کیونکہ اس میں تعمیم اور تاکید ہے۔ لیکن اہل السنۃ کے پاس قطعی دلائل ہیں کہ نافرمان اہل ایمان کا ایک گروہ عذاب میں مبتلا ہوگا پھر شفاعت سے بعض کو آگ سے نجات ملے گی، گویا کہ آپ نے فرمایا: یہ اس شخص کے ساتھ مقید ہے جس نے پاکیزہ اعمال سرانجام دیئے اسی خفاء کی وجہ سے آپ نے بشارت کی اجازت نہ دی۔

اس اشکال کے علمائے کرام نے کئی اور بھی جواب مرحمت فرمائے ہیں کہ یہ مطلق اس شخص کے ساتھ مقید ہے جس

نے اسے مکمل پڑھا پھر اسی پر مرا۔ایک جواب یہ ہے کہ یہ اکثر فرائض کے نزول سے پہلے کی بات ہے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے، کیونکہ ایسی روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ جیسے کہ امام مسلم نے انہیں روایت کیا ہے ان کی صحبت اکثر فرائض کے نزول سے متاخر ہے اسی طرح امام احمد نے انہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے حسن اسناد سے روایت کیا ہے وہ بھی اسی سال آئے تھے جس سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تھے۔ایک جواب یہ ہے کہ اسے غالب اکثریت کی وجہ سے اس طرح کہا گیا ہے کیونکہ غالب گمان یہی ہے کہ اہل ایمان اطاعت بجالاتے ہیں اور معصیت سے بچتے ہیں۔ایک جواب یہ ہے کہ آگ میں جانے کی حرمت سے مراد یہ ہے کہ اس کا اس میں ہمیشہ رہنا حرام ہے۔ نہ یہ وہ اصلاً داخل ہی نہ ہوگا۔ایک جواب یہ ہے کہ اس آگ سے مراد وہ آگ ہے جسے کافروں کے لئے تیار کیا گیا، نہ کہ وہ آگ مراد ہے جسے اہل ایمان میں سے نافرمانوں کے لئے تیار کیا گیا ہو۔یا اس سے مراد یہ ہے کہ اسے مکمل طور پر آگ میں نہیں جلایا جاسکے گا کیونکہ مراد یہ ہے کہ آگ مسلمان کے سجدہ کرنے کی جگہ کو نہیں جلائے گی جیسے کہ شفاعت کی حدیث پاک سے ثابت ہے۔ یہ اعضاء اس پر حرام ہیں۔اسی طرح وہ اس زبان کو نہیں جلاسکے گی جو توحید کا نغمہ الاپے گی۔علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔"

اذا یتکلوا

یہ جواب اور جزاء ہے یعنی اگر تم نے انہیں بتادیا تو وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔الاصیلی اور الکشمیہنی نے لکھا ہے۔ یہ لفظ ینکلوا ہے یعنی وہ عمل سے رک جائیں گے۔وہ اسی پر اعتماد کریں گے۔ جو اس کے ظاہر سے عیاں ہوتا ہے۔ بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بشارت دینے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔رستے میں انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے۔انہوں نے فرمایا:" جلدی نہ کرو" پھر وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رائے کے اعتبار سے افضل ہیں جب لوگ یہ سنیں گے تو وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے" آپ نے فرمایا:" انہیں واپس لے آؤ" اس روایت کا شمار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقات میں ہوگا اس میں اس امر کا بھی جواز ہے کہ آپ کی موجودگی میں اجتہاد ہوسکتا ہے الاشاعرۃ کے بعض متکلمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بندے کو اختیار حاصل ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے موجود ہوتا ہے۔

تاثّما

یعنی اس کی وجہ یہ خشیت ہے کہ وہ گناہ میں نہ گر پڑیں جو علم چھپانے کی وجہ سے حاصل ہو۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی تنزیہ کے اعتبار سے تھی۔تحریم کے اعتبار سے نہ تھی۔ورنہ وہ اس کے بارے کسی کو نہ بتاتے یا انہیں علم تھا کہ یہ نہی اشکال کے ساتھ مقید ہے، اور انہوں نے اسے بتادیا جس کے بارے انہیں خدشہ نہ تھا جب قید زائل ہوجاتے تو مقید بھی زائل ہوجاتا ہے۔پہلی توجیہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ انہوں نے اسے اپنے وصال تک مؤخر کیا حضرت قاضی عیاض نے فرمایا

ہے: شاید حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہی کی مراد نہ سمجھے ہوں۔ انہوں نے اپنا عزم اس وقت توڑ دیا ہو جب ان کے سامنے ایسا شخص آیا ہو۔ جس کو انہوں نے بشارت دی ہو" میں کہتا ہوں" اگلی روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اس روایت سے یہ جواز بھی ملتا ہے کہ کسی کو اپنے پیچھے بٹھانا جائز ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع بھی ثابت ہوتی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے علم کے بلند مقام سے بھی آشنائی ہوتی ہے کیونکہ آپ نے اس امر کے لئے انہیں مختص کیا۔ اس میں یہ بھی جواز ہے کہ طالب علم وہ کچھ پوچھ سکتا ہے جس میں اسے تردد ہو، اور اس علم کی اشاعت کی اجازت مانگ سکتا ہے جو اس نے تنہا حاصل کیا ہو۔"

"من لقی اللہ" یعنی جس نے اس اجل (موت) سے ملاقات کر لی جسے رب تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ آپ نے صرف شرک کی نفی پر اقتصار کیا، کیونکہ یہ مکمل توحید کا تقاضا کرتا ہے، اور لزوم کے ساتھ رسالت کے اثبات کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ جس نے حضور سراپا صدق و یقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی وہ مشرک ہے۔"

۷۔ لا یلبس

الحافظ نے کہا ہے" ابن دقیق العید نے کہا ہے اعجاز کے حصول کے لئے منحصر کو غیر منحصر کی طرف عدول کیا جاتا ہے کیونکہ سائل اسی چیز کا سوال کرتا ہے جو اس پر التباس پیدا کرے اور ایسی چیز سے جواب دیا جاتا ہے جو اسے اس التباس سے نکال دے، کیونکہ اصل اباحت ہے اگر اس کے لئے وہ امور بیان کئے جاتے جن سے یہ متلبس ہوجاتی تو طوالت ہوجاتی، بلکہ وہ اس سے امن میں نہ تھا کہ بعض سامعین اس کے مفہوم کو مضبوطی سے تھام لیتے اور وہ گمان کرتے کہ اس کا اختصاص محرم کے ساتھ ہے۔"

دوسرا باب

قرآن پاک کی بعض وہ تفسیر جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہے

ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے الاتقان میں لکھا ہے ہم اپنی کتاب کو ان واضح تفاسیر کے تذکرے پر ختم کرتے ہیں، جو آپ سے مرفوع منقول ہیں جو اسباب نزول کے علاوہ ہیں تاکہ تم ان سے استفادہ کر سکو۔ یہ اہم امور میں سے ہیں۔ میں یہاں ان کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں۔"

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عدی بن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **المغضوب علیھم** سے مراد یہودی اور **الضالین** سے مراد عیسائی ہیں۔ ابن مردویہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے عرض کی: کہ **المغضوب**

علیہم سے کون مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہودی'' میں نے عرض کی: "ولا الضالین" سے مراد کون ہیں آپ نے فرمایا: ''عیسائی''۔

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل سے کہا گیا۔

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (البقرۃ:۵۸)

ترجمہ: اور داخل ہونا دروازے سے سر جھکاتے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے۔

وہ اپنی پشتوں کے بل رینگتے ہوئے داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا "حبته فی شعیرۃ"۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان "قولا غیر الذی قیل لهم" کی تفسیر اس میں ہے۔

امام ترمذی وغیرہ سے حسن روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ جس میں کافر گرے گا۔ اس کے تہ میں جانے سے قبل چالیس سال لگ جائیں گے۔''

امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن پاک کا ہر وہ لفظ جس میں قنوت کا تذکرہ ہو وہ اطاعت ہے۔''

امام احمد، امام ترمذی اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ نے اس فرمان۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنادیا (اے مسلمانو) بہترین امت۔

میں الوسط سے مراد العدل ہے تمہیں بلایا جائے گا تم آپ کے لئے بلاغ کی گواہی دو گے۔ میں تم پر گواہ ہوں گا۔''

ابوشیخ اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ:۱۵۲)

ترجمہ: سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

سے مراد یہ ہے: ''اے بندوں کے گروہ! تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا" الطبرانی نے حضرت ابوامامتہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرۃ:۱۹۷)

حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔

کے بارے فرمایا: ''اس سے تین ماہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ مراد ہیں۔''

امام ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ

سے ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ملک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ الوسطیٰ" سے مراد نماز عصر ہے۔"

امام احمد وغیرہ نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا:

فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ۔ (آل عمران:۷)

ترجمہ: پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔

اس سے مراد خوارج ہیں اور رب تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی مراد خوارج ہیں۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران۔۱۰۶)

ترجمہ: اس دن (جب کہ) سفید ہوں گے کئی چہرے اور کالے ہوں گے کئی چہرے۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ صحیح روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران:۱۰۲)

ترجمہ: ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔

اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اسے بھلایا نہ جائے۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جسے رب تعالیٰ نے مال عطا کیا، مگر اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل میں متشکل کیا جائے گا۔ جس کے سر پہ دو نکتے ہوں گے۔ وہ روز حشر گھومے گا۔ وہ اسے جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی سے پکڑے گا۔

وہ کہے گا: "میں تمہارا وہ مال ہوں جسے تو جمع کرتا تھا۔"

پھر آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران:۱۸۰)

ترجمہ: ہرگز یہ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

حاکم نے حضرت عیاض الاشعری سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ۔۵۴)

ترجمہ: "سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے۔"

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ یہی قوم ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے اس فرمان:

اَوْ كِسْوَتُهُمْ (المائدہ:۸۹)

ترجمہ: "یا کپڑے پہنائے جائیں۔"

میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہر مسکین کو چادر عطا کرنا ہے۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام:۸۲)

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے۔

تو یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑی شاق گزری۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: "اس کا مفہوم وہ نہیں جو تم نے مراد لیا ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ عبد صالح نے کیا کہا تھا۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمان:۱۳)

ترجمہ: یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔

اس سے مراد شرک ہے۔

ابن مردویہ اور طاس نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: اور ادا کرو اس کا حق جس دن وہ کٹے۔

میں نے فرمایا: "جو خوشے سے گر پڑے۔"

الطبرانی وغیرہ نے جید سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (الانعام:۱۵۹)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ۔

اس سے مراد اس امت کے بدعتی اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔

امام احمد، ابو داؤد اور حاکم وغیرھم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافر بندے کا ذکر کیا جب اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ملائکہ اس کی روح لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ ملائکہ کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

"یہ خبیث روح ہے؟ حتیٰ کہ وہ اسے آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہا جاتا ہے مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ: نہ کھولے جائیں گے ان کے لئے آسمان کے دروازے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اس کے اعمال نامہ کو نچلی سرزمین میں سجین میں رکھ دو۔اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ (الحج:۳۱)

ترجمہ: جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہو آسمان سے اسے اچک لیا ہو اسے کسی پرندے نے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں۔

ابو شیخ نے حضرت امام جعفر بن محمد کی سند سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"وہ الواح جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر نازل ہوئیں وہ جنت کی بیری کی تھیں۔ان کی طوالت بارہ ذراع تھی۔"

ابو شیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (الانفال:۲۶)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے۔کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کون سے لوگ مراد ہیں؟" آپ نے فرمایا:"اہل فارس۔"

امام مسلم وغیرہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔آپ منبر پر فرما رہے تھے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہوئے قوت" وطاقت" سے مراد رمی (تیر اندازی) ہے۔

ابو شیخ نے ابو مھدی کی سند سے اور الطبرانی نے یزید بن عبداللہ بن عریب سے، وہ اپنے والد گرامی اور جد امجد سے مرفوع روایت کیا ہے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ (الانفال:٦٠)

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں کو ان کے کھلے دشمنوں کے علاوہ تم نہیں جانتے ہو انہیں۔

آپ نے فرمایا: اس سے مراد جن ہیں' ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'السائحون سے مراد روزہ دار ہیں' امام مسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۔ (یونس:٢٦)

ترجمہ: ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

الحسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادہ سے مراد ان کا اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں الحسنیٰ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا' اس سے مراد جنت اور زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے۔ ابوشیخ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے اس فرمان کے بارے فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ (یونس:٥٨)

ترجمہ: (اے حبیب) آپ فرمائیے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل کی ہے۔

فضل سے مراد قرآن پاک ہے اور برحمتہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے تمہیں اس کا اہل بنایا۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ (الرعد:٣٩)

ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے (جو چاہتا ہے)۔

وہ رزق میں کمی کرتا ہے۔ اس میں اضافہ کرتا ہے وہ اجل میں کمی کرتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے۔ امام ترمذی' نسائی، حاکم اور ابن حبان وغیرہم نے حضرت انس سے' امام احمد اور ابن مردویہ نے جید سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا علم و عرفان صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (ابراہیم:٢٤)

ترجمہ: مثال بیان کی اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے۔

اس سے مراد کھجور ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے یہ کھجور کا درخت ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مراد اندرائن ہے۔"

ائمہ ستہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مسلمان سے قبر میں

سوال کیا جاتا ہے تو وہ یہ گواہی دیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:۲۷)

ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پختہ قول کی وجہ سے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔

الطبرانی نے الاوسط میں بزار اور بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کے اس فرمان۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ (ابراہیم:۴۸)

ترجمہ: یاد کرو اس دن کو جبکہ بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے۔

کے بارے میں فرمایا اس سے مراد وہ زمین ہے جو سفید ہوگی۔ گویا کہ وہ چاندی ہو۔ اس میں حرام خون نہیں بہایا جائے گا۔ نہ ہی اس میں خطا کا صدور ہوگا۔"

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ام القرآن سے مراد سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے" امام ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ رب العزت کے اس فرمان۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (الحجر:۹۲،۹۳)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم ہم پوچھیں گے۔ ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔

سے مراد لا الہ الا اللہ کے بارے سوال ہے۔"

حاکم نے تاریخ میں اور دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (الاسراء:۷۰)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو۔

کے بارے میں فرمایا ہے کہ کرامت سے مراد انگلیوں سے کھانا ہے" ابن مردویہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (الاسراء:۷۸)

ترجمہ: نماز ادا کریں سورج ڈھلنے کے بعد۔

میں دلوک الشمس سے مراد زوال آفتاب ہے۔

البزار اور مردویہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دلوک

الشمس سے مراد اس کا زوال ہے۔"

امام احمد امام ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (الاسراء:۷۸)

ترجمہ: بلاشبہ نماز صبح کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اس وقت رات کے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔امام احمد وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء:۷۹)

ترجمہ: یہ نماز زائد ہے آپ کے لیے یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔

اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں مَیں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔یا"اس سے مراد شفاعت ہے۔"

" امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا۔

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (الکہف:۲۹)

ترجمہ: ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے۔

"وہ پانی تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔جب وہ اسے اپنے قریب لے جائے گا تو اس کے چہرے کی جلد گر جائے گی۔

امام احمد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ (الکہف:۴۶)

ترجمہ: اور (حقیقتاً) باقی رہنے والی نیکیاں۔

کے بارے فرمایا ہے کہ اس سے مراد تکبیر تہلیل تسبیح حمد اور ولا حول ولا قوة الا بالله۔

امام احمد نے نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ۔

یہی باقیات صالحات ہیں۔"

بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:۱۲۴)

ترجمہ: تو اس کے لئے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا۔

"اس سے مراد عذاب قبر ہے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید اور وہ حضور اکرم ﷺ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (المومنون: ۱۰۴)

ترجمہ: اور وہ اس میں دانت نکالے ہوں گے۔ (اب منہ کیوں بسورتے ہو)

کے بارے روایت کرتے ہیں کہ آگ اس کے ساتھ مل جائے گی۔ اس کا اوپر والا ہونٹ سمٹ کر سر کے وسط تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف تک چلا جائے گا۔

ابن جریر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدۃ: ۱۶)

ترجمہ: دور رہتے ان کے پہلو (اپنے) بستروں سے۔

کے بارے فرمایا ہے کہ اس سے مراد بندے کا رات کا قیام ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت کے اس فرمان:

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ (السجدۃ: ۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا تھا اسے ہدایت بنی اسرائیل کے لئے۔

کے بارے فرمایا: "ہم نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو بنو اسرائیل کے لئے سراپا ہدایت بنا دیا۔"

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (السجدۃ: ۲۳)

ترجمہ: تو آپ شک میں مبتلا نہ ہوں اس کے ساتھ ملاقات کے بارے۔

اس سے مراد حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے ملاقات ہے۔

امام ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرور کائنات ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے اپنا کردار ادا کر دیا ہے۔"

امام احمد وغیرہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ (فاطر۔ ۳۲)

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور درمیانہ رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکوں میں اللہ کی توفیق سے۔

سبقت لے جانے والے افراد سے مراد وہ خوش نصیب ہیں جو جنت میں حساب وکتاب کے بغیر داخل ہوں گے۔
میانہ رو وہ ہیں جن کا آسان حساب ہوگا۔ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے وہ ہیں جن کا حساب محشر کے طول میں ہوگا، پھر رب تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی رحمت کے ساتھ ملاقات کرے گا وہی کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (فاطر:۳۴)

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمارا غم دور کیا۔

الطبرانی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب روز حشر ہوگا تو کہا جائے گا: "وہ لوگ کہاں ہیں جن کی عمر ساٹھ سال تھی۔" اس عمر کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ (فاطر:۳۷)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔

امام نسائی، بزار اور ابو یعلی وغیرہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (فصلت:۳۰)

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اسی پر ڈٹے رہے۔

اس کلمہ کو بہت سے لوگوں نے کہا پھر ان میں سے اکثریت نے اس کا انکار کیا۔ جس نے تادم زیست اسے کہا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں اس پر استقامت نصیب ہوئی۔"

امام احمد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ قرآن پاک کی افضل آیت کون سی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کے بارے فرمایا آپ نے فرمایا:۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ: اور جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کی یا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ! میں تمہارے لئے اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ جو مرض تمہیں لاحق ہوتا ہے۔ یا دنیا میں امتحان یا آزمائش آتی ہے تو اس کی وجہ وہ اعمال ہوتے ہیں جو تمہارے ہاتھ کماتے ہیں۔ رب تعالیٰ اس سے زیادہ حلیم ہے کہ وہ ان پر آخرت میں دوبارہ سزا دے۔ رب تعالیٰ جن اعمال کو اس دنیا میں معاف کر دیتا ہے۔

تو رب تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ درگزر فرمانے کے بعد ان پر سزا دے۔"

ابن جریر نے شریح بن عبید حضرمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو مومن کسی سفر میں وفات پا جاتا ہے تو اس پر رونے والے نہیں ہوتے آسمان اور زمین اس پر روتے ہیں۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (الدخان:۲۹)

ترجمہ: پس ان پر آسمان اور زمین نہ روئے۔

یہ کسی کافر کے لئے نہیں روتے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (الاحقاف:۴)

ترجمہ: یا بچا کھچا علم۔

کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد خط ہے۔

ترمذی اور ابن جریر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیت طیبہ کے بارے فرماتے ہوئے سنا کہ

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح:۲۶)

ترجمہ: اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا۔

اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ:

الذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ (الذاریات) سے مراد "ہوا ہے۔ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ (الذاریات:۳) سے مراد کشتیاں ہیں۔ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ (الذاریات:۴) سے مراد ملائکہ ہیں اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کہتے ہوئے نہ سنا ہوتا تو میں یوں نہ کہتا۔"

حضرت عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان اور ان کی اولاد جنت میں ہوں گے جبکہ مشرکین اور ان کی اولاد آگ میں ہوں گے، پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ (الطور:۲۱)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی۔

ابن ابی حاتم، امام بخاری نے تاریخ میں، ابن ماجہ، ابن ابی عاصم، بزار اور ابن حبان نے حضرت ابو درداء سے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے بتایا۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ (الرحمٰن:۲۹)

ترجمہ: ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔

اس کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے۔ مصائب دور کرتا ہے۔ ایک قوم کو رفعت عطا کرتا ہے اور دوسری کو

پست کر دیتا ہے۔

حسن بن سفیان، ابوداؤد، امام احمد اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن منیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:
"حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿۲۹﴾ (الرحمٰن:۲۹)

ترجمہ: ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔

ہم نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ اس شان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ گناہ معاف کرتا ہے۔ مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرتا ہے۔ ایک قوم کو رفعت عطا کرتا ہے جبکہ دوسری کو پستی میں گرا دیتا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور ہر چیز چاندی کی ہے۔ دو جنتیں ایسی ہیں جن میں برتن اور ہر چیز سونے کی ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار ایک سو سال چلتا ہے وہ اسے طے نہیں کر سکتا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت طیبہ پڑھ لو۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ (الواقعہ:۳۰)

ترجمہ: اور لمبے لمبے سایوں میں۔

امام ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ (الواقعہ:۳۴)

ترجمہ: اور بستر ہوں گے بلند پلنگوں پر۔

کی تفسیر میں فرمایا۔ اس کی بلندی اتنی ہے جتنی کہ آسمان کے مابین ہے۔ ان دونوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد گرامی سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عُرُبًا سے مراد یہ ہے کہ ان کا کلام عربی ہوگا۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان۔

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ: اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں۔

سے مراد نوحہ خوانی ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید سے اور وہ حضور پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"الصعود آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر چڑھتے ہوئے ستر سال لگتے ہیں اور نیچے آتے ہوئے بھی اتنے ہی سال لگتے ہیں"۔

امام احمد امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کے اس فرمان۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ (المدثر:۵۶)

ترجمہ: اس سے ڈرایا جائے اور وہی بخشنے کے لائق ہے۔

کے بارے فرمایا کہ تمہارا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔"میں اس بات کا مستحق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے۔ میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ جو اس سے ڈر گیا کہ میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے۔ وہ اس بات کا مستحق ہے کہ میں اسے معاف کر دوں"۔

امام احمد امام ترمذی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندے سے گناہ صادر ہوتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو وہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو یہ سیاہی پھیل جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کے دل پر غلبہ پا لیتی ہے۔ یہی وہ ران ہے جس کا ذکر رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (المطففین:۱۴)

ترجمہ: نہیں نہیں بلکہ زنگ چڑھ گیا ہے۔ ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے ہیں۔

ابن جریر نے حضرت ابو مالک الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الیوم الموعود سے مراد۔ قیامت کا دن ہے۔ شاہد سے مراد جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ اس کے کئی شواہد ہیں"۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور ہے۔ اس کی کتابت اللہ تعالیٰ کا نور ہے اس میں ہر روز تین سو ساٹھ نظریں پڑتی ہیں۔ وہ تخلیق کرتا ہے۔ رزق دیتا ہے۔ مارتا ہے۔ زندہ کرتا ہے۔ عزت دیتا ہے۔ ذلت دیتا ہے، اور جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔

البزار نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ (الاعلیٰ:۱۴)

ترجمہ: بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔

کی تفسیر میں فرمایا اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس نے شریکوں کو چھوڑ دیا۔ یہ گواہی دی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (الاعلیٰ:۱۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا۔
اس سے مراد پانچ وقت کی نماز پڑھنا اس پر مداومت اختیار کرنا اور ان کا اہتمام کرنا ہے۔"
بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔
اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ (الاعلیٰ:۱۸)
ترجمہ: یقیناً (یہ سب کچھ) اگلے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ پایہ تمام حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحف میں تھے۔"
امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ الشفع النور سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "بعض نماز کی رکعتیں جفت اور بعض کی طاق ہیں۔"
ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ (الشمس:۹)
ترجمہ: یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کیا۔
وہ نفس کامیاب ہو گیا جس کی پاکیزگی رب تعالیٰ نے فرما دی۔
ابن ابی حاتم نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو امامۃ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ (العادیات:۶)
ترجمہ: بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر گزار ہے۔
الکنود سے مراد وہ شخص ہے جو اکیلا کھاتا ہے اپنے غلام کو مارتا ہے، اور اس کی بخشش کو روک لیتا ہے۔
حضرت زید بن اسلم علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا:
اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ (التکاثر:۱)
ترجمہ: غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے اطاعت سے۔
حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ (التکاثر:۲)
ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔
حتیٰ کہ تمہارے پاس موت آ جاتی ہے۔
امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے

سوال کیا جائے گا۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ (التکاثر:۸)

ترجمہ: پھر ضرور پوچھا جائے گا تم سے اس دن جملہ نعمتوں کے بارے میں۔

اس سے مراد امن اور صحت ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ رب العزت کے اس فرمان:

إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ (الھمزۃ:۸)

ترجمہ: بے شک وہ (آگ) ان پر تہ در تہ کر دی جائے گی۔

کے بارے میں فرمایا: "مطبقۃ" تہ در تہ۔

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام لیا جب چاند طلوع ہوا تو مجھے دکھایا فرمایا: "اور پناہ طلب کرو رات کی تاریکی کے شر سے" جب وہ چھا جائے۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیطان اپنی ناک کو ابن آدم کے دل پر رکھے ہوئے ہے۔ اگر وہ رب تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اگر وہ ذکر بھول جائے تو وہ اسے نگل لیتا ہے۔ (یا اس میں سرگوشی کرتا ہے) یہی الوسواس، الخناس" ہے۔

تنبیہ

شیخ نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے یہ صراحت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے لئے سارے قرآن پاک کی تفسیر بیان کر دی تھی، یا اکثر قرآن پاک کی تفسیر بیان کر دی تھی۔ اس مؤقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سب سے آخر میں سود کی آیت نازل ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تفسیر کئے بغیر ہی وصال فرما گئے۔ اس کلام کا مدعا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہر اس آیت طیبہ کی تفسیر بیان فرماتے تھے جو نازل ہوتی تھی۔ آپ کا جلد وصال ہو جانے کی وجہ سے آپ اس آیت طیبہ کی تفسیر بیان نہ فرما سکے۔ ورنہ اس کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں، البتہ وہ روایت جسے امام بزار نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آیات بینات کی تفسیر جب جبرائیل امین آپ کو بتا دیتے تھے تو آپ بیان فرماتے تھے" یہ منکر روایت ہے جیسے کہ ابن البر نے لکھا ہے جبکہ ابن جریر نے اس کی تاویل یہ بیان کی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے مشکل آیات

ربانیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو آپ کو مشکل لگتیں۔ آپ ان کے علم کے بارے رب تعالیٰ سے سوال کرتے۔ اللہ رب العزت حضرت جبرائیل امین کی زبان مبارک سے اس کا مفہوم ادا فرما دیتا۔

تیسرا باب

اپنے رب تعالیٰ سے مرویات' احادیث قدسیہ

۱۔ امام احمد' ھناد' حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا شخص کی عیادت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو اللہ رب العزت فرماتا ہے "یہ میری آگ ہے۔ جسے میں دنیا میں اپنے مومن بندے پر تسلط کرتا ہوں۔ یہ اس کے لئے روز حشر آتش جہنم کا حصہ بن جائے گا۔"

۲۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے مسلمانو! کے گروہ! تمہیں مژدہ ہو یہ تمہارا رب تعالیٰ ہے۔ اس نے تم پر آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہے۔ وہ ملائکہ کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے وہ فرما رہا ہے۔ "میرے بندوں کی طرف دیکھو۔ انہوں نے ایسا ایک فریضہ ادا کر دیا ہے۔ وہ دوسرے فریضے کے منتظر ہیں۔"

۳۔ الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے "اے ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں میرے لئے دو رکعتیں پڑھو میں دن کے آخری حصہ میں تمہاری کفایت کروں گا۔"

امام احمد ابو داؤد نے حضرت نعیم بن حارث' الطبرانی نے الکبیر میں نواس سے یہ روایت ان الفاظ سے لکھی ہے "تو دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعتیں پڑھنے سے عاجز نہ ہو جا۔ میں دن کے آخری حصہ میں تمہاری کفایت کروں گا۔"

امام احمد نے حضرت کثیر بن مرہ سے امام ترمذی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے "اے ابن آدم! چار رکعتیں پڑھ لیا کر۔"

۴۔ عبدالرزاق' احمد' ابن حمید' ترمذی اور الطبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے' ابن مردویہ نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے' الطبرانی اور ابن مردویہ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے' الطبرانی اور ابن مردویہ نے طارق بن شہاب سے' الطبرانی نے السنہ میں' خطیب نے حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ سے' حکیم اور الطبرانی نے عبدالرحمان بن عائش رضی اللہ عنہ سے' امام احمد نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے' حکیم' بزار اور الطبرانی نے السنہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرا رب تعالیٰ میرے پاس بہت ہی حسین شکل میں جلوہ گر ہوا۔ (میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: "نیند میں" اس نے فرمایا: "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز

میں مباحثہ کر رہے ہیں، میں نے عرض کی: ''مولا! مجھے علم نہیں'اس نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے مابین رکھا، حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ میں ہر وہ چیز جان گیا جو آسمان اور زمین کے مابین تھی۔'' اس نے فرمایا: ''محمد مصطفیٰ ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس میں جھگڑا (مباحثہ) کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: ''ہاں! وہ کفارات اور درجات میں مباحثہ کر رہے ہیں'' کفارات سے مراد نمازوں کے بعد مساجد میں ٹھہرنا ہے۔ پیدل جماعات میں شرکت کے لئے جانا ہے، اور تکالیف کے باوجود وضو مکمل کرنا ہے۔'' اس نے فرمایا: ''محمد مصطفیٰ ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ بھلائی کے ساتھ وصال کیا۔ وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک وصاف ہو گیا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو محمد مصطفیٰ ﷺ علیک وسلم! جب آپ نماز ادا کر چکیں تو یہ دعا مانگنا۔

اللهم انی اسئلك فعل الخيرات و ترك المنكرات و حب المساكين وان تغفر لی و ترحمنی۔ و تتوب علی اذا اردت لعبادك فتنة فاقبضنی اليك غير مفتون''

آپ نے عرض کی ''درجات یہ ہیں اسلام پھیلانا' کھانا کھلانا' رات کو نماز ادا کرنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''

۵۔ امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت نے فرمایا: ''میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے مال اتارا اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی (دولت وثروت سے) لبریز ہو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے لئے دوسری وادی بھی اسی طرح دولت و ثروت سے بھری ہوئی ہو۔ اگر اس کے پاس دو وادیاں دولت سے بھری ہوئی ہوں تو وہ خواہش کرے گا کہ اس کے پاس تیسری وادی بھی ہو۔ ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے، مگر رب تعالیٰ جس پر چاہے نظر کرم فرما دے۔''

۶۔ الطبرانی نے حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص جہاد پر اس لیے میری رضا چاہتے ہوئے' میرے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اور میرے رسل عظام پر ایمان لاتے ہوئے روانہ ہوتا ہے، تو رب تعالیٰ کا کرم وفضل اس کا ضامن ہوتا ہے، یا تو اسے شہادت عطا فرما دے اور اسے جنت میں داخل کر دے، یا وہ اپنے رب تعالیٰ کی ضمانت میں سفر کرتا ہے اگر اس کی غیبت طویل ہو جائے حتیٰ کہ وہ اپنے اہل کے پاس اجر اور غنیمت لے کر آتا ہے۔

۷۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔ ''جس نے میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔ بندہ جس چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے اس میں سے مجھے وہ پسند ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس کے ساتھ محبت کرنے لگتا ہوں جب میں اس کے ساتھ محبت کرنے لگتا

ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ پکڑتا ہے اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔"

۸۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اس نے فرمایا: "جب کوئی بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ذراع اس کے قریب ہوتا ہوں جب وہ ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو ایک گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں بھاگ کر اس کی طرف آتا ہوں۔"

۹۔ بزار نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں۔ امام بیہقی، خطیب نے المتفق والمفترق میں ضحاک بن قیس سے لیکن حافظ منذری نے لکھا ہے کہ ضحاک کی صحبت میں اختلاف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں بہترین شریک ہوں جس نے کسی کو میرے ساتھ شریک ٹھہرایا تو وہ میرے شریک کے لئے ہے۔

اے لوگو! اپنے اعمال کو مخلص کرو۔ رب تعالیٰ وہی اعمال قبول کرتا ہے، جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے یوں نہ کہو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور یہ رحم رشتہ داری (قرابت) کے لئے۔ جو رحم کے لئے ہے اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بھی نہ کہا کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ تمہارے سرداروں کے لئے ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔" اس روایت کو بغوی، دارقطنی، ابن عساکر اور ضیاء نے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں، پھر انہیں بیان کر دیا۔ جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا۔ اسے نہ کیا۔ رب تعالیٰ نے اپنے ہاں اسے ایک مکمل نیکی لکھ دیا۔ جس نے اس کا عزم کیا اور اس پر عمل کیا تو رب تعالیٰ اسے دس نیکیوں سے لے کر چھ سو اور کئی گنا تک اسے لکھ لیتا ہے۔ جس نے ایک برائی کا ارادہ کیا اس پر عمل نہ کیا تو رب تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ اسے ایک برائی لکھتا ہے۔" دوسری روایت میں ہے" وہ اسے مٹا دیتا ہے۔ عذاب میں وہی شخص مبتلا ہوگا جو گناہ کر کے خود کو ہلاک کر چکا ہو۔"

شیخان نے حضرات ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" جب میرا بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (فرشتو!) تم اسے نہ لکھو، حتیٰ کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو صرف اس کی ایک مثل ہی لکھو اگر وہ اسے میرے لئے چھوڑ دے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ

دو۔ اگر وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اس پر عمل پیرا نہ ہو تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو تو اس کا اجر دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک لکھ دو"

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس نے ایک نیکی کا ارادہ کیا اس پر عمل پیرا نہ ہوا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کیا تو اس کا اجر و ثواب سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے۔ جس نے برائی کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے اسے نہیں لکھا جاتا اگر وہ عمل پیرا ہو جائے تو اسے (صرف ایک برائی) لکھ لیا جاتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہے (حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ) اللہ رب العزت نے فرمایا: جب میرا بندہ گفتگو کرتا ہے کہ وہ نیکی کرے گا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں جب تک وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھتا ہوں۔ جب وہ گفتگو کرتا ہے کہ وہ برائی کرے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں جب تک وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو میں اس کی مثل اس کے لئے لکھتا ہوں۔ اگر وہ اسے ترک کر دے تو اس کے لئے نیکی لکھ دیتا ہوں۔"

۱۱۔ امام بیہقی نے الشعب میں اور ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے: "میں اہل زمین پر عذاب اتارنے کا ارادہ کرتا ہوں جب میں انہیں دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد کرتے ہیں جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں۔ وقت سحر مغفرت طلب کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو میں ان سے اپنا عذاب پھیر لیتا ہوں۔"

حمزہ سہمی نے اپنی معجم میں اور ابن نجار نے مہاجر بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے" "میں حکیم کے کلام کی طرف توجہ نہیں کرتا' بلکہ اس کے عزم اور تمنا کی طرف دیکھتا ہوں۔ اگر اس کا عزم اور خواہش اس چیز کے بارے میں ہو جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے۔ میں اس کے عزم کو اللہ تعالیٰ کے لیے بنا دیتا ہوں اور وقار بنا دیتا ہوں۔ اگرچہ اس نے گفتگو نہ بھی کی ہو۔"

۱۲۔ ابن نجار نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے" میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے خیر کو تخلیق کیا ہے۔ اس پر میں نے ہی قدرت دی ہے۔ اس کے لئے مژدہ جس کے لئے میں نے خیر کو تخلیق کیا ہے۔ خیر کو اس کے لئے بنایا ہے اس کے ہاتھوں ہر خیر کو رواں کر دیا ہے۔ میں اللہ رب العزت ہوں میں نے شر کو تخلیق کیا ہے اسی پر قدرت میں نے ہی بخشی ہے۔ اس کے لئے ہلاکت جس کے لئے شر کو تخلیق کیا گیا اور شر کو اس کے لئے تخلیق کیا گیا۔ میں نے شر کو اس کے ہاتھوں پر رواں کر دیا۔"

۱۳۔ الطبرانی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے" اے

میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت عطا فرما دوں تم سب کمزور ہو مگر جسے میں تقویت عطا کر دوں تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں تم مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں عطا کروں گا۔ اگر تمہارا اول و آخر' جن و انس' زندہ و مردہ اور خشک و تر اس دل پر جمع ہو جائیں، جو میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ متقی ہو تو میرے ملک میں مچھر کے برابر بھی اضافہ نہ ہوگا۔ اگر تمہارا اول و آخر' زندہ و مردہ' خشک و تر اس شخص کے دل پر جمع ہو جائیں جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر ہو تو میرے ملک میں مچھر کے برابر بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں یکتا ہوں۔ میرا عذاب کلام ہے۔ میری رحمت کلام ہے۔ جس نے مغفرت پر میری قدرت کا یقین کر لیا۔ وہ دل میں اپنے آپ کو برا نہیں سمجھتا۔ میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ خواہ اس کے گناہ کتنے ہی کثیر ہوں۔"

۱۴۔ امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے" "اے میرے بندے! تو نے میری عبادت کی اور مجھ سے امید وابستہ کی ہے۔ میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ اے میرے بندے! اگر تو روئے زمین جتنے گناہ میرے پاس لے کر آئے گا جب تک کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں روئے زمین جتنی مغفرت کے ساتھ تمہارا استقبال کروں گا۔"

۱۵۔ الطبرانی اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے" میں اپنے بندے کے میرے بارے گمان کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ اگر وہ بھلائی کا گمان کرتا ہے تو بھلائی اور اگر وہ شر گمان کرتا ہے تو شر۔"

۱۶۔ ابن عساکر نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے میرے بندوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت خلوص ہے۔"

۱۷۔ ابن عساکر نے مکحول سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے۔" اے ابن آدم! میں نے تم پر انعامات کئے۔ اگر میں نے تمہارے لئے دو آنکھیں بنائی ہیں تم ان کے ساتھ دیکھتے ہو۔ میں نے ان کے لئے پردہ بنایا ہے تو پھر ذرا اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ میں نے تمہارے لئے کیا حلال کیا ہے۔ اگر تم دیکھو کہ میں نے تم پر کوئی چیز حرام کی ہے تو ان سے اپنا پردہ اوڑھ لو۔"

میں نے تمہارے لئے زبان بنائی ہے۔ میں نے اس کے لئے ایک قفل بنایا ہے۔ وہی گفتگو کرو جو میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ جسے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ اگر تمہارے سامنے ایسی چیز آ جائے جسے میں نے تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے تو اپنی زبان کو بند کر لو۔ میں نے تمہاری شرم گاہ بنائی ہے۔ تمہارے لئے پردہ پوشی کا اہتمام کیا ہے۔ اپنی شرم گاہ اس تک لے جاؤ جسے میں نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ اگر تمہارے سامنے ایسی چیز آ جائے جسے میں نے تم پر حرام کیا ہے تو اپنا پردہ خود پر لٹکا لو۔ ابن آدم! تو میرا غصہ برداشت نہیں کر سکتا نہ ہی میرے انتقام کی طاقت رکھتا ہے۔"

امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت فرماتا ہے ''اے ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھو۔ میں ان کی وجہ سے دن کے آخری حصے میں تمہاری کفایت کروں گا'' بیہقی نے الشعب میں حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے ''اپنا خزانہ میرے پاس رکھ دے یہاں نہ تو اسے جلایا جا سکتا ہے نہ ڈوب سکتا ہے اور نہ ہی چوری ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں وہ چیز دوں گا جس کا تو سب سے زیادہ محتاج ہو گا۔''

نعیم بن حماد نے الفتن میں عروہ بن رویم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت فرماتا ہے میں زمین کو اپنے بندوں کے لئے اس کی بھلائی میں وسعت دیتا ہوں جس میں اس میں کسی اہل ایمان کے لئے تنگی کرتا ہوں تو وہ اس کے لئے رحمت ہوتی ہے ان کے لئے مدتیں وہی مقرر ہیں جنہیں میں نے ان کے لئے لکھ دیا ہے۔ جب میں کسی کافر کے لئے تنگی پیدا کرتا ہوں تو وہ ان کے لئے عذاب ہوتا ہے۔ ان کی مقررہ مدتیں وہی ہیں جو میں نے لکھ دی ہیں۔''

۱۸۔ الطبرانی اور ابوشیخ نے العظمۃ میں ابومالک الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین امور اپنے بندوں سے چھپا رکھے ہیں۔ اگر کوئی شخص انہیں دیکھ لے تو وہ کبھی بھی کوئی برا کام نہ کرے۔ اگر میں اپنا پردہ اٹھا دوں اور وہ مجھے دیکھ لے حتیٰ کہ اسے یقین ہو جائے اور وہ جان لے کہ میں اس وقت اپنی مخلوق کے ساتھ کیا کرتا ہوں جب میں ان پر موت طاری کرتا ہوں۔ سارے آسمان میرے دست قدرت میں ہیں، پھر زمین کو اور ساری زمینوں کو دست تصرف میں کر لیتا ہوں، پھر میں کہتا ہوں ''میں ملک ہوں میرے علاوہ ملک کس کے پاس ہے؟ پھر میں انہیں جنت دکھاؤں' میں انہیں ہر وہ بھلائی دکھاؤں جسے میں نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے حتیٰ کہ وہ اس کا یقین کر لیں پھر میں انہیں آگ دکھاؤں اور اس میں سے ہر شر انہیں دکھاؤں جسے میں نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے حتیٰ کہ وہ اس کا یقین کر لیں لیکن میں نے جان بوجھ کر یہ سب کچھ ان سے چھپا لیا ہے تا کہ میں جان لوں کہ وہ کیسے اعمال سرانجام دیتے ہیں۔ میں نے سب کچھ تفصیل سے ان کے لئے بیان کر دیا ہے۔''

۱۹۔ امام احمد' عبد بن حمید' مسلم' نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرات ابوہریرہ اور ابوسعید سے' امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ سے' انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''روزہ میرے لئے ہے' اس کا اجر میں ہی عطا کروں گا۔''

۲۰۔ ابوداؤد' حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں دو شریکوں کے مابین تیسرا ہوتا ہوں جب ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اگر وہ اس کے ساتھ خیانت کرے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔''

۲۱۔ امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت فرماتا ہے ''جب میں دنیا میں کسی شخص کی متاع عزیز کو لے لیتا ہوں تو میرے نزدیک اس کی جزاء صرف جنت ہے۔الطبرانی' ابن السنی نے عمل یوم ولیلۃ'' میں اور ابن عساکر نے ابوامامۃ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے ''اے ابن آدم! میں نے تمہاری متاع عزیز (بچی) لے لی ہے۔تم صبر کرو۔ پہلے صدمہ سے حصول ثواب کے لئے صبر کرو' تو پھر میں تمہارے لئے جنت سے کم ثواب پر راضی نہ ہوں گا۔''

۲۲۔ امام احمد' ابن ماجہ' حاکم اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں اس وقت تک اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر سے ہلتے رہتے ہیں۔''

۲۳۔ ابوسعید' ترمذی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) الطبرانی اور البیہقی نے الشعب میں حضرت عمارہ بن زکرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت فرماتا ہے ''میرا وہ بندہ جو میرا ذکر کرتا ہے وہ اپنے دشمن کے ساتھ معرکہ آزما ہونے والے کی مانند ہے۔''

۲۴۔ ابوسعید' ترمذی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) الطبرانی اور البیہقی نے الشعب میں' ابویعلی نے حباب سے' ابویعلی' سراج' البیہقی' ابن حبان اور الضیاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے ''میں نے اپنے بندے کو جسمانی صحت عطا کی اور اس کے رزق میں وسعت بخشی'' یا ''اس کی معیشت میں وسعت دی اس پر پانچ سال گزر گئے وہ ان میں میری طرف نہ آیا' دوسرے الفاظ میں اس پر پانچ سال گزر جاتے ہیں اور حرم کی طرف نہیں آتا۔''

۲۵۔ الطبرانی' البیہقی نے الشعب میں حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے ''میرے بندے کی طرف جاؤ اور اسے مصائب میں مبتلا کر دو'' وہ اس کے پاس آتے ہیں۔اسے مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔وہ واپس جاتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں ''اے ہمارے رب تعالیٰ! میں نے اسے آزمائش میں خوب مبتلا کیا جیسے کہ تو نے ہمیں حکم دیا'' وہ فرماتا ہے ''واپس لوٹ چلو میں اس کی آواز سننا پسند کرتا ہوں۔''

۲۶۔ الطبرانی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میرے ولی کی اہانت کی اس نے عداوت کے ساتھ میرا مقابلہ کیا۔اے ابن آدم! جو کچھ میرے پاس ہے تو اسے حاصل نہیں کر سکتا مگر ان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ جو میں نے تم پر فرض کئے ہیں۔بندہ لگاتار نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں۔میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ

سنتا ہے اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے۔ جب وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں جب وہ مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ وہ میری پسندیدہ عبادت جس کے ساتھ بندہ میرا عبادت گزار بنتا ہے وہ میرے لئے اخلاص ہے۔"

۲۷۔ الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" عزت میرا ازار ہے۔ کبریائی میری چادر ہے جس نے ان میں میرے ساتھ جھگڑا کیا میں اسے عذاب میں مبتلا کروں گا۔"

۲۸۔ امام احمد اور البیہقی نے الشعب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ رب العزت فرماتا ہے" بندہ مومن میرے نزدیک ہر بھلائی کے مقام پر ہوتا ہے۔ میں اس کے پہلو سے اس کا سانس بھی نکال لیتا ہوں۔"

تنبیہات:

۱۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس میرا رب تعالیٰ جلوہ گر ہوا" "اس نے اپنا دست اقدس رکھا" وغیرھما جیسے جملوں میں دو موقف ہوتے ہیں ایک اسلاف عظام کا مؤقف ہے۔ وہ یہ کہ اس پر اسی طرح ایمان لانا جیسے کہ یہ وارد ہیں اس کا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کر دینا" اخلاف کا مؤقف یہ ہے کہ ایسی تاویل کر لینا جو شان ربوبیت کے لائق ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا اتفاق ہے کہ اس کے ظاہر کو رب تعالیٰ کی ذات پر محمول کرنا محال ہے وہ اس سے بہت بلند و برتر ہے وہ اس کے آنے سے مراد اس کے امر اور نہی کو لیتے ہیں۔ ہاتھ سے مراد نعمت کو لیتے ہیں اور اس طرح کی دیگر تاویلات کرتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ چھ سو گنا تک اضافہ کرتا ہے جبکہ دوسری روایت میں ہے سات سو گنا تک کا تذکرہ ہے۔ یعنی کثیر گنا۔ جوھری لکھتے ہیں کہ تضعیف سے مراد یہ ہے کہ چیز کی اصل پر اضافہ کیا جائے اسے دو مثل بنا دیا جائے حسنہ سے مراد وہ فعل ہے جس کے ساتھ انسان کی شرعاً تعریف کی جائے اس سے کئی گنا ہونے سے مراد آخرت میں اس کی جزاء کے کئی گنا ہو جانا ہے۔ جو اسے خلوص کے ساتھ لے کر آیا ہو جو مقبول ہو۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (انعام:۱۶۰)

ترجمہ: جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لئے دس ہوں گی اس کی مانند۔

اس آیت طیبہ میں اللہ رب العزت نے من عمل الحسنۃ نہیں فرمایا: بعض اوقات الحسنۃ میں تضعیف نہیں ہوتی، جیسے کہ وہ شخص جس نے نیکی کی نیت کی مگر اسے سرانجام نہ دیا اور اس کے اس رجوع کا عذر ہو نہ کہ رغبت ہو۔ اس تضعیف

کے کئی درجات ہیں۔
۱۔ نیکی کا دوگنا ہونا۔ وہ شخص مراد ہے جس نے دو انبیاء کو پایا اور ان دونوں پر ایمان لایا، اور وہ بندہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اپنے مالک کے لئے خلوص کا اظہار کیا اور وہ عورت جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اپنے خاوند کے ساتھ اچھی زندگی گزاری۔
۲۔ جس نے نیکی پر عمل کیا۔
۳۔ پندرہ گنا تک۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا "دو دن روزہ رکھا کرو تمہیں بقیہ ماہ کے ایام کا اجر دیا جائے گا" نیکی کا اجر و ثواب پندرہ گنا ہے۔"
۴۔ تیس گنا تک۔ حدیث پاک میں ہے ایک دن روزہ رکھ لو بقیہ ایام کا اجر و ثواب تمہیں عطا کر دیا جائے گا" اس جگہ نیکی کا اجر تیس گناہ تک ہے۔
۵۔ پچاس گنا تک۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس سے عبرت پکڑی اسے ہر حرف کے بدلے میں پچاس نیکیاں عطا کی جائیں گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم حرف ہے بلکہ الف حرف لام حرف اور میم حرف ہے۔"
۶۔ سات سو گنا تک۔ یہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے ارشاد ربانی ہے۔
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ (البقرۃ:۲۶۱)
ترجمہ: جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) مثال اس دانے کی سی ہے۔
۷۔ ان گنت اجر۔ یہ روزہ کا اجر ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے روایت کیا ہے "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے سوائے روزہ کے۔ روزہ میرے لئے ہے۔ اس کا اجر میں ہی دوں گا۔ صبر کا اجر بھی ان گنت ہے۔
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر:۱۰)
ترجمہ: بے شک صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا۔
صبر کی کئی اقسام ہیں۔ اطاعت پر صبر، معصیت پر صبر، مصیبت پر صبر مثلاً نماز ایک ایسی عبادت ہے جو عبادات کی کئی انواع پر مشتمل ہے۔ مثلاً قرأت، تسبیح، خشوع وغیرہ۔ مراد یہ ہے۔
۳۔ حسنۃ سے مراد عبادات کے اجزاء نہیں ہیں۔ نماز مکمل ایک نیکی ہے جو نماز کا کچھ حصہ لے کر آیا وہ اس میں شامل نہ ہوگا۔"

چوتھا باب

اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے روایت

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے مستحق تھے جبکہ انہوں نے عرض کی:

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ

(بقرہ:۲۶۰)

ترجمہ: اے میرے پروردگار دکھا مجھے تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو۔ فرمایا (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے۔

پانچواں باب

اپنے بعض صحابہ کرام سے دجال اور دابہ کو دیکھنے کا واقعہ روایت کرنا

امام ترمذی نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: "تمیم داری نے مجھے حدیث بیان کی ہے جسے سن کر میں خوش ہوا ہوں۔ میں نے پسند کیا ہے کہ وہ تمہیں بیان کروں" انہوں نے مجھے بیان کیا ہے کہ اہل فلسطین میں سے کچھ لوگ سمندر میں کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ انہیں لے کر چلی، حتیٰ کہ انہیں سمندر کے جزائر میں سے ایک جزیرہ پر پھینک دیا۔ وہاں ایک جانور تھا جو بہت زیادہ تلبیس کرنے والا تھا۔ اس نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے۔ لوگوں نے پوچھا "تو کون ہے؟ اس نے کہا "میں زبردست جاسوسہ ہوں" انہوں نے کہا "ہمیں کچھ بتا" اس نے کہا "میں تمہیں نہ کچھ بتاؤں گی، نہ کچھ پوچھوں گی۔ تم اس بستی کے دور کنارے تک جاؤ وہاں ایک فرد ہے جو تمہیں کچھ بتائے گا اور تم سے کچھ پوچھے گا۔" وہ بستی کے دور کنارے تک پہنچے وہ ایک شخص تھا جسے زنجیروں کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ اس نے کہا "مجھے زغر کے چشمہ کے بارے بتاؤ" ہم نے کہا "وہ بھرا ہوا ہے۔ اچھل رہا ہے" اس نے پوچھا "مجھے بحیرہ کے بارے بتاؤ" ہم نے کہا "وہ بھی بھرا ہوا ہے اچھل رہا ہے" اس نے کہا "مجھے اس بیسان کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ جو اردن اور فلسطین کے مابین ہے کیا وہ کھلاتا ہے؟ ہم نے کہا "ہاں! اس نے کہا "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بتاؤ کیا آپ مبعوث ہو

چکے ہیں؟ ہم نے کہا "ہاں! اس نے پوچھا "لوگوں کی ان کی طرف آنے کی کیفیت کیا ہے؟ ہم نے کہا "لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جلدی کر رہے ہیں" وہ اچانک اچھلا حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم پوچھتے کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: "وہ دجال ہے وہ سارے شہروں میں داخل ہو گا سوائے طیبہ کے۔ (طیبہ سے مراد مدینہ طیبہ ہے)"

حضرت ابو عیسیٰ نے لکھا ہے: "یہ حدیث پاک صحیح غریب ہے۔ یہ قتادہ عن شعبی کی سند سے صحیح غریب ہے کئی راویوں نے اسے شعبی کی سند سے حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے اور فتوے

ان ابواب سے عام تشریع مقصود نہیں ہے۔ اگرچہ آپ کے خاص فیصلے بھی عام تشریع ہیں، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس جزوی نظم ونسق میں آپ کا طرز عمل کیا تھا جن کے آپ نے جھگڑوں کے فیصلے کیے لوگوں کے مابین فیصلے کرنے میں آپ کی سیرت طیبہ کیسی ہے۔

پہلا باب

معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے اور احکام

اس میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ڈرانا:

امام احمد، دارقطنی اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جسے لوگوں کے مابین فیصلے کرنے کے لئے قاضی بنا دیا گیا۔ اسے چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا۔"

امام احمد، امام بیہقی نے السنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو حاکم بھی لوگوں کے مابین فیصلہ کرے گا اسے روز حشر اس طرح لایا جائے گا کہ فرشتے نے اسے گدی سے پکڑا رکھا ہو گا، حتیٰ کہ وہ اسے جہنم پر کھڑا کر دے گا، پھر وہ اپنا سر اوپر بلند کرے گا۔ اللہ رب العزت فرمائے گا۔ "اسے نیچے پھینک دو۔" وہ اسے اس گڑھے میں پھینک دے گا۔ جس کی مسافت چالیس سال تک ہو گی۔"

امام احمد نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "عادل قاضی پر روز حشر ایک ایسا لمحہ بھی آئے گا کہ وہ تمنا کرے گا کہ اس نے دو افراد کے مابین ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔"

امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے منصب قضاء کا تقاضا کیا۔ سفارشی تلاش کیے۔ اس کے لئے کوشش کی اور اس پر مجبور کیا تو رب تعالیٰ ایک فرشتہ نازل کرتا ہے جو اسے درست کرتا ہے۔"

۲۔قضاء کو تین اقسام میں منقسم کرنا

ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"قضاء کی تین اقسام ہیں۔ان میں سے ایک جنت میں اور دو آگ میں ہیں۔جو جنت میں ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے حق کو جانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں ہے۔ایک وہ شخص ہے جس نے حق کو جان لیا مگر اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا فیصلہ میں ظلم کیا وہ آگ میں جائے گا۔ایک وہ شخص ہے جس نے حق کو نہ جانا جہالت کے مطابق لوگوں کے مابین فیصلہ کیا وہ آگ میں جائے گا۔"

۳۔غصے اور بھوک کے عالم میں فیصلہ کرنے سے ممانعت

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے کوئی شخص دو کے مابین فیصلہ نہ کرے جبکہ وہ غصے کے عالم میں ہو۔"دارقطنی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قاضی اس وقت فیصلہ کرے جب وہ سیر اور سیراب ہو۔"

۴۔دو فیصلہ کروانے والوں کو وعظ ونصیحت

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:"میں تمہاری مثل بشر (کامل) ہوں۔میں تمہارے مابین اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو تم سے سنتا ہوں۔شاید ایک شخص اپنے بھائی سے دلائل دینے میں زیادہ تیز ہو۔میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو گویا کہ میں اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔"

ائمہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ مقدسہ کے دروازے پر دو افراد کی آواز سنی۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔آپ نے فرمایا:"میں تمہاری مثل بشر (کامل) ہوں۔تم میرے پاس جھگڑے کا فیصلہ کروانے آتے ہو۔شاید تم میں سے ایک دلائل دینے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو۔میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق اس کا فیصلہ کر دوں۔میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے فیصلہ کر دوں تو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔"وہ دونوں شخص رونے لگے۔ان میں سے ہر ایک نے کہا"میں اپنا حق تمہیں پیش کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا:"جب تم نے یوں کر دیا ہے تو پھر اس کو ترجیح دینے کے لئے قسم اٹھاؤ حق کو تلاش کرو پھر قرعہ اندازی کرو اور قسم سے بری ہو جاؤ۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"میں بشر (کامل) ہوں۔شاید تم میں سے کوئی دلائل دینے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو۔جس کو میں کسی دوسرے کا حصہ دوں تو میں اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دوں۔"

شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جس نے ظلم کرتے ہوئے کسی کی بالشت بھر زمین پر قبضہ کر لیا اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔"

۵۔تہمت میں کسی کو محبوس کرنا

ابو داؤد اور حاکم نے معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی وجہ سے محبوس کر دیا۔اس روایت کو امام نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔"پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا" اس کی روایت کی سند صحیح ہے۔

ابو یعلی اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کسی تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو ایک دن اور رات تک روکے رکھا۔آپ نے احتیاطاً اسے روکے رکھا۔اس روایت کو الطبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔انہوں نے ایک دن اور ایک رات کا تذکرہ نہیں کیا۔الطبرانی نے نبیشہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی وجہ سے محبوس کر دیا۔"

ابن ابی شیبہ اور امام حاکم نے ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ ایک غلام دو افراد میں مشترک تھا ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔آپ نے اسے روکے رکھا حتیٰ کہ اس میں اس کی غنیمت اس کے لئے فروخت کر دی گئی۔

ابو داؤد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے چچا یا بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔انہوں نے کہا:"میرے پڑوسیوں کی گرفت کس وجہ سے کی گئی ہے؟" آپ نے ان سے اعراض فرمایا،پھر کسی چیز کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا:"اس کے لئے اس کے پڑوسی چھوڑ دو۔"

۶۔قرض دار کو لازم پکڑنے کا حکم

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ہرماس بن حبیب سے اور انہوں نے اہل بادیہ میں سے ایک شخص سے وہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتا ہے۔اس نے کہا"میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔آپ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا"تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟" یا"تمہارے اسیر نے کیا کیا؟"

۷۔اہل معاصی سے ممانعت

ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مخنث آپ کی خدمت لایا گیا۔اس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو مہندی لگا رکھی تھی۔آپ نے پوچھا"اسے کیا ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے"؟ آپ نے اسے النقیع کی طرف نکال دیا۔صحابہ کرام نے عرض کی"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اسے قتل نہیں کر دیتے۔" آپ نے فرمایا:"مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے روکا گیا ہے۔" النقیع ایک جگہ ہے جو مدینہ طیبہ کی ایک

سمت میں ہے یہ البقیع نہیں ہے۔

۸۔ گناہ گاروں اور مجرموں کے ساتھ گفتگو کرنے سے ممانعت

امام بخاری نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا ہے کہ جب وہ غزوہ تبوک میں آپ سے پیچھے رہ گئے...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ ہمارے ساتھ کلام کریں۔ اسی عالم میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔

۹۔ ثالث مقرر کرنے کے بارے آپ کی سنت مطہرہ

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے اور میرے مابین شکر رنجی ہوگئی۔" آپ نے فرمایا: "میں اپنے اور تمہارے مابین عمر فاروق کو ثالث بناتا ہوں" میں نے عرض کی: "نہیں! آپ نے فرمایا: "میں اپنے اور تمہارے مابین تمہارے والد گرامی کو ثالث بناتا ہوں" میں نے عرض کی: "ٹھیک ہے۔"

۱۰۔ مفلس کو تصرف سے روک لینا

الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا۔ ان کے مال کو اس قرض کے عوض فروخت کر دیا جو ان پر تھا۔

"ابن ابی عمر نے حضرت عدی بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انسان کے خلاف فیصلہ کیا جس کے پاس ادائیگی قرض کے لئے رقم نہ تھی، بعض قرض خواہوں نے اپنا مال اس کے پاس پایا اور اس نے بھی اقرار کر لیا۔ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ اپنا سامان اس کے پاس پالیں تو اسے حاصل کر لیں۔"

امام مالک نے حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے سامان بیچا۔ اسے خریدنے والا مفلس ہوگیا۔ خریدنے والے نے اس کو کچھ قیمت ادا نہ کی جس سے اس نے خریدا تھا۔ وہ اپنے سامان کو اس کے پاس پائے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگر خریدنے والا مر گیا تو پھر یہ سامان والا دیگر قرض خواہوں کی مثل ہے۔" اس سند سے یہ روایت مرسل ہے جبکہ ابوداؤد نے عن اسماعیل بن عباس زبیدی عن زہری عن ابی بکر بن عبد الرحمٰن عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصول روایت کیا ہے۔ زبیدی سے مراد محمد بن ولید ابو ھذیل ہے۔ اسماعیل کی شامیوں سے روایت صحیح ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت عمرو بن خلدہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم اس شخص کے لئے حاضر ہوئے تھے جو مفلس ہوگیا تھا۔" انہوں فرمایا "میں تمہارے مابین وہی فیصلہ کروں گا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "جو مفلس ہوگیا یا مر گیا ایک شخص نے اپنا سامان اس کے پاس پالیا وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

الطبرانی نے کئی اسناد سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک خوبصورت جوان تھے۔وہ اپنی قوم کے جوانوں سے بہترین تھے۔وہ جو بھی مانگتے تھے۔انہیں عطا کر دیتے تھے۔ایک دفعہ انہوں نے اتنا قرضہ لیا جوان کے سارے مال کو محیط تھا۔''انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس وقت سے اپنے مال میں بخل سے کام نہیں لیا جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔میں نے اسلام اور مسلمانوں کے معاملات میں بہت سا مال خرچ کیا ہے اب مجھ پر بہت زیادہ قرض ہو گیا ہے آپ میرے قرض خواہوں کو بلائیں اور انہیں حکم فرمائیں کہ وہ مجھ سے نرمی کریں اگر وہ مجھ سے نرمی کریں تو یہی اس کی سبیل ہے اگر وہ انکار کر دیں تو میرے مال میں سے کچھ ان کے لئے مقرر کر دیں۔''آپ نے ان کے قرض خواہوں کو بلایا اور انہیں فرمایا کہ وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نرمی کریں۔انہوں نے عرض کی:ہم اپنے اموال سے محبت کرتے ہیں۔دوسرے الفاظ میں ہے۔''حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے گفتگو کی،مگر انہوں نے ان کے ساتھ کچھ رعایت نہ کی۔اگر کوئی کسی کی گفتگو سے کسی کے لئے چھوڑ دیتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کی وجہ سے کچھ چھوٹ مل جاتی۔وہ اسی طرح رہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنا سارا مال فروخت کر دیا۔اسے اپنے قرض خواہوں کے مابین تقسیم کر دیا۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مال نہ رہا۔جب انہوں نے حج کر لیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن بھیج دیا۔''دوسرے الفاظ میں ہے۔''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تصرف سے روک دیا۔آپ کے مال کو اس قرض کی وجہ سے فروخت کر دیا جوان پر تھا۔''

۱۱۔معاملات میں آپ کا اسوہ حسنہ

امام احمد،ابوداؤد نے ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تین اشیاء میں لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔۱۔پانی۔۲۔گھاس۔۳۔آگ۔

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نخلستان کے بارے اہل مدینہ طیبہ میں یہ فیصلہ فرمایا کہ کنویں کے بچے ہوئے پانی سے نہیں روکا جائے گا۔اہل دیہات کے بارے میں آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں فالتو پانی سے روکا نہیں جائے گا،تاکہ اس سے گھاس کو روکا جا سکے۔''

امام احمد اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''آپ نے منع فرمایا کہ کنویں کے بچے ہوئے پانی سے منع کیا جائے۔''مسدد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''عام کنویں کا احاطہ پچاس ذراع ہے جبکہ نئے کنویں کا احاطہ پچیس ذراع ہے۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''کھیت کے کنویں کا احاطہ تین سو ذراع ہے۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''کھجور کا احاطہ اس جگہ تک ہے

جہاں تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کنویں کا ارد گرد سے احاطہ چالیس ذراع ہوتا ہے۔ شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو عمر بھر کے لئے کوئی چیز عطا کرے وہ اس کے لئے اور اس کی نسل کے لئے ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جسے عطا کر دی گئی ہے۔ یہ اس کی طرف نہیں لوٹے گی جس نے اسے عطا کیا ہے کیونکہ اس نے ایسی عطا کی ہے جس میں وراثت جاری ہوگئی ہے۔"

امام مالک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی کو کوئی چیز عمر بھر کے لئے عطا کی تو وہ اس کے لئے ہی خالصۃً ہے۔ دینے والے کے لئے روا نہیں کہ وہ اس میں کوئی شرط رکھے یا اس سے واپس لے۔ ابوسلمہ نے فرمایا ہے: اس نے ایسی عنایت بخشی ہے جس میں وراثت جاری ہوگئی ہے۔ میراث نے اس کی شرط کو منقطع کر دیا۔"

ابو داؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجور کے احاطہ کے بارے میں جھگڑا پیش کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کی پیمائش کرنے کا حکم دیا تو اسے سات ذراع پایا گیا، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس کی پیمائش پانچ ذراع تھی۔ آپ نے یہ فیصلہ کر دیا۔"

امام نسائی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور محمد عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔ کسی غیر کی زمین میں ناحق درخت لگانے والے ظالم کے لئے کچھ بھی نہیں۔"

ابو داؤد نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ کیا، کہ یہ زمین اللہ رب العزت کی ہے۔ یہ بندے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ یہ امر آپ سے ہمیں ان بزرگ ہستیوں نے بیان کیا ہے۔ جنہوں نے آپ سے نمازوں کے بارے روایات بیان کی ہیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ نے حضرات عبد اللہ بن عمرو اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے اس پانی کے بارے میں فرمایا جو بلند زمین سے نیچے آ رہا ہو کہ بلند زمین والا اس سے ٹخنوں تک سیراب کرے گا پھر اس پانی کو اس زمین کی طرف بھیج دے گا جو اس سے نشیبی ہوگی۔ اسی طرح ہی پانی چلتا رہے گا حتیٰ کہ باغات سیراب ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے۔"

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سخت نالے کے بارے میں جھگڑا کیا جس سے نخلستان سیراب ہوتے تھے۔ انصاری شخص نے کہا "چھوڑا ہوا پانی گزرنے دیا کرو" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ دونوں یہ جھگڑا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں لے کر آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے کھیتوں کو پانی دے دیا کرو پھر پانی کو اپنے پڑوسی کے کھیتوں کی طرف جانے دیا کرو۔ یہ سن کر اس انصاری شخص کو غصہ آیا اس نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کیونکہ یہ آپ کی پھوپھو کے نور نظر تھے" یہ

سن کر آپ کے چہرۂ انور کا رنگ سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "زبیر! خوب سیراب کیا کرو پانی روک لیا کرو حتیٰ کہ پانی کھیتوں کی منڈیروں تک پہنچ جائے۔" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی بخدا! میں ضرور روکوں گا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء۔۶۵)

ترجمہ: پس (اے مصطفیٰ) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان۔

امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، ابو داؤد، نسائی اور دار قطنی نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیع کو چراگاہ مقرر فرمایا تو فرمایا "چراگاہ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔"

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وزن، اہل مکہ کا وزن ہے اور مکیال اہل مدینہ کا مکیال ہے۔" امام بخاری نے تعلیقاً اور دار قطنی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کوئی چیز فروخت کرو تو ناپ کر دو اور جب خرید و تو خوب ناپ کر لو۔"

ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس میں دو صاع رواں ہو جائیں۔ خریدنے والے کا صاع اور فروخت کرنے والے کا صاع" امام بخاری نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت، باغی عورت کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غلہ خریدا وہ اسے آگے نہ بیچے حتیٰ کہ پورا کر لے۔" ابن ماجہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس چیز کی بیع درست نہیں جو تمہارے پاس نہیں اور نہ ہی اس چیز کا نفع جائز ہے جس کا وہ ضامن نہیں ہے۔"

ائمہ اور شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پھلوں کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک ان کی صلاحیت نمودار نہ ہو جائے۔ دوسرے الفاظ میں ہے حتیٰ کہ وہ رنگ پکڑ لے۔" صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائے۔" آپ نے خریدار اور فروخت کنندہ کو منع فرمایا۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں کہ آپ نے انہیں کھجوروں کی خرید و فروخت سے منع کیا، حتیٰ کہ ان کا رنگ سرخ ہو جائے اور خوشوں کی بیع سے منع فرمایا، حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور وہ آفت سے محفوظ ہو جائیں۔ آپ نے خرید اور فروخت کنندہ کو ان کی بیع سے منع فرمایا۔

ابن ماجہ، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کھجور کا ایسا درخت فروخت کیا جسے پیوند لگایا گیا تھا تو اس کا پھل اس شخص سے لئے ہو گا جس نے اسے بیچا مگر جبکہ خریدار اس کی شرط لگا لے۔ جس نے غلام خریدا تو اس کا مال بیچنے والے کے لئے ہو گا مگر جبکہ خریدار اس کی شرط لگا لے" ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع المزابنہ سے منع فرمایا ہے۔" جبکہ بیع العرایا میں آپ نے کھجوروں کو اندازے

سے فروخت کرنے کی رخصت دی ہے جبکہ وہ کھجوریں پانچ وسق سے کم ہوں۔"

امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کی کھجوروں کے عوض بیع سے منع کیا ہے یہی بیع المزابنہ ہے" امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت مندوں سے بوجھ کم کرنے کا حکم دیا" امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے بھائی سے کھجوریں خریدو۔ اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے کچھ لو تم اپنے بھائی کا ناحق مال کیوں لو گے۔"

ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے پھل کے بارے اس شخص کے بارے فیصلہ کیا جو اس کے لئے پیوند کاری کرے۔ اِلّا یہ کہ خریدار یہ شرط لگا دے۔"

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگور کی بیع سے منع فرمایا، حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو جائے اور دانوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سخت ہو جائیں۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے کھلانے اس کے کاتب اور گواہوں پر لعنت کی۔ فرمایا "یہ سب برابر ہیں" امام مالک اور امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت کی حیوان کے بدلے بیع کو منع فرمایا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دو بیعوں اور دو پوشاکوں سے منع فرمایا۔ آپ نے بیع میں سے املامستہ اور منابذہ سے منع فرمایا ملامسہ بیع یہ ہے کہ ایک شخص دن یا رات کے وقت دوسرے شخص کا کپڑا چھو لے اور صرف اسی کو ہی قبول کرے۔"

جبکہ بیع المنابذہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف اور دوسرا اپنا کپڑا پہلے شخص کی طرف پھینکے۔ یہ دیکھے اور رضا کے بغیر ان دونوں کی بیع ہو۔ یہ امام مسلم کی تعریف ہے، جبکہ امام بخاری نے لکھا ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ انسان کسی کپڑے کو چھوئے، لیکن اس کی طرف نہ دیکھے۔ بیع المنابذہ یہ ہے کہ بیع کے ساتھ اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف پھینکے۔ اس سے قبل کہ وہ اسے قبول کرے یا اس کی طرف دیکھے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نرکو مادہ پر چھوڑنے کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ اسی طرح آپ نے آٹا پیسنے والے کے قفیز سے منع فرمایا۔"

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نرکو مادہ پر یا اونٹ کو اونٹنی پر چھوڑنے کی قیمت لینے سے منع کیا ہے۔" امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کتے کی قیمت اور نرکو مادہ پر چھوڑنے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت نقل کی ہے کہ کلاب کے ایک شخص نے بارگاہ

رسالت مآب ﷺ میں عرض کی' نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت لینے کے بارے کیا حکم ہے؟ آپ نے اسے اس طرح کرنے سے منع فرمادیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ ہم نر کو مادہ پر مفت چھوڑتے ہیں پھر تکریم کرتے ہیں۔ آپ نے از روئے عزت اسے اجازت دے دی۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع کیا۔ امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا۔ "سماک نے کہا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو بیع کو فروخت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اس طرح اور اس طرح چیز کو ادھار دیتا ہے اور اس طرح اس طرح چیز کو نقد دیتا ہے۔"

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایک بیع میں دو بیعیں نہ کرو۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کنکریوں اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مچھلی کو پانی میں نہ خریدو۔ یہ دھوکہ ہے" ابوبکر بن عاصم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

کہ حضور اکرم ﷺ نے دودھ کو دوہنے سے قبل کھیریوں میں فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ جانوروں کے پیٹ میں موجود بچے کی بیع سے منع فرمایا۔ "پانی میں مچھلی کی بیع کو منع فرمایا' ماؤں کے پیٹ میں جو کچھ ہوا ہے نر کے مادہ منویہ اور حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔"

شیخان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اہل جاہلیت اونٹ کے گوشت کو حمل کے حمل تک فروخت کرتے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ حاملہ ہو" آپ نے اس بیع سے منع فرمادیا تھا۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مالِ غنیمت کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ اسے تقسیم کر دیا جائے۔ نیز کہ حاملہ سے وطی نہ کی جائے' حتیٰ کہ وہ بچے کو جنم دے لے۔ ہر چیر نے پھاڑنے والے درندے کی بیع سے منع فرمایا۔

دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پھل کی بیع اس کا ذائقہ پیدا ہونے سے قبل' اون کی بیع جانور کی کمر پر' دودھ کی بیع کھیری میں اور مکھن کی بیع دودھ میں کرنے سے منع کیا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بیع المزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ بیع المزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے پھل کو پھل کے بدلے ناپ کر کشمش کی کھجور کے بدلے ناپ کر اور ہر قسم کی کھجور کو اندازے کے ساتھ بیچنے سے منع کیا ہے "ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے کھیتی کی گندم کے عوض بیع کو منع کیا ہے۔"

امام مالک اور امام احمد' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عمرو بن شعیب' وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر

بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بیع العربان سے منع فرمایا۔ امام مالک نے فرمایا ہے: ہماری رائے (واللہ اعلم) میں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک انسان ایک غلام خریدے یا کوئی سواری کا جانور کرائے پر لے پھر کہے "میں تمہیں ایک دینار دیتا ہوں۔ اگر میں نے سامان کو چھوڑ دیا تو جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے وہ تمہارا ہوگا" 12

امام احمد اور ابوداؤد نے سالم بن ابی امیہ ابونضر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بصرہ کی مسجد میں بنوتمیم کا ایک بزرگ میرے پاس آیا۔ اس نے کہا" میں اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا۔ میں نوجوان تھا ہم اپنے اونٹ بیچنے آئے تھے۔ میرے والد گرامی حضرت طلحہ بن عبیداللہ التیمی رضی اللہ عنہ کے دوست تھے۔ ہم انہی کے ہاں ٹھہرے۔ میرے والد گرامی نے کہا" باہر نکلیں اور میرے اونٹ فروخت کریں" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے کچھ فروخت کرے۔"

عبدالرزاق نے اسلمی سے انہوں نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قرض کے بدلے قرض کی بیع سے منع فرمایا ہے، لیکن عبدالحق اسلمی نے کہا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن یحییٰ متروک ہے اور اس پر کذب کا الزام تھا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس روایت کو دارقطنی نے موسیٰ بن عقبہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ادھار کے بدلے ادھار کی بیع سے منع فرمایا حضرت زبیر کے غلام موسیٰ بن عقبہ ثقہ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ادھار کی ادھار کے عوض بیع سے منع فرمایا تھا۔

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے بچے کو اس کی ماں سے جدا کیا رب تعالیٰ روز حشر اسے اس کے پیاروں سے جدا کر دے گا"

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے باہر نکل کر کارواں سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا۔ آپ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی بیع پر بیع نہ کرے۔ لوگوں سے بڑھ کر بولی نہ لگائے۔ کوئی شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے، نہ ہی اونٹنیوں کے تھن مضبوطی سے باندھو جس نے ایسا جانور خریدا تو اسے دودھ دھونے کے بعد اختیار ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو اپنے پاس رکھ لے اور اگر وہ ناراض ہے تو اسے واپس کر دے۔ اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں واپس کر دے" دوسری روایت میں ہے" جس نے ایسی بکری دیکھی جس کے تھن باندھے گئے تھے تو اسے تین روز تک اختیار ہے۔ اگر وہ اسے واپس کرے تو اس کے ساتھ طعام بھی دے۔ گندم کا ایک صاع نہ دے۔"

امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور شفیع مکرم ﷺ نے فرمایا: "باہم حسد نہ کیا کرو۔ نہ باہم بغض رکھا کرو نہ ہی باہم دشمنی رکھا کرو اور نہ ہی باہم قطع تعلقی کیا کرو۔ نہ ہی ایک شخص کی بیع پر بیع کیا کرو۔"

"النجش" سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کے بھاؤ میں اضافہ کر دے اسے بآواز بلند پکارے لیکن اس میں اسے

رغبت نہ ہو بلکہ وہ دوسروں کے لئے اسے گراں قیمت کرنا چاہتا ہو۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیع کے لئے کارواں کی شہر سے باہر بیع کے لئے ملاقات نہ کی جائے۔" امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کارواں کے ساتھ باہر ملاقات نہ کیا کرو جس کے ساتھ کسی نے ملاقات کی اور اس سے کچھ خرید لیا جب اس کا مالک بازار پہنچے تو اسے اختیار حاصل ہے۔"

امام مالک، امام احمد اور ائمہ خمسہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو باہم خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت اختیار ہوتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اگر انہوں نے سچ بولا اور کھول کر بیان کیا تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جائے گی۔ اگر انہوں نے کچھ چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع میں سے برکت مٹا دی جائے گی۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص وہ غلہ فروخت کرے جسے اس نے ناپ کر لیا ہو حتیٰ کہ وہ اسے پورا کر لے" انہوں نے فرمایا: "ہم کارواں سے غلہ اندازے سے خرید لیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں منع فرما دیا کہ ہم اسے فروخت کریں حتیٰ کہ ہم اسے اس کی جگہ سے منتقل کر لیں۔"

امام احمد، امام نسائی، امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو غلہ خریدے وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے حتیٰ کہ وہ اسے پورا کرے۔ ابو داؤد نے یہ اضافہ کیا ہے "مگر یہ کہ وہ شرکہ یا تولیہ کے اعتبار سے ہو۔"

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب دو بیع کرنے والے باہم اختلاف کریں۔ اس کے مابین گواہ بھی موجود نہ ہوں تو وہی بات قابل قبول ہوگی جو سامان کا مالک کہتا ہے یا وہ دونوں بیع ترک کرنے پر اتفاق کر لیں۔"

شیخان نے روایت کیا ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے آپ نے اہل مدینہ کو پایا کہ وہ پھلوں میں سودا بازی کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: معلوم ناپ، معلوم وزن اور معلوم مدت تک سودا کیا کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ معلوم ناپ میں سودا کرے۔"

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو تیرے پاس موجود نہیں ہے۔" امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن ابی حدود رضی اللہ عنہ پر قرض تھا۔ انہوں نے انہیں پکڑ لیا حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ نصف معاف کر دیں۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔" صلح کی احادیث طیبہ کثیر ہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفعہ کے بارے اس وقت تک فیصلہ کیا جب

تک اسے تقسیم نہ کیا جائے۔ جب حدود واقع ہو جائیں اور رستے بن جائیں تو کسی کو شفعہ کا اختیار نہیں ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکاء کے مابین شفعہ کا فیصلہ کیا۔ ابو یعلی الموصلی' ابن ابی الدنیا اور البزار نے ضعیف سند کے ساتھ العزلہ میں اور امام بیہقی نے حضرت قاسم بن نحول البہزی سلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی سے سنا انہوں نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا تھا۔ انہوں نے میرے لئے الابواء کے مقام پر جالی لگائی۔ ایک رسی میں ہرن پھنس گیا۔ میں نے کہا" میں اس کے تعاقب میں جاتا ہوں۔ میں نکلا میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے وہ ہرن پکڑ رکھا تھا۔ ہم نے اس میں جھگڑا کیا۔ ہم اسے ہانک کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے۔ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ابواء کے مقام پر درخت کے نیچے جلوہ گر تھے۔ آپ کمان پر تشریف فرما تھے۔ ہم نے اپنا جھگڑا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے ہمارے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا۔"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اسے کام پر لگایا وہ اس کے پاس اتنا عرصہ ٹھہرا رہا جتنا اللہ رب العزت نے چاہا، پھر اس نے اس میں عیب پایا اس نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آپ نے عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا۔ اس نے کہا "اس نے میرے غلام سے کام لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "آمدنی اسے ملے گی جو اس چیز کا ذمہ دار ہو گا۔"

امام شافعی' ترمذی' ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے خبط کا سامان خریدا۔ جب بیع لازم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: "اختیار لے لو" اعرابی نے عرض کی" آپ کی حیات طیبہ کی قسم! آپ خریدنے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میرا تعلق خاندان قریش کے ساتھ ہے۔"

ائمہ ثلاثہ' شیخان اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرات ابو سعید' ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے" امام احمد اور امام بخاری نے حضرت" ابن عباس سے' ائمہ ثلاثہ اور ائمہ ستہ نے اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیع المزابنہ اور بیع المحاقلہ سے منع فرمایا ہے۔ مزابنہ سے مراد کھجور کے درختوں پر ہی کھجوریں خرید لینا اور محاقلہ سے مراد زمین کا کرایہ ہے۔"

امام مالک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بٹائی سے منع فرمایا ہے۔ امام مالک نے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہو گئی۔ اس نے اس میں بگاڑ پیدا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اموال کے مالکوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے وقت حفاظت کریں جبکہ جانوروں سے رات کے وقت ان کی حفاظت کریں۔"

دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے رات کے وقت اونٹ خراب کر دیں تو ان کے مالک پر ضمان ہے۔ جو وہ دن کے وقت بگاڑ پیدا کریں تو اس پر دن کے لئے کچھ بھی لازم نہیں

ہے۔ بکریاں دن اور رات کے وقت جو خرابی پیدا کریں تو ان کے مالک ضامن ہوں گے۔ درندوں کو تین بار ان کے مالکوں کو پیش کیا جائے گا، پھر بعد میں انہیں باندھ لیا جائے گا۔"

تنبیہات:

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کھیتی سیراب کرلو پھر پانی کو روکے رکھو حتیٰ کہ منڈیروں تک پہنچ جائے۔" پہلے آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہمسائیگی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے بعض حق سے ساقط ہو جائیں جب انصاری نے گفتگو کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا حق پورا کر دیا، پھر آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مالک پانی کو ٹخنوں تک روک دے پھر نچلے کھیت کی طرف چھوڑ دے۔"

۲۔ آپ نے نر جانور کے مادہ منویہ کو بیع کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ مجہول اجارہ ہے کیونکہ بعض اوقات قریبی زمانہ میں حمل قرار پا سکتا ہے۔ اس طرح مونث جانور والا دھوکہ دے سکتا ہے، اور بعض اوقات حمل ہو سکتا ہے اور مذکر جانور والا دھوکہ دے سکتا ہے۔ العسیب اور العسب کے معنی میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے "عسب الفحل جس سے منع کیا گیا ہے وہ اس کا مادہ کے ساتھ ملاپ کرنے کا کرایہ ہے۔ عسیب سے مراد اس کا نفس ہے یہ ابو عبیدہ نے لکھا ہے دیگر ائمہ لغت نے لکھا ہے العسیب سے وہی مذکر جانور مراد ہے جس کا مادہ کے ساتھ ملاپ کا کرایہ لیا جائے" ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا مادہ منویہ ہے علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ العسیب سے مراد وہ رقم ہے جو نر جانور کو مادہ پر چھوڑنے کے عوض دی جاتی ہے کہا جاتا ہے عسب فحله یعسبه یعنی اکراہ عسب سے مراد جانور کو مادہ پر چھوڑنا بھی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کا مادہ منویہ بھی ہے۔

۳۔ ایک بیع میں دو بیعوں سے مراد یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کو دس دراہم سے نقد اور بیس دراہم سے ادھار فروخت کرے یا وہ دو مختلف سامانوں کو ایک ہی قیمت کے ساتھ لزوم کے اعتبار سے فروخت کرے۔

۴۔ الماوردی نے السلم میں لکھا ہے کہ بیع الحصاۃ میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی زمین میں سے اتنی فروخت کرے جہاں تک اس کی کنکریاں پہنچیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے جس کپڑے پر کنکری گرے گی وہ ہی قابل فروخت ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب کنکری گرے گی تو بیع لازم ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم کنکریاں پھینکو جو نکلیں گی اس کی تعداد کے برابر تمہارے لئے دراہم یا دینار ہوں گے۔"

۵۔ الموطا میں ہے۔ "المضامین" سے مراد اس بچے کی بیع ہے جو اونٹنیوں کے پیٹوں میں ہو "الملاقیح" سے مراد وہ مادہ ہے جو نر جانور کی کمر میں ہو "حبل الحبلہ" سے مراد اونٹ کی بیع ہے حتیٰ کہ اونٹنی کا بچہ، بچہ پیدا کر دے۔"

۶۔ "شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے" کیونکہ ان کے سامان کے لئے ان پر کوئی مشقت نہیں ہوتی وہ قیمتوں کے

بارے ناواقف ہو گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کو ان کی غفلتوں میں چھوڑ دو رب تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے عوض رزق دیتا ہے۔"

۷۔ الکلاء۔ یہ کسرہ سے ہے اس سے مراد حفظ ہے۔ قرض پر اس کا اطلاق مجازاً ہے، کیونکہ یہ اکالی کی حفاظت کرتا ہے۔ ایک صاحب دوسرے ساتھی کی حفاظت کرتا ہے، یعنی اپنے مال کے لئے اس سے قبل اسے ترغیب دیتا ہے۔ اس لئے اس سے ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ اس سے بہت زیادہ جھگڑے اور تنازعے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فاعل مفعول کے معنی میں ہے جیسے اللہ رب العزت کا حکم ہے۔

مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ (الطارق:٦)

ترجمہ: اچھلتے ہوئے پانی سے۔

یعنی مدفوق۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ فعل کے متعلقات کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے مجاز ہو۔ ای کالی صاحبہ جیسے ارشاد ربانی ہے:

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ (القارعۃ:٧)

ترجمہ: دل پسند عیش (وعشرت) میں ہوگا۔

حدیث پاک میں عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔

نهى عليه الصلوٰة والسلام عن بيع مال الكالئ بمال الكالئ۔

اس بیع کی حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک شخص کا دوسرے پر قرض ہو۔ وہ اس سے اس کا تقاضا کرے، لیکن اس کے پاس کچھ نہ پائے، یا اس کے پاس کچھ پائے، لیکن اس کے عوض کسی ایسی چیز کو بیچ دے جس پر قبضہ متاخر ہو۔ جیسے کہ ایسا گھر فروخت کرے جو غائب ہو یا قرض کو معینہ سواری کے منافع کے ساتھ فروخت کر دے۔ وغیرھا۔ یا قرض کی وجہ سے اپنے مال کو اس قرض کے عوض فروخت کر دے جو اس دوسرے شخص پر ہو یا اس شخص پر ہی قرض ہو یا کوئی شخص اس مال السلم کو تین ایام سے زائد کی شرط کے ساتھ موخر کر دے۔"

۸۔ آپ نے بچے کو اس کی ماں سے جدا کرنے کا تذکرہ فرمایا کیونکہ بچہ کھانے پینے اور بڑھنے میں اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہ انسانوں کے ساتھ خاص ہے، اور یہ مدت اس بچے کا چہرہ چمکنے پر ختم ہو جاتی ہے اور اس کی انتہا دس سال تک ہے۔

دوسرا باب

وصیتوں اور فرائض کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے اور احکام

الطبرانی نے حضرات عمران بن حصین اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کردیئے اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال نہ تھا۔ آپ نے ان کے تین حصے کئے پھر ان کے مابین قرعہ اندازی کی۔ دو کو آزاد کردیا اور چار کو غلام ہی رکھا۔"

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی وصیت میں چھ غلام آزاد کردیئے۔ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال نہ تھا۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ سخت ناراض ہوئے، پھر آپ نے قرعہ اندازی کی اور ان کا ثلث آزاد کردیا۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ دیت مقتول کے ورثاء کے مابین ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی۔

شیخان نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے وقت میری عیادت کی۔ درد کی وجہ سے گویا کہ میں موت کے قریب تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درد سے میری جو کیفیت ہے وہ آپ پر عیاں ہے۔ میں دولت مند ہوں۔ میری صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے۔ لیکن میں اپنے مال کے دو ثلث صدقہ کرسکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! صرف ایک ثلث کی وصیت کرو۔ ایک ثلث بھی کافی ہے۔"

تیسرا باب

نکاح، طلاق، خلع، رجعت، ایلاء، ظہار، لعان اور بچے کے الحاق کے بارے فیصلے

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱- نکاح کے بارے فیصلے

امام بیہقی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نکاح اعلانیہ کیا کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔"

امام احمد، ابن حبان، الطبرانی، حاکم اور ابونعیم نے الحلیۃ میں اور بیہقی اور ضیاء نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نکاح اعلانیہ کیا کرو۔“

امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ضعیف روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس نکاح کو اعلانیہ کیا کرو اسے مساجد میں کیا کرو۔ اس پر دف بجایا کرو تم میں سے کوئی ایک ولیمہ کرے خواہ ایک بکری کے ساتھ ہی۔“ جب تم میں سے کوئی ایک کسی عورت کو پیغام نکاح دے اور وہ خضاب استعمال کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے بتادے اور اسے اس وجہ سے دھوکہ نہ دے۔“

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس نکاح کو اعلانیہ کیا کرو اسے مساجد میں کیا کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔“

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان پر زردی کے اثرات دیکھے تو پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے گٹھلی بھر سونے کے عوض ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے ولیمہ کرو۔ خواہ ایک بکری کو ذبح کر کے ہی۔“ امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے۔“

امام بخاری نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”مجھے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ (البقرۃ:۲۳۲)“

ترجمہ: انہیں نہ روکے رکھو۔

یہ آیت طیبہ میرے بارے اُتری ہے۔ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کر دیا۔ اس نے اسے طلاق دے دی۔ جب اس کی عدت ختم ہوگئی تو وہ اسے پیغام نکاح دینے آیا۔ میں نے اسے کہا: ”میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا۔ تمہیں قریب کیا۔ تمہاری عزت کی تم نے اسے طلاق دے دی، پھر اسے پیغام نکاح دینے آئے ہو۔ یہ اب تمہاری طرف کبھی نہ لوٹے گی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی کہ عورتوں کو ظلماً شادی سے نہ روکو۔ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب میں کیا کروں؟“ آپ نے فرمایا: ”اپنی بہن کا نکاح اسی مرد سے کر دو۔“ بزار نے یہ اضافہ کیا ہے: ”آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی قسم کا کفارہ دوں اور اپنی بہن کا نکاح (اسی کے ساتھ) کر دوں۔“

دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے۔ نہ ہی کوئی عورت بذاتِ خود اپنا نکاح کرے۔ زانیہ وہی ہوتی ہے جو خود اپنا نکاح کرتی ہے۔“

ابوداؤد، احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن حبان، الطبرانی اور حاکم نے المستدرک میں اور بیہقی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نکاح صرف سرپرست کی اجازت سے ہوتا ہے۔“ دوسری روایت

میں ہے اور حق مہر اور دو عادل گواہ۔"

ابو یعلی خطیب اور ضیاء المقدسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، الطبرانی نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست کی اجازت سے ہوتا ہے۔" حضرت ابوبکر الذھبی نے اپنی کتاب "جزء" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ جس نے سرپرست کی اجازت اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح کیا۔ ہم اس کا نکاح باطل کرتے ہیں۔"

احمد اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف ولی کی اجازت سے ہوتا ہے جس کا ولی نہ ہو حاکم وقت اس کا ولی ہوتا ہے۔

سمویہ نے اپنی کتاب "فوائد" میں لکھا ہے کہ نکاح صرف ولی کی اجازت سے ہوتا ہے۔ اگر لوگ باہم جھگڑیں تو سلطان اس کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ اگر لوگ باہم جھگڑیں تو سلطان اس کا سرپرست ہوگا جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔"

ابن حبان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست کی اجازت سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے دو گواہ ضروری ہیں اس کے علاوہ جو نکاح ہوگا وہ باطل ہے۔ اگر لوگ باہم جھگڑیں تو سلطان وقت اس کا سرپرست ہوتا ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ اگر کسی عورت کا نکاح ناپسندیدہ ولی نے کر دیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ خطیب اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے جس کا سرپرست نہ ہو سلطان وقت اس کا سرپرست ہے۔"

الطبرانی اور بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور البیہقی اور الخطیب نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف رغبت کا نکاح ہے۔ دھوکے کا کوئی نکاح نہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب زندہ سے مذاق کرتے ہوئے نکاح کرنا جب تک کہ وہ اس سے مزہ نہ چکھ لے۔

امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "نکاح صرف ولی کی اجازت سے منعقد ہوتا ہے اور اگر ولی نہ ہو اور لوگ باہم جھگڑنے لگیں تو سلطان وقت اس کا سرپرست ہوگا جس کا سرپرست نہ ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ دانا ولی یا سلطان وقت کے اذن کے بغیر نکاح نہیں

ہوتا۔ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نکاح صرف سرپرست کی اجازت سے ہوتا ہے اور زانیہ وہی ہوتی ہے جو سرپرست کے بغیر اپنا نکاح خود کرتی ہے" حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نکاح ایک مرد اور ایک عورت کے اذن سے ہوتا ہے۔"

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نور نظر میں سے کسی کا نکاح کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو اس کے پردہ کے پاس تشریف لے جاتے۔ فرماتے "فلاں فلانۃ کا ذکر کرتا ہے۔" آپ اس نور نظر اور اس شخص کا ذکر فرماتے۔ جو اسے یاد کرتا تھا۔ اگر وہ نور نظر خاموش رہتی تو آپ اس کا نکاح فرما دیتے۔ اسے ناپسند ہوتا تو وہ پردے کو چوٹ مارتی جب وہ پردہ پر چوٹ مارتی تو آپ اس کا نکاح نہ فرماتے۔" امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باکرہ سے اس کا باپ مشورہ کرے گا۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ثیبہ اپنے آپ کی سب سے زیادہ مستحق ہے جبکہ باکرہ سے مشورہ کیا جائے گا اس کا سکوت ہی اس کا اذن ہو گا۔"

ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یتیم لڑکی سے مشورہ کیا جائے گا۔ اگر وہ خاموش رہی ان کا اذن ہو گا۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اس پر کوئی جواز نہیں ہے۔"

امام بخاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "محرم نہ تو نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ پیغام نکاح دے سکتا ہے" دار قطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: آپ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ جس نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ اس نے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ کیا وہ اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا اس کی لڑکی اس پر حرام ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا: "حلال حرام کو حرام نہیں کرتا' حلال نکاح ہی حرام کرتا ہے" انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ الثقفی نے اسلام قبول کیا۔ جاہلیت میں ان کی زوجیت میں دس بیویاں تھیں۔ ان تمام نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ ان میں سے چار کو منتخب کر لیں" اکثر ائمہ نے اس کو روایت ضعیف کہا ہے۔ بعض نے اسے صحیح کہا ہے۔"

ابو داؤد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت حارث بن قیس سے ضعیف روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اسلام قبول کیا تو میری زوجیت میں آٹھ بیویاں تھیں میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا تو آپ نے فرمایا: "ان میں سے چار کو منتخب کر دو۔"

امام مالک اور شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں

میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دیں۔اس نے حضرت عبدالرحمان بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ انہوں نے اسے مس نہ کیا اور جدا کر دیا۔اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی طرف واپس جانا چاہا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''شاید تو رفاعہ کی طرف واپس جانا چاہتی ہو لیکن تو ان کی طرف نہیں جا سکتی تھی حتیٰ کہ وہ تم سے اور تم اس سے مزہ چکھ لو۔''امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فیروز الدیلمی نے اسلام قبول کیا،تو ان کی زوجیت میں دو بہنیں تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ ان میں سے ایک کو منتخب کر لیں''امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔انہوں نے روایت کیا ہے کہ اسلام میں نکاح شغار نہیں ہے۔''

امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جس نے اپنی بیوی کی پیٹھ میں جماع کیا وہ ملعون ہے۔''امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر کرم نہیں فرماتا جو اپنی زوجہ کی پیٹھ میں جماع کرتا ہے۔''

۲۔الطلاق:

ابوداؤد،بیہقی،حاکم،الطبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''حلال اشیاء میں سے طلاق اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔''

امام احمد ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا بغیر کسی تکلیف کے کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

امام احمد،ابوداؤد،نسائی اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تین ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے غیر سنجیدہ امر بھی سنجیدہ ہے اور سنجیدہ امر بھی سنجیدہ ہے۔وہ تین امور نکاح،طلاق اور رجعت ہیں'' ایک روایت میں عتق (آزادی) کا تذکرہ ہے۔

امام احمد،ابوداؤد،امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''طلاق اسی امر میں ہے جس پر تمہاری ملکیت ہے''ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں''مگر جس میں تمہاری ملکیت ہو''بیع نہیں مگر اسی چیز میں جس پر تمہاری ملکیت ہو،اور نذر کو بھی اسی چیز میں پورا کیا جا سکتا ہے جس پر تمہاری ملکیت ہے۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دارقطنی نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مزہ چکھ لے۔''

دار قطنی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' ابن عساکر نے بھی ان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو سنا آپ فرمارہے تھے"جس شخص نے ایک طُہر میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں یا تین مبہم طلاقیں دے دیں وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرلے۔"

دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا۔ اس نے اپنی بیوی کو قطعی طور پر تین طلاقیں دے دیں۔ آپ ناراض ہوئے۔ آپ نے فرمایا: لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اور تمسخر اڑاتے ہیں۔ جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ کسی اور مرد سے شادی کرلے۔"

انہوں نے موقوفاً اور مرفوعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کو یمین بنایا ہے" ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو حیض کے دنوں میں ایک طلاق دے دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اسے اپنے پاس روک لیں حتیٰ کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اسے ان کے پاس ایک اور حیض آئے پھر اسے روک لیں حتیٰ کہ وہ اپنے حیض سے پاک ہوجائے پھر فرمایا" اگر وہ ارادہ کریں کہ اسے طلاق دیں تو اسے مباشرت سے پہلے اس وقت طلاق دیں جب وہ پاک ہو۔ یہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کی پاسداری کرتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔" امام مسلم کی روایت ہے کہ انہوں نے اس کی طرف رجوع کیا اور اسے اس کے لئے طلاق شمار کیا گیا' امام بخاری کی روایت میں ہے اسے میرے لئے ایک طلاق شمار کیا گیا"
ابوداؤد نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھے واپس لوٹادیا اور اسے کچھ عطا نہ کیا۔" عقبہ نے لکھا ہے کہ احادیث اس کے برعکس بھی ہیں۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تمام طلاقیں جائز ہیں۔ سوائے پاگل اور احمق کے۔"

امام احمد' ابوداؤد' نسائی' بیہقی' ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین افراد سے قلم کو اٹھالیا گیا ہے" ایسا مجنون جس کی عقل مغلوب ہو، حتیٰ کہ وہ شفاء یاب ہوجائے سونے والے سے حتیٰ کہ وہ جاگ پڑے بچے سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہوجائے۔" اس روایت کو امام احمد' ابوداؤد اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔"ایسا مجنون مرفوع القلم ہے۔ جس کی عقل مغلوب ہو حتیٰ کہ وہ شفاء یاب ہوجائے سونے والا مرفوع القلم ہے، حتیٰ کہ وہ جاگ پڑے اور بچہ مرفوع القلم ہے حتیٰ کہ وہ بالغ ہوجائے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوذر سے' الطبرانی اور البیہقی اور دارقطنی سے الافراد میں' حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:' اللہ تعالیٰ نے میری امت سے تین امور سے تجاوز فرمایا ہے۔ ۱۔ خطاء۔ ۲۔ نسیان۔

۳۔وہ امر جس پر اسے مجبور کیا جائے۔"

الطبرانی نے حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء' نسیان اور اس چیز سے تجاوز فرمایا ہے جس پر اسے مجبور کیا جائے۔"

امام احمد' بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میری امت سے اس امر سے تجاوز فرمایا ہے جو ان کے سینے وسوسے پیدا کرتے ہیں جب تک کہ وہ ان پر عمل پیرا نہ ہوں یا گفتگو نہ کرلیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت سے نسیان اور اس چیز سے تجاوز کیا ہے جس پر اسے مجبور کیا جائے۔"

شیخان' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' الطبرانی' ابن عساکر اور ابن ماجہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور عقیلی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا جود و کرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری امت سے ان امور سے تجاوز فرمایا ہے۔ جو ان کے نفوس وسوسے پیدا کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ ان کے بارے گفتگو نہ کرلیں یا ان پر عمل پیرا نہ ہوں۔ ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ایسے امور سے تجاوز فرمایا ہے۔ جو ان کے سینے وسوسے پیدا کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرلیں یا ان کے بارے میں گفتگو کرلیں' اور اس امر سے بھی درگزر فرمایا ہے جس پر انہیں مجبور کیا جائے۔"

امام احمد' ابن ماجہ' دارقطنی نے مرفوعاً اور ابو داؤد نے موقوفاً حضرت صفیہ بنت شیبہ سے اور انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جبراً طلاق اور آزادی رونما نہیں ہوتی۔"

ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور دارقطنی نے (انہوں نے اس روایت کو ضعیف اور منکر کہا ہے) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔"

ابن ماجہ' دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے" بیہقی اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی عورت کو خود پر حرام کر دیا ہے" آپ نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تم پر حرام نہیں ہے۔ تم پر شدید ترین کفارہ ہے۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (التحریم:۱)

ترجمہ: اے نبی (مکرم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے حلال کر دیا۔

دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی ہے۔ وہ اس پر ایک عادل گواہ بھی لے آئے۔ اسے قسم کے لئے کہا جائے گا۔ اگر اس نے قسم دے دی تو گواہ کی شہادت باطل ہو جائے گی۔ اگر وہ پیچھے ہٹ گیا تو اس کا پیچھے ہٹنا دوسرے گواہ کے قائم مقام ہو گا اور اس کی طلاق جائز ہو گی۔"

دار قطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مفقود شخص کی بیوی اس کی بیوی ہی ہے حتیٰ کہ اس کے متعلق کوئی خبر آ جائے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مختصر روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند سیاہ فام غلام تھا۔ جسے مغیث کہا جاتا تھا۔ میں اسے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں دیکھا کرتا تھا جو اپنی آنکھوں سے گندہ مواد نکالتا رہتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اس کی ولاء اس کے لئے ہے جس نے اسے آزاد کیا اور اسے اختیار دیا۔ انہوں نے خود کو اختیار کر لیا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عدت گزاریں انہیں صدقات دیئے گئے۔ انہوں نے ان میں سے کچھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ ان کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جو لونڈی بھی کسی غلام کی زوجیت میں ہو تو اسے اختیار ہوتا ہے جب تک کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ مباشرت نہ کر لے۔"

۳۔ خلع:

امام بخاری، امام نسائی، ابن ماجہ دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ائمہ ثلاثہ، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت حبیبہ بنت سہل سے، ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام احمد نے حضرت سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت حبیبہ بنت سہل اندھیرے میں آپ کے در اقدس کے پاس کھڑی تھیں۔ آپ نے پوچھا "یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حبیبہ بنت سہل ہوں" آپ نے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "میں اور ثابت بن قیس (ان کے خاوند) اکٹھے نہیں رہ سکتے۔" جب ان کا خاوند آیا تو آپ نے اسے کہا: یہ حبیبہ بنت سہل ہے۔ آپ کے لئے انہوں نے ذکر کیا جو ذکر کیا۔ انہوں نے کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے خاوند نے جو کچھ بھی مجھے دیا تھا وہ میرے پاس ہے" آپ نے ان کے خاوند سے کہا "اس سے لے لو" انہوں نے وہ سامان واپس لے لیا اور وہ اپنے اہل خانہ کے پاس چلی گئیں" حضرت عکرمہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حبیبہ سے فرمایا "کیا تم اس کے باغ کو واپس کر دو گی؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں!"

۴۔ رجعت

امام مالک نے روایت کیا ہے کہ حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اختیار دیا۔ انہوں نے خود کو اختیار کر لیا۔ آپ نے انہیں فرمایا "کاش! تم اس کی طرف رجوع کر لو" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں" انہوں نے عرض کی: "مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

امام مالک اور شیخان نے روایت کیا ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دیں۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ انہوں نے ان سے اعراض کیا۔ ان کے ساتھ مباشرت نہ کی۔ انہوں نے انہیں جدا کر دیا۔ انہوں نے حضرت رفاعہ کے پاس واپس جانے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "شاید تمہارا ارادہ ہے کہ تم رفاعہ کی طرف سے واپس جاؤ۔ نہیں۔ تاوقتیکہ تم عبدالرحمان سے اور عبدالرحمان تم سے مزہ چکھ لے۔" (حق زوجیت ادا ہو جائے)۔

دار قطنی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب کوئی مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیتا تو اس کی زوجہ اس کے لئے حلال نہ ہوتی حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیتی اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مزہ لے لیتا۔"

۵۔ ایلاء

اس کا صدور آپ سے نہیں ہوا، کیونکہ اس میں گناہ ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار نے فرمایا: "میں نے دس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی وہ سب کہتے تھے "ایلاء کرنے والے کو روک دیا جائے گا۔"

۶۔ ظہار

ابوداؤد اور امام احمد حضرت خولہ بنت ثعلبہ سے روایت کیا ہے۔ انہیں بنت مالک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا تھا۔ وہ حضور والا ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں۔ وہ اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں "میرے خاوند اوس بن صامت نے میرے ساتھ ظہار کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ اسے فرما رہے تھے "اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ وہ تمہارا چچا زاد ہے" وہ ادھر ہی تھیں حتیٰ کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان عالی شان نازل ہو گیا۔"

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (المجادلہ:۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور (ساتھ ہی) شکوہ کیے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج و غم کا)۔

آپ نے اسے فرمایا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے" انہوں نے عرض کی: "ان کے پاس غلام نہیں ہے۔ آپ نے

فرمایا: ''وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھیں'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ عمر رسیدہ ہیں وہ روزے نہیں رکھ سکتے'' آپ نے فرمایا: ''وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے'' اس نے عرض کی ''ان کے پاس کچھ بھی نہیں'' وہ جسے صدقہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ''میں عنقریب اس کی مدد کروں گا۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کی اعانت کروں گی'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا ہے جاؤ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ اپنے چچازاد سے رجوع کرلو'' ان کی روایت میں بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''انہوں نے میرا شباب کھالیا میں نے ان کے لئے اپنا پیٹ بچھایا جب میری عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں نے میرے ساتھ ظہار کردیا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں انہیں اس کے سپرد کردوں تو وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ اگر انہیں اپنے ساتھ ملالوں تو وہ بھوکے مرجائیں گے۔''

ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے ظہار کیا، پھر کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس کے ساتھ مباشرت کر بیٹھا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور آپ کو بتایا۔ آپ نے پوچھا ''تمہیں اس امر پر کس نے ابھارا؟ اس نے عرض کی: ''میں نے چاندنی کی روشنی میں اس کی سفید پنڈلی کو دیکھا'' آپ نے فرمایا: ''اس سے جدا ہوجاؤ حتیٰ کہ تم اپنا کفارہ ادا کرلو۔''

امام احمد' ابوداؤد' امام ترمذی' بیہقی اور دارقطنی نے حضرت سلمہ بن صخر البیاضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں وہ شخص تھا جس کو مباشرت کی وہ قوت عطا کی گئی تھی جو میرے علاوہ کسی اور کو نہیں دی گئی تھی۔ جب رمضان المبارک آیا تو مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلوں گا۔ تادم صبح میں اسی اندیشہ میں گھرا رہا۔ میں نے اس کے ساتھ ظہار کردیا حتیٰ کہ رمضان المبارک گزر گیا۔ اسی اثناء میں کہ ایک رات وہ میری خدمت کررہی تھی۔ اس کی کوئی چیز میرے لئے عیاں ہوئی۔ میں نے اس کے ساتھ مباشرت کرلی۔ وقت صبح میں اپنی قوم کے پاس آیا اور اسے یہ داستان بتادی۔ میں نے اسے کہا ''میرے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک چلو۔'' انہوں نے کہا ''نہیں! بخدا!'' میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوگیا اور آپ کو عرض کردی۔ آپ نے فرمایا: اے سلمہ! کیا تم سے یہ صادر ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: ''مجھ سے یہ صادر ہوا ہے'' میں نے دوبار اس طرح عرض کی۔ میں رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے صبر کرنے والا ہوں۔ اس علم کے مطابق مجھ میں فیصلہ کریں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کرو'' میں نے عرض کی: مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس گردن کے علاوہ کسی اور کا مالک نہیں ہوں۔'' میں نے اپنی گردن پر مارا'' آپ نے فرمایا: ''دو ماہ کے لگاتار روزے رکھو'' میں نے عرض کی: ''مجھ سے جو لغزش ہوئی ہے۔'' اسی روزہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایک وسق کھجوریں ساٹھ مساکین میں تقسیم کرو۔'' میں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ دو راتیں ہم نے اس طرح گزاری ہیں کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا'' آپ نے فرمایا: ''بنوزریق کا صدقہ لینے والے کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں صدقہ کا مال دے۔ ایک وسق کھجوریں ساٹھ مسکینوں کو

کھلا دینا۔ بقیہ تم خود اور تمہارے گھر والے کھالیں“ میں اپنی قوم کے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا ”میں نے تمہارے پاس تنگی اور بری رائے پائی ہے، اور میں نے حضور اکرم ﷺ کے پاس وسعت اور عمدہ رائے پائی ہے۔ آپ نے مجھے تمہارے صدقات کا حکم دیا ہے۔“

۷۔لعان:

شیخان نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عویمر العجلانی اور ان کی زوجہ اور ہلال بن امیہ اور ان کی زوجہ کے مابین لعان کرایا جب انہوں نے اسے شریک بن سمحاء کے ساتھ مورد الزام ٹھہرایا۔ آپ نے ان میں میاں اور بیوی کو جدا کر دیا اور بچے کو ماں کے ساتھ ملا دیا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے لعان کرنے والے کو آیت اللعان سنائی۔ اسے وعظ و نصیحت کیا اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے۔ اس نے کہا ”نہیں! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے اس عورت پر جھوٹا الزام نہیں لگایا۔“

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب آپ نے دو لعان کرنے والوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اس وقت اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دے جب وہ پانچویں بار لعان کرے، اور فرمایا: ”یہ عذاب کو لازم کرنے والی ہے۔“

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ”وہ عورت گئی تا کہ لعان کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے انکار کر دیا اور لعنت کر دی۔“

۸۔بچے کو ملانا:

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام احمد، امام شافعی اور ائمہ ستہ نے سوائے ابوداؤد کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ائمہ میں سے امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بچہ صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔“

امام شافعی، حمیدی، ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، بیہقی، طحاوی اور ضیاء نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد، امام نسائی اور دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا کہ ابن ولیدہ زمعہ اس سے ہے تم اس کو اپنے ساتھ ملا لینا“ فتح مکہ کے سال حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور کہا ”یہ میرا بھتیجا ہے“ عبد بن زمعہ نے کہا ”یہ میرا بھائی ہے“ وہ فیصلہ کرانے کے

لئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی نے اس بچے کے بارے مجھ سے وعدہ لیا تھا" عبد بن زمعہ نے کہا "یہ میرا بھائی ہے ابن ولیدہ میرا باپ ہے یہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے" آپ نے فرمایا: "عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ یہ تمہارے لئے ہی ہے۔ بچہ صاحب فراش ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔" 1

ائمہ نے سوائے دار قطنی کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ میرے ہاں سیاہ رنگت کا بچہ پیدا ہوا ہے۔" وہ اسے تسلیم کرنے سے اعراض کر رہا تھا، مگر آپ نے اسے نفی کی اجازت نہ دی۔ آپ نے اسے فرمایا "کیا تمہارے اونٹ ہیں"؟ اس نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا: "ان کی رنگت کیا ہے؟ اس نے عرض کی "سرخ" آپ نے پوچھا "کیا ان میں خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا: "وہ کہاں سے آ گیا؟" ہے۔ اس نے عرض کی "شاید وہ اصل جیسا ہو" آپ نے فرمایا: "یہ بچہ بھی شاید اپنے اصل جیسا ہو۔"

ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ میرے فلاں بیٹے نے زمانہ جاہلیت میں ایک لونڈی کے ساتھ بدکاری کی تھی" آپ نے فرمایا: "اسلام میں کوئی دعویٰ نہیں ہے" جاہلیت کا امر ختم ہو گیا ہے۔ بچہ صاحب فراش کے لئے ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسلام میں مساعات (لونڈی سے کسب کمانا) نہیں ہے۔ ائمہ ستہ اور دار قطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ مسرور تھے۔ چہرہ انور سے مسرت کے آثار عیاں تھے۔ آپ نے فرمایا: "عائشہ! رضی اللہ عنہا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مجزز مدلجی اندر آیا اس نے حضرات اسامہ رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے چادر سے اپنے سر ڈھانپ رکھے تھے ان کے پاؤں ننگے تھے۔ اس نے کہا "ان پاؤں میں سے بعض بعض سے فائق ہیں۔"

ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا "ہر اس مستلحق جس کا نسب اس کے اس باپ کے بعد ملایا جائے جس کے لئے دعویٰ کیا جاتا رہا یا اس کے ورثاء نے اس کا دعویٰ کیا تو اسے اس نسب سے ملایا جائے گا۔ آپ نے یہ فیصلہ بھی کیا۔ جو بچہ اس لونڈی سے ہوا جو اس کا مالک تھا جب اس نے اس کے ساتھ جماع کیا تھا تو اسے اس کے نسب سے ملایا جائے گا جس نے اس کے نسب کو ملانے کے لئے کہا۔ اس کا اس وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں جو اس سے قبل تقسیم ہو گئی تھی۔ جب اس نے ایسی وراثت پالی جو ابھی تک تقسیم نہ ہوئی ہو تو اس میں اس کے لئے بھی حصہ ہو گا۔ اسے اس نسب سے نہیں ملایا جائے گا جبکہ اس کا وہ باپ اس کا انکار کر رہا ہو جس کے لئے دعویٰ کیا جا رہا ہو اگر وہ ایسی لونڈی سے ہو جس کا وہ مالک نہ ہو یا آزاد عورت سے ہو جس کے ساتھ اس نے بدکاری کی ہو تو اسے نہ ملایا جائے گا نہ ہی وہ وارث بنے گا۔ اگرچہ وہ اسے تسلیم کر رہا ہو جس کے لئے دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ وہ ولد زنا ہے۔ خواہ وہ آزاد عورت سے ہے یا لونڈی سے ہے۔"

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ تو ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا "میری بچی شیر خوار ہے یا اس کی مثل ہے" حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یہ میری نور نظر ہے" حضور اکرم ﷺ نے حضرت رافع سے کہا کہ وہ ایک کونے میں بیٹھ جائیں اور اس عورت سے فرمایا کہ دوسرے کونے میں بیٹھ جائے۔ آپ نے اس بچی کو ان کے درمیان بٹھایا پھر فرمایا "تم دونوں اسے بلاؤ" بچی کا میلان ماں کی طرف ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے ہدایت عطا فرما" بچی کا میلان باپ کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔"

امام شافعی، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میرا خاوند میرا بیٹا لے جانا چاہتا ہے اس نے مجھے نفع دیا ہے مجھے شیریں پانی پلایا ہے یا ابوعنبہ کے کنویں سے پلایا ہے" آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے۔ یہ تیری ماں ہے۔ جس کا ہاتھ چاہے تھام لے" اس نے اپنی ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اسے لے کر چلی گئی۔

شیخان نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ نہ منائے، مگر اپنے خاوند کا سوگ چار ماہ اور دس دن منائے وہ اس دورانیہ میں نہ تو رنگے ہوئے کپڑے پہنے سوائے رنگین ڈوریا کے۔ وہ نہ تو سرمہ لگائے نہ ہی خوشبو استعمال کرے، مگر وہ قسط اور اظفار کی تھوڑی سی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔" دوسرے الفاظ میں۔ "اس عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ میت پر سوگ منائے سوائے اپنے خاوند کے۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اوطاس کے قیدیوں کے بارے فرمایا۔ "حاملہ عورت کے ساتھ وطی نہ کی جائے حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو جائے اور غیر حاملہ کے ساتھ وطی نہ کی جائے حتیٰ کہ اس کو حیض آ جائے۔"

امام احمد، امام بیہقی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔"

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابو وہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کر لی۔ ایک عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے کہا "میں نے عقبہ اور اس عورت کو دودھ پلایا ہے جس کے ساتھ انہوں نے نکاح کیا ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا" مجھے علم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے نہ تو نے مجھے اس سے پہلے بتایا تھا۔ انہوں نے آل ابی وہاب کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا "ہمیں علم نہیں کہ اس نے ہماری اس بچی کو دودھ پلایا ہے۔" میں سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا، اور آپ سے التجاء کی آپ نے فرمایا: "تمہارا اور اس کا نکاح کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ تمہارے

بارے کہا گیا جو کچھ کہا گیا؟ انہوں نے اسے جدا کر دیا۔ اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا۔" ایک اور روایت میں ہے وہ جھوٹی ہے" آپ نے فرمایا: "اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ عورت کہہ رہی ہے کہ اس نے تمہیں اور اس عورت کو دودھ پلایا ہے۔ تم اس عورت کو چھوڑ دو۔"

امام مالک اور احمد نے ان سے اور ائمہ اربعہ نے حضرت جدامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں ایام رضاعت میں جماع کرنے سے منع کر دوں، پھر میں نے سنا کہ اہل ایران اور اہل روم اس طرح کرتے ہیں ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔"

شیخان نے حضرت ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ ابوسفیان ایک حریص شخص ہیں۔ وہ مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے۔ مگر کچھ مال میں انہیں بتائے بغیر لے لیتی ہوں" کیا اس کے بارے مجھ پر کچھ حرج ہے؟ آپ نے فرمایا: "ان کے مال سے وہ لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو، مگر بھلائی کے ساتھ لو۔"

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔ ایک عورت کہتی ہے یا تو مجھے کچھ عطا کر یا مجھے طلاق دے دے' غلام کہتا ہے" یا تو مجھے کچھ کھلا مجھے بیچ دے" بچہ کہتا ہے" مجھے کچھ کھلاؤ مجھے کن کے سپرد کر رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا تم نے یہ حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے" انہوں نے فرمایا: "یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دانائی میں سے نہیں۔"

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "ان سے شروع کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں" آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ ﷺ زیر کفالت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "تمہاری بیوی تم سے کہتی ہے" مجھے کچھ کھلاؤ یا مجھے جدا کر دو" تمہارا خادم تم سے کہتا ہے: "مجھے کچھ کھلاؤ یا مجھے بیچ دو۔" تمہارا بچہ کہتا ہے: "تم مجھے کس کے حوالے کر رہے ہو؟"

چوتھا باب

حدود کے بارے آپ کے فیصلے اور احکام

اس میں کئی انواع ہیں:

۱۔..................

۲۔ حدود میں سفارش کے بارے

امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قریش کو اس

عورت کے معاملہ میں فکر نے آ لیا جس نے چوری کی تھی۔" انہوں نے کہا "اس کے بارے حضور اکرم ﷺ سے بات کون کرے گا"؟ انہوں نے کہا "یہ جرأت صرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی کر سکتے ہیں، جو حضور اکرم ﷺ کے محبوب ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم رب تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ اٹھے اور خطبہ ارشاد فرمایا "تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی طاقتور چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد لگاتے۔ اللہ کی قسم! اگر (سیدہ نساء العالمین، طیبہ، طاہرہ) فاطمہ بنت محمد (علی ابیھا وعلیھا الصلاۃ والسلام) چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے جاتے۔" دوسری روایت میں ہے۔ "اس نے رب تعالیٰ کی مخالفت کی ہے۔"

امام شافعی، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور دار قطنی نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد نبوی میں اپنی چادر سے ٹیک لگا کر سوئے ہوئے تھے۔ ایک چور آیا اور اس نے ان کی چادر اٹھا لی۔ انہوں نے چور کو پکڑ لیا۔ اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میرا یہ ارادہ تو نہ تھا۔ میں اسے اس پر صدقہ کرتا ہوں" حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا "تم نے اسے میرے پاس لانے سے قبل اس طرح کیوں نہ کہہ دیا۔"

ابوداؤد، نسائی اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تک تم حدود کا دفاع کر سکتے ہو ان کا دفاع کیا کرو۔"

۳۔ حدود کا دفاع کرنا، پردہ پوشی کرنا جب زانی پر حد قائم کی جائے تو اس کے لئے کفارہ بن جاتی ہے

ابوداؤد، نسائی اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے مابین حدود کو خود ہی معاف کر لیا کرو، جو جرم مجھ تک پہنچا جس پر حد لگتی ہو تو وہ واجب ہو جائے گی۔"

امام ترمذی اور دار قطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تک تم حدود کا دفاع کر سکو ان کا دفاع کیا کرو۔"

امام مالک نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو سلیم کے ایک شخص سے فرمایا: ھزال! کاش! تم اسے اپنی چادر سے ڈھانپ دیتے یہ تمہارے لئے بہتر تھا۔"

امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو جہینہ کی ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ وہ زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ میں حد تک پہنچ چکی ہوں۔ مجھ پر حد قائم کریں۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اسے فرمایا "اس پر احسان کرو۔ جب اس کا وضع حمل ہو جائے تو اسے میرے

پاس لے آؤ" اس نے اسی طرح کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کے بارے حکم دیا اس پر اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے پھر حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں، حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے اگر یہ اہل مدینہ طیبہ کے ستر افراد میں تقسیم کی جائے تو وہ انہیں کافی ہو جائے کیا تم اس سے افضل کسی کو پاتے ہو جو اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دے۔"

ابو داؤد نے حضرت یزید بن نعیم رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے ہاں چار بار اقرار کیا۔ آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا آپ نے ھزال سے فرمایا......

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی۔ رب تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا" ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس نے اپنے مسلمان بھائی کی ستر پوشی کی تو روز حشر رب تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ جس نے اپنے مسلمان بھائی پردہ پوشی نہ کی رب تعالیٰ بھی اس کی پردہ پوشی نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ اسے اس کے گھر میں ہی ذلیل ورسوا کر دے گا۔"

امام ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس سے دنیا میں گناہ صادر ہو گیا۔ اسے اس میں اس کی سزا دے دی گئی، تو رب تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے، کہ وہ اپنے بندے کو دوبارہ سزا دے۔ جس سے گناہ صادر ہو گیا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو رب تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ اس امر کا اعادہ کرے جس سے اس نے درگزر فرمایا ہو۔" حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔"

۴۔ تعزیر کے بارے میں حکم

امام احمد، نسائی، مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "دس کوڑوں سے زائد نہ مارے جائیں سوائے حدود الٰہیہ میں سے کسی حد میں" ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ لگایا کرو۔"

۵۔ مساجد میں حدود قائم کرنے سے ممانعت

امام احمد، ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت حکیم بن حزام سے، ابن ماجہ نے حضرات عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مساجد میں حدود قائم نہ کی جائیں۔''

۶۔جس پر حد قائم نہیں ہو سکتی

امام احمد' امام نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجنونہ کو لایا گیا۔اس نے بدکاری کی تھی۔انہوں نے اس کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔جب اس کے پاس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گزرے۔انہوں نے پوچھا' اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ بنو فلاں کی مجنونہ ہے۔اس نے زنا کیا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''اسے واپس لے چلو' پھر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔فرمایا' امیر المومنین! کیا آپ کو علم نہیں کہ تین افراد مرفوع القلم ہیں۔۱۔مجنون حتیٰ کہ شفاء یاب ہو جائے۔۲۔سویا ہوا حتیٰ کہ جاگ پڑے۔۳۔بچہ حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔''انہوں نے فرمایا: ''ہاں! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ''پھر اس مجنونہ کی کیا حیثیت ہے؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ''کچھ بھی نہیں' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ''پھر اسے چھوڑ دیں۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ اکبر اللہ اکبر''

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت عطیہ القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''قریظہ کے روز ہمیں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھتے تھے۔جس کے زیر ناف بال اگے ہوتے اسے قتل کر دیتے تھے۔جس کے زیر ناف بال نہ اگے ہوتے اسے قتل نہیں کیا جاتا تھا۔انہوں نے میرے بھی زیر ناف بال دیکھے۔انہوں نے دیکھے کہ وہ بال ابھی نہیں اگے تھے۔انہوں نے مجھے قیدیوں میں رکھ دیا۔''

امام احمد' ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین افراد مرفوع القلم ہیں۔۱۔سویا ہوا حتیٰ کہ جاگ جائے۔مریض حتیٰ کہ شفاء یاب ہو جائے۔بچہ حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔''

۷۔کمزور پر حد قائم کرنے کی کیفیت

احمد بن منیع' نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ سے' انہوں نے حضرت سہل بن حنیف سے' انہوں نے حضرت سعید بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''ہمارے گھروں کے سامنے ایک کمزور نا تواں بوڑھا مجذوم شخص تھا۔گھر والے اسے جب بھی دیکھتے وہ ان کی لونڈیوں میں سے کسی ایک پر ہوتا۔وہ اس کے ساتھ بدکاری کر رہا ہوتا۔حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔وہ شخص مسلمان تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ایک گچھا لو جس میں ایک سو شاخیں ہوں اس کے ساتھ اسے مارو' انہوں نے اسی طرح کیا۔

۸۔انکار کر دینے یا اقرار سے رجوع کی طرف اشارہ

امام احمد' ابوداؤد' نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوامیہ المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں

ایک چور کو پیش کیا گیا۔اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا تھا۔اس کے پاس سامان نہ تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا "میرا خیال نہیں کہ تم نے چوری کی ہو" اس نے عرض کی "ہاں!" آپ نے اسے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔ پھر آپ نے اس کے بارے حکم دیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے اسے فرمایا "رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔اس نے کہا: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا ! اس کی توبہ قبول فرما" آپ نے تین بار اس طرح دعا مانگی۔"

بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے 'مسدد نے صحیح سند سے مرسل روایت کیا ہے۔ابو داؤد نے مراسیل میں' بزار دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔جس نے چادر چوری کی تھی۔آپ نے پوچھا "تم نے چوری کی ہے۔ہمارا خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی۔اس نے عرض کی "ہاں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے چوری کی ہے" آپ نے فرمایا: "اسے لے جاؤ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو" پھر اسے داغ دو، پھر اسے میرے پاس لے آؤ۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے لے گئے اس کا ہاتھ کاٹا۔اسے داغا پھر اسے آپ کی خدمت میں لے آئے۔آپ نے اسے فرمایا۔"اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو" اس نے عرض کی "میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی ہے" آپ نے کہا "مولا! اس کی توبہ قبول فرما۔"

۹۔جس نے حد کا اعتراف کیا مگر سبب بیان نہ کیا اس پر حد جاری نہ کرنا

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ایک شخص نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حد تک پہنچ چکا ہوں مجھ پر حد قائم کریں نماز کا وقت ہو گیا۔آپ باہر تشریف لائے وہ شخص آپ کے پیچھے تھا۔میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر حد قائم کریں۔میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے" آپ نے فرمایا: کیا تو اپنے گھر سے نہیں نکلا، تو نے وضو کیا اچھی طرح وضو کیا ہمارے ساتھ نماز میں شرکت کی۔اس نے عرض کی "ہاں!" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہاری یہ حد یا گناہ معاف کر دیا ہے۔"

۱۰۔محارب اور مرتد کے بارے فیصلہ

امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ دیگر ائمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' ابو داؤد نے ابو الزناد سے مرسل اور نسائی نے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا ہے کہ عرینہ کے بعض علیل لوگ مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں پناہ دیں۔ہمیں کھلائیں۔" وہ وقت صبح مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دودھ والے ہیں۔کھلے میدانوں والے نہیں ہیں۔ہمیں مدینہ طیبہ کے بخار کی شکایت ہو گئی

ہے۔"آپ نے ان کے لئے اونٹنیوں کا حکم دیا۔انہیں حکم دیا کہ وہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل جائیں۔دوسرے الفاظ میں ہے"وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں۔ان کے پیشاب اور دودھ پئیں"وہ روانہ ہوئے۔جب وہ الحرہ کے ایک کنارے گھر کے سامنے تھے انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا۔آپ کے چرواہے کو شہید کیا اور اونٹنیاں ہانک کر لے گئے۔دن کے ابتدائی حصے میں آپ تک یہ خبر پہنچ گئی۔آپ نے ان کے پیچھے جستجو کرنے والے بھیجے۔جب دن چڑھ آیا، تو وہ انہیں لے آئے۔آپ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں۔ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے۔

"دوسرے الفاظ میں ہے"ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔"امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں۔انہیں الحرہ کے ایک کنارے پر پھینک دیا گیا وہ پتھر چاٹتے رہے حتیٰ کہ وہ مر گئے۔"ایک اور روایت میں ہے"میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی زبان سے زمین کو چاٹ رہے تھے، حتیٰ کہ وہ مر گئے۔وہ پانی مانگتے تھے وہ کسی نے انہیں پانی نہ دیا، حتیٰ کہ وہ اسی حالت پر مر گئے۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس کے بعد آپ صدقہ پر ابھارتے تھے۔مثلہ سے منع کرتے تھے۔"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ہی کہا ہے"مجھے حضرت ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حدود کے نزول سے پہلے کا ہے۔"حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس قوم نے چوری کی، قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کی۔"

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان لوگوں کے ہاتھ کاٹے۔جنہوں نے آپ کی اونٹنیوں کو چروایا تھا ان کی آنکھوں پر سلائیں پھیر دیں تو رب تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا یہ آیت طیبہ نازل کی:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ (المائدہ:۳۳)

ترجمہ: بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں۔اللہ سے اور اس کے رسول سے۔

دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئی، آپ نے حکم دیا کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول کرے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔اس پر اسلام پیش کیا گیا۔اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اسے قتل کر دیا گیا۔"

ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس شخص کو چار بار توبہ کرنے کے لئے فرمایا جو اسلام سے مرتد ہوا تھا۔امام نسائی، ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔"

شیخان، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا، پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔جب یہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔انہوں

نے پوچھا" اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا" یہ یہودی تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر اس نے برا دین اختیار کر لیا۔ یہ یہودی ہو گیا" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہ بیٹھوں گا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کا فیصلہ ہے۔" انہوں نے تین بار اس طرح کہا۔ اس کے حکم دیا گیا اور اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔

۱۱۔ زانی کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فیصلہ کیا جس نے زنا کیا مگر وہ غیر شادی شدہ تھا کہ اسے ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے اور اس پر حد قائم کی جائے۔

امام احمد نے سلمہ بن محبق سے امام شافعی' احمد' مسلم' ابو داؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تو ہم آپ سے دور چلے جاتے۔ آپ کا چہرہ انور سرخ ہو جاتا تھا۔ اور آپ کو اذیت ہوتی تھی۔ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی۔ جب یہ کیفیت آپ سے جدا ہوئی تو آپ نے فرمایا: "مجھ سے علم حاصل کر لو۔ مجھ سے علم حاصل کر لو۔ رب تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے سبیل پیدا کر دی ہے غیر شادی شدہ کا غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرنے کی سزا ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد کا شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرنے کی سزا ایک سو کوڑے اور رجم ہے۔

ائمہ' نسائی اور دار قطنی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔

نسائی کے علاوہ دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جبکہ امام احمد اور ابن ماجہ نے یہ روایت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے' دار قطنی نے عباد بن تمیم سے' امام احمد نے عبداللہ بن مالک اوسی نے روایت کیا ہے کہ آپ سے اس لونڈی کے بارے سوال کیا گیا جس نے بدکاری کی جبکہ وہ غیر شادی شدہ تھی۔ آپ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کی لونڈی بدکاری کرے اس کی بدکاری واضح ہو جائے تو وہ اس پر حد جاری کر دے۔" دوسری روایت میں ہے۔" وہ اس پر حد جاری کرے اسے گناہ پر عار نہ دلائے، پھر وہ بدکاری کرے تو اس پر حد جاری کرے اس کچھ عار نہ دلائے اگر وہ تیسری بار بدکاری کرے تو اسے فروخت کر دے خواہ ایک رسی کے عوض ہی۔" یا دوسری روایت میں ہے:" خواہ چھوٹے سے بال کے عوض ہی" دوسرے الفاظ میں ہے" جب وہ بدکاری کرے تو اسے کوڑے مارو۔ جب وہ بدکاری کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اسے فروخت کر دو۔"

امام احمد اور ائمہ ثلاثہ اور دار قطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی ایک لونڈی نے بدکاری کی۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے ماروں یا اس پر حد قائم کروں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے' اپنے غلاموں

اور لونڈیوں پر حدود قائم کیا کرو۔"

۱۲۔جسے بدکاری پر مجبور کیا جائے اس کا حکم

امام احمد' ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:"آپ کے عہد ہمایوں میں ایک عورت کو بدکاری پر مجبور کیا گیا آپ نے اس سے حد ساقط کر دی۔اس مرد پر حد جاری کی جس نے اسے مجبور کیا تھا۔"

۱۳۔وطی الشبہ کے بارے حکم

حبیب بن سالم سے روایت ہے کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا۔وہ اس وقت کوفہ کے امیر تھے۔انہوں نے فرمایا: میں اس کے بارے وہی فیصلہ کروں گا، جو فیصلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔اگر وہ تمہارے لئے حلال ہوئی، تو میں تمہیں ایک سو کوڑے ماروں گا اور اگر تمہارے لئے حلال نہ ہوئی تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔لوگوں نے اسے پایا کہ وہ اس کے لئے حلال تھی'انہوں نے اسے ایک سو کوڑے مارے۔

۱۴۔جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا اس کے بارے فیصلہ

ابن ابی شیبہ'ابو یعلی' ابن حبان' امام احمد' ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" میں نے اپنے ماموں حضرت ابو ہریرہ کو دیکھا۔آپ کے پاس جھنڈا تھا۔میں نے عرض کی:" کہاں جا رہے ہو؟انہوں نے فرمایا:"آپ نے مجھے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا سر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔"

۱۵۔جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حد لگائی

امام احمد' مسلم'ابو داؤد' نسائی اور دارقطنی نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے'امام احمد'ابو داؤد' نسائی نے حضرت نعیم بن ہزال رضی اللہ عنہ سے'وہ اپنے والد ماجد سے شیخان'ابو داؤد' ترمذی' دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے'امام احمد نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے'امام احمد' مسلم'ابو داؤد' نسائی اور دارقطنی نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"میں نے بدکاری کی ہے۔مجھ پر کتاب اللہ کے مطابق حد جاری کریں"آپ نے اس سے اعراض کیا۔وہ دوسری بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بدکاری کی ہے۔مجھے پر کتاب الٰہی کے مطابق حد جاری کریں۔"وہ تیسری بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بدکاری کی ہے۔کتاب الٰہی کے مطابق مجھ پر حد جاری کریں۔"پھر وہ چوتھی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بدکاری کی ہے۔مجھ پر کتاب الٰہی کے مطابق حد جاری کریں۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تونے چار بار اقرار کیا ہے مگر کس کے ساتھ؟ اس نے عرض کی "فلانہ کے ساتھ" آپ نے فرمایا: "کیا تو نے اسے لٹایا تھا؟ اس نے عرض کی "ہاں! کیا تو نے اس کے ساتھ مباشرت کی تھی؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے پوچھا "کیا تو نے اس کے ساتھ جماع کیا تھا؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ اسے الحرہ کی طرف لے جایا گیا جب اسے پتھروں کی ضربیں لگیں تو وہ گھبرا گیا۔ وہ بھاگتا ہوا نکل گیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ملے۔ اس شخص نے اپنے ساتھیوں کو تھکا دیا تھا۔ انہوں نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی کے ساتھ لڑائی کی۔ وہ اسے ماری اور مار دیا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئے، اور یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کرتا اور رب تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا۔"

ابو داؤد اور دار قطنی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا آپ نے حکم دیا اس پر حد جاری کی گئی، پھر آپ کو بتایا گیا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ آپ نے اس کے بارے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔

امام احمد ائمہ اربعہ اور دار قطنی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو جہنیہ کی ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "اس نے بدکاری کی ہے وہ حاملہ ہے حضور اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا۔ آپ نے اسے فرمایا "اس پر احسان کرو جب اس کا وضع حمل ہو جائے تو اسے لے آنا۔" جب اس کا وضع حمل ہو گیا تو وہ اس عورت کو لے آیا۔ اس پر اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے آپ نے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ آپ نے حکم دیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں، حالانکہ اس نے بدکاری کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات والا کی قسم! اس نے اس طرح توبہ کی ہے اگر اسے اہل مدینہ طیبہ میں ستر افراد کے مابین تقسیم کیا جائے تو وہ انہیں کافی ہو جائے۔ کیا تم اس سے کسی کو افضل پاتے ہو جو اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دے۔"

دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسلم کا ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے زنا کا اعتراف کیا آپ نے اس سے اعراض فرمایا، پھر اس نے زنا کا اعتراف کیا۔ آپ نے اس سے اعراض کیا حتیٰ کہ اس نے چار بار اپنے خلاف گواہی دی۔ آپ نے فرمایا: "کیا تجھے جنون ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے پوچھا "کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے اس کے بارے حکم دیا تو اسے عید گاہ کے پاس رجم کر دیا گیا۔ جب اسے پتھر لگنے لگے تو وہ بھاگنے لگا۔ اسے پا لیا گیا حتیٰ کہ رجم کر دیا گیا، حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ آپ نے اسے بھلائی سے یاد کیا مگر آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی۔

امام احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک عورت کو رجم کیا اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودا گیا تھا۔

ائمہ نے حضرات زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں نے بتایا کہ دو افراد نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا۔ایک نے کہا "یارسول اللہ! ﷺ ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں" دوسرے نے کہا "یہ دونوں سے دانا تھا" ہاں! یارسول اللہ! ﷺ ہمارے مابین کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں۔مجھے اذن دیں کہ میں بات شروع کروں" آپ نے فرمایا: "گفتگو کرو" اس نے عرض کی "میرا لڑکا اس کے ہاں بطور مزدور کام کر رہا تھا۔اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر دیا۔لوگوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر رجم نہیں ہے۔" میں نے ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی بطور فدیہ دے دی۔پھر میں نے اہل علم سے پوچھا۔انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔بلا شبہ مرد اپنی عورت پر ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔میں تمہارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔تمہاری بکریاں اور لونڈیاں تمہیں واپس کر دی جائیں گی۔" آپ نے اس کے بیٹے کو ایک سو کوڑے مارے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا۔آپ نے حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی کو لے کر آئے۔اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کر دیں۔اس نے اعتراف کیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔"

امام ابوداؤد نسائی نے حضرت خالد بن جلاج سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں بیٹھ کر کام کر رہے تھے۔ایک عورت گزری جو اپنے بچے کو اٹھائے ہوئے تھی۔لوگ اس کے ساتھ چلنے لگے۔میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئی۔آپ نے فرمایا: تمہارے ساتھ اس کا باپ کون ہے؟ وہ عورت خاموش رہی۔اس کے سامنے ایک جوان تھا۔اس نے عرض کی۔"یارسول اللہ ﷺ میں اس کا باپ ہوں" آپ نے اس عورت کی طرف توجہ کی اور فرمایا: تمہارے ساتھ اس کا باپ کون ہے؟ اس جوان نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! میں اس کا باپ ہوں" آپ نے اپنے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھا۔اس کے بارے پوچھا۔انہوں نے عرض کی: "ہم اس کے بارے میں بھلائی ہی جانتے ہیں۔"

آپ نے اسے پوچھا: "کیا تم شادی شدہ ہو" اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ہم اس کے ساتھ نکلے اس کے لئے گڑھا کھودا۔حتیٰ کہ اس میں اسے ڈالا پھر اس پر پتھر پھینکے حتیٰ کہ وہ پرسکون ہو گیا۔ایک شخص آیا۔وہ اس سنگسار ہونے والے کے بارے پوچھ رہا تھا۔ہم اسے لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں چلے گئے۔ہم نے عرض کی "یہ شخص اس خبیث کے بارے پوچھ رہا ہے" آپ نے فرمایا: "وہ تو رب تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بھی پاکیزہ تر ہے" وہ اس کا باپ تھا۔ہم نے اس کی اس کے بیٹے کو غسل دینے، کفن دینے اور دفن کرنے میں مدد کی۔" لیکن مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی یا نہیں۔"

۱۶۔ لواطت کرنے والے کے بارے فیصلہ

امام احمد اور ائمہ اربعہ کی اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے ابو داؤد، ترمذی اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جسے تم پاؤ کہ وہ لواطت کر رہا ہو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

۱۷۔ قذف کے بارے فیصلہ

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنولیث میں سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے۔ وہ غیر شادی شدہ تھا۔ آپ نے اسے ایک سو کوڑے مارے، پھر عورت کے خلاف گواہ طلب کئے۔ اس عورت نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے جھوٹ بولا ہے'' آپ نے اس پر اسی کوڑے حد قذف قائم کی۔''

۱۸۔ چوری کی حد کے بارے فیصلہ

امام احمد، شیخان اور ائمہ اربعہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دینار کے چوتھائی حصہ یا اس سے زائد میں چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ شیخان اور نسائی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ڈھال سے کم یا گھی کے ٹکڑے (یا مٹھی بھر کھانے) کو چوری کرنے پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

ان میں سے ہر ایک چیز کی قیمت ہوتی تھی۔ ائمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے۔ آپ نے اس ڈھال کو چوری کرنے پر بھی چور کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین دراہم تھی۔

امام احمد اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو چرانے پر بھی چور کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت پانچ دراہم تھی۔ ائمہ ثلاثہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے راویت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے اس میں سے کچھ چوری کیا۔ اس کے بعد کہ اسے کھلیان میں جمع کر دیا گیا تھا اس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچ گئی تو اس پر بھی قطع ید ہے۔''

امام نسائی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پھل اور کھجور کا گابھہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔''

امام مالک نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''معلق پھل میں قطع ید نہیں ہے نہ ہی پہاڑ پر چھوڑی ہوئی چیز میں قطع ید ہے۔ جب وہ چیز باڑے یا کھلیان میں آ جائے تو اس چیز کو چرانے میں قطع ید ہے جس کی قیمت ڈھال کی

قیمت تک پہنچ جائے۔"

امام شافعی امام احمد امام ترمذی اور دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
"معلق پھل میں قطع ید نہیں ہے اگر اسے کھلیان میں رکھ دیا جائے تو اس میں قطع ید ہے۔"

الطبرانی امام شافعی امام احمد ائمہ اربعہ محمد بن یحیی ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ ایک غلام نے کسی شخص کے باغ سے کھجور کا پودا چرایا اور اسے اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا۔ اس پودے کا مالک باہر نکلا وہ اپنے پودے کو تلاش کر رہا تھا اس نے اسے پالیا۔ اس شخص نے مروان بن حکم سے اس غلام کے خلاف مدد چاہی۔ اس نے غلام کو قید میں ڈال دیا۔ اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ غلام کا مالک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ داستان عرض کی۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: "پھل اور گابھے میں قطع ید نہیں ہے۔"

ابوداؤد نسائی اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا۔" آپ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "اس نے چوری کی ہے" آپ نے فرمایا: "اس کا ہاتھ کاٹ دو" انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر اس نے چوری کی۔ آپ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو" صحابہ کرام نے عرض کی "اس نے چوری کی ہے" آپ نے فرمایا: "اس کا ہاتھ کاٹ دو" اس نے تیسری اور چوتھی بار اسی طرح کیا۔ جب اس نے پانچویں بار اس طرح کیا تو آپ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم اسے لے کر بکریوں کے باڑے کی طرف گئے۔ وہ اپنی کمر کے بل لیٹ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں کے ساتھ دانت پیسے، اونٹ بھاگ گیا، پھر اسے اس پر سوار کیا گیا تو اس نے اسی طرح کیا۔ اس کو تیسری بار اس پر سوار کیا گیا۔ اس نے اسی طرح کیا ہم نے اسے پتھر مارے۔ اسے کنویں میں پھینک دیا پھر اوپر پتھر ڈال دیئے۔"

ائمہ کہتے ہیں: "یہ حدیث صحیح نہیں ہے اسی طرح وہ احادیث صحیح نہیں ہیں جن میں چور کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔"

امام بیہقی اور حارث بن ابی اسامہ نے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور ابن سابط الاحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ اس نے چوری کی ہے۔ اس کے خلاف گواہیاں بھی قائم ہو گئیں۔ چوری کا سامان بھی اس کے پاس سے مل گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ یتیموں کا غلام ہے۔ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے۔" آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے دوسری تیسری اور چوتھی بار چوری کی۔ اسے چار بار چھوڑ دیا۔ اس نے پانچویں بار چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس نے چھٹی بار چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ اس نے ساتویں بار چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس نے آٹھویں بار چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ حارث نے کہا ہے "چار کے بدلے چار" چار دفع معاف کر دیا اور چار دفعہ اسے سزا دی۔" امام بیہقی نے لکھا ہے "گویا کہ آپ نے پہلی چار بار اسے دیکھا کہ اس نے اتنا سامان چوری نہیں کیا جس سے قطع ید لازم آتا ہو۔ آخری چار بار دیکھا کہ اس نے اتنا سامان چوری کیا ہے جس سے قطع

یہ لازم آتا ہے۔

ابو یعلیٰ اور نسائی نے حضرت حارث بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو'' صحابہ کرام نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ اس نے چوری کی ہے'' آپ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ اس نے چوری کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کا ہاتھ کاٹ دو'' پھر اس نے چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا، پھر سیدنا صدیق اکبر کے عہد مبارک میں اس نے چوری کی، حتیٰ کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اس نے پانچویں بار چوری کی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ''حضور اکرم ﷺ اس بارے جانتے تھے جب آپ نے فرمایا: تھا ''اسے قتل کر دو۔'' انہوں نے اسے قریش کے جوانوں کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں ان میں حضرت عبداللہ بن زبیر بھی تھے۔ وہ امارت پسند تھے۔ انہوں نے کہا ''مجھے اپنا امیر بنالو'' جوانوں نے انہیں اپنا امیر بنالیا۔ جب وہ مارتے نوجوان بھی مارتے حتیٰ کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔''

دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب چور چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کی ٹانگ کاٹ دو اگر سہ بار چوری کرے تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دو اور اگر وہ پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو۔''

حمیدی اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسلام میں یا مسلمانوں میں سے سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ وہ ایک انصاری شخص تھا۔ اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا گیا۔ عرض کی گئی'' یا رسول اللہ! ﷺ اس نے چوری کی ہے'' آپ نے فرمایا: ''اس کا ہاتھ کاٹ دو'' آپ کے چہرہ انور پر افسوس کے اثرات عیاں تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر راکھ چھڑکو۔'' آپ سے عرض کی گئی'' گویا کہ آپ نے اس کے ہاتھ کے کٹنے کو ناپسند کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کون سی چیز مجھے اس امر سے روک سکتی ہے۔ شیطان کے مددگار نہ بنا کرو۔ رب تعالیٰ معاف کرنے والا ہے وہ معافی کو پسند کرتا ہے۔ مسلمانوں کے والی کے پاس جو بھی ایسا امر پیش کیا جائے جس پر حد لازم آتی ہو تو حد لگانا اس پر لازم ہو جاتا ہے۔''

ابو یعلیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بارگاہ رسالت مآب ﷺ پناہ میں ایک شخص پیش کیا گیا۔ اس نے چوری کی تھی۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پھر آپ رونے لگے۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ آپ رو رہے ہیں'' آپ نے فرمایا: ''میں کیوں نہ روؤں۔ تمہارے سامنے میری امت کو کاٹا جا رہا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی'' یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اسے معاف کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا: ''وہ سب سے برا سلطان وقت ہے، جو حدود کو معاف کرتا ہے، لیکن تم باہم معاف کر دیا کرو۔''

ابو داؤد اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب

غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو خواہ بیس دراہم میں ہی۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خمس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے خمس سے چوری کی۔ اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا مگر آپ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ آپ نے فرمایا: "یہ رب تعالیٰ کا مال ہے جس میں سے بعض نے بعض کو چوری کیا ہے۔"

ابو داؤد نے ازہر بن عبداللہ سے اور انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ کلاعین ان کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان شرپسندوں نے کچھ سامان چوری کیا تھا۔ انہوں نے انہیں کچھ دن محبوس رکھا پھر انہیں چھوڑ دیا۔ وہ لوگ جن کی چوری ہوئی تھی وہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا "تم نے کسی آزمائش اور مار کے بغیر ہی ان کا رستہ چھوڑ دیا ہے۔" حضرت نعمان نے فرمایا: "تمہاری کیا منشاء ہے اگر تمہاری منشاء ہے تو میں انہیں مارتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارا سامان نکال دیا تو وہ تمہارا ہوگا ورنہ میں اس کی مثل تم سے لوں گا" ان لوگوں نے کہا "یہ تمہارا حکم ہے" انہوں نے فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔"

نسائی اور دارقطنی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "چوری کرنے والے سے تاوان نہیں لیا جائے گا جبکہ اس پر حد قائم ہو جائے۔"

ائمہ اربعہ اور دارقطنی نے حضرت فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں ایک چور پیش کیا گیا۔ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ آپ نے حکم دیا تو اسے اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔"

امام احمد، امام نسائی اور دارقطنی نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فیصلہ کیا کہ جب ہم چوری کا مال اس شخص کے پاس پائیں جس پر چوری کی تہمت نہ ہو اگر وہ چاہے تو وہ اس رقم کو واپس لے لے۔ جس کے ساتھ اس نے خریدا ہے اگر چاہے تو چور کا تعاقب کرے۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔"

ابو داؤد، نسائی نے حضرت جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم سمندری سفر میں حضرت بسر بن ارطاۃ کے ساتھ تھے۔ ایک چور لایا گیا جسے مصدر کہا جاتا تھا۔ اس نے لمبی گردن والی (بخیتہ) اونٹنی چوری کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سید عجم وعرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا "سفر میں ہاتھوں کو نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر آپ کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔"

دارقطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو بچے چوری کرتا تھا۔ وہ انہیں لے کر عازم سفر ہو جاتا کسی دوسری زمین میں جا کر انہیں فروخت کر دیتا۔ آپ نے اس کے بارے حکم دیا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

۱۹۔ نشے کی حد

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب پینے والے کو لاٹھیوں اور جوتیوں سے مارا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ان لوگوں کو بلایا جو کھلی آبادیوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا شراب کی حد کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے ساری حدود سے خفیف رکھیں۔" حضرت عمر فاروق نے اسی کوڑے مارے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ مشورہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی پر عمل پیرا ہوئے۔

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص کو پیش کیا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ نے اس چالیس جوتیاں ماریں۔ امام ترمذی نے بھی یہ روایت لکھی ہے اور اسے حسن نے کہا ہے۔

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا جو نشے میں مدہوش تھا۔ اس نے کہا: "میں نے شراب نہیں پی۔ میں نے کدو کے برتن میں کشمش اور کھجوریں بھگو کر پی ہیں۔ آپ نے اس کے بارے حکم دیا۔ اسے ہاتھوں اور جوتیوں سے مارا گیا۔ آپ نے کشمش اور کھجوروں کو کدو کے برتن میں بھگو کر پینے سے منع فرمایا۔

امام بیہقی' امام ابوداؤد اور دارقطنی نے عبدالرحمان بن ازہر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے فتح کی صبح کو آپ کی زیارت کی۔ آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اس نے شراب پی رکھی تھی۔ لوگوں نے کہا "اسے مارو" بعض لوگوں نے اسے جوتیوں سے' بعض نے ڈنڈوں سے اور بعض نے اسے کوڑوں سے مارا۔ آپ نے زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اسے اس کے چہرے کی طرف پھینک دیا۔"

امام احمد' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے' امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے' امام احمد' نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' احمد' ابن ادریس اور شافعی اور ابوداؤد نے قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو شراب پیئے اسے کوڑے مارو۔ اگر وہ پھر شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو اگر وہ پھر شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو۔ اگر وہ تیسری یا چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کر دو۔"

امام شافعی' امام احمد' امام مسلم' ابوداؤد' بیہقی اور دارقطنی نے حصین بن منذر الرقاشی سے (یہی ابوساسان ہیں) روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں اس وقت موجود تھا جب ولید بن عقبہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حمران اور ایک اور شخص نے گواہی دی۔ ایک شخص نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ اس نے اسے شراب کی قئے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے شراب کی قئے اسی لئے کی ہے کہ اس نے شراب پی تھی۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اس پر حد قائم کریں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اس پر حد قائم کرو"انہوں نے کہا "جس نے خلافت کے مزے لئے وہ ہی یہ تلخی بھی اٹھائے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اس پر حد قائم کریں۔انہوں نے کوڑا لیا۔اسے مارنے لگے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شمار کرنے لگے جب وہ چالیس تک پہنچ گئے تو فرمایا کافی ہیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے۔یہ سب سنت ہیں،مگر مجھے یہی پسند ہے۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو پیش کیا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔آپ نے تقریباً چالیس بار شاخ سے مارا۔

امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔اسے حمار کہا جاتا تھا۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرتا تھا۔آپ نے شراب کی وجہ سے اس پر حد لگائی تھی۔ایک دن اسے لایا گیا۔آپ کے حکم سے انہیں کوڑے مارے گئے۔قوم میں سے ایک شخص نے کہا:"مولا! اس پر لعنت کر۔اسے کتنی باریہ سزامل چکی ہے۔آپ نے فرمایا:"اسے لعنت نہ کرو بخدا! تم نہیں جانتے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرتا ہے۔"

امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں نشے میں مخمور شخص کو پیش کیا گیا۔آپ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ہم میں سے کچھ اسے ہاتھوں سے مار رہے تھے۔کچھ اپنے جوتوں سے،بعض اپنے کپڑوں سے مار رہے تھے۔جب وہ چلا گیا تو ایک شخص نے کہا "رب تعالیٰ اسے رسواء کرے اس نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:"اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"آپ نے شراب میں کسی حد کو متعین نہیں فرمایا تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"ایک شخص نے شراب پی،وہ نشے میں ہوگیا وہ رستے میں ایک طرف جھک کر چل رہا تھا۔اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرنے کے لئے لے جایا گیا۔جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے گھر کے سامنے پہنچا تو وہ چھوٹ گیا۔وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان کے ساتھ چمٹ گیا۔بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا ذکر کیا۔آپ مسکرانے لگے۔فرمایا"کیا اس نے اس طرح کیا ہے؟ آپ نے اس کے بارے کچھ حکم نہ دیا۔

پانچواں باب

جنایات، قصاص، دیات اور زخموں میں دیت

اس میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ قصاص کو معاف کرنے کا حکم

ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب بھی قصاص کا معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے معاف کرنے کا حکم دیا۔ شیخان نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کا کوئی شخص قتل ہو جائے وہ یا تو دیت لے لے یا قصاص لے لے۔''

۲۔ قصاص لینے میں احسان کرنے کا حکم

۳۔ زخم سے شفاء یاب ہونے سے قبل قصاص لینے سے ممانعت، تلوار کے ساتھ قصاص لینے کا حکم، یہودی کا سر کچلنا، خطاء سے لگنے والے زخم کا تاوان ہے

دار قطنی نے حضرت مسلم بن خالد زنجی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے زخم کا قصاص لینے سے منع کیا حتیٰ کہ وہ مندمل ہو جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قصاص تلوار کے ساتھ ہی لیا جائے۔ ہر خطاء کا تاوان ہے۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا'' امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہودی کا سر دو پتھروں کے مابین کچلا جس نے ایک عورت کا سر اسی طرح کچلا تھا۔

۴۔ عمد اور خطاء کے بارے میں فیصلہ

ابن شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کا کوئی قتل ہو جائے یا جسے زخم پہنچے تو اسے تین امور میں سے ایک پر اختیار ہے۔ یا تو وہ قصاص لے لے۔ یا دیت لے لے، یا معاف کر دے۔ اگر اس نے چوتھے امر کا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ روک دو۔ اس کے بعد اگر اس نے تجاوز کیا اس نے قتل کر دیا، تو اس کے لئے آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔'' مسدد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت مجالد سے انہوں نے کہا ''مجھے جہینہ کے عریف نے بیان کیا کہ بنو

جہینہ کے بعض افراد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے۔وہ سردیوں میں ایک اسیر لے کر آئے تھے۔آپ نے فرمایا: "جاؤ اور اسے گرم کرو"ان کی زبان میں الاف کا معنی قتل کرنا تھا۔وہ اسے لے کر گئے اور اسے قتل کر دیا۔حضور اکرم ﷺ نے ان سے اس کے بارے پوچھا۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ہمیں حکم دیا تا کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ہم نے اسے قتل کر دیا ہے۔"آپ نے فرمایا:"میں نے تمہیں کیا کہا تھا؟ انہوں نے عرض کی:"آپ نے کہا تھا: "اِذْهَبُوْ بِهٖ فَادْفُوْهُ۔" آپ نے فرمایا:"میں نے تمہارے ساتھ شرکت کی ہے۔جب تم اس کی دیت دو تو میں بھی تمہارے ساتھ شرکت کروں گا۔"

۵۔آپ ﷺ کا فیصلہ کہ مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں اور آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا"امام بیہقی نے السنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"کسی آزاد کو غلام کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا۔"

۶۔اس شخص کے بارے فیصلہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا

ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودن حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔آپ کے عیب نکالتی تھی۔ایک شخص نے اس کا گلا دبایا اور وہ مرگئی۔آپ نے اس کا خون رائیگاں کیا۔"

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا شخص کی ام ولد تھی جو آپ کو برا بھلا کہتی تھی وہ آپ کے عیب نکالتی تھی۔اس نے اسے منع کیا مگر وہ باز نہ آئی۔

۷۔خودکشی کے بارے میں حکم

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"جس نے خود کو پہاڑ سے گرایا اور خود کو قتل کر لیا وہ آتش جہنم کے حوالے ہوگا۔وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس میں گرتا رہے گا جس نے زہر پی کر خودکشی کر لی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آتش جہنم میں اسے پیتا رہے گا۔جس نے خود کو لوہے کی سلاخ سے قتل کیا تو اس کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ ہوگی وہ آتش جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔"

۸۔ان چار افراد کے بارے میں دیت دینے کا حکم جو کنوئیں میں گر پڑے تھے

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تو وہاں کے لوگوں نے شیر کے لئے گڑھا کھودا۔اس گڑھے پر لوگوں کا اژدھام ہوگیا۔اس میں شیر گر پڑا۔ایک

شخص بھی اس میں گرا اس کے ساتھ معلق ایک اور شخص اور اس کے ساتھ ایک اور شخص گر پڑا حتیٰ کہ ان کی تعداد چار ہوگئی۔ شیر نے ان پر حملہ کیا اور انہیں مار ڈالا۔ لوگوں نے اسلحہ اٹھا لیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کے مابین جنگ چھڑ جاتی۔ میں ان کے پاس گیا۔ میں نے انہیں کہا "کیا تم چار افراد کے بدلے میں دو سو افراد قتل کر رہے ہو۔ آؤ میں تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہوں اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو فیصلہ وہی ہوگا اگر تم نے انکار کر دیا اور معاملہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے تو آپ فیصلہ کرنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔"

انہوں نے پہلے شخص کے لئے دیت کا چوتھا حصہ دوسرے کے لئے دیت کا ثلث تیسرے کے لئے نصف دیت اور چوتھے کے لئے مکمل دیت کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے دیت کا نفاذ ان چاروں قبائل پر کیا جو اس گڑھے پر حاضر تھے۔ بعض لوگوں نے ان کے فیصلے کو قبول کر لیا جبکہ بعض اس سے راضی نہ ہوئے، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور داستان عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہوں" ایک شخص نے کہا "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمارے مابین فیصلہ کیا تھا" اس نے اس فیصلے کے بارے میں بھی آپ کو بتایا جو انہوں نے کیا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فیصلہ وہی درست ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔"

۹۔ اطراف اور زخموں کی دیت کے بارے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انگلیاں برابر ہیں۔ دس انگلیوں کی دیت دس اونٹ ہیں" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انگلیاں برابر ہیں۔ دانت برابر ہیں۔ ثنیہ اور داڑھ برابر ہیں۔ یہ اس کے اور وہ اس کے برابر ہے۔"

۱۰۔ دیتوں کے بارے آپ ﷺ کے فیصلے

اس میں کئی مسائل ہیں۔

ا۔ مسلمان آزاد مرد کی دیت

ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خطاء قتل کی دیت میں بیس حقے، بیس جذعے، بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں۔

۲۔ عورت، غلام، مکاتب، معاہد کافر اور ذمی کی دیت

امام نسائی نے حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے حتیٰ کہ وہ اس کی دیت کے ثلث تک پہنچ جائے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قتل عمد، عبد، اعتراف صلح اور موضحہ سے کم کی دیت عاقلہ پر نہیں ہوگی۔"

۳۔ اعضاء اور زخموں کی دیت

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دانتوں کی دیت پانچ اونٹ ہیں" امام احمد، ابو داؤد، البیہقی نے السنن میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کٹی ہوئی ناک کی دیت ایک سو اونٹ، کٹے ہوئے ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ، پاؤں کی دیت، پچاس اونٹ اور آنکھوں کی دیت پچاس اونٹ مقرر کی۔ آپ نے فرمایا: سر کا جو زخم سر کے بھیجے کی جھلی تک پہنچے اس میں نصف دیت لازم آئے گی۔ جو زخم اندر تک جائے اس میں تہائی دیت ہوگی۔ سر کے زخم میں پندرہ اونٹ، اور وہ زخم جس میں ہڈی نظر آنے لگے اس میں پانچ اونٹ، دانت میں پانچ اونٹ اور ہر ہر انگلی کی دیت دس دس اونٹ ہے۔"

امام بیہقی نے السنن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سماعت کے جانے کی دیت ایک سو اونٹ اور عقل کی دیت بھی ایک سو اونٹ ہے۔"

ابن عدی اور البیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "زبان میں دیت ہے۔ جب کہ انسان گفتگو کرنے پر قادر نہ رہے۔ آلہ تناسل میں دیت ہے جبکہ حشفہ کٹ جائے اور دونوں ہونٹوں میں بھی دیت ہے۔"

امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "المواضع میں پانچ پانچ اونٹ ہیں" امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انگلیوں میں دس دس اونٹ دیت ہے۔"

۴۔ جنین کی دیت کا فیصلہ

امام بخاری وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو سوکنوں نے ایک دوسری کو خیمے کی لکڑی کے ساتھ مارا۔ ایک کا بچہ ضائع ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنین کی دیت غلام یا لونڈی مقرر کی، اور اسے عورت کے رشتہ داروں پر لاگو کیا۔

۵۔ دیناروں اور درہموں کے ساتھ تقویم

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بارہ ہزار دیت مقرر کی۔

۱۱۔ جو قصاص لینے کا مستحق تھا اس کو دیت لینے کی سفارش کرنا

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بتایا۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی گردن میں رسی تھی جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا "یہ اور میرا بھائی ایک کنواں کھود رہے تھے اس نے کدال اٹھائی اور اسے میرے بھائی کے سر پر دے مارا اس نے اسے قتل کر دیا۔" آپ نے اسے فرمایا "اسے معاف کر دو" اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "اس سے دیت لے لو" مگر اس نے انکار کر دیا.........۔

۱۲۔ متفرق احکام

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں وہ یہودن پیش کی گئی جس نے آپ کو زہر آلود بکری پیش کی تھی۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا "میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے تاکہ آپ کو شہید کر دوں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تجھے کبھی بھی اس امر پر تسلط عطا نہیں فرمائے گا۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "ہم اسے قتل نہ کر دیں" آپ نے فرمایا: "نہیں" میں اس زہر کا اثر آپ کے مسوڑھوں میں لگاتار دیکھتا رہا" ابو داؤد نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کو قتل کر دیا تھا۔ حضرت بشر بن براء نے بھی وہ زہر آلود لقمہ کھا لیا تھا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے تھے۔

۱۳۔ قسامتہ کے بارے آپ کا فیصلہ

امام مالک اور امام ترمذی نے حضرت سہل بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ ان کو ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے بتایا کہ حضرات عبداللہ بن سہل اور محیصہ رضی اللہ عنہما اس مشقت کی وجہ سے خیبر کی طرف نکلے جو انہیں پہنچی تھی۔ حضرت محیصہ آئے انہوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور انہیں کسی کنویں یا چشمے کے کنارے پر پھینک دیا گیا ہے۔ یہودی آئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! تم نے انہیں شہید کیا ہے" انہوں نے کہا بخدا! ہم نے انہیں شہید نہیں کیا" وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور ساری داستان عرض کر دی، پھر وہ ان کا بھائی حویصہ، یہ ان سے بڑا تھا اور عبدالرحمان آئے۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ یہی خیبر گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بڑا گفتگو کرے" حضرت محیصہ نے پھر حضرت حویصہ نے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا: "یا تو وہ تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا اعلان جنگ کر دیں۔" حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس ضمن میں خط لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا "بخدا! ہم نے اسے قتل نہیں کیا" حضور اکرم ﷺ نے حضرات حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمٰن سے فرمایا "کیا تم قسم اٹھاتے ہو اور اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بن جاتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "کیا یہودی تمہارے لئے قسم اٹھا دیں" انہوں نے کہا "یہ مسلمان نہیں ہیں" حضور اکرم ﷺ نے ان کی

دیت اپنی طرف سے ادا کر دی۔ ایک سو اونٹنیاں ان کے پاس بھیج دیں، حتیٰ کہ وہ ان کے گھر میں داخل ہو گئیں۔ حضرت سہل نے کہا "ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے ٹانگ ماری تھی۔"

۱۴۔ باپ کا اپنے بیٹے کو قتل کرنا یا آقا کا اپنے غلام کو قتل کرنا یا اس کے برعکس میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالک نے ان سے روایت کیا ہے کہ بنو مدلج کے ایک شخص (جسے قتادہ کہا جاتا تھا) نے اپنے بیٹے کو تلوار ماری جو اس کی پنڈلی پر لگی۔ اس کے زخم سے خون بہہ گیا اور وہ مر گیا حضرت سراقہ بن جعشم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ غمناک واقعہ عرض کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قدید کے چشمے پر ایک سو بیس اونٹ شعار کر کے رکھو، حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔" جب حضرت عمر فاروق ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان اونٹوں میں سے تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس خلفے لئے اور فرمایا: "مقتول کا بھائی کہاں ہے اس نے کہا" میں یہ ہوں" انہوں نے کہا "انہیں لے لو۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قاتل کے لئے کچھ بھی نہیں۔" ایک اور روایت میں ہے" انہوں نے مقتول کی والدہ اور بھائی کو بلایا اور یہ اونٹ ان کے حوالے کئے" پھر فرمایا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے" قاتل اس میں سے کسی چیز کا وارث نہیں بنتا جس میں سے اسے قتل کیا ہو۔"

چھٹا باب

دعوؤں، گواہوں اور جھگڑوں کے فیصلے کرنے میں سیرت طیبہ

امام احمد، امام الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت عمارۃ بن حزم رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے ابو سعید سے، الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، امام شافعی اور امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، شافعی، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام شافعی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کیا۔

ترمذی اور دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا "گواہ لانا مدعی کے ذمہ ہیں جبکہ قسم اٹھانا مدعیٰ علیہ پر ہے۔"

امام مالک کے علاوہ تمام ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعوؤں کے مطابق ادا کر دیا جاتا تو لوگ اپنی قوم کے خون اور اموال کا دعویٰ کر دیتے لیکن گواہیاں مدعی کے ذمہ اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے۔"

امام احمد' ابو داؤد' ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی قبول نہیں، نہ ہی اس کی گواہی اپنے بھائی کے خلاف قبول ہو گی۔ نہ ہی گھر کے خادم کی گواہی اس کے گھر والوں کے لئے قبول ہو گی، جبکہ ان کی گواہی دوسروں کے لئے قابل قبول ہے۔"

امام ترمذی' دارقطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "خائن اور خائنہ کی شہادت جائز نہیں ہے۔"

ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جنگل میں رہنے والے کی گواہی شہر میں رہنے والے کے خلاف قبول نہ ہو گی۔"

ابوسعید نقاش نے قضاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی کہ یہ شہادت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تو نے سورج کو دیکھا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: اس کی مثل شہادت دو یا چھوڑ دو۔"

دارقطنی اور الطبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دایہ کی شہادت کو جائز قرار دیا۔ شیخان اور دارقطنی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے نکاح میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا۔

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل کتاب میں ایک دوسرے کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اہل کتاب تمہیں جو کچھ کتاب اللہ میں سے بتائیں تو نہ تو اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ یوں کہو "ہم اللہ تعالیٰ پر' جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عدی بن عدی الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ دو اشخاص اپنی زمین کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "یہ میری زمین ہے" دوسرے نے کہا "یہ ایسی زمین ہے۔ میں نے اس کا اندازہ لگایا اور اس پر قبضہ کر لیا" حضور اکرم ﷺ نے اس شخص سے قسم لی جس کے قبضہ میں زمین تھی۔"

امام احمد' ابو داؤد' عبد بن حمید' ابن ابی شیبہ' ابن ماجہ' نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے زمین میں تنازع کیا۔ ان میں سے ایک کا تعلق حضر موت سے تھا۔ انہوں نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں

پیش کیا۔ آپ نے ایک پر قسم لاگو کی دوسرا چیخ اٹھا۔ اس نے کہا "پھر تو یہ میری زمین لے گیا۔" آپ نے فرمایا: "جس نے جھوٹی قسم کھا کر ظلم کرتے ہوئے اپنے بھائی کا حق مارا وہ ان بدنصیبوں میں سے ہوگا جس کی طرف روز حشر رب تعالیٰ نہ تو دیکھے گا نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا" دوسرے شخص نے کہا "مجھے پرواہ نہیں ہے" دوسرا قسم سے دامن کشا ہو گیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جھوٹی قسم سے کسی مسلمان کا حق لیا۔ اس کے لئے آگ واجب ہے، اور اس پر جنت حرام ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: "اگرچہ وہ اراک کی شاخ ہی ہو۔" اراک / پیلو۔

امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سواری کا مالک اس کے سینے کا سب سے زیادہ مستحق ہوتا ہے" الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو افراد اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے کر گئے۔ ان میں سے ہر ایک عادل گواہ بھی لے آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مابین قرعہ اندازی کی اور یہ دعا مانگی:

"مولا! ان کے مابین فیصلہ فرما۔"

الطبرانی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے اپنے اونٹ کا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔ ہر ایک نے گواہیاں بھی پیش کر دیں کہ یہ اس کا ہے۔ آپ نے اسی کے ساتھ ان کے مابین فیصلہ کر دیا۔" امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حق کے طالب پر قسم ہے۔"

احمد بن منیع اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت موسیٰ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "امراء القیس اور حضرت موت کے ایک شخص کے مابین تنازع تھا۔ انہوں نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔ آپ نے حضرمی سے فرمایا: "تمہارے گواہ، ورنہ میں اسے تقسیم کر دوں گا۔" اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اس نے قسم اٹھائی تو یہ میری زمین لے جائے گا۔" آپ نے فرمایا: "جس نے جھوٹی قسم اٹھائی تاکہ اپنے بھائی کا حصہ لے تو وہ رب تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ ناراض ہوگا۔ امراء القیس نے عرض کی۔

جس نے اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سچ ہے۔" میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار بن حارث سے گھوڑا خریدا۔ اس نے انکار کر دیا۔ حضرت خزیمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گواہی دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں کس چیز نے گواہی دینے کی ترغیب دی۔ جبکہ تم ہمارے پاس موجود نہ تھے" انہوں نے عرض کی: "اس چیز کی صداقت نے جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ آپ صرف حق ہی کہتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کے حق میں یا مخالفت میں خزیمہ نے گواہی دے دی۔ وہ اس کے لئے کافی ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی زوجہ کو شریک بن سحماء کے ساتھ مہتم کیا۔ آپ نے فرمایا: "گواہی یا تمہاری کمر پر حد" اس نے آپ سے عرض کی "جب کوئی ایک شخص اپنی زوجہ کے ساتھ کسی اور شخص کو دیکھ لے تو وہ گواہ تلاش کرنے چلا جائے۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

آپ نے یہ آیت پڑھی حتیٰ کہ اس آیت طیبہ تک پہنچ گئے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑧ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨ (النور: ۶ تا ۹)

ترجمہ: اور وہ (خاوند) جو تہمت لگاتے ہیں اپنی بیویوں پر اور نہ ہوں ان کے پاس کوئی گواہ بجز اپنے تو ان کی شہادت کا یہ طریقہ ہے کہ وہ خاوند چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا وہ (یہ تہمت لگانے میں) سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو اگر وہ کذب بیانی کرنے والوں میں سے ہو اور ٹال سکتی ہے اس عورت سے حد کہ وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہ وہ (خاوند) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب ہو اس پر اگر وہ (خاوند) سچا ہو۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شہر بھر بھی نرد کھیلا تو گویا کہ اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون سے آلودہ کیے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو کبوتری کے تعاقب میں تھا۔ آپ نے فرمایا: "شیطان، شیطانہ کے تعاقب میں ہے۔"

ساتواں باب

دیگر مختلف فیصلے

ابوبکر احمد بن عمرو نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے دور میں اسلحہ بیچنے سے منع فرمایا۔ امام بخاری نے حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرے والد گرامی حضرت یزید دینار لے کر نکلے وہ ان کو صدقہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے انہیں مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں نے

انہیں لیا اور انہیں لے کر ان کی خدمت میں آ گیا۔ انہوں نے کہا "بخدا! میں یہ تمہیں نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں یہ تنازع بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کروں گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "یزید! تمہیں وہ ثواب مل گیا جو تمہاری نیت تھی۔ معن! وہ کچھ تمہارا ہے جو تم نے لیا۔"

بزار نے ایک سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جسے امام بیہقی نے حسن کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ایک باغ میں گھوم رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے "اس میں اتنے وسق کھجوریں ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس میں اتنے وسق کھجوریں ہیں" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ نے سچ فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ میں تمہیں جو اللہ تعالیٰ سے بیان کروں وہ حق ہے، جو کچھ میں اپنی طرف سے کہوں تو میں بشر (کامل) ہوں۔ میں درست کہتا ہوں، اور خطاء کا بھی شائبہ ہے۔"

حضرت عبداللہ بن امام احمد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فیصلہ کیا کہ معدنیات میں کام کرنے والے کا خون رائیگاں ہے۔ کنواں کھودنے سے ہلاک ہونے والے کا خون رائیگاں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو کسی جانور (جسے ہانکنے والا کوئی نہ تھا) زخمی کر دیا تو اس کا خون رائیگاں ہے۔

آپ نے فیصلہ کیا کہ دفینہ میں خمس ہے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ کھجور کا پھل اس شخص کے لئے ہے جو اس کے درخت کو پیوند لگائے، بشرطیکہ خریدار اس کی شرط لگا لے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ غلام کا مال فروخت کرنے والے کے لئے بشرطیکہ خریدار یہ شرط لگا دے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ بچہ صاحب بستر کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔ آپ نے زمینوں اور گھروں میں شرکاء کے لئے شفعہ کا فیصلہ کیا۔ آپ نے حمل بن مالک کے لئے فیصلہ کیا کہ انہیں اس عورت کی وراثت میں سے حصہ ملے گا جسے اس نے قتل کر دیا ہو۔ آپ نے مقتول جنین میں غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اس کا خاوند اور بیٹے اس کے وارث ہوں گے۔ ان کی دونوں بیویوں سے اولاد تھی۔ ابو قاتلہ نے کہا۔ "آپ نے اس کے خلاف فیصلہ کیا تھا۔" یارسول اللہ ﷺ! میں اس بچے کا تاوان کیسے ادا کروں جو نہ چیخا نہ چلایا۔ اس نے نہ کھایا نہ پیا۔ اس طرح کا امر رائیگاں ہوتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ کاہنوں میں سے ہے۔" آپ نے اس کی آراستہ و پیراستہ عبارت کی وجہ سے کہا تھا۔ اس جگہ کے بارے میں آپ نے فیصلہ کیا جو راستے کے مابین ہو اس کے مالک اس میں عمارت نہ بنانا چاہتے ہوں تو آپ نے اس کے بارے یہ فیصلہ کیا کہ وہاں راستے کے لئے سات ذراع چھوڑے جائیں۔ اس راستے کو المیتاء کہا جاتا تھا۔ آپ نے ایک کھجور یا دو کھجوروں یا تین کھجوروں کے بارے میں فیصلہ کیا۔ جن کے حقوق میں اختلاف ہو گیا آپ نے فیصلہ فرمایا کہ ہر ہر کھجور کا احاطہ اتنا ہے جس قدر اس کے پتوں کا پھیلاؤ ہے۔" آپ نے اس نخلستان کے بارے فیصلہ کیا جو راستے سے سیراب ہوتا ہو کہ پہلے بلند نخلستان کو سیراب کیا جائے اور پھر نشیبی کو۔ ٹخنوں تک پانی کے پہنچنے کے بعد پانی اس نشیبی نخلستان کے لئے چھوڑ دیا جائے گا جو اس کے ساتھ متصل ہو۔ آپ نے باغات کے لئے اسی طرح فیصلہ کیا تھا حتیٰ کہ پانی ختم ہو جائے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ خاوند کے مال میں سے

عورت کو اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں دیا جائے۔ آپ نے دو دادیوں کے لئے میراث کے چھٹے حصے کا برابر برابر فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''جس غلام کے شرکاء نے اسے آزاد کر دیا تو اسے آزاد کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اس کے پاس مال ہو۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ ظالم رگ کے لئے کوئی حق نہیں۔ آپ نے اہل مدینہ کے مابین فیصلہ کیا کہ کنویں کے نفع سے روکا نہیں جائے گا۔ آپ نے اہل مدینہ کے مابین یہ فیصلہ کیا کہ فالتو پانی کو روکا نہیں جائے گا تا کہ اس کے ذریعہ فالتو گھاس کو روکا جائے۔ آپ نے دیت کبریٰ مغلظہ میں فیصلہ کیا کہ اس میں تیس بنت لبون، تیس حقے اور چالیس خلفے دیئے جائیں گے۔ آپ نے دیت صغریٰ میں فیصلہ کیا کہ اس میں تیس بنت لبون تیس حقے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض دیئے جائیں گے۔ آپ کے وصال کے بعد اونٹ گراں ہو گئے۔ دراہم کی قدر کم ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے اونٹوں کی قیمت چھ ہزار دراہم مقرر کی۔ ہر اونٹ کے لئے ایک اوقیہ کے حساب سے قیمت لگائی، پھر گرانی ہو گئی۔ چاندی کی قیمت گر گئی تو آپ نے دو ہزار کا اضافہ کر دیا۔ ہر اونٹ کے لئے دو اوقیہ مقرر کی، پھر اونٹ مہنگے ہو گئے۔ دراہم کی قدر کم ہو گئی تو انہوں نے بارہ ہزار مکمل کر دیئے۔ ہر اونٹ کے لئے تین اوقیہ چاندی کے حساب سے۔ آپ نے حرمت والے مہینے میں دیت کے ثلث کو زائد کیا۔ بلد حرام (شہر مکہ مکرمہ) میں دوسرے ثلث کا اضافہ کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: دو حرموں کی تعداد بیس ہزار ہو گئی۔ دیہاتیوں سے یہ دیت ان کے جانوروں سے لی جاتی تھی۔ انہیں سونے اور چاندی لینے کے لئے تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ ہر قوم کے مال سے وہ چیز لی جاتی تھی جو عدل کی قیمت ہوتی تھی (یعنی ٹھیک اور درست قیمت ہو)۔

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتوے

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ممانعت کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہ کریں

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہمیں قرآن پاک میں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوالات کریں۔ ہمیں پسند تھا کہ دیہاتیوں میں سے کوئی دانا شخص آئے۔ وہ آپ سے سوال کرے۔ ہم جواب سنیں۔ اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص اونٹ پر آیا۔ اس نے مسجد میں اپنا اونٹ بٹھایا۔ اسے باندھا۔ اس نے عرض کی ''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ آپ کا گمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے'' اس نے عرض کی

"آسمان کس نے پیدا کیا ہے" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے" اس نے عرض کی" زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے" اس نے عرض کی" یہ پہاڑ کس نے نصب کئے ہیں اور ان میں وہ کچھ بنایا جو بنایا" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے" اس نے عرض کی" جس اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کیا۔ زمین تخلیق کی اور یہ پہاڑ نصب کئے۔ اس نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں" اس نے کہا" آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب و روز میں ہم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے" اس نے پوچھا" جس اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اسی نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے عرض کی" آپ کے قاصد نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال کی زکوٰۃ ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔" اس نے عرض کی" کیا آپ کو بھیجنے والے خدا نے تمہیں یہ حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے عرض کی" آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ سال میں ایک ماہ کے روزے ہم پر فرض ہیں" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے عرض کی" کیا یہ اس خدائے تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اس نے عرض کی" آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ ہم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج ہے" آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے وہ شخص واپس جانے لگا۔ اس نے کہا" مجھے اس رب تعالیٰ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ان امور میں نہ کمی کروں گا نہ بیشی۔ آپ نے فرمایا: "اگر یہ سچ کہتا ہے کہ تو یہ جنت میں ضرور داخل ہو جائے گا۔"

۲۔ دیگر مسائل جن کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے اور احکام کی حدود کے بارے

امام عبدالرزاق نے بہز بن حکیم سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے عرض کی" بخدا! میں آپ کے پاس نہیں آیا حتی کہ میں نے اپنی انگلیوں کی تعداد کے برابر قسم اٹھائی کہ میں آپ کی اتباع نہیں کروں گا، نہ ہی آپ کے دین کی اتباع کروں گا۔ میں ایسا امر لے کر آیا ہوں جس میں سے میں کچھ نہیں سمجھ پاتا مگر وہی کچھ جو مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ سکھا دیں۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کے رب نے آپ کو ہماری طرف کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے اسے فرمایا "بیٹھ جا" پھر فرمایا "اسلام کے لئے اور اسلام کے ساتھ" میں نے عرض کی: "اسلام کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے رسول ﷺ ہیں۔ تم نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو شرک چھوڑ دو، یہ کہ ہر مسلمان پر دوسرا مسلمان حرام ہے۔ یہ دونوں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ رب تعالیٰ اس مشرک کو گمراہ نہیں کرتا جو عملی طور پر اسلام لانے کے بعد شرک کرتا ہے۔ میرا رب مجھے بلائے گا۔ وہ مجھ سے پوچھے گا۔" کیا تم نے اس کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ تمہارا حاضر تمہارے غائب تک میرا پیغام پہنچا دے تم کو روز حشر اس طرح بلایا جائے گا کہ تمہارے منہ فدام سے بندھوں گے سب سے پہلے تم میں سے کسی کی ران اور ہتھیلی اس کے خلاف

گواہی دے گی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ کیا یہ ہمارا دین ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! تم اپنی ہتھیلی کے ساتھ جو احسان کرتے رہے ہو وہ کہاں ہوں گے؟ تمہیں اٹھایا جائے گا تمہیں چہروں کے بل پاؤں کے بل اور سوار کرا کے اٹھایا جائے گا۔"

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ دو موجبتان (لازم کرنے والی دو اشیاء) کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جو اس حالت پر مرا کہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جو اس حالت پر مرا کہ وہ کسی کو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہوگا وہ آگ کے حوالے ہوگا۔"

امام بخاری نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ مسلم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان سلامت رہیں۔"

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ مسلمان کون ہے؟ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ امر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا جس نے نماز ترک کر دی اس کا کوئی ولی نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔"

شیخان' نسائی' ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ سارے مسلمانوں میں سے بہترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں" اس نے عرض کی" کون سا اسلام بہتر ہے؟"

آپ نے فرمایا: "تم کھانا کھلاؤ، جسے جانو یا نہ جانو! اسے سلام کرو۔"

امام احمد' حاکم' بیہقی نے اسماء میں اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ جب میں آپ کی زیارت کرتا ہوں تو میرا دل کھل اٹھتا ہے۔ میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے مجھے ہر چیز کے بارے بتائیں۔" آپ نے فرمایا: "ہر شئے کو پانی سے پیدا کیا گیا" میں نے عرض کی: "مجھے ایسے امر کے بارے بتائیں کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں" آپ نے فرمایا: "سلام کو پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' صلہ رحمی کرو۔ رات کو قیام کرو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ سے التجاء کی گئی کہ لوگوں میں سے معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "ان میں سے رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" اس نے کہا "میں آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم مجھ سے لوگوں کے خاندانوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "ان میں سے زمانہ جاہلیت کے عمدہ لوگ زمانہ اسلام میں بھی عمدہ ہیں، بشرطیکہ وہ علم حاصل کریں۔"

امام احمد، ابن حبان الطبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے ایمان کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تمہاری نیکی تمہیں خوش کر دے اور تمہاری برائی تمہیں مغموم بنادے تو تم مومن ہو" اس نے عرض کی "گناہ؟ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی چیز تمہارے دل میں کھٹکے تو اسے چھوڑ دے۔"

امام احمد اور دارمی نے حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "تم میرے پاس اس لئے آئے ہو تا کہ تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے بارے سوال کرو" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "اپنے دل سے فتویٰ مانگو۔ نیکی وہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے نفس کو اطمینان نصیب ہو۔ دل کو اطمینان نصیب ہو۔ گناہ وہ ہوتا ہے جو تمہارے دل میں کھٹکا پیدا کر دے۔ اگر چہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں۔"

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں جلوہ افروز تھے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا: "ایمان کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے ملائکہ پر، اس کی کتب پر، اس کے ساتھ ملاقات پر ایمان لاؤ۔ مر کر جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ نماز قائم کرو۔ فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان المبارک کے روزے رکھو" انہوں نے عرض کی: "احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے" انہوں نے عرض کی: وہ قیامت کب ہے؟ آپ نے فرمایا: "مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا میں تمہیں اس کی علامات کے بارے بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی۔ جب اونٹوں کو چرانے والے عمارتیں بنائیں گے۔ پانچ امور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ (سورۃ لقمان: ۳۴)

ترجمہ: بیشک اللہ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم۔

پھر وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے واپس لوٹاؤ۔ انہوں نے کچھ نہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ جبرائیل امین تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔"

امام مسلم نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے سوال کیا۔" آپ نے فرمایا: نیکی حسن خلق ہے گناہ وہ ہے جو دل اور سینے میں چبھن پیدا کر دے اور تم ناپسند کرو کہ لوگ اس سے آگاہ ہوں۔"

شیخان نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں گدھے پر آپ کے پیچھے بیٹھا

ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:۔"معاذ! کیا جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں پر ان کے رب تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"اللہ و رسولہ اعلم" آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بندوں کا رب تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ اسے معاف کردے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو" میں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دوں۔" آپ نے فرمایا" انہیں بشارت نہ دو۔ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ سے وسوسہ کے بارے سوال کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"ہم اپنے نفسوں میں کچھ پاتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی ایک کو اہم امر پیش ہو یا وہ آسمان سے زمین پر گرے لیکن اسے یہ اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ اس امر کے بارے میں گفتگو کرے آپ نے فرمایا:"یہی خالص ایمان ہے۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی"یارسول اللہ ﷺ میں اپنے نفس سے ایسی بات کرتا ہوں کہ آسمان سے گر پڑنا مجھے اس سے آسان تر لگتا ہے کہ میں اس کے بارے میں گفتگو کروں۔" آپ نے فرمایا:"اللہ اکبر! الحمد للہ! جس نے اس کے مکرو فریب کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی"کیا ہماری گرفت ان اعمال کی وجہ سے ہوگی جو ہم جاہلیت میں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: جس نے اسلام میں عمدہ اعمال سرانجام دیئے تو اس کی ان اعمال کی وجہ سے گرفت نہ ہوگی، جو وہ جاہلیت میں کرتا تھا جس نے اسلام میں برے اعمال کئے تو اس کی گرفت اگلے اور پچھلے اعمال کی وجہ سے ہوگی۔"

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ہمارا دین بیان کریں گویا کہ ہماری ابھی تخلیق ہوئی ہے۔ آج کا عمل کیا ہے؟ کیا وہ عمل کہ جس کے بارے قلمیں خشک ہو چکی ہیں اور تقدیریں رواں ہو چکی ہیں۔"

امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس امر پر عمل کریں جس سے فراغت ہو چکی ہے یا اس امر پر جس سے فراغت نصیب نہیں ہوئی؟ آپ نے فرمایا: بلکہ اس امر پر جس سے فراغت نصیب ہو چکی ہے۔ ابن خطاب! عمل کرتے جاؤ ہر امر کو آسان بنادیا گیا ہے۔ اگر کوئی اہل سعادت میں سے ہے تو سعادت کے ساتھ کام کرے گا۔ اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو وہ شقاوت کے ساتھ کام کرے گا" اس روایت کو امام شافعی اور مسدد نے "فرغ منه" تک روایت کیا ہے۔ جبکہ امام عبدالرزاق اور بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

فیم العمل؛ قال لا یقال الا بالعمل قلت. ان یتجھد۔

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور سعید بن منصور نے روایت کیا ہے کہ مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ ہم کس چیز پر عمل کریں جو ہو چکی ہے اور گزر چکی ہے یا اس چیز پر جو ابھی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس چیز پر جو گزر چکی ہے جو ہو چکی ہے۔" ایک شخص یا قوم کے بعض افراد نے کہا "ہم کس پر عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: "اہل جنت کے لئے اہل جنت کے اعمال کو آسان بنا دیا گیا ہے اور اہل آگ کے لئے اہل آتش جیسے اعمال کو آسان بنا دیا گیا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بہترین جانتا ہے جو وہ اعمال سرانجام دیتے تھے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک سفر میں مجھے آپ کی معیت کا شرف حاصل تھا۔ میں ایک صبح آپ کے قریب ہو گیا۔ ہم چل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صدقہ کرو۔"

امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ میں نے جلدی کی اور آپ کا دست اقدس تھام لیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ مجھے بتائیں افضل ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "عقبہ! تم سے جو قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کرو، جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔"

امام مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں حضور اکرم ﷺ کے منبر کے پاس تھا۔ ایک شخص نے کہا "مجھے پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد کوئی عمل کروں سوائے اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں" دوسرے نے کہا "مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد کوئی عمل کروں۔ الا یہ کہ میں مسجد حرام کو آباد کروں" ایک اور شخص نے کہا "راہ خدا میں جہاد اس سے افضل ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا۔ فرمایا "منبر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ آج روز جمعۃ المبارک ہے۔ جب نماز جمعہ ہو جائے گی تو میں آپ کی خدمت میں جاؤں گا، اور اس امر کے بارے عرض کروں گا۔ جس میں تم اختلاف کر رہے ہو" اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ:۱۹)

ترجمہ: کیا تم نے ٹھہرا لیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے والے کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے والوں کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر۔

امام بخاری نے حضرت مالک بن انس سے انہوں نے اپنے چچا حضرت سہیل سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ وہ فرما رہے تھے اور ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ وہ اہل نجد میں سے تھا۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی گرج سنائی دیتی تھی، مگر ہم سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا تھا حتیٰ کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا۔ وہ آپ سے اسلام کے بارے پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔" اس نے کہا "کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں مگر نفلی نماز۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رمضان المبارک کے روزے" اس نے عرض کی' کیا ان کے علاوہ اور روزے مجھ پر فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، مگر نفلی روزے۔ آپ نے اس کے لئے زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا۔ اس نے عرض کی "کیا اس زکوٰۃ کے علاوہ کچھ مجھ پر فرض ہے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں" وہ شخص واپس مڑا وہ کہہ رہا تھا "اللہ کی قسم! میں اس میں کمی و بیشی نہیں کروں گا" آپ نے فرمایا: "اگر یہ سچا ہے تو یہ دونوں جہانوں میں بامراد ہو گیا۔"

ابن مندہ' ابن عساکر نے حضرت ابن مرہ سے اور وہ حضرت مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی' "یا رسول اللہ! ﷺ میں نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ میں نے خمس ادا کیا۔ میں نے زکوٰۃ دی۔ میں نے رمضان المبارک کے روزہ رکھے، اور قیام کیا۔ میں کن لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: "تم صدیقین اور شہداء میں سے ہو۔"

ابن ابی شیبہ' امام احمد' نعیم بن حماد' الطبرانی نے الکبیر میں' حاکم اور ابن عساکر نے حضرت کرز بن علقمہ الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی "کیا اسلام کی انتہاء بھی ہے" آپ نے فرمایا: "عرب و عجم کے جس گھرانے کے ساتھ رب تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے ان میں اسلام کو داخل کر دیا، پھر فتنے رونما ہوں گے گویا کہ وہ سائے ہوں" اس نے عرض کی "بخدا! اسی طرح، انشاء اللہ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ تم ان میں سیاہ سانپوں کی طرح گرو گے تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹو گے۔ اس وقت لوگوں میں سے افضل وہ ہو گا جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں مقتول پڑا ہو گا۔ وہ اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتا ہو گا، اور لوگوں کو اپنے شر کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اپنے دل کی سختی کے بارے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مساکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو۔"

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے التجاء کی گئی کہ کون سا

عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "طویل قیام کرنا" آپ سے عرض کی گئی "کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ جسے کم مال والا اپنی گنجائش کے مطابق نکالے۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی "رب تعالیٰ کو سارے اعمال میں سے کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا" میں نے عرض کی: "پھر؟ فرمایا" والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا" میں نے عرض کی: "پھر؟ فرمایا" راہ خدا میں جہاد کرنا" آپ نے مجھ سے انہی امور کے بارے گفتگو کی۔ اگر میں زیادہ سوالات کرتا تو آپ مجھے زیادہ جوابات مرحمت فرماتے۔"

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی" میں کہاں سے صدقہ کروں میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "تکبیر اور تسبیح سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

سبحان اللہ، الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واستغفر اللہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص عمل کرتا ہے۔ وہ اسے مخفی رکھتا ہے۔ جب اس کے بارے آگہی ہوتی ہے تو وہ اسے پسند کرتا ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کے لئے دو اجر ہیں۔ پوشیدہ رکھنے کا اجر، اعلانیہ کا اجر، بعض محدثین نے اس روایت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جب اس کے اس عمل کے بارے میں علم ہوتا ہے تو اسے پسند کرتا ہے یعنی اسے لوگوں کی تعریف خوش کرتی ہے۔"

ابن ماجہ نے کلثوم خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے نیکی کب کی اور برائی کب کی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا۔ جب تمہارے ہمسائے کہیں کہ تم نے نیکی کی ہے، تو تم نے نیکی کی ہے جب تمہارے ہمسائے کہیں کہ تم نے برائی کی ہے تو تم نے برائی کی ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے نیکی کی ہے یا برائی کی ہے" آپ نے فرمایا: "تم اپنے ہمسایوں کو سنو جو کہہ رہے ہوں کہ تم نے نیکی کی ہے تو تم نے نیکی کی ہے جب تم انہیں سنو کہ وہ کہہ رہے ہوں کہ تم نے برائی کی ہے تو تم نے برائی کی ہے۔"

۳۔ طہارت کے متعلق بعض فتوے

امام شافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سمندر میں عازم سفر ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس تھوڑا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو ہمیں پیاس لگ جائے گی" آپ نے فرمایا: "اس کا پانی پاکیزہ ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔"

ابوداؤد اور امام ترمذی اور امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی

گئی: "یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم بضاعہ کے کنوئیں سے وضو کرلیا کریں اس کنوئیں میں حیض کے کپڑے بدبودار اشیاء اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:" پاکیزہ پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔"

دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ان حوضوں کے بارے پوچھا گیا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین تھے۔ آپ سے عرض کی گئی "ان پر کتے اور درندے آتے ہیں" آپ نے فرمایا: "ان کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ اپنے پیٹوں میں لے لیتے ہیں اور جو باقی پاکیزگی بچتی ہے وہ ہمارے لئے ہے۔"

امام شافعی اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اس پانی کے متعلق پوچھا گیا جسے گدھے بچا دیتے ہیں۔ کیا ہم اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں جسے گدھے بچائیں آپ نے فرمایا: "ہاں! اور اس پانی کے ساتھ بھی جسے درندے بچائیں۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو جنگل میں ہو۔ جس پر جانور اور درندے آتے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب پانی دو قلوں تک پہنچ جائے تو وہ ناپاک ہونے کا احتمال نہیں رکھتا۔"

شیخان نے حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی کہ انہیں نماز میں خیالات آتے ہیں یا وہ نماز میں کچھ پاتے ہیں آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ واپس نہ لوٹیں حتیٰ کہ آواز سن لیں یا بھول پائیں۔"

ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "میں ایسا شخص تھا جسے بہت زیادہ مذی آتی تھی۔ مجھے حیاء آئی کہ میں اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے سوال کروں۔ میں نے حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا انہوں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اس میں وضو ہے" دوسری روایت میں ہے کہ وہ وضو کریں اور اپنا ذکر (آلہ تناسل) دھولیں۔"

امام شافعی اور امام بیہقی نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کریں کہ جب ایک مرد اپنی زوجہ (کریمہ) کے پاس جائے اس سے مذی کا خروج ہو تو اس پر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے اور اس طرح وضو کرلے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے مذی تیزی اور شدت سے آتی تھی۔ میں اکثر غسل کرتا تھا میں نے اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اس سے تمہارے لئے وضو ہی کافی ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ اس میں سے جو کچھ میرے کپڑوں پر لگے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: "تمہارے لئے وہ ہتھیلی بھر پانی کافی ہے جسے تو اپنے کپڑوں پر چھڑک لے۔"

امام بخاری نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ جب ایک مرد

اپنی زوجہ سے مباشرت کرے اسے انزال نہ ہو۔آپ نے فرمایا:"اپنا وہ حصہ (ذکر) دھوئے جو عورت کے ساتھ مس ہوا ہے پھر وضو کر لے اور نماز پڑھ لے۔"

امام احمد نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اونٹوں کے گوشت کے بارے سوال کیا گیا۔آپ نے فرمایا:"ان کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے گا" آپ سے بکریوں کے گوشت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا:"ان کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں ہوگا۔"

امام ترمذی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) کہ آپ سے خفین پر مسح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مسافر کے لئے اس کی مدت تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد نے حضرت ابو عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ کیا خفین پر مسح ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:"ہاں"! ایک دن یا دو دنوں کے لئے" انہوں نے عرض کی:"تین ایام کے لئے" آپ نے فرمایا:"ہاں!"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ میں چار ماہ یا پانچ ماہ تک ریت میں رہتا ہوں۔وہاں حائض، نفاس عورتیں اور جنبی مرد ہوتے ہیں۔آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا:"مٹی کو لازم پکڑو۔"

ابن ابی شیبہ شیخان اور نسائی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ میں جنبی ہو گیا ہوں میرے پاس پانی نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا:"تم مٹی کو لازم پکڑو۔یہ تمہارے لئے کافی ہے۔"

دارقطنی، عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ابواء کے مقام پر میں جنبی ہو گیا۔میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا:"اس حالت میں تمہیں تیمم ہی کافی ہے۔"

ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میرے ہاتھ کا گٹا ٹوٹ گیا۔میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی۔آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں پٹی پر مسح کر لوں۔"

ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کی گئی کہ جس شخص نے تری دیکھی۔اس نے احتلام کا ذکر نہ کیا۔فرمایا"وہ غسل کرے گا۔"

آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جسے احتلام ہو مگر وہ تری نہ پائے۔آپ نے فرمایا:"اس پر غسل نہیں ہے۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح دیکھے تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا:"ہاں! عورتیں مردوں کی جنس سے ہیں" یعنی وہ بھی انسان ہیں۔

شیخان نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں کرتا۔ جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! جبکہ وہ پانی دیکھے۔"

ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے التجا کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم دشمن کی زمین کی طرف سفر کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس طرح ممکن ہو سکے تم ان سے اجتناب کیا کرو۔ اگر ان کے علاوہ کوئی برتن دستیاب نہ ہو سکیں تو انہیں دھولو اور ان میں کھاؤ اور پیو۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ آپ سے مجوسیوں کی ہنڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "انہیں دھو کر صاف کرلو اور ان میں پکایا کرو۔"

امام احمد، امام ترمذی، امام عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بنوعبدالاشہل کی ایک عورت سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور مسجد کے مابین ایسا رستہ ہے جہاں گند پڑا ہوتا ہے" آپ نے فرمایا: "کیا اس کے بعد صاف رستہ ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "یہ اس کے بدلے میں ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

ابوشیخ نے کتاب الفرائض میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے کلالہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "جس کا والد نہ ہو نہ ہی اولاد ہو۔"

الطبرانی وغیرہ نے حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "الراسخین فی العلم" کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "راسخ فی العلم وہ ہوتا ہے جس کی قسم سچی ہو۔ جس کی زبان سچی جس کا دل مستقیم ہو جس کا پیٹ اور شرم گاہ عفیف ہو۔"

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے القناطیر المقنطرہ کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "قنطار ایک ہزار اوقیہ ہوتا ہے۔" امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے۔"

امام ترمذی نے ابوامیہ شعبانی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا "میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "ہم اس آیت طیبہ کے ساتھ کیا کریں؟ انہوں نے فرمایا: "کون سی آیت طیبہ؟ میں نے عرض کی: "اللہ رب العزت کا یہ فرمان:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدۃ:۱۰۵)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر اپنی جانو کا فکر لازمی ہے اور نہیں نقصان پہنچا سکے گا تمہیں جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں نے اس کے بارے حضرت خبیر سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے التجا کی تھی آپ نے فرمایا: "بلکہ نیکی کا حکم دو۔ برائی سے منع کرو۔ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے خواہشات نفسانیہ کی پیروی کی جاتی ہے۔ دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہر صاحب رائے اپنی رائے پر تعجب کرتا ہے تو تم پھر اپنے آپ کا خیال رکھو اور عوام کو چھوڑ دو۔"

امام احمد اور امام الطبرانی وغیرھما نے ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ان میں کوئی چیز تھی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر نہ ہو سکے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تمہیں روکے رکھا؟ انہوں نے کہا "میں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدہ:۱۰۵)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے اور نہیں نقصان پہنچا سکے گا تمہیں جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: "کفار میں سے گمراہ ہو جانے والے تمہیں نقصان نہ پہنچائیں جبکہ تم راہ ہدایت پر گامزن ہو۔"

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ان اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: "وہی اعراف والے ہیں۔"

الطبرانی، بیہقی، سعید بن منصور وغیرھم نے حضرت عبد الرحمان مدنی سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے راہ خدا میں شہید ہوئے۔ والدین کی نافرمانی کی وجہ سے انہیں جنت سے روک دیا گیا۔ راہ خدا میں شہادت نے انہیں آگ میں جانے سے روک دیا۔"

ابن مبارک نے الزھد میں، الطبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت عمران بن حصین سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ سے اس آیت طیبہ کے بارے سوال کیا گیا۔

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ (الصف:۱۲)

ترجمہ: اور پاکیزہ گھروں میں جو سدا بہار باغوں میں ہیں۔

آپ نے فرمایا: "اس سے مراد موتی کا محل ہے۔ اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہوں گے ہر گھر میں سبز زبرجد کے ستر کمرے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر پلنگ ہوں گے۔ ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بستر ہوں گے۔ ہر بستر پر حور عین میں سے ایک زوجہ ہوگی ہر کمرہ میں ستر دستر خوان ہوں گے۔ ہر دستر خوان پر ستر رنگ کے کھانے ہوں گے ہر کمرے میں ستر خادمائیں ہوں گی ایک مومن کو ہر صبح اتنی قوت بخشی جائے گی کہ وہ سارے امور سرانجام دے سکے گا۔"

امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "دو افراد نے اس مسجد کے بارے میں اختلاف کیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی ان میں سے ایک نے کہا" وہ مسجد نبوی ہے۔" دوسرے نے کہا" وہ مسجد قباء ہے" وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: "اس سے مراد میری مسجد ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت طیبہ کے بارے سوال کیا گیا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ (یونس۔ ۶۲)

ترجمہ: بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

امام احمد سعید بن منصور اور ترمذی وغیرھم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت طیبہ کے بارے سوال کیا گیا۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ (یونس: ۶۴)

ترجمہ: اور انہی کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔

انہوں نے فرمایا: "جب سے میں نے اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس کے بعد مجھ سے یہ کسی نے نہیں پوچھا۔اس سے مراد وہ عمدہ خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لئے کسی کو دکھائے جاتے ہیں۔ یہ دنیاوی زندگی میں بشارت ہے۔ یہ اخروی زندگی میں بشارت ہے" اس روایت کے کئی طرق ہیں۔

ابن جبیر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دار قطنی اور البیہقی نے الروایۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں سوال کیا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس: ۲۶)

ترجمہ: ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

آپ نے فرمایا: "جنہوں نے توحید کو عمدہ کیا حسنیٰ سے مراد جنت ہے جبکہ زیادۃ سے مراد وجہ اللہ کی زیارت ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نصیحت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "جب کسی برائی کا صدور ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو جو اسے مٹا دے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا لا الہ الا اللہ نیکیوں میں سے ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ نیکیوں میں سے افضل ہے۔"

سعید بن منصور، ابویعلیٰ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ایک یہودی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی "محمد عربی ﷺ مجھے ان ستاروں کے بارے میں بتائیں جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ ریز دیکھا تھا۔ان کے نام کیا ہیں؟ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا،حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے آپ کو بتایا۔آپ نے بستانی یہودی کی طرف پیغام بھیجا آپ نے فرمایا: "کیا تو ایمان لے آئے گا اگر میں نے تجھے ان ستاروں کے نام بتا دیئے؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا:

الحرتان الطارق، الذیال، دوالکفتان، الفریخ، دنان، هودان، قابس، الضروح، المصبح، الفیلق، والضیاء، والنور۔

یعنی ان کے والدین کریمین۔انہوں نے انہیں آسمان کے افق پر دیکھا۔وہ ان کے لئے سجدہ ریز تھے۔جب انہوں نے اپنے والد گرامی کو یہ خواب بتایا تو انہوں نے کہا "انہوں نے ایک منتشر امر دیکھا جسے رب تعالیٰ جمع کر دے گا۔" اس یہودی نے کہا "بخدا! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔"

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ یہودی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: "ہمیں رعد کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔جو بادلوں کا مؤکل ہے اس کے ہاتھ میں آگ کی تلواریں ہوتی ہیں۔وہ ان کے ساتھ بادلوں کو ہانکتا ہے اور جہاں رب تعالیٰ کا امر ہوتا ہے لے جاتا ہے۔انہوں نے کہا "یہ آواز کیسی ہوتی ہے جسے ہم سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ اسی کی آواز ہے۔"

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن مندہ، ابن ابی حاتم، ابوشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ (ھود:۱۰۵)

ترجمہ: بعض ان میں سے بدنصیب ہونگے اور بعض خوش نصیب۔

میں نے آپ سے التجا کی۔میں نے عرض کی: "یانبی اللہ! ﷺ ہم اس چیز پر عمل کریں جس سے فراغت ہو چکی ہے یا اس چیز کے بارے عمل کریں جس سے فراغت نہیں ہوئی۔" آپ نے فرمایا: "بلکہ اس چیز پر جس سے فراغت ہو چکی ہے۔اقلام اس کے ساتھ چل چکی ہیں۔عمر! لیکن جس کے لئے جسے تخلیق کیا جاتا ہے۔اس کے لئے اس چیز کو آسان بنا دیا گیا ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اللہ رب العزت کے اس فرمان کے بارے عرض کی گئی:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (الرعد:۳۹)

ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔

ہر رات یوں ہوتا ہے۔ وہ بلند کرتا ہے۔ وہ نقصان کی تلافی کرتا ہے۔ وہ رزق دیتا ہے۔ مگر زندگی موت، شقاوت اور سعادت ان کے علاوہ ہیں۔ وہ تبدیل نہیں ہوتیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت طیبہ کے بارے سوال کیا آپ نے فرمایا: "میں اس کی تفسیر بیان کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا۔ تم میرے بعد اس کی تفسیر بیان کر کے میری امت کی آنکھیں ٹھنڈی کر دینا۔ سچائی اسی طرح ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور نیک کام کرنا شقاوت کو سعادت میں بدل دیتا ہے اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک یہودی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا "اس روز جب اس زمین کو تبدیل کر کے کوئی اور زمین بنا دی جائے گی اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "وہ پل سے پرے ظلمت میں ہوں گے۔"

امام مسلم، ترمذی، ابن حبان اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے سب سے پہلے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ میں نے عرض کی: "اس روز لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "وہ اس روز پل صراط پر ہوں گے۔"

ابن مردویہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے سوال کیا گیا۔

زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (النحل:۸۸)

ترجمہ: ہم نے بڑھا دیا اور عذاب ان کے پہلے عذاب پر۔

آپ نے فرمایا: "اس سے مراد پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے بچھو ہیں جو جہنم میں انہیں کاٹیں گے۔"

امام بیہقی نے الدلائل میں سعید مصری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سیاہی کے بارے پوچھا جو چاند میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "یہ دونوں سورج تھے۔" اللہ رب العزت نے فرمایا:۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ (الاسراء:۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں اور ہم نے مدھم کر دیا رات کی نشانی کو جو سیاہی تمہیں نظر آتی ہے وہ محو ہی ہے۔

شیخان وغیرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ہر چیز کے بارے خبر دیں" آپ نے فرمایا: "ہر چیز کو پانی سے تخلیق کیا گیا۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون:٦٠)

ترجمہ: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں۔

جو چوری کرتا ہے بدکاری کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے' آپ نے فرمایا:" وہ صدیق ایسے امور سرانجام نہیں دیتا جو نماز پڑھتا ہے۔ روزے رکھتا ہے اور صدقہ کرتا ہے جبکہ وہ رب تعالیٰ سے ڈر رہا ہوتا ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت ابوسورۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی:" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سلام ہے (یعنی اس سے مراد تو السلام علیکم کہنا ہے لیکن استئناس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:" اس سے مراد یہ ہے کہ انسان سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ کہے یا کھنکھارے تا کہ اہل خانہ اسے اجازت دے دیں۔"

ابن ابی حاتم حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے پوچھا گیا۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ (الفرقان:١٣)

ترجمہ: اور جب انہیں پھینکا جائے گا اس آگ میں کسی تنگ جگہ سے زنجیروں میں جکڑ کر۔

آپ نے فرمایا:" مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ انہیں آگ میں اس طرح جبراً پھینکا جائے گا۔ جیسے دیوار میں کیل لگائی جاتی ہے۔"

بزار نے ضعیف سند کے ساتھ (اس کے موصولہ اور مرسلہ شواہد بھی ہیں) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ آپ نے فرمایا: جوان دونوں مدتوں میں سے زیادہ اور عمدہ تھی اور اگر کوئی تم سے سوال کرے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی کس نورنظر سے نکاح کیا تھا' تو کہو" جوان دونوں میں سے چھوٹی تھی۔"

امام احمد' بزار' ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) وغیرھم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اس آیت طیبہ کا مطلب کیا ہے؟

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ (العنکبوت:٢٩)

ترجمہ: اور اپنی کھلی مجلسوں میں گناہ کرتے ہو۔

آپ نے فرمایا:" وہ گزرنے والوں کو مارتے تھے۔ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ یہی وہ برا کام ہے جسے وہ کرتے تھے۔"

شیخان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان کے بارے سنا۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ (یٰس:۳۸)

ترجمہ: آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف۔

آپ نے فرمایا: "اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے" ان سے ہی روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں غروب آفتاب کے وقت مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔آپ نے فرمایا: "ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟" میں نے عرض کی: "اللہ ورسولہ اعلم" آپ نے فرمایا: "یہ جاتا ہے حتیٰ کہ تخت کے نیچے سجدہ کرتا ہے" اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ (یٰس:۳۸)

ترجمہ: اور یہ آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف۔

ابن جریر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے بتائیں۔

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ؀ (الواقعۃ:۲۲)

ترجمہ: اور حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں۔

آپ نے فرمایا: "موٹی موٹی اور سیاہ آنکھوں والیاں۔جن کی پلکوں کے بال پرندوں کے پروں کی مانند لمبے ہوں گے۔"

میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں۔

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ؀ (الصافات:۴۹)

ترجمہ: گویا وہ (شترمرغ) کے انڈوں کی مانند گردوغبار سے محفوظ۔

آپ نے فرمایا: "وہ نرمی میں اس جھلی کی طرح ہوں گی جو انڈے کی اندرونی سطح پر چھلکے کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔"

امام بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ؀ (الرحمٰن:۶۰)

ترجمہ: نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔

اور فرمایا: "تمہارے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تم جانتے ہو کہ تمہارے رب تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا کہ وہ فرماتا ہے "جس پر میں توحید کے ساتھ نعمت کروں اس کی جزاء جنت کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے۔"

ابوبکر بن نجار نے سلیم بن جابر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا "ایک اعرابی آیا۔اس نے عرض کی۔"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جو اپنے ساتھی کو اذیت دے گا وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے

فرمایا: "وہ بیری کا درخت ہے اس کے کانٹے اذیت ناک ہوتے ہیں۔"
کیا اللہ رب العزت نے فرمایا نہیں؟
سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۙ﴿۲۸﴾ (الواقعۃ: ۲۸)
ترجمہ: بے خار بیریوں۔
رب تعالیٰ اس کے کانٹے کو چیرے گا، ہر کانٹے کی جگہ پر پھل پیدا کرے گا۔ وہاں سے ایسا پھل پیدا ہوگا جس سے کھانے کے ستر رنگ نکلیں گے۔ ان میں سے ایک رنگ دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔"
ابن ابی الدنیا نے کتاب البعث میں حضرت عتبہ بن عبید سلمی سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے اسے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان حور عین۔ (الواقعۃ: ۲۲) کے بارے میں بتائیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ سفید رنگت والیاں سیاہ چشم ہوں گی جن کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اور ان کی آنکھوں کی پلکیں لمبی ہوں گی جیسے کہ پرندے کے پر ہوں" میں نے عرض کی: "مجھے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں۔"
فِیۡہِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ ﴿ۚ۷۰﴾ (الرحمٰن: ۷۰)
ترجمہ: ان میں اچھی سیرت والیاں اور اچھی صورت والیاں ہوں گی۔
آپ نے فرمایا: "عمدہ اخلاق والیاں حسین چہرے والیاں" میں نے عرض کی: "مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے بتائیں۔
کَاَنَّہُنَّ بَیۡضٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾ (الصافات: ۴۹)
ترجمہ: گویا وہ (شتر مرغ کے) انڈوں کی مانند گرد و غبار سے محفوظ۔
آپ نے فرمایا: "ان کی نرمی انڈے کی اس جھلی کی طرح ہوگی جو اندرونی طرف چھلکے کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔" میں نے عرض کی: "مجھے اللہ رب العزت کے اس فرمان کے بارے بتائیں۔"
عُرُبًا اَتۡرَابًا ﴿ۙ۳۷﴾ (الواقعۃ: ۳۷)
ترجمہ: پیار کرنے والیاں ہم عمر۔
آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جب وہ دنیا سے گئیں تو وہ بوڑھیاں تھیں ان کی آنکھوں میں میل تھی۔ ان کے بال سفید تھے۔ رب تعالیٰ نے بڑھاپے کے بعد ان کی تخلیق کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں کنواریاں اپنے خاوندوں کی پسندیدہ، ہم عمر ان سے عشق و محبت کرنے والیاں بنا دیا۔"
امام ترمذی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ رب

العزت کے اس فرمان کے بارے التجاء کی۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ (الصافات: ۱۴۷)

اور ہم نے بھیجا تھا انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف آپ نے فرمایا: "وہ زائد بیس ہزار تھے۔"

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ (المعارج: ۴)

ترجمہ: یہ عذاب اس روز ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

یہ دن کتنا طویل ہے" آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ یہ مومن پر بہت ہلکا پھلکا ہوگا حتیٰ کہ یہ اس پر اس فرض نماز (کے وقت) سے بھی ہلکا ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔"

امام احمد، شیخان وغیرھم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس سے (سخت) حساب لیا گیا اسے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔"

ضیاء اور ابن جریر نے لکھا ہے "جس کا بھی حساب لیا گیا اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا" میں کہتا ہوں کہ کیا اللہ رب العزت کا یہ فرمان نہیں ہے۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ (الانشقاق: ۸)

ترجمہ: تو اس سے حساب آسانی سے لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا: "یہ حساب کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ وہ پیش کش ہوگی۔"

امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حساب یسیر" سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس کے نامہ اعمال میں دیکھا جائے گا اور اس سے درگزر کیا جائے گا۔ جس کا سخت حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہو گیا۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ (الزلزلۃ: ۴)

ترجمہ: اس روز وہ بیان کر دے گی اپنے سارے حالات۔

آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ کرام نے عرض کی "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا: "ہر بندے یا بندی نے اس پر جو عمل کیا ہوگا وہ اس کے بارے گواہی دے گی یہ کہے گی "اس نے فلاں فلاں عمل فلاں فلاں دن کیا۔"

ابن جریر اور ابو یعلی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ رب العزت کے اس فرمان کے بارے عرض کی۔"

الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ (الماعون:۵)

ترجمہ: جو اپنی نمازوں کی ادائیگی سے غافل ہیں۔

16 آپ نے فرمایا:"اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر پڑھتے ہیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے الطبرانی نے الاوسط میں سھلہ بنت سہیل سے روایت کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے،نسائی نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے پوچھا جو خواب میں کچھ دیکھے؟آپ نے فرمایا:"جب وہ پانی دیکھے تو غسل کرے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس عورت کے متعلق عرض کی جو اپنے خواب میں اس طرح دیکھے جس طرح مرد دیکھتا ہے"آپ نے فرمایا:"جب وہ یہ دیکھے اور اسے انزال ہو جائے تو اس پر غسل ہے۔"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا ہے؟آپ نے فرمایا:"ہاں! مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے جبکہ عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے۔ان میں سے جو غالب آجائے یا سبقت لے جائے بچہ اسی کے لئے مشابہ ہوگا۔"

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:حضرت ام سلیم حاضر خدمت ہوئیں۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجاء کی کہ اس عورت کے بارے کیا حکم ہے جو اپنے خواب میں اس طرح دیکھے جیسے مرد دیکھتا ہے۔آپ نے فرمایا:وہ غسل کرے،میں نے حضرت ام سلیم سے کہا"تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو تم نے خواتین کو رسوا کر دیا کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو پھر اس کا بچہ اس کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟"

امام احمد،امام الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے؟آپ نے فرمایا:جب وہ زرد پانی دیکھے تو وہ غسل کرے۔"

شیخان نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔"اس نے عرض کی:"اگر ہم میں سے کسی عورت کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے" آپ نے فرمایا:وہ اسے صاف کر دے۔پانی سے دھوئے۔پانی چھڑک کے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔"

شیخان اور ابو داؤد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر حیض کا خون کپڑے کو لگ جائے تو ہم کیا کریں؟آپ نے فرمایا:تم اسے کھرچ ڈالو،پھر پانی سے دھولو پھر اس پر پانی چھڑکو پھر اس

میں نماز پڑھ لو۔"

امام عبدالرزاق امام احمد ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیض کے اس خون کے بارے پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے" 1
آپ نے فرمایا:"اسے ٹیڑھی لکڑی سے کھرچ ڈالو، پھر اسے پانی اور بیری کے پتوں سے دھو لو۔"

دار قطنی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چوہیا کے بارے پوچھا گیا جو گھی یا تیل میں گر پڑے۔آپ نے فرمایا:"اس کے ساتھ چراغ جلا لو اسے نہ کھاؤ۔"

امام بخاری نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے آپ سے اس چوہیا کے بارے میں پوچھا جو جمے ہوئے گھی میں گر پڑے" آپ نے فرمایا:"اسے اور اس کے ارد گرد کے گھی کو باہر پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔"

دار قطنی اور ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوہیا ہماری چربی (گھی) میں گر پڑی" آپ نے فرمایا: اگر وہ جمی ہوئی ہے تو اسے اور اس کے ارد گرد کو پھینک دو۔اپنی چربی کھا لو۔انہوں نے عرض کی: اگر وہ مائع ہو؟ آپ نے فرمایا:"پھر اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔"

دار قطنی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استنجاء کے بارے سوال کیا گیا۔آپ نے فرمایا:"کیا تم میں سے کوئی ایک تین پتھر بھی نہیں پا سکتا۔دو پتھر دو اطراف کے لئے اور ایک پتھر سوراخ کے لئے۔"

دار قطنی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت سراقہ بن مالک المدلجی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے۔انہوں نے آپ سے پیشاب کے بارے پوچھا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ قبلہ سے کترا کر بیٹھیں۔نہ اس کی طرف منہ کریں نہ ہی پشت کریں نہ ہی ہوا کی طرف رخ کریں۔وہ تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کریں جن میں گوبر (لید) نہ ہو۔تین لکڑیوں سے یا تین مٹی کے ڈھیلوں سے۔"

امام احمد ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت لقیط بن صبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:۔میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے نماز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا:"اچھی طرح وضو کرو۔انگلیوں کے مابین خلال کرو۔ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو۔الا یہ کہ تم روزے سے ہو۔"

ابوداؤد نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی سے اور وہ ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاکیزگی کیسے حاصل کروں؟ آپ نے برتن میں پانی منگوایا تین بار ہاتھ دھوئے۔تین بار چہرہ انور دھویا۔تین بار دونوں کہنیاں دھوئیں پھر سر اقدس کا مسح کیا۔اپنی دونوں سبابہ انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالیں۔دو انگوٹھوں سے کانوں کے ظاہر پر اور دونوں سبابہ انگلیوں سے ان کے باطن پر مسح کیا پھر تین تین بار اپنے پاؤں دھوئے، پھر فرمایا"وضو اس طرح ہے جس نے اس سے زیادہ یا کم کیا اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔"

امام احمد، ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات میں اپنی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس آپ نے غسل کیا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ نے ایک ہی غسل کر لیا ہوتا'' آپ نے فرمایا: یہ زیادہ عمدہ، پاکیزہ اور صاف طریقہ ہے۔''

امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''میں نے جنابت سے غسل کیا۔ نماز صبح پڑھی میں نے ناخن کے برابر جگہ دیکھی جسے پانی نے نہیں چھوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس پر اپنے ہاتھ سے مسح کر دیتے تو یہ تمہارے لئے کافی ہو جاتا۔''

امام مسلم، سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کوئی ایک جب حیض سے پاک ہو تو کیسے غسل کرے'' آپ نے فرمایا: ''وہ اپنے بیری کے پتے اور پانی سے وضو کرے۔ اپنا جسم اور سر دھولے حتیٰ کہ پانی اپنے بالوں کی جڑوں تک پہنچائے، پھر سارے جسم پر پانی بہائے پھر روئی یا کپڑے کا ٹکڑا لے اور اس کے ساتھ صفائی کرے'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے ساتھ کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرو'' میں نے انہیں اپنی طرف کھینچا اور کہا ''اس کے ساتھ خون کے اثرات مٹا ڈالو۔''

امام عبدالرزاق، امام احمد، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ سے حیض کے غسل کے بارے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک اپنا پانی اور بیری کے پتے لے، ان کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرے۔ عمدہ طہارت حاصل کرے پھر اپنے سر اقدس پر پانی ڈال لے۔ اچھی طرح ملے حتیٰ کہ پانی اس کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے جسم پر پانی بہائے پھر ایسا خوشبودار کپڑا لے اور اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرے۔''

امام مالک نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی ''اگر میری بیوی حائضہ ہو تو اس میں کیا کچھ میرے لئے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس پر اس کا ازار بند باندھ لو پھر اس کے اوپر سے لطف اندوز ہو لو۔''

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیضہ کے ساتھ کھانے کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ کھالو۔

امام شافعی اور امام بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو لگاتار سات سال خون آتا رہا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی آپ نے فرمایا: یہ رگ ہے یہ حیض کا خون نہیں ہے۔ آپ

نے انہیں حکم دیا کہ وہ غسل کرلیا کریں اور نماز پڑھ لیا کریں۔" وہ غسل کرتی تھیں اور نماز پڑھ لیتی تھی۔ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھی۔ وہ ٹب میں بیٹھتی تھیں تو خون کا غلبہ ہو جاتا تھا۔"

امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حیض کا خون آتا رہتا ہے۔ میں پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز کو چھوڑ سکتی ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! یہ رگ ہے۔ حیض نہیں ہے۔ جب تمہارے حیض کے ایام آجائیں تو نماز کو چھوڑ دو۔ جب وہ ایام ختم ہو جائیں تو اپنا خون دھولو، پھر نماز پڑھو۔" ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "یہ حیض نہیں ہے۔ تم اپنے ماہواری کے ایام میں نماز نہ پڑھو، پھر ہر نماز کے لئے غسل کرلو۔ وضو کرلو، پھر نماز پڑھو۔ خواہ خون چٹائی پر پھیل رہا ہو۔"

امام نسائی اور حاکم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو لگا تار خون آتا رہا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ حیض نہیں ہے۔ بلکہ یہ رگ ہے۔ جب ایام ماہواری ختم ہو جائیں تو غسل کرلو اور نماز پڑھو جب ایام ماہواری آئیں تو ان کے لئے نماز چھوڑ دو۔"

امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں۔" آپ نے فرمایا: "یہ رگ ہے۔ جب ایام ماہواری آئیں تو نماز چھوڑ دو۔ جب وہ ختم ہو جائیں تو اپنا خون دھولو اور نماز پڑھو۔"

ابوداؤد اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں۔ "انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خون کی شکایت کی آپ نے فرمایا: "یہ رگ ہے۔ دیکھو جب تمہارے حیض کے ایام ختم ہو جائیں تو پاکیزگی حاصل کرو اور ایک حیض سے دوسرے حیض کے مابین نماز پڑھو۔"

دار قطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ جب عورت بچے کو جنم دے تو کتنی دیر بیٹھی رہے؟ آپ نے فرمایا: "چالیس دن تک بیٹھ جائے، مگر جبکہ وہ اس سے قبل پاکیزگی دیکھ لے" ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح روایت ہے۔"

۴۔ نماز کے متعلق کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نماز" اس نے عرض کی "پھر" آپ نے فرمایا: "نماز" جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: "پھر راہ خدا میں جہاد" اس نے عرض کی۔ میرے والدین زندہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔میں تمہیں والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہوں۔"

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام میں رب تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟آپ نے فرمایا:"وقت پر نماز ادا کرنا۔جس نے نماز ترک کی اس کا کوئی دین نہیں،نماز دین کا ستون ہے۔"

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سا عمل افضل ہے۔"آپ نے فرمایا:"نماز کو وقت پر ادا کرنا"میں نے عرض کی:"پھر"آپ نے فرمایا:والدین کے ساتھ حسن سلوک،میں نے عرض کی:"پھر"آپ نے فرمایا:"جہاد فی سبیل اللہ"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔اگر میں مزید پوچھتا تو آپ مجھے مزید جوابات ارشاد فرما دیتے۔"

دارقطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی کون سا عمل افضل ہے؟آپ نے فرمایا:"نماز کو پہلے وقت پر ادا کرنا۔"

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ہم آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا۔اس نے عرض کی۔"یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حد تک پہنچ گیا ہوں،مجھ پر حد قائم کریں"آپ خاموش رہے۔اس نے اپنی بات کو دھرایا آپ پھر بھی خاموش رہے۔اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ شخص بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔میں بھی اسے دیکھ رہا تھا تا کہ میں دیکھوں کہ آپ اسے کیا جواب دیتے ہیں؟آپ نے اسے فرمایا:"جب تو گھر سے نکلا تو کیا تو نے وضو نہیں کیا تھا۔وضو اچھی طرح نہیں کیا تھا"اس نے عرض کی"ہاں!یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"آپ نے فرمایا:"کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز میں شرکت نہیں کی تھی۔"اس نے عرض کی "ہاں!یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے تیری حد(یا گناہ)کو معاف کر دیا ہے"شیخان نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام نووی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں"میں حد تک پہنچ گیا ہوں"اس کا مطلب ہے ایسی معصیت جو تعزیر کو لازم کر دے۔اس سے حد شرعی حقیقی مراد نہیں ہے جیسے زنا اور شراب کی حد۔ایسی حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں۔نہ ہی امام کے لئے روا ہے کہ وہ انہیں ترک کر دے۔"

امام احمد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلوٰۃ الوسطیٰ کے متعلق عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا:"اس سے مراد نماز عصر ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی"یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"میں آپ سے شب و روز کی ساعات کے بارے میں سوال کرنے لگا ہوں۔کیا ان میں ایسی ساعت بھی ہے جس میں نماز مکروہ ہو؟آپ نے فرمایا:"ہاں۔"

امام احمد ابو داؤد اور ابن شیبہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونٹوں کے تھان (بیٹھنے کی جگہ) میں نماز پڑھنے کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں نماز نہ پڑھو'' جب آپ سے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنے کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس میں نماز پڑھا کرو اس میں برکت ہوتی ہے۔''

امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ سے التجاء کی گئی ''کیا ہم اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔ آپ سے عرض کی گئی ''کیا ہم بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھ لیں'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ سے یہ روایت تحریر کی ہے ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کریں، جبکہ اونٹوں کے تھانوں میں ہم نماز نہ پڑھیں۔'' دوسرے الفاظ میں ہے ''ہم بکریوں کے باڑوں میں تو نماز پڑھ لیتے تھے، جبکہ اونٹوں کے باڑوں میں نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔''

امام احمد، امام بخاری نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے بواسیر تھی۔ میں نے آپ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا افضل ہے'' جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نسبت نصف اجر ملے گا جس نے سو کر (اونگھتے ہوئے) نماز پڑھی۔ اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نسبت نصف اجر ملے گا۔

ابو داؤد اور امام عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ میں قرآن پاک سیکھنے کی استطاعت نہیں۔'' کون سی چیز مجھے کافی ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ''یوں کہا کرو:

سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس شخص نے اسی طرح کہا۔ یا اس نے پانچوں انگلیاں جمع کیں اور فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ دعا مانگا کرو:

اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وعافنی۔

اس شخص نے اپنی ہتھیلیاں بند کرلیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بھلائی سے بھر دیا ہے۔''

دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: ''کیا میں امام کے پیچھے قرات کروں یا خاموش رہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''بلکہ خاموش رہو؟ وہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

ابن عدی اور بیہقی نے کتاب الغزاۃ میں حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہر نماز میں قرات ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! یہ واجب ہے۔''

امام بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار رضی اللہ عنہم سے

روایت کیا ہے کہ لکڑہارے آپ کی خدمت میں آئے انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ہم ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ ہم نمازوں کا کیا کریں؟'' آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔

(اس جگہ اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔۔۔۔۔ میں نے تین نسخے، دو دارالکتب اور ایک لجنۃ الاحیاء التراثی الاسلامی کا نسخہ چیک کیا ہے لیکن تمام نسخوں میں یہ جگہ خالی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مخطوطہ میں ہی یہ مقام واضح نہ تھا۔ مترجم)

شیخان نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کی 'یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ہمیں یہ تو سکھا دیا کہ ہم آپ کو سلام کیسے عرض کریں اب آپ بتائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: 'یوں عرض کرو:

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ گر ہوئے۔ ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں تھے۔ حضرت بشر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی 'یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے خواہش کی کہ کاش وہ آپ سے یہ سوال نہ کرتے پھر آپ نے فرمایا: 'یوں کہو۔

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم بارك على محمد و على ازواجه و ذريته كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد۔

امام احمد، امام مسلم، امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان میرے، میری نماز اور میری قرأت کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ وہ انہیں مجھ پر ملتبس کر دیتا ہے'' آپ نے فرمایا: ''وہ شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے۔ جب تم اسے محسوس کرو تو اپنے بائیں طرف تین بار تھوک دیا کرو اور اس کے شر سے رب تعالیٰ سے پناہ مانگا کرو۔''

امام احمد نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو سنا وہ آپ سے التجاء کر رہا تھا'' کیا میں اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں جس میں میں اپنی اہلیہ سے مباشرت کرتا ہوں'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! اگر تمہیں اس میں کچھ نظر آئے تو اسے دھو لو۔''

عبدالرزاق، احمد، ابوداؤد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنی شرم گاہوں کے بارے میں کیا کریں؟

آپ نے فرمایا: "اپنی شرم گاہ کی بھرپور حفاظت کرو، مگر اپنی زوجہ کے لئے یا اپنی لونڈی کے لئے" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ جب ہم میں سے بعض، بعض (کی شرم گاہ) کو دیکھ لیں تو؟ آپ نے فرمایا: اگر تم میں اتنی استطاعت ہے کہ زمین تمہاری شرم گاہ نہ دیکھے تو اس طرح ضرور کرو" میں نے عرض کی: "اگر ہم میں سے کوئی تنہا ہو؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم لوگوں میں سے زیادہ اس سے حیاء کرو۔" آپ نے اپنا دست اقدس شرم گاہ کی جگہ پر رکھ دیا۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز کے بارے میں التجاء کی گئی۔ آپ نے فرمایا: "اگر ایک ہو تو اسے اپنے ساتھ ملا لے اگر وہ تنگ ہو تو اسے بطور ازار بند استعمال کرلے۔"

ابن ابی شیبہ شیخان، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم سب دو کپڑے پاتے ہو" اس روایت کو امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں، قیس، بن طلق عن ابیہ، ابن ابی شیبہ، امام احمد، نسائی، ابویعلی، ابن حزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ بعض اوقات میں شکار میں ہوتا ہوں کیا میں ایک قمیص میں نماز ادا کرسکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اسے اپنے اوپر باندھ لو خواہ کانٹے کے ساتھ ہی ہو۔"

امام احمد نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت عبدالرحمان بن ابی یعلی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔"

دارقطنی، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا "کیا عورت اپنی قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ جبکہ اس پر ازار نہ ہو" آپ نے فرمایا: "بشرطیکہ قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے قدموں کے ظاہری حصے کو ڈھانپ لے۔"

دارقطنی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ کمان اور ترکش لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کمان لے کر نماز پڑھ لو لیکن ترکش کو علیحدہ کردو۔"

شیخان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: "مسجد حرام" میں نے عرض کی: "پھر" آپ نے فرمایا: "مسجد اقصیٰ" میں نے عرض کی: "ان کے مابین کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: "چالیس سال" پھر ساری روئے زمین تیرے لئے سجدہ گاہ ہے۔ جہاں تمہیں نماز کا وقت ہوجائے۔ وہیں نماز پڑھ لو وہی مسجد ہے۔"

عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر پہلی مسجد کون سی ہے" آپ نے فرمایا: "مسجد حرام" میں نے عرض کی: "پھر؟ آپ نے فرمایا: "مسجد اقصیٰ" میں نے عرض کی: "ان کے مابین کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: "چالیس سال" آپ نے فرمایا: "جہاں کہیں تمہیں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھ لو وہ مسجد ہی ہے۔"

دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو سرزمین حبشہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں کشتی میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: "کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو، مگر جبکہ غرق ہونے کا خدشہ ہو۔"

شیخان اور عبدالرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کو سلام پیش کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تھے۔ آپ ہمیں جواب مرحمت فرماتے تھے جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا، مگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "نماز میں تو ایک اور مصروفیت ہے۔" عبدالرزاق کے الفاظ میں ہے "جب میں سرزمین حبشہ سے آیا تو میں نے آپ کو سلام کیا، مگر آپ نے جواب ارشاد نہ فرمایا۔ خواہ کوئی پہلے عمل فرمایا یا بعد میں۔ میں نے انتظار کیا۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو میں نے یہ عرض کی، تو فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اب اس نے فیصلہ کر دیا ہے۔ یا آپ نے نماز مکمل کر لی تو میں نے یہ عرض کی تو فرمایا "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اب اس نے فیصلہ کر دیا ہے" یا آپ نے فرمایا: "مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نماز میں گفتگو نہ کیا کرو۔"

امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے ہر چیز کے متعلق سوال کیا، حتیٰ کہ میں نے آپ سے کنکریوں کو مس کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "صرف ایک دفعہ یا انہیں چھوڑ دو۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کنکریوں کو چھونے کے بارے عرض کی" آپ نے فرمایا: "صرف ایک بار" لیکن اس سے تمہارا رک جانا۔ ایک سو اونٹنیوں سے بہتر ہے، جو تمام کی تمام سیاہ آنکھوں والیاں ہوں۔"

امام ترمذی نے حضرت معیقب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجاء کی کہ نماز میں کنکریوں کو چھونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اگر اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو صرف ایک بار۔"

شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ اچکنا ہے، اسے شیطان بندے کی نماز میں سے اچک لیتا ہے۔"

عبداللہ بن احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو وہ اسے اس وقت آڑ میں کر لیتا ہے جب اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر سترہ

گاڑھ لیتا ہے۔اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر سترہ نہ ہو تو گدھا' عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز منقطع کر دے گا" میں نے عرض کی: "ابوذر رضی اللہ عنہ! سیاہ کتے کو سرخ کتے یا زرد کتے سے جدا کیوں کیا گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "میرے بھتیجے! میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح سوال کیا تھا جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔آپ نے فرمایا: "کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آئے، پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز ہو رہی ہو تو کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں۔میں اس کے متعلق اپنے دل میں تردد پاتا ہوں۔" حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا۔آپ نے فرمایا: "یہ اس کے لئے جماعت کے ثواب کا حصہ ہے۔"

امام بیہقی نے الغزاۃ میں حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم میرے ساتھ قرآن پاک پڑھتے ہو جبکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اسے تیزی سے پڑھتے ہیں" آپ نے فرمایا: "اس طرح نہ کیا کرو۔سوائے سورۃ الفاتحہ کے۔وہ بھی دل میں پڑھا کرو۔"

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی" میں نے نماز پڑھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میں نے جفت یا طاق رکعتیں پڑھیں۔"

آپ نے فرمایا: "اس سے بچو کہ شیطان نماز میں تمہارے ساتھ کھیلے۔تم میں سے جو نماز پڑھے اسے علم نہ ہو کہ اس نے جفت پڑھیں ہیں یا طاق، تو وہ سجدے کر لے۔یہ اس کی نماز کی تکمیل ہو گی۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے التجاء کی گئی کہ روز جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیونکہ اس میں تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھا گیا تھا۔اسی میں صاعقہ ہے۔اس میں بعثت ہے، اور اسی میں بطشہ (گرفت) ہے۔اس کی آخری ساعتوں میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں رب تعالیٰ اس دعا کو قبول کر لیتا ہے، جو اس سے مانگی جائے۔"

امام ترمذی نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے دن میں ایک ایسی ساعت بھی ہوتی ہے جس میں بندہ اپنے رب کریم سے جو کچھ مانگتا ہے وہ اسے عطا فرما دیتا ہے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ ساعت نماز کھڑی ہونے سے واپس آ جانے تک۔"

امام شافعی اور امام احمد نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری صحابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں روز جمعۃ المبارک کے بارے بتائیں کہ اس میں کیا خیر و برکات ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس میں پانچ خوبیاں ہیں۔

۱۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔

۲۔ اس روز وہ زمین پر اترے۔

۳۔ اس روز میں ان کا وصال ہوا۔

۴۔ اس میں ایک ساعت ہے جس میں جو بندہ بھی رب تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ گناہ اور قطع رحم کے بارے التجا نہ کرے۔

۵۔ اس میں قیامت قائم ہوگی۔ مقرب ملائکہ آسمان زمین پہاڑوں (امام احمد نے پتھروں کا ذکر بھی کیا ہے) پر بھی روز جمعہ کو رب تعالیٰ کا خوف طاری ہوتا ہے۔"

دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں کے اس قول کے بارے میں پوچھا جو وہ عیدین کے روز کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے" آپ نے فرمایا: "یہ اہل کتاب کا فعل ہے۔" آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز کیسے پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا: "رات کو دو دو رکعتیں کر کے پڑھی جائے۔ جب تمہیں صبح کے طلوع ہونے کا خدشہ لگے تو ایک رکعت ساتھ ملا کر وتر بنا لیا کرو۔"

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وتروں کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "دو اور ایک کے مابین سلام کے ساتھ فاصلہ کر دو۔"

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "نماز میں طویل قیام کرنا۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابومسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رات کی کون سی نماز افضل ہے؟ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی التجا کی تھی۔ آپ نے فرمایا: "نصف رات کی نماز افضل ہے، لیکن یہ پڑھنے والے قلیل لوگ ہیں۔"

امام نسائی اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ہمراہ کون اسلام لایا۔" آپ نے فرمایا: "آزاد اور غلام" انہوں نے عرض کی: "کیا کوئی ساعت ایسی بھی ہے جس میں رب تعالیٰ دوسری ساعت کی نسبت زیادہ قریب ہوتا ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں! رات کا درمیانی حصہ۔"

امام مسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں رات کو آپ کے ہمراہ گزارنے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ میں آپ کو قضائے حاجت اور وضو کے لئے پانی پیش کرتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا "مجھ سے مانگو" میں نے عرض کی: "میں جنت میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں" آپ نے فرمایا: "کچھ اور" میں نے عرض

کی: "بس یہی" آپ نے فرمایا: "اپنی طرف سے کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔"

امام مسلم نے حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھ سے حضرت ثوبان خادم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقات کی۔ میں نے عرض کی: "مجھے ایسے عمل کے بارے بتائیں جسے میں سرانجام دوں۔" وہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔" یا میں نے عرض کی" مجھے اس عمل کے بارے بتائیں جو رب تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہو" وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا" میں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عمل کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: "کثرت سے سجدے کیا کرو تم رب تعالیٰ کے لئے جو سجدہ بھی کرو گے اس کی وجہ سے رب تعالیٰ جنت میں تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور ایک لغزش معاف کر دے گا۔ معدان نے کہا" پھر میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے مجھے اسی طرح فرمایا جیسے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا" کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا"......

ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا نور ہے۔ اپنی قبور کو منور کرو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا ہار پیش کیا جس میں سونا اور موتی تھا۔ اسے فروخت کیا جا رہا تھا۔ وہ مال غنیمت میں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سونا اتارنے کا حکم دیا۔ صرف سونا اتار لیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "سونے کو سونے کے عوض وزن کے ساتھ وزن۔"

ابو داؤد نے حضرت معاذ بن عبداللہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ سے پوچھا "بچہ کب نماز پڑھنا شروع کرے گا؟ اس نے کہا" ہمارے ایک شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب وہ اپنے دائیں اور بائیں کی پہچان کر لے تو اسے نماز کا حکم دو" ابو داؤد اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیاح لا مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ آپ جھکے تو میں بھی آپ کے ہمراہ جھکا۔ آپ نے مجھے فرمایا" ذرا دیکھو" میں نے کہا" یہ سوار ہے۔ یہ دو سوار ہیں۔ یہ تین سوار ہیں۔" حتیٰ کہ ہماری تعداد سات ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری طرف سے نماز فجر کا خیال رکھنا" وہ سو گئے انہیں سورج کی گرمی نے بیدار کیا۔ وہ اٹھے۔ تھوڑا سا چلے، پھر نیچے اترے۔ وضو کیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ انہوں نے فجر کی

دو سنتیں پڑھیں، پھر دو فرض پڑھے، پھر سوار ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "ہم نے اپنی نماز میں زیادتی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "نیند میں کوئی زیادتی نہیں۔ زیادتی تو سونے میں ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے تو اسے اس وقت ادا کرے جب اسے یاد آ جائے اور وقت کے بغیر۔"

دار قطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہو۔۔۔۔

امام مسلم نے حضرت بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے نمازوں کے اوقات کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "یہ دو دن نمازیں ہمارے ساتھ پڑھو۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے نماز فجر کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اس وقت اذان دی جب فجر طلوع ہوئی، پھر دوسری جب صبح روشن ہو گئی۔ (تو آپ نے نماز فجر ادا کی) پھر فرمایا "سائل کہاں ہے" آپ نے فرمایا: "ان دو وقتوں کے مابین نمازِ فجر کا وقت ہے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ سے رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "میں نابینا شخص ہوں۔ میرا گھر دور ہے۔ میرے ہمراہ بھی ایسا کوئی شخص نہیں جو مجھے لے آئے اور لے جائے کیا مجھے رخصت ہے کہ مسجد میں نہ آؤں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ملاقات کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔"

امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے اچانک موت کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "یہ مومن کے لئے راحت ہے، جبکہ فاجر کے لئے غضب کے ساتھ پکڑ ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ایک دیوار کے پاس سے گزرے یا باغ کی دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے والی تھی۔ آپ نے چلنے میں تیزی کی۔ آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔"

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ ابو سیف القین کے پاس گئے۔ یہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پرورش کرنے والے تھے۔ آپ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو پکڑا۔ انہیں بوسہ دیا۔ آپ نے انہیں چربی کھلائی، پھر ہم اس کے بعد ان کے پاس گئے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم تھا۔ آپ کی چشمان مقدس سے چھم چھم آنسو گرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ابن عوف! یہ رحمت ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم رقوب (جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو) کسے شمار کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی "جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو" آپ نے فرمایا: "وہ رقوب نہیں بلکہ رقوب تو وہ ہے جس کا کوئی بچہ اس سے پہلے فوت نہ ہوا ہو۔"

الرقوب:

ابو عبید نے لکھا ہے۔ اہل عرب کے کلام میں اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں اولاد مفقود ہو جانا۔ رب تعالیٰ نے ان کے فقد کو آخرت میں رکھ دیا۔ گویا کہ اس نے اس کی جگہ اس کے علاوہ رکھ دی۔ نہایہ میں ہے۔ اس سے مراد وہ مرد اور وہ عورت ہے جن کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو کیونکہ وہ اس کی موت کا منتظر رہتا ہے، اور خوف سے اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ آپ نے اسی کو اس شخص کے لئے استعمال کیا جس کا بچہ اس سے پہلے نہ مرے، کیونکہ اجر و ثواب اس کے لئے ہے جس کی اولاد اس سے پہلے مر جائے۔ اس پر اعتماد زیادہ اور اس کا فائدہ بڑا ہے اگرچہ دنیا میں ان کا فقدان عظیم نقصان سمجھا جاتا ہے، لیکن صبر و تسلیم پر اجر و ثواب کا آخرت میں فقدان اس سے بھی بڑا نقصان ہے۔ مسلمان کا حقیقت میں بچہ تو وہی ہے جسے وہ آگے بھیج دیتا ہے اور اجر و ثواب کی تمنا کرتا ہے جیسے کہ یہ نصیب نہ ہو تو وہ گویا کہ یوں ہے کہ اس کی اولاد ہی نہیں۔ آپ نے اس طرح نہ کہا، تاکہ اس کی لغوی تشریح باطل نہ ہو جائے۔ یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ "لوٹا ہوا تو وہ ہے جس کا دین لٹ جائے۔" یہ حافظ دمیاطی نے روایت لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: "تم مفلس کسے شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: "میری امت میں سے مفلس وہ ہے روز حشر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اس نے کسی کو گالی دی ہوئی...... ان الفاظ کو آپ نے لغوی وضع سے منتقل کیا کیونکہ ان میں توسع اور مجاز تھا۔

السائل۔ الفقیر۔ آپ نے اسے بھی منتقل کیا۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے کفار کے جنازے گزرتے ہیں۔ کیا ہم کھڑے ہو جایا کریں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! تم ان کے لئے تو کھڑے نہیں ہوتے، تم تو اس ذات کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہو جس نے نفوس کو تخلیق کیا۔"

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جنازہ گزرا۔ آپ اس کے لئے اٹھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے۔ ہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ یہودن تھی۔" آپ نے فرمایا: "موت کے لئے گھبراہٹ ہے۔ جب تم جنازہ دیکھو تو اٹھا کرو۔"

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم نے الحلیہ میں اور امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابن ابی مرا تو آپ کو اس کی نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ آپ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ اس

کے پاس کھڑے ہوئے۔ آپ کا ارادہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا تھا۔ آپ وہاں سے ہٹ کر اس کے سینے کے پاس گئے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ آپ اس دشمن خدا کا جنازہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس نے فلاں دن یوں یوں کہا تھا۔ فلاں روز یوں یوں کہا تھا۔ میں اس کے خبیث ایام شمار کرنے لگا۔ آپ تبسم ریز رہے، حتیٰ کہ میں نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا: "عمر! مجھ سے دور ہو جاؤ۔ مجھے اختیار دیا گیا تھا۔ میں نے اختیار کیا ہے مجھے کہا گیا تھا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ (التوبۃ: ۸۰)

ترجمہ: آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے یا نہ کریں اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے ستر بار تب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔

اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں ستر بار سے زیادہ اس کے لئے مغفرت طلب کروں تو اسے بخش دیا جائے گا، تو میں ضرور اس طرح کرتا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے ساتھ گئے۔ اس کی قبر پر کھڑے رہے، حتیٰ کہ اس کی تدفین ہوگئی۔ مجھے خود پر اور اپنی اس جرأت پر تعجب ہو رہا تھا جو میں نے آپ پر کی تھی۔ بخدا! تھوڑی دیر بعد یہ دونوں آیات نازل ہوگئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۚ (التوبۃ: ۸۴)

ترجمہ: اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔

پھر آپ نے تادم وصال نہ کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔"

تمام اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "میری والدہ کو حمل پہنچے مگر اس نے روزہ افطار نہیں کیا اور وہ مر گئی ہے" آپ نے فرمایا: "جاؤ اپنی ماں کی نماز جنازہ پڑھو۔ تمہاری ماں نے خودکشی کی ہے۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سنا وہ اپنے والدین کے لئے مغفرت طلب کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔

ابوداؤد نے حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے کہ بنوسلمہ میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ کیا والدین کا کوئی ایسا حق (نیکی) رہ گئی ہے جس کو میں ان کی وفات کے بعد پورا کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! ان کا نماز جنازہ، ان کے لئے استغفار، ان کے بعد ان کا وعدہ پورا کرنا، اس کے رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ان کے دوستوں کی عزت و احترام کرنا۔"

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس شخص سے روایت کیا ہے، جس نے آپ کی اس وقت زیارت کی جب آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے وصیت کی کہ وہ ایک مومن غلام کو آزاد کریں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس کے بارے مشورہ

کیا۔انہوں نے عرض کی:"میرے پاس ایک سیاہ فام لونڈی ہے۔کیا میں اسے آزاد کر دوں؟" آپ نے فرمایا:"اسے لے آؤ" میں نے اسے بلایا وہ حاضر خدمت ہوگئی۔آپ نے اس سے پوچھا"تمہارا رب کون ہے"اس نے عرض کی"اللہ" آپ نے فرمایا: "میں کون ہوں؟"اس نے عرض کی"آپ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ ہیں۔" آپ نے انہیں فرمایا:"اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبر کے فتنوں کا تذکرہ فرمایا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ کیا ہماری عقلیں واپس کر دی جائیں گی"؟ آپ نے فرمایا:"ہاں! اس طرح جس طرح کہ یہ آج ہیں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا"اس کے منہ میں پتھر"۔

امام ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں ایک یہودن کے پاس گئی۔اس نے کہا"اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوگا"

۵۔بعض وہ فتوے جن کا تعلق زکوٰۃ کے ساتھ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی۔"میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اس نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اغنیاء سے زکوٰۃ لیں اور فقراء کو دیں" آپ نے فرمایا:"اللہ کی قسم! ہاں!" اس روایت کو امام شافعی نے روایت کیا ہے۔یہ ضمام بن ثعلبہ کی روایت کا ایک حصہ ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا:"جو بھی سونے یا چاندی والا ہے جو ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔روز حشر اس کے لئے آگ کے چوڑے چوڑے ٹکڑے بنائے جائیں گے۔انہیں آگ میں تاپا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو،پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔"

دارقطنی نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سونے کے زیورات پہنتی تھیں۔میں نے اس کے بارے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا۔انہوں نے عرض کی:"کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ آپ نے فرمایا:"اگر تم نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو پھر یہ کنز نہیں ہے۔"

دارقطنی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایسا ہار لے کر حاضر ہوئی،جس میں ستر مثقال سونا لگا ہوا تھا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! ﷺ اس سے زکوٰۃ لے لیں" آپ نے اس سے ایک مثقال اور مثقال کی چوتھائی کا تیسرا حصہ زکوٰۃ لی۔"" دارقطنی نے لکھا ہے کہ ابوبکر ھذلی متروک ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:
وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ (التوبۃ:۳۴)

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں۔

تو یہ امر مسلمانوں پر بڑا گراں گزرا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ یہ آیت طیبہ آپ کے صحابہ کرام پر بڑی گراں گزری ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم پر زکوٰۃ صرف اس لئے فرض کی گئی ہے تاکہ تمہارے اموال پاک ہو جائیں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا "میں تمہیں اس بہترین چیز کے بارے نہ بتاؤں جو ایک انسان جمع کرتا ہے؟ فرمایا "پاکباز زوجہ۔"

دارقطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس زیورات ہیں۔ میرے خاوند کے پاس دنیاوی مال واسباب نہیں ہے میرا ایک بھتیجا بھی ہے۔ اگر میں انہیں زیورات کی زکوٰۃ دے دوں تو درست ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!"

دارقطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ کتنے"۔۔۔۔۔۔

ابن ماجہ نے حضرت ابو سیارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میرا ایک نخلستان ہے" آپ نے فرمایا: "عشر ادا کرو" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ آپ میری طرف سے اس کی وکالت کریں۔" آپ نے میری طرف سے اس کی وکالت کی۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ وہ سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے دیں؟ آپ نے انہیں یہ رخصت عطا فرما دی۔"

ابوداؤد نے حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے زکوٰۃ کے بارے گزارش کی۔ آپ نے فرمایا: "سباء کے بھائی! صدقہ ضروری ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے روئی کاشت کی ہے۔ سباء کو تقسیم کرلیا گیا ہے صرف ڈیم کے پاس تھوڑی سی زمین ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے ریشم کے ستر حلوں کی قیمت کی ادائیگی پر صلح کرلی۔ وہ یہ قیمت ادا کرتے رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد بھی عمال ان سے ان ستر حلوں کی قیمت لے لیتے تھے جن پر حضور اکرم ﷺ نے صلح کی تھی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی امر پر لوٹایا جس پر حضور اکرم ﷺ نے اسے مقرر کیا تھا حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہو گیا، پھر ان سے ان کی قیمت لی جاتی اور اسے صدقہ بنا دیا جاتا تھا۔

دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض دیہاتی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: "کیا ہم پر صدقہ فطر ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہر چھوٹے بڑے مسلمان آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا پنیر ہے۔"

امام شافعی نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے جبکہ الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے صدقہ پر عامل مقرر کیا۔ آپ نے فرمایا: "ابوالولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کہ روز حشر اس طرح نہ آنا تم ایک اونٹ کو اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلا رہا ہو۔ یا گائے اٹھائی ہوئی ہو جو آواز نکال رہی ہو یا ایک بکری اٹھائے ہوئے ہو جو ممیا رہی ہو۔"

انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے، مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے" انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اب میں کسی چیز پر کبھی بھی عامل نہ بنوں گا۔"

ابوداؤد نے حضرت بشر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زکوٰۃ لینے والے ہم پر ظلم کرتے ہیں، کیا ہم اپنا اس قدر مال چھپالیں جس قدر وہ زیادتی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنو تمیم میں سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت زیادہ مالدار ہوں۔ میرے اہل بھی بہت زیادہ ہیں۔ میرے پاس لوگ بھی بہت سے ہیں" آپ مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ میں کیسے خرچ کروں؟ آپ نے فرمایا: "اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو۔ یہ پاکیزگی ہے جو تمہیں پاک کر دے گی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، مسکین، پڑوسی اور سوالی کا حق جانو۔" اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے کم فرمائیں" آپ نے فرمایا: "قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ مساکین اور مسافروں کو حق دو۔ فضول خرچی نہ کرو" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کے قاصد کو دے دوں تو کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بری ہو گیا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! جب تم نے میرے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دی تو تم اس سے بری ہو گئے تمہارے لئے اس کا اجر ہے اس کا گناہ اس پر ہے جو اسے تبدیل کرے گا۔"

امام احمد نے حضرت یزید بن ابی مریم سے انہوں نے ابوحوراء سعدی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی "آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بات یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ آپ نے اسے میرے منہ سے نکالا اور اسے دوسری کھجوروں پر پھینک دیا۔ ایک شخص نے کہا "کیا ہوتا اگر وہ یہ کھجور کھا لیتے؟" آپ نے فرمایا: "ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

امام احمد نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مخزوم میں سے ایک شخص کو صدقہ لینے کے لئے بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں نہ ہی پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ ہے۔ نہ ہی پانچ سے کم میں صدقہ ہے۔"

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنا ایک نخلستان اپنے والدین کو صدقہ کر

دیا، پھر ان کا وصال ہو گیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے آپ نے اسے انہیں بطور میراث واپس کر دیا۔"
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے خیبر میں زمین ملی۔ اس جیسا نفیس مال مجھے کبھی نہ ملا تھا۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو اس کی اصل روک لو، اور بقیہ صدقہ کر دو" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصل روک کر پھل صدقہ کر دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اصل کو فروخت نہیں کیا جائے گا، نہ اسے ہبہ کیا جائے گا۔ نہ ہی اس میں وراثت رواں ہو گی۔ اسے فقراء قریبی رشتہ داروں غلاموں کو آزادی دلانے راہ خدا میں مسافروں کے لئے اور مہمانوں کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اس کے سرپرست پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اس میں سے بھلائی کے ساتھ کھالے۔ یا وہ کسی غریب کو کھلا دے۔ ابن سیرین نے لکھا ہے "سرمایہ کاری کی غرض سے اس کا مال جمع نہیں کیا جائے گا۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اس حال میں خرچ کرو کہ صحیح ہو، تمہیں خود ضرورت ہو۔ تمہیں غنی کی امید ہو۔ فقر کا خدشہ ہو، تم ٹھہرے نہ رہو حتیٰ کہ جب روح حلقوم تک پہنچ جائے تو کہو "فلاں کے لئے یہ۔ فلاں کے لئے یہ۔ وہ تو فلاں کا ہی تھا۔"

ابو داؤد اور العسکری نے الامثال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس شخص کا صدقہ جس کے پاس قابل ضرورت مال ہو۔ اس سے شروع کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے ان گمشدہ اونٹوں کے بارے میں پوچھا جو ہمارے حوضوں پر آ جاتے ہیں کیا انہیں پانی پلانے میں اجر و ثواب ہے۔" عسکری کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ عرض کی گئی "یارسول اللہ! ﷺ......۔

ابو داؤد نے حضرت مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک پسندیدہ صدقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: "پانی۔"

شیخان نے حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے خواتین کے گروہ صدقہ کیا کرو۔ خواہ اپنے زیورات میں سے" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ میں نے کہا "آپ ایسے شخص ہیں جس کے پاس مال و متاع کم ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے، تم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جاؤ اور آپ ﷺ سے التجا کرو اگر یہ تمہارے لئے روا ہو تو یہ میں تمہیں دے دوں، ورنہ حضرت عویمر کو دے دیتی ہوں۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ تم جاؤ۔ میں روانہ ہوئی۔ ایک انصاری عورت بھی درگاہ مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی ضرورت بھی میری ضرورت کی طرح تھی۔ حضور ﷺ کو رعب عطا کیا گیا تھا۔ حضرت

بلال رضی اللہ عنہ ہماری طرف آئے۔ ہم نے انہیں کہا "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاؤ اور عرض کرو کہ دو خواتین آپ کے در اقدس پر حاضر ہیں اور عرض کر رہی ہیں کہ کیا وہ اپنے صدقات اپنے خاوندوں کو دے سکتی ہیں۔ وہ ان یتیموں کو دے سکتی ہیں جو ان کے زیر کفالت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتانا نہیں کہ ہم کون ہیں؟ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کون سی زینب؟ انہوں نے عرض کی: "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ! آپ نے فرمایا: "اس طرح انہیں دو اجر ملیں گے۔ قرابت کا اجر، صدقہ کا اجر۔"

امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مجھے اجر ملے گا اگر میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال پر خرچ کروں؟ آپ نے فرمایا: "تم ان پر خرچ کرو، تمہیں اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گے۔"

شیخان نے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس مال ہے سوائے اس کے جسے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر خرچ کرتی ہوں کیا میں صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کرو، کنجوسی نہ کرو، ورنہ تم پر کنجوسی کی جائے گی۔" یا "خرچ کرو" خوب سیراب کرو۔ شمار نہ کرو ورنہ تمہیں شمار کر کے دیا جائے گا۔ کنجوسی نہ کرو ورنہ رب تعالیٰ بھی تمہیں قلیل رزق عطا کرے گی۔

امام مسلم نے ابو اللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں غلام تھا۔" میں نے عرض کی: "کیا میں اپنے موالی کے اموال میں سے خرچ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اجر تمہارے مابین نصف ہوگا۔"

امام احمد نے ابو تمیمہ الھجیمی کی سند سے ان کی قوم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں مدینہ طیبہ کے ایک رستہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا۔ میں نے آپ سے نیکی کے بارے پوچھا۔ آپ نے سوت کا ازار بند باندھا ہوا تھا۔ جس کا حاشیہ پھیلا ہوا تھا۔ میں نے یوں سلام عرض کیا "علیک السلام یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: "علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ وعلیک السلام" مردوں کا سلام ہے۔ "السلام علیکم" آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔ میں نے ازار بند کے بارے عرض کیا کہ میں ازار کہاں تک باندھوں؟ آپ نے اپنی کمر انور اپنی پنڈلی کی ہڈی مبارک تک جھکائی آپ نے فرمایا۔ یہاں تک ازار باندھو اگر تم اس سے انکار کروں تو اس سے نیچے یہاں تک باندھ لو۔ اگر اس کا بھی انکار کرو تو اللہ رب العزت اترانے اور تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا" میں نے آپ سے نیکی کے بارے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "نیکی میں سے کسی چیز کو بھی حقیر نہ جانو۔ اگرچہ تم رسی کی گرہ ہی دو۔ خواہ کسی کو جوتے کا تسمہ ہی دو جبکہ وہ نکل آئے خواہ اپنے ڈول سے پیاسے کے لئے پانی ہی نکالو۔ خواہ تم رستے سے اذیت ناک چیز ہٹاؤ۔ اگر تمہارا بھائی تم سے ملاقات کرے تو تمہارا چہرہ شگفتہ ہو۔ اگر تم اپنے بھائی سے ملاقات کرو۔ اسے سلام کرو۔ اگر تم زمین کے وحشی جانوروں سے محبت کرو۔ اگر تمہیں کوئی شخص ایسی چیز سے گالی دے جس کے بارے اسے علم ہو کہ وہ تم میں اسے جانتے ہو کہ وہ برائی اس میں ہے تو تم اسے وہ گالی نہ دو۔ اس کا اجر تمہیں

اور اس کا بوجھ اس پر ہوگا جس چیز کے بارے تمہارے کان سننا پسند کریں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ جس کام کے متعلق تمہارے کان سننا پسند نہ کریں اس سے اجتناب کرو۔"

شیخان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو راہ خدا میں گھوڑے پر سوار کیا۔ میں نے دیکھا وہ اس گھوڑے کو بیچ رہا تھا۔ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اسے خرید لوں؟ آپ نے فرمایا: "اسے نہ خریدو، نہ ہی اپنا دیا ہوا صدقہ واپس لوٹاؤ۔" دوسری روایت میں ہے "اس شخص نے اسے ضائع کر دیا جسے میں نے دیا میں نے ارادہ کیا کہ اس سے خرید لوں۔ میں نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا: "اگر تم نے اسے دے دیا ہے تو اسے ایک درہم کا بھی نہ خریدو، صدقہ واپس لینے والا اسی طرح ہے جیسے کوئی کتا قئے کر کے کھالے۔"

امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں بنوابی سلمہ پر کچھ خرچہ کروں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ میں انہیں چھوڑ تو نہیں سکتی وہ بیٹے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی اس کا تمہیں اجر وثواب ملے گا۔"

امام شافعی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے التجاء کی اس نے عرض کی: "میں نے اپنی امی جان کو غلام صدقہ کیا تھا۔ اب ان کا وصال ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا صدقہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ وراثت کی وجہ سے تمہارا ہے" امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ اس نے عرض کی "میں نے اپنی والدہ کی خدمت میں لونڈی بطور صدقہ پیش کی۔ اب ان کا وصال ہو گیا ہے" آپ نے فرمایا: تمہارا اجر لازم ہو گیا ہے اور میراث نے اسے تمہاری طرف لوٹا دیا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا ہے ان پر نذر تھی۔ آپ نے فرمایا: "اسے پورا کرو" دوسرے الفاظ میں ہے "ان کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ وہ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری امی جان کا وصال ہو گیا ہے۔ میں ان کے پاس نہ تھا۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا انہیں فائدہ ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے عرض کی: "میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا جو باغ المخراف میں ہے اسے ان کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔"

ابن خزیمہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "میں ارادہ کرتی ہوں کہ اپنی امی جان کی طرف سے صدقہ کروں ان کا وصال ہو چکا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے تجھے یہ حکم دیا تھا؟ اس خاتون نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا: "اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میری امی جان کا وصال ہو گیا ہے۔ انہوں نے زیورات چھوڑے ہیں۔ انہوں نے وصیت نہیں کی۔ اگر میں ان کی طرف سے

صدقہ کروں تو کیا انہیں کچھ فائدہ ہوگا۔" آپ نے فرمایا: "اپنا مال اپنے پاس رکھو۔"

شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میری امی کا اچانک وصال ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرنے کا حکم دیتی، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اس کی طرف سے صدقہ کروں۔"

شیخان نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں بعض امور کو زمانہ جاہلیت میں سرانجام دیتا تھا مثلاً صلہ رحمی کرنا، غلام آزاد کرنا اور صدقہ کرنا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اپنے ان گزشتہ اعمال کی وجہ سے ہی اسلام قبول کیا ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا۔ مساکین کو کھانا کھلاتا تھا۔ کیا یہ امور اسے نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا! کیوں کہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا؟"

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا: جس نے لوگوں سے مانگا حالانکہ اس کے پاس اتنا کچھ تھا جو اسے مستغنی کرسکتا تھا۔ وہ اس طرح آئے گا کہ اس کا یہ سوال اس کے چہرے پر خراش ہوگا۔ آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ! ﷺ کیا چیز اسے مستغنی کرسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "پچاس دراہم۔"

شیخان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام مالک نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مجھے عنایات بخشتے تھے۔ میں عرض کرتا" آپ اسے عطا کریں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ ﷺ فرماتے: اپنے مال میں اضافہ کرو اور صدقہ کر دو۔"

۶۔ روزے کے متعلق فتویٰ

امام ترمذی، انہوں نے اسے غریب لکھا ہے اور ابن شاہین نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا "کون سا روزہ افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "شعبان المعظم کا۔ رمضان المبارک کی تعظیم کے لئے" اس شخص نے عرض کی "کون سا صدقہ افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "رمضان المبارک میں کیا جانے والا صدقہ۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے" آپ نے فرمایا: "نصف رات کی نماز" اس نے عرض کی "رمضان المبارک کے بعد کس مہینے کا روزہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اس مہینے کا جسے تم محرم کہتے ہو۔"

امام نسائی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سرور عالم ﷺ ایک دن میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ ہم نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "میں روزہ سے ہوں۔"

امام احمد نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔" آپ نے پانی طلب فرمایا۔ اس سے نوش فرمایا، پھر انہیں پکڑایا۔ انہوں نے پی لیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں روزہ سے تھی۔ آپ نے فرمایا: "نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امیر ہوتا ہے اگر چاہے تو روزہ رکھ لے چاہے تو افطار کر دے۔"

دارقطنی نے حضرت ابراہیم بن عبید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کھانا بنوایا۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو بلایا۔ ایک شخص نے کہا "میں روزے سے ہوں" حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "تمہارے لئے تمہارے بھائی نے کھانا بنایا۔ تمہارے لئے تمہارے بھائی نے تکلف کیا۔ روزہ افطار کرلو اور اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لو۔"

امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بکری پیش کی گئی۔ ہم دونوں روزے سے تھیں۔ انہوں نے میرا روزہ کھلوا دیا۔ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم دونوں اس کی جگہ روزہ رکھ لو۔"

امام بیہقی اور دارقطنی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع مکرم ﷺ روزہ سے تھے۔ آپ کو قے آ گئی۔ آپ نے روزہ افطار کر لیا۔ اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "مجھے قے آ گئی تھی۔"

دارقطنی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کو غم نے آلیا۔ اس نے آپ کو اذیت دی۔ آپ کو قے آ گئی۔ آپ نے قے کر دی۔ وضو کے لئے پانی منگوایا، وضو کیا، پھر روزہ افطار کر دیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ کیا قے کی وجہ سے وضو فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ اگر فرض ہوتا تو تم اسے قرآن پاک میں پاتے" دوسرے روز آپ نے روزہ رکھا۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے "کل میں نے جو روزہ افطار کیا تھا۔ میں اس کی جگہ پر رکھ رہا ہوں۔" عتبہ بن سکن متروک الحدیث ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ کیا میں سرمہ ڈال سکتا ہوں حالانکہ میں روزہ دار ہوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!"

امام مسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "کیا روزہ دار اپنی زوجہ کا بوسہ لے سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ سوال اس (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے کرو۔" انہوں نے انہیں فرمایا کہ آپ

اس طرح کرتے ہیں۔"

ابوداؤد امام نسائی ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک دن میں خوش تھا۔ میں نے اپنی زوجہ کا بوسہ لے لیا حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے آج روزہ کی حالت میں بہت بڑا کام کیا ہے" آپ نے فرمایا: "اگر تم روزہ کی حالت میں ہو اور پانی سے کلی کرلو" میں نے عرض کی: "اس سے کوئی حرج نہیں" آپ نے فرمایا: "ذرا رک کر۔"

ابن نجار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھے اور ایک جوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا روزہ دار اپنی زوجہ کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے جوان کو منع کر دیا اور بوڑھے کو اجازت دے دی۔

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی کو اپنے ساتھ چمٹا سکتا ہے۔ آپ نے اسے رخصت دے دی۔ دوسرے نے یہی عرض کیا تو آپ نے اسے منع کر دیا۔ جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسے اجازت نہ دی تھی وہ جوان تھا۔"

دار قطنی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، ابن نجار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روزہ سے تھا۔ میں نے بھول کر کھا پی لیا" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا اور پلایا ہے۔"

امام احمد نے حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھیں۔ ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت ذوالیدین بھی تھے۔ آپ نے ایک گوشت والی ہڈی حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا کو عطا کی اور فرمایا: "ام اسحاق! اسے کھالو" مجھے یاد آ گیا کہ میں روزے سے ہوں۔ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، نہ آگے کر رہی تھی نہ ہی پیچھے کر رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "میں روزہ سے تھی مگر میں بھول گئی۔"

حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا "اب جبکہ تم سیر ہو چکی ہو؟ حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنا روزہ مکمل کرلو۔ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ تمہاری طرف لے کر آیا ہے۔"

امام بخاری اور نسائی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے پوچھا۔

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے صبح کے وقت۔

تمہاری گدی بہت چوڑی ہے۔ اگر تم دو دھاگے دیکھو، پھر فرمایا "نہیں! بلکہ اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی

سفیدی ہے“۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ ﷺ! آپ لگا تار روزے رکھتے ہیں“۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے“۔

ابوداؤد طیالسی، امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور دارقطنی نے کئی طرق سے حضرت حمزہ بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضور اکرم ﷺ سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر چاہو تو روزہ رکھ لو چاہو تو افطار کر دو“۔

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت حمزہ سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ! میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! ﷺ میں اونٹ والا ہوں۔ (کرایہ پر اونٹ چلاتا ہوں۔) میں اس پر سفر کرتا ہوں اور آتا جاتا ہوں بعض اوقات مجھے سفر میں ہی مہینہ (رمضان المبارک) آ جاتا ہے۔ میں قوت پاتا ہوں، میں جوان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میں روزہ رکھ لوں یہ مجھ پر اس سے آسان ہے کہ میں اسے مؤخر کروں۔ یہ قرض بن جائے۔ یارسول اللہ! ﷺ کیا میں روزہ رکھ لوں تاکہ میرا اجر بڑھ جائے یا افطار کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ”حمزہ! جو چاہتے ہو کرلو“۔

امام مالک، امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی ”کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے آپ نے فرمایا: ”اگر چاہو تو روزہ رکھ لو۔ چاہو تو افطار کرلو“۔

امام احمد، امام ترمذی اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بنو عبداللہ بن کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم پر آپ کے گھڑ سوار دستے نے حملہ کر دیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”قریب ہو جاؤ اور کھاؤ“ میں نے عرض کی: ”میں روزہ سے ہوں“ آپ نے فرمایا: ”قریب ہو جاؤ میں تمہیں روزہ کے بارے میں بیان کرتا ہوں۔ ”اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز کو ساقط کر دیا ہے۔ اس طرح اس نے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے بھی روزہ ساقط کر دیا ہے“۔

دارقطنی نے حضرت محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سے رمضان المبارک کے روزہ کی جدا جدا قضاء کے بارے میں التجاء کی گئی۔ آپ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی ایک پر قرض ہو وہ ایک ایک دو دو درہم کر کے ادا کرے، حتیٰ کہ قرض ادا کر دے، کیا اس کا قرض ادا ہو جائے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ”ہاں! آپ نے فرمایا: ”یہ بھی اسی طرح ہے“۔

دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت دارقطنی نے لکھا ہے ”اس کی سند حسن ہے، البتہ یہ روایت مرسل

ہے۔ یہ مرسل سے زیادہ صحیح ہے۔ امام بیہقی نے اسے حضرت صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے روایت کو ضعیف کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رمضان المبارک کی قضاء کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ اسے لگاتار قضا کرے اگر اس نے اسے جدا جدا کر کے قضا کیا تو یہ بھی اس کے لئے درست ہے۔"

شیخین ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امی کا وصال ہو گیا ہے اس پر ایک ماہ کے روزے تھے آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری ماں پر قرض ہو تو کیا تم اسے ادا کرو گی؟ اس نے عرض کی "ہاں!" امام بخاری کے الفاظ میں ہے "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں ان کی قضاء کروں۔"

آپ نے فرمایا: "ہاں!" ایک روایت میں پندرہ روز کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں کہ ہے میری بہن مر گئی ہے۔"

ابوداؤد اور طیالسی، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امی کا وصال ہو گیا اس پر ایک ماہ کے روزے تھے" آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہو تو کیا تم ان کی طرف سے ادا کرو گے؟ اس نے عرض کی "ہاں!" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا قرض اس سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

الطبرانی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ انہیں کھانا بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ ہم نے روزہ افطار کر دیا۔

ہم میں سے ایک نے آپ سے عرض کی (میرا گمان ہے کہ وہ حضرت حفصہ تھیں) آپ نے فرمایا: "اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرلو۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ہلاک ہو گیا" آپ نے فرمایا: "کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا؟ اس نے کہا "میں روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے حق زوجیت ادا کر بیٹھا ہوں" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس غلام ہے جسے تم آزاد کرو" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "کیا تم میں ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے؟ اس نے عرض کی۔ "نہیں۔" آپ خاموش ہو گئے ہم اسی طرح حاضر خدمت تھے آپ کے پاس کھجوروں سے بھرا ہوا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ نے پوچھا "سوال کرنے والا کہاں ہے؟" اس نے عرض کی "میں یہ ہوں" آپ نے فرمایا: "اسے لے لو اور یہ صدقہ کر دو۔" اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے، نہ ہی ان دو

چٹانوں کے مابین کوئی گھرانے والے میرے گھرانے والوں سے زیادہ غریب ہیں" آپ مسکرا پڑے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے، پھر فرمایا "اپنے اہل خانہ کو ہی کھلا دو۔"

ابن شاہین نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل روزہ کے بارے عرض کی گئی۔آپ نے فرمایا: "شعبان المعظم کا روزہ۔ رمضان المبارک کی تعظیم کرتے ہوئے" آپ سے عرض کی گئی "کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:۔ رمضان المبارک میں صدقہ کرنا۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت نعمان بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی "امیر المومنین! رمضان المبارک کے بعد آپ مجھے کس مہینے میں روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس طرح کا سوال کر رہا ہو۔ میں نے ایک شخص کو سنا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کر رہا تھا۔ میں حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس ماہ کے بارے مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں رمضان المبارک کے بعد اس میں روزے رکھوں؟" آپ نے فرمایا: "اگر تم رمضان المبارک کے بعد روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم کے روزے رکھ لو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ماہ مبارک ہے اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی، اور اس روز دوسری قوم کی توبہ قبول کرے گا"۔

امام احمد، امام نسائی، ابن زنجویہ، ابو یعلیٰ اور ابن ابی عاصم، باوردی اور ضیاء نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوں جتنے روزے آپ شعبان المعظم میں رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ رجب اور رمضان المبارک کے مابین مہینہ ہے۔ لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں اعمال دربار خداوندی میں پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔"

امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزہ کے بارے التجاء کی گئی۔ آپ نے فرمایا: "اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔"

امام احمد، امام نسائی، ابن زنجویہ اور سعید بن منصور نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آپ لگا تار اتنے روزے رکھتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ آپ افطار نہ کریں گے اور بعض اوقات آپ اتنے روز روزے نہیں رکھتے یوں لگتا ہے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے، لیکن بعض ایام کو آپ ضرور روزہ رکھتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے معمول کے روزوں میں آ جائیں تو ٹھیک ورنہ ان ایام میں ضرور روزہ رکھتے ہیں۔" آپ نے پوچھا: "وہ کون سے دو دن؟" میں نے عرض کی: "سوموار اور جمعرات" آپ نے فرمایا: "ان دو ایام میں اعمال اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔"

امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کبھی تو آپ اس قدر لگاتار روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ آپ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور بعض اوقات لگاتار روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی:"آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں؟" یہ سن کر آپ کو غصہ آگیا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا غصہ دیکھا تو کہا:"ہم اپنے رب تعالیٰ سے اللہ ہونے،اسلام سے دین ہونے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رسول ہونے پر راضی ہیں ہماری بیعت ہی بیعت ہے۔ آپ سے ہمیشہ کے روزے کے بارے میں التجاء کی گئی تو آپ نے فرمایا:"اس نے نہ روزہ رکھا نہ ہی افطار کیا" آپ سے ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن افطار کرنے کے بارے میں التجاء کی گئی" آپ نے فرمایا:"یہ طاقت کون رکھتا ہے" آپ سے ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن روزہ افطار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا۔یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔آپ سے پیر کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا۔آپ نے فرمایا:"اسی روز میری ولادت (باسعادت) ہوئی۔اسی روز مجھ پر نزول وحی کا آغاز ہوا" فرمایا" آپ نے فرمایا:"ہر مہینے کے تین روزے،رمضان سے رمضان تک کے روزے ہمیشہ کے روزے ہیں" آپ سے عرفہ کے روزہ کا سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:"یہ گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ ہے" آپ سے عاشورہ کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا"یہ گزشتہ سال کا کفارہ ہے۔"

امام احمد نے حضرت بشر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا" کیا میں جمعۃ المبارک کے دن کا روزہ رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا:"جمعۃ المبارک کا روزہ نہ رکھو سوائے اس کے کہ یہ ان ایام میں سے ایک ہو جن میں تم روزہ رکھ رہے ہو۔"

۷۔اعتکاف اور شب قدر کے بارے کچھ فتوے

شیخان،امام ترمذی،نسائی اور دارقطنی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راویت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھوں گا" آپ نے فرمایا:"اپنی نذر پوری کرو۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحرا میں ہوتا ہوں،الحمدللہ! میں وہاں نماز پڑھتا ہوں۔مجھے اس مہینے کی ایک رات کے بارے حکم دیں میں مسجد (نبوی) میں آؤں" آپ نے فرمایا:"تئیسویں شب کو آجانا" وہ نماز عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے،صرف کسی ضرورت کے لئے نکلتے حتیٰ کہ نماز صبح پڑھ لیتے۔"

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ سے لیلۃ القدر کے بارے پوچھا گیا۔میں سن رہا تھا۔آپ نے فرمایا:یہ ہر رمضان المبارک میں ہوتی ہے

امام احمد اور امام ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ! ﷺ اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہو جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: "یہ دعا مانگو:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔

۸۔ حج اور عمرے کے بارے میں کچھ فتوے:

امام احمد امام بخاری اور امام ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے عرض کی گئی" کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لانا" عرض کی گئی۔ "پھر؟" فرمایا "راہ خدا میں جہاد" عرض کی گئی "پھر؟" آپ نے فرمایا: "مقبول حج"

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مقبول حج کی جزاء جنت کے علاوہ کچھ اور نہیں" امام احمد نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ حج کی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کھانا کھلانا اور سلام پھیلانا ہے۔"

دارمی اور ترمذی نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور دار قطنی نے العلل میں الطبرانی نے الاوسط میں حاکم بیہقی اور ضیاء نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ سے افضل حج کے بارے میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "افضل حج وہ ہے جس میں لبیک بلند آواز سے کہا ہو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حج اور عمرہ لگاتار کیا کرو۔ یہ غربت اور گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کچیل کو ختم کرتی ہے۔ مقبول حج کا اجر و ثواب جنت کے علاوہ کچھ اور نہیں۔"

ابو داؤد نے حضرت ابو امامہ التیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایسا شخص تھا جو حج کے لئے جانور کرایہ پر دیتا تھا۔ لوگ مجھ سے کہتے تھے" تمہارا کوئی حج نہیں ہے" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے عرض کی: "ابو عبدالرحمٰن! میں ایسا شخص ہوں جو حج کے لئے کرایہ پر سواری دیتا ہوں۔ لوگ مجھے کہتے ہیں" تمہارا کوئی حج نہیں ہے" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا" کیا تم احرام نہیں باندھتے۔ تلبیہ نہیں کہتے بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے۔ عرفات سے افاضہ نہیں کرتے۔ رمی جمار نہیں کرتے؟ میں نے کہا: "ہاں! کرتا ہوں" انہوں نے فرمایا: "تمہارا حج ہے۔

ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے اسی طرح سوال کیا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ نے اسے کچھ جواب نہ دیا حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہو گئی۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (البقرۃ:۱۹۸)

ترجمہ: نہیں ہے تم پر کوئی حرج (اگر حج کے ساتھ ساتھ) تم تلاش کرو اپنے رب کا فضل (رزق)۔

آپ نے اس شخص کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ اسے یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا: "تمہارا حج ہے۔" امام شافعی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "پریشان حال بال بکھرے ہوئے" دوسرا شخص اٹھا اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ حج جس میں بلند آواز سے لبیک کہا جائے۔"

ایک اور شخص نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "زادراہ اور سواری۔"

امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تم حج کرو" ایک شخص نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا جتنی تم میں استطاعت ہے۔"

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت اقرع بن حابس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "کیا ہر سال حج ہے یا صرف ایک بار ہی" آپ نے فرمایا: "صرف ایک بار جس نے زیادہ بار حج کیا اس نے نفلی حج کئے۔"

امام احمد اور دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے پاس سامان سفر اور ایسی سواری ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے لیکن وہ حج نہ کرے تو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے فرض ہے لوگوں پر حج اس گھر کا۔

اس روایت کو امام بیہقی اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دارقطنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حج میں سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "زادراہ اور سواری" دوسری روایت میں ہے "تم اونٹ کی کمر کو پالو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "زادراہ اور سواری" دارقطنی نے اس کی مثل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام احمد، ترمذی اور دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں میں اعلان کروایا۔ لوگ جمع ہو گئے جب آپ بیداء پہنچے تو احرام باندھا۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہوا۔اس نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کہاں سے لبیك اللهم لبيك کہنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے یہ کہیں گے۔اہل شام جحفہ سے یہ دلنواز ترانہ الاپیں گے۔اہل نجد قرن سے یہ نغمہ الاپیں گے"ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے"تم گمان کرتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اہل یمن یلملم سے یہ صدائے دلنواز لگائیں گے۔"وہ فرماتے تھے:"مجھے حضور حکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ یاد نہیں ہے۔"

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"خثعم سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"میرا باپ بوڑھا انسان ہے وہ سواری نہیں کرسکتا۔اس پر حج فرض ہے۔کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ نے اسے پوچھا"کیا تم اس کی اولاد میں سے بڑے ہو؟ اس نے عرض کی"ہاں! آپ نے فرمایا:"تمہارا کیا خیال ہے اگر اس پر قرض ہوتا کیا تم اسے ادا کرتے؟ اس نے عرض کی"ہاں! آپ نے فرمایا:"پھر اس کی طرف سے حج کرو۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ یوم نحر کی صبح کو آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے بنو خثعم کی ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے باپ پر حج فرض ہے، لیکن وہ بہت ضعیف ہے۔وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہو؟ آپ نے فرمایا:"ہاں! اس کی طرف سے حج کرو اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ضرور ادا کرتیں۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حصین بن عوف سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اپنے باپ کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا:"تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتے؟ اس نے عرض کی"ہاں! آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کا قرض اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

ابوداؤد طیالسی، امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی، ابن حبان، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابورزین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد صاحب بوڑھے ہیں۔وہ حج اور عمرہ کی استطاعت نہیں رکھتے، نہ ہی سواری پر سوار ہوسکتے ہیں"آپ نے فرمایا:"اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔"

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خثعم کے ایک شخص نے کہا"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد صاحب بہت بوڑھے ہیں وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے۔کیا میں ان کی طرف سے حج کروں۔آپ نے فرمایا:"ہاں!"

دوسرے الفاظ میں ہے"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد صاحب بہت بوڑھے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا:"ذرا بتاؤ اگر تمہارے والد پر قرض ہو تو تم اسے ادا نہ کرو گے"اس نے عرض کی"ضرور ادا کروں گا"آپ نے فرمایا:"پھر اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"یوم نحر کی صبح کو میں آپ

کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ بنو خثعم کی ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرے باپ پر حج فرض ہے، مگر وہ بہت بوڑھا ہے۔ وہ سوار ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔"

امام مسلم اور امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "میری والدہ صاحبہ مرگئی ہیں، مگر انہوں نے حج نہیں کیا" آپ نے فرمایا: "اپنی والدہ کی طرف سے حج کرو۔"

ابن جریر کے الفاظ میں ہے "انہوں نے اسلام کا حج نہیں کیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اس کی طرف سے حج کرو" دوسرے الفاظ میں ہے "اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو کیا انہیں فائدہ ہوگا۔"

آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری والدہ پر قرض ہو اور تم وہ قرض ادا کر دو تو کیا وہ قرض ادا ہو جائے گا؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کا قرض اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہ کرتے؟ اس نے عرض کی "ضرور ادا کرتا" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کا حق اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

امام ترمذی، امام شافعی اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں یہ روایت رقم کی ہے۔ "میرے والد نے حج میں سے اس فریضہ کو پالیا ہے جو اس نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے، لیکن وہ حج کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا" آپ نے فرمایا: "ہاں!۔"

اس روایت کو ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ "اس عورت نے حجۃ الوداع کے وقت آپ سے التجاء کی۔ اس وقت آپ کے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ اس عورت نے عرض کی "میرے والد کو فریضہ حج نے آلیا ہے، مگر وہ بہت بوڑھے ہیں۔ وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر اس پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتی تو وہ اس کی طرف سے ادا نہ ہو جاتا۔" اس عورت نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا: "اللہ رب العزت کا حق اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

اس روایت کو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ خثعم کی ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "میں بنو خثعم کی ایک عورت ہوں۔ یارسول اللہ! ﷺ میری والدہ کا

انتقال ہوگیا ہے۔ اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں" اس نے عرض کی "میں ضرور ادا کرتی" آپ نے فرمایا: "اللہ رب العزت کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے کہا "میرے باپ کا وصال ہوگیا۔ مگر اس نے حج نہیں کیا" آپ نے فرمایا: "ذرا بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے تو کیا اسے اس کی طرف سے قبول نہ کرلیا جاتا؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "اس کی طرف سے حج کرو" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے باپ کی طرف سے حج کرسکتا ہے" آپ نے فرمایا: "اس کی طرف سے حج کرو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر اس پر قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے تو کیا اس کی طرف سے ادا نہ ہوجاتا" اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "اللہ رب العزت کا حق اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "ایک عورت نے آپ کی طرف بچہ بلند کیا اور عرض کی "کیا اس کے لئے حج ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اور تمہارے لئے اجر ہے۔"

شیخان، امام احمد، ابوداؤد، طیالسی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "محرم کیا پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ قمیص، پاجامہ، ٹوپی اور نہ ہی ایسا کپڑا پہن سکتا ہے جسے ورد یا زعفران کے ساتھ رنگا گیا ہو۔ نہ وہ موزے پہن سکتا ہے اگر کوئی نعلین نہ رکھتا ہو تو اسے موزے پہن لینے چاہئے لیکن اسے ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لینا چاہئے۔" دوسری روایت میں ہے کہ "ٹخنوں سے نیچے تک۔"

امام شافعی، شیخان نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم جعرانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا۔ اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ وہ مرکب خوشبو میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے عمرہ کا احرام باندھا تو یہ مجھ پر تھا" آپ نے فرمایا: "جو کچھ تم پر (خوشبو) ہے اسے تین بار دھو دو۔ جبہ اتار دو۔ اپنے عمرہ میں اس طرح کرو جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو۔"

حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ وہ اپنے کچھ ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گئے۔ ان سب نے احرام باندھا ہوا تھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔ انہوں نے وحشی گدھا دیکھا۔ لیکن ابھی تک حضرت ابوقتادہ نے نہیں دیکھا تھا۔ جب ان کے ساتھیوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ ساتھیوں سے کہا کہ وہ انہیں ان کا کوڑا پکڑائیں، مگر انہوں نے انکار کر

دیا۔انہوں نے کوڑا خود ہی پکڑا اس جنگلی گدھے پر حملہ کر دیا، اور اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر خود بھی اس سے کھایا اور ساتھیوں نے بھی کھایا پھر شرمندہ ہوئے۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو جالیا۔آپ سے سوال کیا۔آپ نے پوچھا "کیا اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہمارے پاس اس کی ٹانگ ہے" حضور اکرم ﷺ نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے "جب وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کسی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس پر حملہ کریں یا اس کی طرف اشارہ کیا؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "اس کا بقیہ گوشت کھالو۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" امام نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں بیت اللہ میں داخل نہ ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: "(حطیم) حجر میں داخل ہو جاؤ" وہ بیت اللہ کا حصہ ہی ہے۔"

حضرت عروہ بن مضرس الطائی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں موقف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میں جبل طے سے آیا ہوں۔میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے۔اس نفس کو بھی تھکایا ہے۔بخدا! میں نے ہر پہاڑ پر قیام کیا، کیا میرا حج ہو گیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے ساتھ یہ نماز پالی اس سے قبل دن یا رات کے وقت عرفات میں آیا۔اس کا حج مکمل ہو گیا۔وہ میل کچیل دور کرلے۔"

شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں مکہ مکرمہ میں آئی تو میرے خصوصی ایام تھے۔آپ نے مجھے فرمایا "تم حاجیوں کے اعمال کی طرح کے اعمال بجالاؤ، لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حتیٰ کہ تم پاک ہو جاؤ۔"

امام احمد، شیخان، ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر لوگوں کے لئے قیام کیا تاکہ وہ آپ سے پوچھ لیں۔ایک شخص آیا۔اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے علم نہ ہو سکا۔میں نے ذبح کرنے سے قبل حلق کرا دیا۔" آپ نے فرمایا: "اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں۔" ایک اور شخص آیا۔اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے علم نہ ہو سکا میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی کر دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے" آپ سے تقدیم و تاخیر کے بارے میں جو بھی سوال کیا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا۔"اب کرلو کوئی حرج نہیں۔"

الطبرانی نے الکبیر نے، ابو داؤد طیالسی نے، دونوں ائمہ نے، ابن ماجہ، ابو یعلی اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام احمد، ابن ابی شیبہ، شیخان، ابن ماجہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رمی سے قبل قربانی کرلی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قربانی سے پہلے حلق کرالیا ہے" آپ نے فرمایا: "اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں۔"

ابن جریر نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے رمی سے پہلے ذبح کردیا ہے" آپ نے فرمایا: "رمی کرلو کوئی حرج نہیں" ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ذبح سے قبل بیت اللہ کا طواف کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اب ذبح کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔"

دوسرے الفاظ میں ہے۔ "آپ نے یوم نحر کو رمی جمار کیا، پھر لوگوں کے پاس جلوہ نما ہوئے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قربانی سے پہلے حلق کرالیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں" ایک اور شخص حاضر ہوا اس نے عرض کی "میں نے رمی سے قبل حلق کرالیا ہے" آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں" آپ سے جو بھی سوال کیا گیا آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔"

ابن جریر، ابونعیم نے تاریخ میں اور ابن نجار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے جو بھی سوال کیا جاتا کہ کسی نے نسک میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم کردیا ہے آپ یہی فرماتے۔ "کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں" ابن جریر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں نے رمی سے قبل طواف زیارت کرلیا ہے" آپ نے فرمایا: "رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے رمی سے پہلے حلق کرالیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔"

دارقطنی اور ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حج کے ارادہ سے آپ کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہورہے تھے۔ جس نے کہا: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی ہے، یا کسی چیز کو مقدم یا موخر کیا ہے تو آپ یہی فرماتے۔ "لا حرج لا حرج سوائے اس شخص کے جس نے کسی مسلمان شخص کی عزت ریزی کی ہو جبکہ وہ ظلم کرنے والا ہو۔ اسے نقصان ہوا اور وہ ہلاک ہوگیا۔"

شیخان نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپ حدیبیہ کے مقام پر تھے۔ اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہ حالت احرام میں تھے۔ وہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے۔ جوئیں ان کے چہرے پر گررہی تھیں آپ نے فرمایا: "کیا تمہاری جوئیں تمہیں اذیت دے رہی ہیں" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "اپنے سر کا حلق کرالو ایک فرق (تین صاع) کھانا چھ مساکین کو کھلا دو یا تین دن روزہ رکھ لو یا ذبیحہ دے دو۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بدنہ کو ہانکے جارہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہوجا" اس نے عرض کی "یہ بدنہ ہے" آپ نے فرمایا: "تیری خیر! اس پر سوار ہوجا" آپ نے

دوسری یا تیسری بار اس طرح فرمایا۔

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا بدنہ ہانکنے والے تھے انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "میں اس بدنہ کے ساتھ کیا کروں جو ہلاکت کے قریب ہو جائے" آپ نے فرمایا: "اسے ذبح کرو۔ اس کے نعل کو اس کے خون میں بھگو دو پھر اس کے اور لوگوں کے مابین سے ہٹ جاؤ وہ اسے کھائیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بختی اونٹ ہدیہ کیا گیا۔ آپ نے اس کے بدلے میں تین سو دینار دیئے۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یارسول اللہ ﷺ مجھے بختی اونٹ دیا گیا ہے جس کے بدلے میں نے تین سو دینار دیئے ہیں۔ میں اسے قربان کر دوں یا اس کی قیمت سے قربانی کا جانور خریدلوں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں اسے ہی ذبح کرو۔"

۹۔ عیدالاضحیٰ اور قربانیوں کے بارے میں کچھ فتوے

امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے حج اکبر کے دن کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "اس سے مراد یوم نحر ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یوم نحر کو جمرات کے مابین کھڑے ہوئے۔ اس سال آپ نے حجۃ الوداع کیا تھا۔ آپ نے پوچھا "آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی "یوم نحر" آپ نے فرمایا: "آج حج اکبر کا دن ہے۔"

امام احمد، امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت (مطہرہ) ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول! ﷺ ان میں ہمارے لئے کیا (اجر و ثواب) ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ اون کے بارے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: "اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی کا ثواب ہے۔"

امام احمد، امام حاکم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے قربانی کے دن عید منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اس امت کے لئے عید بنایا ہے" ایک شخص نے عرض کی "آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر مجھے صرف ایک شیر دار بکری ملے تو میں اس کی قربانی دے دوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" لیکن تم اپنے بال کٹوالو، ناخن ترشوالو، مونچھیں کٹوالو، زیر ناف بال صاف کرالو۔ یہ اشیاء درگاہ ایزدی میں تمہاری قربانی کی

تکمیل ہیں۔“

امام احمد نے حضرت ابو اسد سلمی سے وہ اپنے والد اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ”میں حضور ﷺ کے ہمراہ ساتویں میں سے ساتواں تھا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک ایک درہم جمع کیا۔ ہم نے سات دراہم کے عوض قربانی کا جانور خریدا۔ ہم نے عرض کی ”یارسول اللہ! ﷺ یہ ہمیں بہت مہنگا پڑا ہے“ آپ نے فرمایا: ”افضل قربانی وہ ہوتی ہے جو مہنگی اور موٹی ہو“ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا۔ ایک شخص نے اس جانور کی ٹانگ دوسرے نے دوسری ٹانگ، تیسرے نے بازو، چوتھے نے دوسرا بازو ایک شخص نے اس کے سینگ، ایک نے دوسرا سینگ پکڑا اور ساتویں نے اسے ذبح کر دیا۔

ہم سب نے اس پر اللہ اکبر کہا۔

دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے آپ سے لوگوں کے اس قول ”اللہ تعالیٰ تم سے اور ہم سے قبول کرے“ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ اہل کتاب کا فعل ہے“ آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔

امام احمد، امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی ”یارسول اللہ! ﷺ میں ثروت مند ہوں۔ میں بدنہ ذبح کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے یہ نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں۔“ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ سات بکریاں خریدیں اور انہیں ذبح کریں۔“

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام میں غنیمت میں سے قربانی کے جانور تقسیم کئے۔ آپ نے مجھے آٹھ نو ماہ کا بکری کا بچہ عطا فرمایا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! ﷺ یہ جذع (آٹھ یا نو ماہ کا بکری کا بچہ) ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”اس کی قربانی دے دو“ میں نے اسی کی قربانی کر دی۔

امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے ماموں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! ﷺ ہم نے اپنی بکری کی قربانی کرنے میں جلدی کی ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”کیا نماز سے پہلے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: ”یہ بکری کا گوشت ہے“ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جو پورے ایک سال کا نہیں ہوا، مگر وہ ہمیں مسنہ سے پیارا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”اسے قربان کر دو۔ یہ تمہارے لئے روا ہے، مگر تمہارے بعد کسی اور کے لئے روا نہیں ہے۔“ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پہلے ذبح کر دیا۔ آپ نے اسے دوبارہ قربانی دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: ”میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جو پورے ایک سال کا نہیں ہے“ مگر وہ ہمیں دو مسنوں سے زیادہ پیارا ہے“ آپ نے

فرمایا: "اسے ذبح کر دو۔"

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک مینڈھا خریدا۔ بھیڑیئے نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور اس کو کھا گیا۔ میں نے آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: اسے ہی قربان کر دو۔"

۱۰۔ مساجد کے بارے میں کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا وہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا وہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے بیت المقدس کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں وہاں کون سی چیز لے کر جارہی ہے؟ کیا تجارت؟ اس نے عرض کی "نہیں۔ میں اس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "وہاں (دستِ اقدس سے مکہ مکرمہ کی طرف سے اشارہ فرمایا۔) نماز پڑھنا ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نماز کے بارے میں پوچھا۔ جسے لوگوں کے لئے زمین پر سب سے پہلے بنایا گیا۔ آپ نے فرمایا: "مسجد حرام" میں نے عرض کی: "پھر؟ آپ نے فرمایا: "مسجد اقصیٰ" میں نے عرض کی: "اس کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "چالیس سال۔ پوری روئے زمین تمہارے لئے مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لو۔"

شیخان نے حضرت ابوذر سے اور وہ حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: دو افراد میں باہم تکرار ہوگئی کہ تقویٰ پر کس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے؟" ایک نے کہا "وہ مسجد نبوی ہے" دوسرے نے کہا "وہ مسجد قباء ہے" وہ دونوں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اس کے بارے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ میری مسجد ہے۔"

۱۱۔ قرآن پاک کے بارے بعض فتوے

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ پانی ڈال رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "السلام علیک یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" مگر آپ نے مجھے جواب مرحمت نہ فرمایا۔ میں نے عرض کی: "السلام علیک یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا۔ آپ آگے چلنے لگے میں آپ کے پیچھے تھا حتیٰ کہ آپ کا شانہ اقدس میں داخل ہو گئے میں مسجد میں چلا گیا۔ میں غمزدہ اور غمناک تھا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے وضو فرمالیا تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

عليك السلام و رحمة الله و بركاته، عليك السلام و رحمة الله و بركاته و عليك السلام و رحمة الله و بركاته۔

پھر آپ نے فرمایا: "عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں قرآن پاک کی بہترین سورت نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: "پڑھو الحمد اللہ رب العالمین...... حتیٰ کہ اسے ختم کردو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم بھیجی وہ تعداد میں کئی تھے۔ آپ نے انہیں قرآن پاک سنانے کے لئے کہا۔ ان میں سے ایک شخص آیا۔ جو ان میں کم تھا۔ آپ نے فرمایا: "فلاں! تمہیں کتنا قرآن پاک یاد ہے" اس نے عرض کی "مجھے فلاں فلاں سورۃ اور سورۃ البقرۃ یاد ہے" آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں سورۃ البقرۃ یاد ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں۔"

آپ نے فرمایا: "جاؤ تم ان کے امیر ہو" ان کے بزرگوں میں سے ایک شخص نے کہا "بخدا! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے سورۃ البقرہ یاد کرنے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ میں اسے قائم نہ رکھ سکوں گا۔" آپ نے فرمایا: "قرآن پاک پڑھ۔ اسے سناؤ۔ جو شخص قرآن پاک کو پڑھتا ہے اسے سیکھتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے اس کی مثال وہ مشکیزہ ہے، جو مشک سے بھرا ہوا ہو، ہر جگہ خوشبو بکھیر رہا ہو۔ جو اسے سیکھتا ہے پھر سو جاتا ہے جبکہ قرآن پاک اس کے سینے میں ہوتا ہے تو وہ اس مشکیزہ کی طرح ہوتا ہے۔ جسے دوڑی سے باندھ دیا گیا ہو۔"

ابوداؤد نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفۃ المہاجرین میں ان کے پاس آئے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کی "قرآن پاک کی کون سی آیت طیبہ بڑی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی یہ آیت طیبہ سب سے بڑی ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ: کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بغیر اس کے زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ انہوں نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم" آپ نے فرمایا: "ابومنذر جانتے ہو کہ تمہارے پاس قرآن پاک کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ انہوں نے کہا "میں نے عرض کی: "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" آپ نے میرے سینے پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا: "ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرآن پاک کی ایک ایسی سورت ہے جس کی تیس آیات ہیں۔ اس نے ایک شخص کے لئے شفاعت کی تو اسے معاف کردیا گیا۔ یہ سورۃ الملک ہے۔"

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "مجھے قرات سکھائیں" آپ نے فرمایا: "الر والی تین سورتیں پڑھ لو۔" اس نے عرض کی "میری عمر زیادہ ہوگئی۔ میرا دل شدید ہوگیا۔ میری زبان سخت ہوگئی" آپ نے فرمایا: "حم والی تین سورتیں پڑھ لیں" اس نے

اسی طرح کہا۔ آپ نے فرمایا: "سورت مسبحات میں سے تین سورتیں پڑھ لو"اس نے اسی طرح عرض کی اس شخص نے عرض کی "مجھے جامع سورت سکھائیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے اسے سورۃ الزلزال پڑھائی حتیٰ کہ اسے مکمل کر دی۔ اس شخص نے عرض کی "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس میں اضافہ نہ کروں گا۔" پھر وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ شخص کامیاب ہو گیا۔" آپ نے دو دفعہ اسی طرح فرمایا۔

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو سورۃ الاخلاص پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ اسے بار بار پڑھ رہا تھا۔ وقت صبح وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اور یہ واقعہ عرض کیا۔ وہ شخص اسی سورت کا ورد کر رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سورت قل ھو اللہ احد قرآن مجید کا تہائی ہے۔" بعض اہلِ علم رحمہم اللہ نے لکھا ہے "قرآن پاک تین اقسام پر مشتمل ہے۔ اس میں سے ایک قسم رب تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا عرفان ہے۔ ایک قسم ماضی کے قصص پر مشتمل ہے۔ ایک قسم تشریع اور احکام پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں قصص نہیں ہیں۔ نہ ہی تشریع ہے اور اب ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی "میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اس کی محبت تمہیں جنت میں داخل کر دے گی۔"

امام بخاری نے اس روایت کو تعلیقاً نقل کیا ہے۔

امام نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ سوار تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ عرض کی "کیا میں سورت ھود یا سورت یوسف پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: "تم کوئی ایسی چیز نہ پڑھو گے جو رب تعالیٰ کے ہاں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے زیادہ بلیغ ہو۔" دوسری روایت میں ہے "اسی اثناء میں کہ میں آپ کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے مابین چل رہا تھا۔ ہمیں آندھی اور تاریکی نے آ لیا۔ آپ مذکورہ بالا دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ لینے لگے۔ آپ نے فرمایا: "(عقبہ) ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرو۔ ان کی مثال کسی پناہ طلب کرنے والے نے پناہ طلب نہیں کی۔"

امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج کی رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل نہیں دیکھی گئی۔ وہ سورتیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس امت کے شریر لوگوں کے بارے نہ بتاؤں؟" بہت زیادہ باتیں کرنے والے جو زبان دراز اور بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے والے ہیں۔ "کیا میں تمہیں اس کے بہترین افراد کے بارے میں نہ بتاؤں۔ وہ خوش نصیب ہیں جو بلند اخلاق ہیں۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس انسان کے بارے میں نہ بتاؤں جو انسانوں میں سے بہترین ہو؟ وہ شخص جو راہ خدا میں اپنے گھوڑے کی لگام کو تھامتا ہے۔ جب بھی خطرہ کی صدا آتی ہے وہ گھوڑے پر سیدھا ہو جاتا ہے، کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو اس کے ساتھ ہوا ہوگا؟ وہ شخص جو شدید غم میں ہو؟ پھر بھی وہ نماز ادا کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے۔ کیا میں تم کو مخلوق میں سے شریر ترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں۔ وہ شخص جو اللہ کے نام پر مانگتا تو ہے مگر اس کے نام پر دیتا نہیں ہے۔"

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو تم میں سے بہترین ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ضرور! آپ نے فرمایا: "تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جائے، کیا میں تمہارے شریر ترین افراد کے بارے نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ضرور! آپ نے فرمایا: "تم میں سے شریر ترین وہ ہیں جو عزیزوں کے مابین پھوٹ ڈالنے والے ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ باغی ہیں اور پاکباز افراد سے بدکاری کرانا چاہتے ہیں۔"

امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے آپ نے میری طرف آنے میں جلدی کی۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ابوامامہ! اہل ایمان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے لئے میرا دل نرم ہو جاتا ہے۔"

امام احمد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اس بزرگ سے روایت کیا ہے جس نے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ اس نے کہا "میں آپ کے ساتھ عازم سفر ہوا ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا وہ سورۃ الکافرون پڑھ رہا تھا۔ آپ نے سماعت فرمائی اور فرمایا: "یہ تو شرک سے بری ہو گیا" آپ دوسرے شخص کے پاس سے گزرے وہ سورۃ الاخلاص پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس کے لئے جنت لازم ہو گئی ہے۔"

الرامہرمزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم پر الحال، المرتحل لازم ہے" اس نے عرض کی "یہ الحال المرتحل کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "صاحب قرآن، ابتداء سے شروع کرتا ہے حتیٰ کہ آخر تک پڑھ لیتا ہے۔ آخر کو ختم کر کے ابتداء سے پھر شروع کر دیتا ہے جب بھی ٹھہرا فوراً آگے روانہ ہو گیا۔"

شیخان نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا۔

اس کے ساتھ ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس پر بادل چھا گیا۔ وہ قریب سے قریب تر آنے لگا۔ اس کا گھوڑا بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت صبح یہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ سکینہ تھی جو قرآن پاک کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے کچھ اہل اللہ بھی ہیں" آپ سے عرض کی گئی "ان میں سے اہل اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اہل قرآن اہل اللہ اور اس کے خاص ہیں۔"

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "میں کتنا قرآن پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا: "اسے ایک ماہ میں ختم کر لیا کرو" میں نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ کی استطاعت ہے" آپ نے فرمایا: "اسے بیس روز میں ختم کر لیا کرو" میں نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ استطاعت ہے" آپ نے فرمایا: "اسے دس روز میں ختم کر لیا کرو" میں نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ استطاعت ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے پانچ روز میں ختم کیا کرو" میں نے عرض کی: "مجھ میں اس سے زیادہ استطاعت ہے" آپ نے فرمایا: "مجھے یہ رخصت نہیں دی گئی۔"

شیخان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے ان کی قرأت کو سنا وہ اسے کثیر حروف پر پڑھ رہے تھے۔ مجھے آپ نے اس طرح نہیں پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان کے ساتھ الجھ جاتا میں نے صبر کیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا۔ میں نے انہیں ان کی چادر سے پکڑا اور کھینچا۔ میں نے کہا "تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے جو میں نے تم سے سنی ہے۔" انہوں نے فرمایا: یہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے۔" میں نے کہا "تم جھوٹ بولتے ہو۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو مجھے اس طرح نہیں پڑھائی جس طرح تم نے پڑھی ہے۔ میں انہیں کھینچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کی: "میں نے انہیں سنا۔ انہوں نے اس طرح سورۃ الفرقان نہیں پڑھی جس طرح آپ نے مجھے پڑھائی ہے" آپ نے فرمایا: "انہیں چھوڑ دو۔ ہشام سورۃ الفرقان پڑھو" انہوں نے اس قرأت میں اسے پڑھا جسے میں نے سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ اسی طرح اتری ہے" پھر فرمایا "عمر! تم اسے پڑھو۔ میں نے اسی قرأت میں پڑھا جس میں آپ نے مجھے پڑھایا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ اسی طرح اتری ہے۔ یہ قرآن پاک سات حرف (قرأتوں) پر اترا ہے جیسے آسانی ہو اس طرح پڑھ لیا کرو۔"

۱۲۔ ذکر اور دعا وغیرھما کے بارے میں بعض فتوے

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے فرمایا: "جب تم سے برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو، جو اسے مٹا دے گی" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ کیا: لا الٰہ الا اللہ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ نیکیوں میں سے افضل ہے۔"

امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تمہارے ان اعمال کے بارے میں نہ بتاؤں جو بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہوں۔" تمہارے درجات میں رفیع ہوں۔ تمہارے لئے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہوں۔ اس سے بہتر ہوں کہ تم اپنے دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ تم ان کی گردنیں اڑاؤ، اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ضرور" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ذکر الٰہی کی طرح کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی نہیں ہے۔"

امام احمد نے حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے التجاء کی "کون سا مجاہد اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو اس کا زیادہ ذکر کرتا ہے" انہوں نے عرض کی "کون سا روزہ دار اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو ذکر الٰہی زیادہ کرتا ہے" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا "ابو حفص! ذکر کرنے والے ہر قسم کی بھلائی کو لے گئے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں!"

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو غریب کہا ہے) اور عقیلی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے بہترین اور شریر ترین امراء کے بارے نہ بتاؤں؟ ان میں سے بہترین وہ ہیں جنہیں تم پیار کرتے ہو۔ وہ تم سے پیار کرتے ہیں جو تمہارے لئے دعائیں مانگتے ہیں، تم ان کے لئے دعائیں مانگتے ہو۔ تمہارے امراء میں سے شریر ترین وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ تمہیں لعنت کرتے ہیں تم انہیں لعنت کرتے ہو۔"

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، حاکم، بیہقی نے الشعب میں، ضیاء نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بہترین اور شریر ترین افراد کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو راہ خدا میں اپنے اونٹ پر یا گھوڑے پر نکلتا ہے یا پیدل روانہ ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس کا وصال ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں سے شریر ترین وہ ہے جو فاجر اور جری شخص ہے جو کتاب الٰہی کو پڑھتا ہے لیکن اس کی کسی ممانعت (برے کام) سے باز نہیں آتا۔"
عقیلی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس ہستی والا کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ سخی ہے۔ اللہ رب العزت سب سے زیادہ سخی ہے۔ میں اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ سخی ہوں۔ میرے بعد ان میں سے زیادہ سخی وہ ہے جس نے علم سیکھا اپنا علم پھیلایا۔"
وہ روز حشر ایک امت کی طرح اٹھے گا، اور وہ شخص جس نے راہ خدا میں جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور وہ شہید بھی ہو گیا۔ عبد بن حمید، ابن زنجویہ اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تم میں سے بہترین

افراد کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تم میں سے بہترین وہ ہیں جن کی عمریں طویل اور اعمال عمدہ ہوں۔ امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) الطبرانی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جس پر آگ حرام ہے" آگ اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب ہے۔ جو آسان اور سہل ہے۔"

عقیلی اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس (خوش نصیب) کے بارے نہ بتاؤں کل جس پر آگ حرام ہوگی۔ آگ ہر زم آسان قریب اور سہل پر حرام ہوگی۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجالس ذکر کا فائدہ (اجر وثواب) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "مجالس ذکر کا فائدہ (اجر وثواب) جنت ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے نجد کی طرف ایک مہم بھیجی انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا۔

امام احمد امام بیہقی ابن ماجہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں حکیم اور ترمذی نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے بہترین افراد کے بارے میں تمہیں نہ بتاؤں؟ تم میں سے بہترین وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ کیا میں تمہیں تم میں سے شریر ترین افراد کے بارے نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: تم میں سے شریر ترین وہ ہیں جو پیاروں کے مابین پھوٹ ڈالنے والے ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ جو باغی ہیں اور پاکباز لوگوں سے زناء کا ارتکاب کرتے ہیں۔

عقیلی نے حضرت انس سے روایت کیا الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تم میں سے بہترین افراد کے بارے نہ بتاؤں تم میں سے بہترین وہ ہیں۔ جن کی عمریں اسلام میں زیادہ ہوں، بشرطیکہ وہ صراط مستقیم پر ہوں۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تم میں سے بہترین کے بارے نہ بتاؤں؟ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تمہارے شریروں میں سے بہترین لوگ نہ بتاؤں۔ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمریں طویل ہوں۔ اخلاق عالیہ عمدہ ہوں۔"

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں شریر افراد کے بارے نہ بتاؤں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو زیادہ بڑھا چڑھا کر باتیں کرنے والے ہیں۔ کیا میں تمہیں تمہارے بہترین افراد کے بارے میں نہ بتاؤں۔ وہ خوش نصیب ہے جو تم میں سے اخلاق عالیہ کے اعتبار سے عمدہ ہوں۔"

خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تم میں سے بہترین کے بارے تمہیں نہ بتاؤں۔ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہیں۔'' امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں تم میں سے بہترین افراد کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو عمر کے اعتبار سے تم سے طویل ہوں اور اخلاق کے اعتبار سے عمدہ ہوں۔''

امام احمد' ترمذی' (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) نسائی' ابن حبان' الطبرانی اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے نہ بتاؤں جو منصب کے اعتبار سے لوگوں میں سے بہترین ہو۔ وہ ایسا شخص ہے جو راہ خدا میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے حتیٰ کہ وہ مر جائے یا شہید ہو جائے۔ کیا میں تمہیں اس کے بارے نہ بتاؤں جس کا مقام و مرتبہ اس کے بعد ہے۔ وہ شخص جو پہاڑوں کی گھاٹی میں عزلت گزیں ہو جائے۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے اور لوگوں کے شروں سے دور ہو جائے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے۔

''جو اپنا مال و اسباب لے کر عزلت گزین ہو جاتا ہے۔ وہ ان میں سے رب تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے۔ کیا میں تمہیں لوگوں میں سے شریر ترین کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگتا تو ہے، لیکن اس کے نام پر خرچ نہیں کرتا۔''

امام احمد' امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں بہتر کون ہے اور شریر کون ہے؟ تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس کے شر سے امان حاصل ہو' شریر وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ ہو اور اس کے شر سے امان حاصل نہ ہو۔''

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''تم میں سے جو بھی رب تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے وہ کچھ عطا کر دیتا ہے، جو وہ مانگتا ہے یا اس سے برائی کو روک دیتا ہے جب تک کہ وہ گناہ کے لئے نہ مانگے یا قطع رحمی کے لئے نہ مانگے۔''

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اذان اور اقامت کے مابین مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔'' عرض کی گئی کہ آپ کیا خیال کرتے ہیں کہ کس چیز کے بارے دعا مانگی جائے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کیا کرو۔''

عبدالرزاق' ابن ابی شیبہ' امام احمد' ابوداؤد' ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی' ابن خزیمہ' بیہقی اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اذان اور اقامت کے مابین دعا رد نہیں کی جاتی۔''

ابن ابی شیبہ' ابن حبان' عقیلی اور ابن السنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اذان اور اقامت کے مابین دعا رد نہیں ہوتی۔" حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے مابین دعا قبول ہوتی ہے۔"

زھیر نمیری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہم ایک ایسے شخص کے پاس کھڑے ہوئے جو ضد کر کے دعا مانگ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی یہ دعا سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔ اگر اس نے ختم کر دی" ایک شخص نے عرض کی "یہ کس پر ختم کرے؟ آپ نے فرمایا: "آمین پر۔" اگر اس نے آمین پر ختم کر دی تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ وہ شخص جو سن رہا تھا۔ وہ آیا۔ اس نے اسے کہا "فلاں! اپنی دعا کو آمین پر ختم کرو اور تمہیں بشارت ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سنا۔ میں عرض کر رہا تھا۔

امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا۔ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا۔

اللھم اسئلك تمام النعمة۔

آپ نے اس سے پوچھا: "نعمت کی تکمیل کس چیز کے ساتھ ہوتی ہے؟ اس نے عرض کی "یہ دعا کی ہے جسے میں مانگ رہا تھا۔ میں اس سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نعمتوں کی تکمیل یہ ہے کہ انسان جنت میں داخل ہو جائے اور آگ سے بچ جائے۔"

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کی دعا کو قبول کر لیا جاتا ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے، وہ یوں نہ کہے "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی، مگر اس نے دعا قبول نہ کی۔"

امام مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "آدمی کی دعا اس وقت تک قبول کر لی جاتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں مانگتا یا دعا کے لئے جلدی نہیں کرتا۔" عرض کی گئی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "جب تک وہ شخص یوں نہیں کہتا "میں نے دعا مانگی مگر میرے لئے اسے قبول نہ کیا گیا" پھر وہ دعا کرنے سے رک جاتا ہے۔"

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لے گئے۔ ایک شخص نے نماز پڑھ لی تھی اور وہ دعا مانگ رہا تھا۔ وہ یوں دعا مانگ رہا تھا۔

اللھم لا الہ الا انت المنان بدیع السموات والارض ذوالجلال والاکرام۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کس چیز کے ساتھ دعا کی ہے؟ اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے۔ اس اسم اعظم کے ساتھ جب دعا مانگی جائے تو وہ دعا قبول کر لیتا ہے، اور اس کے وسیلہ

سے اس سے مانگا جائے تو وہ عطا کر دیتا ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "باقیات صالحات کی کثرت کیا کرو" آپ سے عرض کی گئی کہ ان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "ان سے مراد تکبیر تہلیل تسبیح تحمید اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" مجھے ایسے کلمات سکھائیں جنہیں میں کہا کروں" آپ نے فرمایا: "یوں عرض کیا کرو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ اللہ اکبر کبیرا الحمد للہ کثیرا سبحان اللہ رب العالمین لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

اس نے عرض کی:

"یہ تو میرے رب تعالیٰ کے لئے ہیں مگر میرے لئے کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یوں عرض کیا کرو:

اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔

امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے عرض کی گئی کہ کون سا کلام افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب کیا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ" دوسری روایت میں ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس کلام کے بارے میں نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ کلام یہ ہے: "سبحان اللہ و بحمدہ۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس کلام کے بارے نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہ یہ کلام ہے: "سبحان اللہ و بحمدہ۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (انہوں نے اس روایت کو غریب کہا ہے) کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چرا کرو" عرض کی گئی "یارسول اللہ! ﷺ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: "مساجد" عرض کی گئی "یہ چرنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔"

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے) عقیلی نے ضعفاء میں ابن شاہین نے ترغیب میں اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اور جب تم جنت کے باغات سے گزرا کرو تو وہاں چرا کرو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" جنت کے باغات سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجالس علم۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو وہاں چرا کرو۔" صحابہ کرام نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ جنت کے باغات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "مجالس علم۔"

ابن شاہین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو وہاں بیٹھا کرو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ جنت کے باغات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے

فرمایا: ''اہل ذکر۔''

ابوداؤد نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''میں قرآن پاک سے کچھ یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مجھے ایسے کلمات سکھائیں جو مجھے کافی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''یوں کہو:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میرے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یوں عرض کرو:

اللھم ارحمنی وارزقنی وعافنی واھدنی۔

جب وہ اٹھا تو اس نے کہا: 'اپنے ہاتھ سے اس طرح۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے اپنے ہاتھوں کو بھلائی سے بھر لیا ہے۔''

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے گزرے وہ بستر بچھا رہے تھے۔

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کمالے۔'' ایک شخص نے عرض کی ''ہم میں سے کوئی ایک ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایک سو بار سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی یا اس کی ایک ہزار خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔''

امام نسائی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں مسجد میں داخل ہوا۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ میں آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: 'انسانوں اور جنات کے شیاطین سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔'' میں نے عرض کی: ''کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: 'ہاں!'' جن وانس کے شیاطین۔ وہ دھوکا دینے کے لئے باتیں آراستہ کر کے ایک دوسرے کی طرف بھیجتے ہیں۔''

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: 'ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی ''آج رات مجھے بچھو نے ڈنگ لیا ہے'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے شام کے وقت یہ کلمات نہیں پڑھے تھے ''اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق'' یہ تمہیں نقصان نہ دیتا۔

امام ترمذی نے حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا تعوذ سکھائیں جس کے ساتھ میں پناہ مانگا کروں'' آپ نے مجھے ہتھیلی سے پکڑ لیا، اور فرمایا: ''یوں کہو

اللھم انی اعوذبك من شر سمعی و من شر بصری و من شر لسانی و من شر قلبی و شر ھن

اس روایت کو امام نسائی نے بھی رقم کیا ہے اور انہوں نے ''ومنتی'' کا اضافہ کیا ہے۔''

امام احمد، نسائی، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے التجاء کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر درود پاک کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: "درود شریف پڑھو اور بڑی کوشش سے پڑھو۔ یوں عرض کرو

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارك علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انك حمید مجید۔

شیخین نے حضرت ابن ابی لیلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت کعب بن عجرہ ملے۔ انہوں نے کہا: "کیا میں تمہارے لئے تحفہ نہ بھیجوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کی" ہم نے جان لیا ہے کہ آپ پر سلام کیسے پیش کریں۔ اب آپ فرمائیں کہ آپ پر درود کیسے پیش کریں" آپ نے فرمایا: "یوں کہو

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

۱۴۔ روزگار اور معیشت کے بارے کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ سے عرض کی گئی کہ کون سا روزگار افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہر وہ کام افضل ہے، جو کوئی آدمی اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتا ہے اور ہر کام عمدہ ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت معاذ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں حاضر تھے۔ آپ کے سر اقدس پر پانی کے اثرات تھے اور طبیعت مبارکہ مسرور تھی۔ ہم نے گمان کیا کہ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ ہم نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی طبیعت مسرور ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں! الحمدللہ! پھر آپ نے غنی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "اس شخص کے لئے غنی میں کوئی حرج نہیں جو متقی ہو تقوی شعار شخص کے لئے صحت غنی سے بہتر ہے اور طبیعت کا خوش ہونا نعمتوں میں سے ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "میری اولاد اور مال ہے۔ میرے والد گرامی چاہتے ہیں کہ وہ میرا مال لے لیں" آپ نے فرمایا: "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے" احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میرا باپ میرا مال لیتا ہے" آپ نے فرمایا: تم اور تمہارا مال تمہارے والد صاحب کا ہے۔ پاکیزہ ترین رزق وہ ہے جسے تم اپنی کمائی سے کھاتے ہو۔ تمہاری اولاد کی کمائی تمہاری ہی کمائی ہے۔" اسے خوشگوار طریقے سے کھاؤ"

بزار اور دارقطنی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میرے والد گرامی میرا مال لینا چاہتے ہیں" آپ نے فرمایا: "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔"

ابو داؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مضر کی خواتین میں سے ایک جلیل عورت تھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم اپنے آباء بیٹوں اور خاوندوں پر بوجھ ہیں۔ ان کے اموال میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہر چیز تم کھا سکتی ہو اور بطور تحفہ بھیج سکتی ہو۔"

امام بخاری، دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک کنوئیں پر سے گزرے۔ وہاں ایک شخص تھا جسے کسی چیز نے ڈنگ لیا تھا۔ چشمہ کے مالکوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "کیا تم میں کوئی دم کرسکتا ہے۔ چشمہ پر ایک شخص ہے اسے کسی چیز نے ڈنگ لیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص گیا اس نے بکری لے کر سورۃ الفاتحہ پڑھی اور وہ شخص شفاء یاب ہوگیا وہ بکری لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ انہوں نے کہا "تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے"، حتیٰ کہ وہ سارے مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! اس نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔" آپ نے فرمایا: "وہ سب سے زیادہ حق دار چیز جس پر تم نے اجرت لی ہے وہ کتاب اللہ ہے۔"

امام احمد، ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اہل صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان پیش کی۔ میں نے کہا: "یہ میرا مال نہیں ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کروں گا۔" میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوں گا اور اس کے بارے ضرور پوچھوں گا۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے مجھے کمان دی ہے جنہیں میں قرآن پاک پڑھاتا تھا۔ وہ میرا مال نہیں ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ راہ خدا میں تیر اندازی کروں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرتے ہو کہ تم آگ کا طوق پہنو تو اسے قبول کرلو۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔ اس نے مجھے کمان دی۔ میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم نے اسے قبول کرلیا تو تم نے آگ کی کمان کو پکڑ لیا۔"

امام احمد نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے سلطان کے اموال کے حکم کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بن مانگے اور توقع کے بغیر جو مال تمہیں دیا ہے۔ اس سے کھاؤ اور مال دار بن جاؤ۔"

امام شافعی، احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت محیصہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے حجام کی اجرت کے بارے میں اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اس سے منع کیا وہ برابر اصرار کرتے رہے۔ آپ سے اذن

طلب کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے اونٹ کو چارہ کھلاؤ اور اسے اور اپنے خادم کو کھلاؤ۔"

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجام کے کسب کے بارے میں پوچھا گیا۔ "آپ نے فرمایا: اسے اپنے دودھ لانے والے اونٹ کو کھلا دو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قسامت سے بچو۔ ہم نے عرض کی "قسامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ایک چیز لوگوں کے مابین ہو وہ آئے اور اس میں سے کمی کر دے" دوسری روایت میں ہے "ایک شخص کئی جماعتوں پر متعین ہو وہ اس سے بھی حصہ لے۔ اس سے بھی حصہ لے لے۔"

امام بیہقی نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ حضرت عرفطہ حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر ہوں۔ مجھے میرے دف اور ہتھیلی کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ مجھے اس کے بارے اذن دے دیں" آپ نے فرمایا: "میں اسے حلال کرتا ہوں۔"

۱۴۔ بیوع اور معاملات کے بارے کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "شہر کا کون سا حصہ سب سے برا ہے؟ آپ نے فرمایا: "مجھے معلوم نہیں" حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے پوچھا "جبرائیل! شہر کا کون سا حصہ سب سے برا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "مجھے علم نہیں حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے پوچھ لوں" حضرت جبرائیل چلے گئے۔ وہ اتنی دیر ٹھہرے رہے، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے پوچھا تھا کہ شہر کا کون سا حصہ سب سے برا ہوتا ہے! میں نے کہا تھا کہ مجھے علم نہیں۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہی عرض کی تو اس نے فرمایا: "اس کے بازار۔"

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ سے عرض کی گئی: "مردار کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

ابو داؤد طیالسی، عبد بن حمید، مالک، احمد، شیخین، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے بیع میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا "جس سے سودا کرنے لگو اسے کہو۔ "مکر و فریب کا معاملہ نہیں۔" ابو داؤد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان یتیموں کے بارے میں پوچھا جو شراب کے وارث بنے تھے۔ آپ نے فرمایا: "شراب انڈیل دو" انہوں نے عرض کی: "کیا میں اسے سرکہ نہ بنا دوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔"

امام احمد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی۔ جب سورۃ المائدہ کا نزول ہوا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے التجاء کی: "یہ یتیم ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے انڈیل دو۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی۔ آپ نے فرمایا: "اسے گرا دو۔"

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا نبی اللہ! ﷺ میں نے ان یتیموں کے لئے شراب خریدی ہے جو میری کفالت میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: شراب گرا دو اور مٹکے توڑ دو۔"

امام احمد، ترمذی اور ائمہ ثلاثہ نے (امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ایک شخص میرے پاس آتا ہے وہ مجھ سے بیع کرنا چاہتا ہے، لیکن میرے پاس وہ رقم نہیں۔ جس کا وہ تقاضا کرتا ہے۔ کیا میں اس کے لئے بازار سے خریداری کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "وہ چیز فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہ ہو۔"

امام احمد اور دار قطنی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے صدقے کے غلے میں سے کچھ غلہ خریدا۔ میں نے اس پر قبضہ کرنے سے قبل اس سے نفع پا لیا۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میں ان بیوع سے خرید و فروخت کرتا ہوں ان میں سے کون سی بیع میرے لئے حلال اور کون سی حرام ہے؟" آپ نے فرمایا: "میرے بھتیجے! کوئی چیز اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک اس پر قبضہ نہ کر لو۔"

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ پھل کو فروخت نہ کرو حتیٰ کہ بھورے رنگ کا ہو جائے۔" آپ سے عرض کی گئی کہ اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ سرخ اور زرد ہو جائے اور اس سے کھایا جائے۔"

ابو داؤد نے ایک عورت (بھیسہ) سے اور اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میرے والد گرامی نے آپ سے اذن طلب کیا۔ وہ آپ کے اور آپ کی قمیص کے درمیان میں داخل ہو گئے۔ وہ آپ کے جسم انور کو بوسے دینے لگے ساتھ چمٹنے لگے، پھر عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اس چیز کے بارے بتائیں جسے روکنا حلال نہ ہو۔" آپ نے فرمایا: "پانی" اس نے عرض کی "مجھے اس چیز کے بارے بتائیں جسے روکنا جائز نہ ہو" آپ نے فرمایا: "نمک" اس نے عرض کی "مجھے اس چیز کے بارے بتائیں جس کا روکنا جائز نہ ہو" آپ نے فرمایا: "تم بھلائی کے کام کرو تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں۔ آپ نے فرمایا: "پانی۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں

خرید وفروخت کرتا تھا۔ان کی عقل میں ضعف تھا۔اس کے اہل خانہ آپ کے پاس آئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! ﷺ اسے روک دیں"آپ نے اسے بلایا اور اسے منع کر دیا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ میں خرید وفروخت سے رک نہیں سکتا۔آپ نے فرمایا:"جب تم بیع کروتو کہا کرو'ارے فلاں۔ارے فلاں! کوئی دھوکہ دہی نہیں ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام فروخت کیا......۔

امام بیہقی نے قیلہ ام بنی انمار رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ کی خدمت میں آپ کی حیات طیبہ میں حاضر ہوئی۔میں نے عرض کی:۔"یارسول اللہ! ﷺ میں ایسی عورت ہوں جو خرید وفروخت کرتی ہوں،بعض اوقات میں سامان خریدنے کا ارادہ کرتی ہوں۔مجھے قیمت اس سے کہیں کم دی جاتی ہے جتنی قیمت میں لینے کی خواہاں ہوتی ہوں۔میں اضافہ کرتی ہوں،پھر اضافہ کرتی ہوں حتیٰ کہ میں وہ چیز لے لیتی ہوں جسے میں لینا چاہتی ہوں بعض اوقات میں سامان فروخت کرنے کا ارادہ کرتی ہوں۔میں اس قیمت سے زیادہ بتادیتی ہوں جتنی قیمت میں اسے فروخت کرنا چاہتی ہوں،پھر میں قیمت کم کرتی رہتی ہوں حتیٰ کہ میں اسے اس قیمت میں فروخت کرتی ہوں جس میں فروخت کرنا چاہتی ہوں۔"حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا"قیلہ!اس طرح نہ کیا کرو لیکن جب تم کسی چیز کو خریدنا چاہو تو اس کی قیمت وہ بتایا کرو جس میں تم اسے فروخت کرنا چاہتی ہو،خواہ تمہیں عطا کیا جائے یا روک دیا جائے۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں برنی کھجوریں پیش کیں۔آپ نے پوچھا"بلال!آپ نے یہ کہاں سے لیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں۔میں نے اس کے دو صاع کے عوض ایک صاع برنی کھجوریں خرید لیں۔"اس وقت حضور اکرم ﷺ نے آہ کہا اور فرمایا:"بعینہ سود۔بعینہ سود۔اس طرح نہ کرو جب تم خریدنے کا ارادہ کروتو دوسری بیع میں کھجوریں فروخت کر دو پھر اس سے اور کھجوریں خرید لو۔"

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ نے خیبر پر ایک شخص کو عامل مقرر کیا۔وہ آپ کے پاس جنیب (عمدہ کھجور) لے آیا۔آپ نے فرمایا:"کیا خیبر کی ساری کھجوریں اسی طرح ہیں"اس نے عرض کی"نہیں۔واللہ! یارسول اللہ! ﷺ ہم ان کھجوروں کا ایک صاع دوسری کھجوروں کے دو صاع کے عوض اور اس کے دو صاع دوسری کھجوروں کے تین صاع کے عوض خریدتے ہیں"آپ نے فرمایا:"اس طرح نہ کیا کرو۔"پہلے ساری کھجوروں کو دراہم کے عوض فروخت کرو پھر ان دراہم سے جنیب کھجوریں خرید لیا کرو۔"

امام مسلم اور امام عبدالرزاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم آپ کے عہد ہمایوں میں تاجر تھے۔ہم نے آپ سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا۔آپ نے فرمایا:"اگر یہ دست بدست ہوتو کوئی حرج نہیں۔اگر یہ ادھار ہوتو پھر درست نہیں ہے۔"دوسرے الفاظ میں ہے"ہم نے آپ

سے پہلے صرف کے بارے پوچھا۔آپ نے فرمایا: "اگر یہ دست بدست ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔"

امام مسلم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے خیبر کے دن ایک ہار بارہ دینار کا خریدا۔اس میں سونا اور موتی لگے ہوئے تھے۔میں نے انہیں جدا کیا تو میں نے اسے بارہ دینار سے زائد پایا۔میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا آپ نے فرمایا: "تم اسے فروخت نہ کرو حتیٰ کہ تم انہیں جدا کرلو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض ایک درہم کو دو درہموں کے عوض اور ایک صاع کو دو صاعوں کے عوض فروخت نہ کرو۔مجھے تم پر سود کا خدشہ ہے۔" ایک شخص اٹھا۔اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے جو ایک گھوڑے کو کئی گھوڑوں کے عوض اور عمدہ نسل کی اونٹنی کو کئی اونٹوں کے عوض فروخت کرتا ہے" آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ دست بدست ہو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں بقیع میں اونٹ فروخت کرتا تھا۔میں دیناروں سے فروخت کرتا اور دراھم سے لیتا تھا۔آپ نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درھم کو دو درہموں کے عوض فروخت نہ کرو۔"

زید بن عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیضاء (سفید گندم) کو سلت (چھلکے دار گندم) کے عوض فروخت کرنے کے بارے عرض کی۔انہوں نے پوچھا "ان میں سے افضل کون سی ہے؟ انہوں نے عرض کی: "بیضاء" انہوں نے انہیں اس سے منع کر دیا، اور کہا "میں نے آپ کو سنا۔آپ سے خشک کھجوروں کو تر کھجوروں کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا جارہا تھا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے انہیں منع کر دیا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کھجور کے درخت پر شگوفے آنے سے پہلے اس کی بیع سلم کر دی۔انہوں نے اسے کہا "اس طرح نہ کرو" اس نے عرض کی "کیوں"؟ انہوں نے فرمایا: "اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک شخص نے شگوفے نمودار ہونے سے قبل کھجوروں کی بیع کر دی۔اس سال کھجور کے درختوں پر کچھ بھی نہ لگا۔خریدار نے کہا "یہ میرے لئے ہے حتیٰ کہ اس کے شگوفے نمودار ہو جائیں۔بائع نے کہا "میں نے اس سال کی کھجوریں تمہیں دے دیں ہیں" انہوں نے اپنا جھگڑا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔آپ نے بیچنے والے سے کہا "کیا اس نے تمہاری کھجوروں سے کچھ لیا" اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "پھر تم اس کا مال کیسے حلال سمجھتے ہو" جو رقم اس سے لی تھی اسے واپس کر دو۔" کھجوروں میں بیع سلم نہ کیا کرو حتیٰ کہ ان کی صلاحیت عیاں ہو جائے۔"

محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی "آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اپنے نفس اور مال سے جہاد کروں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا:

"جنت" جب وہ چلا گیا تو فرمایا "سوائے قرض کے مجھے اسی کے بارے ابھی ابھی حضرت جبرائیل نے سرگوشی کی ہے۔"

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا ملے گا اگر میں لگاتار راہ خدا میں جہاد کرتا ہوں اور مجھے شہید کر دیا جائے۔" آپ نے فرمایا: "جنت" جب وہ چلا گیا تو فرمایا "سوائے قرض کے، مجھے ابھی ابھی حضرت جبرائیل نے اس کے بارے میں سرگوشی کی ہے۔"

امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی "آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اپنے نفس اور مال کے ساتھ جہاد کروں تو مجھے اس حال میں شہید کر دیا جائے کہ میں صبر کرنے والا، حصول ثواب کا متمنی، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا اور پیٹھ پھیرنے والا نہ ہوں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اس نے اپنی عرضگذاشت دو یا تین بار دہرائی۔آپ نے فرمایا: "ہاں! اور بشرطیکہ تم پر اتنا قرض نہ ہو جسے تم ادا نہ کر سکو۔"

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: "اعوذ باللہ من الکفر والدین" ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا قرض کفر کے برابر ہو سکتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!"

امام احمد نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔" آپ نے فرمایا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا اس نے خود پر قرض چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی "کیا ہم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں؟ اس کے بعد ایک اور نماز جنازہ لایا گیا۔آپ نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی "نہیں" آپ نے فرمایا: "کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام: اس نے تین دینار چھوڑے ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یعنی دین داغ" پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔آپ نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ کرام: ہاں! آپ نے فرمایا: "کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں۔آپ نے فرمایا: "اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔انصاری شخص (حضرت ابوقتادہ) نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا قرض مجھ پر ہے۔آپ اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔"

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا آپ اس کے بارے پوچھتے "کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟" اگر عرض کی جاتی ہے کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرماتے۔"اپنے دوست کی نماز جنازہ پڑھ لو" جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کشادہ فرما دیا، تو فرمایا: "میں اہل ایمان کے ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریبی ہوں، جو وفات پا جائے۔اس پر قرض ہو تو اس کا قرض مجھ پر ہے۔جس نے مال چھوڑا، وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا تھا "صدقہ کا اجر دس گنا ہے، جبکہ قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا جوان اونٹ تھا۔ وہ تقاضا کرنے آیا۔ آپ نے فرمایا: "اسے عطا کر دو" انہوں نے جوان اونٹ کو تلاش کیا مگر انہیں ایسا اونٹ ملا جو عمر میں اس سے زائد تھا۔ آپ نے فرمایا: "اسے یہی عطا کر دو۔"

اس نے عرض کی "آپ نے مجھے پورا حق دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پورا اجر و ثواب دے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرے گا۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو جوان اونٹ بیچا پھر رقم کا تقاضا کرنے آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے میرے اونٹ کی قیمت ادا کریں۔ آپ نے اس روز مجھے وہ اونٹ عطا کیا جو اس سے عمر میں زیادہ تھا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے اونٹ سے بہتر ہے" آپ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو ادائیگی قرض کے اعتبار سے عمدہ ہے۔"

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت سعد بن الاطول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا بھائی مر گیا۔ اس نے تین سو دینار چھوڑے۔ اس نے اہل و عیال چھوڑے۔ میں نے ان پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا "تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے محبوس ہے جاؤ اس کا قرض ادا کرو۔" میں گیا۔ اس کا قرض ادا کیا، پھر حاضر خدمت ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے۔ صرف ایک عورت رہ گئی ہے جو دو دیناروں کا تقاضا کر رہی ہے۔ اس کے پاس گواہ نہیں۔" آپ نے فرمایا: "اسے دے دو یہ صدقہ ہے۔"

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے عہد ہمایوں میں قیمتوں میں اضافہ ہو گیا۔" صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ اشیاء کی قیمتیں مقرر کر دیں" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خالق، قابض، باسط، رازق اور مسعر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کروں گا، مجھ سے کوئی کسی ظلم کا بدلہ نہ مانگے گا جو میں نے اس خون یا مال میں کیا ہو۔"

امام احمد، ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قیمتیں مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں طے کرتا ہے وہ رفیع کرتا ہے۔ روبہ زوال کرتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کروں گا کہ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا ہوگا" دوسری روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ نیچے کرتا ہے۔ بلند کرتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کروں گا کہ تم میں سے کوئی ظلم کی بناء پر مجھ سے خون یا مال کا تقاضا نہ کر رہا ہوگا" امام احمد نے حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول

اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایسی سرزمین جس میں کسی کی شراکت نہ ہو نہ تقسیم ہو، نہ اجرت ہو۔" آپ نے فرمایا" پڑوسی اس کی طرف پہل کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے عرض کی:" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑا ظلم کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:" ذراع بھر زمین جو کوئی اپنے بھائی کے حق میں سے لے لے جو سنگریزہ بھی اس نے ظلم کرتے ہوئے لیا وہ تہ زمین تک اس کے گلے کا طوق بنے گا۔ اس کی گہرائی وہی جانتا ہے جس نے اسے تخلیق کیا ہے۔"

ابوداؤد نے مزینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" ایک مسلمان عورت نے آپ کے لئے کھانا بنایا۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار نے عرض کی! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کھجوریں ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے مابین تقسیم کر دیں" آپ نے فرمایا:" نہیں۔ تم نے مشقت کے اعتبار سے ہماری کفایت کی، ہم پھل میں تمہارے ساتھ شرکت کریں گے" انہوں نے عرض کی:" ہم نے غور سے سنا اور اطاعت کی۔"

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمین کی طرف تشریف لے گئے جو کھیتی کی وجہ سے جھوم رہی تھی۔ آپ نے پوچھا" یہ کس کی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" فلاں نے اسے کرایہ پر لیا ہے" آپ نے فرمایا:" اگر یہ اسے عطا کر دے تو اس کے لئے اس بہتر سے ہے کہ وہ اس کی معلوم اجرت لے۔"

۱۵۔ لقطہ' لقیط' ھبہ' ھدیہ اور وصیت کے بارے میں فتوے

امام مالک' امام احمد' ابن ماجہ' ابوداؤد' شیخین نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی رسی کو اچھی طرح جان لو، پھر اس کا سر بند اور ڈاٹ اچھی طرح دیکھ لو۔ ایک سال تک اس کی پہچان کراؤ۔ جب اس کا مالک آ جائے تو یہ امانت اس کے سپرد کر دو۔" اس نے عرض کی" بھٹکے ہوئے اونٹ کے بارے کیا حکم ہے؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا:" تمہارا اور اس کا کیا تعلق؟ اس کا مشکیزہ اور پاؤں اس کے ساتھ ہے یہ پانی پیتا ہے۔ درخت کے پتے کھاتا ہے۔ اسے چھوڑ دو، حتیٰ کہ اس کا مالک اسے پالے" اس نے عرض کی " گم شدہ بکری کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:" وہ تمہارے لئے یا تمہارے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لئے۔" ایک قول کے مطابق عرض کی گئی" گم شدہ اونٹ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اور اس کا کیا تعلق؟ اس کا مشکیزہ اور جوتا اس کے ساتھ ہے وہ پانی پر جاتا ہے۔ درختوں کے پتے کھاتا ہے حتیٰ کہ اس کا مالک اس کے ساتھ ملاقات کر لے۔"

دار قطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے لقطہ کے بارے میں عرض کی گئی۔ تو آپ نے

فرمایا: "لقطہ حلال نہیں ہے جو کسی چیز کو اٹھالے۔ وہ اس کی پہچان کرائے۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے اس کے حوالے کر دے۔ اگر وہ نہ آئے تو اسے صدقہ کر دے۔ اگر وہ آ جائے تو اسے اختیار حاصل ہے۔ چاہے تو اجر لے لے اور چاہے تو وہ چیز جو اس کے لئے ہے۔"

امام بیہقی' ابو داؤد نے مقداد بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی روز ضروری کام کے لئے نکلے، لوگ دو یا تین ایام کے لئے ضروری کام کے لئے جاتے تھے۔

امام احمد نے عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین بعثت سے پہلے بھی جان پہچان تھی۔ جب آپ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے آپ کو تحفہ دیا۔ میرا گمان ہے کہ وہ اونٹ تھا آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "میں مشرکین سے زبد قبول نہیں کرتا" میں نے عرض کی: "زبد سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "ان کا تحفہ اور ہدیہ۔"

امام بخاری نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے۔ انہوں نے عرض کی: "میں نے اپنے اس بچے کو غلام ہبہ کیا ہے" آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اپنے ہر ہر بچے کو اسی طرح کا غلام ہبہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ اس سے واپس لے لو" دوسری روایت میں ہے کہ ان کی والدہ محترمہ حضرت بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا کہ وہ اس بچہ کو کچھ ہبہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارا اس کے علاوہ بھی کوئی بچہ ہے؟ اس نے عرض کی 'ہاں! آپ نے فرمایا: "مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ" یا "میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔"

عبد بن حمید' امام احمد' بخاری اور ابو داؤد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: 'یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کسے ہدیہ دوں؟

آپ نے فرمایا: "جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہے۔"

امام مسلم' ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی 'یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سا صدقہ بہترین و افضل اور اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ کرو کہ تم صحیح ہو خود ضرورت مند ہو اور تمہیں غربت کا اندیشہ ہو دولت آنے کی امید ہو۔ انتظار نہ کرو حتیٰ کہ جب روح حلقوم تک پہنچ جائے اور کہو' فلاں کے لئے یہ فلاں کے لئے یہ فلاں کے لئے یہ۔"

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہترین جانتے ہیں" آپ نے فرمایا: "وہ ہدیہ جس کی وجہ تم سے کوئی ایک اپنے بھائی کو درہم' سواری کی کمر' بکری یا گائے کا دودھ پیش کرے۔"

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت

کے لئے تشریف لائے۔ یہ حجتہ الوداع کا سال تھا۔ مجھے بڑا سخت درد تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میرے درد کی شدت کا عالم آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں صاحب مال ہوں صرف ایک بچی ہی میری وارث ہے۔ کیا میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے عرض کی: "اپنے مال کے دو ثلث" آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے عرض کی: "نصف" آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے عرض کی: "ایک ثلث" آپ نے فرمایا: "ثلث بھی بہت ہے" تمہارا تمہارے مال سے صدقہ کرنا صدقہ ہے تمہارا اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔ تمہارا تمہاری زوجہ کو کھلانا صدقہ ہے۔ بھلائی کے ساتھ اہل خانہ کو چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں اس حالت پر چھوڑو کہ وہ لوگوں سے دست سوال دراز کرتے رہیں۔"

ابوداؤد نے حضرت عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کیا ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے انہیں وصیت کی کہ وہ اس کی طرف سے ایک سو غلام آزاد کریں۔ اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیئے۔ اس کے بیٹے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ بقیہ پچاس بھی آزاد کر دیں۔ انہوں نے کہا "حتیٰ کہ میں پہلے حضور اکرم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ لوں" وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میرے باپ نے ایک سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کئے۔ اس پر پچاس غلام آزاد کرنا تھے کیا میں اس کی طرف سے بقیہ غلام آزاد کر سکتا ہوں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو یہ اس تک پہنچ جاتے۔"

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں محتاج ہوں میرے پاس کچھ نہیں میرے پاس ایک یتیم ہے۔" آپ نے فرمایا: "اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ مگر نہ تو اسراف کرتے ہوئے نہ ہی جلدی کرتے ہوئے اور نہ ہی اپنی سرمایہ کاری کی غرض سے اس کا مال جمع کرو۔"

۱۶۔ فرائض اور مواریث کے بارے آپ ﷺ کے کچھ فتوے

امام احمد اور دار قطنی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میرا بیٹا مر گیا ہے" اس کی وراثت میں سے میرا حصہ کیا ہے؟ جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا: تیرے لئے چھٹا حصہ ہے جب وہ جانے لگا تو فرمایا "تمہارے لئے دوسرا چھٹا حصہ ہے" جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے یاد فرمایا اور فرمایا: "دوسرا چھٹا حصہ تیرے لئے رزق (مال غنیمت یا خراج) ہے۔"

الطبرانی نے الاوسط میں اور ابو شیخ نے فرائض میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی" وادی کا حصہ کیسے نکلے گا؟ آپ نے فرمایا: "یا عمر اس کے بارے تمہارا سوال کیا ہے۔ میرا گمان ہے کہ اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے تمہارا وصال ہو جائے گا۔"

حضرت سعید بن میسب ﷺ نے فرمایا: "یہ علم ہونے سے پہلے ہی ان کا وصال ہو گیا" ابن راہویہ اور ابن مردویہ نے (الشیخ نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابن میسب ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا" کلالہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ آپ نے فرمایا: "کیا اللہ تعالیٰ نے اسے بیان نہیں فرمایا؟ آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔"

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً (النساء۔۱۲)

ترجمہ: اگر ہو وہ شخص جس کی میراث تقسیم کی جانے والی ہے کلالہ ہو۔

گویا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا مفہوم نہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کر دی:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ (النساء:۱۷۶)

ترجمہ: فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے آپ فرمایئے اللہ تعالیٰ فتویٰ دیتا ہے کلالہ کے بارے میں۔

گویا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابھی تک اسے نہ سمجھا۔ انہوں نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ جب تم دیکھو کہ حضور اکرم ﷺ کا مزاج ہمایوں خوش گوار ہے تو آپ سے اس مسئلہ کے بارے پوچھا۔ میں نے جب مزاج ہمایوں کو خوش دیکھا تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تمہارے والد صاحب نے ہی تم سے یہ سوال کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے والد صاحب اسے کبھی نہ سمجھ سکیں گے" وہ کہتے تھے "میرا خیال ہے کہ میں اس مسئلہ کو کبھی نہ سمجھ سکوں گا۔" آپ نے وہ کچھ فرما دیا جو فرما دیا۔"

ابو شیخ نے کتاب الفرائض میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے کلالہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "جو باپ اور بیٹے سے خالی ہو" یعنی نہ ہو۔ حضرت زید بن اسلم سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پھوپھی اور خالہ کی وراثت کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین میرے پاس آ جائیں۔" پھر فرمایا" وہ شخص کہاں ہے جو پھوپھی اور خالہ کی میراث کے بارے میں پوچھ رہا تھا؟ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل امین نے میرے کان میں کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے" مسعدہ کے علاوہ اسے محمد بن عمر سے کسی نے روایت نہیں کیا۔ یہ ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔"

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کے بارے کیا سنت ہے جو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کے ہاتھوں اسلام قبول کرتا ہے؟

آپ نے فرمایا: "وہ شخص اس کی زندگی اور موت کا دیگر لوگوں سے زیادہ مستحق ہے۔"

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی اب اس کا وصال ہو گیا ہے اور اس نے وہ لونڈی چھوڑی ہے" آپ نے فرمایا: "تمہارا اجر لازم ہو گیا وہ لونڈی تمہاری میراث میں تمہارے پاس واپس آ گئی۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی امی جان کو ان کی زندگی میں ایک باغ دیا تھا۔ اب ان کا وصال ہو گیا۔ اب اس کا میرے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا باغ تمہیں واپس کر دیا اور تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔"

۷ا۔ عتق کے متعلق کچھ فتوے

ابن ماجہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو اپنے اہل کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو۔ قیمت کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ گراں ہو" امام احمد شیخین نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اعمال میں سے افضل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ راہ خدا میں جہاد کرنا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی "کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو اپنے اہل کے نزدیک زیادہ نفیس ہو اور قیمت کے اعتبار سے گراں ہو" آپ سے عرض کی گئی "اگر میں یہ نہ پاؤں تو؟ آپ نے فرمایا: "پھر کسی کاری گر کی مدد کرو یا ایسے شخص کے لئے کچھ بنا دو جو کسی ہنر سے آشنا نہ ہو" اس نے عرض کی "اگر مجھ میں یہ طاقت بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: "لوگوں سے اپنے شر کو روک لو یہ بھی صدقہ ہے جسے تم اپنے نفس پر صدقہ کر رہے ہو۔"

شیخین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' راہ خدا میں جہاد کرنا" میں نے عرض کی: "کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو اپنے اہل کے ہاں نفیس ہو۔ قیمت کے اعتبار سے زیادہ ہو" انہوں نے عرض کی: "اگر میں اس طرح نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: "پھر کسی کاری گر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کے لئے کچھ بنا دو" "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں کچھ بھی نہ کر سکوں تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: "پھر لوگوں سے اپنی اذیتوں کو دور رکھو۔"

امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے" آپ نے فرمایا: "تم نے بات چھوٹی کی لیکن سوال بڑا کر دیا۔ غلام آزاد کرو اور غلام آزاد کرنے میں مدد کرو" اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان سے مراد ایک ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں غلام آزاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم تنہا اسے آزاد کرو اور غلام کی آزادی میں

مدد کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم اس کی آزادی میں اس کی مدد کرو۔"

امام مسلم نے حضرت معاویہ بن حکم سلمی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص نے چھینک ماری۔ میں نے اسے "یرحمک اللہ" کہا صحابہ کرام نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "تمہاری خیر! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو" انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب آپ نے نماز ادا کر لی۔ میرے والدین آپ پر نثار! میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد ایسا معلم نہیں دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ سے زیادہ عمدہ ہو۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے نہ تو جھڑکا نہ مارا نہ برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: "نماز میں یہ روا نہیں کہ اس طرح کلام کیا جائے جس طرح لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرأت قرآن ہے۔"

شیخین نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کر دی۔ انہوں نے آپ سے اذن طلب نہ کیا جب وہ دن آیا جس دن ان کی باری تھی تو انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے؟ آپ نے کہا "کیا تم نے اس طرح کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا کہ "اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تمہیں زیادہ اجر ملتا۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کر دوں۔ آپ خاموش ہو گئے اس نے دوبارہ عرض کی۔ آپ پھر بھی خاموش رہے اس نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا "اسے ہر روز ستر بار معاف کیا کرو" امام احمد، ابو داؤد اور امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی نے حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ آپ کی خادمہ تھیں۔

امام الطبرانی اور امام احمد نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "میری امی کا وصال ہو گیا ان پر نذر تھی جسے انہوں نے پورا نہ کیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تم ان کی طرف سے نذر کو پورا کر دو۔"

امام بیہقی اور شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیں مگر ان کے اہل نے کہا "ہم اس شرط پر اسے بیچیں گے کہ اس کی ولاء (حق وراثت) ان کی ہو گی۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ عرض کی تو آپ نے فرمایا: "تمہیں یہ امر اس چیز سے روک نہ دے ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔"

۱۸۔ نکاح وغیرہ کے متعلق کچھ فتوے

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ عورت بہتر ہوتی ہے جب تم اسے دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے۔ جب تم اسے حکم دو تو وہ اطاعت بجالائے۔ وہ مال اور نفس میں سے ناپسندیدہ امر میں مرد کی مخالفت نہ کرے۔"

ابن نجار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یارسول اللہ! ﷺ کون سی عورت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ عورت سب سے اچھی ہے جب مرد اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے۔ جب وہ اسے حکم کرے تو وہ اطاعت بجالائے۔ وہ نفس اور مال کے متعلق کسی ایسی چیز سے اس کی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔"

امام ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سونے اور چاندی کے بارے وہ کچھ نازل ہوا جو نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: "کاش ہم جان لیتے کہ کون سا مال افضل ہے؟ ہم اسے حاصل کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: "افضل چیز ذکر کرنے والی زبان، شکرگزار دل اور ایسی مومنہ بیوی ہے جو اس کے ایمان پر اس کی مدد کرے۔"

ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کسی ایک پر بیوی کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اسے کھلاؤ جب وہ کھانا چاہے جب وہ پہننا چاہے تو تم اسے پہناؤ۔ نہ تو اس کے چہرے پر مارا جائے نہ اسے ملامت کی جائے اور اسے صرف گھر میں ہی چھوڑا جائے۔"

ابوداؤد نے حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ آپ ہماری خواتین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "انہیں اسی میں سے کھلاؤ جو کچھ خود کھاتے ہو۔ جو خود پہنتے ہو وہی کچھ انہیں پہناؤ نہ انہیں مارو نہ انہیں برا بھلا کہو۔"

الطبرانی نے حضرت سعد بن منصور اللیثی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان بن مظعون بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں پسند نہیں کرتا کہ میری بیوی میری شرم گاہ دیکھے" آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے لباس بنایا ہے۔ تمہیں اس کے لئے لباس بنایا ہے۔ میری اہلیہ میری شرم گاہ دیکھتی ہے اور میں اس کی شرم گاہ کو دیکھتا ہوں۔"

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ مجھے اذن عطا فرمائیں کہ میں خود کو خصی کرا لوں" آپ نے فرمایا: "میری امت کا خصاء روزے اور قیام ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ۔میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جوان شخص ہوں مجھے بدکاری کا خدشہ ہے۔ میرے پاس مال نہیں جس سے میں عورتوں سے نکاح کروں" آپ خاموش رہے، پھر میں نے اسی طرح عرض کی۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر عرض کی۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "ابو ہریرہ! جس چیز نے تمہیں ملنا ہے اس کے بارے میں قلم خشک ہو چکا ہے خواہ اس پر مخصوص ہو جاؤ یا چھوڑ دو۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی کا اپنی زوجہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرنا بھی صدقہ ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم میں سے کوئی (اپنی زوجہ کے ساتھ) اپنی شہوت پوری کرے تو اس کے لئے اس میں بھی اجر وثواب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ یہ خواہش حرام طریقے سے پوری کرے تو کیا یہ اس کے لئے وبال جان نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ حلال طریقے سے اپنی تمنا پوری کرتا ہے تو اس کے لئے اجر ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ جسے عکاف بن بشر تمیمی کہا جاتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا "عکاف! کیا تمہاری زوجہ ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے پوچھا "لونڈی بھی نہیں ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں" آپ نے پوچھا "کیا بھلائی کی آسائش ہے؟ اس نے عرض کی "بھلائی کی آسائش ہے" فرمایا "پھر تو تم شیاطین کے بھائیوں میں سے ہو۔ اگر تم عیسائیوں میں سے ہوتے تو تم ان کے راہب ہوتے۔ ہماری سنت مطہرہ نکاح ہے۔ تمہارے کنوارے شریر ترین لوگ ہیں۔ تمہارے مردوں میں سے ذلیل ترین تمہارے کنوارے ہیں۔ وہ شیاطین کا باپ ہے جس کے ساتھ تم کھیلتے ہو۔ شیاطین کے لئے اس سے بہتر کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ پاکباز افراد عورتوں کے ساتھ شادی کرنے والے ہی ہیں۔ وہ پاکیزہ ہیں۔ فحش گوئی سے پاک ہیں۔ عکاف! تمہاری خیر! یہ خواتین ہی حضرات ایوب، داؤد، یوسف اور کرسف علیہم السلام کی ساتھی تھیں" حضرت بشر بن عطیہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرسف کون تھا؟ آپ نے فرمایا: "کرسف وہ شخص تھا جس نے تین سو سال تک سمندر کے ساحل پر رب تعالیٰ کی عبادت کی۔ یہ دن کو روزہ رکھتا تھا۔ رات بھر قیام کرتا تھا، پھر اس نے ایک عورت کی وجہ سے رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔ اس عورت کے ساتھ اسے عشق ہو گیا تھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی عبادت کو ترک کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی عمل کی وجہ سے اس پر نظر کرم کی، اور اس کی توبہ قبول کر لی۔ عکاف! تیری خیر! شادی کر لو ورنہ تم نہ ادھر کے اور نہ ہی ادھر کے رہو گے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری شادی کر دیں" آپ نے فرمایا: "میں نے کریمہ بنت کلثوم حمیری سے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔"

ابو داؤد طیالسی، امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابی بن زرعہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اچانک نظر پھیر لوں۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی کہ اس نے انصار کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے۔''آپ نے فرمایا:''کیا تم نے اس کو دیکھا ہے؟انہوں نے عرض کی:''نہیں۔''

آپ نے فرمایا:''جاؤ اور اسے دیکھو۔انصار کی آنکھوں میں کچھ ہے۔''

شیخین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:میں نے آپ سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا جس کے اہل خانہ اس کا نکاح کر رہے ہوں کہ کیا اس سے پوچھا جائے گا؟آپ نے فرمایا:''ہاں!اس سے پوچھا جائے گا''میں نے عرض کی:''اسے تو حیا آئے گی۔''

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ثیبہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے مشورہ لے لیا جائے جبکہ باکرہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اذن نہ لے لیا جائے۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی''یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا اذن کیا ہوگا؟''آپ نے فرمایا:''اس کا سکوت ہی اس کا اذن ہوگا۔''

دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ایک انصاری صحابی نے ایک عورت سے نکاح کر لیا۔وہ بیمار تھا۔لوگوں نے کہا''یہ نکاح جائز نہیں یہ ثلث میں سے ہے''جب یہ مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا:''نکاح جائز ہے۔یہ ثلث میں سے نہیں ہوگا۔''دارقطنی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ہم نے آپ سے عورت کے حق مہر کے بارے سوال کیا۔''آپ نے فرمایا:''جس پر ان کے اہل خانہ متفق ہو جائیں۔''

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''یتیموں کے نکاح کر دو''آپ نے تین دفعہ اسی طرح فرمایا۔آپ سے عرض کی گئی''ان کے مابین حق مہر کیا ہے؟آپ نے فرمایا:''جس پر ان کے اہل خانہ راضی ہو جائیں خواہ وہ اراک کی شاخ ہی ہو۔''

امام احمد نے حضرت ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔کہ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تاکہ عورت کے حق مہر کے بارے پوچھیں۔آپ نے فرمایا:''اسے حق مہر دو''اس نے عرض کی''دو سو''آپ نے فرمایا:''اگر تم بطحان (نالے) کے پانی سے چلو بھر لیتے ہو پھر بھی تم اضافہ نہ کرتے۔''

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے۔اس کا حق مہر مقرر کرے کیا وہ اس کے ساتھ اسے کچھ دیئے بغیر وظیفہ زوجیت ادا کر سکتا ہے؟آپ نے فرمایا:''وہ اس کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا نہ کرے حتیٰ کہ وہ اسے کچھ عطا کر دے خواہ اسے اپنے جوتے ہی دے۔''

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ افلح،ابو قعیس کا بھائی ان کی خدمت میں اذن باریابی کے لئے حاضر ہوا۔یہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا رضاعی چچا تھا۔اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے،مگر انہوں نے اسے اجازت دینے سے

انکار کر دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ آئے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے اذن دے دوں" امام مسلم نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ میرے گھر میں جلوہ افروز تھے۔ اس نے عرض کی "یا نبی اللہ ﷺ میری ایک بیوی تھی اس پر میں نے دوسری عورت سے شادی کر لی ہے۔ میری پہلی بیوی کا گمان ہے کہ اس نے میری دوسری بیوی کو ایک دفعہ یا دو دفعہ دودھ پلایا تھا" آپ نے فرمایا: "ایک دفعہ یا دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔"

عبدالرزاق نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: حضرت سالم حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے منہ بولا بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ۔ (الاحزاب:۵)

ترجمہ: بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے۔

حضرت سالم ہمارے پاس آتے ہیں میں ایک ہی کپڑے میں ہوتی ہوں۔ ہم تنگدستی میں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم اسے دودھ پلا دو تم اس پر حرام ہو جاؤں گی" امام زہری نے لکھا ہے "ایک ام المومنین نے فرمایا ہے: "تم نہیں جانتے شاید یہ صرف حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے لئے رخصت ہو" امام زہری نے کہا ہے "حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ فتویٰ دیتی تھیں کہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی رضاعت حرام کر دیتی ہے" حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بدری صحابی تھے۔ انہوں نے حضرت سالم کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ انہیں مولی ابی حذیفہ کہا جاتا تھا۔ جیسے حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا، اور ان کا نکاح کر دیا تھا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ انہیں اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ انہوں نے ان کا نکاح اپنی بھتیجی فاطمۃ بنت ولید بن عتبہ سے کر دیا تھا۔ یہ اولین مہاجرات میں سے تھیں۔ یہ قریش کی افضل خواتین میں سے تھیں۔ جب مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی تو ان سارے افراد کو ان کے والدوں کی طرف لوٹا دیا گیا۔ اگر کسی کے والد کے بارے میں علم نہ تھا تو اسے اس کے موالی کی طرف لوٹا دیا گیا۔ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں یہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ وہ میرے پاس آتا تھا۔ میرے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ ہمارے پاس ایک ہی گھر تھا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ امام زہری نے لکھا ہے "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے انہیں فرمایا "اسے اپنا دودھ پلا دو۔"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے ان کا نکاح حضرت ہند بنت ولید سے کیا تھا۔ یہ انصاری عورت کے غلام تھے۔ جیسے حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں جو شخص جس کو بیٹا بنا لیتا تو لوگ اسے اسی کی طرف منسوب

کر کے بلاتے تھے۔ وہ اس کا وارث بھی بنتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل کر دی۔ انہیں ان کے آباء کی طرف لوٹا دیا گیا۔ جس کا باپ معلوم نہ تھا وہ آزاد کردہ غلام اور دینی بھائی تھا۔ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں آئیں۔ یہ حضرت ابو حذیفہ کی زوجہ تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔" وہ میرے اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہی کمرے میں سوتا تھا۔ وہ مجھے اپنے سامنے دیکھ لیتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ اب رب تعالیٰ نے کیا احکام نازل کئے ہیں اب آپ کی کیا رائے ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اسے اپنا دودھ پلا دو" انہوں نے انہیں پانچ گھونٹ دودھ پلا دیا۔ وہ ان کے رضاعی بیٹے کی طرح تھے۔ اسی لئے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کو حکم دیتی تھیں کہ وہ اس شخص کو دودھ پلا دیں جسے ام المومنین دیکھنا پسند کرتی تھیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اگر بڑا ہوتا تو اسے پانچ گھونٹ پلا دیئے جاتے۔ حضرت ام سلمہ اور دیگر ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن انکار فرماتی تھیں کہ اس طرح کی رضاعت کی وجہ سے کوئی شخص ان کے پاس آئے، حتیٰ کہ وہ پنگوڑے میں ہی دودھ پی لیتا۔ وہ حضرت ام المومنین سے کہتی "بخدا! ہم نہیں جانتی کہ اس طرح کی رضاعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے لئے ہی مخصوص کی ہو۔"

امام احمد، امام بخاری اور ابو داؤد نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کر لی۔ ایک سیاہ فام لونڈی آئی۔ اس نے کہا "میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے" انہوں نے کہا "میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا۔

امام بخاری کی روایت میں ہے۔ "انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی نورنظر سے شادی کی۔ ایک عورت آئی۔ اس نے کہا "میں نے عقبہ کو دودھ پلایا ہے۔ اس عورت کو بھی دودھ پلایا ہے جس کے ساتھ انہوں نے شادی کی ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا "میں نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا نہ ہی تم نے مجھے بتایا۔ وہ جلد سوار ہو کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ تمہیں بتایا گیا ہے جو بتایا گیا ہے۔" حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔"

امام احمد اور امام ترمذی (انہوں نے اسے صحیح روایت لکھا ہے) نے حضرت حجاج بن حجاج سلمی نے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے دودھ پلانے کا حق کیسے اترے گا؟ آپ نے فرمایا: "اسے ایک غلام یا لونڈی دینے سے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی "رضاعت کے لئے کتنے گواہ کافی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ایک مرد اور ایک عورت" دارقطنی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کسی یہودن یا عیسائی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے اس کے بارے آپ سے التجاء کی۔ آپ نے انہیں منع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ تمہیں محصن نہ کرے گی۔"

امام شافعی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ضحاک بن فیروز دیلمی نے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میری زوجیت میں دو بہنیں ہیں" آپ نے فرمایا: "ان میں سے جسے چاہو طلاق دے دو۔"

شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا۔ مگر اس سے دخول سے پہلے طلاق دے دی۔ پہلے خاوند نے اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" حتیٰ کہ اس عورت سے دوسرا خاوند اس طرح لطف اندوز ہو جس طرح پہلے خاوند نے لطف اٹھایا۔"

امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے عرض کی گئی جو اپنی بیوی کو طلاق دے دے ایک شخص اس کے ساتھ نکاح کرلے۔ وہ دروازہ بند کرلے۔ پردہ لٹکا دے پھر دخول سے پہلے اسے طلاق دے دے۔" آپ نے فرمایا: "وہ پہلے کے لئے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ دوسرا اس کے ساتھ مجامعت کرلے۔"

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے محلل کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ حرص کا نکاح نہ ہو نہ ہی کتاب الٰہی سے مذاق کرتے ہوئے نکاح کیا گیا ہو حتیٰ کہ وہ اس کا مزہ چکھ لے۔"

ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت علقمہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں عاریۃً مانگے ہوئے بکرے کے بارے نہ بتاؤں۔" صحابہ کرام نے عرض کی "ضرور! یارسول اللہ! ﷺ" آپ نے فرمایا: "وہ محلل ہے" پھر آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے کردیا گیا ہو دونوں پر لعنت کی۔"

امام شافعی ابوداؤد اور دارقطنی طحاوی بغوی اور ابن قانع نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے اسلام قبول کیا تو میرے پاس آٹھ عورتیں (بیویاں) تھیں۔ میں نے اس امر کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "ان میں سے چار کو پسند کرو بقیہ کو جدا کردو۔"

امام شافعی نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اسلام قبول کیا تو میرے پاس پانچ بیویاں تھیں۔ میں نے اس کے بارے آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: "ان میں سے ایک کو جدا کردو، چار کو زوجیت میں رہنے دو" میں اپنی بیویوں کے پاس گیا۔ ان میں سے ایک ساٹھ سال سے میرے پاس تھی جو بانجھ تھی۔ میں نے اسے جدا کردیا۔"

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص مسلمان ہو کر آیا، پھر اس کی بیوی بھی مسلمان ہو کر آگئی۔ اس شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ اس نے میرے ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا تھا" آپ نے وہ عورت اسے لوٹادی۔

دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ میری عورت کسی چھونے والے کا ہاتھ واپس نہیں کرتی" آپ نے فرمایا: "اسے طلاق دے دو" اس نے عرض کی "میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں" آپ نے فرمایا: "پھر اسے روکے رکھو۔"

امام شافعی نے حضرت خزیمہ بنت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کی دبر (پیٹھ) میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "حلال ہے" جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا یا اسے بلانے کا حکم دیا۔ اسے بلایا گیا۔ آپ نے پوچھا "تم نے کیسے پوچھا کہ دونوں سوراخوں میں سے کس میں مجامعت کرنا جائز ہے۔ عورت کے پیچھے سے تو اس کی قبل (فرج) میں وظیفۂ زوجیت ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اس کی دبر (پیٹھ) میں جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں کرتا۔ "عورتوں کی پیٹھوں میں جماع نہ کیا کرو۔"

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں ہلاک ہوگیا۔" آپ نے پوچھا "تمہیں کس چیز نے ہلاک کیا؟ عرض کی "میں نے آج رات اپنا کجاوا الٹا کر دیا" آپ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۬ (البقرۃ: ۲۲۳)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔ سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔

اپنی زوجہ کی شرمگاہ (فرج) میں آگے پیچھے سے جماع کرلو لیکن اس کی پیٹھ اور حالت حیض میں جماع نہ کرو۔"

امام احمد نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھیں۔ آپ کی خدمت میں مرد اور خواتین حاضر تھیں۔ آپ نے فرمایا: "شاید کہ کوئی مرد بتادے کہ وہ اپنی اہلیہ سے کیا کرتا ہے۔ شاید ایک عورت بتادے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ کیا کرتی ہے؟ لوگ ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے۔ میں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ ﷺ! عورتیں بھی اس طرح کرتی ہیں۔ مرد بھی اس طرح کرتے ہیں" آپ نے فرمایا: "اس طرح نہ کیا کرو۔ اس کی مثال وہ شیطان ہے جو کسی شیطانہ کو سرِ راہ ملے اور اس پر چھا جائے۔ جبکہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں۔"

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا" امام احمد کی روایت میں ہے "ہم نے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "کرلیا کرو۔ رب تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ تمام پانی سے تو بچہ پیدا نہیں ہوتا۔"

امام عبدالرزاق اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کچھ مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر ہمارے پاس لونڈیاں ہوں تو کیا ہم ان سے عزل کرسکتے ہیں؟ یہودی گمان کرتے ہیں کہ یہ چھوٹا زندہ گاڑھ دینا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہود جھوٹ بولتے ہیں۔ یہود جھوٹ

بولتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بچہ تخلیق کرنا چاہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔" امام عبدالرزاق کے الفاظ یہ ہیں: "ایک انصاری صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ایک لونڈی ہے۔ میں اس کے ساتھ عزل کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "جو کچھ تقدیر میں ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔" کچھ مدت کے بعد ہی وہ حاملہ ہوگئی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ عرض کی: "وہ تو حاملہ ہوگئی ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس نفس کے بارے میں رب تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ پیدا ہو وہ ہو کر رہے گا۔"

امام احمد اور امام مسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عزل کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "تم پر کیا حرج ہے کہ تم نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے لکھ دیا ہے جس کی وہ روز قیامت تک تخلیق کرنے والا ہے۔"

امام احمد نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم خواتین میں تھیں۔ آپ نے ہمیں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: "نعمتوں کرنے والے کے انکار سے بچنا۔ شاید تم میں سے ایک کافی مدت تک اپنے والدین کے پاس رہے، حتیٰ کہ کافی عمر کی ہو جائے، پھر رب تعالیٰ اسے خاوند عطا کرے۔ رب تعالیٰ اسے اس سے مال اور اولاد عطا کرے۔ وہ ناراض ہو جائے تو کہنے لگے: "میں نے تو اس سے ایک روز بھی بھلائی نہیں دیکھی۔"

امام شافعی، شیخان، اور دار قطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہند بنت عتبہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: "ابوسفیان حریص شخص ہیں۔ وہ مجھے اتنا مال نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو۔ سوائے اس مال کے جو میں لے لوں اور انہیں خبر تک نہ ہو۔" آپ نے فرمایا: "اتنا مال بھلائی کے ساتھ لے لیا کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس ایک دینار ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے خود پر خرچ کرلو۔" اس نے عرض کی: "میرے پاس ایک اور ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے اپنی اولاد پر خرچ کرلو۔" اس نے عرض کی: "میرے پاس ایک اور بھی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے اپنی اہلیہ پر خرچ کرو۔"

امام احمد نے حضرت رائطہ زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ ایک ہنر مند عورت تھی۔ وہ سامان فروخت کرتی اور صدقہ کرتی تھیں ایک روز انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھے مشغول کر دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ صدقہ نہیں کر سکتی۔" انہوں نے کہا: "یہ پسندیدہ امر نہیں اس میں اجر نہ ہو اور تم یہ کام کرو۔" ان دونوں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: "حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: "جو کچھ تم ان پر خرچ کرتی ہو اس کا تمہیں اجر و ثواب ملتا ہے۔"

۱۹۔ طلاق، خلع، ایلاء، ظہار، لعان، الحاقِ ولد اور عدت کے بارے فتوے

ترمذی اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دی ہیں۔ بخدا میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا۔" آپ نے ان کی بات کو دہراتے ہوئے فرمایا: "بخدا! تم نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا۔" حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی بیوی لوٹا دی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دوسری اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں تیسری طلاق دے دی تھی۔"

دارقطنی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک انصاری شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ اس کے بچے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے والد نے ہماری والدہ کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں کیا ان کے لئے اس سے نکلنے کی کچھ راہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارا باپ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا ورنہ وہ اس سے نکلنے کی سبیل پیدا فرما دیتا۔" وہ عورت تین طلاقوں کی وجہ سے اس سے جدا ہوگئی ہے مگر یہ طلاقیں سنت کے مطابق نہیں ہیں جبکہ نو سو ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں گناہ ہیں۔"

دارقطنی نے لکھا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ اس کے سارے راوی مجہول ہیں۔ سوائے ہمارے شیخ اور ابن عبدالباقی کے، شیخان، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابویعلی، ابن مردود اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی جبکہ وہ حالت حیض میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے۔ آپ نے اسے فرمایا "اسے چاہیے کہ وہ رجوع کرلے اسے اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے اگر اس کے لئے لازمی ہو تو اسے طلاق دے دے جبکہ وہ پاکیزہ ہو اور یہ مباشرت سے قبل ہو۔ یہی وہ عدت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے پیش نظر رکھ کر عورتوں کو طلاق دی جائے۔"

پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی۔

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق:۱)

ترجمہ: جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے شکایت کی کہ اس کے آقا نے اس کا نکاح کیا اب وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس کے اور اس کی بیوی کے مابین جدائی ڈال دے۔ آپ نے اللہ رب العزت کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح

کرتے ہیں، پھر ارادہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے مابین جدائی ڈال دیں۔ ارے! طلاق کا وہی مالک ہے جو پنڈلی پکڑنے والا ہو۔" (جو خاوند ہو)

امام احمد نے حضرت ابوذر سے' دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے کیا خیال ہے"" الطلاق مرتان" تیسری طلاق کا تذکرہ کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا:" اس آیت طیبہ میں۔"

فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ: یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے آسانی کے ساتھ۔

شیخین نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ایک ماہ تک تشریف نہ لے جائیں گے۔ جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کے وقت ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ سے عرض کی گئی" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہ آئیں گے۔ آپ نے فرمایا:" کبھی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھائی کہ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ایک ماہ تک جلوہ گر نہ ہوں گے۔"

ترمذی' بیہقی اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنی زوجہ سے ظہار کیا تھا پھر اس کے ساتھ مباشرت کر بیٹھا تھا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی زوجہ سے ظہار کیا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ مباشرت کر بیٹھا ہوں" آپ نے فرمایا:" اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تمہیں اس کام پر کس چیز نے ابھارا" اس نے عرض کی" میں نے چاند کی چاندی میں اس کی پازیب کو دیکھا تھا" آپ نے فرمایا:" اس کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم وہ کفارہ ادا کرلو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے کہا" اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔ اس کے بارے میں کہا: تم اسے کوڑے لگاؤ گے، یا تم اسے قتل کر دو گے اگر انسان خاموش رہا تو وہ غیظ و غضب پر خاموش رہے گا۔ بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور پوچھوں گا۔ دوسرے روز وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی" اگر کوئی شخص کسی اجنبی مرد کو اپنی بیوی کے ہمراہ پائے تو وہ کیا کرے۔ کیا تم اسے کوڑے مارو گے۔ یا تم اسے قتل کر دو گے" اگر وہ خاموش رہے تو وہ غیظ و غضب پر خاموش رہے گا" آپ نے یہ دعا مانگی" مولا! مجھ پر یہ مسئلہ کھول دے" آپ دعا مانگنے لگے۔ اس وقت لعان کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ (النور:۶)

ترجمہ: اور وہ خاوند جو تہمت لگاتے ہیں اپنی بیویوں پر اور نہ ہوں ان کے پاس کوئی گواہ بجز اپنے۔

آپ نے اس شخص کو سارے لوگوں کے سامنے آزمائش میں ڈالا، اور وہ اس کی زوجہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے لعان کیا۔ مرد نے چار بار اپنا نام لے کر گواہیاں دیں کہ وہ سچوں میں سے ہے اس نے پانچویں بار کہا: ''اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو'' وہ بھی لعان کرنے لگی۔ آپ نے اسے رک جا' کہا، مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس نے لعان کیا۔ جب وہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا: ''یہ سیاہ فام گھنگھریالے بالوں والا بچہ لے کر آئے گی۔'' وہ سیاہ فام گھنگھریالے بالوں والا بچہ لے کر آئی۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ﷺ میرے ہاں کالا بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا ''کیا تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی ''ہاں! آپ نے فرمایا: ''ان کی رنگت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا ان میں سفید سیاہی مائل بھی ہیں؟ اس نے عرض کی ''ان میں سفید سیاہی مائل بھی ہیں'' آپ نے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کہاں سے آ گئے؟ اس نے عرض کی ''ایک رگ نے اس کا یہ رنگ کھینچ لیا'' آپ نے فرمایا: شاید کسی رگ نے اس کا رنگ بھی کھینچ لیا ہو۔'' آپ نے اسے اس بچے سے نفی کرنے کی اجازت نہ دی۔''

امام احمد نے حضرت مولیٰ آل زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی: ''میرا باپ زمعہ مر گیا ہے اس نے اپنی ام ولد کو چھوڑا ہے۔ ہم اس کو کسی مرد کے ساتھ (بدکاری) میں مبتلا سمجھتے تھے۔ اس نے ایسا بچہ جنم دیا ہے جو اس شخص کے مشابہ ہے جس کے ساتھ ہمیں اس کے بارے شبہ تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا ''تم تو اس سے پردہ کرو نا وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔ اس کے لئے وراثت ہے۔''

ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ! ﷺ میرے فلاں بیٹے نے زمانہ جاہلیت میں ایک لونڈی سے بدکاری کی۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں بیگانوں کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا درست نہیں۔ زمانہ جاہلیت کا امر ختم ہو گیا بچہ صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ زانی کا بچہ میں سے کوئی حصہ نہیں۔ وہ صاحب فراش کا ہے۔ زانی کو سنگسار کیا جائے گا، یا اس کے لئے صرف پتھر ہیں اور کچھ نہیں اس کے لئے صرف خسارہ اور نقصان ہے۔''

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، مگر ان کی زوجہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا ''میری بچی'' وہ بچی شیر خوار تھی۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا ''یہ میری بچی ہے'' آپ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ایک کونے میں بیٹھ جاؤ'' ان کی زوجہ سے فرمایا ''دوسرے کونے میں بیٹھ جا'' آپ ﷺ نے بچی کو ان کے درمیان بٹھایا۔ فرمایا ''تم دونوں اسے بلاؤ'' بچی اپنی

ماں کی طرف مائل ہوئی۔ آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے ہدایت نصیب فرما۔" بچی اپنے باپ کی طرف چلی گئی۔ انہوں نے اسے حاصل کر لیا۔"

امام احمد ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا نور نظر ہے۔ میرا پیٹ اس کے لئے پناہ گاہ تھا۔ میرے پستان اس کے لئے دودھ کا مشکیزہ تھے۔ میری گود اس کے لئے ملجا و ماویٰ تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اسے مجھ سے چھین لے" آپ نے فرمایا: "جب تک تم نکاح نہیں کرتی تم اس کی زیادہ مستحق ہو۔"

ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے اپنے خاوند کے ساتھ خلع کر لیا۔ آپ نے اس کی عدت ایک حیض مقرر فرمائی۔

امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کے انتقال کے بعد کئی راتیں نفاس کا خون آیا وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور نکاح کرنے کا اذن طلب کیا آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ انہوں نے نکاح کر لیا۔"

امام احمد، امام شافعی اور امام بخاری نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے حاملہ خواتین کی عدت کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "ان کی عدت وضع حمل ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خیمہ کے پاس لایا گیا۔ جس کے اندر ایک عورت کی زچگی کا وقت تھا۔ آپ نے فرمایا: "شاید اس کا ارادہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ صحبت کرے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ہاں!" آپ نے فرمایا: "میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اس پر اس طرح کی لعنت کروں جو اس کے ساتھ اس کی قبر میں داخل ہو۔ وہ اس کا کیسے وارث بنے گا، حالانکہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ وہ اسے کیسے خدمت کے لئے کہے گا وہ اس کے لئے حلال ہی نہیں ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی زوجیت میں ام کلثوم بنت عقبہ تھیں۔ انہوں نے انہیں کہا جبکہ وہ حاملہ تھیں "میں پسند کرتی ہوں کہ تم مجھے ایک طلاق دے کر خوش کرو" انہوں نے اسی طرح کیا۔ وہ مسجد گئے۔ واپس آئے تو انہوں نے بچہ جنم دے دیا تھا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے، اور جو کچھ کہا تھا اس کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "نوشتہ اپنی مدت تک پہنچ چکا ہے اسے اس کے نفس کی طرف ہی پیغام نکاح دو" انہوں نے فرمایا: "اس نے مجھے دھوکہ دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اسے دھوکہ کی سزا دی۔"

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن عبدالرحمان روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی بہن، نے انہیں بتایا ہے کہ حضرت ابو حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقیں دے دیں، پھر یمن چلے گئے۔ ان کے اہل خانہ نے

انہیں کہا ''تمہارا نفقہ ہم پر لازم نہیں ہے۔'' حضرت خالد بن ولید کچھ ساتھیوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ انہوں نے کہا ''ابو حفص نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دی ہیں کیا اسے نفقہ ملے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے لئے نفقہ نہیں۔ اس پر عدت گزارنا لازم ہے۔ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ ''اپنے نفس کے بارے مجھ سے سبقت نہ لے جانا'' آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر منتقل ہو جائیں پھر ان کو پیغام بھیجا کہ حضرت ام شریک کے گھر اولین مہاجرین آتے ہیں تم حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر چلی جاؤ۔ وہ نابینا ہیں جب تم اپنی اوڑھنی رکھ دوگی وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے۔'' وہ ان کے گھر چلی گئیں۔ جب ان کی عدت گزر گئی تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔''

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میری خالہ کو طلاق ہوگئی۔ انہوں نے اپنی کھجور کے پھل کو چننے کا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے انہیں باہر نکلنے پر جھڑکا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آئیں۔ آپ نے فرمایا: بلکہ تم اپنی کھجور کے پھل کو چنو۔ شاید کہ تم اس سے صدقہ کرو۔ یا بھلائی کے کام کرو۔'' امام بیہقی نے حضرت زینب بنت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت سعید کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی بہن فریعہ بنت مالک اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ طیبہ کی کسی بستی میں تھیں ان کے خاوند نے کافروں کا تعاقب کیا مگر انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ اپنے گھر کی وحشت کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: وہ اس گھر میں ہیں جوان کا نہیں ہے۔ انہوں نے اجازت طلب کی۔ وہ اپنے بھائیوں کے گھر مدینہ طیبہ میں آ جائیں، پھر آپ نے انہیں یاد فرمایا، اور فرمایا: ''تم اس گھر میں سکونت رکھو جس میں تمہیں تمہارے خاوند کی موت کا پیغام ملا ہے حتیٰ کہ عدت ختم ہو جائے۔''

شیخین نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری نور نظر کا خاوند مر گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے، کیا وہ آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' آپ نے دو یا تین بار یہی جواب دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ صرف چار ماہ دس دن کی بات ہے، جبکہ زمانہ جاہلیت میں تم میں سے ایک عورت ایک سال کے بعد مینگنیاں پھینکتی تھی۔''

شیخین اور بیہقی نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی کہ اس کی نور نظر کا خاوند فوت ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھ میں تکلیف ہے وہ سرمہ ڈالنا چاہتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تو صرف چار ماہ دس دنوں کی بات ہے۔ زمانہ جاہلیت میں تم میں سے کوئی عورت ایک سال کے ختم ہونے کے بعد مینگنیاں پھینکتی تھی۔''

ابو داؤد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو میں

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ایلوا لگا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: "یہ ایلوا ہے اس میں خوشبو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "یہ چہرے کے حسن کو بڑھاتا ہے۔ اسے صرف رات کے وقت لگایا کرو۔ دن کے وقت اسے اتار دیا کرو۔ نہ تو خوشبو لگا کر کنگھی کیا کرو۔ نہ ہی مہندی لگانا یہ خضاب ہے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کیا کروں؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے سر پر بیری کے پتوں کا لیپ کرلیا کرو۔"

۲۰- جنابات اور حدود کے بارے کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت مرید بن عبداللہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے آمر (حکم دینے والے) اور قتل کرنے والے کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "آگ کو ستر اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے آمر کے لیے ۱۶۹ اجزاء ہیں جبکہ قاتل کے لیے ایک جزء ہے۔ جو اسی کے لیے کافی ہے۔"

شیخان نے حضرت عدی بن خیار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مقداد بن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں کفار کے کسی شخص کو دیکھوں۔ ہم باہم نبرد آزما ہو جائیں۔ وہ تلوار مار کر میرا ایک ہاتھ کاٹ دے، پھر مجھ سے دور ہٹ کر درخت کی پناہ میں چلا جائے۔ وہ کہے: "میں اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام لایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں اسے یہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دوں؟" آپ نے فرمایا: "تم اسے قتل نہ کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس نے میرا ایک ہاتھ بھی کاٹ دیا ہو۔ اسے کاٹنے کے بعد اس نے یوں کہا ہو۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے مقام پر ہوگا اس سے قبل نہ تم اسے قتل کرتے۔ تم اس کے مقام پر ہوں گے اس سے قبل کہ وہ وہ کلمہ کہتا جو اس نے کہا: "یعنی خون کے مباح ہونے کے اعتبار سے، کیونکہ کافر کا خون اسلام قبول کر لینے سے پہلے مباح تھا۔ جب اس نے اسلام قبول کرلیا، پھر کسی نے اسے قتل کر دیا، تو اس کا قاتل مباح الدم ہوگا۔ یہ قصاص کے لیے ہوگا، کیونکہ اب وہ کفر میں اس کے مقام پر ہے۔"

امام نسائی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جاؤ۔ اسے اسی طرح قتل کرو جس طرح اس نے تمہارے بھائی کو قتل کیا تھا۔" اس شخص نے اسے کہا: "اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مجھے معاف کر دو یہ تمہارے لیے بڑے اجر کا باعث ہوگا۔ یہ تمہارے لیے اور تمہارے بھائی کے لیے روزِ حشر بہتر ہوگا۔" اس نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کو بتا دو۔" آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے بتا دیا جو کچھ اس نے اسے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس پر سختی کرو۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ روزِ حشر تمہارے ساتھ کرنے والا ہے۔ وہ کہے گا: "مولا! اس سے پوچھ اس نے مجھے کس لیے قتل کیا ہے؟"

امام بیہقی نے حضرت ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے بازو پر مارا۔

امام احمد، شیخان، بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح زید بن خالد جہنی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ سے اس لونڈی کے متعلق پوچھا گیا جو بدکاری کرے مگر وہ غیر شادی شدہ ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر وہ بدکاری کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر بدکاری کرے تو اسے کوڑے مارو، تو اسے بیچ دو خواہ ایک رسی کے عوض ہی۔''

امام احمد نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسلم میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''ایک نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے۔'' اس نے اس عورت کا نام بھی لیا۔ آپ نے اس عورت کو بلایا اور اسے وہ کچھ بتایا جو اس مرد نے کہا تھا مگر اس عورت نے انکار کر دیا۔ آپ نے مرد پر حد لگا دی اور عورت کو چھوڑ دیا۔''

امام مسلم نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پاک فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تیری خیر! واپس جا۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔'' وہ کچھ فاصلہ تک گئے پھر واپس آ گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پاک فرمائیں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ جب انہوں نے چوتھی بار اسی طرح کہا تو آپ نے پوچھا: ''میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟'' انہوں نے عرض کی: ''بدکاری سے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا اسے جنون ہے؟'' آپ سے عرض کی گئی کہ وہ مجنون نہیں ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟'' ایک شخص اٹھا اس نے انہیں سونگھا مگر ان سے شراب کی بو نہ پائی۔ آپ نے انہیں پوچھا: ''کیا تم نے بدکاری کی ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے حکم دیا تو انہیں رجم کر دیا گیا۔ دو یا تین ایام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: ''ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کرو۔ انہوں نے اسی طرح توبہ کی ہے کہ اگر اسے امت میں تقسیم کیا جاتا تو اسے کافی ہو جاتا۔'' پھر ازد میں غامد قبیلے کی ایک عورت حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پاک فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تیری خیر! واپس چلی جا۔ رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اس کی بارگاہ میں توبہ کر۔'' اس نے کہا: ''آپ مجھے بھی اسی طرح واپس فرما رہے ہیں جیسے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو واپس کیا تھا۔ وہ تو زنا سے حاملہ ہے'' آپ نے پوچھا ''تو؟'' اس نے عرض کی ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''حتیٰ کہ تمہارا وضع حمل ہو جائے۔'' ایک انصاری شخص نے اس کی کفالت کی حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو گیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: ''غامدیہ نے بچہ پیدا کر دیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر ہم اسے رجم نہیں کریں گے ورنہ ہم اس کے بچے کو اس طرح چھوٹا چھوڑیں گے کہ اسے دودھ پلانے والی کوئی نہ ہو گی۔'' ایک انصاری شخص نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی رضاعت میرے ذمہ ہے۔'' آپ نے اسے رجم کر دیا۔''

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اپنی اہلیہ کے پاس ایک شخص کو پاؤں تو میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں حتیٰ کہ میں چار گواہ لے کر آؤں'' آپ نے

فرمایا: ''ہاں! اس نے عرض کی'' ہرگز نہیں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے قبل ہی تلواروں کے ساتھ اس کا کام تمام کر دوں گا'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ذرا سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ یہ غیور ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ غیور ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔''

شیخین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا ''کیا تم نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا ہے کہ کیا خیال ہے کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی اجنبی مرد کو دیکھے اور وہ اسے قتل کر دے تو کیا اسے اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا یا وہ کیا کرے؟ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری اہلیہ کے بارے میں قرآن پاک نازل کر دیا ہے۔ آپ نے لعان کا حکم دیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ لعان کیا، پھر عرض کی'' یارسول اللہ ﷺ اگر میں نے اسے روکے رکھا تو میں اس پر ظلم کروں گا۔'' انہوں نے اسے طلاق دے دی، پھر وہ لعان کرنے والوں کے مابین یہی سنت قائم ہو گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ذرا دیکھو اگر اس عورت نے کالا، سیاہ، سیاہ آنکھوں والا، بڑی بڑی پنڈلیوں والا موٹے پاؤں والا بچہ جنم دے، تو میرا گمان ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے اگر اس نے تھوڑا سا سرخ بچہ جنم دے دیا گویا کہ میرا گمان ہے تو حضرت عویمر نے اس کے بارے میں جھوٹ بولا ہو گا۔ اس نے اس حلیے کا بچہ جنا جیسے آپ نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے لئے بیان کیا تھا۔ اس کے بعد وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا تھا۔

شیخین نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں۔'' اس کا مخالف اٹھا اس نے کہا ''اس نے سچ کہا ہے۔ یارسول اللہ! ﷺ اس کے لئے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ میرا بیٹا اس کے گھر مزدور تھا اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ میں نے ایک سو بکریاں اور لونڈی اس کے فدیے میں دے دی، پھر میں نے اہل علم سے پوچھا۔ انہوں نے کہا ''میرے بچے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے'' آپ نے فرمایا: ''بخدا! میں تمہارے مابین کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور لونڈی تمہیں واپس کر دی جائے گی۔ تمہارے بیٹے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ اے انیس! تم اس عورت کے پاس جاؤ اسے رجم کر دو۔'' انیس گئے اور اس عورت کو رجم کر دیا۔''

ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''یہودی اپنوں میں سے ایک مرد اور عورت کو لے کر آئے۔ انہوں نے بدکاری کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس اپنے دو عالم افراد لے کر آؤ۔ ان دونوں نے کہا'' ہم تورات میں پاتے ہیں کہ جب چار افراد اس طرح گواہی دیں کہ اس نے مرد کے ذکر کو عورت کی فرج میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سرمچو ہو تو ان کو رجم کر دیا جائے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم انہیں رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا'' ہمارا

تسلط ختم ہو گیا ہے۔ ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں" آپ نے گواہوں کو بلایا۔ چار گواہ آئے انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے مرد کی ذکر کو عورت کی فرج میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سرچو ہو" حضور ﷺ نے انہیں رجم کر دینے کا حکم دیا۔

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو بکر بن لیث میں سے ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ چار بار زنا کیا ہے۔ آپ نے اسے ایک سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ وہ کنوارا تھا، پھر آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ اس نے چار بار اس عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ آپ نے اسے ایک سو کوڑے مارنے کا حکم دیا وہ کنوارا تھا، پھر عورت کے خلاف گواہ طلب کئے۔ اس نے کہا" یارسول اللہ ﷺ! بخدا! اس نے جھوٹ بولا ہے۔"

آپ نے اس کو بہتان کی حد اسی کوڑے لگائے۔

امام احمد نے حضرت ابو امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا۔ اس نے اعتراف جرم کیا، مگر اس کے پاس سامان نہ تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا" میرا گمان نہیں کہ تم نے چوری کی ہو؟ اس نے عرض کی" ہاں" اس نے دو یا تین بار اسی طرح کہا۔ آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ آپ کے حکم پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر اسے لے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا" یوں کہو: "استغفر الله واتوب اليه" اس نے اس طرح کہا" آپ نے عرض کی" مولا! اس کی توبہ قبول فرما۔"

امام احمد اور بیہقی نے حضرت مسعود بن اسود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس مخزومیہ کے بارے کہا جس نے کپڑا چوری کیا تھا کہ وہ اس کا فدیہ چالیس اوقیہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:" اس کا پاک ہو جانا ہی اس کے لئے بہتر ہے" آپ نے حکم دیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس کا تعلق بنو عبد الاسد کے ساتھ تھا۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کتنی مالیت کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا:" لٹکے ہوئے پھل میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" جب وہ کھلیان میں آ جائے تو ڈھال کی قیمت کے برابر سامان کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جب سامان پہاڑ کے دامن میں ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب وہ باڑا میں آ جائے تو ڈھال کی قیمت کے برابر سامان چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔"

ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا:" جب وہ کھلیان میں آ جائے اور کوئی اسے چرا لے اور اس سامان کی قیمت ڈھال کے برابر ہو تو اس میں قطع ید ہے۔"

امام احمد، امام مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ میں سو رہا تھا کہ چور آیا اس نے میرے کپڑے چرا لیے ہم نے اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا آپ نے اس کا ہاتھ

کاٹنے کا حکم دیا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!کیاایسی بکری کو چوری کرنے میں اس کا ہاتھ کٹے گا جس کی قیمت تیس دراہم ہے۔میں اسے یہ ھبہ کرتا ہوں۔

ابوداؤدوامام نسائی نے حضور اکرم ﷺ کے بعض انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بیمار بن گیا۔اس کا مرض طوالت اختیار کر گیا۔وہ ہڈیوں پر چمڑارہ گیا۔کسی کی لونڈی اس کے پاس گئی۔وہ اس پر خوش ہوا۔اس نے اس کے ساتھ بدکاری کر دی۔جب اس کی قوم کے افراد اس کی عیادت کے لئے آئے تو اس نے انہیں یہ بات بتادی۔اس نے ان سے کہا"میرے بارے حضور اکرم ﷺ سے فتویٰ طلب کرو۔میں نے اس لونڈی کے ساتھ بدکاری کر دی ہے،جو میرے پاس آئی تھی۔صحابہ کرام نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔انہوں نے عرض کی:"ہم نے مرض کی شدت کسی اور پر نہیں دیکھی جتنی اس پر ہے اگر ہم نے اس پر سزا طاری کی تو اس کی ہڈیاں چورہ ہو جائیں گی"وہ صرف ہڈیوں پر چمڑارہ گیا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس کے لئے ایک سوشاخیں لیں اور اسے ایک ہی دفعہ ماردیں۔"

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے قتال کیا۔اس میں زیادتی کی۔وزن کیا۔اس میں بھی زیادتی کی۔حرمتوں کو پامال کیا۔انہوں نے عرض کی:"محمد مصطفیٰ ﷺ جس امر کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ عمدہ ہے،کاش!آپ ہمیں بتادیں کہ جو کچھ ہم کرتے تھے اس کا کفارہ کیا ہے؟اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ (الفرقان:۶۱/۷۰)

ترجمہ:اور جو پوجتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کریں اور جو یہ کام کرے گا تو وہ پائے گا سزا۔دوگناہ کر دیا جائے گا اس کے لئے عذاب روز قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل وخوار ہو کر مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں بدل دے گا اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے۔

اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو ایمان میں بدکاری کو پاکدامنی میں تبدیل کر دے گا۔یہ آیت طیبہ بھی نازل ہوئی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (الزمر:۵۳)

ترجمہ:آپ فرمایئے اے میرے بندو!جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہوجاؤ اللہ کی رحمت سے۔

۲۱۔قسموں اور نذروں کے بارے میں کچھ فتوے

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے لات و عزیٰ کی قسم اٹھادی۔میرے ساتھیوں نے مجھے کہا"تم نے بے ہودہ بات کی ہے۔"میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس کا تذکرہ کیا۔آپ نے فرمایا:"اس طرح کہو:

لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك والحمد وهو على كل شئ قدير۔

اپنے بائیں سمت تھوک دو۔اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگو پھر ایسا کام نہ کرنا۔"

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جس نے اپنی قسم کے ساتھ کسی مسلمان کا حق مارا رب تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اس کے لئے آگ کو لازم کر دیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"خواہ وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا:"خواہ وہ اراک کی شاخ ہو۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رات کو کافی دیر تک بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہا، پھر وہ اپنے اہل خانہ کے پاس گیا۔اس نے دیکھا کہ اس کے بچے سو چکے تھے۔اس کے اہل نے اسے کھانا پیش کیا۔اس نے قسم اٹھائی کہ وہ بچوں کے لئے نہیں کھائے گا، پھر اس کے لئے معاملہ عیاں ہو گیا اس نے کھانا کھا لیا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس امر کا تذکرہ کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"جو کسی چیز پر قسم اٹھائے پھر اس کے علاوہ کسی چیز کو بہتر پائے تو وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر لے۔"

امام نسائی نے حضرت ابوالاحوص جشمی رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اپنے چچازاد کے پاس جاؤں۔اس سے سوال کروں مگر وہ مجھے عطا نہ کرے نہ ہی میرے ساتھ صلہ رحمی کرے، پھر وہ میرا محتاج ہو جائے۔وہ مجھ سے سوال کرے حالانکہ میں نے قسم اٹھا رکھی ہو کہ میں اسے کچھ بھی عطا نہ کروں گا، نہ ہی اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا؟ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس کام کو کرلوں جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارا ادا کروں۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت سعید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ کئے ہوئے نکلے۔ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ان کے دشمن نے انہیں پکڑ لیا۔اس نے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ قسم اٹھائیں۔میں نے قسم اٹھادی کہ وہ میرا بھائی ہے اس نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اس امر کا تذکرہ کیا۔آپ نے فرمایا:"تم ان میں سے زیادہ پاکباز اور سچے ہو۔تم نے سچ کہا ہے۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔"امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

اپنا جھگڑا پیش کیا۔حضور اکرم ﷺ نے گواہ کے متعلق پوچھا۔اس کے پاس گواہ نہ تھے۔آپ نے اس شخص کو قسم اٹھانے کے لئے کہا جس سے تقاضا کیا جارہا تھا۔اس نے یوں قسم اٹھادی۔

بالله تعالیٰ لا اله الا هو ما فعلت۔

21

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"تم نے یہ کام تو کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں لا اله الا الله کو خلوص کے ساتھ کہنے کی وجہ سے معاف کر دیا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوگیا۔آپ نے اس کے متعلق پوچھا صحابہ کرام نے عرض کی"یہ ابو اسرائیل ہے۔اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا ہی رہے گا"نہ ہی بیٹھے گا'نہ ہی سایہ حاصل کرے گا نہ ہی محوگفتگو ہوگا۔وہ روزہ رکھے گا"آپ نے فرمایا:
"اسے حکم دو۔وہ کام کرے سایہ حاصل کرے بیٹھے'اپنا روزہ مکمل کرلے۔"

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! ﷺ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک دن اعتکاف بیٹھوں گا (یا ایک رات مسجد حرم میں اعتکاف بیٹھوں گا) آپ نے فرمایا:"اپنی نذر کو پورا کرو"ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی۔میں نے اسلام لانے کے بعد آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:"اپنی نذر پورا کرو۔"

شیخین'امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"میری بہن نے نذر مانی'وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں بیت اللہ جائے گی۔اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے پوچھوں۔میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:"اپنی بہن کو حکم دو کہ وہ سوار ہوجائے۔سر کو ڈھانپے اور تین دن کے روزے رکھ لے۔"

امام بغوی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے)'اسماعیلی'ابن قانع اور ابونعیم نے حضرت بشیر الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں نہ تو اونٹ کا گوشت کھاؤں گا اور نہ ہی شراب پیوں گا"آپ نے فرمایا:"اونٹوں کا گوشت کھاؤ'لیکن شراب نہ پیو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی۔اس امر کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا گیا عرض کی گئی کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی۔آپ نے فرمایا:
"اللہ رب العزت تمہاری بہن کے چلنے سے مستغنی ہے۔وہ سوار ہوجائے اور اونٹ ذبح کردے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دوران خطبہ دیکھا کہ ایک اعرابی دھوپ میں کھڑا تھا۔آپ نے اسے پوچھا"تمہیں کیا ہوا ہے؟اس نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ میں نے نذر مانی ہے میں لگاتار دھوپ میں ہی کھڑا رہوں گا حتیٰ کہ آپ فارغ ہوجائیں گے"آپ نے فرمایا:"یہ نذر نہیں'نذر تو وہ ہوتی جس سے رضائے الٰہی

مقصود ہو۔"

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے دو افراد دیکھے جو باہم بندھے ہوئے بیت اللہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "انہیں کیوں باندھا گیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے نذر مانی تھی کہ ہم اسی طرح بندھے ہوئے بیت اللہ کی طرف سفر کریں گے" آپ نے فرمایا: "یہ نذر نہیں ہے" انہوں نے خود کو کھول لیا۔ سراج نے اپنی حدیث میں لکھا ہے" آپ نے فرمایا: "نذر وہ ہوتی ہے جس کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کا قصد کیا گیا ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی "میری امی کا وصال ہو گیا ہے۔

ابو داؤد نے حضرت عمرو سے انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ میں آپ کے سر اقدس کے پاس دف بجاؤں گی۔" آپ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرلو۔"

۲۲۔شکار اور ذبیحوں کے بارے کچھ فتوے

شیخین اور نسائی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ایسی قوم ہیں جو کتوں سے شکار کرتے ہیں" آپ نے فرمایا: "جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو دیکھو کہ اس نے شکار کو مارا ہے تو کھالو۔ اگر اس نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو تو نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے وہ جانور اپنے لئے روکا ہے۔ میں نے عرض کی: "اگر میں اپنا کتا بھیجوں اور اس کے ساتھ کسی اور کتے کو پالوں تو؟ آپ نے فرمایا: "اسے نہ کھاؤ تم نے اپنا کتا تو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی تھی، لیکن دوسرے کتے پر بسم اللہ نہ پڑھی تھی۔"

امام احمد اور دار قطنی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی "اگر میں کسی جانور پر تیر پھینکوں اور وہ نشانے پر لگے۔ مجھے شکار شدہ جانور ایک یا دو ایام کے بعد ملے" آپ نے فرمایا: "جب تم اس پر قادر ہوں اس پر تمہارے تیر کے علاوہ اور کوئی اثر نہ ہو تو کھالو اگر اپنے تیر کے علاوہ کسی اور چیز کا نشان پاؤ تو اسے نہ کھاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ تم نے اسے مارا ہے یا کسی اور چیز نے۔ جب تم اپنا کتا چھوڑو۔ وہ شکار کو روک لے، تم اسے پالو تو اسے ذبح کر ڈالو۔ اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے شکار پکڑ رکھا ہے اور اس نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا تو اسے کھالو اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے اسے مار ڈالا ہے اور اس سے کھایا بھی ہے تو اس سے کچھ نہ کھاؤ۔ اسے اس نے اپنے لئے روکا ہے۔"

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں اپنے کتے کو بھیجتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں۔ دوسرا کتا میرے کتے کے ساتھ مل جاتا ہے۔ وہ شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔ وہ شکار کو مار ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اسے نہ کھاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ کیا

تمہارے کتے نے اسے مارا ہے یا کسی اور کے کتے نے مارا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایسی سرزمین پر رہتے ہیں جہاں اہل کتاب بھی رہتے ہیں۔ کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ وہ شکار کی زمین ہے میں اپنی کمان اور کتوں کے ساتھ شکار کرتا ہوں جن میں کچھ سدھائے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ سدھائے ہوئے نہیں ہوتے۔ اب میرے لئے کیا مناسب ہے؟ آپ نے فرمایا: "جہاں تک تم نے اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا ہے۔ اگر ان کے علاوہ برتن پالو تو ان میں کھاؤ۔ اگر ان کے علاوہ برتن نہ پاؤ تو انہیں دھولو اور ان میں کھالو جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اس پر رب تعالیٰ کا نام نامی پڑھو اور اسے کھالو جو تمہارا سدھایا ہوا کتا شکار کرے اس پر تم نے رب تعالیٰ کا نام لیا ہو تو اسے کھالو، جسے تم غیر سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرو اگر تم اسے ذبح کرلو تو اسے کھالو۔"

امام ترمذی، امام نسائی اور ابو داؤد نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکار کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "جب تم اپنا تیر پھینکو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو اگر تم دیکھو کہ اسے مارا جا چکا ہے تو تم اسے کھالو الا یہ کہ تم اسے اس طرح پاؤ کہ وہ پانی میں گرا ہوا ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو سکے کہ اسے پانی نے مارا ہے یا تمہارے تیر نے۔"

امام احمد نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک سدھایا ہوا کتا ہے۔ مجھے اس کے شکار کے بارے بتائیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تمہارا سدھایا ہوا کتا ہے تو جسے وہ تمہارے لئے روکے تم اسے کھالو" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم خواہ وہ ذبح شدہ ہو یا غیر ذبح شدہ" آپ نے فرمایا: "خواہ وہ ذبح شدہ ہو یا غیر ذبح شدہ" انہوں نے عرض کی: "اگر اس نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو؟ آپ نے فرمایا: "اگرچہ اس نے اس میں سے کچھ بھی نہ لیا ہو" انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے میری کمان کے بارے بتائیں" آپ نے فرمایا: "جسے تمہاری کمان تمہارے لئے روک دے اسے کھالو" انہوں نے عرض کی: "خواہ وہ ذبح شدہ ہو یا غیر ذبح شدہ؟ آپ نے فرمایا: "خواہ وہ ذبح کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو" وہ عرض گزار ہوئے "اگر وہ جانور مجھ سے غائب ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ تم سے غائب ہو جائے جب تک کہ اس میں تغیر رونما نہ ہوا ہو یا تجھے اس میں اپنے تیر کے علاوہ کوئی اور اثر دکھائی نہ دے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے بتائیں جبکہ ہمارے لئے ان کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہو" آپ نے فرمایا: "جب تم ان پر مجبور ہوں تو انہیں دھولو اور ان میں پی لیا کرو۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابو العشراء رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ذبح صرف حلق اور سینے (ہار پہننے کی جگہ) پر ہی ہو سکتا ہے؟ آپ

نے فرمایا" اگر تم نے اس کی ران پر نیزہ مار دیا تو یہ بھی تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔"

امام احمد، امام بیہقی اور ابو داؤد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جنین کے بارے میں پوچھا جو مادہ جانور کے پیٹ میں ہو کیا ہم اسے کھالیں یا ہم اسے پھینک دیں" آپ نے فرمایا: "اگر تمہیں پسند ہو تو اسے کھالو اس کا ذبح اس کی ماں کے ذبح میں ہے۔"

امام شافعی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ہم نے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جب ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ ہمارے پاس چھری بھی نہ ہو کیا ہم اسے بانس وغیرہ کے چھلکے سے ذبح کر سکتے ہیں۔" حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "ہر اس چیز سے بھی جو خون بہا دے اور اس پر وقت ذبح رب تعالیٰ کا نام لیا جائے اسے کھالو اور یہ دانت یا ناخن سے ذبح کیا جائے دانت انسانی ہڈیوں میں سے ہے، اور یہ ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی ایک شکار تک پہنچتا ہے اس کے پاس چھری نہیں ہوتی کیا وہ پتھر اور عصا کی دھار سے ذبح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جس چیز سے چاہو خون بہا دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لو۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک قوم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کچھ لوگ گوشت لے کر آتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے وقت ذبح ان پر رب تعالیٰ کا نام لیا تھا یا نہیں کیا ہم ان میں سے کھالیں" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لو اور کھالو" اس وقت لوگ نئے نئے کفر سے تائب ہوئے تھے۔

دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم میں سے ایک شخص ذبح کرے مگر رب تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ہر مسلم پر اللہ تعالیٰ کا نام لے۔"

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "یہود بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی:۔ "کیا ہم اسے کھالیں جسے ہم نے خود مارا ہے اور اسے نہ کھائیں جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے؟" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۲۱)

ترجمہ: اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا اللہ کا نام اس پر اور اس کا کھانا نافرمانی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ کیا بجو کھانا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی بجو کھاتا ہے؟ میں نے آپ سے بھیڑیئے کو کھانے کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی ایسا شخص بھیڑیا کھاتا ہے جس میں بھلائی ہو" ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے کہ آپ سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "میں اسے نہ حلال کرتا ہوں نہ ہی حرام کرتا ہوں۔"

امام احمد الطبرانی نے الکبیر میں حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ایسی سرزمین میں رہتے ہیں جہاں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے کون سا مردار درست ہے؟" آپ نے فرمایا: "جب تمہیں شام کا پیالہ اور صبح کا پیالہ نہ ملے اور تمہیں کچھ پھل نہ ملے تو تم اسے استعمال کر سکتے ہو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں آپ کے ساتھ داخل ہوئے۔ آپ کی خدمت میں بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس سے ہاتھ مبارک اٹھا لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی 'یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ گوہ حرام ہے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! لیکن یہ میری قوم کی زمین پر نہیں پائی جاتی۔ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے گوہ اپنی طرف کھینچی اور اسے کھانے لگا۔ حضور اکرم ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے۔" دوسرے الفاظ یہ ہیں: "میں نہ تو اسے کھانے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں۔" یا فرمایا: "میں نہ تو اسے حلال کرتا ہوں نہ ہی اسے حرام کرتا ہوں۔"

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جب میں گوشت کھا لیتا ہوں تو عورتوں کے لئے میری خواہش بڑھ جاتی ہے۔ مجھے شہوت آ لیتی ہے۔ میں نے گوشت کو خود پر حرام کر دیا ہے" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص (المائدہ: ۸۷۔۸۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ حرام کرو پاکیزہ چیزوں کو جنہیں حلال فرمایا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور نہ حد سے بڑھو۔ بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے تجاوز کرنے والوں کو۔ کھاؤ اس سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ۔

امام مسلم نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا تو اس سے تناول فرما لیتے، بقیہ کھانا ہمیں واپس بھیج دیا جاتا۔ ایک دن آپ نے کھانا واپس کر دیا۔ اس سے تناول نہ فرمایا تھا، کیونکہ اس میں لہسن ڈالا گیا تھا۔ میں نے عرض کی: "کیا یہ حرام ہے"؟ آپ نے فرمایا: "نہیں! میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔"

امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پیاز ڈالا گیا تھا۔ آپ

نے فرمایا: "اسے کھالو" آپ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔"

ابن ماجہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے گھی، پنیر اور گورخر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ جس سے میں خاموش رہوں وہ ایسی چیز ہے جس سے اس نے درگزر کیا ہے۔"

امام احمد، ابو داؤد نے حضرت قبیصہ بن ہلب سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے جبکہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی "میں بعض اشیاء کو کھانے سے پریشانی محسوس کرتا ہوں" آپ نے فرمایا: "کھانے میں سے کوئی چیز تمہارے دل میں خدشہ پیدا نہ کرے مگر جس میں عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہو۔"

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کسی مہم پر بھیجتے ہیں ہم ایسی قوم کے پاس فروکش ہوتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتی۔ اس میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے ہمیں بتایا' اگر تم کسی قوم کے ہاں فروکش ہوں اگر تمہیں وہ کھانا دیں جو مہمان کا حق ہوتا ہے تو اسے قبول کر لو اگر وہ اس طرح نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق لے لو۔"

امام ترمذی نے حضرت عوف بن مالک جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے اگر میں کسی شخص کے پاس سے گزروں وہ نہ تو مجھے مہمان بنائے نہ ہی میری ضیافت کرے، پھر وہ میرے پاس سے گزرے تو کیا میں اس کی مہمان نوازی کروں۔ یا اسے چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: "اس کی مہمان نوازی کرو۔"

امام مالک اور امام احمد نے ضمرہ کے ایک شخص سے اور اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "میں عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا۔" گویا کہ آپ نے یہ نام ناپسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "جس کے ہاں بچہ پیدا ہو۔ وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ (عقوق) نافرمانی کو پسند نہیں کرتا" آپ نے یہ نام پسند نہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا "جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ بچے کی ولادت پر دو بکرے اور بچی کی ولادت پر ایک بکرا ذبح کرے" آپ نے فرمایا "فرع (قربانی کا جانور) حق ہے تم اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ جوان اور موٹا ہو جائے۔ وہ ابن مخاض یا ابن لبون ہو تو اسے بیوگان کو دے دو۔ یا اس پر راہ خدا میں سوار کرا دو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اسے ذبح کر دو اس کا گوشت اس کے بالوں کے ساتھ چپکا یا جائے تیرا برتن کافی ہو جائے اور میری اونٹنی اسے پھیر دے۔"

۲۳۔مشروبات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتوے

الطبرانی نے حضرت مثنیٰ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں مروان بن حکم کے پاس تھا۔ان کی خدمت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے۔مروان نے انہیں کہا"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔آپ مشروب میں پھونک مارنے سے منع کرتے تھے۔ایک شخص نے عرض کی"ان تنکوں کے بارے کیا حکم ہے جسے میں برتن میں دیکھوں؟آپ نے فرمایا:"اسے گرادو"اس نے عرض کی"میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا۔آپ نے فرمایا:"پھر پیالہ اپنے منہ سے دور کر کے سانس لو۔"

شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ سے بتع (شہد کی شراب) کے بارے سوال کیا گیا۔اہل یمن اسے پیتے تھے۔آپ نے فرمایا:"ہر نشہ آور شربت حرام ہے۔"

شیخین نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا:"لوگوں کو دعوت دو"حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری زمین پر جو اور شہد کی شراب ہوتی ہے۔"آپ نے فرمایا:"ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔"ہم روانہ ہوئے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ سے کہا"آپ قرآن پاک کیسے پڑھتے ہیں؟انہوں نے فرمایا:"کھڑے ہوکر بیٹھ کر اور اپنی سواری پر قرآن پاک پڑھتا ہوں۔اپنے وظیفہ کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں۔"انہوں نے فرمایا:"میں سوتا ہوں،قیام بھی کرتا ہوں۔میں اپنی نیند کا اسی طرح حساب رکھتا ہوں جیسے کہ میں اپنے قیام کا حساب رکھتا ہوں۔"انہوں نے اپنے اپنے خیمے لگا لئے وہ ایک دوسرے کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔حضرت معاذ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے ایک شخص زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔انہوں نے پوچھا"یہ کیا ہے؟حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:یہ یہودی تھا۔اس نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا"حضرت معاذ نے فرمایا:"میں اس کی گردن ضرور اڑاؤں گا۔"

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے جیشان کے مقام سے آیا۔اس نے آپ سے اس مشروب کے بارے میں پوچھا جسے ان کی زمین میں مکئی سے تیار کیا جاتا تھا جسے المزر کہا جاتا تھا۔آپ نے فرمایا:"کیا وہ مشروب نشہ آور ہے؟اس نے عرض کی"ہاں!آپ نے فرمایا:"ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔یہ رب تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ جو نشہ آور چیز پیئے اور اسے طینۃ الخبال پلائے"آپ سے عرض کی گئی"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!یہ طینۃ الخبال کیا ہے؟آپ نے فرمایا:"یہ اہل آتش کا پسینہ ہے،یا عرق ہے۔"

امام احمد نے حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے کہ وفد عبدالقیس آ گیا۔آپ نے ان سے پوچھا"تمہیں کیا ہوا ہے تمہارے رنگ زرد ہیں۔تمہارے پیٹ بڑے ہیں۔تمہاری رگیں ظاہر ہیں"

انہوں نے عرض کی"ہمارے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ سے اس شراب کے بارے پوچھا جو ہمیں موافق تھی۔آپ نے انہیں اس سے روک دیا۔ہم وبازدہ اور مضر زمین پر رہتے ہیں۔"آپ نے فرمایا:"تمہیں (شراب کے علاوہ) جو مشروب مناسب لگے پی لو۔"

امام احمد،امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری زمین میں انگور ہوتے ہیں ہم انہیں نچوڑتے ہیں اور اس سے پیتے ہیں"آپ نے فرمایا:"نہیں! میں نے عرض دہرائی تو فرمایا"نہیں"میں نے عرض کی:"ہم اس کے ذریعے مریضوں کو شفاء دیتے ہیں" آپ نے فرمایا:"اس میں شفاء نہیں لیکن یہ سراپا مرض ہے۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے متعلق عرض کی گئی کہ کیا اس کو سرکہ بنالیا جائے؟ آپ نے فرمایا:"نہیں"۔امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان یتیموں کے بارے پوچھا جو شراب کے وارث تھے۔"آپ نے فرمایا:"شراب انڈیل دو"انہوں نے عرض کی:"ہم اسے سرکہ نہ بنادیں۔"آپ نے فرمایا:"نہیں۔"

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ایک قوم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نبیذ بناتے ہیں اور اسے صبح اور شام پیتے ہیں۔آپ نے فرمایا: "نبیذ پیا کرو مگر (یاد رکھو) ہر نشہ آور چیز حرام ہے"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اس میں پانی ملالیا کریں؟ آپ نے فرمایا:"جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہوتی ہے۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں انگور پیدا ہوتا ہے۔اب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا ہے۔اب ہم اس کے متعلق کیا کریں؟ آپ نے فرمایا:"تم اسے کشمش بنالو۔" انہوں نے عرض کی:"ہم کشمش کو کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا:"تم اسے صبح بھگو لیتے ہو اور شام کے وقت استعمال کر لیتے ہو۔اسے شام کو بھگو لیتے ہو اور اسے وقت صبح استعمال کر لیتے ہو"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ہم آپ کے سامنے فروکش ہیں۔میں کیسے جانتا ہوں کو ہمارے ساتھ دوستی کرے گا؟ آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ساتھ محبت کریں گے"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے لئے یہی کافی ہے۔"

۲۴۔امارت کے بارے کچھ فتوے

امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"بعض تمہارے امراء ایسے

ہوں گے جن کی طرف سے دل مطمئن ہوں گے۔ جن کے لئے جلد نرم ہوں گی۔ تم پر بعض امراء ایسے ہوں گے جن سے دل نفرت کرتے ہیں اور جلد پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" کیا ہم انہیں قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا:" نہیں! جب وہ نماز قائم کرتے ہیں۔"

امام مسلم نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:" تمہارے ائمہ (امراء) میں سے بہترین وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہوں۔ وہ تم سے محبت کرتے ہوں۔ تمہارے لئے دعائے خیر کرتے ہوں اور تم ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہوں۔ تمہارے امراء میں سے شریر ترین وہ ہیں جن سے تم بغض کرتے ہو۔ وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔ تم انہیں ملعون کرتے ہو۔ وہ تمہیں ملعون کرتے ہیں۔" ہم نے عرض کی:" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس وقت ان کے خلاف اعلان جنگ نہ کریں؟" آپ نے فرمایا:" نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں۔ نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے ہیں۔ ارے! جس پر کسی کو ولی بنایا جائے وہ اسے دیکھے کہ وہ معصیت الہیہ کا ارتکاب کر رہا ہے تو وہ اس کی معصیت الہیہ سے نفرت کرے، مگر وہ اطاعت الہیہ سے دستکش نہ ہو۔"

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تم پر ایسے امراء مقرر کئے جائیں گے جنہیں تم پہچانتے ہوں مگر تم ان کا انکار کرو گے۔ جس نے انہیں ناپسند کیا اس نے سلامتی پالی لیکن (وبال جان اس پر ہے) جو راضی ہوا اور جس نے اتباع کر لی۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم ان کے ساتھ جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا:" نہیں! جب تک وہ نماز پڑھیں۔" یعنی جس نے اپنے دل سے ناپسند کیا اور دل سے انکار کیا۔

امام ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک شخص نے عرض کی" آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ہم پر ایسے امراء مقرر ہو جائیں جو ہم سے ہمارا حق روک دیں جبکہ ہم ان سے اپنے حق کا سوال کریں؟ آپ نے فرمایا:" غور سے سنو اور اطاعت بجالاؤ۔ ان پر وہی ہے جو ان پر لادا گیا اور تم پر وہی ہے جو تم پر لادا گیا۔"

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔" آپ نے فرمایا:" میرے بعد ترجیح ہوگی اور ایسے امور ہوں گے جنہیں تم عجیب سمجھو گے۔" صحابہ کرام نے عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:" تم ان کا حق ادا کرو اور اپنے رب تعالیٰ سے اپنا حق مانگو۔"

امام احمد، ابو یعلی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: عرض کی گئی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کب چھوڑیں؟ آپ نے فرمایا:" جب تم میں ایسے امور کا ظہور ہو جائے جیسے امور کا

ظہور بنی اسرائیل میں ہوتا تھا" ہم نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! بنی اسرائیل میں کن امور کا ظہور ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا: "جب تمہارے بڑوں میں فحش امور کا ظہور ہونے لگے۔ جب ان کے چھوٹوں میں سلطنت آ جائے جب ذلیلوں میں علم آ جائے۔"

ابو یعلی کے الفاظ ہیں: "جب تمہارے بہترین افراد میں نفاق ظاہر ہو جائے۔ جب تمہارے شریر لوگوں میں فحش گوئی کا اظہار ہو جائے۔ جب تمہارے چھوٹوں میں مملکت چلی جائے اور علم تمہارے ذلیلوں کے پاس ہو جائے۔"

۲۵۔ جہاد کے بارے چند فتوے

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میری راہنمائی کسی ایسے عمل کے بارے میں فرمائیں جو جہاد کے برابر ہو۔" آپ نے فرمایا: "میں ایسا عمل نہیں پاتا۔" پھر فرمایا "کیا تم میں اتنی استطاعت ہے کہ جب مجاہد عازم سفر ہو کہ تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور قیام کرو۔ کسی قسم کی سستی نہ کرو۔ روزے رکھو اور روزہ نہ چھوڑو۔" اس نے عرض کی: "یہ استطاعت کس میں ہے؟" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجاہد کا گھوڑا جب طول میں رفتار کے ساتھ دوڑتا ہے تو اس کے لئے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! کون سا جہاد افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ کہ انسان اپنے نفس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرے۔"

شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی "درگاہ ایزدی میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا" عرض کی پھر؟ فرمایا "والدین کے ساتھ حسن سلوک" عرض کی "پھر؟ فرمایا "راہ خدا میں جہاد کرنا۔"

شیخین، ابو داؤد، ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ عرض کی "لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "ایسا مومن جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرتا ہے" عرض کی "پھر؟ فرمایا "وہ شخص جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اپنے شر کی وجہ سے لوگوں کو چھوڑ دے۔"

ابو داؤد طیالسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا۔ آپ کی خدمت میں صحابہ اکرام کی بڑی تعداد حاضر تھی۔ عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ روز حشر انبیاء اور اصفیاء کے بعد بارگاہ ربوبیت میں کون افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "اپنے نفس اور اپنے مال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرنے والا حتیٰ کہ اسے پیغام خداوندی آ جائے۔ وہ اپنے گھوڑے پر ہو۔ اس کی لگام تھامے ہوئے ہو" عرض کی "پھر؟ فرمایا وہ شخص جو کسی کونے میں بیٹھ کر عمدہ طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ!

روز حشر درگاہ ربوبیت میں مقام ومرتبہ کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ شریر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "مشرک" عرض کی: "پھر؟" فرمایا: "جابر سلطان جو حق سے انحراف کرتا ہے حالانکہ حق اس کے لئے عیاں ہو چکا ہوتا ہے۔" آپ کے قلب اطہر پر تجلیات کا غلبہ ہوا فرمایا "مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ مجھ سے تم جس چیز کے بارے میں بھی پوچھو گے میں تمہیں اس کے بارے ضرور بتاؤں گا" میں نے عرض کی: "میں اللہ رب العزت کے رب تعالیٰ ہونے اسلام کے دین حق ہونے اور آپ کے نبی برحق ہونے پر راضی ہوں۔ یہ علم ہمیں کافی ہے جو ہمارے پاس آ گیا ہے۔" پھر آپ مسرور ہو گئے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے اٹھے۔ رب تعالیٰ پر ایمان کا ذکر جمیل کیا۔ راہ خدا میں جہاد کی فضیلت عیاں کی۔ ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں راہ خدا میں اس طرح شہید ہو جاؤں کہ میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوں۔ پیٹھ پھیرنے والا نہ ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو بخش دے گا" آپ نے فرمایا: "ہاں! سوائے قرض کے۔ حضرت جبرائیل امین نے مجھے اسی طرح آہستہ سے بتایا ہے۔"

امام نسائی نے حضرت ابی بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی "کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ تمام اہل ایمان کی قبور میں آزمائش ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس کے سر پر تلواروں کی دھار بطور آزمائش کافی ہے۔"

امام احمد نے حضرت نعیم بن همار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: "کون سا شہید افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "اگر وہ صفوں میں نبرد آزما ہوں تو اپنی چہروں کو پھیر لیتے ہیں حتیٰ کہ شہید ہو جائیں وہ جنت میں بلند کمروں کی طرف جاتے ہیں ان کا رب ان کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے۔ جب تمہارا رب تعالیٰ دنیا میں کسی چیز کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے تو اس پر حساب وکتاب نہیں۔"

شیخین، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے اس شخص کے متعلق عرض کی گئی جو شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ جو حمیت کے لئے لڑتا ہے اور جو ریاء کاری کے لئے لڑتا ہے۔ ان میں سے افضل کون ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو اس لئے لڑے تا کہ رب تعالیٰ کا کلمہ (دین حق) سر بلند ہو جائے۔ وہ راہ خدا میں ہے۔"

ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایک شخص راہ خدا میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ دنیاوی مال کا بھی خواہاں ہوتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کے لئے کوئی اجر وثواب نہیں۔" لوگوں پر یہ امر گراں گزرا۔ انہوں نے اس شخص سے کہا: "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو جاؤ شاید انہوں نے آپ کی بات نہ سمجھی ہو۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلتا ہے جبکہ وہ دنیاوی مال کا بھی خواہاں ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کے لئے کوئی اجر نہیں" لوگوں نے اسے سہ بار سوال کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے تیسری بار بھی اسے

فرمایا:"اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔"

امام نسائی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک شخص اجر وثواب کے حصول کے لئے جہاد پر روانہ ہو، مگر وہ مال کا بھی تذکرہ کرے۔"آپ نے فرمایا:"اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں"آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔اس نے تین بار ہی آپ سے پوچھا تھا، پھر فرمایا"اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص ہو اور اسے اس کی رضا کے لئے کیا جائے۔"

امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مرد جہاد پر روانہ ہوتے ہیں۔ہمارے لئے نصف میزان ہے"اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ (النساء:۳۲)

ترجمہ: اور تم اس کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض پر بعض کو فضیلت دی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم خود میں سے شہید کسے سمجھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"جو راہ خدا میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے"آپ نے فرمایا:"پھر تو میری امت کے شہداء قلیل ہوں گے"صحابہ کرام نے عرض کی"شہداء کون ہیں؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جو راہ خدا میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو راہ خدا میں مر گیا وہ شہید ہے۔جو طاعون سے مرا وہ شہید ہے جو پیٹ کے مرض سے مرا وہ شہید ہے"ابن مقسم نے کہا ہے"میں اس روایت کے بارے میں تمہارے والد کا گواہ ہوں کہ انہوں نے کہا"ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔"

۲۶۔رضائے الٰہی کے لئے محبت' قربانی اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کے بارے میں چند فتوے

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ایک دن آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔فرمایا"کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی"نماز اور زکوٰۃ"کسی نے کہا"جہاد"آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ عمل رب تعالیٰ کے لئے محبت اور رب تعالیٰ کے لئے بغض ہیں۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص ایک پاکباز قوم سے محبت کرتا ہے مگر وہ ان جیسے اعمال لانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔آپ نے فرمایا:"ابوذر! تم انہی کے ساتھ ہو جن سے محبت کرتے ہو۔"میں نے عرض کی:"میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں"آپ نے فرمایا:"تم اس کے ساتھ ہو جس سے محبت کرتے ہو"آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔

شیخان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو، مگر وہ اس کے ساتھ نہ

مل سکے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک بلند آواز اعرابی بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ ایک شخص ایک قوم سے محبت کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ مل نہیں پاتا" آپ نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مسجد نبوی میں آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص گزرا۔ قوم میں سے ایک شخص نے پوچھا: "یارسول اللہ! ﷺ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: کیا تم نے اسے بتادیا ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں۔ آپ نے فرمایا: "اٹھو اور اسے بتادو۔ وہ اٹھ کر اس شخص کے پاس گیا اور کہا" فلاں! بخدا! میں رب تعالیٰ کی رضا کے لئے تم سے پیار کرتا ہوں۔" اس نے فرمایا: "تم سے وہ ذات والا پیار کرے جس کے لئے تم مجھ سے پیار کرتے ہو۔"

عسکری نے الامثال میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "عرض کی گئی: "یارسول اللہ ﷺ! ہم کس کے ساتھ بیٹھیں یا ہمارے کون سے ساتھی بہتر ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جن کا دیدار تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرے۔ جس کی گفتگو تمہارے عمل میں اضافہ کردے جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلادے۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ فلاں عورت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھتی ہے۔ زیادہ نمازیں پڑھتی ہے اور بہت زیادہ صدقات دیتی ہے، مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو اذیت دیتی ہے" آپ نے فرمایا: "وہ آگ میں جائے گی" اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ کم روزے رکھتی ہے کم نمازیں پڑھتی ہے۔ پنیر کے ٹکڑے صدقے میں دیتی ہے، مگر اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی" آپ نے فرمایا: "وہ جنت میں جائے گی۔"

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میرے کئی پڑوسی ہیں۔ میں ان میں سے کسے ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا: "ان میں سے جس کا دروازہ تمہارے سب سے زیادہ قریب ہے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر تھی۔ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی آپ کی خدمت میں تھیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اس وقت پردے کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ وہ ہمارے پاس آئے تو آپ نے ہمیں فرمایا: "تم دونوں پردے میں چلی جاؤ" ہم نے عرض کی۔ "یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں۔ یہ تو کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ یہ ہمیں پہچان نہیں سکتے؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم انہیں دیکھ نہیں رہیں۔"

امام مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ شفیع معظم ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اپنی نگاہ پھیر لو۔"

امام احمد نے حضرت ابوشریح بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور سراپا علم و حکمت ﷺ نے فرمایا: "بلند ٹیلوں (والے رستوں) پر بیٹھنے سے بچو جو بلند رستے پر بیٹھے وہ اس کا حق بھی ادا کرے" ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: "نگاہ نیچی رکھنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔"

شیخان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رستوں پر بیٹھنے سے بچو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی' اس کے علاوہ ہمارے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: "اگر تم نے وہیں بیٹھنا بھی ہے تو رستے کا حق ادا کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ رستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نگاہ کو نیچا رکھنا' اذیت روکنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔"

ابوداؤد' حاکم' بزار اور الطبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی' یارسول اللہ! ﷺ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ ہم وہیں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: "اگر یہ ضروری ہی ہے تو رستے کو اس کا حق ادا کرو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی' یارسول اللہ! ﷺ رستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نگاہوں کو نیچا رکھنا' اذیت روکنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" ایک روایت میں ہے "سیدھے رستے کی طرف راہ نمائی کرنا" دوسری روایت میں ہے "شکستہ دل کی مدد کرنا اور راستہ گم کردہ کی راہنمائی کرنا" یہ آٹھ آداب ہیں۔

حاکم کی روایت میں ہے "چھینک مارنے والے کو جواب دینا جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے۔"

بزار کی روایت میں ہے "بوجھ اٹھانے والے کی مدد کرو" الطبرانی میں ہے "مظلوم کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو" اس طرح یہ تیرہ آداب بنتے ہیں جنہیں الحافظ ابن حجر نے ان اشعار میں جمع کیا ہے۔

جمعت آداب من رام الجلوس علی — الطریق من قول خیر الخلق انسانا
افش السلام و احسن فی الکلام تفز — وشمت العاطس الحماد ایمانا
فی الحمل عاون ومظلوماً اعن و اغث — لهفان رد سلاماً واهد حیرانا
وامر بعرف انه عن نکر و کف اذی — و غض طرفا واکثر ذکر مولانا

ترجمہ: "میں نے حضور خیر الانام ﷺ کے فرامین عالی شان سے ان آداب کو جمع کیا ہے۔ جنہیں اسے پیش نظر رکھنا چاہئے جو رستے میں بیٹھنا چاہے تو سلام پھیلائے۔ عمدہ گفتگو کرے۔ تو کامیاب ہو جائے گا۔ ایمان کے ساتھ جو چھینک کے وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اس کا جواب دے۔ بوجھ اٹھانے والے کی

مدد کرے۔مظلوم کی مدد کرے۔ستم رسیدہ کی مدد کرے۔سلام کا جواب دے۔گم کردہ راہ کی راہنمائی کرے۔نیکی کا حکم دے۔برائی سے روکے۔اذیت کو روکے۔نگاہوں کو نیچا رکھے۔ہمارے مولائے پاک کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا:"تمہاری والدہ"اس نے عرض کی:"پھر۔"فرمایا:"تمہارا باپ" دوسری روایت میں ہے:"پھر تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر تمہارا باپ، پھر درجہ بہ درجہ قریبی رشتہ دار۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا:"تمہاری والدہ۔"عرض کی:"پھر۔"فرمایا:"تمہاری والدہ۔" عرض کی:"پھر"فرمایا:"تمہاری والدہ"عرض کی:"پھر؟"فرمایا:"تمہارا باپ"عرض کی:"پھر؟"فرمایا:"درجہ بہ درجہ قریبی رشتہ دار۔"

ابوداؤد'امام بغوی'ابن قانع'الطبرانی نے الکبیر میں'بیہقی نے حضرت کلیب بن منفعہ رضی اللہ عنہ سے،انہوں نے اپنے جد امجد بکر بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا:"اپنی والدہ'اپنے والد'اپنی بہن'اپنے بھائی اور اپنے اس غلام کے ساتھ حسن سلوک کرو جن کا حق لازم ہے اور صلہ رحمی ضروری ہے۔"

ابوداؤد اور شیخان نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مجھے اجر ملے گا اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں؟ وہ تو اولاد ہے۔"آپ نے فرمایا:"جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی۔تمہیں اس کا اجر وثواب ملے گا۔"

ابوداؤد نے حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ فرمایا"اپنی والدہ کے ساتھ'پھر اپنی والدہ کے ساتھ پھر رشتہ دار پھر قریبی رشتہ دار۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مال اور اولاد ہے۔میرے والد صاحب مال کے محتاج ہیں۔"آپ نے فرمایا:"تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہی ہے۔تمہاری اولاد پاکیزہ روزگار میں سے ہے اپنی اولاد کے مال سے کھایا کرو۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل حضرت محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"میرے اہل وعیال ہیں۔میرے والد کے پاس بھی مال اور اہل وعیال ہیں وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ میرا مال

لے لے اور اسے اپنے اہل وعیال کو کھلائے"آپ نے فرمایا:"تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہی ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب چاہتا ہوں"آپ نے پوچھا"کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟اس نے عرض کی"ہاں!"دونوں زندہ ہیں"فرمایا"والدین کے پاس
22 جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ!میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کے ساتھ جہاد کروں۔میرا ارادہ صرف رضائے الٰہی اور دار آخرت کا حصول ہے۔"آپ نے فرمایا:"تمہاری خیر!کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟انہوں نے عرض کی:"ہاں!"آپ نے فرمایا:"تمہاری خیر!ان کا پاؤں لازم پکڑلو۔جنت وہیں ہے۔"

شیخان اور ابوداؤد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں میری امی میرے پاس آ گئیں،وہ مشرکہ تھیں۔میں نے اس کے بارے میں آپ سے عرض کی میں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ!میری والدہ میرے پاس آئی ہے۔وہ اسلام کی طرف رجحان رکھتی ہے،کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟آپ نے فرمایا:"ہاں!اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔"

امام احمد نے حضرت ابو سید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک انصاری صحابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔عرض کی"یارسول اللہ!ﷺ کیا میرے والدین کے بعد بھی ان کے ساتھ بھلائی باقی رہتی ہے جسے میں بجالاؤں؟آپ نے فرمایا:"ہاں!چار امور۔ان کی نماز جنازہ۔ان کے لئے مغفرت کی دعا۔ان کا وعدہ پورا کرنا۔ان کے دوستوں کی عزت واحترام۔ان رشتہ داروں کی صلہ رحمی جن کا رشتہ صرف ان کی طرف سے ہی ہو۔یہ امور ہے جو ان کے وصال کے بعد تم پر باقی ہیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی"یارسول اللہ ﷺ!والد کا اولاد پر کیا حق ہے؟آپ نے فرمایا:"وہی اس کی جنت اور دوزخ ہیں"یعنی وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا ان سے اذیت روکے گا۔جب وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔اگر وہ ان کے ساتھ برائی کرے گا تو وہ سپرد جہنم ہوگا۔"

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی"یارسول اللہ!ﷺ میرے رشتہ دار ہیں۔میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں جبکہ وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔میں درگزر کرتا ہوں۔وہ ظلم کرتے ہیں۔میں احسان کرتا ہوں۔وہ برائی کرتے ہیں کیا میں ان کے ساتھ برابری کا سلوک کروں؟آپ نے فرمایا:"نہیں!ورنہ تم سب ایک دوسرے کو چھوڑ دو گے۔"بلکہ فضل وکرم کو تھامو۔ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔جب تک تم ان کے

ساتھ یہ سلوک کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ایسے رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان پر حلم کا اظہار کرتا ہوں۔"وہ مجھ پر جہالت کا اظہار کرتے ہیں" آپ نے فرمایا:" اگر تم اسی طرح ہو جیسے تم کہتے ہیں تم گویا کہ تم راکھ پھنکار رہے ہو۔ جب تک تمہارا یہی رویہ رہے گا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔"

ابن ماجہ اور ابوداؤد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی" زوجہ کا اپنے خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا:" جب وہ خود کھائے تو بیوی کو کھلائے جب خود پہنے تو بیوی کو پہنائے۔ اس کے چہرے پر نہ مارے، گالیاں دے اور نہ اسے گھر میں اکیلی چھوڑے۔"

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" میرا خیال ہے کہ تم میں ناقص عقل و دین والیاں صاحب دانش پر غلبہ پالیتی ہیں" خواتین نے عرض کی" دین اور عقل کے نقصان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا:" عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے، اور دین کا نقصان یہ ہے کہ تم میں ایک رمضان المبارک میں کچھ روزے نہیں رکھ سکتی اور کچھ دنوں تک (حیض کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھ سکتی۔"

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:" ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کے بعد تشریف لائے۔ آپ مسجد میں خواتین کے پاس تشریف لے گئے۔ ان پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:" اے خواتین کے گروہ! میں نے کم عقل اور کم دین رکھنے والیوں سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو دانا شخص کی عقل کو لے جاتی ہوں۔ میں نے تمہیں دیکھا۔ روز حشر تمہاری اکثریت اہل آتش میں سے ہو گی تم میں جتنی استطاعت ہے تم رب تعالیٰ کا قرب حاصل کیا کرو۔" ان خواتین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ بھی تھیں۔ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور اس بات کا تذکرہ کیا جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا انہوں نے اپنے زیورات کے لیے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا:" کہاں جارہی ہو؟" انہوں نے کہا" میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کروں گی تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل آتش میں سے نہ کرے۔" انہوں نے کہا" تمہاری خیر! آؤ یہ مجھ پر اور میری اولاد پر صدقہ کرو۔" ہم اس کی صحیح جگہ ہیں" انہوں نے کہا "نہیں! بخدا! حتیٰ کہ میں انہیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کروں گی۔" وہ گئیں۔ اذن طلب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا" یہ زینب ہیں" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ سے اذن باریابی طلب کر رہی ہیں۔" آپ نے پوچھا" یہ کون سی زینب ہیں" انہوں نے کہا" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ" آپ نے فرمایا:" اسے اذن دے دو" وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئیں۔ عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کی گفتگو سنی ہے۔ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ ان سے یہ بات کی پھر زیورات لئے۔ میں ان سے اللہ تعالیٰ اور آپ کا قرب حاصل کرنے کی خواہاں ہوں تا کہ اللہ رب

العزت مجھے اہل نار میں سے نہ کرے۔مجھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا"یہ مجھ پر اور میری اولاد پر صدقہ کردو۔وہ اس کا صحیح مقام ہیں" پھر عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ہم میں کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا:"میں نے ناقص دین اور ناقص عقل والیوں سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو دانش مندوں کے دلوں کو لے جانے والی ہو۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:"تمہارے دین کا نقصان تو وہ حیض ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اتنی دیر لاحق رہتا ہے جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ نہ تو نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔تمہاری عقل کا نقصان یہ ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف ہے۔"

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا"کیا میں اپنی امی جان کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اذن مانگ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا:"ہاں!" اس نے عرض کی"میں ان کے ساتھ ہی گھر میں رہتا ہوں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان سے اذن مانگ لیا کرو" اس نے عرض کی"میں ان کی خدمت کرتا ہوں" آپ نے فرمایا:"تم اس سے اذن مانگ لیا کرو کیا تم پسند کرتے ہو کہ اسے عریاں دیکھو؟" اس نے عرض کی "نہیں۔" آپ نے فرمایا:"پھر اس سے اذن مانگ لیا کرو۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا تو علم ہو گیا لیکن استئذان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا:"استئذان یہ ہے کہ انسان تسبیح کہے، تکبیر کہے،الحمد للہ کہے یا کھانسے اور گھروالوں سے اذن مانگ لے۔"

امام احمد،امام بخاری نے ادب میں،ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو افراد نے چھینک ماری ان میں سے ایک دوسرے سے افضل تھا۔دوسری چھینک ماری۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان نہ کی آپ نے اسے جواب نہ دیا جبکہ پہلے شخص نے چھینک ماری تو رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔آپ نے اسے جواب دیا۔اس شخص نے کہا"میں نے آپ کے پاس چھینک ماری مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا۔اس نے چھینک ماری تو آپ نے اسے جواب دیا۔آپ نے فرمایا:"اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو میں نے اسے یاد کیا جبکہ تو رب تعالیٰ کو بھول گیا میں نے تجھے بھلا دیا۔"

شیخان ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو افراد نے چھینک ماری۔آپ نے ایک کو جواب دیا مگر دوسرے کو جواب نہ دیا۔جب اس کے بارے عرض کی گئی تو فرمایا "اس نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی مگر اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان نہ کی۔"

امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو افراد نے چھینک ماری۔آپ نے فرمایا:"کہو الحمد للہ" حاضرین نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم اسے

کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: "اسے کہو: یرحمك الله۔ اس شخص نے عرض کی "میں انہیں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: "انہیں کہو: یھدیکم الله و یصلح بالکم۔"

۲۷۔ مرض اور طب کے بارے میں بعض فتوے

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے عرض کی گئی "لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: 'انبیاء کرام علیہم السلام کی پھر باکباز افراد کی۔"

حکیم ترمذی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سراء بنت نبھان الغنویہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے سانپوں کے بارے میں پوچھا کہ ہم ان میں سے کسے کسے ماریں؟ میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ چھوٹے بڑے سانپوں۔ سیاہ اور سفید سانپوں کو مار ڈالو' میری امت میں سے جس نے اسے مارا وہ آگ میں سے اس کا فدیہ بن جائے گا اور جس کو سانپ نے ڈس لیا وہ شہید ہو جائے گا۔"

ابو داؤد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبدالرحمان بن ابی یعلی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: 'اگر تم اپنے گھروں میں ان میں سے کچھ دیکھو تو انہیں کہو' ہم تمہیں وہ عہد یاد کراتے ہیں جو تم سے حضرت نوح علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم تمہیں وہ عہد یاد کراتے ہیں جو تم سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے لیا تھا کہ تم ہمیں اذیت نہ دو اگر وہ پھر لوٹیں تو انہیں مار ڈالو"

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ کو بخار تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ رکھا اور عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو شدید بخار ہے۔" آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو افراد کو ہوتا ہے" میں نے عرض کی: 'اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اجر بھی دگنا ملے گا" آپ نے فرمایا: "ہاں! پھر فرمایا" جس مسلمان کو بھی مرض وغیرہ کی اذیت پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اس سے اس کے گناہ یوں گراتا ہے جیسے درخت اپنے پتے گراتا ہے۔"

امام احمد نے حضرت زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی 'ان امراض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو ہمیں پہنچتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "کفارات ہیں۔ حضرت ابی نے کہا" اگر وہ مرض قلیل ہی ہو" آپ نے فرمایا: "کانٹا یا اس سے کم تر بھی ہو" حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے یہ دعا مانگی" ان سے بخار جدا نہ ہو حتیٰ کہ ان کا وصال ہو جائے۔ یہ بخار انہیں حج' عمرہ' جہاد فی سبیل اللہ اور باجماعت نماز سے نہ روکے۔" جو انسان بھی انہیں چھوتا اسے حرارت محسوس ہوتی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔"

الطبرانی نے الاوسط میں (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور ابن عساکر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے عرض کی:'یارسول اللہ ﷺ! بخار کا اجر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:"بخار اپنے صاحب کی نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے۔جو قدم لرزے یا رگ پھڑکے (اس کا بھی ثواب ملے گا)" حضرت ابی نے یہ دعا مانگی"میں تجھ سے ایسے بخار کی التجاء کرتا ہوں جو مجھے تیرے رستے میں نکلنے سے نہ روکے،نہ ہی تیرے گھر سے اور نہ ہی مسجد نبوی کی طرف جانے سے روکے۔"

امام احمد نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ایک زخمی شخص کی عیادت کی۔آپ نے فرمایا:"میرے لئے بنو فلاں کا طبیب بلاؤ" اسے بلایا گیا" وہ حاضر خدمت ہوا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ کیا دوا فائدہ پہنچاتی ہے؟ آپ نے فرمایا:"سبحان اللہ! اللہ پاک نے زمین پر جو مرض بھی اتارا ہے اس کے لئے شفاء بھی اتار دی۔"

امام احمد،امام بیہقی نے حضرت ابوخزامہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"کیا ہم دوا استعمال کریں۔اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اس دم کے بارے میں کیا خیال ہے جسے ہم کراتے ہیں اور اس چیز کے بارے میں کیا خیال ہے جس سے ہم بچاؤ کرتے ہیں۔کیا یہ امور تقدیر ہی میں سے کچھ رد کر سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا:"یہ بھی تقدیر الٰہی میں سے ہیں۔"

شیخان اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا۔آپ نے انہیں منع کر دیا۔انہوں نے عرض کی:"میں اسے بطور دوا استعمال کرتا ہوں" آپ نے فرمایا:"یہ دوا نہیں یہ سراپا مرض ہے۔"

امام مسلم نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"زمانہ جاہلیت میں ہم دم کرتے تھے۔ہم نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:"مجھے وہ الفاظ بتاؤ جو تمہارے دم میں شامل ہیں۔ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔"

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو عمرو بن حزم کو سانپ کے ڈسنے کو دم کرنے کا اذن مرحمت فرمایا۔ابو زبیر نے کہا"میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔وہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص کو بچھو نے ڈنگ لیا۔ہم آپ کی معیت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ایک شخص نے عرض کی"یارسول اللہ ﷺ! کیا میں دم کروں؟ آپ نے فرمایا:"تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔وہ ضرور دم کرے" امام احمد کے الفاظ میں ہے"میرے ماموں بچھو کا دم کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے دم سے منع فرمایا۔تو وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی:یارسول اللہ! ﷺ تم نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے تو بچھو کا دم کر لیتا ہوں۔آپ نے فرمایا:تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو وہ ضرور اس طرح کرے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عبید اللہ بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے

عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد کو جلد نظر لگ جاتی ہے۔ کیا میں انہیں دم کرلیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاتی تو نظر اس سے سبقت لے جاتی ہے۔

امام مالک نے حضرت حمید بن قیس سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند تھے۔ آپ نے ان کی دایہ سے فرمایا: میں انہیں کمزور کیوں دیکھتا ہوں؟ ان کی دایہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ انہیں جلد نظر لگ جاتی ہے۔ ہمیں دم کرانے سے صرف یہی چیز مانع ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ کون سی چیز اس کے موافق ہے۔ حضور سراپا جود و کرم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو دم کرایا کرو اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاتی تو نظر اس سے سبقت لے جاتی۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سے نشرہ (سفلی عمل) کے بارے میں عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطانی عمل ہے۔ اس سے جادو کیے گئے پر جادو کا اثر ختم کیا جاتا ہے۔ اس پر وہی قادر ہوتا ہے جو جادو کو جانتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جادوگر ہی جادو کو کھول سکتا ہے لہٰذا یہ جائز نہیں۔ یہ تفصیل اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ تبسم ریز ہوئے۔ فرمایا: جب تم میں سے کسی کے ساتھ شیطان خواب میں کھیلے تو اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: یہ عذاب تھا جسے رب تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا تھا۔ رب تعالیٰ نے اسے اہل ایمان کے لیے رحمت بنا دیا، جو انسان کسی شہر میں ہو اور اس میں طاعون پھیل جائے وہ اسی میں ہی ٹھہرا رہے۔ وہ صبر کرتے ہوئے اور حصولِ ثواب کے لیے اس شہر سے نہ نکلے اسے یہ علم ہو کہ اسے وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔ اس کے لیے شہید کا اجر ہے۔

امام احمد اور ابوداود نے حضرت فروہ بن مسیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس زمین ہے جسے ابین کہا جاتا ہے۔ یہ ہمارے ساتھیوں اور میراث کی سرزمین ہے۔ یہ وباء والی ہے۔ یا وہاں شدید وباء ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، قریب جانا ہلاک ہونا ہے۔

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بدشگونی نہیں لیکن نیک فال لینا عمدہ بات ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ نیک فال کیا ہے؟ فرمایا: پاکیزہ کلمہ۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہ تو چھوت سے مرض لگتی ہے اور نہ ہی بدشگونی ہے، لیکن مجھے نیک فال لینا پسند ہے۔ عرض کی گئی: یہ نیک فال کیا ہے؟ فرمایا: پاکیزہ کلمہ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت نعمان بن رازیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم زمانہ جاہلیت میں غارت گری کرتے تھے۔ اب اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو چکا ہے۔ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام نے منع کیا ہے کہ کوئی کسی پر ڈاکے ڈالے، لیکن وہ نیک شگون کے سفر سے منع نہیں کرتا۔ مثلاً ایک شخص مریض ہو۔ وہ دوسرے سے سنے، وہ کہہ رہا ہو: یا سالم۔ یا وہ کسی گمشدہ چیز کی تلاش میں ہو اور وہ سن لے۔ یا واجد اس کلام سے خوش ہو جائے گا۔ نیک فال سے بھلائی کی امید ہوتی ہے جبکہ بدشگونی سے شر اور اس کے وقوع کا خطرہ ہوتا ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہ تو مرض متعدی ہوتا ہے نہ بدشگونی ہے، نہ ہی ہامہ ہے۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا خیال ہے کہ اگر اونٹوں میں ایک اونٹ خارش زدہ ہو اس سے دیگر اونٹ بھی خارش زدہ ہو جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تقدیر ہے پہلے کو کس نے خارش زدہ کیا؟

ابن نجار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ خارش اونٹ کے ہونٹ یا اس کی دم سے شروع ہوتی ہے۔ پھر سارے اونٹوں کو خارش ہو جاتی ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی مرض متعدی نہیں، کوئی ہامہ نہیں، نہ ہی صفراء متعدی ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس جان کو تخلیق کیا ہے۔ اس نے اس کی زندگی، مصائب اور رزق لکھ دیا ہے۔"

امام مالک نے حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی "ایک گھر میں ہم نے بسیرا کیا، پہلے ہماری تعداد کثیر تھی۔ مال کثیر اور وافر تھا۔ اب تعداد بھی قلیل ہو گئی۔ مال بھی ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "اسے مذموم سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ دو۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جسے بدشگونی نے اسے اس کی ضرورت سے روک دیا تو اس نے شرک کیا" صحابہ کرام نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ شخص یوں کہے:

اللھم لا خیر الا خیرك ولا طیر الا طیرك۔

۲۸۔ غلاموں کے بارے میں چند فتوے

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تمہاری ماں ہے" اس نے عرض کی "نہیں" فرمایا "کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے عرض کی "ہاں! آپ نے فرمایا: "اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص نے اسلام قبول کیا، پھر مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ جا ملا، پھر نادم ہوا۔ اس کی قوم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: ''کیا اس کے لئے توبہ ہے؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔''

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا۔ (آل عمران: ۸۶)

ترجمہ: کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ ایمان سے آنے کے بعد اور وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آ چکی تھی ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر پھٹکار پڑتی رہے۔ اللہ کی فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔ ہمیشہ رہیں اسی پھٹکار میں۔ نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی مگر وہ جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی۔

اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

ابن ابی الدنیا نے توبہ کے باب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل ایمان کے لئے کتنے پردے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ حدود شمار سے وراء ہیں، لیکن جب اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے، تو ان میں سے ایک پردہ پھٹ جاتا ہے۔ جب وہ توبہ کرتا ہے تو وہ پردہ بھی واپس آ جاتا ہے، اور اس کے ساتھ نو پردے واپس آ جاتے ہیں اگر وہ توبہ نہ کرے تو صرف ایک پردہ ہی پھٹتا ہے، حتیٰ کہ جب اس پر کوئی چیز باقی نہیں رہتی تو اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے جسے چاہتا ہے۔ فرماتا ہے۔ بنو آدم عیب نکالتے ہیں ستر پوشی نہیں کرتے۔ اسے اپنے پروں سے گھیر لو۔ وہ اس شخص کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے سارے پردے واپس آ جاتے ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو فرشتے اس سے تعجب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے۔ ''اسے سپرد کر دو۔'' وہ اسے حوالے کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اس پر کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

الطبرانی اور بزار نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی ایک گناہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اسے معاف کر دیا جاتا ہے'' اس شخص نے عرض کی: ''اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو؟'' فرمایا: ''اسے لکھ لیا جاتا ہے۔'' اس نے عرض کی: ''اگر وہ مغفرت طلب کرے تو؟'' فرمایا: ''اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اکتاتا نہیں حتیٰ کہ تم اکتا جاتے ہو۔''

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص حضور اکرم ﷺ

کے پاس سے گزرا آپ نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کی خدمت میں حاضر تھا اس کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا "یہ لوگوں کے سرداروں میں سے ایک شخص ہے بخدا! یہ اس قابل ہے کہ جب وہ پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کرلی جائے۔" حضور اکرم ﷺ خاموش رہے، پھر ایک اور شخص پاس سے گزرا۔ آپ نے اسی شخص سے پوچھا "اس کے بارے تمہاری رائے کیا ہے؟ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! یہ فقیر مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے۔ اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔ اگر وہ بات کرے تو اس کی بات کو نہ سنا جائے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ شخص اس شخص سے زمین بھرنے کے برابر بہتر ہے۔"

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا "مسجد میں سب سے بلند شخص کو دیکھو" انہوں نے فرمایا: "میں نے دیکھا ایک شخص نظر آیا جس نے حلہ پہن رکھا تھا۔" میں نے عرض کی: "یہ ہے" آپ نے فرمایا: "اب وہ شخص دیکھو جو سب سے زیادہ پست ہو" میں نے دیکھا تو سب سے نیچے مجھے وہ شخص نظر آیا جس نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے" میں نے عرض کی: "یہ ہے" آپ نے فرمایا: "یہ شخص اس شخص سے روز حشر اس قدر بہتر ہوگا جس طرح کہ یہ زمین بھری ہوئی ہو۔"

امام ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبۃ: ۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس اللہ کی راہ میں۔

انہوں نے کہا "ہم کسی سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ﷺ سونے اور چاندی کے بارے میں جو حکم نازل ہوا وہ ہوا کاش کہ ہم جان لیں کہ کون سا مال بہتر ہے تاکہ ہم اسے جمع کریں؟ آپ نے فرمایا: "افضل سامان (زیست) ذکر کرنے والی زبان، شکر گزار دل اور ایسی ایماندار زوجہ ہے تو اس کے ایمان پر اس کی مددگار ہو۔"

ابن نجار نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! دنیا میں سے مجھے کیا کافی ہے؟" آپ نے فرمایا: "وہ چیز جو تمہاری بھوک کو روک دے۔ تمہاری شرم گاہ ڈھانپ دے اگر چہ تمہارا ایک کمرہ ہو جو تمہیں سایہ کرے۔ اگر چہ تمہاری ایک سواری ہو جس پر تم سواری کرلو تو بہت بہتر۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) اور ابن الدنیا نے العزلہ میں امام بیہقی نے الشعب میں، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ نجات کس میں ہے؟ آپ نے فرمایا: "اپنی زبان کو خود پر قابو میں رکھو۔ اپنی خطاؤں پر روؤ، اور تمہارے لئے تمہارا گھر کافی ہو۔"

ابونعیم نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے عرض کی

"یارسول اللہ! ﷺ مجھے وصیت فرمائیں۔ اختصار سے کام لیں" آپ نے فرمایا: "اس چیز سے مایوس ہو جاؤ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے لالچ سے بچو۔ یہ حاضر فقر ہے۔ اپنی نماز اس طرح پڑھو کہ تم گویا کہ الوداع کہہ رہے ہو۔ اس چیز سے بچو جس سے معذرت کرنی پڑے۔"

ابن ماجہ نے حسن سند سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ میری راہ نمائی ایسے عمل کی طرف کریں جسے میں بجا لاؤں تو مجھ سے اللہ تعالیٰ بھی پیار کرے اور لوگ بھی مجھ سے پیار کرنے لگیں" آپ نے فرمایا: "دنیا میں زہد اختیار کرو رب تعالی تمہیں پیار کرنے لگے گا جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے بھی کنارہ کش ہو جاؤ لوگ تم سے پیار کرنے لگیں گے۔"

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے التجاء کی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا تو تم سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہونا پسند کرو گے جو جنت میں تمہیں تم جہاں چاہو اڑاتا پھرے" ایک اور شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اسے اس طرح نہ فرمایا جیسے اس کے ساتھی سے فرمایا تھا آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا تو تمہارے لئے وہاں ایسی نعمتیں ہوں گی جو تمہارا نفس چاہے گا اور تمہاری آنکھوں کو لذت نصیب ہوگی۔"

امام احمد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "غرباء کے لئے بشارت" آپ سے عرض کی گئی "یہ غرباء کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو صالح ہیں۔ یہ برے لوگوں سے کم ہے۔ ان کی نافرمانی کرنے والے ان کے اطاعت گزاروں سے زیادہ ہوتے ہیں۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے۔ جب سورج طلوع ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب روز حشر میری امت کے کچھ لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کا نور سورج کی روشنی کی طرح ہوگا" ہم نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ وہ خوش نصیب کون سے لوگ ہیں" آپ نے فرمایا: "مہاجرین فقراء ہیں۔ جن کے طفیل اللہ تعالیٰ مصائب سے بچاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا وصال ہوتا ہے مگر اس کی حاجت اس کے سینے میں ہوتی ہے۔ انہیں زمین کے مختلف گوشوں سے اٹھایا جائے گا۔"

امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت مصعب بن عمیر آئے۔ انہوں نے صرف ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس پر چمڑے سے پیوند لگایا گیا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ ان کی ان نعمتوں کی وجہ سے رونے لگے۔ جن میں وہ پہلے تھے۔ آج ان کی کیفیت یہ تھی، پھر آپ نے فرمایا: "اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تم میں سے کوئی ایک صبح کے وقت ایک

ملے نہیں آئے گا۔ شام کے وقت دوسرا حلہ پہنے گا اس کے سامنے ایک پیالہ رکھ کر دوسرا اٹھا لیا جائے گا تم اپنے گھروں میں اس طرح پردے لٹکاؤ جیسے خانہ کعبہ پر پردے لٹکائے گئے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس روز ہم اس دن سے بہتر ہوں گے۔ ہم عبادت کے لئے فارغ ہوں گے، ہماری تکلیف ختم ہو جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم آج اس دن سے بہتر ہو۔"

امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپ کی بارگاہ والا میں ہوتے ہیں ہم نرم دل ہوتے ہیں۔ ہم دنیا سے بے رغبتی رکھتے ہیں۔ آخرت میں رجحان رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسی حالت پر رہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ تمہاری زیارت کے لئے آئیں وہ رستوں میں تمہارے ساتھ مصافحے کریں۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو رب تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا۔ جو گناہ کریں گے حتیٰ کہ ان کی لغزشیں آسمان کی رفعتوں تک پہنچ جائیں گی۔ وہ رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے۔ رب تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا، اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔"

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا اس کی عبادت اور جدوجہد کا ذکر کیا گیا۔ دوسرے شخص کے تقویٰ کا ذکر کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تقویٰ کے برابر کسی خصلت کو مت سمجھو۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے۔ ہم آپ کے اردگرد حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اپنے بعد تم پر اندیشہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی رونق اور زیب و زینت کھول دی جائے گی۔ ایک شخص نے عرض کی "کیا بھلائی شر کے ساتھ آئے گی؟ آپ خاموش ہو گئے۔ اس شخص سے کہا گیا "تمہاری کیا کیفیت ہے تم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے ہو لیکن آپ تم سے بات نہیں کر رہے ہیں" ہم نے دیکھا کہ آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری تھی۔ یہ کیفیت ختم ہوئی آپ نے پسینہ مبارک صاف کیا۔ پوچھا کہ سائل کہاں ہے" گویا کہ آپ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "بھلائی شر کے ساتھ نہیں آئے گی، جو کچھ موسم بہار اگاتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ ہلاک کر دیتا ہے یا کھانے والے کو سبز دیتا ہے۔ جانور اسے کھاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پہلو بھر جاتے ہیں، پھر سورج کی طرف منہ کر کے پیشاب کرتے ہیں، پھر منہ مارتے ہیں اور چرتے ہیں۔ یہ مال شیریں اور شاداب ہے۔ مسلمان کا عمدہ مال وہ ہے جس سے کسی مسکین کو دیا جائے کسی یتیم اور مسافر کو عطا کیا جائے یا آپ نے فرمایا: "جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے، مگر سیر نہیں ہوتا وہ اس کے خلاف روز حشر گواہی دے گا۔"

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے غریب روایت لکھی ہے انہوں نے فرمایا: "ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں جانور کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: "اسے

باندھو اور توکل کرو۔"

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی گئی "کون سے لوگ افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہر وہ شخص جو مخموم القلب اور صدوق اللسان ہو" یعنی دل کا پاک اور زبان کا سچا ہو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "صدوق اللسان کو ہم سمجھتے ہیں لیکن مخموم القلب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ پاک صاف ہو۔ اس میں گناہ نہ ہو، نہ بغاوت نہ کینہ نہ ہی غصہ ہو۔"

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوریحانہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! مجھے خوبصورتی پسند ہے حتیٰ کہ میں اپنے جوتے کے تسموں اور اپنا عصا لٹکانے میں بھی اس کی پاسداری کرتا ہوں، کیا اس کا تعلق تکبر سے ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔ وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ وہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جن کی عمر لمبی ہو اور اعمال عمدہ ہوں" اس نے عرض کی کون سے لوگ برے ہیں؟ فرمایا "جن کی عمر طویل ہو لیکن اعمال برے ہوں۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جسے تم تھام لو تو وہ تمہیں کافی ہو جائے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ وہ کون سی آیت ہے؟ فرمایا۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ (الطلاق:۲)

ترجمہ: اور جو ڈرتا ہے اپنے رب سے تو وہ اس کے لئے بنا دیتا ہے راستہ۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دین سراپا خیر خواہی ہے؟ ابوداؤد کی روایت میں ہے "دین سراپا خیر خواہی ہے" ہم نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! کس کے لئے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کی کتاب زندہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لئے مسلمان ائمہ اور عام مسلمانوں کے لئے۔"

امام ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ۔"

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون:۶۰)

ترجمہ: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں۔

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، چوری کرتے ہیں آپ نے فرمایا: "نہیں۔ صدیق کی نور نظر (رضی اللہ عنہا) بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں۔ وہ خوفزدہ رہتے کہ شاید یہ اعمال ان سے قبول نہ ہوں یہی وہ

لوگ ہیں جو بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں۔"

سعید اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ فرمایا "آدم علیہ السلام" میں نے عرض کی: "کیا وہ نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ نبی مکلّم تھے" میں نے عرض کی: "مرسلین کی تعداد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تین سو دس اور کچھ" امام احمد اور امام ترمذی اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ سے اس طرح حیاء کیا کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے" اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق اسی طرح تقسیم کئے ہیں جیسے تمہارے مابین رزق تقسیم کیا ہے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) امام الطبرانی، الحاکم اور البیہقی نے الشعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رب تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔" ہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم حیاء کرتے ہیں۔ الحمد للہ! آپ نے فرمایا: "یہ اس طرح حیاء نہیں جس طرح رب تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق ہے۔ لیکن حیاء یہ ہے کہ سر اور اس چیز کی حفاظت کرو جو اس نے یاد رکھا ہے۔ پیٹ اور اس چیز کی حفاظت کرو جو کچھ اس میں ہے تم موت اور بوسیدگی یاد کرو۔ جس نے آخرت کا ارادہ کیا اس نے دنیا کی زینت کو ترک کر دیا۔ جس نے اس طرح کیا اس نے رب تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق ادا کر دیا۔"

الطبرانی اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے سر اور اس کی حفاظت کرو جو کچھ اس میں ہے۔ پیٹ اور اس کی حفاظت کرو جو کچھ اس میں ہے موت اور بوسیدگی کو یاد کرو جس نے اس طرح کیا۔ اس کا اجر جنت الماویٰ ہے۔"

طحاوی اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "حیاء کرو، رب تعالیٰ حق سے حیاء نہیں کرتا" امام احمد نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ان پر وقار طاری تھا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں میں نے سلام عرض کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ ادھر اور ادھر سے اعرابی آنے لگے۔ وہ آپ سے سوالات کرنے لگے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بہترین چیز کیا ہے جو لوگوں کو عطا کی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "حسن خلق۔"

امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ یہ دعا مانگ رہا تھا "مولا! میں تجھ سے صبر کی التجاء کرتا ہوں" آپ نے فرمایا: "تم نے آزمائش کا سوال کر دیا ہے" اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ وہ عرض کر رہا تھا "یاذوالجلال والاکرام" آپ نے فرمایا: تمہاری دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ مانگو۔"

امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں جتنا اندیشہ تمہارے بارے میں شرک اصغر سے کرتا ہوں اتنا اندیشہ کسی اور چیز سے نہیں کرتا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "شرک اصغر کیا ہے یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: "انہیں رب تعالیٰ روز حشر فرمائے گا جبکہ لوگوں کو اعمال کی جزا دے دی جائے گی۔ "تم انہی کے پاس چلے جاؤ جن کے لئے تم دنیا میں رویا کرتے تھے ذرا دیکھو کیا ان کے پاس جزاء ہے۔"

امام احمد امام الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے ایک روز ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا "اے لوگو! اس شرک سے بچو یہ چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے" صحابہ کرام نے عرض کی "ہم اس سے کیسے بچیں" یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: "یوں عرض کیا کرو۔"

اللھم انا نعوذبك من ان نشرك بك شیئًا نعلمه و نستغفرك لما لا نعلمه۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا۔ آپ مسجد میں جلوہ افروز تھے۔" آپ نے پوچھا: "ابوذر! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟" میں نے عرض کی: "نہیں" آپ نے فرمایا: "اٹھو اور نماز پڑھو" میں اٹھا۔ میں نے نماز پڑھی، پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ! جن وانس کے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! نماز؟" آپ نے فرمایا: "بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ جو چاہے کم پڑھے اور جو چاہے زیادہ پڑھے" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ روزہ؟" آپ نے فرمایا: "اس کی جزا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زائد فضل و کرم ہے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ الصدقہ؟ آپ نے فرمایا: "اس کا اجر و ثواب کئی گناہ ہے" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا "غریب کی جدوجہد یا خفیہ طریقے سے فقیر کو دینا" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! سب سے پہلے نبی کون ہیں؟" فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام" میں نے عرض کی: "کیا وہ نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ نبی مکلم تھے" میں نے عرض کی "مرسلین کی تعداد کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "تین سو اور دس اور کچھ۔ جم غفیر" یا فرمایا "پندرہ" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ آپ پر سب سے بڑی آیت کون سی اتری ہے؟ آپ نے فرمایا: "آیۃ الکرسی:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ (البقرۃ:۲۵۵)

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ روز حشر آپ کی شفاعت سے کون بہرہ ور ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "ابوہریرہ! میرا گمان تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کوئی بھی اس حدیث پاک کے بارے سوال نہ کرے گا، کیونکہ میں نے احادیث کے بارے تمہاری شدید خواہش کو دیکھا ہے۔ میری شفاعت سے روز حشر لوگوں میں سے سب سے سعادت اندازہ شخص ہوگا جس نے خلوص قلب (یا نفس) کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔"

۲۹۔ تفسیر کے بارے میں بعض آپ ﷺ کے فتوے

ابن مردویہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! المغضوب علیھم سے کون سے لوگ مراد ہیں؟" آپ نے فرمایا: "یہودی۔" میں نے عرض کی: "الضالین سے مراد کون سے لوگ ہیں؟" آپ نے فرمایا: "عیسائی۔"

ابن مردویہ نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا:

وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرۃ:۲۵)

ترجمہ: اور ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

آپ نے فرمایا: "وہ حیض، پیشاب، ناک اور منہ کی رطوبت سے پاک ہوں گی۔"

الطبرانی وغیرہ نے حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے الراسخین فی العلم کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: "جس کی قسم پوری ہو۔ زبان سچی ہو۔ دل سیدھا ہو۔ پیٹ اور شرمگاہ پاک ہو۔ (عفیف ہو) وہ راسخین فی العلم ہے۔"

ابن ابی حاتم اور ابن حاتم نے اپنی صحیح میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا:

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا۟ ﴿٣﴾ (النساء:۳)

ترجمہ: یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم ایک طرف ہی نہ جھک جاؤ۔

کہ تم ظلم نہ کرو۔ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ابی نے کہا یہ خطاء ہے صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ام المومنین سے موقوفاً مروی ہے۔"

ابوالشیخ نے فرائض میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے الکلالہ کے متعلق عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص اولاد اور باپ کے بغیر ہو۔"

احمد شیخان وغیرھم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب یہ آیت طیبہ اتری:

ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ (الانعام:۸۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے۔

تو یہ لوگوں پر گراں گزری۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ نہیں جو تم نے سمجھا ہے کیا تم نے وہ نہیں سنا جو ایک عبد صالح نے کہا تھا۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (لقمان:۱۱)

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اس سے مراد شرک ہے۔

ابن ابی حاتم وغیرہ نے ضعیف سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: نہیں گھیر سکتی اسے نظریں۔

اگر جنات انسان شیاطین اور ملائکہ جب سے تخلیق کئے گئے حتیٰ کہ وہ مر گئے سب مل کر ایک صف بنالیں وہ پھر بھی کبھی رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔"

ابن مردویہ وغیرہ نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت۔

اپنے جوتوں میں نماز پڑھو۔ ابوشیخ کے ہاں اس کے اور بھی شواہد ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں" امام احمد ابوداؤد حاکم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کافر کا تذکرہ کیا جب اس کی روح قبض ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں "یہ کیسی خبیث روح ہے؟ حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ: نہ کھولے جائیں گے ان کے لئے آسمان کے دروازے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اس کا نوشتہ نچلی زمین میں سجین میں رکھ دو" اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (الحج:۳۱)

ترجمہ: اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہوا آسمان سے بس اچک

لیا ہوا سے کسی پرندے نے یا پھینک دیا ہوا سے ہوا نے کسی اور جگہ میں۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے بارے سوال کیا گیا جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں" آپ نے فرمایا: "وہی اصحاب اعراف ہیں" اس روایت کے کئی شواہد ہیں۔"

الطبرانی، بیہقی، سعید بن منصور وغیرھم حضرت عبد الرحمان المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب الاعراف کے بارے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: "وہ لوگ جو راہ خدا میں شہید ہوئے مگر وہ اپنے والدین کے نافرمان تھے۔ والدین کی نافرمانی نے انہیں دخول جنت سے روک دیا کہ جبکہ راہ خدا میں قتل نے انہیں آگ میں جانے سے روک دیا۔" امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے کئی شواہد نقل کیے۔

الطبرانی نے ابو سعید سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مومن جن ہیں۔"

ابن جریر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "الطوفان" سے مراد موت ہے۔"

امام احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا۔ (الاعراف: ۱۴۳)

ترجمہ: جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش۔

آپ نے فرمایا: "(یہ تجلی) اس طرح (تھی) آپ نے اپنے مبارک انگوٹھے کے کنارے سے دایاں دست اقدس کی انگلی کے پورے کی طرف کیا۔ پہاڑ نیچے دھنس گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے" ابو شیخ کے الفاظ میں ہے "آپ نے اپنی خنصر انگلی مبارک سے اشارہ کیا" "اسی کے نور سے" اسے ابو شیخ نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے ان کے جد امجد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو الواح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھیں وہ جنت کی بیری کی تھیں ایک لوح کی طوالت بارہ ذراع تھی۔"

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی کمر سے نعمان کے مقام پر یوم عرفہ کو عہد لیا۔ اس نے ان کی صلب سے ساری اولاد کو باہر نکالا۔ اسے اپنے سامنے پھیلایا پھر اس کے ساتھ گفتگو فرمائی اور فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان سب نے کہا "ہاں"۔"

ابو شیخ نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (الانفال: ۲۶)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، اور کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں

اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ۔
آپ سے عرض کی گئی "یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "اہل فارس" امام ترمذی نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امن اتارے ہیں ارشاد پاک ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانفال:۳۳)

ترجمہ: اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں عذاب دے حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

"جب میرا وصال ہو جائے گا تو میں ان میں روز حشر تک استغفار چھوڑ جاؤں گا۔"

امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ منبر پر جلوہ افروز تھے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت میں سے۔

قوت سے مراد رمی (تیراندازی) ہے۔

امام مسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس:۲۶)

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیک عمل کئے۔ ایک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

میں حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد رب تعالیٰ کا دیدار ہے۔ اس باب میں حضرات ابی بن کعب ابوموسیٰ اشعری، کعب بن عجرہ، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا (الانفال:۶۰)

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیک عمل کئے۔

لا الٰہ الا اللہ گواہی۔ حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد رب تعالیٰ کی زیارت ہے۔ ابوالشیخ نے حضرت انس وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: قل بفضل اللہ۔ (یونس۔ ۵۸) سے مراد قرآن پاک ہے اور وبرحمتہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنا اہل بنایا۔

ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت طیبہ کو تلاوت کیا۔

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ (ھود: ۷)

ترجمہ: تاکہ وہ آزمائے تمہیں کہ تم میں کون اچھا ہے عمل کے لحاظ سے۔

میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مفہوم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم میں سے عمل کے اعتبار سے سب سے عمدہ کون ہے؟ عقل کے اعتبار سے تم سے احسن کون ہے؟ تم میں کون ہے جو محارم الٰہیہ سے سب سے زیادہ بچنے والا ہے، اور تم میں سے کون ہے جو اطاعت الٰہیہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔"

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "ان میں سے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو طلب کے اعتبار سے اتنی عمدہ اور ادراک کے اعتبار سے اتنی جلد باز ہو جتنی کہ پرانی برائی کے لئے نئی نیکی ہے۔"

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۗ (ھود: ۱۱۴)

ترجمہ: بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو۔

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "جب کوئی برا کام کرو تو اس کے بعد نیکی کرو جو اسے مٹا دے گی" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا لا الہ الا اللہ نیکیوں میں سے ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ افضل نیکیوں میں سے ہے۔"

الطبرانی اور ابوشیخ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ (ھود: ۱۱۷)

ترجمہ: اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ برباد کر دے بستیوں کو ظلم سے حالانکہ ان میں بسنے والے نیکوکار ہوں۔

تو آپ نے فرمایا: "اس کے باشندے ایک دوسرے سے انصاف کرتے ہیں۔"

سعید بن منصور ابو یعلیٰ حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) اور بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس ستاروں کے بارے بتائیں جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ وہ ان کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ ان کے نام کیا ہیں؟ آپ نے اسے جواب نہ دیا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے یہودی کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم ایمان لے آؤ گے اگر میں نے تمہیں ان کے نام بتا دیے۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا "وہ یہ ستارے تھے "خرثان، طارق، ذیال، ذوالکیعان، ذوالفرع، وثاب، عمودان، قابس، ضروح، مصبح، فیلق،

ضیاء نور (یعنی ان کے والدین کریمین) انہوں نے انہیں آسمان کے افق پر سجدہ ریز دیکھا۔ جب انہوں نے اپنا خواب اپنے والد گرامی کو سنایا انہوں نے فرمایا: میں منتشر امر دیکھتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا۔"

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ۔میں نے اس لئے کہا تھا تاکہ عزیز (مصر) جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی ہے۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ (یوسف:۵۲)

حضرت جبرائیل امین نے عرض کی "یوسف صدیق! اپنا غم یاد کریں" انہوں نے فرمایا:

مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ (یوسف:۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کی برأت (کا دعویٰ) نہیں کرتا۔

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا:

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ (الرعد:۴)

ترجمہ: اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض (درختوں) کو بعض پر ذائقہ اور بو میں۔"

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہود بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں رعد کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کا موکل ہے اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔ جس سے بادلوں کو جھڑکتا ہے۔ وہ انہیں وہاں لے جاتا ہے جہاں اسے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یہ آواز کیسی ہے جسے ہم سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ اسی کی آواز ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت عمرو بن بجاد اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رعد وہ فرشتہ ہے جو بادل کو جھڑکتا ہے جبکہ بجلی فرشتے کا کوڑا ہے جسے روفیل کہا جاتا ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص شکر ادا کرتا ہے وہ زیادتی سے محروم نہیں رہتا" کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷)

ترجمہ: اگر تم شکر کرو پہلے احسانات پر تو میں مزید اضافہ کر دوں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا: "اور پلایا جائے گا اسے خون اور پیپ کا پانی وہ بمشکل ایک گھونٹ بھرے گا۔"

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍۙ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ (ابراہیم:۱۶،۱۷)

ترجمہ: وہ شخص اس پانی کے قریب جائے گا وہ اسے ناپسند کرے گا۔

جب وہ اس کے قریب جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اس کے سر کی کھال گر جائے گی۔ جب وہ اسے پیئے گا تو اس کی آنتیں کٹ جائیں گی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ سے نکل جائیں گی" ارشاد ربانی ہے۔

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد:۱۵)

ترجمہ: اور ان کو پلایا جائے گا کھولتا ہوا پانی پس ان کی انتڑیاں کٹ جائیں گی۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ (الکہف:۲۹)

ترجمہ: اور گروہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے اور اتنا گرم ہے کہ بھون ڈالتا ہے چہروں کو۔

الطبرانی' ابن مردویہ اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے عرض کی گئی: "کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں کچھ سنا ہے۔"

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (الحجر:۲)

ترجمہ: "(عذاب میں گرفتار ہونے کے بعد) آرزو کریں گے کفار کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔"

انہوں نے فرمایا: "ہاں!" میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ بعض اہل ایمان کو آگ میں عذاب دینے کے بعد انہیں آگ سے نکالے گا۔ جب وہ انہیں مشرکین کے ساتھ آگ میں ڈالے گا تو مشرکین انہیں کہیں گے "تم تو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دوست تھے۔ اب تمہیں کیا ہوا ہے، کہ تم بھی ہمارے ساتھ آگ میں ہو۔" جب رب تعالیٰ یہ سنے گا تو وہ ان کے بارے شفاعت کرنے کا اذن دے گا۔ فرشتے' انبیاء اور اہل ایمان ان کے بارے شفاعت کریں گے حتیٰ کہ وہ اذن الٰہی سے باہر نکل آئیں گے۔ جب مشرکین یہ دیکھیں گے وہ کہیں گے "کاش! ہم بھی ان کی طرح ہوتے" ہمیں بھی شفاعت آلیتی۔ ہم ان کے ہمراہ نکلتے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے" اس روایت کے اور بھی شواہد ہیں جو حضرات ابوموسیٰ اشعری' جابر بن عبداللہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ام القرآن سے مراد سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔"

ابن مردویہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں عرض کی گئی۔

زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (النحل:۸۸)

ترجمہ: ہم نے بڑھا دیا اور عذاب ان کے پہلے عذاب پر۔

آپ نے فرمایا: "وہاں طویل کھجوروں کی مانند بچھو ہوں گے جو انہیں جہنم میں ڈنگ ماریں گے" بیہقی نے الدلائل میں حضرت سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اس سیاہی کے متعلق پوچھا جو چاند میں ہے آپ نے فرمایا: "یہ دونوں سورج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ (الاسراء:۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں اور ہم نے مدھم کر دیا رات کی نشانی کو۔

"سیاہی جو تمہیں نظر آتی ہے۔ وہ محو ہے۔" حاکم نے تاریخ میں اور دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (الاسراء:۷۰)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو (کرامت سے مراد انگلیوں سے کھانا ہے۔)

ابن مردویہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (الاسراء:۷۱)

ترجمہ: وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ۔

ہر قوم کو ان کے امام اور ان کے رب تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ بلایا جائے گا۔

ابن مردویہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (الاسراء:۷۸)

نماز ادا کریں سورج ڈھلنے کے بعد لولوك الشمس سے مراد زوال شمس ہے" امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "سرادق النار سے مراد چار دیواریں ہیں، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کو محیط ہے۔"

ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا۔

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (الکہف:۲۹)

ترجمہ: ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے۔

یہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے۔ جب وہ اسے اپنے چہرے کے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کی جلد اس میں گر پڑے گی" امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے فرمایا۔

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (الکہف:۴۶)

ترجمہ: اور (درحقیقت) باقی رہنے والی نیکیاں۔

ان سے مراد تکبیر، تہلیل، تسبیح، الحمد للہ اور ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔"

امام مسلم وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نجران بھیجا۔ انہوں نے مجھے کہا" اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو تم یہ پڑھتے ہو۔"

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ (مریم:۲۸)

ترجمہ: اے ہارون کی بہن۔

حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی اتنی مدت پہلے آئے تھے: "میں واپس آیا۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، اور اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے انہیں بتایا نہیں کہ وہ پہلے انبیائے کرام اور صالحین کے نام رکھتے تھے۔"

ابن ابی حاتم اور ترمذی نے حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم جہاں کہیں جادوگر پاؤ، اسے قتل کر ڈالو" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ (طٰہٰ:۶۹)

ترجمہ: اور نہیں فلاح پاتا جادوگر جہاں بھی وہ جائے۔

فرمایا: جہاں کہیں مل جائے اسے پناہ نہیں مل سکتی۔"

البزار نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: "مجھے ہر چیز کے بارے آگاہ فرمائیں" آپ نے فرمایا: "ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔" البزار نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:۱۲۴)

ترجمہ: تو اس کے لئے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا۔

فرمایا: "اس سے مراد عذاب قبر ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مکہ مکرمہ میں غلہ (کھانا) ذخیرہ کرنا الحاد ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت مرہ بہزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ ایک شخص سے فرما رہے تھے: "تم ٹیلے پر مرو گے" اس کی موت ٹیلے پر ہی ہوئی۔" ابن کثیر نے اس روایت کو بہت زیادہ

غریب کہا ہے۔"

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!"

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون:۶۰)

ترجمہ: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ڈر رہے ہیں۔

ان سے مراد وہ افراد ہیں جو چوری کرتے ہیں۔ بدکاری کرتے ہیں' شراب پیتے ہیں' وہ رب تعالیٰ سے ڈرے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "نہیں! بنت صدیق (اکبر) رضی اللہ عنہا اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسورہ جو حضرت ایوب کے بھتیجے تھے سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سلام کا تو علم ہو گیا ہے مگر آپ بتائیں کہ استئذان کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کسی شخص کا تسبیح' تکبیر' تمہید کے ساتھ کلام کرنا' کھانسنا اور گھر والوں سے اذن طلب کرنا۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت یحییٰ بن ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آپ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں عرض کی گئی۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ (الفرقان:۱۳)

ترجمہ: اور جب انہیں پھینکا جائے گا اس آگ میں کسی تنگ جگہ سے زنجیروں میں جکڑ کر۔

آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے انہیں آگ میں اس طرح مجبوراً داخل کیا جائے گا جیسے دیوار میں کیل ٹھونکا جاتا ہے۔"

بزار نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟" آپ نے فرمایا: "جو دونوں مدتوں میں سے زیادہ پورا اور عمدہ تھی۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم سے یہ پوچھا جائے کہ انہوں نے دونوں عورتوں میں سے کس کے ساتھ نکاح کیا تھا تو کہو کہ جو ان دونوں میں سے چھوٹی تھی۔" اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے موصول اور مرسل شواہد ہیں۔

احمد اور امام ترمذی وغیرھما نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے پوچھا۔"

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ (العنکبوت:۲۹)

ترجمہ: اور اپنی کھلی مجلسوں میں گناہ کرتے ہو۔

آپ نے فرمایا: "وہ گزرنے والوں کو مارتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے یہی وہ برائی تھی جس پر وہ عمل

کرتے تھے۔"

امام ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوامامہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "گانے والی عورتوں کو نہ بیچا کرو نہ خریدا کرو نہ انہیں گانے کا نا سکھایا کرو۔ ان کی تجارت میں بھلائی نہیں ہے۔ ان کی قیمت حرام ہے۔ ایسے ہی امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (لقمان:۶)

ترجمہ: اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصد حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ تاکہ بھٹکاتے رہیں راہ خدا سے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان کے بارے میں فرمایا:

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (السجدہ:۷)

ترجمہ: بہت خوب بنایا جس چیز کو بھی بنایا۔

اگرچہ بندر کی پیٹھ بری چیز ہے مگر اس نے اس کی تخلیق کو بھی محکم کیا۔

امام ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: "حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔" امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سباء کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ مرد تھا یا عورت تھی یا زمین تھی؟ آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ یہ شخص تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ نے یمن کو اپنا مسکن بنالیا اور چار شام چلے گئے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت طیبہ کے بارے میں فرمایا:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (فاطر:۳۲)

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے بس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض سبقت لے جاتے۔ یہ سب جنت میں ایک مقام پر ہوں گے۔ یہ سب جنت میں جائیں گے۔"

امام احمد وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ (فاطر:۳۲)

جو افراد سبقت لے جانے والے ہیں۔وہ حساب وکتاب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔جو میانہ رو ہیں ان کا آسان حساب ہوگا جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا انہیں محشر کے عرصہ میں روک لیا جائے گا، پھر رب تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ان کی تلافی فرما دے گا۔یہی لوگ کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ۝ (فاطر:۳۴)

ترجمہ: سب ستائشیں اللہ کے لئے ہیں جس نے دور کر دیا ہم سے غم (واندوہ)۔

شیخان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے عرض کی:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ (یٰس:۳۸)

ترجمہ: اور (یہ) آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف۔

آپ نے فرمایا: ''اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔''

ابن جریر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے بتائیں۔''

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ (واقعہ:۲۲)

ترجمہ: اور حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں۔

آپ نے فرمایا: العین سے مراد یہ ہے کہ بڑی بڑی آنکھوں والیاں لمبی پلکوں والیاں جیسے کہ گدھ کا پر ہو'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے بتائیں:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ (الصافات:۴۹)

ترجمہ: گویا وہ (شتر مرغ کے) انڈوں کی مانند گرد وغبار سے محفوظ۔

آپ نے فرمایا: ''ان کی رقت اس جلد (جھلی) کی طرح ہوتی ہے جو انڈے کی اندرونی طرف ہوتی ہے جو چھلکے کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔''

ابو یعلیٰ، ابن ابی حاتم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ

کے اس فرمان کے بارے میں عرض کی:

لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (الزمر: ٦٣)

ترجمہ: وہی مالک ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا۔

آپ نے فرمایا: "اس کی تفسیر یہ ہے:

لا اله الا الله والله اكبر و سبحان الله و بحمده استغفر الله ولا حول ولا قوة الا بالله هو الاول و الآخر والظاهر والباطن بيده الخير يحيىٖ و يميت۔

یہ روایت غریب ہے۔ اس میں شدید نکارت پائی جاتی ہے۔

امام احمد اور اصحاب السنن، حاکم، ابن حبان نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دعا عبادت ہے۔" پھر یہ آیت طیبہ پڑھی:

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (المومن۔ ٦٠)

ترجمہ: مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہو کر۔

امام نسائی، بزار اور ابویعلی وغیرہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (فصلت: ٣٠)

بیشک وہ (سعادت مند) جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اپنے قول پر پختگی سے قائم رہے۔" بہت سے لوگوں نے یہ کلمہ پڑھا، پھر ان کی اکثریت نے کفر کیا جس نے یہ کلمہ کہا پھر تادم وصال اس پر استقامت دکھاتا رہا۔ وہ ہی اس آیت طیبہ سے مراد ہے۔"

امام احمد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں قرآن پاک کی افضل آیت کے بارے نہ بتاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کے بارے بتایا تھا آپ نے فرمایا:۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ: ٣٠)

ترجمہ: اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچتی ہے اور وہ (کریم) درگزر فرما دیتا ہے (تمہارا) بہت سے کرتوتوں سے۔

آپ نے فرمایا: "علی! میں عنقریب تمہارے لئے اس کی تفسیر بیان کروں گا۔ تمہیں دنیا میں جو بھی مرض، امتحان

(سزا) یا آزمائش پہنچتی ہے۔ تو یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ اس سے زیادہ حلیم ہے کہ وہ آخرت میں دوبارہ اس کی سزا دے جو کچھ رب تعالیٰ دنیا میں معاف کر دے وہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ اسے درگزر کرنے کے بعد اسے لوٹائے۔"

امام احمد٬ امام ترمذی وغیرہما نے حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ جھگڑا کرے" آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی۔"

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۝ (الزخرف:۵۸)

ترجمہ: وہ نہیں بیان کرتے یہ مثال آپ سے مگر کج بحثی کے لئے در حقیقت یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔

الطبرانی٬ ابن جریر نے جید سند کے ساتھ حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین اشیاء سے ڈرایا ہے۔ دھواں۔ یہ مومن کو زکام کی طرح پکڑ لے گا۔ یہ کافر کو بھی پکڑے گا۔ وہ پھول جائے گا وہ یہ سننے کی جگہ سے نکلے گا۔ ۲۔ دابۃ (جانور)۔ ۳۔ دجال۔ اس راویت کے شواہد بھی ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (الاحقاف:۴)

ترجمہ: یا کوئی (دوسرا) علمی ثبوت۔

سے مراد خط ہے۔

امام ترمذی اور ابن جریر نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح:۲۶)

ترجمہ: اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر۔

اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبت کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔" آپ سے عرض کی گئی: "اگر اس بھائی میں وہ چیز پائی جائے جس کا میں ذکر کروں؟" آپ نے فرمایا: "اگر وہ عیب اس میں ہے تو یہ اس کی غیبت ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آگ میں پھینکا جائے گا۔" وہ کہے گی: "کیا اور ہیں حتیٰ کہ وہ اس میں اپنا قدم رکھے گا وہ کہے گی: "بس بس۔"

بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا:

الذاریات ذروا سے مراد ہوائیں فالجاریات یسرا سے مراد کشتیاں اور والمقسمات سے مراد فرشتے ہیں۔ اگر میں نے آپ سے یہ روایت نہ سنی ہوتی تو میں کبھی اسے بیان نہ کرتا۔"

عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل ایمان اور ان کی اولاد جنت میں ہوگی اور مشرکین اور ان کی اولاد آگ میں ہوگی، پھر آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور:۲۱)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے۔

انہوں نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وجہ نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیوں بنایا تھا؟ وہ صبح و شام یوں کہتے تھے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (الروم:۱۷)

ترجمہ: سو پاکی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ (الرحمٰن:۲۹)

ترجمہ: ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔

فرمایا: "اس کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے۔ مصیبت دور کرتا ہے۔ ایک قوم کو رفعت بخشتا ہے اور دوسری کو ذلت میں پھینکتا ہے۔"

ابوبکر نجار نے حضرت سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی آیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ رب العزت نے جنت میں ایک ایسے پودے کا ذکر کیا ہے جو اپنے صاحب کو اذیت دیتا ہے" آپ نے فرمایا: "وہ کون سا درخت ہے" اس نے عرض کی "بیری کا۔ اس کے کانٹے اذیت ناک ہوتے ہیں" آپ نے فرمایا: "کیا اللہ رب العزت نے فرمایا: نہیں۔"

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ (الواقعہ:۲۸)

ترجمہ: بے خار بیریوں میں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے مٹا دیئے ہیں ہر کانٹے کے عوض پھل پیدا کیا ہے۔" اس کا ایک شاہد بھی ہے جسے عتبہ بن عبد سلمی نے روایت کیا ہے۔ ابن ابی داؤد نے اسے البعث میں ذکر کیا ہے۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کیا ہے) اور ابن جریر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضور اکرم

ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اس ارشاد ربانی میں۔

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ: اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں۔

اس سے مراد نوحہ ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم اور حوت (مچھلی) کو پیدا فرمایا۔ اس نے قلم سے کہا "لکھو" اس نے عرض کی "میں کیا لکھوں؟ فرمایا: "ہر وہ امر لکھو جو روز حشر تک ہونے والا ہے۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

نٓ وَالْقَلَمِ (ن:۱)

نون سے مراد حوت اور قلم سے مراد قلم ہے۔

امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی گئی:

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المعارج:۴)

ترجمہ: یہ عذاب اس روز ہوگا۔ جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

یہ دن کتنا طویل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے یہ مومن پر بڑا خفیف ہوگا حتیٰ کہ یہ اس پر اس فرض نماز سے بھی خفیف تر ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔" الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (المزمل:۲۰)

ترجمہ: تو پڑھ لیا کرو قرآن سے جتنا آسان ہو۔

اس سے مراد ایک سو آیات ہیں۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ روایت بہت غریب ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "الصعود آگ کا پہاڑ ہے۔ جس پر ستر سالوں میں چڑھا جاتا ہے اور اتنی ہی مدت میں اس سے نیچے اترا جاتا ہے۔ بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:" "واللہ! آگ سے کوئی نہ نکلے گا حتیٰ کہ وہ وہاں احقاباً (طویل مدت) ٹھہرے گا۔ الحقب سے مراد ۸۰ اور کچھ سال ہیں۔ ہر سال ۳۶۰ دنوں پر مشتمل ہوگا۔ جس طرح کہ تم شمار کرتے ہو۔"

ابن ابی حاتم نے ابو بریدہ بن ابی مریم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتایا۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ (تکویر:۱)

ترجمہ: (یاد کرو) جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔ جہنم میں اسے لپیٹ دیا جائے گا۔

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ (تکویر:۲)

ترجمہ: اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

یعنی جہنم میں۔

ابن جریر اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ موسیٰ بن علی بن رباح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا "تمہارے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "عنقریب میرے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہوگی" آپ نے فرمایا: "وہ کس کے مشابہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "وہ یا تو اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوگا" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رکو! اس طرح نہ کہو۔ نطفہ جب رحم میں قرار پذیر ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے اور حضرت آدم کے مابین تمام نسب حاضر کرتا ہے۔ کیا تم نے پڑھا نہیں۔

فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ (الانفطار:۸)

ترجمہ: (الغرض) جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔

فرمایا: "تمہیں چلایا۔"

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶ (المطففین:۶)

ترجمہ: جس دن لوگ (جواب دہی کے لئے) کھڑے ہونگے پروردگار عالم کے سامنے۔

حتیٰ کہ ایک شخص اپنے کانوں کی لو تک اپنے پسینے میں ڈوبا ہوگا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس کا حساب و کتاب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔" ابن جریر کے الفاظ ہیں: "جس کا حساب لیا گیا اسے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔" میں نے عرض کی: "کیا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "نہیں۔"

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝۸ (الانشقاق:۸)

ترجمہ: تو اس سے حساب آسانی سے لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا: "یہ حساب نہیں یہ تو صرف عرض ہے۔"

ابن جریر نے حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "الیوم الموعود سے مراد روز قیامت ہے۔ شاھد سے مراد یوم الجمعة ہے۔ مشهود سے مراد یوم عرفہ ہے" اس روایت کے کئی شواہد بھی ہیں۔"

امام بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور انہوں نے سرور دو عالم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد ربانی۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ۝۱۴ (الاعلیٰ: ۱۴)

ترجمہ: بیشک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔

جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔شریکوں کو چھوڑا یہ گواہی دی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ۝۱۸ (الاعلیٰ: ۱۸)

ترجمہ: یقیناً یہ (سب کچھ) اگلے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔

اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں اس پر مداومت اختیار کرنا اور ان کا اہتمام کرنا ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الشفع والوتر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''نمازیں بعض جفت اور بعض طاق ہیں۔''

امام احمد نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا ''مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے'' آپ نے فرمایا: "عتق النسمة و فك الرقبه" اس نے عرض کی: ''کیا یہ ایک ہی نہیں ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''عتق النسمة ہے کہ تم تنہا غلام آزاد کرو اور فک الرقبہ یہ ہے کہ تم غلام آزاد کرنے میں مدد کرو۔''

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔''

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝۹ (الشمس: ۹)

ترجمہ: یقیناً فلاح پا گیا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا۔

وہ نفس کامیاب ہو گیا جس کا تزکیہ اللہ تعالیٰ نے کیا۔

ابویعلیٰ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔انہوں نے کہا آپ کا رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ میں نے کہا ''اللہ اعلم'' انہوں نے کہا کہ اس نے فرمایا ہے: ''جہاں میرا ذکر (جمیل) ہو گا وہاں آپ کا ذکر (خیر) ہو گا۔''

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝۴ (الزلزلۃ: ۴)

ترجمہ: اس روز وہ بیان کر دے گی اپنے سارے حالات۔

آپ نے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی اخبار کیا ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم" آپ نے فرمایا: "وہ گواہی دے گی کہ ہر بندے اور بندی نے اس پر کیا عمل کیا ہے۔ وہ کہے گی: "اس نے فلاں فلاں عمل فلاں فلاں دن کیا۔"

ابن ابی حاتم نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ (العادیات:٦)

ترجمہ: بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر گزار ہے۔

"الکنود وہ شخص ہے وہ تنہا کھاتا ہے۔ اپنے غلام کو مارتا ہے اور اپنا عطیہ روک لیتا ہے۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ (التکاثر:١)

ترجمہ: غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی خواہش نے۔

اس نے اطاعت سے غافل کر دیا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ (التکاثر:٢)

یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے، حتیٰ کہ تمہیں موت نے آ لیا۔

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ (الھمزہ:٨)

ترجمہ: بیشک وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی۔

فرمایا: "مُّؤْصَدَةٌ" ابن جریر اور ابو یعلی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی:

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ (الماعون:٥)

ترجمہ: جو اپنی نماز (کی ادائیگی) سے غافل ہیں۔

آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوثر وہ نہر ہے جو میرے رب تعالیٰ نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔" اس روایت کے طرق (اسناد) ان گنت ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ (النصر:١)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے)۔

تو آپ نے فرمایا: "مجھے میرے وصال کی خبر دی گئی ہے۔"

ابن جریر نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "الصمد وہ ذات ہوتی ہے جس کا جوف (پیٹ) نہ ہو۔"

امام احمد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور جب چاند طلوع ہوا تو مجھے دکھایا اور فرمایا: اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ یہ

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ (الفلق: ۳)

ترجمہ: تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیطان نے اپنی ناک ابن آدم کے دل پر رکھی ہے۔ جب ابن آدم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اگر وہ ذکر الٰہی بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے یہی وسواس الخناس ہے۔"

تنبیہات

۱۔ آپ نے فرمایا: "جسے یہ امر خوش کرے کہ اس کے عمل سے آگاہی ہو جائے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک راز رکھنے کا اجر اور دوسرا اعلانیہ کا اجر۔ امام ترمذی نے لکھا ہے۔ "بعض اہل علم نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ جب اس کے عمل پر آگاہی ہو اور اسے پسند آئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کی اس کی بھلائی کے ساتھ تعریف کرنا اسے پسند آئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو" اس وجہ سے اسے لوگوں کی تعریف کرنا پسند آتا ہے۔ اگر اسے یہ اس وجہ سے پسند آئے تاکہ لوگ اس کی طرف سے خیر جان لیں اس کی عزت و توقیر کریں تو یہ ریاء ہے۔" بعض اہل علم نے کہا ہے "جب اس کے عمل پر آگاہی ہوتی ہے تو وہ اس امید پر اسے پسند کرتا ہے کہ لوگ بھی اس پر عمل کریں گے اور اسے ان کے اجر جیسا اجر ملے گا۔"

۲۔ "جس نے مجامعت کی مگر انزال نہ ہو" وہ حصہ دھولے گا جس کے ساتھ عورت کو مس کیا ہو پھر وضو کرے گا۔ علماء نے فرمایا ہے: کہ یہ روایت اس روایت سے منسوخ ہے جس میں ہے کہ ختانین کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ آپ سے ایک شخص نے عرض کی "میں حد تک پہنچ گیا ہوں" امام نووی نے لکھا ہے" اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے ایسی معصیت رونما ہے جو تعزیر کو لازم کرتی ہے۔ اس سے شرعی حقیقی حد مراد نہیں جیسے زنا اور شراب وغیرہ کی حد۔ یہ

حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں۔ نہ ہی امام کے لئے جائز ہے کہ وہ انہیں ترک کر دے۔"

۴۔ الرقوب۔
ابو عبید نے لکھا ہے کہ ان کے کلام میں اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں اولاد نہ ہونا۔ رب تعالیٰ نے اس کا نہ ہونا دار آخرت میں کر دیا۔ گویا کہ اس نے اس کی جگہ کو تبدیل کر دیا۔ نہایۃ میں ہے۔
"اس سے مراد وہ مرد اور عورت ہے جس کی اولاد زندہ نہ رہے گویا کہ وہ اس کی موت کا منتظر رہتا ہے اور خوف سے اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ آپ نے اس لفظ کو اس شخص کے لئے استعمال کیا۔ جس سے پہلے اس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو۔ یہ اس شخص کے اجر و ثواب کے لئے تعریف ہے۔ جس کی اولاد اس سے پہلے مرگئی ہو کیونکہ صبر پر اجر و ثواب اور تقدیر پر رضا آخرت میں اجر و ثواب کے اعتبار سے عظیم ہے۔ اگر چہ دنیا میں اس کا مفقود ہو جانا عظیم امر ہے، کیونکہ اس سے فائدہ اور نفع بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مسلمان کی حقیقت میں اولاد ہی ہوتی ہے جو اس سے پہلے چلی جاتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے۔ جسے یہ توفیق ارزانی نہیں کی جاتی وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی اولاد نہیں۔ آپ نے اس طرح نہ فرمایا تا کہ اس کی لغوی تشریح کا ابطال لازم نہ آئے۔ جیسے فرمایا: "لوٹا ہوا وہ ہے جس کا دین لوٹ لیا جائے" اسی طرح حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم مفلس کسے سمجھتے ہو؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔ متاع زیست نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو روز حشر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اس نے کسی کو گالی دے رکھی ہوگی کسی کا مال لیا ہوگا۔ یہ ان الفاظ میں سے ہے جنہیں وسعت اور مجاز کے لئے وضع لغوی سے منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے العائل (فقیر) کو منتقل کیا۔

۵۔ جنازہ کے لئے آپ کا حکم منسوخ ہے۔ جیسے کہ پہلے "مریض اور وہ افراد جن پر نزع کا عالم طاری تھا۔" کے باب میں گزر چکا ہے۔

۶۔ آپ نے فرمایا: "سورۃ الاخلاص ثلث القرآن کے برابر ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے۔ "قرآن مجید تین اقسام پر مشتمل ہے۔ ۱۔ توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت۔ ۲۔ گزشتہ اقوام کی داستانیں۔ ۳۔ تشریع اور احکام۔ اس سورت میں صرف توحید بیان کی گئی ہے۔ اس میں قصص اور تشریع نہیں لہٰذا یہ ثلث القرآن کے برابر ہے۔"

۷۔ آپ نے فرمایا: "عدت گزارنے والی عدت کے اختتام پر مینگنیاں پھینکتی تھی۔" وہ عورت زمانہ جاہلیت میں جس کا خاوند مر جاتا۔ وہ تاریک کمرہ میں داخل ہو جاتی جو تنگ بھی ہوتا وہ گندے کپڑے پہن لیتی۔ خوشبو نہ لگاتی، حتیٰ کہ اسی حالت پر ایک سال گزر جاتا پھر باہر نکلتی۔ اسے مینگنیاں دی جاتیں۔ وہ انہیں پھینکتی، پھر واپس آ جاتی اور خوشبو وغیرہ استعمال کرتی۔"

۸۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ایسے شخص کو قتل کیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کے بعد

اس نے اسلام قبول کر لیا کہ یہ تمہاری جگہ پر تھا اس سے قبل تم اسے قتل کرتے تم اس کے مقام پر تھے۔ اس سے قبل کہ وہ یہ کلمہ کہتا جسے اس نے کہا یعنی خون مباح ہونے میں، کیونکہ کافر اسلام لانے سے قبل مباح الدم تھا۔ جب اس نے اسلام قبول کر لیا کسی نے اسے قتل کر دیا تو قصاص کی وجہ سے اس کا قاتل مباح الدم ہوگا کیونکہ اب وہ کفر میں اس کا نائب ہے۔"

۹۔ آپ کو نیک شگون پسند تھا۔ مثلاً ایک شخص مریض ہو وہ کسی اور کو یوں کہتے ہوئے سن لے "یا سالم" یا وہ گم شدہ چیز کی تلاش میں ہو تو وہ کسی سے سن لے "یا واجد" وہ اس سے خوش ہو جائے۔ نیک "شگون" میں بھلائی کی امید کی جاتی ہے جبکہ بد کام میں شر اور اس کے وقوع کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔"

۱۰۔ بعض علماء کرام نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر کی روایت کو اس طرح جمع کیا ہے (ان سے وہ روایات مراد ہیں جو باب الرقائق (۲۸) میں ہیں وہ حدیث پاک جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے صاحب سے سوال مقدم کیا تھا اور جواب رحمت فرمایا تھا حدیث پاک کا یہی مقصود تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں "یہ غنی کافر تھا صحابہ کرام مسجد میں تھے۔ مسلمان ہی مسجد میں بیٹھ سکتا ہے" میں کہتا ہوں کہ ظاہرہ یہی ہے کہ جس نے کفر کیا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ منافق تھا۔"

اشعار کے بارے میں اسوہ حسنہ

پہلا باب

عمدہ شعر کی تعریف، قبیح شعر کی مذمت اور اشعار کی کثرت سے نفرت

امام شافعی اور ابو یعلی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام شافعی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ کہ ام المومنین نے فرمایا: "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اشعار کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی کلام ہے اس کا حسن، حسن (عمدہ) ہے۔ اس کا قبیح، قبیح (برا) ہے۔

امام بخاری نے ادب میں اور دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اشعار کلام کی مانند ہیں اس کا حسن عمدہ کلام کی طرح ہے اور اس کی قباحت قبیح کلام کی طرح ہے۔"

حارث بن ابی اسامہ نے بنو ھذیل کے ایک شخص سے اور اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ اشعار کلام عرب میں بہت زیادہ ہیں انہی کے ساتھ ہی سائل کو عطا کیا جاتا ہے۔ انہی کے ساتھ ہی غصہ کو پیا جاتا ہے۔ انہی کے ساتھ ہی قوموں کو ان کی محفل میں نکلا جاتا ہے۔"

امام احمد، شیخان، ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بعض اشعار حکمت آموز ہوتے ہیں۔"

امام احمد اور ابو داؤد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے فصیح کلام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بعض باتیں سحر انگیز ہوتی ہیں اور بعض اشعار حکمت آموز ہوتے ہیں۔" امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بعض اشعار حکمت آموز ہوتے ہیں۔"

مسدد اور دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام احمد، امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت سعد بن وقاص سے، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ وہ پھیپھڑے تک پہنچ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے بھرا ہوا ہو۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "امراء القیس اشعار کا جھنڈا

اٹھائے آگ کی طرف ہو سے تا۔"

اسحاق بن راھویہ نے حسن سند سے ساتھ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے۔ہم میں سے کسی نے ایسی کلام کی جس میں رجز کا شبہ تھا۔آپ نے فرمایا:۔اے سلمہ!(اٹھو)

ابوالحسن بن ضحاک نے اور ابن جریر نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ! اشعار کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟آپ نے فرمایا:"ایک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔"

ابن ضحاک نے حضرت مالک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا"میں نے غزوۃ الفتح،خیبر اور طائف میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ! میں شاعر ہوں۔"اشعار کے بارے میں مجھے فتویٰ دیں"آپ نے فرمایا:"تمہارے پیٹ سے لے کر تمہارے حلق تک کا حصہ اگر پیپ سے بھرا ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ اشعار سے بھرا ہوا ہو"میں نے عرض کی:۔"یارسول اللہ! ﷺ میری خطامٹا دیں"آپ نے میرے سر پر اپنا دست ہدایت بخش رکھا،پھر سینے پر سے گزارا پھر میرے پیٹ پر دست اقدس پھیرا حتیٰ کہ مجھے آپ کے دست اقدس کی وجہ سے حیاء آنے لگی۔ پھر فرمایا"اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ آ جائے تو اپنی زوجہ سے تشبیب قائم کر لینا اور سواری کی تعریف کر لینا"اس کے بعد میں نے کوئی شعر نہ کہا۔یہی حضرت مالک کہتے ہیں:

ومن ینتزع مالیس من وشوس نفسه   یدعه ویغلبه علی النفس خیمها

جو شخص اس چیز کو چھوڑ دیتا ہے جو اس کے نفس کے تکبر و غرور کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تو وہ اسے چھوڑتا ہے،تو اس کے نفس پر اس کی بزدلی کا غلبہ ہوتا ہے۔

دوسرا باب

مسجد کے اندر اور باہر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اشعار سماعت کرنا

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا"کیا تم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا:"ہاں!آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشعار پڑھتے تھے۔وہ جاہلیت کے امر میں سے کسی چیز کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ خاموش ہو جاتے،بعض اوقات ان کے ساتھ تبسم فرما ہو جاتے۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خاموشی طویل ہوتی تھی،کم تبسم فرماتے تھے۔آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس اشعار کا تذکرہ کرتے تھے بعض امور کا تذکرہ کرتے تھے وہ مسکراتے

تھے۔بعض اوقات آپ بھی تبسم ریز ہوتے تھے۔"

ان سے ہی روایت ہے"میں نے ایک سو سے زائد بار مسجد نبوی میں آپ کی زیارت کی۔آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشعار پڑھتے تھے۔جاہلیت کے امور کا تذکرہ کرتے تھے۔بعض اوقات آپ مسکراتے تھے(تبسم فرماتے تھے)۔

امام احمد اور ابوداؤد نے موسولاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا۔انہوں نے کہا"میں مسجد میں اس وقت بھی اشعار پڑھتا تھا۔جب اس میں وہ ذات بابرکات جلوہ افروز ہوتی تھی جو تم سے بہتر ہے"انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔"اور فرمایا:"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا:تم میری طرف سے جواب دو۔مولا! روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما"انہوں نے کہا"ہاں! بخدا"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور آپ کی تعریف میں اشعار کہے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تمہارا رب تعالیٰ تعریف کو پسند کرتا ہے۔سناؤ تم نے رب تعالیٰ کی کیا تعریف کی ہے؟ میں اشعار پڑھنے لگا۔

یہ روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں تفصیل کے ساتھ آئے گی۔

حسن بن عبید اللہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ سے سنا۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔میں نے یہ اشعار پڑھے:

و انا لقوم ما نعوّد خیلنا اذا ما التقینا ان نحید و تنفرا
و ننکر یوم الروع الوان خیلنا من الطعن حتی نحسب الجون اشقرا
ولیس بمعروف لنا ان نردھا صحاحا ولا مستنکیر ان تعقرا
بلغنا السماء مجدنا و جدودنا و انا لنبغی فوق ذالک مظھرا

ترجمہ:ہم ایسی قوم ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑوں کو عادی نہیں بنایا کہ وہ بھاگ جائے یا ہم کنارہ کشی اختیار کریں۔جب ہم دشمن سے جنگ کریں۔ہم جنگ کے دن نیزہ بازی کی وجہ سے اپنی گھوڑوں کے رنگوں کو نہیں پہچانتے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے ہیں۔کہ سرخی مائل سیاہ گھوڑا سفید سرخی مائل ہے۔ہماری یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ ہم انہیں صحیح واپس لے کر آئیں اور نہ ہی یہ عجیب بات ہے کہ ہم ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ہم بزرگی اور سرداری میں آسمان تک پہنچ گئے ہیں۔اب ہم اس سے بھی بلندی پر جانا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:کس طرف؟ میں نے عرض کی:"جنت کی طرف"آپ نے فرمایا:"ہاں! انشاء اللہ!"پھر میں نے یہ

اشعار پڑھے۔

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن له بوادر تحمی صفوه ان یکدرا
ولا خیر فی جهل اذا لم یکن له اریب اذا ما اورد الامر اصدرا

ترجمہ: حلم میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر جب کہ یہ ایسے جگہوں پر ہو جن کی پاکیزگی کو گندا ہونے سے بچایا جائے اور جہالت میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر جب اس کے لئے ایسا ماہر شخص ہو کہ جب کوئی معاملہ رونما ہو جائے تو اس کا اظہار کچھ زیادہ ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہارا منہ حسین رکھے۔" ان کے دانت تمام لوگوں سے حسین تر تھے جب ان کا ایک دانت گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا اگ آتا۔"

امام بیہقی نے یعلی بن اشدق کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کو سنا تو وہ آپ کو یہ اشعار (مذکورہ بالا اشعار) سنا رہے تھے۔ جب وہ بلغنا اسماء... تک پہنچے تو آپ نے فرمایا: "ابو یعلی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی: جنت کی طرف۔"

آپ نے فرمایا: ہاں! ان شاء اللہ! پھر میں نے بقیہ اشعار بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے آپ نے دو دفعہ فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارا منہ سلامت رکھے۔"

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت اعشی مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو یہ اشعار پڑھ کر سنائے:

یا مالك الناس و دیّان العرب انی لقیت ذربة من الذرب
غدوت ابغیها الطعام فی رجب فخلفتنی بنزاع و حرب
اخلفت العهد ولطت بالذنب و هن شر غالب لمن غلب

ترجمہ: اے لوگوں کے مالک اور عرب کے حکمران میں عورتوں میں سے ایک عورت سے ملا میں صبح کے وقت اس کے لئے کھانا تلاش کرنے کے لئے گیا۔ رجب کا مہینہ تھا۔ اس نے مجھے جھگڑے میں اور جنگ میں پیچھے چھوڑ دیا۔ اس نے وعدہ خلافی کی۔ وہ گناہ کے ساتھ لگی رہی۔ وہ غالب آنے والے کے لئے غالب آ جانے والا شر رکھتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ یہ مصرعہ پڑھنے لگے: "وهن شر غالب لمن غلب۔"

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے بھائی (حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ) فضول نہیں کہتے" انہوں نے کہا ہے۔

فبینا رسول الله یتلو کتابه اذا نشق معروف من الفجر ساطع
ارانا الهدی بعد العمی فقلوبنا به موقنات ان ما قال واقع
یبیت یجافی جنبه عن فراشه اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

ہم میں حضور ﷺ تشریف فرما ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے تھے۔ جب فجر سے پھیل جانے والی نیکی باہر چمکے۔ آپ نے اندھے پن کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی۔ ہمارے دل آپ کے بارے یقین رکھتے ہیں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ضرور واقع ہو جاتا ہے۔ آپ اس طرح رات بسر فرماتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے جبکہ مشرکین اپنے اپنے بستروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔

تیسرا باب

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکین کی ہجو بیان کرنے کا حکم دینا

امام احمد اور شیخان نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ قریظہ کے روز حضرت حسان سے فرمایا تھا: "مشرکین کی ہجو بیان کرو۔ حضرت جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں" دوسری روایت میں ہے "روح القدس تمہارے ساتھ ہے۔"

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کی عزتوں کی حفاظت کون کرے گا؟ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں! آپ نے فرمایا: "تم احسن انداز میں شعر نہیں کہہ سکتے" حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں" آپ نے ان سے فرمایا "ان کی ہجو کرو۔ روح القدس عنقریب تمہاری مدد کرے گا۔"

ابن سعد نے حضرت ابن سیرین سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی قوم اپنے اسلحہ کے ساتھ اپنی جانوں کی حفاظت کر لیتی ہے تو ان کی زبانیں اس کی زیادہ مستحق ہیں" ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ میں۔" آپ نے اسے فرمایا "تمہارے اشعار اتنے عمدہ نہیں ہیں" وہ بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ میں" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں نہیں بیٹھوں گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے یہ پسند نہیں کہ اس کے عوض مجھے ایسی زبان ملے جو صنعاء لے کر بصریٰ تک ہو۔ بخدا! آپ نے جس قوم کو بھی برا کہا۔ وہ ان پر اس چیز سے گراں گزرتی ہے جسے وہ جانتے ہیں مجھے کسی ایسے شخص کے پاس جانے کا حکم دیں جو ان کے ایام اور گھروں کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔" حتیٰ کہ میں اپنی زبان رکھ دوں۔" آپ نے انہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا حکم دیا۔

امام مسلم اور برقانی نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

سے سنا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گواہ بناتے ہوئے کہا"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا:"حسان! میری طرف سے جواب دو۔مولا! روح القدس کے ساتھ ان کی مدد فرما"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"ہاں!"

ابن ضحاک نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلحہ کے ساتھ دشمن کے ساتھ جہاد کریں تم اپنی زبان کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کرو۔"

امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب مشرکین نے ہماری ہجو بیان کی تو ہم نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا۔آپ نے فرمایا:"تم انہیں اسی طرح کہو جیسے وہ تمہیں کہتے ہیں"میں نے خود دیکھا کہ اہل مدینہ کی لونڈیاں بھی یہ کام کرتی تھیں۔"

ابوالحسن بن ضحاک نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"یہ حدیث غریب ہے بنسبت حدیث یسار کے۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔یہ مسند حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ میں ہے لیکن زیادہ محفوظ موقف یہ ہے کہ یہ مسند براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مشرکین کی ہجو کرو حضرت جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔"

• امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"(مشرک) قریش کی ہجو کیا کرو یہ ان پر تیر لگنے سے زیادہ گراں ہے۔"آپ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔انہوں نے ان کی ہجو کی مگر آپ نے اسے پسند نہ کیا، پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر حضرت حسان بن ثابت کی طرف پیغام بھیجا۔جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا"اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بھیجو جو اپنی دم مار رہا ہے مجھے ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔میں انہیں اپنی زبان سے اس طرح پھیر دوں گا جیسے چمڑے کو چیرا جاتا ہے۔آپ نے فرمایا:"جلدی نہ کرو۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قریش کے انساب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ان میں میرا نسب بھی ہے حتیٰ کہ میرا نسب پاک تمہارے لئے عیاں ہو جائے۔"

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، پھر واپس گئے، پھر عرض کی"یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے آپ کا نسب پاک واضح کر دیا گیا ہے۔مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ کو اس طرح نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمارہے تھے۔"روح القدس اس وقت تک تمہاری تائید کرتے رہیں گے جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتے رہیں گے"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپ فرمارہے تھے"حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان کی ہجو کی۔شفا پائی شفایاب کیا"حضرت حسان رضی اللہ عنہ

نے کہا۔

هجوت محمد او اجبت عنه و عند الله فى ذالك الجزاء

ترجمہ: تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجو کی۔ میں تمہیں آپ کی طرف سے جواب دیتا ہوں اور اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

ابن وہب نے حضرت سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے آپ کی ہجو بیان کی۔ آپ نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ جنگ (کے امور) میں ہی شاندار کارکردگی کا اظہار کر سکتے تھے۔ آپ نے ان کی ہجو پسند نہ کی پھر آپ نے حضرت حسان کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ ناپسند کر رہے تھے کہ ان کی طرف پیغام بھیجیں۔ جب ان کے پاس قاصد آیا۔ تو انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں انہیں اپنی زبان سے اس طرح چیر دوں گا جیسے چمڑا چیرا جاتا ہے" ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "انہوں نے اپنی زبان نکالی گویا کہ وہ سانپ کی زبان تھی۔ اس کے ارد گرد سیاہ تل تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ کیسے ممکن ہے؟ میرا تعلق بھی قریش کے ساتھ ہے" انہوں نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں آپ کو اس طرح نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔"

مسدد، ابن ابی شیبہ اور نسائی نے السنن الکبریٰ میں حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے اور آپ کی نعت بھی کہی ہے۔" آپ نے فرمایا: "سناؤ" اور اللہ تعالیٰ کی تعریف سے ابتداء کرو" مسدد نے حضرت محمد بن علی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ حضور اکرم ﷺ کی نعت بھی لکھی۔ آپ نے اسے رب تعالیٰ کی تعریف پر کچھ عطا کیا، لیکن اپنی تعریف پر اسے کچھ عطا نہ کیا" واللہ اعلم۔

چوتھا باب

بعض اشعار بیان فرمانا

امام احمد، شیخین، الطبرانی نے حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی مبارک انگلی پر زخم آیا۔ اس سے خون مبارک نکلنے لگا۔" دوسری روایت میں ہے" اسی اثناء میں کہ ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے، کسی غزوہ میں آپ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو پتھر لگا۔ پاؤں پھسلا اور مبارک انگلی سے خون مبارک نکلنے لگا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

هل انت الا اصبع دميت و فى سبيل الله ما لقيت

تو تو صرف ایک انگلی ہے جو خون ریز ہے۔ راہ خدا میں تجھے کیا اذیت پہنچی ہے"

ابن سعد نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ مصرعہ پڑھا تھا:

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ! ﷺ شاعر نے یہ مصرعہ اس طرح پڑھا ہے:

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

حضور اکرم ﷺ یوں فرمارہے تھے:

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ چاہئے۔"

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "کیا آپ نے کبھی حضور اکرم ﷺ کو اشعار پڑھتے ہوئے سنا ہے" انہوں نے فرمایا: "کبھی کبھی جب آپ گھر میں تشریف لاتے" دوسری روایت میں ہے "جب کوئی خبر لانے میں دیر کرتا تو آپ طرفہ کا یہ مصرعہ پڑھتے:

ویاتیك بالاخبار من لم تزوّد

تمہارے پاس خبریں لے کر وہ آیا۔ جسے تم نے زاد راہ نہیں دیا۔" روایت ہے کہ آپ نے اسے اس طرح بھی پڑھا: "من لم تزوده الاخبار" اسے بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ اور شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ سچی بات جسے شاعر نے بھی کہا ہے وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے:

الا کل شی ما خلا اللہ باطل

شیخین اور ترمذی سے روایت کیا ہے۔ "وہ عمدہ بات جو اہل عرب نے کہی ہے" لبید کی یہ بات ہے "الا کل شی ما خلا اللہ باطل" قریب ہے کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام لے آتا۔"

امام احمد اور ابن سکن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے امیہ بن صلت کا یہ شعر پڑھا:

زحل و ثور تحت رجل یمینه ۔۔۔ والنسر للاخری ولیث موصد

زحل ثور اس کے رجل یمین کے نیچے ہے۔" دوسرا نسر اور لیث موصد ہے۔"

آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔ یہ حاملین عرش کی صفات ہیں۔ اس نے کہا۔

الشمس تطلع کل آخر لیلة ۔۔۔ حمراء یصبح لونها تیورد

ہر رات کے آخر میں سورج سرخ ہو کر طلوع ہو جاتا ہے۔ وقت صبح اس کا رنگ گلابی ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے: "لبید والی روایت حضرت امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔"

پانچواں باب

دوسروں کو اشعار پڑھنے کے لئے کہنا

امام احمد، امام بخاری نے ادب میں، امام مسلم اور ابن ماجہ نے شرید بن سوید الثقفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ایک روز مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن صلت کے اشعار یاد ہیں" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "سناؤ" میں نے آپ کو ایک شعر سنایا۔ آپ نے فرمایا: "اور سناؤ" آپ اسی طرح فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک سو اشعار سنا دیئے، یا ایک سو قافیے سنا دیئے۔ آپ نے فرمایا: "قریب تھا کہ وہ اسلام لے آتا۔"

عنایات عطا فرمانا اور نام رکھنا

پہلا باب

دائیں سمت کو پسند فرمانا

جماعت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کو کنگھی کرنے، جوتا پہننے، پاکیزگی حاصل کرنے اور تمام امور میں دائیں سمت پسند تھی آپ حتی الاستطاعت دائیں سمت کو پسند کرتے تھے، بعض نے اس میں مسواک کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی چیز پکڑتے تو دائیں دست اقدس سے پکڑتے۔ جب عطا فرماتے تو دائیں دست اقدس سے عطا فرماتے، ہر چیز میں اپنے دائیں طرف سے شروع کرتے۔"

حضرت ابوداؤد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ اپنا دایاں دست اقدس پاکیزگی اور کھانے کے لئے استعمال کرتے اور بایاں دست اقدس بیت الخلاء اور ایسے امور کے لئے استعمال فرماتے۔"

دوسرا باب

عمدہ فال کو پسند فرمانا، بدشگونی کو پسند نہ فرمانا

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے۔ لیکن جب کسی زمین پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اس کے نام کے بارے پوچھتے اگر عمدہ ہوتا تو خوشی کا اظہار فرماتے۔ چہرۂ انور سے بشارت کے اثرات عیاں ہوتے اگر نام برا ہوتا تو روئے زیبا سے اس کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے۔ اگر کسی شخص کو کام (باعامل بنا کر) بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر نام عمدہ ہوتا تو خوشی کا اظہار کرتے چہرہ انور سے خوشی کے اثرات عیاں ہو جاتے۔ اگر نام اچھا نہ ہوتا تو ناپسندیدگی کے اثرات چہرۂ انور پر عیاں ہو جاتے۔"

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ فال لیتے تھے بدشگونی نہ کرتے تھے۔ ہر اچھا نام پسند فرماتے تھے۔ ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ سماعت فرمایا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا: "ہم تمہارے منہ سے تمہاری عمدہ فال لیتے ہیں۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لئے تشریف لے جاتے اور آپ یہ الفاظ سماعت فرمالیتے۔ "یاراشد یا نجیح" تو آپ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے۔"

امام بخاری نے ادب میں حضرت ابو حدرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے فرمایا: "ہمارے یہ اونٹ کون ہانکے گا؟ یا انہیں کون پہنچائے گا۔" ایک شخص نے عرض کی "میں! آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "فلاں! آپ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ" پھر دوسرا اٹھا۔ اس نے عرض کی "فلاں نام ہے" آپ نے فرمایا: "تم بھی بیٹھ جاؤ" تیسرا اٹھا۔ آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "ناجیہ" آپ نے فرمایا: "تم اس کام کے لئے مناسب ہو انہیں ہانکو۔"

محمد بن یحییٰ نے حضرمی بن لاحق سے اور بزار نے عبداللہ بن بریدہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی کو قاصد بنا کر بھیجو تو ایسے شخص کو بھیجو جس کا چہرہ اچھا اور نام عمدہ ہو۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے سعید بن اسد بن موسیٰ سے) اس کا حال انہوں نے لکھ دیا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہماری یہ اونٹنیاں کون پہنچانے گا؟ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی "میں" آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "صخر یا جندل" آپ نے اسے فرمایا "بیٹھ جاؤ" پھر فرمایا "ہماری یہ اونٹنیاں کون پہنچائے گا؟ دوسرا شخص اٹھا اس نے کہا "میں" آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے اس نے عرض کی "یعیش" آپ نے فرمایا: "ہماری اونٹنیاں پہنچا آؤ۔"

امام مالک نے الموطا میں حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک دن اپنی اونٹنی منگوائی اور فرمایا: "اسے کون دوہے گا؟ ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی "میں" آپ نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "مرہ" آپ نے اسے فرمایا "بیٹھ جاؤ" پھر فرمایا! اس اونٹنی کا دودھ کون نکالے گا؟ ایک اور شخص نے عرض کی "میں" آپ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "جمرہ" آپ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ" آپ نے سہ بارہ فرمایا "اس اونٹنی کا دودھ کون نکالے گا؟ ایک شخص نے عرض کی "میں" آپ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "یعیش" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے دھولو۔"

حکیم ترمذی اور قاسم بن اصبغ نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی نہیں لیتے تھے، بلکہ عمدہ فال لیتے تھے۔ قریش نے ایک سو اونٹ اس شخص کے لئے مقرر کئے جو آپ کو گرفتار کر کے لائے، جبکہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جا رہے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے ستر سواروں کے ساتھ آپ سے ملاقات کی۔ حضور اکرم

ﷺ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "میں بریدہ ہوں" آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "ابوبکر! ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور درست ہو گیا" آپ نے فرمایا: "تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "اسلم کے ساتھ" آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ہم سلامتی پا گئے" آپ نے پوچھا "کس خاندان کے ساتھ تعلق ہے؟ فرمایا "بنوسہم سے" فرمایا "تمہارا تیر نکل آیا ہے۔" حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے کثیر بن عبداللہ کے) وہ ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

حضرت عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا، وہ کہہ رہا تھا "اسے سبزہ نے ہلاک کیا ہے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فلاں! ہم نے یہ بات تمہارے منہ سے سنی ہے۔ ہمارے ہمراہ سبزہ کی طرف نکلو" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ سبزہ کی طرف نکلے۔ اس میں ایک تلوار بھی نہ سونتی گئی۔" اس روایت کو ابونعیم نے الطب میں عبداللہ بن کثیر زنی سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے جدامجد سے روایت کیا ہے۔"

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی متعدی (مرض) نہیں۔ نہ ہی کوئی بدشگونی ہے، مجھے عمدہ فال پسند ہے مجھے عمدہ بات پسند ہے۔"

تنبیہ

ابن القیم نے المفتاح نے میں "لا عدوی" کی شرح میں لکھا ہے۔ "یہ احتمال ہے کہ یہ نفی ہو۔ یہ احتمال ہے کہ یہ نہی ہو یعنی "بدشگونی نہ ہو" لیکن حدیث پاک میں ہے۔ "لا عدوی ولا صفر ولا ھامتہ" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نہی ہے۔ اس سے مراد ایسے امور کی ممانعت ہے۔ جو جاہلیت میں پائے جاتے تھے۔ نفی اس میں ابلغ ہے، کیونکہ نفی اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے اثر نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ نہی اس کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ روایت ہے کہ عمدہ فال مرفوع حدیث کا تتمہ ہے۔ یہ اس اثر سے مدرج نہیں ہے۔" یہ قول خطابی اور ابن الاثیر کا ہے۔"

علامہ خطابی نے لکھا ہے "حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ عمدہ فال یہ ہے کہ اچھی بات سن کر عمدہ فال سے برکت حاصل کرے۔ اس کی تاویل اس معنی کے مطابق کرے جو اس کے نام کے موافق ہو، جبکہ بدشگونی اس کے خلاف ہو۔ یہ الطیر کے نام سے لیا گیا ہے۔ اہل عرب جب پرندہ دائیں بائیں طرف جاتا تو وہ اس سے بدفالی لیتے تھے۔ جب وہ سفر وغیرہ میں ہوتے تو اس سے بدفالی مراد لیتے تھے۔ ان میں سے بعض بائیں سے دائیں طرف گزرنے والے پرندے سے فال لیتے تھے۔ وہ انہیں سفر سے روک دیتے تھے۔ وہ اپنا مقصد پورا کئے بغیر واپس آ جاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے منع کیا کہ نقصان ہونے یا نفع پہنچنے میں کچھ حصہ ہو آپ نے کسی طرف سے سنے جانے والے عمدہ کلمہ سے نیک شگون لینا مستحب فرمایا۔ تاکہ رب تعالیٰ کے بارے حسن ظن قائم رہ سکے۔ الاصمعی سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عون سے فال کے بارے میں پوچھا۔ انہوں

نے فرمایا: "اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص مریض ہو اور وہ سن لے "یا سالم" یا وہ کسی چیز کی جستجو میں ہو اور وہ سن لے "یا نجیح" یا "یا واجد" نہایہ میں ہے: "اس کے خیال میں یہ بات آ جائے کہ وہ اپنے مرض سے شفاء یاب ہو جائے گا یا اس کی گمشدہ چیز مل جائے گی۔ آپ نے عمدہ فال کو پسند فرمایا، کیونکہ جب لوگ رب تعالیٰ سے فائدہ کی امید وابستہ کر لیں۔ ہر قوی یا کمزور سبب کی وجہ سے اس سے نفع کی امید لگائیں تو وہ خیر پر ہوتے ہیں اگر چہ وہ رجاء کی جہت کے اعتبار سے غلط ہوں۔ رجاء ہی ان کے لئے بہتر ہے۔ اگر وہ اپنے رب تعالیٰ سے امید اور رجاء کو منقطع کر لیں تو یہ بری بات ہے۔ جبکہ بدشگونی میں رب تعالیٰ کے بارے سوئے ظن ہے، مصیبت کے آنے کی توقع ہے۔

تیسرا باب

ناموں اور کنیتوں کے بارے سیرت طیبہ، صحابہ کرام کی کچھ اولاد کے نام تبدیل کرنا اور برا نام تبدیل کرنا

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱۔ کسی شخص کو اس کے عمدہ نام سے یاد فرمانا، امام بخاری نے الادب میں ابو نعیم حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ عمدہ نام اور اچھی کنیت سے بلایا جائے۔

۲۔ نام تبدیل فرمانا

امام ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برا نام تبدیل فرما کر اچھا نام رکھ دیتے تھے۔

امام احمد، امام بخاری نے ادب میں، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک نورِ نظر تھی، جس کا نام عاصیہ تھا آپ نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔ شیخین اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرے گی آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

امام بخاری نے ادب میں، امام مسلم، میں حضرت سعد سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا، آپ نے ان کا جویریہ رکھ دیا، آپ ناپسند فرماتے تھے کہ یوں کہا جائے وہ برہ

(نکی) سے بدل گیا۔ امام بخاری نے ادب میں محمد بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ان کی اس بہن کا نام پوچھا جو ان کے پاس تھی۔ انہوں نے کہا، اس کا نام برہ ہے انہوں نے فرمایا: اس کا نام تبدیل کردو، حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے یہ تبدیل فرما دیا، اور ان کا نام
25 زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میرا نام برا تھا۔ آپ نے سنا کہ مجھے اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ارے! خود پاکباز نہ بنا کرو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے پاکباز کون ہے اور فاجر کون ہے؟ اس کا نام زینب رکھ دو، میں نے انہیں کہا، میرا نام' انہوں نے 'اس کا نام اسی وقت تبدیل کر دیا جیسے حضور اکرم ﷺ نے تبدیل کیا تھا۔ انہوں نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔

امام بخاری نے ادب میں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام نامی میمونہ رکھ دیا۔

امام احمد، امام بخاری نے الادب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا:،، جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی،، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے میرا نور نظر دکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔ ہم نے عرض کی "حرب" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! یہ حسن ہے۔" جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا نام نامی حسین ہے جب محسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محسن ہے" میں نے اپنے ان فرزندان ارجمند کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں شبر شبیر اور مبشر رکھے ہیں، دوسری روایت میں ہے" جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام جعفر رکھا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام جعفر رکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے یاد فرمایا" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دونوں نام تبدیل کر دوں" میں نے عرض کی: "اللہ ورسولہ اعلم" آپ نے ان کا نام حسن اور حسین رکھے (رضی اللہ عنہما) امام بخاری نے الادب میں، ابوداؤد، ابن سکن الطبرانی، حاکم اور ابن ابی شیبہ نے حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک حبشی غلام خریدا انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ اس کا نام رکھیں اور اسے پکاریں" آپ نے اس کے آقا سے پوچھا" تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "احرم" آپ ﷺ نے فرمایا: اب تمہارا نام "زرعۃ" ہے۔ آپ نے اس کے آقا سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "چرواہا بنانے کا۔ آپ نے اپنی انگلیاں بند کیں یا ہتھیلی بند کی اور فرمایا: "یہ عاصم ہے"

امام احمد، شیخین اور ابوداؤد نے حضرت سعد بن میسب ہے، امام بخاری نے حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت سعید بن میسب سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ ان کے جد امجد حزن، بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا" تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "حزن" آپ نے فرمایا: "نہیں! تم سہل ہو" انہوں نے عرض کی:" میں وہ نام تبدیل نہیں کروں گا جسے میرے باپ نے رکھا تھا، سھل (نرم زمین) کو روندھا جاتا ہے اور اس کی اہانت

کی جاتی ہے" حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرا گمان ہے کہ ہمیں اس کے بعد عنقریب غموں کا سامنا کرنا پڑے گا" دوسری روایت میں ہے "حضورا کرم ﷺ نے میرے جدامجد سے فرمایا" تم سہل ہو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ یہ میرا نام میرے والدین نے رکھا ہے، اسی کے ساتھ ہی لوگوں میں میری پہچان ہے" یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے، اب ہم نے سمجھ لیا غموں کا دور دورہ ہوگا۔

امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "شہاب" آپ نے فرمایا: "تم تو ہشام ہو" امام احمد، ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے خیثمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی اپنے والد صاحب کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گئے۔ "آپ نے فرمایا: "تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "عزیز" آپ نے فرمایا: "اس کا نام عزیز نہ رکھو۔ اس کا نام عبد الرحمان رکھو" آپ نے فرمایا: "بہترین نام عبد الرحمان اور عبداللہ ہیں" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عزیز نہیں۔" امام احمد، امام بخاری نے ادب اور تاریخ میں، ابن ابی شیبہ نے حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے، ان کا نام زحم تھا آپ نے ان کا نام بشیر رکھا۔

شیخین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضرت منذر بن ابی اسید کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر کیا گیا، جب ان کی ولادت ہوئی آپ نے انہیں اپنی ران پر بٹھالیا۔ پوچھا" اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "فلاں، آپ نے فرمایا اس کا نام منذر ہے۔"

امام احمد نے حضرت سعید بن جمہان سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے وادیٔ نخلہ میں حضرت سفینہ سے ملاقات کی میں نے ان سے پوچھا" تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "میں تمہیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا حضورا کرم ﷺ نے میرا نام سفینہ رکھا تھا۔ میں نے عرض کی: "آپ نے تمہارا نام سفینہ کیوں رکھا؟ انہوں نے فرمایا: "حضورا کرم ﷺ سفر پر تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے صحابہ کرام بھی تھے۔ ان کا سامان ان پر بھاری ہو گیا، آپ نے فرمایا: "تم اپنی چادر پھیلاؤ۔" میں نے اپنی چادر پھیلا دی، صحابہ کرام نے اپنا سامان اس میں رکھ دیا۔ پھر اسے مجھ پر رکھ دیا۔ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا: اٹھالو، تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ اگر وہ اس روز مجھ پر ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ رکھ دیتے تو وہ بھی مجھے بھاری نہ لگتا" بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک سفر میں حضورا کرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب بھی کوئی چیز بچ جاتی۔ وہ اسے مجھ پر رکھ دیتے۔ آپ نے میرا نام زاملہ رکھا۔ امام بخاری نے ادب میں، امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: آپ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کی: "میرا نام عاصی ہے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ تمہارا نام مطیع ہے۔"

امام بخاری نے ادب میں، ابو یعلی اور بزار نے رائطہ بنت مسلم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا

ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "غراب" آپ نے فرمایا: "تمہارا نام تو مسلم ہے۔" الطبرانی نے حضرت زیادہ سے، انہوں نے اپنے جد امجد حضرت مسعو د رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام مطاع رکھا۔ آپ نے فرمایا: "مطاع! تمہاری قوم میں تمہاری اطاعت کی جاتی ہے" آپ نے انہیں ابلق گھوڑے پر سوار کیا۔ انہیں جھنڈا عطا کیا۔ آپ نے فرمایا: "مطاع! انہیں کے پاس جاؤ۔ جو میرے اس جھنڈے کے نیچے داخل ہوگا وہ عذاب سے امن میں ہوگا۔"

محمد بن ابی عمر نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لونڈی کا نام عجمی تھا۔ انہوں نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرے اور تیرے مابین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ دونوں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اسے فرمایا" تو جمیلہ ہے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا" نہ چاہتے ہوئے بھی یہ نام لے لو"

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت عبدالرحمان بن ابی سبرہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا یہ تمہارا فرزند ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "اس کا کیا نام ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اس کا نام حباب ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کا نام حباب نہ رکھو، حباب تو شیطان ہے لیکن یہ تو عبدالرحمان ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے فرخندہ فال افراد کے نام تبدیل فرمائے۔ جن میں کچھ حسب ذیل ہیں۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کا نام تبدیل رکھا۔ اس کا نام خباب تھا۔ شیطان کا نام خباب تھا۔ (ابن سعد)

آپ نے حصین بن سلام کا نام عبداللہ رکھا۔ حکم بن سعید کا نام عبداللہ رکھا حضرت عبدالحجر کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری فی الادب، امام احمد و بخاری فی تاریخہ)

جبار بن حارث، آپ نے ان کا نام عبدالجبار رکھا (ابو نعیم فی المعرفتہ) عبد عمرو، انہیں عبدالکعبہ کہا جاتا، یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ آپ نے ان کا نام عبدالرحمان رکھا، (ابن سعد اور ابن مندہ) غراب کا نام مسلم رکھا (ابن ابی شیبہ) عبد شر (ذوی ظلیم میں سے) آپ نے ان کا نام عبد خیر رکھا۔) (ابو نعیم)

ابو الحکم بن ہانی، آپ نے ان کا نام ابو شریح رکھا، یہ ان کے بڑے بیٹے کا نام تھا۔ (ابن ابی شیبہ)

حرب کا نام مسلم اور المضجع کا نام المنبعث رکھا۔

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک زمین سے گزرے، اسے عذرہ کہا جاتا تھا آپ نے اس کا نام خضرہ رکھا، شعب الضلالۃ شعب الہدی، بنو الزینہ کا نام بنو الرشدہ، بنو مغویہ کا نام بنو رشدہ رکھا، سرزمین بجدہ کا نام مخضرہ رکھا۔ (اس روایت کو بقی بن مخلد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔)

۳۔ بعض صحابہ کرام کی اولاد کے نام رکھنا

الطبرانی نے حضرت یاسر بن سوید جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کسی سریہ یا مہم میں بھیجا، ان کی زوجہ حاملہ تھی، ان کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی، اس کی والدہ اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے گئیں، انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بچہ پیدا ہوا ہے، اس کے والد صاحب کسی مہم میں ہیں، آپ اس کا نام رکھیں" آپ نے اسے پکڑا، اس پر اپنا دست اقدس پھیرا اور یہ دعا مانگی: "ان کے مردوں کو زیادہ کر، ان کے یتیموں کو کم فرما، انہیں محتاج نہ فرما، ان میں سے کسی کو کنگال نہ کر، فرمایا: اس کا نام مسرع رکھو اس نے اسلام کی طرف جلدی کی ہے، یہ مسرع بن یاسر ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں رونے کی آواز سنی فرمایا: "عائشہ رضی اللہ عنہا! میرا خیال ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اس کا نام نہ رکھنا حتیٰ کہ میں اس کا نام رکھوں۔" آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا، اور اپنے دست اقدس سے کھجور کی گھٹی دی" شیخین نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، میں اسے لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ کھجور سے گھٹی دی۔ اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ مجھے دے دیا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے"

امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بچے پیش کیے جاتے، آپ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور انہیں گھٹی دیتے۔"

امام احمد شیخین اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک لونڈی نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بچہ جنم دیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے اٹھاؤ، اور اسے بارگاہ رسالت میں لے جاؤ" انہوں نے اس کے ہمراہ کھجوریں بھی بھیجیں" آپ نے پوچھا" کیا اس کے ہمراہ کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے وہ کھجوریں لیں۔ انہیں ملا۔ انہیں دہن مبارک کے اندر لے گئے پھر انہیں بچے کے منہ میں ڈال دیا، پھر اسے گھٹی دی، اس کا نام عبداللہ رکھا۔" دوسری روایت میں ہے: "میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسی روز لے گیا جس روز اس کی ولادت ہوئی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا رہے تھے، آپ اپنے اونٹ کو کچھ کھلا رہے تھے، آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟" میں نے عرض کی: "ہاں! میں نے آپ کو کھجوریں پیش کیں آپ نے انہیں اپنے منہ مبارک میں ڈال لیا، انہیں چبایا ہم نے بچے کا منہ کھولا آپ نے اس کے منہ میں یہ ڈال دی، بچہ اسے نگلنے لگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انصار کھجور سے محبت کرتے ہیں۔" آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا" امام احمد نے حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی مبارک گود میں بٹھایا۔ میرے سر پر دست اقدس پھیرا اور میرا نام یوسف رکھا"

۴۔ مختلف کنیتیں رکھنا

امام بخاری نے الادب میں حضرت ہانی بن یزید سے روایت کیا ہے کہ جب وہ وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو ان کے ہمراہ ان کی قوم بھی تھی آپ نے سنا کہ قوم انہیں ابوالحکم کی کنیت سے بلا رہی تھی۔ آپ نے انہیں بلایا اور فرمایا: "حکم اللہ تعالیٰ ہے سارے حکم اسی کی طرف سے ہیں تم نے ابوالحکم کنیت کیوں رکھی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں! جب میری قوم کسی چیز میں اختلاف کرتی ہے تو وہ میرے پاس آتی ہے میں ان کے مابین فیصلہ کر دیتا ہوں، جسے دونوں فریق مان لیتے ہیں" آپ نے فرمایا: "کتنی عمدہ بات ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے بچوں کے کیا نام ہیں؟" میں نے عرض کی: شریح، عبداللہ، مسلم اور بنو ہانی۔" آپ نے فرمایا: "ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے عرض کی: "شریح" آپ نے فرمایا: "تم ابوشریح ہو۔" آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعا کی۔ آپ نے سنا کہ ان میں سے ایک شخص کو عبدالحجر کے نام سے پکارا جا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی "عبدالحجر" آپ نے فرمایا: "نہیں تم تو عبداللہ ہو۔" حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے کہا" جب حضرت ہانی اپنے شہر کی طرف آنے لگے تو وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے عرض کی" مجھے فرمائیں کون سی چیز مجھ پر جنت کو لازم کرے گی؟ فرمایا عمدہ کلام کرنا اور کھانا کھلانے کو لازم پکڑو"

شیخین نے حضرت ابوحازم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہا" یہ فلاں (امیر مدینہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ منبر مبارک کے پاس کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا:" وہ کہہ رہا تھا:" ابوتراب" یہ سن کر وہ ہنسے اور فرمایا: "بخدا! حضور اکرم ﷺ نے ان کا یہ نام رکھا ہے" یہ مکمل روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں آئے گی۔"

امام بخاری نے الادب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے پسندیدہ نام ابوتراب تھا جب انہیں اس نام سے پکارا جاتا تو وہ خوش ہو جاتے یہ کنیت حضور اکرم ﷺ نے رکھی تھی، ایک دن وہ کسی بات پر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے اور مسجد نبوی کی دیوار کے پاس لیٹ گئے، حضور اکرم ﷺ ان کے پیچھے آئے، وہ مسجد کی دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے، وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ کمر انور پر مٹی لگی ہوئی تھی آپ ان کی کمر انور سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: "ابوتراب بیٹھ جاؤ۔"

ابوداؤد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کی کنیت ابوعیسیٰ رکھی۔

امام احمد امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے میری کنیت ابوحمزہ رکھی کیونکہ میں سبزیاں چنتا تھا" ابن ماجہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کی کنیت ابویحییٰ رکھی۔"

امام احمد نے حضرت حمزہ بن صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحییٰ تھی۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابوصہیب رضی اللہ عنہ! تمہاری کنیت ابو یحییٰ کیوں ہے؟ حالانکہ تمہارا بچہ نہیں ہے؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کنیت ابو یحییٰ رکھی تھی۔" امام بخاری نے ادب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کی کنیت ابو عمیر تھی اس کی ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا۔ وہ مر گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے اسے غمزدہ دیکھا۔ استفسار فرمایا: "اسے کیا ہوا ہے؟" اس نے عرض کی کہ اس کی چڑیا مر گئی ہے" آپ نے فرمایا: "ابو عمر! چڑیا نے کیا کیا" امام بخاری نے الادب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی کنیتیں ہیں، آپ میری کنیت کیا رکھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "تم اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پر کنیت رکھ لو" ان کی کنیت ام عبد اللہ تھی۔

بزار نے ثقہ راویوں سے (سوائے ابو منھال بکراوی کے) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے طائف کے روز آپ پر گول سی لکڑی لٹکائی آپ نے فرمایا: "تم ابو بکرہ ہو۔"

امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے۔ پالان پر فدکیہ چادر تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ اس محفل میں سے گزرے جہاں عبد اللہ بن ابی بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی تک اس نے (بظاہر) بھی اسلام قبول نہ کیا تھا، اس محفل میں مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہودی بیٹھے ہوئے تھے، اس محفل میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب محفل پر گدھے کا غبار چھانے لگا ابن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانپ لی، اس نے کہا "ہم پر غبارت نہ کرو" آپ نے سلام کیا، کھڑے ہو گئے۔ نیچے اترے۔ انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی۔ انہیں قرآن پاک پڑھ کر سنایا، ابن ابی نے کہا "ارے انسان! یہ اس سے عمدہ نہیں ہے جسے تم کہہ رہے ہو، اگرچہ یہ حق ہے لیکن ہماری محافل میں اس کے ساتھ ہمیں اذیت نہ دو۔ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ ہم میں سے جو آپ کے پاس حاضر ہو جائے۔ اسے پڑھ کر سنائیں، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مجالس میں پڑھ کر سنائیں ہم یہ پسند کرتے ہیں" مسلمان، مشرکین یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پرسکون کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے، آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا "سعد! تم نے سنا نہیں کہ ابو حباب کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے درگزر فرمائیں۔ معاف کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر دیا ہے، جو کچھ عطا کر دیا ہے۔ اسی بستی کے لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ وہ اسے تاج پہنائیں اور اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب اس کی تردید حق سے ہو گئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے اسی وجہ سے اس نے یہ حرکت کی ہے جو آپ نے ملاحظہ کی۔"

۵۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی کو اختصار کے ساتھ یاد کرنا

امام بخاری نے الادب میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یاعائش! یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین ہیں جو تمھیں سلام دے رہے ہیں انہوں نے عرض کی: "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ امام بخاری نے الادب میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے عثم! لکھو۔"

چوتھا باب

چھینک مارتے وقت، لعاب دہن پھینکتے وقت اور جمائی لیتے وقت آپ کے آداب

ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو چھینک آتی تو اپنا دست اقدس یا کپڑا چہرۂ انور پر رکھ لیتے اور پست آواز میں چھینک مارتے، ابن سعد کے الفاظ میں ہے: "جب چھینک مارتے تو آواز مبارک پست کر لیتے اور چہرہ انور ڈھانپ لیتے۔"

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھینک مارتے تو رب تعالیٰ کی حمد بیان کرتے آپ سے کہا جاتا "یرحمک اللہ" آپ ان سے فرماتے: "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" امام ترمذی، امام بخاری نے الادب میں اور ابوداؤد نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چھینک ماری آپ نے فرمایا: "یرحمك الله" دوسری چھینک ماری تو فرمایا: "یرحمك الله" تیسری چھینک ماری تو فرمایا: "اس شخص کو تو زکام لگا ہے۔" امام ترمذی کے علاوہ دیگر ائمہ نے لکھا ہے کہ آپ نے دوسری بار اس طرح فرمایا تھا امام بخاری نے الادب میں، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "یہودی آپ کے پاس چھینکیں مارتے تھے۔ انہیں امید تھی کہ آپ انہیں یرحمك الله سے جواب دیں گے۔ آپ انہیں فرماتے: یھدیکم الله ویصلح بالکم الله۔

امام بخاری نے الادب میں اور ابونعیم نے حارث بن عامر سہمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ یا عرفات میں تشریف فرما تھے۔ آپ تھوک پھینکنے لگے۔ ہاتھ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اسی کے ساتھ تھوک پھینکا اور اس پر اپنے نعلین پاک مار دیے تا کہ یہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو نہ لگے" ابن سعد نے حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی نماز میں جمائی لیتے ہوئے نہیں دیکھا گیا"

امام بخاری، ابو داؤد، اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے لیکن وہ جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب تمہیں جمائی آئے تو حتی الامکان اسے روکنے کی کوشش کرو جب تم میں سے کوئی ایک جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے" امام مسلم، امام احمد، امام بیہقی، اور ابو داؤد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک جمائی لے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔ شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے۔"

حکیم ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی بات کی اور اس نے چھینک ماری تو وہ حق پر ہے۔"

تنبیہات

۱۔ ظاہر یہی ہے کہ یہودی ثناء کرتے تھے ورنہ آپ انہیں چھینک کا جواب نہ دیتے۔

۲۔ امام نووی نے لکھا ہے "جب نماز میں یا نماز سے باہر جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے، نمازی کے لیے اپنے منہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے جب کہ اسے اس کی ضرورت نہ ہو جیسے جمائی وغیرہ۔

۳۔ آپ کا فرمان "شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے" الحافظ نے لکھا ہے "یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے حقیقی دخول مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ دخول سے مراد اس کے لیے تمکن (طاقت) ہو"

۴۔ ابن بطال نے لکھا ہے کہ جمائی کی شیطان کی طرف نسبت رضا اور ارادہ کی اضافت کے معنی میں ہے، یعنی شیطان پسند کرتا ہے کہ وہ انسان کو جمائی لیتے ہوئے دیکھے کہ اس حالت میں اس کی شکل بدل جاتی ہے اور شیطان اس سے ہنستا ہے ورنہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان جمائی لاتا ہے، قاضی ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے "ہمارے لیے یہ واضح امر ہے کہ ہر ناپسندیدہ فعل کو شریعت بیضاء نے شیطان کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے اور ہر عمدہ فعل کی نسبت فرشتے کی طرف کی ہے، کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے۔ جمائی شکم سیر ہونے سے آتی ہے اس سے سستی آتی ہے اور یہ شیطان کے واسطہ سے ہے جبکہ چھینک کم غذا کھانے سے آتی ہے، اس سے چستی آتی ہے یہ فرشتے کے ذریعے ہے" امام نووی نے لکھا ہے "جمائی کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ وہ شہوات کی طرف دعوت دیتی ہے جبکہ یہ جسم کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہو، اس کے ڈھیلے پن اور سیر شکم ہونے کی وجہ سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اس سبب سے اجتناب کیا جائے جس سے یہ پیدا ہوتی ہے اس سے مراد زیادہ کھانا ہے۔"

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس کا سبب پسندیدہ ہے اس سے مراد جسم کی خفت ہے جو اخلاط کی قلت اور غذا کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے اس امر کو پسند کیا گیا ہے کیونکہ یہ شہوت کو کم کرتی ہے اطاعت کو

آسان کرتی ہے، جبکہ جمائی کا معاملہ اس کے برعکس ہے، یہ ہمارے شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے حضور اکرم ﷺ کے ان مختلف فرامین "نماز میں چھینک۔ اونگھ اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترمذی) اللہ تعالیٰ نماز میں چھینک کو پسند کرتا ہے اس روایت کو ابن شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ضعیف سند سے موقوفاً روایت کیا ہے"۔ یہاں دو مقام ہیں (۱) مقام اطلاق (۲) مقام نسبی۔ جہاں تک اطلاق کے مقام کا تعلق ہے تو نماز میں جمائی اور چھینک دونوں شیطان کی طرف سے ہیں۔ امام ترمذی کی پہلی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے گا، جہاں تک مقام نسبی کا تعلق ہے تو جب یہ دونوں نماز میں واقع ہوں تو یہ سلطان کی طرف سے ہیں چھینک اللہ تعالیٰ کو جمائی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جمائی میں چھینک سے زیادہ ناپسندیدگی ہے جبکہ یہ نماز میں ہو، اس اثر کو اسی پر محمول کیا جائے گا جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے یہ مرتبوں کے تفاوت کی طرف راجع ہے کہ بعض بعض سے زیادہ مکروہ ہیں، اس سے علم ہوتا ہے کہ اثر میں نماز کا لفظ مقدر ہے"

۵۔ الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ اکثر روایات میں ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے، ایک روایت میں یہ قید ہے کہ یہ کیفیت نماز کی حالت میں ہو، احتمال ہے کہ امر میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے نہ کہ نہی پر۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ نماز میں کراہت زیادہ شدید ہو، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز سے باہر یہ مکروہ نہ ہو، اس سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ امام نووی نے صراحت کی ہے کہ نماز سے باہر جمائی لینا بھی مکروہ ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے"

۶۔ قاضی ابن عربی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے "جمائی کو ہر حالت میں روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، نماز کے ساتھ اس کو اس لیے مختص کیا گیا ہے کیونکہ یہ حالت میں امر کی زیادہ مستحق ہے کہ اسے روکا جائے کیونکہ اس میں انسان ھیئت کے اعتدال اور خلقت کے ٹیڑھے پن سے نکل جاتا ہے۔"

۷۔ الحافظ العاقی نے لکھا ہے "نمازی کی جمائی کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمان بن زید (تابعی) سے اور انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "مجھے بتایا گیا ہے شیطان کا قارورہ ہے جسے وہ نماز میں قوم کو سونگھاتا ہے تاکہ وہ جمائی لیں۔ دوسری روایت میں ہے "شیطان کا قارورہ ہے جس میں بو ہوتی ہے، جب نمازی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' وہ اسے شق کر دیتا ہے اور منتشر ہو جانے کا حکم دیتا ہے۔"

۸۔ جمائی نہ آنا نبوت کے خصائص میں سے ہے، امام بخاری نے ادب میں اور تاریخ میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی جمائی نہیں لی خطابی نے حضرت سلمہ بن عبدالملک (انہوں نے بعض صحابہ کرام کی زیارت کی تھی وہ صدوق تھے) سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو

کبھی بھی جمائی نہیں آئی۔"

پانچواں باب

بچوں سے شفقت، ان کے ساتھ محبت کرنا اور خواتین کے ساتھ حسن سلوک

اس باب میں کئی انواع ہیں:

ا۔نومولود کے بارے میں سنت مطہرہ

الطبرانی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی تو آپ نے ان کے کانوں میں اذان دی، اور اس کا حکم دیا، الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن، حسین اور محسن رضی اللہ عنہم کے نام رکھے۔ ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ اس کے سر کے بال اتروائے، بالوں کے وزن کے برابر صدقہ کیا، ان کے متعلق حکم دیا ان کی ناف کی نال کاٹی گئی اور ان کا ختنہ کرایا گیا۔

الطبرانی، البزار نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ساتویں روز حکم فرمایا کہ اس کا حلق کرایا جائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ یہ تفصیلات "العقیقہ" کے باب میں گزر چکی ہے۔

۲۔بچوں سے شفقت

بخاری نے الادب المفرد میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر تھے، آپ یہ دعا مانگ رہے تھے "مولا! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تم بھی ان سے محبت کر" احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "مجھے میرے اہل خانہ میں سے ایک عفت مآب خاتون نے بیان کیا ہے، اس نے کہا کہ اسی اثناء میں کہ آپ کمر کے بل لیٹے ہوئے تھے سینۂ اقدس پر ایک بچہ تھا جس سے آپ شفقت فرما رہے تھے، اس نے پیشاب کر دیا، وہ اٹھی تا کہ اسے اٹھائیں، آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو......"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا، آپ کے سینۂ اقدس پر حضرت امام حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے، انہوں نے پیشاب کر دیا، میں نے دیکھا کہ ان کا پیشاب

لکیریں بن کر بہہ رہا تھا، میں اٹھ کر گیا آپ نے فرمایا: میرے فرزند دلبند کو چھوڑ دو۔ اسے گھبرانہ دینا۔" ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اس نے پوچھا: "کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ ہم تو نہیں چومتے، آپ نے فرمایا: "اگر رب تعالیٰ تمہارے دل سے رحمت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔ آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابس تیمی رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے، انہوں نے عرض کی: "میرے دس بچے ہیں، میں تو ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چومتا" آپ نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا" جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"

ان سے ہی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ان کی ہتھیلیوں سے پکڑا ان کے قدم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم ناز پر تھے، آپ نے انہیں فرمایا: "اپنا منہ کھولو۔" آپ نے انہیں بوسہ دیا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! ان سے محبت کر میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں" امام احمد، شیخان نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے ڈول سے پانی لیا اور میرے منہ پر کلی کر دی آپ ہمارے گھر جلوہ افروز تھے، اس وقت میری عمر پانچ سال تھی۔"

الطبرانی نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اور علقمہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے ہم نے دیکھا کہ آپ کپڑے میں کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، آپ نے مٹھی بھر کھجوریں ہمیں عطا کیں اور ہمارے سروں پر اپنا دست اقدس پھیرا۔"

الطبرانی نے حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں، مجھے، عبید اللہ، اور عبد اللہ کو جمع فرماتے۔ اپنے دست اقدس اس طرح کھول لیتے۔ بازوں باہر کی طرف پھیلاتے۔ فرماتے" جو پہلے میرے پاس آگیا، اس کے لیے یہ یہ ہے۔"

امام احمد نے جید سند سے حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات عبید اللہ، عبد اللہ اور کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کی صف باندھ لیتے اور فرماتے: "جو میری طرف پہلے آئے گا اس کے لیے یہ اور یہ" وہ دوڑ کر آپ کے پاس جاتے وہ آپ کی گود اور سینے پر گر پڑتے آپ انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور ان کو چومتے۔"

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتا ہوں میری آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے مجھے مسجد میں دیکھا میرا ہاتھ پکڑا، میں آپ کے ساتھ چلنے لگا آپ نے میرے ساتھ گفتگو نہ کی حتیٰ کہ ہم بنو قینقاع کے بازار تک گئے، آپ اس میں گھومے اسے دیکھا پھر واپس تشریف لے آئے، میں آپ کے ہمراہ تھا، حتیٰ کہ ہم مسجد آگئے آپ اس میں بیٹھ گئے آپ نے فرمایا: "بچہ کہاں ہے! میرے لیے بچے کو بلاؤ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے

وہ آپ کی آغوش مبارک میں گر پڑے، پھر اپنا ہاتھ آپ کی مبارک ریش میں داخل کیا، پھر آپ اپنا منہ کھولنے لگے، آپ نے اپنا منہ مبارک ان کے منہ میں داخل کیا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔"

امام بخاری نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی، میں نے زرد قمیص پہن رکھی تھی، آپ نے فرمایا: "سنہ، سنہ" حبشہ کی زبان میں اس کا معنی ہے۔ "اچھا۔ اچھا" میں گئی اور آپ کی مہر نبوت سے کھیلنے لگی، میرے والد نے مجھے جھڑکا، آپ نے انہیں فرمایا، اسے بوسیدہ کر دو، اسے پرانی کر دو۔" دوسری بار بھی اسی طرح فرمایا، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ باقی رہیں حتیٰ کہ یہ ذکر کیا گیا۔

امام بخاری نے ادب میں یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عازم سفر ہوئے، ہمیں کھانے کی دعوت دی گئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ راستے میں کھیل رہے تھے، حضور اکرم ﷺ جلدی سے آگے نکل گئے پھر اپنے دست اقدس پھیلا دیے۔ وہ ایک دفعہ ادھر سے اور دوسری دفعہ ادھر سے گزرنے لگے، وہ آپ کو ہنسا رہے تھے، حتیٰ کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ آپ نے ایک دست اقدس ان کی ٹھوڑی پر رکھا، دوسرا سر اقدس کے مابین رکھا انہیں گلے لگایا اور بوسہ دیا، پھر فرمایا "حسین مجھ سے اور میں اس سے ہوں، جو حسین سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے حسن وحسین اسباط میں سے دو سبط ہیں الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میرے بالوں کی مینڈھی تھی، حضور اکرم ﷺ اسے پکڑ لیتے تھے اور کھینچتے تھے۔"

ابو یعلیٰ نے حسن سند سے حضرت ابو یحییٰ الکلاعی سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں مقدام بن معد کے پاس آیا۔ انہیں مسجد میں کچھ تکلیف تھی، میں نے انہیں کہا: "ابو کریمہ! لوگ گمان کرتے ہیں کہ تم نے حضور اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا" انہوں نے فرمایا: "سبحان اللہ" "بخدا" میں نے آپ کی زیارت کی ہے میں اپنے چچا کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے مجھے کانوں سے پکڑا اور میرے چچا سے فرمایا: "کیا تم اسے دیکھتے ہو کہ یہ اپنی ماں اور باپ کو یاد کرتا ہے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ چل رہے تھے، آپ بچوں کے پاس سے گزرے، آپ نے انہیں سلام کیا، امام نسائی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ انصار کے پاس تشریف لے جاتے ان کے بچوں کو سلام کرتے۔ ان کے سروں پر دست شفقت رکھتے اور انہیں سلام کرتے۔"

امام احمد، ابو داؤد نے ولید بن عقبہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مکہ فتح کیا تو اہل مکہ آپ کے پاس اپنے بچے لانے لگے، آپ ان پر دست شفقت پھیرتے اور ان کے لیے دعا کرتے"

ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، امام حسین رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، وہ کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے، وہ اس میں گر پڑے تو وہ رونے لگے، آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، جب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھا تو دوڑ کر ان کی طرف گئے وہ انہیں ہاتھ بڑھا کر ایک دوسرے سے لینے لگے، حتیٰ کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں آگئے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شیطان کو تباہ کرے، اولاد بلاشبہ آزمائش ہے۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ میں منبر سے اتر آیا، ابن منذر نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی صدا سنی تو فرمایا: "اولاد آزمائش ہے۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں اٹھ کر ان کی طرف آگیا۔"

۳۔ خواتین کے ساتھ حسن سلوک

امام ترمذی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے گزرے، وہاں کافی خواتین صحابیات بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے اپنے دست اقدس کے ساتھ سلام کا اشارہ کیا" عبدالحمید نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا، حمید ی نے ان سے ہی روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ میں خواتین میں تھی آپ نے ہمیں سلام کیا۔"

ابن ابی شیبہ، امام مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اس کی عقل میں خلل تھا، اس نے عرض کی، مجھے آپ سے ضروری کام ہے" آپ نے فرمایا: "اے ام فلاں! دیکھو تم جس رستے میں چاہو کھڑی ہو جاؤ حتیٰ کہ میں وہاں تمہارے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔" آپ اس کے ساتھ اٹھے اس کے ساتھ سرگوشی کی اور اس کی ضرورت پوری کر دی" امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "اگر مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں کوئی لونڈی آپ کا دست اقدس تھام لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی" حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفرت نہیں کرتے تھے آپ اس بات سے تکبر نہیں کرتے تھے کہ بیوہ گان اور مساکین کے ضروری کام کے لیے جائیں۔"

عبد بن حمید نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، قوم نے کہا۔ یہ عدی ہے، امان اور نوشتے کے بغیر (اس کا قتل) لازم ہے۔ جب میں آپ کی خدمت میں گیا، آپ نے میرا دست اقدس تھام لیا، اس سے قبل میں امید بھی نہیں رکھتا تھا کہ رب تعالیٰ آپ کا دست اقدس میرے ہاتھ میں دے گا۔" آپ حجرہ اقدس میں جانے کے لیے اٹھے، رستہ میں ایک عورت ملی، اس کے ہمراہ اس کا بچہ تھا، انہوں نے کہا "ہمیں آپ سے ضروری کام ہے" آپ اس کے ساتھ کھڑے رہے حتیٰ کہ اس کا کام کر دیا۔"

امام نسائی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے" انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ آپ چل رہے تھے کہ ایک عورت آپ کے سامنے چل رہی تھی، میں نے اسے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رستہ چھوڑ دے" اس نے کہا "رستہ کھلا ہے خواہ

آپ دائیں سے گزر جائیں یا بائیں سے" آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو یہ جبارہ (متکبرہ) ہے۔"

چھٹا باب

غصے کے وقت اسوہ حسنہ

غصے کے وقت کیا کیا جائے

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا، دو شخص ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ان میں سے ایک سخت غصے میں ہونے لگا۔اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔اس کی رگیں پھول گئیں۔آپ نے اس کی طرف دیکھا۔آپ نے فرمایا: "میں ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اسے کہے تو اس کا غصہ ختم ہوجائے وہ "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" ہے۔وہ شخص اٹھ کر اس کے پاس گیا۔اسے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ آپ نے کیا فرمایا۔آپ نے فرمایا: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اس نے کہا "کیا تم مجھے مجنون دیکھ رہے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو، تعلیم سکھاؤ اور آسانیاں پیدا کرو" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا" جب تم غصے میں ہو تو خاموش ہو جاؤ۔" ابوداؤد نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک غصے میں ہو تو وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔اگر اس کا غصہ ختم ہوجائے تو بہتر ورنہ لیٹ جائے" ابوداؤد نے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لڑا اس نے انہیں اذیت دی، وہ خاموش رہے، اس نے دوسری بار اذیت دی، وہ پھر بھی خاموش رہے اس نے تیسری بار تکلیف دی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا جب انہوں نے جواب دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ اترا، اس کی تکذیب کر رہا تھا جو کچھ وہ تمہیں کہہ رہا تھا۔جب تم نے جواب دیا تو شیطان آگیا، جب شیطان آگیا تو میں نے بیٹھنا پسند نہ کیا۔"

ساتواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش اور آپ کی بارگاہ میں سفارش

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کو رد فرمایا۔ ان پر ناراضگی کا اظہار نہ کیا نہ ہی ان کی گرفت کی۔

۲۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سفارش کرنے کا حکم

سعد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سفارش کرو اجر ملے گا میں پاک معاملہ کا ارادہ کرتا ہوں میں اسے مؤخر کرتا ہوں تاکہ تم سفارش کرو تاکہ تمہیں اجر وثواب ملے۔"

۳۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک حسین اور خوبصورت جوان تھے وہ اپنی قوم کے جوانوں میں سے سب سے زیادہ خوبرو تھے، وہ جو کچھ بھی مانگتے انہیں مل جاتا، جب انہوں نے دین حق قبول کیا تو مال کا دروازہ اس کے لیے بند کر دیا گیا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ وہ ان کے قرض خواہوں سے بات کریں، آپ نے اسی طرح کیا مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا: "اگر کسی کی بات کی وجہ سے کسی کو ترک کرنا جائز ہوتا تو ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلام کی وجہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیتے۔ آپ نے حضرت معاذ کو یاد فرمایا ان کا مال (جائیداد) فروخت کیا اور اسے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہ رہا، جب انہوں نے حج کیا تو آپ نے انہیں یمن بھیجا تاکہ ان کا مال درست ہو جائے، سب سے پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہ مال سمندر سے لے کر آئے، جب وہ یمن سے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔"

آٹھواں باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تشریف لے جانا اور ان کے مابین صلح کرانا

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔"

یہ روایت پہلے تفصیل سے گزر چکی ہے۔ابواسحاق،ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمزور مسلمانوں کے ہاں تشریف لے جاتے۔ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے،ان کے مریضوں کی عیادت کرتے اور ان کے جنازوں میں شرکت کرتے" امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔"

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،انہوں نے فرمایا:"جب آپ نماز عصر ادا فرما لیتے تو بنوعبدالاشہل کے گھر تشریف لے جاتے،ان کے ساتھ مصروفِ گفتگو رہتے،حتیٰ کہ مغرب کے وقت آپ واپس تشریف لے آتے۔"ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے،نماز کا وقت ہو جاتا آپ بعض اوقات ہماری چٹائی پر نماز ادا کر لیتے وہ ہماری چٹائی تھی جس پر ہم پانی چھڑکتے تھے۔"

امام احمد،امام نسائی،دارقطنی اور ابوداؤد نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جاگیر میں تشریف لے گئے،امام احمد،ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ام ورقہ بنت نوفل سے روایت کیا ہے کہ جب آپ غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا:"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادیں میں آپ کے مریضوں کی تیمارداری کروں گی،شاید رب تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز کر دے۔" آپ نے فرمایا:"تم اپنے گھر میں ہی ٹھہری رہو رب تعالیٰ تمہیں شہادت سے سرفراز فرمائے گا"انہیں شہیدہ کہا جاتا تھا،وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں،انہوں نے اذن طلب کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں موذن رکھ لیں،آپ نے انہیں اذن مرحمت فرمادیا تھا،انہوں نے اپنے ایک غلام اور لونڈی کو مدبر بنا رکھا تھا،یہ دونوں رات کے وقت ان کے پاس گئے،اور انہیں چادر میں لپیٹ دیا،حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا،یہ بھاگ گئے،وقت صبح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کیا"جسے ان دونوں کے بارے میں علم ہو یا جس نے انہیں دیکھا ہو تو وہ انہیں پکڑ کر لے آئے،انہیں لایا گیا،انہیں پھانسی دے دی گئی،یہ پہلے افراد تھے جنہیں مدینہ طیبہ میں پھانسی دی گئی۔"

ابن ابی شیبہ،حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے وہ اس وقت حشیش پکا رہی تھیں۔

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل قباء نے جھگڑا کیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے،آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا:"ہمارے ساتھ چلو ہم ان کے مابین صلح کراتے ہیں۔"

نواں باب

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دعا کرنا اور بعض کی دعا پر آمین کہنا

26

حاکم نے مستدرک میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے، آپ نے فرمایا: "دعا مانگو، میں نے اور میرے ساتھی نے دعا مانگی آپ نے آمین کہی، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اور کہا "میں تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے ساتھی نے کیا ہے البتہ میں ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو فراموش نہ ہو" آپ نے آمین کہی۔ ہم نے عرض کی "یارسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی یہی دعا مانگتے ہیں" آپ نے فرمایا: "یہ دوسی جوان تم سے سبقت لے گیا ہے۔"

دسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی تمنا

اس میں کئی انواع ہیں:

۱۔ آپ کی تمنائے شہادت

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر ایسے فرخندہ فال افراد نہ ہوتے جو خوشی خوشی مجھ سے پیچھے نہیں رضا چاہتے نہ ہی میں ایسی سواریاں پاتا ہوں جن پر انہیں سوار کروں تو میں کسی بھی سریہ سے پیچھے نہ رہتا جو راہ خدا میں روانہ ہوتا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے میں پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جائے، میں پھر شہید ہو جاؤں، مجھے پھر زندہ کیا جائے میں پھر شہید ہو جاؤں"

۲۔ اگر وہ خیال مجھے پہلے آتا جو بعد میں آیا تھا

امام بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ خیال مجھے پہلے آتا جو بعد میں آیا تھا تو میں قربانی کا جانور تو نہ لاتا اور لوگوں کے ہمراہ تلبیہ کہتا۔"

۳۔ کاش آج رات کوئی شخص ہماری نگرانی کرے

آپ نے فرمایا: ''اس اثناء میں کہ ہم اسی حالت پر تھے کہ میں نے کسی کی آواز سنی، میں نے پوچھا کون؟'' انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ میں سعد ہوں، میں آپ کی نگہبانی کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ آرام فرما ہو گئے، حتیٰ کہ ہم نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔''

گیارہواں باب

عذر کرنا اور معذرت قبول کرنا

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱۔ عذر قبول نہ کرنے کے بارے میں وعید

ابن ماجہ نے حضرت جوذان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کے سامنے معذرت کی۔ اس نے اس کی معذرت قبول نہ کی تو اس پر ٹیکس لینے والے کی طرح لغزش کا گناہ ہوگا''

۲۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معذرت کرنا

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو سلام عرض کیا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے انہیں سلام نہ کیا، جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے فرمایا: ''میں نے صرف اس لیے تمہیں سلام کا جواب نہ دیا کیونکہ میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا''

۳۔ معذرت کرنے والے کی معذرت قبول کرنا

امام مسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حضرت عبداللہ بن کعب، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر چلتے تھے جب یہ نابینا ہو گئے، انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے والد گرامی کو سنا وہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا واقعہ بیان کرتے تھے جب وہ حضور اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ جس غزوہ میں بھی تشریف لے گئے مجھے بھی اس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، مگر میں غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکا تھا، غزوہ بدر سے پیچھے رہنے والوں پر رب تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ کیا تھا، وجہ یہ تھی کہ غزوۂ بدر کے وقت حضور اکرم ﷺ قریش کے قافلہ کے تعاقب کے لیے تشریف لے گئے

تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دشمنوں کو بغیر کسی عہد کے جمع فرما دیا تھا، میں نے عقبہ کی شب آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، جبکہ ہم نے اسلام لانے پر عہد و پیمان کیے تھے مجھے پسند نہ تھا کہ میں اس کے مقابلہ میں غزوۂ بدر میں شرکت کرتا جبکہ لوگوں کے ہاں غزوۂ بدر میں شرکت زیادہ معروف تھی، میری محبت افزا داستان یہ ہے" میں نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ شرکت نہ کی۔ اس وقت میں جتنا آسودہ اور قوی تھا اس سے پہلے اتنا کبھی نہ تھا، بخدا! میرے پاس کبھی بھی دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں لیکن اس وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں، حضور اکرم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب کسی سمت غزوہ کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تو اشارہ سے فرماتے لیکن اس وقت آپ نے سب کچھ تفصیل سے بیان کر دیا، یہ غزوہ سخت گرمی میں تھا، سفر بھی طویل تھا، بڑے دشمن سے سامنا بھی تھا، آپ نے لوگوں کے لیے واضح فرما دیا تاکہ وہ اس کے لیے اچھے طریقے سے تیاری کر لیں یہ بھی فرمایا کہ ارادہ کس طرف کا ہے اس غزوہ میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی کوئی دیوان انہیں جمع نہیں کر سکتا۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے وہاں نہ جانے کا ارادہ کیا ہو، مگر اس کا یہی گمان تھا کہ اس کا معاملہ مخفی رہے گا حتیٰ کہ اس کے بارے میں آپ پر وحی کا نزول ہو۔ سپہ سالار اعظم ﷺ اس غزوہ کے لیے اس وقت روانہ ہوئے جب پھل پکے ہوئے تھے، سائے بڑے عمدہ لگتے تھے، لوگ ان کے شیدا تھے، حضور اکرم ﷺ اور اہل ایمان نے جہاد کی تیاری شروع کی، میں وقت صبح ان کے ہمراہ جانے کے لیے تیاری کے بارے میں سوچتا، مگر میں واپس آجاتا اور تیاری مکمل نہ ہوتی، میں دل میں کہتا "میں جب چاہوں گا تیاری مکمل کر لوں گا" یہ سلسلہ طوالت اختیار کرتا گیا حتیٰ کہ اہل ایمان نے تیاری مکمل کر لی، سپہ سالار اعظم ﷺ روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ مسلمان بھی تھے مگر میری تیاری مکمل نہ ہو سکی، میں نے کہا "میں ایک دو دن بعد تیاری کر لوں گا اور آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا، ان کی روانگی کے بعد میں نے تیاری کا ارادہ کیا مگر کسی کام کی وجہ سے واپس آگیا اور تیاری نہ کر سکا، یہ سلسلہ طوالت اختیار کرتا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرعت سے تشریف لے گئے۔ میں اس شرکت سے محروم رہ گیا، میں نے عازم سفر ہونے کا ارادہ کیا میں نے سوچا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جا ملوں گا کاش! میں یوں عمل پیرا ہو جاتا مگر میں نے یوں نہ کیا، حضور اکرم ﷺ کی روانگی کے بعد میں لوگوں میں چکر لگاتا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوتا کہ میں صرف ان لوگوں کو دیکھتا جن پر نفاق کی تہمت تھی یا جو معذور تھے، راستہ میں سپہ سالار اعظم ﷺ نے میرا تذکرہ نہ کیا، حتیٰ کہ آپ تبوک جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ وہاں جلوہ افروز تھے تو آپ نے پوچھا "کعب بن مالک نے کیا کیا؟" بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! اسے دھاریوں والی چادر اور اس کی اطراف کی زیارت نے ساتھ آنے سے منع کیا ہے۔" حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا: "تو نے کتنی معیوب بات کی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ بخدا! ہم ان کے بارے میں بھلائی ہی جانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے، اسی اثناء میں آپ نے ایک سفید شخص دیکھا جسے سراب زائل کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: "خدا کرے! ابو خیثمہ ہی ہوں، وہ حضرت ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے، جب منافقین نے انہیں مورد الزام ٹھہرایا تو انہوں نے ایک صاع

کھجوریں بطور صدقہ دیں۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لا رہے ہیں، تو مجھے میری آفت نے آلیا، میں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ کیا، میں نے کہا" میں کل آپ کے غصے سے کیسے بچوں گا؟ میں نے اپنے خاندان کے دانشوروں سے مشورہ کیا جب مجھے بتایا گیا کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ آنے ہی والے ہیں تو باطل مجھ سے چھٹ گیا حتیٰ کہ میں نے جان لیا میں آپ سے کسی بھی چیز سے کبھی بھی نجات نہیں پا سکتا اور میں نے عزم کر لیا کہ آپ کے ساتھ سچ ہی بولوں گا۔ وقت صبح آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہو گئے۔ جب آپ سفر سے واپس تشریف لائے، تو آپ مسجد میں تشریف لے جائے اور دو رکعتیں پڑھی، پھر آپ لوگوں کے لیے بیٹھ گئے، پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرتے، آپ کے لیے قسمیں اٹھاتے، ان کی تعداد اسی اور کچھ تھی، آپ نے ان کا ظاہر قبول کر لیا ان کو بیعت کر لیا ان کے لیے مغفرت طلب کی، اور ان کے باطنوں کو اللہ رب العزت کے سپرد کر دیا، حتیٰ کہ میں بھی آپ کی خدمت می حاضر ہو گیا جب میں نے سلام کیا تو آپ یوں مسکرائے جیسے ناراض شخص مسکراتا ہے پھر فرمایا" آؤ" میں چلتا ہوا آیا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے مجھے پوچھا "کس چیز نے تمھیں پیچھے رکھا ہے" کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید رکھی تھی، میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور اہل دنیا کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں دیکھتا کہ میں کسی عذر سے اس کی ناراضگی سے نکل جاتا۔ مجھے جھگڑا کرنے کا ڈھنگ آتا ہے، لیکن! بخدا! میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ سے غلط بیانی کی تو آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہو جائے گا، اگر میں نے آپ سے سچی بات کر دی تو اگر آپ مجھ سے ناراض ہو بھی گئے تو مجھے رب تعالیٰ سے اچھے انجام کی امید ہے، بخدا! میرا کوئی عذر نہیں ہے، بخدا! میں نہ تو کبھی اتنا خوش حال تھا اور نہ اتنا قوی تھا جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا (میں اس وقت بہت خوش حال اور قوی تھا)" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس شخص نے سچ بولا ہے۔" اٹھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ فرما دے" میں اٹھا، بنو سلمہ کے بہت سے لوگ تیزی سے میرے پیچھے لپکے، انہوں نے مجھے کہا" واللہ! ہم نہیں جانتے کہ اس سے قبل تم سے کسی گناہ کا صدور ہوا ہو، لیکن تم اس امر سے عاجز تھے کہ تم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عذر پیش کر دیتے، جیسے کہ پیچھے رہ جانے والے دیگر افراد نے عذر پیش کیے ہیں، تیرے لیے حضور اکرم ﷺ کا استغفار ہی کافی تھا، بخدا! وہ لگا تار مجھے ترغیب دلاتے رہتے حتیٰ کہ میں نے ان سے پوچھا" کیا کسی اور کے ساتھ بھی اس طرح کا معاملہ ہوا ہے جیسے میرے ساتھ معاملہ ہوا ہے؟ انہوں نے کہا" ہاں! دو اور افراد بھی ایسے ہی آپ سے ملے، آپ نے انہیں بھی اسی طرح فرمایا جیسے تم سے فرمایا تھا، ان سے بھی اسی طرح کہا گیا جیسے تم سے کہا گیا" میں نے پوچھا" وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا وہ حضرت مرارہ بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ الواقفی رضی اللہ عنہ ہیں" انہوں نے میرے لیے دو پاکباز افراد کا ذکر کیا تھا، انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی، ان میں نمونہ تھا، جب انہوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں خاموش ہو گیا۔

انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا تھا کہ وہ ہم سے بات چیت کریں۔" یعنی پیچھے رہ جانے والوں میں سے صرف ان تینوں سے لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے، وہ ہمارے لیے بدل سے گئے تھے، حتیٰ کہ مجھے دل میں یہ سرزمین اجنبی دکھائی دینے لگی، یہ وہ سرزمین تھی جسے میں جانتا تھا، اسی حالت پر پچاس راتیں گزر گئیں میرے دونوں ساتھی تو کمزور ثابت ہوئے، وہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے ان کا کام ہی رونا تھا، مگر میں ان سے زیادہ جوان اور مضبوط تھا، میں باہر نکلتا تھا، نماز میں شرکت کرتا تھا، بازاروں میں جاتا تھا مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا، میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتا۔ آپ کو سلام عرض کرتا، جبکہ آپ نماز کے بعد اپنی محفل میں تشریف فرما ہوتے۔ میں دل میں کہتا "کیا سلام کا جواب دیتے ہوئے آپ کے لب لعلیں نے حرکت کی ہے یا نہیں" پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ نظریں چرا کر آپ کو دیکھتا۔ جب میں اپنی نماز میں مصروف ہو جاتا تو آپ میری طرف دیکھتے۔ جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ مجھ سے اعراض فرماتے، مسلمانوں کی طرف سے یہ سختی مجھ پر طوالت اختیار کرتی گئی۔ میں چلا، حتیٰ کہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے چچا زاد تھے اور مجھے سارے لوگوں سے زیادہ پیارے تھے، میں نے انہیں سلام کیا، بخدا! انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے انہیں کہا "ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتا ہوں" وہ مہر بلب سے رہے میں پھر واسطے دینے لگا، وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر واسطہ دیا۔ انہوں نے کہا "اللہ و رسولہ اعلم" میری آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگے میں واپس چلا گیا اور دیوار پھلانگ کر واپس آ گیا"

"اسی اثناء میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اہل شام میں سے ایک نبطی آیا، وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مدینہ طیبہ میں غلہ لاتے تھے اور اسے بیچتے تھے، وہ کہہ رہا تھا "مجھے کعب بن مالک تک کون پہنچائے گا؟ لوگ اسے میری طرف اشارہ کرنے لگے حتیٰ کہ وہ میرے پاس آ گیا۔ مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا میں کاتب تھا میں نے اسے پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا، امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل و رسوا نہ کرے، تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے۔" میں نے خط پڑھا تو میں نے کہا "یہ نئی مصیبت ہے میں نے اسے تنور میں جلا دیا، جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں۔ ابھی تک ہمارے بارے وحی کا نزول نہ ہوا تھا، حضور اکرم ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے کہا "حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی زوجہ سے جدا ہو جاؤ" میں نے اسے کہا "کیا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا "نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ" آپ نے میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی اسی طرح کا پیغام بھیجا تھا، میں نے اپنی زوجہ سے کہا "تم اپنے میکے چلی جاؤ، وہیں ٹھہری رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس امر میں کوئی فیصلہ کر دے" حضرت ہلال بن امیہ کی زوجہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ عمر رسیدہ بوڑھا شخص ہے، اس کے پاس خادم بھی نہیں ہے، کیا آپ ناپسند کریں گے کہ میں ان

کی خدمت کروں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ جائے" اس نے کہا: "بخدا! اسے کسی چیز کی تمنا ہی نہیں وہ اس دن سے لے کر آج تک لگا تار رو رو کر زاری کر رہے ہیں۔"

مجھ سے میرے بعض رشتہ داروں نے کہا "تم بھی اپنی زوجہ کے بارے میں اسی طرح اذن لے لو۔ جیسے ہلال بن امیہ کی زوجہ نے اذن لیا ہے کہ وہ ان کی خدمت کرے" میں نے کہا "بخدا! میں آپ سے اس کے بارے اذن نہ لوں گا، میں نہیں جانتا کہ آپ مجھے کیا جواب دیں گے، اگر میں نے اس کے بارے آپ سے اذن طلب کیا۔ میں جوان شخص ہوں" اسی حالت پر دس راتیں اور گزر گئیں، ہم سے گفتگو کرنے سے ممانعت کو پچاس راتیں ہو چکی تھیں پچاسویں رات کی صبح کو میں نے نماز صبح پڑھی میں نے یہ نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھی، میں اسی حالت پر تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے، میرا نفس مجھ پر تنگ ہو گیا تھا، زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی، میں نے کوہ سلع پر کسی پکارنے والے کی آواز کو سنا، وہ باآواز بلند کہہ رہا تھا "کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو" میں فوراً سجدہ ریز ہو گیا میں جان گیا کہ آسائش آ چکی ہے" حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو ہماری توبہ کے بارے بتا دیا جبکہ آپ نے نماز فجر پڑھ لی تھی، صحابہ کرام ہمیں مبارکباد دینے لگے وہ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی بشارت سنانے کے لیے چلے گئے، ایک شخص اپنے گھوڑے پر تیزی سے میری طرف آیا۔ بنو اسلم کا ایک شخص دوڑتا ہوا میری طرف آیا وہ پہاڑ پر چڑھا، اس کی آواز گھوڑے سے جلد مجھ تک پہنچ گئی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی آواز نے مجھے پہلے بشارت دی تھی میں نے اس کے لیے اپنے کپڑے اتارے اور اس بشارت کی وجہ سے اسے پہنا دیے۔ بخدا! اس وقت میرے پاس ان کے علاوہ اور کپڑے نہ تھے۔ میں نے کپڑے عاریۃً لیے اور انہیں پہن لیا میں آپ سے ملاقات کے ارادہ سے نکلا صحابہ کرام مجھے گروہ در گروہ ملنے لگے۔ وہ مجھے توبہ کی قبولیت کی بشارت دے رہے تھے وہ کہہ رہے تھے "تمہیں مبارک ہو، رب تعالیٰ نے تمہاری توبہ کو قبول کر لیا ہے" حتیٰ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہو گیا، حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف آئے، انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا، مجھے مبارک دی، بخدا! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی شخص نہ اٹھا۔" حضرت کعب حضرت طلحہ کا یہ احسان فراموش نہ کرتے تھے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب میں نے آپ کو سلام عرض کیا آپ کا چہرہ انور خوشی سے تاباں تھا، آپ نے فرمایا: "تمہیں اس بہترین دن کی مبارک ہو، جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک تم پر اتنا مبارک دن نہیں گزرا۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ یہ کرم فرمائی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے" جب آپ مسرور ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ انور تاباں ہوتا تھا، گویا کہ آپ کا روئے تاباں چاند کا ٹکڑا تھا، ہم اسی سے آپ کی مسرت کا اندازہ لگا لیتے تھے، جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی رضا کے لیے اپنا

مال صدقہ کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے" میں نے عرض کی: "میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں ہے" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ رب تعالیٰ نے مجھے سچائی کی وجہ سے نجات دی ہے میری توبہ یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا میں سچ بولتا رہوں گا" بخدا! میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ کی وجہ سے کسی ایسی مصیبت میں گرفتار کیا ہو، جب سے میں نے حضور اکرم ﷺ سے اس امر کا ذکر کیا اس وقت سے لے کر آج تک جیسی مصیبت میں مَیں تھا لیکن مجھے سچ کی وجہ سے نجات ملی۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی میری حفاظت کرے گا" اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (توبہ: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

ترجمہ: یقیناً رحم سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔

حضرت کعب نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت سے مالا مال کر کے جو نعمت مجھ پر کی اس کے بعد مجھے رب تعالیٰ نے کسی ایسی نعمت سے سرفراز نہیں کیا جو اس نعمت سے عظیم تر ہو جو مجھے اس دن سچ بولنے کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی میں نے اس وقت جھوٹ نہیں بولا تھا اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑتا جیسے وہ لوگ برباد ہو گئے تھے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا، کیونکہ اللہ رب العزت نے جب نزول وحی کیا تو اس نے جھوٹ بولنے والوں کے بارے سب سے بری بات کی، اس نے فرمایا:

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ (التوبہ:۹۶)

ترجمہ: عنقریب یہ تمہارے سامنے آ کر قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرو تم انؐ سے صرف نظر کرو بے شک وہ سراسر ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ ان کے کیے کی سزا ہے اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ فاسقوں سے راضی نہ ہوگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تینوں کے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے موخر کر دیا گیا جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قسموں کو قبول کر لیا تھا اور انہیں معذور فرمایا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا معاملہ موخر کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ خود فیصلہ کرے جو وہ کرے اسی لیے اس نے فرمایا:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ (توبہ:۱۱۸)

اللہ رب العزت نے ہمارے پیچھے رہ جانے کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ ہم غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا معاملہ مؤخر کر دیا تھا، آپ نے ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا، ان لوگوں کی نسبت جنہوں نے قسمیں کھائیں معذرت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی معذرت قبول کر لی"

بارھواں باب

کاشانہ اقدس میں داخل ہونے، باہر نکلنے اور لوگوں کے ساتھ ملنے کی کیفیات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گفتگو فرمانا، ان کی گفتگو سننا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کے سامنے گفتگو کرنا اور رات کے وقت ان کے ساتھ محو گفتگو ہونا

اس میں کئی انواع ہیں:

ا۔ کاشانہ اقدس میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی کیفیت

امام ترمذی اور بیہقی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدخل کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے فرمایا: "آپ جب اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے جاتے تو اپنے امور کے متعلق آپ ماذون تھے، جب آپ کاشانہ اقدس میں تشریف لے جاتے تو آپ اپنے وقت کو تین اجزاء میں تقسیم کر

لیتے، ایک جزو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ دوسرا جزو اپنے اہل خانہ کے لیے اور تیسرا جزو اپنے آپ کے لیے، پھر اپنے جزو کو اپنے اور لوگوں کے مابین تقسیم فرما لیتے اس وقت عام اور خاص لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ ان سے کچھ چھپا کر ذخیرہ نہ کرتے تھے آپ کا اسوہ حسنہ یہ تھا امت کے جزو میں سے آپ کے اذن سے اہل فضل پر ایثار ہوتا، آپ نے اسے ان کے دین میں فضیلت تقسیم کر رکھی تھی، ان میں سے کوئی ایک حاجت لے کر آتا کوئی دو حاجتیں لے کر حاضر خدمت ہوتا کسی کسی کی بہت سے حاجتیں ہوتیں، آپ ان کے ساتھ مصروف رہتے، ایسے امر میں مشغول رہتے جس سے ان کی اصلاح ہوتی، امت کی اصلاح ہوتی، وہ آپ سے سوالات کرتے، آپ انہیں بتاتے کہ انہیں کیا چاہیے، آپ فرماتے "تم میں سے حاضر غائب تک پہنچا دے، مجھ تک اس شخص کی ضرورت پہنچاؤ جو اپنی ضرورت پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا جس نے سلطانِ وقت تک اس شخص کی حاجت پہنچائی جسے وہ اس تک پہنچا نہ سکتا تھا تو روزِ حشر اللہ تعالیٰ اس کے دونوں قدموں کو ثابت فرمائے گا، آپ کے پاس صرف اس چیز کا تذکرہ کیا جاتا، آپ اس کے علاوہ کسی اور سے کچھ قبول نہ کرتے، آپ کے پاس پیش رو آتے، وہ علم حاصل کر کے جاتے اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والے بن کر جاتے الطبرانی نے حضرت زید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد گرامی اور جد امجد سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو یہ ذکر فرماتے:

بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ توکلت علی اللہ حسبی اللہ ونعم الوکیل۔

الطبرانی نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو نگاہ ناز اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے اور یہ دعا مانگتے:

اللھم انی اعوذ بک من ان اضل او اضل او ازل او ازل او اجھل او یجھل علی او اظلم او اظلم۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حجرہ مقدسہ میں جھانکا آپ تیر کا پیکان لے کر اس کی طرف بڑھے اور چھپ کر اس پر وار کرنے کا ارادہ کیا سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مقدسہ سے جھانکا، آپ کے دست اقدس میں کنگھی تھی جس کے ساتھ آپ سر اقدس میں کنگھی کر رہے تھے، جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا "اگر مجھے یہ علم ہو جاتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھوں میں نیزہ مار دیتا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اذن مانگنا از روئے بصارت ہے۔"

۲۔ لوگوں سے مخاطب ہونا

ابو داؤد اور ابو الشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی میرے صحابہ کی طرف سے مجھے کوئی بات نہ پہنچائے میں چاہتا ہوں کہ میں جب ان کی طرف نکلوں تو میرا سینہ ان کے بارے صاف ہو" اس

روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے، انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے" آپ مال لے کر تشریف لائے آپ نے اسے تقسیم فرمایا، میں دو افراد تک پہنچا وہ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہہ رہے تھے "محمد عربی ﷺ نے اس تقسیم سے رضائے الٰہی کے حصول کا ارادہ نہیں کیا، نہ ہی دار آخرت کا ارادہ کیا ہے میں نے یہ سنا تو تیزی سے آپ کی خدمت میں آیا، اور آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا: "مجھے چھوڑ دو، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔"

امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ دست اقدس کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ سخی تھے، زبان اقدس کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے تھے طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم تھے۔ ملاقات کے اعتبار سے سب سے زیادہ کریم تھے، جو اچانک آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا جو اکثر آپ کے پاس حاضر رہتا۔ وہ آپ سے محبت کرنے لگتا، آپ کی نعت بیان کرنے والا کہتا" میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد میں دیکھا۔"

امام ترمذی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی زبان اقدس کی حفاظت فرماتے تھے صرف وہی بات زبان پر لاتے جس سے دائمی بشارت مراد ہوتی۔ آپ نرم اخلاق والے تھے، نرم پہلو والے تھے، نہ تو آپ ﷺ بد خلق تھے، اور نہ ہی سخت دل تھے، نہ شور و غل مچانے والے تھے اور نہ ہی فحش گو تھے، نہ عیب نکالتے تھے نہ ہی مریض تھے جسے پسند نہ کرتے اس سے پہلو تہی فرما لیتے، مانگنے والے کو مایوس نہ کرتے۔ نہ ہی اسے خائب و خاسر لوٹاتے، آپ نے تین امور کو اپنے نفس کے بارے ترک کر دیا تھا" ا۔ ریاکاری ۲۔ کثرمال ۳۔ فضول امور" لوگوں کے تین امور ترک کر دیے تھے۔

ا۔ آپ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے، نہ کسی پر عار لگاتے۔ نہ ہی کسی کے عیب نکالتے تھے۔ نہ ہی کسی شخص کی مخفی چیز کی ٹوہ لگاتے۔ صرف وہی گفتگو فرماتے جس میں اجر و ثواب ہوتا جب محو گفتگو ہوتے تو حاضرین اپنے سروں کو جھکا لیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں، جب آپ خاموش ہو جاتے تو وہ گفتگو فرماتے، وہ آپ کی بارگاہ میں کسی بات میں بحث، مباحثہ نہیں کرتے، جو آپ کے پاس محو گفتگو ہوتا تو آپ اس کے لیے خاموش ہو جاتے حتیٰ کہ وہ فارغ ہو جاتے جب آپ مسکراتے ہیں تو وہ بھی مسکراتے ہیں جب آپ تعجب کرتے ہیں تو وہ بھی تعجب کرتے ہیں"

آپ کسی اجنبی کی گفتگو اور سوال میں سختی کو برداشت کرتے حتیٰ کہ اگرچہ آپ کے صحابہ کرام انہیں ڈانتے تھے، آپ فرماتے" جب تم کسی ضرورت کے طالب کو دیکھو کہ وہ اسے طلب کر رہا ہے تو اس کی مدد کرو، آپ صرف بدلہ چکانے والے سے تعریف قبول فرماتے۔ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے، حتیٰ کہ قطع کرنا اس میں روا ہو جاتا پھر اسے نہی یا قیام سے منقطع کر دیتے۔ صحابہ کرام کی تالیف قلبی فرماتے۔ ان سے نفرت نہ فرماتے، قوم کے معزز شخص کی تکریم کرتے، ان پر ان کے والی مقرر فرما دیتے، لوگوں کو محتاط کرتے کسی سے اس کے شر یا بد اخلاقی کی وجہ سے تعلق ختم کیے بغیر اس سے محتاط ہو جاتے، اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے پوچھتے لوگوں سے پوچھتے کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا ہے۔ اچھے عمل کی تعریف فرماتے، اسے تقویت بخشتے قبیح کو

قبیح سمجھتے اور اسے کمزور فرماتے، معاملے کو معتدل فرماتے۔ مختلف نہ فرماتے، اس اندیشے سے پہلوتہی نہ فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غافل ہو جائیں یا پوری طرح میلان کر رکھیں، ہر حالت میں آپ کے پاس ساز و سامان تیار رہتا حق سے کوتاہی نہ کرتے اور نہ ہی اس سے تجاوز کرتے، لوگوں میں سے آپ کی بارگاہ میں قرب اسے حاصل ہوتا جو ان میں سے بہترین ہوتا، آپ کی بارگاہ میں ان میں سے وہی افضل ہوتا جس کا خلوص زیادہ ہوتا، آپ کے نزدیک مقام و مرتبہ میں بالاتر وہ ہوتا، جو ہمدردی اور تعاون میں سب سے زیادہ ہوتا۔ کسی مجلس سے ذکر الٰہی کئے بغیر نہ اٹھتے، جب کسی قوم کے پاس جاتے، تو مجلس کے آخر میں تشریف فرما ہو جاتے اسی کا حکم دیتے۔ کسی جگہ کو مستقل اختیار نہ فرماتے اور مستقل اسے اختیار کرنے سے منع فرماتے، ہر ہم نشین کو اس کا حصہ دیتے ہر ہم نشین یہ سمجھتا کہ آپ اس کا سب سے زیادہ احترام کرتے ہیں، جو آپ سے کسی ضرورت کا سوال کرتا تو آپ اس کے ضرورت کو پورا فرماتے۔ یا اسے آسان بات فرماتے، آپ کی کشادگی اور خلق لوگوں کو کافی ہو گیا، آپ ان کے باپ بن گئے وہ سارے آپ کے نزدیک برابر ہو گئے، آپ کی محفل، علم، حیا، صبر، اور امانت کی محفل ہوتی تھی، جس میں نہ تو آوازیں بلند کی جاتی تھی، وہاں نہ تو حرام چیزوں کی پیروی کی جاتی نہ ان کی تعریف کی جاتی۔ آپ کی بارگاہ میں سب برابر ہوتے۔ صرف تقویٰ کی وجہ سے فضیلت ہوتی۔ سب عاجز ہوتے۔ بڑے کی عزت کرتے۔ چھوٹے پر رحم کرتے۔" امام احمد اور ابن سعد نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہتے تھے، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں اشعار پڑھتے تھے، جاہلیت کے امور کا تذکرہ کرتے تھے وہ مسکراتے تھے آپ بھی تبسم ریز ہوتے تھے۔

ابن سعد نے اور امام ترمذی نے شمائل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو آپ ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر کرتے" امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا قریش کے کچھ افراد آپ کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے خواتین کا تذکرہ کیا آپ نے ان کے ساتھ گفتگو کی حتیٰ کہ میں نے پسند کیا کہ آپ خاموش ہو جائیں"

خرائطی نے حضرات ابو حازم اور حفص بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آخرت کے امر کے بارے میں گفتگو فرماتے جب اکتاہٹ سستی دیکھتے تو ان سے بعض باتیں دنیا کے بارے میں بھی کر لیتے۔ جب ان میں چستی آجاتی تو ان سے آخرت کے بارے میں باتیں کرتے"

ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے کیسے صبح کی؟" آپ نے فرمایا: "اس شخص سے بہتر جس نے روزہ کی حالت میں صبح نہ کی اور نہ ہی کسی بیمار کی عیادت کی۔"

۳۔ آپ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محوِ گفتگو ہونا اور آپ کا ان کی گفتگو سماعت کرنا

ابن ابی شیبہ اور ابن ضحاک نے حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی ''کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! بہت زیادہ آپ بہت زیادہ خاموش رہتے تھے، آپ نماز صبح ادا فرماتے، پھر بیٹھ جاتے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیٹھ جاتے۔

صحابہ کرام اشعار پڑھتے تھے، جاہلیت کے امر کا تذکرہ کرتے، وہ مسکراتے، آپ بھی تبسم ریز ہوتے۔

حارث بن ابی اسامہ اور ابن ضحاک نے حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کچھ لوگوں نے حضرت ابو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا ''ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اخلاق حسنہ بیان کریں'' انہوں نے فرمایا: ''میں آپ کا پڑوسی تھا جب آپ پر نزول وحی ہوتا تو آپ میری طرف پیغام بھیجتے میں وحی لکھا کرتا تھا، جب ہم دنیا کا ذکر کرتے جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے، جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر کرتے میں یہ سارے امور تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کر رہا ہوں۔'' (ابن سعد، ترمذی)

امام احمد نے حضرت عمران بن حصین سے، بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ایک عام رات آپ نے ہمیں بنی اسرائیل کی داستان بیان کی حتیٰ کہ صبح ہوگئی، آپ بڑی نماز کے لیے ہی اٹھے۔''

ابوبکر ابن ابی خیثمہ نے حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس سے، انہوں نے اپنے جد امجد سے روایت کیا ہے وہ اس وفد میں شامل تھے جو وفد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، ان کا تعلق بنو مالک سے تھا، آپ نے انہیں اس خیمہ میں ٹھہرایا جو مسجد اور آپ کے اہلِ خانہ کے مابین تھا، آپ نماز عشاء کے بعد ان کے پاس آتے اور ان سے گفتگو فرماتے۔

ابو داؤد وطیالسی نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے بعد ہمارے ہاں تشریف لاتے اور گفتگو فرماتے، ایک دن آپ اس وقت تشریف نہ لائے جس وقت آپ پہلے تشریف لاتے تھے آپ نے فرمایا: ''اچانک وہ وقت آگیا جس میں میں قرآن پاک کا ورد کرتا تھا، میں نے پسند کیا کہ میں اسے پڑھے بغیر نہ نکلوں۔''

ابوسعید ابن الاعرابی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ واقعہ سناتے تھے کہ ایک عورت پہاڑ کے دامن میں اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی اس بچے نے کہا ''امی! تمہیں کس نے بنایا ہے؟ اس نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے'' بچے نے کہا ''میرے والد کو کس نے بنایا ہے؟ ماں: اللہ تعالیٰ نے۔ بچہ: آسمان کی تخلیق کس نے کی ہے؟ ماں: ''اللہ تعالیٰ نے'' بچہ زمین کس نے بنائی ہے؟ ماں: اللہ تعالیٰ نے بچہ پہاڑ کس نے بنائے ہیں؟ ماں: اللہ تعالیٰ نے، بچہ: گائے کس نے پیدا کی ہے؟ ماں: اللہ تعالیٰ نے، بچہ: بکری کس نے پیدا کی ہے؟ ماں: اللہ تعالیٰ نے۔ بچہ: میں اللہ

تعالیٰ کی اتنی شان نہیں سن سکتا۔" اس نے خود کو پہاڑ سے گرایا اور وہ وہی مرگیا۔

تیرھواں باب

وفائے عہد

امام بخاری نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کاروان قریش میں تھے، ہرقل نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔۔۔ ہرقل نے کہا: "میں نے تم سے پوچھا ہے کہ انہوں نے کبھی دھوکہ دیا ہے؟" اس نے کہا: "نہیں؟ رسول عظام علیہم السلام کی یہی کیفیت ہوتی ہے وہ کسی سے دھوکہ نہیں کرتے۔"

ابن ابی خثیمہ، ابوداؤد اور خرائطی نے حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بعثت سے پہلے میں نے آپ سے سودا کیا، آپ کی کچھ رقم بقیہ تھی میں نے وعدہ کیا کہ میں اسے اسی جگہ لے کر آتا ہوں، میں بھول گیا، تین روز کے بعد مجھے یاد آیا، میں آیا تو آپ اسی جگہ ہی جلوہ افروز تھے، آپ نے فرمایا: "بھائی! (یا جوان!) تم نے مجھ پر مہربانی کی ہے، میں تین روز سے یہاں تمہارا منتظر ہوں۔"

ابن عربی، حاکم (انہوں نے اسے صحیحین کی شرط پر کہا ہے۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی، اس وقت آپ میرے پاس جلوہ افروز تھے، آپ نے اسے پوچھا "تو کون ہے؟ اس نے عرض کی "میں جثامہ المزنیہ ہوں" آپ نے فرمایا: "تم حسانہ المزنیہ ہو تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہاری کیا حالت رہی؟ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! ہم خیریت سے رہے ہیں" وہ بڑھیا چلی گئی تو میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اس بڑھیا پر اتنی توجہ دی ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دور میں ہمارے پاس آتی تھی۔ عہد کو اچھی طرح نبھانا ایمان میں سے ہے۔"

شیخان اور امام ترمذی نے ان سے ہی روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ (کریمہ) پر غیرت نہ کھائی تھی جتنی غیرت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کھاتی تھی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہ تھا، کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح ہونے سے بھی تین سال قبل وصال فرما چکی تھی کیونکہ میں سنتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کا ذکر کرتے تھے" دوسری روایت میں ہے" حالانکہ میں نے انہیں پایا نہ تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے ان کا تذکرہ کرتے تھے، آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ وہ انہیں جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دے دیں، اگر آپ بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے" دوسری روایت میں ہے" آپ سیدتنا خدیجۃ

الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کی جستجو کرتے اور وہ گوشت انہیں بھیجتے"۔ کبھی میں عرض کرتی "گویا کہ دنیا میں عورت صرف حضرت خدیجہ ہی ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "وہ تھیں اور تھیں۔ ان سے میری اولاد بھی ہوئی"۔ ایک دن مجھے غصہ آیا۔ میں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے آپ کو قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بڑھیا دی، جس کے جبڑے سرخ تھے، کافی وقت ہو گیا ہے کہ اس کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر آپ کے چہرہ انور کی رنگت تبدیل ہو گئی جیسے کہ نزول وحی کے وقت ہوتی ہے، یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی تھی جب بھی بجلی چمکتی تاہم دیکھتے کہ یہ رحمت ہے یا عذاب ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے" جب بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر ہوتا تو آپ ان کی بہت تعریف کرتے۔" میں نے عرض کی: "آپ اس سے مجھے کیا آرام دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کو ان کا نعم البدل عطا کیا ہے" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے ان سے اچھی زوجہ عطا نہیں کی۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا، انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی۔ اپنے مال کے ساتھ میرے ساتھ اس وقت ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد دی، ان کے علاوہ کسی اور زوجہ سے میری اولاد نہیں ہے۔"

حاکم نے (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ فرماتے "اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں، اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتی تھیں" حضرت امام بخاری نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہالہ بنت خویلد آپ کی خدمت میں آئیں، آپ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اذن طلب کرنا یاد آ گیا اس سے آپ کو خوشی ہوئی، آپ نے عرض کی "مولا! ہالہ بنت خویلد" مجھے غیرت آ گئی میں نے کہا "آپ کیا ہر وقت قریش کی اس بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جس کے جبڑے سرخ تھے کافی مدت ہوئی اس کا انتقال ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر زوجہ عطا کی ہے۔۔۔۔۔

چودھواں باب

تکریم کے مستحق کی تکریم کرنا اور اہل شرف کی تالیف قلبی

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت حُمید بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ طفاوہ کا ایک شخص تھا وہ ہمارے رستے سے اپنے قبیلے کے پاس جاتا تھا وہ ان کے ساتھ باتیں کرتا تھا، اس نے کہا "میں اپنے کارواں کے ہمراہ مدینہ طیبہ آیا، ہم نے اپنا سامان بیچا، میں نے کہا "میں اس ہستی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ضرور جاؤں گا اور اپنے پیچھے والوں کے لیے ضرور خبر

لے کرآؤں گا"میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا،آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا،اس میں پاک عورت تھی وہ مسلمانوں کے ہمراہ کسی سریہ میں گئی تھی اس نے اپنی بارہ بکریاں اور ایک تکلہ پیچھے چھوڑا تھا، تکلے سے وہ بنتی تھی،آپ نے فرمایا:"اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری اور تکلہ گم پایا،اس نے عرض کی"رب غفورا تو نے تو اپنے ذمہ کرم کیا ہے جو تیرے رستے میں نکلے گا تو اس کے پیچھے حفاظت فرمائے گا،جبکہ میری ایک بکری اور تکلہ گم ہے،میں تجھے اپنی بکری اور تکلہ کے بارے عرض کرتی ہوں' اپنے رب تعالیٰ سے جس شدت کے ساتھ اس نے اصرار کیا تھا حضور اکرم ﷺ نے اس کا بھی تذکرہ کیا،حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"وقت صبح اس کی بکری اور اس کے ساتھ اسی جیسی ہی بکری اور اس کا تکلہ اور اس جیسا ہی تکلہ اس کے پاس موجود تھا،وہ سامنے عورت بیٹھی ہے تم اس کے پاس جاؤ اور چاہو تو اس سے سوال کرلو"میں نے عرض کی:"بلکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔"

ابن ضحاک،ابوشیخ اور خرائطی نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،انہوں نے فرمایا:"جب آپ مبعوث ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں آیا تا کہ آپ کی بیعت کروں۔"آپ نے پوچھا:"جریر! تمہیں کون سی چیز یہاں لائی ہے؟"میں نے عرض کی:"تا کہ آپ کے دست ہدایت بخش پر اسلام قبول کروں۔"آپ نے میری طرف اپنی چادر مبارک پھینکی پھر اپنے صحابہ کرام کی طرف توجہ کی اور فرمایا:"اگر تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی تکریم کرو۔"اس روایت کو ابوشیخ اور خرائطی نے روایت کیا ہے،انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے،حجرہ مقدسہ بھرا ہوا تھا۔حضرت جریر رضی اللہ عنہ حجرہ سے باہر ہی بیٹھ گئے،آپ نے انہیں دیکھا،اپنی چادر دی،آپ نے چہرہ پر رکھی اور اسے چومنے لگے۔"

ابن سعد نے طئے کے بزرگوں سے روایت کیا ہے،انہوں نے کہا"حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے،آپ کو سلام عرض کیا،آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔آپ نے پوچھا:"کون ہو؟"انہوں نے عرض کی:"عدی بن حاتم""آپ انہیں اپنے حجرہ مقدسہ میں لے گئے،وہ تکیہ ان کی طرف پھینکا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے،فرمایا:"اس پر بیٹھ جاؤ۔"آپ زمین پر تشریف فرما ہو گئے۔ان پر اسلام پیش کیا انہوں نے اسلام قبول کرلیا،آپ نے انہیں ان کی قوم کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔"

امام ترمذی نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا:"جب میں آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا:"مہاجر شاہ سوار کو خوش آمدید! رشاطی نے ابرہہ بن شرجیل بن ابرہہ بن صباح اصبحی حمیری سے روایت کیا ہے۔
وہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔اسے حکیم شخص سمجھا جاتا تھا۔

امام احمد،امام ترمذی،ابن جریر نے تہذیب میں،ابویعلیٰ،ابن مندہ،ابن عساکر نے حضرت صفوان بن امیہ سے روایت

کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حنین کے روز آپ نے مجھے عطا کیا۔آپ مجھے سب سے مبغوض تھے۔آپ لگاتار مجھے عطا کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔" ابن جوزی نے التحقیق میں لکھا ہے۔

"مؤلفۃ قلوب سے مراد وہ افراد ہیں جن کے اسلام لانے کی ابتداء میں تالیف قلبی کی گئی، پھر اسلام ان کے دلوں میں متمکن ہو گیا۔وہ اس وجہ سے مؤلفہ کی حد سے نکل گئے۔علماء کرام نے ان کے احوال کی ابتداء کے اعتبار سے انہیں مؤلفہ میں شامل کیا ہے۔ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے حسن اسلام کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔وہ ظاہری طور پر لوگوں کی حالت پر تھے۔ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم ان کے مابین فرق کریں جنہوں نے اپنے اسلام کو عمدہ کیا تھا اور جنہوں نے اپنا اسلام عمدہ نہیں کیا تھا، کیونکہ ممکن ہے کہ ہم کسی کے بارے میں برائی کا گمان کر لیں، حالانکہ وہ اس کے برعکس ہو۔انسان کی حالت متغیر ہوتی رہتی ہے۔اس کا معاملہ ہم تک مستقل نہ ہو۔ہم پر لازم ہے کہ ہمیں جس کے اسلام کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے اس کے بارے حسن ظن رکھیں۔اس روایت سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے جسے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا۔وہ کسی چیز کے لئے اسلام لے آتا۔آپ اسے دنیاوی اشیاء میں سے کچھ عطا کر دیتے۔وہ روانہ نہ ہوا ہوتا کہ اسے اسلام دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔" جن مؤلفہ قلوب کے نام ہم تک پہنچے ہیں وہ یہ ہیں۔١۔اقرع بن حابس۔٢۔جبیر بن مطعم۔٣۔مجد بن قیس۔٤۔حارث بن ہشام۔٥۔خویطب بن عبدالعزیٰ۔٦۔حکیم بن حزام۔٧۔حکیم بن طلق۔٨۔خالد بن قیس۔٩۔سعد بن یربوع۔١٠۔سہیل بن عمرو۔١١۔عباس بن مرداس۔١٢۔عبدالرحمان بن یربوع۔١٣۔علقمہ بن علاثہ۔١٤۔عمیر بن وھبہ۔١٥۔عمرو بن مرداس۔١٦۔عمرو بن بعلک۔١٧۔عیینہ بن حصن۔١٨۔قیس بن عدی۔١٩۔قیس بن مخرمہ۔٢٠۔مالک بن عوف۔٢١۔مخرمہ بن نوفل۔٢٢۔معاویہ بن ابی سفیان۔٢٣۔ابوسفیان بن حارث۔٢٤۔نضر بن حارث۔٢٥۔ہشام بن عمرو (رضی اللہ عنہم)

پندرھواں باب

اپنی انگوٹھی اور انگلی کے ساتھ دھاگہ باندھ لینا تاکہ ضروری کام یاد رہے

(بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

ابن سعد، ابن ابی اسامہ، ابوسعید، ابن عدی اور ابو یعلیٰ نے عقبہ بن عبدالرحمٰن کی سند سے اور ابن عمر سے اور الطبرانی نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے، ابن عدی نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے، ابوسعید اور ابن عدی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے کہا ہے۔"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہوتا کہ آپ کسی ضروری کام کو بھول جائیں گے تو آپ اپنی خنصر انگلی کے ساتھ

یا انگوٹھی کے ساتھ دھاگہ باندھ لیتے" اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ جیسے کہ الحافظ نے الاحیاء کی احادیث کی تخریج میں کہا ہے۔ حضرات ابن عمر، واثلہ اور رافع رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں غیاث بن ابراہیم ہے۔ وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔"

سولھواں باب 27

خود سے تہمت کی نفی کے بارے احتیاط

امام احمد حضرت حبہ اور سواء خالد ابن خزاعی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے یا دیوار بنا رہے تھے۔ ہم نے آپ کی مدد کی جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے ہمیں بلایا۔ فرمایا" بھلائی سے مایوس نہ ہو جانا۔ جب تک تمہارے سر ملتے رہیں۔ جب انسان کو اس کی ماں جنم دیتی ہے تو وہ سرخ ہوتا ہے۔ اس پر جھلی بھی نہیں ہوتی پھر رب تعالیٰ اسے رزق عطا کرتا ہے۔"

شیخان نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ میں رات کے وقت آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ سے گفتگو کی۔ میں واپس جانے کے لئے اٹھی آپ میرے ہمراہ اٹھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا گھر ان کا مسکن تھا۔" دو انصاری شخص پاس سے گزرے۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ تیز تیز چلنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ذرا سکون سے" یہ (حضرت) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں نے عرض کی "سبحان اللہ! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر یہ امر گراں گزرا تو آپ نے فرمایا: "شیطان انسان کی رگوں میں رواں ہے مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ تمہارے دلوں میں شر یا ایسی چیز پیدا نہ ہو۔"

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری نے ادب میں، اور ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص گزرا۔ آپ نے اسے بلایا۔ آپ نے فرمایا: "فلاں! یہ میری فلاں زوجہ (کریمہ) ہے" اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو آپ کے بارے میں ایسا گمان بھی نہیں کر سکتا" آپ نے فرمایا: "شیطان انسان کے خون رواں ہونے والی رگوں میں دوڑتا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ایماندار عورتوں کی آزمائش کرتے تھے جو ہجرت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں، کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾ (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ: اے نبی (مکرم) جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں تا کہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ جھوٹا الزام لگائیں گی جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں تو (اے میرے محبوب) انہیں بیعت فرما لیا کرو اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت مانگا کرو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اہل ایمان خواتین میں سے جو اس شرط کا اقرار کر لیتی۔ حضور اکرم ﷺ اسے فرماتے۔ "میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے" آپ زبان اقدس سے یہ فرماتے تھے آپ نے اپنے دست اقدس سے کسی عورت کو نہ چھوا تھا۔ صرف زبان اقدس سے فرماتے "میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔"

ابن ضحاک نے ضعیف سند سے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عبد قیس کا وفد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ ان میں ایک امرد لڑکا بھی تھا۔ جو بہت خوبصورت تھا۔ آپ نے اسے اپنے پیچھے بٹھایا۔"

سترھواں باب

حضور سیاح لامکان ﷺ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باغات میں تشریف لے جانا، سبزہ سے محبت کرنا

ابن السنی اور ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا پسندیدہ رنگ سبز تھا۔ اس طرح آپ کو آب رواں اور زیبا چہرہ پسند تھا" ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کا پسندیدہ رنگ سبز تھا۔ آپ کو سبزہ کی طرف دیکھنا پسند تھا۔ آپ کو جاری پانی اور زیبا چہرہ پسند تھا" ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ سبزہ کی طرف دیکھنا پسند فرماتے تھے۔"

الطبرانی، ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت کثیر بن عبد اللہ المزنی سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے ان کے جد امجد سے روایت کیا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا "یا خضرہ! آپ نے فرمایا: "لبیک! ہم تمہارے منہ سے عمدہ فال لیتے ہیں" ابو داؤد طیالسی اور ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو باغات میں نماز

پڑھنا پسند تھا۔ امام بخاری نے ادب میں حضرت مقدام بن شریح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگل کی طرف تشریف لے جاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! آپ ان وادیوں کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔"

امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل اور سوار ہو کر قباء تشریف لے جاتے تھے۔ ابو عمر نے تمہید میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باغات میں مشاہدات کے لئے تشریف لے جاتے تھے، وہاں آپ کو سکون ملتا تھا۔"

لطف آور اور حکمت آموز باتیں

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ طبیعت ایک ہی چیز سے اکتا جاتی ہے جبکہ اسی پر مداومت ہو اسی لئے مختلف کھانوں کے رنگ بنائے گئے۔ گوناگوں مشروب بنائے گئے۔ نوع نوع کی خوشبوئیں بنائی گئیں۔ چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی گئی۔ گھر کا نقشہ بنایا جاتا ہے۔ انسان ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ بہت سے دوست بنائے جاتے ہیں۔ ادب میں بھی کئی اقسام شامل ہیں۔ وہ جدّ ہزل، زہد اور لہو کو شامل ہے۔ حضرت ابو سلیمان دارنی علیہ الرحمہ سے عرض کی گئی "تمہیں سبزہ کیوں پسند ہے؟ انہوں نے فرمایا: "جب دل غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے جب سبزہ کو دیکھا جاتا ہے تو نسیم حیات ان کی طرف لوٹ آتی ہے۔" (ابونعیم)

ابن المقری نے اپنی "فوائد" میں لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ساعت پھر ساعت کے اعتبار سے دلوں کو راحت دیا کرو" حضرت وھب بن منبہ نے کہا ہے کہ آل داؤد کی حکمت میں سے ہے۔

"دانا پر لازم ہے کہ وہ چار ساعتوں میں مصروف رہے۔ ایک ساعت میں اپنے رب تعالیٰ سے مناجات کرے۔ دوسری ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ تیسری ساعت میں اپنے ان دوستوں کے پاس جائے جو اس کے امور کو درست کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی تکالیف کو دور کرتے ہیں اور ایک ساعت اپنے نفس اور اس کی حلال لذتوں کے درمیان سے ہٹ جائے یہ ساعت دیگر ساعتوں کے لئے مددگار ثابت ہوگی۔ یہ ساعت دلوں کی تھکان کو اتار دے گی۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ تین مقاصد کے لئے سفر کرے۔

ا۔ آخرت کی تیاری کے لئے۔ ۲۔ معیشت کی درستگی کے لئے۔ ۳۔ غیر حرام لذت کے لئے۔ (بیہقی)

بعض حکماء کی وصیت میں ہے کہ جب علماء کے نفوس تھک جاتے ہیں۔ ان کے دل اکتا جاتے ہیں حکمت کے دقائق نکالنے میں ان کی ہمت جواب دے جاتی ہے اس وقت عالم سیر کر کے دل کو راحت پہنچاتا ہے حتیٰ کہ اس کی چستی لوٹ آتی ہے۔ اس کی رائے جمع ہو جاتی ہے اور اس کی فکر صاف ہو جاتی ہے۔ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک معیشت میں

باغ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں نہ ہی ان کے ہاں خوشبو سے عمدہ تر کوئی چیز ہے۔" اعشیٰ کہتا ہے۔

ما روضة من رياض الحزن معشبة — حضراء جادعليها مسبل هطل

يوما باطيب منها نشر رائحته — ولا باحسن منها اذ دنا الاصل

ترجمہ: سخت زمین کے باغات میں سے ایک باغ جو گھاس والا سرسبز شاداب ہو جس پر لگاتار ابر کرم برستا ہو اس سے کوئی باغ نہ تو خوشبو پھیلانے میں عمدہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی گلشن اس سے حسین ہو سکتا ہے جب عصر کا وقت قریب ہو۔" بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ شاعر نے اس شعر سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آب رواں شرف اور ایسی زمین جو سرسبز و شاداب ہو اور کچھ بھی وہاں نہ ہو ان کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

اٹھارواں باب

ترنج اور سرخ کبوتر کو پسند کرنا (بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابوکبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترنج دیکھنا پسند تھا۔ آپ کو سرخ کبوتر دیکھنا بھی پسند تھا" امام بغوی، قاسم بن اصبغ، ابن ابی خیثمہ، اور دارقطنی نے غرائب میں حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترنج اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا پسند تھا" یہ ساری سندیں بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

الطبرانی، ابن قانع اور ابن السنی اور ابونعیم میں الطب النبوی میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا ہے کہ آپ کو ترنج کی طرف دیکھنا پسند تھا۔ آپ کو سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا بھی پسند تھا" حاکم نے تاریخ میں اور ابونعیم نے الطب النبوی میں ضعیف سند سے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبزہ اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا پسند کرتے تھے۔" ابن حبان نے ضعفاء میں، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ کبوتر اور ترنج کو دیکھنا پسند کرتے تھے۔"

انیسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیراکی

ابن سعد نے زہری سے، عاصم بن عمر بن قتادہ سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی روایات

ایک دوسرے کی روایت میں شامل ہیں۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی،تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر آپ کے ننھیال بنو عدی بن نجار کے ہاں مدینہ طیبہ میں گئیں۔ان کے ہمراہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں وہ آپ کو دارالنابغہ میں لے گئیں اور وہیں ایک ماہ تک آپ کو ٹھہرایا۔حضور اکرم ﷺ ان امور کو یاد فرماتے تھے جو وہاں رونما ہوئے۔آپ اس گھر کی طرف دیکھتے۔آپ فرماتے"اسی جگہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ آیا تھا۔میں نے بنو عدی بن نجار کے تالاب میں اچھی طرح تیراکی سیکھی تھی۔"

امام بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ پانی کے تالاب میں داخل ہوئے۔آپ نے فرمایا:"تم میں سے ہر ایک تیر کر اپنے ساتھی کے پاس جائے۔ہر شخص تیر کر اپنے ساتھی کی طرف گیا،حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔حضور اکرم ﷺ تیر کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف گئے انہیں گلے لگا لیا۔فرمایا"اگر میں کسی کو خلیل بنانا چاہتا حتیٰ کہ میں رب تعالیٰ سے ملاقات کرلوں تو میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیل بنا لیتا،لیکن وہ میرے دوست ہیں۔"

اس روایت کو وکیع نے عبدالجبار سے،ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔عبدالجبار ثقہ ہیں۔اسی طرح ان کے شیخ بھی ثقہ ہیں مگر یہ روایت مرسل ہے۔اسے موصولاً بھی روایت کیا گیا ہے۔ابن شاہین نے السنتہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔اسی طرح طبرانی نے عبدالعزیز بن مروان بن معاویہ خزاری سے روایت کیا ہے۔اس میں ہے:"میں اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جاتا ہوں۔"

بیسواں باب

اونٹ کا مقابلہ کرانا

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک اعرابی نے آپ کے اونٹ کے ساتھ اپنا اونٹ دوڑایا۔اس کا اونٹ آپ کے اونٹ سے آگے نکل گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ امر گراں گزرا۔جب یہ عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا:"یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اپنے آپ کو بلند کرتی ہے رب تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔"

اکیسواں باب

کنویں کی منڈیر پر جلوہ افروز ہونا' ٹانگیں نیچے لٹکانا اور مبارک رانوں سے کپڑا اٹھانا

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ خیبر تشریف لے گئے۔ جب آپ نے قلعہ فتح فرمالیا تو آپ کے سامنے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے جمال کا تذکرہ کیا گیا۔ ان کا خاوند قتل ہو گیا تھا اور وہ دلہن ہی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ آپ انہیں لے کر عازم سفر ہوئے، حتیٰ کہ ہم سد الروحاء پہنچ گئے۔ وہ نیچے اتریں وہیں آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ آپ نے چھوٹے سے دسترخوان پر حیس (کھانا) رکھا، پھر مجھے فرمایا "جو تمہارے اردگرد ہیں انہیں بلا لاؤ" آپ نے یہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تھا، پھر ہم مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے اپنی چادر مبارک کو لپیٹا اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے۔ اپنا گھٹنا رکھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں گھٹنے پر رکھا اور وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔"

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مقدسہ میں لیٹے ہوئے تھے آپ نے اپنی رانوں اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ امام احمد نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لائے اپنا کپڑا اپنی رانوں کے مابین رکھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا تو آپ نے انہیں اذن دے دیا۔"

امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں پانی تھا۔ آپ نے اپنے گھٹنوں سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو آپ نے انہیں ڈھانپ لیا"
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ واپس آ گیا جو واپس آ گیا اور ٹھہر گیا جو ٹھہر گیا۔"

بائیسواں باب

متفرق آداب جن کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا

اس باب میں کئی انواع ہیں۔

ا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

سعید بن منصور اور ابن منذر نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔"اللہ رب العزت یہ جانتا تھا کہ آپ کو ان کے مشورہ کی ضرورت نہیں لیکن اس نے ارادہ کیا تا کہ آپ کے بعد مشورہ کرنا سنت بن جائے۔"

ابن جریر اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کرلیا کریں، حالانکہ آپ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا، کیونکہ یہ قوم کے نفوس کے لئے بہت عمدہ ہوتا ہے۔جب قوم ایک دوسرے سے مشورہ کرتی ہے۔اس سے صرف رضائے الٰہی مقصود ہو تو رب تعالیٰ انہیں سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس لئے مشورہ کا حکم دیا کیونکہ اس میں فضل و برکت ہے"ابن ابی حاتم اور خرائطی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اس قدر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا ہو جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے"۔ [illegible] نے جید سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے بارے مشورہ کیا کرتے تھے تم بھی مشورہ کو لازم پکڑو" جہاد کے باب میں اس موضوع پر کافی روایات گزر چکی ہیں۔

ابن سعد نے حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی"ہم جنگجو انسان ہیں۔میری رائے یہ ہے کہ ہم ایک چشمے کے علاوہ سارے چشمے بند کر دیں اور اسی پر دشمن سے نبرد آزما ہوں۔بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ جنگ کے وقت بھی، آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی"میری رائے یہ ہے کہ ہم محلات کے مابین اتریں تا کہ ہم ان کی اور ان کی

خبروں کو منقطع کر دیں' حضور اکرم ﷺ نے ان کے مشورہ پر عمل کیا۔

حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں مشورہ کے بغیر کسی کو خلیفہ مقرر کرتا تو ابن ام عبد کو خلیفہ مقرر کرتا۔''

علامہ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المرسی نے کہا ہے کہ امور ممکنہ کی دو اقسام ہیں۔ایک وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ نے کثیر اور عام عادات رکھ دی ہیں جو ختم نہیں ہوتیں۔ایسے امور میں مشورہ نہیں کیا جاتا بلکہ سیادت کا علم اس کے پاس زیادہ ہوتا ہے جو اسے نہیں جانتا۔ ۲۔دوسری قسم میں اکثر عادت ہوتی ہے اسی میں مشورہ کیا جاتا ہے جس شخص کو ایسے امور کا اکثر سامنا کرنا پڑتا ہو اس کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے،اور اس کے بارے میں اس کی رائے درست ہوتی ہے۔کیا تمہیں علم نہیں کہ جو شخص تجارت کرتا رہتا ہے تو اشیاء کے نرخوں کے سستے ہونے اور گراں ہونے کے بارے جانتا ہے جو اشیاء زیادہ بکتی ہیں جو زیادہ نہیں بکتی ان سب کے بارے میں جانتا ہے،لہٰذا اس کے بارے میں اس سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس کثیر علم ہے۔''

۲۔آپ کا زیادہ خاموش رہنا اور ذکر الٰہی زیادہ کرنا

ابوبکر ابن ابی خیثمہ اور بیہقی نے حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ہمیشہ غمزدہ رہتے تھے،ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔آپ کو سکون نہ تھا۔ضرورت کے بغیر گفتگو نہ کرتے تھے۔سکوت بہت طویل ہوتا تھا۔''

امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت سماک بن حرب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ بہت زیادہ خاموش رہتے تھے اور بہت کم مسکراتے تھے۔'' ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔آپ لغویات بالکل نہ فرماتے تھے۔نماز لمبی ادا فرماتے تھے۔خطبہ قلیل ارشاد فرماتے تھے،کسی سے نفرت نہ کرتے تھے،اور نہ ہی بیوگان اور مساکین کے ساتھ چلنے سے تکبر فرماتے تھے۔''

۳۔ ناپسندیدہ امر کے ساتھ کسی سے ملاقات نہ کرتے' خادم کے ساتھ آپ کے آداب' آپ اسے کیا فرماتے اور کیا کرتے جب معاملہ اہم نوعیت کا ہوتا۔انبساط و فرحت کے وقت کیفیت کیا ہوتی' چشم اقدس کے آخری حصہ سے اشعار کو ملاحظہ فرماتے' جب کوئی آپ سے مصافحہ کرتا یا آپ کے سامنے آجاتا تو آپ اس سے چہرۂ انور نہ پھیرتے کسی کے چہرہ پر اپنی نظر نہ پھیلاتے' جب آپ کسی بستی میں تشریف لے جاتے تو کیا فرماتے؟

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی کا استقبال اس طرح نہ فرماتے تھے جو اسے ناپسند ہو۔ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس پر خوشبو کا اثر تھا۔جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا ''کاش! تم اسے دھوڈالنے کا حکم دو۔''

ابن عدی نے حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سفر سے واپس آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ آپ نے میرا ہاتھ نہ چھوڑا حتیٰ کہ میں نے آپ کا دست اقدس چھوڑ دیا" ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے کانوں میں سرگوشی کرتا تو آپ اپنا سر اقدس پیچھے نہ لے جاتے، حتیٰ کہ وہ شخص خود اپنا سر پیچھے لے جاتا۔ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے آپ کا دست حق نما تھاما ہو اور آپ نے اس کا ہاتھ چھوڑا ہو حتیٰ کہ وہ شخص خود ہی آپ کا ہاتھ چھوڑ دیتا" ان ہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو اس کا ہاتھ نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ شخص خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا، اپنا چہرہ انور اس کے چہرے سے نہ پھیرتے حتیٰ کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا۔"

طیالسی نسائی نے الکبیر سے اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے اس طرح خط کھینچا فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا رستہ ہے" پھر اس کے ارد گرد خطوط کھینچے۔ حضرت جابر کے الفاظ ہیں کہ آپ نے ایک خط اس کے دائیں اور دوسرا خط اس کے بائیں کھینچا۔ فرمایا "یہ بھی رستے ہیں لیکن ہر رستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔ جو اسے اپنی طرف بلاتا ہے، پھر درمیان والے خط پر اپنا دست اقدس رکھ دیا، پھر آیت پڑھی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳ (انعام:۱۵۳)

ترجمہ: اور بیشک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس روایت کو ابن ضحاک نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ہمیں چشم اقدس کے آخری حصے سے دیکھتے تھے۔ آپ عدم توجہ کا اظہار نہ کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کا استقبال فرماتے تو اپنا دست اقدس اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے حتیٰ کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا لیتا' اپنا چہرۂ انور اس سے نہ پھیرتے حتیٰ کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا۔ اپنے ہم نشیں کے سامنے ان کے گھٹنوں کے آگے نہ دیکھتے۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی بستی کو ملاحظہ فرماتے اور اس کے اندر جانا چاہتے تو آپ تین بار یہ دعا مانگتے۔

اللھم بارك لنا فیھا۔

پھر یہ اضافہ فرماتے:

اللھم ارزقنا حیاھا وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بستی

میں تشریف لے جانا چاہتے تو یہ دعا پڑھے بغیر تشریف نہ لے جاتے۔

اللھم رب السموات السبع و ما اظلت ورب الارضین السبع وما اقلت و رب الریاح و ما اذرت و رب الشیاطین وما اضلت انی اسئلك خیرھا و خیر ما فیھا واعوذبك من شرھا و شر ما فیھا۔

امام نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''واللہ! آپ نے کبھی کسی عورت کو یا خادم کو یا کسی چیز کو اپنے دست اقدس سے نہیں مارا'' اسے خلعی نے روایت کیا ہے انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''سوائے اس کے کہ آپ راہ خدا میں جہاد کرتے تھے'' امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو سال تک خدمت کر کے سعادت عظمیٰ حاصل کی۔(دوسری روایت میں دس سال کا بھی ذکر ہے) مگر آپ نے مجھے کبھی اف نہ کہا۔جو کام میں نے کیا آپ نے اس کے بارے میں کبھی یہ نہ فرمایا:''یہ کام تم نے کیوں کیا یا تم نے یہ کام برا کیا۔'' ابو داؤد نے ان ہی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ سارے لوگوں سے حسین تھے ایک دن آپ نے مجھے کسی ضروری کام کے لئے بھیجا۔میں نے کہا''بخدا! میں نہیں جاؤں گا۔'' حالانکہ میرے دل میں تھا کہ میں وہ کام ضرور کروں گا جس کا حکم مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔میں باہر نکلا۔میں بچوں کے پاس سے گزرا۔وہ بازار میں کھیل رہے تھے اچانک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گردن کے پچھلے حصے سے پکڑ لیا۔میں نے آپ کی طرف دیکھا آپ تبسم ریز تھے۔فرمایا''انس! اس جگہ جاؤ جہاں کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے'' میں نے عرض کی:''ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے گئے۔عرض گزار ہوئے۔''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس رضی اللہ عنہ ایک عقلمند بچہ ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا'' میں نے سفر و حضر میں آپ کی خدمت کی بخدا! آپ نے اس کام کے بارے کبھی یہ نہ فرمایا جسے میں نے کیا تھا کہ''تم نے یہ کیوں کیا؟ نہ ہی اس کام کے بارے میں جسے میں نے نہ کیا تھا یہ نہ فرمایا''تم نے یہ کام کیوں نہ کیا۔'' امام احمد کے الفاظ میں ہے۔''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے میرا ہاتھ پکڑا۔عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا فرزند دلبند ہے۔یہ بچہ ہے۔یہ آپ کی خدمت کرے گا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں نے نو سال تک آپ کی خدمت کی۔جس کام کو میں کر دیتا آپ نے اس کے بارے میں کبھی یہ نہ فرمایا تھا''تم نے برا کیا یا یہ کام کیوں کیا۔''

ابو ذر ھروی اور ابن ضحاک نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خادمہ کو یاد فرمایا۔اس نے ذرا دیر لگا دی۔آپ نے فرمایا:''اگر مجھے قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو تمہیں اس مسواک کے ساتھ مارتا'' ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی اہم معاملہ کا سامنا کرنا پڑتا تو اکثر اپنے ریش مبارک کو چھوتے''دوسری روایت میں ہے کہ اسے پکڑ لیتے یا اس کا خلال کرتے۔'' انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو کسی اہم امر کا سامنا کرنا پڑتا تو آپ اکثر اپنا دست اقدس اپنی ریش مبارک میں ڈالتے۔"

ابوبکر ابن ابی شیبہ، بزار اور حسن بن عرفہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک مہم میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شرکت کی۔ مجھے ان کا ساتھی بننا زمین بھر کر کسی چیز کو لینے سے زیادہ پسند تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے میں ہوتے تو رخسار مبارک سرخ ہو جاتے۔ آپ اسی حالت پر تھے کہ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے اس طرح عرض نہیں کریں گے جیسے بنو اسرائیل نے کہا تھا "تم اور تمہارا رب جاؤ، اور قتال کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! ہم آپ کے سامنے آپ کے پیچھے اور آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں معرکہ آزما ہوں گے، حتیٰ کہ رب دو جہاں آپ کو فتح عطا فرما دے۔" میں نے آپ کا چہرہ انور دیکھا وہ اس کی وجہ سے تاباں ہو گیا تھا۔"

ابن ضحاک نے حضرت بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے پاس مسرور کن امر آتا تو آپ فوراً سجدہ میں گر جاتے۔ ابن ضحاک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی ایسے شخص کو دیکھتے جس کی خلقت متغیر ہوتی تو آپ فوراً سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب آپ بندر دیکھتے تو فوراً سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب اپنی نیند سے اٹھتے تو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے فوراً سجدہ ریز ہو جاتے۔"

امام نسائی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسرور ہوتے تو چہرہ انور چمک اٹھتا۔ گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔"

ابن ضحاک نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسندیدہ امر کا مطالبہ کرتے تو یوں حمد و ثناء بیان کرتے "الحمد الله الذی بنعمته تتم الصالحات" جب کسی ناپسندیدہ امر کا مشاہدہ فرماتے تو فرماتے "الحمد الله علی کل حال۔"

ابن ابی خیثمہ اور ابن ضحاک نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے۔ جب کسی کو عامل بنا کر روانہ کرتے تو اس کے نام کے بارے میں پوچھتے۔ اگر اس کا نام پسند فرماتے تو خوشی کا اظہار فرماتے۔ خوشی کا اظہار چہرہ انور سے بھی ہوتا۔ اگر اس کا نام ناپسند کرتے تو چہرہ انور سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو جاتا۔ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام پوچھتے اگر نام پسند ہوتا تو اس سے خوشی کا اظہار کرتے۔ مسرت کا اظہار روئے تاباں سے بھی ہوتا۔ اگر نام ناپسند ہوتا تو ناپسندیدگی کا اظہار چہرہ انور سے عیاں ہوتا۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا اور مروہ کے مابین سعی کر رہے تھے۔ آپ کے ریش مبارک پر کوئی چیز گر پڑی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اسے اٹھا لیا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ وہ امر دور کرے جو تمہیں ناپسند ہو۔"

امام احمد نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چرواہے کے مزمار سنے تو آپ نے کانوں

میں انگلیاں ڈال لیں اور اس رستے سے سواری کو ہٹا لیا۔ وہ کہہ رہے تھے "نافع! کیا تم بھی کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کی: "ہاں! وہ چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کہا "اب آواز نہیں آ رہی۔" انہوں نے اپنے ہاتھ نیچے کر لئے اور کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے چرواہے کے مزمار سنے تو اسی طرح کیا۔" حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا "میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔

(ابوداؤد' ترمذی)

ابن ضحاک نے حضرت محمد بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے قدم مبارک کو کانٹا لگتا یا اس جیسی اور کوئی چیز لگتی تو انا للہ انا الیہ راجعون پڑھتے۔ صحابہ کرام عرض کرتے "یارسول اللہ! ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ فرماتے "جب اللہ تعالیٰ چھوٹے کو بڑا کرنا چاہتا ہے تو اسے بڑا کر دیتا ہے" امام احمد نے حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا "امام حسن رضی اللہ عنہ! اس جگہ سے کپڑا اٹھائیں۔ جہاں سرور کائنات ﷺ بوسہ لیتے تھے۔" انہوں نے ان کے لئے پیٹ سے کپڑا ہٹایا۔ انہوں نے انہیں بوسہ دیا۔"

مسدد، ابن ابی شیبہ، ابو یعلی اور امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ولید بن عقبہ کی بیوی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ ولید انہیں مارتا ہے" آپ نے انہیں فرمایا "واپس جاؤ اور اسے کہو کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے پناہ دی ہے" وہ چلی گئیں، کچھ دیر بعد پھر حاضر ہوئیں۔ عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ وہ مجھ سے دور نہیں ہوا۔ آپ نے اپنے مبارک کپڑے سے ٹکڑا لیا اور اس خاتون کو عطا کیا اور فرمایا: "اسے کہو کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے پناہ دی ہے۔ یہ آپ کے کپڑے کا حصہ ہے۔" کچھ دیر کے بعد وہ پھر حاضر ہو گئیں۔ عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ اس نے مجھے مارنے میں اضافہ ہی کیا ہے" آپ نے اپنے دست اقدس بلند کئے اور یہ دعا مانگی "مولا! ولید کو پکڑ لے" آپ نے دو یا تین مرتبہ اس طرح فرمایا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ہجرت کر کے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا، کچھ لوگ مسجد سے باہر آ رہے تھے اور کچھ کھڑے تھے۔ حضور اکرم ﷺ جسے بھی بیٹھا ہوا دیکھتے اس کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے "کیا تمہیں کوئی کام ہے؟ آپ پہلی صف میں، پھر دوسری میں پھر تیسری صف میں تشریف لے گئے، حتیٰ کہ میرے پاس آئے۔ پوچھا کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ ! ﷺ" آپ نے فرمایا: "تمہاری کیا ضرورت ہے؟" میں نے عرض کی: "اسلام" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

معجزات

پہلا باب

اس میں کئی فصلیں ہیں۔

ا۔معجزہ، کرامت اور جادو پر بحث

قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''اگر ایک منصف مزاج شخص ان اوصاف حمیدہ میں غور کرے جن کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا ہے، مثلاً اگر وہ آپ کے مزاج ہمایوں کی عمدگی و سیرت طیبہ کی پاکیزگی علم کا کمال عقل کی رفعت آپ کے سارے رفیع کمالات اور پسندیدہ خصال میں غور وفکر کرے۔ آپ کے حالات زیبا اور اقوال کی سچائی دیکھے تو اسے آپ کی نبوت کی صداقت اور آپ کی دعوت الی الحق میں ذرہ بھر بھی شک نہیں رہے گا۔ اسی سبب سے بہت سے افراد نے اسلام قبول کیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ امام ترمذی اور ابن قانع نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو رشک صد ارم بنایا تو میں بھی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی کذاب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔''

ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا نور نظر بھی تھا۔ میں نے اسے بھی آپ کی زیارت کرائی۔ جب میں نے آپ کی زیارت کی تو میں کہہ اٹھا ''یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔''

اس روایت کو ابن سعد نے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیونکہ صدق اور حق کی علامات آپ پر عیاں تھیں۔''

امام مسلم وغیرہ نے حضرت ضماد سے روایت کیا ہے جب وہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے قریش مکہ یا کفار مکہ سے سن رکھا تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجنون ہیں (نعوذ باللہ) انہوں نے کہا: ''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کو دم کر لیتا ہوں کیا آپ کو کوئی مسئلہ ہے۔ میں آپ کو دم کر دوں؟ آپ نے نفی میں جواب دیا، پھر فرمایا۔

ان الحمد لله نحمده ونستعينه من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده و رسوله۔

حضرت ضماد نے عرض کی: ''یہ کلمات طیبات دوبارہ پڑھیں۔ مجھ تک تو بحر بے کراں آ چکا ہے۔ دست اقدس نکالیں

میں آپ کی بیعت کروں۔"یہ آپ کی بلاغت پر تعجب تھا پھر اس کا حالات کے تقاضا کے مطابق ارادہ پر بھی تعجب تھا۔"

امام بیہقی نے حضرت جامع بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"ایک منافق شخص تھا جسے طارق کہا جاتا تھا۔اس نے کہا کہ اس نے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے۔آپ نے فرمایا:"کیا تمہارے پاس بیچنے کے لئے کچھ ہے؟ ہم نے عرض کی"یہ اونٹ ہے" آپ نے پوچھا"کتنی قیمت لوں گے؟ ہم نے عرض کی اتنے وسق کھجوریں۔" آپ نے اس اونٹ کی نکیل پکڑی اور مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ہم نے کہا"ہم نے ایسی ہستی کو اونٹ دے دیا ہے جسے ہم جانتے ہی نہیں ہیں" ہمارے ساتھ ایک عورت تھی۔اس نے کہا"میں تمہارے اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں میں نے ماہ تمام کی طرح کا تاباں چہرہ دیکھا ہے۔وہ تم سے دھوکہ نہیں کریں گے" وقت صبح ایک شخص کھجوریں لے آیا اس نے کہا"میں تمہاری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔وہ تمہیں کو حکم دے رہے ہیں کہ ان کھجوروں سے کھا بھی لو انہیں ماپ بھی لو. حتیٰ کہ اپنے وسق پورے کرو" ہم نے اسی طرح کیا" اس عورت نے صدق کی علامات اور وفاء کی رفعتیں آپ میں ملاحظہ کر لی تھیں۔"

ابن موسیٰ نے کتاب الردۃ میں ابن اسحاق سے عمان کے بادشاہ جلندی کی داستان روایت کی ہے کہ جب اسے خبر ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اسلام کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس نے کہا"بخدا! مجھے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے راہنمائی مل چکی ہے۔آپ جس بھلائی کا بھی حکم دیں گے میں اسے سب سے پہلے سر انجام دوں گا۔جس چیز سے آپ روکیں گے میں اسے سب سے پہلے ترک کروں گا۔جب آپ غالب آ جاتے ہیں تو آپ تکبر نہیں کرتے۔جب مغلوب ہو جائیں تو فسق و فجور نہیں کرتے وہ عہد پورا کرتے ہیں وعدہ نبھاتے ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں کیونکہ آپ میں یہ سارے محاسن جمع کیے گئے ہیں۔"

نفطویہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں لکھا ہے۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ (النور:۳۵)

ترجمہ: قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک ضرب المثل بیان فرمائی ہے۔اس نے فرمایا:"آپ کا دلکش اور حسین سراپا ہی آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔اگرچہ آپ تلاوت کلام مقدس نہ بھی فرمائیں جیسے کہ حضرت ابن رواحہ علیہ الرضوان نے کہا ہے۔

لو لم تكن فيه آيات مبينة
لكان منظره ينبيك بالخبر

ترجمہ: اگر آپ میں دیگر معجزات نہ بھی ہوں تو آپ کا دلکش و زیبا سراپا تمہیں سچی خبر سے آگاہی بخشے گا۔

محققین نے کہا ہے کہ معجزہ وہ امر ہوتا ہے جو خارق عادت ہو۔چیلنج کے ساتھ متصل ہو۔انبیائے کرام علیہم السلام کی صداقت پر دلالت کرتا ہو۔اس کے ساتھ چیلنج کرنے والے کے دعویٰ کے موافق ہو اور مقابلہ امن کے ساتھ ہو۔اسے معجزہ اس لئے کہتے

ہیں کیونکہ بشر اس جیسا امر لانے سے عاجز ہوتا ہے۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ کے لئے کئی شرائط ہیں۔

۱۔ وہ خارق عادت ہو۔جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہونا۔عصا کا سانپ بننا۔چٹان سے اونٹنی کا نکلنا۔اس طرح اس سے وہ امر نکل گیا جو خارق عادت نہیں ہوتا جیسے ہر روز آفتاب کا طلوع ہونا۔

۲۔ وہ امر چیلنج کے ساتھ متصل ہو،بعض نے چیلنج کی شرط نہیں لگائی اس نے کہا ہے"اکثر معجزات جو آپ کے دست حق نما سے صادر ہوئے۔وہ چیلنج کے بغیر ہی تھے۔چیلنج کی شرط کے ساتھ انہیں بھی معجزہ کہا جاتا ہے یہ درست نہیں ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس معجزہ پر نبوت کا دعویٰ ابتدائے دعوت سے قبول کیا جائے گا۔جب بھی آپ کے لئے خوارق کا وقوع ہوگا۔وہ معجزہ ہی ہوگا کیونکہ حکماً نبوت کا دعویٰ اس کے ساتھ متصل ہے گویا کہ آپ معجزہ کے وقت فرماتے ہیں"میں مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"آپ معجزہ کے صدور کے وقت اسی طرح فرماتے ہیں۔یہ ایک عمدہ دلیل ہے جیسے شیخ کمال الدین بن ھمام نے المسایرہ میں اور ان کے شاگرد شیخ کمال الدین ابی شریف نے اس کی شرح میں لکھا ہے۔"

۳۔ ایسا امر کوئی اور نہ لا سکے جیسے اس نبی ﷺ نے پیش فرمایا ہو جس نے چیلنج کیا ہو۔معارضہ کا بھی امن ہو یہ اس تعبیر سے احسن ہے جس میں عدم معارضہ کا ذکر ہے،کیونکہ عدم معارضہ سے اس کا امتناع لازم نہیں آیا۔اس امر کے عدم امکان کی شرط بھی ہے۔چیلنج کی شرط لگانے سے وہ خارق عادت امر نکل گیا جو چیلنج کے بغیر ہو۔یہ ولی کی کرامت ہوتی ہے،جبکہ چیلنج سے قبل خارق عادت امر جیسے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے رسالت کے دعویٰ سے قبل بادل سایہ کرتے تھے اور آپ کا شق صدر ہوا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں گفتگو کی تھی۔یہ معجزات نہیں ہیں۔یہ کرامات ہیں اولیاء کے ہاتھوں ان کا صدور جائز ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام اپنی نبوت سے قبل اولیاء کے درجہ سے کم نہیں ہوتے۔کرامات کا ظہور ان سے جائز ہوتا ہے۔اس وقت انہیں ارہاص (نبوت کی بنیاد) کہا جاتا ہے۔اسی طرح مقارن کی قید سے وہ امر نکلا گیا،جو چیلنج سے متاخر تھا،جو اسے مقارنہ عرفیہ سے نکال دیتا ہے جیسے آپ کے وصال کے بعد بعض مردوں کو کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے سنا گیا۔اس کے بارے میں متواتر روایات ہیں۔امن المعارضہ کی قید لگانے سے وہ جادو نکل گیا جو چیلنج کے ساتھ متصل تھا اس کا مقابلہ اسی طرح کے جادو سے کرنا ممکن ہے۔"

۴۔ وہ امر چیلنج کرنے والے کے دعویٰ کے موافق ہو۔اگر رسالت کا مدعی کہے کہ میری نبوت کی علامت یہ ہے کہ میرا یہ ہاتھ بولے گا یا یہ جانور مجھ سے گفتگو ہوگا،لیکن اس کا ہاتھ یا وہ جانور بول کر اس کی تکذیب کر دے وہ کہے"یہ جھوٹ بول رہا ہے یہ نبی نہیں ہے وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔وہ اس مدعی کے کذب پر دلالت کرے جس امر کا رب تعالیٰ نے ظہور کیا ہے وہ مدعی کے دعویٰ کے موافق نہیں ہوتا،جیسے کہ مسیلمہ کذاب (لعنہ اللہ) نے کنویں میں تھوکا تا کہ اس کا پانی کثیر ہو جائے تو کنواں گہرا ہو گیا اور اس میں موجود پانی بھی ختم ہو گیا۔"

جب بھی ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہوگی تو وہ معجزہ نہ رہے گا اگر تم یہ کہو کہ جو تم نے کہا ہے کہ معجزات میں چاروں شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ عارفین کے ہاتھوں سے ہی رونما ہوتے ہیں، مگر صورت حال اس طرح نہیں ہے مسیح دجال کے ہاتھوں بہت سے نشانیوں کا ظہور ہوگا جیسے کہ اس کے بارے صحیح روایات وارد ہیں کیونکہ جو کچھ ذکر کیا گیا وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو مدعی رسالت ہو جبکہ دجال ربوبیت کا داعی ہوگا اس امر پر دلیل عقلی قائم ہے کہ رب تعالیٰ کا بعض مخلوق کو مبعوث کرنا محال نہیں ہے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ رب تعالیٰ اس مخلوق کی صداقت پر دلائل قائم کر دے جو اس کی طرف سے شریعت اور ملت لے کر آئے۔ مسیح دجال کے کذب پر قاطع دلائل موجود ہیں جیسے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کا دعویٰ کرے گا اسی طرح وہ اوصاف جو محدثات کے لائق ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس میں ہوں گے رب تعالیٰ تو ایسے امور سے بہت بلند و برتر ہے۔''

دوسری فصل:

علامہ قاضی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ وہ اپنے بندوں کے دلوں میں معرفت پیدا کر دے۔ اپنی ذات بابرکات کے بارے میں علم پیدا کر دے یعنی اس کی ذات موجود ہے اپنے اسماء حسنیٰ کا علم دے دے جو احسن معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ انہیں اپنی صفات کا علم بھی عطا کر دے ان تمام تکلیفات کا علم دے دے جو اس نے اپنے بندوں پر لازم کی ہیں وہ جان لیں کہ ان کا ایک رب موجود ہے جو اسماء والا اور صفت کمال سے متصف ہے۔ یہ علم ابتداء واسطہ کے بغیر ہی دے دے۔ اگر وہ چاہے تو وہ ان میں ابتداء سے ہی مرشد اور مبین کے بغیر ہی یہ چیز ان میں تخلیق کر دے جیسے کہ بعض انبیاء کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ اس نے ان میں یہ چیز الہام کر کے یا روح میں القاء کر کے یا خواب کے ذریعے بتادی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں بعض اہل تفسیر نے اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہ راست) مگر وحی کے طور پر یا پس پردہ اس سے مراد وحی الہام یا سچا خواب ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ ۚ (القصص:۷)

ترجمہ: اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف (بے خطر) دودھ پلاتی رہے۔

یعنی ان کے قلب اطہر میں واسطہ کے بغیر ہی القاء کیا۔ جیسے کہ اللہ رب العزت قادر ہے کہ وہ ان کے دلوں میں ابتداء سے ہی واسطہ کے بغیر پیدا فرما دے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ یہ سارے امور ایسے واسطے کے ذریعے پہنچائے جو ان تک وہ

امور پہنچا دے جس کے پہنچانے کا اس نے حکم دیا ہو۔وہ ایسا کلام ہو جو اس کی طرف راہ نمائی کرے۔یہی واسطہ ہو یا تو یہ بشر کے علاوہ ہو جیسے ملائکہ کرام انبیائے کرام کے ساتھ۔ملائکہ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کرتے ہیں جس کلام کے ساتھ انہیں بھیجا جاتا ہے۔یا وہ ان کی جنس سے ہی ہو جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔وہ انہیں اس کلام حکم سے آگاہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان پر نازل کرتا ہے۔جس امر کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے لئے کوئی ایسا مانع نہیں ہے جو اس کا حصول اس کے بندوں تک نہ ہونے دے۔وہ ابتداء اور واسطہ کی دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت کے مانع ہو۔عقلی دلیل اس کے جواز کا فتویٰ دیتی ہے۔وہ ابتداء اور واسطہ کی دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت کے مانع ہو۔عقلی دلیل اس کے جواز کا فتویٰ دیتی ہے جب یہ جائز ہوا تو یہ محال نہ رہا۔انبیائے عظام علیہم السلام ایسے معجزات لے کر تشریف لائے جو ان کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔جن کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا۔ان پر لازم تھا کہ وہ ان تمام امور کی تصدیق کریں جنہیں لے کر وہ مبعوث ہوئے۔جن کی تبلیغ کے وہ مکلف تھے،کیونکہ کسی بھی نبی کی طرف سے چیلنج کے ساتھ معجزہ اللہ رب العزت کے اس فرمان کے قائم مقام ہوتا ہے۔میرے بندے نے سچ کہا ہے۔اس کی اتباع کرو۔اس کی اطاعت کرو۔یہ اس امر میں اس کی صداقت پر گواہ ہے وہ نبوت ورسالت کا دعویٰ ان لوگوں کے سامنے کرتا ہے جن کی طرف انہیں بھیجا جاتا ہے یہ اس امر کے امکان کے ظہور کا فیصلہ بھی ہے جس کا اس نے ذکر کیا۔معجزہ اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی اعلان کرنے والا ہوتا ہے،گویا کہ یہ اللہ رب العزت کے یہ خبر دینے کے قائم مقام ہوتا ہے کہ وہ نبی سچا ہے۔اس کی صداقت کے بارے علم ضروری کی تخلیق کے بارے میں اس کی عادت رواں رہتی ہے۔"

تیسری فصل:

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:"انبیائے کرام جو امور خارق عادت لے کر تشریف لاتے ہیں انہیں معجزات اس لئے کہتے ہیں کیونکہ مخلوق اس طرح کا امر لانے سے عاجز ہوتی ہے ان کا معجزہ لانے سے عجز ہی اس کا سبب ہے کہ خارق عادت امر کو معجزہ کہا جائے۔وہ ایسا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوتے ہیں جو قدرت کا سامنا کر سکے۔اعجاز کی حقیقت ہی مرسل الیھم (جن کی طرف نبی کو مبعوث کیا جاتا ہے) کے عجز کا اثبات ہے۔اس لفظ کو ان کے عجز کے اظہار کے لئے عاریۃً لیا گیا پھر اس کی نسبت اس سبب کی طرف کر دی جو خارق عادت فعل کے اظہار کی وجہ بنا۔معجزات کی دو قسمیں ہیں۔ا۔وہ معجزہ جو بشری قدرت میں ہو۔۲۔وہ معجزہ جو بشری قدرت میں نہ ہو۔پہلی قسم وہ ہے جو بشری قوت کے دائرہ قدرت میں ہو وہ اس جیسی چیز لانے پر قادر تو ہوں مگر وہ اس جیسی چیز نہ لا سکیں رب تعالیٰ کا انہیں اس امر لانے سے عاجز کر دینا یہ اللہ رب العزت کا فعل ہے جو اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی صراحت ہے"میرا یہ بندہ اپنے دعویٰ رسالت میں سچا ہے کیونکہ رب تعالیٰ اس کی صداقت کا علم ضروری پیدا کر دیتا ہے جیسے کہ ایک نبی کہے"میں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف

رسول ہوں۔"

پھر وہ ان کے سروں پر پہاڑ کھڑا کر دے، پھر فرمائے "اگر تم نے میری تکذیب کی تو یہ تم پر گر جائے گا ورنہ یہ تم سے دور رہے گا" جب بھی وہ اس کی تصدیق کا ارادہ کریں تو وہ پہاڑ ان سے پرے چلا جائے جب وہ اس کی تکذیب کا ارادہ کریں تو وہ ان کے قریب ہو جائے" وہ لازمی طور پر اس کی صداقت کو جان لیں گے۔ان میں سے کاذب سے اس کا صدور متمنع ہو جیسے یہود موت کی تمنا نہ کر سکے۔اس نے انہیں اس سے عاجز کر دیا، حالانکہ یہ ممکن تھا۔وہ لازمی طور پر یہ جان گئے کہ آپ سچے ہیں معجزہ کی دوسری قسم وہ ہے جو ان کی طاقت سے ہی خارج ہو۔وہ اس جیسا فعل لانے پر قادر نہ ہوں۔جیسے مردے زندہ کرنا، کیونکہ یہ ان کی جنس کے افعال میں سے نہیں ہے، جبکہ مردے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے زندہ ہوئے یہ ان کا معجزہ تھا گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی امت کے لئے بطور گواہ تھا کہ "تم میرے اذن سے مردے زندہ کرو گے" عصا کا سانپ بن جانا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔چٹان سے بغیر واسطہ کے اور مشہور اسباب کے بغیر اونٹنی نکل آئے حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ تھا۔درختوں کا محو گفتگو ہونا' مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہونا اور چاند کا پھٹ جانا۔یہ ہمارے حضور اکرم ﷺ کے معجزات تھے۔یہ امور ایسے ہیں جنہیں صرف رب تعالیٰ ہی بجا لا سکتا ہے۔اس معجزہ کا رب تعالیٰ کے کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہونا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔یہ اس کے لئے چیلنج ہے جو اس کی تکذیب کرے اگر اسے اس جیسا معجزہ لانے کے لئے کہا جائے تو وہ اس سے عاجز آ جائے۔"

وہ معجزات جن کا ظہور ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے ہاتھوں ہوا وہ در حقیقت آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔ صداقت کی براہین ہیں جو ان دونوں پر مشتمل ہیں۔یعنی جو بشر کی قدرت میں ہو اور جو بشر کی قدرت سے باہر ہو۔آپ کے معجزات سارے انبیاء کرام سے زیادہ ہیں۔بطور نشانی ان سب سے واضح ہیں۔بطور دلیل ان سب سے عیاں ہیں۔یہ اپنی کثرت کے باوجود احاطہ ضبط سے باہر ہیں صرف قرآن پاک کے معجزات کی تعداد ایک، دو یا اس سے اکثر معجزات میں شمار نہیں کی جا سکتی، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں ایک سورت لانے کا چیلنج کیا مگر وہ ایک سورت لانے سے بھی عاجز آ گئے۔اہل علم لکھتے ہیں "قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت "سورۃ الکوثر" ہے۔یہ سب سے چھوٹی سورت ہے یہ تین آیات پر مشتمل ہے جس کے حروف اس سورت سے بھی کم ہیں جو تین آیات پر مشتمل ہے جیسے سورۃ الاخلاص، پھر ہر وہ آیت جو اتنے ہی حروف اور کلمات پر مشتمل ہے وہ معجزہ ہے۔جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

پھر سورۃ الکوثر میں بذات نفسھا کئی معجزات ہیں۔عنقریب ہم بیان کریں گے کہ قرآن میں سے ان کے کون سے معجزات ہیں جو حد و شمار سے ماوراء ہیں۔"

چوتھی فصل:

علامہ قاضی عیاض نے لکھا ہے "آپ کے معجزات کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ایسے معجزات جن کا علم قطعی ہو۔وہ ہم تک متواتر منقول ہوں جیسے قرآن مجید۔اس میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں۔نہ ہی کسی کا اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسے لے کر تشریف لائے۔اس کا ظہور آپ ہی کی طرف سے ہوا۔اپنی نبوت کے ثبوت پر استدلال اسی سے کیا۔نیز یہ کہ آپ سارے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں وغیرہ۔اگر اس کے لے آنے، آپ کی طرف سے ظہور ہونے اور اس سے استدلال کرنے کا انکار کوئی دشمن کرے تو وہ سیدھے رستے سے پھیرنے والا ہو گا۔وہ باغی ہو گا۔وہ اپنے علم کے باوجود انکار کرنے والا ہو گا اس کا انکار اسی طرح ہے جیسے وہ دنیا میں حضور اکرم ﷺ کے وجود کا انکار کرے۔منکرین نے اعتراض کیا کہ یہ حجت نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو نقل فرمایا۔"اساطیر الاولین" ما انزل علی بشر من شی" "ھذا سحر مبین" قرآن پاک خود بھی معجزہ ہے، جو کچھ اس کے ضمن میں ہے وہ بھی معجزہ ہے یہ ضروری علم ہے جیسے کہ دشمنوں نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔جیسے کہ جب اس کا کچھ حصہ ولید بن مغیرہ پر پڑھا گیا تو اس نے کہا اس کی شیرینی ہے اس کے اوپر رونق و بہار ہے۔اس کے نیچے شادابی ہے۔اس کا اوپر والا حصہ ثمر آور ہے۔یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے" اس کے لفظ کی فصاحت' اس کی تالیف کی شان و شوکت' بلاغت و فصاحت کے درجات کی رفعت' اس کے کلمات کے حسین ملاپ' آیات کا نظم' اس کے اعجاز کی مہارت' فنون کی غرابت' اس کے آغاز و اختتام کی وجوہ کی فصاحت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔"

بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ آپ کے معجزات کی یہ قسم قطعی علم کا فائدہ دیتی ہے۔ہم تک یہ روایت متواتر نقل ہے کہ آپ کے دست اقدس سے نشانیاں اور خوارق عادات امور کا ظہور ہوا" اگرچہ ان میں کوئی معین معجزہ قطعی علم تک نہ بھی پہنچا ہو تو سارے معجزات اسے اس حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ان تمام معانی کا آپ کے دست اقدس سے رواں ہونا بلاشبہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی گواہی ہے۔کسی مومن اور کافر میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کے دست اقدس سے عجائب کا اظہار ہوا۔دشمن کا اختلاف تو یہ ہے کہ یہ عجائب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا نہیں اس حیثیت سے کہ یہ معجزہ ہے جو چیلنج کے ساتھ ہے۔یہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مثل ہے" اے میرے بندے! تم اپنے دعویٰ صداقت میں سچے ہو" ہمارے نبی کریم ﷺ کے ایسے معجزات کا ظہور ضروری علم عطا کرتا ہے کیونکہ ان کے معانی کا اتفاق ہے کہ یہ سب خوارق عادات ہیں جو اس شخص کا منہ بند کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے درپے ہو جاتا ہے جیسے کہ حاتم طائی کی سخاوت کا علم "عنترہ العبسی کی شجاعت اور حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا علم ضرورۃً معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ حاتم کی سخاوت 'عنترہ کی شجاعت اور اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے حلم کے بارے وارد ہونے والی روایات میں اتفاق

ہے اگر چہ ان تینوں کے بارے روایات میں یہ روایت علم ضروری کا موجب نہیں بنتی۔ نہ ہی اس کی صحت کا قطعی حکم لگایا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہر زمانہ میں متواتر نہیں ہے۔"

دوسری قسم میں ایسے معجزات شامل ہیں جو ضروری علم اور قطعی حد تک نہ پہنچے ہوں۔" یہ دو انواع پر مشتمل ہے جو معجزہ مشہور ہو۔ وہ معروف ہو چکا ہو۔ اسے کثیر راوی روایت کریں۔ محدثین اور راویوں کے ہاں اس کے بارے میں روایت معروف ہو۔ اسے اہل سیر اور اہل تاریخ نے نقل کیا ہو۔ جیسے آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہونا اور کھانے کا کثیر ہو جانا۔ ۲۔ جو معجزہ معروف نہ ہو۔ مشہور نہ ہو ایک یا دو راوی ہی اس کے ساتھ مختص ہوں۔ اسے قلیل تعداد روایت کرے۔ وہ دوسرے معجزہ کی طرح معروف تو نہ ہو لیکن جب ایسے معجزہ کے ساتھ اسے جمع کیا جائے تو وہ معنی مقصود اعجاز میں متفق ہو جائیں۔ وہ معجزہ کی رونمائی پر اتفاق کر جائیں۔ جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس میں شبہ نہیں کہ آپ کے دست اقدس ایسے معانی (معجزات) رواں ہوئے اور جب انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو یہ علم قطعی کا فائدہ دیتے ہیں۔"

تنبیہات:

ا۔ ابن الصلاح علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ بعض علماء کرام آپ کے معجزات کو شمار کرنے کی طرف آمادہ ہوئے ہیں۔ بعض نے آپ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار بیان کی ہے ہم نے اختصار کے ساتھ انہیں شمار کیا تو یہ اس سے کئی گنا زیادہ تھے۔ یہ ان گنت تھے۔ یہ صرف ان معجزات پر مشتمل نہیں جو آپ کے عہد ہمایوں سے رونما ہوئے بلکہ وہ آپ کے بعد بھی مختلف ادوار میں ظہور پذیر ہوتے رہے اسی طرح آپ کی امت کے اولیاء کاملین کی کرامات بھی انہی کے ساتھ متصل ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی دعائیں بھی شامل ہیں۔ جو مشکلات اور جنگلوں میں آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہے اور شدائد میں ان کی دعائیں پوری ہوتی رہیں۔ جن کے لئے دلائل قاطع ہیں اس طرح آپ کے معجزات حد و شمار سے ماوراء ہیں کوئی شمار کرنے والا انہیں شمار نہیں کر سکتا۔"

۲۔ بعض علماء نے معجزہ جادو اور کرامت میں فرق کیا ہے۔ امام مازری نے لکھا ہے" کہ جادو افعال اور اقوال کی سختیاں جھیلنے سے مکمل ہوتا ہے، حتیٰ کہ جادو کے لئے اس چیز کی تکمیل ہو جائے جو اس کا ارادہ ہو۔ کرامت اس کی محتاج نہیں ہوتی یہ غالب اتفاق سے رونما ہوتی ہے، جبکہ معجزہ چیلنج کے ساتھ کرامت سے ممتاز ہوتا ہے۔

امام الحرمین نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ جادو کا اظہار فاسق سے ہوتا ہے جبکہ کرامت کا اظہار فاسق سے نہیں ہوتا۔ امام نووی نے زیادات الروضہ میں المتولی وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ جس سے خارق عادت فعل رونما ہو رہا ہے اس کے حال پر اعتبار کیا جانا چاہئے۔ اگر وہ شخص شریعت پر چلنے والا ہو ہلاکتوں سے بچنے والا ہو جو خارق عادت امر اس سے رونما ہو گا۔ وہ کرامت ہو گی، ورنہ وہ جادو ہو گا، کیونکہ اس کی انواع میں ہر نوع شیاطین کی قسم ہے۔

لیکن اس کی دقت کی وجہ انسانوں میں کوئی انسان ہی اس تک پہنچ سکتا ہے۔اس کا وجود اشیاء کے خواص جاننے پر ہے۔ان کی ترکیب کی وجوہ کا علم ہونا اور اوقات کا علم ہونا ضروری ہے۔جادو کی اکثریت حقیقت کے بغیر صرف تخیلات ہیں یہ ثبوت کے بغیر ابہام ہیں۔جو اس سے ناواقف ہوتا ہے وہ اسے عظیم سمجھتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جادوگروں کے بارے میں فرمایا۔

وَجَآءُوۡ بِسِحۡرٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۱۶﴾ (الاعراف:۱۱۶)

ترجمہ: اور مظاہرہ کیا انہوں نے بڑے جادو کا۔

حالانکہ ان کی رسیاں اور ڈنڈے ریبوں اور ڈنڈے ہونے سے نہیں نکلے تھے۔سچی بات یہ ہے کہ جادو کی بعض اقسام دلوں میں تاثیر رکھتی ہیں جیسے محبت، بغض، خیر اور شر کو پھینکنے اور بیماری پیدا کرنے میں تاثیر رکھتے ہیں، لیکن انکار اس امر میں ہے کہ جمادات حیوان بن جائیں یا اس کے برعکس۔جادوگر کے جادو سے اس طرح نہیں ہو سکتا۔امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جادو ایک مصنوعی اور بناوٹی ربی ہے جس تک اکتساب (محنت) سے پہنچا جاتا ہے۔

۳۔ التحدی کا معنی ہے مقابلہ کرنے کے لئے کہنا۔چیلنج کرنا' علامہ جوہری نے لکھا ہے۔ تحدیت فلاناً۔اس وقت کہا جاتا ہے جب میں کسی فعل میں اس کے ساتھ مقابلہ کروں۔غلبہ کے لئے جھگڑا کروں۔ حداً حدوًا سے مراد اونٹ کے لئے حدی خوانی کرنا ہے واحدی بہا حداء اذا غنی۔مجاز میں ہے تحدی اقرانہ جب وہ ان کی ساتھ مقابلہ کرے غلبہ کے لئے چیلنج کرے۔یہ اصل میں حدی خوانی کے لئے ہے۔جس میں دو حدی خوان مقابلہ کریں ہر ایک دوسرے کو حدی خوانی کے لئے چیلنج کرے۔"

کشاف کے حواشی میں ہے" حدی خوانی کے وقت ایک حدی خواں قطار کے دائیں طرف کھڑا ہو جاتا دوسرا بائیں طرف کھڑا ہو جاتا پھر ہر ایک حدی کا چیلنج کرتا، پھر اس میں وسعت دی گئی پھر یہ لفظ ہر قسم کے مقابلہ کے لئے استعمال ہونے لگا۔

۴۔ معجزہ میں ھاء مبالغہ کے لئے ہے۔یہ صفت کی تاکید کے لئے ہے جیسے علامہ اور نسابہ میں ہے۔اس معنی کے لئے باقی حروف کو چھوڑ کر ھاء کا اضافہ کر دیا گیا۔امام سہیلی نے الروض الانف میں تحریر کیا ہے کہ یہ آواز کی انتہاء اور غایت ہے کیونکہ یہ حلق کی انتہا سے نکلتی ہے۔یا اس کے ساتھ یا اس سے پہلے یا اس سے بعد سے نکلتی ہے۔اس کے بعد یا اس سے پہلے یا اس کے ساتھ الف ہوتا ہے۔اس لئے اس کی جمع مکسر نہیں آتی۔علامہ میں علالیم اور نسابہ سے نسابیب نہیں آتی تاکہ وہ لفظ ختم نہ ہو جائے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔جیسے کہ مصطلہ کی جمع مکسر نہیں آتی۔ایک قول ہے کہ اس میں ھاء وصفیت میں سے منتقل کرنے کے لئے ہے جیسے کہ حقیقت بھی اسی طرح ہے کیونکہ یہ عجز سے مشتق ہے۔اس نے اس پر دلالت کی۔"

۵۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بعض آئمہ کبار معجزات انبیاء کو دلائل النبوۃ اور آیات النبوۃ کہتے تھے۔قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں معجزہ کا لفظ نہیں ہے۔ان میں آیت،بینہ اور برھان کا لفظ مذکور ہے آیتہ کا لفظ بہت زیادہ ہے جب معجزہ کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس کے آیت ہونے کی دلالت نہیں ہوتی۔الا کہ جب اس سے مراد معجزہ کی تفصیل بیان کر دی جائے۔اس کی شرائط کا تذکرہ کر دیا جائے۔حاکم نے اس کی توجیہہ اور تعیین کے لئے ایک تصنیف بھی لکھی ہے۔میں کہتا ہوں "معجزہ کا لفظ متکلمون نے اس امر کے لئے وضع کیا ہے جو ان چار شرائط پر مشتمل ہو جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی نشانیوں میں سے ہو اس کے لئے کوئی مخصوص شکل ہو۔یہ مؤقف اس شخص کے برعکس ہے جو اس کے برعکس گمان کرتا ہے آیتہ،برھان اور بینہ کے ساتھ اس کی تعین اس کے مخالف نہیں ہے۔ہر معجزہ کو آیت،برہان اور بینہ کہا جا سکتا ہے،لیکن اس کے برعکس نہیں ہو سکتا جیسے کہ کلام میں معجزہ کی تعریف سے عیاں ہے۔"

۶۔ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آپ نے الحمد للہ فرما کر جملہ اسمیہ سے ابتداء کی جو اصل میں جملہ خبریہ ہے۔اس سے انشاء مراد ہے۔یہ سلامتی کے لئے مذکور ہے۔الحمد للہ فرمایا۔اسم ذاتی کا تذکرہ کیا تا کہ ان کی طرف سے انکار کا ازالہ ہو سکے۔اس جملے کے بعد ہر جملہ فعلیہ ذکر کیا۔یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نیا مقام ہے۔جو حمد میں اضافہ کا شعور دلاتا ہے،لہٰذا مناسب ہے کہ ایسے جملے کا تذکرہ کیا جائے جو تجدید پر دلالت کرے۔حدوث پر دلالت کرے یا ان دونوں کے ساتھ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی تا کہ ان امور پر اس کی حمد میں اضافہ ہو سکے جو عنایات فراوانہ اور نوازشات ملوکانہ پر ہو۔یا پہلے جملے میں خبر پر محمول کیا جائے گا اور اس جملہ کو انشاء پر محمول کیا جائے گا۔یہ عظمت کے اعتبار سے اپنے ملزوم کے بارے تنبیہ ہے۔جو رب تعالیٰ نے آپ پر نعمت کی ہے۔اس میں تعظیم و توقیر بھی ہے اور رب تعالیٰ کے اس حکم پر عمل پیرا ہونا بھی ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجیے۔

آپ نے تشہد نہ فرمایا،تا کہ اپنے سے پہلے تفنن کلام پر رواں ہو سکے۔آپ نے اسے ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف پھیرا تا کہ یہ ان کے حسن نظر میں اضافے کا باعث بنے تا کہ سامع کی چستی و نشاط میں اضافہ کرے اور اسے زیادہ توجہ دینے کے لئے بیدار کر دے۔"

دوسرا باب

اعجاز قرآن پاک اور مشرکین کا اعتراف حق

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ (الاسراء:۸۸)

(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن۔

ان لوگوں میں خالص عرب بھی تھے اور ارباب بیان بھی تھے انہوں نے کوشش کی کہ ایسا کلام پیش کریں جو بلاغت اور حسن نظم میں قرآن پاک کی طرح ہو لیکن رب تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک سچ ثابت ہوا۔

لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ (الاسراء:۸۸)

ترجمہ: تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔

وہ ایسا کلام پیش کرنے کے لئے ایک دوسرے کی معاونت کر سکتے ہیں۔جن وانس کے دونوں فریقوں میں ملائکہ شامل نہیں کئے، حالانکہ وہ بھی ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں، کیونکہ یہ چیلنج صرف جن وانس کو تھا۔اسی وجہ سے جنات نے بھی اس کے حسن نظم اور انتہائی بلاغت پر تعجب کیا۔انہوں نے کہا۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ (الجن:۱،۲)

ترجمہ: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم (دل سے) اس پر ایمان لے آئے۔

حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من الانبیاء نبی الا اعطی من الآیات ما مثله آمن علیه البشر وانا کان الذی اوتیته وحیا اوحاہ الله تعالیٰ فارجو ان اکون اکثرهم تابعا۔

کوئی نبی ایسا نہیں گزرا مگر اسے ایسے معجزات عطا کئے گئے جن پر انسان زیادہ ایمان لاتا ہے لیکن جو مجھے عطا کیا گیا وہ وحی ہے جو رب تعالیٰ نے میری طرف کی۔مجھے امید ہے کہ میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔اس حدیث پاک کی شرح میں الحافظ لکھتے ہیں۔ما من الانبیاء نبی الا اعطی یہ اس امر پر دلالت ہے کہ ہر نبی کے لئے کسی ایسے معجزہ کا ہونا ضروری ہے جو اس کے لئے ایمان کا تقاضا کرے جو اس کا مشاہدہ کرے،اور کفر پر ڈٹے رہنے والے کا اصرار اسے نقصان نہیں دیتا" ابن قرقول نے لکھا ہے کہ پہلا من بیانیہ ہے دوسرا زائدہ ہے۔ما موصولہ یا نکرہ کی صفت ہے۔موصول کا صلہ ہے موصول کی طرف علیہ میں مجرور ضمیر راجع ہے،یعنی یہ مقابلہ اور چیلنج میں اس پر غالب کر دی گئی ہے۔الآیات سے مراد معجزات

ہیں "المثل" یہاں اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۦ (البقرۃ:۲۳)

ترجمہ: تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی۔

یعنی اس کی مثل جن کی صفت بیان میں واضح ہو اور حسن نظم میں بلند مرتبہ ہو۔ مثل کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے۔ اس سے مراد عین الشئ ہے اور جو اس کے مساوی ہو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا کئے ہیں جو اس کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ امر اس کی صفت ہے۔ جب اس معجزہ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو مشاہدہ کرنے والا اس پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ہر نبی کو اس معجزہ کے ساتھ مختص کیا گیا ہے جو اس کے دعویٰ کو ثابت کرتا ہے اور جو اس کے زمانہ کے موافق ہوتا ہے۔ جب وہ زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ معجزہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی شعبدہ بازیوں کو نگل جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں عصا سانپ بنا تھا۔ ہر ہر نبی کو ایسے معجزات عطا کئے گئے ہیں۔ جو اس کی قوم کے حالات کے موافق ہیں۔ ید بیضاء کا ظہور اسی طرح تھا کیونکہ ان کے زمانہ میں سحر کا غلبہ تھا۔ اگر فرعون کے پاس اس کا توڑ ہوتا تو وہ ان لوگوں کے سامنے ایسا امر لے آتا جو اس معجزہ سے فائق ہوتا۔ وہ انہیں اس پر ایمان لانے پر مجبور کر دیتا لیکن اس کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے عہد میں طب کا دور دورہ تھا، تو وہ ایسے معجزات لے کر آئے جو اس سے بالاتر تھے۔ انہوں نے مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء یاب کیا۔ یہ قدرت انسان کے بس سے باہر تھی، اسی طرح انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالص عربوں میں بھیجا گیا تھا وہ فصاحت و بلاغت کی اصل تھے۔ قرآن پاک کو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ طبقات پر اور عمدہ محاسن پر نازل کیا گیا اور پھر انہیں اس سے عاجز قرار دیا کہ وہ اس کی سب سے چھوٹی سورت کی مانند بھی کوئی سورت لے کر آئیں۔"

"آمن" ابن قرقول کی روایت کے مطابق یہ اومن ہے علیہ میں علی باء یا لام کے معنی میں ہے۔ اس کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے۔ کہ یہ غلبہ کے معنی میں ہے یعنی وہ اس سے مغلوب ہو کر اس پر ایمان لائے گا۔ وہ اسے اپنے نفس سے دور نہ کر سکے گا بلکہ وہ اس کا انکار کرے گا اور سرکشی پر اتر آئے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا (النمل:۱۴)

ترجمہ: اور انہوں نے انکار کر دیا ان کا حالانکہ تعین کر لیا تھا ان کی صداقت کا ان کے دلوں نے (انکار) محض ظلم کے باعث تھا۔

الطیبی نے لکھا ہے کہ علیہ میں ضمیر مجرور حال ہے یعنی "مغلوبا علیہ فی التحدی" مثل اسی طرح ہے جیسے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ (البقرۃ:۲۳)

ترجمہ: تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی۔

یہ اپنی صفت بیان اور بلاغت میں علو مرتبت کی وجہ سے بے مثل کلام ہے۔ وانا کان الذی اوتیته وحیا..."

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا معجزہ جو مجھے عطا کیا گیا ورنہ آپ کو تو ان گنت معجزات عطا کئے گئے تھے۔ اس سے مراد قرآن پاک ہے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ یہ ایسا معجزہ ہے جو روز حشر تک باقی رہے گا، کیونکہ یہ بلاغت کی اعلیٰ ترین رفعتوں اور اعجاز کی انتہاؤں پر فائز ہے کوئی فرد اس کی سورتوں میں سے ایک سورت کی مانند سورت بھی نہیں لا سکتا۔ یہ اپنی ترکیب کی جزالت اور ترتیب کی فخامت کی وجہ سے انسانی قدرت سے خارج ہے اس میں آپ کے معجزات کو شمار کرنا مقصود نہیں ہے۔ نہ ہی یہ مراد ہے کہ آپ کو وہ معجزات نہیں دیئے گئے تھے جو سابقہ انبیاء کرام کو عنایت کیے گئے تھے۔ اس سے مراد وہ عظیم معجزہ ہے، جو صرف آپ کے ساتھ مختص ہے کسی اور کے ساتھ مختص نہیں ہے، کیونکہ ہر نبی کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا، جو اسی کے ساتھ خاص تھا۔ اس طرح کا معجزہ کسی اور نبی کو عطا نہ کیا گیا اس کے ساتھ اس نے اپنی قوم کو چیلنج کیا۔ اس لئے اس کے بعد آپ نے فرمایا: "وارجوان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ آپ کا ارادہ ہے کہ لوگ تا روز حشر اس پر ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آپ نے اسے امید کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ سابقہ اقدار کا علم کسی کو نہیں ایک قول یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے معجزات ان کی عمروں کے ختم ہونے کے بعد ختم ہو گئے۔ اس نے اسے دیکھا جو وہاں حاضر تھا، جبکہ قرآن پاک کا معجزہ تا حشر باقی ہے۔ یہ معجزہ اس کے اسلوب، بلاغت اور غیب کی خبروں میں ہے۔ زمانوں میں سے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا مگر ان امور میں سے کسی امر کا ظہور ہو گیا جن کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ عنقریب اس کا ظہور ہوگا۔ جو اس کے دعویٰ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اس لئے فرمایا: "وارجوان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ۔ الحافظ نے کہا "یہ احتمال، محتملات میں سے سب سے زیادہ قوی ہے اس کی تکمیل اس میں ہے جو اس کے بعد رونما ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ گزشتہ معجزات حسی تھے۔ ان کا آنکھوں سے مشاہدہ ہو سکتا تھا۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ جبکہ معجزہ قرآن کا مشاہدہ بصیرت کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے آپ کے پیروکاروں کی تعداد کثیر ہوگی، کیونکہ جس چیز کا مشاہدہ سر کی آنکھ سے ہوتا ہے وہ مشاہد کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتا ہے جسے عقل کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے تو اسے ہر وہ شخص دیکھ سکتا ہے جو پہلے کے بعد آتا ہے۔ الحافظ کہتے ہیں "ان تمام اقوال کو ایک کلام میں جمع کیا جا سکتا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اقوال ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں آپ نے اپنا یہ فرمان معجزہ قرآن پر مرتب فرمایا، یہ لگاتار معجزہ ہے کیونکہ اس کے فوائد کثیر ہیں۔ اس کا نفع عام ہے یہ دعویٰ حجت اور ان امور کی خبروں کے بارے میں ہے جو عنقریب رونما ہوں گے اس کا اعجاز حاضرین و غائبین سب کو شامل ہے۔ جو ہے اور جو عنقریب ہوگا ان سب کو شامل ہے۔ اس پر مذکورہ امید کو حسن ترتیب سے بیان کیا گیا۔ یہ امید اس کے بارے میں پوری ہوئی ہے آپ کے پیروکاروں کی

تعداد سب سے زیادہ ہے۔

فقہاء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ رب تعالیٰ کی یہ کتاب زندہ معجزہ ہے کوئی فرد اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا حالانکہ اس نے لوگوں کو چیلنج کیا ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (التوبۃ:۶)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ طلب کرے آپ سے تو پناہ دیجئے اسے تا کہ وہ سنے اللہ کا کلام۔

اگر اس کی سماعت اس کے خلاف حجت نہ ہوتی تو اس کا معاملہ سماعت پر موقوف نہ ہوتا۔ نہ ہی یہ حجت ہوتا یہ معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(العنکبوت:۵۰)

ترجمہ: کیوں نہ اتاری گئیں ان پر نشانیاں ان کے رب کی طرف سے آپ فرمایئے نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ (العنکبوت:۵۱)

ترجمہ: کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

اس نے بتایا کہ یہ کتاب حکیم اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ دلالت میں دیگر معجزات کے قائم مقام ہے۔ یہ دیگر انبیاء کے معجزات کی طرح معجزہ ہے جسے لے کر حضور اکرم ﷺ مشرکین کی طرف تشریف لائے۔ وہ سارے فصحاء سے زیادہ فصیح تھے۔ سارے خطیبوں سے زیادہ قادر الکلام مقرر تھے۔ قرآن پاک نے انہیں چیلنج کیا کہ وہ اس کی مثل لے کر آئیں۔ کئی سال تک انہیں مہلت دی، مگر وہ قادر نہ ہو سکیں، پھر اس جیسی دس سورتیں لانے کے لئے چیلنج کیا، پھر ایک سورت لانے کا چیلنج کیا۔ جب وہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے اس کے مشابہ ایک سورت بھی لانے سے عاجز آ گئے۔ حالانکہ ان میں خطباء کی کثرت تھی۔ بلغاء کی فراوانی تھی تو آپ نے قرآن کے معجزہ اور اعجاز کا اعلان کر دیا، حالانکہ وہ ایسے فصحاء تھے جو قرآن پاک کے نور کو بجھانے کے لئے سب سے زیادہ حریص تھے۔ اس کا معاملہ مخفی رکھنے کے بڑے حریص تھے۔ اگر اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں ہوتا تو یقیناً اس کی طرف رجوع کرتے تا کہ ان کے لئے قطعی حجت بن سکے کسی ایک کے بارے بھی منقول نہیں کہ اس نے خود سے ایسا کلام لانے کے لئے کہا ہو، نہ ہی اس کا قصد کیا، بلکہ کبھی عناد کی طرف پھر گئے، کبھی مذاق کو وطیرہ بنایا۔ کبھی اس کی لطافت کی وجہ سے اسے سحر کہا۔ کبھی اس کے حسن نظم اور فصاحت کی وجہ سے اسے جادو کہا۔ بعض نے اسے گزشتہ لوگوں کے افسانے کہا، کیونکہ اس کے معانی عجیب تھے۔ بعض نے اسے کاہنوں کا کلام کہا کیونکہ وہ اس میں سرگرداں تھے۔ یہ سب کچھ حیرانگی اور رکاوٹ کی وجہ سے تھا، پھر وہ اس فیصلے پر راضی ہو گئے کہ تلوار ان کی گردنوں پر رکھ دی جائے۔ ان کی

اولادوں کو اور بیویوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے اموال مباح سمجھے جائیں، حالانکہ وہ سب سے متکبر تھے۔ حمیت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اگر انہیں علم ہوتا کہ اس جیسا کلام پیش کرنے کی انہیں طاقت ہے تو وہ اس کی طرف جلدی کرتے کیونکہ یہ ان کے لئے آسان تھا۔"

بعض علماء نے فرمایا ہے: "کلام مقدس آپ کا وہ معجزہ ہے جسے آپ نے اہل عرب کے سامنے پیش کیا تھا جس کی مثل وہ نہ لاسکے تھے یہ سب سے عجیب معجزہ تھا یہ دلالت میں سمندر چیر نے، مردوں کو زندہ کرنے اور مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرنے سے بڑھ کر معجزہ ہے کیونکہ یہ ان لوگوں کے پاس آیا جو اہل بلاغت تھے۔ ارباب فصاحت تھے۔ وہ قادر الکلام خطیب تھے۔ ان کے سامنے ایسا کلام پیش کیا گیا جس کا معنی سمجھ میں آتا تھا۔ ان کا ایسے کلام سے عاجز آ جانا اس شخص کے عجز سے زیادہ ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، کیونکہ اس میں ان کا کوئی طمع نہ تھا۔ نہ ہی انہیں مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرنے میں کوئی دلچسپی تھی۔ نہ ہی وہ اس علم کے عادی تھے لیکن قریش تو فصیح کلام، بلاغت اور خطابت کے عادی تھے۔ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ہر نبی کا معجزہ اس کے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے مطابق رونما ہوا۔ وہ اس معنی کے اعتبار سے تھا جو مشہور تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل سحر کے علم کی انتہا تھی ان کو ان کی طرف ایسا معجزہ دے کر بھیجا گیا جو اس کے مشابہ تھا جسے وہ اپنی طاقت سمجھتے تھے۔ ان کے لئے ایسے معجزات رونما ہوئے جو ان کے لئے خرق عادت تھے جیسے عصا کا سانپ بن جانا۔ گندم گوں ہاتھ کا ید بیضاء بن جانا، جو بغیر کسی مرض کے تھا۔ معجزہ ان کے احاطہ قدرت سے باہر تھا، جو کچھ وہ اپنے جادو سے لے کر آئے تھے انہوں نے اسے باطل کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں اہل طب کی کثرت تھی۔ وہاں بہت سے طبیب تھے۔ ان کی دست اقدس سے ایسے معجزات رونما ہوئے جن پر وہ قادر نہ تھے۔ وہ ان کے لئے ایسے معجزات لے کر آئے تھے جن کے بارے میں ان کا کبھی گمان بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ جیسے مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرنا اور برص کے مریضوں کو شفاء یاب کرنا۔ وہ ان کے سامنے ان معجزات کا اظہار کرتے جن کا علاج کرنے کی طاقت رکھتے تھے اور جو طاقت نہ رکھتے تھے۔ بعض اوقات ان کے پاس دو ہزار افراد جمع ہو جاتے۔ ان کے لئے اس معجزہ کا اظہار کرتے۔ علاج کے بغیر ان کا مداوہ کرتے۔ یہ دعا ہی تھی۔ اسی طرح سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات اہل زمانہ کے علم کے مطابق ہوتے۔ جب کسی نبی کو کسی قوم کی طرف بھیجا جاتا تو اس کا معجزہ علم و صنعت کی اسی جنس کے مطابق ہوتا جس کا مشاہدہ وہ کرتے رہتے تھے جب سرور سروراں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو مبعوث کیا گیا، تو اہل عرب میں چار قسم کے علوم و معارف پائے جاتے تھے۔

ا۔ بلاغت۔ ۲۔ شعر۔ ۳۔ خبر۔ ۴۔ کہانت۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن پاک کا نزول کیا۔ یہ اپنی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کے اعتبار سے مذکورہ بالا چاروں اسالیب کے لئے خارق عادت ہے۔ یہ ان کے کلام کی نوع اور اسلوب سے خارج ہے۔ اہل عرب اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر کرتے تھے۔ وہ شعر اور بلاغت کو آراستہ کر لینے پر فخر کرتے تھے۔ وہ سارے صفحاء

سے بڑھ کر فصیح اور سارے خطباء سے زیادہ قادر الکلام تھے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ پر واضح عربی میں قرآن پاک نازل کیا جو عرب کی لغت کے مذاہب پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ نے ان پر ایسا کلام پڑھا جو محکم تھا جو وصف میں ان کے کلام کے مشابہ لگتا تھا جس کا موضوع آسان تھا۔ جس کا سننا شیریں تھا جو شعر کے موضوع سے خارج تھا۔ کانوں کو اس کا سننا بڑا شیریں لگتا تھا جب مشرکین نے اسے سنا تو انہوں نے اسے ناممکن سمجھا۔ انہوں نے اس کے بارے میں وہ کچھ کہا جو کہا۔ قرآن پاک نے انہیں چیلنج کیا کہ وہ اس جیسا کلام لے کر آئیں، مگر وہ عاجز آ گئے، پھر قرآن مجید نے انہیں دس سورتیں لانے کے لئے کہا، مگر مشرکین عاجز آ گئے، پھر انہیں ایک سورت لانے کے لئے چیلنج کیا۔ عاجز آنے پر وہ قتل و قتال کی طرف مائل ہو گئے۔ وہ جنگ و جدل کی طرف جھک گئے۔ جب وہ اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے رو گرداں ہوئے اگر یہ مقابلہ ممکن ہو جاتا تو یہ اس کے کذب پر دلالت کرتا۔ وہ اس قتال کی طرف جھک گئے کہ اگر وہ اس میں جیت بھی جاتے تو یہ اس کے کذب پر دلالت نہ ہوتی۔ یہ قرآن پاک کا واضح اعجاز ہے مشرکین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے۔ قرآن پاک کا یہ دعویٰ معروف ہے قرآن پاک آپ کے معجزات میں سے افضل معجزہ ہے کیونکہ یہ آپ کے وصال کے بعد بھی باقی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کا اور کوئی معجزہ باقی نہیں رہا۔ ہم اسی پر ایمان لائے ہیں، کیونکہ شرعی احکام اسی سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور معجزہ سے احکام شرعیہ مستنبط نہیں ہوتے۔ قرآن پاک ایک ایسا بحر بے کراں ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ جس کے غرائب کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ اگر جن و انس جمع ہو جائیں تا کہ ایسا قرآن پاک لے کر آئیں تو وہ اس کی مثل نہ لاسکیں گے۔ خواہ وہ اس کے لئے ایک دوسرے کے معاون اور مددگار بن جائیں۔

روایت ہے کہ ابو عبید نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے کسی شخص کو یہ آیت طیبہ پڑھتے ہوئے سنا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر: ۹۴)

ترجمہ: سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔

اس نے کہا: "میں اس کلام مقدس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا ہوں ایک اور شخص کو سنا جو یہ آیت طیبہ پڑھ رہا تھا:

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ (یوسف: ۸۰)

ترجمہ: پھر جب وہ مایوس ہو گئے یوسف سے تو الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔

اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ مخلوق ایسا کلام لانے پر قادر نہیں ہے" اصمعی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بچی کو سنا جو یہ کہہ رہی تھی:

استغفر الله من ذنوبی۔

میں نے اسے پوچھا: "تو کیوں مغفرت طلب کر رہی ہے؟ حالانکہ تو ابھی تک احکام شرعیہ کی مکلف نہیں بنی؟" اس بچی نے کہا: "میں اپنے سارے گناہوں سے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔ میں نے ناحق ایک انسان کو قتل کر دیا۔ جو

اس ہرن کی طرح تھا جو اپنی جگہ پر سویا ہو۔رات نصف ہو گئی مگر میں نے ابھی تک اس کے لئے مغفرت طلب نہیں کی" میں نے اسے کہا" تم کیوں رو رہی ہو؟ تم کتنی فصیح ہو؟ اس بچی نے کہا" کیا رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان کے بعد بھی فصاحت باقی رہ جاتی ہے۔"

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ (القصص:۷)

ترجمہ: اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف کہ اسے (بے خطر) دودھ پلاتی رہ، پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اسے دریا میں نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی ایک آیت طیبہ میں دو امر، دو نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں جمع کر دیں ہیں" اس قسم کی مثالیں ان گنت ہیں۔" قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے" حق بات تو یہ ہے کہ عرب قوم کو بلاغت اور حکم کے ایسے امور کے ساتھ مختص کیا گیا تھا جن کے ساتھ ان کے علاوہ دیگر اقوام کو مختص نہیں کیا گیا تھا۔انہیں زبان کی جو فصاحت عطا کی گئی تھی کسی اور کو وہ عطا نہیں کی تھی۔گفتگو کرنے کا انہیں ایسا سلیقہ آتا تھا جو بڑے بڑے داناؤں کو مقید کر کے رکھ دیتا تھا کہ وہ ان کی اس مہارت کی تراکیب کے دلدادہ بن جائیں اور ان کے ہنر کے اسالیب کی رونق کے عاشق بن جائیں۔ان کے کلام کی مختلف انواع تھیں۔اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کی فطرت اور طبع میں یہ امر ڈال دیا تھا۔ان میں یہ فطرتی طاقت اور قوت تھی کہ وہ فوراً عجیب وغریب کلام لے کر آتے تھے اور اسی کے ساتھ ہر جگہ رسائی حاصل کر لیتے تھے۔وہ شدید خطرات والے مقامات پر فوراً خطبات دیتے تھے۔وہ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کے درمیان رجز پڑھتے تھے۔وہ تعریف کرتے تھے۔دشمن کی برائی کرتے تھے۔وہ اپنے مقاصد میں کامرانی کے لئے فصیح کلام کو بطور وسیلہ استعمال کرتے تھے اور اسی کے ذریعے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے تھے جسے چاہتے اسے بلند کر دیتے جسے چاہتے اسے پست کر دیتے تھے۔وہ ایسی جادو گری لاتے جس میں الفاظ مربوط ہوتے، الفاظ ان کے مقاصد اور مواقع کے مطابق ہوتے۔وہ اپنے قابل ستائش اوصاف اور عمدہ خصائل سے اسے ایسا ہار پہناتے جسے وہ ان اوصاف کا اہل سمجھتے انہیں موتیوں کی خوبصورت لڑی میں پرو دیتے تھے۔وہ داناؤں کو دھوکے دے دیتے تھے۔مشکلات کو آسان کر دیتے تھے۔وہ دشمنی ختم کر دیتے۔وہ چیز کی ہجو بیان کر دیتے۔بزدل کو جرأت مند بنا دیتے تھے۔وہ ٹیڑھے پوروں والوں کو پھیلا دیتے تھے (باندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیتے تھے) وہ ناقصوں کو کامل بنا دیتے تھے۔مشہور لوگوں کو گمنام کر دیتے تھے ان میں سے بعض لوگ اعرابی تھے جو مؤثر لفظ استعمال کرتے تھے۔وہ فیصلہ کن بات کرتے تھے۔وہ بھاری بھرکم کلام کرتے تھے۔ان کی طبیعت جو ہر فروش تھی وہ سخت جھگڑالو تھے۔ان میں سے کچھ شہری تھے۔وہ پر رونق بلاغت کے مالک تھے وہ لگاتار الفاظ استعمال کرتے تھے ان کے کلمات جامع ہوتے تھے۔نرم طبیعت کے مالک تھے۔وہ گفتگو میں تصرف

کرتے تھے۔ وہ ایسا کلام کرتے تھے جس میں تکلف کم ہوتا تھا۔ رونق زیادہ ہوتی تھی اس کا حاشیہ نرم ہوتا تھا۔ ہر دو اصناف میں بلاغت ہی حجت بالغہ ہوتی تھی۔ یہی ایک سخت قوت تھی یہی لب ریز جام تھا یہی واضح شاہراہ تھی۔ انہیں شبہ نہ تھا کہ کلام ہی ان کی مراد کے تابع تھا۔ بلاغت ان کے گھر کی خادمہ تھی۔ وہ مختلف اقسام کے کلام کے معانی میں تصرف کر لیتے تھے وہ اس کے تحائف کی خصوصیات کو ذہنوں کے مابین لٹا دیتے تھے وہ اس کے عجیب و غریب امور سے کانوں کو خوشگوار بنا دیتے تھے انہوں نے اس کے سارے فنون کا احاطہ کر لیا تھا۔ اس کے سرچشموں کو تلاش کیا۔ وہ اس کے دروازوں میں سے ہر دروازہ میں داخل ہوئے اور اس کے اسباب تک پہنچنے کے لئے بلند محل پر چڑھے۔ بڑے اور چھوٹے امر میں کود پڑے۔ کمزور اور موٹے میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ قلیل وکثیر میں طبع آزمائی کی۔ نظم و نثر میں ڈول ڈالے۔ ان میں سے صرف رسول کریم ﷺ نے ہی انہیں مرعوب کیا۔ آپ ایک کتاب عزیز لے کر جلوہ افروز ہوئے۔ جو انہی کی زبان میں تھی۔ باطل نہ تو اس کے آگے سے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے داخل ہو سکتا تھا۔ اسے حکیم وحمید ذات بابرکات نے اتارا تھا۔ اس کی آیات محکم تھیں۔ اس کے کلمات تفصیل سے بیان کئے گئے تھے۔ اس کی بلاغت کے عقول کو حیران کر دیا۔ اس کی فصاحت ہر بات پر غالب آ گئی۔ اس کا ایجاز اور اعجاز غلبہ پا گیا۔ اس کی حقیقت اور مجاز نے غلبہ پا لیا۔ اس کے ابتدائی اور آخری کلمات (مطالع اور مقاطع) حسن میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اس کے غرائب اور عجائب نے ہر بیان کو گھیر لیا۔ اس کے حسن نظم نے ایجاز کے ساتھ اعتدال حاصل کر لیا۔ اپنے کثیر فوائد کے باوجود اس کے الفاظ پسندیدہ ہیں یہ ازل سے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یہ ان کے مذکورہ بالا چاروں علوم سے جداگانہ ہیں۔ یہ فصاحت' اعجاز اور بلاغت میں اس کے کلام کی نوع سے جداگانہ ہے۔ یہ عجیب نظم' غریب اسلوب میں ان کے کلام سے جداگانہ ہے۔ وہ نہ تو نظم میں اس کے طریقہ تک پہنچ سکے نہ ہی کلام کے اسالیب اور اوزان میں اس کی مثال جان سکے۔ یہ کائنات کے بارے میں معلومات دینے' حوادث' اسرار' مخفی امور اور پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بتانے میں بھی جداگانہ اسلوب رکھتا ہے۔ وہ چیز اسی طرح ہے جس طرح اس نے بتائی مخبر عنہا اس کی صداقت اور خلوص کا اعتراف کرتا ہے اگرچہ وہ سب دشمنوں سے بڑھ کر دشمن ہو۔ جب اس نے اس کہانت کو باطل کیا جو ایک دفعہ سچ اور سو دفعہ جھوٹ بولتی ہے۔ اسے جڑ سے اکھیڑنے کے لئے شہاب پھینکے گئے اور قرآن پاک میں سابقہ اقوام کے بارے میں خبریں بھی آئیں۔ سابقہ انبیاء کرام اور ان کی ان امتوں کا ذکر بھی آیا جو گزشتہ حوادثات میں برباد ہو گئی تھیں۔

یہ اس طرح مکمل تو وہ شخص بھی بیان نہیں کر سکتا جو یہ علم سیکھنے کے لئے خود کو وقف کر دے۔ اہل عرب اس میدان میں سب سے زیادہ فصیح تھے۔ خطابت کے میدان کے شہسوار تھے سجع اور شعر کی وادیوں میں گھومتے رہتے تھے۔ لغت اور غریب الفاظ کو استعمال کرنے میں وسعت رکھتے تھے۔ اسی لغت میں وہ بحث ومباحثہ کرتے تھے۔ اپنے جھگڑوں میں اس کے ساتھ دفاع کرتے تھے۔ ہر وقت اس کے ساتھ ہی بولتے تھے یہ کتاب لاریب تئیس سال تک ان کے سرداروں اور رئیسوں کے سروں کو کھٹکھٹاتی رہی۔ سب سے پہلے مکمل قرآن جیسی کتاب لانے کا چیلنج کیا پھر دس سورتیں لانے کا چیلنج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ (یونس:۳۸)

ترجمہ: کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑلیا ہے۔

یہ دونوں چیلنجز قریب قریب ہیں کیونکہ ان کا نتیجہ ایک ہے وہ ان کے اس قول کا بطلان ہے ان کی تحقیر کرتے ہوئے' ان کے لئے کھٹکھٹاتے ہوئے' ان کے کمال عجز کا انکار کرتے ہوئے اور ان پر دلیل کو ثابت کرتے ہوئے آپ فرمادیں کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسے کہ تم کہتے ہو تو دس سورتیں ایسی لے آؤ جو بیان اور حسن نظم میں ان جیسی ہوں اور تمہاری طرف سے گھڑی گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے چاہو اس سے مدد لے لو۔ جس سے مدد لینا چاہو کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اگر تم سچے ہو کہ اسے میں نے گھڑا ہے مگر وہ اس سے بھی عاجز آ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سورت لانے کا حکم دیا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۪ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (البقرۃ:۲۳)

ترجمہ: اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا ہے۔ (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلالو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا۔

جب وہ قرآن پاک کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے اور اس جیسی ایک سورت بھی نہ لا سکے تو ان کی عجز اور قرآن پاک کے اعجاز کا اعلان کر دیا۔ مشرکین کی شدید تمنا یہ تھی کہ وہ اس نور کو بجھا دیں۔ اگر اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں ہوتا تو قطعی حجت کے لئے اس سمت آتے۔ آپ بڑی شدت سے انہیں کھٹکھٹاتے رہے سختی سے انہیں جھڑکتے رہے۔ ان کی عقلوں کو احمق کہتے رہے ان کے جھنڈوں کو گراتے رہے۔ ان کا نظام منتشر کرتے رہے۔ ان کے معبودوں کی مذمت کرتے رہے ان کی زمین' شہر اور اموال مباح کرتے رہے۔ وہ ہر میدان میں اس کا مقابلہ کرنے سے پہلوتہی کرتے رہے۔ وہ اس کا ہم مثل کلام لانے سے انکار کرتے رہے۔ وہ خود کو فساد میں ڈال کر تکذیب کر کے اور افتراء کا بہتان لگا کر فریب دیتے رہے۔ جیسے کہ وہ کہتے تھے۔

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ﴿۲۴﴾ (المدثر:۲۴)

ترجمہ: یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔

سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴿۲﴾ (القمر:۲)

ترجمہ: یہ بڑا زبردست جادو ہے۔

اِفۡكُ ۨ افۡتَرٰىهُ (الفرقان:۴)

ترجمہ: محض بہتان جو گھڑلیا ہے۔

فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (فصلت:۵)

ترجمہ: اوران ہٹ دھرموں نے کہا ہمارے دل غلافوں میں لپیٹے ہوئے ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ (الانفال:۳۱)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسی بات۔

لیکن اللہ رب العزت نے فرمادیا تھا:

لَنْ تَفْعَلُوْا (البقرۃ:۲۴)

ترجمہ: اور ہرگز نہ کرسکو گے۔

وہ ایسا کلام نہ لا سکے۔وہ ایک سورت بھی ایسی نہ لا سکے جو اس کے مشابہ ہوتی حالانکہ انہیں اس کی عداوت اور مخالفت کا علم تھا۔

فصل:

جب یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن حکیم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے معجزہ ہے تو ضروری ہے کہ اس کی وجہ اعجاز جانی جائے۔بہت سے لوگوں نے اس مقصد کے لئے غواصی کی۔ان میں دشمن بھی تھے اور دوست بھی۔ایک قوم نے گمان کیا ہے کہ چیلنج اس قدیم کلام کے ساتھ واقع ہے۔جو اس ذات بابرکات کی صفت ہے اہل عرب کو اس امر کا مکلف بنایا گیا جو ان کے احاطہ طاقت سے باہر تھا۔اس سے ان کا عجز واقع ہوگیا،لیکن یہ قول مردود ہے، کیونکہ جس سے آگاہی ناممکن ہو اس کے ساتھ چیلنج کرنے کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔درست مؤقف وہی ہے جسے جمہور نے لکھا ہے۔

کہا ہے کہ یہ چیلنج اس امر کے ساتھ واقع ہوا ہے جو اس قدیمی وصف پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ ذات کا وصف بیان کیا جاتا ہے جس چیز کے ساتھ اہل عرب کو تکلیف مالا یطاق دی گئی تھی وہ الفاظ تھے پھر معتزلہ میں سے نظام کا گمان ہے کہ اس کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو اس کا مقابلہ کرنے سے پھیر دیا تھا۔ان کی عقول کو سلب کرلیا تھا۔یہ ان میں قدرت تو تھی لیکن خارجی امر نے انہیں روک دیا جیسے کہ دیگر معجزات ہیں یہ قول فاسد ہے اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ (الاسراء:۸۸)

ترجمہ: (بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن۔

یہ ان کی قدرت کے بقاء کے ساتھ ساتھ ان کی عجز پر دلالت کرتی ہے اگر ان کی قدرت کو سلب کرلیا جاتا تو پھر اس کا

کچھ فائدہ نہ رہتا۔ وہ تو مردوں کے قائم مقام ہوتے۔ جبکہ مردوں کی عاجزی کی اہمیت اتنی نہیں جس کا اہمیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا حالانکہ اس امر پر اجماع ہے کہ اعجاز کی اضافت قرآن پاک کی طرف ہے اگر اس میں صفت اعجاز نہ ہو تو یہ معجز کیسے ہو سکتا ہے۔ معجز ذات رب تعالیٰ کی ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس نے ان سے وہ قدرت چھین لی تھی جس کی وجہ سے وہ اس طرح کا کلام پیش کر سکتے۔ اگر پھیر لینے کا قول کیا جائے تو پھر محمدی کا دور ختم ہو جانے سے اعجاز کا زوال بھی لازم آتا ہے۔ اس طرح قرآن پاک کا اعجاز سے خالی ہونا لازم آتا ہے۔ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ یہی وہ سب سے بڑا معجزہ ہے جو ابھی تک باقی ہے۔ قرآن پاک کے علاوہ اور کوئی معجزہ باقی نہیں۔"

قاضی ابوبکر باقلانی نے لکھا ہے کہ وہ امر جس سے پھیر لینے کے قول کا بطلان لازم آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اس کا مقابلہ ممکن ہوتا اور صرف پھیر لینے سے انہیں روکا جاتا تو پھر یہ کلام معجز نہ رہا۔ یہ تو منع سے ہی معجزہ بن سکتا ہے، ورنہ اس کلام میں دوسرے پر کوئی فضیلت نہ رہے گی۔ یہ قول اس فریق کے قول سے زیادہ تعجب خیز نہیں جو یہ کہتا ہے کہ تمام لوگ اس جیسا کلام لانے پر قادر تھے۔ وہ صرف اس وجہ سے یوں نہ کر سکے کیونکہ انہیں اس کی ترتیب کی وجہ کا علم نہ تھا۔ اگر وہ اسے جان لیتے تو وہ اس تک ضرور پہنچ جاتے۔ اس سے بھی تعجب خیز اس شخص کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عجز ان لوگوں کے لئے تو تھا لیکن بعد میں آنے والوں کے لئے یہ عجز نہیں وہ اس طرح کا کلام لا سکتے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی طرف توجہ نہ دی جائے گی۔ اس کتاب لاریب میں نظم، تالیف اور ترصیت (استحکام) ہی اس کے اعجاز کی وجوہات ہیں جو کلام عرب میں معروف نظم کی ساری وجوہ سے خارج ہے۔ ان کے خطابات کے اسالیب کے مخالف ہے۔ لہٰذا اس لئے اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہ رہا۔"

انہوں نے کہا "ان عجیب و غریب اصناف کی وجہ سے قرآن پاک کے اعجاز کو نہیں جانا جا سکتا۔ جنہیں وہ اشعار میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ وہ خرق عادت نہیں ہیں بلکہ ان ہی کا علم مشق اور اہتمام سے سیکھا جا سکتا ہے۔ جسے اچھا شعر، عمدہ خطبہ، عمدہ خط، بلاغت کی مہارت وغیرہ ان کے حصول کے لئے رہتے ہیں لیکن قرآن پاک کی نظم کے لئے کوئی ایسا نمونہ نہ تھا جس کو اپنایا جاتا نہ امام تھا جس کی اقتداء کی جاتی۔ اتفاقاً اس کی مثل کا وقوع بھی درست نہیں ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بعض قرآن پاک میں اعجاز زیادہ ظاہر ہے بعض میں ادق اور گہرا ہے۔"

امام رازی نے لکھا ہے اس کی وجہ اعجاز اس کی فصاحت، غریب اسلوب اور سارے عیوب سے سلامتی ہے۔"

علامہ زملکانی نے لکھا ہے "اعجاز قرآن کی وجہ اس تالیف کی طرف راجع ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ صرف مطلق تالیف سے نہیں۔ اس کے مفردات، ترکیب اور وزن کے اعتبار سے حالت اعتدال پر ہیں۔ اس کے مرکبات معنی کے اعتبار سے بلند ترین مقامات پر ہیں۔ لفظ اور معنی کے اعتبار سے ہر فن مرتبہ علیا پر ہے۔"

حازم نے منہاج البلغاء میں لکھا ہے "قرآن پاک میں اعجاز کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فصاحت و بلاغت اس کی جمیع اطراف میں رواں دواں ہے۔ وہ لگاتار ہے۔ اس میں کہیں کوئی وقفہ نہیں ہے۔ بشر ایسا کلام لانے سے عاجز ہے۔ عرب کا کلام

اوران لوگوں کا کلام جو انسانی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔اس میں اس کی ساری اطراف میں بلاغت اور فصاحت رواں نہیں رہ سکتی، مگر بلاغت کی محدود قسم ہوتی ہے پھر انسانی وقفے اس میں طاری ہوتے ہیں۔کلام کی رونق اور عمدگی منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اس سارے کلام میں فصاحت رواں نہیں رہتی، بلکہ اس کے کچھ حصوں اور اجزاء میں ہوتی ہے۔"

ابن عطیہ نے لکھا ہے "صحیح موقف اور وہ موقف جس پر جمہور علماء اور ماہرین ہیں وہ یہ ہے کہ اس کے اعجاز کی وجہ اس کے معانی کی صحت اور الفاظ کی فصاحت کا تسلسل ہے۔رب تعالیٰ کے علم نے سارے کلام کو گھیر رکھا ہے جب قرآن میں سے کوئی لفظ مترتب ہوتا ہے تو وہ اپنے احاطہ کی وجہ سے جانتا ہے کہ یہ لفظ اس قابل ہے کہ اسے دوسرے کے ساتھ جوڑا جائے اور معنی کے بعد معنی کو واضح کرتا ہے قرآن پاک از ابتداء تا انتہاء اسی طرح ہے جبکہ بشر پر جہالت' نسیان اور غفلت طاری ہوتی ہے۔لازمی طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بشر بھی اس طرح احاطہ نہیں کر سکتا۔اسی طرح نظم قرآن فصاحت کی انتہائی بلندیوں پر ہے اس طرح اس شخص کا قول بھی باطل ہو جاتا ہے۔جس نے کہا "اہل عرب اس جیسا کلام لانے پر قادر تھے مگر انہیں یوں کرنے سے پھیر دیا گیا" صحیح بات یہ ہے کہ امر کبھی بھی کسی کی قدرت میں نہیں۔اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ ایک بلیغ شخص اپنے قصیدہ یا خطبہ کی سال بھر اصلاح کرتا ہے، پھر اس میں دیکھتا ہے، پھر اس کی اصلاح کرتا ہے۔اس طرح کرتا رہتا ہے لیکن کتاب الٰہی کی کیفیت یہ ہے کہ اگر اس کا ایک لفظ نکال دیا جائے پھر ساری عربی کو چھان مارا جائے کہ اس سے حسین تر لفظ مل جائے تو نہ مل سکے گا۔ہماری حالت یہ ہے کہ اس کے اکثر مقامات کی مہارت ہم پر عیاں ہوتی ہے کئی مقامات پر اس کا روئے زیبا ہم سے مخفی رہتا ہے، کیونکہ ہم اہل عرب سے مرتبہ میں ذوق کی سلامتی اور فطری ملکہ میں کم ہیں۔عربوں کی وجہ سے ساری دنیا پر حجت قائم ہوگئی۔وہ ارباب فصاحت تھے۔ان سے مقابلہ کی توقع ہو سکتی تھی۔

جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا معجزہ جادوگر کے ساتھ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اطباء کے ساتھ حجت قائم کر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اس مشہور وجہ کے اعتبار سے معجزہ عطا کرتا ہے جو اس سے نبی کے عہد میں نقطہ کمال پر ہو جسے وہ غلبہ عطا کرنا چاہتا ہے۔حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے عہد میں جادو اپنے عروج پر تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب نقطہ کمال پر تھا۔حضور ختمی مرتبت سید عالم ﷺ کے عہد ہمایوں میں فصاحت اپنے پورے جوبن پر تھی۔"

علامہ خطابی نے لکھا ہے "اکثر علمائے نظر اس طرف گئے ہیں کہ اس میں اعجاز کی وجہ بلاغت کے اعتبار سے ہے لیکن اس کی تفصیل بیان کرنا ان کے لئے مشکل ہے۔انہوں نے اس میں ذوق کے حکم کی طرف رجحان رکھا ہے۔انہوں نے فرمایا: "تحقیق یہ ہے کہ کلام کی مختلف اجناس ہیں۔بیان کے درجات میں ان کے مراتب جداگانہ ہیں ان میں کچھ بلیغ' رصین (محکم) اور جزل ہیں ایک قسم فصیح غریب اور سہل ہے کچھ کلام جائز طلق اور رسل ہے یہ محمود اور فاضل کلام کی اقسام ہیں۔پہلی قسم بلند درجہ پر ہے دوسری وسط میں ہے تیسری قسم ادنیٰ درجہ پر ہے۔قرآن پاک کی بلاغات نے ان اقسام میں ہر ہر قسم سے حصہ لیا، ہر نوع کا حصہ لیا۔ان انواع سے کلام کو نظم کیا۔اس کو ایک اور قسم کا کلام بنا دیا۔یہ فخامت اور عذوبت دونوں اوصاف کو جامع ہے۔یہ دونوں

جدا گانہ وصف ہیں۔گویا کہ یہ دو متضاد اوصاف ہیں، کیونکہ عذوبت کے ساتھ سہولت ہونا ضروری ہے جبکہ جزالت اور متانت زعورہ کی ایک نوع کے ساتھ آتی ہیں۔اس کی نظم میں ان دونوں اوصاف کا جمع ہونا، جبکہ اس کے ہمراہ ان میں سے ہر ایک کا دوسرے پر نہ موزوں ہونا۔یہ ایسی فضیلت ہے جو صرف کتاب زندہ کے ساتھ مختص ہے تاکہ ہمارے آقا و مولا نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک واضح نشانی (معجزہ) بن سکے۔کئی امور کی وجہ سے بشر ایسا کلام نہیں لا سکتا۔مثلاً

انسان کا علم عرب لغت کے سارے اسماء کو محیط نہیں ہے، نہ ہی وہ اس کے سارے صیغوں سے آگاہ ہے جو معانی کے لئے ظروف ہیں۔نہ ہی ان کے اذہان اشیاء کے ان سارے معانی کو پا سکتے ہیں جو ان الفاظ کو اٹھائے ہوئے ہیں نہ ہی انہیں نظوم کی ساری وجوہ کی مکمل معرفت حاصل ہے جن کے ذریعے انہیں ایک دوسرے سے جوڑا اور ملایا جاتا ہے تاکہ وہ افضل وجوہ کو احسن انداز سے ملا کر اس جیسا کلام لے آئیں۔کلام ان تینوں امور سے بنتا ہے۔لفظ حامل ہے۔اس کا معنی قائم ہے اور ان دونوں کو جوڑنے کا ناظم ہے جب تم قرآن پاک میں غور و فکر کرو گے تم یہ دیکھو گے کہ اس میں یہ تینوں امور نقطہ کمال و عروج پر ہیں، حتیٰ کہ تم دیکھو کہ کوئی لفظ اس کے الفاظ سے افصح، اجزل اور عذب نہیں ہے کوئی نظم اس کے نظم سے تالیف تلاؤم اور تشاکل کے اعتبار سے احسن نہیں ہے۔جہاں تک اس کے معانی کا تعلق ہے تو ہر صاحب دانش یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ اس وصف میں سب سے بڑھ کر اور رفعت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہے۔کبھی کبھی یہ فضائل متفرق طور پر کلام کی انواع میں پائے جاتے ہیں، لیکن صرف کلام الٰہی ہی ایک ایسی نوع ہے جس میں یہ سارے جمع ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن حکیم اس لئے معجزہ ہے کیونکہ یہ تالیف کے نظوم کے احسن انداز میں فصیح ترین الفاظ کے ساتھ ہے۔یہ اصح معانی کو شامل ہے اس میں توحید الٰہی، اس کی صفات کی پاکیزگی، اس کی اطاعت کی طرف دعوت، اس کی عبادت کے طریقہ کا بیان۔حلال اور حرام اشیاء، ممنوع اور مباح اشیاء، وعظ و تقویم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، محاسن اخلاق کی تعلیم۔برے اخلاقات سے زجر و توبیخ کا تذکرہ ہے۔ہر امر کو اس جگہ رکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر موزوں ترین جگہ عقل میں نہیں آ سکتی۔اس کے ساتھ ساتھ گزشتہ اقوام کے حالات سے گزشتہ اقوام میں سرکشوں اور باغیوں کے ساتھ رب تعالیٰ کا سلوک آئندہ زمانے کے حالات کے ساتھ ساتھ حجت اور محتج اور دلیل اور مدلول علیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔اس میں اس کے وجوب کا حکم ہے جس کے بارے یہ حکم دیتے ہیں یا جس سے یہ منع کرتا ہے۔معروف معلوم امر یہی ہے کہ ایسے امور کو لانا۔ان کے متفرق حصوں کو جمع کرنا حتیٰ کہ وہ نظم ہو جائیں اور ایسا امر رونما ہو جائے جس سے بشری قوی عاجز ہوں۔ان کی قدرت اس تک پہنچتی ہو۔مخلوق اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہو، پھر وہ لوگ اس کے دشمن بن جائیں۔کبھی اسے شعر کہیں کیونکہ وہ اسے منظوم دیکھیں۔کبھی اسے سحر کہیں کیونکہ وہ خود کو ایسا کلام لانے سے عاجز دیکھیں۔جو ان کی قدرت سے باہر ہو، لیکن اپنے دلوں میں اس کی ضرب محسوس کریں۔نفوس میں اس کی وجہ سے بے چینی محسوس کریں۔جو انہیں شک میں ڈال دے اور انہیں سرگرداں کر دے۔وہ اس کا کچھ نہ کچھ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکیں۔"وہ کہیں۔"اس کی شیرینی ہے اس کے اوپر رونق ہے، کبھی وہ

اپنی جہالت کی بنا پر کہے۔

اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اکۡتَتَبَہَا فَہِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡہِ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا ۝ (الفرقان: ۵)

ترجمہ: یہ تو افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوالیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اسے پھر صبح و شام (تاکہ از بر ہو جائیں۔)

حالانکہ انہیں علم تھا کہ ان کے صاحب (ﷺ) امی ہیں ان کی خدمت میں بھی ایسا کوئی شخص نہیں ہوتا جو اسے املاء کراتا یا لکھواتا۔ انہی امور نے انہیں سرکشی، جہالت اور عجز پر ابھارا۔"

میں کہتا ہوں "اعجاز قرآن کی ایک اور وجہ بھی ہے جس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں گئی۔ یہ اس کا دلوں میں اثر اور نفوس میں اس کی تاثیر ہے۔ قرآن پاک کے علاوہ تم کوئی اور منظوم اور منثور کلام ایسا نہ سنو گے کہ جب وہ سماعتوں میں پڑے تو کبھی تو دل اس کی لذت اور حلاوت محسوس کرے کبھی اس کی وجہ سے رعب اور دبدبہ داخل ہو جائے وہ اس سے نجات نہ پا سکے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ ؕ (الحشر: ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم نے اتارا ہوتا اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو آپ اس کو دیکھتے کہ وہ جھک جاتا (اور) پاش پاش ہو جاتا اللہ کے خوف سے۔

نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ٭ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ (الزمر: ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔

ابن سراقہ نے لکھا ہے اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ اعجاز قرآن کی وجہ کیا ہے، انہوں نے اس کی بہت سے وجوہ بیان کی ہیں وہ ساری حکمت پر مبنی اور صحیح ہیں لیکن وہ اعجاز کی وجوہ کے دسویں حصے کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچے۔ ایک قوم نے کہا "یہ بلاغت کے ساتھ اعجاز ہے۔ دوسری نے کہا "اس سے مراد بیان اور فصاحت ہے" کسی نے کہا "یہ رصف اور نظم ہے" کسی نے کہا "یہ نظم، نثر، خطب اور شعر میں سے کلام عرب کی جنس سے خارج ہے حالانکہ اس میں انہی کے کلام کے حروف ہیں۔ انہی کے خطاب کے معانی ہیں انہی کے کلمات کی جنس کے الفاظ ہیں۔ یہ بذات خود ایک قسم ہے جو ان کے کلام کی اقسام سے علیحدہ ہے یہ دوسری ہی جنس ہے جو ان کے خطاب کی اجناس سے ممتاز ہے، حتیٰ کہ جس نے اس کے معانی پر اقتصار کیا اس کے حروف کو متغیر کیا وہ اس کی رونق کو کھو بیٹھا جس نے اس کے حروف پر اقتصار کیا۔ اس کے معانی تبدیل کر دیئے اس نے اس کا فائدہ باطل کر دیا۔ یہ اس اعتبار سے اپنے اعجاز پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔

کسی نے کہا:" یہ اس اعتبار سے معجز ہے کہ اس کا پڑھنے والا اس سے تھکتا نہیں۔ اس کا سننے والا اس سے اکتاتا نہیں خواہ اس پر بار بار اس کی تلاوت کی جائے" کسی قوم نے کہا" کیونکہ اس میں گزشتہ اقوام کی خبریں ہیں" کسی نے کہا:" کیونکہ اس میں غیب کا علم ہے امور پر قطعی حکم ہے" کسی نے کہا" کیونکہ یہ سارے علوم کو جامع ہے۔ جس کی شرح طویل ہے اور ان کا شمار ممکن نہیں۔" علامہ زرکشی نے البرہان میں لکھا ہے:" اہل تحقیق کا اجماع ہے کہ اس میں اعجاز سابقہ تمام اقوال کی وجہ سے ہے۔ انفرادی طور پر کسی ایک وجہ سے نہیں۔ یہ ان تمام کو جامع ہے بلکہ وہ وجوہات بھی پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ نہیں ہوا۔ یہ کسی ایک وجہ کے لحاظ سے معجز نہیں بلکہ یہ تمام وجوہ پر مشتمل ہے ان میں سے ایک اس کا وہ حسن و جمال بھی ہے جو سامعین کے قلوب اور کانوں میں پیدا کرتا ہے۔ خواہ وہ اقرار کرنے والے ہوں یا انکار۔ ایک وجہ یہ بھی ہے یہ سننے والوں کے کانوں اور قاریوں کی زبانوں پر تروتازہ رہے گا اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دو اوصاف جزالت اور عذوبت پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں متضاد صفات ہیں غالباً کسی بشر کے کلام میں جمع نہیں ہوتیں" ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے اسے آخری کتاب بنایا۔ جو دوسری کتب سے مستغنی ہے، جبکہ دوسری سابقہ کتب اس تفصیل کی محتاج ہیں جس کا تذکرہ اس میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۝۷۶

(النحل:۷۶)

ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کے سامنے اکثر ان امور (کی فضیلت) کو جن میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ وغیرہ نے لکھا ہے" لوگوں میں اس کی اس وجہ میں اختلاف ہے جس کی بناء پر اس میں اعجاز پایا جاتا ہے۔ ان کے اقوال ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حسن تالیف کی وجہ سے معجز ہے، یہ کلام کے مرتکب ہونے اور فصاحت کے اعتبار سے معجز ہے۔ اسی طرح یہ قصر کسی جملہ کے حذف، مضاف، موصوف اور صفت کے حذف کے اعتبار سے معجز ہے۔

جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "واسئل القریة" یعنی اهلها۔ منادون یعنی برجال "یاخذ کل سفینته غصبا" یعنی سفینته صالحته وغیرها۔ اس کی وہ بلاغت بھی وجہ اعجاز ہے جو تراکیب کے عجائب میں عربوں کی عادت کے خلاف ہے۔ اسی طرح اس کا عجیب نظم بھی وجہ اعجاز ہے۔ اس کا اسلوب انوکھا ہے جو کلام عرب کے اسالیب سے جداگانہ ہے۔ اس کے نظم و نثر کا طریقہ جداگانہ ہے۔ اسی پر آیات کے مقاطع اور کلمات کے فواصل انتہا پذیر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال نہ اس سے پہلے موجود ہے اور نہ ہی اس کے بعد موجود ہوگی۔ اسی طرح اس میں غیب کی وہ خبریں ہیں ایسے امور ہیں جو موجود نہ تھے وہ اس طرح ظاہر ہوئے جیسے قرآن پاک نے بیان کیا۔

اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے گزشتہ زمانے، سابقہ اقوام اور سابقہ شریعتوں کی خبریں دیں۔ جن میں سے ایک قصہ بھی اہل کتاب کا صرف وہ ایک عالم جانتا تھا جس نے حصول علم میں زندگی بسر کی ہو جبکہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء نے وہ واقعہ بالکل صحیح بیان کیا۔ حالانکہ آپ امی تھے۔ پڑھ اور لکھ نہ سکتے تھے۔"

اسی طرح یہ قرآن مجید مخفی امور کی خبر دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ (آل عمران:۱۲۲)

ترجمہ: جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے۔

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ (المجادلہ:۸)

ترجمہ: اور وہ کہا کرتے ہیں آپس میں کہ (اگر یہ سچے رسول ہیں) تو اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔

اس میں کچھ آیات طیبات ایسی بھی ہیں جن میں کسی فیصلے کے بارے میں قوم کے عجز کا اظہار ہے۔ اس نے بتا دیا تھا کہ وہ اس طرح نہ کریں گے وہ اس طرح کر بھی نہ سکے۔ جیسے یہود کے بارے میں ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا (البقرۃ:۹۵)

ترجمہ: اور وہ ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے۔

اسی طرح اس نے مقابلہ کو ترک کر دیا حالانکہ اس کے دواعی زیادہ اور حاجت شدید تھی۔ اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں ایسا حسن و جمال بھی پایا جاتا ہے جو سماعت کے وقت سامعین کے دلوں کو آ لیتا ہے۔ اسی طرح اس کی وجہ ہیبت بھی ہے، جو تلاوت کے وقت ان پر طاری ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے لئے واقع ہوا جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ مغرب میں سورۃ الطور پڑھ رہے ہیں۔ جب آپ اس آیت طیبہ تک پہنچے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ؕ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ؕ (الطور:۳۵ تا ۳۷)

ترجمہ: کیا وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی (خالق) کے یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو؟ (ہرگز نہیں) بلکہ وہ یقین سے محروم ہیں۔ کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے ہر چیز پر تسلط جما لیا ہے۔

تو قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا۔ یہ پہلا امر تھا جو میرے دل میں واقع ہوا۔ انہوں نے بہت سی آیات آپ سے سنی تھیں۔ تلاوت کرتے ہوئے ہی ان کا وصال ہو گیا۔ اسی طرح اس کے اعجاز میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا قاری اکتاتا نہیں۔ اس کا سامع تھکتا نہیں، بلکہ وہ اس کی تلاوت میں منہمک رہتا ہے۔ اس کی حلاوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا تکرار اس کی محبت میں اضافہ کرتا ہے، جبکہ دوسرے کلام کا اعادہ کرنے سے انسان تھک جاتا ہے۔ اسے دہرانے سے اکتا جاتا ہے۔ اسی لئے آپ نے اس کے وصف میں فرمایا ہے کہ اسے بار بار پڑھنا اسے بوسیدہ نہیں کرتا۔ اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔ جب تک دنیا باقی ہے۔ یہ معدوم نہیں ہوگا۔ رب تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ اسی طرح یہ

سارے علوم و معارف کو جامع ہے۔ جنہیں کتب میں کوئی کتاب جمع نہیں کر سکتی۔ نہ ہی اس کے علم کا کوئی احاطہ کر سکتا ہے۔ قلیل کلمات اور معدود حروف میں ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ جزالت اور عذوبت کی صفت سے متصف ہے۔ یہ دونوں متضاد صفتیں ہیں جو غالباً کسی بشر کے کلام میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح اسے اس نے آخری کتاب بنایا جو کسی دوسری کتاب سے مستغنی ہے جبکہ دوسری کتب کو اس کا محتاج بنایا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۝ (النمل:۷۶)

ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کے سامنے اکثر ان امور (کی حقیقت) کو جن میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ پہلی چاروں وجوہ پر اعجاز کا انحصار ہے۔ باقی کو اس کے خصائص میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس کی خصائص میں ہے کہ یہ سات احرف (قرأتوں) پر نازل ہوا۔ یہ تھوڑا تھوڑا اور جدا جدا نازل ہوا۔ اسے یاد کرنا آسان ہے حالانکہ دیگر کتب میں یہ خصائص نہیں پائے جاتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے "جب تم نے یہ جان لیا تو پھر تم یہ بھی جان لو کہ اس کے معجزات کو ایک دو ہزار میں شمار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس نے ایک سورۃ کا چیلنج کیا۔ مشرکین اس سے بھی عاجز آ گئے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ اس کی چھوٹی سورت "انا اعطینٰك الکوثر" ہے ہر آیت جو اس قدر ہو یا اتنی آیات معجزہ میں پھر اس میں بذات خود بھی معجزات ہیں۔"

شیخ نے لکھا ہے "اگر تم سورۃ الکوثر کے کلمات کو شمار کرو تم پاؤ گے کہ وہ دس سے کچھ زائد کلمات ہیں۔ ایک قوم نے قرآن پاک کے الفاظ شمار کئے ہیں وہ 7793400 کلمات ہیں۔ اس طرح اس میں تقریباً ستر ہزار معجزات بنتے ہیں۔ انہیں اگر پہلی آٹھ وجوہ سے ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں وجہ سے ضرب دی جائے تو یہ چھپن ہزار معجزات بنتے ہیں۔ اس طرح اگر تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی وجہ کو ملایا جائے تو یہ ستر ہزار یا اس سے زائد معجزات بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیدی محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے انہوں نے کیا خوب فرمایا ہے۔

له معجز القرآن فی غیر جمعه ۔۔۔ جوامع الآیات بها افصح الرشد

ترجمہ: آپ کے دیگر تمام معجزات کے علاوہ قرآن پاک بھی معجزہ ہے۔ جو ان تمام معجزات کو جمع کرنے والا ہے، اور رشد و ہدایت کے اعتبار سے سب سے زیادہ واضح ہے۔

حدیث ثریته من حدوث منزه ۔۔۔ قدیم صفات الذات لیس له ضد

ترجمہ: یہ ایک تر و تازہ کلام ہے جو حدوث سے پاک ہے۔ یہ ذات کی صفات کا قدیمی کلام ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

بلاغ بلاغ للبلاغة معجز ۔۔۔ له معجزات لا یعدلها احد

ترجمہ: یہ بلاغت کے لئے پیغمبر کو پہنچتا ہے۔ یہ اس کے لئے معجزہ ہے۔ اس کے معجزات حد وشمار سے ماوراء ہیں۔

تحت بروح الوحی حلت نسجه　　　عقود اعتقاد لا یحل لها عقد

ترجمہ: یہ وحی کی روح کے ساتھ شیریں ہے اس کی ترتیب نے اعتقاد کے ایسے ہار پروئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی گرہ کھولنے کی نہیں ہے۔

و غایته ارباب البلاغته عجزهم　　　لدیه و ان کانوا هم الانس اللدّ

ترجمہ: بلاغت والوں کی انتہا ان کا عجز ہے اگر چہ وہ بہت زیادہ زبان دان اور جھگڑالو تھے۔

اللہ تعالیٰ علامہ سرسکی پر رحم کرے انہوں نے فرمایا:

عجزت بالوحی ارباب البلاغة فی　　　عصر البیان فضلت اوجه الحیل

ترجمہ: تو نے وحی کے ساتھ ارباب بلاغت کو عاجز کر دیا۔ حالانکہ وہ فصاحت کا زمانہ تھا۔ بہانوں کی ساری وجوہات گم ہو گئیں۔

سألتهم سورةً فی مثل حکمته　　　فتلهم عنه العجز حین تلی

ترجمہ: تو نے ان سے سوال کیا کہ اس طرح کی محکم ایک سورت لے کر آئیں۔ جب ان پر یہ سورت تلاوت کی جاتی تو ایسا کلام لانے کی عاجزی سے انہیں قتل کر دیا۔

فرام رجس کذوب ان یعارضه　　　بغی عیبی فلم یحسن ولم یطل

ترجمہ: انہوں نے جھوٹ کا قصد کیا کذب کا قصد کیا کہ وہ اس کا عدم فصاحت اور گمراہی سے مقابلہ کرے مگر وہ عمدہ طریقہ سے اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔

مشیح برکیک الافك ملتبس　　　ملهج بذوی الزور والخطل

ترجمہ: وہ گھٹیا غیر فصیح جھوٹے مشتبہ، مضطرب عیب دار کذب اور فاسد کلام لے آیا۔

یمجّ اول حرف سمع سامعه　　　و یعتریه کلال العجز و الملل

ترجمہ: جس کا پہلا حرف ہی سننے والے کے کانوں کو بھر دیتا تھا اور اس پر عجز اور اکتاہٹ کا بوجھ طاری کرتا تھا۔

کان منطق انورها شد به　　　لبس من الخیل اومس من الخبل

ترجمہ: گویا کہ احمقوں کی گفتگو کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اس کے تصورات میں اشتباہ آ گیا اور جنات نے اسے مس کر دیا ہے۔

امرت البئر و اعوزت محمته　　　فیها واعمی بصیر العین بالنقل

ترجمہ: اس نے تو کنویں کو نمکین بنا دیا اس کی تھوک کی وجہ سے پانی زیر زمین چلا گیا اور جب بینا آنکھ میں اسے

اپنا تھوک پھینکا تو وہ نابینا ہو گیا۔

و ابیض الدرع من شئوم راحته   من بعد ارساله رسل منه منهل

ترجمہ: اس کی ہتھیلی کی نحوست کی وجہ سے کھیری خشک ہو گئی۔ حالانکہ پہلے اس سے لگاتار دودھ آ رہا تھا۔

برئت من دین قوم لاقوام له   عقولهم من وقاف الغيّ فی عقل

ترجمہ: میں اس قوم کے دین سے بری ہوں۔ جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے کہ ان کی عقلیں گمراہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔

یستخبرون متی الغیب من حجر   صلد و یرجون غوث النصر من هبل

ترجمہ: وہ سخت پتھر سے خفیہ غیب کی خبریں پوچھتے ہیں اور ہبل بت سے نصرت کی بارش چاہتے ہیں۔

۱۔ قرآن پاک میں جس قدر معجزات ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض معتزلہ کا گمان ہے کہ معجزہ کا تعلق سارے قرآن پاک کے ساتھ ہے، لیکن سابقہ دونوں آیات اس مؤقف کی تردید کرتی ہیں۔ قاضی ابوبکر نے لکھا ہے "یہ اعجاز سورت کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ہو۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے فرمان کے ظاہر سے دلیل لی ہے۔ "بسورة" انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے۔ یہ سورت یا اسی قدر کلام کے متعلق ہے۔ اسی طرح کہ اس میں بلاغت کی علامات عیاں ہوں۔" جب کوئی آیت حروف میں اتنی ہو گی جتنی کسی سورت کے حروف ہیں مثلاً سورت الکوثر تو وہ معجزہ ہوں گی۔ ان کے مقابلہ کا عجز اس سے کم حروف میں دلیل کے ساتھ عیاں نہیں۔"

ایک قوم نے لکھا ہے کہ اعجاز ایک آیت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کثیر آیات شرط ہیں۔

ایک قوم نے کہا ہے "اس کا تعلق قلیل اور کثیر قرآن پاک کے ساتھ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ (الطور: ۳۴)

ترجمہ: پس گھڑ کر لے آئیں وہ بھی اس جیسی کوئی (روح پرور) بات اگر وہ سچے ہیں۔

قاضی ابوبکر نے لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حدیث تام کی حکایت ان کلمات سے کم میں پوری نہیں ہوتی جو چھوٹی سورت میں ہیں۔"

۲۔ کیا اس کا اعجاز لازمی طور پر معلوم ہو سکتا ہے؟ قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن الاشعری کا مؤقف ہے کہ یہ امر لازمی طور پر جانا جا سکتا ہے کہ اس کا ظہور حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہوا ہے۔ اس کا معجز ہونا استدلال سے جانا جا سکتا ہے۔ جو بات تم کرتے ہو کہ عجمی کے لئے ممکن نہیں کہ اس کے اعجاز کے بارے میں علم رکھے۔ سوائے استدلال کے۔ اس شخص کی بھی کیفیت یہی ہے جو بلیغ نہ ہو۔ وہ بلیغ جس نے عرب کے طریقوں صنعت کے عزائب کا احاطہ کر لیا ہو۔ وہ اپنی طرف سے لازمی طور پر اپنے عجز سے آشنا ہو جاتا ہے اور یہ بھی جان لیا جاتا ہے کہ دوسرے افراد بھی ایسا کلام

لانے سے قاصر ہیں۔

۳۔ فصاحت کے مراتب میں قرآن پاک کے تفاوت میں بھی اختلاف ہے جبکہ ان کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بلاغت کے بلند ترین مراتب پر ہے۔ تراکیب میں ایسا امر نہیں لایا جا سکتا جو اس معنی کے افادہ میں تناسب اور اعتدال کے اعتبار سے زیادہ سخت ہو۔ قاضی نے اس سے ممانعت کا قول اختیار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کا ہر ہر کلمہ انتہائی رفعتوں پر ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس کا احساس دیگر کلام سے زیادہ احسن لگتا ہے ابوالنصر قشیری وغیرہ نے تفاوت کا قول کیا ہے انہوں نے کہا "ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو کچھ بھی قرآن پاک میں ہے وہ فصاحت کے بلند ترین درجات پر ہے۔ اسی طرح دیگر علما نے فرمایا ہے: "قرآن پاک میں افصح اور فصیح ہے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا رجحان بھی اسی طرف ہے، پھر انہوں نے سوال وارد کیا۔ وہ یہ ہے کہ کیا سارا قرآن افصح نہیں ہے؟ صدر موصوف الخبری نے اس کا جواب لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک اس طرح ہوتا تو کلام عرب کے معروف طریقہ پر نہ ہوتا جو افصح اور فصیح کے مابین جمع ہے اعجاز میں اس کی حجت مکمل نہ ہوتی۔ یہ ان کے کلام کے معروف طریقہ پر آیا تاکہ اس کے مقابلے سے مکمل عجز کا ظہور ہو سکے۔ وہ یوں نہ کہہ سکیں "تم ایسا کلام لے آئے ہو جس پر ہمیں قدرت نہیں یا جس کی جنس پر ہمیں قدرت نہیں جیسے بینا کے لئے روا نہیں کہ وہ نابینا کو یوں کہے "میں اپنی نظر میں تم پر غالب آ گیا ہوں"۔ کیونکہ وہ کہے گا "تمہارا غلبہ تو اس وقت مکمل ہوتا جب میں بھی دیکھنے پر قادر ہوتا۔ تمہاری نظر میری نظر سے قوی ہوتی۔ جب اصل نظر ہی مفقود ہے، تو پھر مقابلہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟"

۴۔ شعر کے وزن سے قرآن پاک کو پاکیزہ کیوں رکھا گیا، حالانکہ موزون کلام مرتبہ میں غیر موزون سے بڑھ کر ہے۔ قرآن پاک حق کا منبع ہے۔ صدق کا مصدر ہے۔ شاعر کے معاملہ کی آخری حد تخیل ہے۔ وہ حق کی صورت میں باطل کی تصویر بناتا ہے۔ تعریف میں مبالغہ کرتا ہے۔ مذمت میں اضافے سے کام لیتا ہے۔ اظہار حق اور اثبات صدق کے بغیر ایذا دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس سے منزہ فرمایا ہے، کیونکہ شعر کی شہرت کذب کے ساتھ ہے۔ وہ اکثر قیاسی دلائل جو اکثر امور میں بطلان اور جھوٹ کی طرف لے جاتے ہیں۔ انہیں شعر کہتے ہیں"۔ بعض حکماء نے لکھا ہے کہ کسی مذہب والے کو نہیں دیکھا گیا کہ اس نے اپنے اشعار میں صادق لہجہ اختیار کیا ہو۔ قرآن میں جو آیات موزوں ہیں ان کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ انہیں شعر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ شعر کے لئے قصد شرط ہے اگر یہ شعر ہو تو ہر وہ شخص شاعر ہو گا جس کے کلام میں اتفاق سے بھی کوئی عبارت موزوں ہو۔ اس طرح سارے لوگ شعراء بن جائیں گے کیونکہ کسی کا کلام بھی موزوں عبارت سے خالی نہیں ہوتا۔ فصحاء کے سامنے اسے پیش کیا گیا اگر وہ اسے شعر سمجھتے تو وہ اس کا مقابلہ کرنے میں جلدی کرتے، اس پر طعن کرتے، کیونکہ اس کے تو وہ بہت حریص تھے۔ یہ اس طرح اس لئے نظر آتا ہے کیونکہ یہ کلام مقدس ربط میں انتہائی درجہ پر فائز ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف ایک مصرعہ اور جو کلام اس کے وزن پر ہو اسے شعر نہیں کہا جا سکتا کم سے کم شعر دو مصرعے یا اس سے زائد ہے۔" ایک قول یہ بھی ہے کہ زجر میں کم از کم چار اشعار کا ہونا ضروری ہے۔ یہ تو قرآن پاک میں بالکل نہیں ہے، لہٰذا اسے زجر نہیں کہا جا سکتا۔

۵۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ چیلنج صرف انسانوں کو ہے۔ جنوں کو نہیں کیونکہ ان کی زبان عربی نہیں ہے۔ قرآن پاک ان کے اسالیب پر آیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ۔ (الاسراء:۸۸)

ترجمہ: آپ فرمایئے اگر جمع ہو (جائیں) انسان اور جن۔

میں نے اس کے اعجاز کی تعظیم کے لئے ان کا ذکر کر دیا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ اجتماعی ہیئت میں وہ قوت ہوتی ہے جو انفرادی طور پر نہیں ہوتی۔ جب ثقلین (جن وانس) کا اجتماع اس کے بارے میں فرض کر لیا گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی مدد بھی کی تو وہ اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے، تو پھر ایک فریق تو اس کے مقابلہ سے زیادہ عاجز آ جائے گا۔"

دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ چیلنج جن وانس دونوں کو ہے۔ اس کا تذکرہ اسی آیت طیبہ میں ہے کیونکہ وہ بھی ایسا کلام لانے پر قادر نہیں ہیں۔

کرمانی نے غرائب التفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت طیبہ میں صرف جن وانس کا ذکر ہے کیونکہ آپ صرف ان کی طرف ہی مبعوث کئے گئے تھے، نہ کہ ملائکہ کی طرف۔ میں کہتا ہوں کہ اس امر کا تذکرہ عنقریب خصائص میں آئے گا۔

۶۔ قاضی ابوبکر نے لکھا ہے "اگر کہا جائے کہ کیا قرآن پاک کے علاوہ دیگر الہامی کتب مثلاً تورات اور انجیل بھی معجز ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ ان کی تالیف اور نظم میں کوئی چیز بھی معجز نہیں ہے۔ اگر وہ قرآن کی طرح معجز ہوں اس اعتبار سے کہ اس میں (غیب) کی خبریں ہوں تو وہ پھر بھی معجز نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف اس طرح بیان نہیں کیا جیسے اس نے قرآن پاک کا وصف بیان کیا ہے نیز اس لئے بھی کہ ان کے ساتھ کسی کو چیلنج نہیں ہوا جس طرح کہ قرآن پاک نے چیلنج کیا ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان زبانوں میں فصاحت کی وہ وجوہ بھی نہیں پائی جاتی تھیں جن میں اس طرح تفاضل پایا جائے جو اعجاز کی حد تک پہنچ جائے۔" ابن جنی نے "الخاطریات" میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی شرح میں لکھا ہے:

یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (طٰہٰ:۶۵)

ترجمہ: اے موسیٰ! کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اما ان تلقی" سے عدول کرنا۔ دو مقاصد کے لئے۔

ا۔لفظی یہ وہ یہ کہ آیات کے آخر ایک دوسرے سے مل جائیں۔ ۲۔دوسرا مقصد معنوی ہے۔ یہ وہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ جادوگروں کی قوت نفس کے بارے میں بتائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کی تضحیک کا عالم کیا تھا۔رب تعالیٰ نے ایسا لفظ استعمال کیا جو اس سے زیادہ مکمل اور اتم تھا۔انہوں نے فعل کی نسبت حضرت موسیٰ کی طرف کر دی۔

پھر انہوں نے ایک سوال وارد کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ جادوگر اہل زبان نہ تھے کہ کلام کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا ہے کہ قرآن پاک میں جو کچھ وارد ہوتا ہے وہ سابقہ اقوام کا کلام بطور حکایت آیا ہے جو اہل لسان نہ تھیں ان کے معانی کو معرب کیا گیا ہے۔ان کے الفاظ حقیقت میں یہ نہ تھے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بلاغت ان کی عجمی زبان میں نہ تھی۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ (طٰہٰ:۶۳)

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے بلاشبہ یہ تو جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ نکال دیں تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور مٹا دیں تمہاری تہذیب وثقافت کے مثالی طریقوں کو۔

۷۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ (النساء:۸۲)

ترجمہ: اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر۔

تو انہوں نے جواب میں فرمایا: "اختلاف وہ لفظ ہے جو کئی معانی کے مابین مشترک ہے۔اس سے مراد یہ نہیں کہ لوگوں کی طرف سے اس میں اختلاف نہ ہوگا، بلکہ یہ قرآن حکیم کی ذات اقدس سے اختلاف کی نفی ہے۔کہ یوں کہا جائے کہ یہ مختلف کلام ہے، یعنی اس کا اول اس کے آخر کے ساتھ فصاحت میں مشابہت نہیں رکھتا، یا اس کا دعویٰ مختلف ہے۔ یا اس کا بعض حصہ دین کی طرف بلاتا ہے، بعض حصہ دنیا کی طرف بلاتا ہے، یا اس کے نظم میں اختلاف ہے بعض شعر کے وزن پر ہے۔ بعض منزحف ہے، بعض جزالت میں مخصوص اسلوب پر ہے، بعض کا اسلوب بعض سے جدا گانہ ہے۔رب تعالیٰ کا کلام ان اختلاف سے منزہ ہے۔ یہ نظم میں ایک ہی منہج پر ہے اس کا اول اس کے آخر کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔فصاحت کی انتہاء میں ایک درجہ پر ہے یہ اچھے اور برے کلام پر مشتمل نہیں ہے۔ایک ہی مقصد کے لئے ہے۔وہ مخلوق کو رب تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔اسے دنیا سے پھیر کر دین کی طرف لانا ہے۔انسانوں کے کلام میں یہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔شعراء اور مضمون نگاروں کے کلام میں اختلافات ہوتے ہیں۔ان میں نظم کے منہج کے اعتبار سے اختلافات ہوتے ہیں، پھر فصاحت کی درجات میں اختلافات ہوتے ہیں، بلکہ اصل فصاحت میں اختلافات ہوتے ہیں۔وہ دبلے اور موٹے کلام پر مشتمل ہوتے ہیں۔ دو مضمون یا دو قصیدے برابر نہیں ہو سکتے،

بلکہ ایک ہی قصیدہ ہوتا ہے جس کے بعض اشعار فصیح اور بعض کمزور کلام ہوتا ہے اسی طرح قصائد اور اشعار مختلف مقاصد پر مشتمل ہوتے ہیں کیونکہ شعراء اور فصحاء ہر وادی میں گھومتے رہتے ہیں، کبھی دنیا کی تعریف کرتے ہیں کبھی اس کی مذمت کرتے ہیں، کبھی بزدلی کی تعریف کرتے ہیں۔ اسے احتیاط کا نام دیتے ہیں کبھی اس کی مذمت کرتے ہیں اس کو کمزوری شمار کرتے ہیں، کبھی شجاعت کی تعریف کرتے ہیں، اسے عزم محکم کہتے ہیں کبھی اس کی مذمت کرتے ہیں اور اسے عجلت بازی کا نام دیتے ہیں۔

انسانی کلام ان اختلافات سے جدا نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کا منشا اغراض اور احوال کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ انسان کے حالات مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ طبیعت کی خوشی اور مسرت کی وجہ سے فصاحت رواں ہوتی ہے۔ انقباض کے وقت فصاحت رک جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی اغراض مختلف ہوتی ہیں کبھی وہ ایک چیز کی طرف رجحان رکھتا ہے اور کبھی دوسری چیز کی طرف میلان پاتا ہے یقیناً ان حالات کی وجہ سے اس کے کلام میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ ایک انسان تیئیس سال (مدتِ نزولِ قرآن) گفتگو کرتا رہے وہ ایک ہی غرض اور ایک ہی منہج پر گفتگو کرتا رہے حضور اکرم ﷺ بشر (کامل) تھے۔ آپ کے احوال مختلف ہوتے تھے۔ اگر یہ قرآن پاک آپ کا کلام ہوتا یا آپ کے علاوہ کسی اور بشر کا کلام ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلافات ہوتے۔"

۸۔ علامہ بازری نے اپنی کتاب "انوار التحصیل فی اسرار التنزیل" کی ابتداء میں لکھا ہے۔ جان لو کہ ایک معنی کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جن میں سے بعض بعض سے احسن ہوتے ہیں۔ اسی طرح جملے کے دو اجزاء کی بھی کیفیت ہے، کبھی پہلے جملے میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو دوسرے جملے سے زیادہ فصاحت پر دلالت کرتے ہیں۔ جملوں کے معانی کا حاضر کرانا ضروری ہوتا ہے۔ یا وہ سارے الفاظ موجود ہونا ضروری ہوتا ہے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں، پھر ان میں سے زیادہ مناسب اور فصیح الفاظ کو استعمال کیا جائے یہ حاضر کرانا اکثر احوال میں بشر کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ یہ امر رب تعالیٰ کے علم میں موجود رہتا ہے اسی لئے قرآن پاک ساری باتوں سے حسین ترین اور فصیح ترین ہے اگرچہ یہ فصیح اور افصح، ملیح اور املح پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ (الرحمٰن: ۵۴)

ترجمہ: اور دونوں باغوں کا پھل نیچے جھکا ہوگا۔

مگر اس کی جگہ ثمر الجنتین قریب ہوتا تو یہ لفظ جنی اور جنتین کے مابین جنس کی جہت سے نہ ہوتا نہ ہی ثمر میں یہ احساس ہوتا کہ وہ اس حالت میں ہوگیا ہے کہ اسے چن لیا جائے۔ اسی طرح آخر آیات کے آخر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ (العنکبوت: ۴۸)

ترجمہ: اور نہ آپ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب۔

"تتلو" کا استعمال "تقراء" سے زیادہ عمدہ ہے کیونکہ "تقراء" پر ہمزہ ثقیل ہے" اسی طرح فرمایا۔

لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡهِ ۚۛ (البقرۃ:۲)

ترجمہ: ذرا شک نہیں اس میں۔

یہ لا شك فيه سے احسن ہے کیونکہ اس میں ادغام ثقیل ہے۔ لہٰذا "ریب" کا ذکر قرآن پاک میں اکثر ہے۔

اس طرح فرمایا:

وَلَا تَهِنُوۡا (آل عمران:۱۳۹)

ترجمہ: اور نہ ہمت ہارو۔

یہ تضعفوا سے زیادہ احسن ہے کیونکہ یہ خفیف ہے۔ اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ (مریم:۴)

ترجمہ: کمزور اور بوسیدہ ہوگئی ہیں میری ہڈیاں۔

"وھن "ضعف" سے زیادہ احسن ہے کیونکہ فتحہ ضمہ سے زیادہ خفیف ہوتا ہے۔ اسی طرح "آمن" "صدق" سے زیادہ خفیف ہے اسی لئے تصدیق سے زیادہ اس کا ذکر ہے۔ اسی طرح آثرك الله۔ (یوسف۔۹۱) یہ فضلك سے زیادہ خفیف ہے۔ "اتی" "اعطی" سے خفیف ہے۔ "نذر" خوف سے زیادہ خفیف ہے۔ خیر لکم "افضل لکم" سے زیادہ خفیف ہے۔ ھذا خلق الله (لقمان:۱۱) یومنون بالغیب۔ (البقرۃ:۳) میں مصدر مخلوق اور غائب سے زیادہ افضل ہیں۔ تنکح۔ (البقرہ:۲۳۰) تتزوج سے زیادہ خفیف ہے، کیونکہ تفعل، تفعل سے زیادہ خفیف ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں نکاح کا تذکرہ اکثر ہے۔"

معجزہ شق القمر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝ (القمر:۱)

ترجمہ: قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہوگیا۔

یعنی شق القمر کا معجزہ رونما ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَةً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ۝ (القمر:۲)

ترجمہ: تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے۔

اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ شق القمر کا معجزہ رونما ہو چکا ہے کیونکہ کفار روز حشر تو اس طرح نہ کہیں گے جب یہ عیاں ہو گیا کہ ان کا یہ قول دنیا میں ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ معجزہ رونما ہو چکا ہے کیونکہ آیت طیبہ میں ہے کہ انہوں نے گمان کیا تھا کہ یہ جادو ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں۔ ا۔ روم۔ ۲۔ لزوم۔ ۳۔ بطشہ۔ ۴۔ دخان۔ ۵۔ قمر۔ انشقاق قمر کا معجزہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام احمد، شیخان، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، شیخان اور بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ترمذی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم نے اس معجزہ کا بعض حصہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ امام احمد شیخان، ابن جریر اور ابونعیم نے کئی اسناد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، شیخان اور ابونعیم نے کئی طرق سے، جو ایک دوسرے کے قریب المعنی ہیں۔ اہل مکہ سے، روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں مشرکین مکہ جمع ہوئے ان میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاصی بن وائل، اسود بن جبیر، اسود بن عبدالمطلب، نضر بن حارث وغیرھم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ انہیں معجزہ دکھائیں۔ انہوں نے کہا "اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لئے چاند کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ اس کا نصف حصہ کوہ ابی قبیس پر اور نصف حصہ کوہ قعیقعان پر ہو۔" وہ از عصر تا رات ان دونوں پہاڑوں پر آتے جاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "گواہ بن جاؤ" کفار نے دیکھا۔ اپنی آنکھیں ملیں، پھر دیکھا، پھر آنکھیں ملیں، پھر دیکھا، پھر کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "اگر انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو وہ سارے لوگوں کو تو جادو نہیں کر سکتے۔ تم مسافروں سے پوچھ لو۔ اگر وہ تمہیں بتائیں کہ انہوں نے بھی اسی طرح دیکھا ہے جیسے تم نے دیکھا ہے تو انہوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ وہ کاروانوں کے پاس جاتے تھے ان سے پوچھتے تھے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ انہوں نے بھی اسی طرح دیکھا ہے جیسے کفار مکہ نے دیکھا۔ انہوں نے ان کی تکذیب کر دی۔ اس وقت مذکور بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

تنبیہات

ا۔ شق القمر کا معجزہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ یہ معجزہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے رونما نہیں ہوا۔

۲۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: "انشقاق قمر کا معجزہ مکہ مکرمہ میں دو بار رونما ہوا تھا۔" اس روایت کو امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ الحافظ ابن کثیر نے لکھا ہے "اس روایت میں نظر ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے اس کے دو ٹکڑے مراد لیے تھے۔" ابن قیم نے لکھا ہے کہ مرات سے کبھی افعال مراد ہوتے ہیں اور کبھی

اعیان۔ پہلا معنی اکثر مراد ہوتا ہے۔دوسرا معنی انشقاق قمر میں استعمال ہوا ہے۔
یعنی دو حصوں میں دو ٹکڑوں میں منقسم ہوا تھا بعض لوگوں پر یہ معنی مخفی رہا اور انہوں نے کہہ دیا کہ شق القمر کا معجزہ دو بار رونما ہوا تھا لیکن محدثین اور سیرت نگار اسے غلط سمجھتے ہیں کیونکہ یہ معجزہ صرف ایک بار رونما ہوا تھا۔
امام بیہقی نے لکھا ہے کہ قتادہ کے تین ساتھیوں سے یہ روایت منقول ہے۔سعید بن ابی عروبۃ، معمر بن راشد اور شعبہ رضی اللہ عنہم لیکن اس لفظ میں ہر ایک سے اختلاف مروی ہے لیکن شعبہ سے یہ اختلاف مروی نہیں۔وہ ان تمام سے زیادہ حافظہ رکھتے تھے۔حضرت ابن مسعود کی روایت کے طرق میں مرتین کا لفظ نہیں ہے۔وہاں فرقتین یا فلقتین کا لفظ ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں "فلقتین" حضرت جبیر بن مطعم کی روایت میں فرقتین اور ان سے انشق باثنین بھی مروی ہے۔ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے "صار قمرین" ایک روایت میں "شقتین" بھی ہے۔الطبرانی نے حتی راؤا شقیہ روایت کیا ہے۔ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل نے لکھا ہے "انشق مرتین بالا جماع" میں کسی عالم حدیث کو نہیں جانتا جس نے آپ کے عہد ہمایوں میں انشقاق قمر کا معجزہ متعدد بار ہونے کا ذکر کیا ہو۔نہ ہی صحیحین کے شارحین میں سے کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے، پھر انہوں نے ابن کثیر اور ابن قیم کا قول ذکر کیا۔انہوں نے کہا "روایات کو اسی طرح جمع کیا جا سکتا ہے کسی اور امر کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی" پھر میں نے اپنے شیخ کی نظم کو دیکھا میں نے وہاں یہ تاویل دیکھی۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

فصار فرقتين فرقة علت　　وفرقة للطود منه نزلت
و ذاك مرتين بالا جماع　　والنص والتواتر السماع

یہ چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا' ایک حصہ بلند تھا دوسرا حصہ پہاڑ سے نیچے گرا تھا۔"مرتین" سے بالا جماع یہی مراد ہے جبکہ نص اور متواتر اجماع بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔"
انہوں نے ان کے قول مرتین اور فرقتین کو جمع کر دیا۔یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا قول بالا جماع اصل انشقاق کے بارے میں ہو تعداد کے بارے میں نہ ہو۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں بھی مروی ہے "چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔اسی وقت ہم آپ کے ہمراہ منیٰ میں موجود تھے۔یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے معارض نہیں کہ آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ آپ نے یہ رات مکہ مکرمہ میں بسر کی۔اگر صراحت کو مقدر مان بھی لیا جائے تو منیٰ بھی مکہ مکرمہ میں ہی ہے، لہٰذا تعارض نہ رہا۔الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"میں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔"
• الحافظ نے لکھا ہے کہ شق القمر کا معجزہ مکہ مکرمہ میں رونما ہوا تھا۔اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں تھے۔انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔قمر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ایک حصہ کوہ ابی قبیس پر

اور دوسرا حصہ کوہ قعیقعان پر تھا" الحافظ نے لکھا ہے "یہ اس پر محمول ہوگا جس کا میں نے تذکرہ کر دیا ہے۔ یہ دیگر راویوں سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابن مردویہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ایک اور سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شق القمر کا معجزہ رونما ہوا۔ اس وقت ہم مکہ مکرمہ میں تھے۔ ہم مدینہ طیبہ نہیں گئے تھے۔ اس اشارہ سے مراد یہ ہے کہ یہ معجزہ ہجرت سے پہلے رونما ہوا تھا۔ شاید یہ وہم ہے "ہم اس رات منیٰ میں تھے" انہوں نے کسی اور جگہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی دونوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے لکھا ہے۔ انہوں نے ان کے دونوں اقوال (کبھی انہوں نے فرمایا کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے کبھی فرمایا کہ وہ منیٰ میں تھے) کو جمع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو یہ تعدد کے اعتبار سے ہے اگر چہ تعدد ثابت ہو جائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ منیٰ میں تھے۔ جس نے کہا کہ وہ مکہ میں تھے وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ جو منیٰ میں ہو گویا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے، لیکن اس کے برعکس نہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں منیٰ کا تذکرہ ہے اس میں انہوں نے فرمایا: "ہم منیٰ میں تھے۔" جس روایت میں مکہ مکرمہ کا تذکرہ ہے اس میں نَحْنُ (ھم) کا تذکرہ نہیں ہے۔ وہاں فرمایا "شق القمر مکہ مکرمہ میں ہوا" یعنی انشقاق قمر اس وقت ہوا جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں تھے انہوں نے ابھی تک مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی۔ جہاں تک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کا تعلق ہے۔ "چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ نصف کوہ ابی قبیس پر اور نصف کوہ قعیقعان پر تھا" تو حافظ نے لکھا ہے "اس رات وہ مکہ مکرمہ میں تھے اگر انہیں منیٰ میں فرض کر لیا جائے بھی تو منیٰ بھی تو مکہ مکرمہ میں ہی ہے۔ لہٰذا تعارض ختم ہو گیا۔"

الطبرانی نے حضرت ذر بن حبیش رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مکہ مکرمہ میں انشقاق قمر ہوا تھا۔ ایک لفظ السویداء بھی ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ چاند دو حصوں میں منقسم ہی رہا ہو، حتیٰ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ سے مکہ مکرمہ آ گئے ہوں۔ انہوں نے اسی طرح دیکھ لیا ہو لیکن اس مؤقف میں بُعد ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے منیٰ سے اسے اسی طرح دیکھا ہو۔ وہ بلند پہاڑ پر ہو۔ انہوں نے پہاڑ کی طرف پر اسے اسی طرح دیکھ لیا ہو' جو غالب روایات کا تقاضا ہے کہ انشقاق قمر غروب قمر کے وقت ہوا تھا۔

پہاڑ کی سمت کی طرف نسبت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں "احتمال یہ بھی ہے کہ انشقاق قمر طلوع قمر کے وقت ہوا ہو، بعض روایات میں ہے کہ اس رات چاند کی چودہ تاریخ تھی۔ کوہ ابی قبیس سے تعبیر کرنا یہ راویوں کی تعبیر ہو، کیونکہ لازم ہے کہ چاند کو دو حصوں میں منقسم دیکھا ہو اس کا ایک حصہ ایک پہاڑ پر اور دوسرا حصہ دوسرے پہاڑ پر ہو۔ دوسرے راوی کا یہ قول اسے تبدیل نہیں کرتا۔ "میں نے ان کے مابین پہاڑ کو دیکھا" یعنی دونوں حصوں کے مابین' کیونکہ جب اس کا ایک حصہ پہاڑی کے دائیں طرف اور دوسرا اس کے بائیں طرف گرا تو ہو سکتا ہے کہ ان کے مابین ایک اور پہاڑ ہو جو اس کے دائیں یا بائیں ہو۔ انہوں نے تصدیق کر دی کہ وہ اسی پر تھا۔"

جمہور فلاسفہ نے انشقاق قمر کا انکار کیا ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ علوی نشانیوں میں پھٹن نہیں ہو سکتی اسی طرح انہوں نے شب معراج آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا انکار کیا ہے۔اسی طرح انہوں نے روز محشر سورج کو لپیٹنے کا انکار کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ کافر ہیں تو وہ پہلے تو دین اسلام کے ثبوت پر مناظرہ کریں، پھر ان مسلمانوں کے ساتھ شرکت کریں جنہوں
30 نے اس کا انکار کیا ہے۔جب مسلمان نے بعض کو چھوڑ کر بعض کا اقرار کر لیا تو اس نے تناقض کو لازم کیا، تو پھر اس کا انکار کی کوئی سبیل نہیں جو قرآن پاک میں روز حشر پھٹن اور جوڑ کا تذکرہ ہے اس کا وقوع حضور اکرم ﷺ کے لئے بطور معجزہ ثابت ہو گیا۔
قدماء علماء نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔ابو اسحاق زجاج نے المعانی میں لکھا ہے "بعض بدعتیوں نے ملت کے مخالفین کی موافقت کرتے ہوئے شق القمر کا انکار کیا ہے، لیکن عقل کی رو سے اس میں انکار کی مجال نہیں کیونکہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے جیسے وہ روز حشر اس کو لپیٹ دے گا اور اسے فناء کر دے گا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اس طرح کا معجزہ وقوع پذیر ہوتا تو متواتر روایت ہوتا۔اہل زمین اسے جاننے میں مشترک ہوتے۔اس کے ساتھ اہل مکہ مخصوص نہ ہوتے۔" صحیح موقف یہ ہے کہ یہ معجزہ رات کے وقت رونما ہوا تھا۔اگر لوگ سو رہے تھے کوئی آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔رات کے وقت مشاہدہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ چاند طلوع ہوا ہے ستارے ظاہر ہیں کوئی کوئی ہی انہیں دیکھتا ہے۔اسی طرح شق القمر معجزہ تھا۔جو رات کے وقت رونما ہوا تھا۔جو ان لوگوں کے لئے رونما ہوا تھا جنہوں نے اس کے متعلق پوچھا۔اسے پسند کیا تھا۔دوسرا کوئی شخص اس کے لئے تیار نہ تھا۔

بعض قدماء اہل علم نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان "انشق القمر" سے مراد یہ ہے کہ عنقریب وہ شق ہو جائے گا۔جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا۔

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ (النحل:۱)

ترجمہ: قریب آ گیا ہے حکم الٰہی۔

یعنی عنقریب ایسا ہو گا۔اس سے وقوع کے تحقق میں مبالغہ مقصود ہے اور اسے واقع کے قائم مقام رکھا گیا، لیکن جو جمہور کا مؤقف ہے وہی درست ہے۔جیسے کہ حضرات ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے جزم کے ساتھ کہا ہے اس کے بعد رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ۝۲ (القمر:۲)

ترجمہ: اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے۔

جیسے کہ اس باب کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔امام حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔انہوں نے تیسری شب کو ہلال کو دیکھا۔وہ دو حصوں میں منقسم تھا۔ان میں سے ہر ایک کا عرض اس چاند جتنا تھا جتنا وہ چار یا پانچ تاریخ کو ہوتا ہے پھر وہ باہم مل گیا وہ بڑے لیموں کی شکل میں ہوا پھر غائب ہو گیا۔"

چوتھا باب

آپ کے لئے سورج کا رک جانا

الطبرانی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے) ابوالحسن ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ابن حجر نے فتح الباری میں ابوزرعہ عراقی نے شرح تقریب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کو حکم دیا کہ وہ دن کی ایک ساعت متاخر ہو جائے تو وہ دن کی ایک ساعت متاخر ہو گیا۔"

امام بیہقی نے یونس بن بکیر کی سند سے اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور سیاح لا مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اپنی قوم کو کارواں کے بارے بتایا۔ اونٹ کی علامت بتائی تو انہوں نے کہا وہ کارواں کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا: "بدھ کو" بدھ کے روز قریش بلند مقامات پر چڑھ گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ دن ختم ہونے لگا تھا مگر کارواں ابھی تک نہ آیا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی دن کی ایک ساعت میں اضافہ کر دیا گیا سورج کو آپ کے لئے روک دیا گیا۔ یہ سورج صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا تھا۔ جب انہوں نے روز جمعہ کو جبارین کے ساتھ جہاد کیا جب سورج ڈھلنے لگا تو انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ وہ ان کی فراغت سے قبل ڈوب جائے گا۔ ہفتہ آ جائے گا۔ اس میں ان کے لئے قتال حلال نہ رہے گا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی، سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ وہ دشمن کے قتال سے فارغ ہو گئے۔ الحافظ ابوالفتح ابن سید الناس نے اپنی کتاب بشریٰ اللبیب بذکری الحبیب" کے قصیدہ میں لکھا ہے:

وقفت له شمس النهار كرامةً　　　كما وقفت شمس النهار ليو شعا
وردت عليه الشمس بعد غروبها　　　هذا من الاتقان اعظم موقعا

ترجمہ: آپ کی عزت و کرامت کے لئے دن کا سورج آپ کے لئے رک گیا جیسے کہ دن کا سورج حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے رکا تھا۔ آپ کے لئے تو سورج غروب ہونے کے بعد بھی واپس آیا۔ یہ یقین و احکام کے اعتبار سے بڑا معجزہ ہے۔

علامہ بہاء الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ "هدية المسافر الى الفور المسافر" میں لکھا ہے:

و شمس الضحى طاعته وقت مغيبها　　　فما غربت بل وافقتك بوقفة
وردت عليك الشمس بعد مغيبها　　　كما انها قدما ليوشع ردت

چاشت کے سورج نے آپ کی اطاعت کی۔ اس کے غروب کا وقت تھا۔ وہ غروب نہ ہوا بلکہ آپ کے لئے ٹھہر گیا۔

غروب آفتاب کے بعد سورج آپ کے لئے واپس لوٹ آیا، جیسے کہ یہ گزشتہ زمانہ میں یہ حضرت یوشع کے لئے لوٹایا گیا تھا۔

پانچواں باب

سورج الٹے پاؤں پلٹے

الطبرانی نے معجم الکبیر میں یوں روایت نقل کی ہے۔"حدثنا جعفر بن احمد بن سنان الواسطی حدثنا ابو العباس احمد بن یحیی الجراد بالموصل، حدثنا علی بن منذر، حدثنا محمد بن فضیل، حدثنا فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن عن فاطمۃ بنت حسین بن علی عن اسماء بنت عمیس۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"جب سرور دو عالم ﷺ پر نزول وحی ہوتا تو قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی آپ کا سر اقدس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا"علی! کیا تم نے نماز عصر ادا کر لی ہے؟ انہوں نے عرض کی:"نہیں! یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ سورج واپس آ گیا حتیٰ کہ انہوں نے نماز عصر پڑھ لی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"میں نے غروب کے بعد آفتاب جہاں تاب کو دیکھا وہ لوٹ آیا حتیٰ کہ انہوں نے نماز عصر پڑھ لی۔"

الحافظ ابوالحسن الہیثمی نے کہا ہے کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے ابراہیم بن حسن کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے" میں کہتا ہوں"اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے جرح کا ذکر نہیں کیا۔ ذہبی نے المغنی میں اسے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ الحافظ ابن حجر نے اسے تعجیل المنفعتہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ" انہوں نے اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ یہ وہاں مستند ہے۔" میں کہتا ہوں" انہوں نے حدیث کی وجہ سے اس کا وہاں ذکر کیا ہے۔ ابراہیم اس میں منفرد نہیں ہوئے بلکہ عروہ بن عبداللہ بن قشیر نے حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا سے اسے روایت کیا ہے۔ جیسے ابھی آ رہا ہے۔ ہیثمی نے کہا ہے" میں فاطمہ بنت رضی اللہ عنہا کو نہیں جانتا۔" میں کہتا ہوں" یہ وہی فاطمہ ہیں جن سے امام نسائی اور ابن ماجہ نے تفسیر میں روایت کیا ہے۔ الحافظ ابن حجر نے انہیں تقریب التہذیب میں ثقہ کہا ہے۔ ابو جعفر بن محمد اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے ان کی تبع کی ہے۔

امام الطبرانی نے کہا ہے۔"حدثنا الحسین بن اسحاق التستری حدثنا عثمان بن ابی شیبہ (ح) وحدثنا عبید بن سنام حدثنا ابو بکر ابن ابی شیبہ قالا حدثنا عبید اللہ بن ابی موسیٰ عن فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن حسن عن فاطمۃ بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس۔ حسین بن اسحاق نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں انہیں" ثقہ محدث" کہا ہے۔ عبید بن سنام سے مراد ابن حفص بن غیاث ہے۔ مسلم بن قاسم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابو بکر اور عثمان، ابو شیبہ کے فرزند ہیں۔ یہ صحیح مسلم اور

صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔عبیداللہ ابن موسیٰ صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔انہوں نے اسے ثقہ کہا۔فضیل بن مرزوق سے امام مسلم نے اور ائمہ اربعہ نے روایت کیا ہے۔الحافظ ابن حجر نے تقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔انہوں نے ابراہیم بن حسن اور ابن حبان کو ثقہ کہا ہے۔حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما سے ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے حافظ نے تقریب میں انہیں ثقہ کہا ہے۔"

تنبیہ

سابقہ روایت میں ہے "عن ابراهيم بن حسن عن فاطمة بنت علي عن اسماء" جبکہ اس روایت میں ہے عن فاطمة بنت الحسين عن ابيها۔تمام نے حضرات فاطمۃ بنت علی اور فاطمہ بنت حسین سے اور انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔حضرت فاطمہ بنت حسین حضرت ابراہیم بن حسن بن راوی کی والدہ تھیں گویا کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ اور پھوپھو جان حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہم سے سنا کبھی اسے اپنی امی جان سے اور کبھی پھوپھو جان سے روایت کیا۔ابن جوزی نے اسے اضطراب کہا ہے حالانکہ یہ اس طرح نہیں ہے۔"

الطبرانی نے کہا ہے:

حدثنا اسماعيل بن حسن الخفاف، حدثنا شاذان بن الفضل حدثنا ابو الفضل محمد بن عبيدالله القصار عصر حدثنا يحيى بن ايوب العلاف قال حدثنا احمد بن صالح عن محمد بن اسماعيل بن ابي فديك، اخبرني محمد بن محمد بن موسى القطري، عن عون بن محمد عن امه ام جعفر عن اسماء بنت عميس۔

قال شاذان حدثنا ابو الحسن احمد بن عمير حدثنا احمد بن الوليد بن بردالانطاكي حدثنا محمد بن اسماعيل بن ابي فديك به عن اسماعيل بن الحسن بن الخفاف، ابن یونس نے انہیں ثقہ کہا ہے۔یحییٰ بن ایوب نسائی کے راویوں میں سے ہیں۔الحافظ نے التقریب میں انہیں صدوق کہا ہے احمد بن صالح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ابوداؤد نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے تقریب میں کہا ہے "ثقہ حافظ ہیں" امام نسائی نے دلیل کے بغیر ہی ان کے بارے گفتگو کی ہے۔ابوالحسن احمد بن عمر بن جوصا کو امام الطبرانی نے ثقہ کہا ہے۔ابوعلی الحافظ نے کہا ہے "یہ ارکان حدیث میں سے ایک رکن تھے" "ائمہ مسلمین میں سے امام تھے۔انہوں نے ڈھیر کو تجاوز کیا تھا۔الحافظ نے انکشاف میں لکھا ہے "یہ صدوق تھے" دارقطنی نے لکھا ہے "یہ قوی نہ تھے" ذھبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے "یہ ثقہ تھے۔ان کی احادیث غرائب نہیں ہیں۔ان کے ضعیف ہونے کی کوئی علت نہیں ہے۔"

احمد بن ولید بن برد نے ان کی علت بیان کی ہے۔ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا

ہے مگر ان پر جرح نہیں کی۔انہوں نے کہا ہے "ابو محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک سے عمدہ روایات نقل کی گئی ہیں ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کیا ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے مگر ان سے روایت نہیں لی۔الحافظ نے التقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ان پر شیعہ ہونے کا الزام تھا" عون بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ابن حبان نے انہیں ثقہ لکھا ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔مگر انہیں ضعیف نہیں کہا۔"ام جعفر" انہیں ام "مقبولۃ" کہا گیا ہے۔امام ذہبی نے اسے اسی سند سے مختصر الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ابن جوزی نے اسے غریب عجیب کہا ہے۔اس میں ابن ابی فدیک منفرد ہیں وہ صدوق ہیں۔ان کے شیخ قطری بھی صدوق ہیں انہوں نے ان سے بطور اعتراض یہ روایت تحریر کی ہے "سورج کو صرف حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے ہی روکا گیا تھا" اس کا جواب عنقریب آئے گا۔انہوں نے اس کے علاوہ کسی اور علت کا ذکر نہیں کیا۔

قال شاذان الفضلی حدثنا ابو الحسن علی بن ابراهیم بن اسماعیل بن کعب الدقاق بالموصل حدثنا علی بن جابر الاودی حدثنا عبدالرحمٰن بن شریك حدثنا ابی حدثنا عروۃ بن قشیر۔

یہ حضرت فاطمہ بنت علی الاکبر کی خدمت میں گئے۔انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔

علی بن ابراہیم الازدی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے خطیب نے تاریخ میں ان سے روایت نقل کی ہے۔علی بن جابر "الازدی" ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔"عبدالرحمان بن شریک" امام بخاری نے الادب میں ان سے روایت کیا ہے" الحافظ نے تقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ان کے والد سے امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔التقریب میں انہیں صدوق کہا گیا ہے لیکن یہ بہت سی خطائیں کر جاتے تھے۔عروہ بن قشیرہ ابوداؤد اور ترمذی نے الشمائل میں ان سے روایت کیا ہے۔الحافظ نے التقریب میں انہیں ثقہ کہا ہے۔"فاطمہ بنت علی" ان پر تبصرہ گزر چکا ہے۔

یہ روایت اور بھی کئی طرق سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔میں نے ان تمام کا تذکرہ اپنی کتاب "مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس میں کر دیا ہے۔میں نے وہاں حدیث علی کا ذکر کیا ہے۔جسے شاذان نے روایت کیا ہے۔میں نے ابن حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کا ذکر بھی کیا ہے جسے دولابی نے "الذریۃ الطاھرۃ" میں اور الخطیب نے اسے تلخیص المتشابہ میں ذکر کیا ہے۔وہاں ابوسعید کی حدیث بھی ہے۔جسے ابوالقاسم عبیداللہ نے روایت کیا ہے۔یہ حنفی فقہ پر نیشاپور کے قاضی تھے۔

امام ذھبی نے اسے موضوعات ابن جوزی میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ابن مردویہ، ابن شاہین اور ابن منذر نے اسے روایت کیا ہے

ہمارے شیخ نے "الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ" میں اسے ذکر کیا ہے۔میں نے ان کی احادیث کا تذکرہ پہلے کیا ہے۔میں نے ان کے راویوں کے بارے اپنی کتاب "مزیل اللبس من حدیث "رد الشمس" میں گفتگو کی ہے۔

ایک روایت وہ بھی ہے جسے امام طحاوی نے اپنی تصنیف لطیف "مشکل الآثار" میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں ان کے راوی ثقہ ہیں۔ انہوں نے اسے شفاء از قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے۔ اسے حافظ ابن سید الناس نے "بشری اللبیب" میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے قصیدہ کے شعر میں کہا ہے۔

و رد علیه الشمس بعد غروبها   و هذا من الایقان اعظم موقعا

"غروب آفتاب کے بعد آفتاب کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ یہ یقین کے اعتبار سے سب سے بڑا معجزہ ہے۔"

الحافظ علاء الدین بن مغلطای نے اپنی تصنیف لطیف الزھر الباسم اور الاذری نے عری الایمان میں اور امام نووی نے شرح مسلم میں باب حل الغنائم لھذہ الامۃ" میں الحافظ نے "تخریج احادیث الرافعی فی باب الاذان" میں "جیسے کہ معتمد نسخہ میں ہے" نقل کیا ہے۔ حافظ ابوالفتح الاذری نے اسے برقرار رکھا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔ ابن العدیم نے اسے تواریخ حلب میں لکھا ہے۔ ابوزرعہ بن الحافظ ابی الفضل العراقی نے اپنے والد گرامی کی تقریب کی شرح میں اسے نقل کیا ہے "امام احمد" نے لکھا ہے۔ "تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ علم وعرفان کی روشن شاہراہ پر چلنے والا کسی کی راہ روکنے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو یاد نہ کرے، کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔ اسے امام طحاوی نے نقل کیا ہے۔ حفاظ میں سے ابن جوزی سے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ الحافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب احلت لکم الغنائم "میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں لکھ کر خطا کی ہے" حافظ مغلطای نے الزھرہ الباسم" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شمار کر کے عمدہ کام نہیں کیا کیونکہ ان کے لئے وہ سند ظاہر نہیں ہوئی ایک جماعت سے نقل جو ان ائمہ کے لئے ہوئی" ہمارے شیخ نے مختصر الموضوعات میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اس روایت کا تذکرہ موضوعات میں کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔"

تنبیہات:

۱۔ ابن کثیر نے امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تک یہ روایت بعض کذابین کی سند سے پہنچی۔ سابقہ اسناد سے ان تک نہ پہنچی تھی۔ سابقہ اسناد کو پیش نظر رکھ کر اس پر ضعیف ہونے کا حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا چہ جائیکہ اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا جائے اگر تم ان ائمہ کو اس روایت کی مذکورہ بالا اسانید پیش کرو تو وہ خود اعتراف کریں گے کہ اس حدیث پاک کی کوئی اصل ہے یہ موضوع نہیں ہے اور جو انہوں نے قواعد سے اسے آسان لیا ہے وہ بھی ان پر عیاں ہو جاتا۔ حفاظ کی ایک جماعت نے اسے اپنی کتب میں نقل کیا ہے یا اس تقویت کے لئے روایت لکھی ہے جس سے اس کو تقویت نصیب ہوتی ہے، اور اس شخص کے موقف کو رد کر دیتا ہے جس نے اس پر موضوع ہونے کا حکم

لگایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور مجھ پر رحم کرے ہم نے اس روایت کے متعلق حفاظ کا جو کلام نقل کیا ہے۔ اس سے تمہارے لئے عیاں ہو گیا ہو گا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ان میں سے ایک شخص بھی نہیں جس پر تہمت لگائی گئی ہو یا جس کے متروک ہونے پر اجماع ہو۔ تم پر عیاں ہو چکا ہو گا کہ یہ روایت ثابت ہے اور باطل نہیں ہے۔ ان امور کا جواب باقی رہ گیا ہے جس کی بناء پر اس میں علت نکالی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے اس میں عیب نکالا گیا ہے۔

۱۔ اس کی سند کے بعض راویوں کے اعتبار سے۔ ابن جوزی نے اسے فضیل بن مرزوق کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں علت بیان کی ہے، پھر انہوں سے ابن معین نے اس کا ضعف بیان کیا ہے۔ ان کے متعلق ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ کبھی کبھی ثقہ پر بھی خطاء کر جاتے تھے، اور موضوع روایات بیان کر جاتے تھے۔ فضیل سے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ دونوں حضرات روایت سفیان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابن معین نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ جیسے کہ ابن ابی خیثمہ سے مروی ہے۔ عبدالخالق بن منصور نے انہیں صالح الحدیث کہا ہے۔ امام احمد نے لکھا ہے "میں ان کے متعلق صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔ عجلی نے لکھا ہے کہ یہ صدوق اور جائز الحدیث تھے۔ ابن عدی نے لکھا ہے" ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انہیں کمزور نہیں کہا۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ صالح الحدیث تھے صدوق تھے۔ بڑے اہتمام سے حدیث روایت کرتے تھے۔ یہ سارے اقوال شیخ الاسلام ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل کئے ہیں۔ جس شخص کے بارے میں اتنے حسین تبصرے کئے گئے ہوں۔ اس کی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے، پھر ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابن شاہین نے اپنے شیخ ابن عبدہ سے عبدالرحمان بن شریک کی سند سے روایت کیا ہے ابو حاتم نے انہیں حدیث بیان کرنے میں کمزور کہا ہے۔ اسی عبدالرحمان کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کبھی کبھی خطاء کر جاتے تھے۔ الحافظ ابن حجر نے تقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے۔ میں صرف ابن عقدہ پر تہمت لگاتا ہوں کہ وہ رافضی تھا۔ اگر وہ اس روایت کی اصل کی رو سے ان پر یہ تہمت لگا رہے ہیں تو یہ روایت ابن عقدہ کے وجود سے پہلے ہی معروف تھی۔ امام ذھبی نے مختصر منہاج الاعتدال میں لکھا ہے کہ بلاشبہ ابن شریک سلمی نے انہیں روایت بیان کی ہے، اور دوسری سند سے بھی مروی ہے جو اس سے قوی ہے۔ انہوں نے وہ سند مراد لی ہے جس سے ابن شاہین نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ ابن عقدہ اس میں منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے راویوں نے بھی ان کی تبع کی ہے۔ شاذان نے کہا ہے۔ "حدثنا ابوالحسن علی بن سعید بن کعب دقاق بالموصل حدثنا علی بن جابر الاودی حدثنا عبدالرحمان شریک بہ حدثنا علی بن سعید۔ علی بن سعید اور علی بن جابر دونوں ثقہ ہیں۔ پہلے کو ابوالفتح اسعدی نے اور دوسرے کو ابن حبان نے ثقہ لکھا ہے۔"

۲۔ الجوزقانی اور ابن جوزی وغیرہما نے اس وجہ سے بھی اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ صحیح روایات میں ہے کہ سورج کو صرف حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا۔ اس اعتراض کا جواب امام طحاوی نے مشکل الآثار میں دیا ہے۔ ابن رشد نے اپنی مختصر میں اسے برقرار رکھا ہے کہ اس جگہ جس کا ذکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کے علاوہ ہے جس میں ذکر ہے کہ اسے غروب کے بعد لوٹایا گیا۔ الحافظ نے باب "احلت لکم الغنائم" میں فتح الباری میں لکھا ہے۔ پہلے انہوں نے شب معراج کی صبح کو سورج کو روکنے کی روایت ذکر کی پھر لکھا "اس روایت کے معارض وہ حدیث نہیں ہے جسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ سورج صرف حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ کے لئے روکا گیا" اس میں حصر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل انبیاء اکرام علیہم السلام کے لئے ہے۔ "سورج کو نہیں روکا گیا مگر یوشع بن نون رضی اللہ عنہ کے لئے" اس میں نفی ہے۔ اس کے بعد یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روکا گیا۔"

۳۔ اس روایت میں اضطراب ہے۔ اس باب کی پہلی تنبیہ میں اس کا رد کر دیا گیا ہے۔

۴۔ جوزقانی اور ان کے پیروکاروں نے کہا ہے کہ اگر سورج لوٹایا جانا ہوتا تو غزوہ خندق کے روز اسے لوٹایا جاتا۔ یہ لوٹانا زیادہ مناسب تھا۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا لوٹ آنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی وجہ سے تھا۔ یہ امر کسی بھی روایت میں نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق میں سورج لوٹانے کے لئے دعا کی ہو، جبکہ قاضی عیاض نے الاکمال میں ذکر کیا ہے، کہ غزوہ خندق میں آپ کے لئے سورج کو لوٹایا گیا (اللہ اعلم) میں نے اس روایت کے ضعف کو مزیل اللبس میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ ابن تیمیہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اس وقت" اپنے خاوند محترم کے ساتھ حبشہ میں تھیں۔ میں کہتا ہوں۔ "یہ بلاشبہ وہم ہے اس میں کسی کا ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس وقت حاضر ہوئے۔ جس وقت آپ خیبر میں تھے۔ آپ نے خیبر فتح فرما لیا تھا آپ نے ان کے لئے اور ان کے ساتھیوں کے لئے حصے نکالے۔

۶۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے والے کی غفلت دیکھیں کہ اس نے فضیلت کی صورت کو دیکھا لیکن اس کے مفید نہ ہونے کو نہ دیکھا کہ نماز عصر سورج غروب ہونے کے بعد قضاء ہو جاتی ہے سورج کا واپس آ جانا اسے ادا نہیں کر سکتا۔" انہوں نے فرمایا: "اگر سورج کا واپس آ جانا نفع مند نہ ہوتا اور اس سے وقت کی تجدید نہ ہوتی تو سورج کو واپس لوٹایا ہی نہ جاتا۔

التذکرہ کے اوائل میں لکھا ہے "جب سورج لوٹ آیا تو گویا کہ وہ غروب ہی نہیں ہوا" واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳۔ میری اس گفتگو سے آگاہ ہو جانے والے پر لازم ہے کہ میرے بارے میں یہ گمان ہرگز نہ کرے کہ میں تشیع کی طرف

میلان رکھتا ہوں۔ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے میں نے یہ بات اس لئے لکھی ہے کیونکہ الحافظ حسکانی کے بارے میں امام ذھبی نے لکھا ہے کہ وہ تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ رد الشمس کی روایت میں ایک جزو املاء کروایا ہے اس شخص کا تعارف اس کے شاگرد حافظ عبد الغفار بن اسماعیل فارسی نے "ذیل تاریخ نیشاپور" میں لکھا ہے۔ انہوں نے ان کی گرفت نہیں کی بلکہ بہت اچھے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اسی طرح دیگر مورخین نے ان کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ ہم رب تعالیٰ سے التجاء کرتے کہ ہم لوگوں کی خواہشات میں غواصی کریں۔ جس سے ہم آگاہ ہیں اور جس سے ہم آگاہ نہیں۔"

چھٹا باب

ابر کرم سحاب رحمت

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: "میں جب بھی حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے زیبا کی زیارت کرتا تو مجھے شاعر کا یہ شعر یاد آ جاتا:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

ترجمہ: وہ سفید چہرہ انور والے ہیں۔ آپ کے روئے تاباں کے طفیل ابر کرم طلب کیا جاتا ہے۔ آپ یتیموں کے لئے ملجاء ماویٰ اور بیوگان کی پناہ گاہ ہیں۔

حتیٰ کہ تمام پرنالوں سے زور زور سے پانی گرنے لگتا۔

امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جمعۃ المبارک کے روز مسجد نبوی کے دروازے سے داخل ہوا۔ وہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے داخل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے، اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عرض پیرا ہوا "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموال و مویشی ہلاک ہو گئے۔ راستے منقطع ہو گئے۔ آپ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ ہم پر ابر کرم برسائے۔"

آپ نے اپنے دست اقدس بلند کئے، پھر یہ دعا مانگی "مولا! ہم پر ابر کرم برسا" آپ نے دو دفعہ یونہی التجاء کی۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہ آ رہا تھا، نہ ہی کوئی گھٹا نظر آ رہی تھی۔ ہمارے اور کوہ سلع کے مابین کوئی عمارت اور گھر نہ تھا۔ اس کے پیچھے سے بادل پہاڑوں کی مانند اٹھا، پھر آپ منبر انور سے نہ اترے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی ریش مبارک سے لگاتار بارش کے قطرات گر رہے تھے۔ میں نے وقت صبح سورج نہ دیکھا۔ آئندہ جمعۃ المبارک تک لگاتار بارش ہوتی رہی، پھر وہی شخص اسی دروازے سے داخل ہوا آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ

آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ اموال و مویشی ہلاک ہو گئے۔ راستے منقطع ہو گئے۔ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ اب بارش کو روک لے" آپ نے اپنے دست اقدس بلند فرمائے۔ عرض کی "مولا! ہمارے ارد گرد برسا' ہم پر نہ برسا' مولا! ٹیلوں پر' پہاڑوں پر' پہاڑیوں پر' وادیوں کے دامنوں میں اور جنگل میں بادل برسا۔" یونہی آپ نے بادل کی سمت اشارہ فرمایا تو وہ فوراً پھٹ گیا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ پر گول دائرہ کی مانند ہو گیا پورا ایک مہینہ وادی پانی سے بہتی رہی۔ جو بھی آیا اس نے بتایا کہ ابر کرم خوب برسا ہے" اس روایت کو امام احمد اور شیخان نے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔

دوسری داستان محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ اس وقت نہ تو کوئی ہمارا اونٹ ایسا ہے جو آواز نکال سکے، نہ ہی کوئی بچہ ایسا ہے جو رو سکے" اس نے یہ اشعار پڑھے:

اتیتناك والعذراء يدمى لبانها　　　وقد شغلت ام الصبى عن الطفل

یارسول اللہ ﷺ اس حال میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کی زبانوں سے لہو رواں ہے اور ماؤں نے اپنے بچوں کو فراموش کر دیا ہے۔

والقى بكفيه الصبى استكانةً　　　من الجوع ضعفا ما يمر ويحلى

ترجمہ: کمزوری کی وجہ سے جوان سر راہ گزر رہے ہیں۔ ان میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ وہ کوئی بری یا اچھی بات کر سکیں۔

و لا شئى مما ياكل الناس عندنا　　　سوى الحنظل القامى والعلهز العسل

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں رہی جسے لوگ کھائیں مگر یا اندرائن ہے یا جانوروں کا گند ہے۔

و ليس لنا الاالیك فرارنا　　　واين فرار الناس الا الى الرسل

آپ کی بارگاہ والا سے راہ فرار اختیار کر کے ہم کہاں جائیں لوگ اپنے رسل عظام علیہم السلام سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔

آپ اٹھے، حتیٰ کہ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر دست اقدس بلند فرمائے۔ یہ دعا مانگی "مولا! ہم پر ایسی بارش فرما جو ہماری معاون و مددگار ہو جو ہمیں خوش حال بنا دے۔ وہ زیادہ ہو۔ وہ ہمارے لئے مفید ہو، مضر نہ ہو۔ اس ابر رحمت کی وجہ سے کھیریاں دودھ سے لبریز ہو جائیں اس کی وجہ سے فصلیں اگ آئیں۔ زمین کو خشک ہو جانے کے بعد حیات نو نصیب ہو۔ ارے لوگو! تمہیں بھی اسی طرح نکالا جائے گا۔"

آپ نے ابھی اپنے روئے زیبا کی طرف ہاتھ نہیں اٹھائے تھے حتیٰ کہ آسمان سیاہ بادلوں سے بھر گیا حتیٰ کہ پہاڑوں

کے دامنوں میں رہنے والے چیختے ہوئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ "ہم غرق ہو گئے" آپ نے اپنے دست اقدس آسمان کی طرف بلند کر دیئے۔ عرض کی "مولا! ہمارے ارد گرد برسا۔ ہم پر نہ برسا" بادل مدینہ طیبہ پر سے پھٹ گیا۔ آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔

آپ نے فرمایا: "اللہ کی شان! جناب ابوطالب نے کیا خوب کہا تھا۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ گویا کہ آپ یہ شعر مراد لے رہے ہیں۔"

و ابیض یستقی الغمام بوجه　　　ثمال الیتامی و عصمة للارامل

بنوکنانہ کا ایک شخص اٹھا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

لك الحمد والحمد لمن شکر　　　سقینا بوجه النبی المطر

ترجمہ: اے میرے مولا! تیرے لئے ہی حمد و ثناء ہے یہ حمد اس شخص کی طرف سے ہے جس نے تیرا شکر ادا کیا تو نے ہمیں آپ کے روئے تاباں کے طفیل بادل سے نوازا ہے۔

دعا الله خالقه دعوة　　　الیه واشخص منه البصر

ترجمہ: آپ نے اپنے خالق کریم سے دعا مانگی۔ اس ذات بابرکات کی زیارت سے تو آنکھیں چندھا جاتی ہیں۔

اغاث به الله علیا مضر　　　و هذا العیان لذاك الخبر

ترجمہ: آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مضر کے بلند مقامات پر ابر کرم نازل کیا۔ یہ اس روایت کا مشاہدہ ہے۔

فلم تك الا کف الردا　　　والسرع حتی رائینا الدر

ترجمہ: یہ ایسا ہی تھا گویا کہ یہ ہلاکت کو روکنا تھا اور جلد ہی ہم نے بارش کے موتی گرتے ہوئے دیکھے۔

وکان کما قال عمه ابو　　　طالب! ابیض ذو غرر

ترجمہ: آپ ایسے ہی تھے جیسے جناب ابوطالب نے فرمایا تھا۔ سفید رنگت والے اور خوبصورت باجمال۔

به الله یسقی صوب الغمام　　　و من یکفر الله یلقی الغیر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل سفید بارش سے سیراب کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتا ہے وہ غیر سے ملاقات کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر شاعر عمدہ بات کر سکتا ہے تو تم نے عمدہ کلام کہا ہے" (ابن عساکر، بیہقی)۔

ایک اور عشق افزاء داستان

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ وقت چاشت مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے تین تکبریں

نہیں، پھر عرض کی: "مولا! ہمیں گھی، دودھ، چربی اور گوشت بطور رزق عطا فرما۔"

ہم نے آسمان پر بادل کا ٹکڑا بھی نہ دیکھا۔ تیز ہوا اور آندھی چلی۔ بادل جمع ہوا۔ آسمان سے بادل برسنے لگا۔ اہل بازار چیخ اٹھے۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے تھے۔ رستے بہہ نکلے۔ میں نے کوئی سال ایسا نہ دیکھا تھا جو دودھ، گھی، چربی اور گوشت کے اعتبار سے اس سال سے بڑھ کر ہو۔ یہ اشیاء سر عام پڑی تھیں لیکن انہیں خریدتا کوئی نہ تھا۔"

ابر کرم

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم کسی سفر میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانی کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے کارواں میں پانی تلاش کیا مگر انہیں پانی نہ ملا۔ آپ نے دعا مانگی۔ بارش برسی حتیٰ کہ صحابہ کرام خود بھی سیراب ہوئے اور جانوروں کو بھی پانی پلایا۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی کہ بارش نہیں ہو رہی۔ آپ عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اپنے دست اقدس بلند کئے حتیٰ کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ رب تعالیٰ نے بادل پیدا کر دیئے۔ گرج چمک ہوئی پھر ابر کرم برسنے لگا۔ آپ ابھی تک مسجد نبوی میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے حتیٰ کہ وادیاں بہہ پڑیں۔ آپ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول (محترم ﷺ) ہوں۔ (ابونعیم)۔

سحاب رحمت

حضرت کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب البہزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مضر کے قبیلہ کے لئے بددعا کی۔ ابوسفیان بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ عرض کی "آپ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کریں۔ آپ نے یہ دعا مانگی۔

اللھم اسقنا غیثا مغیثا غدقا طبقا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر رائث۔

ابھی جمعۃ المبارک بھی نہ آیا تھا کہ ہم پر خوب بارش برسی۔ وہی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ زیادہ بارشوں کا شکوہ کیا۔ اس نے عرض کی "گھر گر پڑے ہیں" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! ہمارے ارد گرد نازل فرما ہم پر نازل نہ فرما" بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں پھیل گیا۔" (ابن ماجہ، بیہقی)

ایک اور دلفریب داستان

ابوشیخ نے حضرت یزید بن عبداللہ سلمی سے، بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سپہ سالار اعظم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے، تو وفد بنی فزارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد

دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے یہ کمزور اور چھوٹے چھوٹے اونٹوں پر حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے ان کے شہروں کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے شہر قحط کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہمارے باغات خشک ہو گئے ہیں۔ ہمارے اہل و عیال ننگے ہو گئے ہیں۔ ہمارے مویشی برباد ہو گئے ہیں کہ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ ہم پر ابر کرم نازل کرے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ والا میں ہمارے شافع بن جائیں۔ رب تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول کرے گا۔"

حضور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! میں رب تعالیٰ کی بارگاہ والا میں شفاعت کروں گا؟ وہ کون ہے جو اس کی درگاہ والا میں شفاعت کرنے کی جرأت کر سکے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ عظیم ہے۔ اس کی کرسی اس کے جلال اور عظمت کے سامنے اس طرح آواز نکالتی ہے جیسے انسان لوہے کو روندھتا ہے۔ رب تعالیٰ تمہارے اس خوف اور جلد جلد بارش طلب کرنے کی وجہ سے مسکرا رہا ہے۔" اعرابی نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہمارا رب مسکراتا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اعرابی نے عرض کی "ہم اللہ تعالیٰ سے محروم نہ ہوں گے۔ جو بھلائی پر مسکراتا ہے۔" آپ اس کی اس بات پر مسکرانے لگے۔ آپ منبر پر جلوہ نما ہوئے۔ چند کلمات فرمائے۔ دست اقدس بلند کئے، حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ آپ نے دعا مانگی "مولا! اپنے اس شہر پر ابر کرم نازل فرما۔ اپنے مویشیوں پر سحاب رحمت نازل کر۔ اپنی رحمت کو وسعت دے۔ مردہ شہر کو حیات نو عطا کر۔ مولا! ایسی بارش برسا جو مددگار ہو۔ خوشگوار اور سیراب کرنے والی ہو، جو وسیع اور جلد آنے والی ہو۔ جس میں تاخیر نہ ہو، جو نافع ہو نقصان دہ نہ ہو۔ مولا! ابر کرم ہو۔ عذاب کی بارش نہ ہو، نہ ہی اس میں عذاب الٰہی ہو، نہ ہی اس سے کوئی مکان گرے نہ کوئی شخص غرق ہو، نہ ہی اس میں کوئی بربادی ہو۔ مولا! رحمت کی بارش کر اور دشمن پر ہماری مدد فرما۔"

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اسی وقت کھڑے ہوئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ کھجوریں مرابد (خشک کرنے کے مقامات) میں ہیں" انہوں نے تین بار عرض کی۔ آپ نے تین بار دعا مانگی "مولا! ہم پر ابر کرم نازل فرما" حتیٰ کہ حضرت ابولبابہ عریاں پاؤں بھاگے تاکہ اپنے مربد کا سوراخ اپنے ازار سے بند کریں۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! آسمان پر نہ بادل تھا نہ ہی بادل کا ٹکڑا تھا۔ مسجد نبوی اور کوہ سلع کے مابین کوئی عمارت یا کوئی گھر نہ تھا۔ کوہ سلع کے پیچھے سے بادل ڈھال کی مانند اٹھا۔ وسط آسمان میں پہنچ کر پھیل گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دلکش منظر دیکھ رہے تھے، پھر بارش برسی بخدا! چھ روز تک انہوں نے سورج نہ دیکھا۔" حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ عریاں پاؤں اٹھے تاکہ اپنے ازار بند کے ساتھ ہی اپنے مربد کا سوراخ بند کر دیں، پھر وہی شخص آیا یا کسی اور نے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ اموال ہلاک ہو گئے۔ رستے بند ہو گئے۔" آپ منبر مبارک پر رونق افروز ہوئے۔ ہاتھ مبارک بلند فرمائے۔ دعا مانگی مبارک ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ عرض کی "مولا! ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔ مولا! ٹیلوں پر پہاڑوں پر وادیوں کے دامنوں میں اور درخت اگنے کے مقامات پر بارش برسا۔"

مدینہ طیبہ پر سے بادل اس طرح پھٹ گیا "جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔"

چند اور حیرت افزاء معجزات

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جسے نہ تو کوئی چرواہا زادراہ (سامان زیست) دیتا ہے نہ ہی ان کے لئے کچھ کاشت کیا جاتا ہے" آپ منبر پاک پر چڑھے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر یہ دعا مانگی۔

اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا طبقا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث۔

پھر آپ نیچے تشریف لے آئے۔ جس سمت سے بھی کوئی شخص حاضر ہوتا وہ یہی کہتا: "ہمیں حیات نو نصیب ہوئی ہے۔"

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم شدید قحط سالی میں تبوک کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ ہمیں وہاں پیاس نے آلیا۔ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب ہماری گردنیں کٹ جائیں گی، حتیٰ کہ ایک شخص اپنا اونٹ ذبح کرتا۔ اس کی اوجھڑی نچوڑتا اور وہ پانی پی لیتا۔ بقیہ پانی اٹھالیتا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ رب تعالیٰ آپ کی دعائیں سن لیتا ہے آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں" آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کردیئے، پھر نیچے نہ کئے حتیٰ کہ آسمان پر بادل چھا گئے، پھر موسلا دھار بارش برسنے لگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مشکیزے اور برتن بھی بھر لئے، پھر ہم مشاہدہ کے لئے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ بارش نے ہمارے پڑاؤ کی جگہ سے تجاوز نہ کیا تھا۔ (ابن خزیمہ، ابن جریر، ابن حبان اور حاکم۔ انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے)۔

امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کے ہمراہ بارہ ہزار اونٹ تھے۔ اتنے ہی گھوڑے تھے اور مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی۔

۳۔ ابن سعید اور ابونعیم نے حضرت عبدالرحمان بن ابراہیم المزی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "وفد بنی مرۃ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے شہروں کا کیا حال ہے؟" انہوں نے عرض کی: "بخدا! قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ مویشیوں میں گودا تک ختم ہوگیا ہے۔ آپ ہمارے لئے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔" آپ نے دعا مانگی "مولا! ان پر ابر کرم نازل فرما" وہ اپنے شہر لوٹے انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاں اسی روز بارش ہوئی تھی جس روز حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بارش کی دعا مانگی تھی۔" پھر انہی میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حجۃ الوداع کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ ہم اپنے شہر کو واپس گئے تو ہم نے دیکھا کہ زمین گیلی تھی۔ اس پر اسی روز ابر کرم برسا تھا جس روز آپ نے دعا مانگی تھی، پھر ہر پندرہ روز کے بعد ہم پر ابر کرم برس جاتا تھا۔ میں دیکھتا کہ

اونٹ بیٹھ کر ہی کھا رہے ہوتے تھے۔ بکریاں کمروں میں سماتی نہ تھیں وہ واپس آ کر ہمارے اہل خانہ میں دو پہر گزارتی تھیں" آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ کرم نوازی فرمائی۔" (ابونعیم)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مضر کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: کہ آپ رب تعالیٰ سے رحمت کی بارش کی دعا مانگیں۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم اسقنا غیثا مغیثا ھینأ مرینأ غدقا طبقا نافعا غیر ضار عاجلا غیر رائث۔

"ان پر بادل چھا گئے اور لگا تار سات روز تک بارش ہوتی رہی۔" (ابونعیم)

۵۔ ابونعیم نے محمد بن عمر اسلمی سے اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ وفد سلامان ۱۰ھ ماہ شوال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے استفسار فرمایا "تمہارے شہروں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: "وہ قحط زدہ ہیں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہروں میں ابر رحمت نازل کرے" آپ نے عرض کی "مولا! ان کے شہروں پر ابر کرم نازل فرما۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ اپنے دست اقدس زیادہ بلند فرمائیں۔ اس طرح کثیر اور عمدہ بارش ہوتی ہے۔" آپ نے تبسم فرمایا۔ اپنے دست حق نما بلند فرمائے، حتیٰ کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر وہ اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں اسی روز بارش نازل ہوئی تھی۔ جس روز آپ نے ان کے لئے ابر کرم کی دعا مانگی تھی۔" اس باب میں اور بھی بہت سے معجزات ہیں، لیکن جن کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے۔ وہ کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام سرقسطی پر رحم کرے۔ انہوں نے کیا خوب فرمایا ہے۔

دعوت للخلق عام الحل مبتھلا افدیك بالخلق من داع و مبتھل

ترجمہ: آپ نے قحط کے سال لوگوں کے لئے بارش کی دعا کی۔ مخلوق دعا کروانے کے لئے اور عاجزی کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

صعدت کفیك اذ کف الغمام فما صوبت الابصوب الواکف الھطل

ترجمہ: آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا جب کہ بارش رک گئی تھی۔ آپ نے زیادہ سوال کرنے والے کے ساتھ رب تعالیٰ کے دربار سے ابر کرم نازل فرمایا۔

اراق بالارض ثجا صوب ریقته فحلّ بالارض ثجا رائق الحلل

ترجمہ: زمین بارش کے صاف پانی سے بہہ پڑی اور زمین سے عمدہ حلے بنائے گئے۔

زھو من النور حلت روض ارضھم زھرا من النور صافی البنت مکتمل

ترجمہ: آپ کے دست مبارک نے ان کے زمین کے باغات کو سجا دیا۔ جبکہ پھول کی کلیاں وسیع اور عمدگی سے اگی۔

من کل عصر نضیر مورق خضر وکل نور نضید موثق خضل

ترجمہ: ہر ٹہنی سرسبز و شاداب، تروتازہ اور سبز ہوگئی اور ہر کلی عمدہ، حسین اور ہری بھری ہوگئی

تحیه احیت الاحیاء من مضر　　بعد المضرة تروی اسبل بالسیل

ترجمہ: آپ کی دعا سے مضر کے قبائل کو حیات نو نصیب ہوئی۔ حالانکہ پہلے وہ نقصان میں تھے اور رستے پانی سے سیراب ہو گئے۔

دامت علی الارض سبعا غیر مقلعة　　لو لا دعاؤك بالاقبال لم تزل

ترجمہ: سات دن زمین پر لگاتار بارش ہوتی گئی اور اگر آپ بادل کی چھٹنے کی دعا نہ فرماتے تو یہ نہ چھٹتا۔

مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہونا، پانی میٹھا ہو جانا

پہلا باب

مبارک انگلیوں سے پاکیزہ پانی جاری ہو جانا

یہ پانی سارے پانیوں سے افضل ہے جیسے کہ امام البلقینی نے التدریب میں لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ کئی بار رونما ہوا۔ وہاں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ معجزات بہت سے راویوں سے آپ سے روایت کئے ہیں جن کی عمومیت اس علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے جو تواتر معنوی کا فائدہ دیتا ہے۔ اس طرح کا معجزہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی سے رونما نہیں ہوا۔ یہ پانی آپ کی ہڈیوں، پٹھوں، گوشت اور خون مبارک سے رواں ہوا۔"

ابن عبدالبر نے حضرت المزنی سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا "آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہونا اس معجزہ سے زیادہ بلیغ ہے۔ جس میں پانی پتھر سے رواں ہوا تھا جس پر حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنا مبارک عصا مارا تھا۔ اس سے پانی جاری ہو گیا تھا کیونکہ پتھروں، چٹانوں سے پانی نکلتا رہتا ہے لیکن گوشت اور خون میں سے پانی نکلنا یہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔"

۱۔ حضرت قتادہ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الزوراء کے مقام پر تھے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضوء کے لئے پانی تلاش کیا مگر انہیں پانی نہ ملا۔ وہ کچھ پانی لے کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا۔ دست اقدس پھیلایا۔ انگلیاں باہم ملائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ وضوء کریں میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی مبارک انگلیوں میں سے نکل رہا تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضوء کیا" حضرت قتادہ نے فرمایا: "میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کی' اس وقت تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ہم تین سو سے زائد تھے۔

۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "ایسا شخص تلاش کرو جس کے پاس پانی ہو" آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے برتن میں ڈالا۔ اس میں اپنا ہاتھ رکھا پانی نکلنے لگا۔ پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے نکلنے لگا۔" آپ نے فرمایا: "مبارک پانی کی طرف آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی برکت کی طرف آؤ۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کیا۔ پانی نوش کیا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا:

"ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے، حالانکہ اسے کھایا جا رہا ہوتا تھا۔" (نسائی، بیہقی، ابن مردویہ)

۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ سفر میں رواں دواں تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ان کے پاس پانی نہ تھا جس سے وضوء کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضوء کریں۔" آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے۔ ایک شخص گیا وہ ایک پیالہ لے آیا۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس سے پانی لیا۔ اس سے وضوء کیا۔ پھر چاروں مبارک انگلیاں پیالے میں پھیلا دیں پھر فرمایا "آؤ وضوء کرو" صحابہ کرام نے وضوء کیا۔ حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارغ ہو گئے" حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اس وقت تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ستر یا اسی" (امام احمد، شیخان)

۴۔ حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ کسی سفر میں آپ کی معیت میں تھے۔ آپ نے انہیں پوچھا "کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کی کہ میرے پاس تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے لئے کافی نہ ہوگا" آپ نے فرمایا: "اسے برتن میں ڈالو اور میرے پاس لے آؤ" میں نے اسی طرح کیا۔ میں نے آپ کی مبارک انگلیوں کے مابین پانی کا رواں چشمہ دیکھا جو ابل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان کر دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے جائے" میں نے ان میں یہ اعلان کیا۔ جسے پانی کی ضرورت تھی۔ وہ آ کر لے گیا۔

(ابن ابی اسامہ، الطبرانی، ابونعیم، بیہقی)

۵۔ شیخان نے حضرت سالم بن ابوجعد کی سند سے اور اعمش کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حدیبیہ کے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیاس لگی۔ آپ کے سامنے چھوٹا ڈول تھا۔ جس سے آپ وضو فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: "ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کے ساتھ ہم وضو کریں، نہ ہی ہمارے پاس پینے کے لئے ہے۔ صرف وہ پانی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔"

آپ نے اس ڈول میں اپنا دست مقدس رکھا۔ مبارک انگلیوں سے پانی چشموں کی مانند نکلنے لگا۔ ہم نے وہ پانی پیا اور وضوء کیا حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ "تمہاری تعداد کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا: "اگر ہماری تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی تو یہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔"

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جسے امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس روز ہماری تعداد چودہ سو تھی حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ جس سے ہم نے پانی نکال لیا تھا۔ اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہ تھا۔ یہ خبر آپ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ اس کے پاس

تشریف لائے۔ اس کے کنویں پر بیٹھ گئے پانی کا برتن منگوایا۔ آپ نے اس میں کلی کی اور اسے کنویں میں پھینک دیا، ہم کچھ دیر ٹھہر گئے، پھر ہم نے پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیراب ہو گئے۔ ہم نے اپنی اونٹنیوں کے تھنوں کو مضبوطی سے باندھ دیا۔" ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ دونوں معجزات جدا جدا تھے۔"

الحافظ نے لکھا ہے "ایک احتمال یہ ہے کہ جب ڈول میں آپ کے دست اقدس اور انگلیوں سے پانی رواں ہوا تو سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی نوش جاں کیا اور وضو کر لیا۔ ڈول کے بقیہ پانی کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ اس میں پانی زیادہ ہو گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہ سے انہوں نے حضرت مسورہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کنویں پر تشریف لے گئے۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جلد ہی وہ پانی نکال لیا۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنی ترکش سے ایک تیر لیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اسے کنویں میں گاڑھ دیں۔ بخدا! وہ کنواں ہی انہیں سیراب کرتا رہا حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔" اس روایت کو اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں معجزات اکٹھے ہی رونما ہوئے تھے۔"

امام واقدی نے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ڈول میں وضوء کیا پھر وہ پانی کنویں میں پھینک دیا، پھر تیر نکالا۔ وہ بھی اس میں گاڑھ دیا" ابوالاسود نے عروہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، کہ آپ نے ڈول میں وضوء کیا، اور اسے کنویں میں انڈیل دیا۔ اپنے ترکش سے تیر نکالا۔ وہ بھی اس میں پھینک دیا دعا مانگی تو وہاں سے پانی نکلنے لگا۔" ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کنویں کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے برتن بھرنے لگے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ ہے۔ یہ کنویں کے واقعہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔

۶۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم آپ کی معیت میں تھے ہم لشکر اسلامی میں چل رہے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیاس نے آ لیا قریب تھا کہ انسانوں، گھوڑوں اور سواریوں کی گردنیں پیاس کی وجہ سے ٹوٹ جاتیں۔ آپ نے چھوٹا سا ڈول منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں دست اقدس رکھا۔ مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنے لگا۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیراب ہو گئے۔ پانی رواں تھا، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گھوڑے اور سواریاں بھی سیراب کر لیں۔ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ تھے۔ تیس ہزار لوگ تھے۔ بارہ ہزار گھوڑے تھے۔" (ابونعیم)

۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں صبح کی کہ لشکر اسلامی میں پانی

نہ تھا۔ایک شخص نے عرض کی"یارسول اللہ ﷺ لشکر میں پانی نہیں ہے"آپ نے پوچھا"کیا تمہارے پاس پانی ہے؟اس نے عرض کی"ہاں!آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔آپ نے مبارک انگلیاں اس برتن میں رکھیں۔مبارک انگلیاں کھول دیں۔میں نے دیکھا کہ پانی مبارک انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا۔آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام میں اعلان کر دیں کہ وہ مبارک پانی آ کر لے جائیں۔"

احمد،بزار،دارمی اور ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا،اور پانی طلب فرمایا۔انہوں نے عرض کی:"بخدا!میرے پاس پانی نہیں ہے"آپ نے فرمایا:"کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟انہوں نے آپ کی خدمت میں کچھ پانی پیش کیا آپ نے اسے اپنے دست اقدس کے نیچے رکھا۔اس کے نیچے سے پانی کا چشمہ رواں ہو گیا۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہ پانی پیا۔دیگر صحابہ کرام نے اس سے وضوء کیا۔

۸۔ حضرت ابویعلی انصاری نے فرمایا:"کسی سفر میں ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں تھے ہمیں پیاس نے آلیا۔ہم نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔آپ نے گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔اس پر دسترخوان بچھایا گیا۔آپ نے اپنا دست اقدس اس پر رکھ دیا۔آپ نے پوچھا"کیا کسی کے پاس پانی ہے؟آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا آپ نے برتن والے شخص سے فرمایا"میرے ہاتھوں پر پانی انڈیلو"بسم اللہ پڑھ لو"اس نے اسی طرح کیا۔حضرت ابویعلی نے فرمایا:"میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا،حتیٰ کہ ساری قوم سیراب ہو گئی۔انہوں نے اپنی سواریوں کو بھی سیراب کر لیا۔"

۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم سپہ سالار اعظم ﷺ کے ساتھ جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ہم تعداد میں ایک ہزار سے زائد تھے۔نماز کا وقت آ گیا۔آپ نے پوچھا"کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی ہے؟آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا۔حضور اکرم ﷺ نے اسے پیالے میں ڈالا۔آپ نے اچھی طرح وضوء کیا،پھر واپس تشریف لے آئے۔پیالے کو ادھر ہی چھوڑ دیا۔صحابہ کرام پیالے پر چھا گئے۔انہوں نے کہا"مسح کر لو مسح کر لو جب آپ نے یہ آوازیں سنیں تو فرمایا"ٹھہر جاؤ"آپ نے اپنا دست اقدس پانی میں رکھا،پھر فرمایا"سبحان اللہ!"پھر فرمایا"مکمل وضو کرو"مجھے اس ذات بابرکات کی قسم!جس نے مجھے بینائی کی آزمائش میں ڈالا ہے۔میں نے اس روز پانی کے چشمے دیکھے جو آپ کی انگلیوں میں سے نکل رہے تھے۔آپ نے دست اقدس نہ اٹھایا حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضوء کر لیا۔(امام احمد،شیخان)ابن کثیر نے لکھا ہے۔"ظاہر یہی ہے کہ یہ سابقہ معجزہ کے علاوہ ایک اور معجزہ ہے۔"

۱۰۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔آپ نے فرمایا:"تم میں سے

ہرایک اپنے برتن میں سے دیکھنے صرف ایک شخص کے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔آپ نے اسے برتن میں انڈیلا۔ پھر فرمایا" وضوء کرلو" میں نے پانی کی طرف دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکل رہا تھا حتیٰ کہ سارے کارواں نے وضوء کرلیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو جمع فرمایا تو صرف اتنا ہی پانی تھا جو پہلے انڈیلا گیا تھا۔(ابونعیم)

۱۱۔ حضرت ابوعمرہ انصاری نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:" ہم ایک غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھوک نے آلیا۔آپ نے برتن منگوایا۔اسے اپنے سامنے رکھا۔آپ نے پانی منگوایا اسے اس برتن میں انڈیلا گیا۔ پھر اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چاہا پڑھا۔ پھر اپنی خنصر انگلی اس میں ڈال دی۔اللہ کی قسم! میں نے آپ کی انگلیاں دیکھیں۔پانی کے ساتھ پانی نکل رہا تھا۔آپ نے لوگوں کو حکم دیا۔انہوں نے وہ پانی نوش جاں کیا۔اپنے مشکیزے بھی بھر لئے۔برتن بھی لئے۔آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آئے۔فرمایا" اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ۔"جو بھی رب تعالیٰ سے ان دو کلمات کے ساتھ روز حشر ملاقات کرے گا۔ وہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔"

۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غزوہ ذات الرقاع میں فرمایا" جابر رضی اللہ عنہ وضو کے لئے اعلان کر دو" میں نے صدا لگائی" وضو کرلو۔وضو کرلو۔" میں نے عرض کی:" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے کارواں میں کسی کے پاس پانی کا قطرہ بھی نہیں۔" ایک انصاری شخص آپ کے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔آپ نے مجھے فرمایا "فلاں انصاری شخص کے پاس جاؤ۔اور دیکھو کہ اس کے مشکیزے میں کچھ پانی ہے" میں اس کے پاس گیا۔اس کے مشکیزے کے منہ پر پانی کا قطرہ تھا۔ جیسے میں انڈیل لیتا تو وہ خشک گھونٹ ہوتا۔میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی" آپ نے فرمایا:" جاؤ اور وہی لے آؤ" میں گیا اور اسے لے آیا آپ نے اسے دست اقدس پر ڈالا۔آپ کچھ پڑھنے لگے۔

میں نہیں جانتا کہ آپ نے کیا پڑھا۔ پھر اسے اپنے ہاتھ لگا کر دیکھا اور مجھے عطا کر دیا۔فرمایا" جابر رضی اللہ عنہ آواز دو "کارواں کے پیالے۔میں نے کہا" اے کارواں کے پیالے" میں اسے لے آیا۔میں نے اسے آپ کے سامنے رکھا۔آپ نے اپنا دست اقدس اس پیالے میں یوں رکھا۔اسے اس پیالے میں پھیلایا۔انگلیاں پھیلائیں، پھر اسے پیالے کے پیندے میں رکھ دیا۔فرمایا" جابر اسے پکڑو۔اسے مجھ پر انڈیلو اور بسم اللہ پڑھ لو۔" میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا تھا۔ پیالہ بھر گیا۔اسے کھولا گیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا فرمایا" جابر آواز دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آکر پانی لے جائے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے۔انہوں نے پانی پیا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔آپ نے پیالے میں سے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ بھرا ہوا تھا۔"(مسلم، بیہقی، ابونعیم)

۱۳۔ حضرت حبان ابن بح صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:" میری قوم نے کفر کیا۔مجھے خبر ملی کہ حضور اکرم

ﷺ نے ان کے لئے ایک لشکر تیار کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ میں نے عرض کی: "میری قوم اسلام پر ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسی طرح ہے" میں نے عرض کی: "ہاں! میں رات سے لے کر صبح تک آپ کے ساتھ ہی رہا۔ میں نے نماز کے لئے اذان دی۔ وقت صبح آپ نے مجھے ایک برتن دیا۔ میں نے اس سے وضو کیا آپ نے اپنی مبارک انگلیاں اس برتن میں رکھ دیں۔ وہاں سے چشمے نکل پڑے۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو وضو کرنا چاہے وہ وضو کرلے" میں نے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ آپ نے مجھے ان کا امیر مقرر کیا۔ مجھے ان کے صدقات عطا کئے۔ ایک شخص نے عرض کی" یارسول اللہ! ﷺ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے" آپ نے فرمایا: مسلمان شخص کے لئے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔" پھر ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے صدقہ کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: "صدقہ سر میں درد اور پیٹ میں آگ ہے" میں نے اپنا نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جس میں آپ نے مجھے امیر بنایا تھا اور صدقات پر عامل بنایا تھا۔ آپ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: "میں کیسے اسے قبول کرلوں، حالانکہ میں نے آپ سے وہ کچھ سنا جو سنا" آپ نے پوچھا "تم نے کیا سنا ہے؟"

تنبیہ

پانی رواں ہونے کا معجزہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اسے امام احمد اور الطبرانی نے دو اسناد سے امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود سے الطبرانی نے حضرت ابویعلی والد عبدالرحمن امام مسلم حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابونعیم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے ابونعیم سے حضرت ابوعمرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

تیسرا باب

برتن اور پیالے کا پانی زیادہ ہو جانا

ا۔ امام احمد شیخان اور الطبری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے۔ آپ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا" کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کی: "ہاں! وضو کے برتن میں کچھ پانی ہے" آپ نے فرمایا: "اسے لے آؤ" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا" آؤ اور اس سے وضو کرلو" آپ ان پر پانی انڈیلنے لگے۔ ایک گھونٹ رہ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اس برتن کی حفاظت کرنا۔ اس سے عظیم معجزہ رونما ہو

گا.....صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہلاک ہو گئے'ہمیں پیاس لگی ہے گردنیں ٹوٹنے لگیں ہیں" آپ نے فرمایا:"تمہیں ہلاکت کاسامنا نہ کرنا پڑے" پھر فرمایا"ابوقتادہ رضی اللہ عنہ وہ برتن لے کر آؤ" میں نے جو برتن آپ کی خدمت میں پیش کر دیا" فرمایا" میرے لئے میرا پیالہ کھولو۔" میں نے اسے کھولا اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ اس میں سے انڈیلنے لگے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پلانے لگے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھیڑ بنالی۔آپ نے فرمایا:"لوگو! سرداروں سے اچھا سلوک کرو۔عنقریب تم سب سیراب ہو جاؤ گے۔"قوم نے پانی پیا۔اپنی سواریوں کو پلایا۔جانوروں کو پلایا۔اپنے برتن'مشکیزے اور توشے دان بھر لئے'حتیٰ کہ میرے اور آپ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔"آپ نے فرمایا:"ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پی لو۔"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے آپ پی لیں۔آپ نے فرمایا:"قوم کا ساقی (پلانے والا) سب سے آخر میں پیتا ہے"میں نے پانی پیا۔آپ نے بعد میں پانی نوش جاں فرمایا۔اس برتن میں ابھی تک پہلے کی طرح ہی پانی تھا۔اس وقت وہاں تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے!

۲۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کی معیت میں ہم بنو ہوازن سے جہاد کے لئے نکلے'ہمیں سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ایک برتن میں پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے حکم دیا تو اسے پیالے میں انڈیل دیا گیا۔ہم وضو کرنے لگے حتیٰ کہ ہم سب نے وضو کرلیا" دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اسے پیالے میں انڈیلا'ہم سب نے وضو کرلیا۔ہم نے بہت سا پانی گرایا۔ہماری تعداد چودہ سو تھی۔"

چوتھا باب

چشمہ تبوک کا پانی زیادہ ہو جانا

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے'امام مالک اور امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے وقت فرمایا"تم عنقریب کل تبوک کے چشمے تک پہنچو گے۔تم وہاں چاشت کے وقت پہنچو گے'جو وہاں پہنچے تو وہ اس کے پانی کو نہ چھوئے'حتیٰ کہ میں وہاں پہنچ جاؤں"ہم وہاں پہنچے تو دو شخص ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔چشمہ تسمے کی طرح تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔"آپ نے ان دونوں سے پوچھا۔کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے"انہوں نے عرض کی:"ہاں! آپ نے انہیں وہ کچھ کہا جو رب تعالیٰ نے چاہا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تھوڑا تھوڑا پانی لیا حتیٰ کہ کچھ پانی جمع ہو گیا۔آپ نے اپنا چہرہ انور اور ہاتھ اس میں دھو لئے'پھر وہ پانی اس میں گرا دیا۔چشمے سے بہت سا پانی نکلنے لگا۔لوگوں نے جی بھر کر پانی پی لیا'پھر فرمایا"معاذ! عنقریب تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ اس چشمے نے بہت سے باغات کو سیراب کر دیا ہو گا۔"

پانچواں باب

قباء کے کنویں کا پانی زیادہ ہو جانا

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کے ہاں قباء میں تشریف لائے۔ وہاں کے کنویں کے متعلق پوچھا۔ میں انہیں وہاں تک لے گیا۔ انہوں نے فرمایا: "یہی کنواں تھا اگر ایک شخص اپنے گدھے پر پانی لاتا تو اس کا پانی ختم ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے۔ آپ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا۔ آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے وضو کیا یا اس میں لعاب دہن پھینکا پھر حکم دیا تو اسے اس کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد اس کنویں کا پانی ختم نہیں ہوا۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وضو میں سے بقیہ پانی قباء کے کنویں میں پھینک دیا اس کے بعد اس کا پانی ختم نہ ہوا۔"

چھٹا باب

یمن کے ایک کنویں کا پانی کثیر ہو جانا

ابن ابی اسامہ، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا ایک کنواں ہے۔ موسم سرما میں اس کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے ہم اس پر جمع ہو جاتے ہیں۔ موسم گرما میں اس کا پانی قلیل ہو جاتا ہے۔ ہم اس کے اردگرد دیگر چشموں پر چلے جاتے ہیں۔ ہم اسلام لا چکے ہیں۔ ہمارے اردگرد ہمارے دشمن آباد ہیں۔ ہمارے کنویں کے متعلق رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ وہ ہمیں اس کا پانی پلائے۔ ہم اسی پر اکٹھے رہیں گے۔ ہم جدا نہ ہوں گے۔ آپ نے سات سنگریزے منگوائے۔ انہیں اپنے دست اقدس میں پھیرا۔ ان میں دعا مانگی، پھر فرمایا "یہ کنکریاں لے جاؤ۔ جب تم کنویں تک پہنچو تو ایک ایک کر کے اس میں گراتے جانا۔ رب تعالیٰ کا نام لیتے جانا" ہم نے اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کہا تھا۔ (برکت کی وجہ سے) ہم اس کنویں کی گہرائی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

ساتواں باب

رہاط یمن میں ایک جاگیر کا پانی کثیر ہو جانا

ابونعیم نے راشد بن عبدربہ سلمی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "معلاۃ کے مقام پر سواع بت تھا۔ بنوظفر نے مجھے ھدیہ دے کر اس کی طرف بھیجا۔ میں فجر کے وقت سواع سے پہلے ایک اور بت کے پاس پہنچا۔ اس کے پیٹ سے ایک پکارنے والا پکار رہا تھا "تعجب! مکمل تعجب! بنوعبدالمطلب میں سے ایک نبی کا ظہور ہوا ہے۔ وہ زنا، سود اور بتوں پر جانور ذبح کرنے کو حرام فرما رہے ہیں۔ آسمان کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اب ہمیں شہاب مارے جاتے ہیں" پھر دوسرے بت میں سے ایک پکارنے والے نے پکارا "ضماد کو ترک کر دیا گیا ہے۔ پہلے اس کی پوجا ہوتی تھی۔ احمد مجتبیٰ ﷺ کا ظہور ہو گیا ہے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ زکوٰۃ، روزے، حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔"

پھر ایک اور بت سے آواز آئی "وہ ذات بابرکات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت وحدانیت کی وارث بنی اس کا تعلق قریش کے ساتھ ہے۔ وہ ہدایت یافتہ نبی ہیں۔ وہ گزشتہ زمانے کی خبریں بتاتے ہیں، اور آئندہ کل کے بارے بتا دیتے ہیں۔" حضرت راشد کہتے ہیں: "میں وقت صبح سواع کے پاس پہنچ گیا دو لومڑ اس کا اردگرد چاٹ رہے تھے اور اس کو دیئے جانے والے ہدیے کھا رہے تھے پھر اس پر چڑھ کر پیشاب کر رہے تھے۔ اس وقت میں نے کہا۔

ارب یبول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑ پیشاب کریں۔ وہ تو ذلیل ہو گیا جس پر لومڑ پیشاب کریں۔

اس وقت حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لا چکے تھے۔ حضرت راشد رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اسلام قبول کر لیا، اور آپ کی بیعت کر لی۔ پھر آپ سے رہاط کے مقام پر ایک جاگیر طلب کی۔ آپ نے انہیں ایک جاگیر عطا کر دی۔ پانی سے لبریز ایک برتن بھی عطا کیا۔ اس میں لعاب دہن ملایا اور ان سے فرمایا "اسے جاگیر کے بلند حصے پر گرا دینا" اور لوگوں کو اس کی فالتو اشیاء سے منع نہ کرنا" انہوں نے اسی طرح کیا وہ ایک بڑے چشمے کی طرح پانی رواں ہو گیا، جو آج تک جاری ہے۔ وہاں کھجوریں لگائی گئیں۔ سارا رہاط اسی سے سیراب ہوتا تھا۔ لوگ اسے ماء الرسول ﷺ (چشمہ رسول) ﷺ سے یاد کرتے تھے۔ اہل رہاط اس سے غسل کرتے تھے اور اس سے پانی پیتے تھے۔"

آٹھواں باب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کنویں کا پانی کثیر ہو جانا

ابونعیم اور بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں رونق افروز ہوئے۔ ہم نے آپ کو اس کنویں کا پانی پیش کیا جو ہمارے گھر میں تھا۔ اسے جاہلیت میں نزور کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن پھینکا۔ اس کے بعد اس کا پانی کبھی ختم نہ ہوتا تھا۔"

نواں باب

حدیبیہ کے کنویں کا پانی کثیر ہو جانا

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کی معیت میں حدیبیہ پہنچے ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ہم نے حدیبیہ کے کنویں کا سارا پانی نکال لیا تھا۔ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے پر جلوہ افروز ہو گئے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کی خدمت اقدس میں ایک ڈول پیش کیا گیا۔ جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملایا اور دعا مانگی، پھر فرمایا "اسے کچھ دیر کے لئے چھوڑ دو" حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ کنواں لبالب بھر گیا۔ انہوں نے خود اور اپنی سواریوں کو سیراب کر دیا۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا۔"

دسواں باب

غرس کے کنویں کا پانی کثیر ہو جانا

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ قباء آئے۔ آپ غرس کے کنویں کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے گدھے پر پانی لایا جاتا تھا پھر ہم سارا دن گزار دیتے۔ ہمیں اس میں سے پانی نہ ملتا۔ آپ نے ڈول میں لعاب دہن ملایا اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ وہ کنواں پانی سے بھر گیا۔

گیارھواں باب

دو مشکیزوں کا پانی کثیر ہو جانا

امام احمد، شیخان، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کسی سفر میں تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ کسی اور شخص کو ساتھ ہی یاد فرمایا۔ دوسرے شخص شاید عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا "جاؤ، پانی تلاش کرو، تم فلاں جگہ ایک عورت کو پاؤ گے اس کے پاس ایک اونٹ ہوگا۔ جس پر دو مشکیزے ہوں گے۔ تم اس عورت کو لے آؤ۔" وہ دونوں روانہ ہوئے۔ انہوں نے ایک عورت کو دیکھا۔ "وہ مشکیزوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مشکیزے اونٹ پر تھے۔ اس عورت سے پوچھا "پانی کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا" میں کل اس ساعت سے یہ پانی لے کر آ رہی ہوں" انہوں نے کہا" پھر ہمارے ساتھ چلو" عورت: کہاں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: ان کے ساتھ، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ عورت: اس شخص کے پاس جسے صابی کہا جاتا ہے۔" انہوں نے کہا" تیری مراد وہی ہیں" وہ اسے لے کر چلے اور بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا، اور اس کی داستان بیان کی۔ آپ نے فرمایا: "اسے اس کے اونٹ سے اترنے کے لئے کہو" آپ نے برتن منگوایا۔ مشکیزوں کے منہ سے اس میں پانی انڈیلا گیا۔ آپ نے اس میں کلی کی، پھر اسے مشکیزوں کے منہ میں ڈال دیا۔ ان کے منہ باندھ دیئے، پھر وہ مشکیزے چھوڑ دیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اعلان کر دیا گیا۔ خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ، جس نے چاہا خود پی لیا۔ جس نے چاہا۔ اس نے اپنے جانور کو پلا دیا۔ ہم نے اپنے سارے مشکیزے اور برتن بھر لئے۔" عورت کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسے اس سے دور کر دیا گیا تھا۔ اس نے گمان کیا کہ اس کا مشکیزہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا ہے۔" حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اس کے لئے کھانا جمع کرو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عورت کے لئے عجوہ کھجوریں، آٹا اور ستو جمع کئے، حتیٰ کہ اس کے لئے بہت سا کھانا جمع ہو گیا۔ انہوں نے اسے ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اسے اس کے اونٹ میں رکھ دیا۔ کپڑے اس کے سامنے رکھ دیئے۔ انہوں نے اسے کہا" کیا تجھے علم ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب کیا ہے" اس عورت نے اور اس کی قوم نے اسلام قبول کر لیا تھا۔"

تنبیہات

ا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی نے اس عورت سے کہا" وہی تمہاری مراد ہیں" یہ حسن ادب ہے۔ اگر وہ انہیں "نہیں" جواب دیتے تو مقصود ختم ہو جاتا لیکن انہوں نے اس سے عمدہ جواب دیا اس میں طلب تقریر ہے۔

اس سے اچھی جان چھڑالی۔"
۲۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس عورت کو پکڑا اور اس کا پانی لینے کو جائز سمجھا، کیونکہ وہ کافرہ حربیہ تھی اگر فرض کر لیا جائے کہ اس کا معاہدہ تھا تو پیاس کی ضرورت مسلمان کے لئے مباح کر دیتی ہے، کہ وہ غیر کی ملکیت سے بدلہ میں لے لے۔ ورنہ شارع (علیہ السلام) کے نفس نفیس پر علی سبیل الوجوب ہر چیز فدا کر دی جاتی ہے۔"

بارھواں باب

یمن کے ایک کنویں کا پانی شیریں ہو جانا

ابن سکن نے ھمام بن نقید السعدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ ہم نے اپنے لئے کنواں کھودا ہے۔ اس کا پانی نمکین ہے۔ آپ نے مجھے ایک برتن دیا جس میں پانی تھا" آپ نے فرمایا: "اسے اس کنویں میں انڈیل دینا" میں نے وہ پانی کنویں میں ڈال دیا۔ اس سے وہ شیریں ہو گیا۔ اس کا پانی یمن کے سارے کنوؤں سے زیادہ میٹھا تھا۔"

تیرھواں باب

زمین سے پانی کا چشمہ رواں ہو جانا

۱۔ ابن سعد نے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب ابو طالب نے فرمایا: "وہ سب سے پہلا عجیب واقعہ جو میں نے اپنے بھتیجے سے دیکھا وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اونٹوں میں ذوالمجاز کے مقام پر تھے۔ سخت گرمی کا دن تھا۔ آپ میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے سخت پیاس نے آلیا۔ میں نے عرض کی: "میرے بھتیجے! مجھے پیاس اذیت دے رہی ہے" آپ نے اپنی ٹانگیں ٹیڑھی کیں اور نیچے اتر آئے۔ فرمایا "چچا جان علیہ السلام پانی چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: "نیچے اتریں" میں نیچے اترا۔ ایک چٹان تک پہنچے اسے اپنی مبارک ٹانگ سے ضرب ماری۔ کچھ پڑھا۔ وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا جس کی مثل میں نے چشمہ نہ دیکھا تھا۔ میں نے پانی پیا حتیٰ کہ میں سیراب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا آپ سیراب ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کی: "ہاں" آپ نے دوسری بار ضرب لگائی تو وہ پہلے کی مانند ہو گیا۔"

۲۔ ابونعیم نے حضرت خدیج بن سدرہ بن علی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی اور جد امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ ہم القاحۃ نازل ہوئے۔ اسے آج کل السقیا کہا جاتا ہے۔ (اس کا معنی چشمہ ہے) اس وقت وہاں پانی نہ تھا۔ آپ نے بنو غفار کے چشموں کی طرف ایک شخص کو بھیجا جو القاحہ سے ایک میل دور تھے۔ آپ وادی کے مرکز میں خیمہ زن ہو گئے۔ آپ کے ایک صحابی وادی کے دامن میں لیٹ گئے۔ انہوں نے وہاں سے سنگریزے الٹ پلٹ کئے۔ ان کو صدا آئی تو وہ بیٹھ گئے۔ غور سے دیکھا تو وہاں پانی کا چشمہ جاری ہو چکا تھا۔ انہوں نے آپ کو بتایا۔ آپ نے بھی پانی نوش کیا اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی پیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ چشمہ (سقیا) ہے۔ جس سے رب تعالیٰ نے تمہیں سیراب کیا ہے" اس وقت سے اس کا نام "سقیا" پڑ گیا۔

کھانے کے متعلق آپ کے معجزات

پہلا باب

پیالے میں دودھ زیادہ ہو جانا

امام احمد شیخان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں بھوک کی وجہ سے اپنا کلیجہ زمین کے ساتھ لگا تا تھا۔ میں نے (پیٹ) پہ بھوک کی وجہ سے پتھر باندھا تھا۔ میں ایک دن اس رستے پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہر نکلتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے کتاب الہی کی ایک آیت کے بارے پوچھا۔ میں نے صرف اس لئے پوچھا تھا تاکہ وہ مجھے کچھ کھلائیں۔ وہ آگے چلے گئے۔ انہوں نے اس طرح نہ کیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان سے کتاب زندہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے کھانے کے لئے کچھ دیں۔ وہ بھی آگے گزر گئے۔ انہوں نے اس طرح نہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میرے اندر کی کیفیت اور چہرے کی حالت دیکھ لی۔ فرمایا "ابو ہریرہ" میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم" "میرے ساتھ آجاؤ" آپ آگے روانہ ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ میں نے اذن طلب کیا تو مجھے اجازت مل گئی۔ میں اندر حاضر ہوا۔ میں نے پیالے میں دودھ دیکھا۔ آپ نے پوچھا "یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اندر سے آواز آئی "فلاں یا فلانہ نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ" میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" آپ نے فرمایا: "اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ۔ انہوں نے فرمایا: "اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ وہ نہ تو اہل وعیال رکھتے تھے نہ ہی ان کے پاس مال تھا۔ جب آپ کی خدمت میں صدقہ آتا تو آپ وہ صدقہ اہل صفہ کی طرف بھیج دیتے۔ آپ اس میں سے خود کچھ بھی تناول نہ فرماتے۔ جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو اس میں سے خود بھی تناول فرمالیتے اور اہل صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیتے۔ مجھے یہ امر اچھا نہ لگا۔ میں نے کہا "اہل صفہ اس دودھ سے کیا کریں گے؟ میں چاہتا تھا کہ میں خود ہی سارا دودھ پی جاؤں اور بقیہ دن اور رات اس سے تقویت حاصل کروں۔ میں قاصد ہوں۔ جب وہ آئیں تو آپ مجھے حکم دیں کہ میں یہ دودھ انہیں دے

دوں۔شاید مجھے اس دودھ میں سے کچھ نصیب نہ ہو سکے۔اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔میں اہل صفہ کے پاس آیا،اور انہیں دعوت دی۔انہوں نے وہ دعوت قبول کر لی۔حجرہ مبارکہ میں بیٹھ گئے۔آپ نے فرمایا:"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ"میں نے عرض کی:"لبیک یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"آپ نے فرمایا:"یہ پیالہ لو اوران کو دو"میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک صحابی کو دینے لگا۔وہ سیراب ہو جاتا پھر پیالہ لیتا اور دوسرے صحابی کو دینے لگتا،حتیٰ کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گیا۔سارے حضرات سیراب ہو چکے تھے۔آپ نے پیالہ لیا۔اسے اپنے دست اقدس پر رکھا۔میری سمت دیکھا تو مسکرائے۔فرمایا"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ"میں نے عرض کی:"لبیک یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"آپ نے فرمایا:"میں اور تم رہ گئے ہیں"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سچ فرمایا ہے"آپ نے فرمایا:"بیٹھو اور پی لو"میں نے اسے پیا حتیٰ کہ میں نے کہا"مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔اب مزید دودھ پینے کی گنجائش نہیں۔میں نے پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔بسم اللہ پڑھی،اور بقیہ دودھ نوش فرما گئے۔

دوسرا باب

بکری کا دودھ زیادہ ہو جانا

امام احمد،ابوداؤد طیالسی،ابن سعد اور الطبرانی نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"انہوں نے فرمایا: "حضرت خباب کسی سریہ کے لئے تشریف لے گئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے اور ہماری بکری کو دوہتے تھے۔آپ ہمارے پیالے میں اس کا دودھ نکالتے تھے۔وہ پیالہ بھر جاتا۔جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اسے دوہا تو اس کا دودھ پہلے کی طرح تھا۔میری والدہ صاحبہ نے کہا"تم نے تو ہماری بکری خراب کر دی ہے"انہوں نے پوچھا:"وہ کیسے؟"امی جان نے کہا:"یہ تو اس پیالے کو بھر دیتی تھی۔"والد گرامی نے پوچھا:"اس کا دودھ کون نکالتا تھا۔"انہوں نے کہا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"والد گرامی نے کہا:"تم مجھے آپ کے ساتھ ملاتی ہو۔بخدا! آپ کی برکت سب سے عظیم ہے۔"

۲۔ امام بیہقی نے حضرت نضلہ بن عمرو انصاری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے برتن میں دودھ نکالا آپ نے اسے پیا پھر حضرت نضلہ نے پیا،اور وہ بھی سیراب ہو گئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو اس سے دودھ پیتا تھا،لیکن سیراب نہ ہوتا تھا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"مومن ایک آنت میں کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔"

۳۔ حضرت امام بیہقی نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی طرف پیغام بھیجا۔آپ کھانا طلب فرما رہے تھے۔آپ کے پاس کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے،مگر

کسی کے ہاں سے کھانا نہ ملا۔آپ نے گھر میں ایک بکری دیکھی۔اس نے کبھی کوئی بچہ نہ جنا تھا۔آپ نے اس کی کھیری کی جگہ پر دست کرم لگایا۔اس کی ٹانگوں کے مابین کھیری دودھ سے لبریز ہوگئی۔آپ نے برتن منگوایا اس میں اس کا دودھ نکالا۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں بھیجا، پھر اس کا دودھ نکالا،خود بھی پیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی پلایا۔"

تیسرا باب

حضرت ام سلیم، حضرت ام اوس بہزیہ، حضرت ام شریک دوسیہ، حضرت حمزہ اسلمی، حضرت ام مالک بہزیہ انصاریہ رضی اللہ عنہم کے گھی کے مشکیزے

ابویعلی،الطبرانی،ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ام انس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہماری ایک بکری تھی۔میں نے اس کا گھی ایک چھوٹے سے مشکیزے میں جمع کیا اس کا مشکیزہ بھر دیا۔میں نے اسے ایک لونڈی کے ہمراہ بھیجا۔اسے کہا"اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرآؤ"اس نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گھی کا مشکیزہ ہے،جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔"آپ نے فرمایا:"ان کا مشکیزہ خالی کردو" حضرت ام سلیم کا مشکیزہ خالی کر کے اس لونڈی کے حوالے کیا گیا۔وہ اسے لے کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔انہوں نے دیکھا کہ ان کا مشکیزہ گھی سے لبریز تھا اس سے قطرات بہہ رہے تھے۔حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے لونڈی سے فرمایا"کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جاؤ"اس نے کہا"میں نے اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیا تھا۔اگر تمہیں یقین نہیں تو تم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا کر اس کی تصدیق کرو" حضرت ام سلیم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا مشکیزہ بھیجا تھا۔آپ نے فرمایا:"تمہاری لونڈی نے وہ پیش کر دیا تھا" حضرت ام سلیم نے عرض کی"مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔وہ مشکیزہ تو گھی سے بھرا ہوا ہے اس سے گھی ٹپک رہا ہے۔"آپ نے فرمایا:"اے ام سلیم رضی اللہ عنہا کیا تمہیں تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی طرح کھلا دے جیسے تم نے اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلایا ہے۔خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔""وہ اپنے گھر واپس آئیں"وہ ہمیں اس طرح اس طرح چوری بنا کر دیتی رہیں۔انہوں نے اس میں اتنا گھی چھوڑا جو ہمیں ایک یا دو ماہ کے لئے کافی ہو گیا۔"

۲۔ الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ام اوس بہزیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے اپنا گھی جمع کیا۔اسے ایک مشکیزے میں ڈال دیا اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطور تحفہ بھیجا۔آپ نے اسے قبول کر لیا۔

آپ نے تھوڑا گھی مشکیزے میں چھوڑ دیا۔ آپ نے اس میں پھونک ماری۔ برکت کی دعا کی، پھر فرمایا "اس کا مشکیزہ اسے واپس دے دو" اسے انہیں واپس کیا گیا تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے گمان کیا کہ شاید آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئیں۔ وہ عرض کر رہی تھیں "یارسول اللہ! ﷺ میں نے یہ گھی آپ کے لئے جمع کیا ہے تاکہ آپ اسے تناول فرمائیں" آپ کو علم ہوگیا کہ آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور اسے کہو کہ وہ اپنا گھی استعمال کرے اور برکت کے لئے دعا کرے۔"

وہ اسی مشکیزے میں سے آپ کی حیات طیبہ میں حضرات صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں اسی سے کھاتی رہیں، حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین رونما ہوا جو ہوا۔"

۳۔ حضرت امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قبیلہ دوس کی ایک عورت تھی جسے ام شریک کہا جاتا تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اس نے کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جو اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پہنچا دے۔ اسے ایک یہودی شخص ملا۔ اس نے کہا "آؤ میں تمہاری رفاقت میں جاتا ہوں" انہوں نے کہا "مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنا مشکیزہ پانی سے بھرلوں" اس نے کہا "میرے پاس پانی ہے" وہ اس کے ساتھ عازم سفر ہوگئی۔ وہ رات تک چلتے رہے۔ یہودی نیچے اترا اس نے اپنا دسترخوان بچھایا اور کھانے لگا۔ اس نے کہا "ام شریک! آؤ کھانا کھالو" انہوں نے فرمایا: "پہلے مجھے پانی پلا۔ بخدا! میں تشنہ لب ہوں میں اس وقت تک کچھ نہیں کھا سکتی حتیٰ کہ میں پی لوں" یہودی نے کہا "میں تمہیں ایک قطرہ بھی نہ دوں گا حتیٰ کہ تم یہودیت اختیار کرلو" انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں کبھی بھی یہودیت اختیار نہ کروں گی۔" وہ اپنے اونٹ کے پاس گئیں۔ اسے باندھا اس کے گھٹنے پر اپنا سر رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! مجھے ڈول کی ٹھنڈک نے بیدار کیا۔ جو میری پیشانی پر گر رہا تھا۔ اپنا سر بلند کیا۔ میں نے پانی دیکھا۔ جو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے اسے پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گئی۔ میں نے اسے اپنے مشکیزے پر چھڑکا اسے تر کیا پھر اسے بھرلیا، پھر اسے میرے سامنے سے اٹھالیا گیا۔ میں اسے دیکھ رہی تھی حتیٰ کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔ وقت صبح وہ یہودی آیا۔ اس نے کہا ام شریک! انہوں نے فرمایا: "بخدا! مجھے رب تعالیٰ نے پلا دیا ہے" یہودی، کہاں سے؟ کیا تم پر آسمان سے پانی اترا؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! بخدا! میرے لئے آسمان سے پانی اترا، پھر وہ میرے سامنے بلند ہوگیا حتیٰ کہ آسمان میں چھپ گیا۔" پھر حضرت ام شریک بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوگئیں۔ اپنا آپ حضور اکرم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ انہیں تیس صاع (جو) کا حکم دیا۔ فرمایا "انہیں کھاؤ مگر انہیں ماپنا نہیں۔ ان کے پاس گھی کا مشکیزہ تھا جو وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بطور تحفہ لے کر آئی تھیں۔ انہوں نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ اسے اٹھا کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں لے جائے۔" وہ لے کر گئیں۔ آپ کے اہل خانہ نے اسے لیا اور انڈیل لیا۔

جب وہ اپنا مشکیزہ لے کر واپس جانے لگی تو آپ نے اسے فرمایا: "اسے لٹکا دینا اور اس کا منہ نہ باندھنا۔" حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا اندر گئیں، تو انہوں نے دیکھا کہ وہ مشکیزہ بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اس لونڈی سے کہا: "کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ تم اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جاؤ" اس نے کہا "میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، پھر اسے مجھے دیا گیا، تو اس میں کچھ بھی نہ تھا، لیکن آپ نے فرمایا: "اسے لٹکا لینا اور اس کا منہ نہ باندھنا" اس امر کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا گیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اس کا منہ نہ باندھیں" وہ مشکیزہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ حضرت ام شریک نے اس کا منہ باندھ دیا۔ انہوں نے جو ماپ لئے۔ وہ ابھی تک تیس صاع ہی تھے ان میں کچھ بھی کمی نہ ہوئی تھی۔"

۴۔ الطبرانی، البیہقی اور ابونعیم نے محمد بن عمرو بن حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے جد امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔ میں اس میں آپ کی خدمت کے لئے روانہ ہوا۔ میں نے گھی کے مشکیزے کو دیکھا۔ اس میں گھی کم ہو گیا تھا۔ میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا۔ گھی کو دھوپ میں رکھا۔ میں سو گیا۔ مجھے گھی کے بہنے کی آواز نے جگایا۔ میں اٹھا میں نے اس کا سرا اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے چھوڑ دیتے تو یہ وادی گھی سے بہہ پڑتی۔"

۵۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام مالک بہزیہ رضی اللہ عنہا ایک مشکیزہ میں آپ کے لئے گھی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھی۔ اس کے بیٹے ان کے پاس آئے انہوں نے سالن کے بارے میں پوچھا۔ لیکن ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اس مشکیزے کے پاس گئیں۔ جس میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گھی پیش کرتی تھیں۔ انہوں نے اس میں گھی پایا۔ وہ ان کے بیٹوں کے لئے سالن بنتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے اسے نچوڑ لیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسے نچوڑ لیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے اسی طرح چھوڑ دیتی تو یہ اسی طرح رہتا۔"

۶۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کہ وہ گھی کا مشکیزہ لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے نچوڑ لیں، پھر انہیں مشکیزہ دیا۔ جب وہ اسے لے کر گئیں تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دوبارہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے بارے کچھ نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ام مالک کیوں؟ انہوں نے عرض کی: "آپ نے میرا ہدیہ واپس کر دیا ہے" آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور اس کے متعلق پوچھا "انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے اسے اتنا نچوڑا حتیٰ کہ مجھے حیاء آنے لگی۔ آپ نے فرمایا: "ام مالک رضی اللہ عنہا تمہیں مبارک ہو" یہ برکت ہے جس کا ثواب اللہ تعالیٰ نے تمہیں جلد دے

دیا ہے۔"

چوتھا باب

جو زیادہ ہو جانا

۱۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے کھانا مانگا۔ آپ نے اسے نصف وسق کھانا عطا کیا۔ انہیں وہ اس کی بیوی اور ان کے مہمان کھاتے رہے، حتیٰ کہ انہوں نے اسے ماپ لیا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم انہیں نہ ماپتے تو تم انہیں کھاتے رہتے تو وہ ختم نہ ہوتے۔"

۲۔ امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شادی کے متعلق آپ سے استطاعت طلب کی۔ آپ نے ان کا نکاح ایک عورت سے کر دیا۔ آپ نے تلاش کیا، مگر آپ کو کچھ نہ مل سکا۔ آپ نے حضرات ابورافع اور ابوایوب رضی اللہ عنہما کو اپنی زرہ دے کر بھیجا۔ انہوں نے اسے ایک یہودی کے ہاں بطور رہن رکھا اور اس سے تیس صاع جو لئے۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیئے۔" راوی کہتے ہیں ہم نے ان میں سے نصف صاع کھایا پھر انہیں ماپا ہم نے دیکھا کہ وہ اتنے ہی تھے جتنے ہم نے داخل کئے تھے۔ حضرت نوفل فرماتے ہیں "میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا آپ نے فرمایا: "اگر تم انہیں نہ ماپتے تو تادم زیست انہیں کھاتے رہتے۔"

۳۔ شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کا وصال ہوا تو کاشانہ اقدس میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جسے جگر والی چیز کھا سکتی۔ صرف نصف وسق جو تھے جو میرے طاق میں تھے۔ میں انہی سے کھاتی رہی حتیٰ کہ کافی مدت گزر گئی۔ میں نے اسے ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

پانچواں باب

کھجوریں کثیر ہو جانا

۱۔ امام احمد، ابن سعد، ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے کئی طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا: "مجھے اسلام میں تین ایسی مصیبتیں پہنچی ہیں جس کی مثل مجھے کبھی نہیں پہنچیں۔ ا۔حضور اکرم ﷺ کا وصال۔ ۲۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت۔ ۳۔میرے توشہ دان کا گم ہو جانا۔"

زید بن ابی منصور نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! توشہ دان سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی غزوہ میں تھے۔کھانے کی قلت پیدا ہوگئی۔آپ نے مجھے پوچھا "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: "میرے توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں" آپ نے فرمایا "انہیں لے آؤ" میں توشہ دان لے آیا۔آپ نے فرمایا: "دسترخوان لے آؤ" میں دسترخوان لایا۔میں نے اسے بچھایا۔آپ نے اپنا دست اقدس توشہ دان میں داخل کیا اور کھجوریں پکڑ لیں۔وہ اکیس کھجوریں تھیں۔آپ ایک ایک کھجور کر کے رکھتے گئے اور بسم اللہ بھی پڑھتے گئے، حتیٰ کہ آپ کھجوروں پر آئے۔انہیں جمع کیا آپ نے فرمایا: "دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاؤ" میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا۔انہوں نے کھجوریں کھائیں حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔اسی طرح سارا لشکر سیر ہوگیا۔کھجوریں اب بھی باقی تھیں۔میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میرے لئے ان میں برکت کی دعا کریں" آپ نے وہ کھجوریں لیں اور ان میں برکت کی دعا کی، پھر فرمایا "انہیں لو اور انہیں توشہ دان میں رکھ لو۔جب ضرورت پڑھے۔ان میں سے کھجوریں نکال کر کھالینا۔انہیں اوندھا نہ کرنا ورنہ یہ ختم ہو جائیں گی۔" جب بھی میں کھجوریں کھانا چاہتا۔میں توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اور کھجوریں کھالیتا۔میں نے اس میں سے پچاس وسق کھجوریں راہ خدا میں دیں تھیں۔ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرات صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں اس میں سے کھاتے رہے۔وہ میرے کجاوے کے پیچھے معلق تھا۔جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو جو کچھ میرے گھر میں تھا اسے لوٹ لیا گیا۔وہ توشہ دان بھی لوٹ لیا گیا۔" دوسری روایت میں ہے "ہم اس میں سے کھاتے رہے حتیٰ کہ جب اہل شام کا آخری حملہ ہوا۔جب انہوں نے مدینہ طیبہ پر غارت مچائی تھی تو نہ جانے یہ کہیں گم ہوگیا۔کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ میں نے اس سے کتنی کھجوریں کھائی تھیں۔میں نے اس سے دو سو وسق سے زیادہ کھجوریں کھائی تھیں۔"

۲۔ ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ تھا۔ایک شب آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ہم نے توشہ دان جھاڑ دیا ہے۔"

آپ نے فرمایا: "ذرا غور سے دیکھو شاید تمہیں کچھ مل جائے" انہوں نے سارے توشہ دان لئے اور ایک ایک کر کے جھاڑنے لگے۔کسی سے ایک کسی سے دو کھجوریں گریں۔میں نے دیکھا۔آپ کے دست اقدس میں سات کھجوریں تھیں، پھر آپ نے پیالہ منگوایا۔اس میں کھجوریں رکھیں، پھر کھجوروں پر اپنا دست اقدس رکھا، پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام

لے کر کھاؤ" ہم تینوں نے سیر ہو کر کھائیں۔ میں نے کھجوریں گنیں۔ ان کی تعداد چون تھی۔ میں نے انہیں شمار کیا۔ ان کی گٹھلیاں میرے دوسرے ہاتھ میں تھیں۔ میرے دوسرے ساتھی بھی اسی طرح کر رہے تھے۔ ہم سیر ہو گئے ہم نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ وہ سات کھجوریں بالکل اسی طرح تھیں۔ آپ نے فرمایا: "اے بلال رضی اللہ عنہ! انہیں اٹھا لو ان میں سے جو بھی کھائے گا۔ وہ سیر ہو جائے گا۔" جب دوسرا دن آیا۔ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ وہ کھجوریں لے کر آئے۔ ان پر اپنا دست رکھا، پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" ہم نے سیر ہو کر کھایا۔ ہم تعداد میں دس تھے، پھر ہم نے اپنے ہاتھ لئے۔ کھجوریں اسی طرح تھیں جیسے کہ پہلے تھیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر مجھے رب تعالیٰ سے حیاء نہ ہوتی تو ہم بھی کھجوریں کھاتے رہتے حتیٰ کہ ہمارا آخری شخص بھی مدینہ طیبہ پہنچ جاتا" آپ نے وہ کسی بچے کو عطا فرما دیں۔ وہ انہیں ٹھکتا ہوا چلا گیا۔"

۳۔ ابو نعیم نے حضرت محمد بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے معضل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو سعد کے ایک شخص نے کہا "میں آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ اپنے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے۔ آپ ساتویں تھے۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "بلال رضی اللہ عنہ ہمیں کھانا کھلاؤ" انہوں نے دسترخوان بچھایا، پھر آپ کے لئے کچھ نکالنے لگے۔ انہوں نے کچھ ایسی کھجوریں نکالیں جن میں گھی اور پنیر ملا ہوا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھاؤ" ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں تنہا انہیں کھا سکتا تھا" دوسرے روز میں پھر آپ کی خدمت میں گیا۔

دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "بلال رضی اللہ عنہ ہمیں کھلاؤ" وہ اپنے توشہ دان سے مٹھی بھر بھر کر کھجوریں نکالنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "باہر نکالو۔ عرش کے مالک سے افلاس کا اندیشہ نہ کرو" وہ توشہ دان لے آئے، اسے پھیلایا۔ میں نے اندازہ لگایا۔ وہ دو مد کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان کھجوروں پر اپنا ہاتھ رکھا، اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھایا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا حتیٰ کہ میں خوب سیر ہو گیا۔ دسترخوان پر اتنی ہی کھجوریں تھیں جتنی وہ لے کر آئے تھے گویا کہ ہم نے ان میں سے ایک کھجور بھی نہ کھائی تھی، پھر تیسرے دن دس یا گیارہ یا بارہ صحابی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا: "بلال رضی اللہ عنہ ہمیں کھانا کھلاؤ" وہ وہی توشہ دان لے آئے، اسے پھیلایا آپ نے اس پر اپنا دست فیض رساں رکھا اور فرمایا: "رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" ہم نے جی بھر کر کھایا پھر دسترخوان اٹھا لیا گیا۔ آپ نے تینوں ایام میں اسی طرح کیا۔

۴۔ امام احمد، ابو داؤد اور ابن حبان نے دکین بن سعید خثعمی اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ہماری تعداد چالیس تھی۔ ہم نے آپ سے کھانا مانگا۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اٹھو اور انہیں دو" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس

صرف اس قدر ہے جو مجھے اور بچی کو کافی ہے" آپ نے فرمایا: "اٹھو اور انہیں عطا کرو" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ سر تسلیم خم ہے۔" وہ اٹھے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اٹھے۔ وہ ہمیں لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔ وہاں اتنی کھجوریں تھیں گویا کہ بیٹھا ہوا اونٹ ہو۔ انہوں نے فرمایا: "کھجوریں لے لو" ہم میں سے ہر ایک نے اتنی کھجوریں لے لیں جتنی اسے ضرورت تھی۔ میں نے سب سے آخر میں کھجوریں لی تھیں گویا کہ ہم نے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ کی تھی۔

۵۔ الطبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے اسی سند سے روایت کیا ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت ابورجاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے، حتیٰ کہ آپ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہ اسے سیراب کر رہے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا "اگر میں تمہارا باغ سیراب کر دوں تو تم مجھے کیا دو گے" اس نے عرض کی "میں بھرپور کوشش کرتا ہوں لیکن مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے" حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "تم میرے لئے وہ ایک سو کھجوریں منتخب کر دو جنہیں میں خود چن لوں گا" انہوں نے عرض کی: "ٹھیک ہے" آپ نے ڈول لیا جلد ہی اس کا باغ سیراب کر دیا، حتیٰ کہ اس نے کہا "میرا تو باغ ڈوبنے لگا ہے۔" آپ نے اس کی کھجوروں میں سے ایک سو کھجوریں لیں۔ آپ نے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھائیں حتیٰ کہ سارے سیر شکم ہو گئے، پھر وہ سو کھجوریں اسے اسی طرح واپس کر دیں جیسے ان سے لی تھیں۔

۶۔ امام احمد، شیخان نے کئی طرق سے جن کے الفاظ قریب قریب ہیں روایت کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان کے والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ ان پر یہودیوں کے قرض تھے۔ ان میں تیس وسق کھجوریں بھی شامل تھیں۔ آپ نے قرض خواہوں کے خلاف بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے استعانت کی کہ وہ ان کا قرض معاف کر دیں۔ آپ نے انہیں فرمایا مگر انہوں نے اس طرح نہ کیا۔ آپ نے ان کے لئے مہلت مانگی، مگر انہوں نے مہلت بھی نہ دی۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ آپ کی کھجوریں وہ لے لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ ناکافی ہیں۔ آپ نے نخلستان میں چکر لگایا۔ ان کی کھجوروں کے لئے برکت کی دعا کی۔ آپ نے ان سے فرمایا "جب انہیں توڑ لو اور انہیں خشک کرنے کی جگہ پر رکھ دو تو ان کی اقسام کو علیحدہ علیحدہ رکھنا عجوہ علیحدہ رکھنا عذق علیحدہ رکھنا، پھر میری طرف پیغام بھیجنا۔" میں نے اسی طرح کیا جب خشک کرنے والی جگہ پر کھجوریں رکھیں تو میں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تشریف لائے۔ بڑے ڈھیر کے ارد گرد تین چکر لگائے پھر اسی پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی۔ فرمایا "قرض خواہوں کو بلاتے جاؤ، اور انہیں پورا کر کے دیتے جاؤ" میں نے سارے قرض خواہوں کا قرض ادا کر دیا۔ میں اس امر پر راضی تھا کہ میرا رب تعالیٰ میرے والد گرامی کی امانت کو واپس لوٹا دے اور میں ان میں سے بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں۔ بخدا! سارے ڈھیر اسی طرح

سلامت تھے حتیٰ کہ میں اس ڈھیر کو دیکھ رہا تھا جس پر آپ تشریف فرما تھے کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھ نہیں رہے کہ میں نے قرض خواہوں کو ان کی کھجوریں ادا کر دی ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی کھجوریں پوری کر دیں ہیں اور اتنی کھجوریں بچ گئی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ان کے قرض خواہوں کے متعلق پوچھو انہوں نے کہا: "میں ان سے نہیں پوچھوں گا۔ میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کا قرض ادا کر دے گا۔ جب آپ اس کی اجازت دیں گے۔ انہوں نے تین بار یہی بات کی۔ ہر ایک کے جواب میں انہوں نے کہا "میں ان سے یہ سوال نہیں کروں گا۔" انہوں نے فرمایا: "جابر رضی اللہ عنہ! تمہارے قرض خواہوں اور کھجوروں کا کیا بنا؟ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے انہیں پورا کر دیا تھا۔ اتنی اتنی کھجوریں بچ بھی گئی تھیں۔"

۷۔ ابن سعد نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی نور نظر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میری والدہ ماجدہ نے مجھے بلایا اور مجھے میرے کپڑے میں پیالہ چھپا کر دیا فرمایا "لخت جگر! یہ اپنے والد گرامی اور ماموں کے پاس لے جاؤ۔ یہ ان کا کھانا ہے" میں نے وہ پیالہ پکڑا اور اس کے ساتھ چلی۔ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزری۔ آپ نے فرمایا: "آ جاؤ۔ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کھجوریں ہیں جنہیں میری امی جان نے میرے والد گرامی بشیر بن سعد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کے لئے بھیجی ہیں تاکہ وہ انہیں کھالیں" آپ نے فرمایا: "انہیں لے آؤ" میں نے انہیں آپ کے دونوں ہاتھوں پر انڈیل دیا۔ انہوں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کو نہ بھرا۔ آپ نے حکم دیا تو کپڑا پھیلا دیا گیا۔ کھجوریں منگوائیں انہیں اس کپڑے پر رکھا گیا پھر آپ نے کسی شخص سے فرمایا "اہل خندق میں جاؤ اعلان کرو کہ کھانے کی طرف آ جاؤ" سارے اہل خندق اس پر جمع ہو گئے۔ اس سے کھانے لگے۔ وہ بڑھنے لگیں حتیٰ کہ سارے اہل خندق اس سے سیراب ہو گئے۔ وہ کھجوریں کپڑے کی اطراف سے گر رہی تھیں۔"

۸۔ ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک روز میں اپنے گھر سے مسجد نبوی کی سمت گیا۔ میں صرف بھوک کی وجہ سے نکلا تھا۔ میں نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی۔ ان سب نے کہا "ہمیں بھوک نے ہی باہر نکالا ہے۔ ہم سب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ کو بھوک کے بارے بتایا۔ آپ نے ایک طشت منگوایا اس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو دو کھجوریں عطا کیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ کھجوریں کھالو ان پر پانی پی لو یہ آج کا سارا دن تمہارے لئے کافی ہو جائیں گی۔"

۹۔ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ ایک بچہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "میں ایک یتیم بچہ ہوں۔ میری بہن بھی یتیم ہے۔ میری امی بیوہ ہے۔ ہمیں کھلائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے گا۔"

آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہاں سے ملے اسے میرے پاس لے آؤ' وہ اکیس کھجوریں لے کر آیا۔ آپ نے انہیں اپنے دست اقدس پر رکھا۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ آپ برکت کی دعا کر رہے تھے پھر فرمایا "بچے! یہ سات تیری امی کے لئے یہ سات تیری بہن کے لئے اور یہ سات تیرے لئے ہیں۔ ایک شام کو کھالینا اور دوسری صبح کو۔"

چھٹا باب

انڈے میں برکت

ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو علیہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں شتر مرغ کے تین انڈے پیش کئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے شتر مرغ کے گھونسلے سے یہ تین انڈے حاصل کئے۔ آپ نے فرمایا: "جابر! انہیں لے لو۔ انہیں پکاؤ" میں نے انہیں پکایا اور ایک پیالے میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں روٹی تلاش کرنے لگا۔ مجھے روٹی نہ ملی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روٹی کے بغیر ہی وہ انڈے کھانے لگے حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔ پیالے میں انڈے پہلے کی طرح تھے، پھر آپ اٹھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں تناول فرمایا پھر ہم خوشی خوشی روانہ ہو گئے" ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس مہم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چار سو تھی۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد سات سو تھی۔

ساتواں باب

گوشت کثیر ہو جانا

۱۔ ابن اسحاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم' بیہقی اور ابونعیم نے کئی طرق سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (سورۃ الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔

تو حضور داعئ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع فرمایا۔ اس وقت ان کی تعداد چالیس افراد تھی۔ جو مسنہ کھا جاتے

تھے۔ وہ لکڑی کا بڑا پیالہ پی لیتے تھے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ ان کے لئے کھانا تیار کریں۔ ان کے لئے بکری کی ٹانگ پکائیں۔ انہوں نے اسے تیار کیا، پھر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ لیا بقیہ پیالے کے جوانب میں بکھیر دیا، پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قریب ہو جاؤ" دس دس کے گروہ میں انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔ مجھے ان کی انگلیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ بخدا! جو کچھ ان سب کو پیش کیا گیا تھا وہ ایک شخص کھا سکتا تھا، پھر فرمایا "علی! ان لوگوں کو پلاؤ" وہ پیالہ لے آئے۔ آپ نے پہلے اس میں سے خود نوش فرمایا، پھر ان کو پکڑا دیا فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس میں سے پیو" انہوں نے پیا حتیٰ کہ آخری شخص بھی سیر ہو گیا۔ بخدا! وہ دودھ صرف اتنا تھا جس سے ایک شخص سیر ہو سکتا تھا۔"

۲۔ حسن بن سفیان، امام نسائی نے الکنی میں الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرت خالد بن عبد العزیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بکری ذبح کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کثیر تھے۔ اگر وہ بکری ذبح کرتے تو ان کے عیال کو ایک ایک ہڈی بھی نہ آتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت تناول فرمایا، پھر فرمایا "ابو حباش رضی اللہ عنہ! مجھے اپنا ڈول دکھاؤ۔ آپ نے بقیہ گوشت اس میں رکھا اور یہ دعا مانگی "مولا! ابو حباش کے لئے برکت فرما۔"

آپ نے ان کے لئے اس گوشت کو الٹ پلٹ کیا اسے ان کے لئے پھیلا دیا۔ فرمایا "اس میں ہمدردی سے پیش آنا" اس میں سے ان کے عیال نے بھی کھایا اور گوشت باقی بھی بچ گیا۔"

۳۔ الطبرانی نے حضرت مسعود بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بکری پیش کی۔ میں کسی ضروری کام کے لئے چلا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نصف حصہ واپس کر دیا۔ میں واپس آیا تو گھر میں گوشت موجود تھا۔ میں نے پوچھا "ام خناس! یہ گوشت کیسا ہے؟ انہوں نے کہا "جو بکری ہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجی تھی۔ آپ نے اس کا نصف واپس کر دیا ہے۔" میں نے کہا "تم اسے اپنے اہل و عیال کو کیوں نہیں کھلاتیں" انہوں نے کہا "یہ ان کا بقیہ ہے۔ میں نے سب کو کھلا دیا ہے؟" حالانکہ پہلے وہ تین یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے۔ جو ان کے لئے کافی نہ ہوتی تھیں۔"

۴۔ حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میرے والد گرامی شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا...... میں نے اپنی زوجہ (محترمہ) سے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت آرام فرمانا پسند کرتے ہیں۔ میں اندر گیا۔ آپ کے لئے بستر بچھایا۔ آپ آرام فرما ہو گئے۔ میں نے آپ کے لئے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ جب آپ جاگے تو میں نے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلا لو" پھر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا جو آپ کے ساتھ تھے انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی ہمارے لئے بہت سا گوشت بچ گیا۔"

آٹھواں باب

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کثیر ہو جانا

امام احمد، شیخین، ابو یعلی اور بغوی نے متواتر کثیر طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابو طلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک سنی ہے۔ مجھے اس میں کمزوری محسوس ہوئی ہے۔ مجھے اس میں بھوک نظر آئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا "میرے پاس صرف ایک مد جو ہیں" انہوں نے فرمایا: "انہیں درست کرو اور آٹا گوندھو، ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دیتے ہیں۔ آپ ہمارے پاس کھانا تناول فرمائیں گے" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے آٹا گوندھا اور روٹی پکائی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاؤ" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کی تعداد اسی سے زائد تھی۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہیں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "اٹھو" آپ روانہ ہوئے۔ میں ان کے آگے آگے تھا۔ میں حضرت ابو طلحہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے کہا "انس! تم نے ہمیں رسواء کر دیا۔ میں نے کہا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی امر کو رد نہیں کر سکتا تھا۔" حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ کے ہمراہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ وہ آپ کے پہلو میں چلنے لگے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو صرف روٹی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا" جب آپ دروازے تک پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "بیٹھ جاؤ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا "ام سلیم رضی اللہ عنہا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو انہیں کھلائیں" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے روٹی منگوائی، پیالہ منگوایا۔ اس میں روٹی رکھی، پھر فرمایا "کیا گھی ہے؟ حضرت ابو طلحہ نے عرض کی "مشکیزہ میں کچھ تو تھا" وہ مشکیزہ لے آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسے نچوڑنے لگے حتیٰ کہ اس میں کچھ گھی نکل آیا۔ آپ نے اسے اپنی سبابہ انگلی سے مس کیا پھر روٹی کو دست اقدس لگایا تو وہ بھی پھیل گئی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی تو وہ اور پھیل گئی۔ آپ اسی طرح کرتے رہے اور وہ روٹی پھیلتی رہی حتیٰ کہ وہ سارے پیالے میں پھیل گئی۔ آپ نے فرمایا: "میرے دس صحابہ کو بلاؤ۔" میں نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ آپ نے روٹی کے وسط میں اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" انہوں نے روٹی کے ارد گرد سے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔ آپ دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے رہے۔ وہ اسی روٹی سے کھاتے رہے، حتیٰ کہ روٹی کے ارد گرد سے اسی سے زائد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھالیا، حتیٰ کہ سب نے جی بھر کر کھایا۔ اس روٹی کا وسط اسی طرح تھا۔ جیسے کہ وہ پہلے تھا، پھر حضور اکرم ﷺ حضرت ابوطلحہ، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور میں نے کھایا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے۔ روٹی پھر بھی بچ گئی۔ ہم نے اپنے پڑوسیوں کو بطور ہدیہ دے دی۔"

نواں باب

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کثیر ہو جانا

امام احمد، امام بخاری، اسماعیلی اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم خندق کی کھدائی میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ سامنے سخت چٹان آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "سامنے سخت چٹان آ گئی ہے" آپ نے فرمایا: "میں آتا ہوں" آپ اٹھے شکم اطہر پر ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔ تین روز ہو چکے تھے ہم نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آپ نے کدال لی۔ ضرب کہسار شکن لگائی۔ وہ ریت کا ٹیلہ بن گئی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ مجھے گھر تک جانے کی اجازت دیں۔ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے اپنی زوجہ (محترمہ) سے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کی بھوک شدید دیکھی ہے۔ اب اس میں صبر نہیں ہوسکتا، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے توشہ دان نکالا۔ جس میں ایک صاع جو تھے۔ ہمارے پاس بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اسے ذبح کیا۔ اس کے ٹکڑے کیے اور ہنڈیا میں ڈال دیئے۔ آٹا نرم ہو چکا تھا۔ ہنڈیا پتھروں کے مابین تھی۔ وہ پکنے کے قریب تھی۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے کے لئے چلنے لگا۔ میری زوجہ نے کہا "مجھے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے شرمندہ نہ کرنا" میں آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے سرگوشی کی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں نے کھانا تیار کیا ہے۔ آپ آ جائیں۔ آپ کے ساتھ ایک یا دو صحابی آ جائیں" آپ نے پوچھا "کھانا کتنا ہے؟ میں نے عرض کی: تو فرمایا "بہت ہے، پاکیزہ ہے، اپنی زوجہ سے کہنا ہنڈیا نہ اتارے۔ روٹیاں تنور سے نہ نکالے حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں اور رکابیاں پھیلا دوں" پھر آپ نے باآواز بلند کہا "اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ جلدی کرو" مجھے اتنی حیاء آئی جسے اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔ میں واپس آیا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آگے آگے تشریف لائے، حتیٰ کہ میں اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا "تمہاری خیر! حضور اکرم ﷺ مہاجرین و انصار اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آ گئے ہیں" انہوں نے کہا "کیا آپ نے تم سے پوچھا تھا" میں نے کہا "ہاں! انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ بہتر جانتے ہیں" انہوں نے میرا شدید غم دور کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ اندر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "اندر داخل ہو جاؤ، بھیڑ نہ ... نے آپ کے لئے آٹا نکالا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملایا۔ برکت کے لئے دعا کی، پھر ہنڈیا کی طرف تشریف

لے گئے۔ اس میں لعاب دہن ڈالا۔ برکت کی دعا کی، پھر فرمایا" جابر! روٹیاں پکانے والی کو بلالو جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اپنی ہنڈیا کو نیچے نہ اتارنا، اور پرسے ہی سالن ڈالتے جاؤ" حضور اکرم ﷺ سالن ٹھنڈا کرتے رہے گوشت توڑ توڑ کر دیتے رہے۔ اس میں خمیر ملاتے رہے۔ اسے لوگوں کے قریب کرتے رہے حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیر ہو گئے۔ تنور اور ہنڈیا پہلے کی طرح لبریز تھے۔ ایک گروہ کھا کر جاتا تو دوسرا آ جاتا ان کی تعداد ایک ہزار تھی حتیٰ کہ وہ سیر ہو کر چلے گئے۔ ہماری ہنڈیا پہلے کی طرح ابل رہی تھی۔ ہمارے آٹے سے پہلے کی طرح روٹیاں پک رہی تھیں پھر آپ نے فرمایا:" خود بھی کھاؤ ہدیہ بھی دو۔ لوگوں کو بھوک کا سامنا ہے" ہم اسے سارا دن کھاتے رہے اور لوگوں کو بطور ہدیہ دیتے رہے۔"

تنبیہہ

اس روایت میں ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ایک روایت میں نو سو ایک میں آٹھ سو اور ایک میں تین سو کا تذکرہ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے" زائد کا حکم زیادہ علم کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ واقعہ ایک ہی ہے۔"

دسواں باب

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حیس (گھی اور پنیر) کا زائد ہو جانا

ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری امی جان نے مجھے فرمایا" انس! آج وقت صبح حضور اکرم ﷺ دلہا ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کے لئے کسی نے کھانا بھی تیار کیا ہے یا نہیں۔ میرے لئے وہ مشکیزہ لے کر آؤ" میں وہ مشکیزہ اور کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے اس سے حیس (حلوہ) بنایا پھر فرمایا" انس! اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ اور آپ کی زوجہ محترمہ کے پاس لے جاؤ" جب میں نے پتھر کے برتن میں آپ کے لئے" حلوہ پیش کیا تو فرمایا" حضرت ابو بکر، عمر، علی، عثمان اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بلاؤ۔ (یہ حجرہ کی ایک سمت میں تھے) میرے لئے اسے بلاؤ جو مسجد نبوی میں حاضر ہو اور جو تمہیں راستے میں ملے۔ اسے بھی بلا لاؤ۔" میں کھانے کی قلت اور مدعوین کی کثرت پر تعجب کرنے لگا۔ میں نے آپ کی نافرمانی کرنا بھی ناپسند کی، حتیٰ کہ آپ کا حجرہ مقدسہ اور کاشانہ اقدس بھر گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا" وہ برتن لے کر آؤ" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس برتن میں تین انگلیاں ڈالیں۔ کھجوریں بڑھنے لگیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھاتے گئے اور باہر نکلتے گئے، حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔ اس برتن میں اتنا حلوہ باقی تھا جتنا میں لے کر آیا تھا۔ آپ نے فرمایا:" اسے (حضرت ام المومنین) زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھ دو" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا" ابو حمزہ! آپ کے خیال میں

کھانے والوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "اکہتر ۷۱ یا بہتر ۷۲۔"

گیارھواں باب

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا کھانا زیادہ ہو جانا

جعفر فریابی، بیہقی، ابونعیم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سرور حسینان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے اتنا کھانا بنایا جو ان کے لئے کافی تھا۔ میں نے اسے ان کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور تیس سرداران انصار کو بلاؤ" مجھ پر یہ بات گراں گزری۔ میں نے عرض کی: "میرے پاس اور کھانا نہیں! گویا کہ میں اسے گراں سمجھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور سرداران انصار میں سے تیس میرے لئے بلاؤ" میں نے انہیں بلایا۔ وہ آئے۔ آپ نے فرمایا: "کھاؤ" انہوں نے جی بھر کر کھانا کھایا۔ انہوں نے گواہی دی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ باہر نکلنے سے پہلے آپ کی بیعت کی، پھر فرمایا: "جاؤ اور میرے لئے ساٹھ سرداران انصار کو بلاؤ" حضرت ابوایوب نے فرمایا: "بخدا! میرے نزدیک ساٹھ تیس سے زیادہ لگتے تھے" میں نے انہیں بلایا۔ آپ نے انہیں فرمایا "کھاؤ" انہوں نے سیر ہو کر کھایا پھر آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ باہر نکلنے سے قبل آپ کی بیعت کی پھر فرمایا "جاؤ اور اب نوے انصار کے سرداروں کو بلاؤ" مجھے یہ تعداد تیس سے زیادہ لگتی تھی۔ میں نے انہیں بلایا۔ انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا پھر آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ باہر جانے سے قبل آپ کی بیعت کی آپ نے اس کھانے سے 180 صحابہ کو کھلایا اور سارے کے سارے انصار تھے۔"

بارھواں باب

حضرت سیدہ نساء العالمین نور نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابیھا وعلیھا وسلمھا کا کھانا کثیر ہو جانا

ابویعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کئی دن ہو گئے تھے آپ نے کچھ تناول نہ فرمایا تھا۔ آپ پر یہ امر گراں گزرا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں تشریف لے گئے مگر کسی کے حجرہ مقدسہ سے کچھ بھی نہ ملا۔ آپ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ فرمایا "نور نظر! کیا آپ کے پاس کچھ ہے جسے میں کھالوں مجھے بھوک لگی ہے" انہوں نے عرض کی: "نہیں واللہ! جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے تشریف لے آئے تو ان کی ہمسائی نے انہیں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بطور تحفہ بھیجا۔ انہوں نے اس سے لیا اسے ایک پیالے میں رکھا۔ اسے کپڑے

سے ڈھانپا اور فرمایا: "بخدا! میں آپ کو خود پر اور اپنے اہل خانہ پر ترجیح دیتی ہوں۔ وہ سارے بقدر کفایت کھانے کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسن یا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھیجا آپ تشریف لائے تو عرض کی "رب تعالیٰ نے ایک چیز بھیجی ہے۔ میں نے اسے آپ کے لئے چھپایا ہے" آپ نے فرمایا: "نور نظر لے آؤ" انہوں نے پیالے سے کپڑا اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اسے لبریز دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ یہ برکت ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا اور اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے دیکھا تو حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا "نور نظر! یہ کہاں سے ہے؟ انہوں نے عرض کی: "والد گرامی قدر! یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ حمد سے ہے۔ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا کر دیتا ہے" آپ نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تمہیں حضرت مریم سیدہ نساء بنی اسرائیل کے مشابہ بنایا جب انہیں بھی بارگاہ ربوبیت سے رزق ملتا اور ان سے پوچھا جاتا تو وہ کہتیں "یہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ حمد سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا کر دیتا ہے" آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ فاطمہ الزہرا، امام حسن المجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے اس میں سے کھایا۔ آپ نے اس میں سے اپنی ساری ازواج مطہرات اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بھیجا، حتیٰ کہ سارے سیراب ہو گئے۔ پیالہ ابھی تک اسی طرح لبریز تھا انہوں نے اس میں سے سارے پڑوسیوں کو بھی عطا کیا۔ رب تعالیٰ نے اس میں بہت سی برکت اور خیر کثیر رکھی۔"

تیرھواں باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زادِ راہ زیادہ ہو جانا

ا۔ شیخان نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے، امام احمد، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے ابوالحسین غفاری سے، ابن سعد اور حاکم نے ابوعمرہ انصاری سے، بزار اور طبرانی اور بیہقی نے ابوالحسین عبدی سے، ابن راہویہ، ابویعلیٰ اور ابونعیم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ سب فرماتے ہیں: "ہم غزوہ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی سواریوں کو ذبح کر لیں، پھر وہ کس پر سواری کریں گے؟ آپ نے فرمایا: "ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا خیال ہے کہ آپ انہیں حکم دیں کہ وہ اپنے بقیہ زادِ راہ جمع کرنے کا حکم کریں۔ آپ اسے کسی کپڑے میں جمع کریں، پھر رب تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کریں۔ رب تعالیٰ آپ کی دعا کے طفیل

ہمیں عنقریب پہنچا دے گا" آپ نے ان کا بقیہ زادراہ منگوایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مٹھی بھر کھانا یا اس سے کچھ زائد لے کر آئے۔ جو سب سے زیادہ لے کر آیا تھا۔ وہ ایک صاع کھجوریں تھیں۔ آپ نے وہ زادراہ ایک کپڑے میں جمع کیا پھر فرمایا "میرے پاس اپنے برتن لے کر آؤ۔ ہر انسان نے اپنا برتن بھر لیا۔ لشکر کے سارے برتن لبریز ہو گئے، حتیٰ کہ ایک انسان اپنی قمیض کو گرہ لگا لیتا اور اسے بھر لیتا۔ وہ بھر زادراہ بھی اتنا ہی تھا۔ آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد ارسول الله" جو بھی رب تعالیٰ سے اس کلمہ کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ اسی سے آگ کو روک دیا جائے گا۔"

۲۔ الطبرانی نے حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ فرمایا "کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ مجھے بھوک لگی ہے" میں نے عرض کی: "نہیں" صرف آٹے کے دو مد میں" آپ نے فرمایا: "اسے گرم کرو" میں نے ہنڈیا میں اسے ڈالا اور اسے پکایا پھر عرض کی "یہ پک چکا ہے" پھر آپ نے مشکیزہ منگوایا۔ جس میں تھوڑا سا گھی تھا۔ آپ نے اس کے کنارے پکڑے اور اسے ہنڈی میں نچوڑ دیا، پھر فرمایا "بسم اللہ! اپنی بہنوں کو بلا لو۔ مجھے علم ہے کہ انہیں بھی اسی طرح بھوک لگی ہے جیسے مجھے بھوک لگی ہے۔" میں نے انہیں بلایا۔ ہم نے سیر ہو کر کھایا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے پھر ایک اور شخص آیا ان سب نے کھایا حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔ کھانا پھر بھی بچ گیا تھا۔"

۳۔ امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور مرالظہران نزول اجلال فرمایا تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ قریش کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو کمزوری کی وجہ سے ایک دوسرے کو بلا بھی نہیں سکتے" آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا "کاش! ہم اپنی سواریوں کو ذبح کر لیں۔ ان کا گوشت کھا لیں۔ ان کا شوربہ پی لیں، تاکہ وقت صبح جب ہم قوم کے پاس جائیں تو ہمیں اطمینان حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا: "اس طرح نہ کرو۔ میرے لئے اپنا زادراہ جمع کرو" انہوں نے آپ کے لئے اپنا زادراہ جمع کیا۔ دسترخوان بچھ گئے۔ انہوں نے سیر ہو کر کھایا ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھی بھر لیا۔"

چودھواں باب

مختلف کھانوں کا کثیر ہو جانا

ابوجعفر فریابی، ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے لئے اپنے ساتھیوں کو بلاؤ" میں ایک ایک شخص کر کے بلانے لگا۔ ہم آپ

کے درِاقدس پر حاضر ہوئے۔ہم نے اجازت مانگی۔آپ نے ہمیں اجازت مرحمت فرمادی۔آپ نے ہمارے سامنے ایک پلیٹ رکھی۔جس میں ایک مذجو کا کھانا تھا۔آپ نے اس پر اپنا دست اقدس رکھا،اور فرمایا:''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔''ہم نے جی بھر کر کھایا۔ہماری تعداد ستر اور اسی کے مابین تھی،پھر ہم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔آپ نے پلیٹ اٹھاتے وقت فرمایا:''مجھے اس ذات والا کی قسم!جس کے دست تصرف میں میری جان ہے شام کے وقت آل محمد (ﷺ) کے لئے کھانا نہ تھا''حضرت انس سے عرض کی گئی''جب تم فارغ ہو گئے تو کھانا کتنا تھا؟انہوں نے فرمایا:''وہ اتنا ہی تھا جتنا رکھا گیا تھا،مگر اس میں انگلیوں کے نشانات تھے۔''

۲۔ الطبرانی'الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''اہل صفہ نے مجھے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا۔انہوں نے بھوک کی شکایت کی۔آپ نے اپنے کاشانہ اقدس کی طرف توجہ کی اور فرمایا:''کیا کچھ ہے؟انہوں نے عرض کی:''ہاں!ایک یا دو ٹکڑے روٹی کے ہیں اور کچھ دودھ ہے''آپ کی خدمت میں یہ اشیاء پیش کی گئیں۔آپ نے روٹی کو باریک کیا،پھر اس پر دودھ انڈیلا،پھر اسے اپنے دست اقدس سے ملا،حتیٰ کہ اسے ثرید کی طرح بنا دیا،پھر فرمایا''واثلہ!اپنے دس ساتھیوں کو بلاؤ''میں نے اسی طرح کیا۔آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے اردگرد سے کھاؤ اور اس کی چوٹی کو اسی طرح رہنے دو۔برکت اس کے اوپر سے آتی ہے،پھر اسے پھیلا دیا جاتا ہے''میں نے انہیں دیکھا وہ کھاتے رہے۔انگلیوں کا خلال کرتے رہے،حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔دوسرے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے۔آپ نے انہیں بھی اسی طرح فرمایا۔انہوں نے بھی سیر ہو کر کھایا،پھر فرمایا''کیا کوئی رہ گیا ہے؟میں نے عرض کی:''ہاں!دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے ہیں۔وہ بھی حاضر خدمت ہو گئے۔آپ نے انہیں بھی اسی طرح فرمایا۔انہوں نے بھی جی بھر کر کھایا۔کھانا اب بھی باقی تھا۔میں اس معجزہ نمائی سے متعجب ہوتے ہوئے چلا گیا۔

۳۔ ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''ہم ایک رات کو کھانا کھائے بغیر سو گئے۔وقت صبح میں نے کوشش کی۔مجھے اتنی رقم مل گئی جس سے میں نے کھانا خریدا۔میں نے ایک درہم کا گوشت خریدا پھر اسے خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے آیا۔انہوں نے ہنڈیا پکائی۔روٹیاں پکائیں،پھر فرمایا''کاش!آپ میرے والد محترم کے پاس جائیں اور آپ کو دعوت دیں''میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔آپ فرما رہے تھے:''اعوذ باللہ من الجوع ضجیعا۔''میں نے عرض''یارسول اللہ ﷺ!ہمارے پاس کھانا ہے آپ تشریف لائیں۔آپ تشریف لائے۔ہنڈیا ابل رہی تھی۔آپ نے فرمایا:''کسی پلیٹ میں حضرت عائشہ کے لئے نکال لیں''حتیٰ کہ میں نے ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے سالن نکال لیا،پھر فرمایا''اپنے والد گرامی اور شوہر نامدار کے لئے نکال لیں''میں نے ان کے لئے بھی سالن نکالا۔آپ نے فرمایا:''خود بھی نکال لیں اور کھالیں''میں نے

سالن نکالا، پھر ہنڈیا اٹھائی۔ یہ ابھی تک اسی طرح لبریز تھی۔ ہم نے اس میں اتنا کھایا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔"

۴۔ الطبرانی ابونعیم اور بیہقی نے حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا، پھر اسے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ مشکیزے نے حرکت کی۔ اس میں سے کھانا نیچے گرا۔ میں نے کہا "میرے ہاتھ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا گرا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے قریب کرو" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ طاقت نہیں رکھتا۔ میں اپنی جگہ لوٹ آیا۔ مشکیزہ قب قب کر رہا تھا میں نے کہا "بقیہ بھی انڈیلا گیا ہے جو اس میں بچ گیا تھا۔ میں نے اسے کھینچا وہ اپنے بازوؤں تک بھرا ہوا تھا، پھر میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے اسی طرح چھوڑ دیتے تو یہ منہ تک بھر جاتا پھر اس کو باندھ دیتے۔"

۵۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری والدہ ماجدہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا، پھر مجھے فرمایا "آپ کو بلالاؤ" میں آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کے کان میں عرض کی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "اٹھو" آپ کے ہمراہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھے۔ آپ نے فرمایا: "دس دس کر کے اندر داخل ہو جاؤ۔" انہوں نے سیر ہو کر کھایا، حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔ کھانا پھر بھی اتنا ہی باقی تھا۔"

۶۔ ابونعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا، پھر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ اپنے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جلوہ افروز تھے۔ میں ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب آپ نے میری طرف دیکھا تو میں نے آپ کو اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ" میں نے عرض کی: "نہیں" میں نے آپ کو دوبارہ یہی جواب دیا۔ جب آپ نے تیسری بار فرمایا تو میں نے "ہاں" کہا۔ میں نے عرض کی: "وہ تھوڑا سا کھانا ہے جسے میں نے صرف آپ کے لئے تیار کیا ہے" ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھایا۔ کھانا پھر بھی بچ گیا۔

۷۔ ابن سعد نے حضرت ام عامر اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ نے ہماری مسجد میں نماز مغرب ادا کی۔ میں اپنے گھر آئی۔ گوشت والی ہڈی اور روٹیاں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ میں نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! آپ کھالیں" آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔" آپ نے اور آپ کے ہمراہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور گھر کے موجود افراد نے وہ کھانا کھایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں نے کچھ ہڈیوں کو دیکھا گویا کہ اس سے گوشت اتارا ہی نہیں گیا تھا۔ روٹیاں بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ آپ کے ہمراہ چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

۸۔ امام احمد، ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن طہفہ سے روایت کیا ہے کہ جب مہمان جمع ہو جاتے تو آپ

فرماتے "یہ شخص اپنے ہم نشین کی طرف پھر جائے۔ میں وہ شخص تھا جو آپ کی طرف پھرا۔ آپ نے فرمایا: "عائشہ! کیا کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی: "حویسہ ہے جسے میں نے آپ کی افطاری کے لئے بنایا ہے" اسے آپ کی خدمت میں ایک پیالے میں جمع کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا پھر اسے ہمارے سامنے کر دیا۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔"

بخدا! ہم نے اس میں سے کھایا۔ بخدا! گویا کہ ہم اسے دیکھ نہیں رہے تھے، پھر استفسار فرمایا! کیا مشروب ہے؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی "تھوڑا سا دودھ ہے جسے میں نے آپ کی افطاری کے لئے تیار کیا ہے" انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا، پھر فرمایا "بسم اللہ پڑھ کر پیو" ہم نے سیر ہو کر پیا بخدا! ہم اس کی طرف دیکھ نہیں رہے تھے۔"

۹۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا۔ میں کاشانہ اقدس میں گیا تو آپ نے فرمایا: "میرے پاس وہ کھانا لے کر آؤ جو تمہارے پاس ہے" انہوں نے مجھے ایک پیالہ دیا جس میں حریرہ تھا جسے کھجوروں سے بنایا گیا تھا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آ گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا "اہل مسجد کو بلاؤ" میں نے دل میں کہا "میرے لئے تعجب! جو میں یہ قلیل طعام دیکھ رہا ہوں اور میرے لئے تعجب اگر میں آپ کی نافرمانی کروں" میں نے مسجد میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ وہ سارے جمع ہو گئے۔ آپ نے اس پیالے میں اپنی مبارک انگلیاں رکھیں۔ اس کو کنارے سے دبایا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سارے سیر ہو گئے۔ میں نے بھی جی بھر کر کھایا۔ جب میں نے اسے اٹھایا تو وہ اسی حالت پر تھا مگر اس میں انگلیوں کے نشانات تھے۔

۱۰۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ عبد اللہ بن مغیث انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ام عامر اشہلیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک پیالہ بھیجا جس میں حس تھا آپ اس وقت اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے خیمہ میں تھیں۔ انہوں نے جی بھر کر اسے کھایا، پھر پیالہ لے کر باہر آئیں۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ کھانا کھالو۔ اسے سارے اہل خندق نے کھایا لیکن وہ پہلے کی طرح لبریز تھا۔

۱۱۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔ میں اہل صفہ کے ارادہ سے آیا۔ میں گرنے لگا۔ بچے کہنے لگے "ابو ہریرہ مجنون بن گئے تھے۔ میں انہیں پکارنے لگا" میں نے کہا "نہیں! تم مجنوں ہو" حتیٰ کہ میں اہل صفہ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی خدمت میں ثرید کا پیالہ پیش کیا گیا تھا۔ آپ نے اس پر اہل صفہ کو بلایا۔ وہ اس میں سے کھا رہے تھے۔ میں نے اپنا آپ بلند کیا تا کہ وہ مجھے دعوت دیں حتیٰ کہ وہ لوگ اٹھ گئے۔ پیالے کے گرد ازواج میں کچھ لگا ہوا تھا۔ آپ نے اسے جمع کیا تو وہ

ایک لقمہ بن گیا۔ آپ نے اسے اپنی انگلیوں پر رکھا فرمایا "اللہ کا نام لے کر کھاؤ" مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں نے اسے کھایا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔

۱۲۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے بطن اقدس پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ میں نے کسی صحابی سے پوچھا "آپ نے اپنے بطن اقدس پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ انہوں نے فرمایا: "بھوک کی وجہ سے" میں حضرت ابوطلحہ کے پاس گیا۔ انہیں بتایا۔ وہ میری امی جان کے پاس گئے، اور پوچھا "کیا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں! میرے پاس روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں ہیں" اگر آپ اکیلے تشریف لے آئیں تو ہم آپ کو سیر کر دیں گے۔ اگر آپ کے ہمراہ ایک صحابی بھی ہوا تو پھر یہ قلیل ہو جائے گا۔ حضرت ابوطلحہ نے مجھے فرمایا "تم حضور اکرم ﷺ کے قریب جاؤ۔ آپ انہیں تو آپ کو چھوڑ دینا جب سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے جائیں تو آپ کے پیچھے پیچھے جانا۔ جب آپ گھر کی دہلیز تک پہنچیں تو عرض کرنا "میرے پدر بزرگوار آپ کو دعوت دے رہے ہیں" میں نے اسی طرح کیا۔ جب میں نے کہا "میرا باپ آپ کو دعوت دے رہا ہے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "ارے! آ جاؤ" آپ نے مضبوطی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آ گئے۔ جب ہم اپنے گھر کے قریب پہنچے تو آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں اندر داخل ہوا۔ میں آنے والوں کی بیشتر تعداد کی وجہ سے غمزدہ تھا۔ میں نے کہا "ابو! میں نے آپ سے اسی طرح عرض کیا تھا جیسے آپ نے مجھے کہا تھا، لیکن آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بلا لیا ہے۔ وہ آپ کے ہمراہ آ گئے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ باہر نکلے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ میں نے انس کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ صرف آپ کو دعوت دے میرے پاس اتنا کھانا نہیں جو اتنے کثیر افراد کو سیر کر سکے۔

"آپ نے فرمایا: "اندر چلو اللہ تعالیٰ تمہارے کھانے میں برکت ڈال دے گا" میں اندر داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا: "جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے جمع کرو پھر اسے قریب کرو" ہم نے روٹی اور کھجوریں آپ کے قریب کیں۔ ہم نے انہیں چٹائی پر رکھا۔ آپ نے برکت کی دعا کی۔ آپ نے فرمایا: "آٹھ افراد اندر آ جاؤ" آٹھ افراد اندر آ گئے۔ آپ نے کھانے کے اوپر اپنا دست اقدس رکھ دیا۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ" انہوں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، پھر مجھے حکم دیا کہ میں آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو داخل کرو۔ آپ اسی طرح حکم کرتے رہے حتیٰ کہ اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کھانا سیر ہو کر کھایا، پھر آپ نے مجھے، میری امی اور حضرت ابوطلحہ کو بلایا اور فرمایا: "کھاؤ!" ہم نے سیر ہو کر کھایا، پھر آپ نے اپنا دست اقدس اٹھا لیا۔ فرمایا "ام سلیم! تمہارے اس کھانے میں کمی واقع ہوئی ہے۔ جسے تم نے پیش کیا تھا" انہوں نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! اگر میں ان صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو کھاتے ہوئے نہ دیکھتی تو میں کہتی "ہمارے اس کھانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔"

۱۳۔ امام احمد نے الزھد میں بزار اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، تا کہ آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے۔ وہ آپ کی تلاش میں آیا۔ آپ کو اپنے کسی حجرہ مقدسہ میں روٹی کا لقمہ ملا۔ آپ نے اسے پکڑا۔ آپ نے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے ان پر اپنا دست اقدس رکھا، فرمایا" کھا" اعرابی نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا۔ کھانا پھر بھی باقی تھا۔ اعرابی آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کہا" آپ ایک پاکباز ہستی ہیں" آپ نے اسے کہا" اسلام لے آ" وہ اسلام کا انکار کرنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔" آپ ایک پاکباز ہستی ہیں۔"

پندرھواں باب

بکری کے بازو کی داستانیں

۱۔ امام احمد، ابو یعلی نے کئی اسناد سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کسی نے ہمیں بکری بطور ھدیہ بھیجی۔ میں نے اسے ہنڈیا میں ڈالا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا" ابو رافع! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: "ہمیں بکری بطور تحفہ بھیجی گئی ہے۔ میں اسے ہنڈیا میں پکا رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس کا بازو دو" میں نے آپ کو بازو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو رافع مجھے اس کا بازو دو" میں نے اس کا بازو آپ کو پیش کیا۔ آپ نے پھر فرمایا" ابو رافع مجھے اس کا بازو دو" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم خاموش رہتے تو میں جب تک مانگتا رہتا تم مجھے بازو دیتے رہتے۔"

۲۔ امام احمد اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بکری پکائی گئی۔ آپ نے مجھے فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے اس کا بازو پیش کیا، پھر فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے بازو پیش کیا، پھر فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے عرض کی: "بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں" آپ نے فرمایا: "اگر تم بازو تلاش کرتے تو تمہیں مل جاتا۔"

۳۔ ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت اپنا بچہ لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی...... اس نے آپ کو بھونی ہوئی بکری پیش کی۔ آپ نے مجھے فرمایا" اس سے بکری لے لو" پھر فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے بازو پیش کیا پھر

فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے دوسرا بازو بھی پیش کر دیا، پھر فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے عرض کی:" یا رسول اللہ! ﷺ اس کے دو ہی بازو تھے" آپ نے فرمایا:" اگر تم خاموش رہتے اور مجھے بازو پکڑواتے جاتے جب تک میں تم سے مانگتا جاتا تم مجھے بازو دیتے جاتے۔"

۴۔ امام احمد اور دارمی نے حضور اکرم ﷺ کے غلام حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے لئے ہنڈیا پکائی جس میں گوشت تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے آپ کو بازو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:" مجھے اس کا بازو دو" میں نے اس کا بازو پیش کیا۔ آپ نے پھر فرمایا" مجھے اس کا بازو دو" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ﷺ ایک بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:" مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ اگر تم خاموش رہتے تو میں جتنی بار بازو مانگتا تمہیں اتنی بار بازو مل جاتا۔"

سولھواں باب

جگر کا زیادہ ہو جانا

شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہماری تعداد ایک سوتیس تھی۔ آپ نے فرمایا:" کیا تم میں سے کسی ایک کے پاس کھانا ہے۔ ایک شخص کے پاس غلے کا ایک صاع تھا۔ اس نے اسے گوندھا، پھر ایک طویل پراگندہ بالوں والا مشرک اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اسے بنایا گیا۔ آپ نے اس کے جگر کو بھوننے کا حکم دیا۔ بخدا! ہماری تعداد ایک سوتیس تھی۔ آپ نے اس کے جگر کے ٹکڑے کئے۔ اگر کوئی وہاں موجود تھا تو اسے عطا کیا اگر موجود نہ تھا تو اس کے لئے رکھ دیا گیا۔ آپ نے انہیں پیالوں میں ڈالا۔ ہم سب نے ان میں سے کھایا ہم سیر ہو گئے۔ پیالوں میں اب بھی باقی تھا۔ میں نے اسے اونٹ پر لاد لیا۔"

سترھواں باب

آسمان سے آپ کے پاس آنے والا کھانا

امام احمد، امام نسائی، دارمی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) جبکہ امام ذہبی نے مختصر المستدرک میں لکھا ہے کہ (یہ صحاح ستہ کی غریب روایت ہے) نے حضرت ابوسلمہ بن نفیل السکونی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" ہم بارگاہ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے عرض کی! کیا آپ کے پاس آسمان (یا جنت) سے کھانا آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! اس شخص نے عرض کی" کیسے؟ آپ نے فرمایا "گرم ہنڈیا میں کھانا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" کیا وہ کھانا آپ سے بچ بھی جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا "ہاں! انہوں نے عرض کی: "اس کو کیا کیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اسے آسمان کی طرف اٹھالیا جاتا ہے۔"

ابن عساکر نے حضرت حراث بن ح جد سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا مجھے ایک شخص نے روایت کیا ہے، جسے ابوسعید کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا "میں مدینہ طیبہ آیا۔ میں نے ایک شخص کو سنا وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔" آپ نے آج ضیافت کی ہے" میں آپ کی خدمت میں آیا۔ میں نے عرض کی: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج رات آپ نے ضیافت کی ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے عرض کی: "اس میں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: "اس میں گرم کھانا تھا" میں نے عرض کی: "بقیہ کھانے کا کیا کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: "اسے اٹھالیا گیا۔"

امام احمد، نسائی، ترمذی، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ذھبی نے (ان سب نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں ثرید تھی۔ آپ نے اسے کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کھایا۔ وہ نماز ظہر تک اسے کھاتے رہے۔ ایک قوم آتی وہ کھا کر چلی جاتی تو دوسری آ جاتی۔ ایک شخص نے ان سے عرض کی" کیا کھانا زیادہ ہو جاتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے اس میں اضافہ ہو جاتا تھا۔"

تنبیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ عرض کی" آپ کا رب تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اس نے مجھے یہ انگور دے کر بھیجا ہے، تا کہ آپ اسے تناول فرمائیں۔" آپ نے اسے تناول فرمایا" اس روایت کو ابن عساکر نے حفص بن عمرو مشقی سے روایت کیا ہے۔ انہیں صاحب قطف کہا جاتا تھا۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ اس روایت کی موافقت نہیں کی جائے گی۔ امام ذھبی نے اسے منکر روایت لکھا ہے۔ جہاں تک حوط بن مرہ کی اس روایت کا تعلق ہے کہ آپ سے عرض کی گئی" کیا آپ کے پاس جنت سے کھانا آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت جبرائیل اسے جنت کے حلوہ کے ساتھ لے کر آتے ہیں میں اسے کھاتا ہوں" ابن حجر نے الاصابۃ میں لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

اٹھارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانے اور پانی کا تسبیح بیان کرنا

شیخان، امام ترمذی، ابوشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ حالانکہ اسے کھایا جا رہا ہوتا تھا۔"

ابوشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثرید لائی گئی۔ آپ نے فرمایا: "یہ کھانا تسبیح بیان کر رہا ہے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! آپ نے ایک شخص سے فرمایا "یہ کھانا اس آدمی کے قریب کرو" جب اس نے اس کے قریب کیا تو اس نے عرض کی "یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاں! یہ کھانا تو تسبیح بیان کر رہا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے دوسرے شخص کے قریب کرو" اس کے قریب کیا گیا تو اس نے بھی عرض کی "یہ کھانا تو تسبیح بیان کر رہا ہے" آپ نے اس سے فرمایا "اسے واپس لے آؤ" اس نے عرض کی "کاش! اسے سارے لوگوں تک پھیرا یا جائے" آپ نے فرمایا: "اگر یہ کسی شخص کے پاس خاموش ہو گیا تو کہا جائے گا کہ یہ اس کے گناہوں کی وجہ سے خاموش ہو گیا ہے" وہ اسے آپ کی خدمت میں لے گیا۔

ابوشیخ نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابو درداء ہنڈیا پکا رہے تھے۔ وہ ہنڈیا گر پڑی اس نے تسبیح خوانی شروع کر دی۔ امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضرت ابو درداء اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے نے پلیٹ میں تسبیح شروع کر دی۔"

امام نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم پانی کی آواز اور تسبیح سنتے تھے۔ حالانکہ اسے پیا جا رہا ہوتا تھا.......... یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

درختوں کے متعلقہ معجزات

پہلا باب

کھجور کے تنے کا عشق مصطفیٰ ﷺ میں رونا

امام شافعی نے لکھا ہے کہ کھجور کے تنے کا گریہ کرنا مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے' امام بیہقی نے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو یہ معجزہ (کھجور کے تنے کا رونا) عطا کیا تھا۔ ایسا معجزہ کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ آپ اس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ کے لئے منبر تیار کر لیا گیا۔ یہ تنا رونے لگا حتیٰ کہ اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے اس کی وجہ خصائص میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

اس عشق انگیز داستان کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ان سے امام شافعی' احمد' ابن ماجہ' بغوی' اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ امام احمد' ترمذی' ابو یعلیٰ' بزار' ابن ماجہ اور ابو نعیم نے شرط مسلم پر کئی طرق سے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ دارمی نے اسے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد' بخاری' ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت مطلب بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے' عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ سے' ابو یعلیٰ اور ابو نعیم نے اسے مسلم کی شرط پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' ابو نعیم اور بیہقی نے جید اسناد کے ذریعے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ تمام روایات کے الفاظ قریب المعنی ہیں۔ بعض روایات کو بعض میں شامل کر دیا کہ حضور اکرم ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ جب آپ اس تنے سے جدا ہوئے اور اس منبر کی طرف تشریف لے گئے جسے آپ کے لئے بنایا گیا تھا تو تنا رونے لگا۔ وہ اس طرح آواز نکالنے لگا جیسے اونٹنی آواز نکالتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے بیل کی آواز کی طرح کی آواز نکالی۔ یا وہ بچے کی طرح چلانے لگا حتیٰ کہ وہ پھٹ گیا اور اس میں شگاف ہو گیا۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ وہ پرسکون ہو جانے والے بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا' حتیٰ کہ وہ پرسکون ہو گیا۔ آپ نے اسے فرمایا" چاہو تو میں تمہیں اسی جگہ لگا دیتا ہوں جس جگہ تو تھا اگر تم چاہو تو تجھے میں جنت میں لگا دیتا ہوں۔ تو اس کی نہروں اور چشموں سے پانی پیئے گا۔ تیری نشوونما میں اضافہ ہو گا۔ تجھ پر پھل لگیں گے۔ پاکباز بندے تیرا پھل کھائیں گے۔" اس نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ

نے فرمایا: "اگر میں اسے اپنے ساتھ نہ چمٹاتا تو یہ روز حشر تک روتا رہتا۔" مزید فرمایا "اسے ملامت نہ کرو۔ حضور سید المرسلین ﷺ جس چیز سے بھی جدا ہوئے۔ وہ غمزدہ ہوگئی۔ کسی شاعر نے کتنی خوب ترجمانی کی ہے۔

والقی له الرحمٰن فی الجمد حبّه فکانت لا هداء السلام له تهدا

اللہ تعالیٰ نے جمادات میں بھی آپ کی محبت ڈال دی تھی اور انہیں یہ ہدایت عطا کر دی گئی تھی کہ وہ آپ کو سلام پیش کریں۔

وفارق جذعا کان یخطب عنده فان انین الام اذ تجد الفقدا

جب آپ اس تنے سے جدا ہوئے جس کے پاس آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ تو وہ اس ماں کی طرح رو پڑا جو اپنے بیٹے کو مفقود پاتی ہے۔

یحن الیه الجذع یا قوم هکذا اما نحن اولی ان نحن له و جدا

اے قوم اس طرح تنا آپ کی بارگاہ ازاری کر رہا تھا کیا ہم اس کے زیادہ مستحق نہیں کہ آپ کی بارگاہ میں غم کا اظہار کریں۔

اذا کان جذع لم یطق بعد ساعة فلیس و فاء ان نطیق له بعدا

اگر تنا آپ کی ایک لحہ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور ہم آپ کی دوری برداشت کر لیں تو یہ وفا نہیں ہے۔

دوسرا باب

درختوں کا آپ ﷺ کے لئے جھک جانا

۱۔ امام مسلم، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے، حتیٰ کہ ہم وادی افیح میں اترے۔ حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے دیکھا آپ کو ایسی چیز نظر نہ آئی جس کو آپ بطور ستر استعمال کر سکیں۔ آپ نے وادی کے کنارے پر دو درخت دیکھے۔ آپ ان میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کے اذن سے جھک جا" وہ اس نکیل دار اونٹ کی طرح جھک گیا۔ جو اپنے ہانکنے والے سے نرم رویہ رکھتا ہے، حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا۔ اسے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے حکم سے جھک جا" وہ نکیل دار اونٹ کی مانند جھک گیا جو اپنے

ہانکنے والے سے نرمی کرتا ہے۔ان دونوں کا نصف رستہ طے کرنے کے بعد آپ نے انہیں جمع کیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے حکم سے مل جاؤ وہ مل گئے۔میں آہستہ سے نکلا تا کہ آپ کو میرے قرب کا احساس نہ ہونے پائے اور آپ اس سے دوری اختیار نہ کرلیں۔میں بیٹھ گیا۔میں خود سے باتیں کرنے لگا۔ایک لمحہ کے بعد ہی میں نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا۔دونوں درخت جدا ہو چکے تھے ہر ایک اپنے تنے پر کھڑا تھا۔میں نے دیکھا کہ آپ نے تھوڑا سا وقف کیا پھر اپنے سر اقدس سے دائیں بائیں اشارہ کیا۔

۲۔ ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ خیبر میں آپ کی معیت میں تھے۔آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا۔آپ نے فرمایا: "عبداللہ! دیکھو کیا تمہیں کوئی چیز نظر آ رہی ہے؟ میں نے دیکھا تو مجھے ایک درخت نظر آیا۔میں نے آپ کو بتایا۔آپ نے فرمایا: "دیکھو کیا کچھ اور نظر آ رہا ہے؟ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے اس درخت سے دور ایک درخت نظر آیا۔میں نے آپ کو بتایا۔آپ نے فرمایا: "ان سے کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ" میں نے انہیں یوں کہا تو وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔آپ نے ان کے پردہ میں قضائے حاجت کی، پھر اٹھے تو ہر درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔"

۳۔ امام احمد، ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے یعلی بن مرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔آپ ایک جگہ فروکش ہوئے آپ نے مجھے فرمایا "ان کھجوروں کے پاس جاؤ۔انہیں کہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ" میں ان کے پاس گیا۔میں نے انہیں آپ کا حکم سنایا۔ان میں سے ایک دوسرے کی طرف گیا۔وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔آپ باہر نکلے۔ان کے پاس آئے اور انہیں پردہ بنا کر قضائے حاجت کی، پھر ان میں سے ہر درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔

۴۔ ابو نعیم اور ابن عساکر نے غیلان بن سلمہ الثقفی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عازم سفر تھے۔ہم نے آپ سے تعجب خیز امر دیکھا۔ہم ایسی سرزمین سے گزرے جس میں متفرق کھجوریں تھیں۔آپ نے فرمایا: "بچے! ان دو کھجوروں کے پاس جاؤ ان میں سے ایک سے کہو کہ وہ دوسری سے مل جائے" میں گیا۔میں ان کے درمیان کھڑا ہو گیا۔میں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے ایک کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ دوسری کے ساتھ مل جائے۔آپ نیچے تشریف لائے۔ان کے پیچھے وضو کیا، پھر سوار ہوئے۔وہ زمین چیرتی ہوئی اپنی جگہ پر چلی گئی۔"

۵۔ ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع کے روز فرمایا "دیکھو کیا تمہیں کوئی کھجور یا پتھر نظر آ رہا ہے" میں نے متفرق درخت دیکھے، کچھ پتھر دیکھے۔آپ نے مجھے فرمایا

''ان کھجوروں کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو کہ حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ اور پتھروں کو بھی اسی طرح کہو'' میں ان کے پاس آیا۔ میں نے انہیں اسی طرح کہا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں کھجوروں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ زمین کو چیرتی ہوئی آئیں حتیٰ کہ ایک جگہ جمع ہوگئیں۔ میں نے پتھروں کو دیکھا وہ چھلانگیں لگاتے ہوئے کھجوروں کی پیچھے جمع ہو گئے۔ جب آپ نے قضائے حاجت کر لی اور واپس تشریف لائے تو فرمایا ''ان کھجوروں اور پتھروں کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو'' حضور سلطان دو عالم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی اپنی جگہ پر چلی جاؤ۔''

۶۔ امام احمد، دارمی اور بیہقی نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور نبی رحمت ﷺ کسی سفر میں تھے۔ جب آپ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو بہت دور تشریف لے جاتے حتیٰ کہ آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔ ہم چٹیل میدان میں خیمہ زن ہوئے جہاں نہ تو نشانی تھی نہ ہی درخت اور پتھر تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا'' جابر! برتن لو اور ہمارے ساتھ چلو'' میں نے برتن کو پانی سے بھرا اور ہم روانہ ہوئے۔ قریب تھا کہ ہم کسی کو نظر نہ آتے۔ دو درخت دیکھے جن کے مابین چار ذراع کا فاصلہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اس درخت سے کہو کہ تجھے حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ تو اپنے ساتھی سے جا ملو حتیٰ کہ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں'' میں نے اسی طرح کیا۔ وہ لرز کر اکھڑا اور دوسرے درخت کے ساتھ جا کر ملا۔ آپ ان کے پیچھے بیٹھ گئے۔ قضائے حاجت کی، پھر وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔''

تیسرا باب

خوشے کا نیچے اترنا، دوسرے درخت کا آپ ﷺ کی طرف آنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا

۱۔ امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی'' مجھے کس طرح علم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تمہارا خیال ہے اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلالوں کیا تو یہ گواہی دے دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں؟ اس نے عرض کی''ہاں! آپ نے خوشے (گچھے) کو بلایا وہ خوشہ کھجور سے اترنے لگا حتیٰ کہ وہ زمین پر گرا۔ وہ آپ کی طرف آنے لگا۔ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے آپ کی خدمت میں

آ گیا۔ آپ نے اسے فرمایا ''واپس لوٹ جاؤ'' وہ واپس چلا گیا'' اس اعرابی نے عرض کی ''بخدا! آج کے بعد میں کسی بھی ایسی چیز کی تکذیب نہ کروں گا جسے آپ فرمائیں گے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ رب العزت کے رسول ہیں۔ وہ ایمان لے آیا۔

۲۔ امام احمد، امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنو عامر کا ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ﷺ مجھے وہ مہر نبوت دکھائیں جو آپ کے مبارک شانوں کے مابین ہے۔ میں سارے لوگوں سے پاکیزہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا ''کیا میں تمہیں آیت (نشانی) نہ دکھاؤں۔'' اس نے عرض کی 'ہاں! آپ نے کھجور کی طرف دیکھا فرمایا۔ ''اس گچھے کو بلاؤ'' اس نے اسے بلایا۔ وہ زمین چیرتا ہوا۔ سجدہ کرتا اور سر اٹھاتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا ''واپس لوٹ جاؤ'' وہ اپنی جگہ واپس آ گیا'' اس نے عرض کی ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں'' وہ ایمان لے آیا۔

۳۔ دارمی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے امام ذہبی نے اس سند کو جید کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم کسی سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آیا۔ جب وہ آپ کے قریب گیا تو آپ نے اسے پوچھا ''کہاں جا رہے ہو؟ اس نے عرض کی'' اپنے اہل خانہ کے پاس۔ آپ نے پوچھا ''کیا تو بھلائی کا خواہاں ہے؟ اس نے عرض کی 'وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ محمد عربی (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں'' اس نے عرض کی ''کیا اس پر کوئی چیز گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ درخت'' آپ نے اسے بلایا وہ وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے تین بار اس سے گواہی طلب کی۔ اس نے تین بار گواہی دی، پھر وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اعرابی اپنی قوم کے پاس گیا۔ اس نے آپ سے عرض کی تھی ''اگر میری قوم نے میری اتباع کر لی تو میں اسے آپ کی خدمت میں لے آؤں گا، ورنہ میں خود واپس آ جاؤں گا اور آپ کے ساتھ رہوں گا۔''

۴۔ امام بیہقی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور داعی اعظم ﷺ مکہ مکرمہ کی کسی گھاٹی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ اپنی قوم کی تکذیب کی وجہ سے غمزدہ تھے۔ آپ نے عرض کی ''مولا! مجھے ایسی چیز دکھا جس سے مجھے اطمینان نصیب ہو اور یہ غم ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ آپ اس درخت کی جس شاخ کو چاہیں اپنی طرف بلا لیں'' آپ ﷺ نے ایک شاخ کو بلایا۔ وہ اپنی جگہ سے اکھڑی پھر زمین پر گری، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ آپ نے اسے فرمایا ''اپنی جگہ پر چلی جا'' وہ اسی طرح زمین سے ہوتی ہوئی سیدھی ہو گئی وہ اپنی جگہ پر چلی گئی۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آپ کا دل مبارک مسرور ہو گیا۔

۵۔ امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحجون کے مقام پر تھے۔ آپ غمزدہ تھے کیونکہ مشرکین آپ کو اذیتیں دیتے تھے۔ آپ نے عرض کی 'مولا! مجھے آج ایسی نشانی دکھا جس کے بعد مجھے پرواہ نہ رہے کہ کون میری تکذیب کر رہا ہے' آپ کو حکم دیا گیا تو آپ نے وادی کی طرف سے ایک درخت کو پکارا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، پھر حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: "آج کے بعد مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری قوم میں سے کون مجھے جھٹلاتا ہے۔"

۶۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ذریعے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ غمزدہ تھے۔ آپ کا جسم اطہر خون کی وجہ سے رنگین تھا۔ اہل مکہ میں سے کسی نے آپ کو مارا تھا۔ حضرت جبرائیل نے پوچھا "آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: "ان مشرکین نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی "کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! انہوں نے وادی سے میرے لیے ایک درخت دیکھا۔ آپ سے عرض کی "آپ اس درخت کو بلائیں۔ آپ نے اسے بلایا۔ وہ چلتا ہوا آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی: "آپ اسے حکم دیں تاکہ یہ واپس چلا جائے" آپ نے اسے حکم دیا وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ میرے لئے کافی ہے" ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے "اس نے آپ کو سلام کیا تھا۔"

چوتھا باب

درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادینا

۱۔ شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت مسروق سے پوچھا کہ اس رات جس میں جنات نے آپ سے قرآن پاک سنا تھا آپ کو جنات کے بارے کس نے بتایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "مجھے تمہارے والد گرامی نے بتایا ہے کہ ایک درخت نے آپ کو ان کے بارے بتایا تھا۔"

۲۔ امام احمد، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ محوسفر تھے۔ ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ آپ آرام فرما ہو گئے۔ ایک درخت آیا۔ اس نے اذن طلب کیا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا وہ آپ پر چھا گیا، پھر وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اس درخت نے اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا تھا کہ وہ مجھے سلام عرض کرے۔ اس نے اسے اذن دیا۔"

۵۔ امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحجون کے مقام پر تھے۔ آپ غمزدہ تھے کیونکہ مشرکین آپ کو اذیتیں دیتے تھے۔ آپ نے عرض کی ”مولا! مجھے آج ایسی نشانی دکھا جس کے بعد مجھے پرواہ نہ رہے کہ کون میری تکذیب کر رہا ہے“ آپ کو حکم دیا گیا تو آپ نے وادی کی طرف سے ایک درخت کو پکارا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، پھر حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”آج کے بعد مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری قوم میں سے کون مجھے جھٹلاتا ہے۔“

۶۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ذریعے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ غمزدہ تھے۔ آپ کا جسم اطہر خون کی وجہ سے رنگین تھا۔ اہل مکہ میں سے کسی نے آپ کو مارا تھا۔ حضرت جبرائیل نے پوچھا ”آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: ”ان مشرکین نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے“ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی ”کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! انہوں نے وادی سے میرے لیے ایک درخت دیکھا۔ آپ سے عرض کی ”آپ اس درخت کو بلائیں۔ آپ نے اسے بلایا۔ وہ چلتا ہوا آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی: ”آپ اسے حکم دیں تاکہ یہ واپس چلا جائے“ آپ نے اسے حکم دیا وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ میرے لئے کافی ہے“
ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے ”اس نے آپ کو سلام کیا تھا۔“

چوتھا باب

درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دینا

۱۔ شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضرت مسروق سے پوچھا کہ اس رات جس میں جنات نے آپ سے قرآن پاک سنا تھا آپ کو جنات کے بارے کس نے بتایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ”مجھے تمہارے والد گرامی نے بتایا ہے کہ ایک درخت نے آپ کو ان کے بارے بتایا تھا۔“

۲۔ امام احمد، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم آپ کے ساتھ محوِ سفر تھے۔ ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ آپ آرام فرما ہو گئے۔ ایک درخت آیا۔ اس نے اذن طلب کیا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا وہ آپ پر چھا گیا، پھر وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس درخت نے اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا تھا کہ وہ مجھے سلام عرض کرے۔ اس نے اسے اذن دے دیا تھا۔“

۳۔ بزار اور ابونعیم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی"یارسول اللہ! ﷺ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے، مجھے ایسا امر دکھائیں جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو جائے"آپ نے فرمایا:"تم کیا چاہتے ہو؟اس نے فرمایا:"آپ اس درخت کو بلائیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے"آپ نے فرمایا:"جاؤ اور اسے بلالو"اعرابی اس کے پاس آیا اور کہا۔"حضور اکرم ﷺ کی صدا پر لبیک کہو"وہ اپنی اطراف میں سے ایک طرف جھکا۔اس کی جڑیں کٹ گئیں پھر دوسری طرف جھکا۔اس کی جڑیں دوسری طرف سے بھی کٹ گئیں۔وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اس نے یوں سلام عرض کیا"السلام علیک یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا:"درخت! تو کس کی گواہی دیتا ہے؟اس نے عرض کی"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"آپ نے فرمایا:"تو نے سچ کہا ہے"اس اعرابی نے کہا"یہ کافی ہے۔یہ کافی ہے۔آپ اسے حکم دیں کہ یہ اپنی جگہ پر چلا جائے اور پہلے کی طرح ہو جائے۔"وہ اپنے گڑھے میں آ گیا۔گڑھے میں اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ہر جڑ اسی جگہ تھی جہاں وہ پہلے تھی، پھر اس پر زمین برابر ہو گئی۔ اس اعرابی نے عرض کی"کیا آپ مجھے اذن دیتے ہیں کہ میں آپ کے سر اقدس اور پاؤں کو بوسہ دوں"اس نے آپ کے سر اقدس اور پاؤں کو بوسہ دیا"پھر عرض کی"کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کو سجدہ کروں؟آپ نے فرمایا:"کوئی کسی (مخلوق) کو سجدہ نہ کرے۔"

پانچواں باب

وہ کھجوریں جو آپ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے لئے لگائی تھیں

امام بیہقی نے ابویزید سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔آپ نے پوچھا"تم کس سے ہو؟انہوں نے عرض کی:"میں غلام ہوں"آپ نے فرمایا:"تم ان سے کہو کہ وہ تم سے مکاتبت کر لیں"انہوں نے مجھ سے اتنے اتنے کھجور کے پودے پر مکاتبت کر لی جسے میں نے ان کے لئے لگانا تھا، پھر ان کی نگرانی کرنا تھی حتیٰ کہ وہ ثمر آور ہو جاتیں"آپ تشریف لائے۔آپ نے سارا باغ اپنے دست اقدس سے لگایا سوائے ایک پودے کے۔اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔اس کھجور کے علاوہ سارا باغ اسی سال پھل لے آیا۔آپ نے پوچھا "اس پودے کو کس نے لگایا تھا؟صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"عمر فاروق نے"آپ نے اسے اپنے دست اقدس سے دوبارہ لگایا۔وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے آغاز میں تحریر ہو چکا ہے۔اس باب میں بہت سی روایات ہیں لیکن جن کا میں نے تذکرہ کر دیا ہے۔ان میں اس شخص کے لئے کفایت ہے جسے توفیق دے دی گئی ہے۔حضرت

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة　　تمشي اليه على ساق بلا قدم
كانما سطرت سطرا لما كتبت　　فروعها من بديع الخط في اللقم

آپ کی دعوت پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قدموں کے بغیر اپنی پنڈلی پر چلتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ گویا کہ ان درختوں کی شاخوں نے اپنے رستے میں خوش نما لائنیں پیدا کر دی تھیں ایسے لگتا تھا کہ وہ درخت رستے میں واضح خط کے ساتھ حروف لکھ رہے تھے۔

جمادات کے بارے میں معجزات

پہلا باب

آپ کے دست اقدس میں سنگریزوں کی تسبیح خوانی

۱۔ الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے سامنے سات یا نو سنگریزے تھے۔ آپ نے انہیں اپنے دست اقدس میں پکڑا۔ وہ تسبیح خوانی کرنے لگے، حتیٰ کہ میں نے ان کی اس طرح بھنبھناہٹ سنی جیسے مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ آپ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ آپ نے انہیں لیا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ وہ تسبیح خوانی کرنے لگیں۔ میں نے سنا۔ وہ اس طرح آواز نکال رہی تھیں جیسے شہد کی مکھیاں آواز نکالتی ہیں۔ انہوں نے انہیں رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں، پھر آپ نے انہیں پکڑا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ تسبیح خوانی کرنے لگیں۔ میں نے ان کی صدا اس طرح سنی جیسے مکھیاں آواز نکالتی ہیں۔ انہوں نے انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں، پھر انہیں اٹھایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ انہوں نے تسبیح خوانی شروع کر دی، حتیٰ کہ میں نے ان کی اس طرح آواز سنی جیسے مکھیاں آواز نکالتی ہیں، پھر انہیں رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ نبوت کی خلافت ہے" اس روایت کو بزار، الطبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اسے امام ذہبی، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۲۔ ابونعیم اور حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرموت کے سربراہان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے آپ کے لئے کچھ چھپایا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! اس طرح تو کاہن اور کاہنہ آگ میں گریں گے" انہوں نے عرض کی: "ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں" آپ نے مٹھی بھر سنگریزے لئے اور فرمایا: "یہ گواہی دیں گے کہ میں اللہ رب العزت کا سچا رسول ہوں۔ ان سنگریزوں نے آپ کے دست اقدس میں تسبیح خوانی شروع کر دی۔ فرمایا "ہم گواہی دیتے ہیں، کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

۳۔ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے زمین سے سات سنگریزے اٹھائے۔ انہوں نے آپ کے دست اقدس میں تسبیح خوانی کی، پھر آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑائی انہوں نے ان کے ہاتھوں

میں تسبیح خوانی کی جیسے انہوں نے آپ کے دست اقدس میں تسبیح خوانی کی تھی، پھر آپ نے انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر رکھ دیا۔ انہوں نے اسی طرح تسبیح خوانی کی جیسے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دست اقدس میں تسبیح خوانی کی تھی۔

۴۔ حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس میں سنگریزے پکڑے۔ وہ تسبیح خواں ہوئے حتیٰ کہ ہم نے ان کی تسبیح سنی پھر آپ نے انہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر رکھ دیا۔ وہ تسبیح خوانی کرنے لگے حتیٰ کہ ہم نے تسبیح سنی۔ آپ نے انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر رکھ دیا۔ وہ تسبیح بیان کرنے لگے حتیٰ کہ ہم نے ان کی تسبیح سنی، پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیا تو وہ تسبیح خوانی کرنے لگے، پھر آپ نے انہیں ہم میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر رکھا مگر ان میں سے کسی ایک کنکری نے بھی تسبیح خوانی نہ کی۔"

دوسرا باب

وہ سونا زیادہ ہو جانا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا تھا

امام احمد، ابن سعد اور حاکم نے کئی طرق سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے معادن میں سے اتنا سونا پیش کیا جتنا سونے کا انڈا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "سلمان! اسے لو اور اپنا زر مکاتبت ادا کرو۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "اس سے میرا کتنا زر مکاتبت ادا ہو گا۔ آپ نے اسے اپنی زبان اقدس لگائی۔ اسے میری طرف پھینک دیا۔ فرمایا! "اسے لے جاؤ۔ عنقریب رب تعالیٰ تمہارا قرضہ اس سے ادا کر دے گا۔" مجھے اس ذات والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر میں اس کا وزن کرتا تو وہ چالیس اوقیہ بھی ادا کر دیتا اور پھر بھی میرے پاس وہ سونا بچ جاتا۔

تیسرا باب

آپ کی دعا مبارک پر درودیوار کا آمین کہنا

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ابو الفضل! تم اور تمہارے نوران نظر کل اپنے گھر نہ جانا، حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔ مجھے تم سے ضروری کام ہے۔"

انہوں نے آپ کا انتظار کیا حتیٰ کہ آپ وقت چاشت کے بعد تشریف لائے۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ فرمایا "السلام علیکم" انہوں نے عرض کی: "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ! آپ نے انہیں فرمایا" تم ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ حتیٰ کہ ایک دوسرے سے مل جاؤ۔ جب آپ کے لئے ممکن ہوا تو آپ نے اپنی مبارک چادر ان پر پھیلا دی۔ عرض کی "مولا! یہ میرے چچا ہیں جو میرے والد محترم کی مانند ہیں۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اسی طرح چھپا لے جس طرح میں نے انہیں چادر میں چھپایا ہے" اس دعا پر دروازے کی دہلیز اور گھر کی دیواروں نے آمین کہا۔ انہوں نے "آمین آمین آمین" کہا۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے مختصر روایت کیا ہے۔ اس روایت میں کوئی ایسا راوی نہیں جس پر تہمت لگائی گئی ہو۔ ابونعیم نے اسے عبداللہ بن غسیل سے روایت کیا ہے۔

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں پہاڑ کا حرکت کرنا

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ احد پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرات ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تھے۔ کوہ احد لرزنے لگا۔ آپ نے اسے ٹانگ مبارک ماری اور فرمایا: "ثابت ہو جا۔ تجھ پر ایک نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک صدیق اور دو شہید ہیں"

ابویعلی اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے لفظ احد روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "حضرات علی المرتضیٰ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ نے فرمایا: "پرسکون ہو جا۔ تجھ پر یا تو نبی جلوہ افروز ہے یا صدیق یا شہید جلوہ نما ہے۔ اسے امام احمد نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے لفظ حراء کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کو سنا آپ کوہ حراء پر جلوہ افروز تھے۔ اس نے حرکت کی۔ آپ نے اسے ٹانگ ماری، اور فرمایا: "حراء پرسکون ہو جا۔ تجھ پر یا تو نبی یا صدیق یا شہید ہے" اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی حیدر کرار، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور میں (رضی اللہ عنہم) تھے۔

پانچواں باب

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو بت اندھے ہو کر گر پڑے

شیخان نے حضرت ابن مسعود سے امام احمد ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ جب فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں تین سو ساٹھ بت پائے۔ آپ نے ہر بت کی طرف عصا مبارک سے اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾ (سورۃ الاسراء۔ ۸۱)

اور فرمایا کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

آپ جس بت کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ نیچے گر جاتا۔ آپ اسے عصا سے مس نہ کرتے تھے" دوسری روایت میں ہے۔ جب آپ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ نے کمان پکڑ رکھی تھی۔ آپ ایک ایک بت کی طرف اشارہ کرتے جا رہے تھے۔ وہ نیچے گرتا جا رہا تھا۔ حضرت تمیم بن اسد خزاعی رضی اللہ عنہ نے اسی کے متعلق لکھا ہے۔

و فی الاصنام معتبر و علم — لمن یرجو الثواب والعقابا

ان بتوں میں اس شخص کے لئے عبرت اور نشانی موجود ہے جو ثواب یا عقاب (سزا) کی امید رکھتا ہے۔

ابن مندہ نے تیسری سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ حدیث پاک ہے۔ اس میں یعقوب بن محمد زہری منفرد ہو گئے ہیں" امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر چہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت اس کی تاکید کرتی ہے۔

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ میں شدت اختیار کیا تو منبر مبارک نے حرکت کی

امام احمد، امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا "میں نے آپ کو سنا۔ آپ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ فرما رہے تھے جبار (اللہ تعالیٰ) اپنے آسمانوں کو اور اپنی زمین کو اپنے دست

اقدس میں پکڑتا ہے۔وہ فرماتا ہے"میں جبار ہوں دیگر جبارین کہاں ہیں۔متکبرین کہاں ہیں۔آپ یہی کلمات اپنے دائیں اور بائیں دہراتے رہے،حتیٰ کہ میں نے منبر کی طرف دیکھا۔وہ نیچے سے حرکت کر رہا تھا حتیٰ کہ میں نے کہا"یہ حضور اکرم ﷺ کو لے کر نیچے گر پڑے گا۔"

حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ (الزمر۔٦٧)

آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔میں جبار ہوں"رب تعالیٰ اپنی بزرگی بیان کرتا ہے۔منبر مبارک لرزنے لگا، حتیٰ کہ ہم نے سمجھا کہ وہ آپ کو لے کر نیچے گر جائے گا۔"

بزار اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ (الزمر۔٦٧)

اور انہوں نے آپ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور قیامت کے دن وہ سب فرشتوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔منبر نے کہا"اس طرح"وہ تین دفعہ گیا اور آیا۔

ساتواں باب

چٹان کا نرم ہو جانا

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ابن سعد، ابن جریر، بیہقی اور ابونعیم نے کثیر بن عبداللہ بن عمر ابن عوف سے وہ اپنے والد گرامی اور اپنے جد امجد سے روایت کرتے ہیں اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ان سب نے بیان کیا ہے کہ روز خندق ہمیں سخت اور شدید چٹان کا سامنا کرنا پڑا جس پر کدالیں کام نہ کر رہی تھیں۔ہم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس کا شکوہ کیا۔آپ نے فرمایا:"میں نیچے آتا ہوں"جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے کدال لی۔بسم اللہ پڑھی اور ایک ضرب لگائی جس سے اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔اس سے روشنی نکلی جس سے مدینہ طیبہ کی دونوں چٹانوں کے مابین ہر چیز منور ہو گئی گویا کہ تاریک شب میں

چراغ روشن ہو گیا ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے ایران کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ بخدا! میں اب بھی مدائن کا قصر ابیض دیکھ رہا ہوں'' پھر آپ نے ایک ضرب لگائی۔ بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ ایک روشنی نکلی جس سے دونوں چٹانوں کے مابین کا سارا علاقہ جگمگا اٹھا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ بخدا! میں اسی جگہ سے صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔

آٹھواں باب

پتھروں کا سلام کرنا

امام مسلم اور امام احمد نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔ میں اب بھی اسے جانتا ہوں'' امام ترمذی نے حسن روایت لکھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں مکہ مکرمہ میں آپ کے ہمراہ تھا، ہم کسی سمت نکلے آپ جس پہاڑ یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ یوں سلام عرض کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)''۔

ابونعیم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ان راتوں میں، جن میں مجھے مبعوث کیا گیا۔ میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا تو مجھے یوں سلام کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

حیوانات کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

پہلا باب

اونٹوں کا سر تسلیم خم کرنا

الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انصار کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا ایک اونٹ ہے جو سرکش ہو کر باغ میں چلا گیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے۔ فرمایا "آ جا" وہ سر جھکائے۔ حاضر خدمت ہو گیا حتیٰ کہ آپ نے اسے نکیل ڈالی۔ اسے اس کے مالکوں کے حوالے کر دیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا کہ یہ جانتا تھا کہ آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں" آپ نے فرمایا: "ان سنگلاخ چٹانوں کے مابین ہر ایک مجھے جانتا ہے کہ میں نبی برحق ہوں سوائے کفار جن وانس کے۔"

امام احمد نے حضرت حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے قیس کے ایک بوڑھے سے سنا وہ اپنے باپ سے روایت کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہمارے پاس ایک سرکش اونٹنی تھی۔ جس پر ہمیں قدرت نہ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی کھیری کو دست اقدس سے مس کیا۔ وہ دودھ اتار آئی۔ آپ نے اس کا دودھ نکالا۔"

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر سے آپ کی معیت میں واپس آئے۔ جب ہم بنو نجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اس میں ایک اونٹ تھا۔ جو بھی باغ میں داخل ہوتا وہ اس پر حملہ کر دیتا۔ اس امر کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا گیا۔ آپ تشریف لائے۔ اس باغ میں داخل ہو گئے۔ اونٹ کو بلایا۔ وہ اپنا سر جھکا کر آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کی نکیل لے کر آؤ" آپ نے اسے اس کے مالک کے سپرد کیا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ فرما کر فرمایا "آسمان اور زمین کے مابین ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ سوائے کفار (جن وانس کے)۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے امام احمد، عبداللہ بن حمید اور بزار نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کی معیت میں کسی غزوہ سے واپس آئے۔ ہم بنو نجار کے باغات میں سے کسی باغ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک سرکش

اونٹ تھا۔ جو بھی باغ میں داخل ہوتا وہ اس پر حملہ کر دیتا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ اونٹ کو بلایا وہ آیا۔ اپنا سر زمین پر رکھا۔ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا: "اس کی نکیل لے کر آؤ۔" آپ نے اسے نکیل ڈالی۔ اسے اس کے مالک کے حوالے کیا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: "آسمان اور زمین کے مابین کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول (مکرم ﷺ) ہوں۔ سوائے نافرمان جنات اور انسانوں کے۔"

دوسرا باب

اونٹوں کا آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا اور شکایت کرنا

۱۔ امام احمد، امام نسائی نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انصار کے گھرانے کا ایک اونٹ تھا جس سے وہ سیراب کرتے تھے۔ وہ سرکشی کرنے لگا۔ اس نے انہیں اپنی پشت پر سوار نہ ہونے دیا۔ انصار بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا "ہمارا ایک اونٹ ہے جس پر ہم پانی لاتے تھے۔ یہ ہم پر دشوار ہو گیا ہے۔ اس نے اپنی کمر ہم پر منع کر دی ہے۔ کھیتی اور نخلستان پیاسے ہو گئے ہیں۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "اٹھو" آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ اس کے ایک کونے میں اونٹ تھا۔ حضور مکرم ﷺ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ انصار نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ یہ کتے کی مانند ہو گیا ہے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ یہ آپ پر حملہ نہ کر دے" آپ نے فرمایا: "مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں" جب اونٹ نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی طرف آنے لگا، حتیٰ کہ وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے اس کی پیشانی سے پکڑا۔ وہ بہت زیادہ مطیع تھا، حتیٰ کہ آپ نے اسے کام پر لگا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ یہ جانور ہے جسے عقل و دانش نہیں۔ یہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ ہم اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں" آپ نے فرمایا: "اگر کسی بشر کا بشر کے لئے سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، کیونکہ مرد کا عورت پر بہت زیادہ حق ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ اگر اس کے قدموں سے لے کر سر کی چوٹی تک پیپ اور لہو سے آلودہ ہو پھر وہ اس کے سامنے آ جائے وہ اسے چاٹ لے تو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔"

۲۔ امام احمد اور بیہقی نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اونٹ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آیا۔ جب آیا تو سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "ارے لوگو! اس اونٹ کا مالک

کون ہے؟ ایک انصاری جوان نے کہا "یہ اونٹ ہمارا ہے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہمارا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی "یہ ہمارے پاس بیس سال سے ہے۔ جب یہ عمر رسیدہ ہوگیا تو ہم نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اسے فروخت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کا ہی ہے" آپ نے فرمایا: "اس سے احسان کرو حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت قریب آ جائے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جانوروں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں" آپ نے فرمایا: "کسی بشر کے لئے روا نہیں کہ کسی بشر کو سجدہ کرے۔ اگر سجدہ تعظیمی روا ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

۳۔ امام احمد، ابونعیم اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے۔ اونٹ آیا۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی" جانور اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں، کہ آپ کو سجدہ کریں" آپ نے فرمایا: "اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اپنے بھائیوں کی تکریم کرو اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

۴۔ بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک اونٹ آیا۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا۔

۵۔ امام احمد اور بیہقی نے (امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک اونٹ آپ کی خدمت میں آیا...... وہ بلبلایا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ آپ نے اس کے سر سے لے کر کوہان تک دست اقدس پھیرا۔ اس نے لمبا سانس لیا اور وہ پرسکون ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار کا ایک جوان حاضر ہوا اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا ہے" آپ نے فرمایا: "کیا تم اس جانور کے متعلق اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کے تم مالک ہو۔ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور محنت سے کام لیتے ہو۔"

۶۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص کے دو اونٹ تھے۔ ان پر شہوت کا غلبہ ہوگیا۔ اس نے انہیں باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے ارادہ کیا کہ آپ اس کے لئے دعا کریں۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ہمراہ کچھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ میرے دو اونٹوں پر شہوت کا غلبہ ہو گیا ہے۔ میں نے انہیں باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں

کہ رب تعالیٰ انہیں میرا مطیع کر دے۔"

آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "ہمارے ساتھ اٹھو" آپ تشریف لے گئے۔ اس کے دروازے تک آئے۔ اسے فرمایا اسے کھولو۔ اس شخص کو آپ کے بارے خطرہ لاحق ہوا۔ آپ نے فرمایا: "دروازہ کھولو" اس نے دروازہ کھولا۔ ایک اونٹ دروازے کے قریب ہی تھا۔ جب اس نے آپ کی زیارت کی تو وہ سجدہ ریز ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "کوئی ایسی چیز لے کر آؤ" جس کے ساتھ میں اس کا سر باندھوں اور اسے تیرے حوالے کر دوں" وہ نکیل لے کر آیا۔ آپ نے اس کے ساتھ اس کا سر باندھا، اور اسے اس شخص کے حوالے کر دیا، پھر باغ کے دوسرے کونے میں دوسرے اونٹ کی طرف گئے جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ فوراً سجدہ ریز ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "ایسی چیز لے کر آؤ۔ جس کے ساتھ میں اس کا سر باندھوں" آپ نے اس کا سر باندھا اور اسے اس پر تسلط بخشا، فرمایا "انہیں لے جاؤ۔ اب یہ تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے۔"

۷۔ ابونعیم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا اونٹ ہمارے گھر میں حملہ آور بن گیا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے قریب جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اس شخص کے ساتھ اٹھے ہم بھی آپ کے ہمراہ اٹھے۔ آپ اس کے دروازے تک آئے۔ اسے کھولا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کی خدمت میں آیا اور سجدہ ریز ہوگیا۔ اس نے اپنی گردن نیچے رکھ دی۔ آپ نے اس کا سر پکڑا۔ اس پر دست اقدس پھیرا۔ نکیل منگوائی اور اسے نکیل ڈال دی، پھر اسے اس کے مالک کے سپرد کر دیا۔ حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے جان لیا تھا کہ آپ نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کفار جن وانس کے علاوہ ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

۸۔ امام احمد ابوعبداللہ محمد بن حامد الفقیہ نے اپنی کتاب الدلائل" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قباء گئے۔ ہم نے باغ میں جھانکا۔ ہم نے وہاں ایک اونٹ دیکھا جب اونٹ آیا تو اس نے اپنا سر بلند کیا اس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اس جانور سے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں" آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! کیا غیر اللہ کو سجدہ؟ کسی کے لئے روا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے۔ اگر میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

۹۔ ابونعیم نے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنوسلمہ کے ایک شخص نے ایک اونٹ خریدا وہ اس پر پانی لاتا تھا۔ اس نے اسے مربد میں داخل کیا۔ وہ اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا، جو شخص بھی باغ میں جاتا وہ اسے زور سے مارتا۔ حضور سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ سے اس امر کا تذکرہ کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: ''اس کا دروازہ کھول دو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ''ہمیں اس سے آپ کے متعلق خطرہ ہے'' آپ نے فرمایا: ''اس کا دروازہ کھول دو جب انہوں نے دروازہ کھولا اونٹ نے آپ کی زیارت کی تو وہ سجدہ ریز ہو گیا۔ سارے لوگوں نے ''سبحان اللہ!'' کہا۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں'' آپ نے فرمایا: ''اگر مخلوق میں سے کسی کو سجدہ روا ہوتا تو عورت کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرتی۔''

۱۰۔ الطبرانی نے حضرت عصمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ الانصار میں سے ایک یتیم کا اونٹ بھاگ گیا اسے پکڑنے پر کوئی قادر نہ تھا۔ اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا گیا۔ آپ ہمارے ساتھ اٹھے۔ آپ اس باغ میں تشریف لائے جس میں وہ اونٹ تھا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کی سمت آیا، حتیٰ کہ وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ ہم نے آپ سے عرض کی ''کاش! آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم آپ کے لئے اسی طرح سجدہ کریں جیسے بادشاہوں کے لئے سجدہ (تعظیمی) کیا جاتا ہے'' آپ نے فرمایا: ''یہ میری امت میں جائز نہیں۔ اگر میں اسے روا کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔''

۱۱۔ امام احمد اور بیہقی نے کئی اسناد سے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن میں آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک اونٹ بلبلاتے ہوئے آیا حتیٰ کہ اس نے اپنی گردن آپ کے سامنے رکھ دی، پھر اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے، حتیٰ کہ اس کا ارد گرد تر ہو گیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہیں علم ہے کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مالک اسے ذبح کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔
آپ نے مجھے فرمایا ''تمہاری خیر اس اونٹ کے مالک کو تلاش کرو'' میں اس کے مالک کی تلاش میں نکلا میں نے دیکھا کہ اس کا مالک ایک انصاری شخص تھا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں بلا لایا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارا یہ اونٹ کیوں شکایت کر رہا ہے کہ تم نے اس کی جوانی برباد کی جب یہ عمر رسیدہ ہو گیا، تو تم اسے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔'' اس نے عرض کی ''آپ نے سچ کہا ہے۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم نے آج رات ہی ارادہ کیا ہے کہ ہم اسے ذبح کر دیں گے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیں گے'' آپ نے فرمایا: ''اس طرح نہ کرو مجھے ھبہ کر دو یا مجھے بیچ دو'' اس نے عرض کی ''میرا کوئی مال مجھے اس سے پسندیدہ نہیں ہے'' آپ نے فرمایا: ''اس کے ساتھ بھلائی کرو'' اس نے عرض کی ''یقیناً میں اس کی اس طرح تکریم کروں گا کہ اپنے کسی مال کی اس طرح تکریم نہ کروں گا'' دوسری روایت میں ہے ''اس نے یہ اونٹ آپ کو ھبہ کر دیا۔ آپ نے اس پر صدقے کا نشان لگایا اور اسے بھیج دیا۔

۱۲۔ ابن سعد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں

تشریف فرما تھے۔ایک اونٹ بھاگتا ہوا آیا،حتیٰ کہ اس نے آپ کی آغوش مبارک میں اپنا سر رکھ دیا۔اس نے آواز لگائی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا"یہ اونٹ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی شخص کی ملکیت میں ہے۔وہ اپنے باپ کے کھانے کے لئے اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔یہ میری بارگاہ میں مدد طلب کرنے آیا ہے" ایک شخص نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فلاں کا اونٹ ہے۔اس نے یہ ارادہ کیا ہے۔" آپ نے اس شخص کو بلایا۔اس سے اس کے متعلق پوچھا۔اس نے عرض کی کہ اس کا یہ ارادہ تھا۔آپ نے اسے کہا کہ وہ اسے ذبح نہ کرے۔اس نے اسی طرح کیا۔"

۱۳۔ بزار اور الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب ہم غزوہ ذات الرقاع سے واپس آئے۔جب ہم مھبط الحرہ کے مقام پر تھے تو ایک اونٹ بھاگتا ہوا آیا۔آپ نے فرمایا:"کیا تمہیں علم ہے کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔یہ اونٹ اپنے مالک کے خلاف مجھ سے مدد مانگ رہا ہے۔اس کا گمان ہے کہ وہ اتنے سال سے اس سے کھیتی باڑی کرتا رہا۔اب وہ اسے ذبح کرنے کا ارادہ کئے ہے۔جابر! جاؤ اس کے مالک کو بلالاؤ" انہوں نے عرض کی:"میں اس کے مالک کو نہیں جانتا" آپ نے فرمایا:"یہ اونٹ تمہیں اس تک لے جائے گا" وہ ان کے سامنے سر جھکائے نکلا،حتیٰ کہ انہیں اپنے مالک تک لے گیا۔وہ اسے بلا کر لے آئے۔

۱۴۔ بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک آنے والا آپ کی خدمت میں آیا۔اس نے کہا"فلاں کا اونٹ سرکش ہو گیا ہے" آپ اٹھے ہم بھی آپ کے ہمراہ اٹھے۔ہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب نہ جانا،ہمیں اس سے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔آپ اس اونٹ کے قریب گئے۔جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ سجدہ ریز ہو گیا۔آپ نے اونٹ کی پیشانی پر دست اقدس پھیرا۔اسے مارا اس کے لئے دعا کی۔اپنا دست اقدس اس کے سر پر رکھا۔آپ نے فرمایا:"اس کی نکیل لے کر آؤ" نکیل آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔آپ نے اسے اس کے سر پر رکھا اور فرمایا:"اس کے مالک کو بلاؤ" اسے بلایا گیا۔آپ نے اسے فرمایا"اس کا چارہ بہتر کرو۔کام کاج میں اس سے مشقت سے کام نہ لو۔"

تیسرا باب

حضرت جابر،حضرت حکم بن ایوب اور ایک اور شخص کے اونٹوں میں برکت

۱۔ شیخان اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ غزوہ کے لئے گیا۔ میرے اونٹ نے مجھے سب سے پیچھے کر دیا۔ اس نے مجھے تھکا دیا تھا۔ وہ چل نہیں رہا تھا حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے نکل گئے۔ میں اسے اٹھانے لگا۔ مجھے اس کا معاملہ اہم لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پیچھے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا "تمہارے اونٹ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: "یہ علیل ہے" آپ نے اس کی گردن پر پانی پھینکا پھر اسے مارا اور اس کے لئے دعا کی۔ وہ اچھل پڑا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس پر سوار ہو جاؤ۔" میں نے عرض کی: "میں اس بات پر راضی ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ چلے" آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہو جاؤ۔" میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں نے خود کو دیکھا کہ میں اسے روک رہا تھا تاکہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ نکل جائے۔ میں اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی ایسی سواری پر سوار نہ ہوا تھا، جو اس سے زیادہ تیز رفتار یا فرمانبردار ہو۔ یہ اونٹوں میں سے سب سے آگے چلتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "تم نے اپنا اونٹ کیسا پایا ہے؟ میں نے آپ سے عرض کی "بھلائی کے ساتھ، جو اسے آپ کی برکت سے پہنچی تھی۔"

۲۔ امام مسلم نے حضرت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے میری اونٹنی نے تھکا دیا ہے یہ اٹھتی ہی نہیں ہے" آپ اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اسے ٹانگ ماری۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں نے وہ اونٹنی دیکھی جو اپنے ہانکنے والے سے آگے گزر جاتی تھی۔"

ابن حبان نے اپنی تاریخ میں "حسن بن سفیان اور الطبرانی نے حضرت حکم بن ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہیں ابن حارث سلمی بن کہا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے میری اونٹنی کو دوہا آپ نے اسے حرکت دی۔ وہ ساری سواریوں سے آگے نکل جاتی تھی۔"

چوتھا باب

غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی سواریوں میں برکت

الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے۔ سواریاں بہت زیادہ تھک گئیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے انہیں پیادہ دیکھا۔ وہ اونٹوں پر سوار نہ ہو رہے تھے۔ آپ نے انہیں ایک وادی میں ٹھہرایا۔ لوگ اس میں سے گزر رہے تھے۔ آپ نے اس میں پھونک ماری۔ آپ نے یہ دعا مانگی۔

اللھم بارك فيه واحمل عليها في سبيلك فانك تحمل على القوی والضعيف والرطب واليابس في البر و البحر.

ساری سواریاں فوراً روانہ ہوگئیں۔ جب وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئیں تو وہ اپنی لگاموں کو کھینچ رہی تھیں۔"

پانچواں باب

بکری کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہونا

ابونعیم اور ابوعبداللہ ابن حامد فقیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اس باغ میں ایک بکری تھی۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا۔"

چھٹا باب

بھیڑیئے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا

امام احمد، ترمذی، حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ ایک اعرابی مدینہ طیبہ سے باہر اپنی بکریوں میں تھا کہ ایک بکری پر بھیڑیئے نے حملہ کر دیا۔ اس نے اسے پکڑ لیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے اسے چھین لیا۔ بھیڑیا بلند ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو۔ مجھ سے وہ رزق چھین رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ میری طرف لے کر آیا ہے۔" انہوں نے کہا "بھیڑیئے پر تعجب ہے جو دم کے بل بیٹھ کر مجھ سے انسانوں جیسا کلام کر رہا ہے! بھیڑیئے نے کہا "تم مجھ پر تعجب کر رہے ہو" اس شخص نے کہا "میں بھیڑیئے پر تعجب کیوں نہ کروں جو دم کے بل بیٹھ کر گفتگو کر رہا ہے" اس بھیڑیئے نے کہا "میں تجھے اس سے بھی تعجب خیز کلام نہ سناؤں" اس نے کہا "اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا "دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے۔ آپ لوگوں کو ماضی اور مستقبل کی باتیں بتا رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو ہدایت اور دین حق کی طرف بلا رہے ہیں جبکہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ وہ چرواہا اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا۔ مدینہ طیبہ آیا۔ بکریوں کو ایک کونے میں کھڑا کیا، پھر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوگیا۔ ساری داستان عرض کر دی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

اسے فرمایا "جب کل تم ہمارے ساتھ نماز صبح ادا کرلو تو لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق بتا دینا جسے تم نے دیکھا ہے۔"
وقت صبح جب اس نے نماز صبح ادا کرلی تو آپ نے حکم دیا تو یوں صدا لگائی گئی۔ "الصلاۃ جامعۃ" آپ باہر تشریف لائے اور اس اعرابی سے فرمایا۔ انہیں داستان سناؤ" اس نے داستان سنائی تو آپ نے اسے فرمایا "اس نے سچ کہا ہے مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص اپنے اہل خانہ کو چھوڑ کر باہر جائے گا تو اس کا جوتا' یا عصا یا ڈنڈا اسے بتائے گا کہ اس کے بعد اس کے اہل خانہ نے کیا کیا۔"

ابن عساکر نے حضرت محمد جعفر بن خالد الدمشقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت رافع بن عمیر الطائی نے بیان کیا جیسے کہ راوی گمان کرتے ہیں کہ ان کے بھیڑیئے نے گفتگو کی جبکہ وہ اپنی بھیڑیں چرا رہے تھے۔ بھیڑیئے نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ انہیں کہا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں انہوں نے اس کے متعلق یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

دعیت الضأن اجمعها بکلبی	من اللص الخفی و کل ذئب
فلما ان سمعت الذئب نادیٰ	یبشرنی باحمد من قریب
سعیت الیه قد سمّرت ثوبی	علی الساقین فی الوفد الرکیب
فالفیت النبی یقول قولا	صدوقا لیس بالقول الکذوب
فبشر نی بدین الحق حتی	تبینت الشریعته للمنیب
وابصرت الضیاء یضئ حولی	امامی ان سعیت و عن جنوبی
الابلغ بنی عمرو بن عوف	واخبرهم جدید ان اجیبی
دعاء المصطفی لا شك فیه	فانك ان اجبت فلن تجیبی

میں بھیڑیں چرا رہا تھا۔ میں انہیں اپنے کتے کے ذریعے چھپے ہوئے چور اور ہر بھیڑیئے سے بچا رہا تھا، حتیٰ کہ میں نے ایک بھیڑیئے کو سنا جو صدا دے رہا تھا۔ جو مجھے قریب سے ہی حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت سنا رہا تھا۔ میں بھاگ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ میں ماہر شہ سواروں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کی زیارت اسی حالت میں کی کہ آپ سچا قول فرما رہے تھے جو کسی جھوٹے کا قول نہ تھا۔ اس نے مجھے سچے دین کی بشارت دی، حتیٰ کہ جھکنے والے کے لئے شریعت مطہرہ واضح ہو گئی اگر میں دوڑتا تو میں اپنے ارد گرد آگے اور جنوب کی سمت نور دیکھتا۔ ارے! بنو عمرو بن عوف تک یہ پیغام پہنچا دو انہیں پیغام سنا دو کہ وہ دعوت حق پر لبیک کہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہو۔ بلاشبہ اگر تم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا تو تم خسارے میں نہ رہو گے۔"

۲۔ قاضی نے الشفاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابن وھب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کے بارے

میں ہے کہ انہوں نے ایک بھیڑیا دیکھا جو ہرن کے تعاقب میں تھا۔ ہرن حرم میں داخل ہو گیا۔ بھیڑیا واپس آ گیا۔ اس سے انہوں نے تعجب کیا۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہو چکے ہیں، جو تمہیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں جبکہ تم انہیں آگ کی طرف بلا رہے ہو۔ ان میں سے ایک نے کہا "اگر تم نے اس واقعہ کا ذکر مکہ مکرمہ کے لوگوں سے کر دیا تو وہ اسے پیچھے چھوڑ دیں گے۔"

ساتواں باب

ایک پالتو جانور کی محبت رسول ﷺ

امام احمد، مسدد، ابویعلیٰ، بزار اور الطبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "آل رسول ﷺ کا ایک پالتو جانور تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کھیلتا، شدت اختیار کر لیتا۔ آگے آتا۔ پیچھے جاتا۔ جب اسے حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا احساس ہوتا تو وہ بیٹھ جاتا۔ وہ منہ سے آواز تک نہ نکالتا تھا۔ اسے ناپسند تھا کہ کہیں اس طرح آپ کو تکلیف نہ ہو۔"

آٹھواں باب

شیر کی حضرت سفینہ خادم مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرنا

ابن سعد، ابویعلیٰ، بزار، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام بیہقی نے حضور اکرم ﷺ کے خادم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سمندر میں کشتی پر سوار ہوا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ میں اس کے ایک تختے پر سوار ہو گیا" وہ مجھے ایک جنگل کی طرف لے گیا۔ جس میں شیر تھا۔ شیر آیا جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے کہا "ابو الحارث! میں سید عالم ﷺ کا غلام سفینہ ہوں۔ وہ میرے پاس آیا۔ مجھے اپنے کندھے سے ہلکی چوٹ لگائی۔ مجھے اپنا پہلو مارا، گویا کہ میں آواز سن رہا تھا جو اس کی طرف آ رہی تھی وہ میرے ساتھ مسلسل چلتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے رستے پر ڈال دیا پھر کچھ دیر ٹھہر گیا۔ میں نے اسے دیکھا گویا کہ وہ مجھے الوداع کر رہا تھا۔"

نواں باب

ہرنی کا پناہ لینا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا

الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری سے الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ابونعیم نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا۔ یہ روایت غریب ہے اس کے راویوں کی کتب ستہ میں تخریج کی گئی ہے۔ حضور رحمت دو جہاں ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے جس نے شکار کر رکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم مدینہ طیبہ کے ایک رستے میں آپ کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ خیمہ کے ساتھ ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ اس اعرابی نے مجھے شکار کر لیا ہے" اور روایت میں ہے "حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کسی قوم کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ہرنی کو شکار کیا تھا۔ جسے انہوں نے خیمے کی رسی کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ مجھے پکڑلیا گیا ہے۔ جنگل میں میرے دو بچے ہیں۔ میری کھیری میں دودھ جمع ہو چکا ہے۔ یہ شخص نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے سکون آ جائے۔ نہ ہی مجھے چھوڑتا ہے کہ میں جنگل میں اپنے بچوں کے پاس چلی جاؤں۔ حضور رحمت عالمیاں ﷺ نے فرمایا: "کیا اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو تو واپس آ جائے گی؟ اس نے عرض کی "ہاں! ورنہ رب تعالیٰ مجھے سخت عذاب دے" دوسری روایت میں ہے آپ مجھے اذن مرحمت فرمائیں۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی" آپ نے فرمایا: "کیا تو اسی طرح کرے گی؟ اس نے عرض کی "اگر میں اس طرح نہ کروں تو رب تعالیٰ مجھے عشار کے عذاب میں مبتلا کر دے" آپ نے پوچھا "اسے پکڑنے والا کون ہے؟ ان لوگوں نے عرض کی "ہم ہیں، یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ اپنے بچوں کے پاس جائے انہیں دودھ پلائے یہ تمہارے پاس واپس آ جائے گی" انہوں نے عرض کی: "اس کا ضامن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "میں" انہوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔ وہ گئی۔ اس نے دودھ پلایا، پھر وہ ان کی طرف واپس آ گئی۔ انہوں نے اسے باندھ دیا۔ حضور رحمت عالمیاں ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ پوچھا "اس کا مالک کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ ہم ہی اس کے مالک" ہیں۔" آپ نے انہیں فرمایا "کیا تم اسے فروخت کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ یہ آپ ہی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "پھر اسے چھوڑ دو" انہوں نے اسے آزاد کر دیا" وہ چلی گئی۔ وہ مسرت سے اپنا پاؤں زمین پر مار رہی تھی وہ کہہ رہی تھی "اشھدان لا الہ الا اللہ و انك رسول اللہ! حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میں نے اس ہرنی کو دیکھا۔ وہ جنگل میں تسبیح بیان کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

قطب حضرمی نے خصائص میں لکھا ہے کہ اگرچہ بعض حفاظ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے لیکن اس کی اسناد ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں' شیخ نے کہا ہے۔"اس روایت کے کئی طرق ہیں جو یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس داستان کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے" حافظ نے اپنی تصنیف 'امالی' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوسعید سے مروی روایت غریب ہے۔علی بن قادم، ان کے شیخ اور شیخ الشیوخ کوفی ہیں۔ان میں گفتگو کی گنجائش ہے۔ان میں سے سب سے ضعیف عطیہ ہے۔اگر اس روایت کی تابع روایت مل جائے، تو میں اس کے حسن ہونے کا فیصلہ کروں گا۔"

۱۔ ہرنی کا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام پیش کرنا زبان زد عام ہے۔شعراء نے اپنے مدحیہ قصائد میں بھی اس کا ذکر کیا ہے لیکن میں صرف سلام کرنے والی روایت سے آگاہ نہیں ہوا لہٰذا تفصیل سے یہ روایت تحریر کر دی ہے۔

دسواں باب

گوہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا

۱۔ امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے گوہ شکار کی۔اس نے عرض کی "میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا حتیٰ کہ یہ گوہ ایمان لے آئے" آپ نے گوہ کی طرف توجہ کی۔فرمایا "گوہ! اس نے عرض کی۔

لبیك و سعدیك یا رسول الله! صلی اللہ علیہ وسلم یا زین من وافی القیامة۔

آپ نے فرمایا: "تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ اس نے عرض کی "اس خداوند جہاں کی جس کا عرش آسمان پر ہے۔جس کی سلطنت زمین میں ہے جس کی سبیل سمندر میں ہے۔جس کی رحمت جنت میں ہے۔جس کا عذاب آگ میں ہے۔

آپ نے فرمایا: "میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی "آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں" وہ کامیاب ہو گیا جس نے آپ کی تصدیق کی۔وہ خسارے میں رہا جس نے آپ کی تکذیب کی" اعرابی نے کہا "بخدا! مجھے اس مشاہدہ کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اسی طرح کی روایت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔جو روایت میں نے لکھی ہے۔وہ سند کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہے۔یہ بھی ضعیف ہے۔اسے محمد بن علی بن ولید سلمی بصری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔امام ذہبی نے لکھا ہے کہ بخدا! بیہقی نے سچ کہا ہے کہ یہ باطل قصہ ہے۔المزنی نے لکھا ہے۔"نہ تو اس کی سند صحیح ہے اور نہ ہی اس کا متن صحیح ہے" ان کے ساتھی ابن تیمیہ نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے "بصرہ کے کسی قصہ گو نے اسے وضع کیا ہے۔اس کے الفاظ پر وضع کے شواہد موجود ہیں۔"

حیضری نے لکھا ہے اس کی اسناد اور راویوں میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں جس پر وضع کی تہمت ہو، البتہ ضعف ہو سکتا ہے۔ ایسی روایت میں وضع کے دعویٰ کی جرأت نہیں کی جا سکتی۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اس سے بھی عظیم ترین ہیں۔ جو اس سے زیادہ بلیغ ہیں۔ اس میں ایسا کوئی امر نہیں جس کا شرعی طور پر انکار ہو سکے، خصوصاً جبکہ اس میں ائمہ نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے مگر وضع کی حد تک نہیں جاتی۔ حضرت عمر فاروق سے مروی اس روایت کے اور بھی کئی طرق ہیں جس میں سلمی نہیں ہے۔ ابونعیم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔ ابن جوزی نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

گیارھواں باب

چڑیا کی فریاد

ابوداؤد طیالسی، ابونعیم اور ابوشیخ نے "العظمۃ" میں جبکہ امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے اس میں کسی چڑیا کے دو بچے تھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ چڑیا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوگئی۔ وہ زمین کے قریب ہو کر اپنے پروں سے پھڑ پھڑا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اس کے دو بچے لے کر کس نے اسے تکلیف دی ہے؟ ہم نے عرض کی "ہم نے" آپ نے فرمایا: "انہیں واپس کر دو" ہم نے انہیں واپس کر دیا، پھر وہ چڑیا نہ آئی۔

بارھواں باب

جنگل میں بکری کا حاضر خدمت ہونا

۱۔ ابن سعد، بیہقی، ابونعیم اور ابن سکن وغیرھم نے حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ ہماری تعداد چار سو سے زائد تھی۔ ہم ایسی جگہ فروکش ہوئے۔ جہاں پانی نہ تھا یہ بات آپ پر گراں گزری۔ ایک بکری حاضر خدمت ہوئی۔ اس کے دو سینگ تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اس کا دودھ نکالا۔ دودھ نوش کیا، حتیٰ کہ سیراب ہو گئے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پلایا۔ وہ بھی سیر ہو گئے، پھر فرمایا "نافع! آج رات اس کی حفاظت کرو۔ میرے خیال کے مطابق تم اس کی نگرانی نہ کر سکو گے۔" میں نے

اسے پکڑا۔ زمین میں اس کے لئے میخ گاڑھی' پھر رسی لی، اور اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔ میں رات کے وقت اٹھا تو میں نے بکری نہ دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ رسی وہیں پڑی تھی۔ میں نے آپ کو عرض کی تو آپ نے فرمایا: "اسے وہی لے گیا ہے جو اسے لے آیا تھا۔"

۲۔ الطبرانی' ابونعیم اور بیہقی نے حضرت سعد مولی آل بکر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ مجھے آپ نے فرمایا: "اے سعد! اس بکری کا دودھ نکالو" میں نے کہا "مجھے تو یوں لگتا ہے کہ اس جگہ کوئی بکری نہیں ہے۔ میں وہاں پہنچا تو وہاں بکری موجود تھی۔ جس کی کھیری میں دودھ تھا۔ میں نے اس کا دودھ نکالا نہ جانے کتنی مرتبہ نکالا۔ میں نے اس بکری کی حفاظت کی۔ میں نے اسے باندھا۔ ہم کجاوے میں مصروف ہو گئے۔ بکری چلی گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس کا پروردگار اسے لے گیا ہے۔"

تیرھواں باب

سیاہ کتے کی داستان

ابن عدی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ اہل ذمہ میں سے ایک شخص پر سیاہ کتے نے حملہ کر دیا۔ وہ سمندر میں داخل ہو گیا۔ کتا انتظار کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب کتا وہاں کافی دیر کھڑا رہا تو اس شخص نے کہا "اے کتے! میں محمد عربی ﷺ کی پناہ میں ہوں" کتا بھاگتا ہوا چلا گیا۔

چودھواں باب

حضرت جعیل اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما کے گھوڑے

۱۔ امام نسائی نے الکبریٰ میں' الطبرانی نے ثقہ راویوں سے اور امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جعیل الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ غزوہ میں شرکت کی۔ میں اپنی کمزور اور بوڑھی گھوڑی پر سوار تھا۔ میں لوگوں کے آخر میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ مجھے آ ملے۔ آپ نے اپنا درہ لیا اس کے ساتھ اسے مارا۔ یہ دعا مانگی۔ "مولا! اس میں برکت ڈال" میں نے خود کو دیکھا میں مشکل سے اسے لوگوں سے آگے نکلنے سے روک رہا تھا" میں نے اس کے پیٹ سے بارہ ہزار کے جانور فروخت کئے۔

۲۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ طیبہ گھبرا گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ گھوڑا سست رو تھا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: "ہم نے اسے سمندر پایا ہے" اس کے بعد اس کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جا سکتا تھا۔

پندرھواں باب

حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کے گدھوں میں برکت

۱۔ الطبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قباء میں تشریف لائے۔ جب آپ واپس جانے لگے تو ہم نے آپ کو گھوڑا پیش کیا۔ جو سست رو تھا۔ آپ نے اس پر سواری فرمائی۔ جب آپ نے ہمیں واپس کیا تو اتنا تیز رفتار ہو گیا تھا کہ اس کا مقابلہ نہ ہو سکتا تھا۔"

۲۔ ابن سعد نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور سیاح لا مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے ان کے ہاں ہی دوپہر بسر فرمائی۔ جب موسم ذرا ٹھنڈا ہوا تو وہ ایک سست رو گدھا لے کر آئے۔ انہوں نے اس پر آپ کے لئے کپڑا بچھایا۔ آپ نے اس پر سواری فرمائی۔ جب آپ نے اسے واپس کیا تو وہ تیز رفتار ہو گیا تھا۔ اس کا مقابلہ نہ ہو سکتا تھا۔

سولھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کو جھاڑنے والا پرندہ

۔ الطبرانی، ابونعیم، بیہقی اور خرائطی نے المکارم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے نعلین پاک منگوائے۔ آپ نے ایک جوتا مبارک پہنا۔ ایک سبز پرندہ آیا۔ اس نے دوسرا جوتا اٹھایا۔ اسے آسمان کی سمت لے گیا۔ اس سے سرخ سانپ گرا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ میری عزت و کرامت ہے۔ جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے مختص فرمایا ہے" خرائطی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! میں تجھ سے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔"

۲۔ ابونعیم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے اپنے نعلین پاک منگوائے۔ ان

میں سے ایک پہنا۔ اتنے میں ایک کوا آیا۔ دوسرا جوتا اٹھایا، او پر جا کر اسے گرا دیا۔ اس سے سانپ نکلا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ اپنے جوتے نہ پہنے حتیٰ کہ انہیں جھاڑ دے۔"

سترھواں باب

قربانی کے جانوروں کا خود حاضرِ خدمت ہو جانا

ابو داؤد، نسائی اور ابو مسلم الکجی نے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے قریب پانچ یا چھ اونٹ پیش کئے جاتے تاکہ عید کے روز آپ انہیں ذبح کریں۔ وہ آپس میں مقابلہ کرنے لگتے کہ پہلے آپ کی خدمت میں کون حاضر ہوتا ہے۔ آپ کس سے ابتداء کرتے ہیں۔ جب وہ پہلو کے بل گر پڑتے تو آپ ایک بات فرماتے جسے میں سمجھ نہ سکتا تھا۔ میں نے آپ کے قریب کھڑے شخص سے پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ نے فرمایا: "جو چاہے اسے کاٹ لے۔"

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علی آلہ الطیبین و علی اصحابہ الاکرمین و علی جمیع امتہ اجمعین۔

آج مورخہ 29.01.2014ء کو سبل الہدیٰ کی نویں جلد کے ترجمہ سے فراغت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے طفیل اسے اپنی بارگاہِ والا میں قبول فرمائے، اور اسے میرے لئے توشہ آخرت بنائے۔

خاکِ پائے ملت بیضاء
ذوالفقار علی ساقی
دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سرگودھا

سُبُل الهُدیٰ والرشاد (اردو ترجمہ)

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد دسویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

www.zaviapublishers.com

پہلا باب

حضور اکرم ﷺ کا معانی کو محسوسات کی صورت میں ملاحظہ کرنا

- امام حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) کہ وہ ایسے گروہ میں تھے جو اللہ رب العزت کا ذکر کر رہے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ آپ ارادہ سے ان کی طرف آئے حتیٰ کہ ان کے قریب جلوہ افروز ہو گئے۔ وہ آپ کی تعظیم کرتے ہوئے گفتگو سے رک گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تم کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے رحمت کو تم پر اترتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے پسند کیا کہ میں اس میں تمہارے ساتھ مشارکت کروں۔"
- ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے حضرت سعد بن مسعود الصدفی رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کسی محفل میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے چشم مقدس آسمان کی طرف اٹھائی، پھر نگاہ ناز کو نیچے جھکا لیا، پھر اسے ہٹا لیا۔ آپ سے اس کے متعلق عرض کی گئی تو فرمایا: "یہ قوم اللہ رب العزت کا ذکر کر رہی تھی۔" (وہ اہلِ مجلس آپ کے سامنے ذکر کر رہے تھے) ان پر سکینہ کا نزول ہوا جسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے وہ ایک گنبد کی طرح تھی جب وہ قریب ہوئی تو ان میں سے ایک شخص نے ناحق گفتگو کر دی۔ اسے ان سے اٹھا لیا گیا۔"
- امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ مسجد کی طرف نکلا۔ اس میں ایسی قوم تھی جو اپنے ہاتھ اٹھا کر رب تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں ان کے ہاتھوں میں وہ کچھ نظر آ رہا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی: "ان کے ہاتھوں میں کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ان کے ہاتھوں میں نور ہے۔" میں نے عرض کی: "رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ اسے مجھے بھی دکھا دے۔" آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے وہ نور مجھے دکھا دیا۔"
- شیخان نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کی ایک طرف گھوڑا باندھا گیا تھا۔ اس پر بادل چھا گئے۔ وہ اس کے قریب ہونے لگے۔ اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ اس نے وقت صبح اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ سکینہ تھی جو قرآن پاک کی وجہ سے اتری تھی۔"
- ابونعیم نے عاصم بن نہدارہ اور ابو وائل کی سند سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں نماز ادا کر رہا تھا۔ جب میرے پاس کچھ چیز آئی۔ اس نے مجھ پر سایہ کیا پھر بلند ہو گئی۔ میں وقتِ صبح بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو یہ واقعہ بتایا۔ آپ نے فرمایا: "یہ سکینہ تھی جو قرآن پاک سننے کے لیے نیچے اتری۔"

دوسرا باب

بخار کو دیکھنا اور اس کا کلام سننا

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی لونڈی حضرت ام طارق سے، اور بیہقی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخار بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ سے اذن طلب کیا آپ نے اسے اذن دے دیا۔ آپ نے پوچھا: "تو کون ہے؟" اس نے عرض کی: "ام ملدم" حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "میں بخار ہوں۔ میں گوشت دبلا کر دیتا ہوں۔ خون چوس لیتا ہوں۔" ام طارق کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "تجھے مرحبا اور خوش آمدید نہیں کہا جائے گا، تو اہل قباء کے پاس چلا جا۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "کیا تو اہلِ قباء کا ارادہ کرتا ہے؟" اس نے عرض کی: "ہاں۔" آپ نے فرمایا: "ان کے پاس چلا جا۔" بخار ان کے پاس چلا گیا۔ انہیں بخار ہو گیا۔ انہیں اس کی شدت نے آلیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ان کے چہرے زرد ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپ سے بخار کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں رب تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اگر تم پسند کرو تو یہ تمہارے لیے پاکیزگی بن جائے گا۔ یہ تمہارے گناہوں کو ختم کر دے گا۔" انہوں نے عرض کی: "بلکہ ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے پاکیزگی بن جائے گا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخار بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس قوم کی طرف بھیج دیں جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو۔" آپ نے فرمایا: "انصار کے پاس چلا جا۔" بخار ان کے پاس چلا گیا۔ انہیں چڑھا اور اس نے انہیں پچھاڑ دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ ہمیں شفاء عطا کرے۔" آپ نے دعا مانگی تو ان کا بخار ختم ہو گیا۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے یہ بخار انصار کی کسی دوسری قوم کو ہوا تھا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخار نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ کون ہے؟ اس نے کہا: "میں ام ملدم ہوں۔" آپ

نے اسے اہلِ قباء کی طرف جانے کا حکم دیا۔ انہیں اس کی وجہ سے اتنی اذیت ہوئی جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہتے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اس سے شفایاب کرے اور اگر تم پسند کرو تو یہ تمہارے لیے پاکیزگی بن جائے گا۔'' انہوں نے عرض کی: ''کیا آپ اس طرح کر سکتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' انہوں نے عرض کی: ''اسے چھوڑ دیں۔''

امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ اور الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ایک عورت دیکھی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مدینہ طیبہ سے نکلی وہ مہیعہ اتری۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ مدینہ طیبہ کی وباء مہیعہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔'' •

تنبیہات

◆ ❶ امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بخار اور طاعون لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے بخار کو مدینہ طیبہ کی طرف بھیج دیا، جبکہ طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا۔ طاعون میری امت کے لیے شہادت ہے۔ یہ اس کے لیے رحمت ہے جبکہ کفار کے لیے یہ عذاب ہے۔''

سید نورالدین نے کہا ہے: ''اقرب مؤقف یہ ہے کہ یہ بخار کا وہاں سے مکمل طور پر منتقل ہونے کے بعد یہ آخری امر تھا۔'' لیکن الحافظ کہتے ہیں: ''جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قلت تھی۔ آپ نے بخار کو منتخب فرمایا: کیونکہ اس میں طاعون کی بہ نسبت کم اموات واقع ہوتی ہیں، کیونکہ اس میں زیادہ اجر و ثواب ہے اور اس کے بارے فیصلہ (اجسام کو دوگنا کر دینا بھی) ہے۔ جب آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا تو آپ کی دعا کے طفیل بخار کو جحفہ منتقل کر دیا گیا، پھر وہاں جو طاعون کی وجہ شہید ہو جانے سے رہ جاتا اسے راہِ خدا میں شہادت نصیب ہو جاتی۔ جو اس سے بھی رہ جاتا تو اسے بخار آلیتا جو آگ میں سے مؤمن کا حصہ ہے۔ یہ مدینہ طیبہ میں برقرار رہا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کثیر ہو گئی تھی، اور اسی وجہ سے یہ دوسرے شہروں سے ممتاز تھا۔'' السید لکھتے ہیں ''یہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ بخار میں سے کچھ کا مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آنا آخری امر تھا۔ ہمارے زمانہ میں بھی اس امر کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ شہر خوباں بخار سے بالکل خالی نہیں ہے، لیکن یہ اس کیفیت میں نہیں جیسے کہ پہلے بیان کیا جاتا تھا، لیکن طاعون کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مدینہ طیبہ اس سے بالکل محفوظ ہے۔ یہ مؤقف بھی اقرب ہے کہ جب آپ نے رب تعالیٰ سے یہ التجاء کی کہ آپ کی امت مختلف گروہوں میں نہ بٹے اور نہ ہی ان کی باہم لڑائی ہو تو آپ کو اس سے روک دیا گیا۔ آپ نے اپنی دعا میں عرض کی: ''پھر بخار یا طاعون'' آپ نے دعا میں بخار اس جگہ کے لیے مراد لیا ہے جس میں طاعون داخل نہ ہو۔ آج مدینہ طیبہ میں جو بخار ہے وہ وبائی بخار نہیں، بلکہ یہ رحمت کا بخار ہے۔''

◆ آپ نے بخار کے لیے دعا مانگی کہ اس کی طرف (جحفہ کی طرف) منتقل ہو جائے کیونکہ وہ شرک کا گھر تھا وہاں رب تعالیٰ کے سارے شہروں سے زیادہ بخار آتا تھا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اس کے اس چشمے کا پانی پینے سے اجتناب کرتے تھے جسے "عین خم" کہا جاتا تھا۔ بہت ہی کم ایسا ہوا کہ جس نے اس کا پانی پیا وہ ضرور بخار میں مبتلا ہو گیا۔

امام بیہقی نے حضرت ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی وباء زمانہ جاہلیت میں معروف تھی۔ جب کسی وادی میں وباء ہوتی تو وہاں کوئی انسان آنا چاہتا تو اسے کہا جاتا کہ وہ گدھے کی طرح رینگے۔ اگر وہ اسی طرح کرتا تو اس وادی کی وباء اسے کچھ نہ کہتی۔

ابن شیبہ نے حضرت عامر بن جابر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مدینہ طیبہ کے ایک راستے ثنیۃ الوداع سے جو مدینہ طیبہ میں آتا اور وہ ایک ہی چکر میں گدھے کی طرح دس بار نہ رینگتا تو وہ اس سے نکلنے سے پہلے مر جاتا تھا۔ جب وہ داخل ہونے کے لیے ثنیہ پر کھڑا ہوتا تو وہ الوداع کہتا۔ اسی لیے اسے ثنیۃ الوداع کہا جانے لگا، حتیٰ کہ عروہ بن ورد عبسی مدینہ طیبہ آیا۔ اسے دس بار گدھے کی آواز کی طرح کی آواز نکالنے کے لیے کہا گیا۔ اس نے یہ آواز نہ نکالی۔ وہ کہنے لگا:

لعمری لئن عشرت من خشیۃ الرّدی نھاق الحمیر اننی لجزوع

ترجمہ: مجھے اپنی زندگانی کی قسم اگر میں نے ہلاکت کے خوف سے گدھے کی آواز کی طرح کی آواز دس بار نکالی تو میں گھبرایا ہوا ہوں۔

پھر وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا: "اے گروہِ یہود! تم گدھے کی مانند دس بار رینگتے کیوں ہو؟ انہوں نے کہا: "اس کے اہل کے علاوہ جو بھی یہاں داخل ہوا اور وہ دس بار نہ رینگا تو وہ مر گیا۔ جو بھی ثنیۃ الوداع کے علاوہ کسی اور رستے سے اس میں داخل ہوا تو اسے کمزوری نے مار ڈالا۔" جب عروہ نے گدھے کی مانند دس بار رینگنا چھوڑا تو لوگوں نے بھی اسے ترک کر دیا وہ ہر طرف سے مدینہ طیبہ میں داخل ہو جاتے تھے۔"

تیسرا باب

فتنوں کا مشاہدہ کرنا

شیخان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی کو دیکھا۔ فرمایا: "کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں فتنے گرتے ہوئے دیکھ

رہا ہوں۔ وہ تمہارے گھروں میں اس طرح گر رہے ہیں جیسے بارش گرتی ہے۔"

الطبرانی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے چشم مقدس آسمان کی طرف اٹھائی، پھر فرمایا: "پاک ہے وہ ذات جو فتنوں کو اس طرح بھیجتی ہے جیسے بارش بھیجتا ہے۔"

چوتھا باب

دنیا کو دیکھنا اور اس کا کلام سننا

امام بیہقی اور امام حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ خود سے کسی چیز کو ہٹا رہے تھے لیکن میں نے آپ کے ساتھ کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کسے دور ہٹا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "یہ دنیا ہے، جسے میرے سامنے تمثیل کی صورت میں پیش کیا گیا۔ میں نے اسے کہا: "مجھ سے دور ہو جا۔" پھر وہ آگئی۔ اس نے کہا: "اگر آپ مجھ سے جدا ہو گئے ہیں تو پھر آپ کے بعد آنے والے مجھ سے نجات نہ پاسکیں گے۔"

امام احمد نے الزہد میں عطاء بن یسار سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دنیا میرے پاس شیریں اور سبز و شاداب ہو کر آئی۔ اس نے میرے لیے سر کو بلند کیا اور آراستہ ہوئی۔ میں نے کہا: "میں تیرا ارادہ نہیں کروں گا۔" اس نے مجھے کہا: "اگر آپ نے میری طرف توجہ نہیں کی تو آپ کے علاوہ دیگر لوگ مجھ سے نجات نہ پاسکیں گے۔"

پانچواں باب

جمعۃ المبارک اور قیامت کو دیکھنا

بزار، ابویعلی، الطبرانی اور ابن ابی الدنیا نے جید اسناد کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے ان کے پاس سفید آئینہ تھا۔ اس پر سیاہ نکتے لگے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: "جبرائیل! یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "یہ جمعۃ المبارک ہے جسے آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، تاکہ یہ آپ کے لیے اور آپ کی امت مرحومہ کے لیے عید بن سکے۔" میں نے کہا: اس میں یہ سیاہ نکتے کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: "قیامت ہے۔"

آپ کے لیے اشیاء کے اجسام تبدیل ہو جانا

پہلا باب

آپ کی برکت سے پانی کا دودھ اور مکھن بن جانا

ابن سعد نے مرسل حضرت سالم بن ابی جعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور داعیِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام کے لیے دو افراد کو بھیجا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جسے بطورِ زادِ راہ لے جا سکیں۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس مشکیزہ لے کر آؤ۔" وہ مشکیزہ لے کر آئے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے ہمیں حکم دیا ہم نے اسے پانی سے بھرا، پھر اس کا منہ بند کر دیا، پھر فرمایا: "روانہ ہو جاؤ۔ جب تم فلاں فلاں جگہ پہنچو گے تو رب تعالیٰ تمہیں رزق عطا فرما دے گا۔" وہ روانہ ہوئے، جب وہ اس جگہ آئے جس کا حکم آپ نے دیا تھا تو اپنا مشکیزہ کھولا۔ وہ دودھ اور مکھن سے لبریز تھا۔ انہوں نے اسے سیر ہو کر کھایا۔

دوسرا باب

آپ کی برکت سے عصا کا تلوار بن جانا

ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم اور یزید بن رومان سے اور بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار غزوۂ بدر میں ٹوٹ گئی۔ آپ نے انہیں درخت کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں جا کر ایسی تلوار بن گئی جو کاٹنے والی تھی جس کا لوہا بڑا صاف تھا اور اس کا پھل سخت تھا انہوں نے اسی کے ساتھ قتال کیا۔ انہوں نے حضور فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سارے غزوات میں اسی کے ساتھ شرکت کی حتیٰ کہ وہ ردت کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔ یہ شمشیر بُراں ان کے پاس تھی۔ اسی وجہ سے اسے "القوی" کہا جاتا تھا۔

تیسرا باب

شاخ کا آپ کی برکت سے تلوار بن جانا

1. عبدالرزاق نے معمر بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں ہمارے بزرگوں نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ان کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔ آپ نے انہیں کھجور کی شاخ عطا کی وہ ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔"
2. حضرت زبیر بن بکّار رضی اللہ عنہ نے "الموافقیات" میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شاخِ خرما عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اسے عرجون کہا جاتا تھا۔ وہ تلوار ان کے ہاں نسل در نسل چلتی رہی حتیٰ کہ ترکی میں اسے دوسو دیناروں کے عوض فروخت کر دیا گیا۔
3. امام بیہقی نے حضرت داور بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بنوعبدالاشہل کے کئی افراد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر میں حضرت سلمہ بن حریش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس اسلحہ نہ رہا۔ وہ کنارہ کش ہو گئے۔ آپ کے پاس ابن طاب کی شاخوں میں سے ایک شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا: "اسی کے ساتھ شمشیر زنی کرو۔" وہ ایک عمدہ تلوار بن چکی تھی۔ وہ ان کے پاس ہی رہی حتیٰ کہ وہ "جسر ابی عبید" کے روز شہید ہو گئے۔

آپ کے لیے آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا منکشف ہونا، برزخ، جنت، آگ اور قیامت کے حالات سے آپ کا آگاہ ہونا

پہلا باب

آپ کے لیے آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا منکشف ہونا

امام احمد اور الطبرانی نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک صبح حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ آپ بہت مسرور تھے۔ چہرۂ انور تاباں تھا۔ ہم نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا: "اس سے مجھے کیا چیز روک سکتی ہے۔ آج رات میرا رب تعالیٰ میرے پاس احسن صورت میں آیا۔ اس نے فرمایا: "محمد عربی! (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے عرض کی: "لبیک ربی وسعدیک!" اس نے فرمایا: "ملاء الاعلیٰ جس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟" میں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا۔" اس نے میرے کندھوں کے مابین اپنا دستِ اقدس رکھا۔ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی حتیٰ کہ وہ سب کچھ میرے لیے عیاں ہو گیا جو آسمانوں اور زمین میں تھا۔" پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ (الانعام:۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے دکھا دی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ ہو جائیں مکمل یقین رکھنے والوں میں۔

تنبیہات

❶ آپ نے فرمایا: "اتانی ربی" میرا رب کریم میرے پاس آیا۔ یہ مجاز ہے دراصل "اتانی امر ربی" تھا۔ آپ نے فرمایا: "فوضع یدہ بین کتفی" اس نے میرے دونوں کندھوں کے مابین اپنا دستِ اقدس رکھا۔" امام بیضاوی فرماتے ہیں: "یہ اس امر سے مجاز ہے کہ اس نے یہ خصوصیت آپ کو ہی عطا کی ہے۔ اس پر مزید فضل و کرم فرمایا ہے۔ آپ تک فضل پہنچایا ہے کیونکہ یہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ وہ اگر اپنے کسی خادم کو اپنی مملکت کے امور

میں قرب دینا چاہیں تو وہ اس کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں تا کہ اس کے ساتھ لطف کا اظہار ہو سکے۔ اس کی شان کی تکریم ہو سکے اور اس کے لیے وہ سمجھنا آسان ہو جو کچھ وہ اسے کہے۔ آپ کے لیے یہ امر حاصل ہو گیا اس حیثیت سے کہ نہ ید اور وضع ید حقیقت میں ہے، بلکہ یہ مزید فضل و کرم کی آپ کے ساتھ تخصیص ہے۔ یہ آپ کی تائید سے کنایہ ہے اور الہام کی گئی چیز کو دل میں تمکن عطا فرمانا ہے۔"

◆ "فعلمت ما فی السموات والارض" میں ہر اس چیز کو جان گیا جو آسمانوں اور زمین کے مابین تھی۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس فیض کا پہنچنا آپ کے علم کا سبب بن گیا۔ آپ نے بطور دلیل مذکورہ بالا آیت طیبہ پیش کی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح رب قدس نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھائے۔ ان کے لیے انہیں عیاں کیا اسی طرح اس نے میرے لیے غیوب کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ میں نے ان میں موجود ذاتیں، صفات، ظواہر اور مخفی امور کو دیکھ لیا۔

دوسرا باب

برزخ، جنت اور آگ کے احوال سے آگہی

ابن ماجہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کا نورِ نظر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا: "میری تمنا تھی کہ کاش کہ رب کریم اسے باقی رکھتا حتیٰ کہ وہ اپنی رضاعت کو مکمل کرتا۔" حضور دانائے سبل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کی رضاعت جنت میں مکمل ہو گئی۔" انہوں نے عرض کی: "کاش! مجھے اس کا علم ہو جاتا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! تو اس کا فراق مجھ پر آسان ہو جاتا۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ تمہیں اس کی آواز سنا دے۔" انہوں نے فرمایا: "بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتی ہوں۔"

امام مسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نجار کے نخلستان میں اپنی خچر پر سوار تھے۔ ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ خچر اچھلنے لگا قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا۔ وہاں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ نے فرمایا: "کون جانتا ہے کہ یہ قبور کس کی ہیں؟" ایک شخص نے عرض کی: "میں! یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔" آپ نے فرمایا: "اس امت کو اس کی قبور میں آزمایا جائے گا۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا بھول جاؤ گے تو میں رب تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ وہ تمہیں عذابِ قبر سنا دے۔"

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے

پاس سے گزرے۔فرمایا:"دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا جبکہ دوسرا لوگوں کے مابین چغلیاں کھاتا تھا۔"

امام بخاری نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ نے نماز پڑھی۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:"جو کچھ بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔میں نے اسے اس جگہ سے دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس جگہ سے جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا۔آپ نے نماز پڑھی پھر واپس تشریف لائے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا آپ نے اپنے اس مقام سے کسی چیز کو پکڑا پھر آپ کو دیکھا کہ پیچھے ہٹ رہے تھے آپ نے فرمایا:"میں نے جنت دیکھی۔میں نے ایک گچھا پکڑا۔اگر میں اسے لے آتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اسے کھاتے رہتے۔میں نے آگ دیکھی۔میں نے آج تک اتنا قبیح منظر نہ دیکھا تھا۔میں نے دیکھا کہ وہاں اکثریت خواتین کی تھی۔"

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک رات آپ نے نماز ادا کی۔اپنا دست اقدس بڑھایا، پھر اسے پیچھے کر لیا۔ہم نے اس کے متعلق آپ سے عرض کی تو فرمایا:"مجھ پر جنت پیش کی گئی میں نے دیکھا کہ اس کے انگور کے خوشے قریب تھے۔میں نے ان میں کچھ حاصل کرنا چاہا۔مجھ پر آگ پیش کی گئی جتنی کہ تمہارے اور میرے مابین (دوری) ہے۔گویا کہ میرا اور تمہارا سایہ اس میں تھا۔"

امام حاکم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اسی اثناء میں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ چل رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"بلال! کیا تم وہ کچھ سن رہے ہو جسے میں سن رہا ہوں؟" انہوں نے عرض کی:"بخدا! نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"کیا تم سن نہیں رہے کہ اہلِ قبور کو عذاب ہو رہا ہے۔"امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا:"صاحب قبر کو عذاب ہو رہا ہے۔"اس کے متعلق پوچھا گیا تو وہ یہودی تھا۔"

ابن خزیمہ نے "کتاب السنۃ" میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع الغرقد تشریف لائے آپ دو پرانی قبروں پر کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا:"کیا تم نے اس جگہ فلاں اور فلانہ کو دفن کیا ہے۔"یا "فلاں اور فلاں کو دفن کیا ہے۔"لوگوں نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے فرمایا:"فلاں کو چلنے سے روک دیا گیا ہے۔اب اسے مارا گیا ہے۔"پھر فرمایا:"مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اسے ایسی ضرب لگائی گئی ہے جسے جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں۔اگر تمہارے دلوں کے خراب ہونے اور گفتگو میں تمہارے اضافے کا خدشہ نہ ہوتا تو تم بھی وہی کچھ سنتے جو میں سن رہا ہوں۔"پھر فرمایا:"اسے اب مارا جا رہا ہے۔"پھر فرمایا:"مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! اسے ایسی ضرب کاری لگائی گئی ہے جس سے اس کی ہر ہر ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔اس کی قبر آگ سے بھڑک اٹھی ہے۔"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض

کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان دونوں کا گناہ کیا تھا؟" آپ نے فرمایا: "یہ تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا لوگوں کا گوشت (چغلی) کھاتا تھا۔"

امام احمد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مشرکین کے بچوں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں آگ میں ان کی ہائے ہلاکت (ہلاکت و بربادی) سنا سکتا ہوں۔"

امام احمد نے جید اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے جنت میں دیکھا تو میں نے وہاں اکثریت کمزوروں اور فقراء کی دیکھی۔ میں نے آگ میں دیکھا تو میں نے وہاں عورتوں کی اکثریت دیکھی۔" جبکہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی روایت میں "النساء" کی جگہ "الاغنیاء" کا ذکر ہے۔"

الطبرانی نے جید اسناد سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن میں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ نے طویل قیام کیا۔ آپ ہمیں ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا تا کہ کسی چیز کو پکڑیں۔ اس کے بعد آپ نے رکوع کیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: "میری طویل نماز اور طویل قیام نے تمہیں خدشات میں ڈالا ہوگا۔" ہم نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو سنا۔ آپ عرض کر رہے تھے: "مولا! میں ان میں موجود ہوں۔" حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم! جس چیز کا بھی تم سے آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اسے مجھے میرے اس مقام پر پیش کیا گیا ہے، حتیٰ کہ دوزخ کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا حتیٰ کہ کچھ حصہ میرے اس خیمے کے سامنے تک آ گیا۔ مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ وہ تم پر چھا جائے گی۔ میں نے عرض کی: "مولا! میں ان میں موجود ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے اسے تم سے پھیر لیا۔ وہ آگ کا ٹکڑا اس طرح واپس کیا گویا کہ وہ غالیچہ ہو۔ میں نے ایک نظر دیکھا۔ میں نے عمران بن حرثان (بنو غفار کے ایک شخص) کو دیکھا وہ جہنم میں اپنی کمان کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے اس میں حمیریہ اس بلی والی کو دیکھا جس نے بلی کو باندھا تھا۔ وہ اسے نہ کھلاتی تھی نہ ہی پلاتی تھی۔" احمد بن صالح نے لکھا ہے کہ صحیح نام حرمان ہے حرثان نہیں۔"

امام بخاری نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے جہنم کو دیکھا۔ اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا تھا۔ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا۔ وہ اپنی پیٹھ کو گھسیٹ رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے سائبہ جانور چھوڑے تھے۔"

امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نمازِ ظہر یا نمازِ عصر کے لیے آپ کے پیچھے صفیں باندھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے نماز کے دوران کسی چیز کو پکڑنا

چاہا، پھر آگے بڑھے اور اسے پکڑنا چاہا پھر آپ کے اور اس چیز کے مابین کچھ حائل ہوگیا، پھر آپ پیچھے ہٹے ہم بھی پیچھے ہٹے، پھر آپ دوسری بار پیچھے ہٹے ہم بھی پیچھے ہٹے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو آج نماز میں اس طرح کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ اس سے قبل اس طرح نہ کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے جنت کو اس کی تروتازگی سمیت پیش کیا گیا۔ میں نے اس میں سے ایک خوشہ پکڑا تاکہ اسے تمہارے پاس لے آؤں۔ اگر میں اسے لے آتا تو اگر اسے وہ تمام مخلوق کھاتی رہتی جو آسمان اور زمین کے مابین ہے اس میں کمی نہ ہوتی۔ میرے اور اس کے مابین کچھ حائل ہوگیا، پھر مجھ پر دوزخ کو پیش کیا گیا جب میں نے اس کے شعلوں کی حرارت محسوس کی تو میں پیچھے ہٹا میں نے وہاں خواتین کی اکثریت دیکھی۔ وہ ایسی عورتیں تھیں کہ جب کوئی راز ان کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے اسے افشاء کر دیا۔ اگر ان سے کچھ پوچھا گیا تو انہوں نے مخفی رکھا اگر انہیں کچھ عطا کیا گیا تو انہوں نے شکر ادا نہ کیا۔ میں نے اس میں لحی بن عبداللہ کو دیکھا۔ وہ آگ میں اپنی پیٹھ کو گھسیٹ رہا تھا۔ وہ معبد بن اکثم کے مشابہ تھا۔" حضرت معبد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اسے کوئی خدشہ ہے جس کے وہ مشابہ ہے، وہ باپ ہے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔ تم مؤمن ہو۔ وہ کافر تھا۔ اس نے سب سے پہلے عرب کو بتوں کی عبادت پر جمع کیا تھا۔" اس روایت کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔"

مردے زندہ کرنا اور مریض کو شفایاب کرنا

پہلا باب

مردہ زندہ کرنا اور ان کا کلام سماعت کرنا

ابن ابی الدنیا، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم صفہ میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے۔ ایک نابینا اور عمر رسیدہ بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی۔ اس کے ہمراہ اس کا نور نظر تھا جو بالغ تھا۔ جلد ہی اسے مدینہ طیبہ کی وباء نے آلیا۔ کچھ دن وہ بیمار رہا پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے ڈھانپ دیا۔ آپ نے اس کے لیے کفن دفن کی تیاری کا حکم دیا۔ جب ہم نے اسے غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: "انس! اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور اسے بتا دو" میں نے اسے بتایا وہ آئی حتیٰ کہ وہ اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔ انہیں پکڑ لیا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! میں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا۔ میں نے زہد اختیار کرتے ہوئے بتوں کو چھوڑ دیا۔ میں نے رغبت کے ساتھ تیری طرف ہجرت کی۔ مولا! مجھ پر بتوں کے پجاریوں کو نہ ہنسا۔ مجھ پر یہ مصیبت نہ ڈال جسے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔" بخدا! اس کا کلام ابھی تک ختم نہ ہوا تھا حتیٰ کہ اس کے قدموں نے حرکت کی۔ اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اتار دیا۔ اس نے کھانا کھایا۔ ہم نے اس کے ساتھ کھایا، پھر وہ زندہ رہا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس کی ماں کا بھی وصال ہو گیا۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے ایک انصاری نوجوان کی عیادت کی۔ اس کی بوڑھی ماں تھی۔ جلد ہی وہ جوان مر گیا۔ ہم نے اس کے منہ پر کپڑا ڈال دیا۔ ہم نے اس کی والدہ سے کہا: "اس نے یہ دعا مانگی: "مولا! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف ہجرت کی ہے تیرے نبی مکرم ﷺ کی طرف ہجرت کی ہے اس امید پر کہ تو ہر مصیبت کے وقت میری مدد کرے گا تو پھر مجھ پر آج یہ مصیبت نہ ڈال۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! جلد ہی اس جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور کھانا کھایا۔ ہم نے بھی اس کے ساتھ ہی کھایا۔"

ابونعیم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ انور متغیر تھا۔ وہ اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "میں نے سید عالم ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ وہ صرف بھوک کی وجہ سے متغیر ہے۔

یہ روایت پہلے "باب تکثیرۃ الاطعمۃ" میں گزر چکی ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "اسے کھاؤ مگر اس کی ہڈیاں نہ توڑنا" پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیاں جمع کیں ان پر اپنا دست کرم رکھا، پھر کچھ پڑھا۔ میں نے اسے نہ سنا۔ وہ بکری اپنے کان جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔" آپ نے فرمایا: "جابر! اپنی بکری لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے لیے بابرکت کرے۔" میں نے اسے پکڑا اور چل پڑا۔ وہ مجھ سے اپنا کان چھڑا رہی تھی، حتیٰ کہ میں اسے اپنے گھر لے آیا۔ زوجہ نے کہا: "جابر! یہ کیا؟" میں نے کہا: "بخدا! یہ ہماری وہی بکری ہے جسے ہم نے حضور رحمت عالم ﷺ کے لیے ذبح کیا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی اس نے اسے ہمارے لیے زندہ کر دیا۔" اس محترمہ خاتون نے کہا: "میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ ہیں۔"

امام حافظ ابوعبدالرحمان بن منذر المعروف بشکر نے اسے کتاب العجائب والغرائب میں نقل کیا ہے۔ ابونعیم نے حضرت ضمرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کی ایک بکری تھی۔ اس کا ایک نور نظر تھا جو ہر روز آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ لے کر آتا تھا۔ ایک دن آپ نے اسے نہ پایا اس کا والد گرامی آیا اس نے آپ کو بتایا کہ اس کا فرزند مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ وہ اسے زندہ کر دے یا تم صبر کرو گے۔ اسے تمہارے لیے روز حشر تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ وہ تمہارے پاس آئے گا۔ وہ تمہارے ہاتھ پکڑے گا۔ وہ تمہیں جنت کی طرف لے جائے گا۔ تم جنت کے جس دروازے سے چاہو گے داخل ہو جاؤ گے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے اس اجر و ثواب کا کون (ضامن) ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ تیرے لیے اور ہر مومن کے لیے ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت اسماعیل بن خالد سے اور انہوں نے حضرت ابوسبرہ النخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک شخص یمن سے آیا۔ جب اس نے کچھ رستہ طے کر لیا تو اس کا گدھا مر گیا۔ وہ اٹھا۔ اس نے وضو کیا اور دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیرے رستہ میں جہاد کرتے ہوئے آیا ہوں۔ تیری رضا کے حصول کے لیے آیا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے تو انہیں زندہ کر کے اٹھائے گا جو قبور میں ہیں آج مجھ پر کسی کا احسان نہ ڈالنا۔ میں التجاء کرتا ہوں کہ تو میرا گدھا زندہ کر دے۔" گدھا اپنے کان جھاڑتا ہوا اٹھا۔" امام بیہقی نے لکھا ہے "اس طرح کے امر کا ظہور صاحب شریعت کے لیے کرامۃ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت میں سے ہوتا ہے۔" اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے ایک اور سند سے اسماعیل بن خالد سے اور انہوں نے امام شعبی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔" امام شعبی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "میں نے ایک گدھا دیکھا جسے کوڑا خانہ میں فروخت کیا جا رہا تھا۔" امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے اسے ان سے سنا ہے پھر اسے انہوں نے اور ابن ابی الدنیا نے مسلم بن عبداللہ بن شریک بن نخعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو نخع میں سے ایک شخص ابن زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلا، اس کے قبیلے کے ایک شخص نے یہ شعر لکھا:

و منّا الذی احیا الالہ حمارہ   و قد مات منہ کل عضو و مِفصل

یہ روایت پہلے "باب تکثیرۃ الاطعمۃ" میں گزر چکی ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "اسے کھاؤ مگر اس کی ہڈیاں نہ توڑنا" پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیاں جمع کیں ان پر اپنا دست کرم رکھا، پھر کچھ پڑھا۔ میں نے اسے نہ سنا۔ وہ بکری اپنے کان جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔" آپ نے فرمایا: "جابر! اپنی بکری لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے لیے بابرکت کرے۔" میں نے اسے پکڑا اور چل پڑا۔ وہ مجھ سے اپنا کان چھڑا رہی تھی، حتیٰ کہ میں اسے اپنے گھر لے آیا۔ زوجہ نے کہا: "جابر! یہ کیا؟" میں نے کہا: "بخدا! یہ ہماری وہی بکری ہے جسے ہم نے حضور رحمت عالم ﷺ کے لیے ذبح کیا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی اس نے اسے ہمارے لیے زندہ کر دیا۔" اس محترمہ خاتون نے کہا: "میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ ہیں۔"

امام حافظ ابوعبدالرحمان بن منذر المعروف بشکر نے اسے کتاب العجائب والغرائب میں نقل کیا ہے۔ ابونعیم نے حضرت ضمرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کی ایک بکری تھی۔ اس کا ایک نور نظر تھا جو ہر روز آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ لے کر آتا تھا۔ ایک دن آپ نے اسے نہ پایا اس کا والد گرامی آیا اس نے آپ کو بتایا کہ اس کا فرزند مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ وہ اسے زندہ کر دے یا تم صبر کرو گے۔ اسے تمہارے لیے روزِ حشر تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ وہ تمہارے پاس آئے گا۔ وہ تمہارے ہاتھ پکڑے گا۔ وہ تمہیں جنت کی طرف لے جائے گا۔ تم جنت کے جس دروازے سے چاہو گے داخل ہو جاؤ گے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے اس اجر وثواب کا کون (ضامن) ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ تیرے لیے اور ہر مومن کے لیے ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت اسماعیل بن خالد سے اور انہوں نے حضرت ابوسبرہ النخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایک شخص یمن سے آیا۔ جب اس نے کچھ رستہ طے کر لیا تو اس کا گدھا مر گیا۔ وہ اٹھا۔ اس نے وضو کیا اور دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیرے رستہ میں جہاد کرتے ہوئے آیا ہوں۔ تیری رضا کے حصول کے لیے آیا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے تو انہیں زندہ کر کے اٹھائے گا جو قبور میں ہیں آج مجھ پر کسی کا احسان نہ ڈالنا۔ میں التجاء کرتا ہوں کہ تو میرا گدھا زندہ کر دے۔" گدھا اپنے کان جھاڑتا ہوا اٹھا۔" امام بیہقی نے لکھا ہے "اس طرح کے امر کا ظہور صاحب شریعت کے لیے کرامۃ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت میں سے ہوتا ہے۔" اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے ایک اور سند سے اسماعیل بن خالد سے اور انہوں نے امام شعبی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔" امام شعبی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "میں نے ایک گدھا دیکھا جسے کوڑا خانہ میں فروخت کیا جا رہا تھا۔" امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے اسے ان سے سنا ہے پھر اسے انہوں نے اور ابن ابی الدنیا نے مسلم بن عبداللہ بن شریک بن نخعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو نخع میں سے ایک شخص ابن زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلا، اس کے قبیلے کے ایک شخص نے یہ شعر لکھا:

و منّا الذی احیا الا لہ حمارہ   و قد مات منہ کل عضو و مِفصل

ترجمہ: ہم میں وہ شخص بھی ہے جس کے گدھے کو رب تعالیٰ نے زندہ کر دیا تھا حالانکہ اس کا ہر ہر عضو اور جوڑ مر چکے تھے۔

شیخان، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ سے، شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے، دارمی اور بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے، بزار، ابونعیم اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ایک یہودن نے آپ کی خدمت میں بھونی ہوئی بکری پیش کی۔ آپ نے اس کا بازو لیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تو فرمایا: "اپنے ہاتھ روک لو۔ مجھے یہ عضو بتا رہا ہے کہ یہ زہر آلود ہے۔" آپ نے اس یہودن کو بلایا۔ اسے فرمایا: "کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟" اس نے کہا: "آپ کو کس نے بتایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس ہڈی نے۔" وہ ہڈی آپ کے دستِ اقدس میں تھی۔ اس عورت نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "اس امر پر تجھے کس نے ابھارا؟" اس نے عرض کی: "اگر آپ نبی ہیں تو پھر یہ آپ کو نقصان نہیں دے سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق آپ کو آگاہ کر دے گا، اور اگر آپ نبی نہ ہوئے تو ہم آپ سے نجات پا جائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تجھے مجھ پر تسلط عطا نہیں کرے گا۔" آپ نے اسے معاف کر دیا اسے سزا نہ دی۔

◆ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ بدر میں مَیں مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد میں واپس آیا تو میں بھوکا تھا۔ مجھے ایک یہودن ملی۔ اس کے سر پر پیالہ تھا جس میں بھونا ہوا بکری کا بچہ تھا۔ اس نے کہا: "محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آپ کو سلامتی عطا کی۔ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلامتی عطا کی اور آپ بخیر و عافیت مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو میں اس بکری کے بچے کو ضرور ذبح کروں گی۔ اسے بھونوں گی۔ اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گی تاکہ آپ اس میں سے کھائیں۔" اللہ تعالیٰ نے اس بھونے ہوئے میمنے کو بولنے کی توفیق عطا کی۔ اس نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے تناول نہ فرمائیں میں زہر آلود ہوں۔"

◆ ابوشیخ اور ابن حبان نے حضرت عبید بن مرزوق سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی جو مسجد نبوی کی صفائی کرتی تھی۔ اس کا وصال ہو گیا۔ آپ کو اس کے متعلق نہ بتایا گیا۔ آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے۔ پوچھا: "یہ کس کی قبر ہے؟" آپ سے عرض کی گئی: "ام محجن کی۔" آپ نے فرمایا: "جو مسجد کی صفائی کرتی تھی؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہاں!" صحابہ کرام نے صفیں بنا لیں۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: "تم نے کون سا عمل افضل پایا ہے؟" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ آپ فرما رہے ہیں کیا یہ سن رہی ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! تم اس سے زیادہ تو نہیں سن رہے۔" اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنا سب سے افضل عمل ہے۔" پہلے غزوۂ بدر میں گذر چکا ہے کہ آپ نے ان مشرکین کو

مخاطب فرمایا جنہیں قتل کر کے گڑھے میں پھینکا جا چکا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا، آپ ایسے اجسام کے ساتھ کیسے بات کر رہے ہیں جن میں ارواح نہیں ہے؟" حضرت قتادہ کا قول ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا فرمان سن لیا یہ رسوائی، جھڑکنے اور حسرت اور ندامت کی وجہ سے تھا۔

◆ امام احمد نے ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے روز فرمایا تھا۔ "تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کو ہمراہ لیے بغیر باہر نہ نکلے۔ بنو ساعدہ کے دو افراد کے علاوہ سب نے آپ کے اس فرمان پر عمل کیا۔ ان میں سے ایک قضائے حاجت کے لیے نکلا۔ دوسرا اپنے اونٹ کی جستجو میں نکلا جو قضائے حاجت کے لیے نکلا تھا۔ اسی جگہ اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ آپ نے اس کے لیے دعا مانگی تو وہ شفا یاب ہو گیا۔ یہ روایت پہلے مکمل گزر چکی ہے۔

دوسرا باب

نابیناؤں کو بینائی عطا کرنا، آشوبِ چشم سے شفاء عطا کرنا پھوڑی ہوئی آنکھ کو درست کرنا

ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی انہیں لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں۔ ان میں سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "میری ٹانگ سانپ کے انڈے پر آگئی۔ اس نے میری بصارت چھین لی۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر پھونک ماری۔ انہیں فوراً نظر آنے لگا۔ میں نے انہیں دیکھا وہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے، حالانکہ پہلے ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھی۔"

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا: "میں کل علم اسلام اس شخص کو عطا فرماؤں گا جس کے ہاتھوں اللہ رب العزت فتح عطا کرے گا۔" وقتِ صبح فرمایا: "علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "انہیں آشوبِ چشم ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں بلا بھیجو۔" آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ ان کے لیے دعائے خیر کی وہ اس طرح شفاء یاب ہو گئے گویا کہ انہیں درد نہ تھا۔"

الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خیبر بھیجا۔ میں نے عرض کی: "مجھے آشوبِ چشم ہے۔" آپ نے میری آنکھ میں لعابِ دہن ڈالا۔ میں نے نہ تو سردی اور نہ ہی گرمی

محسوس کی اور نہ ہی مجھے آشوبِ چشم ہوا۔"

ابو یعلیٰ اور بیہقی نے عاصم بن عمرو کی سند سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے، بیہقی اور ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے جبکہ حضرت ابو نعیم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے (یہ ان کے ماں کی طرف سے بھائی تھے) اور حضرت ابو ذر ھروی سے روایت کیا ہے کہ یوم احد کو ان کی آنکھ کو تیر لگا۔ آنکھ کا ڈھیلا ان کی پیشانی پر بہہ پڑا اصحابہ کرام نے اسے علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا پھر کہا حتیٰ کہ تم حضور شفیع الامم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کر لو۔ انہوں نے مشورہ کیا تو فرمایا: "نہیں۔" آپ نے انہیں بلایا ان کا ڈھیلا اٹھا، اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا پھر یہ دعا مانگی: "مولا! انہیں جمال عطا فرما۔" اس میں لعابِ دہن لگایا۔ یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ درست اور حسین تھی۔" دوسری روایت میں ہے کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کی کون سی آنکھ پر تیر لگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: "ہم بیان کرتے تھے کہ وہ ان کی آنکھ رگ کے ساتھ لٹک گئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لوٹا دیا۔ امام سہیلی نے فرمایا: "جب دوسری آنکھ آشوبِ چشم میں مبتلاء ہو جاتی تھی تو یہ آنکھ تندرست رہتی تھی۔" روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب وہ شخص آیا تو انہوں نے پوچھا: "تم کس کی اولاد میں سے ہو۔" اس نے کہا:

انا ابن الذی سالت علی الخدّ عینہ　　فردت بکف المصطفٰی احسن الرد
فعادت کما کانت لاوّل امرھا　　فیا حسنھا عینا و یا حسن ماجد

ترجمہ: میں اس شخصیت کا فرزند دلبند ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ پڑی تھی اور دستِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اسے عمدہ طریقے سے لوٹا دیا تھا۔ وہ اسی طرح ہو گئی جیسے کہ پہلے تھی۔ وہ آنکھ حسن کے اعتبار سے کتنی عمدہ تھی اور بزرگی کے اعتبار سے کتنی حسین تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

تلک المکارم لا قعبان من لبن　　شیبا بماء فعادا بعد ابوالاً

ترجمہ: یہ حسن مکارم ہیں یہ ایسے دودھ کے پیالے نہیں جن میں دودھ ملا ہو اور بعد میں پیشاب بن جائیں انہوں نے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی اور عمدہ انعام سے نوازا۔

تنبیہ

اس داستان کی بعض اسناد میں ہے: "یہ واقعہ غزوۂ بدر میں رونما ہوا تھا بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ احد میں اور بعض میں ہے کہ یہ غزوۂ خندق میں رونما ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کی دونوں آنکھیں بہہ پڑی تھیں۔ ابن الاثیر نے تصحیح کی ہے کہ ان کی صرف ایک آنکھ بہہ پڑی تھی۔

حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے جید سند کے ساتھ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "مجھے غزوۂ بدر کے روز تیر لگا۔میری آنکھ پھوڑ دی گئی۔آپ نے اس میں لعاب دہن لگایا۔میرے لیے دعا مانگی مجھے کسی چیز نے اذیت نہ دی۔" ابونعیم نے عبدالرحمٰن بن حارث بن عبیدہ سے اور انہوں نے اپنے جدامجد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "غزوۂ احد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر چوٹ لگی۔آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا تو وہ دونوں میں سے تندرست آنکھ بن گئی۔

تیسرا باب

گونگے پن، ہکلانے اور لقوہ سے شفاء

امام بیہقی نے حضرت شمر بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے بعض بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی۔اس کے ہمراہ ایک قریب البلوغ بچہ تھا۔وہ عرض گزار ہوئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا بچہ جب سے پیدا ہوا ہے اس نے بات نہیں کی۔" آپ نے اسے پوچھا: "میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔"

امام بیہقی نے محمد بن یونس الکدیمی کی سند سے معرض بن عبداللہ بن معرض بن معیقیب یمامی سے اور وہ اپنے والد اور وہ اپنے جدامجد سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حجۃ الوداع کیا۔میں مکہ مکرمہ کے ایک گھر میں داخل ہوا۔میں نے وہاں حضور حامئ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔میں نے آپ کی طرف سے تعجب خیز امر مشاہدہ کیا اہلِ یمامہ میں سے ایک شخص ایک بچہ لے کر حاضر خدمت ہوا جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تو نے سچ کہا ہے۔اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت ڈالے۔" پھر اس بچے نے بات نہ کی حتیٰ کہ وہ بات کرنے کی عمر تک پہنچ گیا۔ہم اس بچے کو مبارک الیمامہ کہتے تھے۔"

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "اس روایت میں محمد بن یونس کی وجہ سے گفتگو کی گئی ہے۔انہوں نے ان کا انکار کیا ہے اور ان کے شیخ کو عجیب سمجھتے تھے لیکن اس روایت از روئے عقل یا شرع کوئی ایسا امر نہیں جسے عجیب سمجھا جائے یہ روایت محمد بن یونس کے علاوہ اور کسی سند سے بھی مروی ہے۔امام بیہقی نے اسے محمد احمد ابوالحسین کی سند سے معرض سے اور انہوں نے اپنے جدامجد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حجۃ الوداع کیا۔میں مکہ مکرمہ کے ایک گھر میں داخل ہوا۔میں نے وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔آپ کا چہرۂ انور چاند کے حلقہ کی مانند تھا۔میں نے آپ سے امر عجیب سنا۔اہلِ یمامہ میں سے ایک شخص آیا۔اس کے پاس ایسا بچہ تھا جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔اس نے اسے کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: "بچے! میں کون ہوں؟" اس نے عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (مکرم ﷺ) ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ رب العزت تجھے بابرکت کرے۔" اس کے بعد اس بچے نے بات نہ کی حتیٰ کہ وہ گفتگو کرنے کی عمر تک پہنچ گیا۔"

حاکم نے عمر الزاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میں یمن گیا تو میں حرہ کی طرف گیا۔ میں نے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو مجھے مل گئی۔ میں اس شخص کی قبر کے پاس گیا اور اس کی زیارت کی۔"

امام اسحاق بن ابراہیم الرملی نے اپنے "فوائدہ" میں بشیر بن عقربہ الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عقربہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا: "عقربہ! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یہ میرا بیٹا بحیر ہے۔" آپ نے فرمایا: "قریب ہو جاؤ۔" میں قریب ہو گیا حتیٰ کہ میں آپ کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے سر پر پھیرا۔ استفسار فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بحیر! آپ نے فرمایا: "نہیں! تمہارا نام بشیر ہے۔" میری زبان میں گرہ تھی۔ آپ نے میرے منہ میں پھونک ماری۔ میری زبان کھل گئی۔ میرے سر کے سارے بال سفید ہو گئے مگر جہاں آپ کا دستِ ہدایت رساں لگا تھا وہ بال سیاہ ہی رہے۔"

ابن سعد نے عکرمہ اور زہری سے، اور عاصم بن عمرو بن قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت مخوس بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ میری لکنت دور کرے۔" آپ نے دعا کی تو لکنت فوراً ختم ہو گئی۔" حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ایک شخص ابن ابی عبید سے روایت ہے کہ مخوس بن معدیکرب وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے، پھر واپسی پر روانہ ہوئے تو مخوس کو لقوہ ہو گیا۔ وفد کے چند افراد بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عرب کے سردار کو لقوہ ہو گیا ہے۔ آپ ہمیں ان کے لیے دوا بتائیں۔" حضور شافع یوم النشور ﷺ نے فرمایا: "سوئی لو۔ اسے آگ میں گرم کرو، پھر اسے اس کی آنکھوں کی پلکوں پر لگاؤ۔ اسی میں اس کے لیے شفاء ہے اور اسی کی طرف اس کا انجام ہے۔" انہوں نے اس کے ساتھ اسی طرح کیا اور اسے شفاء نصیب ہو گئی۔

چوتھا باب

پھوڑا، زخم اور دل کی تپش سے شفاء یاب کرنا

امام بیہقی نے محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی خدمت ایک شخص کو لایا گیا جس کی ٹانگ میں پھوڑا تھا۔ جس نے طبیبوں کو تھکا دیا تھا۔ آپ نے اپنی مبارک انگلیاں اپنے لعاب دہن پر رکھیں، پھر خنصر انگلی اٹھائی اسے مٹی پر رکھا پھر اسے اٹھایا۔ اسے زخم پر رکھ دیا پھر یہ دم فرمایا:

باسمك اللهم ريق بعضنا بتربة ارضنا يشفي سقيمنا باذن ربنا۔

امام بخاری نے تاریخ میں، الطبرانی اور بیہقی نے حضرت شرجیل الجعفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میری ہتھیلی میں پھوڑا تھا۔ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس پھوڑے نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ میں اس کی وجہ سے تلوار کے دستے پر گرفت بھی نہیں کر سکتا۔ میں اس کی وجہ سے سواری کی لگام بھی نہیں تھام سکتا۔“ آپ نے میری ہتھیلی پر پھونک ماری۔ اپنا دستِ شفاء بخش پھوڑے پر رکھ دیا۔ اپنی مبارک ہتھیلی سے اسے ملتے رہے حتیٰ کہ آپ نے دستِ اقدس اٹھایا تو اس پھوڑا کا نشان بھی باقی نہ تھا۔“

امام بیہقی نے حضرت واقدی رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد نے ولید بن عبداللہ الجعفی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے اور وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ”حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ہتھیلی کے پیچھے پھوڑا ہے۔ جس کی وجہ سے میں اپنی سواری کی لگام بھی نہیں پکڑ سکتا۔“ حضور اکرم ﷺ نے پیالہ منگوایا اس سے پانی لے کر پھوڑے پر چھینٹے لگے۔ اسے ملنے لگے حتیٰ کہ وہ ختم ہو گیا۔“

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، ابونعیم اور بیہقی، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے الکبریٰ میں، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے چہرے پر زخم تھا۔ اس نے ان کے سارے چہرے کو گھیر رکھا تھا۔ یا ان کی ناک کو گھیر رکھا تھا۔ آپ نے انہیں بلایا۔ ان کے چہرۂ انور کو مس فرمایا۔ اس کے بعد اس زخم کا اثر باقی نہ رہا۔“

ابونعیم اور واقدی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ملاعب الاسنہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اس درد سے شفایابی کے لیے التجاء کی جو انہیں پھوڑے کی وجہ سے تھا۔ حضور ﷺ نے زمین سے ایک ڈھیلا اٹھایا۔ اس کے ساتھ لعابِ دہن لگایا پھر ان کے قاصد کو عطا فرما دیا۔ فرمایا: ”اسے پانی میں ملا لینا اور اسے پلا دینا۔“ انہوں نے اسی طرح کیا تو رب تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرما دی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو شہد کی شیشی بھیجی۔ وہ اس میں سے کھاتے رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا کر دی۔

پانچواں باب

جلنے والے کو شفاء عطا کرنا

امام بخاری نے تاریخ میں، نسائی، طیالسی، ابن ابی شیبہ، مسدد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں تمہیں سرزمین حبشہ سے لے کر آئی تم ایک رات مدینہ طیبہ میں تھے۔ میں نے ہنڈیا پکا رکھی تھی۔ ایندھن ختم ہوگیا۔ میں ایندھن کی تلاش میں باہر نکلی۔ تم نے ہنڈیا پکڑی اور اسے اپنے بازو پر انڈیل لیا۔ میں تمہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی آپ تمہارے ہاتھوں پر لعاب دہن ملنے لگے۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے "اذهب الباس ربّ الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما" تم آپ کی بارگاہ سے نہ اٹھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے تمہیں تندرست کر دیا۔''

چھٹا باب

سر اور داڑھ کے درد سے شفاء عطا کرنا

بیہقی نے یزید بن ذکوان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے داڑھ کا درد ہے۔ اس نے مجھے سخت اذیت دی ہے۔'' آپ نے اپنا دست اقدس ان کے اس رخسار پر رکھا جس میں درد تھا، پھر سات مرتبہ یہ پڑھا:

"اللهم اذهب عنه سوء ما يجد و فحشه بدعوة نبيّك المبارك المكين عندك"

رب تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اسی جگہ شفاء عطا کر دی۔''

امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے سر اور چہرہ پر ورم آگیا۔ آپ نے کپڑوں کے اوپر سے ان کے سر اور چہرے پر دست اقدس رکھا۔ آپ نے تین بار یہ دم فرمایا:

باسم الله اذهب عنه سوءة و فحشه بدعوة نبيك الطيب المبارك المكين عندك۔

ان کا ورم ختم ہوگیا۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ بنولیث میں سے ایک شخص تھا جسے فراس بن عمرو کہا جاتا تھا۔ اسے سخت سر درد ہو گیا۔ اس کے والد اسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے گئے۔ آپ نے اس کی آنکھوں کے مابین سے جلد پکڑی اور اسے کھینچا۔ جہاں آپ نے مبارک انگلیاں لگائی تھیں وہاں بال اگ آیا۔ اس کا سر درد ختم ہو گیا اور پھر اسے درد نہ ہوا۔"

ساتواں باب

زخم اور عضو ٹوٹنے سے شفاء یابی

امام بغوی، اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مستیز بن رزام یہودی نے میرے چہرے پر مارا اور مجھے زخمی کر دیا۔ میں اس زخم کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اسے عیاں کیا۔ اس پر پھونک ماری۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز نے اذیت نہ دی۔"

ابونعیم اور بیہقی نے حضرت عروہ اور ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ وہ زخم نہ پھیلا نہ ہی اس نے انہیں اذیت دی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ابن ابی سکن اور ابونعیم نے حضرت معاویہ بن حکم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں تھے۔ میرا بھائی علی بن حکم اپنے گھوڑے پر سے خندق پر سے گزرا۔ گھوڑا خندق عبور نہ کر سکا۔ خندق کی دیوار نے اس کی پنڈلی توڑ دی۔ میں اسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے کر آیا۔ آپ نے اس کی پنڈلی کو مس کیا۔ وہ نیچے نہ اترا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اسے شفاء یاب کر دیا۔ امام بغوی کے الفاظ یہ ہیں: "علی بن حکم کے بھائی کو خندق کی دیوار لگی۔ اس نے اسے توڑ دیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے مس کیا، پھر فرمایا: "بسم اللہ" اسے کسی چیز نے اذیت نہ دی۔"

امام بخاری نے حضرت براء بن عبداللہ بن عتیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابورافع قتل ہوا تو وہ اس کے گھر کی سیڑھی سے نیچے اترے۔ وہ زمین پر گر پڑے۔ ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ آپ نے فرمایا: 'اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔' میں نے اسے پھیلا دیا۔ آپ نے اسے مس کیا گویا کہ مجھے کبھی کچھ شکایت ہوئی نہ تھی۔"

امام احمد اور عبید بن حمید نے حضرت ابوازھر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سخت چوٹ آئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست سے دو چار کر دیا۔ مسلمان اپنے خیموں کی طرف لوٹ آئے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ چل کر آ رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے۔ "مجھے خالد بن ولید تک کون لے جائے گا؟" میں آپ

کے سامنے چلایا دوڑا۔ میں نوخیز جوان تھا۔ میں کہہ رہا تھا: ''حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کجاوے تک مجھے کون لے جائے گا؟'' حتیٰ کہ ہمیں ان کے کجاوے تک لے جایا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے کجاوے کے آخری حصے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ آپ نے ان کا زخم دیکھا اس میں پھونک ماری تو وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے۔''

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حارث بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے وقت حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو کسی کی تلوار لگ گئی۔ ان کے سر یا ٹانگ پر زخم لگ گیا۔ ان کے ساتھیوں نے اسے اٹھایا۔ وہ انہیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لائے۔ آپ نے ان کے زخم پر لعاب دہن لگایا۔ اس نے انہیں کوئی اذیت نہ دی۔''

امام سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے غزوۂ بدر میں معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ دیا وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کے ساتھ اپنا لعابِ دہن لگایا اسے بازو کے ساتھ جوڑا تو وہ فوراً جڑ گیا۔

امام بخاری نے حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر تلوار کا نشان دیکھا۔ میں نے کہا: ''ابومسلم! یہ کیسی ضرب ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''مجھے یہ ضرب یوم خیبر کو لگی تھی۔'' لوگ کہنے لگے کہ سلمہ تو شہید ہو جائیں گے۔ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا آپ نے اسے تین بار دم فرمایا اس کے بعد آج تک مجھے تکلیف نہ دی۔'' قاضی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ کو حلق پر یومِ احد کو تیر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگایا تو وہ شفاء یاب ہو گئے۔

امام بیہقی نے حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کی۔ میرے کندھے پر تلوار لگی۔ میرا بازو لٹک گیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس پر اپنا لعابِ دہن لگایا۔ اسے ساتھ لگایا تو وہ جڑ گیا۔ وہ شفاء یاب ہو گیا۔ جس نے مجھے ضرب لگائی تھی میں نے اسے واصل جہنم کر دیا تھا۔''

ابونعیم اور بیہقی نے حضرت عروہ اور ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس (۳۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ مستیر بن رزام یہودی نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مارا اور اسے زخمی کر دیا وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ان کے زخم پر لعاب دہن لگایا۔ اس زخم نے انہیں اذیت نہ دی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ حاکم، ابونعیم اور ابن عساکر نے عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ حنین میں میرے چہرے پر زخم لگ گیا۔ خون میرے چہرے اور سینے پر بہنے لگا۔ آپ نے اپنے دستِ اقدس سے میرے چہرے اور سینے تک خون صاف کیا پھر میرے لیے دعا کی۔ میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ آیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس کا اثر دیکھا وہ سینے کی اس جگہ تک تھا۔ جہاں تک آپ نے مس کیا تھا وہ گھوڑے کے نشان کی طرح پھیلتا ہوا نشان تھا۔''

عبدالرزاق اورابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، جبکہ اللہ رب العزت نے کفار کو ہزیمت سے دو چار کر دیا تھا۔ مسلمان اپنے کجاوؤں کے پاس آ چکے تھے۔ آپ مسلمانوں میں چل رہے تھے آپ فرمارہے تھے: "مجھے خالد کے کجاوے تک کون لے چلے گا؟ میں اس وقت نوخیز جوان تھا میں آپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا۔" ہمیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کجاوے تک کون پہنچائے گا؟ وہاں تک ہمیں لے جایا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے کجاوے کے سرے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے زخم کو دیکھا۔ اس میں لعاب دہن ڈالا۔"

آٹھواں باب

تھکاوٹ ختم ہو جانا اور تیر اندازی میں قوت حاصل ہونا

امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان سے عرض کی گئی کہ ان کا نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "حضور شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے۔" عرض کی گئی: "کیوں؟" انہوں نے کہا: "حضور اکرم سیاحِ لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ عازم سفر ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان کا سامان ان پر گراں ہو گیا۔ انہوں نے سامان میری کمر پر لاد دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اسے اٹھالو تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔' اگر وہ اس روز مجھ پر ایک اونٹ یا دو اونٹوں کا بوجھ یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ لاد دیتے تو وہ بھی مجھے بھاری نہ لگتا۔"

امام بیہقی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرے۔ وہ تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ کھیل کتنا عمدہ ہے! تیراندازی کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔" وہ سارا دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تیراندازی کرتے رہے، پھر بکھر گئے۔ وہ ایک دوسرے پر تیراندازی میں سبقت نہ لے جاسکے۔"

نواں باب

نسیان ختم ہو جانا، علم وفہم کا حصول، فحش گوئی کا خاتمہ اور حیاء کا حصول

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن آپ ہمیں حدیث بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "کون ہے جو آج اپنا کپڑا پھیلائے گا حتیٰ کہ میں اپنی اس حدیث پاک کو ختم کر لوں پھر وہ اسے سمیٹ لے؟ میں نے اپنا کپڑا پھیلایا، پھر آپ نے حدیث مبارک بیان کی پھر میں نے اسے سمیٹ لیا۔ بخدا! پھر میں نے کوئی ایسی چیز نہ بھولی جسے میں نے آپ سے سنا ہو۔"

حارث نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں قرآن پاک بھول جاتا تھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں قرآن پاک بھول جاتا ہوں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر مارا۔ فرمایا: "شیطان! عثمان کے سینے سے باہر نکل جا۔" اس کے بعد میں جس چیز کو یاد کرنے کا ارادہ کرتا اسے میں بھولتا نہ تھا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں۔ مگر میں انہیں بھول جاتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اپنی چادر پھیلاؤ۔" میں نے چادر پھیلا دی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلو بھر کر ڈالے۔" فرمایا: "اسے سمیٹ لو۔" میں نے اسے سمیٹ لیا۔ اس کے بعد میں ایک حدیث بھی نہیں بھولا۔"

امام بیہقی اور حاکم نے (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں۔ میں جوان ہوں۔ میں ان کے مابین فیصلہ کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ فیصلہ کیسے کیا جاتا ہے؟ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے سینے پر مارا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے دل کو ہدایت نصیب فرما اور ان کی زبان کو ثابت فرما۔" مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا۔ مجھے اس کے بعد دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہ ہوا۔"

الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک عورت تھی جو مردوں کے ساتھ فحش گوئی کرتی تھی۔ وہ بدزبان تھی۔ وہ سید عالم، سراپا حیاء وکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزری۔ اس وقت آپ ثرید تناول فرما رہے تھے۔ اس نے آپ سے ثرید مانگی۔ آپ نے اسے ثرید عطا کر دی۔ اس نے عرض کی: "مجھے وہ ثرید عطا کر دیں جو آپ کے منہ مبارک میں ہے۔" آپ نے اسے وہ عطا کر دیا۔ اس نے کھا لیا۔ اس پر حیاء کا غلبہ ہو گیا اس نے کسی کے ساتھ فحش گوئی نہ کی حتیٰ کہ اس کا وصال ہو گیا۔"

دسواں باب

جنون سے شفاء یابی

ابونعیم نے حضرت وازع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے مجنون لڑکے کو لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کے چہرۂ انور پر دستِ اقدس پھیرا۔ اس کے لیے دعا کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے بعد سارے وفد میں ایسا کوئی شخص نہ تھا جو اس لڑکے سے زیادہ دانا ہوتا۔"

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوسلمہ میں میری عیادت کی۔ آپ نے مجھے اس حالت میں پایا کہ مجھے کچھ سوجھ بوجھ نہ تھی۔ آپ نے پانی منگوایا۔ اس سے وضوء فرمایا۔ اس میں سے مجھ پر چھڑکا تو مجھے افاقہ ہوگیا۔"

دارمی اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بیٹا لے کر بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا یہ لختِ جگر پاگل پن میں مبتلاء ہے۔ اسے یہ مرض ہمارے صبح اور شام کے کھانے کے وقت آلیتا ہے۔ وہ ہمارے کھانے بھی خراب کر دیتا ہے۔" حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینے کو مس کیا۔ اس کے لیے دعا کی۔ اس نے قے کی تو اس کے پیٹ سے کتے کے سیاہ پلے کی طرح کی کوئی چیز نکلی۔ وہ شفاء یاب ہوگیا۔"

امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت محمد بن سیرین سے مرسل روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بیٹا لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: "یہ میرا فرزند ہے۔ اس پر اس طرح اس طرح ہوا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ اسے موت دے دے۔"

آپ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے شفاء عطا کرے، یہ جوان ہو۔ یہ پاکباز شخص بنے۔ راہِ خدا میں جہاد کرے، اسے درجۂ شہادت نصیب ہو اور یہ جنت میں داخل ہو جائے۔" آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ رب تعالیٰ نے اسے شفاء عطا کر دی۔ وہ جوان ہوا۔ وہ ایک پاکباز شخص بنا۔ راہِ خدا میں اس نے جہاد کیا، اور شہید ہوگیا۔"

بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت وازع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ حضرت وازع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یانبی اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر فدا! میں آپ کے پاس اپنا بھتیجا لے کر آیا ہوں جو مصیبت زدہ (مجنون) ہے تاکہ آپ اس کے لیے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ وہ سواریوں میں ہے۔"

آپ نے فرمایا: "اسے لے آؤ۔" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ مجنون کی طرح دیکھ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: "اس کی کمر میری طرف کر دو۔" میں نے اسے کھڑا کر دیا اور اس کی کمر آپ کی طرف کر دی۔ اس کا چہرہ میری طرف تھا۔ آپ نے اسے پکڑا۔ اس کے کپڑے اکٹھے کر کے اسے کھینچا۔ اپنے دستِ اقدس بلند کر دیے، حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر پر مارا۔ فرمایا: "اے دشمن خدا! باہر نکل جا۔" جب اس نے دیکھا تو وہ صحیح دیکھ رہا تھا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اس کے لیے دعا کی۔ اس کے چہرے کو مس کیا۔ اس مس کرنے کا نشان اس کے چہرے پر باقی رہا، حالانکہ وہ شخص بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کا چہرہ نوخیز جوان کی طرح تھا۔ حضور ﷺ کی اس دعا کے بعد اس کی قوم میں کوئی شخص اس سے افضل نہ رہا۔" امام احمد اور الطبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

"ہم ایک کارواں میں سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم میں ایک مجنون شخص تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہمراہ ایک مجنون شخص ہے۔ آپ اس کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کریں۔" آپ نے فرمایا: "اسے میرے پاس لے آؤ۔" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کی چادر کا ایک کونہ پکڑا اسے بند کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، پھر اس کی کمر پر مارا۔ فرمایا: "دشمن خدا! باہر نکل جا۔" وہ صحیح شخص کی طرح دیکھنے لگا۔ یہ نظر پہلی نظر سے جداگانہ تھی۔ آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اس کے لیے دعا مانگی۔ اس کے چہرہ کو مس کیا۔ اس وفد میں دعائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے بعد اس سے افضل کوئی شخص نہ رہا۔

امام حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا ایک اعرابی آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ایک بھائی کو درد ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے کیسا درد ہے؟" اس نے عرض کی: "اسے دیوانگی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے میرے پاس لے آؤ۔" وہ اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ آپ نے اسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ کی آخری یہ آیت طیبہ:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ (البقرۃ:۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا خدا ایک خدا ہے، نہیں کوئی خدا بجز اس کے، بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

آیۃ الکرسی اور سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت طیبہ:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ (آلِ عمران:۱۸)

ترجمہ: شہادت دی اللہ تعالیٰ (اس بات کی) کہ بیشک نہیں کوئی سوائے خدا کے۔

سورۃ اعراف کی یہ آیت طیبہ:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ: بیشک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو۔

سورۃ المؤمنین کی آخری آیت:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ (المومنون:۱۱۶)

ترجمہ: پس بہت بلند و بالا ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے۔

سورۃ الجن کی یہ آیت طیبہ:

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ (الجن:۳)

ترجمہ: اور بے شک اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ہمارے رب کی شان نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا۔

سورۃ الصافات کی ابتدائی دس آیات، سورۃ الحشر کی آخری تین آیات، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم فرمایا، تو وہ شخص یوں کھڑا ہو گیا جیسے اسے کسی چیز میں کبھی شک نہ کیا ہو۔"

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت غیلان بن سلمہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قبیلہ میں اور کوئی بچہ نہیں جو اس بچے سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اسے دیوانگی نے آلیا ہے۔ میں اس کی موت کی تمنا کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کریں۔" حضور اکرم، سراپا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے قریب کیا، پھر فرمایا: "بسم اللہ! میں اللہ رب العزت کا رسول (محترم صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اے دشمن خدا! باہر نکل جا۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا، پھر فرمایا: "اپنے فرزند کو لے جا۔ اب اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی، ان شاء اللہ! ہم واپس آئے تو اسی بچے کی والدہ حاضر خدمت ہوئی۔ اس نے کہا: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ بچہ اب قبیلہ کے سارے بچوں سے دانا ہو گیا ہے۔"

احمد بن منیع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس نورِ نظر کو جنون ہے۔ صبح و شام کھانے کے وقت اسے دیوانگی لاحق ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیں خراب کر دیتی ہے۔" آپ نے اس کے سینے کو مس کیا۔ اس کے لیے دعا مانگی۔ اس نے قئے کی اس کے منہ یا ناک سے سیاہ پلے کی مانند کچھ نکلا۔ اسے شفاء نصیب ہو گئی۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ اس وقت جمرۃ العقبہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔ اس کے بچے کو جنون تھا۔ اس عورت نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے یہ مصیبت لاحق ہو گئی ہے۔ یہ گفتگو نہیں کرتا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا۔ وہ پتھر کا ایک برتن لے کر آئی۔ جس میں پانی تھا۔ آپ نے اسے پکڑا۔ اس میں کلی کی، پھر اس میں دعا کی۔ وہ پانی اس میں ڈال دیا، پھر اس عورت کو حکم دیا۔ "اسے پلاؤ اور اسی پانی کے ساتھ اسے غسل دو۔" میں اس عورت کے پیچھے گئی۔ میں نے اسے کہا: "اس پانی میں سے کچھ مجھے بھی عطا کرو۔" اس نے کہا: "اس میں سے لے لو۔" میں نے کچھ پانی اس میں سے لے لیا۔ اسے اپنے لختِ جگر عبداللہ کو پلا دیا۔ وہ بہت اطاعت گزار بچہ تھا۔ جس قدر رب تعالیٰ

نے چاہا کہ وہ ہو جائے۔ میں اس عورت سے ملی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا نورِ نظر شفاء یاب ہو گیا تھا۔ اسے ایسی عقل نصیب ہوئی تھی کہ عام لوگوں کو ایسی عقل نصیب نہیں ہوتی۔

اسحاق بن راھویہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی سفر میں آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہم اچانک ایک عورت کے پاس پہنچے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھی۔ وہ ایک بچے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس نورِ نظر کو شیطان ہر روز تین بار اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ وہ اسے چھوڑتا نہیں ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اس سے بچہ لیا اسے اپنے اور کجاوے کے مابین رکھا۔ آپ نے فرمایا: "اے دشمن خدا! ذلیل ہو جا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا، پھر بچہ اسے پکڑا دیا۔ جب ہم واپس گئے تو اس عورت نے ہمیں دو بکرے پیش کیے۔ وہ انہیں ہانک کر لا رہی تھی۔ وہ اپنا بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ مجھ سے قبول فرمالیں۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ وہ شیطان پھر اس کے پاس نہیں آیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان دونوں میں سے ایک لے لو۔"

امام احمد، ابن سعد، حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) نے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا۔ میں نے تعجب خیز واقعہ دیکھا:

ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس بچے کو جنون ہے۔ یہ مرض اسے سات سال سے ہے۔ یہ دن میں دو بار اسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے میرے قریب کرو۔" آپ نے اس کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔ فرمایا: "دشمن خدا! باہر نکل جا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسولِ محترم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔" پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: "جب ہم واپس آئیں تو ہمیں اس کے بارے بتانا کہ اس نے کیا کیا۔" جب ہم واپس آئے تو اس عورت نے ہمارا استقبال کیا۔ اس نے عرض کی: "مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے آپ کے سراقدس پر عزت و کرامت کا تاج سجایا ہے۔ جب آپ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ ہم نے اسے کوئی مرض نہیں دیکھا۔"

حضرت ابراہیم الحربی نے اسے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ "میں کسی سفر میں آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک عورت آپ سے ملی۔ اس کے پاس بچہ تھا جسے جنون کا مرض لاحق تھا۔ آپ نے اس کا منہ کھولا۔ اس میں لعاب دہن ڈالا۔ اسے شفاء مل گئی۔"

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ نے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ کے پاس جس مجنون کو لایا گیا۔ آپ نے اس کے سینے پر مارا تو وہ مرض ختم ہو گیا۔ ابو یعلی اور ابونعیم نے جید سند کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حجۃ الوداع کے وقت آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب ہم بطن الروحاء پہنچے تو آپ نے ایک عورت دیکھی جو آپ کا ارادہ کیے آپ کی سمت آرہی تھی۔ آپ نے اپنی سواری روک لی۔ جب وہ آپ کے قریب ہوئی تو اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم! یہ میرا نورِ نظر ہے۔ اسے جس دن سے یہ پیدا ہوا ہے اس دن سے لے کر آج تک صحت نصیب نہیں ہوئی۔" حضور اکرم ﷺ نے اسے پکڑا اسے اپنے اور کجاوے کے وسط کے مابین بٹھا لیا۔ اس کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔ فرمایا: "اے دشمن خدا! نکل جا۔" آپ نے بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا۔ فرمایا: "اسے لے لو! اب اسے کچھ نہ ہوگا۔" حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ نے حج ادا فرما لیا۔ واپس تشریف لائے۔ بطن الروحاء اترے تو وہی خاتون ایک بکری لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ اس نے وہ بکری بھون رکھی تھی۔" اس نے عرض کی: "میں اس بچے کی والدہ ہوں۔" آپ نے پوچھا: "اب وہ کیسا ہے؟" اس نے عرض کی: "اب اسے دوبارہ وہ مرض لاحق نہیں ہوا۔" آپ نے فرمایا: "اس سے بکری لے لو۔"

گیارھواں باب

متفرق امراض سے شفاء یابی

ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے چربی پکڑی اور اسے نگلتا رہا۔ اس کی وجہ سے مجھے ایک سال تک تکلیف رہی، پھر میں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ آپ نے میرے پیٹ کو مس کیا۔ میں نے سبز چیز کی قئے کی مجھے اس ذاتِ بے ہمتا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ مجھے آج تک پیٹ کا درد نہیں ہوا۔ (الطبرانی)

الطبرانی نے حضرت جرھد بن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: "دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "یہ مفلوج ہے۔" آپ نے اسے دم فرمایا پھر تادم وصال یہ تکلیف نہ ہوئی۔"

حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں علیل تھا۔ آپ نے دعا مانگی: "مولا! اسے شفاء عطا فرما" یا "اسے عافیت عطا فرما۔" اس کے بعد مجھے کبھی بھی درد نہ ہوا۔"

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بنو سلمہ میں علیل ہو گیا۔ حضور محب الفقراء والمساکین ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے اس حالت پر پایا کہ مجھے کچھ سوجھ بوجھ نہ تھی۔ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا۔ اس میں سے کچھ پانی مجھ پر چھڑکا تو مجھے افاقہ ہو گیا۔"

دستِ اقدس کے اثرات، لعابِ طیب کے معجزات

پہلا باب

ابوقرصافہ کی بکری میں آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی برکت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرے اسلام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میں ایک یتیم بچہ تھا۔ میں اپنی امی اور خالہ کے مابین تھا۔ میرا زیادہ میلان اپنی خالہ کی طرف تھا۔ میں اپنی بکریاں چراتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہتی تھی: "بیٹے! اس شخص کے پاس سے نہ گزرنا۔ یہ تجھے گمراہ کر دے گا۔ یہ تجھے راہِ راست سے بھٹکا دے گا۔" میں باہر نکلتا میں چراگاہ میں آتا۔ اپنی بکریاں چھوڑ دیتا۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ آپ کا دلنشیں کلام سنتا، پھر بکریاں واپس لے جاتا۔ وہ بکریاں کمزور تھیں۔ ان کی کھیریاں بھی خشک تھیں۔ میری خالہ مجھے کہتی: "تمہاری بکریوں کی کھیریاں خشک ہیں؟ میں کہتا: "مجھے علم نہیں۔" میں دوسرے دن بھی آپ کی خدمت میں آجاتا۔ میں اسی طرح کرتا جس طرح پہلے دن کیا تھا، پھر میں پہلے دن کی طرح بکریاں واپس لے گیا، پھر تیسرے دن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں آپ کا روح پرور کلام سنتا رہا حتیٰ کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی بیعت کر لی۔ آپ سے مصافحہ کر لیا۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں اپنی خالہ اور بکریوں کا قصہ عرض کر دیا۔" حضور رحمت عالم ﷺ نے مجھے فرمایا: "میرے پاس بکریاں لے کر آؤ۔" میں انہیں لے کر آپ کی خدمت میں آگیا۔ آپ نے ان کی کمر اور کھیریوں پر دستِ اقدس پھیرا اور ان میں برکت کی دعا کی۔ وہ گوشت اور دودھ سے لبریز ہو گئیں۔ جب میں انہیں لے کر اپنی خالہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: "پیارے بیٹے! اس طرح بکریاں چرایا کرو۔" میں نے عرض کی: "خالہ! میں نے آج اسی جگہ چرائی ہیں جہاں روزانہ چراتا تھا لیکن میں تمہیں حیرت افزاء داستان سناتا ہوں۔ میں نے ساری حکایت دلنشیں عرض کر دی کہ میں کس طرح بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ میں نے انہیں آپ کی سیرت طیبہ اور کلامِ مقدس کے متعلق بتایا۔ میری امی اور خالہ نے کہا: "ہمیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے چلو۔" میں امی اور خالہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم نے آپ کے ساتھ ملاقات کی اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔

دوسرا باب

بال اگنے میں دستِ اقدس کی برکت

امام بیہقی نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ اسے اس کی پیشانی سے پکڑا۔ اس کی پیشانی پر بال اُگ آئے گویا کہ وہ گھوڑے کے ایال کے بال ہوں۔ وہ بچہ جوان ہو گیا۔ خوارج کے زمانہ میں یہ ان کے ساتھ مل گیا۔ اس کے باپ نے اسے پکڑا۔ اسے باندھا اور محبوس کر دیا۔ اس کے وہ بال گر گئے ان کا گرنا اس پر گراں گزرا۔ اسے کہا گیا کہ یہ اس وجہ سے ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے کیا تو نے دیکھا نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی برکت گر گئی ہے۔ وہ اسی کیفیت میں رہا حتیٰ کہ اس نے توبہ کر لی، پھر رب تعالیٰ نے اس کی پیشانی پر بال لوٹا دیے تھے۔" ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: "بال اگنے کے بعد میں نے اسے دیکھا تھا پھر اس کے بال گر گئے تھے پھر میں نے دیکھا کہ اس کے بال اگ آئے تھے۔"

الحافظ ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے کہ حضرت ہلب بن یزید بن عدی وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ وہ گنجے تھے۔ ان کے بال اگ آئے ان کا نام ہلب پڑ گیا۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ ابوعطیہ بکری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے میرے اہلِ خانہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے گئے۔ میں جوان تھا۔ آپ نے میرے سر اقدس پر دستِ اقدس پھیرا۔ راوی کہتے ہیں: "میں نے ابوعطیہ کو دیکھا ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے حالانکہ ان کی عمر ایک سو سال ہو چکی تھی۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے میرے والد گرامی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے لیے دعا فرمائیں جسے یہ بھلا نہ سکے۔" حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے اپنا دستِ اقدس میرے سر پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ آپ نے میرے لیے برکت کی دعا کی۔" میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے سر کے بال اور داڑھی کے بال سفید تھے وہ بڑھاپے کی وجہ سے اپنے سر میں کنگھی بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ دن کے وقت روزے رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے۔"

امام بغوی نے اپنی معجم میں اور امام بیہقی نے ابوالوضاح بن سلمہ جہنی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے عمرو بن تغلب سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے حضرت عمرو بن ثعلبہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے السالۃ کے مقام پر آپ سے ملاقات کی۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔" راوی

کہتے ہیں: "حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہو گئی تھی۔ ان کے سر کے وہ بال سفید نہ ہوئے تھے جہاں آپ نے دستِ اقدس لگایا تھا۔"

ابن سعد، بیہقی اور الطبرانی نے تینوں میں روایت کیا ہے۔ البتہ انہوں نے "الکبیر" میں لکھا ہے کہ سائب کے سر کا وسط سیاہ تھا جبکہ بقیہ سر سفید تھا۔ انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عطاء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت سائب کو دیکھا ان کی داڑھی سفید تھی۔ ان کا سر سیاہ تھا۔ میں نے عرض کی: "آقا! آپ کا سر سفید کیوں نہیں ہوا؟" انہوں نے کہا: "میرا سر کبھی بھی سفید نہ ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے بچوں کو سلام کیا۔ میں بھی ان بچوں میں موجود تھا۔ ان بچوں میں سے میں نے آپ کو سلام کا جواب عرض کیا۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "سائب بن یزید۔" آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے سر پر رکھا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہیں بابرکت کرے۔" اس جگہ کے بال کبھی بھی سفید نہ ہوں گے جہاں آپ نے دستِ اقدس پھیرا تھا۔"

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت آمنہ بنت ابی شعیاء رضی اللہ عنہا اور حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان دونوں نے مدلوک ابی سفیان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے موالی کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ میں نے دیکھا کہ جہاں آپ کا دستِ مقدس پھرا تھا۔ وہ حصہ سیاہ رہا حتیٰ کہ باقی سارا سر سفید ہو گیا تھا۔"

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی نے یونس بن محمد بن انس الظفری نے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اس وقت میں دو ہفتے کا تھا۔ مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ میرے لیے برکت کی دعا کی۔ جب آپ نے حجۃ الوداع کیا تو میری عمر دس سال تھی۔ یونس نے کہا ہے: "میرے والد گرامی عمر رسیدہ ہو گئے تھے حتیٰ کہ ہر جگہ عمر رسیدگی کے نشانات تھے، لیکن سر اور داڑھی پر جس جگہ دستِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پھرا تھا وہ سفید نہ ہوا تھا۔" زبیر بن بکار نے محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ بن سعد بن عثمان الزرقی رضی اللہ عنہ کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ ان کے لیے دعا فرمائی۔ وقتِ وصال ان کی عمر اسی سال تھی، لیکن وہ بوڑھے نہ لگتے تھے۔"

ابن عساکر، اسحاق بن ابراہیم الرملی اور ابو یعلی نے "فوائد" میں حضرت بشیر بن عقربہ الجہنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ ان کا سارا سر سفید ہو گیا تھا مگر جس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ اقدس پھرا تھا وہ سیاہ ہی رہا۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن لکھا ہے) اور بیہقی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا، پھر یہ دعا مانگی: ”مولا! انہیں جمال عطا فرما اور ان کے جمال کو دائمی فرما۔“ ان کی عمر ایک سو سال سے زائد ہو چکی تھی، مگر ان کی داڑھی میں سفیدی نہ آئی تھی۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ ان کا چہرہ کبھی بھی ناخوشگوار نہ ہوا تھا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔“

امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی ریش مبارک سے کچھ اٹھایا آپ نے اس کے لیے دعا کی: ”مولا! اسے جمال عطا کر۔“ اس کی داڑھی سیاہ ہو گئی، حالانکہ وہ پہلے سفید تھی۔“

عبدالرزاق نے حضرت معمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ایک یہودی نے آپ کے لیے اونٹنی کا دودھ نکالا۔ آپ نے اس کے لیے یہ دعا مانگی: ”مولا! اسے جمال عطا فرما۔“ اس کے بال سیاہ ہو گئے۔ وہ فلاں فلاں چیز سے بھی زیادہ سیاہ تھے۔ حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ یہودی نوے سال زندہ رہا اس کے بال سفید نہ ہوئے تھے۔“

امام احمد نے حضرت ذیال بن عبید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حنظلہ بن حذیم تمیمی سے سنا کہ ان کے والد گرامی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے سارے بیٹوں کی داڑھیاں ہیں۔ یہ سب سے چھوٹا ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے اس کے لیے دعا مانگیں۔“ آپ نے اس کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ یہ دعا مانگی: ”اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔“ یا ”تم میں برکت ڈال دی گئی ہے“ حضرت ذیال رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں نے حضرت حنظلہ کو دیکھا۔ اگر ان کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا وہ اپنے ہاتھ پر لعاب رکھتے۔ بسم اللہ پڑھتے۔ اپنا ہاتھ اپنے سر کی اس جگہ رکھتے جہاں حضور اکرم ﷺ کا دست شفا بخش رکھا گیا تھا، پھر ورم والی جگہ کو مس کرتے تو اس کا ورم ختم ہو جاتا۔“ امام احمد، ابن سعد، حسن، یعقوب بن سفیان ابو یعلی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ضیاء نے المختارہ میں حضرت حنظلہ سے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

تیسرا باب

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر دستِ کرم کی برکت

ابن سعد، ابن شاہین، عبداللہ بن عامر بکائی نے اپنے والد سے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابو نعیم اور امام بغوی نے ”معجم“ میں جعد کی سند سے صاعد بن علاء بن بشیر سے، وہ اپنے جدامجد حضرت بشر بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کا بنو بکاء میں سے تین افراد کا وفد بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ ان میں حضرت معاویہ بن

ثور رضی اللہ عنہ، ان کے نورِ نظر بشر اور مجمع بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان کے ہمراہ عبد عمرو بکائی بھی تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے چھونے سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ میرے نورِ نظر بشیر کے چہرے کو مس کریں۔'' آپ نے اس کے چہرے کو مس کیا۔ اس کے لیے دعا کی۔ آپ کے چھونے کی وجہ سے ان کے چہرے پر روشن نشان پڑ گیا۔ وہ جس چیز کو بھی مس کرتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتی تھی۔ آپ نے انہیں خاکستری بکریاں عطا کی تھیں۔ حضرت جعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''بنو بکاء اکثر قحط سالی کا شکار رہتے تھے، لیکن بشیر بن معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے اثرات سے محفوظ رہتے تھے۔ محمد بن بشیر بن معاویہ نے ان اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَابی الذی مسح الرسول براسہٖ — و دعالہ بالخیر والبرکات
اعطاہ احمد اذا تاہ اعنزا — عفرا نواجل لیس ما للجبات
یملان وفد الحیّ کل عشیۃ — و یعود ذالك الملأ بالغدوات
بورك من منح و بورك مانحا — و علیہ منّی ما حییت صلاتی

میرے والد گرامی تو وہ تھے جن کے سر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ شفاء پھیرا تھا اور ان کے لیے خیر و برکات کی دعا کی تھی۔ آپ نے انہیں خاکستری بکریاں عنایت کیں جب وہ آپ کی درگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے وہ بکریاں کم دودھ دینے والی نہ تھیں۔ وہ بکریاں ہر شام کو قبیلے کے برتن کو بھر دیتی تھیں۔ اسی طرح وقتِ صبح بھی ان کا پیالہ دودھ سے لبریز ہوتا تھا۔ اس عطیہ میں اتنی برکت ڈال دی گئی تھی۔ عنایت بخشنے والے بھی کتنے بابرکت تھے جب تک میں بہ حیات ہوں میری طرف سے ان پر درود وسلام ہو۔''

ابن سعد نے محمد بن صالح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ابو وجزہ سعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''۱۰ھ کو حجۃ الوداع میں محارب کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں حضرت سواء بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کے نورِ نظر خزیمہ بھی شامل تھے۔ آپ نے حضرت خزیمہ کے چہرے پر مس کیا۔ ان کے چہرے پر سفید نشان پڑ گیا۔ ابن شاہین نے حضرت خزیمہ بن عاصم البکائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرہ کو مس کیا۔ ان کا چہرہ تادم وصال تر و تازہ رہا۔''

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو العلاء بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ دور گھر کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں دیکھ لیا۔ میں جب بھی انہیں دیکھتا تو گویا کہ ان کے چہرے پر تیل لگا ہوتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے کو مس کیا تھا۔

الطبرانی نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں غزوہ خیبر میں آپ کے سامنے تیر اندازی کر رہا تھا۔ میرے چہرے پر تیر لگا۔ میرے چہرے، جبین اور سینے پر خون بہنے لگا۔ آپ نے میرے چہرے پر دستِ

اقدس رکھا۔ آپ نے میرے چہرے اور سینے سے خون صاف کیا پھر آپ نے میرے لیے دعا کی۔ حشرج نے کہا: "حضرت عائذ رضی اللہ عنہ ساری زندگی یہ داستان ہمیں سناتے رہے۔ جب ان کا وصال ہو گیا۔ ہم نے اسے غسل دیا تو ہم نے دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نشان کو دیکھا جہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ اقدس پھیرا تھا۔ وہ نشان گھوڑے کے نشان کی طرح تھا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کی ان کی علالت میں عیادت کی۔ گھر کے آخری کنارے سے ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر دست اقدس پھیرا تھا۔ میں جب بھی انہیں دیکھتا تو مجھے یوں لگتا جیسے ان کے چہرے پر تیل لگا ہو۔" المدائنی نے اپنے ماموں سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسید بن ابی ایاس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا۔ آپ نے ان کے سینۂ اقدس پر بھی دستِ اقدس پھیرا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ تاریک کمرے میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتا تھا۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام عاصم زوجہ حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں چار خواتین تھیں۔ ہم میں سے ہر عورت عمدہ خوشبو لگانے کی کوشش کرتی تا کہ وہ اپنی ساتھی سے زیادہ عمدہ خوشبو استعمال کرے، لیکن جو خوشبو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے آتی تھی وہ ہماری خوشبوؤں سے زیادہ عمدہ ہوتی تھی۔ جب وہ لوگوں کے پاس جاتے تو لوگ کہتے: "ہم نے اتنی عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی جتنی عمدہ خوشبو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے آتی ہے۔ جب ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں مجھے پھنسیاں نکل آئیں۔ میں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا۔ آپ نے مجھے (شرم گاہ کے علاوہ) کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ میں (شرم گاہ کے علاوہ) سارے کپڑے اتار کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس پر پھونک ماری، پھر اپنا دستِ اقدس میری کمر اور پیٹ پر پھیر دیا مجھ سے اس وقت سے یہ خوشبو آ رہی ہے۔"

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کرتا یا آپ کی جلد مبارک میری جلد سے مس کرتی تو میں تین روز کے بعد مشک کی خوشبو کی وجہ سے میں اپنے اس ہاتھ کو جان لیتا تھا جس کے ساتھ میں مصافحہ کی سعادت حاصل کرتا تھا۔"

چوتھا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز سے تبرک حاصل کرنا، اس امر کی حفاظت کرنا اس پر رشک کرنا اور آپ کی تعظیم کرنا

شیخان، برقانی اور ابن الاعرابی نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ صحابہ کرام آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے لگے اور اسے اپنے چہرے پر ملنے لگے۔"

امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اسماعیلی نے اسے حضرت ابوموسیٰ سے مسند روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس وقت جعرانہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے۔ چہرۂ انور دھویا۔ اس میں کلی کی۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اس سے پانی پی لو اسے اپنے چہروں اور گردنوں پر ڈال لو۔"

امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اسماعیلی نے اسے عروہ رضی اللہ عنہ سے مسند روایت کیا ہے۔ اسے مروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے کہ جب آپ وضو فرماتے تھے تو قریب ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حصولِ پانی کے لیے آپس میں لڑ پڑتے۔"

امام بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے مسور بن مخرمہ سے اور مروان بن حکم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے سال بیت اللہ کی زیارت کے لیے عازمِ سفر ہو گئے۔ جنگ کرنا آپ کا ارادہ نہ تھا۔ قریش نے عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ عروہ اپنی آنکھوں سے غور سے دیکھنے لگے۔ بخدا! آپ جب بھی لعاب دہن پھینکتے وہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا۔ وہ اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا۔ آپ جب کسی کام کا حکم دیتے تو صحابہ کرام اس پر عمل کرنے میں جلدی کرتے۔ جب وضو فرماتے تو قریب ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانی کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے۔ جب آپ محوِ گفتگو ہوتے تو وہ آپ کے حضور اپنی آوازوں کو پست رکھتے۔ از روئے تعظیم آپ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے۔ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم دیکھی تھی۔ عروہ قریش کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "اے گروہِ قریش! میں کسریٰ، نجاشی اور قیصر کے ملکوں میں گیا ہوں۔ بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ بخدا! جب وہ لعابِ دہن

پھینکتے ہیں تو وہ کسی صحابی کے دستِ اقدس پر گرتا ہے۔ وہ اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتا ہے۔ اگر وہ حکم کرتے ہیں تو وہ حکم بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ حصولِ پانی کے لیے قریب ہے کہ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے۔ جب وہ محوتکلم ہوتے ہیں تو آپ کے حضور اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں۔ وہ از روئے تعظیم ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی انہیں کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ یہ میری رائے ہے۔ باقی تم جانو اور تمہاری رائے۔"

ابن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سراپا لطف وعطا صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ صبح ادا فرماتے۔ اہلِ مدینہ طیبہ کے خدام پانی کے برتن لے کر آجاتے، جو برتن بھی آپ کو پیش کیا جاتا آپ اپنا دستِ اقدس اس میں ڈال دیتے۔ وہ اکثر ٹھنڈی صبح میں برتن آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ ان میں اپنا دستِ شفا بخش ڈال دیتے۔"

امام بغوی نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے سر کے اگلے حصے کے بال لمبے تھے۔ جب وہ انہیں کھلا چھوڑتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ہم ان سے عرض کرتے: "تم انہیں کٹوا کیوں نہیں دیتے؟" وہ فرماتے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنا دست پھیرا تھا۔ میں تادم وصال انہیں نہیں کٹواؤں گا۔" انہوں نے تادمِ وصال انہیں نہ کٹوایا۔

ابوسعید بن الاعرابی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک دن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ آپ کی خدمت میں ایک کھجور پیش کی گئی۔ آپ نے اسے ہم میں تقسیم فرمایا۔ ہم اسے آپ کے قریب کرتے رہے تاکہ وہ آپ کو چھولے کیونکہ ہمیں آپ کے دستِ اقدس کی برکت کا یقین تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا کھجور جمع ہو چکی ہے۔ آپ نے اسے ہمارے مابین تقسیم کر دیا۔"

امام بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری خالہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ عرض پیرا ہوئیں: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا بھانجا گر گیا ہے۔" آپ نے میرے سر کو مس کیا۔ میرے لیے برکت کی دعا کی، پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے بقیہ پانی پی لیا۔"

امام بخاری نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی لعابِ دہن پھینکا وہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرا۔ اس نے اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیا۔ جب آپ نے وضو کیا تو قریب ہوتا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کے بقیہ پانی کے لیے باہم الجھ پڑتے۔"

الطبرانی نے حضرت الاسلع بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ کی ناقہ مبارکہ پر کجاوہ رکھتا تھا۔ سرد رات میں مجھے جنابت ہوگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا۔ میں نے ناپسند کیا کہ اس حالت میں آپ کی اونٹنی پر کجاوہ رکھوں۔ مجھے یہ خدشہ بھی دامن گیر ہوا کہ اگر میں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تو میں علیل ہو جاؤں گا، میں مر جاؤں گا۔ میں نے ایک انصاری شخص کو کہا۔ اس نے کجاوہ رکھا۔ میں نے پتھر رکھے۔ ان سے پانی گرم کیا۔ غسل کیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا کر مل گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "اسلع! میں کیوں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا کجاوہ تبدیل ہو گیا ہے۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے نہیں رکھا۔ اسے ایک انصاری صحابی نے رکھا ہے۔"

ابونعیم نے حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے بھائی کے ہمراہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ میرے بھائی نے مجھے کہا: "میں تو اپنا زادِ راہ مکہ مکرمہ میں بھول آیا ہوں۔" وہ زادِ راہ لینے کے لیے آیا تو میرے خاوند نے اسے قتل کر دیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی: "میرا بھائی قتل ہو گیا ہے۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس میں پانی لیا۔ اسے میرے چہرے پر پھینک دیا۔" انہیں مصائب کا سامنا تو کرنا پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو نظر آتے تھے لیکن آنسو ان کے رخساروں پر بہتے نہ تھے۔"

عبدالرزاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس انصاری شخص نے بیان کیا ہے جس پر میں تہمت نہیں لگاتا کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے یا لعابِ دہن پھینکنے لگتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی سے آپ کی طرف جاتے اسے اپنے چہروں اور جلدوں پر مل لیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اس طرح کیوں کرتے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہم حصولِ برکت کے لیے اس طرح کرتے ہیں۔"

ابن عدی نے ابوالعشراء سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میرے والد گرامی بیمار ہو گئے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے سر سے لے کر پاؤں تک تین بار تھوکا اور ان کے جسم پر لعاب دہن لگایا۔"

ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے اپنے لعابِ دہن کے ساتھ میری آنکھوں میں سرمہ لگایا۔" حضرت عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عطاف بن خالد بن امیہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حضور سراپا رحمت و رأفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ اس وقت وہ اپنے بچپن میں تھیں۔ آپ غسل خانے میں تھے۔ آپ نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ فرمایا: "واپس لوٹ جاؤ۔" حضرت عطاف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "میری امی نے فرمایا: "میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زیارت کی۔ وہ بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں لیکن ان کے چہرے کی شادابی اور تر و تازگی میں کچھ بھی کم نہ ہوا تھا۔"

ابن ضحاک اور ابو یعلیٰ نے صحیح سند سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ کیا۔ آپ نے گیسو پاک کٹوائے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زلف معنبر کے حصول کے لیے بھاگے۔ میں جبین اطہر کی طرف پہلے پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال حاصل کر لیے۔ انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔ ان بالوں کو ٹوپی کے اگلے حصے میں رکھ لیا۔ میں نے جس طرف کا بھی رخ کیا۔ فتح کو میرے مقدر میں لکھ دیا گیا۔

ابوعلی بن سکن نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب غزوۂ احد میں حضور سپہ سالارِ

اعظم ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد گرامی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون مبارک چوس لیا۔ اسے نگل لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے میرا مبارک خون پی لیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "میں نے حضور پاک ﷺ کا خون مبارک پی لیا ہے۔" حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "جس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے نقصان میں مبتلا نہیں کرے گا۔"

امام بغوی نے ام عبدالرحمٰن بنت ابی سعید سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس آدمی کو دیکھنے کا مشتاق ہو جس کے خون کے ساتھ میرا مبارک خون ملا ہو وہ (حضرت) مالک بن سنان (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔"

بزار نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ فرمایا: "یہ خون غائب کر دو۔" میں گیا۔ میں نے آپ کا لہو مبارک پی لیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے کیا کیا؟" میں نے عرض کی: "میں نے اسے غائب کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسے پی لیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں"

بقی بن مخلد نے برشہ بنت عمیر بن سفینہ سے اور انہوں نے اپنے جد امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ آپ نے فرمایا: "آپ کے خون مبارک کو پرندے اور جانور سے چھپا دیا جائے۔" میں گیا۔ میں نے وہ خون مبارک پی لیا، پھر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ سے یہ تذکرہ کیا۔ یہ سن کر آپ مسکرائے اور آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

امام بغوی نے رباح النوبی اور ابو محمد مولیٰ آل زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو سنا وہ حجاج سے فرما رہی تھیں کہ حضور سراپا کرم ﷺ نے پچھنے لگوائے آپ نے اپنا خون مبارک میرے نور نظر کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے نوش کر لیا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت عالیہ میں آئے۔ آپ کو بتایا۔ آپ نے ان سے پوچھا: "تم نے خون کے ساتھ کیا کیا؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے آپ کے خون مبارک کو گرانا مناسب نہ سمجھا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہیں آگ نہیں چھو سکتی۔" آپ نے ان کے سر پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا: "لوگ تمہاری وجہ سے آزمائش میں مبتلاء ہوں گے اور تم لوگوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلاء ہو گے۔"

ابو یعلی نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری امی جان مجھے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے گئیں۔ آپ نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا اور میرے لیے رزق کی دعا کی۔"

ابو یعلی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ پچھنے لگوا رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: "عبداللہ! یہ خون (مبارک) لے جاؤ اور اسے اس جگہ گرا دو جہاں کوئی نہ دیکھے۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب میں آپ سے جدا ہوا تو میں نے خون مبارک لیا

اور اسے پی گیا۔ جب میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: "عبداللہ! تم نے میرے خون (مبارک) کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: "میں نے اسے اس جگہ گرایا ہے کہ میرا گمان ہے کہ وہ لوگوں سے مخفی رہے گا، آپ نے فرمایا: "شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "تمہیں کس نے حکم دیا تھا کہ تم خون مبارک پی لو۔ لوگوں کو تمہاری وجہ سے اور تمہیں ان کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا جائے گا۔" ابوسلمہ نے کہا: "حضرت ابوعاصم رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ قول انہیں اسی روز القاء کیا گیا تھا۔

ابویعلی نے حضرت سفینہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید دو عالم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ آپ نے خون مبارک لیا اور فرمایا: "اسے لوگوں اور جانوروں سے بچا کر دفن کر دو۔" میں گیا۔ میں نے اسے غائب کر دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "تم نے خون کا کیا کیا؟" میں نے عرض کی: "میں نے اسے پی لیا ہے۔" آپ نے تبسم فرمایا۔ اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

ابویعلی نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور ﷺ کمرہ کی ایک طرف مٹی کے برتن کی طرف گئے۔ اس میں پیشاب کر دیا۔ میں رات کے وقت اٹھی میں پیاسی تھی۔ میں نے وہ پی لیا مجھے احساس تک نہ ہوا۔ وقت صبح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام ایمن! اٹھو اور جو کچھ اس برتن میں ہے اسے انڈیل دو۔"

انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ان میں جو کچھ بھی تھا میں اسے پی گئی ہوں۔" آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے، پھر فرمایا: "آج کے بعد تمہیں پیٹ کی کوئی تکلیف نہ ہو گی۔"

پانچواں باب

لعابِ دہن کی برکت

الطبرانی نے حضرت ابوعقیل الدیلی سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی۔ آپ نے مجھے ستو کا شربت پلایا۔ آپ نے ابتداء میں اور میں نے آخر میں پیا۔ میں جب بھی پیاس محسوس کرتا مجھے اپنے دل میں اس شربت کی ٹھنڈک محسوس ہوتی۔ مجھے دوپہر کے وقت بھی اس کی تری محسوس ہوتی۔"

قاسم بن ثابت نے الدلائل میں حضرت حنش بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے اسلام کی طرف بلایا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے مجھے جَو کے شربت کا بقیہ پلایا، بعد میں مجھے جب بھی پیاس لگتی میں اس کی سیرابی کو پالیتا۔ مجھے جب بھی بھوک لگی۔ میں اس کی سیری کو پالیتا۔"

ابن سعد نے امام واقدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "مجھے ابی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کئی صحابہ کرام جن میں حضرت ابواسید، ابوحمید اور ابوسہل بن سعد رضی اللہ عنہم شامل ہیں سے سنا ہے۔ یہ سب فرماتے تھے: "حضور اکرم ﷺ بئر بضاعہ تشریف لائے۔ ڈول میں وضو فرمایا اسے کنویں میں پھینک دیا۔ دوسری بار ڈول میں کلی کی۔ اس میں لعاب دہن ڈالا اور اس کا پانی نوش فرمایا۔ جب آپ کے عہد ہمایوں میں کوئی مریض بن جاتا تو آپ فرماتے: "اسے بضاعہ کے کنویں سے غسل دو۔" وہ غسل کرتا تو وہ فوراً صحت یاب ہو جاتا گویا کہ ابھی اس کی رسی کھلی ہو۔"

حاکم نے حنظلہ بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے انہیں لعابِ دہن لگایا۔ ان کی عیادت کی۔ انہوں نے آپ کے لعابِ دہن کی طرف جلدی کی۔ آپ نے فرمایا: "یہ صحت یاب ہو جائے گا۔" وہ جس زمین میں بھی محنت کرتے اس میں ان کے لیے پانی ظاہر ہو جاتا۔"

امام حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، جبکہ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہا کو جدا کر دیا۔ ان کے پیٹ میں ان کا نورِ نظر محمد تھا۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ اسے اپنا دودھ نہ پلائیں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بچے کو یاد فرمایا۔ اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ عجوہ کھجور سے اسے گھٹی دی اس کا نام "محمد" رکھا۔ فرمایا: "اسے پھر لے کر آنا اللہ تعالیٰ اس کا رازق ہے۔ میں پہلے، دوسرے اور تیسرے روز لے کر حاضر خدمت ہوا۔ مجھے عرب خاتون ملی جو ثابت بن قیس کے بارے پوچھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تم اس سے کیا چاہتی ہو؟" اس نے کہا: "میں چاہتی ہوں کہ اس کے نورِ نظر کو دودھ پلاؤں۔ جسے "محمد" کہا جاتا ہے۔" میں نے اسے کہا: "میں ثابت ہوں۔" میرا نورِ نظر محمد ہے۔" اس کی قمیص سے اس کا دودھ نچڑ رہا تھا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے چہرے پر تیر کے اس نشان پر لعابِ دہن لگایا جو انہیں ذوقرد کے دن لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اس زخم نے نہ تو مجھے تکلیف دی نہ ہی اس میں پیپ پڑی۔"

عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر اس وقت لعاب دہن لگایا تھا جب انہیں تلوار لگی۔ جب کعب بن اشرف مقتول ہوا تو انہیں فوراً شفاء مل گئی۔" اس روایت کو امام واقدی نے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے حضرت زید بن معاذ کی جگہ حارث بن اوس کا ذکر کیا ہے۔" ابن عساکر نے حضرت بشیر بن عقربہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ احد کے روز میرے والد گرامی شہید ہو گئے۔ میں روتا ہوا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ ہوں اور عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) تمہاری ماں ہو۔" آپ نے میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ میرا بقیہ سارا سر سفید ہو گیا تھا مگر جہاں آپ کا دستِ شفاء بخش پھرا تھا وہ سیاہ ہی رہا۔ مجھے زخم آیا تھا۔ آپ نے اس پر لعابِ دہن لگایا تو وہ درست ہو گیا۔"

الطبرانی نے حضرت جرھد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ کے سامنے کھانا تھا۔ حضرت جرھد رضی اللہ عنہ نے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ ان کے بائیں ہاتھ کو تکلیف تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگایا تو ان کی وہ تکلیف دور ہو گئی، حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔"

حمیدی نے ثقہ راویوں سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں آبِ زمزم کا ڈول پیش کیا گیا آپ نے اس میں سے نوش فرمایا، پھر وضو فرمایا، پھر اسے ڈول میں ڈالا تو مشک یا اس سے بھی عمدہ خوشبودار ہو گیا۔ وہ خوشبو ڈول سے باہر بھی نکل رہی تھی۔"

الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی آوازیں سنیں۔ وہ دونوں رو رہے تھے۔ آپ نے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "میرے بیٹوں کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "انہیں پیاس لگی ہے۔" آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آواز دی: "کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟" کسی کے پاس سے ایک قطرہ پانی بھی دستیاب نہ ہو سکا۔ آپ نے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "ان میں سے ایک مجھے پکڑا دو۔" انہوں نے نقاب کے نیچے سے ایک پکڑایا۔ آپ نے اس شہزادے کو پکڑا۔ اسے اپنے سینۂ اقدس سے لگایا وہ رو رہے تھے۔ خاموش نہ ہو رہے تھے۔ آپ نے ان کے منہ میں زبان مبارک ڈال دی۔ وہ اسے چوسنے لگے حتیٰ کہ وہ پرسکون ہو گئے۔ اب ان کے رونے کی آواز نہ آ رہی تھی۔ دوسرا شہزادہ بھی اسی طرح رو رہا تھا۔ وہ پرسکون نہیں ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے دوسرا شہزادہ بھی پکڑاؤ۔" حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے دوسرا شہزادہ بھی پکڑایا۔ آپ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا جیسے پہلے شہزادے کے ساتھ کیا تھا۔ وہ پرسکون ہو گئے اب ان کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔"

اس باب کے متعلقہ روایات اور بھی بہت سی ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

شاخِ خرما، عصا، انگلیوں اور بجلی کا ضوفشاں ہو جانا

پہلا باب

کھجور کی شاخ کا ضوفشاں ہونا

الطبرانی، امام احمد نے طویل روایت میں، بزار نے جبکہ امام احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابونعیم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں تاریک راتوں میں سے ایک رات کو باہر نکلا۔ میں نے کہا: ''کاش! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لیتا اور آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کرتا اور آپ کی وجہ سے اپنے آپ کو تسلی دیتا۔'' یا ''میں آج رات نمازِ عشاء آپ کے ساتھ پڑھنے کی سعادت حاصل کروں۔'' میں نے اسی طرح کیا۔ جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو آسمان پر بجلی چمکی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''قتادہ رضی اللہ عنہ! اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر فدا! میں دلِ پریشاں کو آپ کی زیارت سے تسلی دینا چاہتا ہوں۔'' جب آپ واپس جانے لگے تو آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اسے لے لو۔ اسی کے ساتھ حفاظت کرو۔ جب تم باہر نکلو تو یہ دس (ذراع) تمہارے آگے اور دس (ذراع) تمہارے پیچھے ضوفشاں ہو جائے گی۔'' دوسرے الفاظ میں ہے ''تمہارے اہلِ خانہ کے پاس شیطان ہے۔ یہ شاخ خرما لے جاؤ۔ اسے لے کر سیدھا چلو حتیٰ کہ تمہارا گھر آ جائے گھر کے کونے سے شیطان کو پکڑ لینا۔'' پھر مجھے فرمایا: ''جب تم گھر میں داخل ہوں گے تو تمہارے گھر کے پردوں میں وہ کھردرے پتھر کی مانند ہوگا۔ وہ شیطان ہوگا۔'' حضرت قتادہ نے فرمایا: ''میں باہر نکلا وہ شاخ میرے لیے شمع کی طرح روشن ہو گئی۔ میں نے اس سے روشنی حاصل کی۔ میں گھر آیا۔ میں نے اہلِ خانہ کو پایا کہ وہ سو چکے تھے۔ میں نے گھر کے کونے میں دیکھا۔ وہ سیہی کی مانند کچھ تھا۔ میں اسے اسی شاخ سے مارتا رہا حتیٰ کہ وہ باہر نکل گیا۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''وہاں کھردرے پتھر کی مانند کچھ تھا۔ میں اسے مارتا رہا حتیٰ کہ وہ میرے گھر سے باہر نکل گیا۔''

دوسرا باب

عصا کا روشن ہو جانا

حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں ادا کرتے تھے پھر بنو حارثہ کے پاس چلے جاتے تھے۔ وہ ایک تاریک رات میں باہر نکلے تو ان کا عصا روشن ہو گیا حتیٰ کہ وہ بنو حارثہ کے پاس چلے گئے۔

ابن سعد، بیہقی اور حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات عباد بن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کسی کام کے لیے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے، حتیٰ کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ اس رات تاریکی بہت شدید تھی۔ وہ باہر نکلے تو ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں عصا تھا۔ ان میں سے ایک کا عصا روشن ہو گیا۔ وہ اس کی نورانیت میں چلتے رہے حتیٰ کہ جب ان کی راہیں جدا ہونے لگیں تو دوسرے صحابی کے لیے بھی اس کا عصا روشن ہو گیا، حتیٰ کہ وہ اپنے اہلِ خانہ تک پہنچ گئے۔ (اس روایت کو شیخ نے مختصر روایت کیا ہے)

ابونعیم نے ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں کافی دیر تک بات چیت میں مصروف رہے، حتیٰ کہ وہ باہر نکلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ باہر نکلے۔ رات تاریک تھی۔ ان میں سے کسی ایک کے پاس عصا تھا۔ وہ ان کے لیے نور افشاں ہو گیا۔ ان کے اوپر بھی نور تھا حتیٰ کہ وہ گھر پہنچ گئے۔"

تیسرا باب

انگلیاں نور فشاں ہونا

امام بخاری نے تاریخ میں، بیہقی، ابونعیم اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم تاریک رات میں منتشر ہو گئے۔ میری انگلیاں ضو فشاں ہو گئیں حتیٰ کہ سب کی سواریاں اس جگہ جمع ہو گئیں۔ ان میں سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوا میری انگلیاں ضو فشاں رہیں۔"

چوتھا باب

امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے بجلی چمکتی رہی

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) بیہقی، ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تو حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی کمر انور پر چڑھ جاتے۔ جب آپ سر اقدس بلند فرماتے تو انہیں پکڑتے اور آہستہ سے نیچے رکھ دیتے۔ جب آپ دوبارہ سجدہ کناں ہوتے تو وہ آپ کی کمر پر چڑھ جاتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک کو ادھر اور دوسرے کو اُدھر بٹھا دیا۔ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں ان شہزادوں کو ان کی والدہ ماجدہ کے پاس نہ لے جاؤں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" بجلی چمکی۔ فرمایا: "انہیں ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے جاؤ۔" وہ شہزادے بجلی کی چمک میں چلتے رہے حتیٰ کہ وہ کاشانۂ اقدس میں داخل ہو گئے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ملائکہ اور جنات کو دیکھنا اور ان کا کلام سننا

پہلا باب

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ملائکہ کو دیکھنا اور ان کا کلام سننا

امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فرشتے مجھے سلام کرتے تھے جب میں نے داغ لگائے تو مجھے سلام کرنے سے رک گئے، پھر میں نے داغ لگوانا بند کر دیا تو وہ مجھے سلام کرنے لگے۔" وہ انہیں بالکل واضح دیکھ لیتے تھے۔

شیخان نے ابوعثمان نہدی کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔ وہ آپ سے باتیں کرنے لگے، پھر اٹھ کر چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: 'یہ کون تھا؟' انہوں نے عرض کی: 'یہ دحیہ کلبی تھے۔' حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں انہیں حضرت دحیہ ہی گمان کرتی رہی حتیٰ کہ میں نے آپ کا خطبہ سن لیا۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین کے بارے بتایا۔" میں نے حضرت ابوعثمان سے پوچھا: "تم نے یہ کس سے سنا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جلوہ افروز تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے عرض کی: 'ایمان کیا ہے؟' آپ نے فرمایا: 'یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتاب اور رسل پر ایمان لاؤ مر کر جی اٹھنے پر ایمان رکھو۔' اس نے عرض کی: 'اسلام کیا ہے؟' آپ نے فرمایا: 'تم اللہ رب العزت کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو۔' اس نے عرض کی: 'احسان کیا ہے؟' آپ نے فرمایا: 'تم اس طرح اللہ رب العزت کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔' اس نے عرض کی: 'قیامت کب قائم ہوگی؟' آپ نے فرمایا: 'مسؤول عنہ (جس سے پوچھا جا رہا ہے) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں تمہیں اس کی علامات کے بارے میں بتاتا ہوں جب عورت اپنی مالکہ کو جنم دے گی۔ جب اونٹوں کے چرواہے طویل عمارتیں تعمیر کریں گے۔ اس کا تعلق ان پانچ امور سے ہے

جنہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔" پھر وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اسے واپس لے آؤ۔" مگر انہوں نے کچھ نہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ حضرت جبرائیل امین تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔"

امام احمد، الطبرانی اور البیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل امین تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور آگے گزر گیا۔ جب ہم واپس آئے تو حضور اکرم ﷺ بھی واپس آئے تو فرمایا: "کیا تم نے اس ذات کو دیکھا جو میرے ساتھ تھی۔" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "یہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تھے۔ انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا۔"

ابوموسیٰ المدینی نے المعرفہ نے حضرت تمیم بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا۔ ایک شخص آپ کی خدمت سے اٹھ کر چلا گیا۔ میں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ اس نے عمامہ باندھ رکھا تھا، اسے پیچھے لٹکا رکھا تھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کون ہے؟" آپ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین۔"

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے والد گرامی کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص تھا جو آپ کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا۔ گویا کہ آپ میرے والد محترم سے اعراض کر رہے تھے۔ ہم باہر نکل گئے۔ آپ نے فرمایا: "میرے نورِ نظر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے چچازاد نے گویا کہ میرے ساتھ اعراض کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں! والد گرامی! ان کی خدمت میں ایک شخص تھا جس کے ساتھ وہ سرگوشی کر رہے تھے۔" وہ واپس آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے عبداللہ سے اس طرح اس طرح کہا ہے۔ اس نے مجھے کہا ہے: "آپ کے پاس ایک شخص تھا جس کے ساتھ آپ سرگوشی فرما رہے تھے کیا آپ کے پاس کوئی شخص تھا؟" آپ نے پوچھا: "عبداللہ! کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے جنہوں نے مجھے تم سے مشغول کر دیا تھا۔" ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت جبرائیل امین کو دو دفعہ دیکھا۔ دو دفعہ میرے لیے حضور اکرم ﷺ نے دعا کی۔"

امام حاکم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب میں نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا تو مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مخلوق میں سے جس نے بھی انہیں دیکھا وہ اندھا ہو گیا الا یہ کہ وہ نبی ہو، لیکن یہ نابینائی تمہاری عمر کے آخری حصے کے لیے رکھ دی گئی ہے۔"

امام بیہقی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سراپا جود و عطا ﷺ نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔ جب اس کے گھر کے قریب گئے تو آپ نے اسے سنا وہ اندر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے کسی کو نہ دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "تم کس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے؟" اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم! ایک اندر آنے والا میرے پاس آیا۔ میں نے آپ کے بعد کسی اور کو نہیں دیکھا جو مجلس اور گفتگو کے اعتبار سے اس سے افضل ہو۔" آپ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ تم میں ایسے مردان پاکباز بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک رب تعالیٰ کی قسم اٹھالے تو وہ اسے پوری فرمادے گا۔"

الطبرانی اور بیہقی نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنا رخسار کسی دوسرے شخص کے رخسار پر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام نہ کیا، میں پھر واپس آگیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: "کس چیز نے تمہیں مجھے سلام کرنے سے روکا؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے دیکھا کہ آپ نے اس شخص کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ آپ نے لوگوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کیا۔ میں نے آپ کی گفتگو کو منقطع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون تھا؟" آپ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔"

امام حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت جبرائیل امین کو آپ کے حجرہ مقدسہ میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کون ہے؟" آپ نے فرمایا: "تم اسے کس کے مشابہ دیکھتے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "دحیہ کلبی کے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے حضرت جبرائیل امین دیکھے ہیں۔" آپ نے تھوڑی سی دیر کے بعد فرمایا: "عائشہ! یہ جبرائیل امین ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔" میں نے کہا: ان پر سلام ہو۔ رب تعالیٰ انہیں (عمدہ مہمان کو) عمدہ جزائے خیر دے۔"

ابن ابی الدنیا نے کتاب الذکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں آج ضرور مسجد میں جاؤں گا۔ میں رب تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء بیان کروں گا کہ ایسی حمد و ثنا کسی نے نہ کی ہوگی۔ جب انہوں نے نماز پڑھی اور رب تعالیٰ کی حمد و ثناء کے لیے بیٹھے تو انہوں نے اپنے پیچھے سے بلند آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا:

اللھم لك الحمد كله ولك الامر كله وبيدك الخير كله واليك يرجع الامر كله علانية و سرّه. لك الحمد انك على كل شيء قدير اغفر ما مضى من ذنوبي واعصمني فيما بقي من عمري وارزقني اعمالا زاكية ترضى بها عنّي و تب علي.

وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ساری داستان عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔"

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ میں آپ کے پیچھے چلا۔ ایک شخص آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے مجھے پوچھا: "حذیفہ! جو شخص میرے سامنے آیا تھا کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے فرمایا: "وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ اس سے پہلے وہ زمین پر کبھی نہ اترا تھا۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا اس نے مجھے سلام

عرض کیا۔ اس نے مجھے بشارت دی کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور نورِ نظر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اہلِ جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔"

شیخان نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ وہ ایک رات سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے۔ ان کا گھوڑا پاس ہی باندھا ہوا تھا۔ اس نے اچانک چکر لگانے شروع کیے۔ جب وہ خاموش ہو جاتے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو جاتا۔ انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو وہاں انہوں نے گنبد نما کوئی چیز دیکھی جس میں چراغ ضوفشاں تھے۔ وہ آسمان کی طرف بلند ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے اسے نہ دیکھا۔ وقتِ صبح بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ گوش گزار کیا۔ انہوں نے فرمایا: "یہ ملائکہ تھے جو تمہاری آواز سننے کے لیے قریب ہوئے تھے۔ اگر تم قرأت کرتے رہتے تو وقتِ صبح لوگ ان کی طرف دیکھ رہے ہوتے وہ ان سے چھپ نہ سکتے۔"

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنات دیکھنا اور ان کا کلام سماعت کرنا

امام نسائی، حارث بن اسامہ، ابو یعلی، ابن حبان، الرویانی، ابوالشیخ نے العظمۃ میں، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابو نعیم نے الدلائل میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے دو توشہ دان تھے جن میں کھجوریں تھیں۔ وہ ان کی نگرانی کرتے لیکن وہ دیکھتے کہ کھجوریں آئے روز کم ہوتی جا رہی تھیں۔ ایک رات انہوں نے نگہبانی کی۔ انہوں نے ایک جانور دیکھا جو نوخیز جوان کی طرح تھا۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اسے پوچھا: "تمہارا تعلق جنات کے ساتھ ہے یا انسانوں کے ساتھ۔" اس نے کہا: "میرا تعلق جنات کے ساتھ ہے۔" میں نے اسے کہا: "مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ۔" اس نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح تھا۔" میں نے اسے کہا: "کیا جنات کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے؟" اس نے کہا: "جنات اتنے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ سخت ہو۔" میں نے پوچھا: "تجھے اس کرتوت پر کس نے ابھارا ہے؟" اس نے کہا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایسے شخص ہو جو صدقہ پسند کرتا ہے۔ ہم نے چاہا کہ ہم تمہارا کھانا کھا لیں۔" میں نے پوچھا: "کون سی چیز ہمیں تم سے نجات دلا سکتی ہے؟" اس نے کہا: "وہ آیۃ الکرسی جو سورۃ البقرہ میں ہے۔ جس نے رات کے وقت اسے پڑھ لیا وہ وقت صبح تک ہم سے محفوظ ہو گیا۔ جس

نے صبح کے وقت اسے پڑھ لیا وہ رات تک ہم سے محفوظ ہو گیا۔" صبح کے وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ساری داستان عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا: "اس خبیث نے سچ کہا ہے۔"

ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے باغ میں گئے۔ انہوں نے وہاں آواز سنی۔ آپ نے پوچھا: "کون ہو؟" اس نے کہا: "میرا تعلق جنات کے ساتھ ہے۔ ہمیں قحط سالی نے آلیا ہے۔ میں نے چاہا کہ میں تمہارے پھلوں میں سے لے جاؤں۔ انہیں ہمارے لیے عمدہ کرو۔" انہوں نے کہا: "ٹھیک ہے۔" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: "کیا تو مجھے اس چیز کے بارے میں نہیں بتائے گا جس کی وجہ سے ہم تم سے محفوظ ہو جایا کریں۔" اس نے کہا: "آیۃ الکرسی۔"

ابوعبید نے فضائل القرآن میں، دارمی، الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مدینہ طیبہ کی گلی میں شیطان سے ملا۔ اس نے اس کے ساتھ زور آزمائی کی تو اس نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا: "تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں تعجب خیز چیز کے بارے میں بتاتا ہوں۔" اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے کہا: "کیا تم سورۃ البقرۃ پڑھتے ہو؟" اس نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "شیطان جب بھی اس میں سے کچھ سن لیتا ہے تو وہ اس طرح گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے جیسے گدھا گوز مارتا ہے۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: "وہ شخص کون تھا؟" انہوں نے کہا: "وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔"

جن لوگوں نے خود سے گفتگو کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہو گیا

پہلا باب

جس نے خود سے کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دے گا (نعوذ باللہ منہ)

امام حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں نبی ہوں۔" اس نے عرض کی: "نبی کیا ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا رسول۔" اس نے کہا: "قیامت کب قائم ہو گی؟" آپ نے فرمایا: "یہ غیب ہے۔ غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔" اس نے کہا: "مجھے اپنی تلوار دکھائیں۔" آپ نے اسے اپنی تلوار دے دی۔ اس نے اسے لہرایا پھر واپس کر دیا۔" آپ نے فرمایا: تجھ میں وہ استطاعت نہیں کہ تو اپنا ارادہ پورا کر سکے۔" اس نے کہا: "اسی طرح ہوا ہے۔"

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ شخص آیا۔ اس نے کہا: "میں ان کے پاس جاؤں گا۔ ان سے کچھ سوالات کروں گا، پھر تلوار لوں گا۔ انہیں شہید کر دوں گا، پھر تلوار کو نیام میں کر لوں گا۔"

دوسرا باب

جس شخص نے کہا تھا کہ قوم میں اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے

ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، بزار اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد میں اس کی قوت اور عبادت میں اس کی جدوجہد کا تذکرہ کیا۔ اچانک وہ شخص آگے سے آرہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس کے چہرے پر شیطان کا داغ نظر آرہا ہے۔" جب وہ قریب ہوا، اور سلام کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے خود سے یہ کہا ہے کہ قوم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو تم سے

بہتر ہو۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" پھر وہ گیا۔ مسجد میں داخل ہو گیا۔ کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ انہوں نے اسے پایا کہ وہ نماز ادا کر رہا تھا۔ وہ واپس آ گئے۔ انہوں نے کہا: "میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ مجھے خوف لگا کہ میں اسے قتل کر دوں۔" حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، پھر فرمایا: "کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں" آپ نے فرمایا: "تم، بشرطیکہ تم اسے پالو۔" وہ گئے انہوں نے دیکھا کہ وہ جا چکا تھا۔ وہ واپس آ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ پہلا سینگ ہے جو میری امت میں سے ظاہر ہو گا۔ اگر تم اسے قتل کر دیتے تو اس کے بعد میری امت کے دو افراد بھی اختلاف نہ کرتے۔"

تیسرا باب

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کو بتانا کہ وہ نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہیں

امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں نیکی اور گناہ میں سے ہر چیز کے بارے میں آپ سے پوچھوں گا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کے ارد گرد تھا۔ میں آپ کے قریب ہونے کے لیے لوگوں سے تجاوز کرنے لگا۔ مجھے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جھڑکا۔ انہوں نے کہا: "وابصہ! حضور اکرم ﷺ سے دور ہو جاؤ۔" میں نے عرض کی: "میں آپ کے قریب جانا پسند کرتا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وابصہ کو چھوڑ دو۔ وابصہ! میرے قریب ہو جاؤ۔" آپ نے مجھے قریب کیا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے آ گیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم پوچھو گے یا میں تمہیں بتا دوں؟" میں نے عرض کی: "نہیں! آپ خود ہی مجھے بتا دیں۔" آپ نے فرمایا: "تم اس لیے آئے ہو تا کہ مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرو۔" میں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے اپنے پورے جمع کیے اور انہیں میرے سینے پر مارنے لگے۔ فرمایا: "نیکی وہ ہے جس سے تمہارے نفس کو اطمینان نصیب ہو تمہارا دل سکون محسوس کرے۔ گناہ وہ ہوتا ہے جو تمہارے نفس میں کھٹکے۔ سینے میں تردد پیدا کرے، اگرچہ تم لوگوں سے پوچھو اور وہ تمہیں فتویٰ دے دیں۔"

چوتھا باب

ثقفی اور انصاری کے بارے بتادینا کہ وہ کیا پوچھنے آئے ہیں

مسدد، بزار اور اصبہانی نے حضرت اسماعیل بن رافعی رضی اللہ عنہ سے، امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔آپ مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔ایک انصاری شخص آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔اس کے ساتھ ثقیف کا ایک شخص بھی تھا۔جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ آپ سے کچھ پوچھیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں خود بتادیتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟' میں اس طرح بھی کر دیتا ہوں۔اگر تم پسند کرو تو میں خاموش ہو جاتا ہوں اور تم مجھ سے سوال کر لو۔میں اس طرح بھی کر سکتا ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خود ہی ہمیں بتادیں۔اس سے ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہوگا۔" انصاری نے ثقفی سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو۔" اس نے کہا: "نہیں! بلکہ تم پوچھو۔میں تمہارا حق جانتا ہوں۔" اس نے سوال کیا۔اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہمیں بتائیں۔" آپ نے فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ جب آپ بیت اللہ الحرام کا ارادہ کیے ہوئے گھر سے نکلیں گے تو آپ کو کیا اجر و ثواب ملے گا؟ بیت اللہ کا طواف کرنے سے آپ کو کیا ملے گا؟ طواف کے بعد دو رکعتوں کا اجر و ثواب آپ کو کیا ملے گا۔صفا و مروہ کی سعی سے آپ کو کیا ملے گا؟ وقوف عرفہ کا کیا اجر و ثواب آپ کو ملے گا۔رمی جمار کا کیا ثواب آپ کو ملے گا۔قربانی کا کیا اجر ملے گا؟ سر کا حلق کرانے کا کیا اجر ہے؟ طوافِ زیارت کرنے کا کیا اجر و ثواب آپ کو ملے گا؟" اس نے عرض کی: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔میں یہی سوال کرنے آپ سے آیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "جب تم بیت اللہ کا ارادہ کیے گھر سے نکلو گے تو تمہاری سواری جو قدم رکھے گی یا اٹھائے گی تو اس کے عوض تمہارے لیے ایک نیکی لکھ دے گا اور تمہاری ایک خطا مٹادے گا۔تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا۔طواف کے بعد دو رکعتوں کا ثواب اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کی طرح ہے۔صفا اور مروہ کی سعی ستر غلام آزاد کرنے کی طرح ہے۔عرفہ میں ایک رات قیام کرنا تو اللہ رب العزت آسمانِ دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے وہ ملائکہ کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔وہ فرماتا ہے: "یہ میرے بندے ہیں جو بکھرے بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ دور دراز کے علاقوں سے آئے ہیں یہ میری رحمت اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرات اور سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوئے تو میں معاف کر دوں گا۔اس حال میں لوٹ جاؤ کہ تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔اس کو بخش دیا گیا ہے۔جس کے لیے تم شفاعت کرو۔" جہاں تک تمہارا رمی جمار کرنا ہے تو ہر ہر کنکری کے وقت تمہارے کبیرہ ایسے گناہوں

میں سے ایک گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے جو ہلاکت خیز اور جہنم کے مستحق بنانے والے ہوں، جبکہ تمہاری قربانی تمہارے رب تعالیٰ کے پاس ذخیرہ کر دی جاتی ہے، جبکہ تمہارے بالوں کے حلق کراتے وقت ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک خطاء معاف کر دی جاتی ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر گناہ اس سے کم ہوں تو؟" آپ نے فرمایا: "اسے تمہارے لیے تمہاری نیکیوں میں ذخیرہ کر دیا جائے گا تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا تو یہ طواف اس حالت پر کرو گے کہ تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ ایک فرشتہ آئے گا اس کا ہاتھ تمہارے کندھوں کے مابین ہوگا۔ وہ تم سے کہے گا۔" از سرِ نو عمل شروع کرو تمہارے گزشتہ گناہ معاف ہو چکے ہیں۔" ثقفی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بھی بتائیں۔" آپ نے فرمایا: "تم اس لیے آئے ہو کہ تم مجھ سے نماز کے بارے میں سوال کرو۔ جب تم منہ دھوتے ہو تو آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے تمہارے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب تم اپنے ہاتھ دھوتے ہو تو تمہارے ناخنوں کے نیچے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب تم اپنے سر کا مسح کرتے ہو تو تمہارے سر سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب تم اپنے پاؤں دھوتے ہو تو تمہارے قدموں کے ناخنوں کے نیچے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔" اس روایت کو الطبرانی نے الکبیر میں، البزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

پانچواں باب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دنیا میں کچھ مانگنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انہیں بچنے کا حکم دیا

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں قحط سالی نے آلیا اس جیسی قحط سالی کا سامنا ہمیں کبھی نہ کرنا پڑا تھا۔ میری بہن نے مجھے کہا: "بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جاؤ اور آپ سے کچھ مانگ لو۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جو مستغنی ہوتا ہے رب تعالیٰ اسے استغناء عطا فرما دیتا ہے۔ میں نے دل میں کہا: "بخدا! گویا کہ آپ نے اس سے مراد یہی لیا ہے۔ میں آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔" میں اپنی بہن کے پاس گیا اور اسے بتایا۔ اس نے کہا: "تم نے اچھا کیا ہے۔ دوسرے روز بخدا! میں درختوں کے نیچے خود کو تھکا رہا تھا۔ میں نے یہودیوں کے دراہم پا لیے۔ ہم نے انہی کے ساتھ خریدا۔ اس سے کھایا دنیا آگئی۔ انصار کا کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار نہ تھا۔" ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں: "سب سے پہلی بات آپ نے یہی فرمائی تھی۔" میں نے کہا: "آپ نے یہ فرمان میرے لیے ہی فرمایا ہے۔ مجھے رب تعالیٰ نے اتنا رزق عطا کیا کہ میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

چھٹا باب

جس نے دل میں اشعار سوچ رکھے تھے

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا باپ میرا مال لینا چاہتا ہے۔" آپ نے اس کے والد کو بلایا۔ حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ اس نے عرض کی: "اس بزرگ نے دل میں ایسی بات (اشعار) رکھی ہے جسے اس کے کانوں نے نہیں سنا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے اپنے نفس میں ایسی بات رکھی ہے جسے تمہارے کانوں نے نہیں سنا۔" اس نے عرض کی: "رب تعالیٰ آپ کی وجہ سے ہماری بصیرت اور یقین میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ ہاں! آپ نے فرمایا: "اسے نکالو!" اس نے یہ اشعار پڑھے:

غدوتك مولودا و منتك يافعا — تعل بما اجنی عليك و تنهل

ترجمہ: جب تو چھوٹا تھا تو میں تجھے خوراک پہنچاتا رہا۔ جب تو جوان ہو گیا تو میں نے تیرے ساتھ امیدیں وابستہ کرلیں یہ سب کچھ اس محبت کی وجہ سے تھا جسے میں تجھ پر نثار کرتا رہا اور تو بڑھتا رہا۔"

اذ ليلة ضاقتك بالسقم لم ابت — لسقمك الا ساهرا اتملمُلُ

ترجمہ: جب مرض کی وجہ سے رات تم پر تنگ ہو جاتی تو میں ساری رات تمہارے مرض کی وجہ سے جاگتے ہوئے اور اضطراب میں گزار دیتا۔

تخاف الرّدی نفسی عليك و انها — لتعلم ان الموت حتم مؤكل

ترجمہ: میرا نفس تیری ہلاکت کی وجہ سے ہراساں رہتا تھا۔ بلاشبہ تو جانتا ہے کہ موت یقینی ہے اور بروقت ضرور آئے گی۔

كانّی انا المطروق دونك بالذی — طرقت به دونی فعینایَ تهمل

ترجمہ: گویا کہ میں بھی اسی مرض میں مبتلا ہوں جس میں تو مبتلا ہوتا۔ اسی وجہ سے میری آنکھیں اشک فشاں ہو جاتی تھیں۔

جعلت جزائی غلظة و فظاظة — كانك انت المنعم المتفضل

ترجمہ: تو نے مجھے سختی اور شدت کے ساتھ جزا دی گویا کہ تو ہی انعامات کرنے والا اور فضل کرنے والا تھا۔

فليتك اذ لم ترع حق مودّتی — فعلت كما الجار المجاور يفعل

ترجمہ: اگر تو اس حق کو پورا نہیں کرتا جو بحیثیت باپ میرا تجھ پر ہے تو پھر مجھے اس انداز سے پیش آجیسے کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے پیش آتا ہے۔

ساتواں باب

اس بکری کے بارے میں بتادینا جسے اس کے مالک کے اذن کے بغیر پکڑا گیا تھا

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے ان کے لیے بکری ذبح کر رکھی تھی۔ان کے لیے کھانا پکایا تھا۔جب آپ واپس جلوہ افروز ہوئے تو اس عورت نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کے لیے بکری ذبح کی ہے۔ہم نے آپ کے لیے کھانا بنایا ہے آپ اندر تشریف لائیں اور کھالیں۔" آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اندر تشریف لائے۔وہ کھانے کا آغاز اس وقت تک نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ پہلے ابتداء کر لیتے۔آپ نے لقمہ لیا۔آپ اسے نگل نہ سکے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"یہ بکری اس کے مالک کے اِذن کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔"اس عورت نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آلِ معاذ سے کچھ لینے سے ناگواری محسوس نہیں کرتے۔وہ ہم سے اور ہم ان سے لے لیتے ہیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے کسی گھرانے میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کے لیے بکری ذبح کی۔آپ نے بکری کا گوشت اٹھایا تاکہ اسے کھائیں آپ نے کچھ دیر کے لیے اسے چبایا،مگر آپ اسے نگل نہ سکے۔آپ نے فرمایا:"اس گوشت کی کیا کیفیت ہے؟"اہلِ خانہ نے کہا:"یہ فلاں کی بکری تھی جسے ہم نے ذبح کر دیا ہے۔جب وہ آئے گا تو ہم اسے اس کی قیمت دے کر راضی کر لیں گے۔"آپ نے فرمایا:"یہ قیدیوں کو کھلادو۔"

آٹھواں باب

کسی قوم کا جابیہ فروکش ہونا اور انہیں طاعون لاحق ہوجانا

الطبرانی نے حسن بن یحییٰ الخشنی کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم ایسی جگہ اترو گے جسے الجابیہ یا الجوبیہ کہا جاتا ہے۔تمہیں وہاں ایک مرض لگے گی جو اونٹ کی گلٹیوں کی مانند ہوگی۔رب

تعالیٰ اس کی وجہ سے تمہارے اور تمہاری اولاد کے سروں پر شہادت کا تاج سجائے گا اور تمہارے اعمال اس کی وجہ سے پاکیزہ کر دے گا۔"

نواں باب

آپ ﷺ کا حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمانا کہ وہ اپنی مرض سے شفایاب ہوں گے اور شام کو اپنا مسکن بنائیں گے

الطبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ قریب الموت تھے۔ آپ نے پوچھا: "شداد تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔" آپ نے فرمایا: "شام کو لازم پکڑو۔ شام فتح ہو گا۔ بیت المقدس فتح ہو گا تم اور تمہاری اولاد ان میں ائمہ ہوں گے۔"

دسواں باب

جس شخص کو اپنی نورِ نظر، لختِ جگر کے پاس بھیجا اور اس کا تاخیر سے آنا

ابن عساکر نے حضرت ابوعاصم رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے غلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس تحفہ بھیجا۔ وہ قاصد کافی دیر لگا کر آیا۔ جب وہ آیا تو حضور سراپا عطا ﷺ نے فرمایا: "کس چیز نے تمہیں روکے رکھا؟" پھر فرمایا: "اگر تو پسند کرتا ہے کہ میں تمہیں خود ہی بتا دیتا ہوں۔ تم ایک بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اور دوسری بار حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھتے رہے کہ ان میں سے خوبصورت کون ہے؟" اس نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اسی چیز نے مجھے روکے رکھا تھا۔"

ابن عساکر نے حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے محمد بن سلام الجمحی نے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے ابوالمقدام حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے غلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ایک شخص کو کھردے کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ وہ شخص دیر لگا کر آیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تمہیں کسی چیز نے روکے رکھا ہے۔" اس نے عرض کی: "ضرور! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" آپ نے فرمایا: "تم حضرت عثمان اور رقیہ رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھتے رہے تم ان کے حسن سے تعجب کرتے رہے۔"

گیارھواں باب

کفار کے ساتھ سخت قتال کرنے والے کے بارے فرما دینا کہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہے

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین باہم نبرد آزما ہوئے۔ انہوں نے باہم جنگ کی۔ آپ اپنے لشکر میں اور مشرکین اپنے لشکر میں چلے گئے۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک شخص تھا۔ وہ ہر اکا دکا ملنے والے کے پیچھے جاتا اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: "ہم میں سے کسی ایک سے آج اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا فائدہ اس شخص سے پہنچا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن وہ اہلِ جہنم میں سے ہے۔" ایک صحابی نے کہا: "میں اسے لازم پکڑوں گا۔ وہ اس کے ساتھ نکلا۔ جب وہ کھڑا ہوتا تو وہ بھی کھڑا ہو جاتا۔ جب وہ جلدی کرتا تو وہ بھی جلدی کرتا۔ وہ شخص شدید زخمی ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ اسے جلد موت آ جائے اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا۔ اس کی دھار کو اپنے سینے پر رکھا، پھر اپنی تلوار پر زور ڈالا اور خودکشی کر لی۔ وہ صحابی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے پوچھا: "اس کی کیا وجہ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "وہ شخص جس کے بارے میں آپ نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہے۔ لوگوں پر یہ گراں گزرا۔ میں نے انہیں کہا: "میں تمہارے لیے اس شخص کو لازم پکڑتا ہوں۔" میں اس کے تعاقب میں نکلا۔ وہ شدید زخمی ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ اس کی موت جلدی آ جائے اس نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھا۔ اس کی دھار اپنے سینے کے مابین رکھی، پھر اس پر زور ڈالا اور خودکشی کر لی۔" اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص لوگوں کے سامنے اہلِ جنت کے سے اعمال بجا لاتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہوتا ہے۔ ایک شخص لوگوں کے سامنے اہلِ جہنم کے سے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے۔"

انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ خیبر میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے آپ نے اس شخص سے کہا جو اسلام کا دعویٰ کرتا کہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہے۔ جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے سخت

جنگ کی۔ اسے زخم لگا۔ عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ وہ اہل نار میں سے ہے آج اس نے سخت قتال کیا ہے۔ اسے زخم آیا ہے۔ وہ مرگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "وہ آگ میں جائے گا۔" بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض لوگ آپ کے فرمان پر متردد ہو جاتے۔ اسی اثناء میں کہ اس شخص کو زخم نے تکلیف دی۔ اس نے اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اس سے ایک تیر نکالا اور اس سے خودکشی کر لی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھاگ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دکھایا ہے۔ فلاں نے خودکشی کر لی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یابلال! اٹھو یہ اعلان کر دو "صرف مومن ہی جنت میں داخل ہو گا اللہ تعالیٰ فاجر شخص کے ذریعے اس دین حق کی تائید فاجر شخص سے کرے گا۔"

بارھواں باب

گوشت کس وجہ سے پتھر بنا تھا

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے گوشت کا ٹکڑا پیش کیا گیا۔ میں نے خادم سے کہا: "اسے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جا۔" ایک سائل آیا وہ دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: "صدقہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بابرکت کرے۔" سائل چلا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے میں نے خادم سے کہا: "یہ گوشت آپ کی خدمت میں پیش کرو۔" جب وہ گوشت لے کر آیا تو وہ پتھر کا ٹکڑا بن چکا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا آج تمہارے پاس سائل آیا تھا اور تم نے اسے رد کر دیا تھا؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: یہ اسی وجہ سے پتھر بنا ہے۔" یہ پتھر ان کے حجرہ مقدسہ کی جانب میں رہا۔ وہ اس کے ساتھ اشیاء کوٹتی رہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔"

تیرھواں باب

جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادو کیا گیا تھا اس کے بارے میں خبر

ابن سعد، حاکم، انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "ایک انصاری شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ اسے امان دیتے تھے۔ اس نے آپ کے لیے گرہ لگائی اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ اس وجہ سے آپ علیل ہو گئے۔ دو فرشتے آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں

نے آپ کو عرض کیا کہ فلاں نے آپ ﷺ پر جادو کیا ہے۔ وہ فلاں کے کنویں میں ہے۔ اس کے جادو کی شدت کی وجہ سے کنویں کا پانی زرد ہو چکا ہے۔ آپ نے کسی شخص کو بھیجا۔ اس نے گرہ نکالی۔ پانی زرد ہو چکا تھا۔ گرہ کھولی گئی حضور اکرم ﷺ اٹھ گئے۔ اس کے بعد بھی میں اس شخص کو دیکھتا تھا وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتا تھا آپ نے اس کے اس فعل کا نہ تو تذکرہ کیا نہ ہی اسے سزا دی۔"

شیخان نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جادو کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ کے بارے گمان ہونے لگا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھے اس امر کے بارے میں بتا دیا ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھ رہا تھا۔" میں نے عرض کیا: "وہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "دو شخص میرے پاس آئے۔ ایک شخص میرے سر اقدس کی طرف اور دوسرا میری ٹانگوں کی طرف کھڑا ہو گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "اس ہستی پاک کو کس چیز کا درد ہے؟ دوسرے نے کہا: "انہیں جادو کیا گیا ہے۔" پہلے نے کہا: "ان پر کس نے جادو کیا ہے؟" دوسرا: لبید بن اعصم نے۔ پہلا شخص: اس نے یہ جادو کس میں کیا ہے؟ دوسرا: کنگھی اور آپ کے بالوں پر۔ پہلا شخص یہ اشیاء کہاں ہیں؟ دوسرا شخص: یہ اشیاء ذروان کے کنویں میں ہیں۔" حضور اکرم ﷺ اس کنویں کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے خواب میں اسی کنویں کو دکھایا گیا ہے۔ اس کی کھجوریں گویا کہ شیاطین کے سر ہیں۔" اس کا پانی گویا کہ اس میں مہندی کو بھگو دیا گیا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے نکال دیا گیا۔"

امام بیہقی نے الکلبی کی سند سے حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ شدید بیمار ہو گئے۔ دو فرشتے آپ کے پاس آئے۔ ایک آپ کے سر اقدس اور دوسرا قدمین شریفین کی طرف بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "کیا رائے ہے؟" دوسرا: "ان پر جادو کر دیا گیا ہے۔" پہلا شخص: "ان پر جادو کس نے کیا ہے؟" دوسرا: "لبید بن اعصم یہودی نے۔" پہلا شخص: "یہ اشیاء کہاں ہیں؟" دوسرا شخص: "وہ فلاں کے کنویں میں پتھر کے نیچے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کنویں کے پاس جائیں اس کا پانی نکالیں پتھر اٹھائیں اور یہ اشیاء لے کر انہیں جلا دیں۔" وقت صبح حضور اکرم ﷺ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ اس کنوئیں کے پاس آئے گویا کہ اس کے پانی میں مہندی بھگو دی گئی ہو۔ انہوں نے اس کا پانی نکالا۔ پتھر اٹھایا اور اس کے نیچے سے اشیاء نکالیں۔ انہیں جلا دیا۔ وہاں ایک وتر (کمان کی تانت) تھا اس پر گیارہ گرہیں لگائی گئی تھیں اس وقت دو سورتیں، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں۔ جب بھی آپ ان میں سے ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی۔

ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہودیوں نے آپ پر جادو کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو سخت درد ہوا۔ حضرت جبرائیل امین معوذ تین سورتیں لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے ان کے ساتھ پناہ طلب کی

اور تندرست ہو کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لے آئے۔"

ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ پر اعصم کی بیٹیوں اور لبید کی بہنوں نے جادو کیا تھا۔ لبید اسے لے کر گیا تھا۔ اسے کنوئیں کے پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ اعصم کی ایک بیٹی چپکے سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں داخل ہو گئی۔ اس نے ام المومنین سے وہ تذکرہ سنا جو آپ نے اپنی بصارت میں تعجب خیز امر دیکھا تھا، پھر وہ اپنی بہنوں کے پاس گئی۔ یہ خبر دی۔ ایک بہن نے کہا: "اگر وہ نبی ہوئے تو انہیں عنقریب بتا دیا جائے گا۔ اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوئے تو عنقریب وہ اس جادو کی وجہ سے دیوانے ہو جائیں گے۔ ان کی عقل ختم ہو جائے گی۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہ نمائی اس کی طرف فرما دی۔" ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ عمر بن حکم نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محرم میں جادو ہوا تھا، جبکہ آپ حدیبیہ سے واپس آئے تھے۔

چودھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آگاہ فرمانا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ناقہ مبارکہ "الجند" بیٹھے گی

ابن عبدالحکم نے فتوح مصر میں مکحول کی سند سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا تو انہیں ان کی اونٹنی پر سوار کرایا اور فرمایا: "معاذ! روانہ ہو جاؤ۔ الجند پہنچ جاؤ۔ جہاں تمہاری یہ اونٹنی تمہیں بٹھا دے وہیں اذان دینا۔ نماز ادا کرنا اور وہیں مسجد بنا دینا۔" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ الجند پہنچ گئے۔ وہ اونٹنی لے کر وہیں گھومنے لگے لیکن اس نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا اس کے علاوہ بھی کوئی "الجند" ہے۔ لوگوں نے بتایا: "ہاں! اس کا نام جندرکامہ" ہے۔" جب وہ وہاں پہنچے تو اونٹنی انہیں لے کر گھومی اور بیٹھ گئی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہیں اترے۔ نماز کے لیے اذان دی، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وہاں مسجد بنا دی۔"

پندرھواں باب

اس شخص کے بارے بتا دینا جس نے آپ کے متعلق پوچھا تھا

[...] (اصل کتاب میں بھی یہ جگہ خالی ہے۔)

سولہواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتا دینا کہ صحیفۂ قریش کو دیمک نے کھالیا ہے

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت زہری کی سند سے، ابن سعد نے قریش کے ایک بزرگ سے، ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے، ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام سے، عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم سے، ان کی روایات ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ ابن سعد نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اور محمد بن علی سے، ابن عساکر نے حضرت زبیر بن بکار سے اور ابونعیم نے حضرت عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کو بہت زیادہ تکالیف دیں، حتیٰ کہ مسلمانوں کو سخت اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں نے نجاشی کی طرف ہجرت کی۔ مشرکین تک نجاشی کے حسنِ سلوک کی خبر پہنچ گئی۔ قریش نے اتفاق کرلیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانیہ شہید کر دیں۔ جب جناب ابوطالب نے قوم کا ردعمل دیکھا تو بنو عبدالمطلب کو جمع کیا انہیں حکم دیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گھاٹی میں داخل کر دیں اور آپ کا ہر اس شخص سے دفاع کریں جو آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کرے۔ اس پر ان کے مسلمان اور کافر نے اتفاق کرلیا۔ جب قریش کو علم ہوا کہ قوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے لگی ہے تو انہوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ نہ تو باہم مل کر بیٹھیں گے نہ ہی ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے نہ یہ ان کے گھروں میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے پیش کر دیں۔ انہوں نے ایک صحیفہ رقم کیا جس میں معاہدے اور مواثیق لکھے کہ وہ بنو ہاشم سے کبھی بھی صلح نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے حوالے کریں۔ بنو ہاشم اپنی گھاٹی میں تین سال تک رہے۔ ان پر مصائب و شدائد کے پہاڑ ٹوٹے۔" دوسری روایت میں ہے:

"بنو ہاشم شعبِ ابی طالب میں نبوت کے ساتویں سال محرم میں داخل ہوئے۔ جب انہیں اس گھاٹی میں تین سال گزر گئے تو قریش کو بنو عبد مناف، بنو قصی اور دیگر ان افراد نے ملامت کی جنہیں بنو ہاشم کی خواتین نے جنم دیا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ قطع رحمی کی تھی۔ انہوں نے اسی رات یہ اتفاق کیا کہ وہ دھوکہ و فریب سے لبریز اس معاہدے کو توڑ کر دم لیں گے، اور اس سے برات کا اظہار کریں گے رب تعالیٰ نے صحیفہ پر دیمک کو مسلط کر دیا۔ اس نے معاہدہ و مواثیق کی ساری شقیں چٹ کر دیں۔ یہ صحیفہ بیت اللہ کی چھت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ دیمک نے اس معاہدے کی ساری شقیں کھالیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اس میں سے کھالیا تھا جبکہ جور و ستم پر مبنی شقوں کو باقی رہنے دیا۔ دوسری روایت میں ہے اس نے جور و جفا والی شقوں کو کھالیا تھا اور رب تعالیٰ کے اسماء کو رہنے دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے اس صحیفہ پر ایک کیڑے کو مسلط کر دیا تھا جس نے اللہ رب العزت کے اسم گرامی کے علاوہ ساری شقیں چٹ کر دیں تھیں یا صرف "باسمك اللهم" باقی رہنے دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے صحیفہ کے اس معاملہ کے بارے اپنے نبی کریم ﷺ کو آگاہ فرما دیا تھا کہ دیمک نے اس صحیفہ کی ان شقوں کو کھا دیا ہے جو ظلم وستم اور بغاوت پر مبنی تھیں، جبکہ اس میں ذکر خداوندی باقی تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا تذکرہ جناب ابی طالب سے کیا۔ انہوں نے کہا: "ہاں! ستاروں کی قسم! انہوں نے کبھی بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ وہ بنو عبدالمطلب میں سے چند افراد کے ساتھ آئے، حتیٰ کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ وہ قریش کا ارادہ کیے ہوئے تھے جب عامرین نے انہیں دیکھا تو انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ مصائب کی سیاہ آندھی سے گھبرا کر نکل آئے ہیں۔ وہ اس لیے آئے ہیں تا کہ حضور اکرم ﷺ کو سپرد کریں۔ جناب ابوطالب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: "ہمارے اور تمہارے مابین ایسے امور رونما ہوئے ہیں جن کا تذکرہ ہم نے تم سے نہیں کیا تم میرے پاس وہ صحیفہ لے کر آؤ جس پر تم نے معاہدہ لکھا ہے، شاید ہمارے اور تمہارے مابین صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔

انہوں نے اس خدشہ کے پیش نظر یوں فرمایا تھا کہ وہ صحیفہ لانے سے قبل ہی اسے دیکھ نہ لیں۔ وہ اس پر متعجب ہوتے ہوئے صحیفہ لے کر آئے۔ انہیں ذرہ بھر شبہ نہ رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے وہ صحیفہ جناب ابوطالب کے سامنے رکھ دیا۔ جناب ابوطالب نے فرمایا: "میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں تا کہ تمہارے سامنے ایسا امر رکھوں جس میں تمہارے لیے انصاف ہے۔ مجھے میرے (محترم ومکرم) بھتیجے (ﷺ) نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس صحیفہ سے بری ہے۔ جو اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اس سے اپنے نام کو مٹا دیا ہے اور تمہارے دھوکہ اور فریب کو اس میں رکھا ہے، تمہاری قطع تعلقی کو رکھا ہے، تمہارے جور وستم کو رکھا ہے۔ اگر معاملہ اسی طرح ہوا جیسے میرے (مکرم ومحترم) بھتیجے (ﷺ) نے فرمایا ہے تو بخدا! ہوش میں آ جاؤ۔ بخدا! ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمہارے سپرد کبھی نہ کریں گے حتیٰ کہ ہمارا آخری فرد بھی مر جائے۔ اگر انہوں نے خلافِ واقع بات کی ہو تو پھر ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے تم چاہو تو انہیں قتل کر دینا اور چاہو تو زندہ رکھنا۔" قریش نے کہا: "ہمیں آپ کی رائے پر مکمل اتفاق ہے۔" انہوں نے صحیفہ کھولا۔ انہوں نے اسے اسی طرح پایا جیسے الصادق المصدوق نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب قریش نے دیکھا تو انہوں نے کہا: "بخدا! یہ تمہارے ساتھی کا سحر (جادو) ہے۔ ان افراد نے کہا: "جادو اور کذب کا مستحق ہمارے علاوہ کوئی اور ہے ہم جانتے ہیں کہ جس قطع رحمی پر تم نے اتفاق کیا ہے وہ شیطان اور جادو کے زیادہ قریب ہے۔ اگر تم نے اس جادو پر اتفاق نہ کر لیا ہوتا تو تمہارا یہ صحیفہ خراب نہ ہوتا، جو کہ تمہارے ہی ہاتھوں میں تھا۔ اللہ رب العزت نے اس سے اپنا اسم گرامی مٹا دیا ہے اس نے بغاوت کی شقوں کو اسی طرح چھوڑ دیا ہے۔ جادوگر ہم ہیں یا کہ تم؟ اس وقت بنو عبد مناف اور بنو قصی میں سے کچھ افراد نے کہا: "ہم اس صحیفے سے بری ہیں۔" پھر سرور کائنات ﷺ اور آپ کے ساتھی گھاٹی سے باہر نکل آئے۔ وہ معمول کی زندگی گزارنے لگے۔ وہ لوگوں کے ساتھ ملنے لگے۔ جناب

ابوطالب نے اس صحیفہ کے بارے فرمایا:

الم یاتیکم ان الصحیفہ مزّقت　　و ان کل ما لم یرضہ اللہ یفسد

ترجمہ: کیا تم تک یہ خبر صادق نہیں پہنچی کہ صحیفہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس پر رب تعالیٰ راضی نہ ہو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔

منصور بن عکرمہ نے یہ صحیفہ لکھا تھا۔ اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا وہ خشک ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا تھا۔ قریش باہم کہتے تھے: "بنوہاشم سے ہمارا رویہ ظالمانہ تھا۔ ذرا دیکھو منصور بن عکرمہ کا کیا حشر ہوا ہے؟"

سترھواں باب

شبِ معراج قریش کو بیت المقدس کے بارے میں بتا دینا، حالانکہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا نہ تھا

معراج کے ابواب میں گذر چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ سے کہا: "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں بتائیں کہ بیت المقدس کی عمارت کیسی ہے۔ اس کی شکل کیسی ہے؟" آپ نے انہیں فرمایا: "اس کی شکل اس طرح ہے۔ اس کی عمارت اس طرح ہے۔ اس کا ایک وصف آپ پر ملتبس ہوگیا، تو حضرت جبرائیل امین نے بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا۔ قریش نے آپ سے اس کے دروازوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے انہیں نہ دیکھا تھا۔ آپ ان کی طرف دیکھتے گئے اور قریش کو بتاتے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: "آپ نے سچ فرمایا ہے۔ آپ نے سچ فرمایا ہے۔"

اٹھارھواں باب

نوفل بن حارث کے مال کے بارے فرمان

امام بیہقی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تو مسلمان تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے اسلام کو جانتا ہوں۔ اگر حقیقت اسی طرح ہے جیسے تم کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا کرے گا۔ جہاں تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو ہم پر فدیہ لینا لازم ہے تم اپنا، نوفل بن حارث، عقیل بن ابی

طالب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا خیال ہے کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا وہ مال کہاں ہے جسے تم نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا۔ تم نے ان سے کہا تھا: "اگر اس سفر میں میں کام آجاؤں تو یہ مال میرے نوران نظر فضل، عبد اللہ اور قثم کے لیے ہوگا۔" انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ ہیں۔ اس مال کے متعلق میرے اور ام فضل کے علاوہ اور کوئی نہ جانتا تھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا وہی مال کافی سمجھیں جو آپ کو مجھ سے بیس اوقیہ مال ملا ہے۔ جو میرے ہمراہ تھا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہیں! یہ وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ہمیں عطا کی ہے۔" انہوں نے اپنا، اپنے بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ أَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْأَسْرٰٓى ۙ إِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال:۷۰)

ترجمہ: اے نبی کریم (ﷺ) آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخش دے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

انیسواں باب

مجذر بن زیاد کے قتل کے متعلق آگاہ فرمانا

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ حارث بن سعید نے مجذر بن زیاد کو دھوکہ سے قتل کر دیا ہے۔ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حارث کو مجذر کے عوض میں قتل کر دیا گیا۔ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے مسجد قباء کے دروازے پر اس کی گردن اڑا دی۔

بیسواں باب

رجیع کے روز اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے ابن

اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جب یہ عرض کی: "مولا! میں کسی ایسے فرد کو نہیں پاتا جو میرا اسلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیج دے۔" اس وقت آپ نے فرمایا: "وعلیک السلام" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے کسے سلام کا جواب دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے کہ جس روز حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی روز آپ نے بیٹھ کر فرمایا: "خبیب! تم پر سلام! قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے۔"

اکیسواں باب

بئر معونہ کے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہمارے ساتھ ایسے افراد بھیجیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔" آپ نے ان کے ہمراہ انصار کے ستر افراد بھیجے جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا اور مقررہ جگہ پر پہنچنے سے قبل انہیں شہید کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! ہماری طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی ہے۔ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "تمہارے بھائیوں کے سروں پر شہادت کا تاج سجا دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: "مولا! ہماری طرف سے اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی ہے۔ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آپ اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: "تمہارے بھائی مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔ میں ان کا تمہاری طرف پیغامبر ہوں۔ وہ اس سے اور وہ ان سے راضی ہو گیا ہے۔"

بائیسواں باب

مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیبر شکن ہوں گے

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے روز فرمایا: "کل میں

علم اسلام اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں رب تعالیٰ خیبر فتح کرا دے گا۔" وقت صبح فرمایا: "علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں میری طرف بھیجو۔" انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ ان کے لیے دعا کی تو وہ شفاء یاب ہو گئے گویا کہ انہیں کچھ تھا ہی نہیں۔"

شیخان نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ خیبر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدانِ جنگ میں نہ جا سکے تھے۔ انہیں آشوبِ چشم تھا۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا، پھر میں عازمِ سفر ہوا اور آپ کے ساتھ مل گیا تھا جس رات کی صبح کو خیبر فتح ہوا تھا۔ اس رات کو آپ نے فرمایا تھا۔ "کل میں جھنڈا اس ہستی کو عطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا۔ رب تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔" ہم نے اچانک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کر لی ہمیں ان کی امید نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔" آپ نے علمِ اسلام انہیں عطا فرمایا۔ رب تعالیٰ نے انہیں فتح سے سرفراز فرمایا۔" امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے "آپ نے ان کی چشمانِ مقدس میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو انہیں شفاء مل گئی۔"

اس روایت کو حارث اور ابو نعیم نے ایک اور سند سے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے علمِ اسلام لیا اور اسے قلعہ کے نیچے گاڑھ دیا۔ ایک یہودی نے اوپر سے نیچے دیکھا۔ اس نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "علی" اس نے عرض کی: "تورات کی قسم! تم ہم پر غالب آ جاؤ گے۔" وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا کر دی۔"

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، فاتح عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا تھا۔ "میں کل یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ اس قلعہ کو فتح کرے گا۔" اس وقت وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ قریش نے اپنے ہاتھ بڑھائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر آ گئے۔ انہیں اس وقت آشوبِ چشم تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "میرے قریب ہو جاؤ۔" آپ نے ان کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا۔ انہیں درد تک نہ ہوا حتیٰ کہ وہ اپنے رستے پر چل دیے پھر آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرما دیا۔"

تینتیسواں باب

کفار کے ساتھ سخت لڑائی کرنے والا جہنمی ہے

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی

نمازِ جنازہ پڑھ لو اس نے راہِ خدا میں بد دیانتی کی ہے۔"ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی۔ہم نے اس میں یہودیوں کے موتیوں میں سے ایک موتی پایا جس کی قیمت دو درہم تھی۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ہم نے آپ کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔آپ نے اس شخص سے فرمایا جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا۔یہ اہلِ جہنم میں سے ہے۔"جب جنگ کا وقت آیا تو اس نے شدید قتال کیا۔اسے زخم آیا۔عرض کی گئی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جس شخص کو آپ نے ابھی ابھی اہلِ نار میں سے کہا ہے۔اس نے شدید قتال کیا ہے،وہ مرگیا ہے۔"آپ نے فرمایا:"وہ جہنمی ہے۔"شاید کہ بعض مسلمان متردد ہو جاتے۔انہیں بتایا گیا کہ وہ ابھی مرا نہیں بلکہ وہ شدید زخمی ہوا ہے۔جب رات ہوئی تو وہ اپنے زخم پر صبر نہ کرسکا اس نے خودکشی کرلی۔آپ کو بتایا گیا۔آپ نے فرمایا:"اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔"آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔انہوں نے اعلان کیا:"جنت میں صرف مسلمان ہی جائے گا۔اللہ تعالیٰ فاجر شخص کے ذریعے اس دین کی حفاظت کرے گا۔"

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔باہم قتال ہوا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اقامت گاہ پر اور مشرکین اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں ایک شخص تھا جو ہر کافر کو نہ چھوڑتا تھا،بلکہ اس کا تعاقب کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:"ہم میں سے کسی سے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا فائدہ اس شخص سے ہوا ہے۔"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"وہ جہنمی ہے۔"ایک صحابی نے کہا:"میں اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔"اس نے کہا:"وہ شخص شدید زخمی ہوگیا۔اس نے چاہا کہ اس کی موت جلد آجائے اس نے زمین پر تلوار رکھی اس کی دھار اپنے سینے کے وسط میں رکھی تلوار پر زور ڈالا اور خودکشی کرلی۔"وہ صحابی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے عرض کی:-

اشھد انك رسول الله۔

آپ نے فرمایا:"اس کی کیا وجہ ہے؟"انہوں نے عرض کی:"وہ شخص جس کے بارے آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ وہ جہنمی ہے لوگوں نے اسے گراں سمجھا۔میں نے انہیں کہا:"میں تمہاری طرف سے اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔"میں اس کے تعاقب میں نکلا وہ شدید زخمی ہوگیا۔اس نے چاہا کہ اس کی موت جلد آجائے۔اس نے تلوار زمین پر رکھی اس کی دھار سینے کے مابین رکھی اور زور لگایا اور خودکشی کرلی۔"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"ایک شخص اہلِ جنت کے سے اعمال سرانجام دیتا رہتا ہے،حالانکہ وہ اہلِ آتش میں سے ہوتا ہے۔ایک شخص بظاہر اہلِ آتش جیسے اعمال سرانجام دیتا رہتا ہے،حالانکہ وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے۔"

غزوۂ احد میں گزر چکا ہے کہ آپ نے قزمان کے متعلق فرمایا تھا"وہ اہلِ نار میں سے ہے۔"اس نے خودکشی کرلی تھی۔

چوبیسواں باب

غزوۂ موتہ کے شہداء کے بارے خبر

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''گمان کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ملائکہ کے ساتھ اڑتے ہوئے گزرے۔ وہ اسی طرح اڑ رہے تھے جیسے ملائکہ اڑ رہے تھے۔ ان کے دو پر تھے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت یعلیٰ بن منبہ اہلِ موتہ کی خبر لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں اور اگر تم پسند کرو تو تم خود ہی مجھے بتا دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خود ہی بتا دیں، آپ نے انہیں میدانِ جنگ کے سارے حالات بتا دیے۔'' انہوں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے اس معرکہ حق و باطل کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا بلکہ اس کا تذکرہ کر دیا ہے۔ ان کا معاملہ ایسے ہی تھا جیسے آپ نے ذکر کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اٹھا لیا تھا حتیٰ کہ میں نے ان کے معرکہ کا مشاہدہ کر لیا تھا۔''

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ یہ سارے حضرات قدسی اس معرکہ میں شہادت سے سرفراز کیے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خبر آنے سے قبل ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اب جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تھام لیا ہے۔ انہوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا ہے، پھر اسے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے تھام لیا ہے۔ اب انہوں نے قبائے شہادت زیب تن کر رکھی تھی۔ اب علمِ اسلام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا ہے۔ انہوں نے بھی شہادت کی خلعت زیبِ تن کر لی ہے۔'' پھر آپ کے حکم کے بغیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام کا علم تھام لیا۔ انہیں فتح نصیب ہوگئی۔''

پچیسواں باب

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے آگاہی

ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا عزم کر لیا تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اہلِ مکہ کی طرف خط لکھا۔ انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کا

عزم کر لیا ہے۔انہوں نے وہ خط مزینہ کی ایک عورت کے سپرد کیا۔اس کے لیے انعام مقرر کیا، بشرطیکہ وہ اسے قریش تک پہنچا دے۔اس نے اسے اپنی چوٹی میں رکھا اور اس کو لے کر عازم سفر ہو گئی۔آپ پر آسمان سے وحی آ گئی۔جس میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی اس حرکت کا تذکرہ تھا۔آپ نے حضرات علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔آپ نے فرمایا: ''اس عورت کو جا لو جس کے پاس حاطب کا خط ہے جو انہوں نے قریش کی طرف لکھا ہے تاکہ وہ محتاط ہو جائیں۔''

شیخان نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زبیر اور حضرت مقداد کو بھیجا۔آپ نے فرمایا: ''روانہ ہو جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ پہنچ جاؤ۔وہاں ایک سوار عورت ہو گی اس کے پاس خط ہو گا۔وہ خط اس سے لے لو۔'' ہم روانہ ہوئے۔ہمارے گھوڑے ہمیں اڑا لے جا رہے تھے، حتیٰ کہ ہم روضہ پہنچ گئے۔وہاں ہمیں ایک سوار عورت ملی۔ہم نے اسے کہا: ''خط باہر نکال دے۔'' اس نے کہا: ''میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔'' ہم نے اسے کہا: ''ہمیں خط نکال دے ورنہ ہم تیری جامہ تلاشی لیں گے۔اس نے اپنی مینڈھیوں سے وہ خط نکال دیا۔ہم اسے لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔اس میں تھا: ''حاطب بن بلتعہ کی طرف سے اہلِ مکہ کی طرف! انہوں نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاملات کی خبر دی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاطب! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے بارے فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں۔میں ایسا شخص ہوں جو قریش سے باہر سے ملا تھا۔میں ان کا حلیف تو تھا لیکن میرا ان کے ساتھ تعلق نہ تھا۔آپ کے ساتھ ایسے مہاجرین ہیں جن کے وہاں رشتہ دار ہیں جو اہل و مال کی حفاظت کرتے ہیں، کیونکہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے۔میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔میں نے یہ کام دین سے مرتد ہوتے ہوئے نہیں کیا میں اسلام کے بعد کفر پر راضی نہیں ہوں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہوں نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں۔میں ان کی گردن اڑا دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے۔تمہیں کیا معلوم کہ شاید اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین پر جھانکا ہو جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہو۔اس نے فرمایا: ''تم جو چاہو کرو۔میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَٰدًا فِى سَبِيلِى وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِى ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ① (الممتحنۃ:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اپنے جگری دوست تم تو اظہارِ محبت کرتے

ہو۔ان سے حالانکہ وہ انکار کرتے ہیں۔حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔انہوں نے نکالا ہے۔رسول ﷺ کو اور تمہیں بھی محض اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو۔اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے۔اگر تم جہاد کرنے نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضاجوئی کے لیے تم بڑی راز داری سے ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے اور جو تم نے ظاہر کیا اور جو ایسا کرے تم میں سے تو وہ بھٹک گیا راہ راست سے۔

چھبیسواں باب

فتح مکہ کے روز انصار کی بات سے آگہی

امام مسلم، طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "فتح مکہ کے روز انصار نے کہا: "ایک انسان کو کبھی اپنے شہر کی محبت آہی لیتی ہے۔قبیلے کی محبت آہی لیتی ہے۔" جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو ہم پر مخفی نہ رہتا تھا۔جب وحی کا نزول ہوتا تو ہم میں سے کوئی ایک نظر اٹھا کر بھی آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔جب وحی کا نزول ہوا تو فرمایا: "اے انصار! تم نے کہا ہے کہ کبھی انسان کو اس کی بستی کی محبت آہی لیتی ہے۔اس کے قبیلے کی محبت آہی لیتی ہے۔ہرگز نہیں، پھر تو میرا نام کیا ہوگا؟ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔میری حیات طیبہ تمہارے ساتھ ہے۔میرا وصال بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔" سارے انصار رونے لگے۔انہوں نے کہا: "ہم نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی محبت میں کہی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔"

ستائیسواں باب

عنقریب یہ چابی عثمان بن طلحہ کو ملے گی

ابن سعد نے حضرت عثمان بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں میں نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی۔آپ نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی۔میں نے عرض کی: "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ پر تعجب! آپ کا گمان ہے کہ میں آپ کی اتباع کرلوں گا، حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے۔آپ ایک نیا

دین لے کر آئے ہیں۔"ہم زمانہ جاہلیت میں سوموار اور جمعرات کے روز خانہ کعبہ کھولتے تھے۔ایک دن آپ تشریف لائے آپ خانہ کعبہ کے اندر لوگوں کے ساتھ تشریف لے جانا چاہتے تھے۔میں نے آپ پر شدت کی۔آپ سے انتقام لیا۔آپ نے میرے ساتھ علم کا مظاہرہ کیا، پھر فرمایا:"عثمان! شاید کہ تم دیکھو کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔میں اسے اس جگہ رکھوں جہاں چاہوں گا۔"میں نے کہا:"قریش تو ہلاک ہو گئے۔وہ رسواء ہو گئے۔"آپ نے فرمایا:"نہیں! اس روز انہیں حیاتِ نو نصیب ہوگی۔انہیں حقیقی عزت ملے گی۔"آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، لیکن آپ کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔میں نے گمان کیا کہ عنقریب معاملہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے آپ فرما رہے ہیں۔میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا۔میری قوم نے مجھے سختی سے ڈانٹا۔فتح مکہ کے روز آپ نے مجھے فرمایا:"عثمان! چابی لے کر آؤ۔"میں چابی لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے مجھ سے چابی لی، پھر مجھے عطا کر دی، پھر فرمایا:"اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لو۔یہ تم سے کوئی ظالم ہی لے گا۔جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے یاد فرمایا۔میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا:"کیا تم سے میں نے یہ بات کی نہ تھی۔"مجھے آپ کا مکہ مکرمہ میں وہ فرمان یاد آ گیا:"شاید کہ تم دیکھو کہ یہ چابی ایک دن میرے پاس ہوگی۔میں جہاں چاہوں گا۔اسے رکھوں گا۔"میں نے عرض کی:"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

اٹھائیسواں باب

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے آگاہی

امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں حنین کے روز حضور سپہ سالارِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ نکلا۔بخدا! میں اسلام لاتے ہوئے نہیں نکلا تھا، بلکہ میں بچاؤ کرتے ہوئے نکلا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب نہ آ جائیں۔بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا۔میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ابلق گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔"آپ نے فرمایا:"شیبہ! انہیں صرف کافر دیکھ رہے ہیں۔"آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے سینے پر پھیرا۔عرض کی:"مولا! شیبہ کو ہدایت عطا فرما۔"آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔جب آپ نے تیسری بار اپنا دستِ اقدس میرے سینے سے اٹھایا تو آپ مجھے رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے پیارے ہو گئے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو میں نے کہا:"بخدا! میں قریش کے ساتھ ہوازن کی طرف جاؤں گا، ممکن ہے جب یہ باہم نبرد آزما ہو جائیں تو میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکہ سے شہید کر سکوں۔اس طرح میں آپ سے سارے قریش کا انتقام لے سکوں گا۔"میں نے کہا:"اگر سارا عرب و عجم بھی آپ کی

اتباع کر لے میں پھر بھی آپ کی اتباع نہیں کروں گا۔" میں جب سے نکلا میں اسی وقت سے موقع کی تلاش میں تھا۔ اس امر نے میرے نفس میں قوت کا ہی اضافہ کیا۔ لوگ باہم نبرد آزما ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ اپنی خچر سے نیچے تشریف لے آئے۔ میں آپ کے قریب گیا۔ میں نے تلوار اٹھائی حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں آپ پر حملہ کر دیتا۔ میرے لیے اچانک آگ کا شعلہ بلند ہوا جو کہ بجلی کی مانند تھا۔ قریب تھا وہ مجھے جلا دیتا۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ حضور ﷺ میری طرف توجہ فرما ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "میرے قریب ہو جا۔" میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے میرے سینے پر دستِ اقدس پھیرا عرض کی: "مولا! اسے شیطان سے پناہ عطا فرما۔" بخدا! اس وقت آپ مجھے میری سماعت، بصارت اور نفس سے محبوب ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے میری ساری عداوت کو ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "شیبہ! جو رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ ارادہ کیا ہے۔ وہ اس ارادہ سے بہتر ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے کیا تھا۔" پھر آپ نے وہ سب کچھ بتا دیا جسے میں نے اپنے دل میں چھپایا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انك رسول اللہ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔"

انتیسواں باب

عیینہ بن حصن نے اہلِ طائف سے کیا کہا تھا؟

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اہلِ طائف کے پاس جائیں۔ ان سے بات چیت کریں شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما دے۔" آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ وہ ان کے پاس گئے اور کہا: "تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو۔ بخدا! ہم تو غلاموں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو عرب دوبارہ عزت و طاقت حاصل کر لیں گے۔ تم اپنے قلعہ میں ٹھہرے رہو۔ ان کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دینے سے بچو۔ ان درختوں کا کٹنا تم پر گراں نہ گزرے۔" پھر وہ واپس آ گئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے ان سے پوچھا: "تم نے ان سے کیا کہا؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے ان سے بات کی ہے۔ انہیں اسلام لانے کا حکم دیا ہے۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا ہے۔ آگ سے ڈرایا ہے۔ جنت کی طرف ان کی راہ نمائی کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے جھوٹ بولا ہے، بلکہ تم نے تو ان سے اس طرح اس طرح کہا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے سچ کہا ہے۔ میں اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اور آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔"

تیسواں باب

کسریٰ کے قتل کی خبر اسی روز دینا جس دن وہ قتل ہوا تھا

بزار اور ابونعیم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابونعیم اور ابوسعد نے "شرف المصطفیٰ" میں، امام احمد، بزار، الطبرانی اور ابونعیم نے ابوبکرہ سے، دیلمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صنعاء کے بادشاہ کے قاصد سے کہا: "تم اپنے ساتھی کے پاس جاؤ اسے کہو: "آج رات میرے رب تعالیٰ نے تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "باذان کے پاس جاؤ۔ اسے بتاؤ کہ میرا رب تعالیٰ نے آج رات کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے: "تم اپنے بادشاہ تک یہ پیغام پہنچا دو کہ آج رات میرے خداوندِ جہاں نے اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے، جبکہ رات کی سات ساعتیں گزر چکی تھیں۔ رب تعالیٰ نے اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط فرما دیا ہے۔ اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔" وہ باذان کے پاس یہ پیغام لے کر گئے۔ اس نے اور اس کے ان بیٹوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جو یمن میں تھے۔"

دوسرے الفاظ میں ہے: "انہیں حضور اکرم شفیع الامم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ اللہ رب العزت نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا تھا۔ اس وقت فلاں رات اور فلاں مہینہ تھا رات کا اتنا حصہ گزر چکا تھا۔ اسے کہو: "میرا دین اور میری سلطنت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کا ملک تھا۔" اسے کہنا: "اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تمہیں وہ علاقہ دے دوں گا جو تمہارے زیرنگیں ہے۔" وہ باذان کے پاس آئے، اسے بتایا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر یہ خبر آ گئی کہ کسریٰ کو اسی رات قتل کر دیا گیا تھا۔"

ایک اور روایت میں ہے: "باذان نے کہا: "بخدا! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں۔ ہم انتظار کریں گے کہ وہ سچ ہے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ کچھ ہی مدت کے بعد ان تک شیرویہ کا یہ خط آ گیا "امابعد! میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ آج کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے۔ میں نے قیصر کو قتل کر دیا ہے۔ آج کے بعد کوئی قیصر نہیں ہے۔" اس نے وہ ساعت لکھ لی جس کے متعلق اس سے یہ بات کی گئی تھی۔ اس نے وہ دن اور وہ مہینہ بھی لکھ لیا کسریٰ کو قتل کر دیا گیا تھا اور قیصر مر گیا تھا۔

اکتیسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ لوگ شراب کا نام تبدیل کر دیں گے

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور النسائی نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے۔ وہ اس کا نام تبدیل کر کے کوئی اور نام رکھ لیں گے۔''

امام احمد نے (اس کی سند میں کوئی حرج نہیں) ابن ماجہ، ابن منیع، ابن ابی عاصم، نسائی اور ضیاء نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب کو حلال سمجھے گا۔ وہ اس کا نام تبدیل کر دے گا۔''

ابن عساکر نے حضرت ابن کیسان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد میری امت شراب پیے گی۔ وہ اس کا نام تبدیل کر لیں گے۔ ان کے امراء اس پر ان کے مددگار ہوں گے۔''

ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے الحلیہ میں، ضیاء نے مختارہ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زیادہ دن اور راتیں نہ گزریں گی حتیٰ کہ میری امت کا ایک گروہ شراب پینے لگے گا۔ وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔''

عبدالرزاق نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور دانائے سبل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب پیئے گا۔ وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔''

بتیسواں باب

آخری زمانہ میں اذان احمق دیں گے سردار اس سے پہلوتہی کریں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''امام ضامن ہے موذن امین ہے۔'' ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہم کو اس حالت پر چھوڑ رہے ہیں کہ ہم اذان دینے کے لیے مقابلہ کرتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کے احمق ان کے موذن ہوں گے۔''

اس روایت کو ابوالطاہر السلفی نے اپنے بعض اجزاء میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: ''اس روایت میں ابوحمزہ محمد

بن میمون سمرقندی جوکہ ابن السکوی کے نام سے معروف ہیں منفرد ہیں یہ مشرق کے علماء میں سے آئمہ میں سے ہیں۔ان کی عدالت اور امانت پر اتفاق ہے۔اس میں واضح دلالت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختص فرمایا ہے کہ آپ کے بعد کون سے حوادث رونما ہوں گے۔"

الحافظ ابونعیم نے لکھا ہے: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں۔ہم ایک جماعت کو دیکھتے ہیں۔رب تعالیٰ اسے رسواء کرے۔ان کی ہوشیاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں رسواء کرے۔ہم میں سے کچھ مؤذن ایسے ہیں جو اذان کے لیے باہم مقابلہ کرتے ہیں۔وہ دلچسپی اور روزگار کے لیے ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں،لیکن فصحاء اور امناء اذان دینے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔"

تینتیسواں باب

حکومت عنقریب حمیر میں چلی جائے گی

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ذومخمر سے،امام احمد اور نعیم بن حماد نے "الفتن" میں جبکہ امام بغوی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ذومخمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ امر (سلطنت) حمیر میں تھی۔رب تعالیٰ نے اسے ان سے چھین لیا۔اسے قریش میں رکھ دیا۔عنقریب یہ انہی کی طرف لوٹ جائے گا۔"

چونتیسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ہجرت سے ایک سو سال کے بعد بہ حیات نہ رہے گا

ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو۔مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ روئے زمین پر آج جو بھی سانس لینے والا (آدمی) ہے وہ ایک سو سال کے بعد زندہ نہ رہے گا۔"

امام احمد، امام مسلم، ابوعوانہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج سے ایک سو سال بعد آج سانس لینے والوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔''

امام مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سو سال نہ گزرنے پائیں گے۔ روئے زمین پر ان سانس لینے والوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔''

الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابن عساکر، حسن بن سفیان، ابن شاہین اور ابن قانع نے حضرت سفیان بن وھب الخولانی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سو سال نہ گزرے گا مگر روئے زمین پر ان افراد میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا جو آج سانس لے رہے ہیں۔''

پینتیسواں باب

عورت کو کولہوں سے پکڑنے والے کی گرفت کرنا

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوشہم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں مدینہ طیبہ آیا میرے پاس سے ایک عورت گزری۔ میں نے اسے کولہوں سے پکڑ لیا۔ وقت صبح لوگ آپ کی بیعت کرنے لگے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا، مگر آپ نے مجھے بیعت نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم کل کھینچنے والے تھے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں دوبارہ ایسی حرکت نہ کروں گا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے مجھے بیعت کرلیا۔''

چھتیسواں باب

دجال کے حالات سے آگاہ فرمانا

حمیدی نے بنو حنیفہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تو دجال کو جانتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''آگ میں اس کی داڑھ کوہِ احد سے بڑی ہوگی۔'' اس نے اسلام قبول کیا تھا، پھر مرتد ہوگیا۔ وہ مسیلمہ کے ساتھ مل گیا تھا۔ اس نے کہا: ''دو

مینڈھے باہر لڑنے لگے۔ مجھے پسند ہے کہ میرا مینڈھا غالب آجائے۔"

سینتیسواں باب

اس امت میں باہمی لڑائی ہوگی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی۔ اس میں نماز کو لمبا کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے آج نماز کو طویل فرمایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں نے آج رغبت اور خوف سے نماز پڑھی ہے۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں۔ اس نے دو دعائیں قبول فرمالیں اور ایک دعا کو قبول نہ فرمایا۔ میں نے اس سے التجا کی: "ان کے علاوہ دوسرا دشمن ان پر غالب نہ آئے۔" اس نے اسے شرفِ قبولیت بخشا۔ میں نے عرض کی: "وہ انہیں غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔" اس نے اس دعا کو بھی شرف قبولیت عطا کیا۔" میں نے عرض کی: "وہ آپس میں نہ لڑیں جھگڑیں۔" مگر اسے شرفِ قبولیت نہ مل سکا۔"

اڑتیسواں باب

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ قریب ہوجائے گا

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے گا۔ زلزلے کثیر ہوں گے۔ زمانہ قریب ہوجائے گا۔ فتنوں کا ظہور ہوگا۔ کثیر قتل ہوگا مال تم میں کثیر ہوجائے گا اور اس کی فراوانی ہوجائے گی۔

انتالیسواں باب

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ ایک سو سال زندہ رہیں گے

امام بخاری نے تاریخ صغیرہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن البسر سے فرمایا: "یہ لڑکا ایک سو سال تک زندہ رہے گا۔" انہوں نے ایک سو سال عمر پائی۔"

ان حوادث کے بارے خبر جن کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اس طرح رونما ہوں گے

پہلا باب

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے لیے دنیا کھول دی جائے گی ان کے لیے غالیچے ہوں گے وہ باہم حسد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے

امام احمد اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری کفایت کرے گا۔ تم میں سے کسی ایک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی تیر اندازی سے غفلت کرے۔"

امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دنیا شیریں اور سبز و شاداب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہیں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال سرانجام دیتے ہو، تم دنیا سے بچو۔ عورتوں سے بچو، بنو اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں میں ہی رونما ہوا تھا۔"

شیخان نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بخدا! مجھے تم سے فقر کا اندیشہ نہیں ہے، لیکن تمہارے بارے یہ خدشہ ضرور ہے کہ تمہارے لیے دنیا کو وسعت دی جائے گی۔ جیسے ان لوگوں کے لیے اسے وسیع کر دیا گیا جو تم سے پہلے تھے، تم دنیا میں اسی طرح مقابلہ کرو گے جیسے انہوں نے مقابلہ کیا تھا یہ تمہیں اسی طرح غافل کر دے گی جیسے اس نے انہیں غافل کر دیا تھا۔"

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس غالیچے ہیں؟" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس غالیچے کہاں سے آئے؟" آپ نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے غالیچے ہوں گے۔" "میں آج اپنی زوجہ سے کہتا ہوں کہ اپنے غالیچے مجھ سے دور لے جا" وہ کہتی ہے "کیا حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا نہیں تھا "میرے بعد عنقریب تمہارے لیے فالیچے ہوں گے۔"

امام احمد، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت طلحہ نضری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "شاید وہ زمانہ پاؤ کہ وقت شام ایک کے پاس ایک پیالہ لایا جائے گا اور وقت صبح اس کے پاس دوسرا پیالہ لایا جائے گا۔ تم خانہ کعبہ کے پردوں کی مانند کپڑے پہنو گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم آج بہتر ہیں یا اس روز بہتر ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "تم آج بہتر ہو۔ آج تم باہم محبت کرتے ہو۔ اس روز تم باہمی بغض رکھو گے۔ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑاؤ گے۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا کرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب میری امت کے لیے اس کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا جائے گا۔ خبردار! اس کے عمال (حکمران) آگ میں ہوں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا، اور اس نے امانت ادا کی۔" الطبرانی نے الکبیر میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "شاید میرے بعد تمہارے لیے بڑے بڑے شہروں کو فتح کرا دیا جائے گا تم ان کے بازاروں میں محافل سجاؤ گے۔ جب کیفیت یہ ہو تو سلام کا جواب دینا۔ اپنی نگاہیں نیچے رکھنا۔ اندھوں کی راہ نمائی کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا۔"

امام بغوی نے حضرت طلحہ بن عبداللہ بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب تم ایک زمانہ پاؤ گے جو تم میں سے یہ زمانہ پائے گا وہ خانہ کعبہ کے پردوں کی مانند کپڑے پہنے گا۔ وقت صبح ایک پیالہ اور وقت شام ایک پیالہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔"

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب میری امت اکڑ اکڑ کر چلے گی فارس و روم کے بیٹے اس کے خدمت گزار ہوں گے۔ رب تعالیٰ ان کے مابین جنگ و جدل کو لوٹا دے گا۔ ان کے شریر ان کے عمدہ لوگوں پر مسلط ہو جائیں گے۔"

دوسرا باب

الحیرہ اور فارس کی فتح کی بشارت

ابونعیم اور بیہقی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مشہور یہ ہے کہ یہ روایت خریم بن اوس سے مروی ہے۔ اس روایت کو ابن قانع نے "معجم الصحابہ" میں، امام

بخاری نے تاریخ میں، الطبرانی اور البیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا: "میرے سامنے الحیرہ کو پیش کیا گیا۔ وہ کتوں کے جبڑوں کی مانند تھا۔ عنقریب تم اسے فتح کرلو گے۔" ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: "بنت نفیلہ مجھے عطا کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہاری ہوگئی۔" جب الحیرہ کو فتح کر دیا گیا تو بنت نفیلہ اسے دے دی گئی۔ اس کا باپ اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "کیا بنت نفیلہ کو بیچو گے؟" میں نے کہا: "ہاں!" اس نے پوچھا: "کیا لو گے؟" اس نے کہا: "ایک ہزار دراہم۔" اس کے باپ نے کہا: "اگر تم اس کے تیس ہزار دراہم مانگتے میں پھر بھی دینے کے لیے تیار ہو جاتا۔" اس شخص نے کہا: "کیا تعداد ایک ہزار سے زائد ہوتی ہے؟"

الطبرانی نے الکبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "میرے لیے الحیرہ کو پیش کیا گیا۔ وہ کتوں کے جبڑوں کی طرح تھے۔ عنقریب تم انہیں فتح کرلو گے۔"

الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت خریم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی طرف اس وقت ہجرت کی جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ الحیرۃ البیضاء ہے۔ اسے میرے لیے بلند کیا گیا ہے۔ یہ شہباء بنت نفیلہ ازدیہ ہے جو شہباء خچر پر سوار ہے۔ اس نے سیاہ دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر ہم الحیرہ جائیں اور اس عورت کو اسی طرح پائیں جیسے آپ نے فرمایا ہے تو وہ میری ہوگی۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہاری ہوگئی۔" جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ ہم مسیلمہ کذاب سے فارغ ہوئے۔ ہم نے الحیرہ کی طرف توجہ کی۔ شہر میں داخل ہوتے وقت ہم نے سب سے پہلے شہباء بنت نفیلہ سے ملاقات کی جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا "وہ شہباء خچر پر سوار ہوگی۔ اس نے سیاہ دوپٹہ اوڑھ رکھا ہوگا۔" میں اس کے ساتھ معلق ہوگیا۔ میں نے کہا: "یہ میری ہے۔ مجھے حضور اکرم ﷺ نے اسے ہبہ کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھ سے گواہیاں طلب کیں۔ میں نے گواہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ گواہ محمد بن مسلمہ اور محمد بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے وہ عورت میرے سپرد کر دی۔ اس کا بھائی اس کے پاس آیا۔ وہ صلح کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے کہا: "آؤ! اسے مجھے فروخت کردو۔" میں نے کہا: "میں اس کی قیمت دس سو دراہم سے کم نہ لوں گا۔" اس نے مجھے ایک ہزار دراہم دے دیے۔ مجھے بتایا گیا: "اگر تم مجھے ایک لاکھ دراہم کہتے میں پھر بھی تمہیں دینے کے لیے تیار ہو جاتا۔" میں نے کہا: "میرا خیال نہ تھا کہ گنتی ایک ہزار سے زیادہ ہوتی ہے۔" دوسری روایت میں ہے کہ اس کا باپ آیا۔ اس نے کہا: "کیا تم اسے فروخت کرو گے۔" انہوں نے کہا: "کتنے دراہم میں؟" حضرت خریم رضی اللہ عنہ نے کہا: "ایک ہزار دراہم میں۔" اس نے کہا: "اگر تم مجھ سے تیس ہزار دراہم مانگتے تو ان سے بھی اسے لے لیتا۔" حضرت خریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا گنتی اس سے زائد بھی ہوتی ہے۔"

تیسرا باب

یمن، شام اور عراق کی فتح کی بشارت

ابن عساکر نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تمہارے لیے شام کو فتح کر دیا جائے گا۔ تم ایک شہر پہنچو گے جسے دمشق کہا جائے گا۔ وہ شام کے سارے شہروں سے بہترین ہوگا۔ یہ جنگوں میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے۔ اس کا فسطاط شہر اس زمین میں ہوگا جسے الغوطہ کہا جاتا ہے۔ دجال سے ان کی پناہ گاہ بیت المقدس ہوگا جبکہ یاجوج اور ماجوج سے ان کی پناہ گاہ طور ہوگا۔''

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے محمد بن عبدالرحمان بن شداد بن اوس سے وہ اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! شام اور بیت المقدس کو تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ! تم اور تمہارے بعد تمہاری اولاد ان کی ائمہ ہوگی۔ ان شاء اللہ۔''

شیخان، امام مالک عبدالرزاق، ابن خزیمہ، ابن حبان نے حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یمن فتح ہو جائے گا۔ ایک قوم اونٹوں کو ہانکتے ہوئے نکلے گی۔ وہ اپنے اہل خانہ اور اطاعت گزاروں کو بھی اونٹوں پر سوار کرے گی، لیکن مدینہ منورہ ہی ان کے لیے بہتر ہوگا۔ کاش! وہ جان لیتے۔ شام فتح ہوگا۔ ایک قوم اونٹوں کو ہانکتے ہوئے نکلے گی۔ وہ اپنے اہل خانہ اور خدام کو اونٹوں پر سوار کرے گی۔ مدینہ طیبہ ہی ان کے لیے بہتر ہے کاش! وہ جان لیتے عراق فتح ہوگا۔ ایک قوم اپنے اونٹوں کو ہانکتے ہوئے نکلے گی وہ اپنے اہل اور خدام کو اونٹوں پر سوار کرے گی۔ مدینہ منورہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ کاش! وہ جان لیتے۔''

امام احمد نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم شام کی طرف جاؤ گے۔ اسے تمہارے لیے فتح کر لیا جائے گا۔ تمہیں ایک بیماری آلے گی جو پھوڑے یا پھنسی کی مانند ہوگی۔ یہ پھوڑا یا پھنسی انسان کے نرم حصے پر نکلے گا رب تعالیٰ اس کے ذریعے اہل ایمان کے سروں پر شہادت کا تاج سجائے گا اور ان کے اعمال کو پاکیزہ کر دے گا۔''

الطبرانی نے ''الکبیر'' میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور فاتح اعظم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ مجاہدین میں بھرتی ہو جائیں گے۔ ایک لشکر یمن کی طرف، دوسرا شام کی طرف، تیسرا مشرق کی طرف اور چوتھا مغرب کی طرف چلا جائے گا۔ تم شام چلے جانا یہ رب تعالیٰ کا چیدہ شہر ہے تاکہ اس کے برگزیدہ بندے اس کی طرف آئیں۔ تم شام

چلے جانا رب تعالیٰ نے شام اور اس کے باشندوں کی کفالت کا ذمہ لیا ہے جو انکار کرے وہ یمن کی طرف چلا جائے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو۔ بخدا! مجھے کسی چیز کی قلت سے زیادہ اس کی کثرت سے تمہارے بارے خدشہ ہے۔ بخدا! یہ معاملہ تم میں اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ ایران تمہارے لیے فتح ہو جائے گا۔ روم اور حمیر کی سرزمین فتح ہو جائے گی۔ تین لشکر ہوں گے۔ ایک لشکر شام میں، دوسرا عراق میں اور تیسرا یمن میں ہوگا، حتیٰ کہ ایک شخص کو ایک سو دیے جائیں گے۔ وہ ان پر ناراض ہوگا۔" آپ سے عرض کی گئی: ہم شام کو روم کے ساتھ فتح کرنے کی کب استطاعت رکھیں گے، حالانکہ وہاں تو بڑے بڑے سردار ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! رب تعالیٰ انہیں تمہارے لیے فتح فرمائے گا۔ تمہیں وہاں جانشین مقرر فرما دے گا حتیٰ کہ ایک گروہ آئے گا۔ اس نے سفید قمیص پہن رکھی ہوں گی۔ اس کی گدیوں کے حلق ہوئے ہوں گے۔ ان کی گردنیں تم میں سے سیاہ فام شخص کے لیے کھڑی ہوں گی۔ وہ انہیں جس چیز کا حکم دے گا وہ اسے سرانجام دیں گے آج وہاں ایسے افراد ہیں جن کی نظروں میں تم ان چچڑیوں سے بھی زیادہ حقیر ہو جو اونٹوں کی سرینوں میں ہوتی ہیں۔" حضرت عبداللہ بن حوالہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر مجھے یہ صورت حال پیش آجائے تو آپ میرے لیے کسے پسند فرمائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہارے لیے شام کو پسند کرتا ہوں۔ یہ شہروں میں سے رب تعالیٰ کا چیدہ شہر ہے۔ وہ اسی کی طرف اپنے برگزیدہ بندوں کو جمع کرے گا۔ اے اہل یمن شام کو لازم پکڑو۔ رب تعالیٰ کی چیدہ سرزمین شام ہے۔ جو انکار کرے اسے یمن کے میدان کی طرف جانے میں جلدی کرنی چاہیے۔ رب تعالیٰ نے میرے لیے اہل شام اور شام کے لیے ذمہ لیا ہے۔"

ابن ابی حاتم اور خلیلی نے فضائل قزوین میں، الرافعی نے اپنی تاریخ میں بشیر بن سلمان الکوفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے مرسل روایت کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے فضائل قزوین میں حضرت بشیر بن سلمان رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابوسری سے اور انہوں نے اس شخص سے روایت کیا ہے جسے وہ بھول گئے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قزوین پر جہاد کرو۔ یہ جنت کے بلند دروازوں میں سے ہے۔" اسے ابوزرعہ سے مسند روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: "قزوین کے بارے میں اس سے اصح روایت اور کوئی نہیں۔" خلیل بن عبدالجبار نے فضائل الرافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سرحدوں میں سے افضل زمین جسے فتح کیا جائے گا، وہ قزوین ہے جس نے وہاں حصول ثواب کے لیے ایک رات بسر کی تو اسے شہادت کی مدت نصیب ہوگی۔ وہ زمرۂ انبیاء علیہم السلام میں صدیقین کے ساتھ اٹھے گا حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔"

چوتھا باب

بیت المقدس کی فتح کی بشارت

امام بخاری اور حاکم نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیام قیامت سے قبل میں چھ علامات شمار کرتا ہوں (۱) میرا وصال (۲) بیت المقدس کی فتح (۳) دو موتیں جو تم میں اس طرح آئیں گی جیسے بکریوں کو قعاص کا مرض لگ جاتا ہے۔(۴) پھر مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ اگر ایک شخص کو ایک سو دینار بھی دیے جائیں گے وہ ناراض ہو جائے گا۔(۵) پھر ایک فتنہ آئے گا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا۔(۶) پھر تم میں اور بنو اصغر میں صلح ہوگی وہ دھوکہ کریں گے۔وہ تمہارے پاس اسی جھنڈوں کے ساتھ آئیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"چھ امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں (۱) میرا وصال (۲) بیت المقدس کی فتح (۳) ایک شخص کو ایک سو دینار دیے جائیں گے تو وہ ان کی وجہ سے ناراض ہوگا (۴) ایک فتنہ جس کی گرمی ہر مسلمان کے گھر میں داخل ہوگی (۵) موت۔جو لوگوں میں بکریوں کے قعاص (مرض) کی مانند ہوگی۔(۶) اہل روم دھوکہ کریں گے۔وہ اسی جھنڈے لے کر آئیں گے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اس امر کی ابتداء نبوت اور رحمت ہے پھر خلافت اور رحمت ہوگی، پھر ملوکیت اور رحمت ہوگی پھر امارت اور رحمت ہوگی پھر اس حمیر کی طرح کٹاؤ ہوگا۔تم جہاد کو لازم پکڑنا۔تمہارا افضل جہاد راہ خدا کے لیے گھوڑا باندھنا ہے اور تمہارا افضل رباط عسقلان ہے۔

پانچواں باب

فتح مصر کی بشارت

امام بغوی، الطبرانی، حاکم اور ابن عبد الحکم نے فتوح مصر میں حضرت لیث رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔اس کے آخر میں ہے۔"حضرت لیث نے فرمایا:"میں نے حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:"ان کا رشتہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا:

"حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا تعلق ان کے ساتھ تھا" اس روایت کو ابن عیینہ، ابن اسحاق اور ابوشیخ کی سند سے روایت کیا گیا ہے۔ یہ صحیح روایت ہے۔ اسے الطبرانی نے الکبیر میں اور بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے انہوں نے اس کو دلائل النبوۃ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مصر فتح کرلو تو قبطیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ان کے لیے عہد اور ان کے ساتھ رشتہ داری ہے۔"

ابن عساکر نے حضرت عمرو بن عبدالحکم سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے مصر کو فتح فرمائے گا۔ وہاں کے قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کے ساتھ تمہاری سسرالی رشتہ داری اور عہد ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب مصر فتح ہوگا۔ اسی زمین میں قیراط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہاں کے باشندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ان کے ساتھ عہد اور ان کے ساتھ رشتہ داری ہے۔"

ابن عبدالحکم اور محمد بن ربیع نے اپنی کتاب "من دخل مصر من الصحابة رضی اللہ عنہم" بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم عنقریب ایسی سرزمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہاں کے باشندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ ان کے لیے عہد اور رشتہ داری ہے۔ جب تم دیکھو کہ لوگ ایک اینٹ کی جگہ کے لیے باہم لڑ رہے ہیں تو وہاں سے نکل جاؤ۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربیعہ اور عبدالرحمان بن شرحبیل کے پاس سے گزرے۔ وہ ایک اینٹ کی جگہ پر لڑ رہے تھے۔ وہ وہاں سے نکل گئے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت وصیت فرمائی۔ فرمایا: "اللہ، اللہ، مصر کے قبطیوں کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، عنقریب تم ان پر غالب آجاؤ گے۔ وہ تمہارے لیے راہ خدا میں تمہارے معاون اور مددگار ثابت ہوں گے۔" ابویعلی نے اپنی مسند میں۔ ابن عبدالحکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوعبدالرحمان الحبلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ حضور اکرم، سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم عنقریب ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جن کے سر کے بال گھنگھریالے ہوں گے۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ وہ تمہارے لیے قوت ثابت ہوں گے۔ تمہارے لیے دشمن تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں گے۔" یعنی مصر کے قبطی۔

ابن عبدالحکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، ابویعلی نے تاریخ مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جب تمہیں اللہ تعالیٰ مصر فتح کرائے تو وہاں سے بھاری بھرکم فوج تیار کرنا۔ وہ لشکر روئے زمین کے سارے لشکروں سے بہتر ہے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول

اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیونکہ وہ روزِ حشر تک رباط ہے۔"

تنبیہات

◆ ۱ بہت سے لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَسِقِينَ ﴿۱۴۵﴾ (اعراف:۱۴۵)

ترجمہ: عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں نافرمانوں کا گھر۔

میں دارالفاسقین سے مراد مصر ہے، لیکن ابن صلاح نے اس پر نص قائم کی ہے کہ یہ غلط ہے اس میں لفظی غلطی ہے۔ مجاہد وغیرہ دیگر مفسرین سے روایت ہے کہ یہ اصل لفظ "مَصِيْرُهُمْ" ہے۔ جو غلطی سے مصر لکھا گیا ہے۔

◆ ۲ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کی سسرالی رشتہ داری یہ تھی کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ان کے ساتھ تھا۔ ان کے ساتھ نسبی تعلق یہ تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے ان سے ہجرت فرمائی تھی۔ ام العرب ایک بستی تھی جو مصر میں الفرما کے سامنے تھے۔ حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بستی "باق" ہے جو ام دُنین کے پاس ہے۔"

◆ ۳ الطبرانی نے جو یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت رباح اللخمی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے مصر فتح ہوگا۔ اس کی بھلائی کی تم جستجو کرو لیکن وہاں گھر نہ بناؤ۔ اس کی طرف اسے لایا جاتا ہے جس کی عمر لوگوں میں سے سب سے کم ہوتی ہے۔" الشیخ نے لکھا ہے "اس کی سند میں مطہر بن الہیثم ہے ابوسعید بن یونس نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ یہ حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔" ابن جوزی نے اس کا تذکرہ "الموضوعات" میں کیا ہے۔

◆ ۴ ابن عبدالحکم نے یزید بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ مقوقس نے آپ کی خدمت میں "بنہا" کی شہد بھیجی آپ نے اس کے لیے برکت کی دعا مانگی۔ الشیخ نے لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل اور حسن الاسناد ہے۔

امام احمد، امام مسلم، ابوعوانہ اور ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے مصر فتح ہوگا۔ اس سرزمین پر القیراط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس کے باشندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا (اس کے باشندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا) ان کے لیے عہد اور رشتہ داری ہے جب تم دیکھو کہ دو افراد اینٹ کی جگہ پر لڑ رہے ہیں تو وہاں سے نکل آنا۔"

چھٹا باب

41

سمندر میں سفر کرنے والے مجاہدین کے بارے میں بتانا اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ان میں سے ہوں گی

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا، پھر بیٹھ کر آپ کے سر اقدس میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔ آپ سو گئے پھر مسکراتے ہوئے اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں تبسم ریز ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلے تھے۔ وہ اس سمندر کے وسط میں سوار تھے گویا کہ وہ تختوں پر بادشاہ ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا کریں وہ مجھے بھی ان میں سے کردے۔'' آپ نے ان کے لیے دعا کر دی، پھر سر اقدس رکھا اور سو گئے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھے دکھائے گئے وہ اس سمندر کے وسط میں سوار تھے گویا کہ تختوں پر بادشاہ ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم ان کے اولین لوگوں میں سے ہو۔''

وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندر پر سوار ہوئیں۔ ان کے ہمراہ ان کے شوہر محترم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ اپنے جہاد سے واپس آرہے تھے۔ لوگوں نے ان کے سامنے سواری پیش کی تاکہ وہ اس پر سوار ہوں۔ سواری نے انہیں نیچے گرا دیا۔ ان کا وصال ہو گیا۔

ساتواں باب

خوز، کرمان اور ایسی قوم سے قتال جن کے جوتوں پر بال ہوں گے

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت سے قبل تم ایسی قوم

سے قتال کرو گے جن کے جوتوں پر بال ہوں گے۔وہ اہلِ بارز (لڑنے والے) ہیں۔"

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت سے قبل تم ایسی قوم کے ساتھ جہاد کرو گے جس کے جوتوں پر بال ہوں گے تم ایسے لوگوں سے نبرد آزما ہوں گے جن کے چہرے گویا کہ تہ در تہ ڈھالیں ہوں۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم خوز اور کرمان سے جنگ کرو گے یہ عجمی قومیں ہیں جن کے چہرے سرخ ہوں گے ان کی ناک چپٹی ہوئی ہوگی۔ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ان کے چہرے تہ در تہ ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جس کے جوتوں پر بال ہوں گے۔"

امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مسلمان ترک قوم کے ساتھ جہاد کریں گے۔ان کے چہرے تہ در تہ ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔وہ بالوں والے جوتے پہنیں گے۔وہ بالوں والے جوتوں میں چلیں گے۔" امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم ایسی قوم کے ساتھ جہاد کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی چہرے چوڑے ہوں گے گویا کہ ان کی آنکھیں ٹڈی کی آنکھوں کا سیاہ حلقہ ہو۔ان کے چہرے گویا کہ تہ در تہ ڈھالیں ہوں۔وہ بالوں والی جوتیاں پہنیں گے۔وہ چمڑے کی ڈھال بنائیں گے حتیٰ کہ اپنے گھوڑوں کو کھجوروں کے ساتھ باندھیں گے۔"

خطیب نے اپنی تاریخ میں ضعیف سند کے ساتھ، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرلو گویا کہ ان کے چہرے تہ در تہ ڈھال ہوں۔"

شیخان، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم ترک قوم کے نبرد آزما نہ ہو جاؤ۔ان کے چہرے چوڑے ہوں گے۔آنکھیں چھوٹی ہوں گی ناکیں چپٹی ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے تہ در تہ ڈھالیں ہوں گی۔قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ تم ایسی قوم کے ساتھ جنگ نہ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔"

شیخان، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مسلمان ترک قوم کے ساتھ جہاد نہ کرلیں۔ان کے چہرے تہ در تہ ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔وہ بالوں کے جوتے پہنیں گے۔وہ بالوں کے جوتوں میں ہی چلیں گے۔"

آٹھواں باب

غزوۂ ہند، فارس و روم کی بشارت

امام نسائی اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آگ سے بچالے گا۔ ایک گروہ جو ہند پر لشکرکشی کرے گا دوسرا گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔"

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور قائد الغر المحجلین ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے ایران اور روم کو تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ دنیا تم پر بہ پڑے گی۔ روٹی اور گوشت کی تم پر کثرت ہو جائے گی حتیٰ کہ ان کی کثیر مقدار پر رب تعالیٰ کا نام بھی نہ لیا جائے گا۔"

البزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے: "مسلمان روم پر غالب آجائیں گے۔ مسلمان ایران پر غالب آجائیں گے۔ مسلمان جزیرۂ عرب پر غالب آجائیں گے۔"

حارث نے حضرت ابومحیریز رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فارس ایک یا دو ضربیں ہی ہیں پھر اس کے بعد کبھی فارس نہ ہوگا، جبکہ روم کئی نسلوں پر مشتمل ہوگا۔ ایک نسل ہلاک ہوگی تو دوسری نسل آجائے گی وہ صحراء والے اور سمندر والے ہوں گے۔ افسوس آخری زمانہ پر ہے وہ تمہارے ساتھی ہیں جب تک زندگی میں بھلائی رہی۔"

امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارے لیے ایران اور روم کے خزانے کھول دیے جائیں گے اس وقت تم کون سی قوم ہوں گے؟" حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا: "ہم اسی طرح کہیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کے علاوہ بھی، تم باہم مقابلہ کرو گے، باہم حسد کرو گے، باہمی قطع تعلقی کرلو گے۔ باہم بغض رکھو گے۔"

نعیم بن حماد نے الفتن میں حضرت صفوان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میرے ساتھ فارس و روم کا وعدہ کیا ہے۔ ان کی خواتین اور بیٹوں کا وعدہ کیا ہے۔ ان کے اسلحہ اور خزانوں کا میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ اس نے حمیر کے ساتھ میری مدد کی ہے۔" حاکم نے "الکنیٰ" میں اور مستدرک نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان جزیرۃ العرب پر غالب آجائیں گے۔ وہ فارس پر غالب آجائیں گے۔

وہ روم پر غالب آجائیں گے۔ وہ کانے دجال پر غالب آجائیں گے۔

امام احمد، ابوداؤد، اور بغوی نے خثعم کے ایک شخص سے، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن مندہ اور ابونعیم نے المعرفۃ میں حضرت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے، نعیم بن حماد نے الفتن میں صفوان بن عمرو سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے دو خزانے عطا فرمائے ہیں۔(۱) فارس کا خزانہ۔(۲) روم کا خزانہ۔ دوسرے الفاظ میں ہے: "اس نے مجھے فارس، ان کی عورتیں، بیٹے، اسلحہ اوران کے اموال عطا کیے ہیں۔ اس نے مجھے روم، ان کی عورتیں، ان کا اسلحہ اور اموال عطا کر دیے ہیں اور حمیر کو میرا معاون بنایا ہے۔"

دوسرے الفاظ میں ہے: "اس نے میرے ساتھ فارس اور روم کا وعدہ کیا ہے۔ ان کی عورتوں، بیٹوں، اسلحہ، خزانوں کا میرے ساتھ وعدہ کیا ہے، اور حمیر سے میری مدد کی ہے۔" یا "اس نے حمیر کے ملوک کے ساتھ میری مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی سلطنت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مال سے لیں گے اور راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔"

نواں باب

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کی بشارت

امام احمد، شیخان اور ابن حبان نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور شیخان، ترمذی اور خطیب نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا جب قیصر ہلاک ہو جائے گا اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرو گے۔"

ابوداؤد طیالسی، مسلم، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کا ایک گروہ کسریٰ کے وہ خزانے فتح کرے گا جو قصر ابیض (White House) میں ہیں۔" میں اور میرے والد گرامی کو ان مجاہدین میں شامل ہونے کی سعادت ملی، ہمیں ان میں سے ایک ہزار دراہم ملے تھے۔"

حسن بن سفیان، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ۔ مجھے کسی چیز کی قلت سے زیادہ اس کی کثرت کے متعلق تمہارے بارے خدشہ ہے۔ بخدا! یہ معاملہ تم میں رہے گا، حتیٰ کہ تمہارے لیے ایران و روم اور حمیر کی سرزمین کو فتح کر دیا جائے گا، حتیٰ کہ لشکر تین ہو جائیں گے۔ ایک لشکر شام میں، دوسرا عراق میں اور تیسرا یمن میں ہوگا، حتیٰ کہ اگر ایک انسان کو اگر ایک سو دینار بھی دیے جائیں گے وہ پھر بھی

ناراض ہو جائے گا۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کسریٰ نہ ہو گا۔ قیصر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد قیصر نہ ہو گا۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرو گے۔" شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کسریٰ نہ ہو گا۔ قیصر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد قیصر نہ ہو گا۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے تصرف میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرو گے۔"

امام احمد، ابو یعلی اور الطبرانی نے عفیف الکندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مکہ مکرمہ گیا۔ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تا کہ ان کے ساتھ سودا کروں۔ میں ان کے پاس منیٰ میں تھا کہ قریب خیمے سے ایک (مبارک) شخص نکلا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ جب اس نے سورج کو ڈھلا ہوا دیکھا تو وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ میرے بھتیجے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور یہ ان کے چچا زاد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔ میرے بھتیجے کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے۔ ان کے معاملہ کی اتباع ان کی زوجہ نے اور چچا زاد بھائی نے کی ہے۔ ان کا گمان ہے کہ عنقریب قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے لیے وقف کر دیے جائیں گے۔"

دسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفائے ملوک اور امراء ہوں گے

امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب امراء ہوں گے، جنہیں تم جانو گے، تم انہیں عجیب سمجھو گے۔ جس نے ان کا انکار کر دیا۔ وہ بری ہو گا۔ جس نے ناپسند کیا وہ سلامتی پا گیا لیکن وبال اس پر ہے جس نے رغبت رکھی اور اتباع کر لی۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم ان کے ساتھ قتال نہ کریں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! جب تک وہ نماز پڑھیں۔"

امام نسائی نے عرفجہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد مصائب ہی مصائب ہوں گے۔ جس شخص کو تم دیکھو کہ اس نے جماعت کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے امر کو منتشر کرنا چاہتا ہو۔ خواہ وہ کون ہو تم اسے قتل کر دو۔ اللہ تعالیٰ کا دستِ تصرف جماعت پر ہے شیطان اس کے ساتھ ہے جس نے جماعت کو چھوڑ دیا۔ وہ

اس کے ساتھ دوڑتا ہے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد تم پر امراء ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسا حکم دیں گے جسے تم جانتے ہو گے۔ وہ ایسے اعمال کریں گے جنہیں تم عجیب سمجھو گے۔ وہ تمہارے ائمہ نہیں ہیں۔"

ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد امراء ہوں گے۔ وہ کہیں گے لیکن ان کا رد نہ کیا جائے گا۔ وہ آگ میں اس طرح پھینک دیئے جائیں گے جیسے بندر گھس جاتے ہیں۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت صالح رہے گی حتیٰ کہ بارہ خلفاء گزر جائیں گے وہ سارے قریش میں سے ہوں گے۔" ابو داؤد، طیالسی، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن خزیمہ، ابو عوانہ اور ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نماز کو وقت سے تاخیر سے پڑھیں گے۔" میں نے عرض کی: "آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "وقت پر نماز ادا کر لینا۔ اگر تم ان کے ساتھ نماز پالینا تو پڑھ لینا یہ تمہاری نفلی نماز ہو جائے گی۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور الضیاء نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب شاہانِ وقت تم پر ظلم کریں گے۔"

امام احمد، ابو داؤد، ابن سعد، رویانی اور الضیاء نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری حالت اس وقت کیا ہوگی جب میرے بعد حکمران اس مال فئے میں ترجیح دیں گے؟ میں نے عرض کی: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنی شمشیر اپنے کندھے پر رکھ لوں گا اس کے ساتھ شمشیر زنی کروں گا حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کر لوں؟" آپ نے فرمایا: "کیا میں اس سے بہتر چیز پر تمہاری راہ نمائی نہ کروں؟ تم صبر کرو حتیٰ کہ تم میرے ساتھ ملاقات کر لو۔"

ابن حبان اور البیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم پر ایسے والی مقرر کیے جائیں گے جو وقت پر نماز ادا نہ کریں گے۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "وقت پر نماز ادا کر لینا اور ان کے ہمراہ اپنی نماز کو نفل بنا لینا۔"

الطبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے چھ امور سے

تمہارے بارے خطرہ ہے۔(۱) احمقوں کی امارت (۲) خونریزی (۳) فیصلے فروخت کرنا (۴) قطع رحمی (۵) لوگ قرآن پاک کو مزامیر بنالیں گے اور (۶) سپاہیوں کی کثرت۔

ابوداؤد، امام احمد، نعیم بن حماد، ابویعلی، بغوی، ابن حبان، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابونعیم نے فضائل صحابہ میں الطبرانی نے الکبیر میں حضور اکرم ﷺ کے غلام سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان کا اسم گرامی رومان تھا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور جانِ عالم ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت کا دور دورہ ہوگا۔"

گیارھواں باب

خلفاء اربعہ کے بارے آگاہ فرمانا

ابویعلی، حارث بن ابی اسامہ، حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) بیہقی اور ابونعیم نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ عالم ﷺ نے مسجد تعمیر کی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے۔ انہوں نے اسے رکھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر رکھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر رکھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے بعد امر کے والی یہی ہوں گے۔"

ابویعلی، حاکم اور ابونعیم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے حضور اکرم ﷺ نے پہلا پتھر رکھا، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے۔"

ابونعیم نے حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ کے ساتھ حضرات صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ مسجد قباء کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مسجد قباء کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ یہ تینوں حضرات قدسیہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ میرے بعد خلافت کے والی ہوں گے۔"

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آج رات ایک صالح شخص نے خواب دیکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب ہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے اٹھے تو ہم نے کہا: "عبد صالح سے مراد حضور

اکرم ﷺ ہیں، اور یہ جس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں خلافت کا معاملہ اسی طرح ہوگا۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔"

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد آنے والوں میں سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرو۔" حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خود کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس سے اتنا پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر وہ ڈول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے۔ ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ رب تعالیٰ انہیں معاف کرے۔ وہ ڈول بڑا ہو گیا، پھر اسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا میں نے کسی جوان کو اس طرح ڈول نکالتے ہوئے نہ دیکھا تھا حتیٰ کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کرا کر بٹھا دیا۔" اس روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ مذکورہ ضعف سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کی کمی اور ان کا جلد وصال کر جانا ہے۔"

الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تمہیں امیر بنایا جائے گا، تم خلیفہ بنو گے، تمہیں شہید کر دیا جائے گا۔ یہ خون مبارک کی رنگت ادھر سے لے کر ادھر تک ہوگی۔" یعنی ریش مبارک سے لے کر سر اقدس تک۔" امام حاکم نے حضرت ثور بن مجزاہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں جنگ جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ ان پر نزع کا عالم تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا: "تمہارا تعلق کس کے ساتھ ہے؟" میں نے عرض کی: "امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ۔" انہوں نے فرمایا: "اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کر لوں۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ انہوں نے میری بیعت کر لی پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ اکبر! حضور اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ نے انکار فرما دیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں مگر ان کی گردن میں میری بیعت ہو۔"

بارھواں باب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے بارے خبر

الدیلمی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا: "شب و روز کا سلسلہ جاری

رہے گا حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے۔"

ابن عساکر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد تم میری امت کے امور کے والی ہوں گے۔ جب اس منصب پر فائز ہو جاؤ تو ان کے محسن سے قبول کر لینا اور ان کے برے سے تجاوز کرنا۔"

امام بیہقی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے خلافت کے معاملہ پر ابھارا۔ "معاویہ! اگر تم مسند اقتدار پر بیٹھو تو احسان کرنا۔"

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں عبد الملک بن عمیر کی سند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں لگا تار خلافت میں طمع کرتا رہا جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: "اگر تم مسند اقتدار پر بیٹھو تو احسان کرنا۔"

امام بیہقی نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے برتن پکڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ نے فرمایا: "معاویہ! جب تم مسلمانوں کے امر کے والی بنو تو رب تعالیٰ سے ڈرنا، عدل کرنا۔" میں لگا تار گمان کرتا رہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے مجھے کسی عمل سے آزمایا جائے گا۔"

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "معاویہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ عدل کرنا جب تمہیں مسلمانوں کے امر کا والی بنا دیا جائے۔" میں لگا تار یہ گمان کرتا رہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے مجھے کسی عمل سے آزمایا جائے گا۔"

راشد بن سعد نے آن سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اگر تم نے لوگوں کی لغزشوں کا تعاقب کیا تو تم نے انہیں خراب کر دیا۔ یا قریب ہے کہ تم انہیں خراب کر دو۔"

الطبرانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ یعنی خلافت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو قمیص پہنائے گا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! اس میں فسادات، فسادات اور فسادات ہوں گے۔"

ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "معاویہ! اللہ تعالیٰ تمہیں اس امت کے معاملات کا والی بنائے گا۔ ذرا دیکھنا کہ تم کیا کرنے لگو۔" حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو یہ عطا کرے گا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! لیکن اس میں فسادات، فسادات اور فسادات ہوں گے۔"

ابن عساکر نے حضرت حسن کی سند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میرے بعد میرے معاملہ کے والی بنو گے۔ جب اس طرح ہو تو ان کے محسن سے قبول کر لینا اور ان کے برے سے تجاوز کرنا۔" میں اقتدار کی امید کرتا رہا حتیٰ کہ میں اس مقام پر کھڑا ہو گیا۔"

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ دعا کی: "مولا! اسے کتاب کی تعلیم دے۔ شہروں میں اسے تسلط عطا کر، اسے عذاب سے بچا۔"

ابن عساکر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "میرے ساتھ زور آزمائی کریں۔" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ فرمایا: "میں تمہارے ساتھ زور آزمائی کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "معاویہ کبھی مغلوب نہ ہو سکے گا۔" انہوں نے اعرابی کو پچھاڑ دیا۔ جب صفین کا دن آیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم مجھے اس روایت کے بارے بتا دیتے تو میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال نہ کرتا۔"

تیرھواں باب

یزید کی حکومت کے بارے میں خبر

حارث، ابن منیع، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن عساکر اور ابویعلی نے (اس کی سند میں انقطاع ہے) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس امت کا معاملہ عدل پر مبنی رہے گا، حتیٰ کہ بنوامیہ میں سے ایک شخص اس میں رخنہ ڈالے گا جس کا نام یزید ہوگا۔"

ابن ابی شیبہ اور ابویعلی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ "وہ پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنوامیہ میں سے ایک شخص ہوگا۔" حاکم نے بنومغیرہ کی ایک عورت فاطمہ سے روایت کیا ہے۔ اس نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا تم کتاب میں یزید بن معاویہ کا ذکر پاتے ہو؟" انہوں نے فرمایا: "میں اسے اس کے نام سے نہیں پاتا لیکن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسل میں ایک شخص کو پاتا ہوں جو خون ریزی کرے گا۔ اموال کو حلال سمجھے گا۔ بیت اللہ ایک ایک پتھر کر کے کم ہو جائے گا اگر اس طرح ہوا اور میں زندہ رہا تو بہتر ورنہ مجھے یاد کرا دینا۔" ابن حویرث نے لکھا ہے۔ "اس کا گھر کوہ ابی قبیس پر تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج کا دور آیا۔ میں نے خانہ کعبہ کو سمٹتے ہوئے دیکھا۔ اس عورت نے کہا: "اللہ تعالیٰ ابن عمرو پر رحم کرے۔ وہ ہمیں یہ روایت بیان کرتے تھے۔"

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یزید! اللہ تعالیٰ اسے بابرکت نہ کرے۔ وہ بہت زیادہ لعن طعن کرنے والا ہوگا۔ مجھے میرے پیارے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی ہے۔ ان کی شہادت گاہ کی مٹی بھی میرے پاس لائی گئی ہے۔ میں نے ان کے قاتل کو بھی دیکھا ہے۔ وہ

جس قوم کے سامنے شہید کیے گئے انہوں نے ان کی مدد نہ کی تو رب تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"
ابو یعلی، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن عساکر (اس کی سند میں انقطاع ہے) نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ دین حق پر مبنی بر عدل رہے گا، حتیٰ کہ اس میں بنو امیہ کا ایک شخص رخنہ ڈالے گا جسے یزید کہا جائے گا۔"

چودھواں باب

بنو امیہ کی سلطنت کے بارے بتانا

ابن عساکر نے حضرت صخرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی خدمت میں مروان بن حکم کو پیش کیا گیا۔ وہ نو مولود تھا، تاکہ آپ اسے گھٹی دیں، مگر آپ نے اسے گھٹی نہ دی۔ آپ نے فرمایا: "اس سے اور اس کی اولاد سے میری امت کے لیے ہلاکت ہے۔"
انہوں نے صالح بن ابی صالح سے اور انہوں نے نافع بن جبیر سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حکم بن عاص کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "میری امت اس سے ہلاک ہوگی جو اس کے صلب میں ہے۔"
الطبرانی نے الکبیر میں، البیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابو یعلی اور الطبرانی نے الکبیر میں، الحاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے، دار قطنی اور حاکم نے سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن عساکر نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب بنو الحکم (یا بنو ابی العاص یا بنو امیہ) کی تعداد تیس ہو جائے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو غلام بنا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اموال کو ذاتی دولت بنا لیں گے۔" "وہ کتاب الٰہی کے ساتھ مکر و فریب کریں گے۔" یا "وہ رب تعالیٰ کے دین کو آمدنی کا ذریعہ بنا لیں گے۔"
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "جب ان کی تعداد چار سو ننانوے ہوگی تو ان کی ہلاکت کھجور کے چبانے سے قبل ہو جائے گی۔"
ایک روایت میں ہے: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "بخدا! ہاں!" مروان نے اسے

ضروری کام کہا۔ مروان نے عبدالملک کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اس نے ان سے اس کے متعلق گفتگو کی۔ جب عبدالملک جانے لگا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: "چار جابرین کا باپ۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں! بخدا!"

الحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے خواب میں بنوحکم بن ابی العاص کو دیکھا۔ وہ بندروں کی طرح میرے منبر پر اچھل رہے تھے۔"

امام بیہقی نے الدلائل میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت لکھی ہے: "حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوحکم کو دیکھا وہ آپ کے منبر پر کود رہے تھے۔ صبح وقت گویا کہ آپ ناراض تھے۔ اس کے بعد آپ کو خوش وخرم نہ دیکھا گیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔"

الطبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے بنو مروان کو دیکھا۔ وہ میرا منبر استعمال کر رہے تھے، مجھے یہ بات ناگوار گزری۔ میں نے بنوعباس کو دیکھا۔ وہ میرا منبر استعمال کر رہے تھے۔ اس بات نے مجھے خوش کر دیا۔" ایک روایت میں بنوعباس کی جگہ بنوہاشم کا ذکر ہے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم سے فرمایا: "یہ عنقریب کتاب اللہ کی مخالفت کرے گا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرے گا۔ اس کی صلب سے ایسا فتنہ نکلے گا جس کا دھواں آسمان تک جائے گا تم میں بعض اس روز اس کے ساتھی ہوں گے۔"

الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خلافت بنوامیہ میں رہے گی۔ وہ اسے یوں اچک لیں گے جیسے گیند اچک لیا جاتا ہے۔ جب اسے ان سے چھین لیا جائے گا تو زندگی میں کوئی بھلائی نہ رہے گی۔"

پندرھواں باب

بنوعباس کی سلطنت کے بارے میں بتانا

امام احمد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "زمانہ کے انقطاع کے وقت میرے اہل بیت سے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔" دوسری روایت میں ہے: "اسے السفاح کہا جائے گا۔ اس کی عطا بہت زیادہ مال ہوگا۔" امام بیہقی اور ابونعیم نے "الدلائل" میں خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہم میں سفاح ہوگا، ہم میں منصور ہوگا اور ہم میں مہدی ہوگا۔“

خطیب، بیہقی اور ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، خطیب نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہم میں قائم ہوگا۔ ہم میں سے منصور ہوگا۔ ہم میں سے سفاح ہوگا۔ ہم میں سے مہدی ہوگا۔ قائم کے پاس خلافت آئے گی اس وقت تھوڑا سا خون بھی نہ بہے گا۔ منصور کے لیے جھنڈا نہ لوٹایا جائے گا لیکن سفاح مال اور خون کو بہائے گا۔ مہدی زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ پہلے ظلم سے بھری ہوگی۔“

دارقطنی نے الافراد میں، ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”حضرت عباس کی اولاد میں سے بادشاہ ہوں گے جو میری امت کے معاملہ کو محکم کریں گے ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ عطا کرے گا۔“

خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”عباس رضی اللہ عنہ! تم میرے چچا اور میرے والد گرامی کے بھائی ہو۔ میں اپنے اہلِ خانہ میں جسے چھوڑ کر جاؤں گا تم ان سے بہترین ہو۔ ۱۳۵ھ کا سال آپ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے ہوگا۔ ان میں سے سفاح، منصور اور مہدی ہوگا۔“

دارقطنی نے الافراد میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”عباس رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کی ابتداء مجھ سے کی۔ اس کا اختتام تمہاری اولاد میں سے ایک شخص پر کرے گا۔ جو اسے اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے یہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔“

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”مجھے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا: ”تمہارے صدفِ بطن میں بچہ ہے۔ جب یہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے آنا۔“ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ قریش نے باہم معاہدہ کیا ہے کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں گے۔“ آپ نے فرمایا: ”اسی طرح ہوگا جس طرح میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔“ انہوں نے فرمایا: ”جب میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو میں اسے آپ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی۔ بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا۔ فرمایا: ”خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔“ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”بات اسی طرح ہے جیسے میں نے تمہیں بتایا ہے یہ ابوالخلفاء ہے حتیٰ کہ ان میں سفاح ہوگا، حتیٰ کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔ ان میں سے وہ شخص ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔“

سولہواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتا دینا کہ ترک کے ساتھ جنگ ہوگی وہ قریش سے امر چھین لیں گے جبکہ قریش دین کو قائم نہ رکھ سکیں گے

حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی قوم آئے گی جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی چہرے چپٹے ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے ڈھال ہوں۔ وہ شیخ درخت کے اگنے کی جگہوں پر اہلِ اسلام سے جنگ کریں گے،گویا کہ میں انہیں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے مسجد کے ستونوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو باندھ رکھا ہے۔ عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ترک''

ابن ابی شیبہ، شیخان، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مسلمان اہلِ ترک کے ساتھ جنگ کریں گے۔ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے۔ ناکیں چپٹی ہوں گی،گویا کہ ان کے چہرے تہ در تہ ڈھال ہوں گے۔'' دوسری روایت میں ہے ''اس قوم کے چہرے گویا کہ تہ در تہ ڈھالیں ہوں وہ بال پہنیں گے۔ بالوں میں چلیں گے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔ تم میں سے کسی ایک پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ میرا دیدار اسے اپنے اہل اور مال سے پسندیدہ ہوگا۔''

امام احمد، بزار اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: ''میری امت کو ایسی قوم ہانکے گی جن کے چہرے چوڑے اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ ان کے چہرے گویا کہ تہ در تہ تین ڈھالیں ہوں۔ وہ جزیرۂ عرب میں ان کے ساتھ نبرد آزما ہوں گے۔ ایک گروہ بھاگ کر ان سے نجات پالے گا۔ دوسرے گروہ کے کچھ افراد ہلاک ہو جائیں گے اور کچھ بچ جائیں گے۔ تیسرا گروہ ان کے بقیہ سے صلح کر لے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''ترک۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ مسلمانوں کے ستونوں کے ساتھ ان کے گھوڑے باندھے جائیں گے۔''

ابویعلیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: ''ترک عرب پر غالب آجائیں گے۔ وہ شیخ اور قیصوم کے اگنے کی جگہوں پر ان کے ساتھ نبرد آزما ہوں

گے۔ الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اہلِ ترک کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں بنو قنطوراء وہ پہلے افراد ہوں گے۔ جو میری امت سے ان کا ملک اور وہ شے چھین لیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخشی ہوں گی۔“

الطبرانی اور حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ترک تمہارے پاس ایسے غیر عربی گھوڑوں پر آئے ہیں۔ جن کے کان سرخ ہیں، حتیٰ کہ انہوں نے انہیں فرات کے کنارے کے ساتھ باندھ دیا ہے۔“ ابونعیم نے حضرت بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ایک جگہ ہے جسے بصرہ یا بصیرہ کہا جاتا ہے۔ مسلمان وہاں بسیرا کرلیں گے۔ ان کے پاس ایک نہر ہوگی جسے دجلہ کہا جائے گا۔ ان کے لیے ان پر پل ہوگا۔ وہاں کے باشندے کثیر ہو جائیں گے۔ آخری زمانہ میں وہ ایک سمت چلیں گے وہ دیکھیں گے تو انہیں چوڑے چہرے والے اور چھوٹی آنکھیں والے لوگ نظر آئیں گے، حتیٰ کہ وہ دریا کے کنارے اتریں گے۔ اس وقت لوگ متفرق فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گا۔ ایک گروہ اپنی اصل کے ساتھ مل جائے گا۔ وہ ہلاک ہو جائے گا دوسرا گروہ اپنے آپ کی پرواہ کرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے۔ ایک گروہ سخت قتال کرے گا۔ رب تعالیٰ بقیہ پر انہیں فتح کردے گا۔“

سترھواں باب

ملک حاصل کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے

ابن ابی شیبہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میرے بعد ایسی قوم آئے گی جو حصولِ مملکت کے لیے ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔“

اٹھارھواں باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالاشہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے مزینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے ایک کپڑا پہنا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: ”کیا یہ نیا ہے یا دھلا ہوا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”دھلا ہوا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”عمر! نئے کپڑے پہنو، قابل ستائش زندگی بسر کرو

اور شہادت سے سرفراز ہو جاؤ۔" یہ روایت مرسل ہے۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ بزار نے اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوہ احد لرز اٹھا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم جلوہ افروز تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احد! ٹھہر جا۔ تم پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید جلوہ فرما ہیں۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی باغ میں تشریف فرما تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: "انہیں اذن دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: "انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو" پھر حضرت عثمان ذوالنورین نے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: "انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔"

انیسواں باب

حضرت ثابت بن قیس کی سعادت مندی

الطبرانی نے ایسی اسناد سے روایت کیا ہے جن کے طرق عمدہ ہیں۔ جب یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ (لقمان:۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی گھمنڈ کرنے والے کو، فخر کرنے والے کو۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (الحجرات:۲)

ترجمہ: نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ (الحجرات:۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔

تو یہ آیات طیبات حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر بڑی گراں گزریں۔ انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ وہ مسلسل رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو پوچھا: "کیوں رو رہے ہو؟" انہوں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ انہوں نے یہ صورت حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دی۔ آپ نے حضرت ثابت کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں یاد فرمالیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے خدشہ ہے کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں۔" آپ نے پوچھا: "کیوں؟" انہوں

نے عرض کی: "رب تعالیٰ نے تکبر سے منع کیا ہے لیکن میں خود کو پاتا ہوں کہ میں اونٹوں سے محبت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ آپ کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں۔ میں بلند آواز شخص ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ثابت رضی اللہ عنہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم قابل ستائش زندگی بسر کرو تمہیں شہادت کی وفات ملے اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "میں حضور اکرم ﷺ کی بشارت پر راضی ہوں۔" جب مسلمان اہل ردہ، یمامہ اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ قتال کے لیے نکلے تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ نکلے۔ مسلمان مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو تین بار شکست دے دی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح جہاد نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لیے گڑھا کھودا۔ اس میں داخل ہو گئے۔ جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ایک مسلمان نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "کل جب میں شہید ہو گیا تھا، تو ایک مسلمان شخص میرے پاس سے گزرا۔ اس نے مجھ سے نفیس زرہ اتار لی۔ اس کا خیمہ لشکر کے آخری حصے میں ہے۔ اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا ہے جو لاً دوڑ رہا ہے۔ اس نے زرہ پر ہنڈیا کو اوندھا رکھا ہے۔ ہنڈیا کے اوپر اس نے کجاوہ رکھا ہے، تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جانا۔ وہ کسی شخص کو میری زرہ لانے کے لیے بھیجیں۔ وہ اسے لے لیں۔ جب خلیفہ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس جانا تو انہیں بتا دینا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ میرا اتنا اتنا مال ہے۔ میرا فلاں غلام آزاد ہے، اسے محض خواب نہ سمجھنا کہ تم اسے ضائع کر دو۔" وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے اس زرہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسے اسی طرح پایا۔ جیسے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ وہ شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے ان کے وصال کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کیا۔ ہم حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتے کہ وصال کے بعد جن کی وصیت کو جائز سمجھا گیا ہو۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (یہ صحیح میں بھی ہے) زرہ کے قصہ کے علاوہ اسے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ یمامہ کے دن آئے۔ انہوں نے کفن پھیلا رکھا تھا خوشبو لگا رکھی تھی، پھر یوں عرض کی: "مولا! جو کچھ یہ لے کر آئے ہیں۔ میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے میں اس سے معذرت کرتا ہوں۔" وہ شہید ہو گئے۔ ان کی ایک زرہ تھی جو چوری ہو گئی۔ ایک شخص نے انہیں خواب میں دیکھا۔ انہوں نے اسے کہا: "میری زرہ ہنڈیا میں ہے وہ فلاں جگہ چولہے کے نیچے ہے۔ وہ فلاں جگہ ہے۔" انہوں نے اسے وصیتیں کیں۔ انہوں نے ان کی زرہ تلاش کی۔ انہوں نے اسے پا لیا اور ان کی وصیتوں کو نافذ کر دیا۔" الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ۱۲ھ کو یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

بیسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتا دینا کہ آپ کے بعد ارتداد ہو گا

امام احمد، شیخان، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن حبان نے حضرت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، بخاری، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، بخاری، نسائی نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے، بخاری اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو سعید سے اور ابو امامہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے، دارقطنی نے الافراد میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو" امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "کسی شخص کو اس کے باپ کی جنایت کے بدلے جرم میں نہ پکڑا جائے، نہ ہی اسے اس کے بھائی کے جرم کے بدلے میں پکڑا جائے۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے حتیٰ کہ وہ بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بعض لوگوں کو میرے حوض سے اس طرح ہانک دیا جائے گا جیسے آوارہ اونٹوں کو ہانک دیا جاتا ہے۔ میں انہیں آواز دوں گا۔ "آجاؤ۔" مجھے بتایا جائے گا۔ انہوں نے آپ کے بعد (دین حق کو) تبدیل کر دیا تھا۔" میں انہیں کہوں گا "دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔"

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے کچھ افراد کو لایا جائے گا۔ انہیں بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا جائے گا۔" میں کہوں گا۔ "یہ میرے ساتھی ہیں۔" بتایا جائے گا۔ "آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسے حوادث نمودار کیے تھے۔" میں اسی طرح کہوں گا جیسے عبد صالح نے کہا تھا:

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ
(المائدہ:۱۱۷)

ترجمہ: اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی نگران تھا ان پر۔

بتایا جائے گا: "جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو کر واپس لوٹ گئے تھے۔"

اکیسواں باب

جزیرۂ عرب میں بتوں کی پوجا کبھی نہ کی جائے گی

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اب اس کی پوجا ہو لیکن وہ ان کے مابین لڑائی جھگڑا کرے گا۔''

بائیسواں باب

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ عنقریب عمدہ جگہ پر کھڑے ہوں گے

حاکم، بیہقی نے سفیان بن عیینہ کی سند سے، حسن بن محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں سہیل کے سامنے کے دو دانت اکھیڑ دیتا ہوں یہ کبھی بھی اپنی قوم میں خطبہ کے لیے نہ اٹھ سکے گا۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو شاید یہ تمہیں کسی روز خوش کر دے۔'' حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اہلِ مکہ نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو حضرت سہیل رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے پاس ہو گئے۔ انہوں نے کہا: ''جس کے معبود محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے تو آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندۂ جاوید ہے اسے موت نہیں۔''

یونس بن بکیر نے مغازی میں اور ابن سعد نے ابن اسحاق کی سند سے محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کیا ہے کہ جب سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قیدی بنا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ میں اس کے سامنے کے دو دانت اکھیڑ دیتا ہوں۔ اس کی زبان باہر نکل آئے گی۔ یہ کبھی بھی تقریر نہ کر سکے گا۔'' سہیل کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں مثلہ نہیں کروں گا، ورنہ رب تعالیٰ میرا مثلہ کر دے گا۔ اگر میں نبی ہوں شاید یہ کسی روز ایسی جگہ پر کھڑا ہو کہ تم اسے ناپسند نہ کرو۔''

ابن سعد نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے ابو عمرو بن عدی بن حمراء خزاعی کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو میں نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے ہمیں اسی طرح کا خطبہ دیا جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں خطبہ دیا تھا گویا کہ انہوں نے اسے سن لیا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ آپ کی اس وقت

مراد یہی تھی جب آپ نے مجھے فرمایا تھا: "شاید سہیل کسی روز ایسی جگہ کھڑا ہو کہ تمہیں ناپسند نہ لگے۔" محاملی نے اس روایت کو "فوائد" میں سعید بن ابی ہند سے، حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

تئیسواں باب

اگر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ کے لیے قسم دیں تو وہ اسے پورا کر دے گا

امام ترمذی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کتنے ہی کمزور اور جنہیں کمزور سمجھا جاتا ہے وہ بوسیدہ کپڑوں والے ہوتے ہیں۔ اگر وہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھالیں تو رب تعالیٰ اسے پوری فرما دیتا ہے ان میں سے ایک حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔" حضرت براء رضی اللہ عنہ ایک لشکر میں تھے۔ مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ مسلمانوں نے انہیں کہا: "براء! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر تم رب تعالیٰ کے لیے قسم اٹھا دو کہ وہ اسے پوری کر دیتا ہے۔" اپنے رب تعالیٰ کے لیے قسم اٹھائیں۔" انہوں نے کہا: "مولا! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو ان کے کندھے ہمیں دے دے۔" دشمن کو فوراً شکست ہوگئی، پھر سوس کے پل پر دشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ دشمن کو شکست دے دے۔ مجھے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا دے۔" پھر مسلمانوں نے حملہ کر دیا اہلِ ایران کو شکست ہوگئی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔"

چوبیسواں باب

اقرع بن شفی رضی اللہ عنہ زمین فلسطین میں ٹیلے پر دفن ہوں گے

الطبرانی، ابن سکن (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابن مندہ، ابونعیم نے المعرفہ میں اور ابن عساکر نے اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مریض تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس مرض سے مرنا نہیں چاہتا۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! تم زندہ رہو گے، تم سرزمین شام کی طرف جاؤ گے، وہاں تمہارا وصال ہوگا۔ سرزمین فلسطین میں ربوہ (ٹیلے) پر تمہاری تدفین ہوگی۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا وصال ہوگیا۔ الرملہ کے مقام پر دفن ہوئے۔"

ابن ابی حاتم، ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت مرہ البہزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ''ربوہ کے مقام پر تمہارا وصال ہوگا۔ الرملہ کے مقام پر اس کا انتقال ہوا۔

پچیسواں باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محدثین میں سے ہیں

امام احمد، امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، شیخان، ترمذی اور نسائی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سابقہ امتوں میں محدثین تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔'' ایک روایت میں صرف ''عمر'' کا ذکر ہے۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا۔ اس کی امت میں محدث تھا۔ اگر کوئی میری امت میں محدث ہے تو وہ عمر ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! محدث کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی زبان پر ملائکہ محو گفتگو ہوتے ہیں۔''

انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو نبی بھی مبعوث کیا گیا اس میں ایک یا دو معلم ہوتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر فاروق ہے۔''

الطبرانی نے الاوسط میں اور البیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہمیں شک نہ تھا ہم بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے کہ سکینہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے محو گفتگو ہوتی تھی۔'' امام بیہقی نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم کہتے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرشتے کی زبان سے محو گفتگو ہوتے تھے۔''

امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں جب بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنتا کہ میرا گمان ہے کہ یہ اس طرح اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جیسے وہ گمان کرتے تھے۔

چھبیسواں باب

سب سے پہلے وصال فرمانے والی زوجہ کریمہ

تمام اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نور نظر! فاطمہ! تم سب

سے پہلے میرے اہلِ بیت میں سے مجھے ملوگی، پھر میری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے مجھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ملیں گی۔ وہ ان سب سے زیادہ سخی ہیں۔" (ان کے ہاتھ ان تمام کے ہاتھوں سے طویل ہیں)

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے تم میں سے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔" وہ پیمائش کرنے لگیں کہ ان میں سے لمبا ہاتھ کس کا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی تھیں اور صدقہ کرتی تھیں۔" اسے امام شعبی نے مرسل روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ان سے یہی روایت کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: "ہم میں سے سب سے پہلے آپ کو کون ملے گی؟" آپ نے فرمایا: "جس کے ہاتھ تم سب سے لمبے ہیں۔" انہوں نے ایک لکڑی لی اور اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ ہم سب سے لمبے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا، تو آپ کے فوراً بعد حضرت سودہ بنت زمعہ کا وصال ہوا۔ ہم نے سمجھ لیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے صدقہ بہت زیادہ دیتی تھیں۔ وہ صدقہ سے محبت کرتی تھیں۔

تنبیہ

یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جسے امام مسلم اور شعبی نے روایت کیا ہے کیونکہ ان میں منافات ہے کیونکہ ہاتھوں کی طوالت سے طولت معنوی مراد ہے، جبکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ان کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں سے لمبے تھے۔" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد طول حسّی ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے: "حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ صدقہ کرتی تھیں اور وہ ہی سب سے پہلے آپ کو ملیں۔"

ستائیسواں باب

مصاحف کی کتابت کی خبر

ابن عساکر نے حضرت لقیط الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوائے تو انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "تمہاری رائے صحیح ہے، تمہیں توفیق عنایت کی گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میری امت میں سے وہ قوم مجھ سے شدید محبت کرے گی۔ جو میرے بعد آئے گی۔ وہ مجھ پر ایمان لائے گی۔ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا، اور جو کچھ معلق ورق (معلق صحیفہ) میں ہوگا اسے پڑھے گی۔" میں نے کہا: "اس ورق سے کیا مراد ہے؟ حتیٰ کہ میں نے مصاحف دیکھے۔" حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس امر کو عجیب

سمجھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دس ہزار (دراہم) دینے کا حکم دیا۔ فرمایا: "بخدا! میں نہیں جانتا تھا کہ تم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک ہم سے روکے رکھو گے۔"

اٹھائیسواں باب

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق آگاہ فرمانا

العقیلی نے "الضعفاء" میں امام احمد، مسلم، حاکم اور ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صادق ومصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے پاس اویس بن عامر رضی اللہ عنہ یمن کے لوگوں کے گروہوں کے ساتھ آئیں گے۔ ان کا تعلق مراد سے پھر قرن سے ہوگا۔ وہ برص کے مرض میں مبتلا تھے۔ وہ اس سے شفاء یاب ہو گئے سوائے ایک درہم کی جگہ کے، ان کی والدہ ہے۔ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے قسم دے دیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کر دے گا۔ اگر تم میں طاقت ہو تو ان سے اپنی بخشش کی دعا کروانا۔"

امام مسلم کے الفاظ ہیں: "خیر التابعین وہ شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ ہیں وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ اگر وہ رب تعالیٰ کو قسم دے دیتے ہیں تو رب تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے ان کے جسم پر سفیدی ہے۔ انہیں حکم دینا کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کریں۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ وہ گھر سے باہر نہیں نکلتا کیونکہ اس کی ضعیف والدہ ہے۔ انہیں برص تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ ان کا یہ مرض ختم کر دے۔ ان کا یہ مرض ختم ہو گیا سوائے ایک دینار یا درہم کے۔ تم میں سے جو انہیں ملے وہ ان سے بخشش کے لیے دعا کرائے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "عنقریب میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا، جیسے اویس بن عبداللہ القرنی رضی اللہ عنہ کہا جائے گا۔ ان کی شفاعت سے میری امت کے ربیعہ اور مضر جتنے لوگ بخشے جائیں گے۔" ابو یعلی اور البیہقی نے ایک اور سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تابعین میں سے ایک شخص ہوگا جسے اویس بن عامر رضی اللہ عنہ کہا جائے گا۔ انہیں برص کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ وہ رب تعالیٰ سے دعا کریں گے تو ان کا وہ مرض ختم ہو جائے گا۔ وہ یہ دعا مانگیں گے۔ "مولا! میرے جسم میں اتنا داغ باقی رہنے دے جس سے مجھے تیری یہ نعمت یاد آتی رہے۔" ان کا اتنا داغ باقی رہے گا۔ جس سے وہ اپنے رب تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرتے رہیں گے۔ جس میں یہ استطاعت ہو کہ ان سے بخشش کی دعا کرا سکے تو وہ ان سے بخشش کی دعا ضرور کرائے۔"

ابن سعد اور حاکم نے اسید بن جابر کی سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اویس

قرنی رضی اللہ عنہ سے کہا: "میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" انہوں نے کہا: "میں تمہارے لیے کیسے مغفرت طلب کروں حالانکہ آپ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تابعین میں سے بہترین شخص وہ ہے جسے اویس قرنی کہا جاتا ہے۔"

حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابن عساکر نے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تابعین میں سے بہترین اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔" امام مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیر التابعین ایک شخص ہے جس کا تعلق قرن سے ہے۔ اسے اویس قرنی کہا جاتا ہے۔ اس کی والدہ ماجدہ ہے جس کے ساتھ وہ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ وہ برص کے مرض میں مبتلا تھے۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ یہ مرض ختم کر دے۔ ان کا یہ سارا مرض ختم ہوگیا صرف ناف کے پاس درہم کے برابر داغ رہ گیا۔"

ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جسے اویس کہا جائے گا۔ وہ برص کے مرض میں مبتلاء ہوا۔ اس نے رب تعالیٰ سے التماس کی تو ان کا وہ مرض ختم ہوگیا تم میں سے جو اسے ملے اس سے کہے کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرے۔"

ابن سعد اور حاکم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اہلِ شام میں سے ایک شخص نے یومِ صفین سے کہا: "کیا تم میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" اس شخص نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تابعین میں سے بہترین اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔" پھر اس نے اپنی سواری کو مارا اور ان میں داخل ہوگیا۔"

انتیسواں باب

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات بتادینا

احمد بن منیع، ابن حبان، نسائی نے الکبریٰ میں، ابن ماجہ نے مختصر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوذر رضی اللہ عنہ! اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ طیبہ سے نکال دیا جائے گا۔" انہوں نے عرض کی: "وسعت اور گنجائش ہے میں مکہ مکرمہ چلا جاؤں گا میں مکہ مکرمہ کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر بن جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "ابوذر! تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں مکہ مکرمہ سے بھی نکال دیا جائے گا؟" انہوں نے عرض کی: "وسعت اور گنجائش ہے میں سرزمین شام اور ارضِ مقدسہ کی طرف چلا جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "جب تمہیں شام سے بھی نکال دیا جائے گا تو تم کیا کرو

گے؟" انہوں نے عرض کی: "میں اپنے کندھے پر تلوار رکھ لوں گا اور قتال کروں گا حتیٰ کہ میں شہید ہو جاؤں۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس سے بہتر کے بارے نہ بتاؤں۔ سنو اور اطاعت کرو خواہ (امیر) حبشی غلام ہی ہو۔"

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ مسجد میں سو رہا تھا۔ آپ باہر سے تشریف لائے مجھے ٹانگ مبارک لگائی اور فرمایا: "میں تمہیں اس میں سویا ہوا نہ دیکھوں؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "اس وقت تمہاری حالت کیا ہو گی جب تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا؟" انہوں نے عرض کی: "میں شام اور ارضِ مقدسہ کی طرف نکل جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "جب تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا جائے گا تو پھر کیا کرو گے؟" انہوں نے عرض کی: "میں اپنی تلوار سے شمشیر زنی کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہاری راہ نمائی اس سے عمدہ چیز کی طرف نہ کروں۔ جو ہدایت کے قریب ہو۔ سنو اور اطاعت کرو۔ وہ تمہیں جہاں چاہیں ہانک کر لے جائیں۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میں رب تعالیٰ سے ملاقات کرلوں گا۔ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بات غور سے سنوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔"

امام احمد اور اسحاق نے القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابوذر الربذہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے ساتھیوں کو وصیت کی: "مجھے غسل دینا، کفن دینا پھر مجھے عام رستے پر رکھ دینا۔ پہلا وہ کارواں جو تمہارے پاس سے گزرے اسے کہنا: "یہ صحابئ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوذر ہیں۔ ان کے غسل اور دفن میں ہماری مدد کرو۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراق کے کارواں کے ہمراہ آئے۔ جنازہ عام شاہراہ پر رکھا ہوا تھا۔ ایک لڑکا اٹھا۔ اس نے کہا: "یہ صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر ہیں۔" یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تم تنہا چلو گے۔ عالم تنہائی میں تمہارا وصال ہو گا۔ تنہا ہی تمہیں اٹھایا جائے گا۔"

امام احمد نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ابراہیم بن الاشتر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آ گیا۔ اس وقت وہ الربذہ میں تھا۔ ان کی زوجہ رونے لگی۔ انہوں نے پوچھا: "تم کس لیے رو رہی ہو؟" انہوں نے کہا: "میں کیوں نہ روؤں۔ چٹیل میدان میں تمہارا وصال ہو رہا ہے۔ میرے پاس تو کپڑا بھی نہیں جس میں آپ کو کفن دے سکوں۔" انہوں نے فرمایا: رہنے دو۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے ایک شخص چٹیل میدان میں وصال کرے گا۔ اہلِ ایمان کا ایک گروہ اس کی نماز جنازہ ادا کرے گا۔" اس محفل میں جو بھی موجود تھے سب کا وصال ہو چکا ہے ہر کوئی لوگوں میں اور بستیوں میں وصال کر چکا ہے۔ میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ میں اس میدان میں آیا ہوں۔ میرا وصال ہو رہا ہے۔ تم رستے کی طرف غور سے دیکھنا۔ عنقریب تم دیکھ لوگی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔" اسی اثناء میں کہ ایک کارواں وہاں پہنچا۔ ان کی سواریاں یوں سرعت سے لے کر انہیں پہنچیں گویا کہ ان کے کجاؤں میں زخم ہوں۔" وہ آئے اور اس عظیم خاتون کے پاس کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" اس نے

کہا: "کیا تم مسلمان ہو؟ انہیں کفن دو اور دفن کر دو تمہیں اجر و ثواب ملے گا۔" انہوں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" خاتون عظیمہ نے کہا: "یہ ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو مارا اور جلدی سے ان تک پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا: "تمہیں بشارت ہو۔ تم وہی خوش نصیب ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو فرمایا۔ آج میں اس طرح ہو گیا ہوں جیسے تم دیکھ رہے ہو۔ میرے پاس صرف ایک کپڑا ہے۔ میں انہیں اس میں کفن نہیں دے سکتا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے وہ شخص مجھے کفن نہ دے جو سردار، امیر یا پیغام رساں نہ ہو۔" ساری قوم میں سے ہر ہر شخص ان میں کسی نہ کسی وصف کے ساتھ متصف تھا۔ سوائے انصار کے ایک جوان کے۔ وہ انہی لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا: "میں تمہیں اس چادر میں کفن دوں گا جو مجھ پر ہے۔ کفن کے لیے وہ دو کپڑے بھی استعمال کروں گا جو میرے تھیلے میں ہیں۔ انہیں میری والدہ نے بُنا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "تم مجھے کفن دے دینا۔"

امام احمد، ابوداود، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تمہیں نکال دیا جائے گا۔ میں تمہارے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ دو افراد پر بھی امیر نہ بننا۔ نہ ہی یتیم کے مال کا سرپرست بننا۔ ابوداود، طیالسی، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابن سعد، ابن خزیمہ، ابوعوانہ اور حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو۔ یہ امانت ہے۔ یہ روز حشر رسوائی اور ندامت ہے۔ الا یہ کہ اس شخص نے اس کا حق ادا کیا اور اس میں اس پر کچھ لازم تھا اسے ادا کیا۔

تیسواں باب

مشکیزہ کے پھٹنے سے قبل شہادت نصیب

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت کدیر ضبّی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے ایسے عمل کے بارے بتائیں جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔" آپ نے فرمایا: "انصاف کی بات کرو اور فالتو چیز راہِ خدا میں دے دو۔" اس نے عرض کی: "بخدا! میں نہ تو ہر وقت مبنی بر عدل بات کرنے پر قادر ہوں اور نہ مجھ میں ہر فالتو چیز دینے کی استطاعت ہے۔" آپ نے فرمایا: "کھانا کھلاؤ اور سلام پھیلاؤ۔" اس نے عرض کی: "بخدا! یہ بھی شدید ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے اونٹ ہیں؟" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "ان میں سے ایک اونٹ دیکھو۔" ایک مشکیزہ لو۔ کسی گھرانے کی طرف جاؤ جو کبھی کبھی ہی پانی پیتے ہوں۔ انہیں پانی پلاؤ۔ شاید ابھی تمہارا اونٹ ہلاک نہ ہو۔ شاید ابھی تک تمہارا مشکیزہ نہ پھٹے، حتیٰ کہ تمہارے لیے جنت لازم ہو

جائے۔" وہ اعرابی تکبیر کہتا ہوا چلا گیا۔ ابھی تک اس کا مشکیزہ پھٹا نہ تھا۔ ابھی تک اس کا اونٹ ہلاک نہ ہوا تھا حتیٰ کہ وہ شہادت سے سرفراز ہو گیا۔"

اکتیسواں باب

اس امت کا ایک شخص اس دنیا میں جنت میں داخل ہو جائے گا

الطبرانی نے مسند الشامیین نے، ابن حبان نے الثقات میں ابراہیم بن ابی عبلہ کی سند سے حضرت شریک بن خباشہ النمیری سے روایت کیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کنویں سے پانی پینے گئے۔ ان کے ڈول کی رسی ٹوٹ گئی۔ وہ ڈول نکالنے کے لیے نیچے اترے وہ اس کی جستجو میں تھے، اچانک انہوں نے ایک درخت دیکھا۔ اس کا ایک پتا لیا اور اسے اپنے ساتھ نکال لیا۔ وہ پتا دنیاوی درخت کا نہ تھا۔ وہ اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق ہے۔ میں نے حضور قائد الغر المحجلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" اس امت کا ایک شخص اس دنیا میں ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔" انہوں نے وہ پتا مصحف کے دونوں گتوں کے مابین رکھ لیا۔"

اس روایت کو کلبی نے ایک اور سند سے حضرت شریک بن خباشہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے اور وہ اپنے شوہر نامدار سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا: "جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام جانے لگے تو ہم بھی ان کے ہمراہ نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے ان سے پوچھا: "کیا تم کتاب میں پاتے ہو کہ اس امت مرحومہ کا ایک فرد دنیا میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔" انہوں نے کہا: "ہاں!"

بتیسواں باب

محمد بن حنفیہ کے حالات سے آگاہی بخشنا

امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: "عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو گا جسے میں نے اپنا اسم گرامی اور کنیت بخش دی ہے۔"

تینتیسواں باب

صلہ بن اشیم، وھب، قرظی، غیلان اور ولید کے بارے بتانا

ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم نے ''الحلیہ'' میں ابن المبارک کی سند سے عبدالرحمان بن یزید بن جابر کی سند سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''ہم تک خبر پہنچی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ بن اشیم کہا جائے گا۔اس کی شفاعت سے اتنے اتنے افراد جنت میں جائیں گے۔''

ابن عدی اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے وھب کہا جائے گا۔رب تعالیٰ اسے حکمت عطا کرے گا۔ایک اور شخص ہوگا جسے غیلان کہا جائے گا وہ لوگوں کے لیے ابلیس سے زیادہ خطرناک ہوگا۔'' امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''شیطان شام سے پکار دے گا۔ان کے دو ثلث تقدیر کو جھٹلا دیں گے۔'' امام بیہقی نے لکھا ہے: ''اس میں غیلان قدری کی طرف اشارہ ہے۔''

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت ابوبردہ الظفری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دو کاہنوں میں سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا جو اس طرح قرآن پاک پڑھائے کہ اس کے بعد اور کوئی اس طرح قرآن پاک نہ پڑھا سکے گا۔'' حضرت نافع بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''ہم کہتے تھے کہ اس کا مصداق محمد بن کعب القرظی تھے۔دو کاہنوں سے مراد قریظہ اور نضیر تھے۔'' اس روایت کو امام بیہقی نے مرسل روایت کیا۔اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔''دو کاہنوں میں سے ایک شخص ہوگا جو اس طرح قرآن پاک پڑھائے گا کہ اس کے بعد اس طرح اور کوئی قرآن پاک نہ پڑھا سکے گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''لوگ سمجھتے تھے کہ اس سے مراد محمد بن کعب قرظی ہیں۔دو کاہنوں سے مراد قریظہ اور نضیر ہیں۔''

بیہقی نے عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں کسی اور شخص کو نہیں جانتا جو قرظی سے بڑھ کر تاویل قرآن کا عالم ہو۔'' امام بیہقی نے (انہوں نے اسے مرسل حسن کہا ہے) اور ابونعیم نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے گھر بچہ پیدا ہوا۔انہوں نے اس کا نام ولید رکھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اپنے فرعونوں کا نام رکھ لیا ہے۔اس امت میں ایک شخص ہوگا جسے ولید کہا جائے گا وہ میری امت کے لیے فرعون سے زیادہ شر پسند ثابت ہوگا۔''

امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ''لوگ کہتے تھے کہ اس سے مراد ولید بن عبدالملک بن یزید ہے۔اس روایت کو حاکم نے ابن مسیب کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔

چونتیسواں باب

نیزہ بازی اور طاعون کے بارے آگاہ فرمانا، شام میں پھیلنے والی طاعون

امام احمد، الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نیزہ بازی اور طاعون میری امت کے لیے فنا ہے۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نیزہ بازی کو تو ہم جانتے ہیں۔ طاعون سے کیا مراد ہے؟" "یہ جنات میں سے تمہارے دشمن کا نیزہ مارنا ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں شہادت ہے۔"

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت طعن اور طاعون سے ہلاک ہوگی۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! طعن کو تو ہم جانتے ہیں۔ طاعون سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ اونٹ کی گلٹی کی طرح کی گلٹی ہوگی۔ اس میں ٹھہرنے والا شہید کی طرح ہے اور اس سے بھاگنے والا لشکر جرار سے بھاگنے والے کی طرح ہے۔"

امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "عنقریب تم شام کی طرف چلے جاؤ گے۔ اسے تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ وہاں تمہیں ایک مرض لاحق ہوگا، جو پھوڑے یا گوشت کے ٹکڑے کی مانند ہوگا۔ جو شخص کے پیٹ کے نرم حصہ پر ہوگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کرے گا۔ وہ تمہارے اعمال کو پاک کرے گا۔"

الطبرانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم ایک جگہ اترو گے جسے "الجابیہ" کہا جاتا ہوگا وہاں تمہیں ایک مرض لگ جائے گا جو اونٹ کی غدود کی مانند ہوگا۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہاری اولاد کے سروں پر شہادت کا تاج سجائے گا اور تمہارے اعمال پاک کر دے گا۔"

پینتیسواں باب

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو شہادت نصیب ہوگئی

ابوداؤد اور ابونعیم نے جمیع سے، اور عبدالرحمن بن خلاد انصاری سے اور انہوں نے حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے

روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کروں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز فرما دے۔" آپ نے فرمایا: "تم اپنے گھر ہی ٹھہری رہو۔ رب تعالیٰ تمہیں شہادت سے سرخرو فرمائے گا۔" انہیں "الشہیدۃ" کہا جاتا تھا۔ وہ قرآن پاک پڑھتی تھیں انہوں نے اپنے غلام اور لونڈی کو مدبر بنایا ہوا تھا۔ وہ رات کے وقت ان کے پاس گئے۔ چادر سے انہیں گھونٹا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ اس وقت خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے حکم دیا تو اس غلام اور لونڈی کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ یہ پہلے افراد تھے جنہیں مدینہ طیبہ میں پھانسی دی گئی۔"

ابن راہویہ، ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم نے ایک اور سند سے اسے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔" وہ فرماتے تھے: "آؤ ہم شہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔" رحمہا اللہ تعالیٰ

چھتیسواں باب

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہو گی

الطبرانی، البزار نے ثقہ راویوں سے، حارث اور احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم ﷺ نے میرے سر پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ فرمایا: "یہ بچہ ایک سو سال تک زندہ رہے گا۔" انہوں نے ایک سو سال عمر پائی۔ ان کے چہرے پر مسہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا وصال نہ ہو گا حتیٰ کہ اس کے چہرے سے یہ مسہ ختم ہو جائے گا۔" ان کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ ان کا وہ مسہ ختم ہو گیا۔

امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت حسن بن ایوب حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرائی گئی۔ ان کی پیشانی پر مسہ تھا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے اس پر اپنا دست اقدس رکھا اور فرمایا: "یہ ایک سو سال تک زندہ رہے گا۔"

سینتیسواں باب

حضرات زید بن صوحان اور جندب بن کعب رضی اللہ عنہما کے حالات سے آگاہی بخشنا

ابو یعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جسے یہ امر خوش کرتا ہو کہ وہ اس

شخص کی زیارت کرے جس کے کچھ اعضاء پہلے جنت میں چلے جائیں گے تو وہ حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے۔"

ابن عساکر نے حارث اعور سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زید الخیر کو یاد فرماتے تھے ان سے مراد زید بن صوحان ہیں۔آپ نے فرمایا:"میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا۔وہ زید الخیر ہوگا۔ان کے کچھ اعضاء ان سے بیس سال قبل جنت میں چلے جائیں گے۔" ان کا دایاں ہاتھ نہاوند کے مقام پر کٹ گیا۔اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔یہ جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید ہو گئے۔انہوں نے شہادت سے قبل کہا تھا:"میں نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو آسمان سے نکلا ہے وہ مجھے اشارہ کر رہا ہے کہ میری طرف آجاؤ۔میں اس کے پاس جانے لگا ہوں۔"

ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"جندب!جندب کیا ہے۔الاقطع الخیر زید۔" جب ان کے متعلق عرض کی گئی تو فرمایا: "جندب،وہ ایک ایسی ضرب لگائے گا جس میں وہ ایک امت ہوگا۔زید میری امت کا وہ شخص ہے جس کا ہاتھ اس کے جسم سے کچھ دیر پہلے جنت میں چلا جائے گا۔" جب ولید بن عقبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں کوفہ کا گورنر بنا تو ایک شخص جادو کرنے لگا۔وہ لوگوں کو دکھاتا تھا کہ زندہ کر سکتا ہے اور مار سکتا ہے۔حضرت جندب رضی اللہ عنہ تلوار لے کر آئے۔انہوں نے اس کی گردن اڑا دی۔انہوں نے فرمایا:"اب خود کو زندہ کر کے اٹھاؤ۔" جہاں تک زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے تو اس کا ہاتھ قادسیہ کے دن کٹ گیا تھا اور یوم جمل کو وہ شہید ہو گئے تھے۔"

اڑتیسواں باب

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نابینا ہو جائیں گے

حضرت بزار رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے کہ وہ علیل ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔آپ نے ان سے فرمایا:"تمہیں اس مرض سے کچھ نہ ہوگا لیکن اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا۔جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے؟" انہوں نے عرض کی:"میں حصول ثواب کی امید رکھوں گا اور صبر کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تو تم حساب و کتاب کے بغیر جنت میں چلے جاؤ گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی،پھر ان کی بینائی لوٹ آئی،پھر ان کا وصال ہو گیا۔"

انتالیسواں باب

ایک جماعت کی عمر کے بارے بتانا اور صدی کے گزر جانے کے بارے بتانا

حسن بن سفیان، ابن شاہین، ابن نافع، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور ابن عساکر نے حضرت سفیان بن وھب الخولانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سو سال بعد ان نفوس قدسیہ (صحابہ کرام) میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔" امام مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سو سال بعد ان نفوس میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا جو آج زندہ ہیں۔"

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری حصہ میں مجھے ایک رات نماز پڑھائی۔ جب آپ اٹھے تو فرمایا: "میں نے آج رات تمہیں دیکھا ہے۔ ایک سو سال کے بعد وہ زندہ نہ رہے گا جو آج روئے زمین پر ہے۔" اس سے آپ کی مراد صدی کا گزر جانا تھا۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا: "تم قیامت کے متعلق پوچھتے ہو۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایک سو سال کے بعد وہ انسان زندہ نہ رہیں گے جو اب زندہ ہیں۔" امام مسلم نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آج میرے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔" حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بھی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے) ایک سو سال بعد وصال فرما گئے تھے۔

حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے محمد بن زیاد الالہانی کی سند سے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دستِ اقدس رکھا۔ فرمایا: "یہ بچہ ایک سو سال زندہ رہے گا۔" انہوں نے ایک سو سال زندگی پائی ان کے چہرے پر مسہ تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا وصال نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کے چہرے کا یہ مسہ ختم ہو جائے گا۔" ان کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ وہ مسہ ختم ہو گیا۔" ابن سعد، بغوی، ابونعیم نے "الصحابہ" میں، بیہقی نے حبیب بن مسلمہ الفہری سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ مدینہ طیبہ میں تھے۔ ان کا مقصد آپ کی زیارت کرنا تھا۔ ان کے باپ نے انہیں پالیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہاتھ اور میری ٹانگیں۔" آپ نے فرمایا: "اس کے ہمراہ لوٹ جاؤ۔ یہ عنقریب ہلاک ہو جائے گا۔" وہ اسی سال مر جائے گا۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں جہاد کے لیے

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے باپ نے انہیں مدینہ طیبہ میں پالیا۔حضرت مسلمہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!اس کے علاوہ میرا کوئی بچہ نہیں ہے۔یہ میرے مال، جاگیر اور اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس کے ساتھ لوٹا دیا۔فرمایا: "شاید اسی سال تمہارا آخری وقت آجائے۔حبیب اپنے باپ کے ساتھ لوٹ جاؤ۔" وہ واپس آگئے۔مسلمہ کا اسی سال وصال ہوگیا اور اسی سال حضرت حبیب رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے چلے گئے۔

چالیسواں باب

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

ابن سعد نے عاصم بن عمرو بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرۃ بنت رواحہ اپنے نورِ نظر حضرت نعمان بن بشیر کو اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لائیں۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس کے مال اور اولاد کو کثیر کرے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم راضی نہیں ہو کہ یہ اس طرح زندگی گزارے جس طرح ان کے ماموں نے زندگی گزاری ہے۔انہوں نے قابلِ ستائش زندگی گزاری۔شہادت سے بہرہ مند ہوئے اور جنت میں داخل ہو گئے۔"

ابن سعد نے حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے کر آئے۔عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!میرے اس بیٹے کے لیے دعا کریں۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم راضی نہیں ہو کہ یہ اسی مقام ومنصب تک پہنچے جس تک تم پہنچے ہو۔یہ شام جائے گا۔اہلِ شام کا ایک منافق اسے شہید کر دے گا۔"

مسلمہ بن محارب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "مروان کے عہدِ حکومت میں راھط کے ہنگاموں میں ضحاک بن قیس قتل ہو گئے تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حمص چلے جائیں۔وہ اس کا گورنر تھا مگر وہ پیچھے رہ گیا۔انہوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے دعوت دی۔امیرِ حمص نے انہیں بلایا اور شہید کر دیا۔اس نے ان کا سر کاٹ لیا۔"

اکتالیسواں باب

چوتھی صدی میں لوگ بدل جائیں گے

ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے یاد کرلو، پھر ان سے جو ان سے متصل ہوں، پھر ان سے جو ان سے متصل ہوں، پھر کذب پھیل جائے گا ایک شخص گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔ ایک شخص قسم اٹھائے گا حالانکہ اس سے قسم نہ لی جائے گی۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ، طحاوی، ابن ابی عاصم، الرویانی اور الضیاء نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس امت کی بہترین قرن وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں، پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے، پھر ایسی قوم آجائے گی۔ ان کی گواہی قسموں سے قبل اور قسمیں گواہی سے پہلے ہوں گی۔" الباوردی، سمویہ، ابن قانع، بغوی، الطبرانی نے الکبیر میں اور الضیاء نے حضرت بلال بن سعد بن تمیم السکونی سے، انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے بہترین میں اور میرے ساتھی ہیں، پھر دوسرا قرن، پھر تیسرا قرن، پھر ایک ایسی قوم آئے جو قسمیں اٹھائے گی حالانکہ انہیں قسمیں اٹھانے کے لیے کہا نہ جائے گا۔ وہ گواہی دے گی حالانکہ انہیں گواہی دینے کے لیے کہا نہ جائے گا۔ انہیں امین بنایا جائے گا لیکن وہ امانت میں خیانت کریں گے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد، شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرا قرن لوگوں میں سے بہترین ہے، پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ ملے ہوں گے پھر ایسی قوم آئے گی جس میں سے کسی ایک کی گواہی اس کی قسم سے اور قسم گواہی سے سبقت لے جائے گی۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے بہترین قرن وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں، پھر وہ جو ان کے ساتھ متصل ہیں پھر وہ جو ان کے ساتھ متصل ہیں پھر ایسی قوم آئے گی جو موٹاپے کو پسند کرے گی۔ وہ گواہی مانگنے سے پہلے گواہی دے دیں گے۔"

ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے میرا قرن بہترین ہے، پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے، پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آجائیں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے۔ وہ گھی سے محبت کریں گے۔ وہ طلب کرنے سے قبل ہی گواہی دے دیں گے۔"

عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، بغوی، ماوردی، ابن قانع اور الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابونعیم اور الضیاء نے حضرت جعدہ بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے نور نظر تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہترین میرا قرن ہے پھر وہ جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے، پھر وہ جو ان کے ساتھ ملے ہوں گے، پھر دوسرے لوگ ہلاک ہونے والے ہوں گے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں بہترین قرن میرا قرن ہے، پھر دوسرا اور پھر تیسرا قرن ہے پھر ایسی قوم آئے گی جس میں بھلائی نہ ہوگی۔"

بیالیسواں باب

دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ یہ احمق بن احمق کے پاس آجائے گی

ابن ابی شیبہ، امام احمد، اسحاق، ابویعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ یہ احمق اور ابن احمق کے پاس چلی جائے گی۔"

ابویعلی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ دنیاوی اعتبار سے سعادت مندوہ بن جائے جو احمق بن احمق ہو افضل مؤمن وہ ہے جو دو کریموں کے مابین ہو۔

تینتالیسواں باب

ولید بن عقبہ کے حالات کی طرف اشارہ

حاکم اور بیہقی نے حضرت ولید بن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو اہل مکہ اپنے بچے لے کر آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ آپ ان کے سروں پر دستِ اقدس پھیرتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔ مجھے میری امی لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔ مجھے خوشبو لگی ہوئی تھی۔ آپ نے نہ تو مجھے چھوا اور نہ ہی میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔"

بیہقی نے لکھا ہے: "یہ ولید کے متعلق رب تعالیٰ کا حکم ہے اسے حصولِ برکتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے روک دیا گیا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے عامل مقرر کیا تو اس کے حالات معروف ہیں یہ شراب پیتا تھا۔ نماز کو مؤخر کر کے پڑھتا تھا۔ انہی اسباب کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انتقام لیا۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

چوالیسواں باب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات سے آگاہی

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کسی کام کے لیے اپنا نورِ نظر عبداللہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا۔ اس نے آپ کے ہمراہ کسی شخص کو دیکھا وہ واپس آگیا اور بات نہ کی، کیونکہ وہ شخص کسی اہمیت کا مالک تھا۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے۔ عرض کی: "میں نے اپنا نورِ نظر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ کے پاس ایک شخص تھا۔ وہ آپ کے ساتھ شرف ہم کلامی نہ کر سکا۔ وہ واپس آگیا۔" آپ نے پوچھا: "کیا اس نے اس شخص کو دیکھا؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ اس کا وصال نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ نابینا ہو جائے گا اسے علم عطا کیا جائے گا۔"

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ میں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے محوِ گفتگو تھے۔ وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ مجھے علم نہ تھا میں نے سلام نہ کیا۔ حضرت جبرائیل نے کہا: "اس کے کپڑے کتنے سفید ہیں۔ اس کے بعد اس کی اولاد سردار بنے گی۔ اگر یہ سلام کرتا تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا۔" جب میں واپس آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: "تم نے سلام کیوں نہ کیا؟" میں نے عرض کی: "میں نے دیکھا کہ آپ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی فرما رہے تھے۔ میں نے آپ کی قطع کلامی کو پسند نہ کیا۔" آپ نے پوچھا: "کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "عنقریب تمہاری بصارت ختم ہو جائے گی۔ وصال کے وقت یہ تمہیں لوٹا دی جائے گی۔" عکرمہ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روح قبض ہوئی انہیں ان کی چارپائی پر ڈالا گیا تو ایک شدید سفید پرندہ آیا جوان کے کفن میں داخل ہو گیا۔ اسے اڑایا نہ جا سکا۔" عکرمہ نے کہا: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بشارت ہے جو آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دی تھی۔ جب انہیں قبر انور میں رکھ دیا گیا تو انہیں ایسے کلمات سے تلقین کی گئی جسے ہر اس شخص نے سنا جوان کی قبر انور کے کنارے پر تھا۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئن واپس چلو، اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں، اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بیان فرمایا ہے کہ عنقریب میری بصارت چلی جائے گی۔ میری بصارت ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں عنقریب ڈوب جاؤں گا۔ میں بحیرہ الطبریہ میں ڈوبا تھا۔ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ میں فتنہ کے بعد عنقریب ہجرت کروں گا۔ مولا! میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آج میری ہجرت حضرت محمد بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہما کی طرف ہے۔"

پینتالیسواں باب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات کی خبر

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ علم کی زنبیل ہیں۔"

ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جاننے والے تھے اور آپ ان کی احادیث کو ہم سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔"

چھیالیسواں باب

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کے متعلق خبریں

الطبرانی نے حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم، سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں بھیج رہے ہیں، لیکن ہمارے پاس زادِ راہ اور کھانا نہیں ہے، نہ ہی ہمیں رستے کا علم ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم عنقریب ایک باجمال چہرے والے شخص کے پاس سے گزرو گے۔ وہ تمہیں کھانا کھلائے گا۔ تمہیں پانی پلائے گا۔ رستے پر تمہاری راہ نمائی کرے گا۔ وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجھے دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف اشارے کرتے رہے۔ وہ میری طرف دیکھتے رہے۔ میں نے انہیں پوچھا: "تم ایک دوسرے کو اشارے کیوں کر رہے ہو؟ اور میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کی وجہ سے خوش ہو جاؤ۔ ہم تم میں وہ وصف پاتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں۔ انہوں نے مجھے وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ نے انہیں بتایا تھا۔ میں نے انہیں کھانا کھلایا۔ پانی پلایا۔ انہیں زادِ راہ دیا۔ میں ان کے ساتھ نکلا اور رستے پر ان کی راہ نمائی کی، پھر میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس لوٹ آیا۔ اپنے اونٹوں کے بارے وصیت کی، پھر آپ کی خدمت

میں حاضر ہونے کے لیے عازم سفر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: "آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں اس گواہی کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، بیت اللہ کا حج کرنے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔" میں نے عرض کی: "اگر میں نے یہ دعوت قبول کر لی تو کیا ہمارے اہل، خون اور اموال محفوظ ہو جائیں گے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" میں نے اسلام قبول کر لیا، پھر اپنے اہلِ خانہ کے پاس گیا۔ انہیں اپنے اسلام کے بارے بتایا۔ ان میں سے بہت سے افراد نے میرے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا، پھر میں نے حضور اکرم ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: "عمرو! کیا میں تمہیں جنت کی نشانی دکھاؤں؟ تم کھانا کھاتے رہو۔ پانی پیتے رہو اور بازاروں میں چلتے رہو؟" میں نے عرض کی: "ضرور!" آپ نے فرمایا: "یہ اور اس کی قوم" آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "عمرو! کیا میں تمہیں آگ کی نشانی نہ دکھاؤں۔ تم کھانا کھاتے رہو۔ پانی پیتے رہو۔ بازاروں میں چلتے رہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں! میرے والدین آپ پر فدا!" آپ نے فرمایا: "یہ آپ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔" جب فتنہ رونما ہوا تو مجھے حضور اکرم ﷺ کا فرمان یاد آ گیا۔ میں آگ کی نشانی سے جنت کی نشانی کی طرف بھاگ آیا۔ اس کے بعد میرے قاتل نے بنو امیہ کو دیکھا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ بخدا! اگر میں پتھر کے اندر پتھر بھی ہو جاؤں تو بنو امیہ مجھے وہاں سے نکال لیں گے، حتیٰ کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میرے حبیب لبیب رسولِ عربی ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ اسلام میں میرا سر پہلا سر ہو گا جسے کاٹا جائے گا اور اسے ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جایا جائے گا۔"

سینتالیسواں باب

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال مکہ مکرمہ میں نہ ہو گا

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گئیں۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے مکہ مکرمہ سے باہر لے چلو۔ اس جگہ میرا وصال نہ ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ میرا وصال مکہ مکرمہ میں نہ ہو گا۔ لوگ انہیں اٹھا کر لے آئے، حتیٰ کہ وہ سرف کے اس درخت کے پاس پہنچے جس کے نیچے حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا تھا وہیں ان کا وصال ہو گیا۔

اڑتالیسواں باب

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمانا

محمد بن ربیع الجیزی نے کتاب "من دخل مصر من الصحابة" میں حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابوریحانہ رضی اللہ عنہ! اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم ایک قوم کے پاس سے گزرو گے۔ انہوں نے چارہ کھلائے بغیر کسی جانور کو باندھ رکھا ہوگا۔ تم کہو گے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔" وہ کہیں گے ہمیں وہ آیت پڑھ کر سناؤ جو اس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔" وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جنہوں نے جانور کو کچھ کھلائے بغیر باندھ رکھا تھا۔" انہوں نے انہیں منع فرمایا تو انہوں نے کہا: "ہمیں آیت پڑھ کر سناؤ جو اس کے متعلق نازل ہوتی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

انچاسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مردہ کلام کرے گا

الطبرانی نے الاوسط میں جید سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "میری امت میں ایک شخص ہوگا جو موت کے بعد بات کرے گا۔"

امام بیہقی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابونعیم نے کئی طرق سے حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرے بھائی حضرت ربی کا وصال ہوگیا۔ وہ گرم دنوں میں ہم سب سے زیادہ روزے رکھتا تھا۔ ٹھنڈی راتوں میں ہم سب سے زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اسے ڈھانپ دیا۔ وہ مسکرانے لگا۔ میں نے کہا: "بھائی! کیا موت کے بعد زندگی؟" اس نے کہا: "نہیں! لیکن میں نے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کی ہے۔ اس نے روح اور ریحان کے ساتھ میرے ساتھ ملاقات کی ہے۔ ایسے چہرے سے ملاقات کی ہے۔ جس پر ناراضگی کے اثرات نہ تھے۔" میں نے کہا: "تم نے معاملہ کیسا دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "اس سے آسان جس طرح تم گمان کرتے ہو۔" جب اس واقعہ کا تذکرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "ربعی نے سچ کہا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے "میری

امت میں سے ایک شخص مرنے کے بعد گفتگو کرے گا۔ وہ خیر التابعین ہوگا۔" شیخ نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے" اس روایت کے کئی طرق ہیں۔ میں نے کتاب البرزخ میں ان افراد کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے مرنے کے بعد گفتگو کی۔

پچاسواں باب

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کو رد کر دے گا اس سے استدلال نہیں کرے گا اور قرآن پاک کی متشابہ آیات سے استدلال کرے گا ان کے ساتھ جھگڑا کرے گا

امام بیہقی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "خبردار! مجھے کتابِ حکیم اور اس کے ساتھ اسی کے مثل عطا کیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک شکم سیر انسان اپنے صوفے پر بیٹھ کر کہے: "تم پر اسی قرآن پاک پر عمل کرنا لازم ہے جسے تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔"

ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اس طرح نہ پایا جائے کہ وہ اپنے صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہو۔ اس کے پاس میرے حکموں میں سے کوئی حکم پہنچے جس کو میں نے کسی چیز کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے منع کیا ہو۔ وہ کہے "ہم نہیں جانتے ہم نے جو کچھ کتابِ الٰہی میں پایا ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔" شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ (آلِ عمران:۷)

ترجمہ: وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیات محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔

آپ نے فرمایا: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو اس کے متشابہ امور کی اتباع کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہی کا قصد فرمایا ہے۔ تم ان سے اجتناب کرو۔"

امام بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ان کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہو۔" میں نے خواہشات نفسانیہ کے اسیروں میں جسے بھی دیکھا وہ متشابہ آیت کے ساتھ جھگڑا کر رہا ہوتا ہے۔"

اکاونواں باب

انصار کو بتادیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ترجیح دیکھیں گے

امام احمد، شیخان، بیہقی، ترمذی اور نسائی نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے مسند میں اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہوازن کے اموال بطور مالِ غنیمت آئے تو حضور سراپا جود وعطا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "عنقریب تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے تم صبر کرو حتیٰ کہ تم حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کرلو۔"

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب میرے بعد ترجیح ہوگی، تم عجیب امور دیکھو گے۔" انصار نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "تم وہ فرائض کرتے رہنا جو تم پر ہیں اور اپنے حقوق کے لیے التجاء رب تعالیٰ سے کرنا۔"

حاکم اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "تم عنقریب میرے بعد تقسیم اور امر میں ترجیح دیکھو گے، تم صبر کرنا حتیٰ کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کرلو۔"

حاکم نے حضرت مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ اپنا ضروری کام کیا، مگر انہوں نے توجہ نہ کی۔ اپنا سر تک نہ اٹھایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں آگاہ فرمادیا تھا کہ آپ کے بعد ہم پر ترجیح دی جائے گی۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "آپ نے ہمیں کیا حکم دیا؟" انہوں نے فرمایا: "آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صبر کریں حتیٰ کہ ہم حوض پر آپ سے ملاقات کرلیں۔" انہوں نے کہا: "تو پھر صبر کرو۔" یہ سن کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ کبھی بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بات چیت نہ کریں گے۔"

باونواں باب

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی خلافت کی طرف اشارہ

امام بیہقی نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری اولاد میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر نشان ہوگا۔ وہ والی بنے گا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔" حضرت

نافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں۔"

امام بیہقی نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر فرماتے تھے: "کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے وہ کون ہے۔ جس کے چہرے پر علامت ہوگی جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔" امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ دنیا اختتام پذیر نہ ہوگی حتیٰ کہ آلِ عمر میں سے ایک شخص والی بنے گا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح کے کام کرے گا۔" لوگ اسے بلال بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے۔ ان کے چہرے پر نشان تھا مگر وہ وہ نہ تھے۔ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ ان کی والدہ عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر تھیں۔"

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزھد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو امیہ کو لعنت نہ کیا کرو۔ ان میں ایک صالح امیر ہوگا" یعنی عمر بن عبدالعزیز۔ امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عنقریب تم اسے جان لو گے۔" امام بیہقی نے لکھا ہے: "ابن مسیب رضی اللہ عنہ عمر بن عبدالعزیز سے دو سال پہلے وصال فرما گئے تھے۔ انہوں نے توفیق الٰہی سے ہی یہ بات کی تھی۔"

ترپن واں باب

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کی طرف اشارہ

امام احمد نے شہر بن حوشب کی سند سے، جبکہ اس کے بقیہ راوی صحیح کے ہیں۔ ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ شیخان اور ترمذی نے، ابو نعیم سے الحلیہ میں، ابن ابی شیبہ نے ان سے ایک اور سند سے، ابو بکر الشیرازی نے "الالقاب" میں الطبرانی نے ایک اور سند سے صحیح کے راویوں سے، ابو یعلی، بزار اور ابن ابی شیبہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا۔" شیرازی اور ابو نعیم کے الفاظ ہیں: "اگر علم ثریا کے ساتھ معلق بھی ہوا تو ہمارے فارس میں سے کچھ (بلند ہمت) انسان ہیں (جو اسے پالیں گے) ایک روایت میں "من ابناء فارس"۔ الطبرانی کی روایت میں "لنالہ رجال من ابناء فارس"۔ مسلم کی روایت میں "لنالہ رجل"۔ ایک روایت میں "قوم" اور ایک روایت میں "ناس من ابناء فارس" کا ذکر ہے۔"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "یہ اصل صحیح ہے۔ بشارت اور فضیلت میں اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس سے موضوع خبر سے

استغناء ہو سکتا ہے۔ ہمارے شیخ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ اس سابقہ روایت سے مراد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مراد ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے، کیونکہ فارس کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان کا ہم پایہ نہ ہو سکا، نہ ہی ان کے ساتھیوں کا مقام حاصل کر سکا۔ فارس سے مراد معروف شہر نہیں ہے، بلکہ ایک عجمی جنس ہے۔ وہ "الفرس" میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے جد امجد کا تعلق ان کے ساتھ تھا۔"

چون واں باب

عالم المدینۃ الطیبہ کے بارے بتانا

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب شاید لوگ اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں اور وہ عالم المدینہ سے زیادہ علم والا نہ پا سکیں۔"
حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "اس عالم سے مراد حضرت مالک بن انس ہیں اور کوئی امام اس نام نامی سے معروف نہیں ہے نہ کسی نے ان کے علاوہ کسی اور کے لیے اونٹوں کے اتنے جگر پگھلائے ہیں۔"

حضرت ابومصعب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے در اقدس پر لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ وہ طلب علم کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ جن مشہور ائمہ نے ان سے روایت کیا ہے ان میں محمد بن شہاب زہری، دونوں سفیان، شافعی، اوزاعی امام اہل شام، لیث بن سعد، امام اہل بصرہ، امام ابوحنیفہ، ان کے ساتھی ابو یوسف اور محمد بن حسن، عبدالرحمان بن مہدی امام احمد کے شیخ، امام بخاری کے شیخ یحییٰ، امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ابورجاء قتیبہ بن سعد، ذوالنون مصری، فضیل بن عیاض، عبداللہ بن مبارک اور ابراہیم بن ادھم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔"

پچپن واں باب

عالم قریش کے بارے خبر دینا

امام احمد اور امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: "مولا! قریش کو ہدایت عطا فرما۔ عالم کا علم زمین کے گوشوں کو بھر دے گا۔" اس روایت کو خطیب اور ابن

عسا کر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، بیہقی نے المدخل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے، ابو داؤد اور طیالسی نے اپنی مسند میں (اس میں جارود مجہول راوی ہے) یہ روایت ان الفاظ سے مروی کی ہے "ان کا عالم زمین کے گوشوں کو علم سے بھر دے گا۔" امام ابن حجر نے ایک کتاب میں اس کے سارے طرق جمع کیے ہیں۔ انہوں نے اس کا نام "لذة العیش فی طرق حدیث الائمہ من قریش" رکھا ہے۔

چھپن واں باب

ایک قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئے گی جو آپ سے شدید محبت کرے گی

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے کچھ لوگ میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے ایک یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے اہل اور مال کے عوض میرا دیدار خرید لیتا۔"

ستاون واں باب

سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ کے مقام پر اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب روز حشر سے قبل حضرموت کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کر دے گی۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! روز حشر سے قبل آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "شام کو لازم پکڑو۔"

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ سرزمین حجاز کی طرف سے آگ نکلے گی۔ جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔"

ابو عوانہ نے ابو الطفیل سے اور انہوں نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ رکوبہ سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردن روشن ہو جائیں گی۔"

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ سرزمین

حجاز سے آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔"

امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم کسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم واپس آئے تو لوگ جلدی سے مدینہ طیبہ داخل ہو گئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تم اسے چھوڑ دو گے خواہ یہ کتنا بھی حسین ہوا۔کاش مجھے معلوم ہوتا۔جب جبل ورقان سے آگ نکلے گی جو بصریٰ میں بختی اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔"

شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس آگ کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا تھا۔"

اٹھاونواں باب

قیس بن مطاطیہ کے حالات سے آگاہی بخشنا

خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "قیس بن مطاطیہ اس گروہ کی طرف آیا جس میں حضرات سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ عنہم تھے۔اس نے کہا: "یہ اوس اور خزرج ہیں۔جو اس شخص کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔انہیں کیا ہوا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے کے عالم میں اٹھے۔اپنی چادر مبارک گھسیٹ رہے تھے، حتیٰ کہ آپ مسجد تشریف لے آئے، پھر صدا مبارک لگائی: "الصلاۃ جامعۃ" آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: "اے لوگو! رب تعالیٰ اللہ وحدہٗ لا شریک ہے۔باپ ایک ہے۔دین ایک ہے۔یہ عربی زبان تمہارا باپ اور ماں نہیں ہے۔یہ تو زبان ہے جو عربی میں گفتگو کرتا ہے وہ عربی ہوتا ہے۔" حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لیے کھڑے عرض پیرا ہوئے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔آپ اس منافق کے بارے کیا فرماتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اسے آگ کی طرف چھوڑ دو۔" یہ بعد میں مرتد ہو گیا تھا، اور ردت میں ہی مارا گیا تھا۔"

انسٹھواں باب

عنقریب کچھ لوگ پاکیزگی اور دعا میں مبالغہ کریں گے

الطبرانی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے، ابوداؤد، طیالسی، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں ایک ایسا گروہ بھی ہوگا جو پاکیزگی اور دعا میں مبالغہ کرے گا۔"

ساٹھواں باب

حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہی عطا فرمانا

الطبرانی اور البیہقی نے حضرت محمد بن یزید بن ابی زیاد الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ کی جناب اقدس سے جو کچھ بھی آپ پر اترا ہے میں اس پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ میں حق بات کروں گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیس! شاید عنقریب تمہاری عمر دراز ہو جائے اور تم میرے بعد ایسے افراد پاؤ جن کے ساتھ تم حق بات کہنے کی استطاعت نہ رکھو۔" حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "بخدا! میں جس چیز پر بھی آپ کی بیعت کروں گا۔ میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تمہیں کوئی انسان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" یہی حضرت قیس زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبید اللہ کے عیب نکالتے تھے۔ یہ بات عبید اللہ تک پہنچ گئی۔ انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: "تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھتے ہو۔" انہوں نے فرمایا: "نہیں! لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان کون باندھتا ہے؟" انہوں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" انہوں نے کہا: "تم اور تمہارا باپ جس نے تمہیں حکم دیا ہے۔" حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں رب تعالیٰ پر کیا بہتان باندھتا ہوں؟" زیاد نے کہا: "تم گمان کرتے ہو کہ کوئی انسان تمہیں نقصان نہیں دے سکتا۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں!" زیاد نے کہا: "آج تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے تھے۔ تکلیف اور تکلیف دینے والے کو میرے پاس بلا لاؤ۔" اسی وقت حضرت قیس رضی اللہ عنہ ایک طرف جھکے اور ان کا وصال ہو گیا۔"

اکسٹھواں باب

نامردوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

ابن عدی، دارقطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب ایک گروہ کو نامردی آلے گی تم ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔"

باسٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر گامزن رہے گا

امام احمد، شیخان، ابن ماجہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت زید بن ارقم سے مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ثوبان سے، امام مسلم اور بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے امام احمد، ابن جریر اور ابونعیم نے الحلیہ میں، ابویعلی اور الطبرانی نے الاوسط میں، ابن عدی اور عبدالجبار نے تاریخ داریا میں، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے، ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے، امام بخاری نے تاریخ میں، ابن عدی نے الکامل میں، ابوداؤد، طیالسی، ضیاء اور حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، بخاری، احمد، مسلم، ابن جریر، ابن حبان، حاکم، طیالسی نے حضرت جابر سے، شیخان، بیہقی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم اور ابونصر السجزی نے "الابانہ" میں، الہروی نے ذم الکلام میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے، ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں مرۃ البہزی سے، احمد، ضیاء طیالسی اور عبد بن حمید نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں، ضیاء نے ابوامامہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے، ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں معاویہ بن قرہ سے، ابن قانع اور ابن عساکر اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے ایک گروہ (ایک روایت میں طائفہ اور دوسری روایت میں عصابۃ کا لفظ ہے۔ ایک روایت میں اناس من امتی۔ ایک روایت میں اہل المغرب کے الفاظ ہیں) غالب رہیں گے۔" ایک روایت میں ہے کہ وہ غالب رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا۔ وہ غالب ہی ہوں گے۔" ایک روایت میں ہے کہ وہ ان پر غالب رہیں گے جو ان کے ساتھ عداوت کرے گا یا انہیں رسواء کرنے کی کوشش کرے گا حتیٰ کہ امر الٰہی آجائے گا۔ وہ اسی طرح ہوں گے۔" ایک اور روایت میں ہے: "وہ ان پر غالب رہیں گے جو ان کے ساتھ عداوت رکھے گا۔ وہ کھانے والوں کے مابین برتن کی طرح ہوں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا۔ وہ اسی طرح ہوں گے۔ وہ روزِ حشر تک اسی طرح ہوں گے۔" ایک روایت میں "الی یوم القیامة" دوسری روایت میں "حتی تقوم الساعة" ایک روایت میں حتی یاتیھم امر الله وھم علی ذلك۔ ایک روایت میں حتی یاتیھم الامر کے الفاظ ہیں۔ ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا ان کا امیر انہیں کہے گا "آئیں ہمیں نماز پڑھائیں۔" وہ فرمائیں گے "نہیں۔ تم میں سے ہی ایک دوسرے پر امیر ہوگا۔ یہ اس امت کے لیے عزت و توقیر کے لیے ہے۔" حتیٰ کہ ان کا آخری

شخص مسیح دجال کے ساتھ جہاد کرے گا۔'' وہ نصرت یافتہ ہوں گے۔ ذلیل کرنے والے کی ذلت انہیں نقصان نہ دے گی، حتیٰ کہ قیامت قیام ہو جائے گی۔ ''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا وہ اسی حالت پر ہوں گے۔'' ''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میری امت کا ایک گروہ لوگوں پر غالب آجائے گا۔ انہیں پرواہ نہ ہوگی کہ انہیں کون رسواء کرتا ہے اور کون انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔'' ''میری امت کا ایک گروہ امر الٰہی کا نگہبان ہوگا۔'' ''وہ روزِ حشر تک دین پر غالب ہوں گے وہ روزِ حشر تک ان کے ساتھ جہاد کریں گے جو انہیں رسواء کرے گا۔ ان سے دشمنی کرنے والا انہیں نقصان نہ دے سکے گا۔'' ''وہ ان کے ساتھ جہاد کریں گے جو ان کے ساتھ دشمنی رکھے گا۔ ان کا مخالف انہیں نقصان نہ دے سکے گا۔'' ''ان کو رسواء کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہ دے سکے گا۔'' ایک روایت میں ہے۔ ''اس امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا۔ مخالف کی مخالفت انہیں نقصان نہ دے سکے گی، حتیٰ کہ امر الٰہی آجائے گا، اور وہ اسی طرح ہوں گے۔''

ایک روایت میں ہے''یہ دین حق قائم رہے گا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے لیے جہاد کرے گا، حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔'' ''میری امت میں سے ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے امر پر جہاد کرتے رہیں گے۔ وہ دشمن پر غالب رہیں گے۔ ان کا مخالف انہیں نقصان نہ دے سکے گا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی طرح ہوں گے۔'' ''وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔'' ایک روایت میں ہے: ''رب تعالیٰ انہیں ہر طرف پھیلا دے گا، وہ گمراہ ٹولوں کے ساتھ جہاد کریں گے۔ مخالف انہیں نقصان نہ دے سکے گا، حتیٰ کہ وہ کانے دجال کے ساتھ جہاد کریں گے۔ ان میں سے اکثریت اہل شام کی ہوگی۔'' وہ اس کے ساتھ دمشق کے دروازوں اور ان کے اردگرد جہاد کریں گے وہ بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اردگرد جہاد کریں گے۔'' رسواء کرنے والے کی رسوائی انہیں نقصان نہ دے گی۔ وہ حق کے ساتھ غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔'' ایک روایت میں ہے ''دمشق میں ایک گروہ حق پر لڑتا رہے گا حتیٰ کہ امر الٰہی آجائے گا وہ غالب ہی ہوں گے۔'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ کہاں ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس میں۔''

تنبیہ

یعقوب بن شیبہ نے علی بن المدینی سے روایت کیا ہے کہ الغرب سے مراد ''الدلو'' (ڈول) ہے۔ اہل سے مراد اہلِ عرب ہیں کیونکہ ڈول کا استعمال وہی کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی اسے استعمال نہ کرتا تھا، بعض افراد نے کہا ہے کہ اس سے قوی اور سخت جہاد والے لوگ مراد ہیں۔

تریسٹھواں باب

ہر سو سال بعد ایک مجدّد اس دین حق کی تجدید کرے گا

ابوداؤد، حاکم نے "المستدرک" میں، بیہقی نے المعرفہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ اس امت میں ایک ایسا شخص پیدا کر دے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔"

چونسٹھواں باب

ہر اگلا زمانہ پہلے سے زیادہ شر انگیز ہوگا

امام احمد، امام بخاری، نسائی اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا ہر سال اور ہر دن کے بعد آنے والا سال اور دن پہلے سے زیادہ شر انگیز ہوگا حتیٰ کہ تم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لو۔"

پینسٹھواں باب

خطباء منبروں پر دجال کا ذکر نہ کریں گے

عبداللہ بن امام احمد اور ابن قانع نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال کا ظہور نہ ہوگا حتیٰ کہ لوگ اس کے ذکر سے غافل ہو جائیں گے ائمہ منبروں پر اس کا ذکر نہ کریں گے۔"

چھیاسٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کذابوں کا دور ہوگا اور رجاج ہوگا

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا جود و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت سے پہلے کئی

کذاب ہوں گے۔ان میں سے ایک صاحب یمامہ ہوگا۔ایک صاحب صنعاء العنسی ہوگا۔ایک صاحب حمیر ہوگا۔ایک دجال ہوگا۔اس کا فتنہ سب سے بڑا ہوگا۔'' حاکم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ثقیف سے دو کذاب ظاہر ہوں گے۔دوسرا پہلے سے زیادہ شریر ہوگا وہ ہلاک کرنے والا ہوگا۔''

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ سے ایک مبیر (ہلاک کرنے والا) اور ایک کذاب ظاہر ہوگا۔''

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخدا! قیامت نہ آئے گی حتیٰ کہ تیس کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے آخری دجال کانا ہوگا۔'' الطبرانی نے الکبیر میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین حق قائم رہے گا حتیٰ کہ تم پر قریش کے بارہ خلفاء ہوں گے پھر قیامت سے قبل کذاب آئیں گے۔''

ابن ابی شیبہ نے عبید بن عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کذابوں کا ظہور ہوگا۔ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے۔'' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کذابوں کا ظہور ہوگا۔ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جھوٹ بولے گا۔'' ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں علاء بن زیاد العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔آپ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس دجالوں کا ظہور ہوگا۔ہر ایک کہے گا کہ وہ نبی ہے جو اس طرح کہے اسے قتل کر دو۔ان میں سے کسی کو جس نے قتل کر دیا اس کے لیے جنت لازم ہے۔''

ابونعیم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کذابوں کا ظہور ہوگا۔ان کا آخری کذاب دجال ہوگا۔''

ابن ابی شیبہ، ابن عدی نے الکامل میں ضعیف سند سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کذابوں کا ظہور ہو جائے گا۔ان میں سے مسیلمہ اور عنسی ہوں گے۔قبائل عرب میں سے شریر قبائل بنوامیہ، بنوحنیفہ اور ثقیف ہیں۔''

امام احمد، شیخان، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دو بڑے گروہوں کے مابین جنگ ہوگی۔ان کے مابین بہت زیادہ خونریزی ہوگی۔ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تقریباً تیس دجال ظاہر ہوں گے۔ان میں سے ہر ایک نبی ہونے کا گمان کرے گا۔''

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میری امت کے کچھ گروہ مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے حتیٰ کہ وہ بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔ عنقریب میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ستر کذابوں کا ظہور ہو جائے گا'' امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص (مسیلمہ کذاب) کے متعلق فرمایا: ''امابعد! تم اس کے بارے بہت سی باتیں لائے ہو۔ وہ ان تیس کذابوں میں سے ایک ہے جو دجال سے پہلے آئیں گے۔ مسیح دجال کا رعب مدینہ طیبہ کے علاوہ ہر شہر میں پہنچ جائے گا اس کی ہر گھاٹی پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ وہ اس سے مسیح دجال کے رعب کو دور کرتے ہیں۔''

ستر سٹھواں باب

حدیث پاک کے کذاب اور وہ شیاطین جو لوگوں سے حدیث بیان کریں گے

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہیں ایسی احادیث بیان کریں گے جنہیں نہ تم نے نہ ہی تمہارے آباء نے سن رکھا ہوگا۔ تم ان سے اور ان کے آباء سے بچنا۔''

ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ابلیس بازاروں میں پھرے گا۔ وہ کہے گا'' مجھے فلاں بن فلاں نے یہ یہ روایت بیان کی ہے۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابلیس ایک شخص کی شکل میں متشکل ہوگا۔ وہ ایک قوم کے پاس آئے گا۔ وہ انہیں جھوٹی روایت بیان کرے گا۔ وہ متفرق ہو جائیں گے۔''

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے حضرت سفیان سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے مسجد خیف میں داستان گو کو دیکھا۔ میں نے اسے تلاش کیا تو وہ شیطان تھا۔'' ابن عدی اور بیہقی نے عیسیٰ بن ابی فاطمہ الغزاری سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں لکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: ''مجھے شیبانی نے روایت کیا ہے۔'' اس شخص نے کہا: ''مجھے شیبانی نے روایت کیا ہے۔'' بزرگ نے کہا: ''عن شعبی'' اس شخص نے کہا: مجھے سعبی نے بیان کیا ہے۔'' اس نے کہا: ''حارث سے۔'' اس نے کہا: ''بخدا! میں نے حارث کو دیکھا

ہے اور اس سے سنا ہے۔" اس نے کہا: "عن علیؓ" اس نے کہا: "بخدا! میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ شرکت کی ہے۔" جب میں نے یہ دیکھا تو میں آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ جب میں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ: اور زمین و آسمان کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی۔

تو میں نے دیکھا تو مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔"

اڑسٹھواں باب

جو زمین سب سے پہلے خراب ہو گی جو لوگ سب سے پہلے ہلاک ہوں گے

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "زمین کا بایاں حصہ پہلے اور دایاں حصہ بعد میں خراب ہو گا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے قریش کا انتقال ہو گا قریش میں سے سب سے پہلے میرے اہل بیت کا وصال ہو گا۔" ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے قریش کا انتقال ہو گا اور ان میں سے بنو ہاشم سب سے پہلے وصال کریں گے۔"

انہترواں باب

بنو سلیم کی زمین سے معدن کا ظہور

ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو سلیم کی سرزمین میں معدن کا ظہور ہو گا۔ جسے فرعون یا فرعان کہا جائے گا۔ یہ ابو جہم کی لمبی پٹی کے پاس ہے۔ یہ السواء کے قریب ہے۔ شریر لوگ اس کے پاس جائیں گے یا شریر لوگوں کو اس کی طرف اٹھایا جائے گا۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔ یہ پہلا صدقہ تھا جو ہماری معدن سے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا: معادن ہوں گے۔ عنقریب ان میں مخلوق میں سے

شریر ترین ہوں گے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بنو سلیم کے ایک شخص سے اور انہوں نے اپنے جد امجد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چاندی پیش کی گئی۔ انہوں نے عرض کی: "یہ ہماری معدن میں سے ہے۔" آپ نے فرمایا: "عنقریب معادن ہوں گی۔ وہاں شریر لوگوں کا بسیرا ہوگا۔" اسے امام احمد نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے لیکن اس میں ایک راوی کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے بنو سلیم کے ایک شخص نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے۔

سترواں باب

آخری زمانہ میں ہونے والے مرد و خواتین کے اوصاف

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا لطف و عطا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اہلِ نار کی دو اقسام ہیں میں نے انہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک ایسی قوم ہوگی جن کے پاس کوڑے ہوں گے جو گائے کی دم کی مانند ہوں گے۔ وہ اس کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی۔ ان کے سر گویا کہ بختی اونٹوں کی کوہانیں ہوں گے۔ یہ جنت میں نہ جائیں گے نہ ہی اس کی خوشبو کو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جا سکے گی۔"

اکہترواں باب

کچھ قومیں اپنی زبانوں سے اس طرح کھائیں گی جیسے گائے کھاتی ہے

مسدد، ابن ابی شیبہ، امام احمد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص سے، الضیاء نے المختارہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد، نسائی، ابن حبان اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں عمر بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اپنے والد گرامی سے ضروری کام تھا۔ میں نے اپنی ضرورت سے قبل گفتگو کی جسے لوگ استعمال کر کے مقصد تک پہنچے تھے لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ اسے سن ہی نہیں رہے تھے۔ جب میں فارغ ہوا تو مجھے فرمایا: "نورِ نظر! کیا تم اپنے کلام سے فارغ ہو چکے ہو۔" میں نے عرض کی: "ہاں!" انہوں نے فرمایا: "بیٹا! نہ تو تم اپنی ضرورت سے تجاوز کر رہے تھے، نہ ہی تم مجھ سے زاہد تھے، جبکہ میں

نے تمہارا کلام سن لیا ہے میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ایسی قوم کا ظہور ہوگا جو اپنی زبانوں سے اس طرح کھائے گی جیسے گائیں اپنی زبانوں سے زمین سے کھاتی ہیں۔"

بہتروال باب

امانت، علم، خشوع اور فرائض کا علم ناپید ہو جائے گا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور حامئ بے کساں ﷺ نے ہمیں دو احادیث بیان فرمائی ہیں۔ ایک حدیث پاک کو ہم نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا ہے۔ دوسری کے ہم منتظر ہیں۔ آپ نے ہمیں بیان کیا کہ امانت کا نزول مردوں کے دلوں کی اصل میں ہوا، پھر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ انہوں نے قرآن پاک کا علم سیکھا۔ سنت مطہرہ کا علم سیکھا۔" پھر آپ نے ہمیں امانت کے اٹھ جانے کے متعلق فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "ایک شخص سو رہا ہوگا۔ اس کے دل سے امانت کو اٹھالیا جائے گا حتیٰ کہ چھوٹے سے دھبے کا اثر باقی رہ جائے گا، پھر وہ سوئے گا امانت اس کے دل سے قبض کرلی جائے گی۔ اس کا اثر چھالے کی مانند باقی رہ جائے گا، جیسے تم آگ کا انگارہ پاؤں پر سے گراؤ، تو جگہ پھول کر چھالے کی شکل اختیار کرلے۔ اس کے اندر کچھ بھی نہ ہو۔ لوگ ایک دوسرے سے خرید وفروخت کریں گے لیکن اپنی امانت کو کوئی بھی ادا نہ کرے گا، حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ بنو فلاں میں ایک شخص امین ہے حتیٰ کہ ایک شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہ کتنا ہوشیار کتنا خوش اخلاق اور کتنا عقلمند ہے حالانکہ اس کے اندر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک بھی اپنی امانت کو ادا نہ کرے گا، حتیٰ کہ کہا جائے گا۔ "بنو فلاں میں ایک امین شخص ہے۔" حتیٰ کہ اس شخص کے بارے میں کہا جائے گا۔ "وہ کتنا مضبوط ہے؟ وہ کتنا کریم ہے۔ وہ کتنا ذہین ہے۔ وہ کتنا دانا ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ سب سے پہلی چیز جسے تم اپنے دین میں مفقود پاؤ گے وہ امانت ہوگی۔" حکیم ترمذی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے سب سے پہلے امانت کو اٹھالیا جائے گا۔ ان کے دین میں آخری امر نماز رہ جائے گی۔ بہت سے نمازی ایسے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے ہاں جن کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔"

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس امت میں سے سب سے پہلے حیاء اور امانت کو اٹھالیا جائے گا۔" ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم، شیرازی نے الالقاب میں اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فرائض کا علم سیکھو، اسے لوگوں کو سکھاؤ۔ یہ نصف علم ہے اسے بھلا دیا جاتا ہے۔ یہ پہلی

چیز ہے جسے میری امت سے چھین لیا جائے گا۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت ﷺ نے فرمایا: "فرائض کا علم سیکھو۔ لوگوں کو یہ علم سکھاؤ، عنقریب میرا وصال ہو جائے گا، عنقریب علم کو سمیٹ لیا جائے گا۔ فتنوں کا ظہور ہوگا حتیٰ کہ دو افراد اپنے حصے میں اختلاف کریں گے۔ وہ ایسا آدمی نہ پائیں گے جو ان کے مابین فیصلہ کر سکے۔ اس روایت کو دار قطنی نے لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔"

دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "علم کو اس کے اٹھ جانے سے پہلے حاصل کرو۔ تم میں سے کوئی ایک یہ نہیں جانتا کہ وہ اس کا کب محتاج ہو جائے جو اس کے پاس ہے۔" انہوں نے اس روایت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی لکھا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے۔ "تم خواہشات اور بدعتوں سے بچو اور عتیق کو لازم پکڑو۔"

امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا، زلزلے زیادہ آئیں گے، زمانہ قریب ہو جائے گا فتنوں کا ظہور ہوگا۔ قتل عام ہوگا۔ تم میں مال کثرت سے ہوگا، اس کی فراوانی ہوگی۔"

امام احمد، دارمی، الطبرانی نے الکبیر میں، ابوشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگو! علم حاصل کرو، اس سے پہلے کہ علم اٹھا لیا جائے۔" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! علم کو کیسے اٹھا لیا جائے گا۔ یہ قرآن پاک ہمارے سامنے ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "تمہاری خیر! یہ یہود و نصاریٰ ہیں کیا یہ مصاحف ان کے سامنے موجود نہیں ہیں وہ اس پیغام میں سے ایک حرف کے ساتھ بھی نہ چمٹ سکے جسے ان کے انبیائے کرام لے کر آئے تھے۔ ارے! علم اٹھ جانے سے مراد حاملین علم کا اٹھ جانا ہے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور خطیب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! علم کے اٹھ جانے سے قبل علم حاصل کرو۔ اس سے قبل کہ علم قبض ہو جائے۔ استاد اور شاگرد اجر و ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سارے لوگوں میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ، شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، خطیب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ علم کو چھیننے گا نہیں۔ اس طرح کہ وہ اسے لوگوں سے چھین لے بلکہ وہ علماء کو اٹھا لے گا جب علماء کرام اٹھ جائیں گے۔ لوگ جاہلوں کو اپنا رئیس بنا لیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی راہِ راست سے بھٹکا دیں گے۔"

شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ علم کو اس طرح نہ اٹھائے گا کہ وہ اسے لوگوں سے چھین لے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھا لے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا لوگ

جاہلوں کو اپنا رئیس بنالیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

تنبیہات

١ امام نووی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ (الاحزاب:٧٢)

ترجمہ: ہم نے امانت پیش کی۔

میں امانت سے مراد وہ تکلیف ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے۔ اس سے مراد وہ عہد ہے جو اس نے ان سے لیا ہے۔

٢ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دلوں سے امانت آہستہ آہستہ زائل ہوتی جائے گی۔ جب اس کا پہلا جزء زائل ہو جائے گا تو اس کا نور زائل ہو جائے گا۔ دھبہ کی طرح اس کی ظلمت باقی رہ جائے گی۔ یہ رنگت اس کی پہلی رنگت کے مخالف ہوگی۔ جب اس میں سے اور کچھ زائل ہوگا۔ تو اس کا اثر چھالے کی طرح ہوگا، جو کافی مدت کے بعد ختم ہوتا ہے۔ یہ ظلمت ظلمت سے زیادہ ہوگی، پھر آپ نے اس نور کے ختم ہونے کی تشبیہ دی حالانکہ وہ پہلے دل میں قرار پذیر تھا، اور اس میں جاہ گزین تھا۔ آپ نے اس کی تشبیہ اس انگارے سے دی، جیسے کسی آدمی کی ٹانگ پر سے لڑھکا دیا جائے حتیٰ کہ اس میں اثر پیدا کرے، پھر انگارہ نیچے گر جائے گا۔ اس کا آبلہ باقی رہے۔ اسے کنکریاں آلے اور اسے لڑھکا دے۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ وضاحت اور تفصیل خوب واضح ہو جائے۔

تہتر واں باب

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو فتنہ نقصان نہ دے گا

احمد بن منیع، البیہقی نے الکبریٰ میں، ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں الربذہ سے گزرا۔ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کس کا خیمہ ہے؟" مجھے بتایا گیا "یہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا خیمہ ہے۔" میں نے ان سے اذن طلب کیا اور اندر داخل ہو گیا میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ اس معاملہ میں آپ کو خاص اہمیت حاصل ہے کاش! آپ لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتے برے کاموں سے

روکتے۔" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب فتنہ انگیزی تفرقہ بازی اور اختلاف ہو گا۔ جب یہ حالات ہو جائیں تو اپنی تلوار لے کر کسی کے پاس جاؤ، اسے توڑ دو، اپنا تیر توڑ دو۔ اپنی کمان کی تانت کو کاٹ ڈالو۔ اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔" یہ حالات ہو چکے ہیں۔" پھر انہوں نے وہ تلوار اتاری جو خیمہ کے ستون کے ساتھ معلق تھی۔ میں نے نیام سے باہر نکالی تو وہ لکڑی کی تھی۔ "انہوں نے فرمایا: "میں نے وہ کچھ کر دیا ہے جس کا مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا۔ میں نے یہ تلوار اس لیے رکھی ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو ڈراؤں۔"

چوہترواں باب

فتنہ سے قبل حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا وصال ہو جائے گا

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ اقوام اپنے ایمان کے بعد مرتد ہو جائیں گی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! تم ان میں سے نہیں ہو۔" حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا وصال حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ طیالسی نے حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو افراد حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بالشت بھر زمین کا فیصلہ کرانے گئے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جب کسی زمین پر ہو تم دو افراد کو سنو جو بالشت بھر زمین کے لیے لڑ رہے ہوں تو تم وہاں سے نکل جاؤ۔" حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر شام چلے گئے۔"

پچھترواں باب

قسطنطنیہ رومیہ سے پہلے فتح ہو گا

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے، امام احمد نے عبداللہ بن بشر خشعمی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "قسطنطنیہ فتح ہو گا۔ اس کا امیر بہت اچھا امیر ہو گا۔ اس کا لشکر بہت اچھا لشکر ہو گا۔"

حارث اور الطبرانی نے حضرت جبیر بن نفیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں الفسطاط کے مقام پر فرمایا۔ اس وقت لوگوں نے قسطنطنیہ کے

لیے تیاری کر رکھی تھی۔"بخدا! نصف دن سے یہ امت بے بس نہ ہوگی۔ جب تم شام میں کسی شخص اور اس کے اہلِ خانہ کا دستر خوان دیکھ لو تو اس وقت قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔"

الطیالسی، ابن منیع، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے (سوائے اسید جابر کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میراث کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، نہ ہی غنیمت سے خوشی ہوگی روم کو تمہارے لیے جمع کر دیا جائے گا یا انہیں اہلِ اسلام کے لیے جمع کر دیا جائے گا۔" انہوں نے اپنے دستِ اقدس سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے عرض کی: "کیا تمہاری مراد روم ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! اس وقت شدید مزاحمت ہوگی۔ اس وقت مسلمان موت کے لیے شرط لگائیں گے۔ (یعنی وہ فتح یا شہادت لیے بغیر نہ لوٹیں گے) وہ غالب ہو کر ہی لوٹیں گے۔ وہ مصروف جہاد ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کے جہاد کے مابین رات رکاوٹ بن جائے گی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوں گے۔ بہت سے مشرکین واصل جہنم ہوں گے، لیکن غالب کوئی بھی نہ آسکے گا۔ دوسرے روز مسلمان پھر موت کے لیے شرط لگائیں گے کہ وہ غالب ہو کر ہی آئیں گے۔ وہ سارا دن مصروف پیکار رہیں گے حتیٰ کہ رات ان کے مابین رکاوٹ بن جائے گی۔ مسلمان بھی شہید ہوں گے کفار بھی واصل جہنم ہوں گے، کسی کو غلبہ نصیب نہ ہوگا۔ شرط ختم ہو جائے گی، پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ وہ غالب ہو کر ہی لوٹیں گے۔ وہ شام تک مصروف جہاد رہیں گے۔ شام ہو جائے گی۔ مشرکین واصل ہوں گے۔ مسلمان بھی شہید ہوں گے شرط ختم ہو جائے گی۔ چوتھے روز بقیہ اہلِ اسلام ان کی طرف جائیں گے۔ وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ بہت زیادہ خون ریزی ہوگی۔ اس طرح کی خونریزی نہ دیکھی جائے گی، یا ہم نے اس طرح کی خونریزی نہ دیکھی ہوگی۔ ان کے پاس سے ایک پرندہ گزرے گا۔ وہ فوراً مر کر نیچے گر جائے گا۔ باپ کی اولاد بار بار آئے گی۔ ان کی تعداد ایک سو ہو جائے گی۔ ان میں سے صرف ایک شخص باقی رہ جائے گا۔ وہ کس غنیمت سے خوش ہوگا کون سی میراث تقسیم کی جائے گی۔" آپ نے فرمایا: "اسی اثناء میں وہ ایسے لوگوں کو سنے گا جو ان سے زائد ہوں گے۔ ایک پکارنے والا آئے گا وہ کہے گا: "ان کی اولاد میں دجال کا ظہور ہو چکا ہے۔" یہ سن کر وہ سب کچھ اپنے ہاتھوں سے گرا دیں گے جو ان کے پاس ہوگا۔ وہ توجہ کریں گے وہ دس شہ سوار بطور مقدمۃ الجیش بھیجیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں ان کے نام جانتا ہوں۔ ان کے آباء کے اسماء بھی جانتا ہوں۔ ان کے گھوڑوں کے رنگوں سے بھی آگاہ ہوں۔ وہ اس وقت روئے زمین کے سب سے بہترین شہ سوار ہوں گے۔" یا فرمایا: "روئے زمین پر وہ بہترین ہوں گے۔"

ابن ابی شیبہ، ابن منیع، امام احمد، امام حاکم (انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابو قبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان سے پوچھا گیا: "کون سا شہر پہلے فتح ہوگا۔ قسطنطنیہ یا رومیہ؟" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک صندوق منگوایا جس کے کئی حلقے تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک کتاب نکالی انہوں نے اسے پڑھا۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ کون سا

شہر پہلے فتح ہوگا۔قسطنطنیہ یا رومیہ؟"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ ہرقل کا شہر سب سے پہلے فتح ہوگا۔"

ابن ماجہ نے حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور وہ اپنے جدامجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مسلمانوں کا قریب ترین مورچہ بولاء کے مقام پر ہوگا۔اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ! تم عنقریب بنواصغر سے ملاقات کروگے۔وہ ان سے جہاد کریں گے جو تمہارے بعد آئیں گے حتیٰ کہ ان کی طرف اسلام کے حسین وجمیل لوگ نکلیں گے۔(یعنی) اہلِ حجاز جو راہِ خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔وہ تسبیح وتکبیر کے ذریعے قسطنطنیہ کو فتح فرمالیں گے۔ایک آنے والا آئے گا۔وہ کہے گا: "دجال مسیح کا ظہور تمہارے شہروں میں ہوچکا ہے ارے یہ جھوٹ ہوگا۔اسے پکڑنے والا نادم اور اسے چھوڑنے والا بھی نادم ہوگا۔"

دیلمی نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے لیے تسبیح وتکبیر کے ساتھ قسطنطنیہ اور رومیہ کو فتح فرمادے گا۔"

امام احمد، امام بخاری نے تاریخ میں، بزار، ابن قدیمہ، بغوی، باوردی، ابن سکن، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم، حاکم اور ضیاء نے عبداللہ بن بشر الغنوی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا۔اس کا امیر کتنا اچھا امیر ہوگا۔وہ لشکر کتنا عمدہ لشکر ہوگا۔"

چھہترواں باب

آپ ﷺ کے بعد قراء کے حالات

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ ہم پڑھ رہے تھے۔ہم میں عربی، عجمی اور سیاہ فام تھے، اچانک حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔آپ نے فرمایا تم بھلائی پر ہو تم کتاب اللہ پڑھ رہے ہو تم میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔عنقریب ایسی قوم آئے گی وہ اسے اس طرح شائستہ بنائیں گے جیسے تیر کو عمدہ کریں گے۔وہ اپنی اجرت جلدی لے لیں گے۔اسے مؤخر نہ کریں گے۔"

ابویعلی، بزار، الطبرانی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے، حضرت بزار رضی اللہ عنہ نے ثقہ راویوں سے، الطبرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس دین حق کا غلبہ ہوگا، حتیٰ کہ یہ تجار کو تجاوز کرجائے گا۔راہِ خدا میں گھوڑے سمندروں میں داخل ہوجائیں گے حتیٰ کہ کفر اپنے مقام پر لوٹ جائے گا۔لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ قرآن پڑھنا سیکھیں گے۔وہ اسے سیکھیں گے، اسے

پڑھیں گے۔ وہ کہیں گے "ہم نے قرآن پاک پڑھا ہے۔ ہم سے زیادہ اچھا قرآن پاک کون پڑھنے والا ہے۔ ہم سے زیادہ فقیہ کون ہے؟ ہم سے زیادہ عالم کون ہے؟ پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ فرمائی۔ فرمایا: "کیا ان میں کچھ بھلائی ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "نہیں!" آپ نے فرمایا: "وہ تم میں سے اس امت میں ہوں گے۔ وہ آگ کا ایندھن ہوں گے۔"

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پھر ان کے بعد ایسی اقوام آئیں گی جو قرآن پاک پڑھیں گی۔ وہ کہیں گی: ہم نے قرآن پاک پڑھا ہم سے زیادہ قاریٔ قرآن کون ہے؟ یا ہم سے زیادہ فقیہ کون ہے یا ہم سے زیادہ عالم کون ہے، پھر آپ توجہ فرما ہوئے۔

احمد بن منیع نے حسن اسناد کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم دیکھی جو قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "قرآن پاک پڑھ لو۔ اس سے قبل کہ ایسی قوم آئے جو تیر کی مانند کھڑا کریں گے۔ وہ اس کی اجرت جلدی لیں گے۔ اس میں تاخیر نہ کریں گے۔"

شیخان، امام احمد، نسائی، ابن جریر، ابو داؤد، طیالسی، ابن ماجہ، ابو عوانہ، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) ابن ماجہ، ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے "آخری زمانہ میں ایسی قوم آئے گی یا اس کا ظہور ہوگا۔ وہ قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا، وہ کہیں گے۔ "خیر البریۃ کے فرمان سے" دوسرے الفاظ میں ہے "قرآن پاک ان کے سینوں سے متجاوز نہ ہوگا۔ وہ دین سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے تیر نشانے سے آر پار ہو جاتا ہے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں قتل کر دو۔ جو انہیں قتل کرے گا اس کے لیے باعث اجر ہوگا۔" دوسرے الفاظ میں ہے "جو ان سے ملے وہ انہیں قتل کر دے جو انہیں قتل کرے گا روز حشر اسے درگاہِ ربانیہ سے اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔"

امام مسلم، ابو داؤد اور ابو عوانہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "میری امت میں ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پاک پڑھے گی تمہاری قرأت ان کی قرأت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ ہوگی، نہ ہی تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلہ میں کچھ ہوگی نہ ہی تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں کچھ ہوں گے۔ وہ قرآن پاک پڑھیں گے وہ گمان کریں گے کہ یہ ان کے لیے ہے لیکن یہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گی۔ وہ اسلام سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے تیر نشانے سے گزر جاتا ہے۔ کاش! وہ لشکر جان لیتا جو ان کے ساتھ نبرد آزما ہوگا کہ ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کے لیے کیا فیصلہ کیا گیا ہے تو وہ عمل سے پیچھے ہٹ جاتے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو بازو تو رکھتا ہوگا لیکن اس کے بازو کا اگلا حصہ نہ ہوگا۔ اس کے بازو پر پستان کی نوک کی طرح کا نشان ہوگا۔ جس پر سفید بال ہوں گے۔"

ابونصر السجزی نے الابانہ میں اور الدیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس قرآن پاک کا وارث ایسی قوم بنے گی جو اس کو اس طرح پیئے گی جیسے دودھ پیا جاتا ہے لیکن یہ ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا۔''

ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانہ میں ایسی قوم کا خروج ہوگا جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن پاک اس کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ سر منڈوانا ان کی علامت ہوگا۔ جب تم انہیں ملو تو انہیں قتل کردو۔''

ابن ابی شیبہ، امام احمد، نسائی، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانہ میں ایسی قوم کا ظہور ہوگا گویا کہ یہ ان میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید پڑھے گی، لیکن قرآن حکیم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے یوں گزر جائیں گے جیسے نشانے سے تیر گزر جاتا ہے۔ سر منڈوانا ان کی علامت ہوگا۔ وہ لگاتار ظہور کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ ظہور کرے گا جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کردو۔ وہ مخلوق میں سے شریر ترین لوگ ہوں گے۔''

امام احمد، امام بخاری، الطبرانی نے الکبیر میں اور امام بیہقی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک ایسی قوم کا ظہور ہوگا جو تیز طرار، سخت اور زبان کی تیز ہوگی۔ وہ قرآن پاک پڑھیں گے۔ وہ اسے ردی کھجور کی طرح بکھیریں گے۔ قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں قتل کردو ان کو قتل کرنے والا عنداللہ ماجور ہوگا۔''

امام احمد، امام بخاری اور ابویعلی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد اور شیخان نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مشرق سے بعض ایسی اقوام کا ظہور ہوگا جو اپنے سر کے حلق کرائیں گے وہ قرآن پاک پڑھیں گے، لیکن قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے نشانے سے تیر نکل جاتا ہے۔'' ''پھر وہ اس میں نہ لوٹ سکیں گے حتیٰ کہ تیر اپنی اوپر کی سمت لوٹ جائے۔ سر منڈوانا (حلق کرانا) ان کی علامت ہوگا۔''

السجزی نے ''الابانہ'' میں خطیب اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مشرق سے ایک قوم کا ظہور ہوگا۔ جو سر منڈوائے ہوں گے۔ وہ قرآن پاک پڑھیں گے، لیکن قرآن پاک ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ بشارت اسے جسے وہ قتل کردیں۔ بشارات اسے جو انہیں قتل کردے۔''

شیخان اور النسائی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں ایسی قوم کا ظہور ہوگا۔ جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو، جن کے روزوں کے سامنے تم اپنے روزوں کو اور جن کے علم کے سامنے تم

اپنے علم کو حقیر سمجھو گے۔وہ قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے نشانے سے تیر گزر جاتا ہے۔پیکان کو دیکھا جاتا ہے وہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔تیر میں دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کچھ نہیں نظر آتا پر کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔تیر کے سوفار میں جھگڑا کیا جاتا ہے کہ کیا اس کے ساتھ کچھ خون لگا ہے۔"

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ قرآن پاک پڑھیں گے۔وہ اس کے حروف سے حساب لگائیں گے۔اس کی حدود کو ضائع کریں گے۔اس کے لیے ہلاکت!جو وہ حساب لگائیں گے۔اس کے لیے ہلاکت!جو وہ کریں گے لوگوں میں سے اس قرآن پاک کا زیادہ مستحق وہ ہے جو اس کا حساب لگائے مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔"امام احمد،امام مسلم،ابن ماجہ،الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"میرے بعد میری امت میں سے ایک قوم آئے گی، جو قرآن پاک پڑھے گا لیکن قرآن پاک اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے پھر وہ لوٹ کر نہ آئیں گے۔وہ سب سے بدترین مخلوق ہے۔تمام مسلمانوں سے برے ہیں ان کی نشانی سر منڈوانا ہے۔"

تنبیہات

1. امام مالک،امام شافعی اور جمہور علماء کرام کا موقف ہے کہ خوارج کافر نہیں ہیں۔اسی طرح قدریہ،معتزلہ اور سارے اہل اہواء کافر نہیں ہیں۔
2. آپ نے فرمایا:"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو تو انہیں قتل کر دو۔انہیں قتل کرنے میں اجر ہے۔"علامہ قاضی صاحب لکھتے ہیں:"علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ خوارج اور ان کے مشابہ لوگ جو بدعتی اور باغی ہوں جب امام وقت کے خلاف بغاوت کریں۔جماعت کی اکثر رائے کی مخالفت کریں اور جماعت میں انتشار پیدا کریں تو ان کے ساتھ جہاد واجب ہے لیکن پہلے انہیں ڈرایا جائے گا انہیں معذرت کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ارشاد ربانی ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات:۹)

ترجمہ: پھر سب مل کر لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

لیکن ان کے زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ان کے شکست خوردہ کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ان کے قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ان کے اموال کو مباح نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اطاعت سے نہ نکل جائیں۔جب تک وہ جنگ کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ان کے ساتھ قتال شروع نہ کیا جائے گا،بلکہ انہیں وعظ و نصیحت کیا جائے گا۔بدعتوں سے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔اگر وہ انکار کر دیں تو ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔"

ستتھرواں باب

مساجد کو آراستہ کیا جائے گا

امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگ مساجد میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔" ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے مساجد کو چونا (پلستر) کرنے کا حکم نہیں دیا۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "تاکہ مساجد کو اس طرح نہ سجایا جائے جیسے یہود و نصاریٰ اپنے معابد کو سجاتے ہیں۔"

ابن ماجہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے بعد مساجد میں اس طرح گیلریاں بناؤ گے جیسے یہودی اپنے کنیسوں میں اور عیسائی اپنے گرجوں میں گیلریاں بناتے ہیں۔"

حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میری امت کے آخر میں ایسی اقوام ہوں گی جو اپنی مساجد کو آراستہ کریں گی اپنے دلوں کو برباد کریں گی۔ ایک شخص اپنے کپڑے کو اس طرح بچائے گا کہ وہ اپنے دین کو اس طرح نہ بچائے گا۔ جب ایک شخص کی دنیا سلامت ہوگی تو وہ اپنے دین کے معاملہ کی پرواہ نہ کرے گا۔"

اٹھہترواں باب

کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے اور اسی کے ساتھ لوگوں سے سوال کریں گے

امام احمد اور ابن مندہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جو قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے ذریعے لوگوں سے مانگ رہا تھا۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: "جو قرآن پاک پڑھے وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو قرآن پاک پڑھیں گی اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگیں گی۔"

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں اور البیہقی نے الشعب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرآن پاک پڑھو۔ اس سے رب تعالیٰ سے التجاء کرو۔ اس سے قبل کہ ایک قوم آئے جو قرآن پاک پڑھے اور اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کرے۔"

امام احمد، ابوداؤد، ابن منیع، بیہقی نے الشعب میں اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرآن پاک پڑھو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے التجاء کرو۔ اس سے قبل کہ ایسی قوم آئے جو اسے تیر کی طرح کھڑا کریں۔ اس کی اجرت جلد مانگ لیں۔ اس میں تاخیر نہ کریں۔" ابن ابی شیبہ نے محمد بن المنکدر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرآن پاک پڑھو۔ اس کے ذریعے سے رب تعالیٰ سے مانگو عنقریب اسے ایک قوم پڑھے گی۔ اسے تیر کی طرح سیدھا کریں گے۔ وہ اس کی اجرت جلد لے لیں گے تاخیر نہ کریں گے۔"

اناسی واں باب

گھروں کو سجایا جائے گا

بزار نے ثقہ راویوں سے اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب دنیا کو تمہارے لیے کھول دیا جائے گا، حتیٰ کہ تم گھروں میں اس طرح پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ کے پردے لٹکائے جاتے ہیں۔" ہم نے عرض کی: "کیا ہم آج اپنے دین پر ہیں؟" آپ نے فرمایا: "تم آج اپنے دین پر ہو۔" ہم نے عرض کی: "کیا ہم آج بہتر ہیں یا اس دن بہتر ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "تم آج بہتر ہو۔"

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے غالیچے ہوں گے۔" اس روایت کو امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: "تم میں سے کوئی ایک صبح ایک اور شام کو دوسرا حلہ پہنے گا۔ ایک پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے گا دوسرا اٹھا لیا جائے گا تم اپنے گھر میں اس طرح پردے لٹکاؤ گے جیسے خانہ کعبہ پر پردے لٹکائے جاتے ہیں لیکن تم آج ان سے بہتر ہو۔"

اسی واں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایسے افراد ہوں گے جن کی عورتوں کے سر گویا کہ بختی اونٹوں کی کوہانیں ہوں گے

امام احمد، امام الطبرانی، (امام احمد کے راوی صحیح کے ہیں) نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخری زمانہ میں ایسے افراد ہوں گے جو کجاوؤں کی مانند زینوں پر سفر کریں گے۔ وہ مساجد کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی۔ ان کے سروں پر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی مانند ہوں گی۔ انہیں لعنت کرو۔ وہ ملعون ہیں اگر امم میں سے کوئی امت تمہارے بعد ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی خادمائیں ہوتیں۔'' الطبرانی کے الفاظ ہیں: ''عنقریب میری امت میں ایسے مرد ہوں گے جن کی عورتیں ایسی زینوں پر سوار ہوں گی جو کجاوؤں کی طرح کی ہوں گی۔''

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوشقرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم ایسی عورتوں کو دیکھو جو اپنے سروں پر گائے کی چوٹی کی مانند کچھ رکھیں تو انہیں بتادو کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ آتش کی دو اقسام کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا (۱) ایک قوم کے پاس گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے (۲) ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی عورتیں لباس پہنے ہوئے ننگی ہوں گی۔ وہ خود بھی حق سے جدا ہوں گی اور دوسروں کو بھی باطل کی طرف مائل کریں گی یا جھک کر اتراتی ہوئی چلیں گی اور کندھوں اور پہلوؤں کو ہلاتے ہوئے چلیں گی۔

اکاسی واں باب

یہ جگہ عنقریب بازار بن جائے گی

ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: ''بہت سی قسمیں اس قطعۂ زمین سے رب تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوتیں۔'' میں نے بعد میں وہاں دو غلام فروشوں کو دیکھا۔'' عبدالرحمان بن حارث نے اپنے جدامجد سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے نکلے۔ اس وقت الزوراء اور الثنیہ کے مابین کوئی گھر یا چٹان نہ تھی۔ بازار اس وقت مرۃ وائل کے علاوہ تھا۔ جب وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس پہنچے تو فرمایا: ''ابوحارث! جس نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''بہت سی اقسام اس قطعہ زمین سے اوپر رب تعالیٰ کی طرف نہیں چڑھتیں۔'' میں نے عرض کی: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ امر تو رونما ہوگیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے جھوٹ نہیں بولا۔'' میں نے کہا: ''میں بھی گواہی دیتا ہوں۔''

بیاسی واں باب

قرآن اور سلطان عنقریب جدا ہو جائیں گے

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے، اسحاق نے ایک اور سند سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عطاء کو اس وقت تک لے لو جب تک وہ عطاء ہو جب وہ دین پر رشوت بن جائے تو پھر نہ لو لیکن تم اسے ترک نہ کرو گے۔ خوف وفقر تمہیں اس طرح کرنے سے روک دے گا۔ ارے! ایمان کی چکی دائرہ ہے۔ ایمان کی چکی دائرہ ہے۔ کتاب الٰہی کے ہمراہ پھر جاؤ جس طرح وہ حکم دے ارے! سلطان و کتاب عنقریب جدا ہو جائیں گے۔ ارے! تم کتاب الٰہی کو نہ چھوڑنا۔ عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کس طرح کریں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا۔ انہیں تختہ دار پر چڑھا دیا گیا آروں سے چیر دیا گیا۔ اطاعت الٰہیہ میں موت معصیت الٰہیہ میں زندگی سے بہتر ہے۔"

تراسی واں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بادشاہوں کے حالات

الطبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: "میرا گمان ہے کہ مجھے بلا لیا جائے گا۔ میں صدائے ربانی پر لبیک کہوں گا۔ میرے بعد تم پر ایسے والیانِ امر آئیں گے جو اسی طرح کے عمل کریں گے جیسے تم اعمال سرانجام دو گے۔ وہ ایسے اعمال سرانجام دیں گے جنہیں تم جانتے ہوں گے۔ ان کی اطاعت کرو۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر جائے گا، پھر تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے وہ ایسے اعمال سرانجام دیں گے جنہیں تم سرانجام نہ دو گے۔ ایسے اعمال سرانجام دیں گے جن کو تم نہ جانتے ہوں گے۔ جس نے ان کی راہ نمائی کی اور انہیں نصیحت کی تو وہ ہلاک ہو گئے انہیں ہلاک کر دیا اپنے جسموں کے ساتھ ان سے ملو اور اپنے اعمال کے ساتھ انہیں بے وقار کرو۔ محسن کے لیے گواہی دو کہ وہ محسن ہے اور برے کے لیے گواہی دو کہ وہ برا ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تم پر والی مقرر ہوجائیں گے؟" الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے منبروں پر جنہیں حکمت عطا کردی جائے گی۔ جب وہ نیچے اتریں گے ان سے حکمت چھین لی جائے گی۔ ان کے اجسام مردار سے زیادہ گندے ہوں گے۔" الطبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے! عنقریب تم پر امراء ہوں گے۔ وہ تمہارے لیے ایسے فیصلے کریں گے جو اپنے لیے فیصلے نہ کریں گے۔ اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں قتل کردیں گے۔ اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں گمراہ کردیں گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: "تم اسی طرح کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ انہیں آروں سے چیر دیا گیا۔ تختہ دار پر چڑھا دیا گیا اطاعت الٰہیہ میں موت معصیت الٰہیہ میں زندگی سے بہتر ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم پر ایسے امراء ہوں گے۔ اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں آتش دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں قتل کردیں گے۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں ان کے نام بتا دیں۔ شاید ہم ان کے چہروں پر مٹی پھینک سکیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شاید وہ تمہارے چہرے پر مٹی پھینک دیں اور تمہاری آنکھ پھوڑ دیں۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے مطر بن علاء کے) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(خلافتِ) نبوت تیس سال، ملوکیت تیس سال اور طاقت و جبروت تیس سال ہوگی۔ اس کے بعد کوئی بھلائی نہیں ہے۔" الطبرانی نے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تم پر میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو منبروں پر حکمت آموز باتیں کریں گے۔ جب وہ نیچے اتریں گے تو حکمت ان سے چھین لی جائے گی۔ ان کے دل مردار کی طرح بدبودار ہوں گے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اپنی امت کے بارے گمراہ کن حکمرانوں سے خدشہ ہے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ امراء سے خدشہ ہے جب میری امت میں ایک بار تلوار چل گئی تو تا روز حشر اٹھ نہ سکے گی۔"

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانہ میں ظالم امراء، فاسق وزراء، خائن قاضی اور جھوٹے فقہاء ہوں گے جو اس زمانہ کو پالے وہ ان کے لیے محصل، منتظم اور سپاہی نہ بنے۔" بزار نے صحیح

کے راویوں سے (سوائے حبیب بن عمران الکلاعی کے) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ امراء کو کذاب، وزراء کو فاجر امناء کو خائن، قراء کو فاسق پیدا کر دے گا۔ ان کی شکل و شباہت راہبوں جیسی ہوگی۔ ان کے لیے رغبت یا حفاظت یا تقویٰ نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ انہیں گرد آلود، تاریک فتنے میں مبتلاء کر دے گا۔ وہ اس میں اس طرح ہلاک ہو جائیں گے جیسے یہودی ظلم میں ہلاک ہوئے تھے۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے مؤمل بن اہاب، وہ بھی ثقہ ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم پر ایسے امراء آئیں گے جو مجوسیوں سے زیادہ شریر ہوں گے۔"

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے تذکرہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخری زمانہ میں ایسے افراد کا ظہور ہوگا جن کے پاس گائیوں کے دموں کی مانند کوڑے ہوں گے۔ وہ رب تعالیٰ کی ناراضگی میں صبح کریں گے اور رب تعالیٰ کی ناراضگی میں شام کریں گے۔" البزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم اس قوم کو دیکھو گے جو رب تعالیٰ کے غصے میں صبح کرے گی رب تعالیٰ کی لعنت میں شام کرے گی ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے۔"

ابویعلی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن کی بات کو رد نہ کیا جا سکے گا۔ وہ آگ میں اس طرح چھلانگیں ماریں گے جیسے بندر چھلانگیں مارتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے تعاقب میں ہوں گے۔ ابویعلی اور ابن حبان نے حضرات ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ ان پر احمق امراء مقرر ہوں گے وہ شریر لوگوں کو آگے کریں گے۔ وہ ان کے عمدہ لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ وہ نماز کو مؤخر کر کے پڑھیں گے جو تم میں سے ایسے امراء کو پا لے وہ ان کا منتظم، سپاہی، محصل اور خازن نہ بنے۔"

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی شیبہ اور ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "۷۰ ھ کی ابتداء اور بچوں کی امارت سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرو دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ یہ احمق بن احمق کے پاس چلی جائے گی۔" امام احمد، ابن حبان، ابویعلی، الطبرانی نے الکبیر میں اور الضیاء نے حضرت عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "غور سے سن لو عنقریب تم پر حکمران ہوں گے نہ تو ان کے ظلم پر ان کی مدد کرو نہ ہی ان کے جھوٹ کی تصدیق کرو۔ جس نے ان کے ظلم پر ان کی اعانت کی جس نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی وہ میرے پاس حوض پر نہ آ سکے گا۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے صحیح غریب کہا ہے) ابن حبان اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "غور سے سنو۔ کیا تم نے سنا کہ میرے بعد امراء ہوں گے جو ان کے پاس گیا۔ ان کے کذب کی تصدیق کی ان کے ظلم پر ان کی اعانت کی اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نہ میرا اس کے ساتھ تعلق ہے، نہ ہی وہ میرے پاس میرے حوض کوثر پر آئے گا لیکن جو ان کے پاس نہ گیا نہ ہی ظلم پر ان کی اعانت کی نہ ہی ان کے جھوٹ کی تصدیق کی۔ وہ میرا ہے۔ میں اس کا ہوں۔ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔"

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "شب و روز نہ گزریں گے حتیٰ کہ ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ کہا جائے گا۔" امام احمد، ابو یعلی اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگوں پر عام بارش ہوگی لیکن زمین کچھ نہ اگائے گی۔"

چوراسی واں باب

دیگر وہ امور جن کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی ہے (اختصار کے ساتھ)

امام احمد، شیخان، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے اس جگہ روزِ حشر تک ہونے والے سارے امور کا تذکرہ کر دیا کسی امر کو بھی نہ چھوڑا۔ اسے یاد کیا جس نے اسے یاد کیا۔ اسے بھلا دیا جس نے اسے بھلا دیا۔ میرے یہ ساتھی اسے جانتے ہیں۔ اگر ان امور میں سے کسی ایسے امر کا اظہار ہوتا ہے جسے میں فراموش کر چکا ہوں۔ میں اسے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے یاد آجاتا ہے جیسے ایک شخص کو اس آدمی کا چہرہ نظر آ جاتا ہے جو اس سے غائب ہو گیا ہو پھر اسے دیکھ کر اسے پہچان لے۔"

امام احمد اور امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضور اکرم ﷺ نے وہ سارے امور بتا دیے تھے جو روزِ حشر تک ہونے والے تھے۔ میں نے آپ سے ہر چیز کے متعلق پوچھ لیا تھا لیکن میں یہ نہ پوچھ سکا تھا کہ اہلِ مدینہ طیبہ کو مدینہ طیبہ سے کون سی چیز باہر نکالے گی۔" امام احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہم میں ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے وہ سارے امور بتا دیے جو آپ کی امت میں تا روزِ حشر ہونے والے تھے۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا۔ اسے بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عمرو بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن آپ نے ہمیں نمازِ فجر پڑھائی۔ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ نماز ادا فرمائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ بتا دیا جو ہوا تھا اور جو کچھ روزِ حشر تک ہونے والا تھا۔ ہمیں یاد نہ رہا کہ ہم اسے محفوظ کر لیتے۔ ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جسے وہ خطبہ زیادہ یاد تھا۔"

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس طرح چھوڑا کہ جو پرندہ بھی آسمان پر دو پر پھڑ پھڑاتا تھا۔ آپ نے اس کے متعلق بھی ہمیں بتادیا تھا۔" عبد بن حمید نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں اٹھے۔ آپ نے ہمیں ان سارے امور کے متعلق بتادیا جو تاروزِ حشر ہونے والے تھے۔"

الطبرانی نے الاوسط میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حمام کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "عنقریب میرے بعد حمام ہوں گے، لیکن ان حماموں میں عورتوں کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔" انہوں نے عرض کی: "کیا عورت ازار باندھ کر حمام میں داخل ہو جائے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! اگر وہ ازار، قمیص اور دوپٹہ لے کر بھی حمام میں جائے گی اس کے لیے اس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی، جو عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اپنا دوپٹہ اتارے گی، تو وہ پردہ چاک ہو جائے گا جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔"

ابوداؤد، بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے سرزمین عجم کو فتح کر دیا جائے گا، تم وہاں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمامات کہا جائے گا مرد وہاں ازار کے بغیر داخل نہ ہوں اور عورتوں کو وہاں داخل ہونے سے روک دو سوائے مریضہ یا نفساء کے۔"

ابن عدی نے الکامل میں، خطیب نے المتفق میں، ابوالقاسم النجار نے کتاب الحمام میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے شام کو فتح کر دیا جائے گا۔ تم وہاں ایسے کمرے پاؤ گے جنہیں حمامات کہا جائے گا۔ یہ میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں مگر ازار کے ساتھ۔ یہ میری امت کی خواتین کے لیے حرام ہیں، مگر نفساء اور مریضہ کے لیے۔"

مقدام بن معدی کرب، رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم عنقریب آفاق کو فتح کرلو گے وہاں ایسے کمرے ہوں گے جنہیں حمام کہا جائے گا۔ ان میں داخل ہونا میری امت کے لیے حرام ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تھکاوٹ کو دور کرتے ہیں۔ میل کچیل کو ختم کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ میری امت کے مردوں کے لیے ازار بند میں حلال ہیں اور میری امت کی عورتوں کے لیے حرام ہیں۔"

ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے سرزمین عجم کو فتح کر دیا جائے گا، عنقریب تم ان میں ایسے کمرے پاؤ گے جنہیں حمام کہا جائے گا مرد ازار کے بغیر ان میں داخل نہ ہوں۔ عورتوں کو ان میں جانے سے روک دو سوائے مریضہ اور نفساء کے۔"

ابن عدی، خطیب نے المتفق میں، ابوالقاسم بخاری نے کتاب الحمامات میں ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے شام کو فتح کرادیا جائے گا تم وہاں کمرے پاؤ گے جنہیں

حمام کہا جائے گا۔ یہ میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں مگر ازار کے ساتھ۔ یہ میری امت کی خواتین کے لیے حرام ہیں مگر مریضہ اور نفساء کے لیے۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب میری امت سر جھکا کر چلے گی تو اہل روم یا اہل فارس اس کے خدمت گزار بن جائیں گے۔ ان میں بعض بعض پر غالب آجائیں گے۔"

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھ سے قبل جو بھی نبی ہوا اس پر لازم تھا کہ وہ اسے ہر اس بھلائی کے بارے بتاتا جو وہ ان کے لیے جانتا اور انہیں ہر اس بری چیز سے ڈراتا جسے وہ ان کے لیے برا سمجھتا لیکن اس امت مرحومہ کی عافیت اس کی ابتداء میں رکھی گئی ہے اس کے آخر کو مصائب اور ایسے امور کا سامنا کرنا پڑے گا جنہیں تم عجیب سمجھو گے۔ ایک فتنہ آئے گا۔ جو ایک دوسرے میں پھوٹ ڈال دے گا۔ ایک فتنہ آئے گا۔ مومن کہے گا: "اسی میں میری ہلاکت ہے۔" پھر وہ فتنہ ختم ہو جائے گا پھر ایک اور فتنہ آئے گا مؤمن کہے گا۔ "یہ ہے، یہ ہے۔" جو یہ پسند کرتا ہو کہ وہ آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے تو اسے اس حال پر موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ان لوگوں کی طرف جائے جو پسند کرتا ہو کہ کوئی اس کے پاس آئے۔"

شیخان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ وہ آپ کو کھلاتی تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ وہ آپ کو کھلاتی تھیں۔ آپ کی زلف معنبر سنوارتی تھیں۔ آپ وہاں استراحت فرما ہو گئے پھر آپ جاگے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ مجھے پیش کیے گئے۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کے لیے رواں تھے۔ وہ سمندر پر سوار تھے گویا کہ تختوں پر بادشاہ ہوں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے۔" آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی، پھر سراقدس رکھا پھر بیدار ہوئے آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں تبسم ریز ہیں؟" آپ نے فرمایا: "مجھے میری امت کے بعض لوگ پیش کیے گئے۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔" آپ نے فرمایا: "تم اس کے ہراول دستے میں ہو۔" وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں سمندری سفر پر روانہ ہوئیں۔ جب وہ سمندر سے باہر نکلیں تو اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کا وصال ہو گیا۔"

شیخان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد ترجیح ہو گی۔ ایسے امور ہوں گے جنہیں تم عجیب سمجھو گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اپنے فرائض ادا کرو اور حقوق کا سوال اپنے رب تعالیٰ سے کرو۔"

فتنے، جنگیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رونما ہوں گی

پہلا باب

فتنے بارش کی مانند اتریں گے

مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، طیالسی، محمد بن یحییٰ اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال بجا لانے میں جلدی کرو۔ تاریک رات کے حصے کی مانند فتنے رونما ہوں گے۔ جن میں وقتِ صبح ایک شخص مومن اور وقتِ شام کافر ہوگا۔ وہ رات کے وقت مومن اور صبح کے وقت کافر ہوگا۔ وہ دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر دے گا۔'' حضرت نعمان بن بشیر نے فرمایا: ''حسن نے فرمایا: ''ہم نے ایسے انسانوں کو دیکھا ہے وہ صورتیں تھیں مگر عقول سے خالی تھے۔ اجسام تھے دانش سے خالی تھے وہ پتنگوں اور مکھیوں کی طرح تھے جو دو درہموں کے آتے اور دو درہموں کے لیے جاتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک اپنا دین اونٹ کی قیمت کے عوض فروخت کر دیتا تھا۔''

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد میری امت فتنوں میں مبتلاء کر دی جائے گی۔ وہ فتنے تاریک رات کی طرح ہوں گے۔ وقتِ صبح ایک شخص مومن اور وقتِ شام کافر ہوگا۔ وقتِ شام ایک شخص مومن اور وقتِ صبح کافر ہوگا۔ وہ لوگ تھوڑے سے دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر دیں گے۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے سر اقدس کو آسمان کی طرف بلند فرمایا اور فرمایا: سبحان اللہ! ان پر فتنے اس طرح بھیج دیے گئے ہیں جیسے بارش نازل ہوتی ہے۔''

امام بخاری نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر جھانکا، پھر فرمایا: ''کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح گر رہے ہیں جیسے بارش گرتی ہے۔''

طیالسی، بیہقی، احمد، الطبرانی نے الکبیر میں اور امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت کرز بن علقمہ خزاعی

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی: "کیا اسلام کی انتہاء ہے؟" آپ نے فرمایا: "عرب وعجم کے جس گھرانے کے ساتھ رب تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہوگا انہیں اسلام میں داخل کر دے گا۔" وہ شخص: "پھر؟ پھر سائبان کی طرح فتنے گریں گے۔" اس شخص نے عرض کی: "ضرور! بخدا! ان شاء اللہ! آپ نے فرمایا: "ہاں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے، پھر تم اٹھ کر کاٹنے والے سانپ کی مانند ہو جاؤ گے۔ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑاؤ گے۔ اس وقت بہترین شخص وہ ہوگا جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں عزلت گزیں ہو جائے گا۔ وہ اپنے رب تعالیٰ سے ڈرے گا۔ اپنے شر کی وجہ سے لوگوں کو چھوڑ دے گا۔"

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تاریک رات کے ٹکڑے کی مانند فتنے تمہارے پاس آگئے ہیں۔ ان سے وہ شخص بچے گا جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہے گا، اور اپنے بکریوں کے ریوڑ میں سے کھائے گا یا وہ گھاٹیوں کے پیچھے سے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوگا اور اپنی تلوار کے مال سے کھائے گا۔"

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تاریک رات کے حصہ کی طرح فتنے تمہارے پاس آگئے ہیں۔ ایک شخص صبح کے وقت مومن اور رات کے وقت کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص رات کے وقت مومن اور صبح کافر ہو جائے گا۔ تم میں سے کوئی ایک تھوڑے سے دنیاوی سامان کے عوض اپنے دین کو فروخت کر دے گا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: "تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔" اس نے عرض کی: "اگر وہ جڑ جائے تو؟" آپ نے فرمایا: "دوسرا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔" میں نے عرض کی: "کب تک۔" آپ نے فرمایا: "حتیٰ کہ تمہارے پاس خطاء کرنے والا ہاتھ آجائے یا فیصلہ کرنے والی موت آجائے۔"

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرا کر اٹھے۔ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! کتنے خزانے کھول دیے گئے ہیں اور کتنے فتنے اترے ہیں۔"

دوسرا باب

اسلام کی چکی چلنے کی مدت

امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اسلام کی چکی پینتیس برس تک، یا چھتیس برس تک یا سینتیس برس تک چلے گی۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ان لوگوں کی راہ پر ہوں گے جو عالم بالا کو

سدھار گئے۔ اگر وہ باقی رہے تو ان کا دین ستر برس تک قائم رہے گا جس سے یہ باقی رہا۔"

تیسرا باب

کاش میں تمہاری جگہ ہوتا

امام مالک، امام احمد، شیخان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ ایک شخص دوسرے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے گا۔ وہ کہے گا: "کاش! میں تمہاری جگہ ہوتا۔"

نعیم بن حماد نے الفتن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ ایک شخص دوسرے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے گا۔ وہ کہے گا: "کاش! اس کی جگہ میں یہاں ہوتا، کیونکہ اسے لوگوں سے بہت زیادہ فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

دیلمی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ ایک زندہ شخص مردے کو اس کی دھونی پر دیکھے گا۔ وہ کہے گا: "کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔" ایک شخص اسے کہے گا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس پر مرا ہے؟" وہ کہے گا: "جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہ ہو گی حتیٰ کہ ایک شخص کسی قبر کے پاس سے گزرے گا۔ وہ وہاں لوٹ پوٹ ہو گا۔ وہ کہے گا: "کاش! اس قبر والا میں ہوتا۔ اس کے لیے دین آزمائش ہو گا۔"

چوتھا باب

سونے والا جاگنے والے سے اور بیٹھا ہوا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہو گا

ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، حاکم، ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، ابو یعلی، امام احمد نے خرشہ بن الحر سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، احمد بن منیع اور ابو یعلی نے عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد فتنے ہوں گے۔ ان میں سونے والا بیدار سے بہتر ہو گا۔ بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے

بہتر ہوگا۔ کھڑا ہونے والے چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ دوڑنے والا سوار سے بہتر ہوگا اور سوار، تیز دوڑانے والے سے بہتر ہوگا۔" حضرت خرشہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "جس پر یہ دور آجائے وہ اپنی تلوار لے پھر وہ پتھر کی طرف جائے اسے اس پر مارے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ جائے پھر اس کے لیے لیٹ جائے حتیٰ کہ وہ کچھ تاباں ہو جائے جو کچھ اس پر چمکے۔"

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "اگر تم یہ زمانہ پالو تو مقتول بندہ بننا پسند کرو قاتل بندہ بننا پسند نہ کرو۔" امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو ان سے ملجا یا پناہ گاہ پائے وہ اس کی طرف لوٹ جائے۔"

امام حاکم نے حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب حادثات، فتنے، تفرقہ بازی اور اختلاف ہوگا۔ اگر یہ ہو جائے تو تم میں استطاعت ہو کہ مقتول بنو قاتل نہ بنو تو اس طرح کر گزرو۔" ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب فتنے ہوں گے جو اندھے، بہرے اور گونگے ہوں گے جو انہیں دیکھے گا فتنے اس کی طرف دیکھنے لگیں گے۔ ان میں زبان کا مصروف ہونا تلوار کے وقوع کی طرح ہوگا۔"

ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب فتنے ہوں گے جن میں ایک شخص وقتِ صبح مومن اور وقت شام کافر ہو جائے گا، مگر جسے اللہ تعالیٰ علم کے ساتھ حیاتِ نو عطا فرمادے گا۔"

پانچواں باب

فتنہ میں ایک شخص تھوڑی سی پونجی کے عوض اپنا دین فروخت کردے گا

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "قیامت سے قبل تاریک رات کی طرح فتنے ہوں گے۔ دھوئیں کی مانند فتنے ہوں گے۔ ان میں مؤمن مرد کا دل اس طرح مر جائے گا جیسے ان کا جسم مرے گا۔ وقتِ صبح ایک شخص مومن ہوگا۔ وہ شام کے وقت کافر ہو جائے گا وہ شام کے وقت مومن اور صبح کے وقت کافر ہو جائے گا۔ ان میں ایک قوم اپنے اخلاق اور دین کو تھوڑی سی دنیاوی پونجی کے عوض فروخت کر دے گی۔" ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شب و روز نہ گزریں حتیٰ کہ ایک کھڑا ہونے والا کھڑا ہوگا۔ وہ کہے گا: "ہمیں اپنا دین مٹھی بھر دراہم کے عوض کون فروخت کرے گا۔"

چھٹا باب

قتلِ عام

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابو داؤد، حارث اور شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ اور مسدد نے ثقہ راویوں سے، ابو یعلی نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ہرج زیادہ ہو جائے گا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہرج کیا ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس سے مرادِ قتل ہے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "زمانہ قریب آجائے گا۔ علم کم ہو جائے گا۔ حرص زیادہ ہو جائے گا۔ فتنوں کا ظہور ہوگا۔ قتل زیادہ ہو جائے گا۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ایک سال میں ایک ہزار یا دو ہزار مشرکین کو قتل کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ایک دوسرے کو کیسے قتل کریں گے حالانکہ ہم زندہ ہوں گے کیا ہم اس طرح کریں گے؟" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ اس وقت کے لوگوں کے دلوں کو مار دے گا جیسے ان کے اجسام کو مارے گا۔"

الطبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور ابو نصر السجزی نے "ابانہ" میں (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں قراء زیادہ ہو جائیں گے فقہاء کم ہو جائیں گے۔ علم اٹھا لیا جائے گا۔ قتل کثرت سے ہوگا، پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ میری امت کے کچھ لوگ قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ منافق کافر رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا مومن کے ساتھ اسی کے مثل کے ساتھ جھگڑا کرے گا جو وہ کہے گا۔"

ساتواں باب

فتنے کی ابتداء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوگی

دیلمی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت سے فتنے کا دروازہ اس وقت تک بند رہے گا جب تک ان کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ جب وہ شہید ہو جائیں گے تو ان پر لگاتار فتنوں کا دور دورہ ہوگا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عصمہ بن مالک حطمی رضی اللہ عنہ سے، ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تیری خیر! جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو اگر تم میں مرنے کی استطاعت ہو تو مر جانا۔''

دیلمی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے لیے فتنے کا دروازہ اس وقت تک بند رہے گا جب تک ان کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ جب وہ شہید ہو جائیں گے تو ان پر لگا تار فتنوں کا دور دورہ ہوگا۔'' ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالاشہب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے مزینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک کپڑا دیکھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''کیا یہ نیا ہے یا دھلا ہوا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''دھلا ہوا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''عمر! نیا لباس پہنو۔ قابل ستائش زندگی بسر کرو، اور شہادت سے سرفراز ہو جاؤ۔'' یہ روایت مرسل ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے اس کی مثل مرفوع روایت لکھی ہے۔''

بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابویعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوہِ احد لرز اٹھا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم جلوہ افروز تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''احد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک صدیق اور دو شہید جلوہ افروز ہیں۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی باغ میں جلوہ افروز تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔'' پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں اذن دے دو انہیں جنت اور شہادت کی بشارت دے دو۔'' پھر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں اذن دے دو اور انہیں جنت اور شہادت کی بشارت دے دو۔'' الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حاضر تھا۔ اس دن سورج گرہن لگا تھا۔''

آٹھواں باب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں

تو اسے نہ اتارنا۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنے کا تذکرہ کیا۔ فرمایا: "اس میں یہ حالت مظلومیت میں شہید ہو جائیں گے۔" آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا۔

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ (حضرت عثمان کے غلام) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یوم الدار کو فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ میں اس پر صبر کروں گا۔"

امام مسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر جھانکا، پھر فرمایا: "کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو اس طرح گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرتی ہے۔" فتنہ ظہور پذیر ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ واقعہ حرۃ تک لگاتار فتنے رونما ہوتے رہے جبکہ ذوالحجۃ ۶۳ھ کے تین ایام باقی تھے تو اس میں بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے جو تاریخ کی کتب میں موجود ہیں۔"

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنے کا ذکر فرمایا۔ ایک شخص گزرا۔ آپ نے فرمایا: "اس روز یہ ظلماً مقتول ہو گا۔" میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آپ بئر اریس کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو، لیکن انہیں آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔" یہ یوم دار کو ان کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کے سامنے مصحف مبارک تھا۔ اس آیت طیبہ پر ان کا خون مبارک گرا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ (البقرۃ: ۱۳۷)

ترجمہ: تو کافی ہو جائے گا اللہ آپ کو ان کے مقابلہ میں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عثمان! تمہیں شہید کر دیا جائے گا۔ اس وقت تم سورۃ البقرۃ پڑھ رہے ہوں گے۔ تمہارا خون اس آیت پر گرے گا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ (البقرۃ: ۱۳۷)

ترجمہ: تو کافی ہو جائے گا اللہ آپ کو ان کے مقابلہ میں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

امام ذھبی نے اس روایت کو موضوع لکھا ہے۔ ابن منیع نے حضرت نائلہ بنت الفرافصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو اس دن انہوں نے روزہ رکھا

ہوا تھا۔ افطاری کے وقت انہوں نے ٹھنڈا پانی مانگا۔ لوگوں نے کہا: "اس کنویں کا پانی پی لو۔" اس کنویں میں گندگی پھینکی جاتی تھی۔ انہوں نے وہ رات اسی حالت پر بسر فرمادی۔ کھانا نہ کھایا وقت سحر ہماری لونڈیاں گھڑوں میں پانی لے آئیں۔ میں نے ان سے شیریں پانی لیا اور پانی کا ایک پیالہ لے کر ان کی خدمت میں آئی جب میں ان کے پاس پہنچی تو وہ سو چکے تھے۔ وہ نچلی سیڑھی پر تھے۔ ان کے خراٹوں کی آواز آرہی تھی۔ میں نے انہیں بیدار کیا۔ میں نے عرض کی: "یہ میٹھا پانی ہے۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے کر آئی ہوں۔" انہوں نے سر بلند کیا۔ فجر کی طرف دیکھا۔ فرمایا: "میں روزہ سے ہوں۔ میں نے صبح روزہ رکھا تھا۔" میں نے عرض کی: "آپ نے کہاں سے روزہ رکھا۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ کے پاس کھانا یا پانی لے کر آیا ہو۔" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے اس چھت پر سے نظر کرم فرمائی۔ آپ کے پاس پانی کا ڈول تھا۔ آپ نے فرمایا: "عثمان! پانی پی لو۔ میں نے سیر ہو کر پانی پیا، پھر فرمایا: "اور پی لو۔" میں نے سیر شکم ہو کر پانی پیا۔ آپ نے فرمایا: "قوم صبح سویرے تم پر حملہ آور ہوگی۔ اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا تو تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔" حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "باغی اسی روز ان کے پاس آئے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔" ابن لہیعہ نے کہا: "حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر اہل مصر کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ہمیں ایک یا دو سال بعد علم ہوا۔"

ابونعیم نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں نے اس روز آواز سنی جس روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔" ابن عفان رضی اللہ عنہ! آپ کو روح اور ریحان کی بشارت ہو۔"

ساتواں باب

جمل، صفین، نہروان کے واقعات، حضرات عائشہ، علی المرتضیٰ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کی خبر دینا

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی زوجہ محترمہ کے خروج کا تذکرہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ آپ نے فرمایا: "حمیراء! ذرا دیکھنا۔ وہ تم ہی نہ ہو۔" پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: "اگر تم ان کے کسی امر کے ولی بنو تو ان کے ساتھ نرمی کرنا۔"

امام احمد، ابویعلی، البزار، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت قیس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام المومنین بنو عامر کے کسی شہر تک پہنچیں تو ان پر کتے بھونکے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کون سا چشمہ ہے؟" لوگوں نے بتایا: "الحوأب" انہوں نے

فرمایا: "میرا گمان ہے کہ میں واپس چلی جاؤں۔" حضرت زبیر نے عرض کی: "نہیں! اتنا آگے آکر حتیٰ کہ لوگ آپ کو دیکھ لیں۔ رب تعالیٰ ان کے مابین صلح فرمادے۔" انہوں نے فرمایا: "میرا گمان یہی ہے کہ میں واپس چلی جاؤں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے کسی ایک کی کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب الحواب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔"

بزار، اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کون سرخ سدھاتے ہوئے اونٹ پر سوار ہوگی۔ وہ باہر نکلے گی۔ اس پر کلاب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد قتل عام ہوگا، پھر وہ بچ جائے گی۔"

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں کہا گیا کہ آپ ہمیں وہ حدیث پاک سنائیں جو آپ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "اگر میں نے تمہیں وہ سنادی تو تم مجھے رجم کردو گے۔" ہم نے کہا: "سبحان اللہ!" انہوں نے فرمایا: "اگر میں تمہیں بتاؤں کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک لشکر میں تم پر حملہ آور ہوں گی۔ وہ تلوار کے ساتھ تمہارے ساتھ لڑے گا تو تم میری تصدیق نہ کرو گے۔" لوگوں نے عرض کی: "سبحان اللہ! اس طرح تمہاری تصدیق کون کرے گا؟" انہوں نے فرمایا: "(حضرت) حمراء ایک لشکر سمیت تمہارے پاس آئیں گے۔ جنہیں موٹے موٹے افراد لے کر آرہے ہوں گے۔" حضرت حذیفہ نے یہ بتایا تھا، پھر ان کا وصال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روانگی سے پہلے ہو چکا تھا۔"

بزار اور بیہقی نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "ایک ہلاک ہونے والی قوم نکلے گی۔ ان کی قائد ایک عورت ہوگی۔ وہ خاتون جنت میں جائے گی۔" امام احمد، بزار اور الطبرانی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "عنقریب تمہارے اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین امر رونما ہوگا۔ جب اس طرح ہو تو انہیں ان کی محفوظ جگہ پہنچا دینا۔"

امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) امام بیہقی نے حضرت ابوالاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت زبیر کے پاس حاضر ہوا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارادہ سے نکلنا چاہتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تم ان سے قتال کرو گے، حالانکہ تم حق پر نہ ہوں گے۔" انہوں نے کہا: "مجھے یاد نہ رہا۔" پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

ابویعلی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابوجروہ المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ حضرت زبیر سے فرمارہے تھے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ تم مجھ سے قتال کرو گے لیکن تم اس وقت مجھ پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! لیکن میں بھول گیا تھا۔"

حاکم نے قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں ہے جب میں اور تم تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا۔ "کیا تم ان سے محبت کرتے ہو؟" تم نے کہا تھا: "مجھے اس سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟" آپ نے فرمایا تھا: "عنقریب تم ان کے خلاف خروج کرو گے، تم ان کے ساتھ قتال کرو گے۔ اس وقت تم حق پر نہ ہوں گے۔" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔

ابونعیم نے عبدالسلام سے روایت کیا ہے کہ جنگ جمل کے روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: "تم ضرور ان سے قتال کرو گے تم حق پر نہ ہوں گے یہ ان کی تمہارے خلاف مدد کی جائے گی۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے سنا تھا۔ اب یقیناً میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا۔"

واقعہ صفین

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دو عظیم گروہ باہم قتال کریں گے۔ ان کے مابین بہت زیادہ خونریزی ہوگی ان کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔"

امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو اسرائیل نے باہم اختلاف کیا، پھر ان کے مابین یہ اختلاف ہوتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے دو ثالث بھیجے۔ وہ گمراہ تھے۔ انہوں نے گمراہ کر دیا۔ یہ امت بھی عنقریب اختلاف کرے گی۔ ان میں اختلاف رہے گا، حتیٰ کہ یہ بھی دو ثالث بھیجیں گے۔ وہ بھی گمراہ ہوں گے اور ان کے پیروکار بھی گمراہ ہوں گے۔"

الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس امت میں دو گمراہ ثالث ہوں گے جو ان کی پیروی کرے گا وہ بھی گمراہ ہو جائے گا۔" سوید بن غفلہ نے کہا: "میں نے عرض کی: "ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری ذات مراد نہ لی تھی۔" انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ! اس میری امت میں عنقریب فتنہ رونما ہوگا۔ جس میں سونے والا تم سے بہتر ہوگا اس حالت میں کہ تم بیٹھے ہو۔ بیٹھنے والا تم سے بہتر ہوگا اس حالت میں کہ تم کھڑے ہو۔ کھڑا تم سے بہتر ہوگا۔ اس حالت میں کہ تم چل رہے ہو۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں مختص فرمایا ہے۔ آپ نے عام لوگ مراد نہیں لیے ہیں۔"

ابونعیم نے حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ میں نے شام کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ دیکھا۔ وہ آیا۔ اس پر ایک سوار اور سامان تھا۔ اس نے اپنا سوار اور سامان نیچے گرایا۔ صفیں چیرتا ہوا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اس نے اپنا موٹا ہونٹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر اور کندھے کے

مابین رکھ دیا۔ انہیں اپنی گردن سے حرکت دینے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: ''بخدا! یہی علامت میرے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین تھی۔''

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ کے نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے درست کرنے کے لیے پیچھے رہ گئے۔ آپ تھوڑے سے چلے پھر فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک قرآن پاک کی تاویل پر جنگ کرے گا جیسے میں نے اس کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میں۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میں۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' وہ میرا نعلین مبارک درست کرنے والا ہے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

حاکم نے ابوایوب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عہد توڑنے والوں، ناانصافوں اور گمراہوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔'' الطبرانی نے الاوسط میں اسی طرح روایت کیا ہے، لیکن ایک روایت میں ''امرت'' اور دوسری میں ''عهد الی رسول الله ﷺ'' کے الفاظ ہیں۔

ابویعلی، امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) بیہقی اور ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جن امور کا حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے بعد امت میرے ساتھ دھوکہ کرے گی۔''

ابویعلی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''عنقریب تمہیں میرے بعد مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' انہوں نے عرض کی: ''میرا دین سلامت رہے گا۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!''

حمیدی، البزار، ابویعلی، ابن حبان، حاکم، ابونعیم نے حضرت ابوالاسود الدیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس وقت اپنی ٹانگ رکاب میں رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے عرض کی: ''آپ عراق نہ جائیں۔ اگر آپ وہاں گئے تو آپ کو تلوار کی دھار لگے گی۔'' انہوں نے فرمایا: ''بخدا! تم سے قبل مجھے حضور اکرم ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا۔''

ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب فتنے ہوں گے۔ عنقریب تم اپنی قوم کے ساتھ بحث و مباحثہ کرو گے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''کتاب حکیم کے مطابق فیصلہ کرنا۔''

امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا: ''میں تمہیں سات فتنوں سے ڈراتا ہوں۔ ایک فتنہ مدینہ منورہ کی طرف سے آئے گا۔ ایک فتنہ مکہ مکرمہ میں ہوگا۔ ایک فتنہ یمن

سے آئے گا۔ایک فتنہ شام سے آئے گا۔ایک فتنہ مشرق سے آئے گا۔ایک فتنہ مغرب سے آئے گا ایک فتنہ شام کے اندر سے آئے گا۔یہی سفیانی ہے۔"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"تم میں سے بعض ان کی ابتداء کو پالیں گے،بعض ان کے آخر کو پا لیں گے۔"ولید بن عیاش نے کہا:"مدینہ طیبہ کا فتنہ حضرت طلحہ اور زبیر کی طرف سے،فتنہ مکہ فتنہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔فتنہ شام بنوامیہ کی طرف سے تھا۔مشرق کا فتنہ اس طرف سے ہوگا۔"

امام حاکم نے(انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)اور امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے خروج کا تذکرہ کیا۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسکرا پڑیں۔آپ نے فرمایا:"حمیراء!ذرا دیکھنا کہیں تم ہی وہ نہ ہوں۔"پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا:"اگر تم ان کے کسی امر کے ولی بنو تو ان کے ساتھ نرمی کرنا۔"

بزار اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے سدھائے ہوئے اونٹ والی کون ہوگی،جو باہر نکلے گی۔الحوأب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔اس کے ارد گرد قتل عام ہوگا۔"

امام حاکم(انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)نے حضرت ابوالاسود سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارادہ سے نکلنے لگے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا"تم ان کے ساتھ ناحق قتال کرو گے۔"حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ابو یعلی اور بیہقی کی روایت میں ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"لیکن میں بھول گیا تھا۔"

دسواں باب

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے بتادینا

الطبرانی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی لونڈی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوگئے۔یہ مرض ان پر گراں گزرا۔ان پر غشی طاری ہوگئی۔انہیں کچھ افاقہ ہوا۔ہم ان کے ارد گرد رو رہے تھے۔انہوں نے پوچھا:"کیوں رو رہے ہو؟کیا تمہارا گمان ہے کہ میں اس بستر پر مروں گا۔مجھے تو میرے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔میری آخری خوراک دودھ ہوگا۔(یا پانی ملا دودھ ہوگا)اس روایت کو ابو یعلی اور الطبرانی نے روایت کیا ہے۔مگر اس میں ہے کہ"آپ نے مجھے بتایا ہے کہ میں یوم صفین میں شہید ہوں گا۔"

امام مسلم،ابن عساکر،ابن ابی شیبہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے،امام احمد،ابن عساکر،الطبرانی نے الکبیر میں،

ابویعلی، خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے امام احمد، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابویعلی، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے، ابن عساکر ابن ابی شیبہ، ابویعلی، ابوعوانہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے، ابویعلی، ابن سعد نے کتاب الموالاۃ میں، الطبرانی نے الکبیر میں، دارقطنی نے الافراد میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن سعد، بغوی، ابونعیم، الطبرانی اور حاکم نے حضرت عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابویعلی، الطبرانی، ابن عساکر نے ابن عمرو سے، ابویعلی، الطبرانی نے معاویہ بن عتبہ سے، الطبرانی نے ابورافع سے، الطبرانی نے ابی ایوب سے، الباوردی، ابن قانع اور دارقطنی نے الافراد میں ابوالبشیر سے، ابویعلی اور الطبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے، بزار نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے البزار نے ابومسعود رضی اللہ عنہ سے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی بناتے وقت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔“

امام احمد، امام بخاری، ابن حبان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عمار کی خیر! انہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ عمار انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور وہ عمار کو آگ کی طرف بلائیں گے۔“

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے باوردی نے اسماعیل بن عبدالرحمان الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تمہیں بشارت ہو۔ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔“

گیارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کو کن اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت

ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ، نعیم بن حماد نے ”الفتن“ میں الحاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میرے بعد میرے اہلِ بیت قتل و جلاوطنی کا شکار ہوں گے۔ بنوامیہ، بنومغیرہ اور بنومخزوم ہم سب سے زیادہ بغض رکھیں گے۔“ بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”اسی اثناء میں ہم بارگاہِ

رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم میں سے ایک گروہ آپ کی خدمت میں آیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کی چشمانِ مقدس میں آنسو بھر آئے۔"

امام احمد نے المناقب میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ آخرین میں سے سب سے زیادہ بدنصیب کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا قاتل۔"

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ "وہ سب سے بدنصیب ہوگا جو تمہیں اس جگہ مارے گا۔" آپ نے ان کے جبین اطہر اور سر اقدس کی طرف کیا۔" المحاملی کے الفاظ یہ ہیں: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا۔ "اس جگہ سے اس جگہ تک تمہارا جسم اطہر خون آلود ہوگا۔" آپ نے ان کی ریش مبارک اور سر اقدس کی طرف اشارہ کیا۔" عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر وار کیا تھا۔ الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "علی! تم جانشین بنو گے۔ تمہیں شہادت نصیب ہوگی۔ تمہارا جسم اطہر اس جگہ سے اس جگہ تک خون آلود ہو جائے گا۔" آپ نے ان کی داڑھی سے سر اقدس تک اشارہ کیا۔"

بارھواں باب

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائیں گے

امام بخاری نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرا یہ نورِ نظر سردار ہے۔ شاید اللہ رب العزت اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرا دے گا۔" بیہقی نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔"

تیرھواں باب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

خلیل نے ارشاد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ میرے نورِ نظر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے گا یہ اس زمین کی مٹی ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین ہمارے ہمراہ حجرہ مقدسہ میں تھے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: ''کیا آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے ہیں؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! میں اس سے پیار کرتا ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ کی امت انہیں اس زمین میں قتل کر دے گی جسے کربلاء کہا جاتا ہے۔'' حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے وہاں سے مٹی لی اور آپ کو دکھا دی۔'' ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ میرے اس نورِ نظر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے گا۔ ان کے قاتل پر رب تعالیٰ کا شدید غضب ہو گا۔''

ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے وہ مٹی دکھائی جس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔ جو امام حسین علیہ السلام کا خون بہائے گا رب تعالیٰ کا اس پر شدید غضب ہو گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے مجھے یہ امر غمزدہ کرتا ہے کہ میری امت کا ایک فرد ہی میرے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے گا۔''

العقیلی نے اور الطبرانی نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس شہزادے کو شہید کر دے گی۔ میں نے انہیں کہا: ''مجھے وہاں کی مٹی دکھاؤ'' وہ میرے پاس سرخ مٹی لے کر آئے۔''

امام حاکم نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس نورِ نظر کو شہید کر دے گی۔'' وہ وہاں کی سرخ مٹی میرے پاس لے کر آئے۔''

ابن سعد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل نے مجھے بتایا: ''میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید ہو گا'' میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا: ''مجھے اس جگہ کی مٹی دکھاؤ۔ جہاں میرا نواسہ شہید ہو گا۔'' وہ مٹی لے کر آئے۔ یہ اس کی مٹی ہے۔''

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے شہید ہوں گے۔ امام بغوی نے اپنی معجم میں اور حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بارش کے فرشتے نے اپنے رب تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لے۔ رب تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی۔ اس روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نوبت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''ام سلمہ رضی اللہ عنہا! ہمارے لیے دروازے کی نگرانی کرنا تا کہ کوئی ہمارے پاس نہ آئے۔'' وہ دروازے پر تھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آ گئے۔ وہ جلدی سے آ کر آپ پر چڑھ گئے۔ وہ آپ کے کندھے پر چڑھنے لگے۔ اس فرشتے نے

عرض کی: "آپ کی امت عنقریب اسے قتل کر دے گی۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا سکتا ہوں جہاں انہوں نے شہید ہونا ہے۔ وہ سرخ مٹی لے کر آئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے رکھ لیا۔ انہوں نے اسے کپڑے میں باندھ لیا۔" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ کربلاء کی مٹی تھی۔"

الملاء کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے مٹی بھی سرخ مٹی دی اور فرمایا: "یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوں گے۔ جب یہ خون بن جائے گی تو جان لینا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں۔" حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: "میں نے اسے اپنے پاس شیشی میں رکھ لیا۔ میں کہا کرتی تھی: "جس دن یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے گی وہ عظیم دن ہوگا۔"

چودھواں باب

قریش کے لڑکوں کے متعلق بتانا

طیالسی نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی ہلاکت قریش کے احمق لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر میں چاہوں تو میں ان کے نام بتا سکتا ہوں کہ وہ بنوفلاں بنوفلاں ہیں۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے طیالسی نے چند راویوں سے، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی او امام احمد، حاکم اور الضیاء نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ مضر کا یہ قبیلہ زمین میں کسی صالح بندے کو نہ چھوڑے گا مگر اسے فتنے میں مبتلاء کر دے گا۔ اسے ہلاک کر دے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت اس لشکر سے کرے گا جو اس کے پاس ہے۔ وہ اسے ذلیل کر دے گا۔ وہ وادی کے پچھلے حصہ کا بھی دفاع نہ کر سکے گا۔"

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قریش کے نوخیز لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی ہلاکت ہوگی۔"

پندرھواں باب

اہل حرہ کے قتل کے بارے بتا دینا

امام بیہقی نے حضرت ایوب بن بشیر المعاوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر کے لیے نکلے جب آپ حرہ

زہرہ تک پہنچے تو آپ رک گئے۔آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اس حرہ پر میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد میری امت کے بہترین افراد قتل ہوں گے۔" یہ روایت مرسل ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "۶۰ ھ کو اس آیت طیبہ کی تاویل سامنے آئی:

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا۔ (الاحزاب: ۱۴)

ترجمہ: اور اگر گھس آئے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کی اطراف سے پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے۔

یعنی اہلِ شام بنو حارثہ کا مدینہ طیبہ پر دھاوا بولنا۔امام بیہقی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "یوم الحرۃ کے روز اتنے اہلِ مدینہ قتل ہوئے کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچتا۔" انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "یوم حرہ کو سات سو حاملین قرآن کو شہید کر دیا گیا۔ان میں تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس وقت یزید کی حکومت تھی۔"

سولہواں باب

سرزمین دمشق پر عذراء کے مقام پر ظلماً قتل ہونے والوں کے بارے آگاہ فرمانا

یعقوب بن سنان اور ابن عساکر نے حضرت ابوالاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضرت معاویہ، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فرمایا: "تم نے اہل عذراء حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیوں کیا؟" انہوں نے عرض کی: "ام المؤمنین! میں نے دیکھا کہ ان کے قتل میں امت کے لیے اصلاح تھی۔ان کا باقی رکھنا امت کے لیے فساد تھا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: "عنقریب عذراء کے مقام پر ایسے لوگ قتل ہوں گے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہلِ آسمان ناراض ہوں گے۔"

ابن عساکر نے حضرت سعید بن ابی ھلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔وہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے۔انہوں نے فرمایا: "معاویہ! تم نے حجر بن ادبر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ بخدا! مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ عنقریب عذراء کے مقام پر سات افراد مقتول ہوں گے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہلِ آسمان ناراض ہوں گے۔"

سترھواں باب

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

ابن عساکر نے حضرت رفاعہ بن شداد البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ انہوں نے مجھے بتایا: "رفاعہ! یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے۔ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ جن وانس میرے خون میں شامل ہوں گے۔" حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان کی بات پوری نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ میں نے گھوڑوں کی لگامیں دیکھ لیں۔ میں نے انہیں الوداع کہا۔ ایک سانپ ان کی طرف لپکا۔ اس نے انہیں ڈس لیا۔ سواروں نے انہیں جالیا۔ انہوں نے ان کا سر قلم کر دیا۔ یہ پہلا سر تھا جسے اسلام میں بطور تحفہ پیش کیا گیا۔

اٹھارھواں باب

ائمہ وقت کے بغیر نماز پڑھیں گے

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن مسعود سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، بزار اور الطبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب ایسے امراء ہوں گے جنہیں اشیاء مشغول کر دیں گی۔ وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔ ان کے ساتھ اپنی نماز کو نفلی کر لو۔" دوسری روایت میں ہے: "امراء نماز بروقت ادا نہ کریں گے، بلکہ وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔" ایک روایت میں ہے: "عنقریب ایسے ائمہ ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت پر ادا نہ کریں گے۔ اگر تم انہیں پالو تو ان کے ہمراہ اپنی نماز نفلی بنالو۔" ایک اور روایت میں ہے: "اگر وہ وقت پر نماز ادا کریں تو تم ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔ یہ نماز تمہارے لیے اور ان کے لیے ہوگی اگر وہ نماز کو مؤخر کریں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔ یہ نماز تمہارے لیے ہوگی یہ ان کے خلاف ہوگی جس نے جماعت کو چھوڑا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ جو اپنے عہد کو توڑتے ہوئے مرا۔ وہ روزِ حشر اس طرح آئے گا کہ ان کے لیے کوئی دلیل نہ ہوگی۔"

امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے سلامہ بنت حر الفرازی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم

ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اہل مسجد باہم مزاحمت کریں گے۔ وہ ایسا امام نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔"

انیسواں باب

خوارج کے متعلق آگاہ کرنا

ابن ابی شیبہ، ابن منیع، ابو یعلی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، ابن منیع، ابن حنبل اور حارث نے صحیح سند کے ذریعے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ، بزار اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا۔ دشمن کے ساتھ اس کا مقابلہ اور جدو جہد کا تذکرہ کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اسے نہیں جانتا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ ہے وہ شخص!" آپ نے فرمایا: "میں اسے نہ جانتا تھا۔ یہ پہلا فتنہ (سینگ) ہے جسے میں اپنی امت کے لیے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شیطان کا دھبہ ہے۔" جب وہ شخص قریب ہوا تو اس نے سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: "میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو جب ہمارے پاس آیا تو تو کہہ رہا تھا کہ اس قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو تم سے افضل ہو۔" اس نے عرض کی: "ہاں بخدا! وہ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی توصیف کی۔ اچھے کلمات سے اسے یاد کیا۔" ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ وہ سجدہ ریز تھا۔ آپ اپنی نماز کی طرف تشریف لے گئے۔ نماز ادا کی۔ جب آپ واپس آئے تو وہ ابھی تک سجدے میں تھا۔ (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) آپ نے فرمایا: "اسے کون قتل کرے گا؟" دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اٹھو۔ اسے قتل کر دو۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اندر گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے دل میں کہا: "نماز کے لیے حرمت اور حق ہے کاش! میں آپ سے مشورہ کر لوں۔" وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اسے قتل کر دیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔ میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے نماز کے لیے حرمت وحق دیکھا۔ اگر میں چاہتا تو اسے قتل کر دیتا۔" آپ نے فرمایا: "تم اسے قتل نہ کر سکو گے۔ تم جاؤ اور اسے قتل کر دو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہ شخص سجدہ ریز تھا۔ انہوں نے اس کا طویل انتظار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دل میں کہا: "سجدہ کا حق ہے کاش! میں آپ سے مشورہ کر لوں۔ آپ سے اس ہستی نے مشورہ کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے۔" وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اسے

تہ تیغ کر دیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے سجدہ ریز دیکھا۔ میں نے کہا کہ سجدہ کے لیے حق ہوتا ہے۔ اگر میں اسے قتل کرنا چاہتا تو یوں کر سکتا تھا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اسے قتل نہ کر سکو گے۔" آپ نے فرمایا: "علی! تم اٹھو تم اسے قتل کر لو گے بشرطیکہ تم نے اسے پالیا۔" وہ گئے انہوں نے دیکھا وہ مسجد سے جا چکا تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اسے تہ تیغ کر دیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "اگر وہ قتل ہو جاتا تو میری امت کے دو افراد بھی باہم اختلاف نہ کرتے حتیٰ کہ دجال کا ظہور ہو جاتا۔" دوسری روایت میں ہے: "یہ پہلا فتنہ ہے اور آخری فتنہ بھی یہی ہے۔"

بیسواں باب

رافضہ، قدریہ، مرجۂ اور زنادقہ کے بارے خبر

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پہلا قدری شخص مجوسی اور آخری زندیق ہے۔" امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔" ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ابن نجار نے حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ مریض ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ ادا نہ کرو۔" اس روایت کو ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قدریہ وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں خیر و شر ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، نہ ان کا میرے ساتھ اور نہ ہی میرا ان کے ساتھ تعلق ہے۔"

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، امام بیہقی نے (ان کے سارے طرق ضعیف ہیں) اور البزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانہ میں ایسی قوم کا اظہار ہوگا جسے رافضہ کہا جائے گا وہ اسلام کو پھینک دیں گے انہیں قتل کر دو۔ وہ مشرک ہیں۔"

خطیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارا وصال نہ ہوگا حتیٰ کہ تم ایسی قوم کے متعلق سن لو گے جو تقدیر کو جھٹلائے گی۔ وہ گناہوں کو لوگوں پر ڈالے گی۔ ان کی بات نصاریٰ کی باتوں سے ماخوذ ہوگی۔ میں رب تعالیٰ کے ہاں ان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔"

البزار، ابن ابی حاتم نے "السنۃ" میں عقیلی نے "الضعفاء" میں الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی ہلاکت تین امور میں ہے۔ العصبیہ، القدریہ اور تحقیق کے بغیر بات کر دینا۔" حاکم نے تاریخ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "المرجۃ کو ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں سے لعنت کی گئی۔ وہ لوگ کہتے ہیں: "ایمان عمل کے بغیر قبول ہے۔"

دارقطنی نے العلل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "القدریہ کو ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں سے لعنت کی گئی ہے۔" الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شاید تم میرے بعد زندہ رہو حتیٰ کہ تم ایسی قوم کو پالو جو تقدیر الٰہی کو جھٹلائے گی گناہوں کو لوگوں پر ڈالے گی۔ ان کی یہ بات نصرانیت سے ماخوذ ہوگی۔ اگر معاملہ اس طرح ہوا تو میں ان سے رب تعالیٰ کے ہاں برأت کا اظہار کرتا ہوں۔"

ابن ابی عاصم، الطبرانی نے الاوسط میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تقدیر کے متعلق آخری کلام آخری زمانہ میں اس امت کے شریر لوگوں کے لیے ہوگا۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہ روزِ حشر میری شفاعت کو نہ پاسکیں گے۔ المرجۃ، القدریہ۔"

ابن عدی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ (۱) القدریہ (۲) المرجۃ۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ المرجۃ، القدریہ۔ عرض کی گئی: "المرجۃ سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عمل کے بغیر قول ہے۔" عرض کی گئی: "القدریہ سے کیا مراد ہے؟" عرض کی گئی: "جو یہ کہتے ہیں کہ شر مقدر میں نہیں ہے۔"

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہ جنت میں نہ جائیں گے۔ (۱) القدریہ (۲) المرجۃ۔"

دیلمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے دو گروہوں کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (۱) القدریہ (۲) المرجۃ۔ ان کے ساتھ جہاد کرنا مجھے فارس اور دیلم کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

تنبیہ

القدریہ۔ تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ یہ افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرتے ہیں۔ انہیں معتزلہ کہا جاتا ہے کیونکہ

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: "قد اعتزلنا واصل" واصل ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ اس نے دو منازل کے مابین ایک منزل کو ثابت کیا تھا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا نہ مؤمن ہے نہ کافر۔ اس کا گروہ علیحدہ ہو کر اس کی طرف گیا۔ ان کا رئیس واصل بن عطاء تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجوسی فرمایا، کیونکہ یہ دو خالقوں کے اثبات میں مجوسیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہیں، جبکہ المرجئہ الارجاء کا عقیدہ رکھتے ہیں اس سے مراد نیت اور اعتقاد سے عمل کی تاخیر ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ نقصان نہیں دیتا، جیسے کفر کے ساتھ اطاعت نفع نہیں دیتی۔"

اکیسواں باب

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی

امام احمد، ائمہ اربعہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہودی اکہتر فرقوں میں منقسم ہوئے۔ عیسائی بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی۔ ان میں نجات پانے والا صرف ایک گروہ ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رستے پر گامزن ہوں گے۔" حاکم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت پر بھی ایسے حالات آئیں گے جیسے حالات بنو اسرائیل پر آئے تھے، بالکل ایک جیسے حالات۔ جیسے جوتا جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ نکاح کیا ہو گا، تو میری امت میں بھی اسی طرح ہو گا۔ بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے تھے میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ ایک کے علاوہ سارے دوزخ میں جائیں گے۔" عرض کی گئی کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟" آپ نے فرمایا:

"جو میرے اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رستے پر گامزن ہو گا۔"

بائیسواں باب

عنقریب لوگوں کو چھانا جائے گا، ان کا حال متغیر ہو جائے گا

حاکم، حارث، امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا دور آئے گا جب لوگوں کو چھانا جائے گا۔ لوگوں کا خراب حصہ باقی رہ جائے گا۔ معاہدوں اور امانتوں میں کھوٹ پیدا ہو جائے گی۔ وہ اس طرح اس طرح اختلاف کریں گے۔" آپ نے اپنی مبارک انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں۔" صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جسے تم جانتے ہوں گے اسے لے لو گے جسے عجیب سمجھو گے اسے چھوڑ دو۔ خواص کے معاملہ کی طرف تمہاری توجہ ہو گی۔ عام کے معاملات کو تم چھوڑ دو گے۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہیں چھانا جائے گا حتیٰ کہ تم لوگوں کے بقیہ خراب حصے میں رہ جاؤ گے۔ معاہدوں میں فساد آجائے گا۔ امانتیں خراب ہو جائیں گی۔ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جو کچھ تم جانتے ہو گے تم اس پر عمل کر لو گے۔ جس کو تمہارے دل عجیب سمجھیں گے تم اسے عجیب سمجھو گے۔"

دارقطنی نے الافراد میں، الطبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں حنبل بن ابی الحسین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "عنقریب تمہیں چھانا جائے گا، حتیٰ کہ تم بقیہ خراب لوگوں میں ہو جاؤ گے ان کے معاہدے اور امانتیں فساد کا شکار ہو جائیں گی۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس وقت ہماری حالت کیا ہو گی؟" آپ نے فرمایا: "تم ایسی بات کرو گے جسے تم جانتے ہوں گے۔ تم اسے چھوڑ دو گے جسے تمہارے دل عجیب سمجھیں گے۔"

تیئیسواں باب

اس امت کے مابین خونریزی ہوگی

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں ابوبصرہ الغفاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے چار امور کے بارے التجاء کی۔ اس نے مجھے تین امور عطا کر دیے ایک سے مجھے منع فرما دیا۔ میں نے اس سے التجاء کی کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو۔ اس نے میری یہ التجاء قبول کر لی۔ میں نے عرض کی: "میری امت قحط سالی سے اس طرح ہلاک نہ ہو جیسے سابقہ امتیں ہلاک ہوئی تھیں۔" اس نے مجھے یہ نعمت بھی عطا کر دی۔ میں نے عرض کی: "میری امت متفرق فرقوں میں نہ بٹے۔ ان میں باہم خونریزی نہ ہو۔" اس نے مجھے اس سے منع کر دیا۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، مسلم، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین امور کا سوال کیا اس نے مجھے دو عطا کر دیں۔ ایک سے روک دیا۔ میں نے اس سے التجاء کی کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔" اس نے مجھے یہ نعمت عطا کر

دی۔ میں نے عرض کی: "میری امت غرق نہ ہو۔" اس نے مجھے یہ نعمت بھی دے دی۔ میں نے عرض کی: "ان میں باہم خونریزی نہ ہو۔" مگر اس نے مجھے اس سے روک دیا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں جبر بن عتیک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین امور کا سوال کیا۔ اس نے مجھے دو عطا کر دیے ایک سے روک دیا۔ میں نے عرض کی: "مولا! میری امت بھوک سے ہلاک نہ ہو۔" اس نے فرمایا: "یہ نعمت آپ کے لیے ہے۔" میں نے عرض کی: "مولا! ان پر ان کا دشمن مسلط نہ فرما جو ان کے علاوہ ہو جس کے یہ محتاج ہو جائیں۔" اس نے میری یہ التجا بھی قبول کر لی۔ میں نے عرض کی: "مولا! ان میں باہم خونریزی نہ ہو۔" اس نے مجھے اس سے روک دیا۔

چوبیسواں باب

فرات کے خزانے کا ظہور

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ فرات سونے کے پہاڑ کو عیاں کر دے گا وہاں لوگوں کا قتال ہوگا۔ ہر دس میں سے نو افراد تہ تیغ ہو جائیں گے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ نہر فرات سے ایک سونے کا پہاڑ عیاں ہوگا۔ اس پر لوگوں کی جنگ ہوگی ہر سو میں سے ننانوے افراد مارے جائیں گے، ہر شخص کہے گا: "کاش! نجات پالینے والا میں ہوتا۔"

پچیسواں باب

اسلام کے کڑوں کا ٹوٹ جانا، یہ پہلے کی مانند اجنبی ہو جائے گا یہ اس طرح مٹ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں

مسدد نے ثقہ راویوں سے، ابن ماجہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسلام اس طرح مٹ جائے گا جیسے کپڑے کا نقش و نگار مٹ جاتا ہے حتیٰ کہ کسی شخص کو کسی نماز، روزے یا نسک کا علم نہ رہے گا، حتیٰ کہ ایک مرد اور عورت کہیں گے: "ہم سے پہلے لوگ "لا الہ الا اللہ" پڑھتے تھے۔" صلہ بن اشیم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "لا الہ الا اللہ" انہیں کیا فائدہ دے گا؟" انہوں نے فرمایا: "وہ اسی کے ذریعے جنت میں داخل ہوں گے وہ اسی کے ذریعے دوزخ سے بچ جائیں گے۔"

امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسلام کے کڑے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جائیں گے۔ ائمہ گمراہ ہوں گے۔ اس کے بعد تینوں دجالوں کا ظہور ہوگا۔

امام احمد، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابویعلی، ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں، بیہقی، حاکم نے السنن اور الشعب میں اور الضیاء نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسلام کے کڑے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جائیں گے جب ایک کڑا ٹوٹ جائے گا تو اس کے ساتھ متصل کڑا لٹک جائے گا۔"

چھبیسواں باب

بیت اللہ العتیق کو جلایا جائے گا

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور احمد بن منیع نے حسن سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب دین کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ رغبت کا اظہار ہوگا۔ بھائیوں میں باہم اختلاف ہوگا۔ بیت اللہ العتیق کو جلا دیا جائے گا۔"

ستائیسواں باب

ایمان شام میں ہوگا حتیٰ کہ فتنے رونما ہو جائیں گے

امام احمد نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب شام کو تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ جب تمہیں اس میں قیام کا اختیار دیا جائے تو تم اس شہر میں قیام کرنا جسے دمشق کہا جائے گا۔ یہ جنگوں سے مسلمانوں کا قلعہ ہوگا۔ اس کا فسطاط وہ سرزمین ہوگی جسے الغوطہ کہا جاتا ہوگا۔"

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) تمام اور ابن عساکر نے بہز بن حکیم نے اور انہوں نے اپنے

والد گرامی سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب فتنے ہوں گے۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "شام کو لازم پکڑو۔"

اٹھائیسواں باب

روم کے ساتھ لگا تار جنگیں ہوں گی، اقوام اسلام سے عداوت پر جمع ہو جائیں گی

طیالسی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عنقریب تم پر اقوام باہم مل کر یوں حملہ آور ہوں گی جیسے کھانے والے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔" عرض کی گئی: "کیا اس وقت ہم قلیل ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو جاؤ گے۔ وھن (کمزوری) کو تمہارے دلوں میں رکھ دیا جائے گا۔ تم دنیا سے محبت کرو گے موت سے نفرت کرو گے اسی لیے تمہارے دشمن کے دل سے تمہارا رعب نکال دیا جائے گا۔"

الشیرازی نے "الالقاب" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بنو حام کے جمع ہونے پر خوشیاں نہ مناؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اقدس سے ان پر لعنت کی گئی مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے گویا کہ وہ میرے لیے شیاطین ہیں جو فتنوں کے جھنڈوں کے مابین محوِ گردش ہیں۔ ان کے لیے شور و غل ہے۔ آسمان ان کے اعمال کی وجہ سے شور کرے گا۔ زمین ان کے اعمال کی وجہ سے چیخ اٹھے گی۔ وہ میری ملت اور عہد کی حرمت سے نہیں ڈریں گے۔ ارے! جو اس زمانہ کو پالے تو وہ اسلام پر رویا کرے۔ اگر رو سکے تو۔"

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اہلِ روم اعماق یا دابق تک پہنچیں گے۔ مدینہ طیبہ سے ان کے لیے ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ صف بندی کر لیں گے تو اہلِ روم کہیں گے: "ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو گرفتار کیا ہے ہم ان کے ساتھ قتال کریں گے۔" مسلمان کہیں گے "نہیں! بخدا! ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے۔ وہ اہلِ روم کے ساتھ جہاد کریں گے ان کا ایک ثلث شکست کھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان کی طرف نظر کرم نہ کرے گا۔ ایک ثلث ان میں سے شہید ہو جائے گا وہ رب تعالیٰ کے ہاں افضل شہداء ہوں گے۔ ایک تہائی حصہ فتح پالے گا۔ وہ کبھی فتنے میں مبتلاء نہ ہوں گے وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔ اسی اثناء میں کہ وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنی تلواریں زیتون کے درخت کے ساتھ لٹکا رکھی ہوں گی۔ ان میں شیطان چیخے گا۔ تمہاری اولاد میں دجال کا ظہور ہو چکا ہوگا۔ وہ باہر نکلیں گے۔ یہ جھوٹ ہوگا۔ وہ شام پہنچیں گے تو دجال کا ظہور ہوگا۔ اسی اثناء میں کہ وہ قتال کی تیاری کر رہے ہوں

گے وہ صفیں سیدھی کر رہے ہوں گے۔ نماز کے لیے اقامت کہی جا رہی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ وہ انہیں امامت کرائیں گے جب دشمن خدا انہیں دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ اگر وہ اسے چھوڑ دیتے تو وہ پگھلتا رہتا حتیٰ کہ ہلاک ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں اسے ہلاک کر دے گا۔ وہ اپنے نیزے پر اس کا خون دکھائیں گے۔"

انتیسواں باب

درندے انسان سے گفتگو کریں گے

ابن منیع، عبد بن حمید، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے) ابو یعلی، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں محمد عربی (فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے گفتگو نہ کرلیں حتیٰ کہ ایک شخص کے کوڑے کا کنارہ اور جوتے کا تسمہ بات کرے گا اس کی ران اسے بتائے گی کہ اس کے بعد اس کے اہل خانہ نے کیا کیا۔"

مسدد اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانہ میں اس طرح ہوگا کہ ایک شخص اپنے گھر سے نکلے گا وہ واپس آئے گا اس کا عصا اور جوتا اسے بتائیں گے کہ اس کے اہل خانہ نے اس کے بعد کیا کیا۔"

تیسواں باب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہجرت

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "ہجرت کے بعد ہجرت تمہارے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہوگی، حتیٰ کہ زمین پر صرف شریر باشندے رہ جائیں گے۔ ان کی زمین انہیں پھینک دے گی۔ ذاتِ الٰہیہ انہیں گندا کر دے گی۔ آگ انہیں بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کر دے گی۔ جب وہ رات بسر کریں گے یہ بھی رات گزاریں گے۔ جب وہ

قیلولہ کریں گے یہ بھی قیلولہ کریں گے۔وہ پیچھے رہ جانے والوں کو کھا جائیں گے۔"

اکتیسواں باب

قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے گا رکن اور مقام کو اٹھا لیا جائے گا

مسدد نے اس سند سے روایت کیا ہے جو امام بخاری کی شرط پر ہے۔ابو یعلی، حاکم، ابن حبان نے حضرت ابو سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ حج نہ کیا جائے گا۔"

بتیسواں باب

وہ شدائد اور فتنے جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا

حارث نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عزلت گزینی جائز ہو جائے گی جس میں اہل دین کا دین سلامت نہ رہ سکے گا سوائے اس کے جو اپنے دین کو لے کر ایک چوٹی سے دوسری چوٹی کی طرف بھاگا یا پناہ گاہ سے دوسری پناہ گاہ کی طرف دوڑے گا۔ یا اس پرندے کی طرح جو اپنے بچوں کو لیے جگہ تبدیل کرتا رہتا ہے یا جیسے لومڑی اپنے بچوں کے ساتھ کرتی ہے۔وہ نماز قائم کرے گا۔زکوٰۃ ادا کرے گا۔ لوگوں سے عزلت گزین ہو جائے گا مگر بھلائی کے ساتھ (ایک سو خاکستری بکریاں جو کوہ سلع کے پاس ہوں وہ مجھے بنو نضیر کی سلطنت سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہ اس وقت ہے جب حالات یوں یوں ہوں)" حدیث پاک کا آخری حصہ مدرج ہے۔

طیالسی نے ثقہ راویوں سے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس دو افراد بالشت بھر زمین کے لیے لڑنے لگے۔حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جب تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں تم دو افراد کو بالشت بھر زمین کے لیے لڑتے دیکھو تو وہاں سے نکل جاؤ۔" حضرت ابو درداء وہاں سے نکل کر شام آ گئے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے وہ کون ہے جو سفید بالوں والے اونٹ پر سوار ہوگی۔اس کے ارد گرد قتل عام ہوگا۔وہ مشکل سے بچے گی۔"

نعیم بن حماد نے الفتن میں جید سند اور ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے لیکن سند میں انقطاع ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد تمہیں چار فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔(۱) اس میں خونریزی ہوگی

(۲) اس میں خون اور اموال کو حلال سمجھا جائے گا۔ (۳) اس میں خون، اموال اور شرمگاہوں کو حلال سمجھا جائے گا (۴) یہ فتنہ گونگا اور اندھا ہوگا۔ یہ سمندر کی موجوں کی طرح متلاطم ہوگا حتیٰ کہ کوئی شخص بھی اس سے پناہ نہ پا سکے گا۔ یہ شام میں محو گردش ہوگا۔ عراق پر چھا جائے گا۔ اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے جزیرہ کو روند دیا جائے گا۔ ساری امت برابر برابر اس مصیبت میں گرفتار ہوگی۔ کسی شخص میں اتنی استطاعت بھی نہ ہوسکے گی کہ وہ اس کو "ٹھہر ٹھہر" کہہ سکے۔ اگر وہ کسی ایک کونے سے اسے روکیں گے تو یہ فتنہ دوسرے کونے سے سر اٹھالے گا۔"

خطیب نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں سختی کی آزمائش پہنچی تم نے صبر کرلیا لیکن مجھے خوشحالی کے وقت عورتوں کی طرف سے فتنے سے تمہارے بارے زیادہ خدشہ ہے۔ جب وہ سونے کے کنگن پہنے گی۔ وہ شام کی چادریں پہنیں گی۔ یمن کے دوپٹے اوڑھیں گی۔ دولت مند کو تھکا دیں گی اور غریب کو ایسے امر کا پابند کریں گے جو اس کے پاس نہ ہوگا۔"

ابویعلی اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت بنو عامر کے کسی چشمہ پر پہنچیں۔ وہاں سے ان پر کتے بھونکے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کون سی جگہ ہے؟" لوگوں نے عرض کی: "الحوأب" وہ ٹھہر گئیں۔ انہوں نے کہا: "میرا گمان ہے کہ میں واپس چلی جاؤں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ ایک دن ہمیں فرما رہے تھے۔ "تم میں سے کسی ایک کی حالت اس وقت کیا ہوگی۔ جب اس پر الحوأب کے کتے بھونکیں گے۔" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: واپس نہ جائیں۔ شاید رب تعالیٰ آپ کے ذریعے لوگوں کے مابین صلح کرادے۔"

تینتیسواں باب

فتنے مشرق سے آئیں گے

امام مالک، شیخان اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے جب آپ کا رخ انور مشرق کی طرف تھا۔ آپ فرما رہے تھے: "فتنہ وہاں سے اٹھے گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا۔"

امام مالک اور شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کفر کا سرغنہ مشرق میں ہے۔ امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایمان یمن میں ہے۔ فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔" امام مسلم کی روایت میں ہے: "ایمان یمن میں ہے اور کفر مشرق کی طرف ہے۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فتنے مشرق کی طرف سے آئیں گے۔"

چونتیسواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے زمین کے مشارق اور مغارب کو فتح کر دیا جائے گا

حضرت حسن نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”عنقریب تمہارے لیے زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کر دیا جائے گا۔ ارے! ان کے عمال (گورنرز) آگ میں ہوں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور امانت ادا کی۔“

پینتیسواں باب

وہ علامات قیامت جن میں سے اکثر ظہور پذیر ہو چکی ہیں

الخرائطی نے ”مساوی الاخلاق“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”فحش گو ہونا، فحش گو بننا، برا ہمسایہ، قطع رحمی، خائن کو نگران بنانا اور امین کا تھوڑا تھوڑا خیانت کرنا قیامت کی علامات میں سے ہے جیسے عمدہ سونے پر آگ جلائی جائے۔ وہ خالص ہو جائے۔ اس کا وزن تھوڑا تھوڑا کیا جائے تو وہ کم نہ ہو۔ مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے جو طیب کھاتی ہے طیب دیتی ہے افضل شہداء لوگوں میں انصاف کرنے والے ہوں گے۔ ارے! افضل مہاجرین وہ ہوں گے جو ان اشیاء کی طرف ہجرت کریں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کیا ہوگا۔ افضل مسلمان وہ ہوگا جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں گے۔ ارے! میرا حوض، اس کا طول اس کے عرض کی طرح ہے۔ اس کا پانی دودھ سے سفید ہے۔ شہد سے زیادہ شیریں اس پر برتن سونے اور چاندی کے جام ہوں گے، جو تعداد میں ستاروں کے برابر ہوں گے۔ جو اس میں سے ایک دفعہ پی لے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔“

ابوداؤد، طیالسی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، شیخان، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا جہالت آ جائے گی۔ زنا عام ہو جائے گا۔ شراب پی جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا صرف ایک نگران ہوگا۔“

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جو بالوں والے جوتے استعمال کرے گی۔ قیامت کی علامات میں سے

ہے کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے جیسے کہ وہ تہ درتہ ڈھالیں ہوں۔

بغوی اور ابن عساکر نے عروہ بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے ہے کہ آباد جگہ ویران اور ویران جگہ آباد ہو جائے گی۔ حملہ فداکاری کے لیے ہوگا۔ آدمی اپنی امانت کو اس طرح کھائے گا جیسے اونٹ درخت کو کبھی کبھی کھاتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: قیامت کے قریب تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جس نے بالوں والے جوتے پہن رکھے ہوں گے۔ وہ اس کا مدمقابل ہوگا۔

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے تاریک رات کے حصے کی طرح فتنے ہوں گے جن میں وقت صبح بندہ مومن ہوگا وہ شام کے وقت کافر ہو جائے گا۔ شام کے وقت بندہ مؤمن ہوگا اور وہ وقت صبح کافر ہو جائے گا۔ لوگ تھوڑے سے دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کر دیں گے۔

ابن عساکر نے تاریخ میں ابن شریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیام قیامت سے قبل دس نشانیاں ہوں گی جو دھاگے میں گویا کہ پروئی ہوں گی۔ جب ایک رونما ہو چکی ہو گی تو دوسری آجائے گی۔ (۱) دجال کا ظہور (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۳) یاجوج اور ماجوج کی فتح (۴) دابہ (۵) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ اس وجہ کسی کو اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا۔

حاکم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیام قیامت سے قبل تم پر مغرب کی طرف سے سیاہ بادل ڈھال کی طرح اٹھے گا۔ وہ آسمان کی طرف اٹھتا جائے گا حتیٰ کہ وہ آسمان کو بھر دے گا، پھر اعلان کرنے والا اعلان کرے گا اے لوگو! لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ کریں گے وہ پوچھیں گے کیا تم نے آواز سنی ہے؟ بعض کہیں گے ہاں! پھر صدا دی جائے گی۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا امر آگیا ہے۔ اس کے لیے جلدی نہ کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ دو افراد نے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا، مگر وہ اسے لپیٹ نہ سکیں گے۔ ایک شخص اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا مگر وہ اس سے پانی نہ پی سکے گا۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کو دوہ رہا ہوگا مگر وہ اس کا دودھ نہ پی سکے گا۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے، نعیم بن حماد نے الفتن میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب قیامت قائم ہوگی تو اہل روم کی لوگوں میں اکثریت ہوگی۔ امام احمد اور ابوشیخ نے العظمہ میں اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قریب قیامت بجلیاں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ ایک شخص آئے گا وہ کہے گا "کل کس پر بجلی گری؟ لوگ کہیں گے فلاں اور فلاں اور فلاں پر بجلی گری۔

امام احمد ابو یعلی اور الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی

حتیٰ کہ آسمان سے بارش نازل نہ ہوگی، نہ ہی زمین کوئی چیز اگائے گی۔" الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں گے، تم ایسے بڑے بڑے امور دیکھو گے جنہیں تم نے پہلے نہ دیکھا ہوگا۔

امام احمد، امام ترمذی (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ قریب آجائے گا سال کی طرح مہینہ جمعہ کی طرح، جمعہ دن کی طرح دن ساعت کی طرح اور ساعت آگ کے شعلے کی مانند ہو جائے گی۔ شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔"

امام بخاری اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے گا زلزلے زیادہ ہو جائیں گے۔ زمانہ قریب آجائے گا فتنوں کا ظہور ہوگا۔ قتل زیادہ ہوگا حتیٰ کہ تم میں مال کی کثرت ہو جائے گی۔ مال بہت زیادہ پھیل جائے گا۔

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم میں مال کی کثرت ہو جائے گی۔ مال پھیل جائے گا حتیٰ کہ مال کا مالک ارادہ کرے گا کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا؟ حتیٰ کہ وہ ایک شخص کو اپنا مال پیش کرے گا وہ جسے پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ابن ابی الدنیا، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونصر السجزی نے "الابانہ" میں ابن عساکر نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے (اس کی سند میں کوئی حرج نہیں) روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ کتاب الٰہی کو عار سمجھا جائے گا، اسلام اجنبی ہو جائے گا، حتیٰ کہ لوگوں میں عداوت ظاہر ہو جائے گی، حتیٰ کہ علم اٹھالیا جائے گا۔ زمانہ اپنی انتہاء کو پہنچ جائے گا۔ انسانی عمر کم ہو جائے گی۔ سال اور پھل کم ہو جائیں گے تہمت والوں کو امین بنایا جائے گا۔ امینوں پر تہمت لگائی جائے گی جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی۔ سچے کو جھٹلایا جائے گا۔ قتل کثرت سے ہوگا۔ اونچے اونچے کمرے بنائے جائیں گے اولاد والیاں پریشان ہو جائیں گی۔ بانجھ خوش ہوں گی۔ بغاوت، حسد اور حرص کا غلبہ ہوگا لوگ ہلاک ہو جائیں گے خواہشات نفسانیہ کی پیروی کی جائے گی۔ ظن سے فیصلہ کیا جائے گا بارش کثیر لیکن پھل قلیل ہوں گے علم کا فقدان ہو جائے گا۔ جہالت عام ہو جائے گی۔ اولاد سختی کا اظہار کرے گی اور موسم، سرما گرم ہو جائے گا فحش گوئی کا اظہار کیا جائے گا۔ زمین سکڑ جائے گی۔ خطباء جھوٹ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ وہ میرا حق میری امت کے شریر لوگوں کے حوالے کریں گے۔ جس نے ان کی تصدیق کی۔ ان سے راضی ہوا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

سمویہ اور حاکم رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قیام نہ ہوگی حتیٰ کہ اصبہان کے یہودیوں سے دجال کا ظہور ہوگا۔ اس کی آنکھ دھنسی ہوئی ہوگی۔ دوسری آنکھ کلی کی

طرح ہوگی۔سورج شق ہو جائے گا۔ پرندہ سفر میں تین چیخیں مارے گا انہیں اہل مشرق اور اہل مغرب سنیں گے۔ دجال کے ہمراہ دو پہاڑ ہوں گے ایک دھوئیں اور آگ کا پہاڑ ہوگا۔ایک درختوں اور نہروں کا پہاڑ ہوگا۔وہ کہے گا: یہ جنت ہے۔ یہ جہنم ہے۔میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔اس سے پہلے بھی کذاب کا ظہور ہوگا۔میں نے عرض کی: تیسرا کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ سب جھوٹوں سے جھوٹا ہوگا۔وہ مشرق سے نکلے گا۔عرب کے لوگ اور احمق غلام اس کی پیروی کریں گے۔ان کا اول بھی تباہ ہوگا۔ان کا آخر بھی تباہ ہوگا۔ان کی ہلاکت ان کی سلطنت کے مطابق ہوگی۔ان پر رب تعالیٰ کی دائمی لعنت ہو۔میں نے عرض کی: تعجب ہے تعجب! آپ نے فرمایا: عنقریب اس سے بھی تعجب خیز امور رونما ہوں گے۔جب تم اس کے متعلق سنو تو بھاگ جاؤ۔بھاگ جاؤ۔میں نے عرض کی: میں اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: انہیں حکم دو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں۔میں نے عرض کی: اگر وہ یوں نہ کرسکیں تو؟ آپ نے فرمایا: انہیں حکم دو کہ وہ اپنے گھر کے سامان (بوریا) میں سے ہو جائیں۔میں نے عرض کی: اگر وہ اس طرح نہ کرسکیں تو؟ فرمایا: ابن عمر! وہ خوف، قتل اور چھینا جھپٹی کا زمانہ ہوگا۔میں نے عرض کی: ابوعبداللہ! کیا اس مصیبت کے لیے آسائش نہ ہوگی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! ہر مصیبت کے لیے آسائش ہوتی ہے لیکن اس کے لیے بقا کہاں ہے۔یہ فتنہ ہے اسے تباہی مچانے والے فتنے کا نام دیا گیا ہے۔ یہ فتنہ خالص عرب، خالص موالی اور خزانوں والوں اور بقیہ لوگوں کے لیے ہوگا پھر کم سے کم لوگوں سے ختم ہو جائے گا۔

حاکم اور ابن عسا کر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کانا دجال اصبھان کے یہودیوں سے نکلے گا۔اس کی ایک آنکھ تخلیق نہ ہوگی دوسری اس ستارے کی مانند ہوگی جس میں خون کی آمیزش ہو۔وہ سورج میں کچھ بھونے گا۔پرندہ گردش میں تین چیخیں مارے گا اہل مشرق و مغرب اسے سنیں گے۔اس کے لیے گدھا ہوگا۔اس کے دونوں کانوں کے مابین چالیس بالشت کی چوڑائی ہوگی۔وہ سات ایام میں ہر گھاٹ کو روندھ دے گا۔اس کے ساتھ دو پہاڑ رواں ہوں گے۔ایک میں درخت، پھل اور چشمے میں ہوں گے۔ دوسرے میں دھواں اور آگ ہوگی۔وہ کہے گا: یہ جنت ہے۔ یہ آگ ہے۔خطیب نے فضائل قزوین میں اور الرافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اصبھان کے یہودیوں سے دجال کا ظہور ہوگا۔وہ کوفہ آئے گا اس کے ساتھ مدینہ طیبہ کی ایک قوم، طور کی ایک قوم، ذی یمن کی ایک قوم اور قزوین کی قوم اس کے ساتھ ہوگی۔عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قزوین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی۔وہ دنیا سے زہد کرتے ہوئے نکل جائے گی۔رب تعالیٰ ان کے ذریعے ایک قوم کو کفر سے ایمان کی طرف لوٹا دے گا۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جب معاملہ کسی غیر اہل کے سپرد کر دیا جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔''

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی سب سے پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو مشرق سے نکلے گی لوگوں کو مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔

امام مسلم اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب دو جہاں یمن سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے نرم تر ہوگی جس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی ہوگا وہ اسے نکال لے گی۔

ابوداود، طیالسی، امام احمد، امام مسلم، ائمہ اربعہ اور ابن حبان نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حذیفہ بن اسد غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اس علامات رونما نہ ہو جائیں۔(۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابہ (۴) مغرب سے طلوعِ آفتاب (۵) تین خسوف۔(الف) مشرق کی طرف خسف (ب) مغرب کی طرف (ج) جزیرۃ العرب کی طرف خسف (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۷) یاجوج اور ماجوج (۸) وہ آگ جو عدن کے گڑھے سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی سمت لے جائے گی وہ وہیں رات بسر کرے گی جہاں وہ رات بسر کریں گے۔ وہ وہیں قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔

امام احمد، ابوداود اور بیہقی نے حضرت سلامہ بنت الحر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اہل مسجد باہم لڑیں گے وہ ایسا امام نہ پائیں گے جو انہیں امامت کرائے۔ الطبرانی نے حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم کو سمیٹ لیا جائے گا۔ مال پھیل جائے گا تجارت بھی پھیل جائے گی۔ امام احمد اور نسائی نے ذکر کیا ہے کہ قلم بھی عام ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے قلم کا اظہار ہوگا۔ ایک شخص سودا کرے گا وہ کہے گا: نہیں! حتیٰ کہ میں بنو فلاں کے تاجر سے مشورہ کرلوں۔ وسیع وعریض جگہ میں کاتب تلاش کیا جائے گا مگر کاتب نہ ملے گا۔

ابن نجار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا اور جہالت عام ہو جائے گی۔" عسکری نے الامثال میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان کے راوی ثقہ ہیں کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ دنیا پر احمق بن احمق غالب آجائے گا۔ افضل مؤمن وہ ہوگا جو دو کریموں کے مابین ہوگا۔ الطبرانی اور ابن مبارک نے حضرت ابوامیہ الجمحی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم چھوٹوں سے حاصل کیا جائے گا۔ حاکم نے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے ہے کہ مال عام ہو جائے گا۔ جہالت کثیر ہو جائے گی۔ فتنوں کا ظہور ہوگا۔ تجارت پھیل جائے گی۔"

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ سلام جان پہچان سے کیا جائے گا۔

چھتیسواں باب

حضرت امام مہدی کا ظہور

امام احمد اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم سیاہ جھنڈے دیکھو جو خراسان کی طرف سے آئیں تو ان کی طرف آجاؤ۔ ان میں خلیفہ اللہ المہدی ہوں گے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ وہ پانچ یا سات یا نو سال تک برسر اقتدار رہیں گے۔ (زید راوی کو شک ہے) ایک شخص ان کی خدمت میں آئے گا۔ وہ عرض کناں ہوگا: "مہدی! مجھے عطا کریں۔ مجھے عطا کریں۔" وہ کپڑے میں اسے اتنا کچھ عطا کریں گے کہ وہ اٹھا نہ سکے گا۔

امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ رب تعالیٰ انہیں بارش سے سیراب کرے گا۔ زمین اپنی نباتات اگائے گی۔ مال صحیح تقسیم ہوگا۔ جانور زیادہ ہو جائیں گے۔ امت کا مقام بڑھ جائے گا۔ وہ سات یا آٹھ سال برسر اقتدار رہیں گے۔ امام احمد اور باوردی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں حضرت امام مہدی کی بشارت ہو۔ وہ قریش میں سے میری عترت میں سے ہوں گے۔ لوگوں کے اختلاف کے وقت ان کا ظہور ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے یہ پہلے ظلم و جفا سے بھری ہوگی۔ ان سے آسمان کے مکین اور زمین کے مکین راضی ہو جائیں گے مال (صحاح) ٹھیک ٹھیک تقسیم ہوگا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صحاح سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: برابر برابر، امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الف الف صلاۃ وسلام کے قلوب غنی سے بھر جائیں گے۔ ان کا عدل انہیں گھیر لے گا۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: جسے ضرورت ہو وہ میرے پاس آجائے۔ صرف ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ وہ ان سے مانگے گا۔ وہ اسے کہیں گے: مجاور کے پاس جاؤ حتیٰ کہ ہم تمہیں کچھ عطا کر دیں۔ وہ اس کے پاس جائے گا وہ اسے کہے گا: میں امام مہدی کا تمہاری طرف قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے بھیجا ہے تا کہ تم مجھے مال عطا کرو۔ وہ کہے گا: چادر پھیلاؤ۔ وہ چادر پھیلائے گا لیکن وہ اسے اٹھا نہ سکے گا۔ وہ سامان پھینکتا جائے گا حتیٰ کہ وہ اسے اٹھا سکے گا۔ وہ باہر نکلے گا مگر نادم ہوگا وہ کہے گا: ہم وہ کچھ نہ لیں گے جو انہوں نے ہمیں عطا کی ہے۔ وہ چھ یا سات یا آٹھ یا نو سال اسی طرح رہیں گے۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔

ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرق سے ایک قوم کا ظہور ہوگا جو امام مہدی کی سلطنت کو روند ڈالے گی۔

ابو یعلی، ابن حذیفہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمین ظلم وستم سے بھر جائے گی، پھر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا، زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وستم سے پہلے بھری ہوئی تھی۔

الرافعی نے تاریخ قزوین میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص برسر اقتدار ہوگا۔ وہ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا۔ وہ جبل دیلم کو فتح کرے گا۔ اگر دنیا کا صرف دن بھی باقی ہوا تو ربّ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دے گا حتیٰ کہ وہ اسے فتح کر لیں گے۔ دوسری روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دے گا حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک فرد جبل دیلم اور قسطنطنیہ کو فتح کرلے گا۔''

امام احمد، ابو یعلی، سمویہ اور الضیاء نے المختارہ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص برسر اقتدار ہوگا جو لوگوں کو عطا کرے گا۔ انہیں خوش کرے گا وہ زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے وہ اس سے قبل ظلم سے بھری ہوگی۔ وہ سات سال تک برسر اقتدار رہیں گے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، دارقطنی نے الافراد میں، حاکم اور ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہوگا۔ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص برسر اقتدار ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے: دنیا اختتام پذیر نہ ہوگی حتیٰ کہ رب تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا اسم میرے اسم گرامی کی طرح ہوگا اس کے والد کا نام میرے والد گرامی جیسا ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم وجفا سے لبریز ہوگی۔

امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا نہ جائے گی نہ ہی یہ اختتام پذیر ہوگی حتیٰ کہ عرب کا مالک ایک ایسا شخص بنے گا جو میرے اہل بیت سے ہوگا۔ اس کا اسم میرے نام نامی کے موافق ہوگا۔ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی مدت ایک رات بھی باقی رہ گئی تو رب تعالیٰ اس رات کو طویل کر دے گا حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص والی بنے گا۔

ابن عدی، الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ المزنی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ زمین ظلم وستم سے بھر جائے گی۔ جب یہ جور وستم سے بھر جائے گی تو رب تعالیٰ مجھ سے (میرے اہل بیت سے) ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرے اسم گرامی پر اور جس کے والد کا نام میرے والد گرامی کے

نام نامی پر ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جیسے وہ پہلے جوروجفا سے بھری ہوئی ہوگی۔ آسمان اپنی بارش میں سے کچھ نہ روکے گا، نہ ہی زمین اپنی نباتات میں سے کچھ روکے گی۔ وہ شخص تم میں سات یا آٹھ سال رہے گا، یا زیادہ سے زیادہ نو سال رہے گا۔

ابن عساکر نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا! آپ کو بشارت ہو۔ امام مہدی کا تعلق تم سے ہوگا۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس رضی اللہ عنہ! (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا!) اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ابتداء مجھ سے کی ہے۔ اس کا اختتام تمہاری اولاد میں سے ایک لڑکے پر ہوگا وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے پہلے آئے گا۔"

خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارے! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا آغاز مجھ سے کیا ہے اس کا اختتام تمہاری اولاد سے کرے گا۔"

سینتیسواں باب

دجال کا ظہور

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔ بارش کی کثرت، نباتات کی قلت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے ڈرانا:

ابویعلی اور البزار نے ثقہ راویوں سے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دجال سے پہلے کچھ نکمے سال آئیں گے۔ ان میں بارشیں زیادہ ہوں گی۔ نباتات کم ہوں گی اس میں سچے کی تکذیب کی جائے گی جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی۔ خائن کو امین کہا جائے گا امین کو خائن کہا جائے گا۔ اس میں الرویبضہ گفتگو کرے گا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرویبضہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ گمنام اور حقیر شخص جسے کوئی یاد نہ کرتا ہو۔

طیالسی، ابن ابی شیبہ، حمیدی، امام احمد، حارث اور ابویعلی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کے ظہور سے تین سال قبل آسمان اپنی بارش کا ایک ثلث روک لے گا۔ زمین ایک ثلث نباتات روک لے گی دوسرے سال آسمان دو ثلث بارش اور زمین دو ثلث نباتات روک لے گی۔ تیسرے سال آسمان ساری بارش اور زمین ساری نباتات روک لے گا۔ کوئی گھوڑا یا اونٹ باقی نہ رہے گا۔ سب کچھ ہلاک ہوجائے گا۔ اسی روایت میں ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روز مومن کو کیا چیز کافی ہوجائے گی؟ آپ نے فرمایا: اس روز اہل ایمان کو

وہی چیز کافی ہوگی جو فرشتوں کو کافی ہوتی ہے یعنی تسبیح، تہلیل، تکبیر اور تحمید، پھر فرمایا: نہ روؤ۔ اگر دجال کا ظہور ہوا میں تم میں ہوا تو میں اس کے ساتھ بحث و مباحثہ کرلوں گا۔ اگر اس کا ظہور میرے بعد ہوا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا نائب ہے۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور ابو یعلی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال سے قبل سخت مشقت کا تذکرہ فرمایا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس دن اہل ایمان کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تسبیح و تہلیل۔ میں نے پوچھا: اس دن کون سا مال افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تومند جوان جو اپنے اہل خانہ کو پانی پلادے، کھانا تو اس دن نہ ہوگا۔

۲۔ دجال کو دیکھنے والا کیا کہے گا؟

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے، امام احمد اور امام حاکم نے ابوقلابہ سے اور انہوں نے ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کے پیچھے سے بال گھنگریالے ہوں گے۔ وہ عنقریب کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ جو اسے کہے گا: تو میرا رب ہے۔ وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے گا جو اسے کہے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اسی طرف لوٹتا ہوں" وہ اسے فتنے میں مبتلاء نہ کر سکے گا، نہ ہی اسے کوئی نقصان دے سکے گا۔

۳۔ اب اس کا وجود

ابو یعلی نے علی بن زید بن جدعان کی سند سے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال نے کھالیا ہے وہ بازاروں میں چل رہا ہے۔ ابو یعلی نے مجاھد کی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے کھانا کھالیا ہے اس نے بازاروں میں چل لیا ہے۔ یعنی دجال نے۔

۴۔ مکانِ خروج

سمویہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ کانے دجال کا اصبہان کے یہودیوں سے خروج ہوگا۔ اس کی دائیں آنکھ دھنسی ہوگی دوسری آنکھ کلی نما ہوگی۔ حاکم اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کانے دجال کا خروج اصبہان کے یہودیوں میں سے ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ کو تخلیق ہی نہ کیا گیا ہوگا، جبکہ دوسری آنکھ خون آلود ستارے کی مانند ہوگی۔ وہ کسی چیز کو سورج میں بھونے گا۔ پرندہ گردش میں تین چیخیں مارے گا۔ جنہیں اہل مشرق اور اہلِ مغرب سنیں گے۔ اس کا ایک گدھا ہوگا۔ اس کے کانوں کے مابین چالیس بالشت کی چوڑائی ہوگی۔ وہ سات ایام میں ہر گھاٹ پر اترے گا۔ اس کے ہمراہ دو پہاڑ ہوں گے۔ ایک میں درخت، پھل اور چشمے ہوں گے دوسرے میں دھواں اور آگ ہوگا۔ وہ کہے گا: یہ جنت

ہے۔ یہ آگ ہے۔"

خطیب نے فضائل قزوین میں اور امام الرافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کا ظہور اصبہان کے یہودیوں سے ہوگا حتیٰ کہ وہ کوفہ آئے گا۔ مدینہ طیبہ، طور، ذی یمن اور قزوین میں سے ایک ایک قوم اس کے ساتھ مل جائے گی۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قزوین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی۔ یہ زہد اختیار کرتے ہوئے دنیا سے نکل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ایک قوم کو کفر سے ایمان کی طرف لوٹا دے گا۔

طیالسی، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن منیع اور ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کا ظہور اصبہان کے یہودیوں میں سے ہوگا۔ امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اصبہان کے یہودیوں سے دجال کا ظہور ہوگا۔ اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے جنہوں نے تاج پہن رکھے ہوں گے۔ مسدد نے موقوفاً ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دجال کا ظہور مشرق کی سمت سے ہوگا۔

مسدد نے عریان بن ہیثم سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: دجال کا تذکرہ کیا گیا حضرت عبداللہ بن عمرو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ہاں ایک زمین ہے جسے کوثا کہا جاتا ہے جو شور یدہ اور کھجوروں والی زمین ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! انہوں نے فرمایا: دجال کا ظہور وہیں سے ہوگا۔ ابو یعلی، حاکم اور ابن جریر نے تہذیب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی سمت ایک زمین سے دجال کا ظہور ہوگا جسے خراسان کہا جائے گا۔ اس کی پیروی ایسی اقوام کریں گی جن کے چہرے تہ در تہ ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔

۵۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا

طیالسی نے صحیح سند سے، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: وہ دجال ہوگا۔ اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ اس کی دائیں آنکھ میں ظفرہ کی غلیظ مرض ہوگی۔ اس کی آنکھوں کے مابین کافر لکھا ہوگا۔"

الطبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں دجال سے محتاط کرتا ہوں۔ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں ہر ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ اے امت بیضاء! اس کا اظہار تم میں ہوگا۔ میں تمہیں اس کی ایسی صفات بتاتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے نہ بتائی ہوں گی۔ اس سے پہلے پانچ سال سخت قحط سالی ہوگی ہر جانور ہلاک ہو جائے گا۔ عرض کی گئی: اہل ایمان کا گزارہ کس پر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جیسے ملائکہ زندگی گزارتے ہیں، پھر دجال کا ظہور ہوگا۔ وہ کانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اس کی آنکھوں کے مابین کافر لکھا ہوگا جسے ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مؤمن پڑھ

سکے گا۔اس کے اکثر پیروکار یہودی، عورتیں اور بدو ہوں گے۔تم آسمان کو دیکھو گے کہ گویا کہ وہ بارش برسا رہا ہے حالانکہ وہ بارش برسا نہیں ہوگا۔تم زمین کو نباتات اگاتے ہوئے دیکھو گے حالانکہ وہ نباتات نہیں اگا رہی ہوگی۔وہ بدوؤں سے کہے گا: اور تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا میں نے آسمان پر سے تم پر لگاتار بارش نازل نہیں کی۔کیا میں نے اس طرح تمہارے جانور زندہ نہیں کیے کہ وہ سر اٹھا کر اپنے گھر کو دیکھ رہے تھے۔ان کے پہلو باہر نکلے ہوئے تھے۔وہ بہت زیادہ دودھ اتارے ہوئے تھے۔ اس کے ہمراہ ایسے شیاطین کو اٹھایا جائے گا جو مر جانے والے آباء، بھائیوں اور چہروں کی مانند ہوں گے۔ایک شخص اپنے باپ، بھائی اور رشتہ دار کے پاس آئے گا وہ کہے گا کیا تم فلاں نہیں ہو؟ کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو؟ وہ تمہارا رب ہے تم اس کی پیروی کرو۔اس کی عمر چالیس سال ہوگی۔سال مہینے کی طرح اور مہینہ جمعہ کی طرح، جمعہ دن کی طرح دن ساعت کی طرح اور ساعت یوں گزر جائے گی جیسے کھجور کا پتا آگ میں جلتا ہے۔وہ دو مسجدوں کے علاوہ ہر جگہ جائے گا، پھر حضور اکرم ﷺ وضو کرنے کے لیے اٹھے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رونے کی آواز سنی۔وہ زار زار رو رہے تھے آپ واپس تشریف لائے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے فرمایا: خوش ہو جاؤ اگر وہ اس وقت نکلا جبکہ میں تمہارے سامنے ہوں تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس سے بحث کروں گا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم (ﷺ) تمہیں کافی ہو جائیں گے۔اگر اس کا ظہور میرے بعد ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا قائم مقام ہے۔

امام احمد نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فتنۂ دجال کے بارے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔میں بھی تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔میں تمہیں اس طرح بتاؤں گا کہ اس طرح کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتایا ہوگا۔وہ کانا ہوگا رب تعالیٰ کانا نہیں ہے۔اس کی آنکھوں کے مابین کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا۔

الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔میں آخری نبی ہوں تم آخری امت ہو۔اس کا ظہور یقیناً تم میں سے ہوگا اگر اس کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ میں تمہارے سامنے ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے ساتھ بحث کروں گا۔اگر اس کا ظہور تم میں میرے بعد ہوا تو ہر شخص اپنی طرف سے اس کے ساتھ مباحثہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا قائم مقام ہوگا۔عراق اور شام کے مابین خلّہ سے اس کا ظہور ہوگا۔وہ دائیں بائیں سرگرداں ہوگا۔اے اللہ تعالیٰ کے بندو! ثابت قدم ہو جاؤ وہ ابتداء میں کہے گا''میں نبی ہوں''حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کافر لکھا ہوگا۔جسے ہر وہ مؤمن پڑھ لے گا جو اس کے ساتھ ملاقات کرے گا۔اسے چاہیے کہ وہ اس کے چہرے پر تھوک دے۔سورۃ الکھف کی ابتدائی آیات پڑھے اسے بنو آدم کے ایک نفس پر مسلط کر دیا جائے گا۔وہ اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا۔وہ اس سے تجاوز نہ کر سکے گا، نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور نفس پر مسلط ہوگا۔اس کے فتنے میں سے ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔اس کی دوزخ جنت اور اس کی

جنت دوزخ ہوگی۔ جیسے اس کی آگ سے آزمایا جائے اسے چاہیے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے وہ آگ اس کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی۔ جیسے وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنی تھی۔ اس کے ایام چالیس دن ہوں گے ایک دن سال کی طرح، ایک دن مہینے کی طرح، ایک دن جمعہ کی طرح اور ایک ساعت عام ایام کی طرح ہوگا۔ اس کا آخری دن سراب کی مانند ہوگا ایک شخص شہر کے دروازے کے پاس صبح کرے گا اس سے قبل کہ وہ دوسرے دروازے تک پہنچے اسے شام ہو جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اتنے مختصر ایام میں نماز کیسے پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: تم ان میں نمازوں پر اسی طرح قادر رہو گے جیسے لمبے لمبے دنوں میں قادر تھے۔

طیالسی، ابن ابی شیبہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کانا، اعلیٰ نسل کا اور کھلتے ہوئے رنگ والا ہوگا۔ اس کا سر سانپ کے سر کی طرح ہوگا وہ عبد العزیٰ بن قطن کے مشابہ ہوگا۔ اگر ہلاک ہونے والا ہلاک ہو جائے تو تمہارا رب تعالیٰ کانا تو نہیں ہے۔

مسدد، امام احمد، احمد بن منیع اور حارث نے ثقہ راویوں سے حضرت قتادہ بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں دجال سے تین بار ڈراتا ہوں۔ وہ گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔ وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔ وہ کانا ہوگا تمہارا رب تعالیٰ جل جلالہ کانا نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کے مابین کافر لکھا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ ہر مومن اسے پڑھ لے گا۔

ابو یعلی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کا اکثر خطبہ حدیث تھا۔ ہم نے اسے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو تخلیق کیا ہے فتنۂ دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔ حضرت نوح رضی اللہ عنہ کے بعد ہر نبی نے اسے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں تم آخری امت ہو۔ اس کا ظہور یقیناً تم میں سے ہوگا۔ اگر وہ اس وقت ظاہر ہوا جبکہ میں تمہارے سامنے ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے ساتھ بحث کروں گا۔ اگر اس کا ظہور میرے بعد ہوا تو ہر شخص اپنی طرف سے اس کے ساتھ بحث کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا قائم مقام ہوگا۔

امام احمد اور احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کے بال پیچھے سے گھنگھریالے ہوں گے وہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ جس نے کہا: تو میرا رب ہے وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ میرا رب تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پر میں توکل کرتا ہوں۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ اسے کوئی نقصان نہ دے سکے گا۔ یا اسے اس کے فتنے کا سامان نہیں کرنا پڑے گا۔ ابو یعلی نے مجاہد بن سعید کی سند سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا۔ ارے! اس نے کھانا

کھالیا ہے۔ میں تمہیں اس طرح اس کے متعلق بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی امت کو اس طرح نہ بتایا ہوگا۔ ارے! اس کی آنکھ دھنسی ہوگی گویا کہ وہ دیوار پر بلغم لگی ہو۔ ارے! اس کی بائیں آنکھ چمکدار ستارے کی طرح ہوگی۔

۶۔ وہ پہلے اصلاح، پھر نبوت پھر ربوبیت کا دعویٰ کر دے گا

امام الطبرانی نے کمزور سند سے حضرت عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کی کوئی چیز مخفی نہ ہوگی۔ وہ مشرق کی طرف سے آئے گا وہ میرے لیے بلائے گا۔ لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہیں گے وہ لوگوں کو دلائل دے گا۔ وہ ان کے ساتھ جنگ کرے گا وہ ان پر غلبہ پائے گا وہ اسی حالت پر ہوگا حتیٰ کہ وہ کوفہ آئے گا رب تعالیٰ کے دین کو غالب کرے گا وہ اس پر عمل پیرا ہوگا اسی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں گے پھر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا یہ سن کر ہر دانا گھبرا جائے گا۔ وہ اسے چھوڑ دے گا وہ کچھ دیر تک اسی طرح رہے گا پھر وہ کہے گا: میں اللہ ہوں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ آجائے گا اس کے کان منقطع ہو جائیں گے۔ ان کی آنکھوں کے مابین کافر لکھا جائے گا وہ کسی مسلمان پر مخفی نہ رہے گا۔ ہر وہ شخص اسے چھوڑ دے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا۔"

۷۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس اور کوہ طور تک نہ پہنچ سکے گا

ابوداؤد طیالسی، امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی، ابوعوانہ، حاکم، ضیاء المقدسی نے المختارہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کا اس طرح ظہور ہوگا کہ اس کے ساتھ دریا کا پانی اور آگ ہوگی، جو اس کے دریا میں داخل ہوگیا تو اس کا بوجھ لازم ہوگیا۔ اس کا اجر مٹ گیا۔ جو اس کی آگ میں داخل ہوگیا اس کا اجر لازم ہوگیا۔ اس کا بوجھ مٹ گیا۔ میں نے عرض کی: پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پھر بچھڑا پیدا ہوگا مگر اس پر سواری نہ ہو سکے گی حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔"

امام احمد، ابن خزیمہ، ابویعلی، حاکم اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دجال نکلے گا تو اس وقت دین کو ہلکا سمجھا جائے گا، علم اٹھ چکا ہوگا اس کے چالیس دن ہوں گے وہ زمین میں سیر کرے گا اس کا ایک دن سال کی مانند، ایک دن مہینے کی طرح، ایک دن جمعہ کی طرح پھر سارے ایام تمہارے ان دنوں کی طرح ہوں گے اس کے لیے گدھا ہوگا وہ اس پر سوار ہوگا اس کے کانوں کے مابین چالیس ذراع چوڑائی ہوگی۔ یہ لوگوں سے کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کانا ہوگا۔ تمہارا رب تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کی درمیان "ک ف ر" لکھا ہوگا جسے ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مومن پڑھ لے گا۔ وہ ہر چشمے اور گھاٹ سے گزر جائے گا۔ سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے رب تعالیٰ نے انہیں اس پر حرام کر دیا ہے۔ ان کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہیں اس کے ہمراہ روئیوں کا پہاڑ ہوگا۔ لوگ اس وقت سخت اذیت میں ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے اس کی اتباع کرلی۔ اس کے ہمراہ دو نہریں ہوں گی۔ میں انہیں اس سے زیادہ جانتا ہوں۔ ایک نہر کو وہ جنت کہے گا ایک نہر کو وہ آگ کہے گا جو اس نہر میں جائے گا جسے وہ جنت کہے گا تو وہ آگ ہوگی جو اس نہر

میں داخل ہو گا جسے وہ آگ کہے گا وہ جنت ہو گی۔ رب تعالیٰ اس کے ہمراہ شیاطین کو بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ بات چیت کریں گے اس کے ساتھ بہت سے جوان ہوں گے وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسانے لگے گا۔ لوگوں کی نظروں میں اسی طرح لگے گا۔ وہ ایک شخص کو قتل کرے گا پھر اسے زندہ کر دے گا لوگوں کی نظروں میں اسی طرح لگے گا اس کے علاوہ کسی اور پر اسے تسلط نہ ہو گا۔ وہ لوگوں سے کہے گا: اے لوگو! اس طرح رب کے علاوہ کون کر سکتا ہے۔ مسلمان شام میں دھوئیں کے بادل کی طرف بھاگیں گے۔ دجال ان کے پاس آئے گا۔ وہ ان کا محاصرہ کر لے گا۔ ان کا محاصرہ شدت اختیار کرے گا۔ انہیں بہت مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ وہ وقت سحر اعلان کریں گے اے لوگو! تمہیں کیا چیز روکتی ہے کہ تم اس خبیث کذاب کی طرف نکلو۔ وہ عرض کریں گے یہ جنات سے تعلق رکھتا ہے وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کر رہے ہوں گے نماز کا وقت ہو جائے گا وہ عرض کریں گے اللہ تعالیٰ کے رسول! اس کی روح! آگے بڑھیں۔ وہ فرمائیں گے تمہارا امام آگے آئے اور وہ تمہیں نماز پڑھائے۔ نماز صبح پڑھنے کے بعد وہ دجال کی طرف نکلیں گے۔ جب وہ کذاب کو دیکھیں گے تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ وہ اس کی طرف جائیں گے اسے قتل کر دیں گے حتیٰ کہ درخت اور پتھر صدا دے گا اے روح اللہ! یہ یہودی ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے سارے پیروکاروں کو قتل کر دیں گے۔

امام احمد، شیخان اور دارمی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے، طحاوی نے نجادہ بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ہر شہر کو دجال روند دے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے" الطبرانی کی روایت میں ہے سوائے خانہ کعبہ اور بیت المقدس کے۔ ہر ایک جگہ جائے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ، بیت المقدس اور کوطور کے ملائکہ اسے ان مقامات سے روکیں گے مدینہ طیبہ کی گھاٹیوں میں ہر ہر گھاٹی پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہیں۔ وہ اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ دجال اسنجہ اترے گا۔ مدینہ طیبہ تین بار لرزا اٹھے گا ہر منافق اور کافر اس کی طرف چلا جائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے دجال آئے گا وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ ہر جگہ کو روند ڈالے گا وہ مدینہ طیبہ آنے کی کوشش کرے گا وہ پائے گا کہ مدینہ منورہ کی ہر گھاٹی پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ وہ سنجۃ الجرف آئے گا وہ اپنا خیمہ وہاں لگالے گا۔ مدینہ طیبہ تین بار لرزا اٹھے گا ہر منافق مرد اور منافق عورت اس کے پاس چلی جائے گی۔

امام احمد، امام بخاری، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ابوعوانہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مدینہ طیبہ آئے گا۔ وہ پائے گا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے اس میں دجال اور طاعون داخل نہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ! امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں دجال مسیح اور طاعون داخل نہ ہو سکیں گے۔

امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ابن ابی شیبہ اور امام بخاری نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں دجال کا رعب داخل نہ ہو سکے گا۔ اس روز اس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے مقرر ہوں گے۔

حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمع السیول کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے مدینہ طیبہ میں مقام کے بارے نہ بتاؤں۔ اس کا یہ مقام ہوگا۔ وہ مدینہ طیبہ آنے کا ارادہ کرے گا لیکن وہاں تک نہ آسکے گا۔ وہ اسے دیکھے گا کہ اسے ملائکہ نے گھیر رکھا ہوگا۔ اس کی ہر ہر گھاٹی پر ایک فرشتہ اپنا اسلحہ لہرا رہا ہوگا۔ دجال اور طاعون وہاں داخل نہ ہو سکیں گے وہ اس جگہ ٹھہرے گا مدینہ طیبہ لرزا ٹھے گا ہر منافق اور منافقہ اس کی طرف چلا جائے گا۔ اس کی اکثر پیروکار عورتیں ہوں گی۔ ان میں سے ایک مرد بھی تلوار نہ لہرائے گا۔

السید نورالدین نے لکھا ہے: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ احادیث میں مدینہ طیبہ کے لرزنے سے مراد اس میں زلزلہ آنا ہے یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں دجال کا رعب داخل نہ ہو سکے گا۔ یہ امر اس اجماع سے مستغنی ہے جو بعض محدثین نے کوشش کی ہے کہ وہ رعب جس کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد وہ رعب ہے جو اس کے قریب آجانے کی وجہ سے خوف طاری ہو جائے یا اس سے مراد اس کی انتہاء ہے یعنی اس سے مراد اس کا غلبہ ہے۔ لرزہ سے مراد اس کے آنے کی ساعت ہے۔ اسے کوئی برداشت نہ کر سکے گا۔ منافق اور فاسق دجال کے پاس چلے جائیں گے۔" الحافظ لکھتے ہیں: "جو توجیہہ ہم نے پہلے ذکر کر دی ہے، وہ بہتر ہے۔"

۸۔ دجال کے حالات کے متعلق جامع روایات

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ ان میں سے بعض طویل اور بعض مختصر ہیں۔ ہر روایت میں وہ کچھ ہے جو دوسری میں نہیں ہے۔ میں نے انہیں ایک دوسری میں داخل کر دیا ہے۔ میں نے ایک ہی طریقہ پر انہیں ترتیب دیا ہے میں کہتا ہوں:

"ابن ابی شیبہ، امام احمد، الطبرانی، ابن عبدالبر نے تمہید میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے، ابو یعلی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، البزار نے حسن اسناد سے، ابن کثیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے ایک اور سند سے، امام احمد، قاسم بن اصبغ نے ایک اور سند سے، احمد حاکم نے جید سند سے، طیالسی، احمد ابو القاسم اور بغوی نے اپنی معجم میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد اور ائمہ ستہ نے نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے، ابن ماجہ، ابن ابی عمر اور تمام نے فوائد میں الطبرانی نے المطولات میں ابو امامہ سے، طیالسی، عبدالرزاق، امام احمد، الطبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخدا! قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کذاب کا فروغ ہوگا ان میں سے ایک کانا دجال ہوگا اس کی دائیں آنکھ اندر کو دھنسی ہوگی۔ گویا کہ وہ ابو یحییٰ کی آنکھ ہو۔ (یہ انصار کا بزرگ تھا۔) جب

اس کا خروج ہوگا وہ عنقریب گمان کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اس پر ایمان لایا۔ جس نے اس کی تصدیق کی اور اس کی اتباع کی تو اسے گذشتہ عمل فائدہ نہ دے سکے گا۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس کی تکذیب کی تو اس کو اپنے گذشتہ اعمال کی سزا نہ ملے گی۔ وہ عنقریب ساری روئے زمین پر غلبہ پالے گا۔ سوائے حرم پاک اور بیت المقدس کے وہ بیت المقدس میں مؤمنین کا محاصرہ کرے گا انہیں سختی سے جھنجھوڑا جائے گا رب تعالیٰ اسے اور اس کے لشکر کو شکست دے دے گا۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا حتیٰ کہ باغ کا احاطہ اور درخت کی جڑ یہ صدا دیں گے: "مؤمن! یہ یہودی یا کافر ہے جو میرے پیچھے چھپا ہے آؤ، اسے قتل کر دو۔" یہ کیفیت اس طرح نہ رہے گی حتیٰ کہ تم دیکھو گے کہ معاملہ سنگین ہو جائے گا۔ تم ایک دوسرے سے پوچھو گے کہ کیا تمہارے نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ تذکرہ کیا ہے، حتیٰ کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ اس کے بعد قبض ہوگا۔ آپ نے دستِ اقدس سے موت کی طرف اشارہ کیا۔

دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب دجال کا ظہور ہوگا تو اس کے ساتھ ستر ہزار شر پسند ہوں گے۔ اس کے مقدمہ میں ایسا شخص ہوگا جس کے بال بہت زیادہ ہوں گے وہ کہے گا: "اعرابی! اعرابی۔" امام مسلم اور ابو یعلی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دجال کا خروج ہوگا اہل ایمان میں سے ایک شخص اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ وہ دجال کی پولیس کو پالے گا۔ وہ اس سے کہیں گے: کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہے گا: میں اس کی طرف جا رہا ہوں جس کا ظہور ہوا ہے وہ کہیں گے کیا ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ کہے گا: ہمارے رب تعالیٰ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔ سپاہی کہیں گے: اسے قتل کر دو۔ ایک دوسرے سے کہیں گے۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں منع نہیں کیا کہ تم اس کے علاوہ کسی کو قتل کرو۔ وہ اسے لے کر دجال کے پاس جائیں گے۔ جب مؤمن اسے دیکھے گا تو وہ کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کرتے تھے۔ دجال اس کے بارے حکم دے گا وہ دھندلا سا ہو جائے گا۔ دجال کہے گا: اسے پکڑ لو اور اسے زخمی کر دو۔ وہ اس کی کمر اور پشت کو مار مار کر وسیع کر دیں گے۔ وہ کہے گا: کیا اب بھی تو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا۔ وہ کہے گا: تو کذاب دجال ہے۔ وہ اس کے متعلق حکم دے گا اسے سر سے آری سے چیر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ درمیان سے دو حصے ہو جائے گا دجال دونوں ٹکڑوں کے مابین چلے گا، پھر وہ اسے کہے گا: اٹھو۔ وہ شخص سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ وہ اس سے کہے گا: کیا اب تو مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ کہے گا: میری بصیرت اب تیرے بارے پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے۔ وہ کہے گا: اے لوگو! یہ میرے بعد کسی اور شخص سے اس طرح نہ کر سکے گا۔ وہ اسے پکڑے گا تا کہ اسے ذبح کرے اس کی گردن سے لے کر ہنسلی کی ہڈی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا وہ اسے ذبح نہ کر سکے گا۔ وہ اسے ٹانگوں اور ہاتھوں سے پکڑے گا۔ وہ اسے پھینک دے گا لوگ گمان کریں گے کہ اس نے اسے آگ میں پھینکا ہے۔ اسے جنت میں پھینک دیا جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سب سے بڑا شہید ہوگا۔

امام احمد، امام مسلم، ابوعوانہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اصبہان کے ستر ہزار یہودی دجال کا اتباع کریں گے انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔

امام احمد، شیخان اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال آئے گا۔ اس کے لیے حرام ہوگا کہ وہ مدینہ طیبہ کی گھاٹیوں میں داخل ہو۔ اس دن ایک اس کے پاس آئے گا وہ لوگوں میں سے بہترین ہوگا۔ وہ اسے کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تیرے متعلق بتادیا تھا۔ دجال اسے کہے گا: تیرا کیا خیال ہے اگر میں اسے قتل کردوں پھر اسے زندہ کرلوں تو کیا اس امر میں تمہیں کوئی شک رہے گا؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ وہ اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کردے گا وہ زندہ ہو کر کہے گا: بخدا! جتنی بصیرت مجھے آج نصیب ہوئی ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ دجال اسے دوسری بار قتل کرنا چاہے گا مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔"

۹۔ اس پر سب سے زیادہ سخت کون ہوگا؟

البزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوتمیم کا ذکر کیا۔ فرمایا: وہ بڑے سروں والے ہیں وہ ثابت قدم ہیں وہ آخری زمانہ میں حق کے انصار ہیں۔ وہ سب سے زیادہ دجال پر شدید ہوں گے۔"

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: اس قوم نے اپنے صدقات بھیجنے میں دیر کردی ہے۔ بنوتمیم کے سرخ اور سیاہ اونٹ آگئے۔ آپ نے فرمایا: یہ میری قوم کے اونٹ ہیں۔ آپ کی خدمت میں بنوتمیم میں سے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: بنوتمیم کو صرف بھلائی سے یاد کرو۔ دجال پر ان کے نیزے سب سے طویل ہوں گے۔"

اڑتیسواں باب

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول

امام احمد، الطبرانی، الرویانی اور الضیاء نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کا ظہور ہوگا۔ وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ اس پر غلیظ ظفرہ پھیلی ہوگی وہ اندھوں اور برص کے داغ والوں کو شفاء یاب کرے گا۔ وہ مردوں کو اندھا کرے گا۔ وہ لوگوں سے کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ جس نے اسے کہا: تو میرا رب ہے اسے فتنے میں مبتلاء کردیا جائے گا جس نے کہا: میرا رب تعالیٰ تو اللہ رب العزت ہے، حتیٰ کہ اسی پر اس کی موت آجائے گی۔ اسے فتنۂ دجال سے بچالیا جائے گا۔ اس کو کسی فتنے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا زمین پر رہے گا پھر مغرب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں گے وہ دجال کو قتل کریں گے۔ اسی وقت قیامت قائم ہوگی۔"

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تم میں اتریں گے جب تم انہیں دیکھو تو انہیں پہچان جاؤ۔ ان کا قد میانہ ہوگا۔ ان کی رنگت سرخ وسفید ہوگی ان پر دو رنگی ہوئی چادریں ہوں گی۔ گویا کہ ان کے سر اقدس سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ اگرچہ اسے تری بھی نہ پہنچے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ لاگو کریں گے۔ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کرے گا۔ اہل زمین پر امن واشتی کا دور دورہ ہوگا، حتیٰ کہ سیاہ ناگ اونٹوں کے ساتھ رہے گا چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ ہوگا۔ اس وقت بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ وہ انہیں نقصان نہ دیں گے وہ مسلمانوں میں چالیس سال تک ٹھہریں گے پھر ان کا وصال ہو جائے گا۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

امام احمد، امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے دجال کا ظہور ہوگا۔ وہ چالیس تک ٹھہرا رہے گا۔ راوی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال کہا، پھر رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا گویا کہ وہ حضرت عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ کی مانند ہوں گے وہ اس کا تعاقب کر کے اسے ہلاک کر دیں گے، پھر لوگ سات سال تک اس طرح رہیں گے کہ ان میں سے دو کے مابین بھی عداوت نہ ہوگی، پھر رب تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا۔ اس کی روح قبض کرے گی۔ وہ شریر لوگ رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور درندوں کی طرح احمق ہوں گے وہ کسی نیکی کو نہ جانتے ہوں گے، نہ ہی کسی برائی کا انکار کریں گے۔ شیطان کسی شکل میں متشکل ہو کر ان کے پاس آئے گا وہ کہے گا: تم لبیک کیوں نہیں کہتے؟ وہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ وہ انہیں بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دے گا۔ وہ اس کی عبادت کرنے لگیں گے اس وقت انہیں عمدہ رزق ملے گا۔ ان کی زندگی عمدہ ہو جائے گی، پھر صور پھونکا جائے گا اسے جو بھی سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا لے گا، پھر گردن اٹھائے گا سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے حوض کو اونٹوں کے لیے درست کر رہا ہوگا۔ وہ بے ہوش ہو جائے گا، پھر سارے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر رب تعالیٰ بارش نازل کرے گا جو سایہ کی مانند ہوگی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر انہیں کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب تعالیٰ کی طرف آؤ۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الصافات: ۲۴)

ترجمہ: اور (اب ذرا) روک لو، انہیں ان سے باز پرس کی جائے گی۔

فرمایا جائے گا: لوگوں کو آگ کے لیے نکالو۔ پوچھا جائے گا: کتنے؟ کہا جائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہی دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اسی روز حقیقت بے نقاب ہو جائے گی۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام انصاف کرنے والے ثالث بن کر تشریف لائیں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، وہ عادل امام بن کر آئیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ لاگو کریں گے مال اتنا پھیل جائے گا کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اہل روم اعماق یا دابق کے مقام پر پڑاؤ کریں گے۔ مدینہ طیبہ سے ایک لشکر نکلے گا۔ وہ لشکر اہل زمین میں سے بہترین ہوگا۔ جب وہ صفیں بنالیں گے تو روم کہیں گے: ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ جنہوں نے ہمارے افراد کو قیدی بنایا ہے۔ مسلمان کہیں گے: نہیں۔ بخدا! ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے۔ وہ ان کے ساتھ جہاد کریں گے۔ ایک ثلث کو شکست ہو جائے گی رب تعالیٰ ان کی توبہ کو کبھی بھی قبول نہ کرے گا۔ ایک ثلث شہید ہو جائیں گے وہ رب تعالیٰ کے ہاں افضل شہداء ہوں گے۔ ایک ثلث کو فتح نصیب ہوگی وہ کبھی بھی فتنے میں مبتلاء نہ ہوں گے۔ وہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے اسی اثناء میں کہ وہ اموالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے زیتون کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا رکھیں ہوں گی کہ شیطان ان میں چیخے گا وہ کہے گا: دجال تمہارے اہلِ خانہ کے ہاں خروج کر چکا ہے۔ وہ عازم سفر ہوں گے یہ بات جھوٹی ہوگی وہ شام پہنچیں گے تو اس کا ظہور ہوگا اسی اثناء میں کہ وہ قتال کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں باندھ رہے ہوں گے جب نماز کے لیے اقامت کہی جا رہی ہوگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا علیہ افضل الصلاۃ والسلام۔ جب یہ دشمن خدا انہیں دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ اگر وہ اسے چھوڑ دیتے تو وہ نہ پگھلتا، حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جاتا لیکن رب تعالیٰ اسے ان کے ہاتھوں ہلاک کرے گا۔ وہ اپنے نیزے پر ان کا خون دکھائیں گے۔

امام احمد، شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے تم میں عنقریب حضرت ابن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا۔ وہ منصف اور عادل ثابت بن کر تشریف لائیں گے وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو ماریں گے جزیہ لاگو کریں گے جو ان اونٹنیوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا ان سے کوئی کام نہ لیا جائے گا کینہ، غصہ، بغض اور حسد ختم ہو جائے گا مال کی طرف بلایا جائے گا لیکن کوئی مال قبول نہ کرے گا۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فج الروحاء کے مقام پر حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے حضرت ابن مریم علیہ السلام با آواز بلند ذکر کریں گے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور تمہیں امامت کرائیں گے۔ یا امام تم میں سے ہوگا۔"

انتالیسواں باب

یاجوج اور ماجوج کا خروج

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱۔ان کا نسب

عبد بن حمید، ابن منذر، الطبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج اولاد آدم سے ہی ہیں۔ جب انہیں بھیجا جائے گا تو یہ لوگوں کی معیشت کو خراب کر دیں گے۔ ان میں سے جو شخص بھی مرے گا وہ اپنے پیچھے ایک ہزار یا اس سے زائد اولاد چھوڑ جائے گا۔ ان کے پیچھے تین قومیں ہوں گی (۱) قاویل (۲) تاریس (۳) منسک۔

۲۔ان کی کثرت

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یاجوج ماجوج کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: یاجوج امت ہے۔ ماجوج امت ہے ہر امت چار سو ہزار اقوام پر مشتمل ہوگی ان میں سے کوئی شخص اس وقت تک نہ مرے گا حتیٰ کہ وہ اپنی صلب سے ایک ہزار مذکر نہ دیکھ لے جو اسلحہ اٹھا لینے کے قابل ہوں گے۔

ابن شیبہ، ابن جریر نے حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کی عورتیں ہوں گی۔ وہ جب مجامعت کرتے رہیں گے ان کے درخت ہوں گے وہ جب تک چاہیں گے ان کی پیوند کاری کرتے رہیں گے کوئی فرد اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ ایک ہزار یا اس سے زائد اولاد نہ چھوڑ دے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کا کوئی فرد اس وقت تک نہ مرے گا حتیٰ کہ وہ اپنی صلب میں سے ایک ہزار بچے نہ دیکھ لے گا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج کا ایک فرد اپنے پیچھے ایک ہزار یا اس سے زائد اولاد چھوڑ جائے گا۔ ان کے بعد تین امتیں ہوں گی۔ منسک، قاویل اور تاریس۔ ان کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہوگا۔

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔) نے حضرت عبداللہ بن عمرو

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اللہ رب العزت نے مخلوق کو دس اجزاء میں تقسیم کیا۔نو اجزاء میں ملائکہ اور باقی اجزاء میں ساری مخلوق کو تخلیق کیا۔ملائکہ کے اجزاء دس ہیں نو اجزاء شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے ہیں وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔ایک جز پیغام رسانی کے لیے ہیں۔بقیہ مخلوق کے جزء میں سے دس اجزاء کے نو اجزاء میں جنات بنائے۔ایک جز میں بنو آدم کو بنایا بنی آدم کے جز کے دس اجزاء بنائے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج کے بنائے اور ایک جز میں سارے لوگوں کو تخلیق کیا۔آسمان ستونوں والا ہے۔آسمان سات ہیں۔حرم پاک عرش کے بالمقابل ہے۔عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دس اجزاء بنائے ان میں سے نو یاجوج ماجوج ہیں اور ایک جزو دیگر انسان ہیں۔ابن منذر اور ابو شیخ نے حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: یاجوج و ماجوج پچیس اقوام ہیں۔ان میں ایک قوم دوسری کے مشابہ نہیں ہے۔

۳۔ان کے اوصاف

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کی تین اقسام ہیں ان میں سے ایک ارز کی مانند ہے میں نے عرض کی: یہ ارز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صنوبر کا درخت۔یہ شام میں اگنے والا ایک درخت ہے وہ آسمان کی طرف ایک سو بیس ذراع بلند ہے۔ان میں سے ایک قسم وہ ہوگی جس کا طول وعرض ایک سو بیس ذراع آسمان کی طرف بلند ہوگا۔ان کے سامنے پہاڑ اور لوہا بھی نہ ٹھہر سکے گا۔ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو ایک کان نیچے لٹائے گی دوسرا اوپر اوڑھ لے گی۔وہ جس بھی قلیل و کثیر، اونٹ اور خنزیر کے پاس سے گزریں گے اسے ہڑپ کر جائیں گے جو ان میں سے مر گیا وہ اسے بھی کھا لیں گے۔ان کا مقدمہ اور ساقہ خراسان میں ہوں گے وہ مشرق کے دریاؤں کا پانی پی لیں گے۔وہ بحیرہ طبریہ کا پانی بھی پی لیں گے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے ثقہ راویوں سے خالد بن عمر سے اور ابن حرملہ سے اور انہوں نے اپنی خالہ جان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ نے اپنی انگلی مبارک کو بچھو کے ڈنگنے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔آپ نے فرمایا: تم کہو گے کہ کوئی دشمن نہیں۔تم لگاتار اپنے دشمن سے معرکہ آزما رہو گے حتیٰ کہ یاجوج اور ماجوج آجائیں گے ان کے چہرے چوڑے ہوں گے ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔بال بھورے ہوں گے وہ ہر ٹیلے سے پھوٹ نکلیں گے۔گویا کہ ان کے چہرے تہ در تہ ڈھالیں ہوں۔

ابن المنذر نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کو تین اصناف میں تقسیم کیا گیا ہے۔ایک قسم کے جسم الارز کی مانند ہیں۔ایک قسم چار ذراع طویل اور چار ذراع عریض ہوگی۔ایک قسم اپنے ایک کان کو نیچے بچھائے گی۔دوسری کو بطور لحاف استعمال کرے گی۔وہ اپنی عورتوں کی مشائم (جھلیاں) کھائیں گے۔

۴۔شب معراج آپ ﷺ کی یاجوج وماجوج کو تبلیغ

نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن مردویہ نے کمزور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے شب معراج یاجوج اور ماجوج کی طرف بھیجا۔ میں نے انہیں دین الٰہی اور عبادتِ الٰہی کی طرف دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کر دیا وہ اولاد آدم میں سے گناہ گاروں اور ابلیس کی اولاد کے ساتھ آگ میں ہوں گے۔

یہ ہر روز دیوار میں نقب کرنے کی کوشش کرتے ہیں

شیخان نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے۔ آپ کا چہرۂ انور سرخ تھا۔ آپ فرمارہے تھے لا الٰہ الا اللہ۔ اہل عرب کے لیے اس فتنے سے ہلاکت! جو قریب آچکا ہے آج یاجوج وماجوج کی دیوار کو اس طرح کھول دیا گیا ہے۔ سفیان راوی نے ایک سونوے سے گرہ بنائی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے۔ ہم میں پاکباز بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خباثتیں کثیر ہوجائیں گی۔"

امام احمد، شیخان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آج یاجوج اور ماجوج کو دیوار کی اس طرح کھول دیا ہے۔ آپ نے دستِ اقدس سے نوے کی گرہ لگائی۔

۶۔یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوں گے

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، احمد، ابن ماجہ، ابو یعلی، ابن منذر اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے، ابن جریر نے ان سے ایک اور سند سے، امام احمد، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے، ابن جریر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ موقوف روایت ہے مگر اس کا حکم مرفوع کا ہے۔ ابن جریر نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے پہلے چار راویوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سد (دیوار) کے متعلق فرمایا: وہ اسے ہر روز کھودتے ہیں جب وہ اس میں شگاف کرنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا امیر کہتا ہے واپس لوٹ چلو کہ تم اس میں شگاف کرلو گے۔ آپ نے فرمایا: دوسرے روز اللہ اسے پہلے سے شدید کر دیتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جب یاجوج اور ماجوج کے ظہور کا وقت آئے گا تو وہ اسے کھود ڈالیں گے حتیٰ کہ اس کے قریبی لوگ ان کے کلہاڑوں کی آواز کو سنیں گے۔ جب رات پڑے گی تو وہ کہیں گے ہم آج چلے جاتے ہیں کل آئیں گے وہ دوسرے روز اس دیوار کو اس طرح پائیں گے کہ رب تعالیٰ نے اسے پہلے کی طرح کر دیا ہوگا۔ وہ پھر اسے کھودنے لگیں گے حتیٰ کہ ان کے قریبی لوگ ان کے کلہاڑوں کی آوازیں سنیں گے۔ رات کے وقت وہ کہیں گے ہم ابھی چلے جاتے ہیں کل

آئیں گے وہ دوسرے روز آئیں گے وہ اسے پائیں گے کہ رب تعالیٰ نے اسے پہلے کی طرح کر دیا ہوگا وہ اسے کھودنے لگیں گے حتیٰ کہ ان کے پڑوسی ان کے کلہاڑوں کی صدائیں سنیں گے۔ ابو علی کی روایت میں ہے وہ اسے چاٹیں گے وہ اسے انڈے کی جھلی کی مانند بنا دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جب وہ اپنی مدت تک پہنچ جائیں گے رب تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ وہ انہیں لوگوں کی طرف بھیجے تو ان کا امیر کہے گا: کل تم اسے شگاف کر لو گے ان شاء اللہ! وہ ان شاء اللہ کہے گا وہ واپس آئیں گے تو دیوار کی حالت اسی طرح ہوگی جس طرح وہ چھوڑ کر جائیں گے۔ وہ اسے شگاف کر لیں گے وہ لوگوں کی طرف نکلیں گے۔

آپ نے فرمایا: لوگ ان سے بھاگ کر اپنے قلعوں کی طرف چلے جائیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حاکم نے اس روایت کو مرفوع لکھا ہے انہوں نے لکھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے جزیہ لاگو کریں گے وہ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کا ظہور کر دے گا۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا: میں نے اپنے بندوں میں سے ایسے بندے کا ظہور کیا ہے جن کے ساتھ قتال کرنا آپ کے لیے ضروری ہے میرے بندوں کو کوہِ طور کی طرف لے جاؤ۔ رب تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا۔ وہ اسی طرح ہوں گے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ (الانبیاء: ۹۶)

ترجمہ: اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اترنے لگیں گے۔

ان کا ہر اول دستہ بحیرہ طبریہ سے گزرے گا۔ وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے ان کا آخری دستہ وہاں سے گزرے گا۔ وہ کہے گا اس میں کبھی پانی ہوتا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ شب معراج کو انبیاء کرام علیہم السلام سے ملے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کا ذکر کیا۔ اس وقت یاجوج وماجوج ہر بلند ٹیلے سے اتر رہے ہوں گے وہ لوگوں کے شہروں کو روند ڈالیں گے وہ جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے ہلاک کر دیں گے وہ جس پانی کے پاس سے گزریں گے اسے پی لیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ دنیا کے کھنڈرات کی طرف جائیں گے ان کا مقدمہ شام میں اور ساقہ عراق میں ہوگا۔ وہ دنیا کے دریاؤں سے گزریں گے وہ فرات، دجلہ اور بحیرہ طبریہ کا پانی پی لیں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے وہ دنیا کے سارے پانی پی جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک دریا کے پاس سے گزرے گا وہ اس کا سارا پانی پی جائے گا وہ اسے خشک چھوڑ دے گا ان میں سے بعض اس دریا کے پاس سے گزریں گے وہ کہیں گے: یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ ابن جریر نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے: پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہ اس کا پانی پی جائے گا دوسرا گروہ گزرے گا وہ اس کی مٹی چاٹ لیں گے تیسرا گروہ وہاں سے گزرے گا وہ کہے گا: یہاں

بھی پانی ہوتا تھا۔ وہ بیت المقدس جائیں گے وہ کہیں گے ہم اہل دنیا پر غالب آجائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے ان کا تیر خون آلود واپس لوٹے گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جب لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ ہر کوئی قلعہ یا شہر میں چھپ جائے گا تو ان میں سے ایک کہے گا: یہ زمین والے ہیں ہم ان سے فارغ ہو گئے ہیں اہل آسمان باقی ہیں ان میں سے ایک شخص اپنا نیزہ لہرائے گا اسے آسمان کی طرف پھینک دے گا۔ وہ فتنے اور آزمائش کی وجہ سے خون آلود واپس آئے گا وہ کہیں گے ہم نے اہل آسمان کو قتل کر دیا ہے۔

احمد بن منیع نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر یاجوج اور ماجوج آئیں گے وہ زمین کے سارے باشندوں کو ہلاک کر دیں گے سوائے ان کے جو قلعہ بند ہوں گے جب وہ اہلِ زمین سے فارغ ہو جائیں تو وہ ایک دوسرے کی طرف توجہ کریں گے وہ کہیں گے کہ قلعوں میں چھپنے والے اور اہل آسمان باقی رہ گئے ہیں وہ اپنے تیر پھینکیں گے جو خون آلود ہو کر واپس گریں گے وہ کہیں گے: اہل آسمان سے تمہیں راحت نصیب ہو گئی ہے اب اہل قلعہ باقی رہ گئے ہیں وہ ان کا محاصرہ کرلیں گے حتیٰ کہ جب ان پر یہ آزمائش اور محاصرہ سخت ہو جائے گا۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ان کا محاصرہ کریں گے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی ہوں گے حتیٰ کہ کسی ایک کے لیے بیل کا سر ایک سو دس دینار سے بہتر ہوگا۔ جو آج تمہارے لیے ہے۔ وہ اسی حالت پر ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف (کیڑا) پیدا کر دے گا وہ انہیں ہلاک کر دے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی بچ جائیں گے بقیہ ایک فرد کی مانند ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہی کیڑا ان کے نتھنوں میں داخل ہو جائے گا وہ شام سے مشرق تک سب مر جائیں گے ان کے مرداروں سے زمین میں بدبو پھیل جائے گی مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے زمین کے چوپائے موٹے ہو جائیں گے وہ جوش ماریں گے وہ ان کے گوشت سے سیر شکم ہو جائیں گے۔ ابو یعلی اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کہے گا: رب کعبہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دھوکا دینے کے لیے کریں گے ہم ان کی طرف جائیں گے وہ ہمیں اس طرح ماریں گے جیسے وہ ہمارے بھائیوں کو ماریں گے۔ وہ کہیں گے میرے لیے دروازہ کھولو۔ وہ کہے گا: ہم دروازہ نہیں کھولیں گے۔ وہ کہے گا: مجھے اس کے بارے بتاؤ۔ جب وہ نیچے اترے گا وہ انہیں پائے گا کہ وہ سب مر چکے ہوں گے لوگ اپنے قلعوں سے نکل آئیں گے۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے آپ کے ساتھی بھی آئیں گے وہ زمین میں بالشت بھر بھی زمین نہ دیکھیں گے مگر وہ بدبو اور تعفن سے بھر جائے گی۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام رب تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے رب تعالیٰ ان کی طرف بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح کے پرندے بھیجیں گے وہ انہیں اٹھا کر دور پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا لوگ ان کے ڈنڈوں اور تیروں سے سات (سال) تک آگ جلاتے رہیں گے، پھر رب تعالیٰ بارش کو بھیجے گا

ہر مٹی کے گھر اور خیمے پر بارش ہوگی۔ وہ زمین کو دھو دے گی۔ وہ زمین کو گڑھے کی مانند کر دے گی زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل پیدا کرو۔ ابن جریر نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: پھر لوگ نخلستان اور درخت لگائیں گے زمین اپنے پھل پیدا کر دے گی۔ حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد لوگ پودے لگائیں گے۔ اموال بنائیں گے کچھ لوگ انار کھائیں گے وہ اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کریں گے۔ جانوروں کے ریوڑوں میں برکت ڈال دی جائے گی حتیٰ کہ ایک اونٹنی پورے گروہ کو کافی ہو جائے گی۔ ایک گائے لوگوں کے قبیلے کو کافی ہو جائے گی۔ بکری قبیلے کی ایک شاخ کو پوری ہو جائے گی وہ اسی حالت پر ہوں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغلوں کے نیچے عمدہ ہوا چلے گی۔ وہ ہر مومن اور مسلمان کی روح کو قبض کر لے گی۔ شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح لوگوں میں فساد بپا کریں گے۔ انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

ابن جریر نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رب تعالیٰ ایسا چشمہ بھیجے گا جسے حیاۃ کہا جائے گا وہ ان سے زمین کو پاک کر دے گا۔ وہ نباتات اگائے گی حتیٰ کہ ایک انار سے ایک السکن سیر ہو جائے گا ان سے عرض کی گئی: یہ السکن کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک گھرانے والے۔ لوگ اسی حالت پر ہوں گے کہ ان کے پاس پکارنے والے آجائیں گے کہ چھوٹی پنڈلیوں والا بیت اللہ کو گرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا۔ وہ سات سو یا سات سو اور آٹھ سو کے مابین فوجی دستے میں اتریں گے جب وہ کچھ فاصلہ طے کر لیں گے تو اللہ رب العزت یمنی عمدہ ہوا بھیجے گا وہ ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی۔ صرف کفار کے غازی باقی رہ جائیں گے۔ وہ اس طرح مباشرت کریں گے جیسے حیوان جفتی کرتے ہیں ساعت کی مثال اس شخص کی مثل ہوگی جو اپنی گھوڑی کے ارد گرد گھومتا ہے وہ اسے دیکھتا ہے کہ وہ کب دودھ اتارتی ہے۔

حضرت حذیفہ کی روایت میں ہے اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج کے لیے کھولی جانے والی دہلیز چوبیس ذراع ہوگی۔ جنہیں ان کے گھوڑوں کے سم گھیرے ہوں گے اس کی بلندی بارہ ذراع ہوگی جسے ان کے نیزوں کی انیاں گھیرے ہوں گی۔

۸۔ ان کے بعد لوگ حج کریں گے

عبد بن حمید نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کے بعد لوگ حج کریں گے عمرہ کریں گے اور کھجوریں لگائیں گے اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے لیکن اس میں "وہ کھجوریں لگائیں گے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ امام حاکم کی روایت میں ہے یاجوج اور ماجوج کے علاوہ لوگ حج کریں گے۔ ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ وہ ان کے بعد حج اور عمرہ کریں گے پھر ایک بار حج منقطع ہو جائے گا۔

چالیسواں باب

حبشی خانہ کعبہ کو گرادے گا

ابن ابی شیبہ، شیخان اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا شخص کعبہ معظمہ کو خراب کردے گا۔

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں (اس کی سند میں ابن اسحاق ہے وہ ثقہ تو ہیں لیکن تدلیس کرتے تھے) حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا شخص کعبہ معظمہ کو برباد کرے گا۔ وہ اس کے زیورات چھین لے گا اس کا غلاف اتار لے گا۔ گویا کہ میں اب بھی گنجے سر اور ٹیڑھی ٹانگوں والے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی کدال اور ہتھوڑے سے اس عمارت پر ضربیں لگا رہا ہے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رکن اور مقام کے مابین ایک شخص کی بیعت کی جائے گی۔ اس کے اہل ہی اسے حلال سمجھیں گے۔ وہ اس کا خزانہ نکال لیں گے۔

ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حبشہ کو اس وقت تک ترک کردو۔ جب تک وہ تمہیں چھوڑیں رکھیں۔ خانہ کعبہ کا خزانہ حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا شخص نکالے گا۔

ابونعیم نے الحلیہ میں، حاکم اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرلو۔ اس سے پہلے کہ حج نہ کیا جائے گویا کہ میں حبشہ کے گنجے سر اور ٹیڑھی ٹانگوں والے شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کے ہاتھ میں کدال ہے وہ اسے پتھر پتھر کرکے گرا رہا ہے۔ ابوداؤد نے ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حبشہ کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑیں رکھیں۔ ترک کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑیں رکھیں۔ اس روایت کو ابوداؤد نے الملاحم میں حضرت امامہ بن سہل سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے۔

اکتالیسواں باب

دابہ کا خروج

اس باب کی کئی انواع ہیں:

۱۔اس کے خروج کا سبب

ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل: ۸۲)

ترجمہ: اور جب ہماری بات کے ان پر پورا ہونے کا وقت آجائے گا تو ہم نکالیں گے ان کے لیے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے گفتگو کرے گا۔

کے بارے میں فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب لوگ نیکی کا حکم نہ دیں گے وہ برائی سے نہ روکیں گے۔اس روایت کو ابن مبارک، عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، نعیم بن حماد نے الفتن میں عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے لیکن یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

۲۔اس کا حلیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ جانور پروں اور رروؤں والا ہوگا۔اس کا ایک تہائی حصہ تین دن اور تین راتوں میں تیز رفتار گھوڑے کی طرح ظاہر ہوگا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس دابہ میں ہر رنگ ہوگا۔اس کے دونوں سینگوں کے مابین سوار کے لیے ایک فرسخ جگہ ہوگی۔ابن ابی حاتم نے حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی۔لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہی دابۃ الارض ہیں۔انہوں نے فرمایا: بخدا! دابۃ الارض کے پر اور روئیں ہوں گی۔میرے پر اور رروئیں نہیں ہیں۔اس کے سم ہیں میرے سم نہیں ہیں۔

اس کا ایک تہائی حصہ تیز رفتار گھوڑے کی طرح تین دن میں ظاہر ہوگا۔

۳۔خروج کا وقت، اس کا ظہور کہاں سے ہوگا؟ اور اس کا بار بار خروج

ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض کا ظہور لیلۃ جمع کو ہوگا، جبکہ لوگ منیٰ کی طرف جارہے ہوں گے وہ انہیں اپنی گردن اور دم کے مابین اٹھالے گا۔وہ ہر منافق کو روند دے گا ہر مؤمن کو مس کرے گا وقتِ صبح انہیں دجال کے شر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ابویعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ جگہ نہ دکھاؤں جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض کا ظہور وہاں سے ہوگا۔انہوں نے اپنا عصا اس شگاف پر مارا جو صفا میں تھا۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جنگل میں اس جگہ لے گئے جو مکہ مکرمہ کے قریب تھی۔ وہاں خشک زمین تھی جس کے اردگرد ریت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابہ کا خروج اس جگہ سے ہوگا۔ وہ بالشت در بالشت تھی۔

ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شعب جلاد بری جگہ ہے۔ آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے دابہ کا ظہور ہوگا وہ تین چیخیں مارے گا تاکہ اسے ہر اس چیز کو سنادے جو دو افقوں کے مابین ہے۔

امام احمد، سمویہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابہ کا ظہور ہوگا وہ لوگوں کے ناک پر نشان لگائے گا، پھر وہ اس میں آباد ہوں گے حتیٰ کہ ایک شخص ایک اونٹ خریدے گا اس سے پوچھا جائے گا تو نے اسے کس چیز سے خریدا؟ اسے بتایا جائے گا اس نے نشان زدوں میں سے ایک کے عوض اسے خریدا ہے۔

۴۔جامع احادیث

امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ اور حاکم نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: دابہ کا ظہور ہوگا اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا وہ عصا سے مومن کا چہرہ روشن کردے گا انگوٹھی سے کافر کے چہرے پر نشان لگادے گا، حتیٰ کہ اہل حواء جمع ہوں گے وہ کہے گا: یہ ہے اے مؤمن! یہ ہے اے کافر۔

بیالیسواں باب

شمس وقمر مغرب سے طلوع ہوں گے

امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج عرش کے نیچے غائب ہوتا ہے۔ اسے اذن ملتا ہے تو وہ واپس لوٹ جاتا ہے جب یہ رات آئے گی جس کی صبح کو وہ مغرب سے طلوع ہوگا تو اسے اذن نہیں ہوگا۔ الطبرانی نے الکبیر میں بغوی، خطیب اور ابن نجار نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نشانیوں میں سے پہلی نشانی یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دس نشانیاں رونما نہ ہو جائیں مشرق کی طرف خسف، مغرب کی طرف خسف، جزیرہ العرب میں خسف، دجال، دھواں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج وماجوج، دابہ، مغرب سے طلوعِ شمس۔ آگ جوعدن کی گہرائی سے نکلے گی۔ لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی وہ ذرات اور چیونٹیوں کو جمع کر دے گی۔

امام احمد، شیخان، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ جب وہ طلوع ہوگا لوگ اسے دیکھیں گے وہ ایمان لے آئیں گے اس وقت کسی اس شخص کو ایمان نفع نہ دے گا جس نے پہلے ایمان قبول نہ کیا ہوگا۔ اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی ہوگی اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی اس وقت دو افراد نے اپنے مابین اپنا کپڑا پھیلا رکھا ہوگا مگر وہ اسے فروخت نہ کر سکیں گے۔ قیامت قائم ہو جائے گی ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آئے گا مگر وہ اسے پی نہ سکے گا۔ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص نے اپنا لقمہ اپنے منہ تک اٹھایا ہوگا وہ اسے کھا نہ سکے گا۔

امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ یہ عرش کے نیچے اپنے مستقر کی طرف جاتا ہے یہ سجدہ ریز ہو جاتا ہے وہ سجدہ کناں رہتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھ اور اسی طرف لوٹ جا جہاں سے آیا ہے۔ وہ واپس آ جاتا ہے وہ وقتِ صبح اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے پھر وہ رواں رہتا ہے حتیٰ کہ وہ عرش کے نیچے اپنے مستقر کی طرف جاتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے اٹھو اسی طرف چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو۔ وہ واپس جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہو جاتا ہے پھر وہ رواں رہتا ہے لوگ اس میں سے کسی چیز کو برا نہیں سمجھتے حتیٰ کہ وہ اپنے مستقر کی طرف جاتا ہے وہ عرش کے نیچے جاتا ہے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اسے کہا جائے گا اٹھو صبح اپنے مغرب سے طلوع ہو جانا۔ وہ صبح مغرب سے طلوع ہو جائے گا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وقت ہوگا؟ جب کسی نفس کو اس کا ایمان لانا نفع نہ دے سکے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا، یا اپنے ایمان میں بھلائی حاصل نہ کی ہوگی۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ابلیس سجدہ ریز ہو جائے گا۔ اس وقت وہ کہے گا مولا! مجھے حکم دے کہ اسے سجدہ کروں جسے تو چاہے۔ اس کے پاس اس کے سپاہی آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے سردار! یہ آہ وزاری کیسی ہے؟ وہ کہے گا میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی تھی کہ وہ مجھے وقت معلوم کے دن تک مہلت دے دے۔ یہ وقت معلوم ہے پھر صفا میں شگاف سے دابۃ الارض کا ظہور ہوگا وہ پہلا قدم انطاکیہ میں رکھے گا وہ ابلیس کے پاس آئے گا۔ اسے تھپڑ رسید کرے گا۔

تینتالیسواں باب

اس امت میں مسخ، خسف، قذف، بجلیاں اور شیاطین کا بھیجنا

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔مسخ

مسدد نے عطاء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عطاء! تم اس وقت کیا کرو گے جب تم سے تمہارے علماء اور قراء بھاگ جائیں گے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحشی درندے کے ساتھ ہوں گے۔میں نے عرض کی: رب تعالیٰ آپ کی بہتری فرمائے۔کیوں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ تم انہیں قتل کرو گے حالانکہ کتاب الٰہی ہمارے سامنے ہوگی۔انہوں نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں مفقود کرے! عطاء کیا یہود کو تورات نہیں دی گئی تھی۔انہوں نے اسے ترک کر دیا تھا وہ اسے چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے کیا عیسائیوں کو انجیل نہیں دی گئی تھی۔

مسدد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں میری امت میں سے ایک قوم کو بندروں اور خنزیروں میں تبدیل کر دیا جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔میں اس کا رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں وہ روزے رکھیں گے۔نماز پڑھیں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی وجہ کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: وہ آلات موسیقی رکھیں گے وہ گانے والی عورتیں رکھیں گے وہ دف رکھیں گے وہ شراب پئیں گے۔وہ شراب اور لہو ولغو میں رات بسر کریں گے وقت صبح انہیں بندروں اور خنزیروں میں مسخ کر دیا جائے گا۔

اس روایت کو ابن حبان نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میری امت خسف، مسخ اور قذف ہوگی۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے صحار بن صخر العبری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ کئی قبائل کا خسف ہو جائے گا۔کہا جائے گا بنو فلاں سے کون باقی رہا" جب آپ نے قبائل کا لفظ استعمال کیا تو میں جان گیا کہ وہ اہل عرب ہوں گے، کیونکہ عجمی اپنی بستیوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں" امام احمد نے فرقد السبخی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری

جان ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ مستی اور لہو ولعب میں رات بسر کریں گے وہ صبح کے وقت بندر اور خنزیر بن جائیں گے، کیونکہ انھوں نے حرام کو حلال کیا۔ انھوں نے گانے والی عورتیں رکھیں شراب پیا سود کھایا اور ریشم پہنا ہوگا"

۲۔خسف

حمیدی نے ثقہ راویوں سے قعقاع بن ابی حدرد الاسلمی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت بقیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا "جب تم کسی لشکر کے بارے میں سنو کہ وہ قریب ہی مسخ ہو گیا ہے تو قیامت قریب آجائیں گی۔"

حاکم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایک شخص کا ظہور ہوگا جسے سفیانی کہا جائے گا اس کا تعلق دمشق کی وادی، کلاب سے ہوگا۔ بنو کلب کے اکثر لوگ ان کے پیروکار ہوں گے۔ وہ قتل کرے گا حتیٰ کہ وہ عورتوں کے پیٹ چیر دے گا۔ بچوں کو قتل کرے گا۔ اس کے لیے قیس جمع ہوں گے۔ وہ انھیں قتل کر دے گا حتیٰ کہ اس سے وادی کے دہانے کو بھی نہ بچایا جاسکے گا۔ الحرہ سے میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔ وہ سفیانی تک پہنچے گا۔ وہ اپنے لشکروں میں سے ایک لشکر اس کی طرف بھیجے گا۔ وہ اسے شکست دے دے گا۔ سفیانی بذات خود اس کی طرف جائے گا۔ جب وہ جنگل تک پہنچیں گے تو وہ دھنس جائیں گے۔ صرف ان کے بارے بتانے والا ہی بچے گا"

نعیم بن حماد نے الفتن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے، امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "رب تعالیٰ مکہ مکرمہ کی طرف شام کا ایک لشکر بھیجے گا، جب وہ بیداء جنگل، میں پہنچے گا تو ان کا اول وآخر دھنس جائے گا" الطبرانی کے الفاظ ہیں "مشرق کی طرف سے ایک لشکر آئے گا۔ وہ اہل مکہ مکرمہ میں سے ایک شخص کا ارادہ کیا ہوگا۔ جب وہ بیداء پہنچے گا تو وہ زمین میں دھنس جائے گا۔ ان کے آگے چلنے والا دستہ پیچھے لوٹ جائے گا، تاکہ وہ قوم کے فعل کو دیکھ سکے۔ وہ بھی اسی مصیبت میں گرفتار ہوگا جس میں وہ ہوئے تھے" عرض کی گئی "برا سمجھنے والے کی یہ کیفیت کیوں ہوگی؟ آپ نے فرمایا "ان تمام کو یہ مصیبت پہنچے گی، پھر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی نیت پر اٹھائے گا۔"

ایک اور روایت میں ہے "ایک لشکر ہی حرم کی طرف بھیجا جائے گا۔ جب وہ بیداء کے مقام تک پہنچے گا، تو اس کا اول وآخر زمین میں دھنس جائے گا۔ ان کا وسطی حصہ بھی نجات نہ پاسکے گا" عرض کی گئی "آپ کا کیا خیال ہے اگر اس میں اہل ایمان ہوئے تو؟ آپ نے فرمایا "یہ ان کے لیے مصائب کا دور ہوگا"

ابوداؤد، طیالسی، عبداللہ بن امام احمد، سمویہ، الخرائطی نے مساوئ الاخلاق میں، ابن ماجہ، حاکم بیہقی نے الشعب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے، عبداللہ بن امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس امت میں سے ایک قوم کھانے، پینے، لہو لعب میں

رات بسر کرے گی۔صبح کے وقت انھیں بندروں اور خنزیروں میں مسخ کر دیا جائے گا۔انھیں خسف، مسخ اور قذف کا سامنا کرنا پڑے گا۔وقت صبح لوگ کہیں گے"آج رات بنوفلاں دھنس گئے ہیں۔فلاں خواص کا گھر آج رات دھنس گیا ہے۔ان پر آسمان سے اس طرح آندھی بھیجی جائے گی جیسے قوم لوط پر اندھی بھیجی گئی۔ان پر بھی جوان میں قبیلوں میں ہوں گے۔ان پر بھی جوان کے گھروں میں گئے۔ان پر وہ ہلاک کر دینے والی ہوا بھیجی جائے گی جس نے عاد کو ہلاک کیا تھا۔ان قبائل پر جوان میں سے ہوں گے۔ان گھروں پر جوان میں ہوں گے، کیونکہ انھوں نے شراب پی ہوگی۔انھوں نے ریشم پہنا ہوگا۔انھوں نے گانے والی عورتوں کو رکھا ہوگا وہ سود خور ہوں گے۔وہ قطع رحمی کرتے ہوں گے"

ابن ابی شیبہ، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"ایک شخص کی رکن اور مقام کے مابین بیعت کی جائے گی۔ان کی تعداد اہل بدر کے برابر ہوگی۔ان کے پاس عراق کے گروہ اور شام کے ابدال آئیں گے۔ان کے پاس شام کا ایک لشکر آئے جب وہ بیداء پہنچے گے تو انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر اس کی طرف قریش میں سے ایک شخص جائے گا بنوکلب اس کے ماموں ہوں گے رب تعالیٰ انھیں شکست سے دو چار کرے گا۔کہا جائے گا" گھاٹے میں وہ ہوگا جو بنوکلب کے مال غنیمت سے محروم رہا" حاکم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"بیت اللہ کو فتح کرنے کے لیے مہمیں بھیجی جاتی رہیں گی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک لشکر کو دھنسا دے گا۔"

ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لوگ بیت اللہ پر لشکر کشی سے باز نہ آئیں گے حتیٰ کہ ایک لشکر اس پر حملہ آور ہوگا۔جب وہ بیداء پہنچے گا تو اس کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا اس کا وسط بھی نجات نہ پاسکے گا" میں نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجبور فرد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا"رب تعالیٰ انھیں اس پر اٹھائے گا جوان کے دلوں میں ہوگا" نعیم بن حماد نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ ایک ایسا شخص دھنس جائے گا جس کا مال اور اولاد کثیر ہوگی" امام احمد، بغوی، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر، حاکم اور الضیاء نے عبدالرحمان بن صحار بن صخر العبدی سے روایت کیا ہے۔انھوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ قبائل دھنس جائیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ بنوفلاں سے کون بچا"

ابن نجار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"مسخ، خسف اور رجف ضرور ہوگا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا اس امت میں آپ نے فرمایا"ہاں! جب وہ گانے والی عورتیں رکھیں گے۔زنا کو حلال سمجھیں گے۔سود کھائیں گے حرم میں شکار کو حلال سمجھیں گے۔ریشم پہنیں گے۔جب مرد مردوں کے ساتھ اور عورت عورتوں کے ساتھ کفایت کریں گی۔"

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن غنم، ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! میری امت کے لوگ تکبر، غرور، لعب ولھو پر رات گزاریں گے۔ وہ وقت صبح بندر اور خنزیر بن جائیں گے۔ کیونکہ وہ حرام کو حلال سمجھتے ہوں گے۔ انھوں نے گانے والی عورتیں رکھی ہوں گی وہ شراب پیتے ہوں گے۔ سود کھاتے ہوں گے ریشم پہنتے ہوں گے۔"

نعیم بن حماد نے الفتن میں حضرت مالک الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس میں سے ایک قوم بندروں میں او دوسری خنازیر میں مسخ ہو جائے گی۔ وقتِ صبح کہا جائے گا "بنوفلاں اور بنوفلاں کا گھر دھنس گیا دو آدمی چل رہے ہوں گے۔ ان میں سے ایک شراب پینے، ریشم پہننے اور آلات موسیقی بجانے کی وجہ سے دھنس جائے گا"

ابن ابی الدنیا نے ذم الملاھی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس امت میں خسف، قذف اور مسخ ہوگا۔ جب وہ شراب پیئیں گے، گانے والی عورتیں رکھیں گے اور آلات موسیقی بجائیں گے۔

امام بخاری، ابو داؤد، ابن حبان، نسائی، الطبرانی نے الکبیر میں، بیہقی نے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں ایسی اقوام ہوں گی جو حرام کو حلال سمجھیں گی وہ ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو جائز سمجھیں گی۔ نشانِ راہ کے پہلو پر اقوام اتریں گی۔ ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے۔ پہلا شخص اپنی حاجت لے کر ان کے پاس آئے گا۔ وہ اسے کہیں گے "کل ہمارے پاس آنا" رب تعالیٰ رات کے وقت تدبیر فرمائے گا۔ وہ نشان راہ ان پر گر پڑے گا دوسرے تا روزِ حشر بندر اور خنزیر بن جائیں گے"

امام ترمذی نے (انھوں نے اس روایت کو غریب کہا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب مال فیئے کو اپنی ذاتی دولت سمجھا جائے گا امانت کو مال مفت سمجھا جائے گا زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا دینی علم کے علاوہ اور علم پڑھا جائے گا۔ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا۔ ماں کی نافرمانی کرے گا دوست کو قریب کرے گا والد کو دور کرے گا۔ مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔ فاسق قبیلے کا سردار بن جائے گا قوم کا راہنما اس کا ذلیل شخص ہوگا کسی آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جائے گی گانے بجانے والیاں عام ہو جائیں گی شرابیں پی جائیں گی اس امت کا آخر حصہ اس کے پہلے پر لعنت کرے گا تو اس وقت سرخ آندھی کا انتظار کرو اس وقت زلزلہ، خسف، مسخ اور قذف کا انتظار کرو ایسی نشانیوں کا انتظار کرو جو جیسے اس ہار کے موتی لگا تار گرتے ہیں جس کا دھاگہ ٹوٹ جائے" دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب عورتیں عورتوں کی وجہ سے مستغنی اور مرد مردوں کی وجہ سے مستغنی ہو جائیں گے۔ اس وقت سرخ آندھی کا انتظار کرو جو شرق کی طرف سے نکلے گی۔ وہ بعض کو مسخ کر دے گی بعض کو دھنسا دے گی، کیونکہ وہ نافرمان ہوں گے۔ وہ سرکشی کرتے ہوں گے"

بجلیوں کی کثرت

ابن ابی شیبہ، امام احمد، اور حارث نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ”قرب قیامت کے وقت بجلیاں زیادہ ہو جائیں گی۔ حتیٰ کہ ایک شخص آئے گا۔ وہ کہے گا ”تم میں سے صبح کسے بجلی کا سامنا کرنا پڑا“ لوگ کہیں گے ”فلاں اور فلاں کو“

۴- احادیث جامع

عبد بن حمید اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اس امت میں خسف، مسخ اور قذف ہوگا“ عرض کی گئی ”یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ کب؟ آپ نے فرمایا ”جب گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہوگا اور شراب کو حلال سمجھا جائے گا“ ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس امت میں عنقریب خسف، مسخ، رجف اور قذف ہوگا“

۵- جسے مسخ کیا جائے اس کی نسل نہیں رہتی

ابو یعلیٰ نے حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ”میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی ”جسے مسخ کر دیا جائے کیا اس کی نسل باقی رہتی ہے؟ آپ نے فرمایا ”جسے بھی مسخ کیا گیا اس کی نسل اور اولاد باقی نہیں رہتی“ ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی ”کیا بندر اور خنزیر یہودیوں کی نسل ہیں“ آپ نے فرمایا ”رب تعالیٰ نے جس قوم پر آفت نازل کی اور اسے مسخ کیا اگر اس کی نسل ہو تو وہ اسے بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ جداگانہ مخلوق ہیں۔ جب رب تعالیٰ نے یہود پر غضب کا اظہار کیا انھیں مسخ کیا تو وہ ان کی طرح ہو گئے“

چوالیسواں باب

مدینہ طیبہ کا معاملہ کیسے ہوگا

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تم مدینہ طیبہ کو چھوڑ جاؤ گے۔ اس وقت اس کی حالت بہت عمدہ ہوگی، حتیٰ کہ ایک کتا یا بھیڑیا داخل ہوگا وہ مسجد کے ستونوں کے پاس یا منبر کی لکڑیوں میں سے لمبی لکڑی کے پاس کھائے گا“ انھوں نے عرض کی ”یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس وقت مدینہ طیبہ کے پھل کس

کے لیے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا' شکاری پرندوں اور درندوں کے لیے"

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مدینہ طیبہ کو اس حالت پر چھوڑا جائے گا کہ یہ عمدہ حالت پر ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس وقت اس کے پھل کون کھائے گا؟

آپ نے فرمایا "شکاری پرندے اور درندے" امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایک سوار مدینہ طیبہ کے گوشوں میں سے گزرے گا۔ وہ کہے گا" کبھی یہاں بہت سے اہل ایمان بستے تھے" امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب لوگ اس مدینہ طیبہ کو چھوڑ جائیں گے۔ اس وقت یہ بہت احسن حالت پر ہوگا۔"

الطبرانی نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "عنقریب مدینہ طیبہ کی عمارات ایک حد تک پہنچ جائیں گی، پھر مدینہ طیبہ پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ اس کے کناروں سے ایک مسافر گزرے گا۔ وہ کہے گا "طویل زمانہ تک یہ شہر آباد رہا۔ اس کے نشانات مٹ جائیں گے" امام احمد نے جید سند کے ذریعے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب لوگ مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئیں گے حتیٰ کہ ان کی سرحدی پولیس اسلحہ کے ساتھ ہوگی"

پینتالیسواں باب

آخر زمانہ میں ہوا اہل ایمان کی ارواح کو قبض کر لے گی

قرآنِ مجید کو اٹھالیا جائے گا

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور ابن عساکر نے عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت سے پہلے ہوا آئے گی جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی" الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہوا چلے گی جس میں ہر مؤمن کی روح کو قبض کر لیا جائے گا پھر مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ اسی کا تذکرہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں کیا ہے" الطبرانی نے الکبیر" میں حضرت ابو سریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس میں عبید بن اسحاق العطار ہے۔ وہ متروک ہے"

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ ہوا بھیجے گا جو چلے گی تو سارے اہل ایمان وصال کر جائیں گے" ابن ابی شیبہ، حاکم (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے سرخ ہوا بھیجے گا۔ رب تعالیٰ ہر اس نفس پر موت طاری کر دے گا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا۔ لوگ ان لوگوں کی قلت کے بارے تعجب کا اظہار کریں گے جو اس میں مریں گے۔ وہ کہیں گے بنو فلاں کا بزرگ مر گیا بنو فلاں کی بڑھیا مر گئی" آیات قرآنیہ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا روئے زمین پر ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ زمین سونے اور چاندی میں سے جگر کے پارے باہر پھینک دے گی۔ اس دن کے بعد ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے گا۔ ایک شخص ان کے پاس سے گزرے گا۔ انھیں پاؤں مارے گا وہ کہے گا "ہم سے پہلے لوگوں میں اسی لیے جھگڑا ہوتا تھا۔ آج ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قبائل میں سے سب سے پہلے قریش کا وصال ہوگا مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ ایک شخص ایک جوتے کے پاس سے گزرے گا اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینکا ہوگا۔ وہ اسے اپنے ہاتھ پر اٹھالے گا اور کہے گا "یہ لوگوں میں سے قریش کا جوتا ہے"

چھیالیسواں باب

قیامت کن لوگوں پر قائم ہوگی؟

(یہ دن کے وقت قائم نہ ہوگی نہ ہی کسی ایسے شخص پر قائم ہوگی جو زمین میں اللہ اللہ کرے گا۔ یہ قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بتوں کی پوجا کی جائے گی۔ کوئی نیکی کرنے والا نہ ہوگا نہ ہی کوئی برائی سے روکنے والا ہوگا۔)

ابو یعلی نے اس سند سے جس میں کئی ثقہ راوی ہیں، امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین سے عمدہ لوگوں کو اٹھالے گا وہاں کمینے لوگ رہ جائیں گے۔ جو نہ نیکی کریں گے نہ ہی برائی سے روکیں گے" امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن خذیمہ، ابو یعلی، ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں بیہقی اور الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مساجد میں ایک دوسرے پر فخر کیا جائے گا"

امام احمد، ترمذی، ابو یعلی، حاکم، ابن حبان نے اور عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی باقی نہ رہے گا" یا "زمین پر "لا الہ الا اللہ" کہنے والا

باقی نہ رہے گا۔حتیٰ کہ ایک عورت ایک مرد کے پاس سے گزرے گی۔وہ اس کی طرف دیکھے گا وہ کہے گا "اس عورت کا ایک خاوند ہوتا تھا۔" حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک نگران ہوگا حتیٰ کہ آسمان بارش نہ برسائے گا زمین نباتات نہ اُگائے گی"

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "قیامت لوگوں میں سے شریروں پر نازل ہوگی۔امام احمد، ترمذی (انھوں نے اسے حسن کہا ہے) علی بن احمد بن حجر نے الفوائد میں، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابونعیم اور الضیاء نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دنیا میں سے سب سے زیادہ سعادت مند احمق بن احمق ہو جائے گا" ابویعلی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامئ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عنقریب دنیا میں سے سب سے زیادہ سعادت مند احمق بن احمق بن جائے گا"۔ ابن جریر، حاکم اور خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، دیلمی اور خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس شخص پر قیامت قائم نہ ہوگی جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوگا۔ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا"

امام احمد، ابن ابی شیبہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے، نعیم بن حماد نے الفتن میں ابوبکر بن حزم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ یہ احمق بن احمق کے لیے ہو جائے گی"

الطبرانی نے الاوسط میں اور الضیاء نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "شب و روز اختتام نہ ہوگا حتیٰ کہ دنیا کے اعتبار سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ سعادت مند احمق بن احمق ہوگا" امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ یہ احمق بن احمق کے لیے ہو جائے گی۔"

دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پہلا باب

اہل بیت پاک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بقدر کفایت رزق عطا فرما" امام بیہقی نے لکھا ہے "اہل بیت پاک کو بقدر کفایت رزق عطا کیا گیا۔ انھوں نے اسی پر صبر کیا"

دوسرا باب

لخت جگر حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں۔ وہ آپ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا ان کا چہرۂ انور شدت بھوک کی وجہ سے زرد تھا۔ آپ نے اپنا دست اقدس اٹھایا۔ اسے ان کے سینۂ انور پر ہار ڈالنے کی جگہ پر رکھا اپنی مبارک انگلیاں کھولیں، پھر یہ دعا مانگی "مولا! اے بھوکے کو سیر کرنے والے، عاجز کو بلند کرنے والے! میری نور نظر فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کو بلند منصب عطا فرما" حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے ان کا روئے تاباں دیکھا۔ اس سے زردی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے بعد میں ان سے شرف ملاقات حاصل کیا میں نے اس امر کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا "عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھی بھوک نہیں لگی" امام بیہقی نے فرمایا "ظاہر ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا"

تیسرا باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں بیمار ہو گیا۔ آپ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں کہہ رہا تھا "مولا! اگر میرے وصال کا وقت ہو گیا ہے تو مجھے سکون دے اگر میرا وصال متاخر ہے تو اسے اٹھا لے اور اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق عطا فرما" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! انھیں شفاء عطا فرما۔ مولا! انھیں عافیت عطا فرما" میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد مجھے درد نہ ہوا"

ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا مانگی "مولا! ان سے گرمی اور سردی دور فرما" وہ سرما میں گرمیوں والے کپڑے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے پہن لیتے تھے۔ انھیں گرمی سردی نہ لگتی تھی"

شیخان نے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خیبر کے روز حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے" آپ نے فرمایا "انھیں بلا بھیجو" انھیں آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے ان کی چشمان مقدس پر اپنا لعاب دہن لگایا وہ شفاء یاب ہو گئے، گویا کہ انھیں کوئی درد نہ تھا آپ نے اسلام کا جھنڈا انھیں عطا کر دیا"

چوتھا باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

الطبرانی نے الاوسط میں، حاکم نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا دست اقدس مارا جب انھوں نے اسلام قبول کیا پھر تین بار فرمایا "مولا! عمر کے سینے سے کینہ نکال دے۔ اسے ایمان میں تبدیل فرما دے"

پانچواں باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے اجابتِ دعا کی دعا

امام بیہقی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا "مولا! جب یہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرما" اس روایت کو امام ترمذی نے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی کہ وہ جب بھی دعا مانگیں اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرمائے" ان کی بہت سے دعا قبول ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی موجودگی میں کسی نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ آپ نے یہ بد دعا کی "مولا! اگر یہ جھوٹا ہے تو مجھے اس میں نشانی دکھا دے" ایک اونٹ آیا۔ اس نے اسے روند دیا۔

امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ابو سعدہ کے لیے یہ بد دعا کی "مولا! اس کی عمر طویل فرما اس کی غربت کو لمبا فرما اور اسے فتن کا سامنا کرا" راوی کہتے ہیں "میں نے اسے دیکھا۔ وہ بہت زیادہ بوڑھا ہو چکا تھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں اس کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں۔ وہ غریب ہو چکا تھا۔ وہ راستہ میں لڑکیوں کو برے اشارے کرتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا "تیری یہ کیفیت کیوں ہے؟ وہ کہتا "میں فتنے میں مبتلاء ایک بوڑھا ہوں جسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگی ہے "شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے روز جمعۃ المبارک کو منبر پر ابر کرم کے لیے دعا کی لوگوں پر بارش نازل ہوئی۔ دوسرے جمعۃ مبارک تک لگا تار بارش ہوتی رہی۔ وہ اس وقت منبر پر ہی تھے انھوں نے دعا مانگی تو اسی وقت بادل چھٹ گئے۔"

چھٹا باب

تجیب کے ایک لڑکے کے لیے دعا

ابن سعد نے حضرت ابو الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "تجیب کا وفد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا یہ وفد ۹ ھ کو حاضر ہوا تھا۔ ان میں ایک لڑکا بھی تھا اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میری حاجت پوری فرمائیں" آپ نے پوچھا "تمھاری حاجت کیا ہے؟ اس نے عرض کی "آپ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ مجھے معاف کر

دے۔ مجھ پر رحم کرے میرے دل میں غنی رکھ دے" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے معاف فرما۔ اس پر رحم فرما۔ اس کی غنی اس کے دل میں رکھ دے" وہ وفد واپس چلا گیا۔ وہ حج کے زمانہ میں ۱۰ھ میں آپ کو منیٰ میں ملا۔ آپ نے ان سے اس لڑکے کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم نے اس کی مثل نہیں دیکھا۔ جو رزق رب تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے وہ اس پر بہت زیادہ قناعت کرنے والا ہے" آپ نے فرمایا "مجھے امید ہے کہ وہ سارے کا سارا وصال کرے گا"

ساتواں باب

حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

حافظ سلفی نے نصر بن عاصم اللیثی سے، انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا "میں نے حضرت نابغہ یعنی عبداللہ بن قیس الجعدی) سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا "میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا میں نے آپ کو نعت پیش کی جب میں ان اشعار تک پہنچا۔

اتیت رسول الله اذجاء بالهدى تتلو كتاباواضح الحق نيرّا

بلغنا السماء مجدنا وثراؤ نا انا لنرجو فوق ذالك مظهرا

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایسی کتاب منیر کی تلاوت کر رہے تھے جو حق کو واضح کرنے والی تھی۔ ہماری عظمت و بزرگی آسمان تک پہنچ گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سے بلند تر اس کا مظہر ہوگا۔"

آپ نے مجھے فرمایا "ابو یعلیٰ! اس کا مظہر کہاں ہوگا؟ میں نے عرض کی "جنت کی طرف" آپ نے فرمایا "اسی طرح ہوگا ان شاء اللہ! پھر انھوں نے یہ اشعار پڑھے:

ولا خير فى حلم اذالم تكن له بوادر تحمى صفوه ان يكدّرا

ولا خيرفى جهل اذالم يكن له حليم اذاما اورد الامرا صدرا

حلم میں اس وقت تک بھلائی نہیں ہے جب اس کے ساتھ ایسی تلواریں نہ ہوں جو اس کی پاکیزگی کو گندہ ہونے سے بچا لیں اور جہالت میں کوئی بھلائی نہیں جب اس کے ساتھ ایسا حلیم شخص نہ ہو جب جہالت کوئی فساد بپا کرنا چاہے تو وہ اس کا منہ پھیر دے"

آپ نے انھیں فرمایا"تم نے بہت عمدہ بات کی ہے"دوسری روایت میں ہے"تم نے سچ کہا ہے رب تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے"وہ جب تک بحیات رہے ان کے دانت سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔جب ایک دانت گرتا تو اس کی جگہ دوسرا اگ آتا۔وہ کافی عمر رسیدہ ہو گئے تھے"

امام بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب انھوں نے اپنی نعت پیش کی تھی"رب تعالیٰ تمہارا منہ سلامت رکھے"ان کا کوئی دانت بھی نہ گرا۔ان کے دانت سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔جب ان کا ایک دانت گر جاتا تو دوسرا اگ آتا انھوں نے ۱۲۰ سال عمر گزاری مگر ان کا ایک دانت بھی نہ گرا تھا"

آٹھواں باب

حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت ام ولد عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"میں نے اپنے آقا عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہا"کیا تمھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر میں کچھ یاد ہے"انہوں نے فرمایا"مجھے یاد ہے میں پانچ یا چھ سال کا تھا۔حضور اکرم،سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی آغوش میں بٹھایا اور میرے اور میری اولاد کے لیے برکت کی دعا کی"حضرت ام ولدِ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتی تھیں"ہم اس سے جانتے تھے کہ ہم بوڑھے نہ ہوں گے۔"

نواں باب

حضرت ثابت بن یزید رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

الطبرانی نے مسند الشامیین میں،ابن مندہ اور باوردی نے المعرفۃ میں حضرت ابن عائذ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثابت بن یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کی"یارسول اللہ!صلی اللہ علیک وسلم میری ٹانگ میں لنگڑا پن ہے جو زمین کو مس نہیں کرتی"آپ نے میرے لیے دعا کی وہ شفاء یاب ہو گئی حتیٰ کہ وہ دوسری ٹانگ کی طرح کھڑی ہو گئی"

دسواں باب

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا کی۔حضرت مقدار رضی اللہ عنہ کے گھر میں چاندی کے بورے تھے۔"

گیارھواں باب

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو دودھ پیش کیا۔آپ نے ان کے لیے یہ دعا کی "مولا! انھیں ان کے شباب سے لطف اندوز فرما" ان کی عمر اسی سال ہوگئی تھی مگر ان کا ایک بال بھی سفید نہ تھا۔

بارھواں باب

حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے دعا

الطبرانی نے حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی اولاد کے لیے دعا کی۔وہ آج تک شرف کی رفعتوں پر فائز ہے۔

تیرھواں باب

حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے لیے بددعا

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر

ہو گئے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے شہادت کی دعا مانگیں" آپ نے عرض کی "مولا! میں ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا خون مشرکین اور کفار پر حرام کرتا ہوں۔ میں دشمن کے سامنے حملہ آور ہو جاتا تھا۔ ان کے پیچھے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آجاتے۔ آپ مجھے فرماتے "ابن ثعلبہ! تم دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھالیتے ہو۔ دشمن قوم پر حملہ آور ہو جاتے ہو" انھوں نے فرمایا "مجھے ان کے پیچھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آجاتے۔ میں ان پر حملہ کر کے آپ کے پاس آجاتا، پھر مجھے میرے ساتھی نظر آتے۔ میں دشمن پر حملہ کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاملتا" انھوں نے بہت طویل عمر گزاری"

چودھواں باب

حضرت ابّی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیئے وہ دونوں قرأت میں اختلاف کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا ہے" آپ نے انھیں پڑھنے کا حکم دیا، پھر فرمایا "تم نے عمدہ پڑھا" حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے دل میں اس قدر شک پیدا ہو گیا کہ جاہلیت میں بھی اس قدر شک پیدا نہ ہوا تھا" آپ نے میرے سینے پر مارا عرض کی "مولا! اس کے شیطان کو دور کر۔ میں پسینے سے شرابور ہو گیا گویا کہ میں خوف سے رب تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔"

پندرھواں باب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا کر۔ تاویل سکھا" اس کے بعد انھیں الحبر کہا جاتا تھا انھیں "جر الامۃ" کہا جاتا تھا۔

سولھواں باب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میری امی جان نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی

اللہ علیک وسلم انس آپ کا خادم ہے۔اس کے لیے دعا کریں' آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! اس کی اولاد اور مال میں اضافہ فرما۔ اس کے لیے اس چیز میں برکت فرما جو تو اسے عطا کرے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا" بخدا! میرا مال بہت زیادہ ہے۔ میری اولاد اور پوتے سو کے لگ بھگ ہیں" دوسری روایت میں ہے" میرے ہاتھوں نے میرے ایک سو بچے دفن کیے ہیں۔میں حمل یا پوتے مراد نہیں لے رہا"

سترھواں باب

حضرت لبھیہ بنت عبداللہ البکریہ رضی اللہ عنہا کے لیے دعا

باوردی نے حضرت لبھیہ بنت عبداللہ البکریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انھوں نے فرمایا" میں اپنے والد کے ہمراہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔آپ نے مردکو بیعت کیا ان کے ساتھ مصافحہ کیا عورتوں کو بیعت کیا مگر ان کے ساتھ مصافحہ نہ کیا۔آپ نے میری طرف نظر کرم کی۔میرے لیے دعا کی۔میرے سر کومس فرمایا۔میرے لیے اور میری اولاد کے لیے دعا کی' ان کے ہاں ساٹھ بچے پیدا ہوئے جن میں سے چالیس مرد اور بیس عورتیں تھیں۔"

اٹھارھواں باب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کے لیے دعا

امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انھوں نے فرمایا" روئے زمین کا ہر مومن مرد اور عورت مجھ سے پیار کرتا ہے" میں نے عرض کی" آپ کو کیسے علم ہوا؟ انھوں نے فرمایا" میں اپنی امی کو اسلام کی طرف بلاتا تھا مگر وہ برابر انکار کرتی رہی۔میں نے عرض کی' یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطا کرے" آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔میں واپس آگیا۔جب میں گھر میں داخل ہوا تو وہ پڑھ رہی تھیں "اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ" میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا میں فرحت وشادمانی سے رو رہا تھا' جیسے میں پہلے غم واندوہ سے روتا تھا۔میں نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم رب تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔ام ابی ہریرہ کو ہدایت نصیب ہوئی ہے۔"

میں نے عرض کی"یارسول اللہ! آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ مجھے اور میری امی جان کو اپنے مؤمن بندوں کے ہاں پسندیدہ بنادے اور انھیں ہمارے نزدیک پسندیدہ بنا دے" "روئے زمین کا ہر مؤمن مجھ سے اور میں اس سے پیار کرتا ہوں" حاکم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا"اسی اثناء میں کہ ابو ہریرہ اور ایک غلام مسجد میں دعا مانگ رہے تھے حضور کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری دعا پر لبیک کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حضرت ابو ہریرہ نے دعا مانگی"مولا! میں وہی دعائیں مانگتا ہوں جو میرے ان دو ساتھیوں نے مانگی ہیں لیکن میں اپنے علم کا سوال کرتا ہوں مجھے فراموش نہ کیا جا سکے" آپ نے آمین کہی ہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم بھی ایسے علم کا سوال کرتے ہیں جسے بھلایا نہ جاسکے۔

انیسواں باب

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بخاری نے حضرت جعد بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا"حضرت سائب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ ان کی عمر مبارک چورانویں (۹۴) سال تھی۔ وہ معتدل اور مضبوط تھے۔ وہ فرماتے تھے"مجھے علم ہے کہ میں دعائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی وجہ سے اپنی سماعت اور بصارت سے لطف اندوز ہوا ہوں۔"

بیسواں باب

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمھیں بابرکت کرے" اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے اسے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا"میں نے خود کو دیکھا ہے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاؤں تو مجھے امید ہوتی ہے کہ اس کے نیچے سے سونا اور چاندی ملے گی" قاضی نے لکھا ہے"اللہ تعالیٰ نے ان پر آسائشوں کے دروازے کھولے۔ ان کا وصال ہوا تو ان کے خزانے کو کمان کے ساتھ کھودا گیا۔ حتیٰ کہ ہاتھ اس کے لیے تھک گئے۔ ہر زوجہ نے اسی ہزار دراہم لیے اس کی تعداد چار یا تین تھی۔ ایک زوجہ کو انھوں نے اپنے مرض میں اسی ہزار دراہم اور کچھ زائد دے کر طلاق دے دی تھی۔ وہ ساری زندگی صدقات کرتے رہے لیکن انہوں نے پچاس ہزار دراھم کی وصیت کی۔ وہ بڑے بڑے احسان فرماتے تھے۔ ایک دن تیس غلام آزاد

کیے۔ ایک دن ایسا کارواں صدقہ کیا جس میں سات سو اونٹ تھے۔ ان پر لدی ہر چیز صدقہ کر دی ان کے کجاوے اور پالان بھی صدقہ کر دیے۔"

اکیسواں باب

حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سودا میں برکت کی دعا کی۔ اگر وہ مٹی خرید لیتے انھیں اس میں بھی نفع ہوتا۔ ابونعیم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمھارے سودے میں برکت ڈالے" میں کناسہ میں قیام پذیر تھا جب میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس آیا تو مجھے چالیس ہزار دیناروں کا نفع ہو چکا تھا۔"

بائیسواں باب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابن سعد نے حضرت جریر بن عثمان رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ ان کے راویوں سے استدلال ہو سکتا ہے۔ اس کے شواہد بھی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مولا! اسے کتاب کا علم سکھا۔ اسے شہروں میں تسلط عطا فرما۔ اسے عذاب سے بچا۔"

تیئیسواں باب

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کے لیے دعا

امام بخاری نے "ادب" میں اور امام نسائی نے حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میرا نورِ نظر مر گیا میں گھبرا گئی۔ میں نے اسے غسل دینے والے سے کہا "میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا کہ تم اسے مار ڈالو" حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئے۔ آپ کو ان کی یہ بات سنائی۔ آپ نے فرمایا "اس کی عمر

طویل ہو"کسی عورت کے بارے اتنی طویل عمر کے متعلق علم نہیں جتنی طویل عمر انھیں عطا کی گئی"

چوبیسواں باب

ایک یہودی شخص کے لیے دعا

عبدالرزاق نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے"ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے یہ دعا مانگی"مولا !اسے جمال عطافرما"اس کے بال سیاہ ہو گئے۔وہ فلاں فلاں چیز سے سیاہ ہو گئے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پہلے اس کی ڈارھی سفید تھی،پھر سیاہ ہوگئی۔"

پچیسواں باب

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام احمد ابویعلی،ابن حبان اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انھوں نے فرمایا"حضور نبی اکرم ﷺ نے پانی طلب فرمایا۔میں پیالہ لے کر آپ کی خدمت میں آگیا۔اس میں بال تھا۔میں نے اسے نکالا آپ نے فرمایا"مولا!اسے جمال عطافرما"راوی کہتے ہیں"میں نے ان کی زیارت کی۔اس وقت ان کی عمر چورانوے سال تھی۔ان کی ریش مبارک میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔"امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا"اللہ تعالیٰ تمھیں جمال عطا کرے"وہ ایک باجمال شخص تھے۔ان کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ بہت خوبصورت تھے"صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی محتشم ﷺ نے انھیں فرمایا:"میرے قریب ہو جاؤ"میں آپ کے قریب ہوا آپ نے میری داڑھی اور سر کو مس فرمایا۔یہ دعا مانگی:"مولا!اسے جمال عطافرما۔اس کے جمال کو مداومت عطافرما"ان کی عمر ایک سو سال سے متجاوز تھی۔ان کی داڑھی میں سفیدی صرف ایک کونے میں تھی۔ان کا چہرہ شاداب ہی رہا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔"

چھبیسواں باب

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے دعا

شیخین اور بیہقی نے کئی اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نورِ نظر بیمار تھا۔ اس کا وصال ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تھے جب ان کی زوجہ محترمہ نے دیکھا کہ وہ مرگیا ہے تو انھوں نے اسے کمرے کے کسی گوشے میں کر کے اسے ڈھانپ دیا۔ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے بچے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا: "اس کا نفس پرسکون ہوگیا ہے۔ مجھے امید ہے اسے آرام آگیا ہوگا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے سچ گمان کیا۔ رات کو انہوں نے زوجہ محترمہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا وقت صبح غسل کیا جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو انہوں نے کہا "تمہارا کیا گمان ہے کہ اگر کسی شخص نے تمھیں کوئی چیز عاریۃً دی ہو اور پھر وہ تم سے لے لے کیا تم واویلا کرو گے؟ انہوں نے فرمایا۔ "نہیں! اس عظیم خاتون نے کہا "رب تعالیٰ نے تمھیں نورِ نظر عاریۃً دیا تھا۔ اب اس نے تم سے وہ لے لیا ہے"

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ رات کا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمھاری اس رات کو بابرکت کرے" پھر ایک بچہ پیدا ہوا میں اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے گھٹی، دی۔ پیشانی پر دستِ اقدس پھیرا اس کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ مس کرنا اس کے چہرے پر تاباں نشان پڑ گیا۔ انصار کا کوئی بچہ اس سے افضل نہ تھا"

ستائیسواں باب

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بخاری نے حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے جدامجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف جاتے تھے۔ حضرت ابن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم انہیں ملتے۔ وہ انھیں کہتے "ہمیں بھی شریک کرلو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے لیے برکت کی دعا کی ہے" وہ انھیں اپنے ساتھ شریک کر لیتے۔ اکثر انھیں اسی طرح اونٹ ملتا جیسے وہ پہلے ہوتا وہ انھیں گھر بھیج دیتے۔"

اٹھائیسواں باب

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابن سعد نے ابوحصین کی سند سے اہل مدینہ کے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم ﷺ نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ وہ آپ کے لیے قربانی کا جانور خریدیں۔انھوں نے ایک دینار سے ایک جانور خریدا پھر اسے دو دیناروں میں فروخت کر دیا، پھر ایک دینار کا ایک جانور خریدا۔اسے اور وہ دینار بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا۔حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی کہ رب تعالیٰ ان کی تجارت میں برکت کرے۔

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ تجارت میں بانصیب شخص تھے۔وہ جس چیز کو بھی خریدتے اس میں انھیں نفع ہو جاتا۔

انتالیسواں باب

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

امام بخاری نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا تھا۔آپ نے میرے سینے پر دست اقدس مارا، حتیٰ کہ میں نے آپ کے دست اقدس کا اثر اپنے سینے پر دیکھا۔آپ نے یہ دعا مانگی:"مولا! اسے ثابت فرما۔اسے ہادی اور مہدی بنا دے"اس کے بعد میں گھوڑے سے کبھی بھی نہیں گرا۔"

تیسواں باب

اس عورت کے لیے دعا جسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا

شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیاہ فام عورت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی"مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔آپ میرے لیے دعا کریں"آپ نے فرمایا:"اگر تم چاہو تو تم صبر کر لو تمہارے لیے جنت ہے۔اگر چاہو تو میں رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت عطا کر دے"اس نے عرض کی:"میں صبر کروں گی

لیکن میرا ستر کھل جاتا ہے آپ رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ میرا ستر نہ کھلے۔" آپ نے اس کے لیے دعا کی۔

اکتیسواں باب

امت کے لیے وقت صبح میں برکت کی دعا

امام احمد، ائمہ اربعہ اور ابن خزیمہ نے صخر الغامدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مولا! میری امت کے وقت صبح کو بابرکت فرما" حضرت صخر ایک تاجر شخص تھے۔ وہ دن کے ابتدائی حصے میں اپنے لڑکے بھیجتے تھے۔ وہ امیر ہو گئے۔ ان کے مال کی فراوانی ہو گئی حتیٰ کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اسے کہاں رکھیں"

زجاجی نے امالیہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ضروری کام کرنا چاہے تو اسے جمعرات کی صبح کو کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت کے صبح کے وقت میں برکت فرما"

بتیسواں باب

بغض رکھنے والے میاں اور بیوی کے مابین باہمی محبت کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا۔ آپ نے فرمایا:

"کیا تو اس کے ساتھ بغض رکھتی ہے؟ اس نے عرض کی ہاں! آپ نے فرمایا:" دونوں اپنے سر میرے قریب کرو" آپ نے اس کی جبین کو اس کے خاوند کی جبین پر رکھا، پھر یہ دعا مانگی" مولا! ان کے مابین الفت فرما اور ایک کو دوسرے کے نزدیک پسندیدہ بنا دے"

پھر وہ عورت آپ کو بعد میں ملی اس نے آپ کے پاؤں چوم لیے۔ آپ نے پوچھا

"تیرا اور تیرے خاوند کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کی:

کوئی طارق، تالد اور نہ ہی کوئی بچہ مجھے اس سے پیارا ہے" آپ نے فرمایا:" میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (سوائے مقداد بن داؤد کے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت

اوراس کے خاوند کے مابین جھگڑا تھا۔ وہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عورت نے عرض کی ایک میرا خاوند ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے روئے زمین کی کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ مبغوض نہیں ہے، آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ کے قریب ہو جائیں۔ آپ نے ان کے لیے دعا کی۔ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اس عورت نے کہا" مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اب رب تعالیٰ کی کوئی مخلوق مجھے اس سے محبوب نہیں ہے"اس مرد نے کہا" مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب رب تعالیٰ کی کوئی مخلوق مجھے اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے"

تینتیسواں باب

اہل یمن اور اہل شام کے اسلام کے لیے دعا

امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن کی طرف دیکھا تو عرض کی: "مولا! ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے" آپ نے عراق کی طرف دیکھا تو عرض کی: "مولا! ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے۔"

چونتیسواں باب

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ سریہ کے لیے دعا

ابو یعلی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا" حضور سپہ سالار اعظم ﷺ کسی غزوہ کے لیے تشریف لے گئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! انھیں سلامتی عطا فرما اور مال غنیمت عطا فرما۔"

ہم نے غزوہ میں شرکت کی۔ ہمیں سلامتی بھی ملی۔ مال غنیمت بھی ملا" پھر آپ کسی غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے عرض کی"یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔" آپ نے یہ دعا مانگی"مولا! انھیں سلامتی عطا فرما اور مال غنیمت عطا فرما""ہم نے غزوہ میں شرکت کی۔ ہم کو سلامتی بھی عطا ہوئی۔ مال غنیمت بھی ملا۔"

پینتیسواں باب

بکر بن شداخ اللیثی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابن مندہ، ابن عساکر نے حضرت عبدالملک بن یعلی اللیثی سے روایت کیا ہے کہ حضرت بکر بن شداخ اللیثی رضی اللہ عنہ، بچپن سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ جب وہ بالغ ہوئے تو وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کے اہلِ خانہ کے ہاں حاضر ہوجایا کرتا تھا اب میں بالغ ہوگیا ہوں۔"

آپ نے ان کے لیے یہ دعا مانگی "مولا! اس کی تصدیق فرما۔ اس کے قول کو سچ فرما اور اسے کامیابی سے ہمکنار فرما۔"

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے ایک یہودی کو واصل جہنم فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ بڑا گراں گزرا۔ وہ گھر آئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا "مجھے رب تعالیٰ نے یہ منصب اس لیے نہیں بخشا کہ مرد قتل ہوتے رہیں۔ میں اس شخص کو رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے پاس اس کے بارے علم ہو تو وہ مجھے بتادے حضرت بکر بن شداخ اٹھ کر ان کی خدمت میں گئے اور عرض کی "میں نے اس کا کام تمام کیا ہے" انھوں نے کہا "اللہ اکبر اب تو اس کا خون بہا ادا کرنا پڑے گا۔ چارۂ کار ڈھونڈو۔" انہوں نے عرض کی "امیر المؤمنین فلاں شخص جہاد کے لیے گیا۔ وہ اپنے اہل خانہ میرے سپرد کر گیا۔ میں اس کے دروازے تک آیا میں نے اس کے گھر اس یہودی کو پایا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

واشعث غرّہ الاسلام حتّٰی — خلوت بعرسہ لیل التمام
ابیت علی ترائبھا یمسی — علی قوداء الاحنیۃ والحزام
کان مجامع الرّبلات منھا — فئام ینھفون الی فئام

"وہ بکھرے ہوئے بالوں والا آدمی ہے جسے اسلام نے دھوکے میں رکھا ہے میں نے ساری شب اس کی بیوی کے ہاں گزاری میں نے اس کی بیوی کے سینے پر رات بسر کی جبکہ وہ شخص گھوڑے کی لگام اور اس کی پشت پر سوار رہتا ہے گویا کہ اس کی رانوں میں مباشرت کرنے والا ایک نگران ہے جو دوسرے نگران کی آواز کو سنتا ہے"۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے قول کی تصدیق کی اور اس یہودی کا خون رائیگاں قرار دیا۔ یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے تھا۔

چھتیسواں باب

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

باوردی ابن شاہین، ابن السکن اور بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ثعلبہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ مجھے مال اور اولاد عطا کرے۔" آپ نے فرمایا: "ثعلبہ! تیرے لیے ہلاکت! وہ قلیل مال جس کے شکر کی تجھ میں استطاعت ہو وہ اس کثیر سے بہتر ہے جس کے شکر کی تجھ میں استطاعت نہ ہو" مگر اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "ثعلبہ! تیرے لیے ہلاکت کیا تو مجھ جیسا نہیں ہونا چاہتا۔ اگر میں چاہوں کہ میرا رب تعالیٰ میرے ساتھ ان پہاڑوں کو سونے کا بنا کر چلائے تو یہ چلنے لگتے، اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال اور اولاد عطا کرے۔ مجھے اس ذات بابرکت کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر رب تعالیٰ نے مجھے مال عطا کیا تو میں ہر صاحب حق کا حق ادا کروں گا آپ نے اس کے لیے دعا کر دی۔ اس نے ایک بکری خریدی اس میں برکت ڈال دی گئی وہ بکری اس طرح بڑھی جیسے کیڑے بڑھتے ہیں مدینہ طیبہ کی وادی ان کے لیے تنگ ہو گئی۔ ثعلبہ انھیں لے کر مدینہ طیبہ سے باہر منتقل ہو گیا اب وہ صرف دن کے وقت کی نمازوں میں آپ کے ساتھ شرکت کرتا۔ رات کی نمازوں میں شرکت نہ کرسکتا۔ بکریاں اور بڑھتی گئیں۔ وہ شب و روز کی نماز میں بھی شرکت نہ کرسکتا سوائے نماز جمعۃ المبارک کے، پھر بکریاں بڑھیں۔ اب وہ جمعہ یا جنازہ میں بھی شرکت نہ کرسکتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

"ثعلبہ کے لیے ہلاکت! پھر رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدقات لینے کا حکم دیا۔ آپ نے دو آدمی بھیجے آپ نے انھیں اونٹوں اور بکریوں کی عمریں لکھوائیں کہ وہ کتنی زکوٰۃ لیں گے۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ثعلبہ کے پاس بھی جائیں اس سے صدقہ دینے کو کہیں"

وہ دونوں اس کے پاس گئے اس نے کہا "مجھے اپنا نوشتہ دکھائیں" انھوں نے نوشتہ دکھایا۔ اس نے اسے دیکھا اس نے کہا "یہ تو جزیہ ہے۔ جاؤ اور فارغ ہو کر میرے پاس آنا اور مجھے بتانا"۔ وہ فارغ ہو کر اس کے پاس گئے۔ اس نے کہا "یہ تو جزیہ ہے جاؤ حتیٰ کہ میں رائے قائم کرلوں۔ وہ روانہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ پہنچے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھا تو ان کے بولنے سے قبل ہی فرمایا:

"ثعلبہ کے لیے ہلاکت! اس وقت رب تعالیٰ نے یہ تین آیتیں نازل کیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ (التوبۃ ۷۵)

اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے۔

جو کچھ ثعلبہ کے بارے میں اترا تھا۔ وہ اس تک پہنچ گیا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا "میرے رب تعالیٰ نے مجھے روک دیا ہے کہ میں تجھ سے صدقہ قبول کروں۔"

وہ رونے لگا سر پر مٹی ڈالنے لگا نہ تو حضور سید عالم ﷺ نے نہ ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے صدقہ قبول کیا حتیٰ کہ وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مر گیا۔"

سینتیسواں باب

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

ابو یعلی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور سراپا کرم ﷺ نے میری اولاد اور اولاد کی اولاد کے لیے دعا کی۔ میں نے اپنے والد گرامی کو سنا وہ میری اس بہن سے فرما رہے تھے جو مجھ سے بڑی تھی: "نور نظر! تم ان افراد میں سے ہو جنھیں حضور ﷺ کی دعا لگی ہے"

اڑتیسواں باب

اس شخص کے لیے دعا جو آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کو آپ کی امت تک پہنچائے

ائمہ اربعہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے میرا فرمان سنا، اسے پہنچایا، اسے یاد رکھا اور اسے اسی طرح پہنچایا جیسے اس نے سنا تھا"

انتالیسواں باب

حضرت لقیط بن ارطاہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے نضر بن خزیمہ کے) حضرت لقیط بن ارطاہ السکونی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میری ٹانگوں میں لنگڑا پن تھا وہ زمین پر نہ لگتی تھیں آپ نے

میرے لیے دعا کی تو میں زمین پر چلنے لگا"

چالیسواں باب

حضرت ولید بن قیس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

الطبرانی نے حضرت ولید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "مجھے برص تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دعا کی تو مجھے اس سے شفاء نصیب ہو گئی"

اکتالیسواں باب

ایک انصاری صحابی کے لیے دعا

الطبرانی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جب آپ ان کے پاس جلوہ افروز ہوئے تو اس کے ماتھے پر دستِ اقدس رکھا فرمایا "کیا حال ہے؟" مگر اس نے حرکت نہ کی۔ عرض کی گئی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ آپ سے غافل ہے" آپ نے فرمایا "مجھے اور اسے تنہا چھوڑ دو" لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا۔ آپ نے اپنا دست اقدس اٹھا لیا۔ مریض نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ اپنا دستِ اقدس وہیں رکھ دیں۔ جہاں تھا۔ آپ نے اسے صدا دی "فلاں؟ کیا حال ہے؟" اس نے عرض کی "میں بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ میرے پاس دو چیزیں حاضر ہیں۔ ایک سیاہ ہے۔ دوسری سفید ہے" اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے دعا سے نوازیں" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! کثیر کو معاف کر دے۔ قلیل کو سلا دے" آپ نے اس سے پوچھا "کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے عرض کی "بہتری! میرے والدین آپ پر فدا! میں بہتری دیکھ رہا ہوں خیر بڑھ رہا ہے شر کم ہو رہا ہے سیاہ چیز مجھ سے دور ہو رہی ہے"

آپ نے پوچھا "تم کیا کرتے تھے؟" اس نے عرض کی "میں پانی پلاتا تھا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سلیمان جانتے ہو۔ کیا مجھ سے کچھ عجب دیکھا ہے؟" انھوں نے عرض کی "ہاں! میرے والدین آپ پر فدا! میں نے کئی مقامات پر معجزہ نمائی دیکھی ہے لیکن آج جیسی معجزہ نمائی کبھی نہ دیکھی"

آپ نے فرمایا "میں جانتا ہوں کہ یہ کیا محسوس کر رہا ہے۔ اس کی ہر ہر رگ علیحدہ علیحدہ یوں درد کر رہی ہے جیسے موت کے وقت تکلیف ہوتی ہے"۔

بیالیسواں باب

گرمی اور سردی دور کرنے کے لیے دعا

بیہقی، ابونعیم، الطبرانی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: "میں نے ٹھنڈی صبح میں اذان دی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا "بلال! لوگ کہاں ہیں؟" انہوں نے عرض کی "انھیں سردی نے روک دیا ہے" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! ان سے سردی دور فرما" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ بھاگتے ہوئے آرہے تھے"

الطبرانی اور بیہقی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت علی المرتضی شیرِ خدا مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم شدید گرمی میں بھاری اور موٹا لباس پہن لیتے تھے انھیں گرمی کی پرواہ نہ ہوتی تھی شدید سردی میں وہ ہلکے پھلکے کپڑے پہن لیتے تھے۔ انھیں سردی کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔ اس کے متعلق ان سے پوچھا گیا۔ انھوں نے فرمایا "خیبر کے روز حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "کل میں علمِ اسلام اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیار کرتے ہوں گے۔ رب تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا کرے گا۔ وہ راہ فرار اختیار نہ کرے گا۔ آپ نے مجھے جھنڈا عطا کیا پھر یہ دعا مانگی "سردی اور گرمی سے ان کی کفایت فرما" اس کے بعد مجھے نہ گرمی لگتی ہے نہ سردی" ابونعیم نے حضرت شبرملہ بن الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ذوقار کے مقام پر دیکھا۔ شدید سردی کے دن میں انھوں نے ازار اور چادر پہن رکھی تھی۔ ان کی طلعت زیبا سے پسینے کے قطرات گر رہے تھے۔

تینتالیسواں باب

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لیے دعا

ابویعلی، ابن مریع اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا "مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغامِ نکاح دیا" میں نے عرض کی "مجھ جیسی سے نکاح کیسے کیا جا سکتا ہے اب نہ تو مجھ سے اولاد ہوگی۔ میں اہل وعیال والی ہوں میں بہت غیور بھی ہوں" آپ نے فرمایا "میں تم سے بڑا ہوں۔ غیرت کو رب تعالیٰ ختم کر دے گا اہل وعیال رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد ہیں" وہ عزت مآب خواتین میں سے تھیں گویا کہ وہ ان میں

سے نہ تھیں۔ وہ اس طرح کی غیرت نہ پاتی تھیں جیسے وہ پاتی تھیں۔"

چوالیسواں باب

حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

الطبرانی، امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں اپنے جدامجد حضرت حذیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے سارے بیٹوں کی داڑھیاں ہیں۔ یہ ان سب سے چھوٹا ہے۔" حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے قریب کیا۔ میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھے بابرکت کرے" حضرت ذیال نے فرمایا "میں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ ان کی خدمت میں ایسا شخص لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا بکری لائی جاتی جس کی کھیری پر ورم ہوتا" وہ بسم اللہ پڑھ کر اس جگہ ہاتھ رکھتے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس پھیرا تھا، پھر اس کو چھوتے تو اس کا ورم ختم ہو جاتا۔"

جس کے لیے آپ نے بددعا فرمائی

پہلا باب

وہ شخص جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ نے فرمایا "دائیں ہاتھ سے کھاؤ" اس نے کہا "مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے" آپ نے فرمایا: "تجھے یہ طاقت نصیب نہ ہو۔ اس نے تکبر کی وجہ سے یوں کہا ہے۔" اس کے بعد وہ اپنا وہ ہاتھ اپنے منہ تک نہ لے جا سکا" اس روایت کو دارمی، عبد بن حمید اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام بسر ابن راعی تھا۔"

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو دیکھا جو اپنے دائیں ہاتھ سے کھا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا "اسے غزہ کا مرض لگ گیا ہے" جب وہ غزہ کے پاس سے گزری تو اسے طاعون لگ گیا۔ اس نے اسے ہلاک کر دیا۔"

دوسرا باب

زمین اسے قرار نہ دے

امام بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق پوچھا جسے قیس کہا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا "زمین اسے قرار نہ دے"" وہ جس زمین پر بھی چلا جاتا اسے وہاں قرار نہ آتا حتیٰ کہ وہ اس سے نکل جاتا"

تیسرا باب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہ بھرے

امام مسلم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے لیے معاویہ کو

بلاؤ" میں نے عرض کی "وہ کھا رہے ہیں" آپ نے تیسری بار فرمایا "رب تعالیٰ ان کا پیٹ سیر نہ کرے" ان کا پیٹ کبھی نہ بھرا"

چوتھا باب

اس کے بال برے کر دے

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سجدہ ریز دیکھا۔ وہ اپنے بالوں سے کھیل رہا تھا "اس طرح" وہ انھیں مٹی سے بچا رہا تھا۔ آپ نے عرض کی "مولا! اس کے بالوں کو قبیح بنا دے" وہ گر پڑے۔"

پانچواں باب

تیری گردن اڑ جائے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم کسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ آپ نے ایک شخص کو فرمایا "اللہ تعالیٰ تیری گردن اڑا دے" اس شخص نے آپ کی یہ بات سن لی عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم راہِ خدا میں" آپ نے فرمایا "راہِ خدا میں" وہ راہِ خدا میں شہید ہو گیا۔" اس روایت کو امام حاکم نے تحریر کیا ہے۔ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے انہوں نے لکھا "یہ یوم یمامہ کو شہید ہوا تھا۔"

چھٹا باب

عتبہ بن ابی لہب کے لیے بددعا

بیہقی، ابونعیم نے ابونوفل بن ابی عقرب سے وہ اپنے باپ سے، امام بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عروہ سے، انہوں نے حضرت ہبار بن اسود سے، ابونعیم نے طاؤس سے، ابن اسحاق اور ابونعیم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے زائد بیان کیا ہے۔ کہ عتبہ بن ابی لہب نے کہا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ اس ذات کا انکار کرتا ہے جو قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

حضرت ہبار رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی طرح ہے طاؤس اور ابو الضحیٰ کی روایت میں ہے "وہ النجم کے رب کا انکار کرتا ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مولا! اس پر کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما"

ابولہب شام کی طرف کپڑے کی تجارت کرتا تھا۔ وہ اپنی اولاد کو اپنے غلاموں اور وکیلوں کے ساتھ بھیجتا تھا وہ کہتا تھا "تم میری عمر اور میرے حق سے آگاہ ہو۔ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے بیٹے کے لیے بد دعا کی ہے۔ بخدا! میں اس کے متعلق امن سے نہیں ہوں۔ تم اس کی خوب نگرانی کرنا۔"

جب وہ کسی منزل پر فروکش ہوتے تو وہ اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتے۔ اس پر کپڑے اور سامان پھینک دیتے حتیٰ کہ وہ شام میں کسی جگہ ٹھہرے جسے الزرقاء کہا جاتا تھا۔ رات کا وقت تھا ایک شیر ان کے پاس آیا۔ عتبہ کہنے لگا

"میری ماں کی ہلاکت! یہ تو مجھے کھانے آیا ہے جیسے کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بد دعا دی تھی۔ مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مار ڈالا ہے حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ نہیں! بخدا! زیر آسمان کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ سچا ہو۔"

پھر انہوں نے کھانا رکھا اس نے اس میں ہاتھ تک نہ ڈالا پھر نیند کا وقت ہو گیا انہوں نے اپنے ارد گرد سامان رکھا۔ اپنے درمیان عتبہ کو سلا دیا۔ جب سب سو گئے تو شیر آیا۔ وہ سرگوشیاں کرتے ہوئے اور ایک ایک کر کے سب کو سونگھنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ عتبہ تک آیا" ہبار نے کہا ہے "شیر آیا۔ اس نے اسے سونگھا اسے اپنا مدعا نہ ملا وہ اچھلا اور سامان کے اوپر چڑھ گیا۔ اس نے اس کا چہرہ سونگھا پھر اسے چیر دیا۔ اس کا سر جدا کر دیا اس کی آخری رمق باقی تھی اس نے کہا" کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبارک زیادہ سچے ہیں" پھر وہ مر گیا۔ یہ خبر ابولہب تک پہنچ گئی اس نے کہا "میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سارے لوگوں سے زیادہ سچے ہیں۔ بخدا! میں جانتا تھا کہ وہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بد دعا سے نہ بچ سکے گا۔"

القرطبی نے فرمایا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق یہ اشعار لکھے۔

سائل بن الاشقران جئتهم ماكان ابناء ابي واسع

اگر تمہارا گزر بنو اشقر کے پاس سے ہو تو پوچھو کہ ابو واسع کے متعلق کیا خبریں ہیں۔

لاوسع الله قبره بل ضيق الله على القاطع

اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو وسیع نہ کرے بلکہ اس قاطع رحم کی قبر کو اور تنگ کرے۔

رحم بني جده ثابت يدعوالی نور له ساطع

اس نے اپنے آباء کے بیٹوں سے قطع تعلقی کی اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی رشتہ توڑا جو ایک عظیم نور کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

اسبل بالحجر لتكذيبه دون قريش نهزة القاذع

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کے لیے جم آیا۔ وہ قریش کو چھوڑ کر سانڈ کی طرح تیزی سے آیا

فاستو جب الدعوة منه بما   بين للناظر والسامع

وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے وہ ایسی بددعا کا سزاوار ٹھہرا جو دیکھنے اور سننے والے کے لیے عیاں تھی۔

ان سلط الله بها كلبه   يمشي الهوينا مشية الخادع

اس بددعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک ایسا کتا مسلط فرمایا جو اس پر ایک دھوکا کرنے والے کی طرح حملہ آور ہوا۔

حتى اتاه وسط اصحا به   وقد علتهم سنة الهاجع

جب ان پر گہری نیند کا غلبہ ہوا تو وہ کتا اس کے ساتھیوں کے وسط تک پہنچ گیا۔

فالتقم الرّأس بيافوخه   والنحر منه فغرة الجائع

اس درندے نے اس کا سر اور گلا پکڑ لیا اور ایک بھوکے شخص کی طرح اسے ہڑپ کر گیا۔

ساتواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے کا انجام

ابن عساکر نے حضرت ضمرہ اور حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سواریوں پر ہی نماز پڑھائی۔ ایک شخص نیچے اترا اس نے زمین پر نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا "اس نے مخالفت کی ہے رب تعالیٰ بھی اس سے مخالفت کا ارادہ فرمائے گا۔" "وہ اس وقت تک نہ مرا حتیٰ کہ وہ اسلام سے نکل گیا۔"

آٹھواں باب

ذخیرہ اندوز مفلسی یا جذام کا شکار بنے گا

بیہقی نے ابو یحییٰ سے، فروخ مولی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی" آپ کا فلاں غلام کھانا ذخیرہ کرتا ہے" انھوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص مسلمانوں سے غلہ ذخیرہ کرتا ہے رب تعالیٰ اسے جذام یا افلاس میں مبتلاء کر دیتا ہے" ان کے غلام نے کہا "ہم اپنے اموال کے

ذریعے خریدتے اور فروخت کرتے ہیں"
ابویحییٰ نے کہا "انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام کو بعد میں دیکھا کہ وہ جذام کے مرض میں مبتلاء تھا۔"

نواں باب

وہ شخص جو نماز میں اپنے بالوں کے ساتھ کھیل رہا تھا

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور عبد کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سجدہ ریز دیکھا وہ اپنے بالوں سے کھیل رہا تھا۔اس طرح انھیں مٹی سے روک رہا تھا۔آپ نے عرض کی: "مولا اس کے بال قبیح کر دے" اس کے بال گر پڑے"

دسواں باب

شقاوت اور زندگی طویل ہوگئی

ابونعیم نے ابوثروان سے روایت کیا ہے کہ وہ چرواہا تھا وہ بنوعمرو بن تمیم کے اونٹ چراتا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے خدشے سے باہر تشریف لائے اور ان اونٹوں میں داخل ہو گئے۔ابوثروان نے آپ کو دیکھ لیا اس نے پوچھا "آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا "ایسا شخص ہوں جو تمھارے اونٹوں کے ساتھ انس کا ارادہ رکھتا ہے" اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ وہ شخص ہیں جن کے متعلق لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! اس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا" "باہر نکل جائیں وہ اونٹ صحت مند نہیں ہو سکتے جن میں آپ ہوں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے یہ بددعا کی "مولا! اس کی شقاوت اور زندگی کو طویل کر دے" راوی ابوثروان فرماتے ہیں "میں نے اسے دیکھا وہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا تھا جو موت کی تمنا کرتا تھا۔قوم اسے کہا کرتی تھی۔"ہمارا خیال ہے کہ تو ہلاک ہو گیا ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے یہ بددعا کی "مولا! اس کی شقاوت اور زندگی کو طویل کر دے۔" اس نے کہ "ہرگز نہیں! جب آپ نے اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی تو میں آپ کی خدمت میں آیا میں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے میرے لیے دعا کی میرے لیے مغفرت طلب کی لیکن پہلی بددعا سبقت لے گئی۔"

گیارھوں باب

بنو عصیہ کو بخار ہو گیا

سعید بن منصور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ قنوت میں فرما رہے تھے "اے ام ملدم! بنو عصیہ کو پکڑو۔ انہوں نے اللہ رب العزت اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے"

بارھواں باب

لیلیٰ بنت خطیم کو بھیڑیے کھا گیا

ابن سعد، ابن عساکر نے کلبی کی سند سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ابن سعد نے عاصم بن عمرو بن قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ لیلیٰ بنت خطیم بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت سورج کی طرف کمر کیے ہوئے تھے۔ اس نے آپ کے مبارک شانے پر مارا۔ آپ نے فرمایا "یہ کون ہے۔ اسے سیاہ (بھیڑیا کھائے)" اس نے کہا "میں پرندوں کو کھلانے والے اور ہوا کے ساتھ مقابلہ کرنے والے کی بیٹی ہوں۔ میں لیلیٰ بنت خطیم ہوں میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ اپنے آپ کو پیش کروں۔ آپ مجھ سے نکاح فرمالیں" آپ نے فرمایا "میں نے اس طرح کر دیا ہے" وہ اپنی قوم کے پاس گئی۔ اس نے کہا "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح کر لیا ہے" انہوں نے کہا "تو نے کتنا برا فیصلہ کیا ہے، تو غیرت کھانے والی عورت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، تو آپ پر غیرت کھائے۔ وہ رب تعالیٰ سے تیرے لیے بددعا کریں گے۔ اپنا آپ واپس لے لو" وہ واپس آئی۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! یہ نکاح فسخ کر دیں" آپ نے فرمایا "میں نے اسے فسخ کر دیا" مسعود بن اوس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ مدینہ طیبہ کے کسی باغ میں تھی وہ غسل کر رہی تھی۔ اس پر ایک بھیڑیا حملہ آور ہو گیا کیونکہ آپ نے اس طرح فرمایا تھا۔ وہ اس کا کچھ حصہ کھا گیا وہ مر گئی۔

تیرھواں باب

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین جھگڑا کرانے والی

ابو الفرج الاصبہانی نے "الاغانی" میں روایت کیا ہے کہ عبیدہ بن اشعث نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ان کی

ولادت ۹ھ کو ہوئی۔ ان کی ماں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچاتی تھی وہ ان کے مابین فساد ڈالتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی وہ مرگئی۔

چودھواں باب

قریش قحط سالی میں مبتلاء ہو گئے

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قنوت میں یہ دعا مانگتے تھے "مولا! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما۔ مولا! مضر پر اپنی گرفت سخت فرما ان پر اس طرح کا قحط طاری فرما جیسا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا"

پندرھواں باب

بنو ہوازن کو اپنا حصہ کم دینے والا

ابونعیم نے عطیہ السعدی سے روایت کیا ہے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ہوازن کے قیدیوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گفتگو فرمائی۔ انہوں نے ان کے قیدی واپس کر دیئے سوائے ایک شخص کے۔ آپ نے یہ دعا کی "مولا! اس کے حصے کو کم فرما دے" وہ نوجوان لڑکی کے پاس سے گزرا۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا "میں اسی کو لے لیتا ہوں۔ یہ قبیلے کی ماں ہے۔ وہ مجھے اتنا دے کر چھڑا لیں گے جتنی ان میں طاقت ہوگی۔ اس طرح عطیہ زیادہ ہوگا" اس نے اسے پکڑ لیا بخدا! نہ تو اس کا منہ ٹھنڈا تھا، نہ ہی اس کا پستان اٹھا ہوا تھا۔ اس کی شکل بھی اچھی نہیں تھی نہ ہی اس کے پاس کثیر مال ہے۔ جب اس شخص نے دیکھا تو اس کو تو چھڑانے کے لیے کوئی نہیں آیا تو اس نے اسے خود ہی چھوڑ دیا"

سولھواں باب

بنو حارثہ کی گستاخی کا انجام

ابونعیم نے واقدی کی سند سے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو حارثہ بن عمرو کی طرف مکتوب

لکھوایا۔ انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ انھوں نے آپ کا مکتوب گرامی لیا۔ اسے دھویا اور اس کے ساتھ اپنے ڈول کو پیوند لگا لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

"اگر رب تعالیٰ ان کی عقول لے جائے تو ان کے لیے کیا ہے؟ ان پر لرزہ طاری رہتا تھا۔ جلد بازی اور سرعت ان میں پائی جاتی تھی وہ مختلط اور پاگلوں کی طرح باتیں کرتے تھے۔"

امام واقدی نے کہا "میں نے ان کے قبیلے کے کئی افراد کو دیکھا۔ وہ اچھی طرح گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔"

سترھواں باب

سراقہ بن مالک کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

ابونعیم المستخرج میں امام مسلم سے اور انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ کے معجزات کے باب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سراقہ کے لیے یہ بددعا کی "مولا! اس کو جیسے چاہے کافی ہو جا" اس کے گھوڑے کے پاؤں اس کے پیٹ تک زمین میں دھنس گئے"

اٹھارھواں باب

ابو قیس مریض ہو گئے

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو القین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں۔ آپ ان کی طرف بڑھے تا کہ ان میں سے مٹھی بھر لیں تا کہ انھیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے رکھیں انھوں نے اپنی چادر اپنے پیٹ اور سینے کے ساتھ لگا لی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "رب تعالیٰ تمھارے مرض میں اضافہ کرے"

عبداللہ بن مندہ نے روایت کیا ہے کہ وہ سارے لوگوں سے زیادہ مریض تھے۔ بغوی اور ابن سکن نے روایت کیا ہے کہ وہ کسی کو کچھ بھی پیش نہ کرتے تھے۔"

انیسواں باب

لہب کو درندہ لے اڑا

حارث نے ثقہ راویوں سے ابونوفل سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا "لہب بن ابی لہب حضور اکرم ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ آپ نے اس کے لیے یہ بددعا فرمائی مولا!" اس پر اپنا کتا مسلط فرما "وہ قافلہ کے ساتھ شام کی طرف نکلا۔ اس نے کہا
"بخدا! مجھے محمد عربی (ﷺ) کی بددعا کا اندیشہ ہے" اس کے ساتھیوں نے اسے کہا "ہر گز نہیں! انھوں نے اس کے اردگرد سامان رکھا۔ وہ بیٹھ کر اس کی حفاظت کرنے لگے درندہ آیا۔ اس نے اسے چھینا اور اسے لے گیا۔

بیسواں باب

رعشہ کا مرض لگ گیا

الطبرانی اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے، بیہقی نے حضرت مالک بن دینار سے اور انھوں نے حضرت ہند بن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا
"حکم بن العاص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتا تھا۔ جب آپ محوتکلم ہوتے تھے وہ لرزتا اور آپ کی طرف دیکھتا۔ آپ نے فرمایا "تو اسی طرح ہو جائے" "وہ تادم مرگ لرزتا رہا۔"

اکیسواں باب

میرا دل مرعوب رہا

امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ جب میں آپ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا "میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں کہ میری مدد کرنے کے لیے تم پر ایسا قحط

طاری کرے جو تمھیں گھیرا لے اور تمھارے دلوں میں رعب ڈال کر میری مدد کرے"

انھوں نے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے فرمایا"مجھے اس طرح تخلیق کیا گیا ہے میں آپ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا نہ ہی آپ کی اتباع کروں گا۔"انھوں نے کہا اس کے بعد افلاس مجھے گھیرے رکھتا اور آپ کا رعب میرے دل میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

بائیسواں باب

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرا

امام احمد، ابو داؤد یزید بن نمران سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا:

"میں نے تبوک میں ایک اپاہج شخص کو دیکھا اس نے کہا

"میں آپ کے سامنے سے گزرا۔اس وقت میں گدھے پر سوار تھا۔آپ نماز ادا کر رہے تھے۔آپ نے یہ بددعا کی "مولا!اس کی پشت کاٹ دے"اس کے بعد میں اس سے چل نہیں سکا"

انہوں نے سعید بن غزوان سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ تبوک اترے وہ حج کے ارادہ سے جا رہے تھے۔انھوں نے ایک اپاہج شخص کو دیکھا۔انہوں نے اس کے معاملہ کے متعلق پوچھا۔اس نے کہا"میں تمھیں اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں،لیکن جب تک میں زندہ ہوں اسے کسی اور سے بیان نہ کرنا۔آپ تبوک میں نخلہ کے پاس اترے۔آپ نے فرمایا"یہ ہمارا قبلہ ہے۔آپ اسی کی طرف منہ کو کے نماز پڑھنے لگے۔میں آیا میں لڑکا تھا۔میں رو رہا تھا حتیٰ کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان سے گزر گیا۔آپ نے فرمایا"اس نے ہماری نماز منقطع کی ہے۔رب تعالیٰ اس کی پشت کو کاٹ دے۔اس کے بعد آج تک میں اس پر نہ چل سکا۔

تئیسواں باب

کسریٰ کا انجام

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ کی طرف اپنا گرامی نامہ لکھوایا

جب اس نے اسے دیکھا تو اس نے اسے چاک کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے بددعا کی کہ وہ پوری طرح پارہ پارہ ہو جائیں۔

بیہقی نے ابن شہاب کی سند سے عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا گرامی نامے کسریٰ اور قیصر کی طرف بھیجے۔ قیصر نے اسے رکھ لیا کسریٰ نے اسے چاک کر دیا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا "انھیں اہل ایران کو پارہ پارہ کر دیا جائے گا۔ ان (اہل شام) کے لیے سلطنت (کچھ دیر) باقی رہے گی"

چوبیسواں باب

زمین نے بھی قبول نہ کیا

امام بیہقی نے قبیصہ اور حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ہم تک یہ روایت پہنچی ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے محلم بن جثامہ کے لیے بددعا کی۔ وہ سات دنوں میں مر گیا۔ الروض الانف میں ہے ابن زبیر کے زمانہ میں وہ حمص میں مرا۔ زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ روایت ہے "زمین نے اسے کئی بار باہر پھینک دیا۔ انھوں نے دو چٹانوں کے مابین اسے پھینکا اور اس پر پتھر پھینک دیئے۔"

جو دعائیں یا دم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائے اور ان کے اثرات عیاں ہوئے

پہلا باب

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بخار کا دم سکھایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے انھیں بخار تھا۔ وہ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا "بخار کو برا بھلا نہ کہو اسے تو حکم دیا گیا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جب تم وہ کلمات کہو گی تو رب تعالیٰ تمہارا یہ بخار ختم کر دے گا" انہوں نے عرض کی "مجھے وہ کلمات ضرور سکھائیں" آپ نے فرمایا "تم یہ کلمات پڑھو:

"اللھم ارحم جلدی الرقیق وعظمی الرقیق من شدۃ الحریق، یا ام ملدم ان کنت امنت باللہ العظیم فلا تصدعی الراس ولا تنتنسی الفم ولا تأکلی اللحم وللا تشربی الدم وتحولی عنی الی من یجعل مع اللہ الھاً آخر"

انھوں نے یہ کلمات پڑھے تو ان کا بخار اتر گیا۔

دوسرا باب

ادائیگی قرض کے لیے وظائف

امام احمد، ابن ماجہ، حاکم (انھوں نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں یہ دعا سکھائی

"اللهم انی اسئلك من الخير كله عاجله وآجله ماعلمت منه مالم اعلم، واعوذبك من الشر كله عاجله آجله ماعلمت منه مالم اعلم، اللهم انی اسئلك من الخير ما اسئلك به عبدك و نبيك محمد واعوذبك من شر ما عاذبه عبدك و نبيك محمد انی اسئلك الجنة وماقرب اليها من قول وعمل واعو ذبك من النار وماقرب اليها من قول اوعمل واسئلك ان تجعل كل قضاء قضيته لی خيراً۔"

امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی ان کے پاس آئے۔ انھوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دعا سنی ہے اگر کسی پر قرض پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تو رب تعالیٰ وہ بھی ادا کر دے گا۔ وہ دعا یہ ہے

"اللهم فارج الهم كاشف الغم مجيب دعوة المضطرين رحمان الدنيا والآخرة ورحيمهما انت ترحمني برحمة تغنيني بها عن رحمة من سواك"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے اوپر قرضہ بہت زیادہ تھا۔ میں قرضہ کو ناپسند کرتا تھا کچھ ہی مدت گزری کہ مجھے آسائش نے آلیا۔ رب تعالیٰ نے میرا سارا قرضہ اتار دیا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھ پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا قرضہ تھا۔ مجھے ان سے حیاء آتی تھی۔ میں جب بھی ان کی طرف دیکھتی مجھے ان سے شرم آتی۔ میں یہ کلمات پڑھتی تھی۔ کچھ ہی مدت کے بعد میرے پاس رزق آگیا۔ وہ صدقہ کے علاوہ تھا۔ وہ میراث بھی نہ تھا۔ میں نے قرض ادا کر دیا۔

داؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے۔ آپ کو ایک انصاری صحابی ملے جنھیں ابوامامہ کہا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا "ابوامامہ! کیا بات ہے کہ میں تمھیں نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں دیکھ رہا ہوں" انھوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے غموں اور قرضوں نے آلیا ہے" آپ نے فرمایا "کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انھیں کہو تو رب تعالیٰ تمہارا غم اور قرضہ ختم فرمادے" انھوں نے عرض کی "ضرور! یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم" آپ نے فرمایا "صبح اور شام یوں کرو۔"

"اللهم اعوذبك من الهم والحزن واعوذبك من العجز و الكسل واعوذبك من ضلع الدين وغلبة الرجال"

میں نے یہ کلمات پڑھے۔ رب تعالیٰ نے میرا غم واندوہ مٹا دیا اور میرا قرض بھی ادا کر دیا"

امام احمد، ترمذی (انھوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا "کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ اگر تم پر کوہ ثبیر جتنا قرضہ بھی ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کر دے

گا۔ یہ دعا مانگیں

"اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك"

ابوداؤد اور طیالسی، سعد بن منصور اور الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ اگر تم پر کوہِ احد جتنا قرضہ بھی ہو وہ بھی رب تعالیٰ تمھاری طرف سے ادا فرمادے گا۔ معاذ! یوں کہو

"اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی كل شئی قدیر رحمان الدنیا والآخرة تعطیھا من تشاء وتمنعھما من تشاء ارحمنی رحمة تغنینی بھا عن رحمة من سواك"

تیسرا باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جنات کا دم عطا فرمانا

عبدالرزاق، بیہقی نے الشعب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں رات کو ڈر جاتا ہوں" آپ نے فرمایا "کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو مجھے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے سکھائے تھے اور ان کا گمان تھا کہ ایک عفریت رات کو میرے خلاف مکر کر رہا تھا۔ وہ کلمات یہ ہیں

"اعوذ بکلمات اللہ التامّات التی لا یجاوزھن برّولا فاجر من شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج منھا ومن شر ما ذرأ فی الارض ومن شر ما یخرج فیھا ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر طوارق اللیل والنھار الا طارقاً یطرق بخیر یا الرحمان!"

میں نے یہ دم کیا تو رب تعالیٰ نے میری ساری گھبراہٹ دور کر دی۔"

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں گھبراہٹ کا دم یہ بتاتے تھے

"اعوذ بکلمات اللہ التامّات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیطین وان یحضرون"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنی بالغ اولاد کو یہ دم سکھاتے تھے جبکہ نابالغ اولاد کے لیے اسے لکھ کر ان کے گلے میں لٹکاتے تھے" اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ انھوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں" جب تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ ذکر کرے" اسی روایت میں ہے۔ جو نابالغ ہو تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسے لکھ کر قبالہ میں بند کرتے اور اس کے گلے میں لٹکا دیتے" اس روایت کو امام حاکم نے نقل کیا ہے۔ انھوں نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام مالک نے الموطا میں حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں خواب میں ڈر جاتا ہوں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روایت کو الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا" کچھ ہی راتوں کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے انھوں نے عرض کی" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر فدا! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے وہ کلمات ابھی تین بار بھی نہ کہے تھے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے میرا سارا خوف دور کر دیا مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہ رہی اگر شیر بھی میرے پاس آجاتا تو میں اسے روک لیتا" ابن السنی نے یہ روایت اس طرح لکھی ہے" ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس نے ایسی خوفناک چیزوں کا تذکرہ کیا جسے وہ خواب میں دیکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا! جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو

"اعوذ بکلمات اللہ التامّات من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین واعوذبك ان یحضرون"

ابن اسحاق نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کلمات کہتے تھے جنھیں ہم نیند میں گھبراہٹ کے وقت پڑھتے تھے۔ وہ یہ کلمات تھے

"بسم اللہ اعوذبکلمات اللہ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور چھوٹے بچوں کے گلوں میں تعویذ بنا کر لٹکاتے تھے۔ اس روایت کو ابن السنی نے ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں وحشت پاتا ہوں" آپ نے فرمایا" جب بستر پر جانے لگو تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو۔

ابن السنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا" ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

میں حاضر ہوا۔اس نے وحشت کا شکوہ کیا۔آپ نے فرمایا "یہ ذکر کثرت سے کیا کرو

"سبحان الملك القدوس رب الملائكة والروح جللت السموات والارض بالعزة والجبروت"

اس شخص نے یہ کلمات پڑھے تو اس کی وحشت ختم ہو گئی۔

چوتھا باب

بچھو کا دم

بیہقی نے بنو اسلم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "ایک شخص کو بچھو نے ڈنگ لیا۔آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا "اگر وہ رات کو یہ کلمات پڑھ لیتا

"اعوذ بکلمات الله التامّة من شر ما خلق"

"تو یہ اسے نقصان نہ دیتا" اس شخص نے کہا "میرے اہل خانہ میں سے ایک عورت نے یہ کلمات پڑھ لیے تھے اسے سانپ نے ڈس لیا لیکن اسے کوئی نقصان نہ ہوا" ابن سعد نے ابوبکر بن محمد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو حرۃ الافاعی میں سانپ نے ڈس لیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "انہیں عمارہ بن حزم کے پاس لے جائیں وہ انھیں دم کریں" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ قریب الموت ہیں" آپ نے فرمایا "تم انھیں عمارہ بن حزم کے پاس لے جاؤ انھوں نے ان کو دم کیا تو رب تعالیٰ نے انھیں شفاء دے دی"

ابوسعد نے حضرت سہل بن خثیمہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا "حرۃ الافاعی میں ہم میں سے ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا۔حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ نے انھیں دم کرنا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں آئے اور آپ سے اذن لے لی۔آپ نے اسے فرمایا "وہ دم مجھے سناؤ" اس نے دم آپ کو سنایا تو آپ نے اسے اجازت مرحمت فرمادی۔شیخان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محوِ سفر تھے۔وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے۔اس میں ایک ایسا شخص تھا جسے کسی چیز نے ڈنگ لیا تھا۔ایک شخص نے اسے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا"

امام بیہقی نے حضرت خارجہ بن صلت سے روایت کیا ہے۔وہ اپنے چچا جان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ان میں ایک مجنون شخص تھا جسے لوہے کی زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ان میں سے ایک شخص نے انھیں کہا "کیا تمھارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کے ساتھ تم اسے دم کرو۔تمھارے صاحب (ﷺ) بھلائی کے ساتھ تشریف

لائے ہیں" انھوں نے لگا تار تین روز دو دو بار سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا تو رب تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ انھوں نے انھیں ایک سو بکریاں عطا کیں۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں فرمایا" کھاؤ۔ کوئی تو باطل دم کے ساتھ کھا رہا ہے۔ تم نے تو حق دم کے ساتھ کھایا ہے۔"

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ مجھے رات کو خوف لگتا۔

پانچواں باب

نیند نہ آنے کا دم

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا" میں رات کو ڈر جاتا تھا میں اپنی تلوار لیتا اور جس چیز کو بھی پاتا اسے تلوار مارتا۔ حضور محسن دو جہاں ﷺ نے فرمایا" کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انھیں پڑھو تو سو جاؤ گے۔ یوں عرض کیا کرو

"اللهم رب السموات السبع و ما اظلت ورب الارضين وما اقلّت ورب الشياطين وما اضلت؛ کن لی جارا من شر خلقك اجمعين ان يفرط علی احد منهم او يطغی عز جارك وتبارك اسمك"

امام ترمذی نے انھوں نے لکھا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں رات کو خوف سے سو نہیں سکتا" آپ نے فرمایا" جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو یوں عرض کرو

"اللهم رب السموات۔

ابو یعلی، ابن عساکر اور ابن السنی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نیند نہ آنے کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا:" یوں کہا کرو

"اللهم غارت النجوم وهدأت العيون وانت حیّ قيوم لا تأخذ سنة ولا نوم، يا حیّ يا قيوم لا اهدئ ليلی وانم عينی"

میں نے یہ کلمات پڑھے۔ میری نیند نہ آنے کی کیفیت ختم ہوگئی

چھٹا باب

جس شخص سے دنیا پیٹھ پھیر جائے اس کے لیے دم

خطیب نے رواۃ المالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا مجھ سے پیٹھ پھیر کر روگرداں ہوگئی ہے" آپ نے فرمایا "تمھیں ملائکہ کی نماز مخلوق کی وہ تسبیح یاد کیوں نہیں جس کی وجہ سے انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ تم طلوعِ فجر کے وقت سوسو بار یہ کلمات پڑھا کرلیا کرو

"سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ"

دنیا تیرے پاس ذلیل ہو کر آئے گی" وہ شخص کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر واپس آیا اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دنیا میرے پاس آگئی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اسے کہاں رکھوں۔"

ساتواں باب

چوری سے امان کی دعا

الطبرانی نے الکبیر میں اور سمویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لیے یہ دعا کی "مولا! ان کے قلوب اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے اور ان کے بعد میں آنے والوں کا بوجھ کم کر دے" بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قل ادعو اللہ او ادعو الرحمٰن۔

یہ آیت طیبہ چوری سے امان ہے۔" آپ کے ایک صحابی نے اسے اس وقت پڑھا جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹا۔ ایک چور اس کے ہاں آیا۔ اس نے گھر کا سارا مال جمع کیا۔ اسے اٹھایا، گھر کا مالک سویا ہوا نہ تھا وہ دروازے تک پہنچا۔ اس نے پایا کہ دروازہ بند تھا۔ اس نے گٹھڑی رکھی تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے تین بار اسی طرح کیا۔ گھر کا مالک ہنسا اس نے کہا "میں نے اپنے گھر کو محفوظ کر دیا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت ابان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج سے بات کی۔ حجاج نے انھیں کہا اگر تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت نہ کی ہوتی اور امیر المومنین کا تمہارے بارے میں خط نہ ہوتا تو تمہاری اور

میری کیفیت جداگانہ ہوتی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ارے! ارے! جب میری ناک کا اگلا حصہ سخت ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری آواز کو عجیب سمجھا تو آپ نے مجھے ایسے کلمات سکھائے جن کے ساتھ سرکش اور جبار شخص مجھے نقصان نہیں دے سکتا۔ میں اس کے سامنے نہیں جھک سکتا اس کے علاوہ ضروریات بھی آسانی سے پوری ہوں گی۔ امیر المؤمنین مجھے محبت سے ملے گا" حجاج نے کہا "کاش! آپ وہ کلمات مجھے سکھا دیں" انھوں نے کہا "تو ان کا اہل نہیں ہے۔ حجاج نے اپنے دونوں بیٹوں کو دو سو دراہم کے ساتھ ان کے پاس بھیجا۔ اس نے انھیں کہا "اس بزرگ کے ساتھ نرمی کرنا شاید تمھیں وہ کلمات مل جائیں۔ مگر وہ ان کلمات کو نہ پا سکے" ان کے وصال کے تین روز قبل انھوں نے مجھے کہا "یہ کلمات یاد کر لو انھیں ان کی مناسب جگہ پر رکھنا" حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے تذکرہ کیا کہ رب تعالیٰ نے انھیں وہ کچھ عطا کر دیا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو عطا کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میرا وہ خوف بھی ختم کر دیا جو میں پاتا تھا وہ پاکیزہ کلمات یہ ہیں

"الله اکبر الله اکبر بسم الله علی نفسی و دینی بسم الله علی اهلی ومالی بسم الله علی کل شی اعطانی بسم الله خیر الاسماء؛ بسم الله رب الارض والسمأ بسم الله الذی لا یضر مع اسمه داء بسم الله افتتحت وعلی الله توکلت الله ربی لا اشرك به اسئلك اللهم بخیرك من خیرك الذی لا یعطیه غیرك عز جارك جل ثناؤك لا اله الا انت اجعلنی فی عیاذك وجوارك من کل سوء ومن الشیطان الرجیم. اللهم انی استجیرك من کل شیء خلقت واحترس بك منهن واقدّم بین یدیّ بسم الله الرحمٰن الرحیم قل هو الله احد الله الصمد لم یلد و لم یولد ولم یکن له کفوا احد ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی ومن تحتی۔"

ان چھ مقامات پر سورت الاخلاص پڑھی جائے گی"

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے ایسے کلمات سکھائیں جنہیں میں پڑھا کروں" آپ نے فرمایا "یہ کلمات پڑھا کرو:

لا اله الا الله وحده لا شریك له. الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیرا وسبحان الله رب العالمین لاحول ولاقوة الا بالله العزیز الحکیم۔

اس نے عرض کی "یہ تو میرے رب تعالیٰ کے لیے ہیں میرے لیے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یوں عرض کیا کرو

"اللهم اغفرلی وارحمنی وارزقنی وعافنی"

امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ کو دو کلمات سکھائے وہ ان کے ساتھ دعا مانگتے تھے

"اللهم الهمني رشدي واعذني من شر نفسي"

امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے غریب کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھائے

"اللهم اجعل سريرتي خيرا من علا نيتي واجعل غلانيتي صالحة، اللهم اني اسئلك من صالح ماتؤتي الناس من المال والاهل والولد غير الضال ولا المضل"

امام ترمذی نے (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے ایسے کلمات سکھائیں جن کے ساتھ میں رب تعالیٰ سے التجاء کیا کروں" آپ نے فرمایا "رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو" میں کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے ایسے کلمات سکھائیں جن کے ساتھ میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگا کروں" آپ نے فرمایا "عباس! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان! رب تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کیا کرو"۔ ابن ابی شیبہ اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں۔ رب تعالیٰ یہ کلمات اسے سکھاتا ہے جس کے ساتھ وہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے" پھر آپ نے انھیں یہ کلمات سکھائے۔

"اللهم اني ضعيف فقوّني رضاك ضعفي وخذالى الخير بنا صيتي واجعل الاسلام منتهى رضائى، اللهم انيّ ضعيف فقوّني واني ذليل فاعزّني واني فقير فارزقني"

آٹھواں باب

جو کلمات حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو سکھائے

نسائی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا "آپ کو کیا امر مانع ہے کہ آپ وہ کلمات غور سے سنیں اور شام کے وقت انھیں پڑھیں وہ کلمات

یہ ہیں

"یاحیی یاقیوم برحمتك استغیت اصلح لی شانی کلہ ولاتکلنی الی نفس طرفۃ عین"

نواں باب

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صبح وشام کے کلمات سکھائے

امام احمد، امام بخاری نے الادب میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے۔) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، بخاری نے ادب میں اور ترمذی نے (انھوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے ایسے کلمات سکھائیں جنھیں میں صبح وشام کہا کروں" آپ نے فرمایا "یہ کلمات پڑھا کریں

اللھم فاطر السموات و الارض، عالم الغیب و الشھادۃ رب کل شئی و ملیکہ و اشھد ان لا الہ الا انت اعوذبك من شر نفسی و من شر الشیطان و شرکہ و ان اقترف علی نفسی سوءا او جرّہ الی مسلم۔

یہ کلمات صبح وشام اور بستر پر جاتے وقت پڑھا کریں"

شیخین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم یہ کلمات پڑھا کرو

"اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیراً وانہ لا یغفر الذنوب الاانت فاغفرلی مغفرۃً من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم"

دسواں باب

حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ کو پاکیزہ ذکر سکھایا

حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صبح وشام اور بستر پر جاتے وقت یہ ذکر کیا کریں

"اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیء
وملیکہ والملائکۃ یشھدون انک لا الہ الا انت، اللھم نعوذبک من
شر انفسنا ومن شر الشیطان ومن شرکہٖ وان نقترف سوء اعلی انفسنا اونجرہ
الی مسلم"

گیارھواں باب

حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو جو پاکیزہ کلمات سکھائے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ ہم صبح اور شام یہ ذکر کیا کریں

"اصبحنا علی فطرۃ الاسلام و کلمۃ الاخلاص وسنۃ نبینا محمد ﷺ وملۃ
ابینا ابراھیم حنیفا مسلما وما انا من المشرکین"

بارھواں باب

ایک نورنظر رضی اللہ عنہا کو یہ پاکیزہ کلمات سکھائے

ابوداؤد اور نسائی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نورنظر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں فرماتے تھے کہ وہ صبح وشام ان پاکیزہ کلمات کا ورد کیا کریں

"سبحان اللہ و بحمدہٖ لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن اعلم
ان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شی علما"

جب وہ یہ ذکر پاک صبح فرمالیتی تو شام تک وہ محفوظ ہو جاتیں جب وہ یہ کلمات شام کو پڑھ لیتی تو وہ صبح تک محفوظ ہو جاتی۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دیکھے جانے والے بعض خواب

پہلا باب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خواب

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواب دیکھتے تھے۔ وہ انھیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کرتے تھے آپ ان کے متعلق جو چاہتے تھے وہ فرماتے تھے۔ میں نو خیز جوان تھا میں نے شادی سے قبل مسجد کو ہی اپنا گھر بنا لیا تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا "اگر تم میں بھلائی ہوئی تو تم بھی ایسا ہی خواب دیکھو گے جیسے خواب یہ دیکھتے ہیں۔ ایک رات میں لیٹنے لگا تو میں نے کہا "مولا! اگر تو مجھ میں بھلائی دیکھتا ہے تو مجھے بھی خواب دکھا دے۔" اسی وثنا میں دو فرشتے آئے ان میں سے ہر ایک کے پاس لوہے کا گرز تھا۔ وہ مجھے جہنم کی طرف ہانک کر لے جا رہے تھے۔ میں اسی دوران رب تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا جا رہا تھا "مولا! میں جہنم سے پناہ مانگتا ہوں پھر مجھے دکھایا گیا کہ ایک فرشتہ ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہے۔ اس نے مجھے کہا "نہ ڈرو۔ تم اچھے انسان ہو۔ کاش کہ تم زیادہ نماز پڑھا کرو" وہ مجھے لے کر چلے انھوں نے مجھے جہنم کے کنارے پر کھڑا کر دیا۔ اس کی تہیں کنوئیں کی تہوں کی طرح تھیں کنوئیں کی قرون (لکڑی رکھنے کی جگہوں) کی طرح کی اس کی قرون تھیں۔ ہر دو قرنوں کے مابین ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز تھا۔ میں نے وہاں مرد دیکھے جنہیں الٹا لٹکایا گیا تھا۔ میں نے قریش کے کچھ افراد وہاں دیکھے، پھر وہ مجھے دائیں طرف لے گئے۔" میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "عبداللہ ایک پاکباز شخص ہے" امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے میں اس پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں" میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ خواب عرض کیا۔ انہوں نے اسے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا "تمہارا بھائی ایک صالح شخص ہے۔"

دوسرا باب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا خواب

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں باغ میں ہوں باغ کے وسط میں ایک ستون ہے۔ ستون کے اوپر ایک حلقہ ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میں اوپر چڑھوں" میں نے عرض کی "میں یہ طاقت نہیں رکھتا۔ ایک غلام آیا۔ اس نے میرے کپڑے اٹھائے۔ میں نے اس حلقے کو مضبوطی سے تھام لیا میں اس حلقے کو تھامے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب بارگاہ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا "وہ باغ اسلام کا گلشن ہے۔ وہ ستون اسلام کا ستون ہے۔ وہ حلقہ عروۃ الوثقی ہے۔ تم تادم واپسیں اسلام کے ساتھ چمٹے رہو گے"

ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک خواب دیکھا میں نے دیکھا گویا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے کہا "چلو" وہ مجھے بڑی شاہراہ پر لے گیا۔ اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا کہ مجھے شمال میں ایک رستہ ملا میں نے اس پر چلنا چاہا۔ اس نے مجھے کہا "تم اہل شمال میں سے نہیں ہو" پھر دائیں طرف مجھے ایک رستہ ملا میں اس پر چلا حتیٰ کہ میں ایک پھسلاہٹ والے پہاڑ کے پاس پہنچا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر چڑھنے لگا، حتیٰ کہ میں نے وہ حلقہ پکڑ لیا۔ اس نے مجھے کہا "تم نے حلقہ پکڑ لیا ہے" میں نے یہ خواب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "تم نے عمدہ خواب دیکھا ہے عظیم شاہراہ حشر ہے۔ جو رستہ تم نے شمال کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اہل آتش کا رستہ ہے۔ جو رستہ تم نے دائیں طرف دیکھا تھا وہ اہل جنت کا رستہ ہے۔ وہ پہاڑ شہداء کی منزل تھی۔ عروہ الوثقی جسے تم نے تھاما تھا وہ اسلام ہے تم تادم زیست اسے تھامے رکھو"

تیسرا باب

ابن زمیل الجہنی رضی اللہ عنہ کا خواب

الطبرانی اور بیہقی نے ابن زمیل الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ایک خواب ملاحظہ کیا۔ اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے سارے لوگوں کو دیکھا وہ چراگاہ بہت خوبصورت تھی اتنی دلکش چراگاہ میری آنکھوں نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ وہاں مختلف اقسام کی گھاس تھی۔ اس پر شبنم

کے قطرات تاباں تھے جب وہ اس چراگاہ تک پہنچے تو مجھے علم ہوا کہ میں اس کے پہلے دستے میں ہوں۔لوگوں نے وہاں نعرۂ تکبیر بلند کیا، پھر راستے میں ہی ڈیرہ لگا لیا۔وہ اس سے دائیں یا بائیں طرف نہ ہٹے۔گویا کہ میں اب بھی ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پھر دوسرا قافلہ بھی وہیں آگیا۔وہ پہلے قافلے سے بڑا تھا۔جب وہ اس چراگاہ پر آئے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔اسی پر اپنا ڈیرہ لگا لیا۔ان میں سے کچھ نے اسی چراگاہ میں اپنے جانور چرائے،بعض نے گھاس کے گٹھے بھی بنا لیے پھر وہ عازم سفر ہو گئے، پھر لوگوں کا تیسرا کارواں بھی وہیں پہنچ گیا۔وہ کارواں بہت بڑا تھا۔انہوں نے کہا''یہ منزل کتنی عمدہ ہے۔مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں اب بھی انہیں دیکھ رہا ہوں۔وہ دائیں بائیں جھک رہے تھے۔جب میں نے اس کارواں کو دیکھا تو میں بھی اسی رستے پر گامزن ہو گیا۔حتیٰ کہ میں اس چراگاہ کے آخری کنارے تک پہنچ گیا۔یارسول اللہ!صلی اللہ علیک وسلم وہاں میں نے آپ کی زیارت کر لی آپ ایک ایسے منبر پر تشریف فرما تھے جس کے سات درجے تھے۔آپ سب سے بلند درجے پر تشریف فرما تھے آپ کی دائیں سمت ایک گندمی رنگت والا اور ستواں ناک والا نوجوان کھڑا تھا۔جب وہ گفتگو کرتا تھا تو وہ سب پر غالب آجاتا تھا۔آپ کے بائیں سمت ایک میانے قد والا سرخ رنگت اور چھریرے بدن والا جوان تھا۔اس کے چہرے پر بہت زیادہ تل تھے۔اس کے بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔جب وہ گفتگو کرتا تو سارے لوگ انہماک کے ساتھ اس کی گفتگو سنتے تھے پھر میں نے آپ کے سامنے ایک بزرگ دیکھا جو آپ کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔سارے لوگ اس کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوتے تھے۔میں نے دیکھا کہ اس بزرگ کے سامنے کمزور سی اونٹنی تھی۔آپ اس ناقہ کو ہانک رہے تھے۔جب حضور اکرم ﷺ نے یہ خواب سنا تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا، کچھ دیر بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی۔آپ نے فرمایا''ابن زمیل!تم نے جو وسیع اور کشادہ رستہ دیکھا ہے۔وہ شاہراہ ہدایت ہے۔جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں گامزن کیا ہے۔جو چراگاہ تم نے خواب میں دیکھی ہے وہ دنیا اور اس کا عیش و آرام ہے۔میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس چراگاہ میں سے گزر گئے۔ہم نے نہ اس کے ساتھ اور نہ دنیا نے ہمارے ساتھ ناطہ جوڑا، پھر دوسرا کارواں آگیا، جو تعداد میں ہم سے زیادہ تھا۔ان میں سے کچھ نے جانور چرائے بعض نے گھاس کے مٹھے بنائے وہ بھی نجات پا گئے، پھر کثیر تعداد میں لوگ وہاں آئے۔وہ چراگاہ کے دائیں بائیں پھیل گئے۔جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم صراط مستقیم پر گامزن ہو۔اسی پر رواں دواں رہو گے حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کی سعادت حاصل کر لو گے تم نے منبر دیکھا۔اس کے سات زینے تھے۔میں اس کے اوپر والے زینے پر تھا۔دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے میں اس کے آخری ہزار میں ہوں تم نے جس شخص کی میرے دائیں طرف زیارت کی ہے۔وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے۔وہ محو گفتگو ہوتے تھے تو لوگوں پر غالب آجاتے تھے کیونکہ انھوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کیا تھا۔جس شخص کو تم نے میرے بائیں طرف دیکھا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کی ہے۔وہ

بزرگ ہمارے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ہم تمام ان کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کی اقتداء کرتے ہیں۔وہ اونٹنی جسے تم نے دیکھا ہے وہ قیامت ہے۔جو ہم پر قائم ہوگی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہے۔"

چوتھا باب

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"قبیلہ بلی" کے دو افراد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔انہوں نے اسلام قبول کیا۔ان میں سے ایک دوسرے سے اچھا مجاہد تھا اس نے خوب جہاد کیا اور شہادت سے سرفراز ہوا دوسرا ایک سال کے بعد وصال کر گیا۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا"میں جنت کے دروازے کے پاس تھا یعنی میں نے خواب میں دیکھا۔میں ان دونوں کے ساتھ تھا جنت سے ایک نکلنے والا باہر نکلا پھر اس نے اسے اجازت دی جو بعد میں مرا تھا،پھر وہ واپس آیا۔اس نے اسے اجازت دی جو شہید ہوا تھا،پھر وہ میرے پاس آیا۔اس نے کہا"تم واپس لوٹ چلو تمہیں ابھی اذن نہیں ملا،وقتِ صبح انھوں نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔وہ بے حد متعجب ہوئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"کیا وہ اس سے ایک سال بعد میں نہیں مرا۔اس نے اتنی نمازیں پڑھیں۔اتنے سجدے کیے رمضان المبارک کو پایا اور اس کے روزے رکھے۔"

پانچواں باب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا خواب

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں سورۃ "ص" پڑھ رہا ہوں۔جب میں آیت سجدہ تک پہنچا تو ہر چیز نے سجدہ کیا۔میں نے دوات،لوح اور قلم کو دیکھا وہ بھی سجدہ ریز تھیں۔وقتِ صبح میں نے یہ خواب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا،تو آپ نے اس سورت مبارک میں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔"

چھٹا باب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمدللہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا کریں۔انصاری شخص کو خواب آیا۔اس سے کہا گیا"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اس طرح اس طرح ذکر کیا کرو۔"اس نے کہا"ہاں!اس نے کہا"ان کی تعداد پچیس پچیس بار کرلو اور اس میں لا الہ الا اللہ کا ورد رکھ لو"وقت صبح اس نے یہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی۔آپ نے فرمایا"اسی طرح کرلو۔"

ساتواں باب

حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا خواب

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا"حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو ان کے ہمراہ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔وہ شخص بیمار ہوگیا۔اس نے تیر کے پھل سے انگلیوں کے پورے کاٹ ڈالے اور مر گیا۔خواب میں حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو پوچھا"رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟انہوں نے فرمایا:"میری ہجرت کے طفیل اس نے مجھے معاف کر دیا۔انھوں نے پوچھا"تمھارے ہاتھوں کی کیفیت کیا ہے؟اس نے کہا مجھے بتایا گیا"ہم تمہارے اس عضو کی اصلاح نہیں کریں گے جسے تم نے خود بگاڑا ہے"حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ خواب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سنایا تو آپ نے یہ دعا مانگی"مولا!اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔"

آٹھواں باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خواب

ان کی نورِ نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا"میں نے خواب میں دیکھا۔اس وقت

تک میں نے اسلام قبول نہیں کیا گویا کہ میں تاریکی میں ہوں۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آرہا۔ اچانک میرے لیے چاند چمکتا ہے۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہوں۔ گویا کہ میں ان افراد کو دیکھ رہا ہوں جو اس چاند کی طرف مجھ سے سبقت کر گئے ہیں۔ میں نے حضرات علی المرتضی اور زید بن حارث رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ میں ان سے پوچھ رہا تھا "تم یہاں کب پہنچے؟ انہوں نے فرمایا" ابھی" مجھے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ پوشیدہ تھے میں نے شعب اجیاد میں آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان نفوس قدسیہ کے علاوہ اور کوئی مجھ سے سبقت نہ لے جا سکا"

نواں باب

لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں ہے

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب میں لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" میں نے تمہارے خوابوں کی طرح کا خواب دیکھا ہے میرا اتفاق ہے کہ یہ آخری سات راتوں میں ہے۔ جو اسے تلاش کرنا چاہے تو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کر لے۔"

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات

پہلا باب

اولیاء کاملین رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات کا ثبوت

امام بخاری اور ابن حبان نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے زہد میں، ابن ابی الدنیا، ابونعیم نے الحلیہ میں، بیہقی نے الحلیہ میں اور الطبرانی نے ایک اور سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، الطبرانی اور بیہقی نے ابوامامہ سے اسماعیلی نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابویعلی، بزار اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، ابویعلی نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے حسن سند سے حضرت حذیفہ سے ابن ماجہ اور ابن نعیم نے الحلیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جس نے میرے کسی ولی کو اذیت دی، (یا جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی) تو اس نے میرے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس سے پسندیدہ کوئی امر نہیں کہ میرا بندہ اس چیز کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرے جو میں نے اس پر فرض کی ہے بندہ لگاتار نوافل ادا کرتے کرتے قریب ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی وہ آنکھیں بن جاتا ہوں جن کے ذریعے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ مجھے اس امر میں کبھی تردد نہیں ہوا جسے میں کرنے لگوں۔ مجھے مومن کی جان کو قبض کرتے کبھی تردد نہیں ہوا۔ وہ موت کو، پسند کرتا ہے جبکہ میں اس کے عیوب کو ناپسند کرتا ہوں۔"

تنبیہ

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "میں اس کے کان بن جاتا ہوں" کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ اس کی سماعت بن جاتا ہے۔ اس کی بصارت بن جاتا ہے "عادیٰ" سے مراد ہے جس نے اذیت دی۔ اپنے قول یا فعل کے ساتھ ناراض کیا۔ یہ "ولیًا" سے حال ہے۔ اس کے نکرہ کی وجہ سے اسے مقدم کیا گیا ہے۔ اسے ظرف لغو بنایا گیا ہے "ولیًا" یہ یا تو فاعل کے معنی میں

ہے جیسے علیم، قدیر۔ اس وقت اس کا معنی ہوگا "اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت میں کاربند رہنے والا" یا یہ مفعول کے معنی میں ہوگا۔ جیسے قتیل اور جریح، کیونکہ رب تعالیٰ نے اس سے پیار کیا ہے جیسے ارشاد ہے:

وھو یتولیّ الصالحین۔

ترجمہ: وہ پاکبازوں سے محبت کرتا ہے۔

"آذَنْتُہٗ" کا معنی ہے "اعلمتہ" میں اسے بتاتا ہوں۔ محاربہ کے وقوع نے اشکال پیدا کر دیا ہے کیونکہ یہ دونوں اطراف سے ہوتا ہے، جبکہ مخلوق خالق کا امر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا خطاب ہے جو سمجھ آسکے جنگ ھلاکت ہے۔ رب تعالیٰ پر تو کوئی غالب نہیں آسکتا، گویا کہ معنی یہ ہے کہ میں اسے ضرور ہلاک کروں گا۔ تاج الدین الفاکھانی نے اس سے تہدید مراد لیا ہے کیونکہ جس کے خلاف رب تعالیٰ نے اعلان جنگ کر دیا۔ اس نے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کا تعلق مجاز بلیغ میں سے ہے۔ جس نے رب تعالیٰ کے پسندیدہ شخص سے نفرت کی تو اس نے رب تعالیٰ کی مخالفت کی۔ اس کے ساتھ دشمنی کی۔ جس نے اس کے ساتھ دشمنی کی اس نے اسے ہلاک کر دیا، بعض احادیث قدسیہ میں ہے "میں اپنے اولیاء کے لیے اس طرح غصے ہوتا ہوں جیسے ناراض شیر ہوتا ہے۔"

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے فرمایا" جان لو۔ جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی یا اسے خوفزدہ کیا اس نے میرے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

اس نے خود کو میرے سامنے پیش کر دیا۔ مجھے اس کی طرف بلایا۔ میں سب سے تیزی کے ساتھ اپنے اولیاء کی نصرت کرتا ہوں جو میرے ساتھ جنگ کرتا ہے کیا اس کا گمان ہے کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہو سکے گا، یا جو میرے ساتھ جنگ کرتا ہے اس کا گمان ہے کہ وہ مجھے عاجز کر سکے گا، یا جو میرے ساتھ جنگ کرتا ہے اس کا گمان ہے کہ وہ مجھ سے سبقت لے جائے گا یا مجھے ہرا دے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں دنیا اور آخرت میں ان کے لیے انتقام لینے والا ہوں۔ میں ان کے لیے اپنی نصرت کسی کے حوالے نہیں کرتا۔"

رب تعالیٰ تم پر رحم کرے ذرا سوچو کہ یہ شدید دھمکی اس کے لیے ہے جو اس کے کسی ولی کو اذیت دیتا ہے جو اس وادی میں کودتا ہے۔ یہ اپنے راہ رو کو ہلاکتوں کی طرف لے جاتی ہے وہ اپنا ہی کچھ بگاڑتا ہے ولی کا تو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے:

کناطع صخرۃ یوما لیوھنا فلم یضرھا و اوھی قرنہ الوعل

ترجمہ: جیسے کہ کسی روز چٹان کو سینگ مارنے والا تاکہ اسے کمزور کر دے لیکن وہ چٹان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ پہاڑی بکرا اپنے ہی سینگوں کو کمزور کرتا ہے۔

یا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ما يضر البحر زاخرا — ان رمى فيه صَغِيْرٌ بحجر

ترجمہ: اگر کسی موجزن سمندر میں کوئی چھوٹا بچہ پتھر پھینک دے تو وہ اسے کیا نقصان دے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم، علامہ شیخ شہاب الدین المنصوری پر رحم کرے انہوں نے کیا خوب لکھا ہے:

اجدر الناس بالعلا العلماء — فهم الصالحون و الاولياء

ترجمہ: علماء سارے لوگوں سے زیادہ رفعت کے مستحق ہیں اور وہ صالح اور اولیاء کرام ہیں۔

سادة ذو الجلال اثنى عليهم — و على مثلهم يطيب الثناء

ترجمہ: وہ سردار ہیں رب تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان جیسے لوگوں کی عمدہ تعریف ہوتی ہے۔

و بهم تمطر السماء و عنا — يكشف السوء و يزول البلاء

ترجمہ: ان کے صدقے سے بارش نازل ہوتی ہے اور ہم سے غم دور کیے جاتے ہیں اور مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

خشية الله فيهم ذات حضرا — ففي غيرهم يكون العلاء

ترجمہ: ان میں اللہ تعالیٰ کی خشیت موجود ہوتی ہے، جبکہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بڑا بننے کی تمنا باقی ہوتی ہے۔

فالبرايا جسم و هم فيه روحٌ — و البرايا موتى و هم احياء

ترجمہ: مخلوق جسم ہوتے ہیں اور یہ علماء ان میں روح ہوتے ہیں، لوگ مردہ ہوتے ہیں اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔

فتعفف عن لحمهم فهوسم — حلّ منه الغّنا و عزَّ الشفاء

ترجمہ: ان کے گوشت سے پاک دامن ہو جا وہ زہر ہے۔ اس کی وجہ سے مرض نازل ہوتی ہے اور شفا نایاب ہو جاتی ہے۔

قد سمو قطبة و زادوا ذكاءً — فعمي عليهم الانبياء

ترجمہ: وہ تمام کے تمام رفعتوں پر فائز ہو کے ان کی ذہانت میں اضافہ ہو گیا اور دشمنوں کے لیے خبریں مخفی ہو گئیں۔

قلت للجاهل المشاقق فيهم — هل جزاءُ الشقاق الا الشقاء

ترجمہ: میں نے اس جاہل سے کہا جو ان کے بارے جھگڑا کرتا تھا کہ اس جھگڑے کی سزا صرف بدبختی ہے۔

قد رأينا لكل دهرٍ عيوننا — و العمرى هم للعيون ضياء

ترجمہ: ہم نے جو زمانے کی آنکھوں کو دیکھا ہے، مجھے اپنے زندگانی کی قسم کہ وہ آنکھوں کے لیے روشنی ہے۔

لا يسألون ما يقول جهول — النهيق كلامه ام عواء

ترجمہ: جاہل جو کچھ کہتا ہے اس کے بارے نہیں پوچھتے ہیں، کہ اس کا کلام گدھے کی آواز ہے یا کتے کی۔

و اِذا الكلب فى ظلام الليالى — تسبح الارض لا تبالى السماء

ترجمہ: جب کتارات کی تاریکی میں دھندلا نظر آتا ہے۔آسمان اس کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

فلبسوا بالشقاء کل جھولٍ و لتفز بالسعادۃ العلماءُ

ترجمہ: انہوں نے ہر جاہل کو بدبختی کا لبادہ پہنا دیا اور علماء سعادت کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب تبیین کذب المفتری فیما نسب الامام ابی الحسن الاشعری میں لکھا ہے علماء کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں رب تعالیٰ کی یہ سنت مشہور ہے کہ وہ ان کے دشمنوں کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے۔"

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے:

"علماء کا گوشت زہر ہے جس نے سونگھا وہ بیمار ہو گیا جس نے چکھا وہ مر گیا۔"

اگر یہ کہا جائے:

کیا ولی معصوم ہوتا ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اگر وجوبی طور پر کہا جائے تو "نہیں" جواب ہے جیسے کہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اگر خوش قسمتی کے اعتبار سے کہا جائے تو ممکن ہے اگر کہا جائے کہ کیا یہ جائز ہے کہ ولی کو اپنی ولایت معلوم ہو؟ ایک قول یہ ہے کہ امام ابن فورک نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے اس کا خوف چھن جائے گا اس کے لیے امن کا موجب بن جائے گا جبکہ ابو القاسم القشیری نے اسے جائز کہا ہے انہوں نے فرمایا: حکم اسی کا قبول کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں لیکن یہ سارے اولیاء میں ضروری نہیں حتیٰ کہ ہر ولی کو معلوم ہو کہ وہ ولی ہے لیکن اس کا جان لینا جائز ہے اسی لیے بعض علماء کرام نے لکھا ہے: "ممکن ہے کہ ایک ولی اس حد تک پہنچ جائے جو اس کے خوف کو ساقط ہونے سے روک دے۔ یہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "اگر کوئی کسی باغ میں داخل ہو جس میں کئی درخت ہوں، ہر درخت پر پرندہ ہو۔ وہ فصیح زبان سے کہے السلام علیک یا ولی اللہ! اسے یہ اندیشہ نہ ہو کہ یہ مکر ہے تو وہ اس سے فریب خوردہ ہے۔" اگر تم کہو کہ کیا یہ جائز ہے کہ ایک شخص کسی حالت میں ولی ہو پھر اس کی یہ حالت تبدیل ہو جائے۔" کہا جاتا ہے کہ اس میں اختلاف ہے جو اس اختلاف پر مبنی ہے کہ کیا ولایت میں حسن موافات شرط ہے یا نہیں۔ جس نے اسے شرط رکھا ہے۔ اس نے تغیر کو جائز نہیں رکھا اور جس نے اسے شرط نہیں رکھا اس نے اسے جائز رکھا ہے لیکن ہر غالب یہی ہے کہ وہ اپنے صدق کے صحو کے اوقات میں اپنے حقوق ادا کرتا ہے سارے احوال میں مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔ ان سے بردباری کو مداومت بخشتا ہے۔ اس کی ابتداء یہ ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہے کہ وہ ان پر احسان کرے۔ وہ کسی کی التجاء کے بغیر احسان کرتا ہے وہ ہر اعتبار سے لالچ کو ختم کر دیتا ہے وہ ان میں برائی پھیلانے سے اپنی زبان کو روک لیتا ہے۔ ہمیشہ غمزدہ رہتا ہے وغیرہ وغیرہ جیسے کہ اولیاء کرام علیہم الرحمہ کے ہاں یہ معروف ہے رب تعالیٰ ہمیں ان سے نفع عطا کرے اور ان کی برکت سے محروم نہ کرے۔"

دوسرا باب

کرامات اولیاء کے فوائد

خوب جان لو کہ کسی ولی کے ہاتھوں رونما ہونے والی کرامت در حقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا وہ پیروکار ہوتا ہے کیونکہ یہ اسی کی اتباع اور برکت سے رونما ہوئی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ اہل السنت اس کے جواز کی طرف گئے ہیں جبکہ معتزلہ اور ابواسحاق نے اس کا انکار کیا ہے ان کی بنیاد یہ ہے کہ امام الحرمین نے "الارشاد" میں ان کے قریب میلان رکھا ہے۔ یہ علماء کرام کرامت کے جواز کے قائل ہیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی، امام الحرمین، امام غزالی، امام قشیری، الرازی، نصر الدین طوسی (قواعد عقائد میں) النسفی، بیضاوی (اپنی طوالع اور مصابیح میں) شیخ ابن رشد میں، انہوں نے اپنے جوابات میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ کرامات کا انکار اور تکذیب بدعت اور گمراہی ہے۔ اس مؤقف کو لوگوں میں ان لوگوں نے پھیلایا ہے جو گمراہ اور ٹیڑھے ہیں اور وحی اور تنزیل کے منکر ہیں وہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔"

اس کا وقوع ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہوتی تو یہ وقوع پذیر نہ ہوتی کرامات کا وقوع پذیر ہونا کتاب الٰہی، احادیث نبویہ ﷺ اور ایسے آثار سے ثابت ہے جو حد و شمار سے ماوراء ہیں اسی طرح بہت سی خبر واحد بھی ہیں۔ اگرچہ متواتر نہیں لیکن ان سب کا جمع ہو جانا بلا شبہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔"

کتاب الٰہی میں کرامات کا ثبوت اہل الکھف کی داستان سے ہوتا ہے، اسی طرح حضرت خضر اور حضرت ذوالقرنین کی داستانوں سے بھی ان کا ثبوت ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے فرمایا:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ (آل عمران: ۳۷)

ترجمہ: جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (اس کی) عبادت گاہ میں (تو) موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے اے مریم! کہاں سے تمہارے لیے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے فرمایا ہے کہ وہ سرما کے پھل گرما میں اور گرما کے پھل سرما میں اپنے ہاں پاتی تھیں، اسی طرح اس نے ارشاد فرمایا:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ (مریم: ۲۵)

ترجمہ: اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں (میٹھے میٹھے خرمے)

اسی طرح حضرت آصف بن برخیا نے آنکھ جھپکنے سے قبل بلقیس کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ (النمل:۴۰)

ترجمہ: عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا (اجازت ہو تو) میں لے آتا ہوں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔

احادیث طیبہ میں سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سابقہ امم میں محدث ہوتے تھے اگر کوئی میری امت میں محدث ہے تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

معتزلہ کی دلیل یہ ہے اگر کسی خارق عادت واقعہ کا ظہور کسی غیر انبیاء سے ہو تو نبوت کا دعویٰ کرنے والا نبی ملتبس ہو جائے گا کیونکہ انبیاء کرام دیگر لوگوں سے خوارق عادت امور کے ظہور ہی سے ممتاز ہوتے ہیں کیونکہ امت انسانیت اور اس کے لوازمات میں تو ان کے ساتھ شریک ہے اگر ان کے ہاتھوں معجزات کا ظہور نہ ہو تو وہ غیر سے ممتاز نہیں ہو سکتے اگر غیر نبی سے خارق عادت امر کو جائز مانا جائے تو نبی کا التباس جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ساتھ آجائے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے: "ہم اس طرح التباس کے ظہور کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ نبی چیلنج سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس جگہ نبوت کا دعویٰ معجزہ اور کرامت کے مابین فرق ہے۔ اختیار کے حکم پر کرامات کے جواز پر اختلاف ہے۔ کرامت کے لیے شرط ہے کہ اس کا صدور ولی سے بغیر اختیار کے ہو۔ اس اعتبار سے کرامت معجزہ سے متفرق ہے۔ امام الحرمین نے ارشاد میں لکھا ہے: "یہ صحیح نہیں ہے۔" بعض علماء اختیار کے ساتھ اس کے وقوع کی طرف گئے ہیں لیکن دعویٰ کے "تقاضا" کے مطابق اس کے وقوع کو منع کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ دعویٰ ہی کرامت اور معجزہ کے مابین فرق ہے یہ مؤقف بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ بعض علماءؒ نے فرمایا ہے جو امر کسی نبی کے لیے بطور معجزہ رونما ہو وہ کسی ولی سے از روئے کرامت رونما نہیں ہو سکتا۔ ان کے نزدیک سمندر پھٹ جانا، عصا کا سانپ بن جانا اور مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ بطور کرامت رونما نہیں ہو سکتے۔ یہ مؤقف بھی درست نہیں ہے۔ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ سارے خوارق عادت امور بطور کرامت ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ رسالہ قشیری میں ہے:

"جان لو کہ بہت سے ایسے مقدورات جن کے بارے قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ اولیاء کے لیے بطور کرامت کسی ضرورت یا شبہ ضرورت کی وجہ سے رونما نہیں ہو سکتے جیسے انسان کا والدین کے بغیر پیدا ہونا، جمادات کا جانور یا حیوان بن جانا وغیرہ وغیرہ۔ کرامت کے لیے شرط یہ ہے کہ صاحب کرامت کا سر رب تعالیٰ کی طرف سے ہو، ورنہ وہ ناقص، مغرور اور ہلاک ہونے والا ہوگا۔"

کرامت کا ظہور، صاحب کرامت کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ اس کے فضل وصداقت پر دلالت کرتی ہے۔ کبھی صاحب کرامت کے یقین کی قوت کی وجہ سے ہوتی ہے، افضلیت قوت یقین کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ کمال معرفت کی وجہ سے

ہوتی ہے۔اہل طریقہ کے استاذ حضرت ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرد یقین کی وجہ سے پانی پر چلے لیکن جو پیاسا مر گیا وہ ان سے افضل ہے کیونکہ وہ قصد کرتے ہیں کہ کرامت کو آخرت کے لیے ذخیرہ کریں ہم نے جو تذکرہ کیا ہے کہ کرامت کی کثرت افضلیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد کثرت سے کرامات کا ظہور رہا۔

امام احمد بن حنبل اس کی وجہ لکھتے ہیں"اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ان کے بعد والوں کے ایمان سے قوی تھا۔وہ ایمان کی تقویت کے زیادہ محتاج تھے۔پہلے زمانہ میں نور کثیر تھا وہ زیادہ تقویٰ کی وجہ سے اس کے محتاج نہ تھے اگر وہ حاصل ہو بھی جاتی تو اس کا اظہار نہ ہوتا کیونکہ وہ زمانہ نبوت کی وجہ سے وہ کمزور ہوتی لیکن تاریکی کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ستارے سورج کے ہوتے ہوئے اپنے روشنی کا اظہار نہیں کر سکتے۔اسی لیے بعض مشائخ نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا:"ابتداء میں خارق عادت کا ظہور بغیر کسی سبب کے ہوا تھا تا کہ ان کے ایمان کو تقویت نصیب ہو جائے جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں داخل ہوتے تو وہ ان کے پاس رزق پاتے وہ کہتے:"مریم! تمہارے لیے یہ رزق کہاں سے آیا؟" وہ فرماتی:"یہ رب تعالیٰ کے ہاں سے ہے۔" جب ان کا ایمان قوی ہو گیا تو انہیں گھر لوٹا دیا گیا جب ان کا ایمان قوی ہو گیا تو انہیں کہا گیا:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝۲۵ ۔ (مریم: ۲۵)

ترجمہ: اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں (میٹھے میٹھے خرمے)۔

اسی لیے حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام نے کمال مرتبت کے باوجود عرض کی:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ (الاعراف: ۱۴۳)

ترجمہ: کہ میرے رب دے مجھے دیکھنے کی قوت تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔

لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝۲۴ (القصص: ۲۴)

ترجمہ: واقعی میں اس خیر و برکت کا جو تو نے میری طرف اتاری ہے محتاج ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"بخدا انہوں نے صرف روٹی مانگی تھی جسے وہ کھا سکیں۔اسم ربوبیت کے ساتھ پکارا رب وہ ہوتا ہے جو تمہیں احسان کے ساتھ پالے۔انعام کے ساتھ غنی کر دے۔اگر تم یہ سوال کرو کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آتش نمرود میں پھینکا جا رہا تھا تو حضرت جبرائیل امین ان کے پاس آئے۔عرض کی:"کیا میری کوئی ضرورت ہے؟" انہوں نے فرمایا:"مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں لیکن دربار خداوندی میں مجھے حاجت ہے۔" انہوں نے عرض کی:"آپ اس سے سوال کر لیں۔" انہوں نے فرمایا:"میری التجاء کے بارے اس کا علم ہی مجھے کافی ہے۔" اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام ہر مقام پر ایسا معاملہ کرتے ہیں جسے وہ رب تعالیٰ سے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے مقام کے مناسب ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی سمجھے کہ اس جگہ حق کی مراد یہ ہے کہ وہ طلب کا اظہار نہ کریں اور علم پر اکتفاء کریں۔وہ رب تعالیٰ کی مراد سمجھ گئے کیونکہ حق تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ،۳۰)

ترجمہ: بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتا۔

اس آیت طیبہ کے جواب میں فرمائیں:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: کیا تو مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا اس میں اور خونریزیاں کرے گا۔

سیدی ابوالحسن شاذلی نے فرمایا: ''گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: ارے تم جو یہ کہتے تھے کہ کیا تو زمین میں ایسا آدمی پیدا کر رہا ہے جو اس میں فساد بپا کرے گا اور خونریزی کرے گا تم نے میرے خلیل کو کیسے پایا۔ کرامت کا اظہار طریق التفات پر قصد کے بغیر ہوتا ہے۔ نیز یہ کسی مصلحت کے تحت ہوتی ہے امانت کا تقاضا ہے کہ کرامت کو مخفی رکھا جائے قشیری وغیرہ نے اس پر نص قائم کی ہے۔ یہ کبھی جسم کی تبدیلی کے ساتھ ہوتی ہے جیسے زمین کے جمادات کا کلام کرنا، مریضوں کا شفاء یاب ہونا، پانی رواں ہونا، مخفی امور سے آگاہی ہو جانا، سمندر خشک ہو جانا، مردوں کا کلام کرنا وغیرہ۔ شیخ ابوالقاسم القشیری نے اپنے رسالہ میں اپنی سند کے ذریعہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ السرّی رضی اللہ عنہ نے ایک سال جہاد کیا۔ وہ جہاد میں زخمی ہو گئے ان کا بچھڑا مر گیا۔ وہ جہاد میں ہی تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''مولا! سر (ان کی بستی) تک مجھے یہ عاریۃً دے دے۔ اچانک بچھڑا کھڑا ہو گیا جب انہوں نے جہاد کر لیا واپس آئے تو اپنے بیٹے سے فرمایا: ''اس بچھڑے کی زین پکڑلو۔'' اس نے عرض کی ''یہ تو چکر لگا رہا ہے۔'' انہوں نے فرمایا: ''یہ عاریۃً ہے۔'' جب اس نے اس کی زین تھامی ''تو وہ نیچے گر پڑا'' اس کتاب میں ہے کہ شیخ سعید الخراز علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ میں ایک دن باب بنی شیبہ کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسین شکل والا جوان مر گیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا اس نے میرے چہرے کی طرف دیکھا وہ مسکرا دیا۔ اس نے کہا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ محبوب زندہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ مر جائیں وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔'' اس کتاب میں ہے: ''ہم کشتی میں تھے۔ ہم میں سے ایک شخص مر گیا۔ ہم نے اس کے لیے تیاری شروع کی ہم نے ارادہ کیا کہ اسے سمندر میں پھینک دیں۔ سمندر خشک ہو گیا کشتی نیچے اتری ہم نیچے اترے، اس کے لیے قبر کھودی۔ اسے دفن کیا۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو پانی آ گیا۔ وہ بلند ہوا کشتی اوپر آ گئی تو ہم عازم سفر ہو گئے۔ اس طرح کی اور بہت سی حکایات ہیں لیکن جو ہم نے ذکر کر دیا ہے وہ کافی ہے۔

تیسرا باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت

آپ منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ نے فرمایا:

یاساریة الجبل۔
آپ نے وہاں موجود لشکر اسلامی کو یہ پیغام سنایا اس لشکر نے اسے سنا۔ انہیں فتح نصیب ہوگئی۔ آپ کے فضائل پر کچھ گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

چوتھا باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابونعیم نے حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہی روایت ابوبکر بن حفص اور عمیر بن صائدی سے بھی مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب دریائے شیر پر فروکش ہوئے یہ قریبی شہر تھا۔ انہوں نے کشتیاں طلب کیں تاکہ وہ اس دریا کو عبور کر کے دور کے شہر تک لوگوں کی طرف جائیں، مگر انہیں کشتیاں دستیاب نہ ہوسکیں۔ لوگوں نے کشتیاں اکٹھی کر لیں۔ وہ دریائے شیر پر ماہ صفر کے کچھ ایام ٹھہرے رہے۔ انہیں اچانک سیلاب نے آلیا۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں کود گئے ہیں۔ انہوں نے اسے عبور کر لیا ہے۔ دریا میں سخت طغیانی تھی۔ انہوں نے اپنے خواب کی تعبیر دجلہ کو عبور کرنے سے کی۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ فرمایا: تمہارا دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے بچ نکلا ہے۔ اگر تم ان کی طرف نہ گئے تو وہ جب چاہیں گے تم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ تمہاری ضرورت ان کی کشتیوں میں ہے۔ تمہارے پیچھے ایسی کوئی چیز نہیں جس کے متعلق تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ تم پر حملہ آور ہو جائے گی۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس دریا کو عبور کریں۔" مجاہدین نے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ لوگوں میں دریا میں کود جانے کا اعلان ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: "تم سب یہ ورد کرو۔" نستعین باللہ و نتوکل علیہ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
مجاہدین دجلہ میں کود پڑے۔ اس کی موجوں پر سوار ہو گئے۔ دجلہ پوری طغیانی پر تھا۔ وہ لبالب بھرا ہوا تھا۔ لوگ مجاہدین کی تیراکی کے متعلق باتیں کر رہے تھے وہ ایک دوسرے کے قریب ہو کر یوں باتیں کر رہے تھے جیسے زمین پر چلتے وقت باتیں کرتے تھے ان کے گھوڑے انہیں لے کر باہر نکلے وہ گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے۔ وہ ہنہنا رہے تھے۔ اس سیلاب میں صرف ایک پیالہ گرا جس کا حلقہ بوسیدہ تھا۔ پانی اسے لے گیا تھا۔ اسے بھی موجیں اور ہوا پانی کے کنارے پر لے آئیں۔ اس کے مالک نے اسے پکڑ لیا ان میں سے کوئی بھی غرق نہ ہوا۔ اہل ایران گھبرا گئے۔ یہ امر تو ان کے حاشیۂ گمان میں بھی نہ تھا۔ انہوں نے جلدی جلدی سامان اٹھایا۔ مسلمان ماہ صفر ۱۶ھ کو اس شہر میں داخل ہو گئے کسریٰ کے محلات میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کر لیا۔"

پانچواں باب

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی کرامت

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز کہا: "کیا تم رب تعالیٰ سے دعا نہیں مانگو گے؟ وہ ایک طرف ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: "مولا! جب میں دشمن سے نبرد آزما ہوں تو ایک مضبوط کافر سے میری ملاقات کرادے۔ اس کی گرفت مضبوط ہو پھر مجھے اس پر فتح یابی عطا فرما، حتیٰ کہ میں اسے جہنم واصل کر دوں اور اس کا سامان چھین لوں۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی پھر انہوں نے دعا مانگی: "مولا! میری ملاقات ایک سخت اور بہادر دشمن سے کرانا اس کے ساتھ میں تیری رضا کے لیے جہاد کروں۔" وہ میرے ساتھ قتال کرے، پھر وہ مجھے پکڑ لے میری ناک اور کان کاٹ دے۔ کل جب میں تیرے ساتھ ملاقات کروں تو تو مجھ سے پوچھے: "تمہاری ناک اور کان کس نے کاٹے ہیں؟" میں عرض کروں: "تیری اور تیرے محبوب کریم ﷺ کی رضا کے لیے۔" تو کہے: "تو نے سچ بولا ہے۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے عمدہ تھی۔ میں نے دن کے آخری حصے میں دیکھا کہ ان کی ناک اور کان ایک دھاگے میں پروئے گئے تھے۔"

چھٹا باب

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس تھے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ہنڈیا میں سے آواز سنی پھر وہ ہنڈیا باآواز بلند تسبیح پڑھنے لگی جیسے بچے کی آواز ہوتی ہے، پھر وہ ہنڈیا الٹی ہوئی اوندھی ہوئی پھر اپنی جگہ پر آگئی لیکن اس میں سے کچھ بھی نہ گرا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سلمان! یہ تعجب خیزی دیکھو۔ یہ تعجب خیز واقعہ دیکھو جسے تم نے یا تمہارے والد نے نہیں دیکھا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم خاموش رہتے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں کے متعلق سنتے۔"

ساتواں باب

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی کرامت

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ نے حضرت منجاب بن راشد رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بحرین پر حملہ کیا، انہوں نے عرض کی: "یا ارحم الراحمین یا علیم یا حکیم یا علیّ یا عظیم، یا عزیز یا کریم، ہم تیرے بندے ہیں یہ ہم تیرے رستے میں تیرے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ ہمارے لیے دشمن تک پہنچنے کا رستہ بنا دے۔" پھر انہوں نے فرمایا: "ہم نے سمندر پار کر لیا۔"

امام بخاری نے حضرت سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ سے، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا میں نے ان کے بہت سے واقعات دیکھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے زیادہ تعجب خیز کون سا واقعہ ہے؟" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس امت میں تین افراد ایسے ہیں اگر وہ بنو اسرائیل میں ہوتے تو وہ مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہوتے۔" حضرت منجاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی معیت میں بحرین پر حملہ کیا۔" اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے انہوں نے فرمایا: "ہم کسی غزوہ میں تھے۔ جب ہم میدان جنگ میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن وہاں سے جلدی جا چکا تھا۔ اس نے پانی کے نشانات بھی مٹا دیے تھے شدید گرمی تھی ہمیں اور ہمارے مویشیوں کو شدید گرمی نے آلیا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا جب سورج غروب کی طرف مائل ہوا تو انہوں نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر دیے۔ آسمان پر کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے ابھی اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیرے تھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہوا بھیج دی۔ بادل آئے خوب برسے حتیٰ کہ تالاب اور گھاٹیاں بھر گئیں۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا، پھر دشمن کی طرف گئے انہوں نے سمندر کی خلیج کو عبور کر لیا تھا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ سمندر پر کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: "یا علیم، یا عظیم، یا حلیم یا کریم۔" پھر فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر سمندر عبور کرو۔" ہم نے سمندر کو عبور کیا پانی نے ہمارے جانوروں کے سم بھی تر نہ کیے کچھ ہی دیر کے بعد ہم دشمنوں کے سروں پر تھے۔ ہم نے ان کو قتل کیا۔ قیدی بنایا، پھر اسی خلیج کی طرف آئے حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی کی طرح کیا ہم نے خلیج کو عبور کر لیا۔ پانی نے ہمارے جانوروں کے سم بھی تر نہ کیے تھے۔ ایک مسلمان نے سمندر عبور کرتے ہوئے کہا:

الم تر ان الله ذلّل بحره　　　و انزل بالكفار احدى الجلائل
دعونا الذى شق البحار فجاء نا　　　باعجب من فلق البحار الاوائل

ترجمہ: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مسخر کر دیا اور کافروں پر بڑی مصیبت نازل کی۔ ہم نے اس ہستی سے دعا مانگی تھی جس نے سمندر کو شق کیا تھا اس نے ہمیں پہلے سمندروں کے پھاڑنے کے واقعہ سے بھی بڑھ کر تعجب خیز واقعہ دکھا دیا۔

آٹھواں باب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابو نعیم نے حضرت عباد بن عبدالصمد سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے فرمایا: "لونڈی! رومال لے کر آؤ۔" وہ ایسا رومال لے کر آئی جو صاف نہ تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اسے تنور میں ڈال دو۔" اس نے تندور جلایا۔ رومال کو اس میں پھینک دیا اسے باہر نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح سفید تھا۔ ہم نے پوچھا: "کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اس رومال کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرۂ انور پر لگاتے تھے۔ جب یہ صاف نہ ہو تو ہم اس کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں کیونکہ آگ اسی چیز کو نہیں کھاتی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے چہروں پر سے گزرے۔"

نواں باب

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی کرامت

امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حرمل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حرہ سے آگ نکلی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ فرمایا: "آؤ اس آگ کی طرف چلیں۔" وہ ان کے ساتھ اٹھے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا وہ دونوں آگ کی طرف گئے۔ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ آگ کو اپنے ہاتھ سے پیچھے دھکیلنے لگے، حتیٰ کہ وہ گھاٹی میں داخل ہو گئی۔ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ اسی کے پیچھے داخل ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "دیکھنے والا نہ دیکھنے والے کی طرح نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ ابو نعیم نے حضرت مرزوق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں آگ نکلی۔ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ اسے اپنی چادر سے پیچھے دھکیلنے لگے حتیٰ کہ وہ غار میں داخل ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو رقیہ! ہم ایسے ہی معاملات کے لیے تمہارا انتخاب کرتے ہیں۔"

دسواں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابو یعلی نے حضرت ابوالسفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت خالد رضی اللہ عنہ الحیرہ میں بنو المرازبۃ کے ایک امیر کے ہاں ٹھہرے۔ان سے کہا گیا:"زہر سے محتاط رہیں یہ عجمی آپ کو زہر نہ دے دیں۔"انہوں نے فرمایا:"زہر میرے پاس لے کر آؤ۔"انہوں نے زہر اپنے ہاتھوں میں پکڑا۔اس مہم کے لیے تیار ہوئے۔بسم اللہ پڑھی۔انہیں کسی چیز نے نقصان نہ دیا۔"ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ان کے پاس زہر لایا گیا۔انہوں نے پوچھا:"یہ کیا ہے؟"لوگوں نے بتایا:"زہر۔"انہوں نے بسم اللہ پڑھی اور اسے پی گئے۔

گیارھواں باب

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابن سعد،ابو یعلی،الطبرانی اور بیہقی نے (اس کے کئی طرق ہیں) اور حاکم نے مستدرک میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں سمندر میں کشتی پر سوار ہوا اس کا ایک تختہ ٹوٹ گیا۔ہمیں رستے کا علم نہ تھا۔اچانک مجھے ایک شیر ملا۔وہ ہمارے سامنے آگیا۔میرے ساتھی اس سے پیچھے آگئے۔میں اس کے قریب گیا میں نے کہا:"میں سفینہ ہوں۔میں صحابی رسول ہوں۔ہمیں رستے کا علم نہیں وہ ہمارے سامنے چلنے لگا،حتیٰ کہ ہمیں راستے پر ڈال کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔اس نے مجھے دھکیلا گویا کہ وہ ہمیں راستے پر گامزن کر رہا ہو۔میں نے کہا:"وہ ہمیں الوداع کہہ رہا ہے۔"

بارھواں باب

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کرامات

الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور سید

عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: ''کتنے ہی مفلس ہوتے ہیں جن کے پاس کپڑے تک نہیں ہوتے اگر وہ رب تعالیٰ کے لیے قسم اٹھادیں تو وہ ان کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے۔ان میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے (یہ روایت منقطع ہے) حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یوم احد کو قسم اٹھائی تو مشرکین کو شکست ہوگئی۔ یوم جمل کو قسم اٹھائی تو اہل بصرہ مغلوب ہوگئے۔ یوم صفین انہیں کہا گیا ''کاش! آپ قسم اٹھادیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''اگر یہ ہم پر اتنی شمشیر زنی کریں حتیٰ کہ ہم سعفات ہجر تک پہنچ جائیں پھر ہمیں یہی علم ہے کہ حق پر ہم ہیں وہ باطل پر ہیں۔'' اس روز انہوں نے قسم نہ اٹھائی۔ اسی روز وہ شہید ہوگئے۔ غزوہ احد کے روز انہوں نے کہا تھا: ''یا جبرائیل! یا میکائیل! میں قسم اٹھاتا ہوں۔

لا یغلبنا معشر ضلال انا علی الحق و هم جهال

ترجمہ: گمراہ گروہ ہم پر غالب نہ آئے ہم حق پر ہیں اور وہ جاہل ہیں۔

حتیٰ کہ وہ مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے چلے گئے۔

ابن سعد نے حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''مشرکین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جلاتے تھے حضور اکرم ﷺ ان کے سر پر اپنا دست اقدس پھیرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''آگ! عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا جیسے تو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے لیے ہوئی تھی۔''

تیرھواں باب

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عزہ بنت عاص بن ابی قرصافہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ کا ایک نور نظر روم میں گرفتار ہوگیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو وہ عسقلان کی دیوار پر چڑھ جاتے وہ بآواز بلند کہتے: ''فلاں! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔'' ان کا نور نظر روم کے شہر میں ان کی صدا سن لیتا۔

چودھواں باب

حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ کی کرامات

امام بیہقی نے صحیح سند سے حضرت سلیمان بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے حضرت حمید بن ہلال العدوی رضی اللہ عنہ سے،

ابوداؤد نے السنن میں، ابوداود، احمد نے الزہد میں حضرت حمید سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے فرمایا: "حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ دریائے دجلہ کے پاس آئے۔ اس وقت اس پر طغیانی کی وجہ سے لکڑیاں تیر رہی تھیں وہ پانی پر چلنے لگے۔" دوسری روایت میں ہے "حضرت ابومسلم رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم پر حملہ کیا۔ وہ دجلہ کے پاس سے گزرے۔ سیلاب کی وجہ سے لکڑیاں اس پر تیر رہی تھیں انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے عبور کرلو۔" وہ ان کے سامنے سے گزرے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر عرض کی: "مولا! تم نے بنو اسرائیل کے لیے سمندر کو پایاب کیا تھا۔ ہم تیرے بندے ہیں۔ تیرے رستے پر ہیں۔ آج ہمارے لیے یہ سمندر پایاب کر دے۔" پھر فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اسے عبور کرلو۔ وہ ان کے آگے آگے تھے۔ پانی گھوڑوں کے پیٹ تک نہ پہنچا۔ سارے مجاہدین نے دجلہ عبور کرلیا، پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم میں سے کسی کی کوئی چیز تو گم نہیں ہوئی؟ تو وہ رب تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے واپس لوٹا دے۔" دوسرے الفاظ میں ہے "انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کیا۔ فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کا کچھ گم ہوا ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔" ایک شخص نے جان بوجھ کر اپنا تھیلا گرا دیا تھا۔ اس نے کہا: "میرا تھیلا اس دریا میں گر پڑا ہے۔" انہوں نے اسے کہا: "میرے پیچھے آؤ۔" اس نے دیکھا کہ اس کا تھیلا دریا کی لکڑی کے ساتھ اٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے کہا: "یہ لے لو۔" ابن عساکر نے شرجیل بن مسلم خولانی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسود بن قیس نے یمن میں دعویٰ نبوت کر دیا۔ اس نے ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ کہا: "یہ گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے یہ نہیں سنا۔" اس نے کہا: "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے رسول ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں! اس نے بہت زیادہ آگ جلانے کا حکم دیا، پھر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس میں پھینک دیا گیا لیکن آگ نے انہیں نقصان نہ دیا۔

پندرھواں باب

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی کرامت

امام بیہقی نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے ابوعمران جونی سے اور ہشام بن حسان رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے پاس زادِ راہ نہ تھا۔ جب وہ الروحاء پہنچیں تو انہیں سخت پیاس لگی۔ انہوں نے کہا: "میں نے سر کے اوپر ہلکی سی آواز سنی۔ میں نے سر اوپر اٹھایا۔ میں نے اوپر ایک ڈول دیکھا اسے سفید رسی کے ذریعے نیچے لٹکایا گیا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے پکڑا مضبوطی سے تھام لیا اور سیر ہو کر پیا۔" انہوں نے فرمایا: "اس مشروب کے بعد میں گرم دن میں روزہ رکھتی تھی پھر میں دھوپ میں گھومتی تھی تاکہ مجھے پیاس لگے لیکن اس مشروب کے بعد کبھی بھی مجھے پیاس نہیں لگی۔"

سولہواں باب

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

البیہقی نے الاعمش سے، انہوں نے ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: "ہم دجلہ آئے اس کے بعد عجمیوں کی زمین شروع ہو جاتی ہیں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: بسم اللہ! اپنا گھوڑا دجلہ میں ڈال دیا وہ سب پانی کے اوپر تھے۔ عجمیوں نے انہیں دیکھا، انہوں نے کہا: "دیو آگئے، دیو آگئے۔" پھر وہ بھاگ گئے انہوں نے صرف ایک پیالہ مفقود پایا جو زین کی لکڑی کے ساتھ معلق تھا جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے مال غنیمت پایا۔ انہوں نے اسے تقسیم کیا ایک شخص کہہ رہا تھا: "زرد کو سفید کے بدلے میں کون لے گا؟"

سترھواں باب

ذؤیب بن کلیب رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابن وھب نے ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے کہ جب اسود العنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور صنعاء پر اس کا غلبہ ہو گیا تو اس نے حضرت ذؤیب بن کلیب کو پکڑا اور انہیں آگ میں پھینک دیا مگر آگ نے ان کا کچھ نہ بگاڑا۔"

اٹھارھواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامات

حارث نے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی! دروازہ کے پاس رہو کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ میرے پاس میری زیارت کرنے والے ملائکہ ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ میری زیارت کریں۔" وہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اجازت لینے آئے انہوں نے کہا: "علی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے اذن باریابی لو۔" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اذن باریابی نہیں ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس

آگئے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ حضور اکرم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے مگر صبر نہ ہو سکا، پھر واپس آگئے۔ کہا: "میرے لیے حضور اکرم ﷺ سے اذن باریابی حاصل کرو۔" انہوں نے کہا: "آپ کی طرف سے اذن نہیں ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: کیوں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: کیونکہ زیارت کرنے والے فرشتے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا ہے کہ وہ آپ کی زیارت کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: علی! ان کی تعداد کیا ہے؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: وہ تین سو ساٹھ فرشتے ہیں۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ سے کچھ فرشتوں نے اذن طلب کیا تھا کہ وہ آپ کی زیارت کریں۔ مجھے بتائیں کہ ان کی تعداد تین سو ساٹھ تھی؟ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "زیارت کرنے والے فرشتے کے متعلق تم نے بتایا؟ انہوں نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ! ﷺ۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان کی تعداد کے بارے میں بھی تم نے بتایا؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: علی! ان کی تعداد کیا تھی؟ انہوں نے عرض کی: "تین سو ساٹھ۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے تین سو ساٹھ نغمات سنے۔ میں نے کہا: ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ آپ نے ان کے سینہ اقدس پر مارا اور فرمایا: علی! اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور علم میں اضافہ کرے۔

انیسواں باب

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی کرامات

عمر بن اسید الثقفی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ حضرت عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا جان تھے۔ وہ روانہ ہوئے جب وہ الھمدہ پہنچے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ اور عسفان کے مابین ہے تو بنولحیان نے انہیں دیکھ لیا ایک سو کے لگ بھگ افراد ان کی طرف آئے۔ انہوں نے ان کا کھوج لگانا شروع کیا۔ جہاں وہ اترے تھے انہوں نے وہاں کھجور کی گٹھلیاں دیکھ لیں۔ انہوں نے کہا: "یثرب کی گٹھلیاں! وہ ان کے پیچھے پیچھے چلے جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو وہ قردد کی طرف گئے۔ دشمن نے انہیں گھیر لیا۔ دشمن نے کہا: "نیچے اترو۔ قیدی بن جاؤ ہم عہد کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے۔"

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ جو امیر تھے انہوں نے کہا: "میں کسی کافر کی امان میں نیچے نہ اتروں گا۔ مولا! ہمارے بارے اپنے نبی کریم ﷺ کو آگاہ کر دے۔" انہوں نے تیر اندازی کی اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ان کے چھ ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔ بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی امان پر نیچے اتر آئے۔ ان میں حضرات خبیب انصاری رضی اللہ عنہ، زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص تھے جب مشرکین نے انہیں پکڑ لیا اور رسیوں سے جکڑنے لگے تو تیسرے شخص نے کہا: "یہ پہلا دھوکہ ہے بخدا! میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ میرے لیے ان شہداء میں نمونہ ہے۔" انہوں نے انہیں کھینچا گھسیٹا، مگر انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے بھی شہید کر دیا۔ وہ حضرات خبیب اور زید رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے اور انہیں مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ یہ غزوہ بدر سے بعد کا واقعہ ہے۔ بنو حارث نے حضرت خبیب کو خرید لیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں واصل جہنم کیا تھا۔ حضرت خبیب ان کے ہاں میں قیدی رہے۔ انہوں نے انہیں شہید کرنے پر اتفاق کر لیا انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ زیر ناف بال صاف کریں۔ اس نے انہیں استرا دے دیا۔ اس کا ننھا بچہ رینگتا ہوا ان کے پاس گیا۔ اس نے کہا: میں اس سے غافل تھی، حتیٰ کہ وہ بچہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ استرا ان کے پاس ہی تھا۔ میں بہت زیادہ گھبرا گئی۔ اس گھبراہٹ کو حضرت خبیب نے جان لیا۔ انہوں نے فرمایا: تیرا گمان ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ میں اس طرح نہیں کروں گا۔" بخدا! میں نے کسی قیدی کو نہیں دیکھا جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو۔ بخدا! میں نے انہیں ایک دن دیکھا ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا تھا وہ اس میں سے کھا رہے تھے، حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں کھجوریں بھی نہ تھیں۔" وہ کہا کرتی تھی: "یہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔" جب مشرکین انہیں حرم سے لے کر باہر نکلے تاکہ انہیں حل میں شہید کریں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں۔" مشرکین نے انہیں چھوڑا۔ انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر کہا: "بخدا! اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ میں موت کے خوف سے نماز طویل کر رہا ہوں تو میں اسے ضرور طویل کرتا۔ مولا! انہیں شمار کر لے۔ مولا! انہیں جدا جدا قتل کر اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رکھ۔

فلست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
و ذالک فی ذات الالہ ان یشاء   یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: مجھے پرواہ نہیں کہ جب میں شہید ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے میرا گرنا کس پہلو پر ہوگا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر برکت عطا فرمائے۔

پھر عقبہ بن حارث ان کی طرف گیا۔ اس نے انہیں شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہر مسلمان کے لیے سنت قائم کر دی کہ جب وہ ظلماً شہید ہونے لگے تو وہ نماز پڑھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ان کے بارے بتا دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا۔ جب قریش

کو علم ہوا کہ حضرت عاصم شہید رضی اللہ عنہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے کچھ افراد ان کی طرف بھیجے تا کہ وہ ان کا کوئی عضو لے کر آئیں جس سے ان کی شہادت کی تحقیق ہو سکے۔ انہوں نے قریش کے ایک عظیم سردار کو جہنم واصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سائبان کی طرح شہد کی مکھیاں ان پر بھیج دیں انہوں نے قریش کے لوگوں سے انہیں بچا لیا اور وہ ان کے جسم اطہر کا کوئی عضو نہ کاٹ سکے۔

بیسواں باب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ لم یکن الذین کفروا، سناؤں۔'' انہوں نے عرض کی: کیا رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! حضرت ابی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔''

اکیسواں باب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کرامات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''مجھے سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اہل فارس میں سے اصبہان کا باشندہ تھا۔ میرا تعلق ''جئی'' سے تھا۔ میرا باپ کسان تھا۔ میں اسے ساری مخلوق سے زیادہ پیارا تھا۔ اس نے کنواری لڑکیوں کی طرح مجھے گھر میں بٹھا دیا۔ میں نے مجوسیت میں اتنی محنت کی کہ میں آگ کو جلاتا تھا اسے بجھنے نہ دیتا تھا۔ میرے باپ کی جاگیر تھی۔ وہ عمارت تعمیر کر رہا تھا۔ اس نے مجھے ایک دن کہا: نور نظر! مجھے مصروفیت نے مشغول کر دیا ہے، جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے جاگیر کی طرف جاؤ۔ وہاں رک نہ جانا ورنہ تم مجھے ہر اہم کام سے روک دو گے۔ مجھے تمہاری فکر لگ جائے گی۔ میں اس مقصد کے لیے نکلا میں عیسائیوں کے گرجا کے پاس سے گزرا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے پاس گیا۔ مجھے ان کا معاملہ عجیب لگا۔ میں نے کہا:

بخدا ان کا دین میرے دین سے بہتر ہے۔

میں ان کے پاس ٹھہر گیا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ میں نہ تو جاگیر تک گیا نہ ہی گھر لوٹا میں دیر تک گھر نہ پہنچا، تو اس نے میرے پیچھے کچھ افراد بھیج دیئے۔ جب عیسائیوں کا دین مجھے اچھا لگا تو میں نے ان سے پوچھا: ''اس دین کی اصل کہاں ہے؟''

انہوں نے کہا: "شام میں۔"

میں اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے کہا: نور نظر! میں نے تمہاری تلاش میں آدمی بھی بھیج دیے ہیں۔ میں نے کہا:

"میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو گرجا میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مجھے ان کا معاملہ عجیب لگا میں جان گیا کہ ان کا دین میرے دین سے بہتر ہے۔"

میرے باپ نے کہا: تیرا اور تیرے آباء کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: نہیں! بخدا! اسے میرے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ اس نے مجھے قید کر دیا۔ میں نے عیسائیوں کی طرف پیغام بھیجا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ان کا دین مجھے پسند آیا ہے اور میں نے کہا کہ جب کوئی شام جانا چاہے تو مجھے بتا دینا۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ میں نے ٹانگوں سے زنجیریں اتار پھینکیں اور ان کے ساتھ عازم سفر ہو گیا۔ میں شام آیا۔ ان کے عالم کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا: اسقف۔ میں اس کے پاس آیا۔ اسے بتایا میں نے اسے کہا: میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ تمہاری خدمت کروں گا اور تیرے ساتھ نماز پڑھوں گا۔ اس نے کہا: ٹھہر جاؤ۔ میں ایسے شخص کے پاس ٹھہرا جو اپنے دین میں بہت برا تھا۔ وہ صدقہ کا حکم دیتا تھا جب لوگ اسے کچھ دے دیتے تو وہ اسے اپنے لیے روک لیتا تھا، حتیٰ کہ اس نے سات گھڑے بنا لیے جو سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے وہ مر گیا میں نے لوگوں کو اس کے متعلق بتایا۔ انہوں نے مجھے جھڑکا میں نے انہیں اس کا مال دکھایا انہوں نے اسے لے لیا۔ اسقف کو دفن نہ کیا بلکہ اسے سنگسار کر دیا۔ اس کی جگہ ایک ایسا شخص مقرر کیا جو دین میں زہد آخرت میں رغبت اور صلاح کے اعتبار سے افضل تھا۔ رب تعالیٰ نے اس کی محبت میرے دل میں ڈال دی حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت آ گیا۔ میں نے کہا: مجھے وصیت کرو۔ اس نے موصل کے ایک شخص کے بارے میں مجھے بتایا ہم ایک ہی امر پر رہے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ میں موصل آیا۔ میں اس شخص سے ملا۔ اسے اپنے بارے میں بتایا کہ فلاں نے مجھے تیرے پاس آنے کے لیے کہا ہے۔ اس نے کہا: میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ میں نے اسے درست رستے پر پایا، حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔

میں نے اسے کہا: مجھے وصیت کرو اس نے کہا: میں کسی اور شخص کو نہیں جانتا جو اس پر ہو جس پر ہم ہیں مگر عموریہ میں ایک شخص ہے میں عموریہ پہنچا۔ میں نے اپنی داستان سنائی۔ اس نے مجھے ٹھہرنے کے لیے کہا۔ میرے پاس کچھ رقم بچ گئی میں نے اس سے کچھ بکریاں اور گائیں خرید لیں۔ وہ شخص مرنے لگا تو میں نے اسے کہا: تم مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو۔ اس نے کہا: میں کسی اور شخص کو نہیں جانتا جو اس پر ہو جس پر ہم تھے لیکن ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ انہیں دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث کیا جائے گا۔ ان کی ہجرت گاہ کھجوروں والی سرزمین ہو گی۔ ان کی نشانیاں اور علامات کسی پر مخفی نہ ہوں گی۔ ان کے شانوں کے مابین مہر نبوت ہو گی۔ وہ تحفہ کھا لیں گے صدقہ نہیں کھائیں گے اگر تم سے ہو سکے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔

میرے پاس سے اہل عرب کا کارواں گزرا اس کارواں کا تعلق بنو کلب کے ساتھ تھا۔ میں نے انہیں کہا: "اگر تم مجھے اپنی رفاقت میں اپنے شہر لے جاؤ تو میں تمہیں یہ گائیں اور بکریاں دے دوں گا۔" وہ مجھے وادی القریٰ تک لے کر آئے پھر مجھے ایک یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ میں نے کھجوریں دیکھ لیں میں نے سمجھا کہ یہ وہی شہر ہے جس کا وصف مجھے بیان کیا گیا تھا۔ میں اس کے ہاں ٹھہرا رہا جس نے مجھے خریدا تھا۔ ان کے پاس بنو قریظہ کا ایک شخص آیا۔ اس نے مجھے اس سے خریدا اور مجھے مدینہ طیبہ لے آیا۔ وہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرا۔ میں کھجور کی چوٹی پر تھا۔ میرے صاحب کا چچا زاد آیا۔ اس نے میرے صاحب سے کہا: فلاں! اللہ بنو قیلہ کو ہلاک کر دے۔ میں ان کے پاس سے ابھی ابھی آیا ہوں۔ وہ اس شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔" بخدا! جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے لرزہ نے آلیا۔ میری وجہ سے کھجور بھی لرزنے لگی حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں گر پڑتا۔ میں جلدی سے نیچے اترا۔ میں نے پوچھا: یہ کیسی خبر ہے؟ میرے صاحب نے مجھے تھپڑ رسید کیا۔ اس نے کہا: تیرا اور اس کا کیا تعلق؟ اپنے کام سے کام رکھو۔ میں شام تک اپنے کام میں مصروف رہا میں نے کچھ جمع کیا اور اسے حضور حامیٔ بے کساں ﷺ کی خدمت میں لے آیا آپ اس وقت اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قباء میں جلوہ افروز تھے۔ میں نے کہا: "میرے پاس کچھ مال جمع ہے۔ میں اسے صدقہ کرنا چاہتا ہوں آپ ایک صالح شخص ہیں۔ آپ کے ہمراہ غریب ساتھی ہیں میں آپ کو اس کا زیادہ مستحق سمجھتا ہوں۔" میں نے وہ صدقہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس روک لیے۔ آپ نے فرمایا: "کھاؤ۔" میں نے کہا: "ایک علامت تو پوری ہو گئی ہے۔" میں مدینہ طیبہ واپس آیا۔ میں نے کچھ جمع کیا اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ میں نے کہا: "میں نے آپ کی شرافت کو پسند کیا ہے۔ میں آپ کے لیے ہدیہ لے کر آیا ہوں۔ یہ صدقہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے تناول فرمانے لگے۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس میں سے کھایا۔ میں نے کہا: "دو علامات تو پوری ہو گئی ہیں۔" میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ بقیع الغرقد میں کسی کے جنازہ کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا میں مہر نبوت دیکھنے کے لیے مڑا۔ آپ میرے ارادے کو جان گئے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک اتار دی۔ میں نے مہر نبوت دیکھ لی۔ میں اسے چومنے لگا۔ میں رو رہا تھا۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ میں نے اپنی ساری حکایت عرض کر دی۔ جیسے میں نے تمہیں (اے ابن عباس) داستان عشق سنائی ہے۔ آپ نے میری داستان پسند کی۔ آپ نے پسند کیا کہ میں یہ داستان آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سناؤں۔ میں غلامی کی وجہ سے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شرکت نہ کر سکا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "سلمان! مکاتبت کر لو۔" میں نے اپنے آقا سے مکاتبت کر لی کہ میں اس کے لیے کھجوروں کے تین سو پودے اور چالیس اوقیہ سونا دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "صحابہ کرام! اپنے بھائی کی کھجوروں کے بارے میں مدد کرو۔" انہوں نے خمس اور عشر سے میری مدد کی حتیٰ کہ میرے لیے یہ کھجوریں جمع ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: ان کے لیے گڑھے کھودو لیکن کسی گڑھے میں پودا نہ رکھنا، حتیٰ کہ میں آجاؤں اور اسے اپنے ہاتھوں سے لگاؤں۔" میں نے اسی طرح کیا میرے ساتھیوں نے میری مدد کی حتیٰ کہ میں گڑھے کھودنے سے فارغ ہو گیا۔ میں

آپ کی خدمت میں آیا۔ میں آپ کو پودا پیش کرتا آپ اسے گڑھے میں رکھتے اور اس پر مٹی برابر کر دیتے۔ آپ واپس تشریف لے گئے۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان میں سے ایک پودا بھی نہ مرا۔ اب سونا باقی تھا اسی اثناء میں کہ آپ تشریف فرما تھے۔ ایک صحابی نے انڈے جتنا سونا پیش کیا۔ جو اسے کسی معدن سے ملا تھا۔ آپ نے فرمایا: مسکین فارسی مکاتب کو بلاؤ۔ فرمایا "اسی سے زر مکاتبت ادا کرلو۔" میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس سے میرا قرضہ کیسے ادا ہوگا؟ دوسری روایت میں ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے سونے کے انڈے کے ساتھ میری مدد کی اگر کسی کے ساتھ اس کا وزن کیا جاتا تو وہ اس سے بھاری ہوتا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی حواری سے ملے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا تھا لیکن یہ درست نہیں سب سے پہلے انہوں نے غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ اس کے بعد کسی غزوہ میں بھی پیچھے نہ رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کے مابین رشتہ اخوت قائم فرمایا۔

بائیسواں باب

حضرت اہبان بن صیفی رضی اللہ عنہ کی کرامت

معلی نے حضرت عدیسہ بنت اہبان بن صیفی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی کے وصال کا وقت قریب آگیا۔ انہوں نے وصیت کی کہ انہیں دو کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ انہوں نے انہیں تین کپڑوں میں کفن دیا۔ صبح کے وقت انہوں نے تیسرا کپڑا چارپائی پر پایا۔ اسے الطبرانی نے عبداللہ بن عبید کی سند سے حضرت عدیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

تئیسواں باب

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابن اسحاق نے حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا: تم میں سے وہ کون شخص ہے کہ جب اسے شہید کیا گیا میں نے اسے دیکھا کہ اسے آسمانوں اور زمین کے مابین اٹھالیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

چوبیسواں باب

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے ہی پریشان حال اور گرد آلود افراد ہوتے ہیں جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اگر وہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھالیں تو رب تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔" ایران کے شہروں میں سے تستر کے روز جب مسلمان شکست خوردہ ہو کر پیچھے جانے لگے تو مسلمانوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کی: براء! اپنے رب تعالیٰ سے قسم کھائیں۔ انہوں نے عرض کی: مولا! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے حوالے کر دے اور مجھے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دے۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا لوگوں نے بھی ان کے ہمراہ حملہ کر دیا۔ انہوں نے فارس کے سردار مرزبان الزأرہ کو واصل جہنم کیا۔ انہوں نے اس کا سامان لیا اہل ایران کو شکست ہوگئی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

پچیسواں باب

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کرامت

حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں حسین بن السائب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "عقبہ کی رات یا بدر کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم کیسے قتال کرتے ہو؟ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اٹھے اپنی کمان اور تیر لیے۔ عرض کی: جب قوم دوسو ذراع کے قریب ہو تو تیر اندازی کرتے ہیں۔ جب وہ قریب ہو جائے حتیٰ کہ نیزے کام کرنے لگے تو نیزہ زنی کرنی چاہیے حتیٰ کہ نیزے ٹوٹ جائیں پھر ہم نیزے رکھ دیتے ہیں تلوار تھام لیتے ہیں، پھر شمشیر زنی ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح جنگ اتری ہے۔ جو قتال کرے وہ عاصم رضی اللہ عنہ کی طرح قتال کرے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ ان کے امیر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: "میں کسی مشرک کی پناہ میں نیچے نہیں اتروں گا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہ مس کریں گے نہ ہی کوئی مشرک انہیں مس کرے۔ قریش نے اپنے لوگ بھیجے تا کہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا لے کر آئیں۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں کسی سردار قریش کو قتل کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے سائبان کی طرح شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔ انہوں نے حضرت

عاصم کی لاش کو گھیر لیا۔ اسی لیے انہیں "حمی الدبر" کہا جاتا ہے۔ حضرت حسان نے اسی واقعہ کے بارے میں لکھا:

لعمری لقد ساءت هذيل بن مدرك احاديث كانت فی خبيب و عاصم
احاديث لحيان صلوا بقبيحها و لحيان ركابون شر الجرائم

ترجمہ: مجھے اپنی جان کی قسم ہذیل بن مدرک کو ان باتوں نے معیوب بنا دیا ہے جو حضرت خبیب اور عاصم کے بارے بتائی گئی ہے اور لحیان کی باتوں نے بھی انہیں معیوب بنایا۔ جنہوں نے بھی باتوں کی آگ کو تاپا اور بنو لحیان بہت برے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

چھبیسواں باب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابو یعلی نے ابو غالب کی سند سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی قوم کے پاس بھیجا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو مجھے بھوک لگی ہوئی تھی وہ خون کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا: آجاؤ میں نے کہا: میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں اس سے منع کروں۔ میں مغلوب ہو کر سو گیا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس کے پاس برتن تھا جس میں مشروب تھا۔ میں نے اسے پکڑا اور پی گیا اس نے میرے پیٹ کو لبریز کر دیا میں سیر ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص نے انہیں کہا: تمہاری قوم کے خاندان میں سے ایک شخص تمہارے پاس آیا ہے۔ اس پر ظلم نہ کرو۔" وہ میرے پاس دودھ لے کر آئے۔ میں نے کہا: "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں"۔ میں نے انہیں اپنا پیٹ دکھایا۔ ان کے آخری شخص نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

ستائیسواں باب

حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابراہیم بن جنید نے کتاب اولیاء میں بنو سعد کے غلام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سمندر پر سوار ہوئے۔ وہ سوئی سے صحیفے سی رہے تھے ان کی سوئی سمندر میں گر پڑی۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! میں تجھے قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ تو میری سوئی مجھے واپس کر دے۔" وہ سوئی باہر نکل آئی حتیٰ کہ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔

اٹھائیسواں باب

حضرت حجر بن عدی یا قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ کی کرامات

ابراہیم بن جنید نے ”کتاب الاولیاء“ میں منقطع سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو جنابت نے آلیا انہوں نے پانی کے نگران سے کہا: ”مجھے میرا پانی دے دو تاکہ میں اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرلوں۔ مجھے کل کچھ بھی نہ دینا۔“ اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تم پیاسے مرجاؤ گے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی بادل نے ان کے لیے بارش برسادی۔ انہوں نے بقدرِ ضرورت پانی لے لیا۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا: رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں نجات عطا کر دے۔ انہوں نے کہا: مولا! ہمیں شہادت نصیب فرما۔ وہ اور ان کے کچھ ساتھی شہید ہو گئے۔

انتیسواں باب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مطرف! جان لیں فرشتے میرے سر کے پاس مجھ پر سلام بھیجتے تھے۔ وہ بیت اللہ کے پاس اور باب الحجر کے پاس سلام بھیجتے تھے جب میں نے داغ لگوا لیے تو یہ سعادت ختم ہو گئی۔ جب مجھے شفاء ملی تو وہ پھر مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ مطرف! پہلی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ میری یہ بات چھپائے رکھنا۔

تیئیسواں باب

حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا کی کرامت

حضرت ام مالک الانصاریہ سے روایت ہے کہ وہ گھی کی شیشی لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اسے نچوڑ لیا۔ شیشی ان کے حوالے کر دی۔ وہ واپس گئیں تو وہ گھی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ فرماتی ہیں: میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ام مالک! کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: آپ نے میرا ہدیہ مجھے واپس کر دیا ہے۔ آپ

نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے عرض کی: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے اسے اتنا نچوڑا کہ مجھے شرم آنے لگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ام مالک رضی اللہ عنہا! تمہیں مبارک ہو۔ یہ برکت ہے رب تعالیٰ نے اس کا ثواب تمہیں جلد عطا کر دیا ہے۔

اکتیسواں باب

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آذر بائیجان پر حملہ کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ واپسی پر وہ علیل ہو گئے ہم نے انہیں اٹھا لیا وہ وصال کر گئے۔ ہم نیچے اترے تو ان کی قبر کھودی ہوئی تھی۔ پانی رکھا گیا تھا کفن اور حنوط رکھا ہوا تھا۔ ہم نے انہیں غسل دیا کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ ہم میں سے ایک شخص نے کہا: "کاش! ہم واپس جائیں اور ان کی زیارت کریں۔ ہم واپس آئے تو وہاں قبر بھی نہ تھی نشانِ قبر بھی نہ تھا۔"

بتیسواں باب

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی کرامات

امام بیہقی نے حضرت طفیل بن سنجرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم یہودی ہیں۔" میں نے کہا: کیا تم وہی قوم نہیں ہو جو عزیر کو ابن اللہ کہتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیا تم نہیں کہتے۔ ماشاء اللہ وشاء محمد، پھر میں عیسائیوں کے پاس آیا۔ میں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم عیسائی ہیں۔ میں نے کہا: تم وہی قوم ہو جو مسیح کو ابن اللہ کہتی ہو؟ انہوں نے کہا: تم بھی ماشاء اللہ وشاء محمد نہیں کہتے؟ وقتِ صبح میں نے لوگوں کو یہ خواب سنایا۔ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق عرض کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے کسی کو یہ خواب بتایا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد! طفیل نے خواب دیکھا ہے تم میں سے بعض کو یہ بتایا ہے تم ایک بات کرتے ہو مجھے حیاء اس سے روکتی تھی۔ تم یوں نہ کہا کرو۔ ماشاء اللہ وشاء محمد۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں سے تحفظ

پہلا باب

مذاق اڑانے والوں کا انجام

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ (الانعام: ۱۰)

ترجمہ: اور بلاشبہ مذاق اڑایا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے پھر گھیر لیا انہیں جو مذاق اڑاتے تھے رسولوں کا اس چیز نے جس کے ساتھ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ (الانعام: ۳۴)

ترجمہ: اور بے شک جھٹلائے گئے رسول آپ سے پہلے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر پھر یہاں تک کہ آپہنچی انہیں ہماری مدد اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو اور آ ہی چکی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ (الحجر: ۹۵)

ترجمہ: ہم کافی ہیں۔ آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے۔

ابونعیم، امام بیہقی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب اور حارث بن عیطلہ السہمی آپ کا مذاق اڑانے والوں میں شامل تھے۔ جب ان کا آپ سے مذاق حد سے گزر گیا تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بتایا۔ آپ نے ولید انہیں دکھایا۔ انہوں نے اس کے بازو کی رگ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے انہیں پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: میں اسے کافی ہو گیا ہوں، پھر آپ نے انہیں اسود بن مطلب دکھایا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں کی طرف

اشارہ کیا۔ آپ نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے کافی ہوگیا ہوں، پھر آپ نے انہیں اسود بن عبد یغوث دکھایا۔ انہوں نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے کافی ہوگیا ہوں۔ ولید کے پاس سے خزاعہ کا ایک شخص گزرا وہ اپنا تیر درست کر رہا تھا جو اس کی رگ کو لگا اس نے اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ اسود بن مطلب سمرہ کے درخت کے نیچے اترا۔ اس نے کہا: بیٹو! کیا تم میرا دفاع نہیں کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہمیں تو کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا ہوں۔ کوئی میری آنکھوں میں کانٹے مار رہا ہے، حتیٰ کہ اس کی بینائی ختم ہوگئی۔ اسود بن عبد یغوث کے سر میں پھوڑا نکلا وہ اس سے مرگیا۔ حارث کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا حتیٰ کہ وہ اس کے منہ سے نکلنے لگا۔ وہ اس سے مرگیا۔ عاص سوار ہو کر طائف گیا وہ کانٹے پر بیٹھ گیا کانٹا اس کے تلوے پر لگا اس نے اسے مار ڈالا۔

ابوشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص تھا جو آپ کی محفل میں بیٹھتا تھا۔ جب آپ محو گفتگو ہوتے تو وہ اپنے چہرے پر لرزہ طاری کرتا۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ہو جا۔ وہ تادم مرگ لرزتا رہا۔ بزار اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں آپ چند لوگوں کے پاس سے گزرے۔ وہ آپ کے پیچھے اشارے کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے: یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ آپ کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے اشارہ کیا تو اس کے جسموں میں ناخنوں کے نشانات جیسی پھنسیاں نکل آئیں۔ وہ بعد میں پھوڑے بن گئے ان سے بدبو آنے لگی۔ ان کے قریب جانے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ (الحجر: ٩٥)

ترجمہ: ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے۔

الطبری میں حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالحکم کے پاس سے گزرے وہ آپ کی طرف اشارے کرنے لگا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔"

دوسرا باب

ابوجہل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا: کیا محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمہارے سامنے اپنا چہرۂ (انور) کو زمین پر رکھتے ہیں۔" کہا گیا: ہاں۔ اس نے کہا: لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انہیں اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن (مبارک) کو روند ڈالوں گا یا ان کے چہرہ کو خاک آلود کر دوں گا۔ وہ حضور اکرم، عبد اکمل ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ نماز ادا کر رہے تھے تاکہ وہ آپ کی مبارک گردن کو روندے۔ وہ فوراً الٹے پاؤں پلٹا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کر رہا تھا۔ اسے پوچھا گیا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے مابین آگ سے لبریز خندق ہے۔ میں نے اس میں خون اور پر دیکھے۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ قریب جاتا تو ملائکہ اس کا عضو عضو اکھیڑ دیتے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ⑥

بزار، الطبرانی، الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک روز میں مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا ابو جہل آیا اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کے لیے نذر مانتا ہوں کہ اگر میں نے محمد عربی (ﷺ) کو سجدہ ریز دیکھا تو ان کی گردن کو روند دوں گا۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور ابو جہل کی بات بتا دی آپ غصے سے باہر تشریف لائے۔ مسجد آئے دروازے سے داخل ہونے میں جلدی کی دیوار میں سے داخل ہو گئے۔ میں نے کہا: آج برا دن ہے۔ میں نے ازار باندھا اور آپ کے پیچھے ہو گیا۔

ابن اسحاق، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد عربی (ﷺ) نے انکار ہی کر دیا ہے۔ تم دیکھتے ہو وہ ہمارے دین کے عیب نکالتے ہیں ہمارے آباء کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ہماری عقلوں کو احمق کہتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں میں رب تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ کل میں ان کے لیے پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ جب وہ اپنی نماز میں سجدہ کریں گے تو اس کے ساتھ ان کا سر کچل دوں گا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف مجھ سے جو چاہیں کر لیں۔ وقت صبح اس نے پتھر لیا حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ قریش اپنی اپنی محافل میں منتظر تھے جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو ابو جہل نے پتھر اٹھا لایا۔ جب آپ کے قریب ہوا تو تیزی سے واپس پلٹا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ہاتھ پتھر پر خشک ہو چکا تھا۔ اس نے ہاتھ سے پتھر نیچے پھینک دیا۔ وہ قریش کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: جب میں آپ کی طرف گیا تو میرے سامنے ایک نر اونٹ آ گیا میں نے اتنا بڑا سر اور گردن نہ ہی کبھی کسی اونٹ کے جبڑے اتنے بڑے دیکھے تھے وہ مجھے کھا جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔ امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابو جہل حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے کہا: محمد عربی (ﷺ) کیا میں نے آپ کو منع نہیں کیا تھا کہ آپ نماز نہ پڑھیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مجلس کے اعتبار سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس نے آپ کو جھڑ کا حضرت جبرائیل امین نے کہا: "وہ بلا لے اپنی مدد کے

لیے اپنے ہم نشینوں کو ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلالیں گے۔" بخدا! اگر وہ اپنے ہم نشینوں کو بلاتا تو عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔

تیسرا باب

العوراء بنت حرب سے تحفظ

ابو یعلی، ابن حبان، حاکم، مردویہ اور بیہقی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے، ابن ابی شیبہ اور دار قطنی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ①

ترجمہ: ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

توام جمیل عوراء آئی۔ وہ شور کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "مذمم کا ہم انکار کرتے ہیں۔ اس کے دین سے ہم اکتائے ہوئے ہیں۔ اس کے حکم کی ہم نافرمانی کرتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پہلو میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ آ گئی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا: یہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ آپ نے قرآن پاک پڑھا۔ آپ اس سے محفوظ ہو گئے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿٤٥﴾ (الاسراء: ۴۵)

ترجمہ: (اے محبوب) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے۔

وہ آئی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو گئی۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ اس نے میرے ہجو کی ہے۔ میرے خاوند کی ہجو کی ہے۔ انہوں نے کہا: بیت اللہ کے رب کی قسم! انہوں نے تیری ہجو نہیں کی۔ وہ چلی گئی وہ کہہ رہی تھی: قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔ دوسری روایت میں ہے اس نے کہا: ابو بکر! تمہارے صاحب کو کیا ہو گیا ہے وہ میرے بارے شعر کہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے میری ہجو کی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میرے صاحب نہ شاعر ہیں نہ ہی انہوں نے تیری ہجو کی ہے۔ اس نے کہا: کیا انہوں نے کہا نہیں؟ فی

جیدھا حبل من مسد۔ انہیں کیا معلوم کہ میری گردن میں کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ کیا میرے پاس کسی کو دیکھ رہی ہو۔ وہ مجھے نہیں دیکھ رہی۔ رب تعالیٰ نے میرے اور اس کے مابین حجاب بنا دیا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اس نے کہا: کیا تم میرے پاس مذاق کرتے ہو۔ بخدا! میں نے تمہارے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ واپس چلی گئی وہ کہہ رہی تھی: قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی نورِ نظر ہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس نے آپ کو دیکھا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: میرے اور اس کے مابین جبرائیل حائل ہو گئے تھے انہوں نے مجھے اپنے پروں سے ڈھانپ رکھا حتیٰ کہ وہ چلی گئی۔

چوتھا باب

مخزومیوں سے تحفظ

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو مخزوم میں سے کچھ افراد نے آپ کو شہید کرنے کے لیے مشورہ کیا۔ ان میں ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور بنو مخزوم میں سے کچھ افراد تھے اسی اثناء میں کہ آپ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے کہ انہوں نے آپ کی قرات سن لی انہوں نے ولید کو آپ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کو شہید کر دے۔ وہ اس جگہ گیا جہاں آپ نماز ادا کر رہے تھے وہ آپ کی قرات سن رہا تھا لیکن آپ کو دیکھ نہ رہا تھا۔ وہ ان کے پاس واپس آیا۔ انہیں بتایا اس کے بعد ابو جہل اور ولید اور کچھ افراد وہاں آئے جب وہ آواز مبارک تک پہنچے تو آواز ان کے پیچھے سے آنے لگتی جب وہ اس تک پہنچے تو وہ آواز ان کے پیچھے سے آنے لگی۔ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے وہ چلے گئے۔

پانچواں باب

دعثور بن حارث سے تحفظ

امام واقدی نے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم سرورِ کائنات ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ تک یہ خبر پہنچی کہ بنو غطفان کا ایک لشکر ذوامر کے مقام پر جمع ہے وہ اس ارادے سے جمع ہو رہے ہیں کہ وہ آپ کی اطراف پر حملہ آور ہوں۔ ان کے ہمراہ دعثور بن حارث بھی ہے۔ آپ ۴۵۰ مجاہدین کا لشکر لے کر عازمِ سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ گھوڑے بھی تھے۔ لوگ ان سے ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئے۔ آپ ذوامر اترے اور وہیں خیمہ زن ہو گئے۔ وہاں بہت

زیادہ بارش ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ پر بارش اتری اور آپ کے کپڑے گیلے ہو گئے آپ نے اپنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ذی امر کی وادی رکھی۔ اپنے کپڑے اتارے اور انہیں خشک کرنے کے لیے پھیلا دیا۔ آپ نے وہ کپڑے درخت پر پھینکے پھر اسی کے نیچے لیٹ گئے۔ اعرابی آپ کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دعثور سے کہا: یہ ان کا سردار اور سب سے بہادر تھا۔ محمد عربی ﷺ پر حملہ کرنا تمہارے لیے ممکن ہے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علیحدہ ہیں اگر انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مدد طلب کی تو وہ ان کی مدد تک نہ پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ تم انہیں شہید کر دو۔" دعثور اس نے تیز تلوار لی پھر آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تلوار سونتی۔ اس نے کہا: محمد عربی! (ﷺ) آج مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ۔ حضرت جبرائیل امین نے اس کے سینے پر مارا تلوار اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ آپ نے وہ تلوار لی اس کے سر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: کوئی بھی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ میں کبھی بھی آپ کے خلاف لشکر جمع نہ کروں گا۔ آپ نے اسے تلوار دی وہ چلا گیا، پھر چہرہ پھیر کر کہا: بخدا! آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس کا زیادہ مستحق ہوں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا۔ اس نے کہا: تو کیا کہتا تھا۔ تلوار تیرے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا: بخدا! اسی طرح ہے، لیکن میں نے ایک سفید اور طویل شخص کو دیکھا اس نے میرے سینے پر مارا میں پشت کے بل گر پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے گواہی دی کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ (المائدہ: ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔

امام بیہقی نے غزوہ ذات الرقاع میں بھی اسی طرح کا واقعہ ذکر کیا ہے جو اس کی مثل ہے۔ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ قصے ہیں۔ اگر امام واقدی کو یہ یاد رہا ہے کہ اسے اسی غزوہ میں ہی تحریر کرنا ہے۔

چھٹا باب

نضر بن حارث سے تحفظ

ابونعیم نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ نضر آپ کو اذیت دیتا تھا وہ آپ سے تعرض کرتا تھا۔ ایک دن آپ دوپہر

کے وقت قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ثنیۃ الحجون کے نیچے تشریف لے گئے۔ نضر بن حارث نے آپ کو دیکھ لیا۔ اس نے کہا: میں پھر آپ کو کبھی اس طرح تنہا نہ پا سکوں گا۔ اس نے حیلہ کیا وہ آپ کے قریب ہوا، پھر وہ گھبرا کر اپنے گھر لوٹ آیا۔ وہ ابو جہل سے ملا اس نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا: میں محمد عربی ﷺ کے پیچھے گیا تا کہ آپ کو دھوکہ سے قتل کروں میں نے سیاہ ناگ دیکھا جو منہ کھولے میرے سر پر اپنے جبڑے مارنے لگا میں گھبرا گیا۔ میں واپس آ گیا۔ ابو جہل نے کہا: یہ تو ان کا بعض جادو ہے۔

ساتواں باب

حارث سے آپ ﷺ کا تحفظ

شیخان، ابن اسحاق، ابونعیم، حاکم، بیہقی نے کئی طرق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم ذات الرقاع کی جگہ آپ کے ساتھ تھے۔ ہم ایک سایہ دار درخت کے نیچے پہنچے۔ ہم نے اسے حضور اکرم ﷺ کے لیے ہی چھوڑ دیا۔ بنو محارب میں سے ایک شخص غورث نے اپنی قوم سے کہا: میں تمہارے لیے محمد عربی ﷺ کو شہید کر دیتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ اس درخت کے نیچے تشریف لائے۔ اپنی تلوار معلق کی، پھر سو گئے اچانک آپ نے ہمیں یاد فرمایا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی خدمت میں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس اعرابی نے میری تلوار لی۔ میں سویا ہوا تھا جب میں بیدار ہوا تو یہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی اس نے مجھے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ حاکم نے یہ اضافہ کیا ہے: تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی ابونعیم میں ہے: اسے لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے تلوار لی۔ فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ بہترین تلوار پکڑنے والے بن جائیں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں اس ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو سارے لوگوں میں سے بہترین ہے۔

تنبیہات:

1. غورث، جعفر کے وزن پر ہے۔ بعض نے اسے غورث پڑھا ہے اس کا معنی بھوک ہے۔ خطیب نے اسے غورک پڑھا ہے۔ خطابی نے اسے غویرث پڑھا ہے۔ بعض نے اسے عین سے پڑھا ہے، لیکن یہ دراصل غین سے ہے۔
2. حافظ ذہبی نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: وہ غورث بن حارث جس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ۔ آپ نے تین دفعہ اسی طرح فرمایا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے حافظ نے لکھا ہے کہ بخاری میں

اس کے اسلام کا تذکرہ نہیں ہے پھر انہوں نے ان سارے طرق کا تذکرہ کیا ہے جو بخاری نے اپنی صحیح میں لکھے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ اس کو غورث نے مسند الکبیر، از مسدد میں روایت کیا ہے اس میں صراحت ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس روایت میں ہے کہ آپ نے اس اعرابی سے فرمایا جبکہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی تھی۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی: آپ بہترین تلوار پکڑنے والے بن جائیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں! لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ قتال نہیں کروں گا نہ ہی اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ کے ساتھ قتال کرے۔ آپ نے اسے جانے دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں لوگوں میں سے بہترین ہستی کے پاس سے آیا ہوں۔ امام احمد نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ثعلبی نے کلبی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کیا ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں اس کے اسلام نہ لانے کا ذکر ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان طرق میں تذکرہ نہیں ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا، گویا کہ امام ذہبی نے دعثور بن حارث کے تذکرہ میں دیکھا کہ واقدی نے اس سے ملتا جلتا واقعہ لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے دونوں روایتوں کو جمع کیا اور غورث کے اسلام کو ثابت کر دیا اگر اس طرح ہے تو ان کی اس کوشش میں اعتراض کی گنجائش ہے انہوں نے اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا اس میں یہ تذکرہ نہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح کہ اس پر یقین حاصل ہوتا ہے کہ ان دونوں سے ایک ہی قصہ مراد ہو حالانکہ احتمال یہ ہے کہ یہ دونوں جدا گانہ واقعات ہیں۔ اگرچہ واقدی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ المختصر یہ احتمال ہی ہے بعض علماء نے اس کے اس قول سے اس کے اسلام پر استدلال کیا ہے۔ "میں تمہارے پاس اس ہستی سے آیا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہے۔"

آٹھواں باب

سراقہ بن مالک سے تحفظ

شیخان نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: قوم نے ہماری جستجو کی لیکن سراقہ کے علاوہ ہمیں اور کوئی نہ پا سکا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تعاقب کرتا ہوا ہمیں آملا ہے۔" آپ نے فرمایا: غمزدہ نہ ہوں بلاشبہ رب تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ جب اس کے اور ہمارے مابین ایک یا تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے جیسے چاہتا ہے کافی ہو جا۔ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں اس کے پیٹ تک زمین

میں دھنس گئیں۔ اس نے عرض کی: یا محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کا عمل ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے اس تکلیف سے نجات دے۔ بخدا! میں ہر اس شخص کو روک لوں گا جو آپ کا تعاقب کرے گا۔" آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ وہ واپس چلا گیا۔" یہ داستانِ عبرت پہلے ہجرت کے واقعات میں ذکر ہو چکی ہے۔

نواں باب

یہود سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ

ابن جریر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے، بریر بن زیاد، عبدالحمید نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے ابن اسحاق نے عاصم بن عمر سے ابن قتادہ سے اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم اور بیہقی نے زہری سے، اور عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنونضیر کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کلابیوں کی دیت کے بارے ان سے بات چیت کرنے گئے تھے۔ انہوں نے کہا: ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ تشریف رکھیں۔ آپ کھانا کھائیں۔ آپ کا کام ہو جائے تو واپس تشریف لے چلیں۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ وہ منتظر تھے کہ ان کا امر درست ہو جاتے جب یہود خلوت میں گئے انہوں نے آپ کو شہید کرنے کے لیے باہم مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: پھر تمہیں ایسا موقع دستیاب نہ ہو سکے گا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس گھر کی چھت پر چڑھ جاتا ہوں جس کے نیچے وہ بیٹھے ہوئے ہیں میں آپ پر پتھر پھینک کر آپ کو شہید کر دیتا ہوں۔ وہ بڑی سی چکی لے آئے تاکہ اسے آپ پر پھینکیں۔ رب تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیے۔ اس نے بتا دیا کہ یہودیوں نے آپ کے لیے کیا مشاورت کی تھی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ (المائدہ:١١)

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔

دسواں باب

زید بن قیس اور عامر بن طفیل سے تحفظ

الطبرانی، ابن منذر، ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابن زید سے، بیہقی نے ابن

اسحاق سے، روایت کیا ہے کہ عامر بن طفیل حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اربد سے کہا: ہم اس شخص کے پاس جاتے ہیں۔ میں تیری طرف سے ان کا چہرہ مشغول رکھوں گا۔ جب میں اس طرح کرلوں تو تم ان کا کام تمام کر دینا۔ اس نے کہا: میں اسی طرح کروں گا۔ جب وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ اس نے کہا: محمد عربی ﷺ میرے ساتھ اٹھیں۔ میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے ساتھ اٹھے وہ آپ کو دیوار کی سمت لے گیا۔ عامر آپ سے بات کرنے لگا۔ اس نے کہا: محمد عربی ﷺ میری کفالت کریں۔ آپ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ تو رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے۔ اس نے کہا: بخدا! میں آپ کے خلاف سرخ گھوڑوں اور پیادہ دستوں سے زمین بھر دوں گا۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے دعا فرمائی: مولا! عامر بن طفیل کو میری طرف سے کافی ہوجا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے نکلے تو عامر نے اربد سے کہا: تیرے لیے ہلاکت! تو نے وہ کام کیوں نہ کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ بخدا! میں روئے زمین پر سب سے زیادہ تم سے ڈرتا تھا۔ بخدا! اب میں آج کے بعد تم سے نہ ڈروں گا۔ اربد نے کہا: تیرا باپ مرے۔ میرے بارے میں جلدی نہ کر۔ بخدا! میں نے جب بھی آپ پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو تو میرے اور ان کے مابین آجاتا۔ مجھے تیرے علاوہ کوئی نظر نہ آتا کیا میں تجھ پر وار کر دیتا؟

گیارھواں باب

اس سے آپ ﷺ کا تحفظ جو آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا

ابن جریر نے محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سپہ سالار اعظم ﷺ کسی جگہ فروکش ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے لیے سایہ دار درخت تلاش کرتے۔ آپ اس کے نیچے آرام فرما ہوجاتے۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنی تلوار سونتی۔ اس نے کہا: مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ! اعرابی کا ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔ اپنا سر درخت پر دے مارا دماغ نیچے بکھر گیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ (المائدہ: ٦٧)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے (شر) سے بچائے گا۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کے لیے کچھ اوقیہ سونا مقرر کیا گیا بشرطیکہ وہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرما دیا۔ آپ نے حکم دیا تو اسے پھانسی دے دی گئی۔ یہ پہلا شخص تھا جسے اسلام میں پھانسی دی گئی تھی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اسلام میں

جسے سب سے پہلے پھانسی دی گئی وہ بنولیث کا ایک شخص تھا۔ قریش نے اس کے لیے کچھ اوقیہ سونا مقرر کیا بشرطیکہ وہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دے۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے اس کی طرف ایک شخص بھیجا۔ اس نے اسے تختہ دار پر کھینچ دیا۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد کچھ قریش حجر میں بیٹھے۔ اس نے کہا: غزوہ بدر میں ہمارے آباء مرنے کے بعد ہماری زندگی مکدر ہو گئی ہے۔ کاش! ہمیں ایسا شخص مل جائے جو محمد عربی ﷺ کو شہید کر دے۔ ہم اس کے لیے انعام مقرر کر دیں گے۔ ایک شخص نے کہا: بخدا! میرا سینہ بہادر ہے۔ میرے پاس عمدہ گھوڑا اور عمدہ تلوار ہے۔ میں انہیں شہید کر دوں گا۔ ہر قبیلے نے اسے ایک اوقیہ سونا دینا طے کر لیا۔ وہ روانہ ہوا۔ مدینہ طیبہ پہنچا۔ اپنی مسلمان قوم کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا: تو کیوں آیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس لیے میں آیا ہوں۔ رب تعالیٰ نے اس کے بارے اپنے نبی کریم ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔ آپ نے اس شخص کی طرف پیغام بھیجا۔ جس کے ہاں وہ بطور مہمان ٹھہرا تھا۔ اپنے مہمان کو دیکھو اسے زنجیروں سے باندھ کر میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ اسے لے کر نکلے تو وہ بآواز بلند کہنے لگا: کیا تم اس کے ساتھ اس طرح کرتے ہو جو تمہارا دین اختیار کرتا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا: سچ سچ بتا معاملہ کیا ہے۔ لوگوں نے گمان کیا کہ اگر اس نے سچ بول دیا تو آپ اسے معاف کر دیں گے۔ اس نے کہا: میں اسلام قبول کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ نے اس کا واقعہ سنایا، پھر اسے ذباب ''پہاڑ'' پر پھانسی دی گئی۔

بارھواں باب

شیبہ بن عثمان سے تحفظ

امام بیہقی نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت شیبہ نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ نے حنین پر حملہ کیا تو مجھے میرا چچا اور باپ یاد آ گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے ان کا کام تمام کیا تھا۔ میں نے کہا: میں آج محمد عربی ﷺ سے اپنا بدلہ لے لوں گا۔ میں آپ کے پیچھے سے آیا۔ جب اتنا فاصلہ رہ گیا کہ میں تلوار سے آپ پر حملہ کر سکتا تھا تو میرے اور آپ کے مابین شعلے کی طرح بجلی چمکی۔ میں الٹی چال چلتے ہوئے پیچھے آ گیا۔ آپ نے میری طرف دیکھا۔ فرمایا: ''شیبہ! قریب آ جاؤ۔'' آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا رب تعالیٰ نے میرے سینے سے شیطان کو نکال دیا۔ میں نے نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے تھے۔

تیرھواں باب

منافقین سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ

ابن ابی حاتم، ابو شیخ نے ضحاک سے، بیہقی نے عروہ سے، انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

وھمّوا بما لم ینالوا۔

ترجمہ: اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا تھا جسے وہ نہ پا سکے تھے۔

حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے مدینہ طیبہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو منافقین نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ وہ آپ کو کسی گھاٹی میں پھینک دیں گے یا آپ کو شہید کر دیں گے۔ جب انہوں نے عزم کر لیا۔ وہ گھاٹی تک پہنچے انہوں نے آپ کے ساتھ ساتھ چلنا چاہا جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو ان کے متعلق آگاہ کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں وادی کے دامن میں چلنا چاہیے وہاں تمہارے لیے وسعت ہے۔ آپ گھاٹی پر چلنے لگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وادی میں چلنے لگے۔ سوائے ان منافقین کے جنہوں نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کی کوشش کرنا تھا۔ جب انہوں نے یہ فرمان سنا تو انہوں نے تیاری کر لی۔ انہوں نے چہرے چھپا لیے۔ انہوں نے ایک بڑے (بُرے) کام کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ پیدل چلیں۔ آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھام لیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ناقہ مبارک کو ہانکیں۔ اسی اثناء میں کہ وہ چل رہے تھے۔ انہوں نے پیچھے سے لوگوں کی آوازیں سنیں جو ان کے قریب آ چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غصے میں ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا کہ وہ انہیں واپس لوٹا دیں۔ انہوں نے آپ کا غصہ ملاحظہ کر لیا تھا۔ وہ واپس گئے ان کے پاس خم دار ڈنڈا تھا۔ وہ ان کی سواریوں کو پیچھے دھکیلنے لگے۔ وہ انہیں ڈنڈے سے مارنے لگے۔ قوم نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ نقاب اوڑھے تھے۔ یہ احساس بھی نہ تھا کہ یہ کسی مسافر نے کیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو رب تعالیٰ نے انہیں مرعوب کر دیا۔ انہوں نے سمجھا کہ ان کی سازش آپ پر آشکارا ہو چکی ہے وہ جلدی سے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مل جل گئے حضرت حذیفہ واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: "حذیفہ! تم سواری کو مارو۔ عمار! تم پیدل چلو۔" وہ جلدی سے گئے حتیٰ کہ گھاٹی کے اوپر چلے گئے۔ گھاٹی سے باہر نکل گئے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگے آپ نے فرمایا: "حذیفہ رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں ان لوگوں کے بارے علم ہے۔ اس گروہ کے متعلق یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق

علم ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے فلاں فلاں کی سواری کو پہچان لیا ہے، رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے نقاب بھی کیے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں علم ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ انہوں نے عرض کی: "نہیں بخدا! یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: انہوں نے سازش کی کہ وہ میرے ساتھ چلیں جب میں گھاٹی میں تاریک جگہ پہنچوں تو وہ مجھے نیچے گرا دیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام بھی بتا دیے ہیں۔ وہ عبداللہ بن سعد، ابو حاصر الاعرابی، ابو عامر، حلاس بن سوید بن صامت، مجمع بن جاریہ، فلیح التیمی، حصین بن نمیر، طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ اور مرہ بن ربیع تھے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ آپ ان کی گردنیں اڑا دینے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد عربی (ﷺ) اپنے ساتھیوں کی گردنیں اڑانے لگے ہیں۔" وقت صبح آپ نے ان سب کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: تم نے یہ ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ انہوں نے یہ باتیں کی ہیں اور نہ ہی یہ ارادہ کیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ (التوبہ: ۷۴)

ترجمہ: قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی۔ کفر کی بات اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر کی اور اور اس چیز کا ارادہ کیا تھا جسے وہ نہ پا سکے تھے۔

یہ بارہ منافقین تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی، ان کا سرغنہ ابو عامر تھا اس کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

چودھواں باب

شیاطین سے آپ ﷺ کا تحفظ

1. امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات ایک شیطان نے مجھ پر حملہ کیا تاکہ وہ میری نماز کو منقطع کر دے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا فرما دیا۔ میں نے چاہا کہ میں اسے مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں، تاکہ وقت صبح تم سب آگ کی طرف دیکھو، پھر مجھے میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی۔

رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔

ترجمہ: مولا! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔
وہ خائب و خاسر واپس چلا گیا۔

◆ امام احمد نے ابوالتیاح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عبدالرحمان بن خنبش سے پوچھا: "جب شیاطین آپ کے قریب گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا: اس رات پہاڑوں اور وادیوں سے شیاطین آپ کی سمت آئے۔ وہ آپ کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ ان میں ایک شیطان تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا وہ اس کے ذریعہ آپ کا چہرۂ انور جلانا چاہتا تھا۔ حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: محمد عربی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھیں۔" آپ نے فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ انہوں نے عرض کی: یہ پڑھیں:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃِ من شر ما خلق و ذرأ و برأ و من شر ما ینزل من السماء و من شرّ ما یعرج فیھا و من شر فتن اللیل و النھار و من شر کل طارق الا طارقاً یطرق بخیر یا رحمان۔

آپ نے اسی طرح کہا تو ان کی آگ بجھ گئی۔ رب تعالیٰ نے انہیں رسوا کر دیا۔

◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کی بعثت ہوئی تو ابلیس آپ کے پاس آیا۔ وہ آپ سے مکر کرنا چاہتا تھا۔ جبرائیل نے اس پر حملہ کیا۔ اسے اپنا کندھا مارا اور اسے اردن کی وادی میں پھینک دیا۔ ابوالشیخ اور الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں سجدہ ریز تھے ابلیس آیا اس نے آپ کی گردن کو روندھنا چاہا۔ حضرت جبرائیل امین نے اسے پھونک ماری اس کے قدم نہ جمے حتیٰ کہ وہ اردن پہنچ گیا۔

پندرھواں باب

کیڑے مکوڑوں سے تحفظ

ابونعیم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک منگوائے تاکہ انہیں پہنیں آپ نے ایک پہنا۔ کوا آیا۔ دوسرا نعلین اٹھایا۔ اسے پھینک دیا۔ اس سے سانپ نکلا۔ آپ نے فرمایا:
"جو شخص یوم آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ جھاڑنے کے بغیر اپنے جوتے نہ پہنے۔"

فضائل انبیاء علیہم السلام کا فضائل محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موازنہ

پہلا باب

اس موضوع کے متعلق فوائد

علماء کرام نے لکھا ہے: سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو معجزہ یا فضیلت عطا کی گئی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی مثل معجزہ یا فضیلت عطا کی گئی یا اس سے عظیم تر معجزہ یا فضیلت بخشی گئی، امام شافعی نے فرمایا ہے: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو عطا فرمایا اس سے بڑھ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ عمرو اور سوار نے بھی اس طرح کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنے کا معجزہ عطا کیا گیا جس کے پہلو کے ساتھ آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ یہ آپ کے لیے منبر کی طرح تھا جب آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا تو وہ تنا رونے لگا حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی آواز سنی۔ اس میں زیادہ معجزہ نمائی ہے۔

الحافظ جمال الدین المزنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے لکھا ابو عبید نے اپنی کتاب الدلائل میں اس موضوع پر علیحدہ فصل باندھی۔ ابو محمد اور ابو عبداللہ بن حامد الفقیہ نے بھی اس موضوع پر علیحدہ فصلیں باندھی ہیں۔ اس طرح شیخ الزملکانی اور ہمارے شیخ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے امام صرصری نے بھی انہیں شعروں میں قلمبند کیا ہے ان شاء اللہ! میں اس باب میں ان کا خلاصہ ذکر کروں گا۔ ان شاء اللہ!

دوسرا باب

جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا اس کے ساتھ موازنہ

ان کے فضائل میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے تخلیق کیا مسجود ملائکہ بنایا ہر چیز کا نام سکھایا۔ ان سے ہم کلام ہوا۔ جیسے کہ ابوداؤد اور الطبرانی کی روایت میں ہے جبکہ ہمارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ انور اس نے بذات خود کھولا۔ اس میں ایمان اور حکمت تخلیق کیا۔ یہی خلق نبوی ہے حضرت آدم علیہ السلام سے خلق وجودی کا اہتمام ہے

جب کہ حضور اکرم ﷺ سے خلق سوی کا اہتمام ہے لیکن خلق آدم علیہ السلام سے مقصود حضور اکرم ﷺ کی تخلیق ہی ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام وسیلہ ہیں مقصود وسیلہ سے افضل ہوتا ہے جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ ہونے کا تذکرہ ہے تو امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ملائکہ کو حضور اکرم ﷺ کے مبارک نور کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ آپ کا نور مبارک ان کے چہرہ انور پر تاباں تھا۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تجليت الله في وجه آدم فصلى له الا ملاك حين توسّلا

اللہ اللہ! آپ چہرہ آدم پر ضوفشاں تھے۔جب انہوں نے آپ کو وسیلہ بنایا تو فرشتوں نے ان کے لیے درود پڑھا۔امام سہل بن محمد نے لکھا ہے کہ یہ شرف جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو سرفراز فرمایا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (الاحزاب:٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں حضور ﷺ پر اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

اس شرف سے زیادہ مکمل اور جامع ہے جس سے رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مشرف فرمایا تھا کہ انہیں مسجود ملائک بنایا کیونکہ یقیناً سجدہ کرنے میں رب تعالیٰ کی ذات شامل نہ تھی۔وہ شرف جس کا صدور رب تعالیٰ سے،فرشتوں سے اور اہل ایمان سے ہو وہ اس شرف سے افضل ہے جو صرف ملائکہ سے ہو۔یہ شرف واقع ہو گیا پھر ختم ہو گیا، جبکہ آپ کا یہ شرف دائمی اور ابدی ہے۔اسے امام واحدی نے اسباب نزول میں ان سے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔اسے جہاں تک اسماء سکھائے جانے کا تعلق ہے تو دیلمی نے سند الفردوس میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی اور مٹی میں میری امت کی میرے لیے شباہت پیش کی گئی مجھے بھی اسی طرح سارے اسماء سکھائے گئے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے۔میں کہتا ہوں الطبرانی کے پاس اس روایت کی شاہد بھی ہے حضرت ابو حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات اس درخت سے بھی قریب تر مجھ پر میری امت پیش کی گئی۔اس کا اول و آخر پیش کیا گیا۔ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جن کی تخلیق ہو چکی ہے وہ تو آپ کو پیش کیے گئے لیکن جن کی تخلیق نہیں ہوئی انہیں آپ پر کیسے پیش کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: میرے لیے ان کی مٹی میں تصویر بنائی گئی حتیٰ کہ میں کسی انسان کو اس کے ساتھی سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔

تیسرا باب

جو فضائل حضرت ادریس علیہ السلام کو عطا کیے گئے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قاب قوسین تک رفعت عطا کی۔ یہ تفصیلات معراج کے ابواب میں گزر چکی ہے اعادہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔

چوتھا باب

جو فضائل حضرت نوح علیہ السلام کو عطا کیے گئے

ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ یہ ہے کہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ طوفان سے ان کی قوم غرق ہوگئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار دعائیں قبول ہوئیں۔ آپ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ بیس سال کی مدت میں لاکھوں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے لوگ گروہ در گروہ دین الٰہی میں داخل ہونے لگے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے، مگر ایک سو سے بھی کم افراد ان پر ایمان لائے۔ ابومحمد عبداللہ بن حامد الفقیہ نے لکھا ہے کہ انہیں ایک فضیلت یہ بھی دی گئی تھی کہ ان کی دعا مقبول ہوگئی اور ان کی قوم کی ہلاکت سے ان کے سینے کو شفاء ملی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی مثل عطا کیا گیا تھا قریش نے آپ کی تکذیب کی۔ مذاق اڑایا۔ رب تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ نازل کیا۔ رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپ کی اطاعت کرے اگر آپ اسے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے فرمائیں، مگر آپ نے ان کی اذیتوں پر صبر اختیار کیا۔ آپ ان کی ہدایت کے لیے دعائیں کرتے رہے پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے خود کو قبائل پر پیش کیا۔ شیخ نے لکھا ہے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ معجزہ بھی ہے کہ کشتی میں ان کے لیے حیوانات کو مسخر کر دیا گیا تھا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حیوانات کی کئی انواع مسخر کر دی گئیں تھیں آپ نے بخار کو مدینہ طیبہ سے جحفہ بھیجا حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ انہیں کشتی میں نجات ملی۔ بلاشبہ پانی پر کشتی کے بغیر چلنا کشتی پر چلنے سے زیادہ معجزہ نمائی رکھتا ہے۔ آپ کی امت مرحومہ کے بہت سے اولیاء کرام پانی پر چلے۔

پانچواں باب

حضرت ھود علیہ السلام کو دیے جانے والے فضائل

ابونعیم نے لکھا ہے کہ انہیں ہوا کے ساتھ نصرت عطا کی گئی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق میں

نصرت کی گئی۔

چھٹا باب

جو فضائل حضرت صالح علیہ السلام کو عطا کیے گئے

ابونعیم نے لکھا ہے کہ انہیں اونٹنی بطور معجزہ عطا کی گئی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹ نے کلام کیا اس نے آپ کی اطاعت کی۔

ساتواں باب

جو فضائل حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو عطا کیے گئے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی، جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایران کی آگ کو بجھا دیا گیا۔ ابونعیم نے عباد بن عبد الصمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے فرمایا: لونڈی! دستر خوان لے کر آؤ ہم کھالیں۔ وہ دستر خوان لے کر آئی۔ انہوں نے فرمایا: رومال بھی لے کر آؤ۔ وہ رومال لے کر آئی جو میلا تھا۔ انہوں نے فرمایا: اسے تندور میں پھینک دو۔ اس نے تندور جلایا رومال کو اس میں پھینک دیا۔ وہ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔ ہم نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ یہ وہ مبارک رومال ہے جس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرۂ انور پر مس کرتے تھے جب یہ صاف نہ ہو تو ہم اسی طرح کرتے ہیں۔ آگ اس چیز کو کچھ نہیں کہتی جو انبیائے کرام علیہم السلام کے چہروں پر لگے۔ آپ کے بہت سے امتیوں کو آگ میں ڈالا گیا مگر آگ نے ان پر اثر نہ کیا ان میں سے ایک حضرت ذؤیب بن کلیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن وہب نے ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے کہ اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا صنعاء پر اس کا غلبہ ہو گیا تو اس نے حضرت ذوئب بن کلیب رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انہیں آگ میں پھینک دیا تاکہ ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق ہو سکے۔ آگ نے انہیں کچھ نہ کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائی۔ حضرت عمر فاروق نے کہا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہماری امت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی مثل پیدا کیا۔

ابن عساکر نے حضرت شرحبیل بن مسلم الخولانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسود نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اس نے حضرت ابومسلم الخولانی رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اس کے پاس آئے اس نے کہا: "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول

ہوں۔انہوں نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (مکرم) ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اس نے بڑی سی آگ بھڑکائی۔اس میں حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو پھینک دیا گیا۔آگ نے انہیں کچھ نقصان نہ دیا۔اسود سے کہا گیا: اگر تو نے انہیں جلاوطن نہ کیا تو یہ تیرے پیروکاروں کو خراب کر دے گا۔اس نے انہیں جانے کا حکم دیا۔وہ مدینہ طیبہ آئے حضور اکرم ﷺ کا اس وقت وصال ہو چکا تھا۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر تشریف فرما تھے۔انہوں نے کہا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے زندہ رکھا حتیٰ کہ میں نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرد کو دیکھا جس کے ساتھ اس طرح کیا گیا جیسے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔

ان میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ابن سعد نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: مشرکین حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آگ سے جلاتے تھے حضور اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرتے۔ان کے سر پر دست اقدس رکھتے۔فرماتے: اے آگ عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا جیسے خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے بنی تھی۔عمار! تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مقام خلت پر فائز کیا گیا تھا۔ابن ماجہ اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔جنت میں میرا اور خلیل اللہ کا مقام آمنے سامنے ہوگا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہمارے مابین یوں ہوں گے جیسے دو دوستوں کے مابین مومن ہوتا ہے۔ابونعیم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو وصال سے پانچ روز قبل فرماتے ہوئے سنا۔رب تعالیٰ نے تمہارے صاحب (جانِ عالم ﷺ) کو خلیل بنایا ہے۔"

طیالسی، ابن ابی شیبہ اور ابن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے۔تمہارے صاحب (ﷺ) بھی اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔محمد عربی (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی جناب میں ساری مخلوق سے افضل ہیں۔" پھر انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی۔

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسراء: ۷۹)

ترجمہ: یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

ابن منیع نے یہ اضافہ کیا ہے۔محمد عربی ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں۔آپ روز حشر لوگوں کے سردار ہوں گے۔ابونعیم نے کہا ہے: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے تین پردوں سے نمرود سے چھپا لیا تھا۔اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کو ان سے چھپا لیا گیا تھا جنہوں نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا تو اسے مبہوت کر دیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ (البقرۃ: ۲۵۸)

ترجمہ: پس ہوش اڑ گئے اس کافر کے۔

اس طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس ابی بن خلف آیا۔ وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر مر کر جی اٹھنے کو جھٹلا رہا تھا۔ وہ اسے کھرچ رہا تھا۔ اس نے کہا: "بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ (یس: ۷۹)

ترجمہ: آپ فرمائیے وہی زندہ فرمائے گا جس نے پہلی بار پیدا فرمایا۔

یہ قاطع دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے لیے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کے بت توڑ دیے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کے بتوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے، وہ نیچے گر پڑے۔ شیخ نے لکھا ہے: "حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مینڈھوں نے گفتگو کی۔ ابن ابی حاتم نے عباء بن احمر سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت اللہ کو تعمیر کر رہے تھے۔ اس نے پوچھا: "تم اس بیت اللہ کو تعمیر کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: ہم ایسے بندے ہیں جنہیں حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں اس نے کہا: اپنے اس دعویٰ پر گواہ پیش کریں۔ پانچ مینڈھے اٹھے۔ انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام مامور بندے ہیں۔ انہیں خانہ کعبہ کی عمارت کو تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: میں راضی ہو گیا ہوں۔ میں نے سر تسلیم خم کیا ہے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بہت سے جانوروں نے کلام کیا۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھانے لینے گئے مگر کھانا نہ مل سکا۔ وہ سرخ مٹی کے پاس سے گزرے انہوں نے اسے لیا اور اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ آئے انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ سرخ گندم ہے۔ اہل خانہ نے اسے سرخ گندم ہی پایا۔ جب اس میں کچھ بویا جاتا تو اس کی اصل سے شاخ تک خوشا نکلتا جس پر تہ در تہ دانے ہوتے۔ پہلے اس کی مثل معجزہ گزر چکا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور زادِ راہ مشکیزہ عطا کیا۔ اسے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے کھولا تو وہ دودھ اور مکھن سے لبریز تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؁ (الشعراء: ۸۲)

ترجمہ: اور جس سے میں امید رکھتا ہوں وہ بخش دے گا میرے لیے میری خطا کو روز جزا۔

رب تعالیٰ نے آپ کے لیے فرمایا:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۲)

ترجمہ: تاکہ دور فرما دے اللہ جو الزام آپ پر ہجرت سے پہلے اور بعد میں لگائے گئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ؁ (الشعراء: ۸۷)

ترجمہ: اور نہ شرمسار کرنا مجھے جس روز لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

اپنے محبوب کریم ﷺ کے لیے فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم: ۸)

ترجمہ: اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا:

حسبی الله و نعم الوکیل (الانفال: ۶۴)

ترجمہ: اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

اپنے محبوب کریم ﷺ سے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ (الانفال: ۶۴)

ترجمہ: اے نبی کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔

اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے لیے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: ۷)

ترجمہ: آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (الشعراء: ۸۴)

ترجمہ: بنادے میرے لیے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں۔

حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ۴)

ترجمہ: ہم نے بلند کر دیا آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کی:

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراھیم: ۳۵)

ترجمہ: اور بچالے مجھے اور میرے بچوں کو کہ ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی۔

حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کی:

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ (الشعراء: ۸۵)

ترجمہ: اور بنادے مجھے ان لوگوں میں سے جو وارث ہیں نعمت والی جنت کے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ (الکوثر: ۱)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو عطا کیا بے حد و بے حساب۔

آٹھواں باب

جو فضائل حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عطا کیے گئے

انہیں ذبح پر صبر کی نعمت عطا کی گئی تھی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کا سینۂ انور چاک ہوا۔ یہ اسی کی مثل معجزہ ہے بلکہ اس سے بلیغ معجزہ ہے، کیونکہ یہ حقیقت میں واقع ہوا تھا، جبکہ ذبح واقع نہ ہوا تھا۔ بلکہ مینڈھا ذبح ہوا تھا۔ اسی طرح آپ کے والد گرامی کے ساتھ ہوا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمزم عطا کیا گیا اسی طرح جناب عبدالمطلب کو بھی آبِ زمزم عطا کیا گیا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عربی زبان عطا کی گئی۔ حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام پر یہ عربی الہام کی گئی۔ ابو نعیم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح کیوں ہیں حالانکہ آپ یہاں سے کہیں گئے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: لغت اسماعیلی مٹ چکی تھی۔ حضرت جبرائیل امین اسے لے کر آئے۔ اسے مجھے یاد کرا دیا۔

نواں باب

جو فضائل حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے

انہوں نے صبر کیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ غم کی وجہ سے مریض بن جاتے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لخت جگر کا وصال ہوا۔ اس کے علاوہ اور نور نظر نہ تھا۔ آپ راضی برضا رہے۔ سر تسلیم خم کیا۔ آپ کا صبر صبر یعقوب علیہما السلام سے فائق ہے۔

دسواں باب

جو فضائل حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے

ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے حسن و جمال میں نہ صرف انبیاء اور مرسلین سے بلکہ ساری مخلوق سے فائق تھے لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حسن و جمال عطا کیا گیا تھا جو کسی کو بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو حسن کا کچھ حصہ عطا کیا گیا تھا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا حسن عطا کیا گیا تھا۔ جیسے کہ گذشتہ ابواب سے عیاں ہے ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین، گھر اور وطن کی جدائی میں مبتلاء کیا گیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہل، قبیلہ، احباء اور وطن کے فراق میں مبتلاء کیا گیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سب کچھ عطا کیا گیا تھا، ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس معجزہ کی نظیر تنے کا آپ کے فراق میں رونا ہے۔ اس کی مثال اس نر اونٹ میں بھی ہے جسے ابوجہل نے دیکھا تھا۔ شیخ نے لکھا ہے: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ید بیضاء کا معجزہ دیا گیا تھا۔ اس کی مثال وہ نور ہے جسے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے لیے نشانی بنا دیا گیا تھا۔ جو ان کے چہرہ پر ضوفشاں تھا، پھر انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ مثلہ نہ لگے تو یہ نور ان کے عصا کے کنارے پر ضوفشاں ہو گیا۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا معجزہ سمندر کا شق کرنا بھی ہے۔ اس کی مثال شبِ معراج میں وہ سمندر عبور کرنا ہے جو آسمان اور زمین کے مابین ہے۔ آپ نے اسے چیرا اور عبور کیا۔ انہیں من و سلویٰ عطا کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے طوفان، ٹڈیوں، جوؤں، مینڈکوں اور خون کی بد دعا کی۔ ابونعیم نے لکھا ہے کہ اس کی مثال آپ کی وہ بد دعا ہے جو آپ نے قریش کے لیے قحط سالی کی۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾ (طٰہٰ: ۸۴)

ترجمہ: اور میں جلدی جلدی حاضر ہو گیا ہوں تیری بارگاہ میں میرے رب۔

اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (الضحیٰ: ۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کو عطا فرمائے گا آپ کا رب کہ آپ راضی ہو جائیں۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (البقرہ: ۱۴۴)

ترجمہ: تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلے کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (طٰہٰ: ۳۹)

ترجمہ: (اے موسیٰ) میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے۔

حضور اکرم ﷺ کے حق میں فرمایا:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمائیے اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔

آپ کو ایک ایسی آیت بھی ملی جو عرش کے خزانے میں سے ہے۔ آپ کے خصائل کے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کا تذکرہ خصائص میں آئے گا۔ ابن عقیل نے لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِىۡ ۝۴۱ (طٰہٰ: ۴۱)

ترجمہ: اور میں نے مخصوص کرلیا ہے تمہیں اپنی ذات میں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔

بارھواں باب

جو فضائل حضرت یوشع علیہ السلام کو عطا کیے گئے

جب انہوں نے جبارین کے ساتھ جہاد کیا تو ان کے لیے سورج کو روک دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے بھی معراج کے وقت سورج کو روک دیا گیا تھا۔ غزوہ خیبر کے وقت سورج غروب ہو جانے کے بعد آیا تھا۔

تیرھواں باب

جو فضائل حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیے گئے

ابونعیم نے لکھا ہے: ان کو یہ معجزہ عطا کیا گیا کہ ان کے ساتھ پہاڑ تسبیح خوانی کرتے تھے حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں اس کی نظیر یہ ہے کہ کنکریوں اور کھانے نے تسبیح خوانی کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ پرندے ان کے لیے

مسخر کر دیے گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے سارے حیوانات کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے پتھر نرم کر دیے گئے تھے۔ جب غزوۂ احد کے روز آپ نے اپنا سر اقدس چٹان کی طرف کیا تاکہ آپ مشرکین سے مخفی ہو سکیں تو رب تعالیٰ نے پہاڑ کو آپ کے لیے نرم کر دیا حتیٰ کہ اپنا سر اقدس اس میں داخل کر دیا۔ یہ ظاہر اور باقی معجزہ ہے لوگ جس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مکرمہ کی کسی گھاٹی میں ایک سخت چٹان تھی۔ آپ اپنی نماز کے لیے اس کی طرف گئے تو پتھر آپ کے لیے نرم ہو گیا حتیٰ کہ آپ کے بازو اور مبارک کہنیوں کے اس میں نشانات پڑ گئے۔ یہ مشہور معجزہ ہے یہ زیادہ عجیب تر معجزہ ہے کیونکہ لوہے کو آگ نرم کر سکتی ہے لیکن ایسی آگ نہیں دیکھی گئی جو پتھر کو نرم کر سکے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ انہیں حکمت اور فیصلہ کن خطاب سے نوازا گیا تھا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو بھی حکمت سے نوازا گیا تھا۔ آپ کی شریعت مطہرہ سابقہ انبیاء کرام کی حکمتوں اور شریعتوں سے زیادہ اکمل ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ کلام مختصر ہوتا ہے لیکن معانی کا بحر ذخار مخفی ہوتا ہے۔ بلاشبہ اہل عرب امتوں میں سے فصیح تھے۔ حضور اکرم ﷺ ان سب سے زیادہ فصیح تھے۔ ہر اخلاق میں ان سے اکمل تھے۔ ان کو قرأت کی سرعت اور آواز کا حسن عطا کیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ جب قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے تو آواز مبارک بہت حسین ہوتی تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ التین تلاوت کی۔ ایسی آواز نہ سنی گئی جو آپ کی آواز سے زیادہ خوبصورت ہو آپ ترتیل سے قرآن پاک پڑھتے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔

چودھواں باب

جو فضائل حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیئے گئے تھے

ابو نعیم نے لکھا ہے: انہیں عظیم سلطنت عطا کی گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ اس سے بڑا ہے آپ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں پیش کی گئیں، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا: اگر میں پسند کروں تو رب تعالیٰ زمین کے پہاڑوں کو سونے کا بنا کر میرے ساتھ رواں کر دے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ وہ صبح کو ایک ماہ کی مسافت اور شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی آپ کو اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ وہ براق ہے۔ آپ نے پچاس ہزار سال کی مسافت رات کے تہائی حصے سے کم وقت میں طے کی۔ آسمانوں میں تشریف لے گئے۔ اس کے عجائب کو دیکھا۔ جنت اور جہنم کو دیکھا۔ آپ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ (الاحزاب: ۹)

ترجمہ: ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے۔

آپ نے فرمایا: میری نصرت صبا کے ساتھ کی گئی ہے۔ عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ صحیحین میں ہے آپ نے فرمایا: ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ جب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا قصد فرماتے تو ان تک پہنچنے سے ایک ماہ قبل رب تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا۔ اگرچہ وہ سفر ایک ماہ کا ہوتا۔ یہ اس ہوا کے مقابلہ میں ہے جو صبح ایک ماہ کی مسافت اور رات کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی بلکہ ہر طاقت اور نصرت میں اس سے زائد ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کو مسخر کیا گیا تھا۔ وہ ان کی نافرمانی بھی کر لیتے تھے وہ انہیں باندھ بھی لیتے تھے اور عذاب بھی دیتے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جنات کے وفود آتے۔ وہ اطاعت گزار اور مومن بن کر آتے۔ شیاطین اور سرکش جنات کو آپ کے لیے مسخر کر دیا گیا حتیٰ کہ آپ نے ارادہ کیا کہ اس شیطان کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیں جسے آپ نے پکڑ لیا تھا۔ رب تعالیٰ نے کئی مقامات پر ملائکہ نازل کیے جیسے بدر، احد، احزاب اور حنین کے غزوات۔ یہ شیاطین کی تسخیر سے بڑا معجزہ ہے۔ صحیح روایت میں ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے شیاطین اور سرکش جنات کو مقید کر دیا جاتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور مملکت عطا کی گئی۔ آپ کو ان میں اختیار دیا گیا تو آپ نے عبد نبی بننا پسند کیا۔

پندرھواں باب

جو فضائل حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو عطا کیے گئے

ابونعیم نے فرمایا: حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں حکمت عطا کر دی گئی تھی۔ وہ گناہ کے بغیر روتے تھے۔ وہ لگاتار روزے رکھتے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے افضل عطا کیا گیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بت پرستی اور جاہلیت کے زمانہ میں تشریف نہ لائے تھے۔ اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فہم و حکمت سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس وقت بت پرست اور شیاطین کے گروہ تھے، مگر آپ نے کبھی بھی کسی بت کی طرف رغبت نہ رکھی، نہ ہی کبھی کسی کی عید میں شمولیت کی نہ کبھی جھوٹ بولا، نہ کھیل وکود کی طرف میلان تھا۔ آپ لگاتار روزے رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: میں رات بسر کرتا ہوں۔ میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا ہے وہ ہی مجھے پلاتا ہے۔ آپ روتے تو سینۂ اقدس سے ہنڈیاں کے ابلنے کی آواز آتی تھی اگر کہا جائے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حصور تھے حصور وہ ہوتا ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا تھا۔ آپ کو نکاح کا حکم دیا گیا تا کہ مخلوق آپ کی اقتداء کرے کیونکہ نفوس میں نکاح کی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔

سولہواں باب

جو فضائل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ اَنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۙۚ اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَیْـــَٔةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ‌ؕ (آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آ کر کہے گا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے (وہ معجزہ یہ ہے) کہ میں بنا دیتا ہوں تمہارے لیے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھے کو میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کرتے ہو اپنے گھروں میں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زہر آلود بکری کے بازو نے گفتگو کی۔ یہ معجزہ مردہ انسان کو زندہ کرنے سے کئی اعتبار سے زیادہ بلیغ ہے۔ (۱) اس حیوان کے بقیہ اجزاء کو چھوڑ کر صرف ایک اجزاء کو زندہ کرنا جبکہ بقیہ جانور مردہ تھا۔ (۲) حیوان کا صرف ایک جز بقیہ کو چھوڑ کر زندہ کرنا یہ معجزہ ہے اگرچہ وہ جسم کے ساتھ متصل ہو۔ (۳) اس میں زندگی لوٹ آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ادراک و عقل بھی تھی۔ یہ جانور اپنی زندگی میں عقل نہ رکھتا تھا جبکہ اس کا ایک جزء زندہ ہو کر عقل والا ہو گیا۔ (۴) رب تعالیٰ نے اسے گفتگو کرنے کی قدرت بھی عطا کر دی، جبکہ وہ حیوان گفتگو نہ کر سکتا تھا جس کا وہ حصہ تھا۔ یہ معجزہ اس معجزہ سے زیادہ بلیغ ہے جس میں اللہ رب العزت نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے پرندے زندہ فرما دیے تھے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس پتھر میں زندگی، ادراک اور عقل آ جانا جو آپ کو سلام پیش کرتا تھا حیوان کی زندگی سے زیادہ بلیغ معجزہ ہے، کیونکہ وہ حیوان کسی وقت تو زندگی کا محل تھا لیکن پتھر میں اس سے قبل بالکل زندگی نہ تھی۔ اسی طرح پتھروں، ڈھیلوں اور درختوں کا سلام پیش کرنا اور ستنے کا گریہ کرنا۔

ابو نعیم نے مٹی سے پرندہ بنانے کی نظیر شاخ خرما کا تلوار بن جانے سے بیان کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ الۡحَـوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآٮِٕدَةً مِّنَ

السَّمَآءِ ؕ (المائدۃ: ۱۱۲)

ترجمہ: جب کہا تھا حواریوں نے کہ ہم مسلمان ہیں اے عیسیٰ بن مریم کیا کر سکتا ہے تیرا رب کہ اتارے ہم پر ایک خوان آسمان سے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی آسمان سے کھانا اترا۔ جیسے کہ پہلے کئی روایات گزر چکی ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ ان کی ضرورت دیکھی۔ وہ جنگل کی طرف نکل گیا۔ اس کی عورت نے دعا مانگی: مولا! ہمیں ایسا رزق عطا فرما جسے ہم گوندھیں اور اس سے روٹیاں پکائیں۔ اس کا پیالہ خمیر سے بھر گیا۔ چکی چلنے لگی تندور روٹیوں سے بھر گیا۔ اس کا خاوند آیا اس نے چکی چلنے کی آواز سنی وہ عورت اٹھی تا کہ اس کے لیے دروازہ کھولے۔ اس نے اس سے پوچھا: تو چکی کیوں چلا رہی تھی؟ اس نے خاوند کو بتایا۔ ان کی چکی چلتی رہی وہ آٹا بناتی رہی گھر کے سارے برتن بھر گئے، پھر چکی اٹھالی گئی اس کے اردگرد جھاڑو پھیر دیا گیا اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اس کے چکی کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا: میں نے اسے اٹھا دیا اور اس کے اردگرد جھاڑو پھیر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسے اسی طرح چھوڑ دیتے تو یہ تمہاری زندگی بھر اسی طرح رہتی۔ یا اگر وہ اسے چھوڑ دیتی تو یہ روز حشر تک اسی طرح گھومتی رہتی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ (آل عمران: ۴۶)

ترجمہ: گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں۔

اس کی نظیر آپ کے معجزات میں پہلے گزر چکی ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو سارے بت منہ کے بل گر پڑے۔ آپ کے میلاد پاک کے وقت بھی اسی طرح ہوا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی امتیوں کے ساتھ اسی طرح ہوا جیسے حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت خبیب اور علا بن حضرمی رضی اللہ عنہم۔ ابن زملکانی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ ہے کہ ان کی برکت سے جنون سے شفاء نصیب ہوتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے ایسے مریضوں کو شفاء یاب کیا جو اس مرض میں مبتلاء تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی امتیوں کے لیے یہ معجزہ رونما ہوا۔ عاشق صادق حسان عصر ابوزکریا یحییٰ بن یوسف الانصاری الصرصیری نے اپنے دیوان میں لکھا ہے:

محمد المبعوث للناس رحمة — وسيدنا اوهى الضلالة مصلح

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ آپ نے گمراہی کو کمزور کیا اور آپ اصلاح فرمانے والے ہیں۔

لئن صم الجبال مجيبة — لداود اولان الحديد المصفح

ترجمہ: اور اگر پہاڑوں کی خاموشی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے تسبیح بیان کی یا چادر والا لوہا ان کے لیے نرم ہو گیا۔

فان صخور الصم لانت بکفہ　　و ان الحصی فی کفہ یسبّح

ترجمہ: تو سخت چٹانیں بھی آپ کی دست اقدس سے نرم ہو گئیں اور کنکریوں نے آپ کے دست اقدس میں اللہ کی تسبیح بیان کی۔

و ان کان موسی نبع الماء من العصا　　فمن کفہ قد اصبح الماء یطفح

ترجمہ: اور اگر حضرت موسیٰ کے عصا سے پانی کا چشمہ چھوٹا تو آپ کے دست اقدس سے بھی پانی چھلکنے لگا۔

و لو کانت الریح الرخاء مطیعۃ　　سلیمان لا تالو تروح و تسرح

ترجمہ: اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے نرم ہوا اطاعت گزار تھی وہ صبح و شام کو آتی تھی۔

فان الصبا کانت لنصر نبیّنا　　برعب علی شھر بہ الخصم تکلح

ترجمہ: تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے صباح کے ساتھ آپ کی مدد کی گئی تھی۔ ایک مہینے کی مسافت سے دشمن کو پریشان کر دیتی تھی۔

و ان اوتی الملک العظیم و سخرت　　لہ الجن تسعی بارض تکدح

ترجمہ: اگرچہ انہیں عظیم سلطنت عطا کی گئی تھی جنات ان کے لیے مسخر کر دیتے تھے وہ محنت سے زمین میں کوشش کرتے تھے۔

فان مفاتیح الامور باسرھا　　اتتہ فرد الزاھد المترجح

ترجمہ: تو آپ کے پاس بھی سارے امور کی چابیاں آئی ہوئی تھیں لیکن اس زاہد اور بہترین رائے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رد فرما دیا تھا۔

و ان کان ابراھیم اعطی خلتہ　　و موسی بتکلیم علی الطور یمنح

ترجمہ: اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے کوہ طور پر ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تھا۔

فلھو الحبیب و الخلیل و کلیم　　و یختص بالرّویا و بالحق اشرح

ترجمہ: تو آپ بھی حبیب، خلیل اور کلیم ہیں، رویت باری تعالیٰ آپ کے ساتھ خاص ہے اور آپ کا سینہ حق کے ساتھ خوب کھولا گیا ہے۔

و بالمقصد الاعلی المقرب نالہ　　عطاء لعینیہ اقرّ و ابرح

ترجمہ: آپ مقصد اعلیٰ پر اللہ تعالیٰ کے انتہائی قریب تشریف فرمائیں اور آپ نے ایسی عطا پائی جس میں آپ کی آنکھوں کے لیے زیادہ ٹھنڈک اور زیادہ عزت ہے۔

و بالرتبة العلیا الوسیله دونها مراتب ارباب المواهب تطمع

ترجمہ: آپ کو وسیلے کا بلند رتبہ بھی ملا اور اس کے علاوہ بھی اتنے بلند مراتب ہے کہ عطیات والے بھی نگاہ اٹھائے دیکھتے ہیں۔

و لهو الی الجنات اول داخل له بابها قبل الخلائق یفتح

ترجمہ: آپ جنات میں سب سے پہلے تشریف لے جانے والے ہیں اور ان کا دروازہ ساری مخلوق سے پہلے آپ کے لیے ہی کھلے گا۔

خصائص مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

پہلا باب

دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص

❶ اول الخلق ہونا

حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے دلائل میں کئی طرق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الاحزاب: ۷)

ترجمہ: (اے حبیب) یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا آپ سے بھی اور نوح سے بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری تخلیق سب انبیاء سے پہلے ہوئی۔ میری بعثت سب انبیاء کے بعد میں ہوئی۔ اسی لیے ان سے پہلے آپ کا تذکرہ کیا گیا۔ ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے میری تخلیق سارے انبیاء سے پہلے اور بعثت سب کے بعد ہوئی۔

❷ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا مقدم ہونا

آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے مابین تھے۔ ابو نعیم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سر اقدس پر تاجِ نبوت کب سجایا گیا؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام مٹی میں گوندھے گئے تھے۔ ابن سعد نے حضرت مطرف بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی: آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے مابین تھے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے میثاق کب لیا گیا؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔

❸ سب سے پہلے بلیٰ آپ نے ہی فرمایا تھا۔ جب رب تعالیٰ نے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ حافظ ابو سہل القطان نے

امالیہ کے ایک جزء میں تحریر کیا ہے کہ سہل بن صالح ہمدانی نے کہا: میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے اول کیسے ہو گئے، حالانکہ آپ کو سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا؟ انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود پر گواہ بنایا۔ فرمایا: الست بربکم۔ سب سے پہلے بلیٰ آپ ہی نے کہا تھا لہٰذا آپ سارے انبیاء علیہم السلام سے اول اور بعثت میں آخر ہو گئے۔

۴ حضرت آدم اور ساری مخلوقات کو آپ کے لیے ہی پیدا کیا گیا۔

۵ آپ کا نام نامی عرش، جنتوں پر، ان کی تمام اشیاء پر اور ملکوت کی ہر چیز پر مرقوم ہے۔

۶ ملائکہ ہر وقت آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر انبیاء اور رسل علیہم السلام کی تعداد کے برابر عصا اتارے انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت شیث علیہ السلام کی طرف توجہ کی فرمایا: نور نظر! تم میرے بعد میرے جانشین ہو۔ عروۃ الوثقیٰ اور تقویٰ کی آبادی کے ساتھ اسے لے لو جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کرو تو اس کے ساتھ حضور، جانِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ضرور ذکر کرو میں نے اس وقت ان کا اسم گرامی عرش کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا جب میں روح اور مٹی کے مابین تھا، پھر میں نے آسمانوں کی سیر کی۔ میں نے ہر جگہ دیکھا وہاں "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا تھا جب رب تعالیٰ نے مجھے جنت میں بسایا میں نے جنت کا کوئی محل اور کمرہ نہ دیکھا مگر اس پر "اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھا ہوا تھا۔ میں نے حوران عین کے گلوں پر، جنت کے گھنے درختوں کے پتوں پر درخت طوبیٰ کے پتوں پر سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر یہ نام نامی لکھا ہوا پایا حجابات کی اطراف پر، ملائکہ کی آنکھوں کے مابین یہ نام لکھا ہوا تھا۔ آپ کا ذکرِ خیر کثرت سے کیا کرو۔ فرشتے ہر ہر لمحے آپ کا ذکر پاک کرتے ہیں۔

۷ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آپ کا اسم گرامی اذان میں شامل ہے۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام کو ہند میں اتارا گیا تو انہیں وحشت محسوس ہوئی۔ حضرت جبرائیل امین نیچے آئے انہوں نے آذان دی اللہ اکبر، اللہ اکبر۔۔۔۔

۸ ملکوت اعلیٰ اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے آپ کا اسم گرامی اذان میں شامل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان سکھانے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل امین ایک سواری لے کر آپ کے پاس آگئے۔ جسے البراق کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت جبرائیل امین نے اسے کہا: پر سکون ہو جا۔ بخدا! تجھ پر کوئی ایسا بندہ سوار نہیں ہوا جو رب تعالیٰ کے ہاں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز ہو۔ آپ اس پر سوار ہوئے وہ اس حجاب تک پہنچا جو رحمان کے ساتھ تھا اسی اثناء میں حجاب سے ایک فرشتہ نکلا اس نے کہا: اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ پردے کے پیچھے سے آواز

آئی۔میرے بندے نے سچ کہا ہے۔میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔فرشتے نے کہا: اشھد ان محمد رسول اللہ۔حجاب کے پیچھے سے صدا آئی۔میرے بندے نے سچ کہا ہے۔میں نے ہی محمد عربی ﷺ کو بھیجا ہے۔فرشتے نے کہا: حی علی الصلاۃ، حی الفلاح، قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، حجاب کے پیچھے سے صدا آئی۔میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ فرشتے نے آپ کا دستِ اقدس تھاما۔آپ کو آگے کھڑا کر دیا۔آپ نے اہل آسمان کو امامت کرائی۔ان میں حضرات آدم اور نوح علیہما السلام بھی تھے۔اس دن رب تعالیٰ نے اہل آسمان اور اہل زمین پر آپ کا شرف مکمل کر دیا۔اس روایت کو البزار نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔اسے ابو شیخ، ابن شاہین نے روایت کیا ہے۔انہوں نے اسے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ابن شاہین نے اسے حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے۔ اسے الطبرانی اور ابن شاہین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔تمام کی اسناد متحد ہیں۔میں نے ان کا تذکرہ بیان اتحاف البیت ببان ما وضع فی معراج البیت میں کر دیتا ہے۔میں کہتا ہوں: اس کی سند میں زیاد بن منذر ابو جارود ہے۔اس کے متعلق ابن معین نے لکھا ہے۔یہ دشمن خدا کذاب تھا۔امام ذہبی اور ابن کثیر نے لکھا ہے: اس نے اسے وضع کیا ہے، اسے قاضی نے الشفاء میں لکھا ہے۔امام سہیلی نے اس کا تذکرہ الروض الانف میں کیا ہے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

حدیث میں جو حجاب کا ذکر ہے۔وہ مخلوق کے اعتبار سے ہے۔خالق کے اعتبار نہیں۔مخلوق محجوب ہے رب تعالیٰ تو حجب سے پاک ہے۔وہ محسوس قدر سے احاطہ کرتا ہے لیکن وہ مخلوق کی نظروں، بصیرتوں اور ادراکات سے جیسے چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے مخفی کر لیتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ (المطففین: ۱۵)

ترجمہ: یقیناً انہیں اپنے رب کے (دیدار) سے اس دن روک دیا جائے گا۔

اس روایت میں حجاب اور فرشتے کا حجاب سے نکلنے کا جو تذکرہ ہے۔اس کے متعلق لازم ہے کہ کہا جائے کہ اس حجاب سے دوسرے ملائکہ کو رب تعالیٰ کے سلطان، عظمت اور یہ اس کے ملکوت اور جبروت کے حجاب ہیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام کا یہ فرمان بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔جب وہ فرشتہ حجاب سے نکلا تو انہوں نے فرمایا: جب سے میری تخلیق ہوئی۔اس وقت سے لے کر آج تک میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا۔اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ حجاب ذات کے ساتھ مختص نہیں ہے سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔اس تک ملائکہ کا علم ختم ہو جاتا ہے وہ اسی پر رب تعالیٰ کا حکم پاتے ہیں ان کا علم اس سے آگے نہیں بڑھتا، البتہ یہ الفاظ وہ حجاب جو الرحمان کے ساتھ متصل ہے تو اس کے ساتھ مضاف کو محفوظ مانا جائے گا۔یعنی جو الرحمٰن کے عرش کے ساتھ متصل ہے۔یا کسی ایسے امر کو محذوف مانا جائے گا جو اس کی آیات میں سے

عظیم ہو اور اس کے معارف کے حقائق کا مبداء ہو جس سے وہی آگاہ ہے۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ (یوسف: ۸۲)

ترجمہ: اور دریافت کیجئے بستی والوں سے۔ (ضیاء القرآن جلد ۲، صفحہ ۴۴۹)

یعنی اھلھا۔ حجاب سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا ہے میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس وقت رب تعالیٰ کا کلام ہی سنا تھا۔ یہ کلام الٰہی کسی حجاب میں سے تھا۔ آپ اسے دیکھ نہ رہے تھے بصر کو اس کی رویت سے روک دیا گیا تھا۔ اگر یہ قول صحیح ہو کہ محمد عربی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اسے اس مقام سے قبل یا بعد میں بصارت سے رفع حجاب پر محمول کیا جائے گا حتیٰ کہ آپ نے اسے دیکھ لیا۔ اس زمرہ میں اور بھی روایات ہیں جنہیں میں نے اذان کی ابتداء کے باب میں ذکر کر دیا ہے۔

◆ ۹ ◆ ۱۰ ◆ ۱۱ ◆ ۱۲ ◆ ۱۳

سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ کے بارے میثاق لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ سابقہ کتب میں آپ کی بشارت دی گئی۔ یہ ساری تفصیلات گزر چکی ہیں۔

◆ ۱۴ سابقہ کتب میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ تھا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵ (الانبیاء: ۱۰۵)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں پند و موعظت کے بعد کہ بلاشبہ زمین کے وارث تو میرے نیک بندے ہوں گے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور زبور میں تذکرہ کیا ہے اور اس کے علم میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے تھا کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام زمین کی وارث بنے گی۔ طیالسی اور مدنی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا۔ اس نے محمد عربی ﷺ کے قلب انور کو سارے قلوب سے بہترین پایا۔ اس سے آپ کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا، پھر اس نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو اس نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو سارے لوگوں کے دلوں سے عمدہ پایا۔ اس نے انہیں اپنے نبی کریم ﷺ کا وزراء بنا دیا۔ وہ اس کے دین حق کے لیے جہاد کریں گے جسے مسلمان عمدہ دیکھیں وہ رب تعالیٰ کے ہاں بھی عمدہ ہوگا۔ جسے مسلمان برا سمجھیں وہ رب تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہوگا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ؀ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ سعادت مند جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحم دل ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے ان کی ایمان اور عبادت کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف تورات میں موجود ہیں نیز ان کی صفات انجیل میں (مرقوم) ہیں یہ صحابہ ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا۔

ابن اسحاق، ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ صاحب موسی اخیه المصدق لما جاء به موسی!

ارے! اللہ رب تعالیٰ نے تمہیں فرمایا ہے۔ اے تورات کے حاملین کے گروہ! تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

محمد رسول اللہ..... رکعا سجدا۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ذالك مثلهم فی التوراة یعنی ان کے اوصاف تورات میں مذکور ہیں۔ان کے اوصاف انجیل میں بھی مذکور ہیں۔یہ اوصاف تخلیق آسمان و زمین سے پہلے کے ہیں۔

ابوعبید، ابن منذر اور ابونعیم نے "الحلیہ" میں عمار مولی بنی ہاشم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قدر کے بارے میں پوچھا۔انہوں نے فرمایا: تم سورۃ الفتح کے آخر یعنی محمد رسول اللہ و الذین معه پہ اکتفاء کرلو رب تعالیٰ نے ان کی تخلیق سے قبل ان کے اوصاف بیان کر دیے تھے۔

الطبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں، ابن مردویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہیں۔

اس سے مراد وہ نور ہے جو روز حشر انہیں عطا کیا جائے گا۔ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس سے وہ نشان مراد نہیں جسے تم دیکھتے ہو بلکہ یہ اسلام، اس کی چمک، حسن اور خشوع ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں محمد بن نصر

سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو روز حشر ان کے چہروں پر چھائے گی۔ سعید بن منصور عبد بن حمید اور محمد بن نصر نے مجاہد سے روایت کیا ہے اس سے مراد چہرے کا نشان نہیں بلکہ خشوع اور تواضع مراد ہے۔

ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: رحماء بینھم رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے رحم ڈال دیا ہے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ان کی علامت نماز ہے۔ ذالك مثلھم فی التوراۃ یہ مثال تورات میں موجود ہے مثلھم فی الانجیل یہ مثال انجیل میں موجود ہے کزرع اخرج شطأہ یہ انجیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال ہے۔ وہ قوم کھیتی کی مانند ہوں گی۔ ان سے ایک ایسی قوم اٹھے گی جو بھلائی کا حکم دے گی اور برائی سے روکے گی۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیماھم فی وجوھھم سے ان کی نماز ہوگی جو ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔ ذالك مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاءہ یعنی اس کا پٹھا جب زمین سے نکلتا ہے تو دوسرا اسے تقویت دیتا ہے حتیٰ کہ کھیتی گنجان ہو کر اگتی ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ مثال اہل کتاب کے لیے بیان کی ہے۔ وہ قوم اس طرح جمع ہوگی جیسے کھیتی اکٹھی ہو کر اگتی ہے۔ ان میں ایسے باہمت افراد ہوں گے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مل کر تقویت کا باعث بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دی ہے۔ اس نے فرمایا: رب تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا مبعوث کرے گا، پھر بہت تھوڑے سے لوگ آپ کے پاس جمع ہوں گے۔ وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے، پھر یہ قلت کثرت میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ تقویت کا باعث بنیں گے۔ رب تعالیٰ کفار کو غیظ کی آگ میں جلائے گا، جبکہ کسان اس کی کثرت اور اچھی طرح اگنے سے خوش ہوں گے۔

۱۵ سابقہ کتب میں آپ کے خلفاء کا تذکرہ ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل میں یمن کی طرف گیا میں بنو الازد کے ایک عالم بزرگ کے ہاں ٹھہرا۔ اس نے سابقہ کتب پڑھ رکھی تھیں اس کی عمر ۳۸۰ سال تھی۔ اس نے کہا: "میرا گمان ہے کہ تم حرم پاک میں رہنے والے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ تم قریشی ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اب صرف ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاؤ۔ میں نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: میں نے علم صادق میں پایا ہے کہ حرم پاک میں ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ ایک جوان اور بوڑھا شخص ان کی مدد کرے گا۔ نوجوان تکالیف اور مصائب میں کود جانے والا ہوگا۔ وہ سختیوں اور شدائد کو دور کرنے والا ہوگا، جبکہ عمر رسیدہ شخص کی رنگت سفید ہوگی وہ کمزور ہوگا۔ اس کے پیٹ پر تل اور بائیں ران پر علامت ہوگی۔ تم مجھے اپنا پیٹ کیوں نہیں دکھاتے۔ بقیہ صفات تو تم میں موجود ہیں صرف ایک نشانی باقی رہ گئی ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھا اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم! تم وہی ہو۔

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب میں سے ایک شخص سے پوچھا: تم نے سابقہ کتب میں کیا پڑھا ہے؟ اس نے کہا: خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدیقہ۔

الدینوری نے المجالسہ میں اور ابن عساکر نے حضرت زید بن اسلم کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ ہم تجارت کے لیے زمانہ جاہلیت شام کی طرف گئے۔ میں ایک گرجے کی طرف گیا۔ اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ وہاں سے ایک شخص میری طرف نکلا اس نے کہا: عبداللہ! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے ساتھیوں سے گم ہو گیا ہوں۔ وہ میرے پاس پانی اور کھانا لے کر آیا۔ وہ مجھے اوپر اور نیچے سے غور سے دیکھنے لگا، پھر کہا: ''فلاں! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر مجھ سے زیادہ عالم نہیں ہے۔ میں تم میں اس شخص کی صفات پاتا ہوں جو ہمیں اس گرجا سے نکال دے گا۔ وہ اس شہر پر غالب آجائے گا۔ میں نے کہا: ارے شخص شاید تو درست بات نہیں کر رہا۔ اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: عمر بن خطاب۔ اس نے کہا: بخدا! تم ہی ہمیں اس گرجے سے نکالو گے۔ اس میں ذرا بھر شک نہیں۔ مجھے میرے گرجا اور اس کے سامان کے بارے تحریر لکھ کر دیں۔ میں نے اسے کہا: اے شخص! تو نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے میں اسے مکدر نہ کروں گا۔ اس نے کہا: ہمیں کاغذ پر تحریر لکھ دو۔ اس میں تم پر کیا حرج ہے۔ اگر تم ہی فاتح ہوئے تو ہمارا ارادہ بھی یہی ہے اگر کوئی اور ہوا تو یہ امر تمہیں کوئی نقصان نہ دے گا۔ میں نے کہا: لے آؤ۔ میں نے اس کے لیے لکھا اور اس پر مہر لگا دی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے تو وہی راہب ان کی خدمت میں آیا۔ اس گرجے کا صاحب وہی خط لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا۔ اس پر تعجب کیا۔ اپنی داستان بیان کرنے لگے اس شخص نے کہا: میری شرط پوری کریں۔ انہوں نے فرمایا: اس میں عمر اور ابن عمر کے لیے کچھ بھی نہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ان کی ران سے کپڑا اٹھ گیا اہل نجران نے دیکھا کہ ان کی ران پر سیاہ تل تھا۔ انہوں نے کہا: یہ وہی شخص ہے جس کا تذکرہ ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں جو ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا۔ ابونعیم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق سے شام میں عرض کی: ان کتب میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شہر اہل ایمان میں سے ایک صالح شخص فتح کرے گا جو مسلمانوں پر رحم کرنے والا اور کافروں پر سخت ہوگا اس کا باطن اس کے ظاہر کی طرح ہوگا۔ اس کا قول اس کے فعل کے مخالف نہ ہوگا حق میں قریب اور دور کے لوگ اس کے لیے برابر ہوں گے۔ اس کے پیروکار رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ وہ باہم رحم کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے اور ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہوں گے۔'' حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! بخدا! انہوں نے یوں تعریف کی۔ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں عزت بخشی۔ ہم کو تکریم سے نوازا! ہمیں مشرف فرمایا اور نبی کریم ﷺ کے طفیل ہم پر رحم کیا۔

ابن عساکر نے حضرت عبید بن آدم رضی اللہ عنہ سے، ابو مریم اور ابو شعیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے۔ انہوں نے پوچھا: تمہارا اور تمہارے امیر کا کیا نام ہے؟ انہوں نے فرمایا: عمر بن خطاب انہوں نے کہا: ہمارے لیے ان کا حلیہ بیان کریں۔ انہوں نے ان کا حلیہ بیان کیا انہوں نے کہا: تم اسے فتح نہ کر سکو گے، البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے فتح کریں گے ہماری کتب میں مرقوم ہے کہ ہر شہر یکے بعد دیگرے فتح ہو جائے گا جو شخص اسے فتح کرے گا اس کا حلیہ بھی لکھا ہوا ہے ہم کتاب میں پاتے ہیں کہ قیساریہ بیت المقدس سے قبل فتح ہو گا جاؤ پہلے قیساریہ کو فتح کرو پھر اپنے امیر کو لے کر آجاؤ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی: امیر المؤمنین! کیا آپ نیند میں کچھ دیکھتے ہیں؟ انہوں نے انہیں جھڑکا انہوں نے کہا: میں ایک ایسے شخص کو پاتا ہوں جو امت کا امر اپنی نیند میں پاتا ہے۔ الطبرانی اور ابو نعیم نے حضرت مغیث الاوزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم تورات میں میری تعریف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: خلیفہ، لوہے کا سینگ، سخت امیر جسے رب تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ ہو گا، پھر آپ کے بعد وہ شخص خلیفہ بنے گا جسے ظالم گروہ شہید کر دے گا، پھر اس کے بعد آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ابن عساکر نے حضرت الاقرع رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مؤذن سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک پادری کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم ہمارے اوصاف اپنی کتب میں پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم تمہارے اعمال اور صفات پاتے ہیں، لیکن تمہارے نام نہیں پاتے۔ انہوں نے فرمایا: تم میرے بارے کیا پاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: لوہے کا سینگ، انہوں نے پوچھا: اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کی: سخت امیر۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر! میرے بعد کون خلیفہ ہو گا؟ اس نے کہا: ایک صالح شخص جو اپنے اقرباء کو ترجیح دے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ابن عفان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ انہوں نے فرمایا: ان کے بعد کون خلیفہ ہو گا؟ انہوں نے کہا: لوہے کی جھاگ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہائے ہلاکت! انہوں نے کہا: امیر المؤمنین صبر کریں وہ ایک صالح شخص ہوں گے لیکن ان کی خلافت خونریزی اور شمشیر زنی میں گزرے گی۔

ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حسن سند سے حضرت افلح مولی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مصر جانے سے قبل قریش کے سرداروں کے پاس آئے۔ انہوں نے ان سے کہا: عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کرو۔ انہوں نے کہا: بخدا! ہم انہیں شہید نہیں کرنا چاہتے۔ وہ باہر نکلے وہ کہہ رہے تھے بخدا! یہ انہیں شہید کر دیں گے وہ کہہ رہے تھے: انہیں شہید نہ کرنا یہ چالیس روز تک شہید ہو جائیں گے، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دوبارہ ان کے پاس آئے

انہوں نے انہیں کہا: انہیں شہید نہ کرو بخدا! یہ پندرہ روز تک شہید ہو جائیں گے ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ تم اپنی کتب میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: ہم پاتے ہیں کہ وہ روز حشر قاتل پر امیر ہوں گے۔

امام بغوی نے حضرت سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ذوالقربات الحمیری سے پوچھا گیا یہ سب یہودیوں سے زیادہ عالم تھا: اے ذوقربات! ان کے بعد جانشین کون ہوگا؟ اس نے کہا: امیر یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پوچھا گیا: پھر؟ اس نے کہا: لوہے کا سینگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر؟ اس نے کہا: ان پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ اس سے پوچھا گیا: پھر! اس نے کہا: ابوصناح المنصور یعنی امیر معاویہ۔ ابن راھویہ اور الطبرانی نے حضرت عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابن سلام نے کہا: اب ۴۰ ہجری کا آغاز ہے۔ اب صلح ہو جائے گی۔ ابن سعد نے حضرت ابوصالح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک حدی خواں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی سواری کو ہانک رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا:

ان الامیر بعدہ علی و فی الزبیر خَلَف مرضی

ترجمہ: ان کے بعد امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت زبیر کا لخت جگر بھی بہت مسرور کن ہوگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات یاد کر لی۔ انہوں نے کہا: ابواسحاق! یہ کیسے ہو سکے گا؟ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرات علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا: تم ہی امیر ہو گے۔ الطبرانی، بیہقی نے حضرت محمد بن یزید الثقفی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ اور کعب الاحبار نے ایک دوسرے کی سنگت اختیار کی جب وہ صفین پہنچے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ رک گئے لمحہ بھر کے لیے دیکھا پھر کہا: اس قطعۂ زمین پر مسلمانوں کا اس طرح خون بہایا جائے گا کہ اس طرح خونریزی کسی اور قطعۂ زمین پر نہ ہو گی۔ حضرت قیس نے پوچھا: آپ کو کیسے علم ہوا؟ اس غیب کے ساتھ تو رب تعالیٰ کی ذات مختص ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی ہاتھ بھر بھی زمین نہیں مگر تورات میں اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ اس پر کیا ہوگا اور روز حشر تک اس سے کیا نکلے گا۔

حاکم نے حضرت عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب مختار کا سر لایا گیا تو انہوں نے کہا: کعب نے مجھ سے جو بات بھی کی ہے میں نے اس کا مصداق ضرور پا لیا ہے، مگر انہوں نے کہا: ثقیف کا ایک شخص مجھے قتل کرے گا۔ الاعمش نے کہا: انہیں علم نہ تھا کہ ان کے لیے حجاج کو مخفی رکھا گیا تھا۔ عبد اللہ بن امام احمد نے مسند الزوائد میں حضرت ہشام بن خالد الربعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ آسمان اور زمین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر چالیس سال تک روتے رہیں گے۔ انہوں نے حضرت محمد بن فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

انہوں نے کہا: ایک راہب نے بتایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ عادل ائمہ میں سے ہوں گے جیسے اشہر حرام میں سے رجب ہے۔ ولید بن ہشام سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم فلاں سرزمین پر اترے۔ ایک شخص نے کہا: کیا تم سن نہیں رہے کہ یہ راہب کیا کہہ رہا ہے؟ اس کا گمان ہے کہ سلیمان بن عبد الملک مر گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا: اس کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ اس نے کہا: عمر بن عبد العزیز، جب میں شام آیا تو اس طرح جیسے راہب نے بتایا تھا۔ ہم چوتھے سال اسی جگہ اترے وہی شخص آیا اس نے کہا: راہب! تم نے جو بات ہمیں بتائی تھی وہ اسی طرح رونما ہوگئی ہے۔ اس نے کہا: بخدا! اب عمر بن عبد العزیز کو بھی زہر دے دیا گیا ہے۔ ہم نے اسی طرح پایا۔

ابن عساکر نے مغیرہ بن نعمان کی سند سے اہل بصرہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: میں بیت المقدس کے ارادہ سے نکلا بارش نے مجھے ایک گرجا میں جانے پر مجبور کر دیا۔ اوپر سے ایک راہب نے جھانکا اس نے مجھے کہا: ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ تمہارے اہل دین عذراء کے مقام پر قتل ہوں گے۔ ان پر حساب و عذاب نہ ہوگا۔ امام بیہقی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو عباس کے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوئے وہ شام اترے! رب تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر جبار اور ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا۔ اس زمرہ میں بہت سی روایات ہیں۔ ایک قول کے مطابق سولہویں خصوصیت شق صدر ہے لیکن صحیح روایت سے ثابت ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے سعید بن منصور اور ابن جریر نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بنو اسرائیل کے تابوت میں۔

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ۔

ترجمہ: اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف سے۔

انہوں نے فرمایا: اس سے مراد سونے کا طشت تھا جسے جنت سے لایا گیا تھا اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب دھوئے جاتے تھے اس روایت کو سدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ضعف ہے بعض تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں اور کوئی آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ شیخ نے خصائص میں ایسے دلائل ذکر نہیں کیے جن سے یہاں اس مؤقف کو ترجیح دی جا سکے۔ معراج کے ابواب میں تذکرہ ہو چکا ہے کہ شق صدر چار بار ہوا تھا۔

(۱۲) آپ کی مہر نبوت تھی جو اس جگہ تھی جہاں سے شیطان داخل ہوتا ہے۔ میں نے اس کا تذکرہ قصہ معراج میں کر دیا ہے۔

(۱۳) آپ کے ایک ہزار اسمائے گرامی ہیں۔

(۱۴) آپ کا اسم گرامی رب تعالیٰ کے اسم مبارک سے مشتق ہے۔

(۱۵) آپ کے ستر اسماء مبارکہ رب تعالیٰ کے اسماء گرامی پر ہیں۔

(۱۶) آپ کا اسم گرامی احمد بھی ہے یہ آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا جیسے امام احمد اور امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۲۱ ملائکہ کا سایہ فگن ہونا۔ جیسے کہ شام کی طرف تجارت کے لیے سفر کرنا۔

۲۲ آپ عقل کے اعتبار سے سارے لوگوں سے زیادہ اکمل تھے۔ اس روایت کو ابو نعیم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔

۲۳ آپ کو مکمل حسن عطا کیا گیا تھا، جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا حصہ عطا کیا گیا تھا۔

۲۴ وحی کی ابتداء میں آپ کو زور سے بھینچا گیا۔

۲۵ آپ نے حضرت جبرائیل کو اسی شکل میں دیکھا جس میں انہیں تخلیق کیا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں: یہ دو بار رونما ہوا تھا۔ (۱) شب معراج کو۔ (۲) جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔

۲۶ آپ کی بعثت کے ساتھ ہی کہانت ختم ہوگئی۔ آسمانوں کو محفوظ کر دیا گیا تا کہ جنات چوری چھپے نہ سن سکیں۔ انہیں شہاب مارے جانے لگے۔ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا۔ شیخ نے اس موضوع پر تین تالیفات رقم کیں ہیں۔

۲۷ آپ کے ساتھ وعدہ تھا کہ آپ لوگوں سے محفوظ تھے جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ: ۶۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے۔

۲۸ اسراء اور آسمانوں کا پھٹ جانا۔

۲۹ قاب قوسین تک رفعت۔

۳۰ اس مقام تک پہنچنا جہاں تک کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب نہیں پہنچا اور آپ کے لیے انبیاء کو زندہ کیا گیا۔

۳۱ آپ نے انبیاء اور ملائکہ کی امامت کرائی۔

۳۲ جنت و دوزخ کو آپ پر آشکارا کیا گیا۔

۳۳ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کی بڑی بڑی آیات کی زیارت کی۔

۳۴ ان کو یاد کرنا حتیٰ کہ ما زاغ البصر و ما طغی۔

۳۵ آپ نے دو بار رب تعالیٰ کی زیارت کی۔ ایک دفعہ اپنے قلب اطہر سے اور دوسری بار نیند میں یہ دونوں عالم بیداری میں تھیں کیونکہ آپ نے نیند میں کئی بار اسے خواب میں دیکھا تھا۔

۳۶ قرب۔ ۳۷ دنو۔

۳۸ آپ کو رضا اور نور عطا کیا گیا۔

۳۹ ملائکہ نے آپ کے ساتھ قتال کیا جبکہ دیگر انبیاء کرام کی صرف مدد کی تھی۔

۴۰ براق پر سواری۔ میں کہتا ہوں: ملائکہ نے بدر اور احد میں آپ کے ساتھ قتال کیا، بعض نے صرف بدر کے ساتھ مختص کیا ہے تفصیلات گزر چکی ہیں۔

فائدہ:

امام سبکی سے سوال کیا گیا کہ ملائکہ نے آپ کے ساتھ قتال کیوں کیا حالانکہ صرف جبرائیل اس امر پر قادر تھے کہ وہ اپنے پروں میں سے ایک پر کے ساتھ روک سکتے۔ انہوں نے جواب دیا: اس لیے تھا تاکہ اس فعل کی نسبت حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہو سکے اور فرشتے اسی طرح مدد بن سکیں جیسے لشکروں کی مدد ہوتی ہے ان اسباب اور اس طریقہ کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے جو رب تعالیٰ نے اپنے بندوں میں رواں کیا ہے۔ رب تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے۔

◆ ملائکہ کا آپ کے ساتھ رواں ہونا۔ وہ آپ کے پیچھے چلتے تھے۔ جیسے امام احمد، ابن ماجہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن حبان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ چلتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے آگے چلتے تھے اور آپ کے پیچھے فرشتوں کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔

◆ آپ کتاب زندہ لے کر تشریف لائے حالانکہ آپ امی تھے، نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے رب تعالیٰ نے فرمایا:

النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: جو نبی امی ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ رب تعالیٰ کی نعمت بیان کی۔ فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ کہا: باہر نکلیں اس نعمت کا اعلان کریں جسے رب تعالیٰ نے آپ پر کی ہے۔ اس نے مجھے اپنا کلام دیا حالانکہ میں امی ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی گئی تھی۔

◆ آپ کی کتاب معجزہ ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ (الاسراء: ۸۸)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔

◆ یہ کتاب حق مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت: ۴۱ تا ۴۲)

ترجمہ: یہ کتاب عزیز ہے باطل نہ تو اس کے آگے سے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے آسکتا ہے۔

دوسری آیت طیبہ کے بارے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے شیطان سے اس کی حفاظت کی ہے وہ اس میں کسی باطل کا اضافہ نہیں کر سکتا نہ ہی اس میں سے حق کی کمی کر سکتا ہے۔" یحییٰ بن اکثم نے روایت ہے انہوں نے کہا: "ایک یہودی مامون کے پاس گیا۔ مامون نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے انکار کر دیا ایک سال بعد وہ مسلمان ہو کر آگیا۔ اس نے فقہ پر عمدہ کلام کیا۔ مامون نے اس سے پوچھا: تیرے اسلام لانے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا: جب میں تیرے پاس سے گیا تو میں نے ان ادیان کو آزمانے کا ارادہ کیا۔ میں نے تورات لی اس کے تین نسخے لکھے۔ ان میں کمی و بیشی کی انہیں لے کر کنیسہ میں چلا گیا۔ میں نے انہیں بیچ دیا۔ میں نے انجیل لی اس کے تین نسخے لکھے۔ ان میں کمی و بیشی کی اسے گرجا میں لے گیا وہ بھی مجھ سے خرید لیے گئے، پھر میں قرآن پاک کی طرف گیا میں نے اس کے تین نسخے لکھے۔ ان میں کمی و بیشی کی۔ میں انہیں کتب خانہ میں لے گیا۔ انہوں نے اس کی چھان بین کی۔ انہوں نے اس میں کمی و بیشی پائی۔ انہوں نے انہیں پھینک دیا۔ انہوں نے انہیں نہ خریدا مجھے علم ہو گیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اس لیے میں نے اسلام قبول کر لیا۔" حضرت یحییٰ بن اکثم نے فرمایا: میں نے اسی سال حج کیا حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے مجھے فرمایا: کتاب الٰہی میں اس کا مصداق بھی ہے۔ میں نے عرض کی: کس جگہ؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کے متعلق فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ: ۴۴)

ترجمہ: اس واسطے کہ محافظ ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب کے۔

رب تعالیٰ نے ان کتابوں کا ذمہ ان کے سپرد کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ (الحجر: ۹)

ترجمہ: اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔ یہ ضائع نہ ہوا۔

۲۵ یہ ان امور پر مشتمل ہے جن پر سابقہ کتب مشتمل تھیں اس میں زیادہ علم بھی ہے۔ امام بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے ایک سو صحیفے اور چار کتابیں نازل کیں۔ ان صحیفوں کے علوم کو تورات، انجیل، زبور اور فرقان میں رکھ دیا۔ تورات، زبور اور انجیل کا علم قرآن حکیم میں رکھ دیا۔

۲۶ یہ ہر چیز کو جامع ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝۸۹ (النحل: ۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے اتاری ہے یہ کتاب آپ پر اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (انعام: ۳۸)

ترجمہ: نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو۔

سعید بن منصور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جو علم حاصل کرنا چاہے وہ قرآن پاک کو لازم پکڑ لے۔ اس میں اولین و آخرین کی داستانیں ہیں اس نے اس میں ہر چیز کا علم نازل کیا۔ اس میں ہمارے لیے ہر چیز بیان کی گئی ہے لیکن ہمارا علم اس کے حصول سے قاصر ہے۔

◆ یہ اپنے غیر سے مستغنی ہے۔ امام ترمذی، دارمی وغیرہما نے حارث اعور کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ کتاب ایسی ہے۔ اس میں تم سے پہلوں کی خبریں ہیں۔ اس میں تم سے بعد والوں کی خبریں ہیں۔ یہ محکم رشتہ ہے یہ ذکر حکیم ہے یہ تمہارے مابین پھوٹنے والے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی ہے۔ یہ فیصلہ کن امر ہے۔ مذاق نہیں ہے رب تعالیٰ نے کسی جابر کو نہیں چھوڑا مگر اسے توڑ کر رکھ دیا جس نے اس کے علاوہ میں ہدایت طلب کی وہ گمراہ ہو گیا۔ یہی صراط مستقیم ہے اسی سے خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوتیں، نہ زبانیں اس سے ملتبس ہوتی ہیں۔ اس سے علماء سیراب نہیں ہوتے۔ یہ بار بار دھرانے سے بوسیدہ نہیں ہوتا۔ اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے جو اس پر عمل کرتا ہے اسے اجر سے نوازا جاتا ہے جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عدل کرتا ہے جس نے اس کی طرف بلایا وہ صراط مستقیم پر رواں ہوئے۔

◆ اسے حفظ کرنا آسان بنا دیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ (القمر: ۱۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟

◆ یہ آہستہ آہستہ اترا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ (الواقعہ: ۷۵)

ترجمہ: پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی اور حاکم نے سعید بن جبیر کی سند سے، نسائی اور حاکم نے عکرمہ کی سند سے اسناد صحیحہ کے ساتھ، ابن مردویہ اور بیہقی نے مقسم کی سند سے ان تمام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو تفصیل سے بیان کیا ہے رب تعالیٰ نے اسے لیلۃ القدر کو ایک بار اتارا۔ اسے آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھ دیا۔ رب تعالیٰ اسے ضرورت اور واقعات کے مطابق مختلف مہینوں اور سالوں میں اتارتا رہا اس میں سے کچھ بندوں کے کلام کے جواب میں ہے ان کے افعال اور اعمال کے جواب میں ہے۔ جب بھی انہوں نے کوئی سوال کیا رب تعالیٰ نے اس کا جواب دے دیا۔"

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آسمان دنیا پر اس کا یکبارگی نزول تکریم بنی آدم کے لیے ہے۔ یہ ان کی اس شان والا اور تعریف کی وجہ سے ہے جو رب تعالیٰ کی عنایت اور رحمت کی وجہ سے انہیں فرشتوں کے ہاں حاصل ہے۔ اسی لیے اس نے

ستر ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ سورۃ الانعام کے ساتھ جائیں یہ آخری کتاب ہے جسے خاتم الرسل ﷺ پر نازل کرنا تھا۔ یہ اشرف الامم کے لیے ہے ہم نے اسے ان کے قریب کر دیا تا کہ ہم اسے ان پر نازل کریں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں کہ ان پر بھی تورات یکبار نازل ہوئی لیکن سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت یہ ہے کہ اسے آپ پر متفرق نازل کیا گیا تا کہ آپ اسے یاد کر سکیں۔ ابو شامہ نے لکھا ہے اگر پوچھا جائے کہ اسے متفرق نازل کرنے میں کیا حکمت ہے یہ دیگر ساری کتب کی طرح یکبار ہی نازل کیوں نہ ہوا؟ ہم اس سے کہیں گے کہ اس کا جواب رب تعالیٰ نے دے دیا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (الفرقان: ۳۲)

ترجمہ: اور کہنے لگے کفار (ازراہ اعتراض) کیوں نہیں اتارا گیا قرآن ان پر یک بارگی؟ اس طرح اس لیے کیا کہ ہم مضبوط کر دیں اس کے ساتھ آپ کے دل کو اسی لیے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھا ہے۔

جب وحی ہر واقعہ کے لیے تازہ آتی ہے تو دل کو تقویت نصیب ہوتی ہے اور اس مرسل الیہ پر شدید عنایت آشکارہ ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ ملائکہ اس پر کثرت سے نازل ہوتے ہیں۔ وہ بار بار اس کے پاس آتے ہیں اور اس کے ہمراہ کتاب عزیز کا وہ حصہ بھی ہے جو ابھی اترا ہے۔ اسے اتنا سرور ملتا ہے کہ عبارت اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لیے آپ رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے کیونکہ حضرت جبرائیل امین آپ سے بہت زیادہ ملاقات کرتے تھے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اسے آپ کو یاد کرا دیں۔ آپ امی تھے پڑھ لکھ نہ سکتے تھے۔ قرآن پاک متفرق اتارا گیا تا کہ اسے آپ کے لیے حفظ کرنا آسان ہو۔ دیگر انبیاء کرام کے برعکس۔ اگر کوئی قاری اور کاتب ہوتا تو اس کے لیے اسے سارا یاد کرنا ممکن ہوتا۔ بعض علماء کہ قرآن پاک آپ پر یکبارگی نہ اتارا گیا کیونکہ اس میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ متفرق نازل ہو۔

ان میں کچھ سوالات کے جوابات تھے۔ بعض آیات کسی کے قول کا انکار تھیں کسی فعل کا انکار تھیں جیسے کہ یہ حضرت ابن عباس کے فرمان میں گزر چکا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ (الفرقان: ۳۳)

ترجمہ: اور نہیں پیش کریں گے آپ پر کوئی اعتراض مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس اس کا صحیح جواب اور عمدہ تفسیر۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک کا متفرق نازل ہونا دونوں حکمتوں کو متضمن ہے۔

◆ یہ سات احرف (قراتوں) پر نازل ہوا۔

◆ یہ سات ابواب پر نازل ہوا۔ شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک لہجہ میں قرآن پاک پڑھایا۔ میں لگاتار اضافے کے لیے اصرار کرتا رہا وہ اضافہ

کرتے رہے حتیٰ کہ وہ سات لہجوں تک پہنچ گئے۔ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے یہ پیغام بھیجا کہ میں ایک حرف (لہجے) پر قرآن پاک پڑھوں میں نے عرض کی: "مولا! میری امت پر آسانی پیدا فرما۔" اس نے مجھے دو لہجوں پر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ میں نے آسانی کے لیے عرض کی اس نے مجھے تین لہجوں میں پڑھنے کی اجازت دے دی۔ میں اسی طرح عرض کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے سات لہجوں میں پڑھنے کی اجازت دے دی۔ ہر بار دھرانے میں آپ کو ایک مسئلہ کا سامنا ہوگا۔ آپ اس کے متعلق مجھ سے پوچھ لینا۔ میں نے عرض کی: مولا! میری امت کو معاف کر دے۔ مولا! میری امت کو معاف کر دے۔ میں نے تیسری بار کو اس دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے جس میں مخلوق حتیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی رغبت رکھیں گے۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سابقہ کتب ایک حرف پر نازل ہوتی تھیں۔ ایک دروازے سے نازل ہوتی تھیں۔ قرآن پاک سات لہجوں میں سات دروازوں سے نازل ہوا۔ زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔"

تنبیہ

سات لہجوں سے مراد سات قرأتیں نہیں ہیں یہ اہل علم کے اجماع کے خلاف ہے بعض جاہلوں نے یہی مراد لیا ہے، بلکہ اس سے مراد مختلف الفاظ سے معانی متفقہ کی سات وجوہات ہیں۔ جیسے اقبل، تعال، ھلم اسرع یہ مؤقف ابن عیینہ، ابن جریر، ابن وہب اور کثیر علماء کا ہے۔ ابوعمرو نے اسے اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات لغات ہیں۔ یہ ابوعبیدہ، ثعلب، ازھری، دیگر علماء کا مؤقف ہے۔ ابن عطیہ نے اسے پسند کیا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں اسے درست کہا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عرب میں سات سے زیادہ لغات ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد فصیح لغات ہیں۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ تم جو بھی کلمہ پڑھو۔ وہ سات لغات پر ہوگا بلکہ اس میں سات متفرق لغات ہیں۔ بعض لغت قریش، بعض لغت ہذیل کے مطابق، بعض لغت ہوازن کے مطابق بعض لغت یمن کے مطابق ہیں، بعض لغات دوسری سے زیادہ سعادت مند اور ان سے کثیر ہیں۔

امام بیہقی نے لکھا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں سبعۃ احرف سے مراد وہ سات انواع ہیں جن پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ ان احادیث میں ان سے مراد وہ لغات ہیں جن میں اسے پڑھا جاتا ہے۔ دیگر علماء کرام نے فرمایا ہے: جس نے سات احرف کی تاویل اس طرح کی ہے تو یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ ان سے ایک حرف حرام ہو اور کوئی نہ ہو یا حلال ہو اس کے علاوہ نہ ہو۔ یہ بھی جائز نہیں کہ قرآن پاک سارے کا سارا حلال یا حرام یا امثال ہو۔

ابن عطیہ نے لکھا ہے: یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ اس میں یہ وسعت نہیں کہ حلال کو حلال

اور حرام کو حرام بنایا جائے یا معانی مذکورہ میں سے کسی چیز کو تبدیل کیا جائے۔ ابوعلی الاہوازی اور ابوعلاء الصمدانی نے کہا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ حدیث میں "زاجر اور آمر۔۔۔" کسی اور کا کلام ہے ای هو زاجر ای القرآن۔ اس سے سات احرف کی تفسیر مراد نہیں ہے۔ عدد میں اتفاق کی جہت سے یہ وہم پیدا ہوا ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ بعض طرق میں یہ زاجراً اور آمراً کے الفاظ ہیں یعنی سات ابواب پر یہ اسی صفت میں نازل ہوا۔"

ابوشامہ نے لکھا ہے: "یہ احتمال بھی ہے کہ مذکور تفسیر ابواب کی ہو حرف کی نہ ہو یعنی یہ کلام کے ابواب میں سے سات ابواب ہیں، یعنی رب تعالیٰ نے صرف ایک صنف پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ سات اصناف پر اسے اتارا، جیسے کہ دیگر کتب کو اتارا۔ اس مسئلہ میں تقریباً چالیس اقوال ہیں۔ شیخ نے الاتقان میں سولھویں نوع میں انہیں ترتیب سے بیان کیا ہے۔

◆ ۵۲ اس نے اسے ہر ہر لغت پر نازل کیا۔ ابن نقیب نے انہیں شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: "اسی طرح اسے ابن ابی شیبہ نے ابومیسرہ، ضحاک اور ابن منذر نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ ابوعمرو نے لکھا ہے کہ جس نے کہا کہ قرآن پاک لغت قریش میں نازل ہوا ہے۔ تو میرے نزدیک اس کا حکم اغلب میں ہے کیونکہ ساری قرأتوں میں قریش کی لغت کے علاوہ لغتیں موجود ہیں۔ یہ ہمزات کی تحقیق سے ثابت ہے قریش ہمزہ نہ لگاتے تھے۔

شیخ جمال الدین بن مالک نے کہا ہے: رب تعالیٰ نے قرآن پاک کو حجازیین کی لغت پر اتارا ہے۔ سوائے قلیل کے کہ یہ تمیمین کی لغت پر بھی اترا ہے جیسے يُّشَاقِقِ اللّٰهَ (انفال: ۱۳) میں ادغام، اسی طرح مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ (المائدۃ: ۵۴) مجزوم کا ادغام کرنا تمیم کی لغت ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ الفک (جدا جدا) حجاز کی لغت ہے یہ اکثر ہے جیسے و یملل۔ (البقرہ، ۲۸۲) یحببکم اللہ (آل عمران: ۳۱) یمدد کم (آل عمران: ۱۲۵) اشدد به ازری (طه: ۳۱) و من یحلل علی غضبی (طه: ۸۱) "محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ، مدد کرے گا تمہاری، مضبوط فرما دے اس سے میری کمر، اور وہ (بدنصیب) جس پر اترتا ہے میرا غضب۔" انہوں نے فرمایا: قراء کا اتباع کی نصب پر اجماع ہے الا اتباع الظنّ (النساء: ۱۵۷) کیونکہ حجازیین استثناء منقطع میں نصب لازم کرتے ہیں جیسے کہ ان کا اس آیت میں بَشَرًا کے منصوب ہونے پر اجماع ہے ما هذا بشراً (یوسف: ۳۱) کیونکہ ان کی لغت میں "ما" کو اعمال بناتے ہیں۔

زمخشری نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (النمل: ۶۵)

ترجمہ: آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

کے متعلق لکھا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے جو لغت بنی تمیم پر ہے۔ ابوبکر الواسطی نے الارشادات فی القرءات العشر میں لکھا ہے کہ قرآن پاک میں پچاس لغتیں ہیں۔ شیخ نے انہیں الاتقان میں سینتیسویں نوع میں بیان کیا ہے۔

تنبیہ

اس میں اختلاف ہے کہ کیا قرآن پاک میں لغت عرب کے علاوہ بھی کوئی لغت ہے اکثر علماء کرام ان میں امام شافعی ابن جریر، ابوعبیدہ، قاضی ابوبکر اور ابن فارس شامل ہیں نے اس کے عدم وقوع کا قول کیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف: ۲)

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ (فصلت: ۴۴)

ترجمہ: اور بالفرض اگر ہم اسے بنا کر بھیجتے قرآن عجمی زبان میں تو کہتے، کیوں نہ کھول کر بیان کی گئیں اس کی آیتیں؛ کیا اچنبھا ہے (کتاب) عجمی اور (نبی) عربی۔

امام شافعی نے شدت سے اس مؤقف کا انکار کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: "قرآن پاک کو عربی مبین میں اتارا گیا جس نے یہ گمان کیا کہ اس میں غیر عربی کے الفاظ ہیں تو اس نے بہت بڑا قول کیا جس نے نبطیہ کا قول کیا تو اس نے بھی بہت بڑا قول کیا کہ اس میں نبطی الفاظ ہیں۔ ابن فارس نے لکھا ہے: "اگر اس میں عربی کے علاوہ اور کوئی لغت ہو تو وہم کرنے والا وہم کر سکتا ہے کہ اہل عرب اس کی مثل لانے سے عاجز آگئے تھے کیونکہ یہ ایسی لغات میں تھا جنہیں وہ جانتے نہ تھے۔" ابن جریر نے لکھا ہے: "ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ قرآن پاک میں فارسی یا حبشہ یا نبطہ کے الفاظ ہیں اس امر پر اتفاق ہے کہ اس میں ایسی لغات ہیں جن میں عرب، فارسی اور اہل حبشہ ایک ہی لفظ کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔" بعض علماء نے فرمایا ہے: "یہ سارے الفاظ عمدہ عربی کے ہیں، لیکن عربی لغت بہت زیادہ وسیع ہے بعید نہیں کہ یہ بڑے بڑے اکابرین پر مخفی رہی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر فاطر اور فاتح کے معانی مخفی رہے تھے۔" امام شافعی نے "الرسالۃ" میں لکھا ہے "لغت کا احاطہ صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔"

دوسرا مؤقف یہ ہے کوئی دوسری لغت بھی اس میں موجود ہے شیخ نے الاتقان میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔

- اس کا ایک ایک لفظ پڑھنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ شمار زرکشی کا ہے۔ میں کہتا ہوں: "امام بخاری نے تاریخ میں ترمذی، محمد بن نصر، ابوجعفر نحاس، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی۔ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ الم حرف ہے بلکہ الف علیحدہ حرف، لام علیحدہ حرف اور میم علیحدہ حرف ہے۔" ابن نصر اور نحاس کے الفاظ ہیں: "بلکہ الف کی دس نیکیاں لام کی دس نیکیاں اور میم کی دس نیکیاں ہیں۔ یہ تیس نیکیاں ہیں۔"
- قرآن پاک دیگر منزل کتب سے تیس خصوصیات کی وجہ سے افضل ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتیں یہ صاحب تحریر کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسے شیخ نے امام رازی سے الکبریٰ میں تحریر کیا ہے۔"

◆ بعض سورتوں کے ساتھ اتنے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے افق کو گھیر لیا تھا۔ اسماعیل نے اپنی معجم میں، حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: "جب سورۃ الانعام کا نزول ہوا تو آپ نے رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کی فرمایا: "اس سورت کے ساتھ اتنے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے افق کو گھیر لیا تھا۔"

الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر سورۃ الانعام کا یکبارگی نزول ہوا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔ "تسبیح و تحمید بآواز بلند پڑھ رہے تھے۔" الطبرانی اور منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سورۃ الانعام کا نزول رات کو یکبار ہوا۔ اس کے ارد گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو بآواز بلند تسبیح بیان کر رہے تھے۔"

امام احمد، محمد بن نصر اور الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سورۃ البقرۃ قرآن پاک کی چوٹی اور رفعت ہے۔ اس کی ہر ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوتے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ (البقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ حی و قیوم ہے۔

عرش کے نیچے سے اتری وہ اسے لے کر یہاں پہنچے۔

الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، ابن منذر نے ابو جحیفہ سے، عبد بن حمید نے ابن المکندر سے، فریابی، ابن راہویہ نے شہر بن حوشب سے، ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے، بیہقی اور خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے امام نووی ان احادیث سے آگاہ نہ ہو سکے انہوں نے انکار کر دیا کہ سورۃ الانعام کا نزول ایک بار ہوا۔ حافظ نے امالیہ میں ان کا تعاقب کیا ہے۔ یہ مسئلہ میرا اضافہ ہے۔"

◆ یہ دعوت بھی ہے اور دلیل بھی ہے کسی اور نبی کے لیے اس طرح نہ ہوا تھا ہر نبی کے لیے دعوت اور تھی اور حجت اور تھی رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان دونوں کو جمع کر دیا۔ یہ معانی کے اعتبار سے دعوت اور الفاظ کے اعتبار سے حجت ہے۔ دعوت کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ اس کی دلیل اس کے ساتھ ہی ہو۔ حجت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ دعوت اس سے جدا نہ ہو یہ حلیمی کا قول ہے۔

◆ آپ کو عرش کے خزانے کے نیچے سے عطا کیا گیا کسی اور کو یہاں سے عطا نہ کیا گیا۔

◆ آپ کو سورۃ الفاتحہ عطا کی گئی۔

◆ آپ کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔

◆ آپ کو سورۃ البقرہ کا آخری حصہ عطا کیا گیا۔

◆ آپ کو سات طویل سورتیں عطا کی گئیں۔

مفصل سورتیں عطا کی گئیں۔ ابوعبید اور ابن خریس نے ''الفضائل'' میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آیۃ الکرسی عرش کے خزانے کے نیچے سے عطا کی گئی۔ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یہ کسی نبی کو عطا نہ کی گئی تھی۔

ابوعبید نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار ایسی آیات طیبات عطا کی گئی تھیں جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو بھی عطا نہیں کی گئی تھیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ (البقرہ: ۲۸۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

حتیٰ کہ انہوں نے سورۃ البقرۃ کو ختم کر دیا۔ فرمایا: یہ تین آیات ہیں اور ان کے ساتھ آیۃ الکرسی بھی ہے۔

امام احمد، الطبرانی اور البیہقی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سورۃ البقرہ کی آخری آیات مجھے عرش کے نیچے خزانے سے عطا کی گئی ہیں۔ مجھ سے قبل یہ کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔''

امام مسلم اور امام نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے آسمان کی سمت اوپر آواز سنی۔ حضرت جبرائیل امین نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی۔ انہوں نے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آسمان کا جو دروازہ آج کھلا ہے وہ پہلے کبھی نہ کھلا تھا۔ وہاں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ انہوں نے عرض کی: ''جو فرشتہ نازل ہوا ہے۔ یہ آج ہی نازل ہوا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نازل نہ ہوا تھا۔ وہ فرشتہ زمین پر آیا۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ اس نے عرض کی: '' آپ کو ان دونوں کی بشارت ہو جو صرف آپ کو عطا ہوئی ہیں آپ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی تھیں۔ وہ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں آپ جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔'' حاکم نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے عرش کے نیچے سے فاتحۃ الکتاب اور مفصل سورتیں زائد عطا کی گئی ہیں۔''

امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے طوال سورتیں تورات کی جگہ المبین اور انجیل کی جگہ المثانی اور مفصل سورتوں سے مجھے فضیلت دی گئی ہے۔'' ابوشیخ نے الثواب میں الطبرانی اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں عرش کے نیچے سے خزانے سے اتاری گئی ہیں۔ ان کے علاوہ وہاں سے کوئی چیز نہیں اتری۔ وہ ام الکتاب (سورۃ الفاتحہ) آیۃ الکرسی، خواتیم۔ سورۃ البقرۃ اور الکوثر ہیں۔

ابن جریر، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ (الحجر: ۸۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے عطا فرمائی ہیں آپ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم۔

میں مراد سات طوال سورتیں ہیں۔ جو کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی تھیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ان میں سے دو عطا کی گئی تھیں۔ ابن مردویہ کے یہ الفاظ ہیں: تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ کچھ ذخیرہ کیا گیا جو ان کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے ذخیرہ نہیں کیا گیا تھا۔"

۱۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ اس خصوصیت میں مشارکت ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک کی سورۃ النمل میں ہے۔

۱۴ آپ کے معجزات تا روز حشر رواں ہیں۔ یہ معجزہ قرآن پاک ہے جبکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔ ابن عبد السلام نے اسے شمار کیا ہے۔

۱۵ آپ کے معجزات سارے انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار ہے یہ امام بیہقی کا قول ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ تعداد بارہ سو ہے۔ یہ امام نووی نے لکھا ہے۔ ایک قول کے مطابق قرآن پاک کے علاوہ ان کی تعداد تین ہزار ہے۔ اسے بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ احناف میں سے امام زاہری نے اسے ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے قرآن پاک کے علاوہ لکھا ہے۔ قرآن پاک میں تقریباً ستر ہزار معجزات ہیں۔ میرا گمان ہے کہ شیخ کی کتاب اس کتاب کی اصل ہے لیکن اسی پر اکتفاء نہیں ہو سکتا۔ یہ تفصیل معجزات کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

۱۶ آپ کے معجزات میں ایک اور معنی بھی پایا جاتا ہے وہ یہ کہ آپ کے علاوہ دیگر معجزات میں ایسی کوئی امر نہیں جو آپ کے اجسام کے ایجاد کی مانند ہو۔ ایسے معجزات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ یہ حلیمی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں جیسے کہ کھجوروں کا زیادہ ہو جانا جیسے کہ پہلے معجزات گزر چکے ہیں۔

۱۷ آپ کے اتنے معجزات اور اتنے فضائل ہیں جو کسی اور کے نہیں ہیں بلکہ ہر ہر نوع کے ساتھ معجزات مختص ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں بعض انبیاء علیہم السلام کو افعال میں معجزات عطا کیے گئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام بعض معجزات صفات کے ساتھ مختص ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افعال اور صفات میں معجزات عطا کیے گئے۔

امام بیہقی نے مناقب امام شافعی میں عمرو بن سوار السروجی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر ہر نبی کو جو فضیلت بخشی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ زیادہ عطا فرمائی۔" میں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتیٰ کا معجزہ عطا کیا۔" حضرت امام شافعی نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس تنے کا گریہ کرنا اس معجزہ سے بڑا معجزہ ہے جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے یہ تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔

۲۸ قمر کا شق ہو جانا۔

۲۹ پتھر کا سلام کرنا۔

۵۰ ◆ تنے کا گریہ کناں ہونا۔

۵۱ ◆ مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہونا یہ معجزہ کسی اور نبی سے ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اس کا تذکرہ سلطان العلماء ابن عبد السلام نے کیا ہے۔

۵۲ ◆ شجر کا کلام کرنا۔

۵۳ ◆ درختوں کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا۔

۵۴ ◆ آپ کی صدا پر لبیک کہنا۔

۵۵ ◆ مردوں کا زندہ کرنا اور ان کا ہم کلام ہونا۔

۵۶ ◆ بچوں اور شیر خواروں کا کلام کرنا۔

۵۷ ◆ آپ کی نبوت کی گواہی دینا۔ اس کا تذکرہ دماسی نے کیا ہے۔

۵۸ ◆ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور انبیاء کرام کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اسے عمدہ اور مکمل بنایا، مگر گھر کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ چھوڑ دی لوگ اس گھر کے اردگرد چکر لگانے لگے۔ وہ اس پر تعجب کرنے لگے وہ پوچھنے لگے اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی میں وہی اینٹ ہوں میں آخری نبی ہوں۔ اس باب میں احادیث مشہور ہیں۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ وہ پہلے نبی تھے رب تعالیٰ نے اس حکمت کی وجہ سے انہیں اٹھالیا تھا جس کا تقاضا ارادہ الٰہیہ نے کیا تھا۔ جب وہ اتریں گے وہ مستقل شریعت لے کر نہیں آئیں گے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دے، بلکہ وہ ہماری شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے شیخ نے اس موضوع پر کم بہت عمدہ تصنیف رقم کی ہے۔

۵۹ ◆ آپ کی شریعت مطہرہ ابدی ہے وہ منسوخ نہ ہوگی۔

۶۰ ◆ آپ سابقہ تمام شریعتوں کے ناسخ ہیں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (المائدۃ: ۴۸)

ترجمہ: اور (اے حبیب!) اتاری ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) سچائی کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے۔

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبہ: ۳۳)

ترجمہ: ہدایت اور دین حق دے کرتا کہ غالب کر دے اس کو تمام دینوں پر۔

۱۱ اگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے زمانہ میں ہوتے تو ان پر آپ کی اتباع کرنا لازم ہوتا۔ جیسے کہ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔

۱۲ آپ کی کتاب میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (البقرۃ: ۱۰۶)

ترجمہ: جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں (دوسری) بہتر اس سے کم از کم اس جیسی۔

دیگر کتب میں اس طرح نہیں تھا۔ اس لیے یہودی نسخ کا انکار کرتے تھے۔ اس میں راز یہ ہے کہ دیگر ساری الہامی کتب ایک دفعہ ہی نازل ہوئی تھیں لہٰذا ان میں ناسخ و منسوخ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ناسخ کے لیے شرط ہے کہ وہ انزال میں منسوخ سے متاخر ہو۔

۱۳ آپ کی دعوت تمام لوگوں کو عام ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سباء: ۲۸)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱)

ترجمہ: بڑی خیر و برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندے پر تا کہ وہ بن جائے سارے جہاں والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا۔

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو صرف اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ مجھے سارے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ امام ابوالوفاء بن عقیل حنبلی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں میں جنات بھی داخل ہیں۔ ائمہ لغت نے یہی تصریح کی ہے۔ ابویعلی، الطبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل آسمان اور انبیائے کرام پر فضیلت دی ہے۔ ان سے عرض کی گئی: اہل آسمان پر آپ کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے اہل آسمان سے فرمایا:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ (الانبیاء: ۲۹)

ترجمہ: اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی۔

اس نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۱)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

اس نے آپ کے لیے برأت لکھ دی۔ لوگوں نے عرض کی: "انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ (ابراھیم:۴)

ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ کھول کر بیان کرے ان کے لیے (احکام الٰہی کو)

اس نے آپ سے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ (سباء:۲۸)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف۔

آپ کو جن و انس کی طرف بھیجا۔ امام بخاری نے تاریخ میں، بزار، بیہقی اور ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا مجھے جن و انس کی طرف بھیجا گیا۔ اگر کہا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان کے بعد ساری زمین کے لیے مبعوث کیا گیا تھا کیونکہ صرف اہل ایمان ہی آپ کے ساتھ بچ گئے تھے۔ ان کو انہی کی طرف بھیجا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کی یہ عمومیت اصل بعثت کے اعتبار سے نہ تھی بلکہ اس حادثہ کی وجہ سے یوں ہوگئی جو رونما ہوا تھا۔ یہ اس موجود مخلوق پر محدود تھی جو سارے لوگوں کی ہلاکت کے بعد باقی رہ گئی تھی۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ سابقہ زمانہ میں اگر کسی نبی کو ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تو دوسرے نبی کو دوسری قوم کی طرف بھیجا جاتا سابقہ زمانہ میں بیک وقت کئی کئی نبی تھے جبکہ حضور ختم المرسلین ﷺ کی رسالت اصل بعثت کے اعتبار سے عام ہے یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ بعض علماء نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ مؤقف اپنایا ہے جیسے کہ شفاعت کی حدیث میں صراحت ہے۔ وہ اہل زمین کی طرف پہلے رسول تھے۔ اس سے رسالت کی ابتداء سے بعثت کی عمومیت مراد نہیں ہے اگر یہ مراد مقدر کر بھی لی جائے تو یہ ان آیات کی وجہ سے تخصیص ہو جائے گی جن میں رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ انہیں ان کی قوم کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے بھیجا گیا تھا۔ بعض علماء نے ان کی بعثت کی عمومیت کے لیے استدلال ان کی اس بددعا سے بھی کیا ہے جو انہوں نے ساری زمین کے باسیوں کے لیے کی تھی سارے غرق ہو گئے سوائے کشتی والوں کے۔ اگر انہیں ان کی طرف بھیجا ہی نہیں گیا تھا تو پھر انہیں ہلاک کیوں کیا گیا کیونکہ رب

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (الاسرا: ۱۵)

ترجمہ: اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔

یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اول الرسل ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کے دوران کسی اور نبی کو مبعوث کیا گیا ہو حضرت نوح علیہ السلام جان گئے ہوں کہ وہ بھی ایمان نہ لائے ہوں۔ انہوں نے اپنی قوم کے اور دوسرے نبی کی قوم کے ان لوگوں کے لیے بددعا کی جو ایمان نہ لائے ہوں۔ ان کی یہ بددعا قبول ہو گئی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ ایک اچھا جواب ہے لیکن یہ امر نقل نہیں کیا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کسی اور نبی کو مبعوث کیا گیا تھا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خصوصیت کا معنی یہ ہو کہ آپ کی شریعت بیضاء روز حشر تک باقی رہے گی جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اور نبی مبعوث ہو جاتا یا ان کے بعد مبعوث ہوتا تو وہ ان کی کچھ شریعت کو منسوخ کر دیتا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا ہو۔ یہ دعوت دیگر لوگوں تک پہنچی ہو انہوں نے شرک پر ہی سرکشی کی ہو تو وہ عذاب کے مستحق بن گئے ہوں۔ ابن عطیہ نے سورۃ ہود کی تفسیر میں اسی طرف رجحان رکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ اتنی طویل مدت میں ان کی دعوت قریب و بعید تک نہ پہنچی۔ ابن دقیق نے یہ توجیہہ کی ہے کہ روا ہے کہ توحید الٰہی بعض انبیاء کے حق میں ہو اگرچہ اس کی شریعت کی فروع کا التزام عام نہ ہو کیونکہ بعض انبیاء نے دوسری قوم سے شرک کی وجہ سے قتال کیا اگر توحید ان کے لیے لازم نہ ہوتی تو وہ ان کے ساتھ قتال نہ کرتے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کے وقت روئے زمین پر صرف ان کی قوم ہی ہو انہیں ان کی طرف ہی مبعوث کیا گیا ہو۔ یہ صورت میں عام ہو کیونکہ اس وقت اور کوئی قوم موجود نہ تھی اگر اتفاق سے کسی اور قوم کا وجود ہوتا تو وہ اس کی طرف مبعوث نہ ہوتے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کہ ان کی بعثت ان کی قوم کے لیے ہی عام ہو کیونکہ اس وقت صرف وہی موجود تھے۔ میرے پاس ایک اور جواب بھی ہے وہ اچھا جواب ہے۔ ان شاء اللہ وہ یہ ہے کہ طوفان صرف ان کی قوم کے لیے ہی بھیجا گیا تھا جس میں وہ تھے عام نہ تھا لیکن یہ مؤقف اس شخص کا ہے جسے طوفان کے بارے خبر نہ ہو وہ ساری روئے زمین کو محیط تھا صرف وہی بچ نکلے تھے جو کشتی میں تھے۔

۱۰ آپ کے پیروکار سارے انبیاء کے تابعین سے زیادہ ہوں گے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پیروکار سارے لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنی تصدیق میری ہوئی اتنی تصدیق کسی اور نبی کی نہ ہوئی بعض انبیاء کی تصدیق صرف ایک شخص نے کی۔ بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر میرے ہمراہ میری امت سیلاب اور رات کی مانند ہو گی۔ وہ لوگوں کو روند ڈالے گی۔ ملائکہ کہیں گے جتنے پیروکار محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ آئے ہیں اتنے پیروکار کسی اور نبی کے ساتھ نہیں آئے۔

⑩ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیام قیامت آپ سارے لوگوں کے رسول ہیں۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے نائب تھے۔ وہ آپ کی شریعتوں کے ساتھ ہی مبعوث ہوئے۔ آپ نبی الانبیاء ہیں یہ امام سبکی اور بارزی کا موقف ہے۔ یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

⑪ اس امر پر اجماع ہے کہ آپ کو جنات اور ملائکہ کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ ملائکہ کے لیے بعثت دو قولوں میں سے ایک قول ہے سبکی اور بارزی نے اسے ہی ترجیح دی ہے۔ ابن حزم اور شیخ نے بھی اسی موقف کو درست کہا ہے۔ ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱)

ترجمہ: بڑی (خیرو) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندہ پر تا کہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا۔

عالمون ملائکہ کو اسی طرح شامل ہے جیسے یہ جن وانس کو شامل ہے۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ ان تینوں گروہوں کو شامل ہے اسی طرح یہاں بھی ہے اصل یہ ہے کہ لفظ کو اس کی عمومیت پر باقی رکھا جائے حتیٰ کہ کوئی دلیل اس سے کسی چیز کے اخراج پر قائم ہو جائے۔ یہاں ملائکہ کے اخراج پر کوئی دلیل نہیں ہے نہ ہی قرآن وحدیث میں اس کا تذکرہ ہے اس شخص سے مباحثہ کیا گیا ہے جس نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں کیے گئے۔ ملائکہ کو چھوڑ کر جن وانس کے ساتھ تخصیص کہاں سے آگئی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (انبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔

یہ ملائکہ کو شامل ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۲۶)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے رحمٰن نے (اپنے لیے) بیٹا سبحان اللہ (یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔) بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔

یعنی فرشتے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۲۷، ۲۹)

ترجمہ: نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لیے جسے وہ

پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی۔

اسی طرح ابن ابی حاتم نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

و من یقل منھم۔

ترجمہ: اور جو ان میں سے یہ کہے۔

میں روایت کیا ہے یعنی فرشتے۔ ابن منذر وغیرہ نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت طیبہ:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ (الانعام: ۱۹)

ترجمہ: اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور اسے جس تک یہ پہنچے۔

اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے فرشتوں کو ڈرایا جائے۔ شیخ نے لکھا ہے میں ابھی تک انذار سے واقف نہیں ہوا کہ قرآن پاک میں اس آیت کے علاوہ کسی اور آیت میں فرشتوں کے لیے انذار کا تذکرہ ہو۔ اس کی حکمت بڑی واضح ہے کیونکہ اکثر خطائیں پیٹ اور شرم گاہ کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ خلقت کے اعتبار سے ان کے لیے یہ امور ممتنع ہیں، لہٰذا وہ اس انذار سے مستغنی ہیں۔ جب ابلیس سے خطا ہوگئی بعض کا موقف ہے کہ یہ ان میں سے تھا جیسے کہ امام نووی۔ یا ان میں اس معصیت کی نظیر ہو سکتی ہو تو انہیں اس سے ڈرایا گیا ہو۔ شیخ نے اس مسئلہ پر علیحدہ تالیف رقم کی ہے جس کا نام تزئین الارائك فی ارسال النبی الی الملائك۔ اس میں انہوں نے دلائل ذکر کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ملائکہ میں سے ایسے امور عطا کیے جو سابقہ انبیاء کرام میں سے کسی کو بھی عطا نہ کیے تھے۔

شیخ جلال الدین المحلی نے شرح جمع الجوامع میں اور امام رازی نے تفسیر میں اور نسفی نے لکھا ہے۔ (آیت الفرقان) سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ملائکہ کی طرف مبعوث نہ تھے۔ امام رازی نے لکھا ہے: یہ آیت کئی احکام پر دلالت کرتی ہے۔ (۱) رب تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز عالم کو شامل ہے یہ سارے مکلفین جن وانس اور ملائکہ کو شامل ہے لیکن اجمعنا کا لفظ اجماع امت پر صراحتاً دلالت نہیں کرتا کیونکہ ایسی عبارت دو مناظرہ کرنے والے فریقین کے لیے استعمال ہوتے ہیں بلکہ اس کی اگر صراحت کر دی گئی تو روک دیا جائے گا۔ امام بکی سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جنات کی طرف مبعوث تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ بہت سی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں جیسے کہ آیت طیبہ ہے۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ (الفرقان: ۱)

ترجمہ: تاکہ وہ بن جائے سارے جہاں والوں کو ڈرانے والا۔

اس کی تفسیر میں سارے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد جن وانس ہیں بعض نے ملائکہ بھی شامل کیے ہیں۔ مختصر یہ کہ تفسیر رازی اور نسفی میں اجماع کی حکایت پر اعتماد ایسا امر ہے جس کی دلیل علماء نقل کی مخالفت کی پوری ذمہ داری نہیں

اٹھاتی کیونکہ ائمہ کے کلام اور حفاظ امت سے اجماع نقل کرنا جیسے ابن منذر اور ابن عبدالبر وغیرہما سے اجماع نقل کرنا اسی طرح ہے جیسے اصحاب مذاہب المتبوعہ سے اجماع نقل کرنا جس کے حفظ واتقان اور اطلاع کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

◆ آپ کو حیوانات، جمادات، پتھروں اور درختوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ یہ بارزی کا قول ہے انہوں نے دلیل یہ دی ہے کہ درختوں اور پتھروں نے آپ کی رسالت کی گواہی دی۔

◆ آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا، حتیٰ کہ آپ کفار کے لیے بھی رحمت ہیں ان کے عذاب میں تاخیر ہوگئی اور انہیں جلد سزا نہ دی گئی جیسے سابقہ تکذیب کرنے والی امم کو جلد عذاب دے دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (انبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے بنا کر مگر سراپا رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال: ۳۳)

ترجمہ: اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مشرکین کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے مجھے عذاب بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا۔ ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو آپ پر ایمان لایا اس کے لیے دنیا اور آخرت کی رحمت مکمل ہوگئی۔ جو آپ پر ایمان نہ لایا تو اسے دنیا میں جلد ملنے والے عذاب، خسف، مسخ اور قذف سے پناہ مل گئی۔ ابونعیم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے عالمین کے لیے رحمت اور متقین کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔

امام علامہ ابوشاء محمود جمال الدین محمد بن جملہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رقم کیا ہے آپ کا ساری دنیا کے لیے رحمت ہونا واضح ہے۔ آپ ملائکہ کے لیے بھی رحمت ہیں۔ آپ کئی اعتبار سے ان کے لیے رحمت ہیں۔

۱۔ ان کا آپ پر درود پاک پڑھنا ان کے لیے رحمت ہے کیونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ اس سے زیادہ نفع بخش فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

۲۔ قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے کہ روایت ہے کہ حضور سراپا جود و رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے فرمایا: کیا میری رحمت میں سے تمہیں بھی کوئی حصہ ملا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! میں اپنے انجام سے ڈرتا تھا۔ جب رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی تو مجھے امن نصیب ہوگیا۔

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾ (التکویر: ۲۰۔ ۲۱)

ترجمہ: جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے۔ (جبکہ فرشتوں کا) سردار وہاں کا امین ہے۔

۳۔ روزِ حشر آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے جس میں اول و آخر آپ کی تعریف کریں گے۔ ملائکہ، انبیاء اور ان کے پیروکار آپ کی تعریف کریں گے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے میں نے تیسری دعا کو اس دن کے لیے متاخر کیا ہے جس روز ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رغبت کریں گے، پھر انہوں نے اپنے چچا قاضی القضاۃ ابو العباس احمد سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس لیے مختص کیا کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا اس روز وہ بھی آپ کی طرف رغبت رکھیں گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اس نے "الملائکۃ" نے فرمایا کیونکہ وہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا پر درود پاک پڑھنے کی وجہ سے عظیم شان کے حامل بن گئے ہیں پھر ان پر رحمت کرتے ہوئے خبر کو مؤخر کیا خبر میں انہیں اپنے ساتھ جمع کر لیا۔ یہ بھی احتمال تھا کہ وہ اس طرح فرماتا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ: شہادت اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے۔

رب تعالیٰ نے جو شہادت دی اس کا ذکر کیا پھر ملائکہ اور اولو العلم کی شہادت اس پر عطف کر دیا لیکن اوپر والی آیت طیبہ میں اس طرح نہیں اس عظیم تعظیم و تکریم کو دیکھو جو رب تعالیٰ نے انہیں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کی وجہ سے عطا کی تھی۔

۱۸ رب تعالیٰ نے آپ کی حیات طیبہ کی قسم اٹھائی۔ فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: (اے محبوب) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بھٹکے پھر رہے ہیں۔

ابو یعلیٰ، ابن مردویہ، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کسی نفس کو تخلیق اور پیدا نہیں کیا جو اس کی درگاہ صمدیت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اس نے سوائے آپ کی حیات

طیبہ سے کسی اور کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: ایضاً

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ: ایضاً

۹۰ رب تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر قسم اٹھائی۔ فرمایا:

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (یس: ۱ تا ۳)

ترجمہ: اے سید (عرب وعجم) قسم ہے قرآن حکیم کی، بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔

۹۱ آپ کے دشمنوں کا رد اس نے خود فرمایا جبکہ سابقہ انبیائے کرام اپنا جواب خود دیتے تھے۔ اپنے دشمن کا رد خود کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ (اعراف: ۶۱)

ترجمہ: اے میری قوم! نہیں ہے مجھ میں ذرا گمراہی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ (الاعراف: ۶۷)

ترجمہ: اے میری قوم! نہیں مجھ میں ذرا نادانی۔

لیکن دشمن جن عیوب کو آپ کی طرف منسوب کرتے تھے رب تعالیٰ خود ان سے برأت کا اظہار فرماتا تھا خود انہیں جواب ارشاد فرماتا تھا۔ مشرکین مکہ نے کہا: یہ مجنون ہے۔ رب تعالیٰ نے جواب دیا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (القلم: ۲)

ترجمہ: اور آپ اللہ کی نعمت سے مجنون نہیں۔

مشرکین مکہ نے کہا: "یہ شاعر ہیں۔" رب تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (یس: ۶۹)

ترجمہ: اور نہیں سکھایا ہم نے اپنے نبی کو شعر اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے۔

رب تعالیٰ نے اشعار کے سارے اوزان کی آپ سے نفی فرما دی۔ انہوں نے کہا:

یہ قرآن پاک خود گھڑتے ہیں۔" رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (یونس: ۳۷)

ترجمہ: اور نہیں ہے کہ یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ (کی وحی آئے بغیر۔)

جب مشرکین نے الزام لگایا کہ انہیں کوئی بشر سکھاتا ہے تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ (النحل: ۱۰۳)

ترجمہ: حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کو نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔

جب عاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ (الکوثر: ۳)

ترجمہ: یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام (ونشان) ہوگا۔

◆ ۵۲ رب تعالیٰ نے آپ کو سارے انبیائے کرام سے زیادہ لطیف انداز میں مخاطب فرمایا۔ رب تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص: ۲۶)

ترجمہ: اور نہ پیروی کیا کروں ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گا تمہیں راہ خدا سے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ (النجم: ۳)

ترجمہ: اور بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔

قسم اٹھا کر آپ کی اس سے پاکیزگی بیان کر دی۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ (الشعراء: ۲۱)

ترجمہ: تو میں بھاگ گیا تھا تمہارے ہاں سے جبکہ میں تم سے ڈرا۔

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الانفال: ۳۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا۔

آپ کی ہجرت اور خروج کو عمدہ عبارت کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ فرار کا تذکرہ نہ کیا۔ اس میں قدر ملامت پائی جاتی تھی۔

◆ ۵۳ رب تعالیٰ نے آپ کا اسم گرامی اپنے نام کے ساتھ آٹھ جگہ پر ملایا۔

(۱) اطاعت میں ارشاد ربانی ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ (آل عمران: ۳۲)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور (ان کے) رسول کی۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحدید: ۷)

ترجمہ: ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر۔

دونوں آیات میں اس نے واو جمع مشترکہ کا ذکر کیا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں سنن ابی داود میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ماشاء اللہ وشاء فلاں نہ کہے بلکہ وہ کہے: ماشاء اللہ ثم شاء فلان۔ واو صحیح مؤقف کے مطابق ترتیب کے بغیر جمع کا تقاضا کرتی ہے جبکہ ثم ترتیب مع التراخی کا تقاضا کرتا ہے۔

(۲) محبت میں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو۔ (تب) محبت فرمانے لگے گا اسے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ۔

رب تعالیٰ نے اپنی محبت کی علامت اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیا۔ حکم اور نہی میں آپ کی پیروی کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا پھر فرمایا کہ وہ رب تعالیٰ بھی ان سے محبت کرنے لگے گا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

۳۔ معصیت میں، فرمایا:

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (النساء: ۱۴)

ترجمہ: اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

۴۔ عزت میں۔ فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ (المنافقون: ۸)

ترجمہ: ساری عزت تو اس اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے۔

۵۔ ولایت میں:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا (المائدہ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارے مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں۔

الولایۃ جب الولاء کے معنی میں ہو تو اس پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں جبکہ الولایۃ کا معنی الامارۃ ہے۔

۶۔ اجابت میں فرمایا:

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (انفال: ۲۴)

ترجمہ: لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر۔

۷۔ نام رکھنے میں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾ (الحدید: ۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا:

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ (التوبۃ: ۱۲۸)

ترجمہ: خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا۔

یہ آپ کے اسماء گرامی کے باب کا یہ تتمہ ہے۔

۸۔ رضا میں۔ فرمایا:

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ (التوبۃ: ۶۲)

ترجمہ: حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں۔

لفظ اللہ ابتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے رسولہ کا اس پر عطف ہے۔ احق ان یرضواہ اس کی خبر ہے اگر کہا جائے کہ ان یرضوھما ذکر کیوں نہ کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے لہٰذا تثنیہ کو ترک کر دیا گیا کیونکہ یہ اتحاد کے ساتھ اس پر دلالت کرتا ہے۔

۹۴ رب تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم اٹھائی فرمایا:

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ (البلد: ۱، ۲)

ترجمہ: پس قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی، دراں حالانکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں۔

۹۵ رب تعالیٰ نے آپ کے عہد ہمایوں کی قسم اٹھائی فرمایا:

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ (العصر: ۱، ۲)

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی۔ یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے۔

امام رازی اور امام بیضاوی نے فرمایا: اس جگہ عصر سے مراد آپ کا عہد ہمایوں ہے۔ یہ میرا اضافہ ہے۔

۹۶۔ رب تعالیٰ نے عالم پر آپ کی اطاعت اور پیروی کو فرض قرار دیا۔ اس میں کوئی شرط اور استثناء نہیں فرمایا:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (الحشر: ۷)

ترجمہ: رسول کریم جو تمہیں عطا فرمائیں لے لو، جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے اطاعت کی رسول کی یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

لیکن اپنے خلیل علیہ السلام کی اتباع میں استثناء کیا۔ فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (الممتحنۃ: ۴)

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے خوبصورت نمونہ ہے۔ ابراہیم اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں جب انہوں نے (برملا) کہہ دیا اپنی قوم سے کہ ہم بیزار ہے تم سے اور ان معبود سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے ساتھ ہم تمہارا سوائے ابراہیم کے اس قول کے جو انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ میں تیرے لیے مغفرت طلب کروں گا۔

کتاب زندہ میں آپ کے عضو عضو کی توصیف کی۔ چہرۂ انور کے بارے فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ (البقرہ: ۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا۔

آنکھوں کے بارے فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (طٰہٰ: ۱۳۱)

ترجمہ: اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے۔

زبان کے بارے فرمایا:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (الدخان: ۵۸)

ترجمہ: پس ہم نے آسان کر دیا قرآن کو آپ کی زبان میں۔

ہاتھ مبارک اور گردن مبارک کے بارے فرمایا:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (الاسراء: ۲۹)

ترجمہ: اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اردگرد۔

سینہ انور اور کمر مبارک کے بارے فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ (الشرح: ۱ تا ۳)

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ اور ہم نے آپ سے اتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ، جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

قلب انور کے بارے میں فرمایا:

نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (البقرہ: ۹۷)

ترجمہ: اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر۔

خلق کے بارے میں فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴)

ترجمہ: بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

۹۷۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرنے کا انداز خود دکھایا یہ بھی آپ کے شرف وفضل پر دلالت کرتا ہے سابقہ اقوام اپنے انبیاء کرام سے یوں مخاطب ہوتے تھے: رَاعِنَا سَمْعَكَ۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو منع فرما دیا کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب کریں۔ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو راعنا بلکہ کہو انظرنا اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۹۸۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کے نام کے ساتھ مخاطب نہ فرمایا بلکہ یا ایھا الرسول اور یا ایھا النبی جیسے معزز القاب سے یاد فرمایا، جبکہ دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام لے کر مخاطب کیا فرمایا۔

يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرۃ: ۳۵)

ترجمہ: اے آدم رہو تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں۔

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ (ھود: ۴۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں سے نہیں۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ (الصافات: ۱۰۵)

ترجمہ: بے شک اے ابراہیم تمہارا خواب سچ ہے۔

يٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ (ھود: ۸۱)

ترجمہ: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ (ص: ۲۶)

ترجمہ: اے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو اپنا نائب زمین میں۔

يّٰمُوۡسٰٓى اِنِّىۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ‏ (القصص: ۳۰)

ترجمہ: اے موسیٰ بلا شبہ میں ہی ہوں اللہ جو رب العالمین ہے۔

يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اۨسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ (مریم: ۷)

ترجمہ: اے زکریا! ہم مژدہ دیتے ہیں ایک بچے (کی ولادت) کا اس کا نام یحییٰ ہوگا۔

يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ‌ ؕ (مریم: ۱۲)

ترجمہ: اے یحییٰ پکڑلو اس کتاب کو مضبوطی سے۔

يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ‌ۘ (المائدہ: ۱۱۰)

ترجمہ: ابن مریم یاد کرو اس نعمت کو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ (ماجدہ) پر کی۔

اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَـلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ (آل عمران: ۶۸)

ترجمہ: بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم (علیہ السلام) سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔

رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے خلیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ خلیل علیہ السلام کا نام لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کنفایۃً کیا۔ یہ تعظیم اور اجلال کی انتہاء ہے اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کے نام مبارک کا تذکرہ کیا ہے۔

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ‌ ؕ (الصف: ۶)

ترجمہ: اور مژدہ دینے والا ہوں رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔

وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (محمد: ۲)

ترجمہ: اور ایمان لے آؤ جو اتارا گیا (رسول معظم) محمد پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ‌ ۚ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر (اللہ کے) رسول۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ‌ ؕ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: (جان عالم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی تعریف کے لیے آپ کے نام نامی کا ذکر کیا کہ وہ آپ کی ہی ذات ہیں جس پر ایمان لانے کے لیے انبیائے کرام سے عہد لیا گیا۔ اگر آپ کا نام نہ لیا جاتا تو دنیا آپ کو پہچان نہ سکتی۔ ندا اجلال اور تعظیم کے لیے ہوتا ہے نام مقام خبر میں لیا جاتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس نے یا ایھا المزمل یا ایھا المدثر سے پکارا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لطف اور رفق کے باب میں سے ہے۔

امام علامہ جمال الدین محمود بن محمد بن جملہ نے لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ نے اس روایت میں صراحۃً اپنا نام لیا جس میں آپ نے ایک نابینا کو دعا لکھائی کہ وہ رب تعالیٰ سے التجاء کرے کہ وہ اسے بصارت عطا کر دے آپ نے اسے فرمایا کہ وہ یوں کہے:

اللهم انی اتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی۔۔۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اسی طرح ہے کیونکہ یہ دعا آپ نے اپنی طرف سے سکھائی۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کی اور اپنا اسم گرامی صراحت سے لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اس دعا میں اپنا نام تعظیم کے ساتھ لیا نبی کی صفت رحمت کے ساتھ لگائی۔ مقام کا تقاضا یہی تھا۔ میرے لیے اس جگہ ایک اور عمدہ معنی بھی عیاں ہوا ہے کہ روز حشر جب لوگ پسینے سے شرابور ہوں گے وہ اس ہستی کے متعلق پوچھیں گے جو ان کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ ناز میں شفاعت کرے۔ وہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے حتیٰ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے وہ فرمائیں گے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ وہ ایسے بندۂ خاص ہیں جن کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ انہوں نے آپ کا اسم گرامی ذکر کیا جو اس وصف پر دلالت کرتا ہے جس کی وجہ سے ساری خلائق آپ کی تعریف کرے گی۔ گویا کہ آپ اس مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے جس پر آپ شفاعت کریں گے۔ آپ نے انہیں تعلیم دی کہ وہ اس اسم گرامی کا تذکرہ کریں جو قیامت کے دن آپ کا وصف ہوگا۔ اسی لیے آخر میں فرمایا: اللهم شفعه فی جب وہ دن آئے گا تو آپ اپنے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو جائیں گے آپ کا رب تعالیٰ آپ سے فرمائے گا: یا محمد ﷺ اپنا سر اقدس اٹھالیں کہیں۔ آپ کی بات سنی جائے گی۔ اس وقت آپ کا رب تعالیٰ آپ کو آپ کے اسم گرامی سے مخاطب کرے گا یا محمد علیک الصلوٰۃ والسلام بعدد کل ذرہ، جبکہ دنیا میں رب تعالیٰ نے آپ کو یوں پکارا یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول۔ ذرا اس عظیم تعظیم کو دیکھو کہ ہر مقام پر آپ کو اسی نام سے یاد کیا جائے گا جو اس منصب کے مناسب ہوگا۔ دنیا میں نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا۔ آخرت میں جب حقائق ثابت ہو جائیں گے تو آپ کو آپ کے نام نامی سے پکارا جائے گا

کیونکہ اس مقام کے مناسب معنیٰ اس میں پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اسماء میں سے اس نام کو مختص کیا گیا۔ رب تعالیٰ اس روز اسی نام سے پکارے گا جو اس دن کے مناسب معنیٰ پر دلالت کرے گا اس کیفیت پر دلالت کرے گا جو اس وصف پر دلالت کرے گا جس کی وجہ سے مخلوق آپ کی تعریف کرے گی۔ اس نام سے پکارنے سے اس امر پر بھی دلالت ہے کہ آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا پھر رب تعالیٰ فرمائے گا: کہیں، آپ کی بات کو سنا جائے گا۔ شفاعت کریں۔ آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔ آپ مانگیں: آپ کو عطا کیا جائے گا۔ یہ تکریم کے بعد تکریم، تعظیم کے بعد تعظیم اور تفخیم کے بعد تفخیم ہے۔

۹۹۔ رب تعالیٰ نے آپ کی امت پر حرام کیا کہ وہ آپ کو آپ کے نام سے پکارے۔ دیگر انبیاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کی امتیں ان کے نام لے کر انہیں پکارتی تھیں جیسے قرآن پاک شاہد ہے۔ رب تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور: ۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو یوں مخاطب کرتے تھے یا محمد! یا ابوالقاسم! علیک الصلوٰۃ والسلام رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں منع کر دیا وہ یا نبی اللہ اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر آپ کو مخاطب کرنے لگے امام بیہقی نے حضرت علقمہ بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ گویا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ کہو بلکہ یارسول اللہ! یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہو۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ گویا کہ رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب ہو آپ کی تعظیم اور تکریم کی جائے حضرت حماد بن ثعلبہ نے آپ کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا۔ شاید یہ اس نہی سے پہلے ہو جب انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ رسالت کے اسباب اور لوازمات کے لیے آئے ہیں تو انہوں نے آپ کو اس طرح مخاطب نہ کیا۔

۱۰۰۔ آپ کو صرف رسول کہنا مکروہ ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جائے گا کیونکہ صرف رسول کہنے میں وہ تعظیم نہیں جو اضافت میں ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

۱۰۲۔ پہلے یہ فرض تھا کہ آپ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ دیا جائے پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ (المجادلہ: ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تنہائی میں بات کرنا چاہو رسول (مکرم) سے تو سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے۔ وہ آپ کے لیے مشقت کا سبب بنتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخفیف کرنے کا ارادہ فرمایا، پھر بہت سے مسلمان سوالات کرنے سے رک گئے پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ (المجادلہ: ۱۳)

ترجمہ: کیا (تم اس حکم سے) ڈرتے ہو؟

پھر رب تعالیٰ نے ان کے لیے وسعت پیدا کر دی۔ ان کے لیے تنگی نہ رکھی۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو آپ سے سرگوشی کرتا تھا وہ ایک دینار صدقہ دیتا تھا۔ سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کی پھر یہ رخصت نازل ہوگئی۔

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (المجادلہ: ۱۳)

ترجمہ: پس جب تم ایسا نہیں کر سکے تو اللہ نے تم پر نظر فرمائی۔

۱۰۲۔ رب تعالیٰ نے آپ کو آپ کی امت کے بارے ایسا امر نہ دکھایا جو آپ کو تکلیف دیتا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا جبکہ دیگر انبیاء کرام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۔ آپ حبیب الرحمان ہیں۔

۱۰۴۔ آپ کے لیے محبت اور خلت کو جمع کر دیا گیا۔ امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجی بنایا۔ اس نے مجھے اپنا حبیب بنایا پھر فرمایا: مجھے عزت و جلال کی قسم! میں اپنے حبیب کو خلیل اور نجی پر ترجیح دوں گا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج آپ کے رب تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے تورات میں محمد حبیب الرحمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مرقوم ہے۔

۱۰۵۔ کلام اور دیدار الٰہی کو آپ کے لیے جمع کر دیا گیا۔

۱۰۶۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کوہ طور پر شرف ہمکلامی بخشا۔ اسے ابن عبدالسلام نے شمار کیا ہے۔

۱۰۷۔ آپ کے لیے دونوں قبلوں کو جمع کر دیا گیا۔

۱۰۸۔ آپ کے لیے دو ہجرتوں اور دو قبلوں کو جمع کر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں: آپ نے تو صرف ایک ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف کی تھی۔ دوسری ہجرت سے کون سی ہجرت مراد ہے میں نہیں سمجھا۔ اگر اس سے مراد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت حبشہ ہے تو اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

۱۰۹۔ آپ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ ظاہر اور باطن کے مطابق فیصلہ کر سکتے تھے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کر سکتے تھے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے آپ ساری مخلوق سے منفرد ہیں۔ آپ کی امت کے اولیاء نہ تو حقیقت کے مطابق عمل کرتے نہ ہی اس کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ فقط شریعت کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سب علماء کرام کا اتفاق

ہے کہ قاضی کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنے علم کے مطابق کسی کو قتل کر دے۔ ابن دحیہ لکھتے ہیں: آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اس شخص کو قتل کر دیں جو خود پر زنا کی تہمت لگا کے خواہ گواہ موجود نہ بھی ہوں لیکن یہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں۔

''اگر ہمارے پاس ایک مقدمہ آئے جس میں کسی نے ایک ایسے بچے کو قتل کر دیا ہو جس کے والدین مؤمن ہوں وہ یہ دلیل دے کہ اس کے لیے یہ کشف ہوا ہے کہ وہ کافر بن جائے گا تو ہم اس شخص کو قتل کر دیں گے۔ یہ حکم شرعی کے مطابق قصاص ہے یہ بالاجماع ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت میں سے کسی کو یہ اذن نہیں دیا کہ وہ حقیقت کے مطابق قتل وغیرہ میں فیصلہ کرے۔ اگر ارباب کشف میں سے کوئی یہ ارادہ کرے کہ وہ امام کی اس طرح اقتداء کرے کہ اس کے اور امام کے مابین کوئی چیز حائل ہو تو یہ اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ ہم اس کی نماز کے بطلان کا فیصلہ دے دیں گے۔ ہم اس کشف کی طرف توجہ نہ دیں گے جس میں اس کے لیے دیوار کو اٹھا دیا گیا ہو اور پردوں کو زائل کر دیا گیا ہو کیونکہ اولیاء کرام وغیرہم شریعت بیضاء کے مطابق عمل کرنے کے مؤقف ہیں۔ اہل حقیقت نے یہ نص بیان کی ہے کہ حقیقت کے مطابق عمل نہ کیا جائے گا یہ علم ہے عمل نہیں ہے لیکن کسی ولی کو آپ ﷺ کے ساتھ مساوات کا شائبہ تک بھی نہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کو رب تعالیٰ نے صرف شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اسی پر عمل پیرا ہونے کے لیے بھیجا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ انہیں حقیقت کے مطابق فیصلہ کرنے کا اذن نہ دیا، نہ ہی اس کے مطابق عمل کرنے کا اذن دیا اگرچہ وہ اسے جانتا بھی ہو بعض کو صرف حقیقت کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اسی کے مطابق عمل کرنے کے لیے بھیجا جیسے حضرت خضر علیہ السلام انہیں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا اذن نہ تھا۔ اگرچہ وہ اسے جانتے بھی ہوں رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جسے چاہا جس کے ساتھ چاہا بھیج دیا۔

شیخ الاسلام البلقینی نے ''شرح البخاری'' میں حضرت خضر علیہ السلام کے اس قول کے متعلق فرمایا ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ انہوں نے کہا: مجھے رب تعالیٰ نے ایسا علم سکھایا ہے جس کا سیکھنا تمہارے لیے مناسب نہیں جبکہ مجھے معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں ایسا علم سکھایا ہے جس کا سیکھنا میرے لیے مناسب نہیں۔ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے کیونکہ مذکور علم کی دو جہتیں ہیں یہ ان کے لیے کیسے روا نہیں کہ وہ اسے سیکھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علم کو اس کے نفاذ پر محمول کیا جائے گا۔ معنی یہ ہوگا کہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم اس لیے اسے سیکھو کہ اس کے مطابق عمل کرسکو کیونکہ اس پر عمل کرنا شریعت کے مقتضیٰ کے منافی ہے میرے لیے مناسب نہیں کہ وہ علم سیکھوں اور اس کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کروں کیونکہ وہ حقیقت کے مقتضیٰ کے منافی ہے لہٰذا کسی ولی کے لیے مناسب نہیں جو حضور اکرم ﷺ کے تابع ہو کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو جائے کہ وہ حقیقت کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرے اگر یہ لازم ہے کہ وہ ظاہر کا نفاذ کرے۔''

الحافظ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ابو حیان نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے ان کا علم بواطن کی معرفت کا تھا جو ان کی طرف وحی کی جاتی تھی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم ظاہر کا علم تھا۔ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ روایت میں جن دو علموں کا ذکر ہے اس سے مراد ظاہر اور باطن کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اس کے بغیر اور کوئی امر نہیں۔ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی نے لکھا ہے۔

”جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا وہ ان کے لیے شریعت تھی سب کی شریعت تھی لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کو پہلے باطن اور حقیقت کے بغیر صرف ظاہر پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا جیسے غالب انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: ہم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ فرمایا: میں اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو سنتا ہوں میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہو گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا ظاہر ہمارے خلاف ہے تمہارا باطن رب تعالیٰ کے سپرد ہے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا تھا: اگر میں گواہی کے بغیر کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا۔ فرمایا: اگر قرآن پاک نہ ہوتا تو میرا اور اس کا معاملہ اور طرح کا ہوتا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ آپ گواہوں یا اعتراف کی وجہ سے ظاہری شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ان بواطن اور حقائق کو ترک فرما دیتے تھے جن پر رب تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا تھا، پھر رب تعالیٰ نے آپ کے شرف میں اضافہ فرمایا باطن کے ساتھ بھی فیصلہ کرنے کا اذن دے دیا۔ امور کے حقائق کے مطابق فیصلہ کرنے کا اذن دے دیا جن سے آپ آگاہ ہوں آپ کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور خضر علیہ السلام کے دونوں معاملات کو جمع کر دیا گیا۔ یہ خصوصیت آپ کے ساتھ مختص ہے کسی اور کے لیے یہ دونوں امور جمع نہیں ہیں۔“

۱۱۰۔ ایک ماہ سامنے اور ایک ماہ پیچھے کی مسافت سے رعب کے ساتھ آپ کی مدد کی گئی تھی۔

۱۱۱۔ آپ کو جوامع الکلم، فواتح الکلم اور خواتم الکلم عطا کیے گئے تھے۔ شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسے امور عطا کیے گئے ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے۔ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی دشمن پر دو ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ نصرت کی گئی تھی۔ انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک ماہ کی مسافت سے

آگے اور ایک ماہ کی مسافت سے پیچھے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ معاویہ بن حیدہ القشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ مجھے آپ کی خدمت عالیہ میں لے جایا گیا آپ نے فرمایا: میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ وہ میری مدد ایسی قحط سالی سے کرے جو تمہیں مخفی کر دے اور ایسے رعب سے میری مدد کرے جو تمہارے دلوں میں ڈال دے۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے کہا: مجھے اس طرح پیدا کیا گیا ہے میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا نہ ہی آپ کی پیروی کروں گا۔ اس قحط سالی نے مجھے چھپائے رکھا اور آپ کا رعب میرے دل میں رہا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ اس خداوند قدوس کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے کیا آپ کو اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے جو آپ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! نسائی نے اسے مختصر روایت کیا ہے۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: صباء شمال احزاب کی شب آئی۔ اس نے کہا: "مجھے حکم دیا گیا ہے۔ جاؤ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو۔" شمال نے کہا: حرہ رات کو نہیں چلتی۔

آپ کا فرمان: ایک ماہ کی مسافت۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی اور کے لیے اتنی یا اس سے زیادہ فاصلے سے رعب سے مدد نہیں کی گئی اس سے کم کی شرط نہیں لیکن امام احمد نے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: دشمن پر رعب سے میری مدد کی گئی ہے اگرچہ اس کے اور میرے مابین ایک ماہ کی مسافت ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ آپ کی مطلق خصوصیت ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اور ابو یعلی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے فواتح الکلم، اس کے جوامع اور خواتم عطا کیے گئے ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے آپ نے زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کی مسافت کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کیونکہ آپ کے شہر خوبان اور دشمن کے شہروں کے مابین اس سے زیادہ مسافت نہ تھی۔ ان کے شاگرد خضری نے کہا ہے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے آپ کی دعوت تو دور دراز کے شہروں تک پہنچی جن کی مسافت ایک ماہ سے زیادہ کی ہے۔ جس نے بھی آپ کی دعوتِ اسلام پر لبیک نہ کہا وہ آپ کا دشمن ہے الا یہ کہ عداوت کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے آپ کے ساتھ لگاتار مقابلہ کیا۔ آپ کے ساتھ مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں: ظاہر ہے کہ اس جگہ الحافظ کی مراد وہ عداوت ہے جو قتال کے لیے تیار کرے۔ آپ کو یہ خصوصیت مطلق حاصل تھی۔ اگرچہ آپ لشکر کے بغیر تنہا ہی ہوں اللہ تعالیٰ امام بوصیری پر رحم کرے انہوں نے کتنی عمدہ بات کی ہے۔

كانه وهو فرد من جلالته ... في عسكر حين تلقاه وفي حشم

ترجمہ: گویا کہ آپ اپنی جلالت کے اعتبار سے فرد واحد ہیں۔ اس لشکر میں جو آپ سے ملاقات کرے اور اپنے رشتے داروں میں بھی یکتا روزگار ہیں۔

تنبیہ

حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ایک ماہ کی مسافت کا تذکرہ ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں دو ماہ کا تذکرہ ہے۔ پہلی روایت صحت کے اعتبار سے دوسری روایت سے عمدہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں میں کوئی مخالفت نہیں۔ امام ابن شہاب زہری نے کہا ہے: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے۔ جوامع الکلم یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے وہ کثیر امور جو آپ سے قبل کتب میں مذکور تھے ایک یا دو امور میں جمع کر دیے ہروی نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک ہے۔ اس میں رب تعالیٰ نے معانی کثیرہ میں سے شہیر الفاظ کو جمع فرمایا ہے جوامع کے ساتھ آپ کا کلام یہ ہے کہ آپ کے قلیل الفاظ کثیر معانی پر مشتمل ہوتے تھے۔ جس نے احادیث صحیحہ میں غور و فکر کیا ہے۔ اس کے لیے یہ امر عیاں ہو گیا ہے میں نے بعض کا تذکرہ آپ کی فصاحت کے باب میں کیا ہے۔

امام قاضی ابو بکر محمد بن ابی الولید احمد بن عیسیٰ نے لکھا ہے: آپ کا فرمان میرے سامنے ہے: یہ ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہے کہ آپ کا ارادہ یہ ہے: جب میں دشمن کی طرف حرکت شروع کرتا ہوں تو مجھ سے پہلے میرا رعب ان تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ میرے اور ان کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہوتی ہے۔ بلاشبہ جس قوم کی طرف بھی آپ جہاد کے لیے توجہ فرما ہوتے تو یونہی وہ آپ کے بارے میں سنتے تو ان پر خوف طاری ہو جاتا اگرچہ ان کے مابین ایک ماہ یا اس سے کم و بیش کی مدت ہوتی یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ جو بات عیاں ہے وہ یہ ہے کہ مقصود کو جو خوف لاحق ہوتا تھا اس کے کئی مراتب ہوتے تھے ایک رعب دور سے لاحق ہو جاتا تھا۔ ایک رعب قریب سے لاحق ہوتا تھا۔ وہ خوف جو آپ کی زیارت سے طاری ہوتا تھا وہی آپ کی توجہ سے ایک ماہ کی مسافت سے لاحق ہو جاتا تھا اسی لیے یہ حکمت سمجھ آجاتی ہے کہ یہ ایک مہینے کی تخصیص کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات مسخر تھے۔ ان کے لیے ہوا صبح اور شام ایک ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی۔ جب وہ دشمن کی طرف توجہ کرتے تو ان کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ مسافت ایک ماہ کی ہوتی تھی۔ ان کا رعب ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا تھا کیونکہ وہ اسے ایک مرحلہ میں طے کر لیتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی مسافت سے مشاہدہ کا رعب عطا کر دیا گیا۔ اگرچہ آپ اسے بعد میں طے نہ بھی کرتے۔ حضرت سائب سے مروی روایت کا ظاہر یہ ہے کہ ایک ہی دشمن دو مختلف دوری کی جہتوں میں نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ایک جہت میں ہو سکتا ہے یا سامنے یا پیچھے وہ مرعوب ہو جاتا اگرچہ آپ اس کا مقابلہ نہ بھی کرتے۔ ایک جہت کے اعتبار سے ایک ماہ کی مدت کو مطلق رکھا۔ اگر دو دشمن ہوتے ایک آپ کے سامنے اور دوسرا پیچھے ہوتا تو خوف کی مسافت کی انتہاء ایک ماہ ہوتی۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے یہ تنبیہ بیان کی ہو یہ عجیب تنبیہ ہے۔

۱۱۲۔ صبا کے ساتھ آپ کی نصرت کی گئی تھی۔ عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ یہ گزشتہ اقوام کے لیے عذاب تھی۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبا

کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔

۱۱۳۔ آپ کے پاس خزانوں کی چابیاں ایک ابلق گھوڑے پر پیش کی گئیں جس پر سندس کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا اسے ابن عبدالسلام نے شمار کیا ہے۔

۱۱۴۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا۔وہ آپ سے قبل کسی کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے تھے۔ابن منیع نے اسے آپ کی خصوصیت شمار کیا ہے۔شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا۔میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں۔انہیں میرے سامنے رکھ دیا گیا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔تم انہیں نکال رہے ہو۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا کی چابیاں ابلق گھوڑے پر پیش کی گئیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام انہیں لے کر آئے۔اس پر سندس کا ٹکڑا تھا۔الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تھے۔آپ نے فرمایا: جبرائیل! آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے شام کے لیے نہ تھوڑے سے جو ہیں نہ ہی تھوڑا سا آٹا ہے۔فوراً ہی آپ نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔حضرت اسرافیل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے عرض کی: جو کچھ آپ نے کہا ہے اسے رب تعالیٰ نے سن لیا ہے اس نے مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا ہے۔اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو پیش کش کروں کہ میں آپ کے ساتھ تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت سونے اور چاندی کے بنا کر چلاؤں تو میں اس طرح کر دیتا ہوں۔اگر آپ چاہیں تو آپ بادشاہ نبی بن جائیں پسند کریں تو عبد نبی بن جائیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو عاجزی کا اشارہ دیا۔آپ نے فرمایا: میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔

الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آج آسمان سے مجھ پر ایسا فرشتہ اترا ہے جو مجھ سے قبل کسی نبی پر نہ اترا تھا، نہ ہی میرے بعد کسی پر اترے گا۔وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔انہوں نے کہا: میں آپ کے رب کا آپ کی طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں اگر آپ چاہیں تو آپ بادشاہ نبی بن جائیں چاہیں تو عبد نبی بن جائیں۔میں نے جبرائیل امین کی طرف دیکھا انہوں نے مجھے عاجزی کرنے کا اشارہ دیا۔اگر میں بادشاہ نبی بننا چاہتا تو یہ پہاڑ سونے کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔آپ کے زہد کے باب میں اس طرح کی روایات گزر چکی ہیں۔امام خطابی نے لکھا ہے: خزائن ارض سے مراد وہ غنائم ہیں جو قیصر و کسریٰ وغیرہما کے ذخائر میں سے آپ کی امت کے لیے فتح کرائے گئے۔اس سے ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ زمین کی وہ معدنیات ہوں جن میں سونا اور چاندی ہے۔اسے ان کے علاوہ پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ اظہر موقف ہے۔احادیث طیبہ سے اسی کا شعور ملتا ہے۔ایک قول یہ ہے خزائن ارض کی چابیوں سے مراد وہ شہر ہیں جو آپ کے لیے اور آپ کی امت مرحومہ کے

لیے فتح ہوں گے۔ان تک آپ کا دین اور شریعت مطہرہ پہنچے گی۔ان میں آپ کا حکم اس بادشاہ کے حکم کی مانند ہوگا جو ہر اس چیز کا مالک ہوتا ہے جو اس کے ماتحت ہو وہ اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اس طرح تصرف کرتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے رب تعالیٰ نے آپ کو بتانا چاہا کہ آپ کا دین حق زمین کے مشارق ومغارب تک پہنچ جائے گا۔اسی طرح واقع ہوا۔للہ الحمد علی ذالک۔یہ عجیب معنی ہے جس سے آپ کے اعتقاد کا تعین ہوتا ہے۔یہ آپ کی خصوصیت ہے وہ یہ کہ وہ شہر جو آپ کی اطاعت میں داخل ہو جائیں گے وہ آپ کے حکم کے تحت ہوں گے۔ان کی چابیاں آپ کے دست اقدس پر رکھ دی گئیں۔یہ رب تعالیٰ کی طرف سے عطیہ تھا اسی لیے آپ نے اپنی امت کو بہت سے ممالک فتح کرنے کے متعلق بتایا۔

آپ کے لیے نبوت اور سلطان کو جمع کر دیا گیا۔اس خصوصیت کو حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے شمار کیا ہے کیونکہ آپ کے لیے نبوت، ملک اور سلطنت جمع تھی اسی لیے انہوں نے اسے خصوصیت شمار کیا ہے۔آپ سارے انبیاء سے افضل ہیں۔اسی کے ساتھ رب تعالیٰ نے دین ودنیا کی اصلاح کو مکمل کیا۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے تلوار اور ملک نہ تھا۔امام بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴿۸۰﴾ (الاسراء:۸۰)

ترجمہ: اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

رب تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکالا یہ مخرج صدق ہے۔اس نے آپ کو مدینہ طیبہ میں داخل کیا یہ مدخل صدق ہے۔آپ کو علم تھا کہ سلطان کے بغیر اس امر سے نپٹا نہیں جا سکتا۔آپ نے رب تعالیٰ سے سلطانا نصیرا کی التجاء کی تاکہ آپ کتاب اللہ اس کی حدود اور اس کے فرائض کو قائم کر سکیں۔سلطان کو رب تعالیٰ کی طرف سے عزت نصیب ہوتی ہے جس کا اظہار وہ لوگوں کے سامنے کرتا ہے۔اگر یوں نہ ہو تو لوگ ایک دوسرے پر غارت مچائیں۔ان میں سے قوی کمزور کو کھا جائے۔میں کہتا ہوں امام غزالی کے کلام پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۵۔ پانچ امور کے علاوہ آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔امام احمد اور امام الطبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ امور کے علاوہ ہر چیز کی چابیاں مجھے عطا کر دی گئی ہیں۔ان کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ (لقمان:۳۴)

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: تمہارے نبی کریم، مجبوب

کریم ﷺ کو پانچ اشیاء کے علاوہ ہر چیز کا علم عطا کر دیا گیا تھا، پھر انہوں نے مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ امام احمد، سعید بن منصور اور بخاری نے ادب میں حضرت ربعی بن خراش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے بنو عامر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا کسی ایسی چیز کا علم باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے خیر کی تعلیم دے دی ہے بعض اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ پانچ اشیاء ہیں۔

الفریابی اور شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم ﷺ نے فرمایا: غیب کی چابیاں پانچ چیزیں ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ ارحام میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا؟

۱۱۶۔ آپ کو مذکورہ بالا پانچ اشیاء کا علم بھی دے دیا گیا تھا، مگر آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ انہیں مخفی رکھیں۔ یہ بعض علماء کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں: سابقہ احادیث سے جو عیاں ہوتا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ اسی لیے میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۱۷۔ آپ کو روح کے متعلق علم تھا۔ یہ بعض علماء کا موقف ہے۔

۱۱۸۔ آپ کے لیے دجال کا علم اس طرح واضح کر دیا گیا تھا کہ کسی اور کے لیے اس طرح عیاں نہ تھا۔ امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا لیکن اس کو جیسے میرے لیے عیاں بیان کیا گیا کسی اور کے لیے اس طرح بیان نہ کیا گیا۔ وہ کانا ہوگا تمہارا رب تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

۱۱۹۔ آپ کو اس دنیا میں ہی مغفرت کا مژدہ سنا دیا گیا تھا۔ اس خصوصیت کو ابن عبد السلام اور ابن کثیر نے شامل کیا ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ﴿۱﴾ لِّيَـغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۱،۲)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ اشیاء سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے وہ مجھ سے قبل کسی کو نہ دی گئی تھیں۔ میرے لیے میرے اگلوں اور پچھلوں کو معاف کر دیا گیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے صرف حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کو امن بخشا ہے۔ آپ کے لیے فرمایا:

لِّيَـغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۲)

ترجمہ: تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت

کے) بعد لگائے گئے۔

اس نے فرشتوں سے فرمایا:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ (الانبیاء: ۲۹)

ترجمہ: اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں دے جہنم کی۔

ابو یعلی اور الطبرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! کوئی نفس نہیں جانتا کہ اسے بخش دیا گیا ہے سوائے اس ہستی پاک کے۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں ابن سعد نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم ضجنان کے مقام پر تھے تو لوگ خوشی سے اچھل رہے تھے وہ کہہ رہے تھے آج آپ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ اچھلنے لگا، حتیٰ کہ ہم نے آپ کی زیارت کر لی۔ آپ پڑھ رہے تھے: انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ (الفتح: ۱) (جب حضرت جبرائیل امین اسے لے کر اترے تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو" حضرت جبرائیل نے آپ کو بشارت دی تو سارے مسلمان آپ کو بشارت دینے لگے۔"

۱۲۰۔ انشراحِ صدر

۱۲۱۔ آپ کا بوجھ کم کر دینا۔

۱۲۲۔ آپ کے ذکر جمیل کو بلند فرمانا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ (الانشراح: ۱،۲)

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ۔

الطبرانی، البیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے رب تعالیٰ سے ایک سوال کیا۔ میری تمنا تھی کہ میں اس سے یہ سوال نہ کرتا۔ میں نے عرض کی: "مولا! سابقہ رسل عظام علیہم السلام میں سے بعض مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ بعض کے لیے تو نے ہوائیں مسخر کر دی تھیں۔ اس نے فرمایا: کیا میں نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور آغوش رحمت میں جگہ دی۔ کیا میں نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ نہیں پایا اور آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا، اور کیا میں نے آپ کو حاجت مند نہیں پایا اور غنی کر دیا۔

میں نے عرض کی: ہاں! میرے مولا! اس طرح ہے۔

اور کہا میں نے آپ کو حاجت مند نہیں پایا اور آپ کو غنی نہیں کر دیا کیا میں نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا اور کیا ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اُتار نہیں دیا اور کیا ہم نے آپ کا ذکر بلند نہیں کیا۔

میں نے عرض کی "مولا! اسی طرح ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح: ۴)

تو حضرت جبرائیل امین نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جب میرا ذکر ہوگا تو آپ کا بھی ذکر ہوگا۔" ابن ابی حاتم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ذکر پاک کو دنیا اور آخرت میں بلند کر دیا ہر خطیب، ہر تشہد پڑھنے والا اور ہر نماز ادا کرنے والا یہ کہتا ہے:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد الرسول اللہ۔

۱۲۳۔ آپ کے سامنے آپ کی ساری امت رکھی گئی حتیٰ کہ آپ نے انہیں دیکھ لیا۔

۱۲۴۔ آپ کی امت مرحومہ میں جو کچھ تا روز حشر ہونے والا تھا اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ الطبرانی نے حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آج شب اس حجرہ مقدسہ کے پاس میری امت کا اول و آخر پیش کیا گیا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جن کی تخلیق ہو چکی ہے انہیں تو آپ پر پیش کر دیا گیا لیکن جن کی تخلیق نہیں ہوئی انہیں آپ پر کیسے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: پانی اور مٹی کے ساتھ ان کی تصاویر بنائی گئیں حتیٰ کہ میں ان میں سے کسی شخص کو اس طرح جانتا ہوں کہ تم اپنے ساتھی کو جانتے ہو۔

دیلمی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پانی اور مٹی میں میرے لیے میری امت کی تمثیل پیش کی گئی مجھے سارے اسماء اس طرح سکھا دیئے گئے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو سارے اسماء سکھا دیئے گئے تھے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے ان حوادث کا مشاہدہ کیا جنہیں میری امت میرے بعد دیکھے گی۔ میں نے ان کی باہم خونریزی دیکھی۔ میں نے رب تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ وہ روز حشر مجھے ان میں شفاعت کرنے کا اذن دے دے۔ اس نے اسی طرح کر دیا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، بزار، بیہقی اور ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میری امت کو مجھ پر پیش کیا گیا۔ میری امت میں سے کوئی خادم و مخدوم باقی نہ رہا مگر میں نے اسے دیکھ لیا میں نے انہیں دیکھا وہ ایسی قوم سے برسر پیکار تھے جو بالوں کے جوتے استعمال کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا وہ ایسی قوم کے ساتھ مصروف جہاد تھے جن کے چہرے چپٹے اور آنکھیں چھوٹی تھیں گویا کہ ان کی آنکھوں کو سوئی کے ساتھ چھیدا گیا تھا وہ حوادث مجھ پر مخفی نہ رہے جن کے انہوں نے میرے بعد ملاقات کرنا تھی۔

۱۲۵۔ آپ پر ساری مخلوق پیش کی گئی۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شئے کا نام سکھا دیا گیا تھا۔

۱۲۶۔ آپ روز حشر لوگوں کے سردار ہوں گے۔

۱۲۷۔ آپ درگاہ خداوندی میں ساری مخلوق سے معزز ہیں۔ آپ سارے انبیاء کرام، مرسلین عظام اور مقرب ملائکہ سے افضل

ہیں۔شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر لوگوں کے سردار ہوں گا، جب روز حشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سرداروں کو دنیا میں بطور اولیٰ سردار ہیں کیونکہ آخرت کا مقام دنیا کے مقام ومنصب سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس وقت سارے انبیاء مرسلین وغیرہم جمع ہوں گے۔روز حشر کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ اس دن آپ کی سیادت کل کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک بلا مخالفت اسے جان لے گا لیکن دنیا کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔دنیا میں کفار کے بادشاہوں اور مشرکین کے سرداروں نے آپ کے ساتھ جھگڑا کیا یہ رب تعالیٰ کے اس قول کے قریب ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ (غافر: ۱۶)

ترجمہ: آج سلطنت کس کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ کے لیے جو واحد اور قہار ہے۔

حالانکہ اس سے قبل سلطنت اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن دنیا میں ملک کے دعویدار ہیں یا کسی کی طرف مجازی طور پر اسے منسوب کر دیا جاتا ہے۔اس وقت ہر قسم کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔" یہ امام نووی کا مؤقف ہے ابوداؤد نے اسے انا سید للناس سے ذکر کیا ہے یوم القیامۃ کا ذکر نہیں کیا۔شیخان نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: انا سید ولد آدم گویا کہ آپ نے یہ اس وقت کہا جب آپ آگاہ نہ تھے کہ آپ سید الناس ہیں۔جب اس سے آگاہ ہو گئے تو فرمایا: انا سید الناس۔

امام ترمذی نے انہوں نے اسے حسن کہا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حارث نے مسلم بن سلام سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے ہاں سارے لوگوں سے یا ساری مخلوق سے معزز ہیں۔جنت آسمان پر ہے آگ زمین میں ہے روز حشر اللہ تعالیٰ ہر ہر نبی کی امت کو زندہ کرے گا، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت سب سے آخر میں آئے گی، پھر جہنم کا پل رکھ دیا جائے گا ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کہاں ہیں۔آپ کھڑے ہوں گے۔اس امت کا پاکباز اور فاجر آپ کے پیچھے ہوگا۔ابونعیم نے المعرفہ میں عبداللہ بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم مسجد میں آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک بادل آیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتے نے ابھی مجھے سلام کیا ہے۔اس نے عرض کی ہے: میں لگاتار اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کرتا رہا کہ وہ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دے جب وہ وقت آیا تو اس نے مجھے اذن دیا کہ میں آپ کو بشارت دوں کہ رب تعالیٰ کے ہاں ایسا کوئی نہیں جو آپ سے معزز ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز حشر رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز ہوں گے۔حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ ایزدی میں ساری مخلوق سے زیادہ افضل ہیں۔ ان روایات سے علم ہوتا ہے کہ آپ ساری مخلوق سے افضل ہیں۔علاء نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ان کا رد نہیں کرتی جس میں آپ نے فرمایا ہے: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے مجھے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہ دو۔روایت ہے کہ آپ کو یا خیر البریۃ کہا گیا آپ نے

فرمایا: وہ تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ آپ نے فرمایا: مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت نہ دیا کرو، کیونکہ ان کے کئی جوابات ہیں۔

(۱) یہ اس وقت سے پہلے کی روایات ہیں جس وقت آپ کو علم ہوا کہ آپ خیر الخلق ہیں۔

(۲) آپ نے از راہ تواضع اور تکبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا۔

(۳) یہ نبوت و رسالت کے حق میں فضیلت دینے سے روکا گیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔ اس میں انہیں کوئی فضیلت نہیں۔ دیگر زائد امور کے اعتبار سے فضیلت ہے۔ اسی طرح رسل عظام کی کیفیت ہے۔ ان میں سے کچھ اولوالعزم ہیں۔ بعض کو بلند مقام تک اٹھالیا گیا ہے اور بعض کو بچپن میں ہی دانائی عطا کر دی گئی ہے۔

۱۲۸۔ آپ ساری دنیا سے زیادہ دانا ہیں۔ اسے ابن سراقہ نے شامل کیا ہے۔

۱۲۹۔ قوت کے ساتھ آپ پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

۱۳۰۔ آپ کی تائید چار وزراء سے کی گئی ہے۔ (۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام، (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام، (۳) حضرت ابوبکر اور (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

بزار، الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے چار وزراء کے ذریعے میری مدد کی ہے۔ ان میں سے دو اہل آسمان سے ہیں۔ (۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام، (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام اور دو اہل زمین سے ہیں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

۱۳۱۔ آپ کو سترہ رفقاء ملے جبکہ ہر ہر نبی کو سات سات رفقاء عطا کیے گئے۔ امام حاکم اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامئ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر ہر نبی کو سات سات رفقاء عطا کیے گئے۔ مجھے چودہ رفقاء دیے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ میں، حضرت حمزہ، میرے دونوں شہزادے، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت مقداد، حضرت سلمان، حضرت عمار، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

۱۳۲۔ آپ کے قرین کا اسلام لے آنا۔ مسدد، ابویعلی، بزار اور ابن حبان نے حضرت شریک بن طارق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کے ساتھ شیطان ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہمراہ بھی، مگر رب تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی۔ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اس کے اعمال جنت میں نہ لے جاسکیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ بھی؟ آپ نے فرمایا: میں بھی۔ مگر جبکہ رب تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

۱۳۳۔ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کی مددگار تھیں۔ بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو خصلتوں کی بناء پر انبیاء پر فضیلت بخشی گئی ہے۔ (۱) میرا شیطان کافر تھا رب تعالیٰ نے

اس پر میری اعانت کی ہے۔اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔میں دوسری خصلت بھول چکا ہوں۔امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام پر مجھے دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت عطا کی گئی ہے۔میرا شیطان کافر تھا۔رب تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی حتیٰ کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔میری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میری مددگار ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا۔ان کی لغزش پر ان کی زوجہ ان کی مددگار تھیں۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جن قرین ہوتا ہے ایک فرشتہ قرین ہوتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ بھی مگر رب تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔وہ مجھے بھلائی کے بارے کہتا ہے۔ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ذکر کیا فرمایا: جن امر میں انہیں مجھ پر فضیلت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی ازواج مطہرات ان کے دین پر ان کی مددگار ہوں گی جبکہ میری زوجہ میری لغزش پر میری مددگار تھی۔

الروضہ میں ہے آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ساری عورتوں سے افضل ہیں۔امام سبکی نے الحلبیات میں لکھا ہے: "سائر" سے مراد الباقی ہے۔الجمیع مراد نہیں تاکہ ان کے نفوس پر ان کی فضیلت لازم نہ آئے کیونکہ وہ بھی عورتوں میں سے ہیں وہ سوال کا سبب ہے جو بین مجموع الباقی اور بین کل فرد منہ کے مابین تردد کا سوال لیے ہوئے ہے کیونکہ النساء جمع معرف ہے۔یہ اس کا احتمال رکھتی ہے کیونکہ عموم کی دلالت پر ضرور ہر ہر فرد کی ترجیح ہوتی ہے۔اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بھی احتمالات ہیں کیونکہ یہ مضاف جمع ہے۔ظاہر ہے کہ اسے مفضل اور مفضل علیہ کے ہر ہر فرد پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہ مفضل علیہ کی جانب سے نص ہے۔وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ساری جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں۔المتولی نے لکھا ہے آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس امت کی عورتوں میں سے افضل ہیں۔اس آیت میں دونوں احتمال ہیں کیونکہ اس کا عموم ظاہر ہے ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔اس کی عورتیں دیگر امم کی خواتین سے افضل ہیں افضل پر فضیلت کی ادنیٰ پر افضلیت بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

اس اعتبار سے بھی اس میں بحث کی گنجائش ہے کہ یہ امت فضیلت رکھتی ہے مکمل کی مکمل پر فضیلت یہ تقاضا نہیں کرتی

کہ ہر فرد دوسرے فرد سے افضل ہے۔ کبھی مفضول گروہ میں ایک ایسا فرد بھی ہوتا ہے جو فاضل گروہ کے ہر ہر فرد سے افضل ہوتا ہے۔ باقی فاضل گروہ میں بہت سے افراد ایسے ہوں گے جن کا مجموعہ دیگر مفضول گروہ سے افضل ہوگا۔ یا سب سے افضل ہوگا جب تم نے اسے سمجھ لیا ہے تو اس آیت کریمہ میں غور کرو تو اس کا تقاضا ہے کہ ہر فرد پر افضلیت نہ کہ مجموعی فضیلت۔ اگر ہم اسے عموم پر محمول کریں تو آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت کا تقاضا ہوگا کہ وہ ساری عورتوں کے ہر ہر فرد سے افضل ہوں اور سابقہ عورتوں میں سے بھی ایک عورت بھی ان سے افضل نہ ہو۔

تنبیہ:

اس امر پر اجماع ہے کہ نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں اختلاف ہے کہ وہ نبیہ تھیں یا نہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، حضرت آسیہ، حضرت حواء اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہن ان کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے، ایک قرینہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم کا تذکرہ انبیاء کرام کے ساتھ کیا ہے۔ یہ قرینہ ہے جب کسی عورت کی نبوت ثابت ہو جائے تو یا تو وہ عام مخصوص ہوگی یا پھر اس امت کی خواتین مراد ہوں گی۔ روایت ہے کہ خواتین میں سے صرف چار مکمل ہیں۔ اس روایت میں حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ہے۔ بلاشبہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبیہ نہیں تھیں۔ روایت میں یہ کوئی دلیل نہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نبیہ تھیں۔ ایک بحث باقی ہے کہ آیت طیبہ افراد پر دلالت کرتی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

یہ عام ہے کیونکہ یہ نکرہ سیاق نفی میں ہے بلاشبہ جب انہیں تنہا تنہا لیا جائے تو وہ مفضل علیہ ہوگا جب مجموعاً مراد لیا جائے تو پھر یہ لازم نہیں آتا۔ جب مجموعہ کے آحاد میں سے جملہ مراد لی جائیں تو احتمال ہے کہ یوں کہا جائے کہ عموم کی حد اس کو شامل ہے۔ تبعیض کی ضرورت کی وجہ سے ہی اس سے کچھ نکلتا ہے اس بحث میں غور و فکر کیا جائے اور اس کے تقاضا پر عمل کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ جب تم کہو کہ میرے پاس خواتین میں سے کوئی نہیں آئی تو یہ ان میں سے ہر ایک کے نہ آنے کا تقاضا کرتا ہے۔ لازماً مجموعی نفی ہو جاتی ہے ان میں سے کچھ کی نفی کا تقاضا وہ بھی لازماً مجموعی اعتبار کی طرح ہے القرافی نے کہا ہے: ضمائر عامہ ہیں۔ ظاہر کے متعلق یہی گمان ہے کہ جو اس کی طرف لوٹے گا یہ اس جگہ جمع مضاف کے لیے ہے یہ اسی کی جنس سے ہے۔ وہ عام ہے وہ ظاہراً ہر ہر فرد پر دلالت کرتا ہے۔ مجموعی تعداد کا بھی احتمال ہے اس کی ضمیر بھی اسی طرح ہے اگر ہم اسے مجموع کے لیے بنائیں تو اس کا معنی ہے کہ جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جملہ خواتین سے افضل ہیں۔ خواہ وہ کثیر ہوں یا قلیل۔ یہ سابقہ بحث کا

نتیجہ ہے اگر یہاں کوئی بعض کا معنی لے کر آئے اور اگر ہم اسے ہر ہر فرد کے لیے بنائیں تو اس کا معنی ہے کہ ان میں سے ہر ہر ام المومنین ساری خواتین سے افضل ہے۔ ان میں سے ہر ہر ایک ان کے علاوہ ساری خواتین سے افضل ہے۔ تو لفظ اس سے ساکت ہے۔ اس سے یہی امر ظاہر ہوتا ہے کہ ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس امت کی خواتین سے افضل ہیں۔ اسی طرح وہ ساری امتوں کی خواتین سے افضل ہیں۔ اگر لفظ کو اپنے عموم پر رکھا جائے اگر عورتوں میں نبیہ بھی نہ ہو، لیکن اس امر میں تین اعتبار سے اشکال ہے۔

(۱) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا افضل ہیں جیسے کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ لفظ کی دلالت اسی پر ہے یا ہم کہیں گے کہ وہ نساء النبی میں شامل ہیں کیونکہ وہ آپ کی لخت جگر ہیں وہ النساء کے اسم میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔ اضافت میں نبوت کا معنی مختلف فیہ ہے ان کے بارے یہ زوجیت کے معنی میں ہے۔

(۲) اگر خطاب صرف ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہو جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھیں تو یہ لازم آئے گا کہ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ اس میں اختلاف نہیں کہ ان میں سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جملہ نساء النبی میں شامل ہیں اگرچہ وہ مخاطبہ نہیں ہیں لیکن خطاب نے اس امر پر دلالت کی کہ مخاطبات کو یہ فضیلت اس لیے حاصل ہے کیونکہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہ سعادت کبریٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی حاصل ہے وہ اس حکم سے نہیں نکلیں گی۔

(۳) اس سے حضرات امہات المومنین حفصہ، ام سلمہ، زینب، میمونہ، سودہ، جویرہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن کے لیے لازم آئے گا کہ وہ ساری امم کی خواتین سے افضل ہیں جبکہ ہم انشاء کو عموم کے لیے بنائیں بلا شبہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان آٹھ سے افضل ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''خواتین میں سے صرف چار کامل ہیں آپ نے حضرت مریم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اسی لیے ہم تخصیص کا التزام کرتے ہیں اس وقت میں کہتا ہوں یہ آیت طیبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر کی عظمت کو کئی اعتبار سے شامل ہے۔ (۱) رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (الاحزاب: ۲۹)

ترجمہ: تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جو تم میں سے نیکو کار ہیں اجر عظیم۔

ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن محسنات ہیں ہم کو علم ہو گیا کہ رب تعالیٰ نے ان کے لیے اپنے ہاں اجر عظیم تیار کر رکھا ہے وہ عظائم عظیم کی نظر میں چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے جو عظیم اجر تیار ہے اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(۲) انہیں دوبارہ اجر دیا جائے گا لہٰذا یہ اجر ان کے علاوہ صرف تین خواتین کو ملے گا جن کا تذکرہ

قرآن وحدیث میں ہے۔

(۳) رب تعالیٰ نے ان کے لیے رزق کریم تیار فرمایا ہے شہداء کی تعریف اس نے یہ کی ہے کہ انہیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں رزق دیا جاتا ہے یہ رزق میں ان سے زائد ہیں کیونکہ رزق کریم ملے گا۔

(۴) ان میں سے ایک امر ان میں اور ان کے غیر کے مابین معاونت ہے رب تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان سے الرجس کو دور کروں گا اور انہیں خوب پاک صاف کر دے گا اور ان کے حجرات مقدسہ میں کتاب اللہ اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔ آیت میں انہی امور کا ذکر ہے۔ انہیں عظیم شرف بھی ملا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی عظمت وتوقیر بڑھ گئی حتیٰ کہ ان کی صفات ان کے غیر کی صفات سے جدا ہو گئیں۔ آیت طیبہ میں اس امر کی صراحت نہیں جس کا ارادہ فقہاء نے کیا ہے اور تفضیل کا تکلف کیا ہے حتیٰ کہ انہوں نے ان کے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے مابین فضیلت میں غور وفکر کرنے کا تکلف کیا۔ ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے سکوت اختیار کرتے ہیں جس سے اس نے سکوت اختیار کیا ہے، بعض علماء کا گمان ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کیونکہ وہ آپ کے ہمراہ اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گی۔ یہ قول ساقط اور مردود ہے جہاں تک حضرات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے: ہمارا اختیار مسلک یہ ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا افضل ہیں، پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ صحیح احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا آپ اس امر پر راضی نہیں ہیں کہ آپ اس امت کی عورتوں کی سردار ہوں۔ مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہوں نسائی میں مرفوع روایت ہے کہ اہل جنت کی خواتین میں سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد علی ابیہا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے اس روایت میں یہ صراحت ہے کہ سیدہ خاتون جنت اور ان کی والدہ ماجدہ اہل جنت کی خواتین سے افضل ہیں، جبکہ پہلی روایت کا تقاضا ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ سے افضل ہوں۔ دوسری روایت میں ہے: ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے'' اس روایت کا تقاضا ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سارے عالم کی خواتین سے افضل ہوں۔ ان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ اور بقیہ آپ کی نوران نظر شامل ہیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے آپ نے سرگوشی میں بتایا۔ فرمایا: ہر سال حضرت جبرائیل امین مجھ سے ایک بار دور کرتے تھے اس سال انہوں نے

دو بار دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرا وقت وصال قریب آگیا ہے تم میرے اہل بیت میں سے مجھ سے سب سے پہلے ملو گی۔ میں تمہارے لیے بہترین سلف ہوں۔" یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو اس امت کی خواتین اور اہل ایمان کی خواتین کی سردار ہو۔ یہ سن کر میں مسکرانے لگی۔

امام شعبی نے حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے فرمایا: یہ میری نوران نظر سے بہترین ہیں۔ انہیں میری وجہ سے اذیت دی گئیں۔ جہاں تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہونے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بہت سے روایات ہیں جن کا میں نے "الفیض الباری" میں تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

جہاں تک آپ کی بقیہ نوران نظر کا بقیہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت کے ساتھ تعلق ہے تو آپ کی بقیہ نوران نظر افضل ہیں۔ اس مؤقف کا تذکرہ ابن عبد البر نے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ (ﷺ) میں کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ام عثمان حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے اور ام حفصہ ان کے زوج میں سے۔ صحیح میں ہے: اس کی عورتوں میں سے بہترین حضرت مریم اور اس کی عورتوں میں بہترین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر آسمان اور زمین کے لیے ہے جو ان کی طرف اشارہ وارد ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ضمیر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہو کہ یہ دونوں سردار ہوں نساء کی طرف ان کی اضافت اسی طرح ہے جس طرح جیسے کہ اس فرمان میں اضافت ہے: او نسآءھن میں اس کی شرح اس طرف لوٹتی ہے کہ ان کے زمانہ کی خواتین۔ صحیح میں ہے: میں نے کسی عورت پر اتنی غیرت نہ کھائی جتنی غیرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر کھائی تھی۔ صحیح کے علاوہ کتب حدیث میں ہے۔ مجھے رب تعالیٰ نے ان سے بہتر زوجہ عطا نہ کی۔ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیں۔ ان سے نور اور ایسی بھلائی کا اظہار ہوا جس میں خفاء نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے: مجھے ان کی محبت عطا کر دی گئی۔ اب ان کے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے مابین فضیلت باقی رہ گئی۔ اگر ہم حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی نبوت کا قول کریں تو وہ حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ اگر ہم یہ قول کریں کہ وہ نبیہ نہ تھیں پھر بھی یہ احتمال ہے کہ وہ افضل ہوں کیونکہ ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔ ایک احتمال مساوات کا بھی ہے۔ ان کی تخصیص اس لیے ہے کیونکہ عورتوں میں سے ان کے دلائل خصوصی ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے افضل ہوں۔ وہ اس کے علاوہ دیگر خواتین سے بھی افضل ہوں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے مزید تفصیلات آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ابواب میں آئیں گے۔"

۱۳۴۔ آپ کی نوران نظر سارے عالمین کی عورتوں سے افضل ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس حارث کی بہترین خاتون حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں اور اس کی بہترین خاتون سیدہ خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حارث بن ابی اسامہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے وقت کی خواتین میں سے بہترین حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں اور اپنے وقت کی خواتین میں سے حضرت

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بہترین ہیں۔ ابویعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت حفصہ کا نکاح اس ہستی سے ہوا جو حضرت عثمان سے بہتر ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اس ذات سے ہوا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں اسی سے یہ دلیل لی جاتی ہے کہ آپ کی نوران نظر آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

ابونعیم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے۔ ابن دحیہ نے مرج البحرین میں لکھا ہے کہ عالم کبیر ابوبکر بن داؤد بن علی سے پوچھا گیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں لخت جگر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو کسی کے برابر نہیں سمجھتا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے: یہ عمدہ استدلال ہے۔ اس استدلال کی صحت اس سے بھی واضح ہے کہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے خود کو باندھا۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہیں صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کھولیں گے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا انہیں کھولنے کے لیے آئیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں۔

۱۳۵۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت وتکریم کے لیے ان کے لیے ثواب اور عقاب دگنا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱ (الاحزاب: ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: اے نبی کریم کی بیبیو! جس نے تم میں سے کھلی بیہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دو چند کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے اور جو تم میں سے فرمانبردار بنی رہی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نیک عمل کرتی رہی تو ہم اس کو اس کا اجر بھی دو چند دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار قسم کے افراد کو دگنا اجر دیا جائے گا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

علماء نے فرمایا ہے: "آخرت میں ان کے لیے دگنا اجر ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک اجر دنیا میں اور دوسرا اجر آخرت میں ملے گا۔ عذاب کے دگنا ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے ایک عذاب دنیا میں اور ایک عذاب آخرت میں ان

کے علاوہ کو جب دنیا میں عذاب دے دیا جاتا ہے تو آخرت میں عذاب نہیں ہوتا کیونکہ حدود کفارات ہیں۔ مجاہد نے لکھا ہے کہ دنیا میں دو حدیں مراد ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے اس کے عذاب کی بھی یہی کیفیت ہے جس نے ان پر تہمت لگائی۔ اسے دنیا میں ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں گے۔ حضرت قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بغیر خاص ہے۔ ان پر تہمت لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی پر تہمت لگانے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ماوردی نے لکھا ہے: اگر قتل کر دیا گیا تو ان پر عذاب کے دو گنے کی فضیلت باقی نہ رہے گی۔

۱۳۶۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سارے عالم سے افضل ہیں۔ ابن جریر نے کتاب السنۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انبیاء اور مرسلین کے علاوہ دیگر عالم پر پسند کیا ہے۔ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار کو چن لیا ہے وہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہترین ہیں۔ وہ سب کے سب خیر پر ہیں۔ رب تعالیٰ نے میری امت کو ساری امم سے منتخب فرمالیا ہے۔ میری امت کے چار قرون منتخب کر دیئے ہیں، پہلا قرن، دوسرا قرن، تیسرا قرن لگاتار اور چوتھا قرن میری مراد ہے۔"

۱۳۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد کے برابر ہے۔ سارے مجتہد ہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

۱۳۸۔ آپ کی مسجد مساجد سے افضل ہے۔ اس میں نماز ادا کرنے کا ثواب کئی گنا ہے۔

۱۳۹۔ وہ شہر جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہان رنگ و بو میں تشریف لائے وہ زمین کے ٹکڑوں میں سے افضل ترین ہے پھر آپ کی ہجرت گاہ افضل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ہجرت گاہ تمام شہروں سے افضل ہے۔ شیخ کا یہی مؤقف ہے یہ بحث پہلے گذر چکی ہے۔

۱۴۰۔ اس کی مٹی مؤمنہ ہے۔ ابن زبالہ نے روایت کیا ہے: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اس کی مٹی مؤمنہ ہے۔

۱۴۱۔ اسے تورات میں "مؤمنہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یا تو اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی ہے جیسے ذوی العقول کرتے ہیں۔ یہ بعید نہیں کہ رب تعالیٰ جمادات میں وہ قوت پیدا کر دے جو تصدیق کے قابل ہو یا وہ ان میں تکذیب کے لیے قوت پیدا کر دے۔ آپ نے کنکریوں کی تسبیح اپنے دستِ اقدس میں سن لی تھی۔ یا یہ مجازی معنی ہے کہ اس کے باشندے اس وصف سے متصف ہیں اور ایمان اسی جگہ سے پھیلا یہ نفع اور برکت کے اعتبار سے مؤمنین کے اوصاف پر مشتمل ہے۔ یہ ضرر نہیں دیتا اس میں مسکنت پائی جاتی ہے یا اس کے باشندوں کو دشمنوں سے بچا کر ایمان میں داخل کر دیا گیا ہے وہ دجال اور طاعون سے امن میں ہیں۔

۱۴۲۔ اس کا غبار جذام کا مرض ختم کر دیتا ہے۔ ابن الجوزی نے الوفاء میں ابن نجار نے ابراہیم سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے شفاء ہے۔ رزین نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے پیچھے رہ جانے والے اہل ایمان نے آپ سے ملاقات کی۔ جب غبار اڑا تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے۔ حضور اکرم ﷺ نے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا۔ فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ اس کا غبار ہر مرض سے شفاء ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے جذام اور برص کا ذکر کیا۔ ابن زبالہ نے صیفی بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کہ اس کی مٹی مؤمنہ ہے اور یہ جذام سے شفاء ہے۔ السید نے لکھا ہے: میں نے وہ افراد دیکھے ہیں جو اس کے گرد وغبار کی وجہ سے جذام کے مرض سے شفاء یاب ہوئے۔ وہ اس مرض میں شدت سے مبتلاء تھے وہ قباء کے رستے بطحان سے کوفہ بیضاء کی طرف گئے۔ وہ اس میں لیٹنے لگے۔ انہوں نے وہاں لیٹنے کے لیے جگہ بنالی۔ اس عمل نے انہیں بہت زیادہ نفع دیا۔ امام، حجت یحییٰ بن حسن بن جعفر علوی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے پاس الجرب آتے وہ سست تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: بنو حارث! تم سست کیوں ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہمیں بخار نے آلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم صعیب کو استعمال کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم اس کے ساتھ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: تم مدینہ طیبہ کی مٹی کو اسے پانی میں ملالو پھر تم میں سے کوئی ایک اس پر تھوکے پھر یہ دم پڑھے: بسم اللہ تراب ارضنا بریق بعضنا شفاء لمریضنا باذن ربنا۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ بخار نے انہیں چھوڑ دیا۔

ابوالقاسم طاہر بن یحییٰ نے کہا ہے: "صعیب بطحان کی ایک وادی ہے جو الماجشونیہ سے پرے ہے۔ اس میں ایک گڑھا ہے۔ جس سے لوگ آج بھی مٹی لیتے ہیں۔ جب کوئی شخص مریض بن جاتا ہے تو وہ اس سے مٹی لیتا ہے۔ السید نے لکھا ہے: الماجشونیہ حدیبیہ میں ہے جو آج کل الدشنویہ سے معروف ہے۔ المجد اللغوی نے ذکر کیا ہے کہ علماء کی جماعت نے لکھا ہے کہ انہوں نے صعیب کی مٹی کو آزمایا ہے انہوں نے اسے صحیح پایا ہے۔ میں نے خود اسے اپنے مریض غلام کو پلایا وہ اس روز شفاء یاب ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا: اس سے شفاء حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈالا جائے۔ اس سے غسل کیا جائے۔ السید نے لکھا ہے: اسے پانی میں ڈالنا چاہیے پھر اس پر تھوک ڈالنا چاہیے پھر اس پر مذکورہ دم پڑھنا چاہیے کچھ پانی پی لینا چاہیے اور کچھ سے غسل کرنا چاہیے۔"

۱۴۳۔ جس شخص نے مدینہ طیبہ کی دوسنگلاخ چٹانوں کے مابین کی سات عجوہ کھجوریں نہار منہ کھائیں تو تا شام کوئی چیز اسے نقصان نہ دے گی۔ اگر اس نے عجوہ کھجوریں شام کو کھالیں تو تا صبح اسے کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔ امام مسلم نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: العالیہ کی عجوہ شفاء ہے یہ صبح کھانا زہر سے تریاق ہے۔نسائی، طیالسی اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عجوہ کھجور جنت سے ہے یہ زہر سے شفاء ہے۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے وقت صبح نہار منہ مدینہ طیبہ کے مابین دو سنگلاخ چٹانوں کی عجوہ کھجوریں کھائیں اس روز اس پر نہ جادو اثر کرے گا نہ ہی زہر۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس پر کوئی چیز اثر نہ کرے گی حتیٰ کہ شام ہو جائے گی۔امام نووی لکھتے ہیں: اس کی تخصیص اسی کے ساتھ ہے۔سات کا عدد ان امور میں سے ہے جس کا علم صرف حضرت شارع علیہ السلام کو ہے۔ہم اس کی حکمت سے آگاہ نہیں ہیں۔اس پر ایمان لانا لازم ہے اس کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے جو کچھ اس ضمن میں قاضی اور مازری نے لکھا ہے وہ باطل ہے میں نے اس فقرہ سے ہر اس شخص کو خبردار کیا ہے تاکہ وہ اس کے دھوکے میں نہ آجائے۔اسی طرح جو کچھ ابن التین نے ذکر کیا ہے وہ بھی مردود ہے کیونکہ احادیث طیبہ کا اس فضیلت کے بارے تذکرہ کرنا، علماء کا ان کا قصد کرنا علماء کا اس کا اطلاق عجوۃ المدینہ وغیرہا کے تبرک پر اطلاق کرنا اس امر کو رد کرتا ہے کہ اس کی تخصیص آپ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یا یہ کہ اس کی اصل معدوم ہے۔مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجور معروف ہے۔خلف سے سلف اس کی تعبیر کرتے رہے ہیں۔ان کے چھوٹے اور بڑے ایسے علم سے آگاہ ہیں جو کہ شک کو قبول نہیں کرتا۔ابن الاثیر نے لکھا ہے: العجوہ کھجور کی ایک قسم ہے یہ الصیحانی سے بڑی ہوتی ہے۔یہ سیاہ رنگت کی طرف مائل ہوتی ہے۔اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگایا۔آخری بات کو القزاز نے ذکر کیا ہے۔اسی پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت کی تھی۔آپ نے عقیر وغیرہ (العالیہ میں سے) پر یہی کھجور لگائی تھی۔یہ عجوہ تھی عقیر کے مقام پر عجوہ آج تک پائی جاتی ہے۔یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں کے بعد یہ نوع پیدا ہوئی تھی۔آپ نے جو کھجوریں لگائی تھیں وہ موجود ہیں جیسے کہ یہ مخفی نہیں ہے۔یہ السید کا موقف ہے۔

۱۴۴۔ اس میں فراس الغنم کا نصف اس کے مثل کی مثل ہوگا، جبکہ دوسرے شہروں کی یہ کیفیت نہیں ہے۔

۱۴۵۔ دجال مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔

۱۴۶۔ نہ ہی طاعون مدینہ طیبہ میں داخل ہوگی۔

۱۴۷۔ اس سے بخار کو دور کر دیا گیا تھا۔جب پہلے بخار یہاں آیا تو اسے الجحفہ منتقل کر دیا گیا، پھر جب حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے تو آپ نے بخار کو مدینہ طیبہ روک لیا۔طاعون کو شام بھیج دیا۔امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل امین میرے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے۔میں نے بخار کو مدینہ طیبہ میں روک لیا۔طاعون کو شام بھیج دیا۔طاعون میری امت کے لیے باعث شہادت اور رحمت ہے جبکہ یہ کافر کے لیے عذاب ہے۔

السیّد نے لکھا ہے: اقرب مؤقف یہ ہے کہ یہ آخری امر تھا جبکہ بخار کو مکمل طور پر منتقل کر دیا گیا تھا لیکن الحافظ کا مؤقف یہ ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد قلیل تھی۔ آپ نے بخار کو منتخب فرمایا کیونکہ طاعون کی بہ نسبت اس سے قلیل اموات واقع ہوتی ہیں کیونکہ اس میں اجر عظیم ہے۔ یہ اجسام کو کمزور کر دیتا ہے جب آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا تو بخار کو جحفہ منتقل کرنے کے لیے دعا مانگی۔ جو طاعون سے شہید نہ ہوتا اسے راہ خدا میں شہادت آجاتی۔ جو اس سے بھی رہ جاتا تو اسے بخار ہو جاتا یہ آگ میں سے مؤمن کا حصہ ہے، پھر یہ بخار مدینہ طیبہ میں ہی رہا، یعنی جبکہ مسلمانوں کی کثرت ہوگئی۔ یہ اسے دیگر شہروں سے ممتاز کرنے کے لیے تھا۔ السید نے لکھا ہے: اس امر کا تقاضا یہ ہے کہ امر کے آخر میں کچھ بخار اس کی طرف آ گیا تھا اور ہمارے زمانہ میں بھی دیکھا گیا ہے یہ بالکل بخار سے خالی نہیں ہے لیکن یہ اب اس طرح نہیں جیسے یہ پہلے تھا لیکن طاعون کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ طاعون سے بالکل محفوظ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے اپنی امت کے لیے دعا کی کہ وہ ان سے کچھ سلب نہ کرے، نہ ہی وہ ایک دوسرے سے خونریزی کریں۔ آپ کو اس دعا سے روک دیا گیا۔ آپ نے اپنی دعا میں فرمایا: پھر بخار یا طاعون سے تحفظ۔ بخار سے مراد آپ کی وہ جگہ تھی جہاں طاعون کا مرض نہ پہنچے گا۔ آج کل مدینہ طیبہ میں جو بخار ہے وہ وبائی بخار نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی دعا کے طفیل رحمت ہے۔ الجھن اس سے پیدا ہوتی ہے کہ آپ نے طاعون کو دجّال کے ساتھ ملا دیا جبکہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اس کے نہ ہونے پر تعریف کیسے کی جا سکتی ہے۔ یہ اشکال درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہے:

۱۔ اس کا اس طرح ہونا اس کی ذات کے اعتبار سے نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اس پر مترتب ہوتا ہے۔ امام احمد کی روایت سے ثابت ہوتا ہے: جنات میں سے تمہارے دشمنوں کو لے لیا جاتا ہے۔ اس سے کفار جنات اور ان کے شیاطین مراد ہیں۔ انہیں اس میں مبتلاء ہونے سے روک دیا گیا ہے جیسے دجال مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کافر کا مسلمان کو قتل کر ڈالنا شہادت ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ کفار مسلمان پر مسلط نہیں ہو سکتے تو وہ بڑے شرف سے محروم ہو جائے۔

۲۔ اسبابِ رحمت صرف طاعون میں منحصر نہیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا عوض بخار لے لیا۔ جب آپ کو اختیار دیا گیا تو آپ نے بخار کو منتخب فرما لیا۔ یہ مؤمن کے لیے پاکیزگی اور آگ میں سے اس کا حصہ ہے۔ طاعون کئی سالوں کے بعد آتا ہے جبکہ بخار بار بار آتا ہے یہ دونوں برابر ہو گئے لیکن اس پر اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ رحمت کے اسباب کی کثرت مطلوب ہوتی ہے اور اس کے معدوم ہونے پر تعریف کرنے کا اشکال ختم نہیں ہوتا۔

۳۔ اگرچہ یہ رحمت اور شہادت پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس کے اسباب وہ اشیاء ہیں جن کا ظہور امت سے ہوتا ہے جیسے بعض گناہوں کا ظہور۔ امام احمد نے حسن اور صحیح اسناد سے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ طاعون تمہارے رب تعالیٰ کی رحمت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور تم سے پہلے کے صالحین کے لیے موت کا سبب ہے۔

امام احمد نے ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کیسے ہے۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ آپ کی امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔ آپ کو یہ دعا عطا کر دی گئی۔ آپ نے التجاء کی کہ ان کا دشمن ان پر (جو ان کے غیر سے ہو) مسلط نہ ہو۔ آپ کو یہ دعا بھی عطا کر دی گئی۔ آپ نے التجاء کی کہ وہ ان سے کوئی چیز سلب نہ کرے اور نہ ہی یہ باہم لڑائی جھگڑے کریں۔ مگر آپ کو اس دعا سے روک دیا گیا۔ اس وقت آپ نے دعا میں عرض کی: ''پھر بخار یا طاعون'' آپ نے تین دفعہ اسی طرح کیا۔ طاعون مؤاخذہ کی ایک نوع کو شامل ہے۔ اس وقت آپ نے یہ دعا اس لیے کی تا کہ ان کی باہم خونریزی کی کفایت حاصل ہو سکے۔ ان کی موت ایسے سبب سے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مبارک کو اس طاعون سے محفوظ رکھا جو انتقام پر مشتمل ہے۔ یہ اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کے لیے ہے۔ ان کے لیے بخار مقرر کر دیا جو جسموں کو کمزور کرتا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے لڑ نہ سکیں یہ بخار انہیں پاک وصاف کر دے۔ آپ کا فرمان وہاں بخار یعنی وہ جگہ جہاں طاعون کا مرض داخل نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے محفوظ ہے وہ آپ کا پڑوس مبارک ہے۔ آپ کا فرمان: ''لَوْ طَاعُوْناً'' اس جگہ کے لیے ہے جو اس سے محفوظ نہیں ہے وہ دیگر سارے شہر ہیں۔ یہ السیّد نورالدین کا مؤقف ہے۔ احادیث طیبہ کی سمجھ سے میں بھی اسی مؤقف پر پہنچا ہوں یہ اس بخار کے شرف وفضل پر دلالت کرتا ہے جو مدینہ طیبہ میں واقع ہو کیونکہ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور ہمارے لیے رحمت ہے۔ یہ آپ کی دعا کا لازم ہے یہ اس طاعون کے مقابلہ میں ہے جو ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے رحمت ہے۔ بخار ان کے لیے رحمت ہو گا یہ اس وبائی بخار کے علاوہ ہے جو مدینہ طیبہ سے چلا گیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحافظ نے لکھا ہے: حق امر یہ ہے کہ ان احادیث میں طاعون سے مراد وہ ہے جو جنات کے مارنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے جسم میں خون جوش مارنے لگتا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ میں کبھی بھی داخل نہ ہو گا۔

۱۴۸۔ جب آپ کے اختیار سے بخار مدینہ طیبہ میں آیا تو یہ کسی کو لاحق ہونے کی استطاعت نہ رکھتا تھا وہ آیا۔ آپ کے در اقدس پر کھڑا ہو گیا۔ اذن طلب کی کہ آپ انہیں کس طرف بھیجتے ہیں۔ آپ نے انہیں انصار کی طرف بھیج دیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، ابویعلی، الطبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بخار نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اذن طلب کیا۔ آپ نے پوچھا: کون ہو؟ اس نے عرض کی: ''ام ملدم'' آپ نے اسے اہل قباء کی طرف جانے کا اذن دے دیا۔ انہیں اتنا بخار ہوا جتنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ اس کا شکوہ آپ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم پسند کرو تو میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں کہ وہ اسے تم سے دور لے جائے اگر تم پسند کرو تو یہ تمہارے لیے پاکیزگی بن جائے گا۔ یا تمہارے گناہوں کو ختم کر دے گا۔ انہوں نے عرض کی: کیا آپ ایسے کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: اسے چھوڑ دیں۔

۱۴۹۔ دن کی ساعت بھر کے لیے آپ کے لیے مکہ مکرمہ کو حلال کر دیا گیا تھا۔ آپ سے قبل یہ کسی کے لیے حلال نہ ہوا تھا۔

۱۵۰۔ مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین زمین کو آپ نے حرم بنا دیا، امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم اور ابن جریر نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا میں مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے درمیانی حصے کو حرم بناتا ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: نہ اس کے کانٹے (دار جھاڑیوں) کو کاٹا جائے گا اور نہ ہی اس کے عضاہ کو کاٹا جائے گا۔ شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ پر نظر کرم فرمائی۔ عرض کی: "مولا! میں اس کے دونوں پہاڑوں کے مابین کو اسی طرح حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔)

۱۵۱۔ مدینہ طیبہ کے سانپوں کو نہ مارا جائے گا مگر انہیں ڈرانے کے لیے انداز ان کے ساتھ خاص ہے۔

۱۵۲۔ قبر میں میت سے آپ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قبر کی آزمائش یہ ہے کہ تمہیں میری وجہ سے آزمایا جائے گا۔ پاکباز شخص کو اٹھایا جائے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا: اس کے ہستی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جو تم میں جلوہ افروز تھی۔ وہ کہے گا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حکیم ترمذی اور ابن عبدالبر نے لکھا ہے: قبر کا سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے۔

۱۵۳۔ فرشتہ اجل نے آپ سے اذن طلب کیا۔ اس سے قبل اس نے کسی نبی سے اذن طلب نہ کیا تھا۔ یہ تفصیلات آپ کے وصال کے ابواب میں آرہی ہیں۔ ان شاء اللہ!

۱۵۴۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح وہ لونڈی بھی حرام ہے جس کے ساتھ آپ نے مباشرت کی ہو۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی۔

یہ آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے ثابت نہیں ہے بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی داستان جبار کے ساتھ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا: یہ میری بہن ہے، انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ انہیں طلاق دے دیں تاکہ جبار ان کے ساتھ نکاح کرے۔ اس سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ سارے انبیاء کی خصوصیت نہ تھی۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہیں۔ اس میں وہ ذلت ہے جس سے آپ کا منصب رفیع پاک اور منزہ ہے۔ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں ماوردی نے یہی وجہ لکھی ہے کہ ان پر وصال کی عدت واجب نہ تھی۔ وہ عورتیں جن کو آپ نے حیات طیبہ میں جدا کر دیا تھا جیسے پناہ طلب کرنے والی اور جس کے پہلو میں سفیدی دیکھی تھی ان کے بارے کئی وجوہات ہیں۔

(۱) وہ بھی اسی طرح حرام ہیں۔ امام شافعی نے اسی پر نص قائم کی ہے۔ الروضہ میں اسی کو صحیح کہا ہے

کیونکہ آیت طیبہ میں عموم پایا جاتا ہے۔ بعد سے مراد بعدیۃ الموت نہیں بلکہ بعدیۃ النکاح ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حرام نہیں ہیں۔

(۳) امام الحرمین اور الرافعی نے الشرح الصغیر میں اسے صحیح کہا ہے۔ صرف مدخول بہا حرام ہوتی ہے۔ یہ اختلاف اس میں بھی ہے۔ جس نے فراق کو پسند کیا لیکن امام الحرمین اور امام غزالی کے نزدیک وہ حلال ہے۔ ایک گروہ نے یہی قطعی قول کیا ہے تاکہ اختیار دینے کا فائدہ عیاں ہو جائے۔ وہ دنیا کی زیب و زینت کو حاصل کر لینا ہے۔ وہ لونڈی جس کو آپ نے مباشرت کے بعد جدا کر دیا ہو۔ اس میں بھی کئی وجوہات ہیں۔

(۴) وہ حرام ہے۔ بشرطیکہ آپ وصال کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہوئے ہوں۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا۔ اگر آپ نے اسے اپنی حیات طیبہ میں بیچ دیا ہو تو وہ حرام نہیں ہے۔

اس آیت طیبہ کے نزول کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کہا: اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لوں گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔ الطبری نے اسے انتہائی ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ابن بشکوال نے اسے کلبی کی سند سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ قول کرنے والا طلحہ بن عبید اللہ القرشی ہے۔ ایک جماعت نے اس طلحہ کے متعلق لغزش کھائی ہے۔ انہوں نے اسے وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سمجھ لیا ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں لیکن یہ وہ نہیں ہیں یہ کوئی اور طلحہ ہے جو اپنے نام، باپ کے نام اور نسب میں ان کے ساتھ مشارکت رکھتا ہے۔ یہ حضرت طلحہ وہ مشہور صحابی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کا نسب یہ ہے طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم التیمی جبکہ اس قصے میں طلحہ بن عبید اللہ بن شافع بن عیاض بن صخر بن کعب بن سعد بن کعب بن تیم التیمی ہے۔ موسیٰ نے الذیل میں طلحہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت طیبہ اسی کے متعلق اتری ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو۔

اس آیت طیبہ پر ابن شاہین، ابوموسیٰ المدینی، الحافظ اور الشیخ نے تنبیہ لکھی ہے۔

۱۵۵۔ زمین کا وہ مبارک ٹکڑا جن میں آپ مدفون ہیں وہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے افضل ہونے میں جو اختلاف ہے وہ قبر انور کے علاوہ دیگر جگہ میں ہے۔

۱۵۶۔ آپ کی کنیت پر کنیت رکھنا حرام ہے۔ یہ تفصیلات گزر چکی ہیں۔

۱۵۷۔ آپ کے اسم گرامی محمد (جان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نام رکھنا جائز ہے۔

۱۵۸۔ جس کے بیٹے کا نام قاسم ہو وہ اپنی کنیت ابو القاسم نہ رکھے۔ یہ امام نووی کا مؤقف ہے جسے انہوں نے شرح مسلم میں لکھا ہے الشیخ نے لکھا ہے کہ سراج الدین الملقن نے خصائص میں لکھا ہے کہ ایک گروہ نے اس مؤقف کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے آپ کے نام پر نام رکھنے سے منع کیا ہے خواہ کوئی بھی کنیت اختیار کی جائے۔ اسے شیخ زکی الدین المنذری نے لکھا ہے۔ ابن سعد نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر اس بچے کو جمع کیا جس کا نام محمد تھا۔ انہیں ایک گھر میں جمع کیا تاکہ ان کے نام تبدیل کر دیں ان کے آباء آ گئے۔ انہوں نے گواہ پیش کر دیے کہ ان کے فرزندوں کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھے تھے انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ ابو بکر نے کہا ہے کہ ان کے والد گرامی بھی ان میں تھے۔

۱۵۹۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کی قسم (وسیلہ) پیش کیا جائے کسی اور کو یوں پیش کرنا درست نہیں جیسے کہ نابینا کے واقعہ میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے: اللھم انی اتوجہ الیك بنبیك محمد۔ ابن عبد السلام نے لکھا ہے: بہتر ہے کہ اسے صرف آپ کی ذات والا تک ہی محدود کر دیا جائے کیونکہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی اور نبی، فرشتے اور ولی کی قسم پیش نہ کی جائے کیونکہ وہ آپ کے درجہ رفیعہ پر فائز نہیں ہیں یہ اختصاص آپ کے علو مرتبت اور شان رفیع کی وجہ سے ہے۔

۱۶۰۔ کسی نے آپ کی شرم گاہ نہیں دیکھی۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی بصارت ختم ہو جاتی۔ آپ کے حیاء کے باب میں گزر چکا ہے مزید تفصیلات وصال کے ابواب میں آئیں گی۔

۱۶۱۔ آپ کے لیے خطا کا صدور روا نہیں۔ ابن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے شمار کیا ہے۔ الماوردی نے بھی اسے آپ کی خصوصیت کہا ہے۔ آپ کے اجتہاد کے بارے میں یہی مؤقف ہے، کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں جس کی پیروی کی جائے یہ امر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے آپ کو خطا سے معصوم فرمایا ہے۔ امام شیرازی نے لکھا ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا نہیں ہو سکتی۔ امام بیضاوی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ابن سبکی نے اسے ہی درست کہا ہے۔ اسی کا حکم اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کو اختیار کرتے ہیں۔

۱۶۲۔ آپ کے لیے نسیان جائز نہیں۔ اس کو امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔

۱۶۳۔ سابقہ انبیاء میں سے ہر نبی کی نبوت خاص اس کی امت میں ہوتی تھی کہ اس امت میں آپ کے علماء میں سے عالم آپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جو آپ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ لہٰذا وارد ہے: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ روایت ہے: عالم اپنی قوم میں اسی طرح ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ یہ البارزی کا مؤقف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی روایت کے متعلق حافظ وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ موضوع ہے کیونکہ یہ روایت اس طرح ہے: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ پہلی روایت کو ابو نعیم نے ضعیف سند کے ساتھ لکھا ہے کہ درجہ نبوت کے قریبی

لوگ اہل علم و اہل جہاد ہیں۔ دوسری روایت کو الدیلمی نے ان الفاظ میں لکھا ہے: بزرگ اپنی قوم میں اسی طرح ہوتا ہے جیسے نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے۔

۱۶۴۔ آپ کا نام عبد اللہ بھی ہے۔ اس کا اطلاق آپ کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوتا۔ اس نے فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ③ (الاسراء: ۳)

ترجمہ: بے شک نوح ایک شکر گزار بندہ تھا۔

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ (ص: ۳۰)

ترجمہ: بڑی خوبیوں والا بندہ۔

اسے البارزی نے لکھا ہے۔

۱۶۵۔ قرآن پاک اور اس کے علاوہ کہیں اور تذکرہ نہیں کہ رب تعالیٰ نے آپ کے علاوہ کسی اور پر درود پڑھا ہو۔ یہ خصوصیت صرف آپ کی ہے۔ رب تعالیٰ نے صرف آپ کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے۔

۱۶۶۔ جس نے آپ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ دس بار اس پر نظر رحمت فرمائے گا۔

۱۶۷۔ جس نے آپ پر دس بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر سو بار نظر رحمت فرمائے گا۔

۱۶۸۔ جس نے آپ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس پر ایک ہزار دفعہ نظر رحمت کرے گا۔

۱۶۹۔ دعا کی قبولیت کو روک دیا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ پر درود پاک پڑھ لیا جائے۔

۱۷۰۔ آپ پر قبر انور میں آپ کی امت کا درود اور سلام پیش کیا جاتا ہے۔

۱۷۱۔ وہ رسواء ہو گیا جس کے پاس آپ کا ذکر جمیل کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔

۱۷۲۔ جو قوم بھی کسی محفل میں بیٹھی مگر وہاں آپ پر صلوٰۃ و سلام نہ پڑھا گیا۔ وہ ان کے لیے روز حشر حسرت و ندامت ہوگی۔ گویا کہ وہ مردار کی بدبو پر اٹھیں گے۔

۱۷۳۔ اس شخص کو خبر دار کیا جائے گا جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود نہ پڑھا۔

۱۷۴۔ جو آپ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔ وہ جنت کا رستہ بھول جائے گا۔

۱۷۵۔ جس نے کتاب میں آپ کا اسم گرام لکھتے وقت آپ پر درود شریف بھیجا جب تک آپ کا اسم گرامی اس کتاب میں موجود ہوگا۔ رحمت اس پر برستی رہے گی۔

۱۷۶۔ آپ پر درود شریف طہارت، پاکیزدگی اور کفارہ ہے۔

۱۷۷۔ درود شریف آپ کی شفاعت کا موجب ہے۔

۱۷۸۔ مغفرت کا سبب ہے۔

۱۷۹۔ جس نے آپ پر ایک ہزار بار درود شریف پڑھا وہ اس وقت تک نہ مرے گا حتیٰ کہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے۔
۱۸۰۔ جس نے آپ پر ایک بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ دس بار اس پر نظر رحمت کرے گا۔
۱۸۱۔ اس کے دس درجات بلند کر دے گا۔
۱۸۲۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔
۱۸۳۔ اس کی دس خطائیں مٹا دی جائیں گی۔
۱۸۴۔ جس دعا کے اول و آخر میں آپ پر درود شریف پڑھا گیا اس کی اجابت کی امید کی جا سکتی ہے۔
۱۸۵۔ درود شریف کے طفیل رب تعالیٰ اس کے اہم امور کی کفایت کرے گا۔
۱۸۶۔ درود شریف پڑھنے والا روز حشر آپ کے قریب ہوگا۔
۱۸۷۔ یہ تنگ دست کے لیے صدقہ کے قائم مقام ہوگا۔
۱۸۸۔ یہ ضروریات کو پورا کرنے کا سبب ہے۔
۱۸۹۔ درود شریف پڑھنے والے کے لیے موت سے قبل جنت کی بشارت ہے۔
۱۹۰۔ اسے قیامت کے احوال سے نجات ملے گی۔
۱۹۱۔ درود شریف پڑھنے والے کو آپ جواب ارشاد فرماتے ہیں۔
۱۹۲۔ درود شریف پڑھنے والے کو وہ چیز یاد آجاتی ہے جسے وہ بھلا چکا ہو۔
۱۹۳۔ آپ پر درود شریف پڑھنے والے کی محفل روز حشر اس کے لیے حسرت نہ بنے گی۔
۱۹۴۔ درود پاک فقر کو ختم کر دیتا ہے۔
۱۹۵۔ یہ درود شریف پڑھنے والے کے عذر کو ختم کر دیتا ہے جبکہ اسے بخیل کہا جاتا ہو۔
۱۹۶۔ درود شریف پڑھنے والا آپ اس کی بددعا سے بچ جاتا ہے جو آپ نے نہ پڑھنے والے کے لیے رسوائی کے لیے کی تھی۔
۱۹۷۔ درود شریف روز حشر درود شریف پڑھنے والے کو جنت کے راستے پر گامزن کر دے گا۔
۱۹۸۔ مجلس کے فتنوں سے اسے نجات دے گا۔
۱۹۹۔ یہ اس کلام کی تکمیل کا سبب ہے جسے رب تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ شروع کیا جائے۔
۲۰۰۔ پل صراط پر چلتے وقت درود شریف پڑھنے والے کا نور زیادہ ہو جائے گا۔
۲۰۱۔ رب تعالیٰ اہل آسمان اور اہل زمین کے مابین اس کی عمدہ تعریف کرتا ہے۔
۲۰۲۔ درود شریف پڑھنے والے کا تزکیہ ہو جاتا ہے اس کی عمر، عمل اور اصلاح کے اسباب میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔
۲۰۳۔ آپ پر درود شریف پڑھنے والے کو رب تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔

۲۰۴۔ درود شریف پڑھنے کی صحبت کو مداومت نصیب ہوتی ہے اس میں اضافہ اور زیادتی ہو جاتی ہے جب بھی بندہ اپنے محبوب کا زیادہ ذکر کرتا ہے۔ اسے اپنے قلب میں حاضر کرتا ہے۔ آپ کے محاسن کا ذکر کرتا ہے۔ ان خوبیوں کا ذکر کرتا ہے جو آپ کی محبت کو زیادہ کرتا ہے۔ آپ کے شوق میں اضافہ کرتا ہے۔

۲۰۵۔ درود شریف پڑھنے والے سے آپ محبت کرتے ہیں۔

۲۰۶۔ درود شریف پڑھنے والے کی آپ کی طرف راہ نمائی کر دی جاتی ہے۔

۲۰۷۔ اس کے دل کو حیات نو نصیب ہوتی ہے۔

۲۰۸۔ آپ کے اسماء گرامی توقیفیہ ہیں۔ یہ ابوالفتوح الطائی نے لکھا ہے۔

۲۰۹۔ آپ کا نام رکھنا مبارک اور میمون ہے۔ ابن ابی عاصم نے ابن ابی فدیک کی سند سے حضرت جشیب رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جس نے میرے نام پر نام رکھا اس نے میری برکت کی امید کی۔ اس پر برکت ڈال دی جائے گی جو تا روز حشر جاری رہے گی۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں تین بچے ہوئے مگر اس نے ان میں سے کسی ایک کا نام محمد نہ رکھا اس نے جہالت کا کام کیا۔

۲۱۰۔ محمد نام والے شخص کو مارنا اور گالی دینا مکروہ ہے۔ بزار، ابویعلی، ابن عدی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: تم اپنے بچوں کے نام محمد رکھ لیتے ہو پھر انہیں برا بھلا کہتے ہو۔ بزار نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: جب تم کسی بچے کا نام محمد رکھ لو تو نہ تو اسے مارو اور نہ اسے رسواء کرو۔

۲۱۱۔ آپ کے اسم مبارک کا معنی آپ کے اخلاق اور اوصاف کے مطابق ہے۔ آپ کا اسم مبارک آپ کے مسمی کے مطابق ہے۔ یہی آپ کے اخلاق تھے۔ یہ آپ کے اسم مبارک کے جملہ کی تفصیل ہے اور اس کے معنی کی شرح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سب سے مشہور اسم گرامی محمد (فداہ روحی) ہے آپ کے اسماء کے ابواب میں تفصیل گزر چکی ہے کہ آپ کا یہ اسم گرامی کیوں رکھا گیا، کیونکہ آپ میں "حمد" کا خاصہ پایا جاتا ہے آپ رب تعالیٰ کے ہاں محمود ہیں۔ فرشتوں کے ہاں محمود ہیں۔ انبیائے کرام کے ہاں محمود ہیں ساری روئے زمین کے ہاں محمود ہیں۔ اگرچہ بعض نے آپ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ آپ میں کمال کی ایسی صفات پائی جاتی ہیں جو ہر عاقل کے ہاں محمود ہیں۔ اگرچہ وہ انکار کرے گا تو اس کی وجہ سرکشی، عناد اور جہالت ہوگی۔ اگر اسے آپ کے اخلاق کے متعلق علم ہو جاتا تو وہ ضرور آپ کی تعریف کرتا جو صفاتِ کمال سے متصف ہوتا ہے اس کی ستائش کی جاتی ہے اور ان کا وجود اس میں جوش مارتا ہے۔ آپ حقیقت میں رب تعالیٰ کے حامد ہیں۔ آپ کے ساتھ حمد کا معنی اس طرح مختص ہے کہ آپ کے لیے وہ کسی اور کے

لیے اس طرح جامع نہیں ہے۔ محمد اور احمد آپ کے اسماء گرامی ہیں۔ آپ کی ملت مرحومہ حمادون ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی ہر تنگی اور آسائش میں حمد بیان کرتی ہے۔ آپ کی اور آپ کی ملت مرحومہ کی نماز کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ آپ کا خطبہ حمد سے شروع ہوتا ہے آپ کی کتاب حکیم حمد سے شروع ہوتی ہے۔ روز حشر لواء حمد آپ کے دستِ اقدس میں ہوگا۔ آپ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اول و آخر رشک کریں گے۔ جب آپ اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے۔ شفاعت طلب کریں گے ایسی محامد سے رب تعالیٰ کی تعریف کریں گے جو اسی وقت ہی آپ پر کھولی جائیں گی۔ جب آپ اس مقام پر جلوہ افروز ہوں گے تو سارے اہل حشر، ان کے مؤمن اور کافر، ان کے اول و آخر رب تعالیٰ کی حمد و بیان کریں گے۔ آپ اس لیے بھی محمود ہیں کیونکہ آپ زمین کو ہدایت، ایمان، علم نافع اور عمل صالح سے بھر دیا۔ آپ کو عمدہ اخلاق اور اچھے خصائل سے یوں آراستہ کر دیا گیا کہ جس نے بھی آپ کے اخلاق کو دیکھا عادات ملاحظہ کیں۔ اسے علم ہو گیا کہ آپ کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اس موضوع پر پہلے بھی کچھ بحث ہو چکی ہے۔

۲۱۲۔ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ وحی کی تینوں اقسام میں گفتگو کی۔ (۱) سچے خواب (۲) واسطہ کے بغیر کلام اور (۳) حضرت جبرائیل امین کے واسطہ سے کلام۔ اس خصوصیت کا تذکرہ ابن عبد السلام نے کیا ہے۔ اس کی تفصیلات بعثت کی ابتداء میں گزر چکی ہیں۔

دوسرا باب

شریعت مطہرہ اور امت مرحومہ کے اعتبار سے آپ کی خصوصیات

۱۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔
۲۔ ساری روئے کو آپ کے لیے مسجد بنا دی گئی، جبکہ سابقہ امتیں صرف گرجوں اور کنیسوں میں نماز ادا کر سکتی تھیں۔
۳۔ مٹی کو آپ کے لیے پاکیزہ بنا دیا گیا۔ اسی کا نام تیمم ہے۔

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے روئے زمین کو مسجد اور پاکیزگی بنا دیا گیا ہے۔ میری امت کے فرد کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کر لے۔ میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ اشیاء کے ذریعے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ (۲) رعب سے میری نصرت کی گئی ہے۔ (۳) میرے لیے مال

غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔(۴) میرے لیے زمین کو پاکیزگی اور مسجد بنا دیا گیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور میری امت کو نماز میں فضیلت دی گئی ہے۔میری امت اس طرح صفیں بناتی ہے جیسے فرشتے صفیں بناتے ہیں۔مٹی کو میرے لیے وضو بنا دیا گیا ہے۔زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے۔میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں، بزار، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سابقہ انبیاء خمس سے رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔آگ آتی تھی اور اس سامان کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی، جبکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کر دوں۔

علامہ خطابی رقمطراز ہیں: "آپ سے پہلے گزرنے والے انبیاء کی دو اقسام ہیں۔(۱) جنہیں جہاد کے لیے اذن نہیں دیا گیا تھا، نہ ہی ان کے لیے مال غنیمت تھا۔(۲) بعض کو اذن جہاد دے دیا گیا تھا لیکن جب وہ مالِ غنیمت حاصل کر لیتے تو اسے کھانا ان کے لیے حلال نہ تھا۔آگ آتی تھی اور اس مال غنیمت کو کھا جاتی تھی، جیسے کہ صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انبیاء کرام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔انہوں نے مالِ غنیمت کو جمع کیا۔آگ آئی مگر اس نے اسے نہ جلایا۔

امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: انہوں نے مال غنیمت کو جمع کیا۔آگ آئی۔حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جب وہ مال غنیمت حاصل کر لیتے تو رب تعالیٰ آگ کو بھیجتا وہ اسے ہڑپ کر جاتی۔یہ واقعہ معراج کے قصہ میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔رد الشمس کے معجزات میں بھی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔اس میں ہے: "رب تعالیٰ نے ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔اس کے ہمارے ضعف اور عجز کو دیکھا۔اسے ہمارے لیے حلال کر دیا۔ہم سے پہلے لوگ جہاد کرتے تھے۔وہ اموال غنیمت جمع کرتے تھے لیکن وہ ان میں تصرف نہ کرتے تھے بلکہ وہ انہیں جمع کرتے تھے۔ان کی قبولیت کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آگ اترتی تھی اور انہیں کھا جاتی تھی۔قبول نہ ہونے کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آگ نہ اترتی تھی۔"

"مسجداً" یعنی آپ کے سجدہ کی جگہ۔سجدہ سے مراد پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔سجدہ کسی ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ مختص نہیں ہے۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مجازاً اس سے وہ جگہ مراد ہو جسے نماز کے لیے بنایا جاتا ہے یہ قرآن پاک کے مجاز سے ہے، کیونکہ جب ساری روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے تو یہ مسجد کی طرح ہوگئی۔علامہ خطابی اور قاضی نے لکھا ہے "ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے مخصوص مقامات پر ہی نماز پڑھنا مباح تھا جیسے گرجے اور کنیسے۔امام احمد کی روایت جسے انہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے بھی اس کی تائید کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کنیسوں میں نماز ادا کرتے تھے۔" یہ نزاع کی جگہ کے بارے نص ہے، لہٰذا خصوصیت ثابت ہوگئی۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔اس میں ہے: مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کوئی ایک نماز ادا نہ کرتا تھا حتیٰ کہ وہ اپنے محراب

تک پہنچ جاتا۔"

۴۔ ایک قول کے مطابق وضو بھی آپ کی خصوصیت ہے۔ سابقہ انبیاء کے لیے تو وضو تھا لیکن ان کی امم کے لیے نہ تھا۔ حلیمی نے اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ انہوں نے صحیحین کی اس روایت سے استدلال کیا ہے میری امت کو روز حشر اس طرح بلایا جائے گا کہ اس کے وضو کے اعضاء تاباں ہوں گے، لیکن یہ مؤقف اس سے رد کیا گیا ہے کہ یہ وضو کے اعضاء کی تابانی کی خصوصیت ہے۔ اصل وضو کی نفی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "یہ میرا وضو اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کا وضو ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "یہ روایت ضعیف ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ وضو کے اس امت کے علاوہ دیگر امتوں کے انبیاء کے لیے تھا۔ امم کے لیے نہ تھا۔

شیخ نے لکھا ہے اس احتمال کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جو تورات اور انجیل میں آپ کی امت کے اوصاف میں بیان کی گئی ہیں۔ امت مسلمہ اپنی اطراف پر وضو کرے گی۔ اس روایت کو ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کیا ہے۔ دارمی نے کعب الاحبار سے، بیہقی نے وہب سے روایت لکھی ہے۔ اس امت پر فرض ہوگا کہ وہ ہر نماز کے وقت پاکیزگی حاصل کریں جیسے کہ انبیائے کرام علیہم السلام پر فرض تھا، پھر میں نے الطبرانی کو دیکھا۔ انہوں نے الاوسط میں لکھا ہے۔ انہوں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا۔ فرمایا: اس وضوء کے بغیر رب تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا، پھر آپ نے دو دو بار اعضائے وضو دھوئے فرمایا: یہ تم سے پہلے کی امم کا وضو ہے، پھر تین تین بار اعضائے وضو دھوئے فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔ اس روایت میں یہ صراحت ہے کہ سابقہ امم میں وضو تھا لیکن اس میں ہمارے لیے تین بار دھونا خصوصیت ہے جیسے کہ یہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے تھا۔ ابن سراقہ کا یہ قول بھی اس کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ "اس امت کو وضو کے کمال کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح اس کے برعکس ہے جسے الشیخ نے "الصغری" میں صحیح کہا ہے۔ یہ الحافظ کے احتمال کے برعکس ہے۔ امام بخاری نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا وہ قصہ نقل کیا ہے جو اس بادشاہ کے ساتھ پیش آیا تھا جس نے انہیں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پیش کی تھیں جب بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے قریب جانا چاہا تو وہ اٹھ کر وضو کرنے لگیں۔ جریج کے قصہ میں بھی ہے کہ وہ اٹھ کر وضو کرنے لگے پھر بچے سے گفتگو کی۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک بار وضو کیا تو یہ وہ وظیفۂ وضو ہے جو ضروری ہے۔ جس نے دو دو بار وضو کیا اس کے لیے اجر کے دو کفل میں جس نے تین بار وضو کیا تو یہ میرا اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کا وضو ہے۔ ابن ماجہ اور دار قطنی نے ابن کعب سے اس طرح تحریر کیا ہے۔

۵۔ خفین پر مسح کرنا۔

۶۔ پانی کو نجاست کو زائل کرنے والا بنادیا۔

۷۔ کثیر پانی میں نجاست اثر نہیں کرتی۔

۸۔ ٹھوس چیز کے ساتھ استنجا کرنا۔ اسے ابوسعید نیشاپوری نے الشرف میں اور ابن سراقہ نے الاعداد میں ذکر کیا ہے۔

۹۔ پانی اور پتھر کے ساتھ استنجاء جمع کرنا۔

۱۰۔ پانچ نمازوں کا مجموعہ۔

۱۱۔ سب سے پہلے آپ کا نماز عشاء ادا کرنا۔

۱۲۔ امام طحاوی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: وقتِ فجر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ انہوں نے دو رکعتیں ادا کیں۔ یہ نماز صبح بن گئی۔ حضرت اسحاق (حضرت اسماعیل) کا فدیہ ظہر کے وقت دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں ادا کیں یہ نماز ظہر بن گئی۔ حضرت عزیر علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان سے پوچھا گیا تم کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ انہوں نے کہا: ایک دن انہوں نے سورج کو دیکھا پھر کہا: یا دن کا کچھ حصہ۔ انہوں نے چار رکعتیں ادا کیں یہ نماز عصر ادا کی۔ نماز مغرب کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ وہ اٹھے انہوں نے چار رکعتیں ادا کیں۔ وہ تھک گئے وہ تیسری رکعت میں بیٹھ گئے۔ مغرب کی تین رکعتیں بن گئیں۔ سب سے پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء ادا کی۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بیہقی نے السنن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ نے نماز عشاء کو مؤخر کیا، حتیٰ کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا کہ آپ نے نماز ادا کرلی ہے، پھر آپ باہر تشریف لائے۔ فرمایا: نماز عشاء ادا کرو۔ اس کے ذریعے تمہیں ساری امم پر فضیلت دی گئی ہے۔ تم سے قبل اسے کسی نے ادا نہیں کیا۔ شیخان نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور عبد اکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھا، حتیٰ کہ طویل رات گزر گئی، پھر آپ باہر تشریف لائے نماز ادا کی۔ ادائیگی نماز کے بعد حاضرین سے فرمایا: خوش ہو جاؤ۔ رب تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ اس وقت تمہارے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھ رہا۔ یا اس لمحہ تمہارے علاوہ اور کوئی نماز ادا نہیں کر رہا۔

تنبیہ

امام رافعی نے شرح المسند میں لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا وقت ہے۔ اسے اس روایت پر محمول کرنا ممکن ہے جسے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نماز کی طرف منسوب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان پانچ نمازوں کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ میرے آباء اور بھائیوں کی وراثت ہے۔ ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے لیے چار رکعتیں ادا کیں۔ رب تعالیٰ نے اسے میرے لیے اور میری امت کے لیے پاکیزگی اور درجات کا سبب بنا دیا۔ آپ نے نماز عصر

کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف، نماز مغرب کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف، نماز عشاء کو حضرت یونس علیہ السلام کی طرف اور نماز فجر کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ہر نبی نے اسی وقت میں وہ نماز ادا کی جو اس کی طرف منسوب ہے۔ اس وقت میں اس نے نماز کی ابتداء کی۔ اس روایت کو ابن عساکر نے ضعیف سند سے نقل کیا ہے۔

ہمارے شیخ نے شرح الموطا میں لکھا ہے۔ صحیح وغیرہ میں متعدد روایات صحیحہ ہیں کہ اس امت کے علاوہ کسی اور امت نے نماز عشاء نہیں پڑھی۔ وقت الانبیاء کو اکثر نمازوں پر محمول کرنا ممکن ہے۔ یہ نمازیں عشاء کے علاوہ ہیں۔ نماز عشاء اپنے ظاہر پر باقی رہے گی۔ یہ امت کو چھوڑ کر نبی نے پڑھی ہوگی جیسے کہ آپ کے اس فرمان میں کہا گیا ہے۔

هذا وضوی و وضوء الانبیاء من قبلی۔

۱۳۔ اذان۔

۱۴۔ اقامت۔ سعید بن منصور نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک پھوپھو نے مجھے بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ نماز کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیسے جمع کیا جائے؟ کسی نے کہا: نماز کے وقت جھنڈا نصب کر دیا جائے۔ آپ نے یہ رائے پسند نہ کی۔ کسی نے کہا کہ اس وقت بگل بجایا جائے۔ آپ نے یہ تجویز بھی پسند نہ کی۔ فرمایا: یہودی بگل بجاتے ہیں۔ کسی نے کہا: ناقوس بجایا جائے۔ آپ نے یہ رائے بھی پسند نہ کی۔ فرمایا: عیسائی ناقوس بجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ واپس لوٹے۔ وہ غمزدہ تھے انہیں نیند میں اذان اور اقامت دکھا دی گئی۔ یہ قصہ صحاح وغیرہا میں مشہور ہے۔

۱۵۔ نماز کا آغاز تکبیر سے کرنا۔ امام عبدالرزاق نے ابان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: اس امت کے علاوہ کسی اور کو تکبیر عطا نہ کی گئی۔

۱۶۔ آمین۔

۱۷۔ اللهم ربنا لك الحمد

۱۸۔ نماز میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں بنانا۔

۱۹۔ اسلام کا سلام یہ ملائکہ اور اہل جنت کا سلام ہے۔

۲۰۔ قبلہ رو ہونا۔

۲۱۔ یوم جمعہ آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے عید ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہودی تم پر کسی چیز کے بارے اتنا حسد نہیں کرتے جتنا حسد وہ آمین پر کرتے ہیں۔ تم آمین زیادہ کہا کرو۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہودی ہم سے کسی چیز پر اس

طرح حسد نہیں کرتے جس طرح وہ ان تین چیزوں پر حسد کرتے ہیں۔(۱) سلام (۲) آمین (۳) اللھم ربنا لک الحمد۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے لوگوں پر تین اشیاء سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں، ملائکہ کی صفوں کی مانند بنائی گئی ہیں۔

حارث بن اسامہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تین خصوصیات عطا کی گئی ہیں۔ مجھے صفوں میں نماز عطا کی گئی ہے۔ مجھے سلام عطا کیا گیا ہے۔ یہ اہل جنت کا سلام ہے۔ مجھے آمین عطا کی گئی ہے یہ تم سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئی، مگر اللہ رب العزت نے اسے حضرت ہارون علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ یہود ونصاریٰ ہم سے کسی اور چیز پر اس طرح حسد نہیں کرتے جس طرح وہ ہم سے جمعۃ المبارک سے حسد کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہماری اس پر راہ نمائی کی مگر وہ اس تک نہ پہنچ سکے۔ وہ اس قبلہ پر بھی ہم سے حسد کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہماری راہنمائی اس طرف کی۔ اس طرح وہ ہماری آمین سے بھی حسد کرتے ہیں جو ہم امام کے پیچھے کہتے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کی جمعۃ المبارک کی طرف راہنمائی نہ کی۔ یہودیوں کے لیے ہفتہ کا دن تھا۔ عیسائیوں نے اتوار کو منتخب کر لیا۔ رب تعالیٰ ہمیں لے آیا۔ ہماری راہ نمائی یوم جمعہ کی طرف کر دی۔ جمعۃ، ہفتہ، اتوار۔ وہ اسی طرح روز حشر ہمارے پیچھے ہوں گے۔ ہم دنیا میں آخر میں ہیں۔ آخرت میں ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ ساری مخلوق سے قبل ان کے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر تم کہو کہ جو صفوں کی مشابہت اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے: اسے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے جسے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کی: ملائکہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم کریں تم اس طرح صفیں بناتے ہو جیسے فرشتے صفیں بناتے ہیں۔ کندھے سے کندھا ملاؤ۔ خالی جگہ مکمل کرو۔ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ۔ خالی جگہیں شیطان کے لیے نہ چھوڑو۔ جس نے صف جوڑی رب تعالیٰ اسے جوڑ دے گا۔ جس نے صف منقطع کی رب تعالیٰ اسے قطع کر دے گا۔

۲۲۔ نماز میں گفتگو کا حرام ہونا۔

سعید بن منصور نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ لوگ نماز میں ضرورت کی اس طرح گفتگو کر لیتے تھے جیسے اہل کتاب اپنی نماز میں ضروری گفتگو کر لیتے ہیں حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوگئی:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرہ: ۲۳۸)

ترجمہ: اور کھڑے رہا کرو اللہ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سارے ادیان والے نماز میں گفتگو کر لیتے ہیں لیکن تم رب تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔

۲۳۔ رکوع:

مفسرین کے ایک گروہ نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ: ۴۳)

ترجمہ: اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

نماز میں رکوع کا مشروع ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ بنو اسرائیل کی نمازوں میں رکوع نہ تھا۔ اسی لیے انہیں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ شیخ نے لکھا ہے: اس کے لیے استدلال اس روایت سے کیا جاتا ہے جسے بزار اور الطبرانی نے الاوسط میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے ہم نے نماز عصر میں رکوع کیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس سے قبل نماز ظہر ادا کی۔ آپ نے پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل رات کا قیام کیا۔ قرینہ یہی ہے یہ نماز رکوع کے بغیر ہوگی جیسے سابقہ امم کی نماز اس سے خالی تھی۔

۲۴۔ باجماعت نماز:

علامہ ابن فرشتہ نے شرح المجمع میں آپ کے اس فرمان من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا فھو منا۔ جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ وہ ہم میں سے ہے۔ صلاتنا سے مراد باجماعت نماز ہے، کیونکہ منفرد نماز ہم سے پہلے لوگوں میں بھی تھی۔ آئمہ شافعیہ میں سے ابوسعید نے الشرف میں اور ابن سراقہ نے اعداد میں لکھا ہے:

میں کہتا ہوں: سب سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس وقت جماعت کرائی جب آپ صبح کے وقت نماز سے باہر تشریف لائے۔ اس سے پہلے جماعت نہ تھی۔ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے۔ اسے ابن درید نے نقل کیا ہے۔

۲۵۔ اجابت کی گھڑی۔

۲۶۔ نماز جمعہ

۲۷۔ رات کی نماز

۲۸۔ عیدین کی نماز

۲۹۔ کسوفین کی نماز

۳۰۔ نماز استسقاء

۳۱۔ نماز وتر۔ اسے ابن سراقہ نے اعداد میں اور ابوسعید نے الشرف میں لکھا ہے۔ امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے عید الاضحیٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

۳۲۔ سفر میں نماز قصر

۳۳۔ سفر اور بارش میں اور ایک قول کے مطابق مرض میں دو نمازیں جمع کرنا۔ یہ خطابی، نووی، اور شیخ کا موقف ہے۔ بکی اور ذہبی نے یہی فتویٰ دیا ہے۔

۳۴۔ نمازِ خوف۔ یہ ہم سے قبل کسی امت کے لیے مشروع نہ تھی۔

۳۵۔ سخت جنگ کے وقت نماز۔ خواہ جس طرف بھی رخ ہو جائے۔

۳۶۔ ماہ رمضان۔ اسے القونوی نے شرح التعرف میں ذکر کیا ہے۔

۳۷۔ رات کو فجر تک کھانے، پینے اور وظیفۂ زوجیت کی اجازت۔ یہ امور سابقہ امم پر سونے سے بعد حرام تھے۔ ابتدائے اسلام میں اسی طرح تھا، پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ رمضان المبارک اس امت کی خصوصیت ہونے کو الحافظ نے جمہور سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ

(البقرہ: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے۔

کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ وقت اور قدر کے بغیر صرف روزوں میں تشبیہ ہے۔ اسے ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابن مسعود وغیرہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے عطاء سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ سابقہ اقوام پر ہر مہینے کے تین روزے فرض تھے۔ پہلے اس امت پر اسی طرح روزے فرض تھے، پھر رب تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیے۔

حسن اور شعبی وغیرہما سے منقول ہے کہ یہ تشبیہ حقیقت پر ہے۔ رمضان المبارک کے روزے سابقہ امم پر فرض تھے۔

اس کی دلیل وہ ہے جسے ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے۔رمضان المبارک کے روزے تم سے قبل اقوام پر فرض تھے۔اس روایت کی سند ضعیف ہے۔اس کا شاہد بھی ہے۔امام ترمذی نے اسے دعقل النسابہ سے روایت کیا ہے یہ مخضرمین میں سے ہیں ان کی صحبت ثابت نہیں ہے۔

ابن جریر نے السدی سے اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا۔انہوں نے کہا ہے کہ "الذین من قبلنا" سے مراد عیسائی ہیں۔ان پر رمضان المبارک کے روزے فرض تھے۔ان پر فرض تھا کہ وہ نہ کھائیں نہ پئیں اور نہ ہی رمضان میں عورتوں سے نکاح کریں۔عیسائیوں پر روزوں نے شدت کی۔انہوں نے اتفاق کیا انہوں نے گرمی اور سردی کے درمیانے موسم میں روزے رکھ لیے۔انہوں نے کہا: ہم دس روزے زیادہ رکھ لیتے ہیں۔یہ ہمارے اس کرتوت کا کفارہ بن جائے گا۔مسلمانوں کے روزے بھی پہلے اسی طرح تھے پھر حضرت ابوقیس بن صرمہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا معاملہ پیش آیا تو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے طلوع فجر تک کھانے، پینے اور وظیفہ زوجیت کو حلال کر دیا۔فرمایا:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ

(البقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا وہ تمہارے لیے پردہ، زینت و آرام ہیں تم ان کے لیے پردہ زینت و آرام ہو۔جانتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم خیانت کیا کرتے تھے اپنے آپ سے پس اس نے نظر کرم فرمائی تم پر اور معاف کر دیا تمہیں سو اب تم ان سے ملو ملاؤ اور طلب کرو جو (قسمت میں) لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے صبح کے وقت پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔

۳۸۔ رمضان المبارک میں شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

۳۹۔ اس میں جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔

۴۰۔ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے پسندیدہ ہے۔

۴۱۔ ملائکہ روزہ دار کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کرلیں۔

۴۲۔ آخری رات سارے روزہ داروں کو بخش دیا جاتا ہے۔

علامہ اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے رمضان

المبارک کے متعلق پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو تم سے قبل کسی امت کو عطا نہیں کی گئی تھیں۔(۱) روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(۲) ملائکہ ان کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ افطار کر لیں۔ (۳) سرکش جنات اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔وہ اس امر تک نہیں پہنچ سکتے جس تک پہلے پہنچ جاتے تھے۔(۴) رب تعالیٰ ہر روز جنت کو سجاتا ہے۔وہ فرماتا ہے: قریب ہے کہ میرے صالح بندوں پر مشقت کو اتار پھینکا جائے۔وہ تیری طرف آئیں۔(۵) روزہ داروں کو آخری رات کو بخش دیا جاتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لیلۃ القدر ہے؟ اس نے فرمایا: نہیں! مزدور کو مزدوری اس کے کام کے ختم ہونے پر دی جاتی ہے۔

۴۳۔ سحری۔امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں کے مابین فضیلت سحری کھانے میں ہے۔

۴۴۔ روزہ جلد افطار کرنا۔ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دین حق اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطاری کرتے رہے۔یہود و نصاریٰ تاخیر سے افطاری کرتے ہیں۔

۴۵۔ صوم وصال کی حرمت۔صوم وصال ہم سے پہلے لوگوں کے لیے مباح تھے۔

۴۶۔ روزہ کے دوران کلام کرنا مباح ہونا۔ہم سے پہلے لوگوں کے لیے روزہ میں کلام کرنا حرام تھا۔نماز کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔قاضی ابن عربی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے: ہم سے پہلے امم کا روزہ یہ تھا کہ وہ کلام، طعام اور پینے سے رک جاتے تھے۔انہیں تکلیف ہوتی تھی۔رب تعالیٰ نے اس امت کو رخصت دے دی۔اس کے نصف زمانہ اور نصف روزہ کو حذف کر دیا اس سے مراد کلام سے رک جانا ہے۔اس نے اس میں اسے رخصت دے دی۔

۴۷۔ شب قدر۔یہ ہم سے پہلے لوگوں کو نصیب نہ تھی۔امام نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے: لیلۃ القدر اس امت کی خصوصیت ہے۔رب تعالیٰ نے اسے اس کے شرف کی وجہ سے عطا کیا ہے۔ہم سے پہلی امم کو یہ نصیب نہ تھی۔یہی مشہور اور صحیح موقف ہے۔ہمارے سارے اصحاب نے یہی قطعی قول کیا ہے جمہور علماء کا یہی موقف ہے الحافظ نے الفتح میں اسی طرح لکھا ہے۔مالکیہ میں سے ابن حبیب سے یہی قول نقل کیا ہے۔صاحب العمدہ نے جمہور شافعیہ سے یہی روایت کیا ہے۔انہوں نے اسے ترجیح دی ہے۔انہوں نے لکھا ہے: اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ حکم اور فیصلے کی رات ہے یا اس کی قدر عظیم ہے۔اسے بنو آدم میں سے وہ دیکھ لیتا ہے جسے رب تعالیٰ چاہتا ہے جیسے کہ احادیث اور صالحین کی حکایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔مہلب بن ابی صفرہ فقیہ مالکی کا یہ موقف کہ اسے حقیقت میں نہیں دیکھا جا سکتا غلط ہے۔

امام مالک نے المؤطا میں لکھا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے سابقہ امم کے افراد کی عمریں دیکھیں۔آپ نے اپنی

امت کی عمروں کو قلیل سمجھا اور شاید آپ کی امت اس عمل تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ اپنی طویل عمروں کی وجہ سے پہنچے ہوں رب تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کی جو ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی۔ یہ تم سے پہلے کسی کو عطا نہ کی گئی تھی۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو اسرائیل میں سے چار افراد کا ذکر کیا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی اسی سال تک عبادت کی لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی نافرمانی نہ کی۔ ایسی عبادت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''رب تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر نازل کی ہے۔ وہ شب قدر ہے جو ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ یہ اس سے افضل ہے۔'' یہ سن کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسرور ہو گئے۔ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا تذکرہ کیا وہ رات کو صبح تک قیام کرتا تھا، پھر شام تک مصروف پیکار رہتا تھا۔ اس نے اسی سال اسی طرح گزارے۔ مسلمانوں نے اس پر تعجب کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ﴿۳﴾ (القدر: ۳)

ترجمہ: شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔

اس مبارک شب میں قیام کرنا اس شخص کے ایک ہزار ماہ کے عمل سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں: الحافظ نے الفتح میں اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ اس شخص کا قول عمدہ ہے جس نے اس قول کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کا اثر ہے۔ یہ تاویل کا احتمال رکھتا ہے۔ اس سے اس روایت کی صراحت ختم نہیں ہوتی جسے امام نسائی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لیلۃ القدر انبیاء کرام کے ساتھ رہی۔ جب ان کا وصال ہوتا رہا تو اسے اٹھالیا جاتا رہا یا یہ روز حشر تک باقی رہے گی؟ آپ نے فرمایا: یہ روز حشر تک باقی رہے گی۔

ہمارے شیخ نے شرح الموطا میں لکھا ہے: یہ روایت بھی تاویل کا احتمال رکھتی ہے وہ یہ کہ شاید ان کی مراد یہ ہو کہ کیا یہ آپ کے عہد ہمایوں کے ساتھ خاص ہے یا آپ کے وصال کے بعد اسے اٹھالیا جائے گا۔ اس کا قرینہ یہ ہے۔ یا یہ روز حشر تک باقی ہے، لہٰذا اس میں الموطا کے اثر کی مخالفت نہ رہی۔ ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابو طالب المکی کے فوائد میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی۔ اس نے پہلی امم کو یہ عطا نہ کی تھی۔

۴۸۔ یوم عرفہ۔ اسے علامہ قونوی نے ''شرح التعرف'' میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یوم عرفہ دو سال کا کفارہ ہے کیونکہ یہ آپ کی سنت مبارکہ ہے۔

۴۹۔ یوم عاشوراء ایک سال کا کفارہ ہے کیونکہ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے یوم عاشوراء کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ آپ سے یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ آئندہ اور گزشتہ سال کا کفارہ ہے۔

۵۰۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا۔ یہ سنت مبارکہ ہے۔ یہ تورات میں بھی مشروع تھا اور آپ کی شریعت مطہرہ میں بھی مشروع ہے۔ اسے امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے مستدرک میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے کی برکت اس سے پہلے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنے میں ہے۔ اس جگہ وضو سے مراد ہاتھوں کو دھونا ہے۔

۵۱۔ نظر لگنے سے غسل کرنا کیونکہ اس سے اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔

۵۲۔ مصیبت کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کو وہ چیز عطا کی گئی ہے جو سابقہ امم میں سے کسی کو عطا نہ کی گئی تھی۔ وہ یہ کہ وہ مصیبت کے وقت یوں کہیں: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ امام عبدالرزاق، اور ابن جریر نے اپنی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اس امت کے علاوہ کسی اور کو انا للہ و انا الیہ راجعون نہ دیا گیا۔ کیا تم حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس فرمان کو نہیں سنتے:

يَٰٓأَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ (یوسف: ۸۴)

ترجمہ: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر۔

امام بیہقی نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: داؤد! میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو ساری امم پر فضیلت دی ہے۔ میں نے انہیں مصیبت و آزمائش میں یہ وظیفہ عطا کیا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہیں گے۔

۵۳۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں آسمان کے امر سے فارغ ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: میں نے آپ پر اپنے عرش کے خزانوں میں سے ایک کلمہ اتارا ہے وہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ ہے۔

۵۴۔ لحد، جبکہ اہل کتاب کے لیے شق ہے۔ ائمہ اربعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لحد ہمارے لیے اور شق ہمارے غیر کے لیے ہے۔ امام احمد نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لحد ہمارے لیے اور شق اہل کتاب کے لیے ہے۔

۵۵۔ نحر۔ان کے لیے ذبح کرنا تھا۔ یہ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے۔اسے ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے روایت کیا ہے۔میں کہتا ہوں وکیع اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت عطا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: گائے میں ذبح اور نحر برابر ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَبَحُوۡهَا (البقرۃ:۷۱)

ترجمہ: پھر انہوں نے ذبح کیا اسے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ؕ﴿۲﴾ (الکوثر:۲)

ترجمہ: پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیں۔

۵۶۔ بالوں کی کنگھی کرنا، جبکہ سابقہ امم اپنے بال لٹکاتی تھیں۔ائمہ ستہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل کتاب اپنے بال لٹکاتے تھے۔مشرکین اپنے بالوں کی کنگھی کرتے تھے۔آپ بھی بعد میں اپنے گیسو پاک میں کنگھی کرنے لگے۔

۵۷۔ سرخ اور زرد سے رنگنا۔سابقہ امم بڑھاپے کو تبدیل نہ کرتی تھیں۔ائمہ ستہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو۔تم بڑھاپے کو تبدیل کر دو۔یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ائمہ اربعہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بہترین چیز جس کے ساتھ تم بڑھاپے کو تبدیل کرو وہ حناء اور کتم ہے۔

۵۸۔ داڑھیاں بڑھانا۔

۵۹۔ مونچھیں چھوٹی کرنا۔ دیگر اقوام مونچھیں بڑھاتی تھیں داڑھیاں کٹواتی تھیں۔ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجوسیوں کی مخالفت کرو مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔"

امام مالک، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو۔داڑھیاں بڑھاؤ۔مونچھیں کٹواؤ۔ابن ابی شیبہ نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مجوسی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔اس نے اپنی داڑھی منڈوا رکھی تھی اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں۔آپ نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ہمارے دین میں اسی طرح ہے۔آپ نے فرمایا: ہمارے دین میں ہے کہ مونچھیں کٹوائی جائیں داڑھیاں بڑھائی جائیں۔

۶۰۔ بچے اور بچی کی طرف سے عقیقہ کرنا۔سابقہ اقوام صرف بچے کی طرف سے عقیقہ کرتے تھے۔بچی کا عقیقہ نہ کرتے تھے۔

۶۱۔ نماز جنازہ کے لیے قیام ترک کرنا۔

۶۲۔ نماز مغرب جلدی پڑھنا۔

۶۳۔ روزہ جلدی افطار کرنا۔
۶۴۔ اشتمال صماء مکروہ ہونا
۶۵۔ صرف جمعۃ المبارک کا روزہ مکروہ ہونا۔ یہودی صرف اپنی عید کے روز روزہ رکھتے تھے۔
۶۶۔ روزہ میں عاشوراء کے ساتھ تاسوعاء کو ملانا۔
۶۷۔ پیشانی پر سجدہ کرنا۔ سابقہ اقوام کنارے پر سجدہ کرتی تھیں۔
۶۸۔ نماز میں تمثیل مکروہ ہونا۔ پہلے لوگ نماز میں تمثیل کرتے تھے۔
۶۹۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہونا۔
۷۰۔ اختصار کا مکروہ ہونا۔
۷۱۔ نماز کے بعد دعا کے لیے قیام مکروہ ہونا۔
۷۲۔ نماز میں امام کا مصحف سے دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہونا۔
۷۳۔ نماز میں رسیوں کے ساتھ لٹکنا مکروہ ہونا۔
۷۴۔ عید الفطر میں نماز عید سے قبل کچھ کھالینا، جبکہ اہل کتاب عید کے روز نماز عید سے قبل کچھ نہ کھاتے تھے۔
۷۵۔ جوتوں اور موزوں میں نماز ادا کرنا۔ سعید بن منصور نے شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے جوتوں میں نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ ابو داؤد اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں: یہود کی مخالفت کرو وہ موزوں اور جوتوں میں نماز نہیں پڑھتے۔
۷۶۔ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہونا۔ ہم سے قبل یہ روا تھا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ (آل عمران: ۳۹)

ترجمہ: پھر آواز دی ان فرشتوں نے جب کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (اپنی) عبادت گاہ میں۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت موسیٰ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک وہ مساجد میں نصاریٰ کے مذابح کی طرح مذابح نہ بنائے گی۔ انہوں نے عبید بن ابی جعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ مساجد میں مذابح بنا لیے جائیں گے یعنی طاق۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ان محرابوں سے بچو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ طاق میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ الطبرانی اور البیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان مذابح یعنی محرابوں سے بچو۔ سب سے پہلے محراب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بنائے گئے۔ اسے واقدی

نے محمد بن ہلال سے روایت کیا ہے۔

۷۷۔ امام کو جواب دینا مکروہ ہے جبکہ وہ قرأت کر رہا ہو۔ ابو شیخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل کے ائمہ جب قرأت کرتے تھے تو وہ انہیں جواب دیتے تھے لیکن اسے اس امت مرحومہ کے لیے رب تعالیٰ نے ناپسند کر دیا۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (الاعراف: ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب پڑھا جائے قرآن تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ۔

۷۸۔ یہ مکروہ ہے کہ مسلمان نماز میں بیٹھ کر اپنے بائیں ہاتھ پر سہارا لے یہ یہودیوں کی نماز ہے۔ (حاکم)

۷۹۔ ہماری خواتین کو مسجد میں آنے کی اجازت ہے جبکہ بنو اسرائیل کی خواتین کو روک دیا گیا تھا۔

۸۰۔ یہ بھی روا نہیں حاکم کا فیصلہ فسخ کر دیا جائے جبکہ خصم کسی دوسرے شخص کے پاس لے کر جائے وہ اس کے خلاف دیکھے۔ سابقہ شریعت میں یہ روا تھا۔

۸۱۔ عمامہ لٹکانا۔ الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عمامے باندھا کرو۔ انہیں اپنے پیچھے لٹکایا کرو یہ ملائکہ کی نشانی ہے۔

۸۲۔ وسط میں ازار باندھنا۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ تورات اور انجیل میں ہے یہ آپ کی امت مرحومہ کا وصف ہوگا۔ وہ اپنے وسط میں ازار باندھیں گے۔ دیلمی نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس طرح ازار باندھتا ہوں جیسے میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ازار باندھتے ہیں۔ وہ نصف پنڈلیوں تک ازار باندھتے ہیں۔

۸۳۔ سدل کرنا مکروہ ہے۔

۸۴۔ بیچ میں سوراخ کی گئی چادریں مکروہ ہونا۔

۸۵۔ قمیص پر وسط باندھنا۔

۸۶۔ لٹ رکھنا مکروہ ہے۔

۸۷۔ قمری مہینے۔

۸۸۔ آپ کی امت، امم میں سے بہترین ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: ہو تم بہترین امت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت و بھلائی کے لیے)

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، حاکم حضرت معاویہ بن صیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے سرورعالم ﷺ سے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں سنا "تم ستر امتوں کا تتمہ ہو۔ تم ان میں سے بہترین ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم ان سب سے معزز ہو۔"

۸۹۔ یہ ملت مرحومہ بارش کی طرح ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر۔ تور بشتی نے کہا ہے اور اس روایت میں آخر پر اول کی فضیلت کے شک پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ بلاشبہ پہلے قرن کے لوگ دیگر قرون کے لوگوں سے افضل ہیں۔ جو ان سے متصل تھے، پھر وہ افضل ہیں جو ان کے ساتھ متصل تھے بلکہ اس سے مراد شریعت مطہرہ کے پھیلاؤ میں اور حقیقت کے دفاع کے لیے ان کا نفع اور فائدہ ہے۔ امام بیضاوی نے لکھا ہے:

خیر من امت کے طبقات کے فرق کی وجہ سے یہ علم کے تعلق کی نفی ہے۔ اس سے تفاوت کی نفی مراد ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ (یونس: ۱۸)

ترجمہ: آپ فرمائیے! کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے جو وہ نہیں جانتا نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

یعنی جو کچھ ان میں نہیں ہے گویا کہ فرمایا: اگر یوں ہوتا تو وہ جان لیتا کیونکہ یہ پوشیدہ امر نہیں ہے، لیکن وہ نہیں جانتا کیونکہ ان میں سے ہر ہر طبقہ ایک خاصیت کے ساتھ مختص ہے۔ وہ ایسی فضیلت کے ساتھ مختص ہے جو اس کی خیر کو لازم کرتی ہے جیسے کہ بارش کے ادوار میں سے ہر ہر دور کا نشوونما میں فائدہ ہے۔ اس کا انکار ممکن نہیں نہ ہی اس کے غیر نفع بخش ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ پہلے ایمان لائے کیونکہ انہوں نے معجزات کا مشاہدہ کیا تھا انہوں نے آپ کی صدا پر لبیک کہا اور ایمان لے آئے، جبکہ آخرین غیب کے ساتھ ایمان لائے کیونکہ ان کے ہاں نشانیاں متواتر پہنچی تھیں انہوں نے اپنی طرف سے احسان کے ساتھ اتباع کی۔ جیسے کہ اولین نے بنیاد اور ابتداء میں محنت کی تھی جبکہ متاخرین نے تلخیص اور تجرید میں انتہائی کوشش کی۔ انہوں نے تقریر و تاکید میں عمریں بسر کر دیں سب کے گناہ معاف کر دیے گئے۔ سب کی کوششیں ثمر آور ہوئیں۔ سب کو اجر عظیم سے نوازا گیا۔

الطیبی نے لکھا ہے: امت کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ اس سے مراد ہدایت اور علم ہے جیسے کہ آپ نے بارش کے ساتھ ہدایت اور علم کی تمثیل بیان کی ہے۔ بارش کے ساتھ تشبیہ دینا اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس سے مراد وہ کاملین علماء ہیں جو دوسروں کو مکمل کرنے والے ہیں۔ اس تفسیر کا دعویٰ ہے کہ خیر سے مراد نفع ہے۔ اس سے افضلیت میں برابری لازم نہیں آتی۔ جب وہ خیر کی طرف چلی جائے مراد ساری امت کا وصف بیان کرنا ہے۔ اس کے سابق ولاحق اور اول و آخر کی خیر کے ساتھ توصیف کرنا مقصود ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند متصل ہیں جیسے ختم نہ ہونے والا سلسلہ جس کی طرف معلوم نہ ہو سکے۔" اس اسلوب اور طریقہ کے متعلق انماریہ کا قول ہے وہ نہ ختم ہونے والے حلقہ کی مانند ہیں۔ معلوم نہ ہو سکے کہ اس کی طرف کہاں ہیں؟ ان کی تکمیل مراد ہے۔ شاعر کا یہ شعر بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے:

ان الخیار من القبائل واحد و بنو حنیفہ کلھم اخیار

قبائل میں سے بہترین ایک ہی ہے، جبکہ بنو حنیفہ تمام کے تمام بہترین ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ساری امت خیر میں ایک دوسرے سے درجہ بہ درجہ ہے۔ اس طرح کہ اس میں ان کا امر مبہم ہے ان کے مابین امتیاز ختم ہے۔ اگرچہ نفس الامر میں وہ ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ یہ سوق المعلوم مساق غیرہ کے باب میں سے ہے۔ مروان بن ابی حفصہ اسی مفہوم میں کہتا ہے:

تشابہ یوماہ علینا فاشکلا فما نحن ندری ای یومیہ افضل
یوما بداء عمر ام یوم یأسہ و ما منھما الا اعز محجل

اس کے دونوں ایام مجھ پر مشتبہ ہو گئے۔ انہوں نے مشکل پیدا کر دی۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کا کون سا دن افضل ہے۔ یوم بداء عمر یا یوم یأس۔ ان میں سے ہر ایک تاباں اور درخشاں ہے۔

یہ بات عیاں ہے کہ یوم بداءۃ عمر یوم یاسہ سے افضل ہے کیونکہ البدء مکمل نہ تھا۔ یاس کے ساتھ ہی وہ مکمل ہوتا ہے۔ شاعر پر یہ امر مشکل ہو گیا۔ اس نے کہا جو کچھ کہا۔ بارش اور امت کی کیفیت بھی اسی طرح ہے۔"

۹۱۔ یہ آخری امت ہے۔ امم اس کے پاس ذلیل ہو گئیں لیکن یہ رسوا نہ ہوئی۔

۹۲۔ رب تعالیٰ نے اس کے دو نام اپنے اسمائے گرامی سے مشتق کیے۔

۹۳۔ رب تعالیٰ نے اپنے دین حق کا نام اسلام رکھا۔ اس نے یہ وصف صرف انبیاء کا بیان کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اسی نے تمہارا نام مسلم (سر اطاعت خم کرنے والا) رکھا ہے اس سے پہلے۔

ابن راہویہ، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، حضرت مکحول سے، روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک یہودی پر حق تھا۔ وہ اس سے مانگنے گئے۔ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! قسم ہے اس ذات بابرکات کی جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے انسانوں سے منتخب کیا ہے۔ میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ یہودی نے کہا: بخدا! رب تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانوں میں سے برگزیدہ نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے تھپڑ دے مارا۔ وہ یہودی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: عمر! یہودی کو اس کے تھپڑ کا بدلہ چکا دو لیکن یہودی! آدم صفی اللہ ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں عیسیٰ روح ہیں میں حبیب اللہ ہوں۔ یہودی! اللہ تعالیٰ نے دو اسموں کے ساتھ نام رکھے۔ اس نے ان کے ساتھ میری امت کے نام رکھے۔ وہ السلام ہے اسی کے ساتھ میری امت کا نام مسلمین رکھا وہ المؤمنین ہے اسی کے ساتھ اس نے میری امت کا نام مؤمنین رکھا۔ یہودی! تم نے اس دن کو تلاش کیا جسے ہمارے لیے ذخیرہ کر دیا گیا تھا تمہارے لیے کل (ہفتہ) اور نصاریٰ کے لیے پرسوں (اتوار) کا دن مختص ہو گیا۔ یہودی! تم اولون ہو۔ ہم روز حشر سابقون ہوں گے۔ یہ جنت انبیائے کرام پر حرام ہے حتیٰ کہ میں اس

میں داخل ہو جاؤں۔ یہ امتوں پر حرام ہے حتیٰ کہ میری امت اس میں داخل ہو جائے۔" انہوں نے عبداللہ بن زید انصاری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اپنے وہ نام رکھو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام رکھے ہیں۔ حنفیہ۔ اسلام۔ ایمان۔

۹۴۔ جب انہوں نے کنز (خزانہ) کی زکوٰۃ دے دی تو یہ ان کے لیے حلال ہو جائے گا۔

۹۵۔ مسلمانوں کے لیے بہت سی ایسی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں پر حرام تھیں۔

۹۶۔ ان کے لیے ان کے دین حق کے متعلق تنگی نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ (البقرہ: ۱۸۵)

امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن سید العابدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا آپ نے سر اقدس نہ اٹھایا حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے جب سر اقدس اٹھایا تو فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ ہم پر اس نے بہت سے ایسی اشیاء ہم پر حلال کی ہیں جن کے متعلق ہم سے پہلوں پر سختی برتی گئی تھی۔ اس نے ہمارے لیے ہمارے دین میں تنگی پیدا نہیں کی۔ میں نے سوائے سجدہ کے اس کے لیے شکر ادا کرنے کا اور کوئی طریقہ نہ پایا۔

الفریابی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس امت کو تین خصوصیات عطا کی گئی ہیں، جو پہلے صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو عطا کی گئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا: تبلیغ فرمائیں آپ پر کوئی حرج نہیں۔ آپ اپنی قوم پر گواہ ہیں۔ دعا مانگیں میں آپ کی دعا کو قبول کروں گا۔ اس امت سے فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی۔

تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر۔

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (غافر: ۶۰)

۹۷۔ اونٹ کھانا حلال ہونا۔

۹۸۔ شتر مرغ حلال ہونا۔

۹۹۔ جنگلی گدھا حلال ہونا۔

۱۰۰۔ بطخ حلال ہونا۔

۱۰۱۔ مرغابی حلال ہونا۔

۱۰۲۔ وہ ساری مچھلی جس پر چھلکا نہ ہو۔

۱۰۳۔ چربی۔

۱۰۴۔ وہ خون جو بہنے والا نہ ہو جیسے جگر، کلیجہ، تلی اور رگیں وغیرہ۔

۱۰۵۔ خطاء اور نسیان پر مؤاخذہ نہ ہونا۔

۱۰۶۔ اس چیز پر مؤاخذہ نہ ہونا جس پر انہیں مجبور کیا جائے۔

۱۰۷۔ وہ بوجھ اٹھا لینا جو سابقہ امم پر تھا۔

۱۰۸۔ حدیث نفس پر مؤاخذہ نہ ہونا۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ (البقرۃ:۲۸۶)

ترجمہ: اے ہمارے رب! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا خطا کر بیٹھیں اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔

فریابی نے اپنی تفسیر میں محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کسی نبی کو مبعوث نہ کیا گیا نہ ہی کسی رسول کو بھیجا گیا۔ ان پر کتب نازل کی گئیں۔ مگر رب تعالیٰ نے ان پر یہ آیت طیبہ ضرور نازل کی۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ (البقرۃ:۲۸۴)

ترجمہ: اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا تم اسے چھپائے رہو حساب لے گا تم سے اس کا اللہ تعالیٰ۔

سابقہ امم اپنے انبیاء اور رسل کے پاس حاضر ہوتیں۔ وہ کہتیں کیا اس بات پر ہمارا مؤاخذہ ہو گا جو ہمارے نفس کرتے ہیں۔ ہمارے اعضاء جن پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ امم نے کفر کیا اور گمراہ ہو گئیں۔ جب حضور خاتم النبیین ﷺ پر یہ آیت طیبہ اتری تو سابقہ امم کی طرح اس امت بیضاء پر بھی یہ گراں گزری۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہمارا مؤاخذہ ان باتوں پر ہو گا جو ہمارے نفوس کرتے ہیں لیکن ہمارے اعضاء ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم غور سے سنو اور اطاعت کرو۔ رب تعالیٰ سے التجاء کیا کرو رب تعالیٰ نے فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ (البقرۃ: ۲۸۵)

ترجمہ: ایمان لایا یہ رسول کریم ﷺ۔

اس نے حدیث نفس کو ان سے اٹھالیا سوائے ان اعمال کے جو ان کے اعضاء سے رونما ہوں۔" اس روایت کو امام ترمذی اور امام مسلم نے ذکر کیا ہے لیکن انبیاء اور امم کا ذکر نہیں کیا۔

امام احمد، ابن حبان، حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطا، نسیان اور ہر اس امر کو اٹھا لیا گیا ہے جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو۔ سفیان بن عیینہ اور ستہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے نفوس ان سے بیان کرتے ہیں۔ جب تک وہ ان کے مطابق گفتگو نہ کریں یا ان کے مطابق عمل پیرا نہ ہوں۔

۱۰۹۔ جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہوا تو اس کی برائی نہ لکھی جائے گی بلکہ اس کی نیکی لکھی جائے گی۔ اگر اس نے اس پر عمل کر لیا تو اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔

۱۱۰۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اس نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو گیا تو اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔

امام بیہقی نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی بخشا تو انہوں نے عرض کی: مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کے متعلق پڑھا ہے جو بہترین امت ہے جسے لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جائے گا۔ وہ نیکی کا حکم دے گی۔ برائی سے روکے گی۔ وہ رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے گی اسے میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے جن کی اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی وہ انہیں پڑھیں گے (پہلے لوگ اپنی کتب کو اوپر سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ انہیں حفظ نہ کرتے تھے) مولا! اسے میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے انہوں نے عرض کی: "مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے جو اول و آخر کتب پر ایمان لائے گی وہ گمراہی کے سرداروں کے ساتھ جہاد کرے گی حتیٰ کہ وہ دجال کذاب کے ساتھ جہاد کرے گی۔ مولا! اسے میری امت بنا دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔ انہوں نے عرض کی: مولا! میں نے تورات میں ایسی امت کا ذکر پڑھا ہے جو صدقات کھالے گی۔ سابقہ امتیں جب صدقات نکالتی تھیں تو رب تعالیٰ ان پر آگ بھیجتا تھا وہ انہیں کھا جاتی تھی۔ اگر وہ انہیں قبول نہ کرتا تو آگ انہیں نہ کھاتی۔ اسے میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔ انہوں نے عرض کی: میں نے تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے کہ جب وہ برائی کا ارادہ کرے گی تو اسے نہ لکھا جائے گا۔ اگر وہ اس برائی پر عمل پیرا ہو جائے گی تو صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ جب وہ نیکی کا ارادہ کرے گی مگر اس پر عمل پیرا نہ ہو

گی تو صرف ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اگر وہ نیکی پر عمل پیرا ہو گئی تو اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک اجر لکھا جائے گا اسے میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔

۱۱۱۔ توبہ کرنے کے لیے خود کو قتل نہ کرنا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (البقرہ: ۵۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہا موسیٰ (علیہ السلام نے) اپنی قوم سے اے میری قوم! بے شک تم نے ظلم ڈھایا اپنے آپ پر بچھڑے کو (خدا) بنا کر۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بنو اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کر لی تو انہوں نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے پوچھا: ہماری توبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارا ایک دوسرے کو قتل کرنا۔ انہوں نے چھریاں پکڑ لیں۔ ایک شخص اپنے بھائی، باپ اور ماں کو قتل کرنے لگا اسے پرواہ نہ تھی کہ وہ کسے قتل کر رہا ہے حتیٰ کہ ان میں ستر ہزار افراد قتل ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اب انہیں حکم دیں کہ وہ اپنے ہاتھ اٹھالیں جو مقتول ہوئے انہیں بخش دیا گیا اور بقیہ کی توبہ قبول ہو گئی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے لکھا ہے:

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (البقرۃ: ۲۸۶)

ترجمہ: نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ۔

جب بنو اسرائیل میں سے کوئی شخص گناہ کر لیتا تو اسے کہا جاتا کہ تیری توبہ یہ ہے کہ تم خود کو قتل کر لو۔ وہ خود کو قتل کر لیتا لیکن رب تعالیٰ نے اس امت سے یہ بوجھ اٹھا لیے ہیں۔" عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو اسرائیل کو شدید امتحان میں مبتلا کر دیا گیا وہ چھریاں لے کر اٹھے وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حتیٰ کہ رب تعالیٰ کی نعمت اور عقوبت ان تک پہنچ گئی، پھر چھریاں ان کے ہاتھوں سے گر پڑیں وہ قتل کرنے سے رک گئے رب تعالیٰ نے اسے زندہ کے لیے توبہ اور مقتول کے لیے شہادت بنا دیا۔

۱۱۲۔ اگر کسی نے اس چیز کی طرف دیکھا جو اس کے لیے حلال نہ تھی تو اس کی آنکھ پھوڑنے کی سزا اٹھا لینا۔

۱۱۳۔ نجاست کی جگہ کو کاٹنے سے اٹھا لینا۔ حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں سے جب کسی کے کپڑوں پر پیشاب لگ جاتا تو وہ انہیں قینچی سے کاٹ دیتا۔" ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے عبد الرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بنو اسرائیل کے کپڑوں کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے قینچی سے کاٹ دیتے۔ ایک شخص نے انہیں منع کیا تو اسے اس کی قبر میں عذاب دیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اس نے کہا: "عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔" میں نے اسے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا: ہاں! پیشاب کی وجہ سے جلد اور کپڑا کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت نے سچ کہا ہے۔

۱۱۴۔ مال میں سے چوتھائی حصہ زکوٰۃ کی تخفیف ہے۔

۱۱۵۔ ان پر سے اولاد کی تحریم کو منسوخ کر دیا گیا۔

۱۱۶۔ تحصر کا ان سے منسوخ ہو جانا۔

۱۱۷۔ رہبانیت منسوخ ہو جانا۔

۱۱۸۔ سیاحت منسوخ ہو جانا۔ امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے رہبانیت ہوتی تھی۔ اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے سیاحت کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا: میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ابن مبارک نے عمارہ بن عزیہ سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سیاحت کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے میں جہاد فی سبیل اللہ عطا فرمایا ہے اور ہر بلندی پر تکبیر کہنا عطا کیا ہے۔ ابن جریر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے ہیں۔

۱۱۹۔ ہمارے دین حق میں عورتوں کو ترک کرنا روا نہیں۔

۱۲۰۔ نہ ہی گوشت چھوڑنا روا ہے۔

۱۲۱۔ نہ ہی گرجوں کو لازم پکڑنا روا ہے۔

۱۲۲۔ روز جمعۃ المبارک کو مشغول ہونا مباح ہے۔

۱۲۳۔ حالانکہ یہود کا روز ہفتہ کو مشغول ہونا چھین لیا گیا تھا۔

۱۲۴۔ وضو کے بغیر کھانا مباح ہے۔

۱۲۵۔ چوری کی وجہ سے غلام بنانا چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے کہ داستان یوسفی میں ہے:

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ

(یوسف: ۷۴، ۷۵)

ترجمہ: خدام (یوسف) نے کہا ہم اس کی سزا کیا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں یہ پیالہ دستیاب ہو تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے

یہ آل یعقوب علیہ السلام کی سنت تھی۔

۱۲۶۔ خودکشی کرنے والے پر جنت حرام ہے جیسے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ (النساء: ۳۰،۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے مگر یہ کہ تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہے اور جو شخص کرے گا یوں سرکشی اور ظلم سے تو ڈال دیں گے ہم اسے آگ میں۔

۱۲۷۔ ملک کی شرط پر جب آپ ان کے مالک بن جائیں گے تو وہ آپ کے غلام ہوں گے۔

۱۲۸۔ ان کے اموال آپ کے لیے ہوں گے جو پسند کریں لے دیں جو چاہیں ترک کر دیں۔

۱۲۹۔ امت مسلمہ کے لیے چار نکاح کرنا مشروع ہے۔

۱۳۰۔ تین طلاقیں مشروع ہیں۔

۱۳۱۔ انہیں لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی رخصت ہے۔

۱۳۲۔ انہیں اپنی ملت کے علاوہ نکاح کرنے کی رخصت ہے۔

۱۳۳۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اس امت کو یہ آسائش حاصل ہے کہ وہ لونڈی اور نصرانیہ سے نکاح کر سکتی ہے۔

۱۳۴۔ حائضہ سے وظیفۂ زوجیت کے علاوہ لطف اندوز ہونے کی اجازت ہے۔ امام احمد، امام مسلم ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کا معمول یہ تھا کہ جب عورت کو حیض آجاتا تو وہ اس کے ہمراہ نہ تو کھاتے تھے، نہ ہی گھروں میں اس کے ساتھ جمع ہوتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے التجاء کی تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ (البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمہ: اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے متعلق۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وظیفۂ زوجیت کے علاوہ ان سے ہر طرح سے لطف اندوز ہو لیا کرو۔ یہود نے کہا: اس شخص (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں ہماری مخالفت کرے۔ تفسیر کی کتب میں ہے عیسائی حائضہ سے ہم بستری کر لیتے تھے۔ وہ حیض کی پرواہ نہ کرتے تھے جبکہ یہودی ایسی عورتوں سے بالکل کنارہ کش ہو جاتے تھے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو

دونوں امور میں سے میانہ روی کا حکم دیا۔

۱۳۵۔ اپنی زوجہ سے جیسے چاہو وظیفۂ زوجیت ادا کرو۔ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل کتاب اپنی خواتین سے ایک کروٹ پر صحبت کرتے تھے۔اس میں عورت کے لیے زیادہ ستر پوشی ہوتی ہے۔انصار کا ایک قبیلہ اسی پر عمل پیرا تھا۔وہ اسے علم میں دوسروں پر فضیلت شمار کرتے تھے۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۔ (البقرة: ۲۲۳)

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔

اس نے مسلمانوں کو رخصت دے دی کہ وہ اپنی بیویوں کی فروج میں جیسے چاہیں اور جہاں سے چاہیں عمل زوجیت کریں۔آگے سے یا پیچھے سے وظیفۂ زوجیت کریں۔

۱۳۶۔ ان کے لیے قصاص اور دیت میں اختیار مشروع ہے۔امام بخاری، ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل میں قصاص تھا۔نفس یا دیت میں ان سے دیت نہ لی جاتی تھی۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (المائدہ: ۴۵)

ترجمہ: اور ہم نے لکھ دیا تھا یہود کے لیے تورات میں (یہ حکم) کہ جان کے بدلے جان۔

اس امت سے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۖ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۖ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۖ (البقرہ: ۱۷۸)

ترجمہ: فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص جو (ناحق) مارے جائیں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پس جس کو معاف کی جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ چیز تو چاہیے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون بہا دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہیے) کہ اسے ادا کرے اچھی طرح۔

قتل عمد میں دیت قبول کر لینا عفو ہے۔

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۖ (البقرہ: ۱۷۸)

ترجمہ: یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔

یہ اس امر میں تخفیف ہے جو تم سے پہلی امتوں پر لازم تھا۔ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل

تورات کے لیے صرف قصاص یا عفو تھا۔ ان کے مابین تاوان نہ تھا۔ اہل انجیل پر عفو لازم تھا۔ اسی کا انہیں حکم دیا گیا تھا رب تعالیٰ نے اس امت کے لیے قتل، عفو اور دیت کو مشروع فرمایا۔ وہ جسے چاہیں اپنے لیے حلال کر لیں یہ خصوصیت کسی اور امت کو حاصل نہ تھی۔

۱۳۷۔ ان کے لیے حملہ آور کو دور کرنا مشروع ہے، جبکہ بنو اسرائیل کے لیے لازم تھا کہ جب کوئی شخص کسی شخص کی طرف ہاتھ پھیلاتا۔ وہ اسے نہ چھوڑتا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیتا یا اسے چھوڑ دیتا۔ یہ مجاہد اور ابن جریج کا قول ہے۔

۱۳۸۔ ان کے لیے شرم گاہ عریاں کرنا حرام ہے۔

۱۳۹۔ ان کے لیے میت پر نوحہ کرنا حرام ہے۔

۱۴۰۔ ان کے لیے تصویر حرام ہے۔

۱۴۱۔ ان کے لیے شراب حرام ہے۔

۱۴۲۔ ان کے لیے آلات موسیقی حرام ہیں۔

۱۴۳۔ ان کے لیے بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

۱۴۴۔ ان کے لیے سونے اور چاندی کے برتن حرام ہیں۔

۱۴۵۔ ان کے لیے ریشم حرام ہے۔

۱۴۶۔ ان کے مردوں پر سونا حرام ہے۔

۱۴۷۔ ان کے لیے ان کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ ہم سے قبل یہ سلام تھا ہمیں اس کی جگہ السلام علیکم عطا کیا گیا۔

۱۴۸۔ گمراہی پر ان کا اجماع نہیں ہو سکتا۔ اسی سے یہ دلیل پکڑی جاتی ہے کہ ان کا اجماع حجت ہے۔

۱۴۹۔ قحط انہیں محیط نہیں ہو سکتا۔

۱۵۰۔ دشمن انہیں جڑ سے نہیں اکھیڑ پھینک سکتا۔ شیخین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ کا امر آجائے وہ حق کے ساتھ غالب ہی رہیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ رب تعالیٰ کے امر کو قائم کرتا رہے گا ان کے بداندیش اور دشمن انہیں نقصان نہ دے سکیں گے حتیٰ کہ امر الٰہی آجائے گا وہ اسی پر بھی ہوں گے۔

حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہ کرے گا"

امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت ابو بصرہ غفاری سے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے۔ اس نے میری یہ دعا قبول کر لی میں نے عرض کی کہ انہیں

قحط سالی سے ہلاک نہ کرے جیسے سابقہ امتیں ہلاک ہوئیں۔اس نے میری یہ دعا قبول کر لی۔میں نے اس سے التجاء کی ان کا دشمن ان پر غالب نہ آئے۔اس نے میری یہ التجاء بھی قبول کر لی۔میں نے التجاء کی کہ وہ انہیں فرقوں میں تقسیم نہ کرے اور وہ باہم خونریزی نہ کریں۔اس نے مجھے اس دعا سے روک دیا" دارمی اور ابن عساکر نے حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے بارے وعدہ کیا ہے۔انہیں تین امور سے پناہ دی ہے۔(۱) انہیں قحط محیط نہ ہوگا۔(۲) دشمن انہیں جڑ سے نہ اکھیڑ پھینکے گا۔(۳) وہ انہیں گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔

امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔سلطنت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک اسے میرے لیے سمیٹا گیا تھا۔اس نے مجھے دو خزانے سرخ اور سفید عطا کیے۔میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ اسے عام قحط سے ہلاک نہ کرے ان کے علاوہ دشمن کو ان پر مسلط نہ کرے جو ان کی اصل کو اکھیڑ دے۔اس نے میری التجاء کو قبول کر لیا۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے۔اس نے میری التجاء قبول کر لی۔میں نے التجاء کی کہ وہ میری امت کو پانی میں ڈبو کو ہلاک نہ کرے۔اس نے میری التجاء قبول کر لی۔میں نے اس سے التجاء کی کہ وہ ان میں باہم جنگ نہ کرائے اس نے میری یہ التجاء قبول نہ کی۔

۱۵۱۔ وہ اس سے محفوظ ہیں کہ اہل باطل حق پر غالب آجائیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "امت کا جب بھی باہم اختلاف ہوا اہل باطل اہل حق پر غالب آگئے سوائے اس امت کے۔

۱۵۲۔ ان کا اختلاف رحمت ہے جبکہ ان سے قبل امتوں کے لیے اختلاف عذاب تھا۔شیخ نصر المقدسی نے کتاب الحجۃ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔" خطیب نے اسماعیل بن مجالد سے روایت کیا ہے کہ ہارون الرشید نے حضرت امام مالک سے کہا:"ابو عبداللہ! یہ کتابیں لکھیں۔انہیں اسلام کے آفاق میں پھیلا دیں امت ان پر عمل کرے گی۔"انہوں نے کہا:"امیر المؤمنین! علماء کا اختلاف اس امت پر رحمت ہے ہر کوئی اس کی اتباع کرتا ہے جو اس کے ہاں صحیح ہوتا ہے۔ہر ایک ہدایت پر ہے۔ہر ایک کا ارادہ رب تعالیٰ ہے۔

۱۵۳۔ یہ اس امر سے محفوظ ہیں کہ ان کے نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لیے ایسی بددعا مانگیں جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائیں۔

۱۵۴۔ طاعون ان کے لیے شہادت اور رحمت ہے۔یہ ہم سے سابقہ امم کے لیے عذاب تھا۔شیخان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"طاعون ایک عذاب ہے جو بنو اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا یا ہم سے پہلے لوگوں کے لیے عذاب تھا۔امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:"میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں طاعون کے متعلق عرض کی۔آپ نے مجھے بتایا: یہ عذاب

ہے جسے رب تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے مبتلاء کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے اہل ایمان کے لیے رحمت بنایا ہے جو بھی طاعون میں مبتلاء ہوا۔ وہ اپنے شہر میں حصول ثواب کے لیے صبر کرتے ہوئے ٹھہرا رہا۔ اسے علم تھا کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو رب تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

۱۵۵۔ وہ جو دعا مانگیں گے ان کی وہ دعا قبول ہو جائے گی۔ حکیم ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت مرحومہ کو وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو کسی اور کو عطا نہیں کیا گیا۔ رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام سے فرمایا:

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ (غافر: ۶۰)

ترجمہ: تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی۔

اس نے یہ بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے فرمایا تھا اسی طرح اس نے فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین اُمت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: آپ اپنی قوم پر گواہ ہیں۔ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت خالد ربعی فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت پر تعجب ہے ادعونی استجب لکم۔ (غافر: ۶۰) رب تعالیٰ نے انہیں دعا کا حکم دیا ہے ان سے اجابت کا وعدہ کیا۔ ان کے مابین شرط بھی نہیں ہے۔ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ انبیاء کے لیے تھا۔

ابن ابی الدنیا نے الذکر میں سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں وہ نعمت بخشی ہے اگر میں وہ نعمت جبرائیل و میکائیل کو دیتا تو میں انہیں دل کھول کر عنایات دیتا۔ میں نے تمہیں کہا ہے۔

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ (غافر: ۶۰)

۱۵۶۔ وہ کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان رکھتے ہوں۔

۱۵۷۔ وہ بیت اللہ الحرام کا حج کرتے ہیں۔ وہ اس سے اکتاتے نہیں ہیں۔

۱۵۸۔ وضو کرنے سے ہی ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ نماز ان کے لیے زائد اور اضافہ بن جاتا ہے۔

۱۵۹۔ وہ اپنے صدقات اپنے پیٹوں میں ڈالیں گے اس پر انہیں ثواب ملے گا۔

۱۶۰۔ دنیا میں انہیں جلد ثواب مل جاتا ہے حالانکہ ان کے آخرت کے لیے بھی ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

۱۶۱۔ پہاڑ اور درخت کے پاس سے جب وہ گزرتے ہیں تو ان کے تسبیح و تقدیس کی وجہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

۱۶۲۔ آسمان کے دروازے ان کے اعمال اور ارواح کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔
۱۶۳۔ فرشتے ان کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔
۱۶۴۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ نزولِ رحمت کے لیے دعا مانگتے ہیں۔
۱۶۵۔ ملائکہ ان کے لیے نزولِ رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان پر رحمت کا نزول کرتا ہے جیسے وہ انبیاء پر نزولِ رحمت کرتا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی تکریم کی۔ اس پر اس طرح رحمت نازل کی جیسے وہ انبیاء پر نازل کرتا ہے۔
۱۶۶۔ ان کے بستروں پر ان کی ارواح قبض ہوں گی جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء ہوں گے۔
۱۶۷۔ دسترخوان ان کے سامنے رکھا جائے گا۔ جب دسترخوان اٹھایا جاتا ہے تو انہیں بخش دیا جاتا ہے۔
۱۶۸۔ ایک شخص کپڑے پہنتا ہے وہ انہیں جھاڑتا بھی نہیں حتیٰ کہ اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔
۱۶۹۔ ان کا صدیق، صدیقین سے افضل ہے۔
۱۷۰۔ اس کے علماء اور حکماء قریب ہے کہ اپنے علم کی وجہ سے انبیاء ہوتے۔
۱۷۱۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرا کرتے۔
۱۷۲۔ وہ اہلِ ایمان کے لئے سراپا کرم اور کفار پر سخت ہیں۔
۱۷۳۔ ان کی قربانیاں ان کی نمازیں ہیں۔
۱۷۴۔ ان کی قربانیاں ان کے خون ہیں۔
۱۷۵۔ جس کا عمل قبول نہ ہو اس کی پردہ پوشی کر دی جاتی ہے سابقہ امم میں سے بعض کی قربانی اگر قبول نہ ہوتی تو اسے آگ نہ کھاتی اور اسے رسوا کر دیا جاتا۔
۱۷۶۔ استغفار سے ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
۱۷۷۔ جب ان میں سے کسی سے گناہ صادر ہو جاتا ہے تو اس کے لیے پاکیزہ کھانا حرام نہیں ہوتا۔
۱۷۸۔ اس کی خطاء اس کے دروازے پر نہیں لکھی جاتی، جیسے یہ بنی اسرائیل میں ہوتا تھا۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس بنو اسرائیل کا ذکر کیا گیا۔ ان کی ان فضیلتوں کا تذکرہ کیا گیا جو رب تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھیں۔ انہوں نے فرمایا: بنو اسرائیل میں تبھی جب کسی سے گناہ کا صدور ہوتا تو صبح اس کے گناہ کا کفارہ اس کے گھر کی دہلیز پر لکھ دیا جاتا جبکہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ایک قول ہے جیسے تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہو وہ تمہیں معاف کر دیتا ہے۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے رب تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی آیت دی ہے جو مجھے دنیا اور اس کی ساری اشیاء سے محبوب

ہے۔وہ یہ آیت طیبہ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (آل عمران: ۱۳۵)

ترجمہ: اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی بُرا کام۔

ابن جریر نے حضرت ابو عالیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش ہمارے کفارے بنو اسرائیل کے کفارات کی طرح ہوتے۔آپ نے فرمایا: جو کچھ تمہیں رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ بہتر ہے بنو اسرائیل میں سے جب کسی شخص سے گناہ کا صدور ہو جاتا تو وہ اسے پاتا کہ اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ساتھ اس کا کفارہ بھی لکھ دیا جاتا اگر وہ اس کو ادا کر دیتا تو یہ دنیا میں اس کے لیے ذلت ہوتی۔اگر وہ کفارہ ادا نہ کرتا تو یہ آخرت میں اس کے لیے ذلت لکھ دی جاتی۔رب تعالیٰ نے تمہیں اس سے بہتر عطا کیا ہے۔اس نے فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ (النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جو شخص کر بیٹھے بُرا کام یا ظلم کرلے اپنے آپ پر۔

پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اپنے درمیان کے کفارات ہیں۔

۱۷۹۔ ان کی ندامت ہی توبہ ہے۔امام احمد اور امام حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ ندامت ہی توبہ ہے، بعض علماء نے فرمایا ہے ندامت کا توبہ ہونا اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

۱۸۰۔ جب دو افراد بھی ان میں سے کسی ایک کی بھلائی کی گواہی دے دیں تو اس پر جنت لازم ہو جاتی ہے جبکہ سابقہ امم کے ایک سو افراد جب بھلائی کی گواہی دیتے تو جنت لازم ہوتی تھی۔ابو یعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امم میں سے جب ایک سو افراد بندے کی بھلائی کی خبر دیتے تو اس پر جنت لازم ہو جاتی جبکہ میری امت کے اگر پچاس افراد کسی کی بھلائی کے بارے گواہی دے دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

امام بخاری، ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان کے بارے چار افراد بھی خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ہم نے عرض کی: تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین افراد بھی۔ہم نے عرض کی: دو آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہ کیا۔

۱۸۱۔ اس امت کا عمل دیگر امم سے قلیل ہوگا۔اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔عمریں کم ہوں گی۔

۱۸۲۔ سابقہ امم کا ایک شخص تیس گنا زیادہ عبادت گزار ہوتا جبکہ یہ اس سے تیس گنا زیادہ بہتر ہیں بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ اقوام کی نسبت سے تمہاری یہاں بقاء اتنی ہے جتنا نماز عصر سے لے کر غروب شمس تک کا وقت ہو۔اہل تورات کو تورات عطا کی گئی۔انہوں نے اس پر عمل کیا

نصف دن کے وقت وہ تھک گئے۔ انہیں ایک ایک قیراط اجر دیا گیا، پھر اہل انجیل آئے انہوں نے نماز عصر تک انجیل پر عمل کیا، پھر وہ عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط اجر دیا گیا، پھر ہمیں قرآن پاک عطا کیا گیا ہم نے غروب شمس تک عمل کیا۔ ہمیں دو دو قیراط عطا کیا گیا۔ اہل کتاب نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے ان کو دو دو قیراط اجر دیا حالانکہ ہمارا عمل زیادہ ہے۔ اس نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے اجر میں سے کچھ کم کیا؟ انہوں نے عرض کی: نہیں۔ اس نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔

۱۸۳۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے معجزات زیادہ عیاں ہیں ہمارا ثواب ساری امم سے زیادہ ہے۔ یہ امام سبکی کا قول ہے جسے امام رازی کا یہ قول مقید کر دیتا ہے جس کے معجزات دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ واضح ہوں اس کی قوم کا ثواب کم ہوتا ہے۔ امام سبکی نے لکھا ہے: یہ تصدیق کے اعتبار سے، اس کے واضح ہونے، اسباب کے ظہور اور غور و فکر کی قلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۱۸۴۔ انہیں اول و آخر کے علوم دیے گئے۔

۱۸۵۔ ہر چیز حتیٰ کہ علم کے دروازے ان کے لیے کھول دیے گئے۔

۱۸۶۔ انہیں اسناد دی گئیں۔

۱۸۷۔ انہیں انساب دیئے گئے۔

۱۸۸۔ انہیں اعراب دے گئے۔ یہ ابو علی جبائی کا قول ہے۔

۱۸۹۔ انہیں تصنیف و تحقیق میں تصرف عطا کیا گیا۔ یہ سابقہ امم میں اس حد تک نہ تھا۔ ان کا علم اتنا وسیع اور گہرا نہ تھا۔ یہ قاضی ابن عربی کا قول ہے۔

۱۹۰۔ ان میں سے کسی ایک شخص کو قلیل سی مدت میں علوم و فہوم کے اتنے ذخائر حاصل ہوتے ہیں جو کسی سابقہ امت کو طویل مدت میں حاصل نہ ہوتے تھے۔ اسی لیے اس امت کے مجتہد علوم و استنباط میں اس طرح سیراب ہوتے کہ دیگر امم اس طرح سیر نہ ہو سکیں حالانکہ ان کی عمریں کم تھیں۔ اس بات کو القرافی نے شرح المحصول میں لکھا ہے۔

۱۹۱۔ رب تعالیٰ نے اسے حفظ کی وہ قوت عطا کی ہے جو اس نے سابقہ اقوام میں سے کسی کو عطا نہ کی تھی۔

۱۹۲۔ ان میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا حتیٰ کہ امر الٰہی آ جائے گا۔ شیخان نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا حتیٰ کہ امر الٰہی آ جائے وہ اس پر غالب رہیں گے۔

۱۹۳۔ زمین ان کے مجتہد سے خالی نہ ہو گی۔ جو رب تعالیٰ کے لیے حجت قائم کرے گا، حتیٰ کہ ایسا وقت آ جائے گا، کہ عمارات کی بنیادیں زلزلوں سے ہل جائیں گی اور قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

۱۹۴۔ رب تعالیٰ ان میں سے ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا کر دے گا جو ان کے دین حق کے امور کی تجدید کرے گا حتیٰ

کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔

۱۹۵۔ ان میں ایسے افراد بھی ہیں جو حضرات جبرائیل، میکائیل ابراہیم اور نوح علیہم السلام کے مشابہ ہیں۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمانوں پر دو فرشتے ہیں۔ان میں سے ایک شدت کا حکم دیتا ہے جبکہ دوسرا نرمی کا حکم کرتا ہے وہ دونوں صحیح ہیں وہ حضرات جبرائیل اور میکائیل ہیں۔ دو ایسے نبی تھے کہ ایک شدت کا حکم دیتے تھے جبکہ دوسرے نرمی کا۔ دونوں درست تھے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہما السلام تھے۔ میرے دو ساتھی ہیں ایک شدت کا حکم دیتا ہے جبکہ دوسرا نرمی کا۔ وہ حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ بھی دونوں درست ہیں۔

۱۹۶۔ اس امت میں اقطاب، اوتاد، نجباء اور ابدال ہیں۔ان آخری چاروں میں ائمہ کے شافعیہ میں سے علاء الدین القونوی نے اپنی کتاب التلطف فی شرح التعرف فی التصوف میں امام الکلاباذی کو شمار کیا ہے۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ کی مخلوق میں تین ایسے فرخندہ فال افراد ہیں جن کے قلوب حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ رب تعالیٰ کی مخلوق میں چالیس ایسے افراد ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے سات افراد ایسے ہیں جن کے قلوب قلب ابراہیمی پر ہیں۔ پانچ ایسے افراد ہیں جن کے قلوب، قلبِ جبرائیل پر ہیں اس کی مخلوق میں تین ایسے افراد ہیں جن کے قلوب، دلِ میکائیل پر ہیں۔ ایک شخص کا قلب، دلِ اسرافیل پر ہے اگر ان میں سے کسی ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ تینوں میں سے کسی ایک کو اس کے مقام پر فائز فرما دیتا ہے جب ان پانچوں کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ ساتوں میں کسی ایک کو اس کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ جب ان ساتوں کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ ان چالیس میں سے کسی ایک کو ان کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ جب ان چالیس کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ ان تین سو میں سے کسی ایک کو ان کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ جب ان تین سو کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ عوام میں سے کسی کو ان کی جگہ فائز کر دیتا ہے۔ان میں سے بعض زندہ کر سکتے ہیں۔ مار سکتے ہیں بارش برسا سکتے ہیں نائب بن سکتے ہیں۔ مصائب دور کر سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے عرض کی گئی وہ کیسے زندہ کرتے ہیں۔ کیسے مارتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ رب تعالیٰ سے کسی قوم کی کثرت کی دعا کرتے ہیں تو رب تعالیٰ انہیں کثیر کر دیتا ہے۔ وہ جابر بادشاہوں کے لیے دعا کرتے ہیں تو رب تعالیٰ انہیں توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ وہ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو رب تعالیٰ ابر کرم نازل کر دیتا ہے۔ان کے لیے زمین پیداوار دیتی ہے۔ وہ دعا مانگتے ہیں مختلف بلائیں ان کی دعاؤں کے طفیل دور ہو جاتی ہیں۔ امام یافعی نے اپنی کتاب کفایۃ المعتقد و نکایۃ المنتقد میں لکھا ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی آپ کے انور سے عزیز، لطیف اور معزز ہو۔ ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کے قلوب آپ کے قلب اطہر کی نسبت سے اسی طرح ہیں جیسے سارے ستارے کمالِ آفتاب کے ساتھ نسبت رکھتے

ہوں جو انہیں روک دے۔

امام شعبی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی امت کے تین افراد کے ساتھ تشبیہ دی۔ حضرت دحیہ کو حضرت جبرائیل کے ساتھ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور عبدالعزیٰ کو دجال کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ امر خوش کرتا ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہہ کو دیکھے جو خَلق اور خُلق کے اعتبار سے ان کی مشابہت دیکھنا چاہتا ہو وہ ابو ذر کو دیکھ لے۔ حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا وہ میرے اس حجرہ میں کھڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا: تم اسے کس کے مشابہ دیکھتی ہو؟ میں نے عرض کی: "دحیہ رضی اللہ عنہ کے" آپ نے فرمایا: "تم نے جبرائیل امین کو دیکھا ہے۔"

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک شدت کا حکم دیتا ہے دوسرا نرمی کا حکم دیتا ہے۔ دونوں درست ہیں۔ آپ نے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا: دو ایسے نبی تھے جن میں سے ایک نرمی کا جبکہ دوسرے شدت کا حکم دیتے تھے۔ دونوں درست تھے۔ آپ نے سیدنا ابراہیم اور سیدنا نوح علیہما السلام کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا: میرے دو صحابی ہیں ایک شدت کا حکم دیتا ہے دوسرا نرمی کا۔ وہ دونوں درست ہیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔

حافظ ابوالحسن ہیثمی نے حسن سند حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ امت چالیس ایسے افراد سے خالی نہ رہے گی جو حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔ ان کے طفیل بارش نازل ہوگی۔ ان کے طفیل تمہاری مدد کی جائے گی جب ان میں سے کوئی ایک مر جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو فائز کر دیتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں شک نہ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اس امت مرحومہ میں تیس ابدال ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مثل ہیں۔ ان میں سے جب کوئی ایک وصال کر جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ کسی کو مقرر کر دیتا ہے۔ ابوالزناد نے فرمایا: جب نبوت چلی گئی۔ وہ زمین کے اوتاد تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کے چالیس ایسے چالیس افراد بنائے جو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ہیں۔ جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ ان میں سے جو شخص بھی وصال کر جاتا ہے رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر کر دیتا ہے یہ زمین کے اوتاد ہیں۔

امام احمد، حکیم ترمذی، خلال نے صحیح کے راویوں سے، سوائے عبدالواحد سے، العجلی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے جبکہ ابو ذرعہ نے عبدالواحد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں تیس ابدال ہیں جو حضرت خلیل الرحمان کی طرح ہیں۔ ان میں سے جب ایک وصال کر جاتا ہے رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو فائز فرما دیتا ہے۔

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: ابدال شام میں ہیں۔یہ چالیس افراد ہیں۔جب ان میں سے کسی ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے۔ان کے طفیل بارش ہوتی ہے ان کے طفیل دشمن پر نصرت ملتی ہے اور ان کے طفیل ہی اہل شام سے عذاب پھیر دیا جائے گا۔اس روایت کے راوی صحیح کے ہیں۔سوائے شریح بن عبید کے وہ بھی ثقہ ہیں۔ابن عساکر نے اسے ایک اور سند سے شریح اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔مگر وہ ان تک نہیں پہنچے۔اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الاولیاء میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔جس میں یہ اضافہ ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان کے اوصاف بیان فرمائیں۔آپ نے فرمایا: وہ شہوات میں مگن نہ ہوں گے۔نہ ہی بدعتیں پیدا کریں گے نہ ہی وہ بال کی کھال اتاریں گے وہ جو کچھ پائیں گے اسے زیادہ نماز اور روزے کی وجہ سے نہیں پائیں گے بلکہ نفس کی فیاضی۔دل کی سلامتی اور ائمہ کے ساتھ خلوص کی وجہ سے پائیں گے۔

حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے) اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اہل شام کو گالیاں نہ دیا کرو۔بلاشبہ ان میں ابدال ہیں۔ان کے ظالموں کو برا بھلا کہا کرو۔ حکیم ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ابدال شام میں ہیں وہ حضرت خلیل الرحمٰن کے منہاج (طریقہ) پر تیس افراد ہیں۔جب ان میں سے کوئی ایک مر جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے کو فائز کر دیتا ہے۔عراق میں ایک گروہ چالیس افراد پر مشتمل ہے جب ان میں سے کوئی شخص وصال کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو فائز فرما دیتا ہے۔ان میں سے بیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہاد پر ہیں۔بیس کو مزامیر داؤد علیہ السلام دیے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: انہوں نے خوارج کا ذکر کیا۔ایک شخص اٹھا۔اس نے اہل شام پر لعنت کی۔انہوں نے فرمایا: "ان کے عوام پر لعنت نہ کرو۔ان میں ابدال اور عصائب ہیں۔انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ابدال شام میں جبکہ نجباء کوفہ میں ہیں۔

خلال نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کوفہ قبۃ اسلام ہے۔ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف ہے۔نجباء مصر میں ہیں اور ابدال شام میں ہیں۔انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: الاوتاد کوفہ کے فرزندوں میں سے ہیں ابدال اہل شام میں سے ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا: نجباء مصر سے اور ابدال شام سے ہیں۔ان سے ہی روایت ہے کہ ابدال اہل شام سے۔نجباء اہل مصر سے جبکہ اخیار اہل عراق سے ہیں۔خلال نے کرامات میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بستی سے مصائب ان سات اہل ایمان کے طفیل دور کرتا ہے جو ان میں ہوتے ہیں۔

حکیم ترمذی، ابن عدی، ابن شاہین اور خلال نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ابدال چالیس افراد ہیں۔ بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں جب بھی ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو فائز کر دیتا ہے۔

خلال نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں جب کوئی مرد وصال کر جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے مرد کو فائز کر دیتا ہے جب کوئی عورت مر جاتی ہے تو رب تعالیٰ اس کی جگہ عورت کو فائز کر دیتا ہے۔

حافظ بن لال نے مکارم اخلاق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ابدال نماز اور روزہ کی کثرت کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ وہ اپنے سینوں کی سلامتی اور نفوس کی سخاوت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ ابن عدی اور خلال نے یہ اضافہ کیا ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ خلوص کی وجہ سے۔ الحافظ نے تمام بن محمد الرازی سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سردار یمن کا گروہ اور ابدال کے شام ہیں۔"

امام احمد نے الزھد میں حضرت سعید بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات افراد سے خالی نہ رہی جن کی وجہ سے رب تعالیٰ اہلِ زمین کا دفاع کرتا ہے۔ الطبرانی، ابونعیم، تمام، ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر قرن میں میری امت کے بہترین افراد پانچ سو ہیں۔ میری امت کے ابدال چالیس ہیں، نہ پانچ سو کم ہوتے ہیں نہ ہی چالیس۔ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو رب تعالیٰ ان پانچ سو میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ فائز فرما دیتا ہے اور چالیس افراد میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ رکھ دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ان کے اعمال بتائیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دیں گے۔ برائی کرنے والے پر نیکی کریں گے اور جو کچھ رب تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے وہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔

ابوداؤد، امام احمد، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابویعلی، حاکم نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا۔ مدینہ سے ایک شخص بھاگ کر مدینہ طیبہ جائے گا۔ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کر رہا ہوگا وہ رکن اور مقام کے مابین اس کی بیعت کریں گے شام سے ایک گروہ اس کی طرف بھیجا جائے گا وہ بیداء (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین) پر دھنس جائے گا۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق کے گروہ (عصائب) آئیں گے۔ اس روایت کے کئی طرق ہیں، بعض میں مبہم راوی مجاہد اور بعض میں عبداللہ بن حارث ہے۔

ابن جریر نے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: زمین چودہ ایسے افراد سے خالی نہیں رہی جن کے وسیلہ سے رب تعالیٰ اہل زمین کا دفاع کرتا رہا۔ان کی برکت کا ظہور ہوتا رہا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ان سے خالی رہا وہ تنہا تھے۔اس روایت کو خلاّل نے زاذان سے،امام احمد نے الزھد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں سوائے ابراہیمی عہد کے نہیں ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابوسلیمان دارانی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: شام میں نجباء، مصر میں عصائب، یمن میں اور اخیار عراق میں ہیں۔خطیب،ابن عساکر نے الکنانی سے،انہوں نے فرمایا: نقباء تین سو ہیں۔نجباء ستر ہیں۔ابدال چالیس ہیں۔اخیار سات ہیں۔العمد چار ہیں،غوث ایک ہے۔نقباء کا مسکن مغرب ہے نجباء کا مسکن مصر ہے۔ابدال کا مسکن شام ہے۔اخیار زمین میں سیاحین ہیں۔العمد زمین کے گوشوں میں ہیں غوث کا مسکن مکہ مکرمہ ہے۔جب عوام الناس کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو نقباء اس کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اخیار پھر عمد دعا مانگتے ہیں۔اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ غوث دعا مانگتا ہے۔وہ مسئلہ مکمل نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی دعا کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

امام یافعی نے اپنی کتاب "کفایۃ المعتقد اور نکایۃ المنتقد" میں لکھا ہے کہ بعض عارفین نے لکھا ہے کہ صالحین بہت سے ہیں۔وہ لوگوں کی دنیا اور دین کی اصلاح کے لیے ان میں مل جل کر رہتے ہیں۔نجباء تعداد میں سے کم ہیں۔نقباء تعداد میں ان سے بھی کم ہیں۔یہ خواص کے ساتھ ملتے ہیں۔ابدال تعداد میں ان سے بھی کم ہیں۔وہ بڑے بڑے شہروں میں اترتے ہیں بڑے شہر میں یکے بعد دیگر کوئی ان میں سے ہوتا ہے۔اس شہر کے باشندوں کو مبارک جن میں ان میں سے دو بستے ہوں۔ایک اوتاد یمن میں،ایک شام میں،ایک مغرب میں،ایک مشرق میں ہے۔رب تعالیٰ قطب کو آفاق اربعہ میں یوں پھیراتا ہے جیسے افق آسمان پر فلک پھرتا ہے۔قطب کے احوال مخفی ہوتے ہیں۔وہ عوام اور خواص کا غوث ہوتا ہے حق کی طرف سے اس پر غیرت ہوتی ہے،لیکن وہ عالم کو جاہل کی طرح،احمق کو ذہین کی طرح دیکھتا ہے وہ ترک کرنے والا،پکڑنے والا،قریب، بعید،آسان،مشکل اور امن سے محتاط ہوتا ہے۔اوتاد کے احوال خواص کے لیے عیاں کر دیے جاتے ہیں،ابدال کے احوال خاص اور عارفین کے لیے عیاں کر دیے جاتے ہیں جبکہ نجباء اور نقباء کے احوال عوام اور خواص سے مستور کر دیے جاتے ہیں ان کے ایک دوسرے کے لیے منکشف کیے جاتے ہیں جبکہ صالحین کے احوال عموم اور خصوص کے لیے منکشف کر دیے جاتے ہیں تاکہ رب تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرما دے جس نے ہو کر رہنا ہے نجباء کی تعداد تین سو ہے۔نقباء چالیس ہیں۔ابدال تیس،یا چودہ یا سات ہیں۔آخری قول درست ہے۔اوتاد چار ہیں۔جب قطب وصال کر جاتا ہے تو چار اخیار میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔جب ان چاروں میں سے کوئی مر جاتا ہے تو سات اختیار میں سے اس کی جگہ کسی کو رکھ دیا جاتا ہے جب ان سات میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کی جگہ چالیس میں سے کسی کو رکھ دیا جاتا ہے جب چالیس میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو اس کی جگہ میں تین سو میں سے کسی کو رکھ دیا جاتا ہے جب ان تین سو میں سے کوئی ایک وصال کر جاتا ہے تو پھر صالحین میں سے کسی ایک کو

اس کی جگہ رکھ دیا جاتا ہے۔ جب رب تعالیٰ قیامت قائم کرنے کا ارادہ کرے گا تو رب تعالیٰ ان تمام پر موت طاری کر دے گا۔ انہی کے وسیلہ سے رب تعالیٰ اپنے بندوں سے مصائب دور کرتا ہے اور آسمان سے ابر کرم نازل کرتا ہے۔ امام یافعی نے لکھا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ قطب ایک ہے وہ قلب اسرافیل پر ہے اولیاء میں اس کا مقام دائرہ میں نقطہ کی مانند ہے۔ یہ ان کا مرکز ہے اسی سے عالم کی اصلاح ہوتی ہے۔

استاذ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں اپنی سند سے حضرت بلال خواص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بنو اسرائیل کے میدان تیہ میں تھا ایک شخص میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ مجھے الہام ہوا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں میں نے انہیں پوچھا: تمہیں حق کے حق کی قسم تم کون ہو؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا بھائی خضر۔ میں نے کہا: میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا: پوچھو۔ میں نے پوچھا: حضرت امام شافعی کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ اوتاد ہیں۔ میں نے عرض کی: احمد بن حنبل۔ انہوں نے فرمایا: وہ صدیق شخص ہیں۔ میں نے عرض کی: بشر حافی کے متعلق کیا کہتے ہیں: فرمایا ان کے بعد ان کی مثل پیدا نہیں کیا گیا۔ میں نے عرض کی: میں نے کس وسیلہ کی وجہ سے تمہاری زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تم اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو۔ امام احمد نے الزھد میں، ابن ابی الدنیا، ابونعیم، بیہقی، ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہم نشین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت کے ابدال کہاں ہیں؟ آپ نے اپنے دست اقدس سے شام کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے عرض کی: کیا ان میں سے کوئی عراق میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! محمد بن واسع، حسان بن ابی سنان اور مالک بن دینار ہیں تو لوگوں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا زہد لے کر چلتے ہیں۔

ابونعیم نے داؤد بن عیسیٰ بن یمان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابدال کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو اپنے ہاتھوں سے کسی کو نہیں مارتے۔ وکیع بن جراح ان میں سے ہیں۔

ابن عساکر نے ابومطیع معاویہ بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ اہل حمص کا ایک بزرگ مسجد کے ارادہ سے نکلا اسے یوں لگا گویا کہ صبح ہوگئی ہے، حالانکہ رات تھی جب وہ گنبد کے نیچے گیا تو اس نے جرس کی آواز سنی۔ سخت زمین پر گھوڑے تھے شہ سوار ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: ہم ابدال خالد بن معدان کے جنازے کے لیے آئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کیا ان کا وصال ہوگیا ہے؟ ہمیں تو ان کے وصال کا علم نہیں ہوا۔ ان کے بعد ان کا جانشین تم نے کسے بنایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ارطاۃ بن منذر کو۔ وقت صبح انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یہ بتایا: انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن معدان کے وصال کا علم نہیں ہے۔ دوپہر کے وقت ان کے وصال کی خبر مل گئی۔ ابونعیم نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا کہ ان سے عرض کی گئی کہ آپ ان

سات ابدال میں سے ہیں جو زمین کے اوتاد ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں تمام سات ہوں۔

امام یافعی نے الکفایہ میں حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے ایک ساتھی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ ایک رات اپنے گھر سے نکلے۔ میں نے انہیں لوٹا پکڑایا، مگر انہوں نے اسے نہ پکڑا۔ وہ مدرسہ کے دروازہ کی طرف گئے۔ دروازہ کھل گیا وہ باہر تشریف لے گئے میں بھی ان کے پیچھے نکل گیا پھر دروازہ بند ہو گیا۔ وہ باب بغداد کے قریب پہنچے۔ وہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ باہر نکلے میں بھی ان کے ہمراہ نکلا پھر دروازہ بند ہو گیا۔ وہ کچھ دیر چلے اچانک ہم ایک ایسے شہر پہنچے جسے میں نہ جانتا تھا۔ وہ اس میں ایسی جگہ گئے جو الرباط کی مانند تھا وہاں چھ افراد تھے انہوں نے جلدی سے انہیں سلام پیش کیا۔ میں وہاں ستون کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے اس مکان کی ایک طرف کراہنے والے کی آواز کو سنا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد ہی وہ پرسکون ہو گیا۔ ایک شخص اندر آیا وہ اس طرف گیا جس سمت میں نے کراہنے کی صدا سنی تھی۔ وہ ایک شخص کو کندھے پر اٹھا کر باہر نکلا۔ دوسرا شخص داخل ہوا وہ عریاں سر تھا اس کی مونچھیں طویل تھیں وہ شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ نے شہادتیں پڑھائیں سر کے بال کٹوائے، مونچھیں کٹوائیں۔ اسے ٹوپی پہنائی۔ اس کا نام محمد رکھا اس گروہ سے فرمایا: میں نے حکم دیا ہے کہ یہ شخص اس مرنے والے کا بدل بن جائے۔ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور اطاعت بجا لائے، پھر حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ باہر تشریف لائے۔ انہیں وہیں چھوڑ دیا۔ میں ان کے پیچھے نکلا۔ ہم کچھ ہی چلے تھے ہم بغداد کے دروازے تک پہنچ گئے۔ پہلے کی طرح وہ دروازہ کھل گیا پھر وہ مدرسہ تشریف لائے اس کا دروازہ بھی کھل گیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے۔ وقتِ صبح میں نے قسم اٹھا کر کہا کہ وہ تفصیل بیان کریں جسے میں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا: وہ نہاوند کا شہر تھا چھ افراد ابدال تھے کراہنے والا مریض تھا وہ ساتواں ابدال تھا۔ میں اس کی وفات کے وقت اس کے پاس گیا جو شخص کو اٹھا کر لائے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اس کے امر کا والی بنانا چاہتے تھے وہ شخص جس کو میں نے شہادتین پڑھائیں وہ قسطنطنیہ کا باشندہ تھا یہ عیسائی تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے مرنے والے کا بدل بنا دیا جائے۔ اسے لایا گیا۔ اس نے میرے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اب یہ ان ابدال میں سے ہے۔

۱۹۷۔ ان میں حضرت یوسف کے مشابہ موجود ہیں۔

۱۹۸۔ ان میں حضرت لقمان کے مشابہ موجود ہے۔

۱۹۹۔ ان میں صاحب یسین کے مشابہ موجود ہے۔

عبد بن حمید اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے، ابن مردویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو طائف کی طرف ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صاحب یسین کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتے ہیں۔

الطبرانی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، الطبرانی نے حسن سند سے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے، امام زہری نے حسن سند سے، ابو یعلی نے حسن سند سے حضرت علی بن زید بن جدعان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے میں نے ان سے باتیں بھی کی ہیں۔ مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دو۔ میں ان سے بات کرتا ہوں وہ مقام حدیبیہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عروہ رضی اللہ عنہ آپ سے بات چیت کرنے لگے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ریش کو ہاتھ لگانے لگے۔ آپ کے سر اقدس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اسلحہ لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے عروہ سے کہا: اس سے قبل کہ تیرا ہاتھ تیرے پاس نہ جا سکے اپنا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روک لے۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ بخدا! میں ابھی تک تمہارے دھوکہ سے نکلا نہیں ہوں۔ عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے۔ کہا: اے میری قوم! وہ بادشاہ نہیں ہیں۔ میں نے قربانی کے جانوروں کو بندھے ہوئے دیکھا ہے وہ و برہ کھا رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ عنقریب تمہیں کسی حادثہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ اور ان کے رفیقانِ سفر مسلمان ہو کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے انہوں نے اذن طلب کیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس جائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں شہید کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: اگر وہ مجھے سوئے ہوئے پائیں تو وہ مجھے جگا لیتے ہیں۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ عشاء کے وقت اپنی قوم میں پہنچے۔ بنو ثقیف انہیں سلام کرنے کے لیے آئے۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا مگر انہوں نے ان پر تہمت لگائی۔ ان کی نافرمانی کی اور ایسی باتیں سنیں جن کا انہیں گمان تک بھی نہ تھا، پھر وہ چلے گئے۔ وقت صبح حضرت عروہ گھر کی چھت پر چڑھے۔ اذان دی شہادت کی۔ بنو ثقیف میں سے ایک شخص نے انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں صاحب یٰسین کا مثل بنایا۔ اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی اس نے اسے قتل کر دیا۔

۲۰۰۔ ان میں سے ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امامت کرائے گا۔ ابو یعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت حق پر رہے گی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ ان کا امام کہے گا: آگے تشریف لائیے۔ وہ فرمائیں گے: تم امامت کے زیادہ مستحق ہو۔ تم ایک دوسرے پر امیر ہو۔ رب تعالیٰ نے اس امت کو عزت دی ہے۔

امام مسلم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اس میں ہے: مسلمانوں کا امیر کہے گا: آئیں ہمیں نماز پڑھائیں۔ وہ فرمائیں گے۔ نہیں! تم میں سے بعض بعض پر امیر ہو۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہو گی۔ جب ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول تم میں ہو گا اور امام تم میں سے ہو گا۔

۲۰۱۔ ان میں سے بعض ایسے بلند اقبال ہیں جو فرشتوں کی طرح تسبیح کی وجہ سے کھانے سے مستغنی ہیں۔ امام احمد نے صحیح کی سند سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محنت کا تذکرہ کیا جو دجال

کے سامنے ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اس روز کون سا مال بہتر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ طاقتور لڑکا جو اپنے اپنے گھر والوں کو پانی پلادے۔ کھانا تو اس وقت دستیاب نہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اس وقت اہل ایمان کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تسبیح، تکبیر اور تہلیل یہ روایت حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اس میں ہے: تسبیح و تقدیس میں سے انہیں وہ کچھ کافی ہو جائے گا جو اہل آسمان کو کافی ہو جاتا ہے۔

الطبرانی نے اسی طرح حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: رب تعالیٰ اس روز اہل ایمان کی حفاظت اس چیز سے کرے گا جس کے ساتھ وہ ملائکہ کی حفاظت کرتا ہے یعنی تسبیح۔

۲۰۲۔ یہ دجال سے جہاد کریں گے۔

۲۰۳۔ ان کے علماء بنو اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے یعنی جب ایک عالم چلا جائے گا اس کی جگہ دوسرا آجائے گا۔ اس معنی کے اعتبار سے اس کی تردید نہیں ہو سکتی جیسے حافظ نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

۲۰۴۔ ملائکہ آسمان میں ان کی اذان اور تلبیہ سنتے ہیں۔

۲۰۵۔ وہ ہر حالت میں رب تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۲۰۶۔ وہ ہر بلند جگہ پر تکبیر بیان کرتے ہیں۔

۲۰۷۔ ہر نشیبی جگہ پر رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

۲۰۸۔ وہ کسی امر یا فعل کے ارادہ کے وقت ان شاء اللہ کہتے ہیں۔

۲۰۹۔ جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔

۲۱۰۔ جب باہم نزاع پیدا ہو جائے تو وہ تسبیح بیان کرتے ہیں۔

۲۱۱۔ ان میں سے ہر ایک پر رحم کیا جائے گا۔

۲۱۲۔ وہ اہل جنت کے کپڑوں کی اقسام پہنتے ہیں۔

۲۱۳۔ وہ نماز کے لیے سورج کی رعایت کرتے ہیں۔

۲۱۴۔ وہ جب کسی امر کو دیکھتے ہیں تو وہ رب تعالیٰ سے استخارہ کرتے ہیں پھر وہ شروع ہو جاتے ہیں۔

۲۱۵۔ جب وہ اپنی سواریوں کی پشتوں پر سوار ہوتے ہیں تو رب تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۲۱۶۔ مصاحف ان کے سینوں میں ہوتے ہیں۔

۲۱۷۔ ان کا مقتصد (میانہ رو) بھی نجات پالے گا اس کا آسان حساب لیا جائے گا۔

۲۱۸۔ ان کا آگے بڑھنے والا آگے بڑھ جائے گا وہ حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا۔

۲۱۹۔ ان کے ظالم کو معاف کر دیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر: ٣٢)

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے۔

اس سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں ہر اس کتاب کا وارث بنایا جو اس نے نازل کی۔ ان کے ظالم کو بخش دیا جائے گا۔ اس کے میانہ رو سے آسان حساب لیا جائے گا اور ان کا سابق حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا۔ سعید بن منصور نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب وہ یہ آیت پڑھتے تھے تو فرماتے تھے: ارے! ہمارا سابق سب سے آگے ہے ہمارا میانہ رو نجات پانے والا ہے ہمارے ظالم کی بخشش کر دی جائے گی۔ اس سے مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے جیسے قرآن پاک میں یہ تفصیل ہے اسے ابن لال نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

٢٢٠۔ یہ وسطی امت ہے۔

٢٢١۔ یہ رب تعالیٰ کے تزکیہ کی وجہ سے عدول ہے۔ جیسے اس نے ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرۃ: ١٤٣)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت۔

٢٢٢۔ جب یہ قتال کرتے ہیں تو فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں۔

٢٢٣۔ ان میں وہ امور فرض کیے گئے جو انبیاء اور رسل عظام پر فرض کیے گئے جیسے وضو، جنابت سے غسل، حج اور جہاد۔

٢٢٤۔ انہیں نوافل میں سے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیا گیا۔

٢٢٥۔ رب تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ (الاعراف: ١٨١)

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (الاعراف: ١٥٩)

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے۔

٢٢٦۔ قرآن پاک میں انہیں یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا۔ جبکہ سابقہ کتب میں دیگر امم کو یا ایھا المساکین سے خطاب کیا گیا تھا۔ ان دونوں خطابات میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جو کچھ قرآن پاک میں یا ایھا الذین آمنوا سے پڑھتے ہو وہ تورات میں یا ایھا المساکین ہے۔

۲۲۷۔ رب تعالیٰ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:
فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ: ۱۵۲)
ترجمہ: سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔
اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ واسطہ کے بغیر ان کا ذکر کریں جبکہ بنو اسرائیل سے کہا:
اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ (البقرہ: ۴۰)
ترجمہ: یاد کرو میرا احسان۔
وہ رب تعالیٰ کو اس کی نشانی سے ہی جانتے تھے۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ نعمتوں کا قصد کریں تا کہ ان سے منعم حقیقی رب تعالیٰ تک پہنچ سکیں۔ اس قول کو شیخ کمال الدین الامیری نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ شرح المنہاج میں بعض علماء سے کیا ہے۔ یہ نفیس بات ہے۔

۲۲۸۔ جو اخلاق کریمانہ اور معجزات آپ میں جمع تھے وہ آپ کی امت میں متفرق طور پر جمع ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ معصوم تھے۔ آپ کی امت کا اجماع معصوم ہے۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے: جب آپ کے اسرار امت میں ودیعت کر دیے گئے۔ آپ کو حیات اور وصال کے مابین اختیار دے دیا گیا۔ آپ نے وصال کو پسند فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حاصل نہ ہو سکا۔ موت کا فرشتہ آیا انہوں نے اسے تھپڑ دے مارا۔ اسے علامہ زرکشی نے خادم میں لکھا ہے۔

۲۲۹۔ ان کی لونڈیاں اور غلام تمام امتوں سے زیادہ ہوں گے۔

۲۳۰۔ ان میں ایک ایسا شخص بھی ہو گا جو لوگوں کی آفاق میں سفر کرے گا۔

۲۳۱۔ رب تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا:
السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ: ۱۰۰)
ترجمہ: اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت کی خصوصیت ہے۔ رضا کے بعد ناراضگی نہیں ہوتی۔

۲۳۲۔ رب تعالیٰ اس امت پر دو تلواریں جمع نہیں کرے گا۔ ان کی تلوار اور ان کے دشمن کی تلوار۔ ابو داؤد اور احمد نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ اس امت پر دو تلواریں جمع نہیں کرے گا۔ ایک ان کی تلوار دوسری ان کے دشمن کی تلوار۔

۲۳۳۔ ان کا نام اہل قبلہ رکھا گیا اس سے پہلے کسی امت کا یہ نام نہ تھا۔ اسے جزولی نے شرح الرسالہ میں لکھا ہے۔ میں کہتا

ہوں: قبلہ کی وجہ سے ان کی خصوصیت پہلے گزر چکی ہے۔

۲۳۴۔ اس امت کے لیے تجرید (شادی کے بغیر رہنا) حلال نہیں ہے۔

۲۳۴۔ امد

۲۳۵۔ نہ ہی ان کے لیے بغض رکھنا روا نہیں۔

۲۳۶۔ وہ حسد اور کینہ نہیں رکھتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس جگہ تجرید سے مراد کپڑے نہ اتارنا ہے۔ بلکہ اسے بٹھا کر مارا جائے گا جبکہ اس نے کپڑے پہنے ہوں گے۔

۲۳۷۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں پر ان کی گواہی جائز ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔

۲۳۸۔ ان کی شریعت مطہرہ اعتدال پر ہے۔ شرائع کی ابتداء تخفیف پر تھی۔ حضرات نوح، صالح اور ابراہیم علیہم السلام کی شرائع میں تثقیل معلوم نہیں، پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام شدت اور اثقال کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے بھی زیادہ اثقال کے ساتھ تشریف لائے جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ اہل کتاب کی شدت کو منسوخ کر دیا ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی آسانیوں کو مطلق نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ابن جوزی کا قول ہے۔

۲۳۹۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایسے افراد بھی تھے جن کے وصال کے وقت عرش لرز اٹھا۔ وہ ان کی ملاقات سے خوش ہو گیا۔

۲۴۰۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ نے شرکت کی۔ وہ اس سے پہلے زمین پر نہ اترے تھے۔ امام احمد، شیخان نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت معاذ بن رفاعہ الزرقی رضی اللہ عنہ سے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اسلم سے، ابونعیم نے اشعث بن قیس بن سعد سے، اور ابن سعد نے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رات کے وقت حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے استبرق کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ عبد صالح کون ہے جس کا وصال ہوا؟ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ عرش اس کے لیے لرزا۔ اس کے جنازے کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چلے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اٹھے حتیٰ کہ نعلین پاک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ چادر مبارک گر پڑی۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی حتیٰ کہ آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ کمرہ میں ان کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں رک گیا۔ میں پیچھے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روکنے لگا۔ آپ نے کچھ دیر تشریف رکھی۔ حضرت اشعث نے فرمایا: آپ نے اپنا مبارک گھٹنا سمیٹا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے دیکھا کمرہ میں کوئی نہ تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ کسی کو تجاوز کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

میں بیٹھ نہ سکا حتیٰ کہ ایک فرشتے نے اپنے پر میرے لیے سمیٹے۔ ایک فرشتہ آیا اسے جگہ نہ ملی میں اس کے لیے اٹھا۔

ابن سعد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قبر کھودی۔ اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی جب مٹی کھودتے تو مشک کی خوشبو آتی حتیٰ کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔

ابن سعد نے محمد بن شرجیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی لی اور اسے لے گیا، پھر اس نے اسے دیکھا تو وہ مشک بن چکی تھی اور غزوہ تبوک میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مٹی ہر چیز سے سبقت لے گئی۔

تیسرا باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخرت میں خصوصیات

اس میں کئی مسائل ہیں۔

۱۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کی قبر انور شق ہوگی۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں سب سے پہلے میری قبر انور شق ہوگی سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ سب سے پہلے میری شفاعت ہی قبول ہوگی۔"

دارمی اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر انور ہی شق ہوگی۔ میں اپنے سر اقدس سے خاکِ طیبہ جھاڑوں گا۔ میں عرش کے ایک پایہ کے پاس آؤں گا۔ میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام وہیں کھڑے ہوں گے مجھے علم نہیں کہ انہوں نے اپنے سر اقدس سے خاک جھاڑلی ہے یا وہ ان میں سے ہیں جنہیں اللہ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔"

آپ کا فرمان انفض التراب اس کے متعلق الحافظ کہتے ہیں کہ ایک احتمال یہ ہے اس سے قبر سے خروج میں معیت مراد ہو یا اس سے مراد قبر سے خروج سے کنایہ ہو۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے اس کا تذکرہ ہے جو اس کے بعد ہے۔

۲۔ سب سے پہلے الصعقہ (کڑک) سے افاقہ آپ کو ہوگا۔ امام بخاری نے کئی طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صور پھونکا جائے گا لوگ بے ہوش ہو جائیں گے میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ یا فرمایا: سب سے پہلے میں ان لوگوں میں سے ہوں گا جنہیں افاقہ ملے گا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام عرش الٰہی کی ایک طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔

میں نہیں جانتا کہ کیا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہو گئے تھے اور مجھ سے قبل انہیں ہوش آ گیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں استثناء حاصل ہے اور بجلی کی کڑک ان کے لیے کافی سمجھی گئی۔

تنبیہات

اس امر کا جزم مشکل ہے کہ آپ کی قبر انور سب سے پہلے شق ہو گی جبکہ سب سے پہلے افاقہ آپ کو ہو گا اس میں تردد ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام آپ سے پہلے نکلیں گے اور آپ سے پہلے کھڑے ہوں گے؟

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے نفخہ کے بعد صعقہ ہو گا۔ جس کی وجہ سے ساری مخلوق مردہ اور زندہ پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ اس سے مراد گھبراہٹ ہے۔ جیسے کہ سورۃ النمل میں ہے۔

فَفَزِعَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ (النمل: ۸۷)

ترجمہ: تو گھبرا جائے گا ہر کوئی جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

پھر اس کے بعد اس میں مردوں کے لیے گھبراہٹ زیادہ ہو گی کیونکہ وہ اس میں ہیں۔ زندوں کے لیے یہ موت ہو گی پھر دوسرا نفخہ زندہ کرنے کے لیے پھونکا جائے گا سارے لوگ ہوش میں آ جائیں گے جو قبر میں ہو گا اس کی قبر پھٹ جائے گی۔ وہ اپنی قبر سے نکلے گا جو قبر میں نہیں وہ اس کا محتاج نہیں ہے۔ مزید تفصیل دوسری تنبیہ میں آئے گی۔

۲۔ سلطان العلماء ابو محمد الغر بن عبد السلام نے لکھا ہے۔ اس تردد کی کیا وجہ ہے جبکہ یہ روایت صحیح ہے کہ معراج کی رات آپ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ وہ کثیب احمر کے پاس اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش ہو جانے اور موت کے فرشتہ کے ساتھ ان کا معاملہ بیان کیا۔ یہ ساری روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اس اشکال کے کئی جوابات دیے گئے ہیں۔ ان میں سے صحیح جواب وہ ہے جسے امام، علامہ الحافظ ابو شامہ المقدسی نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے اسے صحیح جواب کہا ہے ابو عمرو بن حاجب نے اسے صحیح کہا ہے، پھر میں نے ان کی تحقیق کو کتاب وسنت میں سے ایک عالم دین سے پالیا کہ اس روایت میں مذکورہ صعقہ سے مراد وہ نفخہ نہیں جو دنیا کے آخر میں واقعہ ہو گا، نہ ہی اس سے دوسرا نفخہ مراد ہے جس کے بعد مردے قبروں سے نکل جائیں گے بلکہ یہ بے ہوشی ہے جس میں لوگ روز حشر ہوں گے۔ اس کی وجہ سے سارے اہل آسمان اور اہل زمین بے ہوش ہو جائیں گے۔ سوائے اس کے جس کو رب تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اس کی طرف سورۃ الزمر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے اسے دنیا کے آخر کی صفت پر محمول کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یوم قیامت کے آخر میں صعقہ ہو گا جیسے ارشاد ربانی ہے:

فَذَرۡهُمۡ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِيۡ فِيۡهِ يُصۡعَقُوۡنَ ۝۴۵ (الطور: ۴۵)

ترجمہ: پس انہیں (یونہی) چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ غش کھا کر گر پڑیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ اس روز ہوگا جس میں صعقہ عام لوگوں کو شامل ہوگا۔ میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا، اور سب سے پہلے مجھے ہی افاقہ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے سب سے پہلے میرے لیے ہی زمین شق ہوگی، شاید یہ راوی کی تشریح ہے۔ پہلا لفظ محفوظ ہونا بہتر ہے وہ آپ کا فرمان مَنْ يُبْعَثُ ہے۔ بعض راویوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اس سے مراد قبروں سے اٹھنا ہے اس نے کہا: سب سے پہلے آپ کے لیے قبر انور شق ہوگی۔ جیسے کہ دوسری روایت میں ہے لیکن یہ روایت اس لفظ کا احتمال نہیں رکھتی کیونکہ آپ نے فرمایا: یوم القیامۃ امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ روز حشر کو بے ہوش ہو جائیں گے۔ مجھے سب سے پہلے افاقہ ہوگا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش الٰہی کے پایوں میں سے ایک پایہ کو پکڑے ہوں گے۔ یہ اس امر پر نص ہے کہ لوگ روز حشر بے ہوش ہو جائیں گے۔ یہ اس امر کی تفسیر ہے جو سورۃ الزمر کے آخر میں ہے، جیسے کہ صحیح حدیث کے الفاظ گزر چکے ہیں۔ روایت کے طرق اور اس کے الفاظ کا اختلاف جب انہیں جمع کرنا ممکن ہو تو وہ ایک دوسرے کو نقصان نہیں دیتے۔ اس وقت آپ کے تردد میں مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کوہ طور کے صاعقہ کی وجہ سے بچا لیا جائے گا کیونکہ لوگوں کو اسی قسم کی جنس کا سامنا ہوگا رب تعالیٰ کے بعض لوگوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الزمر: ٦٨)

ترجمہ: بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا۔

یہ روا ہے کہ وہ ان میں ہوں۔ اسی طرح کا جواب ابن القیم نے لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر یوں کہا جائے گا کہ وہ کس طرح بے ہوش ہوں گے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے: مجھے علم نہیں کہ انہیں مجھ سے قبل افاقہ ہو گیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جنہیں رب تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے وہ النفخہ کے صعقہ سے مستثنیٰ ہوں گے لیکن وہ روز حشر کے صعقہ سے محفوظ ہوں گے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الزمر: ٦٨)

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے۔

پھر ایک اور نفخہ پھونکا جائے گا روز حشر خلائق صعقہ استثناء واقع نہ ہوگی۔ ایک قول یہ ہے (واللہ اعلم) یہ غیر محفوظ موقف ہے یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح بات وہی ہے جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا:

لا ادری افاق من قبلی ام جوزی بصعقۃ الطور۔

بعض راویوں نے لکھا ہے کہ اس صعقہ سے مراد صعقہ النفخ ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ان افراد میں شامل ہیں

جنہیں رب تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے لیکن یہ موقف حدیث کے سیاق کے ساتھ قطعاً مناسبت نہیں رکھتا۔ اس وقت افاقہ سے یہ احساس ابھرے گا کہ یہ بُعثت کا افاقہ ہے پھر آپ نے کیسے فرمایا: الا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة الطور۔ غور تو کرو یہ صعقہ اس کے خلاف ہے جس میں لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ہوش نہ ہوں تو یہ اس بے ہوشی کا عوض ہوں گے جب رب تعالیٰ نے پہاڑ کے لیے تجلی فرمائی تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ یہ بے ہوش نہ ہونا اس روز کی تجلی کا عوض ہوگا۔

۳۔ آپ کو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

۴۔ آپ کو براق پر اٹھایا جائے گا۔

۵۔ موقف میں آپ کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ پکارا جائے گا۔

۶۔ آپ کو موقف میں جنت کا سب سے بڑا حلہ پہنایا جائے گا۔

۷۔ آپ عرش الٰہی کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے۔

۸۔ آپ کو مقام محمود پر فائز کر دیا جائے گا۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے اس کے متعلق احادیث اور آثار بے شمار ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ مقام محمود سے مراد عرش پر آپ کا جلوہ افروز ہونا ہے اسے ابن جریر نے لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: پہلا موقف درست ہے کیونکہ دوسرے موقف کا دفاع نہیں ہو سکتا، نہ ہی نقل کے اعتبار سے نہ ہی ظن کے اعتبار سے۔ ابن عطیہ نے لکھا ہے: یہ اسی طرح ہے جب اسے اس مؤقف پر محمول کیا جائے جو اس کے مناسب ہے علامہ الواحدی نے اس قول کے رد میں مبالغہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: یہ قول گھٹیا، قابل نفرت اور وحشت انگیز ہے اس تفسیر کے خراب ہونے کا اعلان کیا جائے گا۔ انہوں نے تفصیل سے اس مسئلہ پر لکھا ہے لیکن نقاش نے حضرت ابوداؤد صاحب السنن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس نے اس روایت کا انکار کیا ہے وہ متہم ہے۔ میں کہتا ہوں نقاش پر بھی احادیث وضع کرنے کا الزام ہے۔ ثعلبی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے جبکہ ابو شیخ نے حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: روز حشر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے سامنے رب تعالیٰ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایسی روایت صرف اس سے قبول کرنی چاہیے جو گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔ اس ضمن میں ایک بھی ایسی روایت ثابت نہیں جس پر اعتبار کیا جا سکے یا جس کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

(۱) فیصلہ ہونے کے لیے عام شفاعت

(۲) گناہ گاروں کو آگ سے نکالنے کے لیے شفاعت۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ مقام محمود کے متعلق تین اقوال ہیں۔ انہوں نے شفاعت کے دونوں اقوال اور تخت پر بٹھانے کا قول کیا ہے۔

۳۔ روز حشر لواء الحمد عطا فرمانا۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ پہلے قول کے مخالف نہیں ہے۔ دیگر قول سے زیادہ ثابت ہے۔

۴۔ ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ صغار تابعین میں سے ایک ہیں کہ ان تک پہنچا ہے کہ مقام محمود یہ ہے کہ روز حشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبار اور جبرائیل علیہ السلام کے مابین ہوں گے۔ سارے اہل محشر اس مقام پر رشک کریں گے۔

۵۔ اس سے مراد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا تقاضا ہے۔ وہ یہ کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کی تعریف کریں گے لیکن یہ پہلے قول کے مخالف ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے: پہلا قول بہتر ہے کیونکہ شفاعت میں آپ کی کوشش لوگوں کو آپ کی تعریف کرنے پر مجبور کرے گی۔ آپ محمود بن جائیں گے۔ دعا میں سے آپ کا ذکر صرف ثواب کے فائدہ کے لیے ہے لیکن حمد نہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ یوں کہنا جائز کیوں نہیں کہ اس قول کے مطابق رب تعالیٰ آپ کی حمد کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت میں حمد اس مذکور ثناء کے ساتھ مختص ہے جو انعام کے مقابلہ میں ہو۔ اس کے علاوہ دیگر معانی پر استعمال مجازی طور پر ہے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جو کچھ الطبری نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے جن میں حضرت مجاہد بھی شامل ہے کہ مقام محمود یہ ہے کہ رب تعالیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہمراہ کرسی پر بٹھائے گا۔ انہوں نے اس ضمن میں ایک روایت کا تذکرہ بھی کیا ہے الطبرانی نے اس قول کے جواز کے لیے دور کا قول کیا ہے جو معنی پر تلطف کے اعتبار سے نکل سکتا ہے۔ اس میں بُعد ہے۔

۶۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا تقاضا ہے کہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ (۱) حضرت جبرائیل (۲) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام (۴) پھر تمہارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اور کوئی شفاعت نہ کر سکے گا۔

اس روایت کے مرفوع ہونے کی صراحت نہیں ہو سکتی۔ اسے امام بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کا مشہور فرمان یہ ہے: انا اول شافع الحافظ نے لکھا ہے آپ کی نبوت کی تقدیر پر، اس روایت کے کسی طرق میں یہ صراحت موجود نہیں کہ یہ مقام محمود ہے، حالانکہ یہ گناہ گاروں کے بارے شفاعت کی روایت کے مخالف ہے۔ الطبرانی نے اس کے جواز کا قول کیا ہے۔

۷۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا تقاضا پہلے گزر چکا ہے۔ انہوں نے آو کے بعد لکھا ہے کہ مقام محمود شفاعت کے علاوہ ہے پھر کہا: یہ بھی روا ہے کہ اس قول سے یہ اشارہ ہو۔ میں شفاعت کی طرف رجوع کے بارے میں کہتا ہوں۔ الحافظ نے لکھا ہے: اسی قول کی طرف توجہ کی جائے گی۔ سارے اقوال کو شفاعت عامہ کی طرف لوٹانا ممکن ہے۔ آپ کو لواء

المحمد عطا کرنا، اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا، اس کے سامنے کلام کرنا، اس کی کرسی پر بیٹھنا اور جبرائیل امین سے زیادہ قرب میں کھڑا ہونا۔ یہ سب اس مقام محمود کی صفات ہیں جس میں آپ شفاعت کریں گے تاکہ وہ مخلوق کے مابین فیصلہ کرے جبکہ گناہ گاروں کے آگ سے نکالنے کے لیے شفاعت اس کے بعد ہوگی۔

الحافظ نے لکھا ہے: مقام محمود کی حمد کے فاعل میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد اہل موقف ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں کہ آپ نے اس کے بعد تہجد میں رات کے وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی لیکن پہلا قول زیادہ ترجیح یافتہ ہے کیونکہ صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مقام محمود وہ ہے جس میں اہل محشر آپ کی تعریف کریں گے۔ اسے اس سے اعم معنی پر محمول کرنا بھی جائز ہے یعنی وہ مقام جس میں کھڑا ہونے والا اور اسے پہنچانے والے سارے تعریف کریں گے۔ یہ مطلق ہے اس سے کرامات کی ساری انواع مراد ہیں جو حمد کا سبب بنیں۔ ابو حبان نے اس قول کو عمدہ کہا ہے انہوں نے اس کی تائید اس کے نکرہ ہونے سے کی ہے یہ اس امر پر بھی دلالت ہے کہ اس سے مخصوص مقام مراد نہیں ہے۔

۹۔ لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔

۱۰۔ حضرت آدم اور ان کے علاوہ دیگر سارے افراد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

۱۱۔ اس دن آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے امام ہوں گے۔

۱۲۔ ان کے قائد ہوں گے۔

۱۳۔ ان کے خطیب ہوں گے۔

۱۴۔ سب سے پہلے آپ کو سجدہ کا حکم دیا جائے گا۔

۱۵۔ سب سے پہلے آپ سجدہ سے سر اقدس اٹھائیں گے۔

امام احمد اور امام بزار نے حضرت ابن درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا اور میں ہی سب سے پہلے سر اٹھاؤں گا۔"

۱۶۔ سب سے پہلے آپ ہی رب تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔

۱۷۔ سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔ جیسے صحیح سے ثابت ہے۔ اس شفاعت سے مراد (اللہ تعالیٰ اعلم) اہل موقف کی اس وقت شفاعت ہے جب وہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ آگے بڑھ کر سب سے پہلے شافع بنیں گے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی کیونکہ آپ کی شفاعت قبول ہو جائے گی۔ مردود نہ ہوگی۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ اول مشفع کا معنی ہے کہ سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی جیسے دو شفاعت کرنے والے

ہوں اور دوسرے کی شفاعت کو پہلے سے قبل قبول کر لی جائے۔

۱۸۔ آپ سے دوسروں کے بارے پوچھا جائے گا جبکہ دیگر لوگوں کو ان کے متعلق ہی پوچھا جائے گا۔

۱۹۔ فیصلہ کرنے کے لیے شفاعت عظمیٰ۔

۲۰۔ ایک قوم کا حساب وکتاب کے بغیر جنت میں جانا۔

۲۱۔ آگ کے مستحقین کے متعلق شفاعت کہ وہ انہیں آگ میں داخل نہ کرے۔

۲۲۔ جنت میں لوگوں کے درجات بلند کرنے کے لیے شفاعت۔ یہ خصوصیت امام نووی نے لکھی ہے۔ دیگر خصوصیات کے متعلق پہلے روایات گزر چکی ہیں۔ قاضی اور ابن دحیہ نے اسی کی صراحت کی ہے۔

۲۳۔ آپ کی عمومی امت کو آگ سے نکالنے کے لیے شفاعت حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے۔ اس کا تذکرہ امام سبکی نے کیا ہے۔

۲۴۔ مسلمانوں میں سے صلحاء کی ایک جماعت کے لیے شفاعت۔ جس کی وجہ سے اطاعت ان کی کوتاہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ اس کا تذکرہ القزوینی نے العروۃ الوثقی میں کیا ہے۔

۲۵۔ موقف میں اس کے لیے تخفف کی شفاعت جس کا حساب ہو رہا ہوگا۔

۲۶۔ آگ میں ہمیشہ رہنے والوں کے لیے روز حشر آتش جہنم کے عذاب میں تخفیف کے لیے شفاعت۔

۲۷۔ مشرکین کے بچوں کے لیے شفاعت کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔ ابن شیبہ اور ابونعیم نے صحیح سند کے ذریعہ روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اولاد بشر میں سے بچوں کے متعلق التجاء کی کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔ اس نے میری التجاء قبول کر لی۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال کسی عہد اور یقین کے بغیر لہو ولعب کی مانند ہوتے ہیں۔

۲۸۔ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بھی آگ میں نہ جائے گا۔

۲۹۔ آپ سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ پل صراط کو عبور کریں گے۔ جیسے شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جہنم کے سامنے پل صراط بچھا دیا جائے گا۔ رسل عظام میں سے میں سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ اسے عبور کروں گا۔

۳۰۔ آپ کے سر اقدس اور چہرہ انور کے ہر ہر بال میں نور ہوگا، جبکہ دیگر انبیاء کو صرف دو دو نور عطا کیے جائیں گے۔

حضرت حکیم ترمذی نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: میں نے آج رات دیکھا ہے کہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف فرما ہیں۔'' دوسرے شخص نے کہا: اپنا خواب بیان کرو اس نے کہا: میں نے ہر نبی کو دیکھا اس کے ہمراہ چار نور تھے۔ ایک نور اس کے

سامنے، دوسرا اس کے پیچھے ایک اس کے دائیں اور ایک نور اس کے بائیں سمت تھا۔ ان کے ہر ہر امتی کے پاس ایک ایک نور تھا، پھر میں نے ایک ہستی کی زیارت کی جب وہ اٹھے تو ان کے لیے ساری زمین جگمگا اٹھی۔ ان کے سر کے ہر ہر بال کی جگہ نور تھا۔ ان کے ہر ہر ساتھی کے پاس چار چار نور تھے۔ ایک نور ان کے سامنے، دوسرا نور ان کے پیچھے ایک اس کے دائیں اور دوسرا نور اس کے بائیں تھا۔ میں نے پوچھا: یہ ہستی والا کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا: یہ محمد بن عبد اللہ (جان عالم، روح کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم کیا بیان کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ اسی طرح کتاب الٰہی میں ہے جیسے تم نے خواب دیکھا ہے۔

۳۱۔ اہل جنت کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا لیں حتیٰ کہ آپ کی نور نظر پل صراط سے گزر جائیں (حاکم) ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر کہا جائے گا: اے اہل محشر! نگاہیں جھکا لو۔ سر جھکا لو حضرت سیدہ نساء العالمین فاطمہ بنت محمد علی ابیھا وعلیھا الصلوٰۃ والسلام پل صراط سے گزر کر جنت جا رہی ہیں۔ وہ گزریں گی۔ انہوں نے دو سبز چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

۳۲۔ سب سے پہلے آپ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ جیسے امام مسلم اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں کہتا ہوں الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دوں گا۔ مجھے خازن جنت پوچھے گا کون؟ میں کہوں گا: محمد عربی! جان کائنات، روح عالم، وہ کہے گا: میں اٹھتا ہوں۔ میں آپ کے لیے دروازہ کھولتا ہوں۔ میں نہ تو کبھی آپ سے پہلے کسی کے لیے اٹھا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کے لیے اٹھوں گا۔

القطب الخضیری نے لکھا ہے: اس دوام پر یہ حد بندی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ وہ یہ کہ خازن جنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے نہ اٹھے گا۔ یہ قیام آپ کے عظیم رتبہ کے اظہار کے لیے ہوگا۔ وہ آپ کے بعد کسی اور کے لیے نہ اٹھے گا۔ جنت کے خازن آپ کے لیے اٹھیں گے گویا کہ آپ ان کے لیے بادشاہ کی طرح ہیں رب تعالیٰ نے انہیں اپنے عبد خاص اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت (کے لیے) کھڑا کیا ہے۔ وہ دروازہ کی طرف جائیں گے اور آپ کے لیے دروازہ کھولیں گے۔

۳۳۔ سب سے پہلے آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

۳۴۔ آپ کے بعد آپ کی امت جنت میں جائے گی۔ ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا، پھر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا میرے پاس جنت میں آئیں گی۔ وہ اس امت میں اسی طرح ہیں جیسے بنو اسرائیل میں حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ وہ روایت اس

میں اشکال پیدا نہیں کرتی جسے امام احمد نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کس وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے۔ میں نے اپنے آگے تمہاری آہٹ سنی ہے۔ یہ نیند کا واقعہ ہے جیسے امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے آہٹ سنی۔ مجھے بتایا گیا یہ بلال ہیں۔ اسی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیند کا واقعہ ہے۔

۳۵۔ روزِ حشر جنت کی چابی آپ کے دستِ اقدس میں ہوگی۔ امام ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ وفد کی صورت میں حاضر ہوں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا۔ جب انہیں روک لیا جائے گا تو میں ہی ان کی شفاعت کروں گا۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں ہی انہیں بشارت دوں گا۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اس دن جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ میں اس دن دربار خداوندی میں اولاد آدم سے معزز ہوں گا۔ ایک ہزار خدام میرے ارد گرد ہوں گے گویا کہ وہ پوشیدہ موتی ہوں۔

۳۶۔ کوثر لیکن حوض خصوصیت نہیں۔ ابن سراقہ اور ابو سعید نیساپوری کا اس میں اختلاف ہے۔ روایت ہے: ہر نبی کے لیے حوض ہوگا۔

۳۷۔ آپ کا حوض سارے حوضوں سے بڑا ہوگا۔ ابن ابی حاتم اور دارمی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے حوض کو سب سے بڑا حوض بنایا گیا ہے۔

۳۸۔ سب سے زیادہ لوگ اسی پر آئیں گے۔

۳۹۔ وسیلہ: یہ جنت کا بلند ترین مقام ہے۔ امام عبد الجلیل بن عظوم نے کہا ہے وسیلہ جو آپ کے ساتھ مختص ہے اس سے مراد توسل ہے اس کی وجہ یہ ہے آپ جنت میں تمثیل کے بغیر بادشاہ کے وزیر کی طرح ہوں گے کسی تک کوئی بھی چیز آپ کے وسیلہ کے بغیر نہ پہنچے گی۔ مزید تفصیل اس کتاب کے آخر میں آئے گی۔

۴۰۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے وسیلہ کی التجاء کی۔

۴۱۔ آپ کے منبر کے قوائم جنت میں رواتب ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے منبر کو قوائم جنت میں رواتب ہیں۔

۴۲۔ آپ کا منبر پاک جنت کے دہانوں میں سے ایک دہانے پر ہے۔ ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: میرا یہ منبر جنت کے دہانوں میں سے ایک دہانے پر ہے۔

۴۳۔ آپ کے منبر اور قبر انور کے مابین جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ شیخان نے "مابين بيتي و

منبری کے الفاظ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

۴۴۔ تبلیغ پر آپ سے کوئی گواہ طلب نہ کیا جائے گا دیگر سارے انبیاء سے گواہ طلب کیے جائیں گے۔

۴۵۔ آپ سارے انبیاء کرام کے لیے تبلیغ کی گواہی دیں گے۔

۴۶۔ آپ کے سبب اور نسب کے علاوہ سارے سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے، حاکم اور بیہقی نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ روز حشر آپ کی امت آپ کی طرف منسوب ہوگی، جبکہ دیگر انبیائے کرام کی امم ان کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس روز صرف آپ کی نسبت سے فائدہ اٹھایا جائے گا، دیگر انساب سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکے گا۔

۴۷۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو صرف آپ کی کنیت سے یاد کیا جائے گا۔ یہ صرف آپ کی عزت و توقیر کے لیے ہے۔ آپ کو ابو محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کہا جائے گا۔

۴۸۔ روایات میں ہے کہ اہل فترت کو روز حشر آپ سے آزمایا جائے گا۔ جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جس نے نافرمانی کی وہ آگ کے حوالے ہوگا گمان ہے کہ آپ کے سارے اہل بیت اس آزمائش کے وقت آپ کی پیروی کریں گے تاکہ ان کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہو۔

۴۹۔ جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے برابر ہے۔

۵۰۔ قاریٔ قرآن کو کہا جائے گا کہ قرآن پاک پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا۔ جہاں تمہاری آخری آیت ختم ہو گی وہی تمہارا مقام ہوگا۔ دیگر کتب کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

۵۱۔ جنت میں صرف قرآن پاک ہی پڑھا جائے گا۔

۵۲۔ آپ اپنی امت کی خود گواہی دیں گے کہ آپ نے انہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔

۵۳۔ جنت میں صرف آپ کی زبان اقدس سے گفتگو ہوگی۔

چوتھا باب

امت مرحومہ کی آخرت میں خصوصیات

(۱) آپ کی امت مرحومہ کے لیے زمین سب سے پہلے شق ہوگی۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جن وانس، ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ سارے انبیاء کو چھوڑ

کہ صرف میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزگی بنایا گیا ہے۔ میری مدد رعب کے ساتھ ایک ماہ کی آگے مسافت پر کی گئی ہے۔ مجھے سورۃ البقرہ کی آخری آیات دی گئی ہیں۔ یہ عرش کے خزانوں میں سے تھیں۔ یہ صرف مجھے ہی دی گئیں دیگر انبیاء کو نہیں دی گئیں۔ مجھے تورات کی جگہ مثانی انجیل کی جگہ مائتین اور حوامیم زبور کی جگہ عطا کی گئی ہیں۔ مفصل سورتوں کے ساتھ مجھے فضیلت دی گئی ہے۔ میں دنیا اور آخرت میں اولاد آدم کا سردار ہوں میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے زمین میرے لیے اور میری امت کے لیے شق ہوگی۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ روز حشر لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے انبیاء کرام علیہم السلام اس کے نیچے ہو جائے میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ روز حشر جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔ میں یہ فخریہ نہیں کہہ رہا۔ شفاعت کا دروازہ مجھ سے ہی کھولا جائے گا۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں ان کا امام ہوں گا۔ میری امت میرے پیچھے ہوگی۔

(۲) امت مرحومہ روز حشر اس طرح آئے گی کہ ان کے وضو کے اعضاء تاباں ہوں گے۔

(۳) سجود کی وجہ سے ان کے چہروں پر نشانات ہوں گے، جیسے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر نمایاں ہے۔

(۴) ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔

(۵) ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب روز حشر میری امت کو بلایا جائے گا تو اس کے اعضائے وضو تاباں اور روشن ہوں گے۔

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض ایلہ سے عدن تک کی مسافت سے بھی دور ہوگا۔ میں ایک شخص کو اس سے اس طرح دور ہٹاؤں گا جیسے ایک شخص غربی اونٹوں کو اپنے حوض سے دور ہٹاتا ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ہمیں پہچانتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب تم میرے پاس آؤ گے تو تمہارے اعضائے وضو تاباں ہوں گے۔ یہ تمہاری ہی نشانی ہے۔ تمہارے علاوہ کسی اور کی یہ علامت نہیں ہے۔

امام احمد اور بزار نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے روز حشر سجدہ کا اذن ملے گا۔ سب سے پہلے میں ہی سر اقدس کو اٹھاؤں گا۔ میں اپنے سامنے دیکھوں گا میں امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے، اپنے دائیں اور اپنے بائیں اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امم میں سے آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟ حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت بیضاء تک کئی امتیں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ان کے اعضائے وضو تاباں ہوں گے ان کے علاوہ کسی اور کی یہ کیفیت نہ ہوگی۔ میں انہیں پہچان لوں گا۔ ان کے سامنے ان کی اولاد دوڑ رہی ہوگی۔

امام احمد نے صحیح سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر میں امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟

آپ نے فرمایا: میں انہیں پہچان لوں گا۔ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ میں انہیں پہچان لوں گا۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہوں گے۔ میں اس نور سے انہیں پہچان لوں گا جو ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا۔

(۶) وہ روز حشر بلند جگہ پر ہوں گے۔

(۷) سابقہ انبیاء کی مانند ان کے لیے دو دو نور ہوں گے، جبکہ دیگر امم کے ہر ہر فرد کے لیے ایک ایک نور ہوگا۔

(۸) وہ پل صراط پر سے اچک لینے والی بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے۔

(۹) ان کا نیک بُرے کی شفاعت کرے گا۔

(۱۰) انہیں دنیا میں جلد عذاب دے دیا جائے گا برزخ میں بھی عذاب دے دیا جائے گا تا کہ وہ روز حشر خالص ہو کر آئیں۔

(۱۱) وہ اپنی قبور میں گناہ لے کر جائیں گے لیکن گناہوں کے بغیر باہر نکلیں گے۔ مؤمنین کے استغفار کی وجہ سے ان کے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔

(۱۲) ہر ایک کو ایک یہودی یا نصرانی دیا جائے گا اسے کہا جائے گا: اے مسلم! یہ آگ میں تیرا فدیہ ہے۔

(۱۳) ابویعلیٰ اور الطبرانی نے الاوسط میں اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو عذاب دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت کی سزا تلوار ہے۔

ابن ماجہ، امام بیہقی نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ امت مرحومہ ہے۔ اسے عذاب پہلے مل جاتا ہے۔ روز حشر ہر ایک مسلمان کے عوض کسی مشرک کو دیا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا: یہ آگ میں تیرا فدیہ ہے۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت، امتِ مرحومہ ہے۔ یہ اپنی قبور میں اپنے گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ جب قبور سے باہر نکلے گی تو ان پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ مؤمنین کے استغفار کی وجہ سے ان کے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر کسی کا حساب نہ لیا جائے گا کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ مسلمان اپنے اعمال قبر میں دیکھ لیں گے۔

حکیم ترمذی نے کہا ہے: مؤمن کا قبر میں محاسبہ ہوگا، تا کہ روز حشر ان کے لیے آسانی پیدا ہو سکے۔ برزخ میں اسے

خالص کر دیا جاتا ہے ۔ وہ قبر سے باہر نکلتا ہے تو اس نے بدلہ چکا دیا ہوتا ہے۔

(۱۳) اس کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی اور جو اس کے لیے کوشش کی گئی پہلے افراد کے لیے وہی کچھ تھا جو اس نے کہا یہ عکرمہ کا قول ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے ان سے روایت کیا ہے۔

(۱۴) ساری مخلوق سے پہلے ان کے لیے فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ابن ماجہ نے حضرات حذیفہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم دنیا میں آخری ہیں۔ یوم حشر اول ہوں گے۔ مخلوق میں سے سب سے پہلے ہمارے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔

(۱۵) ان کے ہلاکت خیز اعمال معاف کر دیے جائیں گے۔ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں ﷺ کو تین اشیاء عطا کی گئی تھیں۔ آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں۔ آپ کو سورۃ البقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں۔ آپ کی امت کے ان افراد کے ہلاکت خیز اعمال کو بخش دیا جائے گا جنہوں نے شرک نہ کیا ہو گا۔

(۱۶) ان کا میزان سارے لوگوں سے بھارا ہو گا۔ اصبہانی نے ترغیب میں حضرت لیث سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا میزان سب سے زیادہ بھاری ہو گا ان کی زبانوں پر وہ کلمہ رواں کر دیا جو سابقہ لوگوں کے لیے بہت بھاری تھا وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

(۱۷) وہ حکام میں سے عادلین کے قائم مقام ہیں یہ لوگوں کے لیے گواہی دیں گے کہ ان کے رسل عظام نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔

امام احمد، امام نسائی اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک نبی روزِ حشر آئے گا۔ اس کے ہمراہ ایک شخص ہو گا۔ ایک نبی آئے گا اس کے ہمراہ دو افراد ہوں گے۔ کسی کے ساتھ زیادہ افراد ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کیا تم نے پیغام حق پہنچا دیا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں! ان کی قوم کو بلایا جائے گا انہیں کہا جائے گا۔ کیا انہوں نے تم تک پیغام پہنچا دیا۔ وہ عرض کریں گے: نہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے وہ فرمائے گا: تمہاری گواہی کون دے گا کہ تم نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ وہ کہیں گے: امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ امت محمدیہ کو بلایا جائے گا وہ گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ ان سے پوچھا جائے گا تمہیں کیسے علم ہوا کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے

نبی کریم ﷺ ایک ایسی کتاب زندہ لے کر تشریف لائے انہوں نے ہمیں بتایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام حق پہنچا دیا تھا۔ ہم نے ان کی تصدیق کر دی۔ ان سے کہا جائے گا: تم نے سچ بولا ہے۔ رب تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں بہترین امت۔

(۱۸) ساری امم سے قبل یہ جنت میں جائیں گے۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(۱۹) ان کے ستر ہزار افراد حساب و کتاب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔

(۲۰) ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ سلطان العلماء، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے لکھا ہے کہ یہ خصوصیت آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے ثابت نہیں ہے۔

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: مجھ پر سابقہ امتیں پیش کی گئیں۔ ایک نبی گزرا اس کے ہمراہ ایک شخص تھا کسی نبی کے ساتھ دو افراد تھے کسی نبی کے ہمراہ ایک شخص بھی نہ تھا۔ کسی نبی کے ہمراہ ایک گروہ تھا میں نے کثیر تعداد دیکھی میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہو۔ مجھے بتایا گیا: یہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، پھر مجھے کہا گیا: دیکھیں۔ میں نے کثیر تعداد میں افراد دیکھے۔ جنہوں نے افق کو گھیر رکھا تھا۔ مجھے بتایا گیا: یہ آپ کی امت ہے۔ اس کے ہمراہ ستر ہزار ہیں جو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابو یعلی، ابن حبان، حاکم نے صحیح سند کے ذریعے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے بڑے اجتماع میں امتیں دیکھیں۔ میں نے اپنی امت مرحومہ کو دیکھا انہوں نے میدانوں پہاڑوں کو بھر رکھا تھا۔ مجھے ان کی کثرت اور ہیبت نے تعجب میں ڈال دیا۔ مجھ سے پوچھا گیا: کیا آپ راضی ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں! مجھے بتایا گیا: ان کے ہمراہ ستر ہزار ایسے افراد ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے وہ ایسے افراد ہیں جو داغ نہیں لگاتے۔ فال نہیں پکڑتے۔ منتر نہیں کرتے اور اپنے رب تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے، امام احمد نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے الم تنزیل السجدہ کی تلاوت کی۔ آپ نے طویل سجدہ کیا پھر سر اقدس اٹھایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے طویل سجدہ کیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کیا جو کچھ اس نے مجھے میری امت کے متعلق عطا کیا۔ میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کی امت زیادہ اور پاکیزہ ہے۔ آپ کثیر تعداد طلب فرمائیں۔ انہوں نے دو یا تین بار

اسی طرح عرض کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنی امت کا احاطہ کرلیا ہے۔ امام احمد کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے زیادہ کا سوال کیوں نہ کیا؟ آپ نے فرمایا: اس نے مجھے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار عطا کر دیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ نے زیادہ کے لیے التجاء کیوں نہ کی؟ آپ نے فرمایا: میں نے زیادہ کے لیے التجاء کی۔ اس نے مجھے اس طرح عطا کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو کھول دیا۔

شیخین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار افراد حساب و کتاب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ یا ستر لاکھ افراد ایک دوسرے کو پکڑ کر جنت میں جائیں گے۔ ان کے اول و آخر جنت میں جائیں گے۔ ان کے چہرے ماہ تمام کی طرح ہوں گے۔

امام احمد نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کے ستر ہزار افراد حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں جائیں گے، ہر ستر ہزار کے ہمراہ ستر ہزار ہوں گے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور ابو یعلی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روز حشر میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے، پھر رب تعالیٰ کی لپوں میں سے تین لپیں۔

امام احمد اور ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں: رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ روز حشر میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: بخدا! اتنے افراد تو آپ کی امت میں سے مکھیوں میں سے بھورے رنگ کی مکھیوں کی مانند ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور اس نے تین لپوں کا اضافہ کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ہمراہ ستر ہزار ہوں گے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور البیہقی نے الشعب میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن صرف فرض نمازوں کے لیے تشریف لائے۔۔۔ اس روایت میں ہے: میرے رب تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار جنت میں جائیں گے۔ میں نے عرض کی: میری امت اس تعداد تک نہ پہنچے گی۔ اس نے فرمایا: میں اعرابیوں کو ملا کر یہ تعداد پوری کرلوں گا۔ ابو یعلی نے حضرت سعد بن عامر اللخمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: روز حشر فقراء مسلمان آئیں گے وہ کبوتر کی طرح دوڑ کر آئیں گے۔ انہیں کہا جائے گا حساب کے لیے رک جاؤ۔ وہ کہیں گے: ہم نے کیا کچھ چھوڑا ہے کہ تم اس پر ہمارا حساب لو گے۔ رب تعالیٰ

فرمائے گا۔میرے بندوں نے سچ کہا ہے انہیں حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل کرو۔

عمر بن شبہ نے اخبار المدینہ میں حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم کتاب میں پاتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں راستہ کے کنارے پر ایک قبرستان ہے۔اس سے ستر ہزار ایسے افراد اٹھیں گے جن پر حساب نہ ہوگا۔طیالسی نے امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ستر ہزار ایسے افراد دیے گئے ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔ان کے قلوب ایک شخص کے دل پر ہوں گے۔میں نے زائد کے لیے عرض کی تو مجھے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا کر دیے گئے۔

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضافہ فرمائیں۔آپ نے فرمایا: ہر آدمی کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضافہ فرمائیں۔آپ اس وقت ٹیلے پر تشریف فرما تھے۔آپ نے دست اقدس سے لپ بھری۔ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضافہ فرمائیں۔آپ نے فرمایا: اس طرح۔آپ نے وہاں سے ایک اور لپ بھر لی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے ہلاکت ہو جو اس کے بعد بھی آگ میں داخل ہو۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور البیہقی نے الشعب میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔آپ صرف فرض نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔میرے رب تعالیٰ نے مجھے ستر ہزار ایسے افراد عطا کیے جو حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔میں نے کہا: میری امت اس تعداد تک نہ پہنچے گی۔آپ نے فرمایا: میں یہ تعداد اعرابیوں سے پوری کر دوں گا۔

۲۱۔ ان کے سارے بچے جنت میں جائیں گے لیکن دیگر امم کی کیفیت نہ ہوگی۔یہ امام سبکی کے دو احتمالوں میں سے ایک ہے۔میں کہتا ہوں کہ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔

۲۲۔ اہل جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی۔اس امت کی اسی صفیں ہوں گی جبکہ دیگر امم کی چالیس صفیں ہوں گی۔مسدد، ابن ابی شیبہ، امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کیفیت کیا ہوگی کہ اہل جنت میں سے تم ایک چوتھائی ہوں گے اور دیگر امم تین چوتھائی ہوں گی۔ہم نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم۔آپ نے فرمایا: تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم ان کا ثلث ہوں گے۔انہوں نے عرض کی: یہ بہت زیادہ ہے۔آپ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم نصف ہوں گے۔انہوں نے عرض کی: یہ کثیر تعداد ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر ایک جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔

ان میں سے تمہاری صفیں اسی ہوں گی۔

۲۳۔ رب تعالیٰ ان کے لیے تجلی فرمائے گا۔وہ اس کی زیارت سے بہرہ مند ہوں گے وہ اس کے لیے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔یہ اہل السنۃ کا اجماع ہے، جیسے کہ احادیث شفاعت میں ہے۔سیدی الشیخ عبداللہ بن ابی جمرہ نے دیگر امم کے متعلق احتمال ذکر کیا ہے۔

۲۴۔ دیگر امم کا کچھ حصہ جنت میں اور کچھ حصہ آگ میں ہوگا۔سوائے اس امت مرحومہ کے۔یہ امت ساری کی ساری جنت میں جائے گی۔اس کو قاضی ابوالحسین المہتدی باللہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے۔

۲۵۔ ان میں سے ولد الزنا پانچ پشتوں تک جنت میں نہ جائیں گے جبکہ دیگر امتوں میں ستر پشتوں تک تھے مصنف عبدالرزاق میں اس کا تذکرہ ہے انہوں نے اسے الربعی سے روایت کیا ہے انہوں نے بعض کتب میں اسے پڑھا ہے۔

۲۶۔ ساری امم کو چھوڑ کر انہیں محشر میں سجدہ کرنے کا اذن ملے گا۔ابن ماجہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب روز حشر اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے کا حکم دے گا۔وہ طویل سجدہ کریں گے پھر انہیں کہا جائے گا اپنے سروں کو اٹھالو ہم نے تمہارے دشمن کو آگ میں تمہارا فدیہ بنادیا ہے۔

پانچواں باب

وہ واجبات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھے لیکن آپ کی امت پر نہ تھے

اس میں حکمت یہ ہے تاکہ ان واجبات کی وجہ سے آپ کا قرب زیادہ ہو سکے۔آپ کے درجات بلند ہو سکیں۔مقربون الی اللہ جتنا قرب فرائض سے حاصل کرتے ہیں اتنا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کرتے جیسے کہ صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے ساری مخلوق کو چھوڑ کر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجبات کیے کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ ان سب سے بڑھ کر انہیں قائم کرنے والے ہیں۔ایک قول یہ بھی ہے تاکہ آپ کا اجر ان سب سے زیادہ ہو سکے اور آپ کا قرب ان سب سے زیادہ ہو سکے۔آپ پر اس نے وہ بعض امور حلال کیے جو امت کے لیے حرام تھے تاکہ آپ کی عزت و کرامت کا اظہار ہو سکے۔آپ کا اختصاص اور مقام و منصب کا اظہار ہو سکے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو علم تھا کہ آپ کے لیے وہ جس اباحت کو مخصوص کر رہا ہے وہ آپ کو اطاعت سے غافل نہیں کر سکتی۔اگرچہ وہ امت کے افراد کو غافل کر سکتا ہو۔وہ آپ کو اس کے قیام سے عاجز نہیں کر سکتی اگرچہ وہ امت کو عاجز کر

سکتی ہو، تاکہ امت کو علم ہو سکے کہ آپ اطاعت الٰہیہ پر سب سے زیادہ قادر ہیں اور اس کے حق کو سب سے زیادہ قائم کرنے والے ہیں۔ اس کی دو انواع ہیں۔

ا۔ نکاح کے علاوہ دیگر احکام

اس نوع میں کئی مسائل ہیں۔

ا۔ ہر نماز کے لیے وضو واجب ہونا آپ کی خصوصیت ہے۔ اگرچہ آپ کا وضو نہ ٹوٹا ہو، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

ابوداؤد، امام بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم تھا خواہ آپ کا وضو ہو یا وضو نہ ہو جب آپ پر یہ گراں گزرا تو آپ کو ہر نماز کے وقت وضو کا حکم دے دیا گیا۔ صرف اس وقت وضو لازم کیا گیا۔ اس روایت کی سند جید ہے۔ اس میں اختلاف ہے جو نقصان نہیں دیتا۔

۲۔ اصح روایت کے مطابق مسواک بھی واجب تھی۔ جیسے کہ سابقہ روایت دلالت کر رہی ہے کیا عمر بھر میں ایک دفعہ مسواک واجب تھی یا کہ ہر نماز کے وقت۔ یا مطلق واجب تھی یا ان حالات میں جن میں آپ نے اس کی تاکید کی ہے یا یہ حکم اس سے بھی اعم تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان اوقات میں آپ پر مسواک واجب تھی جن میں ہمارے لیے تاکیدی حکم فرمایا ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنا واجب تھی۔

میں کہتا ہوں: حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس امر کی گواہی دیتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ منہ کا ذائقہ تبدیل ہوتے وقت مسواک واجب تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ نزولِ وحی کے وقت مسواک واجب تھی اسے امام نووی نے "التنقیح شرح الوسیط" میں لکھا ہے۔

۳۔ صحیح مؤقف کے مطابق نماز چاشت بھی آپ پر واجب تھی۔ علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ آپ پر نماز چاشت واجب نہ تھی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: کیا آپ نماز چاشت پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ الا یہ کہ آپ سفر سے واپس تشریف لاتے۔ انہوں نے اس ضمن میں بہت سی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے الخادم میں لکھا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور نے ہمیں نہیں بتایا کہ اس نے آپ کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے دیکھا ہو انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے روز ان کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے غسل کیا۔ آٹھ رکعت نماز پڑھی میں نے کبھی اتنی خفیف آپ کی نماز نہ دیکھی تھی۔ آپ رکوع و سجود مکمل کر رہے تھے، پھر کہا جب ہم کہیں کہ کیا آپ پر چاشت کی کم یا زیادہ یا کم از کم کمال کی رکعتیں واجب تھیں تو اس کا "ہاں" دینا بہت مشکل ہے۔

امام احمد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے۔ تین نمازیں مجھ پر فرض ہیں وہ تمہارے لیے نفل ہیں۔ (۱) وتر (۲) فجر کی دو رکعتیں (۳) اور چاشت کی دو رکعتیں۔

۴۔ صحیح روایت کے مطابق وتر بھی واجب تھے۔ بلقینی نے لکھا ہے کہ آپ پر وتر واجب نہ تھے۔ یہ مؤقف ان کے خلاف ہے جو اس کی تصحیح کرتے ہیں اس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ امت پر وتر واجب نہیں ہیں۔ شوافع کا مسلک یہ ہے کہ آپ پر مطلق وتر واجب نہ تھے۔ اس میں اس شخص کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ پر حضر میں تو وتر واجب تھے لیکن سفر میں واجب نہ تھے۔ الخادم میں ہے آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کے لیے سواری پر وتر پڑھنے جائز تھے۔ امام نووی نے شرح مسلم کے باب التطوع میں اسی طرح لکھا ہے۔

الخادم میں ہے: جب ہم وتروں کے وجوب کا مؤقف اپنائیں تو کیا آپ پر کم وتر یا اکثر یا ادنیٰ وتر واجب تھے تو اس کے ساتھ تعرض نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد جنس ہے۔

۵۔ رات کی نماز

۶۔ فجر کی دو رکعتیں۔

۷۔ قربانی: الطبرانی اور البیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں۔ وہ تمہارے لیے سنت ہیں۔ (۱) وتر (۲) مسواک (۳) رات کا قیام۔

امام احمد، دارقطنی، حاکم، بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین امور مجھ پر فرض ہیں جبکہ یہ تمہارے لیے نفل ہیں۔ (۱) قربانی (۲) وتر (۳) فجر کی دو رکعتیں۔

امام احمد اور الطبرانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تین اشیاء مجھ پر فرض ہیں جبکہ وہ تمہارے لیے نفل ہیں۔ وہ وتر، فجر کی دو رکعتیں اور چاشت کی دو رکعتیں ہیں۔ امام احمد نے عبد بن حمید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے چاشت کی دو رکعتیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ تمہیں ان کا حکم نہیں دیا گیا۔ مجھے قربانی کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ تم پر فرض نہیں۔

تنبیہہ

ہمارے ائمہ کے نزدیک اصح مؤقف یہ ہے کہ تیسری، چوتھی، پانچویں اور ساتویں چیز فرض ہے جبکہ انہوں نے چھٹی کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سب دلائل کے کمزور ہیں۔ ان دلائل سے خصائص ثابت نہیں ہوتے۔ شیخ ابو حامد نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے پاس نص ہے کہ آپ پر رات کا قیام واجب تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ اصح یا صحیح مؤقف ہے۔ صحیح میں ایسی روایت موجود ہے جو اسی پر دلالت کرتی ہے۔ بلقینی نے اسے ترجیح دی ہے۔ اسی لیے متاخرین نے اس کے عدم وجوب کے قول کو صحیح

کہا ہے۔ دیگر احادیث موجود ہیں جو اس کے وجوب کی نفی کرتی ہیں، لیکن وہ ضعیف ہیں رب تعالیٰ کے فرمان:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (الکوثر: ۲)

ترجمہ: پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیں۔

کے متعلق دو اقوال ہیں۔ (۱) اکثر ائمہ کا قول یہ ہے کہ اس جگہ قربانی ذبح کرنا مراد نہیں ہے جیسے کہ کتب تفسیر میں ہے۔ (۲) اگر یہ قول مقدر مان لیا جائے کہ نماز سے مراد نماز عید ہے اور النحر سے مراد قربانی ہے لیکن امر کو قرینہ کی وجہ سے وجوب سے استحباب کی طرف پھیرا جا سکتا ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ قربانی کا ذکر نماز کے ساتھ ہے لیکن یہ کسی ایک کا بھی قول نہیں کہ نماز عید آپ پر یا کسی امتی پر واجب تھی بلکہ یہ آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے مسنون ہے۔ اسی طرح قربانیاں بھی۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ موقف نکل سکتا ہے کہ آپ پر نماز چاشت کی کم رکعتیں واجب تھیں زیادہ نہ تھیں۔ "الغرر" میں ہے: اسی طرح وتر میں قیام بھی آپ پر واجب تھا۔

۸۔ زوال کے وقت چار رکعتیں۔ اسے امام بیہقی نے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

۹۔ آپ پر ہر بار حدث کے وقت وضو واجب تھا۔ آپ کسی سے نہ کلام کرتے تھے نہ ہی کسی کے سلام کا جواب دیتے تھے حتیٰ کہ آپ وضو کر لیتے پھر یہ منسوخ ہو گیا۔

۱۰۔ اصح موقف کے مطابق مشاورت بھی آپ پر واجب تھی۔ امام نے اس کے ساتھ ذوالعقول کی قید لگائی ہے۔ صاحب التعلیقہ نے لکھا ہے کہ آپ پر اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشاورت کرنا واجب تھا۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔

ظاہر یہی ہے کہ اس جگہ امر وجوب کے لیے ہے ابن عدی، اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آیت طیبہ اتری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاورت سے مستغنی ہیں لیکن رب تعالیٰ نے اسے میری امت کے لیے رحمت بنا دیا ہے یہ تفصیلات آپ کی صفات معنویہ کے ابواب میں گزر چکی ہے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آپ کے لیے کسی امر میں مشاورت واجب تھی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ جنگ اور دشمن کے ساتھ مقابلہ میں مشاورت واجب تھی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ دنیا اور دین کے امور میں مشاورت واجب تھی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ امور دینیہ میں مشاورت واجب تھی تاکہ امت احکام کی علتوں اور اجتہاد کے طریقوں سے آگاہ ہو سکے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے الطبرانی نے جید سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مشاورت کرتے تھے۔ تم بھی اسے لازم پکڑیں۔

تنبیہہ

شیخان کے نزدیک اصح موقف یہ ہے کہ آپ پر مشاورت واجب تھی، لیکن امام شافعی نے نص بیان کی ہے کہ مشاورت آپ پر واجب نہ تھی۔ امام بیہقی نے اس کا تذکرہ المعرفہ میں استنذان البکر کے باب میں کیا ہے۔

۱۱۔ ایک قول کے مطابق قرأت کے وقت استعاذہ۔

۱۲۔ دشمن کا مقابلہ کرنا اگرچہ اس کی تعداد کثیر ہو، لیکن امت کے لیے اس وقت تک مقابلہ کرنا لازم ہے جب تک وہ کفار کی تعداد دوگنی نہ دیکھ لیں۔ بلقینی نے لکھا ہے: ہمارے ائمہ نے اس مسئلے کی کوئی دلیل نہیں لکھی، نہ ہی یہ کہا جائے گا: صحیح روایت سے آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے کئی بار دشمن کا مقابلہ کیا غزوہ احد میں آپ نے دشمن کا مقابلہ کیا، حالانکہ آپ کے ساتھ صرف بارہ افراد باقی رہ گئے تھے۔ غزوہ حنین میں آپ نے دشمن کا مقابلہ کیا، حالانکہ آپ کے ہمراہ صرف دس افراد رہ گئے تھے جیسے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں تذکرہ کیا ہے آپ ان کی طرف بڑھے۔ آپ فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔

لیکن یہ واقعات وجوب پر دلالت نہیں کر رہے یہ آپ کی بے نظیر شجاعت پر شاہد عادل ہیں۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ اس پر دلیل دیتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ جنگ کے وقت انسان قتل کے خوف سے بھاگتا ہے لیکن یہ فرار انبیائے کرام کے لیے روا نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ وہ بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کوئی امر اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں رونما نہیں ہو سکتا، لیکن دیگر مکلفین کا معاملہ ان کے برعکس ہوتا ہے نہ تو ان کا اس طرح کا ایمان ہوتا ہے اور نہ ہی وہ یقین کے اس منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ علامہ بلقینی نے لکھا ہے: ان کی یہ بات بہت عمدہ ہے۔ قاضی ابوالطیب نے اپنی تعلیق میں لکھا ہے کہ آپ کے خصائص میں سے دو چیزیں ہیں۔

(۱) رب تعالیٰ نے آپ کی نصرت اور فتح کا ذمہ اٹھایا ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (الحجر: ۹۴)

ترجمہ: سو آپ اعلان کر دیں اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔

(۲) اگر آپ اس کا انکار نہ فرماتے تو یہ گمان کیا جاتا کہ یہ آپ کے لیے جائز ہے اور اس کو ترک کرنے کا امر منسوخ ہے۔" بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ عصمت کا وعدہ کیا ہے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ (المائدہ: ٦٧)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے۔

لوگ برے ارادہ سے آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر وہ پہنچ بھی جائیں تو وہ آپ کو اذیت نہیں دے سکتے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی دلیل آپ کا یہ فرمان ہے: کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسلحہ پہن کر اسے اتار لے حتیٰ کہ وہ اپنے دشمن سے مقابلہ کر لے یا حتیٰ کہ اس کا دشمن دور ہٹ جائے۔ جب ہتھیار پہن لینا۔ جب بچاؤ کا گمان آپ پر دشمن سے ملاقات کو واجب کرتا ہے تو پھر دشمن کو دیکھنے کے وقت کیفیت کیا ہوگی آپ پر ضروری تھا کہ آپ لشکر کی جمعیت کا اہتمام فرماتے۔ اگر آپ بھاگ جاتے تو لشکر جمع نہ رہ سکتا۔ آپ ثابت قدم رہتے تو آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے جمعیت بھی منتشر نہ ہوتی جیسے غزوۂ حنین کے وقت ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت بھاگ گئی تھی آپ اپنے ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ آپ دشمن کی طرف بڑھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی سمت لوٹ آئے، پھر فرمایا: میں نے امام اوزاعی کو دیکھا انہوں نے امام بغوی سے وہی کچھ نقل کیا تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ دیا تھا۔

تنبیہہ

علامہ بلقینی اور خضیری نے لکھا ہے: علماء نے آپ کے حق میں دشمن کا سامنا کرنے کو مطلق رکھا ہے یہ بیان نہیں کیا کہ آپ لشکر کے ہمراہ ہوں یا تنہا ہوں۔ اس طرح کہ آپ لشکر کو دیکھیں کہ وہ بھاگ رہا ہو۔ آپ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک بھی نہ ہو تو کیا آپ پر ثابت قدمی واجب ہے۔ علامہ خضیری نے لکھا ہے ان کے کلام کے عموم کا یہی تقاضا ہے۔ ماوردی کے کلام کے ظاہر کا بھی یہی تقاضا ہے۔

۱۳۔ جب دشمن دعوت مبارزت دے تو آپ اسے قتل کیے بغیر اس سے جدا نہ ہوں جیسے تفصیلات گزر چکی ہیں۔

۱۴۔ برائی کا انکار کرنا واجب تھا۔

۱۵۔ اگر برائی کو دیکھ لیتے تو اسے تبدیل کرنا واجب تھا۔

۱۶۔ آپ خوف سے پیچھے نہ کریں۔

۱۷۔ جب مرتکب میں عناد و سرکشی کے اعتبار سے اضافہ ہوتا ہو تو پھر نہیں۔

۱۸۔ انکار کے اظہار کا واجب ہونا جیسے کہ الذخائر میں ہے۔ قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے کہ یہ دو اعتبار سے آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(۱) رب تعالیٰ نے آپ کی نصرت اور فتح کا ذمہ اٹھایا ہے۔ فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر: ۹۴)

ترجمہ: سو آپ اعلان کر دیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔

(۲) اگر آپ انکار نہ فرماتے تو اسے جائز ہونے کا گمان ہو سکتا تھا اور اس کے ترک کرنے کا امر منسوخ ہوتا لیکن امت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ خوف سے اس سے یہ ساقط ہو سکتا ہے۔ اگر مرتکب میں سرکشی کے اضافے کا خدشہ ہو تو واجب نہ تھا۔ جیسے کہ امام غزالی نے الاحیاء میں لکھا ہے۔

۱۹۔ وعدہ ایفاء کرنا واجب تھا جیسے کہ دوسرے کی ضمان دینا اسے ابن جوزی، اسماعیلی اور مہلب بن صفرہ نے لکھا ہے اگر یہ کہا جائے کہ اگر وعدہ وفا کرنا واجب تھا تو اگر میت پر قرض ہوتا تو آپ پر لازم ہوتا کہ آپ اسے ادا کرتے لیکن آپ مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ امتناع ابتدائے اسلام میں تھا، جبکہ مال قلیل تھا۔ جب رب تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو فرمایا: میں اہل ایمان کی جانوں کے بھی زیادہ قریب ہوں۔

۲۰۔ صحیح موقف کے مطابق اگر تنگ دست مسلمان مرجاتا تو اس کے قرض کی ادائیگی آپ پر لازم تھی شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا۔ آپ پوچھتے کیا اس نے ادائیگی قرض کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر عرض کی جاتی کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے تو نماز جنازہ ادا کر لیتے ورنہ فرماتے: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ جب رب تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ آپ اٹھتے آپ فرماتے: میں اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اگر کوئی مسلمان مرجائے اس پر اتنا قرض ہو جسے وہ ادا نہ کر سکتا ہو تو میں اسے ادا کروں گا۔ جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔

تنبیہ

امام رافعی اور نووی کے کلام کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ آپ پر قرض ادا کرنا لازم تھا خواہ آپ اس پر قادر ہوتے یا قادر نہ ہوتے۔ اس میں فتوحات سے قبل کا زمانہ اور تنگدستی کا زمانہ بھی شامل ہے، لیکن یہ موقف درست نہیں ہے۔ آپ پر ادائیگی صرف اس وقت واجب تھی جب فتوحات اور مال کی وسعت کے سبب آپ اس پر قادر ہو گئے جیسے کہ امام نے صراحت کی ہے یہ خصوصیت حالات کے اواخر کے اعتبار سے ہے۔

فائدہ

کیا آپ اپنے مال سے قرض ادا کرتے تھے یا ان مصالح کے مال سے جو آپ کے ساتھ خاص تھا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

۲۱۔ جب آپ تعجب خیز چیز دیکھیں تو آپ پر واجب تھا کہ آپ لبیك ان العیش عیش الآخرۃ کہیں۔ انہوں

...نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے امام شافعی نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ کا اظہار کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن لوگ اس سے انصراف کر رہے تھے گویا کہ آپ کو اس میں موجود امر تعجب خیز لگا۔ آپ نے یہ اضافہ کر دیا:

لبيك ان العيش عيش الآخرة.

جو امام بخاری نے واقعہ خندق میں لکھا ہے:

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة.

اس واقعہ میں کوئی ایسا امر نہیں جو وجوب پر دلالت کرتا ہو۔ وجوب کا قول کرنے والے پر لازم ہے کہ یہ جملہ آپ سے ہر حالت میں صادر ہوتا ہو جب بھی آپ کسی تعجب خیز چیز کو دیکھیں، لیکن یہ کسی نے نقل نہیں کیا۔ بہت سے احوال ایسے بھی رونما ہوئے آپ نے تعجب خیز اور مسرور کن امر دیکھا جیسے غزوہ بدر اور فتح مکہ وغیرہ مگر آپ سے یہ قول منقول نہیں ہے۔ اگر آپ پر واجب ہوتا تو ضرور یہ فرماتے اگر یوں کہا جائے کہ احتمال ہے کہ آپ نے یہ قول کہا ہو مگر اسے نقل نہ کیا گیا ہو آپ نے اسے مخفی کہا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے مسرت آگیں لمحات میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ساتھ رہنے والوں سے آپ کی کیفیات مخفی نہیں رہ سکتیں۔

تنبیہ

اس تعجب سے مراد اخروی تعجب ہے۔ جیسے کہ آپ کو یہ امر تعجب میں ڈال دے کہ لوگ گروہ در گروہ دین الٰہی میں داخل ہو رہے ہوں۔ رب تعالیٰ سارے ادیان پر دین حق کو غالب کر دے اور اپنے دین حق کی نصرت کرے۔

۲۲۔ آپ پر واجب تھا کہ آپ فرض نماز کامل طریقہ سے ادا کریں جس میں خلل نہ ہو۔ اسے امام نووی، ماوردی، عراقی شارح مہذب نے لکھا ہے۔ امام کے کلام میں بھی یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ شیخان نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اس کی وجہ ظاہر ہے۔ نماز میں خلل اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کے ساتھ شیطان کھیلتا ہو۔ آپ اس سے معصوم ہیں لیکن دوسروں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لازم ہے کہ یہ کیفیت آپ کی ساری عبادات کو محیط ہو۔

۲۳۔ ہر اس نفلی عبادت کو پورا کرنا واجب تھا جسے آپ شروع فرمالیں۔ اسے امام بلقینی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن آپ نے فرمایا: عائشہ! کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں روزہ سے ہوں۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ ہمیں ہدیہ پیش کیا گیا۔ یا کچھ سامان خورد ونوش آگیا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کچھ ہدیہ آیا ہے میں نے اسے آپ کے لیے چھپا کر رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

میں نے عرض کی: حیس ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے لے آؤ۔ میں نے اسے پیش کر دیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا پھر فرمایا: میں نے تو روزہ رکھ لیا تھا۔ اس روایت میں یہ واضح دلالت ہے کہ آپ پر یہ واجب نہ تھا۔ اس کا لزوم اسی طرح تھا جیسے ہمارے لیے تھا۔

۲۴۔ اس طرح آپ پر واجب تھا کہ آپ اس طرح ازالہ کریں جو اس سے احسن ہو۔ آپ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسے ابن القاص نے لکھا ہے۔ ابن الملقن نے اسے برقرار رکھا ہے۔ شیخان نے اس کے ساتھ تعرض نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (فصلت: ۳۴)

ترجمہ: آپ دفاع فرمائیں اس چیز سے جو احسن ہو۔

اس آیت طیبہ میں امر وجوب کے لیے ہے۔ استحباب کا احتمال بھی ہے اگر ہم وجوب کا قول کریں تو یہ اس امت کے اعتبار سے ہے جو حکم باقی اور لگاتار ہے۔ اگر یہ کفار کی نسبت سے ہو کہ ان کے ساتھ تعلق رکھا جائے اور ان کے ساتھ تعرض نہ کیا جائے تو یہ قتال کی آیت سے منسوخ ہوگا، جیسے کہ کئی ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے۔

۲۵۔ آپ کو علم میں سے اتنا مکلف بنایا گیا جتنا سارے لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ ابن القاص اور امام بیہقی نے اور ابن الملقن نے اس کا تذکرہ کیا ہے ابوسعید نے "الشرف" میں لکھا ہے کہ آپ کو اتنے عمل کا مکلف بنایا گیا تھا جس کا مکلف سارے لوگوں کو بنایا گیا تھا ان دونوں امور میں فرق ہے۔

۲۶۔ دن میں ایک سو بار استغفار اور توبہ کرنا واجب تھا جبکہ آپ کے قلبِ انور پر غین آجاتا۔ اسے ابن القاص نے ذکر کیا ہے لیکن شیخان نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ امام بیہقی اور ابوسعید نے الشرف میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ ہر روز ستر بار استغفار کرتے تھے۔ رزین نے لکھا ہے: آپ پر واجب تھا کہ آپ ہر روز ستر بار استغفار کریں۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر روز ستر بار سے زیادہ رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ امام ترمذی کی روایت ہے: میں ہر روز ستر بار رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

امام مسلم نے الاعز المزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر غین آجاتا ہے میں ہر روز ایک سو سے زائد دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ یہ تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔

تنبیہ

مقربین کا خوف اجلال اور اعظام کا خوف ہوتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے: "یہ اعتقاد نہ رکھا جائے

کہ غنی ایک ایسی حالت ہے جس کا حال نقص طاری کر دیتا ہے، بلکہ یہ کمال ہے یا کمال کا تتمہ ہے۔ انہوں نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ جیسے آنکھ میں تنکا پڑ جائے اسے دور کرنے کے لیے کوئی دوا ڈالی جائے۔ یہ آنکھ کو دیکھنے سے روک دے۔ یہ اس حیثیت سے تو نقص ہے لیکن یہ درحقیقت کمال ہے۔ یہ ان کی طویل عبارت کا خلاصہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی طرح آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصیرت بھی۔

۲۷۔ آپ پر بھی واجب تھا کہ آپ یہ مطالبہ کریں کہ حق کے مشاہدہ کے ساتھ ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ معاشرت قائم رکھ سکیں نفس اور کلام میں مصروف ہو سکیں۔ اس کا ذکر ابن القاص، بیہقی اور ابن سعد نے کیا ہے لیکن شیخان نے اس کا تذکرہ نہیں کیا لیکن مجھے اس کے وجوب کی صریح دلیل نہیں مل سکی۔

۲۸۔ آپ پر احکام شرعیہ اسی وقت بھی واجب ہو جاتے تھے جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور دنیا کی حالت آپ سے غائب ہو جاتی تھی۔ آپ سے نماز وغیرہ ساقط نہ ہوتی تھی اس کا تذکرہ ابن القاص نے کیا ہے۔ ان کی اتباع بیہقی اور نووی نے کی ہے۔ وہ روایت جسے حضرات ام المومنین عائشہ صدیقہ، صفوان بن یعلی اور ابن سعید نے وحی کی کیفیت کے متعلق بیان کیا ہے۔ جو صحیحین میں مذکور ہے اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ آپ اپنے معروف حالات سے اس حالت کی طرف منتقل ہو جاتے تھے جس میں آپ پر استغراق کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ دنیوی حالت غائب ہو جاتی تھی حتیٰ کہ وحی ختم ہو جاتی اور فرشتہ آپ سے جدا ہو جاتا تھا۔

شیخ بلقینی نے لکھا ہے کہ یہ وہ حالت ہے جس میں دنیا کے حالات غائب ہو جاتے ہیں لیکن انسان پر موت بھی طاری نہیں ہوتی۔ یہ برزخی مقام ہے جو آپ کو نزول وحی کے وقت حاصل ہوتا تھا۔ جب عالم برزخ میں میت پر بہت سے احوال منکشف ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو زندگی میں برزخ کے ساتھ مختص فرما دیا وہ اس حالت میں آپ کی طرف وہ وحی بھیجتا جو بہت سے اسرار پر مشتمل ہوتی۔ بہت سے صالحین ایسے ہیں جنہیں نیند کی وجہ سے غیبت کے وقت یا ایسی ہی حالت میں بہت سے اسرار سے آگہی نصیب ہوتی ہے۔ یہ مقام نبوی کی مدد سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس فرمان عالی شان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۲۹۔ عصر کے بعد آپ پر دو رکعتیں واجب تھیں۔ اسے رزین نے لکھا ہے۔

۳۰۔ آپ پر سارے نوافل فرض تھے کیونکہ نفل کمی کو پورا کرنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں لیکن آپ کی نماز میں کمی نہ ہوتی تھی کہ اسے پورا کیا جاتا یہ رزین کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں: رزین کے اس قول کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ آپ کی پانچ نمازوں میں نقص اور کمی کا نہ ہونا اس امر کو لازم نہیں کرتا کہ آپ کی بقیہ نماز بھی فرض ہو بلکہ وہ نوافل ہی ہوں گے۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے امام احمد، ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان میں فرمایا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴿ (اسراء: ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے بعض حصہ میں (اٹھو) اور نماز تہجد ادا کرو یہ آپ کے لیے زائد ہے۔

یہ نماز حضور اکرم ﷺ کے لیے نفل تھی جبکہ یہ تمہارے لیے فضیلت ہے۔ طیالسی اور الطبرانی نے جید سند سے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے۔ وہ عمدہ طریقے سے وضو کرتا ہے اگر وہ بیٹھتا ہے تو وہ اس طرح بیٹھتا ہے کہ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے تو یہ اس کے لیے فضیلت ہے۔ ان سے عرض کی کہ یہ اس کے لیے نفل ہو جائیں گے۔ انہوں نے فرمایا: نافلہ تو صرف حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے۔ اس کے لیے نافلہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ لغزشوں اور خطاؤں میں مصروف رہتا ہے، بلکہ یہ اس کے لیے فضیلت ہے۔

ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی اپنی تفاسیر میں لکھا ہے جبکہ بیہقی نے الدلائل میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ یہ نافلہ کسی اور کے لیے نہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے تھے۔ آپ فرض کے ساتھ جو بھی ادا کریں وہ نافلہ ہے سوائے فرض نماز کے۔ آپ اسے گناہوں کے کفارہ کے لیے ادا نہیں کرتے یہ آپ کے لیے نوافل اور اضافہ ہے۔ لوگ جو کچھ فرائض کے علاوہ ادا کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ لوگوں کے لیے نوافل نہیں ہیں یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔

ابن منذر وغیرہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے: نافلہ کسی کے لیے نہیں ہیں سوائے نبی کریم ﷺ کے۔ آپ کے فرائض اضافہ کے لیے ہوتے تھے جبکہ دیگر افراد کے فرائض نقص سے خالی نہیں ہوتے اس کے نوافل اس کے فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتے ہیں۔ ضحاک وغیرہ سے بھی روایت ہے کہ آپ کی ساری نمازیں فرض نہ تھیں بلکہ ان میں فرائض اور نوافل تھے۔

۳۱۔ شب و روز میں پچاس نمازیں جیسے کہ شب معراج میں یہ فرض ہوئی تھیں۔ انہوں نے پانچ نمازوں کے متعلق احادیث لکھی ہیں جو ایک سو رکعت تک پہنچتی ہیں میں کہتا ہوں رزین نے اسی قسم کو آپ کے واجبات میں شامل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: شب معراج میں جو تخفیف کی گئی تھی وہ فقط امت سے تخفیف تھی، مگر وہ روایت رد کرتی ہے جیسے امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: پھر آپ نیچے تشریف لائے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تک پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روک لیا۔ عرض کی: محمد عربی ﷺ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ پر کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا: ہر روز پچاس نمازیں۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی امت میں اتنی استطاعت نہیں ہے اپنے رب تعالیٰ کے حضور جائیں اور اس سے تخفیف کا سوال کریں۔ آپ نے عرض کی: مولا! تخفیف فرما۔ اس نے دس نمازیں آپ سے کم کر دیں۔

امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے

گزرا۔انہوں نے عرض کی: رب تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کیں؟ آپ نے فرمایا: پچاس نمازیں۔انہوں نے کہا: آپ سے اور آپ کی امت سے یہ ادا نہ ہو سکیں گی۔اپنے رب تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کریں۔میں واپس آیا۔میں سدرۃ المنتہیٰ تک آیا۔میں سجدہ ریز ہو گیا۔میں نے عرض کی: مولا! تو نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں، نہ میں اور نہ ہی میری امت انہیں ادا کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔رب تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم سے دس نمازیں کم کر دی ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اس میں ہے: میں واپس لوٹا حتیٰ کہ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔انہوں نے پوچھا: آپ پر اور آپ کی امت مرحومہ پر کیا فرض کیا گیا۔میں نے کہا: پچاس نمازیں۔انہوں نے کہا: اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹ چلیں۔اس سے التجاء کریں کہ وہ آپ سے اور آپ کی امت سے تخفیف کا سوال کریں۔میں واپس گیا تو اس نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں۔ان روایات سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ تخفیف حضور اکرم ﷺ اور آپ کی امت سے تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے: رب تعالیٰ نے شب معراج فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں یہ اجر کے اعتبار سے پچاس ہیں اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ پانچ سے زائد واجب نہیں ہیں جیسے وتر۔اسی طرح اس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ انشاءات میں نسخ داخل نہیں ہو سکتا۔خواہ وہ مؤکدہ ہوں یہ اس قوم کے مؤقف کے خلاف نظریہ ہے جنہوں نے نسخ کے جواز کی تاکید کی ہے کہ فعل سے قبل نسخ جائز ہے۔

ابن بطال وغیرہ نے لکھا ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ رب تعالیٰ نے پچاس کو پانچ کے ساتھ منسوخ کر دیا۔اس سے قبل کہ نمازیں ادا کی جاتیں پھر یہ فضیلت بخشی کہ ان کا ثواب پچاس کے برابر ہی ہوگا۔ابن منیر نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: اس امر کا تذکرہ اصولیین اور شراح کے ایک گروہ نے کیا ہے یہ ان لوگوں کے لیے مشکل ہے جنہوں نے فعل سے قبل نسخ کو ثابت کیا ہے جیسے اشاعرہ۔معتزلہ نے اس سے اختلاف کیا ہے کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ نسخ کا تصور بلاغ سے قبل نہیں ہو سکتا۔حدیث الاسراء میں بلاغ سے قبل نسخ واقع ہو رہا ہے یہ سب پر مشکل ہے۔یہ نکتہ جدید ہے۔میں کہتا ہوں اگر انہوں نے قبل البلاغ سے مراد ہر ایک کے لیے لیا ہو تو یہ ممنوع ہے۔اگر امت مراد لی ہے تو یہ مسلم ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ ان کی نسبت کے اعتبار سے نسخ نہیں ہے۔یہ حضور اکرم ﷺ کے اعتبار سے نسخ ہے کیونکہ آپ کو قطعی طور پر اس کا مکلف بنایا گیا تھا پھر آپ تک پہنچنے سے قبل اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔آپ کے عمل پیرا ہونے سے قبل اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔یہ مسئلہ صحیح ہے۔آپ کے حق میں متصور ہے۔حافظ کا کلام ختم ہو گیا۔ذرا ان کے اس قول کی طرف دیکھو: آپ کو قطعی طور پر اس کا مکلف بنایا گیا تھا پھر آپ تک پہنچنے سے قبل اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔

۳۲۔ آپ پر واجب تھا کہ جب آپ سونے والے کے پاس سے گزریں اور نماز وقت ہو تو اسے جگائیں یہ رب تعالیٰ کے

اس فرمان کی بجا آوری تھی:

أُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: (اے محبوب) بلائیے لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف۔

خصائص صحیح دلیل سے ہی ثابت ہوتے ہیں اس میں کوئی دلالت نہیں جو انہوں نے ذکر کی ہے۔

۳۳۔ عقیقہ کا وجوب۔

۳۴۔ ہدیہ پر بدل

۳۵۔ کفار پر سختی۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ (التحریم: ۹)

ترجمہ: اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو۔

۳۶۔ اہل ایمان کو جہاد پر ابھارنے کا وجوب۔

۳۷۔ رب تعالیٰ پر توکل کا وجوب۔ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ (احزاب: ۳) "آپ رب پر توکل کریں۔"

۳۸۔ ناپسندیدہ امور پر صبر کرنے کا وجوب۔

۳۹۔ ان کے ہمراہ خود کو روک لینے کا وجوب جو صبح و شام اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

۴۰۔ رفق کرنے اور سختی ترک کرنے کا وجوب۔

۴۱۔ ہر اس چیز کا پہنچانے کا وجوب جو رب تعالیٰ نے آپ پر نازل کی ہو۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ (المائدہ: ٦٧)

ترجمہ: اے رسول ﷺ پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

میں کہتا ہوں: ان خصائص میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ سارے انبیاء اسی طرح ہوتے ہیں۔

۴۲۔ لوگوں کو اس انداز سے مخاطب فرمانا کہ وہ سمجھ سکیں۔

۴۳۔ اس شخص کے لیے دعا جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے۔

۴۴۔ وہ عمل سرانجام دینا جو آپ کو اپنے رب تعالیٰ کا قرب عطا کردے۔

۴۵۔ جب آپ وعدہ کریں یا کسی امر کو کل تک مؤخر کریں تو ان شاء اللہ کہنا رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ إِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ ۚ (الکہف: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: ہرگز نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں اسے کرنے والا ہوں کل۔ مگر (یہ کہ ساتھ یہ بھی کہو) اگر چاہا اللہ نے۔

۴۶۔ جو خوشحال مر جائے اس کے عیال کے ساتھ نیکی کرنا۔

۴۷۔ جو آپ کو لازم پکڑے اور وہ تنگدست ہو تو اس کی جنایات کی ادائیگی۔

۴۸۔ اسی طرح کفارات۔ ان سترہ کا رزین نے تذکرہ کیا ہے شیخ نے ان سے الصغریٰ میں نقل کیا ہے، لیکن الکبریٰ میں ان سے تعرض نہیں کیا۔

۴۹۔ نماز جنازہ۔ آپ کے حق میں فرض عین تھا، جیسے بعض احناف کا قول ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں فرض جنازہ آپ کی نماز جنازہ کے ساتھ ہی ساقط ہوتا تھا۔

۵۰۔ اقوال المسلمین کی حفاظت کا وجوب۔ اسے ابوسعید نیشاپوری نے ''الشرف'' میں لکھا ہے۔

دوسری قسم

وہ واجبات جن کا تعلق نکاح کے ساتھ ہے

آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے فراق یا انتخاب کا اختیار دیا۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الاحزاب: ۲۸)

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ فرما دیجئے اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (و آسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔

یہ امر وجوب کے لیے ہے یہ کسی اور پر واجب نہیں ہے۔ اس آیت طیبہ کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات نے نفقہ کا سوال کیا۔ مال و دولت کی التجاء کی جس پر آپ قادر نہ تھے جیسے کہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے۔ آپ کے ارد گرد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیٹھی ہوئی تھیں وہ آپ سے مانگ رہی تھیں آپ خاموش تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں شاید آپ مسکرا پڑیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ دیکھ لیں کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہو تو میں اس کی طرف جاؤں اور اس کی گردن توڑ دوں۔ یہ سن کر آپ مسکرا پڑے۔ آپ نے فرمایا: یہ میرے ارد گرد نفقہ کا سوال کرنے کے لیے ہی جمع ہوئی ہیں۔ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تاکہ انہیں ماریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تاکہ انہیں ماریں ان دونوں نے کہا: تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شروع کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: میں تم سے ایک امر کا تذکرہ کرنے لگا

ہوں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی: وہ کون سا امر ہے؟ آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کر دی۔ انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔

اس روایت میں اور اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جسے امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان دو خواتین کے متعلق سوال کیا جنہوں نے آپ کے لیے خلاف حقیقت بات کی تھی آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہ مؤاخذہ کی شدت تھی جبکہ رب تعالیٰ نے آپ کو عتاب فرمایا تھا۔ انتیس دن گزر گئے۔ آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے ابتداء کی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک میرے پاس نہ آئیں گے۔ ابھی تو انتیس روز گزرے ہیں۔ میں نے انہیں پوری طرح شمار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس روز کا بھی ہوتا ہے۔ وہ مہینہ انتیس روز کا تھا ام المومنین نے فرمایا: اس کے بعد آیۃ التخییر نازل ہوئی۔ انہیں جمع کرنا ممکن ہے جیسے الحافظ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ علیحدگی کے سبب یہ دونوں واقعات ہوں اور یہ علیحدگی تخییر کا سبب ہو۔ بات کو ظاہر کرنے کا واقعہ ان دونوں کے ساتھ مختص ہو جبکہ نفقہ کا سوال ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ہو سیاق الحدیث سے یہی سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تخییر کا سبب وہ شہد تھا جسے آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر نوش فرمایا تھا۔ حضرات عائشہ صدیقہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے اتفاق کر لیا کہ وہ آپ سے عرض کریں گی کہ ہمیں آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ آپ نے خود پر شہد کو حرام کر دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ (التحریم: ۱ تا ۴)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے (کیا یوں) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ غفور، رحیم ہے بے شک اللہ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارے قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ) اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔

اور یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے جب نبی کریم ﷺ نے راز داری سے ایک بیوی کو ایک بات بتائی پھر جب اس نے (دوسری کو) راز بتا دیا (تو) اللہ نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا۔ آپ نے (اس بیوی کو) بتا دیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ جب آپ نے اس کو اس پر آگاہ کیا تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی خبر کس نے دی ہے؟

صحیحین میں یہ واقعہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

فروغ

ا۔ ہمارے ائمہ نے لکھا ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا تو عامریہ کے علاوہ سب نے آپ کو منتخب کر لیا۔ ابن سعد نے ابن ابی عون اور عمران بن مناخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو ابتداء ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ عامر کے علاوہ سب نے آپ کو اختیار کیا۔ اس نے اپنی قوم کو اختیار کر لیا۔ وہ بعد میں کہتی تھی: میں بد بخت ہوں۔ جب ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ کو پسند کر لیا تو ربِ تعالیٰ نے اِن کے اس عمدہ فعل کی جزاء یوں دی کہ اس نے آپ کے لیے ان امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر کسی اور عورت سے نکاح کرنا حرام کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (الاحزاب: ۵۲)

ترجمہ: حلال نہیں آپ کے لیے اور عورتیں اس کے بعد اور نہ اجازت ہے کہ آپ تبدیل کر لے ان ازواج سے دوسری بیویاں۔

پھر یہ حکم یوں منسوخ کر دیا:

اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ (الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لیے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیے۔

یہ آپ کا ان پر احسان تھا کہ آپ نے ان پر کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ پر حلال کر دیا کہ خواتین میں سے جس سے چاہیں نکاح فرمالیں سوائے محرمات کے۔ اس نے فرمایا:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ (الاحزاب: ۵۱)

ترجمہ: (آپ کو اختیار ہے) دور کر دیں جس کو چاہیں اپنی ازواج سے۔

امام شافعی، امام احمد اور ابن سعد نے، امام ترمذی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ گویا کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو آپ کے دل میں آئے۔

ابن سعد نے اسی کی مثل حضرات ام سلمہ، ابن عباس، عطاء بن یسار اور محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے جب

ہم یہ قول کریں کہ آپ کے لیے نکاح کرنا حلال ہوگیا تھا تو کیا یہ عام عورتوں سے تھا یا آپ کے چچاؤں پھپھیوں، ماموں اور خالاؤں کی ان بیٹیوں کے ساتھ حلال تھا جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ آیت طیبہ کے ظاہر سے دونوں وجہیں سمجھ آتی ہیں۔

۱۔ اس اباحت کو اٹھالیا گیا تھا، تو پھر یہ ممانعت بھی اٹھ گئی۔ وہ امر حلال ہوگیا جو آپ کے لیے پہلے حلال تھا کیونکہ خواتین کا حلال ہونا آپ کے لیے امت میں سے سب سے زیادہ مباح تھا۔ ان سے کم کرنا روا نہیں۔

۲۔ آپ پر حرام نہ تھا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیں۔ اس کے بعد کہ انہوں نے آپ کو اختیار کر لیا تھا۔

۳۔ اگر یہ مقدر مان لیا جائے کہ کسی زوجہ کریمہ نے دنیاوی زندگی کو منتخب فرمالیا ہو تو اصح قول کے مطابق نفس اختیار کے ساتھ اختیار حاصل نہ ہوا۔

چھٹا باب

محرمات میں امت سے آپ کے اختصاصات

اس باب میں دو انواع ہیں:

۱۔ غیر نکاح۔ اس میں کئی مسائل ہیں۔

۱۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ زکوٰۃ کی حرمت میں قریبی رشتہ دار اور موالی شامل ہیں اس طرح آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اس میں شامل ہیں۔ امام مسلم نے حضرت مطلب بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقات لوگوں کی میل کچیل ہوتے ہیں یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ و علیہم وسلم) کے لیے حلال نہیں ہیں۔ امام احمد، ابوداؤد نے ابورافع سے، الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الارقم الزہری کو صدقات کے حصول پر عامل مقرر کیا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو اپنا تابع بنالیا آپ آئے تو آپ نے فرمایا: ابورافع! صدقہ محمد عربی اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حرام ہے قوم کا آزاد کردہ غلام ان میں سے ہی ہوتا ہے۔

امام شافعی اور امام بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین چشموں سے پانی پیتے تھے ان سے کہا گیا: کیا آپ صدقے کا پانی پیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہم پر فرض صدقہ حرام ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے: کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ آپ کا پاک اور بلند مرتبہ اس سے منزہ ہے۔ آپ کے سبب آپ کی آل پر بھی صدقات حرام ہوئے۔ صدقہ از راہ ترحم دیا جاتا ہے جو لینے والے کی ذلت پر مبنی ہوتا ہے اس کے عوض انہیں

مال غنیمت دیا گیا۔ جو مبارک جہاد کے طریقہ سے لیا جاتا ہے جو لینے والے کی عزت اور جس سے لیا جائے اس کی ذلت پر دلالت کرتا ہے۔" حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ سارے انبیاء اسی طرح تھے لیکن حضرت سفیان بن عیینہ نے ان کی مخالفت کی ہے۔

۲۔ کفارہ حرام ہونا۔

۳۔ منذورات حرام ہونا۔ ان دونوں خصوصیات میں آپ کی آل پاک بھی شامل ہے۔

۴۔ وقف معین: یہ بلقینی کا قول ہے۔ الجواہر کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: نفلی صدقہ بھی آپ پر حرام تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صدقات الاعیان تو آپ پر حرام تھے لیکن عام صدقات نہ تھے جیسے مساجد اور کنوؤں کا پانی۔

۵۔ آپ کی آل کا زکوٰۃ کا عامل بننا حرام تھا۔ اصح نظریہ یہی ہے ابن سعد اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کریں کہ وہ آپ کو صدقہ پر عامل بنا دیں۔ انہوں نے التجاء کی تو فرمایا: میں تمہیں لوگوں کے ہاتھوں کی میل پر عامل نہ بناؤں گا۔ ابن سعد نے عبدالملک بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! یہ صدقات لوگوں کی میل کچیل ہوتے ہیں، نہ انہیں کھاؤ نہ ہی ان پر عامل بنو۔

۶۔ اولاد اسماعیل میں سے کسی کی قیمت کھانا حرام تھا۔ امام احمد نے عمران بن حصین الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے انہیں بیان کیا کہ قبیلے کے دو بزرگ تھے۔ ان کا بیٹا چلا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل گیا انہوں نے کہا: آپ کے پاس جاؤ اور آپ سے اس کا تقاضا کرو اگر وہ فدیہ لیے بغیر نہ چھوڑیں تو فدیہ دے دینا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے لیے عرض کی: آپ نے فرمایا: وہ ہے۔ اسے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ۔ میں نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا فدیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے روا نہیں کہ ہم اولاد اسماعیل میں سے کسی کی قیمت کو کھائیں۔" یہ حکم اسی روایت میں مذکور ہے فقہاء میں سے کسی نے اس کے ساتھ تعرض نہیں کیا۔

۷۔ ہر وہ چیز کھانا حرام تھا جس کی بو ناپسندیدہ ہوتی۔ اصح مؤقف یہ ہے کہ یہ مکروہ تھا کیونکہ اس سے فرشتے کو اذیت ہوتی تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرما لیتے تھے۔ بقیہ میری طرف بھیجتے تھے۔ ایک روز آپ نے کھانا میری طرف بھیجا مگر اس سے کھایا نہ تھا کیونکہ اس میں لہسن ڈالا گیا تھا۔ میں نے پوچھا: کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس کے ساتھ تم سرگوشی نہیں کرتے۔ میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: جسے آپ ناپسند کرتے ہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اس میں

ہے: مجھے رب تعالیٰ کے ملائکہ سے حیاء آتی ہے یہ حرام نہیں ہے۔ اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ آپ پر حرام نہ تھا۔

فائدہ

امام احمد اور ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے پیاز کھانے کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: وہ آخری کھانا جسے آپ نے تناول فرمایا تھا اس میں پیاز تھا۔ یہ امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اسے ہنڈیا میں پکایا گیا تھا۔

۸۔ ٹیک لگا کر کھانا حرام تھا۔ اصح مؤقف یہ ہے کہ یہ مکروہ تھا۔ امام نسائی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رب تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ اس کے ہمراہ حضرت جبرائیل امین بھی تھے۔ اس فرشتے نے عرض کی: رب تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبد نبی یا بادشاہ نبی بن جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نگاہ ناز حضرت جبرائیل امین کی طرف کی گویا کہ مشورہ طلب کر رہے ہوں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپ تواضع اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں اس کے بعد آپ نے کبھی بھی ٹیک لگا کر نہ کھایا۔ وہ احادیث صحیح میں ہیں جس میں آپ نے ٹیک لگا کر کھانے سے منع کیا ہے۔ ان میں اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے کسی چیز سے آپ کا اجتناب کرنا اور دوسری کو اختیار کر لینا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ آپ پر حرام ہے۔ ابن شاہین نے اپنی ''ناسخ'' میں لکھا ہے کہ یہ آپ پر حرام نہ تھا بلکہ یہ آداب میں سے ایک ادب تھا۔

تنبیہہ

امام خطابی نے لکھا ہے کہ عام لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ٹیک لگا کر کھانے والا وہ ہوتا ہے جو ایک پہلو پر لیٹ کر کھائے لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے ٹیک لگا کر کھانے والا وہ ہوتا ہے جو اس تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہو جو اس کے نیچے ہو۔ اس روایت کا مفہوم یہ ہے میں نے کھاتے وقت تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر نہیں کھایا یہ اس شخص کا فعل ہے جو بہت زیادہ کھاتا ہو۔ میں نے تو تھوڑا سا کھانا ہوتا ہے اسی لیے میں اس طرح بیٹھتا ہوں گویا کہ میں اٹھنے کے لیے تیار ہوں۔ قاضی نے اسی طرح ذکر کیا، پھر لکھا ہے: اس سے مراد محققین کے نزدیک پہلو کی طرف جھکنا نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کھانے کے لیے جم کر بیٹھنا چار زانو ہو کر بیٹھنا۔ آپ کا بیٹھنا اس طرح ہوتا تھا کہ گویا کہ آپ ابھی اٹھنے والے ہوں۔

۹۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ اچھی طرح لکھ نہ سکتے تھے۔

۱۰۔ کتابت سیکھنا حرام تھا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

(العنکبوت۔ ۴۸)

ترجمہ: اور آپ نہ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ ہی اسے لکھ سکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر آپ لکھ پڑھ سکتے) تو ضرور شک کرتے اہل باطل۔

ائمہ تفسیر نے لکھا کہ قبلہ میں الکتاب یعنی القرآن کی طرف راجع ہے۔ اس سے مراد قرآن پاک ہے جسے آپ پر نازل کیا گیا یعنی اے محمد عربی ﷺ! آپ اس سے پہلے پڑھ نہ سکتے تھے نہ ہی آپ کبھی اہل کتاب کے پاس گئے تھے لیکن ہم نے آپ پر یہ کتاب حکیم نازل کی۔ جو انتہائی معجزہ ہے غیوب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اگر آپ ان لوگوں میں سے ہوتے جو کتاب کو پڑھ سکتے اور لکھ سکتے تو اہل کتاب میں سے باطل پرست شک کرتے۔ انہیں ان شک کے متعلق کچھ شبہ بھی ہوتا وہ کہتے: وہ ذات جس کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں وہ نہ تو پڑھ سکتی ہے اور نہ ہی لکھ سکتی ہے یہ وہ نہیں ہیں۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کتاب اپنی کتب میں پاتے تھے کہ محمد عربی ﷺ لکھ اور پڑھ نہ سکیں گے۔

شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم امی امت ہیں جو نہ لکھ سکتے ہیں نہ حساب کر سکتے ہیں۔ اس روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ آپ کتابت اچھی طرح نہ کر سکتے تھے صحیح میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ اور قریش کے مابین صلح نامہ لکھیں۔ آپ نے فرمایا: لکھو۔ یہ وہ امور ہیں جن پر محمد رسول اللہ! ﷺ نے صلح کی ہے۔" سہیل بن عمرو نے کہا: اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ روکتے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دو۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! میں یہ الفاظ کبھی نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے وہ صلح نامہ پکڑا۔ آپ اچھی طرح لکھ نہ سکتے تھے آپ نے لکھا: یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔ اس روایت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ اچھی طرح لکھ سکتے تھے جیسے امام باجی، ابوذر صروی، ابوالفتح نیساپوری اور ابوجعفر السمنانی الاصولی، انہوں نے کہا ہے: آپ کا کتابت نہ جاننا معجزہ کا سبب تھا جب اس میں شک سے آپ امن سے تھے تو اس وقت آپ نے کتابت کو پہلے جانے بغیر جان لیا یہ دوسرا معجزہ تھا۔ مگر ابوذر نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ واحد ہے جو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت ہے۔ اس میں لکھنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تھے جیسے کہ حضرت المسور رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (ﷺ) کے الفاظ مٹا دو۔ انہوں نے فرمایا: میں یہ کبھی نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے ان سے فرمایا: یہ مجھے دکھاؤ۔ آپ نے انہیں اپنے دست اقدس سے مٹا دیے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: احتمال یہ ہے کہ ان کے فرمان آپ نے وہ صلح نامہ لیا۔ آپ اچھی طرح لکھ نہ سکتے تھے۔ یہ اس امر کی تفصیل ہو: مجھے یہ دکھاؤ۔ آپ کو یہ ضرورت نہ تھی کہ وہ آپ کو یہ کلمہ دکھاتے جس امر نے آپ کو مٹانے سے روکا وہ یہی تھا کہ آپ اچھی طرح لکھ نہ سکتے تھے۔ اس کے بعد فَكَتَبَ ہے اس میں عبارت محذوف ہے وہ یہ کہ آپ نے وہ عبارت مٹا دی۔ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھما دیا پھر انہوں نے لکھا۔ ابن التین نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں: فَكَتَبَ کے بارے میں احتمال ہے کہ اسے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔آپ نے انہیں لکھنے کا حکم دیا۔امام بخاری کی دوسری روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جسے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل حدیبیہ کے ساتھ صلح کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھا۔انہوں نے محمد رسول اللہ لکھا۔پہلی روایت میں کَتَبَ سے مراد یہ ہے کہ آپ نے کتابت کا حکم دیا۔یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات میں اکثر مستعمل ہے جیسے کتب رسول اللہ الی قیصر۔ کتب الی النجاشی۔عبداللہ بن حکیم کی روایت میں ہے: کتب الینا رسول اللہ ﷺ۔کتب الی کسریٰ صحیح میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: واللہ! میں رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اگرچہ وہ مجھے جھٹلائیں۔تم لکھو۔(جان عالم، روح کائنات محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مغلطائی نے ''الزھر الباسم'' میں لکھا ہے کہ الحافظ ابوذر ھراوی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ آپ کی قبر انور کی زیارت کی۔وہ شق ہوگئی۔وہ جھوم رہی تھی اس کو قرار نہ تھا۔اسے دیکھ کر وہ مبہوت ہو گئے دل میں کہا: شاید یہ میرے عقیدہ کی وجہ سے ہے میں نے دل میں توبہ کی تو وہ پرسکون اور قرار پذیر ہوگئی جب وہ جاگے تو انہوں نے یہ خواب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیان کیا انہوں نے اسی طرح اس کی تعبیر بیان کر دی مگر انہوں نے اسے اپنی طرف منسوب کر دیا۔

انہوں نے ان سے پوچھا: تم نے یہ کہاں سے کہا؟ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ کے اس فرمان سے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ (مریم: ٩٠، ٩١، ٩٢)

ترجمہ: قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اس (خرافات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں لرزتے ہوئے کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رحمٰن کا ایک بیٹا ہے اور نہیں جائز رحمٰن کے لیے کہ وہ بنائے کسی اور کو (اپنا) فرزند۔

اللہ تعالیٰ کی شان! وہ کبھی ان کی آنکھیں چومنے لگتے۔کبھی رونے لگتے اور کبھی ہنسنے لگتے وہ کہہ رہے تھے میں ہی یہ روایات کہا کرتا تھا اس کی صحت کی تاویل کو غور سے سنو میں نے خود کو دیکھا کہ میں بہت گھبرایا ہوا ہوں۔جسے میں کہا کرتا تھا: بخدا! میں نے یہ منظر اس لیے دیکھا ہے کیونکہ میں کہا کرتا تھا اور اعتقاد رکھتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ سکتے تھے میں یہ املاء بھی کراتا تھا میں نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں توبہ کرتا ہوں۔میں نے کئی بار اسی طرح کہا۔میں نے قبر انور کو دیکھا کہ وہ اپنی پہلی ہیئت پر آچکی تھی وہ پرسکون ہو چکی تھی۔میں جاگا میں نے خود پر اپنے آپ کو ہی گواہ بنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی نہ لکھ سکتے تھے۔ الحافظ نے اس واقعہ کو احادیث الرافعی کی تخریج میں لکھا ہے لیکن انہوں نے ابوذر ھروی کی جگہ ابن محمد ھروی کا ذکر کیا ہے۔

تنبیہ

ابن شیبہ اور ابن ابی شیبہ نے جو روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ انہوں نے پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا امام بیہقی نے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔انہوں نے اسے منقطع کہا ہے۔الطبرانی نے

اسے منکر کہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ عبداللہ بن عتبہ پڑھ اور لکھ سکتے تھے۔ یعنی وہ آپ کے عہد ہمایوں کو پڑھ لکھ سکتے تھے۔ اس ضمن میں ساری روایات درست نہیں ہیں۔

۱۱۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ شعر اچھی طرح نہ پڑھ سکتے تھے۔ شعر کا سیکھنا آپ پر حرام تھا رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ (یس: ۶۹)

ترجمہ: اور نہیں سکھایا ہم نے اپنے نبی کو شعر اور نہ یہ ان کے شایانِ شان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے متعلق بتایا کہ آپ کو شعر کی معرفت حاصل نہیں ہے نہ ہی یہ آپ کے لیے مناسب ہے خلیل بن احمد نے لکھا ہے: آپ کو اشعار بہت سے کلام سے پسندیدہ تھے مگر یہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ مصرعہ پڑھا:

کفی الاسلام و الشیب للمرء ناھیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ مصرعہ اس طرح ہے:

کفی الشیب و الاسلام للمرء ناھیا۔

مگر آپ نے پہلا مصرعہ ہی پڑھا انہوں نے عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس نے سچ فرمایا ہے:

مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ (یس: ۶۹)

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شاید یہ اشعار تمہارے ہیں:

أتجعل نهبی و نهب العبید بین الاقرع و عیینه
و ما کان حصن و لا حابس یفوقان مرداس فی مجمع

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عیینہ اور اقرع کے مابین تھا۔ آپ نے فرمایا: وہ سب برابر تھے۔ ابوداؤد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"مجھے پرواہ نہیں کہ میں کیا کرتا ہوں اگر میں تریاق پی لوں یا گنڈ الٹکالوں یا اپنی طرف سے شعر کہہ لوں۔"

صحیح میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "وہ سچا کلمہ جسے کسی شاعر نے کہا ہو وہ لبید کا یہ کلمہ ہے:

الا کل شی ما خلا اللہ باطل۔

ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی روایت پر آنے والے مسئلہ میں گفتگو کی جائے گی۔

امام ابراہیم حربی نے لکھا ہے: "ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ آپ نے مکمل شعر پڑھا ہو بلکہ یا تو آپ نے پہلا مصرعہ پڑھا جسے لبید کا مذکورہ شعر، یا آخری مصرعہ پڑھا جیسے:

و یاتیك بالاخبار من لم تزوّد.

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ نے کبھی شعر کے دو مصرعوں کو جمع نہ کیا"۔ابن سعد نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی بنا رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

هذا الحمال لا حمال خيبر   هذا البرّ ربنا و اطهر

امام زہری فرماتے تھے:"آپ نے جو مصرعہ بھی پڑھایا تو اسے پہلے کہا گیا تھا یا آپ نے صرف اسی کی نیت کی تھی۔علماء نے فرمایا ہے کہ آپ نے جو یہ رجز پڑھا ہے:

هل انت الا اصبع دميت   و في سبيل الله ما لقيت

وغیرہ کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اس کا ارادہ نہ کیا تھا نہ ہی اسے شعر کہا جا سکتا ہے مگر یہ کہ جو مقصود ہو۔ قرآن پاک میں بھی موزوں آیات ہیں مگر یہ اس ارادہ سے نہیں ہیں۔اہل بدیع نے لکھا ہے:"مرتب کلام وہ ہوتا ہے جو انعقاد سے خالی ہو وہ یوں آئے جیسے نہ در نہ پانی گر رہا ہو۔وہ اپنی ترکیب کی سہولت اور الفاظ کی شیرینی کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ نرم ہو کر بہ پڑے جب نثر میں یہ ترتیب محکم ہو اور اس کی قرأت قصد کے بغیر موزون ہو کیونکہ یہ اس کی ترتیب کی قوت ہوگی،لہٰذا قرآن پاک میں موزون کلام ہے جیسے،بحر طویل:

فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ ۙ (الکہف:۲۹)

ترجمہ: پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کرتا رہے۔

مدید میں ہے:

وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا ۔ (ھود:۳۷)

ترجمہ: اور بنائیے ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے۔

بسیط میں ہے:

فَاَصۡبَحُوۡا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمۡ ؕ (الاحقاف:۲۵)

ترجمہ: پس جب ان پر صبح ہوئی تو نہ دکھائی دی کوئی چیز بجز ان کے (ویران) مکانوں کے۔

وافر میں ہے:

وَيُخۡزِهِمۡ وَيَنۡصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۱۴﴾ (التوبہ:۱۴)

ترجمہ: اور رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلے میں اور یوں صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینوں کو جو اہلِ ایمان ہیں۔

کامل میں ہے:

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ (البقرۃ:۲۱۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔

ھزج میں ہے:

فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ (یوسف:۹۳)

ترجمہ: پس ڈالو اسے میرے باپ کے چہرے پر وہ بینا ہو جائیں گے۔

رجز میں ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ (الدھر:۱۴)

ترجمہ: اور قریب ہوں گے ان سے اس کے درختوں کے سائے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔

رمل میں ہے:

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ (سبا:۱۳)

ترجمہ: بڑے بڑے لگن جیسے حوض ہوں اور بھاری دیگیں جو چولہوں پر جمی رہتیں۔

السریع میں ہے:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ۔ (البقرہ:۲۵۹)

ترجمہ: یا (کیا نہ دیکھا) اس شخص کو جو گزرا ایک بستی پر۔

المنسرح میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ۔ (الدھر:۲)

ترجمہ: بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے۔

خفیف میں ہے:

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ (النساء:۷۸)

ترجمہ: بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

مضارع میں ہے:

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ (غافر:۳۲،۳۳)

ترجمہ: پکارے کے دن سے، جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔

مقتضب میں ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ (البقرہ:۱۰)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

مجتث میں ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؀ (الحجر:۴۹)

ترجمہ: بتادو میرے بندوں کو کہ میں بلاشبہ بہت بخشنے والا از حد رحم کرنے والا ہوں۔

متقارب میں ہے:

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ؀ (الاعراف:۱۸۳)

ترجمہ: اور میں مہلت دیتا ہوں انہیں۔ بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہے۔

لوگوں میں مشہور ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ڛ (آل عمران:۹۲)

ترجمہ: ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی (کا رتبہ) جب تک نہ خرچ کرو (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو۔

ابو یعلی اور بزار اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سورۃ ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی اس وقت آپ کی خدمت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ ایک فحش گو عورت ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آپ کو اذیت دے گی۔ کاش! آپ اٹھ کر چلے جائیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔" وہ آئی۔ اس نے کہا: "ابوبکر! تیرے صاحب نے میری ہجو بیان کی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "وہ تو اشعار نہیں کہتے۔" اس نے کہا: "تم تو میرے نزدیک مصدّق ہو۔" وہ چلی گئی میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا اس نے آپ کو دیکھا نہ تھا؟" آپ نے فرمایا: "ایک فرشتے نے لگاتار مجھے اپنے پروں سے چھپائے رکھا۔"

حمیدی اور ابو یعلی نے اسحاق بن ابراہیم ہروی کی سند سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سورۃ ابی لہب نازل ہوئی تو عوراء ام جمیل بنت حرب آئی۔ وہ شور کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ کہہ رہی تھی:

مذمّما عصينا وامره ابينا ودينه ملينا

ترجمہ: ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ اس کے امر کا انکار کر دیا اور اس کے دین سے اکتا گئے۔

اس وقت سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ وہاں قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ آگئی ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا: "وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔" آپ نے قرآن پاک پڑھا۔ اسی وجہ سے آپ اس سے محفوظ رہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ (الاسراء:۴۵)

ترجمہ: اور (اے محبوب) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے اور اس کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے۔

وہ آئی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اس نے کہا: "ابوبکر! تمہارے صاحب نے میری ہجو بیان کی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "بیت اللہ کی قسم! انہوں نے تیری ہجو بیان نہیں کی۔ وہ روگرداں ہوگئی وہ کہہ رہی تھی: "قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔"

شیخ ابواسحاق الشیرازی نے تنبیہ میں بہت سے موزوں مواضع کا ذکر کیا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ شعر تو نہ کہہ سکتے تھے لیکن عمدہ اور ردی شعر میں تمیز کر سکتے تھے۔" علامہ زرکشی نے لکھا ہے: "ان کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ دیگر انبیاء کی کیفیت اس طرح نہیں ہے۔" میں کہتا ہوں: "یہ ظاہر امر ہے کیونکہ آپ کے علاوہ دیگر انبیاء کی یہ کیفیت نہ تھی۔"

تنبیہات

۱. ابن فارس نے فقہ اللغۃ میں لکھا ہے: "شعر وہ موزوں کلام ہوتا ہے جو مقفی ہو، معنی پر دلالت کرتا ہو۔ ایک مصرعہ سے زائد ہو۔ ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کیونکہ اتفاقاً ایک سطر ہو سکتی ہے جو اس وزن پر ہو جو کسی شعر کا وزن ہو وہ قصد کے بغیر ہو۔" کہا جاتا ہے کہ کسی شخص نے کتاب کے عنوان میں لکھا: "للامیر المسیب بن زھیر بن عقال بن شیبه بن عقال" یہ وزن قائم ہوگیا۔ جو خفیف ہے شاید کاتب نے شعر کا ارادہ نہ کیا ہو۔"

۲. اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشعار سے منزہ فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا اس میں رب تعالیٰ کا حکم نہیں ہے کہ شعراء کی پیروی گمراہ کرتے ہیں وہ ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ شعر آپ کے کسی حال کے بھی موافق نہیں ہے کیونکہ شعر میں ایسی شرائط ہیں جن کے بغیر انسان شاعر نہیں کہلا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک انسان سیدھا اور موزوں کلام لائے وہ اس میں زیادتی اور افراط کے بغیر حق لے کر آئے یا تمنا کرے یا ایسی اشیاء کا تذکرہ کرے جن کا صدور اس سے ممکن نہ ہو تو لوگ اسے شاعر نہیں کہیں گے۔ جو کچھ وہ کہے گا اسے ساقط پر محمول کیا جائے گا۔"

ایک شخص سے شعر کے متعلق پوچھا گیا۔ اس نے کہا: "اگر یہ کمزور ہو تو یہ ہنسا دیتا ہے اگر یہ عمدہ ہو تو جھوٹ ہوتا ہے۔ شاعر کذاب اور ہنسانے کے مابین ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم، حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں اوصاف

سے محفوظ رکھا۔ اس کے علاوہ ہم نے کسی شاعر کو نہیں دیکھا مگر وہ بے جا تعریف کرنے والا، افکار میں سرمست یا ہجو بیان کرنے والا بزدل اور دستک دینے والا ہوتا ہے۔ یہ اوصاف آپ کے لیے زیبا نہ تھے۔ اگر کوئی کہے بعض اوقات شعر میں حکمت آموز بات ہوتی ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا ہے: "بعض بیان سحر انگیز اور بعض اشعار حکمت آموز ہوتے ہیں۔" رب تعالیٰ نے آپ کو قلیل اور کثیر اشعار سے منزہ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو کتاب وسنت میں سے قسم اجزل اور نصیب وافر عطا کیا تھا۔ شعر کہنے سے منزہ ہونے کا ایک اور مفہوم بھی ہے۔ اہل عروض کا اتفاق ہے کہ صناعۃ العروض اور صناعۃ الایقاع میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ صناعۃ الایقاع زماں کو نظم کے ساتھ تقسیم کرتی ہے جبکہ صناعۃ العروض زماں کو حروف مسموعہ کے ساتھ تقسیم کرتی ہے۔ جب شعر وہ وزن رکھتا ہو جو الایقاع کے مناسب ہو۔ ایقاع لہو کی ایک قسم ہے حضور اکرم ﷺ کے لیے یہ زیبا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "نہ میں باطل سے ہوں نہ ہی باطل مجھ سے ہے۔"

(۱۲) تریاق پینا حرام ہونا۔

(۱۳) گنڈا لٹکانا حرام ہے۔ ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔" مجھے پرواہ نہیں کہ میں کیا کرتا ہوں اگر میں تریاق پی لوں یا گنڈا لٹکالوں یا اپنی طرف سے شعر کہہ لوں۔" ابو داؤد نے لکھا ہے کہ یہ آپ کا خاصہ ہے آپ نے دیگر افراد کے لیے تریاق کی اجازت دی ہے۔"

امام، علامہ علی اللہ شیخ شہاب بن رسلان نے شرح سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ تریاق نہیں جو نباتات یا جڑی بوٹیوں کا ہو بلکہ وہ تریاق مراد ہے جس میں سانپوں کا گوشت ملایا جائے ان کے سر اور دم کو پھینک دیا جاتا ہے ان کا وسط تریاق میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حرام ہے کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ اگر پاکیزہ اشیاء سے تریاق بنایا جائے تو وہ پاک ہے اسے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ جس تریاق میں سانپ میں سے کچھ ہو امام مالک نے اس کی رخصت دی ہے۔ امام شافعی کے مسلک کا تقاضا ہے کہ بعض حرام اشیاء بطور دوا استعمال کرنا مباح ہیں۔ تمیمہ (گنڈا) تمائم کی جمع ہے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ تمیمہ گھونگھا ہوتا تھا جسے اہل عرب لٹکاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ نہایہ میں ہے: "تمائم سے مراد وہ گھونگھے ہیں جنہیں اہل عرب اپنی اولاد کے گلے میں لٹکاتے تھے وہ اپنے گمان کے مطابق نظر کا دفاع کرتے تھے۔ اسلام نے اسے باطل قرار دے دیا ان کے باطل اور گمراہ کن عقیدے کا رد فرما دیا کیونکہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی نافع اور دافع نہیں ہے۔"

(۱۴) ہتھیار سجا لینے کے بعد قتال کر لینے سے قبل اتار لینا آپ پر حرام تھا۔ امام احمد، ابن سعد اور دارمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احد کے روز فرمایا تھا: "کسی نبی کے لیے یہ روا نہیں کہ جب وہ

[illegible]

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ دنیا کی زیب وزینت اور آسائش کو بنگاہِ شوق نہ دیکھتے تھے۔ آپ پر تو یہ پیش کیا گیا کہ مکہ مکرمہ کے پہاڑ آپ کے ساتھ سونے کے بن کر چلیں، مگر آپ نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی طرف فقر کو پسند کیا۔ سونے کے ساتھ دنیا کی ساری تعیشات اور مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پاس دنیا کی قلت معروف و مشہور ہے جس کے متعلق صحیح احادیث ثبت ہیں، جو آپ کے زہد کے ابواب میں گزر چکی ہیں۔ عورتوں سے محبت اور خوشبو سے محبت دنیاوی زیب وزینت سے نہیں ہے، بلکہ یہ آخرت کے اعمال ہیں جو بلند درجات کے لیے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کثرتِ خواتین کو آپ کے ہاں پسندیدہ بنا دیا گیا تا کہ وہ آپ سے شریعت مطہرہ کے باطن اور ظاہر کو سیکھ سکیں۔ وہ انہیں نقل کریں اور لوگوں کو سکھائیں یا ان کی وجہ سے تشریع ہو سکے۔ خصوصاً وہ امور جن کے تذکرے سے مرد حیاء کرتے ہیں اور ان کے متعلق سوال نہیں کرتے۔ وہ آپ کے ان احوال واقوال سے آگاہ ہوں جن پر اور کوئی آگاہ نہ ہو سکے۔ وہ آپ سے وہ کچھ جان سکیں جو آپ خواب میں دیکھیں وہ آپ کی خلوت میں ایسی بین نشانیوں سے آگاہ ہوئیں جو آپ کی نبوت پر دلالت کریں۔ وہ آپ کی کوشش، اجتہاد سے مطلع ہو سکیں جنہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھ سکے اس سے ان گنت اخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں جہاں تک خوشبو سے محبت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ پر فرشتہ نازل ہوتا تھا۔ وہ وحی لے کر آتا تھا، لہٰذا آپ کے لیے ممتنع تھا کہ آپ ایسی چیز تناول فرمائیں جس کی بو ناپسندیدہ ہو۔ فرشتوں کو اسی چیز سے اذیت ہوتی ہے جس سے بنو آدم کو اذیت ہوتی ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ خواتین سے محبت اور خوشبو سے محبت اخروی مصلحت کے لیے ہے۔

(۱۸) آنکھوں کی خیانت کا حرام ہونا۔ ابوداؤد، امام نسائی اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح اور امام مسلم کی شرط پر کیا ہے) نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز چار افراد کے علاوہ بقیہ سب کو امان عطا فرما دی ان میں سے ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپا ہوا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسے لے آئے انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کے نفس میں کیا ہے۔ آپ نے ہمیں آنکھ کا اشارہ کیوں نہ کر دیا۔" آپ نے فرمایا: "نبی کے لیے آنکھوں کی خیانت جائز نہیں ہے۔" ابن سعد کی روایت میں ہے: "یہ اشارہ خیانت ہوتا ہے نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ اشارہ کرے۔"

امام رافعی نے لکھا ہے: "آنکھ کی خیانت کی تفسیر اس کی طرف اشارہ کرنے سے کی ہے جس کا قتل یا مارنا مباح ہو جو ظاہر کے برعکس ہو حال جس کا شعور دلاتا ہو اسے خائنۃ الاعین اس لیے کہا کیونکہ یہ خیانت کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس طرح کہ یہ مخفی ہوتی ہے آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ حرام نہیں سوائے ممنوع کے۔"

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس میں وہ چھپائے جو اس کے ظاہر کے خلاف ہو جب کوئی

اپنی زبان کو روک لے اور آنکھ سے اشارہ کرے تو اس نے خیانت کی۔ جب اس کا اظہار آنکھ کی طرف سے ہو تو اسے خائنۃ الاعین کہتے ہیں۔

(۱۹) ایک قول کے مطابق جنگ میں دھوکہ دینا۔ یہ ابن القاص کا قول ہے لیکن بڑے علماء نے ان کی مخالفت کی ہے۔ جیسے کہ شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنگ دھوکہ ہے۔" "خدعۃ" کے اعراب میں اختلاف ہے ایک قول فتح کے ساتھ ہے یہ ضمہ کے ساتھ بھی ہے۔ ضمہ اول اور فتح ثانیہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے: "علماء کا اتفاق ہے کہ پہلا اعراب افصح ہے۔ منذری نے چوتھی لغت بھی لکھی ہے وہ ان دونوں میں فتح ہے۔" مکی اور محمد بن عبدالواحد نے پانچویں لغت بھی لکھی ہے وہ اس کے اول کو کسرہ اسکان کے ساتھ دینا ہے۔ خدع کا اصل ایسے امر کا اظہار ہے جس کا خلاف مخفی ہو۔ ابن عربی نے لکھا ہے: "جنگ میں دھوکہ تعریض وکمین وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔"

ابن منیر نے لکھا ہے کہ جنگ دھوکہ ہے یعنی جنگ اپنے صاحب کے لیے بہت عمدہ ہے۔ یہ مقصود میں کاملہ ہے۔ یہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینا ہے۔ مقابلہ کرنا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقابلہ کرنے میں خطرات ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے خطرہ کے بغیر کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دھوکہ کی اصل یہ ہے کہ کسی امر کا اظہار کیا جائے لیکن اس کے برعکس مخفی رکھا جائے اس طرح یہ اور آنکھوں سے خیانت کرنے والا برابر ہوگا۔ اس صورت میں ابن القاص کا استدلال درست ہوگا، کیونکہ ان کے مابین فرق نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ برابر نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ معنی میں متفق ہیں۔ ایک اور اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ کسی شخص کی طرف سے اشارہ اس کے فاعل کی قدر کو کم کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت کو ختم کر دیتا ہے آپ کے شرف اور بلند مقام کی وجہ سے ایک وقت اس سے منع کر دیا گیا ہے جبکہ بڑے بڑے امور کو مخفی رکھنا جیسے جنگی چالیں خصوصاً دین کے دشمنوں کے لیے۔ انہیں حسن سیاسیات میں سے سمجھا جاتا ہے کمال عقل کی علامت کہا جاتا ہے بلکہ معارف کی انتہاء ہے۔ یہ اپنے کرنے والے کا درجہ کم نہیں کرتے بلکہ اسے رفعت بخشتے ہیں۔ امام الحرمین نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اس روایت سے بھی اس کی تصحیح ہوتی ہے، جو صحیحین میں ہے کہ جب آپ غزوہ کا ارادہ کرتے تو توریہ فرماتے۔" ایک اور اعتبار سے بھی ان میں فرق ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اس میں دھوکہ کا اذن صرف حالت جنگ کے ساتھ مخصوص ہے یا اس کے قریب تر حالات کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ آنکھوں کی خیانت اس کے برعکس ہے۔ یہ قصہ بیعت کی حالت کا ہے جنگ کی حالت کا نہیں ہے۔

(۲۰) اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنا جو مرے لیکن اس پر قرض ہو اور اس کا ضامن بھی کوئی نہ ہو، پھر یہ حرمت منسوخ ہو گئی، بعض میں آپ اس شخص کی نماز جنازہ پڑھ لیتے تھے جس پر قرض ہوتا۔ اس کا ضامن نہ ہوتا۔ اس کا قرض اپنی طرف

سے ادا کر دیتے۔

(۲۱) جب اذان سن لیں تو اس جگہ حملہ کرنا حرام تھا۔ اس کا تذکرہ ابن منیع نے کیا ہے۔ شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ حملہ آور ہونا چاہتے تو صبح تک انتظار فرماتے۔ اگر اذان سن لیتے تو حملہ سے رک جاتے اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔

(۲۲) مشرک سے ہدیہ قبول کرنا حرام تھا۔

(۲۳) ان سے مدد لینا حرام تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں حبیب بن یساف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ میں اور میری قوم کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہم نے کہا: "ہمیں یہ سخت ناپسند ہے کہ ہماری قوم کسی جگہ جنگ کے لیے جائے اور ہم اس کے ساتھ شرکت نہ کریں۔" آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟" ہم نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہم مشرکین کے مشرکین سے مدد نہیں مانگتے۔"

(۲۴) ظلم پر گواہی دینا حرام ہونا۔ شیخان نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میری والدہ نے والد سے کچھ مال ہبہ کرنے کے متعلق پوچھا، پھر ان کے لیے کچھ ظاہر ہوا تو انہوں نے مجھے کچھ مال ہبہ کر دیا۔ میری امی نے کہا: "میں راضی نہ ہوں گی حتیٰ کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا لو۔" وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ان کی والدہ بنت رواحہ نے کچھ ھبہ کرنے کے لیے کہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے بچے ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔" دوسری روایت میں ہے: "کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اس طرح ھبہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں۔" آپ نے فرمایا: "لوٹ جاؤ۔" اس روایت کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ ھبہ میں اولاد کو برابر رکھا جائے۔ یہ امر مستحب ہے اور ممانعت تسویہ کے لیے ہے۔" لیکن اولاد میں سے ایک دوسرے کو ترجیح دینا۔ اس کے متعلق امام شافعی، ابوحنیفہ اور مالک علیہم الرحمۃ کا مؤقف یہ ہے کہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ ھبہ صحیح ہے۔"

امام احمد کے نزدیک یہ حرام ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: "مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔" امام شافعی نے آپ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: "اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو۔"

اگر کہا جائے کہ آپ نے از روئے تہدید انہیں یہ فرمایا تھا۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ شارع علیہ السلام کے کلام میں اصل اس کے علاوہ ہے۔ یہ اطلاق کے وقت احتمال رکھتا ہے۔ اِفعل کا صیغہ وجوب یا استحباب کے لیے ہے اگر یہ مشکل ہو تو یہ اباحت کے لیے ہے۔ آپ کا فرمان: "مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ" اس میں یہ نہیں کہ یہ حرام ہے کیونکہ اس جگہ ظلم کا معنی سیدھے عمل اور اعتدال سے ہٹ جانا ہے ہر وہ امر جو اعتدال سے ہٹ جائے ظلم ہے خواہ وہ حرام ہو یا

مکروہ ہو اس وضاحت سے اور آپ کے فرمان "میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو" اس امر کی دلیل ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اس کی تاویل واجب ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ مؤقف امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔"

تنبیہ

جب ابن الملقن نے یہ خصوصیت قضاعی سے نقل کی تو فرمایا: "کسی اور کی نسبت سے اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضیری نے لکھا ہے کہ اس اعتراض پر بھی اعتراض کی گنجائش ہے اگرچہ اس کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ ظلم پر گواہ نہ بنایا جائے۔ آپ کے علاوہ دیگر افراد بھی اس میں برابر ہیں۔ ظلم پر مطلق شہادت جائز نہیں ہے۔ اس میں سے ایک مکروہ بھی ہے کہ یہ آپ کے حق میں جائز نہ ہو جبکہ کسی اور کے حق میں جائز ہو جیسے اس واقعہ میں ہے ہم اسے کراہت پر محمول کریں گے جیسے کہ صحیح میں ہے۔ آپ نے اسے ظلم فرمایا ہے۔ فرمایا: "میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو۔" اس کی بناء ایک اور امر پر ہے۔ وہ ظلم پر شہادت سے مراد ہے کیا یہ شہادت تحمل یا اداء کے اعتبار سے ہے اگر ہم تحمل کا قول کریں تو یہ آپ کے حق میں روا نہیں ہے، کیونکہ آپ باطل یا مکروہ کا اقرار نہیں کر سکتے۔ جہاں تک غیر کا تعلق ہے، تو جو ظاہر امر ہے وہ یہ ہے کہ یہ مطلق جائز ہے خواہ وہ محرم ہو یا مکروہ، کیونکہ معاملہ ظالم اور مظلوم کے مابین ہے تو شہادت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا جس کا مظلوم محتاج ہے تا کہ اسے اس کا حق ملے اسے روکا نہ جائے گا۔ خواہ ظالم اس کا محتاج نہ ہو۔" اگر ہم کہیں کہ مراد ادا ہے یہ آپ کے حق میں ممنوع ہے کیونکہ آپ حاکم اور مشرع ہیں لیکن کسی اور سے اس کا رد ممکن نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ یہ کہے: "وہ اس لیے گواہی دے رہا ہے تا کہ اس کے علم کے مطابق اس میں فیصلہ ہو سکے۔ یہ محل نظر ہے البتہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ قطعاً ممنوع نہیں ہے۔"

(۲۵) آپ پر شراب حرام تھی۔ یہ بعثت کی ابتداء سے لے کر لوگوں پر حرام ہونے تک آپ پر حرام تھی۔ یہ دورانیہ بیس سال کا ہے آپ کے لیے شراب کبھی بھی مباح نہ تھی، نہ ہی شراب آپ نے کبھی پی تھی۔

ابن حبان نے عروہ بن رویم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بتوں کی عبادت کے بعد سب سے پہلے مجھے رب تعالیٰ نے شراب سے منع کیا اور لوگوں کی چغلی کھانے سے منع کیا۔"

(۲۶) آپ خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

(۲۷) خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

(۲۸) جب آپ کو جنازہ کے بارے میں بتایا جاتا تو آپ اس کے متعلق پوچھتے اگر اس کی تعریف کی جاتی تو اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ورنہ فرماتے: "تم اس کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ خود اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔" (حاکم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ)

(۲۹) زیادہ کے حصول کے لیے احسان کرنا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ (المدثر:٦)

ترجمہ: اور کسی پر احسان نہ کیجیے زیادہ لینے کی نیت سے۔

فرمایا: "اس طرح عطا نہ فرمائیں تا کہ آپ اس مال سے زیادہ لے لیں جو عطا فرمایا ہو، کیونکہ آپ کو اشرف آداب اور اجل اخلاق کا حکم دیا گیا تھا۔

(۳۰) آپ کے لیے روا نہ تھا کہ آپ آراستہ گھر میں تشریف لے جائیں۔ حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی ضیافت کی۔ اس کے لیے کھانا رکھا گیا۔ انہوں نے کہا: "کاش! ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا لیں۔ آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔" انہوں نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے ایک بستر دیکھا جسے گھر کے کونے میں بچھایا گیا تھا۔ آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: "آپ جائیں اور عرض کریں کہ آپ کیوں واپس تشریف لے گئے ہیں۔" وہ گئے عرض کی تو آپ نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ آراستہ گھر میں داخل ہو۔"

(۲) نکاح کے متعلق محرمات

(۱) آپ کو ناپسند کرنے والی عورت سے رک جانا آپ پر لازم تھا۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب بنت جون کو آپ کی خدمت میں داخل کیا گیا۔ آپ اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: "میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تو نے عظیم ذات کی پناہ لی ہے۔ تو اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جا۔" ابن ملقن نے کہا ہے کہ سابقہ تخییر کا جواب بھی اس کی گواہی دیتا ہے کیا تحریم کی قید ابدی تھی یا نہ۔ اس میں دونوں وجہیں ہیں۔"

(۲) وہ عورت حرام تھی جو ہجرت نہ کرے۔

(۳) اصح مؤقف کے مطابق مسلمان لونڈی سے نکاح حرام تھا، کیونکہ امت کے لیے یہ نکاح زنا کے خوف سے مشروط تھا اور آدمی طاقت نہ رکھتا ہو کہ وہ آزاد عورت سے نکاح نہ کر سکے۔ آپ کا نکاح ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے مہر کا محتاج نہ تھا، کیونکہ جس نے کسی لونڈی سے نکاح کیا اس کا بچہ غلام ہوگا۔ آپ کا منصب اس سے منزہ ہے۔ لونڈی سے نکاح کرنے میں شرط یہ ہے کہ اس شخص کی زوجیت میں آزاد اور صالحہ عورت لطف اندوزی کے لیے نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد مسلسل شادی شدہ رہے۔"

جلال بلقینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یوں کہا جائے: "نہ ایسا ہوا نہ ہی ایسا ہوگا، کیونکہ آپ اپنے شرف کی وجہ سے عطا کرنے والے کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے لیے یہ حلال بھی ہوتی تو پھر بھی آپ یہ نہ کرتے کیونکہ آپ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، پھر آپ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف توجہ کیسے کر سکتے تھے۔ جو اس مردار کی طرح ہے جو صرف ضرورت کے وقت حلال ہوتا ہے۔ اس کے حق میں یہ تصور بھی نہیں ہو

سکتا کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے ماکولات کی طرف مجبور ہوں جس کا وہ محتاج ہو۔اس کے مالک کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے کھانا دے۔اسی طرح آپ کے حق میں بھی یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ آپ لونڈی سے نکاح کرنے پر مجبور ہوں۔اگر آپ کو لونڈی پسند بھی آجائے تو اس کے مالک پر لازم ہے کہ وہ اسے آپ کے لیے آزاد کر دے۔یہ کھانے پر قیاس ہے۔"اگر ہم کہیں کہ آپ نے لونڈی سے نکاح کر لیا اس نے بچہ پیدا کیا تو صحیح موقف کے مطابق وہ غلام نہ ہوگا۔اور اگر ہم کہیں کہ اہلِ عرب کے مطابق غلامی ہوگی۔غلامی اس پہ روا ہوگی جیسے کہ اس قول کے متعلق ہمارا قول ہے۔یہ جدید مشہور موقف ہے۔تو بچے کی قیمت آقا کے لیے لازم نہ ہوگی، جیسے کہ قاضی حسین نے یقین کے ساتھ کہا ہے۔یہ اس فریب خوردہ بچے کے برعکس ہے جسے اسے اپنی ماں کی آزادی کے بارے دھوکہ میں رکھا گیا ہو، کیونکہ وہاں اس کے ظن کے مطابق غلامی ختم ہوگئی تھی اور یہاں غلامی متحظر ہے۔امام رافعی نے لکھا ہے کہ امام کا موقف بھی قاضی کے موقف سے موافقت کرتا ہے اور اگر آپ کے حق میں دھوکہ کا نکاح مقدر کر بھی لیا جائے تو بچے کی قیمت لازم نہ ہوگی، کیونکہ فوراً علم کے ساتھ غلام کی بیع کو پختہ نہ کرے گا اور ایسا ظن نہ اٹھے گا جو غلامی کو رفع کرنے والا ہو۔

تنبیہہ

"اصل الروضہ" میں ہے کہ قطعی موقف یہ ہے کہ آپ کا کتابیہ لونڈی سے نکاح کرنا حرام تھا۔

(۴) جب آپ پیغامِ نکاح دے دیتے اگر اسے رد کر دیا جاتا تو دوبارہ نہ دیتے۔ابن سعد نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر پیغامِ نکاح دیتے۔اسے رد کر دیا جاتا تو دوبارہ پیغامِ نکاح نہ دیتے۔آپ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح دیا۔اس نے کہا:"حتیٰ کہ میں اپنے باپ سے مشورہ کرلوں۔"اس نے اپنے باپ سے مشورہ کیا۔اس نے اسے اذن دے دیا۔اس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کی۔آپ نے فرمایا:"ہم نے تیرے علاوہ ایک اور لحاف اوڑھ لیا ہے۔"شیخ نے لکھا ہے:"یہ احتمال ہے کہ یہ تحریم اور کراہت ناپسند کرنے والی عورت پر ہو۔میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے شیخ سے تعرض کیا ہو۔"

(۵) بلقینی نے تدریب میں لکھا ہے:"آپ سے نہ تو ظہار کا صدور ہوا نہ ہی ایسا ایلاء صادر ہوا جس سے مدت نقصان دے کیونکہ یہ دونوں حرام ہیں آپ ہر حرام فعل سے معصوم ہیں۔حضیری نے لکھا ہے کہ آپ کبائر اور صغائر گناہوں سے معصوم تھے سوائے ان امور کے جو امت کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ مختص تھے۔اس کا تعلق اباحہ کے باب سے ہے اس وقت تنبیہہ کے علاوہ ان دونوں مسئلوں کی تخصیص میں کوئی فائدہ نہیں۔اسی طرح انہوں نے ایک اور مسئلے کا ذکر کیا ہے وہ یہ کہ آپ کے حق میں لعان محال ہے۔

(۶) آپ کے حق میں کفارہ۔یہ عمدہ استدلال ہے۔

ساتواں باب

وہ مباحات اور تخفیفات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں

خوب جان لو کہ جو مباحات آپ کے ساتھ مختص ہیں وہ آپ کو اطاعت الٰہیہ سے غافل نہیں کر سکتے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کو غافل کر دیں، لیکن عظیم بات یہ ہے کہ اس امر کے مباح ہونے کے باوجود آپ نے اسے سرانجام نہ دیا ہو۔ مباح سے مراد وہ امر نہیں جس کی دونوں اطراف برابر ہوں، بلکہ وہ فعل مراد ہے جس کو کر لینے اور چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہ ہو آپ واصل ہیں امام نے لکھا ہے کہ یہ آپ کے حق میں قرب ہے۔ جیسے خمس میں خود مختار ہونا کبھی آپ کا رجحان اس فعل کو کرنے کی طرف ہوتا ہے جیسے خمس کو اہم مصالح میں خرچ کرنا کبھی رجحان فعل کو ترک کرنے کی طرف ہوتا ہے کیونکہ وہ معنی مفقود ہوتا ہے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔ کبھی اس فعل کا کرنا راجح ہو جاتا ہے اور کبھی ترک راجح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان چاروں پر اضافہ میں یہ برابر نہیں۔ آپ کے تمام افعال اور اقوال راجحہ ہیں آپ کو ان میں ثواب ملے گا، حتیٰ کہ آپ کے کھانے اور پینے کا ثواب ملے گا کیونکہ ہم میں سے کسی ایک کو ان امور پر ثواب ملتا ہے، بشرطیکہ رضائے الٰہی کا حصول مقصد ہو۔ آپ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔ اس فعل کی دو انواع ہیں۔

(ا) وہ امور جو نکاح کے بغیر ہیں۔ اس نوع میں کئی مسائل ہیں۔

(ا) آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ حالتِ جنابت میں مسجد میں ٹھہر سکتے تھے۔ حضرت خارجہ بن سعد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ اس مسجد میں ٹھہرے۔" ابن القاص نے "تلخیص" میں لکھا ہے "اس میں پریشان کن امر ہے۔" امام نووی نے لکھا ہے۔

"اس روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جسے امام ترمذی نے عطیہ العوفی سے اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی جنبی کے لیے روا نہیں کہ وہ اس مسجد میں ٹھہرے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے "کوئی شخص عطیہ کی وجہ سے اس روایت پر اعتراض کر سکتا ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے، لیکن امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، شاید اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہو جو اس کے حسن کا تقاضا کریں جیسے اس فن کے لوگوں نے بیان کیا ہے۔ اس طرح صاحب تلخیص کے قول کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔"

امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ارے! میری یہ مسجد ہر حائضہ اور جنبی پر حرام ہے۔ سوائے محمد (ﷺ) اور آپ کے اہل بیت (حضرات) علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے۔" امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ مسجد کسی حائضہ یا جنبی کے لیے حلال نہیں سوائے محمد اور آل محمد (ﷺ) کے۔"

66
66

ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "علی! تمہارے لیے اس مسجد میں سے وہی چیز حلال ہے جو میرے لیے حلال ہے۔"

زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں ابو حازم اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ پاکیزہ مسجد بنائیں جس میں وہ اور ہارون (علیہما السلام) ہی ٹھہریں۔ رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں پاکیزہ مسجد بناؤں جس میں صرف میں، علی اور ان کے فرزند ٹھہریں۔"

امام ترمذی نے ان روایات کی وجہ سے اسے حسن کہا ہے، لیکن اسے آپ کے خصائص میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔

(۲) پہلو پر سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ وتر پڑھنے سے قبل سو جاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ! میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں، مگر میرا قلب اطہر نہیں سوتا۔" انہوں نے حدیث الاسراء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدس تو سو جاتی تھیں، لیکن آپ کا قلبِ انور نہ سوتا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن قلوب پاک نہیں سوتے۔" ابو عمر نے لکھا ہے کہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بلند ترین مراتب میں سے ہے۔ اس طرح روایت ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ہم گروہ انبیاء علیہم السلام ہیں ہماری آنکھیں سو جاتی ہیں، لیکن ہمارے دل نہیں سوتے۔" اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: "انبیائے کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام دل کے سونے کے اعتبار سے سارے انسانوں سے جدا ہوتے ہیں اور آنکھ کی نیند میں ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کے قلوب پر بھی نیند مسلط ہو جاتی جیسے دیگر لوگوں کے دلوں پر نیند طاری ہو جاتی ہے، تو ان کے خواب بھی دیگر لوگوں کے خوابوں کی مانند ہوتے۔ اسی لیے سرورِ عالم ﷺ سو جاتے تھے حتیٰ کہ خراٹوں کی آواز آنے لگتی تھی، پھر آپ نماز ادا کر لیتے تھے مگر وضو نہ کرتے تھے، کیونکہ وضو دل پر غلبہ نوم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آنکھ پر غلبہ نیند کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ حدث کی وجہ سے وضو میں تو امت کے ساتھ ہیں مگر نیند کی وجہ سے وضو میں امت کے ساتھ نہیں ہیں۔"

مسدد اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری چشمانِ مقدس

تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔" ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کی حالت میں سو جاتے تھے۔ آپ کے خراٹوں کی وجہ سے آپ کی نیند کی پہچان ہو جاتی تھی پھر آپ اٹھ جاتے تھے اور اپنی نماز مکمل کر لیتے تھے۔" ابو یعلی کے یہ الفاظ ہیں: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے لیٹ کر سو جاتے تھے حتیٰ کہ خراٹوں کی آوازیں آنے لگتی تھیں پھر آپ اٹھ کر نماز ادا کر لیتے تھے، مگر آپ وضو نہ کرتے تھے۔"

عبدالرزاق نے حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے کہا گیا کہ آپ کی آنکھیں سو جائیں گی آپ کا دل سمجھے گا اور آپ کے کان مبارک سنیں گے" میری آنکھ سو گئی۔ میرے قلب اطہر نے سمجھا اور میرے کانوں نے سنا۔"

تنبیہات

(۱) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر آپ کی نیند پلکیں بند ہو جانے اور نہ سننے کے اعتبار سے ہماری نیند کی طرح ہو حتیٰ کہ آپ کے سونے کی وجہ سے نماز رہ گئی۔ آپ کو سورج کی حرارت نے جگایا تو پھر آپ کی اور ہماری نیند میں کیا فرق ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ نیند دو امور کو متضمن ہے۔ (۱) جسم کی راحت۔ آپ اس میں ہمارے ساتھ شامل ہیں۔
(۲) دل کی غفلت۔ جب آپ سو جاتے تو آپ کا دل بیدار رہتا تھا۔ وہ پریشان کن خوابوں سے محفوظ رہتا تھا۔ وہ وحی کو سننے اور مصالح میں غور و فکر کرتا رہتا تھا، جیسے کہ بیدار شخص کی کیفیت ہوتی ہے۔ قلب انور نیند کی وجہ سے بے کار نہ ہوتا تھا جیسے کہ اسے بنایا گیا تھا۔

(۲) علماء کرام نے وادی میں سو جانے اور آپ کے اس فرمان کے مابین مختلف انداز میں تطبیق کی ہے۔ "میری چشمان مقدس تو سو جاتی ہے لیکن میرا قلب انور بیدار رہتا ہے۔"
(۱) قلب انہی احساسات کا ادراک کرتا ہے جو اس کے متعلق ہوتی ہیں، جیسے درد وغیرہ، لیکن یہ اس امر کا ادراک نہیں کرتا جس کا تعلق آنکھ کے ساتھ ہو کیونکہ آنکھ سو جاتی ہے جبکہ دل مبارک بیدار رہتا ہے۔
(۲) آپ کی دو حالتیں تھیں۔ (۱) وہ حالت جس میں قلب انور نہ سوتا تھا یہ اغلب حالت تھی۔ (۲) وہ حالت جس میں دل سو جاتا تھا، یہ کبھی کبھی طاری ہوتی تھی۔ یہ حالت اس وقت طاری تھی جب نماز رہ جانے والا واقعہ رونما ہوا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ صحیح اور معتمد قول پہلا ہے۔ دوسرا قول ضعیف ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ قلب انور اگرچہ ان امور کا ادراک نہ کر سکتا تھا جن کا تعلق آنکھ کے ساتھ ہوتا تھا مثلاً فجر کو دیکھنا مگر جب وہ بیدار ہوتا تھا تو وہ وقت طویل ابتدائے فجر سے لے کر سورج کے تاباں ہونے تک کے وقت کا ادراک کر سکتا ہے۔ یہ امر اس پر مخفی نہیں رہتا جو مستغرق نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ آپ کا قلب

انور اس وقت وحی میں مستغرق ہوگا۔اس وقت اس کا نیند کے وصف سے متصف ہونا لازم نہیں آتا جیسے یہ حالت بیداری میں نزولِ وحی کے وقت مستغرق رہتا تھا۔اس میں حکمت یہ تھی کہ تشریح کی تفصیل فعل سے بیان ہو جائے کیونکہ یہ نفس میں زیادہ واقع ہوتی ہے۔جیسے آپ کا نماز میں بھول جانے کا قصہ ہے۔"اسی کے قریب قریب جواب ابن المنیر نے بھی دیا ہے کہ بعض دل عالم بیداری میں بھی بھول جاتے ہیں کیونکہ اس میں شرعی مصلحت ہوتی ہے۔نیند میں یہ بطریق اولیٰ یا برابر بھول سکتا ہے۔"ابن العربی نے لکھا ہے:"اس کے جوابات اور بھی دیے گئے ہیں جو اس سے کمزور ہیں۔ان میں ایک یہ ہے:(۱)"میرا قلب اطہر نہیں سوتا۔"اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر وضوء کے ٹوٹنے کی حالت مخفی نہیں رہ سکتی۔(۲)اس کا مفہوم یہ ہے یہ نیند میں اتنا مستغرق نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے حدث کا علم ہو جاتا ہے۔یہ جواب پہلے جواب کے قریب ہی ہے۔

ابن دقیق العید نے لکھا ہے"گویا کہ یہ قول کرنے والے نے ارادہ کیا ہے کہ اس نے دل کی بیداری کو انتقاض کی حالت کے حلال ہونے کے ساتھ مختص کیا ہے لیکن یہ دور کا مؤقف ہے۔آپ کا یہ فرمان"میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔"ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اس سوال کا جواب ہے"آپ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔"اس کلام کا تعلق اس طہارت کے ٹوٹنے کے ساتھ نہیں ہے جس کے متعلق علماء کرام نے گفتگو کی ہے جواب وتر کے امر کے بارے میں ہے۔آپ کی بیداری کو دل کے تعلق پر بیداری پر محمول کرنے کا احتمال ہے،لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔
اس نیند والی روایت میں کوئی اشکال نہیں۔جس میں ہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا کیونکہ اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نیند میں مطمئن تھے کیونکہ یہ نیند سفر کی تھکاوٹ نے طاری کی تھی۔آپ نے اس شخص پر اعتماد کیا تھا جسے آپ نے نمازِ فجر کے لیے جگانے کے لیے کہا تھا۔الحافظ نے لکھا ہے:"بیداری کی تخصیص جو آپ کے اس فرمان سے سمجھی جاتی ہے۔"میرا قلب انور نہیں سوتا۔"وہ وقت کے ادراک کے ساتھ ہے جو اس ادراک معنوی کو متلزم ہے جو اس کے متعلق ہے۔آپ کا طلوعِ آفتاب تک سو جانے میں دل مستغرق تھا۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔"میرے نفس کو بھی اسی نے آلیا تھا۔جس نے آپ کے نفس کو لے لیا تھا۔"اس روایت کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا۔معروف امر یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر نیند کا استغراق تھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ خصوصی سبب کے اعتبار کا تقاضا کرتا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ وہ معتبر ہے جب قرینہ اس پر قائم ہو جائے یا سیاق اس کی طرف راہ نمائی کرے۔

(۳) چھونے سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا۔یہ دو وجھوں میں سے ایک کے اعتبار سے ہے۔"الروضہ"میں وضو کے ٹوٹنے کو یقین کے ساتھ لکھا گیا ہے،لیکن شیخ نے وضو نہ ٹوٹنے کا قول کیا ہے۔ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی کسی زوجہ کریمہ کا بوسہ لیا پھر نماز پڑھ لی اور وضوء نہ کیا۔دوسری روایت میں ہے:"آپ

وضو فرما لیتے تھے پھر کسی زوجہ کریمہ کا بوسہ لیتے تھے پھر نماز ادا کر لیتے تھے وضو نہ فرماتے تھے۔" عبدالحق نے لکھا ہے: "میں اس روایت کے متعلق کسی علت کو نہیں جانتا جو اس کے ترک کو واجب کرتی ہو۔"

الحافظ نے تخریج احادیث الرافعی میں لکھا ہے کہ اس کی سند جید اور قوی ہے۔ بعض شوافع نے جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہو جب احناف نے ان کے خلاف یہی روایت پیش کی کہ چھونا مطلق وضو نہیں کیونکہ احناف بہت سی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

امام نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ میں آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی۔ جب آپ وتر ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو مجھے اپنے پاؤں سے مس کرتے۔"

(۴) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا۔ ابن دقیق نے اسے شرح العمرہ میں لکھا ہے میں کہتا ہوں: "انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ دو اینٹوں پر بیٹھ کر قضائے حاجت کر رہے تھے۔ آپ کا رخ انور بیت المقدس کی طرف تھا۔ ابن دقیق نے لکھا ہے: "اگر آپ کا یہ عام فعل ہو تو پھر یہ امت کے لیے بطور جواز تھا، کیونکہ عام افعال کی تفصیل ضروری ہوتی ہے، لیکن یہ فعل عام نہیں ہے۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے انہوں نے قصد کے بغیر اتفاقاً دیکھ لیا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ امت کے لیے اس کی اجازت نہ تھی، لیکن امام قرطبی نے تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس فعل کا خلوت میں ہونا اقتداء کے مانع کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ آپ کے اہل بیت وہ شرعی امور منتقل کرتے تھے جنہیں آپ اپنے گھر میں سرانجام دیتے تھے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ آپ کی اس خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ خصوصیات احتمال سے ثابت نہیں ہوتیں۔" واللہ اعلم۔

(۵) عصر کے بعد نماز مباح ہونا۔ ابو داؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر کے بعد نماز پڑھ لیتے تھے، مگر اس سے منع کرتے تھے۔ آپ صوم وصال رکھ لیتے تھے، مگر اس سے منع کرتے تھے۔" امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے متعلق پوچھا جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد پڑھتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ یہ دو رکعتیں عصر کے قبل پڑھتے تھے پھر آپ مصروف ہو گئے تو آپ انہیں عصر کے بعد پڑھنے لگے، پھر آپ نے انہیں برقرار رکھا۔ جب آپ نماز پڑھتے تو اسے برقرار رکھتے تھے۔"

امام احمد، ابو یعلی اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے نماز عصر ادا کی، پھر میرے حجرہ میں تشریف لائے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے جسے آپ پہلے نہ پڑھتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "حضرت خالد آئے انہوں نے

مجھے ان دو رکعتوں سے مصروف کر دیا۔ جنہیں میں عصر کے بعد پڑھتا تھا۔ میں نے اب وہ پڑھ لیں ہیں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم ان کی قضاء کر لیں جب یہ رہ جائیں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں۔"
شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو سنا۔ آپ ان سے منع فرما رہے تھے، پھر انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ انہیں پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کسی کو بھیجا۔ جو آپ سے یہ التجاء کرے۔ آپ نے فرمایا: "بنت بنی امیہ! تو نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق پوچھا: میرے پاس بنو عبد القیس میں سے کچھ افراد آئے انہوں نے مجھے ان دو رکعتوں سے مشغول کر دیا۔ جنہیں میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا۔ یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔"
ان روایات سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ آپ نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، حالانکہ آپ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان لوگوں کو مارتے تھے جو اس وقت نماز پڑھتے تھے۔ (شیخان)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد کی دو رکعتیں ہوتی تھیں۔ آپ انہیں پہلی فرصت میں قضاء کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں ہے کہ آپ نے ان پر مداومت اختیار کی تھی۔ آپ نے تادم وصال انہیں نہ چھوڑا تھا۔ ان کا فرمان "آپ نے انہیں نہ چھوڑا تھا" اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت سے مؤخر کرنا جس میں ظہر کے بعد دو رکعتیں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تھے۔ آپ نے انہیں عصر کے بعد پڑھا۔ انہوں نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ آپ نے فرضیت کے بعد عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں ہوں حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ بلکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ وضاحت ہے کہ آپ اس وقت سے قبل انہیں نہ پڑھتے تھے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ اس میں انہیں قضا کرتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ آپ عصر سے قبل انہیں ادا کرتے تھے۔ یعنی ظہر کے وقت میں، کیونکہ یہ ظہر کے بعد ہوتی تھیں۔ آپ انہیں ظہر سے پہلے پڑھتے تھے جیسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ اس سے مراد عصر سے قبل دخولِ وقتِ عصر کے بعد مراد نہیں۔"

(۶) صوم وصال مباح ہونا۔ شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صوم وصال نہ رکھو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا میں رات یوں بسر کرتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا تھا۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ وصال سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ تو صومِ وصال رکھ لیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رب تعالیٰ کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" اس ضمن میں بہت سی روایات ہیں ان کی تاویل تین اقوال سے کی گئی ہے۔

(۱) یہ روایت اپنے ظاہر پر ہے۔ آپ کے لیے جنت سے کھانا اور مشروب آتا تھا۔ جنت کے کھانے سے روزہ افطار نہیں ہوتا۔

(۲) رب تعالیٰ آپ میں سیر شکمی اور سیرابی پیدا فرما دیتا تھا جو آپ کو کھانے اور پینے سے مستغنی کر دیتا تھا۔

(۳) رب تعالیٰ کھانے پینے کے بغیر ہی آپ کی قوت کی حفاظت کرتا تھا، جیسے وہ کھانے اور پینے سے حفاظت کرتا ہے۔ اسے کھانے اور پینے سے تعبیر کرنا ان کے فوائد کی وجہ سے کیا۔

ابن عربی نے اسی پر اکتفاء کیا ہے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے امالیہ میں لکھا ہے: "اس میں علماء کرام کے دو موقف ہیں۔ (۱) اس سے حقیقی کھانا اور پینا مراد ہے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "میں صوم وصال نہیں رکھتا میرا رب تعالیٰ مجھے دنیا کے علاوہ کھلاتا ہے۔ (۲) یا اس سے مراد وہ معارف اور مواہب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آپ پر نازل کرتا تھا۔ یہ نفس کو اسی طرح تقویت دیتے تھے جیسے کھانا تقویت دیتا ہے۔ اسے تشبیہ کے اعتبار سے کھلانے اور پلانے سے تعبیر کر دیا۔"

علامہ شمس الدین بن صائغ نے "الدرر الفریدہ" میں لکھا ہے: "یہ ارواح کا کھانا اور پینا تھا اور وہ دلآویز انوار مراد ہیں جو آپ پر برستے تھے:

لها احاديث من ذكراك يشغلها عن الشراب و تلهيها عن الزاد

لها بوجهك نور يستضاء به من حديثك فى اعقابها حادى

ترجمہ: اللہ کے لیے آپ کے ذکر پاک سے ایسی باتیں ہیں۔ جو انہیں پینے سے مصروف کر دیتی ہیں، اور انہیں زادِ راہ لینے سے غافل بنا دیتی ہیں۔ آپ کے چہرۂ انور کی قسم ان کے لیے ایسا نور ہے جس سے ضیاء حاصل ہوتی ہے اور آپ کی گفتگو میں ان کے پیچھے حدی خواہ ہوتا ہے۔

جس شخص نے یہ کہا ہے کہ آپ حقیقت میں کھاتے پیتے تھے۔ اس کا موقف کئی اعتبار سے غلط ہے۔

(۱) بعض روایات میں "اظل" کا لفظ ہے۔ (۲) جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "آپ صوم وصال رکھتے ہیں" تو آپ نے فرمایا "میں تم میں کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔" اس طرح ہوتا جیسے کہ کہا گیا ہے تو آپ فرماتے: "میں صوم وصال نہیں رکھتا۔" (۳) اگر اس طرح ہوتا تو پھر یہ فارق کا جواب نہ ہوتا گویا آپ مفطر ہوتے یہ نفی درست نہیں ہے۔ امام شافعی اور ان کے جمہور ساتھیوں نے کہا ہے کہ آپ کے حق میں صوم وصال مباحات میں سے ہے۔"

امام الحرمین نے لکھا ہے: "یہ آپ کے حق میں قرب ہے۔" انہوں نے فرمایا ہے: "آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روزہ پوری امت کے لیے تو مباح ہے لیکن انفرادی طور پر مباح نہیں ہے، کیونکہ بہت سے علماء کے متعلق مشہور ہے کہ وہ صوم وصال رکھتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ کی خصوصیت مجموعی اعتبار سے ہے، کیونکہ یہ مشروع ہے،" لیکن اس

کلام میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

تنبیہ

ابن حبان نے لکھا ہے "اس روایت سے یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت درست نہیں جس میں ہے کہ آپ اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھتے تھے کیونکہ آپ جب صوم وصال رکھتے تھے تو رب تعالیٰ کے ہاں آپ کو کھلایا پلایا جاتا تھا۔ وہ عدم وصال کی صورت میں آپ کو بھوکا کیسے رہنے دیتا ہوگا، حتیٰ کہ آپ کے پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آجائے۔ حدیث پاک میں لفظ الحجز ہے۔ اس سے مراد ازار کا گوشہ ہے زاء کو راء سے بدل دیا گیا ہے۔" لیکن یہ تاویل مردود ہے جیسے کہ غزوۂ خندق میں گزر چکا ہے۔

(۷) آپ کو اختیار ہے کہ آپ مال غنیمت کی تقسیم سے قبل جو چاہیں پسند کرلیں جیسے لونڈی وغیرہ۔ ابوداؤد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حصہ ہوتا تھا جسے "الصفی" کہا جاتا تھا۔ اگر آپ کسی غلام یا لونڈی کا حصہ لینا چاہتے تو لے سکتے تھے۔ یہ خمس اور ہر چیز سے پہلے ہوتا تھا۔" حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسلمانوں کے ساتھ آپ کا حصہ نکالا جاتا تھا۔ اگر وہ موجود نہ ہوتے تو آپ کے لیے الصفی نکالا جاتا وہ خمس میں سے ہر چیز سے قبل آپ کے لیے نکالا جاتا تھا۔

ابن عساکر اور ابن سعد نے حضرت عمر بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بنوقریظہ کو قیدی بنالیا گیا۔ ان کے قیدی حضور اکرم ﷺ کو پیش کردیے گئے ان میں ریحانہ بنت زید تھیں۔ آپ نے ان کے متعلق حکم دیا انہیں علیحدہ کردیا گیا۔ یہ مال غنیمت میں آپ کا "الصفی" ہوتا تھا ابوعمر نے لکھا ہے "الصفی" کا حصہ صحیح الآثار میں مشہور ہے۔ یہ اہل علم کے ہاں معروف ہے۔ اہل سیر میں یہ اختلاف نہیں کہ آپ کا حصہ اس میں سے ہوتا تھا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص ہے۔ امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ تلوار ذوالفقار "الصفی" میں سے تھی۔

(۸) مال فئے اور مال غنیمت میں سے خمس کا خمس۔

(۹) تمام خمس کے اخماس میں سے چوتھا حصہ۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔ (الانفال:۴۱)

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لیے ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے۔

اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کا حصہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ (الحشر:۷)

ترجمہ: جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے۔

امام احمد، شیخان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ رب العزت نے اس مال فئے میں اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختص فرمایا ہے آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہ کیا۔ اس نے فرمایا:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الحشر:۶)

ترجمہ: اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خصوصیت تھی۔ آپ اس میں سے اہل بیت کا سال بھر کا خرچہ نکال لیتے تھے۔ بقیہ کو رب تعالیٰ کا مال بنا دیتے تھے۔ ساری حیاتِ طیبہ آپ نے اسی طرح کیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ قریبی ہوں۔" انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔" ابوداؤد اور حاکم نے حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے مالِ غنیمت میں سے صرف خمس لینا ہی میرے لیے روا ہے۔ خمس بھی تمہیں لوٹا دیا جاتا ہے۔"

(۱۰) مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا، جبکہ دیگر افراد کے لیے احرام واجب ہے۔ اس میں بہت زیادہ تفصیل سے اصح قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ احرام کے بغیر تھے۔" علامہ قضاعی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص ہے۔ آپ کے لباس مبارک کے ابواب میں یہ احادیث گزر چکی ہیں۔"

(۱۱) مکہ مکرمہ دن بھر میں ایک ساعت کے لیے آپ کے لیے حلال ہوا۔ القضاعی نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

(۱۲) آپ کے مال میں وراثت نہیں چلی۔ انبیاء کرام کی یہی کیفیت ہوتی ہے وہ وصیت کرتے ہیں کہ ان کا سارا مال صدقہ ہے۔ شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

امام نسائی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرات عبدالرحمان، سعد، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "کیا تم اس رب تعالیٰ کی گواہی دیتے ہو جس کے لیے آسمان اور زمین قائم ہیں کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا: "ہم گروہِ انبیاء میں وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! ہاں!"

انبیائے کرام علیہم السلام میں وراثت کیوں نہیں چلتی۔ اس میں حکمت یہ ہے تاکہ کوئی باطل پرست یہ گمان نہ کرے کہ وہ اپنے ورثاء کے لیے دنیا جمع کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس کے گمان کو کاٹ کر رکھ دیا اور ورثاء کے لیے کچھ بھی نہ رکھا۔ شیخ نصر الدین المقدسی نے لکھا ہے: "اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں وراثت نہیں چلتی، کیونکہ کبھی انسان کے دل میں تمنا پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کا وہ وارث بن رہا ہے وہ مر جاتے تاکہ وہ اس کے مال کو حاصل کرے۔ رب تعالیٰ نے انبیاء اور ان کے اہل کو اس سے منزہ فرمایا ہے۔ ان کی وراثت کو ختم کر دیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا جواب کیا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ (النمل:۱۶)

ترجمہ: اور جانشین بنے سلیمان داؤد کے۔

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ (مریم:۵،۶)

ترجمہ: پس بخش دے مجھے اپنے پاس سے ایک وارث جو وارث بنے میرا۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (النساء:۱۱)

ترجمہ: حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں۔

یہ مطلق حکم ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت، علم اور دین میں وراثت ہے۔ مال کی وراثت مراد نہیں ہے۔ اس کی تائید آپ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ "علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔" جہاں تک آخری آیت طیبہ کا تعلق ہے یہ اس شخص کے لیے عام ہے جو ایسی چیز چھوڑے جس کا وہ مالک ہو جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے موت سے قبل اسے وقف کر دیا تھا۔ اس نے کچھ ایسا نہیں چھوڑا جس میں اس کی وراثت چلے تو کوئی اس کا وارث نہ ہوگا۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ آپ نے کچھ چھوڑا تھا، تو پھر اس خطاب میں آپ کا داخل ہونا از روئے تخصیص ہوگا، جیسے کہ آپ کے بہت سے خصائص معروف ہیں۔ آپ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ کی وراثت نہیں چلی اور عموم مخاطبین سے مراد آپ کی امت ہے۔"

(۱۳) آپ نے اپنی امت کے لیے قربانی دی۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر قربانی کرے۔ امام حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عیدگاہ کے پاس سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔"

(۱۴) آپ کے لیے یہ بھی روا ہے کہ آپ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کریں۔ خواہ حدود میں ہی ہو کسی اور میں اختلاف ہے۔ شیخان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

ابوسفیان ایک حریص شخص ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں ان کے اموال میں سے اپنے عیال کو کھلالوں۔" آپ نے فرمایا: "تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم انہیں بھلائی کے ساتھ کھلاؤ۔" اس سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان سے زوجیت پر گواہ طلب نہیں کیے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ابوسفیان کی زوجہ ہیں۔ آپ نے ان کے مال سے بھلائی کے ساتھ لینے کا حکم دے دیا۔ یہ علم کے مطابق فیصلہ ہے۔ اس روایت کو بخاری، ابن جریر، ابن منذر اور بیہقی وغیرہم نے ذکر کیا ہے۔

(۱۵) آپ دعویٰ کے بغیر فیصلہ کر سکتے تھے کسی اور کے لیے یہ روا نہیں۔ ابن دحیہ نے یہ لکھا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو ام ابراہیم کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جاؤ اس کی گردن اڑا دو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے۔ وہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: "باہر نکلو۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اسے باہر نکالا۔ وہ مجبوب تھا۔ اس کا ذکر نہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے قتل کرنے سے رک گئے پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ مجبوب ہے اس کا ذکر نہیں ہے۔" اس کا نام ماثور بتایا جاتا ہے اسے ماریہ کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں۔"

حضیری نے لکھا ہے "اس سے اس صورت میں استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ یہ روایت اس دعویٰ کے موافق ہو جو امام مسلم کے علاوہ دیگر نے کیا ہے علماء کی ایک جماعت نے اس روایت کو مشکل کہا ہے حتیٰ کہ ابن جریر نے کہا ہے: "ممکن ہے کہ مذکور شخص اہلِ عہد میں سے ہو۔ اس کے عہد میں ہو کہ وہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ جائے گا۔ وہ ان کے پاس چلا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کے عہد کے توڑنے کی وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔" امام نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تبع میں کہا ہے کہ شاید یہ منافق ہو کسی اور وجہ سے یہ قتل کا مستحق ہو اس کا محرک نفاق وغیرہ ہو زنا نہ ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس لیے رک گئے ہو کہ شاید یہ قتل زنا کی وجہ سے ہو زنا کی نفی انہیں معلوم ہو گئی ہو۔ اس میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے۔ ہم اعتبار کرتے ہیں کہ حضرت ماریہ سے زنا کے ظن کی نفی ہو گئی۔ اگر آپ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تو ان پر بھی حد قائم کرتے، مگر یہ رونما نہ ہوا۔ معاذ اللہ! آپ کے خاطر عاطر میں یہ بات بھی آئے یا زبان اقدس سے کچھ کہیں۔" اس کا عمدہ جواب وہ ہے جس کی طرف ابن حزم نے "الایصال الی فہم کتاب الخصال" میں اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس نے یہ گمان کیا ہے کہ آپ نے گواہوں کے بغیر حقیقت میں اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اقرار بھی نہ کیا تھا۔ اس نے جاہلانہ کام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ وہ اس عمل سے بری ہے، جو کچھ اس کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے وہ جھوٹ ہے۔ آپ نے اس کی برأت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا چاہا۔

تا کہ انہیں اس کا مشاہدہ کرا دیں آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ کچھ افراد بھی بھیجے تا کہ وہ اس کے مجبوب (مقطوع الذکر) ہونے کو دیکھ لیں۔ اس کا قتل ممکن نہ رہا کیونکہ وہ اس سے بری تھا جو کچھ اس کی طرف منسوب کیا جا رہا تھا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس فیصلہ کی طرح ہے جو آپ نے ان دو عورتوں کے مابین کیا تھا جنہوں نے ایک بچے میں اختلاف کیا تھا۔ انہوں نے ایک چھری منگوائی تا کہ بچے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں تا کہ حق کا اظہار ہو سکے۔" یہ عمدہ جواب ہے۔

(۱۶) آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ اپنے بارے میں فیصلہ کریں۔

(۱۷) اپنی فرع کے بارے فیصلہ کریں۔

(۱۸) اپنے لیے گواہی دیں۔

(۱۹) اپنی فرع کے لیے گواہی دیں۔

(۲۰) اس کی گواہی کو قبول کریں جو آپ کے لیے گواہی دے جیسے حضرت خزیمہ کی گواہی۔

(۲۱) ہدیہ قبول کر لینا۔ دیگر حکام کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ اور سارے انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ وہ خواہشات نفسانیہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔ حاکم کو اس لیے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے بارے میں فیصلہ کرے کیونکہ ان کا فیصلہ اپنی خواہش کے مطابق ہو سکتا ہے لہٰذا انہیں اس سے روک دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے آپ کے لیے اس طرح فیصلہ کرنا متصور نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ کے لیے اس طرح فیصلہ کرنا جائز ہے۔ ہدیہ حکام کے لیے حرام کیا گیا ہے تا کہ وہ شریعت مطہرہ سے پھسل نہ جائیں۔"

(۲۲) غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کی عدم کراہت، کیونکہ آپ کے متعلق وہ اندیشہ نہیں جو ہمارے متعلق اندیشہ ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں لقطہ کی روایت میں لکھا ہے کہ آپ نے اس کے متعلق فتویٰ دیا۔ آپ غصہ کی حالت میں تھے حتیٰ کہ آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے تھے۔

(۲۳) آپ کے لیے روا ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا آپ کی ہجو کی۔ یہ ابن سبع نے کہا ہے یہ آپ کے اپنے متعلق فیصلہ کی طرف لوٹتا ہے۔

(۲۴) آپ کے لیے روا ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی جگہ مخصوص کر لیں۔ آپ نے اس طرح کیا نہیں۔ آپ کے بعد کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنے لیے کوئی علاقہ مخصوص کریں۔ امام بخاری نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "محفوظ علاقہ (چراگاہ) نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔"

(۲۵) جسے آپ نے محفوظ کر دیا وہ جگہ کم نہ ہو گی۔ جس نے اس جگہ میں سے کچھ لے لیا وہ اصح قول کے مطابق اس کی قیمت کا ضامن ہو گا، جبکہ اس محفوظ علاقے کی کیفیت اس کے برعکس ہے جیسے دیگر ائمہ نے محفوظ کیا ہو اگر کسی قوم نے اس

میں جانور چرا لیے تو اس پر کوئی نقصان نہیں۔

(۲۶) آپ کے لیے روا ہے کہ آپ مالک کا کھانا اور مشروب لے لیں جن کا وہ محتاج ہو جبکہ آپ کو ان کی ضرورت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کو پیش کر دے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی روح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک پر قربان کر دے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

(۲۷) اگر کوئی ظالم آپ کا قصد کرے تو موجود شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی جان آپ پر قربان کر دے۔اسے زوائد الروضہ میں الفورانی سے نقل کیا گیا ہے علامہ بلقینی نے لکھا ہے "اس کا تعاقب کیا جائے گا۔آپ کے نفس کا قصد کرنے والا کافر ہے کافر کو ہر مسلمان سے دور کرنا ضروری ہے یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے۔حضیری نے لکھا ہے۔"یہ آپ کا قصد کرنے والے کی بہ نسبت صحیح ہے،لیکن یہ اور دو وجوہات کی بنا پر خصوصیت ہو سکتی ہے۔

(۱) اپنی جان قربان کر کے آپ کا دفاع کرنا لازم ہے۔اگرچہ اپنی جان کے تلف ہو جانے کا خوف ہو لیکن آپ کی امت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جان کے تلف ہو جانے کے خوف سے دفاع لازم نہیں ہوتا۔رافعی اور نووی نے اسے کتاب الصید میں برقرار رکھا ہے۔

(۲) آپ کے علاوہ کسی اور کا قصد کرنے والا مسلمان ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا۔اگرچہ اسے دور کرنا ضروری ہو،لیکن آپ کا قصد کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

(۲۸) آپ کے لیے روا ہے کہ آپ امان کے بعد قتل کر دیں۔اسے ابن القاص نے لکھا ہے۔امام رافعی نے ان سے نقل کیا ہے،مگر انہوں نے خطا کی ہے۔ابن الرفعہ نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے جسے انہوں نے زرکشی سے نقل کیا ہے کہ اس روایت میں خلل ہے۔تلخیص میں یہ ہے:"آپ کے لیے امان عطا فرمانے کے بعد حرم میں قتل کرنا جائز تھا۔"یہ اسی روایت کے مطابق ہے جسے وہ ان امور میں کسی کا مستحق نہ ہو۔وہ مسلمان بھی ہو ورنہ آپ نے کفار اور منافقین کے لیے بد دعائیں کیں یہ ان کے لیے رحمت نہ بنیں گی اگر یہ سوال کیا جائے آپ ان کے لیے بد دعا کیوں کرتے تھے جو اس کے اہل نہ تھے یا انہیں لعنت یا برا بھلا کیوں کہتے تھے اس کا جواب دو اعتبار سے ہے۔

(۱)"وہ اس کا مستحق نہ ہو"یہ باطنی طور پر رب تعالیٰ کے ہاں ہے ظاہر میں وہ اس کا اہل ہوتا ہے۔شرعی نشانی کے اعتبار سے آپ کے لیے اس کا استحقاق ظاہر ہو جاتا ہے،لیکن وہ باطنی طور پر اس طرح نہ ہوگا۔آپ کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم تھا۔رب تعالیٰ پوشیدہ امور کو جانتا ہے۔"اس جواب کو المازری نے لکھا ہے۔یہ اس شخص کے قول پر مبنی ہے جس نے کہا:"آپ احکام میں اجتہاد کرتے تھے۔جو اجتہاد تقاضا کرتا اسی کے مطابق فیصلہ فرما لیتے۔"جو یہ کہتا

ہے کہ آپ وحی کے مطابق ہی فیصلہ کرتے اس کے لیے اس جواب میں تسلی نہیں ہے۔"

(۲) جو بھلا برا کہنا یا بددعا وغیرہ مقصود نہ ہو، بلکہ وہ اہلِ عرب کی عادت ہو جو کلام میں بلا قصد آجاتے جیسے کسی کو کہنا "تربت یمینك" "عقری حلقه" "لا کبرت سنك" "ولا اشبع الله بطنك" وغیرہ ان الفاظ سے حقیقت بددعا مقصود نہیں ہوتی۔ جب آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ان میں سے کچھ قبول نہ ہو جائے تو آپ نے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ رغبت کی کہ وہ اسے ان کے لیے رحمت، کفارہ، قربت، پاکیزگی اور اجر بنا دے۔ یہ آپ سے شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ آپ نہ تو فحش گو تھے نہ ہی بے حیائی کا اظہار کرنے والے تھے نہ لعنت کرنے والے اور نہ ہی اپنے لیے کسی سے انتقام لینے والے تھے۔" آپ سے التجاء کی گئی کہ آپ دوس کے لیے بددعا کریں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! دوس کو ہدایت عطا فرما۔" یہ دعا بھی مانگی: "مولا! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی۔" اس کا تذکرہ مازری نے کیا ہے اور قاضی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

الحافظ نے اسے حسن کہا ہے، لیکن صرف ایک روایت پر انہوں نے اعتراض کیا ہے۔ وہ ہے "اگر میں کوڑے ماروں۔" جبکہ کوڑے قصد کے بغیر واقع ہوں۔ سب کو ایک ہی سیاق میں لایا گیا ہے صرف یہ کہ اسے ایک کوڑے پر محمول کیا جائے تو پھر توجہ کی جائے گی۔

(۳۰) آپ اپنے آلِ پاک کے لیے قطعی طور پر وصیت کر سکتے تھے اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔ یہ اصح مؤقف ہے۔ آلِ پاک کے علاوہ دیگر لوگوں میں اختلاف ہے۔ صحیح قول جواز کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ کا ابہام کی وجہ سے اور اہلِ دین اور قرابت میں تردد کی وجہ سے یہ درست نہیں ہے۔"

(۳۱) روزہ کی حالت میں زوجہ کریمہ کا بوسہ لینا آپ کے لیے مکروہ نہیں۔ اس کے لیے بھی یہ جائز ہے جس کی شہوت متحرک نہ ہو لیکن جس کی شہوت کو حرکت ہو اس کے لیے حرام ہے۔ یہ اصح موقف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "تم میں سے کس کو خود پر اتنا قابو ہو سکتا ہے جتنا قابو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود پر تھا۔

(۳۲) آپ اپنی قسم میں استثناء کر سکتے تھے۔ اگرچہ بعد میں ہی، لیکن دیگر افراد کا معاملہ اس کے برعکس ہے وہ اپنی قسم کی اصل میں ہی استثناء کر سکتا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکہف: ۲۴)

ترجمہ: اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے۔

اس سے مراد استثناء ہے۔ جب آپ بھول جائیں تو استثناء کر لیا کریں۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔"

(۳۳) آپ اچانک کھانا شروع کر سکتے تھے اس میں سے کھا سکتے تھے۔ دوسروں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس سے روکا گیا ہے۔ یہ خصوصیت ابن القاص اور القضاعی نے لکھی ہے، مگر اس پر ان سے موافقت نہیں ہے۔ امام بیہقی

نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ ایک روز پہاڑ کی گھاٹی کی طرف سے آئے۔آپ قضائے حاجت کر کے تشریف لائے تھے۔ہمارے سامنے کسی برتن میں کھجوریں پڑی تھیں۔ہم نے آپ کو دعوت دی آپ نے ان میں سے تناول فرمایا،مگر پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔"

امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت قیس بن سکن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اشعث بن قیس یوم عاشوراء میں عبداللہ کے ہاں گئے۔وہ کھا رہے تھے۔انہوں نے کہا:"ابو محمد! قریب ہو جاؤ۔کھاؤ۔"انہوں نے کہا:"میں روزے سے ہوں۔"انہوں نے کہا:"ہم بھی اس روز روزہ رکھتے تھے،پھر ہم نے ترک کر دیا۔"امام بیہقی نے لکھا ہے:"اس ضمن میں بہت سی روایات ہیں جو تخصیص کی نفی کرتی ہیں۔نہی ثابت نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

(۳۴) آپ احرام میں خوشبو استعمال کر لیتے تھے،ہمیں آپ نے منع فرمایا تھا۔ہم کو اپنی خواہشات پر ضبط نہیں ہے۔خوشبو جماع کے اسباب اور اس کے دواعی میں سے ہے۔اسے مہلب بن ابی صفرہ المالکی نے لکھا ہے۔ابن العربی نے اسے ترجیح دی ہے۔انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔صحیح میں ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں آپ کو احرام کے وقت خوشبو لگاتی تھی۔اسی طرح احرام کھولتے وقت بھی خوشبو لگاتی تھی۔"اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ احرام کے لیے غسل کرنے سے قبل اس طرح کرتے تھے،لیکن ام المومنین رضی اللہ عنہا کا یہ قول اشکال پیدا کر رہا ہے۔"گویا کہ میں اب بھی آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔" اسماعیلی نے لکھا ہے کہ"وبیض"کی چمک"بریق"سے زیادہ ہوتی ہے۔اس سے مراد تابانی ہے یہ وجود پر دلالت تو کرتا ہے لیکن فقط خوشبو پر نہیں۔"

(۳۵) ایک قول یہ ہے کہ آپ کے لیے روا ہے کہ آپ اپنی قسم کا کفارہ ادا نہ کریں اسے زمخشری نے الکشاف میں لکھا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم:۲)

ترجمہ: بیشک اللہ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے لیے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ)۔

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم کا کفارہ ادا کریں گے؟حسن سے منقول ہے کہ آپ قسم کا کفارہ ادا نہیں کریں گے۔آپ کو بخش دیا گیا ہے۔ایک یہ قول ہے کہ آپ قسم کا کفارہ ادا کریں گے۔امام قرطبی نے اسے اصح کہا ہے اس سے مراد آپ کی ذات ہے امت آپ کی اقتداء میں ہے۔

(۳۶) آپ لفظ"الصلاۃ""کے ساتھ جس کے لیے چاہیں دعا مانگیں۔یہ آپ کا مخصوص منصب ہے۔آپ جہاں چاہیں اسے رکھیں۔انہوں نے اس کی دلیل اس روایت سے لی ہے جسے شیخان نے روایت کیا ہے۔آپ نے عرض کی:اللهم صل علی ابی اوفی۔ کسی اور کے لیے مکروہ ہے۔"روضہ"میں اسے ترجیح دی گئی ہے۔اکثر متاخرین مثلاً ابن

التقیب نے مختصر الکفایہ میں اور الدمیری نے اسے ہی صحیح کہا ہے۔ایک قول حرام ہونے کا بھی ہے۔

(۳۷) غائب کی نماز جنازہ۔احناف اور مالکیہ کے ایک گروہ کا یہ مؤقف ہے۔ان کے استدلات کو رد کر دیا گیا ہے۔الحافظ نے الفتح میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

(۳۸) عمرہ کو حج میں داخل کرنا۔

(۳۹) چھوٹے بچے کو نماز میں اٹھا لینا۔اسے الفتح میں بعض افراد سے نقل کیا گیا ہے۔

(۴۰) زمینوں کو انہیں فتح کرنے سے قبل تقسیم کرنا، کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو ساری زمین کا مالک بنا دیا یہ امام غزالی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ہے جسے ان کے شاگرد ابن عربی نے "القانون" میں ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے جنہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔یہ زمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم کو عطا کی تھی۔انہوں نے فرمایا:"آپ تو جنت میں سے جاگیر عطا کرتے تھے تو اس زمین کے زیادہ مالک ہیں۔"

(۴۱) اگر آپ فرما دیں۔"فلاں کے فلاں پر ہیں۔" تو سامع کے لیے روا ہے کہ وہ اس کی گواہی دے دے اس کا تذکرہ شریح رویانی نے روضۃ الاحکام میں کیا ہے۔

(۴۲) آپ پر اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہ تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معیت کے ساتھ ان کی ملکیت نہیں ہوتی۔وہ اپنے ہاتھوں میں اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی امانتیں سمجھتے ہیں۔وہ ضرورت کے وقت انہیں صرف کرتے تھے، اور نامناسب جگہ سے روک لیتے تھے۔زکوٰۃ ناپاکی سے طہارت ہوتی ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام اس سے معصوم ہوتے ہیں۔اس کا تذکرہ ابن عطاء اللہ نے "التنویر فی اسقاط التدبیر" میں کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اس کی بنیاد اپنے امام مالک کے اس قول پر رکھی ہے کہ انبیاء مالک نہیں ہوتے۔"

(۴۳) آپ نے اہلِ خیبر سے معاہدہ مبہم مدت تک کیا آپ نے ان سے فرمایا:"میں تمہیں اس پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھا، کیونکہ نسخ کے لیے وحی آسکتی تھی۔یہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے روا نہیں ہے۔"

(۴۴) قیدیوں پر احسان کرنا۔جیسے کہ بعض علماء نے گمان کیا ہے۔

(۴۵) آپ کو اور آپ کے رب تعالیٰ کو ایک ضمیر میں جمع کرنا۔جیسے آپ نے فرمایا:"ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما۔" آپ کا فرمان:"من یعصھما فانہ لا یضر الا نفسہ۔" ان دونوں فرامین میں ایک ضمیر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم کو جمع کر دیا گیا ہے۔یہ کسی اور کے لیے روا نہیں اس لیے خطیب کا انکار کیا گیا، کسی اور کے لیئے یہ ممنوع اس لیے ہے کیونکہ جب کوئی دوسرا اسے جمع کرے گا تو برابری کا گمان ہو سکتا ہے۔مگر آپ کے لیے نہیں۔آپ کے منصب کریم میں اس ابہام کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔اس کا تذکرہ سلطان العلماء

العز بن عبد السلام نے کیا ہے حافظ صدائی نے اپنی کتاب "الفصول المفیدہ فی الواو المزیدہ" میں ایک قول یہ کیا ہے کہ ان روایات کو کئی اعتبار سے جمع کیا جاسکتا ہے۔

(۱) یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ مقام ربوبیت کو اس کا حق دیتے ہیں۔ وہاں کسی اور کے لیے برابری کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ کے علاوہ آپ کی امت کا امر جداگانہ ہے۔ وہاں اس وقت برابری کا شائبہ ہوسکتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ اور کسی اور کے لیے ایک ہی ضمیر کو جمع کریں، لہٰذا آپ کے کلام میں ایک ضمیر آسکتی ہے۔ آپ نے اس خطیب مفرد ضمیر لانے کو کہا تا کہ اس کے کلام میں برابری کا شائبہ نہ آئے۔ باجماعت نماز میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے اس کا رد ہوتا ہے۔ اس میں "ومن یعصھما" یہ عدم خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ الا یہ کہ یوں کہا جائے مجموع الحدیثین سے یہ نتیجہ اخذ ہوسکتا ہے کہ وہ خطبۃ الحاجہ میں یوں کہیں: "و من یعصی اللہ و رسولہ" اس کے الفاظ کو جمع نہ کرے۔" لیکن اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔"

(۲) جب آپ نے اس خطیب کا رد کیا تو وہاں مقام ربوبیت اور مقام رسالت میں برابری کا گمان ہوسکتا تھا، لہٰذا ان دونوں ذاتوں کو ایک ضمیر میں لانے سے منع کر دیا، لیکن جس جگہ التباس کا خطرہ نہ ہو وہاں یہ روا ہے۔ شاید یہ مؤقف سابقہ مؤقف سے بہتر ہے۔"

(۳) یہ جمع لازمی اور ضروری اعتبار سے نہیں۔ اس کی دلیل دوسری روایت ہے بلکہ یہ استحباب اور اولویت کی طرف راہ نمائی کے اعتبار سے ہے، کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں وہ تعظیم ہے جو اسی کے جلال کے لائق ہے یہ حقیقت میں اس کی طرف لوٹتا ہے جیسے ائمۃ الاصول نے کہا ہے کہ اس وقت واؤ ترتیب کے لیے نہ ہوگی۔"

(۴) یہ انکار اس خطیب کے ساتھ مختص تھا۔ آپ نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ اس مقام پر برابری کرتے ہوئے انہیں جمع کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "تو برا خطیب ہے۔" یہ اسے خطاب ہے جو اس حال پر ہو۔ یہ جواب سب سے اقویٰ ہے۔ یہ قصہ عین واقعہ ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ احتمال ہے۔ اس احتمال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہر ایک کے حق میں اسے عموم پر محمول کیا جائے گا اگر اس کے ساتھ اس روایت کو ملا لیا جائے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے آپ نے اس میں اپنی امت کو صلاۃ الحاجۃ کا خطبہ سکھایا تھا۔ اس میں "ومن یعصھما" تثنیہ کی ضمیر اس احتمال کو قوی کرتی ہے۔ یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ "مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دیا کرو۔" اس کے ساتھ ساتھ یہ فرمان بھی ہے: "انا سید الناس" ان دونوں روایات کو کئی اعتبارات سے جمع کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے: "اس شخص کو یوں کرنے سے منع کیا گیا ہے جو اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ میں کمی سمجھے۔ یہ اس کے لیے مختص ہے جس کی یہ کیفیت ہو۔" واللہ اعلم

دوسری نوع

نکاح کے متعلق تخفیفات اور مباحات

(۱) آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ چار سے زیادہ خواتین کو جمع کر سکتے ہیں۔اس پر اجماع ہے۔جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ کے عقد نکاح میں نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔اس زیادتی کا سبب یہ ہے کہ جیسے آزاد شخص غلام سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے اسی طرح آپ بھی اپنی امت کے کسی آزاد مرد سے زائد خواتین اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہیں۔" بعض علماء نے فرمایا ہے:" چار سے زائد ازواج مطہرات عقد نکاح میں رکھنے میں راز یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو شریعت مطہرہ کے ظواہر اور بواطن کا علم عطا کیا تھا۔جس کے ذکر سے حیاء آتی ہے یا حیاء نہیں آتی سب کچھ دیا تھا۔آپ سب سے زیادہ باحیاء تھے۔رب تعالیٰ نے آپ کے لیے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مقرر فرما دیں وہ آپ کے وہ افعال نقل کرتی تھیں جن کا وہ مشاہدہ کرتی تھیں۔آپ کے وہ اقوال سنتی تھیں جن کی وضاحت مردوں کی موجودگی میں کرنے سے حیاء آتی تھی۔تاکہ شریعت مطہرہ مکمل ہو جائے۔کثرت ازدواج اسی لیے ہے تاکہ وہ آپ سے ایسے افعال نقل کریں جن کے بیان سے آپ کو حیاء آتی تھی۔اسی طرح انہوں نے وہ امور نقل کیے جو ان کے علاوہ کوئی اور نقل نہ کر سکتا تھا وہ آپ کی نیند اور خلوت میں ایسی نشانیاں دیکھتی تھیں جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں۔آپ کی جدوجہد اور عبادت میں کوشش پر کرتی تھیں وہ ایسے امور کا مشاہدہ کرتی تھیں جنہیں دیکھ کر ہر صاحبِ عقل کہہ اٹھتا تھا کہ آپ نبی ہیں۔انہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔اس سے خیر عظیم حاصل ہوئی۔

(۲) آپ تین طلاقوں میں منحصر نہ تھے،لیکن اصح موقف اس کے برعکس ہے۔

(۳) آپ کا لفظ ہبہ سے منعقد ہو جاتا تھا۔ارشاد ربانی ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے۔

امام رافعی نے لکھا ہے:"ہم نے جو'انعقاد' کا لفظ استعمال کیا ہے تو مہر نہ تو بالفعل نہ ہی بالدخول واجب ہوتا ہے جیسے کہ ہبہ میں ہوتا ہے۔کیا اس کی طرف سے لفظ'الاتہاب' آپ کی طرف سے بھی کافی ہو جاتا تھا جیسے یہ عورت کی طرف سے کافی ہو جاتا تھا یا آپ کی طرف لفظ' نکاح' شرط تھا دوسرا موقف بہتر ہے جیسے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا۔ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اگر نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں۔

آپ کی جانب سے نکاح کا اعتبار کیا گیا۔ ابن سعد اور بیہقی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں نقل کیا ہے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ۔ (الاحزاب:۵۱)

ترجمہ: (آپ کو اختیار ہے) دور کر دیں جس کو چاہیں اپنی ازواج میں سے۔

جن خواتین نے بھی اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔ بعض کو حرم میں داخل کر لیا بعض سے اعراض فرمایا۔ اس کے بعد ان کا نکاح نہ ہوگا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ان میں سے ایک ہیں۔ سعید بن منصور اور بیہقی نے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ کے بعد کسی کے لیے (یوں) ہبہ جائز نہیں ہے۔"

(۴) جب آپ کی رغبت کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی ہو۔ آپ اسے پیغام نکاح دیں، تو اس کا جواب دینا اس کے لیے لازم ہے۔ اگر اس نے آپ کے حکم کی مخالفت کی تو وہ نافرمان ہوگی۔ اگر اس نے آپ کے ارادہ اور رغبت کی مخالفت کی تو وہ آپ کے قول و فعل سے راضی نہ ہوگی۔ یہ بھی بہت بڑی نافرمانی ہے جو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے لیے جواب لازم ہے کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ اس عورت کو پیغام نکاح دے، کیونکہ اس میں آپ کی مخالفت ہے ماوردی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (الانفال:۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔

(۵) جب کسی عورت پر آپ کی نظر پڑ جائے۔ اس نے اپنی جگہ لے لی، تو اس کے خاوند پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو طلاق دے دے، جیسے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "شاید اس میں راز یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے اس کے امتحان آزمائش ہے۔ اسے مکلف بنایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اہلیہ سے دستکش ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے راز یہ ہو کہ آپ کو بشری آزمائش میں مبتلاء کیا جائے۔ آپ کو آنکھوں کی خیانت سے روکا گیا تھا۔ اس اضمار سے روکا گیا تھا جو اظہار کے مخالف ہو۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے۔ اپنے جی میں وہ بات جسے ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کا، حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔

اس آیت طیبہ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اس امر پر دلالت کر رہی ہو کہ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے پر مجبور کیا ہو۔ آیت کا ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی مرضی سے طلاق دی تھی، کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش۔

حدیث مبارک میں بھی کسی ایسے امر کا ذکر نہیں جس کا تقاضا ہو کہ آپ نے انہیں طلاق دینے پر مجبور کیا ہو۔" مفسرین کے ایک گروہ نے اس آیت طیبہ کی تفسیر اس طرح کی ہے جیسے کہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ آپ کی نظر پاک حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر پسندیدگی کے اعتبار سے پڑ گئی۔ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں آپ کی تمنا تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دے دیں۔ آپ ان سے نکاح کر لیں۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جدا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ان کی شکایت کی کہ ان میں گفتگو کی شدت ہے۔ عصیان بھی ہے اور شرف پر فخر بھی ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا:

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔

یعنی جو کچھ آپ فرما رہے تھے لیکن دل میں یہ تمنا مخفی تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دے دیں۔ آپ اسے ہی مخفی رکھے ہوئے تھے، لیکن بھلائی کا حکم دینا آپ پر لازم تھا۔"

قاضی، الحافظ وغیرہما نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے جو گمان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید کی زوجہ محترمہ سے محبت کرنے لگے۔ آپ نے پسند کیا کہ وہ انہیں طلاق دے دیں۔ آپ نے یہ تمنا زید سے اس وقت مخفی رکھی۔ جب انہوں نے آپ سے طلاق کے بارے میں مشورہ کیا۔ یہ سب کچھ صحیح نہیں ہے۔ اگر کہنے والے کی وجہ سے یہ صحیح ہے تو وہ بڑی عجیب بات کر رہا ہے جس سے نبوت پاک دامن رہتی ہے۔ یہ کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خصوصی صحابی کی زوجہ کو دیکھا جس کو آپ نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ وہ آپ کے دل میں گھر کر گئی۔ آپ نے پسند کیا کہ اس کا خاوند اس سے جدا ہو جائے تا کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ خدا کی پناہ! آپ کی طرف ایسا امر منسوب نہیں ہو سکتا اگر اسے کسی عام شخص کی طرف بھی منسوب کیا جائے تو وہ اس سے راضی نہ ہو۔ وہ نہ ہی اسے کسی اور کے لیے پسند کرے۔ جس نے یہ بات کی اس نے آپ کی طرف بری بات منسوب کر دی۔ خصوصاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق۔ وہ آپ کی پھوپھی امیمہ کی نور نظر تھیں۔ مکہ مکرمہ میں پروان چڑھی تھیں۔ پردے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا ہوا تھا، بلکہ کئی بار دیکھا تھا۔ آپ انہیں اچھی طرح جانتے تھے آپ نے ہی انہیں حضرت زید کے لیے پیغام

نکاح دیا تھا۔ آپ نے ہی ان کی ان سے شادی کی تھی، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جب آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر آئے۔ انہیں دیکھا تو انہیں پسند کرنے لگے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اس کے متعلق آپ پر عتاب بھی فرمایا۔" الحافظ لکھتے ہیں:

"ابن ابی حاتم نے یہ داستان حضرت سدی سے روایت کی ہے۔ انہوں نے اسے اچھی طرح بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے: "ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ آیت طیبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھو امیہ کی نورِ نظر تھیں۔ آپ نے ارادہ کیا کہ ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ مگر حضرت زینب نے یہ پسند نہ کیا، پھر آپ نے جو کچھ کیا وہ اس پر راضی ہو گئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعد میں بتا دیا کہ یہ آپ کی زَوجہ ہیں۔ آپ کو حیاء آتی تھی کہ آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان سے جدا ہو جانے کا حکم دیں۔ حضرت زید اور حضرت زینب کے مابین تنازع رہتا تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے آپ سے شکوہ کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اتق الله امسك عليك زوجك۔" آپ کو لوگوں کے متعلق اندیشہ تھا کہ وہ آپ پر عیب لگائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کر لیا۔ آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ کی زوجہ بن جائیں گی۔ یہ بات آپ کے ان کے ساتھ نکاح سے قبل ہے۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا: "رب تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھو۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں ان کا نکاح آپ سے کر دوں گا۔ جو کچھ آپ اپنے نفس میں چھپاتے ہیں رب تعالیٰ اسے عُیاں کر دے گا۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "دیگر آثار بھی ہیں جنہیں الطبرانی اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ اکثر مفسرین نے انہیں نقل کیا ہے ان کے ساتھ مشغول ہو جانا مناسب نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے ذکر کر دیا ہے وہ وہی معتمد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ مخفی رکھے ہوئے تھے وہ رب تعالیٰ کا آپ کو یہ بتا دینا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ کی زوجہ بن جائیں گی، جو چیز آپ کو یہ بات مخفی رکھنے پر ابھار رہی تھی وہ لوگوں کا یہ قول تھا "انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کر لیا ہے۔" جبکہ رب تعالیٰ زمانہ جاہلیت میں متبنّیٰ کے احکام کو اس طرح باطل کرنا چاہتا تھا کہ اس سے بلیغ ابطال ممکن نہ ہو۔ وہ یہ کہ منہ بولے بیٹے کی زوجہ کے ساتھ امام المسلمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ تاکہ وہ اسے آسانی سے قبول کر سکیں۔ خشیت کے متعلق تاویل میں خبط واقع ہوا ہے۔

"والله فرضی الله تعالیٰ عن هذا الحافظ و قدّس روحه و نوّر ضريحه۔"

شیخ نے لکھا ہے کہ جو کچھ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور سدی سے مروی ہے جو وہ سب سے صحیح بات ہے تو اس

آیت کی تفسیر کے متعلق کہی جا سکتی ہے علماء میں سے اہل التحقیق اور علماء راسخین اسی مؤقف پر ہیں۔" قاضی نے لکھا ہے "اس ضمن میں جو کچھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور میں حضرت زینب کی محبت گھر کر گئی جب آپ نے انہیں دیکھا۔ آپ نے چاہا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دے دیں۔ اس روایت میں بہت بڑی حرج ہے۔ آپ کے لیے تو مناسب ہی نہیں کہ آپ اپنی نگاہ ناز کو ادھر اٹھائیں جس سے آپ کو منع کیا گیا ہے۔ ایک خسیس اور مذموم نفس اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ اس وصف کے ساتھ تو اتقیاء کو بھی متصف نہیں کیا جا سکتا سید الانبیاء علیہ السلام کو کیسے متصف کیا جا سکتا ہے۔" علامہ قشیری نے لکھا ہے: "یہ قائل کا بہت بڑا اقدام ہے وہ آپ کی معرفت اور فضیلت سے بالکل آگاہ نہیں ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت زینب کو دیکھا۔ انہیں پسند کیا۔ یہ آپ کی پھوپھو زاد تھیں۔ جب سے یہ پیدا ہوئی تھیں آپ انہیں دیکھ رہے تھے۔ خواتین آپ سے حجاب نہ کرتی تھیں۔ آپ نے ہی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے انہیں طلاق دلوائی اور آپ سے نکاح کروایا تا کہ متبنی کی حرمت ختم ہو سکے اور جاہلیت کا رواج اختتام پذیر ہو سکے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ ۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: تا کہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو۔ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔

انہوں نے فرمایا: "اولیٰ بات وہی ہے جسے ہم نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اسے ابو اللیث سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ عطاء کا یہی قول ہے۔ قاضی ابو بکر قشیری نے اسے ہی صحیح کہا ہے اور مستحسن کہا ہے۔ ابن فورک کا یہی قول ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے۔ محققین اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ قاضی ابن عربی نے اسی طرح کہا ہے۔"

(۶) آپ کا نکاح ولی اور گواہوں کے بغیر ہو سکتا تھا۔ ائمہ نے کہا ہے: "آپ کے علاوہ دیگر افراد کے نکاح کے لیے ولی اور گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ولی کا ہونا اس لیے ضروری ہے تا کہ وہ اس کی شادی غیر کف میں نہ کر دے۔ آپ اس اعتبار سے محفوظ ہیں۔ آپ بہترین کف ہیں۔ گواہوں کا ہونا اس لیے ضروری ہے تا کہ فعل پوری طرح ثابت ہو سکے انکار اور نسب کی نفی سے احتیاط ہو سکے۔ آپ اس جہت سے بھی محفوظ ہیں کیونکہ آپ معصوم ہیں۔ آپ کو نہ ولی کی ضرورت تھی نہ ہی گواہوں کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی آپ کے فرمان کے خلاف کہے یا انکار کر دے تو آپ کی عصمت کی وجہ سے اس کے قول کی طرف توجہ نہ دی جائے گی، بلکہ شرح المہذب میں ہے کہ وہ آپ کی تکذیب کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔"

(۷) حالت احرام میں آپ کا نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔ یہ اصح مؤقف ہے۔ شیخ ابو حامد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ "آپ کے علاوہ

دیگر افراد کو حالت احرام میں عقد نکاح کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں جماع کے دواعی ہوتے ہیں جو اکثر جماع کی طرف لے جاتے ہیں اس سے احرام ساقط ہوسکتا ہے آپ اس سے محفوظ ہیں، کیونکہ آپ ان سے معصوم ہیں۔ اس سے رکنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان اسی پر دلالت کرتا ہے کہ آپ روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ کریمہ کا بوسہ لے لیتے تھے۔ آپ کو تم سب سے زیادہ خود پر قابو تھا۔" اسی لیے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حالت احرام میں آپ کے لیے نکاح کرنا ممنوع نہ تھا۔ ہمارے ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔" اس روایت کو شیخان نے نقل کیا ہے اور علماء نے اس ضمن میں بہت طویل بحثیں کی ہیں۔

(۸) آپ پر واجب نہ تھا کہ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین باری مقرر کریں یہ دو اقوال میں سے ایک ہے یہ الاصطخری کا قول ہے۔ ایک اور گروہ کا قول ہے۔ امام غزالی نے اسے الخلاصہ میں ذکر کیا ہے۔ "الوجیز" میں اسے یہ تحریر کیا گیا ہے۔ بلقینی نے اسے ترجیح دی ہے۔ شیخ نے اسے اختیار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ اپنی منشاء سے اسی طرح کرتے تھے کیونکہ اس کو آپ پر واجب کرنا رسالت کے لوازم سے توجہ ہٹانا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان بطور دلیل پڑھا ہے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ (الاحزاب:۵۱)

ترجمہ: آپ کو اختیار ہے دور کر دیں جس کو چاہیں۔ اپنی ازواج میں سے اور اپنے پاس رکھیں جس کو آپ چاہیں۔

یعنی جسے چاہیں خود سے دور کر دیں۔ آپ ان کے لیے باری مقرر نہ کرتے جسے چاہیں اپنے قریب کرلیں اس کے لیے باری مقرر کرلیں۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: "اس آیت طیبہ کے بارے میں اصح قول یہ ہے کہ آپ کو اپنی زوجات کے مابین وسعت حاصل ہے۔ قاضی ابن عربی نے لکھا ہے: "اسی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔"

(۹) آپ جس خاتون سے چاہیں، اس کے اذن کے بغیر، اس کے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کر سکتے تھے۔ قاضی بلقینی نے یہ مؤقف اس روایت سے اخذ کیا ہے جسے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے متعلق نقل کیا ہے جس نے خود کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا جسے فرمایا تھا: "اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں اس قرآن پاک کے عوض تمہارا اس کے ساتھ نکاح کرتا ہوں جو تمہارے پاس ہے۔" اس واقعہ میں یہ تذکرہ نہیں کہ آپ نے اس عورت سے اذن لیا ہو یا اس کے سرپرست سے اذن لیا ہو۔ جب ایسے واقعات میں احتمال کو دیکھا جاتا ہے تو استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔" ہم کہتے ہیں: "ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اس ضمن میں امام شافعی کی ایک اور عبارت بھی ہے۔ وہ یہ ہے: "احوال کے واقعات میں تفصیل کے چاہنے کو ترک کرنا گفتگو میں عموم کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے روداد وہ لفظ ہے جس پر عموم

محال ہے۔ وہ عقد کا آپ کی طرف منسوب ہونا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا: "میں اس قرآن کے عوض جو تمہارے پاس ہے اس کا تم سے نکاح کرتا ہوں۔" جب آپ نے یہ فرمایا تو کوئی تفصیل نہ مانگی نہ ہی یہ فرمایا کہ اس کے سرپرست ہیں یا اس کا اذن ہے یا نہیں۔"

(۱۰) آپ کے لیے روا تھا کہ خود کسی عورت سے نکاح کرلیں اور طرفین سے ولی بن جائیں عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر ہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی کریم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

(۱۱) ایک اعتبار سے معتدہ سے نکاح کرنا بھی روا تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے: "یہ غلط ہے۔" جمہور علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی تکذیب کی ہے جس نے بات کی ہے، بلکہ قطعی طور پر منع ہے کہ معتدہ کسی سے نکاح کرے۔ قاضی جلال الدین بلقینی نے لکھا ہے: "اس کے منع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ سے ایسا کرنا منقول نہیں ہے۔ دوسرے نے آپ کی طرف سے نقل کیا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا۔ اس میں ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ ان کے گھر عدت گزاریں گی۔" صحیح میں ہے: "جب ان کی عدت گزر گئی، تو آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔" اس میں یہ وجہ بالکل باطل ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے شریعت مطہرہ میں عدت اور استبراء وضع کی گئی ہیں، تاکہ انساب کے اختلاط کو دور کیا جاسکے۔ جب یہ اہل جنگ کی عورتوں میں قیدی عورت کے لیے ضروری ہے، پھر یہ اہل اسلام کی اس عورت کے لیے ضروری کیوں نہیں جس کے لیے خاوند کی عدت گزارنا ممکن ہے۔ پاکیزگی حاصل کرنے والی عورت (المستبرأۃ) کے متعلق ایسے قول کو رد کر دیا جائے گا۔ جو کچھ امام غزالی نے لکھا ہے وہ بھی اسی وجہ کے قریب ہے۔ ابن صلاح نے لکھا ہے "یہ غلط ہے۔ یہ منکر ہے۔"

(۱۲) ایک قول کے مطابق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا نفقہ نہ دینا لیکن اصح موقف اس کے خلاف ہے۔ اس کی دلیل آپ کا یہ قول ہے۔ "میں نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا نفقہ ترک نہیں کیا۔ میں نے اپنے مزدور کی محنت کو ترک نہیں کیا۔ یہ صدقہ ہے۔" جب لازم تھا کہ آپ اپنے وصال کے بعد اپنے مال میں سے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر خرچ کریں تو اپنی حیاتِ طیبہ میں ان کے لیے نفقہ واجب کیوں نہ تھا۔ یہ قول باطل ہے۔ یہ علامہ بلقینی کا قول ہے۔

(۱۳) آپ کی زوجہ کریمہ کے لیے حلال تھا کہ رب تعالیٰ اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دے۔ جیسے کہ حضرت زینب کی داستان سے عیاں ہے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا: "زوجنا کھا" یعنی وہ آپ کی زوجہ کریمہ بن گئی ہیں۔ یہ قول کہ آپ نے خود ان کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور یہ تاویل کہ اس سے مراد نکاح کو حلال کرنا ہے، مردود ہے، کیونکہ صحیح مسلم

میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔"حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یاد فرمارہے ہیں۔"انہوں نے کہا:"میں کوئی کام نہ کروں گی حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ کرلوں۔"وہ اپنی سجدہ گاہ کی طرف گئیں تو رب تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کردیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اذن کے بغیر ان کے پاس چلے گئے۔"

صحیح بخاری میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ساری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کرتی تھیں۔وہ فرماتی تھیں:"تمہارے اصل نے تمہارا نکاح کیا تھا جبکہ میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔"جو اس کی تاویل میں کہا جاتا ہے وہ درست نہیں کیونکہ وہ احادیث کے معارض ہے۔"

(۱۴) اپنی لونڈی کی آزادی کو اس کا حق مہر بنا دینا۔شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر قرار دیا۔امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ان سے پوچھا گیا کہ ان کا حق مہر کیا تھا؟انہوں نے فرمایا:"ان کا نفس ہی۔"یعنی آپ نے بلا عوض انہیں آزاد کر دیا اور مہر کے بغیر ان سے نکاح کر لیا،نہ اس وقت اور نہ ہی بعد میں۔ابن صلاح اور امام نووی نے"الروضہ"میں اسی قول کو صحیح کہا ہے۔انہوں نے فرمایا:"محققین نے اسی قول کو درست قرار دیا ہے اور انہوں نے یہ قطعی قول کیا ہے۔ابن صلاح نے لکھا ہے:"ان کے اس قول"آپ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر مقرر کیا"کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ان کی آزادی کے علاوہ اور کچھ ان کے لیے مقرر نہ کیا جو مہر کے قائم مقام ہوتا اگرچہ مہر نہ ہوتا۔یہ علماء کرام کے اس قول کے مطابق ہے"فقر اس کا زادِ راہ ہے جس کا زادِ راہ نہ ہو۔"

امام احمد اور امام اسحاق نے اسے خصوصیت قرار نہیں دیا۔شیخ نے اسے اختیار کیا ہے۔ابن حبان نے لکھا ہے"آپ کے اس فعل میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ آپ کے ساتھ خاص ہو۔امت کے لیے نہ ہو اور ان کے لیے روا ہو کیونکہ اس میں آپ کے لیے تخصیص نہ ہو۔"

(۱۵) ایک قول یہ ہے کہ آپ کے لیے روا ہے کہ آپ دو بہنوں اور ماں اور اس کی بیٹی کو ایک اعتبار سے جمع کر سکتے تھے۔اسے الحناطی نے لکھا ہے علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ یہ قول درست نہیں ہے،کیونکہ اس سے فساد کا اندیشہ ہے کیونکہ آپ نے وضاحت فرمادی تھی کہ آپ کے لیے دو بہنوں کا جمع کرنا حرام تھا اسی طرح اس زوجہ کی بیٹی سے نکاح حرام تھا۔جس کے ساتھ آپ نے وظیفۂ زوجیت ادا کرلیا ہو۔"شیخان نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔میں چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس بھلائی

میں شامل ہو جائے۔" آپ نے فرمایا: "میرے لیے یہ حلال نہیں ہے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم باتیں کرتے تھے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔" آپ نے پوچھا: "ام سلمہ کی نور نظر؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "اگر وہ میرے ہاں پرورش نہ بھی پاتی پھر بھی وہ میرے لیے حلال نہ ہوتی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی نور نظر ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ مجھ پر اپنی لڑکیاں اور بہنیں پیش نہ کیا کرو۔"

(۱۶) آپ کے لیے روا تھا کہ آپ اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھ جائیں۔ اسے اپنے پیچھے بٹھالیں اور اس کی طرف دیکھ لیں، کیونکہ آپ معصوم تھے۔ آپ کو تو اپنی ازواجِ مطہرات کے بارے خود پر بڑا قابو حاصل تھا دوسری عورتوں کے متعلق آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ آپ ہر قبیح فعل سے بری تھے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت صفیہ جہینیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وضو کرتے وقت میرا اور آپ کا ہاتھ باری باری ایک ہی برتن میں داخل ہو جاتا تھا۔"

امام بخاری نے حضرت خالد بن ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، حتیٰ کہ آپ میرے قریب ہو گئے۔ آپ میرے بستر پر تشریف فرما ہو گئے جیسے کہ تم میرے ساتھ بیٹھے ہو۔" شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ وہ آپ کو کھلاتی تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے آپ کو کھلایا پھر آپ کے گیسوئے معنبر سنوارنے لگیں۔ آپ سو گئے۔

امام بخاری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے علاوہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہو جاتے تھے۔ جب آپ سے عرض کی گئی تو فرمایا: "میں ان کا محرم ہوں۔ ان کا بھائی میرے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔" ابوعبداللہ الحمیدی نے لکھا ہے۔ "حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ شاید آپ نے دوام کا ارادہ کیا ہو۔ آپ حضرت ام حرام کے ہاں بھی جلوہ افروز ہو جاتے تھے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔" حافظ ابوزرعہ العراقی نے شرح التقریب میں لکھا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نہ تو آپ کے لیے محرم تھیں نہ ہی زوجیت میں داخل تھیں۔ یہ خولہ بنت قیس تھیں۔ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ان کے علاوہ تھیں لیکن چچا کی زوجہ محرم نہیں ہوتی۔ اسے آپ کے خصائص میں شمار کرنا بعید نہیں ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ کرمانی نے دوسری روایت کے متعلق کہا ہے: "اسے آیۃ الحجاب کے نزول سے قبل پر محمول کیا جائے گا یا ضرورت کے لیے یا فتنہ سے امن کی وجہ سے نظر روا ہو۔" الحافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے

کہ جو امر ہمارے لیے قوی دلائل سے ظاہر ہوا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھ سکتے تھے۔اسے دیکھ سکتے تھے۔ یہ حضرت ام حرام کے قصہ کا صحیح جواب ہے کہ آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں سو جاتے تھے۔ وہ آپ کے گیسوئے پاک سنوارتی تھیں، حالانکہ وہ آپ کی محرم نہ تھیں، نہ ہی آپ کی زوجیت میں شامل تھیں۔" ابو عمرو نے لکھا ہے: "میرا گمان ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا یا ان کی بہن حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ پلایا ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک آپ کی رضاعی ماں یا خالہ بن گئی تھیں۔ اسی لیے وہ آپ کی زلف معنبر کو سنوارتی تھیں اور آپ ان کے ہاں سو جاتے تھے۔ وہاں سے ہر وہ کام سرانجام دیتے جو ایک محرم کے لیے روا ہوتا ہے کہ وہ اپنی محارم میں ادا کرے مسلم کو یہ شک نہیں کہ حضرت ام حرام آپ کی محرم تھیں، پھر انہوں نے حضرت یحییٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اجازت دے رکھی تھی کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی زلف معنبر کو سنوارے کیونکہ وہ آپ کی خالہ کی طرف سے محرم تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار سے تھیں۔" انہوں نے یونس بن عبدالاعلی کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں ابن وھب نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی رضاعی خالاؤں میں سے ایک تھیں اسی لیے آپ قیلولہ وہاں کرتے تھے ان کی آغوش میں سو جاتے تھے اور وہ آپ کے گیسوئے پاک سنوارتی تھیں۔"

حضیری نے لکھا ہے کہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے اسحاق بن عبداللہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے خالو حرام جو ام سلیم کے بھائی تھے کو ستر شہسواروں کے ساتھ بھیجا کرتے تھے۔ یہی حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس اعتبار سے وہ آپ کے رضاعی خالو تھے۔" لیکن ان کے اس قول میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بعث ام سلیم" میں "السنن" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ حضرت حرام ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خالو تھے۔ اس میں اختلاف نہیں۔

امام نووی نے لکھا ہے "علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی محرم تھیں۔ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ رضاعی خالاؤں میں سے ایک تھیں۔ دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ وہ آپ کے والد گرامی یا دادا جان کی خالہ تھیں کیونکہ جناب عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار میں سے تھیں۔ ابن الملقن نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انہوں نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کی محرم تھیں اس میں اختلاف ہے جو آپ کے نسب پاک اور ام حرام کے نسب سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ ان کے مابین محرمیت نہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ معصوم تھے۔ اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا ممنوع ہے۔ یہ نہی حرمت کی ہے۔ آپ کے اس مبارک فعل کو اختصاص پر محمول کیا جائے گا۔ ہمارے بعض شیوخ نے یہی دعویٰ کیا ہے۔

امام نووی کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ آپ کے نسب کے اعتبار سے محرم تھیں وہ سارے لوگوں سے زیادہ آپ کے اور ان کے نسب سے آگاہ تھے۔ انہوں نے رضاعت کی محرمیت کا ارادہ کیا ہے۔ جیسے ابن عبد البر نے لکھا ہے۔ وہ بلاشبہ اسی طرف گئے ہیں۔ قاضی ابن عربی، ابن وھب وغیرہما نے لکھا ہے کہ آپ معصوم تھے۔ آپ کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق خود پر قابو تھا۔ دوسروں کے متعلق کیسی کیفیت ہو سکتی ہے۔ آپ ہر قبیح فعل سے پاک ہیں۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔" پھر فرمایا: "شاید یہ حجاب سے پہلے کی بات ہو۔" الحافظ نے لکھا ہے: "یہ قول بھی رد ہے کیونکہ یہ واقعہ حجاب کے احکام کے نزول کے بعد کا ہے یہ حجۃ الوداع کے بعد کا واقعہ ہے۔ حافظ دمیاتی نے لکھا ہے: "وہ شخص غافل ہے جس نے یہ کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی رضاعی خالاؤں میں سے تھیں یا نسبی تعلق تھا۔ ہر وہ شخص درست قول نہیں رکھتا جس نے ان کے لیے ایسا رشتہ ثابت کیا ہے جو محرمیت کا تقاضا کرتا ہوں کیونکہ آپ کی نسبی امہات اور آپ کی رضاعی مائیں معلوم ہیں ان میں سے ایک انصاری خاتون نہیں ہے سوائے حضرت عبد المطلب کی والدہ کے۔ یہ سلمی بنت عمرو بن زید تھیں جبکہ ام حرام بنت ملحان بن خالد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت ام حرام اور سلمی کا نسب عامر بن غنم پر ملتا ہے۔ اس خوولت سے محرمیت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ مجازی خوولت ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ "یہ میرے خالو ہیں۔" کیونکہ وہ بنو زھرہ سے تھے۔ وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نسبی بھائی نہ تھے نہ ہی رضاعی بھائی تھے۔" حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ روایت میں یہ تذکرہ نہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ آپ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت میں ہوتے تھے شاید اس وقت ان کا بیٹا یا خادم یا خاوند یا تابع موجود ہوتا ہو۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ قوی احتمال ہے لیکن یہ اصل اشکال کو دور نہیں کرتا کیونکہ وہ آپ کے گیسوئے پاک بھی سنوارتی تھیں۔ اس سے قرب باقی رہتا ہے۔ اسی طرح ان کی آغوش میں سو جانا۔ میرے نزدیک احسن جواب خصوصیت ہے۔ یہ اسے رد نہیں کرتا کہ خصوصیت دلیل کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ دلیل اس پر واضح ہے۔"

حافظ دمیاتی نے لکھا ہے: "اس شخص نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے متعلق وہم کیا ہے جس نے انہیں آپ کی رضاعی خالاؤں میں شمار کیا ہے یا نسبی خالہ ثابت کیا ہے۔ یا ان کے لیے ایسی خوولۃ ثابت کی ہے جو محرمیت کو ثابت کرتی ہو کیونکہ آپ کی نسبی مائیں اور رضاعی مائیں تمام کی تمام مضر اور ربیعہ مرعی سے تھیں یہ بنو اسماعیل، جرہم قضاء اور خزاعہ میں سے تھیں۔ وہ بنو عامر نجار اور بنو ازد میں سے تھیں۔ ان میں سے اوس اور خزرج میں سے کوئی بھی نہ تھیں سوائے سلمی بنت عمرو کے، جرام سلیم رضی اللہ عنہا، ام حرام رضی اللہ عنہا، ام سلیم رضی اللہ عنہا، ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا سب نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے ملحان کی اولاد کو بیعت کیا تھا۔ ملحان کا نام مالک بن خلال بن زید تھا۔ ملحان اور سلیمی عامر بن غنم پر ملتے ہیں یہ بعید خوولت ہے جو محرمیت کو ثابت نہیں کرتی لیکن اہل عرب اسے بہت زیادہ استعمال کرتے تھے۔ جیسے آپ نے حضرت سعد

رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "یہ میرے ماموں ہیں ذرا کوئی شخص مجھے اپنا ماموں تو دکھائے۔"
حالانکہ حضرت آمنہ بنت وھب بن عبد مناف رضی اللہ عنہا ہیں یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مانند ہے "میں نے اپنے ماموں سے کہا" یعنی عاص بن ہاشم سے، حالانکہ اب ان کی والدہ ام عمرو بنت ہاشم ہیں جو عاص کی چچازاد تھیں، جیسے کہ آپ مدینہ طیبہ میں اپنی کسی زوجہ کریمہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ایک باجمال عورت دیکھی۔ پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "آپ کی خالاؤں میں سے ایک ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔" آپ نے فرمایا: "عجیب وغریب بات ہے کہ اس سرزمین میں میری خالہ۔" انہوں نے عرض کی: "یہ خالدہ بنت اسود بن عبد یغوث بن وھب ہیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ ذات پاک ہے جو مردہ میں سے زندہ کو نکالتی ہے۔ اس کا باپ اسود مذاق اڑانے والوں میں سے ایک تھا۔ وہ حالت کفر میں مرا تھا۔" یہ آپ کے ماموں کی بیٹی تھیں۔ اس طرح کی مثالیں کثیر ہیں۔ جب ماں باپ کے قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلے سے ہو تو ماں کا قبیلہ استعارہ اور مجازی طور پر ماموں ہی کہلاتا ہے۔" انہوں نے طویل کلام ذکر کیا، پھر فرمایا: "جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ حضرات ام حرام اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کے لیے خصوصیت تھی۔ یہ حکم ان دونوں کے ساتھ خاص تھا۔ (واللہ اعلم)

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی فضائل اور کرامات

(ا) نکاح کے متعلقہ

اس میں کئی مسائل ہیں:

(۱) آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے حق میں نکاح مطلق عبادت ہے جیسے کہ امام بکی نے فرمایا ہے وہ کسی اور کے حق میں عبادت نہیں ہے، بلکہ ہمارے نزدیک یہ مباحات میں سے ایک مباح ہے۔ عبادت اس کے لیے عارضہ ہے۔

(۲) آپ کی نورِ نظر کے متعلق مہر مثل کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کی مثل نہیں ہے۔ اسے امام بکری سے روایت کیا گیا ہے یہ حسن بلیغ ہے۔

(۳) آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے وجود کو چادروں میں دیکھنا بھی حرام ہے۔ قاضی عیاض نے یہی صراحت کی ہے انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے "الموطا" میں روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں لوگوں سے پردہ میں کر دیا تا کہ لوگ ان کے وجود کو نہ دیکھ سکیں۔ جب

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ان کے جسم کے اوپر قبہ بنا دیا گیا تا کہ ان کا وجود مخفی ہو جائے۔"الحافظ نے کہا ہے"جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ دعویٰ کہ ان پر یہ فرض تھا اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔آپ کے بعد وہ باہر تشریف لاتی تھیں۔وعظ و نصیحت فرماتی تھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے افراد ان سے احادیث سنتے تھے۔وہ جسموں کو تو ڈھانپے ہوتی تھیں مگر وجود کو نہیں صحیح بخاری میں حضرت ابن جریج کے لیے حضرت عطا کا قول ہے کہ جب انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طواف کا تذکرہ کیا انہوں نے پوچھا:"کیا حجاب سے پہلے یا بعد میں۔"انہوں نے کہا:"مجھے اپنی زندگانی کی قسم! میں نے انہیں حجاب کے بعد پایا ہے۔"

(۴) ایک قول کے مطابق جب وہ کسی بڑے شخص کو دودھ پلا دیتی تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔دیگر سارے لوگوں کی کیفیت اس طرح نہیں ہوتی مگر جبکہ وہ چھوٹے ہوں۔"

(۵) ان کے لیے معلوم"رضعات"ہیں دیگر خواتین کے لیے بھی معلوم رضعات ہیں۔طاؤس کا یہ قول ہے۔وارد ہے کہ ان کے لیے دس رضعات ہیں اور دیگر خواتین کے لیے دس رضعات ہیں۔"

(۶) آپ کی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین ہیں خواہ وہ آپ کی حیات طیبہ میں وصال کر گئیں ہوں یا بعد میں ان کا وصال ہوا ہو۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب:۶)

ترجمہ: اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

امام شافعی نے لکھا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نکاح کسی حال میں بھی حلال نہیں ہے، لیکن اگر ان کی بیٹیاں ہوں تو وہ حرام نہیں ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نورانِ نظر کی شادیاں کیں حالانکہ وہ مؤمنین کی بہنیں ہیں۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان پر امومت کا اطلاق ان کے ساتھ نکاح کرنے، ان کے احترام کا واجب ہونے، ان کی اطاعت کرنے کے اعتبار سے ہے لیکن ان کے لیے امومت کا حکم دیکھنے کے اعتبار سے، خلوت اور سفر کرنے کے اعتبار سے نہیں ہے نہ ہی یہ نفقہ اور میراث کے اعتبار سے ہے۔ان کی امومت مسلمانوں کے احوال اور حالات کی طرف متعدی نہیں ہوتی۔"الروضۃ"میں امام بغوی سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ مردوں کے لیے تو امہات ہیں مگر عورتوں کے لیے نہیں کیونکہ"امومت"کا فائدہ مردوں کے لیے ہے کیونکہ نکاح عورتوں کے حق میں مفقود ہے۔"ابن ابی حاتم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روایت کیا ہے۔

(۷) ایک قول کے مطابق ان کے لیے حج اور عمرہ کے لیے نکلنا حرام تھا۔ان کے لیے واجب ہے کہ وہ آپ کے بعد اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔یہ دونوں اقوال میں سے ایک قول ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ ۔ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں۔

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقت اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تھا: "یہ حج ہے پھر حصر کا ظہور ہوگا۔" انہوں نے فرمایا: "وہ سب حج کرتی تھیں سوائے حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے۔ وہ فرماتی تھیں: "ہم حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سواری کو حرکت نہ دیں گی۔"

(۸) جسے آپ نے حیات طیبہ میں جدا کر دیا ہو جیسے پناہ طلب کرنے والی یا جن کے پہلو پر سفید نشان دیکھا تھا۔ وہ کسی اور کے لیے حرام ہو جائے گی یہ ارجح مؤقف ہے جو "الروضہ" میں ہے اس پر امام شافعی نے احکام القرآن میں نص بیان کی ہے۔ ابن صلاح نے لکھا ہے: "انہوں نے یہ مؤقف قرآن پاک کے ظاہر سے لیا ہے یہ امام شافعی کی نص کا ظاہر ہے۔"

(۹) اس لونڈی سے نکاح بھی حرام ہے جس کے ساتھ آپ نے مباشرت کی ہو۔ جیسے ام ابراہیم (علیہ السلام و رضی اللہ عنہا) اگرچہ وہ اپنے نقص (غلامی) کی وجہ سے ام المؤمنین نہ بن سکیں تھیں۔

(۱۰) اگر آپ نے اسے فروخت کر دیا اس کی حرمت باقی رہے گی۔

(۱۱) آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ساری خواتین سے افضل ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی ازواج تم نہیں ہو۔ دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمہاری قدر میرے نزدیک تمہارے علاوہ دیگر صالحات عورتوں کی مانند نہیں ہے تم میرے ہاں ان سے معزز ہو۔ تمہارا اجر و ثواب میرے ہاں سب سے زیادہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اپنے رسولِ محترم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی حیثیت سے دنیا اور آخرت میں چن لیا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا مراد یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی ساری عورتوں سے افضل ہیں یا اس کے بعد بھی یا یہ فرمان اس سے اعم ہے۔ ان دونوں اقوال کو ماوردی اور الرویانی نے بیان کیا ہے۔

(۱۲) ان کے لیے حلال نہیں ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے پردے کے پیچھے کے علاوہ کچھ سوال کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پس پردہ ہو کر۔

قاضی اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بلا اختلاف ان کے لیے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ بھی لازم تھا گواہی وغیرہا میں ان کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ ان سے پردہ اٹھائیں۔"

(۱۳) آپ کی نورانِ نظر کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی اور سے نکاح روا نہیں تھا۔ شیخان نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ آپ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے اذن طلب کیا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ انہیں کوئی اذن نہیں۔ انہیں کوئی اذن نہیں۔ انہیں کوئی اذن نہیں، مگر جبکہ علی میری نورنظر کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ میری فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں جو چیز انہیں شک میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی شک میں ڈالتی ہے۔ جو چیز انہیں اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید کہ آپ کے خصائص میں سے ہو کر آپ کی نورنظر پر کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہو۔ شیخ ابو علی السنجی نے شرح التلخیص میں یہی لکھا ہے کہ آپ کی نورانِ نظر پر کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہے۔"

محب الطبری نے کہا ہے "شاید ارادہ اس کا ہے جو نبوت کے ساتھ آپ کی طرف منسوب ہو۔ اس پر وہ روایت کرتی ہے جسے امام احمد اور حاکم نے عبید اللہ بن رافع سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ام بکر بنت مسود سے، انہوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انہوں نے ان کی طرف حسن بن حسن کو بھیجا تا کہ ان کی بیٹی کے لیے پیغام نکاح دے انہوں نے قاصد سے کہا: "انہیں کہنا کہ وہ اس کے ذکر کے وقت مجھ سے آ کر ملیں۔ وہ ان سے ملے، مسور نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ انہوں نے کہا: "بخدا! کوئی نسب، سبب اور سسرالی رشتہ داری مجھے تم سے محبوب نہیں ہے لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں جو چیز مجھے تنگ کرتی ہے وہ انہیں بھی تنگ کرتی ہے۔ جو چیز مجھے کشادہ کرتی ہے وہ انہیں بھی کشادہ کرتی ہے۔ روز حشر سارے انساب کٹ جائیں گے مگر میرا نسب اور دوستی۔" تمہارے ہاں ان کی نورنظر ہے۔ اگر میں نے ان پر نکاح کر دیا تو وہ تنگ دل ہوں گی تم ان کے لیے معذور سمجھتے ہوئے چلے جاؤ۔"

علامہ الطبری نے لکھا ہے کہ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ وصال کر جانے والے کے لیے بھی اس امر کی رعایت کی جاتی ہے جس کی رعایت زندہ کے لیے کی جاتی ہے۔" شیخ نے لکھا ہے "اگر یہ عموم لیا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ روز حشر تک آپ کی بیٹیوں پر نکاح کرنا حرام ہے۔ اس میں توقف ہے۔

(۱۴) مباشرت اور گرفت میں آپ کو چالیس افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ہی وقت میں اپنی ساری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفۂ زوجیت ادا کر لیتے تھے۔ ان کی تعداد گیارہ تھی۔" میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا آپ میں اتنی قوت تھی؟" انہوں نے کہا: "ہم گفتگو کرتے تھے کہ آپ کو تیس افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔" ابن سعد نے مجاہد اور طاؤس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو مباشرت میں چالیس افراد کی قوت دی گئی تھی۔" الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے چار امور میں ترجیح دی گئی ہے۔ (۱) فیاضی (۲) شجاعت (۳) کثرت مباشرت (۴) گرفت۔ حضرت مقاتل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ستر اور کچھ جوانوں کی قوت عطا کی گئی تھی۔ مجاہد سے روایت ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی۔ ایک جنتی شخص کی قوت اہلِ دنیا میں سے ایک سو افراد کے برابر ہے۔ یہ چار ہزار افراد کی قوت ہے۔ اس سے وہ اشکال دور ہو جاتا ہے جو بعض نے پیدا کیا ہے کہ آپ کو چالیس افراد کی قوت کیسے عطا کی گئی جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک سو یا ایک ہزار افراد کی قوت عطا کی گئی تھی۔ وہ اس جواب کے تکلف کی طرف محتاج ہے۔

ابن سعد نے جید سند کے ساتھ حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ روایت مرسل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین ایک ہنڈیا لے کر آئے میں نے ان میں سے کھایا فرمایا: مجھے وظیفۂ زوجیت میں چالیس افراد کی قوت عطا کر دی گئی دوسرے الفاظ میں ہے'' اگر میں ایک ہی وقت میں اپنی ساری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے وظیفۂ زوجیت ادا کرنا چاہوں تو اس طرح کر سکتا ہوں۔''

قاضی ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے: ''رب تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو عظیم خصوصیت عطا کی تھی وہ کم کھانا اور مباشرت پر قدرت تھی۔ آپ غذا میں سارے لوگوں سے زیادہ قناعت کرتے تھے۔ آپ کو ایک ٹکڑا کافی ہو جاتا تھا ایک کھجور سے آپ سیر ہو جاتے تھے لیکن مباشرت میں سارے لوگوں سے زیادہ قوی تھے۔''

دوسری نوع

نکاح کے علاوہ خصوصیات

(۱) آپ اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھ لیتے تھے جیسے آگے سے دیکھ لیتے تھے۔ شیخان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا قبلہ اس طرف ہے۔ بخدا! مجھ سے تمہارے رکوع اور خشوع مخفی نہیں ہیں۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھ لیتا ہوں۔'' امام مالک اور احمد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھ سکتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھ لیتا ہوں۔ عمدہ طریقے سے صفیں بنایا کرو اور عمدہ طریقے سے رکوع کیا کرو۔'' اس طرح کی اور بھی روایات بہت سی ہیں۔

محققین نے کہا ہے'' یہ احادیث اپنے ظاہر پر ہیں۔ یہ دیکھنا حقیقی ادراک تھا جو آپ کے ساتھ خاص تھا۔ یہ آپ کا

معجزہ تھا۔ امام بخاری کے عمدہ فعل کا بھی یہی تقاضا ہے انہوں نے یہ حدیث معجزات نبوت میں ذکر کی ہے۔ امام احمد وغیرہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ امام مسلم کی ظاہر روایت بھی اسی طرح ہے۔ "میں اپنے پیچھے بھی اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جیسے اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔" یہ ادراک آپ کے معجزات میں سے تھا۔ آپ بغیر مقابلہ (آمنے سامنے) کے دیکھ لیتے تھے، کیونکہ اہل السنۃ کے نزدیک عقلاً مخصوص عضو، مقابلہ اور قرب کی شرط رویت کے لیے نہیں ہے۔ یہ عادی امور ہیں۔ عقل کی رو سے ان کے معدوم ہونے سے بھی ادراک حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کو جائز کہا ہے۔ یہ مؤقف اہل البدع کے خلاف ہے۔ "ایک قول یہ ہے کہ آپ کے مبارک شانوں کے مابین سوئی کے ناکے کی مانند دو آنکھیں تھیں آپ ان کے ذریعے دیکھ لیتے تھے۔ کپڑا وغیرہ ان کے لیے حجاب نہ بنتا تھا۔" شارح قدوری نجم الدین مختار بن محمود حنفی نے اپنے "رسالہ ناصریہ" میں اس قول کا تذکرہ کیا ہے۔

(۲) عذر کے بغیر بیٹھ کر نفل ادا کرنا کھڑے ہو کر نفل ادا کرنے کی طرح تھے۔ امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نفل ادا کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف اجر ملتا ہے۔ آپ بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی مثل نہیں ہوں۔"

امام نووی نے لکھا ہے کہ "میں تم میں کسی ایک کی مثل نہیں ہوں۔" ہمارے اصحاب کے نزدیک خصوصیت کی وجہ سے فرمایا تھا آپ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی مانند بنا دیا گیا، جبکہ آپ کھڑے ہونے پر قادر ہوں۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ قاضی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو قیام کی وجہ سے شدید تکلیف ہوتی تھی کیونکہ لوگوں نے آپ کو بہت اذیتیں دی تھیں۔ عمر کا بھی تقاضا تھا آپ کا اجر تام تھا۔ یہ اس شخص کے برعکس ہے جس کا کوئی عذر نہ ہو۔"

علامہ نووی نے لکھا ہے: "یہ ضعیف یا باطل ہے کہ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور معذور ہو تو اسے بھی مکمل ثواب ملتا ہے اگرچہ وہ قیام پر قادر ہو۔ اگر آپ معذور کی طرح ہوں تو خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ یہ تقدیر مستحسن بھی نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جسے ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل ادا کرنا ثواب میں کھڑے ہو کر نوافل ادا کرنے کی طرح ہیں۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(۳) آپ کے اعمال نافلہ (اضافہ) ہیں۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: "تم آپ کے عمل کی طرح عمل کر سکتے ہو آپ کے تو

اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے تھے۔ آپ کے اعمال اضافہ (نافلہ) تھے۔ مسئلہ نمبر ۲۷ میں آپ پر واجبات اور ان کے متعلقہ امور کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

(۴) نمازی اپنے اس قول کے ساتھ آپ کو مخاطب کرتا ہے: "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته" دیگر افراد کو اس طرح مخاطب نہیں کیا جا سکتا یہ تشہد کی روایت میں ثابت ہے۔ صحیح مؤقف کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو اس طرح مخاطب کرنا واجب ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے کہ آپ پر سلام بھیجنے کی دو کیفیتیں ہیں:

(۱) آپ پر سلام بھیجنے سے قصد رب تعالیٰ سے آپ کے لیے دعا کرنا مقصود ہو خواہ وہ غیب کے صیغہ کے ساتھ ہو یا مخاطب کے صیغہ کے ساتھ جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام، یا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یا علیک الصلوٰۃ والسلام خواہ آدمی آپ سے دور ہو یا قریب ہو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ یہ امت کی خوبی نہیں، حتیٰ کہ آپ کے علاوہ کسی امتی پر اس طرح سلام نہیں بھیجا جا سکتا، مگر تبع میں جیسے صلوٰۃ علیہ لیکن یوں نہیں کیا جا سکتا فلان علیہ السلام۔

(۲) وہ سلام جس سے تحیہ مراد ہو جیسے زیارت کرنے والے کا سلام۔ جب وہ آپ کی قبر انور پر حاضر ہو۔ یہ آپ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ امت کو بھی شامل ہے۔

یہی تقاضا اس تشریح کا ہے جسے امام جلیل ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن یزید المقبری نے بیان کیا ہے۔ یہ بخاری کے اکابر شیوخ میں سے ہیں۔ "جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے۔" یہ زیارت کے متعلق روایت ہے "جب کوئی مسلمان میری زیارت کے لیے آتا ہے وہ مجھے سلام کرتا ہے تو رب تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے "ایک فرشتہ میرے پاس آیا اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں اس پر دس بار درود پڑھوں گا جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" ظاہر ہے کہ وہ سلام میں نوع اول پر ہیں۔

(۵) آپ کی آواز مبارک پر آواز بلند کرنا حرام ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (الحجرات:۲،۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو۔ اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو۔ جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حقیقت میں آواز بلند کرنا ہے کیونکہ آواز بلند کرنا اختتام اور ترک احترام کی دلیل ہے۔علماء کرام نے فرمایا ہے: ''آیت طیبہ کا مفہوم حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم دینا ہے۔آپ کے حضور آواز پست کرنا مخاطب کرتے وقت آواز پست کرنا ہے،یعنی آپ محوِ تکلم ہوں اور تم بھی بات کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز اس حد تک نہ پہنچے جہاں تک آپ کی آواز پہنچ رہی ہو۔تم آپ کی آواز سے اپنی آواز سے پست کرلو۔اس حیثیت سے کہ آپ کا کلام تمہارے کلام پر غالب ہو۔آپ کی صدا مبارک تمہاری آواز سے بلند ہو حتیٰ کہ آپ کی فضیلت تم پر واضح نظر آئے۔آپ کی رفعت تم پر عیاں لگے۔''امام قرطبی نے لکھا ہے''اس میں یہ غرض نہیں کہ رفع صوت اور بلند آواز سے مراد استخفاف یا استہانت مقصد ہو یہ کفر ہے حالانکہ مخاطب اصل ایمان ہیں۔مقصد بنفسہ آواز ہی ہے۔

تنبیہ

علامہ قاضی ابن عربی نے کہا ہے''آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی حرمت ایسی ہی ہے جیسے ظاہری حیات طیبہ میں تھی۔آپ کا کلام اقدس وصال کے بعد رفعت میں اسی طرح ہے جیسے آپ سے الفاظ سنے گئے تھے۔جب آپ کا کلام پڑھا جارہا ہو تو حاضرین محفل پر لازم ہے کہ وہ اپنی آواز کو بلند نہ کریں وہ اس سے اعراض نہ برتیں جیسے کہ پہلے اس پر لازم تھا۔یہ اس محفل کے آداب ہیں جہاں آپ کے کلام مقدس کی تلاوت ہو رہی ہو۔رب تعالیٰ نے اس کی دائمی حرمت بیان کی ہے۔جس کی حرمت مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ باقی ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ۔ (الاعراف:۲۰۴)

ترجمہ: اور جب پڑھا جائے قرآن تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ۔

آپ کا کلام اقدس بھی وحی ہے۔ان کی حکمت قرآن پاک کی طرح ہے،مگر معانی مستثنیٰ ہیں ان کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔جب صرف آواز کو بلند کرنا اعمال کو ضائع کر دیتا ہے تو پھر امراء کو اور عمدہ افکار کو آپ کی سنن سے بلند کرنے کی سزا کے بارے تمہارا گمان کیا ہے۔

(۶) جب آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی جامع امر کے لیے آپ کے ہمراہ ہوں جیسے خطبہ،جہاد اور رباط کے لیے تو ان میں سے کوئی بھی اپنے کام کے لیے نہ جاتا حتیٰ کہ وہ آپ سے اذن لیتا،جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ (النور:۶۲)

ترجمہ: بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔

جب یہ مقید مذہب ہے کہ وہ اس سرزمین میں اپنی ضرورت کے لیے بھی آپ کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے تو پھر تفاصیل الدین، اس کے اصول وفروع، دقیق وجلیل میں کیا اجازت ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر ہم نکل سکیں۔

فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۳)

ترجمہ: پس دریافت کرلو اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے۔

(۷) حجرات مقدسہ سے باہر آپ کو صدا دینا حرام ہے، جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (الحجرات:۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔

استدلال کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے یوں کرنے والے کو عقل سے عاری کہا ہے یعنی اسے احکام شرعیہ کی سمجھ نہیں اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ آپ کو حجرات مقدسہ سے صدا نہ دینا احکام شرعیہ میں سے ہے۔

(۸) آپ کو آپ کے نام سے پکارنا حرام ہے۔ جیسے یا محمد، یا احمد کہنا، بلکہ یوں عرض کی جائے گی: "یا نبی اللہ، یا رسول اللہ! یا خیرۃ اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور:۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم تک پہنچا ہے کہ نرمی اور رفق کے ساتھ یا رسول اللہ! کہو۔ سختی کے ساتھ "یا محمد" نہ کہو۔

تنبیہات

(۱) امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ بادیہ میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا۔ اس نے عرض کی: "یا محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ آپ کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔۔۔۔۔اس کے متعلق احتمال ہے کہ یہ اس نہی سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(۲) کیا آپ کو کنیت اور لقب سے پکارنا جائز ہے۔ قاضی بلقینی نے کہا ہے کہ شیخین کے قول کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ یہ منع ہے، بلکہ ہم یوں کہیں: "یا نبی اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یعنی کنیت اور لقب کے ساتھ پکارنا لیکن یہ محل نظر ہے آپ کے اسماء کے ابواب میں گزر چکا ہے جس کا تقاضا ہے کہ آپ کو کنیت کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ اگر حرام ہوتا تو آپ یوں نہ فرماتے: "میرا نام تو رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو۔" شیخین نے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں چل رہے تھے۔ ایک شخص کو سنا جو ابو القاسم کہہ رہا تھا۔ آپ نے رخ اقدس ادھر کیا۔

اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کو نہیں بلا رہا۔ میں نے تو فلاں کو پکارا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میرے نام پر نام تو رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو۔" اس سے کنیت کے ساتھ پکارنے کے جواز کو سمجھ لو کیونکہ کنیت سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ متوجہ ہو جبکہ مراد دوسرا ہو۔ جہاں تک نام کا تعلق ہے اگرچہ دوسرا کو پکارنا ممکن ہے مگر آپ سے توجہ حاصل نہ ہوگی کیونکہ بندوں پر حرام ہے کہ آپ کا نام لے کر پکاریں۔

(۹) قول وفعل کے ساتھ آپ سے آگے بڑھنا حرام ہے کہ انسان اپنی رائے یا فعل کو آپ کی رائے سے پہلے ذکر کر دے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے۔

جس نے حضور اکرم ﷺ کے قول یا فعل سے اپنے قول وفعل کو مقدم کیا اس نے انہیں اللہ تعالیٰ سے مقدم کیا کیونکہ آپ امر الٰہی سے حکم دیتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے بغیر کسی امر کو طے نہ کرو نہ ہی اس سے جلدی کرو، کیونکہ "بین الیدین" کا معنی ہے "آگے اور قدام" اسے امر اور نہی کے قدام پر محمول کرنا متضمن ہے اس جگہ "قدم" "تقدم" کے معنی میں ہے جیسے بیّن، تبیّن اور "فکر تفکر" کے معنی میں ہے یہ تا روزِ حشر ہے یہ منسوخ نہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ سے آگے بڑھنا اسی طرح ہے جیسے حیاتِ طیبہ میں آگے بڑھنا۔ عقلِ سلیم کے نزدیک ان میں فرق نہیں ہے۔

(۱۰) آپ کے ذریعہ شفاء حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ امام رافعی کا قول ہے۔ یہ امر آپ کی مبارک ذات میں فعل وقول کے اعتبار سے ہے جیسے آپ کی دعا، دستِ اقدس کے مس کرنے، لعاب دہن، وضو کے بقیہ پانی، پسینہ اور تھوک مبارک کو جسم پر مل لینے سے شفاء مل جاتی تھی۔ آپ کے یہ معجزات پہلے گزر چکے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس امر میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے آپ کی کیا خصوصیت عیاں ہوتی ہے۔ ان کی دعا سے بھی شفاء مل جاتی ہے ہاتھوں کو چھو لینے، تھوک، بالوں اور پسینے سے شفاء مل جاتی ہے اور یہ باعث برکت امور ہیں۔" اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی جانب سے ملنے والی شفاء یقینی ہوتی ہے جبکہ کسی اور کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ ظنی امر ہوتا ہے۔ خصوصیت یقین میں باقی رہ جاتی ہے۔"

(۱۱) آپ کا نجس ہمارے لیے طاہر ہے۔

(۱۲) اسے پیا جا سکتا ہے۔ بزار، الطبرانی، حاکم اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے آپ نے مجھے اپنا خون مبارک عطا کیا۔ فرمایا: "جاؤ اسے غائب کر دو۔" میں گیا۔ میں نے اسے پی لیا، پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے استفسار فرمایا "تم

نے اس کا کیا کیا؟" میں نے عرض کی: "میں نے اسے غائب کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "شاید تم نے اسے پی لیا ہے۔" میں نے عرض کی: "میں نے اسے پی لیا ہے۔"

دار قطنی نے "السنن" میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔ خون مبارک میرے بیٹے کو دیا۔ اس نے اسے نوش جاں کر دیا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بتایا آپ نے پوچھا: "تم نے خون کا کیا کیا؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے آپ کا خون مبارک گرانا پسند نہ کیا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں آگ نہ چھوئے گی۔" آپ نے اس کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ فرمایا: "لوگوں سے تمہیں ہلاکت! اور تمہیں لوگوں سے ہلاکت!" حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ احد کے روز آپ کو زخم آ گیا۔ میرے والد گرامی نے آپ کو پالیا وہ اپنے منہ سے آپ کا خون مبارک چوسنے لگے۔ وہ اسے نگلنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس نے اپنا خون میرے خون مبارک سے ملا لیا ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔" اس روایت کو سعید بن منصور نے عمرو بن سائب سے مرسل روایت کیا ہے۔ بزار، ابویعلی، ابن ابی خیثمہ، بیہقی نے السنن میں اور الطبرانی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے، پھر فرمایا: "یہ خون مبارک لو۔ اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے مخفی کر دو۔" میں گیا میں نے اسے پی لیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: "تم نے اس کا کیا کیا؟" میں نے عرض کی تو آپ مسکرانے لگے" اس روایت کو ابن عدی نے بھی نقل کیا ہے اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اس خون کو جانوروں اور پرندوں سے یا لوگوں اور جانوروں سے مخفی کر دو۔" ابن ابی فدیک کو شک گزرا ہے۔" ابن ضحاک نے اسے طرح روایت کیا ہے۔ ابویعلی، الطبرانی، دار قطنی، حاکم اور ابونعیم نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رات کے وقت آپ اس برتن کی طرف تشریف لے گئے جسے اسی مقصد کے لیے رکھا جاتا تھا۔ اس میں پیشاب کیا۔ میں رات کو اٹھی مجھے سخت پیاس لگی تھی۔ میں وہ پیشاب پی گئی۔ صبح میں نے آپ کو بتایا۔ آپ مسکرانے لگے۔ فرمایا: "ام ایمن! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔" یا "تمہارے پیٹ کو آج کے بعد کوئی مرض نہ لگے گا۔"

امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے بتایا گیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدان کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے اسے آپ کی چارپائی کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ آپ تشریف لائے تو پیالے میں کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے حضرت برکۃ سے پوچھا یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ یہ سرزمین حبشہ سے ان کے ساتھ آئی تھیں۔ "وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالے میں تھا۔" انہوں نے عرض کی: "میں نے اسے پی لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ام یوسف! تمہیں صحت مل گئی۔" ان کی کنیت ام یوسف تھی۔ وہ تادم وصال بیمار نہ ہوئیں۔" ابن دحیہ نے

تصحیح کی ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں جو دو عورتوں کے ساتھ پیش آئے تھے۔ یہ سیاق کے اختلاف سے واضح ہیں۔ یہ امر صحیح ہے کہ ام یوسف برکتہ اور ہیں اور ام ایمن برکتہ اور ہیں۔ شیخ الاسلام بلقینی نے "التدریب" میں اسی طرح لکھا ہے۔ الطبرانی اور بیہقی نے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جسے شیخ نے صحیح کہا ہے کہ حضرت حکیمہ بنت امیمہ نے اپنی امی جان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے لیے عیدان کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے جسے آپ کی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ اٹھے۔ آپ نے اسے تلاش کیا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ فرمایا: "وہ پیالہ کہاں ہے؟" اہلِ بیت نے بتایا کہ اسے برہ خادمِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پی لیا ہے جو حبشہ سے ان کے ہمراہ آئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس نے آگ سے پناہ حاصل کر لی۔"

ان روایات کا موضوع الدلالۃ یہ ہے کہ آپ نے نہ تو حضرت ابن زبیر اور نہ ہی حضرت ام ایمن کا انکار فرمایا، نہ ہی اس کا انکار فرمایا جس نے اس طرح کا فعل سرانجام دیا تھا، نہ ہی منہ دھونے کا حکم دیا، نہ ہی انہیں دوبارہ ایسا نہ کرنے کو کہا جس نے اسے علاج پر محمول کیا ہے تو اسے کہا جائے گا کہ رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کی امت کی شفاء اس چیز میں رکھ دی ہے جو اس کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔" اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے روایات کو اس پر محمول کرنا درست نہیں یہ طہارت پر ظاہر ہیں۔

(۱۳) جس نے آپ کے سامنے زنا کیا آپ کی اس کے ساتھ اہانت کی وہ کافر ہو گیا۔ یہ علامہ رافعی کا قول ہے۔ اس پر رب تعالیٰ کا فرمان دلیل ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (الفتح: ۸، ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری بتانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا تاکہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح اور شام۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی عزت کرو توقیر کرو۔ یہ ضمیر حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے: "تُسَبِّحُوْاہ" پر وقف تام ہے یعنی صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔ کلام کا معنی رب تعالیٰ کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس کی تسبیح کرو۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ بعض کلام حضور اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے وہ توقیر و تعظیم ہے یہ باب اللف والنشر المشوش کے باب سے ہے۔ جس طرح آپ کو ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ انہیں ایمان کا حکم دیں اسی طرح آپ ان کی طرف اس لیے بھی بھیجے گئے ہیں تاکہ وہ انہیں حکم دے کہ وہ آپ کی نصرت کریں۔ آپ کی توقیر کریں جس نے اس کے برعکس کیا اس نے کفر کیا۔

تنبیہ

امام نووی نے لکھا ہے کہ زنا کرنے والے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ علامہ بلقینی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زانی کا مقصد آپ کی اہانت نہ ہو جس نے اہانت کا قصد کیا تو صحیح امر یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے اس میں اہانت متضمن نہیں ہے۔ اس زانی میں کوئی اختلاف نہیں جو اس قصد سے خالی ہو۔ یہ فعل بذاتِ خود ہی اہانت ہے اس کے ساتھ قصد کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ اس نے اس کا قصد نہ بھی کیا ہو کیونکہ کسی شخص کی حیاء کو ترک کر دینا اس کی اہانت ہے۔ اس کے ساتھ قصد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

(۱۴) جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا ہجو کی اسے قتل کر دیا جائے گا۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا میں نے عرض کی: "یا خلیفۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟" انہوں نے کہا: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے روا نہیں ہے۔" ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودن آپ کو برا بھلا کہتی تھی آپ نے ان کا خون رائیگاں فرما دیا۔ مسدد نے ابو اسحاق الہمدانی سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا شخص کسی یہودن کے پاس جاتا تھا وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی تھی۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتی تھی۔ اس نے اسے منع کیا لیکن وہ نہ رکی۔ اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا خون آپ نے باطل فرما دیا۔

حارث نے ثقہ راویوں میں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک راہب کے پاس سے گزرے۔ انہیں بتا گیا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر میں اسے سن لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا ہم نے انہیں اس لیے امان نہیں دی کہ یہ ہمارے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرے۔"

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت کعب بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ وہ ہر روز نیا کپڑا پہنتا تھا۔ یا ایسا حلہ پہنتا تھا جو دوسرے کے مشابہ نہ ہوا تھا۔ وہ ایک سال میں تین سو ساٹھ کپڑے پہنتا تھا۔ اس کے لیے عہد تھا عرفہ نے اسے اسلام کی طرف بلایا یہ سن کر وہ غضب ناک ہو گیا۔ اس نے آپ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ حضرت عرفہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا: "اس عہد کی وجہ سے ان کی تعظیم کی جاتی ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ اس لیے عہد نہیں کیا کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اذیت دیں۔"

(۱۵) آپ کو اشارہ سے برا بھلا کہنا واضح کہنے کی مانند ہے۔ جب کہ دوسرے شخص کا معاملہ اس کے برعکس ہے اسے امام رافعی نے امام سے نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

(۱۶) نمازی پر واجب ہے کہ وہ آپ کی صدا پر لبیک کہے۔ جب آپ اسے بلائیں۔ اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح ہوتے ہیں۔ امام احمد، امام بخاری نے حضرت ابوسعید بن المعلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نماز ادا کر رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے مجھے بلایا مگر میں نے آپ کو جواب نہ دیا۔ میں آپ کی خدمت میں نہ آیا حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم میرے پاس آؤ کیا رب تعالیٰ نے فرمایا نہیں:

اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: لبیک کہو اللہ اور (اس کے رسول) کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی جانب جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔

امام احمد، امام نسائی، ابن خزیمہ، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ابی! وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو جواب نہ دیا۔ انہوں نے مختصری نماز پڑھی پھر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: ''ابی! جب میں نے تمہیں بلایا ہے تو کس چیز نے تمہیں لبیک کہنے سے روکا؟ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نماز میں تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم قرآن پاک میں پاتے نہیں ہو۔''

اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ: لبیک کہو اللہ اور (اس کے رسول) کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔

ان دونوں واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو جواب دینا واجب ہے۔'' قاضی جلال الدین نے کہا ہے'' اس طرح انسان کی نماز نہیں ٹوٹتی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اجابت کا حکم دیا ہے۔ خواہ نماز فرض ہو یا نفل کیونکہ احوال کی روداد میں تفصیل کو ترک کرنا گفتگو میں عموم کے قائم مقام ہوتا ہے۔'' اگر یہ نماز کو مطلق باطل کرنے والا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس طرح حکم نہ کرتے، کیونکہ فرض نماز کو قطع کرنا حرام ہے، جبکہ وہاں ایسی چیز نہ پائی جائے جو اسے واجب کرتی ہو جیسے اندھا سامنے آجائے اس کے سامنے کنواں ہو جس میں وہ گزرنے لگے تو اسے بتانا واجب ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے باطل ہو جائے گی:

لَا تُبْطِلُوٓا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (محمد: ۳۳)

ترجمہ: اور نہ ضائع کرو اپنے عملوں کو۔

اجابت کا ذکر حضرت ابی بن کعب کی روایت میں واضح ہے۔ جہاں تک حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں آنے کا ذکر ہے۔ اسے بھی اجابت پر ہی محمول کیا جائے گا، جیسے کہ یہ اس روایت میں ہے جو بخاری میں ہے۔ جس نے اسے روایت کیا ہے اسے علم ہے کہ اس نے روایت بالمعنیٰ کی ہے۔ نماز میں چلنے کا معنی یہ ہے کہ چلنا نماز کو باطل

کر دیتا ہے جس سے وہ باطل ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ "الروضہ" کا کلام، جیسے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا نے "شرح الروضہ" میں لکھا ہے۔ اباحت کو شامل ہے اگرچہ یہ کثیر ہو۔ یہ صحیح ہے۔ اس سے نماز باطل نہ ہو گی۔" اسنوی نے لکھا ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے گی۔ ایک شخص سے آپ نماز میں سوال کریں وہ اپنے گھر میں ہو وہ اسے بلائے اور کہے "یافلاں"۔ ابن حبان نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے قاضی جلال الدین نے اسے مستحسن کہا ہے۔ خضیری نے لکھا ہے کہ اجابت کا وجوب اس لفظ پر ہے جس سے اس کا جواب سمجھ آجائے وہ یوں کہے: "نعم، لبیك یا رسول الله صلی الله علیك وسلم۔" لیکن اس سے زائد میں میرے لیے جواز نظر نہیں آتا۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے ان کے ساتھ تعرض کیا ہو۔"

(۱۷) آپ کی نورانِ نظر کی اولاد آپ کی طرف ہی منسوب ہو گی جبکہ دیگر افراد کی اولاد آپ کی طرف منسوب نہ ہو گی۔ خواہ وہ کف ہوں یا نہ ہوں۔ ابونعیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں رفقہ کی حدیث کے مابین لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "تمام اولاد آدم کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہوتا ہے۔ سوائے اولادِ سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے۔ میں ان کا ابو اور عصبہ ہوں۔"

الحافظ ابوالخیر سخاوی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں اور اس کے اور شواہد بھی ہیں۔ اسے الطبرانی نے الکبیر میں حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ الخطیب نے اسے جریر سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمام اولادِ آدم کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں کے میں ان کا عصبہ اور ولی ہوں۔

(۱۸) آپ کے نسب اور سبب کے علاوہ ہر وہ نسب اور سبب روزِ حشر ختم ہو جائے گا عبداللہ بن امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روزِ حشر سارے انساب منقطع ہو جائیں گے۔ سوائے میرے نسب، سبب اور سسرالی رشتہ داری کے۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے اپنی نورِ نظر کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دو گے۔ میں نے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا ہے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "روزِ حشر ہر نسب اور سبب منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے سبب اور نسب کے۔ میں نے پسند کیا کہ میرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین سبب اور نسب ہو۔"

امام احمد، الطبرانی، حاکم، بیہقی اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن حبان ان کے لخت جگر سے، الطبرانی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر میرے نسب اور سبب اور سسرالی رشتہ داری کے علاوہ سارے اسباب منقطع ہو جائیں گے۔" کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی امت روزِ حشر آپ کی طرف منسوب ہوگی۔ دیگر انبیاء کی امم ان کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔" علامہ بلقینی نے لکھا ہے "یہ اس روایت سے مردود ہے جسے بخاری نے صحیح میں ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو زندہ کیا جائے گا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: "کیا تم نے پیغام پہنچا دیا تھا؟" وہ عرض کریں گے: "ہاں!" ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ "کیا انہوں نے تمہیں پیغام دیا تھا"۔ اس حدیث پاک میں اس امر کی وضاحت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو روزِ حشر ان کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف آپ کے نسب پاک سے اس روز فائدہ حاصل ہوگا۔ دیگر انساب کی طرح یہ ختم نہ ہوگا۔ یہی مؤقف ظاہر ہے۔

(۱۹) آپ کی کنیت رکھنا حرام ہے لیکن اسم مبارک پر نام رکھنا جائز ہے۔

(۲۰) انبیاء پر جنون کا جائز نہ ہونا۔

(۲۱) طویل بے ہوشی بھی ان کے لیے روا نہیں ہے۔ اسے شیخ ابو حامد نے اپنی "تعلیق" میں ذکر کیا ہے۔ بلقینی نے "حواشی الروضہ" اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

(۲۲) ان کی بے ہوشی دوسروں کی بے ہوشی کے برعکس ہوتی ہے، جیسے ان کی نیند دیگر افراد کی نیند سے مختلف ہوتی ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (القلم: ۲)

ترجمہ: آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام رب تعالیٰ کے متعلق علم ہونے کی وجہ سے صفت کمال پر فائز ہوتے ہیں۔ اگر ان کے لیے جنون اور طویل بے ہوشی کو روا رکھا جائے تو احوال میں سے کسی حال میں وہ رب تعالیٰ سے جاہل ہو جائیں گے نیز ان پر طعن کا دروازہ کھل جائے گا۔"

(۲۳) صحیح مؤقف کے مطابق ان کے لیے احتلام کو روا قرار نہیں دیا جا سکتا یہ شیطان کے کھیلنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ الطبرانی اور الدینوری نے "المجالسۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کسی نبی کو کبھی بھی احتلام نہیں ہوا۔ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔"

(۲۴) زمین ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھاتی۔ جیسے کہ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت اوس الثقفی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو آپ کی قبر انور میں حیاتِ طیبہ کے موضوع پر آئے گی۔"

(۲۵) آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ یہ حرمت کی شدت میں کسی اور کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی مانند نہیں ہے جیسے کہ صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، حتیٰ کہ امام نووی نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ روایت دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کذب کے حرام ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ احکام میں ہو یا اس امر میں ہو جس میں کوئی حکم نہ ہو جیسے ترغیب وترہیب اور المواعظ وغیرہ۔ یہ سارا کذب حرام ہے یہ اکبر الکبائر اور اقبح القبائح ہے۔ اس پر ان لوگوں کا اجماع ہے جو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ جو حلال نہ سمجھتے ہوئے جان بوجھ کر آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرے گا۔ وہ کافر ہو جائے گا۔ اس کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ یہ ابومحمد الجوینی والد امام الحرمین کا قول ہے، لیکن جمہور کا مسلک اس ؒ کے برعکس ہے کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی الا یہ کہ وہ اسے حلال سمجھتا ہو۔"

(۲۶) جس خوش قسمت نے خواب میں آپ کا دیدار کر لیا تو اس نے حق آپ کو ہی دیکھا شیطان آپ کی صورت مبارکہ میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسے امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسے شیخان نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے، بخاری نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ القضاعی نے لکھا ہے کہ یہ وہ خصوصیت ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام مختص ہیں۔" شیخ اکمل الدین نے شرح المشارق میں لکھا ہے جبکہ محققین نے لکھا ہے کہ یہ خوبی آپ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر آپ جمیع احکام کے ساتھ اور اس کی صفات کے ساتھ تخلق اور تحقق کی رو سے غالب ہیں تو آپ کے مقامِ رسالت، مخلوق کو دعوت دینے اور انہیں حق تعالیٰ کی ان صفات کی طرف دعوت دینے کا تقاضا ہے۔ جس نے آپ کو ان کی طرف بھیجا ہے کہ آپ اس میں حکم کے اعتبار سے سب سے زیادہ ظاہر ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صفت صفات حق اور اس کے اسماء میں سے صفت "الہدایۃ" ہے یہ اسم ہادی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ (الشوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ رہنمائی فرماتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم ہادی کی صورت ہیں۔ ہادی کی صفات کا مظہر ہیں جبکہ شیطان "المضل" اسم کا مظہر ہے۔ یہ دونوں صفات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اگر ابلیس کے لیے یہ جائز رکھا جائے کہ وہ آپ کی صورت زیبا میں ظہور کر سکتا ہے تو حق پر اعتماد اٹھ جائے گا جس کا آپ اظہار کرتے ہیں اور جسے اس شخص کے لیے ظاہر کرتے ہیں جس کے مقدر میں ہدایت ہوتی ہے۔ اسی حکمت کی وجہ سے رب تعالیٰ نے آپ کی صورت زیبا کو اس سے معصوم

فرمایا ہے کہ شیطان اس میں ظاہر ہو۔ اگر کہا جائے گا کہ رب تعالیٰ کی عظمت ہر عظیم کی عظمت سے اکمل اور اتم ہے، پھر کیسے ابلیس کے لیے ممکن ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی شکل مبارک میں ظاہر ہو۔ ابلیس لعین نے بہت سے لوگوں کے لیے خود کو ظاہر کیا اور انہیں بتایا کہ وہ حق ہے تا کہ وہ گمراہ ہو جائیں۔ اس طرح ایک جماعت گمراہ ہوگئی ہے، حتیٰ کہ انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے حق کو دیکھا اور اس کا خطاب سنا۔" اس سوال کا جواب دو اعتبار سے دیا گیا ہے۔

(۱) ہر دانا جانتا ہے کہ حق کی کوئی معین صورت نہیں ہے جس سے اشتباہ لازم آجائے لیکن حضور اکرم ﷺ کی معین معلوم اور مشہور صورت مبارکہ ہے۔

(۲) رب تعالیٰ کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اسے ہدایت عطا کر دیتا ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آپ ہدایت کے وصف سے متصف ہیں۔ اسی کی صورت کو ظاہر کرنے والے ہیں، لہٰذا آپ کی صورت مبارکہ کی عصمت واجب ہوگئی کہ شیطان اس پر ظاہر نہ ہوتا کہ اعتماد باقی رہے۔ اس کے لیے ہدایت کا حکم ظاہر ہو جسے رب تعالیٰ آپ کے ذریعے ہدایت دینا چاہے۔" قاضی ابوبکر بن الطیب نے لکھا ہے کہ آپ کا فرمان "من رآني في المنام فقد رآني" سے مراد یہ ہے کہ آپ کی زیارت صحیح ہے۔ وہ پریشان کن خواب نہیں ہے۔ وہ شیطان کی تشبیہات نہیں ہے۔" انہوں نے فرمایا: "کئی طرق سے روایت آپ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے "فقد رأى الحق" فرمایا "شیطان میری صورت (زیبا) میں متشکل نہیں ہوسکتا۔" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی زیارت پراگندہ خواب نہیں ہے۔" قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "شاید حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے آپ کی زیارت اس صفت پر کی جس پر آپ اپنی حیات طیبہ میں تھے نہ کہ اس وصف پر جو آپ کے حال کی ضد تھی۔ اگر اس نے آپ کو اس کے علاوہ کسی حالت پر دیکھا تو اس کی تاویل کرنا پڑے گی۔ وہ حقیقی خواب نہ ہوگا، کیونکہ بعض خواب بالکل سادہ ہوتے ہیں اور بعض کی تاویل کرنا پڑتی ہے۔" امام نووی نے لکھا ہے: "ان کا یہ قول کمزور ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ اس شخص نے حقیقت میں آپ کو ہی دیکھا ہے۔ خواہ آپ معروف وصف پر ہوں یا کسی اور پر ہوں۔ جیسے المازری نے ذکر کیا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "یہ رد جو امام نووی نے فرمایا ہے ام المعبرین ابن سیرین سے مروی ہے۔ اسماعیل بن اسحاق نے صحیح سند سے حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کہے کہ اس نے نبیؐ دو جہاں ﷺ کی زیارت کی ہے تو اس سے کہا جائے گا "آپ کا حلیہ بیان کرو جس میں آپ نے دیکھا ہے۔ اگر اس نے آپ کا وہ حلیہ مبارک بیان کیا جو معروف نہیں ہے تو اسے کہا جائے گا کہ تم نے آپ کی زیارت نہیں کی۔" جو بات حضرت قاضی عیاض نے کی ہے وہ عمدہ اور احسن ہے، اسے اور اس کو جمع کرنا ممکن ہے۔ جو کچھ مازری نے کہا ہے کہ دو حالتوں میں خواب حقیقت ہو لیکن جب وہ آپ کو آپ کی صورت زیبا میں دیکھے جیسے کہ وہ خواب میں آپ کے ظاہر پر دیکھے تو وہ خواب تعبیر کا محتاج

نہ ہوگا۔ اگر وہ آپ کو آپ کی مبارک شکل میں نہ دیکھے تو نقص دیکھنے والے کی طرف سے ہوگا۔ وہ اس صفت کو خیال میں لایا جو آپ کی نہیں ہے اور اس نے جو کچھ دیکھا وہ تعبیر کا محتاج ہوگا۔ اس پر علماء تعبیر رواں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر جاہل کہے: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے تو اسے آپ کے مبارک سراپا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر سراپا حضور اکرم ﷺ کا ہی ہو تو قبول کرلیا جائے گا ورنہ رد کر دیا جائے گا۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "شیخ ابن ابی جمرہ نے وہی مؤقف اختیار کیا ہے جسے امام نووی نے اختیار کیا ہے۔ اختلاف لکھنے کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ شیطان بالکل آپ کی صورت زیبا میں متشکل نہیں ہوسکتا۔ جس نے آپ کو عمدہ شکل میں دیکھا تو یہ حسن ہے دیکھنے والے کے دین کے موافق ہے۔ اگر آپ کے اعضاء میں سے کسی عضو پر عیب یا نقص تھا تو یہ دیکھنے والے کے دین میں خلل کی وجہ سے ہے۔" انہوں نے فرمایا: "یہی حق ہے۔ یہی مجرب ہے اسی کو اس اسلوب میں پایا گیا ہے آپ کی زیارت میں اس سے عظیم فائدہ حاصل ہوسکتا ہے تاکہ دیکھنے والے کو واضح ہوسکے کیا اس میں کچھ خلل ہے یا نہیں، کیونکہ آپ صیقل شدہ آئینہ کی مانند نورانی ہیں۔ جو دیکھنے والے کی طرف حسن ہوتی ہے وہی اس میں متصور ہو جاتی ہے۔ آپ اپنی ذات کے اعتبار سے احسن حال پر ہیں اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں۔ اسی طرح نیند میں آپ کے کلام مبارک پر کہا جائے گا اسے سنت پر پیش کیا جائے گا۔ جو اس کے موافق آجائے گا وہ حق ہوگا۔ جو خلل ہوگا۔ وہ دیکھنے والے کی سماعت میں ہوگا۔ اس ذات کریمانہ کا خواب حق ہے۔ خلل دیکھنے والے کی سماعت یا بصارت میں ہے۔" انہوں نے فرمایا: "یہ بہترین قول ہے جسے میں نے سنا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "جو کچھ علماء کرام نے ذکر کیا ہے انہیں جمع کرنے کی مجھے توفیق ارزانی ہوئی ہے کہ جس شخص نے آپ کو آپ کے حلیہ میں دیکھا یا اکثر اس حصے میں دیکھا جو آپ کے ساتھ مختص ہے۔ اس نے آپ کو ہی دیکھا۔ اگر ساری صفات ہی مخالف ہوں تو یہ تفاوت خواب دیکھنے والے کے خواب کی وجہ سے ہے۔ جس نے آپ کو آپ کی کامل ہیئت پر دیکھا اس کا خواب حق ہے جو کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ اسی پر آپ کے اس قول کو منطبق کیا جائے گا۔" اس نے حق دیکھا۔" جو آپ کے اوصاف میں کمی ہوگی تو اسی حساب سے اس میں تاویل کا عمل دخل ہوگا۔ اس کا اطلاق کہ جس نے آپ کو دیکھا خواہ جس حالت پر بھی دیکھا اس نے حقیقت میں آپ کو ہی دیکھا۔" امام غزالی نے لکھا ہے: "رآنی" کا معنی یہ نہیں کہ اس نے میرا جسم اطہر اور بدن اقدس دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ اس نے مثال دیکھی وہ مثال ایسی آلہ بن گئی جو اس معنی کی طرف لے جاتی ہے جو میرے نفس میں اس کے بارے میں ہے۔ اس فرمان کا بھی یہی مفہوم ہے۔ "فیرانی فی الیقظه" "وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں دیکھ لے گا۔" اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ میرا جسم مقدس اور بدن معطر دیکھے گا۔ آلہ کبھی کبھی حقیقت ہوتا ہے کبھی خیالیہ ہوتا ہے۔ نفس مثال متخیل کے علاوہ ہے۔ جو شکل خواب دیکھنے والے نے دیکھی وہ نہ تو روح مصطفیٰ ﷺ نہ ہی آپ کی شخصیت ہے بلکہ وہ اس کی مثال ہے۔ یہی مثال اس

شخص کی ہے جو رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس کی ذات بابرکات شکل و صورت سے منزہ ہے، لیکن اس کی تعریفات بندے تک مثالی محسوس کے واسطہ تک پہنچتی ہیں۔ خواہ وہ نور سے ہوں یا کسی اور سے، وہ مثال اس اعتبار سے حق ہوگی کہ وہ تعریف میں واسطہ ہے وہ کہے گا "میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے" وہ یہ نہیں کہے گا "میں نے ذاتِ الٰہیہ کی زیارت کی ہے جیسے کہ تم کسی اور کے حق میں کہتے ہو۔

استاذ ابوالقاسم القشیری نے جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے "آپ کے حلیہ کے علاوہ خواب لازم نہیں ہوتا مگر یہ کہ آپ ہی ہوں۔ اگر کسی نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس وصف پر دیکھا جس سے وہ بلند و برتر ہو۔ وہ یقین رکھتا ہو کہ وہ اس سے منزہ ہے تو اس کے خواب پر قدح کی جائے گی، بلکہ اس خواب کی تاویل کی جائے گی۔"

الطیبی نے لکھا ہے "مفہوم یہ ہوگا کہ جس نے مجھے خواب میں جس حلیہ میں بھی دیکھا اسے بشارت ہو اسے علم ہونا چاہیے کہ اس نے سچے خواب کے ساتھ مجھے دیکھا ہے۔ یہ مژدہ جانفزا ہے یہ وہ باطل خواب نہیں ہے جو شیطان کی طرف منسوب ہو۔ شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہو سکتا اسی طرح آپ کا قول کہ اس نے حق دیکھا ہے یعنی حق خواب دیکھا ہے۔ اسی طرح آپ کا قول "فقد رآنی" شرط اور جزاء جب متحد ہو جائیں تو یہ کمال میں غایت پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اس نے خواب میں مجھے ہی دیکھا ہے۔ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔"

شیخ ابو محمد ابن ابی جمرہ نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے فرمان "شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہو سکتا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اربابِ قلوب میں سے کسی ایک کے قلب میں جو صورت متمثل ہے اور اس کے عالم سر میں آپ کا تصور ہے وہ اس سے محو تکلم ہوگا یہ حق ہوگا، بلکہ دیگر افراد کو خوابوں میں دیکھنے سے زیادہ سچا ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کے طفیل ان پر انعام فرمایا ہے کہ ان کے دلوں کو نورانیت عطا کی ہے۔" امام قرطبی نے لکھا ہے "اس روایت کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے: "یہ اپنے ظاہر پر ہے جس نے آپ کو نیند میں دیکھا اس نے آپ کو آپ کی حقیقت پر دیکھا گویا کہ اس نے آپ کو عالم بیداری میں دیکھا۔ یہ برابر ہے۔ اس قول کا فساد عقول کے اوائل کے ساتھ ہی ادراک کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو کوئی شخص صرف اسی صورت میں دیکھے جس پر آپ کا وصال ہوا اور دو خواب دیکھنے والے ایک ہی وقت میں دو مختلف مقامات پر آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔ ابھی آپ کو زندہ کیا جائے گا اور آپ کی قبر انور سے نکالا جائے گا۔ آپ بازار میں چلیں گے۔ لوگوں سے مخاطب ہوں گے۔ اس سے یہ بھی لازم آئے گا آپ کی قبر انور آپ کے جسد اطہر سے خالی ہو جائے گی۔ قبر انور میں کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ صرف قبر کی زیارت ہو سکتی ہے۔ غائب پر سلام پیش کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جائز ہے کہ آپ کو دن اور رات کے وقت دیکھا جا سکے آپ کا حقیقت کے ساتھ اتصال ہو آپ اپنی قبر میں موجود نہ ہوں۔ یہ جہالات ہیں۔ جس کو تھوڑی سی عقل بھی نصیب ہوئی ہو تو ان کا التزام نہیں کر سکتا۔"

ایک گروہ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو اس شکل مبارک میں دیکھا جس پر آپ تھے۔اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس نے آپ کو آپ کی حقیقت کے علاوہ میں دیکھا۔اس کا خواب پراگندہ ہے۔یہ معروف امر ہے کہ آپ کو نیند میں اس حالت پر دیکھا جاسکتا ہے جو دنیا میں آپ کی حالت کے مخالف ہو جو ان احوال کے برعکس ہو جو آپ کے مناسب ہیں یہ خواب سچا ہوگا، جیسے کہ کسی نے دیکھا کہ آپ کے جسم اطہر سے اس کا گھر بھر گیا ہے تو یہ اس امر پر دلالت ہوگی کہ وہ گھر خیر سے بھر جائے گا۔

اگر شیطان کے لیے ممکن ہوتا کہ وہ تمثیل بنالیتا جس پر آپ تھے یا جو آپ کی طرف منسوب ہو سکے تو آپ کے اس قول کی عمومیت کے مخالف ہوگا۔"شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا۔" بہتر یہ ہے کہ اس کا خواب یا اس میں بعض حصہ منزہ کیا جائے یا اس میں سے جو آپ کی طرف منسوب ہو رہا ہو۔ یہ حرمت میں زیادہ بلیغ اور عصمت کے زیادہ مناسب ہے جیسے آپ عالم بیداری میں شیطان سے محفوظ تھے۔" انہوں نے فرمایا:"اس روایت کی تاویل میں صحیح یہ امر ہے کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں آپ کی زیارت باطلہ نہیں ہوسکتی، نہ ہی یہ پریشان خواب ہو سکتے ہیں۔ بلکہ یہ حق ہے۔اگر کوئی آپ کو کسی اور شکل میں دیکھے تو وہ یہ تصور کرے کہ یہ شیطان کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔آپ کا یہ فرمان اسی کی تائید کرتا ہے "فقد رای الحق" یعنی اس نے وہ حق دیکھا جس خواب دیکھنے والے کو بتانے کا قصد کیا۔اگر وہ اپنے ظاہر پر ہوتو بہتر ورنہ وہ اس کی تاویل کی کوشش کرے گا۔اس کے امر کو مہمل نہ سمجھے گا، کیونکہ یہ یا تو خیر کی بشارت ہے یا شر سے ڈرانا ہے تاکہ یا تو خواب دیکھنے والا ڈر جائے یا اس کی زجر و توبیخ ہو سکے یا اسے اس امر پر متنبہ کیا جا سکے جو اس کے دین یا دنیا میں رونما ہوگا۔"

تنبیہات

(۱) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:"جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا۔"اس روایت کو الطبرانی نے مالک بن عبداللہ سے اور ابوبکرہ سے، دارمی نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس اضافے کے ساتھ روایت کیا ہے"یا گویا کہ اس نے مجھے عالم بیداری میں دیکھا" انہوں نے اسے شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔اسماعیل نے اسی سند سے"فقد رآنی فی الیقظه""فسیرانی" کی جگہ نقل کیا ہے۔اسی طرح ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے، امام ترمذی سے اسے صحیح کہا ہے، ابوعوانہ نے اسے روایت کیا ہے۔ابن ماجہ نے ابوجحیفہ سے یوں روایت کیا ہے:"گویا کہ اس نے مجھے عالم بیداری میں دیکھا۔"ابن بطال نے لکھا ہے کہ عنقریب وہ بیداری میں مجھے دیکھ لے گا۔"اس سے مراد اس خواب کی بیداری میں تصدیق ہے۔حق کے مطابق اس

کا خروج ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ آخرت میں آپ کو دیکھ لے گا، کیونکہ وہ روزِ حشر آپ کو دیکھ لے گا اس وقت آپ کی ساری امت آپ کو دیکھ لے گی۔ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ سب دیکھ لیں گے۔ یہ روایت تین الفاظ سے مروی ہے: "فسیرانی فی الیقظه" "فکانما رآنی فی الیقظه" "فقد رانی فی الیقظه"۔

ابن التین نے لکھا ہے جو اپنی زندگی میں آپ پر ایمان لے آیا۔ آپ کی زیارت نہ کی گویا وہ آپ سے غائب تھا تو یہ فرمان ہر اس کے لیے بشارت ہوگا جو آپ پر ایمان تو لایا مگر آپ کو نہ دیکھ سکا کہ ضروری ہے کہ وہ آپ کو عالم بیداری میں مرنے سے قبل دیکھ لے۔" یہ القزاز کا قول ہے۔ مازری نے لکھا ہے کہ اگر یہ روایت "فکانما رانی فی الیقظة" محفوظ ہے تو اس کا معنی ظاہر ہے۔ اگر یہ روایت "فسیرانی فی الیقظه" محفوظ ہو تو احتمال ہے کہ آپ نے اپنے اہلِ زمانہ کو مراد لیا ہو جنہوں نے آپ کی طرف ہجرت کی ہو کہ جب اس نے آپ کو خواب میں دیکھ لیا تو آپ نے اسے اس کی یہ علامت بنادی کہ وہ آپ کو عالم بیداری میں دیکھے گا۔ رب تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی کی تھی۔"

قاضی نے لکھا ہے: "ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ عنقریب وہ خواب کی تعبیر عالم بیداری میں دیکھ لے گا، لیکن اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ آخرت میں تو آپ کی ساری امت دیکھے گی جس نے آپ کو خواب میں دیکھا یا نہ دیکھا۔ اس میں خواب میں دیکھنے والے کی خوبی برقرار نہ رہے گی۔ قاضی نے یہ جواب دیا ہے کہ احتمال ہے کہ خواب میں اس کا آپ کو دیکھنا اس حلیہ پر ہو جسے وہ جانتا ہو۔ وہ وصف اس کے لیے آخرت میں عزت و تکریم کا باعث ہو۔ وہ آپ کی اس طرح زیارت کرے گا جو آپ کے قرب کے ساتھ خاص ہوگی یا اس کے بلند درجہ کے لیے شفاعت کا ذریعہ ہوگی وغیرہ۔ خصوصیات میں سے ہے۔ بعید نہیں کہ رب تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو یہ سزا دے کہ وہ انہیں اپنے نبی کریم ﷺ کی زیارت سے محروم کر دے۔

جبکہ شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ نے اسے ایک اور محل پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں آپ کی زیارت کی۔ وہ جاگنے کے بعد اس روایت کے بارے میں متفکر تھے۔ وہ کسی ام المومنین کے ہاں تشریف لے گئے شاید یہ ان کی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ تھیں۔ انہوں نے وہ آئینہ نکالا جسے حضور اکرم ﷺ استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے اس میں دیکھا تو حضور اکرم ﷺ کی شکل مبارک نظر آئی۔ اپنی صورت نظر نہ آئی۔ صالحین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے خواب میں آپ کی زیارت کی پھر عالم بیداری میں آپ کا دیدار کر لیا۔ انہوں نے آپ سے ان اشیاء کے متعلق پوچھا جن سے وہ خوفزدہ تھے۔ آپ نے انہیں ان سے نجات کا طریقہ بتایا، پھر امر اسی طرح رونما ہوا۔ یہ کرامات کی ایک قسم ہے۔

ہمارے شیخ نے شرح الترمذی میں لکھا ہے: "جس کو یہ منظر نصیب ہوا اسے اپنی نیند کے قریب نصیب ہوا یا موت کے وقت نصیب ہوا۔ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے یہ عزت بخش دیتا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: "یہ بہت مشکل ہے

اگر اسے اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے تو یہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے تو پھر صحابیت کا روز حشر تک باقی رہنا مشکل ہے۔ کثیر لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا پھر کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس نے آپ کو عالم بیداری میں دیکھا ہو لیکن سچے کی خبر کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔'' امام محمد بن یوسف، اس کتاب کے مؤلف فرماتے ہیں'' پھر انہوں نے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر اسے اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے، حالانکہ امام غزالی کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمان ''فسیرانی فی الیقظۃ'' اس سے مراد آپ کا جسم اطہر اور بدن مقدس نہیں ہے۔ جہاں تک ان کثیر افراد کا تعلق ہے جنہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا لیکن ان میں سے ایک شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس نے عالم بیداری میں آپ کی زیارت کی ہے تو یہ لازمی نہیں کیونکہ احتمال یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو دیکھا ہو مگر انہوں نے یہ مخفی رکھا ہو۔ انہوں نے یہ نہ بتایا ہو کہ انہوں نے آپ کو دیکھا ہو۔'' ہمارے شیخ نے اس موضوع پر ایک عمدہ تصنیف لکھی ہے۔ انہوں نے اس کا نام ''تنویر الحلك فی امکان رویۃ النبی والملك'' میں اس کے مقاصد کو یہاں بیان کرتا ہوں۔''

''انہوں نے احوال سابقہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ فرمان اپنے ظاہر پر ہے کہ جو بھی آپ کو نیند میں دیکھے گا وہ آپ کو عالم بیداری میں بھی دیکھ لے گا، یعنی سر کی آنکھوں کے ساتھ یا دل کی آنکھ کے ساتھ۔ یہ قاضی ابن العربی کا ہے۔ امام ابو محمد ابن ابی جمرہ نے ان روایات پر اپنی تعلیق میں فرمایا ہے جو انہوں نے بخاری شریف سے منتخب فرمائی ہیں کہ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا ہو آپ کو عالم بیداری میں بھی دیکھ لے گا، کیونکہ یہ روایت اپنے عموم پر ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اور وصال کے بعد، یا صرف حیات طیبہ میں دیکھ لے گا۔ کیا یہ روایت اپنے عموم پر ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اور وصال کے بعد یا صرف حیات طیبہ میں دیکھ لے گا نیز کیا یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے آپ کو دیکھا یا اس کے لیے ہے جس میں اہلیت ہو اور وہ آپ کی سنت مطہرہ کا پیروکار ہو۔ لفظ اپنے عموم پر ہے۔ جس نے کسی مخصص کے بغیر اس میں خصوصیت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ تکلف سے کام لینے والا ہے، پھر انہوں نے اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جو ابھی ابھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول گزری ہے، پھر فرمایا: سلف وخلف سے اور ابھی تک یہ بیان ہو رہا ہے کہ جنہوں نے آپ کو نیند میں دیکھا ہو اس روایت کی تصدیق کرتے تھے انہوں نے بعد میں عالم بیداری میں بھی آپ کی زیارت کی۔ انہوں نے ان امور کا تذکرہ کیا جو ان کے باعث تشویش تھے آپ نے ان کے لیے نکلنے کی سبیل بھی بتا دی۔ وہ وجوہات بیان کر دیں جن سے انہیں نجات مل سکتی تھی۔ امر اسی طرح کم وبیشی کے بغیر رونما ہوا۔

اسی امر کا منکر یا تو اولیاء کرام کی کرامات کا تصدیق کرنے والا ہوگا۔ یا ان کی تکذیب کرنے والا ہوگا اگر وہ تکذیب کرنے والا ہو تو اس کے ساتھ بحث ساقط ہو جاتی ہے کہ وہ اس امر کی تکذیب کر رہا ہے جسے سنت واضح دلائل سے

ثابت کر رہی ہے اگر وہ ان کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس کا تعلق بھی انہی امور کے ساتھ ہے کیونکہ اولیائے کرام کے لیے علوی اور سفلی عالمین میں اشیاء سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تکذیب نہ کر سکے گا۔ شیخ نے لکھا ہے: اگر یہ قول خاص ہو اس کے لیے خاص نہ ہو جس میں اہلیت ہو اور آپ کی سنت کا پیروکار ہو۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو عالم خواب میں دیکھا اس کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ آپ کو عالم بیداری میں دیکھ لے گا۔ خواہ ایک بار ہی۔ یہ آپ کا وعدہ ہے جس کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ اکثر یہ زیارت موت سے قبل عالم نزع میں ہوتی ہے۔ اس کی روح اس کے جسم سے نہیں نکلتی حتیٰ کہ وہ آپ کو دیکھ لے خواہ ایک بار ہی تاکہ آپ کا وعدہ پورا ہو سکے ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو ساری زندگی میں زیارت میسر آتی ہے خواہ کم بار یا زیادہ بار۔ یہ ان کے اجتہاد کے اعتبار سے اور سنت مطہرہ پر محافظت کے اعتبار سے ہے۔ سنت میں خلل ہونا بہت بڑا مانع ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں فرمایا ہے: جب میں علوم سے فارغ ہوا تو میں نے اپنی ساری توجہ صوفیاء کے طریقہ پر مبذول کر دی۔ میں اس مقدار کا اس لیے تذکرہ کر رہا ہوں تاکہ اس سے نفع اٹھایا جا سکے مجھے یقینی علم تھا کہ صوفیاء کرام ہی رب تعالیٰ کے خاص طریقے پر چل رہے ہیں ان کی سیرت ساری سیرتوں سے عمدہ ہے ان کا طریقہ سارے طریقوں سے افضل ہے ان کا اخلاق سارے اخلاق سے پاکیزہ ہے، بلکہ اگر عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت کو جمع کیا جائے اور ان علماء کے علم کو جمع کیا جائے جو اسرار شرع سے واقف ہیں تاکہ وہ ان کی سیرت اور اخلاق کو تبدیل کر دیں اور اس کی جگہ اسے بہتر لے آئیں تو انہیں اس کی طرف کوئی راہ نہ ملے گا۔ ان کی حرکات و سکنات ان کے ظاہر و باطن چراغ نبوت کے نور سے مقتبس ہیں روئے زمین پر نور نبوت کے علاوہ اور کوئی نور نہیں جس سے نورانیت حاصل کی جا سکے، حتیٰ کہ وہ عالم بیداری میں ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں ارواح انبیاء کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ ان کی آوازیں سن لیتے ہیں اس سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں پھر ان کا حال ترقی کرتا جاتا ہے وہ صور اور امثال کے مشاہدہ سے ترقی کر کے ان درجات تک پہنچ جاتے ہیں جن کے بارے میں گفتگو کرنے والے کی زبان قاصر ہو جاتی ہے۔

۔۔۔وہ عالم بیداری میں ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں ارواح انبیاء کی زیارت کر لیتے ہیں ان کی آوازیں سن لیتے ہیں۔

۔۔۔ان کے شاگرد قاضی ابن عربی نے اپنی کتاب قانون التاویل میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا موقف یہ ہے کہ جب انسان کو طہارت نفس اور تزکیۂ قلب حاصل ہو جاتا ہے علائق دنیوی سے قطع تعلقی کر لیتا ہے۔ دنیاوی اسباب جاہ، مال اور باہمی اختلاط سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ وہ دائمی علم اور لگاتار عمل کے ذریعے رب تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیتا ہے تو ان کے قلوب کو منکشف کر دیا جاتا ہے وہ ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں۔ وہ ان کے اقوال کو سن لیتے ہیں انہیں انبیاء اور ملائکہ کی ارواح سے آگہی نصیب ہوتی ہے وہ ان کا کلام سن لیتے ہیں، پھر فرمایا: انبیاء کرام اور ملائکہ کی زیارت اور ان کا کلام سننا مؤمن کے لیے از روئے کرامت اور کافر کے لیے از روئے سزا ممکن ہے۔

ابن الحاج نے المدخل میں بیان کیا ہے عالم بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والے بہت قلیل ہیں۔کم لوگوں کے لیے اس کا وقوع ہوا ہے مگر اس دور میں تو ایسا شخص نادر الوجود ہے بلکہ معدوم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کا انکار نہیں کرتے یہ سعادت ان اکابر کو نصیب ہوئی ہے جن کے بواطن اور ظواہر کی حفاظت رب تعالیٰ نے کی ہے۔

انہوں نے فرمایا: بعض علماء ظواہر نے عالم بیداری میں آپ کی زیارت کا انکار کیا ہے۔انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ فانی آنکھ باقی آنکھ کو نہیں دیکھ سکتی۔حضور اکرم ﷺ دار البقاء میں ہیں دیکھنے والا دار الفناء میں ہے۔حضرت ابن ابی جمرہ اس اشکال کو حل کرتے تھے اور رد کرتے تھے کہ مؤمن جب مرجاتا ہے وہ رب تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے حالانکہ اسے موت نہیں جبکہ ان میں سے ایک ہر روز ستر دفعہ مرتا ہے۔

امام یافعی نے روض الریاحین میں شیخ صفی الدین نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے۔شیخ کبیر قدوۃ الشیوخ العارفین برکۃ اہل زمانہ ابو عبداللہ قرشی نے فرمایا: جب دیار مصر میں بہت زیادہ گرانی آگئی۔میں نے توجہ کی تاکہ میں دعا مانگوں۔مجھے کہا گیا تم خود میں سے کسی ایک سے اس کے متعلق دعا نہ سنو گے۔میں شام کی طرف گیا۔میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس گیا۔حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مجھے شرف ملاقات بخشا میں نے عرض کی: خلیل اللہ! میری ضیافت اپنے ہاں یہ بنا دیں کہ اہل مصر کے لیے دعا کر دیں۔انہوں نے ان کے لیے دعا کی رب تعالیٰ نے ان کی تکلیف کو دور کر دیا۔امام یافعی نے لکھا ہے: مجھ سے حضرت خلیل علیہ السلام نے ملاقات کی۔یہ سچا قول ہے صرف وہی اس سے انکار کرتا ہے جو اس معرفت سے جاہل ہو جب ان پر ایسے احوال طاری ہوتے ہیں جن وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ جاوید دیکھتے ہیں گویا کہ ان پر موت طاری ہی نہیں ہوئی۔جیسے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھا تھا۔آپ نے انھیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو آسمانوں پر دیکھا۔ان کے مخاطبات سنے۔یہ امر طے ہے کہ جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بطور معجزہ روا ہے وہ اولیاء کرام کے لیے بطور کرامت جائز ہے لیکن اس میں چیلنج کی شرط نہیں ہوتی۔

شیخ سراج الدین ابن الملقن نے طبقات اولیاء میں لکھا۔انہوں نے شیخ خلیفہ النھر الملکی کے تعارف میں لکھا ہے "انھیں نیند اور بیداری میں کثرت سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔ان کے اکثر افعال آپ سے ہی حاصل کردہ ہوتے تھے۔خواہ نیند میں یا عالم بیداری میں۔ایک رات میں انھوں نے سترہ بار آپ کی زیارت کی۔ایک زیارت کے دوران فرمایا" خلیفہ! مجھ سے تنگ نہ آجانا بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔"

"الکمال الادفوی" نے "الطالع السعید" میں الصفی ابی عبداللہ محمد بن یحییٰ السوانی کے تعارف میں لکھا ہے۔ان کا پڑاؤ اخمیم میں تھا۔وہ ابو یحییٰ بن شافع کے ساتھیوں میں سے تھے یہ تقویٰ میں معروف تھے۔ان

کے مکاشفات وکرامات مشہور تھے۔ان سے ابن دقیق السعید، ابن نعمان اور قطب عسقلانی نے نقل کیے ہیں وہ بیان کرتے تھے کہ وہ آپ کی زیارت کرتے تھے اور اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔"شیخ عبدالغفار بن نوح نے اپنی کتاب "الوحید" میں شیخ ابو یحییٰ ابو عبداللہ، الاسوانی جو کہ اخمیم میں مقیم تھے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بتاتے تھے کہ وہ "ہر لمحہ" آپ کی زیارت سے بہرہ مند رہتے تھے۔وہ ہر لمحہ آپ کے متعلق بتاتے رہتے تھے" اسی میں ہے "شیخ ابو العباس مرسی کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔جب وہ آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ انھیں سلام کا جواب دیتے تھے۔جب وہ آپ سے گفتگو کرتے تھے تو آپ انھیں جواب سے سعادت اندوز کرتے تھے۔"

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف المنن فی مناقب ابی العباس وشیخہ ابی الحسن" کہ ایک شخص نے ابو العباس المرسی سے عرض کی" آقا! مجھ سے تو اپنے اس ہاتھ سے مصافحہ کریں۔آپ نے بہت سے مردوں اور شہروں کو دیکھا ہے" انھوں نے فرمایا" بخدا! میں نے اپنے اس ہاتھ سے صرف حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کیا ہے" شیخ فرماتے تھے" اگر لحظہ بھر کے لیے بھی حضور اکرم ﷺ مجھ سے دور ہو جائیں میں اس وقت خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا" معجم الشیخ برہان الدین البقاعی میں ہے۔انھوں نے فرمایا" مجھے امام ابو الفضل بن ابی الفضیل النویری نے بیان کیا ہے کہ شیخ نور الدین الایجی والد الشریف عفیف الدین جب روضہ انور پر حاضر ہوتے تھے تو یوں سلام عرض کرتے تھے" السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حاضرین بھی سنتے تھے کہ روضہ انور سے یوں آواز آتی تھی" وعلیک السلام یا ولدی۔"

الحافظ محب الدین بن نجار نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ مجھے ابو احمد داؤد بن علی بن محمد بن ھبتہ اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ ابو نصر عبد ابو حد بن عبد الملک الصوفی الکرخی نے فرمایا" میں نے حج کیا اور حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اسی اثناء میں کہ میں حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شیخ ابو بکر دیا ابکری داخل ہوئے وہ آپ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے۔انھوں نے کہا" السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے حجرہ کے اندر سے صدا سنی" وعلیک السلام یا ابا بکر" حاضرین نے بھی سلام کا جواب سنا۔ان حکایات کو لکھنے کے بعد شیخ نے لکھا ہے کہ پہلے آپ کی اکثر زیارت عالم بیداری میں دل کی آنکھ سے ہوتی ہے، پھر حال ترقی کرتا ہے پھر آنکھوں سے زیارت ہونے لگتی ہے۔ پہلے ابن عربی کا کلام گزر چکا ہے کہ بصر رؤیت کی مانند نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں متعارف ہے جس طرح وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، بلکہ یہ حالیہ جمعیہ، برزخی حالت اور وجدانی امر ہے۔اس کی حقیقت کو وہی پا سکتا ہے جس نے یہ سعادت حاصل کی ہو۔کیا ذات مصطفیٰ ﷺ کی زیارت آپ کے جسم اور روح یا مثال سے ہو سکتی ہے؟ میں نے جن ارباب احوال کی زیارت کی ہے وہ دوسرا قول کرتے ہیں۔امام غزالی نے اسی کی صراحت کی ہے۔قاضی ابن عربی نے لکھا ہے کہ معروف حلیہ مبارک پر آپ کی زیارت حقیقت پر ہے، جبکہ غیر معروف سراپا پر زیارت مثالی ہے۔ان کی بات بہت

خوبصورت ہے آپ کی روح اور جسم اطہر سمیت زیارت کے لیے کوئی امر ممتنع نہیں ہے، کیونکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔ ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔ جیسے کہ آپ کے وصال کے تذکرہ میں یہ تفصیلات آ رہی ہیں، پھر شیخ نے کہا ہے "اگر کہنے والا کہے کہ اس طرح دیکھنے والے کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں ہے کیونکہ اگر ہم کہیں کہ نظر آنے والا مثالی جسم ہے تو پھر یہ امر واضح ہے، کیونکہ صحبت آپ کی ذات اقدس کو جسم و روح سمیت دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے اگر ہم کہیں کہ ذات کی زیارت ہوئی تو پھر صحبت کے لیے شرط ہے کہ وہ عالم ملکوت میں دیکھے یہ رؤیت صحبت کو ثابت نہیں کرتی۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ آپ کی ساری امت آپ کو پیش کی گئی آپ نے انھیں دیکھا انہوں نے آپ کو دیکھا لیکن کسی کے لیے صحبت ثابت نہ ہوئی کیونکہ عالم ملکوت میں زیارت صحبت کا فائدہ نہیں دیتی۔ سابقہ کلام کا خلاصہ یہ چھ جوابات ہیں:

۱- تشبیہ و تمثیل۔ اس پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دلالت کرتا ہے فکانّما آنی فی البقظۃ۔

۲- اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں دیکھ لے گا۔ اس کی تاویل تعبیر حقیقت کی طریقہ پر کی گئی ہے۔

۳- یہ آپ کے عہد ہمایوں کے لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے آپ کو دیکھا نہ تھا مگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تھے۔

۴- مراد یہ ہے وہ آپ کو اس آئینہ میں دیکھ لے گا جو آپ کے لیے تھا۔ اگر ممکن ہوا لیکن دور کا امر محمول کرنا ہے جیسے الحافظ نے کیا ہے۔

۵- وہ آپ کو روز حشر دیکھ لے گا۔ یہ خصوصیت نہ ہوگی کیونکہ اس دن وہ بھی آپ کو دیکھ لے گا جس نے آپ کو خواب میں نہ دیکھا ہوگا۔

۶- وہ حقیقت میں آپ کو دنیا میں دیکھ لے گا۔ وہ آپ سے مخاطب ہوگا۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ امر طے ہے کہ جو خواب میں زیارت ہوتی ہے؟ یہ مرئیات کی امثلہ ہوتی ہیں وہ خود نہیں ہوتے۔ امثلہ کبھی مطابقت کے ساتھ واقع ہوتی ہیں اور کبھی اس کا معنی واقع ہوتا ہے۔ آپ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنا پہلے مؤقف کے مطابق ہے "اچانک وہ آ گئیں" آپ نے انھیں بتایا کہ آپ نے خواب میں وہی کچھ دیکھا ہے جو عالم بیداری میں دیکھ رہے ہیں۔ دوسری قسم اس گائے کی ہے جو غزوہ احد کے متعلق ذبح کر دی گئی تھی۔ دوسرے سے مقصود ان امور کے معانی پر تنبیہ ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے فوائد

زیارت کرنے والے کے شوق کو تسکین نصیب ہوتی ہے۔ وہ اپنی محبت میں سچا ہوتا ہے، تاکہ وہ اپنے مشاہدہ پر عمل پیرا ہو۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اس طرف اشارہ کیا "وہ عنقریب عالم بیداری میں مجھے دیکھ لے گا"

یعنی جس نے میری حرمت کو عظیم جانتے ہوئے اور میری زیارت کا مشتاق ہو کر میری زیارت کی وہ اپنے محبوب کی

زیارت تک پہنچ گیا۔ وہ اپنے مطلوب میں کامیاب ہوگیا۔ یہ بھی روا ہے کہ اس زیارت سے مقصود آپ کی صورت کا معنی ہو۔ وہ آپ کا دین حق اور شریعت مطہرہ ہے۔ اس کی تعبیر اسی طرح کی جائے گی۔ جسے دیکھنے والا دیکھے گا یعنی زیادتی، نقصان، برائی یا احسان' الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ ساتواں جواب ہے۔ جو اس سے قبل ہے۔ وہ میرے لیے عیاں نہیں ہوا۔ اگر وہ عیاں ہوگیا تو وہ آٹھواں جواب ہے۔

۲۔ علامہ زرکشی نے ''الخادم'' میں لکھا ہے کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو افراد میں سے ایک کے لیے آپ کی زیارت صحیح ہے۔

۱۔ صحابی کے لیے۔ وہ آپ کی زیارت کرے آپ کے اوصاف سے آپ کو جان لے۔ اس کے نفس پر آپ کی مثال منعکس ہو جائے جب وہ آپ کی زیارت کرے تو اسے یقین ہو جائے کہ اس نے آپ کی مثال دیکھی ہے جو شیطان سے محفوظ ہے۔''

۲۔ وہ شخص جس کے لیے آپ کی ان صفات کو بار بار دھرایا جائے جو کتب میں منقول ہیں، حتیٰ کہ آپ کی صفات کا عکس اور معصوم مثال اس کے نفس میں منعکس ہو جائے جیسے یہ اس شخص کو حامل ہو جس نے آپ کی زیارت اور دیدار کیا ہو جب وہ آپ کو دیکھ لے تو اسے یقین ہو جائے کہ اس نے آپ کے مثال کی زیارت کی ہے جیسے کہ وہ شخص ہو جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ ان دو افراد کے علاوہ کسی اور کو یقین حاصل نہیں ہو سکتا، بلکہ جائز ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو آپ کی مثال کے ساتھ دیکھا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ابلیس کا تخیل ہو۔ دیکھنے والے کو اس کا یہ قول فائدہ نہیں دے سکتا ''میں رسول اللہ ہوں'' نہ ہی اس کا قول فائدہ دے سکتا ہے جو اس کے ساتھ ہو۔ اس کا تذکرہ القرافی نے کتاب ''القواعد'' میں کیا ہے انھوں نے کچھ کلام اپنے شیخ عبدالسلام سے لیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ''جب یہ امر طے ہوگیا تو وہ کیسے کہیں گے کہ جس کو انھوں نے دیکھا ہے وہ بزرگ ہے، جوان ہے، سیاہ ہے یا سفید ہے۔ اس کا جواب یہ ہے یہ دیکھنے والوں کی صفات اور ان کے احوال ہیں جس کا ان میں انحصار ہوتا ہے۔ وہ ان کے لیے مراد کی مانند ہیں۔ میں نے اپنے ایک شیخ سے پوچھا ''ان عادی احوال کے ہمراہ مثال کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا ''اگر تمہارا باپ جوان ہو۔ تو ان سے غائب رہے پھر تم اس کے پاس جاؤ اسے بزرگ پاؤ یا اسے یرقان ہوگیا ہو وہ زرد یا سیاہ ہوگیا ہو کیا تمھیں شک رہے گا کہ وہ تمھارا والد ہے؟ میں نے کہا ''نہیں'' انھوں نے کہا ''اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ اس کی سابقہ مثال تمھارے نفس میں منقش ہے۔ اسی طرح آپ کا نقش بھی اس شخص کے یاد منقش ہوتا ہے۔ ان احوال کے طاری ہونے کے باوجود اسے کوئی شک نہیں رہتا جب اس کے لیے یہ صحیح ہو جاتا ہے اور منضبط ہو جاتا ہے تو سیاہ رنگت دیکھنے والے کے ظلم پر دلالت کرتی ہے اندھا پن اس کے ایمان کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ ''اصل الروضۃ'' میں ہے زیارت کرنے والے کچھ احکام میں سے آپ سے سنے گا اس پر عمل نہ کرے گا کیونکہ دیکھنے والے کو اس میں ضبط نہیں ہے۔ اس کی زیارت میں کوئی شک نہیں۔ خبر ضابطہ اور مکلف سے قبول کی جاتی ہے

سونے والے کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں اسی طرح لکھا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ یہ دیکھے جانے والے پر عدم وثوق کی وجہ سے نہیں بلکہ دیکھنے والے کے ضبط پر عدم وثوق کی وجہ سے ہے نیز یہ کہ نیند کی حالت غفلت اور قوت حافظ کے بطلان کی حالت ہوتی ہے وہ نیند میں تفصیل پر رواں ہوں گے۔" قاضی حسین نے اپنے فتویٰ میں اسیٰ پر یقین کیا ہے قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ثوری نے لکھا ہے "اگر وہ دیکھے کہ حضور اکرم ﷺ اسے ایسے فعل کا حکم دے رہے ہیں جو آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے یا ایسے فعل سے روک رہے ہیں جو آپ کے ہاں ناپسندیدہ ہے یا کسی مصلحت والے فعل کی طرف راہ گامزن کر رہے ہیں تو پھر اس پر عمل کرنے کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ صرف نیند میں حکم نہیں ہے بلکہ اسے محکم کیا گیا ہے۔

فائدہ

الزرکشی نے شیخ عزالدین بن خطیب الاشمونی سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "مجھے میرے والد گرامی نے بتایا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں سرور دو جہاں ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا "فلاں جگہ جاؤ وہاں سے خزانہ لے لو اس میں تم پر خمس نہیں ہے" وہ شخص اس طرف گیا اس نے اسی طرح خزانہ پالیا جیسے آپ نے بتایا تھا اس نے دمشق کے فقہاء سے مسئلہ پوچھا انھوں نے خمس کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ انھوں نے کہا "خواب کے سچے ہونے کے دلائل عیاں ہیں شیطان آپ کی شکل میں متشکل ہو کر نہیں آسکتا، لیکن ہمارے شیخ، شیخ عزالدین نے اس پر خمس کے وجوب کا فتویٰ دیا۔ انھوں نے اس پر دلیل یہ دی کہ القواعد کے رفع ہونے کا طریقہ نسخ ہے آپ کے وصال کے ساتھ وحی منقطع ہونے کی وجہ سے اب نسخ نہیں ہو سکتا"۔ میں نے یہ واقعہ شیخ تقی الدین القیشری کو سنایا۔ انھوں نے اس روایت کی تصدیق کر دی اس پر یہ اضافہ کیا کہ شیخ عزالدین نے اسے باب ترجیح علی تقدیر صدق المنام سے لیا ہے۔ میرا گمان ہے کہ انھوں نے اس ترجیح کا ارادہ کیا ہے کہ جمہور کی روایت خمس کے وجوب کی ہے یہ نیند کی روایت شاذ ہے۔"

۲۷ آپ اپنی تمنا سے گفتگو بھی نہ کرتے تھے بلکہ یہ وحی تھی جسے آپ کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ شیخان نے حضرت صفوان بن یعلی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا وہ خوشبو میں لت پت تھا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے خوشبو میں لتھڑنے کے بعد جبہ میں احرام باندھا آپ نے لمحہ بھر کے لیے دیکھا۔ آپ پر وحی آگئی۔ جب آپ سے وحی جدا ہوئی تو فرمایا "وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی ابھی عمرہ کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس شخص کو تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اپنی خوشبو دھو لو جبہ کو اتار لو پھر اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ زمین کا کون سا ٹکڑا بہترین ہے

آپ نے فرمایا "میں نہیں جانتا" حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپ نے پوچھا "جبرائیل! کون سا ٹکڑا بہترین اور کون سا ٹکڑا بدترین ہے؟ انھوں نے کہا "میں نہیں جانتا" آپ نے فرمایا "اپنے رب تعالیٰ سے پوچھو" حضرت جبرائیل پر لرزہ طاری ہو گیا قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے "عرض کی" میں اس سے کیا پوچھوں؟ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے کہا

محمد عربی ﷺ نے تم سے سوال کیا ہے کہ کون سا قطعۂ زمین بہترین ہے؟ تم نے عرض کی "مجھے معلوم نہیں" انھوں نے تم سے پوچھا "کون سا قطعۂ زمین شریر ترین ہے؟ تم نے کہا "مجھے علم نہیں" انھیں بتا دو کہ بہترین ٹکڑے مساجد ہیں اور برے ترین ٹکڑے بازار ہیں"

۲۸- آپ کو زیادہ بخار کی وجہ سے زیادہ اجر ملتا تھا۔ یہ تفصیلات آپ کے وصال کے ابواب میں آ رہی ہیں۔

۲۹- آپ کی بغلوں کے نیچے نہ تو کبھی بال اگے تھے نہ ہی ان سے بدبو آتی تھی۔ جیسے آپ کی صفات حسنہ میں پہلے گزر چکا ہے۔

تنبیہ

الحافظ ابوزرعہ بن الحافظ العراقی نے اپنے والد کی تقریب کی شرح میں لکھا کہ بعض شوافع نے لکھا ہے کہ آپ کو عریاں نہیں دیکھا گیا۔ اسنوی نے لکھا ہے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی آپ کے خواص میں سے ہے آپ کے حق میں تعبیر وارد ہے آپ کے علاوہ دوسرے کا حق مطلق ہے دوسرے شخص کی بغلیں بالوں کی وجہ سے سیاہ ہوتی ہیں۔

ابوزرعہ نے لکھا ہے اس میں آپ کی خصوصیت ہونے میں نظر ہے کیونکہ یہ وجوہ میں سے کسی وجہ سے ثابت نہیں بلکہ یہ کسی معتمد کتب میں وارد نہیں خصائص احتمال سے ثابت نہیں ہوتے نہ ہی دانت وغیرہ کے ذکر سے بغلوں کی سفیدی لازم آتی ہے کہ اس پر بال نہ ہوں، کیونکہ جب بال اکھیڑ لیے جاتے ہیں تو جگہ سفید نکل آتی ہے۔ اگرچہ وہاں بالوں کے اثرات باقی ہوں۔ اسی لیے عبداللہ ابن اقرم الخزعی کی روایت میں ہے کہ انھوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ انھوں نے کہا "میں نے آپ کی بغلوں کے مٹیالے پن کو دیکھا جبکہ آپ نے سجدہ کیا" صحیحین میں اس روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے "حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کا مٹیالہ پن دیکھ لیا" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کے اثرات نے ان جگہوں کو خاکی کر دیا تھا۔ اگر وہ بالوں سے بالکل خالی ہوتیں تو خاکسری نہ ہوتیں۔ آپ کے علاوہ میں بغلوں کی سفیدی تمام فقہاء کے کلام میں موجود ہے۔ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، کیونکہ بغلوں کو سفر و حضر میں دھوپ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تاکہ ان کا رنگ دیگر جسم کی طرح تبدیل ہو جائے لیکن جو بات یقین سے کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی بغلوں سے بدبو نہ آتی تھی۔ بلکہ وہ صاف تھیں"

۳۰- آپ پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

۳۱- چیچڑی آپ کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کو اذیت نہ دیتی تھی۔ اس خصوصیت میں مشکل اس روایت نے پیدا کر دی ہے

جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ بشر (کامل) تھے اپنے کپڑے سے جوں اٹھالیتے تھے۔اپنی بکری دوھتے تھے اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ایسی چیز کا وجود ہو جو اذیت دے خواہ وہ چیچڑی ہو یا پسو ہو۔"

۳۲- آپ نے ثریا میں گیارہ ستارے دیکھے تھے اس کا تذکرہ قاضی، قرطبی اور سہیلی نے کیا ہے کہ آپ نے ثریا میں بارہ ستارے دیکھے تھے۔اس کتاب کے اوائل میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے۔

۳۳- آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔اسے خصوصیت میں شامل کرنے میں نظر ہے، کیونکہ بہت سے انبیاء اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔اسی طرح اس امت کے بہت سے لوگ مختون پیدا ہوئے۔اس زمانہ میں بھی ہمیں بتایا گیا ہے کہ بہت سے بچے مختون پیدا ہوئے۔

۳۴- آپ کے لیے صلوٰۃ (ﷺ) کا لفظ ہی استعمال کیا جانا چاہیے، کیونکہ صلاۃ کے لفظ میں تعظیم پائی جاتی ہے آپ کے لیے ترحم (رحمۃ اللہ علیہ) کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ابو عمر نے لکھا ہے کہ کسی کے لیے روا نہیں کہ جب وہ آپ ﷺ کا ذکر خیر کرے وہ آپ ﷺ کے لیے "رحمہ اللہ" کے الفاظ استعمال کرے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا "من صلی علی" یہ نہیں فرمایا

من ترحم علی یا من دعالی

اگرچہ صلاۃ کا معنی بھی رحمت ہے لیکن آپ ﷺ اپنی تعلیم کی وجہ سے اس لفظ کے ساتھ خاص ہیں۔کسی اور کو آپ کے برابر نہ سمجھا جائے گا۔رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ (النور:٦)

ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عمدہ بحث ہے۔قاضی ابو بکر ابن عربی نے مالکیہ میں سے اور الصیدلانی نے شوافع میں سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ہمارے شیخ نے شرح السنن میں لکھا ہے "اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا جو آپ اپنے دو سجدوں کے مابین کہتے تھے:

اللھم اغفری وارحمنی۔

کیونکہ یہ تشریع کے لیے تھا تعلیم امت کے لیے تھا۔اس میں رب تعالیٰ کے لیے تواضع بھی تھی۔ہم آپ ﷺ کے لیے لفظ صلاۃ سے ہی دعا مانگیں گے جس کے ساتھ ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس میں وہ تعظیم و تفخیم بھی ہے جو آپ کے منصب شریف کے لائق ہے" انھوں نے لکھا ہے کہ انھوں نے اس کے متعلق ایک جزء بھی تالیف کیا ہے جسے میں نے نہیں دیکھا۔ابو قاسم الانصاری نے لکھا ہے کہ یہ صلاۃ کے لیے مضاف کرتے ہوئے تو درست ہے لیکن مفرد درست نہیں۔

الذخیرۃ البرھانیہ

میں ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ نقص کا وہم پیدا کرتا ہے کیونکہ رحمت اس فعل کی وجہ سے ہوتی ہے جس پر ملامت ہو سکے۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ انصاری نے کہا ہے وہ حق ہے"

۳۵- رب تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عطا کیا ہے جو ساری مخلوق کو سن لیتا ہے۔ جو آپ کی قبر انور پر کھڑا ہے جو آپ تک آپ کی امت کا درود پہنچاتا ہے۔ یہ درود پاک کے باب میں آئے گا۔ یہ کسی اور کے لیے خصوصیت منقول نہیں۔

۳۶- ہر وہ جگہ جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے وہ یقینی طور پر نص ہے۔ وہ جبکہ یقینی طور پر یاد ہے۔ اس سے دائیں یا بائیں اجتہاد جائز نہیں ہے جبکہ بقیہ محرابوں میں اختلاف ہے۔

۳۷- انبیا کرام علیھم السلام کو جمائی نہیں آئی۔ اسے امام بخاری نے تاریخ میں مسلمہ بن عبد الملک سے روایت کیا ہے۔

تنبیہ

ثابت سرقطی نے دلائل میں لکھا ہے کہ یہ لفظ تثاؤب ہے تثاءب نہ پڑھا جائے۔

۳۸- آپ نے کبھی انگڑائی نہ لی تھی۔ یہ شیطانی عمل ہے۔

۳۹- آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴۰- آپ ﷺ کی قضائے حاجت کے وقت جو کچھ نکلتا تھا زمین اسے نگل جاتی تھی۔ اس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہتا تھا۔ وہاں سے خوشبو اٹھتی تھی۔ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی کیفیت، یہی ہوتی تھی۔ ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، دار قطنی نے الافراد میں ان سے ہی، ابن سعد نے بھی ان سے ہی روایت کیا ہے۔ الحافظ ابن دحیہ نے خصائص میں ثابت کو اقوی طرق الحدیث کہا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ سے اور انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں۔ جب آپ باہر تشریف لاتے ہیں تو میں آپ کے پیچھے داخل ہو جاتی ہوں لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آتا" دوسرے الفاظ میں ہے۔ انھوں نے فرمایا "جب حضور اکرم ﷺ بیت الخلا میں تشریف لے جاتے پھر باہر جلوہ افروز ہوتے۔ آپ کے بعد میں اندر جاتی، تو مجھے بیت الخلاء سے خوشبو آتی۔ میں نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا" اور روایت میں ہے "جب آپ بیت الخلاء داخل ہوتے تو ہم آپ کے بعد اس میں جاتے۔ ہم وہاں کسی چیز کے اثرات نہ دیکھتے بلکہ اس جگہ سے ہمیں بہت ہی اچھی خوشبو آتی تھی" "جب آپ بیت الخلاء جاتے پھر باہر تشریف لاتے آپ کے بعد میں اندر جاتی تو مجھے کچھ بھی نظر نہ آتا مگر عمدہ خوشبو پاتی تھی میں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کیا۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں۔ ہمیں آپ میں سے کسی چیز کے اثرات نظر نہیں آتے" ایک اور روایت میں ہے "حضور اکرم ﷺ بیت الخلاء

تشریف لے گئے تاکہ قضاء حاجت فرمائیں، مگر وہاں مجھے کچھ نظر نہ آیا میں نے مُشک کی خوشبو پائی میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے کچھ دیکھا نہیں'' میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! جب آپ وضوء کرنے کے لیے اندر داخل ہوتے ہیں۔ آپ کے بعد ہم اندر جاتے ہیں لیکن ہمیں کچھ اثرات نظر نہیں آتے'' اس جگہ سے ہمیں عمدہ خوشبو آتی ہے'' آپ نے فرمایا'' عائشہ! کیا تمھیں علم ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر سے جو کچھ نکلتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے اس میں سے کچھ بھی نظر نہیں آتا'' یا ''اس لیے کہ زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کی وہ چیز نگل لے'' دوسرے الفاظ میں ہے'' ہمارے اجسام جنت کی اطراف پر پروان چڑھتے ہیں ہم میں سے جو کچھ نکلتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے'' دوسرے الفاظ میں ہے'' کیا تم نہیں جانتی کہ ہم گروہ انبیاء علیھم السلام ہیں ہمارے اجسام ارواح جنت پر پروان چڑھتے ہیں عائشہ! جو کچھ ہم میں سے نکلتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے'' یا ''ہم گروہ انبیاء کرام ہیں۔ جب ہم کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے جاتے ہیں تو اسے زمین نگل لیتی ہے اور اس کے ارد گرد سے عمدہ خوشبو آنے لگتی ہیں۔''

خطیب اسے امام مالک کے راویوں میں ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا'' میں نے آپ کے تین ایسے معجزات مشاہدہ کیے ہیں کہ اگر آپ قرآن پاک نہ لے کر آتے میں پھر بھی ایمان لے آتا۔ آپ نے ہمارے ساتھ جنگل میں قیام فرمایا جہاں رکتے تھے.......... آپ نے وضو فرمانا چاہا میں جلدی سے پانی لے کر حاضر خدمت ہو گیا میں نے کہا'' شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس چیز سے آگاہ کر دے جو آپ کے پیشاب سے نکلتی ہے۔ میں اسے کھا لوں'' میں نے زمین کو دیکھا وہ سفید تھی میں نے عرض کی'' یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ نے قضائے حاجت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا'' ہاں! لیکن ہم گروہ انبیاء ہیں زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے مخفی کر لے جو کچھ ہم میں سے نکلے'' ابن ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے بیت الخلاء میں کچھ بھی نہ پایا جا سکتا تھا'' اس روایت کو حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کیا ہے۔ جب مختلف طرق کو باہم ملایا جاتا ہے تو حدیث پاک کو تقویت ملتی ہے۔ اس روایت کو ابن علوان کی سند سے روایت کیا ہے انھوں نے اسے ابن عصوان کی موضوعات احادیث میں شامل کیا ہے لیکن سابقہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہو گا کہ ابن عصوان اس میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عبدہ بن سلیمان نے بھی اس کی اتباع کی ہے۔ الحافظ عبد الغنی سے سوال کیا گیا کہ آپ سے کیا نکلتا تھا انھوں نے کہا'' اسے غریب وجہ سے روایت کیا گیا ہے۔''

ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے کسی صحابی سے بھی یہ مروی نہیں کہ انھوں نے اسے دیکھا ہو نہ ہی کسی نے اس کا تذکرہ کیا لیکن پیشاب مبارک تو کئی افراد نے دیکھا اسے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیا بھی تھا۔

۴۱۔ آپ کے بعد امام صرف ایک ہو گا۔ آپ سے پہلے انبیاء اس طرح نہ ہوتے تھے اسے ابن سراقہ نے لکھا ہے۔

۴۲۔ رب تعالیٰ نے عتاب اور مخاطبہ سے قبل عفو سے ابتداء کی فرمایا

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبة: ۴۳)

ترجمہ: درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی۔

یعنی آپ نے کس لیے انہیں اجازت دے دی۔ اگر آپ انہیں اپنے ساتھ نکلنے کی اجازت نہ دیتے۔ انھیں منع کرنے کے بعد وہ آپ کے پیچھے بیٹھے رہتے، تو ان کے کذب میں سے ان کا صدق آپ کے لیے عیاں ہو جاتا کیونکہ وہ کسی حال میں بھی آپ کے ساتھ نہ نکلتے حسین بن منصور نے فرمایا ہے "انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے مقامات کے مطابق اور تقادیر کے مطابق ایمان رکھتے تھے۔ ان میں سے کسی کو تنبیہ کر دی گئی پھر وہ بھول گیا اگر اسے عتاب کے بعد منع نہ کیا جاتا تو وہ سمجھ جاتے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ (هود: ۴۶)

وہ تیرے گھر والوں سے نہیں۔

ان میں بعض بھول گئے، پھر انھیں تنبیہ کی گئی تا کہ وہ سمجھ جائیں کیونکہ انھیں اس کا قرب حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النور میں حکم دیا کہ آپ جسے چاہیں اذن دے دیں۔ فرمایا

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور: ۶۲)

ترجمہ: تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں۔

سورۃ التوبہ میں دو دفعہ فرمایا

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ: ۴۳)

اگر وہ اس طرح فرماتے

لم اذنت لهم عفا الله عنك

تو یہ گناہ ہوتا لیکن یہ گناہ نہیں، لیکن آپ کے بلند شرف اور مقام رفعت کی وجہ سے عفو کو مقدم کر دیا۔ اسے دعا کے قائم مقام رکھا جیسے کہا جاتا ہے "رب تعالیٰ تم کو معاف کرے تم نے یہ کیوں کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ منافقین کو نہ جانتے تھے حتیٰ کہ سورۃ براۃ کا نزول ہو گیا۔

۴۳۔ جس نے آپ کے خطبہ کے دوران گفتگو کی اس کی نماز باطل ہو گئی۔

۴۴۔ کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ آپ محفل سے آپ کے اذن کے بغیر جائے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ (النور: ۶۲)

ترجمہ: سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول اللہ پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ

کسی اجتماعی کام میں تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن حبان سے روایت کیا ہے کہ یہ کسی شخص کے لیے روا نہ تھا کہ وہ روز جمعہ کو مسجد سے باہر آپ کے اذن کے بغیر نکلے۔اس کے بعد کہ آپ خطبہ شروع فرما دیتے۔جب ان میں سے کوئی ایک باہر نکلنے کا ارادہ کرتا وہ آپ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا۔آپ اسے اجازت دے دیتے کوئی شخص گفتگو نہ کرتا۔جو آپ کے خطبہ کے دوران گفتگو کرتا اس کا جمعہ باطل ہو جاتا۔"

۵۴- آپ حالت سرور اور حالت غضب میں اپنے رب تعالیٰ کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے ابن دحیہ نے لکھا ہے:"کیا تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قول نہیں دیکھا جو انھوں نے شدید خوف کے وقت کہا تھا۔

اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ (الشعراء: ۶۲)

ترجمہ: بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔

انہوں نے اپنا نام رب تعالیٰ کے اسم گرامی سے آگے رکھا۔اسی لیے ان کی امت نے بچھڑے کو رب تعالیٰ کا شریک بنا لیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں فرمایا تھا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبہ: ۴۰)

ترجمہ: مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کا اسم گرامی اپنے نام سے پہلے رکھا۔آپ کی امت شرک سے محفوظ رہی۔ان کے دلوں پر سکینہ نازل کیا۔

۴۶۔ جانوں پر آپ کو مقدم کرنا واجب ہے۔ایمان آپ کی محبت سے ہی مکمل ہوتا ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب: ۶)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

رب تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں آباء، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، قبیلوں اور اموال سے مقدم رکھا۔فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (التوبہ: ۲۴)

ترجمہ: (اے حبیب!) آپ فرمائیے اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری

بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کر لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ہر چیز سے پیارے ہیں سوائے میری جان کے۔ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے تم اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ میں تمہیں تمہاری جان سے بھی پیارا ہو جاؤں۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! آپ مجھے میری جان سے بھی پیارے ہیں۔ فرمایا: عمر! اب تم (کامل) مومن ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کی اولاد، والد اور سارے لوگوں سے محبوب نہ بن جاؤں۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوالزناد نے لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک ان جوامع الکلم میں سے ہیں جو آپ کو عطا کیے گئے ہیں۔ آپ نے ان تھوڑے سے الفاظ میں کثیر معانی کو جمع کیے ہیں کیونکہ محبت کی تین اقسام ہیں اجلال و عظمت کی محبت، جیسے والد کی اپنی اولاد سے محبت، رحمت اور شفقت کی محبت، جیسے اولاد کی محبت، استحسان اور مشارکہ کی محبت، جیسے سارے لوگوں سے محبت۔ آپ نے ان مختصر الفاظ میں محبت کی ساری اقسام کو جمع کر دیا اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جو ایمان کی استطاعت رکھتا ہو۔ اسے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل اس کے بیٹے، باپ اور لوگوں کے حق سے بڑا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے رب تعالیٰ نے امت کو بچالیا اور گمراہی سے ہدایت بخشی۔ اس روایت میں مراد آپ پر جانوں کو قربان کرنا ہے۔ کسائی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ (الانفال: ۶۴)

ترجمہ: اے نبی مکرم کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔

وہ آپ کو بطور ناصر اور کفایت کرنے والے کے لیے کافی ہے ان مومنین کے لیے کافی ہے جو اپنی جانیں آپ پر قربان کرتے ہوئے آپ کی اتباع کرتے ہیں۔

۴۷۔ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ وہ آپ کے اہل بیت سے محبت کرنے لگے۔ ابن ماجہ، حاکم اور الطبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ایسی قوم کو دیکھا ہے جو باتیں کر رہی تھی جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسے جائز سمجھا۔ آپ نے فرمایا: کیا انہوں نے اس طرح کیا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایک ایماندار نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ وہ تم سے محبت کرنے لگے۔ کیا تم میری

شفاعت کے ذریعے جنت میں جانا چاہتے ہو تو اسے بنو عبدالمطلب سے جدا نہ کرو۔

۴۸۔ آپ کا دشمن ابتر ہے۔اس کی برکت اور نسل مقطوع ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ② (الکوثر ۱، ۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو جو عطا کیا بے حد بے پناہ عطا کیا۔پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیں اسی کی خاطر یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام ونشان ہوگا۔

ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے اس سورت کے نزول کے اسباب میں لکھا کہ یزید بن رومان نے فرمایا: عاص بن وائل کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کرتا تو وہ کہتا: انہیں چھوڑ دو وہ ابتر شخص ہے اگر وہ ہلاک ہو گیا تو تم اس سے نجات پالو گے۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی یا یہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی۔اگر کہا جائے کہ ناقص وہ ابتر ہوتا ہے جس کی اولاد نہ ہو یہ عاص پر کیسے منطبق ہو سکتا ہے اس کی اولاد اور نسل تھی۔اس کے لیے ابتری اور انقطاعِ نسل کیسے ثابت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ عاص صاحب اولاد تھا لیکن اس کے اور ان کے مابین تعلق ختم ہو گیا تھا وہ اس کے پیروکار نہ تھے اسلام نے انہیں اس سے روک دیا تھا وہ نہ تو اس کے وارث تھے نہ ہی وہ ان کا وارث تھا۔وہ تو حضور اکرم ﷺ کے پیروکار تھے۔امام سہیلی نے لکھا ہے:

رب تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ③ اس نے الابتر نہ فرمایا تا کہ وہ اس وصف کے اختصاص کو متضمن ہو سکے۔یہ اسی طرح اختصاص دیتا ہے جیسے کہنے والے کا یہ قول ان زیداً فاسق اس کے علاوہ اور کوئی اس وصف سے مخصوص نہ ہوگا جب تم کہو ان زیدا ھو الفاسق۔زید فاسق ہے وہ نہیں جسے تم گمان کرتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے یہ حصر اس کے لیے جو اس کے علاوہ کسی اور کو گمان کرتا ہے جرجانی وغیرہ نے اس کی تفسیر میں یہی لکھا ہے یہی اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں لکھا ہے:

وَأَنَّهُۥ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ㊽ (النجم: ۴۸)

ترجمہ: اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے۔

کیونکہ لوگوں کا گمان تھا کہ کبھی کبھی غیر اللہ بھی غنی کر سکتا ہے فرمایا: صرف وہی غنی کرتا ہے بقاء عطا کرتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

۴۹۔ جس نے میرے ساتھ یا جس کے ساتھ میں نے نکاح کیا وہ آگ میں داخل نہیں ہو سکتا۔رب تعالیٰ نے اس پر آگ کو حرام کیا ہے اسے اس سے بچالیا ہے اسے ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، حاکم نے ابن ابی اوفی سے اور حارث نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

۵۰۔ آپ مکروہ فعل سے منزہ ہیں۔اسے قاضی تاج الدین نے "جمع الجوامع" میں ذکر کیا ہے آپ کا فعل مبارک عصمت

کی وجہ سے حرام نہیں ہے۔ تنزیہ کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ آپ نے جو فعل سرانجام دیا جو ہمارے لیے مکروہ تھا تو آپ نے اس کے جواز کو بیان کرنے کے لیے کیا۔ آپ کے حق میں وہ تبلیغ کے لیے واجب تھا۔ یا فضیلت رکھتا تھا یا آپ کے لیے اس میں ثواب واجب یا ثواب فاضل ہے۔

۵۱۔ آپ کا خواب وحی ہے۔

۵۲۔ آپ جو خواب بھی دیکھیں وہ حق ہے انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح ہوتے ہیں۔ الطبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے جو کچھ اپنی نیند یا بیداری میں دیکھا وہ حق ہے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق لکھا ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا (یوسف: ۴)

ترجمہ: میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو۔

انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

۵۳۔ الصلوٰۃ کی فضیلت۔ میں اسے سمجھا نہیں۔ اگر اس سے مراد رب تعالیٰ کا آپ پر درود پڑھنا ہے تو پہلے باب کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے اور اگر آپ کا کسی کی نماز جنازہ پڑھنا ہے تو یہ ظاہر ہے یہ اس باب کی تیسری فصل میں گزر چکا ہے۔

۵۴۔ آپ کی ملکیت میں کچھ بھی باقی نہ تھا تاکہ اسے آپ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے۔ امام الحرمین نے اسے صحیح کہا ہے۔

۵۵۔ جب آپ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو ہر ایک کے لیے واجب ہوتا کہ وہ آپ کے ساتھ نکلتا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (التوبہ: ۱۲۰)

ترجمہ: نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں ان کے لئے پیچھے بیٹھے رہتے اللہ کے رسول پاک سے۔

یہ حکم آپ کے علاوہ کسی خلیفہ کے لیے باقی نہیں ہے۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

۵۶۔ آپ کے عہد مبارک میں جہاد فرض عین تھا جبکہ بعد میں فرض کفایہ بن گیا۔

۵۷۔ آپ مردوں اور عورتوں کے باپ ہیں۔ اسے امام بغوی نے زوائد الروضہ میں لکھا ہے امام واحدی نے لکھا ہے کہ یہ روا نہیں کہ آپ کو ابوالمومنین کہا جائے یہ آپ کی عزت کے اعتبار سے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

امام شافعی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمت میں ابوالمومنین ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی

آپ ﷺ کی صلبی اولاد نہیں ہے۔

۵۸۔ آپ ﷺ کی آل اور ازواج رضی اللہ عنہن کے لیے حالت جنابت اور حیض میں مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔

۵۹۔ جب آپ جہری نمازوں میں قرآن پاک پڑھتے تو غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہوتا۔

۶۰۔ نزولِ وحی کے وقت خاموش رہنا واجب تھا۔

۶۱۔ مجلس میں کشادہ ہو کر بیٹھنا آپ کی مجلس کے ساتھ خاص ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔

۶۲۔ جو آپ کے پیچھے نماز میں ہنسا وہ وضو لوٹائے گا آپ کے علاوہ کسی اور امام کے پیچھے کوئی ہنسا تو وہ وضو نہ لوٹائے گا یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۶۳۔ جس نے آپ کی طرف جھوٹ منسوب کیا اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ توبہ بھی کرے۔

۶۴۔ آپ اور سارے انبیاء کرام علیہم السلام ہر گناہ سے معصوم ہیں خواہ گناہ صغیرہ ہو یا بھول کر ہو۔

۶۵۔ آپ کی موت کی تمنا کرنا اسی طرح سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کی تمنا کرنا کفر ہے۔ اسے المحاملی نے الاوسط میں لکھا ہے۔ اس لیے ان کی وراثت حرام ہے تاکہ ان کے وارث ان کی موت کی تمنا نہ کریں ورنہ وہ کافر ہو جائیں گے، اسی لیے آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے کیونکہ عورتیں بڑھاپے کو ناپسند کرتی ہیں۔ اگر ان کے دلوں میں اس ضمن میں کچھ واقع ہو گیا تو وہ کافر ہو جائیں گی رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے انہیں بچا لیا۔

۶۶۔ جس نے آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر بہتان لگایا اس کے لیے کوئی توبہ نہیں ہے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

۶۷۔ ان پر بہتان لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا جیسے حضرت قاضی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ جس نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اسے قتل کر دیا جائے گا جبکہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر بہتان لگانے والے پر دو حدیں جاری کی جائیں گی۔

۶۸۔ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی والدہ ماجدہ پر بہتان لگایا اس پر دو حدیں جاری کی جائیں گی۔

۶۹۔ جس نے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اسے قتل کر دیا جائے گا خواہ کافر ہو یا مسلمان۔ اسے شیخ موفق الدین حنبلی نے المقنع میں لکھا ہے۔

۷۰۔ کسی نبی کی عورت نے کبھی بغاوت نہیں کی۔

۷۱۔ ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف صرف آپ کے عہد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ کی امامت کا کوئی عوض نہیں ہے جیسے ابو یوسف اور مزنی نے کہا ہے۔

۷۲۔ آپ کی انگوٹھی مبارک کے نقش پر نقش رکھنا حرام ہے۔ آپ کی انگوٹھی مبارک کا نقش محمد رسول اللہ (ﷺ) ہے۔

۷۳۔ آپ مرض یا غصے میں صرف حق فرماتے تھے۔
۷۴۔ آپ کے لیے اندھا پن روا نہ تھا اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی۔ اس کو سبکی نے ذکر کیا ہے۔
۷۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام خلق اور خُلق میں منزہ ہوتے ہیں وہ آفات اور عیبوں سے محفوظ تھے بعض تاریخ میں ان کی طرف جو وباؤں کی نسبت کی گئی ہے ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی وہ ہر عیب اور ہر اس امر سے پاک تھے جسے آنکھ نقص شمار کرے یا دل جس سے نفرت کریں۔ یہ علامہ قاضی کا قول ہے۔
۷۶۔ جس کے ساتھ جو چاہیں اختصاص فرمادیں جیسے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دینا۔
۷۷۔ میرے والدین آپ پر فدا! صرف آپ کے لیے ہی استعمال کیا جائے گا، اور کسی کے لیے نہیں۔ یہ صرف بعض علماء کا قول ہے۔
۷۸۔ آپ رات کو اور تاریکی میں اسی طرح دیکھ لیتے تھے جیسے دن کے اجالے میں دیکھ لیتے تھے۔
۷۹۔ آپ کا لعاب دہن نمکین پانی کو شیریں بنا دیتا تھا۔
۸۰۔ وہ شیر خوار بچے کو کافی ہو جاتا تھا۔
۸۱۔ آپ کی صدا مبارک اس جگہ پہنچ جاتی تھی جہاں تک کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی۔
۸۲۔ پسینے میں سے مشک سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔
۸۳۔ جب آپ کسی دراز قد کے ساتھ چلتے تو آپ کا قد طویل ہو جاتا تھا۔
۸۴۔ آپ کے مبارک شانے سارے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے تھے۔
۸۵۔ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔
۸۶۔ شمس و قمر میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا یہ ابن السبع کا قول ہے کیونکہ آپ نور تھے یہ آپ کی صفات اور معجزات کے ابواب میں گزر چکا ہے۔
۸۷۔ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور پیشاب یا لید نہ کرتا تھا جب تک آپ اس پر سوار رہتے تھے یہ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے اس پر بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ آپ اپنے اونٹ پر طواف کر لیتے تھے۔ انہوں نے اسے آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔
۸۸۔ آپ کے چہرۂ انور میں گویا کہ سورج رواں تھا۔
۸۹۔ آپ کے قدم مبارک یوں نہ تھے کہ ان کے تلوے زمین سے اٹھے ہوئے نہ ہوں۔
۹۰۔ آپ کے پاؤں کی خنصر انگلی کے ناخن لمبے تھے۔
۹۱۔ جب آپ چلتے تھے تو زمین سمٹ جاتی تھی۔

۹۲۔ آپ کے نسب پاک میں حضرت آدم علیہ السلام سے کبھی بدکاری رونما نہیں ہوئی۔

۹۳۔ آپ سجدہ کرنے والے میں پھرتے رہے حتیٰ کہ نبی بن کر تشریف لائے۔

۹۴۔ وقت ولادت بت منہ کے بل گر پڑے تھے۔

۹۵۔ آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ الطبرانی نے "الاوسط" میں ابونعیم، خطیب، ابن عساکر نے کئی طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ کے ہاں میری عزت میں سے ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں۔ میری شرم گاہ کسی نے نہیں دیکھی۔ اسے ضیاء نے مختارہ میں صحیح کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون پیدا ہوئے آپ مسرور تھے۔ اس امر نے حضرت عبدالمطلب کو تعجب میں ڈال دیا۔ آپ ان کے ہاں محبوب ہو گئے انہوں نے فرمایا: میرے اس نورِ نظر کی شان بلند ہوگی۔ یہ بلند مرتبت پر فائز ہوگا۔ ابن عدی، اور ابن عساکر نے عطاء کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون ومسرور پیدا ہوئے۔ ابن عساکر نے عطاء کی سنت سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون ومسرور پیدا ہوئے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون ومسرور پیدا ہوئے، حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ تواتر روایات سے ثابت ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔ الوشاخ از ابن درید میں ہے کہ ابن الکلبی نے کہا: ہمیں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی انہوں نے فرمایا: ہم اپنی بعض کتب میں پاتے ہیں کہ حضرت آدم بھی مختون پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے درج ذیل انبیائے کرام مختون پیدا ہوئے: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شیث، ادریس، نوح، سام، لوط، یوسف، موسیٰ، سلیمان، شعیب، یحییٰ، ہود اور صالح سلام اللہ علیہم اجمعین۔

۹۶۔ جب قبیلہ دو شاخوں میں منقسم ہوا آپ بہترین میں ہوئے۔

۹۷۔ آپ طاہر ومطہر تھے۔

۹۸۔ آپ سجدہ کی حالت میں زمین پر تشریف آور ہوئے۔ دست اقدس کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے گویا کہ گریہ وزاری فرما رہے تھے۔

۹۹۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ آپ کی ولادت کے وقت ایک نور نکلا جس سے ان کے لیے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کی مائیں اسی طرح دیکھتی تھیں۔

۱۰۰۔ ملائکہ آپ کا جھولا جھولاتے تھے۔

۱۰۱۔ چاند آپ سے سرگوشی کرتا تھا جبکہ آپ اپنے پنگھوڑے میں ہوتے تھے۔ اسے بیہقی اور صابونی نے المائتین میں

خطیب، ابن عساکر نے تاریخ میں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت کی ایک نشانی نے مجھے آپ کے دین میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے آپ کو پنگھوڑے میں دیکھا۔ آپ چاند سے سرگوشی فرمارہے تھے آپ اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ فرمارہے تھے۔ جس طرف آپ اشارہ کرتے وہ ادھر ہی جھک جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ وہ مجھے رونے سے روکتا تھا۔ میں اس کی آواز اس وقت سنتا تھا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ احمد بن ابراہیم جبلی اس روایت میں منفرد ہے وہ مجہول ہے۔ صابونی نے لکھا ہے یہ روایت غریب الاسناد والمتن ہے یہ معجزات میں عمدہ ہے۔

۱۰۲۔ چاند ادھر جھک جاتا جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلی اٹھاتے تھے۔

۱۰۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنگھوڑے میں گفتگو کی تھی۔

۱۰۴۔ آپ کے والدین کے ہاں آپ کے علاوہ کوئی بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔

۱۰۵۔ جس خاتون نے بھی آپ کو دودھ پلایا اس نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ بعض علماء کا قول ہے۔

۱۰۶۔ گرمی میں بادل آپ پر سایہ فگن ہوتا تھا۔

۱۰۷۔ درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک جاتا تھا جیسے کہ آپ کے سفر شام میں گزر چکا ہے۔

۱۰۸۔ آپ بھوکے سوجاتے تھے لیکن سیر ہو کر اٹھتے تھے۔ آپ کا رب تعالیٰ جنت میں سے آپ کو کھلاتا اور پلاتا تھا۔

۱۰۹۔ آپ کو اغلال موجبہ سے معصوم کر دیا گیا تھا۔

۱۱۰۔ قبض کر لینے کے بعد آپ کی روح مبارک کو لوٹا دیا گیا، پھر دنیا میں رہنے اور رجوع الی اللہ کی طرف اختیار دیا گیا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی طرف لوٹنے کو پسند کیا جیسے سارے انبیاء کرتے ہیں۔

۱۱۱۔ آپ کے مرض وصال میں تین بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا، تاکہ وہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کا کیا حال ہے؟

۱۱۲۔ جب فرشتہ اجل آپ کے پاس آیا تو اس کے ہمراہ ایک اور فرشتہ بھی تھا جسے اسماعیل کہا جاتا تھا وہ ہوا کو پرسکون کرتا ہے اس سے قبل وہ نہ تو آسمان کی طرف چڑھتا تھا نہ ہی زمین پر اترتا تھا۔

۱۱۳۔ اس نے موت کے فرشتے کو خود پر روتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: وامحمداہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۴۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔

۱۱۵۔ آپ نے فرشتے دیکھے۔

۱۱۶۔ لوگوں کو امام کے بغیر دیکھا۔ وہ گروہ در گروہ تھے انہوں نے کہا: حالت حیات اور حالت وصال میں تمہارے امام

آپ ہی ہیں۔

۱۱۷۔ نماز جنازہ کی معروف دعا کے بغیر آپ پر درود وسلام بھیجا گیا۔

۱۱۸۔ وہ بار بار آپ پر درود وسلام عرض کر رہے تھے۔ یہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی تھی۔ لوگ گروہ در گروہ آپ کے پاس داخل ہوتے تھے وہ دعا مانگتے پھر واپس آجاتے تھے انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ آپ اپنی فضیلت کی وجہ سے اس کے محتاج نہیں تھے۔

۱۱۹۔ تین دن تک آپ تدفین کے بغیر رہے۔

۱۲۰۔ رات کے وقت آپ کو دفن کیا گیا کسی اور کے حق میں یہ مکروہ ہے یہ حسن کا قول ہے جبکہ دیگر علماء کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ ہے۔

۱۲۱۔ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ کی روح قبض کی گئی تھی۔ انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح ہوتے ہیں ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے افضل ہے کہ انہیں قبرستان میں دفن کیا جائے۔

۱۲۲۔ آپ کی لحد مبارک میں چادر بچھائی گئی۔ وکیع نے لکھا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے جبکہ کسی اور کے لیے بالاتفاق مکروہ ہے۔

۱۲۳۔ آپ کو آپ کی قمیص میں ہی غسل دیا گیا تھا جبکہ کسی اور کے لیے یہ مکروہ ہے۔

۱۲۴۔ یہ احناف اور مالکیہ کا موقف ہے۔

۱۲۵۔ آپ کے وصال کی وجہ سے زمین تاریک ہوگئی تھی۔

۱۲۶۔ قبر میں آپ کو بھینچا نہ جائے گا اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اس سے محفوظ رہے اس کا تذکرہ امام قرطبی نے کیا ہے اس تنگی سے صرف صالح ہی بچ سکتا ہے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ آپ کی قبر انور پر نماز پڑھنا اور اسے مسجد بنا لینا حرام ہے۔

۱۲۷۔ آپ کی قبر انور کے پاس پیشاب کرنا حرام ہے۔ اسی طرح انبیائے کرام کی قبور کے پاس پیشاب کرنا حرام ہے جبکہ دیگر افراد کی قبور کے پاس پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

۱۲۸۔ آپ کا جسم اطہر بوسیدہ نہ ہوگا اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین اور درندے نہیں کھاتے۔

۱۲۹۔ ان کے جسم اطہر کی طہارت میں کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ دیگر میتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

۱۳۰۔ ان کی اولاد میں وہ اختلاف نہیں ہوتا جو دیگر افراد کی اولاد میں ہوتا ہے۔

۱۳۱۔ مجبور کے لیے ان کے اجسام کو کھانا روا نہیں ہے۔

۱۳۲۔ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

۱۳۳۔ آپ اس میں آذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔
۱۳۴۔ آپ کے وصال کی آزمائش عام ہے۔
۱۳۵۔ آپ کی قبر پر دو فرشتے مقرر ہیں جو حشر تک آپ کی امت کا درود پاک آپ تک پہنچائیں گے۔
۱۳۶۔ آپ کی امت کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں آپ ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔
۱۳۷۔ سب سے پہلے نیند میں آپ کا دیدار، قرآن اور حجر اسود کو اٹھالیا جائے گا۔
۱۳۸۔ آپ کی احادیث کی قرأت میں اسی طرح ثواب ہے جیسے قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ہے یہ ایک روایت ہے۔
۱۳۹۔ آپ کے جسم اطہر میں سے کسی عضو مبارک کو آگ نہیں چھو سکتی انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح ہوتے ہیں۔
۱۴۰۔ جس چیز پر آپ کا نام نامی لکھا گیا ہو اسے کام میں لانے کی کراہت۔
۱۴۱۔ آپ کی حدیث پاک پڑھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔
۱۴۲۔ اس وقت خوشبو لگانا مستحب ہے۔
۱۴۳۔ اس وقت آوازیں بلند نہ کی جائیں گی۔
۱۴۴۔ انہیں بلند جگہ پر پڑھا جائے گا۔
۱۴۵۔ حدیث طیبہ پڑھنے والے کے لیے مکروہ ہے کہ وہ کسی کے لیے اٹھے۔
۱۴۶۔ حاملین احادیث کے چہرے ہمیشہ شاداب رہیں گے، کیونکہ آپ نے یہ دعا مانگی ہے۔ رب تعالیٰ اس کے چہرے کو شاداب رکھے جس نے میری بات سنی اسے یاد کیا اور اس کے اہل تک اسی طرح پہنچا دیا جیسے سنا تھا۔
۱۴۷۔ محدثین کو حفاظ کہا جاتا ہے۔
۱۴۸۔ مصاحف کی طرح احادیث کی کتب کو کرسی (بلند جگہوں) پر رکھا جاتا ہے۔
۱۴۹۔ اس بلند قسمت کے لیے صحابیت ثابت ہو جاتی ہے جو ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کے ساتھ جمع ہوا جبکہ تابعی کے لیے شرط ہے کہ وہ کافی مدت صحابی کے ساتھ رہے۔ یہ اہل اصول کا اصح قول ہے فرق نبوت کے عظیم منصب اور اس کے نور کی وجہ سے ہے جب ایک اعرابی پر نگاہ کرم پڑ جاتی تو وہ حکمت کے ساتھ باتیں کرنے لگتا۔
۱۵۰۔ آپ کے سارے صحابہ عدول ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی عدالت کے بارے میں اس طرح گفتگو نہ کی جائے گی جیسے دیگر راویوں کے متعلق کی جاتی ہے۔
۱۵۱۔ ان کی تفسیق اس طرح نہ کی جائے گی جیسے ان کے علاوہ کسی اور کی تفسیق کی جاتی ہے۔
۱۵۲۔ رب تعالیٰ نے آپ کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جنت اور رضا کا وعدہ کیا ہے جبکہ بعد والوں کے لیے شرط ہے کہ وہ احسان کے ساتھ ان کی اتباع کریں۔ یہ محمد بن کعب القرظی کا قول ہے۔

۱۵۳۔ خواتین کے لیے آپ کی قبر انور کی زیارت مکروہ نہیں جیسے ان کے لیے دیگر افراد کی قبروں کی زیارت مکروہ ہے۔ اسے العراقی نے نکتہ میں بیان کیا ہے اس میں شک نہیں ہے۔

۱۵۴۔ آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے والا اپنی دائیں طرف کپڑے وغیرہ پر نہیں تھوک سکتا، جیسے کہ دیگر مساجد میں یہ سنت ہے یہ تنبیہ شیخ کمال الدین الامیری وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۵۵۔ اگر چہ آپ کی مسجد کو صنعاء تک بنا دیا جائے تو وہ مسجد ہی ہوگی۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم اور المناسک میں لکھا ہے کہ نماز صرف اسی مسجد میں کئی گنا ہوتی ہے جو آپ کے عہد مبارک میں تھی۔ بقیہ زیارات میں یہ اضافہ نہیں ہے لیکن یہ مؤقف امام نووی کے علاوہ کسی اور نے بیان نہیں کیا لیکن خطیب اور ابن جملہ نے محب الطبر ی سے نقل کیا ہے کہ وہ مسجد جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس میں نماز کا اجر وثواب کئی گنا ہوتا ہے وہ حصہ بھی ہے جو آپ کے عہد مبارک میں تھا اور وہ حصہ بھی ہے اس میں شامل ہے جو اس میں اضافے کیے گئے ہیں کیونکہ احادیث وآثار اسی کے متعلق وارد ہیں۔ ابن جملہ نے امام نووی کے تخصیص کے مؤقف کو مستحسن کہا ہے جبکہ برہان بن فرحون نے اپنی شرح الفرعی میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امام نووی کے علاوہ کسی اور کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شیخ محب الطبر ی نے اپنی کتاب الاحکام میں لکھا ہے کہ امام نووی نے اس مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔ تعجب خیز بات وہ ہے جسے ابن جوزی نے ابن عقیل سے نقل کیا ہے جو اس نظریہ کے موافق ہے جسے امام نووی نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے۔ الاقیشری نے اپنی "روضہ" میں ابن نافع صاحبِ مالک سے روایت کیا ہے۔ اثنائے کلام ان سے عرض کی گئی کہ امام مالک کا موقف جس کے متعلق خبر میں بھی ذکر ہے کیا مسجد نبوی وہی ہے جو عہد رسالت مآب ﷺ میں تھی یا وہ مسجد ہے جو آج کل ہے؟ انہوں نے فرمایا: بلکہ اس کا اطلاق اس پر بھی ہوگا جو آج کل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بتا دیا تھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔ آپ کے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا آپ نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ کے بعد رونما ہوگا جس نے یاد کر لیا اس نے یاد کر لیا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو خلفاء راشدین اپنی موجودگی میں اس میں اضافے کی اجازت نہ دیتے کسی انکار کرنے والے نے بھی اس کا انکار نہ کیا، بعض نے اس کی اس تخصیص کا اشارہ مسجدی ہذا سے لیا ہے۔ شاید یہ اشارہ اس لیے ہے تاکہ اس وہم کو دور کیا جا سکے کہ مدینہ منورہ کی ساری مساجد جو آپ کی طرف منسوب ہیں وہ مسجد نبوی کی مانند نہیں ہیں، نہ کہ وہ حصہ اس شرف سے باہر ہے جو بعد میں بنایا جائے امام نووی نے تسلیم کیا ہے اور مسجد حرام میں جو توسیع کی جائے گی وہ اسی شرف میں شمار ہوگی مسجد نبوی کو بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔ ابن تیمیہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: اس پر معتمد ائمہ کا کلام دلالت کرتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسی طرح تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسی طرح تھا۔ انہوں نے مسجد نبوی کے قبلہ کی طرف اضافہ کیا تھا۔ ان کا قیام پانچ نمازوں میں پہلی صف میں ہوتا تھا وہاں قیام

کرنا افضل ہوتا ہے۔ یہ ممتنع امر ہے کہ غیر مسجد میں قیام مسجد سے افضل ہو۔ خلفاء راشدین مسجد کے علاوہ پہلی صف میں نماز ادا کرتے رہے ہوں۔ اسلاف میں سے کسی کے متعلق مجھے یہ اختلاف نہیں ملا، البتہ بعض متاخرین کا اختلاف ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اضافہ مسجد میں سے نہیں ہے لیکن اسلاف میں سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔

۱۵۶۔ انسان کے دو پہلوؤں پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں مگر آپ پر درود پڑھنے میں خصوصیت ہے۔

۱۵۷۔ آخری تشہد میں آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

۱۵۸۔ امام طحاوی اور حلیمی نے لکھا ہے کہ یہ چھینک کا جواب دینے سے کم نہیں ہے۔

۱۵۹۔ جس نے آپ پر اس امر سے درود شریف جس سے نفرت ہوتی ہو یا ہنسی آتی ہو یا درود میں قبر انور کو برا بھلا کہنے سے کنایہ کیا اس نے کفر کیا۔ اسے حکیم نے ذکر کیا ہے اور الخادم میں اسے نقل کیا ہے۔

۱۶۰۔ جس کے متعلق آپ نے فیصلہ کیا۔ اس کے فیصلے سے اس کے دل میں حرج پیدا ہوا تو اس نے کفر کیا۔ دیگر حکام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا تذکرہ الاصطخری نے کیا ہے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ ادب القضاء میں کیا ہے۔

ابن دحیہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (النساء: ۶۵)

ترجمہ: پس (اے محبوب) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے سینوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کریں دل و جان سے۔

۱۶۱۔ آپ کے اہل بیت پر اشراف کا لفظ بولا جاتا ہے اس کا واحد شریف ہے اس سے مراد حضرت علی، عقیل، جعفر، اور عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔ اسلاف سے اس طرح مروی ہے۔ اشراف سے مراد حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کے ساتھ تخصیص معاویہ کے عہد میں ہوئی تھی اور انہوں نے اس کا اطلاق اولادِ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا پر کیا ہے۔

۱۶۲۔ روایت ہے کہ آپ کی نور نظر رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہ آتی تھی۔ بچے کی ولادت کے فوراً بعد وہ نفاس سے پاک ہو جاتی تھیں۔ ان کی ایک نماز بھی نہ رہتی تھی اسی لیے انہیں زہراء کہا جاتا تھا احناف میں سے صاحب الفتاویٰ الظہیریہ نے شوافع میں سے محب الطبری نے اس کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ حوراء ادمہ طاہرہ مطہرہ ہیں۔ انہیں حیض نہ آتا تھا، نہ تو انہیں حیض کے وقت اور نہ ہی ولادت کے وقت خون آتا تھا۔

۱۶۳۔ جب ان کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے خود ہی غسل کیا وصیت کی کہ انہیں دوبارہ غسل نہ دیا جائے۔ انہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غسل دیا امام احمد نے اسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ابن جوزی نے اس روایت کا

تذکرہ موضوعات میں کیا ہے۔ علماء نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ امام بیہقی نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ انہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غسل دیں۔ انہوں نے انہیں غسل دیا تھا۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ امام بیہقی نے یہ کہہ کر ان کا تعاقب کیا ہے کہ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ صحیح کی روایت سے ثابت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم نہ ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت دفن کر دیا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی زوجہ نے تو انہیں غسل دیا ہو لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم نہ ہو۔ انہوں نے الخلافیات میں لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم ہو گیا ہو اور انہوں نے پسند کیا ہو کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تمنا کو رد نہ کریں کہ وہ انہیں مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہو گیا ہو انہیں گمان ہو کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں تدفین کے لیے یاد کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گمان ہو گا کہ وہ بلائے بغیر آجائیں گے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت سے اسی کی وضاحت ہوتی ہے امام احمد اور ابن منذر نے اسے ذکر کیا ہے انہوں نے اس کی صحت کا یقین کیا ہے انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جس میں ہے کہ انہوں نے خود غسل کیا تھا اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں دوبارہ غسل نہ دیا جائے۔

۱۶۴۔ لوگ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے جس کے ساتھ بھی وہ سفر کرتیں وہ محرم کے ساتھ سفر کرتیں تھیں۔ دیگر خواتین اس طرح نہ تھیں۔ امام طحاوی نے معانی الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۶۵۔ آپ کے کچھ بال مبارک آگ میں گر پڑے تھے۔

۱۶۶۔ آپ نے گنجے کے سر پر دست اقدس پھیرا تو اسی وقت اس کے بال اگ آئے تھے۔

۱۶۷۔ آپ نے مریض پر دست اقدس پھیرا تو فوراً شفاء یاب ہو گیا۔

۱۶۸۔ آپ نے کھجوریں لگائیں تو وہ اسی سال پھل لے آئیں۔

۱۶۹۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ فوراً اسلام لے آئے۔

۱۷۰۔ آپ کی مسجہ انگلی دیگر انگلیوں سے طویل تھی۔

۱۷۱۔ آپ نے جس چیز کی طرف اشارہ کیا اس نے اطاعت کی۔

۱۷۲۔ جس چٹان کو روندھا اس پر نشانات پڑ گئے یہ جمادات کے ابواب میں گزر چکا ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے

مداحین کی زبانوں پر رواں ہے۔

۱۷۳۔ آپ جس محلے میں تشریف لے گئے وہاں برکت نازل ہونے لگی۔

۱۷۴۔ رات کے وقت مسکرائے تو گھر روشن ہو گیا۔

۱۷۵۔ آپ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے پروں کی آواز سن لیتے تھے جب وہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف چڑھتے تھے۔

۱۷۶۔ جب وہ وحی لے کر آپ کی طرف آتے تو ان کی خوشبو سونگھ لیتے تھے۔

۱۷۷۔ مسلمان آپ کی طرف ہجرت کرتے تھے۔

۱۷۸۔ آپ کا اس میں چڑھنا طویل تھا۔

۱۷۹۔ لوگوں کے لیے حرام تھا کہ وہ آپ کے کاشانہ اقدس میں داخل ہوں۔

۱۸۰۔ آپ نے اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ بعض علماء نے فرمایا ہے۔ آپ اپنے بیٹے کی نبوت کی وجہ سے نماز جنازہ سے مستغنی تھے جیسے شہید شہادت کی وجہ سے مستغنی ہوتا ہے۔ یہ الاسنوی کا قول ہے۔

۱۸۱۔ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی اور شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ آپ نے ستر بار ان پر تکبیر کہی۔

۱۸۲۔ ایک روز آپ نے غزوۂ احد کے شہداء کے لیے یوں دعا مانگی جیسے آپ میت کے لیے دعا مانگتے تھے۔ یہ ان کی تدفین سے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ شیخان نے اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ صحیح میں ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بقیع کی طرف تشریف لے گئے ان کے لیے دعا کی۔ حضرت قاضی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ احتمال ہے کہ یہ میت پر مشہور نماز جنازہ ہو۔ آپ کی خصوصیت ہو یا آپ نے ارادہ کیا ہو کہ آپ کی یہ دعا سب کو شامل ہو جائے کیونکہ ان میں ایسے افراد بھی تھے جو اس وقت دفن ہوئے تھے جس وقت آپ مدینہ طیبہ میں موجود نہ تھے یا آپ کو ان کے متعلق بتایا نہ گیا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی تھی آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کی برکت ان سب کو عام ہو جائے۔

۱۸۳۔ روا ہے کہ آپ کے لیے یوں کہا جائے: آپ جیسے چاہیں فیصلہ فرمادیں۔ یہ صحیح اور موافق ہے۔ اصول میں اکثر علماء نے اسے صحیح کہا ہے لیکن یہ کسی عالم کے لیے روا نہیں ہے اسے سمعانی نے لکھا ہے کیونکہ اس کا رتبہ کم ہے۔

۱۸۴۔ آپ کے لیے (ایک قول کے مطابق) اجتہاد منع تھا، کیونکہ وحی کی وجہ سے آپ یقین پر قادر تھے۔ آپ کے عہد مبارک میں کسی دوسرے کے لیے بھی اجتہاد ممنوع تھا کیونکہ آپ کی کفایت کی وجہ سے وہ بھی یقین پر قدرت رکھتا تھا۔

۱۸۵۔ آپ کے عہد ہمایوں میں اجماع کے ساتھ اجماع منعقد نہ ہوتا تھا۔

۱۸۶۔ کسی نبی نے کبھی کوئی تصویر نہیں بنائی۔

۱۸۷۔ الہام، ملہم وغیرہ پر حجت ہوتا ہے اگر ملہم نبی ہو اور اسے علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر وہ ولی ہے تو پھر

اس طرح نہیں۔ امام سکاکی نے شرح المنار میں لکھا ہے اور امام یافعی نے کہا ہے: شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے اس کے مابین جو انبیاء سنتے ہیں اور اس کے مابین جو اولیاء سنتے ہیں فرق کیا ہے۔ انبیائے کرام کے الہام کو حدیث کہا جائے گا اس کی تصدیق لازم ہو گی اس کا رد کرنے والا کافر ہو گا لیکن اولیاء کرام کے الہام کو رد کرنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔

۱۸۸۔ آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں کہا جائے گا۔ اس طرح فیصلہ کرو جیسے تمہیں رب تعالیٰ دکھاتا ہے۔ اسے ابن منذر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۸۹۔ یہ نہیں سنا گیا کہ کوئی نبی کسی جنگ میں شہید ہوا ہو۔ اسے سعید بن منصور نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔

۱۹۰۔ وقف انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کا نہیں۔ احناف میں سے صاحب المبسوط نے لکھا ہے انہوں نے اس روایت کو اسی پر محمول کیا ہے۔ ''ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اسے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس قول سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ وقف لازم نہیں ہوتا۔

۱۹۱۔ جب آپ کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوتے تو پہلے آپ سلام کرتے آپ فرماتے: السلام علیکم! اسی طرح جب آپ ان سے ملاقات کرتے تو پہلے آپ ہی سلام کرتے تھے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الانعام: ۵۴)

ترجمہ: اور جب آئیں آپ کی خدمت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو (ان سے) فرمائیے سلام ہو تم پر۔

اسے ابن منذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ ہمارے حق میں سنت یہ ہے کہ داخل ہونے والا اور گزرنے والا پہلے سلام کرتا ہے اس کو ابتداء کرنا لازم ہے کیونکہ اسے ہی حکم ہے لیکن آیت سے عیاں ہے کہ امت میں سے پہلے آپ کو سلام کرنا کسی پر واجب نہیں۔

۱۹۲۔ آپ کے لیے اختصاص ہے کہ آپ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتے ہیں۔ آپ کے علاوہ یہ کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ یہ شیخ کا مؤقف ہے ابومنصور ماتریدی اسی پر ہیں۔

۱۹۳۔ لغت کا احاطہ صرف نبی ہی کر سکتا ہے اسے امام شافعی نے الرسالہ میں لکھا ہے۔

۱۹۴۔ جس خواب کی تعبیر انبیاء کرام علیہم السلام فرما دیں وہ یقیناً رونما ہو جاتی ہے یہ ابن جریر کا مؤقف ہے جبکہ کسی اور کی بتائی ہوئی تعبیر میں سے رب تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اسے باطل کر دیتا ہے یہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۱۹۵۔ آپ نے ثعلبہ بن حاطب سے زکوٰۃ نہ لی کیونکہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ اس سے اسے سزا دیتے ہوئے نہ تو آپ نے نہ حضرت سیدنا صدیق اکبر نے نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ لی، نہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی زکوٰۃ

قبول کی۔ یہ انہی کی خلافت میں مر گیا۔

۱۹۶۔ تمیمہ بنت وہب کو رفاعہ کی طرف نہ لوٹایا کیونکہ اس نے جھوٹ بولا تھا، نہ ہی اسے حضرت ابو بکر صدیق اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے لوٹایا حضرت عمر فاروق نے فرمایا: اگر تم اس کے بعد میرے پاس آئے تو میں تمہیں رجم کر دوں گا۔

۱۹۷۔ بددیانتی سے لی ہوئی بالوں کی نکیل کو نہ لیا۔ ابو داؤد اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال غنیمت ملتا تو آپ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے وہ لوگوں میں اعلان کرتے وہ مال غنیمت لے آتے۔ آپ اس میں سے خمس نکالتے تھے بقیہ کو تقسیم فرما دیتے۔ اس کے بعد ایک شخص بالوں کی بنی ہوئی نکیل لے کر آیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مال غنیمت میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے حضرت بلال کی تین دفعہ صدا نہیں سنی۔ اس نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر پہلے تو اسے کیوں لے کر نہ آیا؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذر قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: تو روزِ حشر اس کے ساتھ آئے گا میں تجھ سے قبول نہ کروں گا۔ صرف ایک نبی ہی اپنے فرمان سے یہ کر سکتا ہے اور چھوڑ سکتا ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

۱۹۸۔ -----

۱۹۹۔ آپ کے آگے اور آپ کے پیچھے فرشتے مقرر ہیں جو رب تعالیٰ کے حکم سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

۲۰۰۔ اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو رہ گیا وہ غرق ہو گیا حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت کی تم میں مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

۲۰۱۔ جو اہل بیت اور قرآن کو پکڑ لے وہ گمراہ نہ ہو گا۔

۲۰۲۔ وہ امت کے لیے اختلاف میں امان ہیں۔

۲۰۳۔ وہ اہل جنت کے سردار ہیں۔

۲۰۴۔ رب تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے گا۔ یہ تفصیل ابھی آ رہی ہے۔ وہ ان کے ساتھ بغض رکھنے والے کو آگ کے حوالے کرے گا۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنو عبدالمطلب میں نے رب تعالیٰ سے تین اشیاء مانگیں ہیں۔ یہ روایت ابھی گزری ہے۔ حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا رب تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا۔

۲۰۵۔ ایمان آدمی کے دل میں داخل نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ انہیں رب تعالیٰ کے لیے اور حضور اکرم ﷺ کی قرابت کے لیے محبت کرنے لگے۔

۲۰۶۔ جنہوں نے ان کے ساتھ مل کر جنگ کی گویا کہ اس نے دجال کے ہمراہ جنگ کی۔ جس نے ان میں سے کسی ایک پر نیکی کی روز حشر آپ اس کے لیے کفایت کریں گے۔

۲۰۷۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے لیے شفاعت کریں گے۔

۲۰۸۔ آدمی اپنے بھائی کے لیے اٹھے گا مگر بنو ہاشم کسی کے لیے نہ اٹھیں گے۔

۲۰۹۔ ایک قول یہ ہے کہ کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ آپ کو امامت کرائے کیونکہ وہ نماز میں آپ کے آگے ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، نہ نماز میں نہ ہی کسی اور امر میں، نہ ہی کسی عذر یا اور وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس سے منع کیا ہے نہ ہی کوئی آپ کا شافع ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری امت تمہاری سفارشی ہوگی۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر نے کہا تھا: ابن ابی قحافہ کی یہ جرأت نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے آگے آئے۔ اسے قاضی نے روایت کیا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی تھی۔ اسی طرح آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نمازیں پڑھیں۔

۲۱۰۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اہل بدر کو یہ خصوصیت بخشی کہ ان کی نماز جنازہ کے لیے چار سے زائد تکبیریں کہیں۔

۲۱۱۔ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زائد نہیں رہتا۔ اسے اٹھالیا جاتا ہے۔ اسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر کیا ہے۔

۲۱۲۔ آپ حق الیقین کی حقیقت سے مختص ہیں۔ الانبیاء کے لیے حقیقۃ الیقین خاص اولیاء کے لیے عین الیقین اور راولیاء کے لیے علم الیقین ہوتا ہے۔ اسے امام رافعی نے نقل کیا ہے۔

۲۱۳۔ انبیاء کرام علیہم السلام امور کے حقائق اور اولیاء کرام ان کی مثل سے آگاہ ہوتے ہیں۔

۲۱۴۔ رب تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض کیا ہے کہ وہ معجزات کا اظہار کریں لیکن اولیائے کرام کے لیے ضروری ہے کہ وہ کرامات کو چھپائیں، تاکہ وہ فتنے میں مبتلاء نہ ہوں۔

۲۱۵۔ خطوہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے وسوسہ اولیاء کرام کے لیے اور فکر عوام الناس کے لیے ہوتی ہے۔

۲۱۶۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح ان کے اجسام سے نکلتی ہیں اور سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔

۲۱۷۔ روز حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے مینار نصب کیے جائیں گے وہ ان پر بیٹھ جائیں گے۔ یہ مینار ان کے علاوہ کسی اور کے لیے نہ ہوں گے۔

۲۱۸۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صرف مسجد میں ہی اعتکاف فرماتے تھے۔ یہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۲۱۹۔ ہر بچے کو شیطان پہلو میں مارتا ہے سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے۔

۲۲۰۔ جس نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی آپ جان بوجھ کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے یا دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ اس نے جان بوجھ کر آپ کی اتباع کی تو اس کی نماز باطل نہ ہو گی کیونکہ ممکن ہے آپ پر کمی وبیشی کے لیے وحی نازل ہوئی ہو، آپ کے بعد جب بھی مقتدی نے امام کی جان بوجھ کر اس میں اتباع کی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی یا دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا اس نے جان بوجھ کر اس کی اتباع کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (بکی)

۲۲۱۔ آپ روز حشر انبیاء کرام اور ان کی امم کے لیے گواہی دیں گے۔

۲۲۲۔ آپ جس راستے سے بھی گزرتے بعد میں گزرنے والا آپ کی خوشبو سے پہچان لیتا تھا کہ آپ اس رستے سے گزرے ہیں۔

۲۲۳۔ آپ کی دعا سے قبریں روشن ہو جاتی ہیں اسے قزوینی نے خصائص میں لکھا ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ قبریں اپنے اہل کے لیے تاریکیوں سے لبریز ہوتی ہیں۔ میری ان کے لیے دعا کی وجہ سے رب تعالیٰ انہیں منور کر دیتا ہے۔

۲۲۴۔ ایک قول یہ ہے جس جانور پر آپ نے سواری کی وہ اسی حالت پر رہا جس پر آپ نے اس پر سواری کی تھی۔ وہ جانور بوڑھا نہ ہوا تھا۔ اسے ابن السبع نے ذکر کیا ہے لیکن وہ روایت اس کا رد کر دیتی ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپ کی خچر کے دانت گر پڑے تھے کیونکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئی تھی۔ وہ اندھی بھی ہو گئی تھی۔ یہ قزوینی نے کہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

غبارِ راہِ طیبہ
ذوالفقار علی ساقی
بروز اتوار صبح ۷:۰۰ بجے، ۲۹/۰۶/۱۴
۳۰ رشعبان ۱۴۳۵ھ

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد
فِی
سیرتِ خیرُ العِبَاد (اُردو)

گیارہویں - بارہویں

11 - 12

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور

ابو محمد زین محمد زین العابدین

کتب ذخیرہ
مولانا زین العابدین المدنی شاہ صاحب

سُبُلُ الہُدیٰ والرَّشَاد
فِی سِیرۃِ خَیرُ العِبَاد ﷺ

(اُردو)

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۰ لاہور

Voice:042-37248657 Fax:042-37112954
Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email : zaviapublishers@gmail.com

زاویہ پبلشرز

2015ء

باراول........................1100

ہدیہ..........................1080

زیر اہتمام.............. نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز | شوروم

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37300642 042-37248657

Email: zaviapublishers@gmail.com

صبحِ نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور	0423-7350476
مکتبہ غوثیہ، ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ حسّان، فیضانِ مدینہ پرانی سبزی منڈی، کراچی	0331-2476512
مکتبہ رحیمیہ، اُردو بازار کراچی	021-32744994
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5531610
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد	022-2780547
مکتبہ سخی سلطان حیدرآباد	0321-3025510
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467

فہرست (جلد ۱۱)

ازواج مطہرات

عشرہ مبشرہ کے فضائل

آپ کے عہد ہمایوں کے قاضی، فقہاء، مفتی، حفاظ القرآن، وزراء، امراء، عمال اور مدینہ طیبہ پر نائب

شاہان عالم کو دعوت اسلام

نبی، رسول، فرشتوں پر اور ان کی عصمت پر گفتگو

کیا آپ سے سہو اور نسیان کا صدور ہوسکتا تھا یا کہ نہیں

فہرست (جلد ۱۲)

امور دنیا میں آپ ﷺ کے اختصاصات اور وہ عوارضِ بشریہ جو آپ پر طاری ہوتے تھے

جس نے آپ کو یا انبیائے کرام کو برا بھلا کہا یا ان کی تنقیص شان کی اس کا حکم

آپ کا غسل مبارک، کفن مبارک، نماز جنازہ، تدفین، قبر انور کی جگہ، آپ کے وسیلے سے ابر کرم، آپ کی قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ کی فضیلت، مسجد نبوی کی فضیلت، قبر انور میں آپ کی حیات طیبہ، امت مرحومہ کے اعمال کا آپ کو پیش ہونا اور آپ کے ترکہ کا حکم

سُبل الھُدیٰ والرشاد (اردو ترجمہ)

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد گیارھویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

C-8 دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

www.zaviapublishers.com

فضائلِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کے نسب پاک کے ابواب میں عرب، قریش، بنو ہاشم کے فضائل پر کچھ رقم کیا جا چکا ہے اس باب میں ہم وہ ذکر کریں گے جس کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا۔

پہلا باب

آپ کی قرابت کے فضائل، اس کے فوائد اور ان سے محبت کی ترغیب

ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، امام احمد اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قوموں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتی ہیں: میری قرابت فائدہ نہ دے گی۔ ہاں! بخدا! میری قرابت دنیا اور آخرت میں نفع بخش ہے۔ ارے! میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔ جب میں وہاں گیا تو بہت سے لوگ اٹھے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں فلاں ہوں کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فلاں ہوں۔ میں کہوں گا: میں تمہیں جانتا ہوں لیکن تم میرے بعد بدل گئے تھے۔ میں الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔"

ابن ماجہ، الرویانی اور حاکم نے صحیح میں، الطبرانی اور ابن عساکر اور امام احمد نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم قریش کے بعض لوگوں سے ملتے وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے وہ بات کرنے سے رک جاتے۔" ہم نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے ہیں، جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں وہ اپنی بات کو روک لیتے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ عمدہ چہروں سے ملاقات کرتے ہیں۔ جب وہ ہمارے ساتھ ملاقات کرتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔" یہ رویہ دیکھ کر آپ کو غصہ آیا۔ فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے رب تعالیٰ کسی شخص کے دل میں ایمان کو داخل نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ میرے اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میری قرابت کے لیے محبت کرنے لگے۔

امام احمد، امام ترمذی، بغوی اور محمد بن نصر نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم باہر نکلتے ہیں ہم قریش کو پاتے ہیں کہ وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے ہیں، ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔" یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آگیا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان رگڑا پھر فرمایا: "بخدا! مسلمان کے قلب میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ تم سے رب تعالیٰ اور میری قرابت کی وجہ سے پیار کرنے لگ جائے۔" ایک روایت میں ہے "للہ ولرسول۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضرت عباس بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: "آپ نے ہم میں شدید عداوت چھوڑی ہے جب سے ذٰہ کیا ہے جو کیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ بھلائی کو نہ پاسکیں گے یا ایمان کو نہ پاسکیں گے حتیٰ کہ وہ تم سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میری قرابت کی وجہ سے پیار کرنے لگیں۔ کیا وہ امید کرتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں لیکن وہ بنو عبدالمطلب سے پیار نہیں کرتے۔"

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن پاک سے محبت کرتا ہے جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتے ہیں۔"

ابن ابی عاصم، الطبرانی، ابن مردویہ اور ابن مندہ نے ثقہ راویوں سے (سوائے عبدالرحمان بن بشیر دمشقی کے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ اور ابن ابی حاتم نے اسے ضعیف کہا ہے۔) حضرات ابن عمر، ابو ہریرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حضرت ذرہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ خواتین نے کہا: "تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جس کے متعلق رب نے فرمایا ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ (سورہ لہب: ۱)

ترجمہ: ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ برباد ہو گیا۔

انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے، پھر لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی، پھر انہیں یہ خطبہ ارشاد فرمایا: "مجھے کیا ہے کہ مجھے میرے اہل کے متعلق اذیت دی جاتی ہے۔ بخدا! میری شفاعت میرے رشتہ داروں تک پہنچے گی، حتیٰ کہ اسے صداء، حکم، حاء سلہب اسے روز حشر پالیں گے۔" آپ نے فرمایا: "اقوام کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت تک نہ پہنچے گی۔ میری شفاعت حاء اور حکم تک پہنچے گی۔" حاء اور حکم دو قبیلے ہیں۔

ابن مندہ، امام الزاہد عمر ملّی الموصلی نے (یہ بہت بڑے امام تھے یہ جامع الموصل کے خطیب تھے۔ سلطان نورالدین شہید ان کی بات مانتا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتا تھا۔) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ حضرت سبیعہ بنت ابی لہب بارگاہ رسالت مآب میں آئیں۔ عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ اس ابولہب کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔" آپ ﷺ اٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ مجھے میری قرابت کی وجہ سے تکلیف دیتے ہیں۔ جس نے میری قرابت کی وجہ سے مجھے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ جس نے مجھے اذیت دی اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔"

امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے قبیلہ بنو ہاشم! اس رب تعالیٰ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے اگر میں نے باب جنت کا حلقہ پکڑ لیا تو میں آغاز تم سے کروں گا۔"

ابوبکر بن یوسف نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کہا جاتا ہے کہ بنو ہاشم کا بغض نفاق ہے۔"

ابو قاسم حمزہ السہمی نے "فضائل عباس" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے بنو ہاشم کو سات اشیاء عطا کی ہیں: (۱) صباحت، (۲) فصاحت، (۳) سماحت، (۴) شجاعت، (۵) علم، (۶) حلم، (۷) لوگوں سے محبت۔" امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرط پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بنو عبدالمطلب! میں نے رب تعالیٰ سے تمہارے متعلق تین امور کا سوال کیا ہے کہ وہ تمہیں سخی، بہادر اور رحم کرنے والا بنا دے۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "وہ تمہارے قائم کو ثابت فرما دے، تمہارے ظالم کو ہدایت دے دے۔ تمہارے جاہل کو علم دے دے۔ میں نے اس سے سوال کیا ہے کہ وہ تمہیں جوداء، نجداء اور رحماء بنا دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے مابین دو پاؤں کو جمع کرے۔ نمازیں پڑھے روزے رکھے جب وہ اہل بیت محمد (ﷺ) کا بغض رکھ کر رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ اسے آگ میں داخل کر دے گا۔"

عمر الملا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے بنو عبدالمطلب! میں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ تمہارے قائم کو ثابت فرما دے تمہارے گمراہ کو ہدایت دے دے۔ تمہارے جاہل کو علم سکھا دے وہ تمہیں رحماء اور نجداء بنا دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے مابین دونوں پاؤں کو جمع کرے وہ نمازیں پڑھے روزے رکھے، پھر وہ اس حالت میں مرے کہ وہ اس گھر کے اہل سے بغض رکھتا ہو وہ اسے آگ کے حوالے کرے گا۔"

❀❀❀

دوسرا باب

آپ ﷺ کے اہل بیت کے کچھ فضائل

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱- اہل بیت اور کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لینا

امام ترمذی نے، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حجۃ الوداع کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ میں آپ کو سن رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: "میں تم میں دو ایسی اشیاء چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں۔"

۲- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور خلفاء راشدین کی اہل بیت کے بارے وصیت

امام ترمذی نے، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، العسکری نے الامثال میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے مخلص ساتھی جن کی طرف میں پناہ حاصل کرتا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں میرے راز کی جگہ انصار ہیں۔ اس کے برے سے درگزر کرو اور ان کے نیک سے قبول کرلو۔" دیلمی کے الفاظ یہ ہیں: "میرے مخلص ساتھی میرے اہلِ بیت ہیں۔ الانصار پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ہے وہ میرے رازوں سے آگاہ ہیں۔ میں ان پر اعتماد کرتا ہوں۔"

۳- اہل بیت امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے امام ہیں

ابن ابی شیبہ، مسدد، ابویعلی، حکیم ترمذی، الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔ اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔" حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔ جب وہ ختم ہوگئے تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کرام کے لیے امان ہوں۔ جب میں چلا گیا تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ میرے اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔ جب وہ چلے گئے تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔" امام حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ستارے اہلِ زمین کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں میرے اہل بیت میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں۔ جب عرب کے کسی قبیلہ نے ان کی مخالفت کی تو وہ اختلاف کرنے لگیں گے وہ ابلیس کا گروہ بن جائیں گے۔" امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔ جب ستارے ختم ہوجائیں گے تو اہل آسمان ختم ہوجائیں گے میرے اہل بیت اہلِ زمین کے لیے امان ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔"

۴-ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا

دیلمی اور عمر الملا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اہل بیت ہیں ہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔''

۵-ان کی حفاظت کی ترغیب

امام بخاری نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں آپ کی پاسداری کرو۔'' دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں چار افراد کی روز حشر شفاعت کروں گا۔(۱) میری اولاد کی عزت کرنے والے کی۔(۲) ان کی ضروریات کو پورا کرنے والے کی۔(۳) ان کی مجبوری کے وقت اس کے امور کے لیے سعی کرنے والے کی۔(۴) دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والے کی۔

۶-ان کے لیے جنت کی بشارت اور ان کا مقام بلند

بشرطیکہ وہ شریعت مطہرہ اور آپ کی سنن مطہرہ پر عمل پیرا ہوں پہلے باب میں آپ کے غصے کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ (نافرمانی اور عصیاں شعاری کی صورت میں) آپ کی شفاعت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ جصاص نے حضرت زید بن علی رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ (سورۃ الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت جنت میں داخل ہو جائیں۔ ثعلبی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے بارگاہ رسالت مآب میں لوگوں کے حسد کا تذکرہ کیا آپ نے مجھے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم چار میں سے چوتھے ہوں۔ سب سے پہلے جنت میں میں، تم، حسن، حسین داخل ہوں گے۔ ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی۔ ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔''

الطبرانی نے کمزور سند سے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں چاروں میں سے پہلا ہوں جو جنت میں داخل ہوں گے۔ میں اور تم، حسن و حسین، ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی ہماری ازواج ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ ہمارے ساتھی ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔'' ابن السری اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم بنو عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں، حمزہ، علی،

جعفر، حسن، حسین اور محمد (رضی اللہ عنہم) فردوس میں ہوں گے۔" حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہو۔"

۷-اہل بیت کے بغض اور اذیت سے بچنا

الطبرانی نے الاوسط میں، دیلمی نے کمزور سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے حوض پر سب سے پہلے میرے اہلِ بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے آئیں گے۔" امام ترمذی نے حسن، الطبرانی، حاکم نے صحیح الاسناد سے، بیہقی نے الشعب میں، ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ رحمتوں کا ابر کرم برسا رہا ہے۔ محبت الہیہ کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔" ابو نعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھے اذیت دی اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔" امام احمد نے مناقب میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو میرے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔"

الطبرانی ابوشیخ بن حیان نے "الثواب" میں، البیہقی نے الشعب میں اور دیلمی نے ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اسے ان کی جان سے محبوب ہو جاؤں۔ میرے اہل بیت اسے اپنے اہل خانہ سے محبوب نہ ہو جائیں۔ میری اولاد اسے اپنی اولاد سے محبوب نہ ہو جائے۔ میں اسے ان سب سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے ساتھ صرف منافق بغض رکھتا ہے۔" یا "میرے اہل بیت کے ساتھ صرف بد بخت ہی بغض رکھ سکتے ہیں۔"

حاکم، ابن حبان نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اہلِ بیت سے جو بھی بغض رکھے گا رب تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا۔" اسے الطبرانی نے الاوسط میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: "معاویہ! ہمارے بغض سے بچو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے ساتھ بغض اور حسد رکھنے والے کو روزِ حشر حوض کوثر سے آگ کے کوروں کے ساتھ ہانک کر دور کر دیا جائے گا۔"

ابوبکر البرقانی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا اس نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا۔" ان سے ہی روایت ہے: "جس نے ہمارے ساتھ محبت کی اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے محبت کی جس نے ہمارے ساتھ عداوت رکھی اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ

سے عداوت رکھی۔"

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمارے محب کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی نسبت ہمارے محبین کے ساتھ ہے اور ہمارے ساتھ بغض رکھنے والے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی نسبت ہمارے ساتھ بغض رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔" انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھے اور میری عترت کو اذیت دی، اس پر رب تعالیٰ کی لعنت۔"

انہوں نے ان سے بلا سند روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جنت کو اس شخص پر حرام کر دیا گیا ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان کے ساتھ جنگ کی یا ان کے خلاف مدد کی یا انہیں برا بھلا کہا۔" الطبرانی نے الدعاء میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں پانچ یا چھ افراد پر لعنت کرتا ہوں۔ ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (۱) رب تعالیٰ کی کتاب پر اضافہ کرنے والا۔ (۲) رب تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ (۳) میرے عترت میں سے وہ کچھ حلال سمجھنے والا جسے رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سنت مبارکہ کا تارک۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جو آل محمد (ﷺ) کے ساتھ بغض رکھے گا وہ روز حشر اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس۔"

ابوشیخ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ذرہ بنت ابی لہب نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: 'لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ میرے اہل خانہ کے متعلق مجھے اذیت دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور وہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگے گا حتیٰ کہ وہ میری قرابت سے محبت کرنے لگے۔"

الطبرانی، ابوشیخ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی تین حرمات ہیں جس نے ان کی حفاظت کی رب تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت کرتا ہے۔ جس نے ان کی حفاظت نہ کی رب تعالیٰ اس کے دین اور آخرت کی حفاظت نہیں کرتا۔" میں نے عرض کی وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے اہل بیت کی حرمت۔"

تنبیہ

اگر کسی نے کہا: "لعن اللہ بنی ہاشم" اس نے کہا: "میرا ارادہ ان میں سے ظالم ہیں یا آپ کی ذریت میں سے کسی کو برا قول کہا۔ اس کے آباء، نسل یا اولاد میں سے کسی کو برا قول کہا حالانکہ اسے علم تھا یہ آپ ﷺ کی اولاد میں سے ہے۔ کوئی ایسا قرینہ

نہ تھا جس سے اس کے کسی آباء کی تخصیص ہوتی یا حضور اکرم ﷺ کے امراج کی تخصیص ہوتی جس نے ان میں سے کسی کو گالی دی تو قاضی برہان الدین الاخنائی المالکی نے بعض امراء کو عمداً قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے قاضی حسام الدین محمد بن جریر کے آباء میں سے کسی کو برا بھلا کہا تھا، حالانکہ انہوں نے اسے بتا دیا تھا۔ میں شریف ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام میرے نانا جان ہیں۔ اس کی گردن اڑا دی گئی تھی۔ حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ "ابعاثہ" میں کیا ہے یہ واقعہ ۸۴۲ھ کا ہے۔

۸- اہل بیت پر درود

شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کعب بن عجرہ سے ملا، انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جسے میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے؟" میں نے عرض کی: "ضرور۔" انہوں نے کہا: "ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر درود کیسے بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد و بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد.

شیخان نے حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ پر کیسے دورد بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یوں عرض کرو۔"

اللهم صل على محمد و ازواجه و ذريته كما صليت على ابراهيم و بارك على محمد و ازواجه و ذريته كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد.

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ وہ پورے پیمانے سے تولے، جب وہ ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو یوں کہے:

اللهم صل على محمد النبي و ازواجه امهات المؤمنين و ذريته و اهل بيته كما صليت على ابراهيم انك حميد مجيد

امام نسائی اور امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو پورے پیمانے سے ماپنا چاہتا ہے وہ ہم پر دورد پڑھے تو یوں پڑھے:

اللهم اجعل صلواتك و بركاتك على محمد النبي و ازواجه امهات المؤمنين و ذريته كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد.

دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود شریف نہ پڑھا اس سے وہ نماز قبول نہ کی جائے گی۔" یہ روایت ان دونوں کے ہاں موقوف ہے یہ ابو مسعود کا قول ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر میں ایسی نماز پڑھوں جس میں میں آل محمد ﷺ پر درود نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز مکمل ہو۔" دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ یہ ان اشعار کے قائل کے لیے حجت ہے۔

يا اهل بيت رسول الله حبكم ۔۔۔ فرض من الله فى القرآن انزله

كفاكم من عظيم القدر انكم ۔۔۔ من لم يصل عليكم لا صلوٰة له

اے حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اسے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں اتارا ہے تمہاری عظیم قدر و شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود شریف نہ پڑھا اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔

۹- جس نے اہل بیت پاک سے نیکی کی ہوگی روز حشر اسے اس کا صلہ ملے گا

الطبرانی نے الاوسط میں ضیاء المقدسی نے مختارہ میں، خطیب نے تاریخ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے بنو عبد المطلب سے کسی پر احسان کیا جس کا بدلہ وہ نہ چکا سکا تو کل میں اس کا بدلہ چکاؤں گا، جب وہ مجھ سے ملے گا۔"

الملا اور ابو سعید نیشاپوری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا میں روز حشر اس کا بدلہ دوں گا۔" دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "چار افراد میں روز حشر شفیع ہوں گا۔ (۱) میری اولاد کا احترام کرنے والا۔ (۲) ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا۔ (۳) ان کی مجبوری کے وقت ان کی آسائش کے لیے تگ و دو کرنے والا۔ (۴) دل اور زبان کے ساتھ ان سے محبت کرنے والا۔"

۱۰- ان کے لیے آپ کی دعا

ابو سعید نیشاپوری اور عمر الملا نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے اس نے میری یہ التجاء قبول کر لی ہے۔"

۱۱- سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ اپنے اہل بیت کی شفاعت فرمائیں گے

دیلمی نے فردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "میں روز قیامت

سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریبی اور قریبی رشتہ داروں کی، پھر الانصار کی پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اتباع کی پھر سارے عرب کی پھر سارے عجم کی۔"

۱۲- اہل بیت پاک کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہیں

بزار، الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے، بزار نے حضرت عبداللہ بن زبیر، ابن جریر، حاکم اور خطیب نے "المتفق اور المفترق" میں حضرت ابوذر سے، الطبرانی نے الصغیر میں اور الاوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جیسے وہ اپنی قوم میں تھی جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا یا ہلاک ہو گیا، یا ان کی مثال حطۃ بنی اسرائیل ہے۔" الحافظ ابوالخیر السخاوی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض طرق بعض کی تقویت کرتے ہیں۔"

۱۳- آپ نے بتادیا کہ وہ آپ کے بعد ترجیح دیکھیں گے

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم اہل بیت ہیں رب تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت کو دنیا سے زیادہ پسند کیا ہے۔ میرے بعد میرے اہل بیت ترجیح، وطن سے نکال دینا اور جلاوطنی دیکھیں گے، حتیٰ کہ ایک قوم اس سمت سے آئے گی۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ ان کے جھنڈے سیاہ ہوں گے۔ وہ بھلائی کا سوال کریں گے۔ دو یا تین دفعہ انہیں نہ دی جائے گی۔ وہ قتال کریں گے ان کی نصرت کی جائے گی۔ انہیں وہ کچھ عطا کر دیا جائے گا جو وہ مانگیں گے۔ وہ اسے قبول نہ کریں گے حتیٰ کہ وہ میرے اہل بیت میں سے ایک فرد کے حوالے کر دیں گے۔ وہ زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دے گا جیسے پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ وہ یہ دن پالے وہ ان کے پاس آجائے اگرچہ وہ برف پر سرکتا ہوا آئے۔"

۱۴- رب تعالیٰ کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ جو میرے اہل بیت میں سے توحید کا اقرار کرے گا اور میرے لیے تبلیغ کی گواہی دے گا وہ اسے عذاب نہ دے گا۔"

۱۵- اہل بیت کون ہیں؟

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (سورۂ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک

صاف کر دے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن جریر، الطبرانی وغیرہم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں اپنے بستر پر تھے۔ آپ ﷺ پر خیبری کی چادر تھی۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ ان کے پاس ایک ہنڈیا تھی جس میں خزیرہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے خاوند محترم، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلاؤ، انہوں نے انہیں بلایا۔ یہ حضرات قدسی کھا رہے تھے، حتیٰ کہ آپ ﷺ پر مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے چادر مبارک سے دست اقدس باہر نکالا۔ اس سے آسمان کی سمت اشارا کیا، پھر عرض کی: "مولا! یہ میرے اہل بیت اور خاص ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف کر دے۔" آپ ﷺ نے تین دفعہ اسی طرح عرض کی۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ صبح سویرے باہر تشریف لے گئے آپ پر سیاہ بالوں کی منقش چادر تھی۔ حضرات حسنین کریمین آئے، آپ ﷺ نے انہیں اپنے ساتھ داخل کر لیا، پھر حضرت سیدہ آئیں۔ آپ نے انہیں بھی ان کے ہمراہ داخل کر لیا۔ حضرات حسنین کریمین کو اس میں بٹھا لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں اور حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بائیں طرف بیٹھ گئیں۔" الطبرانی میں ہے: "آپ نے فدک کی چادر ان پر ڈال دی، پھر اپنا دست اقدس ان پر رکھا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" یا "آل محمد ﷺ ہیں" "مولا! اپنی صلوات اور برکات آل محمد پر اسی طرح ڈال دے جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی تھیں تو حمید اور مجید ہے۔" حضرت ام سلمہ نے فرمایا: "میں نے چادر اٹھائی تاکہ میں بھی ان کے ہمراہ داخل ہو جاؤں مگر آپ ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ فرمایا: "تم بھلائی پر ہو۔" ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ گھر میں سات ہستیاں تھیں حضرات جبرائیل، میکائیل، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔ میں دروازے پر کھڑی تھی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم خیر پر ہو۔ تم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہو۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے پردہ میں اپنا سر داخل کیا میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم خیر پر ہو۔" آپ ﷺ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے: "یارسول اللہ! ﷺ میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی جگہ ٹھہرو تم خیر پر ہو۔" حضرت واثلہ کی روایت میں ہے: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "حضور نبی کریم ﷺ صبح سویرے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے سیاہ بالوں کی منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ حضرات امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ آپ کے ساتھ داخل ہو گئے، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ نے انہیں بھی ان کے ساتھ داخل کر لیا، پھر حضرت سیدہ خاتون جنت آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی ان کے ہمراہ داخل کر لیا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دائیں طرف

اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بائیں طرف بیٹھ گئیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ آیت طیبہ پانچ ہستیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ میرے بارے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بارے۔"

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

ابن سعد، ابن ابی حاتم اور الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاشانہ اقدس میں چلی گئیں تو آپ چالیس صبح تک ان کے دروازے پر آتے رہے۔ آپ نے فرمایا:

السلام علیکم اهل البیت و رحمة الله و برکاتهٗ الصلاة رحمکم الله اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ابن جریر، منذر اور الطبرانی نے ابو الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے یاد ہے کہ آٹھ ماہ تک۔۔۔ الطبرانی کی روایت میں ہے: "میں نے مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ یہ ایک بار کی بات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کے لیے تشریف لاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جاتے، اس کی دونوں اطراف پر دستِ اقدس رکھتے پھر فرماتے: "نماز! نماز۔"

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات ماہ تک دیکھا۔ آپ ہر نماز کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تشریف لے جاتے، فرماتے:

السلام علیکم اهل البیت و رحمة الله و برکاتهٗ الصلاة رحکم الله اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ترمذی نے حسن، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لاتے۔ جب آپ نماز فجر کے لیے تشریف لے جاتے۔ آپ فرماتے:

الصلاة یا اهل البیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ان سے پوچھا گیا: ''آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''اہل بیت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے۔ وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

۱۶۔ اسلاف اہل بیت کی تعظیم کیسے کرتے تھے؟

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ سے کہا: ''اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بخدا! جس روز تم نے اسلام قبول کیا اس روز تمہارا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ تھا (اگر وہ اسلام لاتا) امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنو زہرہ کے کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان پر وہ بہت زیادہ مہربان ہوگئی تھیں کیونکہ ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری تھی۔'' رزین بن عبید نے لکھا ہے: ''میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں تھا۔ ان کے پاس حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔'' انہوں نے کہا: ''حبیب بن حبیب کو خوش آمدید۔''

امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے نماز جنازہ پڑھی، پھر ان کی خچر ان کے پاس لے جائی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے۔ انہوں نے اس کی رکاب تھام لی۔ حضرت زید نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد! اسے چھوڑ دیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم اپنے علماء سے اس طرح کرتے ہیں۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ چوم لیے۔ فرمایا: ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کریں۔''

حضرت عبداللہ بن حسین بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں کسی ضروری کام کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا انہوں نے مجھے کہا: ''جب آپ کو کوئی ضروری کام ہو تو میری طرف پیغام بھیج دیا کریں یا میری طرف لکھ دیا کریں مجھے رب تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ آپ کو اپنے دروازے پر دیکھوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کسی کام کے لیے میرے پاس آئیں تو میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کام کروں گا کیونکہ ان کی حضور

اکرم ﷺ کے ساتھ رشتہ داری ہے۔میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ میں انہیں ان سے مقدم کروں۔"ان تینوں روایات کا تذکرہ قاضی علیہ الرحمہ نے "شفاء" میں کیا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی۔وہ مدینہ طیبہ میں چل رہے تھے۔انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دور کیا پھر کہا:اے حضرت علی المرتضیٰ کی نور نظر! روئے زمین پر ایسا کوئی گھرانہ نہیں جو مجھے تمہارے گھرانے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔"المجالسہ میں روایت ہے کہ حضرت ابو عثمان نہدی کوفہ کے مساکین میں سے تھے۔جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ بصرہ چلے گئے۔انہوں نے کہا:"میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کا شاہزادہ شہید ہوا ہو۔"الشفاء میں ہے:"جب جعفر بن سلیمان نے حضرت امام مالک سے تعرض کیا۔انہیں کوڑے مارے انہیں بے ہوشی کی حالت میں اٹھایا گیا۔لوگ ان کے پاس آئے۔انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا: "میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔"

❁❁❁

تیسرا باب

حضور ﷺ کی اولاد پاک

آپ ﷺ کی اولاد پاک میں کیا اختلاف ہے کیا اتفاق ہے۔جن حضرات قدسی پر اتفاق ہے وہ چھ ہیں۔حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما۔چار صاحبزادیاں،حضرت زینب،حضرت رقیہ،حضرت ام کلثوم،حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن ان سب نے اسلام کو پایا۔آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔دیگر میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے ان کے علاوہ آپ کے ہاں کوئی پیدا نہ ہوا۔مشہور اس کے برعکس ہے۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت طیب اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہما بھی صاحبزادے تھے اسی طرح تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔زبیر بن بکار اور الطبرانی نے ان سے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم اور حضرت قاسم کے علاوہ حضرت عبداللہ بھی تھے۔یہی اکثر اہل نسب کا قول ہے۔دار قطنی نے لکھا ہے یہی مؤقف اثبت ہے حافظ عبدالغنی المقدسی نے اسی کی تصحیح کی ہے۔انہی کا اسم مبارک طیب و طاہر بھی تھا کیونکہ ان کی ولادت نبوت کے بعد ہوئی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ طیب و طاہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں۔اس طرح آپ کے پانچ صاحبزادے ہوئے۔ایک قول یہ ہے کہ طیب و طاہر ایک شکم اطہر سے پیدا ہوئے تھے اس طرح آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعداد گیارہ بنتی ہے۔"ابن اسحاق نے لکھا ہے:"حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ ساری اولاد اطہار اسلام کے قبل جہان رنگ و بو میں آئی تھی۔آپ کے صاحبزادوں نے اسلام سے قبل عالم شیر خوارگی میں ہی وصال کیا تھا۔ایک اور قول

کے مطابق حضرت عبداللہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے ان کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے صاحبزادے سات تھے۔ دو ہر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام۔ پانچ میں اختلاف ہے وہ حضرات عبداللہ، طیب، مطیب، طاہر اور مطہر ہیں۔ اصح اور جمہور کا قول ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے تھے جو حضرات قاسم، عبداللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہم تھے۔ چار صاحبزادیاں تھیں، انہی پر اتفاق ہے۔" یہ سارے حضرات قدسی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے صدف بطن سے تھے۔ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔ وہ حضرت ماریہ القبطیہ کے شکم اطہر سے تھے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت سلمیٰ، حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کی خادمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دایا تھیں۔ آپ ہر صاحبزادے کے لیے دو اور صاحبزادی کے لیے ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ ہر دو بچوں کے مابین ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا انہیں اپنا شیر مبارک پلاتی تھیں۔ ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔" جمہور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی تھیں، جبکہ حضرت زبیر بن بکار وغیرہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو بڑا کہا ہے لیکن پہلا قول اصح ہے۔ زبیر اور ان سے ابو عمرو نے نقل کیا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہی کو الطیب کہا جاتا تھا۔ انہی کو طاہر کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے، پھر حضرت ام کلثوم تھیں پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ انہی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت تھی، پھر حضرت طاہر پھر حضرت طیب پیدا ہوئے۔ حضرت قاسم، طیب اور طاہر کا وصال زمانہ جاہلیت میں ہو گیا تھا۔ آپ کی ساری صاحبزادیوں نے اسلام کو پالیا۔ اسلام لائیں اور آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔" ابو عمرو نے لکھا ہے کہ علی بن عبد العزیز الجرجانی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے پھر حضرت زینب تھیں۔" ابن الکلبی نے لکھا ہے: حضرت زینب پھر حضرت قاسم، پھر حضرت ام کلثوم، پھر حضرت فاطمہ پھر حضرت رقیہ، پھر حضرت عبداللہ، انہی کو الطیب و الطاہر کہا جاتا تھا۔ یہ اجمالاً ذکر جمیل ہے۔ تفصیلی تذکرہ آرہا ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فاوّل ولد المصطفی القاسم الرضی — بہ کنیۃ المختار فافھم و حصّلا
و زینب تتلوھا رقیّہ بعدھا — و فاطمۃ الزھراء جاءت علی الولا
کذا ام کلثوم تعد و بعدھا — فی الاسلام عبداللہ جاء مکمّلا
ھو انسب المیمون ذو الطاھر الرضی — و قد قیل ذا فی غیرہ فتمثلا
و کلھم کانوالہ من خدیجہ — و قد جاء ابراھیم فی طیبہ تلا

من المرأة الحسناء ماریه فقل علیهم سلام الله مسكاً و منولا

آپ کے سب سے پہلے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے۔اس سے آپ نے کنیت اختیار فرمائی۔اس بات کو سمجھو اور حاصل کرو، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔آپ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شمار ہوتا ہے۔اس کے بعد اسلام میں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے وہ تکمیل کے لیے آئے۔یہی وہ پاکیزہ نفس ہیں۔طاہر اور پسندیدہ نفس ہیں جب یہ کسی اور کے بارے میں کہا جائے تو وہ کسی دوسری چیز کو بطور مثال پیش کرنا ہے آپ کی یہ ساری اولاد امجاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی۔جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ میں بعد میں پیدا ہوئے۔وہ ایک خوبصورت خاتون حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔تم ان تمام پر اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجو۔جو بھرپور اور لبریز ہو۔

تنبیہات

۱۔ ابن الجوزی نے "تحقیق" میں لکھا ہے کہ ابو بکر بن البرقی نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد اطہار کی تعداد سات ہے۔دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ ہے۔وہ یہ ہیں حضرات القاسم، الطاہر، الطیب، ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمۃ رضی اللہ عنہم۔"

العیون میں ہے: "اگر وہ سات یا آٹھ کا قول نہ کرتے تو میں کہتا کہ شاید یہ کاتب کی غلطی ہے یہ عجیب امر ہے یہ وہم ہے یا البرقی کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے، اگر یہ کہا جائے کہ شاید انہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے دوسرے لخت جگر مراد لیے ہوں۔جنہیں حضرت ابراہیم کہا جاتا تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول معروف نہیں ہے اس قول سے بھی اس کا انکار ہوتا ہے کہ آپ کی ساری اولاد اطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی بلاشبہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔"

۲۔ الھیثم بن عدی نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عبدالعزیٰ، عبدمناف (نعوذ بالله من هذه الخرافات) اور قاسم پیدا کیے۔ہیثم کہتے ہیں "میں نے ہشام سے کہا: الطیب و الطاہر کہاں گئے؟ انہوں نے کہا: اہل عراق یہ تم ان کے اوصاف بیان کرتے ہو جبکہ ہمارے شیوخ عبدالعزیٰ اور عبدمناف کہتے ہیں۔(نعوذ باللہ منہ)

امام ذہبی نے المیزان میں اور الحافظ نے اللسان میں لکھا ہے یہ ہیثم کا ہشام پر افتراء ہے۔ابو الفرج نے لکھا ہے کہ ہیثم کذاب تھا اس کے اس قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ہمارے شیخ ابن ناصر نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے صاجزادوں کا نام عبدمناف اور عبدالعزیٰ نہیں رکھا۔ہیثم کو بخاری، ابو داؤد، عجلی اور ساجی نے کذاب کہا ہے۔" ابن حبان نے کہا ہے: اس سے نہ تو استدلال کرنا درست ہے نہ ہی اس سے روایت کرنا درست

ہے سوائے از راہِ اعتبار۔ ابن سکن، ابن شاہین، ابن الجارود اور دارقطنی وغیرہم نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

''المورد'' میں ہے: ''کسی کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ نام رکھے ہوں۔'' اگر یہ کہا جائے کہ یہ نام آپ کے علاوہ کسی اور نے رکھے تھے احتمال یہ ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے ہوں تو آپ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوں اور جب آپ تشریف لائے ہوں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اہل خانہ میں سے کسی نے یہ نام رکھ دیے ہوں۔ آپ اس کے نام سے آگاہ نہ ہو سکے ہوں اس بچے کی زندگی طویل نہ ہوئی ہو۔ آپ نے نہ اسے دیکھا ہو نہ ہی اس کا نام رکھا ہو۔ جن وانس کے شیطان میں سے کسی نے یہ جھوٹ گھڑا ہو جب آپ کا کوئی بچہ پیدا ہوا ہو تا کہ کمزور ایمان والے کے دل میں اس سے التباس پیدا ہو جائے جب آپ تک یہ پہنچا تو آپ نے اسے تبدیل کر دیا ہو یا کسی اور نے اسے تبدیل کرایا ہو۔''

امام طحاوی مشکل الحدیث میں بیہقی نے السنن میں، ابوسعید نقاش اور جوزقانی نے اسے موضوعات روایات میں لکھا ہے۔ کسی ثقہ راوی نے اسے عن ہیثم عن ہشام سے اسے روایت ہی نہیں کیا۔

۳- امام علامہ شیخ الاطباء ابن نفیس رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''کیونکہ آپ کے مزاج مبارک میں شدید اعتدال پایا جاتا تھا اس لیے آپ کے ہاں صرف صاجزادیاں ہی پیدا نہ ہوئیں کیونکہ یہ ٹھنڈے مزاج سے پیدا ہوتی ہیں نہ ہی آپ کے ہاں صرف صاجزادے پیدا ہوئے کیونکہ وہ گرم مزاج سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کا مزاج معتدل تھا لہٰذا لازم تھا کہ آپ کے ہاں صاجزادے اور صاجزادیاں پیدا ہوں۔ یہ بھی لازم تھا کہ ان کی عمریں طویل نہ ہوں کیونکہ اگر ان کی عمریں طویل ہوتیں وہ نبوت کی عمر تک پہنچ جاتیں تو یا وہ تو انبیاء ہوتے یہ انبیاء نہ ہوتے۔ وہ انبیاء نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آخری نبی تھے وہ غیر انبیاء نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آپ کے حق میں نقص تھا بہت سے انبیاء کرام کے درجہ سے انحطاط تھا بہت سے انبیائے کرام کی اولادیں انبیاء تھیں آپ کی صاجزادیوں کی زندگیاں طویل ہوئیں کیونکہ عورتیں نبوت کی اہل نہیں ہوتیں۔''

۴- ابن الاعرابی نے ''المعجم'' میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ان سے ایک جنین ساقط ہوا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔ اس روایت کی سند کا مدار داؤد بن محبر ہے یہ متروک تھا۔ ایک جماعت نے اس پر حدیث وضع کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اس کو وہ روایت رد کرتی ہے جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر کنیت رکھ لیں یا روایت ہے کہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لیں کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ کو ان کے والدین سے لے لیا تھا۔ یہ ان کی آغوش میں تھے۔ انہیں ان کی ''امی'' کہا جاتا تھا۔

چوتھا باب

سیدنا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کی اولاد اطہار میں سب سے بڑے تھے۔ انہی پر آپ کی کنیت تھی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی اولاد تھے۔ سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ میں بعثت سے قبل پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں ہی ان کا وصال ہو گیا تھا دوسرا قول ہے کہ وہ سن تمیز کو پہنچ چکے تھے۔ زبیر بن بکار اور محمد بن نضلہ نے بعض مشائخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ زندہ رہے حتیٰ کہ وہ چلنے لگے مجاہد نے لکھا ہے کہ حضرت قاسم سات راتیں زندہ رہے۔ "الملا" نے اس میں خطاء کی ہے۔ ابن سعد نے محمد بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت قاسم کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک دو سال تھی۔ قتادہ سے بھی اسی طرح روایت ہے مجاہد سے روایت ہے کہ وہ سات دن تک زندہ رہے۔ مفضل بن غسان نے لکھا ہے یہ لغزش ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ سترہ ماہ زندہ رہے تھے۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ چلنے پھرنے کی عمر تک پہنچ گئے تھے لیکن ان کی رضاعت مکمل نہ ہوئی تھی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا انہوں نے نبوت کا زمانہ پایا تھا یا نہیں۔ یونس بن بکیر نے زیادات المغازی میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت قاسم اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ وہ سواری پر سوار ہو سکتے تھے وہ ٹیلے پر چل سکتے تھے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ابتر ہو گئے ہیں۔" ان کے جواب سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ان کا وصال بعثت کے بعد ہوا تھا۔"

طیالسی اور ابن ماجہ نے حضرت فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "قاسم کے لیے دودھ زیادہ ہو گیا ہے کاش! وہ زندہ رہتا حتیٰ کہ وہ اپنی رضاعت کو پورا کر لیتا۔" آپ نے فرمایا: "اس کی رضاعت جنت میں مکمل ہو گی۔" ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں یہ جان لیتی تو میرے لیے یہ غم برداشت کرنا آسان ہوتا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں وہ اس کی آواز تمہیں سنا دیتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم کی تصدیق کرتی ہوں۔" الحافظ نے لکھا ہے: "اس سے بہت زیادہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کا وصال اسلام میں ہوا تھا لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔"

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم اسلام سے قبل وصال کر گئے تھے ابن ابی عاصم اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ قبر کی تنگی (دبانے) سے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی بھی

نہ بچ سکا۔ عرض کی گئی: قاسم بھی نہیں، فرمایا: نہ قاسم نہ ابراہیم۔ حضرت ابراہیم ان میں سے چھوٹے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ اور حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ہشام بن عروہ کی روایت کے مخالف ہے۔

تنبیہ

جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا تو آپ کو ابتر کس نے کہا تھا؟ اس میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق یہ بدبخت عاص بن وائل سہمی تھا۔ بہت سے علماء نے یقین کے ساتھ اسی ہی لکھا ہے۔ ایک قول کے مطابق ابوجہل تھا ایک قول کے مطابق کعب بن اشرف تھا۔ اگر ہم کہیں کہ وہ عاص تھا تو اس کی اولاد تھی مثلاً عمرو اور ہشام اس کی اولاد میں سے تھے۔ اس کا ابتر اور منقطع النسل ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ صاحب اولاد تھا لیکن اس کے اور اس کی اولاد کے مابین انقطاع تھا۔ وہ اس کے پیروکار نہ تھے کیونکہ اسلام نے انہیں روک دیا تھا۔ وہ نہ تو عاص کے وارث بنے نہ ہی عاص ان کا وارث بنا۔

✿✿✿

پانچواں باب

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱- ان کی والدہ ماجدہ، ولادت، عقیقہ، نام مبارک اور آپ کی مسرت

ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون تھا۔ ان کے مناقب امہات المومنین کے مناقب میں آرہے ہیں۔ یہ ۸ ھ ذوالحجہ کے ماہ مبارک میں العالیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے جبکہ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ وہ سفید رنگت والی اور خوبصورت تھیں۔ آپ نے انہیں ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر رکھا ہوا تھا۔ ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا از وجہ ملکیت آپ نے ان کے ساتھ مباشرت کی۔ انہیں اس مال میں منتقل کر دیا جو العالیہ میں تھا۔ یہ بنونضیر کے اموال میں سے تھا۔ وہ گرم اور پھل چننے کے موسم میں تھیں۔ آپ وہیں ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ یہ دینی لحاظ سے بہت عمدہ تھیں۔ ان کے ہاں آپ کا لخت جگر پیدا ہوئے۔ جن کا اسم گرامی "ابراہیم" رکھا گیا۔ آپ نے ساتویں روز ایک بکری سے ان کا عقیقہ کیا ان کا حلق کرایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی مساکین میں صدقہ کی۔ ان کے بال زمین میں دفن کر دیئے گئے ان کی دایا کا نام سلمی مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ وہ اپنے خاوند حضرت ابورافع کے پاس گئیں انہیں بتایا کہ حضرت

ماریہ کے ہاں نور نظر پیدا ہوا ہے۔ حضرت ابو رافع بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ کو بشارت دی آپ نے انہیں ایک غلام ہبہ کر دیا اس وقت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بہت زیادہ غیرت کا اظہار کیا۔ ان پر شدت اختیار کی کیونکہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے اور یوں سلام عرض کیا: السلام علیك یا ابا ابراھیم! امام احمد، امام مسلم اور ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقت صبح ہمارے ہاں تشریف لائے فرمایا: آج رات نور نظر پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام پر رکھا ہے۔" زبیر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو بکروں کے ساتھ ان کا عقیقہ کیا ابو ہند نے ان کے سر کا حلق کیا۔ اسی روز آپ نے ان کا نام رکھا۔ یہ ساتواں دن تھا۔

رضاعت

ابن سعد اور زبیر نے حضرت عبداللہ ابن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انصار کی عفت مآب خواتین نے باہم مقابلہ کیا کہ انہیں کون دودھ پلائے گی۔ انہوں نے پسند کیا کہ وہ حضرت ماریہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فارغ کر دیں کیونکہ آپ انہیں پسند فرماتے تھے۔ آپ نے انہیں حضرت ام بردہ بنت المنذر کے حوالے کیا ان کے خاوند کا نام اوس بن خالد تھا۔ وہ انہیں شیر پلاتی تھیں وہ بنو نجار میں اپنے رضاعی والدین کے ہاں تھے آپ حضرت ام بردہ کے پاس تشریف لاتے تھے۔ وہاں قیلولہ فرماتے تھے وہ حضرت ابراہیم کو آپ کے پاس لاتیں۔ آپ نے انہیں نخلستان کا ایک ٹکڑا بھی عطا کیا تھا۔" شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ام سیف کو عطا کیا تھا۔ ان کے خاوند کا نام ابو سیف تھا۔ یہ لوہار پیشہ تھے۔ آپ روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا، حتیٰ کہ ہم ابو سیف تک پہنچ گئے۔ وہ اپنی بھٹی میں پھونکیں مار رہے تھے۔ گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ میں تیزی سے آپ کے آگے گیا حتیٰ کہ میں ابو سیف تک پہنچ گیا میں نے کہا: "ابو سیف! رک جاؤ۔" آپ اپنے صاجزادے کے پاس تشریف لائے۔ انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور وہ کچھ فرمایا جو رب تعالیٰ نے چاہا۔

ان سے ہی روایت ہے: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل پر اتنا شفیق ہو جتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل پر تھے حضرت ابراہیم العالیہ میں دودھ پیتے تھے آپ ان کے پاس تشریف لاتے ہم بھی آپ کے ساتھ آتے کمرہ میں تشریف لے جاتے وہاں دھواں ہوتا۔ ان کا رضاعی باپ لوہار تھا۔ آپ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیتے تھے اور ان کے بوسے لیتے تھے۔

۳- ان کا وصال، تاریخ وصال، نماز جنازہ اور آپ کا غم

یہ دس ہجری کو وصال کر گئے۔ اس روز منگل تھا ربیع الاول کے دس دن گزر چکے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ اٹھارہ ماہ زندہ رہے۔ (امام احمد) صحیح البخاری میں ہے: انہوں نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال کیا تھا۔ محمد بن المؤمل نے کہا ہے: ان کی عمر سترہ ماہ اور آٹھ دن تھی۔ ابن سعد نے مکحول سے اور عطاء سے، ابن سعد نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے، بکیر بن عبداللہ سے قتادہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کا ہاتھ تھاما انہیں اس نخلستان میں لے گئے جہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیم عالم نزع میں تھے۔ آپ نے انہیں اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے، حضرت عبدالرحمان نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے رونے سے منع نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نوحہ اور دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا ہے ایک لعب ولھو کا نغمہ اور مزامیر شیطان۔ دوسری مصیبت کے وقت کی آواز چہرہ نوچنا، گریبان چاک کرنا اور شیطان کی طرح چلانا۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے نوحہ سے منع کیا تھا۔ میت کے لیے وہ اوصاف یاد کر کے رویا جائے جو اس میں نہیں، پھر فرمایا: یہ رحمت ہے۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ابراہیم! اگر یہ حق نہ ہوتا۔ سچا وعدہ نہ ہوتا، جامع دن نہ ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں ہے: اگر معدود اجل نہ ہوتی، وقت معلوم نہ ہوتا صادق وعدہ نہ ہوتا یہ جانے کا رستہ ہے۔ ہمارا آخری ہمارے اول کے ساتھ مل جائے گا تو ہمارا غم آپ پر اس سے بھی شدید ہوتا۔ ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے محزون ہیں آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمزدہ ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔

دوسری روایت میں ہے: میں نے انہیں دیکھا ان پر نزع کا عالم طاری تھا چشمانِ مصطفیٰ ﷺ سے آنسو گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: آنکھ سے آنسو گر رہے ہیں، دل غمگین ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔ بخدا! اے ابراہیم! ہم آپ کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔

امام مسلم، ابوداؤد، ابن سعد، امام احمد اور عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمزدہ ہے ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو راضی کر دے۔ ابراہیم! ہم تمہارے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔ ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آنکھ سے آنسو گر رہے ہیں دل غمگین ہے ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔ اگر یہ سچا وعدہ نہ ہوتا یہ جامع موعود ہے ہمارا آخری پہلے کی اتباع کرے گا، تو ہم آپ پر اس سے زیادہ غم کرتے۔ ابراہیم! ہم آپ کی وجہ سے مغموم ہیں۔

ابن سعد نے حضرت بکیر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر روئے مگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری۔ آپ نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا آپ رو رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رونا رحمت کی وجہ سے اور چیخنا شیطان کی طرف سے ہے۔

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے میرا ہاتھ تھاما۔ اس نخلستان میں تشریف لے گئے جس میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں اپنی گود مبارک میں اٹھالیا ان پر نزع کا عالم تھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو رونے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا تھا۔ (۱) لہو ولعب اور شیطان کے مزامیر کی آواز (۲) مصیبت کے وقت کی آواز چہرہ نوچنا، گریبان چاک کرنا اور شیطان کی طرح چیخنا۔

حضرت عبداللہ بن نمیر کی روایت میں ہے: یہ رحمت ہے جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ابراہیم! اگرچہ یہ امر حق نہ ہوتا، سچا وعدہ نہ ہوتا۔ یہ لوگوں کے جانے کا رستہ ہے۔ ہمارا آخری فرد پہلے فرد سے مل جائے گا۔ ہم آپ پر اس سے بھی شدید غمزدہ ہوتے ہم آپ کی وجہ سے مغموم ہیں۔ آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمزدہ ہے لیکن ہم وہ بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔

ابن ماجہ اور حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسے کفن میں نہ لپیٹنا حتیٰ کہ میں اس کی طرف دیکھ لوں۔ آپ ان کے پاس آئے ان پر جھک گئے اور رونے لگے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی یا نہیں۔ امام احمد اور ابن سعد نے کہا یہ جابر جعفی کی سند ہے یہ ضعیف تھا، حضرت براء سے بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے، ابن ماجہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ابویعلیٰ اور ابن سعد نے حضرت انس سے، ابوداؤد اور بیہقی نے عطا بن ریاح سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لخت جگر کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے: المقاعد میں اسی جگہ جنازے پڑھے جاتے تھے۔ آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں۔ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

ابن سعد عطاء سے اور مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نظر کی قبر انور کے کنارے پر تھے۔ آپ نے لحد میں شگاف دیکھا۔ کھدائی کرنے والے نے ڈھیلا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس سے نہ نفع ہوتا ہے نہ ہی نقصان لیکن زندہ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ آپ اپنی مبارک انگلیوں سے اسے برابر کرنے لگے۔ فرمایا: جب تم میں سے کوئی عمل کرے تو اسے پختگی سے کرے۔ اس سے مصیبت زدہ کے نفس کو تسلی ملتی ہے۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے: جب ان کی تدفین ہوگئی تو ان کی قبر پر بوسہ دیا۔ بلند آواز سے دعا مانگی سب سے پہلے اسی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ ابن سعد نے آل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی مشکیزہ لے کر آئے گا؟ ایک انصاری شخص نے پانی کا مشکیزہ پیش کیا۔ آپ نے اسے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھڑک دیا۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر انور راستے کے قریب تھی۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ دار عقیل کے قریب تھی۔

۴-سورج گرہن لگنا

ابن سعد نے عبدالرحمان بن حسان سے، انہوں نے اپنی والدہ حضرت سرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت وہیں تھی میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جب میں یا میری بہن چیخ مارتی آپ ہمیں منع نہ کرتے۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو آپ نے ہمیں چیخنے سے منع کر دیا۔ انہیں حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر انہیں اٹھالیا گیا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ ان کی قبر کے کنارے پر تھے حضرت عباس آپ کے پہلو میں تھے۔ حضرات فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہما نیچے اترے۔ میں ان کی قبر کے پاس رو رہی تھی۔ مجھے کسی نے منع نہ کیا۔ اس روز سورج گرہن لگ گیا لوگوں نے کہا: یہ ابراہیم کے وصال کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے سورج گرہن نہیں لگتا۔ آپ نے اینٹوں میں شگاف دیکھا۔ اسے بند کرنے کا حکم دیا جب عرض کی گئی تو فرمایا: یہ نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان لیکن اس سے آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے جب زندہ شخص کوئی کام کرے تو رب تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اسے محکم انداز سے کرے۔ ان کا وصال منگل کے روز کو ہوا ۱۰ اھ تھی۔ ربیع الاول کی دس راتیں گزر چکی تھیں۔

۵-جنت میں رضاعت کی تکمیل

ابن ماجہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو آپ نے فرمایا: جنت میں انہیں ایک دودھ پلانے والی ہوگی اگر وہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ ماموں قبط کو آزاد کرا دیتے اور کسی قبطی کو غلام نہ بنایا جاتا۔

۶-اس امر کا رد کہ آپ نے حضرت ابراہیم کو تلقین کی تھی

زبانوں پر مشہور ہے کہ آپ نے دفنانے کے بعد سیدنا ابراہیم کو تلقین کی تھی یہ چیز کتب احادیث میں موجود نہیں ہے۔ اس کا تذکرہ المتولی نے ''تتمہ والابانۃ'' میں کیا ہے۔ روایت ہے کہ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا، تو آپ نے فرمایا: اللہ ربی و رسولی ابی و الاسلام دینی عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ انہیں تلقین کر رہے ہیں ہمیں کون تلقین کرے گا؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابراہیم، ۲۷)

ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ اہل ایمان کو اس پختہ قول کی برکت سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

استاذ ابوبکر بن فورک نے اپنی کتاب ''النظامی'' میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو آپ ان کی

قبر انور پر کھڑے ہو گئے فرمایا: نور نظرا دل غمزدہ ہے۔ آنکھ آنسو برسا رہی ہے ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب کو ناراض کر دے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ فرزند دلبند! کہو: اللہ ربی، اسلام دینی و رسول اللہ ابی۔ صحابہ کرام رونے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی باآواز بلند رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضرت عمر فاروق اور ان کے ساتھی رو رہے تھے۔ فرمایا: عمر! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے فرزند دلبند تھے یہ بلوغت تک نہ پہنچے تھے۔ نہ ہی ان پر قلم رواں ہوا تھا۔ نہ اسے تلقین کی ضرورت تھی آپ جیسی ذات ہی اس وقت توحید کی تلقین کر سکتی ہے۔ عمر کا حال کیا ہو گا وہ بالغ عمر کو پہنچ چکا ہے اس پر قلم رواں ہو چکا ہے اسے آپ جیسا ملقن بھی نصیب نہ ہو سکے گا اس حالت میں اس کی نجات کی صورت کیا ہو گی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رونے لگے۔ حضرت جبرائیل امین اترے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے رونے کا سبب پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کی بات سنا دی۔ حضرت جبرائیل امین اوپر چڑھے پھر نیچے اترے۔ کہا: آپ کا رب تعالیٰ آپ کو سلام دیتا ہے اور کہتا ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ (سورۃ ابراہیم: ۲۷)

اس سے مراد موت کا وقت ہے سوال کا وقت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی ان کے قلوب خوش ہو گئے۔ نفس مسرور ہو گئے۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو یہ بہت ہی منکر روایت ہے بلکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۷۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے

امام بخاری اور ابن ماجہ نے اسماعیل بن خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی سے عرض کی: "کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند دلبند حضرت ابراہیم کی زیارت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ان کا وصال چھوٹی عمر میں ہو گیا تھا۔ اگر یہ فیصلہ ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہو گا تو آپ کا لخت جگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس روایت کو امام احمد نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر آپ کے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا تو آپ کے فرزند دلبند حضرت ابراہیم کا وصال نہ ہوتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ابن سعد نے اس سند سے روایت کیا ہے جو امام مسلم کی شرط پر ہے کہ سدی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا، اگر سید ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ ابن عساکر نے دو اسناد سے حضرت سدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس سے عرض کی: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: وہ پنگھوڑے میں بچے تھے اگر بحیات رہتے تو نبی

ہوتے لیکن وہ باقی نہ رہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔الماوردی نے المعرفہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ان کے لیے دایا ہوگی اگر وہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔

ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔

فائدہ

امام سبکی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔اگر تم کہو نبوت وصف ہے اس کے موصوف کا ہونا ضروری ہے۔چالیس سال کے بعد بعثت ہوتی تھی۔آپ کے وجود سے قبل اور رسالت سے قبل یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے اجساد سے قبل ارواح کو تخلیق کیا۔"کنت نبیا" سے اشارہ آپ کی روح، حقیقت اور ان حقائق کی طرف ہوتا ہے جن کی معرفت سے ہمارے عقل قاصر ہیں۔انہیں صرف ان کا خالق ہی جان سکتا ہے اور وہ جان سکتا ہے جس کی رب تعالیٰ نے نور الٰہی سے مدد کی ہو، پھر ان حقائق میں سے ہر ہر حقیقت رب تعالیٰ اس وقت میں دیتا ہے جب چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو تخلیق آدم سے پہلے یہ وصف عطا کر دیا ہو رب تعالیٰ نے اسے اس کے لیے تیار کر رکھا ہو رب تعالیٰ نے اس وقت اسے یہ وصف عطا کر دیا آپ نبی بن گئے۔

یہ ساری روایات اس کتاب مستطاب کے شروع میں گزر چکی ہیں۔اسی سے سیدنا ابراہیم ابن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن میں نبوت کی تحقیق کو سمجھا جا سکتا ہے اگرچہ وہ وحی کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔

۸-ان کے ننھال قبط کے متعلق وصیت

ابن سعد نے زہری سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم القبط کے مالک بن جاؤ تو ان کے ساتھ احسان کرو ان کے ساتھ عہد ہے ان کے ساتھ رشتہ داری ہے۔حضرت ابی بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبط کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرو ان کا عہد اور رشتہ داری ہے۔الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اللہ! مصر کے قبط کے متعلق! عنقریب تم ان پر غالب آجاؤ گے وہ تمہارے لیے راہ خدا میں معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔

تنبیہات

۱- پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم کو ام بردہ خولہ بنت منذر نے دودھ پلایا جبکہ مشہور یہ ہے کہ یہ سعادت حضرت ام سیف نے حاصل کی تھی۔ حضرت قاضی عیاض نے ان کا نام خولہ بنت منذر لکھا ہے۔

۲- حضرت انس اور حضرت ابن زبیر کے ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ ان کا نام ساتویں روز رکھا گیا تھا بلکہ اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ نام ساتویں روز سے قبل رکھا گیا تھا جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا تقاضا ہے ساتویں روز نام کو ظاہر کیا گیا۔ ساتویں روز نام رکھنے کے حکم کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ ساتویں روز سے موخر نہ کیا جائے کیونکہ اسی وقت میں نام رکھا جاتا ہے یہ وقتِ ولادت سے لے کر ساتویں روز تک ہے۔ (محب الطبری)

۳- حکیم ترمذی نے لکھا ہے: اولاد رب تعالیٰ کی طرف سے پھول ہوتی ہے۔ مؤمن اسے سونگھتا ہے۔ اس سے لذت پاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آخری عمر میں اسے رب تعالیٰ یہ پھول بطور زادراہ دے۔ آپ کا ان پر جھکنا سونگھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے بچے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔ آپ کا ان پر جھکنا جبکہ وہ کفن میں لپٹے ہوئے تھے۔ یہ آپ کا ان سے زادراہ لینا تھا ان پر رونا ان پر فراق کی وجہ سے تھا کیونکہ ان کا سونگھنا جنت کا پھول سونگھنا تھا۔ دوسری روایت میں ریحان اللہ کا لفظ ہے آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کیونکہ رب تعالیٰ کی عنایت ہے جو اندر سے لطف اور نیکی سے لبریز ہے ظاہر امتحان ہے کبھی آپ ان کے لیے رحمت کا اظہار کرتے ہوتے ان پر روئے کیونکہ اجسام مردے ہوتے ہیں انہیں ارواح سے زینت ملتی ہے یہ عبودیت سے چمکتے ہیں۔

۴- امام احمد، بزار اور ابو یعلی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، ان کی عمر اٹھارہ ماہ تھی۔ ان کی نماز جنازہ نہ ادا کی گئی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کی سند حسن ہے ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے لیکن امام احمد نے حسن کی روایت میں اسے منکر کہا ہے خطابی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اتصال کے اعتبار سے اس روایت سے عمدہ ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن یہ اولی ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت صحیح نہیں ہے۔ جمہور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جب وہ شہید ہو جائیں یہ عمل اسلاف و اخلاف میں رائج ہے۔ صرف سمرہ بن جندب سے مروی روایت اس کے مخالف ہے۔ شاید ان کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی ہو یا صحابہ کرام کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہو مگر آپ موجود نہ ہو لہذا یہ اس کے مخالف نہ رہی کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ روایت کو اسی مفہوم پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ جنہوں نے یہ کہا

ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی انہوں نے اس کے سبب میں اختلاف کیا ہے۔ایک گروہ نے کہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی وجہ سے نماز جنازہ سے مستغنی تھے یہ شفاعت ہی ہوتی ہے جیسے شہید اپنی شہادت کی وجہ سے نماز جنازہ سے مستغنی ہوتا ہے۔دوسرا گروہ کہتا ہے: اسی روز سورج گرہن لگا ہے آپ سورج گرہن کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ سکے تھے کیونکہ صلاۃ الکسوف میں مصروف رہے تھے ایک اور گروہ کہتا ہے: ان آثار میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔دوسری روایت میں ہے مثبت کو اولیٰ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں علم کی زیادتی ہوتی ہے۔جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو جائے تو اثبات کو مقدم سمجھا جائے گا۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھی تھی کیونکہ وہ نبی تھے۔نبی کی نماز جنازہ نہیں ہوتی لیکن یہ صحیح نہیں صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔

۵- ابو عمر نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کا انکار کیا ہے انہیں "تمہید" میں لکھنے کے بعد لکھا ہے: میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے حضرت نوح کا بیٹا نبی نہ تھا جیسے کہ غیر نبی کے ہاں نبی پیدا ہوئے۔اسی طرح روا ہے کہ نبی کے ہاں غیر نبی پیدا ہو۔اگر نبی کے ہاں صرف نبی ہی پیدا ہوتا تو ان میں سے ہر ایک نبی ہوتا کیونکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا۔حضرت آدم نبی مکرم ہیں۔ان کی اولاد میں سے صرف حضرت شیث علیہ السلام ہی نبی تھے۔امام نووی نے اپنی تہذیب میں "ابراہیم" کے تحت لکھا ہے کہ جو یہ روایت ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو وہ نبی ہوتے۔یہ باطل ہے یہ غیب پر گفتگو کرنے کی جسارت ہے یہ ناعاقبت اندیشی اور بڑی لغزشوں پر ہجوم ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: یہ عجیب بات ہے، حالانکہ اسے تین صحابیوں سے روایت بھی کیا ہے لیکن ان کی تاویل کی وجہ بیان نہیں کی۔اس کے انکار میں انہوں نے لکھا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو مستلزم نہیں ہے۔صحابی کے متعلق گمان نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنی رائے سے ایسی بات کی ہو۔یہ انہوں نے الاصابہ میں لکھا ہے: الفتح میں لکھا ہے اگر امام نووی کو یہ روایات یاد ہوتیں تو وہ کچھ نہ کہتے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۱- ولادت مبارکہ

اس میں اختلاف نہیں کہ آپ صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔اختلاف صرف ان میں اور حضرت قاسم

ﷺ میں ہے کہ ان میں سے کس کی ولادت سب سے پہلے ہوئی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: انہوں نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن محمد سلیمان ہاشمی سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت کے وقت آپ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ انہوں نے اسلام کو پایا۔ ہجرت کی۔ حضور اکرم ﷺ اپنی اس صاحبزادی سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔

۲-نکاح

ان کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔ ان کا نام لقیط تھا۔ یا ہشیم تھا۔ یا مہشم تھا۔ والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا۔ یہ حضرت خدیجہ کی بہن تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابوالعاص مکہ مکرمہ کے ان افراد میں شمار ہوتے تھے جو مال، تجارت اور امانت میں بے نظیر تھے۔ حضرت خدیجہ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ تجویز پیش کی۔ آپ نے ان کی مخالفت نہ کی۔ یہ نزولِ وحی سے پہلے کی بات ہے آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا۔ جب رب تعالیٰ نے رسالت کا تاج زرنگار آپ کے سر پر سجایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ کی ساری صاحبزادیاں آپ پر ایمان لے آئیں۔ جب آپ نے قریش کو دعوت دی تو وہ ابوالعاص کے پاس آئے انہوں نے کہا: اپنی زوجہ سے جدا ہو جاؤ۔ ہم تمہاری شادی قریش کی جس عورت سے چاہتے ہو کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: بخدا! نہیں! میں اپنی زوجہ محترمہ سے جدا نہ ہوں گا۔ مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ ان کے بدلے میں قریش کی کوئی عمدہ عورت ملے۔

۳-ہجرت

الطبرانی اور بزار نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاوند ابوالعاص سے اذن طلب کیا کہ وہ اپنے والد گرامی حضور اکرم ﷺ کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ کنانہ یا ابن کنانہ بن ربیع کے ساتھ عازم سفر ہوئیں۔ قریش ان کے تعاقب میں نکلے۔ ہباب بن اسود نے انہیں پالیا وہ ان کے اونٹ کو لگاتار اپنا نیزہ مارتا رہا حتیٰ کہ وہ گر پڑیں اور ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ ان کا خون بہہ گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں جھگڑا ہو گیا انہوں نے کہا: "ہم ان کے مستحق ہیں۔ یہ ہمارے چچا زاد ابوالعاص کی زوجیت میں ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے کہا: یہ تمہارے والد کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا: کیا تم جاتے نہیں ہو اور زینب کو نہیں لے آتے؟ انہوں نے عرض کی: ضرور! یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: میری انگوٹھی لے جاؤ اور اسے دو۔" حضرت زید عازم سفر ہوئے۔ وہ نرمی برتتے رہے۔ وہ ایک چرواہے سے ملے۔ انہیں سے پوچھا: کس کی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے کہا: ابوالعاص کی۔ فرمایا: یہ بکریاں کس کی ہیں؟ کہا: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی۔ وہ ان کے ساتھ چلے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں کچھ دوں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دے دو گے اور کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہ کرو گے؟ چرواہے نے کہا: ہاں! انہوں نے اسے انگوٹھی دی۔ چرواہا روانہ ہوا۔ ان کی بکریاں داخل کیں۔ انہیں انگوٹھی پیش کر دی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا۔ فرمایا:

تمہیں یہ کس نے دی ہے؟ اس نے کہا: ایک شخص نے۔ انہوں نے پوچھا: تو نے اسے کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: فلاں جگہ۔ وہ خاموش ہو گئیں۔ رات کے وقت ان کے پاس تشریف لے گئیں۔ جب وہ ان کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: میرے آگے میرے اونٹ پر بیٹھ جائیں۔ انہوں نے فرمایا: نہیں! تم آگے بیٹھو۔ وہ سوار ہوئے۔ وہ ان کے پیچھے سوار ہو گئیں، حتیٰ کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ میری بہترین صاحبزادی ہیں۔ انہیں میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔ الطبرانی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بدر کے قیدیوں میں ابو العاص بھی تھے۔

۴۔ حضرت ابو العاص کا اسلام

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابو العاص کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے ہجرت کی۔ ابو العاص اپنے دین پر ہی تھے۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ وہ تجارت کے لیے شام کا سفر کریں جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو کچھ مسلمانوں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تاکہ ان کا سامان لے لیں اور انہیں قتل کر دیں۔ یہ بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی سن لی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مسلمانوں کا عہد اور پناہ ایک نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: آپ گواہ بن جائیں میں نے ابو العاص کو پناہ دی ہے۔ جب مسلمانوں نے یہ سنا تو وہ اسلحہ کے بغیر ان کی طرف نکلے۔ انہوں نے کہا: ابو العاص! تم قریش میں معزز انسان ہو تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور آپ تمہارے سسر ہیں کیا تم اسلام قبول کر لیتے ہو اور قریش مکہ کا اموال بطور مال غنیمت لے لیتے ہو؟ انہوں نے کہا: تم نے مجھے کتنا برا مشورہ دیا ہے کہ میں اپنا دین دھوکے سے چھوڑ دوں۔ وہ گئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ ہر صاحب حق کا حق ادا کیا، پھر فرمایا: اے اہل مکہ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: بخدا! ہاں! انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں، پھر وہ مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہو گئے۔

۵۔ نئے نکاح کے بغیر آپ نے حضرت زینب انہیں لوٹا دیں

امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی سالوں بعد اپنی نور نظر انہیں پہلے نکاح پر واپس لوٹا دیں اور نیا حق مہر مقرر نہ کیا۔

۶۔ آپ حضرت ابو العاص کی تعریف فرماتے تھے

شیخان نے حضرت مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کو پیغام نکاح دیا۔ ان کی زوجیت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں عرض کی:

آپ کی قوم باتیں کر رہی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ علی ہیں جو ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کر رہے ہیں۔ حضرت مسعود نے کہا: حضور اکرم ﷺ اٹھے۔ میں نے شہادت دیتے ہوئے آپ کو سنا پھر فرمایا: میں نے ابوالعاص سے اپنی نورِ نظر کا نکاح کیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے بات کی اور سچ بولا۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں مجھے ناپسند ہیں کہ تم انہیں آزمائش میں مبتلاء کرو۔ بخدا! حضور اکرم ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام نکاح ترک کر دیا۔

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ ابوالعاص قریش کے علاوہ کسی اور کارواں میں شام کی طرف گئے۔ آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ کارواں شام سے آرہا ہے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے العیص کے ایک طرف جمادی الاول ۶ھ میں اس کارواں سے ملاقات کر لی۔ انہوں نے سامان پر قبضہ کر لیا اور کچھ لوگ بھی گرفتار ہوئے۔ ان میں ابوالعاص بھی تھے۔ وہ مدینہ طیبہ آئے۔ وقتِ سحر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے۔ یہ ان کی زوجہ کریمہ تھیں۔ انہوں نے ان سے پناہ طلب کی۔ انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔ جب آپ نے نماز فجر ادا کر لی تو وہ حجرہ مقدسہ کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ بلند آواز سے کہا: میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے پوچھا: لوگو! کیا تم نے وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ مجھے اس کا کچھ علم نہ تھا حتیٰ کہ تم نے وہ سنا جو کچھ میں نے سنا ہے۔ مسلمان اپنے علاوہ متفق ہیں ان کا کمتر شخص بھی کسی شخص کو پناہ دے سکتا ہے۔ جس کو انہوں نے پناہ دی ہے ہم نے بھی اسے پناہ دی ہے۔'' جب آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ عرض کی کہ ابوالعاص سے لیا ہوا سامان واپس کر دیا جائے۔ آپ نے اسی طرح کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے قریب نہ جائے۔ وہ جب تک مشرک ہے۔ وہ ان کے لیے حلال نہیں ہے۔ حضرت ابوالعاص مکہ مکرمہ آئے۔ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کیا، پھر اسلام قبول کیا۔ مسلمان بن کر ہجرت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ماہ محرم تھا ۷ھ تھا۔ حضرت زینب کو آپ نے پہلے نکاح پر واپس کر دیا۔

۷-ان کا وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ابن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص آیا۔ قریش کے دو افراد اس کے ساتھ لڑنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے اس پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے حضرت زینب کو گرا دیا وہ چٹان پر گر پڑیں۔ ان کا حمل گر پڑا خون بہہ گیا۔ وہ انہیں ابوسفیان کے پاس لے گئے۔ بنو ہاشم کی خواتین ان کے پاس آگئیں۔ اس نے انہیں ان کے سپرد کر دیا، پھر وہ ہجرت فرما کر آپ کے پاس آگئیں۔ وہ اسی درد کی وجہ سے وصال کر

گئیں۔ اسی درد کی وجہ سے انہیں شہیدہ کہا جاتا ہے۔ ان کا وصال ۸ ھ کے اوائل میں ہوا۔ انہیں حضرت ام ایمن اور حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ نے غسل دیا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی قبر میں اترے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوالعاص بھی تھے۔ ان کے لیے نعش بنائی گئی۔ سب سے پہلے انہی کے لیے نعش بنائی گئی تھی۔

۸-اولاد پاک

ابوعمر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاص سے ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام علی تھا لیکن وہ مرگیا۔ وہ قریب البلوغ تھا۔ یہ فتح مکہ کے روز آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی حیات طیبہ میں ہی اس کا وصال ہوگیا تھا۔ ان کے ہاں ایک بچی بھی پیدا ہوئی تھی۔ جسے امامہ کہا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کرلی تھی۔ ان سے اولاد نہ ہوئی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ نماز میں انہیں اٹھالیتے تھے جب سجدہ فرماتے تو انہیں اتار دیتے تھے۔ جب اٹھتے تو انہیں اٹھالیتے تھے۔

امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے حسن سند سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی خدمت میں پتھر کا ایک ہار پیش کیا گیا۔ جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک حجرہ مقدسہ میں جمع تھیں۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں وہ حجرہ کی ایک سمت میں مٹی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسے لگتا ہے؟ انہوں نے اسے دیکھا: عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اتنا حسین اور عجیب ہار کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اسے میری طرف لوٹادو۔ آپ نے فرمایا: بخدا! میں اسے اس گردن میں ڈالوں گا جو مجھے اپنے اہل بیت میں سے سب سے پیاری ہوگی۔ ام المؤمنین نے فرمایا: مجھے یہ خدشہ طاری ہوگیا کہ آپ اسے میرے علاوہ کسی اور کو نہ پہنادیں۔ یہی کیفیت میرے علاوہ ہر ام المؤمنین کی تھی۔ ہم سب خاموش ہوگئیں۔ آپ اسے لے آئے اور اسے حضرت امامہ کو پہنادیا۔ وہ مسرور ہوگئیں۔

زبیر اور الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالعاص نے اپنی نورنظر کو حضرت زبیر کے متعلق وصیت کی تھی انہوں نے ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کردیا تھا اس وقت حضرت سیدہ خاتون جنت کا وصال ہوچکا تھا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی زوجیت میں حضرت امامہ تھیں۔ انہوں نے ضعیف سند سے محمد بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو انہوں نے حضرت امامہ سے فرمایا: شادی نہ کرنا۔ اگر کرنا چاہو تو مغیرہ بن نوفل کی رائے کے بغیر نہ کرنا۔ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام نکاح دیا۔ حضرت مغیرہ نے کہا: میں تمہارے لیے ان سے بہتر ہوں۔ اپنا معاملہ میرے سپرد کردو۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے کچھ افراد بلائے اور ان سے نکاح کرلیا۔ ان کے ہاں ہی حضرت امامہ کا وصال ہوا ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت امامہ کے ہاں حضرت مغیرہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ جسے یحییٰ کہا جاتا تھا۔

ساتواں باب

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۱- ولادت، نام نامی اور نکاح

جب حضرت رقیہ آپ کے ہاں پیدا ہوئیں تو اس وقت آپ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ آپ نے ان کا نام رقیہ رکھا۔ جب ان کی والدہ نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ جب خواتین نے آپ کی بیعت کی تو انہوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی جبکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتبہ کی زوجیت میں تھیں۔ ابولہب نے کہا: میرا سر تمہارے سروں کے مابین اس وقت تک مرا رہے جب تک تم دونوں محمد عربی ﷺ کی نوران نظر کو طلاق نہ دے دو۔ ان کی ماں نے کہا: میرے بیٹے! اسے طلاق دے دے یہ صابی ہوگئی ہے۔ انہوں نے آپ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں کر دیا گیا۔ انہوں نے ان کے ہمراہ دو ہجرتیں کیں حبشہ کی طرف، مدینہ طیبہ کی طرف۔ دولابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح جاہلیت میں ہوا تھا۔ دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ نکاح اسلام کے بعد ہوا تھا۔ الطبرانی نے دو حسن اسناد سے اور زبیر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ کی زوجیت میں تھیں جب سورہ ابی لہب کا نزول ہوا حضور اکرم ﷺ نے عتبہ سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مطالبہ کیا ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔ ان کے ہاں ہی ان کا وصال ہوا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: قریش عتبہ بن ابی لہب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: محمد عربی ﷺ کی نور نظر کو طلاق دے دے۔ ہم تیری شادی کر دیتے ہیں۔

۲- حضرت عثمان ذوالنورین سے ان کا نکاح وحی سے ہوا تھا

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ میں اپنی نور نظر کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

۳- حسن و جمال

ابو عمرو نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ باجمال تھیں۔ محمد بن قدامہ نے کہا ہے: وہ بہت حسین تھیں۔ کہا جاتا تھا: بہترین شریک حیات بہترین شریک حیات کے ساتھ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور سید کائنات ﷺ نے مجھے بھیجا تاکہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک پیالہ لے جاؤں جس میں گوشت تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے پاس ہی تھیں۔ میں نے ان سے بڑھ کر حسین شریکانِ حیات نہیں دیکھے۔ میں ایک نظر حضرت عثمان غنی پر اور دوسری نظر حضرت سیدہ رقیہ پر ڈالتا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان کے ہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے ان سے بڑھ کر حسین جوڑا کبھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ ﷺ میں ایک نظر سے حضرت عثمان غنی کو اور دوسری نظر سے حضرت سیدہ رقیہ کو دیکھتا رہا۔ اسے الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ پردے کے احکام کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا بقیہ راوی صحیح کے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حزم المازنی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ میں نے مرد وخواتین میں سے ان سے بڑھ کر حسین کسی کو نہ دیکھا تھا۔ اسے الطبرانی نے روایت کیا ہے اس میں ربیع بن بدر ہے جو متروک ہے۔ حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے روز جمعۃ المبارک کو حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا۔ انہوں نے ازار پہنا ہوا تھا۔ وہ ازار عدن کا تھا۔ موٹا تھا۔ اس کی قیمت چار یا پانچ دراہم تھی اور آپ نے کوفی اون کی چادر پہنی تھی ان کی ریش مبارک طویل اور چہرہ خوبصورت تھا۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جمعۃ المبارک تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ سارے لوگوں سے بڑھ کر حسین تھے۔ دو زرد رنگ کی چادریں ازار اور چادر اوڑھ رکھیں تھیں۔ آپ منبر کے پاس آئے اور اس پر بیٹھ گئے۔ اس کو طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عون القاری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ذوالنورین کی زیارت کی۔ ان کی ریش مبارک سفید تھی۔ اسے الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: میں نے انہیں نہ پہچانا۔ عبدالرحمٰن بن سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی ریش مبارک زرد تھی۔

ہجرت

حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ صاحبزادیٔ رسول اللہ ﷺ تھیں۔ آپ کو ان کی خبر نہ پہنچی۔ ان کے متعلق آپ لوگوں سے پوچھنے لگے۔ قریش کی ایک عورت آئی۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: میں نے انہیں دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا: تم نے انہیں کس حال میں دیکھا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں گدھے پر بٹھا رکھا تھا۔ وہ اسے ہانک رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ ان کی تمنائیں پوری کرے۔ حضرت عثمان پہلے شخص ہیں

جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔

ان کی دعا کا قبول ہو جانا

ابو محمد بن قدامہ نے روایت کیا ہے کہ اہل حبشہ میں کچھ جوان حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آتے تھے انہیں دیکھتے تھے۔ان کے جمال سے متعجب ہوتے تھے۔اس طرح انہیں اذیت دیتے تھے انہوں نے ان سب کے لیے بددعا کی اور سارے ہلاک ہو گئے۔

وصال

حضرت مصعب بن زبیر نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے ہاں مدینہ طیبہ میں ہی وصال فرما گئیں۔ان کی ہی وجہ سے وہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے۔آپ نے حکم دیا تو ان کا حصہ بھی نکالا گیا اور اجر و ثواب میں بھی انہیں شامل کیا گیا۔

ابن شہاب نے لکھا ہے: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے۔انہیں درد تھا۔ان کا وصال اسی روز ہوا جب اہل بدر مدینہ طیبہ آئے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حصہ نکالا تھا۔ثواب میں انہیں شامل کیا تھا۔انہوں نے ہجرت سے سترہ ماہ بعد وصال فرمایا تھا۔

اولاد پاک

ان کا ایک حمل ضائع ہو گیا پھر حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔مصعب بن زبیر نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حبشہ میں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔اسی پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔جب ان کی عمر دو سال ہوئی یا چھ سال ہوئی تو ان کی آنکھوں میں مرغ نے چونچیں مار دیں ان کا چہرہ سوج گیا اور ان کا وصال ہو گیا۔العیون میں ہے: ان کا وصال اپنی والدہ ماجدہ کے وصال سے چار سال بعد ہوا تھا۔ان کے علاوہ ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ان کی قبر میں ان کے والد گرامی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اترے تھے۔دولابی نے لکھا ہے: وہ عالم شیر خوارگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔حضرت قتادہ کا قول ہے کہ حضرت عثمان غنی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہی نہ ہوا تھا۔سیرت نگاروں نے ان کی بات کو تسلیم نہیں کیا۔

❀❀❀

آٹھواں باب

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۱- ولادت اور نکاح

یہ اپنی بہن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سے بڑی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام ام کلثوم رکھا تھا اس کے علاوہ وہ کسی اور نام سے معروف نہ تھیں۔ وہ کنیت سے ہی معروف تھیں۔ جب ان کی بہنوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا اور ان کے ساتھ ہی بیعت کی۔ آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔ جب حضرت رقیہ کا وصال ہوگیا تو آپ نے حضرت ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا۔ ربیع الاول میں حضرت رقیہ کا وصال ہوا تھا جمادی الاول میں ان کی رخصتی ہوئی تھی۔ ساتویں باب میں گزر چکا ہے کہ عتبہ بن ابی لہب سے ان کا نکاح ہوا تھا، پھر اس نے انہیں جدا کر دیا تھا۔ ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی۔ حضرت رقیہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کی وجہ سے ہوا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے اور عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ کے حق مہر اور ان کی صحبت کی مثل پر کر دیں۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: رب تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت رقیہ کے حق مہر اور انہی کی صحبت پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔

ابن ماجہ اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مسجد نبوی کے دروازے کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملے۔ آپ نے فرمایا: عثمان! یہ جبرائیل امین ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت ام کلثوم کا نکاح آپ سے حضرت رقیہ کے حق مہر اور ان ہی کی صحبت پر کر دوں۔

نکاح کی کیفیت

ابن عساکر نے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان! یہ جبرائیل امین ہیں جو مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہے ہیں کہ میں حضرت ام کلثوم کا نکاح تم سے حضرت رقیہ کے حق مہر جتنے حق مہر پر اور انہی کی صحبت و رفاقت جیسی صحبت و رفاقت پر کر دوں۔

وصال

العیون میں ہے: ہجرت کے نویں سال ماہ شعبان میں ان کا وصال ہوا تھا۔حضور اکرم ﷺ ان کی قبر انور پر بیٹھ گئے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے۔ان کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔

❀❀❀

نواں باب

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ولادت اور اسم مبارک

ابوعمرو نے عبیداللہ بن محمد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو آپ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی لیکن یہ اس کے مخالف ہے جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے کہ آپ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بعثت سے قبل ہوئی تھی۔ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔اس وقت قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔امام واقدی سے روایت ہے کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو خانہ کعبہ تعمیر ہو رہا تھا۔اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔المدائنی نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے ایک سال قبل ہوئی۔وہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً پانچ سال بڑی تھیں۔محرم کے اوائل میں دوسرے سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چار ماہ بعد آپ کی نسل منقطع ہوگئی تھی۔اپنے والد گرامی کی والدہ ماجدہ کی کنیت پر ان کی کنیت تھی۔جس نے اس کے علاوہ اور کچھ کہا ہے۔اس نے خطاء کی ہے۔

نکاح، حق مہر اور جہیز

ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔اس وقت عمر مبارک ۱۵ سال اور پانچ یا چھ ماہ تھی۔ہجرت کا دوسرا سال تھا۔رمضان المبارک میں نکاح ہوا تھا۔رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی۔یا رجب یا صفر میں نکاح ہوا تھا۔اس وقت ان کی عمر اکیس برس اور چھ ماہ تھی۔ان کی حیات طیبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہ کی۔امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے نکاح ۲ھ کو ماہ صفر میں کیا تھا جبکہ رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی جبکہ ہجرت کو ۲۲ ماہ گزر چکے تھے۔ابوعمر نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد۔دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے

چار ماہ پندرہ دن بعد۔ نکاح سے سات ماہ بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی۔
مسند نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے کوفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لیے بارگاہ رسالت مآب میں جانا چاہتا تھا، پھر مجھے یاد آجاتا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، پھر مجھے آپ کی شفقت اور صلہ رحمی یاد آجاتی۔ میں نے آپ سے رشتہ طلب کر لیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: مجھے وہ حطمیہ قمیص دکھاؤ جو میں نے تمہیں فلاں روز دی تھی۔ میں نے عرض کی: وہ میرے پاس ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ ہی سیدہ کو دے دو، پھر فرمایا: کچھ نہ کرنا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم پر ایک چادر تھی۔ جب ہمیں دیکھا تو آہٹ پیدا کی آپ نے برتن منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس میں دعا مانگی پھر ہم پر چھڑک دیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم میں سے کس سے آپ زیادہ پیار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ تم سے زیادہ مجھے پیاری ہیں اور تم میرے ہاں ان سے زیادہ معزز ہو۔ الطبرانی نے حضرت حجر بن عنبس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدہ کے لیے پیغام نکاح دیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے ہیں۔ اس روایت کو بزار نے لکھا ہے۔ ان کے راوی ثقہ ہیں لیکن حجر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا نہیں۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں دجال نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم دجال نہیں ہو۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی سے کر دوں۔

بیہقی اور خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا: انس! کیا جانتے ہو کہ حضرت جبرائیل امین عرش کے مالک سے ابھی ابھی کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ میں نے عرض کی: اللہ و رسولہٗ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کر دوں۔

اسحاق نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا نکاح حضرت سیدہ سے ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عام حق مہر میں خوشبو رکھ لو۔ ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنی ذرہ کو بیچا۔ کچھ گھریلو سامان بیچا۔ یہ کل ۴۸۰ دراہم بنے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے دو ثلث خوشبو میں اور ایک ثلث کپڑوں میں صرف کر دو۔ آپ نے پانی کے گھڑے میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اس سے غسل کر لو۔ فرمایا: بچوں کو دودھ پلانے میں جلدی نہ کرنا۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلدی دودھ پلا دیا جبکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے وہ عمل کیا جو کسی کو معلوم نہیں۔ وہ ان

دونوں میں سے زیادہ عالم تھے۔ ابن ابی خیثمہ اور ابن سعد نے عباء بن احمر الیشکری سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ سے نکاح ۴۸۰ دراہم پر کیا۔ آپ نے فرمایا: دو ثلث خوشبو کے لیے اور ایک ثلث کپڑوں کے لیے صرف کر دو۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے: حضرت علی نے اپنا اونٹ فروخت کر دیا۔ اس کو ۴۸۰ دراہم میں فروخت کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے دو ثلث خوشبو میں اور ایک ثلث کپڑوں میں فروخت کر دو۔

الطبرانی، ابن ابی خیثمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یعلیٰ سے اور البزار نے محمد بن ثابت (یہ دونوں ضعیف ہیں) کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسی روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ ابن ثابت نے کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ کہا: تم سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ان کا نکاح مجھ سے نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا: اگر آپ تم سے ان کا نکاح نہ کریں گے تو پھر کس سے کریں گے؟ تم آپ کے ہاں سب سے زیادہ معزز ہو۔ اسلام میں سب سے زیادہ قدیم ہو۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گئے۔ فرمایا: عائشہ! جب آپ کا مزاج مبارک خوشگوار ہو اور آپ متوجہ ہوں تو عرض کرنا کہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کر رہا تھا۔ شاید رب تعالیٰ انہیں میرے لیے آسان بنا دے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو خوشگوار اور متوجہ دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو یاد کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کروں۔ آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ فیصلہ نازل ہو جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: والد گرامی! میری تمنا تھی کہ میں اس امر کا تذکرہ نہ کرتی جس کا آپ نے تذکرہ کیا تھا۔ یحییٰ نے کہا: سیدنا صدیق اکبر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری رفاقت اور اسلام میں میری قدامت کو جانتے ہیں۔ فرمایا: کس لیے؟ عرض کی: سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لیے۔ آپ لمحہ بھر خاموش رہے یا ان سے اعراض فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ کہا: میں برباد ہو گیا۔ میں نے خود کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا رشتہ آپ سے طلب کیا۔ آپ نے مجھ سے اعراض فرمایا۔ ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کے پاس گئے۔ انہیں کہا: جب تم دیکھو کہ آپ خوشگوار حالت میں ہیں اور تمہاری طرف متوجہ ہیں تو آپ ان کے ہاں تذکرہ کرنا کہ میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو یاد کر رہا تھا۔ شاید رب تعالیٰ انہیں میرے لیے آسان فرما دے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی حالت خوشگوار تھی۔ آپ متوجہ تھے۔ انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ فیصلہ نازل ہو جائے۔ ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت عمر فاروق بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری رفاقت اور اسلام میں قدامت کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کس لیے؟ عرض کی: سیدہ کے رشتہ کے لیے۔ آپ نے ان سے اعراض کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے۔ کہا: آپ سیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے امر الٰہی کے منتظر رہیں۔ حضرت عمر فاروق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ یحییٰ نے کہا ہے: سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: آؤ ہم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں حضرات میرے پاس آئے۔ میں اس وقت رستے میں تھا۔ انہوں نے کہا: اپنی چچازاد کا رشتہ طلب کرو۔ انہوں نے اہم مسئلہ کی طرف میری توجہ مبذول کرائی تھی، میں اٹھا۔ میری چادر کندھے پر تھی دوسرا کنارہ زمین پر تھا۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی مانند کوئی نہ تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرلی۔ عرض کی: سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور۔ میرے پاس حطمیہ قمیص ہی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا جاتا جو بھی تذکرہ کرتا آپ اس سے اعراض فرماتے حتیٰ کہ سب مایوس ہو گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ کہا: بخدا! میری رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ صرف آپ سے کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ تمہاری رائے ہے؟ میں دو افراد میں سے ایک بھی نہیں ہوں۔ میں صاحب دنیا نہیں ہوں کہ مجھ سے کچھ طلب کیا جائے۔ میرے پاس سونا اور چاندی بھی نہیں ہے۔ کسی کافر کے ساتھ بھی تعلق نہیں جس کے پاس سے کچھ لے لیتا۔ میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اس سے میری مدد لینا۔ مجھے آسائش حاصل ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا: یوں کہنا، میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں مرحبا کہا، پھر وہ حضرت سعد کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: میں نے اسی طرح کہا تھا جس طرح تم نے کہا تھا لیکن آپ نے مجھے مرحبا کہنے سے زائد کچھ نہ فرمایا۔ حضرت سعد نے فرمایا: آپ تمہارا نکاح کر دیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے نہ ہی آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں ضرور جاؤ اور عرض کرو۔ یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اپنی فرزندی میں کب لیں گے؟ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: یہ امر تو مجھے پہلے سے بھی دشوار نظر آتا ہے کیا میں اس طرح نہ کہوں: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاجت؟ انہوں نے کہا: اسی طرح کہو۔ جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ روانہ ہوئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی فرزندی میں کب قبول کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات، ان شاء اللہ۔

امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے الرویانی نے اپنی مسند میں البزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے جن میں سے اکثر راوی صحیح کے ہیں، روایت کیا ہے کہ انصار کے کچھ افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش! آپ سیدہ خاتون جنت کو پیغام نکاح دیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے: کاش! آپ

کے کاشانہ اقدس میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا جلوہ افروز ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ابوطالب کے نور نظر کی کیا حاجت ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا اھلا۔ اس سے زائد کچھ نہ فرمایا۔ وہ انصار کے اس گروہ کے پاس چلے گئے۔ وہ ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے علم نہیں سوائے اس کے کہ آپ نے مجھے مرحبا اھلا فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک ہی کافی ہے آپ نے تو تمہیں الاھل اور الرحب بھی عطا فرما دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد نے کہا: علی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نور نظر کا نکاح تم سے کر دیں گے۔ بخدا! آپ جھوٹ نہیں بولتے وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آپ نے پوچھا: علی! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس میرا گھوڑا اور حطمیہ زرہ ہے۔ آپ نے فرمایا: گھوڑا تمہارے لیے ضروری ہے۔ زرہ بیچ دو۔ میں نے اسے ۴۸۰ دراہم میں فروخت کر دیا۔ دراہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہیں آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے ان میں سے مٹھی بھر لیا۔ فرمایا: بلال! ان سے خوشبو لے کر آؤ۔ ابن ثابت نے کہا ہے کہ آپ نے تین مٹھیاں بھریں۔ انہیں حضرت ام ایمن کو عطا فرمایا۔ فرمایا: ان سے کچھ خوشبو خرید لو۔ بقیہ افراد نے کہا ہے کہ وہ اشیاء بھی خرید لاؤ جو عورت کے لیے مناسب ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ جب میں جہیز سے فارغ ہوا تو میں نے انہیں گھر میں داخل کر دیا۔

حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد آپ نے فرمایا: علی! ولیمہ بھی کرنا ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: میرے پاس بکرا ہے۔ انصار نے کچھ مکئی جمع کر دی۔ اس روایت کو امام احمد نے لکھا ہے۔ عبدالکریم کے علاوہ ان کے راوی صحیح کے ہیں وہ مستور ہے یحییٰ کی روایت میں ہے: آپ نے سیدہ کے لیے جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان کے لیے ایک چارپائی، جسے رسی سے بنایا گیا تھا۔ چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں ریت ڈالی۔ فرمایا: جب تک میں نہ آؤں کچھ نہ کرنا۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آ گئیں۔ وہ کمرہ کے ایک کونے میں، میں دوسرے کونے میں بیٹھ گیا۔

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو آپ کے ہمراہ چادر، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے تھے، ایک بیل، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ دولابی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ہی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ ان کے بستر اور تکیہ میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ کے لیے ایک چادر، مشکیزہ اور ایک تکیہ بھیجا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ بلاذری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس صرف بکرے کا چمڑا تھا۔ ہم کونے میں اسی پر سوتے تھے۔ اسی پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کونے میں آٹا گوندھتی تھیں۔

ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حق مہر سے مٹھی بھر دراہم لیے۔ حضرت بلال سے فرمایا: ان سے ہمارے لیے خوشبو خریدو۔ آپ نے انہیں جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ایک چار پائی بنائی جو رسی سے بنی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ بنایا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ابو بکر بن فارس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس بستر پر رات بسر کی تھی وہ بکرے کا چمڑا تھا۔

حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے لیے فیصلہ فرمایا کہ وہ گھر کے امور سرانجام دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے فیصلہ کیا کہ وہ گھر سے باہر کے امور سرانجام دیں۔

مسدد نے مرسل حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ کے سپرد گھریلو امور اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد باہر کے امور کیے تھے۔ احمد بن منیع نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کا نکاح قمیص، تولیہ، سفید نصف چادر اور ایک پیالے پر ہوا تھا۔ اگر ان کی قمیص تمہیں ڈھانپ سکے۔ ان کے لیے دوپٹہ نہ تھا۔ آپ نے مجھے کچھ کھجوریں اور جو عطا کیے اور فرمایا: جب تمہارے پاس انصار کی خواتین آئیں تو انہیں ان میں کھلانا۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کی شادی کے وقت حاضر تھے۔ ہم نے اتنی عمدہ شادی کسی کی نہ دیکھی تھی۔ آپ نے ہمارے لیے کشمش اور کھجوریں تیار کیں۔ ہم نے اس میں سے کھایا۔ اس رات ان کا بستر مینڈھے کی جلد کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا تو ان کے ہمراہ ایک چادر، ایک کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ، اذخر، دو مشکیزے بھیجے وہ چادر نیچے بچھا لیتے تھے۔ آدھی کو اپنے اوپر اوڑھ لیتے تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تمہاری نانی جان تمہارے نانا جان کے گھر گئیں تو ان کے بستر اور تکیہ میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولیمہ کیا۔ اس وقت کا کوئی ولیمہ بھی ان کے ولیمہ سے افضل نہ تھا۔ ان کی زرہ ایک یہودی کے پاس ایک شطر جو کے عوض پڑی تھی۔

دولابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے حضرت فاطمہ کا ولیمہ کیا یہ ولیمہ جو اور کھجوروں سے کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ فرمایا: بلال! میں نے اپنی صاحبزادی کی شادی اپنے چچازاد سے کر دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری امت کے لیے نکاح کے وقت کھانا کھلانا سنت بن جائے۔ ایک بکری اور چار یا پانچ مدلو۔ اسے کسی پیالے میں ڈالو۔ مہاجرین وانصار کو بلالو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو اسے میرے لیے لے آنا۔ انہوں نے اسی طرح کیا جیسے آپ نے انہیں حکم دیا تھا، پھر انہوں نے وہ پیالہ آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔ اس کی چوٹی پر مبارک انگلیاں ماریں۔ فرمایا: لوگوں کو گروہ در گروہ داخل کرو۔ جو گروہ پہلے

آجاتے اسے دوبارہ نہ آنے دینا۔ لوگ آنے لگے۔ جب بھی ایک گروہ کھا جاتا تو دوسرا آجاتا حتیٰ کہ لوگ فارغ ہو گئے پھر بقیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ فرمایا: بلال! انہیں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس لے جاؤ۔ انہیں عرض کرو کہ خود بھی اس میں سے کھائیں اور جو خواتین آئیں انہیں بھی کھلائیں۔

پھر فرمایا: علی! اپنی اہلیہ محترمہ سے کچھ نہ کرنا۔ حضرت اسماء سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سیدہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تو ہم نے ان کے کمرہ میں پھیلی ہوئی ریت، ایک تکیہ، جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، گھڑا اور کوزے کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ آپ نے انہیں فرمایا: اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس نہ جانا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ آپ تشریف لائے۔ فرمایا: کیا میرا بھائی ہے؟ آپ نے انہیں بلایا: ان پر پڑھا جو رب تعالیٰ نے چاہا، پھر ان کے سینے اور چہرے پر دست اقدس پھیرا پھر حضرت سیدہ خاتون جنت کو بلایا۔ وہ حیاء کی وجہ سے چادر میں لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ اسی پانی میں سے کچھ ان پر چھڑکا، پھر وہ کچھ پڑھا جو رب تعالیٰ نے چاہا، پھر فرمایا: میں نے اپنے اہل میں سے اپنی محبوب ترین ذات کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔

حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا۔ وضو کیا پھر بقیہ حضرت علی المرتضیٰ پر انڈیل دیا۔ یہ دعا مانگی: مولا! ان دونوں میں برکت فرما۔ ان کے بچوں میں برکت فرما۔ ضیاء المقدس نے المختارہ میں حضرت اسماء سے روایت کیا ہے: پھر آپ نے پردے کے پیچھے یا دروازے کے پیچھے سایہ دیکھا، پوچھا: کون؟ عرض کی: میں اسماء ہوں۔ میں آپ کی عزت و توقیر کے لیے آئی ہوں۔ آج رات حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہے۔ آج رات ان کے پاس کسی عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اگر انہیں کوئی ضرورت ہو تو وہ عورت ان کی ضرورت پوری کر دے۔ آپ نے میرے لیے دعا کی۔ یہ دعا میرا سب سے بڑا سہارا ہے، پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اہلیہ کے پاس جاؤ۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ برابر ان کے لیے دعائیں کرتے جا رہے تھے حتیٰ کہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: میں نے اپنی نور نظر کا نکاح اپنے چچا زاد سے کر دیا ہے تم جانتی ہو کہ یہ نور نظر مجھے کتنی پیاری ہے۔ میں انہیں ان کے ہاں بھیجنے لگا ہوں۔ اٹھو۔ وہ خواتین اٹھیں انہوں نے خوشبو لگائی۔ کپڑے پہنے زیورات پہنے، پھر آپ تشریف لائے۔ جب خواتین نے آپ کو دیکھا تو وہ چلی گئیں۔ آپ کے سامنے پردہ تھا۔ اس کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے انہیں کہا: ٹھہرو۔ وہیں ٹھہرو۔ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی ہوں جو آپ کی نور نظر کی نگہبانی کر رہی ہے۔ آج ان کی رخصتی کی رات ہے آج ان کے پاس ایسی عورت کا ہونا ضروری ہے جو ضرورت کے وقت ان کے کام آسکے۔ میں اس مقصد کے لیے ہوں، پھر آپ نے حضرت سیدہ کو بلایا۔ فرمایا: پانی لے آؤ۔ وہ گھر میں موجود پیالے کی طرف گئیں اس میں پانی ڈالا اور پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں کلی کی۔ فرمایا: اٹھو۔ آپ نے ان کے سر اور سینے پر چھڑکا یہ دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد

کے لیے شیطان ملعون سے پناہ مانگتا ہوں، پھر فرمایا: پانی لے کر آؤ۔ میں جان گئی کہ آپ کیا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے پیالہ بھرا۔ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس پانی کو منہ مبارک میں ڈالا۔ اس میں کلی کی، پھر اسے میرے سر پر اور میرے سینے پر پھینکا، پھر دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے فرمایا: کمر دوسری طرف کرلو۔ میں نے کمر دوسری طرف کر دی۔

آپ نے وہ پانی میرے کندھوں کے مابین چھڑکا اور یہ دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور برکت کے ساتھ اپنی اہلیہ کے پاس چلے جاؤ۔

۳-آپ کو حضرت سیدہ سارے لوگوں سے پیاری تھیں

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے وہ بیٹھے ہنس رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے تھے۔ جب تم نے مجھے دیکھا تو تم خاموش ہو گئے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جلدی سے عرض کرنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا: میرے والدین آپ پر فدا! انہوں نے کہا ہے کہ میں تم سے زیادہ آپ کو پیارا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں تم سے زیادہ آپ کو پیاری ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ فرمایا: نور نظر! تمہارے لیے والد (گرامی) کی رقت ہے اور وہ مجھے تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ابوداؤد طیالسی، الطبرانی، حاکم، ترمذی اور بغوی نے معجم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل بیت میں سے مجھے سب سے پیاری فاطمہ ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کو پیارا ہوں یا فاطمہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے فاطمہ تم سے پیاری ہے اور تم مجھے ان سے زیادہ معزز ہو۔

۴-رب تعالیٰ ان کی رضا سے راضی اور ان کی ناراضگی سے ناراض ہو جاتا ہے

الطبرانی نے حسن سند سے اور ابن انس نے معجم میں، ابوسعید نیشاپوری نے الشرف میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: رب تعالیٰ تمہاری ناراضگی سے ناراض اور تمہاری رضا سے راضی ہو جاتا ہے۔

۵-آپ ان کا بوسہ لیتے تھے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو گفتگو اور کلام میں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر مشابہت رکھتا ہو جتنی مشابہت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے تھی۔جب وہ آپ کے پاس آتیں تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ان کا بوسہ لیتے انہیں خوش آمدید کہتے۔ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔جب آپ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تو اٹھ کر آپ کا استقبال کرتیں۔آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کا دستِ کرم تھام لیتی۔

۶-سفر کرتے وقت سب سے آخر میں اور واپسی پر سب سے پہلے آپ سے ملتے

امام احمد، بیہقی نے الشعب میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ملتے۔جب آپ واپس آتے تو سب سے پہلے ان سے ملتے۔ابو عمر نے حضرت ابو ثعلبہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اور جب آپ سفر یا غزوہ سے واپس تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے دو رکعتیں پڑھتے پھر سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر تشریف لے جاتے۔

۷-آپ کی ان کے لیے غیرت

الطبرانی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا۔یہ بات سیدہ خاتون جنت تک پہنچ گئی۔وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں۔عرض کی: اسماء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں۔آپ نے انہیں فرمایا: ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اذیت دیں۔الطبرانی نے المعاجم الثلاثہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا۔آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم نے اس سے نکاح کرنا ہے تو ہماری نور نظر ہمارے گھر بھیج دو۔بخدا! حضور اکرم ﷺ کی نور نظر اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔البزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا: عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ سارے صحابہ کرام خاموش رہے۔میں واپس آیا تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے فرمایا: مرد اسے نہ دیکھیں۔میں نے اس کا تذکرہ حضور والا ﷺ کی خدمت میں کیا۔آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

۸-وہ وقار میں، ہدایت میں، حسن سلوک میں، چلنے میں اور گفتگو میں آپ کے مشابہ تھیں

جب وہ آتیں تو آپ انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔آپ نے فرمایا کہ میری نور نظر اس امت کی عورتوں کی اور اہل

جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت کی چال آپ کی چال کے ساتھ مشابہ تھی۔ آپ نے فرمایا: میری نور نظر کو خوش آمدید! انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھا لیا۔ ان سے سرگوشی فرمائی۔ جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر دوسری بار سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرا اٹھیں۔ (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔) میں نے انہیں کہا: آپ کیوں روئیں؟ انہوں نے کہا: میں آپ کا راز افشانہ کروں گی۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آج جتنا قریب خوشی کو غم کے دیکھا۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ رونے لگیں تو میں نے کہا: ہمیں چھوڑ کر آپ نے تمہیں کسی بات کے لیے مختص کیا ہے پھر بھی تم رو رہی ہو؟ میں نے اس راز کے متعلق پوچھا تو کہا: میں آپ کا راز افشانہ کروں گی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو میں نے یہی بات حضرت سیدہ سے پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ حضرت جبرائیل امین ہر سال آپ کے ساتھ قرآن کا دور ایک بار کرتے تھے اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ اس کا سبب فقط یہ ہے کہ میرے وصال کا وقت آگیا ہے۔ تم سب سے پہلے مجھے ملوگی میں تمہارے لیے بہترین سلف ہوں۔ میں اس وجہ سے رونے لگی تھی، پھر آپ نے مجھے سرگوشی کی۔ فرمایا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ اسی وجہ سے میں مسکرا پڑی۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو وقار، ہدایت اور گفتگو میں جو قیام اور قعود میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو سوائے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے۔ ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو کلام اور گفتگو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنی مشابہت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اپنے والد گرامی کے مشابہ تھیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آتیں تو اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا بوسہ لیتے خوش ہوتے۔ آپ کا ہاتھ تھام لیتے۔ انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے ان کی بھی عادت کریمہ یہ تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے تو وہ اٹھ کر آپ کا استقبال کرتی تھیں۔ آپ کا بوسہ لیتیں۔ آپ کا دست ہدایت بخش تھام لیتیں۔ اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ وہ اس مرض میں آپ کی خدمت میں آئیں جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سرگوشی کی وہ رونے لگیں پھر ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں سمجھتی تھی کہ ان سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہماری خواتین پر ہے یہ انہی میں سے ایک خاتون ہیں یہ ابھی رو رہی تھیں کہ ابھی مسکرانے لگیں۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو میں نے سیدہ سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: پہلے آپ نے سرگوشی کی تھی کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ میں رونے لگی، پھر آپ نے سرگوشی فرمائی کہ اپنے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی۔ میں خوش ہو گئی۔

امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے اور ترمذی نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت فاطمہ ان کی خواتین کی سردار ہیں۔ سوائے حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

الطبرانی نے الاوسط اور الکبیر نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار حضرت مریم کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ اور خدیجۃ الکبریٰ پھر حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے ایک فرشتے نے کبھی بھی میری زیارت نہ کی۔ اس نے رب تعالیٰ سے اذن لیا کہ وہ میری زیارت کرے اس نے اسے اذن دے دیا۔ اس نے مجھے بشارت دی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی خواتین کی سردار ہیں۔

۹- ان کی فضیلت اور اقارب کی فضیلت

الطبرانی نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام میں سے بہترین ہیں۔ وہ تمہارے والد گرامی ہیں ہمارے شہید شہداء میں سے بہترین ہیں وہ آپ کے والد گرامی کے چچا ہیں۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیدہ فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا سوائے ان کے والد گرامی کے۔

۱۰- آپ سارے لوگوں سے زیادہ راست گو تھیں

ابو یعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو اتنا راست گو نہیں دیکھا جتنی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ سوائے ان کے والد گرامی کے۔

ابو عمر نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو سچا نہیں دیکھا۔ سوائے ان کے والد گرامی کے۔

۱۱- والد محترم کے ساتھ حسن سلوک

ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دنوں کے کچھ نہ کھایا، حتیٰ کہ آپ پر یہ گراں گزرا۔ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں گئے۔ کسی سے کچھ نہ ملا۔ آپ سیدہ کے گھر تشریف لے گئے۔ فرمایا: نور نظر! کیا کچھ کھانے کے لیے ہے؟ مجھے بھوک لگی ہے۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! بخدا! جب آپ واپس تشریف لے آئے تو ان کی ہمسائی نے روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا بھیجا۔ انہوں نے اسے لیا اسے پیالے میں رکھا اوپر سے ڈھانپا۔ فرمایا: آج میں خود پر اور اپنی اولاد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترجیح دوں گی۔ وہ سب ہی کھانے کے ضرورت مند تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین کو بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو عرض کی: میرے پاس کچھ آیا ہے۔ میں نے اسے آپ کے لیے چھپا کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نور نظر! لے آؤ۔ انہوں نے پیالے سے پردہ اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے لبریز

تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ وہ جان گئیں یہ رب تعالیٰ کی برکت ہے انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اس کے نبی دو جہاں ﷺ پر درود شریف پڑھا۔ اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے بھی اسے دیکھا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ فرمایا: نور نظر! یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: والد محترم! یہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا کر دیتا ہے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، امام حسن، امام حسین، ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کھایا سارے اہل بیت نے جی بھر کر کھایا۔ ابھی پیالہ پہلے کی طرح تھا۔ بقیہ کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس میں برکت اور خیر کثیر رکھ دی تھی۔

۱۲۔ تنگی، اپنی خدمت صبر جمیل کے ساتھ

دولابی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ ابو یعلیٰ صحیح کے راویوں سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی امی جان سے عرض کی: انہوں نے فرمایا تم حضرت سیدہ فاطمہ کے لیے پانی لے کر آیا کرو۔ میں ضروری کام کے لیے باہر جاتا وہ گھر کے اندر آپ کی خدمت کرتیں مثلاً چکی پیسنا، آٹا گوندھنا۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے عتبہ بن حمید کے ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے ایک جماعت نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: فاطمہ! میرے قریب آجاؤ۔ وہ قریب ہو گئیں، پھر فرمایا: فاطمہ میرے قریب ہو جاؤ، اور قریب ہو گئیں، پھر فرمایا: فاطمہ! میرے اور قریب ہو جاؤ۔ آپ قریب ہو گئیں حتیٰ کہ بالکل سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے زردی دیکھی جو ان کے چہرۂ انور پر تھیں۔ خون ختم ہو گیا تھا۔ آپ نے انگلیوں کو کھولا۔ اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر رکھ دیا۔ سر اقدس اوپر اٹھا لیا۔ عرض کی: مولا! اے بھوکے کو سیر کرنے والے! ضرورت پوری کرنے والے، گمنام کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا کو بھوکا نہ رکھ۔ میں نے دیکھا بھوک کی زردی ان کے چہرے سے ختم ہو گئی تھی۔ خون ظاہر ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے عرض کی تو انہوں نے مجھے فرمایا: اس کے بعد مجھے بھوک نہیں لگی۔ امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بخدا! میں نے اتنا پانی لایا ہے کہ اب میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے تمہارے والد گرامی کے پاس قیدی آئے ہیں۔ آپ کی خدمت میں جائیں۔ عرض کریں: بخدا! میں نے اتنی چکی چلائی ہے حتیٰ کہ میرے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا: نور نظر! کس لیے آئی ہو؟ عرض کی: سلام عرض کرنے آئی ہوں وہ سوال کرنے سے شرما گئیں۔ واپس آ گئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: مجھے حیاء آ گئی تھی کہ میں آپ

سے سوال کروں۔" پھر دونوں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اتنا پانی لایا ہے کہ اب میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے۔حضرت سیدہ نے عرض کی: میں نے اتنی چکی چلائی ہے کہ اب میرے ہاتھ پر آبلے نکل آئے ہیں۔آپ کے پاس قیدی اور آسائش آگئی ہے۔آپ کچھ خادم عطا فرمادیں۔آپ نے فرمایا: نہیں! بخدا! میں تمہیں عطا نہ کروں گا کہ میں اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک سے بل کھا رہے ہیں۔میرے پاس کچھ نہیں کہ میں ان پر خرچ کروں۔لیکن میں ان قیدیوں کو فروخت کروں گا۔ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔وہ واپس آگئے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔وہ اس وقت اپنی چادر میں داخل ہو چکے تھے۔جب وہ اپنے سر ڈھانپتے تو پاؤں عریاں ہو جاتے۔جب قدم ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے۔آپ وہیں تشریف لے گئے۔آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے مانگا ہے۔انہوں نے عرض کی: ضرور! آپ نے فرمایا: یہ ایسے کلمات ہیں جنہیں مجھے حضرت جبرائیل نے سکھایا ہے۔تم ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہا کرو۔جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہا کرو۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ کلمات آپ سے سنے ہیں۔میں نے انہیں ترک نہیں کیا۔ابن الکواء نے پوچھا: صفین کی رات کو بھی ترک نہ کیے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! رب تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے۔نہ ہی شب صفین کو بھولا تھا۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے اس حال میں صبح کی ہے کہ ہمارے گھر میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جسے کھانے والا کھا سکے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں انہیں لے جاتا ہوں مجھے خدشہ ہے کہ یہ تمہارے پیچھے پیچھے پھریں گے۔تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔وہ فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔آپ نے انہیں پایا کہ وہ اپنے سامنے کھجوریں رکھ کر کھیل رہے تھے۔آپ نے فرمایا: علی! کیا آپ سخت گرمی ہو جانے سے پہلے میرے بیٹوں کو گھر نہیں لے جائیں گے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: وقتِ صبح ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش آپ کچھ دیر بیٹھ جائیں تاکہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔آپ بیٹھ گئے۔انہوں نے سیدہ کے لیے کچھ کھجوریں جمع کیں۔انہیں تھیلے میں ڈالا، پھر آگئے۔آپ نے ایک شہزادے کو اور حضرت علی نے دوسرے شہزادے کو اٹھایا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ انہیں لے کر گھر آگئے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز صبح میں دیر سے آئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں کس نے روکے رکھا؟ انہوں نے عرض کی: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرا۔آپ چکی پیس رہی تھیں۔بچے رو رہے تھے۔میں نے عرض کی: اگر آپ پسند کریں تو میں چکی میں آپ کی کفایت کرتا ہوں۔آپ

میرے لیے بچوں کی کفایت کریں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ چکی چلالیں میں بچے کو اٹھالیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنے بچوں پر تم سے زیادہ شفیق ہوں۔ اس امر نے مجھے روک کے رکھا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ ان پر اور تم پر رحم کرے۔

۱۳۔ وصال اور وصیت

الطبرانی نے کئی اسانید سے جن میں سے ایک سند صحیح کی ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور امام بخاری نے بھی ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہوگیا۔ دوسری روایت میں ہے: اس دن منگل تھا۔ رمضان المبارک کے تین ایام گزر چکے تھے۔ ۱۱ھ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت ہی دفن کر دیا تھا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے یہ واقعہ نہیں پایا۔ اس میں حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کی طرف سے انقطاع ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تین ماہ تک زندہ رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں ہنستا ہوا نہ دیکھا گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ ان کے پوروں کی طرف کو حرکت دی جاتی۔

الطبرانی نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے منقطع روایت کیا ہے کیونکہ عبداللہ نے یہ واقعہ نہ پایا تھا۔ جب حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: ان کے لیے غسل کا پانی رکھیں۔ پاکیزگی حاصل کی۔ کفن کے کپڑے منگوائے۔ ان کے لیے سخت کھردرے کپڑے لائے گئے۔ انہوں نے وہ پہنے خوشبو لگائی، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے وصال کے بعد انہیں عریاں نہ کیا جائے۔ انہی کپڑوں میں انہیں دفن کر دیا جائے۔" میں نے انہیں کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کس نے اور کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! کثیر بن عباس نے کیا تھا۔ انہوں نے اپنے کفن کی اطراف میں لکھا تھا کہ کثیر گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

امام احمد نے ایسی سند سے جس میں ایک غیر معروف شخص ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا علیل ہوگئیں۔ اسی مرض میں ان کا وصال ہوگیا تھا۔ میں ان کی تیمارداری کر رہی تھی۔ وقتِ صبح میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اس مرض کے ایام میں سے سب سے زیادہ بہتر نظر آرہی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی ضروری کام کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے مجھے فرمایا: امی جان! میرے غسل کے لیے پانی انڈیلیں۔ میں نے پانی ڈالا۔ انہوں نے بہت عمدہ انداز سے غسل کیا، پھر مجھے فرمایا: امی! مجھے نئے کپڑے دیں۔ میں نے کپڑے پیش کیے۔ انہوں نے انہیں پہنا پھر فرمایا: میری چارپائی گھر کے وسط میں لے جائیں۔ میں نے اسی طرح کیا۔ وہ قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں۔ اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھا۔ فرمایا: امی! ابھی میرے وصال کا وقت ہے میں نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے۔ مجھے کوئی عریاں نہ کرے۔ اسی جگہ ان کا وصال ہوگیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے انہیں بتایا۔

ابونعیم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت اسماء سے فرمایا: اسماء! جس طرح عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے مجھے بڑا قبیح لگتا ہے۔ عورت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جو اسے عیاں کرتا ہے۔ حضرت اسماء نے عرض کی: حضور اکرم ﷺ کی نور نظر! کیا میں آپ کو وہ چیز نہ دکھاؤں جسے میں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ انہوں نے تر شاخیں منگوائیں انہیں پتوں سے صاف کیا پھر ان پر کپڑا ڈالا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ انداز کتنا حسین اور جمیل ہے۔ اس سے مرد سے عورت کی پہچان ہو سکتی ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے تو تم نے اور علی المرتضیٰ نے مجھے غسل دینا ہے۔ میرے پاس کوئی نہ آئے پھر میرے ساتھ اسی طرح کرنا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرات اسماء اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے انہیں غسل دیا پھر ان کے ساتھ اسی طرح کیا گیا جیسے انہوں نے حکم دیا تھا۔

۱۶-رب تعالیٰ نے ان پر اور ان کی اولاد اطہار پر آگ کو حرام فرمایا ہے

بزار نے، تمام نے فوائد میں، الطبرانی، ابن عدی، عقیلی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے ابن شاہین نے مسند "الزہر" میں، ابن عساکر اور الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ نے گوہر عصمت کی حفاظت فرمائی تھی رب تعالیٰ نے ان پر اور ان کی اولاد پر آگ حرام فرما دی ہے۔ ابن کریب نے لکھا ہے: یہ مژدہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے اور ان میں سے اس کے لیے جس نے اطاعت الٰہیہ کی۔ دوسری روایت میں ہے: رب تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔ خطیب نے لکھا ہے کہ امام علی بن موسیٰ المدینی سے اس روایت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔

تنبیہ

صحیح موقف یہ ہے کہ اس روایت کی سند حسن کے قریب ہے۔ اس پر موضوع ہونے کا حکم لگانا لغزش ہے۔ میں نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

۱۵-روز حشر آپ کی کیفیت

تمام نے اپنے "فوائد" میں، حاکم، الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابوبکر الشافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، تمام نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے، ابوالحسین بن بشران اور خطیب نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے الازدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کی اسناد ضعیف ہیں جب یہ باہم مل جائیں تو قبول کا فائدہ دیتی ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روز حشر عرش کے وسط سے ایک منادی ندا دے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہیں جھکا لو۔ سر نیچے کر دو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام جنت کی طرف چلی جائیں یا پل صراط عبور کر لیں، وہ گزریں گی۔ انہوں نے دو

سبز چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

۱۶-اولادِ پاک

ابن سعد نے کہا ہے کہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کے ہاں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت امام محسن پیدا ہوئے۔ صاحبزادیوں میں حضرات زینب، ام کلثوم اور رقیہ شامل ہیں۔ حضرت محسن کا وصال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کا ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے قبل بچہ پیدا ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ ان کا وصال انہی کے ہاں ہوا۔ ان سے ان کے ہاں حضرات علی، عون، محمد، جعفر، عباس اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ الشیخ نے کہا ہے: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یہ اولاد کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ انہوں نے اس اعتبار سے ان پر گفتگو کی ہے۔

۱- وہ بالاجماع آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت ہیں، کیونکہ آپ کی آل بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے اہل ایمان ہیں۔

۲- یہ بالاجماع آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

۳- کیا ان کا شمار حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں ہوگا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس کا جواب ہے: نہیں، کیونکہ جو کسی شخص کی اولاد ہو اور جو اس کی طرف منسوب ہو ان میں فرق ہے۔

۴- کیا ان پر اشراف کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

جواب: اہل مصر کی اصطلاح میں شرف کی کئی انواع ہیں۔ (۱) عام۔ سارے اہل بیت کے لیے۔ (۲) خاص اولاد کے لیے۔ اس میں زینب بھی شامل ہیں۔ ان میں شرف النسبۃ اخص ہے۔ یہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے ساتھ خاص ہے۔

۵- بالاجماع ان پر صدقہ حرام ہے، کیونکہ بنو جعفر آل میں سے ہیں۔

۶- یہ بالاجماع ذوالقربیٰ کے حصے کے مستحق ہیں۔

۷- یہ بالاجماع برکۃ الحبش کے وقف کے مستحق ہیں، کیونکہ اس کا نصف اشراف کے لیے وقف ہے: اس سے مراد امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد ہے۔ اس کا نصف طالبین کے لیے ہے۔ ان سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آل ہے، یعنی محمد بن حنفیہ اور ان کے بھائی، اولاد جعفر بن ابی طالب اور اولاد عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اسی میں شامل ہیں۔ اس اعتبار سے یہ وقف چیف جسٹس بدرالدین بن یوسف السنجاوی کے فیصلے کے مطابق ہے جو انہوں نے ۱۲/ ربیع الاول ۶۴۰ھ میں کیا تھا، پھر اسی کے ثبوت شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کو اسی سال ۱۹/ ربیع الآخر کو ملے،

پھر اس کے ثبوت چیف جسٹس بدرالدین بن جماعت کو ملے۔ اس کا تذکرہ ابن المتوخ نے اپنی کتاب "ایقاظ المتغفل واتعاظ المتوسل" میں کیا ہے۔

۸۔ کیا یہ سبز علامت پہن سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ شریف وغیرہ میں سے جو بھی اس کا ارادہ کرے اسے نہ تو منع کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شریف وغیرہ میں سے اسے ترک کرنے والے کو اس کا حکم دیا جا سکتا ہے کیونکہ اسے ۷۷۳ھ میں بادشاہ شعبان بن حسین کے حکم سے بنایا گیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے اس لیے بنایا گیا تا کہ اس کے ذریعے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز ہو سکے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی تھی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی مکرم! صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ ڈال لیا کریں اپنے اوپر چادر کے پلو اس طرح وہ بآسانی پہچان لی جائیں پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا۔

اس سے بعض علماء کرام نے اہل علم کے لباس کی تخصیص کی ہے جو طویل آستینوں والا لباس اور چادر اوڑھنا وغیرہ تا کہ ان کی پہچان ہو سکے اور علم کی وجہ سے ان کی تکریم ہو سکے۔ یہ مروجہ ہے۔ واللہ اعلم!

۹۔ کیا وہ اشراف کے لیے وصیت میں شامل ہوں گے یا نہیں؟

۱۰۔ کیا اشراف کے لیے وقف میں شامل ہوں گے۔ ان کا جواب یہ ہے اگر موصی اور واقف کے کلام میں ایسی نص پائی گئی جو ان کے دخول یا خروج کا تقاضا کرتی ہو تو اس کی اتباع کی جائے گی۔ اگر اس میں کچھ بھی نہ ہو تو پھر فقہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وصیت اور وقف شہر کے عرف کے مطابق ہو گا اور اس طرف پر ہو گا جو خلفاء الفاطمیین کے عہد سے آج تک ہے۔ شریف کا لفظ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کے لیے خاص ہے۔ وہ اس عرف کے مقتضیٰ کے مطابق داخل نہ ہوں گے۔ وہ برکۃ الحبش کے وقف میں داخل ہوں گے کیونکہ اس کے واقف سے یہ نص بیان کر دی تھی کہ ان کا نصف اشراف کے لیے اور نصف طالبین کے لیے ہے۔

تنبیہات

۱۔ "فاطمہ" نام کا مادہ اشتقاق "الفطم" سے ہے۔ اس کا معنی "القطع" ہے اسی سے فطم الصبی ہے جب وہ دودھ چھوڑ دے۔ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے: واللہ لا فطمنك عن كذا بخدا! میں تجھے اس سے روک دوں گا۔ اسے خطیب نے روایت کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس میں مجہول راوی ہیں۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات

میں لکھا ہے، لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ اس پر موضوع کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے ان کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچالیا۔

۲۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زرہ بطور حق مہر دی۔ انہوں نے وہ زرہ بیچی کچھ گھریلو سامان بیچا اور چار سو دراہم ان کا حق مہر تھا۔ محب الطبری نے لکھا ہے کہ شاید یہ عقد نکاح زرہ پر ہوا ہو۔ جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت دلالت کرتی ہے۔ یا حضرت علی نے اسے بھیجا ہو پھر آقائے رحمت ﷺ نے اسے واپس کر دیا ہو تاکہ وہ اسے فروخت کریں۔ انہوں نے اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت لے آئے ہوں۔ دو حدیثوں میں تضاد نہ رہے۔ قائل ان دونوں کے مدلول کی طرف جاسکے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ کا حق مہر یہ زرہ تھا۔ وہاں سونا اور چاندی نہ تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دراہم چار سو اسی تھے۔ آپ نے ان کے ثلث سے خوشبو خریدنے کا حکم دیا۔

۳۔ حضرات ابن عباس، علی المرتضیٰ اور انس رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ مختلف افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس نکاح پر ابھارا تھا۔ یہ متضاد روایات لگتی ہیں، لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ احتمال ہے کہ ان کی مولاۃ، پھر سیدنا صدیق اکبر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انہیں ترغیب دی ہو۔ یا اس کے برعکس ہو، پھر جب وہ اس مقصد کے لیے عازم سفر ہوئے ہوں تو انہیں انصار ملے ہوں۔ انہوں نے انہیں اس کی ترغیب دی ہو۔ ان میں سے ایک کو دوسرے کا علم نہ ہو۔

۴۔ شاید اس روایت میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس ولیمہ کا تذکرہ کیا ہو جو انہوں نے خود کیا تھا اور یہ اس ولیمہ کے علاوہ تھا جو انصار بکرا اور مکئی لے کر آئے تھے، تاکہ دونوں روایتوں کو جمع کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کھجوروں اور جَو کے کئی صاع دیئے ہوں۔ جو کچھ انصار لے کر آئے ہوں۔ وہ مردوں کے لیے ولیمہ ہو اور جو کچھ آپ نے عطا کیا ہو وہ عورتوں کے لیے ولیمہ ہو جیسے ان سے روایت اسی پر دلالت کر رہی ہے۔

۵۔ آپ نے پانی کیسے چھڑکا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مختص کرنے میں وہ روایت مخالف ہے جسے ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ محب الطبری نے کہا ہے کہ شاید آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کیفیت کے ساتھ مختص کیا ہو جیسے کہ روایت میں ہے۔ اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں ہے اور اس کیفیت میں ان دونوں حضرات قدسی پر پانی چھڑکا ہو جیسے کہ حضرت ابن حبان کی روایت میں ہے۔

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دو امور کے بارے میں بتایا تھا کہ سب سے پہلے وہ آپ سے ملاقات کریں گی۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں۔ دوسری بار صرف ایک امر کے بارے بتایا کہ وہ اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہیں یا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یہ سن کر وہ مسکرانے لگیں۔ دولابی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ پہلے آپ نے اپنے وصال کے بارے بتایا جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر

یہ بتایا کہ وہ اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہیں اور وہ سب سے پہلے آپ سے ملاقات کریں گی۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی روایت جسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ پہلے آپ نے انہیں اپنے وصال کے بارے بتایا وہ رونے لگیں پھر یہ فرمایا کہ وہ سب سے پہلے آپ سے ملیں گی۔ یہ سن کر وہ مسکرانے لگیں۔ شاید یہ مختلف محافل میں ہوا ہو۔ اس طرح یہ روایات جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کا رونا جیسے کہ امام مسلم کی روایت ہے دو خبروں کے مجموعہ کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے وصال کی وجہ سے ہے۔ روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے وصال اور ان کی پہلے ملاقات کے بارے میں علیحدہ علیحدہ بتایا تھا جیسے کہ ام المؤمنین کی روایت میں ہے۔ اس اعتبار سے وہ پہلے روئیں اور پھر مسکرائیں۔ اگر ان کا رونا ان دونوں کے مجموعہ کے اعتبار سے ہو تو پھر یہ ان میں سے کسی ایک کے لیے یا ان میں سے ہر ایک کے لیے نہ ہو جیسے کہ وہ دوسری بار مسکرائیں تھیں۔ دولابی کی روایت میں ان کا مسکرانا دو خبروں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے لیے ہے۔ اگر یہ دونوں امور کے لیے ہو تو ان میں سے کسی ایک کے لیے مستقل نہیں ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مستقل ہے، جیسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حاتم نے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ ہر امر کے لیے علیحدہ علیحدہ مسکرانا اور رونا تھا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعض مناقب

۱- آپ کا ان دونوں شہزادوں کا عقیقہ کرنا، ان کا حلق کرانے کا حکم دینا، ختنہ کرانے کا حکم دینا

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین کے لیے عقیقہ کیا۔ ایک ایک بکرا ذبح کیا امام نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو بکرے ذبح کیے۔ امام احمد نے "المناقب" میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ ماجدہ نے عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا عقیقہ نہ کرو۔ ان کا حلق کراؤ، اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اسی طرح کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف سے خود عقیقہ کیا۔ اسے چھوڑا نہیں۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عقیقہ کیا پھر فرمایا: فاطمہ! ان کا حلق کراؤ اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ ان کا وزن درہم اور درہم کا کچھ حصہ بنا۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا اور ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا۔ دولابی نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ساتویں روز ان کا ختنہ کیا۔

۲-ان کے نام مبارک

امام احمد نے مناقب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے: میں نے عرض کی: میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں! اس کا نام حسن ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدت ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: حرب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس کا نام حسین ہے۔ جب تیسرا شہزادہ پیدا ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: حرب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ محسن ہے، پھر فرمایا: میں نے ان شہزادوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں شبر، شبیر اور مبشر پر رکھے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنگ کو پسند کرنے والا شخص تھا۔ جب حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھنا چاہا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

امام بغوی نے اپنی "معجم" میں اور دولابی نے امام جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ساتویں روز آپ نے ان کے نام رکھے۔ حسین کے نام کو حسن کے ساتھ سے مشتق کیا۔ دولابی نے عمران بن ابی سلیمان سے روایت کیا ہے کہ حسن و حسین اہل جنت کے ناموں میں سے ہیں۔ یہ جاہلیت میں نہ تھے۔

۳-سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کے باپ اور عصبہ حضور اکرم ﷺ ہیں

امام احمد نے مناقب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر اولاد کا باپ ان کا عصبہ ہوتا ہے۔ سوائے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ میں ان کا عصبہ اور باپ ہوں۔ الطبرانی نے حضرت عمر سے اور حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر عورت کی اولاد کا عصبہ ان کا باپ ہوتا ہے سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ میں ان کا عصبہ اور ابو ہوں۔

ابن ابی حاتم نے ابو اسود سے، دیلمی، ابو شیخ، حاکم اور بیہقی نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ کیا تم اسے قرآن پاک میں پاتے ہو۔ میں نے تو اسے سارا پڑھا ہے میں نے تو یہ نہیں پایا۔ اس نے کہا: وہ آپ کی اولاد میں سے نہیں۔ یحییٰ نے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حجاج نے کہا: مجھے دلیل دو۔ انہوں نے کہا: کیا تو نے

سورۃ الانعام نہیں پڑھی۔ اس میں ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الانعام،۸۴)

ترجمہ: اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان۔

حتیٰ کہ وہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ذکر خیر تک پہنچ گئے۔ فرمایا: ہاں! کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں؟ حالانکہ ان کا باپ نہیں ہے دوسری روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی طرف سے حضرت آدم کی اولاد میں سے ہیں۔ حجاج نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔

۴- ان کے لیے آپ کی محبت اور دعا

ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! میں دونوں شہزادوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔ میں ان سے بغض رکھتا ہوں جو ان سے بغض رکھے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جس نے ان کے ساتھ پیار کیا اس نے میرے ساتھ پیار کیا جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔ امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے مقدام بن معدی کرب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن مجھ سے اور حسین مجھ سے ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم اور ابن عساکر نے یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین اسباط میں سے دو سبط ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت سلمان سے اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن و حسین سے محبت کی، وہ اسے جنات النعیم میں داخل کرے گا۔ جنہوں نے ان کے ساتھ بغض رکھا یا ان پر بغاوت کی تو میں نے اس کے ساتھ بغض رکھا جس کے ساتھ میں نے بغض رکھا رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بغض رکھا جس کے ساتھ اس نے بغض رکھا وہ اسے جہنم میں داخل کرے گا اس کے لیے دائمی عذاب ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ مولا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔ امام احمد، ابن ماجہ، ابن سعد، ابویعلیٰ اور الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن و حسین سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا۔ جس نے ان شہزادوں سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی۔

ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا یعنی حضرات حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم۔

الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرات حسن وحسین اور ان کے والدین کریمین سے محبت کی وہ جنت میں میرے درجہ پر ہوگا۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرات حسن وحسین سے پیار کیا تو میں نے اس سے پیار کیا جس کے ساتھ میں نے پیار کیا اس کے ساتھ رب تعالیٰ نے محبت کی جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے محبت کی وہ اسے جنات النعیم میں داخل کرے گا جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا یا بغاوت کی تو میں نے اس کے ساتھ بغض رکھا۔ جس کے ساتھ میں نے بغض رکھا اس کے ساتھ رب تعالیٰ نے بغض رکھا۔ جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے بغض رکھا وہ اسے جہنم کے حوالے کرے گا اس کے لیے دائمی عذاب ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے ان دونوں شہزادوں سے محبت کرنا چاہیے، یعنی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غریب روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے پیار کیا۔ ان دونوں سے اور ان کے والدین کریمین سے محبت کی۔ وہ روز حشر میرے درجہ پر میرے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی نے حضرت اسامہ سے حسن صحیح روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مولا! میں ان دونوں شہزادوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔ ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! میں دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھ۔ الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کے لیے ہمارے ساتھ پیار کیا۔ صاحب دنیا کو پاکباز اور فاجر پیار کرتا ہے جس نے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہم اور وہ روز حشر اس طرح ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سبابہ اور وسطی انگلیوں سے اشارہ کیا۔

عقیلی اور ترمذی نے حضرت انس سے حسن غریب روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسن اور حسین۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: میرے لیے میرے بچوں کو بلاؤ۔ آپ انہیں سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے تھے۔ امام احمد نے المناقب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔ فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی۔ ان دونوں سے محبت کی۔ ان کے والدین کریمین سے محبت کی۔ وہ روز حشر میرے ساتھ میرے درجہ پر ہوگا۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے: وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام احمد نے المناقب میں اور دولابی نے حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دوڑتے دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا آپ نے فرمایا: اولاد کی محبت بخیل اور کمزور کرنے والی

ہوتی ہے۔

۵۔حضور اکرم ﷺ کی محبت ان شہزادوں کی محبت کے ساتھ ملی ہوتی ہے

الطبرانی، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں، فاطمہ، حسن، حسین اور وہ اکٹھے ہوں گے جس نے ہمارے ساتھ پیار کیا۔ ہم کھائیں گے پئیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمادے گا۔ یہ فرمان کسی شخص کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا: اس نے بتایا اور کہا: حساب وکتاب کا کیا بنے گا؟ میں نے اسے کہا: صاحبِ یٰسین کا حساب اس وقت کہاں گیا جب اسی وقت اسے جنت میں داخل کر دیا گیا؟

۶۔یہ دونوں شہزادے آپ کے دنیا کے ریحان تھے، آپ ان کا بوسہ لیتے اور انہیں سونگھتے تھے

ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کیا ہے اور امام نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسن وحسین دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر اور جو ان سے بغض رکھے اس کے ساتھ بغض رکھ۔

ابن ضحاک نے حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی طرف آئے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے پہنچ گیا۔ اس کا ہاتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اسے اپنے بطن اقدس کے ساتھ لگالیا، پھر دوسرا شہزادہ آیا اس کا ہاتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اسے اپنے شکم اطہر کے ساتھ چمٹالیا، کبھی ایک کو چومتے کبھی دوسرے کو۔ عرض کی: مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر، پھر فرمایا: اے لوگو! اولاد وجہ بخل، کمزوری اور سبب جہالت ہے۔

ابن ضحاک نے حضرت یعلیٰ عامری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یہ دونوں شہزادے دوڑتے ہوئے آپ کی سمت آئے آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹالیا اور فرمایا: اولاد کمزوری اور بخل کا سبب ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ یا آپ کے حجرہ مقدسہ میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں؟ یہ دنیا کے میرے دو ریحان ہیں۔ میں انہیں سونگھتا ہوں۔

۷۔آپ کی بعض صفات انہیں بطور وراثت ملیں

حضرت ابورافع نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے، ابن مندہ اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ وہ اپنے

بیٹوں کو آپ کے پاس اس مرض میں لے کر آئیں جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ کچھ وراثت میں انہیں عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے۔ حسین کے لیے میری جرأت اور سخاوت ہے۔ ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں کو بارگاہ رسالت مآب میں لے کر آئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کچھ عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! حسن کو میں نے اپنا علم اور ہیبت دے دی۔ حسین کو میں نے اپنی بہادری اور سخاوت عطا کر دی۔

۸۔ خَلق اور خُلق میں مشابہت

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ راتیں بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ وہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے باہر نکلے۔ انہوں نے حضرت حسن کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ بخدا! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت علی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکراتے رہے۔

اسماعیل بن ابی خالد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابو جحیفہ کو فرماتے سنا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مشابہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ انور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سینے سے لے کر سر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چہرہ سے لے کر ناف تک آپ کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے نیچے آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔ محمد بن ضحاک سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ آپ کے چہرۂ انور کے ساتھ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم اطہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینہ تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے نیچے آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔

تنبیہ

شیخ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے مشابہ کوئی نہ تھا جتنی مشابہت حضرت حسن رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔ یہ قول ان کے اس قول سے معارضت نہیں رکھتا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے، کیونکہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد تھا جبکہ ان کے وصال سے قبل وہی آپ کے زیادہ مشابہ تھے۔ اسی طرح یہ قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے ساتھ بھی تضاد نہیں رکھتا کہ میں نے آپ سے قبل یا آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا، کیونکہ اس فرمان میں مشابہت کی عمومیت کی نفی ہے جبکہ اس کی اصل یا بڑا حصہ ثابت کیا گیا ہے۔

۹- وہ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں

ابن سعد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی کہ حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے سلام دیا۔ وہ اس سے قبل آسمان سے نہ اترا تھا۔ اس نے مجھے مژدہ سنایا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل 7 جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، رویانی نے اپنی مسند میں، ابن مندہ، ابن قانع، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت جہم سے امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں سوائے دو خالہ زاد حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے۔

دوسری روایت میں ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: جو اہل جنت کے سرداروں کو دیکھنا چاہے وہ ان دونوں کو دیکھ لے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے یہ دونوں بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے والد گرامی ان سے بہتر ہیں۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے علاوہ ہر نبی کے نبی پیدا ہوا ہے۔ تمہارے یہ دونوں فرزند اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں سوائے دو خالہ زاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک رات آپ کے ہاں گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: یہ فرشتہ ہے۔ جب سے میں مبعوث ہوا ہوں اس وقت سے لے کر آج تک یہ نیچے نہیں اترا۔ یہ آج میرے پاس آیا ہے اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک روز ہم نے آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے اثرات دیکھے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے اثرات ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں کیوں نہ خوش ہوں۔ میرے پاس جبرائیل امین آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ امام حسن اور امام حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے والد گرامی ان سے افضل ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے حسن روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے بھی ان سے روایت کیا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا، تاکہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ نے نماز مغرب پڑھی پھر نماز عشاء پڑھی، پھر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے جانے لگے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ آپ نے میری آواز سنی تو پوچھا: کون؟ حذیفہ ہو۔ میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ رب تعالیٰ تمہیں اور تمہاری امی جان کو معاف کرے۔ یہ فرشتہ آج رات سے پہلے کبھی بھی نازل نہ ہوا تھا۔ اس نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے بشارت دے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ روایت حضرات علی، حسن، عمر، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۱۰- ان کو آتے دیکھ کر آپ منبر سے اتر آتے

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آئے انہوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی تھیں وہ لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ ایک کو ایک پہلو میں اور دوسرے کو دوسرے پہلو میں اٹھالیا، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ فرمایا: رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ (التغابن: ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں۔

میں نے ان دونوں شہزادوں کو دیکھا۔ یہ لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے گفتگو روکی اور نیچے اتر آیا۔

۱۱- آپ کی کمر انور پر سوار ہونا

ابن حبان اور عبد بن حمید نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ کی کمر انور پر چڑھ جاتے تھے۔ صحابہ کرام انہیں دور ہٹانے لگتے تو آپ فرماتے: میرے والدین فدا! جو مجھ سے پیار کرتا ہے وہ ان دونوں سے بھی پیار کرے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم آپ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی کمر پر سوار ہو جاتے جب آپ سر اقدس اٹھاتے تو انہیں ہلکے انداز میں پکڑتے اور کمر انور سے اتار لیتے۔ جب آپ دوبارہ سجدے میں جاتے تو وہ پھر لوٹ آتے۔ آپ نے نماز ادا کرنے کے بعد انہیں اپنی رانوں پر بٹھالیا۔ میں آپ کی خدمت میں گیا عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ان دونوں کو گھر چھوڑ

آؤں؟ بجلی چمکی۔ آپ نے انہیں فرمایا: اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے جاؤ۔ بجلی کی چمک برقرار رہی حتیٰ کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے۔

۱۲-اپنی خچر پر اور اپنے کندھے پر سوار کرنا

امام مسلم نے حضرت ایاس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کی خچر شہباء پر آپ کے دونوں بیٹے امام حسن اور امام حسین سوار تھے۔ میں خچر کو ہانک کر لے جا رہا تھا، حتیٰ کہ میں نے انہیں آپ کے حجرہ میں داخل کر دیا۔ ایک شہزادہ آگے تھا۔ دوسرا پیچھے تھا امام مسلم نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور سیاح لامکان ﷺ کو دیکھا۔ آپ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی اونٹنی پر سوار کیسے ہوئے تھے۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں، تو بھی ان سے پیار کر۔

۱۳-آپ کا انہیں دم فرمانا

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما تو یوں دم فرماتے تھے: اعیذ کما بکلمات اللہ التامّۃ من کل شیطان و ھامّۃ و من کل عین لامّۃ۔ آپ فرماتے: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزندوں حضرات اسماعیل اور اسحاق کو انہی کلمات سے دم کرتے تھے۔

۱۴-آپ کے سامنے ان کی زور آزمائی

ابن الاعرابی نے اپنی المعجم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کشتی کر رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے۔ یہ حسین ہے۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ یوں کیوں نہیں فرما رہے۔ یہ حسن ہے۔ فرمایا: حضرت جبرائیل امین کہہ رہے ہیں۔ یہ حسن ہے۔ امام بغوی اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما باہم کشتی کر رہے تھے۔ اچانک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آگئے۔ آپ فرما رہے تھے۔ حسن کو پکڑو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ یوں فرمائیں۔ حسین کو پکڑیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین یوں کہہ رہے ہیں: حسین کو پکڑو۔

۱۵-وہ روز حشر آپ کی اونٹنیوں عضباء اور قصواء پر اٹھیں گے

سلفی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: انبیاء کو ان کی سواریوں پر اٹھایا جائے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا جبکہ میری نور نظر سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کو میری اونٹنی عضباء یا قصواء پر اٹھایا جائے گا۔ مجھے براق پر اٹھایا جائے گا جس کا قدم منتہائے نظر پر ہوگا، جبکہ حضرت بلال کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔

۱۶- ان کا کرم

امام بخاری نے حضرت حرملہ جو حضرت اسامہ کے غلام تھے سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت اسامہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ فرمایا: وہ مجھ سے سوال کریں گے وہ پوچھیں گے: تمہارے صاحب نے تمہارے لیے کیا چھوڑا ہے؟ وہ تم سے کہیں گے کہ اگر تم شیر کے جبڑوں میں ہوتے تو میں پسند کرتا کہ وہاں تمہارے ساتھ ہوتا، لیکن میں نے یہ امر نہ دیکھا۔ نہ ہی انہوں نے مجھے کچھ دیا۔ میں امام حسن، امام حسین اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے جانور لاد کر دیا۔

❀❀❀

گیارھواں باب

صرف امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱- ولادت مبارکہ، عمر مبارک اور وصال

آپ نصف رمضان المبارک ۳ھ کو اس جہانِ رنگ و بو میں آئے۔ ابو عمر نے لکھا ہے۔ یہ اصح قول ہے۔ ایک قول شعبان المعظم کا بھی ہے۔ دولابی نے لکھا ہے کہ اس وقت ہجرت کے ساڑھے چار سال گزر چکے تھے۔ ایک قول چوتھے سال کا بھی ہے؟ ایک قول پانچویں سال کا بھی ہے۔ یہ "الاصابۃ" میں لکھا ہوا ہے۔ پہلا قول زیادہ اثبت ہے۔ ان کا وصال ہفتہ کی رات ۸ محرم ۴۵ھ کو ہوا تھا۔ یہ درست معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ماہ ربیع الاول کا بھی ہے جبکہ ۴۹ھ کا سال تھا۔ ایک قول پچاس ہجری کا قول ہے۔ یا اکاون ہجری کا قول بھی ہے۔ ایک قول ۵۸ ہجری کا بھی ہے۔ اسی سے آپ کی عمر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں حضرت قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنا شیر مبارک پلایا۔ جعدہ بنت الاشعث نے انہیں زہر دیا۔ حضرت سعید بن العاص نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس وقت عمر مبارک ۴۷ سال تھی۔

ابو القاسم بغوی اور دولابی نے قابوس بن المخارق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک عضو میرے گھر میں آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے عمدہ خواب دیکھا ہے۔ میری نور نظر فاطمہ کے ہاں نور نظر پیدا ہوگا۔ تم قثم کے ساتھ اسے دودھ پلاؤ گی۔ حضرت حسن پیدا ہوئے انہوں نے انہیں دودھ پلایا۔ ابن ماجہ کی روایت میں حسن یا حسین کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن میں انہیں

لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا۔میں نے ان کے کندھے پر مارا۔آپ نے فرمایا: تم نے میرے بیٹے کو تکلیف دی ہے۔اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

۲-آپ کی ان سے محبت، دعا، شانہ اقدس پر سوار کرنا، ان سے محبت کرنے کا حکم دینا

امام احمد، شیخان، ابن ماجہ، ابن حبان، ابویعلی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعید بن زید سے الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! میں حضرت حسن کو پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر اور ان سے پیار کرنے والے سے پیار کر۔شیخان اور ابن حبان نے حضرت البراء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے شانہ اقدس پر دیکھا۔آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔

امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا ہوا تھا۔آپ نے یہ دعا کی: مولا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عرب و عجم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ایک شخص نے کہا: بچے! تم نے کتنے خوبصورت سوار پر سواری کی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کتنی شان والا ہے۔

امام احمد نے المناقب میں الازد کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔آپ حضرت امام حسن کے متعلق فرمارہے تھے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اس شہزادے سے بھی محبت کرے۔شاہد کو غائب تک یہ پیغام پہنچانا چاہیے۔اگر حضور اکرم ﷺ کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں تم سے یہ روایت کبھی بیان نہ کرتا۔

طیالسی نے حضرت براء سے اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اس کے ساتھ (حسن کے ساتھ) محبت کرنا چاہیے۔امام احمد، شیخان، ابن ماجہ، ابن عدی نے الکامل میں اور ابویعلی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعید بن زید سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس کے ساتھ محبت کر۔

۳-ان کے لیے دعائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک ران پر اور حضرت امام حسن کو دوسری ران پر بٹھایا ہوا تھا۔آپ نے یہ دعا مانگی: مولا: میں ان سے محبت کرتا ہوں تو ان پر رحم

فرما۔ الدولابی نے مدیٰ بنی ہاشم محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے سلامتی عطا فرما۔ اس سے سلامتی عطا فرما۔

۴۔ رب تعالیٰ ان کے ذریعے دو گروہوں میں صلح فرمائے گا

یہ خلافت کی برکت تھی۔ یہ کسی علت یا ذلت کی وجہ سے نہ تھا ان کے ذریعے رب تعالیٰ نے دو گروہوں ان کے گروہ اور حضرت امیر معاویہ کے گروہ کے درمیان صلح کرادی۔ یہ آپ کے معجزہ کی رونمائی تھی۔

امام ترمذی نے حسن صحیح روایت کی ہے۔ امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابوبکرہ سے، ابن عساکر نے ابوسعید سے، یحییٰ بن معین نے فوائد میں، الطبرانی اور بیہقی نے الدلائل میں، خطیب، ابن عساکر اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے یا میرا ریحان ہے مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کے ذریعے صلح فرمائے گا۔ یا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح فرمائے گا۔

۵۔ حضرت حسن کا لعاب چوسنا، ان سے محبت اور ان کی مبارک ناف کا بوسہ لینا

امام احمد نے المناقب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ حضرت امام حسن کے لب یا زبان چوس رہے تھے۔ جس زبان یا لب کو حضور اکرم ﷺ نے چوسا ہو اسے عذاب نہ ہوگا۔ ابن الاعرابی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اس وقت سے لگا تار اس شخص (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا رہا۔ جب سے میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسن آپ کی گود میں تھے۔ وہ اپنی انگلیوں سے آپ کی ریش مبارک کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے ان کی زبان کو اپنے منہ میں ڈال رکھا تھا۔ یا ان کی زبان آپ کے منہ مبارک میں تھی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، اور اس سے محبت فرما جو ان سے محبت کرے۔

۶۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ناف کا بوسہ لینا

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی ایک گلی میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ان سے عرض کی: میرا باپ آپ پر فدا! اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھائیں، حتیٰ کہ میں آپ کو اسی جگہ بوسہ دے لوں۔ جہاں حضور اکرم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ وہ اسے چوم رہے تھے۔ انہوں نے شکم اطہر سے کپڑا اٹھایا۔ انہوں نے ان کی ناف چوم لی۔

۷- حضور اکرم ﷺ کی کمر انور پر سوار ہونا

ابن ابی الدنیا اور ابو بکر الشافعی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت امام حسن کو دیکھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تھے۔ آپ سجدہ میں تھے وہ آپ کی کمر پر چڑھ گئے۔ آپ سجدہ ریز رہے، حتیٰ کہ وہ خود ہی اترے۔ وہ آتے۔ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے آپ ان کے لیے ٹانگوں کو کھلا کر دیتے حتیٰ کہ وہ دوسری جانب نکل جاتے۔ ابن الاعرابی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: امام حسن آئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ سجدہ میں تھے۔ وہ آپ کی کمر پر سوار ہو گئے۔ آپ نے انہیں پکڑا۔ انہیں اپنی مبارک کمر پر سیدھا کر دیا، پھر رکوع کیا انہیں چھوڑ دیا وہ چلے گئے۔

۸- ان کا علم

ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں محمد بن معشر الیر بوعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن سے فرمایا: ایمان اور یقین میں کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: چار انگلیوں کا۔ عرض کی: یقین وہ ہوتا ہے جسے تمہاری آنکھیں دیکھیں اور ایمان وہ ہوتا ہے جسے تمہارے کان سنیں۔ آپ اس کی تصدیق کریں گے۔ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے ایک ہو جن کے متعلق کہا گیا ہے: ذریۃ بعضھا من بعض۔

۹- جس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس روز ان کا خطبہ

الدولابی نے حضرت زید بن حسن سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب ان کے والد گرامی شہید ہو گئے تو انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: آج رات وہ ذات بابرکات شہید ہو گئی ہے، جس سے اولون سبقت نہ لے جا سکے۔ جسے آخرون نہ پا سکیں گے۔ کبھی حضور اکرم ﷺ انہیں اپنا علم مبارک عطا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل ان کے بائیں طرف قتال کرتے تھے وہ واپس نہ آتے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان کے ہاتھوں فتح عطا فرما دیتا۔ انہوں نے زمین پر سونا اور چاندی نہیں چھوڑا سوائے سات سو دراہم کے۔ وہ ان کے ساتھ اپنے اہل خانہ کے لیے خادم خریدنا چاہتے تھے، پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن علی ہوں۔ میں ابن الرضی ہوں۔ میں ابن البشیر ہوں۔ میں ابن النذیر ہوں۔ میں ابن داعی الی اللہ باذنہ و السراج المنیر ہوں۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کے گھر حضرت جبرائیل امین آتے تھے۔ وہ وہاں سے اوپر جاتے تھے میں ان اہل بیت سے ہوں جن سے رب تعالیٰ نے ناپاکی کو دور کر دیا ہے اور انہیں خوب پاک و صاف کر دیا ہے۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر فرض کی ہے۔ اس نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ، ۲۳)

ترجمہ: آپ فرمائیے! میں نہیں مانگتا (اس دعوت حق) پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔
جو نیکی کرتا ہے تو اس میں اس کے لیے حسن ڈال دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنا ہم اہل بیت میں اضافہ کرتا ہے۔

۱۰- ان کی بیعت، حضرت معاویہ کی طرف جانا اور والد گرامی کی شہادت کے بعد معاملہ ان کے سپرد کر دینا

رمضان المبارک کے تیرہ روز باقی تھے چالیس ہزار سے زائد افراد نے آپ کی بیعت کر لی۔ صالح بن امام احمد نے کہا ہے: نوے ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ وہ خلافت سے دستکش ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس میں یہ شرط بھی تھی کہ ان کے بعد خلافت کا تاج آپ کے سر سجایا جائے گا۔ وہ اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق کسی چیز کا تقاضا نہ کریں گے جو ان کے والد گرامی کے ایام میں تھی۔ وغیرہ۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کا معجزہ نمودار ہو گیا کہ میرا یہ نورِ نظر سید ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ آپ کے ایام میں خونریزی نہ ہوئی تھی۔ آپ تقریباً چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ ان حضرات کی صلح ۴۱ھ کو ہوئی ابھی ربیع الاول کے پانچ روز باقی تھے۔ حضرت امام حسین بھی ان کے ساتھ تھے جس مدتِ خلافت کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ نے کیا تھا۔ وہ آپ کی خلافت کے ساتھ ختم ہو گئی، پھر ملوکیت رہ گئی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو اس سے محفوظ کر لیا۔ دولابی نے لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ۴۱ھ تک کوفہ میں رہے۔ عبدالرحمان بن ملجم قتل ہو گیا تھا یا اس نے خودکشی کر لی تھی، پھر آپ حضرت امیر معاویہ کی طرف گئے کوفہ کے ایک گھر میں ملاقات کی۔ باہم صلح کر لی۔ آپ نے معاملہ ان کے سپرد کر دیا، اور ۴۱ھ جبکہ ربیع الاول کے پانچ روز باقی تھے ان کی بیعت کر لی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان سے ایک لاکھ دینار لے کر صلح کر لی۔ ان کی خلافت کی مدت ۶ ماہ ۵ دن تھی۔

الحافظ ابونعیم وغیرہ نے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اس خطبہ کے وقت وہیں تھا جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاملہ حضرت معاویہ کے سپرد کیا تھا۔ انہوں نے خطبہ دیا۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: داناؤں میں سے دانا متقی ہے۔ احمقوں میں سے احمق فاجر ہے۔ وہ امور جن میں میرا اور معاویہ کا اختلاف ہوا تھا وہ میرا معاملہ تھا۔ اگر معاویہ اس کے مستحق تھے تو وہ ان کا حق ہے۔ اگر وہ میرا حق تھا میں نے مسلمانوں کی اصلاح اور خون ریزی سے بچنے کے لیے یہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔

وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ (الانبیاء، ۱۱۱)

ترجمہ: اور میں کیا جانوں (اس ڈھیل سے) شاید تمہارا امتحان لینا اور ایک وقت تک تمہیں لطف اندوز کرنا مطلوب ہو۔

۱۱- جود و سخا، زہد، مکارم اخلاق، صحابہ کرام کی تکریم

انہوں نے فرمایا: مجھے حیاء آتی ہے میں رب تعالیٰ سے ملاقات کروں اور میں چل کر اس کی طرف نہ گیا ہوں۔

انہوں نے مدینہ طیبہ سے چل کر بیس حج کیے تھے۔ دوسری روایت میں ہے: انہوں نے پندرہ حج پیدل کیے تھے۔ عمدہ سواریاں ان کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے تین بار قسم اٹھائی، حتیٰ کہ آپ اونٹ دے دیتے تھے۔ گھوڑے روک لیتے تھے۔ محمد بن سیرین نے لکھا ہے: وہ کبھی کبھی ایک شخص کو ہی ایک سو دراہم دے دیتے تھے۔ انہوں نے انصار کے لوگوں سے ایک باغ چار لاکھ دراہم میں خریدا پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ پہلے مالک اس کے محتاج ہو گئے ہیں۔ انہوں نے انہیں وہ لوٹا دیا۔ انہوں نے کبھی کسی سائل کو "نہیں" نہیں کہا تھا۔ وہ کسی سے محبت نہ کرتے تھے کہ اسے کسی غیر کا محتاج رہنے دیتے۔ انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو روٹی کا ایک لقمہ خود کھا رہا تھا دوسرا کتے کو کھلا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: اس امر پر کس نے تمہیں ابھارا ہے؟ اس نے کہا: مجھے حیاء آتی ہے کہ خود کھاؤں اسے نہ کھلاؤں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ وہ اس کے آقا کے پاس گئے۔ اسے خریدا۔ اس باغ کو خریدا جس میں وہ غلام تھا۔ غلام آزاد کر دیا۔ اسے باغ دے دیا۔ اس غلام نے عرض کی: جو باغ آپ نے مجھے دیا تھا اسے میں نے آپ کو ہبہ کر دیا۔

آپ سردار، حلیم، زاہد، عاقل، فاضل، فصیح، وقار و سکون کے عادی، فیاض، فتنوں سے نفرت کرنے والے اور خونریزی سے اجتناب کرنے والے تھے۔ یہ آپ کا تقویٰ، زہد اور علم ہی تھا جس کی بناء پر انہوں نے خلافت کو خیر آباد کہہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ روز حشر کم و بیش ستر ہزار افراد آئیں گے جن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ یہ سارے لوگوں سے حسین تھے ان سے زیادہ کریم، جواد اور عمدہ کلام فرمانے والے تھے۔ سب سے زیادہ باحیاء تھے، اکثر روزہ سے ہوتے تھے۔ مکارم اخلاق اور جود و سخا میں فعل قول سے آگے ہوتا تھا اپنے بھائیوں پر بہت زیادہ کرم فرماتے تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی غافل نہ رہتے تھے۔ انہیں سوال کرنے کی نوبت نہ آتی ہے، بلکہ سوال سے قبل ہی عطا شروع فرما دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا: میں تمہیں اپنے اس بھائی کے متعلق بتاتا ہوں جو میری نگاہوں میں سب سے بڑا تھا۔ اس عظمت کی وجہ یہ تھی کہ دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر تھی۔ وہ باطنی سلطنت سے خارج تھا۔ اسے اس کی خواہش نہ تھی جو اسے نہ ملتا۔ جب اسے مل جاتا تو وہ کثرت کا خواہاں نہ ہوتا تھا۔ اس نے ایسے کلمہ نہ سنا جس سے خوفزدہ ہوتا اس سے سب سے بڑی بات یہ سنی تھی کہ اس کے اور کسی شخص کے مابین عداوت تھی۔ اس نے اسے کہا: ہمارے پاس ایسی چیز ہی ہے جو اس کو رسوا کر دے۔ ان سے عرض کی گئی کہ سیدنا ابوذر نے فرمایا ہے کہ مجھے فقر غنا سے زیادہ پسندیدہ ہے، مجھے مرض صحت سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ میں تو کہتا ہوں جس نے رب تعالیٰ کے حسن اختیار پر یقین کر لیا وہ اس حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس کے لیے رب تعالیٰ منتخب فرما دے۔ یہ ان امور میں رضا پر وقوف کی حد ہے جس میں قضا تصرف کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اپنے جسم کے ساتھ دنیا میں اور اپنے دل کے ساتھ آخرت میں رہو۔ وہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرماتے تھے: اے میرے بیٹو! اور بھتیجو! علم سیکھو۔ جو تم میں سے اسے یاد نہ کر سکے یا روایت نہ کر سکے اسے اس کو لکھ لینا چاہیے اور اسے اپنے گھر میں رکھ لینا چاہیے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی بہت عزت و توقیر، تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کی بہت عزت و توقیر بجالاتے تھے۔ یوم الدار کو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے ان کے پاس تلواریں تھیں تاکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے قتال کریں۔ انہیں ان کے متعلق خدشہ لگا۔ انہوں نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ اپنے گھر چلے جائیں، تاکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل کو تسلی ہو اور انہیں ان کے متعلق خطرہ بھی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیجا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے عزت و توقیر کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی رکاب تھام لیتے تھے۔ اسے ایک نعمت شمار کرتے تھے۔ جب یہ شہزادے محو طواف ہوتے تھے تو قریب ان پر اژدہام کی وجہ سے انہیں روند ڈالتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: بخدا! عورتیں امام حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے رہ نہیں سکتیں۔ امام باقر فرماتے تھے: ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ کسی ضرورت کے لیے مدد طلب کی انہوں نے اس وقت اعتکاف کیا ہوا تھا۔ معذرت کی۔ وہ ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے مدد طلب کی۔ انہوں نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ فرمایا: کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے بڑھ کر ہے۔ آپ بہت زیادہ شادیاں کرتے تھے۔ چار آزاد عورتیں کسی حال میں بھی جدا نہ رہیں۔ وہ بہت زیادہ طلاقیں دینے والے اور بہت زیادہ حق مہر دیتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے فرماتے تھے: ان کے ساتھ نکاح نہ کیا کرو وہ بہت زیادہ طلاقیں دیتے ہیں۔ وہ عرض کرتے: امیر المؤمنین! بخدا! اگر وہ ہر روز ہمیں شادی کا پیغام دیں۔ ہم ہر روز ان کی شادی کر دیں یہ صرف خاندان نبوت کے ساتھ سسرالی رشتہ داری بنانے کے لیے ہے۔

۱۲- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت

ابو عمر نے لکھا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے مابین قل ھو اللہ احد لکھا ہوا تھا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ یہ بات حضرت ابن مسیب تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے فرمایا: اگر ان کا یہ خواب سچا ہے تو انہیں کہو کہ ان کے وصال کا وقت قریب ہے۔ اس کے بعد وہ کچھ دن ہی زندہ رہے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ وہ خلافت کا تقاضا نہ کریں۔ انہیں دنیا میں سے زہد اختیار کرنے اور اس سے اعراض کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہت سی وصیتیں کرنے کے بعد آخر میں لکھا: رب تعالیٰ نے ہمارے لیے انکار کر دیا ہے کہ ہم اہل بیت کے لیے نبوت اور خلافت کے ساتھ ساتھ ملوکیت کو رکھے۔ دنیا کو رکھے۔ اس کی اطاعت سے بچیں۔ اس امر سے بچیں کہ اہل کوفہ آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کریں۔ آپ اس وقت نادم ہوں جب ندامت فائدہ نہ دے، پھر نگاہ پاک کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی: مولا! میں نے تیرے دربار سے حصول ثواب کے لیے صبر کیا۔ میں اس کی مثل تک نہیں پہنچا۔ میری اس حالت پر رحم فرما۔ قبر میں

میری تنہائی پر رحم فرما۔ میری غربت پر رحم فرما۔ یا ارحم الراحمین۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو فرمایا: میری چار پائی گھر کے صحن کی طرف نکالو۔ میں ملکوت السموات کو دیکھ لوں۔ اہل بیت نے چار پائی گھر کے صحن میں نکالی۔ سر اقدس بلند اٹھایا اور دیکھا۔ کہا: مولا! میں تیرے دربار میں حصولِ ثواب کے لیے صبر کرتا ہوں۔ یہ جان مجھے سب سے پیاری تھی۔

۱۳- اولاد پاک

امام ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں ابن سعد سے الطبقات میں روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک میں محمد اصغر، جعفر، فاطمہ محمد الاکبر، زید، حسن، ام حسن، ام خیر، اسماعیل، یعقوب، قاسم، ابوبکر عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کے ساتھ حضرات قاسم اور ابوبکر شہید ہوئے تھے۔ یا حضرات طلحہ اور عبداللہ شہید ہوئے تھے۔ حضرات زید اور حسن کی اولاد تھی۔ ان کے علاوہ کسی کی اولاد نہ تھی۔ حسین الاثرم، عبدالرحمان، ام سلمہ، عمر اور ام عبداللہ طلحہ، عبداللہ الاصغر۔ محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ ان کے ہاں پندرہ صاجزادے اور آٹھ صاجزادیاں پیدا ہوئیں، علی اکبر، علی اصغر، جعفر، فاطمہ، سکینہ، ام الحسن، عبداللہ، قاسم، زید، عبدالرحمان، احمد، اسماعیل، حسین، عقیل اور حسن رضی اللہ عنہم۔

بلاذری نے الانساب میں صرف یہ اولاد پاک لکھی ہے: حسن، زید، حسین الاثرم، عبداللہ، ابوبکر، عبدالرحمان، قاسم، طلحہ اور عمر رضی اللہ عنہم۔ امام الطبری نے ذخائر میں ابو بشر سے اور دولابی نے لکھا ہے کہ اولاد پاک میں حسن، عبیداللہ، عمر، زید، ابراہیم شامل تھے۔ ابوبکر بن وراع نے لکھا ہے کہ وہ گیارہ صاجزادے اور صاجزادیاں تھیں عبداللہ، قاسم، حسن، زید، عمر، عبداللہ، عبدالرحمان، احمد، اسماعیل، حسین، عقیل اور ام الحسن رضی اللہ عنہم۔

❀❀❀

بارھواں باب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب

۱- ولادت، عمر مبارک، شہادت

آپ کی ولادت ماہ شعبان کی پانچ تاریخ ۴ھ کو ہوئی۔ یا ۶ھ یا ۷ھ کو ہوئی۔ امام جعفر بن محمد نے لکھا ہے کہ حضرت حسن کی ولادت اور امام حسین کے حمل میں صرف ایک طہر تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید دس ماہ بعد ان کی ولادت ہوئی ہو اور

دو ماہ طہر تاخیر سے آیا ہو۔آپ نے لعاب دہن سے گھٹی دی۔کانوں میں خوشبو لگائی۔منہ مبارک میں لعاب دہن ڈالا۔ان کے لیے دعا کی اور ان کا اسم گرامی "حسین" رکھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ساتویں روز نام نامی رکھا۔ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ان کی شہادت یوم جمعۃ المبارک یوم عاشوراء کو ہوئی ۶۱ھ کو میدان کربلا میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔یہ زمین عراق میں ہے اکثر علماء کے نزدیک اس وقت عمر مبارک ۵۶ سال تھی۔یا ۵۸ سال یا ۵۵ سال تھی۔قاتل کا نام سنان بن انس النخعی تھا۔اصح قول یہی ہے۔

۲-آپ کا ان کا منہ مبارک سے بوسہ لینا،ان کے لیے دعا کرنا،لب چومنا،آپ کا لعاب چوس لینا اور آپ کے لیے زبان باہر نکالنا

ابو عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا۔میرے کانوں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ان کے قدم آپ کے قدمین شریفین پر تھے۔آپ فرما رہے تھے: تم ایک عظیم چشمہ ہو۔بچے نے اپنے قدم آپ کے سینے پر رکھ دیے۔آپ نے ان سے فرمایا: منہ کھولو، پھر آپ نے انہیں چوم لیا پھر یہ دعا مانگی: مولا: میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

ابن ابی خیثمہ اور ضحاک نے (ابن ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور حامئ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما۔ہم بنو قینقاع کے بازار کی طرف گئے واپس آئے تو آپ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔فرمایا: لکع کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے۔آپ کی گود میں گر پڑے۔اپنی انگلیاں آپ کی ریش مبارک میں پھیرنے لگے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھولا۔اپنی زبان ان کے منہ میں داخل کر دی پھر عرض کی: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بھی میں انہیں دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگتے ہیں۔ابن ابی شیبہ نے حضرت یعلی عامری سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے کے لیے گئے۔آپ کو دعوت دی گئی تھی۔حضرت امام حسین رستے میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔آپ صحابہ کرام سے آگے نکلے۔آپ نے ہاتھ پھیلا دیے۔شہزادہ ادھر ادھر دوڑنے لگا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہنسانے لگے حتیٰ کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا،اپنے منہ مبارک کے نیچے ایک ہاتھ سے پکڑ لیا۔دوسرا ان کی گدی کے نیچے تھا۔سر کو بلند کیا اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ دیا۔ان کا بوسہ لیا۔فرمایا: حسین مجھ سے ہیں،میں حسین سے ہوں جس نے حسین سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔

ابن ابی عاصم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ان کا سر اقدس ابن زیاد کے پاس لایا گیا، تو وہ ان کے دانتوں پر چھڑی مارنے لگے۔ان کے دانت بہت خوبصورت

تھے۔میں نے دل میں کہا: میں تجھے ضرور ذلیل کروں گا۔میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ وہ جگہ چوم رہے تھے۔ جہاں تیری چھڑی لگی ہے۔

قابوس بن ابی ظبیان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: بخدا! حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی ٹانگیں کھول لیتے تھے اوران کا منہ چوم لیتے تھے۔

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکال لیتے تھے شہزادہ آپ کی زبان کی سرخی کو دیکھتا اور دوڑ کر اس کی طرف آتا۔عیینہ بن بدر ازدی نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا۔آپ اس شہزادے کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں۔اگر میرا اس طرح بچہ ہو جو چہرہ نکال کر آئے میں اس کا کبھی بوسہ نہ لوں۔آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ابن ضحاک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ حضرت امام حسین کا لعاب دہن یوں چوس رہے تھے جیسے انسان کھجور چوستا ہے۔

۳-آپ کے ساتھ ان کی شباہت، ۴-وہ اہل جنت میں سے ہیں

ابن حبان، ابن سعد، ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جو کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے یا اہل جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۵-آپ کی کمر انور پر سوار ہو جانا

امام بغوی نے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔وہ آپ کی کمر پر اچھلنے لگے پیٹ پر چڑھ گئے انہوں نے پیشاب کر دیا۔ہم اٹھ کر آپ کی طرف گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔آپ نے پانی منگوایا اسے اپنے کپڑوں پر چھڑک دیا۔

۶-حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

سعید بن منصور، امام ترمذی نے حضرت یعلیٰ بن مرہ عامری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے پیار کرتا ہے۔رب تعالیٰ اس کے ساتھ پیار کرتا ہے۔حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سے دو سبط ہیں۔الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ان دونوں شہزادوں سے پیار کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

۷- امام مہدی ان کی اولاد میں سے ہوں گے

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزری، تو فرمایا: تمہارے شکم میں بچہ ہے۔ جب تم اسے جنم دے لو تو اسے میرے پاس لے آنا۔ جب بچہ پیدا ہوا میں اسے لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا۔ فرمایا: خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ میں نے حضرت عباس کو بتایا وہ بہت زیادہ لباس پہنتے تھے۔ انہوں نے کپڑے پہنے پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ام فضل کو کیا بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے انہیں یہی بتایا ہے کہ یہ بچہ ابوالخلفاء ہے، حتیٰ کہ اس سے سفاح پیدا ہوگا۔ مہدی پیدا ہوگا۔ وہ پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

۸- آپ کے رونے سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت ہوتی تھی

امام بغوی نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے نکلے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دروازے پر سے گزرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ فرمایا: سیدہ! آپ جانتی نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

۹- حضرت جبرائیل اور بارش کے فرشتے نے آپ کو بتایا کہ یہ شہزادہ شہید ہو جائے گا انہوں نے آپ کو خاک کربلا بھی دکھادی

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل امین نے بتایا ہے کہ میرا نور نظر حسین سرزمین ''الطف'' میں شہید ہو جائے گا۔ وہ یہ خاک لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ وہیں ان کی قبر انور ہوگی۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارش کے فرشتے نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوں۔ اس نے اسے اذن دے دیا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ذرا دروازے کی نگرانی کرنا، کوئی اندر نہ آئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ وہ اچھل کر داخل ہو گئے، حتیٰ کہ آپ کے کندھوں پر

چڑھ گئے۔ فرشتے نے کہا: کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کی: آپ کی امت انہیں شہید کر دے گی۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھا سکتا ہوں جس پر یہ شہید ہوں گے۔ اس نے اپنے ہاتھ مارے آپ کو سرخ خاک دکھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اپنے کپڑے کے کنارے میں باندھ لی۔ ہم سنا کرتے تھے کہ وہ میدان کربلا میں شہید ہوں گے۔ اس روایت کو امام بیہقی نے وہب بن ربیعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دن آپ لیٹے ہوئے تھے۔ آپ بیدار ہوئے تو آپ کو کمزوری محسوس ہو رہی تھی، پھر آپ لیٹ کر سو گئے، پھر جاگے تو کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ یہ پہلی کمزوری سے کم تھی پھر آپ لیٹ گئے۔ آپ جاگے تو آپ کے دستِ اقدس میں سرخ مٹی تھی آپ اسے لٹ پلٹ کر کے دیکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون سی مٹی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے جبرائیل نے بتایا ہے کہ میرا یہ نورِ نظر سرزمین عراق میں شہید ہوگا۔ میں نے کہا: جبرائیل! مجھے اس زمین کی خاک تو دکھاؤ۔ انہوں نے کہا: یہ اس کی خاک ہے۔

البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے پوچھا: کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں۔ یہ میرے دل کا ٹکڑا ہیں۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی امت انہیں عنقریب شہید کر دے گی۔ کیا میں آپ کو ان کی قبر انور کی جگہ نہ دکھا دوں؟ انہوں نے مٹھی بھر مٹی دی وہ سرخ خاک تھی۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب وہ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے تو فرمایا: عبداللہ! خیر ہی ہو۔ میں نے عرض کی: امیر المومنین! کیا ہوا؟ فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو آپ کی چشمان مقدس سے آنسو نکل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ امام حسین کو دریائے فرات کے کنارے شہید کر دیا جائے گا۔ انہوں نے مجھے کہا: کیا میں آپ کو اس جگہ کی خاک نہ سونگھاؤں۔ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے مٹھی بھر خاک لی اور مجھے دے دی۔ میں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا۔

امام احمد نے حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بچے کو رولایا نہ کرو۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین سے فرمایا: کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ حضرت امام حسین آ گئے۔ میں نے انہیں پکڑ لیا گود میں لیا۔ وہ رونے لگے۔ میں نے انہیں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ آپ کی گود مبارک میں بیٹھ گئے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی۔ آپ کی امت آپ کے اس شہزادے کو عنقریب شہید کر دے گی۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ اسے شہید کر دیں گے حالانکہ وہ مومن ہوں گے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں!

انہوں نے خاکِ کربلا بھی آپ کو دکھائی۔ دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جبرائیل! کیا میں درگاہِ خداوندی کی طرف رجوع نہ کروں؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس سے فراغت ہو گئی ہے۔

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حجرہ مقدسہ میں ایسا فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا: آپ کا یہ شہزادہ حسین شہید ہو جائے گا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو وہ خاک دکھاؤں جہاں یہ شہید ہوں گے۔ اس نے سرخ خاک نکال کر دکھائی۔ امام بغوی نے حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ میرا یہ نورِ نظر یعنی حسین زمین کربلا میں شہید ہو جائے گا۔ جو وہاں موجود ہو۔ وہ ان کی نصرت کرے۔ حضرت انس بن حارث کربلا کی طرف نکلے۔ حضرت امام حسین کے ہمراہ جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

ابن سعد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ خاک کربلا سے گزرے وہ صفین جا رہے تھے۔ اس جگہ کا نام پوچھا۔ عرض کی گئی: کربلا۔ وہ نیچے اترے۔ وہاں درخت کے پاس نماز پڑھی۔ انہوں نے فرمایا: اس جگہ شہداء شہید ہوں گے۔ وہ شہداء میں سے بہترین ہوں گے۔ وہ حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا کسی چیز سے وہاں نشان لگا دیا گیا۔ اسی جگہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

۱۰۔ حضرات ام سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے خواب

ابن ابی الدنیا نے حضرت علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: انا لله و انا الیه راجعون پڑھا۔ فرمایا: امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ بخدا! ان کے ساتھیوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں خون سے لبریز شیشی تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا ہے؟ انہوں نے میرے فرزند حسین کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا لہو مبارک ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں لے کر جا رہا ہوں۔ انہوں نے وہ دن لکھ لیا جس میں خواب دیکھا تھا۔ اس میں لکھا تھا وہ اس وقت میں۔" کچھ دنوں کے بعد خبر آ گئی کہ وہ اسی روز اور اسی وقت میں شہید ہوئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت سلمٰی سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کی: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے سر اقدس اور ریش مبارک پر خاک پڑی تھی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ابھی ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔

ابن سعد نے حضرت شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر

تھے۔ میں نے انہیں چیختے ہوئے سنا۔ میں ان کے پاس گیا انہوں نے فرمایا: امام حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: انہوں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ رب تعالیٰ ان کی قبور یا گھروں کو آگ سے بھرے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ وہ بے ہوش ہو کر پیچھے گر پڑیں، ہم اٹھ کر آ گئے۔

۱۱۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کی نوحہ خوانی

کئی افراد نے بیان کیا ہے کہ اہل کربلا لگاتار امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنات کے نوحے سنتے رہتے تھے۔ وہ کہہ رہے ہوتے تھے:

مسح الرسول جبینه فله بریق فی الخدود
ابواہ فی علیاء قریش وجدہ خیر الجدود

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جبین اطہر کو مس کیا تھا۔ ان کے رخساروں میں بجلی رواں تھی۔ ان کے والدین قریش میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان کے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) نانوں میں سے بہترین تھے۔

بعض لوگوں نے انہیں جواب دیا تو انہوں نے کہا:

خرجوا به و فدا الیه فهم له شر الوفود
قتلوا ابن بنت نبیهم سکنوا به دار الخلود

ترجمہ: وہ وفد کی صورت میں ان کے ساتھ نکلے۔ وہ ان کے لیے بدترین وفود تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں کو شہید کر دیا۔ اسی وجہ سے وہ ابدی مقام (جہنم) کے مکین بن گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جن عورتیں نوحہ کرتے ہوئے کہتی تھیں:

ایها القاتلون ظلما حسینا ابشروا بالعذاب و التنکیل
کل اهل السماء یدعو علیکم و نبی مرسل و قبیل
قد لعنتم علی لسان داود و موسی و صاحب الانجیل

ترجمہ: اے وہ بدبختو! جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا تھا۔ تمہیں عذاب اور اذیت کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان تمہارے لیے بددعا کرتے ہیں۔ نبی مرسل اور پیروکار تمہارے لیے بددعا کرتے ہیں۔ تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا میں نے جنات کا نوحہ نہ سنا تھا مگر اسی رات کو سنا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرے نورِ نظر حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی

خادمہ سے کہا: باہر نکلو اور دیکھو۔ اس سے سوال کرو۔ اسے بتایا گیا کہ انہیں ذبح کر دیا گیا ہے ایک عورت جن کہہ رہی تھی۔

الا یاعین فاحتلفی بجھدی	و من یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا	الی متجبر فی ملك عبدی

ترجمہ: ارے اے میری آنکھ! میری کوشش کی طرف بھرپور توجہ دے۔ میرے بعد شہداء پر کون روئے گا۔ اس قبیلے پر جسے اموات اس متجبر کی طرف لے کر رہی تھیں جو میرے بندے کی ملکیت میں تھا۔

ابونعیم نے بریدہ بن جابر الحضرمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے جنات کو سنا وہ حضرت امام حسین پر نوحہ خوانی کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے:

انعی حسینا هبلا	کان حسین جبلا

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے ہبل کو بتا دے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ (صبر و استقامت) کا کوہ گراں تھے۔

ابونعیم نے ابوقبیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین شہید ہو گئے۔ دشمنانِ خدا نے ان کا سر جدا کر دیا وہ پہلے مرحلہ پر نبیذ پی رہے تھے۔ وہ سر اقدس سے دور تھے۔ باغ سے لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ لکھا:

اترجو امة قتلت حسینا	شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: کیا وہ امت جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ روز حشر آپ کے نانا جان کی شفاعت کی امید کر سکتی ہے؟

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین کے سر اقدس کو دمشق سے گزارا جا رہا تھا تو میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے آگے آگے ایک شخص سورۃ الکھف کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ (الکھف:۹)

ترجمہ: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں۔

رب تعالیٰ نے سر کو بولنے کی توفیق دی۔ اس نے بلند آواز سے کہا: اصحابِ کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا قتل اور اسے اٹھانا ہے۔

۱۲- جب شہادت کا تعین ہو گیا تو ان کا خطبہ

حضرت زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے محمد بن حسین نے بتایا ہے، انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو وہ خطبہ دینے کے لیے اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا:

جو امر نازل ہو چکا ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ دنیا تبدیل ہو چکی ہے یہ عجیب ہو چکی ہے۔اس کی بھلائی جا چکی ہے۔اس کی نیکی ختم ہو چکی ہے حتیٰ کہ اس میں اس طرح بچ گیا ہے جیسے رسل کے لیے بچا ہوا چرواہوں کے دلو دیکھا تم حق نہیں دیکھ رہے۔ کیا حق کو دیکھ نہیں رہے کیا اس پر عمل ہو رہا ہے۔ باطل سے رکا نہیں جا رہا۔ مومن کو رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات میں ترغیب رکھنی چاہیے۔ میں اسی وقت شہادت کو دیکھ رہا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ رہنا ندامت ہے۔انہوں نے بہت سے امور کا تذکرہ کیا انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے نماز پڑھتے، استغفار کرتے اور آہ و زاری کرتے ہوئے رات بسر کی دشمن کے نگرانوں کے گھوڑے ان کے پیچھے گھوم رہے تھے۔ فلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امام زین العابدین نے فرمایا: میں شام کو بیٹھا ہوا تھا جس کی صبح کو میرے والد گرامی شہید ہوئے تھے۔ میری پھوپھو جان میرے پہلو میں تھیں۔انہوں نے میرے والد گرامی کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

یا دھر اف لك من خلیل	کم لك بالاشراق و الاصیل
من صاحب او طالب قتیل	والدھر لا یقنع بالبدیل
و انما الامر الی الجلیل	و کل حیّ سالك السبیل

ترجمہ: اے زمانہ! تیرے لیے خلیل کی طرف سے اف ہے۔ کتنے ہی اشراق یا عصر کے وقت تیرے صاحب یا طالب قتیل ہیں زمانہ بدل پر قناعت نہیں کرتا۔ معاملہ جلیل (اللہ رب العزت) کی طرف ہے ہر زندہ راہ کی سمت چلنے والا ہے۔

انہوں نے دو یا تین بار یہی اشعار پڑھے۔ میں جان گیا کہ ان کا ارادہ کیا تھا مجھے آنسوؤں نے گھیر لیا میری پھوپھو اٹھ گئیں وہ ان کے پاس آئیں۔انہوں نے مجھے کہا: بخدا! شاید آج موت مجھ سے زندگی چھین رہی ہیں۔میری امی جان کا وصال ہو گیا۔ میرے والد گرامی بھی شہید ہو گئے۔ میرے بھائی حسن بھی شہید ہو گئے۔ اے خلیفۃ الماضی! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا۔ فرمایا: بہن! شیطان! تمہارا حلم نہ لے جائے۔انہوں نے عرض کی: ابو عبداللہ! میرے والد آپ پر فدا! وہ رونے لگیں۔ آہ و بکاء کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ حضرت امام پاک اٹھ کر ان کی طرف گئے۔ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ فرمایا: میری بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس سے تسلی حاصل کرو۔ جان لو سارے اہل زمین مر جائیں گے۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ وہ پاک ہے برتر ہے۔ بہنا! میرے والد گرامی مجھ سے بہتر تھے۔ میری والدہ ماجدہ مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی جان مجھ سے بہتر تھے میرے لیے ان کے لیے اور سارے مسلمانوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ میری شہادت کے بعد بے صبری نہ کرنا، پھر انہوں نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور میرے پاس لے آئے۔

ابوبکر الانباری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنا سر اقدس خیمہ سے باہر نکالا۔ جب ان کے برادر محترم حضرت امام حسین شہید ہو گئے۔ انہوں نے باآواز بلند کہا:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ... ما ذا فعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی ... منھم الساری قتلی ضرّ جوابدم

ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ... ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

ترجمہ: تم اس وقت کیا کہو گے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں فرمایا: تم نے کیا کیا؟ جبکہ تم آخری امت تھے۔ تم نے میری اولاد پاک اور اہل بیت کے ساتھ کیا۔ جبکہ میرا وصال ہو چکا تھا۔ ان میں سے کچھ قیدی بنے کچھ شہید ہوئے۔ انہیں لہو میں لت پت کر دیا گیا تھا۔ جبکہ میں نے تم سے خلوص کا اظہار کیا۔ کیا یہی میری جزاء ہے کہ تم میرے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرو۔

حضرت امام حسین کے کلام میں سے ہے: جان لو! کہ لوگوں کی تمہاری طرف احتیاجات تمہارے لیے نعمتیں ہیں۔ نعمتوں سے اکتا نہ جایا کرو، ورنہ یہ انتقام بن جائیں گی۔ جان لو! نیکی تعریف کماتی ہے۔ اجر لاتی ہے۔ اگر تم نیکی کو ایک مرد کی صورت میں دیکھتے تو ایسا مرد دیکھتے جو حسین و جمیل ہوتا جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا۔ عالمین سے فائق ہوتا۔ اگر تم ملامت کو مرد کی شکل میں دیکھتے تو اسے بدشکل اور قبیح دیکھتے جس سے دل نفرت کرتے۔ آنکھیں اسے دیکھ نہ سکتیں۔ جان لو! جس نے سخاوت کی۔ وہ سردار بن گیا۔ جس نے بخل سے کام لیا۔ وہ ذلیل ہو گیا۔ جس نے اپنے بھائی کے لیے بھلائی کی جلدی کی وہ کل جب اس کے پاس آئے گا تو اسے پالے گا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا: آل ابی طالب کا خون بہانے سے رک جانا۔ میں نے بنو حرب کو دیکھا جب انہوں نے حضرت امام حسین کو شہید کیا۔ رب تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔

۱۳- سرزمین عراق کی طرف جانا

حضرات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آپ کو جانے سے روکا۔ بہت سے سرکردہ کوفیوں نے آپ کو آنے کے لیے خطوط لکھے کہ وہ آپ کی مدد کریں گے، مگر انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

ابن حبان اور طیالسی نے مسند میں امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو علم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہ مدینہ طیبہ سے دو یا تین راتوں کی مسافت پر انہیں ملے۔ پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: عراق۔ ان کے ہمراہ خطوط کے طومار تھے۔ حضرت ابن عمر: ان کے پاس نہ تشریف لے جائیں۔ حضرت امام حسین: یہ ان کے خطوط اور بیعت نامے ہیں۔ حضرت ابن عمر: رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند کیا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پارۂ جگر ہیں۔ بخدا! کوئی اسے تم سے دور نہیں کر سکتا۔

صرف اس چیز کے لیے اسے تم سے دور کیا جاسکتا ہے جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ واپس لوٹ چلیں، مگر آپ نے انکار کردیا۔ فرمایا: یہ ان کے خطوط اور بیعت نامے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں گلے لگایا اور کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کی تھی وہ تو واقع ہو چکی تھی کیونکہ خلافت اب ملوکیت بن چکی تھی۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو ملوکیت اور دنیا سے بچالیا تھا۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے سفر کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ مجھ پر اور آپ پر عیب لگایا جائے گا تو میں اپنے ہاتھ سے آپ کا سر اقدس پکڑ لیتا۔ آپ نے فرمایا: فلاں فلاں جگہ میرا شہید ہو جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ مکرمہ کی حرمت کو حلال کروں۔ اس سے میرے نفس کو تسلی ہوتی ہے۔

بشر بن غالب نے کہا کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت امام حسین سے عرض کی: آپ اس قوم کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا۔ بھائی کو طعن کیا۔ انہوں نے فرمایا: میرا فلاں فلاں جگہ شہید ہو جانا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں حرم کعبہ کو حلال کروں۔

۱۴۔ شہادت گاہ میں کرامات

عمر الملا نے بنو کلب کے ایک شخص سے روایت کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند کہا: پانی پلاؤ۔ انہیں ایک شخص نے تیر مارا جو ان کے لبوں پر لگا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ تجھے سیراب نہ کرے۔ وہ شخص اتنا پیاسا ہوا کہ اس نے خود کو فرات میں گرالیا۔ اتنا پانی پیا کہ وہ مرگیا۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عباس بن ہشام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو زرعہ کہا جاتا تھا۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھا۔ اس نے آپ پر تیر مارا جو آپ کے حلق پر لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے پانی مانگا اس نے تیر پھینکا۔ آپ کے اور پانی کے مابین حائل ہوگیا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے پیاسا رکھ۔ مجھے اس شخص نے بتایا جو اس کی موت کے وقت وہاں تھا کہ وہ اپنے پیٹ کی پیاس کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ وہاں گرمی تھی کمرے میں سردی تھی۔ اس کے سامنے پنکھے اور برف تھی۔ ان کے پیچھے چولہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ مجھے پلاؤ۔ مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے پاس شہد لایا جاتا اس میں ستو ہوتے۔ پانی اور دودھ لایا جاتا۔ اگر اسے پانچ افراد پی لیتے وہ انہیں کافی ہو جاتا وہ اسے پیتا اس کی پیاس لوٹ آتی۔ وہ کہتا: مجھے پلاؤ۔ مجھے پیاس نے برباد کر دیا ہے۔ اس کا پیٹ اس طرح پھٹ گیا جیسے اونٹ پھٹتا ہے۔ امام بغوی نے علقمہ بن وائل یا وائل بن علقمہ سے روایت کیا ہے۔ یہ وہاں تھے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص اٹھا۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں حسین ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: آگ کی بشارت ہو۔ آپ نے کہا: رب رحیم

اور شفیع مطاع کی قسم! تمہیں بشارت ہو۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جویرہ ہوں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے آگ کی طرف لے جا۔ بخدا! اس کی سواری اسے لے کر بھاگ نکلی۔ اس کی ٹانگ رکاب میں پھنس گئی۔ بخدا! اس کی صرف ٹانگ بچی۔

ابو معشر نے بعض مشائخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل جب ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے قتل کی کیفیت بیان کی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا کیونکہ اس نے آپ سے گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا: آپ کا چہرہ سیاہ ہو جائے۔ عمر الملا نے حضرت سفیان سے اور انہوں نے اپنی دادی جان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دو ایسے افراد دیکھے جو شہادت حسین کے وقت وہاں موجود تھے۔ ایک کا ذَکر لمبا ہو گیا وہ اسے لپیٹتا تھا۔ دوسرا مشکیزے کی طرف جاتا وہ اسے پی کر بھی سیراب نہ ہوتا تھا۔

سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے دو افراد نے حضرت امام حسین کی شہادت میں شرکت کی۔ ایک کو پیاس میں مبتلاء کر دیا گیا۔ اگر وہ مشکیزہ پی لیتا وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ دوسرے کا ذَکر لمبا ہو گیا جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اس کی گردن کے ارد گرد لپیٹ لیتا تھا۔ ان کی دادی جان نے بیان کیا ہے کہ قاتلین حسین میں سے ایک شخص ورس اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کا ورس راکھ بن گیا۔

امام احمد نے المناقب میں ابو رجاء سے روایت کیا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے: نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی اہل بیت کو برے الفاظ سے یاد کیا کرو۔ بنو ہجیم کا ایک شخص ہمارا پڑوسی تھا۔ وہ کوفہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا: کیا تم اس فاسق بن فاسق کو نہیں دیکھتے؟ رب تعالیٰ اسے قتل کرے، یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ۔ رب تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں دو شرارے پھینکے۔ اس کی نظر ختم ہو گئی۔ منصور بن عمار نے ابو قبیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور امام حسین شہید ہو گئے۔ ان کا سر اقدس یزید کے پاس بھیجا گیا۔ قافلہ والے پہلے مرحلہ پر اترے۔ وہ شراب پینے لگے وہ سر اقدس کو کھرچنے لگے۔ باغ سے لوہے کا قلم نکلا۔ اس نے خون سے یہ سطر لکھ دی:

اترجو امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

ترجمہ: کیا وہ امت جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اُن کے جد امجد کی شفاعت کی روز جزاء کی امید رکھتی ہے؟

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کے لیے روم کے شہروں کی طرف گیا۔ انہوں نے ان کے کنیسا میں یہ شعر لکھا ہوا دیکھا۔ انہوں نے پوچھا: اسے کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے یہاں لکھا گیا تھا۔ ابو نعیم نے الدلائل میں نضریہ از دیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش نازل ہوئی۔ ہمارے چہرے اور اعضاء خون آلود ہو گئے۔ امام بغوی نے مروان مولیٰ ہند بنت مہلب سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایوب بن عبید اللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ

کے سر کو لایا گیا تو میں نے دارالامارہ سے خون بہتا ہوا دیکھا۔ حضرت جعفر بن سلیمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مجھے میری خالہ حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ اس وقت گھروں اور دیواروں پر خون کی بارش ہوئی۔ یہ بارش خراسان، شام اور کوفہ میں ہوئی تھی۔

سدی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو ہم پر خون کی بارش ہوئی۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو شام میں جس پتھر کو اٹھایا جاتا نیچے سے خون نکلتا۔ امام ترمذی نے عمارہ بن عمیر سے صحیح روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب سر حسین رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے پاس لایا گیا اسے مسجد کے صحن میں رکھا گیا۔ میں ان کی طرف گیا۔ انہوں نے کہا: وہ آگیا۔ وہ آگیا۔ اچانک ایک سانپ آیا۔ وہ لوگوں کے سروں کو روندتا ہوا آیا۔ عبید اللہ اور اس کے ساتھیوں کے نتھنوں میں داخل ہو گیا۔ وہیں کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر غائب ہو گیا دو یا تین دفعہ اسی طرح ہوا۔

۱۵-آپ کے بدلے میں کتنے افراد قتل ہوئے

عمر الملا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے بدلے میں ستر ہزار افراد قتل ہوئے اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے ستر ہزار ستر ہزار افراد قتل کرائے گا۔

۱۶-اولاد پاک

ابن جوزی نے یہ اولاد پاک ذکر کی ہے: علی الاکبر، علی الاصغر۔ (یعنی زین العابدین سے آپ کی نسل چلی) جعفر، فاطمہ، عبدالملک، سکینہ، محمد رضی اللہ عنہم۔ بلاذری نے جعفر کو ساقط کیا ہے محب الطبری نے ذخائر میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاں چھ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ علی ابوبکر یہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، علی زین العابدین، علی الاصغر، محمد، عبداللہ، یہ بھی آپ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے جعفر، سکینہ، فاطمہ رضی اللہ عنہم محب الطبری نے علی اصغر کو زین العابدین بنایا ہے۔ یہ درست نہیں۔

تنبیہ

انساب بلاذری کے میرے نسخے میں، یہ صحیح نسخہ ہے۔ اس کا کئی بار مقابلہ کیا گیا ہے کہ المدائنی نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے: حسین، باقر، عباس، عثمان، محمد۔ یہ حضرت علی کی اولاد میں سے تھے۔ علی بن حسین، ابوبکر، عبداللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح ابوبکر، عبداللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح ابوبکر، عبداللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں تھے۔ بلاشبہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ دراصل یہ بنو حسن تھے۔

۱۷-آپ کے کچھ اشعار

انہوں نے رب تعالیٰ پر اعتماد اور خلق میں طمع کرتے ہوئے لکھا:

لا تخضعن لمخلوق على طمع فان ذالك و هن ذالك فى الدين
او سترزق الله مما فى خزائنه فان ذالك بين الكاف و النون

ترجمہ: مخلوق کی طرف طمع کرتے ہوئے نہ جھکو یہ دین میں کمزوری ہے۔ رب تعالیٰ سے وہ رزق طلب کرو جو اس کے خزانوں میں ہے یہ کاف اور نون کے مابین ہے۔

❁❁❁

چچے، پھوپھیاں اور ماموں اور ان کی اولاد

پہلا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا اجمالاً تذکرہ

حضرت عبدالمطلب کی تعداد میں اختلاف ہے۔ایک قول کے مطابق ان کی تعداد تیرہ ہے۔ایک قول کے مطابق بارہ ہے۔ایک قول کے مطابق نو ہے۔جس نے تیرہ کا قول کیا ہے اس نے ان کے نام یہ بتائے ہیں: حارث، ابوطالب، زبیر، عبدالکعبہ، حمزہ، عباس، مقوم، حجل (ان کا نام مغیرہ ہے) ضرار، قثم، ابولہب، الغیداق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ۔(جس نے ان کی تعداد بارہ بیان کی ہے انہوں نے عبدالکعبہ کو گرادیا ہے انہوں نے اسے مقوم ہی شمار کیا ہے۔اس نے حجل اور غیداق کو ایک ہی شمار کیا ہے۔جس نے یہ تعداد نو لکھی ہے اس نے قثم کو ساقط کردیا ہے۔اس نے آپ کے والد محترم کا بھی تذکرہ نہیں کیا۔ابن اسحاق اور ابن قتیبہ نے ان کے علاوہ کا تذکرہ نہیں کیا۔حافظ عبدالغنی نے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔انہوں نے آپ کے والد گرامی کا بھی تذکرہ کیا ہے حارث ان کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے۔انہی کے نام پر ان کی کنیت تھی۔چشمہ زمزم کی کھدائی کے وقت یہی ان کے ساتھ تھے۔یہ اپنے باپ کی زندگی میں ہی مرگئے تھے انہوں نے اسلام کو نہیں پایا تھا۔ان کی والدہ صفیہ بنت جندب بنو ہاشم کی خواتین میں سے تھیں۔قثم، قاثم سے معدول ہے۔اس کا معنی عطا کرنے والا ہے۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے: یہ بچپن میں ہی مرگئے تھے۔ان کی اولاد نہ تھی۔انہوں نے اسلام نہ پایا تھا۔ابن زبیر نے اسی طرح ذکر کیا ہے عبدالغنی نے اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ابن کلبی نے لکھا ہے عباس اور زبیر جڑواں تھے، بعض نے زُبیر پڑھا ہے بلاذری کے ایک نسخہ میں جسے میں نے اصول صحیحہ پر تین بار پڑھا ہے اس میں یہ زبیر ہے۔اس سے میں خوش ہوگیا ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ مؤرخین نے اس کے تتمہ میں اس کا تذکرہ نہیں کیا شیخ الاسلام نے وسعتِ علمی کے باوجود اس کا تذکرہ التبصیر میں نہیں کیا۔الحمدللہ! ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔یہ قریش کے فیصلے کرنے والوں میں سے ایک تھے یہ حضرت عبداللہ سے بڑے تھے۔ابوطالب سے بھی بڑے تھے یہ نغز گو شاعر تھے۔یہ بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کے رئیس تھے اور

حرب الفجار میں فیصلے کرتے تھے۔ صاحب نظر و فکر تھے انہوں نے اسلام کو نہ پایا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو یعلی یا ابو عمارہ تھی۔ یہ دونوں ان کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام ہالہ بنت وہب تھا۔ یہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ حضرت حمزہ آپ سے چار سال بڑے تھے۔ حاکم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ امتاع میں اس پر دو اشکال وارد کیے گئے۔

۱- حدیث پاک میں ہے کہ حضرات حمزہ اور عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما کو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ نے بھی ان کے ساتھ ہی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ صحیح مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ قریش میں دلچسپی لے رہے ہیں مگر ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نور نظر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہیں۔ وہ میرے رضاعی بھائی کی نور نظر ہیں۔ اس میں اشکال کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار سال بڑے تھے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ ثویبہ نے ان دونوں کو اکٹھا دودھ پلایا۔ یہ حدیث صحیح ہے یہ کسی اور پر مقدم ہے الا یہ کہ اس نے ان کو علیحدہ علیحدہ اوقات میں دودھ پلایا ہو۔ بلاذری کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ اس نے کئی ایام تک آپ کو دودھ پلایا تھا۔ اس کے بعد آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ ان کے اس لخت جگر کے ساتھ دودھ پیا جس کا نام مسروح تھا۔ انہوں نے اس سے قبل حضرت حمزہ کو دودھ پلایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہو۔ اس سے یہ اشکال حل ہو جاتی ہے۔

۲- مشہور ہے کہ جناب عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر رب تعالیٰ نے انہیں بیٹے عطا کیے تو وہ ان میں سے ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کریں گے، لیکن یہ اشکال اس سے دور ہو جاتا ہے جو بلاذری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے محمد بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے پوچھا کہ جناب عبدالمطلب نے چشمہ زمزم کب کھودا تھا؟ انہوں نے کہا: اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ میں نے پوچھا: انہوں نے اپنا لخت جگر کب ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اس سے تیس سال بعد۔ میں نے عرض کی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! حضرت حمزہ کی ولادت سے بھی قبل۔ حضرت حمزہ کے سر پر غزوہ احد میں شہادت کا تاج سجایا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۴ سال تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ ان کے دس بیٹے تھے سب کو صحابیت کا شرف ملا۔ تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت فضل سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام پر ان کی کنیت تھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ یہی حبر تھے۔ عبیداللہ یہ سخی تھے۔ قثم، معبد، ام حبیب ان کی والدہ ایک تھیں۔ عبدالرحمن، کثیر، تمام، ان کی والدہ رومیہ تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ ہم نے کسی کے فرزندوں کی قبریں اتنی دور نہیں دیکھی جتنی دور ام فضل رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کی تھیں۔ ام فضل کا نام لبابہ

بنت حارث الکبریٰ تھا۔ حضرت فضل شام میں یرموک کے مقام پر واصل باللہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ کا وصال طائف میں ہوا۔ عبیداللہ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ قثم کی قبر سمرقند میں ہے۔ معبد کی قبر افریقہ میں ہے۔ حضرت عباس بنو ہاشم میں سے ثروت مند تھے۔ بنو ہاشم کے عریاں کو وہ لباس دیتے تھے۔ ان کے بھوکوں کے لیے انہوں نے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے جاہلوں کے لیے پیغام بیداری تھے۔ وہ پڑوسی کو روکتے تھے مال خرچ کرتے تھے۔ مصائب میں عطا کرتے تھے جاہلیت میں ابوسفیان ان کا دوست تھا۔ حضرت عباس آپ کے ہمراہ عقبہ میں تھے تاکہ انصار کے ساتھ معاہدہ کریں۔ اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا، پھر اسلام لے آئے تھے۔ اس کے قبول اسلام کے وقت میں اختلاف ہے روایت ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر سے قبل اسلام قبول کیا تھا لیکن وہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ دوسرے قول کے مطابق واقعہ خیبر کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھے۔ حنین اور طائف میں بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یوم حنین میں آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔

ابوطالب، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جڑواں بھائی تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے جد امجد کے بعد آپ کی انہوں نے ہی کفالت کی تھی۔ انہوں نے آپ کی نصرت کی تھی۔ وہ آپ کی نبوت کا اقرار کرتے تھے لیکن عار کی وجہ سے یہ دین قبول نہ کیا۔ رب تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔ انہوں نے نبوت کے دسویں سال نصف شوال کو انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر اسی سال سے زائد تھی۔ یا اس سے بھی زائد تھی۔ ان کے ہاں چار بچے اور دو بچیاں پیدا ہوئیں۔ طالب، یہ حالت کفر میں مرا تھا۔ یہ ان کی اولاد میں سے سب سے بڑا تھا۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔ حضرات علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم۔ حضرت ام ہانی، ان کی کنیت ان کے بیٹے پر تھی۔ ان کا نام فاختہ تھا۔ یا عاتکہ تھا اور جمانہ۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت جعفر ان سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت عقیل ان سے دس سال بڑے تھے۔ طالب ان سے دس سال بڑا تھا۔

ابولہب اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کے مرنے کا واقعہ غزوۂ بدر کے آخر میں گذر چکا ہے۔ اس کی اولاد میں سے عتبہ اور معتب تھے۔ یہ یوم حنین کو آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ حضرت معتب کی آنکھ پر زخم آیا۔ فتح مکہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آخری لڑکا عتیبہ تھا۔ یہ حالت کفر میں مرا تھا۔ اس پر رب تعالیٰ نے شیر کو مسلط فرما دیا تھا۔ عبدالکعبہ۔ اس نے اسلام نہ پایا تھا۔ بلاذری نے درج صغیر کا ذکر کیا ہے۔ اس کی اولاد نہ تھی یہ حضرت عبداللہ کا سگا بھائی تھا۔ حجل۔ اس کا نام مغیرہ تھا۔ یا مصعب یا عمیر تھا۔ ضرار۔ یہ ان دنوں میں مرا تھا جب آپ پر وحی کا نزول ہوا تھا۔ یہ جمال اور سخاوت میں سارے قریش سے بڑھ کر تھے۔ ان کی نسل نہیں چلی۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ الغیداق۔ یہ ان کا لقب تھا۔ انہیں سخاوت کی وجہ سے الغیداق کہا جاتا تھا۔ یہ مال و دولت میں سارے قریش سے بڑھ کر تھے۔ ابن سعد نے ان کا نام مصعب لکھا ہے۔ دمیاطی نے نوفل لکھا ہے ان کی ماں ممنعہ بنت عمرو تھی۔ المقوم۔ اس کی کنیت ابوبکر تھی۔ کسی

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

المدد ضرارًا ان عددت فزائدا | و اللیث حمزہ و اعدد العباسا
و اعدد زبیرا والمقوم بعدہ | و الصمت حجلا و الفتی الرآسا
و ابا عبیدہ فاعدد نہ ثامنا | و القرم عبدامناف العباسا
و العرم عبدا ما یعد حجاجا | سادوا علی رغم العدو الناسا
و الحارث الفیاض ولیّ ماجدا | ایام نازعہ الھمام لکاسا
ماللانام عمومہ کعمومتی | انّی وھم خیر الاناس اناسا

ترجمہ: تم ضرار کو شمار کرلو۔ اگر شمار کرنا چاہو۔ زائد لیث اور حضرت حمزہ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی شمار کرلو۔ حضرت زبیر کو بھی شامل کرلو ان کے بعد مقوم کو بھی۔ خاموش حجل بھی ہیں اور نوجوان الرّاس اور ابوعبید ہیں۔ انہیں آٹھواں شمار کرلو۔ بڑے سردار عبد مناف عباس ہیں۔ العرم غلام کٹ حجتی کرتے ہوئے شمار نہیں کیا جاتا وہ دشمن کے نہ چاہتے ہوئے بھی سردار بن گئے۔ حارث فیاض بھی ہیں جو بزرگی کے والی بنے اس وقت ہمام نے ان کے ساتھ نزاع کیا وہ سر کے بل گر پڑا لوگوں میں سے کس کے چچا میرے چچاؤں کی طرح ہیں کیسے ہوسکتا ہے وہ انسان ہونے میں سارے لوگوں سے بہترین ہیں۔

عاتکہ یہ حضرت عبداللہ کی سگی بہن تھی۔ ابوعبداللہ نے لکھا ہے اکثر علماء نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ابن فتحون نے الاستیعاب کے تتمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اس شعر سے ان کے اسلام پر استدلال کیا ہے جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا تھا۔ آپ کے وصف نبوت کی تعریف کی تھی۔ دارقطنی نے لکھا ہے: یہ اشعار کہتی تھیں جن میں آپ کی تصدیق کرتی تھیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہ مشہور خواب انہوں نے ہی دیکھا تھا۔ یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں عبداللہ اور زہیر پیدا ہوئے۔ یہ تمام ابوجہل کے چچازاد اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ یہ ان کے باپ کی طرف سے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام لانے سے قبل انہیں اسلام سے شدید عداوت تھی۔ انہوں نے ہی کہا تھا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝۹۰ (بنی اسرائیل،۹۰)

ترجمہ: ہم آپ کے لیے ایمان نہ لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ رواں فرمادیں۔

یہ ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ آپ اس وقت فتح مکہ کے لیے آرہے تھے۔ انہوں نے سقیا اور رفرع کے مابین آپ سے ملاقات کی آپ نے ان سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ یہ اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے، اور سفارش کے لیے عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سفارش کو قبول کرلیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ فتح مکہ، حنین اور طائف کے غزوات

میں شرکت کی۔طائف کے دن انہیں تیر لگا جو شہادت کا سبب بنا۔زھیر بن امیہ اور امیمہ کے اسلام میں اختلاف ہے ابن اسحاق نے اس کی نفی کی ہے ابن سعد کے علاوہ کسی نے ان کا تذکرہ نہیں کیا انہوں نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں خیبر کی چالیس وسق کھجوریں دی تھیں یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے ان کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔وہ جحش بن رئاب کی زوجیت میں تھیں۔ان کے ہاں عبداللہ، عبیداللہ، ابواحمد، زینب اور حمنہ پیدا ہوئیں۔ان سب نے اسلام قبول کرلیا تھا تینوں بیٹوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی لیکن عبیداللہ وہاں نصرانی بن گیا اس کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما اس سے جدا ہوگئیں۔

ان کی تمام بیٹیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔بیضاء بہت زیادہ پاکدامن تھیں۔ناقابل بیان حد تک عمدہ خاتون تھیں یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جڑواں تھیں۔ام حکیم یہ کریز بن ربیعہ کی زوجیت میں تھیں۔ان کے ہاں عامر پیدا ہوئے کچھ بیٹیوں کی نہ تو تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے نہ ہی ناموں کا اور نہ ہی ان کے اسلام کا۔حضرت عامر نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرلیا تھا۔یہ خلافت عثمانیہ تک زندہ رہے۔یہ اس عبداللہ کے والد ہیں جنہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عراق اور خراسان کا والی بنایا تھا اس وقت ان کی عمر چوبیس برس تھی۔

برہ یہ ابی رھم بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں بعد میں ان کا نکاح عبداللہ سد بن ھلال مخزومی سے کیا ان کے ہاں وہ حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے جن کے ہاں حضرت ام سلمہ تھیں پھر انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہء عقد میں آنے کا شرف ملا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے اسلم پھر ابورھم کی زوجیت میں آئیں۔حضرت ابوسلمہ نے اسلام قبول کیا تھا۔انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔غزوہء بدر میں شرکت کی تھی غزوۂ احد میں زخم آیا جو پہلے مندمل ہوگیا تھا پھر وہ پھٹ گیا اور اس سے ان کا وصال ہوگیا۔ان کے بعد آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح فرمایا۔صفیہ یہ حضرت زبیر بن عوام کی والدہ ماجدہ تھیں۔یہ حضرت حمزہ کی سگی بہن تھیں۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا اپنے نور نظر حضرت زبیر کے ہمراہ ہجرت بھی کی آپ سے روایت بھی کی غزوۂ خندق میں شرکت بھی کی ایک یہودی کو واصل جہنم بھی کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حصہ بھی نکالا۔یہ جاہلیت میں حارث بن حرب کی زوجیت میں تھیں۔وہ مرگیا تو حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کی زوجیت میں آگئیں ان کے ہاں حضرت زبیر، حضرت سائب اور عبدالکعبہ پیدا ہوئے۔حضرت زبیر اور حضرت سائب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔حضرت زبیر جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے۔حضرت صفیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں وصال کیا تھا۔اس وقت ۲۰ھ تھی۔عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔جمانہ، ارویٰ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔حضرت ارویٰ کی داستان سے ان کا تعاقب کیا گیا ہے۔عقیلی نے انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے۔محمد بن عمر نے ان کے اسلام کا قصہ لکھا ہے۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ارویٰ نے اسلام قبول کیا تھا اور ہجرت بھی کی تھی۔زاد المعاد میں ہے کہ بعض نے ان کے اسلام کو صحیح کہا ہے۔ابن سعد

نے ان کے وہ اشعار بھی رقم کئے ہیں جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت کہے تھے۔ وہ عمدہ اشعار یہ ہیں۔

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا — علی حدث بنا برّا و تك جافیا

ترجمہ: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو ہماری امید تھے آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے آپ ہم سے اعراض نہیں کرتے تھے۔

افاطم صلی رب محمد — علی حدث امسی یثرب ثاویا

ترجمہ: اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کا رب تعالیٰ اس قبر انور پر درود شریف بھیجے جس میں آپ وقت شام جلوہ افروز ہو گئے۔

ابا حسن فارقته و ترکته — سبك بحزن آخر الدھر شا حبا

ترجمہ: اے ابوالحسن! رضی اللہ عنہ تم آپ سے جدا کئے گئے اور آپ کو چھوڑ دیا آخر زمان آپ پر غم کی وجہ سے زار زار روؤ۔

فدی لرسول ما امی و خالتی — و عمی و نفسی قصرۃ ثم خالیا

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ پر میری امی اور خالہ میرا چچا میرا نفس چچا زاد بھائی اور میرا ماموں فدا ہو۔

صبرت و بلغت الرسالۃ صادقا — و قمت صلیب الدین ابلج صافیا

ترجمہ: آپ نے صبر کیا رب تعالیٰ کا پیغام احسن انداز میں پہنچا دیا دین کے ستون کو سیدھا کیا۔ وہ مکمل صاف اور شفاف ہو گیا۔

فلو ان رب الناس ابقاك بیننا — سعدنا ولکن امرنا کان ماضیا

ترجمہ: اگر لوگوں کا رب تعالیٰ آپ کو ہم میں باقی رکھتا تو ہم سعادت مند ہوتے لیکن ہمارا امر تو طے ہو چکا ہے۔

علیك من ما السلام تحیۃ — وادخلت جنات من العدن راضیا

ترجمہ: آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور تحیہ۔ آپ کو جنات عدن میں اس طرح داخل کر دیا گیا کہ رضا کا تاج آپ کے سر پر تھا۔

کنت بنا رؤفا رحیما بیننا — لبیك علیك الیوم من کان ناکیا

ترجمہ: آپ ہم پر رؤف اور رحیم تھے رونے والے کو آج آپ پر رو لینا چاہیے۔

لعمرك ما ابکی النبیّ النبی لموته — ولکن لهترج کان بعدك آیتا

ترجمہ: تمہاری حیاتی کی قسم میں آپ پر آپ کے وصال کی وجہ سے نہیں رو رہی بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے جو آپ کے بعد آنے والی ہے

کان علی قلبی لذکر محمد — وما حفت من بعد النبی المکاویا

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک کی وجہ سے میرے دل پر داغ ہیں آپ کے بعد مجھے کوئی خدشہ نہیں ہے۔
انہوں نے ہی واقعہ بدر سے پہلے خواب دیکھا تھا اسے الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ مصعب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے یہ عمر بن قصی کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں کلیب پیدا ہوئے بعد میں ان سے نکاح کلدہ بن عبد مناف نے کرلیا طلیب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہی اپنی والدہ کے اسلام لانے کا سبب بنے تھے۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت طلیب نے دار ارقم میں اسلام قبول کرلیا تھا، پھر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے کہا: میں نے محمد عربی ﷺ کی اتباع کرلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا: بخدا! یہ حق ہے کہ تم اپنے ماموں کے بیٹے کا بوجھ اٹھانے لگے ہو۔ بخدا! اگر ہم لوگوں کی طرح طاقتور ہوتے تو ان سے لوگوں کو دور کرتے۔ ان کا دفاع کرتے۔ حضرت طلیب نے کہا: تم ایمان کیوں نہیں لاتیں اور آپ کی اتباع کیوں نہیں کرلیتیں۔ تمہارے بھائی حضرت حمزہ نے اسلام قبول کر لیا ہے انہوں نے کہا: میں دیکھوں گی کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں پھر میں ان سے ایک بن جاؤں گی۔ میں نے عرض کی: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ کو سلام کرو۔ آپ کی تصدیق کرو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دو۔ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی ﷺ اس کے رسول ہیں، پھر یہ اپنی زبان سے آپ کی حفاظت کرتی تھیں۔ لوگوں کو آپ کی نصرت اور آپ کے معاملہ پر ابھارتی تھیں۔ حضرت طلیب رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی ان کی اولاد نہ تھی اجنادین یا یرموک کی جنگ میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ جناب عبدالمطلب کے بیٹوں اور بیٹیوں کی مائیں مختلف تھیں۔ حضرت حمزہ، مقوم، حجل، صفیہ اور عوام کی والدہ ھالہ بنت وھیب تھیں۔ حضرت عباس، ضرار، قثم نتلہ بنت جناب سے تھے۔ یہ پہلی عربیہ خاتون تھیں جنہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کو دیباج اور مختلف کپڑوں سے بنا ہوا غلاف چڑھایا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عباس گم ہو گئے۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر وہ مل گئے تو وہ بیت اللہ کو غلاف چڑھائیں گی۔ وہ مل گئے تو انہوں نے غلاف چڑھایا۔ حارث، اروی اور قثم صفیہ بنت جندب سے تھے۔ ابولہب لبنیٰ بنت ھاجر سے تھا۔ حضرت عبداللہ، ابو طالب، زبیر، عبدالکعبہ، عاتکہ، برہ اور بیضاء فاطمہ بنت عمرو سے تھے۔ الغیداق ممنعہ بنت عمرو سے تھے۔ بیٹوں میں سے صرف چار کی نسل چلی۔ حارث، عباس رضی اللہ عنہ، ابو طالب اور ابولہب۔ چار کے علاوہ اسلام کو کسی نے نہ پایا۔ وہ ابو طالب، ابولہب، حمزہ اور عباس ہیں پھوپھیوں میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بلاشک وشبہ اسلام قبول کرلیا تھا جب کہ عاتکہ اور اروی کے متعلق اختلاف ہے۔ عقیلی نے ان کے اسلام کا تذکرہ کیا ہے اور انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے۔ دار قطنی نے عاتکہ کا بھائی اور بہنوں میں ذکر کیا لیکن اروی کا ذکر نہ کیا۔ چچاؤں کی اولاد کل تعداد پچیس تھی۔ صرف دو نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ طالب اور عتیبہ نے۔ باقیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہیں صحابی ہونے کا بھی شرف ملا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ ابو طالب کے چار بیٹے تھے۔ طالب حالت کفر میں مرا۔ جب کہ حضرت عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہم کو اسلام لانے کی سعادت ملی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس فرزند تھے۔ فضل، عبداللہ، عبیداللہ،

قثم، عبد الرحمن معبد کثیر اور تمام رضی اللہ عنہم ایک ماں سے تھے جب کہ حارث کی والدہ ھذیلہ تھیں۔ آمنہ، ام کلثوم اور صفیہ دیگر زوجہ کے تھے۔ ہشام نے العکبی میں صبیح اور شہر کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کی اتباع کسی نے نہیں کی۔ ابراہیم مزنی نے لبابہ، آمنہ، معقل، عون، ام حبیب کا اضافہ کیا ہے۔ ان کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت حارث تھیں۔ حارث کی اولاد پانچ افراد پر مشتمل تھی۔ ابو سفیان، نوفل، ربیعہ، مغیرہ اور عبد شمس زبیر کی اولاد بھی تین افراد پر مشتمل تھی۔ عبد اللہ ضباعہ ورر ام الحکم حضرت عبد اللہ نے غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ یہ مشہور شہ سوار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا چچازاد اور محبوب فرماتے تھے۔ یا ابن ابی اور حبی فرماتے تھے ابو عمرو نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی کوئی روایت یاد نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ انہوں نے جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے ان کی اولاد نہ تھی۔

حضرت حمزہ کے دو فرزند تھے۔ عمارہ، یعلی مصعب نے لکھا ہے کہ اس کے ہاں پانچ فرزند ہوئے لیکن ان کی اولاد نہ چلی۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ یعلی سے اولاد چلی تھی۔ ان کے ہاں پانچ فرزند ہوئے مگر آگے نسل نہ چلی ابولہب کے تین فرزند تھے عتبہ، معتب اور عتیبہ۔ عتیبہ حالت کفر میں مرا تھا۔

دس بیٹیاں تھیں۔ جناب ابو طالب کی دو بیٹیاں تھیں۔ ام ہانی اور جمانہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ ام جبیبہ، صفیہ اور امیمہ۔ حارث کی ایک بیٹی تھی اروی۔ زبیر کی دو بیٹیاں تھیں ضباعہ اور ام ہانی۔ حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ تھیں۔ ان کا تذکرہ صاحب عیون نے کیا ہے۔ انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے ابولہب کی تین بیٹیاں تھیں ذرہ، خالدہ اور عزہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی امامہ تھیں یا انہیں امتہ اللہ کہا جاتا تھا امام واقدی نے انہیں عمارۃ لکھا ہے۔

خطیب نے لکھا ہے کہ اس قول میں واقدی منفرد ہیں۔ عمارہ ان کے باپ کی بیٹی تھیں عیون میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور بھی بیٹی تھیں ام الفضل کہا جاتا تھا ایک بیٹی فاطمہ تھی بعض لوگ انہیں ایک ہی شمار کرتے ہیں۔ یہی فاطمہ ان فواطم میں سے ایک ہے جن کے متعلق آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جبکہ آپ کو استبرق کا حلہ پیش کیا گیا تھا کہ انہیں فواطم کے لئے دوپٹے بنا دو۔ انہوں نے اسے چار حصوں میں منقسم کیا تھا۔

ایک حضرت فاطمہ بنت اسد کے لیے، ایک سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لئے، ایک فاطمہ بنت حمزہ کے لئے ایک فاطمہ بنت عتبہ کے لئے رضی اللہ عنہن۔

پھوپھیوں کی اولاد گیارہ مردوں اور تین عورتوں پر مشتمل ہے مردوں میں سے عامر بن بیضاء بن کریز ہیں۔ عبد اللہ اور زہیر یہ عاتکہ کے فرزند تھے۔ عبد اللہ، عبید اللہ، ابوامیہ اور طلیب اروی سے تھے۔ زبیر، سائب اور عبد الکعبہ حضرت صفیہ سے تھے عبد اللہ بن جحش کے علاوہ سب نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے تھے عورتوں میں زینب، حمنہ اور ام حبیبہ امیہ بن جحش کی بیٹیاں تھیں لیکن ام حکیم کی بیٹیوں کی تعداد، نام اور اسلام کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ اسود بن عبد یغوث بن وھب آپ کا ماموں تھا۔ البلاذری نے لکھا ہے کہ یہ آپ کا ماموں تھا۔ ابن ابی عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت

جبرائیل امین نے اسود کو گردن سے پکڑا اس کی کمر جھک گئی حتیٰ کہ وہ پھول گیا۔آپ نے فرمایا: میرا ماموں! میرا ماموں! انہوں نے فرمایا: محمد عربی ﷺ اسے چھوڑ دیں۔

خرائطی نے محمد بن عمیر بن وھب سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ماموں تھے وہ آئے تو آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھ
جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں والد ہوتا ہے۔ابن الاعرابی نے اپنی المعجم میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے 9
ماموں اسود بن وھب سے کہا: میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ رب تعالیٰ انہیں اس کو سکھلاتا ہے جس کے ساتھ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا ہو پھر اسے بھلاتا نہیں ہے۔انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ ﷺ فرمایا: یوں کہو: اللھم انی ضغیف فقونی رضاك صنعفی وخذ الی الخیر بناصیتی و اجعل الاسلام منتھی رضائی۔ابن مندہ نے اسود بن وھب سے روایت کیا ہے یہ آپ کے ماموں تھے آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ایسی چیز کے بارے نہ بتاؤں جس کے ساتھ رب تعالیٰ تمہیں نفع دے۔انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: سود کے کئی دروازے ہیں اس کا ایک دروازہ گناہوں کے برابر ہے کم درجے کا گناہ مرد کا اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنے کے برابر ہے۔اربی ربا یہ مرد اپنے بھائی کے سامان میں حق کے بغیر پالے۔ابن شاہین نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ماموں اسود بن وھب نے آپ سے اذن طلب کیا۔آپ نے انہیں اجازت دے دی۔فرمایا: ماموں! داخل ہو جاؤ۔آپ نے ان کے لیے اپنی چادر مبارک پھیلا دی۔خرائطی نے مکارم اخلاق میں ضعیف سند کے ساتھ محمد بن عمیر بن وھب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اسود بن وھب آئے آپ بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے آپ کے لئے چادر پھیلا دی۔انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں باپ ہی ہوتا ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

ا۔ اسلام قبول کرنے کا وقت

انہوں نے بعثت کے دوسرے سال اسلام قبول کرلیا تھا۔ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے چھٹے سال اسلام قبول کیا تھا اس وقت آپ دارارقم میں تشریف لے گئے تھے۔ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مارا گیا۔جب کفار نے آپ پر غلبہ پایا تھا۔انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تین روز قبل اسلام قبول کیا۔

تھا۔ ان کے اسلام کا سبب، غزوہ احد میں بہادری اور شہادت کا ذکر خیر پہلے گزر چکا ہے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے جھنڈا باندھا تھا۔ اسلام کو ان کی وجہ سے تقویت ملی۔ قریش کے مظالم آپ پر کم ہو گئے۔ یہ ان کا خوف ہی تھا۔ انہیں علم تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہیں روک دیں گے۔ یہ آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ ان میں سے ہر ایک کی والدہ ماجدہ دوسرے کی ماں کی چچازاد تھیں۔

9

۲- آپ اسد اللہ اور اسد رسول اللہ تھے

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ عمر بن اسحاق نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے قتال کر رہے تھے ان کے پاس دو تلواریں تھیں وہ کہہ رہے تھے: میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا شیر ہوں۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور امام بغوی نے معجم میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے ساتویں آسمان پر لکھا ہے کہ حمزہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے شیر ہیں۔ حاکم اور ابن ہشام نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضور سیاح لامکاں ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ ساتویں آسمان پر لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے شیر ہیں۔

۳- آپ کے چچاؤں میں سے بہترین ہیں

ابن عساکر اور ابونعیم نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے چچاؤں میں سے بہترین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیلمی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بھائیوں میں سے بہترین علی اور چچاؤں میں سے بہترین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

۴- وہ سید الشہداء ہیں

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، خلعی نے حضرت ابن مسعود سے، دیلمی، حاکم، خطیب اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر حضرت حمزہ سید الشہداء یا خیر الشہداء ہوں گے اور وہ شخص بھی ان کے ہمراہ ہو گا جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اسے حکم دیا اسے روکا۔ اس نے اسے شہید کر دیا۔

۵- آپ کی ان کے لئے جنت کی گواہی

ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آج رات جنت میں

داخل ہوا میں نے وہاں حضرت حمزہ کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ دیکھا رضی اللہ عنہم۔

۶-جو آیات ان کے متعلق اتریں

سدی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرت حمزہ کے بارے نازل ہوئی:

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ. (القصص:۶۱)

ترجمہ: کیا وہ شخص جس کے ساتھ ہم نے عمدہ وعدہ کیا ہو پس وہ اس کے ساتھ ملاقات کرنے والا ہو۔

سلفی نے بریدہ سے روایت کیا ہے کہ ان فرمان الٰہی کے متعلق حضرت حمزہ نے فرمایا کہ یہ میرے متعلق اترا ہے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ (الفجر:۲۷)

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ۔

۷-ان کی شہادت پر آپ کا غم واندوہ

ابن جوزی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آپ ان پر کھڑے ہو گئے جس عضو کو بھی دیکھتے اسے دیکھ کر آپ کو بہت اذیت ہوتی۔

۸-ملائکہ کا غسل دینا

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت حمزہ بن راھب شہید ہوئے یہ جنبی حالت میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتے دیکھے جو انہیں غسل دے رہے تھے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے صحیح الاسناد روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے فرشتوں نے انہیں غسل دیا تھا۔

۹-کفن

ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز آپ حضرت حمزہ کے پاس سے گزرے ان کا ناک کاٹا جا چکا تھا ان کا مثلہ ہو تھا آپ نے فرمایا: اگر مجھے حضرت صفیہ سے خدشہ نہ ہوتا تو میں انہیں چھوڑ دیتا حتیٰ کہ روز حشر درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے اٹھتے۔ ایک چادر میں انہیں کفن دیا گیا جب ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت حمزہ کی شہادت ہوئی تو ان پر چادر تھی۔ اس میں انہیں قبر انور میں داخل کیا گیا جب اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں عریاں ہو جاتے جب پاؤں

ڈھانپے جاتے تو سر عریاں ہو جاتا۔اس کے متعلق آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا:ان کے سر کو ڈھانپ دیا جائے اور علجان کی بوٹی کو ان کے پاؤں پر ڈال دیا گیا۔

۱۰-عمر مبارک

اس وقت ان کی عمر مبارک ۵۹ سال تھی انہیں اور ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔

۱۱-اولاد پاک

ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔حضرت عمارہ۔ان کی والدہ خولہ بنت قیس تھیں۔حضرت یعلیٰ، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر چند سال تھی ان میں سے کسی سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔بچی کا نام امامہ تھا جیسے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ان کی والدہ کا نام زینب بنت عمیس تھا۔اس کو آغوش میں لینے کے بارے میں حضرات علی،جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے اپنا دعویٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میری چچازاد ہیں۔حضرت جعفر نے عرض کی: یہ میری چچازاد ہیں اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں۔آپ نے ان کی خالہ کے لئے ان کا فیصلہ کیا تھا۔فرمایا تھا:خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔بخاری نے روایت کیا ہے کہ یہ قریش میں سے سب سے زیادہ باجمال تھیں۔

✿✿✿

تیسرا باب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-ولادت،نام،کنیت اور حلیہ

یہ واقعۂ فیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔یہ آپ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ابن ابی العاصم نے ابو رزین سے،بغوی نے اپنی المعجم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے بڑے ہیں میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔وہ بہت زیادہ خوبصورت اور سفید رنگت کے تھے۔ان کی دو نرم مینڈھیاں تھیں۔قامت معتدل تھی دوسری روایت میں ہے کہ قد کے دراز تھے۔

ابن ابی عاصم اور ابن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انصار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس وقت قمیض پہنانے کا ارادہ کیا جب غزوہء بدر میں وہ قید بن کر آئے تھے انہیں عبداللہ بن ابی کی قمیض ہی پوری آئی۔ وہی انہیں پہنادی گئی جب ابن ابی مرا تو آپ نے اسے قمیض پہنادی۔ اس پر اپنا لعاب دہن بھی لگایا حضرت سفیان کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ حضرت عباس کی قمیض کا بدلہ تھا۔ یہ قریش میں رئیس تھے۔ مسجد حرام کو آباد کرنا انہی کے ذمہ تھا۔ وہ کسی کو اس میں گالیاں نہ نکالنے دیتے تھے۔ برے الفاظ نہ نکالنے دیتے تھے اس پر قریش کا اتفاق و اجماع تھا۔ وہ ان کی مدد کرتے تھے انہوں نے اس کو تسلیم کیا تھا۔ حضرت عباس سخی تھے۔ بہت سے لوگوں کو کھلاتے تھے۔ وہ صلہ رحمی کرتے تھے۔ عمدہ رائے رکھتے تھے۔

۲- آپ پر ان کی شفقت

امام مسلم وغیرہ نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے سب کی خیریت دریافت کی جب میرے متعلق پوچھا تو میں نے عرض کی: میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ہوں۔ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنا دست شفقت میری طرف بڑھایا میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ میری قمیض کا اوپر کا بٹن کھولا پھر نیچے والا بٹن کھولا اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھ دیا میں ان دنوں نوجوان تھا۔

انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! تمہیں خوش آمدید! مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ میں نے ان سے کچھ سوالات کیے وہ اس وقت نابینا تھے۔ نماز کا وقت آگیا وہ ایک چادر اوڑھ کر کھڑے ہو گئے جب اس کے پلو اپنے کندھے پر رکھتے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نیچے گر جاتا ان کی بائیں طرف کھونٹی پر چادر لٹک رہی تھی انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے عرض کی کہ آپ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے متعلق بتائیں۔ انہوں نے اپنے دست اقدس سے نو کا اشارہ کیا پھر فرمایا: آپ مدینہ طیبہ میں نو سال تک اقامت گزیں رہے آپ نے کوئی حج نہ کیا۔ دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ آپ حج کے لئے تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگ آگئے وہ سب آپ کی اتباع کرنا چاہتے تھے وہ آپ کے عمل کی طرح عمل کرنا چاہتے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور عرض کی۔ اب میں کیا کروں؟ آپ نے انہیں فرمایا: غسل کرو۔ کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر اونٹنی مبارکہ قصواء پر سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ بیداء پر سیدھی ہوگئی میں نے تاحد نظر اپنے سامنے دیکھا تو مجھے سوار اور پیدل لوگ نظر آئے میرے دائیں، بائیں اور پیچھے لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم تھا آپ ہمارے سامنے تھے آپ پر نزول قرآن ہو رہا تھا۔ اس کی تاویل آپ ہی جانتے تھے۔ آپ جو عمل کرتے ہم بھی اس طرح کرتے۔ آپ نے توحید کے ساتھ یہ تلبیہ کہا:

لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك والملك لا شریك لك۔

لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کہا آپ نے اس تلبیہ پر کچھ زیادتی نہ کی آپ اسی طرح تلبیہ کہتے رہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم صرف حج کی نیت کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم آپ کے ہمراہ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو استلام کیا پہلے تین چکروں میں رمل کیا بقیہ چار میں عام چال چلے۔ آپ مقام ابراہیمی پر آئے آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

مقام ابراہیمی کو اپنے اور بیت اللہ کے مابین رکھا۔ دو رکعتیں پڑھیں ایک میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔

آپ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ استلام کیا بیت اللہ سے باہر صفا کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

فرمایا: میں سعی کا آغاز وہیں سے کروں گا جس کے ذکر سے رب تعالیٰ نے ابتداء کی ہے۔ آپ نے کوہ صفا سے آغاز کیا اس کے اوپر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ نظر آنے لگا قبلہ رخ ہو کر اس کی توحید اور عظمت بیان کی اور فرمایا: رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا ملک ہے اس کے لئے حمد ہے وہ ہر شئے پر قادر ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر لیا اپنے بندۂ خاص کی مدد کی۔ تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی پھر یہی کلمات تین بار دہرائے پھر مروہ کی طرف تشریف لے گئے حتیٰ کہ قدم مبارک وادی میں پہنچ گئے آپ دوڑے جب ہم چڑھے تو آپ چلنے لگے حتیٰ کہ آپ مروہ تک پہنچ گئے آپ نے مروہ پر بھی اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا۔

جب مروہ پر آخری چکر لگایا فرمایا: اگر میں اس امر کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا جس کی طرف بعد میں توجہ کی تھی تو اپنے ساتھ ھدی نہ لاتا میں اسے عمرہ بنا دیتا جس کے پاس ھدی نہیں وہ احرام کھول دے اسے عمرہ بنا دے۔ حضرت سراقہ بن مالک جعشم اٹھے۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے ان کے ہمراہ آپ کے اونٹ تھے انہوں نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ بھی لوگوں کے ساتھ احرام اتار چکی تھیں۔ انہوں نے رنگدار کپڑے پہنے ہوئے تھے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عراق میں یہ کہہ رہے تھے

کہ میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے احرام کھولنے کی شکایت لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: میں نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا انہوں نے سچ کہا ہے جب آپ نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے کہا تھا کہ میں اسی نیت کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ آپ نے احرام باندھا ہو گا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس قربانی کا جانور ہے تم حلال نہ ہونا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اونٹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے اور جو آپ کے پاس تھے وہ کل ایک سو ہو گئے تھے۔ سارے لوگوں نے احرام کھول دیے۔ انہوں نے بال کٹوا دیے تھے حضور اکرم ﷺ اور ان لوگوں نے احرام نہ کھولے جن کے پاس قربانی کے جانور تھے جب آٹھویں ذوالحجہ آئی تو ان لوگوں نے منیٰ جا کر احرام باندھا۔ آپ بھی سوار ہوئے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کیں پھر کچھ دیر آپ رکے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا آپ نے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ غرہ میں نصب کرنے کا حکم دیا آپ روانہ ہوئے قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام میں قیام کریں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات پہنچے وہاں خیمہ ایستادہ دیکھا اس میں قیام فرمایا جب سورج ڈھل گیا تو ناقہ مبارکہ قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا آپ بطن وادی میں آئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس ماہ مقدس شہر مبارک اور آج کے دن کی حرمت ہے۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے۔ زمانہ جاہلیت کے خون میرے قدموں کے نیچے ہیں میں سب سے پہلے جس خون کو معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا تھا جس کو ھذیل نے قتل کر دیا تھا اس طرح زمانہ جاہلیت کے سارے سود میرے قدموں کے نیچے ہیں میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں۔

وہ حضرت عباس کا سود ہے ان کا سارا سود چھوڑ دیا گیا ہے تم عورتوں کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تم نے انہیں رب تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے اس کے حکم (نکاح) کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی سزا دو جس سے انہیں چوٹ نہ لگے ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق انہیں خوراک دو۔ لباس دو میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ چیز قرآن پاک ہے۔

اگر تم سے روز حشر میرے بارے میں پوچھا گیا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حق رسالت ادا کر دیا ہے۔ اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی کی ہے، پھر آپ نے شہادت کی انگلی کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا اور تین بار فرمایا: میرے مولا! گواہ بن جا، پھر اذان اور اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا کی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز عصر پڑھی ان دونوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی۔ آپ سوار ہو کر موقف تشریف لے گئے۔

اپنی ناقہ مبارکہ کا پیٹ پتھروں کی طرف کر دیا ایک پگڈنڈی کو اپنے سامنے کر دیا۔ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تھوڑی تھوڑی زردی جاتی رہی سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔ حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور واپس تشریف لائے۔ قصواء کی نکیل اس قدر کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوے کے اگلے حصے کے ساتھ لگ رہا تھا آپ اپنے دست اقدس کے ساتھ لوگوں کو آہستہ آہستہ چلنے کی تلقین کر رہے تھے جب رستے میں کوئی پہاڑی آجاتی آپ نکیل ڈھیلی کر لیتے تاکہ وہ آسانی سے چل سکے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی۔ ان دونوں فرضوں کے مابین نفل نہ پڑھے آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ جب روشنی پھیل گئی تو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نماز صبح پڑھی پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے قبلہ کی طرف منہ کیا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھا روشنی اچھی طرح پھیلنے تک وہیں رہے طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ان کے بال خوبصورت تھے رنگ گورا تھا وہ ایک خوبصورت جوان تھے جب آپ روانہ ہوئے تو عورتوں کی ایک جماعت بھی جا رہی تھی ایک ایک اونٹ پر ایک ایک عورت سوار تھی۔ حضرت فضل ان کی طرف دیکھنے لگے آپ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا وہ دوسری طرف دیکھنے لگے آپ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا آپ وادی محسر میں پہنچ گئے آپ نے اونٹنی کو تیز چلایا اور بڑے جمرہ کی طرف جانے والی درمیانی راہ لی۔ درخت کے قریب جو جمرہ ہے اس کے پاس پہنچے۔ سات کنکریاں ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر کہا یہ وہ کنکریاں تھیں جنہیں چٹکی سے پکڑ کر پھینکا جاتا ہے آپ نے وادی کے درمیان سے کنکریاں ماریں پھر آپ منیٰ کی طرف گئے وہاں تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بقیہ اونٹوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا۔ آپ نے اپنی ھدی میں انہیں بھی شریک کر لیا تھا آپ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر ہر جانور کا ایک ایک ٹکڑا لے کر ہنڈیا میں پکایا جائے آپ نے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو کھایا اس کا شوربہ پیا آپ سوار ہوئے طواف افادہ فرمایا۔ نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا کی آپ بنو عبدالمطلب کے پاس سے گزرے وہ لوگوں کو پانی پلا رہے تھے آپ نے فرمایا: بنو عبدالمطلب! پانی بھرو اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے تو میں بھی پانی نکالتا۔ انہوں نے ایک ڈول آپ کو پیش کیا آپ نے اس سے نوش فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن جمیل نے منع کیا خالد بن ولید اور عباس رضی اللہ عنہما نے روکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل اس لئے انتقام لے رہا ہے کہ وہ فقیر تھا۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے فضل سے غنی کر دیا جہاں تک خالد کا تعلق ہے تم ان پر ظلم کر رہے ہو۔ انہوں نے اپنی زرہیں روک رکھی ہیں راہ خدا میں انہیں تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عباس مجھ پر ہیں اس کے ہمراہ اس کے مثل بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: عمر! کیا تمہیں علم نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے۔

۳۔عقبہ کی شب حضرت عباس کا آپ کے ہمراہ ہونا

ابن اسحاق، ابن قتیبہ، ابن سعد اور ابو عمرو نے روایت کیا ہے کہ اہل عقبہ میں کچھ لوگ آئے وہ آپ سے کچھ عرض کر رہے تھے۔ ان سے کہا گیا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر۔ وہ وہاں آ گئے حضرت عباس نے کہا: تمہاری قوم میں ہی تمہارے مخالف لوگ ہیں اپنا امر مخفی رکھو حتی کہ حاجی منتشر ہو جائیں ہم اور تم ملاقات کریں گے۔ ہم تمہارے لئے اس امر کی وضاحت کریں گے کسی واضح معاملہ کو اپنا لینا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ اس رات کا وعدہ کیا۔ بس کی صبح خوب روشن تھی کہ گھاٹی کے نیچے آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سوئے ہوئے کو نہ جگائیں غائب کا انتظار نہ کریں اس رات وہ قوم چپکے سے نکلی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے آپ کے ہمراہ حضرت عباس تھے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔ آپ سارے معاملات میں انہی پر اعتماد کرتے تھے۔ جب یہ جمع ہو گئے تو سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بات چیت کی۔ طویل اور بلاغت سے لبریز گفتگو کی۔ حضرت براء بن معرور نے کہا: جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا ہے۔ بخدا! اگر ہمارے نفوس میں اس کے علاوہ کچھ ہوتا جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے تو ہم ضرور کہتے لیکن ہم وفاء اور صدق چاہتے ہیں ہم آپ پر اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے۔ انہوں نے اس رات انصار کی بیعت کو مؤکد کیا تھا۔ امام شعبی کی روایت میں ہے۔ آپ ان ستر افراد کی طرف تشریف لے گئے جنہوں نے عقبہ کے پاس اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت حضرت عباس بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

۴۔فتح خیبر کے وقت ان کا سرور

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو حضرت حجاج بن علاط نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں میرا مال ہے۔ وہاں میرے اہل خانہ بھی ہیں۔ میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ سے اجازت ہے کہ میں کچھ خلاف واقع کہہ لوں؟ آپ نے انہیں کچھ خلاف واقع کہنے کی اجازت دے دی۔ وہ پہلے اپنی زوجہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: جو مال تمہارے پاس ہے اسے جمع کرو میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے اموال غنیمت خریدنا چاہتا ہوں۔ ان کا مال مباح ہو گیا ہے۔ ان کے اموال مفتوح ہو گئے ہیں۔ یہ خبر مکہ مکرمہ میں پھیل گئی۔ اسے سن کر مسلمان مغموم ہو گئے۔ مشرکین نے فرحت و انبساط کا اظہار کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تک ہی یہ خبر پہنچ گئی۔ گویا کہ وہ اس محفل میں منجمد ہو گئے۔ وہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رکھتے تھے۔ معمر نے کہا ہے: حضرت عباس نے اپنا بیٹا قثم لیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ وہ نیچے لیٹ گئے۔ انہیں اپنے سینے پر رکھا وہ کہہ رہے تھے: میرا محبوب قثم ہے۔ یہ اونچی ناک والے کے مشابہ ہیں۔ جو یہ گمان کرتا ہے۔ اس کی ناک خاک آلود ہو۔

انہوں نے اپنا غلام حضرت حجاج کے پاس بھیجا اور کہا: جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس سے تمہارے لئے ہلاکت ہو۔

انہوں نے اس غلام سے کہا: ابو الفضل کو میرا اسلام دینا اور انہیں کہنا: تمہیں بشارت ہو؟ میں کسی تنہا کمرہ میں آپ سے ملاقات

کرنا چاہتا ہوں میرے پاس ایسی خبر ہے جو انہیں خوش کر دے گی۔ ان کا غلام دروازے تک پہنچا۔ اس نے کہا: ابوالفضل آپ کو بشارت ہو۔ ایسی خبر ہے جو آپ کو خوش کر دے گی۔ حضرت عباس خوشی سے اچھل پڑے۔ غلام کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا پھر حضرت حجاج حضرت عباس کے پاس آئے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کر لیا ہے۔ ان کے اموال کو بطور مال غنیمت حاصل کر لیا ہے۔ ان کے اموال میں مسلمانوں کے حصے بن گئے ہیں۔ آپ نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ آپ نے انہیں اختیار دیا ہے کہ آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ آپ کی زوجہ کریمہ بن جائیں یا اپنے اہل کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے آزاد ہو کر آپ کی زوجہ بننے کو ترجیح دی ہے۔ میں تو اس مال کے لیے یہاں آیا ہوں جو یہاں ہے میں اسے جمع کر کے لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ سے اذن طلب کیا تو آپ نے مجھے کچھ خلاف واقع کہنے کا اذن دے دیا۔ تین روز تک میرا یہ راز مخفی رکھنا پھر جو پسند آئے کہہ لینا۔ ان کی بیوی نے اپنے زیورات جمع کئے۔ ساز و سامان جمع کیا اور انہیں پیش کر دیا۔ وہ عازم سفر ہو گئے جب تین روز گزر گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حجاج کی زوجہ کے پاس آئے۔ ان سے پوچھا: تمہارے خاوند نے کیا کہا ہے؟ اس نے کہا: وہ تو چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا: ابوالفضل! رب تعالیٰ آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ جو خبر پہنچی ہے وہ ہم پر بڑی شاق گزری ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! رب تعالیٰ مجھے مغموم نہ کرے، لیکن الحمدللہ! وہی خبر آئی ہے جو مجھے پسند ہے۔ حجاج نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے لئے خیبر کو فتح کرا دیا ہے۔ اس میں حصے رواں ہو گئے ہیں۔ آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اگر تجھے اپنے خاوند سے کچھ کام ہو تو اسے جا ملو۔ اس عورت نے کہا: بخدا! میرا گمان ہے کہ تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! میں ہی سچا ہوں۔ معاملہ اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھے بتایا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی محافل میں آئے۔ وہ کہہ رہے تھے: ابوالفضل! آپ کو بھلائی ہی پہنچے۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! مجھے بھلائی ہی پہنچی ہے۔ حجاج نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے لئے خیبر کو فتح کرایا ہے۔ اس میں رب تعالیٰ کے حصے رواں ہو گئے ہیں۔ آپ نے اپنے لئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کر لیا ہے۔ انہوں نے مجھے کہا تھا: کہ میں تین روز تک اس خبر کو مخفی رکھوں۔ وہ اپنا مال لینے آئے تھے، پھر وہ چلے گئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے وہ تکلیف دور کر دی جو مسلمانوں کو تھی۔ اس سے مشرکین کو تکلیف ہوئی۔ مسلمان غمزدہ ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ انہوں نے انہیں صحیح واقعہ بتایا جسے سن کر مسلمان خوش ہو گئے۔ مشرکین رسوا ہو گئے۔

۵۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ کو رنج والم

ابن عمر، ابن جوزی نے حضرت سوید بن الاصم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی بنے تو آپ نے ساری رات جاگ کر گزار دی۔ کسی صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کیوں جاگ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عباس کی آہ آہ کی وجہ سے۔ وہ شخص اٹھا۔ انہوں نے ان کی بیڑیاں ڈھیلی کر دیں۔ آپ نے

فرمایا: سارے قیدیوں کو اسی طرح کرو یہ اس عدل و احسان کی وجہ سے تھا جس کا حکم آپ کو دیا گیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ (النحل:٩٠)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور بھلائی کرو (ہر ایک کے ساتھ)۔

٦- حضرت عباس کا اسلام

تاریخ کا علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے وہ مجبوراً مشرکین کے ہمراہ غزوہء بدر میں نکلے آپ نے فرمایا: جو حضرت عباس سے ملے تو وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوراً نکلے ہیں۔ ابوالیسر کعب بن عمرو نے انہیں قید کیا تھا۔ انہوں نے اپنا فدیہ ادا کیا پھر مکہ مکرمہ آ گئے پھر ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔ (ابوسعد)

دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ کے روز ابراء کے مقام پر آپ کا استقبال کیا۔ فتح مکہ کے روز آپ کے ہمراہ رہے۔ انہی پر ہجرت ختم ہو گئی۔ ابوعمر نے لکھا ہے: فتح خیبر سے قبل انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کی فتوحات کی وجہ سے خوش ہوئے فتح مکہ کے روز اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے غزوۂ حنین، طائف اور تبوک میں شرکت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ مشرکین کی خبریں آپ تک پہنچاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان ان کی وجہ سے قوی تھے۔ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف لکھوا بھیجا: مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام بہتر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابورافع نے آپ کو حضرت عباس کے بارے میں بتایا تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔

٧- حضرت عباس کی تعظیم اور ان کے ساتھ لطف و مہربانی

ابوعمرو نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کے اسلام لانے کے بعد ان کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: یہ میرے چچا اور میرے باپ کی مانند ہیں۔ امام بغوی نے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کی اتنی تعظیم کرتے تھے جو مجھے تعجب میں ڈال دیتی تھی۔ ابوالقاسم السہیلی نے لکھا ہے امام جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔ وہ آپ کے کاتب تھے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے وہ اس جگہ بیٹھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ حضرت عباس پر لطف فرماتے تھے۔ ان کے غلام حضرت کریب سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اس طرح احترام

کرتے تھے جیسے ایک بیٹا اپنے والد کا احترام کرتا ہے۔

یہ وہ خصوصیت ہے جو سارے لوگوں کو چھوڑ کر رب تعالیٰ نے حضرت عباس کے ساتھ مختص کی تھی۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام الفضل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس آپ کی خدمت میں آئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا، پھر فرمایا: یہ میرے چچا ہیں جو چاہے اپنے چچا پر فخر کرلے۔ انہوں نے آپ سے کچھ بات کی تو آپ نے فرمایا: میں یوں کیوں نہ کہوں: آپ میرے چچا ہیں۔ میرے آباء کا بقیہ ہیں۔ چچا باپ ہی ہوتا ہے۔ ابن حبان نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کسی لشکر میں موجود تھے۔ حضرت عباس آگئے۔ آپ نے فرمایا: عباس! تمہارے نبی کریم ﷺ کے چچا قریش میں سے زیادہ سخی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے۔

۸- آپ کا فرمان: چچا باپ کی مثل ہوتا ہے، جو انہیں اذیت دیتا اسے جھڑکنا آپ کی وصیت

امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے صدقات کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ہم حضرت عباس سے دو سال کی زکوٰۃ لے لیتے تھے۔ امام بغوی نے اپنی معجم سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے جب آپ نے حضرت عباس کا شکوہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں کہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس میرے چچا ہیں۔ میرے باپ کی مثل ہیں۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ امام ترمذی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، ابن ابی الدنیا نے مناقب عباس میں، خرائطی نے مساوی الاخلاق میں، ابن نجار اور خطیب نے مطلب سے، ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے مرسل روایت کیا ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث نے کہا: حضرت عباس آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: جس نے حضرت عباس کو تکلیف دی۔ اس نے مجھے تکلیف دی۔ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ حضرت عباس کے بارے میں میری حفاظت کرو یہ میرے آباء میں سے بقیہ ہیں۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس حضور اکرم ﷺ کے چچا ہیں۔ چچا باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔ ابو بکر الشافعی نے الغیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عباس میرے چچا ہیں میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن العباس سے، عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت مجاہد سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس کے متعلق مجھے اذیت نہ دیا کرو۔ کسی کا چچا اس کے باپ کے مثل ہی ہوتا ہے۔ یا وہ میرے آباء میں سے بقیہ ہیں کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کو اذیت نہ دو ورنہ تم مجھے اذیت دو گے۔ جس نے عباس کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے حسن غریب، حاکم اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے، ابوداؤد طیالسی، امام احمد، ابوداؤد اور ضیاء نے حضرت براء سے، ابن سعد نے ابی مجلز سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس مجھ سے اور میں عباس سے ہوں۔ ابوعوانہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔

ابن مندہ نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد متصل اور مشہور ہیں۔ جماعت کی شرط پر یہ ثابت ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: عباس میرے والد گرامی کی مثل ہیں جس نے عباس کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی۔ خلیلی نے ان سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عباس میرے وصی اور وارث ہیں حضرت علی مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عباس مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ ہمارے اموات کو اذیت نہ دو اس سے تم ہمارے زندہ کو تکلیف دو گے۔ ابن قانع نے حنظلہ الکاتب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگوں میں حضرت عباس کا فرزند دلبند ہوں۔ اسے جان لو وہ میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔ میں ان کا پیش رو ہوں۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کے متعلق میری حفاظت کیا کرو۔ وہ میرے آباء کا بقیہ ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے بلاغاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے چچا کے بارے میں میری حفاظت کیا کرو کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرو وہ میرے چچا اور میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھلائی کیا کرو ایک شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

۹- خلافت ان کی اولاد میں ہوگی۔ ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کی صبح کو تم اور تمہاری اولاد میرے پاس آجائے حتیٰ کہ میں تمہارے لئے دعا کروں۔ ہیثم بن کلیب اور ابن عساکر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! عباس اور اولاد عباس کی نصرت فرما۔ آپ نے تین بار یہ دعا مانگی پھر فرمایا: چچا جان! کیا آپ نہیں جانتے کہ مھدی آپ کی اولاد میں سے ہوں گے انہیں توفیق ملے گی۔ وہ اپنے رب تعالیٰ اور ان کا رب تعالیٰ ان سے راضی ہوگا۔

الرویانی، شاشی، خرائطی اور حاکم اور ابن عساکر نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سخت گرمی کے موسم میں باہر نکلے۔ آپ ایک جگہ فروکش ہوئے۔ آپ اٹھ کر غسل کرنے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ چادر لے کر آپ کو پردہ کرنے لگے۔ حضرت سہل نے فرمایا: میں چادر کی ایک طرف سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ آپ وضو کر رہے تھے: مولا! حضرت عباس اور ان کی اولاد کو آگ سے بچالے۔ ابن عساکر نے حضرت محمد بن ابراہیم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عرض کی: مولا! میرے چچا عباس نے مجھے مکہ مکرمہ میں اہل شرک سے بچایا۔ رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور میری تصدیق کرتے ہوئے اسلام میں میری خدمت کی۔ مولا! تو ان کی حفاظت فرما۔ ان کے نصیب اچھے فرما۔ ان کی اور ان کی اولاد کی ہر ناپسندیدہ امر سے حفاظت فرما۔

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) ابو یعلی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! حضرت عباس کی نصرت فرما، یا حضرت عباس کی بخشش فرما۔ جو وہ ظاہر کرتے ہیں یا مخفی کرتے ہیں۔ جو اعلانیہ کرتے ہیں جو پوشیدہ کرتے ہیں۔ جو کچھ ان سے ہوا یا ہوگا اور جو کچھ ان کے اولاد سے روز آخر تک ہوگا اسے معاف فرمایا۔ ان کی اولاد کو بھی اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے کو بھی معاف فرما: یا حضرت عباس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو معاف فرما: یا ان کی اولاد کو ایسی مغفرت عطا فرما جو ظاہری اور باطنی ہو جو کسی گناہ کو باقی نہ رکھے۔ مولا! ان کی اولاد کی مغفرت فرما۔

۱۰- حضرت عباس کو بشارت کہ انہیں دربار خداوندی سے اتنا کچھ ملے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے انہیں اور ان کی اولاد کو آگ سے عذاب نہ ہوگا

دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عرض کی: مولا! یہ میرے چچا ہیں۔ یہ میرے والد گرامی کے مثل ہیں۔ عرب کے چچاؤں میں سے بہترین ہیں: مولا! انہیں میرے ساتھ بیت الاعلیٰ میں سکونت عطا فرما۔

۱۱- جنت میں ان کا مقام

ابن ماجہ، الحاکم نے الکنی میں اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اس طرح اپنا خلیل بنالیا ہے جیسے اس نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ جنت میں میرا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مقام آمنے سامنے ہوگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہمارے مابین اس طرح ہوں گے

جیسے ایک مومن دو خلیلوں کے مابین ہوتا ہے۔ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جنت میں بالا خانہ ہوگا جیسے بالا خانے ہوتے ہیں وہ اس پر سے مجھ سے اور میں ان کے ساتھ ہم کلام ہوں گے۔

۱۲-غزوۂ حنین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: غزوۂ حنین میں میں نے آپ کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی۔میں نے اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ کو لازم پکڑ لیا تھا کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوئے تھے۔آپ اپنی بیضاء خچر پر تھے جسے فروہ بن نفاثہ الجذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔جب مسلمان اور کفار باہم نبرد آزما ہوئے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خچر کو کفار کی طرف لے جا رہے تھے۔حضرت عباس نے فرمایا: میں آپ کی خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا۔میں اسے کھینچ رہا تھا تاکہ وہ جلدی نہ کرے۔حضرت ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا: عباس! یوں صدا لگاؤ یا اصحاب السمرہ۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بلند آواز شخص تھا۔میں نے بلند آواز سے کہا: اصحاب السمرہ کہاں ہیں؟ بخدا! جب انہوں نے میری آواز سنی تو وہ یوں لوٹ آئے جیسے گائے اپنے بچے کی طرف لوٹ آتی ہے۔انہوں نے کہا: یالبیک! یالبیک! وہ اور کفار باہم نبرد آزما ہو گئے۔انصار میں یوں صدا لگائی گئی اے گروہِ انصار! اے گروہ انصار! پھر بنو حارث بن خزرج کی طرف صدا لگائی گئی۔یا بنی حارث یا بنی حارث! آپ نے اپنی خچر پر سے دیکھا۔گویا کہ آپ اس پر سے ان سے قتال کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔آپ نے فرمایا: اب جنگ کا تندور گرم ہوا ہے، پھر آپ نے کچھ سنگریزے لئے۔انہیں کفار کے چہروں کی طرف پھینکا پھر فرمایا: رب محمد کی قسم! انہیں شکست ہوگئی۔میں دیکھنے کے لئے گیا تو قتال اپنی سابقہ کیفیت پر تھا۔بخدا! جونہی آپ نے وہ سنگریزے پھینکے تو بخدا! ان کی تیزی جاتی رہی۔ان کا معاملہ روگرداں ہوگیا۔رب تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

۱۳-صحابہ کرام کا ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا

امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام پر بارش نہ ہوتی تو وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگتے۔وہ کہتے: مولا! ہم تجھ سے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں۔تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں، کہ ہم پر ابر کرم نازل فرما۔اس وقت ان پر بارش نازل ہوجاتی۔حضرت عباس بن عتبہ نے کیا خوب کہا ہے:

بعمی سقی اللہ الحجاز واھلہ — عشیۃ یستسقی بشیبہ عمر
توجہ بالعباس فی الجدب راغبا — الیہ فما ان رام حتی اتی المطر

و منا رسول ما فینا تراثه فهل فوق هذا فی المفاخر مفتخر

میرے چچا کے طفیل رب تعالیٰ نے حجاز اور اہلِ حجاز کو سیراب کیا اس رات شیبہ کے طفیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابر کرم مانگا تھا۔ وہ قحط سالی میں حضرت عباس کی طرف رغبت رکھتے تھے وہ جب بھی ان کا قصد کرتے بارش نازل ہو جاتی۔ ہم میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم میں ہی آپ کی وراثت ہے۔ کیا اس سے بلند تر فخر کوئی فخر ہو سکتا ہے۔

۱۴-صحابہ کرام بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے

ابن شہاب نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو جانتے تھے۔ وہ انہیں آگے کرتے تھے۔ ان سے مشورہ کرتے تھے ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے وہ سوار ہوتے تو وہ نیچے اتر جاتے حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزر جاتے۔ یہ ان کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ وہ کہتے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان! اس روایت کو ابو عمر نے روایت کیا ہے۔

۱۵-حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک اور اس کے لئے دعا

سلفی نے المشیخۃ البغدادیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے والد گرامی حضرت عباس علیل ہو گئے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے۔ انہوں نے مجھے ان کے پاؤں کے پاس پایا۔ انہوں نے انہیں میرے ہاتھ سے پکڑ لیا اور میری جگہ پر بیٹھ گئے۔ فرمایا: میں تم سے زیادہ اپنے چچا جان کا مستحق ہوں۔ اگر رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا وصال فرمایا تو اس نے میرے چچا عباس کو میرے لئے رکھا، کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہوتا ہے۔ مولا! میرے چچا جان کو عافیت عطا فرما۔ ان کا درجہ بلند فرما۔ انہیں اپنے ہاں مقام علیین پر فائز فرما۔

۱۶-حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سقایہ عطا فرمانا، انہیں اس وجہ سے منیٰ میں رات بسر کرنے کی رخصت عطا فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت عباس نے انہیں عرض کی: مجھے بیت اللہ کی چابیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں وہ چیز عطا کروں گا جو تمہارے مال میں کمی کرے تم اسے کم نہ کر سکو۔

۱۷-امت کے لئے انہیں رخصت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے

رخصت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں سقایہ کی وجہ سے مکہ میں ہی بسر کر لیں۔ آپ نے انہیں رخصت دے دی۔

۱۸-آپ کی فراست کے بارے، ۱۹-سیاست کے متعلق

ابو محمد بن سقاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد گرامی نے فرمایا: نور نظر! امیر المؤمنین تمہیں بلاتے ہیں۔ تم سے مشورہ کرتے ہیں۔ مجھ سے تین امور یاد کر لو۔ ۱-تمہاری زبان پر جھوٹ نہ آئے۔ ۲-ان کا راز افشا نہ کرنا۔ ۳-ان کے ہاں کسی کی غیبت نہ کرنا۔

۲۰-مسجد نبوی میں توسیع کے لئے گھر صدقہ کر دیا

حضرت کعب سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں توسیع کرنا چاہی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وہ گھر طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔

۲۱-غلام آزاد کرنا

ابن ابی عاصم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر غلام آزاد کئے۔

۲۲-مکارم اخلاق اور وصال

حضرت زبیر بن بکار نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کے عریاں لوگوں کو کپڑے دیتے تھے۔ وہ ان کے بھوکوں کو کھلاتے تھے وہ پڑوسی کو روکتے تھے۔ وہ مال خرچ کرتے تھے اور عطیات دیتے تھے۔

حضرت ابن مسیب نے لکھا ہے: حضرت عباس کا پیالہ بنو ہاشم کے فقراء پر گھومتا رہتا تھا۔ وہ بھوکے کو کھلاتے تھے احمق کا ادب کرتے تھے۔ امام زہری نے لکھا ہے: بخدا! یہی سرداری ہے۔ وہ مکہ مکرمہ کے کمزوروں کے مددگار تھے۔ وہ قریش کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ ان پر احسان کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان کی عزت وتوقیر کرتے تھے۔ ان کو مقدم کرتے تھے اور ان سے مشاورت کرتے تھے۔ ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ وہ بلند آواز والے تھے۔ امام نووی نے لکھا ہے: الحازمی نے المؤتلف میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کوہ سلع پر کھڑے ہوتے اپنے بچوں کو رات کے آخری حصے میں آواز دیتے وہ جنگل میں ہوتے وہ آپ کی آواز سن لیتے تھے جب کہ کوہ سلع اور اس جنگل کا مابین آٹھ میل کا فاصلہ ہوتا تھا۔

انہوں نے آپ سے ۳۵ احادیث روایت کی ہیں۔ تیس احادیث پر امام مسلم اور امام بخاری متفق ہیں۔ ایک روایت میں امام بخاری اور تین میں امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے ان کے بیٹوں، حضرات عبداللہ، کثیر، جابر، احنف بن قیس، عبداللہ بن حارث وغیرہم صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ ان کی قامت معتدل تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں روز جمعۃ المبارک کو ان کا وصال ہوا۔ رجب کے ۱۴ دن گزر چکے تھے۔ ۳۲ھ تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

چوتھا باب

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مناقب

۱-اسم مبارک، کنیت اور ہجرت 10

ان کا نام نامی جعفر ہے۔کنیت عبداللہ اور لقب الطیار ہے اس طرح ان کو ذوالجناحین، ذوالہجر تین اور الجواد بھی کہتے ہیں۔وہ قدیم الاسلام تھے۔جب صحابہ کرام دوسری بار حبشہ گئے تو وہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں وہاں ان کے ہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔یہ پہلے فرزند تھے جو حبشہ میں مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔صرف ان کی اولاد ہے دوسرے دونوں بھائیوں کی اولاد نہیں۔ان کے نام محمد اور عون ہیں۔وہ حبشہ میں ہی ٹھہرے رہے حتیٰ کہ غزوہ خیبر کے وقت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے دو ہجرتیں کیں۔ان کی والدہ ماجدہ کی طرف سے یہ بھائی ہیں محمد بن ابی بکر، یحییٰ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ ہمارے چچا ابو طالب کے مشابہ ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ان کی کنیت ابو القاسم تھی یہ تستر کے مقام پر شہید ہوئے تھے۔حضرت عون بھی تستر کے مقام پر شہید ہوئے ان کی اولاد نہ تھی۔

۲-ہجرت حبشہ کی فضیلت

شیخان نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہمیں آپ کی ہجرت کے بارے میں علم ہوا۔اس وقت ہم یمن میں تھے۔ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ہماری کشتی نے ہمیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ہمیں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ملے۔ہم ان کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے آپ نے فرمایا: اہل کشتی! تمہارے لئے دو ہجرتوں کا ثواب ہے۔

۳-حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں

امام بغوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور امام شعبی سے روایت کیا ہے جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد اور فتح خیبر کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں کس پر زیادہ مسرور ہوں۔حضرت جعفر کی آمد پر یا فتح خیبر پر؟ آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس بن مسلم سے، اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آپ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔فرمایا: مجھے علم نہیں کہ میں فتح خیبر پر زیادہ خوش ہوں یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر۔الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے خیبر کو فتح کرلیا تو آپ کو بتایا گیا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس سے آگئے ہیں۔آپ نے فرمایا: مجھے علم نہیں کہ میں کس کی زیادہ خوشی کروں فتح خیبر کی یا آمد جعفر طیار کی۔

وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے مجاہد کے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جعفر حبشہ سے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ معانقہ کیا۔الطبرانی نے (اس کی سند میں علی بن عبداللہ الرعینی ہے یہ اس کی مناکیر میں سے ہے) حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ملاقات کی۔جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو وہ ایک ٹانگ پر چلنے لگے۔یہ آپ کی تعظیم کے لئے تھا۔آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا فرمایا: مجھے حبشہ کی کچھ عجیب وغریب باتیں سناؤ۔انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر فدا! میں حبشہ کی ایک سڑک پر جارہا تھا میں نے ایک بڑھیا دیکھی اس کے سر پر ٹوکرا تھا۔ایک جوان آیا وہ گھوڑے پر اچھل کود کرتے ہوئے آرہا تھا۔اس نے بڑھیا سے مزاحمت کی۔اسے چہرے کے بل گرادیا ٹوکرا اس کے سر سے نیچے گر پڑا اس نے کھڑے ہوکر افسوس کیا۔میں نے اسے دیکھا۔وہ کہہ رہی تھی: کل تیرے لئے ہلاکت! جب بادشاہوں کا بادشاہ اپنی کرسی پر بیٹھے گا۔وہ ظالم سے مظلوم کے لئے بدلہ لے گا۔حضرت جابر فرماتے ہیں: میں نے آپ کو دیکھا آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر بڑے بڑے موتیوں کی مانند تھے۔آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں کرتا جس میں ظالم سے مظلوم کا حق ہکلائے بغیر نہیں ملتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت

امام احمد، امام ترمذی اور ابن حبان حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام احمد، الطبرانی، البغوی، الحاکم اور الضیاء نے محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی، جعفر اور زید بن حارث رضی اللہ عنہم جمع ہوئے۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔انہوں نے کہا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں جاتے ہیں اور آپ سے پوچھتے ہیں۔حضرت اسامہ نے فرمایا: وہ آپ کی خدمت میں آئے اذن طلب کیا۔آپ نے مجھے فرمایا: باہر نکلو اور دیکھو کہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: حضرات جعفر، علی اور زید رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے ہیں۔آپ نے

فرمایا: انہیں اذن دے دو۔ وہ حجرہ مقدسہ میں آئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے عرض کی: ہم مردوں میں سے پوچھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جعفر! تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ تم مجھ سے ہو۔ میری نسل سے ہو، علی! تم میرے داماد ہو میری اولاد کے باپ ہو میں تم سے اور تم مجھ سے ہو۔ زید! تم ہمارے مخلص دوست ہو۔ تم مجھ سے ہو اور مجھے ساری قوم سے پیارے ہو۔ امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسلم مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت جعفر سے فرماتے تھے: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت جعفر سے فرماتے تھے: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ اس نسل سے ہو جس سے میں ہوں۔

ابن سعد نے حضرت محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جعفر! تمہاری خَلق میری خَلق تمہارا خُلق میرے خُلق کے مشابہ ہے تم مجھ سے اور میری نسل سے ہو۔

۵- وہ مساکین کے لئے سب لوگوں سے عمدہ تھے

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مساکین سے محبت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے تھے۔ آپ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھ دی۔

۶- اونٹوں پر سوار ہونے میں سے آپ کے بعد سب سے افضل ہیں

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن صحیح روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: کسی جوتا پہننے والے نے جوتا نہ پہنا، کوئی سواری پر سوار نہ ہوا کسی نے عمامہ نہ باندھا جو حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے سخی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت

ابوعمر نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگتا وہ منع فرماتے تو میں انہیں کہتا: بحق جعفر۔ وہ مجھے عطا کر دیتے۔

۸- وہ دو پروں کے ساتھ ملائکہ کے ہمراہ جنت میں اڑتے رہتے ہیں

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے عمر بن ہارون کے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آپ کو ملی تو آپ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ اور محمد پسران جعفر رضی اللہ عنہم کو اپنی ران پر بٹھایا۔ فرمایا: حضرت جبرائیل نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے

حضرت جعفر کے سر پر شہادت کا تاج سجا دیا ہے۔ان کے دو پر ہیں۔وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں، پھر یہ دعا مانگی: مولا! حضرت جعفر کی اولاد میں ان کا قائم مقام بنا جا۔

الطبرانی نے دو اسناد سے جن میں سے ایک حسن ہے حضرت ابن عباس سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جعفر کو دیکھا ان کے دو پر ہیں جن کے ذریعے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ان کے پاؤں مبارک خون آلود ہیں۔الطبرانی نے حسن اسناد سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: عبداللہ! تمہیں مبارک ہو! تمہارے والد گرامی فرشتوں کے ہمراہ آسمان پر محو پرواز رہتے ہیں۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے سعدان بن ولید کے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اس اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے قریب ہی تھیں آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: اسماء! یہ جعفر ہیں جو حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں۔وہ ہمارے اوپر سے گزرے ہیں میں نے انہیں سلام کا جواب دیا ہے۔انہوں نے مجھے بتایا کہ فلاں فلاں روز انہوں نے مشرکین کے ساتھ جہاد کیا۔میرے جسم کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے ۷۳ زخم آئے، پھر میں نے علم اسلام اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا۔وہ کٹ گیا تو علم اسلام بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا وہ بھی کٹ گیا۔رب تعالیٰ نے ان کے بدلے میں مجھے دو پر عطا کئے ہیں جس کے ذریعے میں حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں۔اس کے پھلوں میں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔

حضرت اسماء نے عرض کی: حضرت جعفر کو مبارک! لیکن مجھے خدشہ ہے کہ لوگ میری تصدیق نہ کریں گے۔آپ منبر پر جلوہ افروز ہوں۔لوگوں کو بتائیں۔آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جبرائیل ومیکائیل کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔رب تعالیٰ نے ان کے بازو کے بدلے انہیں دو پر عطا کئے ہیں وہ ان کے ذریعے جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں۔انہوں نے مجھے سلام کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ ان کا معاملہ اس وقت کیسا ہوا تھا جب انہوں نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا تھا۔اس کے بعد لوگوں کے لئے عیاں ہو گیا کہ حضرت جعفر نے ان کے ساتھ ملاقات کی تھی۔اس سے ان کا لقب جعفر طیار رضی اللہ عنہ پڑ گیا۔

الطبرانی نے صحیح میں حضرت سالم بن ابو الجعد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں دیکھا آپ نے حضرت جعفر کے دو پر دیکھے جو خون آلود تھے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو ان کے سامنے تخت پر تھے۔

دار قطنی نے الافراد میں اور حاکم اور ابن عساکر نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دو پر عطا کئے ہیں جو خون سے رنگے ہوئے ہیں وہ ان کے ذریعے ملائکہ کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔دار قطنی نے غرائب

مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کے ایک گروہ میں مجھ پر سے حضرت جعفر گزرے انہوں نے مجھے سلام کیا: ابن سعد نے عبداللہ بن مختار سے مرسل روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے پاس سے حضرت جعفر طیار فرشتوں کے ایک گروہ کے ہمراہ گزرے ان کے دو پر تھے جو خون آلود تھے اور قدم سفید تھے۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے اپنے پروں سے انہیں سایہ کر رہے ہیں۔ ابوسہل بن زیاد نے فوائد میں حاکم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسماء! یہ جعفر ہیں جو جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ فلاں دن انہوں نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا۔ انہوں نے مجھے بتایا: کہ میرے جسم کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے ستر سے زائد زخم آئے تھے، پھر میں نے جھنڈا اپنے دائیں بازو میں تھام لیا وہ کٹ گیا پھر بائیں بازو میں تھام لیا یہ بھی کٹ گیا۔ رب تعالیٰ نے مجھے ان کے عوض دو پر عطا کئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ اڑتا رہتا ہوں جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جو پھل پسند کرتا ہوں انہیں کھالیتا ہوں۔

۹- ان کی شہادت اور اہل خانہ کے لئے دعا

امام بغوی اور ابوعمر نے عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے فرمایا: مجھے میرے رضاعی باپ نے بتایا ہے۔ وہ بنو مرہ کا ایک شخص تھا۔ اس نے کہا: میں حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ تھا جب جنگ شروع ہوئی میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنے گہرے بھورے رنگ کے گھوڑے سے نیچے اترے۔ اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ دشمن سے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ سب سے پہلے اسلام میں گھوڑے کی کونچیں انہوں نے ہی کاٹی تھیں۔

امام بخاری، ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ موتہ میں آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو سپہ سالار حضرت جعفر ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو سپہ سالار حضرت ابن رواحہ ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں اس غزوہ میں شریک تھا ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ان کے جسم پر ستر سے زیادہ تلوار اور نیزے کے زخم تھے۔

وہ اور حضرت زید ۹ ھ جمادی اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ واقدی، ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے، ابن سعد نے حضرت عامر سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، الطیالسی، ابن سعد، امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جعفر عمدہ ثواب کی طرف پہنچے ہیں ان کی اولاد میں وہ بہترین جانشین بنا جو کسی کی اولاد میں سے تو نے

بہترین جانشین نہیں بنایا ہو۔ یا جعفر کی اولاد کا تو بھی قائم مقام ہو جا: مولا! عبداللہ کے سودے میں برکت فرما۔ ابن اسحاق نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد حبشہ سے واپس آئے۔ آپ نے خیبر کے مال غنیمت میں سے ان کے حصے نکالے طیالسی، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، بیہقی اور ضیاء نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر کے لئے کھانا بناؤ۔ ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مصروف کر دیا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر اپنے شہید کے متعلق مصروف ہیں تم ان کے لیے کھانا بناؤ۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت جعفر یوم موتہ کو بلقاء کے مقام پر شہید ہوئے۔

❀❀❀

پانچواں باب

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱- ولادت

وہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ وہ مسلمانوں کے ہاں حبشہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ انہوں نے آپ سے احادیث یاد کیں اور انہیں روایت کیا۔

۲- بیعت

امام بغوی اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت بیعت کی جب ان کی عمر سات سال تھی۔ آپ نے انہیں دیکھا تو تبسم ریز ہوئے۔ ہاتھ آگے بڑھایا اور انہیں بیعت فرمالیا۔

۳- آپ کی ان کے لئے دعا

ابو یعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ حضرت عبداللہ کے سودے میں یا خرید و فروخت میں برکت فرما۔ امام احمد اور امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے تین بار ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور عرض کی: مولا! جعفر کی اولاد میں ان کا قائم مقام بنا جا۔ ابن سعد اور ابن عسا کر نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد اور ابن عسا کر نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے، طیالسی، ابن سعد، امام احمد الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابن عسا کر اور واقدی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے، ابن سعد نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! جعفر عمدہ ثواب کی طرف چلے گئے ہیں ان کی اولاد میں ایسا قائم مقام بنا جو اس سے عمدہ ہو جسے تو نے کسی کی اولاد میں قائم مقام بنایا ہو: مولا! عبداللہ کے سودے میں برکت فرما۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں اپنی سواری پر سوار کرالینا

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب آپ سفر سے واپس آتے تو اہل بیت کے بچوں کے ساتھ ملاقات کرتے۔ آپ سفر سے واپس آئے میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا پھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے کوئی ایک آگیا۔ آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا اس طرح ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ طیبہ داخل ہوئے۔

۵۔ ان کا جود و کرم اور بعض اوصاف حمیدہ

ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جواد، ظریف، حلیم، عفیف اور سخی تھے۔ انہیں سخاوت کا سمندر کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ اسلام میں ان سے بڑھ کر سخی کوئی نہ تھا۔ لوگ کہتے تھے اسلام میں عرب کے دس افراد قدسیہ سخی تھے۔ حجاز کے سخیوں میں حضرات عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس، سعید بن عاص تھے۔ کوفہ کے سخیوں میں سے حضرات عتاب بن ورقاء، احمد بن ریاح، اسماء بنت خارجہ اور عکرمہ بن ربعی رضی اللہ عنہم تھے۔ اہل بصرہ کے سخیوں میں سے عمر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی بکر تھے۔ اہل شام کے سخیوں میں سے حضرت خالد بن عبداللہ تھے، لیکن یہ تمام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی نہ تھے۔ کوئی مسلمان سخاوت میں ان تک نہ پہنچ سکا۔ اس کے متعلق حضرت عبداللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے ایک عادت سے نوازا لوگوں کو ایک عادت دی مجھے خدشہ ہے اگر میں نے اسے ختم کیا تو یہ مجھ سے ختم ہو جائے گی۔

۶۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت

امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے نائی کو بلایا۔ اس نے ہمارے سروں کا حلق کیا۔ آپ نے فرمایا: محمد ہمارے چچا ابو طالب کے مشابہ ہیں۔ عبداللہ خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہیں، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور یہ دعا مانگی: مولا! جعفر کے اہل میں ان کا قائم مقام بنا جا عبداللہ کے سودے میں برکت ڈال دے: آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا: حضرت اسماء آئیں وہ اپنے شہید کو یاد کر رہی

تھیں آپ نے فرمایا: اس پر تنگدستی کا عوض دیا جائے گا۔ میں دنیا اور آخرت میں ان کا سرپرست ہوں۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعض مناقب

ا-اسم اور اخلاق

فزاری نے لکھا ہے کہ حضرت عقیل غزوہ بدر میں کفار قریش کے ساتھ نکلے۔ وہ مجبوراً نکلے تھے، مگر گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ ادا کیا صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کر لیا اور غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ الطبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا ہے۔ حضرت عقیل فتح خیبر کے وقت حاضر تھے۔ آپ نے ان کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا۔

۲-آپ کی ان سے محبت

امام اسحاق، الطبرانی، بغوی اور ابو عمر نے ثقہ راویوں سے حضرت محمد بن عقیل سے، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم، ابن عساکر نے ابن اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے، حاکم نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عقیل نے فرمایا: اے عقیل! ابو یزید! میں تم سے دو محبتیں کرتا ہوں ایک محبت رشتہ داری کی دوسری اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے۔ ابن عساکر نے حضرت عبد الرحمٰن بن سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عقیل سے فرماتے تھے: میں تم سے دو محبتیں کرتا ہوں! ا-ایک تمہارے لئے محبت۔ ۲-دوسری محبت اس لیے کہ تم میرے چچا کے پسندیدہ ہو۔

۳-آپ کا انہیں مرحبا کہنا

امام بغوی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ابو یزید! خوش آمدید! صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے عرض کی: بھلائی کے ساتھ! رب تعالیٰ آپ کی صبح بھلائی کے ساتھ کرے! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۴-نسب کے علم اور ایام عرب کے ماہر

زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ وہ ان کے آباء کے

متعلق سب سے زیادہ جانتے تھے۔ان کے لئے ایک چٹائی تھی جسے مسجد میں بچھایا جاتا تھا۔وہ اس پر نماز پڑھتے تھے۔ ایام عرب اور نسب کے بارے میں جاننے کے لئے لوگ جمع ہو جاتے۔وہ سب سے تیزی سے جواب دیتے تھے۔اسے نظر ثانی کے لئے ان کی طرف لوٹا دیتے تھے۔وہ ان سب سے زیادہ اس میں بلیغ تھے۔

۵-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف جانا

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عقیل عراق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے کچھ مانگا۔انہوں نے کہا: اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس مال کے متعلق لکھ دیتا ہوں جو ینبع میں ہے میں اس میں کچھ تمہیں عطا کر دیتا ہوں۔انہوں نے کہا: میں اس شخص کے پاس جا رہا ہوں جو میرے لئے تم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔انہوں نے ان کی قدر دانی کی۔ابو عمر نے لکھا ہے: حضرت عقیل، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے ناراض ہوئے وہ حضرت معاویہ کے پاس گئے۔وہ ان کے ہاں ٹھہر گئے گمان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت معاویہ نے انہیں کہا: یہ ابو یزید ہیں۔اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ اپنے بھائی سے بہتر ہیں تو یہ میرے پاس نہ ٹھہرتے۔انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔حضرت عقیل نے کہا: میرے برادر محترم میرے دین میں میرے لئے بہتر ہیں تم میری دنیا میں میرے لیے بہتر ہو۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عقیل بصرہ پھر کوفہ پھر شام چلے گئے۔حضرت مسلم اور یزید ان کے بیٹے تھے انہی پر ان کی کنیت تھی۔

✿✿✿

ساتواں باب

جناب ابو طالب کی بیٹیاں

ان کی دو بیٹیاں تھیں۔۱-ام ہانی۔ان کا نام فاختہ یا ھند تھا۔فتح مکہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ان کا نکاح ھبیرہ بن ابی وھب سے ہوا تھا۔وہ نجران کی طرف بھاگ گیا تھا۔حالت شرک پر ہی مرا تھا۔۲-جمانہ۔ان کا نکاح ان کے چچا زاد حضرت ابو سفیان بن حارث سے ہوا تھا۔ان سے اولاد بھی ہوئی تھی۔

✿✿✿

آٹھواں باب

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے بعض مناقب

۱-نام نامی، وصال اور اولاد

جاہلیت اور اسلام میں ان کا نام فضل تھا۔ ابو عبد اللہ یا ابو محمد کنیت تھی۔ چہرہ کے اعتبار سے سب سے خوبصورت تھے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مزدلفہ سے منیٰ تشریف لے گئے، تو آپ کے پیچھے حضرت فضل رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ان خوش نصیب افراد میں شامل تھے جنہوں نے آپ کو غسل دیا اور دفن کیا تھا، پھر وہ جہاد کرنے کے لئے شام چلے گئے تھے۔ اردن کی ایک جانب طاعون عمواس میں وصال فرمایا۔

اس وقت ۱۲ھ تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ان کے لخت جگر کا نام محمد تھا۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔ ان کی اولاد ایک بیٹی ہی تھی۔ جنہیں ام کلثوم کہا جاتا تھا۔ وہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری کی زوجیت میں تھیں۔

✿✿✿

نواں باب

حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-نام اور کنیت

یہ اپنے بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔

۲-جود و کرم

یہ کریم اور جمیل تھے۔ خوبصورت تھے۔ جمال میں اپنے والد گرامی کے مشابہ تھے۔ یہ سخی، فیض اور قابل ستائش تھے۔ وفد ان کے پاس آتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: اگر عطا کرنے میں لذت نہ ہوتی میں محامد کی پوشاک زیب تن نہ کرتا۔ ایک دن ان کے پاس چھ ہزار درہم آئے انہوں نے اس روز انہیں تقسیم کر دیا۔ ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتے تھے اہل مدینہ صبح و شام انہی کے پاس کھاتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے راستوں پر دستر خوان بچھانے کا طریقہ رائج کیا۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی سفر میں کسی عرب کے خیمہ کے پاس اترے۔اعرابی نے ان کی شکل اور حسن و جمال دیکھا تو بہت متاثر ہوا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا ہمارے مہمان کے لئے کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہمارے پاس اس چھوٹی سی بکری کے علاوہ کچھ بھی نہیں جس کے دودھ پر تمہاری بچی کی زندگی کا دارومدار ہے۔اس نے کہا: اسے ضرور ذبح کرنا ہوگا۔عورت: کیا تو اپنی بچی کو قتل کر دے گا؟ اس نے کہا: اگر چہ یہ بھی ہو جائے۔اس نے چھری لی اور بکری لی۔ اسے ذبح کرنے لگا۔اس کا چمڑا اتارنے لگا۔وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا جارتی لا توقظی البنیة ان تو قظیها تنتحب علیه

و تنزع اشفرة من یدیه

ترجمہ: اے میری لونڈی! میری نور نظر کو بیدار نہ کرنا۔اگر تو نے اسے بیدار کر دیا تو وہ مجھ پر پھوٹ پھوٹ کر روئے گی۔وہ میرے ہاتھ سے چھری کو نیچے گرا دے گی۔

پھر اس نے اسے بطور کھانا پکایا اسے اٹھایا اور اسے حضرت عبید اللہ اور ان کے غلام کے سامنے رکھ دیا۔انہوں نے کھانا کھایا۔حضرت عبید اللہ نے ان میاں بیوی کا مکالمہ بکری کے بارے میں سن لیا تھا۔جب انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا تو اپنے غلام سے کہا: تیرے لئے ہلاکت! تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا: پانچ سو دینار جو آپ کے خرچہ سے زائد ہیں۔انہوں نے کہا: وہ اعرابی کو دے دو۔اسے بتا دو کہ ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے۔غلام نے کہا: سبحان اللہ! آپ اسے پانچ سو دینار دے رہے ہیں اس نے ہمیں ایسی بکری دی ہے جو پانچ دراہم کی بھی نہیں۔حضرت عبید اللہ نے فرمایا: بخدا! وہ ہم سے زیادہ سخی اور جواد ہے ہم اسے اپنی رقم کا کچھ عطا کر رہے ہیں۔اس نے ہم پر سخاوت کی۔ہمیں اپنے نفس، اولاد اور ہر چیز پر ترجیح دے دی ہے۔

امام احمد نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے لیکن حبیب نے حضرت ابو ایوب سے نہیں سنا۔حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا: جب وہ سرزمین روم جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔وہ حضرت معاویہ کے پاس سے گزرے۔انہوں نے ان پر جفا کی۔جب وہ غزوہ سے واپس آئے تو ان پر جفا کی، مگر انہوں نے سر نہ اٹھایا۔فرمایا: مجھے حضور اکرم ﷺ نے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم آپ کے بعد ترجیح دیکھیں گے۔حضرت امیر معاویہ نے پوچھا: آپ نے تمہیں کس چیز کا حکم دیا؟ انہوں نے فرمایا: آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم دیا۔انہوں نے کہا: پھر صبر کرو۔وہ بصری میں حضرت عبد اللہ کے پاس گئے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں کا عامل بنایا تھا۔انہوں نے کہا: ابو ایوب! میں ارادہ کر رہا ہوں کہ آپ کو اس طرح کچھ عطا کروں جیسے آپ حضور اکرم ﷺ کو پیش کرتے رہے ہیں۔انہوں نے اپنے اہل خانہ کو حکم دیا، انہوں نے آپ کے لئے کچھ جمع کیا، ہر وہ چیز انہیں عطا کر دی جس پر انہوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا۔جب وہ جانے لگے تو پوچھا: کوئی حاجت؟ انہوں نے فرمایا: میری حاجت یہ ہے کہ میرا وظیفہ دیا جائے اور آٹھ غلام دیئے جائیں

جو میری زمین میں کام کریں۔ ان کا وظیفہ چار ہزار دراھم تھا۔ انہوں نے اسے پانچ گنا کر دیا۔ انہیں بیس ہزار دراھم اور چالیس غلام عطا کر دیئے۔

۳-وصال، اولاد

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے: کہ انہوں نے ۵۸ ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال کیا یا شام میں یا یمن میں وصال کیا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک اسی سال سے زیادہ تھی۔ ان کے ہاں بہت سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

✿✿✿

دسواں باب

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-اسم مبارک

یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ ابن ابی عاصم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت قثم کو پکڑتے تھے جب کہ وہ بچے تھے انہیں اپنے سینے پر بٹھا لیتے تھے وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

یا قثم یا شبیه ذی الکرم مناو ذی الانف الاشم برغم من زعم

ترجمہ: اے قثم! اے ہم میں سے کریم ذات کے مشابہ! بلند ناک والے کے مشابہ۔ اس شخص کو رسواء کر کے جو لالچ کرتا ہے۔

۲-وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے، ۳-آپ حضرت قثم کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے

امام احمد، ابو عمرو اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کاش! تم مجھے قثم اور عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو دیکھ لیتے۔ جب کہ ہم بچے تھے۔ ہم کھیلا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس سے گزرتے۔ آپ فرماتے: اسے اوپر میری طرف بلند کرو۔ آپ مجھے اٹھاتے اور اپنے آگے سوار کر لیتے۔ آپ نے حضرت قثم کے لئے فرمایا: اسے میرے لئے اوپر اٹھاؤ۔ انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ حضرت عبید اللہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت قثم سے زیادہ پیارے تھے۔ آپ قثم کو اٹھا لیتے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے تھے۔ آپ نے تین بار میرے سر پر دست اقدس پھیرا۔ یہ دعا مانگی: مولا! جعفر کی اولاد میں قائم مقام ہو جا۔

ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ میں

بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ مجھے اور بنو عباس میں سے ایک بچے کو سواری پر سوار کر لیا۔ ہم تین تھے۔

۴-وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سے سب سے آخر میں نکلے تھے

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے: حضرت قثم حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے نکلے تھے۔ حضرت ام الفضل کی روایت بہت سی اسانید کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک حصہ میرے گھر میں گر پڑا ہے۔ میں یہ خواب دیکھ کر گھبرا اٹھی۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور اس خواب کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اچھا خواب ہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر شہزادہ پیدا ہو گا۔ تم اپنے لخت جگر قثم کے دودھ کے ساتھ اس کی بھی کفالت کرو گی۔ انہوں نے فرمایا: حضرت حسن کی ولادت ہوئی۔ میں ان کے پاس گئی۔ انہیں دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ چلنے پھرنے لگے میں انہیں بارگاہِ رسالت لے کر آئیں۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا۔

۵-ان کا وصال

وہ خراساں کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ سہیل بن عثمان بھی تھے حضرت معاویہ نے سعد کو خراسان کا والی بنایا تھا۔ حضرت سعد نے انہیں کسی غزوہ میں کہا: چچا زاد! میں تمہارے لئے ایک سو حصے نکالوں گا۔ انہوں نے کہا: میرے لئے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کے لئے دو حصے کافی ہیں یہی مسلمانوں کا آئین ہے۔ انہوں نے سمرقند میں وصال فرمایا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے وہاں جام شہادت نوش کیا۔ ان کی اولاد نہ تھی۔

۶-ان کے محاسن اخلاق

بلاذری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ جواد تھے جب ان سے کچھ مانگا جاتا تو عطا فرما دیتے تھے۔ دیکھتے جو ان کے لئے جان کی بازی لگاتا۔ اس پر فضل و کرم کی حد کر دیتے۔

✿✿✿

گیارھواں باب

ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-ولادت، نام، کنیت اور حلیہ

ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں ولادت ہوئی۔ ابھی بنو ہاشم اس سے باہر نہ نکلے تھے۔ جب حضور اکرم

ﷺ کا وصال ہوا تو ان وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ بہت دراز قد تھے۔ جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو گویا کہ ارد گرد کے لوگ پیدل ہوتے اور وہ سوار ہوتے۔ اس کے باوجود وہ اپنے والد گرامی کے کندھوں تک ہوتے تھے۔ جب کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت عبد المطلب کے کندھوں تک ہوتے تھے۔ الطائی نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں گھٹی دی۔ لعاب دہن کے ساتھ گھٹی دی۔ یہ دعا مانگی: مولا! اس میں برکت ڈال۔ اس سے (دین کو) پھیلا، اسے حکمت کی تعلیم دے۔ آپ نے ان کا نام ترجمان القرآن رکھا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک ۱۴ سال تھی۔ انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے خود ہی بیان کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو میری عمر دس سال تھی۔

میں نے المفصل سورتیں پڑھ لی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی اور میرا ختنہ ہوا تھا۔

محب الطبری نے لکھا ہے کہ شاید یہی روایت زیادہ بہتر ہے۔ جو ان سے روایت ہے حجۃ الوداع کے وقت میں بالغ ہوا تھا۔ ابو عمر نے پہلے قول کو درست قرار دیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوا تھا۔ ہم اس وقت شعب ابی طالب میں تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت میری عمر تیرہ سال تھی۔ انہوں نے ان سے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت میری عمر پندرہ (۱۵) سال تھی۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ ان کے بال طویل تھے وہ خود بھی طویل اور سفید اور سرخ رنگت کے تھے۔ بڑے جسم والے، بڑے حسین اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ داڑھی کو ورس سے یا مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس کی طرف دیکھا وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ اس نے ان کی ہیبت کو دیکھا۔ لمبے قد کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: رب تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے؟ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس بہت طویل تھے۔ رنگت سرخ و سفید تھی۔ جسم بھاری تھا۔ با جمال تھے۔ خوبصورت چہرہ رکھتے تھے۔ ان کی دو مینڈھیاں ہوتی تھیں (الطبرانی) انہوں نے حسن سند کے ساتھ حسین علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس کو دیکھا۔ منیٰ کے دن تھے۔ ان کے بال لمبے تھے۔ انہوں نے ازار باندھا ہوا تھا۔ اسے تھوڑا سا پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔ ان پر زرد چادر تھی۔ انہوں نے صحیح سند سے حضرت حبیب بن ابی ثابت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس کی زیارت کی۔ ان کے بال لمبے تھے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی ان کے متعلق بشارت

الطبرانی نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت ام الفضل

نے بیان کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ میں گزر رہی تھی حضور اکرم ﷺ حجر میں تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا: ام الفضل! میں نے عرض کی: لبیک یارسول اللہ! ﷺ۔فرمایا: تمہارے صدف شکم میں ایک بچہ ہے۔انہوں نے عرض کی: وہ کیسے؟ حالانکہ قریش نے عہد کیا ہے کہ وہ عورتوں کو بچے نہیں جننے دیں گے۔آپ نے فرمایا: اسی طرح ہوگا۔جیسے میں کہہ رہا ہوں۔جب وہ اس دنیا میں آجائے تو اسے میرے پاس لے آنا۔جب وہ بچہ پیدا ہوا تو میں اسے لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئی۔آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔لعاب دہن سے اسے گھٹی دی۔فرمایا: اسے لے جاؤ۔تم اسے بہت دانا پاؤ گی۔میں نے حضرت عباس کو بتایا تو وہ مسکرائے۔ابونعیم کے الفاظ ہیں: ابوالخلفاء کو لے جاؤ۔میں نے حضرت عباس کو بتایا۔وہ آپ کی خدمت میں آئے۔عرض کی: تو آپ نے فرمایا: اس طرح ہوگا جیسے میں نے بیان کیا ہے۔یہ ابوالخلفاء ہے، حتیٰ کہ اس سے سفاح پیدا ہوگا حتیٰ کہ اس سے مہدی پیدا ہوگا اس کی اولاد سے وہ پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

۳-آپ کی ان کے لئے دعا

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے میرے کندھے یا شانے پر ہاتھ رکھا۔عرض کی: مولا! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما، اور تاویل کا علم سکھا۔انہوں نے الکبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم بہت اچھے ترجمان القرآن ہو۔جبرائیل امین نے دو دفعہ تمہارے لئے دعا کی ہے۔ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سینے پر رکھا۔انہوں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر یہ دعا مانگی: مولا! ان کا پیٹ حکمت اور علم سے بھر دے۔انہوں نے کسی شخص کے مسئلے سے اپنے سینے میں وحشت محسوس نہیں کی۔وہ تادم وصال اس امت کے متبحر عالم رہے۔ابن ماجہ، ابن سعد اور الطبرانی نے الکبیر میں ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! انہیں حکمت اور کتاب کی تاویل سکھا۔

۴-علمی وسعت، حبر امت

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ۱۶۶۰ احادیث روایت کی ہیں۔ان میں سے ۱۹۵ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔جب کہ ۱۲۰ احایث میں امام بخاری منفرد ہیں، اور ۴۹ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔

امام بیہقی نے مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر میں تقریباً ایک سو احادیث ثابت ہیں۔

ان سے حضرات ابن عمر، انس، ابوالشعثاء، ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہم نے اور تابعین سے ان گنت لوگوں نے روایت کیا ہے۔

امام احمد وغیرہ نے لکھا ہے: آپ صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ فتویٰ دیتے تھے۔مجاہد نے لکھا ہے: لیکن کثرت علم کی وجہ سے انہیں حبر کہا جاتا ہے۔انہوں نے فرمایا: اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر بغاوت کر دے تو رب تعالیٰ باغی کو

بکھیرے بکھیرے کر دے گا۔ وہ اپنی زبان کے کنارے کو پکڑ لیتے وہ فرماتے: تیرے لئے ہلاکت! خیر کی بات کر۔ تجھے فائدہ ہوگا اور بری بات سے رک جا تو سلامتی پا جائے گی۔ جب اس کے متعلق ان سے عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: مجھے علم ہوا ہے کہ روز حشر بندے کے لئے زبان کے علاوہ کوئی چیز نہ ہوگی جو زبان سے زیادہ مستحق ہو۔ انہوں نے فرمایا: جب دینار اور درہم بنائے گئے تو ابلیس نے انہیں پکڑ لیا۔ انہیں اپنی آنکھوں سے لگایا۔ کہا: تم میرے دل کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ تمہارے ساتھ میں بغاوت کروں گا۔ تمہارے ساتھ آگ میں داخل کروں گا۔ تمہارے ساتھ میں کفر کروں گا۔ میں بنو آدم کو مجبور کروں گا کہ وہ دنیا سے محبت کریں۔ جو ان سے پیار کرے گا وہ میرا بندہ بن جائے گا۔ یہ صحیح ہے دینار اور دراہم کی محبت ہر 1
لغزش کی بنیاد ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس قوم میں بغاوت ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں دو موتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ (الشعراء:٨٩)

ترجمہ: مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ کے حضور قلب سلیم۔

یہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہر مومن اور فاجر کا رزق حلال رب تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ صبر کرتا ہے تو رب تعالیٰ اسے دے دیتا ہے اگر وہ جزع کرتا ہے وہ حرام لیتا ہے تو رب تعالیٰ اس کے رزق حلال میں کمی کر دیتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا حلق کرتا ہے پھر وہ ان کلمات سے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔

بسم الله، ماشاء الله، لا يسوق الخير الا الله بسم الله ما شاء الله لا يصرف السوء الا الله بسم الله ماشاء الله ما كان من نعمة فمن الله بسم الله ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله العظيم۔

جس نے اسے پڑھا۔ وہ ہر مصیبت، آفت، دشمن، ظالم، شیطان، سلطان، سانپ اور بچھو سے محفوظ ہو گیا۔ جو یوم عرفہ کو غروب آفتاب کے وقت یہ پڑھے گا تو رب تعالیٰ اسے صدا دے گا: اے میرے بندے! تو نے مجھے راضی کر دیا ہے۔ میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جو چاہو مجھ سے مانگو۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم وہ کچھ تجھے دوں گا۔ انہوں نے فرمایا: مریض کی پہلی بار زندگی سنت اور اس سے زائد نفل ہے۔

سعید بن منصور، ابن سعد، بخاری، ابن جریر، ابن منذر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق مجھے بدر کے شیوخ میں داخل کرتے تھے۔ وہ اہل بدر کو اذن دیتے تو ان کے ساتھ مجھے بھی اذن دیتے تھے۔ کسی نے کہا: آپ اس جوان کو کیوں داخل کرتے ہیں؟ ہمارے بیٹے اس کی مثل ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تم وہ ہو جو یہ جانتے ہو۔ ایک دن انہیں بلایا۔ مجھے بھی ان کے ہمراہ بلایا۔ انہوں نے مجھے اس لئے بلایا تھا۔ انہوں

نے مجھے دکھانے کے لئے انہیں بلایا تھا۔ انہوں نے ان سے پوچھا اس آیت طیبہ کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ (النصر:۱)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح (نصیب ہو جائے)۔

کسی نے کہا: رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں۔ اس سے مغفرت طلب کریں جب رب تعالیٰ کی نصرت آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے۔ کسی نے کہا: میں نہیں جانتا۔ کچھ خاموش رہے۔ انہوں نے مجھے پوچھا: ابن عباس! کیا تم بھی اس طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: یہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر تھی۔ رب تعالیٰ نے آپ کو آپ کے وصال کے متعلق بتایا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے بھی یہی ہے۔ اس مشاہدہ کے بعد تم مجھے اور کیوں ملامت کرتے ہیں۔

ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس سے فرمایا: بخدا! آپ کا چہرہ ہمارے سارے جوانوں سے حسین ہے۔ آپ عقل کی رو سے ان سے بہتر ہیں۔ کتاب الٰہی کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن عباس کتنے بہترین ترجمان القرآن ہیں۔ وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد تقریباً ۳۵ سال زندہ رہے۔ لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ساری اطراف سے ان کے پاس آتے تھے۔ حضرت طاؤس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا جب وہ حضرت ابن عباس سے مذاکرہ کر رہے ہوتے ان کی مخالفت کرتے وہ اپنی بات منواتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کے قول پر راضی ہو جاتے۔ حضرت مجاہد سے روایت ہے: میں نے کسی جوان کو نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حسین ہو۔ وہ اس وقت اتنا خوبصورت لگتا ہو جب وہ قال رسول اللہ ﷺ کہتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اصم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت امیر معاویہ حج کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پورا کارواں تھا جو ان سے علم حاصل کرتا تھا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عُبدالملک بن مسرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ستر یا اسی شیوخ صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک بھی حضرت ابن عباس کی مخالفت نہیں چاہتا تھا وہ جب بھی ان سے ملاقات کرتے تو وہ کہتے: بات آپ کی درست ہے۔ یا آپ نے سچ کہا ہے: مسروق اور اعمش نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم حضرت ابن عباس کو دیکھ لیتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے حسین ہیں۔ جب وہ محو تکلم ہوتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے فصیح ہیں۔ جب وہ روایت بیان کرتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ اعمش نے کہا: جب وہ خاموش ہو جاتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سفیان بن ابی وائل سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس نے ہمیں خطبہ دیا۔ حج کا زمانہ تھا۔ انہوں نے سورۃ النور سے آغاز کیا یا سورۃ البقرہ سے آغاز کیا وہ پڑھنے لگے متغیر ہونے لگے۔ میں نے کہا: میں نے اس طرح کا

کلام نہ سنا ہے نہ ہی ایسی شخصیت دیکھی ہے اگر انہیں ایرانی رومی اور بستیوں والے سن لیتے تو وہ اسلام لے آتے۔الطبرانی نے حسن سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے اس منبر پر کھڑے ہوتے تھے۔انہوں نے شاید عرفہ کی رات کہا: وہ سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھتے اور ان کی تفسیر بیان کرتے یا ایک ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے۔وہ نجد اور مغرب کی طرف رخ کرتے۔الطبرانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت ابن عباس کا ذکر کر رہے تھے۔انہوں نے فرمایا: وہ ایک حسین جوان ہے اس کی زبان بہت زیادہ سوال کرنے والی ہے۔اس کا دل بہت زیادہ سمجھنے والا ہے۔دوسری روایت میں ہے۔ان کی زبان بہت زیادہ پوچھنے والی اور دل بہت زیادہ سمجھنے والا ہے۔

ابن جوزی نے حضرت عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا:

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ (الانبیاء:۳۰)

ترجمہ: آپس میں ملے ہوتے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا۔

انہوں نے کہا: اس شیخ کے پاس جاؤ۔ان سے پوچھو: انہوں نے کہا: آسمانوں میں پھٹن تھی وہ بارش نہ برساتے تھے۔زمین میں درزیں تھیں وہ سبزہ نہ اگاتی تھی۔اس نے آسمان کو بارش سے پھاڑا زمین کو نباتات سے پھاڑا۔وہ شخص حضرت ابن عمر کے پاس گیا۔انہیں بتایا: انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو علم عطا کیا ہے جسے وہ بیان کرتے ہیں۔میں تعجب کرتا تھا کہ وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرنے کی جرأت کیسے کر لیتے ہیں۔اب مجھے علم ہوا ہے کہ انہیں علم و حکمت عطا کی گئی ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔میں نے ایک انصاری شخص سے کہا: آؤ ہم صحابہ کرام سے علم سیکھتے ہیں۔آج ان کی تعداد کثیر ہے۔میں نے عرض کی: بخدا! یا ابن عباس! تعجب ہے۔لوگ آپ کے محتاج ہیں، اور لوگوں میں آپ صحابہ کرام کی جستجو کر رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا: میں کسی مسئلہ کی طرف توجہ کرتا۔میں صحابہ کرام کی جستجو میں رہتا۔اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ کسی صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت سنی ہے۔میں اس کی طرف جاتا میں اسے سویا ہوا پاتا۔میں اس کے دروازے پر اپنی چادر کا سہارا لیتا۔ہوا مٹی اڑا کر میرے چہرے پر پھینکتی حتیٰ کہ وہ شخص باہر آجاتا جب وہ مجھے دیکھتا تو کہتا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد! آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ میں کہتا: مجھے علم ہوا ہے کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پاک سنی ہے۔میں پسند کرتا ہوں کہ وہ آپ سے سنوں۔وہ کہتا: آپ نے میری طرف پیغام کیوں نہ بھیجا کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔میں کہتا: تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ میں تمہاری خدمت میں حاضر ہوں۔وہ شخص مجھے دیکھتا۔صحابہ کرام کا وصال ہو گیا ہے۔لوگ منقول کے محتاج ہو گئے ہیں۔تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی محفل کو نہیں دیکھا جو خیر کے اعتبار سے حضرت ابن عباس کی محفل سے عمدہ ہو۔وہاں حلال وحرام، عربی، انساب اور اشعار سیکھے جاتے تھے۔حربی نے عطاء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی محفل میں اشعار، انساب، ایام عرب، ان کے واقعات کے لیے آتے تھے کچھ علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ہر قسم جو پسند کرتی ہے۔اسے اسی طرح کی توجہ ملتی تھی۔

ابن عمر نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس علم میں لوگوں سے اس طرح بلند تھے جیسے لمبی کھجور وادی میں چھوٹے پودوں سے بلند ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے فرمایا: میں کسی کو نہیں جانتا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالم ہو۔رائے میں پختہ ہو یا ان سے زیادہ غور وفکر میں صائب ہو۔حضرت عمر فاروق انہیں مشکلات کے لیے تیار کرتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا اجتہاد بھی تھا، اور مسلمانوں کے لئے ان کا غور وفکر بھی تھا۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے ان کی محفل میں باطل کو نہ دیکھا میں نے کوئی فتویٰ ایسا نہ دیکھا جو ان کے فتویٰ سے زیادہ سنت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔صحابہ کرام انہیں بحر اور حبر کہا کرتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہرقل نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر ان میں نبوت میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان سوالات کے جوابات دیں جو میں ان سے پوچھوں گا۔اس نے ان سے کہکشاں، قوس قزح اور زمین کے اس ٹکڑے کے متعلق پوچھا جسے دھوپ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے لگی تھی۔

جب ان کے پاس اس کا مکتوب اور قاصد آیا تو فرمایا: میں آج ان سے یہی سوال کرنا چاہتا تھا۔انہوں نے وہ مکتوب لپیٹا اور اسے حضرت ابن عباس کی طرف بھیج دیا۔انہوں نے اس کے جواب میں لکھا: قوس قزح اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان ہے۔کہکشاں آسمان کا وہ دروازہ ہے جہاں سے شق ہوگا۔وہ قطعۂ زمین جسے صرف ایک بار دھوپ پہنچی تھی۔وہ سمندر ہے جسے بنو اسرائیل کے لئے شق کیا گیا تھا۔

۵-بعض خوارج نے ان کی بات مان لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قتال سے رک گئے

بکار بن قتیبہ نے اپنی مشیختہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: خوارج جمع ہوئے۔ان کی تعداد چھ ہزار یا چوبیس ہزار تھی میں نے عرض کی: امیر المومنین! نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھیں۔شاید میں اس قوم کے راہ نما سے ملاقات کرلوں۔انہوں نے فرمایا: مجھے آپ کے متعلق ان سے خطرہ ہے۔میں نے کہا: ہرگز نہیں۔میں اس سے کنارہ کش ہونے پر پوری طرح قادر ہوں۔میں ان کے پاس گیا وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے۔میں ایسی قوم کے پاس گیا میں نے کسی قوم کو نہ دیکھا جو ان سے زیادہ کوشش کرنے والا ہو جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: تم میں ایک ان کی نماز

کے سامنے اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: خوش آمدید! ابن عباس! آپ کیسے آئے ہیں؟ میں نے کہا: میں صحابہ کرام کے متعلق تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ وحی کا نزول ہوا وہ اس کی تاویل کو سب سے بہتر جانتے ہیں، بعض نے کہا: ان سے بات نہ کرو۔ بعض نے کہا: ہم ان سے ضرور بات کریں گے۔ میں نے ان سے کہا: تم حضور اکرم ﷺ کے چچازاد اور داماد سے یہ انتقام کیوں لے رہے ہو؟ وہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ صحابہ کرام بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم تین امور کی وجہ سے ان سے انتقام لے رہے ہیں۔ میں نے کہا: وہ کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا: انہوں نے دین الٰہی میں مردوں کو حکم بنایا ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (الانعام:۵۷)

ترجمہ: نہیں ہے حکم (کسی کا) سوائے اللہ کے۔

میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے قتال کیا۔ نہ تو کسی کو قیدی بنایا نہ ہی مال غنیمت لیا۔ اگر وہ کافر تھے تو ان کے اموال حلال تھے۔ اگر وہ اہل ایمان تھے تو ان کے خون ان پر حرام تھے۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے خود کو امیر المؤمنین سے بچایا ہے۔ اگر وہ امیر المؤمنین نہ تھے تو پھر کافرین کے امیر تھے۔ میں نے کہا: اگر میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت مصطفیٰ ﷺ سے کچھ پڑھ کر سناؤں جسے تم عجیب نہ سمجھو کیا تم لوٹ آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: رب تعالیٰ کے دین حق میں مردوں کو حکم بنایا گیا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ ۔ (المائدہ:۹۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ مارو شکار کو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو، اور جو قتل کرے شکار کو تم میں سے جان بوجھ کر تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسی قسم کا جانور دے جو اس نے قتل کیا ہے فیصلہ کریں دو معتبر آدمی تم میں سے۔

رب تعالیٰ نے عورت اور اس کی بیوی کے متعلق کہا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ (النساء:۳۵)

ترجمہ: اگر خوف کرو تم نا چاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک پنچ مرد کے کنبہ سے اور ایک پنچ عورت کے کنبہ سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مہاجرین کو تعلیم دیتا تھا۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے میں منیٰ میں ان کے خیمے میں تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ یہ حضرت عمر کے آخری حج کا موقعہ تھا جب حضرت عبدالرحمٰن میرے پاس لوٹ کر آئے تو انہوں نے فرمایا: کاش! آپ اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المؤمنین کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو کہتا کہ عمر کا وصال ہو

گیا تو میں فلاں کی بیعت کروں گا۔حضرت ابوبکر کا وصال اچانک ہو گیا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے پھر کہا: انشاء اللہ! میں آج شام کے وقت لوگوں کے درمیان کھڑا ہوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو لوگوں کے ایسے امور میں دخل دیتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ یہ حج کا موقعہ ہے۔ان پڑھ اور کم سمجھ لوگ جمع ہیں۔آپ جب لوگوں کے مابین کھڑے ہوں تو آپ کے قریب یہی لوگ غالب ہوں گے۔مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کھڑے ہوں گے اور بات کریں گے تو ہر شخص اپنا مطلب نکالے گا اور وہ بات سمجھ نہیں سکیں گے اور اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھیں گے۔آپ تھوڑا ٹھہر جائیں حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ آئیں۔وہ دارالہجرۃ اور دارالسنتہ ہے۔وہاں صرف اہل فقہ اور معزز لوگ آپ کے پاس ہوں گے۔آپ جو کہیں گے اطمینان سے کہیں گے۔اہل علم اس بات کو یاد رکھیں گے۔اس کو صحیح امر پر محمول کریں گے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انشاء اللہ! میں مدینہ طیبہ میں جس مقام پر کھڑا ہوں گا۔یہی بات بیان کروں گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم ذوالحجۃ کے آخری دنوں میں مدینہ طیبہ آئے۔جب جمعہ کا دن تھا تو سورج ڈھلتے ہی میں نے نماز کی طرف جانے کے لیے جلدی کی حتیٰ کہ میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو منبر کے پاس پایا۔میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔تھوڑی دیر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔میں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو میں نے حضرت سعید سے کہا: آج خطبہ جمعہ پہ ایسی گفتگو کریں گے کہ خلیفہ بننے سے لے کر آج تک ایسی بات کبھی نہیں کی۔حضرت سعید نے انکار کرتے ہوئے کہا: مجھے تو ایسی امید نہیں کہ وہ ایسی بات کریں گے۔جو اس سے پہلے کبھی نہ کی ہو۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے جب مؤذن خاموش ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔رب تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا: امابعد! میں تم سے ایک بات کرنے والا ہوں۔جن کا کہنا میری تقدیر میں لکھا گیا ہے۔میں نہیں جانتا شاید یہ میرے وصال سے قبل کی گفتگو ہو۔جو اس کو سمجھے اور یاد کرے تو اسے بیان کرے۔جہاں اس کی سواری پہنچے اور جسے اندیشہ ہو کہ وہ اس کو نہیں سمجھے گا۔میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ بولے۔رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی۔جو رب تعالیٰ نے نازل فرمایا۔اس میں آیت رجم بھی ہے ہم نے اسے پڑھا۔اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا۔اس کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ لمبا ہو جائے گا تو کوئی کہنے والا کہے ہم تو کتاب اللہ میں آیت رجم نہیں پاتے ہیں۔وہ ایسے فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے جسے رب تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔رجم کتاب اللہ میں زانی پر حد ہے۔جب مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو۔جب دلیل قائم ہو جائے یا حمل ہو جائے یا وہ اعتراف کر لے، پھر ہم جو کتاب اللہ میں پڑھتے تھے ہم اس میں یہ بھی پڑھتے تھے کہ تم اپنے آباء سے انحراف نہ کرو کیونکہ اپنے آباء سے انحراف کرنا تمہاری ناشکری ہے۔خبردار، پھر آپ نے فرمایا: میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔تم یوں کہو: عبداللہ و رسولہ، پھر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی ایک کہتا ہے: اللہ کی قسم! عمر وصال کریں گے تو میں ان کی جگہ بیعت کروں گا۔تمہیں

کوئی شخص یہ کہہ کر فریب میں نہ ڈالے کہ سیدنا صدیق اکبر کا وصال اچانک ہو گیا تھا۔ ارے! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، لیکن رب تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا۔ تم میں سے کوئی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثل نہیں ہے جس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر کسی کی بیعت کرے گا، تو جس نے بیعت کی اور جس کی بیعت کی وہ دونوں دھوکے سے مارے جائیں گے، اور ہماری داستان یوں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ وہ بنو سقیفہ کی حویلی میں جمع ہو گئے۔ ہم میں سے حضرات علی، زبیر اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی۔

مہاجرین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر سے عرض کی: صدیق اکبر! ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلو ہم انہی کے ارادہ سے چلے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان کے دو نیک خصلت شخص ملے انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا جس پر انصار متفق ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا: اے گروہ مہاجرین! تم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا: ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ اپنا فیصلہ خود کر لو۔ میں نے کہا: بخدا! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے، حتیٰ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے دوسروں کے مابین بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا: انہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہیں بخار ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے خطیب نے کلمہ طیبہ پڑھا، پھر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر کہا: اما بعد! ہم رب تعالیٰ کے انصار اور لشکر اسلام تھے۔ مہاجرین! تم ایک علیحدہ گروہ تھے جو اپنی قوم سے نکل کر آئے تھے۔ اب وہ گروہ ہمیں جڑ سے اکھیڑنا چاہتا ہے ہمیں خلافت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ جب وہ خطیب خاموش ہوا تو میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ایک عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے وہ تقریر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان کا غصہ دور کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے گفتگو کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ میں نے انہیں ناراض کرنا پسند نہ کیا انہوں نے گفتگو شروع کی وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور صاحب وقار تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے ذہن میں جو عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی۔ انہوں نے اسے فوراً کر دیا، بلکہ اس سے عمدہ تقریر کر دی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے اپنے بارے میں خیر اور بھلائی کا تذکرہ کیا ہے تم فی الحقیقت اسی کے اہل ہو لیکن خلافت تو صرف قبیلہ قریش کے لیے جائز ہے یہ نسب اور گھرانے کے اعتبار سے عربوں سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لئے ان دو امور کو پسند کرتا ہوں تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔ انہوں نے میرا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا وہ ہمارے مابین بیٹھے ہوئے تھے مجھے اس کے علاوہ ان کی کوئی بات ناپسند نہ تھی۔ بخدا! مجھے آگے کر کے میری گردن اڑا دیا جائے جب کہ میں بے گناہ ہوں مجھے اس سے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اس قوم پر حکمرانی کروں جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ الا یہ کہ وقت مرگ میرا نفس اور خیال پیدا کر دے۔ اب تو میں ایسی کوئی بات نہیں پاتا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں وہ لکڑی ہوں جس کے ساتھ اونٹ اپنا جسم رگڑتا ہے۔

میں وہ باڑ ہوں جسے حفاظت کے درخت کے ارد گرد لگایا جاتا ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو۔ اے گروہ قریش! شور وغل زیادہ ہوا تو میں اختلاف کی وجہ سے ڈر گیا۔ میں نے کہا: ابو بکر! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو میں نے ان کی بیعت کر لی، پھر دوسرے مہاجرین نے بھی ان کی بیعت کر لی، پھر انصار نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ ایک کہنے والے نے کہا: تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے کہا: بخدا! اس صورت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کوئی امر ضروری محسوس نہ ہوا۔ ہمیں اندیشہ تھا۔ ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم نے لوگوں کو اسی طرح چھوڑ دیا اور کسی کی بیعت نہ کی تو یہ ہمارے بعد کسی اور شخص کی بیعت کر لیں گے پھر ہمیں ناپسندیدگی سے اس کی بیعت کرنا پڑے گی۔ اگر ہم نے ان کی مخالفت کی تو فساد بپا ہوگا جس نے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کی جو بیعت کرنے والا اور کرانے والا دھوکے سے قتل ہو جاتے ہیں۔

ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت رافع نے کہا: حضرت ابن عباس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شریک کار تھے۔ وہ اس کے مستحق بھی تھے۔ وہ انہیں قرآن پاک سکھاتے تھے۔

۷۔ حضرت جبرائیل امین کی زیارت کرنا

امام ترمذی اور ابو عمر نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دو بار زیارت کی آپ نے دو بار میرے لئے حکمت کی دعا کی۔ دوسری روایت میں ہے۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں گیا۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے فرمایا: یہ اس امت کے متبحر عالم ہوں گے۔ اس کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ امام احمد الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں اپنے والد گرامی کے ساتھ گیا۔ ایک شخص آپ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ گویا کہ آپ میرے والد گرامی سے اعراض کر رہے تھے۔ میرے والد گرامی نے مجھے کہا: نور نظر! کیا تم نے اپنے چچا زاد کو نہ دیکھا گویا کہ وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے؟ میں نے عرض کی: والد محترم! ان کے پاس ایک شخص تھا جس کے ساتھ آپ سرگوشی فرما رہے تھے۔ ہم بارگاہ رسالت مآب میں واپس آ گئے۔ والد گرامی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے عبد اللہ سے اس طرح کہا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص تھا آپ اس کے ساتھ سرگوشی فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: وہ حضرت جبرائیل تھے۔ انہوں نے مجھے آپ سے مصروف رکھا ہے۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا میں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ حضرت دحیہ الکلبی سے گفتگو کر رہے تھے۔ وہ حضرت جبرائیل تھے۔ میں انہیں جانتا نہ تھا۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔

دوسروں کے لئے خیر سے محبت

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا: تو نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ تین خوبیاں ہیں۔ میں کتاب الٰہی پڑھتا ہوں تو میں خواہش کرتا ہوں کہ جو کچھ میں جانوں سب لوگ اسے جان لیں۔ جب میں کسی مسلمان حاکم کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ عدل کر رہا ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں، شاید میں اس کے پاس کبھی جاؤں۔ جب میں سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے کسی شہر میں بارش نازل ہوئی ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں۔ اگرچہ وہاں میرا ایک جانور بھی نہ ہو۔

۹- یہ ابوالخلفاء ہیں

ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے لے جاؤ۔ ابوالخلفاء ہے۔

۱۰- صبر و تحمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی حالت میں بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ خصوصاً جب کہ ان کی بصارت ختم ہو گئی تھی۔ ان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اگر اپنے بھائی سے کسی ناپسندیدگی کی خبر ملے تو اسے تین درجات میں سے کسی ایک پر رکھتا ہوں۔

۱- یا تو وہ مجھ سے بالا درجہ ہوگا۔ میں اس کی قدر و منزلت کو جانتا ہوں۔

۲- یا وہ میری ہم مثل ہوگا تو میں اس پر مہربانی کرتا ہوں۔

۳- یا وہ درجہ میں مجھ سے کم ہوگا۔ میں اس کی طرف توجہ نہیں دیتا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے ابن عباس! جب انہوں نے اس کی ضرورت پوری کر دی تو فرمایا: عکرمہ! کیا اس آدمی کی کوئی ضرورت ہے جسے ہم پورا کریں۔ اس شخص نے از روئے ندامت اپنا سر جھکا لیا۔ حضرت عکرمہ بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس کے ساتھ تھا۔ ان کے ساتھ کھایا ایک قوم آئی اس نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما اندھے کہاں ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (الحج:۴۶)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

۱۱- دین حق سے محبت

حضرت طاؤس علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رب تعالیٰ کی

حرمات کی اس طرح تعظیم کرتا ہو جیسے حضرت ابن عباس کرتے تھے۔ ابو محمد الابراہیمی نے کتاب الصلاۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ ان کی بصارت چلی گئی تو وہ شخص آیا جو آنکھوں میں سوراخ کر کے خون نکالتا تھا اس نے کہا: ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کی آنکھ کا پانی نکال دیں، لیکن آپ کو پانچ دنوں تک نماز نہیں پڑھنا ہوگی۔ انہوں نے فرمایا: واللہ! ایک رکعت بھی نہیں چھوڑنا۔ میں بیان کرتا ہوں کہ جس نے ایک نماز بھی چھوڑی تو رب تعالیٰ اسے ناراضگی کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ آخری شدت جس کو مومن برداشت کرتا ہے وہ موت ہے۔ اس طرح ان کے والد اور دادا جان کی بینائی بھی ختم ہو گئی تھی۔

۱۲- کرم وسخاوت

روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو چار ہزار دراھم دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے انہیں بنو عبدالمطلب میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے کہا: ہم صدقہ قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے فرمایا: یہ صدقہ نہیں۔ بلکہ ھدیہ ہے۔

۱۳- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نفع بخش کلمات سکھائے

عبد بن حمید، خلعی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تمہیں فائدہ دیں۔ رب تعالیٰ (کے دین) کی حفاظت کرو۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس کے دین کی حفاظت کرو تم اسے اپنے آگے پاؤ گے۔ عمدہ حالات میں رب تعالیٰ کو یاد رکھو وہ تمہیں شدت میں یاد رکھے گا۔ جب مانگو تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ جب مدد مانگو تو رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ روز حشر تک جو کچھ ہونے والے ہے اسے لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔ جان لو کہ اگر ساری مخلوق جمع ہو جائے کہ وہ تمہیں ایسی چیز دیں جسے رب تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں نہیں لکھا وہ اس پر قدرت نہ رکھیں گے۔ یا وہ تم سے وہ چیز روک لیں جسے رب تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اس پر قادر نہ ہو سکیں گے۔ رضا اور یقین کے ساتھ رب تعالیٰ کے لیے عمل کرو۔ جان لو نصرت صبر کے ساتھ ہے۔ ناپسندیدہ امر پر صبر خیر کثیر ہے۔ کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے تنگی کے بعد کشادگی ہے۔

۱۴- بچپن سے ہی خیر سے محبت

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی۔ شام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: کیا بچے نے نماز پڑھ لی ہے۔ اہل خانہ نے بتایا: ہاں! آپ آرام فرما ہو گئے جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آپ اٹھے وضو کیا۔ میں بھی اٹھا اور آپ کے بقیہ پانی سے وضو کیا۔ اپنی چادر اوڑھی اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان سے پکڑا اور مجھے گھما کر اپنی دائیں سمت کھڑا

کر دیا۔ آپ نے پانچ یا سات رکعتیں ادا کیں اسی کے ساتھ وتر پڑھے ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ میں نے کہا: میں آج آپ کے معمولات ضرور دیکھوں گا۔ آپ نے رات کے وقت قیام فرمایا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ نے پیشاب کیا۔ ہلکا سا وضو کیا، پھر آپ لوٹ آئے، پھر آپ اٹھے، پھر پیشاب کیا، پھر بہت عمدہ وضو کیا۔ رات کے وقت نماز ادا کی۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ مجھے سر سے پکڑا مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے چار، پھر چار رکعتیں ادا کیں پھر تین رکعتوں سے انہیں وتر بنا دیا پھر آپ سو گئے میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی، پھر مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے تازہ وضو نہ کیا۔ ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی۔ آپ رات کے وقت نماز پڑھنے کے لئے اٹھے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان یا سر سے پکڑا مجھے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔

امام عبدالرزاق نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی۔ آپ نے رات کے وقت قیام کیا۔ آپ روشدان کے پاس آئے، پھر تشریف لائے چہرہ انور اور ہاتھ دھوئے، اٹھے اور قیام فرمایا۔

پھر مشکیزہ کے پاس آئے تو دو وضوؤں کے مابین وضو کیا۔ اسے کثرت سے نہ کیا، پھر آپ اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ میں تیزی سے چلا تا کہ آپ مجھے دیکھ نہ لیں، پھر آپ نے قیام فرمایا۔ میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کانوں سے پکڑا اور دائیں سمت کر لیا۔ آپ نماز پڑھنے لگے۔ آپ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں ان میں دو فجر کی رکعتیں تھیں پھر آپ لوٹ گئے۔ سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے آپ کو نماز کے لئے جگایا۔ آپ نماز کے لئے چلے گئے۔ آپ نے وضو نہ کیا۔ انہوں نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھا۔ آپ اٹھے۔ آپ رات کی نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ ہر رکعت میں آپ نے سورت مزمل کے برابر قیام کیا۔

۱۵- یہ قریش کے شیخ ہیں

ابوزرعہ رازی نے العلا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آیا۔ میں نے عرض کی: میں رات تمہارے ہاں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: تم ہمارے ہاں کیسے رات بسر کرو گے۔ ہمارے پاس ایک ہی بستر ہے۔ میں نے کہا: مجھے تمہارے بستر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا آدھا

ازار نیچے بچھا لوں گا۔ میں تمہارے تکیہ کے پچھلے حصے پر اپنا سر رکھ لوں گا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت میمونہ نے آپ کو حضرت ابن عباس کی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: یہ قریش کا شیخ ہے۔

۱۶۔ مصیبت کے وقت نماز کی طرف رجوع

الطبرانی نے حضرت حسان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم گروہ انصار کو والی سے ایک کام پڑ گیا۔ ہم نے اس سے ایک مشکل کام کرانا تھا۔ ہم قریش کے کچھ افراد لے کر اس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ بات کی، اور حضور اکرم ﷺ کی ہمارے بارے میں وصیت یاد کرائی۔ کام کے مشکل ہونے کا تذکرہ کیا قوم نے معذرت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت زیادہ اصرار کیا۔ بخدا! اسے کام کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

ہم باہر نکلے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں لوگ جمع تھے۔ حضرت حسان نے فرمایا: تو میں مسکرا پڑا۔ بخدا! وہ اس کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ نبوت کے بقیہ اور احمد مجتبیٰ ﷺ کے وارث ہیں۔

قوم نے کہا: حسان! اعتدال کے ساتھ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حسان! انہوں نے سچ کہا ہے: اعتدال کے ساتھ۔ حضرت حسان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔ انہوں نے یہ اشعار کہے۔

اذا ما ابن عباس بدالك وجهه … رائيت له فی کل مجمعة فضلا

ترجمہ: جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ تمہارے سامنے آئے گا تو تم کو ان کے پورے جسم میں فضیلت ہی نظر آئے گی۔

اذا قال لم يترك مقالا لقائل … بمنتظمات لاترى بينها فصلا

ترجمہ: جب وہ بات کرتے ہیں تو کہنے والے کے لئے کسی بات کو ترک نہیں کرتے۔ ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ تمہیں ان میں فاصلہ نظر نہ آئے گا۔

كفى وشفى ما فى النفوس فلم يدع … لذى ارب فى القول جدا و هزلا

ترجمہ: وہ کافی ہوتا ہے۔ جو کچھ نفوس میں ہوتا ہے اور اس کے لئے شافی ہوتا ہے وہ کسی دانا کے لئے کوئی جھگڑا یا غیر سنجیدہ بات نہیں چھوڑتے۔

سموت الى العلياء بغير مشقة … فنلت ذراها لا دنيا ولا و غلا

ترجمہ: تم مشقت کے بغیر ہی رفعتوں تک پہنچ گئے۔ تم نے اس کی چوٹی کو پالیا۔ نہ نکمے پن سے نہ ہی بن بلائے۔

خلقت خليقا للمرؤة والندى … بليجا ولم تخلق كهاما ولا خبلا

ترجمہ: تمہیں مروت اور سخاوت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تم تاباں ہو تمہیں بزدل اور کم ہمت پیدا نہیں کیا گیا۔

والی نے کہا: کھام۔ سے مراد اس نے میری ہی ذات لی ہے۔ رب تعالیٰ میرے اور ان کے مابین ہے۔

۱۷-وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال طائف میں ہوا ہم نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ایک پرندہ آیا۔اس کی طرح کا پرندہ پہلے نہیں دیکھا گیا تھا۔جو اس کی نعش میں داخل ہو گیا جب انہیں دفن کیا گیا تو ان کی قبر پر یہ آیات پڑھی گئیں۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿۳۰﴾ (الفجر: ۲۷تا۳۰)

ترجمہ: اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی ہے شامل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

عبداللہ بن یاسین نے اپنے والد گرامی سے اس طرح روایت کیا ہے مگر انہوں نے فرمایا: سفید پرندہ آیا جسے الغرنوف کہا جاتا تھا۔یحییٰ بن بکیر نے فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال ۶۸ھ کو ہوا اس وقت ان کی عمر ۷۱ یا ۷۲ سال تھی۔وہ اپنی داڑھی کو صفر سے رنگتے تھے۔

اولاد پاک

ان کی اولاد میں سے حضرات عباس، علی السجاد، فضل، محمد، عبیداللہ، لبابہ اور اسماء رضی اللہ عنہم تھے۔

❁❁❁

بارہواں باب

بعض بنو عباس کا تعارف

ان کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا

۱- عبدالرحمٰن۔ان کی ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ہوئی۔ان کی اولاد نہ تھی۔یہ اپنے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔بلاذری نے لکھا ہے: ان کا وصال طاعون عمواس میں ہوا تھا، لیکن مصعب نے لکھا ہے: یہ اپنے بھائی حضرت معبد کے ہمراہ افریقہ میں شہید ہوئے تھے۔اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور ہجرت کا پینتیسواں سال تھا۔حضرت عبداللہ بن ابی سرح بھی ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔ابن کلبی نے لکھا ہے: وہ شام میں شہید ہوئے تھے۔

۲۔ حضرت معبد رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئے، مگر آپ سے کچھ بھی روایت نہیں کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ پر عامل مقرر کیا تھا۔ یہ افریقہ میں شہید ہوئے۔ ان کی اولاد تھی۔

۳۔ حضرت کثیر رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو تمام تھی۔ یہ آپ کے وصال سے کچھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ہجرت کو دس سال ہو چکے تھے۔ یہ فقیہ، ذکی اور فاضل تھے۔ ان کی اور ان کے بھائی تمام کی والدہ کا نام سبا تھا وہ رومیہ یا حمیریہ تھیں۔

۴۔ السراج تمام۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: دانتوں پر زرد میل لے کر میرے پاس نہ آیا کرو۔ اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (بغوی)۔

ابو عمر نے لکھا ہے: حضرت تمام رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے سب سے چھوٹے تھے وہ انہیں اٹھا کر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

تمو ابتمام فصارو اعشرہ ۔ یارب فاجعلھم کراما بررہ

واجعل لھم ذکرا وانم الشجرہ

ترجمہ: تمام کے ساتھ مکمل ہو جاؤ۔ دس بن جاؤ: مولا! انہیں کریم اور پاکباز بنادے۔ مولا! انہیں تذکرہ بنادے اور نسل کی نشوونما فرما۔

ابن سعد نے لکھا ہے: بیٹیوں میں حضرات ام حبیبہ، زمیمہ اور صفیہ تھیں۔ ان کی اکثر اولاد حضرت ام الفضل سے تھی۔

تنبیہ

جو کچھ ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ تمام چھوٹے تھے یہ اس مؤقف کے معارض ہے جو کثیر کے متعلق پہلے گزر چکا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے: کہ حضرت کثیر آپ کے وصال کے چند ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت تمام نے آپ سے روایت کیا تھا، تو یقیناً حضرت کثیر ان سے چھوٹے ہی ہوں گے۔

تیرہواں باب

حضرت ابوسفیان بن حارث کے مناقب

۱- ولادت اور نام

ان کا نام ابوسفیان تھا۔ یہ آپ کے چچا تھے۔ رضاعی بھائی بھی تھے ان کی والدہ کا نام غزیہ بنت قیس تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المغیرہ تھا۔ دارقطنی نے اس کے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کا نام ہی ہے۔ مغیرہ ان کا بھائی تھا۔ یہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے عداوت کی اور ہجو بیان کی۔

۲- اسلام قبول کر لینا

انہوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ حیاء کی وجہ سے کبھی آپ ﷺ کے سامنے سر نہ اٹھایا۔ ان کے ہمراہ ان کے لخت جگر حضرت جعفر نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ الابواء کے مقام پر آپ سے ملے اور آپ کے دخول مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اور عبداللہ بن ابی امیہ نے سقیا اور عرج کے مابین آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے ان سے اعراض فرمایا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی: اپنے چچا زاد اور بھائی کا انکار نہ فرمائیں اپنے پھوپھی زاد کا بھی انکار نہ فرمائیں کہ وہ سب سے زیادہ بد بخت ہو جائیں گے۔ ان سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم آپ کے چہرۂ انور کی سمت آنا اور وہ کچھ عرض کرنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے عرض کی تھی۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ (یوسف:۹۱)

ترجمہ: خدا کی قسم! بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بیشک ہم ہی خطا کار تھے۔

آپ پسند نہیں فرماتے کہ کوئی آپ سے عمدہ بات قول لے کر آئے۔ ابوسفیان نے اسی طرح کیا آپ نے فرمایا: وہ آج تمہیں معاف کر دے۔ وہ سارے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

۳- ان کے لئے جنت کی بشارت

حضرت ابوعمر نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوسفیان اہل جنت کے جوانوں سے ہیں۔ وہ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (ابن سعد، حاکم) حاکم اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابو حبہ بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان میرے اہل میں سے بہترین ہیں۔ آپ نے روز حنین فرمایا تھا: میں جس سمت میں دیکھتا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے اہل میں سے بہترین ہیں۔

۴-ان کے کچھ فضائل

انہوں نے غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ بہت بہادری کا اظہار کیا۔ وہ آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا ہاتھ آپ کی خچر کی لگام سے دور نہ ہوا تھا۔ یا رکاب سے دور نہ ہوا تھا حتیٰ کہ لوگ دور چلے گئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ آپ ان سے محبت کرتے تھے۔

۵-وصال

۲۰ھ کو ان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ دار عقیل بن ابی طالب میں مدفون ہوئے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہ ینبع میں مدفون ہوئے۔ یا ان کا وصال ۱۵ھ کو ہوا۔ انہوں نے اپنے وصال سے تین روز قبل اپنی قبر انور کھود لی تھی۔ اس کے وصال کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے سر میں پھنسی تھی۔ نائی نے ان کا حلق کیا اسے کاٹ دیا۔ وہ مریض رہے حتیٰ کہ حج کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ جب وصال کا وقت آیا تو فرمایا: مجھ پر نہ روؤ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے ایک خطا بھی نہیں کی۔

۶-اولاد

ان کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے آپ کی زیارت کی اور آپ سے روایت کیا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے بچے کا نام جعفر تھا۔ انہوں نے غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ہمراہ آپ کو لازم پکڑے رکھے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت جعفر کا وصال حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا تھا۔ ایک اور بیٹے کا نام ابو الصباح تھا۔ یا ان کا نام عبداللہ تھا یا علی تھا۔ بیٹیوں میں حضرت عاتکہ تھیں۔ ان کے ساتھ معتب بن ابی لہب نے نکاح کیا تھا۔ ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ ابن سعد نے ان کی اولاد میں مغیرہ، حارث اور کعب کو شامل کیا ہے۔ انہوں نے روایت بھی کی ہے۔ ان کا لقب بَبّہ تھا۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-اسم اور کنیت

ان کا نام نوفل وارد نہیں ہے۔ ان کی کنیت ابو الحارث تھی۔ یہ اپنے بھائیوں سے بڑے تھے بلکہ بنو ہاشم کے

سارے مسلمانوں سے بڑے تھے حتیٰ کہ حضرات حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بڑے تھے۔ غزوۂ بدر میں اسیر ہوئے۔ حضرت عباس نے ان کا فدیہ ادا کیا۔ یا خود اپنا فدیہ ادا کیا۔

۲- اسلام قبول کرنا

غزوۂ خندق کے دنوں میں اسلام لائے اور ہجرت کی یا اس روز اسلام قبول کرلیا تھا جب فدیہ دیا تھا۔ ابن سعد نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے۔ جب نوفل اسیر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے اپنا فدیہ ادا کروں۔ آپ نے فرمایا: اپنے وہ نیزے بطور فدیہ دے دو جو جدہ میں ہیں۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! میرے رب تعالیٰ کے بعد میرے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ جدہ میں میرے نیزے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۳- فضائل

انہوں نے فتح مکہ، حنین اور طائف کے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ یوم حنین کو آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے تین ہزار نیزوں سے آپ کی مدد کی۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں تمہارے نیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو مشرکین کی کمریں توڑ رہے ہیں۔ آپ نے ان کے اور حضرت عباس کے مابین رشتہء اخوت قائم کیا تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

۴- وصال

حضرت نوفل کا جب وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو ایک سال اور کچھ ماہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع لے گئے۔ وہیں ان کو دفن کر دیا۔

۵- اولاد

ان کی اولاد میں حارث، عبداللہ، عبیداللہ، مغیرہ، سعید، عبدالرحمن اور ربیعہ تھے۔ حارث کا لقب ببہ تھا، کیونکہ ان کی ماں ہند بنت ابوسفیان انہیں لوریاں دیتے ہوئے کہتی تھیں:

لا نکحن ببه جاریة خدلبه　　　مکرمه محبه بحب اهل الکعبه

ترجمہ: میں ببہ کا نکاح کروں گی ایسی لڑکی کے ساتھ جو موٹی اور بھاری بھر کم ہوگی۔ جو تکریم اور محبت کرنے والی ہوگی جیسے اہل کعبہ محبت کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کے عہد ہمایوں میں جوان تھے۔ ان کے ہاں

عبداللہ پیدا ہوئے۔ وہ لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ آپ نے انہیں گھٹی دی۔ ان کے لئے دعا کی حضور اکرم ﷺ نے انہیں مکہ مکرمہ کے کچھ امور پر عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں عامل بنایا تھا، پھر مدینہ طیبہ سے بصرہ چلے گئے۔

اہل بصرہ نے ان پر اس وقت اتفاق کیا تھا جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ میں وصال کیا تھا۔ مغیرہ کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ میں ہجرت سے قبل پیدا ہوئے، یا بعد میں۔ انہوں نے آپ کے حیات طیبہ کے چھ سال پائے۔ انہوں نے ہی عبدالرحمٰن بن ملجم کو چادر ڈال کر اس وقت پکڑا تھا جب اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا جب لوگ اسے پکڑنے لگے تو اس نے ان پر تلوار سے حملہ کر دیا وہ باہر نکل گئے مغیرہ بن نوفل نے اس پر چادر پھینک دی۔ اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اس سے تلوار چھین لی۔ وہ بہت قوی تھے، پھر ابن ملجم کو قید کر دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ یہی حضرت مغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں قاضی تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ صفین میں شرکت کی، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا تھا۔ انہوں نے آپ سے روایت بھی کیا ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی روایات مرسل ہیں۔ انہوں نے آپ سے سماعت نہیں کی۔ ان کی اولاد میں عبدالملک بن مغیرہ تھے۔

عبداللہ بن نوفل بہت حسین تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں انہیں سب سے پہلے مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ حضرات عبید اور سعید سے علم روایت کیا گیا ہے جب کہ عبدالرحمٰن اور ربیعہ کی اولاد نہ تھی۔

❀❀❀

پندرھواں باب

حارث بن عبدالمطلب کی اولاد

۱- ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابو اروی ان کی کنیت تھی۔ حضور اکرم ﷺ ان کی توصیف فرماتے تھے اور تکریم کرتے تھے۔ دارقطنی نے کتاب الاخوۃ والاخوات میں آپ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ربیعہ بہترین شخص ہے اگر بال چھوٹے رکھیں اور کپڑے سمیٹیں۔ حضور اکرم ﷺ انہیں ہر سال ایک سو وسق خیبر کی کھجوریں عطا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے تجارت میں شریک تھے۔ انہوں نے ۲۳ھ میں وصال کیا۔ اس وقت حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت تھا۔ان کی بیٹیاں اور بیٹے تھے۔ان کے بیٹوں میں عباس، عبد المطلب، عبداللہ، حارث، امیہ، عبد شمس اورآدم بن ربیعہ تھے۔وہ بنو ہذیل میں دودھ پیتے تھے۔حضرت عباس بہت قدرومنزلت والے تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں انہیں ایک گھر دیا تھا۔انہوں نے انہیں ایک ہزار دراھم دیئے تھے۔ابن حبان نے مطلب بن ربیعہ سے روایت کیا تھا۔

۲-عبد شمس بن حارث

آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا تھا۔یہ آپ کی حیات طیبہ میں وصال کر گئے تھے۔آپ نے انہیں اپنی قمیض میں دفن کیا تھا۔ان کے حق میں فرمایا: انہیں سعادت نے آلیا ہے۔دارقطنی نے الاخوۃ والاخوات میں اور امام بغوی نے معجم میں لکھا ہے: کہ ان کی اولاد نہ تھی جب کہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: کہ ان کی اولاد شام میں تھی۔ان کی قلت کی وجہ سے انہیں الموزہ کہا جاتا تھا ان کی تعداد کبھی تین سے زائد نہ ہوئی تھی۔

۳-مغیرہ بن حارث

یہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔انہوں نے صفین میں شرکت کی تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد حضرت امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کر لیں۔ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔

۴-ہند بنت ربیعہ

ایک قول کے مطابق ان کا نام اسماء تھا۔وہ آپ کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئی تھیں حبان بن منقذ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا ان کے ہاں واسع بن حبان اور یحییٰ بن حبان پیدا ہوئے تھے۔

۵-اروی بنت حارث

ان کا تذکرہ ابن قتیبہ اور ابو سعد نے کیا ہے ان سے نکاح ابو وداعہ بن صبرہ السہمی نے کیا تھا۔ان کے ہاں مطلب اور ابو سفیان بن ابی وداعہ پیدا ہوئے تھے۔

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت زبیر بن عبدالمطلب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اور ابولہب کی اولاد

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تین بچے تھے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں صاحبزادے کا نام عبداللہ بن زبیر تھا۔ ان کی والدہ عاتکہ بنت ابی وہب تھیں۔ انہوں نے اسلام کو پالیا تھا۔ اسلام قبول کیا۔ یوم حنین آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یوم اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے ارد گرد روم کا ایک گروہ مقتول پڑا تھا۔ انہوں نے انہیں قتل کیا تھا، پھر زخموں نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ وہ پہلے شہید تھے جسے مشہور بطریق نے شہید کیا تھا۔ اس نے آپ کو دعوت مبارزت دی۔ حضرت عبداللہ نے اسے لبیک کہا۔ ان میں کچھ دیر شمشیر زنی ہوئی پھر حضرت عبداللہ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔ اس کا سامان نہ لیا، پھر دوسرے شخص نے دعوت مبارزت دی آپ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ دیر نیزہ بازی ہوتی رہی، پھر وہ تلواروں کی طرف لپکے۔ حضرت عبداللہ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ وہ فرما رہے تھے: "لو۔ میں عبدالمطلب کے بیٹے کا فرزند ہوں۔" اس پر حملہ کیا اور اس کی زرہ کاٹ کر رکھ دی۔ جو اس کے کندھے میں دھنس گئی، پھر رومی شکست خوردہ ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمرو بن عاص نے انہیں قسم دی کہ وہ دعوت مبارزت نہ دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں صبر نہیں کر سکتا۔ جب تلواریں باہم ملیں اور انہوں نے ایک دوسرے کو کاٹا تو رومیوں کے گروہ میں دس افراد مقتول پائے گئے۔ یہ ان کے مابین شہید پڑے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چچازاد اور محبوب فرماتے تھے۔ بعض کہتے تھے: میری والدہ کے فرزند! ان کی اولاد نہ تھی۔ یہ ابن قتیبہ کا قول ہے۔

صاحبزادیوں میں سے ایک حضرت ضباعہ تھیں انہیں ہی آپ نے حج میں استمرار کا حکم دیا تھا۔ یہ حضرت مقداد بن اسود کی زوجیت میں تھیں۔ دوسری صاحبزادی ام الحکم تھیں۔ یہ ربیعہ بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں عمارہ اور یعلی پیدا ہوئے۔ ان کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے مگر نسل آگے نہ چلی۔

ابولہب کے پانچ بیٹے تھے۔

۱- عتبہ۔

۲- معتب۔ انہوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا یہ بھاگ گئے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں بلایا انہوں نے حنین میں شرکت کی۔ طائف کے غزوہ میں بھی شرکت کی۔ حنین کے روز حضرت معتب کی آنکھ پھوڑ دی گئی۔ وہ مکہ مکرمہ سے نکلے نہ تھے نہ ہی مدینہ طیبہ گئے تھے ان کی اولاد تھی۔

۳- درہ۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا یہ حضرت حارث بن نوفل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے حضور

اکرم ﷺ سے روایت کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ انہیں فرماتے تھے: تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔ اسے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے نقل کیا ہے۔

۴۔ خالدہ۔ ان کی ماں کا نام ام جمیل تھا۔ ان کے ساتھ نکاح اوفی بن حکیم نے کیا تھا۔ ان کے ہاں عبیدہ، سعید اور ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

۵۔ عتیبہ۔ یہ حالت کفر میں مرا تھا۔ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ اس کی زوجیت میں تھیں۔ اسلام آیا تو اس نے انہیں طلاق دے دی۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب عتیبہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جدا کر دیا تو آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں نے آپ کے دین کا انکار کیا۔ آپ کی بیٹی کو جدا کر دیا نہ آپ میرے پاس آنا نہ ہی میں آپ کے پاس آؤں گا۔ اس نے آپ پر حملہ کر دیا آپ کی قمیض مبارک کو پھاڑ دیا۔ وہ شام کی طرف جا رہا تھا آپ نے فرمایا: میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں کہ وہ اپنا کتا تجھ پر مسلط کر دے۔ وہ قریش کے ایک گروہ کے ساتھ عازم سفر ہوا وہ شام کے کسی علاقے میں ٹھہرے جسے الزرقہ کہا جاتا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ اس رات ان کی سمت ایک شیر آیا۔ عتیبہ نے کہا: بخدا! میری ماں کی ہلاکت! یہ مجھے کھا جائے گا جیسے محمد عربی ﷺ نے دعا کی ہے کیا ابن ابی کبشہ میرے قاتل ہیں۔ وہ مکہ میں ہیں میں شام میں ہوں۔ سارے لوگوں کو چھوڑ کر شیر نے اس پر حملہ کر دیا۔ سر سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور اسے مار ڈالا۔

❁❁❁

سترھواں باب

آپ کے ماموں

الاسود بن عبد یغوث

علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔ یہ آپ کا ماموں تھا۔ یہ آپ کا مذاق اڑاتا تھا، پھر عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اسود بن عبد یغوث کی گردن پکڑی ان کی کمر جھکا دی حتیٰ کہ اسے ٹیڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "میرا ماموں۔ میرا ماموں۔" انہوں نے عرض کی: محمد عربی! ﷺ اسے چھوڑ دیں۔

ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ماموں الاسود بن وہب

سے فرمایا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے یہ سکھا دیتا ہے پھر وہ انہیں کبھی بھی فراموش نہیں کرتا۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اللھم انی ضعیف فقو فی رضاك ضعفی و خذالی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتھی رضای۔

ابن مندہ نے اسود بن وہب آپ کے ماموں سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جس کے ساتھ رب تعالیٰ تمہیں نفع دے؟ فرمایا: سود کا لین دین کرنا ستر گناہوں کے برابر ہے گناہ کا کم از کم درجہ آدمی کا اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا ہے کسی شخص کا اپنے بھائی سے سودی لین دین کرنا ناحق اس کی عزت کے ساتھ عداوت کرنا ہے۔

ابن شاہین نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ماموں حضرت اسود بن وہب نے آپ سے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: ماموں! آجائیں۔ وہ اندر آئے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں باپ ہی ہوتا ہے۔

خرائطی نے مکارم اخلاق میں ضعیف سند سے محمد بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ عمیر بن وہب آپ کے ماموں آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں والد ہی ہوتا ہے۔ یا وارث ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا جبرائیل آپ کے ساتھ آئے۔۔۔۔

ابویعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی خالہ کو غلام دیا۔ فرمایا: اسے قصاب حجام یا سنار نہ بنانا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

پہلا باب

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا اجمالی تذکرہ اوران کے ساتھ نکاح فرمانے کی ترتیب

۱-آپ نے صرف جنتی خاتون سے ہی نکاح فرمایا

ابن ابی خیثمہ نے ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے مگر یہ کہ میں صرف اہل جنت سے ہی نکاح کروں۔

۲-ان کی تعداد اور ترتیب

ان کی تعداد گیارہ ہے۔ابو طاہر المخلص نے سیف بن عمر کی سند سے (یہ بہت ہی زیادہ ضعیف تھا) حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پندرہ (عفت مآب) خواتین سے نکاح فرمایا۔تیرہ سے حق زوجیت ادا کیا۔گیارہ آپ کے کاشانہ اقدس میں رہیں۔جب وصال فرمایا تو نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ابن عساکر نے بحر بن کثیر السقاء کی سند سے (یہ بہت ہی زیادہ ضعیف تھا) حضرت انس سے، عثمان بن مقسم کی سند سے، یہ متروک تھا حضرت قتادہ سے موقوف روایت کیا ہے، ابن بحر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ازواج مطہرات کی تعداد بارہ یا تیرہ لکھی ہے۔آپ نے ام شریک بنت جابر اور نشاۃ بنت رفاء سے بھی حق زوجیت ادا کئے تھے مگر میں نے اس کا تذکرہ نہ تو التجرید از امام ذھبی میں پڑھا ہے نہ ہی الاصابہ میں۔جن کے ساتھ آپ نے نکاح کئے لیکن حق زوجیت ادا نہ کیا۔وہ عمرہ بنت یزید الغفاریہ اور الشنباء تھیں مگر میں نے اس کا ذکر نہیں پایا۔

چھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تعلق قریش سے تھا۔۱-حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ ۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ۳-حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔ ۴-حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ۵-حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ ۶-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ چار ازواج مطہرات قریش کے علاوہ عربیہ تھیں۔ ۱-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

۲-حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ۳-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ ۴-حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ایک زوجہ محترمہ غیر عربیہ تھیں ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔وہ حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔

یہ وہ مشہور ازواج مطہرات ہیں جن کے ساتھ آپ نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ان میں دو کا بھی اختلاف نہیں ان کے علاوہ بقیہ کا تذکرہ انفرادی طور پر آئے گا۔دو ازواج مطہرات آپ کی حیات ظاہری میں ہی وصال کر گئی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ریحانہ کے متعلق اختلاف ہے ان کا تذکرہ سراری میں آئے گا۔ابوعبید معمر بن المثنی نے تحریر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے عقد نکاح میں نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔

ان میں پانچ کا تعلق خاندان قریش کے ساتھ تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔تین عرب تھیں لیکن قریش کے ساتھ تعلق نہ تھا۔حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ایک غیر عرب تھیں وہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا تھیں۔بلا اختلاف سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عبالۂ عقد میں آئیں۔ان کی زندگی میں کسی خاتون سے نکاح نہ فرمایا۔بقیہ کی ترتیب میں اختلاف ہے جب کہ اتفاق اس میں ہے کہ آپ نے ان تمام کے ساتھ نکاح فرمایا تھا۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل نے لکھا ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت زینب بنت خزیمہ الکندیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے التجاء کی تھی کہ آپ انہیں طلاق دے دیں۔حضرت قتادہ نے یہ ترتیب اس طرح لکھی ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے لکھا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے (مکہ مکرمہ میں) پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (ہجرت سے دو سال قبل) پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (غزوہ بدر کے بعد ۲ھ کو) پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے (۲ھ) پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے (سنہ ۳ھ میں) پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے (۵ھ) پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے (۶ھ) پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے (۷ھ) پھر حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے، پھر فاطمہ بنت سرع رضی اللہ عنہا سے، پھر زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے پھر ہند بنت زید رضی اللہ عنہا سے، پھر اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے، پھر قتیلہ بنت اشعث رضی اللہ عنہا سے، پھر شنباء بنت اسماء رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ عنقریب حضرات فاطمہ، ہند، اسماء، شنباء رضی اللہ عنہن کے متعلق گفتگو آئے گی۔

عقیل اور امام زہری نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت عقیل نے کہا: حضرت خدیجہ، پھر حضرت عائشہ، پھر حضرت ام حبیبہ، پھر حضرت حفصہ، پھر حضرت ام سلمہ پھر حضرت زینب بنت جحش، پھر حضرت جویریہ، پھر حضرت میمونہ پھر صفیہ، پھر کندہ میں سے بنو جوث کی ایک عورت، پھر عمریہ پھر عالیہ رضی اللہ عنہن سے نکاح فرمایا۔

حضرت یونس نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ، پھر حضرت عائشہ، پھر حضرت سودہ سے، پھر حضرت حفصہ سے، پھر حضرت ام حبیبہ سے، پھر حضرت ام سلمہ سے پھر حضرت زینب بنت جحش سے، پھر حضرت میمونہ سے، پھر حضرت جویریہ سے، پھر حضرت عائشہ سے (ان کا حق مہر چار سو دراھم تھے۔ ان کے والد گرامی نے آپ کا نکاح کیا تھا) پھر حضرت سودہ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح ان کے والد نے کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار سو دراھم تھا، پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح ان کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، پھر حضرت زینب بنت مریم سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح عقبہ بن عمرو نے کیا تھا، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا شانہ، نبوت میں آئیں۔ ان کا نکاح ان کے نور نظر سلمہ بن ابی سلمہ نے کیا تھا۔ اِن کا حق مہر ایک بستر جس میں پتے تھے، ایک پیالہ اور ایک چکی تھا، پھر آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح احمد بن جحش نے کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار سو دراھم تھا۔ پھر حضرت جویریہ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح حضرت خالد بن سعید نے کیا تھا، پھر حضرت ریحانہ سے نکاح فرمایا پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ان کا نکاح خالد بن سعید نے کیا تھا، جبکہ یہ حبشہ میں تھیں۔ ان کا حق مہر آپ نے مقرر کیا تھا، پھر حضرت صفیہ سے، پھر حضرت میمونہ سے، ان کا نکاح حضرت عباس نے کیا تھا۔ حضرت عباس نے ان کا حق مہر ادا کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ انھوں نے اپنا آپ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ان کا نکاح خالد بن سعید نے کیا تھا نجاشی نے اپنی طرف سے ان کا حق مہر ۴۰۰ دینار ادا کیا تھا۔ اس نے آپ کی طرف سے انھیں پیغام نکاح دیا تھا۔

تنبیہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حق مہر چار سو دراھم تھا، لیکن اس کے مخالف وارد ہے۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر بارہ اوقیہ اور کچھ ہوتا تھا۔ انھوں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ نش کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں! فرمایا نصف اوقیہ۔ یہ پانچ سو دراھم بنتے ہیں۔ یہ آپ کی ازواج مطہرات کا حق مہر تھا یہ صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ متفق علیہ ہے۔ اس میں ابن اسحاق کے قول سے زیادتی بھی ہے۔ زیادہ کے تذکرے میں علم کی زیادتی ہوتی ہے۔

۳- وہ آیات جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں اتریں

رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:٦)

ترجمہ: اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

یعنی وہ حرمت کی تعظیم اور ہمیشہ کے لیے نکاح کرنے کی حرمت کی وجہ سے ان کی مائیں ہیں، لیکن انھیں دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز نہیں۔ یہ ان کے حق میں حرام ہے۔ ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں نہیں کہا جائے گا نہ ان کے بھائیوں کو مسلمانوں کے ماموں کہا جائے گا۔ حضرت زبیر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی بہن تھیں۔ حضرت عباس نے حضرت ام الفضل سے نکاح کر لیا تھا یہ حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ انھیں مؤمنین کی خالہ نہیں کہا جائے گا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مردوں کی امہات المؤمنین کہا جائے گا۔ عورتوں کے بغیر۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے حضرت مسروق نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: امی! انھوں نے فرمایا: میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔ میں تمھارے مردوں کی ماں ہو اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ امت کے حق میں ان کی امومت کا معنی ہے ابداً ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس نے سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ۔ (الاحزاب:٢٨)

ترجمہ: اے نبی مکرم فرما دیجیے اپنی بیویوں کو۔

شیخان نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دینے کے لیے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے آغاز کیا۔ فرمایا میں تم سے ایک امر کا تذکرہ کرنے لگا ہوں۔ جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔ آپ جانتے تھے کہ میرے والدین آپ کو چھوڑنے کے لیے مجھے مشورہ نہیں دیں گے، پھر فرمایا رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ۔

میں نے عرض کی میں امر کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہے

ان کے ساتھ آپ کا حسن سلوک

طیالسی، امام احمد، ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ جدلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی آپ کا اپنے اہل خانہ میں خلق کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ کا اخلاق سارے لوگوں سے عمدہ تھا۔ آپ فحش گو نہ تھے۔ قصداً بھی بری بات نہ کرتے تھے بازار میں شور کرنے والے نہ تھے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، لیکن بلکہ درگزر فرماتے اور معاف فرماتے تھے۔

حارث ابن اسامہ اور خرائطی اور ابن عساکر نے حضرت عمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے متعلق پوچھا گیا جب آپ اپنے کاشانہ اقدس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہوتے تھے انھوں نے فرمایا آپ تمہارے بشر کی مانند بشر (کامل واکمل) تھے، مگر آپ سارے لوگوں سے زیادہ کریم تھے اخلاق عالیہ سب سے حسین تھے سارے لوگوں سے زیادہ نرم تھے ہمیشہ تبسم ریز رہتے تھے ابن سعد نے حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک دن آپ میرے پاس سے باہر نکلے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا آپ تشریف لائے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: ''میں تمھیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم دروازہ کھولو۔'' میں نے عرض کی: ''آپ میری باری میں کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا: میں نے اس طرح نہیں کیا، لیکن میں نے پیشاب کرنا تھا۔ امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں نے کسی کو اس طرح کھانا پکاتے ہوئے نہیں دیکھا جیسے حضرت ام المؤمنین صفیہ کھانا پکاتی تھیں۔ انھوں نے آپ کے لیے کھانا بھیجا میں نے پیالہ لیا اور اسے توڑ دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس عمل کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا برتن کی طرح کا برتن اور کھانے کی طرح کا کھانا۔'' امام احمد، ابو داؤد نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا حضرت زینب آپ کے زلف معنبر کو سنوار رہی تھیں۔ آپ کے پاس حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ تھیں۔ کچھ اور مہاجرات تھیں جو اپنے گھروں کی شکایات لے کر آئی تھیں۔ وہ چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وجہ سے پریشان تھے۔ حضرت زینب نے بات عرض کی آپ کے سر اقدس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنی آنکھوں سے بات نہیں کر رہی بات بھی کرو اور اپنا کام بھی کرو۔ امام نسائی اور ابو بکر شافعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ایک دن حضرت سودہ ہمارے حجرہ میں آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور ان کے مابین تشریف فرما تھے۔ ایک ٹانگ مبارک میری گود میں دوسری ان کی آغوش میں تھی۔ میں نے آپ کے لیے خزیرہ بنایا تھا۔ میں نے انھیں کھانے کے لیے کہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کھاؤ ورنہ میں اسے تمھارے چہرے پر مل دوں گی، مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ میں نے پیالے میں سے کچھ لیا اور کے چہرے پر مل دیا۔ آپ تبسم فرمانے لگے۔ آپ نے ان کی گود سے ٹانگ مبارک اٹھائی تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں۔ انھیں فرمایا ''ان کے چہرے پر بھی مل دو۔'' انھوں نے پیالے سے کچھ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ آپ مسکرا رہے تھے۔

الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا مجھ پر آفت آئی۔ قریب تھا کہ امت میری وجہ سے ہلاک ہو جاتی جب آپ سے وحی جدا ہوئی اور فرشتہ چلا گیا آپ نے میرے والد گرامی سے فرمایا: ''اپنی نورِ نظر کے پاس جائیں۔ انھیں بتائیں رب تعالیٰ نے ان کا عذر آسمان سے نازل کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس آئے۔ وہ دوڑ رہے تھے قریب تھا کہ گر پڑے۔ انھوں نے کہا: نورِ نظر خوش ہو جا۔ رب تعالیٰ نے تمہارا عذر آسمان سے نازل کر دیا ہے۔''

یں نے کہا: "میں رب تعالیٰ کی تعریف کرتی ہوں، نہ تمہارا نہ ہی تمہارے صاحب کی حمد کرتی ہوں۔ جنھوں نے تمھیں بھیجا ہے۔ آپ اندر تشریف لائے۔ میرا بازو پکڑا میں نے اسی طرح کہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جوتا پکڑا تا کہ مجھے ماریں۔ میری امی نے انھیں روک لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔

امام احمد، شیخان اور ابو شیخ نے اسود بن یزید سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ بشر (کامل) تھے زلف معنبر سنوارتے تھے۔ بکری کو دوھ لیتے تھے خود کی خدمت کر لیتے تھے جوتا درست فرما لیتے تھے۔ وہ سارے کام کرتے تھے جو مرد گھروں میں کرتے تھے۔ آپ اہل خانہ کی خدمت میں مصروف ہوتے تھے جب موذن کو اذان دیتے سنتے تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے کام کرتے تھے۔ آپ اکثر سیا کرتے تھے۔

ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کھجوریں نہیں اس کے اہل خانہ بھوکے رہتے ہیں۔ جس گھر میں سرکہ نہیں ہوتا اس کے اہل خانہ پر فقر رہتا ہے۔ جس گھر میں بچے نہیں اس میں بھلائی نہیں ہوتی۔ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہترین ہو میں اپنے اہل کے لیے تم سب میں سے بہترین ہوں۔

ابو بکر شافعی نے حضرت قاسم سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے ام المؤمنین سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ بشر (کامل) تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اپنی بکری کو دوھ لیتے تھے۔ اپنی خدمت خود کر لیتے تھے وغیرہ۔

الطبرانی نے حبہ اور سواء پسران خالد سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوتے۔ اس وقت آپ کوئی چیز درست فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کی اعانت کی۔ فرمایا: جب تک تمہارے سر حرکت کر رہے اس وقت تک رزق سے مایوس نہ ہو جانا۔ جب انسان کو اس کی ماں جنتی ہے تو اس پر کپڑا بھی نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ اسے رزق عطا فرما دیتا ہے۔

ابو بشر دولابی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ جوتے درست کر لیتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے۔ ابن شیبہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا "آپ جوتے درست فرما لیتے تھے۔ کپڑے سی لیتے تھے وغیرہ۔ امام عبدالرزاق نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کام کر لیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا "ہاں! آپ جوتے درست فرما لیتے تھے۔ کپڑے سی لیتے تھے۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں اسی

طرح کام کرتے جیسے تم میں سے کوئی ایک گھر میں کام کرتا ہے۔ ابن عدی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو آپ انھیں سلام کرتے تھے۔

امام نسائی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں اذن طلب کیا۔ انھوں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند تھی۔ انھوں نے انھیں مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ کہا "فلانہ کی بیٹی! تم اپنی آواز حضور اکرم ﷺ کی آواز سے بلند کرتی ہو۔ وہ غصے کی حالت میں باہر نکل گئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! کیسا رہا۔ میں نے تمھیں اس شخص سے بچا لیا تھا پھر سیدنا صدیق اکبر نے اذن طلب کیا جبکہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہو گئی تھی۔ انھوں نے کہا صلح میں اسی طرح داخل ہو جاؤ جیسے تکرار نجی میں داخل ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ہم نے اس طرح کر دیا ہے۔"

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، ترمذی، نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ اپنی کسی زوجہ کریمہ کے پاس تھے۔ میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ تھیں۔ امام نسائی کی روایت میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ انھوں نے ازار باندھا ہوا تھا۔ ان کے پاس پتھر تھا۔ انھوں نے اسی کے ساتھ پیالہ توڑ دیا۔ اسے بھیج دیا۔ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ وہ بلاشبہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ہی تھیں کسی ام المومنین نے ان کی طرف پیالہ بھیجا شاید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا۔ اس پیالے میں کھانا تھا۔ انہوں نے اسے توڑ دیا جس کے حجرہ مقدسہ میں آپ تشریف فرما تھے۔ امام نسائی کی روایت میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ازار پہن کر آئیں ان کے پاس پتھر تھا۔ انھوں نے اس کے ساتھ وہ پیالہ توڑ دیا۔ وہ نیچے گرا۔ وہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے جمع کیے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا پھر وہ کھانا اکٹھا کیا جو پیالے میں تھا، پھر فرمایا تمہاری ماں کو غیرت نے آلیا تھا، پھر خادم کو روکے رکھا، حتیٰ کہ وہ پیالہ لے آیا جو حضرت ام المومنین کے گھر میں تھا۔ وہ پیالہ اس ام المومنین کے گھر بھیج دیا جنہوں نے کھانا بھیجا تھا۔

ٹوٹا ہوا پیالہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر دے دیا۔ فرمایا: کھانے کے بدلے میں کھانا۔ برتن کے بدلے میں برتن۔

ابن ابی شیبہ نے بنو سراۃ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی مجھے آپ کے خلق کے بارے میں بتائیں۔ انھوں نے فرمایا کیا تم نے پڑھا نہیں؟

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴)

ترجمہ: بیشک آپ عظیم خلق کے مالک ہے۔

ایک دفعہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تھے۔ میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ

کے لیے کھانا بنایا۔ وہ مجھ سے سبقت لے گئیں۔ میں نے لونڈی سے کہا جاؤ ان کا پیالہ اوندھا کر دو۔ وہ اس وقت ان کے پاس گئی جب وہ آپ کے سامنے رکھ رہی تھیں۔ اس نے اسے الٹا کر دیا۔ پیالہ ٹوٹ گیا۔ کھانا بکھر گیا۔ آپ نے پیالہ جمع کیا۔ کھانا اکٹھا کیا تناول فرمالیا۔

میں نے پیالہ بھیجا تو آپ نے اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ فرمایا: "پیالے کی جگہ پیالہ لے لو، جو کچھ اس میں ہے اسے کھالو۔" میں نے آپ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے اثرات نہ دیکھے۔ امام نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک پیالے میں کھانا لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ اس وقت اپنے صحابہ کرام میں موجود تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ آئیں۔ ان کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ اس نے پیالہ توڑ دیا۔ آپ نے پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے فرمایا کھاؤ۔ تمہاری ماں کو غیرت آگئی تھی۔ آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ لیا۔ اسے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیج دیا، اور ان کا پیالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے انھوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے مرض وصال میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جمع کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا وہ امر جو مجھے میرے وصال کے بعد اہم لگتا ہے۔ تم پر صرف صابرین ہی صبر کریں گے۔" ابونعیم کے الفاظ میں ہے "تم میں سے صابر اور صادق ہی میری حفاظت کریں گی۔"

رات کے وقت آپ کا ان سے گفتگو فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ ان لوگوں کی داستان بیان کرتے تھے جنہوں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تھا۔ وہ اپنی اپنی صفات کا ذکر کرنے لگے تاکہ وہ اس کے سامنے اپنی اپنی خوبیوں کا تذکرہ کریں وہ جس سے چاہے شادی کر لے۔ ان کے اوصاف سننے کے بعد وہ جس سے چاہے نکاح کر لے آپ ان کی داستان میں بیان فرماتے تھے۔

خذی من اخی ذالجبل   اذارعی القوم عقل
و اذا سعی القوم یسل   و اذا عیا القوم اتکل
و اذا ترب الزاد اکل

میرے بھائی سے لو جو بہت قدر والا ہے۔ جب قوم جانور چراتی ہے تو وہ اسے باندھ دیتا ہے جب قوم جدو جہد کرتی ہے۔ تو وہ بھول جاتا ہے۔ جب قوم عمل کرتی ہے تو وہ توکل کرتا ہے جب زادراہ کو مٹی لگ جاتی ہے تو وہ کھالیتا ہے۔

اس عورت نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لمبے ڈگ بھرنے والا شخص ہے۔ اس نے کہا:

خذی من اخی ذالبجلة خانوته يخصف نعلی و نعله

و يحمل ثقلی وثقله و يرحل رحلی ورحله

و يدرك نبلی نبله و اذا حلّ برمة تقدمت قبله

میرے بھائی سے لو جو بہت قدر والا ہے۔ اس کی دکان بہت اچھی ہے۔ وہ میرے اور اپنے جوتے سی لیتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا بوجھ اٹھاتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا کجاوہ لے کر سفر کرتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا بوجھ اٹھاتا ہے جب وہ رسی کے ساتھ آتا ہے تو وہ اس سے آگے بڑھ جاتی ہے۔

اس عورت نے کہا یہ تمہارا گدھا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا:

خذی من اخی هذ الاسد افتك منزل به اللص ملحد

وركابه بحر مزيد اقبل من رآنا به اللص ملحد

و اذا رئی من رائينا لزنديزبد

میرے اس بھائی سے لے لو۔ یہ شیر ہے۔ وہ اپنے ہاں اترنے والے پر حملہ آور ہو جاتا ہے وہ چور اور منحرف ہے۔ اس کی سواری جھاگ والا سمندر ہے۔ وہ آتا ہے جسے ہم اس کے ساتھ دیکھتے ہیں وہ چور اور منحرف ہے۔ جب وہ نظر آتا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں وہ ایسا چقماق ہے جو جھاگ نکالتا ہے۔

اس نے کہا یہ چور ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مرد نے کہا:

خذی من اخی ذالشمر صبیّ خفر شجاع ظفر

وهو خير من ذالك اذا سكر

ترجمہ: میرے بھائی سے لو وہ ثمر آور ہے۔ وہ باحیاء بچہ ہے وہ بہادر اور فتح یاب ہے۔ جب وہ نشے میں ہوتا ہے تو وہ اس سے بھی بہتر ہوتا ہے۔

اس عورت نے کہا یہ بہت زیادہ نشہ کرنے والا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا

خذی من اخی الحممه يهب المائة البكر السمنه

والمائة البقرة الصرمه والمائة الشاة الزغه

واذا اتت علی عادٍ ليلة مظلمة وثب وثوب الكعب ولا هم شرته

اكفونی الميمنه اكفيكم المشأمه

لست فيه لعتمه الا انه ابن امه

ترجمہ: میرے اس بھائی کو لو جو سوار ہے جو ایک سو جوان موٹے اونٹ دے دیتا ہے وہ ایک سو دودھ دینے

والی گائیں دے دیتا ہے ایک سو شیر دار بکریاں دیتا ہے۔ جب عاد پر تاریک رات آتی ہے تو یہ تیزی سے اٹھتا ہے۔ ان کے پاس قیمتی مال نہیں ہوتا یہ ان سے کہتا ہے۔ تم میری برکت کے لیے کافی ہو جاؤ۔ میں تمہاری نحوست کو کافی ہو جاتا ہوں۔ میں اس میں تاخیر کرنے والا نہیں ہوں۔ ارے! او لونڈی کا بیٹا ہے۔
اس عورت نے کہا: "یہ چھوٹے ڈگ بھرنے والا ہے۔ میں نے اسے پسند کیا ہے۔" اس نے اس عورت سے کہا: "جیسے تو ہے یہ بھی اسی طرح باقی ہے۔"

خذی من اخی ذالحقاق صفاق افاق
یعمل الناقة والساق علیه من الله اثم لا یطاق

ترجمہ: میرے اس بھائی سے لو وہ بہت زیادہ اونٹوں والا ہے وہ بہت بڑا تاجر ہے۔ وہ بہت بڑا سیاح ہے وہ اونٹنی اور جانوروں کو بطور اجرت دے دیتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ گناہ ہے جس کو برداشت کرنے کی اس میں استطاعت نہیں۔

اس عورت نے کہا: "میں نے اسے پسند کر لیا ہے۔" اس نے کہا: "یہ اسی طرح باقی ہے جیسے تم ہو۔" اس نے کہا:

خذی من اخی حرینا اولنا اذا غزونا
و آخرنا اذا حمینا و عصمة آبائنا اذا شتونا
و صاحب خطبة اذا التجینا ولا یدع فضله علینا
و فاصل خطبة اعتت علینا

ترجمہ: میرے اس بھائی سے لو۔ جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں۔ جب ہم جنگ کرتے ہیں تو سب سے مقدم ہوتا ہے جب ہم نکلتے ہیں تو وہ سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ جب ہم کو قحط سالی آ لیتی ہے تو وہ ہمارے آباء کی عزت ہے۔ جب ہم اس سے پناہ طلب کرتے ہیں تو وہ ہمیں پناہ دینے والا ہے وہ ہم پر اپنے کسی فضل کو ترک نہیں کرتا۔

اس عورت نے کہا: "میں نے اسے پسند کر لیا ہے۔" اس نے کہا: "رکو۔ اب میں باقی رہ گیا ہوں۔" اس عورت نے کہا: "اب اپنی تعریف کرو۔" اس نے کہا: "میں لقمان بن عاد ہوں۔ اس کی خاندانی عظمت کی طرف رجوع نہیں ہو سکتا جب درندے لیٹ جاتے ہیں تو وہ سیدھا گزر نہیں جاتا۔ میرا تھوک میرا پہلو نہیں بھرتی۔ میرا ازار کسی لالچ کو لپیٹ نہیں لیتا کہ کوئی لالچ آ لے۔

اس عورت نے کہا: "مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم تو چور ہو۔ میں بہت زیادہ غمزدہ ہوں۔"
حضور اکرم ﷺ جب بھی فرماتے: "خذی من اخی کذا۔" تو ایک زوجہ محترمہ کہتیں۔ بعض طرق میں ہے کہ وہ

حضرت ام حبیبہ تھیں۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے لے لیا ہے۔" آپ فرماتے: "ذرا ٹھہرو! میں ان کی گفتگو سے فارغ نہیں ہوا۔" دوسری روایت میں ہے: "جلدی نہ کرو ابھی باقی ہے۔" اس روایت کو حمید رنجویہ نے اپنی کتاب "آداب النبی ﷺ" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "لقمان بن عاد نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا۔ اس کے بھائی اس سے قبل اسے پیغام نکاح دے چکے تھے۔ انہوں نے کہا: "تو نے برا کام کیا ہے کہ تو نے اس عورت کو پیغام نکاح دیا ہے جسے ہم پہلے شادی کا پیغام دے چکے تھے۔ وہ سات تھے۔ آٹھواں وہ تھا۔ انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ اسے ان کے اوصاف بیان کرے گا۔ سچ بولے گا۔ وہ جسے چاہے گی پسند کر لے گی۔"

1

حضرت عروہ نے فرمایا: "مغموم حالت میں اس کی شادی ہوئی۔" حمید بن رنجویہ نے کہا: "حضرات عروہ داؤد بن حصین، عبید اللہ بن عتبہ، عیسیٰ بن عیسیٰ اور عمرو بن شعیب سے روایت ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے کہ بنو عاد کی داستان یہ ہے کہ وہ ایک عورت کو پیغام نکاح دینے پر جمع ہو گئے۔ ان میں سے بڑے نے کہا: "مجھے اجازت دو۔ میں تجھے ان کی صفات بتاتا ہوں، یعنی بھائیوں کی اور اپنی۔ بخدا! میں تجھے ان کے متعلق اپنے علم کے بارے میں بتاؤں گا۔" اس عورت نے کہا: "مجھے بتاؤ۔" اس نے اسے بتایا۔

حدیث خرافہ، ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابویعلی، بزار اور الطبرانی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ "حضور اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو خرافہ کی باتیں سناتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "کیا تمہیں علم ہے کہ خرافہ کیا ہے۔ یہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا۔ جسے جنات لے گئے تھے۔ وہ کافی مدت ان کے ہاں ٹھہرا رہا، پھر واپس آ گیا۔ وہ ان عجائب کو بیان کرتا تھا جو اس نے وہاں دیکھے تھے۔ لوگ کہتے تھے "خرافہ کی باتیں"۔
دوسری روایت میں ہے کہ جب جنات چوری چھپے سن لیتے تھے تو وہ اسے بتا دیتے تھے وہ لوگوں کو بتاتا تھا وہ انہیں اسی طرح پاتے تھے۔

ابن ابی الدنیا نے "کتاب ذم البغی" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ اس طرح اہل خانہ سے گفتگو کرتے تھے جیسے ایک شخص ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "یہ خرافہ کی باتیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ خرافہ کون تھا؟" بنو عذرہ کے ایک شخص کو جنات اٹھا کر لے گئے تھے کافی مدت وہ ان میں ٹھہرا رہا وہ انسانوں کی طرف آیا۔ وہ جنات کے عجیب و غریب قصے سنانے لگا۔ جو انسانوں میں رونما ہوتے تھے۔ اس نے بیان کیا کہ ایک جن کی ماں تھی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ شادی کر لے۔ بیٹے نے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مشقت میں پڑ جائے گی یا کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے گا۔" اس نے اصرار کیا حتیٰ کہ اس کی شادی کر دی۔ وہ ایک رات اپنی بیوی کے پاس اور ایک رات اپنی ماں کے ہاں گزارتا تھا۔ اس کی بیوی کی باری تھی۔ اس کی ماں تنہا تھی۔ سلام کرنے والے نے

اسے سلام کیا۔اس نے سلام کا جواب دیا۔اس نے کہا:"کیا رات بسر کرنے کی جگہ ہے۔"عورت:"ہاں!"وہ شخص:"کیا کھانا ہے؟"عورت:"ہاں!"شخص:کیا کوئی رات کو گفتگو کرنے والا ہے؟اس عورت نے کہا:میرے بیٹے کی طرف پیغام بھیجو وہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہیں باتیں سنائے گا۔"انہوں نے کہا:"یہ کیسی آوازیں ہیں جو ہم تمہارے گھر میں سن رہے ہیں؟" عورت:"یہ اونٹوں اور بکریوں کی آوازیں ہیں۔"اس کے ایک ساتھی نے کہا:"جو تم نے تمنا کی تھی اس کی قیمت ادا کرو۔" اس نے کہا:"اگر خیر ہوئی تو وقت صبح اس کا گھر اونٹوں اور بکریوں سے بھر جائے گا۔"اس عورت کا لڑکا خبیث النفس نکلا۔عورت نے کہا:"کیا مسئلہ ہے؟شاید تمہاری بیوی چاہتی ہے کہ وہ میرے گھر اور میں اس کے گھر چلی جاؤں۔"لڑکے نے کہا:"ہاں!" عورت:اسے میرے گھر اور مجھے اس کے گھر بھیج دو۔اس نے بیوی کو اپنی ماں کے گھر اور ماں کو اپنی بیوی کے گھر منتقل کر دیا۔وہ اسی طرح ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے جوان اپنی ماں کے پاس تھا۔انہوں نے سلام کیا مگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔انہوں نے کہا:"کیا رات گزارنے کے لیے جگہ ہے؟"اس نے کہا:"نہیں!"انہوں نے کہا:کیا ایسا انسان ہے جو آج رات ہمارے ساتھ باتیں کرے۔"عورت:نہیں۔انہوں نے کہا:"یہ کیسا شور ہے؟"عورت:"یہ درندے ہیں۔"ایک نے دوسرے سے کہا:"اسے اس کی قیمت ادا کرو جو تم نے طے کی تھی۔"اس نے کہا:"اگر یہ بری ہوئی تو اس کا گھر درندوں سے بھر جائے گا۔"وقتِ صبح اسے درندے کھا چکے تھے۔"الحافظ نے لکھا ہے:

"اس کے راوی ثقہ ہیں۔سوائے ایک راوی کے۔یہ حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے۔وہ راوی تحیم بن مرویہ ہے یہ عاصم بن علی سے بھی روایت ہے۔المفضل الضبی نے کتاب الامثال میں لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی:"مجھے خرافہ کی بات سنائیں۔"آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ خرافہ پر رحم کرے وہ ایک صالح شخص تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ ایک رات وہ کسی ضروری کام کے لیے نکلا اسے تین جن ملے۔انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ایک نے کہا:"ہم اسے غلام بنائیں گے۔"دوسرے نے کہا:"ہم اسے قتل کر دیں گے۔"تیسرے نے کہا:"ہم اسے آزاد کر دیں گے۔ان میں سے ایک شخص اس کے پاس سے گزرا۔۔۔۔

۵-اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کچھ دنوں کے لیے چھوڑ دینا

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اذن طلب کیا۔انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دراقدس کے پاس جمع تھے۔ان میں سے کسی کو اذن باریابی نہ تھا۔انہیں اذن ملا تو وہ اندر حاضر ہو گئے،پھر حضرت عمر فاروق آئے۔انہوں نے اذن طلب کیا تو انہیں اذن مل گیا۔وہ اندر گئے۔انہوں نے پایا کہ آپ تشریف فرما تھے۔آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد تھیں۔آپ خاموش اور ساکت تھے۔انہوں نے سوچا میں ایسی بات کروں گا جس سے آپ مسکرا پڑیں گے۔عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!اگر آپ

دیکھیں کہ بنت خارجہ مجھ سے خرچے کا سوال کر رہی ہو تو میں اس کے پاس جا کر اس کی گردن پر ماروں۔" آپ مسکرا پڑے۔ آپ نے فرمایا: "یہ میرے اردگرد اسی لیے بیٹھی ہیں جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی تھیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان کی گردن پر مارنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کی گردن پر مارنے لگے۔ دونوں کہہ رہے تھے۔ "تم آپ سے ایسے امر کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ہم آپ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہ کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۔" آپ نے انہیں ۲۹ یا ۳۰ روز کے لیے چھوڑ دیا، پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (الاحزاب: ۲۸، ۲۹)

ترجمہ: آپ فرما دیں اپنی بیویوں کو اگر تم ہو خواہاں دنیوی زندگی اور اس کی آرائش کی تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں رخصت کر دوں رخصت کرنا بڑی خوبصورتی (کے ساتھ) اور اگر تم چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو تو اللہ نے تیار رکھا ہے نیکو کاروں کے لیے تم میں سے اجر عظیم۔

آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آغاز کیا۔ فرمایا: "عائشہ! میں تم پر ایک امر پیش کرنے لگا ہوں۔ مجھے پسند یہ ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو، حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو؟ انہوں نے عرض کی: "میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ میں آپ سے التجاء کرتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اپنی کسی زوجہ کریمہ کو نہ بتانا۔" آپ نے فرمایا: "تم ان میں سے کسی سے نہ پوچھنا ورنہ اسے بتا دوں گا۔ رب تعالیٰ نے مجھے مشقت اور پریشانی میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجا۔ اس نے مجھے معلم اور آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعض فضائل

۱۔ نسب

پہلے باب میں ان کے والدہ کا نسب گذر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کی والدہ ہالہ بنت عبد مناف تھی۔ ان کی والدہ العوقہ تھی۔ اس کا نام قلابہ بنت سعید تھا۔

۲-آپ سے قبل یہ کس کی زوجیت میں تھیں

زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ آپ سے قبل وہ عتیق بن عائذ کی زوجیت میں تھیں ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہند رکھا گیا پھر ابوہالہ مالک بن نباش نے ان سے نکاح کر لیا۔ان کے ہاں ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی اولادِ پاک کے بھائی تھے۔

۳-ان سے نکاحِ مبارک

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس سے. البزار، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر بن سمرہ سے یا کسی صحابی سے، بزار اور الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت عمار بن یاسر سے. الطبرانی اور بزار نے ضعیف سند سے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔حضرت جابر یا مبہم شخص نے کہا: "آپ گلہ بانی فرماتے تھے، پھر آپ اونٹ چروانے لگے۔آپ کے ساتھ آپ کا شریکِ کار بھی تھا۔یہ حضرت خدیجہ کی بہن کے اونٹ چرواتے تھے۔جب انہوں نے سفر کیا تو ان کا کچھ بقیہ اس عورت پر تھا۔آپ کے شریکِ کار نے کہا: "آپ جائیں اور اس سے تقاضا کریں۔" آپ نے فرمایا: "تم جاؤ۔مجھے تو حیاء آتی ہے۔" جب آپ کا شریک کار اس عورت کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: "محمد عربی ﷺ کہاں ہیں؟" اس نے کہا: "ان کا گمان ہے کہ انہیں حیاء آتی ہے۔" اس عورت نے کہا: "میں نے ان سے زیادہ باحیاء شخص نہیں دیکھا، نہ ہی اتنا عفیف شخص دیکھا ہے۔یہ بات حضرت خدیجہ کے دل میں بیٹھ گئی۔انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔عرض کی میرے والد کے پاس جائیں اور مجھے پیغامِ نکاح دیں۔آپ نے فرمایا: "تیرا باپ کثیر رقم والا ہے۔وہ یہ نکاح کبھی نہ کرے گا۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں آپ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ ہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس سے گزرے۔وہ اپنی قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے مجھے بلایا میں اس کے پاس گیا۔حضور اکرم ﷺ وہیں ٹھہر گئے۔اس نے کہا: "کیا تمہارے صاحب کو ضرورت نہیں کہ وہ خدیجہ سے شادی کر لیں۔" میں نے آپ کو بتایا آپ نے فرمایا: "ہاں! مجھے حیاتِ طیبہ کی قسم! میں اس عورت کے پاس گیا اور اسے بتایا۔"

حضرت جابر اور اس مبہم شخص کی روایت میں ہے "اس نے کہا: "میرے باپ کے پاس جائیں۔ان سے بات کریں۔میں تمہاری کفایت کروں گی۔صبح ہمارے پاس آجانا۔" آپ نے اسی طرح کیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ کا تذکرہ کیا۔ان کا باپ ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔انہوں نے کھانا اور مشروب تیار کیا۔" حضرت عمار کی روایت میں ہے "انہوں نے گائے ذبح کی۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "انہوں نے اپنے باپ اور قریش کے افراد کو کھانے پینے دیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔" حضرت خدیجہ نے فرمایا: "محمد عربی ﷺ نے مجھے پیغامِ نکاح دیا ہے۔ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔" حضرت جابر اور اس مبہم شخص کی روایت میں ہے "حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔اس

سے بات کی۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اس کو حلہ پہنایا۔ خوشبو لگائی۔" حضرت عمار کی روایت میں ہے کہ آپ کے لیے خیمہ لگایا۔" حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اپنے آباء سے اس طرح کرتے تھے۔ جب اسے ہوش آئی تو اس نے دیکھا کہ اسے خوشبو بھی لگائی گئی تھی۔ اس پر خیمہ بھی تھا۔" اس نے کہا: "مجھے کیا ہوا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حضرت خدیجہ نے کہا: "تم نے میرا نکاح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرا دیا ہے۔" حضرت جابر اور مبہم شخص کی روایت میں ہے "وقتِ صبح وہ محفل میں بیٹھا تو اس سے کہا گیا:" تو نے اچھا کیا۔ اپنی نورِ نظر کا نکاح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا ہے۔" اس نے کہا: "کیا میں نے کر دیا ہے۔" لوگوں نے بتایا: "ہاں! وہ اٹھا اور حضرت خدیجہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کر دیا ہے میں نے تو یہ کام نہیں کیا۔" انہوں نے کہا: "ہاں! کر دیا ہے۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ اس نے کہا: "کیا میں نے ابوطالب کے (در) یتیم کا نکاح کر دیا ہے۔ نہیں! مجھے زندگانی کی قسم!" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "کیا تجھے حیاء نہیں آتی۔ کیا خود کو قریش کے سامنے احمق بنانا چاہتے ہو۔ کیا تم انہیں بتانا چاہتے ہو کہ تم نشے میں تھے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس طرح اس طرح ہیں۔" وہ اس کے ساتھ برابر اصرار کرتی رہی حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔" حضرت جابر یا اس مبہم شخص نے کہا ہے "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دو اوقیہ چاندی یا سونا بھیجا۔ عرض کی: "حلہ خریدیں اور اسے مجھے بطور ہدیہ دے دیں، پھر یہ اور یہ خریدیں۔" آپ نے اسی طرح کیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو زمانہ جاہلیت میں "طاہرہ" کہا جاتا تھا۔ آپ نے بعثت سے پندرہ سال پہلے یہ نکاح کیا تھا۔ یا اس سے زیادہ سال پہلے۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی یا زائد تھی۔

۴-سب سے پہلے دامن اسلام میں وہی آئیں

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت بریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سب سے پہلے آپ پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔" الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت قتادہ بن زعامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ مرد اور عورتوں میں سے سب سے پہلے وہیں آپ پر ایمان لائی تھیں۔" عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ پر نازل کردہ کلام پر ایمان لائیں۔" حضرت ابن شہاب نے کہا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ نماز کے فرض ہونے سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔"

ابوعمر نے لکھا ہے کہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں۔"

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ساری مخلوق سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کوئی مرد اور عورت ان سے آگے نہ بڑھ سکی۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔ امام ثعلبی نے اس پر علماء کا اتفاق لکھا

ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ ان کے بعد کون اسلام لایا۔" امام نووی نے لکھا ہے کہ محققین کی ایک جماعت کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ ان کی وجہ سے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کا بوجھ ہلکا فرمایا۔ جب لوگ آپ کی دعوت ٹھکرا دیتے تو آپ ان ہی کے پاس جاتے وہ آپ کا بوجھ ہلکا کرتیں اور ثابت قدمی کے لیے عرض کرتیں۔"

۵۔ اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیل امین کا سلام بھیجنا

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ خدیجہ ہیں۔ ان کے پاس برتن ہے جس میں کھانا پانی اور سالن ہے جب وہ آجائیں تو انہیں ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام دینا، نسائی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں آئے اور عرض کی: "رب تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر سلام بھیجتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "رب تعالیٰ تو سلام ہے۔ حضرت جبرائیل امین پر سلام ہو اور آپ پر بھی سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں۔ سے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ خدیجہ ہیں۔" حضرت جبرائیل امین نے کہا: "انہیں رب تعالیٰ اور میری طرف سے سلام دیں۔" زاد المعاد میں ہے: "یہ فضیلت ان کے علاوہ کسی اور عورت کے لیے معروف نہیں ہے۔"

۶۔ آپ نے ان کے وصال تک دوسرا نکاح نہ کیا، آپ نے انہیں جنت کے انگور کھلائے

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا۔ وہ آپ کے پاس چوبیس سال اور کچھ ماہ رہیں۔" الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں جنت کے انگور کھلائے۔

۷۔ جنت میں محل کی بشارت

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت دی جہاں شور وغل نہ ہو گا۔

امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے۔ ابن حبان اور دولابی نے حضرت عبدالرحمٰن بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عرض کی گئی کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال فرائض اور احکام کے نزول سے قبل ہو گیا تھا۔" آپ

نے فرمایا: "میں نے انہیں جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر موتی کے محل میں دیکھا۔ جس میں شور و غل نہ تھا۔" الطبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن الاوفی سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ قصب سے مراد موتی ہے۔" انہوں نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔" ایسے موتیوں کا گھر جو اندر سے خالی ہوں۔

۸- آپ ان کی بہت زیادہ تعریف فرماتے تھے

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو بہت تعریف فرماتے۔ ایک دن مجھے غیرت نے آلیا۔ میں نے کہا: "آپ ﷺ اس سرخ گوشۂ دہن والی خاتون کا بہت تذکرہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں دیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر بیویاں نہ دیں۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ جب لوگوں نے مجھے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ مجھے ان سے اولاد ملی جبکہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اولاد نہ ہوئی۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور دولابی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرماتے تو ان کی تعریف کرتے کرتے اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے کرتے نہ اکتاتے تھے۔ ایک دن آپ نے ان کا تذکرہ کیا تو مجھے غیرت نے آلیا۔ میں نے عرض کی: "رب تعالیٰ نے اس بڑھیا کے عوض آپ کو عمدہ ازواجِ مطہرات سے نوازا ہے۔" میں نے دیکھا کہ آپ سخت غصے میں ہو گئے۔ میں نادم ہوئی۔ میں نے یہ دعا مانگی: "مولا! اگر آپ کا غصہ ختم ہو گیا تو میں جب تک زندہ ہوں ان کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کروں گی۔ جب آپ نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا: "بخدا! تم نے یہ کیسے کہہ دیا ہے۔ بخدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کیا۔ جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو انہوں نے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ مجھے ان سے اولاد ملی مگر تم اس سے محروم کر دی گئیں ہو۔"

۹- ان کے وصال کے بعد ان کی سہیلیوں سے حسنِ سلوک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب آپ کی خدمت میں کوئی چیز آتی تو آپ فرماتے: "اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں۔" اس روایت کو ابن حبان اور دولابی نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: "اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجہ سے پیار کرتی تھی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آتی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا: "تو کون ہے؟ اس نے عرض کی: "میں جثامۃ المدینہ ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں تم حسانۃ المدینہ ہو۔ تم

کیسے ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم کیسے رہے؟" اس نے عرض کی: "خیر کے ساتھ! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر فدا!" دوسرے الفاظ میں ہے: "ایک عورت آپ کی خدمت میں آتی تھی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کون ہے؟ یا میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ اس کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے یا اس عورت کی طرف اس طرح کیوں توجہ فرماہوتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ! یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دور میں ہمارے پاس آتی تھی۔ حسن عہد یا محبت کا کرم ایمان میں سے ہے۔"

۱۰- وہ اہلِ جنت کی عورتوں سے افضل ہیں

امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے زمین پر چار خطوط کھینچے۔" فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہیں؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اہلِ جنت کی عورتوں میں سے افضل خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔"

۱۱- وہ عالمین کی عورتوں سے بہتر ہیں

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔" اس امت کی بہترین خاتون حضرت مریم اور اس امت کی بہترین خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

۱۲- آپ کے علاوہ سے ان کی اولاد

ان کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام ہند تھا۔ یہ عتیق بن عائذ سے تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور ان کی شادی بھی ہوئی تھی۔ ایک بچی کو ہالہ کہا جاتا تھا۔ جو نباش بن زرارہ سے تھیں۔ ایک بچے کو ہند بن ابی ہالہ کہا جاتا تھا۔

ابن قتیبہ، ابن سعد اور ابو عمر نے لکھا ہے کہ ہند بن ہند آپ کے کاشانۂ اقدس میں ہی پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا۔ یوم الجمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوئے تھے۔ اس کا تذکرہ زبیر نے کیا ہے۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ وہ بصرہ میں طاعون کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔ لوگوں نے ان کے جنازے پر بھیڑ بنا لی۔ اپنے جنازے چھوڑ دیے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ!" یہ بہت زیادہ فصیح و بلیغ اور حلیہ بیان کرنے والے تھے انہوں نے عمدہ اور احسن انداز میں آپ کا حلیہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے "میں والد گرامی، امی جان، بھائی جان اور بہن محترمہ کے اعتبار سے سب سے معزز ہوں۔ میرے والد گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امی جان حضرت خدیجۃ الکبریٰ، بھائی حضرت قاسم اور بہن حضرت فاطمۃ الزہراء ہیں۔"

وصال

ان کا وصال ہجرت سے چار یا پانچ سال قبل ہوا تھا۔ رمضان المبارک کے سترہ دن گزر چکے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق معراج النبی ﷺ سے تین سال قبل وصال ہوا تھا۔ آپ ان کی قبر انور میں اترے۔ وقتِ وصال ان کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ اس وقت نمازِ جنازہ مشروع نہ تھی۔"

تنبیہات

۱۔ انہیں موتی کا محل کیوں عطا کیا گیا؟ کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "قصب کے محل میں نکتہ یہ ہے جبکہ اس نے لؤلؤ کا محل نہ فرمایا کیونکہ قصب کے لفظ میں مناسبت ہے، کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ موتیوں کے استواء کے اعتبار سے بھی ان میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ حضرت خدیجہ کی ذات مبارکہ میں وہ استواء ہے جو کسی اور میں نہیں۔ وہ ہر ممکن امر سے آپ کی رضا کے حصول کے متمنی رہتی تھیں۔ ان سے کبھی کسی ایسے امر کا ظہور نہیں ہوا جو آپ کو ناراض کرنے کا سبب بنتا ہو۔ آپ نے انہیں بشارت "بیت" (گھر) سے دی۔ ابو بکر الاسکاف نے فوائد الاخبار میں لکھا ہے اس سے مراد وہ محل ہے جو رب تعالیٰ انہیں ان کے عمل کے ثواب کے علاوہ عطا کرے گا۔ لہٰذا فرمایا: "لَا نَصَبَ" جس کی وجہ سے وہ تھکی نہ تھیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے:

"حضور اکرم ﷺ نے یہاں بیت کا تذکرہ فرمایا لیکن محل کا ذکر نہ فرمایا تاکہ معنی حال کی کیفیت کے مطابق ہو جائے کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام کے گھرانے کی مالکہ تھیں۔ جب وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں تو صرف ان کا گھرانہ ہی اسلام کا گھرانہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے شادی کر کے انہوں نے اسلام کے گھرانے کی بنیاد رکھی تھی، لہٰذا فعل کی جزاء اس فعل کے لفظ کو ذکر کر کے بیان کی گئی۔ اگرچہ جزاء اس فعل سے زیادہ شرف اور قدر والی ہے۔"

ان کے علاوہ دیگر علماء نے لکھا ہے "اہل بیت کا مرجع ان کی طرف ہی ہے جیسے کہ اس آیت طیبہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ دور کر دے تم سے پلیدی اے نبی کے گھر والوں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری تو آپ نے حضرات فاطمہ، علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر مبارک ڈالی پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" ان اہلِ بیت کا مرجع حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، کیونکہ حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نوران نظر

ہیں اور سیدہ ان کی ہی پیاری نورِ نظر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچپن میں ان کے گھر ہی پلے تھے، پھر آپ نے اپنی نورِ نظر کا نکاح ان سے کر دیا۔ اہلِ بیت نبوی کا رجوع حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف ثابت ہو گیا۔"

۲۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت مریم اور حضرت فاطمہ میں سے کون افضل ہیں حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن میں سے افضل کون ہے؟

رب تعالیٰ تمہیں عزتوں سے نوازے۔ جان لو اس مسئلہ میں نقل کرنا ہی بہتر ہے۔ شیخ الاسلام، قدوۃ العلماء الاعلام امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے فتاویٰ "الحلبیات" میں پیاسے کے لیے سیرابی ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق علامہ صاحب نے ان سے پوچھا تھا۔ انہیں شیخ امام شہاب الدین الازرعی نے لکھا تھا۔ اس کتاب میں لطیف نفائس ہیں۔ جو کسی اور میں نہیں۔ ہمارے شیخ امام جلال الدین سیوطی نے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے امام سبکی سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ ہمارا مقصود بھی یہی ہے۔ امام نووی نے "الروضہ" میں لکھا ہے کہ آپ کے خصائص میں ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ساری خواتین سے افضل ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ قاضی حسین علیہ الرحمۃ کی عبارت یہ ہے "آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن عالمین کی خواتین سے افضل ہیں۔" المقولی کی عبارت میں ہے "اس امت کی خواتین سے افضل ہیں، جبکہ الروضۃ کی عبارت دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اس امت کی بہترین خواتین ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ ساری امم کی خواتین سے افضل ہوں، کیونکہ یہ امت خیر الامم ہے۔ افضل پر فضیلت ہر ہر فرد کی فضیلت ہوتی ہے، مکمل پر مکمل کی فضیلت سے ہر فرد کی ہر فضیلت لازم آتی ہے ایک قول حضرت مریم اور حضرت آسیہ کی نبوت کے متعلق بھی ہے اسی طرح حضرت ام موسیٰ کی نبوت کے بارے میں بھی ایک قول ہے اگر یہ ثابت ہو جاتے تو وہ عموم سے خاص ہو گئیں۔"

الروضہ میں ہے: "ازواجِ مطہرات میں سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے مابین فضیلت تین اعتبار سے ہے۔ (۱) وقف (۲) اسی طرح بلا ترجیح اختلافِ روایت ہے۔ امام سبکی نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو افضل قرار دیا ہے، جیسے کہ میں عنقریب تذکرہ کروں گا۔ القمولی نے کہا ہے۔ "بعض علماء حضرت عائشہ صدیقہ اور سیدہ رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے تھے کہ ان میں سے افضل کون ہیں؟ صعلوکی نے لکھا ہے کہ جو ان کے مابین فرق جاننا چاہتا ہو تو وہ آپ کی نورِ نظر اور زوجہ کریمہ کے متعلق غور و فکر کرے۔" ہمارے شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قطعی طور پر افضل ہیں۔ امام سبکی نے اسی موقف کو درست قرار دیا ہے۔ الحلبیات میں انہوں نے لکھا ہے "مجھے کسی

قابل اعتماد شخص نے بتایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سے افضل ہیں۔ یہ اس شخص کا قول ہے جو آپ کی ازواج مطہرات کو صحابہ کرام سے افضل سمجھتا ہے کیونکہ وہ جنت میں آپ کے درجہ پر ہوں گی۔ یہ بلند ترین درجہ ہے یہ ساقط، مردود اور ضعیف قول ہے۔ نہ نظر اور نہ ہی نقل کے اعتبار سے اس کی کوئی سند ہے۔ جس موقف کو ہم اختیار کرتے ہیں اور اسے مذہب سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور پھر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن المغربی نے اپنے "الروضہ" میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ امام سبکی نے لکھا ہے کہ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے صحیح میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ آپ اہلِ ایمان کی عورتوں کی سردار ہوں یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہوں۔" اسی طرح امام نسائی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اہلِ جنت کی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ وعلیہما السلام ہیں۔" شیخ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں۔" تو آپ نے فرمایا: "نہیں! بخدا! رب تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر بیوی عطا نہیں کی۔"

ابوداؤد سے سوال کیا گیا کہ کون افضل ہیں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا: "سیدہ خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں۔" حضرت خدیجہ پر سلام ان کے رب تعالیٰ نے بھیجا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل امین کی طرف سے آپ نے سلام دیا، لہٰذا پہلی افضل ہیں۔" ان سے عرض کی گئی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں یا سیدہ فاطمۃ الزہراء افضل ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔ میں آپ کے جسم اطہر کے ٹکڑے کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا۔" عالمین کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد پھر آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت والدہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ سیادت کے اعتبار سے نہیں ہے۔" امام سبکی کے لکھا ہے "یہ واضح ہے کہ وہ اور ان کی والدہ ماجدہ اہل جنت کی عورتوں سے افضل ہیں۔ پہلے روایت دلالت کر رہی ہے کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسمِ اقدس کا ٹکڑا ہے جو چیز انہیں شک میں ڈالے وہ مجھے شک میں ڈالتی ہے، جو چیز انہیں اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔" صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران ہیں، اور اس زمانہ کی عورتوں میں سے بہترین خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔" اس کا تقاضا یہی ہے کہ حضرات مریم اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما مطلق عورتوں سے افضل ہیں۔ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے اور حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی

عورتوں سے افضل ہیں۔اس طرح ایک کی دوسری پر فضیلت میں کوئی تعرض نہیں ہے۔تم جانتے ہو کہ حضرت مریم کی نبوت میں اختلاف ہے۔اگر وہ نبیہ ہوں تو وہ افضل ہیں۔اگر وہ نبیہ نہ ہوں تو اقرب یہی ہے کہ وہ افضل ہوں کیونکہ ان کا ذکر قرآن پاک میں ہے ان کی صدیقیت کی شہادت ہے۔بقیہ ازواجِ مطہرات اس رتبہ تک نہیں پہنچتیں۔اگر چہ وہ ان تینوں کے بعد امت کی عورتوں میں سے بہترین ہیں۔یہ فضیلت میں قریب قریب ہیں۔اس کی حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن ہم حضرت حفصہ کے بہت سے فضائل سے آگاہ ہیں۔شاید وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد افضل ہوں "امام بکی کا کلام ختم ہو گیا۔ان کی فضیلت میں گفتگو کرنا مشکل ہے۔صرف وہی گفتگو کرنی چاہیے جو وارد ہے۔ماسوا سے سکوت اختیار کرنا قرین ادب ہے۔"

ہمارے شیخ نے فرمایا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مابین فضیلت میں تعرض نہیں کیا جائے گا۔پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء افضل ہیں۔حارث بن اسامہ کی مسند میں صحیح سند کے ساتھ مرسل روایت ہے کہ حضرت مریم اپنے وقت کی خواتین سے افضل تھیں جبکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی خواتین سے افضل ہیں۔امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں۔حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مرسل متصل کی تائید کرتی ہے۔

امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔اس نے رب تعالیٰ سے اذن مانگا ہے کہ مجھے سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔انہوں نے جمع الجوامع کی شرح اور اتمام الدرایۃ میں لکھا ہے: ہمارا عقیدہ ہے کہ عورتوں میں سے افضل حضرت مریم اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، پھر انہوں نے حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کا تذکرہ کیا ہے پھر لکھا ہے: اس میں یہ دلالت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت مریم سے افضل ہیں جبکہ ہم اصح قول کریں کہ وہ نبیہ نہ تھیں یہ بھی مقدر ہے کہ یہ امت دیگر امتوں سے افضل ہے۔میں کہتا ہوں کہ سابقہ گفتگو کا ماحاصل یہ ہے کہ امام بکی نے پسند کیا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ سے افضل ہیں۔ان کی والدہ ماجدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ہمارے شیخ نے یہ مؤقف پسند کیا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء حضرت مریم سے افضل ہیں۔قاضی قطب الدین خضری نے الخصائص میں لکھا ہے انہوں نے حضرت خدیجہ اور حضرت مریم کے مابین فضیلت کو عیاں کرتے ہوئے لکھا ہے۔جب تم نے یہ جان لیا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ اس فضیلت سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔وہ دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاطمہ میرے جسم اطہر کا ٹکڑا ہے کوئی آپ کے جسد اطہر کے حصے کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ امام ابوبکر عمر بن امام اہل الظاہر داؤد سے پوچھا گیا۔ کیا حضرت خدیجہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اقدس کا ٹکڑا ہیں۔ شیخ تقی الدین المقریزی نے امتاع الاسماع میں لکھا ہے: اگر ہم حضرت مریم کی نبوت کا قول کریں تو پھر وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سے افضل ہیں۔ اگر ان کی نبوت کا قول نہ کریں تو سیدہ ان سے افضل ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ شاید وہ برابر ہوں کیونکہ عورتوں میں سے ان کی فضیلت کے دلائل ان کے ساتھ خاص ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شاید سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان سے افضل ہوں۔ وہ دیگر عورتوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: یہ میرے جسم اقدس کا ٹکڑا ہیں۔ کوئی چیز آپ کے جسم اطہر کے ٹکڑے سے برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی یہ اس شخص کے لیے اظہر احتمال ہے جس نے انصاف کیا۔

علامہ زرکشی نے الخادم میں امام نووی اور امام رافعی کے اس قول پر لکھا ہے: آپ کی ازواج مطہرات ساری عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کیا اس امت کی عورتیں مراد ہیں یا ساری عورتیں مراد ہیں۔ اس میں اختلاف ہے جیسے رویانی نے لکھا ہے، لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس اختلاف سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ ساری دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ صحیح میں ہے آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اطہر کا حصہ ہیں۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں میں سے افضل ہوں۔

❀❀❀

تیسرا باب

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کچھ مناقب

۱۔ نسب پاک اور ولادت

ان کے والد گرامی کا نسب پہلے گزر چکا ہے ان کی والدہ ام رومان بنت عامر تھیں۔ ابن خیثمہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ تھیں۔ جب انہیں ان کی قبر انور میں رکھا گیا تو آپ نے فرمایا: جسے یہ امر خوش کرتا ہو کہ وہ حورعین میں سے کسی کی زیارت کرے وہ حضرت ام رومان کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت سے چار یا پانچ برس بعد میں ہوئی۔

۲-کنیت

ابن جوزی نے "الصفوۃ" میں ان سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ میری کنیت نہیں رکھ دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لو۔

ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ میں انہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا۔ یہ پہلی چیز تھی جو ان کے پیٹ میں گئی۔ آپ نے فرمایا: یہ عبداللہ ہے تم ام عبداللہ ہو۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تمام ساتھیوں کی کنیتیں ہیں کاش! آپ میری بھی کنیت رکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لو۔ ان کی کنیت ام عبداللہ تھی حتیٰ کہ ان کا وصال ہوگیا۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ان کے ہاں آپ سے ایک بچہ پیدا ہوا جو بچپن میں ہی مرگیا تھا لیکن یہ قول ثابت نہیں ہے پہلا قول ہی صحیح ہے کیونکہ وہ ان سے کئی طرق سے روایت ہے۔

۳-نام مبارک

امام ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس کے دو بچے فوت ہو گئے ہوں رب تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا: جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ وہ بھی جنت میں جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی امت میں سے جس کا بچہ مرا ہی نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کا پیش رو ہوں۔ انہیں نہ مجھ جیسی تکلیف پہنچی نہ ہی مجھ جیسی تکلیف پہنچے گی۔

۴-ان کی ہجرت

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم ہجرت کر کے آئے۔ ہم مشکل رستے سے آئے۔ میں جس اونٹ پر تھی وہ بھاگنے لگا۔ وہ عجیب طرز سے بھاگنے لگا۔ بخدا! مجھے اپنی امی جان کا یہ فرمان نہیں بھولا: ہائے میری دلہن! وہ مجھے سوچے سمجھے بغیر چلنے لگا۔ میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: ان کی نکیل نیچے پھینک میں نے نکیل نیچے پھینکی۔ وہ چکر میں یوں کھڑا ہوگیا جیسے کوئی انسان اسے گھوما رہا ہو گویا کہ کوئی انسان اس کے نیچے کھڑا ہو۔

۵-حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس ان کی تصویر لے کر آئے

امام احمد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے آپ نے فرمایا: میں

نے تمہیں خواب میں دیکھا۔نکاح سے قبل دو دفعہ خواب میں دیکھا۔ یا تین راتیں دیکھا ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے پر تصویر لے کر آیا۔اس نے کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ چہرہ سے پردہ ہٹایا تو تم تھیں۔میں نے کہا: اگر رب تعالیٰ کے ہاں اسی طرح ہے تو وہ ضرور کر دے گا۔

امام ترمذی نے حسن اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین مجھے سبز ریشم کے کپڑے میں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔عرض کی: یہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ محترمہ ہیں۔ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھ سے نکاح نہ کیا حتیٰ کہ جبرائیل امین آپ کے پاس میری تصویر لے کر آئے۔انہوں نے عرض کی: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں۔جب آپ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں بالکل لڑکی تھی۔جب آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تو رب تعالیٰ نے مجھ پر حیاء طاری کر دیا۔امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔انہوں نے کہا: رب تعالیٰ نے آپ کا نکاح حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نور نظر سے کر دیا ہے۔ان کے پاس حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر بھی تھی۔

۶-پیغامِ نکاح اور آپ سے نکاح

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: امام احمد نے المناقب میں، مسند میں اور امام بیہقی نے حسن سند سے حضرت سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے، بعض راویوں نے اسے حضرت ام المؤمنین سے متصل لیکن اکثر نے مرسل روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت خولہ بنت حکیم، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کی زوجہ آپ کی خدمت میں آئیں۔عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نکاح نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کس سے؟ انہوں نے عرض کی: آپ چاہیں تو باکرہ سے۔آپ پسند کریں تو ثیبہ سے۔آپ نے فرمایا: باکرہ کون ہے اور ثیبہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: باکرہ آپ کے نزدیک ساری مخلوق سے پسندیدہ ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر عائشہ ہیں اور ثیبہ سودہ بنت زمعہ ہیں۔وہ آپ پر ایمان لا چکی ہیں انہوں نے آپ کی اتباع کر لی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور ان کے ہاں میرا ذکر کرو۔انہوں نے فرمایا: میں حضرت ام رومان کے پاس آئی میں نے کہا: ام رومان! تمہیں کیا ہے کہ اگر رب تعالیٰ خیر و برکت تمہارے ہاں داخل کر دے۔انہوں نے فرمایا: وہ کیسے؟ میں نے عرض کی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ کو یاد کر رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ تم سیدنا صدیق اکبر کا انتظار کر لو۔وہ آنے ہی والے ہیں۔سیدنا صدیق اکبر آئے۔میں نے اس کا ذکر کر دیا۔انہوں نے فرمایا: یہ آپ کے لیے روا ہے۔یہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے؟ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئی۔ان کا قول عرض کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو: تم اور میں دین میں بھائی ہیں اور تمہاری نور نظر میرے لیے جائز ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا: انتظار کرو۔ جب وہ اٹھ کر گئے تو حضرت ام رومان نے مجھے فرمایا: مطعم بن عدی ان کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگ رہا تھا۔ بخدا! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ اس کے پاس ان کی بیوی ام اصبی تھی۔ انہوں نے اسے پوچھا: اس لڑکی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے اپنی بیوی کی طرف توجہ کی۔ پوچھا: تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا: شاید اگر ہم اپنے بچے کی تمہارے ہاں شادی کریں کہ تم اسے صحابی بنا دو۔ وہ تمہارے دین میں داخل ہو جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ کی۔ پوچھا: مطعم! تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: وہی کچھ جو یہ کہہ رہی ہے۔ وہ اٹھے ان کے دل میں وعدہ میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے حضرت خولہ سے فرمایا: جاؤ حضور اکرم ﷺ کو بلا کر لاؤ۔ وہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کو بلا کر لے گئیں۔ آپ ﷺ آئے تو انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت ام المؤمنین فرماتی تھیں: آپ نے مجھ سے نکاح کر لیا۔ میں دو سال ٹھہری رہی۔ جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو ہم دار بنی حارث میں السنح میں اترے۔ میری امی جان اس وقت آئیں جب میں جھولا جھول رہی تھی۔ میری عمر سات سال تھی۔ وہ جھولے کے پاس آئیں۔ میرے گھنے بال تھے۔ وہ مجھے لائیں میں دروازے کے پاس کھڑی ہو گئی۔ میں جھولے کی بڑی شوقین تھی۔ انہوں نے میرے چہرے کو دھویا۔ میرے بالوں میں کنگھی کی، پھر مجھے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گھر میں مرد و خواتین تھے۔ انہوں نے مجھے آپ کے حجرہ میں بٹھایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ رب تعالیٰ آپ کو ان کے لیے اور انہیں آپ کے لیے بابرکت کرے۔ مرد و خواتین اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ بخدا! میرے لیے نہ تو اونٹ ذبح کیے گئے نہ ہی بکری کو، بلکہ ایک پیالہ تھا جو حضرت سعد بن عبادہ سے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا جاتا تھا۔

شیخان اور ابن حبان نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں چھ سال کی تھی تو آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ آئے۔ بنو حارث کے ہاں اترے۔ میرے بال بکھر گئے۔ میری والدہ حضرت ام رومان آئیں۔ میں جھولے میں تھی میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ تھیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ ان کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے مجھے گھر کے دروازے کے پاس کھڑا کر دیا۔ میں جھولوں کی شوقین تھی۔ میں نے کہا: ہہ ہہ۔ انہوں نے کچھ پانی لیا اس سے میرا سر اور چہرہ دھویا پھر مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ گھر میں انصاری خواتین تھیں انہوں نے کہا: خیر و برکت کے ساتھ اور نیک شگون کے ساتھ۔ میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے مجھے سنوارا۔ مجھے کسی نے نہ ڈانٹا۔ آپ ہمارے گھر میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ہمارے گھر میں ہی میرے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ نہ تو اونٹ اور نہ ہی بکری کو ذبح کیا گیا حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ نے پیالہ بھیج دیا۔ وہ آپ کی خواتین کی طرف بھیجتے تھے اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان سے نکاح کیا تو اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ جب رخصتی ہوئی تو عمر مبارک نو سال تھی۔ آپ ان کے ساتھ کھیل میں شرکت کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

امام مسلم اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر سات سال تھی۔ جب میری رخصتی ہوئی تو عمر مبارک نو سال تھی۔ میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ وہ پڑوس میں رہتی تھیں۔ وہ میرے پاس آتی تھیں جب آپ مجھے دیکھتے تھے تو وہ بھاگ جاتی تھیں۔ آپ انہیں میرے پاس بھیج دیتے تھے۔ ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں بچیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: حضرت سلیمان کا گھوڑا۔ آپ مسکرا پڑے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مکہ مکرمہ میں میرے ساتھ نکاح کیا تو میری عمر چھ سال تھی۔ تین سال بعد میری رخصتی ہوئی اس وقت ہم مدینہ طیبہ میں تھے۔ میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری سہیلیاں پڑوس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں۔ وہ میرے پاس آتی تھیں جب وہ آپ کو دیکھتیں تو ڈر کر بھاگ جاتیں آپ جلدی سے جاتے اور انہیں میرے پاس لے آتے۔

شیخان نے، امام احمد، ابوداؤد، عبدالرزاق، بخاری نے ادب میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں۔ میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔ آپ انہیں میرے پاس بھیجتے تھے۔ یا جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں آپ انہیں پکڑ کر واپس لے آتے۔

امام احمد نے مسند میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں ان خواتین میں شامل تھی جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنوارا تھا۔ انہیں بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا۔ میرے ہمراہ دو خواتین تھیں۔ بخدا! ہم نے آپ کے ہاں کوئی ضیافت نہ پائی۔ صرف اس کے کہ دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ آپ نے اس سے نوش فرمایا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ انہوں نے حیاء کیا۔ میں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ واپس نہ لوٹانا۔ انہوں نے حیاء کے ساتھ اسے پکڑ لیا۔ دودھ پیا پھر آپ نے مجھے فرمایا: اپنی ساتھیوں کو دو۔ انہوں نے کہا: ہمیں بھوک نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم میں سے کوئی ایسے چیز کو جسے وہ چاہتی ہو یہ کہے کہ اسے اس کی ضرورت نہیں کیا یہ جھوٹ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ ام المؤمنین سے روایت ہے جب مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میرے بال گھنے اور کانوں تک تھے۔ امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: شوال میں آپ نے مجھ سے نکاح کیا۔ شوال میں میری رخصتی ہوئی۔ کون سی عورت آپ کے ہاں مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ام المؤمنین کے ساتھ آپ نے ہجرت سے دو سال قبل نکاح

فرمایا شوال کا مہینہ تھا۔اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔اہل عرب شوال میں عورتوں کی رخصتی کو ناپسند کرتے تھے۔ابو عاصم نے لکھا ہے: اہل عرب شوال میں اپنی خواتین کی رخصتی کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ پہلے زمانہ میں شوال میں طاعون پھیلا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہ کیا۔

۷-آپ کے ہاں ٹھہرنے کی مدت

ابن حبان اور ابو عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا تو میری عمر چھ سال تھی۔رخصتی ہوئی تو عمر نو سال تھی۔آپ کے ہاں میں نو سال رہیں۔ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت کیا تو عمر نو سال تھی۔جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر ۱۸ رسال تھی۔ان سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر چھ یا سات سال تھی۔جب رخصتی ہوئی تو میری عمر نو سال تھی۔ان سے ہی روایت ہے، فرمایا: جب آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تو میری عمر سات سال تھی۔جب میری رخصتی ہوئی تو میری عمر مبارک نو سال تھی۔میں آپ کے کاشانہ اقدس میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔

۸-وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں

ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تم دنیا اور آخرت میں میری زوجہ ہو۔تم دنیا اور آخرت میں میری زوجہ ہو۔

ابن ابی شیبہ نے مسلم البطین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ جنت میں میری زوجہ ہیں۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن زیاد الاسدی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمار کو فرماتے ہوئے سنا۔انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں آپ کی ازواج کون ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے ہو۔ابوالحسن الخلعی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! میرا وصال مجھ پر آسان ہو گیا۔میں نے دیکھا کہ تم جنت میں میری زوجہ ہو۔ابن عساکر نے لکھا ہے: اب مجھے اس انتقال کی پرواہ نہیں میں جان گیا ہوں کہ تم جنت میں میری زوجہ ہو۔سلفی کے الفاظ یہ ہیں: اب مجھ پر یہ انتقال آسان ہے میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا ہے۔

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عائشہ صدیقہ کو جنت میں دیکھا گویا کہ میں اب بھی ان کے ہاتھوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں، تاکہ یہ میرے وصال کے وقت مجھ پر آسانی کا سبب بنے۔ابوالفرج عبدالواحد شیرازی نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: عائشہ! تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اٹھو گی۔

۹-ساری ازواج مطہرات سے محبوب

امام ترمذی نے عمرو بن غالب سے صحیح روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بری بات کی۔انہوں نے فرمایا: تو بھونکتا ہوا قبیح حالت میں پردیس میں مرے کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ کریمہ کو اذیت دیتا ہے۔

ابوداؤد اور ابن عساکر نے آپ کے دربان سے روایت کیا ہے۔اس نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اذن لینے کے لیے حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ابن عباس آپ کے گھرانے کے ایک صالح فرد ہیں۔وہ آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔فرمایا: انہیں اجازت ہے۔وہ اندر آئے۔عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو۔آپ کے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پیاروں سے ملنے کا صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو جائے۔آپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے محبوب زوجہ ہیں۔آپ پاکیزہ کو ہی پسند فرماتے تھے۔ابواء کے مقام پر آپ کا ہار گم ہو گیا۔وقت صبح آپ نے اسے پالیا مگر صحابہ کرام کے ساتھ پانی نہ تھا۔اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔آپ کی وجہ اور برکت سے اس امت کو رخصت ملی۔مسطح کا معاملہ تھا جو تھا۔رب تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی کے متعلق ساتویں آسمان پر سے آیات نازل فرمائیں۔یہ مسجد میں صبح و شام ان آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ام المؤمنین نے فرمایا: ابن عباس! مجھے اور اپنی اس اصلاح کو چھوڑ دو۔بخدا! میری تو خواہش ہے کہ مجھے بالکل فراموش کر دیا جاتا۔

۱۰-آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے لوگوں سے پسندیدہ تھیں

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی گئی: آپ کو لوگوں میں سے کون پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔عرض کی گئی: مردوں میں سے: فرمایا: ان کے والد گرامی۔الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو لوگوں میں سے سب سے پسندیدہ کون ہے؟ فرمایا: کیوں؟ عرض کی: تاکہ میں بھی اسے محبت کروں جس کے ساتھ آپ محبت فرماتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس دن انہوں نے فرمایا: آج اس ہستی کا وصال ہو گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔دارقطنی نے غرائب مالک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے عرض کی: آپ مجھ سے کیسے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا: جیسے رسی کی گرہ۔عرض کی: پھر گرہ کا کیا بنے گا؟ فرمایا: وہ اپنے حال پر رہے گی۔

۱۱- آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نظر کا دم کیا کریں

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے میں خود کو نظر سے دم کیا کروں۔

۱۲- آپ کی نوبت دو راتیں تھی

ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب عمر رسیدہ ہو گئیں۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں جدا کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری باری حضرت عائشہ کے لیے مختص فرمادیں۔ آپ نے یہ ان سے قبول کرلیا۔ وہ فرماتی تھیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ایسے ہی امور کے متعلق یہ آیت طیبہ اتری ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا۔ (النساء:۱۲۸)

ترجمہ: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے جھگڑے کا اندیشہ ہو۔

۱۳- امہات المؤمنین کے حجرات مقدسہ میں جاتے ہوئے آپ سب سے آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جاتے تھے

عمر الملا سے روایت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آپ نماز عصر ادا فرما لیتے تو ایک ایک زوجہ کریمہ کے گھر جاتے۔ آپ سب سے آخر میں میرے پاس تشریف لاتے۔ جب آپ آتے تو اپنا گھٹنا میری ران پر رکھتے۔ دست مبارک میرے کندھے پر رکھتے پھر مجھ پر جھک جاتے۔

۱۴- ان سے محبت کی ترغیب

ابو یعلی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ فرمایا: فاطمہ! عائشہ کو برا بھلا کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا: کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: کیا تم اس سے بغض نہ رکھو گی جس سے میں بغض رکھتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا: میں عائشہ سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت کرو۔ انہوں نے عرض کی: آج کے بعد میں ان سے ایسی کوئی بات نہ کروں گی جو انہیں اذیت دے۔

۱۵-بدلہ لینے کا حکم

امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے علم ہی نہ ہوا کہ اچانک حضرت زینب غصے کی حالت میں میرے پاس آئیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ کے پاس آجاتی ہے تو وہ آپ کے لیے کافی ہو جاتی ہے، پھر انہوں نے میری طرف توجہ کی۔ میں نے ان سے اعراض کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ان سے بدلہ لو۔ میں ان کی سمت گئی۔ میں نے دیکھا کہ ان کا تھوک ان کے منہ میں خشک ہو چکا تھا۔ وہ مجھے کوئی جواب نہ دے رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

امام بخاری نے ادب میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ازواج مطہرات نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ انہوں نے اذن طلب کیا۔ آپ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کی چادر میں تھے۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ اندر حاضر ہوئیں۔ عرض کی: آپ کی ازواج مطہرات نے مجھے بھیجا ہے وہ آپ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نور نظر کے متعلق عدل کے لیے التجاء کر رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: نور نظر! کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: ان سے محبت کیا کرو۔ وہ اٹھیں باہر نکلیں۔ ازواج مطہرات سے گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا: تم نے ہمیں فائدہ نہ دیا۔ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! اب میں ان کے متعلق کبھی بھی گفتگو نہ کروں گی۔ انہوں نے حضرت زینب کو بھیجا۔ انہوں نے اذن طلب کیا۔ انہیں اذن مل گیا انہوں نے یہی عرض کی: وہ مجھے برا بھلا کہنے لگی۔ میں ان کی طرف دیکھنے لگی۔ کیا مجھے آپ اذن دیتے ہیں یا نہیں۔ میں جان گئی کہ آپ ناپسند نہیں فرما رہے کہ میں ان سے بدلہ لے لوں۔ میں ان پر گر پڑی۔ میں نے انہیں سختی سے پکڑے رکھا۔ آپ تبسم فرما رہے۔ فرمایا: یہ بھی تو ابوبکر کی نورِ نظر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: ان سے بدلہ لو۔

۱۶-ان کی باری کے روز صحابہ کرام تحائف بھیجتے تھے

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام اس دن تحائف بھیجتے تھے جب ان کی باری ہوتی تھی اس سے ان کا مقصود آپ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت رمیثہ بنت حارث سے روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت ام سلمہ سے کہا: حضور اکرم ﷺ سے عرض کرو کہ صحابہ کرام اس روز تحائف پیش کرتے ہیں جب حضرت عائشہ صدیقہ کی نوبت ہوتی ہے ان سے فرمایا کہ آپ جہاں بھی ہوں وہ تحائف بھیجا کریں۔ ہم اسی طرح خیر کو پسند کرتی ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ پسند کرتی ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں آئیں۔ یہ عرض کیا تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا۔ جب وہ چلی گئیں تو ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ کے پاس آئیں کہا: حضور اکرم ﷺ نے تمہیں کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض تو کی تھی مگر آپ ﷺ نے

اعراض فرمایا۔انہوں نے کہا: دوبارہ جاؤ اور آپ سے عرض کرو۔جب آپ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دوبارہ عرض کی۔
آپ نے انہیں فرمایا: ام سلمہ! عائشہ کے متعلق مجھے تکلیف نہ دیا کرو۔بخدا! تم میں سے کسی کے ہاں لحاف میں مجھ پر وحی نہیں اترتی سوائے عائشہ کے۔

حضرت ابوعمر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: چار امور پر میں ازواج مطہرات پر فخر کرسکتی ہوں۔میں باکرہ تھی۔آپ نے مجھ سے نکاح فرمایا۔میرے علاوہ کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہ کیا۔میرے بستر پر آپ پر نزول وحی ہوتا۔میری برات کے متعلق قرآن پاک نازل ہوا جسے تلاوت کیا جاتا ہے۔میرے ساتھ نکاح کرنے سے قبل دوبار حضرت جبرائیل امین میری تصویر لے کر آپ کے پاس آئے۔

۱۷-آپ کی ان کے لئے دعا

الطبرانی اور البزار نے ثقہ راویوں سے، ابن حبان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا آپ کی طبیعت خوشگوار تھی۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں: آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی: مولا! عائشہ صدیقہ کے اگلے پچھلے علانیہ اور پوشیدہ گناہ معاف فرما۔حضرت عائشہ صدیقہ مسکرا اٹھیں، حتیٰ کہ مسکراتے مسکراتے سر آپ کی گود میں رکھ دیا۔آپ نے فرمایا: میری دعا نے تمہیں خوش کر دیا ہے۔عرض کی: مجھے آپ کی دعا خوش کیوں نہ کرے گی؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہر نماز میں میں اپنی امت کے لیے یہی دعا مانگتا ہوں۔

۱۸-روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لینا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے۔ان سے ہی روایت ہے کہ آپ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے ان کی زبان چوس لیتے تھے۔

۱۹-حضرت عائشہ صدیقہ کی خوشی اور ناراضگی کی علامات

امام احمد نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے اذن طلب کرنے آئے۔انہوں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی آواز آپ کی آواز سے بلند تھی۔آپ نے انہیں اذن دے دیا۔وہ اندر داخل ہوئے۔انہوں نے کہا: اے ام رومان کی بیٹی! انہیں پکڑ لیا۔کیا تم اپنی آواز کو حضور اکرم ﷺ کی آواز سے بلند کرتی ہو؟ حضور اکرم ﷺ ان کے اور ام المومنین کے مابین حائل ہوگئے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے ام المومنین کو راضی کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں تمہارے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین حائل ہوگیا تھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ آپ انہیں ہنسا رہے تھے۔انہوں نے اذن طلب کیا۔آپ نے اذن دے دیا۔انہوں نے

عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی صلح میں اس طرح شامل فرمالیں جیسے اپنی شکر رنجی میں شامل کیا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین شکر رنجی تھی۔ آپ نے فرمایا: اپنے اور میرے مابین کسے ثالث بناتی ہو؟ کیا حضرت عمر فاروق سے راضی ہو؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! عمر سخت آدمی ہیں۔ فرمایا: کیا میرے اور اپنے مابین اپنے والد گرامی کو ثالث مقرر کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا: اس کا یہ معاملہ ہے۔ اس کا یہ معاملہ ہے۔ میں نے کہا: اللہ سے ڈریں اور صرف حق بات کریں۔ سیدنا صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ اٹھایا میری ناک پر نشان ڈال دیا۔ فرمایا: ام رومان کی بیٹی تم اور تمہارا باپ حق کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حق نہیں کہتے۔ میری ناک پھیل گئی گویا کہ وہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا، پھر وہ شاخ خرما لے کر اٹھے اور مجھے اس کے ساتھ مارنے لگے۔ میں ان سے بھاگ کر گئی اور آپ کے ساتھ چمٹ گئی۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم باہر چلے جاؤ۔ میں نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا۔ جب وہ باہر چلے گئے۔ میں اٹھی۔ آپ سے علیحدہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ میں نے انکار کر دیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ فرمایا: اس سے قبل تم میری کمر کے ساتھ شدت سے چمٹی ہوئی تھی۔ امام مسلم، نسائی اور دارقطنی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کیسے جان جاتے ہیں؟ فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو لا و رب محمد ﷺ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو لا و رب ابراھیم۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں۔

۲۰- دوڑ میں مقابلہ کرنا

حمیدی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ کسی سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے فرمایا: آؤ میں تمہارے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی جب مجھ پر موٹاپا آگیا تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ آگے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! یہ اس کا بدلہ ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ آپ خوش طبعی فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حج کا احرام باندھ کر آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عمرہ کا احرام باندھا جب ہم سرف پہنچے تو انہیں خصوصی ایام آگئے۔ ہم آئے۔ ہم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ آپ نے اسے احرام کھولنے کا حکم دے دیا جس کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا۔ ہم نے عرض کی: کس چیز سے حلت؟ آپ نے فرمایا: ہر چیز سے۔ ہم نے اپنی ازواج سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ خوشبو لگائی۔ اپنے کپڑے پہنے ہمارے اور عرفہ کے

مابین صرف چار راتیں تھیں۔ہم نے یوم ترویہ کو احرام باندھا۔آپ سیدہ عائشہ کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔پوچھا: کیا ہوا؟ عرض کی: میرے خصوصی ایام آگئے ہیں۔لوگوں نے احرام کھول دیا ہے۔میں نے احرام نہ کھولا۔میں نے بیت اللہ کا طواف بھی نہ کیا لوگ اب حج کے لئے جا رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: یہ وہ امر ہے جسے رب تعالیٰ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے تم غسل کرلو پھر حج کا احرام باندھ لو۔میں نے اسی طرح کیا۔میں نے وقوف کیا جب پاک ہوگئی تو خانہ کعبہ کا طواف کیا۔صفا اور مروہ کی سعی کی۔آپ نے فرمایا: تم اپنے حج اور عمرہ کی وجہ سے خوش ہوگئی ہو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے دل میں خلش ہے۔میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا حتیٰ کہ میں نے حج کرلیا۔آپ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! انہیں تنعیم سے عمرہ کرالاؤ۔یہ رات حصبہ کی تھی۔

۲۰-آپ نے ان کے علاوہ کسی اور باکرہ سے نکاح نہ فرمایا

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کا کیا خیال اگر آپ کسی وادی میں تشریف لے جائیں اس میں درخت ہو جسے کھایا جاچکا ہو ایک ایسا درخت بھی ہو جسے ابھی تک کسی نے نہ کھایا ہو آپ اپنا اونٹ کس پر چھوڑیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس پر جسے کھایا نہ گیا ہو، یعنی ان کے علاوہ آپ نے کسی باکرہ خاتون سے نکاح نہ کیا۔

۲۱-حبشیوں کا کھیل دکھانا

امام ترمذی، نسائی، ابن عدی، اسماعیلی وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ تشریف فرما تھے ہم نے شور وغل اور بچوں کی آوازیں سنیں یا بچے اور عورتیں باہر نکل آئیں۔آپ اٹھے۔حبشی بچے ناچ رہے تھے۔یا وہ اپنے نیزوں کے ساتھ مسجد میں کھیل رہے تھے۔بچے ان کے ارد گرد تھے۔آپ نے فرمایا: عائشہ! آؤ۔دیکھو۔امام نسائی نے روایت کیا ہے۔حمیراء! کیا تم انہیں دیکھنا پسند کرو گی۔میں نے عرض کی: ہاں۔میں نے اپنا رخسار آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔آپ اپنی چادر سے مجھے چھپائے ہوئے تھے۔میں کندھے سے سر تک انہیں دیکھنے لگی۔آپ فرمانے لگے: عائشہ! کافی ہے۔سیر ہوگئی ہو۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جلدی نہ کریں۔آپ کھڑے رہے فرمایا: کافی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جلدی نہ کریں۔میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں لیکن میں چاہتی تھی کہ عورتوں کو علم ہوجائے کہ آپ مجھ سے اور میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں۔میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے قدمین شریفین کو باری باری حرکت دے رہے تھے جب حضرت عمر فاروق آئے تو لوگ اور بچے چلے گئے۔آپ نے فرمایا: میں جن وانس کے شیطانوں کی طرف دیکھ رہا تھا وہ عمر سے بھاگ گئے ہیں۔

برقانی نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس

دو بچیاں تھیں جو جنگ بعاث کے بارے اشعار پڑھ رہی تھیں۔آپ بستر پر لیٹ گئے چہرہ انور پھیر لیا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے مجھے جھڑکا۔انہوں نے فرمایا: شیطان کے مزامیر اور آپ کے پاس۔آپ نے ان کی طرف رخ انور کیا۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو۔جب آپ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو میں نے انہیں اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔انہوں نے فرمایا: عید کے روز سوڈانی آئے وہ ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ کھیلنے لگے۔جب میں نے آپ سے عرض کی: تو فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔فرمایا: بنو ارفدہ! شروع کرو۔جب میں تھک گئی تو فرمایا: کیا کافی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں!

۲۲-آیت تخییر میں ابتداء ان سے کی

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو آپ نے ابتداء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔فرمایا: میں تم سے ایک امر ذکر کرنے لگا ہوں تم اس کے متعلق جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔انہوں نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)! اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو۔

انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی، بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرتی ہوں۔

ایام مرض میں ان کے ہاں قیام فرمانا

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ علیل ہوئے تو آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔آپ نے ازواج مطہرات سے اذن لیا کہ آپ ایام مرض میرے حجرہ میں گزار لیں۔انہوں نے آپ کو اذن دے دیا۔آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر اٹھے۔ساتھ ایک اور شخص بھی تھا آپ کی مبارک ٹانگیں زمین پر گھسیٹی جا رہی تھیں۔حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا؟ وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کا تذکرہ نہ کیا۔امام زہری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت میمونہ کے حجرہ مقدسہ میں تھے) حضرت عبداللہ بن زمعہ سے کہا: لوگوں کو حکم دو وہ نماز ادا کر لیں۔وہ حضرت عمر سے ملے۔انہوں نے کہا: عمر! لوگوں کو نماز پڑھائیں۔انہوں نے انہیں نماز پڑھائی۔آپ نے ان کی آواز سنی۔ ان کی آواز بلند تھی۔آپ نے انہیں پہچان لیا۔آپ نے پوچھا: یہ تو عمر فاروق کی آواز نہیں؟ لوگوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ اس کا انکار فرماتا ہے۔اہل ایمان بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔ابو بکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ام المؤمنین نے عرض کی: ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں۔وہ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے۔جب وہ قرآن پڑھتے تو بہت زیادہ روتے تھے۔انہوں نے یہ بات اس لئے کی تاکہ لوگ انہیں اس سے بچائیں کہ وہ سب سے پہلے آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں۔آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔میں نے اپنی عرض دہرائی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اپنی عرض دہرائی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف کی ساتھی ہو۔

۲۴-اپنے ساتھ دعوت میں شریک کر لینا

امام مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک ایرانی شخص آپ کا پڑوسی تھا۔اس نے کھانا تیار کیا۔آپ کو دعوت دی۔آپ کے پہلو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اس نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تشریف لائیں۔آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔اس نے عرض کی: نہیں۔اس نے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔اس نے عرض کی: نہیں۔تیسری بار اس نے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔اس نے عرض کی ہاں۔

۲۵-عورتوں پر ان کی فضیلت

ابن ابی شیبہ، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے، امام احمد نے حضرت عائشہ سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، حضرت سعد بن ابی وقاص سے، الطبرانی نے حسن سند سے، حضرت فروہ بن ابی ایاس سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ دیگر خواتین سے اس طرح افضل ہیں جیسے ثرید دیگر کھانوں پر افضل ہوتی ہے۔

ابوطاہر المخلص نے امام بکی سے، الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمرو بن حارث سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: زیاد بن سمیہ نے حضرت عمرو بن حارث کے ساتھ کچھ ہدیے اور اموال امہات المؤمنین کے لئے بھیجے۔انہوں نے حضرات ام سلمہ اور صفیہ کی طرف بھی تحائف بھیجے۔ان سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت کی وجہ سے معذرت کی۔انہوں نے کہا: ان کی فضیلت تو اس فضیلت سے کہیں بڑھ کر ہے، پھر حضرت ام سلمہ کے پاس وہ قاصد گیا تاکہ معذرت پیش کرے۔انہوں نے فرمایا: زیاد ان کے لئے معذرت کیوں کرتے ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ کو تو اس ذات نے فضیلت بخشی ہے جو ہم سب سے زیادہ عظیم ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

۲۶-حضرت جبرائیل امین کو دیکھنا اور ان کا انہیں سلام دینا

امام احمد، ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے کہا: میں نے اس طرح کا

ایک شخص دیکھا ہے میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے؟ وہ فرماتی ہیں: میں نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا۔ آپ نے کپڑے پہنے اس کی طرف نکلے وہ سیدنا جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے عرض کی: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتایا تصاویر ہوں۔ آپ اندر تشریف لائے۔ کتے کو مارا۔ حضرت جبرائیل امین اندر آگئے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: حضرت جبرائیل امین آپ کو سلام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: علیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئی۔ میں نے عرض کی: حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ حجرہ مقدسہ میں ہیں۔ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ میں وہیں ٹھہر گئی۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام دے رہے ہیں۔

۲۷-امت کے لئے سراپا برکت

ابن ابی ملیکہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اذن باریابی لیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے عرض کی: امی جان! حضرت ابن عباس آپ کے گھرانے کے صالح شخص ہیں وہ آپ کی عیادت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ اندر آئے۔ عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو۔ بخدا! آپ کے اور حضور اکرم ﷺ سے اور احباء سے ملاقات کرنے کے مابین صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح مبارک آپ کے جسم سے نکل جائے آپ کو آپ ساری ازواج مطہرات سے زیادہ پیاری تھیں۔ آپ پاکیزہ کو ہی پسند کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ حضرت ابن عباس: آپ کا ہار ابواء کے مقام پر گم ہو گیا۔ وقت صبح وہ آپ کو ملا لیکن لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ۔ (النساء:۴۳)

ترجمہ: ارادہ کرو زمین پاک کا۔

یہ آپ کے سبب اور برکت سے تھا کہ رب تعالیٰ نے اس امت کے لئے رخصت نازل کی۔ مسطح کے معاملہ میں رب تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آپ کے لئے برأت نازل کی۔ صبح وشام ان آیات طیبات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن عباس! مجھے چھوڑ دو۔ یہ اصلاح چھوڑ دو۔ بخدا! میں تو تمنا کرتی ہوں کہ مجھے بھلا دیا جاتا۔

۲۸-ان کی پاکیزگی کی آیات آسمان سے نازل ہوئیں

الحوارث میں میں نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ زاد المعاد میں ہے۔ امت کا اتفاق ہے کہ آپ پر بہتان لگانے والا کافر ہے۔

۲۹- ان کی دس خصوصیات

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے ازواج مطہرات پر دس فضیلتیں حاصل ہیں۔عرض کی گئی: ام المؤمنین! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: میرے علاوہ آپ نے کسی باکرہ عورت سے نکاح نہ کیا۔میرے علاوہ کسی اور ایسی عورت سے نکاح نہ کیا جس کے والدین مؤمن اور مہاجر ہوں۔رب تعالیٰ نے میری پاکیزگی کے لئے آیات آسمان سے اتاریں۔جبرائیل امین آسمان سے ریشم پر میری تصویر لے کر آئے۔انہوں نے عرض کی: ان سے نکاح کر لیں۔یہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔میں اور آپ ایک ہی برتن میں غسل کر لیتے تھے۔یہ آپ نے میرے علاوہ کسی اور زوجہ کے ساتھ نہ کیا۔آپ میرے ہمراہ ہوتے تھے کہ آپ پر نزول وحی ہوتا تھا۔میرے علاوہ کسی اور زوجہ کے پاس نزول وحی نہ ہوا۔آپ میرے سینے پر تھے کہ آپ کا وصال ہوا۔اس روز میری ہی باری تھی اور میرے حجرہ مقدسہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔

ان سے ہی روایت ہے۔فرمایا: مجھے ایسی خصوصیات بخشی گئی ہیں جو کسی اور عورت کو نہیں بخشی گئیں۔میری عمر سات سال تھی تو آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا۔فرشتے نے اپنی ہتھیلی پر میری تصویر لائی۔آپ نے اسے دیکھا۔نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔میں نے حضرت جبرائیل امین کو دیکھا میرے علاوہ کسی اور زوجہ نے انہیں نہ دیکھا۔میں آپ کو ساری ازواج سے محبوب تھی میرے والد گرامی آپ کو سارے صحابہ کرام سے محبوب تھے۔میں نے مرض وصال میں آپ کی تیمارداری کی جب آپ نے وصال فرمایا تو میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

وزیر نظام الملک نے امالیہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے دس ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جن سے میرے علاوہ کسی اور عورت کو نہیں نوازا گیا تھا۔میری ماں کی رحم میں میری تصویر بننے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری تصویر پیش کی گئی۔میں باکرہ تھی آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمالیا۔میرے علاوہ کسی اور باکرہ سے آپ نے نکاح نہ فرمایا۔آپ میرے سینے پر ہوتے تھے کہ حضرت جبرائیل وحی لے کر آجاتے تھے۔آسمان سے میری برأت اتری۔میں آپ کو سارے لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔آپ میرے سینے پر تھے کہ آپ کو اختیار دیا گیا۔آپ نے میرے ہی دن وصال فرمایا میرے حجرہ مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے۔یہ دس خصوصیات کی روایت ہے مگر راوی نے آٹھ کا ذکر کیا ہے۔

ابویعلی نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے کچھ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو صرف حضرت مریم کو ملی تھیں۔حضرت جبرائیل امین اپنی ہتھیلی پر میری تصویر لے کر اترے۔آپ نے صرف مجھ سے نکاح کیا جب کہ میں باکرہ تھی۔میرے علاوہ کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہ فرمایا۔آپ کا سر میری آغوش میں تھا کہ آپ کا وصال اس حالت میں ہو گیا۔میرے حجرہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔فرشتے میرے حجرے میں پرے باندھے کھڑے ہوتے تھے۔وحی نازل ہوتی تھی۔آپ اپنی اہلیہ کے پاس ہوتے تھے۔فرشتے آپ سے جدا ہو جاتے تھے۔

میں آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتی تھی وحی آپ پر نازل ہو جاتی تھی۔ میں ان کے خلیفہ اور صدیق کی نور نظر ہوں۔ میری معذرت آسمان سے اتری۔ مجھے طیب اور پاک پیدا کیا گیا ہے۔ میں پاک اور طیب کے پاس ہی رہی۔ میرے ساتھ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھ میں (سات) ایسے خصائل پائے جاتے ہیں جو عورتوں میں سے کسی میں نہیں پائے جاتے مگر رب تعالیٰ نے جو حضرت مریم کو عطا کیئے۔ بخدا! میں یہ فخراً نہیں کہہ رہی یا میں ان کے ساتھ اپنی ساتھیوں پر فخر نہیں کر رہی۔ حضرت ابن صفوان نے عرض کی: ام المؤمنین! وہ خصوصیات کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: فرشتہ میری تصویر لے کر آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ اس وقت نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی۔ نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔ میں باکرہ تھی آپ نے مجھ سے نکاح کیا۔ لوگوں میں سے کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کیا۔ میں اور آپ ایک ہی لحاف میں ہوتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھی میں اس شخص کی نور نظر تھی جو آپ کو سب سے زیادہ پیارا تھا میرے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں۔ قریب تھا کہ امت میری وجہ سے ہلاک ہو جاتی۔ میں نے حضرت جبرائیل کو دیکھا میرے علاوہ کسی اور زوجہ کریمہ نے انہیں نہ دیکھا۔ میرے ہی حجرہ مقدسہ میں آپ کا وصال ہوا۔ اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ کسی نے نہ دیکھا۔

وسعت علمی اور فقاہت

امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے۔ اسے صحیح بھی کہا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب بھی صحابہ کرام کو کسی حدیث میں مشکل پیدا ہوئی تو ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق سوال کیا ان کے پاس اس کا حل ضرور تھا۔

ابن ابی خیثمہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس امت کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے جن میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شامل ہوں تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان کے علم سے زائد ہوگا۔ حضرت سعید بن منصور، ابن ابی خیثمہ اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ مسروق علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ وہ قسم اٹھایا کرتے تھے کہ میں نے اکابر صحابہ کرام کی زیارت کی سعادت حاصل کی جو حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ ابن ابی خیثمہ، حاکم اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ، ابوعمرو بن عسا کر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو قرآن پاک، فرائض، حلال، حرام، فقہ، طب، اشعار، حدیث العرب اور علم نسب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زائد ہو۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فصیح ہو۔ الطبرانی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی خطیب کو نہیں دیکھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ فصیح اور ذہین ہو۔

حضرت عروہ سے عرض کی گئی: ابو عبداللہ! آپ کتنی زیادہ روایتیں بیان کرتے ہیں۔ وہ ان کو سارے لوگوں سے زیادہ روایت کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کے سامنے میری روایت کی کیا حیثیت ہے ان کے پاس جو چیز بھی آتی اس کے متعلق وہ شعر ضرور پڑھتیں۔ امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ وہ ان سے عرض گزار ہوتے تھے: امی جان! میں آپ کے فہم و ادراک پر تعجب نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ کریمہ ہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نور نظر ہیں میں آپ کے اشعار کے متعلق علم اور ایام الناس کے متعلق کے بارے میں متعجب نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں: وہ صدیق اکبر کی نور نظر ہیں۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ ان امور کے عالم تھے میں آپ کے علم طب سے صرف متعجب ہوتا ہوں۔ یہ کیسے ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے میرے کندھے پر مارا فرمایا: ارے! حضور اکرم ﷺ اپنی عمر کے آخری ایام میں بہت زیادہ بیمار ہوتے تھے۔ ہر طرف سے آپ کے پاس وفود آتے تھے۔ عرب و عجم کے اطباء آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ میں ہی ان کا علاج کرتی تھیں۔ بس یہی وجہ ہے۔

حاکم نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر سب کا علم جمع کیا جائے۔ آپ کی ازواج مطہرات کا علم بھی جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زائد ہوگا۔ اگر ام المؤمنین کے علم کو ازواج مطہرات اور سارے لوگوں کے علم کے ساتھ ملایا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ کا علم افضل ہوگا۔ امام احمد نے زہد میں اور حاکم نے احنف بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے میں نے دیگر لوگوں کے خطبے سنے لیکن میں نے کسی کا کلام نہ سنا جو حضرت ام المؤمنین کے کلام سے عمدہ اور احسن ہو۔

حاکم اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت عطاء بن رباح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سارے لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں زیادہ عالم تھیں رائے عامہ میں احسن تھیں۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: زیاد! سارے لوگوں سے زیادہ عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ۔ انہوں نے کہا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں: انہوں نے کہا: اگر تم قسم دے کر پوچھتے ہو تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سارے لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

بلاذری نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساری خواتین اور اکابر صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھیں۔ حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں فتویٰ پر چھائی رہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے آپ سے ۱۲۱۰ احادیث روایت

کی ہیں۔امام بخاری اور مسلم ۱۷۴ احادیث پر متفق ہیں۔بخاری ۵۴ احادیث میں منفرد ہیں۔امام مسلم ۶۸ احادیث میں منفرد ہیں۔ان سے کثیر صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم نے روایات کی ہیں۔

۳۱-ان کا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا انکار اور ان کا اقرار

امام مسلم نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

ہم مسواک کی آواز سن رہے تھے جو وہ کر رہی تھیں۔میں نے کہا: ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ نے رجب میں عمرہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے حضرت ام المؤمنین سے عرض کی: امی جان! کیا آپ سن رہی ہیں کہ ابو عبدالرحمٰن کیا کہہ رہے ہیں؟ پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: وہ کہہ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا۔انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن کو معاف فرمائے۔مجھے اپنی حیات طیبہ کی قسم! آپ نے کوئی عمرہ بھی رجب میں نہیں کیا۔آپ نے جب بھی عمرہ کیا۔میں آپ کے ساتھ تھی۔حضرت ابن عمر یہ سن رہے تھے وہ خاموش رہے۔ہاں یا نہ نہ کہا۔

۳۲-زہد، کرم، صدق، اور حضرت بریرہ کو آزاد کرنا

ابونعیم نے حضرت ام ذرہ سے روایت کیا ہے وہ حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں رہا کرتی تھیں۔انہوں نے فرمایا: دو بوروں میں مال آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔میرا خیال ہے کہ وہ اسی ہزار یا ایک لاکھ دراہم ہوں گے۔انہوں نے طشت منگوایا۔اس روز وہ روزہ سے تھیں وہ بیٹھ کر لوگوں میں تقسیم کرنے لگیں شام کے وقت ان کے پاس ایک درہم نہ رہا تھا۔شام کے وقت لونڈی سے کہا: لڑکی! کچھ لے کر آؤ روزہ کھولیں۔وہ روٹی اور زیتون لے کر آئی۔حضرت ام ذرہ نے عرض کی: کیا آپ ان دراہم میں سے ایک درہم بھی نہ بچا سکتی تھیں جو آپ نے آج صدقہ کئے جس سے ہم گوشت خرید لیتے اور روزہ افطار کر لیتے۔انہوں نے فرمایا: مجھے ندامت نہ دلاؤ اگر تم مجھے یاد کراتیں تو میں ضرور اس طرح کرتی۔امام بخاری نے اس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے خریدا ان کے موالی نے یہ شرط لگا دی کہ ان کی ولاء ان کے لئے ہوگی۔حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔آپ نے فرمایا: اسے خرید لو ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔آپ نے گوشت دیکھا۔پوچھا تو میں نے عرض کی: یہ حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔آپ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

۳۳-خوف، تقویٰ، عبادت اور حیاء

ابونعیم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المؤمنین سے اذن باریابی

طلب کیا۔انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: امی جان! ابن عباس آپ کے گھرانے کے صالح شخص ہیں وہ آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔فرمایا: انہیں اذن دے دو۔وہ آپ کی خدمت میں آئے۔عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو بخدا! اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر احباء سے ملاقات کرنے میں صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل جائے۔آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری ازواج مطہرات سے محبوب تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور طیب کو ہی پسند کرتے تھے۔آپ کا ہار ابواء کے مقام پر گم ہوا۔وقت صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پالیا۔صحابہ کرام کے پاس پانی نہ تھا۔رب تعالیٰ نے اس وقت آیۃ تیمم نازل کر دی۔یہ آپ ہی کی وجہ سے اور برکت سے تھا کہ رب تعالیٰ نے اس امت پر رخصت نازل کی۔

جہاں تک مسطح کا معاملہ تھا تو رب تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر سے آپ کے لئے برأت نازل فرمائی۔ہر ہر مسجد میں شب و روز میں وہ آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔انہوں نے فرمایا: ابن عباس! یہ اصلاح چھوڑ دو۔میری تو خواہش ہے کہ کاش! مجھے فراموش کر دیا جاتا۔

حضرت ام المؤمنین ہی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں اس حجرہ مقدسہ میں داخل ہوتی تھی جس میں آپ مدفون تھے، تو میں نے اپنا کپڑا رکھا ہوتا تھا۔میں کہتی تھی یہ میرے خاوند محترم ہیں۔ان کے ساتھ میرے والد گرامی ہیں۔جب حضرت عمر فاروق دفن ہوئے تو میں اپنے کپڑے اوڑھ کر اندر جاتی تھی یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔

۳۴-غیرت

ابو یعلی، ابو شیخ اور ابن حبان نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میرا سامان قلیل تھا۔وہ تیز رفتار اونٹ پر تھا۔حضرت صفیہ کا سامان بھاری تھا وہ بوجھل اور سست اونٹ پر تھا۔جو کارواں سے پیچھے رہ جاتا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کا سامان صفیہ کے اونٹ پر اور صفیہ کا سامان عائشہ کے اونٹ پر رکھ دو تاکہ کارواں روانہ ہو سکے۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا: اللہ کے بندو! یہ یہودیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مجھ پر غالب آ گئی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام عبداللہ! تمہارا سامان قلیل ہے صفیہ کا سامان زیادہ ہے کارواں سست ہو گیا ہے ہم تمہارا سامان ان کے اونٹ پر اور ان کا سامان تمہارے اونٹ پر منتقل کر دیتے ہیں۔میں نے کہا: کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔آپ مسکرا رہے تھے۔فرمایا: ام عبداللہ! کیا اس میں شک ہے۔میں نے عرض کی: کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔آپ عدل کیوں نہیں کرتے۔یہ بات سیدنا صدیق اکبر نے بھی سن لی۔ان کی طبیعت میں تیزی تھی وہ میرے پاس آئے اور میرے چہرے پر مار دیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر ٹھہرو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سن نہیں رہے کہ یہ کیا کہہ رہی

ہیں؟ آپ نے فرمایا: غیرت کھانے والا وادی کی بلندی سے اس کی پستی کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

۳۵-وصال اور تدفین

ماہ رمضان المبارک میں بروز منگل جب کہ رمضان المبارک کے سترہ روزے گزر چکے تھے آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ صحیح روایت ہے اکثر مؤرخین نے اسے اپنایا ہے۔ اس وقت ۵۸ ھ تھی۔ اسے ابن ابی خیثمہ نے حضرت عیینہ سے اور المدائنی نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ہشام بن عروہ سے ۵۷ ھ روایت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینہ طیبہ پر عامل مروان تھا وہ حج کے لئے گیا تھا اور اس نے اپنا نائب حضرت ابو ہریرہ کو بنایا تھا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت عروہ سے فرما رکھا تھا کہ: جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے میری ساتھیوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا ان کے حجرہ مقدسہ میں جگہ تھی۔ فرمایا: میں کبھی بھی اسے نہ دیکھوں گی۔

تنبیہ

صحیح کی روایت میں ہے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری رخصتی ہوئی تو میری عمر چھ سال تھی۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ ان کی عمر ۶ سال مکمل تھی ساتویں میں تقریباً داخل ہو رہی تھیں۔

❁❁❁

چوتھا باب

حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے کچھ مناقب

۱-ولادت اور نسب

یہ اس وقت جہان رنگ و بو میں آئیں جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے یہ آپ کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کے والد گرامی کا نسب گزر چکا ہے ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔

۲-پہلے وہ کس کی زوجیت میں تھیں

پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجیت میں تھیں انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی وہ ان زخموں کی وجہ سے شہید ہوئے تھے جو انہیں بدر یا احد کے روز آئے تھے کسی نے بدر اور کسی نے احد کا ذکر

کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ آپ نے ماہ شعبان میں ہجرت سے تیس ماہ بعد پہلے قول کے مطابق دوسرے قول کے مطابق غزوہ احد کے بعد ان سے نکاح فرمایا تھا۔ امام احمد، شیخان اور نسائی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت حفصہ کو خنیس بن حذافہ کی شہادت کی وجہ سے اذیت ہوئی۔ وہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی اور مدینہ طیبہ میں وصال فرما گئے تھے۔

میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے حضرت حفصہ کے متعلق بات کی۔ میں نے کہا: اگر پسند کرو تو میں تمہارا نکاح حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں اس مسئلہ میں غور و فکر کروں گا۔ میں کچھ دنوں کے بعد ان سے ملا۔ انہوں نے فرمایا: میرے لئے یہ ظہور پذیر ہوا ہے کہ میں ان دنوں میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے کہا: اگر آپ پسند کریں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کر دوں! وہ خاموش رہے۔ انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان سے بھی زیادہ دکھ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے حضرت حفصہ کو پیغام نکاح دیا۔ میں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ مجھے کہا: شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں جب کہ آپ نے حفصہ سے نکاح کے لیے کہا تھا لیکن میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے نہ روکا کہ میں آپ کو جواب دیتا لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا: آپ حفصہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ میں آپ کا راز افشاء نہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ دیتے تو میں انہیں قبول کر لیتا۔

ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میں نے حضرت حفصہ سے نکاح کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: انہوں نے اعراض فرمایا میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عثمان پر تعجب ہے میں نے انہیں حفصہ سے نکاح کے لئے کہا، مگر انہوں نے اعراض کیا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت عثمان کا نکاح ان سے کر دیا ہے جو حفصہ سے بہتر ہے اور حفصہ کا نکاح اس سے کر دیا ہے جو حضرت عثمان غنی سے بہتر ہے۔ جب حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ سے نکاح کے لئے کہا تھا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق سے اعراض کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین سے کر دیا۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ابو عبیدہ معمر بن مثنی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام المؤمنین حفصہ سے نکاح ہجرت کے دوسرے سال فرمایا تھا۔ امام زہری سے روایت ہے کہ مجھے بنو سہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تین ہجری کو فرمایا تھا۔

۳-آپ کا ان کو طلاق دینا پھر رجوع کر لینا

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی پھر نکاح فرمالیا تھا۔

ابن ابی خیثمہ، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت قیس بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی تھی۔ان کے پاس ان کے دو ماموں حضرت خذافہ اور حضرت عثمان پسران مظعون آئے۔وہ رو رہی تھیں۔انہوں نے کہا: بخدا! آپ نے مجھے سیر ہونے کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ جب آپ تشریف لائے تو میں چیخ پڑی۔آپ نے مجھے فرمایا: مجھے سیدنا جبرائیل امین نے کہا ہے: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دن کو روزے رکھنے والی اور رات کو قیام کرنے والی ہیں۔ یہ جنت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی۔حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے۔عرض کی: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی ہے حالانکہ وہ قائم اللیل اور صائم النہار ہیں۔ یہ جنت میں آپ کی رفیقہ ہیں۔ابونعیم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے بہت زیادہ افسوس کا اظہار کیا۔فرمایا: اس کے بعد رب تعالیٰ عمر اور اس کی بیٹی حفصہ کی کیا پرواہ کرے گا؟ اگلے روز صبح کے وقت ہی سیدنا جبرائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔عرض کی: رب تعالیٰ آپ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ حفصہ سے رجوع کر لیں۔ یہ حضرت عمر فاروق کے لئے رحم تھا۔جب آپ نے انہیں دوسری بار طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: انہیں طلاق نہ دیں یہ دن کو روزے رکھنے والی اور رات کو قیام کرنے والی ہیں۔

۴-حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِہٖ حَدِیۡثًا ۚ (التحریم:۳)

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راز داری سے اپنی ایک بیوی کو بات بتائی۔

انہوں نے فرمایا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ سے مباشرت فرما رہے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کو نہ بتانا حتیٰ کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں۔تمہارے والد گرامی حضرت صدیق اکبر کے بعد خلیفہ بنیں گے۔حضرت حفصہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور سب کچھ بتا دیا۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: یہ آپ کو کس نے بتایا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے علیم اور خبیر ذات نے بتایا ہے۔حضرت عائشہ نے

عرض کی: میں آپ کی خدمت میں نہ آؤں گی حتیٰ کہ آپ حضرت ماریہ کو خود پر حرام کر دیں۔ آپ نے انہیں خود پر حرام کر دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

۵- حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ان کی فضیلت کا اقرار کرنا

ابوداؤد، بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرات عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ رکھا، پھر انہیں کھانا پیش کیا گیا۔ انہوں نے روزہ افطار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا: حضرت حفصہ مجھ سے قبل ہی بول اٹھیں وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اور عائشہ نے نفلی روزہ رکھا ہمیں کھانا پیش کیا گیا تو ہم نے روزہ افطار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لو۔

۶- ان کے گھرانے میں سے کس کس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی

ان کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، چچا حضرت زید، خاوند حضرت خنیس، ماموں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت قدامہ اور ان کے ماموں زاد سائب بن عثمان نے یہ سعادت حاصل کی۔

۷- وصال

ان کا وصال ۴۵ھ ماہ شعبان میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ امیر مدینہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔ انہوں نے ان کی چارپائی کچھ رستے تک اٹھائی۔ یہ سعادت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ حضرات عبداللہ، عاصم پسران، عمر فاروق رضی اللہ عنہم سالم، عبداللہ اور حمزہ بنو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے قبر انور میں اتارا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ یا ان کا وصال ۴۱ھ میں ہوا۔ یہ ابن ابی خیثمہ کی روایت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال اس وقت ہوا جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ یہ جمادی الاول ۴۱ھ کو ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ وصیت جو حضرت عمر فاروق نے انہیں کر دی۔ انہوں نے وہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ کو کر دی انہوں نے اپنا مال اور غابہ میں وقف صدقہ کر دیا۔ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۶۰ احادیث روایت ہیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ا- نسب، نام

ان کے والد گرامی کے نسب میں ان کا نسب گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔ جنہوں نے ان کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب بتایا ہے۔ انہوں نے انہیں آپ کی پھوپھی زاد بتایا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ یہ ان کے خاوند کی بیٹی تھی۔ ان کے بھائی عبداللہ اور زھیر حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی کے فرزند تھے۔ ان کا نام ھند یا رمد تھا پہلا قول اصح ہے۔

۲- ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ

انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ ہمیں نصر بن مغیرہ نے بتایا ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا: خواتین میں سے سب سے پہلی مہاجرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلی مسافرہ جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئیں وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ عامر بن ربیعہ کی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت خیثمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۳- آپ کا ان سے نکاح

آپ سے قبل یہ حضرت ابوسلمہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی والدہ آپ کی پھوپھو برہ تھیں۔ ابوسلمہ سے ان کے ہاں سلمہ اور عمر پیدا ہوئے۔ بچیوں میں رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ حضرت ابوسلمہ نے ۴ ھ میں وصال فرمایا۔ غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی۔ ان کے بازو پر تیر لگا۔ ایک ماہ تک اس کا علاج کرتے رہے زخم مندمل ہو گیا آپ نے انہیں ۱۵۰ سواروں کے ساتھ قطن کی طرف ماہ محرم میں بھیجا۔ اس مہم میں ۲۹ دن صرف ہوئے۔ وہ مدینہ طیبہ آئے تو زخم پھٹ گیا۔

سنہ ۴ ھ کو وصال ہوا جبکہ جمادی الآخرہ کے آٹھ دن گزر چکے تھے۔ حضرت ام سلمہ نے عدت گزاری۔ حضور اکرم ﷺ نے اس شوال میں ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ انہوں نے ہی صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو حلق کرانے کا مشورہ دیا تھا اکثر صحابہ کرام اس سے رک گئے تھے۔ ان کی یہی فضیلت کافی ہے۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ نے اور ابوعمر نے کہا ہے: حضور اکرم ﷺ نے ان سے نکاح سنہ ۲ ھ ماہ شوال غزوۂ بدر کے بعد کیا تھا لیکن یہ درست نہیں۔ ابوعمر نے خود ہی لکھا ہے کہ حضرت ابوسلمہ کا وصال سنہ ۳ ھ جمادی الآخرہ میں ہوا تھا۔ آپ نے ان کی عدت گزرنے کے بعد ان سے نکاح کیا تھا۔

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس مسلمان کو

بھی کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یوں کہے: انا للہ و انا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی وا خلف لی خیرا منھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا کرتا ہے۔

احمد بن منیع، ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے، حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے، امام شافعی نے ان سے، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابو سلمہ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی: میں نے آج حضور اکرم ﷺ سے ایک فرمان سنا ہے: جو مجھے فلاں فلاں امر سے زیادہ تعجب خیز لگا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ میں اسے کس کے برابر سمجھوں۔

میں نے سنا: آپ نے فرمایا: جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اس وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے پھر یہ دعا مانگتا ہے:

اللھم عندك احتسب مصیبتی فاجرنی فیھا وابدلنی بھا خیرا منھا۔

جب حضرت ابو سلمہ کا وصال ہوا میں نے یہ کلمات پڑھے میں نے سوچا حضرت ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ میں یہ کلمات پڑھتی رہی۔ جب عدت ختم ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق نے انہیں پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

حضرت عمر فاروق نے انہیں پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا تو کہا: حضور اکرم ﷺ کو خوش آمدید! مجھ میں تین اوصاف ہیں جن کی وجہ سے مجھے آپ کے بارے خدشہ ہے۔ میں وہ عورت ہوں جو بہت غیرت کھانے والی ہے۔ میں مصیبت زدہ عورت ہو۔ میں اہل وعیال والی بھی ہوں۔ میرا یہاں کوئی سرپرست نہیں جو میرا نکاح کرے۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھ جیسی عورت سے نکاح کون کرے گا میری اولاد نہ ہوگی۔ میں غیور ہوں اور اہل وعیال بھی رکھتی ہوں۔ جب حضرت عمر فاروق نے ان کا جواب سنا تو انہیں حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے ان پر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے کہا: تم نے حضور اکرم ﷺ کو رد کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن خطاب! مجھ میں یہ اوصاف ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم غیور ہو۔ میں رب تعالیٰ سے التجاء کروں گا وہ تمہاری غیرت ختم کر دے گا تم نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ تم مصیبت زدہ ہو رب تعالیٰ عنقریب تمہارے بچوں کی کفایت کرے گا۔ یا بچے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے سپرد۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ تمہارا یہاں سرپرست نہیں جو مجھے راضی کر دے تو میں اس سے بڑا ہوں۔ انہوں نے اپنے فرزند عمر سے کہا: میرا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کر دو۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس سے تمہیں کم نہ دوں گا جو تمہاری فلاں بہن کو دیا ہے۔ حضرت ثابت نے ابن ام سلمہ سے پوچھا: فلانہ کو آپ نے کیا دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: آپ نے اسے دو درھم دیے تھے۔ دو سواریاں دیں۔ ایک تکیہ دیا جس میں پتے بھرے ہوئے تھے، پھر وہاں سے تشریف لے آئے، پھر تشریف لے گئے تو وہ زینب کو دودھ پلا رہی تھیں۔ جب آپ کو آتے دیکھا تو بچی کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ آپ نے سلام کیا

اور واپس آگئے۔ آپ تیسری بار ان کے ہاں تشریف لے گئے آپ کو دیکھ کر بچی کو گود میں لے لیا۔ آپ بہت باحیاء اور کریم تھے۔ حضرت عمار بن یاسر آئے۔ بچی کو گود سے نکالا۔ یا دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمار یہ سمجھ گئے یہ ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھے انہوں نے زینب کو ان کی گود سے باہر نکالا۔ انہوں نے کہا: اس لُوٹی پھوٹی کو چھوڑ دو جس نے حضور اکرم ﷺ کو روک رکھا ہے، پھر آپ تشریف لائے گھر میں دیکھنے لگے۔ بچی کو گود میں نہ دیکھا۔ اس کا نام زینب تھا۔ پوچھا: زینب کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی: حضرت عمار اسے لے گئے ہیں۔ فرمایا: میں آج رات آیا تھا لیکن تم دونوں تھیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے اپنا بوجھ رکھ دیا کچھ جَو لیے جو برتن میں تھے۔ چربی لی۔ اس سے تقویت لی۔ رات بسر کی وقت صبح آپ نے فرمایا: تم اپنے اہل خانہ کے ہاں بڑی معزز ہو اگر تم پسند کرو تو میں ساتویں روز تمہارے پاس آجایا کروں سات روز تک دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ رہوں۔ حضرت عمر نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے یوں تھیں گویا کہ یہ ان میں سے ہیں ہی نہیں۔ ان میں غیرت نامی چیز نہ تھی۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ان کی چادر لپیٹی اسے دروازے کی دہلیز پر رکھ دیا۔ اس پر ٹیک لگائی فرمایا: ام سلمہ! کیا تمہارے لئے ہے! انہوں نے عرض کی: میں غیور عورت ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کے لئے کسی ایسی چیز کا اظہار نہ کر بیٹھوں جو آپ کو ناپسند ہو۔ آپ واپس آگئے، پھر آئے۔ فرمایا: ام سلمہ! کیا؟ اگر ہم تمہیں زیادہ حقِ مہر دیں۔ اس میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عرض دہرائی۔ انہوں نے کہا: ام عبد! کیا تمہیں علم ہے کہ قریش کی خواتین کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ کہہ رہی ہیں کہ اس نے محمد عربی ﷺ کو رد کر دیا ہے کیونکہ وہ قریش کی عورت ہیں۔ آپ کی عمر زیادہ ہے۔ مال بھی زیادہ ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کر لیا۔

ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابو سلمہ سے کہا: جس عورت کا بھی خاوند مر جائے جو اہل جنت میں سے ہو۔ عورت بھی اہل جنت میں سے ہو۔ وہ اس کے بعد نکاح نہ کرے رب تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اسی طرح اگر عورت مر جائے اور اس کا شوہر باقی رہے۔ آؤ ہم عہد کرتے ہیں کہ تم میرے بعد نکاح نہ کرنا میں تمہارے بعد نکاح نہ کروں گی۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم میری اطاعت کرو گی؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ مشورہ اس لئے دیا ہے تا کہ تمہاری اطاعت کروں۔ حضرت ابو سلمہ نے فرمایا: جب میرا وصال ہو جائے تو شادی کر لینا، پھر یہ دعا مانگی: مولا! ام سلمہ کو میرے بعد ایسا شخص دے جو مجھ سے بہتر ہو۔ جو نہ تو انہیں غمزدہ کرے اور نہ ہی انہیں اذیت دے۔ انہوں نے فرمایا: جب ان کا وصال ہو گیا تو میں نے کہا: میرے لئے ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ پھر وہ ٹھہری رہیں جتنی مدت ٹھہری رہیں پھر حضور اکرم ﷺ آئے۔

۴-اہل بیت میں ان کی شمولیت

امام احمد اور دولابی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم پر سیاہ چادر پھیلائی پھر یہ دعا مانگی: مولا! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف۔ میں اور میرے اہل بیت۔ میں نے عرض کی: میں بھی! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔آپ نے فرمایا: تم بھی۔ابوالحسین خلعی نے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔انہوں نے ان سے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔

آپ نے حضرات حسنین کریمین کو ایک ایک طرف اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سامنے بٹھایا اور فرمایا:

رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد.

میں اور حضرت ام سلمہ بیٹھی ہوئی تھیں حضرت ام سلمہ رو پڑیں۔فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے انہیں مخصوص کر لیا۔مجھے اور میری نور نظر کو چھوڑ دیا۔آپ نے فرمایا: تم اہل بیت میں سے ہوں۔

۵-جب آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تو ابتداء ان سے کرتے

عمر الملا نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ نماز عصر ادا کر لیتے تو ایک ایک زوجہ کریمہ کے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے جاتے آپ حضرت ام سلمہ سے آغاز فرماتے کیونکہ وہ سب سے بڑی تھیں مجھ پر اختتام فرماتے تھے۔امام احمد نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام کلثوم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو انہیں فرمایا: ام سلمہ! میں نے نجاشی کو حلہ اور ایک اوقیہ مشک بھیجا ہے۔نجاشی کا تو وصال ہو گیا ہے۔میرا خیال ہے کہ میرے تحائف واپس کر دیئے جائیں گے۔اگر وہ واپس آ گئے تو وہ تمہارے ہیں۔اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔آپ کے تحائف واپس آ گئے۔آپ نے ہر ہر زوجہ کریمہ کو ایک ایک اوقیہ دیا اور حضرت ام سلمہ کو مشک اور حلہ عطا فرمایا۔

۶-بیعت، دین کی حفاظت اور نیکی

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابوسلمہ کا وصال ہوا، تو میں نے کہا: اجنبی! اجنبیت کی سرزمین پر۔میں اس طرح روؤں گی کہ لوگ باتیں کریں گے میں نے ان پر رونے کی تیاری کر رکھی تھی۔الصعید سے ایک عورت آئی جو میری مدد کرنا چاہتی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ملے۔فرمایا: کیا تو شیطان کو اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہے جہاں سے رب تعالیٰ نے اسے نکال دیا ہے۔آپ نے دو بار اس طرح فرمایا۔

میں رونے سے رک گئی۔ میں نہ روئی۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں ایسی عورت ہوں کہ میرے سر میں بالوں کی شدید لٹیں ہیں کیا میں جنابت سے غسل کرتے وقت انہیں کھولوں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالو پھر خود پر پانی بہالو اور پاک ہو جاؤ گی۔

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اگر میں حضرت ابو سلمہ کی اولاد کو کھلاؤں تو کیا میرے لئے اجر ہے؟ میں انہیں اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ میری اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تم جو کچھ خرچ کرو گی تمہارے لئے اجر و ثواب ہے۔

واقعہ حدیبیہ میں ان کا صائب مشورہ

امام احمد، شیخان سے حضرت مسور بن مخرمہ سے، مروان بن حکم سے، روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل مکہ نے صلح کر لی۔ صلح نامہ لکھا گیا تھا۔ جب فراغت ہوگئی تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اٹھو قربانیاں کرو حلق کراؤ۔ بخدا! ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا: جب کوئی بھی نہ اٹھا۔ نہ کسی نے بات کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ وہ نہیں اٹھیں گے حتیٰ کہ آپ اپنا جانور ذبح کر دیں۔

نائی کو بلالیں وہ آپ کا حلق کرے۔ آپ نے اسی طرح کیا جب صحابہ کرام نے اس طرح دیکھا وہ اٹھے۔ قربانیاں کیں وہ ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے قریب تھا کہ وہ باہم لڑ پڑے۔

۸- وصال

ابن ابی خیثمہ نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۶۱ھ کو ہوا۔ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا۔ وہ ۶۰ھ کو اقتدار پر بیٹھا۔ اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آچکی تھی۔ عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ہیثم بن عدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب بنت جحش کا وصال ہوا۔ سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ اس وقت ۶۲ھ تھا۔

۹- اولاد

ان کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت سلمہ سب سے بڑے تھے۔ ان کے بعد عمر اور زینب تھے۔ یہ آغوش نبوت میں پروان چڑھے۔ آپ کا ان کے ساتھ نکاح کس نے کیا تھا؟ امام احمد، نسائی نے لکھا ہے کہ وہ عمر تھے۔ کسی نے لکھا ہے کہ وہ سلمہ تھے۔ یہی اکثر مؤرخین کا قول ہے۔ ان کا نکاح حضرت امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ ان سے کوئی روایت مروی نہیں، البتہ حضرت عمر نے آپ سے روایات کی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ وہ حبشہ

میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے انہیں فارس اور بحرین پر عامل بنا کر بھیجا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں عبدالملک کے دور حکومت میں ۸۳ھ میں وصال کیا۔ حضرت زینب سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھا۔ یہ آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ ان کا چہرہ پرشباب ہی رہا حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہوگئیں۔

الطرانی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما رہے تھے امی جان نے کہا: جاؤ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ میں داخل ہوگئی آپ نے میرے چہرے پر پانی پھینکا فرمایا: واپس لوٹ چلو۔

عطاف نے کہا ہے: میری امی جان نے کہا: میں نے حضرت زینب کو دیکھا وہ اس وقت عمر رسیدہ تھیں لیکن چہرہ بہت پررونق تھا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن زمعہ نے نکاح کر لیا تھا ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ یہ اپنے زمانہ کی سب سے فقیہ عورت تھی۔

✿✿✿

چھٹا باب

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

اسم، نسب

ان کے والد کا نسب گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا۔ جو حضرت عثمان غنی کی پھوپھی تھیں۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ ہمیں مصعب بن عبداللہ نے بتایا کہ ان کا نام رملہ تھا۔ یا ھند تھا پہلا نام زیادہ مشہور ہے۔

۲- آپ کا نکاح

آپ سے قبل یہ عبیداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حبیبہ پیدا ہوئیں۔ اس سے ان کی کنیت تھی۔ دوسری بار ہجرت حبشہ کی عبیداللہ نے وہاں نصرانیت اختیار کر لی۔ اسی پر مرا۔ جب کہ حضرت ام حبیبہ دین اسلام پر رہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے فیصلہ فرما دیا تھا کہ وہ نصرانیت اختیار نہ کریں۔ رب تعالیٰ نے ان کے اسلام اور ہجرت کو مکمل فرمایا۔ آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمالیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا اس نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کیا تھا نجاشی نے آپ کی طرف سے حق مہر چار سو دینار دیئے تھے۔ انہیں شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بھیج دیا ان کے ہاں ہی ان کی تیاری ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ سنہ ۹ھ کو ہوا تھا۔ ایک

قول کے مطابق حق مہر دو سو دینار یا چار ہزار دراھم تھا۔ پہلا قول درست ہے۔ ابن سعد نے اسماعیل بن عمرو بن سعید اموی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: میں نے نیند میں دیکھا کہ میرا خاوند بری شکل میں ہے۔ وقت صبح اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔

میں نے اسے خواب کے متعلق بتایا۔ اس نے پرواہ نہ کی۔ وہ شراب میں مدہوش رہا حتیٰ کہ مر گیا۔ نیند میں آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے ام المؤمنین! میں گھبرا اٹھی۔ میری عدت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ نجاشی کا قاصد اذن طلب کر رہا تھا اس نے ان کے لیے حضور اکرم ﷺ کے پیغام نکاح کا تذکرہ کیا۔

الطبرانی نے حسن سند سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرما لیا۔

ان کا نام رملہ تھا۔ آپ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی سے فرما دیا تھا کیونکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ حضرت شرجیل بن حسنہ حضرت ام حبیبہ کو آپ کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں مصعب بن عبداللہ زبیری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمایا، نجاشی نے آپ کی طرف سے وکالت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس وقت ابو سفیان مشرک تھا۔ اس سے کہا گیا: محمد عربی ﷺ نے تیری نور نظر سے نکاح کر لیا ہے۔ اس نے کہا: ان تک کون پہنچ سکتا ہے؟ ابوسفیان اپنی نور نظر ام حبیبہ کے پاس گیا۔ اس نے سنا۔ وہ آپ سے خوش طبعی کر رہی تھیں۔ اس نے کہا: اگر اس نے آپ کو چھوڑ دیا تو عربی آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمایا: ابوحنظلہ! یہ تیری رائے ہے۔ ابوعبید کی رائے سے آپ نے ان کے ساتھ سنہ ۶ ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ انہوں نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نجاشی کی طرف لکھا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کی طرف سے چالیس اوقیہ چاندی ادا کی۔

حضرت عروہ نے حضرت ام حبیبہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عبیداللہ بن جحش کے ہاں تھیں۔ وہ نجاشی کی طرف گیا اور مر گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے نکاح فرما لیا۔ وہ حبشہ میں تھیں نجاشی نے ان کا نکاح کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار ہزار دراھم تھا۔ اس نے حضرت شرجیل کے ہمراہ انہیں بھیجا۔ ان کا حق مہر ان کے پاس تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف کچھ بھی نہ بھیجا تھا۔

ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت سعید بن عاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: میں نے خواب میں عبیداللہ بن جحش کو دیکھا۔ وہ بدترین شکل میں تھا۔ میں گھبرا اٹھی۔ میں نے کہا: بخدا! اس کا حال تبدیل ہو گیا ہے۔ وقت صبح اس نے کہا: ام حبیبہ! میں نے دین میں غور و فکر کیا ہے۔ میں نے نصرانیت سے عمدہ دین نہیں دیکھا۔ میں نے یہی اختیار کیا تھا پھر محمد عربی ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا تھا۔ اب میں پھر نصرانی بن گیا ہوں۔

میں نے کہا: بخدا! یہ تیرے لئے بہترین ہے۔ میں نے وہ خواب اسے بتایا جو دیکھا تھا مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ شراب میں مدہوش رہا حتیٰ کہ مر گیا۔ خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں گھبرا اٹھی۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ میرے ساتھ نکاح فرمائیں گے جب میری عدت گزری تو میں نے نجاشی کا قاصد دیکھا وہ میرے دروازے پر اذن طلب کر رہا تھا۔ ایک ابرہہ لونڈی تھی جو اس کے کپڑے دھوتی تھی اسے تیل لگاتی تھی۔ وہ میرے پاس آئی۔ اس نے کہا: بادشاہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میری طرف لکھا ہے کہ میں آپ کا نکاح تم سے کر دوں۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہیں بھلائی کی بشارت دے۔ اس لونڈی نے کہا: بادشاہ سلامت کہہ رہے ہیں کہ وہ وکیل بتائیں جو آپ کا نکاح کرے۔ میں نے حضرت خالد بن سعید کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں اپنا وکیل بنایا۔ انہوں نے ابرہہ کو چاندی کے وہ دونوں کنگن اور پازیبیں دے دیں جو پہنی ہوئی تھیں۔ انگوٹھی بھی دے دی اس خوشی میں جو اس نے بشارت دی تھی۔

رات کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو بلایا وہ سب آئے تو نجاشی نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد اعبده و رسوله وانه الذى بشر به عيسى ابن مريم۔ اما بعد!

حضور اکرم ﷺ نے میری طرف لکھا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح آپ سے کر دوں، میں نے آپ کے حکم پر لبیک کہا ہے میں ان کا حق مہر چار سو دینار دیتا ہوں۔

پھر اس نے وہ دینار مسلمانوں کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت خالد بن سعید نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله احمده استعينه واستغفره واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔ اما بعد!

میں اس پر لبیک کہتا ہوں: جو آپ نے دعوت دی ہے۔ میں ان کا نکاح ام حبیبہ سے کرتا ہوں رب تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے لئے برکت ڈالے۔

نجاشی نے وہ دینار حضرت خالد کو دیئے انہوں نے وہ حضرت ام حبیبہ کو پیش کر دیئے۔ مسلمان اٹھنے لگے تو نجاشی نے کہا: انبیائے کرام کی سنت ہے کہ جب وہ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کا کھانا کھایا جاتا ہے۔ اس نے کھانا منگوایا مسلمانوں نے اسے کھایا، پھر وہ چلے گئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب وہ مال میرے پاس پہنچا میں نے اس ابرہہ کی طرف پیغام بھیجا جس نے مجھے بشارت دی تھی۔ میں نے اسے کہا: میں نے کل جو کچھ تجھے دیا۔ میرے پاس مال نہ تھا یہ پچاس

مثقال ہیں۔انہیں لے لو اور استعمال کرلو،مگر اس نے انکار کر دیا اس نے ایک ڈبیہ نکالی جس میں وہ سب کچھ تھا جو میں نے کل اسے دیا تھا وہ سب کچھ اس نے لوٹا دیا۔اس نے کہا: بادشاہ نے مجھ سے قسم لی ہے کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں۔میں بادشاہ کے کپڑے دھوتی ہوں اسے تیل لگاتی ہوں میں نے حضور اکرم ﷺ کے دین کی اتباع کر لی ہے۔میں نے رب تعالیٰ کے لئے اسلام قبول کرلیا ہے۔بادشاہ نے اپنی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جو کچھ بھی ان کے ہاں عطا ہے وہ آپ کے پاس بھیج دیں۔دوسرے روز میرے پاس بہت ساعود، ورس، عنبر اور زباد آ گیا۔میں یہ سب کچھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔آپ یہ سب کچھ میرے پاس اور مجھ پر دیکھتے تھے،مگر آپ انکار نہ فرماتے تھے۔ابرہہ نے کہا: میری ایک حاجت ہے وہ یہ کہ آپ میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو سلام پیش کریں آپ کو بتا دیں کہ میں نے ان کے دین حق کی پیروی کر لی ہے۔وہ میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتی تھی۔اس نے مجھے تیار کیا تھا وہ جب بھی میرے پاس آتی تو مجھے کہتی: میری اس حاجت کو فراموش نہ کرنا۔جب میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی تو میں نے نکاح کے متعلق بتایا۔ابرہہ کے متعلق بتایا۔آپ مسکرا پڑے۔میں نے اس کا سلام عرض کیا تو فرمایا: علیھا السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

۳-حضور اکرم ﷺ کا بستر مبارک لپیٹ دینا

ابن جوزی نے صفتہ الصفوہ میں امام زہری سے روایت کیا ہے جب ابوسفیان مدینہ طیبہ آیا۔اس وقت آپ مکہ مکرمہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔اس نے آپ سے گفتگو کی کہ آپ صلح حدیبیہ کو برقرار رکھیں۔آپ نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔وہ اٹھا اور اپنی نور نظر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا۔وہ آپ کے بستر پر بیٹھنا چاہتا تھا،مگر انہوں نے آپ کا بستر لپیٹ دیا۔ابوسفیان نے کہا: بیٹی! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔انہوں نے فرمایا: وہ حضور اکرم ﷺ کا بستر ہے تم ناپاک مشرک ہو۔اس نے کہا: بیٹی! میرے بعد تمہارے پاس شر آ گیا ہے۔

۴-آپ کے نکاح کے متعلق جو قرآن پاک اترا

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ۔ (الممتحنہ:۷)

امید ہے کہ اللہ تم میں اور جو تمہارے دشمن ہیں ان میں دوستی کر دے۔

۵-وصال

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا وصال حضرت امیر معاویہ کے وصال سے ایک سال پہلے ہوا۔اس وقت سنہ ۴۱ھ تھی یا سنہ ۴۲ھ یا سنہ ۵۵ھ تھی۔بلاذری نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔

تنبیہات

۱- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے کیا تھا۔اس میں اختلاف ہے۔حضرت سعید بن عاص سے روایت کیا ہے کہ یہ نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا،لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے پہلے آ گئے تھے۔یہ ان کی پھوپھوزاد تھیں۔امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ان کا نکاح حضرت خالد بن سعید نے کیا تھا۔یہ ان کے باپ کے چچازاد تھے،کیونکہ عاص امیہ ابوسفیان کا چچا تھا۔نجاشی کے متعلق بھی روایت ہے۔ممکن ہے کہ پیغام نکاح دینے والا نجاشی اور عقد نکاح کرنے والے حضرت عثمان یا حضرت خالد ہوں۔ایک روایت ہے کہ نجاشی نے ہی عقد نکاح کیا تھا۔اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ جب وہ حبشہ سے آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا،لیکن پہلا قول سب سے اصح ہے۔روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا تا کہ وہ حضرت ام حبیبہ کو پیغام نکاح دیں اور ان کا نکاح آپ سے کر دیں ان کا حق مہر چارسو دینار تھا۔انہوں نے ان کو حضرت شرجیل کے ساتھ بھیجا۔انہوں نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔شاید آپ نے حضرت عمرو کو پیغام نکاح کے لئے اور حضرت شرجیل کو انہیں لانے کے لئے بھیجا ہو۔سنہ ۷ ھ کا واقعہ ہے ان وقت ان کا باپ مشرک تھا۔آپ کے ساتھ جنگ کرنا چاہتا تھا وہ مکہ مکرمہ میں تھا۔

۲- ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: عبید اللہ بن جحش نے حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔جب وہ حبشہ پہنچا تو وہ بیمار ہو گیا۔اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے آپ کے لئے وصیت کر دی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرما لیا۔نجاشی نے انہیں حضرت شرجیل کے ہمراہ بھیج دیا۔اس میں دو اشکال ہیں۔ا- نام میں۔مشہور یہی ہے کہ وہ عبید اللہ تھا اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔حضرت عبد اللہ اسلام پر کاربند رہے تھے حتیٰ کہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔

۳- امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مسلمان ابوسفیان کی طرف دیکھتے نہ تھے نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین امور مجھے عطا فرما دیں۔آپ نے فرمایا: جی ہاں۔انہوں نے عرض کی: میرے پاس عرب کی حسین و جمیل عورت ام حبیبہ ہے میں وہ آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔انہوں نے عرض کی: معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیں۔آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔انہوں نے عرض کی: مجھے حکم دیں کہ میں کفار کے ساتھ اسی طرح لڑوں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ لڑتا تھا۔آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابوزمیل نے لکھا ہے: اگر وہ یہ امور آپ سے طلب نہ کرتے تو آپ انہیں عطا نہ فرماتے کیونکہ آپ سے جو کچھ بھی

مانگا جاتا آپ عطا فرما دیتے تھے۔

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت سودہ بنت زمعہ کے کچھ فضائل

۱۔نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔

۲۔اسلام، بیعت اور نکاح

آپ سے نکاح کرنے سے قبل یہ اپنے چچازاد سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں۔انہوں نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا،اور دوسری بار ہجرت حبشہ کی تھی۔جب یہ مکہ مکرمہ آئیں تو ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ایک قول کے مطابق ان کا وصال حبشہ میں ہی ہو گیا تھا۔جب وہ عدت گزار چکیں تو آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا۔اس وقت آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر چکے تھے۔ان سے نبوت کے دسویں یا آٹھویں سال نکاح کیا۔مکہ مکرمہ میں ہی ان کی رخصتی ہوئی۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضرت سودہ سے قبل نکاح فرمایا تھا،لیکن ان کی رخصتی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔جب کہ حضرت سودہ کی رخصتی مکہ مکرمہ میں ہی ہو گئی تھی۔ابونعیم اور جمہور کا یہی موقف ہے۔ان میں قتادہ،ابوعبیدہ اور زہری شامل ہیں۔جب کہ عبداللہ محمد بن محمد کا قول ہے کہ آپ نے پہلے حضرت سودہ سے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔ابن شہاب سے دونوں اقوال مروی ہیں۔یونس بن یزید نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ سے مدینہ منورہ میں نکاح کیا تھا۔میں کہتا ہوں کہ یہ شاذ روایت ہے جس میں وہم واقع ہوا ہے۔صحیح روایت وہ حضرت عائشہ ہیں حضرت سودہ نہیں ہیں۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں گزر چکا ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ نے آپ کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔آپ نے فرمایا:ان کے ہاں میرا تذکرہ کرنا۔انہوں نے فرمایا:میں حضرت سودہ اور ان کے والد کی طرف گئی۔میں نے کہا:اگر رب تعالیٰ تمہارے ہاں خیر و برکت داخل کر دے تو تمہیں کیا ہے؟انہوں نے پوچھا:وہ کیسے؟میں نے کہا:مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تا کہ تمہیں آپ کی طرف سے پیغام نکاح دوں۔انہوں نے فرمایا:میری تمنا بھی ہے لیکن تم میرے باپ سے بات کرو۔

وہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا تھا۔میں اس کے پاس گئی اسے جاہلیت کا سلام کیا۔انعم صباحك۔اس نے پوچھا:

کون ہو! میں نے کہا: خولہ بنت حکیم۔اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔جو رب تعالیٰ نے چاہا کہا۔میں نے کہا: محمد بن عبداللہ تمہاری بیٹی کے لئے پیغام نکاح دیتے ہیں۔اس نے کہا: وہ کریم کف ہیں۔تمہاری ساتھی کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: اسے پسند ہیں۔اس نے کہا، آپ سے عرض کرو: کہ وہ یہاں تشریف لے آئیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اس نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔عبداللہ بن زمعہ آیا اس نے دیکھا کہ اس کی بہن کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو چکا تھا اس نے سر پر مٹی ڈال دی جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے کہا: میں اس روز بڑا احمق تھا جب میں نے اس دن اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بہن سے نکاح کیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سودہ حضرت سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں۔انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے ہوئے آئے ہیں اور آپ نے ان کی گردن کو روندھ دیا ہے۔انہوں نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا۔انہوں نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچ ہے تو پھر میرا وصال ہو جائے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ساتھ نکاح کریں گے۔

ایک اور شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر ان کے پاس آ گیا ہے جب کہ وہ لیٹی ہوئی تھیں۔

انہوں نے یہ خواب بھی اپنے خاوند کو بتایا۔انہوں نے کہا: اگر یہ تمہارا یہ خواب سچا ہے تو تھوڑی مدت کے بعد میرا وصال ہو جائے گا۔تم میرے بعد نکاح کرو گی۔اس روز حضرت سکران بیمار ہو گئے کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرما لیا۔

۳-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے حصول کے لئے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی

ابوعمر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حضرت سودہ عمر رسیدہ ہو گئیں۔آپ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں۔میں چاہتی ہوں کہ مجھے آپ کی ازواج مطہرات میں اٹھایا جائے۔میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔اب میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں چاہتی ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلاق نہ دی، حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ابن ابی خیثمہ اور ابو یعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے کسی کی کھال (خیمہ) میں آنا اتنا پسند نہیں تھا جتنا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں آنا پسند ہے مگر ان کی طبیعت میں تیزی ہے۔

۴-آپ نے حضرت سودہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدلہ لے لیں

یہ تفصیلات حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں گزر چکی ہیں۔

۵-لوگوں سے قبل آپ کو روانگی کا حکم

شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہ نے مزدلفہ کی رات آپ سے اذن طلب کیا کہ وہ لوگوں سے قبل چلی جائیں۔وہ ایک بھاری خاتون تھیں۔آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔

۶-وہ آپ کے حکم کا شدت سے اتباع کرتی تھیں

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا: اب پابندی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حج کر لیتی تھیں سوائے حضرات زینب اور سودہ رضی اللہ عنہما کے۔وہ فرماتی تھیں: ہم نے آپ سے یہ سن لیا ہے اب ہم اپنی سواری کو حرکت نہ دیں گی۔

۷-وصال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ان کا وصال ہوا۔یہ مشہور قول ہے جب کہ ابن سعد نے امام واقدی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنہ ۵۹ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وصال کیا تھا۔

✿✿✿

آٹھواں باب

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

۱-نام اور نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھو تھیں حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمایا۔ان کا نام برہ تھا۔آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

۲-آپ کا ان سے نکاح فرمانا

رب تعالیٰ نے ان کا نکاح کیا تھا۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پیغام نکاح دیا تو رب تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا۔ان کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: آپ چھپاتے تھے اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اس کو کھولا چاہتا ہے۔

ابن ابی خیثمہ نے معمر بن مثنیٰ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہجرت کے تیسرے سال حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا تھا۔ایک روایت چوتھے اور پانچویں سال کی ہے اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی۔

۳-ان کے لئے باعث فخر 16

وہ ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھو زادی ہیں۔ان کا نکاح رب تعالیٰ نے کیا ہے جب کہ دیگر ازواج مطہرات کے نکاح ان کے سرپرستوں نے کئے تھے۔امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ شکایت لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھو۔حضرت انس فرماتے تھے۔اگر آپ کسی چیز کو چھپاتے تو اسے چھپا لیتے۔حضرت زینب ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں۔وہ انہیں کہتی تھیں: تمہارے سرپرستوں نے تمہارے نکاح کئے ہیں جب کہ میرا نکاح رب تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں پر کیا ہے۔

۴-ان کے سبب پردہ کے احکام نازل ہوئے

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمالیا قوم کو بلایا۔انہیں کھانا کھلایا وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔آپ اٹھنے کے لئے تیار تھے جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ اٹھے، تو آپ کے ہمراہ لوگ بھی اٹھ گئے۔سوائے تین افراد کے۔آپ اندر جانے کے لئے تشریف لائے مگر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ چلے گئے۔میں نے آپ کو بتایا آپ تشریف لائے اور اندر چلے گئے میں اندر جانے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے مابین پردہ لٹکا دیا۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ۔ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم داخل نہ ہو نبی کے گھروں میں۔

ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے جس چیز کے ساتھ حضرت زینب کا ولیمہ کیا تھا اس کے ساتھ کسی اور زوجہ کریمہ کا ولیمہ نہ کیا تھا۔آپ نے ان کا ولیمہ بکری ذبح کر کے کیا تھا۔

۵-آپ کا ولیمہ کرنا اور حضرت ام سلیم کا تحفہ بھیجنا

ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے نکاح فرمایا۔اپنی اہلیہ محترمہ

کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مٹی کے برتن میں عجوہ کھجور سے اتنا حلوہ بنایا جو آپ کے لئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے لئے کافی ہو جاتا مجھے فرمایا: اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے جاؤ۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ ابھی پردہ کی آیات نہ اتری تھیں۔ آپ نے فرمایا: اسے رکھ دو۔ میں نے آپ کے اور دیوار کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو بلاؤ۔ آپ نے کچھ مزید صحابہ کرام کے نام لئے۔ میں آنے والوں کی کثرت اور کھانے کی قلت پر تعجب کرنے لگا۔ تھوڑا سا کھانا تھا۔ میں نے آپ کی نافرمانی کرنا پسند نہ کیا۔ میں نے انہیں بلایا۔ فرمایا: جو صحابہ کرام مسجد میں ہیں انہیں بھی بلالو۔ میں مسجد میں آیا جو صحابہ کرام نماز پڑھ رہے تھے یا سوئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: آج آپ دلھا بن گئے ہیں، حتیٰ کہ کمرہ صحابہ کرام سے بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا مسجد میں کوئی باقی رہ گیا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! آپ نے فرمایا: جو رستے میں ملے اسے بھی بلالوں۔

میں نے سب کو بلایا حتیٰ کہ حجرہ مقدسہ بھر گیا۔ فرمایا: کوئی باقی رہ گیا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: وہ برتن لے کر آؤ۔ آپ نے اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔ تین مبارک انگلیاں ان میں رکھیں اور انہیں نیچے دبایا۔ صحابہ کرام سے فرمایا: رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ میں کھجوروں کو دیکھنے لگا وہ بڑھنے لگیں گھی بھی بڑھنے لگا گویا کہ چشمے پھوٹ نکلے ہوں، حتیٰ کہ گھر اور حجرہ میں موجود سارے صحابہ کرام نے کھالیا۔ برتن میں اتنا کھانا باقی تھا جتنا میں لے کر آیا تھا۔ بقیہ اپنی زوجہ کریمہ کے سامنے رکھ دیا۔ میں دوڑ کر گیا تاکہ اپنی امی کو یہ تعجب خیز واقعہ بتاؤں۔ انہوں نے فرمایا: تعجب نہ کرو اگر رب تعالیٰ اس سے سارے اہل مدینہ کو کھلانا چاہتا تو سارے کھالیتے۔ میں نے حضرت انس سے پوچھا اس وقت کتنے صحابہ کرام موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا: ۷۱ یا ۷۲ صحابہ کرام موجود تھے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منیع نے صحیح سند سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے حضرت زینب کا ولیمہ کیا۔ صحابہ کرام کو روٹی اور گوشت سے سیر کیا حتیٰ کہ لوگ چلے گئے، کچھ لوگ موجود رہے۔ وہ کاشانہ اقدس میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ آپ باہر نکلے۔ آپ نے اس طرح کیا جیسے نکاح کے بعد کرتے تھے۔ آپ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس آئے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ ان کے لئے دعا مانگی پھر آپ واپس آگئے میں آپ کے ہمراہ تھا۔

تنبیہ

پہلے حضرت انس سے روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو روٹی اور گوشت کھلایا تھا شاید یہ اس کے بعد ہو۔

۶- ان کے دین، صدق، صدقہ اور صلہ رحمی کی تعریف

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں قدر و منزلت میں میرے ساتھ مقابلہ کرتی تھیں۔ میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی جو دین، تقویٰ، سچ، صدقہ اور صلہ رحمی میں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر ہو۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب کے علاوہ اور کوئی زوجہ کریمہ آپ کے ہاں حسن منزلت میں میرے ساتھ مقابلہ نہ کرتی تھیں۔

۷۔طویل ہاتھ، صدقہ سے کنایہ

امام مسلم اور ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے الاوسط میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو برزہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ آپ نے ایک دن فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ ہر ایک دیوار کے ساتھ ملا کر اپنے ہاتھ ناپنے لگی۔ آپ نے فرمایا: میری مراد یہ نہیں۔ میری مراد ہے تم میں سے سب سے زیادہ نیکی کرنے والی۔ شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ طویل ہوں گے۔ ہم ہاتھ کو ملانے لگیں کہ طویل ہاتھ کس کے ہیں۔ حضرت زینب کے ہاتھ ہم سب سے لمبے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ دیتی تھیں۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں: آپ کے وصال کے بعد ہم اگر کسی کے حجرہ میں جمع ہوتیں تو ہم دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ماپتی تھیں، پھر انہیں لمبا کرتی تھیں۔ ہم اسی طرح کرتی رہیں حتیٰ کہ حضرت زینب بنت جحش کا سب سے پہلے وصال ہو گیا۔ ان کا قد اتنا طویل نہ تھا ہاتھ ہمارے ہاتھوں سے لمبے نہ تھے۔ اس وقت ہمیں علم ہوا کہ آپ کی ہاتھوں کی طوالت سے مراد صدقہ تھا۔

۸۔وہ نرم دل، زاہدہ اور متقیہ تھیں

الطبرانی نے راشد بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت زینب حجرہ میں نماز ادا کر رہی تھیں۔ نماز میں دعا مانگ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اواہ ہیں۔ ابو عمر نے حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت زینب اواہ ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اواہ۔ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، خشوع کرنے والا۔ آہ وزاری کرنے والا۔ حضرت ابراہیم بھی حلیم اور اواہ تھے۔ ابن سعد نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اواہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قابل ستائش، بے مثال، یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال کرنے والی چلی گئی۔

ابن جوزی نے حضرت برزہ بنت رافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب ہمارے پاس عطا آتی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حصہ ان کے ہاں بھیجا۔ جب وہ حصہ ان تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا، رب تعالیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے میرے علاوہ میری بہنیں اس کو تقسیم کرنے پر زیادہ قادر تھیں۔ لوگوں نے عرض کی: یہ

سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! کپڑے سے اس نے منہ چھپا لیا۔ فرمایا: اسے ڈھانپ دو۔ اس پر کپڑا ڈال دو، پھر مجھے حکم دیا: اپنا ہاتھ اندر داخل کرو اس سے مٹھی بھر لو بنو فلاں، بنو فلاں کے پاس لے جاؤ اسے رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دو۔ میں نے انہیں تقسیم کر دیا حتیٰ کہ کپڑے کے نیچے کچھ بھی نہ رہا۔ حضرت برزہ بنت رافع نے کہا: ام المؤمنین! رب تعالیٰ آپ کو معاف کرے بخدا! اس میں ہمارا بھی حق تھا۔ انہوں نے فرمایا: جو کچھ کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا ہے ہم نے کپڑے کے نیچے پچاسی دراھم پائے۔ پھر انہوں نے آسمان کی سمت ہاتھ بلند کر دیئے۔ عرض کی: مولا! مجھے اس سال کے بعد عمر کی عطا نہ ملے، پھر ان کا وصال ہو گیا۔

۹-وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت منذر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال کر گئیں۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سنہ ۲۰ ھ کو وصال کر گئیں۔ ان کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔ حضرت عمر فاروق نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام الطبرانی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے (انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تھا) کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ادا کی۔ ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پہلے ان کا ہی وصال ہوا تھا۔ انہیں پسند تھا کہ وہ انہیں قبر انور میں اتاریں۔

انہوں نے ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا کہ انہیں قبر میں کون اتارے گا؟ انہوں نے فرمایا: جس نے ان کی زندگی میں ان کی زیارت کی ہو۔ انہوں نے انہیں قبر انور میں اتارا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے وصال فرمانے والی زوجہ کریمہ تھیں۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی پھر امہات المؤمنین سے پوچھا: انہیں قبر انور میں کون اتارے گا؟ انہوں نے فرمایا: جس نے ان کی حیات طیبہ میں ان کی زیارت کی ہو، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ طویل ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہاتھوں کو لمبا کر کے مقابلہ کرتی تھیں، لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو راہ خدا میں صدقہ کرتی تھیں۔

❁❁❁

نواں باب

حضرت ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ الھلالیہ کے بعض فضائل

ا-نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔

۲-آپ کا ان کے ساتھ نکاح فرمانا

امام زہری نے لکھا ہے: یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں غزوۂ احد میں وہ شہید ہو گئے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ پہلے طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ ان دونوں روایتوں کو ابن ابی خیثمہ نے نقل کیا ہے۔ جب آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اپنا معاملہ آپ ہی کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ان سے نکاح فرمالیا گواہ مقرر کئے بارہ اوقیہ چاندی اور ایک چادر بطور حق مہر دیئے۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ الھلالیہ سے نکاح فرمایا وہ پہلے حصین یا طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ ان کا وصال ساری ازواج مطہرات سے قبل ہوا تھا۔ ابن الکلبی نے لکھا ہے: یہ طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے انہیں طلاق دے دی۔ اس کے بھائی عبیدہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے۔ آپ نے ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت میمونہ سے نکاح کرنے سے قبل ان کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح رمضان المبارک میں فرمایا تھا جب کہ ہجرت کو اکتیس ماہ گزر چکے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کا وصال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے سے قبل ہوا تھا۔ ان کے حجرہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ٹھہری تھیں۔

۳-ام المساکین کنیت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کی کنیت ام المساکین پڑ گئی کیونکہ وہ مساکین کو بہت زیادہ کھانا کھلاتی تھیں یہ آپ کی حیات ظاہری میں ہی وصال کر گئی تھیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت خزیمہ الھلالیہ سے نکاح فرمایا تھا۔ جاہلیت میں انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے سیاہ فام لونڈی آزاد کرنا چاہی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے اپنے بھائی یا بہن کی طرف سے گلہ بانی سے فدیہ نہیں دے دیتیں۔

۴-وصال

امام زہری اور قتادہ نے لکھا ہے: یہ کاشانہ نبوی میں تھوڑی مدت ہی رہیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ کی حیات ظاہری میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ یہ آپ کے کاشانہ میں ۸ ماہ، یا ۲ ماہ یا تین ماہ رہی تھیں۔ صحیح قول کے مطابق ان کا وصال ربیع الاول میں ہوا تھا یا سنہ ۴ھ کے آخر میں ہوا تھا۔ بقیع کو ابدی آرام گاہ بننے کی سعادت ملی۔ ان کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ ابن مندہ نے ان کے ضمن میں لکھا ہے: تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ علماء نے ان کی گرفت اس طرح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت زینب بنت جحش ہیں کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کا وصال آپ کے وصال کے بعد ہو جب کہ ان کا وصال تو آپ کی حیات طیبہ میں ہو گیا تھا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

اسم، نسب

ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ ابن ابی خیثمہ نے صحیح سند سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت میمونہ کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ ان کے باپ کا نسب گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ھند بنت عوف تھا۔ ان کی بہنیں ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لبابۃ الصغریٰ۔ یہ ولید بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ عصمہ بنت حارث یہ ابی بن خلف کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں ابو ابی پیدا ہوا۔ عزہ بنت حارث، یہ زیاد بن عبداللہ کی زوجیت میں تھیں۔ یہ ان کی سگی بہنیں تھیں۔ ماں کی طرف سے بہن حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حضرات عبداللہ، محمد اور عوف پیدا ہوئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

ان کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے تھے۔ سلمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں امۃ اللہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں، پھر شداد بن اسامہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ سلافہ بنت عمیس۔ یہ عبداللہ بن کعب کی زوجیت میں تھیں۔

انہیں دنیا کی معزز ترین خاتون کہا جاتا تھا ان کی والدہ ھند بنت عوف تھیں ان کے سسرالی رشتہ داروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت شداد رضی اللہ عنہم تھے۔

۲۔ آپ کا ان کے ساتھ نکاح

ابن ابی خیثمہ نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت میمونہ آپ کے نکاح میں آنے سے قبل ابورھم بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اپنا آپ بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ یا کسی اور کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے: جب آپ نے مکہ مکرمہ میں عمرہ کیا تو آپ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح فرمالیا۔ انہوں نے اپنا آپ بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی۔

مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ (اجازت) صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔

وہ آپ کے ہمراہ مدینہ طیبہ آگئی تھیں پہلے وہ فروہ بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں۔ ابوعبیدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے فارغ ہوئے تو مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ کی نیت سے عازم سفر ہوئے۔ ہجرت کا ساتواں سال تھا اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے تھے۔ آپ نے حضرت میمونہ بنت حارث کو پیغام نکاح دیا تھا۔ ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت اسماء بنت عمیس حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے حضرت جعفر سے کہا: وہ ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیں۔ انہوں نے یہ معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کر دیا۔ اس وقت آپ نے عمرہ القضیہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ واپسی پر سرف کے مقام پر ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ یہ پہلے ابورھم بن عبدالعزیٰ یا سنجرہ بن ابی رھم کی زوجیت میں تھیں۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث کو پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لحیہ بن جزا اور دو اور افراد کو ان کے لئے پیغام نکاح دے کر بھیجا اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہوں نے اپنا معاملہ اپنی بہن حضرت ام الفضل کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے وہ معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ القضاء میں حضرت میمونہ بنت حارث کے ساتھ نکاح فرمالیا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ تین روز قیام کیا۔ خویطب بن

عبدالعزیٰ قریش کے افراد کے ساتھ آپ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: تین ایام پورے ہو چکے ہیں۔ آپ چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے کاش! تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہارے سامنے نکاح کروں۔ تمہارے لئے کھانا بناؤں جسے تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ چلے جائیں۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عازم سفر ہوئے اور سرف کے مقام پر ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ آپ آئندہ سال عمرہ کی نیت سے عازم سفر ہوئے ہجرت کا ساتواں سال اور ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ اس مہینے میں مشرکین نے آپ کو مسجد حرام سے روکا تھا۔ جب آپ تانج پہنچے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ بنت حارث کے پاس بھیجا۔ انہوں نے انہیں آپ کی طرف سے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس کے سپرد کر دیا۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے میرے ساتھ سرف کے مقام پر نکاح فرمایا اس وقت ہم نے احرام اتارے ہوئے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ نے اپنا آپ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے۔ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح عمرۃ القضاء میں کیا تھا۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت ابورافع سے حسن روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو آپ احرام اتار چکے تھے۔

میں ان کے مابین قاصد تھا امام مسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح مدینہ طیبہ میں کیا تھا۔ آپ نے احرام اتارا ہوا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنہ ۵ھ میں نکاح کیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ آخری زوجہ محترمہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے نکاح کیا تھا، یعنی جن کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا تھا۔

۳-وصال

انہوں نے اس جگہ وصال کیا جہاں سرف پر آپ نے ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا تھا۔ اس جگہ مدفون ہوئیں جہاں آپ کا خیمہ اس وقت نصب تھا۔ ان کا وصال سنہ ۶۱ھ کو ہوا تھا۔ الطبرانی نے الاوسط میں صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سرف کے مقام پر ان سے نکاح کیا۔ اسی جگہ وظیفہ زوجیت ادا کیا اور اسی جگہ ان کا وصال ہوا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت میمونہ بنت حارث عام الحرہ نے سنہ ۶۳ھ میں وصال فرمایا۔

گیارھواں باب

حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

نام ونسب

ابن ابی خیثمہ اور ابوعمر نے لکھا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ کوئی کیا کہے کہ وہ برہ نیکی سے نکلا ہے۔ یہ جویریہ بنت حارث بن ضرار تھیں۔

آپ کا نکاح فرمانا

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے: یہ آپ سے قبل مسافع بن صفوان کی زوجیت میں تھیں۔ وہ حالت کفر میں مرا تھا۔ وہ یوم مریسیع غزوہ بنی مصطلق میں قیدی بنیں اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے ۱۹، اوقیہ پر ان کے ساتھ مکاتبت کر لی۔ آپ نے ان کا زر کتابت ادا کیا۔

ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ملک یمین کی وجہ سے ان کے ساتھ مباشرت فرماتے تھے لیکن پہلا موقف درست ہے۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنو مصطلق کے قیدی تقسیم کئے تو حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں یا ان کے چچازاد کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے مکاتبت کر لی۔ وہ ایک دلکش اور ملیح خاتون تھیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئیں وہ زر کتابت کی ادائیگی میں آپ کی مدد چاہتی تھیں۔ حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں: بخدا! میں نے انہیں دیکھا تو ناپسند کیا۔ میں نے کہا: جو کچھ میں نے ان میں سے دیکھا ہے وہی کچھ دیکھا جاتا ہے جب یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں تو عرض کی: میں جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کا سردار ہے۔ ہمیں مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے جو آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میری زر کتابت کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس سے بہتر۔ میں تمہارا زر کتابت ادا کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ نکاح کر لیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: ٹھیک ہے۔ آپ نے اسی طرح کیا۔ جب صحابہ کرام کو علم ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے بنو مصطلق کے سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ رب تعالیٰ نے ان کے طفیل بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کے اہل کو آزادی عطا کی۔ میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لئے برکت کے اعتبار سے ان سے بڑی ہو۔

ابن سعد نے ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد آئے کہا: ایسی عظیم خاتون کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا رستہ چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا: میں انہیں اختیار دیتا ہوں: اس نے عرض کی: آپ نے بہت عمدہ کیا ہے۔ وہ اپنی نور نظر کے پاس گئے۔ کہا: اس ہستی نے تمہیں اختیار دیا ہے، ہمیں رسوانہ کرو۔ انہوں نے فرمایا: میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کرتی ہوں۔ امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی تشریف سے تین روز قبل میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مدینہ طیبہ سے چلا ہے حتیٰ کہ وہ میری گود میں گر پڑا ہے میں نے کسی کو یہ خواب سنانا پسند نہ کیا، حتیٰ کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے جب ہم قیدی بنے تو مجھے اپنے خواب کے پورے ہونے کی امید بر آئی۔

آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔ میرے ساتھ نکاح فرمالیا۔ ان کے باپ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

الطبرانی نے مرسل روایت کیا ہے کہ امام شعبی نے فرمایا: حضرت جویریہ آپ کی ملکیت میں تھیں آپ نے انہیں آزاد کر دیا ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر ٹھہری۔ بنو مصطلق کے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا۔ الطبرانی نے حسن سند سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے بنو مصطلق کے ساتھ غزوہ میں حضرت جویریہ کو قید کر لیا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا: حضرت جویریہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: آپ کی ازواج مطہرات مجھ پر فخر کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے ساتھ نکاح نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارا حق مہر بڑا نہیں رکھا۔ کیا میں نے تمہاری قوم کے چالیس افراد آزاد نہیں کئے۔

۳-وصال

وہ ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں وصال فرما گئیں۔ یہی صحیح موقف ہے ایک قول سنہ ۵۶ھ کا بھی ہے مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ وہ مدینہ طیبہ کا امیر تھا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ جب آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا ان کی عمر بیس سال تھی۔ سنہ ۵۰ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہا۔

✿✿✿

بارھواں باب

حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

۱-نسب

ان کا اسم گرامی صفیہ بنت حیی تھا ان کا والد بنونضیر کا سردار تھا وہ لوی بن یعقوب علیہ السلام پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد

میں سے تھا۔ الحافظ لکھتے ہیں: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نسب میں ایک سو نبی گزرے تھے ایک سو بادشاہ گزرے تھے، پھر رب تعالیٰ انہیں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک میں لے آیا۔ ان کا والد بنو قریظہ کے ساتھ ہی قتل ہوا۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموال تھا وہ رفاعہ بن سموال قرظی کی بہن تھی۔

۲- آپ کا ان سے نکاح فرمانا

یہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجیت میں تھیں پھر کنانہ بن ربیع کے نکاح میں چلی گئیں اس میں سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ جب یہ سلمہ کے ہاں تھیں تو ان کی عمر سترہ سال نہ تھی۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو قیدی بنایا۔ جب آپ خیبر تشریف لائے یہ کنانہ بن ابی الحقیق کی دلہن تھیں۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حسن بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو مال غنیمت میں حضرت صفیہ ملیں تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم اس لڑکی کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: آپ ہی سارے لوگوں سے زیادہ اس کے مستحق اور حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں۔ ان کے ساتھ نکاح کر لیتا ہوں۔ میں نے ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر بنا دیا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ؟ آپ نے فرمایا: ولیمہ پہلے دن حق ہوتا ہے دوسرے دن نیکی اور تیسرے دن فخر ہوتا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب آپ نے خیبر فتح کر لیا جب قلعہ فتح ہوا تو رب تعالیٰ نے آپ کے حصے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کر دی۔ یہ دلہن تھیں۔ ان کا خاوند مقتول ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب میں ان کی تعریف کرنے لگے انہوں نے کہا: ہم نے سارے قیدیوں میں ان کی مثل نہیں دیکھی۔ آپ نے حضرت دحیہ کی طرف پیغام بھیجا سات قیدیوں کے عوض انہیں خرید لیا، پھر حضرت ام سلیم کے سپرد کیا تاکہ وہ انہیں اپنے گھر میں رکھیں۔

ان کے ہاں ہی انہوں نے عدت گزاری جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب نیچے اترے تو انہیں پردہ کرا لیا ان سے نکاح کر لیا۔ ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔

آپ نے تین دن قیام فرمایا حتیٰ کہ ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔ آپ نے انہیں پردہ کرایا۔ دوسری روایت میں ہے جب ہم سد الروحاء پہنچے تو آپ نے ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا پھر چھوٹے سے دستر خوان پر حلوہ رکھا۔ صحابہ کرام اس میں سے کھانے لگے ان حوضوں سے پانی پینے لگے جو ان کے ارد گرد تھے۔ یہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تھا۔

صحابہ کرام کو علم نہ تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا یا انہیں ام ولد بنایا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو آپ نے ان سے پردہ کرا لیا اور اپنے اونٹ کے پیچھے سوار کرا لیا۔ صحابہ کرام جان گئے کہ آپ نے ان سے نکاح فرمایا ہے، پھر ہم

مدینہ طیبہ آ گئے۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے اپنی مبارک چادر طے کر کے رکھی، پھر حضرت ام المؤمنین کے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے۔ اپنا گھٹنا اوپر اٹھایا۔ وہ آپ کے گھٹنے کے سہارے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ ہم روانہ ہوئے جب ہم نے مدینہ طیبہ کے در و دیوار دیکھے تو ہم تیزی سے اس کی طرف گئے۔

ہم نے سواریاں بلند کیں۔ آپ نے اپنی سواری کو مارا۔ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔ آپ کی سواری پھسلی آپ بھی اور حضرت ام المؤمنین بھی نیچے گر پڑے۔ ہم میں سے کوئی بھی آپ کی طرف یا ام المؤمنین کی طرف نہ دیکھ رہا تھا۔ آپ اٹھے۔ آپ نے انہیں پردہ کیا پھر ہم آپ کے پاس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: کچھ نہیں ہوا۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ کی عفت مآب خواتین باہر نکل آئیں۔ وہ انہیں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ان کی شکست پر خوش تھیں۔

ابن ابی خیثمہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا ان کی آزادی کو ان کا حق مہر بنا دیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر بنی۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے ایک عورت حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا۔

یہ یوم خیبر کو آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں۔ یہ آپ سے قبل کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ وہ مقتول ہوا۔ آپ نے حضرت صفیہ کو گرفتار کر لیا۔ ان سے نکاح فرمالیا۔ ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر تھی۔ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آزاد کر دیا اور میری آزادی کو ہی میرا حق مہر بنا دیا۔ امام زہری سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ کو قیدی بنایا۔ یہ آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں۔ وہ آپ کے حصے میں آئیں آپ نے انہیں پردہ کرا لیا۔ وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے تھیں۔

ابویعلیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ رزینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم قریظہ یا یوم نضیر کو حضرت صفیہ کو قید میں کر لیا۔ آپ انہیں لے آئے۔ جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله! آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ ان کے بازو آپ کے ہاتھ میں تھے۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان سے نکاح فرما لیا۔ انہیں حق مہر میں زرینہ عطا کی۔ امام ہیثمی نے لکھا ہے کہ یہ اس کے مخالف جو کچھ صحیح میں ہے۔

ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح فرما لیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔ آپ نے تین روز تک ان کا ولیمہ کیا۔ دستر خوان بچھایا جسے حضرت ام سلیم لے کر آئی تھیں۔ اس پر پنیر اور کھجوریں رکھیں۔ تین دن تک صحابہ کرام کو کھلایا۔ یہ صحیح میں ہے۔ سوائے اس کے کہ تین روز تک ولیمہ کیا۔

ابن منیع، حارث بن ابی اسامہ اور ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت صفیہ بارگاہ رسالت مآب میں داخل ہوئیں وہ آپ کے خیمہ میں آئیں۔ ہم بھی وہاں موجود تھے وہاں دیگر قیدی بھی تھے تاکہ آپ انہیں تقسیم کریں۔ آپ باہر نکلے تو فرمایا: اپنی ماں سے دور چلے جاؤ۔

عشاء کے وقت آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ کی چادر میں ڈیڑھ مد عجوہ کھجوریں تھیں فرمایا: اپنی امی جان کا ولیمہ کھاؤ۔

بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے امہات المؤمنین میں سے صرف حضرت صفیہ ﷞ کا ولیمہ کیا تھا۔ابوبکر ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کرالیا تو حضرت صفیہ ﷞ کو اپنے لئے منتخب فرمالیا۔آپ انہیں اپنے اونٹ پر بٹھا کر نکلے۔میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی مبارک ٹانگ نیچے رکھی وہ اس پر چڑھ کر سوار ہوئیں جب آپ سد الصہباء پہنچے تو ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا۔دسترخوان پر حلوہ رکھا۔مجھے حکم دیا میں نے صحابہ کرام کو بلایا۔یہی آپ کا ولیمہ تھا۔ابوعبیدہ نے روایت کیا ہے آپ نے ان کے ساتھ شوال سنہ ۷ ھ میں نکاح فرمایا۔وہ اس مال غنیمت میں سے تھیں جو رب تعالیٰ نے آپ کو فتح خیبر کے وقت عطا کیا تھا۔خیبر رمضان المبارک میں فتح ہوا تھا۔حضرت انس سے ہی روایت ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ ﷞ کو سات قیدیوں کے عوض خریدا تھا، لیکن عبدالعزیز بن صہیب کی روایت اس کے مخالف ہے۔انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خیبر کے قیدی جمع فرمائے تو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی آپ کے پاس آئے عرض کی: مجھے قیدیوں میں سے ایک لونڈی عطا کریں۔آپ نے فرمایا: جاؤ ان میں سے ایک لونڈی لے لو۔

۳-حضرت ام المؤمنین ﷞ کا خواب

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر ﷠ سے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ ﷞ کی آنکھ میں سبزی تھی آپ نے پوچھا: تمہاری آنکھوں میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے خاوند سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔اس نے مجھے تھپڑ مار دیا اس نے کہا: یثرب کے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔میں نے کہا: مجھے آپ سے زیادہ مبغوض کون ہو سکتا ہے۔انہوں نے میرے باپ اور خاوند کو قتل کیا۔آپ لگاتار میرے سامنے معذرت کرتے رہے۔آپ نے فرمایا: صفیہ! تمہارے والد نے میرے خلاف پورے عرب کو جمع کر لیا تھا اس نے یہ کیا اس نے یہ کیا حتیٰ کہ میرے دل کی وہ کیفیت جاتی رہی۔الطبرانی اور ابن ابی عاصم نے حضرت ابو برزہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ خیبر تشریف لے گئے ان دنوں حضرت صفیہ دلہن تھیں۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ سورج ان کے سینے پر آگیا ہے انہوں نے وہ خواب اپنے خاوند کو بتایا یا اپنی ماں کو بتایا۔اس نے کہا: بخدا! تو اس بادشاہ کو چاہتی ہے جو ابھی آیا ہے۔آپ نے خیبر فتح فرمالیا ان کے خاوند کو قتل کر دیا۔اس روایت اور سابقہ روایت میں کوئی مخالفت نہیں ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔پہلے انہوں نے اپنے خاوند کو اور پھر باپ کو بتایا ہو۔لہٰذا تعبیر میں عبارت مختلف ہے۔

۴-آپ کا ان سے معذرت کرنا

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے جندب بن ہلال کے انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو نہ پایا تھا۔حضرت صفیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی مجھے آپ سے ناپسندیدہ کوئی شخص نہ تھا۔آپ نے مجھے فرمایا: تمہاری قوم نے اس طرح اس طرح کیا ہے۔میں اپنی جگہ سے نہ اٹھی تھی کہ آپ مجھے ہر چیز سے محبوب ہو گئے۔دوسری روایت میں ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے خلق کے اعتبار سے آپ سے احسن کسی کو نہیں دیکھا۔

میں نے آپ کو دیکھا آپ رات کے وقت اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔میں اونگھنے لگی۔میرا سر کجاوے کے آخری سرے پر لگنے لگا۔آپ نے مجھے ہاتھ لگایا۔فرمایا: اری! بنت حیی! جب صہباء آیا تو فرمایا: میں معذرت پیش کرتا ہوں جو کچھ میں نے تمہاری قوم کے ساتھ کیا۔انہوں نے مجھے یوں یوں کہا تھا۔۔۔

۵-تم نبی کی اولاد ہو تمہارا چچا بھی نبی تھا اور تم ایک نبی کی زوجیت میں ہو

ابن سعد نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی فرمایا: بنت حیی! کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرات عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما میرے ساتھ بحث کرتی ہیں وہ کہتی ہیں: ہم اس سے بہتر ہیں ہم حضور اکرم ﷺ کی چچا زاد ہیں۔آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان سے نہ کہا: تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو۔میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محترم حضور اکرم ﷺ ہیں۔

۶-آپ کا لطف و کرم

ابو العلا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج فرمایا۔جب کچھ رستہ طے ہوا تو یہ اونٹ تھک گیا۔میری سواری ان سب سے خوبصورت تھی میں رونے لگی۔حضور اکرم ﷺ آئے۔آپ اپنی مبارک چادر اور دست اقدس سے میرے آنسو صاف کرنے لگے۔آپ کچھ فرمانے لگے: مگر میرے رونے میں اضافہ ہوتا گیا۔آپ مجھے منع فرمانے لگے۔جب میں بہت زیادہ رونے لگی تو آپ نے مجھے جھڑکا صحابہ کرام کو فروکش ہونے کا حکم دیا۔وہ اترے آپ کا ارادہ اترنے کا نہ تھا۔وہ میری باری تھی جب صحابہ کرام نیچے اترے تو آپ کا خیمہ لگا دیا گیا آپ اندر تشریف لے گئے۔انہوں نے فرمایا: میں نہ جانتی تھی کہ آپ سے کیسے معذرت کروں۔مجھے خدشہ تھا کہ آپ کے نفس میں میرے متعلق اضطراب ہوگا۔میں حضرت عائشہ کے پاس گئی میں نے انہیں کہا: آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کو کسی چیز

کے عوض کسی کو نہیں دیتی۔ میں آپ کو یہ باری دیتی ہوں، بشرطیکہ تم میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو راضی کردو۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے اپنا دوپٹہ لیا۔ انہوں نے اسے زعفران سے رنگا ہوا تھا اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو تازہ ہو جائے اپنے کپڑے پہنے پھر بارگاہ رسالت مآب میں چلی گئی۔ انہوں نے خیمے کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ آج تمہاری نوبت نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ روانگی کے وقت آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: زینب! اپنا اونٹ اپنی بہن صفیہ کو دے دو۔ ان کے پاس کافی سواریاں تھیں۔ انہوں نے کہا: میں آپ کی اس یہودیہ سے زیادہ محتاج ہوں۔ یہ سن کر آپ ان سے ناراض ہو گئے۔ انہیں چھوڑ دیا۔ ان سے کلام بھی نہ کیا حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے منیٰ کے ایام گزر گئے۔ آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ محرم اور صفر کے مہینے بھی گزر گئے۔ آپ ان کے پاس نہ گئے۔ نہ ہی ان کی باری مقرر کی۔ وہ آپ سے مایوس ہو گئیں۔ ماہ ربیع الاول میں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کا سایہ دیکھا۔ انہوں نے کہا: یہ تو کسی مرد کا سایہ ہے میرے پاس حضور اکرم ﷺ تو تشریف نہیں لاتے یہ کس کا سایہ ہے؟ آپ اندر تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے علم نہ تھا کہ میں کیا کرتی جب آپ میرے پاس تشریف لائے ان کے پاس لونڈی تھی اور اسے آپ سے چھپا کر رکھتی تھیں۔ انہوں نے عرض کی: وہ آپ کے لئے ہے۔ آپ زینب رضی اللہ عنہا کی چارپائی کے پاس گئے اسے اٹھا دیا گیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے دست اقدس سے رکھا۔ اپنی زوجہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا اور ان سے راضی ہو گئے۔

۷-آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے احترام کے لئے اعتکاف سے اٹھ آئے

ابن ماجہ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ وہ آپ کی خدمت میں آئیں۔ آپ اس وقت مسجد میں معتکف تھے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ عشاء کے وقت آپ سے کچھ باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے اٹھیں۔ آپ ان کے ہمراہ اٹھے۔ جب مسجد کے دروازے کے پاس آئے۔ وہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ تھا تو دو انصاری صحابہ آپ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا پھر آگے چلے گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا: ٹھہرو۔ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ! ﷺ ان پر یہ گراں گزرا۔ آپ نے فرمایا: شیطان انسان کے خون کے ساتھ رواں ہے مجھے خدشہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ پیدا نہ ہو جائے۔

۸-حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حلم

ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے حضرت عمر فاروق سے کہا: کہ حضرت صفیہ ہفتہ کو پسند کرتی ہیں۔ وہ یہود سے صلہ رحمی کرتی ہیں۔ انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور یہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: جب سے رب تعالیٰ نے مجھے جمعۃ المبارک عطا کیا ہے اس وقت سے میں نے ہفتہ سے محبت نہیں کی۔ یہودیوں کے ساتھ میری رشتہ داری

ہے میں ان کے ساتھ تو صلہ رحمی کرتی ہوں۔ انہوں نے لونڈی سے پوچھا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اس نے کہا: شیطان نے کروایا ہے۔ فرمایا: جا تو آزاد ہے۔

۹-وصال

سنہ ۵۰ھ رمضان المبارک میں ان کا وصال ہوا یا سنہ ۵۲ھ میں ہوا جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وصال فرما گئی تھیں ایک لاکھ دراھم ان کا ورثہ تھا، کچھ زمین اور سامان بھی تھا انہوں نے ثلث کی وصیت اپنے بھانجے کے متعلق کی تھی وہ یہودی تھا۔

تنبیہ

صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ایک ہی وقت اپنی گیارہ ازواج مطہرات سے وظیفہ زوجیت ادا فرما لیتے تھے۔ یہ صراحت ہے ان کی تعداد گیارہ تھی ایک ہی وقت میں آپ ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیتے تھے۔ یہ وہ نو تھیں جو آپ کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ وہ ان کے علاوہ تھیں یہ روا نہیں کہ ان میں سے ایک حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہوں کیونکہ آپ نے انہیں اور ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ایک وقت میں جمع نہ کیا تھا۔ ہاں! یہ روا ہے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک ہو جن کے ساتھ آپ نے مباشرت کی تھی اور انہیں جدا کر دیا تھا یا اسماء یا فاطمہ یا عمرہ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ گیارہ سے مراد نو مذکورہ ازواج مطہرات اور دو لونڈیاں حضرات میمونہ اور ریحانہ ہیں۔

❁❁❁

تیرھواں باب

آپ کی باندیاں

ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی چار لونڈیاں تھیں۔ ۱- حضرت ماریہ قبطیہ۔ ۲-حضرت ریحانہ ان کا تعلق بنونضیر یا بنوقریظہ کے ساتھ تھا۔ ۳-ایک اور لونڈی تھی جو بڑی حسین تھی جو آپ کو قیدیوں سے ملی تھی۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو خدشہ تھا کہ قریب تھا کہ یہ آپ کی وجہ سے ان پر غلبہ پالے۔ ۴-آپ کی ایک اور لونڈی بھی تھی جس کا نام نفیسہ تھا جو آپ کو حضرت زینب بنت جحش نے صبہ کی تھی۔ آپ نے انہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے کچھ ایام کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ آپ نے انہیں ذوالحجہ، محرم اور صفر کے مہینوں تک چھوڑے رکھا۔ ربیع الاول میں آپ حضرت زینب سے راضی ہو گئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی: میں نہیں جانتی کہ اس مسرت کے متعلق کیسے بتاؤں؟

انہوں نے وہ لونڈی آپ کو ھبہ کر دی۔

حضرت ماریہ قبطیہ۔ان کے باپ کا نام شمعون تھا یہ آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں انہیں مقوقس نے سنہ ۷ ھ کو آپ کو پیش کیا تھا ان کے ہمراہ ان کی بہن شیرین بھی تھیں۔ایک خصی جانور بھی تھا جسے مابور کہا جاتا تھا ایک ہزار مثقال سونا بھی تھا۔تین نرم کپڑے تھے خچر دُلدُل تھی۔وغیرہ وغیرہ۔حضرت ماریہ اور ان کی بہن شیرین نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ خوبصورت اور سفید تھیں آپ نے انہیں العالیہ میں ایک جگہ ٹھہرایا جسے آج کل مشربہ ام ابراہیم کہا جاتا ہے۔

آپ کبھی کبھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ محرم سنہ ۱۶ ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔

بزار اور ضیاء المقدس نے اپنی صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ماریہ کا ایک چچازاد کبھی کبھی ان کے پاس جاتا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: یہ تلوار لو اور اس کی خبر لو۔اگر تم اسے وہاں پاؤ تو اسے تہ تیغ کر دو۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کے مسئلہ میں مضبوط سکے کی مانند ہوں مجھے آپ کے حکم کی پیروی سے کوئی چیز روک نہیں سکتی حتیٰ کہ میں اسے کر گزروں جو آپ حکم دیں لیکن بعض اوقات مشاہدہ کرنے والا وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! شاید وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔میں تلوار سونت کر آیا میں نے اسے ان کے پاس ہی پایا۔میں نے تلوار نیام سے نکالی۔جب اس نے دیکھا کہ میں اس کی سمت آ رہا ہوں اسے پتہ چل گیا کہ میں اس کا ارادہ کیے ہوں۔

وہ کھجور کے پاس آیا۔اس پر چڑھا اور خودکشی کر لی۔قتادہ نے فرمایا: انہوں نے انہیں ٹانگ سے ہلایا تو وہ ساکت و جامد ہو گیا تھا۔اس میں تھوڑی بہت حرکت نہ تھی۔انہوں نے فرمایا: میں نے تلوار نیام میں کر لی پھر بارگاہ رسالت مآب میں آیا اور سارا واقعہ عرض کیا: آپ نے فرمایا: ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے ہم اہل بیت سے دور کر دیا۔بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ! ﷺ کی ولادت ہوئی۔یہ حضرت ماریہ کے لخت جگر تھے تو آپ کے نفس میں شبہ پیدا ہوا حتیٰ کہ سید جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے۔انہوں نے یوں سلام عرض کیا، السلام علیک ابا ابراہیم!

ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کا تعلق بنونضیر کے ساتھ تھا، بعض نے لکھا ہے کہ ان کا تعلق بنوقریظہ کے ساتھ تھا۔یہ پہلے ایک شخص حکم کی زوجیت میں تھیں۔یہ خوبصورت اور باجمال تھیں۔بنوقریظہ کے قیدیوں میں آئیں یہ آپ کے حصے میں آئیں۔ آپ نے انہیں اسلام اور ان کے دین کے مابین اختیار دیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔ان کا حق مہر بارہ اوقیہ رکھا۔ماہ محرم سنہ ٦ ھ سلمٰی بنت قیس بخاریہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے کے ساتھ مباشرت کی۔انہیں ایک حیض پہلے آ گیا تھا۔آپ نے ان سے پردہ کرا لیا۔ان میں بہت زیادہ غیرت تھی۔آپ نے انہیں ایک طلاق

دے دی وہ بہت زیادہ روئیں جب ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اس حالت پر تھیں۔ آپ نے ان سے رجوع فرمالیا، پھر وہ آپ کے ہاں ہی رہیں حتیٰ کہ سنہ ۱۰ھ کو اس وقت وصال کر گئیں جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ملک یمین کے اعتبار سے ان سے مباشرت فرماتے تھے۔ بہت سے علماء کرام نے اس قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

تنبیہ

العیون میں ہے کہ یہ ریحانہ آپ کے غلام شمعون کی نور نظر تھیں۔ حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الفجر المتوالی میں اسی طرح لکھا ہے۔ دمیری نے کسی کی تبع میں اس طرح لکھا ہے لیکن یہ بلاشبہ وہم ہے ان کا تعلق بنو قریظہ یا بنو نضیر کے ساتھ تھا۔ وہ ابو ریحانہ جن کا تذکرہ خدام میں ہو چکا ہے وہ ازدی یا انصاری یا قریشی تھے۔ ان اقوال کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ انصار ازد میں سے تھے شاید انہوں نے کسی قریشی کے ساتھ معاہدہ کیا ہو لیکن حضرت ریحانہ کے والد کے متعلق کسی نے نہیں لکھا کہ وہ ازدی قریشی۔ ازدی یا انصاری تھے۔ ان کا تعلق بنو اسرائیل کے ساتھ تھا کسی نے یہ بھی نہیں لکھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہو نہ ہی اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ نہ ہی آپ کی خدمت کی تھی۔ وہ قطعاً کوئی اور تھا، پھر ابو ریحانہ شمعون ہیں۔ ابن حجر نے تبصیر المنتبہ میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن الاصابہ میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

✿✿✿

چودھواں باب

جن خواتین سے عقد نکاح فرمایا لیکن مباشرت نہ کی

ان میں سے بعض میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان سے نکاح کیا تھا یا نہیں۔ اس پر طویل گفتگو ہے۔ لمبا چوڑا اختلاف ہے حتیٰ کہ صاحب زاد المعاد نے ان خواتین کا تذکرہ کر کے جن کے ساتھ آپ نے حق زوجیت ادا کیا تھا لکھا ہے کہ جن عورتوں کو آپ نے پیغام نکاح دیا مگر نکاح نہ فرمایا ان کی تعداد چار یا پانچ ہے۔ حافظ دمیاطی نے ان کی تعداد تیس بتائی ہے لیکن اہل سیر اسے نہیں جانتے۔ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے ان کے ہاں معروف یہ ہے کہ آپ نے الجونیہ کی طرف پیغام بھیجا تاکہ اس کے ساتھ نکاح فرمائیں۔ آپ پیغام نکاح کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے آپ سے پناہ طلب کی تو آپ نے اسے پناہ دے دی اور اس کے ساتھ نکاح نہ کیا۔ اسی طرح قلابیہ تھی۔ اس طرح وہ عورت تھی جس کے پہلو پر آپ نے سفید داغ دیکھا تو اس کے ساتھ مباشرت نہ کی تھی۔ وہ عورت بھی ہے جس نے اپنا آپ آپ کو پیش کیا تھا مگر آپ نے قرآن پاک کی سورتوں پر کسی اور سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ محفوظ موقف ہے۔ میں صرف ان کا ذکر کروں گا جن سے آگاہ ہوا ہوں۔

۱۔ خولہ بنت ہذیل۔ آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔ جرجانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ آپ تک پہنچنے سے قبل ہی انتقال کر گئیں۔ ابن عبدالبر نے الجرجانی سے اس طرح نقل کیا ہے المفضل بن غسان الغلا ئی نے بھی اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہیں شام سے آپ کے پاس لایا جا رہا تھا۔ راستہ میں مر گئیں۔ ان کی والدہ کا نام خرنق بنت خلیفہ تھا۔ یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

۲۔ عمرہ بنت یزید۔ آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا جب آپ کے پاس خلوت گزیں ہوئی تو پناہ طلب کی آپ نے فرمایا: تم نے پناہ گاہ سے پناہ طلب کی ہے۔ آپ نے انہیں طلاق دے دی۔ حضرت اسامہ کو حکم دیا۔ انہوں نے انہیں تین کپڑے دے دیئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روایت ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا ہے اس کا تعلق بنو سلیم کے ساتھ تھا۔ عبیدہ نے لکھا ہے کہ وہ اسماء بنت نعمان تھی۔ اس کا باپ اسے آپ کے پاس لے کر آیا۔ اس نے کہا: میں مزید عرض کرتا ہوں: کہ یہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا "اس کے لیے بارگاہ ربوبیت میں بھلائی نہیں ہے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے اپنے شیخ قاسم بن عبداللہ سے، یہ ضعیف تھا، بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے بنو عمرو بن کلاب کی بہن سے اور بنو جون الکندیہ کی بہن سے فراق پسند فرمایا کیونکہ اس پر سفید داغ تھا۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عثمان بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا مگر اس کے ساتھ مباشرت نہ کی، بعد میں اس نے کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے مابین تفریق ڈال دی اس کے خاوند کو مارا۔ اس نے کہا: عمر! رب تعالیٰ سے ڈرو۔ اگر میں امہات المؤمنین میں سے ہوں تو مجھے پردہ کراؤ مجھے بھی وہی کچھ دو جو انہیں دے رہے ہو۔ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ عورت نے کہا: پھر مجھے نکاح کر لینے دو۔ انہوں نے فرمایا: نہیں نعمت بھی نہیں۔ میں کسی کو اس کا حریص بھی نہ بناؤں گا۔

ابن ابی خیثمہ اور امام احمد نے ابن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم آپ کے ساتھ نکلے ایک باغ تک پہنچے۔ جسے الشوط کہا جاتا تھا ہم دو باغوں تک پہنچے ہم ان کے مابین بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: یہیں بیٹھو۔ آپ الجونیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ امیمہ بنت نعمان کے گھر تھی۔ ان کے ساتھ اس کی دایاں بھی تھی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: میرے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: کیا ملکہ عام شخص کو اپنا آپ پیش کر سکتی ہے؟ آپ نے اس کی طرف دست محبت بڑھایا اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ مانگتی ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم نے پناہ مانگنے کی جگہ سے پناہ مانگی ہے۔آپ باہر تشریف لائے تو فرمایا: ابو اسید! اسے دو کپڑے دو اور اسے اس کے اہل خانہ کے پاس چھوڑ آؤ۔حضرت عروہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عمرہ بنت الجون نے اس وقت آپ سے پناہ طلب کی تھی جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تھے۔اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ طلب کرتی ہوں۔آپ نے فرمایا، تو نے پناہ طلب کرنے کی جگہ سے پناہ طلب کی ہے۔آپ نے اسے طلاق دے دی۔حضرت اسامہ یا ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ اسے تین کپڑے اور ایک اوقیہ چاندی دے دیں۔ایک اور روایت کے مطابق آپ کو علم ہوا کہ اس پر سفید داغ ہے۔آپ نے اسے طلاق دے دی آپ نے اس کے ساتھ مباشرت نہ کی۔

امام بخاری اور ابو داؤد نے اس سے روایت کیا ہے کہ جب بنت الجون کے پاس آپ تشریف لے گئے اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ مانگتی ہوں۔آپ نے فرمایا: تو نے عظیم ذات کی پناہ طلب کی ہے اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جا۔

۳- اسماء بنت صلت۔حافظ مغلطائی نے الاشارہ میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے انہوں نے الزھد میں اور حاکم نے الاکلیل میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ نکاح تو کیا تھا مگر مباشرت نہ کی تھی۔حافظ قطب الدین الحلبی نے المورد الغرب میں لکھا ہے: احمد بن صالح نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے: ان کا ذکر حاکم نے کیا ہے ان کا تعلق بنو حرام سے تھا۔آپ نے ان سے حق زوجیت ادا نہ کیا تھا۔حافظ ابن حجر نے الاصابہ کی چوتھی قسم میں لکھا ہے: جنہیں غلطی سے صحابہ کرام میں شامل کر دیا گیا ہے۔قتادہ نے تنہا ان کا نام اسماء لکھا ہے جب کہ ان کا نام سنا بنت اسماء تھا۔میں کہتا ہوں اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔قتادہ نے لکھا ہے: اسماء اور سنا کا ذکر۔جیسے ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے حافظ احمد بن صالح مصری نے قتادہ کی اتباع کی ہے تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ پہلے نام پر اتفاق ہے۔

۴- اسماء بنت کعب الجونیہ۔اس کے ساتھ بھی آپ نے مباشرت نہ کی تھی۔المورد اور الزہد میں اسی طرح ہے ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے: اسماء بنت کعب اور اسماء بنت نعمان ایک ہی ہیں۔انہوں نے بنت نعمان کے تذکرہ میں یہ نہیں لکھا کہ اسے بنت کعب بھی کہا جاتا ہے نہ ہی ان کے والد کا نسب ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ بنت کعب اور ہیں اور دوسری بنت نعمان اور ہے اگرچہ یہ دونوں بنو الجون سے تعلق رکھتی تھیں۔

۵- اسماء بنت نعمان ابن الجون۔الحافظ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے بنت النعمان بن اسود۔العیون میں اسی طرح ہے۔دوسرے قول کے مطابق اسود اس کا باپ ہوگا۔الاصابہ کے مطابق وہ اس کا دادا ہوگا۔حافظ یعمری نے العیون میں لکھا ہے: میری رائے میں یہ اور اس سے پہلے والی دونوں ایک ہیں۔حافظ ابن عبدالبر نے

لکھا ہے: اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن اس کے فراق کے قصہ میں اختلاف ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: آپ نے اہل عین میں سے اسماء بنت نعمان سے نکاح فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آئی تو آپ نے اسے بلایا مگر اس نے کہا: آپ ہی آجائیں۔ اس نے آپ کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ بعض نے کہا کہ اسی نے کہا تھا۔ اعوذ باللہ منك۔ آپ نے اسے طلاق دے دی، لیکن یہ باطل ہے یہ تو بنو سلیم کی ایک عورت تھی جب کہ صاحب الزہد نے لکھا ہے کہ آپ نے آمنہ بنت ضحاک غفاریہ کے پہلو پر سفید نشان دیکھا تھا مگر یہ آمنہ بنت ضحاک کلابیہ تھی۔ انہوں نے دوسری آمنہ کا اضافہ کیا ہے۔ کتب صحابہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی حالت عامریہ کی طرح تھی۔ آپ نے اس کے ساتھ اس طرح کیا تھا جیسے عامریہ کے ساتھ کیا تھا۔ ابوعبیدہ نے اس طرح روایت کیا ہے انہوں نے کہا: یہ خود کو شقیہ کہتی تھی۔ دوسرے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جس نے آپ سے پناہ طلب کی تھی وہ بنو نضیر کے قیدیوں میں سے تھی۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں نے آپ سے پناہ طلب کی تھی۔

٦- آمنہ۔ اسے فاطمہ بنت ضحاک کہا جاتا ہے۔ الاشارہ میں اسی طرح یقین کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ زاہر اور صاحب المورد نے دوسرے لفظ سے ذکر کیا ہے احمد بن محمد نے اپنی کتاب العین میں لکھا ہے: کعب بن یزید انصاری نے فرمایا ہے: حضور اکرم ﷺ نے بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح فرمایا۔ جب اس کے ساتھ مباشرت کرنا چاہا تو اس کے پہلو پر سفید داغ دیکھا۔ امام احمد، ابن ابی خیثمہ نے حضرت زید بن کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ بنو غفار کی ایک عورت سے آپ نے نکاح فرمایا۔ اس کے پہلو پر داغ پایا۔ فرمایا: اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جا۔ اسے جو کچھ دیا تھا وہ نہ لے آ۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اہل بادیہ میں سے ایک عورت سے نکاح فرمایا۔ اس کے پہلو پر نشان دیکھا تو مباشرت سے قبل اسے جدا کر دیا۔ اس کا نام آمنہ بنت ضحاک تھا یا اسماء بنت نعمان تھا۔ میں کہتا ہوں: یہ کلام درست نہیں۔ بنو کلاب اور بنو غفار دونوں جدا گانہ قبیلے ہیں۔ میں نے کتب صحابہ میں آمنہ بنت ضحاک کا ذکر نہیں پایا۔

٧- امیمہ بنت شراحیل۔ امام بخاری نے ابو اسید سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح فرمایا۔ جب آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اس کی طرف دست محبت بڑھایا تو گویا کہ اس نے یہ ناپسند فرمایا۔ آپ نے حضرت ابو السید سے فرمایا: اسے دو سفید کپڑے عطا کر دیں۔ میں کہتا ہوں: مغلطای نے الاشارہ میں، الزہد میں، قطب الحلبی نے المورد میں، ابو الفتح نے العیون میں امیمہ کو امہات المؤمنین میں شامل کیا ہے۔ ابن حجر نے الاصابہ میں عجیب بات لکھی ہے: ان کا گمان ہے کہ امیمہ

بنت شراجیل ہی بنت نعمان ہے لیکن اس کی سند بیان نہیں کی لیکن حضرت ابواسید کی روایت اسے رد کرتی ہے اس میں ہے کہ وہ امیمہ بنت نعمان کے گھر میں ٹھہری تھی۔ یہ دونوں ایک کیسے ہوسکتی ہیں۔ظاہر ہے کہ بنت شراجیل، ابن نعمان کی پھوپھی تھی۔میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا یہ موقف ہے۔حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

۸- ام حرام۔حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی طرح ہے انہوں نے اضافہ نہیں کیا۔

۹- سلمیٰ بنت نجدہ۔اشارہ اور زہد میں اسی طرح ہے المورد میں ہے بنت عمرہ بن حارث اللیبیہ۔ابوسعید عبدالملک النیسابوری نے شرف المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر آپ کا وصال ہو گیا۔آپ کے بعد انہوں نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا لیکن میں نے کتب صحابہ میں ان کا ذکر نہ پایا۔

۱۰- سبا بنت سفیان۔ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے المورد میں اس کا ذکر ہے مگر اس میں زائد ذکر نہیں ہے۔الحافظ نے الاصابہ میں سبا بنت سفیان لکھا ہے۔بنت صلت الکلابیہ یہ سنا کی طرح ہے۔

۱۱- سنا بنت اسماء۔ان کا ذکر ابوعبیدہ نے کیا ہے۔ابوخیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر مباشرت سے قبل انہیں طلاق دے دی تھی۔ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن خازم کی پھوپھی تھی جو خراسان کے امیر تھے،بعض نے ان کا نام وسنا لکھا ہے۔انہیں ان کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے۔انہوں نے گمان کیا ہے کہ یہی بنت صلت ہے جب کہ اسماء ان کا بھائی تھا باپ نہ تھا لیکن پہلے موقف کو ابن اسحاق اور ایک جماعت نے یقین کے ساتھ لکھا۔

ابن عبدالبر نے اسے ترجیح دی ہے۔ان کے وصال کا سبب الرشاطی نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں: کہ جب انہیں علم ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ اتنی خوش ہوئیں کہ خوشی کی وجہ سے وصال کر گئیں۔
ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حفص بن نضیر اور عبدالقاھر بن السری السلمیٰ کا گمان ہے کہ آپ نے اسماء بنت سنان سے نکاح کیا تھا مگر وہ مباشرت سے قبل انتقال کر گئی تھیں۔قتادہ نے ان کی مخالفت کی ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اسماء بنت صلت سے نکاح فرمایا مگر ان کے ساتھ مباشرت نہ کی تھی میں کہتا ہوں: اگرچہ کچھ انہوں نے اور حضرت قتادہ نے کہا ہے وہ صحیح ہے تو سنان،اسماء کی بھتیجی ہیں۔

۱۲- الشاہ۔مفضل بن غسان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح فرمایا تھا۔تیرہ کے ساتھ مباشرت فرمائی تھی۔وہ عفت مآب خواتین جن کے ساتھ آپ نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت میمونہ بنت حارث،حضرت ام شریک اور شاہ بنت رفاعہ ہیں۔ان کا تعلق بنوقریظہ کے ساتھ تھا جب انہیں مصیبت پہنچی تو انہیں بھی پہنچی تھی وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے تھے جب آپ نے امہات المؤمنین کو اختیار دیا تو آپ

نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ حضرت قتادہ کے کلام کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا تھا لیکن میں کتب صحابہ میں ان سے آگاہ نہیں ہوا۔ اصابہ میں ابن حجر نے ان کا ذکر نہیں کیا حالانکہ ان کا علم بہت وسیع تھا۔ عثمان بن مقسم متروک راوی ہے۔

۱۳۔ شراق بنت خلیفہ کلبیہ۔ حضرت دحیہ کی بہن ان کے ساتھ آپ نے نکاح کیا تھا مگر یہ راستے میں ہی وصال کر گئی تھیں۔ مفضل بن غسان نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ الطبرانی، ابونعیم نے حضرت ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنوکلب کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا تا کہ وہ اسے دیکھیں۔ وہ گئیں پھر واپس آئیں فرمایا: کیا دیکھا؟ فرمایا: میں نے اسے زیادہ نہیں دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا۔ تمہارا بال بال لرز اٹھا۔ انہوں نے عرض کی: آپ سے تو کوئی راز مخفی نہیں رہ سکتا۔

۱۴۔ الشنبا۔ مورد کے دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے لیکن ابن رشد کے مقدمات میں یہ الشیبا ہے۔ ابن عساکر اور فضل بن غسان نے تاریخ میں حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح فرمایا۔ تیرہ سے حق زوجیت ادا کیا۔ گیارہ کو اپنے پاس رکھا، جو پندرہ کے عدد کو پورا کرتی ہیں وہ عمرہ اور شیبا ہیں۔ جب آپ شیبا کے پاس گئے۔ وہ تیار نہ تھی۔ آپ نے اس کی تیاری کا انتظار کیا۔ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ اس نے کہا: اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا محبوب اور پیارا فرزند نہ مرتا۔" آپ نے اسے طلاق دے دی اس کا حق مہر لازم کر دیا ازواج مطہرات پر اسے حرام کر دیا گیا۔ ابن رشد نے السیرۃ النبویہ میں اسی طرح لکھا ہے: ابن جریر نے لکھا ہے: بعض علماء کرام نے فرمایا: آپ نے شنبا بنت عمرو غفاریہ سے نکاح کیا یہ کنانیہ تھی (ایک قول کے مطابق) جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے حرکت کی ابن جریر نے لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام عمرو تھا یہ غفاریہ اور کنانیہ تھی۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

۱۵۔ العالیہ بنت ظبیان۔ امام زہری نے اس کا نام یہی بتایا ہے الطبرانی نے ان سے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ ابوعبیدہ نے لکھا ہے: ہند بنت یزید کے پاس ابو اسد کو پیغام نکاح دے کر بھیجا۔ آپ نے اس سے نکاح کر لیا اس کے پاس تشریف لے گئے پہلے نہ دیکھا تھا جب اسے دیکھا تو اس پر سفید داغ تھا۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت قتادہ نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے ابوالسید الساعدی کو بنوکلاب کی ایک عورت کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کی طرف سے اسے پیغام نکاح دیں۔ آپ نے اسے نہ دیکھا تھا۔ ابوالسید نے آپ کے دیکھے بغیر ہی اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اسے تیار کروا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے اسے دیکھا تو سفید داغ نظر آیا۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یہ کس کے ساتھ آئی تھی انہوں نے اسے عالیہ بنت ظبیان

لکھا ہے۔ انہوں نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو بکر بن کلاب کی ایک عورت العالیہ سے نکاح فرمایا پھر اسے طلاق دے دی تھی۔

انہوں نے امام زہری سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو عمرو بن کلاب کی بہن سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بنو عمرو ہی کہا ہے۔ ابن سعد نے بنو ابو بکر بن کلاب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان سے نکاح فرمایا وہ کافی دیر آپ کے ہاں رہی پھر اسے طلاق دے دی ابو عمر نے لکھا ہے کہ اس کا مقتضیٰ ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے وظیفہء زوجیت ادا کیا تھا۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، سوائے قاسم بن عبداللہ کے، حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دے دی تھی۔

الطبرانی نے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے طویل روایت ذکر کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دے دی تھی۔ آپ بنو عمرو کی بہن سے اس سفید نشان کی وجہ سے جدا ہو گئے تھے جو اس پر تھا۔

امام زہری نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے پہلے اپنے چچازاد سے نکاح کیا تھا اس کی اولاد بھی تھی۔

بعض سیرت نگاروں نے حضرت جویریہ بنت حارث اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہما کا شمار بھی لونڈیوں میں کیا ہے۔ یہ آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں صحیح موقف یہ ہے کہ وہ امہات المؤمنین میں سے تھیں۔

۱۶- عمرہ بنت معاویہ الکندیہ۔ ابونعیم نے حضرات علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ امام شعبی نے روایت کیا ہے آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

۱۷- عمرہ بنت یزید۔ اس نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا۔ انہوں نے اسے طلاق دے دی تھی پھر آپ نے بھی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنے سے قبل طلاق دے دی۔ اس کے نسب میں عمرہ بنت یزید بن عبید بن اوس کہا گیا ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے: آپ نے اس کے ساتھ نکاح فرمایا، پھر آپ کو علم ہوا کہ اس پر سفید داغ ہے آپ نے اسے طلاق دے دی اور اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا تو اس نے آپ سے پناہ طلب کی۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اسے تین کپڑے دینے کا حکم دیا۔

رشاطی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کے باپ نے اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا: یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: عند اللہ اس میں بھلائی نہیں ہے۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔

۱۸- عمرہ بنت یزید الغفاریہ۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب یہ آپ کی خدمت میں آئی اسے خواتین کے سامنے کیا گیا تو اس پر داغ دیکھا آپ نے اسے واپس کر دیا۔ اس کے لئے حق مہر لازم قرار دیا بعد والوں کے لئے اسے حرام کر دیا۔

۱۹- غزیہ۔ یہی ام شریک ہے۔

۲۰- فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ نے اس کے ساتھ نکاح فرمایا۔ آیت تخییر اتری تو اسے اختیار دیا اس نے دنیا کو پسند کر لیا۔ آپ نے اسے جدا کر دیا بعد میں یہ مینگنیاں چنتی تھی وہ کہتی تھی: میں بدبخت ہوں جس نے دنیا کو پسند کیا۔ ابن عبدالبر نے ابن اسحاق کے کلام کا تعاقب کیا ہے ابن حجر نے الاصابہ میں ابن عبدالبر کے اس کلام کا تعاقب کیا ہے۔

۲۱- قتیلہ بنت قیس بن معدی کرب۔ یہ اشعث بن قیس کی بہن تھی آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر حق زوجیت ادا کرنے سے قبل اسے طلاق دے دی تھی۔ ابن ابی خیثمہ نے عبید اور ابن حبیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب کندہ کا وفد آپ کے پاس آیا تو آپ نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ سے نکاح فرمالیا یہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ ماہ صفر کے نصف میں آپ بیمار ہو گئے سوموار کے روز آپ کا وصال ہو گیا جب کہ ماہ ربیع الاول کے دو دن گزرے تھے یہ نہ تو آپ کے پاس آئی نہ دیکھا نہ اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا تھا۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے قوی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے قتیلہ سے نکاح کیا انہیں اختیار دینے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے اسے تخییر سے بری کر دیا۔

امام شعبی نے لکھا ہے: حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے قتیلہ سے نکاح کر لیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر نے ان کی گردن اڑانے کا ارادہ کیا تو ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے نہ تو اس کے لیے حق مہر لازم کیا تھا نہ ہی حق زوجیت اس کے ساتھ ادا کیا تھا۔ یہ اپنے بھائی کے ساتھ مرتد ہو گئی تھی۔ اس نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے برأت کا اظہار کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رک گئے غریب روایت وہ ہے جسے ابن سعد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قتیلہ سے نکاح نہ کیا تھا نہ کندیہ سے نکاح کیا تھا مگر بنو جون کی بہن سے نکاح کیا تھا۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اسے طلاق دے دی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔ میں کہتا ہوں: ممکن ہے انہوں نے عدم زواج سے مراد دخول لیا ہو ورنہ کئی اسناد سے مروی ہے جنہیں رد کرنا ممکن نہیں کہ آپ نے قتیلہ سے نکاح کیا تھا بعض نے وقت بھی بیان کیا ہے جس میں آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا کہ آپ نے اپنے وصال سے دو ماہ قبل ان کے ساتھ نکاح کیا تھا بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے مرض وصال میں اس کے ساتھ نکاح کیا تھا بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ قتیلہ کو اختیار دیا جائے اگر وہ پسند کرے تو اسے پردہ کرا لیا جائے۔ وہ مؤمنین پر حرام ہو گی ورنہ جس سے چاہے نکاح کر لے۔ اس نے نکاح پسند کیا۔ حضر موت میں حضرت عکرمہ سے نکاح کر لیا۔ جب یہ خبر سیدنا صدیق اکبر تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں اسے جلا دوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ امہات المومنین میں سے نہیں۔ نہ ہی آپ نے اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا تھا۔ نہ ہی اس نے پردہ کیا تھا۔ بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی وصیت کی تھی۔ وہ مرتد ہوگئی تھی اس ارتداد کی وجہ سے حضرت عمر فاروق نے دلیل دی تھی کہ وہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے نہیں ہے۔ حضرت عکرمہ کے ہاں اس سے صرف مخیل پیدا ہوا۔

۲۲۔ لیلیٰ بنت خطیم۔ یہ انصاریہ دوسیہ ظفریہ تھی۔ یہ قیس بن خطیم کی بہن تھی ابن ابی خیثمہ، ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: لیلیٰ بنت خطیم آپ کی خدمت میں آئی آپ سورج کی طرف کمر مبارک کئے تھے اس نے آپ کے کندھے پر مارا۔ آپ نے پوچھا: تجھے شیر کھائے کون ہو؟ اس نے کہا: میں پرندوں کو کھلانے والے ہوا کو پکارنے والے کی بیٹی لیلیٰ بنت خطیم ہوں میں اس لئے آئی ہوں تا کہ اپنا آپ آپ کو پیش کروں۔ آپ مجھ سے نکاح فرمالیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے کر دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس گئی اس نے اسے بتایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے نکاح کرلیا ہے۔ لوگوں نے کہا: تو نے برا کام کیا ہے تو غیرت والی عورت ہے آپ کی بہت سی ازواج ہیں تو ان پر غیرت کرے گی وہ تیرے لئے بددعا کریں گے۔ جا فسخ نکاح کے لئے کہہ: وہ واپس آئی عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکاح فسخ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے کر دیا، پھر مسعود بن اوس نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اس کی اولاد بھی ہوئی۔ یہ مدینہ طیبہ کے کسی باغ میں تھی۔ غسل کر رہی تھی ایک بھیڑیئے نے اس پر حملہ کر دیا کیونکہ آپ نے اسے فرمایا تھا وہ اس کا کچھ حصہ کھا گیا پھر یہ مرگئی۔

۲۳۔ لیلیٰ بنت حکیم انصاریہ اوسیہ۔ احمد بن صالح مصری نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں نہیں کیا۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ حکیم ممکن ہے خطیم ہی ہو۔ اسے تجرید اور اصابہ میں برقرار رکھا ہے۔

۲۴۔ ملیکہ بنت داؤد۔ ابن حبیب نے ان کا تذکرہ ان ازواج مطہرات میں کیا ہے جن کے ساتھ آپ نے مباشرت نہ کی تھی۔ ابن الاثیر اور صاحب المورد نے اس طرح لکھا ہے انہوں نے اسے برقرار رکھا ہے الحافظ نے لکھا ہے کہ ابن بشکول نے ان کا تذکرہ کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۲۵۔ ملیکہ بنت کعب الکنانیہ۔ ابن سعد نے ابو معشر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا یہ حسین و جمیل تھی۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اس کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا: تمہیں حیاء نہ آئی کہ تم نے اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ نکاح کرلیا ہے۔ اس کا باپ فتح مکہ کے روز قتل ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا اس نے آپ سے پناہ طلب کی آپ نے اسے طلاق دے دی اس کی قوم آئی عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جھوٹی ہے اس کی کوئی رائے نہیں اسے دھوکہ دیا گیا ہے۔ آپ رجوع فرمالیں مگر آپ نے انکار کر دیا

انہوں نے اذن طلب کیا کہ وہ بنو عذرہ میں سے کسی قریبی کے ساتھ نکاح کر لے۔آپ نے اسے اذن دے دیا اس نے ایک عذری کے ساتھ نکاح کر لیا ابن سعد نے ضعیف سند کے ساتھ عطاء بن یزید جندعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے ملیکہ بنت کعب سے رمضان المبارک سنہ ۸ ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ان کے ساتھ حق زوجیت بھی ادا کیا تھا وہ آپ کے ہاں ہی وصال کر گئی تھیں۔

محمد بن عمرو نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کنانیہ سے نکاح نہ کیا تھا۔

۲۶- ہند بنت زید۔یہ بنت برصاء کے نام سے معروف تھیں۔ابو عبیدہ نے انہیں ازواج مطہرات میں شامل کیا ہے احمد بن صالح نے لکھا ہے کہ یہ پہلی ہی عمرہ بنت یزید ہے۔

تنبیہ

عدم دخول سے مراد عدم وطئی ہے کیونکہ جو دخول سے قبل مر گئی تھیں وہ بالاتفاق حضرت دحیہ کی بہن اور بنت حذیل ہے جب کہ ملیکہ اور سبا میں اختلاف ہے کہ کیا وہ وفات پا گئی تھیں یا آپ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

اتفاق ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا تھا آپ نے عمرہ بنت ضحاک،بنت ظبیان کو حق زوجیت سے قبل جدا کر دیا تھا۔عمرہ،اسماء اور غفاریہ کے متعلق اتفاق ہے۔سات عورتوں کو جدا کرنے پر اتفاق ہے دو میں اختلاف ہے۔مبانات بالاتفاق چار ہیں۔جب آپ کا وصال ہوا تو دس ازواج مطہرات آپ کے ہاں تھیں ایک کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا تھا۔الطبرانی نے عاصم بن عمر کی سند سے روایت کیا ہے جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔امام ترمذی نے اسے متروک کہا ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عورت تھی جس نے اپنا آپ اختیار کیا تھا۔یہ بنو ہلال میں سے تھی۔

❁❁❁

پندرھواں باب

جنہیں صرف پیغام نکاح دیا تھا۔نکاح نہ کیا تھا

بعض خواتین کو آپ نے پیغام نکاح تو دیا تھا لیکن ان سے عقد نکاح نہ فرمایا یہ کسی امر کی وجہ سے تھا جو اس کا تقاضا کرتا تھا وہ درج ذیل خواتین ہیں۔

۱- جمرہ۔جمرہ بنت حارث۔ابن ابی خیثمہ اور ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اسے آپ نے پیغام

نکاح دیا تو اس کے باپ نے کہا: اسے مرض ہے، حالانکہ اسے کچھ نہ تھا جب اس کا باپ اس کے پاس گیا تو اسے برص ہو چکا تھا۔ یہی ام شبیب بن برصاء ہے۔ حافظ نے الاصابہ میں لکھا ہے جمرہ بنت حارث ہی برصاء تھی اس کا نام امامہ یا مرضانہ تھا کہا جاتا ہے: برصاء کا نام قرصافہ تھا اس کے والد کے تذکرہ میں اس کا بھی ذکر ہے انہوں نے صرف الحاء میں لکھا ہے۔

حارث بن عوف۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی نور نظر کو پیغام نکاح دیا اس نے کہا: مجھے وہ آپ کے لئے پسند نہیں اسے برصاء ہے اسے کچھ نہ تھا۔ وہ گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اسے برص ہو چکا تھا اس کے چچا زاد یزید بن حمزہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا اس سے شبیب پیدا ہوا جو ابن البرصاء کے نام سے معروف ہوا۔ برصاء کا نام قرصافہ تھا۔ الرشاطی نے اسی کا تذکرہ کیا ہے میں کہتا ہوں: جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو اس جگہ جمرہ کا ذکر نہیں ہے۔

۲۔ جمرہ بنت حارث المزنیہ۔ عبدالملک نیشاپوری نے اس کا تذکرہ حضرت قتادہ سے کیا ہے اسی طرح حلبی نے المورد میں اس میں اور اس سے اوپر والی مذکورہ میں فرق کیا ہے لیکن یہ درست نہیں یہ بلا شبہ ایک ہی ہے۔

۳۔ جیبہ بنت سہل۔ ابن سعد نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ سہلہ سے نکاح فرمائیں پھر آپ نے ترک فرما دیا۔

۴۔ خولہ یا خویلہ بنت حکیم۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے ابو نعیم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے اپنا آپ نبی کریم ﷺ کو پیش کیا تھا۔ ہشام بن کلبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ ان خواتین میں سے تھی جنہوں نے اپنا آپ حضور اکرم ﷺ کو پیش کیا تھا۔ ابن جوزی نے التنقیح میں لکھا ہے: آپ نے اس کا معاملہ مؤخر کیا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے اس سے نکاح کر لیا۔

۵۔ سودہ قرشیہ۔ ابن مندہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سودہ قریشہ سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس نے عرض کی: آپ مجھے ساری مخلوق سے محبوب ہیں۔ میری ایک بچی ہے مجھے ناپسند ہے کہ لوگ صبح و شام آپ کے سر کے پاس چیختے رہیں۔ آپ نے فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی عورتیں بہترین ہیں۔ وہ اپنے بچے پر بچپن میں مہربانی ہوتی ہیں خاوند کے لیے اس پر شفقت کرتی ہیں۔ صحیح مسلم میں اس روایت کی اصل ایک اور وجہ سے ہے لیکن وہاں اس کا نام نہیں ہے۔ امام احمد اور ابو یعلی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔

۶۔ صفیہ بنت بشامہ۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے پیغام نکاح دیا تھا۔ اسے قید کا سامنا کرنا پڑا تھا آپ نے اسے اپنے اور اس کے خاوند کے مابین اختیار دیا۔ خاوند نے اسے

چھوڑ دیا۔ بنو تمیم نے اسے برا بھلا کہا۔ ابن حبیب نے المحبر میں اُسے اس باب میں ذکر کیا ہے۔

۷۔ ضباعہ بنت عامر۔ انہوں نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا یہ مکہ مکرمہ میں ہی مسلمان ہو چکی تھیں جب کہ آپ نے اپنا آپ بنو عامر پر پیش کیا تھا انہوں نے ہجرت کی تھی۔ ابن جوزی اور ابن عساکر نے ان کا تذکرہ کیا ہے یہ عرب کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں۔ خلق کے اعتبار سے عمدہ تھیں۔ جب یہ بیٹھتی تھیں تو زمین سے بہت سا حصہ الکثیر لیتی تھیں۔ ان کا جسم بہت بڑا تھا وہ اپنے بالوں سے اسے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ ہوذہ بن علی الحنفی کی زوجیت میں تھیں۔ وہ انتقال کر گئے تو عبداللہ بن جدعان سے نکاح کر لیا لیکن ان کے ساتھ دل نہ لگا اور طلاق کا مطالبہ کر دیا انہوں نے طلاق دے دی۔ ہشام بن مغیرہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا ان کے ہاں سلمہ پیدا ہوئے۔ وہ رب تعالیٰ کے بہترین بندوں میں سے تھے۔ آپ نے اس کے لڑکے کے ذریعے پیغام نکاح دیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو رکاوٹ تو نہیں میں ان سے مشورہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے انہیں بتایا انہوں نے کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا تم حضور اکرم ﷺ کے متعلق مجھ سے مشورہ کر رہے ہو آپ کی خدمت میں جاؤ اور ہاں کہہ دو۔ جب ان کا بیٹا ان کے پاس گیا تو آپ سے عرض کی گئی: ضباعہ اس طرح نہیں جیسے آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس کے چہرے کی سلوٹیں زیادہ ہو گئی ہیں اس کے منہ سے دانت گر گئے ہیں۔ جب سلمہ واپس آئے اور ان کا جواب عرض کیا تو آپ خاموش رہے۔

۸۔ نعاملہ۔ اسے اور اس کے بعد خواتین کو ازواج میں شامل کیا گیا ہے اگر اس سے مراد پیغام نکاح ہے تو یہ واضح ہے ورنہ انہیں سابقہ باب میں ذکر کرنا بہتر تھا۔ میں نے کوشش کی لیکن مجھے اس کے باپ کا نام نہ ملا۔

یہ بنو عنبر کے قیدیوں میں سے تھی یہ خوبصورت عورت تھی آپ نے اسے پیشکش کی کہ آپ سے نکاح کر لے۔ جلد ہی اس کا خاوند حریش دباغ آ گیا انہوں نے اسے برقرار رکھا۔

۹۔ ام شریک بنت جابر غفاریہ۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ احمد بن صالح نے اس کا ذکر ان ازواج میں کیا ہے جن کے ساتھ آپ نے وظیفہ زوجیت ادا نہ کیا تھا۔

۱۰۔ ام شریک انصاریہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہی بنت انس بن رافع تھیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ بنت خالد بن لوذان تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ام شریک بنت ابی العسکر تھیں۔ صحیح مسلم میں جساسہ کے قصہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے تمیم داری کی روایت میں ہے۔ ام شریک ایک غنی خاتون تھیں۔ وہ راہ خدا میں بہت زیادہ خرچ کرتی تھیں اس کے پاس مہمان گئے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ کون تھی؟ حضرت قتادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ام شریک انصاریہ سے نکاح فرمایا۔ آپ نے فرمایا، مجھے پسند ہے کہ میں انصار میں نکاح کروں، پھر فرمایا: مجھے انصار کی غیرت پسند نہیں۔ آپ نے اس کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا نہ کیا۔

۱۱- ام شریک دوسیہ۔ ابن سعد، ابن شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور الطبرانی نے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً۔ (الاحزاب:۵۰)

میں مراد ام شریک ازدیہ ہیں۔ انہوں نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا۔ عکرمہ سے بھی روایت ہے کہ یہ حضرت ام شریک دوسیہ تھیں۔ انہوں نے منیر بن عبداللہ دوسی سے روایت کیا ہے کہ ام شریک غزیہ بنت جابر نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ خوبصورت تھیں۔ آپ نے انہیں قبول کرلیا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو عورت کسی کو اپنا آپ پیش کرے اس میں کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ حضرت ام شریک نے فرمایا: میں ہی وہ عورت ہوں۔ رب تعالیٰ نے انہیں مومنہ فرمایا:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اور مومن عورت اگر وہ اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرے۔

میں نے ہی اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا جب یہ آیت طیبہ اتری تو حضرت ام المومنین نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہاری تمنا کے بارے جلدی کرے گا۔ نسائی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام شریک سے روایت کیا ہے کہ وہ ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

امام بخاری اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا ان کے پاس ان کی بچی تھی انہوں نے فرمایا: ایک عورت بارگاہ رسالت مآب میں آئی عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس کی بچی نے کہا: ہائے! اس عورت کا حیاء کتنا کم تھا۔ حضرت انس نے فرمایا: وہ تم سے بہتر تھی۔ انہوں نے آپ میں رغبت رکھی تھی اور اپنا آپ کو پیش کر رہی تھی۔ انہوں نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے پاس ایک خاتون بھی ایسی نہ تھی جس نے اپنا آپ آپ کو هبہ کیا ہو۔

۱۲- ام شریک قرشیہ۔ ان کا تعلق بنو عامر سے تھا کسی نے کہا کہ ان کا تعلق دوس میں سے اسد قبیلہ کے ساتھ تھا تیمی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ام شریک کا تعلق بنو عامر سے تھا انہوں نے اپنا آپ، آپ کو هبہ کیا تھا مگر آپ نے انہیں قبول نہ کیا تھا۔ انہوں نے شادی نہ کی حتیٰ کہ وصال کر گئیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے: مختلف روایات سے جو بات ظاہر ہوتی ہے کہ ام شریک ایک ہی ہیں۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے کہ وہ قریشی ہیں سے عامریہ تھیں۔ انصاریہ تھیں دوس میں سے ازدیہ تھیں۔ ان تینوں نسبوں کو یوں جمع کیا جاتا ہے کہ وہ قرشیہ تھیں دوس میں نکاح کیا تھا انہی کی طرف منسوب تھیں پھر انصار میں نکاح کرلیا تھا پھر ان کی طرف منسوب

ہوئیں یا نکاح نہ کیا تھا بلکہ اعم معنی میں انصار کی طرف منسوب تھیں۔

۱۳۔ ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو ان کے بارے میں پیغام نکاح دیا تھا۔ ھبیرہ بن عمرو نے بھی پیغام نکاح دیا تھا۔ جناب ابوطالب نے ان کا نکاح ھبیرہ سے کر دیا۔ جب آپ نے اس کے متعلق فرمایا تو انہوں نے کہا: بھتیجے! ہم نے ان کے ساتھ سسرالی رشتہ داری قائم کی ہے۔ کریم کریم کا کف ہوتا ہے، پھر اسلام نے حضرت ام ہانی اور ھبیرہ کے مابین تفریق ڈال دی۔ آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا، تو انہوں نے عرض کی: میں جاہلیت میں آپ سے محبت کرتی تھی۔ اسلام میں کیسے محبت نہ کروں گی، لیکن میں مصیبت زدہ عورت ہوں۔ مجھے ناپسند ہے کہ وہ آپ کو تکلیف دیں۔ آپ نے فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی صالح عورتیں بہترین ہیں وہ اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہیں۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح دیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی آپ سے رغبت ہے میں آپ سے روگرداں کیوں ہوں؟ لیکن میں پسند نہیں کرتی کہ میں نکاح کروں۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں ان میں سے قریش کی عورتیں بہترین ہیں۔

۱۴۔ نامعلوم عورت۔ آپ نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ اس نے عرض کی حتیٰ کہ میں اپنے باپ سے اذن لے لوں آپ نے اسے اذن دے دیا۔ وہ واپس آئی تو آپ نے فرمایا ہم نے تیرے علاوہ اور لحاف اوڑھ لیا ہے۔ دو اور عورتوں نے آپ کو اپنا آپ پیش کیا، مگر آپ نے شرعی مانع کی وجہ سے انہیں رد فرما دیا۔

۱۔ حضرت امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے رضائی بھائی کی نور نظر ہیں۔

۲۔ عزہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے لئے روا نہیں کیونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ میری زوجیت میں ہیں۔ ان کے متعلق روایات صحیح میں ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عشرہ مبشرہ کے فضائل

علماء کرام نے اس موضوع پر کثیر کتب تحریر کی ہیں۔ کتاب الریاض النضرہ ان میں سے جامع ترین کتاب ہے جسے امام علامہ محدث فقیہ شیخ الشافعیہ سے البلد الحرام نے تحریر کیا ہے۔

پہلا باب

ان کے مشترکہ فضائل

ا۔نسب پاک

حضور اکرم ﷺ کا نسب پاک یہ ہے: (جان عالم) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن مضر بن مالک بن نضر بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ جب آپ نے یہ جان لیا ہے تو جان لیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ تھا۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اسے ہی صحیح کہا ہے بعض نے کہا کہ ان کا نام عتیق تھا، لیکن صحیح وہی ہے جس پر عام علماء کرام ہیں کہ عتیق ان کا لقب تھا، کیونکہ وہ آگ سے آزادی پاگئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا یا ان کی نسب میں ایسی چیز نہ تھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگایا جاسکے ان کے نام "صدیق" پر امت کا اجماع ہے کیونکہ انہوں نے آپ کی تصدیق کرنے میں جلدی کی۔ انہوں نے سچ کو لازم پکڑا تھا، کسی حالت یا وقت میں سچ کا دامن نہ چھوڑا تھا۔ شیخ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابن مسدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جاہلیت میں ان کا لقب تھا۔ جیسے کہ حضرت حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے لیکن یہ معراج کی صبح کو مشہور ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: امیر المومنین! ہمیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ ایسے شخص تھے جن کا نام رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کی زبان سے صدیق رکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے صدیق کہا تھا۔ وہ نماز میں آپ کے نائب تھے۔ ہم اپنی دنیا کے لئے بھی اسی پر راضی ہو گئے جن پر دین کے لئے راضی ہوئے تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ پہلے ان کا نام عتیق تھا پھر عبد اللہ رکھا گیا۔ الطبرانی نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: "عبداللہ" انہوں نے کہا: لوگ عتیق کہتے ہیں: انہوں نے کہا: حضرت ابوقحافہ کے تین بیٹے تھے۔ جن کے نام عتیق، معتق اور معتیق تھے۔

ابن مندا اور ابن عساکر نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عتیق کیوں کہا جاتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ان کی والدہ ماجدہ کا کوئی بیٹا بچتا نہ تھا۔ جب وہ پیدا ہوئے تو وہ انہیں بیت اللہ لے گئیں۔ یہ دعا مانگی "مولا"! یہ موت سے بچا ہوا ہے۔ اسے مجھے عنایت کر دے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کا نام عبداللہ رکھا لیکن عتیق نام ان پر غلبہ پا گیا۔ دوسری روایت میں ہے: لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عتیق رکھا: اس وقت میں اختلاف ہے جب یہ لقب عطا کیا گیا۔ ابویعلی نے اپنی سند میں ابن سعد اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! ایک دن میں اپنے گھر تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن میں تھے۔ میرے اور ان کے مابین پردہ حائل تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ آگ سے آزاد کئے ہوئے کو دیکھے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ ان کے اہل خانہ نے ان کا نام عبداللہ رکھا تھا، مگر عتیق نام غلبہ پا گیا۔

امام ترمذی اور حاکم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: تم آگ سے بچے ہوئے (عتیق) ہو۔ اس دن سے انہیں عتیق کہا جانے لگا۔ بزار اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا: تم آگ سے بچے ہوئے (عتیق) ہو" ان کا نسب یہ ہے" عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن کعب بن لوئی۔ کعب بن لوئی پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ان کا نسب بھی کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنی بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ عبد شمس بن عبد مناف پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ہجرت بھی کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن ہاشم۔ ہاشم پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ ان کا نسب مرہ بن کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ صعبہ بنت اخت العلاء تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، اور آپ کے عہد ہمایوں میں وصال کر گئی تھیں۔

حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اسدی قصی پر ان کا نسب پاک آپ کے نسب پاک

سے مل جاتا ہے ان کی والدہ حضرت صفیہ تھیں جو آپ کی پھوپھو تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن وھیب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ۔ ان کی کنیت ابو اسحاق بن مالک تھی اس کی کنیت ابو وقاص بن وھیب تھی۔ اسے اھیب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بھی کہا جاتا ہے۔ عبد مناف پر ان کا نسب آپ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ انہوں ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ تھی جو ابوسفیان بن حرب کی چچا زاد تھی۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد تھے ان کی بہن کے شوہر نامدار تھے ان کا نسب کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ ابتداء میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنے تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت بعجہ بن ملیح خزاعیہ تھی۔

عبد الرحمان بن عوف بن عبد بن عوف بن عبد الحارث بن زھرہ بن کلاب بن مرہ۔ ان کا نسب کلاب بن مرہ پر آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ سناء بنت عوف تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی: حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ فہر بن مالک پر ان کا نسب آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ وہ اس امت کے امین ہیں۔ ان کی والدہ کا نام امیہ بنت غنم بن جابر بن عبد العزیٰ تھا۔

۲۰- ان کے بعض فضائل

ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم، ابونعیم، ضیاء، امام احمد نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے، امام احمد اور ابن عساکر، ترمذی، ابونعیم حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں۔ علی جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں۔ طلحہ جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔

امام احمد، ابن منیع، ابوداؤد، ابن ماجہ، ضیاء اور ترمذی نے حضرت سعید بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس حضرات قدسیہ جنتی ہیں۔ میں جنتی ہوں، ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم) الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن سعد، دار قطنی نے الافراد میں حاکم، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن زید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قریش کے دس افراد جنت میں جائیں گے۔ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، ابوعبیدہ

بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

امام احمد، ابونعیم اور ابن عساکر نے ریاح بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم کوفہ کی بڑی مسجد میں تھے حضرت مغیرہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں اور مومنین کی اتباع کرنے والا جنتی ہے۔ اگر میں اس آخری شخص کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں، ایک شخص نے عرض کی: میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ تابع المومنین کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: تم نے رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو میں ہی تابع المومنین ہوں اور حضور اکرم ﷺ (جنتی ہیں)۔

ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: کاش! میں ایک جنتی شخص دیکھ لیتا۔ آپ نے فرمایا "میں جنتی ہوں" انہوں نے عرض کی: میں آپ کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جنتی ہیں آپ نے فرمایا: میں اہل جنت میں سے ہوں۔ تم اہل جنت میں سے ہو، عمر اہل جنت میں سے ہیں، عثمان اہل جنت میں سے ہیں، علی اہل جنت میں سے ہیں، طلحہ اہل جنت میں سے ہیں، زبیر اہل جنت میں سے ہیں، عبدالرحمن اہل جنت میں سے ہیں، سعد اہل جنت میں سے ہیں اگر میں چاہوں تو دسویں خوش نصیب کا نام بھی لے سکتا ہوں۔: انہوں نے عرض کی: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ضرور اس کا نام لیں: فرمایا "میں"

ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم آپ کے ہمراہ کوہ حراء پر تھے آپ نے دس جنتی افراد کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن، سعد، سعید اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم، ابونعیم اور ضیاء نے، امام احمد، ترمذی، ابونعیم اور عبد بن حمید نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، عبدالرحمن جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید جنتی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔

❁❁❁

دوسرا باب

ان میں سے بعض کے فضائل

عقیلی، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے، الطبرانی، امام احمد اور ترمذی

نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابونعیم، بیہقی اور ضیاء نے حضرت انس سے، عقیلی نے الضعفاء میں ابن الانباری نے المصاحف میں، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر صدیق ہیں: ایک روایت میں "ارحم" کی جگہ "اراف" ایک میں "ارفق" کے الفاظ ہیں، اور دین الٰہی میں ان میں سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سب سے شدید عمر فاروق ہیں۔ میری امت میں سے سب سے سچے، کریم اور باحیاء عثمان ہیں۔

ان میں سے سب سے بہتر فیصلے کرنے والے حضرت علی ہیں اور فرائض کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابت ہیں۔ الطبرانی نے تحریر کیا ہے: ابودرداء کو عبادت عطا کر دی گئی ہے، میری امت میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ اس میں سے حلال اور حرام کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔ یہ روز حشر ایک ٹیلے پر امام العلماء بن کر آئیں گے اور ابوہریرہ علم کا برتن ہیں۔

ابن عساکر نے ابن عامر سے انہوں نے بکی سے مرسل روایت کی ہے لیکن اس میں انقطاع ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! ابوبکر پر رحم فرما وہ تجھ سے پیار کرتے ہیں تیرے رسول معظم ﷺ سے پیار کرتے ہیں مولا! عمر پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! عثمان پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول مکرم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! علی پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! ابوعبیدہ بن جراح پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! عمرو بن عاص پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی نے حسن سند کے ساتھ حاکم نے الکنی میں، ابونعیم نے الحلیہ میں اور الحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سلمان وہ عالم ہیں جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت ابوذر سے بڑھ کر سچے انسان پر نہ آسمان نے سایہ کیا نہ ہی زمین نے ان سے بڑھ کر سچے انسان کو اٹھایا۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ علم کا برتن ہیں کہ ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین اور اس میں سے اخلاق کے اعتبار سے احسن ابوعبیدہ بن جراح ہیں ابوبکر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، عمر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، عثمان بہت ہی عمدہ انسان ہیں، علی بہت ہی عمدہ انسان ہیں، ابوعبیدہ بہت ہی عمدہ انسان ہیں، اسید بن حضیر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، ثابت بن قیس بہت ہی عمدہ انسان ہیں، معاذ بن جبل بہت ہی عمدہ انسان ہیں، معاذ بن عمرو بہت ہی عمدہ انسان ہیں، سہیل بن بیضاء بہت ہی عمدہ انسان ہیں۔

❁❁❁

تیسرا باب

خلفاء راشدین کے بعض مشترکہ فضائل

۱-رب تعالیٰ کی عطا فرمودہ شان والا

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر کو باپ، عمر کو آسانی پیدا کرنے والا، عثمان کو سند اور اے علی المرتضیٰ! تمہیں مددگار بنالوں۔ تم چاروں کے متعلق رب تعالیٰ نے کتاب میں عہد لیا ہے تم سے صرف مومن ہی پیار کرتا ہے۔ تم سے صرف فاجر ہی بغض رکھتا ہے تم میرے گھرانے والے ہو، تم میرے عہد کا استحکام ہو، تم میری امت پر میری محبت ہو۔ باہم بے تعلق نہ ہونا، باہم دشمن نہ ہونا اور ایک دوسرے کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہنا۔

امام رافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نیچے اترے عرض کی: محمد عربی! ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ وہ فرماتا ہے: آپ کی امت کا ہر ہر فرد روز حشر پیاسا آئے گا سوائے ان کے جو سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہوں گے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی تو اس نے میرے احکام کو رد کر دیا اور اس امر کا انکار کر دیا جس کے وہ اہل تھے۔

عبد بن حمید اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان چاروں (ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم) کی محبت مؤمن کے دل میں جمع ہو سکتی ہے۔

۲-صرف مؤمن ہی ان سے محبت کرتا ہے اور صرف منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے

الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان چاروں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم)

امام احمد، الطبرانی نے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک ڈول دیکھا جسے آسمان سے لٹکایا گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر آئے انہوں نے اس کو کنارے سے پکڑا اور تھوڑا سا پیا، پھر حضرت عمر آئے انہوں نے اسے کناروں سے پکڑا اور سیر ہو کر پیا، حضرت عثمان آئے انہوں نے اسے پکڑا اور سیر ہو کر پیا پھر حضرت علی آئے انہوں نے اسے پکڑا تو وہ ڈول کھل گیا اس میں سے کچھ پانی ان پر گرا۔

۳- وہ بعض انبیائے کرام کی مثال ہیں

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر ہر نبی کی مثال میری امت میں موجود ہے حضرت ابوبکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت عمر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت عثمان حضرت ہارون علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت علی میری مثال ہیں جو حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف دیکھنا چاہتا ہو وہ حضرت ابوذر غفاری کی طرف دیکھ لے۔

۴- انہیں جنت کی بشارت

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد میرا خلیفہ جنت میں، اس کے بعد اس کا خلیفہ جنت میں اسی طرح تیسرا اور چوتھا خلیفہ جنت میں ہوگا۔

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں آپ کے ساتھ تھا ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا آپ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو اسے جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر سامنے کھڑے تھے میں نے انہیں بشارت دی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر ایک اور شخص آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا آپ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو اسے جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں بشارت دی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا آپ نے فرمایا اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو مگر اسے کچھ آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے حضرت عثمان غنی کھڑے تھے۔ میں نے انہیں بشارت دی انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے مجھے باغ کے دروازہ پر نگرانی کا حکم دیا ایک شخص اذن لینے آیا آپ نے فرمایا: اسے اذن دے دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ وہ سیدنا صدیق اکبر تھے پھر دوسرا شخص آیا تاکہ اذن طلب کرے آپ نے فرمایا: اسے اذن دے دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو وہ حضرت عمر فاروق تھے پھر ایک اور شخص آیا اس نے اذن طلب کیا آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: اسے اذن دے دو اور جنت کی بشارت دے دو مگر کچھ آزمائشوں کے ساتھ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

❀❀❀

چوتھا باب

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

عقیلی، ابن عساکر، بزار اور ضیاء نے حضرت انس سے، بزار، الطبرانی نے اوسط میں حضرت ابوسعید سے، انہوں نے ابن عساکر نے حضرت جابر سے، اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر اولین و آخرین اہل جنت میں سے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہوں گے۔ سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے، خطیب نے حضرت جابر سے، ابویعلی، بیہقی، ماوردی، ابونعیم اور ابن عساکر نے مطلب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دین میں ابوبکر و عمر میرے لئے اسی طرح ہیں جیسے سر کے کان اور آنکھیں ہوتے ہیں۔ دیلمی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر و عمر اہل آسمان اور اہل زمین سے بہترین ہیں وہ ان سے بھی بہترین ہیں جو روز حشر تک باقی رہیں گے۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور الطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خود دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں میں اس کے آٹھ دروازوں میں سے ایک سے نکلا مجھ پر میری امت پیش کی گئی۔ ایک ایک فرد کھڑا تھا۔ میزان نصب کر دیا گیا تھا۔ میری امت ایک پلڑے میں جب کہ مجھے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر میری امت کو ایک پلڑے میں اور حضرت عمر فاروق کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ حضرت عمر فاروق والا پلڑا جھک گیا، پھر ایک پلڑے میں میری امت کو اور دوسرے پلڑے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا صدیق اکبر والا پلڑا جھک گیا، پھر میزان کو اٹھا لیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ میزان کا پلڑا لایا گیا اس میں مجھے رکھا گیا پھر میری امت کو لایا گیا اسے دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر مجھے اٹھا لیا گیا۔ حضرت ابوبکر کو لایا گیا انہیں میزان کے پلڑے میں رکھا گیا۔ ان کا پلڑا بھی جھک گیا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ ان کا پلڑا بھی جھک گیا، پھر میزان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا میں اسے دیکھ رہا تھا۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد اور ابن عساکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن سرح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حراء! پرسکون ہو تجھ پر یا تو نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔ حکیم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق روز حشر اس طرح اٹھیں گے آپ نے سبابہ، وسطی اور بنصر انگلیاں نکالیں۔ ہم لوگوں کو اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر حضرات ابوبکر اور عمر کے مابین اٹھوں گا میں حرمین کے مابین کھڑا

ہوں گا اہل مدینہ اور اہل مکہ میرے پاس آجائیں گے۔

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس میں فضل بن جبر اور داؤد بن جبر ہیں یہ دونوں ضعیف ہیں) انہوں نے فرمایا: روز حشر ایک منادی اعلان کرے گا کہ حضرات ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے قبل کوئی نوشتہ نہ اٹھایا جائے گا۔ امام احمد، الطبرانی، ترمذی، ابن ماجہ، ابو یعلی، ضیاء نے حضرت حذیفہ سے بغوی نے الجعدیات میں، ابن عساکر، ابن عجار نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن مسعود سے، رویانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت حذیفہ سے، ابن عدی اور الطبرانی نے حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہوں گے یعنی میرے صحابی ابو بکر اور عمر۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دراز رسی ہیں جس نے انہیں پکڑ لیا اس نے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا۔ جس نے ٹوٹنا نہیں ہے۔ حضرت عمار کی ہدایت اختیار کرو جو حضرت ابن مسعود حدیث بیان کریں اسے قبول کرلو۔

ابو داؤد داورطیالسی، امام احمد، عبد بن حمید، ابن ماجہ اور طحاوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر سے پوچھا۔ "تم وتر کب پڑھتے ہو؟ عرض کی رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے بعد۔ آپ نے پوچھا: عمر! تم کب وتر پڑھتے ہو؟ عرض کی: "رات کے آخری وقت میں۔" آپ نے فرمایا: ابو بکر! تم نے اعتماد کے ساتھ (اعتماد) کو پکڑا ہے عمر! تم نے قوت کے ساتھ پکڑا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت ابو سعید سے، الطبرانی بغوی اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن سمرہ سے، ابن عجار نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلند درجات والے یوں ہوں گے جنہیں نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جیسے کہ افق آسمان پر تاباں ستاروں کو دیکھتے ہو۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان میں سے ہیں ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے یوں دیکھیں گے جیسے تم میں سے کوئی ایک آفاق میں سے کسی افق پر سرگرداں ستارے کو دیکھتا ہے۔ ابو بکر اور عمر ان میں سے ہیں۔ ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔ ابو اسحاق المولی، ابن عساکر نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اہل علیین میں سے کوئی ایک جنت میں دیکھے گا اہل جنت کے چہرے اس طرح روشن ہو جائیں گے جیسے اہل دنیا کے لئے چاند چودھویں کی رات کو روشن ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہوں گے۔ ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے اس کی قوم میں سے کچھ خواص ہوتے ہیں۔ میرے صحابہ میں سے میرے خواص ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر ہوتے

تھے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔حاکم،ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابوسعید سے،ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے،ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہیں۔اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں، اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے لئے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت کی اس طرح امید ہے جس طرح مجھے ان کے لئے لا الہ الا اللہ سے امید ہے۔

ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر کی مثال انبیاء کرام میں حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی مثال ہے ان میں سے ایک راہ خدا میں پتھر سے بھی سخت تھے۔انہیں آزمائش کا سامنا کرنا پڑا دوسرے دودھ سے بھی زیادہ نرم تھے انہیں آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! کیا تم ان دو بزرگوں ابوبکر اور عمر سے محبت کرتے ہو۔ان سے محبت کرو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ابن نجار نے حضرت انس سے،ابن عساکر اور دیلمی نے حضرت جابر سے،ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر و عمر کی محبت سنت ہے ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے یا نفاق ہے، انصار کی محبت ایمان ہے،ان کے ساتھ بغض کفر ہے،عرب کی محبت ایمان ہے،ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔دوسرے الفاظ میں ہے۔جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے ان کے متعلق میرا لحاظ رکھا۔میں روز حشر اس کی حفاظت کروں گا۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں،ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے تخلیق کئے گئے ہیں۔ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،اس امت میں سے اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔انہوں نے حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما سے،حاکم نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے بعد بہترین ابوبکر اور عمر ہیں۔الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین میں سے صالح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ترمذی،ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے،ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے اس کے صحابہ میں سے کچھ خواص ہوتے ہیں میرے خواص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ابن عساکر نے ابن عباس سے ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرات جبرائیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس، انس اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرات جبرائیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابوالحسن الصیقلی نے امالیہ میں خطیب اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے۔ ان کے ساتھ بغض صرف منافق ہی رکھتا ہے۔ ابوملجز نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی حضور اکرم ﷺ کا وصال نہ ہوا تھا کہ ہم نے جان لیا کہ آپ کے بعد ہم میں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کا وصال نہ ہوا تھا کہ ہم نے جان لیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ہم میں سے افضل عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مشترکہ فضائل

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے القابعی کے، وہ متہم ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو آپ نے ایک پتھر رکھا، پھر ایک پتھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رکھا پھر ایک پتھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ آپ سے عرض کی گئی تو فرمایا: میرے بعد خلافت کا معاملہ اسی طرح ہو گا۔ الطبرانی نے اسے جریر کی سند سے روایت کیا ہے اس میں مسجد قباء کا ذکر ہے آپ نے مذکورہ بالا تینوں خلفاء الراشدین کو پتھر رکھنے کا حکم دیا۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے اور الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم حضور اکرم ﷺ کے عہد ہی میں یوں کہتے تھے کہ حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم خلافت کے معاملہ میں اسی طرح ہیں صحیح میں یہ اسی طرح روایت ہے لیکن وہاں خلافت کے معاملہ میں نہیں ہے۔

بزار نے نوفل بن اسماعیل کی سند سے (ابن معین اور ابن حبان نے اسے ثقہ اور امام بخاری نے اسے ضعیف کہا ہے الحافظ نے اسے زوائد البزار میں حسن کیا ہے) حضرت سفینہ سے امام احمد، ابن مندہ اعرابی سے، الطبرانی نے الکبیر میں اسامہ بن شریک سے، ابن مندہ، ابن نافع نے حضرت جبیر سے، ابن عساکر نے ابن عمر سے، ابوامیمہ اور شیرازی نے القاب میں، ابن مندہ اور ابن عساکر نے عرفجہ الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ آسمان سے میزان نیچے لٹکایا گیا ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے میں میری امت کو رکھا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر میری جگہ حضرت ابوبکر صدیق کو اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کا پلڑا جھک گیا پھر ان

کی جگہ حضرت عمر فاروق کو دوسرے پلڑے میں، اور ایک میں میری امت کو رکھا گیا تو حضرت عمر فاروق کا پلڑا جھک گیا پھر ان کی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا تو ان کا پلڑا بھی جھک گیا پھر میزان کو اٹھا لیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے" آج رات میرے بعض صحابہ کرام کا وزن کیا گیا۔ پہلے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا وزن کیا گیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق کا وزن حضرت عمر سے کیا گیا تو حضرت ابو بکر کا پلڑا جھک گیا، پھر حضرت عمر فاروق کا وزن حضرت عثمان غنی سے کیا گیا تو ان کا پلڑا جھک گیا۔ آپ نے اس کے ذریعے خلافت کی قوت دیکھی پھر رب تعالیٰ جسے چاہے گا ملک عطا کردے گا۔

ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق میرے وزیر ہیں وہ میرے قائم مقام ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق میری زبان کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ میں حضرت عثمان سے اور وہ مجھ سے ہیں۔ ابو بکر! گویا کہ تم سے میری امت کی شفاعت کی جائے گی۔ امام احمد، امام بخاری، ابو داؤد، ترمذی نے حضرت انس سے، امام احمد عبد بن حمید، عقیلی نے ابن حبان، الطبرانی اور الضیاء نے سہل بن سعد سے، امام ترمذی نے حضرت عثمان بن عفان سے، ابو یعلی، ترمذی اور نسائی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احد پر سکون ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ابن عدی نے الکامل میں اور حاکم نے حضرت سفینہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد یہ امر کے والی ہیں یعنی حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم۔ ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں یہ اعلان کردو کہ میرے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ یا بلال! اعلان کردو۔ میرے بعد خلیفہ ابو بکر اور عمر ہوں گے۔ بلال! اعلان کردو کہ میرے بعد خلیفہ عمر اور عثمان ہوں گے۔ بلال! اعلان کردو۔ رب تعالیٰ نے انکار کردیا ہے مگر اسی کا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے مطلب بن شعیب کے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے ان میں سے ایک ابو بکر صدیق ہوں گے وہ میرے بعد تھوڑی مدت ہی ٹھہریں گے پھر عرب کے دائرہ کی چکی ہوں گے وہ قابل ستائش زندگی بسر کریں گے۔ شہادت کا تاج ان کے سر پر سجے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: عمر فاروق، پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی فرمایا۔ عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا لوگ اسے تم سے اتارنا چاہیں گے اسے نہ اتارنا۔ بخدا! اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت نہ دیکھ سکو گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

بزار اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک آنے والا آیا اس کے دروازہ پر دستک دی آپ نے فرمایا: انس! اٹھو دروازہ کھولو اور اسے

جنت اور میرے بعد خلافت کی بشارت دے دو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا میں اسے بتادوں؟ آپ نے فرمایا: اسے بتادو۔ میں نے دروازہ کھولا وہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں جنت اور آپ کے بعد خلافت کی بشارت دی پھر آنے والا آیا اس نے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا: انس! اٹھو دروازہ کھولو۔ آنے والے کو جنت اور ابوبکر کے بعد جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ کیا میں اسے بتادوں؟ آپ نے بتایا: ہاں اسے بتادو: میں نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ میں نے انہیں جنت اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دی، پھر ایک آنے والا آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا انس! اٹھو دروازہ کھولو آنے والے کو جنت کی بشارت دو اور عمر کے بعد خلافت کی بشارت دو۔ وہ شہید ہوں گے میں باہر نکلا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں کہا: آپ کو جنت اور حضرت عمر کے بعد خلافت کی بشارت ہو۔ آپ شہید ہوں گے۔ انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میں نہ ملا۔ نہ ہی میں نے تمنا کی نہ ہی میں نے دایاں ہاتھ اس وقت سے اپنی شرم گاہ کو لگایا جس سے آپ کی بیعت کی ہے۔" فرمایا" اسی طرح ہے عثمان! آپ نے انہیں رکنے کا حکم دیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے بعض فضائل

بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ہم پر اپنا خلیفہ نہیں مقرر کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں نے خلیفہ مقرر کر دیا اور تم نے میرے خلیفہ کی نافرمانی کی تو تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بنالو تو وہ جسم کے اعتبار سے تو کمزور ہوں گے لیکن امر الٰہی میں قوی ہوں گے۔ انہوں نے عرض کی: آپ حضرت عمر فاروق کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بنالو تو تم انہیں پاؤ گے کہ وہ جسم کے اعتبار سے بھی قوی اور امر الٰہی کے اعتبار سے بھی قوی ہوں گے۔ انہوں نے عرض کی: آپ حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بناؤ گے تو وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے تم انہیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔

امام احمد، الطبرانی، البزار نے (بزار کے راوی ثقہ ہیں) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بعد کس کو امیر بنائیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ابوبکر کو امیر بنالو تو تم انہیں امین

پاؤ گے دنیا سے زاہد امر آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمر کو امیر بنالو گے تو تم انہیں قوی اور امین پاؤ گے۔ انہیں رب تعالیٰ کے بارے ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ اگر تم علی المرتضیٰ کو امیر بنالو تو میرا خیال ہے کہ تم انہیں امیر بناؤ گے تم انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے۔

حاکم، الطبرانی نے الکبیر میں، خطیب، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں نے تم پر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا، تم اس کی نافرمانی کرو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کاش! آپ ابو بکر کو ہم پر اپنا خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نے انہیں تم پر اپنا خلیفہ بنادیا تو وہ امر الٰہی کے بارے میں قوی اور جسم کے اعتبار سے ضعیف ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے اگر تم نے ابو بکر کو خلیفہ بنالیا تو وہ زاہد فی الدنیا ہوں گے۔ آخرت میں رغبت رکھیں گے۔ اگر تم نے عمر فاروق کو خلیفہ بنالیا وہ قوی اور امین ہوں گے۔ رب تعالیٰ کے متعلق انہیں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "علی کو ہم پر خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو گے اگر تم نے اس طرح کیا تو تم انہیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے۔

امام رافعی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے میرا خلیل اور بھائی علی ہے۔ ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں میرے وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور عمر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ وہ اولین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ امام حسن و امام حسین کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ اولین و آخرین میں سے اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ تم علی کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ جس نے علی کو برے الفاظ سے یاد کیا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس نے رب تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔ رب تعالیٰ اسے عذاب دے گا۔

❀❀❀

ساتواں باب

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

۱- ولادت ونشوونما

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال اور کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ وقت وصال ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ خلیفہ بن خیاط نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ انہوں نے عرض کی: آپ

بڑے ہیں۔ میری عمر آپ سے زیادہ ہے: شیخ نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے۔ یہ بہت غریب روایت ہے مشہور اس کے برعکس ہے۔ یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق صحیح ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی پروان چڑھے۔ وہ مکہ مکرمہ سے صرف تجارت کی غرض سے ہی نکلتے تھے۔ وہ اپنی قوم میں امیر، ثروت منداور احسان وفضل کرنے والے تھے۔ جاہلیت میں قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ وہ ان سے مشورے کرتے تھے ان سے محبت کرتے تھے ان کے انساب جانتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے اسے سب پر ترجیح دی۔ مکمل طور پر اس میں داخل ہو گئے زمانہ جاہلیت میں بھی سارے لوگوں سے زیادہ عفیف تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی بھی شعر نہ کہے تھے۔ انہوں نے اور حضرت عثمان غنی نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ ابن عساکر نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ان کا جسم کمزور تھا رنگت سفید تھی قامت حسین تھی رخساروں پر گوشت کم تھا آگے جھک کر چلتے تھے ازار ٹھہرتا نہ تھا وہ پہلو سے لٹک جاتا تھا۔ چہرہ پسینہ آلود رہتا تھا آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں انگلیوں کے جوڑے پر گوشت نہ تھا پنڈلیوں اور رانوں پر بھی کم گوشت تھا۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو آپ کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی سیاہ اور سفید بالوں والا نہ تھا۔ سوائے ابو بکر صدیق کے۔ انہوں نے اپنے بالوں کو حنا اور کتم سے رنگا تھا اس کتاب کی ابتداء میں ان کے اسلام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان کی ولادت منیٰ میں ہوئی تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام الخیر بنت صفر تھا۔ انہوں نے جاہلیت میں قتیلہ بنت عبد العزیٰ سے شادی کی تھی۔ اس سے حضرت عبد اللہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے تھے۔ دوسری شادی حضرت ام رومان بنت عامر سے ہوئی تھی۔ ان سے حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے۔ اسلام میں حضرت اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا۔ ان سے محمد پیدا ہوئے۔ وہ پہلے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے تھے یا ایک روایت کے مطابق مجبر بھی پیدا ہوئے۔ ان کے بعد ان سے نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کر لیا تھا۔ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ انہیں ام المحمدین کہا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام میں دوسری زوجہ حضرت حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔ انہوں نے ان کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جنم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے مشورہ کریں اور آپ کو آگے کریں

دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے میں نے کہا: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق۔ وہ آپ کے بعد آپ کی امت کے والی ہوں گے۔ تمام نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل

امین آئے۔ انہوں نے عرض کی: محمد عربی! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کریں۔
الطبرانی نے حضرت سعید بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ مریض ہوئے تو آپ نے ابو بکر صدیق کو آگے کھڑا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے انہیں کھڑا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگے کھڑا کیا ہے۔
دیلمی، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! میں نے تین بار رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ تمہیں آگے کھڑا کرے مگر اس نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ ابو بکر کو آگے کھڑا کرے۔

۳۔ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، شیخان نے حضرت ابو موسیٰ سے، امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، عبد بن حمید، ابن ماجہ اور ابن جریر نے سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حاکم نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر نماز کی اقامت ہو جائے تو لوگوں کو نماز پڑھا دینا۔
الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انصار میں شکر رنجی ہو گئی حضور اکرم ﷺ ان کے مابین صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ واپس آئے تو اقامت ہو چکی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے سوائے اس کے آپ نے صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھی۔ البزار نے جید سند کے ساتھ، امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ کے پاس آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ سارے پردہ میں چلی گئیں سوائے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے کوئی باقی نہ ہو گا جو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں مگر میری قسم حضرت عباس تک نہیں پہنچی۔
پھر فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ سے عرض کریں کہ حضرت صدیق اکبر ایک نرم دل انسان ہیں وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے لگے گے۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں وہ اٹھے اور نماز پڑھانے لگے۔ آپ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو آپ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اقتداء کی۔
امام احمد نے حضرت ابن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے وصال کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔ انہوں نے دجال کا قصہ ذکر کیا۔ لوگوں میں اعلان کر دیا گیا الصلاۃ جامعہ۔ لوگ جمع ہو گئے۔ وہ منبر پر چڑھے۔ یہ ان کے لئے بنایا گیا تھا جس پر وہ خطبہ دیتے

تھے۔ یہ اسلام میں پہلا خطبہ تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! میری خواہش ہے کہ اسے میرے علاوہ اور کوئی کافی ہوتا اگر تم مجھ سے اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت حاصل کرو تو مجھ میں اتنی طاقت نہیں آپ تو شیطان سے محفوظ تھے۔ آسمان سے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ ہوں۔ میرے لئے یہی کافی ہے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مرض وصال میں تھے تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لئے بلانے کے لئے آئے۔ دو بار کے بعد آپ نے فرمایا: بلال! تم نے پیغام پہنچا دیا ہے جو نماز پڑھنا چاہے وہ نماز پڑھ لے جو نماز چھوڑنا چاہے وہ نماز چھوڑ دے۔ ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے باپ نرم دل انسان ہیں۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھی ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امامت کرائی اس وقت آپ کا ابھی وصال نہ ہوا تھا۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔

انہوں نے فرمایا: آپ مریض تھے آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: بلال کو حکم دو وہ اذان دیں۔ ابوبکر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ابوبکر نرم دل انسان ہیں۔ کاش! آپ ان کے علاوہ کسی اور شخص کو حکم دیں جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں! فرمایا: کسی انسان کو بلاؤ جس کی ٹیک لے کر میں جا سکوں۔ حضرت بریدہ اور ایک اور شخص آئے۔ آپ ان کی ٹیک لے کر مسجد تشریف لائے اندر تشریف لے گئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ ایک طرف ہونے لگے آپ نے انہیں منع کر دیا۔ جہاں سیدنا صدیق اکبر تھے وہیں آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوالبختری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرلوں میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: میں اس شخص کے آگے نہیں ہونا چاہتا جسے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہو کہ وہ ہمیں امامت کرائیں انہوں نے ہمیں امامت کرائی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ابوالبختری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

امام احمد نے جید سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہو گیا تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت عمر فاروق ان کے پاس گئے انہوں نے فرمایا:

اے گروہ انصار! کیا تم جانتے نہیں ہو کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو امامت کرائیں کس کا نفس یہ پسند کرے گا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق کے آگے کھڑا ہو۔ امام ترمذی نے غریب روایت تحریر کی ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس قوم میں ابو بکر ہوں اس کے لئے روا نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرائے۔

۴-نام صدیق، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج حضرت جبرائیل امین سے کہا: میری قوم اس کی تصدیق نہ کرے گی۔ انہوں نے عرض کی: ابو بکر آپ کی تصدیق کریں گے وہ صدیق ہیں۔ دیلمی نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔

امام بخاری نے حضرت درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تم نے کہا: "آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ابو بکر صدیق نے کہا: آپ سچ بول رہے ہیں انہوں نے اپنے نفس اور مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی کیا تم میرے لئے میرے لیے میرے صاحب کو ترک کرنے لگے ہو۔ خطیب اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے میرے ساتھی کو بلاؤ مجھے سارے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے سب نے مجھے کہا: آپ جھوٹ بول رہے ہیں سوائے ابو بکر صدیق کے۔ انہوں نے کہا: آپ سچ بول رہے ہیں۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جس کے ساتھ بھی اسلام کے متعلق گفتگو کی تو اس نے میرا انکار کر دیا مجھے جواب دے دیا سوائے ابن ابی قحافہ کے۔

عبد اللہ بن امام احمد، ابن مردویہ، دیلمی نے حضرت ابن عباس سے، الطبرانی نے ابو امامہ سے، بخاری اور ترمذی نے ابو سعید سے، الطبرانی نے الکبیر میں عبد اللہ بن عمر سے، ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت ابن علاء سے، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے، ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے، ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مرہ سے، ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں ابن مسعود سے، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، امام احمد اور بخاری نے حضرت ابن زبیر سے، بخاری نے حضرت ابن عباس سے، شیرازی نے القاب میں حضرت سعد سے، امام نے حضرت ابن مسعود سے، اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن ابی واقد رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر نماز میں میرے صاحب اور غار میں میرے مونس تھے ان کی قدر پہچانا کرو۔

دوسرے الفاظ میں ہے مال اور محبت کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابو بکر صدیق کا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: تم میں سے کسی نے مجھ پر اتنا احسان نہ کیا جتنا احسان ابو بکر صدیق نے کیا ہے۔ انہوں نے اپنی لخت جگر کا

نکاح میرے ساتھ کر دیا اور دارالہجرہ (مدینہ طیبہ) کی طرف لے کر آئے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: کسی کا مجھ پر محبت اور ذات کے اعتبار سے اتنا احسان نہیں جتنا احسان صدیق اکبر کا ہے۔ جس نے ہم پر احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوائے صدیق اکبر کے۔ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کو رب تعالیٰ ہی روز حشر چکائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا نفع صدیق اکبر کے مال نے دیا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بنانا چاہتا۔ اہل زمین میں سے، اپنے رب تعالیٰ کے علاوہ میں ابن ابی قحافہ ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل بنالیتا لیکن وہ میرے بھائی ہیں میرے ساتھی ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنا لیا ہے، لیکن تم اسی طرح کہو جیسے رب تعالیٰ نے انہیں میرا صاحب کہا ہے مسجد کے سارے روشندان بند کر دو سواء صدیق اکبر کے روشندان کے، لیکن یہ رب تعالیٰ کا حق ہے سارے روشن دان سوائے صدیق کبر کے روشن دان کے بند کر دو۔

دوسری روایت میں ہے۔ ہر نبی کے لئے اس کی امت میں سے خلیل ہوتا ہے۔ میرا خلیل ابو بکر ہے تمہارے صاحب کا خلیل الرحمٰن ہے۔ ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے میرے خلیل ابو بکر صدیق ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھی کو خلیل بنایا ہے، لیکن وہ اسلام میں میرے بھائی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے، لیکن وہ اسلام میں میرے بھائی ہیں۔

نماز میں میرے صاحب ہیں، لیکن وہ میرے بھائی اور صاحب ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنالیا ہے۔ شیخان اور ترمذی نے حضرت عمرو بن عاص اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے مجھے محبوب عائشہ ہیں اور مردوں میں سے ان کے والد گرامی محبوب ہیں۔

۵- جن پر آفتاب غروب اور طلوع ہوتا ہے حضرت صدیق اکبر ان میں سے بہترین ہیں اس امت میں سے سب سے پہلے وہ جنت میں جائیں گے

ابوداؤد، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے مجھے وہ دروازہ دکھایا جہاں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا میں بھی دیکھ لیتا۔ آپ نے فرمایا: صدیق اکبر! میری امت کے تم پہلے شخص ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔ ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہترین ہے۔ ابوبکر صدیق ان لوگوں سے بہتر ہیں جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس شخص کے آگے چل رہا ہے جو تم سے بہتر ہے کیا تجھے علم نہیں کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا نہ ہی غروب ہوا ہے جو ابوبکر سے بہتر ہو۔ سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ ان ہی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ابوبکر صدیق کے آگے چلتے ہو۔ انبیاء اور مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے شخص پر طلوع اور غروب

نہیں ہوا جو ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔

دیلمی نے حضرت عرفجہ بن صریح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اسلام کی تلوار ہوں۔ ابو بکر ردت کی تلوار ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی۔ مولا! ابو بکر کو روز حشر میرا درجہ ہی عطا فرمانا۔ خطیب نے المتفق والمفترق میں ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سارے لوگوں کا حساب ہوگا سوائے ابو بکر صدیق کے۔ دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتے انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ابو بکر صدیق کے پاس آئیں گے اور انہیں جنت میں لے جائیں گے۔

امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے، ابو یعلی نے حضرت عائشہ سے، ابن کثیر نے اسے حسن کہا ہے اور خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے دیا ہے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے مال نے فائدہ نہ دیا سوائے ابو بکر کے مال کے۔ حاکم اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رویت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو بکر! تم آگ سے بچا لئے گئے ہو۔ امام احمد، شیخان اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے غار میں آپ سے عرض کی اگر کوئی اپنے پاؤں کو دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر! ان دو کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

الطبرانی نے الکبیر نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر! محبت کے اعتبار سے اور احسان کے اعتبار سے میرے ہاں لوگوں میں سے افضل ابن ابی قحافہ ہیں۔ عبدان المروزی اور ابن قانع نے قبہذاذ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ابو بکر صدیق کے بارے مجھے یاد رکھا کرو انہوں نے جب سے میری رفاقت اختیار کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

ابن مردویہ اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عباس! حضور اکرم ﷺ کے چچا جان! رب تعالیٰ نے ابو بکر کو دین الٰہی اور اللہ کی وحی پر میرا خلیفہ بنایا ہے۔ ان کی بات غور سے سنو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ ان کی اطاعت کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ آیت طیبہ ابو بکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ۔ (الاحقاف:۱۵)

ترجمہ: اس نے عرض کی اے میرے رب مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا

جو تو نے مجھ پر کی۔

رب تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ان کے والدین اسلام لے آئے سارے بھائی اور ساری اولاد ایمان لے آئے۔ان کے متعلق یہ آیت طیبہ بھی نازل ہوئی:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ (اللیل:۶،۵)

ترجمہ: پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی۔

الطبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دوات اور کتب لے آؤ۔ میں تمہیں کچھ لکھوا دیتا ہوں تم میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے، پھر آپ نے ہماری طرف کمر کی پھر رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا: رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کر رہے ہیں مگر ابوبکر صدیق ہی۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت سالم بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے میں اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ لیے اور کچھ دیر چلے، پھر کہا رستہ کرائیں۔انہوں نے راستہ کرایا تو وہ حجرہ مقدسہ میں گئے۔آپ پر جھک گئے بوسہ لیا اور عرض کی آپ وصال کر گئے ہیں تو وہ بھی وصال کر جائیں گے۔لوگوں نے عرض کی۔یا صاحب رسول اللہ! ﷺ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے کیا آپ یہ نماز جنازہ پڑھیں گے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! ایک قوم اندر جاتی تکبیر کہتی دعا مانگتی آپ پر درود شریف پڑھتی پھر واپس آجاتی، پھر دوسری قوم آجاتی حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے۔لوگوں نے عرض کی یا صاحب رسول اللہ ﷺ آپ کا وصال ہو گیا ہے کیا آپ کو ہم دفن کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! صحابہ کرام نے کہاں دفن کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: جہاں آپ کا وصال ہوا ہے رب تعالیٰ نے آپ کا وصال مبارک قطعہ زمین پر ہی کیا ہے۔وہ سمجھ گئے کہ حقیقت اس طرح ہے جیسے وہ فرما رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا: آپ کو غسل دو۔انہوں نے آپ کو غسل دینے کا حکم دیا پھر وہ باہر نکلے مہاجرین مشاورت کے لئے جمع تھے۔انہوں نے کہا: آؤ ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جاتے ہیں ان کا بھی یہاں حصہ ہے۔وہ سب گئے انصار کے ایک شخص نے کہا: ''ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تینوں کس کے لئے ہیں؟

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔جب وہ فرماتے تھے اپنے رفیق سے کہ مت غمگین ہو۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

آپ کا ساتھی کون تھا۔انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑا۔ان کی بیعت کی، پھر لوگوں سے کہا ان کی بیعت

کرلو انہوں نے ان کی عمدہ اور احسن بیعت کر لی۔ ابن جوزی نے المنتظم میں حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے پاس کھانا لاتا تھا ایک دن وہ کھانا لے کر آیا انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ اٹھالیا۔ غلام نے ان سے عرض کی: ہر رات آپ مجھ سے کھانے کے متعلق پوچھتے ہیں آج نہیں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: بھوک نے مجھے اس پر ابھارا ہے یہ کھانا کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا: میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا جاہلیت کا دور تھا میں نے ان کے لئے دم کیا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا آج میں ان کے پاس سے گزرا۔ ان کے ہاں شادی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا۔ انہوں نے فرمایا: قریب ہے کہ تم مجھے ہلاک کر دو۔

انہوں نے اپنے حلق میں ہاتھ ڈالا۔ قئے کرنے لگے۔ وہ لقمہ نہ نکلتا تھا انہیں بتایا گیا کہ یہ صرف پانی سے نکلے گا انہوں نے پانی کا ٹرے منگوایا انہوں نے پانی پیا اور قئے کی حتیٰ کہ وہ لقمہ باہر نکل آیا ان سے عرض کی گئی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ ایک لقمہ کے لئے اتنی اذیت۔ انہوں نے فرمایا: اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تو میں اسے ضرور نکالتا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: ہر وہ جسم جو حرام مال سے پروان چڑھا ہو وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پروان نہ چڑھے۔ ان کی رحمت ورافت کی وجہ سے انہیں اواہ کہا جاتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: ابوبکر اواہ اور منیب القلب ہیں۔

قیس نے فرمایا: میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی زبان کو پکڑے ہوئے تھے وہ کہہ رہے تھے: اسی نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے: انہوں نے فرمایا: کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر کھالیا جاتا۔ انہوں نے فرمایا: کاش! میں مومن بندے کے پہلو میں ایک درخت ہوتا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو بھیجتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص کو اس کے ساتھ مدد دیتے تھے ہماری رائے ہے کہ یہ امر (خلافت) دو افراد کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت زید بن ثابت اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ ہم آپ کے انصار تھے۔ ہم اس کے بھی انصار ہوں گے جو آپ کا نائب ہوگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ انصار! رب تعالیٰ تمہیں بہترین جزائے خیر دے تمہارے اس کہنے والے کو ثابت فرمائے اگر تم اس کے علاوہ کچھ کہتے تو ہم تمہارے ساتھ صلح نہ کرتے۔

الطبرانی نے عیسیٰ بن عطیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو وہ اٹھے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا: اے لوگو! میں تمہاری رائے کو ترک کرتا ہوں میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں اپنے میں سے بہتر کی بیعت کرلو۔ لوگ اٹھ کر ان کے پاس گئے انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! بخدا! تم ہم میں سے بہترین ہو۔ انہوں نے فرمایا: اے لوگو! لوگ چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے دین اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ اللہ کے ہمسائے ہیں اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ سے تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے تو اس طرح کر گزرو۔

میرے ساتھ شیطان ہے جب تم مجھے دیکھو تو مجھے جواب دو اپنے علماء کی عادات کو تلاش کرو حرام پر پلنے والا گوشت جنت میں نہیں جاسکتا اپنے انصار کے ساتھ میری اعانت کرو اگر میں سیدھا رہوں تو میری اتباع کرو اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت نہ کرنا۔ امام احمد نے قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوئے ابھی ایک ماہ گزرا تھا۔ انہوں نے کسی واقعہ کو یاد کیا لوگوں میں ندا کر دی گئی۔ ''الصلاۃ جامعۃ'' یہ پہلا اجتماع تھا لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے وہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے یہ اسلام میں ان کا پہلا خطبہ تھا انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! میری تمنا ہے کہ یہ بوجھ میرے علاوہ کسی اور پر ڈالا جاتا اگر تم مجھ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت لیتے ہو تو مجھ میں یہ طاقت نہیں آپ تو شیطان سے معصوم تھے۔ آپ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پایا تھا۔ انہوں نے فرمایا: ان سے عرض کی گئی اے خلیفۃ اللہ۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا ان کے ہاتھوں میں شاخ تھی وہ کہہ رہے تھے غور سے سنو اور خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غلام آیا جسے شدید کہا جاتا تھا اس کے پاس ایک مکتوب تھا انہوں نے اسے لوگوں کو سنایا انہوں نے کہا: صدیق اکبر فرماتے ہیں: غور سے سنو۔ جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اس کی اطاعت کرو۔ بخدا! میں نے تم سے غلط بیانی نہیں کی۔ قیس کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر نے یہ حسن غریب روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! یوں کہو:

اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب و الشھادۃ لا الہ الا اللہ رب کل شئی و ملیکہ اعوذبک من شر نفسی من شر الشیطان و شر کہ وان اقترف علی نفسی سوا او اجرہ الی مسلم۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے آج رات خود کو ایک کنویں پر دیکھا۔ میں نے پانی نکالا پھر تم آگئے تم نے بھی پانی نکالا، مگر تم میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے وہ ڈول غرب (بڑا) ہو گیا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! رب تعالیٰ نے تمہیں رضوان اکبر عطا کر دی ہے۔ انہوں نے عرض کی: رضوان اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام اور تمہارے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔ ابو شیخ اور ابو نعیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! کیا

تم اس قوم سے محبت نہ کرو گے جس تک یہ پہنچے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ وہ تم سے محبت کریں کیونکہ تم ان سے محبت کرتے ہو تم ان سے محبت کرو۔

۶-عمر، نماز جنازہ اور تدفین

حاکم نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ اس دنیائے دوں سے کیا توقع ہوسکتی ہے حضور اکرم ﷺ نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر کا جب وصال ہوا تو ان کی عمر کتنی تھی اس میں اختلاف ہے اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ قبر انور اور منبر کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن جوزی نے الصفوہ میں لکھا ہے کہ الہام کیا گیا کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قبر انور اور منبر کے مابین دفن کیا جائے۔

۷-مرض وصال، وصال اور مرثیہ

امام واقدی اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرض وصال کا آغاز اس طرح ہوا کہ انہوں نے سوموار کے روز غسل کیا اس وقت جمادی الآخرۃ کے سات دن گزر چکے تھے وہ ٹھنڈا دن تھا انہیں پندرہ روز بخار آیا وہ نماز کے لئے بھی نہ جاسکتے تھے وہ منگل کے روز وصال کر گئے۔ جمادی الآخرۃ کے آٹھ دن باقی تھے ۱۳ھ تھی اس کی عمر ۶۳ سال تھی۔ وہ حضرت عمر فاروق کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ ابن سعد، ابن ابی الدنیا نے ابوالسفر سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر کے مرض وصال میں ان کے پاس گئے انہوں نے عرض کی: خلیفہ رسول اللہ! ﷺ کیا حکیم کو نہ بلائیں جو آپ کو دیکھے۔ انہوں نے فرمایا: اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ صحابہ کرام: اس نے آپ سے کیا کہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس نے کہا ہے: میں جو چاہتا ہوا سے کر دیتا ہوں۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اگر میرا آج وصال ہو جائے تو کل تک میرا انتظار نہ کرنا ایام میں سے مجھے پسندیدہ وہ دن ہے جو آپ کے زیادہ قریب تھا۔ امام احمد اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن یمن سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں یہ شعر کہا۔

اعوذك ما بقي العذار عن الفتى　　　اذا حشرجت يوما وضاق بها الصدر

ترجمہ: جوان کا جو عزم باقی رہ گیا ہے میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ جب نزع کا وقت آگیا اور سینہ اس سے تنگ ہو گیا۔

ان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت سیدنا صدیق اکبر کا آخری وقت آیا تو میں نے شعر پڑھا:

لعمرك ما يغني الشراء عن الفتى اذا حشرجت يوما وضاق به الصدر

ترجمہ: مجھے آپ کی زندگانی کی قسم جوان کو دولت فائدہ نہیں دے سکتی جب کسی دن اس پر نزع کی کیفیت طاری طاری ہو اور اس سے اس کا سینہ تنگ ہو۔

ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے ان سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی میں نے آپ کو عالم نزع میں دیکھا میں نے کہا: آزمائش! آزمائش!

من لا يزال دمعه مقنعا فانه في مرة مدفوق

ترجمہ: جس کے آنسو آنکھ میں چھپے ہوں تو وہ کسی نہ کسی دن ضرور بہہ نکلیں گے۔

انہوں نے فرمایا: اس طرح نہ ہو بلکہ یوں کہو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴿۱۹﴾ (ق:۱۹)

ترجمہ: اور آئی موت کی بے ہوشی سچ مچ (اے نادان) یہ ہے وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا۔

انہوں نے پوچھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وصال فرمایا تھا؟ میں نے عرض کی: سوموار کے روز۔ فرمایا: مجھے امید ہے کہ میرے اور آج رات کے مابین۔ منگل کی رات کو ان کا وصال ہو گیا۔ صبح سے قبل ان کو دفن کر دیا گیا۔

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا۔

و ابيض يستقي الغمام بوجهه كمال اليتامى و عصمة الارامل

ترجمہ: وہ سفید رنگت والے ہیں جن کے چہرۂ انور کے طفیل ابر کرم طلب کیا جاتا ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوگان کی عصمت کے محافظ ہیں۔

انہوں نے فرمایا: یہ اوصاف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

ابن عساکر نے اپنی سند سے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: خفاف بن ندبہ اسلمی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے روتے ہوئے یہ اشعار کہے

ليس لحيٍّ فاعلمنه بقا و كل دنيا امرها للفنا

جان لو کسی زندہ کے لئے کوئی بقا نہیں ساری دنیا کا آخری معاملہ فنا ہے۔

والملك في الاقوام مستودع عارية فالشرط فيه الادا

سلطنت کو اقوام میں رکھ دیا جاتا ہے یہ عاریہ ہے مگر اس میں شرط حسن ادائیگی ہے۔

والمرء يسعى وله راصد تندبه العين و نار الصدا

آدمی بھاگتا رہتا ہے مگر کوئی اس کی تاڑ میں ہوتا ہے۔ آنکھ اس پر روتی ہے۔ ہلاکت کی آگ۔

يهرم او يقتل او يقهر يشكوه سقم ليس فيه شفاء

وہ اسے بوڑھا کر دیتی ہے یا قتل کر دیتی ہے یا مغلوب کر دیتی ہے وہ ایسی مرض کا شکوہ کرتا ہے جس میں شفاء نہیں۔

ان ابا بكر هو الغيث ان لم تزرع الجوزاء بقلا بما

بخدا! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارش کی طرح ہیں اگر جوزاء سبزی نہ اگائے تو کس لئے

تا. الله لا يدرك ايامه ذومئزر ناش ولا ذوردا

بخدا! ان کے ایام کو طاقتور اور بہادر پا نہیں سکتا نہ ہی جوان شخص پا سکتا ہے۔

من يسع كى يدرك ايامه مجتهدا شذ بارض فضا

کسی میں اتنی استطاعت ہے کہ ان کے ایام کو پا سکے خواہ وہ خوب کوشش کرے وہ زمین میں تنہا رہ گیا۔

ان کے مناقب میں ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرض وصال میں فرمایا: جب سے میں خلیفہ بنا ہوں ہم نے مسلمانوں کے لیے دینار اور درہم نہیں کھائے ہم نے جو کی روٹی کھائی ان کا کھانا ہمارے پیٹ میں ہے ہم نے اپنی کمروں میں ان کے کھردرے کپڑے پہنے ہمارے پاس مسلمانوں کے مال فئے میں سے قلیل یا کثیر نہیں ہے سوائے اس حبشی غلام کے یہ پانی لانے والا اونٹ اور یہ چادر ہے جب میرا وصال ہو جائے تو اسے حضرت عمر فاروق کے پاس بھیج دینا۔

جب حضرت عمر فاروق کے پاس قاصد آیا تو وہ رونے لگے ان کے آنسو بہنے لگے انہوں نے دوبار کہا: اللہ تعالیٰ صدیق اکبر پر رحم کرے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا ہے۔ انہوں نے حضرت اسامہ کے لشکر کو اس وقت بھیجا جب بہت سے صحابہ کرام نے ان کی مخالفت کی۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ مجھے آسمان سے گر پڑنا اور پرندے مجھ کو اٹھا کر لے جائیں، درندے مجھ کو نوچ ڈالیں مجھے اس سے یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس جھنڈے کو کھولو جسے آپ نے باندھا ہو۔ آپ نے وقت وصال فرمایا تھا۔ لشکر اسامہ کو روانہ کر دو۔ ان کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اہل ردت کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ان کی رائے کو پسند کیا کہ اہل ردت کے ساتھ جہاد کریں۔ انہوں نے وقت وصال حضرت عمر کو وصیت کی تھی فرمایا: جان لو رب تعالیٰ کے لئے کچھ دن کے وقت کے اعمال ہیں جنہیں وہ رات کو قبول نہیں کرتا اس کے کچھ اعمال رات کے وقت کے ہیں جنہیں وہ دن کے وقت قبول نہیں کرتا۔ وہ نفل قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ فرائض ادا کر دیئے جائیں۔

ان کے اوزان ثقیل ہوں گے جس کے اوزان روز حشر بھارے ہوں گے جنہوں نے دار دنیا میں حق کی اتباع کی ہوگی وہ اوزان ثقیل ہوں گے جس میزان میں حق کو ڈالا جائے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ثقیل ہو جن کے اوزان روز حشر خفیف ہوں گے ان کے اوزان خفیف ہو گئے انہوں نے باطل کی اتباع کی ہوگی جس میزان میں باطل کو رکھا جائے وہ اس

کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ خفیف ہو۔ رب تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر کیا ان کے احسن اعمال کا ذکر کیا ان کے برے اعمال سے درگزر فرمایا۔ جب میں ان کا ذکر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں: مجھے خوف ہے کہ میں انہیں نہ مل سکوں گا رب تعالیٰ نے اہل آگ کا ذکر کیا ان کے برے اعمال کا ذکر کیا ان کا عہد رد کیا جب میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں میں کہتا ہوں: مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ نہ ہوں گا بندے کو رغبت اور خوف رکھنا چاہیے نہ زیادہ تمنائیں رب تعالیٰ سے باندھنا چاہیے۔ نہ ہی اس کی رحمت سے مایوس ہونا چاہیے۔ اگر تم میری اس وصیت کی حفاظت کرو تو تمہیں دنیا موت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہونی چاہیے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

۱- ولادت

ان کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم تھا، بعض نے بنت ہشام لکھا ہے۔ اس نے غلطی کی ہے۔ ابن بکار نے اسی طرح کہا ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے بنت ہشام لکھا ہے وہ ابو جہل کی بہن تھی جس نے بنت ہاشم لکھا ہے۔ انہوں نے اسے اس کی چچازاد بتایا ہے۔

۲- سابقہ کتب میں ان کا ذکر خیر

ابن سعد نے حضرت ابن مسعود سے، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے ان کی ران سے کپڑا اٹھ گیا۔ اہل نجران نے ان کی ران پر سیاہ تل دیکھا۔ انہوں نے کہا: اس شخص کے متعلق ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں کہ یہ ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا۔

ابونعیم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ شام میں تھے ان کتب میں مرقوم ہے کہ یہ شہر ایک صالح شخص فتح کرے گا جو مومنین پر رحم کرنے والا کافروں پر سخت ہوگا۔ اس کا باطن اس کے ظاہر کی طرح ہوگا۔ اس کا قول اس کے فعل کی مخالفت نہ کرے گا۔ غریب اور قریب اس کے ہاں حق میں برابر ہوں گے۔ اس کے پیروکار رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ وہ باہم رحم کریں گے، صلہ رحمی کریں گے۔ دشمن کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا سچ ہے بخدا!! الحمد للہ! ساری تعریفیں اس ذات

کے لئے ہیں۔جس نے ہمیں عزت بخشی، تکریم عطا کی، شرف دیا، حضور اکرم ﷺ کے طفیل ہم پر رحم کیا۔

ابن عساکر نے عبداللہ بن آدم سے، ابو مریم اور ابو شعیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ الجابیہ میں تھے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے لوگوں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: خالد بن ولید۔لوگ: تمہارے صاحب کا کیا نام ہے؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔لوگ: ان کا حلیہ بیان کرو۔انہوں نے ان کا حلیہ بیان کیا۔لوگوں نے کہا: تم اسے فتح نہ کرسکو گے لیکن عمر فاروق اسے فتح کریں گے۔

ہم کتب میں پاتے ہیں کہ ہر شہر یکے بعد دیگرے فتح کر دیا جائے گا جو شخص اسے فتح کرے گا اس کا حلیہ بھی وہاں مرقوم ہے ہم کتب میں پاتے ہیں کہ سارا یہ بیت المقدس سے قبل فتح ہوگا۔جاؤ پہلے اسے فتح کرو پھر اپنے صاحب کو لے کر آجاؤ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ خواب میں کچھ دیکھتے ہیں: انہوں نے انہیں جھڑک دیا۔انہوں نے کہا: ہم ایسے شخص کا تذکرہ پاتے ہیں جو اپنی امت کا معاملہ خواب میں دیکھ لے گا۔الطبرانی اور ابو نعیم نے حضرت مغیث الاوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا: تم تورات میں میرے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: خلیفہ، لوہے کا سینگ۔سخت امیر، وہ رب تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔آپ کے بعد وہ ذات خلیفہ بنے گی جسے ظالم قتل کر دیں گے اس کے بعد آزمائش کا دور شروع ہو جائے گا۔ابن عساکر نے حضرت اقرع مؤذن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑے پادری کو بلایا۔پوچھا: کیا تم میرے اوصاف اپنی کتاب میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: ہم آپ کے اعمال اور اوصاف تو پاتے ہیں لیکن تمہارے نام نہیں پاتے۔انہوں نے فرمایا: تم میرے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: ''وہ لوہے کے سینگ کی مانند ہوں۔فرمایا: اس سے کیا مراد ہے؟ اسقف: سخت اور شدید امیر۔حضرت عمر فاروق۔اللہ اکبر! ان کے بعد کون امیر ہوگا؟ الاسقف۔صالح شخص جو اقرباء کو ترجیح دے گا۔حضرت عمر فاروق: اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے ان کے بعد کون امیر ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: لوہے کا میل۔حضرت عمر فاروق۔ہائے آفت! اسقف۔امیر المؤمنین! ذرا آہستہ وہ صالح شخص ہوں گے، لیکن ان کی خلافت میں خونریزی اور شمشیر زنی ہوگی۔

الدینوری نے المجالسہ میں ابن عساکر نے زید بن اسلم کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بتایا۔فرمایا: میں قریش کے کچھ افراد کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلا جاہلیت کا زمانہ تھا جب ہم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو میں کوئی ضروری کام بھول گیا میں واپس آیا میں نے ساتھیوں سے کہا'' میں تمہیں مل جاتا ہوں''، میں اس شہر کے بازار میں آیا مجھے ایک پادری ملا اس نے مجھے گردن سے پکڑ لیا میں اس سے لڑنے لگا اس نے مجھے اپنے کنیسہ میں داخل کر لیا۔وہاں تہہ در تہہ مٹی تھی۔اس نے مجھے بیلچہ، کلہاڑا اور ٹوکری دی اور کہا: یہ مٹی منتقل کرو، میں اپنے مسئلہ میں غور و فکر کرنے لگا کہ میں کیا کروں؟ وہ دوپہر کے وقت میرے پاس آیا اس نے مجھے کہا: تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

اس نے اپنا ہاتھ اکٹھا کیا۔ اسے میرے سر کے وسط پر دے مارا۔ میں نے بیلچہ لیا اور اس کے سر پر دے مارا اس کا دماغ بکھر گیا میں سیدھا باہر نکل آیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے کہاں جانا ہے میں بقیہ رات اور دن چلتا رہا صبح ہو گئی میں ایک گرجا تک پہنچا۔ اس کے سایہ میں بیٹھ گیا ایک شخص میرے پاس آیا اس نے پوچھا: عبداللہ! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میرے ساتھی گم ہو گئے ہیں وہ میرے پاس کھانا اور مشروب لے کر آیا مجھے غور سے اوپر نیچے دیکھنے لگا اس نے کہا فلاں! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر مجھ سے بڑا عالم باقی نہیں رہا۔ میں تم میں اس شخص کے اوصاف پا رہا ہوں جو ہم کو اس گرجا سے نکال دے گا اس شہر پر غالب آجائے گا۔ میں نے کہا: ارے شخص کیسی باتیں کر رہے ہو اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا ''عمر بن خطاب'' اس نے کہا: بخدا! تم ہی ہمارے صاحب ہو اس میں شبہ نہیں میرے اس گرجا کے متعلق نوشتہ لکھ دو میں نے کہا: ارے شخص! تو نے نیکی کی ہے اسے مکدر نہ کر۔ اس نے کہا: تم ہمیں مکتوب لکھ دو تم پر کیا ہے؟ اگر تم ہی ہمارے صاحب ہوئے تو یہی ہماری مراد ہے اگر کوئی اور ہوا تو تمہارا کیا نقصان ہے؟ میں نے کہا: لاؤ میں لکھ دیتا ہوں: میں نے لکھ دیا اس پر مہر لگائی جب آپ خلافت کے دور میں شام آئے تو وہ راہب آپ کے پاس آیا۔

وہ اسی گرجا کا مالک تھا اس کے پاس خط تھا جب حضرت عمر فاروق نے اسے دیکھا تو اس پر تعجب کیا۔ اس کی داستان بیان کرنے لگے۔ اس نے کہا: میری شرط پوری کریں انہوں نے فرمایا: عمر اور ابن عمر کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

۳- بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا

امام احمد وغیرہ نے اور ابن سعد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: میرے بھائی! ہمیں اپنی عمدہ دعاؤں میں شریک کر لینا ہمیں بھلا نہ دینا۔

ابو داؤد، ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے عمرہ کرنے کی اجازت لی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ فرمایا: میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ یہ ایسے کلمات ہیں جن کے عوض اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے کوئی مسرت نہیں۔

حاکم، ابن عساکر اور الطبرانی نے الکبیر میں، حضرت ثوبان سے، ابن عساکر نے حضرت علی اور زبیر سے، ابو داؤد طیالسی اور نسائی نے اور امام احمد نے ابن مسعود سے، ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اسدی نے ربیعہ سعدی سے، عبد بن حمید، ابن سعد، ابو یعلی، ابو نعیم، امام بغوی نے ربیعہ السعدی سے، ابن عساکر نے ابن عمر سے، بزار نے حضرت انس سے، حضرت خباب سے، ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اللھم اعز یا اید للاسلام بعمر بن خطاب یا خاصہ "یا اللھم اعز عمر بن

خطاب" یا بابی جهل بن هشام او بعمر بن خطاب" باحب الرجین "یا" هذین الرجلین الیك بعمر بن خطاب او بابی جهل بن هشام ۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم زندگی کی لذتوں سے یہ مراد نہیں لیتے کہ ہم بھیڑ کے بارے میں حکم دیں اسے ہمارے لئے صاف کیا جائے ہم گندم کے آٹے کے بارے میں حکم دیں اسے ہمارے لئے پیا جائے ہم کشمش کا حکم دیں اس سے ڈول میں ہمارے لئے نبیذ بنائی جائے حتیٰ کہ جب یعقوب کی آنکھ کو بھر دے تو ہم اسے کھائیں۔ اسے پئیں لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ اپنی طیبات کو باقی رکھیں، کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے سنا ہے۔

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِیۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا۔ (الاحقاف:۲۰)

ترجمہ: تم نے اپنی پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیاوی زندگی میں ختم کر دیا۔

عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق شام تشریف لائے تو ان کے لئے ایسا کھانا بنایا گیا جو انہوں نے پہلے نہ دیکھا تھا انہوں نے پوچھا: یہ ہمارے لئے ہے اور ہمارے ان فقراء مسلمانوں کے لئے کیا ہے جو وصال کر گئے وہ جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ حضرت خالد نے عرض کی: ان کے لئے جنت ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں انہوں نے فرمایا: اگر ہمارا حصہ یہ کھانا ہے اور وہ جنت لے گئے ہیں تو وہ ہم سے بہت زیادہ آگے نکل گئے ہیں۔ امام حاکم، ترمذی، الطبرانی، الضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے انہوں نے کہا: عمر کو سلام دینا انہیں بتا دیں کہ ان کی رضا عدل ہے اور ان کا غصہ عزت ہے۔

حکیم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے کہا: عمر کو سلام دیں اور انہیں بتائیں کہ ان کا غضب عزت اور رضا عدل ہے۔

حاکم نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر کے غصے سے بچو جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو رب تعالیٰ بھی غصے میں ہوتا ہے۔

ابوداؤد، الطبرانی اور حاکم نے ابورمثہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! رب تعالیٰ تمہیں حق بجانب کر دیتا ہے۔ نسائی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے واصل مولی عیینہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام عاصیہ تھا اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے حضرت عمر فاروق سے عرض کی: مجھے میرا نام ناپسند ہے آپ میرا نام تبدیل کر دیں انہوں نے فرمایا: تم جمیلہ ہو وہ ناراض ہو گئی اس نے کہا: آپ کو میرا نام نہ ملا حتیٰ کہ تم نے لونڈی کا نام میرا نام رکھ دیا وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے میرا نام ناپسند

ہے آپ میرا نام رکھ دیں آپ نے فرمایا تو جمیلہ ہے اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے حضرت عمر فاروق سے عرض کی کہ میرا نام رکھو۔ انہوں نے میرا نام جمیلہ رکھا۔ میں ناراض ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتی کہ رب تعالیٰ عمر کی زبان اور دل کے پاس ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ میں اور نسائی نے حضرت بلال سے، ابن عساکر نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: رب تعالیٰ نے حضرت عمر کے دل میں اور زبان پر حق رواں کر دیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق کی زبان اور دل میں سکینہ رکھ دی ہے وہ اس کے ساتھ بات کرتے ہیں۔

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کیا ہے: رب تعالیٰ نے حق کو عمر فاروق کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے وہ الفاروق ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی وجہ سے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا ہے۔ امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، طبرانی نے حضرت بلال سے، امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی، الرویانی، حاکم، ضیاء نے حضرت ابوذر سے، تمام اور ابن عساکر نے ابوسعید سے، امام احمد، ابویعلی، تمام، الحاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے، الطبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر اور دل میں رکھ دیا ہے۔ الطبرانی نے سدیسہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب سے حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا ہے شیطان جب بھی انہیں ملتا ہے وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شیطان عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھاگ جاتا ہے۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ کو رب تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کر رہا تھا۔ ابن عساکر نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عمر کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ رب تعالیٰ یوم عرفہ کو لوگوں پر عام اور عمر فاروق پر خاص فخر کر رہا تھا۔ جو نبی بھی بھیجا گیا اس کی امت میں محدث تھا اگر میری امت میں ہے تو وہ عمر فاروق ہے۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! محدث کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: فرشتے اس کی زبان سے گفتگو کرتے ہیں۔

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر سے رک جاؤ۔ بخدا! عمر اس وادی میں کبھی نہ چلا جس میں شیطان چلے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے عمر کی زبان پر اور دل میں حق نازل کر دیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں سلمہ بن مالک الخطمی سے، ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب عمر کا وصال ہو جائے تو تیرے لئے ہلاکت! اگر تم میں مرنے کی استطاعت

ہے تو مر جاؤ۔ دیلمی نے حضرت معاذ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جب تک عمر زندہ ہیں میری امت کے لئے فتنوں کے دروازے بند ہیں جب وہ شہید ہو جائیں گے تو ان پر لگا تار فتنے آئیں گے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! کیا تمہیں علم ہے جب میں عرفہ کی رات تمہیں دیکھ کر مسکرا دیا تھا اس رات رب تعالیٰ اہل عرفہ پر عام اور تم پر خاص فخر فرشتوں کے سامنے فرما رہا تھا۔

ابونعیم نے حلیہ میں، ابن جریر حضرت سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! لوٹ چلو۔ تمہارا غضب عزت، تمہاری رضا حکم ہے۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتے رب تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ عمر فاروق: یارسول اللہ! ﷺ ان کی نماز کیا ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے عرض کی: اے رب تعالیٰ کے نبی! عمر آپ سے فرشتوں کی نماز کے بارے پوچھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: انہیں میرا اسلام دینا اور بتا دینا کہ آسمان دنیا کے فرشتے روز حشر تک سجدہ میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان ذل الملك والملكوت' دوسرے آسمان کے فرشتے رکوع میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان ذی العزة والجبروت'' تیسرے آسمان کے فرشتے تاقیام قیامت قیام میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان الحی الذی لا یموت''۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! تمہارا غضب عزت اور رضا حکم ہے۔ دیلمی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عائشہ! میرے صحابہ میں سے ہر ایک پر شیطان غالب ہو ہی جاتا ہے سوائے عمر کے۔ وہ شیطان پر غالب رہتے ہیں۔ امام احمد، ترمذی، ابویعلی، ابن حبان، الطبرانی، ضیاء، ابن منیع، حارث نے حضرت انس سے، طیالسی، احمد، شیخان، ابن حبان، ابوعوانہ نے حضرت جابر سے، امام احمد نے بریرہ سے، امام احمد ابویعلی، الرویانی اور ابوبکر نے الغیلانیات میں حضرت معاذ سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا میں نے سونے کا محل دیکھا یا میں نے وہاں گھر اور محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا: عمر فاروق کا۔ دوسرے الفاظ میں ہے: ''قریش کے ایک جوان کا'' میں نے گمان کیا کہ وہ میں ہوں میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ''عمر فاروق کا۔'' اگر مجھے تمہاری غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔ یا میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ مجھے عمر کی غیرت یاد آگئی۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا یہ رب تعالیٰ کے دربار سے جو کچھ نصیب ہوا آپ کے طفیل ہی نصیب ہوا۔ مجھے جو رفعت ملی آپ ہی کے طفیل ملی۔ مجھ پر جو احسان ہوا وہ آپ ہی کے طفیل ہوا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا ہوں میں نے وہاں حضرت ابوطلحہ کی زوجہ حضرت رمیصاء رضی اللہ عنہا کو دیکھا میں نے اپنے آگے آہٹ

سنی میں نے پوچھا: جبرائیل یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ سیدنا بلال ہیں، میں نے سفید محل دیکھا جس کے صحن میں حور تھی۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا: یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے: میں نے اس کے اندر جانے کا ارادہ کیا پھر عمر! تمہاری غیرت یاد آ گئی۔

حاکم نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ عمر سے راضی ہو گیا وہ اس سے بھی راضی ہو گیا جس سے عمر راضی ہوئے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن عساکر اور حاکم نے مصعب بن جثامہ سے، اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عمر! اہل جنت کے چراغ ہیں۔

ابن عدی، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، ابن عساکر نے ابن عباس سے اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت فضل رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر میرے ساتھ اور میں ان کے ساتھ ہوں۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ عمر مجھ سے اور میں عمر سے ہوں میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہوگا وہ جہاں کہیں ہوں گے۔

ابن عدی نے حضرت انس سے، ابن شاہین اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: عمر کو سلام دیں اور انہیں بتا دیں ان کی رضا حکم اور ان کا غضب عدل ہے۔

ابوبکر الآجری نے الشریعۃ میں، حاکم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت عمر فاروق اسلام لائے تو حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے کہا: اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام لانے پر خوشیاں منا رہے ہیں۔

امام احمد، ترمذی، ابویعلی، الطبرانی نے الکبیر میں، الرویانی، بیہقی اور حاکم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عامر سے، الطبرانی نے الکبیر میں عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ امام ترمذی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) بزار، دارقطنی نے الافراد میں، حاکم، ابن عساکر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی پر یا کسی عمدہ شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر فاروق سے افضل ہو۔

ابن عدی، ابونعیم، دیلمی، ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان کا ہر ہر فرشتہ حضرت عمر کی توقیر کرتا ہے زمین کا ہر ہر شیطان عمر سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ دارقطنی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سے عمر فاروق نے اسلام قبول کیا ہے وہ جب بھی شیطان سے ملے وہ منہ کے بل گر پڑا۔ حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: جس رستے میں شیطان حضرت عمر فاروق سے ملا اس نے ان کی آواز سنی وہ دوسرے رستے پر چل پڑا۔

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

آیۃ الحجاب ۔ یہ آیت بھی آپ کی موافقات میں سے ہیں۔

اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ ۔ (التحریم:۵)

ترجمہ: کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی کریم تم سب کو طلاق دے دے۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون:۱۴)

ترجمہ: بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔ (التوبہ:۸۴)

ترجمہ: اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی۔

ابو داؤد طیالسی، ابن ابی حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے چار بار موافقت کی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ مقام ابراہیمی کو مصلیٰ بنالیں اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ اپنی ازواج مطہرات پر پردہ لازم کریں اُن کے پاس پاکباز اور فاجر شخص جاتا ہے اس وقت آیۃ الحجاب نازل ہوئی۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پس پردہ ہو کر۔

جب یہ آیت طیبہ اتری:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ (المومنون:۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں، پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑا کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کیں اس بوٹی سے ہڈیاں، پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت، پھر (روح پھونک) کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔

میں نے کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون:۱۴)

یہ آیت اسی طرح اتری۔

میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گیا میں نے انہیں کہا: رک جاؤ ورنہ رب تعالیٰ آپ کو ایسی ازواج مطہرات عطا کر دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی اس وقت یہ آیت اتری:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ۔ (التحریم:۵)

سعید بن منصور، امام احمد، دارقطنی، دارمی، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن مندہ اور ابن ابی عاصم، ابن جریر، طحاوی، ابن حبان، دارقطنی نے الافراد میں، ابن شاہین نے السنۃ میں، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور امام بیہقی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین بار موافقت کی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ مقام ابراہیمی کو مصلی بنالیں تو یہ آیت اتری۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرۃ:۱۲۵)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کی ازواج مطہرات کے پاس پاکباز اور فاجر آتے ہیں کاش! آپ انہیں پردے کا حکم دیں تو آیت الحجاب اتری۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ازواج مطہرات آپ کی خدمت میں جمع تھیں۔ میں نے کہا:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ (التحریم:۵)

یہ آیت طیبہ اس طرح اتری۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن صحیح روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب بھی لوگوں میں کوئی معاملہ رونما ہوا جس میں لوگوں کی دوسری رائے اور حضرت عمر فاروق کی رائے علیحدہ تھی قرآن پاک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اترا۔

ان کی کرامات میں سے حضرت ساریہ کا واقعہ بہت مشہور ہے اس سال جس سال ان کا وصال ہوا وہ روز جمعہ کو خطبہ دے رہے تھے دوران خطبہ کہا: اے ساریۃ بن حصین! پہاڑ پہاڑ۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا انہوں نے کچھ نہ سمجھا

جو کچھ انہوں نے کہا تھا جب وہ نیچے اترے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا یہ کیسا کلام تھا جو آپ نے کیا۔

انہوں نے فرمایا: کیا آپ نے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اور سارے حاضرین مسجد نے اسے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے ساتھیوں کو نہاوند کے مقام پر دیکھا۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا وہاں پہاڑ تھا اگر وہ اس کی طرف چلے جاتے تو بچ جاتے اور فتح یاب ہو جاتے ورنہ ہلاک ہو جاتے۔ ایک ماہ بعد بشارت دینے والا آیا اس نے کہا کہ مسلمان کامیاب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اس وقت وہ آواز سنی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز کے ساتھ مشابہت رکھتی تو اس نے کہا یا ساریہ بن حصین، پہاڑ پہاڑ: وہ ان کی طرف چلے گئے انہیں مدد مل گئی وہ کامیاب ہو گئے۔ ان کے لئے جنگ کا حال منکشف ہوا۔ اپنی نگاہ پاک نے انہیں دیکھا۔ نگاہ اور آواز کو بلند فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے اس وقت آواز سنی۔ بشارت دینے والا آیا تو اس نے اسی طرح بتایا: رب تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کثیر فتوحات بخشی۔ ان میں بیت المقدس بھی ہے۔ ان کے مناقب میں ان کا وہ مشہور فرمان بھی ہے۔ اگر فرات کے کنارے بھیڑ کا بچہ ضائع ہو گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ رب تعالیٰ اس کے متعلق بھی مجھ سے پوچھے گا۔ عظیم قدر و منزلت اور جلالت و رفعت کے باوجود وہ انتہائی عاجز تھے۔ وہ الرمادہ کے قحط میں دن کو روزہ رکھتے تھے رات کے وقت ان کے پاس روٹی لائی جاتی۔ زیتون کا تیل لایا جاتا وہ روٹی کو ہاتھ سے توڑتے اس کی ثرید بناتے پھر فرماتے: تمہارے لئے ہلاکت! تم ہمیں حکم کرتے ہو؟ اس پیالے کو اٹھا لو حتیٰ کہ تم اسے اس گھرانے والوں کے پاس لے جاؤ جو احسان و کرم کے طالب ہیں۔ اسے ان کے سامنے رکھ دو۔

انہوں نے اس سال گھی نہ کھایا حتیٰ کہ لوگ اسے کھانے لگے۔

ان کے اثر آفرین اقوال زریں میں سے ہے کہ لالچ فقر ہے لوگوں سے ناامید ہو جانا عزت ہے۔ توبہ کرنے والوں کی محفل میں بیٹھا کرو یہ دلوں کے لئے رقیق ترین چیز ہے۔ کتاب کو یاد کرنے والے اور علم کے سرچشمے بن جاؤ۔ دن کے بدلے دن کے رزق کا سوال کیا کرو۔ اپنے نفوس کا وزن کیا کرو اس سے قبل کہ ان کا وزن کیا جائے اپنے نفوس کا محاسبہ کیا کرو اس سے قبل کہ ان کا محاسبہ کیا جائے۔ ان کے لئے تیاری کرو اس سے قبل کہ انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اس عظیم پیش کش کے لئے تیاری کرو جب تمہیں پیش کیا جائے گا تم سے کچھ چھپنے والی چیز چھپ نہ سکے گی۔ اگر زمین بھر سونا ہو تو میں عذاب الٰہی کے بدلے میں اسے دے دوں اس سے قبل کہ میں عذاب کو دیکھوں مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اس خلافت سے اسی طرح نکل جاؤں جیسے داخل ہوا تھا۔ نہ اجر اور نہ بوجھ۔ اگر آسمان سے ندا دینے والا صدا دے: اے لوگو! تم سب جنتی ہو سوائے ایک شخص کے مجھے خدشہ ہو گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا اگر وہ یہ صدا دے۔ تم سب آگ میں جاؤ گے سوائے ایک شخص کے تو مجھے امید ہو گی کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی چارپائی پر رکھ دیا گیا لوگوں نے انہیں کفن دیا لوگ ان کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے اس سے قبل کہ انہیں اٹھایا جاتا میں

ان لوگوں میں تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے مجھے کندھے سے پکڑا میں نے توجہ کی تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

انہوں نے حضرت عمر فاروق کے لئے دعا کی پھر فرمایا: بخدا! رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں مگر مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایسے اعمال کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کروں جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعمال تھے۔ بخدا! میں تمنا کرتا تھا کہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھا جائے کیونکہ میں بہت زیادہ آپ سے سنتا تھا: میں، ابوبکر اور عمر گئے میں ابوبکر، اور عمر باہر نکلے میں گمان کرتا تھا کہ رب تعالیٰ تمہیں ان کے ہمراہ رکھے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں، حافظ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر میں جگہ ملی۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے خیبر میں جگہ ملی ہے۔ بخدا! مجھے اتنا نفیس مال کبھی بھی نہ ملا تھا۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر پسند کرو تو اسے صدقہ کردو اس کی اصل کو روک لو۔ انہوں نے اسے اس طرح صدقہ کر دیا کہ اسے فروخت نہ کیا جائے گا نہ اسے ھبہ کیا جائے گا نہ ہی اس میں وراثت چلے گی۔

انہوں نے اسے فقرا، رشتہ داروں اور راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔ ابن عوف نے لکھا ہے: میرا خیال ہے کہ مہمانوں کے لئے بھی کوئی حرج نہیں کہ اس کا سرپرست بھلائی کے ساتھ کھائے غریب دوست کو کھلائے۔ ابن عوز نے لکھا ہے: میں نے اس کا تذکرہ حضرت ابن سیرین سے کہا، تو انہوں نے فرمایا: مال کو نہ بڑھاتے ہوئے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں انہوں نے اپنا مال صدقہ کر دیا۔ اس مال کو ثمغ کہا جاتا تھا۔ وہ کھجوروں کا باغ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے مال ملا ہے۔ وہ بہت نفیس مال ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: اس کو اس طرح صدقہ کرو کہ اس کی اصل کو نہ فروخت کیا جائے نہ ھبہ کیا جائے، نہ اس میں وراثت چلے لیکن اس کے پھل کو خرچ کیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے اسی طرح صدقہ کر دیا۔ ان کا یہ صدقہ راہ خدا میں، غلام کو آزاد کرنے، مساکین کے لئے، مہمانوں کے لئے، مسافروں کے لئے، قریبی رشتہ داروں کے لئے صدقہ تھا اس کے سرپرست پر کوئی حرج نہ تھا کہ وہ بھلائی کے ساتھ خود کھائے یا غریب دوست کو کھلائے۔

امام بیہقی نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صدقہ مجھ سے عبدالحمید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یوں نقل کیا ہے کہ یہ مال ثمغ ہے اس کی سرپرست حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں جب تک وہ بحیات ہیں وہ اس کا پھل اس جگہ صرف کریں گی جہاں انہیں رب تعالیٰ دکھاتے گا جب ان کا وصال ہو جائے تو معاملہ ان کے اہل خانہ میں صاحبان رائے کی طرف منتقل ہو جائے گا یا میری اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اس کی اصل کو کبھی بھی نہ بیچا جائے گا، نہ ھبہ کیا جائے گا اس کے سرپرست کے لئے اس میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں اگر وہ خود کھالے یا غریب دوست کو کھلائے جو پھل بچ جائے گا وہ سائل اور محروم، مہمانوں، قریبی رشتہ داروں، مسافروں، راہ خدا کے لئے ہوگا۔ وہ انہیں اس جگہ صرف کریں گی جہاں رب تعالیٰ انہیں دکھائے گا۔ اگر ان کا وصال ہو جائے تو میری صاحب رائے اولاد کے حوالے معاملہ ہوگا۔ وہ ایک سو

وسق جو آپ نے مجھے وادی میں اپنے دست اقدس سے عطا کی تھیں میں نے انہیں ضائع نہ کیا وہ بھی ثمغ کے ساتھ ہی ہیں۔ وہ آپ کی اسی سنت کے مطابق ہیں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ پسند کریں کہ ثمغ کے مال سے ایک غلام خرید لیں جو اس کے لئے کام کرے۔ اس نوشتہ کو حضرت معیقیب نے لکھا حضرت عبداللہ بن ارقم نے اس پر گواہی دی۔ یہ تحریر یوں تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"یہ وہ وصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین نے کیا تھا۔ اگر چہ اس میں کوئی حادثہ رونما ہو جائے کہ ثمغ، صرمہ بن الاکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے ایک سو حصے جو خیبر میں ہیں جو غلام اس باغ میں ہے ایک سو وسق جو حضور اکرم ﷺ نے انہیں کھلائے تھے۔ امیر المؤمنین کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سرپرست ہوں گی۔ جب تک وہ بحیات ہیں پھر ان کے اہل خانہ میں سے صاحبان رائے کے سپرد ہوگا اس کی نہ خرید ہوگی نہ فروخت۔ وہ اپنی رائے کے مطابق اسے سائل، محروم، قریبی رشتہ داروں کو دیں گے اس کے سرپرست پر کوئی حرج نہیں کہ وہ خود کھائے یا کسی دوست کو کھلائے یا اس سے اس کے لئے غلام خریدے۔"

الطبرانی نے عبداللہ بن زید بن اسلم کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان چھ حضرات قدسیہ سے کہا جن سے حضور اکرم ﷺ وقت وصال راضی تھے۔ اس کی بیعت کر لینا جس کی بیعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کریں جو انکار کرے اس کی گردن اڑا دینا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت رو رہے تھے ان سے عرض کی گئی: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عمر فاروق کے وصال پر رو رہا ہوں۔ ان کے وصال سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو گیا ہے جو تا روز حشر بند نہ ہو سکے گا۔ ابن سعد نے الطبقات میں حضرت زید بن وھب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے انہوں نے حضرت عمر فاروق کا تذکرہ کیا اور رونے لگے حتیٰ کہ سنگریزے تر ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: عمر اسلام کا مضبوط قلعہ تھے۔ جو اسلام اس میں داخل ہوتا تھا نکل نہ سکتا تھا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو اس قلعہ میں رخنہ پڑ گیا لوگ اس سے نکلیں گے داخل نہ ہوں گے۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر دی اس روز وہ اتنے گریہ بار اور غمزدہ تھے کہ میں نے پہلے انہیں اس طرح نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا: بخدا! اگر مجھے علم ہو جاتا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کتنے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے محبت کرتا۔ میرا گمان ہے کہ عرضاۃ کا درخت بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے غمزدہ ہے۔ ان سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا اگر حضرت عمر فاروق کا علم میزان کے ایک پلڑے میں اور اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر فاروق کا علم زیادہ وزنی ہوگا۔

حضرت ابراہیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علم کے دس میں سے نو حصے لے گئے ہیں۔ وہ کتاب الٰہی کے علم کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے دین الٰہی کو ہم سب سے زیادہ

سمجھنے والے تھے ان کا اسلام فتح تھا۔ ان کی ہجرت نصرت تھی۔ ان کی خلافت رحمت تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری نے کہا: بخدا! مسلمانوں کے گھرانوں میں سے ہر ہر گھر میں حضرت عمر فاروق کے وصال کے بعد ان کے دین اور دنیا میں نقص پیدا ہوگیا۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں اسلام آنے والے شخص کی مانند تھا۔ وہ جہاد میں رہا۔ جب وہ شہید ہو گئے تو یہ پیٹھ پھیر گیا اب یہ رو گرداں ہی رہے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے انہیں علم ہوگیا ہے کہ انہیں اسلام کا مددگار بنا کر پیدا کیا گیا تھا۔ بخدا! وہ یکتائے روزگار تھے انتہائی محتاط تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے بہت سے امور تیار کیے تھے ان سے ہی روایت ہے: جب تم نے حضرت عمر فاروق کا تذکرہ کیا مجلس طویل ہوگئی۔

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اس دن فرمایا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ آج اسلام کمزور ہوگیا ہے۔ امام شعبی نے لکھا ہے: لوگوں نے ایک چیز میں اختلاف کیا ذرا دیکھو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا کیا تھا وہ کوئی کام نہ کرتے تھے حتیٰ کہ مشاورت کر لیتے تھے۔

حضرت قبیصہ بن جابر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کی میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کتاب اللہ کو جانتا ہو، دین الٰہی کی زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہو اور جو ان سے زیادہ غور و فکر کے اعتبار سے احسن ہو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم اپنی محافل کو پاک کرنے کا ارادہ کرتے ہو تو کثرت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کرو ان سے ہی روایت ہے: جس گھرانے کے لوگوں نے ان کا جانا محسوس نہ کیا وہ بہت برے گھرانے والے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا سے زہد سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ آخرت میں رغبت بھی ہم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ ہم جانتے تھے کہ کس وجہ سے حضرت عمر فاروق کو ہم پر فضیلت ملی۔ وہ دنیا میں ہم سب سے زیادہ زاہد تھے۔ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے انہیں شوربہ اور زیتون پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک برتن میں دو سالن نہ کھاؤں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ سے ملاقات کرلوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس کی قمیص پر کندھوں کے مابین چار پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت ابوعثمان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا وہ ابھی جہاد کر رہے تھے۔ انہوں نے ازار پہنا ہوا تھا وہاں چمڑے کے ٹکڑے کا پیوند لگایا گیا تھا۔

کسی اور شخص سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قمیص پر ۱۴ پیوند تھے ان میں سے ایک چمڑے کا ٹکڑا تھا۔

۵-شہادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تھے: مولا! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر خوباں میں موت دے۔ انہوں نے ان کے قاتل کا تذکرہ کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں شہادت عطا فرمائی جب مجمی ابولولوء فیروز نے انہیں نیزہ مارا یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ یہ مسجد نبوی کے گوشوں میں چھپا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق نماز صبح پڑھ رہے تھے اس نے زہر آلود ایسی چھری سے ان پر وار کر دیا جس کی دو طرفیں تھیں ان کے کندھے اور پہلوؤں پر وار کئے۔ انہوں نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ اس نے میرا قاتل وہ شخص نہ بنایا جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس نے ان کے ساتھ ۱۳ افراد کو نیزہ مارا۔

جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ باقی زندہ رہے اس پر چادر پھینک دی گئی جب اس نے محسوس کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا تو اس نے خودکشی کر لی۔ دوسری روایت میں ہے کہ عراق کے ایک شخص نے اس پر کپڑا پھینکا جب وہ چادر اس کے ارد گرد لپٹ گئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا وہ ان کے پیٹ سے نکل گیا۔ انہیں علم ہو گیا کہ اب وصال کا وقت قریب آ گیا ہے صحابہ کرام نے وصیت کے لئے کہا۔ انہوں نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنادی جو حضرات علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں ان سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے۔ انہوں نے فرمایا: مسلمان ان میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں میں ان چھ میں سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں سمجھتا۔ جو ان پر قرض تھا اس کا حساب کیا گیا وہ تقریباً ۸۶۰۰۰ دراھم تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اگر یہ قرض میرے مال سے ادا ہو سکے تو ادا کر دینا ورنہ بنو عدی سے مدد لے لینا۔ اگر ان کے اموال کافی نہ ہوں تو قریش سے مدد لے لینا ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ جانا، پھر انہوں نے اپنے فرزند دلبند حضرت عبداللہ کو حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ فرمایا: عرض کرنا کہ عمر آپ کو سلام دے رہا ہے۔ امیر المؤمنین نہ کہنا آج میں ان کا امیر نہیں ہوں۔ عرض کرنا: عمر اذن مانگ رہا ہے کہ اسے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ وہ حاضر ہوئے سلام کیا۔ اذن طلب کیا۔ اندر گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے یہ جگہ تو اپنے لئے بچا کر رکھی تھی، لیکن میں آج حضرت عمر کو خود ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ آئے تو حضرت عمر فاروق نے پوچھا: کیا خبر لے کر آئے ہو؟ عرض کی: جو آپ کو پسند ہو انہوں نے اذن دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا: الحمدللہ! اس سے اہم امر میرے نزدیک اور کوئی نہ تھا جب میری روح نکل جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا۔ سلام عرض کرنا اور عرض کرنا: عمر اذن مانگ رہا ہے اگر وہ اذن دے دیں تو مجھے اندر دفن کر دینا اگر رد کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ انہوں نے کفن میں میانہ روی اختیار کرنے کی وصیت کی نیز یہ کہ وہ غلو نہ

کریں۔ بدھ کے روز وہ زخمی ہوئے۔ ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا چوبیسواں سال تھا ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ نے انہیں غسل دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی چار پائی پر انہیں اٹھایا گیا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے چار تکبیریں کہیں۔ اتوار کے روز جب کہ محرم کا چاند طلوع ہو گیا تھا۔ اب ۲۴ ھ تھا۔

ایک قول کے مطابق وصال جب ہوا تو ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں یا تین راتیں یا ایک رات باقی تھی وقت وصال عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے اس طرح روایت ہے۔ جمہور نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ، ابو بکر، عمر، علی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے وصال کی عمریں ۶۳ سال تھیں۔ ان کی قبر انور میں حضرات عبداللہ، عثمان اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم اترے۔ انہوں نے سب سے پہلے درہ بنایا ان کی خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا۔ دمشق، زرنیم، قرقیسیا، السوس، یرموک فتح ہوا، پھر جابیہ، اہواز پھر جلولاء ۹ ھ کو فتح ہوا۔ اس کا امیر حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ قیساریہ فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت معاویہ تھے۔ باب نون فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت عمرو بن عاص تھے، پھر نہاوند فتح ہوا۔ اس کے امیر نعمان بن میمون مزنی تھے۔ یہ ۲۱ ھ کو فتح ہوا۔ ۲۲ ھ کو الاہواز فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت مغیرہ بن شعبہ تھے اصطخر اور ہذان ۱۹ ھ کو فتح ہوئے۔ انہوں نے لگا تار دس سال تک لوگوں کو حج کرایا (رضی اللہ عنہ)۔

تنبیہ

کرمانی نے لکھا ہے: اگر تم کہو کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام سے افضل تھے انہوں نے کہا:

مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ (ص:۴۱)

ترجمہ: (الٰہی) پہنچائی ہے مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ۔

تو میں کہوں گا نہیں اذ زمانہ ماضی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ یہ زمانہ حال کے ساتھ خاص ہے یہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ نیز یہ رستے پر چلنے کی حالت کے ساتھ مقید ہے، ممکن ہے کہ شیطان کسی اور کیفیت میں ان سے ملاقات کر لیتا ہو۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے: ممکن ہے کہ آپ نے شیطان کی ان سے دوری کے لئے ضرب المثل بیان کی ہو کہ شیطان اور اس کے چیلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دور رہتے ہیں۔ وہ ان پر تسلط نہیں جما سکتے کیونکہ جب تم نیکی کے رستے پر چلتے ہو یا برائی سے روکتے ہو تو شیطان اس میں نفاذ کرتا ہے اسے چھوڑتا نہیں ہے لیکن شیطان کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ حضرت عمر فاروق میں وسوسہ سازی کرتا اور وہ کسی کام کو چھوڑ دیتے اور کسی اور راستے پر چلنے لگتے۔ اس طریق سے مراد حقیقی رستہ نہیں ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ (الاعراف:۲۷)

ترجمہ: بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو انہیں۔

وہ اس وقت ان سے نہ ڈرتا ہو جب ان سے رستے میں ملتے ہوں کیونکہ وہ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

نواں باب

حضرت امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

ولادت

ان کی ولادت واقعہ فیل سے چھ سال بعد ہوئی۔ ۲۴ھ ماہ محرم الحرام میں ان کی بیعت کی گئی ان کی مدت خلافت بارہ سال ہے مگر چند روز کم۔

۲-وہ ان دس افراد قدسیہ میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت ملی

وہ اس مجلس شوریٰ میں سے ایک تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بنائی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں زندہ اور مردہ حالت میں تمہارا معاملہ نہ اٹھاؤں گا اگر رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے وہ تمہیں ان میں سے بہترین پر جمع کر دے گا جیسے اس نے تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تم میں سے بہترین پر تمہیں جمع کر دیا تھا۔ میرا گمان نہیں کہ لوگ حضرت عثمان غنی یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روگرداں ہوں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وحی لکھتے تھے۔ یہ مجلس شوریٰ درج ذیل حضرات قدسیہ پر مشتمل تھی۔

حضرات عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ جب حضرت عمر فاروق کا وصال ہو گیا جنازہ لایا گیا تو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھانے کے لئے جلدی کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں کہا! تم میں سے کسی نے بھی نماز جنازہ نہیں پڑھانی۔ یہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مقدر میں ہے جن کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی ہے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے لوگوں کو نماز جنازہ پڑھائی جب یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو حضرت مقداد بن اسود نے انہیں حضرت مسور بن مخرمہ کے گھر، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں یا بیت المال میں، یا حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر جمع کیا۔

پہلا قول زیادہ مناسب ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کی نگہبانی کرنے لگے۔ حضرت زبیر نے اپنا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ حضرت طلحہ نے اپنا معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: بخدا! میں اپنا حق چھوڑتا ہوں۔ بخدا! میں پوری کوشش کروں گا جو تم دونوں میں سے مستحق ہو گا اس کو خلیفہ بنا دوں گا۔ انہوں نے کہا: درست ہے: پھر انہوں نے: ان دونوں میں سے ہر ہر کے فضائل بیان کئے ان سے عہد و میثاق لئے کہ اگر انہوں نے انہیں خلیفہ بنا دیا تو وہ عدل کریں گے اور اگر دوسرے کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ اس کی

بات کو غور سے سنیں گے۔ ہر ایک نے اقرار کرلیا، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہر ایک کے بارے مشورہ کرنے کے لئے اٹھے۔ انہوں نے ایک ایک دو دو افراد کے ساتھ مشورہ کیا۔ اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ مشورہ کیا۔ خفیہ اور پوشیدہ مشورہ کیا۔ پردہ نشین خواتین سے مشورہ کیا۔ مکتبوں میں بچوں سے مشورہ کیا۔ مدینہ طیبہ میں آنے والے قافلوں اور اعرابیوں سے پوچھا تین شب و روز تک خوب محنت کی دو افراد میں بھی اختلاف نہ پایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مقدم کریں، مگر حضرت عمار اور حضرت مقداد سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا، پھر انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ بیعت کرلی تھی۔
ان دنوں میں حضرت عبدالرحمٰن نے خوب محنت کی پھر وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھے۔ اس سیڑھی پر کھڑے ہو گئے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے۔ بہت زیادہ وقوف کیا بہت لمبی دعا کی پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے تم سے خفیہ پوچھا اعلانیہ پوچھا ایک ایک دو دو کرکے پوچھا میں نے تمہیں دیکھا کہ تم ان دونوں افراد سے روگرداں نہ ہوں گے۔ علی! میری طرف اٹھیں وہ اٹھ کر ان کی طرف گئے وہ منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑا کہا: کیا تم مجھے کتاب الٰہی اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ پر بیعت کرو گے اسی طرح مجھے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جیسے افعال پر بیعت کرو گے؟ انہوں نے فرمایا: بخدا! نہیں۔ مگر جدو جہد اور طاقت پر۔ انہوں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر کہا: عثمان اٹھیں انہیں کہا: کیا تم مجھے کتاب الٰہی، اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ اور حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے افعال جیسے افعال پر بیعت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں! انہوں نے مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھایا ان کا ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا عرض کی: مولا! اس کا گواہ بن جا۔ تین بار اس طرح فرمایا: مولا! اس ضمن میں جو کچھ میرے ذمے تھا میں نے حضرت عثمان کے ذمہ ڈال دیا۔ لوگ تیزی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ایک قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں ان کی بیعت کی۔ یہی تفصیل قابل اعتماد ہے البتہ جو کچھ مؤرخین اور اہل سیر کی کتب میں لکھا گیا ہے اس کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی گئی تو وہ منبر پر چڑھے۔ اسی روز عصر کے بعد یا زوال سے پہلے منبر پر چڑھے۔

حضرت عبدالرحمٰن منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا پھر فرمایا: اے لوگو! تم مدت مقررہ (موت) کے بقیہ ہو۔ اس خبر کے ساتھ اپنی موتوں کی طرف جلدی کرو جس پر تم قادر رہو۔ دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، نہ ہی وہ سخت دھوکہ باز تمہیں فریب میں مبتلا کرے گزشتہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو۔ مدت پوری ہوئی تو وہ چلے گئے تم غفلت شعار نہ بنو۔ دنیا کے بیٹے اور اس کے بھائی کہاں ہیں۔
اسے محکم کرنے والے، آباد کرنے والے اور عرصہ دراز تک اس سے لطف اندوز ہونے والے کہاں ہیں کیا اس نے انہیں پھینک نہیں دیا۔ دنیا کو وہیں رکھو جہاں رب تعالیٰ نے اسے رکھا ہے۔ آخرت کو طلب کرو۔ رب تعالیٰ نے اس کی رغبت پیدا کی ہے۔ رب تعالیٰ نے سب کے لئے ضرب المثل بیان کی ہے فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ (الکھف: ۴۵)

ترجمہ: بیان فرمایئے ان سے دنیوی زندگی کی (ایک اور) مثال یہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے اتارا ہے آسمان ہے پس گنجان ہو کر اگتی ہیں اس پانی سے زمین کی انگوریاں پھر کچھ عرصے کے بعد وہ خشک بوسیدہ گھاس ہو جاتی ہے اڑائے پھرتی ہیں اسے ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہے کہ جب ان کی بیعت کر لی گئی تو وہ لوگوں کی طرف باہر نکلے انہیں خطبہ دیا رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ فرمایا: اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو۔ خوف خدا مفت کا مال ہے۔ لوگوں میں سے دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو کیا اور موت کے بعد کے لئے کام کیا۔ دوسرے خطبہ میں فرمایا: ابن آدم! جان لے موت کا فرشتہ جسے تم پر مؤکل کر دیا گیا ہے وہ تمہارے پیچھے ہے وہ تجھے تجاوز کر کے کسی اور کی طرف چلا جائے گا جس طرح وہ دوسرے کو تجاوز کر کے تیرے پاس آیا تھا اس نے تیرا قصد کیا ہے اپنی تیاری کر لے۔ غفلت سے کام نہ لو وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ جان لو اگر تم اپنے آپ سے غافل رہے اور تیاری نہ کی تو رب تعالیٰ سے ملاقات ضروری ہے اپنے نفس کے لئے لے لو اپنے علاوہ کسی اور کے سپرد نہ کرو۔ والسلام۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا: رب تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لئے عطا کی ہے تا کہ اس کے ذریعے تم آخرت کو طلب کرو۔ تمہیں یہ اس لیے نہ دی تا کہ تم اس کی طرف جھکو۔ دنیا فنا ہو جائے گی آخرت باقی رہے گی باقیہ کو چھوڑ کر فانیہ کے پیچھے نہ بھاگو باقی کو فانی پر ترجیح نہ دو۔ دنیا ختم ہونے والی ہے انجام رب تعالیٰ کی طرف ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تقویٰ اس کے عذاب سے ڈھال ہے اس کے ہاں وسیلہ ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں) دشمن پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے حیاء

امام احمد نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے اذن طلب کیا آپ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ آپ اس طرح رہے انہوں نے اپنا کام کیا پھر چلے گئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا آپ نے انہیں اذن

دے دیا آپ اسی حالت پر رہے انہوں نے اپنی ضرورت پوری کی اور چلے گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے فرمایا: اپنے کپڑے درست کرلو۔ انہوں نے اپنا کام کیا اور چلے گئے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے لیے اس طرح سیدھے ہو کر نہ بیٹھے تھے جیسے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے بیٹھے تھے؟ آپ نے فرمایا: عثمان باحیاء شخص ہیں مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں انہیں اسی حالت پر اجازت دے دیتا تو وہ اپنا کام نہ کرسکتے۔

امام مسلم نے حضرت لیث بن سعد سے، امام زہری سے حضرات عطاء، سلیمان، ابوسلمہ، سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا۔ وہ اندر آگئے پھر حضرت عمر فاروق نے اذن طلب کیا وہ بھی آگئے پھر حضرت سعد بن ابی وقاص نے اذن طلب کیا وہ بھی اندر آگئے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا آپ محو گفتگو تھے۔ گھٹنوں سے کپڑا اٹھا ہوا تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا تو آپ نے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔ آپ نے حضرت ام المؤمنین سے فرمایا: پیچھے چلی جاؤ۔

انہوں نے کچھ دیر گفتگو کی پھر باہر نکل گئے ام المؤمنین نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد گرامی اور ان کے ساتھی داخل ہوئے آپ نے گھٹنوں پر کپڑا نہ کیا مجھے خود سے دور نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرشتے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس طرح حیاء کرتے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء کرتے ہیں اگر وہ اندر آتے اور تم بیٹھی ہوتی وہ بات نہ کرتے وہ سر نہ اٹھاتے حتیٰ کہ باہر نکل جاتے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں حیاء کے اعتبار سے شدید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے حضرت عثمان غنی میری امت میں سے سب سے زیادہ باحیاء اور کریم ہیں۔ ابویعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء اور پاکدامن ہیں۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ ابن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء شخص ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء شخص ہیں فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے حضرت عثمان غنی گزرے اس وقت میرے پاس کچھ فرشتے تھے انہوں نے کہا: یہ امین میں سے شہید ہیں ان کی قوم انہیں شہید کردے گی ہم ان سے حیاء کرتے ہیں۔

۴۔جیش العسرۃ کا سامان مہیا کرنا

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ سے، ابن عساکر نے یوسف بن سہل سے، زید بن اسلم سے، لیث بن ابی سلیم سے، الطبرانی نے الاوسط میں، ابن عساکر نے ابن مسعود سے، ابونعیم نے الحلیہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مولا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف ھیباء اونٹنی بھیجی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! انہیں پل صراط عبور کرادے یا یہ دعا مانگی: مولا! عثمان کے وہ سارے گناہ معاف کردے جو انہوں نے پہلے کئے جو بعد میں کئے جو خفیہ کئے جو اعلانیہ کئے جو ظاہراً کئے جو باطناً کئے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: عثمان! رب تعالیٰ تمہارے وہ گناہ معاف کرے جو تم نے پہلے کئے یا بعد میں کئے یا اعلانیہ کئے یا خفیہ کئے ظاہری کئے یا چھپ کر کئے جو تم سے سرزد ہوئے یا روزِ حشر تک ہوں گے۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ نے جیش العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر آئے انہوں نے انہیں آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! آج کے بعد عثمان کا وہ عمل فراموش نہ کر جو وہ کریں۔ الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے پانی کی شکایت کی بنو غفار کے ایک شخص کا کنواں تھا جسے رومہ کہا جاتا تھا وہ ایک مد کی ایک مشک دیتا تھا آپ نے اسے فرمایا: مجھے جنت کے ایک چشمے کے عوض فروخت کردے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے اور میرے عیال کے لئے اس کے علاوہ آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں مجھ میں یہ استطاعت نہیں۔ یہ بات حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے سن لی۔ انہوں نے ۳۵۰۰۰ دراہم کا اسے خرید لیا۔

پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اس کے عوض میرے لیے وہ چشمہ مقرر کرتے ہیں جو جنت میں ہے آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: میں نے اسے خرید لیا ہے اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان غنی آئے آپ سے اذن طلب کیا آپ نے اذن دے دیا آپ کافی دیر تک ان سے سرگوشی فرماتے رہے پھر فرمایا: عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا منافقین وہ قمیص اتارنے کی کوشش کریں گے اسے نہ اتارنا آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمان! عنقریب میرے بعد خلافت تمہارے سپرد ہوگی منافق اسے اتارنے کی کوشش کریں گے اسے نہ اتارنا اس دن روزہ رکھ لینا اور میرے پاس آکر افطار کرنا۔ حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان ایک گھر

سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں تو جنت ان کے لئے چمکتی ہے۔ خطیب نے المتفق میں، ابن عساکر نے طلحہ بن عبید اللہ سے، ابوہریرہ سے، ام المومنین حضرت عائشہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر سے، امام احمد اور ترمذی نے نعمان بن بشیر اور حضرت عائشہ سے (یہ حسن غریب) روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمان! رب تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا لوگ اسے اتارنا چاہیں گے یا منافقین اسے اتارنا چاہیں گے اسے نہ اتارنا حتیٰ کہ تم میرے ساتھ ملاقات کرلو۔ اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکو گے۔ باخدا! اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت نہ دیکھ سکو گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے کندھے پر مارا فرمایا: عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا منافق اسے اتارنا چاہیں گے تم اسے نہ اتارنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرلو۔ خطیب نے المتفق او المفترق میں ابن عساکر نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے، ترمذی، ابویعلی ابن عساکر طلحہ بن عبید اللہ سے، ابن ماجہ، ابن عدی، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی کا جنت میں کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا جنت میں میرے رفیق عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں ابن عدی نے الکامل میں، عقیلی نے الضعفاء میں، ابن عساکر اور دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اور عثمان اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عثمان غنی میری امت کے ایسے ستر ہزار افراد کی شفاعت کریں گے جن پر آگ لازم ہو چکی ہوگی حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔ الطبرانی نے الکبیر میں عبدالرحمن بن عفان دوسی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے آپ کی لخت جگر ان کا سر دھو رہی تھیں۔ فرمایا: نور نظر! ابو عبد اللہ کا سر اچھی طرح دھونا۔ وہ میرے صحابہ کرام میں سے خُلق میں میرے مشابہ ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں عصمہ بن مالک خطمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عثمان غنی کا نکاح کر دو اگر میری تیسری نور نظر بھی ہوتیں تو میں ان کا نکاح اس سے کر دیتا۔ میں نے ان کا نکاح وحی الٰہی سے کیا ہے۔ ابویعلی، بیہقی اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ ان کے ہمراہ ہو حضرت عثمان حضرت لوط کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہجرت کی۔ ابویعلی اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عثمان دنیا میں میرے دوست اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب بھی آپ منبر پر چڑھے آپ نے فرمایا: عثمان جنتی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی نہ کوئی خلیل ہوتا ہے میرا خلیل حضرت عثمان غنی ہیں۔

امام احمد، حاکم، ابونعیم نے عبدالرحمن ابن سمرہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین سے، امام احمد نے عبدالرحمن بن خباب سلمی سے، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد حضرت عثمان جو عمل بھی کرلیں وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔ ابن راہویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن سلام اہل مصر کے پاس تشریف لے جانے سے قبل قریش کے رؤساء کے پاس گئے۔ انہیں کہا: اس شخص (عثمان غنی) کو شہید نہ کرو۔ انہوں نے کہا: بخدا! ہم انہیں شہید نہیں کرنا چاہتے وہ باہر نکلے وہ کہہ رہے تھے: بخدا! یہ ضرور انہیں شہید کردیں گے، پھر ان سے کہا: انہیں شہید نہ کرو یہ چالیس روز تک وصال کر جائیں گے، کچھ دنوں کے بعد کہا: انہیں شہید نہ کرو یہ پندرہ روز تک وصال کر جائیں گے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے جب حضرت عثمان غنی شہید ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا: تم اپنی کتب میں ان کے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: ہم پاتے ہیں کہ وہ روز حشر قاتل اور خاذل (رسواء کرنے والے) پر امیر ہوں گے۔

امام بغوی نے حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو ذوقربات حمیری سے کہا گیا یہ یہودیوں کا سب سے بڑا عالم تھا۔ ذوالقربات! ان کے بعد کون ہوگا؟ اس نے کہا: امین یعنی ابوبکر: پوچھا گیا ان کے بعد اس نے کہا: لوہے کا سینگ یعنی عمر فاروق اس سے پوچھا گیا ان کے بعد اس نے کہا: الازھر یعنی عثمان کہا گیا ان کے بعد اس نے کہا: الوضاح المنصور یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ابن راہویہ نے، الطبرانی نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: ۴۰ھ کے قریب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے۔ ان کے بعد صلح ہو جائے گی۔ ابن سعد نے حضرت ابوصالح سے روایت کیا ہے کہ ایک حدی خواں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر جارہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

ان الا میر بعدہ علی   وفی الزبیر خلف موضی

ترجمہ: ان کے بعد امیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے بعد عمدہ جانشین ہوں گے۔

حضرت کعب نے فرمایا: بلکہ معاویہ ہوں گے۔ انہوں نے اس کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ابواسحاق! یہ کیسے ہوسکتا ہے یہاں بڑے بڑے اصحاب رسول ﷺ ہیں حضرت علی ہیں، حضرت زبیر ہیں اور تم ان کے ساتھی ہو۔ الطبرانی، بیہقی نے محمد بن یزید الثقفی سے روایت کیا ہے کہ حضرات قیس بن حرشہ اور کعب الاحبار نے باہم رفاقت کی حتیٰ کہ وہ صفین پہنچے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ رک گئے کچھ دیر کے لئے دیکھا پھر فرمایا: اس جگہ مسلمانوں کا خون گرے گا کہ کسی قطعۂ زمین پر اتنا خون نہ گرا ہوگا۔ حضرت قیس نے عرض کی: آپ کیا جانتے ہیں اس غیب کو تو رب تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا: ہاتھ بھر بھی زمین ایسی نہیں مگر تورات میں اس کے متعلق لکھا ہے

کہ اس پر کیا ہوگا اور اس میں سے کیا نکلے گا روز حشر تک۔

۵-شہادت، آثار اور فتوحات

حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ان سے راضی تھے۔ ذوالحجہ کے آٹھ روز گزر چکے تھے کہ جمعۃ المبارک کے روز انہیں شہید کر دیا یا ذوالحجہ کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے عصر کے بعد انہیں شہید کیا گیا۔ ۳۵ھ تھی جنت البقیع میں مدفون ہوئے ایک اور قول کے مطابق اس دن بدھ تھا ان کی عمر ۹۰ یا ۸۸ سال تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی رات کے وقت انہیں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت ان کی قبر انور مخفی کر دی گئی رات کے وقت اس لئے دفن کیا گیا کیونکہ دن کے وقت انہیں دفن کرنا مشکل تھا کیونکہ قاتلین کی تعداد زیادہ تھی ایک قول یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائی گئی۔ غسل بھی نہ دیا گیا۔ انہیں کپڑے سمیت خون میں ہی دفن کر دیا گیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت حکیم بن حزام نے یا حضرت مسور بن مخرمہ نے یا مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی دو بیویاں حضرت نائلہ اور ام البنین تھیں۔ انہوں نے ان لوگوں کی راہ نمائی ان کی قبر تک کی تھی جو ان کی قبر میں اترے تھے۔ انہوں نے ان کے لئے لحد بنائی۔ ان کی قبر انور کو غائب کر دیا۔ خود منتشر ہو گئے۔ حضرت نائلہ کے دانت بہت خوبصورت تھے پتھر کی وجہ سے ان کے دانت ٹوٹ گئے۔ انہوں نے کہا: بخدا! عثمان کے بعد کوئی بھی تمہیں سنوارا ہوا نہ دیکھ سکے گا۔ حضرت امیر معاویہ نے شام میں انہیں پیغام نکاح دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فتنے کا ذکر کیا فرمایا: اس روز عثمان مظلومیت سے شہید ہوں گے۔ انہوں نے ابو سہلہ مولیٰ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر صبر کروں گا۔ انہوں نے جاہلیت میں کبھی بھی پاجامہ نہ پہنا تھا نہ ہی اسلام میں پہنا تھا مگر جس روز شہید ہوئے اس روز پہن لیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عثمان بن موہب سے روایت کیا ہے کہ اہل مصر میں سے ایک شخص آیا اس نے بیت اللہ کا حج کیا۔

اس نے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: وہ قریش ہیں پوچھا: ان میں سے بزرگ کون ہے؟ اسے بتایا گیا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ اس نے کہا: ابن عمر! میں کچھ سوالات کرنے لگا ہوں مجھے ان کے جوابات دینا۔ کیا تم جانتے ہو کہ احد کے روز حضرت عثمان غنی بھاگ گئے تھے تم جانتے ہو کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی انہوں نے کہا: ہاں اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے بیعت رضوان بھی نہ کی تھی انہوں نے کہا: ہاں! اس شخص نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لیے تفصیل بیان کرتا ہوں یہاں تک غزوہ احد میں فرار کا تعلق ہے تو میں

گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (آل عمران:۱۵۵)

ترجمہ: بے شک جو پیٹھ پھیر گئے تم سے اس روز جب مقابلہ میں نکلے تھے دونوں لشکر تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے، اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں۔ 21

وہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی لخت جگر ان کی زوجیت میں تھیں وہ علیل تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: تمہارے لئے اس شخص کی طرح اجر اور حصہ ہے جس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ جہاں تک بیعت رضوان کا تعلق ہے تو کوئی اگر حضور اکرم ﷺ کو وادی مکہ میں ان سے زیادہ معزز ہوتا تو اسے بھیج دیتے۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہ بیعت ان کے مکہ مکرمہ جانے کے بعد ہوئی تھی۔ آپ نے دائیں ہاتھ کو فرمایا تھا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے اسے دوسرا دست اقدس پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب یہ جوابات اپنے ساتھ لے جاؤ۔

ابو یعلی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا: اے لوگو! میں نے آج رات عجب خواب دیکھا ہے میں نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا جو عرش کے اوپر تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس کے پایوں میں سے ایک کے پاس آئے پھر حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما وہیں حاضر ہوئے، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ آگئے۔ انہوں نے عرض کی: مولا! اپنے بندوں سے پوچھ انہوں نے مجھے کیوں شہید کیا: آسمان سے زمین کے خون کے اوپر نالے بہ نکلے۔ روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ حسن کیا بیان کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ بیان کر دیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلم کے ساتھ خنجر کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتلین پر لعنت کرے۔

انہوں نے دس سال لگاتار لوگوں کو حج کرائے جس سال انہوں نے بیعت لی اس سال الری کے سارے شہر فتح ہو گئے یعنی ۲۴ھ میں۔

۲۵ھ میں آرمینیا کے شہر فتح ہوئے۔ ۲۶ھ کو اسکندریہ دوسری بار فتح ہوا۔ قیروان وغیرہ فتح ہوا۔ ۲۷ھ کو افریقہ اور بلاد مغرب فتح ہوئے۔ ۲۸ھ اصطخر اور اس کے ارد گرد فتح ہوئے۔ ۲۹ھ میں دوسری بار ایران کے شہر فتح ہوئے۔

۳۰ھ میں سمندری جہاد کا آغاز ہوا مغرب کے بہت سے شہر فتح ہوئے۔ ۳۱ھ میں صقلیہ وغیرہ فتح ہوئے۔ ۳۲ھ کو قبرص فتح ہوا۔ ۳۳ھ میں اندلس کے کچھ شہر فتح ہوئے۔ ۳۴ھ میں ذو حسب کی جنگ ہوئی اور خراسان اور اس کا ارد گرد فتح ہوا۔ ۳۳ھ میں ہند، مغرب اور اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد

کرتے تھے۔ اگر ایک جمعہ کو کسی وجہ سے غلام آزاد نہ کر سکتے تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد کر دیتے۔

ان کے غلام حمدان کی روایت ہے کہ جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا وہ ہر روز غسل کرتے تھے جب سے حضور ﷺ کی بیعت کی تھی اس وقت اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہ لگایا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: آمنت باللہ الذی خلق فسوّی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نقش تھا: آمن عثمان باللہ العظیم۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایام محصوری میں ایک عورت آتی تھی اس کے ہاں بچہ ہوا ایک دن انہوں نے اسے مفقود پایا۔ ان سے عرض کی گئی: اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔ انہوں نے اس کے پاس سنبلانی پچاس دراھم بھیجے۔ فرمایا: یہ تمہارے بچے کے کھانے اور کپڑوں کے لئے ہیں۔ جب ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس کے دراھم ایک سو تک بڑھا دیں گے۔ وہ حجر اسود کے پاس ایام حج میں ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کر دیتے تھے یہی ان کا طریقہ تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا ۔ (الزمر: ۹)

ترجمہ: بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے اور کبھی کھڑے ہوئے۔

سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (النحل: ۷۶)

ترجمہ: کیا برابر ہو سکتا ہے یہ (نکما) اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہ راہ راست پر گامزن ہے۔

سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت حسان نے فرمایا ہے:

ضحوا باشمط عنوان السجود له   یقطع اللیل تسبیحاً و قرآنا

ترجمہ: وہ چاشت کے وقت سفید و سیاہ بال والے کے سجود کا عنوان بن گئے وہ رات کو تسبیح پڑھتے اور قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتا ہے۔

حضرت حسن نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہمارے قلوب پاکیزہ ہوں تو ہم اپنے رب تعالیٰ کے کلام سے سیراب ہوں۔ مجھے ناپسند ہے کہ مجھ پر ایسا دن آئے جس میں مصحف پاک کی زیارت نہ کروں۔

جب وہ رات کو اٹھتے تھے تو اہل خانہ میں سے کسی کو وضو میں مدد لینے کے لئے نہ جگاتے تھے وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ وہ بند کمرہ میں بھی اپنا ازار نہ اتارا کرتے تھے۔ وہ اپنی پشت سیدھی نہ کرتے تھے یہ ان کے حیاء کی شدت کی وجہ سے تھا۔

ان کی سب سے بڑی فضیلت ایک صحیفہ پر اتفاق کرانا اور باقی کو جلا دینا ہے۔ ابوداؤد نے کتاب المصاحف اپنی سند سے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف کو جلا دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اگر اس طرح نہ کرتے تو میں ضرور کرتا۔ اسے طیالسی نے اور عمر بن مسروق نے حضرت شعبہ سے بھی روایت کیا ہے اس کی وجہ یہ

ہے کہ انہیں قرآن پاک میں اختلاف کا خطرہ تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کسی جہاد میں تھے وہاں اہل شام میں سے کثیر لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ حضرات مقداد بن اسود اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق پڑھ رہے تھے۔ اہل عراق حضرات ابن مسعود اور ابی رضی اللہ عنہما کے روایت کے مطابق پڑھ رہے تھے جو یہ نہ جانتا تھا کہ قرآن پاک سات لہجوں میں اترا ہے۔ وہ ایک کو دوسرے کی قرات پر ترجیح دے رہا تھا، حتیٰ کہ معاملہ اس کی خطاء اور کفر تک جا پہنچا اس سے شدید اختلاف کی طرف راہ نکلتی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے عرض کی: امیر المؤمنین! اس امت کو سنبھال لیجیے۔ اس سے قبل کہ ان کے مابین اس طرح اختلاف ہو جیسے یہود و نصاریٰ کا ان کی کتب کے متعلق ہوا تھا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اس کے متعلق مشاورت کی۔

ان سب نے مصحف کی کتابت پر اتفاق کیا اور سارے صوبوں کے لوگوں کو اس کی قرات پر متفق کیا جائے۔ اس صحیفہ کو منگوایا گیا جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے اور جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی حیات طیبہ میں تھا پھر یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا جب وہ شہید ہوئے تو یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے منگوایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ اسے لکھیں سعید بن عاص اموی ان سے املا کریں۔ اس وقت حضرات عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن حارث بھی شامل تھے۔ انہوں نے انہیں حکم دیا کہ جب کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی لغت کے مطابق لکھ لیں۔ انہوں نے اہل شام کے لئے ایک مصحف لکھا اہل مصر کے لیے ایک مصحف لکھا۔ اسے بصرہ بھیجا۔ ایک مصحف مبارک کوفہ بھیجا ایک مکہ مکرمہ بھیجا ایک مدینہ طیبہ میں رکھا۔ یہ سارے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خط میں تھے۔ ان میں سے ایک بھی ان کے خط میں نہ تھا۔ یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خط میں تھے انہیں مصاحف عثمانیہ کہا جاتا تھا۔ انہیں ان کے حکم، زمانہ اور خلافت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف جلا دیئے تھے۔ بخدا! انہوں نے صحابہ کرام کی مشاورت سے جلائے تھے اگر میں اس منصب پر ہوتا جن پر وہ تھے تو میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔ یہ اجماع صحابہ سے ہوا تھا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

نسب پاک

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جداعلیٰ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ آپ سے مل جاتے ہیں سب سے قریبی نسب آپ ہی کا تھا۔ وہ بنوہاشم کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ انہیں قریشی ہاشمی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد سے موسوم کیا جاتا تھا۔

کنیت اور والدین

ان کی کنیت ابوالحسن تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی۔ اگر اس کنیت سے انہیں پکارا جاتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد تھا۔ وہ ہاشمیہ تھیں۔ ہاشمی کو پیدا کیا انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں وصال کیا تھا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہی جلوہ افروز تھے۔ آپ نے انہیں دفن فرمایا، اپنی قمیض مبارک پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹ گئے

الطبرانی نے الاوسط میں اور الکبیر میں صحیح کے راویوں سے سوائے روح بن صلاح کے، ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اس میں ضعف ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی سے اوسط میں سعدان بن ولید سے، ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ فرمایا: میری امی جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میری والدہ ماجدہ کے بعد آپ ہی میری امی جان تھیں۔ آپ خود کو بھوکا رکھا کرتی تھیں اور مجھے سیر کراتی تھیں۔ خود کپڑے نہ پہن کر مجھے کپڑے دیتی تھیں۔ عمدہ چیز خود سے روک کر مجھے عطا کرتی تھیں۔ اس سے آپ کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول اور دار آخرت تھا، پھر آپ نے انہیں غسل دینے کا حکم دیا کہ انہیں تین تین بار غسل دیا جائے۔ جب کافور ملا پانی آیا تو آپ نے اپنے دست اقدس سے اسے ان پر انڈیلا اپنی قمیض مبارک اتاری۔ انہیں پہنائی۔ اس پر چادر سے کفن دیا پھر حضرات اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو بلایا ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے ان کی قبر انور کھودی۔ لحد تک پہنچے تو اسے اپنے دست اقدس سے کھودا۔ مٹی نکالی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ان کی قبر انور میں داخل ہو کر لیٹ گئے پھر یہ دعا مانگی: رب تعالیٰ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے مارتا ہے۔ وہ خود زندۂ جاوید ہے اسے موت نہیں۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف کر دے۔ انہیں ان کی دلیل کی تلقین فرما ان کی قبر انور کو وسیع فرمایا۔ تجھے واسطہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیائے

کرام کا تو سارے راحمین سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔ آپ نے حضرت عباس اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے انہیں قبر انور میں اتارا جب قبر انور پر مٹی ڈال دی گئی تو کسی صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ان کے ساتھ وہ کچھ کیا ہے جو کسی اور کے ساتھ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے انہیں اپنی قمیض پہنائی تا کہ انہیں جنت کے کپڑے پہنائے جائیں۔ میں ان کی قبر میں لیٹا تا کہ ان پر قبر کا بھینچنا آسان ہو جائے یہ جناب ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ مجھ سے حسن سلوک کرتی تھیں۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو جناب ابو طالب گھر میں نہ تھے ان کی والدہ ماجدہ نے ان کا نام حیدرہ، بہادر شیر رکھا۔ جب والد گرامی آئے تو انہوں نے یہ نام ناپسند کیا اور ان کا نام علی رکھا۔ وہ بڑے پیٹ والے تھے دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ تھا، کلائیاں موٹی تھیں، پنڈلیاں پتلی تھیں، پنڈلیوں کا اوپر کا حصہ موٹا تھا، درمیانے قد سے بڑے تھے، کندھے موٹے تھے، داڑھی بڑی اور طویل تھی، اس نے آپ کے سینہء اقدس کو ڈھانپ رکھا تھا۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے قریب سے آپ کی رنگت گندم گوں لگتی تھی۔ سر اقدس پر بال کم تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسجد نبوی میں ان کی بیعت کی گئی جب کہ ان کی شہادت کو پانچ دن گزر گئے تھے انہوں نے خلافت قبول نہ کی حتیٰ کہ بہت زیادہ اصرار کیا گیا۔ اس روز ہفتہ تھا اور ۱۷ ذوالحجہ تھی یا جمعرات تھی اور ۲۴ ذوالحجہ تھی۔ ہجرت کا پینتیسواں سال تھا۔ سب سے پہلے حضرت ابو طلحہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے ان کی بیعت کی ان کا یہ ہاتھ غزوہ احد کے روز شل ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ آپ نے تیر اندازی کی تھی۔ انہوں نے پانچ سال اس میں گزارے یا اس سے ایک ماہ کم۔

اولاد پاک

حضرات حسن، حسین، محسن، زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے تھے ان کے علاوہ ان کی بہت سی اولاد تھی۔ حضرات محمد، عمر الاکبر، عباس الاکبر بھی آپ کے لخت جگر تھے ان سب کی اولاد ہوئی۔ حضرات حسن، حسین، محمد الاصغر یہ طائف میں شہید ہوئے تھے۔ عباس الاصغر، عمر الاصغر یہ طائف میں شہید ہوئے تھے عثمان، جعفر یہ بھی طائف میں شہید ہوئے تھے، جعفر بچپن میں وصال کر گئے تھے۔ عبداللہ اکبر یہ بھی طائف میں شہید ہو گئے تھے۔ عبداللہ، یہ بھی بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ ابو علی، ان کا بھی طائف میں وصال ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن، حمزہ، ابو بکر عتیق یہ بھی طائف میں شہید ہوئے تھے۔ عون درج، یحییٰ یہ بھی بچپن میں وصال کر گئے تھے۔ آپ کی صاحبزادیوں میں حضرات زینب صغریٰ، ام کلثوم الکبریٰ، ام کلثوم الصغریٰ، رقیہ الکبریٰ، رقیہ، فاطمہ، فاطمہ الصغریٰ، فاختہ، امۃ اللہ، جمانہ، رملہ، ام سلمہ، ام الحسن، ام الکرام یہ نفیسہ تھیں، میمونہ، خدیجہ امامہ رضی اللہ عنہن۔ یہ

سارے تعداد میں سینتیس تھے۔

۳۔فضائل اور علم مبارک

وہ حضور اکرم ﷺ کے بھائی تھے۔آپ کے داماد تھے ابوالسبطین تھے۔ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے۔بنو ہاشم میں سے پہلے خلیفہ تھے۔عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔اس مجلس شوریٰ میں سے ایک رکن تھے جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ ان سے راضی تھے۔خلفاء الراشدین میں سے ایک تھے۔علماء ربانیین میں سے ایک تھے بہادر اور شجاع تھے۔مشہور زاہد تھے۔ پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک تھے۔انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا تھا۔اپنی جان قربان کرتے ہوئے ہجرت کی شب آپ کی چارپائی پر سوئے تھے وہ مکہ میں رہے تاکہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔جہاد میں آپ کا علم وہی اٹھاتے تھے۔دشمن کے سمندر میں اسے لے کر آگے بڑھتے تھے۔انہوں نے آپ کے ساتھ سارے غزوات میں شرکت کی۔ بہادری کا مظاہرہ کیا۔غزوۂ احد میں شرکت کی۔موت پر آپ کی بیعت کی وہ سارے لوگوں سے بہادر تھے جس نے دعوت مبارزت دی اسے تہ تیغ کر دیا۔جب وہ خلیفہ بنے تو تقسیم اور مساوات میں سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سیرت کو اپنایا۔جب ان کے پاس مال آتا تو کچھ بھی نہ بچاتے حتیٰ کہ سب تقسیم کر دیتے۔بیت المال میں جھاڑو دے دیتے۔اس میں نماز ادا کرتے وہ فرماتے: دنیا میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلی جا، اہل دین کو بھی مناصب کے لیے مخصوص کیا ان سے ۵۸۶ روایات منقول ہیں۔امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے بیس پر متفق ہیں نو میں امام بخاری منفرد ہیں۔ پندرہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے یہ نہ کہا: مجھے سوال کرلو: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم میں سے نو حصے عطا کئے گئے تھے۔بقیہ ایک میں سارے شریک تھے جب ہمارے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی تو پھر کسی اور کے پاس نہ جاتے تھے۔انہوں نے ایک ماہ کم پانچ سال خلافت کی۔ ۳۵ھ کو ذوالحجہ کے مہینے میں مسجد نبوی میں ان کی بیعت کی گئی۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت بعجہ بن عبداللہ الجہنی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ایک شخص نے بنو جہینہ میں سے ایک عورت سے نکاح کیا چھ ماہ کے بعد اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔اس کا خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔حضرت علی المرتضیٰ تک یہ خبر پہنچی تو انہیں کہا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس عورت نے چھ ماہ میں بچہ جنم دیا ہے کیا اس پر یہی سزا نہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے سنا نہیں:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف:۱۵)

اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔

وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (لقمان:۱۴)

اس کا دودھ چھڑانے میں دو سال لگے۔

اب کیا چھ مہینے ہی باقی نہیں رہ جاتے۔ حضرت عثمان غنی نے کہا: بخدا! میں یہ نہ سمجھا تھا اس عورت کو میرے پاس لایا جائے انہوں نے پایا کہ لوگ اس سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس عورت نے اپنی بہن سے کہا تھا: بہن! غم نہ کر۔ بخدا! میری شرم گاہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے لئے عریاں نہ ہوئی تھی۔ جب وہ بچہ بڑا ہو تو اس شخص نے اس کا اعتراف کر لیا تھا۔ وہ اس کے مشابہ تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے اس شخص کو دیکھا اس کا ایک ایک عضو اس کے بستر پر گر رہا تھا۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت قتادہ سے اور انہوں نے ابوحرب بن ابی الاسود الدؤلی سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جس نے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا۔ انہوں نے اس کے ضمن میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر رجم نہیں ہے کیا تم رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پاتے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف: ۱۵)

ترجمہ: اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے۔

پھر فرمایا:

فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (لقمان: ۱۴)

ترجمہ: اس کا دودھ چھڑانے میں لگے دو سال۔

اس جگہ حمل چھ ماہ کا ہی بنتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا، پھر ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے دوسرا بچہ بھی چھ ماہ میں پیدا کیا تھا۔ سعد بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے حضرت مکحول سے، سعید بن منصور، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں انہی سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے، ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت بریدہ سے، ابونعیم نے دوسری سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رب تعالیٰ کے فرمان:

وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾ (الحاقۃ: ۱۲)

ترجمہ: اور محفوظ رکھے اسے کان یاد رکھنے والے۔

میں لکھا ہے۔ حضرت بریدہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی! مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قریب کروں دور نہ کروں۔ میں تمہیں تعلیم دوں تم اسے یاد رکھو۔ تمہارا حق ہے کہ تم اسے یاد رکھو۔ میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ وہ انہیں تمہارے کانوں میں ڈال دے۔ حضرت مکحول نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے آپ سے جو کچھ بھی سنا وہ کبھی بھی مجھے فراموش نہ ہوا۔ حضرت بریدہ نے کہا: یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ الۡقَوۡلِ (محمد:۳۰)

ترجمہ: اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہی میں (سے) انداز گفتگو سے۔

اس لئے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔

الطبرانی نے علی بن الاقمر سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ کوفہ کی کھلی جگہ میں اپنی تلوار فروخت کر رہے تھے وہ فرما رہے تھے: مجھ سے یہ تلوار کون خریدے گا۔ میں نے اس سے آپ کے چہرۂ انور سے بہت سے مصائب دور کئے ہیں۔ بخدا! اگر میرے پاس ازار کے لیے پیسے ہوتے۔ میں اسے فروخت نہ کرتا۔

الطبرانی نے الاوسط میں، اس میں ثقہ اور ضعیف راوی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب حوض پر میرے ساتھ ہوں گے۔ ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص ہے جو قرآن پاک کی تاویل پر اس طرح جہاد کرے گا جیسے میں نے اس کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ میں ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ وہ جوتے درست کرنے والا ہے۔

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جوتے دیئے تھے جنہیں وہ درست کر رہے تھے۔

ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے سوائے ربیع بن سہل کے، علی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ تمہارے اس منبر پر فرما رہے تھے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ میں عہد توڑنے والوں، حق سے انحراف کرنے والوں اور اتباع ترک کرنے والوں کے ساتھ جہاد کروں۔ ابویعلیٰ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہارے تین ساتھیوں سے محبت کرتا ہے تم بھی ان سے محبت کرو۔ وہ حضرات علی المرتضیٰ، ابوذر اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم ہیں۔

بزار نے حسن سند کے ساتھ، ترمذی نے حسن غریب، ابویعلیٰ اور حاکم اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جنت تین حضرات کی مشتاق ہے۔ علی المرتضیٰ، عمار اور ابوذر رضی اللہ عنہم۔ الطبرانی نے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ جنت اور حورعین علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم کی مشتاق ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے حضرت انس سے، الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار حضرات قدسیہ کی

جنت مشتاق ہے۔علی،سلمان،ابی اور عمار رضی اللہ عنہم۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد سب سے زیادہ علم رکھنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام احمد،الطبرانی نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارے شوہر نامدار سب سے پہلے اسلام لانے والے،سب سے زیادہ علم رکھنے والے،اور علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہیں۔

ابن ماجہ،حاکم،ابونعیم نے حلیہ میں ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) الرویانی،حاکم نے مستدرک میں اور ضیاء نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چار حضرات قدسی سے محبت کروں۔حضرات علی،ابوذر،مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم۔ابوداؤد،طیالسی،حسن بن سفیان،ابونعیم نے فضائل صحابہ میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔وہ ہر مؤمن کے مددگار ہیں۔الطبرانی نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی ہجرت میں آپ سے سبقت لے گئے ہیں۔الطبرانی نے الکبیر میں حضرات ابوسعید اور سلمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وصی،راز دان،جنہیں میں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے بہترین،میرے عہد نبھانے والے میرا قرض ادا کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

خطیب نے حضرت براء سے ابوبکر اور المطیری نے جزء میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھے اس طرح ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ام سلمہ! علی کا گوشت میرا گوشت مبارک،ان کا خون مبارک میرا خون مبارک ہے۔وہ مجھے اس طرح ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: علی میں تین خصلتیں ہیں ان میں سے مجھ میں ایک بھی نہیں۔یہ مجھے ہر اس چیز سے محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔میں،حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوتے تھے۔آپ نے فرمایا: علی! تم سب سے پہلے مؤمن،سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو پھر فرمایا: تم میرے ہاں اسی طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام تھے۔

شیخان نے حضرت سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت عامر بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھے اسی طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام

تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

تنبیہ

یہ حدیث پاک بیس اور کچھ صحابہ کرام سے متواتر منقول ہے۔ابن عساکر نے تقریباً بیس صفحات اسی پر لکھے ہیں۔

امام ترمذی نے غریب، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے، حاکم، خطیب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر یا علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں جو علم کا ارادہ کرنا چاہے اسے دروازے کی طرف جانا چاہیے۔

خطیب نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا: میں اور یہ میری امت پر روز حشر حجت ہوں گے۔ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارے! رب تعالیٰ میرا ولی (مددگار، دوست، محب) ہے میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔

امام احمد، ابوداؤد، طیالسی، ضیاء، حاکم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! علی کا شکوہ نہ کیا کرو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے اور راہ خدا میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔الطبرانی نے الکبیر میں محمد بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی مہم میں بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو فرمایا: علی! رب تعالیٰ، اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل امین آپ سے راضی ہیں۔ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، رافعی نے عمران بن خالد سے، حاکم نے قتادہ سے، الشیرازی نے الالقاب میں، الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔خطیب اور دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت علی کا ذکر عبادت ہے۔دیلمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرے علم کا دروازہ ہیں وہ میرے بعد ان امور کو واضح کرنے والے ہیں جن کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ان کی محبت ایمان ہے، ان کا بغض نفاق ہے۔ان کی طرف دیکھنا رافت، مؤدت اور عبادت ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ بغض رکھنے والا میرے ساتھ بغض رکھتا ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: سید المسلمین اور امام المتقین کو خوش آمدید، صدقی، ابویعلی اور ضیاء نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، امام احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن

سعد، الطبرانی اور حاکم نے عمرو بن شاش سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جس نے علی کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا جس نے میرے ساتھ بغض رکھا اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ سے، حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی جس نے میرے ساتھ محبت کی اس نے رب تعالیٰ سے محبت کی۔ جس نے علی سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا جس نے میرے ساتھ بغض رکھا اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھا۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یا علی! جس نے تمہارے ساتھ محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے تمہارے ساتھ محبت کی۔ بندہ میری ولایت کو صرف تمہاری محبت سے پا سکتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم سے محبت رکھنے والا میرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور تم سے بغض رکھنے والا میرے ساتھ بغض رکھتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو علی سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا جو مجھ سے جدا ہوا وہ رب تعالیٰ سے جدا ہو گیا۔

حاکم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! جو تم سے جدا ہوا وہ رب تعالیٰ سے جدا ہو گیا جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے رب تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

امام احمد، حاکم نے حضرت ابن عباس سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد نے حضرت بریدہ سے، امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت براء، الطبرانی نے جریر سے، ابو نعیم نے جندع سے، ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے، ترمذی، نسائی، الطبرانی اور ضیاء نے زید بن ارقم سے، الطبرانی نے حذیفہ بن اسید الغفاری سے، الطبرانی اور ضیاء نے حضرت ابو ایوب سے، بہت صحابہ سے، ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم اور ضیاء نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، شیرازی نے القاب میں حضرت عمر فاروق سے، ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے، ابن عقبہ نے کتاب الموالاۃ میں حضرات حبیب بن بدیل سے، قیس بن ثابت سے، زید بن شراحیل سے، امام احمد نے حضرت علی اور تیرہ صحابہ کرام سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے، حاکم اور ابن عساکر نے حضرات علی اور طلحہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرات علی، زید بن ارقم اور تیس صحابہ کرام سے، ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت سعد سے، خطیب سے حضرت انس سے الطبرانی نے الکبیر میں عمرہ بن مرہ، اور زید بن ارقم

اور حبشی بن جنادہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، نسائی، ابن حبان حاکم اور ضیاء نے بریدہ سے، امام عبداللہ بن امام احمد نے حضرت زید بن ارقم، ابن عباس اور عائشہ بنت سعد اور براء سے، ابوسید، العجلی سے، سعد سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ سے، اور بارہ صحابہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا۔ فرمایا: میں جس کا مولا ہوں یارب تعالیٰ! میں جس کا مولا یا ولی ہوں تو علی اس کا مولا ہے یا اس کا ولی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کا ولی ہے جس کا میں ولی ہوں یارب تعالیٰ میرا ولی ہے، میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے یا میں اور یہ علی تمہارے ولی ہیں۔

یہ میری طرف سے ادا کرنے والے ہیں۔ رب تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو ان سے محبت کرتا ہے رب تعالیٰ ان سے عداوت رکھتا ہے جو ان سے عداوت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ مولا! جو ان سے محبت کرے اس سے تو محبت کر جو ان سے عداوت رکھے تو ان کے ساتھ عداوت رکھ۔ جو ان سے محبت کرے اس کے ساتھ محبت کر جو ان کے ساتھ بغض کرے اس سے بغض رکھ جو انہیں ذلیل کرے انہیں ذلیل کر۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کر جو ان کی اعانت کرے اس کی اعانت کر۔

الطبرانی نے الکبیر سے عمرو بن شراحیل سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی۔ مولا! اس کی نصرت فرما جو حضرت علی کی نصرت کرے تو اس کی عزت کر جو حضرت علی کی عزت کرے جو انہیں رسوا کرے انہیں رسواء کر۔ دوسری روایت میں ہے۔ جو ان کی مدد کرے ان کی مدد کر جو ان پر رحم کرے اس پر رحم کر۔ جو ان کی نصرت کرے اس کی نصرت فرما۔ امام احمد، ابن حبان، حاکم، ضیاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بریدہ! کیا میں اہل ایمان کی جانوں سے بڑھ کر ان کے قریب نہیں ہوں۔ جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی کو برا بھلا نہ کہا کرو وہ ذات الٰہی میں تسکین پاتے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: مؤمن ہی تم سے محبت کرتا ہے اور منافق ہی تم سے بغض رکھتا ہے۔ امام ترمذی نے حسن غریب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: علی المرتضیٰ سے منافق محبت نہیں کر سکتا۔ مؤمن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

الطبرانی نے الکبیر میں ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: علی سے صرف مؤمن ہی محبت کرتا ہے ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! علی کا شکوہ نہ کیا کرو وہ ذات الٰہی میں بہت سخت ہیں۔ دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بریدہ سے فرمایا: بریدہ! میرے بعد علی تمہارے ولی ہیں۔ علی سے محبت کرو جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ

اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: علی! اگر تم میرے بعد معاملات کے ولی بنو تو اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ ابن ابی شیبہ، امام احمد، حاکم اور ابونعیم نے المعرفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: علی! جنت میں تمہارا خزانہ ہے تم اس کے ذوقرن ہو نظر کے بعد نظر نہ ڈالو پہلی تمہارے لئے جائز ہے دوسری تمہارے لیے جائز نہیں۔ دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! میرے بعد لوگ جن امور میں اختلاف کریں گے تم انہیں بیان کرو گے۔

دیلمی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی! تم مجھے غسل دو گے۔ میری جناب میں میرا قرض ادا کرو گے۔ میرا عہد پورا کرو گے۔ دنیا اور آخرت میں تم میرے علمبردار ہو۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: علی! میں نے نبوت کی وجہ سے تمہیں مغلوب کر دیا ہے۔ میرے بعد نبی نہیں ہے تم نے سات اوصاف کی وجہ سے لوگوں کو مغلوب کر دیا ہے قریش کا کوئی شخص ان میں تمہارے ساتھ ہمسری نہیں کر سکتا یا ان اوصاف میں کوئی بھی تمہارے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ تم ان سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ پر ایمان لائے۔ ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کے عہد کو نبھانے والے ہو۔ رب تعالیٰ کے امر کو سب سے زیادہ قائم کرنے والے ہو۔ رعیت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والے یا ان کے مابین سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہو۔ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والے ہو قضا کو ان سب سے زیادہ جاننے والے ہو اور روز حشر رب تعالیٰ کے ہاں فضیلت کے اعتبار سے زیادہ ہوں گے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! رب تعالیٰ نے تمہیں اس زینت سے مزین فرمایا ہے رب تعالیٰ سے اس سے زیادہ عمدہ زینت سے کسی بندے کو مزین نہیں کیا۔ یہ رب تعالیٰ کے ہاں ابرار کی زینت ہے۔ یہ دنیا سے زہد ہے اس نے انہیں اس طرح بنا دیا ہے کہ تم دنیا سے کچھ نہیں لیتے اور دنیا تم سے کچھ نہیں لیتی۔

اس نے تمہیں مساکین کی محبت عطا کی ہے۔ اس نے تمہیں توفیق دی ہے کہ تم ان کی اتباع سے راضی ہو اور وہ تمہارے امامت سے راضی ہیں۔

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! لوگ مختلف نسلوں سے ہیں میری اور تمہاری نسل ایک ہی ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔ تم اس وقت حق پر ہوں گے جس نے اس روز تمہاری نصرت نہ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت براء سے، اور زید بن ارقم سے طیالسی، امام احمد، شیخان، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، الطبرانی

نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ نے، اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! تم مجھ سے ہو کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو تم میرے ہاں اس طرح ہوں جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام کے پاس تھے، مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

خطیب اور رافعی نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے رب تعالیٰ سے پانچ چیزیں مانگیں اس نے مجھے چار عطا کر دیں ایک سے روک دیا۔ اس نے مجھے تمہارے بارے یہ عطا کیا روزِ حشر سب سے پہلے تمہاری قبر انور شق ہوگی تم میرے ساتھ ہوں گے تم نے میرا جھنڈا اٹھایا ہوگا اور تم میرے بعد اہل ایمان کے ولی ہو۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے، اور حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارے! رب تعالیٰ میرا ولی ہے میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے، میں ان سے ہوں علی میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں۔

امام احمد نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میں عیب نہ نکالا کرو وہ مجھ سے میں ان سے ہوں وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔ امام ترمذی نے حسن غریب، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں علی ہر مؤمن کا ولی ہے۔ ابن ابی شیبہ، امام احمد، ترمذی انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی عامر نے السنۃ، بغوی، باوردی، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرت حبشی بن جنادہ سلولی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علی سے ہوں علی مجھ سے ہے میری طرف سے ادا نہ کیا جائے مگر میں اور علی ہی ادا کریں گے۔ ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب میرا وعدہ پورا کریں گے اور میرا قرض ادا کریں گے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر اور ضیاء نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میری اصل اور جعفر میری فرع ہیں۔ خطیب نے براء سے، ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرے لئے اسی طرح ہیں جیسے جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی قرآن کے ساتھ ہے وہ جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض پر آجائیں گے۔ ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا: علی میرے علم کی دہلیز ہیں انہوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی اہل ایمان کے سردار ہیں، مال منافقین کا سردار ہے۔ دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت علی باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہو گیا وہ مؤمن ہے جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی سارے لوگوں سے زیادہ عرفانِ الٰہی رکھنے والے ہیں۔ وہ اہل لا الہ الا اللہ کی محبت اور تعظیم سب سے زیادہ کرنے والے ہیں۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: علی! اٹھو تم بری ہو۔ میں نے رب تعالیٰ سے جو بھی مانگا اس کی مثل تمہارے لیے بھی مانگا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اور علی کے علاوہ جنابت کی حالت میں کسی کے لئے مسجد میں رہنا جائز نہیں ہے۔ عبداللہ بن امام احمد، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: علی! تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے یہودیوں نے ان کے ساتھ بغض رکھا ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان لگا دیا۔ نصاریٰ نے ان سے محبت کی حتیٰ کہ انہیں ان مقام تک لے گئے جو ان کے لئے مناسب نہ تھا۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انہیں کہو تو تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں:

لا الٰہ الا اللہ العلی العظیم لا الٰہ الا اللہ الحلیم الحکیم سبحان اللہ رب السمٰوٰت السبع و رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین۔

ابن ابی الدنیا نے قضائے حوائج میں ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! سخی بن جاؤ رب تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ شجاع بن جاؤ رب تعالیٰ شجاع سے محبت کرتا ہے۔ غیور بن جاؤ رب تعالیٰ غیور کو پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تم سے سوال کرے تو اسے پورا کرو اگرچہ وہ اس کا اہل نہیں ہو لیکن تم تو اس کے اہل ہو۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! جب لوگ نیکی کے دروازوں میں اپنے خالق کا قرب اختیار کریں تو تم عقل کی انواع سے اس کے قریب ہو جاؤ اس طرح تم دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق، ترمذی نے ضعیف سند سے، ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ حالت رکوع اور حالت سجود میں قرات نہ کرو اپنے بالوں سے کھیلتے ہوئے نماز نہ پڑھو یہ شیطان کا مکر ہے۔ دو سجدوں کے

مابین نہ گرو۔ نماز میں کنکریوں کے ساتھ نہ کھیلو نہ ہی اپنے بازو پھیلاؤ امام کو لقمہ نہ دو سونے کی انگوٹھی نہ پہنو۔ قسی اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنو۔ آراستہ (گدھوں) سواریوں پر نہ بیٹھا کرو یہ شیطان کی سواریاں ہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکمت آموز باتیں اور اشعار

آپ سارے لوگوں سے زیادہ اخلاص رکھتے تھے رب تعالیٰ کا عرفان سب سے زیادہ رکھتے تھے لوگوں سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی وجہ سے سب سے زیادہ ان کی تعظیم کرنے والے تھے۔

آپ سے عرض کی گئی: کیا ہم آپ کی نگرانی نہ کریں۔ فرمایا: موت ہر انسان کی نگران ہوتی ہے۔ موت محفوظ ڈھال ہے۔ فرمایا: عمل کی قبولیت کے لئے عمل کا اہتمام کرنے والے بن جاؤ۔ تقویٰ کے ساتھ عمل قلیل نہیں ہوتا۔ قبول ہو جانے والا عمل قلیل کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا: خیر یہ نہیں کہ تمہارا مال بڑھ جائے تمہاری اولاد بڑھ جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم اور حلم زیادہ ہو جائے تو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اگر نیکی کرلو تو رب تعالیٰ کی تعریف کرو اگر برائی ہو جائے تو رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ دنیا میں صرف دو افراد کے لئے خیر ہے۔ وہ شخص جس سے گناہ کا صدور ہو گیا وہ توبہ کے ساتھ اس کا تدارک کرے۔ جو نیکیاں کرنے میں جلدی کرے۔ فرمایا: مجھ سے پانچ باتیں یاد کرلو۔ اگر تم ان کی جستجو میں اونٹوں پر سوار بھی ہو جاؤ وہ تمہیں نہ ملیں گی۔ بندے کو صرف اپنے رب تعالیٰ سے امید باندھنی چاہیے۔ اسے صرف اپنے گناہ سے ڈرنا چاہیے۔ جاہل کو اس چیز کے متعلق پوچھنے سے حیاء نہیں کرنا چاہیے جسے وہ نہیں جانتا۔ عالم کو حیاء نہیں کرنا چاہیے کہ جو چیز وہ نہ جانتا ہو اس کے متعلق وہ یوں کہے کہ میں نہیں جانتا۔ رب تعالیٰ جانتا ہے۔ صبر ایمان کے لیے اسی طرح جیسے جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔ جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔ فرمایا: مجھے سب سے زیادہ خوف جس چیز کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ تم خواہشات کی پیروی کرو گے لمبی لمبی امیدیں باندھو گے خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے ارے! دنیا پیٹھ پھیر کر رواں دواں ہے۔ آخرت ہماری طرف رخ کر کے آرہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے بیٹے ہیں۔ آخرت کے بیٹے (خواہشمند) بن جاؤ۔ دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ آج عمل ہے۔ حساب نہیں۔ کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا۔ ارے! مکمل فقیہ وہ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہیں کرتا۔ انہیں عذاب الٰہی سے امن نہیں دیتا انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی کی رخصت نہیں دیتا۔ وہ کسی اور چیز کی طرف رغبت رکھتے۔ قرآن پاک کو ترک نہیں کرتا۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فہم نہ ہو اس قرات میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

انہوں نے فرمایا: علم کے سرچشمے بن جاؤ رات کے چراغ بن جاؤ، بوسیدہ کپڑوں اور تازہ دلوں والے بن جاؤ آسمان کے ملکوت میں تمہیں پہچانا جائے گا زمین میں تمہیں یاد کیا جائے گا۔ فرمایا: اے لوگو! اگر تم اس طرح روؤ جیسے اکلوتا بیٹا

مرنے والے کا باپ روتا ہے اور تم اس طرح آواز نکالو جس طرح خوف میں مبتلا شخص آواز نکالتا ہے پھر تم رب تعالیٰ کے قرب کی تلاش کے لئے اموال اور اولاد سے نکل جاؤ۔ اس کی رضا کی تلاش کرو، اس کے ہاں درجات کی بلندی اور گناہوں کی بخشش کے لئے نکلو تو یہ اس امر میں قلیل ہوگا جس میں وہ اس کے جلیل ثواب کو طلب کرتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بخدا! اگر تم اپنے عیوب کی اصلاح کے لئے اس کی طرف رغبت اور رہبت کرتے ہوئے اس سے التجاء کرو پھر تمہاری عمر اتنی ہو جائے جتنی دنیا کی عمر ہے تم اعمال صالحہ میں بھرپور کوشش کرو پھر تمہاری کوشش میں کچھ بھی باقی رہے تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہو سکو گے لیکن تم اس کی رحمت کی وجہ سے جنت میں جاؤ گے۔ رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توبہ کرنے والے اور عبادت کرنے والوں میں سے کرے۔ 22

انہوں نے کمیل بن زیاد سے فرمایا: دل یاد رکھنے والے ہوتے ہیں ان میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ جو کچھ میں تمہیں کہنے لگا ہوں اسے یاد رکھنا: لوگوں کی تین اقسام ہیں۔ ۱- عالم ربانی، ۲- متعلم از راہ نجات، ۳- عام اور گھٹیا لوگ جو شور کرنے والے کی اتباع کرتے ہیں۔ ہر ہوا کے ساتھ وہ جھک جاتے ہیں۔ وہ نور علم سے ضیاء نہیں پاتے وہ مضبوط رکن کی طرف سہارا نہیں لیتے۔ علم تمہارے لئے مال سے بہتر ہے مال کی نگہبانی تم کرو گے جبکہ علم تمہاری نگرانی کرے گا۔ علم عمل سے بڑھتا ہے مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے علم حاکم ہے مال محکوم ہے۔ عالم کی محبت وہ دین ہے جس کے ذریعے علم کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

عالم زندگی میں طاعت پاتا ہے موت کے بعد عمدہ موضوع سخن ہوتا ہے۔ مال کی منفعت اس کے اختتام سے اختتام پذیر ہو جاتی ہے مال جمع کرنے والے زندہ ہو کر بھی مردہ ہوتے ہیں۔ علماء اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک زمانہ باقی ہے ان کے اجسام تو مفقود ہوتے ہیں لیکن ان کی امثال دلوں میں موجود ہوتی ہیں۔ ارے ارے! انہوں نے اپنے دست اقدس سے اپنے سینہ انور کی طرف اشارہ کیا فرمایا: علم یہاں ہے۔ اگر میں اسے اٹھانے والوں تک پہنچوں تو ایسے جوان تک پہنچوں گا جو اس پر امین نہ ہوگا۔ وہ دنیا کا آلہ دین کے لئے استعمال کرے گا وہ رب تعالیٰ کی کتاب پر اس کے دلائل کے ساتھ غالب آجائے گا وہ اس کی نعمت کے ساتھ اس کے بندوں پر غالب آجائے گا۔ وہ اہل حق کے لئے فرمانبرداری کرے گا۔ اسے چھپانے میں اس کے لئے کوئی بصیرت نہ ہوگی۔ پہلے شبہ پر شک اس کے دل میں داخل ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ یا وہ لذتوں کا دلدادہ بن جائے گا۔ وہ خواہشات کا فرمانبردار بن جائے گا۔ وہ اموال کو جمع کرنے کا دلدادہ ہوگا۔ وہ دین کے دواعی میں انہیں جمع کرے گا۔

وہ پھیلنے والے انعامات کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ علم اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب اس کے حاملین مر جاتے ہیں۔ مولا! اس زمین کو اس شخص سے خالی نہ فرما جو رب تعالیٰ کے لئے اس کے دلائل قائم کرتا ہے تاکہ رب تعالیٰ کی حجتیں اور بیان باطل نہ ہو جائیں۔ ان کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انہی کے ذریعے

رب تعالیٰ اپنے دلائل سے دفاع کرتا ہے۔ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں انہیں پیدا کیا جاتا ہے۔ان کے ذریعے ہی علم حقیقت الامر کو ظاہر کرتا ہے وہ اس چیز کی طرف شوق سے جاتے ہیں جس سے اہل عشرت خوف کھاتے ہیں۔وہ اس چیز سے انس رکھتے ہیں جس سے جاہل وحشت محسوس کرتے ہیں۔ان کے اجسام دنیا میں ہوتے ہیں لیکن ان کی ارواح اوج غور وفکر میں مصروف ہوتی ہیں۔یہی اس کے شہروں میں اس کے خلفاء ہوتے ہیں اس کے دین کے داعی ہوتے ہیں انہیں دیکھنے کا دل میں شوق پیدا ہوتا ہے۔میں اپنے لئے اور تمہارے لئے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔جب چاہو اٹھ جاؤ۔

ضرار بن حمزہ صدائی حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کریں۔انہوں نے کہا: بخدا! وہ بہت دور رس ہیں ان کے قویٰ سخت ہیں وہ فیصلہ کن بات کرتے ہیں۔عدل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ان کی اطراف سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ان کی سمتوں سے حکمت محو گفتگو ہوتی ہیں۔دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت محسوس کرتے ہیں۔رات اور اس کی ظلمت سے پیار کرتے ہیں۔وہ بہت زیادہ گریہ کرتے ہیں۔کثیر آنسو بہاتے ہیں۔بہت زیادہ غور وفکر کرتے ہیں۔ہاتھوں کو ملتے ہیں۔خود سے مخاطب ہوتے ہیں۔انہیں کم درجے کا لباس پسند ہے۔سخت کھانا چاہتے ہیں۔بخدا! وہ ہم میں سے ہی کسی ایک کی طرح لگتے ہیں جب ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہمیں قرب عطا کرتے ہیں۔جب سوال کرتے ہیں تو ہمیں جواب دیتے ہیں۔ہم ان کے اور وہ ہمارے اتنے قریب ہیں لیکن ہم ان کی ہیبت سے ان سے گفتگو نہیں کر سکتے۔جب وہ تبسم ریز ہوتے ہیں تو منظوم تاباں موتیوں کی طرح درخشاں ہوتے ہیں

وہ اہل دین کی تعظیم کرتے ہیں۔مساکین سے محبت کرتے ہیں۔قوی کو اس کے باطل میں تقویت نہیں دیتے۔کمزور کو اپنے عدل سے مایوس نہیں کرتے۔میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے انہیں ایک موقف میں دیکھا رات نے اپنے پردے ڈال دیئے تھے۔اس کے ستارے چھپ گئے تھے۔وہ اپنی عبادت گاہ میں تھے مبارک ریش کو پکڑے ہوئے تھے وہ یوں تڑپ رہے تھے جیسے سانپ گزیدہ تڑپتا ہے۔وہ غمزدہ کی مانند رو رہے تھے۔گویا کہ میں اب بھی انہیں سن رہا ہوں۔وہ فرما رہے تھے: دنیا! دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا۔دنیا! تو میری طرف آئی ہے۔میری طرف دلچسپی رکھتی ہے۔میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا میں نے تمہیں تین بار جدا کر دیا ہے۔تیری عمر کم ہے۔تیری محفل حقیر ہے۔تیری لغزش کثیر ہے۔آہ آہ! زاد راہ قلیل ہے۔مسافت دور ہے۔رستہ وحشت انگیز ہے۔حضرت امیر معاویہ کے آنسو ان کی داڑھی پر گرنے لگے۔انہوں نے بہت زیادہ گریہ کیا۔اپنی آستین سے آنسو صاف کرنے لگے۔سارے لوگوں کو رونے کی وجہ سے ہچکی لگ گئی۔انہوں نے کہا: یہ ہیں ابوالحسن! ضرار! ان کے بارے تمہارا غم کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: اس عورت کے غم کی مانند جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے نہ اس کے آنسو اسے آرام دے سکیں نہ اس کا غم اسے تسکین دے سکے۔وہ اٹھے اور باہر نکل گئے۔

جب بیت المال سونے اور چاندی سے بھر گیا تو فرمایا: مسلمانوں کے بیت المال میں جو کچھ تھا سب کچھ عطا کر

دیا۔وہ فرمارہے تھے: سونے! چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا حتیٰ کہ ایک درھم یا دینار بھی باقی نہ رہا وہاں پانی چھڑکنے کا حکم دیا وہاں دو رکعتیں ادا کیں تا کہ وہ جگہ روز حشر ان کے لئے گواہی دے۔ان سے عرض کی گئی: آپ اپنی قمیض کو پیوند کیوں لگاتے ہیں فرمایا: یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے۔مؤمن اس کی اقتداء کرتا ہے۔تکبر سے دور لے جاتا ہے۔ان کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔انہوں نے اسے اپنے سامنے رکھا فرمایا: تیری خوشبو بہت عمدہ ہے۔رنگ بہت اچھا ہے۔عمدہ کھانا ہے لیکن مجھے ناپسند ہے کہ میں اپنے نفس کو اس چیز کا عادی بنالوں جس کا یہ عادی نہیں ہے۔وہ خورنق میں تھے۔چادر کے نیچے لرزہ طاری تھا۔ان سے عرض کی گئی: رب تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کے اہل بیت کے لئے اس مال میں حصہ رکھا ہے تم اپنے کے ساتھ اس طرح کر رہے ہیں جیسے کر رہے ہو۔فرمایا: بخدا! میں تمہارے مال میں سے کچھ بھی کم نہ کروں گا یہ میری وہ چادر ہے جسے میں لے کر مدینہ طیبہ سے نکلا تھا۔انہیں دیکھا گیا وہ بازار میں تلوار فروخت کر رہے تھے۔وہ فرمارہے تھے: یہ تلوار کون خریدے گا مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ پیدا کیا ارواح پیدا کیں میں نے بہت دفعہ اس سے چہرہ مصطفیٰ ﷺ سے مصیبت دور کی ہے اگر میرے پاس ازار کی قیمت ہوتی میں اسے ہرگز نہ بیچتا وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

وقد تجوح الحاجات یا ام مالك كرائم من رب يهين صنين

ترجمہ: بعض اوقات ضروریات اس مالک کا عمدہ مال ہلاک کر دیتی ہیں جو بہادروں کی اہانت کرتا ہے۔
اے ام مالک!

ان کی مناجات میں ہے۔مولا! میرے لئے یہی عزت کافی ہے کہ تو میرا رب ہے میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے میں پسند کرتا ہوں مجھے اس چیز کی توفیق دے جسے تو پسند کرتا ہے۔علم کے متعلق فرمایا: انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے گفتگو کرو پہچانے جاؤ گے۔وہ آدمی ضائع نہیں ہوتا جس نے اپنی قدر پہچانی۔

دانائی کی باتیں: جس پر چاہو انعام کرو تم اس کے امیر بن جاؤ گے جس سے چاہو مستغنی ہو جاؤ تم اس کی مثل ہو جاؤ گے جس کے تم چاہو محتاج ہو جاؤ تم اس کے اسیر بن جاؤ گے۔فرمایا: جس کے لیے دنیا وسیع ہو گئی اسے علم نہ ہو کہ یہ اس کے لئے دھوکہ ہے وہ غفلت کی وجہ سے فریب میں ہے۔فرمایا: دنیا مردار ہے جس نے اس میں سے کچھ لینے کا ارادہ کیا اسے کتوں کے ساتھ مخالطت پر صبر کرنا چاہیے۔

اشعار۔انہوں نے فرمایا:

حقيق لتواضع من يموت ويكفى المرء من دنياه قوت
فماللمرء يصبح ذاهموم و حرص يس يدركه النعوت
صنيع مليكنا حسن جميل وما ارزاقه منا تفوت

ترجمہ: جس نے مرنا ہوتا ہے وہ عاجزی کرنے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔انسان کے لئے دنیا سے قابل گزارہ رزق ہی کافی ہے آدمی کو کیا ہے کہ وہ حریص بن جاتا ہے۔حرص وہ مرض ہے جسے اوصاف نہیں پا سکتے۔ ہمارے رب تعالیٰ کا عمل بہت حسین وجمیل ہے اور اس کے رزق ہم سے رکتے نہیں۔

انہوں نے فرمایا:

محمد النبی اخی و صهری ۔۔۔ و حمزة سید الشهداء عمی
و جعفرنا الذی یمسی و یضحی ۔۔۔ یطیر مع الملائکة ابن امی
و بنت محمد سکنی و عرسی ۔۔۔ توسط لحمها بدمی و لحمی
و سبطا احمد ولدی منها ۔۔۔ فایکم له قسم کقسمی
سبقتکم الی الاسلام طرا ۔۔۔ صغیرا ما بلغت اوان حکمی
و اوجب لی الولاء معا علیکم ۔۔۔ رسول الله یوم غدیر خم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی اور سسر ہیں، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔آپ کی شہزادی میرے گھر کی رونق اور میری زوجہ محترمہ ہیں۔آپ کا مبارک گوشت میرے خون اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔میرے دو شہزادے آپ کے سبط ہیں تم میں سے وہ کون ہے جس کا نصیب میرے نصیب کی طرح ہو میں اسلام قبول کرنے میں تم سب سے سبقت لے گیا ہوں میں اس وقت بچہ تھا میں بالغ بھی نہ ہوا تھا۔آپ نے غدیر خم کے روز اپنی ولایت کے ساتھ ساتھ تم پر میری ولایت بھی واجب کی تھی۔

ابو عمر الزاہد نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے کوفہ اور بصرہ کے اشعار کے راویوں کو جمع کیا وہ امیر المؤمنین کے دس سے زائد صحیح اشعار نہ بیان کر سکے۔انہوں نے اتفاق کیا کہ دس سے زائد اشعار ان کی طرف منسوب ہیں۔صحیح اشعار میں ہیں۔

انا الذی سمتنی امی حیدره ۔۔۔ کلیث غابات کریه المنظره
او فیهم بالکیل کیل السندره

میں وہ ذات ہوں کہ میری امی جان نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں جنگل کے شیر کی طرح ہوں جسے دیکھنا بہت ہیبت ناک ہوتا ہے۔میں انہیں پیمانے کے ساتھ پیمانہ کو بھر پور تول کر دوں گا۔

ابن عساکر نے نبیط الاشجعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا اشتملت علی الیاس القلوب ۔۔۔ و ضاق بما به الصدر الرحیب
و اوطنت المکاره و اطمانت ۔۔۔ وارست فی اماکنها الخطوب

ولم یرلا نکشاف العسر وجه | ولا اغنی بحیلته الاریب
اتاك علی قنوط منك غوث | یجی به القریب المستجیب
و کل الحارثات اذا تناهب | فمو صول بها الفرج القریب

ترجمہ: جب دل ناامیدی پر مشتمل ہو جائیں اور کشادہ سینہ اس سے تنگ ہو جائے۔ مشکلات اپنی قیام گاہ بنالیں اور اس کی جگہوں میں مصائب گھر جائیں۔ انسان کو تنگی دور ہو جانے کا کوئی سبب نظر نہ آئے اور محتاج کو کوئی حیلہ فائدہ نہ دے تو اس مایوسی کے عالم میں تیرے پاس مدد آجائے گی اسے قریب اور دعائیں قبول کرنے والی ذات لے کر آئے گی سارے حوادث جب ختم ہو جاتے ہیں تو قریبی آسائش انہیں آلیتی ہے۔

امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: جوکسی دوسرے کی رفاقت کو ناپسند کرے۔

لا تصحب اخا جهل و ایاك و ایّاه | فکم من جاهل اردای حلیما حین آخاه
یقاس المرء بالمرء اذاما هو ماشا | و للشئ علی الشئ مقا ییس واشباه
و للقلب علی القلب دلیل حین یلقاه

ترجمہ: جاہل کی رفاقت اختیار نہ کر۔ تو اسے بچ۔ کتنے ہی جاہلوں نے حلیم کو مار ڈالا جب وہ اس کا بھائی بنا آدمی کو آدمی پر قیاس کیا جاتا ہے، کیونکہ وہی ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے کسی ایک شیء کو دوسری شئ پر قیاس کیا جاتا ہے یہی ان کی مثالیں ہوتی ہیں دل کی دل پر دلیل ہوتی ہے جب وہ اس سے ملاقات کرتا ہے۔

المبرد سے روایت ہے کہ آپ کی تلوار پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

للناس حرص علی الدنیا بتدبیر | و صفوها لت ممزوج بتکدیر
لم یرزقوها بفعل انّما قسمت | لکنهم رزقوا ها بالمقادیر
کم من ادیب لبیب لا تساعده | و سابق نال دنیاه بتقصیر
لو کان عن قوة او عن مغالبة | طار البزاة بارزاق العصانیر

ترجمہ: تدبیر کے ساتھ لوگ دنیا پر حریص ہوتے ہیں اس کا عمدہ حصہ بھی تیرے لئے گند کے ساتھ ملا ہوا ہے انہیں کسی فعل کی وجہ سے اسے بطور رزق نہیں دیا جاتا بلکہ اسے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ انہیں تقدیروں کے اعتبار سے رزق دیا جاتا ہے۔ کتنے ہی دانا ادیب ہوتے ہیں کہ حالات اس کی مدد نہیں کرتے۔ وہ اپنی دنیا کو بہت کم پاتے ہیں۔ اگر رزق قوت یا غلبہ کے ساتھ ہوتا تو شاہین چڑیاؤں کا رزق لے کر اڑ جاتے۔

حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا تفش سرك الا اليك فان لكل نصيح نصيحا
فانی رأيت غواة الرجال لا يدعون اديما صحيحا

ترجمہ: اپنا راز صرف اپنے لئے ہی افشا کر۔ ہر ہمدرد کے لئے ہمدرد ہوتا ہے۔ میں نے سرکش انسانوں کو دیکھا ہے۔ وہ ایک صحیح الزام کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

ابن عبدالبر نے علم میں حارث اعور سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ اندر تشریف لے گئے، پھر چادر اوڑھ کر باہر نکلے۔ وہ تبسم فشاں تھے ان سے عرض کی گئی: امیر المؤمنین! جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تھا تو آپ بہت اچھی طرح جواب دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں پیشاب روکے ہوئے تھا پیشاب روکنے والے کی کوئی رائے نہیں ہوتی، پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اذا المشكلات تصدين لی كشفت حقائقها بالنظر
و ان برقت فی مجئ الصواب عجب لا يجتليها البصر
مقنعة بغيوب الامور وضعت عليها صحيح الفكر
لسان كشقشقة الارجی اوكا لحمام اليمانی الذكر
و قلب اذا ستطقته الهموم اربی عليها بواهی الذرر
و لست بامعة فی الرجال اسائل هذا و ذا ما الخبر
ولكننی مذرب الاصغرين ابين مع ما مضی ما غبر

ترجمہ: جب مشکلات میری طرف توجہ کرتی ہیں میں غور و فکر سے ان کے حقائق کو منکشف کرتا ہوں۔ اگر وہ صحیح طرح آنے میں تاباں ہوں تعجب ہے اگر انہیں نگاہ اچھی طرح نہ دیکھ سکے۔ غیب کے امور کے ساتھ لپٹی ہوئی ہیں۔ میں ان میں صحیح غور و فکر کرتا ہوں۔ زبان اونٹ کے سینے کی جھاگ کی مانند ہے یا یمنی مذکر کبوتر کی طرح ہے دل کو جب مصائب قوت گویائی دیں تو ہوا میں اڑنے والے ذرات اسے بہت نفع دیتے ہیں۔ میں لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے والا نہیں ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ اور وہ کیسی خبر ہے لیکن میں دل اور زبان کے ساتھ خوش گفتار ہوں۔ میں بیان کر سکتا ہوں کہ کیا گزر گیا باقی رہا۔

یوسف بن مبارک نے اپنے اجداد سے ان کے یہ اشعار بھی روایت کئے ہیں۔

اصم عن الكلم المحفظات واحلم والحلم بی اشبه
وانی لاترك حلو الكلام لئلا اجاب ما اكره
اذا ما اجترءت سفاه السفيه علیّ فانی يانا الا سفه

فکم من فتی یعجب الناظرین له السن و اوجه
ینام اذا حضر المکرمات و عند الاناءة یستنبه

ترجمہ: میں محفوظ چیزوں کے بارے میں گفتگو کرنے سے رک جاتا ہوں۔ میں حلیم ہو جاتا ہوں۔ حلم ہی میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ میں شیریں کلام کو چھوڑ دیتا ہوں تا کہ مجھے ناپسندیدہ جواب نہ دیا جائے۔ اگر میں احمق کی حماقت کی خود پر دلیری دکھاؤں تو پھر میں اس سے بھی زیادہ احمق ہوں۔ کتنے ہی جوان ہیں جن کے دانت اور چہرے لوگوں کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ جب مصائب آتے ہیں تو وہ سو جاتے ہیں۔ تنگی کے وقت وہ بیدار ہو جاتے ہیں۔

انہیں علم ہوا کہ ابن سوداء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اسے بلایا۔ تلوار منگوائی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے متعلق کچھ کہا گیا تو فرمایا: وہ مجھ سے نہ مانگے۔ اسے مدائن کی طرف جلاوطن کر دو۔ ایک شخص نے اسے حدیث بیان کی۔ اس نے اسے کہا: میرا خیال ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا: نہیں میں نے اس طرح نہیں کہا: اس شخص نے کہا: میں تیرے لئے بددعا کرتا ہوں اگر تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا: بددعا کرو۔ اس نے اس کے لئے بددعا کی۔ اس کی دعا فوراً قبول ہوگئی۔ وہ کوڑا کے ڈھیر سے گزرا اس نے وہ کچھ دیکھا جو اس میں تھا اس نے کہا: یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق بخل کرنے والے بخل کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نقش تھا۔ وہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے انہوں نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی قرآن پاک جمع کر لیا تھا۔ ایک دفعہ گدھے پر سوار ہوئے ٹانگیں ایک ہی سمت لٹکائیں پھر فرمایا: میں وہ ہوں جس نے دنیا کی اہانت کی ہے۔ فرماتے تھے: علم حاصل کرو۔ اسی سے تمہاری پہچان ہوگی۔ ان کے مطابق عمل کرو تم اس کے اہل بن جاؤ گے۔ اس کے اہل وہی ہیں جو اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا۔ ایک دن منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ درود پیش کیا۔ موت کا ذکر کیا۔ فرمایا: اللہ کے بندو! موت میں فنا نہیں ہے، پھر فرمایا: نجات، نجات، امید، امید تمہارے پیچھے تیز رفتار ڈھونڈنے والا ہے یعنی قبر۔ اس کے دہانے اور وحشت سے بچو۔ ارے! قبر یا تو آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے ارے! قبر دن میں تین بار کہتی ہے: میں تاریکی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ میں وحشت کا گھر ہوں۔ ارے! اس کے بعد پھر ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ بوڑھے مدہوش ہو جائیں گے۔ ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔ لوگ نشے میں لگیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے لیکن رب تعالیٰ کا عذاب شدید ہے۔ ارے! اس کے بعد اس سے بھی شدید معاملہ ہے آگ جس کی تپش بہت زیادہ ہے۔ اس کی گہرائی زیادہ ہے۔ اس کا خازن مالک ہے، پھر وہ رونے لگے۔ لوگ بھی رونے لگے، پھر

فرمایا: ارے! اس سے پرے جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ جسے متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دارالنعیم میں جگہ دے۔ ہمیں اور تمہیں عذاب الیم سے بچائے۔ ایک شخص نے دنیا کی مذمت کی تو اسے فرمایا: دنیا صدق کا گھر ہے جس نے اس کے ساتھ سچ بولا۔ یہ اس کے لئے نجات کا گھر ہے جس نے اسے سمجھا یہ غنی کا گھر ہے جس نے اس سے زادراہ لیا۔ یہ رب تعالیٰ کی وحی اترنے کی جگہ ہے اس کے فرشتوں کا مصلیٰ ہے انبیائے کرام کی مسجد ہے اس کے اولیاء کرام کی تکمیل کی جگہ ہے۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے! تم نے اپنے نفس کو خوب پلایا حتیٰ کہ دنیا تمہیں دھوکہ دے گئی اس سے دھوکہ نہ کھاؤ نہ ہی تمہیں وہ بڑا دھوکہ باز (شیطان) دھوکہ دے۔ فرمایا: زہد رب تعالیٰ کے ان دو کلمات میں ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ (الحدید: ۲۳)

ترجمہ: کہ تم غمزدہ نہ ہو اس چیز پر جو تمہیں نہ ملے اور نہ اترانے لگو اس چیز پر جو تمہیں مل جائے۔

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دعا مانگتا ہے۔ اجابت میں دیر ہو جاتی ہے اس کے رستوں کو اس نے گناہوں اور نافرمانیوں نے گھیرا ہوتا ہے۔

۵-مصائب، وصیت اور شہادت

حضور اکرم ﷺ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ دنیا سے کچھ کم نہ کریں گے نہ ہی دنیا ان سے کچھ کم کرے گی۔ ان کی خلافت کا دور پر آشوب تھا۔ اہل شام نے طاقت حاصل کر لی وہ بار بار حملے کرنے لگے۔ جب بھی اہل شام قوت میں اضافہ کرتے اہل عراق کا امر کمزور ہو جاتا۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا آپ کے ساتھ اٹھنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکثر فرماتے تھے: اس امت کے بد بخت کو کس نے روک رکھا ہے یا وہ کس کا منتظر ہے؟

پھر فرماتے: تم اسے خون سے رنگین کرو گے۔ وہ اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کرتے۔ یہاں سے لے کر یہاں تک رنگین کرو گے۔ وہ اپنے سر اقدس کی طرف اشارہ کرتے۔

خطیب نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! اولین میں سے سب سے بد بخت کون ہے؟ عرض کی: اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔ فرمایا: آخرین میں سے سب سے بد بخت کون ہے؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا قاتل۔ ابو داؤد نے کتاب القدر میں لکھا ہے کہ خوارج کے زمانہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے دس ساتھی مسجد میں رات کے وقت پہرہ دیتے تھے۔ آپ نے انہیں دیکھا تو کہا: تم کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کی: آپ کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ فرمایا: اہل آسمان کون ہیں؟ پھر فرمایا: زمین میں کوئی امر بھی رونما نہیں ہوتا حتیٰ کہ آسمانوں پر اس کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے مجھ پر رب تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ڈھال ہے۔ دوسری روایت میں

ہے۔موت محفوظ ڈھال ہے ہر ہر شخص پر ایک فرشتہ موکل ہوتا ہے جو جانور یا چیز اس کا ارادہ کرتا ہے وہ اسے کہتا ہے: اسے بچاؤ۔اسے بچاؤ۔جب تقدیر آتی ہے تو وہ چلا جاتا ہے۔بندہ ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اسے علم ہو جائے کہ جو کچھ اسے پہنچتا ہے وہ اس سے دور نہیں ہو سکتا اور جو اس کے مقدر میں نہیں وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہ ہر روز مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔اس میں نماز پڑھتے تھے۔جس رات کی صبح کو شہید ہونا تھا تو رات اضطراب میں گزاری۔اپنے اہل خانہ کو جمع کیا۔دوسری روایت میں ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس رات ان کی خدمت میں گیا جس کی صبح کو انہوں نے شہید ہونا تھا میں نے انہیں دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو فرمایا: لخت جگر! میں نے آج رات اس کے اہل کو بیدار کرتے ہوئے گزاری ہے کیونکہ یہ جمعہ کی رات ہے کیونکہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔میری آنکھ لگ گئی۔میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی امت سے کتنی لڑائی اور جھگڑا دیکھا ہے۔آپ نے فرمایا: ان کے لیے بددعا کرو۔میں نے عرض کی: مولا! مجھے ان کے بدلے وہ عطا فرما جو ان سے بہتر ہوں۔انہیں وہ عطا فرما جو مجھ سے برا ہو۔امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ وہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ان کے مؤذن ابن تیاح آ گئے۔انہوں نے اذان دی۔جب مؤذن ان کے سامنے سے گزرے اور انہوں نے نماز کے لیے بلایا تو ابن ملجم ان کے سامنے آ گیا۔دوسری روایت میں ہے۔جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو ابن ملجم لعنہ اللہ نے ان کے دماغ پر ضرب کاری لگائی۔وہ آگاہ ہو گئے اس کی تلوار زہر آلود تھی۔شبیب نے بھی وار کیا مگر یہ ضرب ان کے رد لگی کیونکہ اس کی ضرب چادر پر لگی تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پکارا۔یہ شخص بھاگنے نہ پائے۔لوگ ہر سمت بھاگنے لگے شبیب بھاگ گیا ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے کھلاؤ پلاؤ۔اگر میں بچ گیا تو میں خون کا والی خود ہوں گا میں چاہوں گا تو قصاص لے لوں گا یا معاف کر دوں گا۔رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط (المائدہ:۴۵)

ترجمہ: اور زخموں کے لیے قصاص (ہے)۔

اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسے اس طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے شہید کیا ہے۔تجاوز نہ کرنا رب تعالیٰ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔اہل السیر نے لکھا ہے۔تین خارجی نکلے عبداللہ بن ملجم مرادی، یہ حمیر سے تھا، بنو مراد میں شمار ہوتا تھا۔یہ کندہ میں سے ابن جبلہ کا حلیف تھا۔مبارک بن عبداللہ التمیمی، عمرو بن بکر تمیمی۔یہ مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔انہوں نے باہم عہد کیا کہ وہ حضرات علی المرتضیٰ، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیں گے۔ابن ملجم نے کہا: میں حضرت علی کو قتل کروں گا۔ابن مبارک نے کہا: میں حضرت معاویہ کو قتل کروں گا۔تیسرے نے کہا: میں حضرت عمرو کو قتل کروں گا۔انہوں نے عہد کیا کہ وہ اپنے متعلقہ شخص کو نہ چھوڑے حتیٰ کہ وہ اسے مار دے یا خود قتل ہو جائے۔

انہوں نے دس رمضان المبارک کو یہ عہد کیا تھا پھر ہر شخص اپنے اپنے متعلقہ آدمی کی طرف چلا گیا۔ابن ملجم نے زہر

آلود تلوار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر حملہ کر دیا۔ جو دماغ تک پہنچ گئی۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ جب ابن ملجم نے حملہ کیا تو انہوں نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ انہوں نے حضرات امامین حسنین کریمین کو رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی۔ نماز، زکوٰۃ، گناہوں سے استغفار، غصہ پی جانے، صلہ رحمی، جاہل سے حلم، دین میں تفقہ، معاملات میں ثابت قدمی، تلاوۃ القرآن، پڑوسی کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، خواہش سے بچنے کی وصیت کی۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی محمد بن حنفیہ کو بھی وصیت کی۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ان دونوں حضرات کی تعظیم کریں۔ ان کے بغیر کسی امر کا قطعی فیصلہ نہ کریں ان وصیتوں کو اپنی کتاب وصیت میں لکھا وصیت نامہ یہ تھا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ وصیت ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ وہ گواہی دیتے ہیں۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون قل ان صلاتى و نسكى و محياى و مماتى لله رب العالمين لا شريك له و بذالك امرت و انا اول المسلمين۔

اے حسن! میں تمہیں، ساری اولاد کو اپنے اہل خانہ کو اور جہاں تک میرا یہ وصیت نامہ پہنچے انہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کی اطاعت، حسن عبادت کی وصیت کرتا ہوں۔ تم اس حالت پر مرو کہ تم مسلمان ہوں۔ رب تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو تفرقہ بازی نہ کرو۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: باہمی صلح کرنا عام نماز اور روزے سے افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو دیکھو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ دنیا کو تلاش نہ کرو۔ اس میں سے جو کچھ بھی چلا جائے اس پر نہ روؤ۔ حق بات کرو، یتیم پر رحم کرو، ظالم کے دشمن اور مظلوم کے لئے مددگار بن جاؤ جو کچھ کتاب الہٰی اور سنت مبارکہ میں ہے اس پر عمل کرو۔ رب تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرو، پھر حساب تم پر آسان ہو جائے گا۔

نماز کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ تمہارے دین حق کا ستون ہے۔ اللہ اللہ! راہ خدا میں اپنے اموال اور نفسوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اللہ اللہ! زکوٰۃ ادا کرو یہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتی ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تمہارے سامنے ان پر ظلم نہ ہو۔ صحابہ کرام کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ رب تعالیٰ نے اپنے اہل بیت اور اپنے صحابہ کرام کے بارے میں وصیت کی تھی۔ فقراء اور مساکین کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ انہیں اپنی معیشت میں شامل کر لینا۔ اپنے غلاموں کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ رب تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنا رب تعالیٰ تمہاری کفایت کرے گا جو تمہارا ارادہ کرے تم پر بغاوت کرے اسے کہو: حسبنا الله و نعم الوكيل۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں فرمایا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو ورنہ معاملہ تمہارے شریر لوگوں کے پاس چلا جائے گا پھر تمہارے بہترین افراد دعائیں مانگیں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ باہم صلہ رحمی کرو۔

باہم خرچ کرو۔روگرداں ہونے سے بچو،قطع رحمی نہ کرو،تفرقہ بازی نہ کرو،نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو،گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو،رب تعالیٰ سے ڈرو،رب تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔اہل بیت میں سے تمہاری حفاظت رب تعالیٰ کرے۔وہ تمہارے گھر کی حفاظت کرے۔میں تمہیں رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تم پر سلام رب تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

پھر انہوں نے گفتگو نہ کی صرف لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہے جب عالم نزع طاری ہوا تو لا الہ الا اللہ کی کثرت کر دی اس کے علاوہ وہ کچھ بھی نہ پڑھا حتیٰ کہ روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔اس وقت عمر مبارک ۶۳ برس تھی یہی صحیح اور مشہور ہوئی۔ایک قول یہ ہے کہ آخری کلام یہ تھا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزلہ)

ترجمہ: (جس نے کی ہوگی) برابر ذرہ نیکی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے کی ہوگی برابر ذرہ برائی وہ اسے دیکھ لے گا۔

کوفہ میں اتوار کی رات ستائیس رمضان المبارک یا انتیس رمضان المبارک یا ۱۹ رمضان المبارک کو جام شہادت نوش فرمایا۔ ۴۰ھ تھی۔امام حسن،امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے انہیں غسل دیا۔انہیں تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو میں سے کچھ خوشبو تھی وصیت کی کہ وہی خوشبو استعمال کی جائے۔انہیں وہی خوشبو لگائی گئی۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی کوفہ میں قصر الامارہ کے قریب تدفین ہوئی۔ان کی قبر انور کو چھپا دیا گیا۔دوسرا قول ہے کہ جسم مبارک کو صندوق میں بند کیا گیا۔

بہت زیادہ کافور ڈالا گیا اونٹ پر سوار کیا گیا تاکہ مدینہ طیبہ لے جایا جائے جب کارواں طئے کے علاقے سے گزر رہا تھا تو وہ اونٹ رات کے وقت گم ہو گیا۔اسے بنو طئے نے پکڑا انہیں دفن کر دیا اونٹ کو ذبح کر دیا۔المبرد نے روایت کیا ہے کہ جس ذات کو سب سے پہلے ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

و ارضاہ ورضی عنا بہ ورزقنا محبتہ و سائر اصحاب رسول ﷺ ادام ذلک لنا الی یوم نلقاہ۔

۶-مرثیہ

حضرت سعید بن منصور نے کہا ہے ابو الاسود الدؤلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مرثیہ لکھا۔

الا یا عین ویحك اسعدینا الا تبکی امیر المؤمنینا

ترجمہ: اے آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہمیں سعادت مند کر۔کیا تو امیر المؤمنین پر گریہ بار نہ ہوگی۔

و تبکی ام کلثوم علیہ بعبرتہا و قدرات الیقینا

ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان پر رو رہی ہیں۔ وہ آنسو بہا رہی ہیں انہوں نے یقین کے ساتھ دیکھ لیا ہے۔

قل للخوارج حيث كانوا فلا قرت عيون الحا سدينا

ترجمہ: اے خوارج سے کہو۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں کہ حاسدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب نہ ہو۔

افى شهر الصيام مجمعتمونا بخير الناس طرا اجمعينا

ترجمہ: کیا تم نے رمضان المبارک میں ہمیں جمع کیا تمام لوگوں میں سے بہترین ہستی کے ساتھ ہم سب کو۔

قتلتم خير من ركب المطايا وذللها و من ركب السفينا

ترجمہ: تم نے اس ذات پاک کو قتل کر دیا جو ان سے بہترین تھی جو سواریوں پر سواری کرتے ہیں انہیں عاجز کرتے ہیں اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔

ومن لبس النعال ومن حذاها وقراء المثانى والمبينا

ترجمہ: جو جوتے پہنتے ہیں جوتوں کو نمونے پر کاٹتے ہیں جو سورۃ الفاتحہ اور مبین والی سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

و كل مناقب الخيرات فيه وحب رسول رب العالمينا

ترجمہ: خیرات کے سارے مناقب آپ میں موجود تھے آپ رب العالمین کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے۔

اذا ستقبلت وجه ابى حسين رائيت البدر فوق الناظرينا

ترجمہ: جب تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کی طرف رخ کرو گے تو تم ناظرین کے اوپر ماہ تمام کو دیکھو گے۔

و كنا قبل مقتله بخير نرى مولى رسول الله فينا

ترجمہ: ہم آپ کی شہادت سے پہلے خیر کے ساتھ تھے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ کو خود میں دیکھتے تھے۔

يقيم الحق لا يرتاب فيه ويعدل فى العدى والا قربينا

ترجمہ: وہ حق کو قائم کرتے تھے انہیں اس میں شک نہ تھا وہ دشمنوں اور اقارب میں عدل کرتے تھے۔

ليس لكاتم علما لديه ولم يخلق من المتكبرينا

ترجمہ: وہ اپنے پاس موجود علم کو چھپانے والے نہ تھے نہ ہی انہیں متکبرین میں سے پیدا کیا گیا تھا۔

كان الناس اذا فقدوا عليًا نعام جار فى بلد سنينا

ترجمہ: جب وہ شہید کر دیے گئے تو لوگ گویا کہ شتر مرغ تھے جو اس شہر میں سرگرداں تھے جہاں سے گھاس چری گئی ہو۔

فلا تشمت معاوية بن صخر فان بقية الخلفاء فينا

ترجمہ: معاویہ بن صخر خوش نہ ہو تا بقیہ خلفاء ہم میں سے ہی ہیں۔

گیارہواں باب

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

نسب، اولاد

ان کا اسم گرامی حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھا۔
مرہ پر ان کا نسب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام صعبہ بنت حضرمی تھا۔ یہ علاء کی بہن تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی رنگت گندمی تھی بعض نے سفید رنگت لکھی ہے چہرہ حسین تھا بہت گھنے بال تھے سینہ کشادہ تھا کندھوں کے مابین چوڑائی تھی قدم بھاری تھے جب چلتے تھے تو تیزی سے چلتے تھے جب توجہ کرتے تھے تو پوری طرح توجہ کرتے تھے۔ وہ خضاب استعمال نہ کرتے تھے۔ وہ شدت اور قلت میں خرچ کرنے والے تھے وسعت میں رضا میں صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ ان کے دس بچے تھے محمد السجاد، عمران۔ ان کی والدہ حمنہ بنت جحش تھیں۔ موسیٰ، یعقوب، اسحاق۔ ان کی والدہ ابان بنت عتبہ بن ربیعہ تھیں۔ زکریا، یوسف، عائشہ۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت صدیق تھیں۔ عیسیٰ، یحییٰ۔ ان کی والدہ سعدی بنت عوف بن خارجہ تھیں۔ ام اسحاق، صعبہ، مریم، صالح، رضی اللہ عنہم ان کے دو بھائیوں عثمان اور عبد الرحمٰن نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے بہت سے موالی تھے۔

۲- فضائل

وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ ان خوش بخت افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔
ان چھ افراد میں سے ایک تھے جو مجلس شوریٰ میں شامل تھے۔ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ غزوہ بدر کے علاوہ سارے غزوات میں شرکت کی۔ اس وقت آپ نے انہیں شام کے راستے پر خبریں لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جب یہ واپس آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ چکے تھے انہوں نے اپنے حصے کے متعلق آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: تمہارا حصہ تمہارا ہی ہے۔ عرض کی: میرا اجر یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: تمہارا اجر بھی تمہارا ہے۔ آپ نے ان کا نام طلحہ الخیر، طلحہ الجود، طلحہ الفیاض رکھا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔
ابن عساکر نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! تم تو فیاض ہی ہو۔ انہوں نے سات لاکھ دراھم کا باغ بیچا۔ اس رات ان کے قاصد اہل مدینہ کے فقراء کے پاس جاتے رہے وقت صبح تک ان کے پاس ایک درھم بھی نہ تھا۔ دوسری روایت میں ہے وہ دراھم رات بھر ان کے پاس ہی رہے۔ اس کی وجہ سے

انہیں نیند نہ آئی وقت صبح انہیں تقسیم کر دیا۔ غزوہ بدر کے دس قیدیوں کا فدیہ اپنے مال سے ادا کیا۔ ایک اعرابی آیا صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: یہ واسطہ مجھے تم سے پہلے آج تک کسی نے نہیں دیا۔ میرے پاس زمین ہے جس کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ دراھم ادا کرنے ہیں پسند کرو تو زمین لے لو اور پسند کرو تو قیمت لے لو۔ اس نے عرض کی: قیمت انہوں نے اس کی قیمت اس کے حوالے کر دی۔ وہ بنو تیم کے کمزوروں کی کفایت کرتے تھے۔ ان کے قرض ادا کرتے تھے ہر سال دس ہزار دراھم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتے تھے۔ آپ نے ان کا نام طلحہ الطلحات رکھا۔

یہ وہ طلحہ الطحات نہیں جس کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے:

رحم الله اعظما دفنوها بسجستان طلحة الطحات

ترجمہ: رب تعالیٰ ان ہڈیوں پر رحم کرے جو بجستان میں مدفون ہیں۔ جو طلحہ الطحات ہے۔

کیونکہ یہ مدفون سجستان خزاعی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب یوم احد کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے: یہ سارا دن طلحہ کا تھا انہوں نے اس روز خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ڈھال بنا کر رکھا تھا۔

امام احمد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے) ابو یعلی، ابن حبان، حاکم اور ضحاک نے حضرت یحییٰ بن عباد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ نے اس وقت خود پر جنت واجب کر لی جب انہوں نے رب تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کیا۔ ابو بکر الشافعی نے الغیلا نیات میں، دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! یہ جبرائیل امین ہیں جو تمہیں سلام دے رہے ہیں۔ وہ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ میں قیامت کی ہولنا کیوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا حتیٰ کہ میں تمہیں ان سے نجات دلا دوں گا۔

ابن مندہ اور ابن عساکر نے، حاکم اور ترمذی نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) امام ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت معاویہ سے، ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! تم ان لوگوں سے ہو جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ یا طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت طلحہ سے حسن روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک جاہل اعرابی سے کہا آپ سے پوچھو کہ آپ کا حصہ کس نے ادا کر دیا ہے۔ صحابہ کرام آپ سے سوال کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ سے ڈرتے تھے۔ اعرابی نے آپ سے پوچھا تو اس سے اعراض کیا۔ اس نے پھر پوچھا تو اعراض کیا، پھر میں مسجد کے دروازے سے آیا۔ میں نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: سائل کہاں ہے جو اس شخص کے متعلق پوچھ رہا تھا جس نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

اس نے عرض کی: میں ہوں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: یہ طلحہ ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے منبر پر یہ آیت طیبہ پڑھی:

منهم من قضى نحبه۔

ترجمہ: ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

ایک شخص نے پوچھا۔ وہ کون ہے؟ آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: اے سائل! یہ ان میں سے ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: طلحہ ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضرت عمار ان میں سے ہیں، یحییٰ بن سلام کی تفسیر میں ہے۔ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم، ضیاء باوردی اور بغوی نے حصین بن وحوح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! طلحہ سے اس طرح ملاقات کرنا کہ وہ تجھے دیکھ کر مسکرائیں اور تو انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) ابویعلی، حاکم، ابونعیم نے المعرفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ اور زبیر جنت میں پڑوسی ہوں گے۔ حاکم، ابن ماجہ، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ ان شہیدوں میں سے بہترین ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! مجھ پر کل تمہاری جنت لازم ہے۔

وہ ان سات طلحات میں سب سے بڑے ہیں جو سخاوت میں مشہور ہیں۔ انہوں نے سات لاکھ دراھم میں حضرت عثمان غنی کو زمین بیچی۔ وہ رقم لے کر آئے فرمایا: اگر کسی شخص کے پاس یہ رہیں تو اسے علم نہیں کہ رات کے وقت اس پر کیا آ جائے۔ رب تعالیٰ ضامن ہے۔ انہوں نے اس طرح رات بسر کی کہ ان کے قاصد مدینہ طیبہ کی گلیوں میں آوازیں لگاتے رہے حتیٰ کہ وقت صبح ان کے پاس ایک درھم بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایک دن میں آٹھ لاکھ دراھم صدقہ میں دیئے پھر خود کو مسجد کی طرف نکلنے سے روک دیا حتیٰ کہ ان کے لئے کپڑے کی اطراف کو جوڑ دیا گیا۔

۲۔ طلحہ بن عمر تیمی طلحۃ الجود۔ ۳۔ طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم۔ انہیں طلحۃ الدراھم کہا جاتا تھا۔ ۴۔ طلحہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ انہیں طلحۃ الخیر کہا جاتا تھا۔ ۵۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف الزھری۔ انہیں طلحۃ الدوسی کہا جاتا تھا۔ ۶۔ طلحہ بن عبداللہ بن خلف۔ انہیں طلحۃ الندی کہا جاتا تھا۔ ۷۔ طلحہ بن عبداللہ الخزاعی انہیں طلحۃ الطلحات کہا جاتا تھا۔

وصال

یہ یوم الجمل میں شہید ہوئے تھے۔ یہ واقعہ ۳۶ھ کو ہوا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس روز کسی صف میں تنہا رہ گئے تھے۔ کسی نے تیر مارا ان کی ٹانگ کی عرق النساء کٹ گئی۔ اس سے لگا تار خون نکلتا رہا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ مروان بن حکم نے اقرار کیا کہ اس نے وہ تیر مارا تھا قنطرۃ القرہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ انہیں وصال کے تیس سال بعد نیند میں دیکھا گیا۔ انہوں نے تر زمین کا شکوہ کیا ان کا جسم باہر نکالا گیا تو تر و تازہ تھا۔ انہیں دار الہجرتین بصرہ میں دفن کر دیا گیا ان کی قبر مشہور ہے۔

❁❁❁

بارہواں باب

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

ان کا نسب، وصف، اولاد، اسلام اور ہجرت

یہ ابو عبداللہ زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہیں۔ قصی پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبد المطلب تھا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھو تھیں۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا اور ہجرت بھی کی تھی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ الحافظ ابو نعیم نے لکھا ہے: حضرت زبیر کا چچا انہیں چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا آگ سے دھواں دیتا تھا وہ کہتا: کفر کی طرف لوٹ چلو۔

حضرت زبیر فرماتے: میں کبھی بھی کفر کی طرف نہ لوٹوں گا۔ یہ گندم گو اور معتدل القامۃ تھے۔ داڑھی مبارک خفیف تھی۔ دوسرا قول یہ ہے یہ طویل تھے جب سواری پر سوار ہوتے تھے تو ٹانگیں زمین پر لگتی تھیں حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے ان کی اولاد عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ رضی اللہ عنہم تھیں۔ دیگر بیویوں سے بھی اولاد تھی۔

۲۔ بعض فضائل

انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا اس وقت ان کی عمر آٹھ سال یا سولہ سال تھی۔ ان کا چچا انہیں دھوئیں سے تکلیف دیتا تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں، مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھوڑا دو بار حبشہ کی طرف ایک بار مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے تلوار سونتی تھی۔ جب شیطان نے یہ خبر پھیلائی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بھاگتے

ہوئے نکلے اس وقت حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں تھے۔انہوں نے آپ سے ملاقات کی فرمایا: زبیر! کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔آپ نے ان کے لیے اور ان کی تلوار کے لئے دعا کی۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یرموک میں بھی شرکت کی، مصر فتح کیا وہ تجارت کرتے تھے اور عطاء لیتے تھے۔

امام احمد شیخان، عبد بن حمید، ترمذی، خطیب ابن عساکر، ابن ابی شیبہ، ابونعیم، امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت زبیر سے، امام احمد، ابویعلی، ابن ابی شیبہ اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نے الطبرانی، حاکم اور ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ سے، دارقطنی نے افراد میں حضرت ابوموسیٰ سے، زبیر بن بکار، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق سے، ابویعلی، ابن سعد، زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے حضرت ابوعمر سے، امام احمد، ابن کثیر الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: طلحہ اور زبیر! تم دونوں میرے حواری ہو۔

شیخان نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: کون بنوقریظہ کے پاس جائے گا اور ان کی خبر لے کر میرے پاس آئے گا؟ میں گیا۔جب میں واپس آیا تو آپ نے اپنے والدین کریمین کو میرے لیے جمع کیا فرمایا: تیراندازی کرو۔

۳۔ کرم، وصیت، وفات، عمر

وہ، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم چند مشہور شہسواروں میں سے تھے۔

ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں کمائی کر کے دیتے تھے ان کے گھر میں ایک درہم بھی نہ جاتا تھا وہ سب مال صدقہ کر دیتے تھے وہ ہر رات اسے تقسیم کر دیتے تھے۔اس میں سے کچھ بھی اپنے گھر نہ لے کر جاتے تھے۔امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یوم الجمل کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے مجھے بلایا۔میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا فرمایا: میرے نور نظر! میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوماً شہید ہو جاؤں گا میرا اہم ترین مقصد میرا قرض ہے تم نے دیکھا ہمارے دین کی وجہ سے ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا، پھر فرمایا: نور نظر! ہمارے مال کو فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ آپ نے مجھے ثلث کی وصیت کی۔حضرت عبداللہ نے فرمایا: وہ مجھے اپنے قرض کے بارے میں وصیت کرنے لگے انہوں نے فرمایا: نور نظر! اگر تم میرا قرض ادا کرنے سے عاجز آجاؤ تو اپنے آقا سے مدد لے لینا۔بخدا! میں نہیں جانتا تھا کہ ان کا ارادہ کیا تھا حتیٰ کہ میں نے عرض کی: والد گرامی! آپ کا آقا کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ۔بخدا! جب بھی میں قرض کی آزمائش میں پھنسا تو میں نے کہا: اے زبیر کے آقا! اس کی طرف سے قرض ادا کر دے وہ قرض ادا کر دیتا ہے۔حضرت زبیر شہید ہو گئے انہوں نے دراھم اور دینار نہ چھوڑے سوائے دو زمینوں کے۔ان میں سے ایک جنگل تھا مدینہ طیبہ میں گیارہ گھر تھے دو گھر بصرہ

یں تھے ایک گھر کوفہ میں تھا ایک گھر مصر میں تھا ان پر قرض اس طرح تھا کہ ایک شخص مال لے کر ان کے پاس آتا وہ بطور امانت ان کے پاس رکھتا۔

وہ فرماتے: نہیں! یہ قرض ہے مجھے خطرہ ہے کہ یہ ضائع ہو جائے گا۔ بخدا! وہ کبھی بھی امارت پر ٹیکس وصول کرنے یا خراج وصول کرنے پر کبھی بھی فائز نہ ہوئے تھے مگر انہوں نے حضور اکرم ﷺ، حضرات ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں نے حساب کیا کہ ان پر کتنا قرض تھا۔ ان پر دو ہزار ہزار اور دو سو ہزار قرض تھا۔ حضرت زبیر نے جنگل ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا حضرت عبداللہ نے اسے ایک ہزار ہزار اور سات سو ہزار۔ میں فروخت کر دیا پھر فرمایا: جس کا ہم پر قرض ہو وہ الغابہ میں میرے ساتھ ملاقات کرے۔ جب وہ اپنے باپ کے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو بنو زبیر نے کہا: ہم میں ہماری وراثت تقسیم کریں۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! ابھی وراثت تقسیم نہ کروں گا، حتیٰ کہ میں چار سال تک حج کے ایام میں اعلان کروں گا کہ حضرت زبیر پر جس کا قرض ہو وہ آ کر لے لے وہ ہر سال حج کے ایام میں یہ اعلان کرتے جب چار سال گزر گئے تو انہوں نے ان کے مابین تقسیم کر دیا ثلث دیا۔

حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ایک ہزار اور دو سو ہزار ملے ان کا مال پچاس ہزار ہزار اور دو سو ہزار تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے دو ہزار اور دو سو ہزار قرض ادا کیا پھر مال کا وہ ثلث نکالا جس کی انہیں وصیت کی تھی پھر بقیہ کو تقسیم کر دیا۔ یہ ہر زوجہ کو ایک ہزار اور دو سو ہزار ملے اس طرح ان کا قرض، وصیت اور میراث انسٹھ ہزار ہزار اور آٹھ سو ہزار تھے۔ یہی صحیح ہے جو کچھ بخاری میں یا مجمع الاحباب میں ہے اس میں نظر ہے۔ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں کمائی کر کے دیتے تھے وہ اسی محفل میں صدقہ کر دیتے تھے ایک درہم بھی گھر لے نہ جاتے تھے ان کا بہت زیادہ مال تھا کثیر صدقات تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ سات صحابہ کرام نے انہیں وصیت کی تھی ان میں حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ وہ اپنے مال سے ان کے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے۔ انہیں وافر مال دیتے تھے انہوں نے یوم جمل کو قتال ترک کر دیا واپس آ گئے ایک جماعت نے انہیں قتل کر دیا۔ اس وقت وہ وادی السباع بصرہ کی ایک طرف تھے ان کی شہادت ۳۶ھ کو ہوئی ان کی عمر ۶۷ سال تھی یا ۶۴ سال تھی۔ ان کی قبر انور معروف ہے انہی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

فکم کربۃ ذب الزبیر بسیفہ ۔۔۔ عن المصطفی واللہ یعطی و یجزل

فما مثلہ فیھم ولا کان قبلہ ۔۔۔ ولیس یکون الدھر ما کان یزبل

ثناؤک خیر من فعال معاشر ۔۔۔ و فعلک یا بن الھاشمیۃ افضل

ترجمہ: کتنے ہی مصائب تھے جنہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک سے دور کیا رب تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا کرنے والا ہے۔ ان میں ان کی مثال نہ تھی۔ نہ ہی ان سے پہلے تھی۔ جو وہ

اٹھاتے تھے اسے زمانہ اٹھا نہ سکتا تھا آپ کی تعریف لوگوں کے افعال سے بہترین ہے لیکن تمہارا فعل اے ابن ہاشمیہ! سب سے افضل ہے۔

✿✿✿

تیرہواں باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

ا-اسم، نسب اور کنیت

وہ اسلام کے شہ سوار سعد ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسحاق ہے باپ کی کنیت ابو وقاص ہے ان کا نسب عبد مناف پر آپ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔

۲-فضائل

ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی وہ اسلام قبول کرنے میں تیسرے نمبر پر تھے۔ سب سے پہلے راہ خدا میں تیر پھینکا سب سے پہلے راہ خدا میں خون بہایا سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی آپ کے امراء میں سے تھے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ تیر اندازی درست ہوتی تھی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی: مولا! ان کی تیر اندازی کو درست فرما۔ ان کی دعائیں قبول فرما: انہوں نے غزوہ احد میں ایک ہزار تیر پھینکے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کا عامل بنایا تھا قادسیہ اور مدائن کے جہاد میں لشکروں کے سپہ سالار وہی تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسو ستر احادیث روایت کیں پندرہ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔ پانچ میں امام بخاری اور اٹھارہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ فتنوں کے زمانہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے کسی جنگ میں حصہ نہ لیا تھا۔

ابن جوزی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں۔ کوئی شخص مجھے ذرا اپنا ماموں تو دکھائے۔ ایک دفعہ وہ مکہ مکرمہ میں مریض ہو گئے وہ اس زمین میں انتقال کرنا پسند نہ کرتے تھے جہاں سے انہوں نے ہجرت کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اس وقت ان کی صرف ایک نور نظر تھی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی کی، تہائی بھی کثیر ہے۔ شاید رب تعالیٰ تمہیں رفعت دے گا۔ بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان اور بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا انہوں نے دعا مانگی: مولا! میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں

موت کو مؤخر کر دے اس سال موت ان سے مؤخر کر دی گئی ان کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کچھ بھی نہ تھا وہ ان چھ افراد میں سے ایک تھے جن کے متعلق یہ آیت طیبہ اتری تھی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ (الانعام: ۵۲)

ترجمہ: اور نہ دور ہٹاؤ انہیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی والدہ کچھ دنوں کے لیے کھانے اور پینے سے رک گئی انہوں نے اسے فرمایا: امی! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اگر تمہاری ایک سو جانیں بھی ہوں جو ایک ایک کر کے نکلتی رہیں میں پھر بھی اپنے اس دین کو نہ چھوڑوں گا چاہو تو کھالو چاہو تو نہ کھاؤ۔ اس نے یہ عزم مصمم دیکھا تو کھالیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ۔ (العنکبوت: ۸)

ترجمہ: اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنائے کسی کو میرا۔

ان کے اقوال زریں میں سے ہے کہ انہوں نے اپنے نورِ نظر مصعب کو فرمایا: بیٹے! جب کسی چیز کو طلب کرو تو اسے قناعت کے ساتھ طلب کرو جس کے پاس قناعت نہیں اسے مال مستغنی نہیں کر سکتا۔

۴-وصال

انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں صوف کے جبہ میں کفن دیا جائے اس میں انہوں نے غزوہ بدر میں دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔ وہی ان پر تھا۔ فرمایا: میں اسے اس مقصد کے لئے چھپا کر رکھتا تھا اس میں انہیں کفن دیا گیا اس وقت ۵۱ھ تھا۔ عمر مبارک ۷۹ سال تھی یا عمر ۸۲ سال تھی مہاجرین میں سے سب کے آخر میں انہی کا وصال ہوا رضی اللہ عنہم ان کا وصال ان کے گھر عقیق کے مقام پر ہوا۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے دس میل دور تھی۔ انہیں اٹھا کر مدینہ طیبہ لایا گیا۔

مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت وہی مدینہ طیبہ کا گورنر تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے حجرات مقدسہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

نسب

ان کا نسب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ہے وہ کعب بن لوئی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتے ہیں۔

۲۔بعض فضائل

دارارقم میں دخول سے قبل انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔غزوہ بدر کے علاوہ سارے غزوات میں شرکت کی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد اور ان کی بہن کے خاوند تھے۔بہن محترمہ نے بھی ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنیں۔وہ مہاجرین اولین میں سے تھے۔وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے یرموک اور حصار دمشق میں شرکت کی۔ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔

شیخان نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ساتھ تنازع کو اروی بنت اویس مروان کے پاس لے گئیں۔اس نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین لے لی ہے۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کی زمین کیوں لوں گا حالانکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا: جس نے کسی کی بالشت بھر زمین لی اسے سات زمینوں تک اتنا طوق پہنا دیا جائے گا مروان نے کہا: میں اس کے بعد تم سے نہ پوچھوں گا۔حضرت سعید نے عرض کی: مولا! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے نابینا کر دے اسے اس کی زمین پہ مار دے۔

وہ عورت نہ مری حتیٰ کہ اس کی بصارت جاتی رہی اسی اثناء میں کہ وہ اپنی زمین پر چل رہی تھی وہ کسی گڑھے میں گر پڑی اور مر گئی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے کہا: مجھے حضرت سعید کی بددعا لگ گئی ہے۔دوسری روایت میں ہے وہ اروی مروان کے پاس آئی۔حضرت سعید کے خلاف دعویٰ کیا۔اس نے کہا: انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔وہ عقیق کے مقام پہ ان کی ہمسائی تھی۔حضرت عاصم بن عمر نے کہا: بخدا! میں اروی کا حق پورا کرتا ہوں میں نے اسے اپنی سرزمین کے چھ سو ذراع دے دیے ہیں یہ اس حدیث پاک کی وجہ سے ہے جسے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔آپ نے فرمایا: جس نے ناحق کسی مسلمان کا حصہ لیا تو روز حشر سات زمینوں تک اسے طوق پہنایا

جائے گا اروی !! اٹھو اور وہ زمین لے لو جو سمجھتی ہو کہ تمہارا حق ہے وہ اٹھی اور اس نے وہ حصہ لے لیا۔ حضرت سعید نے یہ بددعا کی: مولا !! اگر یہ ظالم ہے تو اس کی بصارت چھین لے اسے بری طرح موت دے۔ وہ اندھی ہوگئی تھی اپنی زمین میں گر کر مرگئی تھی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۸ احادیث روایت کی ہیں۔ ایک روایت میں امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ایک روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔ ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین کی کثیر تعداد نے روایت کیا ہے۔

۳-وصال

انہوں نے ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں وصال کیا۔ ان کی عمر ستر اور کچھ سال تھی انہوں نے عقیق کے مقام پر وصال فرمایا۔ انہیں مدینہ طیبہ لایا گیا وہیں دفن کیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی قبر میں وہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اترے۔

✿✿✿

پندرھواں باب

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱-نسب پاک

یہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ ہیں ان کا نسب کلاب پر آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت شفاء تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا ہجرت کی تھی وہ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

۲-فضائل

انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا وہ پہلے آٹھ مسلمانوں میں سے ایک تھے وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جو خلافت سے دستبردار ہوگئے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کی کوشش کی تھی۔ سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ غزوہ احد میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ دو ہجرتیں کیں۔ حبشہ کی طرف اور مدینہ طیبہ کی طرف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ اخوت قائم فرمایا۔ حضور

اکرم ﷺ نے انہیں دومتہ الجندل کی طرف بنوکلیب کی طرف بھیجا۔ اپنے دست اقدس سے عمامہ شریف باندھا۔ کندھوں کے مابین لٹکایا فرمایا: اگر تمہیں فتح نصیب ہو جائے تو اس کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کی۔ انہوں نے ان سے شادی کر لی ان کے ہاں حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی جب آپ نے انہیں پایا تو وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ غزوہ احد میں انہیں اکیس زخم آئے۔ ٹانگ پر زخم آئے دانت گر پڑے وہ راہ خدا میں بہت سے غلام آزاد کرتے تھے۔ انہوں نے احد کے روز ۳۱ غلام آزاد کئے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ۶۵ احادیث مبارکہ روایت کیں۔ دو احادیث پر شیخین متفق ہیں۔ پانچ میں امام بخاری منفرد ہیں ان سے حضرات ابن عمر، ابن عباس، جابر، بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے ان کا بہت سارا مال تھا تجارت میں ماہر تھے ایک روایت ہے کہ وہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: امی جان! مجھے اندیشہ ہے کہ کثیر مال مجھے ہلاک کر دے گا۔ انہوں نے فرمایا: لخت جگر! خرچ کرو۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں نصف مال صدقہ کیا تھا وہ چار ہزار دینار تھے پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے راہ خدا میں پانچ گھوڑے صدقہ کئے پھر پانچ سو سواریاں صدقہ کیں ان کا اکثر مال تجارت سے تھا۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرات امہات المؤمنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی۔ اسے چار لاکھ دراھم میں فروخت کیا گیا۔ حضرت عروہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پچاس ہزار دینار راہ خدا میں دینے کی وصیت کی۔

ابن جوزی نے مسعود بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں چالیس ہزار دیناروں میں فروخت کی وہ مال بنوزہرہ، غریب مسلمانوں اور حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر دیا۔ مجھے اس میں سے کچھ مال دے کر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: میرے بعد تم پر پاکباز افراد ہی مہربانی کریں گے۔ رب تعالیٰ ابن عوف کو جنت کے سلسبیل سے جام پلائے گا۔

امام زہری نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بقیہ اصحاب بدر میں سے ہر شخص کے لئے چار سو دیناروں کی وصیت کی۔ ان کی تعداد ایک سو تھی۔ انہوں نے ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں خراج کرنے کی وصیت کی۔ ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ ان کی تواضع تھی کہ وہ اپنے غلام سے ممتاز نظر نہ آتے تھے وہ ایسا لباس پہنتے تھے جس کی قیمت پانچ دراھم ہوتی تھی۔ ان کے غلام بھی ایسا ہی لباس پہنتے تھے۔ الاکتفاء میں ہے۔ وہ اہل مدینہ کی کفالت کرتے تھے۔ ایک تہائی کو اپنا مال بطور قرض دیتے تھے ایک ثلث کا قرض اپنے مال سے ادا کرتے تھے۔ ایک ثلث سے صلہ رحمی کرتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں تھیں انہوں نے مدینہ طیبہ میں شور سنا۔ فرمایا: یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے عرض کی: عبدالرحمٰن بن عوف کا کارواں شام سے آیا ہے وہ کارواں سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور اکرم

ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا وہ گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن تک پہنچ گئی وہ ام المومنین کی خدمت میں آئے اور اس روایت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے توثیق کر دی۔ عرض کی: میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ کارواں اس کے کجاوؤں اور پالانوں سمیت راہ خدا میں صدقہ کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ انہوں نے تیس ہزار بچوں کو آزاد کرایا۔ ان کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ بعض ان کی زندگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت کے طفیل ان کے لئے دروازے کھول دیے تھے حتیٰ کہ ان کے خزانے کو کلہاڑے سے اکھیڑا گیا ہاتھ پھٹ گئے بیویوں میں سے ہر ہر بیوی کو اسی ہزار دینار ملے یا ایک لاکھ دینار ملے۔ ایک روایت ہے کہ ایک بیوی سے انہوں نے صلح کر لی تھی انہوں نے اسے اسی ہزار اور نصف پر طلاق دے دی تھی۔ انہوں نے صدقات اور عطیات پچاس ہزار دیناروں کی وصیت کی تھی۔ ایک دن میں تیس غلام آزاد کر دیے ایک دفعہ ایک کارواں جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا کجاوؤں، پالانوں اور سامان سمیت صدقہ کر دیا۔ اس کی ہر چیز صدقہ کر دی۔

ابن سعد، ابن عوف، طیالسی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ دوسری روایت میں ہے تم جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے رب تعالیٰ کو قرض دیا کرو وہ تمہارے قدموں کو کھول دے گا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں کیا قرض دوں؟ فرمایا: اسی سے شروع کرو جس میں رات کی ہے۔ عرض کی: تمام کا تمام یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: ہاں! حضرت عبدالرحمٰن اسی ارادہ سے باہر نکلے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن کو حکم دیں کہ مہمان کی مہمان نوازی کریں، مسکین کو کھانا کھلائیں، سائل کو عطا کریں، جو ان کی زیر کفالت میں ان سے شروع کریں۔ اگر انہوں نے اس طرح کیا تو اس کا تزکیہ ہو جائے گا جو کچھ ان میں ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت یسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح کر دو وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں وہ ان سے بہترین ہیں جو ان کی مثل ہیں۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرمی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نرم آواز سے پڑھا سارے صحابہ کرام کے آنسو بہنے لگے سوائے عبدالرحمٰن بن عوف کے۔ آپ نے فرمایا: اگر عبدالرحمان کے آنسو نہیں بہے تو ان کا دل بہ گیا ہے۔

دیلمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن! رب تعالیٰ تمہارے دنیاوی معاملات کی کفایت کرے۔ تمہاری آخرت کے وہ ضامن ہیں۔ امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

ﷺ سے سنا۔آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا وہ گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن تک پہنچ گئی وہ ام المومنین کی خدمت میں آئے اور اس روایت کے متعلق پوچھا۔انہوں نے توثیق کر دی۔عرض کی: میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ کارواں اس کے کجاوؤں اور پالانوں سمیت راہ خدا میں صدقہ کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ انہوں نے تیس ہزار بچوں کو آزاد کرایا۔اُن کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ بعض ان کی زندگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت کے طفیل ان کے لئے دروازے کھول دیے تھے حتیٰ کہ ان کے خزانے کو کلہاڑے سے اکھیڑا گیا ہاتھ پھٹ گئے بیویوں میں سے ہر ہر بیوی کو اسی ہزار دینار ملے یا ایک لاکھ دینار ملے۔ایک روایت ہے کہ ایک بیوی سے انہوں نے صلح کر لی تھی انہوں نے اسے اسی ہزار اور نصف پر طلاق دے دی تھی۔انہوں نے صدقات اور عطیات پچاس ہزار دیناروں کی وصیت کی تھی۔ایک دن میں تیس غلام آزاد کر دیئے ایک دفعہ ایک کارواں جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا کجاوؤں، پالانوں اور سامان سمیت صدقہ کر دیا۔اس کی ہر چیز صدقہ کر دی۔

ابن سعد، ابن عوف، طیالسی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔دوسری روایت میں ہے تم جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے رب تعالیٰ کو قرض دیا کرو وہ تمہارے قدموں کو کھول دے گا۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں کیا قرض دوں؟ فرمایا: اسی سے شروع کرو جس میں رات کی ہے۔عرض کی: تمام کا تمام یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: ہاں! حضرت عبدالرحمٰن اسی ارادہ سے باہر نکلے۔حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن کو حکم دیں کہ مہمان کی مہمان نوازی کریں، مسکین کو کھانا کھلائیں، سائل کو عطا کریں، جو ان کی زیر کفالت میں ان سے شروع کریں۔اگر انہوں نے اس طرح کیا تو اس کا تزکیہ ہو جائے گا جو کچھ ان میں ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت یسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح کر دو وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں وہ ان سے بہترین ہیں جو ان کی مثل ہیں۔

ابو نعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرمی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نرم آواز سے پڑھا سارے صحابہ کرام کے آنسو بہنے لگے سوائے عبدالرحمٰن بن عوف کے۔آپ نے فرمایا: اگر عبدالرحمان کے آنسو نہیں بہے تو ان کا دل بہہ گیا ہے۔

دیلمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن! رب تعالیٰ تمہارے دنیاوی معاملات کی کفایت کرے۔تمہاری آخرت کے وہ ضامن ہیں۔امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا۔ وہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہو رہے تھے۔

دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبدالرحمٰن کو آسمانوں میں بھی امین کہا جاتا ہے اور زمین میں بھی امین کہا جاتا ہے۔ دارقطنی نے الافراد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن عوف! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں تم انہیں اس وقت کہو جب تم مسجد میں جاتے ہو اور وہاں سے باہر نکلتے ہو۔ ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے جب تم مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ تو اندر جاتے وقت یہ کلمات کہا کرو:

السلام علیك ایها النبی و رحمته الله و بر کاته. اللهم افتح لی ابواب رحمتك.

(ایک بار یہ کہنا) اللهم اعنّی علی حسن عبادتك وهون علی طاعتك (تین بار یہ کہنا)

جب باہر نکلو تو یہ کلمات پڑھنا:

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته اللهم اعصمنی من الشیطان الرجیم و من شر ما خلقت واحدة.

کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جنہیں تم اس وقت پڑھو جب تم اپنے گھر میں داخل ہوں۔ پہلے بسم اللہ پڑھو خود اور اہل خانہ پر سلام بھیجو۔ جو رزق تمہیں دیا گیا ہے اس کے لئے سلامتی کی دعا کرو اور فارغ ہو کر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو۔

وصال

انہوں نے ۳۲ھ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت علی یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا عمر مبارک ۷۲ یا ۷۵ سال تھی۔

✿✿✿

سولھواں باب

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

۱۔ نسب و وصف

وہ ابوعبیدہ عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ مالک پر ان کا نسب آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ ان کا لقب امین ھذہ

الامۃ ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ وہ طویل، کمزور، آگے کو جھکے ہوئے، چہرے پر کم گوشت اور کم گھنی داڑھی رکھتے تھے۔ ان کے اگلے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔

۲۔ بعض فضائل

وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ ان دو افراد میں سے ایک ہیں جن کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معین کیا تھا۔ وہ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا تھا۔ بقیہ چار حضرات عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے اور سعد بن معاذ یا محمد بن سلمہ کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ غزوہ احد میں آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ انہوں نے اس روز آپ کے چہرہ انور میں دھنسنے والی کڑیاں اپنے دانتوں سے نکالی تھیں اس تگ و دو میں ان کے دو دانت بھی گر گئے تھے وہ حسین ترین اھتم (جن کے سامنے کے دو دانت گر گئے ہوں) تھے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے انہیں امیر الامراء کہا گیا جب روز بدر انہوں نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ اس طرح کہ اس نے انہیں کئی بار دعوت مبارزت دی تھی اور ان کے پیچھے پڑ گیا تھا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا رب مبیض شیابہ و مدیس لدینہ
الا رب مکرم لنفسہ و ھولھا مھین
بادروا السیات القدیمات بالحسنات الحدیثات

ترجمہ: بہت سے وہ لوگ جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ اپنے دین کو اپنے پاؤں کے نیچے روندھنے والے ہوتے ہیں ارے! بہت سے لوگ جو اپنے نفوس کی عزت کرتے ہیں وہ ان کی ذلت کرنے والے ہوتے ہیں نئی نیکیاں کر کے پرانی برائیوں کو مٹادو۔

انہوں نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے اتنے گناہ ہوں جو اس کے اور آسمان کے مابین فضا کو بھر دیں پھر وہ ایک نیکی کرے وہ اس کی بدیوں پر چھا جائے گی۔ وہ اس پر غالب آجائے گی۔ فرمایا: مؤمن کی مثل چڑیا کی سی ہے وہ ہر روز

کبھی ادھر کبھی ادھر لوٹ پوٹ ہوتی رہتی ہے۔ انہوں نے مشرکین کے ساتھ بہت سے غزوات لڑے اور بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ان میں سے ایک حمص الاولیٰ کا واقعہ ہے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لئے۔ انہیں تھیلی میں بند کیا غلام سے فرمایا: انہیں ابوعبیدہ بن جراح کے پاس لے جاؤ پھر کمرے میں ٹھہرنا اور دیکھنا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ غلام وہ دینار لے کر ان کے پاس گیا عرض کی: امیر المؤمنین کہہ رہے ہیں انہیں کسی ضرورت میں استعمال کریں۔

انہوں نے کہا رب تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ ان کی حفاظت کرے، پھر فرمایا: لونڈی! یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ حتیٰ کہ انہوں نے سارے دینار ختم کر دیے۔ غلام حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور انہیں سب کچھ بتادیا جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔

امام بخاری نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ نے ابوقلابہ سے، امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا امین ہوتا ہے میری امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ یا اے امت! تیرے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں: یا ہر نبی کا امین ہوتا ہے میرا امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ابن عساکر نے سیدنا صدیق اکبر سے، اور محمد بن منکدر سے، داؤد بن شاپور ابوسلمان سے، تمام نے سعید بن عبد العزیز سے، مرسل، ابن ابی شیبہ، حاکم نے حسن سے، مرسل، ابن عساکر نے مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے حضرت حسن سے، مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر صحابی کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا اس کے خلق کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا ایسا وصف پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا اگر چاہوں تو اس پر اس کی گرفت کر سکتا ہوں سوائے ابوعبیدہ بن جراح کے۔ حاکم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ابوعبیدہ! میرے بعد کسی کے بارے بے خوف نہ ہونا۔ شیخان نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل نجران آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس امین شخص کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے پاس اس شخص کو بھیجوں گا جو پورا امین ہوگا۔ لوگ منتظر ہو گئے آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

وصال

عمواس کی طاعون میں ان کا وصال ہوا۔ وہ، حضرت معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان وغیرہم بڑے بڑے صحابہ کرام نے اس سال وصال فرمایا۔ یہ طاعون دو دفعہ پھیلا تھا۔ کافی مدت ٹھہرا رہا اس میں بہت سے لوگ مرے دشمن نے طمع کیا۔ مسلمان خوفزدہ ہو گئے ان کی قبر انور غور بیسان میں عمتا گاؤں کے پاس ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ان کی قبر انور پر وہ جلال ہے جو انہی کے لائق ہے میں نے اس کی زیارت کی ہے میں نے ان کے ہاں عجب امر دیکھا ہے۔ حضرت معاذ

بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی وہ حضرت عمرو بن عاص اور ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہم ان کی قبر انور میں اترے۔ عمواس الرملۃ اور بیت المقدس کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ طاعون اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس کا آغاز اسی شہر سے ہوا تھا پھر شام میں پھیل گیا تھا۔

مناقب

حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تمنا کرو۔ ایک شخص نے کہا میری تمنا ہے کہ میرا یہ گھر سونے سے بھرا ہوا ہو میں اسے راہ خدا میں خرچ کر دوں، پھر فرمایا: تمنا کروں۔ ایک شخص نے کہا: میری تمنا ہے کہ کاش میرا گھر موتیوں، جواہرات اور زبرجد سے بھرا ہوا ہو میں اسے راہ خدا میں صرف کر دوں۔ صدقہ کر دوں، پھر فرمایا: تمنا کرو۔ انہوں نے فرمایا: ہم نہیں جانتے امیر المومنین! انہوں نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ کاش یہ گھر ابوعبیدہ جیسے افراد سے بھرا ہوا ہو۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے لوگوں اور سرداروں نے ان کا استقبال کیا وہ سوار تھے۔ انہوں نے کہا: میرا بھائی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کی مراد کون ہے؟ فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح۔ انہوں نے عرض کی: وہ ابھی آپ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نیچے اترے انہیں گلے لگایا ان کے ساتھ ان کے گھر داخل ہو گئے صرف ان کی تلوار ڈھال اور سواری وہاں دیکھی۔ حضرت عمر فاروق نے پوچھا: تم نے وہ سامان کیوں نہ بنایا جو تمہارے ساتھیوں نے بنایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ مجھے مقیل نے پہنچایا ہے۔

❁❁❁

آپ کے عہد ہمایوں کے قاضی، فقہاء، مفتی، حفاظ القرآن، وزراء، امراء، عمال اور مدینہ طیبہ پر نائب

پہلا باب

آپ کے قاضی

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابو یعلی، ابن حبان حضرت عبد اللہ بن موہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: لوگوں کے مابین فیصلے کیئے کرو انہوں نے کہا: میں دو افراد کے مابین بھی فیصلہ نہ کروں گا نہ ان کے بارے رائے دوں گا۔ حضرت عثمان غنی: تمہارے والد گرامی تو فیصلے کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: اگر میرے والد گرامی فیصلے کرتے تھے اگر ان پر کچھ مشکل ہوتا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اگر آپ پر مشکل ہوتا تو آپ حضرت جبرائیل سے پوچھ لیتے تھے۔ میں کسی کو نہیں پاتا جس سے پوچھوں۔ میں اپنے والد گرامی کی مانند بھی نہیں ہوں۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، حضرت مسروق سے روایت کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کرام میں سے حضرات عمر، علی، ابن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم قاضی تھے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، ابو یعلی دارقطنی نے حسن صحیح سند سے، حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ دو جھگڑا کرنے والے اپنا جھگڑا لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: عقبہ! اٹھو ان کے مابین فیصلہ کرو۔ انہوں نے کہا: میں نے اگر ان کے مابین فیصلہ کر دیا تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اجتہاد کرو۔ اگر تمہارا اجتہاد درست ہوا تو تمہیں دس گنا اجر ملے گا اگر تم سے لغزش ہو گئی تو تمہیں ایک اجر ملے گا۔

امام احمد، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ دو متنازع کرنے والے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے مابین فیصلہ کرو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کے بارے میں مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے

فرمایا: اگر چہ ہوں۔ عرض کی: میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کی: اگر میں نے ان کے مابین فیصلہ کر دیا تو مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا: اگر تم نے فیصلہ کیا اور درست فیصلہ کیا تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی یا دس گنا اجر ملے گا اگر تم نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء ہو گئی تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔

امام الطبرانی اور حاکم نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے آپ نے فرمایا: میں کسی قوم کے مابین فیصلہ کروں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ حد سے تجاوز نہیں کرتا۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے یمن قاضی بنا کر بھیجا میں نوخیز تھا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جب کہ میں نوجوان ہوں۔ میں فیصلے کروں گا حالانکہ میں نہیں جانتا کہ قضاء کیا ہوتا ہے۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا دست اقدس مارا یہ دعا مانگی: مولا! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما۔ زبان کو ثابت فرما۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دے دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت فرمائے گا، پھر مجھے کبھی بھی دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے میں تردد نہیں ہوا۔ حارث بن عمر نے حضرت معاذ سے اس طرح روایت کیا ہے۔ سعد بن عمر نے حضرت شرجیل بن سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی کتب میں ہم نے پایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمارہ بن حزم کو حکم دیا کہ وہ یمن میں گواہوں کے ساتھ فیصلہ کریں۔

دارقطنی نے جاریہ بن ظفر سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے بانس کے مکان کے بارے جھگڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں انہوں نے اس کے لئے فیصلہ کر دیا جس کا بانس ساتھ ہی پڑا تھا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک اور درست فیصلہ کیا ہے۔

تنبیہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تمہارے والد گرامی لوگوں کے مابین فیصلے کرتے تھے اس سے مراد بعض اوقات میں بعض امور میں ان کے فیصلے تھے۔ وہ ہمیشہ فیصلے نہ کرتے تھے جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان دلالت کر رہا ہے کہ آپ نے مختلف صحابہ کرام کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا آپ نے کسی ایک کو فیصلہ کے لئے مختص نہ فرمایا تھا اس کی دلیل حضرت ابن عمر کا وہ فرمان بھی ہے جو انہوں نے فرمایا تھا: حضور اکرم ﷺ نے قاضی نہ رکھا تھا نہ ابوبکر صدیق نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے۔ آخری زمانہ میں یزید بن اخت سے فرمایا: بعض امور میں میری کفایت کرو۔ الطبرانی نے جید سند

کے ساتھ حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کو قاضی نہ بنایا تھا سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی بنایا فرمایا: ایک دو دراھم کے جھگڑوں میں لوگوں کو مجھ سے دور کیا کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مخصوص اشیاء میں صحابہ کرام کے گروہ کو قضا کے لیے مقرر نہ کیا تھا۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کے عہد ہمایوں میں مفتیان کرام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں لوگوں کو فتوے کون دیتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم آپ کے عہد مبارک میں فتوے دیتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ علی بن عبداللہ بن دینار اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے عہد مبارک میں فتوے دیتے تھے۔ حضرت سہل بن ابی خیثمہ سے روایت ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں تین مہاجرین اور تین انصار فتوے دیتے تھے۔ حضرات عمر، عثمان، علی، ابی بن کعب، معاذ بن جبل زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ ان آثار سے آٹھ افراد قدسیہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے حیات ظاہری میں فتوے دیتے تھے۔ ہمارے شیخ نے انہیں دو اشعار میں جمع کیا ہے۔

وقد كان فى عصر النبى جماعة يقومون بالافتاء قومة قانت

فاربعة اهل الخلافة معهم معاذ و ابى و ابن عوف و ابن ثابت

ترجمہ: آپ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کی ایک جماعت پوری اطاعت کے ساتھ فتویٰ دیتی تھی چار خلفاء راشدین ان کے ہمراہ حضرت معاذ، ابی، ابن عوف اور ابن ثابت رضی اللہ عنہم بھی فتوے دیتے تھے۔

تنبیہ

السید النساب نے منظومتہ بن العماد فی الاتکحہ کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے المدہش میں لکھا کہ آپ کے عہد ہمایوں میں دس صحابہ کرام فتوے دیتے تھے۔ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن عوف، معاذ بن جبل، عمار بن یاسر، حذیفہ بن یمان، زید بن ثابت، ابو درداء، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ صحابہ کرام فتوے دیتے تھے۔ سات پر ان کا اتفاق ہے۔ شیخ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا زائد ذکر کیا ہے۔ ابن جوزی نے حضرات حذیفہ، عمار، ابو

درداء اور ابوموسیٰ اور درداء رضی اللہ عنہم کا زائد ذکر کیا ہے۔ ہمارے ساتھی ولی اللہ شمس الدین بن عبداللہ الحنفی نے انہیں یوں نظم کیا ہے:

حذیفة ابو موسیٰ الی اشعر انتما ۔۔۔ و عمار ابو درداء حبوا بالسعادة

و جمع من الاصحاب افتوا بعصره ۔۔۔ معاذ و زین النظم بالخلفاء

حذیفه عمار زید بن ثابت ۔۔۔ ابو الاشعری موسی ابو الدرداء

ابی ابن عوف و هو ختم نظامهم ۔۔۔ فا عظم بصحف قادة شعراء

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ تم دونوں، حضرت عمار اور حضرت ابو درداء تم سب سعادت کی طرف پہنچ گئے ہو آپ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کی ایک جماعت فتوے دیتی تھی۔ حضرت معاذ نظم کی زینت خلفاء راشدین، حضرات حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، ابو درداء، ابی، ابن عوف رضی اللہ عنہم یہ ان کے نظام کی مہر تھے۔ نوشتوں کے اعتبار سے عظیم تھے اور شعراء کے قائد تھے۔

انہوں نے قافیہ اور نظم کو تبدیل کر کے مزید واضح انداز میں لکھا ہے:

و جمع من الاصحاب افتوا بعصره ۔۔۔ ابو بکر الفاروق عثمان مع علی

حذیفه عمار و زید بن ثابت ۔۔۔ معاذ ابو الدرداً اقدر هم علی

ابی ابو موسی الی اشعر انتما ۔۔۔ و فا هم رضی مع نجل عوف من العلی

ترجمہ: آپ کے عہد پاک میں صحابہ کرام کے ایک گروہ نے فتوے دیے ان میں حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرات حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، معاذ اور ابو درداء تھے، یہ سب سے زیادہ قادر تھے۔ حضرات ابوموسیٰ اشعری، ابی اور ابن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان کا مقصد رضا کی تکمیل تھا۔

انہوں نے مزید کہا ہے:

و فی زمن المختار افتی بعصره ۔۔۔ ابو بکر الفاروق عثمان حیدر

حذیفه عمار و زید بن ثابت ۔۔۔ معاذ ابو الدرداء و هو عویمر

ابی ابوموسی الی اشعر انتما ۔۔۔ و ختم نظامی بابن عوف معطر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد مبارک میں حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار، حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، معاذ، ابو درداء (عویمر) ابی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ میں اپنی اس نظم کو ابن عوف معطر رضی اللہ عنہ پر ختم کرتا ہوں۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ کی حیات طیبہ میں حفاظ کرام

شیخان نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: چار صحابہ سے قرآن سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔ شیخ نے الاتقان میں لکھا یعنی ان سے قرآن پاک سیکھو۔ ان چاروں میں سے دو مہاجرین میں سے ہیں ان سے ہی ابتداء کی گئی ہے۔ دو کا تعلق انصار سے ہے حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ کے غلام تھے۔ امام بخاری نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس بن مالک سے التجاء کی کہ آپ کے عہد ہمایوں میں قرآن پاک کس نے جمع کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چار افراد نے۔ یہ سارے انصار میں سے تھے۔ حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا گیا کہ ابو زید کون ہیں۔ انہوں نے کہا: میرے ایک چچا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہوا تو چار صحابہ کرام کے علاوہ کسی نے قرآن پاک جمع نہ کیا تھا۔ حضرات ابو درداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔

مسدد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: چار افراد سے میں اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار افراد سے قرآن پاک سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، سالم مولی ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار صحابہ کرام سے قرآن سیکھا کرو ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے بیہقی اور ابو داؤد نے عامر شعبی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے عہد مبارک میں چھ صحابہ کرام نے قرآن پاک جمع کیا تھا حضرات زید بن ثابت، ابو زید، معاذ بن جبل، ابو درداء، سعد بن عبادہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم حضرت جاریہ بن مجمع نے بھی سارا قرآن پڑھا تھا سوائے ایک دو سورتوں کے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں القاری کہا جاتا تھا۔ ابو یعلی بزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: انصار کے دو قبائل اوس اور خزرج نے باہم فخر کیا اوس نے کہا: ہم میں غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ ہیں۔

ہم میں وہ ہستی ہیں جن کے لئے عرش الٰہی بھی لرز اٹھا تھا یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہم میں سے وہ بھی ہیں شہد کی مکھیوں نے جن کی حفاظت کی تھی یعنی حضرت عاصم بن ثابت۔ ہم میں وہ بھی ہیں جن کی گواہی دو افراد کی گواہیاں کے برابر قرار دی، یعنی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہم۔

خزرج نے کہا: ہم میں وہ چار افراد موجود ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔ ان کے علاوہ اور کسی نے جمع نہ کیا تھا۔ وہ حضرات زید بن ثابت، ابوزید، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم ہیں۔ الطبرانی نے ان چھ صحابہ کرام میں سے پانچ کا ذکر کیا ہے۔ داؤد بن ابی ہند، ابراہیم بن ابی خالد اور ذکریا بن ابی زائدہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں چھ صحابہ کرام نے قرآن پاک جمع کیا تھا۔ وہ سارے کے سارے انصار میں سے تھے وہ حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید اور سعد بن عبید رضی اللہ عنہم تھے۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عیسیٰ سعدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابی بن کعب کی زیارت کی ان کی داڑھی مبارک اور سر کے بال سفید تھے۔ وہ خضاب نہ لگاتے تھے۔ امام احمد اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوحبہ البدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البینۃ نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اسے حضرت ابی کو پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے حضرت ابی سے فرمایا: ابی! حضرت جبرائیل امین نے مجھے کہا ہے کہ میں یہ سورت تمہیں پڑھ کر سناؤں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میرا وہاں تذکرہ ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ رونے لگے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ابومنذر! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔ آپ کے دست اقدس سے اسلام قبول کیا میں نے آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ نے اپنا فرمان دہرایا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرا تذکرہ وہاں ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارے نام اور نسب کے ساتھ ملاء الاعلیٰ میں تمہارا تذکرہ ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قرآن پاک پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک پڑھتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے مجھے کہا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔

حاکم نے حضرت ابن عمرو سے اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار صحابہ سے قرآن پاک سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود سے، سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ مجھے یمن بھیجیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو بھیجا تھا۔

صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں بھیجتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے۔ وہ میری سماعت اور بصارت کی طرح ہیں وہ اس طرح ہیں جیسے سر میں دو آنکھیں ہوتی ہیں۔

امام احمد اور امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے قرآن پاک کو جمع کیا۔ میں اسے ہر رات کو پڑھتا تھا آپ تک یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا: اسے ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔

ابن ابی داؤد نے حسن سند کے ساتھ محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں پانچ افراد نے قرآن پاک کو جمع کیا۔ حضرات معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، ابی بن کعب، ابو درداء اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم۔

امام بیہقی نے المدخل میں حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: چار صحابہ کرام نے آپ کے عہد مبارک میں قرآن پاک کو جمع کیا۔ ان میں اختلاف نہیں ہے۔ حضرات معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید اور ابوزید رضی اللہ عنہم تین میں سے دو افراد کے متعلق اختلاف ہے۔ ابو درداء اور عثمان۔ ایک قول ہے عثمان اور تمیم داری رضی اللہ عنہما ابن سعد نے الطبقات میں، امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی اور حاکم نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لیے جاتے تھے۔ آپ انہیں شہیدہ فرماتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کو جمع کیا تھا جب آپ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے عرض کی: کیا آپ مجھے اذن دیتے ہیں کہ آپ کے ساتھ روانہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے مؤذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے ان کے گھر میں اذان دیتا تھا آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو امامت کرایا کریں۔ ابوعبید نے کتاب القراآت میں قراء صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے انہوں نے مہاجرین میں سے خلفاء اربعہ، حضرات طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم، ابوہریرہ، عبداللہ بن سائب، عبادلہ، حضرت ام المؤمنین عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے۔ انصار میں سے حضرات عبادہ بن صامت معاذ بن جبل، مجمع بن جاریہ، فضالہ بن عبید، مسلمہ بن مخلد کو قراء شمار کیا ہے۔ انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ان میں سے بعض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن پاک کی تکمیل کی تھی۔ مذکورہ تعداد کو حضرت انس سے مروی روایت رد نہیں کرتی۔ ابن داؤد نے ان میں تمیم داری، عقبہ بن عامر کو شمار کیا ہے۔ اسی طرح ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو بھی قراء میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابواحمد عسکری نے روایت کیا ہے کہ اوس میں سے سعد بن عبید کے علاوہ کسی نے سارا قرآن جمع نہ کیا تھا۔ محمد بن حبیب نے المحبر میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبید ان افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے عہد رسالت مآب میں سارا قرآن پاک جمع کیا تھا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ساتھ سال بھر میں ایک بار قرآن پاک کا تکرار کیا جاتا تھا جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال دو بار آپ کے ساتھ قرآن پاک کا تکرار کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت مآب میں سارا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

تنبیہات

۱- ایک قول یہ ہے کہ حضرت سعد ہی ابوزید ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہیں ان کے اسم میں اختلاف ہے۔ بعض نے انہیں سعد بن عبید بن نعمان بنو عمر بن عوف میں سے بتایا ہے لیکن یہ موقف رد کر دیا گیا ہے۔ وہ اوس سے تعلق رکھتے تھے جب کہ حضرت انس کا تعلق خزرج کے ساتھ تھا۔ انہوں نے فرمایا: وہ ان کے چچاؤں میں سے ایک تھے۔ امام بکی نے انہیں اور ابوزید کو ان صحابہ کرام میں شمار کیا ہے جنہوں نے قرآن پاک کو جمع کیا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ ابن حجر نے لکھا ہے ابن ابی داؤد نے سارا قرآن پاک یاد کرنے والوں میں قیس بن ابی صعصعہ کو بھی شامل کیا ہے یہ خزرجی ہیں۔ ان کی کنیت ابوزید تھی شاید یہی مراد ہوں۔ حضرت سعد بن منذر کا بھی ذکر کیا گیا ہے یہ خزرجی ہیں لیکن میں نے کسی جگہ یہ وضاحت نہیں دیکھی کہ ان کی کنیت ابوزید تھی پھر لکھا ہے: میں نے ابوداؤد کے ہاں وہ چیز پائی جس سے اشکال دور ہو جاتا ہے انہوں نے بخاری کی شرط پر حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ابوزید جنہوں نے سارا قرآن پاک یاد کیا تھا ان کا نام قیس بن سکن تھا وہ بنو عدی بن نجار سے تھے وہ میرے چچاؤں میں سے ایک تھے۔

ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے اولاد نہ چھوڑی ہم ہی ان کے وارث تھے۔ ابن ابی داؤد نے لکھا ہے ہمیں انس بن خالد انصاری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ قیس بن سکن بن زعوراء تھے ان کا تعلق بنو عدی بن نجار سے تھا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے قریب وصال کیا۔ ان کا علم ان کے ساتھ ہی گیا۔ کسی نے ان سے علم نہ لیا۔ وہ بدری صحابی تھے صاحب اولاد بھی تھے۔ ان کے نام کے متعلق ثابت یا اوس یا معاذ کہا جاتا ہے۔

۲- صحابہ کرام میں سے قرات قرآن پاک کے اعتبار سے سات صحابہ کرام معروف تھے وہ حضرات عثمان، علی، ابی، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابو درداء اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم تھے۔ امام ذہبی نے طبقات القراء میں اس طرح لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابی سے بہت سے صحابہ کرام نے قرآن پاک سیکھا مثلاً ابوہریرہ، ابن عباس، عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید سے بھی قرآن پاک پڑھا تھا۔

۳- امام کرمانی نے "قرآن مجید چار صحابہ سے سیکھو" کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بتا دیا: جو آپ کے بعد ہوں گے یعنی مذکورہ چاروں صحابہ کرام باقی رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس میں منفرد ہو جائیں گے ان کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ صرف منفرد نہ تھے بلکہ پھر عہد نبوی کے بعد کئی گنا زائد لوگوں نے تجوید قرآن میں مہارت حاصل کی۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ حضرت معاذ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کر گئے۔ حضرت ابی اور ابن مسعود نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا۔ حضرت زید بن ثابت

ﷺ نے سب سے آخر میں وصال فرمایا۔ قرأت میں سرداری کا تاج انہی کے سر پر رہا ان کے بعد طویل مدت تک بحیات رہے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے ان حضرات قدسی سے اسی وقت قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیا تھا جب آپ سے یہ فرمان جاری ہوا تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت ایسا شخص کوئی نہ ہو جو ان کے حفظ قرآن میں شرکت کرے بلکہ ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اسی طرح حفظ کیا تھا جس طرح ان صحابہ کرام نے حفظ کیا تھا وہ صحابہ کرام کی کافی تعداد تھی۔ صحیح میں ہے کہ وہ صحابہ کرام جو بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا ان کی تعداد ستر تھی۔

۴- حضرت انس کی روایت حضرت قتادہ کی روایت سے دو اعتبار سے مخالف ہیں۔ ۱- اس میں چار افراد کی تعداد متعین ہے۔ ۲- اس میں حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابو درداء کا ذکر ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے چار میں ہر کو عجیب سمجھا ہے۔ حضرت انس کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے قرآن پاک جمع نہ کیا ہو۔ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ ممکن ہے انہیں ان کے علاوہ کسی اور کا علم نہ ہو جس نے سارا قرآن یاد کیا ہو کیونکہ انہوں نے انہی کا ذکر کیا جو ان کے علم میں تھے لازم نہیں کہ حقیقت میں اسی طرح ہو۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: حضرت انس ﷺ نے مذکور بالا چار کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ان کا تعلق شدید تھا یا ان کے ذہن میں صرف یہی تھے۔ قاضی ابو بکر باقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت انس کی روایت کے درج ذیل جوابات ہیں۔

۱- اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ ۲- ساری وجوہ اور قراتوں کو صرف انہوں نے ہی یاد کیا تھا۔ ۳- جو تلاوت کے بعد منسوخ ہوا یا منسوخ نہ ہوا اس کا علم صرف انہی کو ہی تھا۔ ۴- جمع سے مراد براہ راست آپ کے منہ مبارک سے حاصل کرنا ہے بغیر واسطہ کے۔ ۵- انہوں نے قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے میں خصوصی توجہ دی تھی اس لئے وہ مشہور ہو گئے۔ ۶- جمع سے مراد کتابت ہے۔ ۷- جمع سے مراد یہ ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں ا کمال حفظ کے ساتھ صرف انہوں نے ہی یاد کیا تھا۔ ۸- جمع سے مراد اس کا سننا، اطاعت کرنا اور اس کے موجب پر عمل کرنا ہے۔ امام احمد نے الزہر میں ابو زاہریہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابو درداء کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میرے بیٹے نے قرآن پاک جمع کیا ہے۔ انہوں نے کہا: مولا! معاف کرے۔ قرآن پاک اس نے جمع کیا جس نے سنا اور اطاعت کی۔ الحافظ نے لکھا ہے۔

ان احتمالات کی اکثریت تکلف ہے خصوصاً آخری۔ میرے لئے ایک اور احتمال ظاہر ہوا ہے کہ اس سے مراد اوس کو چھوڑ کر خزرج کے لئے ثابت کرنا ہے۔ اس سے مہاجرین کے دونوں قبیلوں کے علاوہ کی نفی نہیں ہوتی۔ انہوں نے اسے اوس اور خزرج کے مفاخرہ کے پس منظر میں کہا ہے۔ بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے آپ کی حیات طیبہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ صحیح میں ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی تھی۔ اس میں قرآن

پاک پڑھتے تھے۔اسے اس قرآن پاک پر محمول کیا جائے گا جو اس وقت اترا تھا۔

صحیح روایت میں ہے: قوم کو وہ امامت کرائے جو کتاب الٰہی کا سب سے زیادہ قاری ہو۔آپ نے اپنے مرض وصال میں انہیں مہاجرین اور انصار کا امام بنایا تھا۔اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑے قاری تھے۔شیخ نے اتقان میں لکھا ہے کہ ابن کثیر نے بھی اسی طرف رجحان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن اشتہ نے مصاحف میں صحیح سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہوا لیکن ان کے لئے قرآن پاک جمع نہ کیا گیا تھا۔حضرت عمر فاروق شہید ہوئے ان کے لئے قرآن پاک جمع نہ کیا گیا تھا۔ابن اشتہ نے لکھا ہے کہ یعنی حفظ کر کے سارا قرآن پاک نہ پڑھا گیا تھا بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مصاحف کو جمع کرنا ہے۔ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد نزول کی ترتیب کے اعتبار سے جمع کیا تھا۔(ابن ابی داؤد)

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کے وزراء کا تذکرہ

اس باب میں اصل عربی کتاب میں جگہ خالی ہے، کیونکہ مخطوطہ میں اس مقام پر کچھ بھی لکھا ہوا نہ تھا۔

❁❁❁

پانچواں باب

امارت کے بارے فرامین

ابن ابی شیبہ نے حضرت خیثمہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت خطاء کا دروازہ ہے مگر جس پر رب تعالیٰ رحم کرے۔الطبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت امانت ہے۔یہ روز حشر رسوائی اور ندامت ہے مگر جس نے اس کے حق کے ساتھ لیا اور جو اس کا حق تھا وہ ادا کیا۔ابوذر! اسے واپس کر دو۔دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ سے امارت کے متعلق پوچھا تھا۔آپ نے فرمایا: اس کا اول سلامتی، اس کا دوم ندامت اور سوم روز حشر عذاب ہے۔

ابوداؤد طیالسی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت کا

اول ملامت ہے۔آخر ندامت ہے اور روز حشر عذاب ہے۔امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے کسی چیز پر مقرر کر دیں جس سے میں زندگی گزاروں۔آپ نے فرمایا: حمزہ! کیا وہ نفس تمہیں پیارا ہے جو تمہیں زندگی عطا کرے یا وہ نفس پیارا ہے جو تمہیں مار ڈالے عرض کی: وہ نفس جو مجھے زندگی دے۔فرمایا: اپنے نفس کی حفاظت کرو۔

الطبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو صدقہ پر عامل مقرر کیا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے لئے بہتر ہے۔آپ نے اسے فرمایا: اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے ان کے شیخ ابو عبیدہ عبدالوارث کے۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا: وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جس کے امور مملکت ایک عورت چلائے۔

الطبرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کو سنا: آپ نے بلقیس ملکہ سبا کا ذکر فرمایا۔فرمایا: رب تعالیٰ اس امت میں برکت نہیں ڈالتا جس کی زمام قیادت کسی عورت کے ہاتھ میں ہو۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کامیاب نہیں ہو گی جنہوں نے اپنے امر کی سرپرستی کسی عورت کو دے دی۔ابن ابی عمر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ نے امارت سے متعلق پوچھا: آپ نے فرمایا: تم کمزور ہو یہ امانت ہے یہ روز حشر ذلت و رسوائی ہے مگر وہ شخص جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس میں جو کچھ اس پر تھا اسے ادا کیا۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے عامل نہیں بنا دیتے۔آپ نے اپنا دست اقدس میرے کندھے پر مارا۔فرمایا: ابوذر! میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں میں تمہارے لئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا۔نہ ہی یتیم کے مال کا سرپرست بننا۔دوسری روایت میں ہے۔تم کمزور ہو یہ امانت ہے یہ روز حشر رسوائی اور ندامت ہوگی مگر جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس میں جو کچھ اس پر تھا اسے ادا کیا۔ابوداؤد نے ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابن لیتبہ کو بنو سلیم کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر بنانا

آپ نے ۹ھ کو انہیں حج کا امیر بنایا۔ ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو سورۃ براۃ سنائیں۔ ایک قول کے مطابق اس کا ابتدائی حصہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حج کے لئے روانگی کے بعد اترا۔ یا یہ کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عہد و میثاق کرنے اور ختم کرنے کا معاملہ کسی ایسے شخص کے حوالے سے کرتے تھے جس کی اطاعت کی جاتی ہو یا وہ ان کے اپنے گھرانے کا نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کو ان کا مددگار اور معاون بنا کر بھیجا تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تھا: امیر یا مامور؟ انہوں نے کہا: مامور: دشمنان خدا رافضی کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر انہیں معزول کر دیا تھا یہ افتراء پردازی اور بہتان ان کی طرف سے کوئی نیا نہیں ہے۔ زاد المعاد میں ہے لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذوالحجۃ میں ہوا تھا یا ذوالقعدہ میں کیونکہ اہل عرب نساۃ کرتے تھے۔ دونوں قول ہیں۔

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کے اخماس اور قضاء کا امیر بنانا

زاد المعاد میں ہے آپ نے بہت سے صحابہ کرام کو صدقات پر عامل بنایا تھا ہر قبیلہ کا ایک عامل تھا جو اس کے صدقات پر قبضہ کرتا تھا لہذا صدقات کے عاملین بہت سے تھے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

باذان بن ساسان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنا

یہ بہرام جود کی اولاد میں سے تھے آپ نے کسریٰ کے مرنے کے بعد انہیں سارے یمن میں امیر مقرر کیا تھا۔ یہ اسلام میں یمن کے لیے امیر تھے۔ عجم کے بادشاہوں میں سے انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ جیسے امام ثعالبی

نے کہا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو اپنا گرامی نامہ دے کر کسریٰ کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں جب اس نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا تو اسے پھاڑ دیا پھر یمن پر اپنے عامل باذان کو حکم دیا کہ اس شخص کی طرف دو مضبوط شخص بھیجو جو اسے میرے پاس لے آئے باذان نے دو افراد بھیجے۔

❁❁❁

نواں باب

شہر بن باذان کو صنعاء اور اس کے صوبوں پر عامل مقرر کرنا

جب حضرت باذان کا وصال ہوا تو آپ نے ان کے لخت جگر شہر کو صنعاء اور اس کے ضلعوں کا عامل مقرر کر دیا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنا

شہر کے قتل ہو جانے کے بعد آپ نے صنعاء اور اس کے صوبوں پر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا۔

زاد المعاد میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید کو صنعاء پر عامل مقرر کیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو عامل بنانا

وہ کندہ اور صدف کے لوگوں پر عامل تھے۔ آپ کا وصال ہو گیا آپ اس کی طرف نہ جا سکے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے مرتد لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے مجاہدین کو بھیجا۔

❁❁❁

بارھواں باب

زیاد بن لبید انصاری کو حضر موت پر عامل بنانا

تیرھواں باب

حضرت ابوموسیٰ الاشعری کو زبید، عدن، زمع اور ساحل پر امیر بنانا

چودھواں باب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جند کا امیر بنانا

پندرھواں باب

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو نجران کا امیر بنانا

[مذکورہ بالا چاروں ابواب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو تیماء پر امیر بنانا

[اس باب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

سترہواں باب

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا عامل بنانا

آپ نے انہیں ۸ھ کو موسم حج کے لئے امیر بنایا، زاد المعاد میں ہے اس وقت ان کی عمر بیس سال سے کم تھی۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان کا امیر مقرر کرنا

[اس باب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

انیسواں باب

جب مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوتے تو کسے اپنا نائب بناتے

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز وغیرہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔

❁❁❁

بیسواں باب

آپ کے سرایا پر آپ کے کچھ امراء

ان میں سے ایک حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کی کنیت ابو زید یا ابو محمد یا ابو حارثہ تھی یہ آپ کے محبوب اور محبوب کے فرزند تھے۔ آپ کے آزاد کردہ غلام کے فرزند اور حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے۔ آپ نے انہیں بہت بڑے لشکر پر امیر مقرر کیا جن میں حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ یا بیس سال تھی یا سترہ سال

تھی۔وہ اس لشکر کے امیر رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا جب سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہوا تو انہوں نے بلقان کے قرب وجوار پر حملہ کیا تھا وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ جنگ موتہ میں بھی شامل تھے۔انہوں نے دمشق کی سرزمین المرہ کو طویل مدت تک اپنا مسکن بنائے رکھا، پھر وہاں سے منتقل ہو گئے تھے۔جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں دیکھتے تو فرماتے: السلام علیك یا ایھا الامیر۔ وہ جواب دیتے: امیر المؤمنین! رب تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔آپ مجھے اس طرح کہتے ہیں۔ وہ فرماتے: میں جب بھی تمہیں دیکھوں گا میں تمہیں امیر ہی کہوں گا جب تک میں بحیات ہوں میں اسی طرح کہوں گا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو تم مجھ پر امیر تھے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو تادم وصال امیر ہی کہا جاتا تھا۔وہ کہتے تھے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں امیر مقرر کیا۔ پھر انہیں معزول نہ کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ ۳۵۰۰ دراہم رکھا اور اپنے نور نظر حضرت عبداللہ کا وظیفہ ۳۰۰۰ دراہم رکھا۔حضرت عبداللہ نے اپنے والد گرامی سے عرض کی: آپ نے انہیں مجھ پر فضیلت کیوں دی؟ بخدا! کسی غزوہ میں وہ مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔انہوں نے فرمایا: کیونکہ ان کے والد حضرت زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے والد عمر سے زیادہ پیارے تھے اور حضرت اسامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارے تھے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔(ترمذی)۔

ان کی انگوٹھی کا نگینہ اسامہ حبّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا اسے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو بکر بن شعیب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۰۸ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے پندرہ پر شیخان متفق ہیں۔دو حدیثوں میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔

ان کا وصال ۵۴ھ میں وادی القریٰ یا مدینہ طیبہ میں ہوا ان کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی یا عمر مبارک ۴۶ سال تھی۔ پہلا قول اصح ہے۔صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ان کی امارت پر گفتگو کی۔ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو لوگوں نے ان کے متعلق باتیں کیں۔یہ باتیں آپ تک پہنچ گئیں۔آپ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کہا ہے وہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔تم نے اس سے قبل ان کے والد گرامی کے متعلق بھی ایسی باتیں کی تھیں وہ بھی امارت کے مستحق تھے یہ بھی امارت کے مستحق ہیں۔یہ سارے لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔آپ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا یا کسی اور کے لئے استثناء نہ کی۔ دوسری روایت میں ہے: یہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: سوائے سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا: جو رب تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اسے اسامہ

بن زید سے بھی محبت کرنی چاہیے۔

ان میں سے ایک امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کا لقب سیف اللہ تھا۔ انہیں یہ لقب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا تھا۔ جب غزوۂ موتہ میں انہوں نے کارنامے سر انجام دیے۔ آپ نے مدینہ طیبہ سے یہ غزوہ مشاہدہ فرمایا تو انہیں سیف اللہ کا لقب عطا کیا۔ سرایا میں گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جیش سریہ پر امیر مقرر کیا تھا۔

امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے وحشی بن حرب سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا باندھا تا کہ وہ اہل ردت کے ساتھ جہاد کریں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ عمدہ بندے اور قبیلے کے بہترین بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے رب تعالیٰ نے کفار اور منافقین پر سونتا ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عبدالملک بن عمر کے، انہوں نے واقعہ نہیں پایا۔ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام پر امیر مقرر کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اس امت کے امین کو مقرر کیا گیا ہے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت ابوعبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت خالد رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ وہ قبیلے کے بہترین جوان ہیں۔

الطبرانی نے الصغیر اور الکبیر میں، بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد! اہل بدر میں سے ایک شخص کو اذیت نہ دو اگر تم احد کے پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دو تم ان کے عمل تک نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھ میں عیب نکالتے ہیں میں ان کا رد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: خالد کو اذیت نہ دیا کرو یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے رب تعالیٰ نے کفار پر سونتا ہے۔

الطبرانی اور ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم سے روایت کیا ہے کہ یرموک کے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی انہوں نے فرمایا: اسے تلاش کرو، مگر وہ نہ ملی۔ فرمایا: اور تلاش کرو۔ تلاش کیا تو وہ مل گئی۔ یہ پرانی سی ٹوپی تھی۔ حضرت خالد نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا سر اقدس کا حلق کر دیا صحابہ کرام نے زلف معنبر حاصل کرنے میں جلدی کی میں نے آپ کی پیشانی کے بال سے لئے اور اس ٹوپی میں رکھ لئے جب بھی میں کسی جنگ میں شرکت کرتا ہوں۔ یہ میرے پاس ہوتی ہے مجھے نصرت نصیب ہوتی ہے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سے میں نے اور خالد بن ولید نے اسلام قبول کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے جنگ کے متعلق انحراف نہیں کیا۔

ابویعلی، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسفر سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید حیرہ میں ام بنی

مرازبہ کے پاس ٹھہرے۔ صحابہ کرام نے انہیں کہا: زہر سے احتیاط کرنا۔ عجمی آپ کو زہر نہ دے دیں۔ انہوں نے فرمایا: میرے پاس زہر لے کر آؤ۔ زہر لایا گیا۔ انہوں نے اسے پکڑا اور بسم اللہ پڑھ کر پی گئے زہر نے انہیں نقصان نہ دیا۔

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی ایسی رات کو اتنا پسند نہیں کرتا جس میں نئی دلہن میرے کمرے میں داخل کی جائے یا مجھے بچے کی بشارت دی جائے جتنی وہ ٹھنڈی رات مجھے پسند ہے جس میں مہاجرین کے ساتھ روانہ ہوں صبح دشمن کے سامنے ہوں۔

امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابووائل سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے تو شہادت کی تمنا تھی لیکن وہ میرے مقدر میں نہ ہو سکی میں بستر پر انتقال کر رہا ہوں میرا کوئی ایسا عمل نہیں جو مجھے لا الہ الا اللہ سے زیادہ امید افزاء ہو۔ جس کے ساتھ میں بچاؤ کروں۔ فرمایا: جب میرا وصال ہو جائے تو میرے گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھنا اسے راہ خدا میں صدقہ کر دینا۔

شاہان عالم کو دعوت اسلام

پہلا باب

کس وقت آپ نے انہیں دعوت اسلام دی

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے جعفر سے روایت کیا ہے کہ جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۶ ھ کو حدیبیہ سے واپس آئے تو شاہانِ عالم کو دعوت اسلام دینے کے لئے بعض صحابہ کرام کو بھیجا ان کی طرف خط لکھے۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ وہی خط پڑھتے جس پر مہر لگی ہو آپ نے اس روز چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ ہوا تھا۔

آپ اسی کے ساتھ خطوط پر مہر لگاتے تھے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دن ہی روانہ ہوئے۔ ماہ محرم تھا ۷ ھ تھی۔ وقت صبح ہر صحابی اس قوم کی زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔

ابن سعد نے بریدہ، زہری، یزید بن رومان اور شعبی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسلام کی دعوت دے کر بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خلوص سے پیش آئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کا سب سے بڑا حق ہے جو اس کے بندوں کے لئے ہے۔ زاد المعاد میں ہے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے ۶ ھ تھی آپ نے شاہانِ عالم کو مکتوبات گرامی لکھے اور اپنے قاصد ان کی طرف بھیجے روم کی طرف خط لکھا آپ سے عرض کی گئی: بادشاہ تو صرف وہ خطوط پڑھتے ہیں جن پر مہر لگی ہوتی ہے۔ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنالی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھ ہوا تھا۔ ایک سطر میں محمد، دوسری میں رسول تیسری میں اللہ لکھا ہوا تھا آپ اسی کے ساتھ ان خطوط پر مہریں لگاتے تھے جنہیں شاہانِ عالم کے لئے بھیجتے تھے۔ آپ نے محرم ۷ ھ کو ایک ہی دن میں چھ صحابہ کرام کو بھیجا سب سے پہلے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا اس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا اس نے آپ کے مکتوب گرامی کی تعظیم کی۔ اسلام قبول کرلیا حق کی گواہی دی۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ انجیل کو جانتا تھا جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز آپ نے مدینہ طیبہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ نجاشی حبشہ میں تھا۔ یہ امام واقدی وغیرہ کا قول ہے لیکن یہ مؤقف اس طرح

درست نہیں ہے۔

اصحمہ نجاشی جس کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی تھی یہ وہ نہ تھا جس کی طرف آپ نے مکتوب لکھا تھا۔ دوسرے نجاشی کا اسلام معروف نہیں ہے جب کہ پہلا نجاشی مسلمان تھا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھا۔ یہ نجاشی وہ نہیں جس کی نماز جنازہ آپ نے ادا کی تھی۔ یہ وہ حضرت اصحمہ نہ تھے جنہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے صحابہ کرام کی تکریم کی تھی۔ اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن حزم نے ان کی مخالفت کی ہے ابن القیم نے کہا ہے: ابن حزم نے کہا ہے: وہ نجاشی جس کی طرف آپ نے حضرت عمرو بن امیہ کو بھیجا تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ پہلا موقف ابن سعد کا ہے جب کہ ابن حزم کا قول ظاہر ہے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر جبار کی طرف مکتوب لکھا۔ انہیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ یہ وہ نجاشی نہ تھا جس کی نماز جنازہ آپ نے ادا کی تھی۔ امام احمد اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنے وصال سے پہلے کسریٰ و قیصر اور ہر جبار کی طرف مکتوب لکھوایا تھا۔ ابن عبد الحکم نے فتوح میں اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے انہوں نے امام زہری سے اور عیسائیوں کے اس راہب سے روایت کیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: جب حضرت دحیہ کلبی حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر قیصر کے پاس پہنچے وہ خط یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

امابعد! اسلام قبول کر لو۔ سلامتی پا جاؤ گے۔ اسلام لے آؤ رب تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔

جب اس تک آپ کا گرامی نامہ پہنچا اس نے اسے پڑھا اسے اپنی گود میں رکھا پھر اہل روم میں سے ایک شخص کو لکھا جو عبرانی پڑھ سکتا تھا اس کو لکھا: حضور اکرم ﷺ نے اسے کیا لکھا تھا اس نے جواب میں لکھا: وہ بلا شبہ نبی منتظر ﷺ ہیں۔ تم آپ کی اتباع کر لو۔ اس نے روم کے سرداروں کو جمع کرنے کا حکم دیا وہ اس کے لئے اس کے شاہی محل میں جمع ہوئے۔

پھر اس نے حکم دیا۔ ان کے سامنے اینٹیں لگا دی گئیں اس نے بالا خانہ سے ان کی طرف جھانکا وہ ان سے خوفزدہ تھا اس نے کہا: اے گروہ روم! میرے پاس حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کا مکتوب گرامی آیا ہے۔ بخدا! آپ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں ہم انہیں ان کی علامات سے جانتے ہیں۔ ان کے زمانہ کو ہم جانتے

ہیں۔اسلام قبول کرلو۔ان کی اتباع کرلو۔تمہاری دنیااورآخرت بچ جائے گی۔انہوں نے ایک شخص کی مانند نتھنوں سے آوازیں نکالیں۔محل کے دروازے کی طرف دوڑے انہوں نے انہیں مقفل پایاوہ ان سے ڈرگیااس نے کہا:انہیں واپس کرو۔

انہیں واپس لوٹایا گیااس نے کہا:اے گروہ روم!میں نے تمہیں آزمانے کے لئے یہ بات کی تھی تاکہ دیکھوں کہ دین میں تمہاری مضبوطی کیا ہے۔میں نے اس امر کا مشاہدہ کیا ہے جس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے محل کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ باہر نکل گئے۔

امام ابوالقاسم نے فتوح مصر میں لکھا ہے: جب ۶ھ آئی حضور اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے بادشاہوں کی طرف خطوط لکھوائے۔اس روز آپ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: میں بعض کو عجم کے بادشاہوں کی طرف بھیج رہا ہوں میرے بارے اس طرح اختلاف نہ کرنا جیسے بنواسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ شاہانِ عالم کی طرف حواریوں کو بھیجو۔انہوں نے حواری بھیجے جنہوں نے قریب جانا تھا وہ توراضی ہو گئے جنہوں نے دور جانا تھا انہوں نے ناپسند کیااس نے کہا: جس کی طرف آپ ہمیں بھیج رہے ہیں میں اس کی زبان اچھی طرح نہیں بول سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: مولا!میں نے حواریوں کو وہ حکم دیا جو تو نے مجھے دیا تھا انہوں نے میرے ساتھ اختلاف کیا ہے۔رب تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی میں عنقریب انہیں کافی ہو جاؤں گا وقت صبح ہر شخص اس شخص کی زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔مہاجرین نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ بخدا!ہم کسی بھی چیز کے متعلق آپ سے اختلاف نہ کریں گے ہمیں حکم دیں۔ہمیں بھیجیں۔

تنبیہ

ابن عمر الاسلمی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۶ھ کو قاصد بھیجے تھے جب کہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ نے غزوۂ موتہ کے بعد قاصد بھیجے تھے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کی ابتداء حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہوئی تھی۔جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا: کیا انہوں نے کبھی دھوکہ بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں!ابھی ہم میں ایک صلح ہوئی ہے دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں؟ امام بخاری کے الفاظ ہیں: یہ وہی مدت ہے جس میں ابوسفیان نے آپ پر غلبہ پانے کی کوشش کی تھی۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ بھیجنا صلح حدیبیہ سے لے کر آپ کے وصال تک تھا۔اب میں یہ تفصیلات قاصدوں کے اسماء کی ترتیب سے لکھتا ہوں۔

دوسرا باب

اقرع بن عبداللہ حمیری کو ذی مران بھیجنا

الحافظ نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں ذومران بھیجا۔

تیسرا باب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سعد ہذیم کی طرف بھیجنا

امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے صدقات لینے کے لیے بھیجا میں ایک شخص کے پاس سے گزرا جب اس نے میرے لئے مال جمع کیا تو مجھے صرف بنت مخاض ہی اس پر واجب نظر آئی۔ میں نے اسے کہا: بنت مخاض دے دو یہ تمہارا صدقہ ہے۔ اس نے کہا: یہ لے لیں۔ نہ یہ دودھ دیتی ہے نہ ہی سواری کے کام آتی ہے یہ بڑی اور موٹی اونٹنی ہے اسے لے لیں۔ میں نے کہا: میں اسے ہرگز نہ لوں گا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو تمہارے قریب ہی ہیں پسند کرو تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور وہی پیش کرو جو مجھے پیش کرتے ہو۔ اگر آپ نے تم سے یہ قبول کر لی تو میں بھی کر لوں گا۔ اگر آپ نے رد کر دی تو میں بھی رد کر دوں گا۔ اس نے کہا: وہ میرے ساتھ عازم سفر ہوا۔ وہ اونٹنی بھی ساتھ لے لی جو مجھے پیش کی تھی۔ ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اس نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا قاصد میرے پاس آیا تھا تاکہ میرے مال کا صدقہ لے۔ بخدا! اس سے قبل نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ ہی آپ کا قاصد میرے مال میں کھڑا ہوا تھا میں نے مال جمع کیا ان کا گمان ہے کہ مجھ پر صرف بنت مخاض ہی واجب ہے اس کا نہ دودھ ہے نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ میں نے انہیں موٹی جوان اونٹنی پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے آپ کی بارگاہ میں لے آیا ہوں اسے قبول فرما لیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر وہی واجب ہے اگر تم نے بھلائی کے ساتھ عمدہ اونٹنی دے دی تو رب تعالیٰ اس میں تمہیں اجر و ثواب عطا کرے گا ہم اسے تمہاری طرف سے قبول کر لیں گے اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہے وہ اونٹنی۔ میں اسے لے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول فرما لیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لے لینے کا حکم دیا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔

چوتھا باب

حضرت جریر بن عبداللہ کو بھیجنا

آپ نے انہیں ذوالکلاع اور ذوعمرو کی طرف بھیجا تا کہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں انہوں نے اسلام قبول کرلیا جب آپ کا وصال ہوا تو وہ ان کے ہاں ہی تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ذوالکلاع کی زوجہ ضریبہ بنت ابرہہ نے اسلام قبول کرلیا۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت جریر مدینہ طیبہ آگئے۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بھیجنا

ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابومحمد تھی۔ انہوں نے غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شرکت کی تھی آپ نے انہیں مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔

زاد المعاد میں ہے مقوقس کا نام جریج بن میناء تھا۔ یہ اسکندریہ کا بادشاہ اور قبط کا سردار تھا۔ جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اس تک پہنچے تو اس نے بھلائی سے یاد کیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ حضرت حاطب نے اسے کہا: تم سے پہلے بھی ایک شخص یہاں تھا اس کا گمان تھا کہ وہ رب اعلیٰ ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلاء کردیا۔ اس سے انتقام لیا۔ تم اس سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم سے عبرت حاصل کی جائے گی۔ مقوقس: لاؤ۔ حضرت حاطب: تمہارا ایک دین ہے تم اسے نہ چھوڑو گے مگر اس دین حق کے لئے جو اس سے بہتر ہے یہ دین اسلام ہے اس کے لئے رب تعالیٰ کافی ہے یہ نبی کریم ﷺ ہیں جو لوگوں کو دین حق کی دعوت دے رہے ہیں۔ قریش نے آپ پر سختی کی۔ یہودیوں نے آپ کے ساتھ عداوت کی، عیسائی آپ کے زیادہ قریب ہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی اسی طرح بشارت دی تھی جیسے حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد عربی ﷺ کی بشارت دی ہے ہم تمہیں قرآن مجید کی طرف اسی طرح بلا رہے ہیں جیسے اہل تورات نے انجیل کی طرف دعوت دی تھی۔ ہر نبی نے ایسی قوم کو پایا جس میں میری امت ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اس نبی کریم ﷺ کا زمانہ پالیا ہے۔ مقوقس نے کہا:

میں نے اس شخص کے معاملہ میں خوب غور و فکر کیا ہے میں نے انہیں پایا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کا حکم نہیں دیتے جس سے ڈرا جائے وہ کسی چیز سے نہیں روکتے جو مرغوب ہو میں نے انہیں پایا ہے کہ وہ گمراہ جادوگر نہیں ہیں۔ جھوٹے کاہن

نہیں ہیں۔اس نے حضرت حاطب سے کہا: مجھے اپنے صاحب کے متعلق بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ رب تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔مقوقس: انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی مگر انہوں نے انہیں مکہ مکرمہ سے کیوں نکال دیا۔حاطب رضی اللہ عنہ: کیا تم یقین نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کے رسول تھے ان کی قوم نے انہیں قتل کرنے کاارادہ کیوں کیاانہوں نے انہیں بددعا نہ دی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔مقوقس: تم نے بہت عمدہ گفتگو کی ہے تم ایک دانا شخص ہو جو دانا شخص کے پاس سے آئے ہو۔

امام بیہقی نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مقوقس کی طرف بھیجا یہ اسکندریہ کا بادشاہ تھا میں اس کے پاس آیا اس کو آپ کا گرامی نامہ دیا اس نے مجھے اپنے گھر ٹھہرایا۔
میں وہیں ٹھہرارہا پھر اس نے میری طرف پیغام بھیجا اس نے اپنے پادری جمع کر رکھے تھے اس نے کہا: میں تم سے گفتگو کرنے لگا ہوں مجھے پسند ہے کہ تم اسے سمجھ لو۔میں نے کہا: درست ہے۔مقوقس: مجھے اپنے ساتھی کے متعلق بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔مقوقس: اگر وہ اس طرح ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو اس نے انہیں اپنے شہر سے کیوں نکال دیا؟ میں نے کہا: کیا تم حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے متعلق گواہی نہیں دیتے کہ وہ رب تعالیٰ کے رسول تھے۔جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے انہیں شہید کرنے کاارادہ کیا۔انہوں نے ان کے لئے بددعا نہ کی کہ رب تعالیٰ انہیں ہلاک کرے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں آسمان دنیا کی طرف اٹھالیا۔مقوقس: تم دانا شخص ہو دانا ذات کی طرف سے آئے ہو۔

ابن ربیع نے ذکر کیا ہے جب مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پڑھا تو حضرت حاطب کو ایک سو دینار، پانچ کپڑے دیے۔ضیافت میں تکریم کی۔اپنے ہاں پانچ دن ٹھہرایا۔ایک شخص نے کہا: قبطی تم سے ایک حرف بھی نہ سنیں۔اس نے وہ مکتوب مبارک لیا اسے ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں رکھ لیا اس پر مہر لگائی اسے اپنی لونڈی کے حوالے کیا۔
آپ کی طرف مکتوب لکھا۔کچھ تحائف آپ کے لئے بھیجے جن میں حضرت ماریہ ان کی بہن سیرین تھی۔حضرت حسان کو آپ نے سیرین عطا کر دی ان کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔زاد المعاد میں ہے کہ ان کی بہنیں سیرین وقیسری تھیں مقوقس نے آپ کے لئے گھوڑا بھیجا جسے لزاز کہا جاتا تھا۔دلدل خچر بھیجی۔ایک گدھا بھیجا خصی غلام بھیجا جس کا نام مایور تھا۔
زاد المعاد میں ہے: یہ حضرت ماریہ کا چچازاد تھا۔شیشے کا جام بھیجا۔آپ اس میں نوش فرماتے تھے۔ایک ہزار مثقال سونا بھیجا۔ بنہا کی شہد بھیجی۔آپ نے اسے پسند فرمایا اور بنہا کی شہد کے لئے دعا کی اس نے ایک خط لکھا اس میں لکھا: مجھے علم ہے کہ ایک نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) باقی ہے۔میرا گمان تھا کہ اس کا ظہور شام سے ہوگا۔میں نے آپ کے قاصد کی تکریم کی ہے میں آپ کے پاس دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جن کا قبط میں بہت مقام ہے۔
آپ کے پاس یہ تحائف ۷ھ یا ۸ھ کو پہنچ گئے مگر مقوقس نے اسلام قبول نہ کیا۔زاد المعاد میں ہے: وہ اپنے کفر پر

حضرت عمرو بن عاص کے دور میں مرا تھا۔ آپ نے فرمایا: خبیث نے اپنے ملک کے بارے میں بخل کیا ہے۔ اس کے ملک کو بقاء نصیب نہ ہو سکی بلکہ وہ اپنے کفر پر ہی مرگیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت حسان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے حضرت دحیہ کلبی کے ہمراہ قیصر کے پاس بھیجا

[اصل کتاب میں اس باب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ ساقی]

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت حارث بن عمیر ازدی کو روم کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

ان کا تعلق بنو مہلب سے تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہیں صاحب بصریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا تھا۔ اس وجہ سے آپ نے موتہ کی طرف مجاہدین کو بھیجا تھا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت حریث بن زید الخیل کو یحنہ بن رؤبہ الایلی کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یحنہ بن رؤبہ الایلی کی طرف بھیجا تھا۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے:
ان کا نام حریث بن زید الخیل تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپ نے ان کا نام حریث بن زید الخیر رکھ دیا۔ انہوں نے، ان کے والد اور بھائی مکنف نے اسلام قبول کیا تھا اور ردت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی اور وہیں شہید ہو گئے تھے۔ ان کا ذکر دارقطنی نے کیا ہے۔

نواں باب

حرملہ بن حریث کو یحنہ کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے ان کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت حریث کے ساتھ انہیں بھی بھیجا تھا لیکن انہوں نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت خالد بن ولید کو نجران وغیرہ کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں اکیدر صاحب رومہ کی طرف بھیجا تھا اسے گرفتار کر کے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا اس نے جزیہ پر صلح کر لی تھی آپ نے اسے اس کے شہر لوٹا دیا تھا۔ آپ نے انہیں ۱۰ھ میں بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا ان کے کچھ افراد ان کے ساتھ آئے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے تھے۔

انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۱ھ میں وصال فرمایا تھا۔ انہوں نے حمص میں وصال فرمایا تھا۔ ان کی قبر انور مشہور ہے جو حمص سے ایک میل دور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا لیکن اکثر مؤرخین کا یہی مؤقف ہے کہ ان کا وصال حمص میں ہوا تھا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجنا

ان کا نام حضرت دحیہ بن خلیفہ بن فروہ کلبی تھا۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے بعد میں سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ حضرت جبرائیل امین ان کی شکل میں بارگاہ رسالت مآب میں آتے تھے۔ یہ سارے لوگوں سے حسین تھے۔ روایت ہے کہ جب وہ شام گئے تو ساری عورتیں انہیں دیکھنے کے لیے باہر نکل آئیں آپ نے انہیں ۵ھ میں قیصر روم کی طرف بھیجا۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ وہ انہیں سات ہجری میں حمص میں ملا۔

انہوں نے المنعل میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں دو بار قیصر کے دربار میں بھیجا تھا۔ ۱- صلح حدیبیہ کے وقت۔ ۲- غزوۂ تبوک کے وقت۔ میں کہتا ہوں: آپ نے انہیں تبوک سے بھیجا تھا۔ اسے ابویعلی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، ابونعیم، ابن عساکر سعید مولی راشد سے اور تنوخی قاصد ہرقل سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں صلح کے زمانہ میں بھیجا۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت ابوسفیان سے روایت کیا ہے۔

شیخان نے حضرت ابوسفیان سے، بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابونعیم نے عبداللہ بن شداد سے اور انہوں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے زہری سے، بزار، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت دحیہ سے، ابونعیم اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے ایک پادری سے روایت کیا ہے۔ اس نے وہ وقت پایا تھا جب حضور اکرم ﷺ اور کفار قریش کے مابین صلح حدیبیہ ہوئی تھی تو ابوسفیان تاجر کی حیثیت سے شام گئے۔ ان کے ہمراہ قریش کے کچھ افراد بھی تھے وہ شام سے سرزمین فلسطین سے تجارت کرتے تھے۔ وہ ہاں پہنچے۔ اس وقت ہی قیصر صاحب روم نے ان ایرانیوں پر غلبہ پایا تھا جو اس کے شہر میں تھے اس نے انہیں وہاں سے نکال دیا تھا اور بڑی صلیب واپس لے لی تھی۔ وہ اس سے صلیب چھین کر لے گئے تھے جب اسے یہ خبر پہنچی تو وہ اس وقت حمص میں تھا وہ وہاں سے شکر ادا کرنے کے لئے بیت المقدس کی طرف نکلا تا کہ وہاں نماز پڑھے۔ اس کے لئے قالین بچھائے گئے تھے اس پر پھول پھینکے گئے تھے حتیٰ وہ ایلیا پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں نماز پڑھی۔ ایک دن صبح کے وقت اٹھا۔ وہ غمزدہ تھا اس کی نظر آسمان کی طرف تھی اس کے پادریوں نے اسے کہا: بادشاہ سلامت! آپ صبح سے مغموم ہیں۔ ہرقل نجومی بھی تھا۔ وہ ستاروں میں دیکھ لیتا تھا اس نے کہا: میں نے آج ستارے دیکھے تو مجھے معلوم ہوا کہ ختنے کرانے والوں کے بادشاہ کا ظہور ہو گیا ہے۔ اس کا ظہور اس امت میں ہوا ہے جو ختنے کراتے ہیں۔ پادریوں نے کہا: ہم صرف یہودیوں کے متعلق ہی جانتے ہیں کہ وہ ختنے کراتے ہیں۔ ان کا معاملہ کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ مدائن کے اپنے بادشاہ کو لکھیں کہ وہ وہاں کے یہودیوں کو قتل کر دے۔ اس غم سے نجات پالیں۔ وہ اسی حالت پر تھے کہ ان کے پاس صاحب بصریٰ ملک غسان کا قاصد ایک عربی شخص کو لے کر آیا اس نے کہا: شاہ والا! یہ اہل شام میں عربی شخص ہے یہ آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دے گا جو اس کے شہر میں رونما ہوا ہے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھ کہ اس کے شہر میں کون سا واقعہ رونما ہوا ہے: اس نے اسے پوچھا: اس نے کہا: اس شخص کا تعلق قریش کے ساتھ ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کا رسول ہے بعض لوگوں نے ان کی اتباع کر لی ہے اور بعض نے ان کی مخالفت کی ہے ان کے مابین بہت سی جنگیں بھی ہوئی ہیں جب میں نے اپنے شہر سے نکلا تھا تو وہ اسی حالت پر تھے جب اس نے اسے بتایا کہ اس نے کہا کہ دیکھو کہ یہ مختون ہے۔ انہوں نے دیکھا تو وہ مختون تھا۔ بادشاہ نے کہا: بخدا! میں نے یہی دیکھا ہے۔ انہوں نے اس کے کپڑے اسے دیے اور کہا: چلا جا۔ دوسری روایت میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو قیصر صاحب الروم کی طرف مکتوب گرامی دے کر بھیجا انہوں نے اذن طلب کیا۔ انہوں نے کہا: حضور اکرم ﷺ کے قاصد کو اذن باریابی دو۔ دربان قیصر کے پاس آیا اس نے کہا: دروازے پر ایک شخص ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا قاصد ہے۔ یہ سن کر اہل دربار گھبرا گئے بادشاہ نے کہا: اسے اندر داخل کرو۔ انہیں اندر بلایا گیا اس کے پاس پادری بیٹھے پائے گئے۔ حضرت دحیہ نے اسے آپ کا مکتوب دیا اس نے وہ مکتوب پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس کے پاس اس کا بھتیجا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "یہ خط نہ پڑھیں، کیونکہ لکھنے والے نے آغاز اپنے آپ سے کیا ہے۔ انہوں نے صاحب الروم لکھا ہے۔ اس نے "ملک الروم" نہیں لکھا۔" قیصر نے کہا: "ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ سے شروع کرتے۔ اگر انہوں نے صاحب الروم لکھا ہے تو میں ہی صاحب الروم ہوں۔ میرے علاوہ ان کا اور کوئی صاحب نہیں ہے۔ وہ خط مبارک پڑھنے لگا۔ خط کے جلال کی وجہ سے اس کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ اس میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے بندے محمد عربی ﷺ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ امابعد! میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو سلامتی پا جاؤ گے۔ اسلام قبول کر لو رب تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر ان کسانوں کا گناہ بھی ہوگا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ (آل عمران: ٦٤)

ترجمہ: اے نبی آپ کہہ دیجئے۔ اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں سوائے اللہ کی، اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنا لے ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

جب یہ خط پڑھا گیا تو قیصر نے کہا: "حضرت سلیمان بن داؤد کے خط کے بعد اس کی مثل خط میں نے نہیں سنا۔" پھر اس نے حکم دیا پادری وہاں سے چلے گئے اس نے بڑے پادری کی طرف پیغام بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا میں نے اسے بتایا وہ ان کا صاحب امر تھا۔ وہ اس کے قول کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جب اس نے خط پڑھا تو پادری نے کہا: "بخدا! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ یہ وہی ذات ہیں جن کی بشارت حضرات

عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام نے دی ہے۔جن کے ہم منتظر ہیں۔" قیصر: تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟ پادری: میں تو ان کی تصدیق کرنے لگا ہوں۔ان کی اتباع کرنے لگا ہوں۔قیصر نے اپنے سپاہیوں کے نگران سے کہا:"شام میرے لیے خطرہ میں ہے حتیٰ کہ ایسا شخص لایا جائے جو عرب سے آیا ہو۔میں اسے ان کے متعلق پوچھ لوں۔"ابوسفیان نے کہا:"بخدا! میں اور میرے ساتھی اس وقت مینگنیوں کی مانند تھے۔جب وہ سپاہی ہمارے پاس آگیا۔"اس نے ہمیں پوچھا:"تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے؟" ہم نے اسے بتایا تو وہ ہم سب کو ہانک کرلے گیا۔جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت ایلیاء میں تھا۔اس نے انہیں اپنی محفل میں بلایا۔اس کے اردگرد روم کے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔اس نے عربوں کو بلایا۔اپنے ترجمان کو بلایا۔اس نے پوچھا:"تم میں سے نسب کے اعتبار سے اس ہستی (حضور اکرم ﷺ) کا قریبی کون ہے؟ جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے؟"ابوسفیان:"میں ان کا نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریبی ہوں۔"قیصر:"اسے میرے قریب کردو۔"ان کے ساتھیوں نے انہیں قریب کردیا۔اس نے ان کے ساتھیوں کو اس کی کمر کے پیچھے کردیا، پھر اپنے ترجمان سے کہا:"انہیں کہو کہ میں اس شخص سے اس ذات کے متعلق کچھ پوچھنے لگا ہوں۔اگر یہ جھوٹ بولے تو اس کی تکذیب کردینا۔" ابوسفیان نے کہا:"بخدا! اگر مجھے جھوٹ کے الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کے متعلق جھوٹ بولتا۔اس نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا:"تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟" میں نے کہا:"وہ ہم میں سب سے اچھے نسب کے ہیں۔"قیصر: کیا تم میں سے کسی نے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا:"نہیں۔"قیصر: کیا ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔قیصر: کیا قوم کے رؤساء ان کی پیروی کررہے ہیں یا کمزور لوگ۔میں نے کہا:"کمزور لوگ۔"اس نے پوچھا:"کیا ان میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی۔"میں نے کہا:"اضافہ ہو رہا ہے۔"قیصر: کیا ان کا دین اختیار کرلینے کے بعد اس سے ناراض ہو کر کوئی شخص مرتد بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا:"نہیں۔"قیصر: کیا تم اسے قبل ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے عرض کی:"نہیں۔"قیصر: کیا وہ دھوکہ دیتے ہیں؟ میں نے کہا:"نہیں۔ابھی ہم نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ اس کے متعلق کیا کرتے ہیں؟ میں اس گفتگو میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی اضافہ نہ کرسکا۔"قیصر: کیا تمہاری ان کے ساتھ جنگیں بھی ہوئی ہیں؟"میں نے جواب دیا: ہاں! اس نے پوچھا:"ان کا نتیجہ کیا رہا؟"میں نے کہا:"کبھی ہم غالب آتے اور کبھی وہ۔"قیصر: وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا:"وہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کرو۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ان بتوں کو چھوڑ دوں جن کی پوجا تمہارے آباء کرتے تھے۔وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، سچ، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔"قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا:"اس سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا۔تم نے کہا کہ وہ تم میں اعلیٰ نسب کے ہیں۔انبیاء کو اسی طرح قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث کیا جاتا ہے۔میں نے تم سے پوچھا:"کیا تم میں سے کسی نے پہلے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا؟"تم نے کہا:"نہیں۔"اگر ان سے پہلے تم میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو میں کہتا"یہ اپنے سے پہلے شخص کی نقل اتار رہا ہے۔"میں نے تم سے پوچھا:"کیا اس کے آباء میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟"تم نے کہا:"نہیں۔"

میں کہتا: "اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ وہ اپنے آباء کی سلطنت واپس لینا چاہتا ہے۔" میں نے پوچھا: "کیا تم نے پہلے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تم نے کہا: نہیں۔ میں جان گیا کہ جو لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا۔ وہ رب تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بول سکتا ہے؟ میں نے تم سے پوچھا: "کیا کمزور لوگ ان کی اتباع کر رہے ہیں یا اشراف؟ تم نے کہا: "کمزور لوگ۔ اسی طرح کمزور لوگ ہی رسل عظام کی اتباع کرتے ہیں۔" میں نے تم سے پوچھا: "کیا ان کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے بتایا: "وہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے۔" میں نے تم سے پوچھا: "کیا ان کے دین سے ناراض ہو کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟" تم نے کہا: "نہیں! ایمان کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جا گزیں ہو جائے۔" میں نے تم سے پوچھا: کیا انہوں نے دھوکہ دیا ہے؟ تم نے کہا: "نہیں!" اسی طرح رسل عظام کسی کو دھوکہ نہیں دیتے۔ میں نے تم سے پوچھا: "وہ تمہیں کس کا حکم دیتے ہیں؟" تم نے کہا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وہ تمہیں بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں وہ تمہیں نماز، زکوٰۃ، سچ، عفت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اگر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے تو وہ اس جگہ کے مالک بن جائیں گے جہاں میرے قدم لگے ہیں۔ مجھے علم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہوگا، لیکن میرا گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کے لیے اخلاص کا اظہار کر سکتا ہوں تو میں سفر کی زحمتیں برداشت کرتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے مبارک پاؤں کا دھوون پیتا۔" اس نے مجھے کہا: "چلے جاؤ۔" میں اٹھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کے بندو! ابن ابی کبشہ کا معاملہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ بنو اصغر کا بادشاہ بھی ان سے ڈرنے لگا ہے۔ مجھے لگا تار یقین رہا کہ عنقریب آپ غالب آ جائیں گے۔"

پھر اس نے آپ کا خط لیا۔ اسے اپنے سر پر رکھا۔ اسے بوسہ دیا اسے دیباج اور ریشم میں لپیٹا۔ اسے اپنے ایک ساتھی رومیہ میں بھیج دیا۔ وہ علم میں اسی کی مثل تھا۔ ہرقل حمص چلا گیا۔ وہ حمص سے نہ نکلا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کے ساتھی کا خط آ گیا۔ جس کی رائے ہرقل کی رائے کے موافق تھی کہ وہ نبی مکرم ﷺ ہیں۔ وہ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کا انتظار ہو رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ تم ان کی اتباع کرلو۔" اس نے روم کے سرداروں کو حکم دیا۔ انہیں اپنے شاہی محل میں جمع کیا، پھر محل کے دروازے بند کر دیے گئے۔ وہ بالاخانے سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ان سے خائف تھا۔ اس نے کہا: "اے گروہِ روم! میرے پاس حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کا مبارک خط آیا ہے وہ وہی نبی مکرم ﷺ ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ ہم ان کی علامات اور زمانے کو جانتے ہیں۔ تم اسلام لے آؤ ان کی اتباع کرلو۔ تمہاری آخرت اور دنیا سلامتی پا جائے گی۔" انہوں نے ایک شخص کی مانند ناک سے آواز نکالی۔ وحشی گدھے کی طرح دولتیاں مارنے لگے۔ انہوں نے محل کے دروازے کی طرف جلدی کی انہوں نے انہیں بند پایا جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی۔ ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا۔ ان سے اندیشہ کرنے لگا۔ اس نے کہا: "انہیں میرے پاس واپس لے کر آؤ۔" انہیں واپس لایا گیا۔

اس نے کہا: ''اے گروہِ روم! میں نے یہ قول تمہارا دینی استحکام دیکھنے کے لیے کیا ہے۔ میں نے اتنا استحکام دیکھا ہے جس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔'' انہوں نے اسے سجدہ کیا۔ اس سے راضی ہو گئے۔ ان کے بڑے پادری قاضی نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔'' لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور مارنے لگے۔ کاٹنے لگے حتیٰ کہ اسے مار ڈالا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ روزِ حشر پوری ایک امت اٹھے گا۔'' پھر اس نے محل کے دروازے کھول دیے وہ باہر نکل آئے۔''

حضرت دحیہ فرماتے ہیں ''اس نے مجھے تنہائی میں پیغام بھیجا۔ اس نے مجھے ایک بہت بڑے کمرے میں داخل کیا جس میں ۳۲۳ تصاویر تھیں۔ وہ انبیاء اور مرسلین کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا: ''ان میں سے ذرا اپنے صاحب کی پہچان کرو میں نے حضور اکرم ﷺ کی تصویر دیکھی گویا کہ آپ محوِ گفتگو تھے۔'' میں نے کہا: ''یہ ہیں۔'' اس نے کہا: ''تم نے سچ کہا ہے۔ ان کے دائیں طرف کس کی تصویر ہے؟'' میں نے کہا: ''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی۔'' اس نے پوچھا: ''ان کے بائیں طرف کس کی تصویر ہے؟'' میں نے کہا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔'' اس نے کہا: ''ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں کہ آپ کے یہ دونوں ساتھی اس دین کو مکمل کریں گے۔'' جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو میں نے یہ عرض کی۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔ میرے بعد رب تعالیٰ ان کے ذریعے اس دین کو مکمل کرے گا۔''

ابو یعلی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، ابن عساکر نے حضرت سعید بن ابی راشد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس تنوخی سے ملاقات کی جسے ہرقل نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ میں نے پوچھا: ''کیا تم مجھے ہرقل کے خط کے متعلق نہ بتاؤ گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! حضور اکرم ﷺ تبوک تشریف لائے۔ حضرت دحیہ کو ہرقل کی طرف بھیجا جب آپ کا گرامی نامہ اس تک پہنچا تو اس نے روم کے پادریوں کو بلایا پھر اپنے محل کا دروازہ مقفل کر دیا۔ اس نے کہا: ''اس شخص نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے خط لکھا ہے۔ بخدا! تم نے کتب میں پڑھا ہے کہ وہ اس زمین کے مالک بن جائیں گے جو میرے قدموں کے نیچے ہے۔ آؤ ہم ان کی اتباع کر لیتے ہیں۔'' انہوں نے ایک شخص کی طرح نتھنوں سے آوازیں نکالیں۔ جب قیصر کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ یہاں سے نکل کر روم میں فساد بپا کر دیں گے۔ اس نے کہا: ''میں نے اس لیے اس طرح کیا ہے تاکہ تمہارے دین کی پختگی کو دیکھوں۔'' پھر اس نے مجھے بلایا اور فرمایا: ''میرا یہ خط اس ہستی کے پاس لے جاؤ۔ میرے لیے تین باتوں کا خاص خیال رکھنا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کیا وہ اس خط کا ذکر کرتے ہیں جو میرے طرف لکھا گیا۔ ذرا دیکھنا کیا میرے خط کو پڑھ کر رات کا ذکر کرتے ہیں، اور ان کی کمر انور کو دیکھنا۔ کیا وہاں کچھ ہے جو تمہیں شک میں ڈال دے۔'' میں اس کا خط لے کر نکلا۔ میں تبوک میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا میں نے خط پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ''تنوخ کے بھائی! میں نے کسریٰ کو خط لکھا۔ اس نے اسے چاک کر دیا۔ رب تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو چاک کر دے گا۔'' میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا۔ اس نے اسے جلا دیا۔ رب تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو جلا دے گا۔ میں نے تمہارے صاحب کی طرف خط لکھا۔ اس نے اسے محفوظ کر لیا جب تک وہ زندہ ہے لوگ اس سے سختی پاتے رہیں گے۔'' میں

نے کہا: ''ان تین امور میں سے ایک امر تو پورا ہوا جن کے متعلق مجھے قیصر نے کہا تھا، پھر آپ نے وہ خط اس شخص کو دیا جو آپ کے دائیں طرف تھا۔ اس میں تھا۔'' وہ مجھے اس جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے، تو پھر آگ کہاں ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے؟'' پھر فرمایا: ''تنوخ کے بھائی! کمر انور سے کپڑا ہٹا اور فرمایا: ''ادھر آؤ اور جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔ میں کمر انور کی طرف گیا تو کندھے کی ہڈی کے پاس سینگی کی طرح مہر نبوت تھی۔'' دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ میرے خط کو پڑھنے سے فارغ ہوئے تو اسے میری تلوار کے پھل پر لکھ دیا۔ اس نے کہا: ''آپ حق پر ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم ﷺ ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر اس وقت ہمارے پاس انعام ہوتا تو ہم تمہیں ضرور انعام دیتے لیکن ہم سفر میں ہیں۔'' لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: ''میں اسے انعام دیتا ہوں۔'' اس نے اپنا کجاوہ کھولا۔ وہاں سے صفوریہ کا انعام مجھے دیا۔ انہوں نے اسے میرے گود میں پھینک دیا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' مجھے بتایا گیا: ''یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس شخص کی مہمان نوازی کون کرے گا؟'' ایک انصاری جوان نے کہا: ''میں۔'' وہ اٹھا۔ میں بھی اس کے ساتھ اٹھا۔ جب میں محفل سے باہر نکلنے لگا تو آپ نے مجھے یاد فرمایا: ''فرمایا: ''تنوخ کے بھائی! آؤ۔ آؤ۔ تنوخ کے بھائی! میں جلدی سے آیا۔ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے کمر انور سے چادر ہٹائی اور فرمایا: ''وہ کام کر گزرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔'' میں کمر انور کی طرف آیا۔ وہاں کندھے کی ہڈی کے پاس سینگی کی مانند مہر نبوت تھی۔'' ابن عمر نے لکھا ہے ''وہ شخص ہرقل کی طرف گیا۔ ان امور کا تذکرہ کیا۔ اس نے اپنی قوم کو حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ اسے ان سے اپنے ملک کے بارے خدشہ لاحق ہوا۔ وہ حمص میں تھا۔ اس نے وہاں سے حرکت نہ کی۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: ''ہرقل نے آپ کے پاس تحائف بھیجے تھے۔ آپ نے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہرقل نے اعلان کر دیا کہ وہ محمد عربی ﷺ پر ایمان لے آیا ہے۔ اس نے آپ کی اتباع کر لی ہے۔ فوج اس کے محل میں داخل ہو گئی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے انہیں پیغام دیا ''میں نے تو دین میں تمہاری پختگی کو دیکھا ہے میں تم سے راضی ہوں۔'' وہ اس سے راضی ہو گئے، پھر اس نے حضرت دحیہ کے ہاتھوں آپ کو خط بھیجا جس میں لکھا: ''میں مسلمان ہوں، لیکن میں اپنے امر کے بارے میں مغلوب ہوں۔'' جب آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا: ''دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے وہ مسلمان نہیں ہے وہ عیسائیت پر ہی ہے۔''

بارھواں باب

حضرت رفاعہ بن زید کو ان کی قوم کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ کا تعلق بنوضبیب کے ساتھ تھا۔ یہ محدثین کا قول ہے اہل نسب نے انہیں ضبینی کہا ہے۔ بنوضبینہ کا تعلق جذام کے ساتھ تھا۔ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اپنی قوم کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئے۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ انہوں نے ایک غلام آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کی قوم کے لیے ایک مکتوب لکھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک سیاہ فام غلام پیش کیا۔ جسے مدعم کہا جاتا تھا یہ خیبر میں شہید ہوا تھا۔

✿✿✿

تیرھواں باب

حضرت زیاد بن حنظلہ کو قیس بن عاصم اور زبرقان بن بدر کی طرف بھیجنا

ان کا تعلق تمیم پھر عمری سے تھا۔ ابن عبدالبر نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ نے انہیں قیس بن عاصم اور زبرقان بن بدر کی طرف بھیجا تا کہ وہ مسیلمہ کذاب، طلحہ اور اسود کے خلاف آپ کی مدد کریں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے عامل بھی رہ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کر لی تھی۔ ان کے ہمراہ ساری جنگوں میں شرکت کی تھی۔ سیف بن عمر نے ان کا ذکر کتاب الردۃ میں کیا ہے۔

✿✿✿

چودھواں باب

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ہوذہ اور ثمامہ کی طرف بھیجنا

ان کا نام سلیط بن عمرو تھا۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کا وصال ۱۲ھ یا ۱۴ھ میں ہوا تھا۔ آپ نے انہیں ہوذہ بن علی حنفی کی طرف بھیجا تھا۔ جب حضرت سلیط ہوذہ کے پاس گئے تو اس نے ان کی مہمان نوازی کی اور تکریم کی۔ اس نے آپ کا مکتوب گرامی پڑھا۔

اس میں تھا:

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ جان لو کہ میرا یہ دین دور دراز تک پھیل جائے گا۔ اسلام لے آ۔ سلامتی پا جائے گا۔ میں تمہارے علاقہ تمہارے قبضہ میں ہی رہنے دوں گا۔" اس نے مکتوب پڑھا تو قدرے رد کر دیا۔ حضرت سلیط کو انعام دیا۔ انہیں ہجر کے کپڑے پہنائے۔ اس نے آپ کی طرف یہ خط لکھا: "جس چیز کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ کتنی حسین اور جمیل ہے۔ میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ عرب میرے مقام سے ڈرتا ہے۔ کچھ معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ میں آپ کی اتباع کرلوں گا۔"

حضرت سلیط بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اس کی بات عرض کی۔ آپ نے اس کا خط سنا تو فرمایا: "اگر وہ مجھ سے زمین میں سے ایک کھجور بھی مانگے تو میں اسے وہ بھی نہ دوں گا۔ وہ خود بھی ہلاک ہو گیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بھی برباد ہو گیا۔ جب آپ فتح مکہ سے واپس آئے تو حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔"

❁❁❁

پندرھواں باب

حضرت سائب بن عوام رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مسیلمہ کذاب کی طرف خط لکھا۔ اسے اسلام کی طرف بلایا۔ اس خط کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بھیجا۔ مسیلمہ نے اس کا جواب لکھا۔ اس نے اس میں لکھا کہ وہ بھی ان کی مثل نبی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ زمین کو باہم تقسیم کر لیں گے۔ اس نے کہا: "قریش قوم عدل نہیں کرتی۔" آپ نے اسے مکتوب لکھوایا اور فرمایا: "اس پر لعنت کرو رب تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ اس کی طرف لکھوایا کہ مجھے تیرا خط ملا جو جھوٹ، بہتان اور اللہ پر افتراء پردازی سے بھرا ہوا تھا۔ زمین رب تعالیٰ کی ہے وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے اسے بنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی!"

آپ نے یہ مکتوب گرامی حضرت سائب بن عوام کے ہاتھوں بھیجا۔ یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت شجاع بن وہب کو حارث بن ابی شمر غسّانی بلقاء کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

یہ قول ابن اسحاق اور امام واقدی کا ہے۔زاد المعاد میں ہے کہ یہ جبلہ بن الایھم کی طرف گئے تھے۔زاد المعاد میں ہے کہ یہ ان دونوں کی طرف گئے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت دحیہ کے ساتھ ہرقل کی طرف گئے تھے۔حضرت شجاع رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔دوسری دفعہ ہجرت حبشہ کی تھی۔مکہ مکرمہ واپس آئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی۔یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ان کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حارث بن ابی شمر کی طرف بھیجا۔ان کے ہمراہ یہ مکتوبِ گرامی بھیجا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف! اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم رب تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لاؤ جس کا کوئی شریک نہیں۔تمہارا ملک باقی رہے گا۔''

آپ نے اس خط پر مہر لگائی اور حضرت شجاع اسے لے کر عازمِ سفر ہوئے۔حضرت شجاع فرماتے ہیں۔میں اس کے پاس آیا تو وہ اس وقت دمشق کے شاداب علاقے میں تھا۔وہ قیصر کے لیے اموال اور تحائف جمع کر رہا تھا۔وہ حمص سے ایلیا آیا تھا۔میں دو یا تین روز تک اس کے دروازے پر کھڑا رہا۔میں نے اس کے دربان سے کہا:''میں اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔انہوں نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔''اس نے کہا:''تم اس تک نہ پہنچ سکو گے حتیٰ کہ وہ خود ہی فلاں فلاں روز باہر نکلے۔''اس کا دربان رومی تھا۔اس کا نام مرّی تھا۔وہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اور آپ کی دعوت کے متعلق پوچھنے لگا۔میں اسے بیان کرتا رہا اس پر رقت طاری ہو جاتی حتیٰ کہ اس پر رونے کا غلبہ ہو جاتا۔اس نے کہا:''میں نے انجیل پڑھی ہے۔میں اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وہاں پاتا ہوں۔میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔''وہ دربان میری تکریم کرتا رہا۔اس نے میری بہت اچھی ضیافت کی۔اس نے مجھے حارث کے متعلق بتایا۔دربان اس سے مایوس تھا اس نے بتایا کہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔''ایک دن قیصر باہر نکلا وہ لوگوں کے لیے بیٹھا۔سر پر تاج رکھا مجھے اذن دے دیا۔میں اس کے پاس گیا۔اسے مکتوب گرامی دیا۔اس نے اسے پڑھا پھر اسے پھینک دیا۔اس نے کہا:''میری سلطنت مجھ سے کون چھینے گا؟''میں خود ہی ان کی طرف جا رہا ہوں۔اگر وہ یمن میں ہوتے ہیں خود ان کے پاس جاتا لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔''وہ تنکے سے مٹی کریدتا رہا حتیٰ کہ اٹھا۔

گھوڑوں کو نعل لگانے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ اپنے صاحب کو بتا دینا۔" اس نے قیصر کو خط لکھا اسے میرے متعلق بتایا۔ اپنا عزم ظاہر کیا۔ قیصر نے اس کی طرف لکھا کہ تم ان کی طرف نہ جاؤ۔ انہیں ترک کر دو۔ مجھے ایلیاء میں آ کر ملو۔" جب اس کے خط کا جواب آیا تو اس نے مجھے بلایا۔ اس نے کہا: "تم اپنے صاحب کے پاس کب جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: "کل" اس نے مجھے ایک سو مثقال سونا دینے کے لیے کہا۔ مرّی نے بھی میرے ساتھ صلہ رحمی کی۔ اس نے مجھے لباس اور زادِراہ دینے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کو میرا اسلام دینا اور عرض کرنا کہ میں ان کے دین حق کا تابع ہوں۔" حضرت شجاع نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو سب کچھ بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا ملک برباد ہو گیا۔" میں نے مرّی کا سلام پیش کیا اور اس کی عرض گذاشت عرض کی تو فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔" حارث بن ابی شمر فتح مکہ کے سال مر گیا تھا۔"

❁❁❁

سترھواں باب

حضرت صدی بن عجلان کو حضرت جبلہ بن الایھم کی طرف بھیجنا

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی نہیں لکھا گیا۔ ساقی]

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت الصلصل بن شرحبیل کو صفوان بن امیہ کے پاس بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے "میں ان کے نسب سے آگاہ نہیں ہوا البتہ انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مجھے ان کی روایت کا علم نہیں ہے۔ مشہور یہی ہے کہ آپ نے انہیں صفوان بن امیہ اور سبرہ العنبری کی طرف بھیجا۔ انہیں وکیع، عمرو بن محجوب عامری اور عمرو بن خفاجی (بنو عامر میں سے) کی طرف بھیجا۔ یہ آپ کے قاصدین میں سے ایک تھے۔ سیف نے انہیں کتاب الردۃ میں لکھا ہے۔

❁❁❁

انیسواں باب

حضرت ضرار بن الازور کو اسود اور طلیحہ کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ ضرار بن الازور بن مرداس تھے ان کی کنیت ابو الازور تھی۔ یا ابو بلال تھی۔ وہ بہادر اور بڑے شہ سوار تھے۔ انہوں نے یمامہ کی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی:

تر کت الخمور و ضرب القداح　　واللهو تعللة و انتهالا

فیارب لا تغبن صفقتی　　فقد بعت اهلی و مالی بدالا

ترجمہ: میں نے شراب نوشی کو ترک کر دیا ہے۔ جوئے کے تیروں کو چھوڑ دیا ہے لعب ولہو کو ان سے ناراض ہوتے ہوئے اور پاکیزگی حاصل کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے مولا! میرے اس سودے میں خسارا نہ ڈال۔ میں نے اس کے بدل میں اپنے اہل اور مال کو بیچ دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ضرار! تمہارا سودا گھاٹے میں نہ رہا۔ آپ نے انہیں بنو صیداء اور بنو الدئل کی طرف بھیجا تھا۔ سیف بن عمر تمیمی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے اہل ردت کے ساتھ جہاد کے متعلق لکھا: "آپ نے اپنے قاصدوں اور خطوط کے ساتھ ان کے ساتھ جہاد کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے اسود، مسیلمہ اور طلیحہ وغیرہم کو قاصدوں سے ہلاک کر ڈالا تھا۔ کوئی دکھ اور تکلیف آپ کو دین حق کی اشاعت سے نہ روک سکا۔ آپ نے وبر بن یحنس کو فیروز اور جشیش دیلمی کی طرف بھیجا۔ میں نے ان تمام کا تذکرہ قاصدوں میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے کیا ہے۔ آپ نے ضرار بن الازور کو عوف زرقانی اور سنان اسدی کی طرف بھیجا۔

❁❁❁

بیسواں باب

حضرت ظبیان بن مرثد کو بنو بکر بن وائل کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں بکر بن وائل کی طرف بھیجا ابن سعد نے ان کا تذکرہ طبقات میں کیا ہے۔

❁❁❁

اکیسواں باب

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو کسریٰ کی طرف بھیجنا

اس کا نام پرویز تھا۔حضرت عبداللہ بن حذافہ نے ابتداء میں اسلام قبول کرلیا تھا۔وہ اولین مہاجرین میں سے تھے۔انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔انہوں نے آپ سے پوچھا تھا:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا باپ کون ہے؟'' آپ نے فرمایا:''حذافہ'' ان کی والدہ نے انہیں اس سوال پر جھڑکا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر آپ مجھے سیاہ فام غلام سے ملا دیتے تو اسی سے مل جاتا۔'' حضرت ابورافع سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر روم کی طرف بھیجا۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو قیدی کرلیا۔وہ انہیں اپنے ملک میں لے گئے۔انہوں نے کہا:''یہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔''بادشاہ نے کہا:''کیا تم نصرانیت اختیار کرلیتے ہو میں تمہیں نصف ملک دینے کے لیے تیار ہوں۔''انہوں نے فرمایا:''اگر تم اپنا سارا ملک دو۔اس کے ساتھ سارا ملک عرب دے دو۔میں لمحہ بھر کے لیے بھی دین مصطفیٰ ﷺ سے رجوع نہ کروں گا۔''اس نے کہا:''پھر تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔''اس نے صلیب گاڑھنے کا حکم دیا۔تیر اندازوں سے کہا:''ان کے جسم پر قریب سے مارو۔''وہ انہیں برابر پیش کش کرتا رہا مگر وہ انکار کرتے رہے۔انہوں نے انہیں نیچے اتارا۔اس نے بڑی سی دیگ منگوائی۔اس میں پانی ڈالا گیا۔نیچے آگ لگا دی گئی۔جب پانی کو ابالنے لگے تو مسلمانوں میں سے ایک قیدی کو بلایا۔اس پر نصرانیت پیش کی۔اس نے انکار کردیا تو اسے اس میں پھینک دیا گیا۔حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔اس نے حضرت عبداللہ سے فرمایا:''نصرانیت اختیار کرلو،ورنہ میں تمہیں بھی اسی دیگ میں پھینک دوں گا۔انہوں نے فرمایا:''میں اس طرح نہیں کروں گا۔''انہوں نے فرمایا:''میں عیسائیت اختیار نہ کروں گا۔''انہوں نے انہیں دیگ کے قریب کیا تو وہ رونے لگے۔انہوں نے کہا:''یہ گھبرا گئے ہیں۔''انہوں نے فرمایا: ''میں گھبرا کر نہیں رو رہا جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے۔راہ خدا میں اس کے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے مجھے تو پسند ہے کہ میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں پھر میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔''ان پر تعجب کیا گیا۔اس نے پسند کیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔اس نے کہا:''تم نصرانیت اختیار کرلو۔میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔اپنا ملک تم میں تقسیم کر دوں گا۔''انہوں نے فرمایا:''میں اس طرح نہ کروں گا۔''اس نے کہا: ''میرے سر کا بوسہ لے لو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔تمہارے ساتھ اسی قیدیوں کو چھوڑ دوں گا۔''انہوں نے فرمایا:''ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اس کا سر چوما۔انہوں نے انہیں اور ان کے ساتھ اسی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔جب وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ان کا سر چوما۔''صحابہ کرام نے کہا:''تم نے اس سرکش کا سر چوم لیا۔''انہوں نے

فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس بوسہ کے بدلے میں اسی مسلمانوں کو قید سے نجات دی۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنا مکتوب گرامی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بحرین کے بادشاہ منذر بن ساویٰ کو دے دیں وہ کسریٰ کا نائب ہے۔ وہ اسے کسریٰ تک پہنچا دے گا۔" اس نے اسے کسریٰ تک پہنچا دیا۔ جب کسریٰ نے اسے پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ آپ نے اس کے لیے بد دعا کی۔ "تمہارا ملک پوری طرح پارہ پارہ ہو جائے۔" ابن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ وہ گرامی مکتوب یہ تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی طرف! اس پر سلام جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ کی گواہی دی۔ انّ محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کی گواہی دی۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ رب العزت کا رسول ہوں۔ اس نے مجھے سارے لوگوں کی طرف بھیجا ہے، تاکہ میں اسے ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر قول کو ثابت کروں۔ اسلام لے آ سلامتی پا جائے گا۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو آتش پرستوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔"

دوسری روایت میں ہے "جب اس نے آپ کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے اور اس کی قوم کو ہلاک کرے۔" اس نے یمن پر اپنے عامل کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے دو قوی آدمی اس شخص کی طرف بھیجو جس کا ظہور سرزمین حجاز سے ہوا ہے وہ اس کے متعلق معلومات لے کر ہمارے پاس آئیں۔" باذان نے اپنا منشی اور اس کے ساتھ دوسرا شخص بھیجا۔ ان کے ہمراہ خط بھی بھیجا۔ وہ باذان کا خط لے کر مدینہ طیبہ آئے۔ آپ کو اس کا خط پیش کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا ان کے اعضاء پر لرزہ طاری تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی میرے پاس سے چلے جاؤ کل آنا۔" وہ کل حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "اپنے صاحب باذان کو پیغام دے دینا کہ میرے رب تعالیٰ نے اس کے بادشاہ کو آج رات قتل کر دیا ہے جبکہ رات کی سات ساعتیں گزری تھیں۔" اس وقت منگل کی رات تھی۔ جمادی الاولیٰ کی دس راتیں گزری تھیں ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ رب تعالیٰ نے اس پر اس کے بیٹے شہرویہ کو مسلط کر دیا۔ اس نے اسے جہنم واصل کر دیا۔ یہ دونوں قاصد باذان کے پاس آئے۔ اسے آپ کے متعلق بتایا تو وہ فوراً اسلام لے آیا۔"

ابو ربیع نے لکھا ہے "جب کسریٰ کی موت کی خبر اس تک پہنچی تو وہ مریض تھا۔ اس کے خواص لوگ اس کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "اب تم کس کو ہم پر امیر بناتے ہو؟" اس نے کہا: "اس ہستی پاک کی اتباع کر لو ان کے لیے دین کو خالص کر لو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ باذان نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب باذان کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کے لخت جگر شہرویہ کو صنعاء اور اس کے صوبوں کا عامل بنا دیا تھا۔ ابن کنانہ نے اخبار العرب والعجم میں لکھا ہے "جب کسریٰ نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا تو اسے پھاڑ دیا اور کچھ مٹی آپ کی طرف بھیج دی۔ آپ نے فرمایا: "اس

نے میرا گرامی نامہ پھاڑا ہے۔اس کو اور اس کی قوم کو عنقریب پارہ پارہ کر دیا جائے گا۔اس نے میری طرف مٹی بھیجی ہے۔ عنقریب تم اس کی زمین کے مالک بن جاؤ گے۔"

✿✿✿

بائیسواں باب

حضرت عبداللہ بن بدیل کو یمن بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی۔کلبی نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں آپ کے یمن کی طرف قاصد تھے۔انہوں نے صفین میں شرکت کی۔حضرت عبداللہ صفین میں شہید ہو گئے تھے وہ خزاء کے سردار تھے۔انہوں نے اپنے والد گرامی کے ہمراہ فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔غزوۂ حنین، طائف اور تبوک میں شرکت کی تھی۔وہ قدر و جلالت والے تھے۔انہوں نے صفین کے روز دو زرہیں اور دو تلواریں پہن رکھی تھیں۔"ان کا وہاں بڑا مقام تھا۔وہ اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن وہیں شہید ہوئے تھے۔"

✿✿✿

تیئیسواں باب

عبیداللہ بن عبدالخالق کو روم کی طرف بھیجنا

عبدالکریم نے شرح السیرۃ از عبدالغنی کی شرح میں، ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ نے کتاب الاستدراک میں، اور ابن عبدالبر نے اسماء صحابہ میں حضرت عطا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: "میرا یہ خط مبارک روم کے سرکش کے پاس کون لے کر جائے گا؟" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا، پھر فرمایا: "جو اسے لے کر جائے گا اس کے لیے جنت ہے۔" ایک انصاری شخص اٹھا اسے عبیداللہ بن خالق کہا جاتا تھا، اس نے عرض کی: "اگر میں اسے لے جاؤں تو کیا میرے لیے جنت ہے۔اگر میں مارا بھی جاؤں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تم نے میرا خط پہنچا دیا تو تمہارے لیے جنت ہے اگر تم مارے جاؤ یا ہلاک ہو جاؤ تو تمہارے لیے جنت ہے؟" وہ آپ کا مکتوب گرامی لے کر روانہ ہوئے۔وہ اس سرکش کے دروازے تک پہنچ گئے۔انہوں نے فرمایا: "میں رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔" اس نے انہیں اذن دے دیا۔وہ اندر گئے۔اس نے جان لیا کہ وہ نبی مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حق لے کر آئے ہیں۔انہوں نے آپ کا گرامی نامہ انہیں پیش کیا۔اہل روم اس کے پاس جمع تھے۔اس نے ان کے سامنے گرامی نامہ پیش

کیا۔انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ان میں سے صرف ایک شخص آپ پر ایمان لایا۔اسی وقت اسے شہید کر دیا گیا۔حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے تو ساری صورت حال عرض کر دی۔مقتول کا بھی ذکر کیا۔آپ نے فرمایا:"وہ یوم حشر پوری امت ہو کر اٹھے گا۔"

❁❁❁

چوبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو سمعان کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمعان بن عمرو کی طرف مکتوبِ گرامی لکھا۔اس نے اس کے ساتھ اپنے ڈول کو پیوند لگا لیا۔انہیں بنو راقع کہا جاتا تھا پھر سمعان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

❁❁❁

پچیسواں باب

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ بحرین کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

ایک قول یہ ہے کہ آپ اس وقت جعرانہ سے واپس تشریف لائے تھے۔دوسرا قول یہ ہے فتح مکہ سے قبل اس کی طرف گرامی نامہ بھیجا تھا۔اسے اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔اس نے آپ کی طرف عریضہ لکھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کر دی ہے۔میں نے آپ کا گرامی نامہ اہل ہجر پر پڑھا تھا۔بعض نے اسلام کو پسند کیا تھا۔اسے عجیب سمجھا تھا۔بعض نے اسے ناپسند کیا تھا۔میرے علاقے میں آتش پرست اور یہودی رہتے ہیں۔ان کے متعلق اپنا حکم نامہ تحریر فرمادیں۔" آپ نے ان کی طرف لکھا" کیا تم نے اصلاح کر لی ہے۔ہم تمہارے علاقے سے تمہیں معزول نہیں کریں گے جو یہودیت یا مجوسیت پر برقرار رہے گا۔اسے جزیہ دینا ہوگا۔" آپ نے ہجر کے آتش پرستوں کو بھی خط مبارک لکھا تھا۔ان پر اسلام پیش کیا تھا اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے نہ ہی ان کے ذبیحے کھائے جائیں۔آپ نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا۔آپ نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے لیے اونٹوں، گائیوں، بکریوں، پھلوں اور اموال زکوٰۃ کے متعلق لکھ کر دیا تھا۔حضرت علاء نے وہ گرامی نامہ لوگوں کو پڑھا کر سنایا اور ان سے صدقات وصول کیے۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کی طرح "باسمك اللهم" لکھتے تھے، حتیٰ کہ یہ آیت اتری:

ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (ھود:۴۱)

ترجمہ: سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔

آپ نے "بسم اللہ" لکھنا شروع کر دیا، پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (النمل:۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا۔

تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کر دیا۔ آپ نے منذر بن ساوی کی طرف یہ گرامی نامہ لکھوایا۔

امابعد! میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے، کیونکہ تم نے صلح کر لی ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ صلح کرتا ہوں۔ تمہیں اپنے منصب پر برقرار رکھتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے اخلاص کا اظہار کرنا۔ والسلام علیك آپ نے یہ مکتوب گرامی حضرت علاء حضرمی کے ہاتھوں بھیجا۔

❀❀❀

چھبیسواں باب

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان بھیجنا

ان کا نسب عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم تھا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ عرب کے ماہر تیراندازوں میں سے تھے۔ ان کے شہسواروں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے مصر میں ۴۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔ یا نوے سال تھی۔ آپ نے انہیں عمان کے دو بادشاہوں جیفر اور عبد کی طرف بھیجا۔ یہ دونوں جلندی کے بیٹے تھے۔ ان کا تعلق ازد کے ساتھ تھا۔ جیفر بادشاہ تھا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی تصدیق کر دی۔ انہوں نے حضرت عمرو اور ان کے صدقات کو چھوڑ دیا۔ وہ ان کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ وہ اس وقت ان کے پاس ہی تھے۔

❀❀❀

ستائیسواں باب

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجنا

ان کا نام عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ بئر معونہ

کے واقعہ میں سب سے پہلے شرکت کی۔ جب مشرکین غزوۂ احد سے واپس آرہے تھے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا آپ انہیں اپنے امور کے لیے بھیجتے تھے۔ وہ عرب کے بہادر اور شجاع لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں وصال کیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ نے انہیں دو مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ ایک میں اسے اسلام کی طرف بلایا۔ اس پر قرآن پڑھا" اس نے آپ کا مکتوب گرامی لیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔ تخت سے نیچے اتر آیا عاجزی کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حق کی گواہی دے دی۔ عرض کی: "اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور ہو جاتا۔" اس نے آپ کی طرف خط لکھا۔ اس میں لکھا کہ اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ آپ کی دعوت پر لبیک کہا ہے۔

دوسرے مکتوب گرامی میں انہیں حکم دیا کہ آپ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کر دے اور انہیں آپ کے کسی صحابی کے ہمراہ آپ کی طرف بھیج دے۔" نجاشی نے انہیں دو کشتیوں میں تیار کیا۔ انہیں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ ہاتھی دانت کی شیشی منگوائی۔ اس میں آپ کے دونوں مکتوب گرامی رکھے۔ کہا: "جب تک یہ مکتوبانِ گرامی ہمارے پاس رہیں گے حبشہ خیر و عافیت سے رہے گا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ یہ مکتوبِ گرامی لکھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے نجاشی الاصحم حبشہ کے بادشاہ کی طرف! تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں جو ملک قدوس، مؤمن اور مہیمن ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے طیبہ، طاہرہ اور کنواری اور پاک دامن مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھونکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے صدف بطن میں جلوہ گر ہو گئے۔ اس نے انہیں اپنی روح اور پھونک سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست اقدس اور نفخہ سے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہٗ لا شریك ہے۔ ان کی اطاعت پر معاہدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری اتباع کرو۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ جو پیغام حق میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد حضرت جعفر اور کچھ مسلمانوں کو بھیجا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اپنے ہاں ٹھہرا لینا۔ تکبر ترک کر دو۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے۔ میں نے اخلاص کا اظہار کر دیا ہے۔ میری نصیحت کو قبول کر لو۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کی طرف عریضہ لکھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے!

السلام علیك یانبی الله من الله و رحمة الله و برکاتهٗ!

اس رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے جو کچھ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔ آسمان کے رب کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے کچھ بھی زائد نہیں ہیں۔ ہم نے اسے جان لیا ہے جس کے ساتھ آپ کو ہماری طرف بھیجا گیا ہے۔ ہم نے آپ کے چچازاد اور ان کے ساتھیوں کی ضیافت کی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے صادق و مصدّق رسول ہیں۔ میں نے آپ کی بیعت کرلی ہے۔ آپ کے چچازاد کی بیعت کرلی ہے۔ میں ان کے ہاتھوں رب العالمین کے لیے اسلام آیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے پاس اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں۔ میں اپنے نفس کا ہی مالک ہوں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے۔"

ابن اسحق نے لکھا ہے:

"محمد نبی ﷺ کی طرف سے نجاشی الاصحم عظیم الحبشہ کی طرف!

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لایا۔ اس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کی بیوی نہیں۔ اس کی اولاد نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں تمہیں رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اس کا رسول (امین) ہوں۔ اسلام قبول کرلو۔ سلامتی پاجاؤ گے۔"

یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ (آلِ عمران: ۶۴)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ ہم صرف اللہ رب العزت کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ہم میں سے بعض بعض کو اللہ تعالیٰ چھوڑ کر رب نہیں بنائیں گے۔ اگر تم نے انکار کردیا تو تم پر تمہاری قوم کے نصاریٰ کا بھی گناہ ہوگا۔"

تنبیہ

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس طرح اس کو ذکر کرنے میں نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خط صرف نجاشی کی طرف تھا۔ یہ اس

وقت لکھوایا تھا جب آپ نے شاہانِ عالم کو مکتوبات لکھوائے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تھی۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام زہری نے لکھا ہے۔ ''ان کی طرف آپ کے مکتوباتِ گرامی کا ایک ہی نسخہ تھا۔ سب کی طرف یہی آیت طیبہ لکھی تھی۔ یہ آیت طیبہ بلا اختلاف مدنی ہے۔ اس میں نجاشی الاصحم کا تذکرہ شاید راوی کا اضافہ جس طرح کہ اس نے سمجھا ہو۔''

اس سے بھی زیادہ مناسب روایت وہ ہے جسے امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو بھیجا۔ زاد المعاد میں ہے'' آپ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا۔ انہیں ایک خط دے کر بھیجا۔ ایک اور خط حضرت سائب بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھیجا۔ مگر اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ یہ حضرت سائب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

✿✿✿

اٹھائیسواں باب

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے کہ جب آپ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان کے لیے ایک عہد نامہ لکھا۔ جس میں انہیں اسلام کے شرائع، فرائض اور حدود لکھے۔ انہیں حضرت ابی نے لکھا۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔ عمرو بن حزم بن زید خزرجی تھے۔ ان کا تعلق بنو مالک بن نجار سے تھا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے ان کی کنیت ابوضحاک تھی۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی۔ ان کا پہلا غزوہ غزوۂ خندق تھا۔ آپ نے انہیں نجران پر عامل مقرر کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک سترہ سال تھی، تاکہ وہ انہیں دین حق سکھائیں۔ قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ ان سے صدقات لیں یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے پہلے آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے لیے ایک مکتوب لکھوایا جس میں فرائض، سنن، صدقات اور دیات لکھوائیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں ۵۱ھ میں وصال کیا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عبد البر نے کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان سے ان کے بیٹے محمد، نضر بن عبد اللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی نے روایت کیا ہے۔

✿✿✿

انتیسواں باب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے "ابو ہریرہ کا نام عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف ہے۔ انہوں نے ان کے نام اور ان کے والد کے نام میں بہت سا اختلاف لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا۔ اسلام میں عبد اللہ یا عبد الرحمٰن نام رکھا گیا ان پر ان کی کنیت ہی غالب رہی۔ یہی ان کی پہچان بنی۔ ان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنی آستین میں بلی اٹھائے رکھتا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "بلی" آپ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ!"

انہوں نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس میں شرکت کی تھی۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہ بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کا حافظہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیز تھا۔ آپ نے ان کے حق میں گواہی دی کہ وہ علم وحدیث کے شوقین ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ سے بہت سی روایات سنی ہیں مجھے خدشہ ہے کہ میں انہیں بھلا دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "اپنی چادر بچھاؤ۔" انہوں نے چادر بچھائی تو آپ نے دست اقدس سے چلو بھرا اس میں ڈالا، پھر فرمایا: "اسے اپنے ساتھ ملالو۔" اس کے بعد وہ کچھ نہ بھولے۔ امام بخاری نے لکھا ہے: "صاحب اور تابع کے مابین ان سے ۸۰۰ سے زائد روایات مروی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین کا عامل مقرر کیا، پھر انہیں معزول کر دیا پھر انہیں عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ مدینہ طیبہ میں ہی رہے، حتیٰ کہ انہوں نے ۵۷ھ میں وصال کیا اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ ایک قول کے مطابق ان کا وصال عقیق کے مقام پر ہوا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی وہ مدینہ طیبہ کے امیر تھے مروان کو معزول کر دیا گیا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے: "آپ نے ہجر کے مجوسیوں کو خط لکھا۔ ان پر اسلام پیش کیا۔ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔ آپ نے حضرت علاء کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔

تیسواں باب

حضرت عبدالرحمان بن ورقاء کو ان کے بھائی کے ساتھ یمن بھیجا

[پہلے ان کا تذکرہ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن ورقاء کے ساتھ ہو چکا ہے۔]

❁❁❁

اکتیسواں باب

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو صنعاء بھیجنا

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

بتیسواں باب

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنا

ابو ربیعہ کا نام عمرو بن مغیرہ تھا۔ان کی کنیت ابوعبدالرحمان یا ابوعبداللہ تھی۔ یہ ابوجہل بن ہشام کے ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ان کی ماں کا نام ام جلاس تھا۔اس کا نام اسماء بنت مخربہ تھا۔ یہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا تھا اور اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

حضرت فرات بن حیان کو ثمامہ بن اثال کی طرف بھیجنا

یہ ابن ثعلبہ العجلی ہیں ان کا تعلق بنو عجل سے تھا۔ یہ بنو سہم کے حلیف تھے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی۔ان سے حارثہ بن مضرب اور حنظلہ بن ربیع نے روایت کیا ہے۔ یہ ابن عبدالبر کا قول ہے۔روایت ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ثمامہ بن اثال کی طرف مسیلمہ کے قتل اور اس کے ساتھ قتال کرنے کے لیے بھیجا۔

❁❁❁

چونتیسواں باب

حضرت قدامہ بن مظعون کو حضرت منذر بن ساویٰ کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے ان کا نسب یہ لکھا ہے حضرت قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن خذافہ بن جمح قریشی جمحی۔ ان کی کنیت ابوعمر تھی۔ یا ابوعمرو تھی۔ پہلی کنیت زیادہ مشہور ہے۔ ان کی والدہ بنوجمح میں سے ایک خاتون تھی۔ یہ حضرات عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن صفیہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں عثمان اور عبداللہ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور دیگر سارے غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین پر عامل مقرر کیا، پھر انہیں معزول کر دیا، شراب نوشی کی وجہ سے ان پر حد جاری کی۔ اس کا ایک طویل سبب ہے۔ اس کا ذکر ابن عبدالبر نے کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق ان سے ناراض ہو گئے، پھر اس خواب کی وجہ سے ان سے صلح کر لی جو انہوں نے دیکھا تھا۔ جب وہ حج سے واپس آئے۔ سقیا اترے تو سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا: ''جلدی جلدی قدامہ کو میرے پاس لے کر آؤ۔ بخدا! میرے پاس خواب میں ایک آنے والا آیا ہے۔ اس نے فرمایا: ''قدامہ سے صلح کر لو وہ تمہارا بھائی ہے۔'' اسے جلدی جلدی میرے پاس لے کر آؤ۔'' جب لوگ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا، پھر آ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کے لیے مغفرت طلب کی۔'' ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اہل بدر میں سے صرف حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ کو ہی شراب نوشی کی وجہ سے حد لگی تھی۔ انہوں نے ۳۶ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۸ سال تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ کی طرف بھیجا تھا۔

❁❁❁

پینتیسواں باب

حضرت قیس بن نمط کو ابی زید قیس بن عمر کی طرف بھیجنا

عبدالکریم نے وفود میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ رشاطی نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن نمط بن قیس بن مالک یا قیس بن مالک بن نمط الارحبی۔ جاہلیت میں حج کے لیے نکلے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ آپ اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔

انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔آپ نے ان سے پوچھا:"کیا تمہاری قوم کے پاس قوت ہے؟"انہوں نے عرض کی:"ہم عرب کے مضبوط ترین لوگ ہیں۔میں اپنے قبیلے میں ایک شہ سوار کو چھوڑ آیا ہوں جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔اس کی کنیت ابو زید قیس بن عمرو ہے۔یا ابو زید عمرو بن مالک ہے۔اس کے نام مکتوب لکھ دیں میں اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔آپ نے مکتوب لکھوایا۔حضرت قیس بن نمط ابو زید کے پاس آئے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا،بعض ارحب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔وہ کچھ لوگوں کو لے کر مکہ مکرمہ آئے تا کہ حضور اکرم ﷺ کو یمن لے جائیں یہ دو یا تین سال بعد کا واقعہ ہے۔اس مدت میں انصار آچکے تھے۔انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کرلیا تھا۔آپ ان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔قیس بن نمط خود آپ کی خدمت میں گئے ساتھیوں کو مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑ گئے۔جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا:"اس شخص نے وفا کی ہے۔"انہوں نے اپنی قوم کے بارے میں بتایا۔آپ نے فرمایا:"میں تمہیں عنقریب مکتوب لکھ کر دیتا ہوں۔تمہیں اپنی قوم پر عامل مقرر کرتا ہوں۔" آپ نے چمڑے کے ٹکڑے پر انہیں لکھ دیا۔سارے ہمدان نے اسلام قبول کرلیا۔جب آپ تبوک سے واپس آئے تو وہ سارے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔وہ ۱۲۰ شہ سوار تھے۔"

✿✿✿

چھتیسواں باب

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو یمن کی طرف بھیجنا

زاد المعاد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔یا ۱۰ھ ماہ ربیع الاول میں انہیں بھیجا۔انہیں اسلام کا داعی بنا کر بھیجا۔ان کی اکثریت نے قتال کے بغیر برضا و رغبت اسلام قبول کرلیا،پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا وہ حجۃ الوداع کے وقت آپ سے مکہ مکرمہ آ کر مل گئے تھے۔

✿✿✿

سینتیسواں باب

حضرت مالک بن مرارہ کو حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ یمن بھیجنا

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ راوی کہتے ہیں"حضور اکرم ﷺ نے ایک مکتوب گرامی لکھا۔جس میں انہیں اسلام کے شرائع اور اموال اور جانوروں میں صدقہ کے متعلق لکھا۔انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کے صحابہ اور قاصدوں۔کے ساتھ بھلائی

کے ساتھ پیش آئیں۔حضرت معاذ اور حضرت مالک آپ کے ان کی طرف قاصد تھے۔آپ نے انہیں اپنے قاصدوں کے متعلق لکھا اور جو کچھ ان کی طرف پہنچے۔آپ نے کچھ اہل یمن کے نام بھی لکھے۔ان میں حضرات حارث بن عبد کلال، شریح بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال نعمان، دوسرے قول کے مطابق ذی یزن، معافر، ہمدان، زرعہ ذی رعین کے اسماء لکھے۔انہوں نے حمیرہ میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صدقہ اور جزیہ جمع کریں اور یہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت مالک بن مرارہ کے حوالے کر دیں۔ان کے ساتھ بھلائی کریں۔حضرت مالک بن مرارہ اہل یمن کا آپ کی طرف قاصد تھے۔انہوں نے ان کے اسلام اور اطاعت کی خبر دی۔آپ نے ان کی طرف لکھا کہ مالک بن مرارہ نے خبر کو پہنچا دیا ہے اور غیب کی حفاظت کی ہے۔راوی کہتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ نے کندہ میں سے بنو معاویہ کی طرف اسی طرح کا مکتوب لکھا۔"

❁❁❁

اڑتیسواں باب

حضرت مالک بن عبداللہ کو یمن بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے مالک بن فزارہ۔مگر صحیح ابن مرارہ ہے۔بعض نے رہاوی لکھا ہے۔عطاء نے ثقہ راویوں سے حضرت مالک بن مرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: "جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔" ابن عبدالبر نے لکھا ہے "مالک بن مرارہ صحابہ کرام میں معروف نہ تھے۔" ابن سعد نے لکھا ہے "مالک بن مرارہ اہل یمن کے آپ کی طرف قاصد تھے۔انہوں نے آپ کی اطاعت اور اسلام کی خبر دی تھی۔" آپ نے فرمایا: "مالک بن مرارہ نے خبر پہنچا دی ہے اور غیب کی حفاظت کی ہے۔"

❁❁❁

انتالیسواں باب

مالک بن عقبہ یا عقبہ بن مالک کو حضرت معاذ کے ساتھ یمن کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ مالک بن عقبہ یا عقبہ بن مالک۔اکثر نے اسی طرح انہیں شک کے ساتھ روایت کیا۔ ابن اسحاق نے وفود میں ان کا ذکر کیا ہے۔آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبداللہ بن زید، مالک بن عبادہ، مالک بن

عقبہ اور ان کے ساتھیوں کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنا صدقہ اور جزیہ جمع کر دا سے میرے قاصدوں تک پہنچا دو۔ ان کے امیر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ تم سے راضی ہی لوٹیں۔"

✿✿✿

چالیسواں باب

حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف بھیجنا

یہ مہاجر بن ابی امیہ حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ تھے۔ یہ حضرت ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے ردت کی جنگوں میں انہوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حارث بن عبد کلال حمیری کے پاس بھیجا اور اس پر سورۃ البینۃ پڑھنے کا حکم دیا۔ جب وہ اس تک پہنچے اور یہ سورت پڑھی۔ اسے فرمایا: "حارث! تم بادشاہوں میں سے سب سے بڑے ہو۔ تمہارے قیدیوں نے تمہیں مالی منفعت دی اور تمہارا مستقبل بہتر ہو گیا۔ تم سے پہلے بھی بادشاہ تھے ان کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ ان کی خبریں باقی رہ گئی ہیں انہوں نے طویل زندگی پائی۔ بڑی بڑی امیدیں وابستہ کیں زادِ راہ کم لیا۔ بعض کو موت نے آلیا۔ بعض کو عذاب نے آلیا۔ میں تمہیں اس رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اگر تم نے ہدایت کا ارادہ کیا تو وہ تمہیں منع نہ کرے گا۔ اگر اس نے تمہارا ارادہ کر لیا تو کوئی اس سے تمہیں بچا نہ سکے گا۔ میں النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ وہ ذات بابرکات جو حکم دیتی ہے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اور اس سے قبیح چیز کوئی نہیں ہو سکتی جس سے وہ روکتے ہیں۔ جان لو کہ تمہارا ایک رب ہے جو زندہ کو مارتا ہے مردہ کو زندہ کرتا ہے جو کچھ سینوں کے اندر ہوتا ہے وہ اسے جانتا ہے۔" حارث نے کہا کہ وہ اس کے معاملہ میں غور و فکر کرے گا۔" پہلے گزر چکا ہے کہ وہ اور اس کی قوم وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔"

ابو ربیع نے لکھا ہے" آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر ۶ ھ کے اختتام اور ۷ ھ کے شروع میں بادشاہوں کو مکتوبات لکھے۔ شاید جب حضرت مہاجر حارث بن عبد کلال کے پاس گئے ہوں۔ انہوں نے اس روز اسے تردد میں دیکھا ہو، پھر رب تعالیٰ نے اس کے اندھے پن کو دور کر دیا ہو۔ اس کے بعد اس نے انہیں اور اپنے ساتھیوں کو اسلام کی بشارت دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا ہو۔ اس طرح مختلف روایات جمع ہو سکتی ہیں۔

✿✿✿

اکتالیسواں باب

حضرت نمیر بن خرشہ کو ثقیف کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ثقیف کے لیے ایک مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے لیے ان کا ذمہ ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے ان کے لیے مکتوب لکھا۔ حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے ان کے لیے گواہی دی۔ آپ نے یہ مکتوب حضرت نمیر بن خرشہ کے حوالے کیا۔

❁❁❁

بیالیسواں باب

حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی کو ابن ذی اللحیہ کی طرف بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ عامر ان کا دادا تھا۔ انہوں نے غزوہ خندق میں آپ کی طرف ہجرت کی تھی۔ انہوں نے ہی بنو قریظہ اور مشرکین کو رسوا کیا تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ مشرکین کو دور لے گیا۔ ان پر آندھی اور ایسے لشکر بھیج دیئے جنہیں وہ نہ دیکھ رہے تھے۔ مشرکین اور بنو قریظہ کے مابین پھوٹ ڈالنے میں ان کی خبر بڑی عجیب ہے۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

الذین قال لھم الناس۔ (آل عمران)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جب کہا انہیں لوگوں نے۔

انہیں صرف ایک کو "الناس" سے تعبیر کیا۔ حضرت نعیم نے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہادت حاصل کی۔ سیف بن عمر نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں ابن ذی اللحیہ اور ابن مشیمصہ جبیری کی طرف بھیجا۔

❁❁❁

تینتالیسواں باب

حضرت واثلہ بن اسقع کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکیدر کی طرف بھیجنا

عبد الکریم نے الوفود میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ اس وقت بارگاہِ رسالت مآب میں وفد کی صورت

میں حاضر ہوئے۔ جب آپ تبوک کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی بیعت کی۔ اپنے اہلِ خانہ کی طرف گئے۔ انہیں بتایا۔ ان کے باپ نے کہا: ”میں تم سے کبھی بھی گفتگو نہ کروں گا۔“ ان کی بہن نے ان کا کلام سنا تو اسلام قبول کرلیا۔ ان کی تیاری کی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب کی طرف آئے۔ آپ تبوک کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”جو مجھے آپ کے پیچھے لے جائے گا۔ اس کے لیے میرا حصہ ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ نے اس کو سوار کردیا اور بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کردیا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ آپ نے انہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر کی طرف بھیجا۔ انہیں مالِ غنیمت ملا۔ وہ اپنا حصہ حضرت کعب بن عجرہ کے پاس لے کر آئے، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے تمہیں سوار کرایا تھا۔“

❁❁❁

چوالیسواں باب

حضرت وبر یا وبرہ بن یحنس رضی اللہ عنہ کو داذویہ کی طرف بھیجنا

ان کا نام وبر بن یحنس تھا، ابن عبد البر نے ابن محصن الخزاعی لکھا ہے انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے انہیں داذویہ، فیروز دیلمی اور جشیش دیلمی کی طرف یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ اسود عنسی کذاب کو قتل کریں جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا سیف بن عمر نے کتاب الردۃ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلیمہ، اسود اور طلیحہ کو قاصدوں کے ذریعے قتل کردیا تھا۔ جس درد میں آپ مبتلا تھے اس نے آپ کو امر الٰہی سے روکا آپ نے حضرت وبر بن یحنس کو فیروز، جشیش اور داذویہ کی طرف بھیجا۔ یہ واقعہ آپ کے مرض وصال کا ہے۔

❁❁❁

پینتالیسواں باب

حضرت ولید بن بحر جرہمی کو یمن کے سرداروں کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں یمن کے سرداروں کی طرف بھیجا یہ مؤقف قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قضاعی نے عیون المعارف اور فنون اخبار الخلائف میں لکھا ہے۔

❁❁❁

چھیالسواں باب

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان کو ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجنا

یہ صدی بن عجلان بن حارث تھے یا ابن وھب تھے۔ یا ابن عمرو بن وہب تھے وہ اپنی کنیت ابوامامہ سے معروف تھے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ۸۶ سال کی عمر میں وصال کیا۔ ابن عبدالبر نے اسے کسی اختلاف کے بغیر لکھا ہے۔ ابویعلی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا میں ان کے پاس گیا تو میں بھوکا تھا۔ وہ خون کھا رہے تھے انہوں نے کہا آؤ، کھاؤ، میں نے کہا: میں تو اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہیں اس سے منع کروں۔ میں سو گیا۔ مجھے سخت بھوک لگی تھی۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس کے برتن میں مشروب تھا میں نے وہ برتن لیا اور اسے پی گیا۔ اس نے میرا پیٹ بھر دیا۔ میں سیر ہو گیا۔ پیاس بجھ گئی، پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا ”تمہارے خاندان کا ایک شخص تمہارے پاس آیا۔ تم نے اس کی عزت نہ کی۔ وہ ان کے پاس دودھ لے کر آئے۔ میں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے انہیں اپنا پیٹ دکھایا۔ ان کے آخری شخص نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسے بیہقی نے الدلائل میں لکھا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے انہیں ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجا تھا۔

❁❁❁

آپ کے کاتب

ان میں سے حضرت خلفاء اربعہ، طلحہ بن عبید، زبیر بن عوام کا تذکرہ عشرہ مبشرہ میں ہو چکا ہے۔ حضرت ابوسفیان، عمرو بن عاص، یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا تذکرہ امراء میں ہو چکا ہے۔

پہلا باب

حضرت ابان بن سعید قریشی اموی رضی اللہ عنہ

انہوں نے صحیح روایت کے مطابق حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا ۱۳ھ کو وصال فرمایا۔

❀❀❀

دوسرا باب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

یہ ابی بن کعب بن منذر حراری انصاری تھے۔ ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل تھی۔ یہ قراء کے سردار تھے۔ انہوں نے عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تھی۔ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ وہ فقہاء صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔ رب تعالیٰ کی کتاب حکیم کے سب سے بڑے قاری تھے۔ آپ نے انہیں سورۃ البینہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے انہیں فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ البینہ سناؤں۔ انہوں نے عرض کی: کیا رب تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ رونے لگے: آپ نے یہ سورت اس لیے پڑھ کر سنائی کیونکہ اس میں

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البینہ: ۳،۲)

ایک رسول اللہ کی طرف سے جو انہیں پڑھ کر سنائے پاک صحیفے جن میں لکھی ہوں سچی اور درست باتیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یہ مدینہ طیبہ میں آپ کے سب سے پہلے کاتب وحی تھے۔ الاصابہ میں ہے: انہوں نے سب سے پہلے خط کے آخر میں لکھا: اسے فلاں بن فلاں نے تحریر کیا ہے: ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے آپ کی وحی کو لکھا۔ وہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی کو لکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے لیے لکھتے اور آپ جاگیریں عطا فرماتے تھے ان کے متعلق بھی لکھتے تھے۔ آپ نے ان کی کنیت ابومنذر رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی کنیت ابوطفیل رکھی۔ طفیل ان کے لخت جگر کا نام تھا۔ انہوں نے ۱۹ھ میں وصال کیا یا ۲۰ھ یا ۲۲ھ یا ۳۰ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال کیا۔ ابونعیم اصبہانی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح موقف ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن حماد رضی اللہ عنہ کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے وہی زمین ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا بشرطیکہ وہ رب تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں یہ گواہی دیں کہ محمد عربی ﷺ ان کے بندے اور رسول ہیں وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔ بیت اللہ کا حج کریں کسی بدعتی کو پناہ نہ دیں۔ شک نہ کریں۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے خلوص کا انحصار کریں۔ وہ رب تعالیٰ کے پیاروں سے پیار کریں۔ اس کے دشمنوں سے بغض رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ پر لازم ہے کہ آپ ان کا دفاع ہر اس چیز سے کریں گے جس سے اپنے نفس، مال اور اہل کا دفاع کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت خالد ازدی رضی اللہ عنہ کی امان اور حضور اکرم ﷺ کی امان کے ساتھ ہیں بشرطیکہ ان امور کو پورا کریں آپ ﷺ نے جنادہ ازدی، ان کی قوم اور پیروکاروں کے لیے یہ مکتوب لکھوایا۔ جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں۔ مال غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ کا خمس اور حضور اکرم ﷺ کا حصہ ادا کرتے رہیں مشرکین سے جدا رہیں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ذمہ ہے۔ (اسے ابی نے لکھا ہے) حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے حضرت منذر بن ساویٰ کے لیے ایک اور خط لکھوایا۔

امابعد! میں نے تمہاری طرف حضرات قدامہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا ہے۔ تمہاری زمین کا جو جزیہ تمہیں حاصل ہوا ہے وہ ان کے حوالے کر دو۔ والسلام (اسے ابی نے لکھا ہے) آپ نے حضرت علاء بن حضرمی کی طرف یہ خط لکھوایا امابعد! میں نے منذر بن ساویٰ کی طرف وہ شخص بھیج دیا ہے جو اس جزیہ کو حاصل کرے گا جو اس کے پاس جمع ہے تم بھی جلدی کر دو اور جو عشر اور صدقہ تمہارے پاس جمع ہے اسے ان کے ساتھ ہی بھیج دو والسلام (اسے ابی نے لکھا ہے)

آپ نے بارق بن ازد کے لیے لکھا: یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بارق کے لیے ہے کہ ان کے پھل کو نہ توڑا جائے ان کے موسم بہار اور موسم گرما کی جگہوں پر مویشی نہ چرائے جائیں، مگر اس کی مثل مسلمان جو عرک یا جدب سے گزریں تو ان کے لیے تین دن کی ضیافت ہے۔ جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کے لیے وہ گرے ہوئے پھل ہیں جو ان کا پیٹ بھر دیں اس کے بغیر کہ اس درخت کی جڑ سے اکھیڑ لیا جائے۔ اس پر حضرات ابوعبیدہ بن جراح اور حذیفہ بن یمان نے گواہی دی۔ (اسے بھی ابی نے لکھا ہے)

تیسرا باب

حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ارقم بن ابی ارقم تھے۔ ابو ارقم کا نام عبد مناف بن اسد مخزومی تھا۔ انہوں نے ابتداء سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے ہجرت کی۔ غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی۔ انہوں نے ۵۳ھ میں وصال کیا۔ عمر مبارک ۸۳ سال تھی یا ۵۵ھ میں وصال کیا اور عمر مبارک اسی سال سے زائد تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کے لیے عبد یغوث بن وعلہ حارثی کے لیے لکھا۔ ان کے لئے وہی کچھ ہے جس زمین اور نخلستان پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں مال غنیمت کا خمس ادا کریں۔ ان کے عشر اور حشر کی شرط نہیں ہے۔ یہ ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے ہے۔ اسے ارقم بن ابی ارقم نے لکھا آپ نے یہ مکتوب بھی لکھوایا یہ مکتوب عاصم بن حارث حارثی کے لیے تھا۔ ان کے لیے ایک قسط ہے۔ اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے گا۔ اسے ارقم نے لکھا ہے)

آپ نے بنو سلیم کے ایک شخص اجب کے لیے لکھوایا کہ آپ نے انہیں فالس عطا کر دیا ہے (اسے بھی ارقم نے لکھا ہے)

❁❁❁

چوتھا باب

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ یہ بریدہ بن حصیب بن عبد اللہ تھے۔ ان کی کنیت یا ابو عبد اللہ یا ابو سہل یا ابو الحصیب یا ابو ساسان تھی۔ البتہ مشہور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ انہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، مگر اس غزوہ میں شرکت نہ کی تھی۔ انہوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔ درخت کے نیچے بیعۃ الرضوان کی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور غمیم پہنچے تو آپ کی خدمت میں حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ آئے۔ اسلام قبول کر لیا۔ ان کے ساتھی بھی ایمان لے آئے۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ثابت بن قیس انصاری خزرجی تھے۔ان کی کنیت ابوعبدالرحمان یا ابومحمد تھی یہ آپ کے خطیب تھے۔آپ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی تھی۔انہوں نے غزوہ احد بقیہ غزوات میں شرکت کی تھی۔انہوں نے جنگ یمامہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہادت کی قبا زیب تن کی تھی۔ ۱۱ھ تھی۔وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کی طرف گئے تھے جب مسلمان نبرد آزما ہوئے تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔حضرت ثابت اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں اس طرح قتال نہ کرتے تھے، پھر ہر ایک نے گڑھا کھودا۔ثابت قدم ہو کر لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے نفیس زرہ پہنی ہوئی تھی۔ایک مسلمان قریب سے گزرا تو اس نے وہ زرہ لے لی۔ ایک مسلمان سویا ہوا تھا۔اسے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خواب میں ملے۔انہوں نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں خبردار! اسے خواب پریشان سمجھ کر بھلا نہ دینا۔میں کل شہید ہو گیا تھا۔میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا۔اس نے میری زرہ لے لی۔اس کا خیمہ سارے لوگوں سے پرے ہے۔اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو طولاً چل رہا ہے۔اس نے زرہ پر ہنڈیا الٹی رکھی ہوئی ہے۔اس کے اوپر کجاوہ ہے۔حضرت خالد کے پاس جاؤ کہ وہ جائیں اور زرہ لے آئیں۔جب تم مدینہ طیبہ جاؤ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور میرا فلاں غلام آزاد ہے وہ شخص جاگا۔وہ حضرت خالد کے پاس گیا۔انہیں بتایا انہوں نے زرہ لانے کے لیے کسی کو بھیج دیا۔وہ ان کے پاس زرہ لے آیا۔اس نے وہ خواب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنایا اور انہوں نے ان کی وصیت کو جائز کر دیا۔ہم کسی اور کو نہیں دیکھتے جس کی وصیت اس کے مرنے کے بعد جائز کی گئی ہو۔ابن سعد نے لکھا ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمالہ اور حدان کے وفد کے لیے لکھوایا، یہ وہ مکتوب گرامی ہے جسے آپ نے بادیۃ الاسیاف اور نازلہ الاجواف کے لیے لکھوایا اور جو علاقہ ان کے اردگرد ہے ان کے نخلستانوں میں نہ اندازہ ہے نہ پیمانہ لیکن ان کے ہر دس وسق میں سے ایک وسق لیا جائے گا۔اس مکتوب کو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے لکھا، حضرت سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہی دی۔

❁❁❁

چھٹا باب

جہیم بن صلت رضی اللہ عنہ

یہ جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب قرشی مطلبی ہیں۔ غزوہ خیبر کے سال ایمان لائے آپ نے انہیں خیبر کی تیس وسق کھجوریں عطا کیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے: آپ نے یزید بن طفیل حارثی کے لیے مکتوب لکھوایا کہ ان کے لیے سارا المفتحہ ہے۔ اس میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔ جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوتے رہیں۔ اسے حضرت جہیم نے لکھا۔

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت جہیم بن سعد رضی اللہ عنہ

عبدالکریم نے المورد العذب میں لکھا ہے جہیم بن سعد۔ امام قرطبی نے کتاب الاعلام فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہے کہ عبدالکریم نے لکھا ہے میں نے ان کا مکتوب نقل کیا ہے۔ امام قضاعی نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام اور جہیم بن سعد صدقہ کے اموال لکھتے تھے۔ ابن منیر حلبی نے لکھا ہے کہ ہلال بن سراج نے اپنے والدگرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن میں جاگیر عطا کی تھی۔ حضرت بریدہ نے آپ کی طرف سے یوں لکھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مجاعہ بن مرارہ کی طرف! میں نے تمہیں الغورہ عطا کر دیا ہے جو ان کے ساتھ اس میں جھگڑا کرے وہ میرے پاس آئے اسے حضرت بریدہ نے لکھا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

وہ اسیدی تمیمی تھے۔ ان کی کنیت ابو ربعی تھی۔ یہ بنو اسید بن عمرو کی شاخ بنو شریف سے تھے۔ بنو اسید بنو تمیم کے اشراف میں سے تھے۔ نافع بن اسود تمیمی انہی پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قومی اسید ان سالت و منصبی ولقد علمت معاون الاحساب

یہ حکیم العرب اکثم بن صیفی کے بھتیجے تھے۔اس نے آپ کی بعثت کو پالیا تھا۔اس وقت اس کی عمر ایک سو نوے سال تھی،مگر اس نے اسلام قبول نہ کیا۔اس نے آپ کی طرف خط لکھا۔آپ نے اس کا جواب دیا۔جواب سے خوش ہوا۔اپنی قوم کو جمع کیا انہیں آپ کے پاس جانے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔اس کے متعلق اس کی داستان بڑی عجیب ہے۔ مالک بن نویرہ یربوعی نے اعتراض کیا۔اس نے قوم کو منتشر کر دیا۔اکثم نے اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا اطاعت گزاروں کو اس کے ساتھ بھیجا مگر وہ رستے میں گم ہو گئے۔آپ تک نہ پہنچ سکے۔حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ کے مشہور کاتب تھے۔انہوں نے قادسیہ میں شرکت کی اور یوم جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

❁❁❁

نواں باب

حضرت حویطب بن عبد العزیٰ رضی اللہ عنہ

ابن ابی قیس بن عبد ود یہ قریشی عامری تھے۔یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے انہوں نے ۶۰ سال کی عمر میں اسلام کو پایا حنین کے مال غنیمت میں سے انہیں ایک سو اونٹ ملے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حرم کی تجدید کا حکم دیا۔انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین میں شرکت کی تھی۔انہوں نے مدینہ طیبہ میں حضرت امیر معاویہ سے چالیس ہزار دینار کا گھر خریدا لوگوں نے اس کی وجہ سے باتیں کیں تو حضرت امیر معاویہ نے کہا:اس شخص کے لیے چالیس ہزار دینار کیا بناتے ہیں جس کے پانچ اہل وعیال ہوں ان کی کنیت ابو محمد یا ابو الاصبع تھی۔انہوں نے مشرکین کی طرف سے صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔فتح مکہ کے روز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی۔ان کے ساتھ چلے حتیٰ کہ امان کا اعلان ہو گیا۔فتح مکہ کے روز ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔حنین اور طائف کے غزوات میں شرکت کی۔آپ نے ان سے چالیس ہزار درہم قرض لیے انہوں نے وہ آپ کو ادھار دے دیئے تھے۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی امارت کے آخر میں وصال کیا تھا ۵۴ھ تھی۔ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔عبد الکریم حلبی نے لکھا ہے کہ ابن مسکویہ نے انہیں آپ کے کاتبوں میں شمار کیا ہے۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت حصین بن عمیر رضی اللہ عنہ

عبدالکریم نے انہیں السیرہ کی شرح میں لکھا ہے۔امام قضاعی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے مگر ان کا نسب نہیں لکھا۔ حلبی نے لکھا ہے کہ امام قرطبی نے انہیں اپنی کتاب میں لکھا ہے۔میں نے اسے ہی نقل کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر قرض اور معاملات لکھتے تھے۔ظاہر ہے کہ انہوں نے قضاعی ہی سے یہ لکھا ہے ان کا تذکرہ ابن عبدالبر اور ابن مسکویہ نے کیا ہے۔میں نے انہیں کتاب عیون المعارف میں لکھا ہے۔الحمد للہ!

❁❁❁

گیارھواں باب

حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

ابن عبدشمس بن عبدود۔یہ سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔آپ کے دارارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں۔حبشہ کی طرف سب سے پہلے انہوں نے ہی ہجرت کی تھی۔ان کا ذکر ابن عبدالبر نے کیا ہے۔عبدالکریم حلبی نے لکھا ہے کہ ابن مسکویہ نے انہیں اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو آپ کے کاتبوں میں شامل کیا ہے۔

❁❁❁

بارھواں باب

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

ابوالحسن بن براء اور ثعالبی نے لطائف میں لکھا ہے کہ یہ کھجور کا اندازہ کر کے لکھ لیتے تھے۔

❁❁❁

تیرھواں باب

حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ

ابن دحیہ نے ان کا تذکرہ کتاب علم النصر المبین میں کیا ہے کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے بنو عذرہ بن حمیر کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے خط لکھوایا۔ وہ خط حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

یہ حضرت خالد بن سعید بن عاص ہیں۔ یہ قریشی اور اموی ہیں۔ ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا ایک قول کے مطابق سب سے پہلے انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے تیسرے نمبر پر اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے وہاں دس سے زائد سال گزارے ان کے اسلام لانے کا سبب پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا جو آپ کی بعثت پر دلالت کرتا تھا۔ یہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ کی خدمت میں وہ انگوٹھی پیش کی تھی جس کا نقش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا وہ بئر اریس میں گر پڑی تھی حضرت ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راشد بن عبد السلمی کے لیے مکتوب لکھوایا۔ آپ نے دو غلوہ (تیر پھینکنے کی مسافت) سہم میں اور ایک غلوہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ رحاط میں زمین عطا کی تھی۔ جس میں کسی کا ان کے ساتھ جھگڑا نہ تھا جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی ثابت ہے۔ اس تحریر کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ انہوں نے آپ کا یہ گرامی نامہ بھی لکھا کہ آپ نے انہیں ادام اور شواق میں جگہ دی اور فرمایا: نہ تو ان پر کوئی ظلم کرے اور نہ ہی وہ کسی پر ظلم کریں۔ اسے حضرت خالد بن سعید نے لکھا۔

جب ثقیف کے وفد نے آپ سے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے وج کو حرام بنا دیں تو آپ نے یہ مکتوب لکھوایا یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مومنین کی طرف ہے کہ وج کا درخت نہ کاٹا جائے اور اس کا جانور شکار نہ کیا جائے جو اس طرح کرتا ہوا پایا گیا تو اسے پکڑ کر بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا جائے گا۔ یہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ اسے حضرت خالد بن سعید نے آپ کے حکم سے لکھا۔ اس سے کوئی متجاوز نہ ہو ورنہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خود پر ظلم کرنے والا ہو گا۔ آپ نے حضرت سعید بن سفیان کے لیے مکتوب لکھوایا۔ یہ رقبہ ہے جو آپ نے حضرت سعید بن سفیان کو عطا کیا ہے آپ

نے انہیں سوارقیہ کا باغ اور اس کا سامنا حصہ عطا فرما دیا۔ اس کے متعلق ان سے کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔ جھگڑا کرنے والے کے لیے کوئی حق نہ ہوگا۔ ان کا حق ہی فائق ہوگا۔ اسے حضرت خالد بن سعید نے لکھا۔

❁❁❁

پندرھواں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

یہ ابوسلیمان خالد بن ولید مخزومی ہیں یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ ان کا تذکرہ ابن عبد البر اور ابن الاثیر نے کیا ہے۔

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ حضرت زید بن ثابت انصاری بخاری ہیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہودیوں کی کتابت سیکھنے کا حکم دیا تھا تا کہ وہ آپ کو پڑھ کر سنائیں جب کہ وہ آپ کو خطوط لکھتے تھے۔ انہوں نے پندرہ روز میں یہ کتابت سیکھ لی تھی۔ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کے لیے لکھتا تھا۔ میں نے اپنے کانوں پر قلم رکھا ہوتا تھا کہ ہمیں قتال کا حکم ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھنے لگتے کہ آپ پر کیا اترا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک نابینا آ گیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے پیچھے کیسے آؤں گا میں نابینا ہوں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ۔ (النور:٦١)

ترجمہ: نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج۔

جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ انہوں نے غزوہ احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی۔ یا سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی۔ وہ فقہاء صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔ ان میں سے ایک تھے جنہوں نے آپ کے عہد مبارک میں سارا قرآن پاک یاد کیا تھا۔ آپ اپنے گھر میں سارے لوگوں سے زیادہ ہنس مکھ تھے لیکن قوم میں بیٹھے ہوتے تو سب سے زیادہ سنجیدہ ہوتے۔ انہوں نے ۵۶ھ میں وصال کیا۔

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ

تشریف لائے تو مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے مجھ پر تعجب کیا۔عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! یہ بنونجار کا بچہ ہے اسے دس سے زائد سورتیں یاد ہیں۔آپ نے اس پر تعجب کیا۔آپ نے فرمایا: زید! یہود کی کتابت سیکھ لو مجھے اپنے مکتوب پہ یہود سے امن نہیں ہے۔صرف پندرہ روز میں میں نے وہ کتابت سیکھ لی تھی۔میں اس میں ماہر بن گیا تھا۔میں آپ کے خطوط ان کے لیے لکھتا تھا۔ان کے خطوط آپ کے لیے پڑھتا تھا۔وہ آپ کے لیے وحی بھی لکھتے تھے۔سارے خطوط لکھتے تھے۔وہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مکتوبات لکھتے تھے۔آپ نے ان کے متعلق ہی فرمایا ہے: زید تم میں سب سے زیادہ فرائض کا علم جانتے ہیں۔حضرت عمر فاروق حج کرنے کے لیے جاتے تو انہیں اپنا نائب بناتے جب وہ شام تشریف لے گئے تھے تو وہ آپ کے ساتھ تھے۔یرموک کا مال غنیمت انہی کی نگرانی میں تقسیم ہوا تھا۔جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تو انہیں اپنا نائب بناتے۔آپ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے نگران تھے۔انہوں نے مدینہ طیبہ میں ۵۵ھ یا ۵۳ھ یا ۵۶ھ یا ۵۴ھ میں وصال کیا۔یا ۴۳ھ یا ۴۱ھ یا ۴۵ھ یا ۴۴ھ میں وصال کیا۔

❁❁❁

سترھواں باب

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ

یہ حضرت خالد اور ابان کے بھائی تھے۔سعید بن سعید رضی اللہ عنہ طائف کے روز شہید ہوئے تھے فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔آپ نے فتح مکہ کے روز بازار مکہ پر انہیں اپنا عامل مقرر کیا تھا۔ان کے باپ سعید بن عاص بن امیہ کے آٹھ بیٹے تھے تین کفر پر مارے گئے تھے۔احیحہ۔سعید بن عاص کی کنیت اسی پر تھی۔یہ یوم فجار کو کام آیا تھا عاص اور عبیدہ غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عاص کو اور حضرت زبیر بن عوام نے عبیدہ کا کام تمام کیا تھا۔انہوں نے فرمایا: میں نے غزوۂ بدر میں عبیدہ بن سعید سے ملاقات کی وہ غرق آہن تھا۔صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی۔میں نے آنکھ میں نیزہ مارا اور اسے ہلاک کر دیا۔میں نے اس پر ٹانگ رکھی۔اس پہ چلا میں نے کوشش کی کہ اس کی زرہ اتارلوں لیکن اس کی طرفین مڑ چکی تھیں۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی امارت میں ۵۹ھ کو وصال کیا۔ابن عبدالبر نے لکھا ہے یہ سعید بن عاص کے بھتیجے تھے۔آپ کے کاتبوں میں سے تھے۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت سجل رضی اللہ عنہ

ابوداؤد اور النسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت طیبہ کی تفسیر میں فرماتے تھے۔
يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ (الانبیاء:۱۰۴)
ترجمہ: جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات۔

کہ سجل آپ کے کاتبین میں سے تھے۔ ابن مردویہ، ابن مندہ نے حمدان بن سعید کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ایک کاتب کا نام سجل تھا۔ رب تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل کی۔ سجل حبشہ کی لغت میں آدمی کو کہا جاتا ہے، لیکن انہوں نے حمدان بن علی کہا ہے ابن مندہ میں ابن سعید میں وہم کیا ہے۔ ابن مندہ نے لکھا ہے کہ حمدان اس میں منفرد ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر اس سے مراد ابن علی ہو تو وہ ثقہ ہیں۔ معروف ہیں ان کا نام محمد بن علی تھا۔ یہ امام احمد کے ساتھیوں میں سے تھے، لیکن خطیب نے حمدان بن سعید بغدادی لکھا ہے ابن مندہ کی روایت ترجیح پا گئی۔ خطیب نے برقانی سے روایت کیا ہے کہ ازدی کہتے ہیں کہ اس میں ابن نمیر منفرد ہیں۔ ابن نمیر بڑے ثقہ ہیں ان طرق سے یہ روایت صحیح ہے۔ جس نے اسے موضوع کہا ہے۔ اس نے غفلت سے کام لیا ہے، لیکن اس کی مخالفت میں بھی روایت ہے امام رافعی اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے صحیفہ کو کتاب پر لپیٹنا مراد ہے۔ مجاہد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: میں نے حضرت ابن عباس سے مروی سابقہ روایت کو المزی پر پیش کیا۔ انہوں نے اس کا بہت زیادہ انکار کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ابن تیمیہ اس روایت کو موضوع کہا کرتے تھے اگرچہ یہ سنن ابی داؤد میں ہے۔ المزی نے کہا: میں بھی اس طرح کہتا ہوں، الحافظ لکھتے ہیں: یہ مخالفت ہے۔

❁❁❁

انیسواں باب

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

حسنہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ ان کے باپ کا نام عبداللہ بن مطاع بن عبیداللہ تھا۔ یہ بنوزہرہ میں سے کندہ کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ انہیں ان کی والدہ حسنہ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ دوسرا قول ہے اس نے انہیں بیٹا بنالیا تھا۔ ان کی ماں نہ تھی انہوں نے سب سے پہلے آپ کے لیے لکھا۔ وہ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے۔ قریش کے چیدہ

لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ شام کے صوبوں میں سے کسی صوبے پر امیر تھے۔

❁❁❁

بیسواں باب

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

یہ عامر بن فہیرہ تیمی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابتداء میں اسلام قبول کرلیا تھا مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کے ساتھ انہیں بھی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ بئر معونہ کے روز شہید ہو گئے تھے۔

امام احمد نے عبدالملک بن مالک مدلجی سے روایت کی ہے۔ یہ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے کہ ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت سراقہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے تھے۔ وہ ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ سے عرض کی۔ آپ کی قوم نے آپ کو پکڑنے کے لیے انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں ان کے سفر کی خبریں بتائیں۔ لوگوں کا ارادہ بتایا۔ میں نے انہیں زادِ راہ پیش کیا کچھ سامان پیش کیا مگر آپ نے مجھ سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ انہوں نے مجھے صرف یہ کہا: ان سے دور ہو جاؤ۔ میں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ میرے لئے تحریر لکھ دیں۔ مجھے امان عطا کریں۔ حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے لکھ دیا۔ آپ آگے روانہ ہو گئے۔

❁❁❁

اکیسواں باب

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث بن وہب قرشی زہری ہیں۔ فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ انہوں نے آپ کے لیے اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا۔ امام مالک نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے پاس خط آیا۔ آپ نے پوچھا: اس کا جواب کون دے گا؟ حضرت عبداللہ بن ارقم نے عرض کی: میں۔ انہوں نے جواب لکھا اور بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا آپ نے اسے پسند کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہیں حاضر تھے انہوں نے تعجب کیا۔ انہوں نے آپ کی تمنا کے مطابق لکھا تھا جب آپ نے انہیں لکھنے کے لیے کہا تو انہوں نے بھی آپ پر اعتماد کیا۔ جب وہ انہیں کسی بادشاہ کو خط لکھنے کا

حکم دیتے تو وہ لکھ کر پیش کرتے وہ اس پر مہر لگا دیتے اور ان کی امانت کی وجہ سے اسے نہ پڑھتے۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے استعفیٰ مانگا تو انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ امام مالک نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیت المال سے تیس ہزار درہم پیش کرنے کی کوشش کی، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کیا ہے۔ میرا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں تین لاکھ درہم پیش کرنے کی کوشش کی، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا ہے۔ میرا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

✿✿✿

بائیسواں باب

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول تھے۔ یہ خزرجی اور انصاری تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے آپ سے اذن طلب کیا کہ اپنے باپ کو قتل کر دیں مگر آپ نے انہیں فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ حضرت عبداللہ نے قتال ردت میں یمامہ میں ۱۲ھ میں شہادت کا جام نوش کیا تھا۔ ابن عبدالبر نے انہیں آپ کے کاتبوں میں لکھا ہے۔

✿✿✿

تئیسواں باب

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن رواحہ خزرجی انصاری ہیں۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ موتہ میں جام شہادت نوش کر گئے۔

✿✿✿

چوبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے: راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھا ہے کہ جس نے لخم میں سے حدس سے اسلام قبول کیا۔ نماز قائم کی۔ زکوٰۃ دی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ادا کیا۔ مشرکین سے جدا ہوا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ساتھ امن میں ہے لیکن جو اپنے دین حق سے لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذمہ سے بری ہیں۔ جس کے اسلام کے بارے کسی مسلمان نے گواہی دے دی۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امن میں ہے۔ وہ مسلمانوں میں سے ہے۔ اسے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

❁❁❁

پچیسواں باب

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

یہ قرشی عامری ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وحی لکھی پھر اسلام سے مرتد ہو گئے۔ مکہ مکرمہ میں مشرکین کے ساتھ جا ملے جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پناہ طلب کی۔ انہوں نے اسے پناہ دے دی۔ جب اہل مکہ پرسکون ہو گئے تو اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے پناہ طلب کی آپ کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: درست ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: میں اس لیے خاموش رہا تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ اس کی آنکھوں کی خیانت ہو۔ انہوں نے اس دن اسلام قبول کر لیا تھا۔ اپنے اسلام کو عمدہ کیا۔ اس کے بعد ان سے کسی ناپسندیدہ امر کا اظہار نہ ہوا۔ یہ قریش کے داناؤں اور کریم لوگوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں ۲۵ھ میں مصر کا والی مقرر کر دیا۔ انہوں نے افریقہ فتح کیا۔ یہ بہت بڑی فتح تھی۔ اس میں ایک شہسوار کا حصہ تین ہزار مثقال تھا۔ ان کے ہمراہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ افریقہ کے بعد انہوں نے سرزمین نوبہ میں اساود پر حملہ کر دیا ۳۱ھ تھی، پھر روم کی طرف سمندر میں صواری پر حملہ کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتنہ کے زمانہ میں کنارہ کش ہو گئے تھے۔ عسقلان میں مقیم ہو گئے تھے یا رملہ کو مسکن بنا لیا تھا وہ دعا مانگتے تھے کہ رب تعالیٰ انہیں نماز میں موت عطا کرے۔ انہوں نے نماز صبح میں پہلا سلام پھیرا دوسری طرف سلام

پھیر نے کا ارادہ کیا تو وصال فرما گئے۔اس وقت ۱۳۱ ھ تھی۔یہی صحیح قول ہے۔دیگر اقوال ۵۷ھ یا ۵۹ھ کے بھی ہیں۔ابن خیاط نے لکھا ہے کہ جس نے ان کے باپ سرح کو آپ کے کاتبوں میں شمار کیا ہے اس نے وہم کیا ہے۔

✿✿✿

چھبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

✿✿✿

ستائیسواں باب

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو معن الطائیین الثعلبیین کی طرف لکھا کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔وہی چشمے،وہی شہر،غدوۃ الغنم اور اس سے پرے میبتۃ انہی کے لیے ہیں جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔زکوٰۃ دیتے رہیں۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیں مشرکین سے جدا رہیں اپنے اسلام پر گواہ رہیں۔راستے کو پرامن بناتے رہیں۔یہ مکتوب گرامی حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔

آپ نے جہینہ میں سے بنو شنخ کی طرف یہ خط لکھوایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ وہ امور ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہینہ میں سے بنو شنخ کو دیئے آپ نے انہیں جہینہ میں سے وہ علاقے عطا کیے جن کی انہوں نے حد بندی کی ہے۔جن علاقوں میں انہوں نے ہل چلایا ہے۔جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں۔ان کا حق ہی فائق ہے۔یہ خط حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے اسلم میں سے بنو خزاعہ کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھا یا کہ ان میں سے جو ایمان لے آئے۔نماز قائم کرے۔زکوٰۃ دے۔رب تعالیٰ کے دین میں اخلاص کا اظہار کرے۔ان کی اس کے خلاف مدد کی جائے گی۔جس نے انہیں ظلم کے ساتھ تکلیف دی۔ان کے لیے لازم ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کریں جب آپ انہیں بلائیں اہل دیہ کے لیے بھی وہی کچھ ہے جو کچھ اہل شہر کے لیے ہے۔وہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ مہاجر ہیں۔یہ تحریر حضرت علاء نے لکھی اور اس پر گواہی دی۔

اٹھائیسواں باب

حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو معن الطائیین کی طرف لکھا کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ چشمے، وہ شہر، غدوۃ الغنم اور اس سے پرے میثۃ ان کے لیے ہی ہے جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں۔ مشرکین سے جدا رہیں۔ اپنے اسلام پر گواہ رہیں راستوں کو پر امن بناتے رہیں۔ یہ مکتوب گرامی حضرت علاء بن عقبہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔ آپ نے جہینہ میں سے بنو شنخ کے لیے لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ امور ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے جہینہ میں بنو شنخ کو دیئے۔ آپ نے جہینہ میں سے انہیں وہ کچھ دیئے جن کی انہوں نے حد بندی کی ہے۔ جن علاقوں میں انہوں نے ہل چلایا ہے جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی فائق ہے۔ اسے حضرت علاء بن عقبہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس بن مرداس سلمی کے لیے لکھا۔ آپ نے انہیں عطا کیا فرمایا: اس میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔ جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔ اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی فائق ہوگا۔ اسے حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا اور گواہی دی۔

✿✿✿

انتیسواں باب

عبدالعزیٰ بن خطل مرتد ہونے سے قبل

ایک قول کے مطابق اس کا نام حلال تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا حضور اکرم ﷺ نے اسے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے ہمراہ ایک انصاری شخص کو بھیجا۔ اس کے ہمراہ اس کا غلام بھی تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا۔ یہ ایک جگہ اترا۔ غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے بکرا ذبح کرے۔ اس کے لیے کھانا تیار کرے۔ وہ سو گیا۔ جب وہ جاگا تو اس کے لیے کچھ بھی تیار نہ تھا۔ اس نے اس پر حملہ کیا اسے قتل کر دیا، پھر مرتد ہو کر مشرک بن گیا۔ یہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔ جب غفور رحیم آیت اتری تو اس نے رحیم غفور، لکھ دیا جب سمیع علیم، اتری تو اس نے علیم سمیع، لکھ دیا۔ ایک دن آپ نے اسے فرمایا: میں جو کچھ تجھے

لکھواتا تھا وہ مجھے سناؤ۔ جب اس نے آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تجھے اس طرح لکھوایا تھا کیا غفور رحیم اور رحیم غفور ایک ہی ہے کیا سمیع علیم اور علیم سمیع ایک ہی ہے؟ اس نے کہا: میں محمد عربی ﷺ کے لیے وہی کچھ لکھتا تھا جو چاہتا تھا۔ پھر اس نے کفر کیا۔ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: جس نے ابن خطل کو قتل کر دیا وہ جنتی ہے۔ اسے فتح مکہ کے روز قتل کر دیا گیا یہ خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ اسے حضرت سعد بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی نے قتل کیا تھا۔ وہ کعبہ معظمہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ مقام ابراہیمی اور زمزم کے پاس تھا۔ (عبدالکریم الحلبی نے شرح السیرۃ میں لکھا ہے)

❁❁❁

تیسواں باب

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

یہ انصاری خزرجی ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کا یہ مکتوب گرامی لکھا۔

یہ مکتوب مبارک محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مہری بن الابیض کی طرف ہے۔ یہ اس کے لیے ہے مہرہ میں سے جو ایمان لایا کہ انہیں نہ کھایا جائے گا نہ ان پر غارت گری کی جائے گی نہ ہی ان پر حملہ کیا جائے گا۔ ان پر لازم ہے وہ شرائع اسلام کو قائم کریں جس نے تبدیل کر دیا۔ اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی۔ جو اس پر ایمان لایا اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ ہے۔ نیچے گری ہوئی چیز لوٹائی جائے گی۔ میل کچیل برائی ہے اور فحش گوئی فسوق ہے۔ اسے حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا۔

❁❁❁

اکتیسواں باب

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

امام احمد نے مرسل، ابو یعلی نے موصولاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی اور ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعید بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد برتن لے کر حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کی شفقت اور کرم کو اپنی طرف مبذول کرایا۔ آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو دفعہ سر اقدس ان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: اگر تم امر کا والی بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا، الطبرانی نے

صغیر میں لکھا ہے: ان کے محسن سے قبول کر لینا۔ ان کے برے سے تجاوز کرنا۔ انہوں نے فرمایا: میں لگا تار گمان کرتا رہا کہ مجھے کسی عمل سے آزمایا جائے گا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا حتیٰ کہ مجھے آزمایا گیا۔

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ انہوں نے عرض کی: اللہ اور رسول ﷺ۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے معاویہ کو بلاؤ۔ حضرت شیخین نے کہا: کیا کہا حضور اکرم ﷺ کے اور قریش کے دو افراد کے مابین کوئی نہ تھا جو ان کے حکم کو نافذ کرتا، حتیٰ کہ آپ نے قریش کے بچوں میں سے ایک بچے کو بھیجا جب وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو فرمایا: انہیں اپنا معاملہ پیش کرنا۔ انہیں اپنے معاملہ پر گواہ بنانا۔ یہ قوی اور امین ہیں۔ اسے بزار نے مختصر روایت کیا ہے۔

ابوالحسن ہیثمی نے مجمع میں اس کے راوی ثقہ ہیں کچھ میں اختلاف ہے۔ بزار کے شیخ ثقہ ہیں جبکہ الطبرانی کے شیخ کو صرف امام ذہبی نے میزان میں ثقہ لکھا ہے لیکن اس پر واضح جرح نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ منکر روایت ہے میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں لکھا ہے۔ اس کی علت مروان بن جناح لکھی ہے۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ ابوحاتم نے لکھا ہے کہ یہ روایت کو لکھ لیتے تھے اس سے استدلال نہ کرتے تھے۔ دارقطنی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ الطبرانی نے اس روایت کو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے۔ ان میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں مسلمہ بن مخلد کی طرف سے انقطاع ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ کے لیے یہ دعا کی: مولا! انہیں کتاب اور حساب کی تعلیم عطا کر۔ انہیں شہروں میں تسلط عطا کرے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت امیر معاویہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز آپ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہو۔ اسے الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ ان میں گفتگو بھی کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت امیر معاویہ سے بڑھ کر کسی کو سردار نہیں دیکھا۔ الطبرانی نے محمد بن خطر کی سند سے اور علی بن سعید کی سند سے روایت کیا ہے۔ ان میں نرمی تھی۔ اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: محمد عربی ﷺ معاویہ کو وصیت فرمائیں وہ کتاب الٰہی پر امین ہیں وہ بہت اچھے امین ہیں۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن حنظلیہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: انہیں لکھ دو۔ آپ نے ان کے لیے مہر لگائی۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نوشتہ ان کے حوالے کریں۔ عیینہ نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں وہی کچھ ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے اسے قبول کر لیا اور

اپنے عمامہ میں باندھ لیا۔ وہ ان میں سے حلیم شخص تھے لیکن اقرع نے کہا: میں وہ نوشتہ نہ لوں گا جس میں مجھے علم نہیں کہ اس میں کیا کیا ہے جیسے درخواست گزار کا صحیفہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ نے آپ کو ان کی باتوں کے بارے بتایا: ابو داؤد نے بھی یہ روایت تحریر کی ہے انہوں نے فرمایا: نوشتہ لے کر جانے والے عینیہ تھے۔

الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ ضحاک بن نعمان نے کہا کہ حضرت مسروق بن وائل رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا، پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے میری قوم کی طرف بھیج دیں۔ آپ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ میرے لئے ایک مکتوب گرامی لکھ دیں۔ شاید کہ رب تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمادے۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: ان کے لیے لکھ دو۔ انہوں نے لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضر موت کے سرداروں کی طرف! وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ بکریوں میں زکوٰہ ہے، چرنے والے مویشیوں میں زکوٰۃ ہے۔ بازار میں خمس ہے۔ بلند زمین میں عشر ہے۔ جانوروں کو باہم ملایا نہ جائے گا۔ ان کی قیمت نہ لگائی جائے گی۔ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر نہ کرے گا کہ وہ بلا مہر اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کردے۔ کوئی شخص بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ نہ ملائے گا نہ ہی زکوٰۃ لینے والے جانوروں کو اپنی رہائش گاہ تک لائے نہ ہی زکوٰۃ دینے والا انہیں اپنی رہائش گاہ میں لے جائے۔ ایک رسی میں دو اونٹوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ جس نے پھل کی بیع اس کی آفت سے محفوظ ہونے سے قبل کی اس نے زائد لیا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

آپ نے یہ مکتوب دے کر حضرت زیاد بن لبید انصاری کو بھیجا۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس لکھا کرتے تھے۔ الطبرانی نے سری بن عاصم کی سند سے روایت کیا ہے۔ ابن خراش نے اس کی تکذیب کی ہے اسی طرح لوگ اس پر وضع کا عیب لگاتے تھے۔ انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی تو دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ اہل خانہ نے بتایا: معاویہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو۔ وہ آپ کے اذن سے داخل ہوئے۔ مگر آپ نے بنو قرہ بن عبد اللہ بن ابی نجیح نبھانیین کے لیے مکتوب لکھوایا۔ آپ نے انہیں سارا المظلة عطا کر دیا۔ اس کی زمین، میدان، پہاڑ حتیٰ کہ وہ اپنے مویشی وہاں چرائیں گے۔

آپ نے حضرت بلال بن حارث المزنی کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے نخلستان ان کی وادیاں اور کھیت ان کے لیے ہیں باغ ان کے ہیں۔ قدس کی قابل کاشت زمین ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے المضة، الجزع اور الغیلہ ہے۔ اگر وہ

بچے ہیں۔اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: جزع سے مراد بستی ہے۔المعنہ زمین کا نام ہے۔
آپ نے عتبہ بن فرقہ کے لیے لکھا: وہ عنایات ہیں جو عتبہ بن فرقہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشی ہیں۔آپ نے انہیں مکہ مکرمہ میں مروہ کے ساتھ متصل ایک گھر عطا کیا۔آپ نے لکھوایا۔ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے گا اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ان کا حق فائق ہے۔اسے حضرت امیر معاویہ نے لکھا: ابن سعد نے لکھا ہے۔۶۰ھ کی چار راتیں گزری تھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ان کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔(الطبرانی)

❁❁❁

بتیسواں باب

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

یہ ابن ابی فاطمہ دوسی تھے یہ سابقین اولین میں سے تھے۔یہ سعید بن عاص کے غلام تھے۔گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دوسی تھے۔یہ آل سعید بن عاص کے حلیف تھے۔انہوں نے ابتداء میں مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔وہ دو کشتیوں میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے۔یہ آپ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا وہ جذام میں مبتلا ہو گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کا علاج اندرائن کے ساتھ کیا جائے۔ان کا امر موقوف کر دیا گیا۔ان سے بہت کم روایات مروی ہیں۔ابن عبد البر نے لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ صحیحین میں ان سے صرف ایک روایت مروی ہے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو سجدہ کرنے کے لیے مٹی ہموار کرتا ہے آپ نے فرمایا اگر تم نے کرنا ہی ہے تو صرف ایک بار۔ابن عبد البر نے ابو راشد مولی معیقیب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا میں نے حضرت معیقیب سے عرض کی میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس طرح احادیث روایت نہیں کرتے۔جیسے دوسرے صحابہ کرام کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: مجھے آپ کا صحابی ہونے کا شرف سب سے قدیمی ہے لیکن زیادہ خاموشی زیادہ گفتگو سے بہتر ہے۔انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال فرمایا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخر میں وصال کیا تھا۔امام سہیلی، عمر بن شبہ نے الکتاب میں، عبد الکریم حلبی نے معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی لکھا ہے۔ابن عساکر، ابن اثیر اور دمیاطی نے اس طرح لکھا ہے۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو حارث کے پادری، نجران کے پادریوں اور کاہنوں ان کے پیروکاروں اور راہبوں کے لیے لکھا کہ قلیل اور کثیر ان کے ماتحت ہی ہے۔ان کے گرجے، نمازیں اور رہبانیت ان کے ماتحت ہی ہے۔انہیں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ان کے پادریوں میں کسی پادری کو، ان کے راہبوں میں سے کسی راہب کو، ان کے کاہنوں میں سے کسی کاہن کو تبدیل نہ کیا جائے گا۔ان کے حقوق میں سے کسی کے حق کو تبدیل نہ کیا جائے گا نہ ہی ان کے سلطان کو تبدیل کیا جائے گا نہ ہی ان کی کسی چیز کو تبدیل کیا جائے گا جس پر وہ ہیں۔جب تک وہ خلوص کا اظہار کرتے رہیں انہوں نے صلح کی رکھی۔نہ ظلم کیا نہ ظالم بنے۔اس مکتوب کو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

حضور اکرم ﷺ نے بنو ضباب بن بنو حارث کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے ساریہ اور رافع ہے۔ان کے ساتھ ان میں کوئی جھگڑا نہ کرے۔جب تک وہ نماز قائم کریں۔زکوٰۃ دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے اطاعت گزار بنیں اور مشرکین سے جدا رہیں۔اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو قنان بن ثعلبہ کے لیے یہ مکتوب لکھوایا: ان کے لیے مجلس ہے وہ اپنے اموال اور جانوروں کے بارے امن سے ہیں اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔آپ نے یزید بن محجل کے لیے لکھا کہ ان کے لیے نمرہ، اس کے چشمے اور وادی الرحمٰن ہے وہ اپنی قوم بنو مالک اور عقبہ پر ہیں۔نہ ان پر حملہ کیا جائے گا نہ انہیں جمع کیا جائے گا۔اسے حضرت مغیرہ نے لکھا۔آپ نے حضرت عامر بن اسود کے لیے لکھایا کہ ان کے لیے اور ان کی قوم طیٔ کے لئے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا وہ شہر اور چشمے ان کے ہیں جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔زکوٰۃ دیتے رہیں۔مشرکین سے جدا رہیں، اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو جوین الطائین کے لیے لکھوایا۔ان میں سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔جس نے نماز قائم کی۔زکوٰۃ دی۔مشرکین سے جدا ہوا۔رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کی۔مالِ غنیمت میں سے خمس دیا۔حضور اکرم ﷺ کا حصہ نکالا اپنے اسلام کی گواہی دی۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور محمد عربی ﷺ کی امان ہے۔ان کے لیے ان کی سرزمین اور چشمے ہیں جن پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ان کے لیے غزوہ الغنم اور اس سے پرے میثہ ہے۔اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو جرمز بن ربیعہ کے لیے لکھوایا۔وہ اپنے شہروں میں امن سے رہیں گے۔ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔اسے حضرت مغیرہ نے لکھا۔آپ نے حضرت حصین بن نضلہ اسدی کے لیے لکھا کہ ان کے

لیے ادام اور کسمہ ہیں ان میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔اسے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

✿✿✿

چونتیسواں باب

بنونجار کا ایک شخص جسے زمین نے باہر پھینک دیا تھا

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: بنونجار میں سے ایک شخص تھا۔اس نے سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھی ہوئی تھیں۔وہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔وہ بھاگ گیا۔اہل کتاب سے مل گیا۔انہوں نے اس کی کچھ قدر کی انہوں نے کہا: یہ محمد عربی ﷺ کے لیے لکھتا تھا۔انہوں نے اس پر تعجب کیا۔کچھ دنوں بعد رب تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی۔انہوں نے گڑھا کھودا اس میں اسے پھینک دیا، مگر زمین نے اسے باہر نکال دیا، پھر انہوں نے اسے زمین میں دبایا مگر زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔انہوں نے اسی طرح چھوڑ دیا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ایک نصرانی شخص تھا۔اس نے اسلام قبول کیا اس نے سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھی۔وہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔رب تعالیٰ نے اس پر موت طاری کر دی۔لوگوں نے اسے دفن کیا وقت صبح زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔انہوں نے دوبارہ گڑھا کھودا۔اس سے گہرا کھودا انہوں نے صبح دیکھا۔زمین نے پھر اسے باہر پھینک دیا تھا۔انہوں نے کہا یہ محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کا عمل ہے کیونکہ یہ انہیں چھوڑ کر آ گیا ہے۔انہوں نے اسے زمین سے باہر نکال دیا ہے۔انہوں نے سہ بار اس کی قبر کھودی۔جتنی گہری کھود سکتے تھے اتنی گہری کھودی۔وقت صبح زمین نے اسے باہر پھینک دیا تھا۔اب انہیں علم ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لوگوں کی طرف سے نہیں۔انہوں نے اسے پھینک دیا۔

✿✿✿

آپ کے خطباء، شعراء، حدی خواں، نگران، شمشیر زن، آپ کے سامنے گردنیں اڑانے والے نفقات، انگوٹھی، مسواک اور نعلین پاک کے نگہبان، سفروں میں آپ کا جانور ہانکنے والے، اونٹ، بکریاں چرانے والے اور مؤذن

پہلا باب

آپ کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ثابت بن قیس انصاری خزرجی تھے۔ ان کی والدہ کا نام ہند تھا۔ انہیں خطیب الانصار کہا جاتا تھا انہیں خطیب رسول اللہ ﷺ بھی کہا جاتا تھا۔ آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت اچھے انسان ہیں۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں ۱۱ھ میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے معلوم نہیں کہ اس کے وصال کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں کتب مغازی سے لکھا ہے کہ جب انہوں نے جام شہادت نوش کیا تو انہوں نے نفیس زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک شخص اسے لے گیا۔ ایک شخص نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت ثابت نے اسے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اسے خواب سمجھ کر فراموش نہ کر دینا۔ کل میں شہید ہو گیا تھا۔ ایک شخص میرے پاس سے گزرا۔ اس نے میری زرہ چرا لی۔ اس کا خیمہ سارے لوگوں سے دور ہے۔ اس کے پاس گھوڑا

طول میں پھر رہا ہے۔ اس نے زرہ پر ہنڈیا الٹی رکھی ہوئی ہے۔ ہنڈیا کے اوپر کجاوہ ہے۔ حضرت خالد بن ولید کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو وہ وہ جائیں اور لے آئیں۔ جب تم مدینہ طیبہ جاؤ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ وہ شخص سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے کسی کو زرہ لانے کے لیے بھیجا۔ وہ اسی طرح تھی جیسے انہوں نے کہا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس خواب کے متعلق بتایا گیا۔ انہوں نے یہ وصیت جائز قرار دے دی۔

۞۞۞

دوسرا باب

آپ کے شعراء

بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات نے آپ کی تعریف میں اشعار لکھے۔ ابن سید الناس نے انہیں قصیدہ صحیحہ میں جمع کیا ہے آپ نے ایک جلد میں ان کی شرح لکھی ہے جس کا نام منح المدح رکھا تھا انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے لکھا ہے ان کی تعداد دو سو کے قریب تھی لیکن وہ شعرا جو "آپ کی فضیلت" بیان کرتے تھے۔ کفار کی ہجو کرتے تھے وہ تین ہیں۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ ہجو کرتے وقت ان کے نسبوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ کفار کو کفر پر عار دلاتے تھے۔

۳۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ کفار کو جنگ سے ڈراتے تھے۔ لوگ اسلام لانے سے قبل حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہجو یہ اشعار کی پرواہ نہ کرتے۔ ان میں سے جو اسلام میں داخل ہو جاتا وہ ہجو کا درد محسوس کرتا تھا۔ حضرت ابن رواحہ ان کے لیے سخت اور گراں تھے۔ زاد المعاد میں ہے۔ کفار پر سب سے سخت حضرت حسان تھے حضرت کعب انہیں شرک و کفر سے عار دلاتے تھے۔

۞۞۞

تیسرا باب

حدی خوان

۱۔ انجشہ۔ یہ سیاہ فام غلام تھے۔ ان کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ یہ حدی خوانی کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے وقت ازواج مطہرات کے اونٹوں کے حدی خواں یہی تھے۔ اونٹ تیز تیز چلنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انجشہ! کمزور خواتین کے ساتھ نرمی کرو۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خوان تھا

اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ اسے آپ نے فرمایا: انجشہ! ذرا آہستہ شیشے کے جام توڑ نہ دینا یعنی کمزور خواتین۔

۲۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔

۴۔ حضرت عامر بن اکوع، یہ حضرت سلمہ بن اکوع کے چچا تھے۔ یہ غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات آپ ہمارے ساتھ تھے۔ آپ سو گئے۔ نماز صبح ادا نہ کی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ دو حدی خواں تھے۔ ابن سعد نے حضرات مجاہد اور طاؤس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ آپ رات کے وقت چل رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ ایک شخص تھا۔ وہ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے ایک حدی خواں کو حدی کرتے ہوئے سنا ایک قوم اس کے آگے تھی آپ نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا: کاش! ہم بھی اس قوم کے حدی خواں کے پاس جائیں۔ ہم ان کے پاس گئے حتیٰ کہ وہ لوگ ہم پر چھا گئے۔ آپ نے پوچھا: کس کے ساتھ تعلق ہے؟ انہوں نے عرض کی: مضر کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا: میرا تعلق بھی مضر کے ساتھ ہے۔ ہمارا حدی خواں کسی کے مرنے کی خبر دینے گیا ہے۔ ہم نے تمہارے حدی خواں کو سنا ہے ہم تمہارے ہاں آ گئے ہیں۔ طاؤس نے یہ اضافہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے پہلے ہم میں حدی خوانی کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایک شخص سفر میں تھا اس نے اپنے غلام کے ہاتھ پر مارا اور اسے توڑ کر رکھ دیا۔ غلام اونٹ ہانک رہا تھا۔ وہ کہنے لگا: وایدہ، وایدہ: اس نے کہا: ھیبا ھیبا: اونٹ تیز چلنے لگے۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کے نگران

۱۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یہ آپ کے شہ سوار تھے۔ ان کے نام میں کئی اقوال ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور حارث بن ربعی ہے۔ انہوں نے غزوۂ احد اور اس کے بعد سارے غزوات میں شرکت کی۔ انہوں نے آپ سے ۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے گیارہ پر شیخین متفق ہیں۔ امام بخاری دو میں امام مسلم آٹھ روایات میں منفرد ہیں ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی، مگر یہ قول درست نہیں ہے۔ الطبرانی نے الصغیر میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کی شب انہوں نے آپ کی نگرانی کی تھی۔ آپ نے یہ دعا مانگی تھی: مولا! ابوقتادہ کی اسی طرح حفاظت فرما جس طرح انہوں نے آج رات تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ہے۔ الحافظ

نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ عبدۃ کی روایت میں بدر کی شب غلط ہے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی نگرانی کر رہا تھا۔ آپ رات کے وقت کسی حاجت کے لیے باہر تشریف لائے۔ مجھے دیکھا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور ہم آگے چل دیئے۔

۲۔ ادرع اسلمی رضی اللہ عنہ۔ ابن ماجہ نے ادرع اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی کر رہا تھا کہ ایک وصال کرنے والے کو لایا گیا۔ عرض کی گئی یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین ہیں جب صحابہ کرام نے ان کی تکفین کر لی تو انہیں اٹھایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے ساتھ نرمی کرنا۔ رب تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرے گا۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔

۳۔ حضرت ابوریحانہ اور ایک انصاری شخص۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم کسی غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک دن اور ایک رات میں ہم سرف پہنچے۔ ہم نے وہیں رات بسر کی۔ ہمیں سخت سردی لگی۔ حتیٰ کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے زمین میں گڑھا کھودا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ اس پر اس نے اپنی ڈھال رکھ دی۔ جب آپ نے صحابہ کرام کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: آج رات ہماری نگرانی کون کرے گا میں اس کے لیے ایسی دعا کروں گا جس میں فضل و کرم ہوگا۔ ایک انصاری شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ وہ قریب ہوا آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے نام بتایا تو آپ نے دعا کے لیے منہ مبارک کھولا اور اس کے لیے بہت زیادہ دعا کی۔ حضرت ابوریحانہ نے فرمایا: جب میں نے آپ کی یہ دعا سنی تو میں بھی اٹھا۔ میں نے عرض کی: ایک اور شخص بھی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: ابوریحان! آپ نے میرے لئے دعا کی مگر وہ اس انصاری کے لیے دعا سے کم تھی۔

۴۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں عریش میں تلوار لہراتے ہوئے نگرانی کی تا کہ کوئی مشرک آپ تک نہ پہنچ سکے۔

۵۔ حضرت سعد بن معاذ نے بھی اس روز عریش میں آپ کی اس وقت نگرانی کی تھی جب آپ آرام فرما ہو گئے تھے۔

۶۔ حضرت ابوایوب ذکوان بن قیس رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے خیبر یا راستے میں آپ کی نگرانی اس وقت کی تھی جب آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا تھا۔ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی۔

۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وادی القریٰ میں۔ امام بغوی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات جاگتے ہوئے بسر کی۔ فرمایا: کاش! آج رات میرے صحابہ کرام میں ایک صالح شخص میری نگہبانی کرے۔ ہم اس حالت پر تھے کہ میں نے آواز سنی۔ السلام

علیکم۔ فرمایا: کون ہو؟ عرض کی: میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی نگہبانی کررہا ہوں۔
آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آوازیں سنیں۔

۸۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ یہ اس وقت آپ کی نگرانی کررہے تھے جب یہ آیت طیبہ اتری۔
وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔
آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے۔ انہیں بتایا اور نگران واپس چلے گئے۔

۹۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔ غزوہ احد میں انہوں نے آپ کی نگرانی کی۔

۱۰۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہوں نے وادی القریٰ میں آپ کی نگرانی کی۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ وہ صلح حدیبیہ کے وقت تلوار لے کر آپ کے سراقدس کھڑے تھے۔

۱۲۔ حضرت زبیر بن عوام۔ غزوۂ خندق میں آپ کے نگران تھے۔

۱۳۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی

۱۴۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ انہوں نے وادی القریٰ میں آپ کی نگہبانی کی تھی۔

❁❁❁

پانچواں باب

آپ کے شمشیر زن اور آپ کے سامنے کفار کی گردنیں اڑانے والے

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا مقام آپ کے سامنے اس طرح تھا جیسے کسی امیر کا سپاہیوں کا نگران ہوتا ہے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں اسی طرح تھے جیسے پولیس کا آفیسر ہوتا ہے۔ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ آپ کے شمشیر زن تھے۔ حضرت ابوسعید، علی المرتضیٰ، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، قیس بن سعد اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم آپ کے سامنے کفار کی گردنیں اڑاتے تھے۔ القطب نے المنھل میں لکھا ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ تلوار لے کر آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے۔ وہ ایک سو شہسواروں میں شمار ہوتے تھے۔ ابن بکار نے کتاب المزاج میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن نے فرمایا: حضرت ضحاک الکلابی بارگاہ رسالت میں آئے۔ آپ کی بیعت کی۔ آپ سے عرض کی: میرے پاس دو عورتیں ہیں جو بہت زیادہ حسین ہیں۔ کیا

ان میں سے ایک آپ کو نہ پیش کر دوں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں تھیں۔ یہ پردے کے احکام کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ انہوں نے کہا وہ خوبصورت ہے کہ تم؟ انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ حسین اور کریم ہوں۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال سے مسکرا اٹھے۔ حضرت ضحاک شکل کے اچھے نہ تھے۔

✿✿✿

چھٹا باب

آپ کے نفقات، انگوٹھی، مسواک اور نعلین پاک کے نگران، اجازت لینے والے

آپ کے نفقات کے نگران حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی آپ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کی مسواک اور نعلین پاک اٹھاتے تھے۔ حضرت ابو رافع آپ کا سامان اٹھاتے تھے۔ حضرت رباح اسود، انس بن مالک اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم آپ کی درگاہ ناز سے اذن لے کر دیتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے محمد بن عبادہ کے، وہ بھی ثقہ ہیں، نے حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ایمن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوٹے کے نگران تھے۔ حضرت ثعلبہ قضائے حاجت کے وقت آپ کے ساتھ جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود مسواک اور نعلین پاک اٹھاتے تھے۔ یہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ سابقین اولین میں سے تھے۔ یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے ان کا باپ عبدالحارث بن زہرہ کا حلیف تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یہ آپ کے نعلین پاک اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ کو پہناتے تھے۔ جب آپ کہیں تشریف فرما ہو جاتے تھے تو یہ انہیں پہلو میں رکھ لیتے تھے۔ یہ ہمہ وقت آپ کے پاس رہتے تھے۔ آپ کی زلف معنبر سنوارتے تھے۔ یہ لطیف، کمزور گندم گو، کمزور پنڈلیوں والے، عمدہ کپڑوں والے، عمدہ خوشبو والے، وافر عقل والے، محکم رائے والے، کثیر علم والے، نفس کے فقیہ اور عظیم قدر والے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: انہوں نے بائیس افراد کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا: ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب آپ سو جاتے تو آپ کو جگایا کرتے تھے۔ جب آپ غسل فرماتے تو وہ آپ کو پردہ کرتے تھے اور زمین پر آپ کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے خود کو دیکھا میں چھ میں سے چھٹا تھا روئے زمین پر ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں کچھ دیر حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ ماجدہ کو اہل بیت پاک میں ہی سمجھتا رہا، کیونکہ وہ کثرت سے آپ کے کاشانہ اقدس میں

آتے تھے۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص قرآن پاک کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہتا ہو جیسے یہ اترا ہے تو وہ اسے حضرت ابن مسعود کی قرأت پر پڑھے۔ حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود حضور سید عالم ﷺ کے راز دان، تکیہ اٹھانے والے، مسواک، نعلین اور وضو کے لیے پانی کی حفاظت کرنے والے تھے۔ ابو داؤد، طیالسی، احمد، ابن منیع اور ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے لیے اراک کے درخت کی مسواک بناتے تھے ہوا انہیں اٹھا کر پھینک دیتی تھی۔ ان کی پنڈلیاں کمزور تھیں۔ صحابہ کرام انہیں دیکھ کر ہنسے۔ آپ نے پوچھا: تم کیوں ہنسے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کمزور پنڈلیاں دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا: میزان میں یہ کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابن مسعود کو حکم دیا کہ وہ درخت پر چڑھیں اور آپ کے لیے کچھ لے کر آئیں۔ صحابہ کرام نے ان کی کمزور پنڈلیاں دیکھیں تو ہنسنے لگے۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے اس بندے کے لیے جو روزِ حشر میزان میں کوہ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوگا۔ محمد بن یحییٰ نے حضرت قاسم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے زمانہ مبارک میں جس شخص نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں قرآن پاک کو عام کیا۔ وہ حضرت ابن مسعود تھے۔

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت عتبہ بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جو کچھ سرور عالم ﷺ پر اترا۔ حضرت ابن مسعود سے بڑھ کر میں نے اس کا عالم کسی کو نہ دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا: اگر تم اس طرح کہتے ہو تو وہ اس وقت سے سنتے تھے جب ہم نہ سنتے تھے وہ اس وقت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے جب سے ہم حاضر نہ ہو رہے تھے۔ احمد بن منیع، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں دو افراد کے بارے گواہی دیتا ہوں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے، وہ حضرت عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں۔ حارث نے قاسم بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود حضور اکرم ﷺ کو نعلین پاک پہناتے تھے پھر عصا لے کر آپ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ محفل تک پہنچ جاتے تو آپ کے پاؤں سے نعلین پاک اتارتے انہیں اپنی بغلوں میں رکھ لیتے تھے۔ آپ کو عصا مبارک پیش کر دیتے تھے جب آپ اٹھتے تو آپ کو نعلین مبارک پہناتے تھے، پھر آپ آگے چلتے ہوئے آپ کے حجرہ مقدسہ میں پہلے داخل ہو جاتے تھے۔ حارث نے حضرت ابن مسعود سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ غسل کرتے تو میں آپ کو پردہ کرتا تھا۔ جب آپ سو جاتے تو میں آپ کو جگاتا تھا اور میں ویران جگہ میں آپ کے ساتھ چلتا تھا۔

ابو یعلیٰ اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے

جب سے اسلام قبول کیا ہے صرف ایک جھوٹ بولا ہے۔میں آپ کا کجاوہ رکھتا تھا۔طائف سے ایک شخص آیا۔اس نے پوچھا: حضور اکرم ﷺ کو کون سا کجاوہ زیادہ پسند ہے؟ میں نے کہا: طائف کا ٹیک والا، حالانکہ آپ اسے ناپسند کرتے تھے جب اس نے وہ کجاوہ پیش کیا تو آپ نے پوچھا: یہ کجاوہ کون لے کر آیا ہے؟ آپ سے عرض کی گئی: اسے طائف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔آپ نے فرمایا اسے حضرت ابن مسعود کو دے دو۔

الطبرانی نے صحیح کی سند سے قیس ابن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن مسعود کی زیارت کی۔وہ بڑے لطیف شخص تھے۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت حارث بن مضرب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق نے اہل کوفہ کی طرف لکھا: میں نے تمہاری طرف حضرت عمار کو امیر بنا کر بھیجا ہے اور حضرت عبداللہ بن زید ان کے ہمراہ ہیں۔وہ نجباء میں سے ہیں۔وہ صحابہ کرام میں سے اور اہل بدر میں سے ہیں۔تم ان کی اقتداء کرو۔ان کی باتیں غور سے سنو۔میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھیج کر تم کو خود پر ترجیح دی ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم حضرت عمر فاروق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود آگئے۔قریب تھا کہ حاضرین ان کے چھوٹے قد کی وجہ سے ان کا مقابلہ کرتے۔حضرت عمر فاروق نے انہیں دیکھا تو مسکرانے لگے۔وہ حضرت عمر فاروق سے باتیں کرنے لگے اور انہیں ہنسانے لگے۔وہ ان کے ساتھ کھڑے تھے، پھر وہ چلے گئے۔حضرت عمر فاروق انہیں دیکھے جا رہے تھے جب وہ مخفی ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: فقہ سے کیسے بھرے ہوئے ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز آپ کے ہمراہ صرف چار حضرات رہ گئے تھے۔حضرت ابن مسعود ان میں سے ایک تھے۔بزار نے ثقہ راویوں سے سوائے محمد بن حمید رازی کے۔وہ بھی ثقہ ہیں۔ان کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔الطبرانی نے منقطع سند سے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے لیے وہی کچھ پسند کیا جو ابن ام عبد نے اس کے لیے پسند کیا۔میں نے اس کے لیے وہ کچھ ناپسند کیا جسے ابن ام عبد نے اس کے لیے ناپسند کیا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، سوائے عبید اللہ بن عثمان کے۔انہوں نے حضرت ابودرداء کو نہ پایا تھا۔حضرت ابودرداء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا اٹھو اور خطبہ دو وہ اٹھے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔اسلام ہمارا دین ہے قرآن ہمارا امام ہے بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔یہ ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں۔انہوں نے اپنے دست اقدس سے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ہم اس سے راضی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ ہمارے لیے راضی ہیں۔ہم اسے ناپسند کرتے ہیں جو ہمارے رب تعالیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمارے لیے ناپسند کیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن ام عبد نے صحیح بات کی ہے۔انہوں نے سچ بولا ہے۔میں اس

چیز سے راضی ہوں جس پر رب تعالیٰ میرے لیے اور میری امت کے لیے راضی ہو اور ابن مسعود راضی ہوئے۔ میں نے وہ چیز ناپسند کی جسے رب تعالیٰ نے میرے لئے میری امت کے لیے ناپسند کیا اور ابن مسعود نے اسے ناپسند کیا۔ ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے قیس بن مروان سے روایت کیا ہے۔ وہ ثقہ ہیں انہوں نے فرمایا: ایک شخص حضرت عمر فاروق کی خدمت میں آیا۔ وہ اس وقت عرفہ میں تھے اس نے عرض کی: امیر المؤمنین! میں کوفہ سے نکلا۔ میں نے وہاں ایک ایسا شخص چھوڑا ہے جو مصاحف کو زبانی املاء کر رہا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق کو بہت غصہ آیا۔ ان کا سانس پھول گیا۔ اس سے پوچھا: تیرے لئے ہلاکت! وہ کون ہے؟ اس نے کہا: عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عمر فاروق اپنا غصہ ٹھنڈا کرتے رہے۔ غضب دور کرتے رہے حتیٰ کہ وہ اپنی پہلی حالت پر آ گئے تو فرمایا: تیرے لیے ہلاکت! بخدا! ہم بقیہ لوگوں میں سے کسی اور کو ان سے زیادہ اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ میں ان کے متعلق تمہیں سناتا ہوں: رات کے وقت آپ اکثر سیدنا صدیق اکبر کے پاس مشاورت کرتے تھے ایک دن آپ مشاورت کر رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا، پھر آپ پیدل ہی روانہ ہوئے۔ ہم آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے۔ جب ہم اسے پہچاننے کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ قرآن کو اسی طرح تر و تازہ پڑھے جیسے اترا ہے تو وہ اسے حضرت ابن مسعود کی قرأت پر پڑھے، پھر وہ شخص بیٹھ کر دعا مانگنے لگا۔ آپ بھی بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میں جلدی جلدی صبح ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں بشارت دوں گا۔ میں صبح انہیں یہ مژدہ سنانے کے لیے گیا۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر کو پایا وہ مجھ سے سبقت لے جا چکے تھے۔ میں نے کہا: بخدا! میں نے جب بھی بھلائی میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔ دوسری روایت میں ہے میں نے صدیق اکبر کو دیکھا وہ ان کے پاس سے نکل رہے تھے۔ میں نے کہا: اگر آپ نے انہیں مژدہ سنا دیا ہے تو آپ بھلائی میں بہت زیادہ سبقت لے جانے والے ہیں۔ 29

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ ابوطفیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود کبات کی طرف گئے ان کے ساتھ لوگ بھی تھے۔ حضرت ابن مسعود پھل توڑنے کے لیے درخت پر چڑھے۔ لوگ ان کی پنڈلیاں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ وہ ان کے پتلے پن کی وجہ سے ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ میزان میں کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی، پھر ہر شخص گیا۔ اس نے پھل توڑا اور اسے کھانے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے پھل اپنی گود میں ڈالا اور اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ انہوں نے عرض کی۔

هذا جناى وخياره فيه   وكل جان يده الى فيه

ترجمہ: یہ میرا پھل ہے۔ اس میں اس کا بہترین حصہ ہے ہر ہر آدمی کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے۔

حضور اکرم نے وہ پھل تناول فرما لیا۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ صحیح میں ہے کہ

حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں نے ستر سورتیں آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ میں نے قرآن کو اس ہستی کے پاس ختم کیا جو لوگوں میں سے بہترین ہیں، یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔

الطبرانی نے حضرت یحیی بن بکر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن مسعود کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا البقیع میں مدفون ہوئے۔ انہوں نے حضرت زبیر بن عوام کو وصیت کی۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ کے گلہ بان

[اصل کتاب میں اس باب کے ضمن میں کچھ بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ ساقی]

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ کا سامان، کجاوہ اٹھانے والے، سفروں میں آپ کی سواری ہانکنے والا

الطبرانی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی سواری کو آگے سے ہانکتا تھا جبکہ حضرت عمار پیچھے سے چلاتے تھے یا وہ آگے سے ہانکتے تھے اور میں اسے پیچھے سے چلاتا تھا۔ الطبرانی نے حضرت اسلع بن شریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی خدمت کرتا اور آپ کی ناقہ مبارکہ کا کجاوہ رکھتا تھا۔

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت معمر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حجۃ الوداع میں آپ کے لیے کجاوے رکھتا تھا۔ ایک رات آپ نے فرمایا: معمر! آج رات میں نے دیکھا کہ کجاوے کی رسیاں ڈھیلی تھیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے انہیں اسی طرح باندھا جیسے پہلے باندھتا تھا لیکن انہیں اس نے ڈھیلا کیا جو میرے آپ کے ہاں مقام پر حسد کرتا ہے تا کہ آپ میری جگہ پر کسی اور کو متعین فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس طرح نہیں کروں گا۔ ابو یعلی نے ابو حرہ الرقاشی سے اور انہوں نے اپنے چچا جان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے وسط میں آپ کی اونٹنی کی نکیل کو تھامے ہوئے تھا۔

❁❁❁

موالی کے علاوہ آپ کے خدام، غلام اور لونڈیاں

پہلا باب

آپ کے غلام

امام نووی نے لکھا ہے کہ جان لو یہ غلام آپ کے پاس بیک وقت نہ تھے، بلکہ ان میں سے ہر ایک کسی معین وقت میں آپ کی خدمت میں رہا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت ابواسامہ زید بن حارثہ۔ اسلم یا ابراہیم یا ہرمز۔ ایک قول یہ بھی ہے حضرت ابورافع ہی ابراہیم ہیں۔ وہ اپنی کنیت سے معروف تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کے علاوہ قبطی غلام تھا۔ غزوۂ بدر سے قبل اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ حضرت عباس کے پاس تھا۔ انہوں نے آپ کو ہبہ کر رہا تھا آپ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ غزوۂ احد اور خندق میں آپ کے سامان پر نگران تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ میں حضرت عثمان ذوالنورین یا حضرت علی المرتضیٰ کے عہد خلافت میں وصال کیا۔ احمد بن ثعلبہ سدوسی۔ حضرت اسامہ بن زید۔ یہ آپ کے آزاد کردہ غلام کے فرزند تھے اور آپ کی آزاد کردہ لونڈی کے نور نظر تھے۔ وہ آپ کے محبوب کے محبوب فرزند تھے۔ انہوں نے صحیح روایت کے مطابق ۵۴ھ میں وصال کیا، حضرت اسلم بن عبید اللہ۔ انہیں حافظ دمیاطی نے موالی النبی ﷺ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت اسید۔ ان کا تذکرہ حضرت عباس بن محمد اندلسی نے کیا ہے۔ حضرت افلح۔ یہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کا تذکرہ ابن عبدالبر نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت انجشہ اسود حدی خواں۔ ان کی آواز بہت عمدہ تھی یہ حدی خوانی کرتے تھے حضرت اسد۔ ان کا تذکرہ عباس بن محمد اندلسی نے کیا ہے۔ حضرت اسود۔ ان کا تذکرہ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں کیا ہے یہ وہی اسود تھے جو وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا یہ دو علیحدہ علیحدہ ہیں یا ایک ہی ہیں سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو ہیں۔ حضرت اوس بن حبان نے تحریر کیا ہے کہ ان کا نام ابوکبشہ تھا۔ ان کا وصال اس دن ہوا جب حضرت عمر فاروق خلیفہ بنے تھے۔ حضرت انسہ۔ ان کی کنیت ابومسرح یا ابومسروح تھی۔ یہ آپ کی بارگاہ میں اذن طلب کرتے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں وصال کیا۔ حضرت ایمن بن عبید بن زید۔ یہ حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے حضرت اسامہ کی ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ آپ کے وضو کے

برتن کے نگران تھے یوم حنین کو یہ آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ اسی روز قتل ہوئے تھے۔

حضرت باذام۔ ان کا تذکرہ امام نووی نے کیا ہے۔ قطب حلبی نے لکھا ہے کہ وہ اس طہان کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ آرہا ہے۔ حضرت ابوعبداللہ۔ ان کا تذکرہ ابن اثیر وغیرہ نے کیا ہے حضرت ابن یزید۔ ان کا تذکرہ ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الصیر فی نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت ثوبان بن بجدد۔ یا ابن جحدر۔ یہ اہل سراۃ میں سے تھے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ اور یمن کے مابین ہے یا یہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے یا یہ الہان سے تھے۔ انہیں قیدی بننا پڑا۔ آپ نے انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ انہیں اختیار دیا کہ وہ یا تو اپنی قوم کے پاس چلے جائیں یا ہمارے پاس رہیں۔ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں یہ سفر وحضر میں آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ یہ آپ کے لیے انتظامات کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ان کا وصال حمص میں ۵۱ھ میں ہوا۔

حضرت حاتم۔ یہ منسوب نہیں ہیں بعض کذابوں نے ان کے متعلق جھوٹ گھڑا ہے۔ ابواسحاق المستملی نے روایت کیا ہے۔ ابوموسیٰ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نصر بن سفیان سے سنا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت حاتم سے سنا انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے ۱۸ دینار میں خریدا تھا، پھر مجھے آزاد کر دیا۔ میں آپ کے ساتھ چالیس سال تک رہا۔ المستملی نے لکھا ہے نصر کہتے تھے۔ انہوں نے ۱۶۵ سال عمر پائی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان کے گمان کے مطابق مذکورہ حاتم نے دوسو سال زندگی پائی یہ محال ہے۔ حضرت حنین۔ امام بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے اور سمویہ نے رقم کیا ہے کہ یہ آپ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے انہیں آپ کو ہبہ کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزادی کی نعمت بخش دی تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ جب آپ وضو کر لیتے تو یہ وضو کا پانی صحابہ کرام کے لیے لے کر جاتے۔ انہوں نے ایک دن یہ مبارک پانی روک لیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت مآب میں شکوہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: میں نے اسے اس لیے روکا ہے تاکہ دوس کو پلاؤں۔ ان کا تذکرہ ابن مندہ اور ابونعیم نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔

حضرت ذکوان۔ ان کا تذکرہ طہان میں آئے گا۔ حضرت رافع یا ابو رافع یا ابوالبہی۔ حضرت خالد بن سعید نے انہیں آپ کو ھبہ کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں قبول فرما کر ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت رویفع۔ امام نووی نے ان کا تذکرہ تہذیب الاسماء میں کیا ہے۔ ان میں رباح اسود بھی ہیں۔ یہ کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حصول اذن کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ الطبرانی نے لکھا ہے کہ یہ سیاہ فام تھے۔ حضرت رویفع یمانی۔ ان کا تذکرہ مصعب زبیدی نے کیا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ۔ یہ آپ کے محبوب تھے۔ انہوں نے ۸ھ میں موتہ کے مقام پر جام شہادت نوش کیا تھا۔ حضرت زید ابو یسار۔ حضرت زید جد ھلال بن یسار بن زید۔ حضرت زید بن بولا۔ ان کا تذکرہ ابونعیم، ابن جوزی اور امام نووی نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سابق۔ ابن جوزی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ الطبرانی، ابن قانع اور باوردی نے ان کے صحابی ہونے پر نص قائم کی ہے۔ ابوعمر نے ان کی صحابیت کا انکار کیا ہے۔

حضرت سالم۔ یہ غیر منسوب ہیں۔ ابونعیم اور ابوموسیٰ نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سعد۔ ابن

عبدالبر نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔امام احمد اور ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد مولی ابی بکر سے روایت کیا ہے۔یہ آپ کی خدمت کرتے تھے۔ان کی خدمت آپ کو بہت پسند تھی۔آپ نے فرمایا: ابوبکر! سعد کو آزاد کر دو تمہارے پاس مرد آگئے۔سعد کو آزاد کر دو تمہارے پاس مرد آگئے۔سعد کو آزاد کر دو۔تمہارے پاس مرد آگئے۔حضرت سعید بن زیدان کا تذکرہ میاطی اور مغلطائی نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔حضرت سعید بن جیوہ۔والدکندیر۔ابن جوزی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔حضرت سفینہ ان کے اسم گرامی میں اختلاف ہے۔بعض نے مہران بتایا ہے امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے کسی نے احمر کسی نے رومان، کسی نے بحران کسی نے عبس، کسی نے قیس، کسی نے شنبہ کسی نے عمیر اور حاکم نے ان کے نام ابو احمد لکھا ہے۔ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی یہ اکثر علماء کا قول ہے ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابوالبختری تھی۔آپ نے ان کا لقب سفینہ رکھا۔امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم کسی سفر میں تھے۔جب بھی کوئی صحابی تھک جاتے وہ اپنے کپڑے، ڈھال اور تلوار مجھ پر پھینک دیتے حتیٰ کہ میں نے بہت سا بوجھ اٹھالیا۔آپ نے فرمایا: اٹھالو تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔اس روز اگر میں ایک یا دو تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ اٹھالیتا تو وہ مجھے بھاری نہ لگتا۔مگر یہ کہ وہ شاق گزرتا۔یہ غیر عربی تھے یا ایرانی تھے۔ابن ابی حاتم نے لکھا ہے میں نے اپنے والد گرامی سے سنا۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔بعض نے کہا انہیں حضرت ام سلمہ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔انہیں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام کہا جاتا تھا۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان کے اس نام کا مشہور سبب یہی ہے۔یہ سیاہ فام تھے عربی نہ تھے۔یہ فارسی تھے اور حجاج کے زمانہ تک بحیات رہے۔

حضرت سلمان فارسی، ابو عبداللہ۔حضرت سندر۔حضرت شقران ان کا نام صالح بن عدی تھا۔یہ حبشی تھے۔انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔اس کے بعد انہیں آزاد کر دیا گیا تھا۔وہ ان صحابہ کرام میں شامل تھے جنہوں نے آپ کو غسل دیا تھا۔یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ملکیت میں تھے انہوں نے آپ کو ہبہ کر دیا تھا یا آپ نے انہیں خریدا تھا۔حضرت شمعون بن زید بن خنافہ حضرت ابوریحانہ الازدی۔ان کا تذکرہ ابن سید الناس نے کیا ہے۔مغلطائی نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔حضرت صالح۔امام نووی نے ان کا تذکرہ غلاموں میں کیا ہے۔حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری۔حضرت طہمان یاباذام یاذکوان یا کیسان یا مہران یا ہرمز یہ تمام نام ایک ہی شخص کے بیان کئے جاتے ہیں۔حضرت عبیداللہ بن اسلم۔ان کا تذکرہ ابن جوزی، نووی، ابن سید ناس اور مغلطائی نے موالی میں کیا ہے۔حضرت عبید بن عبدالغفار۔حضرت عمرون، ان کا تذکرہ عراقی نے الدرر میں کیا ہے۔حضرت فزارہ۔ان کا تذکرہ عراقی نے اپنی سیرت میں کیا ہے۔حضرت فضالہ یمانی۔یہ شام چلے گئے تھے۔حضرت قفیر، حضرت قیصر۔امام نووی نے انہیں تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے۔

حضرت کرکرہ۔یہ بعض غزوات میں آپ کے سامان کے نگران تھے۔حضرت کریب۔ابن اثیر نے انہیں آپ کے خدام میں ذکر کیا ہے۔یہ آپ کے سامان کے نگران تھے۔حضرت کیسان، حضرت مابور یہ مقوقس نے آپ کو پیش کیے

تھے۔حضرت محمد بن عبدالرحمان۔ابن اثیر نے انہیں آپ کے موالی میں شامل کیا ہے۔حضرت محمد۔ان کا نام مابا ہیہ تھا۔آپ نے ان کا نام محمد رکھا۔ابن اثیر نے موالی میں ان کا ذکر کیا ہے۔حضرت مدعم۔یہ سیاہ فام تھے۔یہ حسما کے تھے۔حضرت رفاعہ بن زید جزامی نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔زرکشی نے لکھا ہے۔ان کا نام کرکرہ تھا۔اختلاف ہے کہ کیا آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا یا یہ غلامی میں ہی وصال کر گئے تھے۔حضرت مکحول،ابن الاثیر نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔حضرت مہران،حضرت میمون،امام نووی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔حضرت نافع ابوسائب،ابن عساکر وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ابن سیدناس نے لکھا ہے کہ یہ نفیع کے بھائی تھے۔حضرت نبیل،انہیں مسروح یا نافع بن مسروح کہا جاتا ہے صحیح نام نافع بن حارث ہے۔یہ طائف کی فصیل سے اتر کر آپ کے پاس آگئے تھے۔یہ بکرہ (چرخی) میں اترے تھے۔آپ نے ان کا نام ابوبکر رکھ دیا۔ان کا وصال ۵۱ ھ میں ہوا تھا۔

حضرت مہیک۔حضرت ہرمز ابوکیسان۔ان کا تذکرہ امام نووی نے کیا ہے۔انہوں نے انہیں طہمان کے علاوہ لکھا ہے جنہیں ہرمز کہا جاتا تھا۔حضرت ہشام،ابن سعد نے ان کا ذکر موالی میں کیا ہے۔حضرت ہلال بن حارث،یا ابن ظفر ابوالحمراء۔یہ حمص میں فروکش ہو گئے تھے۔حضرت واقد یا ابوواقد۔ابن عساکر اور امام نووی نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔حضرت وردان۔ان کا ذکر امام نووی اور ابوسعید نیشاپوری نے کیا ہے۔حضرت یسار،ایک قول کے مطابق العرنیون نے ان کو شہید کیا تھا اور ان کا مثلہ کیا تھا۔حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: آپ کا ایک غلام تھا۔جسے یسار کہا جاتا تھا۔آپ نے اس کی طرف دیکھا وہ بہت اچھی طرح نماز ادا کر رہے تھے۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔حضرت ابواثیلہ،امام نووی نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ان کا نام اسلم تھا۔ان کے نام کے بارے اور اقوال بھی ہیں۔حضرت ابواسامہ،امام نووی نے تہذیب اسماء میں انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔حضرت ابوالبشیر۔ان کا تذکرہ ابوموسیٰ نے موالی میں کیا ہے۔حضرت ابوبکرہ،امام نووی نے انہیں موالی میں شامل کیا ہے۔حضرت ابوحمراء سلمی۔ان کے نام میں اختلاف ہے۔حضرت ابورافع،امام نووی نے انہیں تہذیب اسماء میں ذکر کیا ہے۔ان کا نام اسلم تھا،اور بھی اقوال ہیں۔یہ بہاء کے باپ تھے۔ابن عساکر نے انہیں موالی میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: یہ آپ کے گلہ بان تھے۔حضرت ابوریحانہ،حضرت ابوسلمی،دوسرا قول ہے کہ یہ ابوسلام تھے یہ آپ کے گلہ بان تھے۔حضرت ابوسمح، شاید ان کا نام ابوزیاد تھا۔معلوم نہیں ان کا وصال کہاں ہوا تھا؟ حضرت ابوصفیہ ابن عساکر،نووی اور ابن اثیر نے انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔حضرت ابوضمیر،امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان کا نام سعد تھا۔آل ذی یزن سے تھے۔حضرت ابوعبید۔حضرت ابوعسیب۔بعض نے ان کے مابین فرق کیا ہے۔ان کا نام احمد تھا۔یا مزہ تھا۔حضرت ابوقیلہ۔حضرت ابوکبشہ انماری۔یہ مشہور قول کے مطابق مذحج کے انمار سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے نام میں کئی اقوال ہیں۔زیادہ مشہور سلیم ہے۔انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی یا اوس نام لکھا جاتا ہے انہوں نے غزوہ بدر اور احد میں اور دیگر سارے غزوات میں شرکت

کی تھی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابولبابہ۔ ان کا تذکرہ محمد بن حبیب نے کیا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حبشی تھے یا نوبیا تھا۔ ابوسعید نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔

حضرت ابولقیط۔ ان کا تذکرہ ابن حبیب نے کیا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حبشی تھے یا نوبیا تھے۔ حضرت ابو مویہبہ یہ مزینہ کے غیر عربی تھے۔ ان کا نام معلوم نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوہند حجام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی پر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ ان کا تذکرہ ابوسعد نیشاپوری وغیرہ نے کیا ہے۔ حضرت ابوواقف۔ ان کا ذکر ابن سید الناس اور مغلطائی نے کیا ہے۔ حضرت ابویسر۔ ان کا ذکر ابوسعید نیشاپوری نے موالی میں کیا ہے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے دو غلام تھے۔ ایک حبشی دوسرا قبطی۔ ایک دن دونوں لڑ پڑے۔ ایک نے کہا: اے حبشی! دوسرے نے کہا: اے قبطی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح نہ کہو تم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو مرد ہو۔ زاد المعاد میں ہے: آپ غلاموں اور لونڈیوں کے بارے نرمی کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے لونڈیوں کی بہ نسبت غلاموں کو زیادہ آزاد کیا تھا۔

امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جس مسلمان نے مسلمان غلام کو آزاد کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا سبب بنے گا۔ اس کا ہر ہر عضو اس کے ہر ہر عضو کے بدلے میں آزاد کر دیا جائے گا۔ جس نے دو لونڈیاں آزاد کیں تو یہ اس کے لیے آگ سے نجات کا سبب بنیں گی۔ ان کے ہر ہر عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو آزاد کر دیا جائے گا۔ آپ نے اکثر غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ یہ مقام ان پانچ مقامات میں سے ایک ہے۔ جہاں مؤنث مذکر کے نصف میں ہوتی ہے۔ دوسرا عقیقہ ہے۔ اس میں مذکر کی طرف سے دو اور مؤنث کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ گواہی (۴) میراث۔ (۵) دیت۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی لونڈیاں

امۃ اللہ بنت رزینہ۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ صحابیت کا شرف ان کی والدہ رزینہ کو ملا تھا۔ حضرت امیمہ۔ یہ آپ کو وضو کراتی تھیں۔ ابن سکن نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔ حضرت ام اسامہ بن زید بن حارثہ، یہ حبشیہ تھیں۔ ان کا نام برکہ تھا۔ ان کی کنیت ام ایمن تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایاں تھیں۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ دو ہجرتیں کی تھیں۔ یہ ابوعمر کا قول ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد

خلافت میں وصال کیا تھا۔ یہ اس برکہ کے علاوہ ہیں جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کے ساتھ آئی تھیں۔ وہ بھی برکہ ام ایمن حبشیہ تھیں۔ حضرت بریرہ۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے تو ایک لونڈی کو یاد فرماتے جسے بریرہ کہا جاتا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ احتمال ہے یہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہوں اور آپ کی ولاء کی طرف مجازی طور پر منسوب ہوتی ہوں۔

حضرت حضرہ۔ ان کا تذکرہ ابن سعد، بلاذری اور ابن مندہ نے کیا ہے۔ حضرت خلیسہ، یہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔ حضرت خولہ۔ یہ حضرت حفص بن سعید کی دادی تھیں۔ ابوعمر نے ان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ربیحہ، حضرت قرظیہ، حضرت زرینہ، یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈیاں تھیں۔ کچھ سیرت نگاروں نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ حضرت صفیہ کی لونڈی تھیں یہ آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ ابو یعلی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے قریظہ کے روز حضرت صفیہ کو گرفتار کیا تھا، پھر انہیں آزاد کر دیا تھا رزینہ انہیں بطور حق مہر دی تھی۔ اس طرح یہ دراصل آپ کی لونڈی ہوں گی لیکن حق بات یہ ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا تھا اور ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر مقرر کیا تھا۔

حضرت روضہ۔ میں نے حضرت عمرو بن سعید ثقفی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اذن باریابی طلب کیا۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی "روضہ" سے فرمایا۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ حضرت رضوی۔ اسے حضرت ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت ریحانہ بنت شمعون، ان کا تذکرہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ہو چکا ہے۔ حضرت رکانہ۔ ان کا ذکر ابوالحسن علی بن فضل المقدسی نے اپنے طبقات میں کیا ہے۔ حضرت سائبہ، ان کا ذکر ابوموسیٰ المدنی نے کیا ہے۔ حضرت سدیسہ۔ یہ انصاریہ تھیں۔ ان کا تذکرہ ابن کثیر نے کیا ہے۔ یہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ حضرت سلامہ، یہ حضرت ابراہیم بن سید الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کی دایاں تھیں۔ ان کا ذکر ابن اثیر نے کیا ہے۔ حضرت سلمیٰ، یہ ام رافع ہیں۔ ابوموسیٰ نے ان کا تذکرہ لونڈیوں میں کیا ہے۔ ایک اور حضرت سلمیٰ۔ ان کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔ انہوں نے ان کا تذکرہ حضرت زینب بنت جحش کے ضمن میں کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ پہلی ہی ہیں۔

حضرت سیرین۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ آپ نے انہیں حضرت حسان کو عطا کر دیا تھا۔ حضرت صفیہ۔ آپ کی خادمہ۔ حضرت عنقودہ۔ ام صبیح حبشیہ۔ یہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام ہدیہ تھا۔ آپ نے ان کا نام عنقودہ رکھا۔ (ابونعیم) یا ان کا نام غفیرہ تھا۔ ان کا تذکرہ ابن کثیر نے موالی میں کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو روایت ان کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ باطل ہے۔ حضرت فضیہ۔ یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے حضرت لیلیٰ: یہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان میں اختلاف ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ۔ یہ آپ کے صاحبزادے حضرت

ابراہیم کی والدہ ماجدہ تھیں۔ان کا تذکرہ امہات المؤمنین میں ہو چکا ہے۔حضرت ماریہ بنت مرضیہ۔یہ آپ کی لونڈی تھیں ان کی کنیت ام رباب تھیں۔ان کی والدہ ماجدہ صحابیہ تھیں۔حضرت میمونہ بنت سعد یا سعید۔ابوعمر اور ابن عساکر نے انہیں موالی میں ذکر کیا ہے۔حضرت میمونہ بنت ابی عسیب یا ابی عنبسہ۔ابونعیم نے پہلے کو درست فرمایا ہے۔حضرت ام ضمیرہ، ضمیرہ کی والدہ۔حضرت ام عیاش۔آپ نے انہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس وقت بھیجا تھا جب ان کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

❁❁❁

تیسرا باب

موالی کے علاوہ آپ کے خدام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ انصاری بخاری تھے۔ان کی کنیت ابوحمزہ تھی یہ بصرہ چلے گئے تھے۔انہوں نے آپ کی خدمت دس سال کی تھی صلح حدیبیہ اور بعد کے غزوات میں شرکت کی تھی۔انہوں نے ۹۶ سال عمر پائی۔انہوں نے ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔حضرت اربد رضی اللہ عنہ۔ان کا تذکرہ ابوموسیٰ المدینی نے کیا ہے۔حضرت اسلع بن شریک۔یا اسلع بن اسلع اعرابی، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام میمون بن یسار تھا۔یہ آپ کے کجاوے پر سامان رکھتے تھے۔حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمی یہ اہل صفہ میں سے تھے۔ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں گمان کرتا تھا کہ حضرات ہند اور اسماء حارثہ کے نوران نظر تھے۔یہ آپ کے غلام تھے۔حضرت اسماء نے ۶۶ھ میں بصرہ میں وصال فرمایا۔اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت اسود بن مالک اسدی، براء بن مالک بن نضر آپ کے لیے حدی خوانی کرتے تھے۔حضرت ایمن بن عبید، یہ ابن ام ایمن کے نام سے معروف تھے۔یہ آپ کی خادمہ کے بیٹے تھے۔یہ آپ کے وضو کے برتن پر نگران تھے۔آپ کی قضائے حاجت کے وقت آپ کے ساتھ جاتے تھے۔یہ حنین کے روز ثابت قدم رہے تھے۔حضرت بکیر بن شداخ۔ان کا تذکرہ ابن مندہ نے کیا ہے نووی نے تہذیب الاسماء میں ان کا تذکرہ کیا ہے انہیں بکر بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت بلال بن رباح۔یہ ابن حمامہ کے نام سے معروف تھے۔یہ ان کی والدہ تھیں۔الحافظ نے لکھا ہے۔اسی طرح ابن کثیر اور المزی نے لکھا ہے کہ یہ سارے لوگوں سے فصیح تھے۔یہ یوں نہ تھے جیسے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ سین کو شین پڑھتے تھے، حتیٰ کہ بعض راویوں نے وہ روایت بیان کر دی جس کی کوئی اصل نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا: بلال کی سین اللہ تعالیٰ کے ہاں شین ہے۔یہ آپ کے چار مؤذنین میں سے ایک تھے۔سب سے پہلے انہوں نے ہی اذان دی تھی۔یہ اہل و

عیال پر خرچ کے نگران تھے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو یہ شام میں جہاد کے لیے چلے گئے۔ دمشق میں ان کا وصال ہوا۔ یا
مدینہ طیبہ میں۔ امام نووی نے دوسرے قول کو غلط کہا ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ اس کی قبر باب صغیر سے ...
ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال حلب میں ہوا تھا صحیح یہ ہے کہ حلب میں ان کے بھائی حضرت ... کا وصال ہوا تھا۔

حضرت ثعلبہ بن عبد الرحمان انصاری۔ یہ آپ کی حیات طیبہ میں رب تعالیٰ کے خوف سے وصال کر گئے تھے۔

حضرت جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ حضرت جدیع بن نذیر۔ یہ مرادی کا قول ہے۔ ابن یونس نے لکھا ہے: یہ یمنی تھے انہوں نے آپ کی خدمت کی تھی۔ حضرت حبہ بن خالد بن صدرجان۔ حضرت حسان اسلمی۔ امام الطبری نے ذکر کیا ہے وہ آپ کی سواری کو ہانکتے تھے۔ حضرت حنین۔ یہ آپ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے انہیں آپ کو پیش کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کیا تھا۔ یہ بھی آپ کی خدمت کرتے تھے۔ حضرت خالد بن یسار غفاری۔ حضرت ذو مخمر۔ یہ نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے تھے۔ اس نے انہیں بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے آپ کی خدمت کریں۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی۔ ابو فراس۔ یہ آپ کو وضو کراتے تھے۔ انہوں نے ۶۳ھ میں وصال کیا۔ حضرت سابق۔ ان کا تذکرہ ابن عبد البر نے کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابو سلام ہاشمی تھے۔ حضرت سالم ہاشمی۔ ان کا تذکرہ عسکری نے کیا ہے۔ حضرت سعد یا سعید۔ پہلا قول مشہور ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خادم تھے۔ حضرت سلمی یا حضرت سالم یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ جب آپ عمرۃ القضاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آپ کی ناقہ کو ہانک رہے تھے۔ یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود یہ آپ کے نعلین پاک کے نگران تھے۔ جب آپ اٹھتے تو انہیں آپ کو پہناتے تھے۔ جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تھے تو یہ انہیں اپنی بغل میں رکھ لیتے تھے۔ حضرت عقبہ بن عامر۔ یہ آپ کی خچر کے نگران تھے۔ اسے سفروں میں ہانکتے تھے۔ یہ کتاب الٰہی کے عالم اور فرائض کو جاننے والے تھے۔ یہ فصیح اور نغز گو شاعر تھے۔ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے والی بنے۔ ۵۸ھ میں وصال کیا۔

حضرت قیس بن سعد انصاری خزرجی۔ یہ آپ کے لیے یوں تھے جیسے پولیس کا آفیسر ہوتا ہے انہوں نے مدینہ طیبہ میں حضرت امیر معاویہ کے آخری ایام میں وصال فرمایا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ یہ آپ کے سامنے اسلحہ بردار کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ عرب کے بہادروں میں سے ایک تھے۔ صحیح روایت کے مطابق انہوں نے ۵۰ھ میں وصال کیا تھا۔ حضرت مقداد بن اسود کندی۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ۔ یہ آپ کی انگوٹھی اور نفقہ پر نگران تھے۔ حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی۔ حضرت مہاجر۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ حضرت ہلال بن حارث، ابو الحمراء، ان کا ذکر ابن عساکر نے کیا ہے۔ حضرت ہند بن حارثہ یہ اسلمی تھے اور اسماء کے بھائی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت میں انہوں نے خود کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا۔ ابو الحمراء ہلال۔ حضرت ابو ذر غفاری۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ۳۱ھ میں ربذہ کے مقام پر وصال کیا تھا یا ۳۲ھ یا ۳۳ھ کو وصال کیا تھا۔ حضرت ابو سمح۔ ابو سلام ہاشمی۔ ان کا نام سالم تھا۔ ایک انصاری بچہ جو حضرت

انس سے چھوٹا تھا۔ رضی اللہ عنہم۔ صحابیات میں سے آپ کی خدمت کرنے کی سعادت ان خواتین نے کی۔ حضرت امۃ اللہ بنت رزینہ، رزینہ، سلمی، ام رافع، صفیہ، میمونہ، ام عیاش، خولہ، ام حفصہ۔ رضی اللہ عنہن۔ حضرت برکہ ام ایمن حبشیہ۔ یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ وہاں ان کی خدمت کرتی تھیں۔ انہوں نے ہی آپ کا پیشاب مبارک پیا تھا۔ یہ آپ کی خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ تھیں۔ ابوعمر کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن سکن نے لکھا ہے کہ ان کے نام اور کنیت میں اتفاق ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے دور کا احتمال ہے کہ یہ ماریہ ام رباب ہوں۔ ابوعمیر وغیرہ نے ان کا تذکرہ ان خدام میں کیا ہے جو آپ کے لیے جھکے تھے، حتیٰ کہ آپ دیوار پر چڑھ گئے۔ مشرکین سے دور چلے گئے۔

آپ کی سواری کے جانور، چوپائے وغیرہا

پہلا باب

آپ کے گھوڑے، خچر اور گدھے

آپ ﷺ کے سات گھوڑے تھے۔ چھ خچریں تھیں۔ دو گدھے تھے۔ بہت سے اونٹوں میں سے سواری کے لیے تین تھے۔

گھوڑے

آپ ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام السکب تھا۔ یہ دوڑنے میں پانی کی روانی کی طرح تھا۔ سب سے پہلے آپ اس گھوڑے کے مالک بنے تھے۔ آپ نے اسے ایک اعرابی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ اعرابی نے اس کا نام الفرس رکھا تھا، یعنی خستہ حال اور بدخلق۔ اس کے چہرے پر سفید نشان تھے۔ یہ محجل اور طلق الیمین تھا۔ یہ سیاہی اور سرخی کے مابین تھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سیاہ اور ادھم تھا۔ دوسرے گھوڑے کو مرتجز کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے ہنہنانے کا انداز بہت اچھا تھا۔ یہ سفید تھا۔ اسی کے متعلق حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی کہ آپ نے اسے اپنے ساتھی سے خریدا تھا۔ پہلے اس نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ اس شخص نے کہا تھا: آپ کی گواہی کون دے گا؟ حضرت خزیمہ نے عرض کی: میں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم گواہی کیسے دو گے؟ حالانکہ تم وہاں موجود نہ تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ آپ کا فرمان معاینہ کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا: تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ ان کا نام ذوالشھادتین پڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا: جس کے حق میں یا مخالفت میں حضرت خزیمہ نے گواہی دے دی وہ اس کے لیے کافی ہے، لیکن آپ نے وہ گھوڑا اس اعرابی کو واپس کر دیا تھا۔ فرمایا: اسے رب تعالیٰ تمہارے لیے بابرکت نہ کرے۔ دوسرے روز وقت صبح اس نے اپنی ٹانگ اٹھا دی تھی۔ ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ اپنی دم کی طوالت کی وجہ سے زمین کو ڈھانپ دیتا تھا۔ یا اس کا موٹاپا معروف تھا۔ یہ گھوڑا آپ کو حضرت فروہ بن عمرو نے سرزمین شام سے بلقاء سے بھیجا تھا۔

ایک گھوڑے کو لزاز کہا جاتا تھا۔ یہ مقوقس نے آپ کو تحفہ بھیجا تھا۔ یہ سرعت سے منزل تک پہنچ جاتا تھا۔ ایک

گھوڑے کو الطرف کہا جاتا تھا۔ یہ گھوڑے میں سے عمدہ نسل کا تھا۔ ایک گھوڑے کو الورد کہا جاتا تھا۔ یہ کمیت اور اشقر (سرخ اور سیاہ) کے مابین تھا۔ یہ حضرت تمیم داری نے آپ کو پیش کیا آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ ایک گھوڑے کو سبحہ کہا جاتا تھا یعنی تیز رفتار۔ یہ آپ کے معروف گھوڑے ہیں بعض نے کچھ کا اضافہ کیا ہے۔ ان کی تعداد پندرہ بنا دی ہے بعض نے بیس تک کر دی ہے۔ حافظ دمیاطی نے اپنی سیرت میں ان کے پندرہ نام لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے: ہم نے ان کا تذکرہ اور تفصیل اپنی کتاب "کتاب الخیل" میں کر دی ہے۔

آپ کے گھوڑوں کی زین کے دونوں اطراف کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے تھے۔ آپ کو عورتوں کے بعد سب سے پسندیدہ چیز گھوڑے تھے۔ روایت ہے کہ آپ اپنی قمیص مبارک کی آستین کے ساتھ گھوڑوں کے چہرے، منخر اور آنکھیں صاف کرتے تھے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی قمیص مبارک کی آستین سے صاف فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے مجھے گھوڑوں کے متعلق عتاب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روزِ حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔ اس کے اہل کی ان پر مدد کی جاتی ہے وہ ان کی پیشانیوں سے پکڑیں اور ان کے لیے برکت کی دعا کریں۔ روایت ہے کہ آپ غزوۂ تبوک میں اپنے گھوڑے کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے جَو اس کے ساتھ معلق کیے۔ اس کی کمر کو اپنی چادر مبارک سے صاف کرنے لگے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی چادر مبارک سے اس کی کمر کو صاف کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم کیا جانو شاید جبرائیل امین نے مجھے یوں کہا ہو۔

بعض افراد سے روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ وہ اس وقت بیت المقدس کے امیر تھے۔ انہوں نے انہیں پایا کہ وہ اپنے گھوڑے کے لیے جَو صاف کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: امیر محترم! یہ کام آپ کے علاوہ اور کوئی نہ کرسکتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: جس نے اپنے گھوڑے کے لیے جَو صاف کیے پھر انہیں لے آیا اور اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ معلق کر دیا تو رب تعالیٰ ہر ہر جَو کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ آپ دوڑ کے لیے گھوڑے تیار فرماتے تھے۔ خشک حشیش کے ذریعے انہیں اضمار کرنے کا حکم دیتے تھے۔ صبح و شام انہیں دوڑانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ انہیں دن میں دو بار لے جانے کا حکم دیتے اور دوڑ کے لیے ایک یا دو چکر لگوانے کا حکم دیتے تھے۔

خچر

ایک خچر شہباء تھی۔ جسے دلدل کہا جاتا تھا۔ یہ مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ دلدل دراصل قنفذ خاردار چوہے کو کہا جاتا ہے یا ان میں سے مذکر کو یا بڑے کو کہا جاتا ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ اسی خچر پر سوار ہوئے تھے۔ یا سب سے پہلے اسلام میں اسے ہی دیکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ اور سفر میں اسی پر سوار ہوتے تھے۔ یہ زندہ رہی حتیٰ کہ اس

کے دانت گر پڑے۔اس کے جو کوٹے جاتے تھے۔یہ اندھی ہو گئی تھی۔اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔انہوں نے اسی پر خوارج کے ساتھ جہاد کیا تھا۔پہلے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہوئے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے شہزادے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے،پھر حضرت محمد ابن حنفیہ اس پر سوار ہوتے تھے۔

ابن صلاح سے پوچھا گیا: یہ مؤنث تھی یا مذکر۔انہوں نے کہا: یہ مؤنث تھی۔بعض نے کہا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ مذکر تھا۔ایک شخص نے تیر مار کر اسے مار ڈالا تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی زوجہ کریمہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔میں ان کے پاس سے صوف اور کھجور کے پتے لے کر آیا۔میں نے اور آپ نے دلدل کے لیے لگام اور رسی بٹی۔آپ اندر تشریف لے گئے۔ایک مبارک چادر لائے۔اسے دہرا کیا۔چار تہیں کیں خچر پر ڈالا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ایک اور خچر بھی تھی۔اس کا نام فضہ تھا۔اسے حضرت عمرو بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا آپ نے یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی۔بعض نے خچروں کی تعداد سات بتائی ہے۔مزیل الخلفاء اور مغلطای میں ہے کہ آپ کی خچر دلدل تھی۔فضہ تھی۔ایک خچر آپ کو ابن العلماء نے غزوہ تبوک میں پیش کی تھی۔ایک خچر ایلیہ تھی ایک خچر کسریٰ کے پیش کی تھی۔ایک دومۃ الجندل سے آئی تھی۔ایک نجاشی کے پاس سے آئی تھی۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کے نگران تھے۔وہ سفروں میں آپ کی خچر کو ہانکا کرتے تھے۔انہوں نے مصر میں وصال فرمایا۔وہاں ہی قبرستان میں مدفون ہوئے۔وہاں ان کی قبر انور معروف ہے۔یہ حضرت عتبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ سے قبل وہاں کے والی تھے،پھر مسلمہ بن مخلد سے انہیں وہاں سے ہٹا دیا گیا۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں رات کی تاریکی میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا۔آپ سواری پر تشریف فرما تھے۔آپ نے سواری کو بٹھانے کا حکم دیا۔میں نے اسے بٹھایا۔آپ نیچے تشریف لائے،پھر فرمایا: تم سوار ہو جاؤ۔میں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کی سواری پر اور سواری کے جانور پر سوار ہوں۔آپ نے مجھے حکم دیا۔آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔میں نے اسی طرح عرض کی۔آپ نے کئی بار فرمایا۔میں نے اسی طرح عرض کی،حتیٰ کہ مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ میں آپ کی نافرمانی کر رہا ہوں۔میں آپ کی سواری پر سوار ہو گیا۔(امتاع)

گدھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گدھے کا نام یعفور تھا۔دوسرے کو عفیر کہا جاتا تھا۔یہ بھورے رنگ کا تھا۔یہ حجۃ الوداع کے وقت مر گیا تھا۔اسے فروہ بن عمرو جذامی یا مقوقس نے پیش کیا تھا۔بعض سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھوں کی تعداد چار لکھی ہے پہلے گذر چکا ہے کہ یعفور کو آپ نے خیبر میں پایا تھا۔جس روز آپ کا وصال ہوا اسی روز اس نے خود کو کنوئیں میں گرا لیا تھا۔یہ آپ کے غم اور فراق کی وجہ سے تھا۔یہ داستان پہلے گزر چکی ہے۔

اونٹ

جن اونٹوں پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے۔ان میں ایک قصواء اونٹنی تھی۔ایک جدعاء تھی۔یہ عضباء تھی۔اسی کے ساتھ ہی دوڑ میں مقابلہ نہ ہوسکتا تھا۔ایک دفعہ دوسرا اونٹ اس سے آگے نکل گیا۔یہ مسلمانوں پر گراں گزرا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رب تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بلند نہیں کرتا مگر وہ اسے سرنگوں کر دیتا ہے۔روایت ہے کہ اس اونٹنی نے آپ کے وصال کے بعد نہ کچھ کھایا نہ پیا حتیٰ کہ مر گئی۔دوسرے قول کے مطابق مذکورہ بالا صفات کی حامل اونٹنی قصواء تھی۔عضباء کا نگران حاجیوں کے ساتھ اس کی دوڑ لگاتا تھا۔اس کا نام سابقۃ الحاج پڑ گیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی اونٹنی کے تھے۔اصل سے تو یہی سمجھا جاسکتا ہے۔ابن جوزی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قصواء ہی عضباء اور جدعاء ہے۔ایک قول یہ ہے کہ قصواء ایک اور عضباء اور جدعاء دوسری اونٹنی تھی۔جہاں تک گائے کا تعلق ہے کہ یہ کچھ بھی مروی نہیں کہ آپ کی ملکیت میں گائے ہو یہ اس قول کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے گائے کی قربانی کی تھی۔

بکریاں

ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ایک سو تھی۔ایک قول ہے کہ بکریاں سات تھیں انہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چراتی تھیں۔روایت ہے: "بکریاں بناؤ۔ان میں برکت ہے۔" کچھ بکریوں کا دودھ آپ کے لیے مختص تھا۔آپ کی ایک بکری مر گئی آپ نے فرمایا: تم نے اس کے چمڑے کے ساتھ کیا کیا؟ اہلِ خانہ نے عرض کی: یہ مردار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو رنگنا ہی اس کی پاکیزگی ہے۔ایک سفید مرغ بھی آپ کے پاس تھا۔یہ آپ کے کاشانۂ اقدس میں آپ کے ساتھ رہتا تھا۔آپ نے فرمایا: سفید مرغ میرا دوست ہے یہ میرے دوست کا دوست اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔رب تعالیٰ اس کے مالک کے گھر کی دس گز آگے سے، دس گز پیچھے سے، دس گز سامنے سے اور دس گز پیچھے سے حفاظت کرتا ہے۔روایت میں ہے: سفید مرغ رکھا کرو۔جس گھر میں سفید مرغ ہو شیطان اور جادوگر اس کے قریب نہیں جاسکتے۔یہ تراشے ہوئے کبوتر رکھا کرو۔یہ جنات کو تمہارے بچوں سے دور کرتے ہیں۔عرائس میں ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: مولا! میں رزق کی تلاش میں مشغول رہتا ہوں۔میں دنیا کے ایام کے مطابق تسبیح کی ساعتوں کو نہیں جان سکتا۔رب تعالیٰ نے مرغ اتارا۔اسے ملائکہ کی تسبیح کی آواز سنادی۔وہ سب سے پہلا گھریلو جانور تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے گھر رکھا۔جب مرغ آسمان سے فرشتوں کی تسبیح سنتا تو وہ زمین پر تسبیح بیان کرتا۔حضرت آدم علیہ السلام کی تسبیح سن کر تسبیح بیان فرماتے۔

خچریں، گدھے اور اونٹ

محمد بن ابراہیم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ دلدل آپ کی خچر کا نام تھا۔یہ پہلی خچر تھی جس پر آپ اسلام

میں سوار ہوئے تھے۔ یہ آپ کو مقوقس نے پیش کی تھی۔ اس کے ساتھ ایک گدھا بھی پیش کیا تھا۔ جسے عفیر کہا جاتا تھا۔ یہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ محمد بن اسحاق نے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے گھر میں آپ کی خچر دیکھی۔ اس کے لیے جَو کوٹے جارہے تھے اس کے دانت گر چکے تھے حضرت زامل بن عمرو سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: فروہ بن عمرو جذامی نے بارگاہ رسالت مآب میں ایک خچر پیش کی جسے فضہ کہا جاتا تھا۔ آپ نے اسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ایک یعفور گدھا تھا جو حجۃ الوداع سے واپسی پر مر گیا تھا۔ ایک خچر دلدل تھی جسے فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ حنین کے روز اسی پر سوار تھے۔ ابن عمر نے لکھا ہے ہمارے سارے اصحاب نے بتایا ہے کہ آپ کی اونٹنی قصواء تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ نعم بن قشیر کے پاس تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے خرید لی۔ ایک کے ہمراہ ایک اور اونٹنی بھی تھی۔ انہوں نے انہیں آٹھ سو دراہم میں خریدا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے لیے پسند کر لیا تھا۔ اسی پر آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔ جب یہ آپ کے پاس آئی تو اس کے چار دانت نکلے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے پاس ہی رہی حتیٰ کہ اس کے دانت گر گئے۔ اس کے نام قصواء، جدعاء اور عضباء تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی عضباء اونٹنی سے دوڑ نہیں لگائی جا سکتی تھی۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اس کے ساتھ دوڑ لگائی۔ اس کا اونٹ اس سے آگے نکل گیا۔ صحابہ کرام پر یہ امر گراں گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ قدرت الٰہیہ سے ہے کہ وہ چیز کو بھی سر بلند کرتا ہے اسے سرنگوں ضرور کرتا ہے۔

❀❀❀

لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق

30

پہلا باب

آپ پر ایمان لانا فرض ہے

رب تعالیٰ کے فرامین ہیں:

اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: تم اعتقاد رکھتے ہو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الفتح:۹)

ترجمہ: تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ (الفتح:۱۳)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد کروں، حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے لگیں۔ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ میرے پیغام حق پر ایمان لے آئیں۔ جب انہوں نے یہ تقاضا پورا کر دیا تو ان کے خون اور اموال مجھ سے محفوظ ہو گئے، مگر ان کے حقوق ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد کروں، حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دینے لگیں: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے اسلام کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول (محترم) ہیں، پھر انہوں نے ایمان کے متعلق پوچھا تو

فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آؤ۔
آپ ﷺ پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایمان سے مراد آپ کی نبوت اور رسالت کی آپ کے لیے تصدیق ہے جو کچھ آپ لے کر تشریف لائے ہیں اس کی تصدیق ہے جو کچھ آپ نے فرمایا اس کی تصدیق ہے دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان کی گواہی کا بھی اسی کے مطابق ہونا ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب دل کے ساتھ تصدیق اور اس کے ساتھ زبان سے گواہی جمع ہو جائیں گے تو آپ پر ایمان اور تصدیق مکمل ہو جائیں گے۔ یہ امر طے ہے کہ آپ پر ایمان لانا دل کے یقین کا محتاج ہے۔ اسلام قبول کرنا زبان کے ساتھ اقرار کرنا ضروری ہے۔ یہ قابل ستائش اور مکمل حالت یہ ہے۔ جنہوں نے صرف زبان کے ساتھ گواہی دی دل کی تصدیق نہ کی وہ ایمان سے نکل گئے۔ آخرت میں ان کے ایمان کا فیصلہ نہ ہوگا۔ انہیں آگ کے نچلے طبقہ میں کفار کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔ اسلام کا حکم ان پر دنیاوی ان احکام کے اعتبار سے باقی رہے گا جو ائمہ اور مسلمانوں حکام کے متعلقہ ہیں۔ ان کے احکام ظاہر پر لاگو ہوں گے۔ وہ جس اسلام کی علامت کا اظہار کر رہے ہوں گے، کیونکہ رب تعالیٰ نے اندر کی مخفی باتوں سے آگاہ ہونے کے متعلق کسی بشر کو کوئی راہ نہیں بتائی۔ نہ ہی ان کے متعلق بحث کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ان کے متعلق فیصلہ کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب اس شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام کا اظہار کیا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے اسلام لانے کے بعد اسے قتل کر دیا۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ (شیخان) تا کہ وہ جان لیتے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ دل سے کہہ رہا ہے یا کہ نہیں۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی اطاعت کا وجوب

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (الانفال:۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا کہا مانو اور اس کے رسول کا اور اس سے روگردانی مت کرو۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ (آل عمران:۳۲)

ترجمہ: آپ ﷺ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ: اور خوشی سے کہا مانو۔ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا امید ہے کہ تم رحم کیے جاؤ گے۔

وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ (النور:۵۴)

ترجمہ: اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لیتے تو راہ پر جا لگو گے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس شخص نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ (الحشر:۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ (النساء:۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہید اور نیک لوگ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ (الاحزاب:۶۶)

ترجمہ: جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کاش ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میں تمہیں کسی امر کا حکم دوں تو اسے اتنا بجالاؤ جتنی تم میں استطاعت ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک جنت میں داخل ہوگا۔ سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اور اس کی مثال جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس آئے۔ وہ کہے: اے میری قوم! میں نے ایک لشکر دیکھا ہے میں واضح ڈرانے والا ہوں۔ بچو بچو۔ ان میں سے ایک گروہ اس کی اطاعت کرے۔ وہ اس کی راہ نمائی کے مطابق سفر شروع کر دیں۔ وہ دشمن سے نجات پالیں۔ دوسرا گروہ اس کی تکذیب شروع کر دے وہ اپنے مقام پر ہی ٹھہرے رہیں۔ وقت صبح دشمن ان پر حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی جو کچھ میں لے کر آیا ہوں۔ اس کی اتباع کی۔ یہ اس کی مثال بھی ہے جس

نے میری نافرمانی کی اور میرے پیغام حق کی تکذیب کی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مثال وہ شخص ہے جس نے گھر بنایا۔ اس میں دسترخوان بچھایا۔ جس نے داعی کی صدا پر لبیک کہا وہ گھر میں داخل ہوگیا۔ اس دسترخوان سے کھالیا جس نے داعی کی صدا پر لبیک نہ کہا۔ وہ نہ گھر میں داخل ہوا نہ ہی دسترخوان سے کھایا۔ (شیخان) وہ گھر جنت ہے، داعیٔ اعظم، محمد عربی ﷺ ہیں۔ جس نے محمد عربی ﷺ کی اطاعت کی اس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کی نافرمانی کی اور لوگوں میں تفریق ڈال دی۔ شیخان نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا۔ اس اطاعت پر اجر عظیم کا وعدہ کیا۔ اس کی مخالفت کرنے پر سخت عذاب کی وعید سنائی۔ آپ ﷺ کا حکم بجالانے اور نہی سے رکنے کا حکم دیا۔ مفسرین اور ائمہ نے فرمایا ہے کہ آپ کی سنن مطہرہ کو لازم پکڑنے میں آپ کی اطاعت یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کیا جائے جس سے آپ نے روکا ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے جو رسول محترم ﷺ بھی بھیجا ہے اس کی اطاعت ان پر فرض قرار دی ہے جن کی طرف انہیں بھیجا جاتا ہے یعنی وہ اس کام کو کریں جس کا وہ حکم دے اور اس کو نہ کریں جس سے وہ منع کرے جو سنن میں آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہے۔ وہ فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کرتا ہے۔ ایک قول ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان امور میں کرو جو اس نے تم پر حرام کیے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت ان امور میں کرو جو انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ تک پہنچائے ہیں۔ یا رب تعالیٰ کی اطاعت اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ اس کے لیے ربوبیت کی شہادت رغبت کے ساتھ دیتے ہوئے اس کی اطاعت کرو، جبکہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے کرو۔ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ کی اتباع کے وجوب، سنن پر عمل پیرا ہونے اور آپ کی ہدایت کی اقتداء

رب تعالیٰ کے فرامین ہیں:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ تمہیں دوست رکھے گا اللہ تعالیٰ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝ (اعراف:۱۵۸)

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر بے پڑھے اور غیب بتانے والے پر جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو گے تو راہ پا جاؤ گے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (النساء:۶۵)

ترجمہ: اے محبوب! آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جو کچھ تم حکم فرما دو تو وہ اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

آجری نے حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت پاک اور خلفاء الراشدین المہدیین کی سنن پر عمل کرو۔ انہیں مضبوطی سے تھام لو (دین میں) نئے نئے امور سے بچو۔ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم) انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے: ہر گمراہی آگ میں ہوگی۔

امام شافعی نے الام میں، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں کسی کو اس طرح نہ پاؤں وہ اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہو۔ ان کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ وہ کہے: میں یہ نہیں جانتا۔ ہم اسے کتاب الٰہی میں نہیں پاتے کہ ہم اس کی اتباع کریں۔

شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وہ کام کیا جس میں رخصت دی تھی۔ ایک قوم نے اس سے اجتناب کیا۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اس چیز سے پہلوتہی کر رہے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ بخدا! میں ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

ابونعیم، ابوشیخ اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قرآن پاک اس شخص پر مشکل اور گراں ہے جس نے اسے ناپسند کیا۔ یہ اس شخص کے لیے حکم ہے جس نے میری حدیث پاک کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اسے سمجھا اور اس کی حفاظت کی۔ یہ قرآن پاک کے ساتھ ہی ہے جس نے قرآن پاک کے ساتھ میری حدیث پاک پر عمل پیرا ہونے میں غفلت برتی۔ وہ دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہا۔ میری امت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ میرے فرامین کو مضبوطی سے تھام لیں۔ میرے حکم کی اطاعت کریں میری سنت کی اتباع کریں جو میرے فرامین پر راضی ہو گیا وہ قرآن پاک پر راضی ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اقتداء کی وہ مجھ سے ہے۔ جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ الطبرانی نے الاوسط حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پاک کو مضبوطی سے تھام لیا اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ علامہ اصبہانی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت پاک کو زندہ کیا۔ اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی نے حسن اور ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف المزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث سے فرمایا: جس نے میری سنن مطہرہ میں سے کسی سنت پاک کو زندہ کیا جسے میرے بعد مٹا دیا گیا تھا تو اس کے لیے اتنا اجر ہے جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ امام نسائی، ابن ماجہ نے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی: ابو عبدالرحمان! ہم قرآن پاک میں صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ الحضر تو پاتے ہیں لیکن صلاۃ السفر اس میں نہیں پاتے۔ انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! رب تعالیٰ نے ہماری طرف محمد عربی ﷺ کو بھیجا۔ ہم کچھ بھی نہ جانتے تھے ہم نے آپ کو دیکھا آپ سفر میں قصر کرتے تھے تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ قصر کی۔ آپ کی اقتداء کی۔ اللالکائی نے "السنۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین نے سنن قائم کیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا کتاب الٰہی کی تصدیق ہے۔ رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ دین الٰہی پر قوت ہے۔ کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ انہیں تبدیل کرے۔ ان کی مخالفت کرنے والے کی رائے میں غور و فکر نہ کیا جائے گا جس نے ان کے ساتھ اقتداء کی وہ ہدایت پا گیا۔ جس نے ان کے ساتھ نصرت مانگی۔ اس کی نصرت کر دی گئی۔ جس نے ان کی مخالفت کی۔ اہل ایمان کے علاوہ دوسرا رستہ اختیار کیا رب تعالیٰ نے اسے ادھر ہی چلا دیا جس سے وہ روگرداں ہو کر گیا۔ اسے حوالہ جہنم کیا وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ امام زہری نے فرمایا: ہمیں اہلِ علم سے معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سنت پاک کو مضبوطی سے تھام لینے میں نجات ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھیں۔ فرمایا: میں اسی طرح کر رہا ہوں جس طرح میں نے حضور اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے قران کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: میں لوگوں کو اس سے روک رہا ہوں۔ آپ اس پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی شخص کے لیے آپ کی سنت مطہرہ کو نہ چھوڑوں گا۔

دارمی، الطبرانی اور اللالکائی نے اپنی سنن میں حضرات ابن مسعود اور ابو درداء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سنت پاک میں قصد کرنا بدعت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سفر کی رکعتیں دو ہیں۔ جس نے سنت مطہرہ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

اصبہانی نے "ترغیب" میں اللالکائی نے "السنۃ" میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم پر صراط مستقیم اور سنت پاک کو مضبوطی سے پکڑ لینا لازم ہے۔ روئے زمین پر جو شخص بھی صراط مستقیم اور سنت پاک پر عمل کرتا ہے وہ تنہائی میں رب تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو خشیت الٰہیہ سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔ رب تعالیٰ اسے کبھی عذاب نہیں دیتا۔ جو صراط مستقیم اور سنن مطہرہ پر چلتا ہے خشیت الٰہیہ سے وہ لرز اٹھتا ہے تو اس کی مثال وہ درخت ہے جس کے پتے خشک ہو چکے ہیں۔ وہ اسی طرح ہوا اس کو سخت ہوا کا سامنا کرنا پڑے تو اس کے پتے گرنے لگیں۔ اس شخص کے گناہ بھی اسی طرح گرتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گرتے ہیں۔ راہ خدا پر چلنا اور آپ کی سنن مطہرہ پر عمل پیرا ہونا راہ خدا اور سنن پاک کی مخالفت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال میں غور و فکر کیا کرو کہ وہ سنن پاک ہیں یا تمہارا اجتہاد ہے۔ اسے انبیاء کرام کے اسلوب اور ان کی سنن پاک کے مطابق ہونا چاہیے۔

شیخان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو دیکھا تو فرمایا: تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ تجھے چوم رہے تھے تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔ امام احمد اور بزار نے صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ کسی جگہ اپنی اونٹنی کو گھما رہے تھے۔ لوگوں نے اسے گھمانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: سبب تو مجھے معلوم نہیں۔ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ یوں کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی اسی طرح کیا۔

حضرت ابو عثمان حیری نے فرمایا کہ شیخ الصوفیاء نے نیسا پور میں فرمایا: جس نے خود کو قول و فعل کے اعتبار سے سنت کا پابند بنا لیا وہ حکمت کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ جس نے خود کو خواہشات نفسانیہ کا پابند بنا لیا وہ بدعتوں کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری نے فرمایا: ہم صوفیاء کا انحصار تین امور پر ہوتا ہے۔ (۱) افعال اور اقوال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء (۲) حلال کھانا۔ (۳) تمام اعمال میں اخلاص نیت۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں ہے:

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۗ (الفاطر:۱۰)

ترجمہ: عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔

اس سے مراد آپ کی اقتداء ہے۔ محمد بن علی ترمذی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

آپ کا اسوہ یہ ہے کہ آپ کی اقتداء کی جائے اور آپ کی سنت مطہرہ کی اتباع کی جائے۔ قول اور فعل آپ کی مخالفت کو ترک کر دیا جائے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا ہے:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:۷)

ترجمہ: ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اس سے مراد آپ کی سنن مطہرہ کی اتباع ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت سے ممانعت

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور:٦٣)

ترجمہ: جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ نہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:١١٥)

ترجمہ: اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا ہے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے۔ ہم اسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری (جگہ ہے)۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ لوگوں کو میرے حوض (کوثر) سے یوں دور کر دیا جائے گا جیسے بھٹکے ہوئے اونٹوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔ میں انہیں پکاروں گا ارے ادھر ادھر۔ مجھے کہا جائے گا: یہ آپ کے بعد تبدیل ہو گئے تھے۔ میں کہوں گا: پرے ہٹو، پرے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل روایت لکھی ہے۔ اس میں ہے: جس نے میری سنت پاک سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس معاملہ میں وہ چیز پیدا کر دی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں سے کسی ایک کو یوں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہو۔ میرے احکام میں سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ وہ کہے: میں نہیں جانتا۔ جو ہم کتاب الٰہی پائیں گے اس کی اتباع کر لیں گے۔ حاکم نے اسے حضرت مقداد سے روایت کیا ہے اس میں

ہے: ارے! جو آپ حرام فرما دیں وہ اسی طرح ہے جیسے رب تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں، دارمی اور فریابی ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں شانے کی ہڈی پیش کی گئی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: کسی قوم کی حماقت یا ضلالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس پیغام حق جوان کا نبی لے کر آیا ہے انحراف کرے اور وہ پیغام قبول کرے جوان کے نبی کے علاوہ کوئی اور لے کر آیا ہو یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی طرف چلے جائیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ (العنکبوت:۵۱)

ترجمہ: اور کیا یہ انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جوان پر پڑھی جاتی ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: خواہشات میں مگن رہنے والے ہلاک ہو گئے۔ امام بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کسی عمل کو چھوڑنے والا نہیں جس پر حضور اکرم ﷺ عمل پیرا ہوئے تھے، بلکہ میں اس پر ضرور عمل پیرا ہوں گا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کے کسی حکم کو چھوڑ دیا تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔

❁❁❁

پانچواں باب

آپ سے محبت کا لزوم، اس کا اجر و ثواب اور اسلاف عظام کے اس کے متعلق اقوال

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ (التوبہ:۲۴)

ترجمہ: فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تین امور ایسے ہیں جو جس میں پائے گئے اس نے ایمان کی حلاوت کو پالیا۔ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم ﷺ دیگر ساری اشیاء سے محبوب ہوں۔

شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والدین اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کے والدین اور اولاد سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: آپ ﷺ مجھے اس نفس کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں جو میرے دو پہلوؤں کے مابین ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اس کے ہاں اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر کتابِ حق نازل کی ہے آپ اب مجھے میری اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے ہیں جو میرے دو پہلوؤں میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب! عمر! (آپ کا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔)

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کیا ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے اس کے لیے کثیر نمازوں، کثیر روزوں اور کثیر صدقات میں سے کچھ بھی تیار نہیں کیا۔ البتہ میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ امام ترمذی اور نسائی نے حضرت صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرات امامین کریمین حسنین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی۔ ان دونوں سے محبت کی۔ ان کی امی جان اور والد گرامی سے محبت کی۔ وہ روز حشر جنت میں میرے درجہ پر ہو گا۔

الطبرانی، ابن مردویہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ مجھے میرے اہل اور مال سے محبوب ہیں۔ جب آپ کی یاد آجاتی ہے تو پھر مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا، حتیٰ کہ آپ کی زیارت سے بہرہ ور ہو جاؤں۔ مجھے آپ کا وصال اور اپنی موت یاد آجاتی ہے۔ میں جان لیتا ہوں کہ جب آپ جنت میں جلوہ افروز ہوں گے۔ آپ انبیائے کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ اگر میں جنت میں چلا بھی گیا تو میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: (یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جس پر اللہ

نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

علامہ اصبہانی نے اپنی ترغیب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے ایک تمنا کرے گا کاش! میرے اہل اور مال کے عوض مجھے آپ کی زیارت ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن سہل تستری نے فرمایا: جس نے سارے احوال میں آپ کی ولایت (فرمانروائی) کو نہیں دیکھا۔ اپنے نفس کو آپ کی ملکیت میں نہیں دیکھتا وہ آپ کی سنت پاک کی حلاوت کو نہیں چکھ سکتا، کیونکہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اُس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کی جان سے بھی محبوب نہ بن جاؤں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ مجھے ابو طالب کا اسلام لے آنا ابوقحافہ کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہوتا کیونکہ جناب ابو طالب کے ایمان میں آپ کی چشمان مقدس کی زیادہ ٹھنڈک تھی۔ بیہقی اور بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ تمہارا اسلام لانا حضور اکرم ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔

ابو اسحاق، امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں ایک انصاری خاتون کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ اس نے پوچھا: حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: آپ الحمدللہ! خیر و عافیت سے اسی طرح ہیں جیسے تم پسند کرتی ہو۔ اس نے کہا: مجھے آپ کی زیارت کرا دو۔ جب اس نے آپ ﷺ کی زیارت کر لی تو عرض کی: آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ ابن مبارک نے زہد میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کی نگرانی کے لیے باہر نکلے۔ آپ نے ایک گھر میں چراغ دیکھا ایک عورت سوت کات رہی تھی۔ وہ یہ اشعار بھی پڑھ رہی تھی:

على محمد صلاة الابرار — صلّى عليه الطيبون الاخيار
قد كنت قواما بكا بالاسحار — ياليت شعرى و المنايا اطوار
هل تجمعنى و حبيبى الدار

ترجمہ: محمد مصطفیٰ ﷺ پر پاکباز افراد کا سلام ہو۔ طیب اور عمدہ لوگوں کا آپ ﷺ پر سلام ہو۔ آپ بہت زیادہ قیام فرمانے والے تھے وقت سحر رونے والے تھے۔ کاش! میں جان لیتی۔ اموات کے تو مختلف حالات

ہو سکتے ہیں کہ کیا تو مجھے اور میرے محبوب مکرم ﷺ کو ایک گھر میں جمع کرے گا۔

اس کی مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے۔ ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ سوگئی۔ ان سے عرض کی گئی: آپ اس ذات کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ انہوں نے باآواز بلند پکارا: یا محمد! ﷺ۔ ان کی ٹانگ فوراً درست ہوگئی۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو حرم سے باہر لے کر گئے تاکہ انہیں شہید کر دیں۔ ابو سفیان نے کہا: زید! میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد عربی ﷺ ہوتے۔ ان کی گردن اڑائی جاتی اور تم اپنے اہل خانہ میں ہوتے۔ حضرت زید نے فرمایا: بخدا! میں تو اب بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ اسی جگہ ہی جلوہ افروز ہوں جہاں ہیں اور آپ کو کانٹا بھی نہ چبھے جو آپ کو تکلیف دے اور میں اپنے اہل خانہ میں بیٹھا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا: بخدا! میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو کسی سے اس طرح پیار کرتا ہو جیسے حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام آپ سے محبت کرتے ہیں۔ ابن جریر اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی عورت آپ کے پاس آتی تو آپ اس سے رب تعالیٰ کی قسم لے کر پوچھتے کہ وہ خاوند سے بغض رکھتے ہوئے نہیں نکلی۔ ایک زمین کو چھوڑ کر دوسرے سے رغبت رکھتے ہوئے نہیں نکلی۔ وہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتے ہوئے نکلی ہے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت ابن عمر ان پر کھڑے ہوئے اور کہا: بخدا! جہاں تک میں جانتا ہوں تم بہت زیادہ روزے رکھتے تھے بہت زیادہ قیام فرماتے تھے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔

تنبیہات

۱- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جو شخص آپ سے محبت کرتا ہے وہ آپ سے محبت کا مدعی ہے۔ وہ آپ سے محبت کرنے میں سچا ہے تو اس سے کچھ علامات کا ظہور ہوگا۔

۲- آپ ﷺ کی اقتداء کرے گا۔ اقوال اور افعال میں آپ ﷺ کی اتباع کرے گا۔ آپ ﷺ کے احکام پر عمل کرے گا۔ آپ ﷺ کے نواہی سے رک جائے گا۔ ہر تنگی اور آسانی ہر پسند اور ناپسند میں آپ ﷺ کے آداب کو پیش نظر رکھے گا۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر شاہد عادل ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وہ آپ ﷺ کی شریعت کو ترجیح دے گا۔ خواہشات نفسانیہ پر اسے فوقیت دے گا۔

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: میرے نور نظر! اگر تم اس طرح صبح وشام کرنے پر قادر ہو سکو کہ تمہارے دل میں کسی ایک کے لیے بھی کینہ نہ ہو تو اس طرح کر گزرو، پھر فرمایا: یہ میری سنت پاک میں سے ہے۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ جو ان صفات سے متصف ہو گا وہ رب تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کی محبت میں مکمل ہو گا، لیکن جو بعض امور میں آپ ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ ناقص المحبۃ ہو گا لیکن وہ اس کے نام سے نہ نکلے گا۔

۲- محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آپ کا ذکر جمیل کثرت سے کرے گا، کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

۳- وہ آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنے کا شوق رکھے گا، کیونکہ ہر محبوب اپنے محبوب کے ساتھ ملنے کا شائق ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اس وقت فرمایا جب انہوں نے دیکھا کہ آپ پیالے کے ارد گرد کدو تلاش کر رہے تھے۔ "میں اس دن سے کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔" حضرات امام حسن، ابن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور کہتے: ایسا کھانا پکائیں جسے حضور اکرم ﷺ پسند کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سبتیہ جوتے پہنتے تھے۔ ازار بند کو زرد رنگ سے رنگتے تھے۔

۴- آپ کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ بغض رکھے اس سے وہ بغض رکھے، جو آپ کی سنت کی مخالفت کرے یا دین حق میں بدعت پیدا کرے اس کے ساتھ بغض رکھے۔ ہر وہ امر اس پر گراں ہو جو آپ کی شریعت مطہرہ کے مخالف ہو۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (المجادلۃ: ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

ان سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ انہوں نے اپنے عزیزوں کو تہ تیغ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی رضا کے لیے اپنے بیٹوں اور باپوں کو قتل کر دیا۔ امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں اس کا (اپنے باپ کا) سر پیش کر دیتا ہوں۔

۲- محبت کی حقیقت: جو چیز انسان کے موافق ہو اس کی طرف میلان رکھنا محبت ہے یا تو اس کے ادراک سے اسے

لذت ہوتی ہو جیسے خوبصورت شکلوں اور عمدہ آوازوں سے محبت لذیذ کھانوں اور مشروبات سے محبت وغیرہ۔ ہر سلیم الفطرت شخص ان کی طرف میلان رکھتا ہے کیونکہ یہ اس کے موافق ہوتی ہیں۔ یا اس کے عقل و قلب کے خاصہ سے اس کے باطنی معانی کو لذت نصیب ہوتی ہے جیسے صالحین سے محبت، علماء سے محبت، اہل خیر سے محبت۔ جن کے متعلق عمدہ سیرتیں اور افعال حسنہ روایت کیے گئے ہیں۔ انسانی طبیعت ان جیسے امور کی طرف میلان رکھتی ہے حتیٰ کہ وہ اس امر تک پہنچ جاتا ہے جو انہیں اپنے وطنوں سے نکل جانے، حرمات کے پردے چاک کرنے اور نفوس کے احترام تک لے جاتا ہے یا اس کی اس چیز سے محبت اس لیے ہوگی کہ اس نے اس پر احسان کیا ہوگا۔ انعام کیا ہوگا۔ یہ امر نفوس کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان پر احسان کرتے ہیں۔ حضرت علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم نے پہلے جو صحیح احادیث نقل کی ہیں اس سے تمہارے لیے عیاں ہو چکا ہوگا کہ شرعی طور پر حقیقی محبت کے مستحق صرف آپ ہی ہیں کیونکہ آپ نے ہم پر بہت زیادہ احسان کیا ہے۔ آپ نے ہم پر شفقت و رحمت کی انتہاء کر دی ہے۔ ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم پر بے حد شفقت فرمائی ہے۔ ہمیں جہالت کے گڑھے سے بچایا ہے۔ آپ ہم پر رؤف و رحیم ہیں۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ میں رب تعالیٰ نے محبت کے وہ سارے اسباب جمع کر دیے ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو ظاہر شکل و صورت سے نوازا۔ اخلاق کریمانہ اور مکارم احسان سے بھی نوازا اور کرائم انعام بھی عطا کیے۔''

انہوں نے فرمایا: ''جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اسے دنیا میں ایک یا دو دفعہ ممنون احسان کرتا ہے یا اس ہلاکت یا نقصان سے بچاتا ہے جس کی اذیت قلیل اور منقطع ہو جانے والی ہے تو اس ہستی پاک کے ساتھ اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا جو اسے وہ نعمتیں عطا کرتی ہے جو فنا نہیں ہوں گی۔ جو اسے اس عذاب الیم سے بچاتی ہے جو ختم نہ ہوگا۔ وہ محبت کی سب سے زیادہ مستحق ہے جب طبعی طور پر اس بادشاہ سے محبت کی جاتی ہے جس کی سیرت حسین ہو۔ یا اس حاکم سے محبت کی جاتی ہے جس کا انتظام و انصرام عمدہ ہو یا اس قاضی سے محبت کی جاتی ہے جس کا گھر دور ہو کیونکہ اس کا علم محکم ہوتا ہے یا اس کی عادات کریمانہ ہوتی ہیں لیکن جس ہستی میں یہ خصوصیات اعلیٰ درجہ میں ہوں وہ محبت کی زیادہ مستحق ہے اور میلان کی زیادہ حقدار ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوصاف کے بارے میں فرمایا ہے جو آپ کو اچانک دیکھتا تو وہ خوفزدہ ہو جاتا۔ جسے آپ کا عرفان نصیب ہو جاتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی واجب ہے

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ:۹۱)

ترجمہ: اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب وہ اپنے افعال اور اقوال میں مخلص ہوں۔ ظاہر و باطن میں مسلمان ہوں۔ امام مسلم نے حضرت تمیم داری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین سراپا خیر خواہی ہے دین سراپا خیر خواہی ہے دین سراپا خیر خواہی ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ اس کی کتاب حکیم کے لیے۔ مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: ہمارے ائمہ مالکیہ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان ائمہ اور عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی واجب ہے۔ امام ابو سلیمان بستی نے لکھا ہے: خیر خواہی وہ کلمہ ہے جس سے بھلائی کے تمام امور کا ارادہ اس شخص کے لیے ظاہر ہو جس کے لیے خیر خواہی کی جائے۔ اسے کسی ایک کلمہ سے تعبیر کرنا ممکن نہیں ہے۔ جو اس کا احاطہ کر لے اور اس کا مفہوم جمع کر لے۔ لغت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص کا اظہار کیا جائے۔ یہ اہل عرب کے قول نصحت العسل سے ماخوذ ہے۔ جب تم اسے ہلکی آگ سے موم سے پاک کر دو۔ ابو بکر بن ابی اسحاق الخفاف نے کہا ہے۔ النصح وہ فعل ہے جس سے کسی چیز کی اصلاح اور درستگی ہو۔ اس سے مراد وہ دھاگہ ہوتا ہے جس سے کپڑا سیاہ ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی توحید کا صحیح عقیدہ رکھا جائے۔ اس کی صفات کا اس طرح صحیح عقیدہ رکھا جائے جس کا وہ اہل ہے۔ اس کی صفات میں الحاد نہ کیا جائے۔ ان امور سے انہیں پاک وصاف سمجھا جائے جو اس کے مناسب نہیں ہیں جن سے ان میں تنقیص کا وہم ہوتا ہے۔ ہر اس امر سے دوری اختیار کی جائے جو اسے ناراض کر دے راضی نہ کرے۔ اس کی عبادت میں اخلاص یہ ہے کہ مقصود صرف اس کی ذات ہو شرک اور ریاء مقصود نہ ہو۔ کتاب اللہ کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی تصدیق کی جائے یہ کلام الٰہی ہے یہ احکام، مواعظ اور امثال پر مشتمل ہے۔ اس کی محکم آیات پر عمل کیا جائے اور متشابہ کے لیے سر تسلیم خم کیا جائے اس کی تلاوت کے وقت خشوع کا اظہار کیا جائے۔ اس کی

تعظیم کی جائے۔اس کے معانی کو سمجھا جائے غلو کرنے والوں کی تاویل اور ملحدین کے طعن سے دوری اختیار کی جائے۔اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی جائے آپ کے اوامر اور مناہی میں آپ کی اطاعت کی جائے۔علامہ خفاف نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ آپ کی نصرت، تائید اور معاونت آپ کی حیات طیبہ اور بعد از وصال بھی کی جائے سنت مطہرہ پر عمل کر کے اسے زندہ کیا جائے۔اس کا دفاع کیا جائے۔اسے پھیلایا جائے آپ کے اخلاق کریمانہ اور آداب جمیلہ کو اپنایا جائے، ابوابراہیم اسحاق تجیبی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے اخلاص یہ 31
ہے کہ اس پیغام حق کی تصدیق کی جائے جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔سنت پاک کو مضبوطی سے پکڑا جائے اسے پھیلایا جائے۔اس کی ترغیب دی جائے۔رب تعالیٰ، کتاب حکیم اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف دعوت دی جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔احمد بن محمد نے لکھا ہے کہ دلوں کے مفروضات میں سے ہے کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا اعتقاد رکھا جائے۔ ابوبکر آجری نے لکھا ہے کہ آپ کے لیے خیر خواہی و اخلاص دو امور کا تقاضا کرتا ہے۔(۱) آپ کی حیات طیبہ میں خلوص۔(۲) آپ کے وصال کے بعد خلوص۔آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ خلوص۔ان کی نصرت، آپ کا دفاع، اس سے عداوت رکھنا جو آپ سے عداوت رکھے۔آپ ﷺ کا ہر فرمان سننا اور اطاعت بجالانا۔آپ ﷺ پر مال و جان قربان کرنا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ (الحشر:۸)

ترجمہ: اور مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی راست باز لوگ ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد مسلمانوں کے لیے خلوص یہ ہے کہ آپ کی عزت و توقیر کا خاص اہتمام کیا جائے۔آپ کے لیے رغبت رکھی جائے۔آپ کی سنت پاک کی تعلیم پر مداومت اختیار کی جائے۔آپ کی شریعت بیضاء کو سمجھا جائے۔آپ کے اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کی جائے جو آپ کی سنن پاک سے اجتناب کرے اس سے دوری اختیار کی جائے۔اس سے بغض رکھا جائے اس سے پہلو تہی کی جائے۔آپ کی امت پر شفقت کی جائے۔آپ کے اخلاق، سیرت اور آداب کے عرفان کے لیے بحث و مباحثہ کیا جائے۔اس پر صبر کیا جائے۔

ابوالقاسم قیشری نے بیان کیا ہے خراسان کے بادشاہ عمرو بن لیث کو خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا: رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا: اس نے مجھے بخش دیا ہے۔اس سے پوچھا گیا: کس لیے؟ اس نے کہا: میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا میں نے اپنا لشکر دیکھا۔اس کی کثرت نے مجھے تعجب میں ڈال دیا۔میں نے تمنا کی کہ کاش میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی اعانت اور نصرت کرتا۔رب تعالیٰ نے میری قدر دانی کی اور اس نے مجھے معاف کر دیا۔مسلمانوں کے ائمہ کے لیے خلوص یہ ہے کہ حق میں ان کی اطاعت کی جائے۔اس میں ان کی اعانت کی جائے۔انہیں حق کا حکم دے۔عمدہ طریقے سے حق یاد کرائے۔غفلت پر انہیں تنبیہ کرے۔ان سے مسلمانوں کے امور کو مخفی

رکھے۔ان کے خلاف بغاوت ترک کردے۔عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے۔دنیاوی اور دینی امور میں قول وفعل کے ساتھ ان کی نصرت کرے۔ان کے غافل کو تنبیہ کرے۔جاہل کو نور علم عطا کرے محتاج کو عطا کرے ان کے عیوب چھپائے۔ان کے نقصانات ان سے دور کرے۔ان کے فوائد انہیں دے۔ رب تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی معاونت کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی معاونت کرتا ہے۔وہ سب رب تعالیٰ کے عیال (بندے) ہیں اسے سب سے پسندیدہ وہ ہے جو اس کے بندوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ (الفتح:۹،۸)

ترجمہ: بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا، ہر وقت ڈرانے والا تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰۤئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳﴾ (الحجرات:۱،۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے۔اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ (النور:۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرۃ:۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت کہا کرو ''راعنا''

امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کوئی شخص بھی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ میری نگاہوں میں نہ ہی کوئی آپ سے زیادہ جلیل تھا۔ آپ کے جلال کی وجہ سے میں نظر بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھے کہا جائے کہ میں آپ کا سراپا بیان کروں تو میں یہ نہ کر سکوں گا کیونکہ میں نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے پاس تشریف لے جاتے تھے وہ بیٹھے ہوتے تھے ان میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے۔ سوائے ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نظر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ آپ کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہتے تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر تبسم فشاں ہوتے تھے۔

امام نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن شریک نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے تھے۔ امام بخاری نے حضرات مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے وقت جب قریش نے حضرت عروہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کس طرح آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ جب آپ وضو فرماتے تو وہ وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے جلدی کرتے۔ قریب ہوتا کہ وہ باہم لڑ پڑتے۔ وہ لعاب دہن پھینکتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے۔ چہروں اور جسموں پر مل لیتے کوئی بال گرتا تو اسے جلدی سے اٹھا لیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم ارشاد فرماتے تو وہ جلدی سے عمل پیرا ہو جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محو گفتگو ہوتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آوازیں کر لیتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے ٹکٹکی باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ دیکھتے۔ جب عروہ قریش کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: گروہ قریش! میں قیصر وکسریٰ کے درباروں میں گیا ہوں نجاشی کے ہاں گیا ہوں۔ بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو اس طرح نہیں دیکھا جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم میں معزز ومحترم ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے صحابہ کرام اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو انہیں کبھی بھی سپرد نہ کرے گی۔

حضرت امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ نائی آپ کے بال کاٹ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام گھوم رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ ہر بال کسی نہ کسی شخص

کے ہاتھ پر گرے۔ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قریش نے اجازت دے دی کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: میں طواف نہ کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر لیں۔ امام ترمذی نے حضرت طلحہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام نے اس اعرابی سے کہا: جو آپ کی خدمت میں آیا تھا کہ وہ آپ سے پوچھے کہ اپنا حصہ کس نے ادا کر لیا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ڈرتے تھے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اعراض فرمایا۔ جب حضرت طلحہ آئے تو آپ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ ابوداؤد نے ادب میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت قیلہ بنت مخرمہ کی حدیث پاک میں لکھا ہے کہ جب انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ قرفصاء حالت میں تھے۔ وہ آپ کی ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے کانپنے لگیں۔ حاکم نے علم الحدیث میں اور بیہقی نے المدخل میں حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کرام اپنے ناخنوں سے آپ کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ ابویعلی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ سے کسی مسئلہ کے متعلق پوچھنا چاہتا۔ میں نے اسے آپ کی ہیبت کی وجہ سے کئی سال تک مؤخر کر دیا۔

تنبیہات

۱- يُعَزِّرُوْهُ۔ آپ کو قوت دو اور آپ کے دین حق پر آپ کی نصرت کرو۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔ و لا تقدموا۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گفتگو کرنے اور سوء ادب سے منع فرما دیا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا: آپ کی گفتگو کرنے سے پہلے گفتگو نہ کرو۔ جب آپ کچھ فرمائیں تو خاموش ہو جاؤ اور آپ کے فرمان کو غور سے سنو۔

۲- مذکورہ بالا آیات طیبات کے شان نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے محو گفتگو تھے۔ ان کے مابین اختلاف ہو گیا، حتیٰ کہ آپ کے حضور ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

ایک قول کے مطابق یہ خطیب النبی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ وہ کچھ اونچا سنتے تھے۔ ان کی آواز بھی بلند تھی۔ جب یہ آیت طیبہ اتری تو وہ اپنے گھر میں ٹھہر گئے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ ان کے تو اعمال اکارت گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مفقود پایا تو ان کے متعلق آپ کو عرض کی گئی۔ آپ نے انہیں بلایا وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خدشہ ہے کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن میری آواز بلند ہے۔ آپ نے فرمایا: ثابت! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم قابل ستائش زندگی گزارو۔ شہادت کا تاج تمہارے سر پر سجے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یمامہ کے روز جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ماہ ربیع الاول تھا۔ ۱۲ ھ تھی۔

بزار نے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ سے اس طرح گفتگو کروں گا جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے۔ وہ آپ کو سنا نہ سکتے حتیٰ کہ آپ ان سے پوچھتے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ (الحجرات:۳)

ترجمہ: بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ بنو تمیم کے علاوہ کے لیے اتری ہے۔

۳- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرۃ:۱۰۴)

کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ انصار کی لغت تھی۔ انہیں اس سے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کے لیے روک دیا گیا۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ صرف آپ کی ان کے ساتھ رعایت (حفاظت) کا خیال رکھتے تھے، بلکہ یہ آپ کا حق ہے جو ہر ایک پر ہے کہ وہ ہر حال میں آپ کی حفاظت کرے۔ یہود نے جب یہ کلمہ سنا وہ بھی اسے آپ کے لیے استعمال کرنے لگے۔ وہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسی کے ساتھ آپ کو مخاطب کرنے لگے۔ اس سے ان کا ارادہ آپ کو برا بھلا کہنے کا تھا، کیونکہ ان کے ہاں یہ الرعونہ سے مشتق تھا۔ اس کا معنی حماقت تھا۔ اس ذریعہ کو جڑ سے اکھیڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو منع فرما دیا کیونکہ اس میں ان کے قول کے ساتھ مشابہت تھی۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی عزت و توقیر

قاضی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: ابو ابراہیم تجیبی نے کہا ہے کہ یہ مومن پر واجب ہے کہ جب اس کے ہاں آپ کا ذکر خیر ہو تو وہ خشوع و خضوع اور عزت و توقیر کا اظہار کرے۔ حرکات کو پرسکون کرے۔ اس کو اس طرح آپ کی ہیبت اور جلال آلے جیسے کہ وہ آپ کے سامنے ہو۔ آپ کے وہ آداب پیش نظر رکھے جو رب تعالیٰ نے ہمیں سکھائے ہیں۔ آیات طیبات پہلے گزر چکی ہیں۔ جب ابو جعفر منصور عبد اللہ بن محمد نے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے ساتھ مسجد نبوی میں مناظرہ کیا تو امام مالک نے

فرمایا: امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے ادب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:۲)

ترجمہ: نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کا احترام اسی طرح ہے جیسے حیات طیبہ میں تھا۔ ابوجعفر نے عاجزی کا اظہار کیا۔ اس نے امام مالک سے فرمایا: ابوعبداللہ! کیا میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا آپ کے روضہ مبارکہ کی طرف منہ کر کے۔ انہوں نے فرمایا: تم اپنا چہرہ آپ سے کیوں پھیرتے ہو۔ آپ تمہارا وسیلہ ہیں۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ ہی کی طرف منہ کرو۔ آپ کی شفاعت طلب کرو۔ رب تعالیٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے اپنے آپ پر پھر حاضر ہوتے۔ آپ کے پاس مغفرت طلب کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا۔

امام مالک نے لکھا ہے کہ ان سے حضرت ابوایوب سختیانی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے جن جن سے تمہیں احادیث بیان کی ہیں حضرت ابوایوب ان سے افضل ہیں۔ انہوں نے دو حج کیے ہیں۔ میں انہیں دیکھتا رہتا تھا۔ میں نے اس کے علاوہ ان سے کچھ نہ سنا کہ جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ مجھے ان پر ترس آنے لگتا۔ جب میں آپ کے اجلال اور توقیر کی ان میں یہ حالت دیکھتی تو میں نے ان سے روایت لینی شروع کیں۔

حضرت مصعب بن عبداللہ نے فرمایا ہے کہ امام دارالہجرہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ وہ جھک جاتے۔ جب ان کے ہم نشین ان کی یہ حالت دیکھتے تو وہ ان کے لیے مشکل ہو جاتے کیونکہ ان کی ہیبت، قدر شان اور رب تعالیٰ کے ہاں مقام بہت عظیم تھا۔ ایک دن ان سے عرض کی گئی: جب آپ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا ہے تو آپ کا رنگ متغیر کیوں ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کچھ دیکھ لیتے جو میں دیکھتا ہوں تو تم میری اس حالت کو عجیب نہ سمجھتے جسے تم دیکھتے ہو۔ میں حضرت محمد بن منکدر کو دیکھتا تھا وہ سید القراء تھے۔ جب بھی ہم ان سے حدیث پاک کے متعلق سوال کرتے تو وہ اتنا روتے کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا، کیونکہ انہیں فراق کے درد کی تپش آلیتی تھی۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ بہت زیادہ ظرافت فرماتے تھے۔ جب ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو آپ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے ان کی رنگت متغیر ہو جاتی میں نے دیکھا وہ

جب حدیث پاک بیان کرتے تو وہ پاک حالت میں ہی بیان کرتے۔ یہ ان کی حدیث پاک کی تعظیم تھی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ (النجم: ۳، ۴)

ترجمہ: اور وہ بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

میں گاہے بگاہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ میں انہیں تین حالتوں میں ہی دیکھتا تھا یا تو وہ نماز پڑھ رہے ہوتے یا خاموش ہوتے یا قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوتے۔ وہ ان علماء اور بندوں میں سے تھے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن قاسم بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سرور کائنات کا ذکر کرتے تو ان کی رنگت کی طرف دیکھا جاتا گویا کہ ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان ان کے منہ میں خشک ہو جاتی۔ میں حضرت عمار بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی خدمت میں آیا۔ جب ان کے ہاں آپ کا ذکر خیر ہوتا تو وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔ میں نے امام زہری کو دیکھا۔ وہ سارے لوگوں سے پرسکون اور باوقار تھے۔ جب ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا تو تم انہیں نہیں جانتے اور وہ تم سے ناآشنا ہیں۔ میں ان کے غلام حضرت صفوان بن سلیم کے پاس آتا وہ بہت زیادہ کوشش کرنے والے اور عبادت گزار تھے۔ وہ اتنا روتے کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے وہ ان پر ترس کھاتے اور انہیں اس غمناک حالت میں نہ دیکھ سکتے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب وہ آپ کی حدیث پاک سنتے تو رونے کی وجہ سے سینے سے آواز آنے لگتی۔ انہیں اتنا اضطراب اور قلق لیتا تو وہ اپنی جگہ پر نہ ٹھہر سکتے تھے۔ جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں لوگوں کی بھیڑ ہوگئی تو ان سے عرض کی گئی: کاش! آپ ایک شخص مقرر فرما دیں جو وہ کچھ لوگوں کو لکھوا دے جو آپ املاء کراتے ہیں کیونکہ لوگوں کی تعداد کثیر ہے۔ انہوں نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات، ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے۔

حضرت عبدالرحمان بن مہدی کے پاس جب حدیث پاک پڑھی جاتی تو وہ خاموش ہو جانے کا حکم کرتے۔ وہ یہ آیت طیبہ پڑھتے، وہ فرماتے: حدیث پاک کی قرأت کے وقت بھی خاموش ہو جانا واجب ہے جیسے کہ آپ کا فرمان سنتے وقت خاموش ہو جانا ضروری ہے۔

✿✿✿

نواں باب

سابقہ محدثین کی تعظیم

دارمی نے حضرت عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ میں نے ان سے کبھی یہ نہ سنا۔ قال رسول اللہ ﷺ ایک دن انہوں نے حدیث پاک بیان کی۔ان کی زبان پر آگیا۔ قال رسول اللہ ﷺ ان پر غم کا غلبہ ہوگیا۔میں نے دیکھا کہ پسینے کے قطرات ان کے چہرے سے گرنے لگے، پھر فرمایا: اسی طرح ان شاء اللہ! یا اس کے اوپر یا قریب یا کم۔دوسری روایت میں ہے: ان کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہوجاتا۔آنکھیں آنسو سے بھر جاتیں۔ان کی رگیں پھول جاتیں۔حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن قریم سے روایت ہے۔ وہ معرفت میں بہت آگے تھے۔امور کا تجربہ رکھتے تھے۔یہ مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔انہوں نے فرمایا: حضرت مالک بن انس حضرت ابو حازم کے پاس سے گزرے وہ روایت بیان کر رہے تھے۔وہ ان کے سامنے آئے۔انہوں نے فرمایا: مجھے ایسی جگہ نہیں ملی جہاں میں بیٹھ جاؤں۔میں نے ناپسند کیا ہے کہ میں کھڑے ہو کر آپ کی حدیث پاک سنوں۔

امام مالک نے فرمایا: ایک شخص حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ایک حدیث پاک کے متعلق پوچھا۔وہ لیٹے ہوئے تھے۔وہ بیٹھ گئے اور حدیث پاک بیان کرنے لگے۔اس شخص نے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ناپسند ہے کہ میں لیٹ کر آپ کی حدیث پاک بیان کروں۔حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ کبھی کبھی مسکرا لیتے تھے۔جب ان کے ہاں آپ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ عاجزی کا اظہار کرتے۔حضرت ابو مصعب نے بیان کیا ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر حدیث پاک بیان نہ کرتے تھے۔یہ حدیث پاک کی تعظیم تھی۔حضرت امام جعفر صادق بھی اسی طرح کرتے تھے۔حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب امام مالک حدیث پاک بیان فرماتے تو وضو کرتے۔اپنے عمدہ کپڑے پہنتے تو صرف اس کے لیے حدیث پاک بیان کرتے جو اسے سننے کا خواہشمند ہوتا۔اس کے متعلق ان سے عرض کی گئی تو فرمایا: یہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث پاک ہے میں وضو کے بغیر بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب لوگ حضرت امام مالک کی خدمت میں آتے تو ان کی خادمہ ان کے پاس آتی وہ ان سے کہتی: میرے آقا تم سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا تم حدیث پاک سننا چاہتے ہو یا مسائل پوچھنا چاہتے ہیں۔اگر وہ کہتے: مسائل پوچھنا چاہتے ہیں وہ باہر نکل کر انہیں مسائل بتا دیتے۔اگر وہ کہتے: ہم احادیث سننا چاہتے ہیں وہ غسل خانے میں جاتے۔غسل کرتے۔خوشبو لگاتے۔عمدہ کپڑے پہنتے۔سبز چادر اوڑھتے۔عمامہ شریف باندھتے۔اپنی چادر اپنے سر پر رکھتے۔خصوصی چبوترے پر تشریف لاتے۔اس پر جلوہ نما ہوجاتے۔ان پر عاجزی اور خشوع طاری ہوتا۔عود کی

دھونی لگا تار دی جاتی حتیٰ کہ وہ حدیث پاک سے فارغ ہو جاتے۔ وہ اس بلند جگہ میں صرف اسی وقت تشریف رکھتے جب احادیث بیان کرنی ہوتیں۔

ان کے بھانجے سے روایت ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی احادیث پاک کی تعظیم کروں میں چاہتا ہوں کہ میں طہارت پر بیٹھ کر پرسکون طریقے سے حدیث پاک بیان کروں۔ وہ رستے میں یا کھڑے ہو کر یا جلدی میں حدیث پاک بیان کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں جسے آپ کی حدیث پاک بیان کروں اسے سمجھاؤں۔ حضرت ابوسنان ضرار بن مرہ نے فرمایا: میں نے جن تابعین مثلاً عبداللہ بن شداد، ابوالاحوص بن سعید بن جبیر وغیرہم سے ملاقات کی۔ وہ وضو کے بغیر حدیث پاک بیان کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ وضو کے بغیر نہ حدیث پاک بیان کرتے تھے نہ ہی وضو کے بغیر قرأت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہ ہمیں احادیث پاک سنا رہے تھے۔ بچھو نے انہیں سولہ مرتبہ ڈنگ مارا۔ ان کی رنگت تبدیل ہو کر زرد ہوگئی۔ انہوں نے آپ کی احادیث طیبہ کو منقطع نہ کیا۔ جب وہ فارغ ہوئے لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کی: میں نے آپ سے تعجب خیز امر دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! مجھے بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا مگر ہر بار میں نے صبر کیا یہ صبر صرف احادیث طیبہ کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔ ابن مہدی نے کہا: میں ایک روز حضرت امام مالک کے ساتھ عقیق کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے حدیث پاک کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا۔ انہوں نے فرمایا: میرے ہاں تمہارا مقام اس سے کہیں بالا تھا کہ تم چلتے ہوئے مجھ سے حدیث پاک کے متعلق پوچھو۔ جریر بن عبدالحمید نے ان سے کھڑے ہو کر حدیث پاک پوچھی تو انہوں نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ ان سے عرض کی گئی: وہ قاضی ہیں۔ فرمایا: وہ ادب کے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت ہشام بن ہشام نے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے کھڑے ہو کر حدیث پاک کے متعلق پوچھا انہوں نے انہیں بیس کوڑے مارے، پھر کمال شفقت فرماتے ہوئے انہیں بیس احادیث بیان کر دیں۔ حضرت ہشام نے فرمایا: میری تمنا تھی کہ وہ مجھے زیادہ کوڑے مارتے اور زیادہ احادیث بیان کرتے۔ حضرت عبداللہ بن صالح جہنی نے بیان کیا ہے: امام مالک اور امام لیث صرف پاک حالت پر ہی احادیث لکھتے تھے۔ حضرت قتادہ حدیث پاک پڑھتے اور بیان کرتے تو وضو کر لیتے تھے۔ حضرت الاعمش اگر حدیث پاک بیان کرتے وقت وضو نہ ہوتا تو تیمم کر لیتے تھے۔

❀❀❀

دسواں باب

آپ ﷺ کی آل پاک، ذریت مطہرہ، ازواج مطہرات اور موالی کی عزت وتوقیر

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھروالو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردے۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ:۲۳)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمائیے میں نہیں مانگتا اس پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

حضرت امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے حضرت زید سے عرض کی: آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس رضی اللہ عنہم۔ امام ترمذی نے حضرت زید بن ارقم اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں، یعنی اگر تم کتاب الٰہی کے احکام پر عمل کرو۔ اس کی منہیات سے رک جاؤ۔ میرے اہل بیت کی ہدایت پر عمل کرو۔ ان کی سیرتوں کی اقتداء کرو، تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ ذرا دیکھنا ان دونوں امور میں تم میری جانشینی کیسے کرتے ہو؟ امام ترمذی نے حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ ﷺ کی آغوش محبت میں تربیت پائی تھی۔ یہ آپ کے رضاعی بھتیجے بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت طیبہ اتری:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھروالو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردے۔

اس وقت آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ نے حضرات سیدہ فاطمۃ، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ ان پر مبارک چادر ڈالی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر بھی مبارک چادر ڈال دی، پھر دعا مانگی: مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے پلیدی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف فرمادے۔

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے حضرات علی المرتضیٰ،

فاطمۃ الزہراء، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور عرض کی: مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ شیخان نے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اطہر کا ٹکڑا ہیں جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کر دیا۔ آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا (ولی، دوست، مددگار) ہوں علی اس کا مولا ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: اس سے مراد اسلام کی ولاء ہے۔ امام احمد نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ دعا کی: مولا! جو ان سے محبت کرے تو اس سے محبت فرما۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: علی! صرف مؤمن ہی تم سے محبت کرتا ہے۔ صرف منافق ہی تم سے بغض رکھتا ہے

ابن ماجہ اور ترمذی نے صحیح روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تم سے محبت کرنے لگے۔ جس نے میرے چچا (عباس) کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، کسی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چچا جان! وقتِ صبح اپنی ساری اولاد لے کر میرے پاس آ جانا۔ انہوں نے انہیں جمع کیا۔ آپ نے انہیں اپنی مبارک چادر سے چھپا لیا اور یہ دعا مانگی: مولا! یہ میرے چچا ہیں جو مجھے میرے والد گرامی کی طرح ہیں۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اسی طرح چھپا لے جس طرح میں نے انہیں اپنا چادر میں چھپایا ہے۔ آپ کی اس دعا پر دروازے کی دہلیز اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے اہل بیت کے متعلق آپ کا لحاظ رکھا کرو۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے زیادہ پیارے ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت یعلی بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام حسین مجھ سے اور میں امام حسین سے ہوں۔ رب تعالیٰ اس سے پیار کرتا ہے جو امام حسین سے پیار کرتا ہے۔ دوسری روایت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ آپ نے ان دونوں شہزادوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی ان دونوں شہزادوں سے محبت کی۔ ان کے والد گرامی اور والدہ محترمہ سے محبت کی۔ وہ روز حشر جنت میں میرے درجہ پر ہو گا۔ امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق مجھے اذیت نہ دیا کرو۔

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے: میرے والد تم پر فدا! تم حضور

اکرم ﷺ کے مشابہ ہو۔ علی کے مشابہ نہیں ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں کسی کام کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے کہا: جب تمہیں ضروری کام ہو تو مجھے لکھ دیا کریں یا پیغام دے دیا کریں۔ مجھے حیاء آتی ہے کہ تمہیں اپنے دروازے پر دیکھوں۔

حاکم، بیہقی نے المدخل میں اور امام الطبرانی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ ماجدہ کا جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا پھر ان کی خچر کو ان کے قریب کیا گیا تاکہ وہ ان پر سوار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی رکاب تھامنے کے لیے آئے۔ حضرت زید نے کہا: حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد چھوڑ دیں۔ انہوں نے فرمایا: ہم اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے حضرت محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا: کاش! یہ میرے غلام ہوتے۔ ان سے عرض کی گئی: یہ محمد بن اسامہ ہیں۔ حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا۔ حضور اکرم ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے ہاتھ سے زمین کریدنے لگے۔ فرمایا: اگر حضور اکرم ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو ان سے اسی طرح محبت کرتے جیسے حضرت اسامہ سے محبت کرتے تھے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ کی نور نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئیں۔ ان کے ہمراہ ان کا غلام تھا۔ اس نے ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ حضرت عمر اٹھ کر ان کی طرف گئے۔ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں کے سامنے رکھے۔ ان کے ہاتھ کپڑے میں تھے انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا۔ خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور ان کی ساری ضروریات پوری کر دیں۔

امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے لیے تین ہزار اور حضرت اسامہ کے لیے ساڑھے تین ہزار درہم مقرر کیے تو حضرت ابن عمر نے عرض کی: آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ بخدا! وہ کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔ انہوں نے فرمایا: کیوں حضرت زید حضور اکرم ﷺ کو تمہارے والد سے اور حضرت اسامہ آپ کو تم سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیاروں کو اپنے پیاروں پر ترجیح دی ہے۔

جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو جعفر بن سلیمان نے مارا۔ ان کی رائے تھی: تمہاری بیعت پر قسمیں اٹھانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ مجبور شخص کی قسم لازم نہیں ہوتی۔ یہ سن کر جعفر ناراض ہو گیا۔ اس نے امام مالک کو بلایا۔ ان کے کپڑے اتروا لیے اور انہیں مارا۔ انہوں نے اس سے اذیتیں برداشت کیں جو کیں۔ جب انہیں گھر اٹھا کر لایا گیا تو وہ بے ہوش تھے۔ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو انہیں افاقہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔ بعد میں اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ تھا کہ میں مر جاؤں گا اور آپ سے ملاقات کروں گا تو مجھے حیاء آئے گی کہ آپ کی آل میں سے ایک فرد میری وجہ سے آگ میں جائے گا۔ یونہی کوڑا میرے جسم سے جدا ہوتا میں اسے حضور پاک ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے معاف کر دیتا۔ ابوبکر بن عیاش المقری نے فرمایا:

اگر میرے پاس حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم آ جائیں تو میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کام کروں گا کیونکہ ان کی رشتہ داری آپ کے ساتھ بہت قریبی ہے۔ مجھے آسمان سے گر پڑنا اس سے آسان ہے کہ ان دونوں کو ان سے مقدم کروں اگر ان کا قریبی رشتہ آپ سے نہ ہوتا تو میں ان دونوں کو مقدم کرتا کیونکہ وہ ان سے افضل ہیں۔

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی گئی کہ فلاں ام المومنین رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا ہے۔ انہوں نے سجدہ کیا۔ ان سے عرض کی گئی: کیا آپ اس وقت سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جب تم نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ حضرت ام المومنین کے وصال سے بڑھ کر کون نشانی ہو سکتی ہے؟ ان کے چلے جانے سے ان کی برکت ختم ہو گئی ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی ازواج تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

وہ رب تعالیٰ سے ڈرتی رہتی تھیں۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس حصول برکت کے لیے جاتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے پاس آتے تھے۔ ابن سعد نے حضرت عمر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا (یا ان کی لخت جگر حضرت شیماء) بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے اپنی چادر مبارک پھیلا دیتے۔ ان کی ضرورت کو پورا کر دیتے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا اور وہ وفد کی صورت میں حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تو انہوں نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و توقیر، ان کے حقوق کا عرفان ان کی تعریف اور ان کے لیے استغفار

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: جان عالم محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپ ﷺ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں۔ آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدے کرتے ہوئے۔ طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے ان کے ایمان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں مذکور ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل میں بھی مرقوم ہیں۔ ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو پھر وہ مضبوط ہوگیا پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اپنے تنے پر خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تا کہ آتش غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ﴿۲۳﴾ (الاحزاب:۲۳)

ترجمہ: اہل ایمان میں ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا ان جواں مردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض انتظار کر رہے ہیں ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے صحابہ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنا لینا

جس نے ان سے پیار کیا اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے پیار کیا۔ جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا انہوں نے میرے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ اس کی گرفت کرے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے ان کے ساتھ بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ الطبرانی اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جائے تو رک جایا کرو۔ الطبرانی اور ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ بزار اور ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے صحابہ اسی طرح ہیں جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کھانے کا مزہ نمک ہی سے ہوتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کرام کو برا بھلا نہ کہا کرو۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک کوہ احد کے برابر سونا بھی صدقہ کر دے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ دیلمی نے حضرت عویم بن ساعدہ سے ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہا اس پر رب تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے توبہ، فدیہ یا فریضہ قبول نہ کرے گا۔ دیلمی اور بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے میرے صحابہ کرام کو سوائے انبیاء کرام اور مرسلین عظام کے سارے عالم سے پسند کیا ہے۔ میرے لیے میرے صحابہ میں سے چار کو پسند کیا وہ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں میرے صحابہ کرام میں سے بہترین بنایا میرے سارے صحابہ کرام میں بھلائی ہے۔

الطبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرت عمر کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ جس نے حضرت عمر کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

الطبرانی، ابن مندہ نے حضرت خالد بن عمرو سے، انہوں نے سہل بن یوسف سے، یہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے انہوں نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے (ابن مندہ نے کہا ہے یہ روایت غریب ہے میں اسے صرف اسی سند سے ہی جانتا ہوں) کہ جب آپ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! میں ابو بکر صدیق سے راضی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ کبھی بھی برائی نہیں کی۔ ان کے لیے یہ بات ملحوظ رکھو۔ اے لوگو! میں عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان اور مہاجرین اور انصار سے راضی ہوں۔ ان کا یہ

حق پہچانو۔اے لوگو! رب تعالیٰ نے اہل بدر اور اہل حدیبیہ کو معاف کر دیا ہے۔اے لوگو! میرے صحابہ کرام، میرے سسرالی رشتہ داروں اور میرے دامادوں کے بارے رب تعالیٰ سے ڈرو۔ان میں سے کوئی روزِ حشر تم سے اپنے ظلم کا مطالبہ نہ کرے۔یہ مطالبہ روزحشر پورا نہ کیا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا، مگر آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا نہ کی۔عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے اس سے قبل آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی کی نماز جنازہ ترک کی ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: ان کے بُرے سے درگزر کرو ان کے محسن سے قبول کرلو۔امام بخاری کی روایت میں ہے: میں اپنے بعد خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اور انصار کے محسن سے قبول کرلے اور ان کے بُرے سے تجاوز کرے۔

ابونعیم اور دیلمی نے عیاض انصاری سے، ابن منیع نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام اور میرے سسرالی رشتہ داروں کے متعلق میری حفاظت (لحاظ) کرو۔جس نے ان کے متعلق میری حفاظت کی رب تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت کرے گا۔جس نے ان کے بارے میں میرا لحاظ نہ کیا تو رب تعالیٰ اس سے اعراض فرمائے گا۔اسے گمراہی میں متردد چھوڑے گا۔جس سے رب تعالیٰ روگرداں ہوا عنقریب وہ اس کی گرفت کرے گا۔

حضرت سعید بن منصور نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ان کے متعلق میری حفاظت کی میں روزحشر اس کی حفاظت کروں گا۔جس نے میرے صحابہ کرام کے متعلق میری حفاظت کی وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔جس نے میری حفاظت نہ کی وہ میرے پاس حوض پر نہ آسکے گا۔وہ روزحشر دور سے ہی مجھے دیکھ سکے گا۔

ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا: کہاں عمر بن عبدالعزیز اور کہاں حضرت امیر معاویہ! یہ سن کر وہ ناراض ہو گئے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام پر کسی کو قیاس مت کیا کرو۔شیخین نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو میرے عصر مبارک میں ہوئے، پھر ان کے ساتھ متصل ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے صحابی، سسرالی رشتہ دار، کاتب اور وحی الٰہی پر آپ کے امین ہیں۔

امام مالک وغیرہ نے فرمایا ہے: جس نے صحابہ کرام سے بغض رکھا انہیں برا بھلا کہا تو مسلمانوں میں اب اس کا کچھ بھی باقی نہیں ہے۔اس کا ایمان چھین لیا جاتا ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: اور اس کے مال میں ان کا حق بھی ہے جو ان کے بعد آئے جو کہتے ہیں: اے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لیے اے ہمارے رب! بے شک تو رؤف ورحیم ہے۔

انہوں نے فرمایا: جس نے صحابہ کرام کے ساتھ بغض (غیظ) رکھا وہ کافر ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: تاکہ غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: جس میں دو خصلتیں ہوئیں وہ نجات پا گیا (۱) سچ۔ (۲) صحابہ کرام سے محبت۔

حضرت ایوب سختیانی نے فرمایا: جس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا۔ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے رستہ واضح کر لیا۔ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے رب تعالیٰ کے نور سے روشنی پالی جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط گرہ کو تھام لیا۔ جس نے صحابہ کرام کی عمدہ تعریف کی وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کی وہ بدعتی ہے۔ وہ سنت اور سلف صالح کے مخالف ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف بلند نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ ان سب سے محبت کرنے لگے اور اس کا دل قلب سلیم بن جائے۔

❁❁❁

بارھواں باب

سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و اجلال ہے

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حابس بن مالک الشامی (یہ بنو سامہ بن لوی سے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے ان کی طرف توجہ کی۔ جب وہ آئے تو اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور انہیں مرغاب میں جاگیر عطا کی۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصے پر بال تھے جب وہ بیٹھتے تھے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان سے عرض کی جاتی: کیا تم انہیں کٹواؤ گے نہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں انہیں ہرگز نہ کٹواؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دست اقدس سے چھوا ہے۔

ابویعلی نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آپ کے کچھ بال مبارک تھے۔کسی جنگ میں ان کی ٹوپی گر پڑی۔انہوں نے شدت سے اسے تلاش کیا۔صحابہ کرام نے اسے عجیب سمجھا کیونکہ بہت سے صحابہ شہید ہو رہے تھے۔انہوں نے فرمایا: میں نے اس ٹوپی کی وجہ سے اس طرح نہیں کیا بلکہ ان مبارک بالوں کی وجہ سے کیا ہے جو اس میں موجود تھے۔یہ بال مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے، تاکہ میں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں۔وہ مشرکین کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔ابن سعد نے عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا۔انہوں نے اس جگہ اپنے ہاتھ لگائے جہاں منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے تھے، پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔اسی لیے حضرت امام مالک مدینہ طیبہ میں اپنی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے۔وہ فرماتے تھے: مجھے رب تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنی سواری سے روندھوں جہاں آپ نے اپنی سواری کے جانور سے روندھا تھا۔حضرت امام شافعی کو بہت سے گھوڑے پیش کیے گئے تھے ان سے عرض کی گئی: ان سے ایک گھوڑا اپنے پاس رکھ لیں۔انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا تھا۔

امام جلیل ابوعبدالرحمان سلمی سے روایت ہے کہ احمد بن فضلویہ زاہد نے فرمایا: یہ مجاہد اور تیرانداز تھے۔انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے سنا ہے کہ آپ اپنے دستِ اقدس میں کمان پکڑتے تھے اس وقت سے میں نے کمان کو پاک حالت وضو میں ہی مس کیا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی مبارک ردی ہے اسے تیس کوڑے مارے جائیں انہوں نے اسے قید کر لینے کا حکم دیا۔خاکِ مدینہ طیبہ بڑی شان و عظمت کی حامل ہے۔امام نے فرمایا: وہ شخص گردن زدنی کا کتنا مستحق ہے جو یہ کہے جس خاکِ پاک میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں وہ پاکیزہ نہیں ہے۔

صحیحین میں حضرت علی المرتضیٰ اور انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ طیبہ میں عجیب واقعہ کا اظہار کیا یعنی ناپسندیدہ کام کیا یا کسی ناپسندیدہ کام کرنے والے کو پناہ دی۔اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔رب تعالیٰ اس سے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض۔امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے منبر پاک کے پاس جھوٹی قسم اٹھائی اسے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لینا چاہیے۔روایت ہے کہ جب زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اس کے گھروں کے قریب گئے تو وہ سواری سے اتر پڑے اور روتے ہوئے پیدل چلنے لگے اور ان کی زبان پر یہ اشعار تھے:

و لمّا رائینا رسم من لم یدع لنا　　　فؤادًا لعرفان الرسوم و لالبّا
نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃ　　　لمن بان عنہ ان فلم بہ رکبا

ترجمہ: جب ہم نے اس ہستیٔ پاک کے مقدس نشانات دیکھے جس نے ہمارے دل کو عرفان اور صرف عقل

کے لیے نہ چھوڑا تو ہم اپنے جانوروں سے نیچے اتر آئے، جو سوار ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا وہ آپ سے دور ہو گیا۔

رفع الحجاب لنا فلاح لناظر   قمر تقطع دونه الاوهام
اذا المطی بنا بلغن محمدا   فظهورهن علی الرجال حرام
قربننا من خیر من وطی الثری   و لها علینا حرمة و ذمام

ترجمہ: جب پردہ اٹھا تو دیکھنے والے کو ایسا چاند نظر آیا عقلیں جس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ جب سواریاں ہمیں لے کر حضور اکرم ﷺ کے دربار تک پہنچ گئیں تو اب مردوں کے لیے ان پر بیٹھنا حرام ہے۔ ان سواریوں نے ہمیں اس ذات بابرکات کے قریب کر دیا جو ساری مخلوق سے بہترین ہے۔ اب ان سواریوں کو ہماری طرف سے امن وامان حاصل ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے پیدل حج کیا جب اس کے متعلق اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے گھر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر میں سر کے بل چل سکتا تو میں قدموں پر چلتا ہوا کبھی نہ آتا۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"وہ مقامات مقدسہ تعظیم کے مستحق ہیں جو وحی اور نزولِ قرآن سے آباد ہوئے۔ جہاں حضرات جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اترتے تھے۔ جہاں سے ملائکہ اور روح اوپر چڑھتے تھے جس کے میدان تقدیس و تسبیح کے نغمات سے گونج اٹھے۔ جس کی خاکِ پاک پر سید البشر ﷺ کے قدم مبارک لگے۔ اسی مبارک مقام سے رب تعالیٰ کی کتابِ زندہ، اس کا دین حق اور اس کے نبیِ پاک ﷺ کی سنت پاک پھیلی جن مدارس سے آیاتِ الٰہیہ پھیلیں وہ مساجد، نمازیں فضائل و خیرات کے مقدس مقامات، نشانیوں اور معجزات کے ظہور کے مقامات ہیں جہاں دین کے احکام اترے اور مسلمانوں کے مشاعر پھیلے جہاں سید المرسلین ﷺ کے قدم مبارک لگے۔ جہاں خاتم النبیین ﷺ ٹھہرے۔ جہاں سے نبوت کا سرچشمہ پھوٹا اور اس کے دھارے نکلے۔ رسالت کے اترنے کے مقدس مقامات وہ ہی ہیں اسی مقام کو یہ شرف ملا کہ اس کی خاک پاک کو آپ کے جلد پاک کو مس کرنے کا شرف ملا۔ یہ سارے مقامات اس امر کے مستحق ہیں کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور وہاں سے اٹھنے والی خوشبوئیں سونگھی جائیں اس کے ٹیلوں اور دیواروں کو چوم لیا جائے کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا:

یا دار خیر المرسلین و من به   هدی الانام و خص بالآیات

ترجمہ: اے حضور اکرم ﷺ کے کاشانہ اقدس! اور وہ امور جن کے ساتھ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ

معجزات کے ساتھ مختص ہوئے۔

عندی لا جلك لوعة و صبابة   و تشوق متوقد الجمرات

ترجمہ: میرے پاس تمہارے لیے سوزش، عشق اور ایسا شوق ہے جس سے چنگاریاں تاباں ہوتی ہیں۔

و عليّ عهد ان ملأتُ محاجری   من تلكمِ الجد ران و العرصات

ترجمہ: میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی آنکھوں کو تمہاری ان دیواروں اور میدانوں سے بھر دوں گا۔

لاعفرن مصون شيي بينها   من كثرة التقبيل و الرشفات

ترجمہ: میں کثرت سے ان مقامات کو بوسے دوں گا اور اتنی کثرت سے ان سے لپٹ کر روؤں گا کہ میری ریش بھی گرد آلود ہو جائے گی۔

لولا العوادی و الاعادی زرتُها   ابدا و لو سحبًا علی الوجناتِ

ترجمہ: اگر رکاوٹیں اور میرے دشمن حائل نہ ہوتے تو میں ہمیشہ ان کی زیارت کرتا رہتا اگرچہ میرے رخسار بھی گرد آلود ہو جاتے۔

لكن ساهدی من حفيل تحيّتی   لقطين تلك الدار و الحجرات

ترجمہ: لیکن میں عنقریب ان گھروں اور حجرات میں رہنے والوں پر درود و سلام کے کثیر تحائف بھیجوں گا۔

از کی من المسك المفتق نفحةً   تغشاه بالآصال و البكرات

ترجمہ: جو خوشبو کے اعتبار سے مشک اذخر سے زیادہ پاکیزہ ہوں گے جنہیں صبح و شام نے اپنی لپیٹ میں رکھا ہو گا۔

و تخصه بزواكی الصلوات   و نوامی التسليم و البركاتِ

ترجمہ: ان کے ساتھ پاکیزہ درود، افزوں سلام اور برکات مختص ہیں۔

❁❁❁

نبی، رسول، فرشتوں پراوران کی عصمت پر گفتگو

پہلا باب

نبی اوررسول کے متعلق گفتگو

[اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔اس میں کچھ بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ساقی]

✿✿✿

دوسرا باب

وہ امر جس سے نبی کا نبی ہونا معلوم ہو

وہ امر جس کے ساتھ اس ذات پاک کی عصمت کے ساتھ تاکید ہوتی ہے اس حکمت کے ساتھ اس کی تائید ہوتی ہے جوفرشتہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی کے پاس لے کر آتا ہے۔اس حثیت سے کہ اسے شک نہیں رہتا کہ وہ رب تعالیٰ کے رسل عظام میں سے ہے رب تعالیٰ اس پر وحی نازل کی ہے کیونکہ اسے علم ضروری ہوتا ہے کہ شیطان فرشتے کی شکل میں نہیں آ سکتا یہ علم ضروری بھی رب تعالیٰ اس میں پیدا کر دیتا ہے یا اس کے ہاں ایسی دلیل قاطع کا ظہور ہوتا ہے تا کہ آپ کے رب تعالیٰ کا کلمہ صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو جائے اور آپ کے رب تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔

✿✿✿

تیسرا باب

نبوت سے قبل اور بعد میں دیگر انبیائے کرام کی طرح آپ کی عصمت

علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: صحیح مؤقف یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے قبل رب تعالیٰ سے ناواقف

ہونے، اس کی صفات سے ناآشنا ہونے اور کسی چیز کے متعلق شک کرنے سے معصوم ہوتے ہیں۔ بہت سے روایات اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ولادت سے لے کر ہی وہ ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی نشوونما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے، بلکہ معارف کے انوار کی تابانی اور سعادت کے الطاف کی خوشبوؤں میں ہوتی ہے، جیسے کہ ہم نے دوسرے باب کی قسم اول میں لکھا ہے۔

اہل اخبار میں سے کسی ایک نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ کسی ایک شخص کو بھی نبوت سے سرفراز کیا گیا یا برگزیدہ کیا گیا جو اس سے قبل کفر و شرک سے آلودہ تھا۔ بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ان کے قلوب ہی ایسے امور سے نفرت کرتے تھے قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قریش نے آپ پر ہر وہ الزامات لگائے جو انہوں نے خود تراشے تھے۔ کفار نے اپنے اپنے انبیاء کرام پر ہر وہ عیب لگایا جو ان کے لیے ممکن تھا۔ ان پر وہ الزامات لگائے جنہیں رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یا راویوں نے ہم تک نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ان پر یہ الزام نہ لگایا کہ انہوں نے اپنے معبودان باطلہ کو چھوڑا یا کہ انہوں نے ان پر یہ الزام لگایا ہو کہ انہوں نے ان معبودان باطلہ کی عبادت کو چھوڑ دیا جن کی ان کے ساتھ وہ عبادت کرتے تھے۔ اگر ان میں یہ عیب پایا جاتا تو وہ اس کی طرف جلدی کرتے کہ وہ اپنے معبود کو بدل رہے ہیں وہ اسی سے استدلال کرتے۔ وہ انہیں جھڑکتے کہ وہ انہیں ان معبودان کی عبادت سے روک رہے ہیں جن کی وہ قطعی حجت سے قبل خود عبادت کرتے تھے۔ اب وہ انہیں ان معبودان کو چھوڑنے کا حکم دے رہے ہیں جن کی وہ اور ان کے آباء پوجا کرتے تھے، لیکن مشرکین نے ان پر یہ الزام نہ لگایا۔ اس کی طرف انہیں راہ نہ ملی۔ اگر انہیں راہ ملی تو منقول ہوتا اور وہ اس سے سکوت اختیار نہ کرتے جیسے وہ تحویل قبلہ کے وقت خاموش نہ رہے تھے۔ انہوں نے کہا:

مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ (البقرۃ:۱۴۲)

ترجمہ: کس چیز نے پھیر دیا ان کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔

قاضی قشیری نے انبیاء کرام کی تنزیہ پر اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ (احزاب:۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کی جو تمہارے پاس

ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔

رب تعالیٰ نے آپ کو میثاق میں پاکیزہ بنا دیا تھا۔ یہ امر بعید ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے قبل آپ سے میثاق لیا ہو، پھر انبیائے کرام سے عہد لیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ یہ عہد آپ کی ولادت سے زمانوں پہلا ہوا تھا۔ کیا آپ کی طرف شرک یا اور کوئی گناہ منسوب کرنا درست اور جائز ہو سکتا ہے؟ اس کے جواز کا فتویٰ صرف ملحد ہی دے سکتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حالانکہ آپ ابھی معصوم بچپن میں تھے حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس آئے انہوں نے آپ کے قلب انور کو شق کیا اس سے خون کا لوتھڑا نکالا۔ انہوں نے کہا: یہ آپ میں سے شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے دھویا۔ اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا۔ جیسے ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ اس وقت بھی نبی ہوں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے، پھر ان نقائص کو آپ کے لیے روا رکھا جائے جن سے رب تعالیٰ نے انبیائے کرام کو پاکیزہ فرمایا ہے۔ یہ مؤقف کوئی جاہل یا سرکش ہی اختیار کر سکتا ہے۔

فصل

قاضی نے لکھا ہے: نبوت سے قبل انبیائے کرام کی عصمت میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے اسے جائز کہا ہے جبکہ دوسری قوم نے اسے جائز نہیں کہا، لیکن صحیح مؤقف (ان شاء اللہ) یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے منزہ ہوتے ہیں وہ ہر اس امر سے محفوظ ہوتے ہیں جو کسی شک کو لازم کر دے۔ اس مسئلہ کا تصور ہی ممتنع کی طرح ہے۔ معاصی اور نواہی شرع کے تقرر کے بعد ہوتے ہیں، پھر انہوں نے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ کسی شریعت کے تابع تھے یا نہیں۔ یہ تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں پھر فرمایا: یہ اختلاف کا حکم ان امور میں ہے جو قصد سے رونما ہوں۔ اسی کو ہی معصیت کہا جاتا ہے۔ یہی تکلیف کے تحت آتا ہے، پھر انہوں نے یہ بحث کی ہے کہ انبیائے کرام سہو اور نسیان سے محفوظ ہوتے ہیں۔

تنبیہات

۱- ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ عصمہ یعصم کا معنی ہے اس نے اسے بچایا۔ اس جگہ عصمت سے مراد انبیاء کرام کا گناہوں سے پاک ہونا ہے۔

۲- علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور سورج کے متعلق یہ کہنا: ھذا ربی۔ تمہیں کسی شک میں مبتلا نہ کر دے۔ ایک قول کے مطابق انہوں نے یہ ایام طفولیت، غور و فکر اور استدلال کی ابتداء میں فرمایا تھا اس وقت وہ مکلف نہ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حزم نے کہا ہے: یہ قول خرافہ اور موضوعہ ہے جس کا جھوٹ عیاں ہے یہ محال اور ممتنع ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے سچے قول کے ساتھ اسے جھٹلایا ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ (الانبیاء:۵۱)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔

ان کی عقل میں یہ کیسے آسکتا تھا یہ ستارہ، چاند اور سورج ان کے رب ہیں۔ یہ گمان صرف کمزور رائے والا ہی کرسکتا ہے۔

علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم پھر کیا ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (الانعام:۷۷)

ترجمہ: اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہو جاتا میں بھی اس گمراہ قوم سے۔

ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ میری نصرت نہ کرتا تو میں گمراہی اور عبادت میں تمہاری طرح ہو جاتا۔ یہ از راہِ خوف اور ڈر تھا، ورنہ آپ تو ازل سے گمراہی سے محفوظ تھے۔"

۴۔ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم کیا ہے؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ (ابراہیم:۱۳)

ترجمہ: اور کہا کفار نے اپنے رسولوں کو کہ ہم ضرور باہر نکال دیں گے تمہیں اپنے ملک سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہمارے دین میں۔

پھر اس نے رسل عظام کی طرف سے فرمایا:

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ (اعراف:۸۹)

ترجمہ: پھر تو ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں اس کے بعد کہ جب نجات دے دی ہمیں اللہ نے اس سے۔

لفظ "العود" تمہیں کسی مشکل میں نہ ڈال دے کہ وہ اس دین کی طرف لوٹ آئیں گے جس پر وہ پہلے تھے، کیونکہ از روئے محاورہ یہ لفظ اس محل پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس کی ابتداء نہ ہو۔ اس وقت العود میں صیرورت کے معنی پائے جاتے ہیں، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لوٹ آنا، جیسے جہنمیوں کے لیے کہا: "عادوا حمما" (وہ کوئلہ بن جائیں گے) جیسے شاعر نے کہا ہے:

تلك المكارم لا قعبان من لبن شيبا بماء فعادا بعد ابوالا

ترجمہ: یہ مکارم اخلاق ہیں یہ دودھ کے ان دو پیالوں کی مانند نہیں ہیں جن میں پانی ملایا گیا ہو وہ پھر پیشاب بن جائیں۔" حالانکہ وہ پہلے پیشاب نہ تھے۔

۵۔ وہ حدیث پاک جسے ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ مشاہد میں شرکت کی۔ آپ نے اپنے پیچھے دو فرشتوں کی آواز سنی۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "جاؤ اور ان کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔" دوسرے نے کہا: "میں ان کے پیچھے کیسے کھڑا ہوں۔ انہوں نے بتوں کو استلام کرنے کا ارادہ کیا

ہے؟ اس کے بعد آپ نے ان میں کبھی بھی شرکت نہ کی۔" اس روایت کو امام احمد نے انتہائی منکر کہا ہے۔ یہ موضوع ہے یا شبیہ بالموضوع ہے۔"

جہاں تک نبوت کے بعد عصمت انبیاء کا تعلق ہے تو علامہ قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "لوگوں پر جو تغیرات اور آفات آتی ہیں وہ یا تو اختیار اور ارادہ کے بغیر اس کے اجسام اور حواس پر طاری ہوتی ہیں، جیسے امراض اور بیماریاں یا قصد و اختیار سے آتی ہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ عمل اور فعل ہے، لیکن مشائخ عظام انہیں تین اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔ (۱) عمل بالجوارح (۲) عقد بالقلب (۳) قول باللسان۔

۱۔ عمل بالجوارح۔ بشر پر جو بھی آفات اور تغیرات اختیار یا بغیر اختیار کے آتے ہیں۔ وہ ان تمام وجوہ میں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اگرچہ بشر (کامل) تھے۔ آپ کی جبلت میں وہ امور جائز ہیں جو بشر کی جبلت میں ہیں۔ قطعی دلائل اور علماء کا اجماع ہے کہ آپ ان تمام سے خارج ہیں۔ بہت سی ان آفات سے منزہ ہیں جو اختیار سے یا بلا اختیار آتی ہیں۔ یہ تفصیلات تین فصلوں میں بیان کی جاسکتی ہیں۔

پہلی فصل

وقت نبوت سے آپ کے قلب انور کی پختگی۔ علامہ قاضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ "ہر وہ امر جس کا تعلق توحید الٰہی کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے ساتھ ہو۔ اس پر ایمان کے ساتھ ہو جو کچھ آپ پر وحی کیا گیا اس میں آپ معرفت کی انتہاء پر تھے۔ علم اور یقین پوری طرح تاباں تھا۔ اس طرح کسی بھی جہالت، شک، تردد کی مکمل نفی ہے۔ اس یقین کے ساتھ معرفت کے مخالف ہر چیز سے آپ محفوظ ہیں۔" اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے براہین واضحہ سے ثابت ہے کہ انبیائے کرام کے دلوں کا استحکام اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ؕ (البقرہ)

ترجمہ: عرض کی ایمان تو ہے، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

بڑے علماء اور مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خاموش کرنے اور اس کے خلاف استدلال کرنے کے لیے فرمایا تھا۔ یا اس کا معنی وہ استفہام ہے جو انکار کی جگہ ہے۔ مراد ہے "فھٰذا ربّی" زجاج نے لکھا ہے۔ ان کا قول:

هٰذَا رَبِّيْ ۚ (الانعام:۷۶)

یہ میرا رب ہے؟

یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ. (النحل:۲۷)

ترجمہ: کہاں ہیں وہ میرے شریک۔

یعنی ''تمہارے ہاں'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس میں کسی چیز کی عبادت نہ کی تھی۔ نہ ہی لمحہ بھر کے لیے کسی کو رب تعالیٰ کا شریک بنایا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ (الصافات:۸۵)

ترجمہ: جب کہا انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو۔

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (الشعراء:۷۵ تا ۷۷)

ترجمہ: کیا تم نے دیکھ لیا ان کو جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ تم اور تمہارے آباء واجداد۔ پس وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔

جاء ربه بقلب سلیم۔ (الصافات:۸۴)

ترجمہ: جب وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے دربار میں قلب سلیم کے ساتھ۔

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اور بچالے مجھے اور میرے بچوں کو کہ ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی۔

ابن حزم نے لکھا ہے ''صحیح موقف یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خاموش کرانے کے لیے یوں فرمایا تھا۔ جیسے ان کے بتوں میں سے بڑے کے متعلق فرمایا تھا۔ کوئی فرق نہیں کہ وہ صابئیوں کے دین پر تھے۔ وہ ستاروں کو پوجتے تھے۔ وہ اپنے ہیاکل میں انہی کی صورتوں اور ناموں پر ان کی تصاویر بنا لیتے تھے۔ ان کے لیے عیدیں مناتے تھے۔ ذبیح قربان کرتے تھے۔ قربانیاں دیتے تھے وہ کہتے تھے۔ یہ آتے جاتے ہیں نفع دیتے ہیں نقصان دیتے ہیں۔ وہ ہر ستارے کے لیے ایک محدود شریعت قائم کرتے تھے۔ اسی پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے انہیں جھڑکا۔ ان کا تمسخر اڑایا۔ انہیں سورج کی تعظیم دکھائی کیونکہ اس کا حکم بڑا تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ (المطففین:۳۴)

ترجمہ: پس آج مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں۔

انہوں نے انہیں ان کے عقلوں کا ضعف دکھایا کہ وہ ان جمادات کے اجرام کی تعظیم کرتے ہیں ان کے لیے بیان کیا کہ ان کے مقامات منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کبھی شرک کیا ہو یا شک کیا ہو کہ فلک میں سے کچھ غیر مخلوق بھی ہے۔ اسی سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس پر عتاب نہ کیا۔ نہ ڈانٹا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا یا فرمایا وہ رب تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے۔'' یہ ''الطوفی'' کا قول ہے۔

چوتھا باب

فوائد

(گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)
[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی تحریر نہیں ہے۔ ساقی]

پانچواں باب

شیطان لعین سے آپ کی عصمت

امت مرحومہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ شیطان لعین سے محفوظ ہیں۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک قرین (ساتھی) جنات میں سے ہے اور ایک قرین فرشتوں میں سے ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے ساتھ بھی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر رب تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے اور اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے سامنے شیطان آیا۔" امام عبدالرزاق نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ بلی کی شکل میں تھا۔ وہ میری طرف دوڑا۔ اس نے میری نماز منقطع کرنے کی کوشش کی۔ رب تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا کیا۔ میں نے اسے دور دھکیل دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم وقت صبح اسے دیکھ لیتے، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد آگیا:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي (ص:۳۵)

ترجمہ: میرے رب! مجھے معاف کردے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔

"رب تعالیٰ نے اسے خائب و خاسر لوٹا دیا۔"

امام مسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دشمن خدا ابلیس آگ کا شعلہ لے کر میرے پاس آیا، تاکہ اسے میرے چہرے پر پھینک دے۔" آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کا ذکر کیا۔ رب تعالیٰ کی پناہ اس سے طلب کی۔ اس پر لعنت کی۔ فرمایا: "میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ اگر میں اسے پکڑ لیتا

تو وہ صبح کے وقت بندھا ہوا پایا جاتا۔ اہلِ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔"
شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مریض ہو گئے۔ آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی گئی تو عرض کی گئی: "ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی طرف سے ہے مگر رب تعالیٰ نے اسے مجھ پر مسلط نہیں کیا۔

تنبیہات

۱- رب تعالیٰ کا یہ فرمان آپ کی عصمت کو رد نہیں کرتا:

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ (اعراف:۲۰۰)

ترجمہ: اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے۔

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: "یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف راجع ہے:

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۱۹۹﴾ (اعراف:۱۹۹)

ترجمہ: قبول کیجئے معذرت اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے۔

یعنی آپ جاہلوں کے ساتھ ان کی جہالت کی طرح جھگڑا نہ کریں نہ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کریں۔ ان کے ساتھ بردباری کا سلوک کریں۔ یہ آیت طیبہ سارے مکارم اخلاق کو جامع ہے۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا حتیٰ کہ رب تعالیٰ سے پوچھ لوں۔" پھر واپس آئے تو عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں جو قطع رحمی کرے۔ جو آپ کو محروم کرے اسے عطا کریں جو آپ پر ظلم کرے اسے معاف کر دیں۔" پھر فرمایا:

اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ (الاعراف:۲۰۰)

ترجمہ: اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ۔

النزغ فساد کو یا تھوڑے سے وسوسہ کو کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "جب شیطان وسوسہ سازی کرے تو دشمن خدا پر غصہ کریں۔ جب وہ ترغیب دلانے کی کوشش کرے تو اس سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔ اس کا حکم آپ کو کافی ہو گیا، اور آپ کی عصمت کی تکمیل کا سبب بن گیا۔ تعرض سے زیادہ اسے آپ پر تسلط نہیں۔ اسے آپ پر قدرت نہیں دی گئی۔ اسے خائب و خاسر لوٹا دیا گیا۔ یہ اس کے عذاب میں اضافہ تھا۔

۲- آپ کا یہ فرمان بھی آپ کی عصمت کے منافی نہیں ہے جب کہ آپ وادی میں آرام فرما ہو گئے تھے، تو فرمایا: "اس وادی میں شیطان ہے۔" جیسے امام مالک اور بیہقی نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے "شیطان حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ انہیں اسی طرح پر سکون کرتا رہا جیسے بچے کو پرسکون کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ سو گئے۔" شیطان اس وادی میں مسلط ہو گیا جہاں آپ نے رات بسر کی تھی۔ یہ حضرت بلال پر تھا جن کے سپرد نماز صبح کی گئی تھی۔ اس ضمن میں اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ واضح ہے اور اس کی اشکال ختم ہو گئی ہے۔ دشمن خدا آپ کو اذیت دینے پر قادر نہ ہو سکا۔ اگرچہ آپ کے علاوہ پر اسے تسلط حاصل تھا۔ رب تعالیٰ اس کے امر کو کافی ہو گیا اور آپ کو محفوظ کر دیا۔"

✿✿✿

چھٹا باب

وقتِ نبوت آپ کا قلب انور دیگر انبیاء کی طرح محکم تھا

آپ پندرہ سال مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ آواز سنتے رہے۔ سات سال تک نور دیکھتے رہے مگر کچھ نظر نہ آتا تھا۔ آٹھ سال تک آپ پر وحی آتی رہی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ حالانکہ آپ نے تریسٹھ سال عمر مبارک پائی۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "جب میں خلوت میں تنہا ہوتا ہوں تو میں صدا سنتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ امر (عجیب) نہ ہو۔"

تنبیہات

۱- علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ براہین واضحہ سے عیاں نہیں انبیاء کے قلوب کا استحکام اس کے علاوہ بھی کچھ ہو۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ (البقرۃ:۲۶۰)

ترجمہ: عرض کی ایمان تو ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے حقدار ہیں۔" یہ ان دونوں ہستیوں کی طرف سے شک کا اعتراف نہیں ہے، بلکہ یہ شک کی نفی ہے کہ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے شک کیا ہو اور کمزور طبیعتوں کو دور کرنا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اس طرح کا شک کریں یعنی ہمیں بعث پر یقین ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ رب تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔"

۲- اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنی ہے:

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ۔ (یونس:۹۴)

ترجمہ: اور اگر تجھے کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا۔

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ اس آیت طیبہ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے "اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! شک کرنے والے کو بتا دیں۔" دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورت طیبہ میں خود ایسی چیز موجود ہے جو اس تاویل پر دلالت کر رہی ہے۔ وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ۔ (یونس:۱۰۴)

ترجمہ: فرمائیے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں۔

ایک قول یہ ہے کہ خطاب اہلِ عرب وغیرہم کو ہے۔ مراد آپ کے علاوہ لوگ ہیں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ (الزمر:۶۵)

ترجمہ: کہ اگر آپ نے بھی شک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس میں بھی خطاب آپ کو ہے لیکن مراد کوئی اور ہے۔ جیسے ارشادِ پاک ہے:

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ (ھود:۱۰۹)

ترجمہ: تو نہ ہو جاؤ تم شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی عبادت عند اللہ گمراہی ہے۔ اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ (یونس:۹۵)

ترجمہ: اور ہرگز نہ ہونا ان لوگوں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو۔

آپ کی دعوت کو کفار جھٹلاتے تھے۔ آپ اپنی دعوت کو جھٹلانے والے کیسے ہو سکتے تھے۔ آپ اپنے آپ کو کیسے جھٹلا سکتے تھے۔ اسی طرح ایک مثال اس آیت میں بھی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝۵۹ (الفرقان:۵۹)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے۔

"خبیر" مسئول ہے۔ مستخبر سائل نہیں ہے۔

۳۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث پاک کا کیا مفہوم ہے جسے امام مسلم نے اغر المزنی سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میرے دل مبارک پر غین آجاتا ہے۔ میں ہر روز ایک سو بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔" امام بخاری کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے فرمایا: "میں ہر روز ستر سے زائد بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔" حضرت علامہ قاضی فرماتے ہیں: "یہ تصور نہ کرو یہ غین کوئی وسوسہ تھا یا کوئی شک تھا۔ جو دل مبارک میں پیدا ہوتا ہو، کیونکہ وہ وسوسہ کو قبول کرنے سے پاک تھا کیونکہ اسے قبول کرنے والا وہ سیاہ لوتھڑا تھا۔ جو بنو آدم میں شیطان کا

حصہ ہوتا ہے۔حضرت سیدنا جبرائیل امین نے اسے اس وقت نکال دیا تھا جب سینۂ اقدس چاک کیا تھا لیکن اصل غین سے مراد وہ چیز ہے جو دل کو ڈھانپ لے اور اسے چھپا لے۔" یہ ابو عبید کا قول ہے۔بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ غین وہ چیز ہے جو دل پر چھا جاتی ہے۔اسے پوری طرح ڈھانپتی نہیں جیسے ہلکا سا پردہ یا رقیق سا بادل جو سورج کی روشنی کو نہ روکے۔اس غین سے مراد غفلات قلب،فترات نفس اور مداومت ذکر سے سہو نفس مراد ہو۔مشاہدہ حق میں سہو نفس سے مراد ہو۔اسی طرح وہ مقاساۃ بشری،امت کے لیے تدبیر،اہل و عیال کی معاونت، دشمن کے ساتھ مقابلہ مصلحت نفس اور کلفت مراد ہو جو ادائے رسالت اور امانت اٹھانے کے بوجھ کے وقت ہو،مگر ان تمام امور میں آپ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے خالق کی عبادت میں رہتے تھے،لیکن کیونکہ نبی کریم ﷺ کا مقام عند اللہ تمام مخلوق سے ارفع ہوتا ہے۔درجات میں سب سے بلند ہوتے ہیں۔معرفت میں سب سے زیادہ مکمل ہوتے ہیں۔ان کی وہ کیفیت جو خلوص قلب اور غلوِ ہمت اور اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں ہوتی ہے۔جبکہ وہ مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ ہوں تو یہ مقام ان کے ہاں بلند ترین مقام ہو۔آپ حالت فترت اور اس کے ماسوا کے ساتھ مشغول ہونے کو اپنے منصب رفیع سے انحطاط اور مقام بلند سے نقصان سمجھتے ہوں۔اسی لیے آپ اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔"اس حدیث پاک سے یہ بھی نہ سمجھنا کہ آپ کے قلب انور پر ایک سو بار غین آجاتا تھا۔یہ استغفار کی تعداد ہے بعض اوقات غین سے مراد وہ سکینہ بھی ہوتی تھی جو آپ کے قلب انور پر چھا جاتی تھی۔جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر۔

اس وقت آپ کا استغفار عبودیت کے اظہار کے لیے ہوگا۔ابن عطاء نے لکھا ہے یہ استغفار امت کو مغفرت طلب کرنے پر ابھارنے کے لیے ہوگا ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ غین خشیت و عظمت کی وہ حالت ہو جو قلب انور پر طاری ہو جاتی ہو۔آپ اس سے مطمئن ہو جاتے ہوں۔رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور عبودیت کو لازم پکڑنے کے لیے استغفار کرتے ہو۔جیسے فرمایا:"کیا میں رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکرگزار بندہ نہ بنوں۔"

❁❁❁

ساتواں باب

اقوال بلاغیہ میں عصمت

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جہاں تک آپ کے اقوال کا تعلق ہے تو آپ کی صداقت پر معجزہ کی صحت پر واضح دلائل قائم ہیں۔امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ آپ اپنے تبلیغ کے طریقہ میں معصوم تھے۔آپ خلافِ واقعہ خبر دینے سے معصوم تھے۔آپ نہ تو ارادہ سے یا بغیر ارادہ سے نہ ہی سہواً یا غلطاً اس طرح کر سکتے تھے۔اس میں جان بوجھ کر خلاف واقع امر بیان کرنا تو بالکل ممتنع ہے، کیونکہ معجزہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کے قائم مقام ہوتا ہے کہ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سچ فرمایا ہے اور سارے مسلمانوں کا اس پر اتفاق بھی ہے لیکن لغزش کے اعتبار سے اس کا وقوع تو استاذ ابو اسحاق اسفرائینی نے فرمایا ہے کہ اس کا تعلق بھی اسی کے ساتھ ہے، کیونکہ ملت مرحومہ کا اس پر اجماع ہے۔یہ عصمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے نہ کہ معجزہ کا مقتضیٰ ہے۔یہ مؤقف قاضی ابو بکر باقلانی اور ان کے ساتھیوں کا ہے کیونکہ ان کے مابین معجزہ کی دلیل کے مقتضیٰ میں اختلاف ہے۔جس کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ہم اسی پر اعتماد کرتے ہیں جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ شریعت کے ابلاغ میں آپ سے خلافِ واقع قول صادر نہیں ہو سکتا۔ان امور کو بتانے میں رب تعالیٰ نے جن کا آپ کو علم دیا ہے اور وحی الٰہی کو بتانے میں نہ عمداً نہ ہی غیر عمداً آپ سے اس سے یہ صدور ہو سکتا ہے۔رضا، ناراضگی، صحت اور مرض کی حالت میں خلافِ واقع بات صادر نہیں ہو سکتی۔" حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت میں ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں وہ سب کچھ لکھ لیتا ہوں جو آپ سے سنتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "درست ہے۔" میں نے عرض کی: "رضا اور غصے میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔"

جب آپ کی صداقت پر معجزہ قائم ہے۔آپ صرف حق بات ہی کرتے ہیں۔رب تعالیٰ کی طرف سے صرف سچ ہی پہنچاتے ہیں اور معجزہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کے قائم مقام ہوتا ہے۔" آپ نے جو کچھ میری طرف سے بیان فرمایا ہے۔آپ اس میں سچے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرف رب تعالیٰ کا رسول ہوں، تاکہ تمہیں وہ پیغام دوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اسے بیان کروں جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ارشادِ ربانی بھی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ (النساء:۱۷۰)

ترجمہ: اور بتحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رسولِ حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

ترجمہ: اور رسول ؐ جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو، اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔

تو یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ سے کسی ایسی خبر کا صدور ہو جو خبر کے فرمان کے خلاف ہو خواہ وہ کس طرح بھی ہو۔'' اگر ہم آپ کے لیے غلط اور سہو کو روا رکھیں تو ہم آپ کو دوسروں سے ممتاز کیسے کر سکیں گے۔ حق و باطل مختلط ہو جائے گا۔ معجزہ ایک ہی بار آپ کی تصدیق پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان سے آپ کا منزہ ہونا از روئے دلیل اور اجماع واجب ہے۔ جیسے ابو اسحاق نے کہا ہے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ کے اعضاء مبارکہ کی عصمت

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ وہ اعمال جن کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے ان سے قول باللسان خارج نہیں سوائے اس خبر کے جس میں کلام واقع ہوا ہے۔ ان سے اعتقاد بالقلب بھی نہیں نکلتا سوائے توحید کے۔ ہم نے پہلے ان کے مخصوص دلائل ذکر کر دیے ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ جمہور کا اعتماد اسی اجماع پر ہے جس کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے قاضی ابوبکر کا یہی مؤقف ہے، جبکہ دیگر علماء نے اجماع کے ساتھ ساتھ دلیل عقلی بھی دی ہے یہ کافی علماء کا قول ہے استاذ ابو اسحاق نے اسی کو پسند کیا ہے۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف نہیں کہ وہ رسالت کو چھپانے اور تبلیغ میں کوتاہی سے معصوم ہیں، کیونکہ ان تمام امور میں معجزہ عصمت کا تقاضا کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہی کافی ہے۔ جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ انبیاء یہ ان تمام امور میں رب تعالیٰ کی طرف سے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ سوائے حضرت حسین نجار کے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ انہیں گناہوں پر بالکل قدرت ہی نہیں ہوتی۔ جہاں تک صغیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو اسلاف کی ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔ فقہاء محدثین اور متکلمین میں سے الطبری کا یہی مؤقف ہے۔ ایک گروہ نے توقف اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''عقل ان سے ان ؑ کے وقوع کو محال قرار نہیں دیتی، لیکن شریعت مطہرہ میں ان کی دلیل قاطع موجود نہیں ہے۔ محققین اور متکلمین کے ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ گناہوں سے اسی طرح محفوظ و معصوم ہوتے ہیں جیسے کبیرہ گناہوں سے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیونکہ لوگوں میں صغیرہ گناہوں میں اختلاف ہے۔ کبائر کی تعیین میں اختلاف ہے اور اس میں اشکال ہے۔ حضرت ابن عباس وغیرہ کا فرمان ہے کہ وہ فعل جس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے وہ کبیرہ ہے۔'' اسے اس سے بڑے گناہ کے اعتبار سے صغیرہ کہا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی مخالفت کسی بھی امر میں گناہ کبیرہ ہے۔

قاضی محمد عبد الوہاب نے لکھا ہے: ''یہ ممکن نہیں کہ کہا جائے کہ رب تعالیٰ کی نافرمانیوں میں کچھ صغیرہ ہے سوائے اس معنی کے کہ کبائر سے اجتناب کے ساتھ انہیں معاف کیا جائے۔ ان کے لیے اس وقت کوئی حکم نہ ہوگا لیکن کبائر کا معاملہ ان کے برعکس ہے جب تک بندہ توجہ نہیں کرتا اس سے کچھ بھی معاف نہیں کیا جاتا۔ ان کو معاف کرنے میں مشیت کا انحصار رب تعالیٰ کی طرف ہے۔'' یہ قاضی ابوبکر ائمہ اشعریہ کی ایک جماعت اور کثیر فقہاء کا ہے۔'' قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے ''بعض ائمہ نے فرمایا ہے: ''دونوں اقوال پر اختلاف لازم نہیں آتا کہ وہ صغائر کے تکرار اور کثرت سے معصوم ہیں، کیونکہ یہ تکرار اور کثرت کبائر تک پہنچا دیتی ہے نہ ہی اس صغیرہ گناہ میں اختلاف ہے جو حشمت کو ختم کر دے۔ مروت کو مٹا دے۔ ذلت اور خساست کو لازم کر دے اس پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام ایسے گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ یہ انہیں ان کے عظیم منصب سے گرا دیں گے۔ یہ اپنے صاحب کی عزت کو داغدار کرتے ہیں دل ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ انبیاء کرام ان سے پاک ہوتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ مباح چیز ملا دی جاتی ہے۔ وہ اسی کے مثل کام کرتا ہے وہ اس پر مباح کا نام نکل کر مَنع تک آ جاتا ہے۔

بعض علماء کا مؤقف ہے کہ وہ قصداً مکروہ امور میں گرنے سے معصوم ہیں۔ بعض ائمہ نے یہ دلیل دی ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ ان کے افعال کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے آثار اور سیرتوں کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اصحاب مالک، شافعی اور ابوحنیفہ علیہم الرحمۃ میں سے جمہور فقہاء کے ہاں التزام کے قرینہ کے بغیر اور بعض کے ہاں مطلق مؤقف ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ اگرچہ اس کے حکم میں ان کا اختلاف ہے۔ ابن خویز منداد اور ابوالفرج نے امام مالک سے روایت کیا ہے اس قرینہ کا التزام واجب ہے۔ یہی ابہری، ابن قصار اور ہمارے اکثر ساتھیوں کا قول ہے۔ اکثر اہل عراق، ابن سریج، اصطخری، ابن خیران اور اکثر شوافع کا مؤقف ہے کہ یہ التزام مستحب ہے۔

ایک گروہ کا مؤقف ہے کہ یہ صغائر مباح ہیں، بعض نے ان کے امور دینیہ میں اتباع کو مقید کیا ہے اسی سے قربۃ کا مقصد معلوم ہوا ہے۔ جنہوں نے ان کے افعال میں اباحت کا قول کیا ہے انہوں نے یہ قید نہیں لگائی۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر ہم ان کے لیے صغائر کے جواز کا قول کریں تو افعال میں ان کی اقتداء ممکن نہیں رہتی کیونکہ ہر فعل کی امتیاز ممکن ہے کہ اس کا مقصد قربت ہے یا اباحت ہے یا خطر ہے یا معصیت ہے یہ صحیح نہیں کہ کسی شخص کو اس فعل کو کرنے کا حکم دیا جائے جو شاید معصیت ہو۔ خصوصاً اس شخص کی رائے میں جو فعل کو قول پر مقدم کرتا ہے جبکہ ان میں تعارض ہو جائے۔''

کیا آپ سے سہو اور نسیان کا صدور ہو سکتا تھا یا کہ نہیں

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھائی۔ آپ نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالیدین کھڑے ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''نہ نماز کم ہوئی ہے نہ ہی میں بھولا ہوں۔'' آپ نے دونوں حالتوں کے متعلق فرمادیا کہ ان میں سے کچھ بھی رونما نہیں ہوا۔ جیسے حضرت ذوالیدین نے عرض کی تھی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس میں سے کچھ تو رونما ہوا ہے۔'' حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے جان لو کہ علماء کرام نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں، کچھ جوابات تو انصاف پر مبنی ہیں اور کچھ بے جا اور ناروا ہیں۔ میں کہتا ہوں۔'' وہ علماء جو تبلیغ کے امور کے علاوہ دیگر امور میں وہم اور غلطی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے دونوں اقوال میں سے اس قول کو کمزور کر دیا ہے اس طرح اس روایت اور اس جیسی دیگر روایات پر اعتراض نہیں ہو سکتا، البتہ وہ علماء جن کا مؤقف ہے کہ آپ کے جملہ افعال میں سہو اور نسیان ممتنع ہے ان کی رائے میں یہ نسیان کی صورت اس لیے پیدا ہوتی ہے تاکہ سنت قائم ہو جائے۔ آپ اپنی خبر میں سچے تھے، کیونکہ آپ نہ تو بھولے تھے نہ ہی نماز میں کمی ہوئی تھی، لیکن اس صورت میں آپ نے عمداً یہ فعل سرانجام دیا، تاکہ اس کے لیے سنت قائم ہو جائے جسے اس جیسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے یہ قول بھی ناپسندیدہ ہے۔ ہم اس کا تذکرہ اس کے مقام پر کریں گے، لیکن اس مؤقف میں کہ اقوال میں آپ سے سہو محال ہے لیکن غیر اقوال میں سہو کا جائز ہونا اس کے کئی جوابات ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعتقاد اور ضمیر کے بارے بتایا تھا۔ نماز قصر کا انکار بھی حق ہے۔ یہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے سچ ہے نسیان کے اعتقاد کے بارے میں آپ نے بتادیا تھا کہ آپ اپنے گمان کے مطابق نہیں بھولے تھے گویا کہ آپ نے اپنے گمان کے مطابق اس خبر کا قصد کیا اگرچہ اس کے متعلق گفتگو نہ کی تھی۔ یہ بھی سچ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ میں بھولا نہیں۔ یہ سلام کی طرف راجع ہے یعنی میں نے جان بوجھ کر سلام پھیرا ہے۔ تعداد میں نسیان ہے۔ میں نفس سلام میں بھولا نہیں ہوں۔ یہ بھی احتمال ہے۔ اس میں بعد ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے یہ جواب ان تینوں سے بعید ہے بعض علماء نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کچھ بھی نہیں ہوا'' یعنی قصر اور نسیان جمع نہیں

ہوئے، بلکہ ایک رونما ہوا ہے۔" یہ مفہوم اس کے الفاظ کے برعکس ہے، جبکہ اس کے ساتھ دوسری صحیح روایت بھی ہے کہ نہ تو نماز مختصر ہوئی ہے نہ ہی میں بھولا ہوں۔" یہ سارے وجوہ ہمارے ائمہ نے بیان کی ہیں۔ بعض نے الفاظ کے بعد سے محمول کیا ہے۔ کچھ نے ناروا بات کی ہے، البتہ قاضی ابوالفضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے اور میرا قول بھی یہی ہے کہ ان تمام وجوہ سے قریب ترین وجہ یہ ہے کہ آپ کا فرمان "میں بھولا نہیں۔" اس لفظ کا انکار ہے جس کی آپ نے اپنے نفس سے نفی کی۔ آپ نے دوسرے پر بھی اس کا انکار کیا تھا۔ فرمایا: "کسی ایک کے لیے یہ کتنی بری بات ہے کہ وہ یوں کہے۔" میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔" بلکہ اسے بھلا دی گئی۔ دوسری روایت میں ہے: "میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔ جب سائل نے عرض کی: "کیا نماز میں کمی ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔" آپ نے اس میں کمی کا انکار فرما دیا جیسے کہ حق تھا، جبکہ نسیان آپ کی طرف سے تھا اگر اس طرح کچھ ہوا تھا تو آپ کو بھلا دیا گیا تھا، حتیٰ کہ آپ نے کسی اور سے پوچھا، حتیٰ کہ ثابت ہوگیا کہ آپ کو بھلا دیا گیا ہے اور اسے سنت قائم کرانے کے لیے رواں کر دیا گیا۔ اس پر آپ کا فرمان "میں نہ بھولا ہوں نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ یہ صدق اور حق ہوگا، کیونکہ نہ تو نماز میں کمی ہوئی تھی نہ ہی حقیقت میں آپ بھولے تھے لیکن آپ کو بھلا دیا گیا تھا۔"

ایک اور قول بھی ہے جسے میں نے ترجیح دی ہے کہ کسی شیخ نے کہا ہے کہ آپ کو سہو تو ہو سکتا تھا لیکن نسیان نہیں لہٰذا آپ نے اپنے نفس پاک سے نسیان کی نفی کی، کیونکہ نسیان غفلت اور آفت سے ہوتا ہے جبکہ سہو مصروفیت اور مشغولیت سے ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو نماز میں سہو ہو سکتا تھا لیکن اس سے غافل نہ ہو سکتے تھے۔ آپ کو نماز کی حرکات سے وہ چیز مشغول کر سکتی تھی جو نماز میں تھی لیکن آپ اس سے غافل نہ ہو سکتے تھے۔ اس اعتبار سے آپ کا یہ فرمان نہ تو نماز میں کمی ہوئی نہ میں بھولا ہوں۔" بالکل سچا ہوگا۔ میرے نزدیک آپ کا یہ فرمان ترک کے معنی میں ہوگا۔ یہ نسیان کی دونوں وجوہات میں سے ایک ہے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ میں نے نہ تو نماز کی تکمیل کو ترک کرتے ہوئے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا ہے، لیکن میں بھول گیا ہوں یہ میری طرف سے نہ تھا۔" اس کی دلیل وہ صحیح روایت ہے جس میں ہے۔ "میں بھولتا نہیں لیکن مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ سنت قائم ہو جائے۔" قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

"یہ تمام احادیث اس سہو پر مبنی ہیں جو اس فعل میں ہے جسے ہم نے محکم کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ سنت پاک قائم ہو جائے کیونکہ فعل سے تبلیغ کرنا قول سے تبلیغ کرنے سے زیادہ تاباں ہوتا ہے۔ احتمال کے اعتبار سے واضح ہوتا ہے بشرطیکہ اس کو سہو پر برقرار نہ رکھا جائے بلکہ اس سے یہ شعور ملتا ہو کہ یہ التباس کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ اس میں حکمت کا فائدہ ظاہر ہے۔ جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے فعل میں نسیان اور سہو آپ کے حق میں معجزہ کے خلاف نہیں ہے۔ نہ تصدیق میں قابل اعتراض ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں تو بشر (کامل) ہوں۔ میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ فلاں پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد کرا دی جسے میں نے گرا دیا تھا یا میں انہیں بھول چکا تھا۔" آپ نے فرمایا: "میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ سنت قائم ہو

جائے۔"یہ الفاظ راوی کی طرف سے شک ہیں۔روایت ہے۔"میں بھولتا نہیں ہوں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے،تا کہ سنت بن جائے۔"
ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار نے فرمایا ہے"یہ شک کے لیے نہیں بلکہ یہ تقسیم کے لیے ہے یعنی میں بھول جاتا ہوں یا رب تعالیٰ مجھے فراموش کر دیتا ہے۔" قاضی ابوالولید الباجی نے کہا ہے"ان کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ میں عالم بیداری میں بھول جاتا ہوں نیند میں مجھے بھلا دیا جاتا ہے یا بشر کی عادت کے مطابق میں بھول جاتا ہوں لیکن اس امر پر توجہ ہوتے ہوئے مجھے بھلا دیا جاتا ہے ایک نسیان کو اپنی طرف منسوب کیا۔اگر چہ اس میں کچھ سبب تھا۔دوسرے نسیان کی خود سے نفی کی، کیونکہ اس میں آپ ایک مضطر شخص کی طرح تھے۔"اصحاب معانی اور کلام میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ آپ کو نماز میں سہو ہو جاتا تھا۔آپ پر نسیان طاری نہ ہوتا تھا، کیونکہ نسیان غفلت اور آفت سے ہوتا ہے۔حضور اکرم ﷺ اس سے منزہ تھے۔سہو مصروفیت ہوتی ہے۔آپ پر نماز میں سہو ہو سکتا تھا جو کچھ نماز میں تھا وہ آپ کو نماز کی حرکات سے مصروف کر سکتا تھا،لیکن اس سے غفلت نہ آ سکتی تھی۔انہوں نے آپ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔"میں بھولتا نہیں ہوں۔"ایک قول نے اس سب کچھ کو ممتنع قرار دیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ آپ کا عمداً یا قصداً سہو سنت بنانے کے لیے تھا۔مگر یہ قول بھی درست نہیں ہے یہ مقاصد کے مخالف ہے۔اس سے انہیں کچھ فائدہ نہیں ملتا، کیونکہ آپ جان بوجھ کر کسی بھی حالت میں کیسے بھول سکتے تھے نہ ہی ان کے لیے اس قول میں دلیل ہے" آپ کو نسیان کی صورت کا جان بوجھ حکم دیا گیا تھا تا کہ سنت بن جائے۔" کیونکہ آپ نے فرمایا:"میں بھولتا نہیں مگر بھلا دیا جاتا ہوں۔" آپ نے دونوں اوصاف میں سے ایک کو ثابت کیا معتمد اور قصد کے تضاد کی نفی کر دی۔فرمایا:"میں تمہاری مثل بشر (کامل) ہوں میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔"ہمارے ائمہ میں سے ایک عظیم امام نے یہی قول اختیار کیا ہے وہ ابوالمظفر اسفرائینی ہیں۔یہ قول ان کے علاوہ کسی اور نے پسند نہیں کیا نہ ہی یہ مجھے پسند ہے ان دونوں گروہوں کے لیے آپ کے اس فرمان میں کوئی حجت نہیں۔"میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔" کیونکہ اس میں مکمل طور پر نسیان کے حکم کی نفی نہیں ہے،لیکن اس میں اس کے لفظ کی نفی اور لقب کی کراہت ہے۔جیسے آپ نے فرمایا:"تم میں سے کسی ایک کے لیے یہ کتنا برا ہے کہ وہ یوں کہے:"میں فلاں آیت بھول گیا۔"لیکن اسے بھلا دی گئی یا اس میں غفلت اور قلتِ اہتمام کی نفی ہے،لیکن آپ نماز میں نماز کی وجہ سے ہی مصروف رہے بعض میں سے بعض کو بھول گئے جیسے کہ آپ نے خندق کے روز نماز ترک فرما دی، حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا دشمن کے ساتھ مصروف ہونے کی وجہ سے یہ نماز ادا نہ کر سکے۔ایک اطاعت کی وجہ سے دوسری میں مصروف ہو گئے۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس روز چار نمازیں ترک کی تھیں۔ظہر،عصر،مغرب اور عشاء اسی سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جنہوں نے خوف میں نماز کی تاخیر کو جائز قرار دیا ہے جب کہ اسے ادا کرنا ممکن نہ ہو تو امن کے وقت مؤخر کر دیا جائے۔ یہ شامیین کا مؤقف ہے، جبکہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف کا حکم بعد میں آیا تھا۔یہ اس کے لیے ناسخ تھا۔اگر تم کہو کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جبکہ وادی کے روز آپ سو گئے تھے۔آپ نے فرمایا تھا:"میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں

لیکن میرا قلب انور نہیں سوتا۔"

علماء کرام نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے قلب انور اور آنکھوں کے بارے میں یہ حکم آپ کی نیند کے وقت غالب اوقات میں تھا۔ کبھی اس کے خلاف بھی وقوع پذیر ہو سکتا تھا جیسے نیند میں خلافِ عادت ظہور پذیر ہو سکتا تھا۔ آپ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔"رب تعالیٰ ہماری ارواح کو قبض کر لیتا ہے۔" حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اس طرح کی نیند مجھ پر پہلے کبھی بھی طاری نہ ہوئی تھی۔" یہ کیفیت کسی اس خاص امر کی وجہ سے تھی جس کے حکم کے اثبات کا رب تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا۔ سنت پاک کی بنیاد اور شریعت بیضاء کا اظہار کرنا مقصود تھا، کیونکہ دوسری روایت میں ہے:"اگر رب تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا لیکن یہ کہ ان کے لیے یہ (سنت) قائم ہو جائے جو تمہارے بعد آئیں۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ نیند آپ کے قلبِ انور کو مستغرق نہ کرتی تھی حتیٰ کہ اس میں حدث لاحق ہو جاتی۔ آپ اس سے محفوظ تھے آپ سو جاتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے خراٹوں کی آوازیں آنے لگتیں پھر آپ نماز ادا کر لیتے تھے لیکن وضو نہ کرتے تھے۔"

وہ حدیث پاک جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نیند سے بیدار ہو کر وضو کرتے تھے اس میں اپنے اہلیہ محترمہ کے ساتھ سونے کا ذکر ہے، لہٰذا اس میں صرف سونے سے وضو کرنے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ شاید یہ زوجہ کریمہ سے ملامتہ یا کسی اور حدث کی وجہ سے ہو۔ اسی روایت کے آخر میں ہے"پھر آپ سو گئے۔ میں نے آپ کے خراٹوں کی آوازیں سنیں۔ نماز قائم ہوئی، تو آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔"

ایک قول یہ ہے"آپ کا قلب اقدس سوتا نہ تھا کیونکہ نیند میں بھی اس کی طرف وحی آتی تھی۔ وادی کے قصہ میں صرف آنکھوں کی نیند کا ذکر ہے جو سورج کو دیکھ نہ سکتی تھیں۔ یہ دل مبارک کا فعل نہ تھا۔ آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں لوٹا دیتا۔"

❁❁❁

پہلا باب

جو انبیاء کرام کی طرف صغائر منسوب کرتے ہیں ان کا رد

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:"وہ فقہاء، محدثین اور متکلمین جو صغائر کو انبیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت سی آیات اور احادیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔ اگر وہ ان کے ظاہر کا التزام کریں تو وہ کبائر کے جواز اور اجماع کے ختم کی طرف لے جائیں لیکن یہ کسی بھی مسلمان کا قول نہیں ہے۔ جن آیات سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے اس کے مقتضیٰ میں کئی احتمالات ہیں۔ اسلاف کے اقوال ان کے موقف کے برعکس

ہیں۔ اگرچہ ان کے مؤقف پر اجماع نہیں ہے۔ ان کے دلائل میں قدیمی اختلاف ہے۔ ان کے مؤقف کے خلاف اور اس کے غیر صحیح ہونے پر بہت سے دلائل ہیں۔ اس کا ترک کرنا لازم ہے، اور اس طرف جانا ضروری ہے جو صحیح مؤقف ہے۔" ان میں بعض آیات طیبات یہ ہیں:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح:۲)

ترجمہ: تاکہ دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام لگائے گئے آپ پر ہجرت سے پہلے اور جو ہجرت کے بعد۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:۱۹)

ترجمہ: اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ۔ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔ (التوبۃ:۴۳)

ترجمہ: درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے کیوں کہ آپ نے اجازت دے دی تھی۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ (الانفال:۶۸)

ترجمہ: اگر نہ ہوتا حکم الٰہی سے پہلے تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے مان لیا بڑی سزا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ (العبس:۱)

ترجمہ: چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔

اسی طرح دیگر انبیاء کے بارے میں فرمایا:

عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۞ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہو گئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞ (الاعراف:۱۹۰)

ترجمہ: پس جب اللہ عطا کرتا ہے، انہیں تندرست لڑکا تو دونوں بناتے ہیں اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا۔ بلند و برتر ہے اللہ ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞ (الاعراف:۲۳)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ (انبیاء:۸۷)

ترجمہ: پاک ہے تو۔ بیشک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص:۲۴۔۲۵)

ترجمہ: اور فوراً خیال آ گیا داؤد کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع میں اور دل و جاں سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا۔ (یوسف:۲۴)

ترجمہ: اور اس عورت نے تو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے۔

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ (القصص:۱۵)

ترجمہ: تو سینہ میں گھونسا مارا موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کام شیطان کی انگیخت سے ہوا۔

آپ کی دعائیں۔ مثلاً یہ دعا: ''میرے وہ گناہ معاف کر دے جو میں نے پہلے کیے یا بعد میں کیے جو اعلانیہ کیے یا مخفی کیے۔'' روزِ حشر انبیاء کرام اپنی اپنی لغزشوں کا ذکر کریں گے جیسے کہ حدیث شفاعت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے دل پر غین آجاتا ہے میں رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔'' میں ایک دن میں ستر سے زائد بار استغفر اللہ و اتوب الیہ پڑھتا ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے فرمایا:

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ (ھود:۴۷)

ترجمہ: اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ (ھود:۳۷)

ترجمہ: اور نہ بات کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا وہ ضرور غرق کر دیے جائیں گے۔

وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ (الشعراء:۸۲)

ترجمہ: اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بخش دے گا میری خطا روزِ جزاء کو۔

تُبْتُ اِلَيْكَ۔ (اعراف:۱۴۳)

ترجمہ: میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ (ص:۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے فتنہ میں ڈال دیا سلیمان کو۔

حضرت علامہ قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح:۲)

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد (کے الزامات) ہیں۔ ایک قول یہ ہے: "جو لغزشیں آپ سے صادر ہوئیں یا نہ ہوئیں۔ میں ان سب کو جانتا ہوں۔ یہ سب بخشی ہوئی ہیں۔" ایک قول یہ ہے کہ نبوت سے قبل جو کچھ تھا وہ متقدم ہے۔ اس کے بعد آپ کی عصمت ہے۔" یا اس سے مراد آپ کی امت ہے۔ یا مراد سہو، غفلت اور تاویل مراد ہے۔ اسے الطبری نے لکھا ہے اور قشیری نے اختیار کیا ہے ما تقدم سے مراد حضرت آدم اور ما تاخر سے مراد امت مرحومہ کے گناہ ہیں۔" اسی کے مثل رب تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اقوال ہیں:

وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ (محمد:۹)

مکی نے لکھا ہے کہ مخاطب آپ ہیں، لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا:

وَمَاۤ اَدۡرِىۡ مَا يُفۡعَلُ بِىۡ وَلَا بِكُمۡ ؕ (الاحقاف:۹)

ترجمہ: اور میں نہیں جان سکتا کہ کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا جائے گا تمہارے ساتھ۔

تو اس سے کفار خوش ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح:۲)

مسلمانوں کا انجام اس کے بعد ایک اور آیت طیبہ میں بیان کیا گیا۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ آیت طیبہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو بخش دیا گیا ہے۔ اگر ہوں بھی تو ان پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس جگہ مغفرت سے مراد عیوب سے پاک ہونا ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ۝۲ الَّذِىۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ۝۳ (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

ایک قول یہ ہے کہ نبوت سے قبل آپ کی لغزشیں۔ یہ ابن زید، حسن اور قتادہ کا قول ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو نبوت سے قبل بھی گناہوں سے محفوظ اور معصوم کر دیا گیا تھا۔ ورنہ آپ کی کمر بوجھ سے گراں ہو جاتی۔" یہ معنی سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت و رسالت کا وہ بوجھ ہے جس نے کمر انور کو گراں کر دیا تھا، حتیٰ کہ آپ نے ان کی تبلیغ فرما دی۔ یہ ماوردی کا قول ہے یا ہم نے آپ سے جاہلیت کے ایام کا بوجھ اتار دیا۔" یہ مکی کا قول ہے۔ یا آپ کے سر، حیرت اور طلب شریعت کا بوجھ اتار دیا کہ آپ کو شریعت مطہرہ عطا کر دی۔ (قشیری)

یا جس چیز کی حفاظت کا آپ کو ذمہ دار بنایا گیا تھا اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔"

اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ۔ یعنی قریب ہے کہ وہ آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیتا۔ یا "وضع" سے مراد رب تعالیٰ کی آپ کے لیے عصمت ہے یا آپ کی لغزشوں کی کفایت ہے، ورنہ وہ آپ کی کمر توڑ دیتے۔ یا رسالت کا بوجھ مراد ہے یا جاہلیت کے امور کا بوجھ ہے۔ رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس نے اس وحی کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھا لیا ہے جس کی حفاظت آپ نے کرنا تھی۔"

جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔ (التوبہ:۴۳)

ترجمہ: درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے۔

یہ ایسا امر ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ کی طرف سے نہی صادر نہ تھی کہ اسے معصیت شمار کیا جائے نہ رب تعالیٰ نے اسے معصیت شمار کیا ہے بلکہ اہلِ علم نے اسے عتاب بھی شمار نہیں کیا۔ جس نے یہ مؤقف اپنایا ہے انہوں نے اسے غلط کہا ہے۔ بلکہ آپ کو دو امور میں اختیار تھا۔ آپ کو اختیار تھا کہ جس چیز کے متعلق وحی کا نزول نہ ہوتا اس کے متعلق جو چاہتے کرتے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ۔ (النور:۶۲)

ترجمہ: تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں۔

جب آپ نے انہیں مرحمت فرما دیا تو رب تعالیٰ نے آپ کو ان کے اس راز سے آگاہ کر دیا جس سے پہلے آپ کو آگاہ نہ کیا تھا کہ اگر آپ انہیں اذن مرحمت نہ فرماتے تو وہ بیٹھے رہتے اور جو کچھ آپ نے کیا ہے اس میں آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں "عفا" "غفر" کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں گھوڑوں اور غلاموں کے صدقہ سے درگزر فرمایا ہے۔"

یعنی یہ زکوٰۃ ان پر واجب نہیں ہے۔ قشیری نے اسی طرح لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو یہ کہتا ہے عفو گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ کلام عرب سے آشنا نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے" آپ پر کسی گناہ کا الزام نہیں ہے۔" داؤدی نے لکھا ہے" روایت ہے کہ یہ تکریم ہے" مکی نے کہا ہے" یہ کلام کا اسی طرح آغاز ہے جیسے کہا جاتا ہے:

اصلحك الله و اعزك۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے:

عافاك الله۔

جہاں تک جنگی قیدیوں کے متعلق رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (الانفال:۶۷،۶۸)

اس میں آپ پر کسی گناہ کا الزام نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی خصوصیت کا بیان ہے اور اس فضیلت کا تذکرہ ہے جو دیگر انبیاء کو چھوڑ کر صرف آپ کو بخشی گئی ہے۔ گویا کہ فرمایا: "یہ خصوصیت آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہے۔" جیسے آپ نے فرمایا:

"مالِ غنیمت صرف میرے لیے حلال کیا گیا میرے علاوہ کسی اور نبی کے لیے حلال نہ تھا۔" اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾ (الانفال:۶۷) کا کیا معنی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خطاب ان میں سے اس شخص کے لیے ہے جو دنیا کا ارادہ کرے۔ جس کا مقصدِ حیات صرف دنیاوی ساز و سامان کا حصول ہو۔ کثرت دنیا مدعا ہو۔ اس سے مراد آپ کی ذات نہیں نہ ہی صحابہ کرام میں سے بلند درجہ لوگ مراد ہیں۔ ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت طیبہ اس وقت اتری جب غزوۂ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی۔ لوگ مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ دشمن پلٹ کر حملہ آور نہ ہو جائے، پھر فرمایا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ (الانفال:۶۸)

ترجمہ: اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے تو ضرور تمہیں چھوتا عذابِ عظیم بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔

اس آیت طیبہ کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ اگر یہ مجھ سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا کہ میں کسی کو عذاب نہی کے بعد ہی دوں گا تو میں تمہیں عذاب دیتا۔ اس سے اس امر کی نفی کرنا ہے کہ قیدیوں کا معاملہ معصیت نہیں ہے۔ ایک معنی یہ ہے اگر قرآن پاک پر تمہارا ایمان نہ ہوتا۔ یہی الکتاب السابق ہے جس نے تمہیں درگزر کا مستوجب کر دیا ہے تو تمہیں مالِ غنیمت پر سزا دی جاتی۔"

اس قول کی تفسیر اور وضاحت اور بھی زائد ہو جاتی ہے اگر یوں کہا جائے کہ اگر تم قرآن پاک پر ایمان نہ رکھتے اور تم ان افراد میں سے نہ ہوتے جن کے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے تو تمہیں اس طرح سزا دی جاتی جیسے ان لوگوں کو سزا دی جاتی ہے جو ظلم کرتے ہیں، ایک قول یہ ہے اگر لوحِ محفوظ پر یہ مکتوب نہ ہوتا کہ مالِ غنیمت تمہارے لیے حلال ہے تو تمہیں سزا دی جاتی۔" یہ سارے اقوال گناہ اور معصیت کی نفی کرتے ہیں، کیونکہ جو حلال فعل سرانجام دیتا ہے۔ وہ نافرمانی نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (الانفال:۶۹)

ترجمہ: سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال اور پاکیزہ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اس میں اختیار دے دیا گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین غزوۂ بدر کے روز بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "آپ کے صحابہ کرام کو قیدیوں کے متعلق اختیار دیا گیا ہے۔ اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں، لیکن آئندہ سال ان کے اتنے افراد ہی شہید ہو جائیں گے۔" انہوں نے کہا: "ہم فدیہ لے لیتے ہیں اور آئندہ سال ہم میں سے اتنے افراد شہید ہو جائیں گے۔" یہ روایت اس قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے کیا ہے۔ انہوں نے وہی کچھ کیا تھا جو انہیں اذن دیا گیا تھا لیکن بعض کا رجحان ضعیف وجہ کی طرف تھا لیکن زیادہ درست خون بہانا اور قتل کرنا تھا۔ اسی پر انہیں عتاب ہوا۔ ان کے اختیار کے ضعف کو بیان کیا گیا۔

دوسرے اختیار کو درست قرار دیا گیا لیکن ان میں سے گناہ گار اور نافرمان کوئی بھی نہ تھا۔ اسی طرح الطبری نے اشارہ کیا ہے۔ اسی واقعہ کے متعلق آپ نے فرمایا: "اگر آسمان سے عذاب آجاتا تو اس سے عمر کے علاوہ اور کوئی نہ بچ نکلتا۔" یہ ان کی رائے کے درست ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ان کی رائے بھی درست ہے جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اختیار کی۔ انہوں نے دین حق کے غلبہ، ان کے کلمہ کے اظہار، دشمن کی ہلاکت کے لیے یہ رائے دی تھی۔ اگر یہ فیصلہ ہو جاتا تو ان سے حضرت عمر اور ان جیسی رائے رکھنے والے بچ جاتے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعیین اس لیے کی کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے ان کے قتل کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن رب تعالیٰ نے ان پر عذاب نہ اتارا کیونکہ یہ امر پہلے ان کے لیے حلال تھا۔"

راوی نے لکھا ہے: "اس سے خبر ثابت نہیں ہوتی۔ اگر ثابت ہو جاتی تو یہ جائز ہوا کہ گمان کیا جاتا کہ آپ نے وہ فیصلہ کیا ہے جس میں نہ نص تھی نہ نص کی دلیل تھی۔ اس میں معاملہ آپ ہی کے سپرد کیا گیا تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے منزہ فرما دیا تھا۔ قاضی بکر بن علاء نے لکھا ہے "اس آیت طیبہ میں رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے کہ آپ کی تاویل اس امر کے موافق ہے جو کچھ آپ کے لیے مکتوب تھا کہ مالِ غنیمت اور فدیہ لینا آپ کے لیے حلال ہے۔ اس سے قبل انہوں نے سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ میں بھی فدیہ لیا تھا۔ جس میں حکم بن کیسان اور ان کے ساتھی کے عوض ابن حضرمی کو مارا گیا تھا۔ مگر رب تعالیٰ نے ان پر عتاب نہ کیا۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے بھی ایک سال پہلے کا ہے۔" ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قیدیوں کے متعلق آپ کا فیصلہ تاویل اور بصیرت پر مبنی تھا۔ اس کی مثال پہلے گزر چکی تھی۔ رب تعالیٰ نے ان کا انکار نہ فرمایا تھا لیکن رب تعالیٰ نے بدر کے معاملہ کی عظمت اور اس کے قیدیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی نعمت کا اظہار کرنا چاہا۔ اپنے احسان کی تاکید انہیں وہ بتا کر کر دی جو کچھ ان کے لیے لوحِ محفوظ پر لکھا تھا کہ مالِ غنیمت ان کے لیے حلال تھا۔ یہ از روئے عتاب اور انکار نہ تھا۔"

جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ (عبس: ۱،۲)

ترجمہ: چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا ان کے پاس نابینا آیا۔

اس میں آپ کے گناہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ آپ کی توجہ اس شخص کی طرف تھی جو تزکیہ نہ کرتا تھا۔ اگر دونوں افراد کے حالات منکشف کیے جائیں تو نابینا فرد (ابن ام مکتوب رضی اللہ عنہ) توجہ کے زیادہ مستحق تھے۔ آپ نے جو کچھ کیا اس میں آپ عمل اور کافر کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے تھا۔ اس کی طرف سے تبلیغ کرنا تھی اور اس کی تالیف کے لیے تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے آپ کے لیے مشروع کیا تھا۔ اس میں نہ تو رب تعالیٰ کے لیے معصیت ہے نہ ہی مخالفت ہے۔" اس سے دونوں افراد کے حالات کے متعلق آگہی بخشنا تھا نیز یہ بتانا تھا کہ اس کے ہاں کافر کا معاملہ کتنا آسان ہے اور اس سے اعراض کی طرف اشارہ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾" میں مراد وہ کافر ہے جو آپ کے ساتھ

تھا۔ یہ ابوتمام کا قول ہے۔

جہاں تک قصۂ آدم کا تعلق ہے کہ انہوں نے ممنوعہ درخت سے کھالیا تھا جبکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ (البقرہ:۳۵)

ترجمہ: اور مت نزدیک جانا اس درخت کے ورنہ ہو جاؤ گے اپنا حق تلف کرنے والوں سے۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ۔ (الاعراف:۲۲)

ترجمہ: کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے۔

رب تعالیٰ نے ان کی معصیت کی صراحت فرمائی ہے۔ فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

رب تعالیٰ نے ان کے عذر کے متعلق فرمایا:

وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ (طٰہٰ:۱۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے سو وہ بھول گیا اور نہ پایا ہم نے اس کا کوئی قصد۔

ابن زید نے کہا ہے کہ وہ اپنے لیے شیطان کی عداوت کو بھول گئے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول گئے:

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ۔ (طٰہٰ:۱۱۷)

ترجمہ: بے شک یہ تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو اس نے ان کے لیے اظہار کیا تھا وہ اسے بھول گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ انسان کو انسان اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا گیا تھا مگر وہ اسے بھول گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مخالفت حلال سمجھتے ہوئے نہ کی تھی بلکہ وہ شیطان کی قسموں کی وجہ سے دھوکہ میں آگئے تھے۔ اس نے کہا تھا:

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ (الاعراف:۲۱)

ترجمہ: بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

انہوں نے گمان کیا تھا کہ رب تعالیٰ کے لیے جھوٹی قسم کوئی نہیں اٹھاتا۔ بعض آثار میں حضرت آدم علیہ السلام کا عذر اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن جبیر نے فرمایا ہے: ''اس نے ان کے لیے رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھائیں حتیٰ کہ انہیں دھوکہ میں ڈال دیا۔ مومن دھوکہ کھا جاتا ہے۔'' ایک قول یہ ہے کہ وہ بھول گئے۔ انہوں نے مخالفت کی نیت نہ کی تھی۔ اسی لیے فرمایا:

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ (طٰہٰ:۱۱۵)

ترجمہ: یعنی ہم نے مخالفت کا قصد نہ پایا تھا۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جگہ عزم، جزم اور صبر کے مفہوم میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے نشے میں یہ کیا تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ رب تعالیٰ نے جنت کے شراب کی خوبی میں بتایا ہے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ بھول گئے تھے تو پھر یہ معصیت نہیں رہتی۔ اگر غلطی سے معاملہ ان پر متلبس ہو گیا تھا تو پھر بھی معاملہ اسی طرح تھا، کیونکہ اتفاق ہے کہ بھولنے والا حکم تکلیف سے نکل جاتا ہے۔ شیخ ابو بکر بن فورک وغیرہ نے لکھا ہے کہ لغزش نبوت سے قبل تھی۔ اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ﴿۱۲۲﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱، ۱۲۲)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہو گئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔ چن لیا انہیں رب نے اور توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی۔

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایت اور انتخاب اس واقعہ کے بعد تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے تاویل کرتے ہوئے اسے کھایا تھا۔ انہیں علم نہ ہو سکا کہ یہ وہی درخت ہے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ انہوں نے تاویل کی تھی کہ رب تعالیٰ نے انہیں مخصوص درخت سے منع کیا تھا جس سے منع نہ کیا تھا اسی لیے کہا گیا ہے کہ ترک تحفظ کی وجہ سے توبہ تھی مخالفت کی وجہ سے نہ تھی۔ یا انہوں نے یہ تاویل کی تھی یہ نہی، نہی تحریم نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر حال میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ﴿۱۲۲﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱، ۱۲۲)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہو گئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا چن لیا انہیں اپنے رب نے اور توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی۔

حدیث شفاعت میں ہیں کہ وہ اپنی لغزش کا تذکرہ کریں گے وہ کہیں گے "مجھے درخت کو کھانے سے روک دیا گیا تھا مگر مجھ سے لغزش ہو گئی ان شاء اللہ! ان کا جواب اور اس جیسے دیگر مسائل کا جواب اس فصل کے آخر میں آرہا ہے۔

جہاں تک حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کا تعلق ہے تو اس پر ابھی کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ ان کے قصہ میں گناہ پر کوئی نص نہیں ہے۔ اس میں صرف یہ ہے کہ وہ بھاگ گئے اور ناراض ہو کر چلے گئے۔" اس پر ہم نے گفتگو کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ نزول عذاب سے بھاگ گئے تھے۔ لہٰذا ان کا یہ فعل رب تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا پھر رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ انہوں نے کہا: "میں ان کے ساتھ جھوٹے چہرے سے ملاقات نہ کروں گا۔" ایک قول کے مطابق وہ لوگ جھوٹے کو قتل کر دیتے تھے لہٰذا یہ ان سے ڈر گئے تھے۔ ایک قول کے مطابق وہ رسالت کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آگئے تھے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے ان کے ساتھ جھوٹ نہ بولا تھا۔ ان تمام اقوال میں صرف ایک ناپسندیدہ قول کے علاوہ معصیت پر کوئی بھی نص نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (الصافات:۱۴۰)

ترجمہ: جب وہ بھاگ کر گئے تھے بھری ہوئی کشتی کی طرف۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابق کا معنی تباعد ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ: بے شک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔

کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ رکھنا ظلم ہے۔ یہ ان کی طرف سے ان کے گناہ کا اعتراف تھا۔ یا تو وہ اپنے رب تعالیٰ سے اذن لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یا نبوت کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آگئے تھے یا اپنی قوم کے لیے عذاب کے لیے بددعا کی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی، مگر ان کا مواخذہ نہ ہوا تھا۔" الواسطی نے اس کے معنی میں لکھا ہے "انہوں نے رب تعالیٰ کی ظلم سے تنزیہ بیان کی اور ظلم کی نسبت اعتراف اور استحقاق کے اعتبار سے اپنے نفس کی طرف کر دی، جیسے کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام نے عرض کی تھی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا (الاعراف:۲۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں سے۔

وہ اس چیز کو اس کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنے کا سبب تھے جہاں انہیں اتارا گیا تھا۔ جنت سے انہیں نکالنا اور زمین پر اتارنا۔ جہاں تک حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو یہ لازمی نہیں کہ ہم ان امور کی طرف توجہ دیں جو اہلِ کتاب کے مؤرخین نے لکھا ہے۔ بعض نے تغیر و تبدل کر دیا تھا۔ ان سے بعض مفسرین نے نقل کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس پر کوئی نص قائم نہیں کی۔ نہ ہی صحیح روایت میں اس کا تذکرہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد کیا:

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص:۲۴،۲۵)

ترجمہ: اور فوراً داؤد کو خیال آگیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع میں اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ہم نے بخش دی ان کی یہ تقصیر، اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں بڑا قرب ہے اور خوبصورت انجام ہے۔

اس میں رب تعالیٰ نے انہیں "اواب" فرمایا ہے۔ ہم نے انہیں آزمایا اور انہیں فرمانبردار پایا۔ اواب کا معنی مطیع ہے یہ تفسیر سب سے بہترین ہے۔ حضرات ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: انہوں نے اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہا تھا کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا: "میرے لیے اپنی بیوی چھوڑ دے۔ میری طرف سے اس کی حفاظت کر۔" اسی پر رب تعالیٰ نے انہیں عتاب کیا۔ اسی پر انہیں تنبیہ کی۔ دنیا میں مشغول ہونے پر ان کا انکار کیا۔" اسی قول پر ہی اعتماد کرنا

چاہیے۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دیا تھا۔ یا اپنے دل کی تمنا کی تھی کہ وہ شہید ہو جائے۔سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ وہ گناہ جس سے انہوں نے مغفرت طلب کی تھی وہ ان کا وہ قول تھا جو انہوں نے ایک دعویٰ کرنے والے سے کہا تھا۔

لَقَدْ ظَلَمَكَ۔ (ص:۲۴)

ترجمہ: تحقیق اس نے تجھ پر ظلم کیا۔

انہوں نے اس کے مقابل کے قول پر اس کی نسبت ظلم کی طرف کر دی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ جب انہیں اپنے نفس کے لیے متعلق خدشہ دامن گیر ہوا، کیونکہ ان کے لیے دنیا اور مملکت کو پھیلا دیا گیا تھا اور ان امور کی نفی کے بارے خطرہ لاحق ہوا جنہیں واقعات میں حضرت داؤد کی طرف منسوب کیا گیا تھا تو انہیں گمان ہوا کہ یہ امور ان کے لیے فتنہ ہیں۔" یہ احمد بن نصر، ابوتمام وغیرہما محققین کا مؤقف ہے۔" داؤدی نے لکھا ہے۔حضرت داؤد اور اوریا کی داستان میں ایک خبر بھی ثابت نہیں ہے۔ایک نبی کے متعلق یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے محبت کی وجہ سے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہو۔ایک قول یہ ہے کہ بکریوں کے بارے جھگڑا کرنے والے دونوں فریقوں کو اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے گا۔

جہاں تک حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی داستان ہے تو اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی گرفت نہیں ہے، جبکہ ان کے بھائیوں کی نبوت ثابت نہیں ہے کہ ان کے افعال پر کلام لازم آئے۔اسباط میں ان کا تذکرہ اور ذکر انبیاء کے وقت قرآن میں ان کا تذکرہ اس بات پر صراحت نہیں ہے کہ وہ انبیاء ہیں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اسباط کے بیٹوں میں سے جسے نبی بنایا گیا وہی مراد ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔اس وقت وہ کمسن تھے۔ اسی لیے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکتے تھے۔انہوں نے کہا: "کل انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم کھیلیں گے۔" اگر ان کے لیے نبوت ثابت ہو جائے تو پھر یہ بعید قول ہے۔" واللہ اعلم۔جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (یوسف:۲۴)

ترجمہ: اور اس عورت نے قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی روشن دلیل۔

بہت سے فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ نفس کے ارادہ پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ یہ برائی نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کے متعلق فرمایا: "جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔اس لیے صرف ارادہ میں کوئی معصیت نہیں ہے۔" لیکن محققین فقہاء اور متکلمین نے کہا ہے کہ جب نفس ارادہ پر جم جائے تو یہ برائی ہے، لیکن وہ خیالات اور ارادے جن پر نفس جمتا نہیں وہ بخش دیے جاتے ہیں۔" یہی حق ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ 'ہم' اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (یوسف:۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا۔ بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا مگر وہی بچتا ہے جس پر میرا رب رحم فرما دے یقیناً میرا رب غفور و رحیم ہے۔

یعنی میں اس ارادہ سے اسے بری نہیں کرتا۔ یا انہوں نے یہ ازراہ تواضع کہا تھا۔ نفس کی مخالفت کا اعتراف کیا تھا کیونکہ پہلے اس کا تزکیہ کیا گیا تھا۔ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارادہ بھی نہ کیا۔ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے، یعنی زلیخا نے تو یوسف کا ارادہ کر لیا تھا۔ اگر یوسف اپنے رب تعالیٰ کی برہان نہ دیکھتے تو وہ بھی اس کا ارادہ کر لیتے۔" رب تعالیٰ نے عورت کی حکایت کو یوں بیان کیا:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف:۳۲)

ترجمہ: بخدا میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ (یوسف:۲۴)

ترجمہ: یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی۔

غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ (یوسف:۲۳)

ترجمہ: اور اس نے تمام دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی: بس آ بھی جا۔ یوسف نے فرمایا: خدا کی پناہ وہ میرا محسن ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے۔

رب سے مراد یا تو رب تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے یا وہ بادشاہ مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اس عورت کو جھڑکیں اور اسے وعظ و نصیحت کریں۔ یا اس کا معنی ہے کہ آپ کی عدم توجہ نے اس عورت کو غم میں مبتلا کر دیا تھا یا اس کی طرف دیکھا تھا۔ یا اس کو مارنے اور دور کرنے کا ارادہ کیا تھا یا یہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہاں کی عورتیں لگا تار حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف میلانِ شہوت رکھتی رہیں حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ان کے سر پر نبوت کا تاج سجا دیا۔ رب تعالیٰ نے ان پر نبوت کی ہیبت ڈال دی۔ جو بھی انہیں دیکھ لیتا ان کی ہیبت انہیں ان کے حسن سے مشغول کر دیتی تھی۔"

جہاں تک حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جو انہوں نے مکا مار کر ایک شخص کو مار ڈالا تھا رب تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ ان کا دشمن تھا۔ وہ ان قبطیوں میں سے ایک تھا جو فرعون کے دین پر تھا۔ سورت پاک اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ انہوں نے عصا سے اسے مارا۔ قتل کا ارادہ نہ تھا لہٰذا یہ معصیت نہیں ہے۔ ان کے یہ فرامین:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

فَاغْفِرْ لِیْ۔ (القصص: ۱۵۔۱۶)

ترجمہ: یہ کام شیطان کی انگیخت سے ہوا ہے بے شک وہ کھلا دشمن ہے آپ نے عرض کی: میرے پروردگار! میں نے ظلم کیا اپنے آپ پر، پس بخش دے مجھے۔

ابن جریج نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ قتل کرے حتیٰ کہ اسے حکم دے دیا جائے۔ نقاش نے لکھا ہے "انہوں نے اسے ارادہ سے جان بوجھ کر قتل نہ کیا تھا انہوں نے ظلم دور کرنے کے لیے اسے مکا مارا یا یہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا تلاوت کا مقتضیٰ یہی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (طٰہٰ: ۴۰)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں اچھی طرح جانچ لیا تھا۔

یعنی ہم نے آزمائش کے بعد آزمائش میں تمہیں مبتلا کیا۔ یا ان سے مراد وہ واقعات ہیں جو فرعون کے ساتھ پیش آئے تھے۔ یا انہیں تابوت میں بند کر دینا اور دریا کے سپرد کرنا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہم نے تمہیں مخلص بنا دیا۔ یہ ابن جبیر اور مجاہد کا قول ہے، کیونکہ فتنہ کا معنی آزمائش بھی ہے۔ اسی طرح صحیح روایت میں ہے کہ فرشتہ اجل ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ظلم کی نسبت کی جائے۔ ایسے فعل کی طرف منسوب کیا جائے جو ان پر لازم نہ تھا۔ یہ ظاہری امر ہے۔ بیّن وجہ اور جائز فعل ہے کیونکہ انہوں نے اپنے نفس کا دفاع اس سے کیا تھا جو اسے تلف کرنا چاہتا تھا۔ وہ فرشتہ اجل آدمی کی شکل میں تھا ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اسے سمجھ لیتے کہ وہ موت کا فرشتہ ہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنا دفاع کیا حتیٰ کہ اس شکل کی آنکھ پھوڑ دی جس میں موت کا فرشتہ تھا۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی۔ جب وہ بعد میں آیا۔ رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس کا قاصد ہے تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا متقدمین اور متاخرین علماء نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔ میرے نزدیک یہ جواب سب سے زیادہ صحیح تھا۔ ہمارے شیخ امام ابوعبداللہ مازری کا یہی قول ہے۔ قدیمی علماء میں سے ابن عائشہ وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کا فرشتہ اجل کو مارنا اور تھپڑ مارنا حجت کے ساتھ تھا آنکھ پھوڑنا ان کی حجت تھا اس باب میں اس لغت میں مستعمل کلام معروف ہے۔

جہاں تک حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے اور اہلِ تفسیر نے جو ان کی لغزش بیان کی ہے وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ (ص: ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے فتنہ میں ڈال دیا سلیمان کو۔

اس کا معنی آزمانا ہے۔ ان کی آزمائش یہ تھی جیسے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے کہا: "آج میں ایک سو بیویوں یا ننانوے بیویوں کے ساتھ حق زوجیت ادا کروں گا۔ ہر ایک ایک مجاہد کو جنم دے گی جو راہِ خدا میں جہاد کرے گا۔" ان کے ساتھی نے کہا: "ان شاء اللہ! کہہ دیں۔" مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہی۔ ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ

ہوئی اس نے بھی نامکمل بچہ جنم دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو یہ سارے راہِ خدا میں جہاد کرتے۔" اصحاب معانی نے لکھا ہے "اس سے مراد وہ جسم ہے جو اس وقت ان کی کرسی پر پھینک دیا گیا تھا جب انہیں پیش کیا گیا تھا۔ یہ ان کی عقوبت اور محنت تھی۔"

ایک قول کے مطابق وہ مر گیا تھا اور مردہ حالت میں ان کی کرسی پر پھینک دیا گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ گناہ ان کی تمنا اور خواہش تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اسی تمنا اور خواہش کی وجہ سے ان شاء اللہ نہ کہا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی عقوبت یہ تھی کہ ان کا ملک ان سے چھین لیا گیا اور ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے دل میں تمنا کی تھی ان کے دشمنوں سے زیادہ ان کے دامادوں کا حق تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کی گرفت اس وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ اپنی کسی زوجہ کے قریب گئے تھے۔ جو کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ شیطان نے ان کی مشابہت اختیار کر لی تھی۔ ان کے ملک پر تسلط حاصل کر لیا تھا اور ان کی امت پر ظلم کر کے حکم میں تصرف کیا تھا کیونکہ شیاطین کو اس طرح کا تسلط حاصل نہیں ہوتا۔ انبیائے کرام اس جیسے امور سے معصوم ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مذکورہ واقعہ میں ان شاء اللہ نہ کہا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے کوئی جوابات دیے گئے ہیں۔ (۱) حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ وہ اسے کہنا بھول گئے تھے، تاکہ منشاء خداوندی پورا ہو سکے۔ (۲) انہوں نے اپنے دوست کی بات کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ جو انہوں نے رب تعالیٰ سے یہ عرض کی تھی:

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص:۳۵)

ترجمہ: اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔

انہوں نے دنیا سے محبت کرتے ہوئے اور اس سے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے یہ عرض نہ کی تھی، لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ ان پر کوئی اور مسلط نہ ہو سکے جیسے کہ شیطان مسلط ہو گیا تھا، جبکہ اس وقت یہ ان کا امتحان تھا۔ یہ اس شخص کا قول ہے جس نے یہ نظریہ اپنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ فضیلت اور خصوصیت مانگی تھی جیسے کہ اس نے دیگر انبیاء کرام کو فضیلتیں اور خصوصیات عطا کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے تاکہ یہ ان کی نبوت پر دلیل اور حجت بن سکے۔ جیسے ان کے والد گرامی کے لیے لوہے کا نرم ہو جانا تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردے زندہ کرنا ہے اور حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے لیے شفاعت ہے۔

جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر ہے ان کا مؤاخذہ تاویل اور لفظ کے ظاہر کی وجہ سے ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَهْلَكَ ۔ (ہود:۴۰)

ترجمہ: اور تیرے اہل۔

انہوں نے اس لفظ کے مقتضیٰ کے مطابق طلب کیا اور اس علم کا ارادہ کیا جو ان سے مخفی رکھا گیا تھا۔ انہیں رب تعالیٰ

کے وعدہ پر شک نہ تھا۔ رب تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ وہ ان کے ان اہل میں سے نہیں جن کی نجات کا وعدہ ان کے ساتھ کیا گیا، کیونکہ وہ کافر تھا۔ ان کے اعمال اچھے نہ تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ ان کو غرق کرنے والا ہے۔ جنہوں نے ظلم کیا۔ انہیں منع کر دیا کہ ان کے متعلق بات نہ کریں۔ اسی وجہ سے ان کی گرفت ہوئی اور ان پر عتاب ہوا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے وہ سوال کر دیا۔ جس کا اذن رب تعالیٰ نے انہیں نہ دیا تھا۔ نقاش بیان کرتے تھے کہ انہیں اپنے بیٹے کے کفر کا علم نہ تھا۔ اس آیت طیبہ میں اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی حضرت نوح کی معصیت کا تقاضا نہیں کرتا۔ سوائے اس تاویل کے جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے اور انہوں نے وہ سوال کر دیا جس کے کرنے کا انہیں اذن نہ تھا۔

جو روایت صحیح میں منقول ہے کہ کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چیونٹیوں کی ساری بستی کو آگ لگا دی۔ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے امم میں سے ایک امت کو جلا ڈالا جو رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔ اس حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ معصیت تھی، بلکہ انہوں نے یہ مصلحت اور قرین صواب سمجھا کہ اس چیز کو مار دیا جائے جو ان کی جنس کو اذیت دیتی ہو اور اس منفعت کو روکتی ہو جسے رب تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ کسی درخت کے نیچے جلوہ افروز تھے۔ جب چیونٹی نے انہیں کاٹا تو انہوں نے ٹانگ سے اس لیے ہٹا دیا تاکہ وہ انہیں بار بار اذیت نہ دے۔ جو کچھ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی تھی اس میں کسی معصیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ انہیں صبر پر ابھارا جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (النحل:۱۲۶)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔

فعل کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ اس نے انہیں اذیت دی۔ اس وقت وہ اپنے خواص میں تھے۔ انہوں نے اپنے نفس کے لیے اس سے انتقام لیا۔ انہوں نے اس نقصان کو ختم کرنا چاہا جو وہاں بقیہ چیونٹیوں سے متوقع تھا۔ اس میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں کہ انہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہو جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ نہ ہی اس وحی میں اس کا تذکرہ ہے جو رب تعالیٰ نے ان پر کی۔ نہ ہی انہوں نے توبہ اور استغفار کیا تھا۔ اگر کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کے ان فرمان کا مفہوم کیا ہے؟ ہر ایک گناہ کے قریب ہوا یا مشغول ہوا سوائے حضرت یحییٰ بن زکریا کے۔" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لغزشیں ہیں جن میں وہ قصد، سہو اور غفلت کے بغیر مبتلا ہوئے تھے۔"

سابقہ فصل سے پیدا شدہ شبہات کے جوابات

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب تم نے انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات سے گناہوں اور لغزشوں کی نفی کی ہے تم نے مفسرین کے اختلافات اور محققین کی تاویلات کا تذکرہ کیا ہے تو پھر رب تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہے:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور آدمؑ سے حکم عدولی ہوگئی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

جبکہ قرآن و حدیث میں انبیاء کے گناہوں کے اعترافات اور ان کی توبہ اور استغفار کا تذکرہ ہے۔ ان کی گریہ و زاری اور خوف اور ڈر کا ذکر ہے۔ کیا بغیر کسی چیز کے یہ خوف، توبہ اور استغفار ہو سکتا ہے؟ جان لو رب تعالیٰ تمہیں اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ انبیائے کرام علیہم السلام رفعت و علو میں بلند مقام پر ہوتے ہیں۔ عرفانِ الٰہی کے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی بندوں کے بارے میں سنت اور اس کی سلطنت کی عظمت اور شدید گرفت کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہی امر انہیں اس کے خوف پر ابھارتا ہے اس کے مؤاخذہ سے ڈراتا ہے کہ اس طرح ان کے علاوہ کسی اور کی گرفت نہیں ہو سکتی۔ وہ ایسے امور میں تصرف کرتے جن سے نہ تو انہیں منع کیا گیا تھا نہ ہی ان کا حکم دیا گیا تھا، پھر اس پر ان کی گرفت ہوئی۔ اسی وجہ سے ان پر عتاب ہوا۔ یا گرفت سے انہیں ڈرایا گیا۔ یا کسی تاویل یا سہو کی وجہ سے وہ اس تک پہنچے یا دنیا کے مباح امور میں انہوں نے تزاید کیا۔ وہ خوفزدہ رہے۔ ڈرتے رہے۔ یہ امور ان کے عظیم مناصب کے اعتبار سے گناہ تھے۔ یہ کمال اطاعت کی بنا پر معصیت تھی وہ ان کے علاوہ لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کی طرح گناہ اور نافرمانیاں نہ تھیں۔ ذنب سے مراد حقیر اور رذیل چیز ہے اسی سے ہے: ذنب کل شیء۔ یعنی ہر چیز کا آخر۔ اذناب الناس۔ رذیل ترین لوگ۔ گویا کہ یہ ان کے کم ترین افعال تھے۔ ان کے احوال میں سے برے تھے۔ اس کا سبب ان کی تطہیر و تنزیہ تھی انہوں نے ظاہر و باطن کو اعمال صالحہ سے سجا رکھا تھا۔ پاکیزہ کلمات، ذکر جری اور سری، خشیت الٰہیہ اور سر اور اعلانیہ میں اس کو عظیم سمجھنے سے سجا رکھا تھا، جبکہ دیگر افراد کبیرہ گناہوں، قبیح امور اور فواحش میں لتھڑے رہتے تھے۔ ان کے اعتبار سے ان کے یہ افعال نیکیوں کی مانند تھے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ "پاکبازوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں۔" وہ انہیں اپنے بلند مقام کی وجہ سے برائیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عصیان ترک اور مخالفت ہے۔ لفظ کے مقتضیٰ کے مطابق جو فعل بھی سہو یا تاویل کی وجہ سے ہوگا وہ مخالفت اور ترک ہوگا۔ "غَوٰی" کا معنی جہل ہے کہ وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ درخت وہی ہے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے انہوں نے خلود اور مداومت کو طلب کر کے لغزش کی۔ انہوں نے اسے کھا لیا اور وہ بامراد نہ ہوئے۔ یوسف علیہ السلام اپنے اس فرمان کی وجہ سے ماخوذ ہوتے تھے جو انہوں نے قید میں دو ساتھیوں میں سے ایک کو کہا تھا۔

اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ (یوسف:۴۲)

ترجمہ: کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے آقا کے پاس لیکن فراموش کر دیا اسے شیطان نے کہ وہ ذکر کرے اپنے بادشاہ کے پاس پس آپ ٹھہرے رہے قید خانہ میں کئی سال۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کو بھلا دیا گیا کہ وہ آپ کا ذکر اپنے بادشاہ کے ہاں کرتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ کلمہ نہ ہوتا جو وہ عرصہ جیل میں نہ

رہتے جو رہے۔

ابن دینار نے لکھا ہے: "جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہا تو ان سے کہا گیا: "تم نے میرے علاوہ وکیل بنالیا ہے میں تمہاری قید کو لمبا کر دوں گا۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! آزمائش کی کثرت نے میرے دل کو بھلا دیا تھا۔" بعض نے کہا ہے کہ انبیاء کرام کا مواخذہ بالکل چھوٹے چھوٹے امور (مثقال ذرہ) پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کے ہاں ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ دیگر مخلوق کی بے پروائی کی وجہ سے اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔"

جو کچھ تفصیل ہم نے تحریر کی ہے اس کی روشنی میں پہلے گروہ کا شخص کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مؤاخذہ جب ایسے امور پر بھی ہوتا ہے جن پر دیگر انسانوں کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، جیسے سہو اور نسیان، ان کے درجات بلند ہوتے ہیں پھر اس حالت میں وہ دوسروں سے بری کیفیت میں ہوں گے۔" جان لو رب تعالیٰ تمہیں عزتیں دے۔ ہم نے تمہارے لیے اس مواخذہ کو ثابت نہیں کیا جو ان کے علاوہ دیگر افراد کے مؤاخذہ سے علیحدہ ہو۔ بلکہ ہم کہتے ہیں: "ان کا دنیا میں مؤاخذہ ہوتا ہے تا کہ ان کے درجات میں رفعت ہو۔ اسی لیے ان کی آزمائش کی جاتی ہے تا کہ ان کا خوف ان کے رتبوں کی رفعت کا سبب بنے۔ جیسے ارشاد فرمایا:

فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص:۲۵)

ترجمہ: پس ہم نے بخش دی ان کی یہ تقصیر، اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

تُبْتُ اِلَيْكَ۔ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: میں تیری طرف آیا ہوں۔

تو فرمایا:

اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ۔ (الاعراف:۱۴۴)

ترجمہ: میں نے تمہیں لوگوں پر برگزیدہ کر لیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش اور توبہ کے بعد فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ (ص:۳۶ تا ۴۰)

ترجمہ: پس ہم نے ہوا کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا چلتی تھی آپ کے حسب حکم آرام سے جدھر آپ چاہتے، اور سب دیو بھی ماتحت کر دیے کوئی معمار اور غوطہ خور، اور ان کے علاوہ باندھ دیے گئے زنجیروں میں یہ ہماری

عطا ہے چاہے احسان کر۔ چاہے اپنے پاس رکھ تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

بعض متکلمین نے کہا ہے: "انبیاء کرام کی یہ لغزشیں بظاہر لغزشیں لگتی ہیں لیکن درحقیقت یہ کرامات اور قربات ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو تنبیہ ہو جائے یا وہ لوگ جو ان کے درجہ پر نہیں ہیں انہیں ان کے مؤاخذہ کا علم ہو جائے اور وہ ڈرنے لگیں۔ انہیں محاسبہ کا یقین ہو جائے وہ نعمتوں پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کریں مصائب پر صبر کریں، کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ ان حضرات قدسیہ کا کیسے مؤاخذہ ہوا جو ایسے رفیع مقامات پر فائز تھے۔ دیگر لوگوں کا محاسبہ کیسے ہو سکتا ہے اسی لیے حضرت صالح مری نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر توبہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

ابن عطاء نے لکھا ہے: "رب تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو واقعہ ذکر فرمایا ہے اس میں ان کے لیے کوئی عیب نہیں لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ سے مزید طلب کیا گیا ہے۔ اسی طرح انہیں کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے ساتھی کبائر سے اجتناب کر کے صغائر کو بخشوانے کے لیے کہتے ہو" اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور جو صغیرہ گناہ تم نے ان کی طرف منسوب کیے ہیں وہ معاف کر دیے گئے تھے، پھر تمہارے ہاں اس مؤاخذہ کا معنی کیا ہے۔ خوف انبیاء اور توبہ انبیاء علیہم السلام کا مفہوم کیا ہے؟ مخالف کا جو جواب سہو اور تاویل کے افعال پر مؤاخذہ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا۔"

ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے استغفار اور توبہ کی کثرت آپ کے خضوع اور عبودیت کو لازم پکڑنے کی وجہ سے تھا، یہ تقصیر کا اعتراف تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر تھا۔ آپ کو مؤاخذہ سے امن حاصل تھا، پھر بھی فرمایا: "کیا میں رب تعالیٰ کا بہت شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" فرمایا: "میں تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تقویٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔" حارث بن اسد نے کہا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء کرام کا خوف اللہ تعالیٰ کو عظیم سمجھنے اور تعبد کا خوف ہوتا ہے، کیونکہ وہ مامون ہوتے ہیں۔ یا وہ اس لیے یوں کرتے ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے۔ ان کی امتوں میں سنت قائم ہو جائے۔ جیسے آپ نے فرمایا: "اگر تم وہ کچھ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ توبہ اور استغفار کا ایک اور معنی یہ بھی ہے۔ جس کی طرف بعض علماء نے لطیف اشارہ کیا ہے وہ رب تعالیٰ سے محبت کی استدعا ہے۔ اس نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

ترجمہ: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف رہنے والوں کو۔

انبیائے کرام اور رسل عظام ہر وقت استغفار، توبہ اور رجوع الی اللہ کرتے رہتے تھے وہ محبت الٰہیہ کی استدعا کے لیے بھی تھا۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا کر فرمایا:

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ۔ (التوبہ: ۱۱۷)

ترجمہ: یقیناً رحمت سے توبہ فرمائی اللہ نے نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾ (النصر: ۳)

ترجمہ: اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے پاکی بیان کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

✿✿✿

دوسرا باب

ملائکہ پر گفتگو

اس میں کئی انواع ہیں:

۱۔ "الملك" کے لفظ کا مادۂ اشتقاق اور صیغے۔ ایک قول کے مطابق یہ الالوکہ سے مشتق ہے۔ اس کا معنیٰ "الرسالۃ" ہے اسی طرح المالکۃ بھی ہے۔ اس سے اہلِ عرب کا قول "اَلْكِنِيْ اليه" ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ابلغ النعمان عنّي مالكاً　　　انّه قد طال حبسي و انتظاري

نعمان کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ میری قید اور انتظار طوالت اختیار کر گیا ہے۔

ان میں آلوک بھی کہا جاتا ہے جیسے لبید کا شعر ہے:

و غلام ارسلته امه　　　بالوك فبذلنا ما سأل

اس بچے کو اس کی ماں نے پیغام کے ساتھ بھیجا ہم نے جو کچھ اس نے مانگا تھا عطا کر دیا تھا۔

المَلَک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مَالُكَة کی جمع ہے، کیونکہ ملائکہ قاصد ہوتے ہیں اسی لیے ان کا یہ نام رکھا گیا۔ خلیل بن احمد نے لکھا ہے کہ الرسالہ کو مالکۃ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پیغام کو اپنے منہ میں چباتے ہیں۔ یہ فرس مالک اللحام سے مشتق ہے جبکہ گھوڑا الگام کو چبائے۔ اس طرح یہ درحقیقت مَألُكٌ ہوگا لیکن وہ مالک کی جمع میں ملائکہ کہتے ہیں اس کا واحد مألكا ہوگا۔ ابو حزہ کا شعر ہے:

فلست لا نسيّ و لكن لملأك　　　ينزل من جوالسماء يصوب

میں انسان نہیں ہوں میرا تعلق فرشتوں کے ساتھ ہے جسے آسمان کی فضاؤں سے اُتارا جاتا ہے۔

جب یہ الوکہ سے مشتق ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مقلوب ہو۔ فاء کلمہ کو عین کلمہ بنا دیا گیا۔ ملائک مفعل کے وزن پر ہے اسے مقلوب اس لیے کہا گیا ہے تاکہ تخفیف پیدا ہو جائے۔ جب اس کے ہمزہ کی حرکت کو اس کے ماقبل ساکن کی طرف منتقل کیا گیا تو اسے تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا۔ کہا گیا: "مَلَک" اسی لیے اس کی جمع میں ہمزہ کو لوٹا دیا جاتا ہے کہا جاتا ہے

''ملائکہ'' ابن کیسان نے اسے ''الملاک'' کہا ہے یہ فعال کے وزن پر ہے اس کی اصل بھی ملأك ہے جمع میں ہمزہ آتا ہے لیکن اس قول کے مطابق یہ مقلوب نہیں ہے۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ اس کا اصل ملأك ہے لیکن یہ لأك سے مشتق ہے اس کا معنی پیغام بھیجنا ہے۔ ابوعمرو بن حاجب نے لکھا ہے درست قول پہلا ہے اس میں صرف قلب کرنا پڑتا ہے، لیکن ہمزہ کو مفرد میں ختم کیا جاتا ہے جیسے جمع میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ ابن کیسان نے لکھا ہے یہ فعال کے وزن پر ہونا بعید ہے کیونکہ یہ نادر مثال ہے، لیکن اسے نادر کی بجائے کثیر پر محمول کرنا بہتر ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کی رسالہ کے ساتھ مناسبت ہے۔ الملک کے برعکس۔ ابوعبیدہ کا یہ قول کہ لأك سے مفعل کے وزن پر ہے جبکہ اس میں رسالہ کے معانی پائے جائیں یہ بعید قول ہے، کیونکہ یہ مرسل ہوگا نہ کو مرسل، جبکہ یہ الوکہ سے مشتق ہو۔ جب کہ وہ مرسل ہو۔ پہلا قول ترجیح یافتہ ہے۔

۲۔ اس کے معنی کی حقیقت

اکثر مسلمانوں نے کہا ہے کہ ملائکہ وہ لطیف اجسام ہیں جو مختلف اشکال اپنا لینے پر قادر ہوتے ہیں ان کا مسکن آسمان ہیں۔ اسی مؤقف پر دلیل قائم ہے سمعیہ دلائل ملائکہ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اہل اسلام نے انہیں اسی طرح ثابت کیا ہے جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ سارے انبیاء اور ملتیں اس کے وجود پر مجتمع ہیں۔ اگرچہ ان کے وجود اور اثبات پر دلائل سمعیہ ہیں۔ جو کچھ انبیائے کرام نے فرمایا ہے وہ ان کے حقائق کو جاننے کے لیے حتمی ہے اسی پر الہامی کتب میں دلائل سمعیہ اور انبیاء کرام کے اقوال دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ ان پر ایمان لانا واجب ہے

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ (البقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: ایمان لایا یہ رسول کریم اس کتاب پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور مومن۔ یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔

حدیث جبرائیل میں ہے کہ جب انہوں نے آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور رسل پر ایمان لے کر آؤ۔'' امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ فرشتوں پر ایمان کئی معانی کو شامل ہے۔ (۱) ان کے وجود کی تصدیق (۲) ان کے مقامات پر انہیں اتارنا۔ یہ اثبات کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں جیسے انسان اور جن۔ یہ مامور ہیں۔ مکلف ہیں اسی چیز پر قادر ہیں جس پر رب تعالیٰ نے انہیں قدرت بخشی ہے ان کے لیے موت جائز ہے، لیکن رب تعالیٰ نے انہیں طویل مدت عطا کی ہے۔ وہ ان پر موت طاری نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ اس

مدت تک پہنچ جائیں۔ ان کا کوئی ایسا وصف بیان نہ کیا جائے جو انہیں رب تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے تک لے جائے۔

(۳) یہ اعتراف کہ وہ قاصد ہیں جنہیں رب تعالیٰ بشر میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔ یہ روا ہے کہ وہ بعض کو بعض کی طرف بھیج دے۔ ان میں سے بعض حاملین عرش ہیں۔ کچھ پرے باندھے ہیں، کچھ جنت کے خازن ہیں، کچھ آگ کے نگران ہیں، کچھ اعمال لکھنے والے ہیں کچھ حساب چلاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ان سب کا یا اکثر کا ذکر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آؤ۔"

امام کمال الدین ابن زملکانی نے لکھا ہے "آیت طیبہ میں مذکورہ ترتیب میں ایک راز ہے وہ یہ کہ کامیابی، کمال، رحمت اور خیر ساری کی ساری رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ فرشتے اس کا وسیلہ ہیں۔ اس رحمت کا سامنا کرنے والے انبیاء اور رسل عظام علیہم السلام ہیں۔ ضروری ہے کہ پہلا اصل ہو دوسرا وسیلہ ہو۔ تیسرا اس رحمت کو حاصل کرنے والا ہو۔ چوتھا۔ اس رحمت کو اصل کے اعتبار سے خیرات اور رحمت کو قبول کرنے والے کی طرف پہنچانا ہو۔ رحمت کا سب سے بڑا درجہ جو اس نے بندوں پر کیا ہے۔ وہ یہ کہ اس نے ان پر کتب نازل کیں۔ ملائکہ کے ذریعے انہیں نازل کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کیا یہ ترتیب اسی اعتبار سے ہے۔

۴۔ ان کی تخلیق کی ابتداء، یہ اجسام ہیں، فلاسفہ کا ان میں اختلاف ہے

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔ آدم کو اسی سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تذکرہ تم سے کر دیا گیا ہے۔" ابو شیخ نے کتاب العظمۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فرشتوں کو نور العزۃ سے پیدا کیا گیا۔" ابو شیخ نے حضرت یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کو روح اللہ سے پیدا کیا گیا ہے۔

۵۔ ان کا فضل و شرف

ان عقلاء میں کوئی اختلاف نہیں جو ملائکہ کا اثبات کرتے ہیں یہ فضل و شرف کی حامل مخلوق ہے۔ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ پاکیزہ ہیں۔ ان میں کرام، بررہ اور مطہرون ہیں۔ یہ معزز بندے ہیں۔ قرآن پاک ان کے فضائل پر مشتمل ہے۔ ان کے شرف و فضیل والی جگہ پر ان کا ذکر خیر کسی سے مخفی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے بعد ان پر ایمان کا ذکر خیر فرمایا۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے ان کا شرف یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے عدل کے ساتھ اپنی شہادت کے بعد ان کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ اس نے فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ: شہادت دی اللہ تعالیٰ نے بے شک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی کہ وہ قائم کرنے والا ہے عدل وانصاف کو۔

اپنے قرب میں عبادت کرنے کا شرف عطا کیا۔ انہیں یہ خصوصیت بخشی۔ فرمایا:

لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ (الانبیاء:۱۹)

ترجمہ: اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جو اس کے نزدیک ہیں۔

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء:۲۰)

ترجمہ: وہ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات اور دن اور وہ اکتاتے نہیں۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۶۶)

ترجمہ: اور بیشک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝ (عبس:۱۵۔۱۶)

ترجمہ: ایسے کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھے ہیں جو بڑے بزرگ اور نیکو کار ہیں۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (الانفطار:۱۰،۱۱)

ترجمہ: حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں جو معزز ہیں لکھنے والے ہیں۔

۶۔ ان کی کثیر تعداد

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے۔

بزار، ابوالشیخ اور ابن مندہ نے "الرد علی الجهميه" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ ان پر پھونک ماری، پھر فرمایا: "تم میں سے ایک ہزار دو ہزار بن جاؤ۔" ملائکہ وہ مخلوق ہے جو مکھی سے بھی چھوٹی ہے۔ ملائکہ کی تعداد کے برابر کسی اور مخلوق کی تعداد نہیں ہے۔ امام بیہقی نے الشعب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آسمانوں میں سے ہر ہر آسمان پر ایک بالشت بھر بھی جگہ نہیں ہے مگر اس پر فرشتے کی جبین یا قدمین ہیں۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ (الصافات:۱۶۵)

ترجمہ: اور ہم پرے باندھے کھڑے ہیں۔

ابوشیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آسمان پر ہر ہر جگہ پر فرشتہ ہے وہ یا تو قیام پذیر ہے یا سجدہ ریز ہے۔وہ تاقیام قیامت اسی طرح رہے گا۔" امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسمان چرچراتا ہے۔اس کا حق ہے کہ وہ چرچر کرے۔اس میں چار انگلیوں کی بھی جگہ نہیں مگر اس میں کوئی فرشتہ اپنا سر رکھے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ کناں ہے۔اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔تم فرش (بستروں) پر اپنی بیویوں سے لطف نہ اٹھاؤ۔تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔رب تعالیٰ سے پناہ طلب کرو۔میں تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔"

ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسمان کی ہر جگہ پر یا تو کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے یا قیام پذیر ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ (الصافات: ۱۶۴۔۱۶۵)

ترجمہ: اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کے لیے مقام متعین ہے اور ہم پرے باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔

ابن ابی حاتم، الطبرانی، الضیاء نے مختارہ میں اور ابوشیخ نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے۔آپ نے فرمایا: "کیا تم وہ کچھ سنتے ہو جو میں سن رہا ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔" آپ نے فرمایا: "میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں۔اگر یہ چرچر کرے تو اسے ملامت نہ کی جائے اس میں قدم بھر بھی جگہ نہیں مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ میں یا قیام میں یا رکوع میں ہے۔"

امام الطبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسمانوں پر قدم رکھنے کی جگہ، بالشت بھر جگہ اور ہتھیلی بھر بھی جگہ خالی نہیں۔مگر اس میں ایک فرشتہ قیام کر رہا ہے یا سجدہ ریز ہے روز حشر یہ سارے عرض کریں گے "مولا! ہم نے تیری اس طرح عبادت نہ کی جیسے عبادت کرنے کا حق تھا۔الا یہ کہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا۔" الدینوری نے "المجالسہ" میں حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی کوئی مخلوق فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے۔ہر ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں۔ایک اسے ہانک رہا ہے جبکہ دوسرا اس پر گواہی دے گا۔یہ بنو آدم کا دوگنا ہیں، پھر سارے آسمان اور زمین ان سے بھری ہوئی ہے، پھر آسمانوں کے اوپر عرش کے اردگرد آسمانوں پر موجود فرشتوں سے زیادہ فرشتے ہیں۔" ابوشیخ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک نہر ہے جس میں حضرت جبرائیل امین داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔وہ باہر نکلتے ہیں۔اپنے پر جھاڑتے ہیں۔رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے۔"

ابوشیخ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ فضا میں رب تعالیٰ کی ایک نہر ہے جس کی وسعت زمینوں

سے سات گنا زیادہ ہے۔ آسمان سے ایک فرشتہ اس نہر پر آتا ہے وہ اسے بھر دیتا ہے۔ وہ اس میں غسل کرتا ہے جب وہ باہر نکلتا ہے تو اس سے نور کے قطرات گرتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے جو رب تعالیٰ کی ساری مخلوق کی تسبیح کے برابر رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔" ابوشیخ نے اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی: "مولا! آسمان میں تیرے ساتھ کون ہے؟" اس نے فرمایا: "فرشتے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! ان کی تعداد کتنی ہے؟" فرمایا: "بارہ سبط۔" فرمایا: "یہ سبط میں کتنی تعداد ہے؟" فرمایا: "مٹی کے ذرات کے برابر" حضرت ابوشیخ نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کی آنکھوں سے جو قطرات گرتے ہیں وہ فرشتے بن جاتے ہیں جو خشیت الٰہیہ سے اڑ جاتے ہیں۔"

ابوشیخ نے علاء بن ہارون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہر روز حضرت جبرائیل امین نہر کوثر میں غسل کرتے ہیں پھر پروں کو جھاڑتے ہیں رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے۔" ابوشیخ نے حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ بارش کے ساتھ آسمان سے جو فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ اولادِ آدم اور اولاد ابلیس سے زائد ہوتے ہیں۔ وہ ہر قطرہ کو شمار کرتے ہیں کہ وہ کہاں گرے گا اور اس نباتات سے کسے رزق نصیب ہوگا۔" ابوشیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ساتوں آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اگر بالوں کے برابر ان کا اندازہ لگایا جائے تو غلط ہوگا۔ ان میں سے کچھ ذکر کرنے والے، کچھ رکوع کرنے والے، کچھ سجدہ کرنے والے ہیں خوف الٰہی سے ان کے اعضاء لرزتے ہیں۔ ان کے پر خوف خدا سے کانپتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ حاملین عرش فرشتوں کی لمبائی ان کی ایڑھی سے سر تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔"

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوع روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کے دس اجزاء ہیں نو اجزاء کروبیون کے ہیں۔ جو دن رات رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں وہ اکتاتے نہیں ہیں۔ ایک جزء ہر چیز کے خزانہ پر موکل ہے۔ آسمان پر بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں مگر وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے یا رکوع کناں ہے۔ حرم پاک عرش کے بالکل سامنے ہے۔ بیت المعمور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔ اگر وہ نیچے گرے تو اس پر گرے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر دوبارہ اس طرف نہیں آتے۔" ابن منذر نے عمر البکالی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے فرشتوں کے دس اجزاء کیے۔ ان میں سے کچھ کروبیون ہیں۔ یہی فرشتے حاملین عرش ہیں۔ ان میں سے کچھ شب و روز تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اکتاتے نہیں ہیں۔ بقیہ فرشتے رب تعالیٰ کے امر اور پیغام رسانی پر مقرر ہیں۔

ابن ابی حاتم نے ابوالاعیس سے روایت کیا ہے کہ جن و انس دس اجزاء ہیں۔ انسان ان میں سے ایک جزء ہیں جنات نو اجزاء پر مشتمل ہیں۔ جن اور ملائکہ دس اجزاء ہیں ایک جز جن اور دس اجزاء فرشتے ہیں۔ ملائکہ اور روح دس اجزاء ہیں۔

ایک جز ملائکہ اور نو اجزاء روح ہیں۔ روح اور کروبیون دس اجزاء ہیں روح ایک جز اور کروبیون نو اجزاء ہیں۔" ابوشیخ، امام بیہقی نے الشعب میں خطیب اور ابن عساکر نے ایک صحابیٔ رسول (ﷺ و رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کے اعضاء اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ جب بھی کسی کی آنکھوں سے آنسو گرتا ہے اس سے ایک فرشتہ بن کر کھڑا ہو کر تسبیح بیان کرنے لگتا ہے، بعض فرشتے جب سے رب تعالیٰ نے زمین آسمان کو پیدا کیا ہے وہ سجدے میں ہیں۔ انہوں نے نہ تو اپنا سر اٹھایا ہے نہ روزِ حشر تک اٹھائیں گے، بعض فرشتے رکوع میں ہیں۔ انہوں نے اپنے سر نہ اٹھائے ہیں۔ نہ ہی روزِ حشر تک اٹھائیں گے بعض صفوں میں ہیں وہ ان سے نہ پھرے ہیں نہ ہی تا روزِ حشر پھریں گے۔ روزِ حشر رب تعالیٰ ان کے لیے تجلی فرمائے گا۔ وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔ وہ عرض کریں گے: "مولا! سبحانک۔ ہم نے تیری عبادت کا حق اس طرح ادا نہ کیا جس طرح حق تھا۔"

۷۔ ان کے سردار چار فرشتے ہیں جو دنیا کے امور چلاتے ہیں

ابن ابی حاتم، ابوشیخ نے "العظمہ" میں بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن سابط سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چار فرشتے دنیا کے معاملات کو چلاتے ہیں۔ (۱) حضرت جبرائیل (۲) حضرت میکائیل (۳) حضرت ملک الموت عزرائیل (۴) حضرت اسرافیل علیہم السلام۔ حضرت جبرائیل امین ہواؤں اور لشکروں پر متعین ہیں۔ حضرت میکائیل بارش اور نباتات پر مؤکل ہیں۔ حضرت عزرائیل ارواح کو قبض کرنے پر مؤکل ہیں جبکہ حضرت اسرافیل لوگوں پر امر لے کر نازل ہوتے ہیں۔" ابوشیخ نے ابن سابط سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ام الکتاب میں ہر اس چیز کا تذکرہ ہے جو روزِ حشر تک ہونے والی ہے تین فرشتے اس کی حفاظت پر مؤکل ہیں۔ حضرت جبرائیل اس امر پر مؤکل ہیں کہ انبیاء کرام پر کتابیں لے کر آئیں۔ وہ ہلاکتوں پر بھی مؤکل ہیں جبکہ رب تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہے وہ جنگ کے وقت نصرت پر بھی مؤکل ہیں۔ حضرت میکائیل حفاظت، بارش اور زمین کی نباتات پر مؤکل ہیں۔ موت کا فرشتہ روحوں کو قبض کرنے پر مؤکل ہے۔ جب دنیا ختم ہو جائے گی وہ اپنی محفوظات کو جمع کریں گے اس کا سامنا ام الکتاب سے کریں گے وہ اسے اس کے برابر پائیں گے۔"

امام بیہقی، الطبرانی اور ابوشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے کہ آسمان کا افق پھٹ گیا۔ حضرت جبرائیل امین کا جسم سمٹنے لگا۔ ان کا کچھ حصہ دوسرے حصے میں داخل ہونے لگا۔ وہ زمین کے قریب ہونے لگے۔ ایک فرشتہ آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ رب تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔ اس نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو بادشاہ نبی بن جائیں یا عبد نبی۔" حضرت جبرائیل امین نے اپنے ہاتھ سے تواضع کا اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے عاجزی کا مشورہ دے رہے ہیں۔ میں نے کہا: "عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔" وہ فرشتہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے کہا: "جبرائیل امین اس کے متعلق تم سے

پوچھنا چاہتا تھا لیکن میں نے تمہاری حالت دیکھی اس نے تمہیں اس مسئلہ سے مشغول کر دیا تھا۔ جبرائیل! یہ کون تھا؟" انہوں نے عرض کی: "یہ حضرت اسرافیل تھے۔ جب سے رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے یہ اس کے سامنے قدم باندھے کھڑے ہیں۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر اوپر نہیں دیکھا۔ ان کے اور رب تعالیٰ کے مابین ستر پردے ہیں جس نور کے بھی قریب ہوں وہ جلا دیتا ہے۔ اس کے سامنے لوح محفوظ ہے۔ جب رب تعالیٰ آسمان یا زمین میں کسی چیز کا اذن دیتا ہے تو وہ لوح بلند ہوتی ہے۔ ان کی پیشانی پر لگتی ہے۔ وہ اس پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ معاملہ میرے متعلق ہو تو مجھے حکم دیتے ہیں۔ اگر میکائیل کے متعلق ہو تو انہیں حکم دیتے ہیں۔ اگر فرشتۂ اجل کے متعلق ہو تو انہیں حکم دیتے ہیں۔" میں نے کہا: "جبرائیل! تم کس چیز پر مؤکل ہو؟" انہوں نے کہا: "ہواؤں اور لشکروں پر۔" میں نے پوچھا: "میکائیل کس چیز پر مؤکل ہیں؟" انہوں نے کہا: "نباتات اور بارش پر۔" میں نے پوچھا: "عزرائیل کس چیز پر مؤکل ہیں۔" انہوں نے کہا: "ارواح کو قبض کرنے پر۔" میں نے گمان کیا ہے کہ وہ قیامت قائم کرنے کے لیے اترے ہیں۔ میرا یہ خوف قیام قیامت کے گمان کی وجہ سے تھا۔"

ابو شیخ نے "العظمہ" میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے پچاس ہزار کی مسافت پر ہیں۔ حضرت جبرائیل اس کے دائیں طرف، میکائیل دوسری طرف اور اسرافیل ان کے مابین ہیں۔" ابو شیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے کہ یہ چار فرشتے ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔ رب تعالیٰ نے سب سے پہلے انہیں تخلیق کیا۔ سب سے آخر میں ان پر موت طاری کرے گا۔ سب سے پہلے انہیں زندہ کرے گا۔ وہ امور کی تدبیر اور امور کو تقسیم کرنے والے ہیں۔" ابو شیخ نے حضرت خالد بن ابی بحران سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل رب تعالیٰ کے اس کے رسل عظام کی طرف امین ہیں۔ حضرت میکائیل وہ اعمال نامے وصول کرتے ہیں جو لوگوں کے اعمال بلند ہوتے ہیں حضرت اسرافیل حاجب کے قائم مقام ہیں۔ ابو شیخ نے حضرت عکرمہ بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون سے فرشتے رب تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا۔" حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! رب تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز مخلوق کون سی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا۔" وہ اوپر گئے، پھر نیچے اترے تو عرض کی: "جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل۔" حضرت جبرائیل کے سپرد جنگیں ہیں۔ وہ مرسلین کے پاس پیغام لے کر آتے ہیں۔ حضرت میکائیل ہر اس قطرے پر مؤکل ہیں جو زمین پر گرتا ہے۔ ہر اس پتے پر مؤکل ہیں جو نیچے گرتا ہے۔ ہر اس دانے پر مؤکل ہیں جو اگتا ہے۔ عزرائیل بحر و بر میں ہر بندے کی روح قبض کرنے پر مؤکل ہیں حضرت اسرافیل رب تعالیٰ کے اور ان کے مابین امین ہیں۔

الطبرانی اور حاکم نے ابو ملیح سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم

ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ فجر کی دو رکعتیں آپ کے قریب ہی پڑھیں۔ آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔ مولا! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل اور محمد عربی ﷺ کے رب! میں تجھ سے آتش جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔" امام احمد نے الزہد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ سر اقدس ان کی گود میں تھا۔ وہ آپ کے چہرۂ انور کو چھونے لگیں۔ آپ کے لیے شفاء کی دعا مانگنے لگیں۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: "نہیں! بلکہ رب تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کریں کہ حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ۔"

۲۔ ان کے اسماء اور ان کے بارے میں اسلاف کے اقوال

اس کی دو فصلیں ہیں:

۱۔ ان سب کے نام غیر عربی ہیں۔ رضوان، مالک، منکر، نکیر۔ ان کے نام غیر منصرف ہیں۔ سوائے مالک اور ان کے بعد کے اسماء کے۔

۲۔ قرآن پاک میں حضرت جبرائیل اور میکائیل کا ذکر ہے۔ ان کے ناموں میں کئی لغتیں ہیں۔ جن کا ذکر معراج کے ابواب میں ہو چکا ہے۔

۹۔ شیخ نے "الحبائک" میں لکھا ہے کہ مجھ سے پہلے سوال کیا گیا کہ جبرائیل افضل ہیں یا اسرافیل۔ میں نے جواب دیا کہ میں علماء میں سے کسی کے قول سے واقف نہیں ہوا۔ متقدمہ آثار متعارض ہیں۔ الطبرانی نے مرفوع روایت کیا ہے "کیا میں تمہیں افضل الملائکۃ کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ حضرت جبرائیل ہیں۔" حضرت وہب کا اثر ہے کہ رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب جبرائیل پھر میکائیل ہیں۔" اس سے حضرت جبرائیل کی فضیلت آشکارہ ہوتی ہے۔" حضرت ابن مسعود سے مرفوع روایت ہے۔ ساری مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے قریب اسرافیل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اسرافیل پھر جبرائیل پھر میکائیل پھر عزرائیل ہیں۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے۔ حضرت جبرائیل ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل ان کے بائیں طرف ہیں۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل رب تعالیٰ کے (قریبی) فرشتے ہیں ان کے قریب کچھ نہیں۔" حضرت کعب سے روایت ہے "فرشتوں میں سے سب سے زیادہ رب تعالیٰ کے قریب اسرافیل ہیں۔"

ابوبکر الہذلی نے روایت کیا ہے "رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اسرافیل ہیں۔" ابن ابی جبلۃ نے روایت کیا ہے کہ روزِ حشر سب سے پہلے حضرت اسرافیل کو بلایا جائے گا۔" ابن سابط نے

روایت کیا ہے "چار فرشتے دنیا کے امور کی تدبیر کرتے ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام۔ حضرت اسرافیل ان پر رب تعالیٰ کا امر لے کر آتے ہیں۔" عکرمہ بن خالد سے مرفوع روایت ہے۔ "حضرت اسرافیل رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے مابین امین ہیں۔" حضرت خالد بن ابی عمران سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل حاجب کی مانند ہیں۔" یہ تمام آثار حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۰۔ امام حلیمی نے "شعب" میں بیہقی، قاضی عیاض، قونوی نے لکھا ہے کہ فرشتوں میں سے کچھ پیغام لے کر آتے ہیں کچھ پیغام لے کر نہیں آتے۔ امام رازی نے مطلق فرمایا ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ۔ (فاطر:۱)

ترجمہ: بنانے والا فرشتوں کو پیغام رساں۔

ان پر رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اعتراض کیا گیا:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۚ (الحج:۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بھی بعض کو رسول۔

انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ "من" تبیین یا تبعیض کے لیے ہے۔ انہوں نے ان کی عصمت کے متعلق اختلاف کا تذکرہ مطلق کیا ہے جمہور علماء کرام نے لکھا ہے کہ سارے فرشتے ہر قسم کے گناہ سے محفوظ ہیں۔ حشویہ میں سے کچھ نے ان کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ ان کے علاوہ کی گفتگو میں علماء کے لیے اعتراض کی گنجائش ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ بھی ان میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کچھ قاصد ہیں اور کچھ قاصد نہیں ہیں۔ انہوں نے ان کی عصمت کے متعلق گفتگو کی ہے۔

۱۱۔ ان کی عصمت۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "مسلمان ائمہ کا اتفاق ہے کہ پیغامبر ملائکہ کا حکم انبیاء کے حکم کی مانند ہے۔ ان کی عصمت ان کی عصمت کی مانند ہے۔ وہ حقوق اور تبلیغ میں اسی طرح ہیں جیسے انبیاء کرام امم کے لیے ہوتے ہیں۔ غیر پیغامبر فرشتوں میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا موقف ہے کہ سارے فرشتے سارے گناہوں سے محفوظ ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ (التحریم:۶)

ترجمہ: نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجا لاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے: "یہ آیت طیبہ سارے ملائکہ کو ان کے سارے مامورات کے متعلق جامع ہے سارے منہیات کو ترک کرنے کو شامل ہے، کیونکہ جس فعل کو کرنے کا حکم دیا گیا ہو وہ اس کی ضد کی نہی کو شامل ہے۔ استثناء کی صحت عموم کی دلیل ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ (الانبیاء:۲۰)

ترجمہ: وہ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات دن اور وہ اکتاتے نہیں۔

جن کی یہ صفتیں ہوں ان سے گناہوں کے صدور کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر ان سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو تسبیح میں کوتاہی ہوجائے گی۔ اسی وجہ کو اور اس سے پہلے کی وجہ کو روکنے کے لیے یہ آیت طیبہ واضح ہے۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الانبیاء:۲۷)

ترجمہ: بلکہ وہ تو معزز بندے ہیں نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔

یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام امور میں رب تعالیٰ کے حکم پر ان کا توقف ہے۔ جس کی کیفیت اس طرح ہو اس سے گناہ کا صدور ناممکن ہوتا ہے۔" آمدی نے لکھا ہے کہ معصیت امر اور نہی کی مخالفت سے ہوتی ہے۔ یہ روا نہیں کہ ان کے لیے امر کی مخالفت واقع ہو، کیونکہ یہ آیت طیبہ کے مخالف ہے۔ نہ ہی ان کے لیے یہ روا ہے کہ ان سے نہی کی مخالفت واقع ہو، کیونکہ کسی چیز سے نہی۔ اس کی اضداد میں سے کسی ایک شی کے بارے حکم ہوتا ہے۔ نہی کی مخالفت منہی عنہ کے ارتکاب سے ہوتی ہے۔ منہی کا ارتکاب عدم تلبس کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ کسی چیز کی نہی اس کی ضد کا حکم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ مشہور ہے۔ امام نے دو اور وجوہات کا ذکر کرکے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ انہوں نے عصمت کے ساتھ بشر میں طعن کیا۔ اگر وہ معصوم نہ ہوتے تو ان کی طرف سے یہ طعن عمدہ نہ تھا۔ یہ امر واضح ہے۔

۲۔ وہ رب تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔

جبکہ رسول معصوم ہوتا ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

یہی اس امر کی دلیل ہے کہ سارے فرشتے قاصد ہیں۔ اس پر گفتگو پہلے ہوچکی ہے۔ یہ آیت طیبہ غیر انبیاء کے لیے عصمت کی دلیل ہے۔ وہ مانع بھی ہے جو اس میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ قاضی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ یہ عصمت ان میں سے قاصدین اور مقربین کے لیے مختص ہے۔ انہوں نے ان امور سے استدلال کیا ہے اہلِ اخبار اور تفسیر نے تحریر کیے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔ ان کی وجہ بھی بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ! صحیح موقف یہ ہے۔ ان کے مقاماتِ بلند کے موافق تنزیہ ہی ہے اور ان کی طرف ایسا امر منسوب نہ ہو جو انہیں بلند منصب اور رفیع مقام سے گرادے۔ جو گروہ ان کی عصمت کا قائل نہیں ہے ان کے دلائل ہیں۔

ہاروت اور ماروت کا قصہ۔ یہ ایک مشہور داستان ہے۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے

تھے۔ انہوں نے بنو آدم کی لغزشوں پر تعجب کیا۔ انہوں نے کہا: "اگر ہم میں بنو آدم کی شہوت رکھ دی جائے تو ہم نافرمانی نہیں کریں گے۔" رب تعالیٰ نے انہیں زمین پر اتار دیا۔ ان میں شہوت پیدا کر دی ان کے مقدر میں زہرہ کو کر دیا۔ وہ اس وقت کی عورتوں میں سے خوبصورت ترین عورت تھی۔ انہوں نے اسے پسند کیا۔ اس عورت نے انہیں بت کو سجدہ کرنے پر ابھارا جان تلف کرنے اور شراب پینے پر ابھارا ان سے اسم اعظم سیکھا اور اس کے ذریعے آسمان کی طرف چڑھ گئی۔ وہ ستارہ یا بادل بن گئی۔ ان دونوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی شفاعت طلب کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں دنیا یا آخرت کے عذاب میں اختیار دے دیا۔ انہوں نے دنیا کا عذاب پسند کر لیا۔ انہوں نے لوہا پہن لیا بابل میں اپنے گھروں میں ٹھہر گئے۔ ان کے اور پانی کے مابین چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔" اس داستان میں کمی وبیشی اور بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے۔"

شیخ کمال الدین نے لکھا ہے ائمہ نقل نے اس قصہ کو درست قرار نہیں دیا۔ انہوں نے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کی روایت کو ثابت نہیں کیا۔" قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے "اس روایت میں سے کچھ بھی صحیح یا ضعیف آپ سے مروی نہیں ہے۔ یہ یہود کی کتب سے لیا گیا قصہ ہے اور ان کی افتراء پردازی ہے۔ اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ: نیز وہ بھی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت اور ماروت تھے اور نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں کفر مت کرنا اس کے باوجود لوگ سیکھتے رہے ان دونوں سے وہ منتر جس سے جدائی ڈالتے تھے خاوند اور اس کی بیوی میں۔

میں کہتا ہوں "اس کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ محققین نے اس واقعہ کے ضمن میں اور ہی معنی بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا: "اس آیت طیبہ میں "ملکین" میں دو قراءتیں ہیں۔ (ا) لام کے کسر کے ساتھ یہ شاذ ہے۔ لام کے فتح کے ساتھ یہ مشہور قراءت ہے، لیکن انہوں نے ذکر کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا۔ جادو کا اظہار ہو چکا تھا۔ اس کے اہل کا ظہور ہو چکا تھا۔ رب تعالیٰ نے دو فرشتے نازل کیے۔ جو لوگوں کو جادو کی حقیقت بیان کرتے تھے۔ اس کا معاملہ واضح کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں۔ وہ جادو، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق کر سکیں۔ جو یہ حقیقت سیکھنے کے لیے آمادہ جلدی سے اسے سکھا دیتے۔ انہوں نے کہا: "ہم جادو کی تعلیم دینے کے لیے فتنہ ہیں جس نے اسے اس لیے سیکھا تاکہ وہ اس سے اجتناب کرے۔ اس کے، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق کر سکے تو وہ پسندیدہ ہے۔ جس نے کسی اور مقصد کے لیے سیکھا تو یہ اسے کفر تک لے جائے گا۔ دو فرشتے تھے جو ان دونوں کے لیے یہ گفتگو کرتے تھے، پھر اس شخص

سے کہتے: "جادوگر کا فعل یہ ہوتا ہے کہ وہ آدمی اور اس کی بیوی کے مابین تفریق ڈال دیتا ہے۔تم یہ حیلہ نہ اختیار کرو نہ ہی یہ قول کرو۔ یہ جادوگروں کا قول ہے۔ جو کفر تک لے جاتا ہے۔" فرشوں کا یہ فعل تھا، جو امر الٰہی کی اطاعت کے لیے تھا، بعض لوگوں نے اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے جب یہ بیان کر دیا کہ کفار اور یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر ثابت کرنے کے لیے دعویٰ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: "جنات نے جادو کی کتب ان کے مصلی کے نیچے دفن کر رکھی ہیں۔ انہوں نے وہ کتابیں نکالیں تاکہ لوگ انہیں جادوگر سمجھیں حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو کی کتب کو جمع کر کے دفن کر دیں تھیں تاکہ وہ لوگوں کے ہاتھوں نہ لگ سکیں وہ ضائع ہو جائیں ان کے وصال کے بعد جنات اور یہود نے انہیں نکال لیا۔ وہ لوگوں کے ہاتھوں لگ گئیں۔ ان میں جادو پھیل گیا۔ اسی لیے یہود کے ہاں بہت جادو ہوتا تھا۔ یہود جادو کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف کرتے تھے۔ مگر رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: اور نہیں کفر کیا حضرت سلیمان نے بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔

پھر یہودیوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ جو ان کے پاس جادو ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی میراث ہے۔ حضرت جبرائیل اور میکائیل اسے لے کر اترے ہیں۔" رب تعالیٰ نے دونوں امور میں ان کی تکذیب کر دی۔ فرمایا:

وما انزل علی الملکین۔۔۔

ایک قول یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت اہل بابل کے لوگوں میں سے تھے۔ اس صورت میں "ملکین" لام کے کسرہ کے ساتھ ہوگا۔ اس قرأت کے اعتبار سے "ما" اسمیہ ہوگا۔ انزال شیاطین کی طرف سے ہوگا۔ ما کا نافیہ ہونا بھی روا ہے۔ عبدالرحمان بن ابزی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ انہوں نے ملکین کی تفسیر حضرات داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے کی ہے۔ اس صورت میں "ما" صرف نافیہ ہوگا۔" امام رازی نے لکھا ہے۔

"جو کچھ ہاروت اور ماروت کے قصے میں بیان کیا جاتا ہے۔ وہی اس کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے اس میں بیان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا: "اگر میں تمہیں اسی طرح آزمائش میں مبتلا کروں جیسے میں نے بنو آدم کو کیا ہے۔ تو تم میری نافرمانی کرو گے۔" انہوں نے کہا: "مولا! اگر تم نے اس طرح کر دیا تو ہم تیری نافرمانی نہ کریں گے۔" یہ فرشتوں کی نسبت درست نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا رد ہے۔ اس کے بطلان کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں اختیار مل گیا۔ رب تعالیٰ تو نافرمانوں بلکہ کفار کو توبہ اور عذاب کے مابین اختیار دیتا ہے۔ روایت ہے کہ وہ اس عذاب کی شکل میں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ یہ اعجب العجب ہے پھر انہوں نے روایت کیا ہے وہ نافرمان عورت آسمان کی طرف چلی گئی، اور ساتوں ستاروں میں سے تاباں ستارہ بن گئی۔ یہ "الخنس الجوار الکنس" کی قسم اٹھانے کے خلاف ہے۔

الشیخ نے "الحبائک" میں لکھا ہے کہ الصفوی الاموی نے اپنے "رسالہ" میں ان کی عصمت کا ذکر کرنے کے بعد اور

ان کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مخالف نے ہاروت اور ماروت کے قصہ سے استدلال کیا ہے۔ ابلیس اور آدم کے قصہ کو بطور دلیل ذکر کیا ہے، نیز یہ کہ تخلیق آدم کے وقت انہوں نے رب تعالیٰ سے عرض کی تھی:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا۔ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: کیا تو اس زمین میں سے بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا۔

ان تمام امور کا مختصر جواب یہ ہے کہ جو کچھ بھی تم نے ذکر کیا ہے وہ بعید یا قریب احتمال رکھتا ہے۔ ہر دو امور مقدر مان لینے پر یہ اس چیز کے مخالف نہیں ہے جو ظاہر اور صراحت کے زمانہ میں ان کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔" الشیخ نے لکھا ہے:" ہاروت اور ماروت کی داستان میں یہ جواب اس سابقہ جواب سے زیادہ پختہ ہے جو اس سے پہلے گزرا ہے، کیونکہ ان کے تذکرہ کے وقت صحیح احادیث کا تذکرہ ہوا تھا۔" ائمہ مالکیہ میں سے القرافی نے لکھا ہے" جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ ہاروت و ماروت کو سرزمین ہند میں عذاب دیا جا رہا ہے اس خطاء کی وجہ سے جو انہوں نے زہرہ کے ساتھ کی تھی۔ وہ شخص کافر ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ ہیں رب تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اس کے خواص ہیں۔ ہر اس چیز سے ان کی تعظیم و توقیر اور تنزیہ واجب ہے جو ان کی قدر کی عظمت میں خلل ڈال دے۔ جو اس طرح نہ کرے اس کا خون رائیگاں ہے۔"

علامہ بلقینی نے منہج الاصلین میں لکھا ہے" نبوت اور ملائکیت کی وجہ سے عصمت واجب ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کے لیے جائز ہے۔ جس کے لیے عصمت لازم ہو اس سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اسی لیے ہم ملائکہ میں سے مرسلین اور غیر مرسلین سب کی عصمت کا اقرار کرتے ہیں، کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ (التحریم:۶)

ترجمہ: نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔

اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا۔ وہ جنات میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دیا، لیکن ہاروت اور ماروت کے متعلق قصہ درست نہیں ہے۔ ابن حزم نے کتاب الجامع میں لکھا ہے کہ ہاروت اور ماروت جنات میں سے تھے۔ وہ فرشتے نہ تھے۔" شیخ نے لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر ان کا قصہ جواب کا محتاج نہیں رہتا۔ جیسے ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا۔ وہ ان میں سے تھا۔ ان کا تعلق جنات سے تھا۔"

امام الحنفیہ امام ابو منصور الماتریدی نے الاعتقادیات میں لکھا ہے۔ جیسے شیخ ابوالحسن الاشعری نے لکھا ہے" سارے فرشتے معصوم ہیں۔ انہیں اطاعت کے لیے تخلیق کیا گیا سوائے ہاروت و ماروت کے۔" القرافی نے لکھا ہے" ہر مکلف پر لازم ہے کہ وہ سارے انبیائے کرام کی تعظیم کرے۔ اسی طرح سارے فرشتوں کی تعظیم کرے۔ جس نے انہیں گستاخی کا نشانہ بنایا۔ اس نے کفر کیا۔ خواہ اشارہ سے ہو یا صراحت سے۔ جس نے کسی شدید گرفت والے شخص کو دیکھا تو اسے کہا:" اس کا دل تو خازن جہنم مالک سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یا کسی بدخلق کو دیکھ کر کہا" یہ منکر و نکیر سے بھی وحشت انگیز ہے۔ وہ کافر ہے، جبکہ اس نے

وحشت اور قساوت سے انہیں عیب ونقص کا نشانہ بنایا ہو۔"

۲۔ جن لوگوں نے ان کی عدم عصمت پر قصہ آدم سے استدلال کیا ہے۔ ان کا استدلال کئی اعتبار سے ہے۔

۱۔ ان کا اپنے اس قول سے اعتراض۔

اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا ۔ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: کیا تو اس میں بناتا ہے اسے جو اس میں فساد بپا کرے گا۔

۲۔ انہوں نے بنو آدم کی غیبت کی۔

۳۔ انہوں نے خود کو بنو آدم پر ترجیح دی اور خود پر فخر کیا۔ انہوں نے کہا:

وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیرے لیے تقدیس بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ابلیس نے سجدۂ آدم کے وقت رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، حالانکہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ انہی چار دلائل سے عدم عصمت کا قول کرنے والے نے استدلال کیا ہے۔ اگرچہ ان کے دلائل اور بھی ہیں لیکن ان کے ضعف کی وجہ سے میں نے ان سے اعراض کیا ہے۔ جہاں تک پہلی دلیل کا تعلق ہے کہ انہوں نے رب تعالیٰ پر اعتراض کیا تھا۔ اس کے اہل السنۃ نے تین جوابات دیے ہیں۔

۱۔ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ از سبیل اعتراض نہ تھا، بلکہ وہ امر الٰہی کو سمجھنے کے لیے تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی حکمت کی عظمت کا اظہار ہو سکے کہ اس نے زمین میں وہ خلیفہ بنایا ہے جس کے یہ اوصاف ہیں۔ یہ اس کا ظاہر حال ہے جس پر اس نے خلافت کا حکم لگایا ہے حالانکہ وہ خود خوب جانتا ہے۔ گویا کہ انہوں نے کہا: "اے ہمارے رب تعالیٰ! تو پاک ہے بلند و برتر ہے۔ تیری شان کتنی عظیم ہے۔ تیری حکمت کتنی بلند ہے تو مخفی امور کو جانتا ہے تو زمین پر وہ آدم بھیج رہا ہے جو اس میں فساد کرے گا۔ اس میں خونریزی کرے گا۔ تو مصلحت کی جگہ سے خوب آگاہ ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے جواب دیا۔

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یہ ان کے اس اعتقاد کا اثبات ہے جو انہیں رب تعالیٰ کی مخفی حکمت پر تھا۔ انہیں اس کے مخفی حکمت پر اعتقاد تھا۔

۲۔ وہ رب تعالیٰ سے شدید محبت کرتے تھے۔ اطاعت الٰہیہ پر بڑے حریص تھے۔ انہوں نے نافرمانی کو ناپسند کیا۔ انہوں نے التجاء کی کہ وہ مخفی حکمت سے انہیں آگاہ کر دے، تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔ انہیں اس کی طرف سکون ملے۔ یہ اخفش کا قول ہے۔

۳۔ اسے قفال نے اختیار کیا ہے کہ یہ از روئے اثبات اور ایجاب ہے۔ یہ تقریر اور ایجاب کے لیے استفہام ہے۔ اس سے علم دریافت کرنا یا انکار کرنا مراد نہیں ہے۔ گویا کہ انہوں نے کہا: "وہ اس طرح کرے گا۔" یہ شاعر کے اس قول کی طرح ہے:

الستم خیر من رکب المطایا　　　و اندی العالمین بطون راح

ترجمہ: کیا تم ان میں سے بہترین نہیں ہو جو سوار ہوتے ہیں اور سارے جہانوں سے زیادہ سخی ہو اور راحت کی وادیاں ہو۔

یعنی تم اسی طرح ہو۔ اس کے اور بھی جوابات دیے گئے ہیں، لیکن یہ جواب سب سے قوی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرشتوں کو کیسے علم ہوا کہ بنو آدم خون ریزی کریں گے۔ زمین میں فساد کریں گے۔ انہوں نے یہ صفات سب کی طرف کیسے منسوب کر دیں حالانکہ یہ بعض اولاد آدم کے اوصاف ہیں۔" ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ انہیں اس کے متعلق خبر لوح محفوظ سے ملی تھی۔ رب تعالیٰ نے انہیں یہ علم دیا تھا۔ یا انہوں نے اس اعتبار سے دیکھا کہ ان کی تخلیق غضب اور شہوت کے مرکب سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کی یہ حالت ہو ظاہر ہے وہ فساد کرے گا خون ریزی کرے گا۔ یا انہوں نے وہ عذاب دیکھ لیا تھا جو رب تعالیٰ نے ان کے لیے آتش جہنم میں پیدا کیا تھا۔ یا رب تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلیفہ فرمایا تھا۔ وہ جھگڑوں کے فیصلے کرنے کے نگران تھے۔ انہوں نے خلافت کی جہت سے ان کے احوال دیکھ لیے تھے۔ یہ سارے وجوہ منقول ہیں۔

ملائکہ نے یہ اوصاف سارے اولادِ آدم کی طرف منسوب کیے تھے۔ کلام میں یہ صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے یہ اوصاف سب کی طرف منسوب کیے تھے۔ اگر کسی ایک سے بھی یہ صدور ہو تو یہ صحیح ہے کہ یوں کہا جائے۔ "اس نے زمین میں اسے بھیجا جو اس میں فساد کرتا ہے اور اس میں خونریزی کرتا ہے، کیونکہ جو ایک سے ظہور ہو سکے ان کا ظہور سب سے ہو سکتا ہے۔"

دوسری وجہ کا جواب یہ ہے۔ وہ وجہ یہ ہے کہ یہ بنو آدم کی غیبت ہے، کبھی کبھی کسی مصلحت کی بنا پر غیبت مباح ہو جاتی ہے۔ اس میں مسلمان کے لیے اس وقت خلوص کا اظہار بھی ہے جب وہ غلام خریدے یا کسی سے شادی کرے۔ یا اس کے مناسب ہو۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جب انہیں حضرت معاویہ اور ابوجہم نے پیغام نکاح دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "معاویہ غریب شخص ہیں، جبکہ ابوجہم اپنے کندھے سے عصا نہیں اتارتے۔" ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ اسے علم ہو سکے کہ لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں تا کہ وہ اس سے اجتناب کر سکے۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ اس شخص کے متعلق علم ہو سکے جو مسلمانوں کے کسی اہم امر کے لیے صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال وہ شخص ہے جو فتویٰ لینا چاہے یا اس سے تعلیم حاصل کرنا چاہے یا یہ تعریف کے لیے ہو جیسے القاب۔ ان میں سے کچھ امور فتویٰ اور تعلیم کے لیے ہوتے ہیں۔ متعلم اور فتویٰ پوچھنے والے کے لیے روا ہے کہ وہ ان حالات کی وضاحت کرے جن کے متعلق سوالات کرنا چاہتا ہو۔ جیسے بیوی اپنے خاوند کے متعلق مفتی سے کہے کہ میرا خاوند اس طرح ہے میں کیا کروں؟ اس

کے متعلق حضرت ہند کی روایت میں دلیل ہے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: ''ابو سفیان کنجوس انسان ہیں۔'' انہوں نے اپنی ضرورت کے لیے یہ تذکرہ کیا تھا تاکہ انہیں علم ہو سکے کہ ان کے لیے ان کے مال سے کیا کچھ لینا جائز ہے۔ ملائکہ کے قصہ کا تعلق بھی اسی باب سے ہے، کیونکہ ان کا مقصد بھی حکمت سے آگہی تھا۔ اشکال دور کرنا اور حصولِ علم تھا۔ یہ جائز غیبت سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسری وجہ کا جواب یہ ہے جبکہ تیسری وجہ یہ ہے:

وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ۔ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ۔

یہ آیت دو اعتبار سے اعجاب کے قائم مقام ہے۔ (۱) ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اس کا تعلق نفس کے مدح کے ساتھ ہے، بلکہ اس کا تعلق تحدیثِ نعمت کے ساتھ ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اور تم اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(۲) یہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا۔ اس کے لیے بطور معذرت تھا، کیونکہ ان کا یہ قول:

اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا۔ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: کیا تم مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا۔

اعتراض کی صورت میں تھا۔ انہوں نے اس وہم کی نفی کرنا چاہی۔ انہوں نے اپنی التجاء کے فوراً بعد عرض کر دی:

وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں، تیری حمد کے ساتھ۔

انہوں نے ارادہ کیا کہ رب تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ پروردگار! ہم نے تیرے معاملہ میں تجھ پر اعتراض نہیں کیا ہم تو تیری تقدیس و تسبیح کرنے والے بندے ہیں۔ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا۔ اس نے نافرمانی کی۔ لوگوں کا ابلیس لعین کے متعلق اختلاف ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا۔ اس کا نام عزازیل تھا۔ جب اس نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب تعالیٰ نے اسے لعین بنا دیا۔ اسے سرکش شیطان بنا دیا۔ اس کا نام ابلیس رکھ دیا، کیونکہ رب تعالیٰ نے اسے ساری بھلائیوں سے محروم کر دیا تھا۔ غمگین اور غمزدہ کو ''مبلس'' کہا جاتا ہے۔

علامہ واحدی نے لکھا ہے ''پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے، کیونکہ نحوئین کا اجماع ہے کہ یہ عجمہ اور معرفہ کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ علماء کا یہ قول کہ یہ ملائکہ سے تھا۔ ان میں حضرات ابن مسعود، ابن مسیب، قتادہ، ابن جریر

شامل ہیں۔ یہ امام رازی اور ابن الانباری کا قول ہے۔ یہ مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ ۔ (الکہف)

ترجمہ: وہ قوم جن سے تھا۔

کا جواب یہ دیا ہے کہ ملائکہ میں سے ایک گروہ تھا جسے "جن" کہا جاتا تھا، جبکہ حضرات حسن، عبداللہ بن یزید اور شہر بن حوشب نے لکھا ہے کہ ملائکہ میں سے نہ تھا۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ انہوں نے اس آیت طیبہ کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ ملائکہ اور ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ سارے ملائکہ نے اطاعت کی۔ ابلیس نے نافرمانی کی۔" صحیح موقف یہ ہے کہ یہ ملائکہ میں سے تھا کیونکہ یہ بات منقول نہیں کہ فرشتوں کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جہاں تک روز حشر تک اسے مہلت دینے کا تعلق ہے تو یہ اس کی سزا، کفر، گناہ اور سرکشی میں اضافہ کے لیے ہے۔ علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء نفی کرتے ہیں کہ یہ ملائکہ سے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام ابو الانسان ہیں۔"

خاکپائے ملت بیضاء

ذوالفقار علی ساقی

10-08-2014

بروز اتوار دس بجے

نظر ثانی

۲ مارچ ۲۰۱۵ء

ذوالفقار علی ساقی

●●●

سُبل الهدیٰ والرشاد (اردو ترجمہ)

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد بارھویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

www.zaviapublishers.com

امور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختصاصات اور وہ عوارضِ بشریہ جو آپ پر طاری ہوتے تھے

پہلا باب

جسم اطہر کی کیفیت

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ الشفاء میں تحریر کرتے ہیں: ہم نے پہلے تذکرہ کر دیا ہے کہ سارے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام بشر (کامل) ہی تھے۔ آپ کا جسم اطہر اور اس کا ظاہر بشر کے لیے خالص تھے۔ اسی لیے اس پر آلام، آفات، تغیرات اور امراض روا تھیں۔ آپ نے وصال کا جام بھی چکھا جیسے کہ یہ بھی بشر کے لیے روا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی شان میں تنقیص نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کو اس شی کی بہ نسبت ناقص کہا جاتا ہے جو اس سے اتم ہو۔ اس کی نوع میں سے اکمل ہو۔ رب تعالیٰ نے ڈر دنیا والوں کے مقدر میں لکھ دیا ہے:

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝۲۵ (الاعراف: ۲۵)

ترجمہ: نیز فرمایا: اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

رب تعالیٰ نے سارے بشر کو تغیر پذیر بنایا ہے۔ آپ علیل بھی ہوئے، درد کی شکایت بھی ہوئی، گرمی اور سردی بھی لگی، بھوک اور پیاس بھی لگی، غصہ اور غضب بھی آیا، تھکاوٹ اور مشقت نے بھی آلیا، ضعف اور بڑھاپے نے بھی آلیا، آپ گھوڑے سے گرے تو پہلو اطہر بھی زخمی ہوا، کفار نے آپ کو زخمی بھی کیا، دندان مبارک بھی شہید ہوئے، زہر آلود بکری بھی کھلائی گئی، آپ پر جادو بھی کیا گیا، آپ نے دوا بھی لی، پچھنے بھی لگوائے، دم بھی کیا، تعوذ بھی کیا، آپ نے اپنا احسن کردار کیا اور وصال فرما گئے، پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے، پھر اس امتحان اور آزمائش کی دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہی بشر کی علامات ہیں۔ جن سے نجات کی کوئی راہ نہیں۔ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، انہیں شہید کر دیا گیا، انہیں آگ میں پھینکا گیا، آری سے چیرا گیا، بعض کو رب تعالیٰ نے بعض اوقات بچالیا، بعض کو اسی طرح حفاظت عطا فرمادی جیسے بعد میں

ہمارے نبی کریم ﷺ کو عصمت عطا کی تھی۔ اگر اللہ رب تعالیٰ غزوہ احد میں ابن قمیئہ کے ہاتھوں سے نہ بچاتا۔ اہل طائف کی نگاہوں سے مخفی نہ کرتا۔ غار ثور کی طرف تشریف لے جاتے وقت کفار کی آنکھوں کو نابینا نہ کرتا۔ غورث کی تلوار کو نہ روکتا۔ ابوجہل کے پتھر اور سراقہ کے گھوڑے کو نہ روکتا۔ اگر وہ آپ کو ابن الاعصم کے جادو سے نہ بچاتا تو آپ کو اس سے بھی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہودیہ نے آپ کو زہر آلود بکری بھی پیش کی تھی۔

اسی طرح سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائش کی اور پھر انہیں عافیت نصیب ہوگئی۔ اس میں بھی اس کی حکمت کارفرما تھی، تاکہ ان مقامات پر ان کا شرف عیاں ہوسکے۔ ان کا امر واضح ہوسکے۔ ان کا کلمہ ان میں مکمل ہوسکے۔ ان کی بشریت کی آزمائش ہوسکے۔ کمزور لوگوں کا ان کے متعلق التباس اٹھ جائے تاکہ ان کے ہاتھوں رونما ہونے والے عجائب سے وہ گمراہ نہ ہوجائیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی گمراہ ہوگئے تھے تاکہ ان کی آزمائشوں میں امم کے لیے تسلی کا سامان ہو، تاکہ انہیں درگاہ ناز سے عمدہ انداز سے پورا اجر و ثواب مل سکے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ مذکورہ تغیرات اور خواص ان کے اجسام بشریہ کے ساتھ ہی مختص تھے تاکہ بشر کے ساتھ ان کی مقاومت اور بنو آدم کی جنس کی مشاکلت کی وجہ ان کے ساتھ مخالطت کا مدعا پورا ہوسکے۔ جہاں تک ان کے بواطن کا تعلق ہوتا ہے وہ غالباً اس امر سے منزہ ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ ان سے خبریں وصول کرتے ہیں اور وحی لیتے ہیں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں رات بسر کرتا ہوں تو میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ میری سنت پاک قائم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے آگاہ فرما دیا کہ آپ کا سر اور باطن اور روح آپ کے سارے جسم اطہر اور ظاہر کے خلاف ہے۔ وہ تمام امور مثلاً ضعف، بھوک، نیند، بیداری وغیرہ جو آپ کے ظاہر پر طاری ہوتے ہیں لیکن آپ کے باطن پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا جبکہ دیگر بشر کے باطن کا حکم اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ جب اور کوئی بشر سوتا ہے تو اس کا جسم اور دل نیند میں ڈوب جاتے ہیں۔ نیند میں بھی آپ کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا۔ جیسے وہ عالم بیداری میں ہوتا تھا، بعض آثار میں ہے کہ آپ نیند میں حدث سے بھی محفوظ تھے، البتہ آپ کا دل مبارک بدستور بیدار رہتا تھا، جبکہ دیگر انسان بھوکے رہتے ہیں تو ان کے جسم کمزور ہو جاتے ہیں قوت کمزور ہو جاتی ہے بعض اوقات بالکل جواب دے جاتی ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پر یہ عوارض طاری نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ بشر کی کیفیت سے الگ تھے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اسی طرح میں کہتا ہوں یہ کیفیت سارے احوال میں اسی طرح تھی۔ سارے امراض، جادو اور غضب میں یہی کیفیت تھی۔ آپ کے باطن میں کوئی ایسی کیفیت پیدا نہ ہوتی تھی جس سے خلل واقع ہو۔ آپ ﷺ کی زبان اقدس اور اعضاء مبارکہ پر ایسی کیفیت طاری نہ ہوتی تھی جو آپ کے لیے غیر مناسب ہوتی، جیسے دیگر بشر پر طاری ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات بعد میں

بیان کریں گے۔ اگر تم کہو کہ صحیح روایات میں ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا جیسے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو خیال آتا کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حق زوجیت ادا کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا نہ کیا ہوتا۔ جب مسحور پر امر اسی طرح ملتبس ہوتا ہے تو اس میں آپ ﷺ کی کیفیت کیا ہو گی؟ یہ آپ ﷺ پر کیسے روا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ معصوم تھے۔

تم خوب جان لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں توفیق دے کہ یہ حدیث پاک متفق اور صحیح ہے۔ ملحدہ نے اس کے متعلق طعن کیا ہے۔ وہ اپنی عقول کی کمزوری کی وجہ سے شک و شبہ میں مبتلا ہوئے اور اپنے جیسے دیگر کمزور لوگوں کے دلوں میں تشکیک کے کانٹے بونے کے لیے کوشش کی ہے حالانکہ رب تعالیٰ نے شریعت مطہرہ اور نبی اکرم ﷺ کو اس چیز سے منزہ کر دیا تھا جو آپ ﷺ کے معاملہ میں التباس کا سبب بنے جادو امراض میں سے ایک مرض اور عوارض میں سے ایک عارض ہے۔ یہ آپ ﷺ کے لیے اسی طرح روا ہے جیسے دیگر امراض۔ جن کا نہ تو انکار ہو سکتا ہے نہ ان کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت میں قدح ہو سکتی ہے لیکن جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اگر آپ ﷺ کو خیال آتا کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ ﷺ نے سر انجام نہ دیا ہوتا۔ اس سے نہ تو آپ ﷺ کی نبوت مبارکہ اور نہ ہی شریعت مطہرہ میں کچھ خلل ہوتا ہے نہ ہی آپ ﷺ کی صداقت پر قدح ہو سکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی عصمت دلائل اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی اس دنیا میں سے کسی امر کا آپ ﷺ پر رواں ہو جانا روا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو مبعوث نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو فضیلت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ اس میں آپ ﷺ کو اسی طرح مصائب کا سامنا کرنا پڑا جیسے دیگر سارے بشر کو کرنا پڑتا ہے۔ یہ امر بعید نہیں کہ اس کے امور میں سے آپ ﷺ کو کچھ تصور ہوتا جس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوتی ہو، پھر وہ تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہو جیسے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوا تھا۔

ایک اور حدیث پاک نے اس فصل کی مزید تشریح کر دی جس میں ہے: حتیٰ کہ آپ کو تصور آتا کہ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کیا ہوتا۔ حضرت سفیان نے کہا ہے: یہ جادو کی شدید کیفیت تھی۔ کسی حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں جس میں ایک ایسا قول بھی منقول ہو جس میں آپ ﷺ نے بتایا ہو کہ آپ ﷺ نے وہ کام کیا ہو مگر آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہو۔ یہ صرف تصورات اور تخیلات ہی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حدیث پاک کی مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے اسے سر انجام دے دیا ہے مگر آپ ﷺ نے اس کو نہ کیا ہوتا لیکن یہ تخیل ہوتا۔ جس کی صحت کا اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے سارے اعتقادات درست ہوتے تھے۔ اقوال مبارکہ صحت پر مبنی ہوتے تھے۔

یہ وہ جوابات ہیں جو مختلف ائمہ نے دیے ہیں جن سے میں واقف ہوا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے ان کلام

کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ میں نے اشارات کے ساتھ اس کی وضاحت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان میں سے ہر ہر وجہ روشن اور منور ہے لیکن اس حدیث پاک کی ایک اور تاویل میرے سے آشکارا ہوئی ہے جو ان سب سے زیادہ عیاں ہے جو گمراہوں کے طعنوں سے سب سے زیادہ دور ہے۔ نفس حدیث سے بھی اسے سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اس حدیث پاک کو امام عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے حضرت عروہ سے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنو رزیق کے یہودیوں نے آپ پر جادو کر دیا۔ اسے ایک کنویں میں رکھ دیا۔ قریب تھا کہ اس کی وجہ سے اپنی بصارت کا انکار کر دیں، پھر رب تعالیٰ نے آپ کی راہ نمائی اس طرح کر دی جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے کنویں سے نکال لیا۔ اسے امام واقدی، عبدالرحمٰن بن کعب اور عمر بن حکم سے بھی روایت کیا ہے۔ عطاء خراسانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روک دیا گیا۔ اس اثناء میں کہ آپ سوئے تھے۔ دو فرشتے آپ کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے ایک آپ کی ٹانگوں کے پاس اور دوسرا آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہو گیا۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو خصوصاً حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روک دیا گیا یہ کیفیت ایک سال تک رہی، حتیٰ کہ آپ کو بصارت کمزور لگنے لگی۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مریض بن گئے۔ آپ ﷺ کو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے، کھانے اور پینے سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ پر دو فرشتے اترے۔ انہوں نے یہ قصہ روایت کیا ہے۔

ان روایات کے مضمون سے آپ پر آشکارا ہو گیا ہو گا کہ جادو کا اثر آپ کے ظاہر اور اعضاء پر تھا۔ دل اقدس، اعتقاد اور عقل مبارک پر نہ تھا۔ اس کا اثر آپ کی بصارت پر تھا۔ آپ کو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ کو کھانے سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ کا جسم اطہر کمزور ہو گیا۔ آپ ﷺ مریض ہو گئے۔ شاید اس قول: آپ کو گمان ہوتا کہ آپ کسی اہلیہ محترمہ کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف نہ لے گئے ہوتے تھے۔ کا معنی یہ ہو: ''وہ چستی اور وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے مقدمات'' جب آپ ﷺ ان کے قریب جاتے تو آپ کو جادو کا اثر آلیتا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کر سکتے۔ جیسے یہ کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے جسے اس کیفیت سے گزرنا پڑا ہو۔ شاید حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہو: جادو کا یہ شدید ترین اثر تھا۔ دوسری روایت میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ نے کچھ کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے اسے سر انجام نہ دیا ہوتا۔ آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کریمہ کی ذات کو دیکھا ہے یا کسی اور کے کسی فعل کا مشاہدہ کیا ہے لیکن ان میں سے کچھ بھی صادر نہ ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کی بصارت کمزور ہو گئی تھی۔ نظر کمزور ہو گئی تھی۔ نہ ہی اس چیز کی وجہ سے آپ ﷺ کی رفعت اور بلندی پر کچھ طاری ہوا تھا۔ جب اس جادو اور اس کی تاثیر کی وجہ سے التباس پیدا نہ ہوا تھا لہٰذا کسی ملحد کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

دوسرا باب

امورِ دنیویہ میں قلب انور کی کیفیت

بعض اوقات آپ ﷺ دنیاوی امور میں سے کسی چیز کے بارے ایک گمان رکھتے تھے مگر وہ اس کے خلاف ظاہر ہوتی تھی، یا آپ ﷺ کسی شک اور ظن پر ہوتے۔ ان میں شرعی امور شامل نہیں ہیں۔ جیسے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سرور کائنات ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے باشندے تابیر النخل (نر اور مادہ کا ملاپ) کرتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا: تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم اسی طرح ہی کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس طرح نہ کرو تو شاید یہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ انہوں نے تابیر کو ترک کر دیا۔ پھل کم پیدا ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: آپ ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ جب میں تمہیں تمہارے دین کے متعلق حکم دوں تو اسے پکڑ لو۔ جب میں تمہیں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر (کامل) ہی ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی دنیاوی امور کے متعلق خوب جانتے ہو۔ ایک اور روایت میں ہے: میں نے تو صرف گمان ہی کیا تھا۔ گمان کی وجہ سے مجھے کچھ نہ کہو۔ پھل کا اندازہ لگانے والی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید انس و جان ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ میں جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کروں۔ وہ حق ہے جو کچھ تمہیں اپنی طرف سے بتاؤں تو میں بشر (کامل) ہوں۔ صواب اور لغزش کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ان امور میں سے ہیں جن کے متعلق ہم نے کہا ہے کہ یہ دنیاوی امور اور احوال کے متعلقہ امور تھے۔ اس سے مراد سنت مبارکہ اور شریعت مطہرہ کے وہ امور نہیں جو آپ ﷺ نے اپنی طرف سے یا اپنے اجتہاد کے متعلق فرمایا ہو جیسے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ میدان بدر کے قریب ترین چشمے پر اترے تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتارا ہے جس سے آگے بڑھنا ہمارے لیے جائز نہ ہو، یا یہ رائے، جنگ اور مشورہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ رائے، جنگ اور حیلہ ہے۔ انہوں نے عرض کی: یہ قیام گاہ درست نہیں ہے۔ اٹھیں حتیٰ کہ ہم مشرکین کے قریب ترین کنوئیں پر چلیں۔ ہم وہیں اتریں۔ ہم پیچھے کے بقیہ کنوؤں کو بند کر دیں گے۔ ہم پانی پی لیں گے وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری رائے بہت عمدہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔

آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھل کے ثلث کے ساتھ دشمن سے صلح کرنا چاہی۔ انصار سے مشورہ کیا۔ جب انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ اس موقف سے لوٹ آئے۔ یہ اور اس جیسے دنیاوی امور جن میں دینی علوم کا عمل دخل نہ تھا نہ ہی ان کے اعتقاد کا عمل دخل تھا، نہ ہی اس کا تعلیم دینا مقصود تھا۔ یہ آپ کے لیے روا تھا۔ جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی عیب یا تنقیص شان نہیں ہے۔ یہ امور عادیہ میں سے ہیں۔ وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ان کا تجربہ کیا ہو۔ جس کا مقصد یہی ہو۔ آپ ﷺ کا تو قلب انور عرفان الٰہی سے معمور تھا۔ پہلو مبارک علوم شریعت سے بھرے ہوئے تھے۔ امت کے دنیاوی اور دینوی امور کی مصلحتوں سے لبریز تھا لیکن یہ بعض امور میں کبھی شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ یہ بھی خصوصاً دنیاوی ان معاملات میں ہے جن میں دنیا کی حفاظت اور اس کے فوائد میں الجھنیں ہیں۔ اکثر امور اس صورت میں نہیں جن سے آپ کی ناواقفیت اور غفلت پائی جائے۔ بلاشبہ یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے دقیق معاملات، دنیاوی مصلحتوں اور دنیا کے گروہوں پر حکومت کرنے کے متعلق ایسی باتیں بتائی ہیں جن کا ظہور ایک معجزہ ہی ہو سکتا ہے جن کا تذکرہ ہم نے معجزات کے متفرق ابواب میں کر دیا ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے رواں ہونے والے امور کے متعلق قلب انور کی کیفیت

آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے رواں ہونے والے احکام، فیصلے حق کی معرفت اور اصلاح کے عرفان کو جاننے کے لیے آپ ﷺ کا یہ فرمان عالی شان کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو۔ شاید تم میں سے کوئی ایک دلیل دینے میں دوسرے سے زیادہ چالاک ہو۔ میں اس سے جو کچھ سنوں اس کے پیش نظر فیصلہ کر دوں۔ میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔ امام زہری کی روایت میں ہے: شاید تم سے کوئی ایک دوسرے سے دلائل دینے میں زیادہ بلیغ ہو میں اسے سچا گمان کروں اور اس کے لیے فیصلہ کر دوں۔

آپ ﷺ کے فیصلے ظاہر پر، گواہ کی شہادت کے ساتھ، قسم اٹھانے والے کی قسم کے ساتھ، شبہ کے ساتھ، تھیلی کی رسی اور ڈاٹ کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ فرما دیتے تھے۔ حکمت الٰہیہ کا تقاضا بھی یہی ہوتا تھا۔ اگر رب تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ کو بندوں کے رازوں اور ان کے ضمائر کے خفیہ امور سے آگاہ فرما دیتا اور ان میں آپ کا حکم صرف آپ کے یقین اور علم سے ہوتا کسی اعتراف، گواہ، قسم یا شبہ کی ضرورت نہ ہوتی لیکن رب تعالیٰ نے تو آپ کی امت مرحومہ کو آپ کی اتباع اور اقتداء آپ کے

افعال، احوال، قضایا اور سیرت میں کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر یہ امر آپ کے علم کے ساتھ مخصوص ہوتا رب تعالیٰ اسے ہی ترجیح دیتا تو امت مرحومہ اس میں سے کسی چیز میں آپ کی اتباع نہ کر سکتی۔ شریعت مطہرہ میں سے کسی ایک کے فیصلہ کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ ایسے فیصلوں میں سے کسی فیصلہ کے متعلق آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا ہو۔ یہ سرائر میں سے وہ امور ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے مخفی رکھا۔ امت بھی ان سے آگاہ نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے احکام کو ظاہر پر رکھا جس میں آپ ﷺ اور دیگر بشر برابر تھے تاکہ امت اپنے فیصلے کرنے میں آپ ﷺ کی اقتداء کر سکے۔ انہیں آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق علم اور یقین کے ساتھ فیصلہ کرنے کی توفیق نصیب ہو سکے۔ فعل کے ساتھ تفصیلات گفتگو کے ساتھ تفصیلات زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ یہ زیادہ دفاع کرتی ہیں کیونکہ الفاظ تاویل کرنے والے کی تاویلات کا احتمال رکھتے ہیں۔ ظاہر پر آپ کا فیصلہ بیان میں زیادہ واضح ہوتا ہے احکام کی وجوہ میں زیادہ واضح ہوتا ہے۔ جھگڑا اور نزاع کے موجبات کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے تاکہ آپ کی ملت مرحومہ کے سارے حکام آپ کی اقتداء کریں۔ وہ اسی امر کو اعتماد کے ساتھ لیں جس کو آپ ﷺ نے ترجیح دی ہو، تاکہ آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کا قانون منضبط ہو سکے۔ اسی علم غیب کو عالم الغیب نے اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے وہ اپنے غیب کا اظہار کسی پر نہیں کرتا سوائے اس رسول ﷺ کے جس سے وہ راضی ہو جائے۔ وہ اسے اس میں سے جو چاہے بتا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے لیے مختص کر لیتا ہے اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت میں قدح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کی عصمت میں کمی آتی ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

اپنے احوال، کسی اور کے احوال، اپنے افعال وغیرہ کے متعلق آپ کے دنیوی اقوال

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ جہاں تک آپ کے کسی اور کے احوال کے بارے میں فرامین یا اس نے کیا کیا یا وہ کیا کرے گا تو ایسے امور میں ہر اعتبار اور ہر وجہ سے آپ کے لیے خلاف واقع قول ممتنع ہے۔ خواہ وہ عمداً ہو یا سہواً صحت کے عالم میں ہو یا مرض کی کیفیت میں۔ رضا کے وقت ہو یا غصے کے وقت۔ آپ ﷺ اس سے معصوم ہیں۔ یہ طریقہ ان خبروں میں ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن وہ معاریض جن کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف نظر آتا ہے تو دنیاوی امور میں ان کا ورود جائز ہے خصوصاً جبکہ ان میں کوئی مصلحت ہو، جیسے آپ دشمن پر حملہ کرتے وقت توریہ سے کام لیتے تھے تاکہ دشمن اپنا دفاع نہ کر سکے، جیسے آپ ﷺ امت مرحومہ اور صحابہ کرام کی دلجوئی کے لیے خوش طبعی فرماتے تھے۔ مقصد ان کی محبت اور ان کے نفوس کی مسرت ہوتا تھا۔ جیسے آپ نے عورت سے کہا تھا: ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں

گے، یا اس عورت سے فرمایا: جس نے اپنے خاوند کے متعلق عرض کی تھی۔ تمہارا خاوند وہی ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ یہ سارے فرامین سچے ہیں، کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے ہر انسان کی آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں خوش طبعی بھی کر لیتا ہوں لیکن میں صرف حق کہتا ہوں، لیکن یہ سارے امور خبر کے متعلق ہیں۔ غیر خبر کے علاوہ وہ امور جو دنیاوی ہیں جن میں امر یا نہی کی صورت ہوتی ہے ان میں بھی خلافِ واقع امر ممتنع ہے یہ آپ ﷺ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ﷺ کسی کو ایک حکم دیں یا کسی چیز سے منع کریں اور آپ ﷺ کے ضمیر میں اس کے برعکس ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے۔ آپ ﷺ دل کی خیانت کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہے جو اس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی داستان میں فرمایا۔ اس نے فرمایا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ (الاحزاب، ۳۷)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب آپ (ﷺ) نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ (ﷺ) نے بھی احسان فرمایا اور اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ مخفی رکھے تو تھے۔ اپنے جی میں وہ بات جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے (طعن و تشنیع کا) حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

اس کے متعلق جان لو رب تعالیٰ تمہیں عزت سے سرفراز کرے کہ اس آیت طیبہ کے ظاہر سے آپ کی تنزہ اور طہارت میں کبھی بھی شک نہ کرنا کہ آپ ﷺ نے ظاہر میں تو حضرت زید کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھیں دل سے آپ ﷺ یہ پسند کر رہے تھے کہ وہ انہیں طلاق دے دیں۔ اس میں سے صحیح ترین وہ روایت ہے جسے امام زین العابدین سے اہل تفسیر نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ ﷺ کی زوجہ بن جائیں گی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی زوجہ کو اپنے پاس روک کے رکھو۔ رب تعالیٰ سے ڈرو، جو کچھ آپ ﷺ چھپائے ہوئے تھے وہ امر تھا جسے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے آگاہ کر دیا تھا کہ عنقریب وہ آپ ﷺ کی زوجہ بن جائیں گی۔ رب تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید طلاق دے دیں گے۔ وہ آپ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آجائیں گی۔

امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ کو بتا دیا کہ عنقریب آپ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔ اسی کو آپ نے اپنے دل میں مخفی رکھا۔ اس آیت طیبہ کا مابعد بھی مفسرین کے اسی قول کی تصحیح کرتا ہے۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ (الاحزاب، ۳۷)

ترجمہ: اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔

آپ ﷺ کا نکاح یقیناً ان کے ساتھ ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَۨا ۝ (الاحزاب: ۳۸)

ترجمہ: نہیں ہے نبی پر کوئی مضائقہ ایسے کام کرنے میں جنہیں حلال کر دیا ہے اللہ نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے ان انبیاء کے بارے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے۔

اسی میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ الطبری نے فرمایا: رب تعالیٰ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو ایسے امور میں گناہ میں مبتلا کرے جو آپ ﷺ کے لیے حلال ہوں جبکہ اس کی مثل آپ سے پہلے رسول بھی کرتے آئے ہوں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ (الاحزاب: ۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے ان انبیاء کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

یعنی انبیاء کرام میں، ان امور میں جو ان کے لیے حلال فرمائے۔ اگر امر اسی طرح ہوتا جیسے قتادہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو انہیں پسند کر لیا اور آپ ﷺ نے پسند کیا کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں تو اس طرح بہت حرج ہوتا۔ یہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا کہ دنیاوی زینت کی طرف دیکھیں جس سے آپ کو روک دیا گیا تھا۔ یہ نفس کے مذموم حسد کی وجہ سے ہوتا جس پر متقی راضی نہیں ہوتے۔ وہ اس سے متصف نہیں ہوتے۔ سید الانبیاء ﷺ اس سے کیسے متصف ہو سکتے تھے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ قائل کی طرف سے عظیم اقدام ہے۔ اسے آپ کے حق اور فضیلت کا قلیل عرفان حاصل ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے انہیں پسند کر لیا۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھو زاد تھیں جب سے یہ پیدا ہوئی تھیں آپ ﷺ انہیں دیکھ رہے تھے۔ خواتین آپ سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ حضرت زید سے ان کا نکاح آپ ﷺ نے ہی کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس لیے مقدر میں کیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دے دیں اور آپ ﷺ کا ان سے نکاح کر دے تا کہ متبنّی کی حرمت کا ازالہ ہو سکے۔ یہ طریقہ باطل ہو سکے جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: تا کہ (اس عمل سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔

ابن فورک نے بھی اسی طرح لکھا ہے حضرت ابو اللیث السمر قندی نے کہا ہے: اگر کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو کیوں حکم دیا کہ وہ انہیں روکے رکھیں جبکہ رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زوجہ کریمہ ہوں گی۔ آپ ﷺ نے ان کو طلاق دینے سے کیوں روکا، جبکہ ان کے مابین الفت نہ تھی۔ آپ ﷺ اپنے قلب اطہر میں وہ کچھ مخفی کیے تھے جس کے متعلق رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ کو لوگوں کے اس قول سے خدشہ لگا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے نکاح کر لیں تاکہ یہ امت کے لیے جائز ہو سکے۔ جیسے اس نے ارشاد فرمایا:

لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ

(الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: تاکہ (اس عملی سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ انہیں طلاق دینے کا پورا ارادہ کر لیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکے رکھیں تمنا کا قلع قمع ہو سکے اور نفس ان کی محبت سے رک جائے۔ یہ بات اس وقت درست ہے جب ہم آپ ﷺ کے لیے یہ روا کریں کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اچانک دیکھا۔ انہیں حسین سمجھا۔ اس میں بھی کوئی عجیب بات نہیں۔ کسی چیز کو حسین سمجھا ابن آدم کی طبیعت میں شامل ہے وہ حسن کو پسند کرتے ہیں۔ اچانک نظر پڑ جانا معاف بھی ہے پھر بھی آپ ﷺ نے اپنے نفس کو روکا۔ حضرت زید کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب کو روکے رکھیں۔ عجیب و غریب تو وہ اضافے ہیں جو اس قصے میں ہیں۔ اولیٰ روایت یہی ہے جسے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ علامہ سمرقندی نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ ابن عطاء کا یہی قول ہے انہوں نے اسے ہی صحیح کہا ہے۔ قاضی قشیری نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ ابن فورک نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے انہوں نے فرمایا: مفسرین نے اسی قول کو صحیح کہا ہے۔ آپ نفاق کو استعمال کرنے سے پاک تھے اپنے نفس کے خلاف کے اظہار سے منزہ تھے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے آپ کو منزہ فرمایا تھا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: نہیں ہے نبی پر کوئی مضائقہ ایسے کام کرنے میں جنہیں حلال کر دیا ہے اللہ نے اس کے لیے۔

جس نے سرور عالم ﷺ کے متعلق یہ گمان کیا۔ اس نے خطاء کی۔ انہوں نے فرمایا: اس جگہ خشیت خوف کے معنی میں نہیں ہے۔ یہ حیاء کے معنی میں ہے آپ کو لوگوں سے حیاء آئی کہ وہ کہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے (متبنیٰ) کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ منافقین اور یہود کی افواہوں سے خدشہ تھا۔ وہ مسلمانوں میں یہ کہہ کر شر پھیلانے کی کوشش کریں گے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (متبنیٰ) کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا، حالانکہ اپنے (حقیقی) بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع

کیا گیا تھا۔اسی پر رب تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب کیا۔ان اموران کی طرف التفات کرنے سے منزہ فرمایا۔جنہیں آپ کے لیے حلال کیا تھا جیسے سورۃ التحریم میں فرمایا:

لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① (التحریم:۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ (ﷺ) کے لیے حلال کر دیا ہے۔کیا آپ (ﷺ) یوں اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔اللہ غفور رحیم ہے۔

اسی طرح فرمایا:

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۗ (احزاب:۳۷)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو اندیشہ تھا لوگوں کے طعن و تشنیع کا حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

حضرت حسن اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اگر حضور اکرم ﷺ قرآن پاک میں سے کسی آیت طیبہ کو چھپاتے تو اس آیت طیبہ کو چھپاتے کیونکہ اس میں آپ کو عتاب تھا اور اس امر کو ظاہر کیا گیا جسے آپ نے چھپایا تھا۔

✿✿✿

پانچواں باب

آپ ﷺ کے افعالِ دنیویہ کا حکم

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: جہاں تک آپ کے افعال دنیویہ کا تعلق ہے اس میں بھی آپ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ آپ کو تمام نافرمانیوں اور ناپسندیدگیوں سے بچالیا گیا تھا، جبکہ بعض میں از روئے سہو (لغزش) روا ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔یہ تمام امور آپ کی نبوت میں باعث قدح نہیں ہیں۔یہ نوادرات میں سے ہیں، کیونکہ آپ کے عام افعال درست اور صحیح ہوتے تھے بلکہ اکثر یا سارے افعال عبادات اور قرب کے قائم مقام ہوتے تھے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ آپ دنیا سے ضرورت کے لحاظ سے ہی لیتے تھے۔جس مقدار سے جسم برقرار رہ سکے۔اس میں آپ کی ذات کی مصلحت بھی تھی جس کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔اس کی شریعت کو قائم کرتے تھے۔امور کے لیے تدبیر فرماتے تھے۔وہ امور جو آپ ﷺ کے اور لوگوں کے مابین تھے ان میں سے بعض تو وہ نیکی تھے جو آپ کرتے تھے، یا حسن سلوک تھا جو آپ لوگوں سے کرتے تھے یا حسین کلام تھا جو آپ لوگوں سے کرتے تھے، یا سنتے تھے، یا بھاگنے والے سے تالیف قلبی مقصود تھا یا دشمن کو مغلوب کرنا یا حاسد کا علاج کرنا مقصود ہوتا تھا۔ان کا تعلق بھی آپ کے اعمال کی صالحیت کے

ساتھ ہے۔آپ کے عمدہ وظائف کی پاکیزہ عبادات کے ساتھ ہے۔بعض اوقات آپ اپنے دنیویہ افعال میں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مخالفت بھی کر لیتے تھے۔آپ امور کے لیے ان کے اشباہ تیار فرما لیتے تھے کبھی آپ نے قریب جانا ہوتا تو گدھے کی سواری کر لیتے۔طویل سفروں میں تیز رفتار سواری پر سوار ہو جاتے۔جنگ کے عالم میں خچر پر سوار ہو جاتے جو آپ کے ثبات کی دلیل ہے گھوڑے پر سوار ہوتے آپ اسے گھبراہٹ کے دن اور چیخنے والے کی پکار کے لیے تیار رکھتے تھے۔اسی طرح آپ اپنے لباس مبارک اور سارے احوال میں اپنی مصالح اور اپنی امت مرحومہ کی مصالح کا لحاظ رکھتے تھے اسی طرح آپ امور دنیا میں سے کسی فعل کو اپنی امت مرحومہ کی مدد، سیاست اور اس کے خلاف کو ناپسند کرتے ہوئے سرانجام دیتے تھے۔اگر آپ اس کے علاوہ کسی اور فعل کو اس سے بہتر خیال کرتے ہوں، بعض اوقات اسی لیے کسی فعل کو ترک کر دیتے تھے حالانکہ آپ اسے اس سے بہتر تصور کرتے تھے۔یہ آپ ان افعال دنیویہ میں کرتے تھے جس میں آپ کو دونوں امور میں سے کسی ایک میں اختیار ہوتا تھا۔جیسے غزوۂ احد کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر نکلنا، حالانکہ آپ کا مؤقف تھا کہ مدینہ طیبہ میں رہ کر قلعہ بند ہو جایا جائے۔آپ نے منافقین کے قتل کو ترک فرما دیا، حالانکہ آپ کو دن کے امر کا یقین تھا۔اس میں غیر کی تالیف قلبی تھی۔اہل ایمان کی قرابت داری کی رعایت تھی اور اس امر کی ناپسندیدگی تھی کہ لوگ کہیں گے کہ محمد عربی ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔آپ نے خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیمیہ پر تعمیر کرنے کو ترک فرما دیا تاکہ قریش کے دلوں کی رعایت ہو سکے۔اس کی تغییر کے بارے ان کی تعظیم تھی۔نیز یہ کہ ان کے دل نفرت نہ کرنے لگیں تاکہ کہیں ان کی سابقہ عداوتِ دین لوٹ نہ آئے۔آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیمیہ پر مکمل کر دیتا۔

بعض اوقات آپ ایک فعل کو سرانجام دیتے تھے پھر اسے ترک کر دیتے تھے کیونکہ دوسرا فعل اس سے بہتر ہوتا تھا، جیسے بدر کے کنوؤں میں دور کے کنویں کو چھوڑ کر قریش کے قریبی کنویں پر اقامت گزیں ہونا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے لیے وہ امر پہلے ظاہر ہوتا جو بعد میں ہوا تھا تو میں ہدی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا۔آپ کافر اور دشمن سے خندہ پیشانی سے ملتے تا کہ ان کی تالیف قلبی ہو سکے۔جاہل کے لیے صبر کرتے۔آپ فرماتے: لوگوں میں سے سب سے برا وہ انسان ہوتا ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچیں۔آپ انہیں بڑے بڑے عطیات دیتے تاکہ وہ آپ کی شریعت مطہرہ اور آپ کے رب کے دین حق سے محبت کرنے لگیں۔آپ اپنے گھر میں وہ امور سرانجام دیتے تھے جو ایک خادم سرانجام دیتا ہے۔آپ اپنے صحابہ کرام میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ آپ کی اطراف میں سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا۔گویا کہ صحابہ کرام کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوتے تھے۔آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اولین کی باتیں کرتے تھے۔جن سے وہ تعجب کرتے آپ بھی ان امور سے تعجب کرتے تھے جن امور سے وہ مسکراتے تھے۔آپ بھی ان سے تبسم ریز ہوتے تھے۔لوگوں کو آپ کی خوش دلی اور عدل کافی ہو جاتا تھا۔غضب آپ کو طیش میں نہ لاتا تھا۔حق سے تقصیر نہ فرماتے تھے۔نہ ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ

غور کرتے تھے۔آپ فرماتے تھے: کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے لیے آنکھ کی خیانت ہو۔

اگر تم کہو کہ آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت فرمایا تھا جب ایک شخص حاضر خدمت ہوا تھا۔ یہ اپنے قبیلے کا بڑا بیٹا ہے۔جب وہ اندر حاضر ہوا تو اس کے لیے نرم گفتگو کی۔اس کے ساتھ تبسم فرمایا۔جب حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق عرض کی تو فرمایا: لوگوں میں سے سب سے زیادہ برا وہ ہوتا ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے اجتناب کرنے لگیں۔آپ کے لیے یہ کیسے روا تھا کہ آپ خلافِ باطن کا اظہار کرتے اور ظاہر میں وہ کچھ فرماتے جو کچھ فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فعل مبارک ایسے لوگوں کی تالیف قلبی کے لیے تھا۔اس کی خوش دلی کے لیے تھا تا کہ ان کا ایمان متمکن ہو سکے اور اس کے سبب اس کے پیروکار اسلام میں داخل ہو سکیں۔دوسرا شخص جو اس کی مثل ہو اسے دیکھے اور اسی وجہ سے اسلام کی طرف رحجان رکھے۔اس طرح آپ مداراتِ دنیا سے نکل کر سیاست دینیہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔آپ کثیر اموال کے ساتھ ان کی تالیف قلبی کرتے تھے۔حضرت صفوان نے فرمایا: آپ نے مجھے عطا فرمایا۔آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے۔آپ لگاتار مجھے عطا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ اسی طرح آپ کا فرمان: یہ اپنے قبیلے کا برا شخص ہے۔یہ غیبت نہیں ہے بلکہ یہ اس کے ساتھ اس کی پہچان کرانا ہے۔جسے آپ جانتے تھے اس کے لیے جو نہ جانتا ہو، تا کہ اس کے حالات سے آگہی ہو سکے۔لوگ اس سے اجتناب کر سکیں اس پر پورا اعتماد نہ کیا جا سکے۔لوگ اس کی اطاعت بھی کرتے تھے اور اس کی اتباع بھی کرتے تھے۔اسی طرح یہ ضرورت اور دفع نقصان کے لیے تھا۔یہ غیبت نہ تھا بلکہ یہ جائز تھا بلکہ بعض اوقات یہ واجب ہوتا ہے جیسے راویوں کے متعلق محدثین کی جرح اور شاہدوں کے بارے قدح وغیرہ۔اگر تم یہ کہو کہ حضرت بریرہ کی اس روایت کے متعلق تم کیا کہو گے جس میں آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ انہوں نے عرض کی تھی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے موالی نے انہیں فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے الا یہ کہ ان کی ولاء ان کے لیے ہو۔آپ نے فرمایا: انہیں خرید لو اور ان کے لئے ولاء کی شرط رکھ لو۔انہوں نے اسی طرح کیا۔آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسی شروط رکھتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہوتیں۔ہر وہ شرط جو کتاب الٰہی میں نہیں وہ باطل ہے۔آپ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ حضرت بریرہ کو ان سے خرید لیں۔اگر وہ یہ شرط نہ رکھتیں وہ کبھی انہیں فروخت نہ کرتے۔جیسے کہ انہوں نے پہلے انہیں فروخت نہ کیا تھا حتیٰ کہ انہوں نے یہ شرط رکھ لی، پھر آپ نے اسے باطل کر دیا، حالانکہ آپ نے ملاوٹ اور دھوکہ سے منع کیا تھا۔

رب تعالیٰ تمہیں عزتوں سے سرفراز فرمائے جان لو کہ رب تعالیٰ کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منزہ ہیں جو جاہل کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسی تنزیہ کی وجہ سے ایک قوم نے اس اضافہ کا انکار کر دیا ہے۔ان کے لیے ولاء کی شرط رکھ لو۔ حدیث پاک کے اکثر طرق میں یہ حصہ نہیں ہے۔اگر یہ موجود بھی ہو تو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ "لھم" "علیھم" کے معنی میں ہے یعنی اشترطی لھم الولاء۔میں لھم "علیھم" کے قائم مقام ہے۔جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ (الرعد:۲۵)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے۔

وان اسأتم فلها۔

اس صورت میں آپ ﷺ کا وعظ و نصیحت فرمانا ان کی سابقہ شرط کے لیے ہوگا جو انہوں نے اپنے لیے لگائی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمان: اشترطی لهم الولاء۔ یہ حکم کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہ تسویہ اور اعلام (برابر اور بتانے) کے معنی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد انہیں یہ شرط کوئی فائدہ نہ دے گی کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: تم یہ شرط رکھو یا نہ رکھو۔ یہ شرط فائدہ مند نہیں۔ حضرت داؤدی وغیرہ نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ آپ کی زجر و توبیخ بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ انہیں اس سے قبل اس کا علم تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اشترطی لهم الولاء کا معنی ہے کہ ان کے لیے اس کا حکم ظاہر کر دیں۔ اس کا طریقہ بیان کر دیں کہ ولاء اس کے لئے ہوتی ہے جو آزاد کرے، پھر آپ اس کی وضاحت اور مخالفت کرنے والے کو جھڑکنے کے لیے اٹھے۔

اگر تم پوچھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس فعل کا کیا مفہوم ہے۔ جب انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا اور اسے چوری کے نام پر حاصل کر لیا، کچھ ان کے بھائیوں پر طاری ہوا۔ رب تعالیٰ نے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ (الیوسف، ۷۰)

ترجمہ: بلاشبہ تم چور ہو۔

حالانکہ انہوں نے چوری نہ کی تھی؟ تم خوب جان لو رب تعالیٰ سچی عزتوں کا تاج تمہارے سر پر سجائے کہ یہ آیت طیبہ ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فعل بحکم الٰہی تھا، کیونکہ اس نے فرمایا:

كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۷۶﴾ (الیوسف:۷۶)

ترجمہ: جو تدبیر کی ہم نے یوسف کے لیے۔ نہیں رکھ سکتے تھے یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ چاہے ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جن کے چاہتے ہیں اور ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے۔

- اگر صورت حال اسی طرح ہے تو پھر اس میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو بتا دیا تھا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تم مایوس نہ ہونا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا وہ ان کی موافقت پر اور اس یقین پر ہوا تھا کہ جو کچھ ہوگا اس کا انجام بہتر ہوگا اس سے اس کی برائی اور نقصان دور ہو جائے گا۔ جہاں

تک اس قول کا تعلق ہے۔

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۝ (الیوسف:۷۰)

ترجمہ: اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔

یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے کہ اس کا جواب لازم آئے کیونکہ اس میں شبہ ہے اس کا کہنے والا جو بھی ہو اس کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔ اس نے ظاہری صورت حال پر یہ گمان کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے پہلے افعال کی وجہ سے انہیں اس طرح کہا تھا، جو ظالمانہ رویہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اپنایا تھا، اور انہیں فروخت کر دیا تھا۔ ہم پر لازم نہیں ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وہ امر منسوب کریں جن کے بارے میں روایت نہ ہو کہ انہوں نے وہ بات کی ہو حتیٰ کہ اس سے نجات کا تقاضا کیا جائے۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا عذر بیان کرنا لازم نہیں آتا۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امراض اور ان کی شدت میں حکمت

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امراض طاری ہوئیں اور شدت سے طاری ہوئیں۔ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی شدید امراض لاحق ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے کس لیے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا، اور ان کے امتحان کس لیے ہوئے جیسے حضرات ایوب، یعقوب، دانیال، یحییٰ، زکریا، عیسیٰ، ابراہیم اور یوسف علیہم السلام وغیرہم۔ رب تعالیٰ تمہیں توفیق ارزانی فرمائے جان لو کہ رب تعالیٰ کے سارے افعال مبنی برعدل ہوتے ہیں۔ اس کے سارے کلمات سچے ہیں۔ اس کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے جیسے اس نے فرمایا:

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝ (یونس:۱۴)

ترجمہ: تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ (کہف:۷)

ترجمہ: تاکہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران:۱۴۰)

ترجمہ: اور اس لئے کہ دیکھ لے اللہ ان کو جو ایمان لائے۔

لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۝ (آل عمران:۱۴۲)

ترجمہ: حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا، تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں صبر کرنے والوں کو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ (محمد:۳۱)

ترجمہ: ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تا کہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پرکھیں گے تمہارے حالات کو۔

مختلف آزمائشوں کے ساتھ ان کے امتحانات ان کے مقام و منصب میں زیادتی اور درجات میں رفعت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ان کے صبر، رضا، شکر، تسلیم، توکل، خود سپردگی، دعا اور آہ و زاری کے حالات کو جاننے کے اسباب ہوتے ہیں۔ آزمائش والوں کی رحمت اور مصیبت زدہ پر شفقت دیکھ کر ان ہی بصیرتیں محکم ہو جائیں ان کے علاوہ دیگر لوگ نصیحت حاصل کریں تا کہ وہ ان کے مصائب کی وجہ سے تسلی پائیں۔ وہ ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ صبر میں ان کی اقتداء کریں، تا کہ ان اعمال کو مٹا دیا جائے جن سے ان میں تفریط ہوتی یا ان کی وہ غفلتیں بخش دی جائیں جو ان سے گذشتہ ادوار میں ہوئیں تا کہ وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کریں تو وہ پاک اور صاف ہوں تا کہ ان کا اجر و ثواب اکمل ہو۔ زیادہ اور عظیم ہو۔

حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کن لوگوں پر سب سے سخت آزمائشیں آتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر۔ انسان کو اس کے دین کے حساب سے آزمایا جاتا تھا۔ ایک بندے کو مصائب سے آزمایا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران:۱۴۶ تا ۱۴۸)

ترجمہ: اور کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے۔ سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچی انہیں اللہ کی راہ میں نہ وہ کمزور ہوئے نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ پیار کرتا ہے صبر کرنے والوں سے اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتی کی ہم نے اپنے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر تو دے دیا ان کو اللہ نے دنیا کا ثواب اور عمدہ ثواب آخرت کا اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے

نیکو کاروں سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مؤمن اور مؤمنہ کو اس کے نفس، اولاد اور مال میں آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ جب رب تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس پر کوئی لغزش نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا میں جلدی سزا دے دیتا ہے جب وہ کسی کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی گناہوں کی سزا اس سے روک لیتا ہے حتیٰ کہ وہ روز حشر اس سے ملاقات کر لیتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کی آہ وزاری کو سنے۔ سمرقندی نے روایت کیا ہے: ہر وہ بندہ جو بارگاہ ربوبیت میں معزز ہوتا ہے اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے تا کہ اس کی فضیلت آشکارہ ہو سکے اور وہ ثواب کا مستحق ہو سکے۔ جیسے حضرت لقمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نور نظر! سونے اور چاندی کو آگ سے پرکھا جاتا ہے جبکہ مؤمن کو آزمائش سے آزمایا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوب کی نماز میں نظر محبت ان پر پڑ گئی۔ اسی لیے ان کی یہ آزمائش ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک روز دونوں باپ اور بیٹا بھونی ہوئے بکری پر جمع تھے۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔ ان کا یتیم ہمسایہ تھا۔ اس نے گوشت کی خوشبو سونگھی۔ اس کی تمنا کی اور رونے لگا۔ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی بوڑھی دادی بھی رونے لگی۔ ان کے مابین صرف ایک دیوار تھی۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزند دلبند کو اس کا علم نہ ہو سکا، پھر حضرت یعقوب کو ان کے لخت جگر کی وجہ سے اتنا آزمایا گیا کہ ان کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ غم واندوہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں جب انہیں یہ علم ہوا تو انہوں نے اپنی بقیہ زندگی اپنے چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کرتے رہے: جس کے پاس کھانا نہ ہو وہ آل یعقوب کے گھر سے آ کر کھانا لے جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش ان امتحانوں سے ہوئی جن کا تذکرہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضرت لیث سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائشوں کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کے ظلم پر اسے ڈانٹا۔ حضرت ایوب کے علاوہ دیگر افراد نے اس پر سختی کی۔ انہوں نے اپنی زراعت کے خوف سے اس پر نرمی کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا سبب ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

اس سے آپ کے درد اور مرض کی شدت کی حکمت سمجھ آ جاتی ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے کسی شخص کے درد کو اتنا شدید نہیں دیکھا جس قدر شدید درد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کو مرض وصال میں دیکھا۔ آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جیسے تم میں سے دو افراد کو بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: تا کہ آپ کو دوگنا اجر مل سکے۔ آپ نے فرمایا: ہاں!۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ آپ کے جسم اطہر پر رکھا۔ اس نے

عرض کی: بخدا! آپ کو اتنا سخت بخار ہے کہ میں اس کی شدت کی وجہ سے آپ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء (علیہم السلام) کی آزمائشیں دوگنا ہوتی ہیں۔ ایک نبی کو چیچڑی کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ اس نے انہیں شہید کر دیا۔ ایک نبی کو فقر کے ساتھ آزمایا گیا۔ وہ آزمائشوں پر اسی طرح خوش ہوتے ہیں۔ جیسے تم کشادگی پر خوش ہوتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی آزمائش سے بڑا اجر و ثواب ملتا ہے۔ جب رب تعالیٰ کسی قوم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے جو اس سے راضی ہو۔ اس پر رضا کا تاج سجا دیا جاتا ہے جو اس سے ناراض اس پر ناراضگی سوار کرا دی جاتی ہے۔ مفسرین نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ (النساء: ۱۲۳)

ترجمہ: جو برائی کرتا ہے اسے اس کی سزا مل جاتی ہے۔

مسلمانوں کو دنیا کے مصائب پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ ان کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے رب تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اسے چبھتا ہے۔ حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے: مسلمان کو جو مشقت، تھکاوٹ، غم اور حزن پہنچتا ہے جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے کانٹا بھی لگتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے رب تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی خطائیں اس طرح مٹاتا ہے جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

ان میں دوسری حکمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ ان کے اجسام کو امراض میں مبتلا کرتا ہے۔ ان پر شدید درد طاری ہوتا ہے ان کے وصال کے وقت ان پر شدت ہوتی ہے تاکہ ان کے نفوس کی قوت کمزور ہو جائے اور قبض کے وقت ان کا نکلنا آسان ہو جائے۔ نزع کی مشقت ان پر آسان ہو جائے۔ پہلے مرض لاحق ہونے کی وجہ سے سکرات کی شدت کم ہو سکے۔ اس کے لیے جسم اور نفس کمزور ہو جائے، جبکہ اچانک اور فوراً موت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جیسے کہ دیکھا گیا ہے کہ شدت، نرمی، آسانی اور مشکل کے اعتبار سے مردوں کے احوال جدا جدا ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی مثال تنے کی طرح ہوتی ہے جسے ہوا کبھی ادھر اور کبھی ادھر لے جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: جب ہوا اس (نرم) تنے کے پاس آتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے۔ جب وہ پرسکون ہو جاتی ہے تو وہ سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مؤمن بھی مصائب سے جھک جاتا ہے جبکہ کافر کی مثال صنوبر کے سیدھے سخت تنے کی سی ہے، حتیٰ کہ رب تعالیٰ اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے۔

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ مؤمن مصیبت زدہ ہوتا ہے۔ اسے مصائب اور امراض لاحق ہوتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوتا ہے۔ وہ اس کے لیے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ وہ اس کی رضا کے لیے اپنے پہلو کو جھکا دیتا ہے۔ وہ اس

پر ناراض نہیں ہوتا۔ جیسے نرم تنا ہوا کے سامنے جھک جاتا ہے اس کے چلنے سے وہ مائل ہو جاتا ہے، ہوا آتی ہے تو نیچے چلا جاتا ہے جب رب تعالیٰ مومن سے آزمائشوں کی آندھیاں ختم کرتا ہے تو وہ اس نرم تنے کی طرح بالکل سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے جو ہوا کے پرسکون ہونے کی وجہ سے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ اس مصیبت کے ختم ہو جانے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس کی نعمت کو پہچان لیتا ہے۔ وہ اس کی رحمت اور ثواب کا منتظر رہتا ہے۔ اسی طرح اس پر مرض الموت گراں نہیں گزرتا۔ مرض کا آنا گراں نہیں ہوتا۔ سکرات الموت سخت نہیں لگتے کیونکہ وہ پہلے مصائب جھیلنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے اسے اجر و ثواب ملے گا۔ مصائب پر اس کا نفس مطمئن ہوتا ہے۔ امراض کی شدت اور لگاتار ہونے کی وجہ سے اس میں ضعف اور رقت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اکثر حالات میں اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی جسمانی صحت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ سخت تنے کی مانند ہوتا ہے جب رب تعالیٰ اسے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہتا ہے تو اچانک اس کی گرفت کر لیتا ہے کسی نرمی اور لطف کے بغیر اچانک اسے پکڑ لیتا ہے۔ اس کی موت حسرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ اس کے نفس کی قوت اور جسم کی صحت کے اعتبار سے اسے نزع کے وقت سخت اذیت اور تکلیف ہوتی ہے جبکہ عذاب آخرت اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے جیسے تنا اچانک اکھڑ جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿۹۵﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں شعور بھی نہیں۔

رب تعالیٰ کی اپنے دشمنوں میں یہی عادت مبارکہ ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ (العنکبوت ۴۰)

ترجمہ: بس ہر (سرکش) کو ہم نے پکڑا اس کے گناہ کے باعث بس ان میں سے بعض پر ہم نے برسائے پتھر اور ان میں سے۔ آلیا شدید کڑک نے اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا زمین میں اور بعض کو ہم نے دریا میں ڈبو دیا۔

رب تعالیٰ ان تمام کو سرکشی اور غفلت کے عالم میں اچانک موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ انہیں ان کی تیاری کے بغیر اچانک آلیتا ہے اسی لیے اسلاف عظام اچانک موت کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم اچانک موت (غضب کی گرفت) کو ناپسند کرتے تھے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ امراض اموات سے بروقت آگاہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس کی شدت کے مطابق موت آنے کے خوف کی شدت ہوتی ہے۔ جسے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں وہ موت کے لیے تیاری کر لیتا ہے۔ وہ اس کی تیاری کے متعلق جان لیتا ہے وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی تیاری کر لیتا ہے وہ دارِ دنیا سے اعراض کر لیتا ہے

جس کی خرابیاں بے شمار ہیں۔ اس کا دل آخرت کے ساتھ معلق ہو جاتا ہے۔ وہ ہر اس چیز سے پہلوتہی کر لیتا ہے جس کے بارے میں اسے خدشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے رب تعالیٰ سے غافل کر دے گی۔ وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے وہ ان کی طرف دیکھتا ہے جو وصیت میں اس کے محتاج ہوتے ہیں جو ان کے مابعد ہوتے ہیں یا وہ ان کی نگرانی کا حکم دیتا ہے۔

یہ ہمارے نبی پاک ﷺ ہیں۔ جن کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا دیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے مرض وصال میں اس شخص سے برأت کا اظہار کر دیا جس کا آپ پر مال تھا، یا جسم میں حق تھا۔ اپنے نفس نفیس اور مال سے اسے بدلہ دینا چاہا۔ اس کے لیے قصاص کو ممکن بنایا۔ جیسے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی روایت میں مروی ہے۔ آپ نے اپنے بعد دو عظیم اشیاء کتاب الٰہی اور آپ کی عترت پاک کو تھام لینے کا حکم دیا۔ انصار کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا، پھر ایک نوشتہ لکھنے کے لیے کہا تاکہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو جائے یا تو یہ خلافت پر نص تھی یا کیا مراد تھی۔ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر یہ کہ اس سے رک جانے کو بہتر اور افضل سمجھا۔ یہ رب تعالیٰ کے مؤمن بندوں اور اولیائے کاملین کی سیرت ہے لیکن کافر غالباً ان تمام امور سے محروم ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور تدریجاً انہیں اس طرح لے جائے کہ انہیں علم تک نہ ہو۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (یٰسین، ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: یہ (ناہنجار) نہیں۔ انتظار کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو اچانک انہیں دبوچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے۔ پس نہ وہ اس وقت کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے۔

اسی لیے آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اچانک مرا تھا۔ سبحان اللہ! گویا کہ اس پر غضب تھا۔ محروم وہ ہوتا ہے جسے وصیت سے محروم رکھ دیا گیا ہو۔ اچانک موت مؤمن کے لیے راحت ہوتی ہے، مگر کافر اور فاجر کے لیے اچانک گرفت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مؤمن پر موت آتی ہے تو وہ غالباً اس کے لیے تیار ہوتا ہے۔ وہ اس کے آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ جب اس پر موت آتی ہے تو اس پر یہ امر آسان ہو جاتا ہے وہ دنیا کی اذیتوں اور مشقتوں سے نجات پا جاتا ہے جیسے آپ نے فرمایا: وہ نجات پا گیا۔ اس سے نجات پالی گئی، جبکہ کافر اور فاجر کی موت آتی ہے تو وہ تیاری کے بغیر ہوتا ہے۔ اسے ڈرانے والے اور گھبرانے والے مقدمات (پہلے امور) اس کے پاس نہیں آتے بلکہ موت اچانک اس کے پاس آجاتی ہے وہ اسے مبہوت کر دیتی ہے۔ کفار اسے لوٹانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ نہ ہی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ موت ان پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے دنیا کے فراق کا صدمہ اسے سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہ سب سے ناپسندیدہ امر ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، جو رب تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو رب تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

جس نے آپ کو یا انبیائے کرام کو برا بھلا کہا یا ان کی تنقیص شان کی اس کا حکم

پہلا باب

فوائد (گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)

قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔ یہ امر کتاب وسنت اور اجماع امت میں سے پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کون سے حقوق واجب ہیں۔ آپ کے لیے کون سی عزت وتوقیر اور تعظیم واکرام لازم ہے۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے آپ کو اذیت دینا اپنی کتاب زندہ میں حرام قرار دیا ہے۔ اس پر امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو آپ کی تنقیص شان کرے یا آپ کو برا بھلا کہے اسے قتل کر دیا جائے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: ان کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو، ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بے شک ایسے کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ (البقرہ: ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! (میرے حبیب ﷺ سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو: راعنا بلکہ کہو: انظرنا اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود کہا کرتے تھے: راعنا یا محمد۔ اپنے کانوں سے ہماری بات سنیں اور ہماری رعایت فرمائیں۔ وہ اس سے ذومعنی کلمہ مراد لیتے تھے۔ اس سے مراد وہ رعونت (حماقت اور بے وقوفی) مراد لیتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو منع کیا۔ اہل ایمان کو اس سے منع فرما کر اس ذریعہ کو ہی کاٹ کر رکھ دیا، تاکہ کوئی کافر یا منافق اس کے وسیلہ سے آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے یا آپ کا مذاق اڑانے تک نہ پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ مشارکۃ لفظ کی وجہ سے انہیں منع کر دیا، کیونکہ یہود کے نزدیک اس کا معنی تھا: ہماری بات سنیں۔ آپ کی بات کوئی نہ سنے۔

ایک قول یہ ہے کیونکہ اس میں ادب کی قلت تھی۔ آپ کی تعظیم و توقیر نہ تھی کیونکہ انصار کی زبان میں اس کا معنی یہ تھا: آپ ﷺ ہماری رعایت فرمائیں۔ ہم آپ کی رعایت کریں گے۔ انہیں اس سے منع کر دیا گیا، کیونکہ یہ اس معنی کو بھی متضمن تھا کہ وہ آپ کی رعایت کی وجہ سے ہی آپ کی رعایت کریں گے حالانکہ آپ کے لیے تو ہر حال میں رعایت واجب تھی۔

یہ اسی طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے کو منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام (مبارک) پر تو میرا نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو تاکہ آپ ﷺ کا نفس نفیس محفوظ رہے۔ وہ اذی سے بچا رہے۔ آپ نے اس شخص کو جواب دیا جس نے ابوالقاسم سے پکارا تھا۔ اس نے کہا: میری مراد آپ نہیں ہیں۔ میں نے تو فلاں کو پکارا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے منع فرما دیا، تاکہ آپ اس کی اذیت سے محفوظ رہیں جس نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بلایا ہو۔ منافقین اور مذاق اڑانے والوں نے اسے آپ کو اذیت اور تکلیف دینے کا ذریعہ بنا لیا۔ وہ آپ کو پکارتے جب آپ توجہ فرماتے تو وہ کہتے: ہم نے تو اس کو بلایا ہے۔ وہ آپ ﷺ کو تکلیف دینے اور آپ ﷺ کے حق کو خفیف سمجھتے ہوئے مذاق اڑانے والوں کی طرح اس طرح کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو اذیت سے بالکل محفوظ کر لیا۔ محققین علماء نے اس نہی کو آپ کی حیات طیبہ کی مدت تک محمول کیا ہے اور آپ کے وصال کے بعد اسے جائز قرار دیا ہے کیونکہ علت ختم ہو گئی ہے۔ اس میں لوگوں کے مختلف مؤقف ہیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ جسے ہم نے بیان کر دیا ہے وہ جمہور کا مؤقف ہے۔ یہی بھی صحیح ہے۔ ان شاء اللہ! یہ ازروئے آپ کی تعظیم اور توقیر تھا۔ یہ مستحب تھا حرام نہ تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنا نام رکھنے سے منع نہ کیا کیونکہ آپ کا نام لے کر پکارنے کو منع کر دیا تھا۔ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور: ۶۳)

نہ بنا لو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

مسلمان آپ کو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی کنیت "ابوالقاسم" سے بھی عرض کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے وہ حدیث پاک روایت کی ہے جو آپ کے نام مبارک پر نام رکھنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس کی تنزیہ بیان کرتی ہے جبکہ آپ کی توقیر نہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کا نام "محمد" رکھ لیتے ہو، پھر اس پر لعنت کرتے ہو۔ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے نام پر کوئی نام نہ رکھے۔ اسے الطبری نے روایت کیا ہے۔ محمد بن سعد نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نام "محمد" تھا۔ دوسرا شخص اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ وہ اسے کہہ رہا تھا: یا محمد! رب تعالیٰ نے تیرے ساتھ یوں یوں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے فرمایا: میں نہ دیکھوں کہ تمہاری وجہ سے محمد عربی ﷺ کو برا بھلا کہا جا رہا ہو۔ بخدا! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں محمد نام سے پکارا نہ جائے گا۔ انہوں نے اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ منع کر دیں انبیاء کا احترام کرتے ہوئے ان کے اسماء پر نام نہ رکھے جائیں۔ ایک جماعت کے وہ نام تبدیل کر دیے جو انہوں نے انبیاء کرام کے ناموں پر رکھے تھے، پھر وہ اس فعل سے رک گئے۔

مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد یہ سب کچھ جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام نے اس طرح کیا تھا۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے بچوں کا نام "محمد" رکھا تھا۔ اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ اذن بھی دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ حضرت امام مہدی کا نام اور کنیت ہوگی۔ آپ ﷺ نے محمد بن طلحہ، محمد بن عمرو، محمد بن ثابت وغیرہم کے نام خود رکھے تھے۔ فرمایا: کسی کو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے کہ اس کے گھر میں ایک، دو یا تین محمد ہوں۔

✿✿✿

دوسرا باب

جس مسلمان نے آپ کی شان میں گستاخی کی اس کا حکم

رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے جان لو کہ وہ سارے افراد جنہوں نے آپ کو برا بھلا کہا یا عیب نکالا یا آپ کے نفس، یا نسب یا دین میں نقص نکالا، یا خصلتوں میں سے کسی خصلت کو برا کہا یا آپ کے بارے میں ذومعنی قول کیا یا برا بھلا کہتے ہوئے کسی چیز سے تشبیہ دی۔ آپ پر عیب لگایا یا آپ کی تنقیص شان کی۔ وہ آپ کو برا بھلا کہنے والا ہوگا۔ اس میں اس کا حکم برا بھلا کہنے والے کا حکم ہوگا۔ اسے قتل کر دیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے۔ اس مقصد کے بارے ابواب کے فصول میں سے کسی فصل میں ہم اس سے استثناء نہ کریں گے۔ ہم اشارہ یا صراحت کے اعتبار سے شک نہ کریں گے۔

اسی طرح اس شخص کا بھی حکم ہے جس نے آپ پر لعنت کی۔ آپ کے لیے بد دعا کی۔ آپ کے لیے نقصان کی تمنا کی یا

از روئے مذمت آپ کی طرف ایسی چیز منسوب کردی جو آپ کے لیے شایانِ شان نہ تھی۔آپ کی طرف نامناسب اور نامعقول بات منسوب کرے۔جھوٹ اور منکر بات منسوب کرے۔آپ کی آزمائشوں یا امتحانوں کی وجہ آپ پر آنے والے مصائب کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا، یا ان عوارض بشریہ کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا جو آپ کے لیے روا اور جائز تھے۔تمام علماء کرام، مفتیان عظام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اسی پر اتفاق کرتے ہیں۔

ابو بکر ابن منذر نے لکھا ہے: سارے اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا یہ حضرات مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق اور شافعی کا مؤقف ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ مذکورہ علماء کرام کے نزدیک اس کی توبہ کو قبول نہ کیا جائے گا اسی کی مثل امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں امام ثوری، اہل کوفہ اور امام اوزاعی نے کہا ہے لیکن انہوں نے اسے ردت شمار کیا ہے۔ولید بن مسلم نے امام مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔الطبری نے امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس نے آپ کو تنقیص شان کی، یا آپ سے برأت کا اظہار کیا یا آپ کی تکذیب کی۔اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا۔سحنون نے اس شخص کے متعلق کہا ہے جس نے آپ کو برا بھلا کہا کہ یہ زنادقہ کی طرف ردت ہے۔

اسی طرح اس کو توبہ کے لیے کہنے اور اس کی تکفیر میں اختلاف ہے کہ کیا اس کو قتل کرنا حد ہے یا کفر ہے۔ہم اسے تیسرے باب میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے، لیکن ہم اس کے خون کے مباح ہونے میں علماء امصار اور امت کے اسلاف عظام میں کوئی اختلاف نہیں پاتے۔کئی علماء نے اس کے قتل اور کفر پر اجماع لکھا ہے۔بعض ظاہریہ (ابو محمد علی بن احمد الفارسی) نے آپ کو استخفاف کرنے والے کی تکفیر میں اختلاف لکھا ہے لیکن معروف مؤقف وہی ہے جس کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے۔محمد بن سحنون نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ شاتم النبی اور آپ کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے۔عذاب الٰہی کی وعید میں وہ شامل ہے۔امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے دلیل پکڑی ہے۔جب انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعریضاً "صاحبکم" کہا تھا۔

ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے: میں مسلمانوں میں سے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے شاتم رسول کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو جبکہ وہ مسلمان ہو۔ابن القاسم نے کتاب ابن سحنون میں امام مالک سے مبسوط، عتبیہ میں مطرف نے کتاب ابن حبیب امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے جس نے آپ کو برا بھلا کہا (گالی دی) اسے قتل کر دیا جائے گا اور اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ابن القاسم نے عتبیہ میں لکھا ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا، گالی دی، آپ پر عیب لگایا یا تنقیص شان کی۔اگر اسے قتل کر دیا جائے تو امت کے نزدیک اس کا حکم زندیق کی مانند قتل ہے۔

رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کو فرض قرار دیا ہے۔المبسوط میں ہے کہ عثمان بن کنانہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں میں سے جس نے حضورا کرم ﷺ کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے یا پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔اس کو توبہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے۔امام کو اختیار ہے کہ اسے زندہ مصلوب کر دے یا قتل کر دے۔ابومصعب اور ابن ابی اویس نے فرمایا: ہم نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا گالی دی یا عیب نکالا یا تنقیص شان کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے گا۔اسے توبہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے گا۔کتاب محمد میں ہے: ہمیں امام مالک کے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا اس کو توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔اصبغ نے کہا ہے: اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔خواہ اس نے خفیہ کہا یا ظاہراً۔اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کی توبہ کی پہچان نہیں ہو سکتی۔عبداللہ بن حکم نے کہا ہے: مسلمان یا کافر میں سے جس نے آپ کو برا بھلا کہا: اسے قتل کر دیا جائے گا اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔الطبری نے امام مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔امام مالک نے فرمایا ہے: جس نے آپ کی چادر مبارک کو یا آپ کی زرہ کو پھٹا ہوا کہا۔اسے قتل کر دیا جائے گا۔ہمارے بعض علماء کرام نے فرمایا: جس نے انبیاء میں سے کسی نبی کے لیے ہلاکت کی بددعا کی یا مکروہ امر کی بددعا کی۔اسے قتل کر دیا جائے گا۔اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

حضرت ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا تھا جس نے آپ کو الحمال یتیم ابی طالب کہا تھا۔ابومحمد بن ابی زید نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا تھا جو کسی قوم کے پاس سے گزرا جو حضورا کرم ﷺ کی صفات کا ذکر کر رہے تھے۔اچانک ان کے پاس سے ایک ایسا شخص گزرا جس کا چہرہ اور داڑھی قبیح تھی۔اس نے کہا: کیا تم آپ ﷺ کی صفات جاننا چاہتے ہو۔آپ ﷺ کا حلیہ، صفات اور داڑھی اس گزرنے والے شخص کی طرح تھے۔اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔اس لعین نے جھوٹ بولا تھا۔اس دل سے ایسی بات نہیں نکلتی جس کا ایمان سلامت ہو۔

احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون نے فرمایا: جس نے کہا (نعوذ باللہ منہ) حضورا کرم ﷺ کی رنگت سیاہ تھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔انہوں نے اس شخص کے متعلق فرمایا جسے کہا گیا: نہیں! حضورا کرم ﷺ کے حق کی قسم!۔اس نے کہا: حضورا کرم ﷺ نے اس طرح اس طرح کیا۔اس نے قبیح کلام ذکر کیا۔اسے کہا گیا: دشمن خدا! تو کیسی بات کرتا ہے؟ اس نے پہلے سے بڑھ کر گستاخی کی، پھر اس نے کہا: میں نے حضورا کرم ﷺ سے مراد بچھو لیا ہے۔انہوں نے یہ بات ابوسلیمان سے کی۔انہوں نے کہا: اس پر گواہ بن جائیں۔میں اس کے قتل اور ثواب میں تمہارا شریک ہوں۔

حضرت حبیب بن ربیع نے کہا: صریح لفظ میں اس کی تاویل کا دعویٰ قبول نہ کیا جائے گا۔یہ اہانت ہے۔اس کے دل میں آپ کی عزت و توقیر نہیں تھی لہٰذا اس کا خون بہانا مباح تھا۔ابوعبداللہ بن عتاب نے اس عشر لینے والے کے متعلق فتویٰ دیا جس میں ایک شخص نے کہا تھا۔عشر ادا کرو اور حضورا کرم ﷺ کی بارگاہ میں شکوہ کرو۔اس نے کہا: اگر میں نے مانگا ہے اور جہالت سے کام لیا ہے تو حضورا کرم ﷺ نے بھی مانگا تھا جہالت سے کام لیا تھا۔اسے قتل کر دیا جائے۔

فقہاء اندلس نے ابن ابی حاتم طلیطلی کو قتل کرنے کا متفقہ فیصلہ دیا تھا۔اسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا تھا۔اس نے

آپ کے حق کو ہلکا سمجھا تھا۔ مناظرہ کے دوران آپ کو یتیم کہا تھا۔ حیدر کا سسر کہا تھا۔ اس کا گمان تھا کہ آپ کا فقر اختیاری نہ تھا۔ اگر آپ عمدہ اشیاء پر قادر ہوتے تو انہیں کھا لیتے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قیروان کے فقہاء اور سحنون کے ساتھیوں نے ابراہیم فزاری کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ شاعر تھا۔ بہت سے علوم میں ماہر تھا۔ یہ قاضی ابو العباس بن طالب کی محفل میں مناظرہ کے لیے آتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کے حق میں عجیب باتیں کرتا تھا۔ قاضی یحییٰ بن عمر وغیرہ فقہاء نے اسے حاضر کیا۔ اسے قتل اور مصلوب کرنے کا حکم دیا۔ اسے چھری کے ساتھ کاٹ کر الٹا لٹکا دیا گیا، پھر اسے اتار کر آگ میں جلا دیا گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے جب اس کی صلیب کو اٹھا لیا گیا اور اس کے ہاتھ کھولے گئے تو وہ قبلہ سے پھر گیا، اس وقت لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ کتا آیا اور اس کا خون پینے لگا۔ یحییٰ بن عمر نے کہا: حضور اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ کتا کسی مسلمان کا خون نہیں پیتا۔

قاضی ابو عبد اللہ بن مرابط نے کہا ہے کہ جس نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو شکست ہوئی اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے تنقیص شان کی ہے۔ یہ آپ کے حق میں جائز نہیں۔ آپ اپنے امر کی بصیرت پر تھے۔ عصمت کے یقین پر تھے۔

حضرت حبیب بن ربیع قروی نے کہا ہے کہ حضرت امام مالک اور ان کے ساتھیوں کا مؤقف یہ ہے کہ جس نے آپ کے متعلق ایسی بات کی جس میں تنقیص شان تھی۔ اسے توبہ کے لیے کہے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔ ابن عتاب نے لکھا ہے: کتاب و سنت کا موجب یہ ہے کہ جس نے آپ کی اذیت کا قصد کیا، یا تنقیص شان کا ارادہ کیا خواہ کنایہ و اشارہ سے یا صراحت سے۔ خواہ وہ قلیل ہو۔ وہ واجب القتل ہے۔ یہ سارا باب اس شخص کے متعلق ہے۔ جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا، یا تنقیص شان کی تو یہ گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس میں مقدم اور مؤخر علماء میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر اس کے قتل کے حکم میں اختلاف ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے بعد میں تفصیلات بیان کریں گے اسی طرح میں کہتا ہوں: اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو آپ ﷺ کے عیب نکالے۔ آپ ﷺ پر بکریاں چرانے، سہو، نسیان یا جادو کا عیب لگائے یا ان زخموں کی وجہ سے عیب لگائے جو آپ ﷺ کو لگے تھے یا کسی لشکر کے لیے شکست کا قول کرے یا دشمن سے اذیت اور زمانہ میں شدت یا عورتوں کی طرف میلان پر عیب لگائے۔ جس نے بھی تنقیص شان کے لیے یہ باتیں کی اس کی سزا قتل ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

کفار میں سے جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اس کے بارے میں حکم

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ذمی جب صراحۃً آپ ﷺ کو برا بھلا کہے یا آپ ﷺ کی قدر و شان کو ہلکا

جانے، اوراس وجہ کے علاوہ آپ ﷺ کا وصف بیان کرے جس کے ساتھ اس نے کفر کیا ہے تو ہمارے مابین اس کے قتل میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ اس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ ہم نے اسے امان اور ذمہ اس لیے نہیں دیا تھا۔ یہ عام فقہاء کا قول ہے، لیکن امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ میں سے ان کے پیروکاروں کا موقف یہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: اسے قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ جس شرک پر ہے وہ اس سے بڑا گناہ ہے لیکن تادیب سکھانے کے لیے تعزیر لگائی جائے گی۔ ہمارے بعض شیوخ نے اس کے قتل پر اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے:

وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَٮِٕمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ۝۱۲ (التوبہ:۱۲)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے معاہدہ کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین پر تو جنگ کرو کفر کے پیشواؤں سے۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں (ایسوں سے جنگ کرو) تا کہ یہ لوگ (عہد شکنی سے) باز آجائیں۔

انہوں نے بطور استدلال یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے ابن اشرف وغیرہ کو قتل کیا۔ ہم نے اس پر انہیں امان نہ دی تھی نہ ہی اس پر ان سے معاہدہ کیا تھا، نہ ہی ہمارے لیے روا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اس طرح کریں جبکہ وہ ایسا کام کریں جس پر ہم نے ان کو امان نہ دی تھی۔ نہ ہی ذمہ دیا تھا۔ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا تھا۔ وہ کافر ہو گئے۔ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا جائے گا اس لیے بھی کہ ان کا ذمہ ان سے اسلام کی حدود کو ساقط نہیں کرتا۔ اگر کسی نے مال چوری کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر کسی نے قتل کیا تو قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگرچہ یہ ان کے ہاں حلال ہو اسی طرح اگر انہوں نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا تو اس کے عوض انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہمارے اصحاب کے لیے ایسے ظواہر عیاں ہوئے ہیں جو اس سے اختلاف کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر اس نے ذکر اس وجہ سے کیا جس کے ساتھ اس نے کفر کیا ہے۔ عنقریب اس موضوع پر ابن قاسم اور ابن سحنون کا کلام ذکر کیا جائے گا۔ ابوالمصعب نے اس میں ہمارے مدنی ساتھیوں کا اختلاف نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس وقت اختلاف کیا ہے جب وہ آپ کو برا بھلا کہے پھر اسلام لے آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسلام نے اس کے قتل کو ساقط کر دیا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ ساقط کر دیتا ہے یہ مسلمان کے معاملہ کے برعکس ہے جب وہ آپ کو برا بھلا کہے پھر توبہ کر لے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے اندر کفر ہے۔ وہ آپ ﷺ کے لیے بغض رکھتا ہے دل میں تنقیص شان کرتا ہے لیکن ہم نے اسے اس کے اظہار سے روک دیا، جو کچھ اس نے اظہار کیا ہے وہ صرف امر کی مخالفت کے لیے ہے اس نے معاہدہ کو توڑنے کے لیے یہ کیا ہے جب وہ اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام کی طرف آیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ يَّنۡتَهُوۡا يُغۡفَرۡ لَهُمۡ مَّا قَدۡ سَلَفَ‌ۚ (الانفال:۳۸)

ترجمہ: فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا۔

جبکہ مسلمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہم اس کے باطن کے بارے وہی خیال کرتے ہیں جو اس کے ظاہر کے بارے ہے جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے یہ اس کے برعکس ہے ہم اس کے رجوع کے بعد اسے قبول نہیں کریں گے ہم اس کے باطن پر اطمینان کا اظہار نہ کریں گے اس کے راز ظاہر ہو گئے ہیں، جو احکام اس کے لیے ثابت ہوئے وہ اس پر باقی رہیں گے۔ ان میں سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ برا بھلا کہنے والے ذمی کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا کیونکہ یہ آپ کا حق ہے جو اس پر واجب ہے کیونکہ اس نے ردائے حرمت کو چاک کیا۔ آپ پر عیب اور نقص لگانے کا ارادہ کیا۔ اس کا اس اسلام کی طرف رجوع اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا۔ جیسے کہ اس پر اس کے اسلام کے قبل قتل و قذف میں سے مسلمانوں کے حقوق میں سے واجب تھے جب ہم مسلمان کی توبہ کو قبول نہیں کرتے تو کافر کی توبہ کو قبول نہ کرنا اولیٰ ہے۔

امام مالک نے کتاب ابن حبیب میں، مبسوط، ابن قاسم، ابن ماجشون، ابن عبد الحکم اور اصبغ نے اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو اہل ذمہ میں سے ہو جس نے ہمارے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور نبی کو برا بھلا کہا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا الا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ ابن القاسم نے عتبیہ میں، محمد اور ابن سحنون کے نزدیک یہی مؤقف درست ہے سحنون اور اصبغ نے کہا ہے کہ اسے یوں نہ کہا جائے گا: اسلام لے آ۔ نہ ہی یوں کہا جائے گا: تو اسلام قبول نہ کر، لیکن اس نے اسلام قبول کر لیا تو یہی اس کے لیے توبہ ہوگی۔ کتاب محمد میں ہے کہ ہمیں اصحاب مالک نے کہا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے ہمارے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور نبی کو برا بھلا کہا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا ہمارے لیے امام مالک سے روایت کیا گیا ہے: الا یہ کہ کافر اسلام لے آئے۔

ابن وہب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک راہب نے حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اسے قتل کیوں نہ کر دیا۔ عیسیٰ نے ابن قاسم سے اس ذمی کے متعلق روایت کیا ہے۔ جس نے کہا: محمد عربی ﷺ کو ہماری طرف مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ انہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا، یا وہ کہے: ہمارے نبی موسیٰ یا عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں وغیرہ۔ اس پر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں اسی کی مثل پر برقرار رکھا ہے لیکن اگر اس نے گالی دی۔ اس نے کہا: آپ ﷺ نبی نہیں ہیں یا آپ ﷺ کو بھیجا نہیں گیا یا آپ ﷺ پر قرآن پاک نہیں اترا، یا یہ انہوں نے خود گھڑا ہے یا ایسی بات کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ابن القاسم نے کہا ہے: جب نصرانی کہے: ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تمہارا دین گدھے کا دین ہے یا ایسی قباحت کہے، یا مؤذن کو سنے وہ کہہ رہا ہو: اشھد ان محمد الرسول اللہ وہ کہے: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح عطا کرے۔ اسے دردناک سزا دی جائے اور طویل قید میں رکھا جائے۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے آپ کو ایسی گالی دی جو معروف ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا الا یہ کہ وہ اسلام لے آئے۔ امام مالک نے یہ کئی بار کہا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ

اسے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ ابن قاسم نے تحریر کیا ہے: ان کا قول میرے نزدیک اس امر پر محمول ہوگا کہ وہ برضاو رغبت اسلام لے آئے ابن سحنون نے سلیمان بن سالم کے ان سوالات کے جواب میں کہا جو انہوں نے اس یہودی کے متعلق پوچھے تھے جو مؤذن کو سنے جو یہ کہہ رہا ہو: اشھد ان محمد رسول اللہ! وہ کہے: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کو دردناک سزادی جائے اور طویل مدت تک قید میں رکھا جائے۔ نوادر میں سحنون کی روایت میں ہے کہ جس یہودی یا نصرانی نے اس وجہ کے علاوہ جس پر انہوں نے کفر کیا ہے انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہا تو اس کی گردن اڑادی جائے گی۔ الایہ کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

محمد بن سحنون نے کہا ہے: اگر یہ کہا جائے تم نے اسے اس لیے کیوں قتل کیا ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا ہے۔ آپ ﷺ کے دین کو برا بھلا کہنا اور تکذیب کرنا اس کے دین سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ان سے اس پر معاہدہ نہ کیا تھا۔ نہ ہی اس پر کہ وہ ہمیں قتل کریں یا ہمارے اموال لیں جب اس نے ہم میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اگرچہ اس کے دین میں یہ حلال ہو۔ اسی طرح وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو گالی دے۔ سحنون نے کہا ہے: جیسے ہمارے لیے یہ روا نہیں کہ اہل حرب سے ان کے اس اقرار پر جزیہ لے لیں کہ وہ آپ کو برا بھلا کہیں۔ اسی طرح اس میں کسی قاتل کا قول ہمارے لیے جائز نہیں۔

❀❀❀

چوتھا باب

جب برا بھلا کہنے والا اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اور وہ توبہ نہ کرے تو اس کے قتل کا حکم

قاضی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے: اس شخص کے قتل کے وجوب کے دلائل جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا، یا آپ ﷺ پر عیب لگایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے جس نے آپ ﷺ کو اذیت دی۔ اس نے اپنی اذیت کو آپ ﷺ کی اذیت کے ساتھ ملایا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی اسے قتل کر دیا جائے۔ لعنت کا مستحق وہ بھی ہے جو کافر ہو کافر کا حکم قتل ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔

رب تعالیٰ نے مومن کے قاتل کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ دنیا میں اس کی لعنت کفر ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ (الاحزاب: ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے تو ہم آپ کو مسلط کر دیں گے ان پر پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر چند روز وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہوگی وہ جہاں جائیں گے پکڑ لیے جائیں گے اور جان سے مار ڈالے جائیں گے۔

قتل لعنت کے معنی میں بھی آیا ہے۔ فرمایا:

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ (الذاریات: ۱۰)

ترجمہ: ستیاناس ہو اٹکل پچو باتیں بنانے والوں کا۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝ (توبہ: ۳۰)

ترجمہ: ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ، کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں۔

رب تعالیٰ، رسول مکرم ﷺ اور مومنین کی اذیت میں فرق فرمایا ہے۔ اہل ایمان کی ایذاء میں قتل سے کم سزا ہے وہ صرف مارنا اور اذیت دینا ہے جبکہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اذیت دینے کا حکم اس سے شدید ہے وہ قتل ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (النساء: ۶۵)

ترجمہ: تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کریں دل و جان سے۔

رب تعالیٰ نے اس شخص سے ایمان کا نام بھی چھین لیا جس کے سینے میں آپ ﷺ کے فیصلے سے تنگی پیدا ہوئی اور اس کے لیے سر تسلیم خم نہ کیا۔ جس نے آپ ﷺ کی تنقیص شان کی اس نے اسی کو توڑا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (کریم ﷺ) کی آواز سے اور نہ زور سے آپ (ﷺ) کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

صرف کفر ہی اعمال ضائع کرتا ہے کافر کو قتل کر دیا جائے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ (المجادلہ:۸)

ترجمہ: اور جب آپ (ﷺ) کی خدمت میں آتے ہیں تو آپ (ﷺ) کو اس طرح سلام دیتے ہیں جیسے اللہ نے آپ (ﷺ) کو سلام نہیں دیا۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۸﴾ (المجادلہ:۸)

ترجمہ: کافی ہے انہیں جہنم، اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ (التوبہ:۶۵،۶۶)

ترجمہ: اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے۔ (اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے۔

مفسرین نے تحریر کیا ہے: تم نے اپنے قول کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے متعلق کفر کیا۔ اجماع کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے جہاں تک آثار کا تعلق ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اسے قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہ کرام کو گالی دی اس کو مارو۔ صحیح

روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اذیت دیتا ہے۔ آپ نے دعوت کے بغیر فوراً اسے قتل کرنے کی طرف توجہ دی، جبکہ دیگر مشرکین کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔ اس کے قتل کی اذیت یہ بیان کی کہ وہ آپ کو اذیت دیتا ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اس کا قتل شرک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اذیت کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح ابورافع کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت براء نے فرمایا: وہ حضور اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا اور آپ کے خلاف مدد کرتا تھا۔ اسی طرح آپ نے فتح مکہ کے روز ابن خطل اور ان دو لونڈیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کی ہجو بیان کر کے گاتی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ کو برا بھلا کہتا تھا آپ نے فرمایا: میرے دشمن کو میری طرف سے کون کافی ہو جائے گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں۔ آپ ﷺ نے انہیں بھیجا انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کفار کی ایک جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ ﷺ کو اذیت دیتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط۔ فتح مکہ سے قبل اور بعد میں کچھ افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے اس کے جس نے قابو میں آنے سے قبل اسلام قبول کر لیا۔

البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے صدا دی: اے گروہ قریش! مجھے تمہارے سامنے کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تیرے کفر کی وجہ سے اور اس لیے کہ تو حضور اکرم ﷺ پر افتراء باندھتا تھا۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے میرے دشمن کو کون کافی ہو جائے گا؟ حضرت زبیر نے عرض کی: میں۔ انہوں نے اس کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے میری دشمن کو کون کافی ہو گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔ ایک شخص آپ ﷺ کی طرف جھوٹ بولتا تھا آپ ﷺ نے حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کو اس کی طرف بھیجا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن قانع نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے باپ کو سنا جو آپ ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہہ رہا تھا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ پر یہ امر گراں نہ گزرا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ نے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہاں ردت میں ایک عورت ہے جو آپ ﷺ کی ہجو بیان کر کے گاتی ہے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کاٹ دیے۔ اگلے دونوں دانت نکال دیے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے انہیں فرمایا: اگر تم نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلقہ حد دیگر حدود کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو خطمہ میں سے ایک عورت نے آپ ﷺ کی ہجو بیان کی۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: میری طرف سے اسے کون کافی ہو جائے گا؟ اس کی قوم میں سے ایک شخص نے عرض کی: میں یارسول اللہ! ﷺ۔ وہ اٹھا اور اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں دو بکریاں بھی باہم نہ لڑیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک نابینا شخص تھا۔ اس کی ایک ام ولد تھی جو حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ وہ اسے روکتا تھا مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ ایک رات اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس نے اسے قتل کر دیا، پھر آپ ﷺ کو اس کے متعلق بتا دیا آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔

حضرت ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا۔ وہ کسی مسلمان پر ناراض ہوئے۔ قاضی اسماعیل وغیرہ نے کہا ہے کہ اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ امام نسائی کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک شخص پر ناراض ہو رہے تھے۔ وہ انہیں جواب دے رہا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کی: یا خلیفہ رسول اللہ! مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ انہوں نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ یہ سزا صرف حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے لیے ہے۔

قاضی ابو محمد بن نصر نے لکھا ہے: اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی روایت سے ائمہ نے اس شخص کے قتل پر استدلال کیا ہے جس نے آپ کو اذیت دی یا گالی دی یا تکلیف دی اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے کوفہ کے عامل کو لکھا: اس نے اس شخص کو قتل کرنے کے متعلق مشورہ طلب کیا تھا جس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لکھا: مسلمان شخص کا قتل صرف اس لیے روا نہیں کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو، مگر وہ شخص قتل کے قابل ہے جس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا۔ جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے آپ کو گالی دی ہو۔ اس نے ذکر کیا کہ عراق کے فقہاء اسے کوڑے مارنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ سن کر امام مالک ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس امت کے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے کے بعد اس کی بقاء کیسی ہے؟ جس نے انبیاء کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جس نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: یہ اس واقعہ میں اسی طرح ہے۔ امام مالک کے مناقب لکھنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اسے اسی طرح لکھا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ فقہاء عراق کون تھے؟ جنہوں نے رشید کو اس طرح فتویٰ دیا تھا جسے اس نے ذکر کیا۔ ہم نے عراقیین کا مؤقف بیان کر دیا ہے کہ انہوں نے گستاخِ رسول کے قتل کا نظریہ اپنایا ہے شاید وہ ان لوگوں میں سے ہو جو علم میں مصروف نہ ہو یا جس کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو، یا وہ خواہشات نفسانیہ کی طرف میلان رکھتا ہو یا اس نے جو کچھ کہا ہو اسے گالی کے علاوہ پر محمول کیا ہو یہ اختلاف اس میں ہو کہ وہ گالی ہے یا نہیں یا اس نے اپنی بکواس سے رجوع کر لیا ہو یا توبہ کر لی ہو۔ اس نے امام مالک کو اصل بات نہ بتائی ہو، ورنہ امت کا اجماع ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو گالی دی

اسے قتل کر دیا جائے گا۔غور وفکر بھی اس شخص کے قتل پر استدلال کرتا ہے۔جس نے آپ کو گالی دی یا تنقیص شان کی اس کے دل کی مرض کی علامت ظاہر ہوگئی۔اس کے کفر اور اندر کی کیفیت کی دلیل عیاں ہوگئی۔اسی لیے کثیر علماء کرام نے اس پر ردت کا حکم لگایا ہے۔یہ اہل شام کی روایت ہے جو انہوں نے امام مالک اور امام اوزاعی سے نقل کی ہے۔یہ ثوری، امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کی روایت ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اس کے کفر کی دلیل ہے۔بطور حد اسے قتل کر دیا جائے گا اسی کے لیے کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا مگر یہ کہ وہ اپنے کفر پر مصر رہے۔وہ اس کا انکار نہ کرے نہ اسے جڑ سے اکھیڑے تو وہ کافر ہوگا۔خواہ اس کا کفر صریح ہو جیسے تکذیب وغیرہ یا استہزاء اور مذمت کے کلمات۔وہ ان کا اعتراف کرے۔توبہ بھی نہ کرے۔یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اسے حلال سمجھ رہا ہے یہ بھی کفر ہے ایسا شخص بلا اختلاف کافر ہوگا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (التوبہ:۷۴)

ترجمہ: وہ رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی اور تحقیق انہوں نے کفریہ کلمہ کہا اور اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کیا۔

اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ان کا یہ قول ہے: اگر محمد عربی (ﷺ) جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے تو ہم گدھے سے بھی زیادہ شریر ہیں، یا ان کا یہ قول ہے: ہماری اور محمد عربی ﷺ کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے: اپنے کتے کو موٹا کر و تا کہ وہ تمہیں کھا جائے۔اگر ہم مدینہ طیبہ گئے تو اس سے معزز، ذلیل کو نکال دے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر اس طرح کا قول کرنے والا خواہ مخفی ہی کرے اس کا حکم زندیق کا حکم ہے اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے۔آپ نے فرمایا: جو اپنا دین تبدیل کرلے اس کی گردن اڑا دو۔نیز یہ کہ فضیلت میں آپ کا حکم امت کے حکم سے بالا ہے۔آپ کی امت میں سے جو آزاد کو گالی دے گا اس پر حد جاری ہوگی، لہٰذا جو آپ کو گالی دے گا اس کی سزا قتل ہے، کیونکہ آپ کی قدر و شان بہت بلند ہے۔آپ کا مقام و منصب امت سے بہت رفیع ہے۔

❁❁❁

پانچواں باب

مسلمان کی توبہ پر گفتگو اور اسے توبہ کرنے کے لیے کہنا

اگر ہم توبہ پر اس طرح گفتگو کریں اس حیثیت سے کہ وہ صحیح ہو تو اس میں اسی طرح اختلاف ہے جیسے مرتد کی توبہ میں اختلاف ہے کیونکہ ان میں فرق نہیں ہے۔اسلاف عظام میں اس کے وجوب، صورت اور مدت میں اختلاف ہے۔جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ مرتد کو توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ابن قصار نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے درست

ہونے پر صحابہ کرام کا اور علی المرتضیٰ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔حضرات عطاء بن رباح نخعی، ثوری، مالک ان کے ساتھیوں، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔حضرات طاؤس، محمد بن حسن، عبید بن عمیر اور دونوں روایتوں میں سے ایک کے مطابق اس سے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔عبدالعزیز بن ابی سلمہ، معاذ سے یہی قول مروی ہے سحنون نے معاذ سے اس کا انکار کیا ہے طحاوی نے ابو یوسف سے اسی طرح روایت کیا ہے۔اہل ظواہر کا یہی قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کی توبہ عند اللہ اسے فائدہ دے گی، لیکن اسے قتل ہونے سے نہ بچا سکے گی، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔

حضرت عطاء سے روایت ہے: اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اسلام میں پیدا ہوئے ہوں تو اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا، جبکہ اسلام قبول کرنے والے سے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔جمہور علماء کا موقف ہے کہ اس میں مرد مرتد اور عورت مرتدہ برابر ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہ کیا جائے گا۔اسے غلام بنا لیا جائے گا۔یہ عطاء اور قتادہ کا قول ہے۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عورتوں کو ردت میں قتل نہ کیا جائے گا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے جبکہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ اس میں آزاد، غلام، مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔

❁❁❁

چھٹا باب

جب ذمی آپ کی گستاخی کرے اور عہد کو توڑ دے

اسی طرح اس شخص کا عہد ٹوٹ جائے گا ان میں سے جس نے آپ ﷺ کو گالی دی۔اس کا خون ہمارے لیے حلال ہو جائے گا۔جیسے آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کو اسلام پناہ نہیں دے سکتا۔اسی طرح اسے ذمہ پناہ نہیں دے سکتا۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو کچھ ابن سحنون نے اپنی طرف سے یا اپنے والد گرامی کی طرف سے بیان کیا ہے۔وہ ابن القاسم کے اس قول کے خلاف ہے جس میں انہوں نے ان کی سزا کو اس سے تخفیف کی ہے جس کے ساتھ انہوں نے پہلے کفر کیا ہو۔غور کرو، لیکن یہ مؤقف اس کے خلاف ہے جو اہل مدینہ طیبہ سے اس ضمن میں روایت کیا گیا ہے۔ابو المصعب زہری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میرے پاس ایک نصرانی کو لایا گیا۔اس نے کہا: مجھے اس کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محمد مصطفیٰ ﷺ پر منتخب کیا ہے۔اس کی سزا میں اختلاف ہو گیا لیکن میں نے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا یا وہ ایک دن اور ایک رات زندہ رہا۔میں نے حکم دیا اسے کھینچ کر کوڑا کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔اسے کتے کھا گئے۔ابو المصعب سے اس نصرانی کے متعلق پوچھا گیا جس نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد عربی ﷺ کی تخلیق کی (نعوذ باللہ منہ) انہوں نے کہا: اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ابن القاسم نے فرمایا: ہم نے امام مالک سے مصر کے اس نصرانی کے متعلق پوچھا جس کے متعلق یہ گواہی دی گئی کہ اس نے کہا: مسکین محمد نے تمہیں بتایا ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ ان کے نفس نے انہیں فائدہ نہ دیا، جبکہ کتے اس کی پنڈلیوں کو کھا رہے ہوں اگر تم اسے قتل کر دیتے تو لوگ اس سے نجات پا لیتے۔ امام مالک نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

❀❀❀

ساتواں باب

جب وہ کفر پر رہتے ہوئے گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

میں کہتا ہوں: گذشتہ دو ابواب میں یہی کچھ مذکور ہے۔

❀❀❀

آٹھواں باب

کیا اسلام کے لیے اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط کرے گی یا نہیں؟

قاضی صاحب نے لکھا ہے: اگر اس نے توبہ کر لی۔ اس کے قول کے مطابق اس کی توبہ کو قبول کر لیا گیا تو قتل اس سے رک جائے گا اس پر امام کے اجتہاد کے مطابق حکم نافذ ہوگا، جو اس کے حال کی شہرت، اس کے خلاف شہادت کی قوت اور ضعف، اس سے کثرت سماع، دین میں اس کی تہمت کی صورت، اس پر حماقت اور جنوں کے عیوب کے مطابق حکم ہوگا جس کے یہ معاملات شدید ہوں گے اسے قید کے اعتبار سے سخت سزا دی جائے گی۔ اس شدت کے ساتھ اسے زنجیروں میں جکڑا کر اس حد تک سزا دی جائے گی جو اس کی برداشت کی حد تک ہوگی کہ اس کی ضرورت اسے قیام کرنے سے نہ روکے۔ اسے نماز سے نہ بٹھائے۔ یہ ہر شخص کا حکم ہے جس پر قتل واجب ہو لیکن اس کا قتل موقوف ہو جائے گا۔ یہ وقوف اور وجہ سے ہو۔ کوئی مشکل امر اس میں مانع ہو، یا کوئی رکاوٹ اس کا تقاضا کرے اس کی سزا میں شدت کے حالات اس کے حال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔

ولید نے امام مالک سے اور امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ یہ ردت ہے۔ اگر وہ توبہ کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ امام مالک کا موقف عتبیہ میں اور کتاب محمد میں حضرت اشہب کی روایت میں ہے کہ جب مرتد توبہ کر لے تو اس پر

کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ سحنون کا موقف بھی ہے۔

ابو عبداللہ بن عتاب نے اس شخص کے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا دو گواہوں نے بھی یہی گواہی دے دی ان میں سے ایک گواہ عادل تھا تو ایسے شخص کو دردناک سزا اور طویل قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے۔ قابسی نے اس کے مثل کہا ہے کہ جس شخص کا آخری امر قتل ہو۔ ایک ایسا مانع آجائے جو اس کے قتل میں اشکال پیدا کر دے اسے قید سے رہا نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے طویل عرصہ تک قید میں رکھا جانا چاہیے اگرچہ مدتِ قید کتنی ہی طویل ہو جائے دورانِ قید اس کو اتنی زنجیریں وغیرہ پہنائی جائیں جتنی اس میں طاقت ہو۔ انہوں نے اسی طرح اس شخص کے متعلق بھی کہا ہے جس کا امر مشکل ہو جائے کہ اسے سخت زنجیروں میں رکھا جائے۔ اسے قید خانہ میں تنگی کی جائے حتیٰ کہ اس کے لیے ظاہر ہو جائے جو کہ اس پر لازم ہو۔ دوسرے مسئلہ میں اسی کی مثل کہا ہے: امر واضح کی وجہ سے ہی خون ریزی کی جائے کوڑوں اور قید کی سزا احمقوں کے لیے ہے۔ انہیں سخت سزا دی جائے۔ اگر اس کے خلاف گواہی صرف دو گواہوں نے دی۔ ان کی عداوت ثابت ہو گئی یا ان پر ایسی جرح کی گئی کہ ان کی گواہی ساقط ہو جائے۔ ان کے علاوہ وہ امر کسی اور سے نہ سنا گیا تو اس کا امر خفیف ہو گیا کیونکہ اس کا حکم اس سے ساقط ہو گیا۔ گویا کہ اس کے خلاف گواہی ہی نہ دی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جن کے مناسب یہ امر نہیں ہے گواہ بھی نمایاں لوگوں میں سے ہوں تو عداوت کی وجہ سے یہ شہادت ہو جائے گی۔ اگرچہ اس پر اس کی شہادت کی وجہ سے حکم نافذ نہ ہو گا لیکن گمان ان کے صدق کو دور نہ کرے گا اسی جگہ ہی قاضی کے لیے اس کی سزا میں اجتہاد کا مقام ہے۔ اللہ ولی الارشاد۔

❁❁❁

مدینہ طیبہ میں مختلف سالوں کے دوران رونما ہونے والے واقعات

تاریخِ اسلام کی ابتداء

اس میں کئی انواع ہیں

۱- تاریخ کی ابتداء

حاکم نے الاکلیل میں امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تاریخ کا حکم دیا تو اسے ربیع الاول میں لکھا گیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ روایت معضل ہے، جبکہ مشہور اس کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الاشارہ میں اسی قول کو مقدم کیا گیا ہے۔ یعقوب بن سنان نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور سرور دین و دنیا ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ حافظ اور ابن عساکر نے لکھا ہے یہ مؤقف یہ زیادہ صحیح ہے اور اس سے زیادہ محفوظ ہے کہ تاریخ کا حکم دینے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ شیخ نے التاریخ میں لکھا ہے: پہلی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے میں نے ابن قماح کے خط میں ان کے مجموعہ میں دیکھا ہے۔ ابن صلاح نے کہا ہے: میں الشروط میں ابو طاہر محمش زیادی کی کتاب سے آگاہ ہوا۔ انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے تاریخ کی ابتداء اس وقت کی جب نصاریٰ کے لیے مکتوب لکھوایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق حکم دیا کہ اس میں ۳ھ لکھیں۔ اس طرح تاریخ کی ابتداء کرنے والے خود حضور اکرم ﷺ ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی اتباع کی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ۵ھ میں تاریخ کا آغاز کیا۔ پہلی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تاریخ کی ابتداء اس دن سے فرمائی جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ان دونوں روایات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ظرف (یوم قدم المدینۃ) فعل کے متعلق نہیں ہے۔ یہ مصدر سے امر ہے یعنی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس دن سے تاریخ کی ابتداء کی جائے کیونکہ اس دن سے ابتداء کرنے کا حکم آپ نے ہی دیا تھا۔ غور د

فکر کرو یہ نفس کلام ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تاریخ کا آغاز اس سال سے ہوا جس میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ امام بخاری نے صحیح میں، ابن ابی شیبہ میں تاریخ میں حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے عدد میں خطاء کی ہے، یعنی انہوں نے آپ کی بعثت سے شمار نہیں کیا نہ وصال سے شمار کیا انہوں نے آغاز آپ کے مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے کیا۔ مصعب زبیری نے لکھا ہے: تاریخ قریش کی ابتداء ہاشم بن مغیرہ کی موت سے ہوئی، یعنی ان کی آخری تاریخ کا آغاز۔ اس جگہ لوگوں نے خطاء کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے غفلت کا اظہار کیا۔ اسے ترک کر دیا، پھر انہوں نے اس خطا کو درست کر لیا۔ انہوں نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ صحیح وہ ہے جس کے خلاف انہوں نے عمل کیا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان کا یہ ارادہ ہو وہ دیکھتے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت یا وصال سے ابتداء کرنا اولیٰ تھا ان کی بات صحیح ہے لیکن راجح قول ان کے برعکس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے مراد۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا زمانہ ہے آنے کا مہینہ مراد نہیں ہے کیونکہ تاریخ کا آغاز پہلے سال سے ہوا تھا۔ یہ الحافظ کا قول ہے۔ حضرت عمرو بن دینار نے لکھا ہے: کتب میں سب سے پہلے تاریخ کی ابتداء یعلی بن امیہ نے کی تھی۔ اس وقت وہ یمن میں تھے امام احمد نے اسے صحیح سند سے لکھا ہے لیکن عمرو اور یعلی کے مابین انقطاع ہے۔

۲- تاریخ سے آغاز کے اسباب

۱- ابونعیم نے حضرت فضل بن دکین سے امام شعبی کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ آپ کی طرف سے ہمیں مکتوبات گرامی ملتے ہیں لیکن ان پر تاریخ رقم نہیں ہوتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا بعض نے کہا کہ بعثت سے آغاز کیا جائے کسی نے کہا: ہجرت سے ابتداء کی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت نے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا۔ اسی سے انہوں نے آغاز کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷ھ کو پیش آیا۔

جب اتفاق ہو گیا تو کسی نے کہا: ابتداء رمضان المبارک سے کی جائے۔ کسی نے کہا: محرم سے آغاز کیا جائے کیونکہ اس وقت حج سے واپس آتے ہیں، پھر محرم پر ہی اتفاق ہو گیا۔

۲- امام احمد اور امام بخاری نے ادب میں، ابوعروبہ الحرانی نے "الاوائل" میں حاکم نے میمون بن مہران کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک دستاویز پیش کی گئی۔ جس پر شعبان کی تاریخ رقم تھی۔ انہوں نے فرمایا: کون سا ماہ شعبان؟ گزشتہ یا جس میں ہم ہیں یا آنے والا؟ لوگوں کے لیے ایسی چیز مقرر کر دو جس سے وہ تاریخ کو جان سکیں۔

بعض نے کہا کہ روم کی تاریخ کے مطابق لکھ لو۔ وہ ذوالقرنین کے عہد سے شمار کرتے ہیں۔ یہ طویل تاریخ تھی۔ کسی نے کہا: ایران کی تاریخ کے مطابق لکھ لو۔ ان کے ہاں جب بھی کوئی بادشاہ بنتا ہے تو وہ اس سے پہلے کو پھینک دیتے ہیں۔ صحابہ کرام نے اتفاق کر لیا کہ وہ دیکھیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں کتنی مدت قیام فرمایا ہے؟ انہوں نے پایا کہ آپ ﷺ نے دس سال شہر خوباں میں قیام کیا تھا۔ انہوں نے تاریخ کا آغاز آپ کی ہجرت سے کر لیا۔ ابن عساکر نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے اڑھائی سال بعد تاریخ کا آغاز کیا اور سال کا آغاز محرم سے کیا۔ یہ سب کچھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مشاورت سے کیا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص یمن سے آیا اس نے کہا: میں نے وہاں ایک چیز دیکھی ہے جسے وہ تاریخ کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں فلاں مہینہ سے اور فلاں سال سے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بہت اچھی بات ہے۔ صحابہ کرام نے تاریخ کی ابتداء کے بارے میں اتفاق کر لیا۔ کسی نے کہا: ابتداء آپ کی ولادت سے کی جائے کسی نے کہا: ابتداء بعثت سے کی جائے۔ کسی نے کہا: ابتداء ہجرت سے کی جائے۔ کسی نے کہا: ابتداء آپ کے وصال سے کی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابتداء تاریخ ہجرت سے کریں، پھر فرمایا: ہم ابتداء کس مہینے سے کریں؟ کسی نے کہا: رجب سے، کسی نے کہا: رمضان المبارک سے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابتداء محرم سے کریں۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے یہ سال کی ابتداء ہے۔ لوگ اسی وقت حج سے واپس آتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۷ھ ماہ ربیع الاول کا ہے۔

حاکم نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: ہم کس دن سے تاریخ کا آغاز کریں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس روز آپ نے ہجرت فرمائی اور شرک کی زمین کو چھوڑا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان سارے آثار سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ماہ محرم سے آغاز کی طرف اشارہ حضرات عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔

۳۔ بعض نے ہجرت سے ابتداء کرنا مناسب سمجھا

اس نے کہا: جن امور سے تاریخ کی ابتداء ہو سکتی تھی وہ چار تھے۔ (۱) آپ ﷺ کی ولادت۔ (۲) آپ ﷺ کی بعثت۔ (۳) آپ ﷺ کی ہجرت۔ (۴) آپ ﷺ کا وصال۔ صحابہ کرام نے آغاز آپ ﷺ کی ہجرت سے کیا، کیونکہ ولادت مبارکہ اور بعثت مبارکہ کے سال کے تعین میں نزاع ہو سکتا تھا۔ وصال کے دن سے اس لیے اجتناب کیا کیونکہ اس سے غم فراق تازہ ہو جاتا تھا لہٰذا دارومدار ہجرت پر ہی رہ گیا۔ انہوں نے تاخیر ربیع الاول سے محرم تک کی کیونکہ ہجرت پر عزم کی ابتداء محرم سے ہوئی تھی، کیونکہ بیعت ذوالحجہ کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ ہجرت کا پیش رو تھا۔ بیعت کے بعد سب سے پہلے یہی چاند طلوع ہوا تھا۔ ہجرت پر عزم محرم کا چاند تھا، لہٰذا اسی سے ابتداء مناسب تھی۔ الحافظ نے لکھا ہے: محرم سے ابتداء کرنے پر یہی وجہ

سب سے قوی ہے جن میں آگاہ ہوا ہوں۔شیخ نے لکھا ہے: پہلے سال محرم سے ابتداء کرنے پر میں ایک نکتہ سے واقف ہوا ہوں۔سعید بن منصور نے سنن میں بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے رب تعالیٰ کے فرمان "و الفجر "(الفجر:۱) میں لکھا ہے: الفجر محرم کا مہینہ ہے کہ سال کی فجر ہے۔

الحافظ نے "امالیہ" میں لکھا ہے: اسی سے اس حکمت کا جواب حاصل ہو جاتا ہے کہ تاریخ کی تاخیر ربیع الاول سے ماہ محرم تک کیوں کی گئی۔اس کے بعد کہ انہوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت سے کی جائے۔اگرچہ وہ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔امام بخاری نے تاریخ میں عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: محرم اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے یہ سال کی ابتداء ہے۔اسی سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔اسی میں بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے اس میں ہی سکے بنائے جاتے ہیں۔

ابن عساکر نے لکھا ہے: ہجرت کے سال کا پہلا محرم جمعرات کو تھا۔وہ ذوالقرنین کے اعتبار سے ۹۳۳ سال کا دوسرا روز تھا، یعنی یونانی۔اس سے مراد وہ ذوالقرنین نہیں جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

تنبیہات

۱- امام سہیلی نے لکھا ہے: صحابہ کرام نے ہجرت کی تاریخ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کی:

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ (التوبہ:۱۰۸)

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے۔

کیونکہ یہ بات معروف تھی وہ دن مطلق اول ایام نہیں تھا۔یہ تعین ہو گیا کہ وہ کسی مضمر چیز کی طرف مضاف ہے۔اس سے اول زمانہ مراد ہے جس میں اسلام کو عزت نصیب ہوئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کی امن کے ساتھ عبادت کی اور مسجد کی تعمیر کی ابتداء ہوئی۔صحابہ کرام کی رائے اسی دن سے تاریخ کی ابتداء کرنے میں موافق آگئی۔ہمیں ان کے اس فعل سے معلوم ہو گیا کہ رب تعالیٰ کا فرمان "اول یوم" سے مراد تاریخ کے ایام کی ابتداء ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان "اول یوم" کا عمدہ مفہوم یہ ہے کہ وہ دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ آئے۔

۲- قمری مہینوں سے آغاز کیا گیا جو کبھی تیس کے اور کبھی انتیس کے ہوتے ہیں لیکن شمسی حسابیہ مہینوں سے آغاز نہ کیا گیا جو ابتداءً تیس ایام کا ہوتا ہے پھر اس پر اضافہ کیا جاتا ہے۔رب تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ میں فرمایا:

وَلَبِثُوۡا فِىۡ كَهۡفِهِمۡ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ﴿۲۵﴾ (الکہف:۲۵)

ترجمہ: وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ کئے انہوں نے (اس پر) نو سال۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نو کا اضافہ قمری مہینوں کے اعتبار سے ہے۔یہ صرف تین سو سال فقط ہلالیہ ہیں۔صحیح روایت

کے مطابق تاریخ قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوتی ہے۔آپ نے فرمایا: ہم امی امت ہیں۔ہم حساب و کتاب نہیں کر سکتے۔مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔صحیح روایت میں ہے: جب تم رمضان المبارک کا چاند دیکھو تو روزہ رکھ لو۔جب اسے دیکھو تو افطار کر لو۔اگر چاند تم پر مخفی ہو تو تیس کی تعداد کو پورا کر لو۔آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایلاء کیا آپ انتیس روز کے بعد ان کے ہاں تشریف لے گئے۔آپ سے عرض کی گئی۔آپ نے ان کو ایلاء کیا تھا۔آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔امام بلقینی نے التدریب میں لکھا ہے: شریعت مطہرہ میں ہر شہر (مہینہ) سے مراد چاند ہے سوائے متحاضہ اور حمل کی تخلیق کے مہینوں کے۔

۳- صلاح صفدی نے فرمایا: میں نے کچھ فضلاء کو دیکھا۔انہوں نے بعض مہینوں کے ناموں کے ساتھ شہر کا لفظ لکھا لیکن کچھ کے ساتھ نہ لکھا۔میں نے ان میں حکمت تلاش کی تو مجھے نہ ملی۔میرا خیال ہے کہ وہ شہر کا لفظ اس مہینے کے ساتھ لکھتے ہیں جس کا پہلا حرف راء ہو جیسے شہر ربیع، شہر رجب اور شہر رمضان۔میں نے اس مناسب علت کے علاوہ اور کوئی سبب نہ پایا۔ان میں تو شہر کا لفظ کاٹ دینا چاہیے کیونکہ ان میں دو راء جمع ہو رہے ہیں۔

الشیخ نے نظم العقیان فی اعیان الاعیان میں لکھا ہے: متقدمین میں سے صرف ابن درستویہ نے اس مسئلہ میں تعرض کیا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب المتمم میں لکھا ہے: مہینوں میں سے تمام کا تذکرہ تحریر شدہ ہے۔سوائے جمادی کے۔ان میں سے کسی کو شہر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا۔سوائے شہر ربیع اور شہر رمضان کے۔میں کہتا ہوں کہ ابن خطیب الدہشہ نے "المصباح" میں لکھا ہے۔اہل عرب کے ہاں دو ربیع ہیں۔ربیع شہور اور ربیع زمان۔ربیع شہور دو ہیں ان کو شہر ربیع الاول اور شہر ربیع الآخر کہا جاتا ہے، یعنی ان کے ساتھ شہر کا اضافہ کیا جاتا ہے ربیع کو تنوین دی جاتی ہے اول اور آخر کو اعراب کے تابع وصف بنایا جاتا ہے۔ان میں اضافت بھی جائز ہے۔الشیخ نے بھی لکھا ہے: متاخرین علماء کرام نے لکھا ہے کہ جس مہینے سے پہلے راء ہے اس کے ساتھ شہر کا لفظ لگایا جاتا ہے جیسے شہر ربیع دوسرے مہینوں کے ساتھ شہر نہیں لگایا جاتا یوں نہیں کہا جا سکتا "شہر صفر" جبکہ سیبویہ نے کہا ہے کہ ہر مہینے کو ہم شہر کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔یہی پسندیدہ مؤقف ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: تین مہینے شہر کی طرف مضاف ہیں۔(۱) شہر رمضان (۲،۳) ربیع کے دو مہینے۔

۴- تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے کیونکہ رات اس کے دن سے مقدم ہوتی ہے۔سوائے یوم عرفہ کے۔یہ شرعی اعتبار سے ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ (الانبیاء:۳۰)

ترجمہ: آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انہیں۔

انہوں نے لکھا ہے کہ چھٹن تاریکی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔یہ نور سے مقدم ہوتی ہے۔روایت ہے رب تعالیٰ نے

سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا کیا، پھر ان کے مابین فرق کیا۔ ظلمت کو رات اور نور کو اجالا بنا دیا۔ یہ ثابت ہے کہ قیامت دن کے وقت ہی قائم ہوگی۔ اس دن کی رات اس سے پہلے ہوگی، کیونکہ ہر دن کی رات ہوتی ہے۔ معراج کے ابواب میں یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

۵- المصباح میں ہے کہ مہینوں میں تاریخ کو تثقیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن تخفیف بھی ایک لغت ہے۔ یہ ابن القطاع نے لکھا ہے جبکہ اس کے لیے تاریخ بنائی جائے۔ یہ معرّب ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ عربی ہے۔ یہ اس کے وقت کی انتہاء کی تفصیل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ بدل پر ورخ بھی ہے لیکن توریخ کا لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔

۶- تاریخ کے لفظ میں اختلاف ہے کہ کیا یہ عربی ہے یا معرّب ہے۔ صاحب نور المقابیس نے لکھا ہے کہ ''تاریخ الکتاب'' عربی نہیں ہے۔ فصیح عربی میں یہ سنا بھی نہیں گیا۔ ابن فارس نے المجمل میں لکھا ہے کہ التواریخ اور التاریخ کے بارے میں گمان نہیں کیا جاسکتا کہ یہ عربی ہوں۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے تاریخ معرّب لفظ ہے۔ اس کی اصل ''ماہ روز'' ہے۔ اس کو معرب بنانے کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اس کے متعلق ان سے مشورہ کیا۔ ہرمزان نے کہا: عجم کے لیے ایک حساب ہے جسے وہ ماہِ روز کہتے ہیں۔ وہ انہیں غالباً اکاسرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں انہوں نے اسے معرب کر دیا اور مؤرخ کہنے لگے۔ اس کا مصدر تاریخ بنا دیا۔ انہیں منصرف پڑھنے لگے، پھر ہرمزان نے اس کے استعمال کی کیفیت بیان کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے تاریخ بنا دو۔ لوگ اسی کے مطابق معاملات کریں گے۔

دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ یہ عربی ہے الارخ سے مشتق ہے۔ یہ جنگلی گائے کے بچے کا نام ہے اگر وہ مؤنث ہو تو اسے فتی کہا جاتا ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ الارخ اس گائے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ بیل نے جفتی نہ کی ہو عرب باحیاء عورتوں کو اسی کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ ابو منصور جوالیقی نے کہا ہے کہ الارخ وقت کو تاریخ توقیت کو کہا جاتا ہے ابن بری نے کہا ہے: کسی نے یہ مؤقف اختیار نہیں کیا۔ ابن درستویہ نے کہا ہے کہ الارخ جنگلی گائے کو کہا جاتا ہے تاریخ کا مادہ اشتقاق ایک ہے فتی سال سے وقت ہے۔ تاریخ زمانہ میں سے وقت ہے۔

ابن البری نے لکھا ہے: اس نے پوری طرح احسان کیا۔ ارخ اور تاریخ کو جمع کر دیا۔

۷- تاریخ تعریف الوقت ہے۔ اصطلاح میں اس وقت کی تعیین ہے جس کی طرف زمان اور اس کا مابعد منسوب ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ معلوم یوم ہے جس کی طرف وہ زمان منسوب جو اس کے بعد آئے۔ ایک قول یہ ہے تعریف الوقت سے مراد اس کی نسبت اس پہلے حادثہ کی طرف مراد ہے میں کسی چکر (راؤنڈ) کا ظہور ہو یا طوفان یا زلزلہ وغیرہ کا وقوع ہو۔

چوتھی نوع

غزوات اور سرایا کے علاوہ ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

ہجرت کے پہلے سال بنو سالم بن عوف کے رستہ میں آپ نے نماز جمعہ ادا کی۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا، جیسے بہت سے سیرت نگاروں اور صاحب عیون نے لکھا ہے۔ ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ پہلا خطبہ تھا جسے آپ نے مدینہ طیبہ میں دیا۔ آپ صحابہ کرام میں کھڑے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا:

''امابعد! اے لوگو! اپنے آپ کے لیے عمدہ افعال سرانجام دے لو تم سب کو جان لینا چاہیے کہ قسم بخدا! کہ تم میں سے ہر ایک نے ''صاعقہ'' کا سامان کرنا ہے، پھر وہ اپنی بھیڑوں کو اس حالت میں چھوڑے گا کہ ان کو چروانے والا کوئی نہ ہوگا، پھر اس کا رب اس سے ضرور پوچھے گا: اس وقت نہ تو کوئی اس کا ترجمان ہوگا نہ ہی کوئی پردہ ان کے مابین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: اے بندے! کیا تیرے پاس میرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لائے؟ اور تجھے تبلیغ نہیں کی۔ کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا۔ تم پر اپنا فضل وکرم نہیں کیا۔ تم نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟ وہ شخص دائیں بائیں دیکھے گا لیکن وہ کچھ نہ دیکھے گا پھر وہ سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے گا جو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو طاقت سے بچا لے اگرچہ کھجور کے ایک حصے کے ساتھ ہی ہو، تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے اگر وہ کھجور کا ٹکڑا نہ پائے تو اسے عمدہ گفتگو سے ہی جہنم سے نجات پالینی چاہیے۔ بلاشبہ عمدہ گفتگو کا بھی اجر دیا جائے گا۔ نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک ہے والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پھر آپ نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اسی کی ستائش کرتا ہوں میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے صرف اس کی پناہ حاصل کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بہترین کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے دل کو اس سے مزین کردیا وہ کامیاب ہوگیا جسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کردیا گیا وہ کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اس کتاب حکیم کو دوسروں کی باتوں پر ترجیح دی وہ کامران ہوگیا۔ یہ کلام تمام کلاموں سے عمدہ اور بلیغ ہے۔ جس سے رب تعالیٰ پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے ذکر سے اکتا نہ جایا کرو تمہارے دل اس سے بیزاری کا اظہار نہ کریں، کیونکہ یہ کلام ان اشیاء میں سے ہے جنہیں رب تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور انہیں برگزیدہ اور منتخب کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اعمال میں سے

بہترین۔ بندوں میں سے مصطفیٰ اور گفتگو میں سے صالح کا نام دیا ہے جو کچھ لوگوں کو عطا کیا گیا۔ان میں سے کچھ حلال اور کچھ حرام ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔رب تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔رب تعالیٰ کے متعلق سچ کہو یہ بہترین بات ہے جسے تم کہتے ہو۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے باہمی محبت کرو۔رب تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ توڑا جائے۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابن جریر نے حضرت سعید بن عبد الرحمان الجمعی سے روایت کیا ہے کہ ان تک وہ خطبہ پہنچا ہے جو آپ نے سب سے پہلے جمعۃ المبارک کے وقت فرمایا تھا، جو آپ نے مدینہ طیبہ میں بنو سالم بن عمرو کے محلہ میں دیا تھا۔آپ نے فرمایا:

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔اسی پر ایمان لاتا ہوں۔میں اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔وہ وحدہٗ لاشریک ہے محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔اس نے انہیں ہدایت، دین حق، نور اور موعظہ کے ساتھ بھیجا ہے۔اس وقت جبکہ رسل عظام کو آئے کافی مدت گزر چکی تھی۔علم قلیل ہو چکا تھا لوگ گمراہی کی دلدل میں تھے۔زمانہ میں انقطاع تھا اور قیامت قریب ہے۔موت نزدیک ہے جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے ہدایت کو پالیا جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا۔اس نے زیادتی کی اور وہ دور کی گمراہی میں جا گرا۔میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔وہ بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسے آخرت پر ابھارے۔وہ اسے رب تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے۔اس سے ڈرو جس رب تعالیٰ نے تمہیں اس سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں۔اس سے افضل کوئی یاد دلانا نہیں یہ اس کے لئے تقویٰ ہے جو ڈر اور خوف کے ساتھ اس پر عمل کرتا ہے۔یہ اس امر پر سچا مددگار ہے جس سے تم آخرت کا امر چاہتے ہو، جو ان امور کی اصلاح کر لیتا ہے جو اس کے اور اس کے رب تعالیٰ کے مابین مخفی اور اعلانیہ ہوتے ہیں اس کا مقصود صرف رضائے الٰہیہ ہوتا ہے تو یہ ان کے لیے نصیحت ہے، جو رب تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کی برائیوں کو ڈھانپ دیتا ہے اس کا اجر بڑا کر دیتا ہے جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر گیا۔رب تعالیٰ سے تقویٰ یہ ہے کہ تم اس کی ناراضگی سے بچو۔اس کی سزا سے بچو۔اس کے غصے سے بچو۔رب تعالیٰ کا خوف چہروں کو نورانیت عطا کرتا ہے جو رب کو راضی کرتا ہے۔وہ اس کے درجات کو بلند کرتا ہے۔اپنا حصہ لے لو رب تعالیٰ کی جناب میں زیادتی نہ کرو۔رب

تعالیٰ نے تمہیں اپنی کتاب سکھا دی ہے۔ تمہارے لیے اپنا راستہ واضح کر دیا ہے تاکہ وہ بچوں کو جان لے۔ وہ جھوٹوں کو جان لے تم اسی طرح احسان کرو جیسے رب تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔ اس کے دشمنوں سے عداوت رکھو۔ اس کے راستے میں اس طرح جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں چن لیا ہے اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ وہ جسے ہلاک کرے وہ بینہ سے ہلاک ہو وہ جسے زندہ کرے وہ بینہ سے زندہ ہو۔ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ موت کے بعد کے لئے اعمال کرو، جو ان امور کی اصلاح کر لیتا ہے جو اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین ہیں تو وہ ان امور کی کفایت کرتا ہے جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہیں کیونکہ وہ لوگوں کے لیے فیصلے کرتا ہے۔ لوگ اس کے لیے فیصلے نہیں کرتے۔ وہ لوگوں کا مالک ہے لوگ اس کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہات

۱۔ روض الانف میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ سے اپنے سارے دلوں کے ساتھ محبت کرو، یعنی دل کے سارے اجزاء محبت الٰہیہ میں مستغرق ہوں۔ دل سے نکلنے والا ہر عمل اور ذکر رب تعالیٰ کے لیے خالص ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ کے لیے اور بندہ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کا تذکرہ ہم نے "حبیب اللہ" آپ کے اسم گرامی میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

رب تعالیٰ کے کلام سے اکتانہ جایا کرو۔ فَاِنَّہٗ میں ضمیر کلام الٰہی کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ یہ حدیث اور امر کی طرف راجع ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: انّ الحدیث من کلّ ما۔۔۔ تمام اعمال رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔ و ربك يخلق ما يشاء و يختار۔ (قصص:۶۸) اور آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جو چاہتا ہے) خیرتہ من الاعمال سے مراد ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ مصطفٰی من عبادہٖ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس (حج:۷۵) اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں سے بعض کو رسول۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ عمل ہو جس کو لوگوں کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں من تبعیض کے لیے نہ ہوگا۔ یہ ابتدائے غایت کے لیے ہوگا، کیونکہ وہ ایسا عمل ہے جسے رب تعالیٰ نے انہیں توفیق دے کر ان سے سرانجام کرایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الحمدُ للہ احمدہٗ۔ الحمد للہ کا اعراب اسی طرح دال کے رفع کے ساتھ ہی ہے یہ اعراب حکایۃً نہیں ہے

بلکہ اس سے پہلے الامر مضمر ہوگا۔اصل عبارت یوں ہوگی: ان الامر الذی اذ کرہ۔ یہ ضمیر جو امر کی طرف راجع تھی اسے حذف کر دیا تا کہ اسماء میں سے کوئی الحمدللہ سے متقدم نہ ہو۔ان کا مقدم ہونا یہ تقدیم اسماء میں سے نہیں ہے۔ یہ حرف ہے جو اپنے مابعد کو مؤکد کرتا ہے۔قرآن پاک کا آغاز بھی الحمدللہ سے ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ نے حصول برکت کے لئے اپنے خطبہ کا آغاز بھی اسی سے کیا۔

۲۔ اس دن کے نام میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر اتفاق ہے کہ جاہلیت میں اسے العروبہ کہا جاتا تھا۔میں کہتا ہوں کہ ابن نحاس نے اپنی کتاب ''صناعۃ الکتاب'' میں لکھا ہے کہ اہل لغت اسے الف لام کے ساتھ ہی جانتے ہیں مگر شاذ ہی۔اس کا معنی واضح اور عظیم دن ہے۔ یہ اعرب سے مشتق ہے جب کہ ان روشن ہو۔ایک قول کے مطابق اس کو یہ نام اس لیے دیا جاتا ہے کیونکہ خلائق کا کمال اسی میں جمع کیا گیا۔اسے ابو حذیفہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ یہ المبتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مگر یہ ضعیف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس میں تخلیق آدم کو جمع کیا گیا۔امام احمد، امام نسائی، ابن خزیمہ، ابن ابی حاتم نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یوم الجمعۃ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ و رسولہ اعلم۔آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔تیسری بار فرمایا: اسی روز تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جمع کیا گیا۔فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں کہ جمعۃ المبارک کیا ہے کہ جو شخص بھی اس روز پاکیزگی حاصل کرتا ہے عمدہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے پھر نماز جمعہ کے لئے آتا ہے۔وہ خاموش ہو جاتا ہے حتیٰ کہ امام نماز پڑھا دیتا ہے۔وہ اس کے لیے اس جمعۃ المبارک سے لے کر آئندہ جمعۃ المبارک تک کفارہ بن جاتا ہے۔جب تک وہ خونریزی سے اجتناب کرے۔اس کی شاہد وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ابن ابی حاتم نے اسے قوی سند سے موقوفاً روایت کیا ہے۔الفتح میں اسے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا گیا ہے۔ یہ روایت المصنف میں بھی ہے۔امام احمد نے اسے ضعیف سند سے مرفوع روایت کیا ہے۔الحافظ کہتے ہیں:

یہ سارے اقوال سے اصح ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ روایت بھی ہے جسے ابن سیرین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے پاس انصار جمع ہوتے تھے۔وہ یوم العروبہ کو یوم الجمعۃ کہتے تھے۔وہ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے، کیونکہ وہ اس روز جمع ہوتے تھے لہٰذا انہوں نے اس کا نام یوم الجمعۃ رکھ دیا۔ایک قول یہ ہے کہ اس روز کو یوم الجمعۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ لوگ نماز کے لیے اس میں جمع ہوتے ہیں۔ابن حزم نے اسے یقین کے ساتھ تحریر کیا ہے یہ اسلامی نام ہے جاہلیت میں نہ تھا۔اسے عروبہ کہا جاتا تھا۔اس میں اختلاف ہے۔اہل لغت نے کہا ہے کہ عروبہ پرانا نام ہے یہ جاہلیت میں تھا۔ظاہر ہے کہ انہوں نے ساتوں دنوں کے نام تبدیل کر دیے تھے۔ پہلے انہیں اول، اھون، جبار، دبار، مؤنس عروبہ اور شبار کہا جاتا تھا،

جوہری نے لکھا ہے: اہل عرب سوموار کو پرانے اسماء میں اھون کہتے تھے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان ایام کے نئے نام رکھے تھے۔ اب یہ ہفتہ، اتوار کے ناموں سے معروف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے کعب بن لوئ نے العروبہ کو یوم الجمعۃ کہا۔ فراء وغیرہ نے اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے جو شخص یہ کہے کہ انہوں نے روز جمعۃ کے علاوہ بقیہ سارے ایام کے نام تبدیل کر دیے تھے۔ عروبہ کو اسی نام پر رکھا۔ وہ خاص دلیل کا محتاج ہوگا۔

۳۔ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام نے نماز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں پڑھی تھی اس وقت حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف نہ لائے تھے۔ یہ آپ کے اذن سے تھا۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنی ہجرت سے قبل صحابہ کرام کو مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کا اذن دے دیا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں نماز جمعہ ادا نہ کر سکتے تھے نہ ہی ان کے لیے اسے عیاں کر سکتے تھے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ امابعد! اس طرح کا دن تلاش کر لو جسے یہود نے زبور کے لیے ہفتہ کا دن متعین کیا ہے۔ اپنی خواتین اور بیٹوں کو جمع کرو۔ جب جمعۃ المبارک کے روز سورج ڈھل جائے تو قرب الٰہی کے لیے دو رکعتیں پڑھو۔ سب سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی، حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے زوال کے وقت نماز ظہر کے وقت انہیں جمع کیا اور جمعہ پڑھایا۔ اس سند میں احمد بن محمد بن غالب الباھلی ہے جس پر وضع حدیث کی تہمت ہے۔ الذھر میں ہے: اس متن کے اعتبار سے معروف یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ ہم نے اسے کتاب الاوائل از ابو عروبہ الحرانی میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے: حدثنا ہشام بن قاسم، حدثنا ابن وھب، انبأنا ابن جریج عن سلیمان بن موسیٰ ان النبی ﷺ کتب الی مصعب بہ۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام کا اجتہاد تھا۔ امام عبدالرزاق نے صحیح سند سے حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ طیبہ جمع ہوئے۔ ابھی جمعۃ کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ انصار نے کہا: یہودیوں کے لیے ایک دن ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کے لیے بھی ایک دن متعین ہے۔ آؤ، ہم بھی ایک دن متعین کرلیں جس میں ہم جمع ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں نماز پڑھیں۔ اسی کا شکر ادا کریں۔ انہوں نے یوم عروبہ کو متعین کرلیا۔ وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوئے۔ وہ انہیں اس روز نماز پڑھاتے، پھر یہ آیت طیبہ اتری:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ (الجمعۃ:۹)

ترجمہ: جب (تمہیں) بُلایا جائے نماز کی طرف۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن حسن سند کے ساتھ اس کی شاہد بھی ہے جسے امام احمد، ابوداؤد،

ابن ماجہ اور ابن خزیمہ انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے۔) نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہمیں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھائی۔ ابن سیرین کی مرسل روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کے ساتھ روز جمعہ کو اختیار کیا تھا۔ یہ اس کے مانع نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ پر اس کے متعلق وحی کا نزول ہو گیا ہو لیکن وہاں قیام جمعہ ممکن نہ ہو جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے مرسل روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اس لیے جب آپ مدینہ طیبہ آئے تو سب سے پہلے انہیں جمعہ پڑھایا جیسے ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے اسی طرح جمعہ کے لیے ہدایت دونوں اعتبار سے حاصل ہو گئی۔ (۱) بیان سے۔ (۲) توفیق سے۔

ایک قول کے مطابق انہوں نے روز جمعہ کو منتخب فرمایا تو اس میں حکمت یہ تھی کہ اس میں تخلیق آدم ہوئی تھی۔ انسان کو عبادت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اس روز عبادت میں مصروف رہے۔ نیز رب تعالیٰ نے اس میں موجودات کو مکمل فرمایا اسی انسان کو تخلیق کیا جس نے ان سے فائدہ اٹھانا ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اس پر عبادت کر کے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

اسی سال نماز حضر کو چار رکعتیں بنا دیا گیا۔ یہ آپ کے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہونے ایک ماہ بعد تک یعنی ربیع الآخر کی بارہ تاریخ تک دو دو رکعتیں تھیں۔ دولابی نے لکھا ہے اس روز منگل تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت سے ایک سال بعد ہوا تھا۔ اسے دولابی نے روایت کیا ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اکثر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ نماز مکمل ہی اتری تھی۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ واقدی کا خیال ہے کہ اہل حجاز کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس سال آپ نے اپنی مسجد، حجرات اور مسجد قباء بنائی۔ آپ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ فرمایا۔ یہ جگہ دو یتیموں حضرات سہل اور سہیل رضی اللہ عنہما کی ملکیت تھی۔ بلاذری، یحییٰ بن حسن وغیرہما نے لکھا ہے کہ یہ دونوں رافع بن ابی عمرو کے بیٹے تھے۔ ابن حزم اور ابن عبد البر اور سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے۔ السید نے بھی اسی قول کو راجح کہا ہے جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ عمر کے بیٹے تھے۔ العیون میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ امام ذہبی سے منقول ہے جس سے ان دونوں اقوال کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سہیل بن عمرو انصاری اس سہیل کے بھائی تھے۔ یہ دونوں اپنے دادا جان کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے جسے اکثر روایت میں صحیح میں ہے۔

ابوذر الہروی نے لکھا ہے کہ یہ "سعد" نام ہے کیونکہ یہ دونوں سعدوں سے قبل اسلام لے آئے تھے۔ ان کی کنیت ابو امامہ تھی ان کے بھائی سعد نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔ یحییٰ بن حسن نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ ابن زبالہ اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوایوب کی کفالت میں تھے۔ انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! میں انہیں راضی کرلوں گا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بنو بیاضہ میں انہیں اس کے عوض نخلستان فرمالیا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے یہ قطعۂ زمین خرید لیا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ جگہ دو یتیموں کی ملکیت میں تھی۔ یہ حضرت معاذ بن عفراء کی ملکیت میں تھے۔ ان دونوں اقوال کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں کی کفالت میں تھے، یا حضرت اسعد کے وصال کے بعد یہ حضرت معاذ کی کفالت میں چلے گئے تھے جیسے ابن زبالہ نے ابن ابی فدیک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے بعض اہل علم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت اسعد بن زرارہ حضور اکرم ﷺ کے مسجد کو بنانے سے قبل وصال فرما گئے تھے۔ آپ نے سہل اور سہیل کے سرپرست سے وہ جگہ خرید لی تھی۔

الصحیح میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو نجار کے گروہ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: بنو نجار! مجھ سے اپنی اس جگہ کی قیمت لے لو۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! صرف اس کا اجر صرف رب تعالیٰ سے لیں گے۔ دوسری روایت میں ہے: آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا۔ ان کے ساتھ اس جگہ کا سودا کیا تاکہ وہاں مسجد تعمیر کردیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم اسے آپ کو ہبہ کرتے ہیں مگر آپ نے انکار فرمادیا حتیٰ کہ آپ نے ان سے خرید لیا پھر وہاں مسجد تعمیر کردی۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے اس چچا سے بات کی جس کی وہ کفالت میں تھے کہ وہ اسے ان سے خرید لے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا: تم اسے لے کر کیا کرو گے؟ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ وہ ان سے سچ بولے۔ اس نے بتایا کہ یہ جگہ حضور اکرم ﷺ کو چاہیے۔ انہوں نے عرض کی: ہم آپ کو پیش کردیتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو پیش کردی۔ ان دونوں روایات کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے جسے الحافظ نے اشارہ دیا ہے کہ جب انہوں نے عرض کی: ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے تو آپ نے ان سے پوچھا۔ یہ کس کی ملکیت میں ہے۔ انہوں نے دو بچوں کے نام لیے آپ نے ان سے خرید لی یا ان کے سرپرست سے خرید لی۔ وہ بچے نابالغ تھے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ جنہوں نے یوں عرض کی تھی۔ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ انہوں نے دونوں یتیم بچوں کی طرف سے ذمہ داری اٹھائی تھی۔ ابن عقبہ سے روایت ہے کہ حضرت اسعد نے انہیں بنو بیاضہ میں ایک نخلستان دے دیا تھا۔

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت ابو ایوب نے عرض کی تھی: میں انہیں راضی کرلوں گا۔ انہوں نے انہیں راضی کرلیا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن عفراء نے فرمایا تھا: یہ خریداری سے بعد ہوگا احتمال یہ ہے کہ حضرات اسعد، ابو ایوب اور ابن عفراء رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے ان کو کچھ نہ کچھ راضی کرنے کی کوشش کی لہٰذا اسے ان میں سے ہر ایک کی طرف منسوب کردیا گیا۔ روایت یہ بھی ہے کہ ان دو یتیموں نے عوض قبول کرنے سے انکار کردیا تھا شاید یہ ابتداء میں ہو لیکن اس بات سے اشکال پیدا ہوتا ہے جسے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ امام واقدی نے فرمایا ہے کہ آپ نے وہ جگہ عفراء کے بیٹوں سے سونے کے دس دیناروں کے عوض حاصل کی تھی۔ یہ رقم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھی، یا یہ سودا عفراء کے دونوں

بیٹوں سے ہوا تھا۔ وہ ان یتیموں کے سرپرست تھے۔ سیدنا صدیق اکبر نے خیر میں اسی طرح سبقت کی جیسے حضرات اسعد، ابو امامہ اور معاذ بن عفراء نے کی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دس دینار دے دیے۔ انہیں ان تمام نے دیے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے آپ نے ان سے یہ جگہ بطور ہبہ قبول نہ کی، کیونکہ وہ دونوں یتیم تھے۔

بلاذری نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ آپ وہ جگہ لے لیں وہ یتیموں کو اس کی قیمت دے دیں گے، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کر دیا۔ ان سے دس دیناروں سے خرید لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کیے ایک احتمال یہ ہے کہ آپ نے پہلے وہ کچھ حصہ اور پھر اس کا دوسرا حصہ لیا ہو۔ ایک روایت کا تقاضا ہے کہ حضرت سعد بن زرارہ نے اس مربد کو مسجد بنایا تھا۔ یہ عنقریب آئے گا کہ انہوں نے ایک بار اس میں اضافہ کیا تھا یہ ایک واقعہ نہیں ہے۔

یحییٰ بن حسن نے نوار بنت مالک سے روایت کیا ہے یہ حضرت زید بن ثابت کی والدہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل حضرت اسعد بن زرارہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو پانچ نمازیں پڑھاتے تھے۔ وہ اس مسجد میں لوگوں کو جمعہ پڑھاتے تھے جو انہوں نے سہل اور سہیل کے مربد میں بنائی تھی۔ گویا کہ میں اب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مسجد بنائی اور اس میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

شیخان اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی باہم الجھی ہوئی شاخوں کی تھی۔ اس پر چھت نہ تھی۔ بیت المقدس کی طرف اس کا قبلہ تھا آپ نے وہ کھجوریں اور فرقد کاٹنے کا حکم دیا جو اس میں تھے۔ زمانہ جاہلیت میں اس میں قبور تھیں آپ نے انہیں اکھیڑنے کا حکم دیا آپ نے ہڈیاں غائب کرنے کا حکم دیا۔ اس مربد سے پانی رستا تھا۔ صحابہ کرام نے اسے ختم کر دیا۔ اس میں سخت بلند جگہ تھی۔ اسے حکم دیا تو ہموار کر دیا گیا۔ ستون قبلہ کی طرف رکھے گئے تا کہ اس پر چھت ڈالی جائے۔ اس کی دہلیزوں پر پتھر لگائے گئے۔ ابن عائذ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس میں بارہ دن تک نمازیں ادا کیں یہ عریش تھا پھر اس پر چھت ڈال دیا گیا۔

ابن زبالہ اور یحییٰ نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو فرمایا: میرے لیے اسی طرح کا عریش بنا دو جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے لیے عریش تھا۔ اس پر تمام لکڑیاں ڈالی جائیں۔ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے سایہ بان کی مانند ہو۔ معاملہ اس سے بھی جلدی آنے والا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا سایہ بان کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا: جب وہ اٹھتے تھے تو اس کا چھت اس کے سر کو لگتا تھا۔ امام بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سرور دین و دنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنائی تو آپ کے صحابہ کرام نے آپ کی مدد کی۔ وہ آپ کے ساتھ تھے آپ اینٹیں پکڑا رہے تھے حتیٰ کہ آپ کے سینہ اقدس پر گرد و غبار چھا گیا۔ آپ نے فرمایا:

اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عریش کی طرح عریش بنا دو۔ حضرت حسن سے عرض کی گئی۔ حضرت موسیٰ کا عریش کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جب وہ اپنا ہاتھ بلند کرتے تھے تو وہ اس کی چھت کو لگ جاتا تھا۔ الصحیح میں ہے کہ آپ صحابہ کرام کو ترغیب دیتے ہوئے ان کے ہمراہ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ اینٹیں اٹھاتے ہوئے کہہ رہے تھے:

هذا الحمال لاحمال خیبر　　　هذا ابرّ ربنا و اطهر

ترجمہ: یہ بوجھ ہے لیکن یہ خیبر کے بوجھ کی طرح نہیں ہے۔ ہمارے رب تعالیٰ! یہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور اطہر ہے۔

آپ فرما رہے تھے:

اللهم ان الاجر اجر الآخره　　　فانصر الانصار و `المهاجره

ترجمہ: مولا! اجر تو آخرت کا اجر ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

ابن شہاب نے لکھا ہے: آپ یہ کلام پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام بڑے بڑے پتھر لے کر آ رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے:

لاهم لا خير الا خير آلاخرة　　　فانصر الانصار و المهاجرة

ترجمہ: مولا! کوئی بھلائی نہیں مگر آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ امام زہری سے روایت ہے کہ آپ یوں فرما رہے تھے:

لاهم لا خير الاخير آلاخرة　　　فارحم المهاجرين و الانصار

مسلمان کام کر رہے تھے۔ وہ جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ شعر پڑھا:

لئن قعدنا و النبی یعمل　　　لذالك منّا العمل المضلّل

ترجمہ: اگر ہم بیٹھ جائیں اور حضور اکرم ﷺ کام کر رہے ہوں۔ یہ ہماری طرف سے ایک نازیبا فعل ہوگا۔

حضرت عثمان ایک نظیف شخص تھے۔ وہ اینٹ اٹھاتے تو اسے اپنے کپڑوں سے دور رکھتے۔ جب اسے رکھتے تو آستین جھاڑ لیتے، اور اسے دیکھتے۔ ابن زبالہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنی مسجد بنائی۔

ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ محمد بن عمر اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کے ارد گرد گھر تھے۔ جب آپ ﷺ کی زوجہ کریمہ سے نکاح فرماتے تو وہ اپنا ایک گھر خالی کر دیتے۔ اس طرح ان کے سارے گھر حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے لیے ہو گئے۔

ابن سعد، یحییٰ بن حسن نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اس وقت آپ کے حجرات مقدسہ کی زیارت کی جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں ولید بن عبدالملک کے حکم سے گرا دیا۔ وہ اینٹوں سے

بنائے گئے تھے۔کھجور کی شاخیں مٹی کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔میں نے انہیں شمار کیا وہ نو حجرات مقدسہ تھے۔یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے لے کر،اس دروازہ سے لے کر جو مسجد کے ساتھ تھا،حضرت اسماء بنت حسن بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے گھر تک تھے۔میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کی زیارت کی۔ان کا حجرہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔انہوں نے اپنے بیٹے کے نور نظر سے کہا۔جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت ام سلمہ نے اپنا حجرہ اینٹوں سے بنالیا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے اینٹوں کو دیکھا۔سب سے پہلے انہی کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔فرمایا:یہ کیسی عمارت ہے؟انہوں نے عرض کی:یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے چاہا کہ میں لوگوں کی نظروں کو روک دوں۔آپ نے فرمایا:ام سلمہ!وہ سب سے برا کام جس میں مسلمان کا پیسہ جاتا ہے وہ عمارات ہیں۔

محمد بن عمر نے کہا ہے:میں نے یہ روایت معاذ بن محمد انصاری سے بیان کی۔انہوں نے کہا:میں نے یہ روایت عطاء خراسانی سے اس محفل میں سنی جس میں عمر بن ابی انس تھے۔انہوں نے فرمایا:وہ قبر انور اور منبر مبارک کے مابین تھے۔میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی انہیں کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔اس کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے پردے تھے۔ولید کا خط آگیا اسے پڑھا گیا اس نے حکم دیا تھا کہ حجرات مقدسہ کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے۔میں نے لوگوں کو اتنا زیادہ روتے ہوئے کبھی نہ سنا تھا۔جتنا وہ اس روز روئے تھے۔حضرت عطاء نے کہا:میں نے حضرت سعید بن مسیب کو اس روز فرماتے ہوئے سنا:بخدا!میری خواہش تھی کہ ان حجرات مقدسہ کو اسی حالت پر رہنے دیا جاتا۔اہل مدینہ میں سے کوئی بچہ جوان ہوتا یا آفاق سے کوئی آتا تو اسے دکھایا جاتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں کس پر کفایت فرماتے تھے۔اسی سے لوگ کثرت اور فخر کو چھوڑ کر زہد اختیار کرتے۔حضرت معاذ نے فرمایا:جب حضرت عطاء خراسانی اپنی روایت سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن ابی انس نے فرمایا:ان میں سے چار حجرات مقدسہ اینٹوں کے تھے۔کھجور کی شاخوں میں پتھر تھے،جبکہ پانچ حجرات مقدسہ مٹی کے تھے ان میں پتھر استعمال نہ ہوئے تھے۔ان کے دروازوں پر بالوں سے بنائے گئے کمبل تھے۔جنہیں بطور پردہ لٹکایا جاتا تھا میں نے انہیں ایک ذراع میں تین ذراع پایا تھا۔میں نے جس آہ و بکاہ کا ذکر کیا ہے۔

تو میں نے دیکھا کہ میں ایک محفل میں تھا جس میں صحابہ کرام کے فرزند تھے ان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف،ابوامامہ بن سہل بن حنیف،خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل تھے۔وہ رو رہے تھے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔اس روز حضرت ابوامامہ نے فرمایا:کاش!انہیں اسی طرح چھوڑ دیا جاتا۔انہیں نہ گرایا جاتا حتیٰ کہ لوگ بڑی بڑی عمارات بنانے سے رک جاتے۔وہ اسی پر راضی ہو جاتے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راضی ہوا تھا جبکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ مبارک میں تھیں۔ابن سعد،امام بخاری نے ادب میں ابن ابی الدنیا،بیہقی نے الشعب میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:میں نوخیز تھا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔میں اپنے ہاتھ سے ان کا چھت چھو لیتا تھا۔

امام بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی۔ انہیں کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازے پر بالوں سے بنا ہوا ٹاٹ لگایا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اندر سے کمرے کا عرض دس ذراع تھا۔ اس کا مسکن سات اور آٹھ ذراع کے مابین تھا۔

محمد بن حسن مخزومی سے روایت ہے۔ انہوں نے محمد بن ہلال سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی۔ وہ شاخ خرما سے بنائے گئے تھے۔ بالوں کے کمبل دروازوں پر لٹکائے گئے تھے۔ وہ قبلہ، مشرق اور شام کی سمت تھے۔ مسجد کے مغرب کی طرف کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ شام کی سمت تھا۔ ان کی دلیز عرعر یا ساج کی تھی۔ ابن مندہ نے بشر بن صحار العبدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ازواجِ مطہرات کے حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔ میں ان کی چھت کو چھو لیتا تھا۔ ابن سعد نے حضرات عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن ابی مرثد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے کاشانہ اقدس پر دیوار نہ تھی سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر دیوار بنائی۔ حضرت عبید اللہ نے فرمایا: اس کی دیوار چھوٹی تھی، پھر اسے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کر دیا تاریخ البخاری میں ہے: آپ کے در اقدس پر دستک ناخنوں سے دی جاتی تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ دروازہ کے لیے کڑا نہ تھا۔

تنبیہ

''الروض الانف'' میں ہے حجرات مقدسہ کی تعداد نو تھی، بعض کھجوروں کے پتوں اور مٹی سے بنائے گئے تھے۔ ان کی چھت بھی کھجوروں کی شاخوں کی تھی۔ ان میں سے کچھ پتھروں سے بنائے گئے تھے۔ جن کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر جوڑا گیا تھا۔ ان کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی السید نے لکھا ہے: ابن الجوزی نے جو محمد بن عمر سے روایت کیا ہے اس کا ظاہر اس تفصیل کے مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ آپ نے پہلے اپنی دو ازواجِ مطہرات کے لیے دو حجرے بنائے جب بھی کسی زوجہ کریمہ سے نکاح فرماتے ان کے لیے حجرہ مقدسہ بنالیا جاتا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساکن سے دستبردار ہو جاتے تھے آپ وہاں حجرہ بنا دیتے تھے۔

زرکشی نے حافظ ذہبی سے روایت کیا ہے انہوں نے تکمیل الروض میں فرمایا: ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ آپ نے اسی وقت ہی نو حجرات مقدسہ بنالیے تھے جب مسجد نبوی تعمیر کی۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے اس طرح نہیں کیا تھا۔ پہلے آپ نے ایک حجرہ مقدسہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور دوسرا حجرہ مقدسہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنایا تھا۔ گویا کہ آپ نے مختلف اوقات میں یہ حجرات مقدسہ بنائے تھے۔ السید نے لکھا ہے: جو کچھ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے اس کا مقتضی یہی ہے لیکن یہ اس روایت کو آپ نے تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت ام المؤمنین سودہ اور حضرت ام المؤمنین

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرات مقدسہ بنا لیے تھے۔ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس وقت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اگرچہ رخصتی ابھی تک نہ ہوئی تھی۔ آپ نے ان کے لیے حجرہ بنا دیا۔ اسی سال میں اذان کی ابتداء ہوئی، یا دوسرے سال ہوئی۔

ابن اسحاق اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ بلائے بغیر نماز کے وقت جمع ہو جاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ اسی طرح کا بگل بنوالیں جیسے 39 یہودی نماز کے لیے بگل بجاتے ہیں پھر آپ نے اسے ناپسند کیا۔ صحابہ کرام اسی مشاورت پر تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان سکھا دی گئی۔

اسی سال حضرت محمد بن مسلمہ پیدا ہوئے۔ اسی سال آپ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مؤاخات قائم کیا۔ وہ ایک دوسرے کے وارث بنے حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (الاحزاب:٦)

ترجمہ: اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

العیون میں ہے کہ یہ آٹھ ماہ بعد رونما ہوا تھا، جبکہ قطب حلبی نے ابو عمر سے پانچ ماہ کا ذکر کیا ہے الاشارہ میں اسی طرح ہے جیسے عیون میں ہے۔ اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ ودان میں تیر پھینکا تھا۔ یہ پہلا تیر تھا جو راہ خدا میں پھینکا گیا تھا۔ اسی سال حضرت اسعد بن زرارہ کا وصال ہوا تھا جبکہ مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔ یہ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے وصال کرنے والی شخصیت تھی۔ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ یہ ان بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ عقبہ کی رات آپ نے بنو نجار پر انہیں نقیب بنایا تھا یہ تینوں عقبات میں حاضر ہوئے تھے۔ عقبہ ثانیہ میں ایک قول کے مطابق انہوں نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی تھی۔ یہ جوان تھے۔ انہوں نے سب سے پہلا مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھایا۔ انہی کے متعلق آپ نے فرمایا: حضرت اسعد کا وصال یہودیوں اور منافقین کے لئے بہت برا تھا۔ انہوں نے کہا: اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا یہ صحابی انتقال نہ کرتا، حالانکہ میں رب تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے خلاف اپنے آپ کے لیے اور اپنے صحابہ کے لیے کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کا تقاضا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا تھا۔ ابن اثیر نے گمان کیا ہے کہ ان کا وصال آپ کی تشریف آوری سے سات ماہ بعد ماہ شوال میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم!

ابن جریر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ وہ آپ کی جلوہ نمائی کے کچھ ہی عرصہ بعد وصال کر گئے تھے۔ ان کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ کا وصال ہوا۔ ان کا وصال مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہو گیا تھا۔ وہ خناق اور کالی کھانسی میں مبتلا تھے۔ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کانٹے سے ان کو داغ لگائے تھے۔ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن اسحاق

نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بنو نجار نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ آپ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کے لیے نقیب مقرر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے ننھال ہو جو کچھ تم میں رونما ہو گا اس کے لیے میں ہی ہوں۔ میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔ آپ نے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اس منصب کے لیے منتخب کرنا ناپسند کیا۔ یہ بنو نجار کی وہ فضیلت تھی جسے وہ اپنی قوم میں سے اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ابن اثیر نے کہا ہے: ابن کثیر نے ان کی تصدیق کی ہے کہ یہ قول اس امر کا رد کرتا ہے جو ابو نعیم اور ابن مندہ نے کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ بنو ساعدہ کے نقیب تھے۔ وہ بنو نجار کے نقیب تھے۔

اسی سال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال غزوۂ بدر کے بعد ہوا تھا۔ سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ہدم کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف کیا جائے۔ آپ نے ان کی قبر انور پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل مر گئے۔ ابو احیحہ طائف میں مرا۔ یہ تینوں شرک پر مرے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ماہ شوال میں پیدا ہوئے تھے۔ ابن کثیر نے اس مؤقف کو درست کہا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال ہوئی تھی۔ پہلے مؤقف کے مطابق وہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں پیدا ہونے والے پہلے مولود تھے۔ آپ کا لعاب دہن سب سے پہلے ان کے پیٹ میں گیا۔ کھجور سے انہیں گھٹی دی، پھر ان کے لیے دعا کی۔ جیسے ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر سے حاملہ تھیں۔ میں ہجرت کے لیے عازم سفر ہوئی تو ان کی ولادت کا وقت قریب تھا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچی قباء ٹھہری۔ ان کی ولادت ہو گئی۔ میں انہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آئی۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا۔ کھجور منگوائی۔ اسے منہ مبارک میں چبایا اس میں لعاب دہن لگایا۔ یہ پہلی چیز تھی جو حضرت عبداللہ کے منہ سے پیٹ میں گئی، پھر آپ نے کھجور کے ساتھ گھٹی دی، پھر ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلے ان ہی کی ولادت ہوئی تھی۔ (بخاری) ان کی بہن محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

امام واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے اہل خانہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو لے آئیں۔ وہ ہجرت کے فوراً بعد انہیں لے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں حمل تھا۔ حمل کا وقت قریب تھا جب ان کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ انہوں نے ان کی ولادت پر مسرت کا اظہار کیا، کیونکہ ان تک یہ خبر پہنچی تھی کہ یہودیوں نے ان پر جادو کر دیا تھا تاکہ ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت نہ ہو۔ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہود کی تکذیب کر دی۔ اسود نے گمان کیا ہے کہ ان کی ولادت ہجرت سے بیس ماہ بعد ہوئی۔ امام واقدی نے محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے حضرت

نعمان حضرت عبداللہ سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے ان کی ولادت ہجرت کے چودہ ماہ بعد ہوئی تھی لیکن احادیث صحیحہ اس کا رد کرتی ہیں۔

اسی سال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بطور خادم آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ انصار کے مرد و خواتین آپ کی بارگاہ میں تحائف بھیج کر آپ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اس پر افسوس کرتی تھیں ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت مآب میں لے آئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ یہ رزین کا قول ہے۔ صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کا خادم نہ تھا۔ حضرت ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے بارگاہ رسالت مآب میں لے گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس ایک دانا بچہ ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ ان متفرق روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ پہلے ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں پیش کیا، پھر حضرت ابوطلحہ انہیں آپ کی خدمت اقدس میں لے کر گئے، کیونکہ وہ ان کے سرپرست اور عصبہ تھے۔ یہ اس واقعہ کے علاوہ ہے جو غزوۂ خیبر میں انہوں نے ان کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی۔ اسی سال حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ ایک قول دوسرے سال کا بھی ہے۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے، پھر اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا، پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی ایک جھوٹی قوم ہیں۔ اگر آپ کے ان سے پوچھنے سے قبل انہیں میرے اسلام کے متعلق علم ہو گیا تو وہ مجھ پر الزام لگائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی کمرہ میں بند کر دیں۔ آپ نے انہیں ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ یہودی آپ کی خدمت میں آئے آپ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کس حیثیت کے مالک ہیں؟ انہوں نے عرض کی: وہ ہم میں سے بہترین ہیں۔ ہم میں سے بہترین کی اولاد ہیں۔ وہ ہمارے سردار ہیں ہمارے سردار کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر عبداللہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: رب تعالیٰ انہیں اس سے پناہ دے گا۔ حضرت عبداللہ باہر نکل آئے۔ انہوں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔ اے گروہِ یہود! رب تعالیٰ سے ڈرو، جو پیغام حق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر تمہارے پاس آئے ہیں اسے قبول کر لو۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ہیں۔ تم ان کا ذکر خیر، اسم گرامی اور حلیہ اپنی تورات میں پاتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ انہیں پہچانتا ہوں۔ یہودیوں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہم سب سے زیادہ شریر ہو شریر کے بیٹے ہو۔ انہوں نے ان پر عیب لگائے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ان سے یہی خدشہ تھا۔ کیا میں نے آپ سے عرض نہ کی تھی کہ یہودی ایک بہتان تراش قوم ہے۔ یہ دھوکہ باز، جھوٹی اور فاجر قوم ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا اپنے گھرانے کے اسلام کا اعلان کر دیا۔

میری پھوپھو حضرت خالدہ رضی اللہ عنہا بھی اسلام لے آئیں۔انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔

اسی سال حضرت عمرو بن عبسہ اسلمی حاضر ہوئے۔ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے بڑا بیزار تھا۔مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ باطل ہے میں اہل تیماء میں سے ایک اہل کتاب سے ملا۔میں نے اسے کہا: میں اس قوم سے ہوں جو بتوں کی پجاری ہے۔ایک قبیلہ کہیں فروکش ہوتا ہے ان کے پاس معبود نہیں ہوتا۔ان میں سے ایک شخص نکلتا ہے۔وہ چار پتھر لے کر آتا ہے۔وہ تین کو اپنی ہنڈیاں کے لئے گاڑھ لیتا ہے خوبصورت کو اپنا معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دیتا ہے پھر اگر اسے روانگی سے قبل اس سے خوبصورت پتھر نظر آئے وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کو معبود بنا لیتا ہے۔مجھے علم ہو گیا ہے کہ یہ معبودان باطلہ ہیں۔یہ نفع یا نقصان نہیں دے سکتے۔میری راہ نمائی خیر کی طرف کریں۔اس شخص نے کہا: مکہ مکرمہ سے ایک شخص کا ظہور ہوگا، جو اپنی قوم کے بتوں کے علاوہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔وہ معبود برحق کی طرف دعوت دے گا۔جب تم یہ دیکھو تو ان کی اتباع کرو۔وہ افضل دین لے کر آئیں گے۔اس وقت سے میرا عزم و مقصد صرف مکہ مکرمہ بن گیا۔میں مکہ آیا۔میں نے پوچھا: کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ مجھے بتایا گیا: نہیں، پھر میں مکہ مکرمہ آیا۔میں نے یہی سوال کیا تو مجھے بتایا گیا۔اس میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو معبودانِ باطلہ کے علاوہ صرف معبود برحق کی عبادت کرتے ہیں۔اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔میں نے سواری پر کجاوہ رکھا میں اسی جگہ آگیا جہاں مکہ مکرمہ میں اترتا تھا۔میں نے آپ کے متعلق پوچھا۔میں نے دیکھا کہ آپ مخفی تھے۔میں نے دیکھا کہ قریش کا رویہ ان کے متعلق سخت تھا۔میں نے نرمی اختیار کی اور آپ کی خدمت میں آگیا۔میں نے عرض کی: آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی (مکرم) ہوں۔میں نے عرض کی: آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔میں نے عرض کی: اس نے کس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے صرف خدائے یکتا کی عبادت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے مجھے (ناحق) خونریزی بند کرنے، بتوں کو توڑنے صلہ رحمی کرنے اور راستے کی امان کے ساتھ بھیجا ہے۔میں نے عرض کی: اس نے آپ کو کتنے اچھے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔میں آپ پر ایمان لے آیا۔آپ کی تصدیق کر دی ہے۔کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں آپ کے ہمراہ ٹھہر جاؤں، یا واپس چلا جاؤں۔آپ نے فرمایا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ لوگ اس پیغامِ حق کو ناپسند کر رہے ہیں جسے میں لے کر آیا ہوں۔تم یہاں رکنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔اپنے اہل خانہ میں چلے جاؤ۔جب تم میرے بارے میں سنو میں کہیں چلا گیا ہوں تو میرے پیچھے آجانا۔میں اپنے اہلِ خانہ میں ٹھہرا رہا۔جب آپ مدینہ طیبہ چلے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔میں مدینہ طیبہ آیا۔میں نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔تم وہی سلمی ہو جو میرے پاس مکہ مکرمہ میں آئے تھے۔تم نے مجھ سے یہ یہ سوالات کیے تھے۔میں نے تمہیں یہ یہ جوابات دیے تھے۔میں نے اس محفل کو غنیمت سمجھا۔میں نے کہا: مجھے کبھی بھی ایسی فراغت نصیب نہ ہو سکے گی۔میں نے عرض کی: یا رسول

اللہ! ﷺ کس گھڑی میں میری دعا سب سے زیادہ قبول ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری ثلث میں۔ اس وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی ہے، حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔ جب تم دیکھو کہ وہ سرخ ہو کر طلوع ہو گیا ہے گویا کہ وہ ڈھال کا ٹکڑا ہو تو نماز پڑھنے سے رک جاؤ۔ سورج شیطان کے دو سینگوں کے مابین سے طلوع ہوتا ہے۔ کفار اس کے لیے نماز پڑھتے ہیں جب وہ ایک یا دو نیزوں کی مقدار بلند ہو جائے (تو اس وقت نماز پڑھو) اس وقت نماز کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہ نماز مقبول ہوتی ہے، حتیٰ کہ آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس وقت نماز پڑھنے سے رک جاؤ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے جب سایہ آگے بڑھ جائے تو نماز ادا کرو اس وقت کی نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ نماز قبول ہوتی ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اگر وہ سرخ ہو کر غروب ہو جانے لگے گویا کہ وہ ڈھال کا ٹکڑا ہو تو رک جاؤ، پھر آپ نے وضو کا ذکر کیا۔ جب تم وضو کرنے لگو تو اپنے ہاتھ دھولو۔ چہرہ دھولو، پاؤں دھولو۔ اگر تم بیٹھ جاؤ تو یہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ اگر تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ رب تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح وہ اس کا مستحق ہے تو تم اپنی نماز سے اس طرح آؤ گے جیسے تمہاری ماں نے تمہیں ابھی جنم دیا ہو۔

پانچویں نوع

دوسرے سال کے واقعات

اسی سال آپ کی نور نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ امام نووی نے تحریر کیا ہے کہ ان کا وصال ماہ ذوالحجہ میں ہوا تھا لیکن سیرت نگاروں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ان کا وصال رمضان المبارک میں ہوا ہو۔

اسی سال قبلہ تبدیل ہوا تھا۔ ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ائمہ ستہ، ابو داؤد نے "ناسخ" میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے اپنی "ناسخ" میں، الطبرانی اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس سے، ابو داؤد نے سنن میں ابو العالیہ سے، یحییٰ ابن الحسین نے اخبار المدینہ میں حضرت ابن عمر سے، بیہقی نے امام زہری سے، امام مالک، ابو داؤد، شیخان، نسائی اور ابن جریر نے حضرت ابن مسیب سے، عبد بن حمید، ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن پاک میں سے سب سے پہلے قبلہ منسوخ ہوا۔ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔ خانہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ جب آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو وہاں کے اکثر باشندے یہودی تھے رب تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف رخ انور کرنے کا حکم دیا۔ اس سے یہودی خوش ہو گئے۔ آپ بیت المقدس کی طرف منہ مبارک کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آپ پسند کرتے تھے کہ آپ کا قبلہ خانہ کعبہ ہو۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ امام زہری نے سترہ ماہ کا ذکر کیا ہے حضرت براء کی روایت میں تیرہ یا سترہ ماہ کا تذکرہ ہے۔ شک کے ساتھ۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین سے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ رب تعالیٰ مجھے یہودیوں

کے قبلہ سے پھیر دے۔ انہوں نے عرض کی: میں آپ کی مثل عبد ہوں۔ میں آپ کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ سوائے اس کے جو مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اپنے رب تعالیٰ سے التجاء اور سوال کریں۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ امر الٰہی کے منتظر تھے۔ آپ بشر بن براء کی والدہ کے لیے بنوسلمہ میں تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ نماز ظہر کا وقت قریب آ گیا۔ جب آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت جبرائیل امین اترے اشارہ کیا کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ حضرت جبرائیل امین نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیا۔ آپ نے میزاب رحمت کی طرف رخ انور کر لیا۔ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرۃ: ۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

اسی لیے اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے۔ اس وقت نماز ظہر کی چار رکعتیں تھیں۔ آپ نے دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے اور دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے پڑھیں۔ دوسری روایت میں ہے: ماہ رجب میں جب کہ ہجرت کو سترہ ماہ گزر چکے تھے۔ آپ نے نماز ظہر کی آخری دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے پڑھیں۔ حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ انہوں نے بیت اللہ کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ آپ بھی اس طرف گھوم گئے۔ ایک اور روایت میں ہے: آپ نے پہلی نماز جو اس طرح پڑھی تھی وہ نماز عصر تھی۔ ایک قوم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان میں سے ایک شخص نکلا۔ حضرت الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ عباد بن بشر تھے۔ وہ اہل مسجد کے پاس سے گزرے۔ وہ رکوع میں تھے۔ انہوں نے کہا: میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ کے ہمراہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ صحابہ کرام بھی بیت اللہ کی طرف رخ کر گئے۔ حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ایک آنے والا آیا۔ ہم بنو عبد الاشہل میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے کہا: حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ بیت اللہ کی طرف رخ کر لیں۔ وہ ہمارے سامنے بیت اللہ کی طرف گھوم گیا ہم بھی اس کے ساتھ گھوم گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا:

اسی اثناء میں کہ لوگ قبا میں نماز صبح میں تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: آج رات آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے۔ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ انہوں نے اسی طرف رخ انور کر لیا۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ وہ خانہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ یہ بات یہودیوں کو ناگوار لگی۔ آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اسے ناپسند کیا جب آپ نے رخ انور خانہ کعبہ کی طرف کر لیا تو انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ منافقین نے کہا: محمد عربی ﷺ اپنی زمین کی طرف مائل ہو گئے۔ مشرکین نے کہا: محمد عربی ﷺ نے ارادہ کیا

ہے کہ وہ ہمیں قبلہ اور وسیلہ بنالیں۔انہوں نے جان لیا ہے کہ ہمارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔یہودیوں نے مومنین سے کہا: تمہیں کسی چیز نے حضرات موسیٰ، یعقوب اور سابقہ انبیاء کرام کے قبلہ سے پھیرا تم تو فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو۔اہل ایمان نے کہا: ہمارے وہ بھائی جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے ہمارے اور ان کے گذشتہ اعمال ضائع ہو گئے۔رفاعہ بن قیس قردم بن عمرو،کعب بن اشرف،رافع بن ابی رافع،حجاج بن عمرو،ربیع بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: محمد عربی! ﷺ آپ کو اس قبلہ سے کس نے پھیرا جس پر آپ پہلے تھے آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی اور دین ابراہیمی پر ہیں۔آپ اس قبلہ پر آجائیں جس پر آپ تھے ہم آپ کی اتباع کر لیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔وہ فتنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٤٢﴾ (البقرۃ:۱۴۲)

ترجمہ: اب کہیں گے۔بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔آپ فرمائیے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

تنبیہات

۱- اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سی نماز تھی۔صحیح میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ نماز عصر تھی۔اکثر علماء کرام نے اسے نماز ظہر کہا ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ وہ پہلی نماز جو آپ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی تھی جسے بنوسلمہ میں ادا کیا تھا وہ نماز ظہر تھی۔وہ نماز ظہر تھی جو پہلی نماز اسی طرف رخ کر کے مسجد نبوی میں پڑھی تھی وہ نماز عصر تھی۔

۲- الحافظ نے لکھا ہے کہ سولہ اور سترہ ماہ والی روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے یقین کے ساتھ سولہ ماہ کا قول کیا ہے اس سے تحویل قبلہ اور آپ کی تشریف آوری کے ماہ کو ایک مہینہ بنا دیا ہے۔زائد ایام کو شمار نہیں کیا جس نے سترہ ماہ کا قول کیا ہے اس نے انہیں شمار کیا ہے جس نے شک کیا اس نے ان میں تردد کیا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔صحیح روایت کے مطابق ماہ رجب کے نصف میں تحویل قبلہ ہوا تھا۔جمہور نے اسی قول کو یقین کے ساتھ کہا ہے حاکم نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے ابن حبان کا یہ قول: "سترہ ماہ اور تین دن" اس بات پر مبنی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول کی ۱۲ ر تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ ان روایات کی اسناد جن میں

تیرہ اور سترہ ماہ کا تذکرہ ہے شاذ ہیں۔

۳۔ ہجرت سے تقریباً سترہ ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ فطرانہ عید الفطر سے دو روز قبل واجب ہوا۔ آپ نے عیدگاہ میں نماز ادا کی۔ ذوالحجۃ میں نماز عید الاضحیٰ ادا کی قربانی دی۔ دو بکرے ذبح کیے۔ ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا اپنی اور اپنی آل پاک کی طرف ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے، حضرت ابوسعید خدری سے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: تحویل قبلہ سے ایک ماہ بعد تقریباً ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد شعبان المعظم میں روزے فرض ہوئے۔ اسی سال آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ اموال کی زکوٰۃ سے قبل واجب ہوا۔ نیز یہ کہ یہ چھوٹے بڑے، آزاد، غلام اور مذکر اور مؤنث کی طرف سے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش یا دو مد گندم ادا کیے جائیں۔ آپ عید الفطر سے دو روز قبل خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ عیدگاہ کی طرف نکلنے سے قبل صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ فرماتے: اس روز مساکین کو گھومنے سے روک دو۔ آپ واپس آ کر اسے تقسیم کرتے تھے۔ آپ نے نماز عید، عیدگاہ میں خطبہ سے قبل ادا کی۔ عید الاضحیٰ کے روز نماز عید ادا کی۔ قربانیوں کا حکم دیا۔ آپ مدینہ طیبہ دس سال تک جلوہ افروز رہے۔ آپ ہر سال قربانی کرتے رہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال تک مدینہ طیبہ جلوہ افروز رہے۔ آپ نے قربانی ترک نہ کی۔ آپ نماز عیدین خطبہ سے قبل اذان اور اقامت کے بغیر پڑھتے تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے عصا لے کر چلتے تھے۔ یہ عصا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا تھا جسے وہ سرزمین حبشہ سے لے کر آئے تھے۔ ان سے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے لیے عید کے روز عصا لایا جاتا تھا۔ آپ اس کی طرف رخ انور کر کے نماز عید پڑھاتے تھے۔ جب آپ قربانی دینے کا ارادہ فرماتے تو دو سینگوں والے موٹے سیاہ و سفید مینڈھے خریدتے جب آپ نماز عید ادا کر لیتے۔ خطبہ ارشاد فرما لیتے تو ان میں سے ایک کو لایا جاتا۔ آپ عیدگاہ میں کھڑے ہوتے۔ آپ اسے اپنے دستِ اقدس سے ذبح کرتے۔ عرض کرتے: مولا! یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جس نے تیرے لیے توحید اور میرے لیے تبلیغ کی گواہی دی، پھر دوسرا مینڈھا لایا جاتا آپ اسے بھی اپنے دست اقدس سے ذبح کرتے اور عرض کرتے: مولا! یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے۔ آپ خود بھی اس سے تناول فرماتے۔ اہل خانہ بھی کھاتے۔ مساکین کو بھی کھلاتے۔ آپ حضرت معاویہ کے گھر کے نزدیک گلی کی طرف ذبح کرتے تھے۔ محمد بن عمر اسلمی نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں ہمارے ائمہ اسی طرح کرتے ہیں۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ اسی سال اسلام میں پہلا مال غنیمت ملا یہ مال غنیمت سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ میں ملا تھا۔ یہ سریہ نخلہ کی طرف تھا۔ اسی سال حضرات علی المرتضیٰ اور فاطمہ الزھراء رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا تھا۔ یہ مغلطای وغیرہ نے کہا ہے۔ محب الطبری نے کہا ہے کہ یہ مبارک نکاح صفر میں ہوا تھا اور ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی جبکہ ہجرت کو ۲۲ ماہ گزر چکے تھے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے بعد۔ دیگر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے ساڑھے چار ماہ بعد۔

امام احمد نے مناقب میں اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح لے کر آئے، مگر آپ خاموش رہے۔ آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ اس سال حضرات نعمان بن بشیر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

چھٹی نوع

تیسرے سال کے واقعات

اسی سال آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ نکاح شعبان المعظم میں فرمایا۔ یہ اصح روایت ہے اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین سے ماہ رمضان المبارک میں نکاح فرمایا۔ وہ آپ کے کاشانۂ اقدس میں دو ماہ یا تین ماہ یا آٹھ ماہ رہیں پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا یہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا شہزادہ تھا۔ ان کی عمر چھ سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے ۶ ھ کو وصال کیا تھا۔ اس سال حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا۔ اسی سال نصف رمضان المبارک میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اسی سال شراب حرام ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق شراب چوتھے سال حرام ہوئی تھی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ شراب ۸ ھ کو فتح مکہ کے سال حرام ہوئی تھی۔ السید نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس چیز سے استدلال کیا ہے جس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

اسی سال آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا تھا کہ وہ یہودیوں کی کتابت سیکھیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس سے امن میں نہیں ہوں کہ وہ میری کتاب کو بدل دیں۔ اسی سال آپ نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔ یہ قطب کا قول ہے۔ دوسرا قول چوتھے سال کا ہے۔ اسی سال آیت تیمم اتری۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سارے الزامات سے بری فرما دیا۔ ان کا ہار گم ہوا۔

تنبیہات

۱- ابن سعد، ابن حبان اور ابوعمر نے لکھا ہے اسی طرح امام نووی اور ابن دقیق العید نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں رونما ہوا تھا۔ یہی غزوۃ المریسیع ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اگر وہ ثابت ہے تو اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس سفر میں دو بار ہار گم ہوا تھا، کیونکہ یہ دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی ہار گرنے کا قصہ، افک کا واقعہ اور تیمم کی روایت میں ہار گم ہونے کا واقعہ جیسے کہ یہ اپنے سیاق سے واضح ہے۔ ہمارے بعض شیوخ نے اسے بعید سمجھا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ مریسیع قدید اور ساحل کے مابین مکہ مکرمہ کی طرف ہے لیکن یہ واقعہ خیبر کی طرف رونما ہوا تھا، کیونکہ حدیث پاک میں ہے: جب ہم البیداء پہنچے یا ذات الجیش پہنچے۔ یہ دونوں مقامات مدینہ طیبہ اور خیبر کے مابین ہیں۔

جیسے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: مخالف نے جو کچھ یقین کے ساتھ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے ابن التین نے یقین کے ساتھ کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: البیداء ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ کے زیادہ قریب ہے، پھر انہوں نے حضرت ام المومنین اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے۔ فرمایا: تمہارا یہ بیداء وہی ہے جس میں تم اس کو جھٹلایا کرتے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ سوائے مسجد کے قریب کے۔ بیداء سے مراد وہ بلند جگہ ہے جو مکہ مکرمہ کی راہ پر ذوالحلیفہ کے سامنے ہے۔ انہوں نے فرمایا: ذات الجیش مدینہ طیبہ سے ایک برید دور ہے۔ اس کے اور عقیق کے مابین سات میل ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے: العقیق مکہ مکرمہ کی راہ پر ہے خیبر کے رستے پر نہیں ہے۔ ابن التین کا قول صحیح ثابت ہوگیا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حمیدی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت سفیان نے ہشام عن عروہ عن ابیہ روایت کیا ہے اس میں ہے: ہار الابواء کی رات گم ہوا تھا۔ الابواء مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔ علی بن مسہر نے حضرت ہشام سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ کو الصلصل کہا جاتا تھا اسے جعفر فریابی نے کتاب الطہارۃ میں لکھا ہے۔ علامہ بکری نے لکھا ہے: یہ ذوالحلیفہ کے نزدیک پہاڑ ہے ان روایات کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن التین کا قول صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ محمد بن حبیب الاخباری نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ ہار کئی بار گم ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین کا ہار غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ بنی مصطلق میں گم ہوا تھا۔

۲- ایسی روایات بھی ہیں جو ہار کی گمشدگی کی تاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب تیمم کی آیت اتری تو مجھے علم نہ تھا کہ میں کیسے کروں؟ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق سے بعد میں رونما ہوا تھا، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں سال اسلام

لے کر آئے تھے۔ یہ غزوہ بلا اختلاف اس کے بعد ہی رونما ہوا تھا، جیسے کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے۔ایک روایت سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قصہ افک سے بعد میں رونما ہوا تھا۔الطبرانی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب میرا ہار کا معاملہ ہوا جو ہوا۔اہل افک نے کہا جو کچھ کہا۔میں کسی اور غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی۔میرا ہار پھر گم ہو گیا۔لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نور نظرا تم ان سفروں میں لوگوں کے لیے مشقت اور تکلیف لے کر آئی ہو۔رب تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل کر دی۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری نور نظرا تم سراپا برکت ہو۔اسی روایت کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے۔اس کی سند میں گفتگو کی گئی ہے۔

۳- سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے ابو بکر نے عتاب کیا۔انہوں نے ابی نہ کہا، کیونکہ باپ میں شفقت پائی جاتی ہے۔گفتگو کے ساتھ عتاب اور فعل کے ساتھ ڈانٹ اس کے خلاف تھی، لہٰذا انہوں نے انہیں "ابی" نہ کہا۔

۴- اس روایت سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل وضو ان پر واجب تھا۔اسی لیے انہوں نے پانی کے بغیر امر کو عظیم سمجھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو فرمایا۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ سارے سیرت نگاروں کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ آپ نے کوئی نماز بھی وضو کے بغیر نہ پڑھی۔صرف جاہل اور سرکش ہی اس کا انکار کر سکتا ہے۔اس حدیث پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ان کے لیے جو علم اس وقت رونما ہوا تھا وہ تیمم کا حکم تھا وضو کا حکم نہ تھا۔وضو پر عمل پہلے تھا پھر اس کی آیت کے نزول میں حکمت یہ تھی تاکہ اس کی فرضیت نزول کے ساتھ متلو (اس کی تلاوت) بھی ہو سکے۔

۵- حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا جو فرمایا، کیونکہ وہ اس گروہ کے رئیس تھے جسے ہار کی تلاش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے، یعنی اس سے قبل بھی تمہاری برکات ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں آل ابی بکر سے مراد ان کی ذاتِ والا، اہل اور پیروکار ہیں۔امام بخاری نے عمرو بن حارث سے روایت کیا ہے۔رب تعالیٰ نے تم میں لوگوں کے لیے برکت رکھ دی ہے۔اسحاق بستی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے ہار کی برکت کتنی عظیم ہے۔

۶- شیخین کی روایت میں ہے: آپ نے ہار کی تلاش میں لوگوں کو بھیجا۔ابو داؤد کی روایت میں ہے: آپ نے حضرت اسید بن حضیر اور ان کے ہمراہ لوگوں کو بھیجا۔ان متفرق روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ اس کے لیے جو گروہ بھیجا گیا تھا حضرت اسید رضی اللہ عنہ اس کے رئیس تھے، بعض روایات میں کسی اور کا نام بھی ہے۔اسی طرح اس فعل کو ایک مبہم شخص کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔اس سے مراد وہی ہیں گویا کہ پہلے انہوں نے ہار نہ پایا۔جب وہ واپس آئے۔تیمم کی آیت اتری۔انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا۔اونٹ اٹھایا تو حضرت اسید بن حضیر نے اسے اس کے نیچے

پالیا۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو عروہ کی روایت میں وَجَدَهَا کے الفاظ ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ ساری تفتیش کے بعد انہوں نے ہار پالیا۔

۷۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: انقطع عقدی۔دوسری روایت میں ہے: سقطت قلادة لی ایک روایت میں ہے: انہوں نے یہ ہار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ادھار لیا تھا اور وہ گم ہو گیا۔ان روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ہار حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف اس لیے منسوب تھا کیونکہ یہ ان کے پاس اور ان کے تصرف میں تھا جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس کی مالکہ تھیں۔امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا تھا۔انہوں نے تفسیر المائدہ میں تیمم کی روایت نقل کی ہے، جبکہ حضرت عروہ کی روایت کو سورۃ النساء کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

ساتویں نوع

چوتھے سال رونما ہونے والے واقعات

اس سال شراب حرام ہوئی تھی۔ابوداؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات اتریں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔انہیں ہمیں پڑھ کر سنایا۔فرمایا: شراب میں تجارت کو حرام کر دیا گیا ہے۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ ہے یہ حرمت شراب کے متصل بعد ہو۔اسی سال شراب کی خرید و فروخت سے منع کر دیا گیا، کیونکہ سورۃ المائدہ جس میں شراب کی حرمت کی آیت ہے قرآن پاک میں سے نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے سب سے آخر میں سود کی آیت اتری۔شاید یہ نزول آپ کی اس تفصیل کے بعد ہو کہ شراب حرام ہے۔جب آیت الربا اتری تو یہ شراب کی حرمت پر مشتمل تھی۔اس کی خرید و فروخت پر پابندی لگا کر اس کی حرمت کو مؤکد کر دیا۔آپ نے بتا دیا کہ شراب میں تجارت کا حکم بھی اسی میں شامل ہے، پھر اس کی حرمت کو مکرر کیا گیا، اور فتح مکہ کے سال اسے نداء کے ساتھ آپ نے بیان کر دیا۔ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے میں ایک حدیث پاک کے طرق سے آگاہ ہوا ہوں جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البقرۃ کا نزول ہوا تو اس میں شراب کی حرمت بھی نازل ہوئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا۔اس سے عیاں ہوتا ہے کہ مذکورہ آیات میں شراب کی حرمت کا بیان تھا گویا کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

اسی سال صلوٰۃ الخوف فرض ہوئی۔اسی سال آپ نے یہودی اور یہودیہ کو رجم کیا۔اسی سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عالم رنگ و بو میں آئے۔اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔اسی سال آپ نے حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔(یا پانچویں سال کیا تھا) اسی سال پردے کے احکام نازل ہوئے۔اسی سال سفر میں نماز قصر کے احکام نازل ہوئے۔اسی سال آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ یہودیوں کی کتابت سیکھ لیں۔

آٹھویں نوع

ہجرت کے پانچویں سال رونما ہونے والے واقعات

اسی سال آپ نے ریحانہ بنت یزید اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا تھا۔ اسی سال واقعہ افک پیش آیا تھا۔ امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اسی سال آپ نے گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرایا تھا۔ (یا چھٹے سال کرایا تھا) اسی سال مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اسے راضی کر دو۔ تم اسے راضی کرو۔ اسی سال ذوالحجہ کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ غزوہ خندق سے واپس آئے پچیس راتیں گزر چکی تھیں۔ آپ غزوہ خندق سے پانچ ہجری کو واپس آئے تھے۔

امام احمد نے علقمہ بن وقاص کی سند سے، شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد، ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے ہر ایک کی روایت میں وہ کچھ ہے جو دوسرے کی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق میں تیر لگا۔ حبان بن عرقہ نے انہیں تیر مارا۔ اس نے ان کی بازو کی رگ پر تیر مارا۔ اسے کاٹ دیا۔ آپ نے ان کا خیمہ مسجد نبوی میں لگا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت فرما سکیں۔ آپ نے اس بازو کو آگ سے داغ دیا۔ ان کا ہاتھ سوجھ گیا۔ اسے چھوڑا تو اس سے بہت زیادہ خون نکلا، پھر داغا تو ہاتھ سوجھ گیا۔ جب یہ کیفیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھی تو یہ دعا مانگی: مولا! میری روح کو اس وقت تک نہ نکال حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ ان کی رگ بند ہو گئی۔ اس سے ایک قطرہ بھی نہ نکلا، حتیٰ کہ بنو قریظہ انہیں ثالث بنانے پر راضی ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے جن سے مسلمانوں کی مدد کی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان میں رب تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے پھر حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: مولا! تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ اور کوئی امر پسند نہیں کہ میں تیرے رستے میں جہاد کروں۔ اس قوم سے معرکہ آزما ہوں جس نے تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا۔ انہیں شہر مکہ سے باہر نکالا۔ میرا خیال ہے کہ تو نے ان کے اور ہمارے مابین جنگ ختم کر دی ہے۔ اگر قریش کے ساتھ جنگ میں کچھ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ میں تیری راہ میں ان کے ساتھ جہاد کروں۔ اگر ان کے ساتھ جہاد ختم ہو گیا ہے تو اسے رواں کر دے اور اسی سے مجھے شہادت عطا کر دے۔ اسی رات وہ رگ بہہ پڑی۔ بنو غفار کے کچھ لوگوں کے خیمے ان کے پاس ہی تھے۔ انہیں اس وقت علم ہوا جب ان کا خون بہہ کر ان کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا: اے اہل خیمہ! یہ کیسا خون ہے؟ جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔ حضرت سعد کا زخم بہہ پڑا تھا۔ ان کا وصال ہو چکا تھا۔ (رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ)

الطبرانی نے صحیحہ کے راویوں سے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن

معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی امی جان باآواز بلند چلانے لگیں ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آنسو رک جانے چاہییں۔ تمہارا غم ختم ہو جانا چاہیے ۔تمہارا فرزند وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے رب تعالیٰ مسکرایا اور رحمان کے عرش نے ان کے لیے حرکت کی۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما رونے لگے، حتیٰ کہ میں نے ان کے رونے سے اندازہ لگا لیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا رونا کون سا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رونا کون سا ہے؟ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رو رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے ۔الطبرانی نے حسن سند سے ان سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے واپس آئے تو آپ کے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے ۔عرض کی: یہ کون سا صالح شخص ہے جس کا وصال ہو گیا ہے؟ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں ۔عرشِ الٰہی نے ان کے لیے حرکت کی ۔آپ باہر تشریف لائے تو حضرت سعد کا وصال ہو چکا تھا۔

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے بارے میں فرمایا: ان کے لیے عرش نے حرکت کی ۔ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی ۔انہوں نے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے میری قوم کے ایک پسندیدہ شخص نے بتایا کہ رات کے نصف میں حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے ۔انہوں نے استبرق کا عمامہ پہن رکھا تھا ۔انہوں نے آپ سے عرض کی: یہ کس شخص کی میت ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں ۔عرش نے اس کے لیے حرکت کی ہے؟ آپ جلدی سے حضرت سعد بن معاذ کے پاس گئے آپ نے انہیں پایا کہ ان کی روح پرواز کر چکی تھی ۔حضرت حسن سے روایت ہے کہ عرش نے ان کی روح سے خوش ہو کر حرکت کی ۔ابو نعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ خندق کے بعد حضرت سعد کا وصال ہوا تو آپ جلدی سے باہر نکلے ۔سات افراد سے آگے نکل گئے ۔آپ پیچھے نہ دیکھ رہے تھے ۔چادر مبارک گر پڑی تھی ۔اس کی طرف بھی توجہ نہ کی ۔کسی نے کسی پر پھونک نہ ماری ۔صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب تھا کہ آپ ہم سب سے آگے نکل جاتے ۔آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ لاحق ہو گیا کہ ملائکہ انہیں غسل دینے میں ہم سے سبقت نہ لے جائیں ۔جیسے وہ حضرت حنظلہ کو غسل دینے میں ہم سے سبقت لے گئے تھے۔

البزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد کے وصال پر ستر ہزار ایسے فرشتے اترے تھے جو اس سے قبل زمین پر نہ اترے تھے ۔جب انہیں دفن کیا گیا تو فرمایا: سبحان

اللہ! اگر کوئی قبر کے دباؤ سے بچ سکتا تو حضرت سعد بچ جاتے۔ امام احمد، بزار اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابورمثہ سے، امام احمد نے حضرت اسید بن حضیر سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت اسامہ بن زید سے اور ابن سکن اور الطبرانی نے معقیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد کے وصال کی وجہ سے عرش الٰہی لرز اٹھا۔

امام بیہقی نے حضرت سلمہ بن اسلمہ سے، روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کمرے میں صرف حضرت سعد ہی تھے۔ انہیں کپڑے میں لپیٹا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کسی کو تجاوز کرتے جا رہے تھے۔ آپ نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں انہیں واپس لے جانے لگا جو میرے پیچھے آرہے تھے۔ آپ کچھ وہاں تشریف فرما رہے پھر باہر نکلے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ میں آپ کو دیکھا کہ آپ کسی کو تجاوز کرتے جا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس محفل میں بیٹھنے کے لیے جگہ نہ ملی حتیٰ کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے اپنے پر سمیٹے۔ ابونعیم نے اشعث بن قیس بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنے سمیٹے۔ آپ نے فرمایا: ایک فرشتہ اندر آیا اس نے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی۔ میں نے اسے جگہ دی۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا یہ سارے لوگوں سے بڑے اور طویل تھے۔ ایک منافق نے کہا: آج تک اتنی ہلکی نعش ہم نے نہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا: ستر ہزار ایسے فرشتے آج آسمان سے اترے تھے جو پہلے کبھی زمین پر نہ آئے تھے۔

ابن سعد نے محمود بن لبید سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی ہلکی چارپائی کسی شخص کی نہ دیکھی تھی جتنی ہلکی چارپائی حضرت سعد کی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہیں ہلکی کیوں نہ لگے۔ ان کے ساتھ اتنے اتنے فرشتے تھے جو اس سے قبل زمین پر نہ اترے تھے۔ انہوں نے تمہارے ساتھ ان کی چارپائی کو اٹھایا۔ ابن سعد اور ابونعیم نے محمد بن شرحبیل بن حسنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: اس روز ایک شخص نے ان کی قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ وہ اسے لے گیا۔ بعد میں اسے دیکھا تو وہ مشک اذفر تھی۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! حتیٰ کہ اس کو آپ کے چہرۂ انور سے بھی پہچان لیا گیا۔ آپ نے فرمایا: الحمد للہ! اگر قبر کے دباؤ سے کوئی بچ سکتا تو حضرت سعد بچ جاتے۔ قبر نے انہیں دبایا پھر رب تعالیٰ نے اسے کشادہ کر دیا۔

ابن سعد نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت سعد کی قبر انور کھودی تھی۔ وہاں سے مشک اذفر پھوٹتی تھی۔ جب مٹی اکھیڑتے تو مشک کی خوشبو آتی حتیٰ کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت سعد کے وصال کی وجہ سے عرش الٰہی لرز اٹھا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک انصاری شخص نے حضرت سعد کے متعلق کہا:

وما اهتز عرش الله من موت هالك ... سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

ترجمہ: ہم نے نہیں سنا کہ کسی کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی جھوم اٹھا ہو۔ سوائے حضرت ابو عمرو سعد کے وصال کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد کی چارپائی اٹھائی گئی تو ان کی والدہ ماجدہ حضرت کبیشہ بنت رافع نے کہا۔ وہ رو رہی تھیں اور روتے ہوئے کہہ رہی تھیں:

وَيْلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا ۔ صَرَامَةً وجِدًّا ، وَسُؤْدَدًا و مَجْدًا وَ فَارِسًا مُعَدًّا سَدَّ بِهِ مَسَدًّا ۔

ترجمہ: حضرت سعد کی امی جان کو حضرت سعد کا افسوس ہے۔ وہ قوت نافذہ اور تلوار کی دھار تھے۔ وہ مجسمۂ سیادت اور سراپا شرف و بزرگی تھے وہ ہمہ وقت ایک تیار شہ سوار تھے۔ جن کے ذریعے دشمن کی راہ بند تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نوحہ خواں عورت جھوٹ بولتی ہے سوائے حضرت سعد کی نوحہ کرنے والی کے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس سے زائد کچھ نہ کہنا۔ بخدا! جہاں تک میں جانتا ہوں وہ امر الٰہی میں محتاط تھے۔ وہ امر الٰہی میں قوی تھے۔ ساری نوحہ کرنے والیاں جھوٹ بولتی ہیں سوائے ام سعد کے۔ ابن اسحاق نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضرت سعد کو دفن کر دیا گیا۔ ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے سبحان اللہ کہا۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سبحان اللہ کہا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تسبیح کیوں کہی؟ آپ نے فرمایا: اس عبد صالح پر قبر تنگ ہو گئی تھی، پھر اسے کشادہ کر دیا گیا۔

ابن ابی الدنیا، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اسماء بنت زید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اب تمہارے آنسو رک جانے چاہیے۔ تمہارا غم ختم ہو جانا چاہیے تمہارا فرزند دلبند وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے رب تعالیٰ مسکرایا اور عرش الٰہی اس کے لیے جھوما۔ امام بیہقی نے حضرت امیہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعد کے گھرانے کے کسی فرد سے پوچھا: کیا اس کے متعلق تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہنچا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ پیشاب سے پاکیزگی حاصل کرنے میں کچھ کوتاہی کرتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عطارد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں ریشم کا وہ ٹکڑا پیش کیا جو کسریٰ نے انہیں دیا تھا۔ صحابہ کرام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: کیا آسمان سے کوئی حکم اترا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو بخدا! حضرت سعد کے جنت میں رومالوں میں سے ایک رومال اس سے بہتر ہوگا، پھر فرمایا: بچے! اسے ابو جہم بن حذیفہ کے پاس لے جا اور انہیں کہو کہ وہ چادر میری طرف بھیج دیں۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ دومہ کے اکیدر نے بارگاہ رسالت مآب میں سندس کا جبہ پیش کیا۔ آپ نے اسے پہنا۔ صحابہ کرام نے اس پر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنت کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بطور

ہدیہ دے دیا۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ خود ناپسند کر رہے ہیں۔ مجھے عطا کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے بھیجا ہے تا کہ تم اسے کسی طرف بھیج دو اور اس کے عوض تمہیں مال مل جائے۔ یہ ریشم پہننے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: بنو عبدالاشہل سے تین انصاری صحابی ایسے ہیں جن کی فضیلت کوئی نہیں حاصل کر سکتا وہ حضرات سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر ہیں۔اسی سال حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔اسی سال جمادی الآخرۃ میں چاند گرہن لگا۔آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔یہودی زمین پر کوڑے مارنے لگے۔انہوں نے کہا: انہوں نے چاند پر جادو کر دیا ہے۔

اسی سال قریش کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف چاندی دے کر بھیجا تا کہ ان کی تالیف قلبی ہو سکے۔اسی سال حضرت بلال بن حارث المزنی کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ یہ پہلا مسلمان وفد تھا پھر حضرت ضمام بن ثعلبہ حاضر خدمت ہوئے۔ایک قول کے مطابق اسی سال حضرات خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔

نویں نوع

چھٹے سال میں رونما ہونے والے واقعات

اسی سال لوگوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے ان کے لیے ابر کرم کی دعا مانگی۔رمضان المبارک میں ابر کرم برسا۔اسی سال ابوالعاص بن ربیع نے اسلام قبول کیا۔اسی سال سورۃ الفتح نازل ہوئی اسی سال حج فرض ہوا۔(صحیح روایت کے مطابق) اسی سال سورج گرہن لگا۔اسی سال حضرت اوس بن صامت نے اپنی زوجہ خولہ کے ساتھ ظہار کیا۔اسی سال آپ نے یہ فرمایا تھا: جس کا میں مولا ہوں علی المرتضیٰ اس کے مولا ہیں۔

دسویں نوع

ساتویں سال کے واقعات

اسی سال آپ نے حضرت ام حبیبہ، صفیہ بنت حیی اور میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن سے نکاح فرمایا۔اسی سال حضرت جعفر طیار، ابوموسیٰ اور ان کے ساتھ حبشہ سے واپس آئے۔اسی سال حضرات ابوہریرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔اس سال آپ نے بادشاہوں کی طرف اپنے قاصد بھیجے۔مہر بنوائی جس سے مکتوبات گرامی پر مہر لگاتے تھے۔اسی سال پالتو گدھے حرام ہوئے۔اسی سال عورتوں سے متعہ کرنا حرام ہوا۔اسی سال آپ نے منبر بنوایا جیسے ابن سعد نے یقین کے ساتھ

لکھا ہے۔ دوسری روایت میں آٹھویں سال کا قول ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں: اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں حضرت عباس اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ہے۔ حضرت عباس فتح مکہ کے بعد آٹھ ہجری کو آئے تھے، اور حضرت تمیم نو ہجری کو حاضر خدمت ہوئے تھے۔

اسی سال ابوسفیان کے ساتھ شام میں ہرقل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اسی سال آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ اور خچر دُلدُل پیش کیے گئے تھے۔ اسی سال زہر آلود بکری پیش کی گئی تھی۔ اسی سال آپ کا غلام مدعم شہید ہوا تھا۔ اسی سال محرم میں آپ پر جادو ہوا تھا۔ اسی سال عمرۃ القضا ادا کیا گیا۔ اسی سال لوگوں پر بارش نازل ہوئی تو فرمایا: وقت صبح کچھ لوگ رب تعالیٰ پر ایمان لائے اور ستارے کے متعلق کفر کرنے والے اور کچھ لوگ ستارے پر ایمان لانے اور رب تعالیٰ پر کفر کرنے والے ہو گئے۔ اسی سال آپ نے اپنی نور نظر حضرت ابوالعاص کو واپس کر دی تھی، اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مقوقس کے پاس سے واپس آئے تھے۔

گیارھویں نوع

آٹھویں سال کے واقعات

اسی سال حضرات خالد بن ولید، عثمان بن طلحہ اور عمرو بن عاص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا ہے کہ وہ ہجرت کے پانچویں سال حاضر ہوئے تھے، جبکہ امام حاکم نے ساتویں سال کا لکھا ہے۔

اسی سال آپ نے منبر مبارک بنوایا تھا۔ کھجور کا تنا رو دیا تھا۔ یہ پہلا منبر تھا جسے اسلام میں بنایا گیا تھا۔ جیسے ابن نجار وغیرہ نے لکھا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ جیسے کہ افک کی حدیث میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اوس اور خزرج ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ قریب تھا کہ باہم قتال ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت منبر پر تھے۔ آپ نیچے اترے۔ انہیں پرسکون کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔ اگر منبر کے تذکرہ میں چشم پوشی سے لیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ روایت گذشتہ روایت سے بہتر ہے۔

شیخان اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا حضرت سہل نے اس کا نام علاثہ بتایا ہے کہ وہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دے کر میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنا دے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے محو گفتگو ہوں۔ اس عورت نے اسے حکم دیا۔ اس نے جنگل کے طرفاء سے منبر بنا دیا۔ اس نے اس کے تین درجات (سیڑھیاں) بنائے، پھر اس عورت کو پیش کر دیا۔ اس عورت نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے حکم دیا تو اسے مسجد نبوی میں رکھ دیا گیا۔

امام شافعی، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب مسجد

عریش تھی تو آپ کھجور کے تنے کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھاتے تھے۔آپ اسی تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے لیے منبر نہ بنا دیں۔ جس پر آپ روز جمعۃ المبارک کو خطبہ دیں، حتیٰ کہ لوگ آپ کی زیارت کر لیں اور آپ کا خطبہ سنیں۔آپ نے فرمایا: ہاں! اس کی تین سیڑھیاں بنائی گئیں۔جب وہ منبر تیار ہوگیا تو اس جگہ رکھ دیا گیا جہاں آپ جلوہ افروز تھے۔جب آپ اس پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے آگے بڑھے اس تنے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو وہ تنا زور سے رونے لگا حتیٰ کہ وہ چر گیا اور پھٹ گیا۔آپ منبر سے نیچے تشریف لائے جب اس تنے کی آواز سنی تو اس پر اپنا دست اقدس رکھا، حتیٰ کہ وہ پرسکون ہوگیا، پھر منبر کے پاس تشریف لے آئے جب نماز ادا فرماتے تو اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے۔جب مسجد کو گرا دیا گیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ تنا لے لیا۔وہ ان کے پاس ہی رہا حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہوگیا اسے زمین کھا گئی وہ چورا بن گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جمعۃ المبارک کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جسے مسجد میں گاڑھا گیا تھا۔آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ایک رومی آیا۔اس نے عرض کی: کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپ بیٹھ جائیں گویا کہ آپ کھڑے ہوں۔اس نے آپ کے لیے منبر بنا دیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں تیسری آپ کے بیٹھنے کے لیے تھی۔جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ تنا رونے لگا۔

اسی سال آپ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی۔اسی سال آپ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تھا۔اسی سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے نماز اور حج کے لیے امیر انہیں بنایا تھا۔جیسے امام ماوردی نے حاویہ، السیر اور الحج میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے اس سال لوگوں کو اسی طرح حج کرایا جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں تھے۔اسی سال ہجر کے آتش پرستوں سے جزیہ لیا گیا۔اسی سال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی۔جب آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔اسی سال حضرت کعب بن زہیر نے اسلام قبول کیا تھا۔

امام بیہقی، ابن القاسم اور ابوالبرکات نے عبدالرحمان بن محمد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: زہیر کے دونوں بیٹے عازم سفر ہوئے۔وہ ابرق العراف پہنچے۔بجیر نے کعب سے کہا: تم اسی جگہ ٹھہرو حتیٰ کہ میں اس شخصیت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤں اور سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔کعب اسی جگہ ٹھہر گئے بجیر نکلے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ کا کلام سنا۔آپ پر ایمان لے آئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے زہیر اہل کتاب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔انہوں نے ان سے سن رکھا تھا کہ ایک نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کا وقت قریب آگیا ہے۔زہیر نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے۔اس نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ پکڑ سکا۔اس نے اس کی تعبیر یہ کی

کہ ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ وہ آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے لیکن وہ آپ کو نہ پاسکے گا۔ اس نے یہ اپنے بیٹوں کو بتایا۔ انہیں وصیت کی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو پالیں اور اسلام لے آئیں۔ جب اس تک بجیر اور ان کے بھائی کے اسلام کی خبر پہنچی تو اس نے اسے غصے میں کر دیا۔ اس نے کہا:

الا ابلغنی علی بجیر رسالۃً فھل لک فیما قلت و یحک ھل لکا

ترجمہ: ارے! میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام سنادو۔ تجھ پر افسوس! کیا جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں تیرا بھی کوئی کردار ہے؟

فبیّن لنا ان کنت لست بفاعل علی ایّ شی غیر ذالک دلّکا

ترجمہ: ہمارے لیے واضح بیان کر اگر تو اس دین حق کو قبول کرنے والا نہیں تو پھر اس کے علاوہ کس چیز نے کسی اور دین پر تیری راہ نمائی کی ہے۔

علی خلق لم تلق اما و لا ابا علیہ و لم یدرک علیہ اخالک

ترجمہ: اس طریقوں پر تو اپنے ماں اور باپ کو نہ پائے نہ تو نے اس پر اپنے بھائیوں کو پایا۔

فان انت لم تفعل فلست بآسف ولا قائل اما عثرت لعالکا

ترجمہ: اگر تو یہ کام نہیں کرنا چاہتا تو تجھ پر کوئی افسوس نہیں۔ اگر تو ٹھوکریں کھائے تو میں یہ کہنے والا ہوں کہ رب تعالیٰ تجھے معاف کرے۔

سقاک بھا المامون کا ساً رویّہ فانھا لک المامون منھا و علّکا

ترجمہ: حضور نبیٔ امین و مامون ﷺ نے تجھے لب ریز جام پلایا ہے۔ آپ نے اس سے تجھ کو بار بار سیراب کیا ہے۔

اس نے یہ اشعار بجیر کی طرف بھیج دیے۔ جب ان تک یہ پہنچے تو انہوں نے آپ سے چھپانا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے یہ آپ کو سنائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سقاک بھا المامون۔ اس نے سچ کہا ہے۔ وہ جھوٹا ہے اور میں مامون ہوں۔ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ آپ نے فرمایا: جو کعب سے ملے وہ اسے قتل کر دے۔ حضرت بجیر نے اپنے بھائی کعب کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ جو کعب سے ملے اسے قتل کر دے۔ آپ کے لیے نجات کی عرض کرو۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم بھاگتے پھر رہے ہو، پھر ان کی طرف لکھا۔ جان لو کہ جو بھی حضور اکرم ﷺ کے پاس یہ گواہی دیتا ہوا آتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ اس سے قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ جب تمہیں میرا خط ملے تو اسلام قبول کرلو اور آجاؤ۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت بجیر نے یہ اشعار کہے:

من مبلغ کعبا فھل لک فی الّتی تلوم علیھا باطلا و ھی احزم

ترجمہ: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو کعب کو یہ سندیسہ دے کیا اس میں کوئی غلط بات ہے جس پر تو ملامت کر رہا ہے جبکہ یہ محکم تر راہ ہے۔

الی الله لا العُزی و لا اللات وحده   فتنجو اذا کان النجاء و تسلم

ترجمہ: عزیٰ اور لات کی طرف نہیں۔ صرف رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی طرف۔ اگر تو نجات چاہتا ہے تو تجھے نجات اسی رستے سے ملے گی اور تو سلامتی پا جائے گا۔

لدی یوم لا تنجو و لست بمفلت   من الناس الا طاهر القلب مسلم

ترجمہ: اس روز صرف صاف دل مسلمان ہی لوگوں میں سے نجات پانے والا اور بچ کر نکلنے والا ہوگا۔

فدین زهیر و هو لا شیء دینه   و دین ابی سلمی علیّ محرم

ترجمہ: زہیر کا دین کچھ بھی نہیں ہے اور ابو سلمیٰ کا دین مجھ پر حرام ہے۔

جب کعب تک یہ خط پہنچا اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ اپنے نفس پر خدشہ لاحق ہوا۔ اپنے موجود دشمن سے ڈرنے لگا۔ انہوں نے کہا: اب اسے قتل کرایا جائے گا۔ جب کوئی چارہ کار نہ رہا تو اس نے وہ قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول...

اس میں آپ کی تعریف کی۔

بارھویں نوع

نویں سال کے واقعات

اسی سال رجب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز بتا دیا تھا جس روز نجاشی کا وصال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: آج حبشہ کے ایک شخص کا وصال ہو گیا ہے جس کا نام اصحمہ ہے۔ آؤ صفیں بنا لو۔ ہم نے صفیں بنا لیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس سال لگاتار وفود آئے حتیٰ کہ سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔ اسی سال آپ نے ایلاء کیا کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات کے پاس نہ جائیں گے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ آپ نے جانور ذبح کیا اسے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں تقسیم کیا۔ انہوں نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ انہوں نے واپس کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو۔ انہوں نے تین گنا زیادہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہ آؤں گا۔

اسی سال مسلمانوں نے اپنا اسلحہ فروخت کر دیا۔ انہوں نے کہا: جہاد ختم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد ختم نہ ہو گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے گا۔ اسی سال حضرت جبرائیل امین لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ اسی سال حج فرض ہوا۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ نے مسجد ضرار کو گرانے کا حکم دیا۔

صحیح سند سے حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مسجد قباء کی جگہ ایک عورت کی تھی جس کا نام ''لیہ'' تھا۔ وہ اس میں اپنا گدھا باندھتی تھی۔ وہاں سعد بن ابی خیثمہ اور بنو عمرو نے مسجد بنا دی۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں۔ آپ تشریف لائے۔ اس میں نماز ادا کی۔ بنو عمرو کے ننھال نے حسد کیا انہوں نے کہا: ہم گدھے کے باندھنے کی جگہ میں نماز پڑھیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم الگ مسجد بنائیں گے اس میں نماز پڑھیں گے۔ ابو عامر آئے گا وہ اس میں ہمیں امامت کرائے گا۔ ابو عامر اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ سے بھاگ گیا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ چلا گیا تھا، پھر شام چلا گیا تھا۔ اس نے عیسائیت اختیار کر لی اور وہیں مر گیا تھا۔ انہوں نے مسجد بنائی۔ حضور اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا۔ آپ غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم نے بیمار اور ضرورت مند کے لیے ایک مسجد بنا دی ہے تاکہ ہم بارش والی رات میں اس میں نماز ادا کر سکیں ہم پسند کرتے ہیں آپ تشریف لائیں اور ہمارے لیے اس میں نماز ادا کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت سفر کی تیاری میں ہوں میں مصروف ہوں۔ جب ہم واپس آئیں گے ان شاء اللہ! تمہارے پاس آ کر تمہارے لیے اس میں نماز پڑھیں گے۔ جب آپ واپس آئے ذواوان فروکش ہوئے۔ تو یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا (التوبہ: ۱۰۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کرنے کے لیے۔

حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے حضرات مالک بن دخشم، معن بن عدی اور ان کے بھائی حضرت عاصم بن عدی کو حکم فرمایا: اس مسجد کی طرف جاؤ اس کے اہل بڑے ظالم ہیں۔ اسے گرا دو اور جلا دو۔ وہ جلدی سے گئے حتیٰ کہ وہ بنو سالم بن عوف کے پاس پہنچے۔ یہ حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک نے فرمایا: ذرا انتظار کرو حتیٰ کہ میں اپنے گھر سے آگ لے کر آؤں۔ وہ اپنے اہل خانہ کے پاس گئے۔ کھجور کی شاخ لی۔ اسے آگ لگائی، پھر یہ بھاگتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد ضرار تک پہنچے۔ اس میں اس کے اہل تھے۔ انہوں نے اسے جلا دیا اسے گرا دیا۔ اس کے اہل منتشر ہو گئے۔ قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

اسی سال دشمن خدا ابن ابی مرا تھا۔ وہ بیس روز تک مریض رہنے کے بعد ذوالقعدہ میں واصل جہنم ہو گیا تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابن ابی مرا تو اس کا بیٹا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دے سکوں۔ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنی قمیص عطا فرما دی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے فرمایا: ابن ابی کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر آئے۔ اس کو نکالا۔ اس پر لعاب دہن لگایا اپنی قمیص پہنائی۔

تنبیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تدفین کے بعد ابن ابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے باہر نکالا۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مخالف ہے کہ جب ابن ابی مرگیا تو اس کا بیٹا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی یہ ہے کہ اعطاہ یعنی انعم لہ۔ اس پر انعام کیا۔ انہوں نے مجازاً اس پر عطیہ کے اسم کا اطلاق کیا کیونکہ اس کا وقوع متحقق تھا۔ اسی طرح حضرت جابر کا قول کہ آپ اس کی تدفین کے بعد وہاں تشریف لے گئے تھے، یعنی اسے اس کی قبر میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھیوں کو اس کی موجودگی میں آپ پر مشقت کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے آپ کے پہنچنے سے قبل اس کی تدفین میں جلدی کی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے اسے اس کے گڑھے میں رکھ دیا تھا۔ آپ نے اسے نکالنے کا حکم دیا تاکہ وہ وعدہ پورا کرسکیں جو اسے قمیص عطا کرنے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے آپ نے اسے ایک قمیص عطا کی۔ جب اس کا نور نظر آیا اور آپ سے التجا کی تو آپ نے اسے دوسری قمیص بھی عطا کر دی۔ حاکم نے ''الاکلیل'' میں وہ روایت تحریر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اسی سال عویمر عجلانی اور ان کی زوجہ کے درمیان لعان کر دیا یہ لعان ذوالعقدہ میں آپ کی مسجد میں نماز عصر کے بعد ہوا تھا۔ حضرت عویمر تبوک سے واپس تشریف لائے تو اپنی بیوی کو حاملہ پایا۔ اسی سال ذوالعقدہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ وہ تین سو افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلے۔ آپ نے ان کے ہمراہ بیس قربانی کے جانور بھیجے۔ انہیں قلادے پہنائے اپنے دست اقدس سے ان کا اشعار کیا۔ ان پر ناجیہ بن جندب اسلمی نگران تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پانچ جانور لے کر چلے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حج کیا۔ قربانی کا جانور لے کر گئے۔ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سورت برأت سنائیں۔ انہوں نے العرج کے مقام پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پالیا۔ ابن عائذ نے ضجنان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عضباء اونٹنی پر تھے۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا: امیر بن کر آئے ہیں یا مامور؟ انہوں نے فرمایا: مامور۔ یہ دونوں آگے بڑھ گئے۔

تنبیہات

۱۔ ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (التوبہ:۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی طرف سے یہ برأت (کا اعلان) ہے۔

جب سرورِ عالم ﷺ حنین سے واپس تشریف لائے جعرانہ سے عمرہ فرمایا۔ اسی سال آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کرنے کا حکم دیا۔ امام الطبری نے لکھا ہے یہ اس کے خلاف ہے جو پہلے لکھا گیا ہے کہ اس سال حضرت عتاب بن اسید نے حج کرایا تھا۔ یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے جبکہ ۹ ھ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کرایا تھا۔ یہی قول اظہر ہے۔

۲۔ زاد المعاد میں ہے: کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس حج کے ان پر فرض حج کو ساقط کرایا تھا یا کہ نہیں؟ یا حجۃ الوداع نے ان کا فرض حج ساقط کیا۔ دونوں اقوال میں سے دوسرا قول اصح ہے۔ یہ دونوں اقوال دو اصول پر مبنی ہے۔ (۱) کیا حجۃ الوداع سے قبل حج فرض تھا یا کہ نہیں۔ (۲) کیا یہ حج ذوالحجہ میں ہوا تھا یا کہ نہیں، یا یہ ذوالقعدہ میں واقع ہوا تھا یہ اس سنت کی وجہ سے جو اہل عرب زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ وہ مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے۔ یہ دونوں اقوال پر ہے۔

بزار نے اپنی ''جامع'' میں حج اور تفسیر میں روایت کیا ہے انہوں نے اسے حسن اور بعض نسخوں کے مطابق صحیح کہا ہے حضرت زید بن یثیع سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو ذوالحجۃ میں کس چیز کے ساتھ بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چار اشیاء کے ساتھ اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ حج ذوالحجہ میں ہوا تھا۔ الطبری نے الاحکام میں ذکر کیا ہے کہ یہ حج ذوالقعدہ میں ہوا تھا الماوردی نے ''نکتہ'' ثعلبی اور رمانی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الاشارہ میں اسی کو یقین کے ساتھ لکھا گیا ہے الازرقی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ۹ ھ کو ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے دونوں روایتوں کا ذکر کیا ہے۔

''النور'' میں ہے: ''یہ امر بعید ہے کہ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس حج کا امیر بنایا ہو جبکہ یہ ذوالقعدہ میں ہوا ہو۔ یہ اس قول کی بنا پر ہے کہ یہ فرض تھا۔ اس میں میرا ذہن داخل نہیں ہوتا۔ یہ قول کہ یہ فرض ہو زیادہ قریب ہے۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ اس حج میں لوگوں کو سورۃ براۃ پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور پر اکتفاء نہ کیا، کیونکہ یہ اہل عرب کی عادت ہے کہ جب ان کا متبوع شخص کوئی عہد یا معاہدہ کرتا تو اسے یا تو وہ خود کھولتا یا اس کے اہل خانہ میں سے کوئی کھولتا۔ اس لیے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سورت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف تھی۔ آپ نے پسند کیا کہ وہ کسی اور کی زبان سے ہو۔
''الھدیٰ'' میں ہے کہ یہ سورت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد اتری۔

تیرھویں نوع

دسویں سال کے واقعات

اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔ اس سال یہ آیت طیبہ اتری:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النور:۵۸)

ترجمہ: اے اہل ایمان! چاہیے کہ تم سے وہ افراد اذن طلب کریں جن کو تم مالک ہو۔

اس سے قبل وہ یوں نہ کرتے تھے۔ اسی سال حضرت جریر بن عبداللہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں آئے تھے اسی سال فیروز بن دیلمی نے یمن میں اسلام قبول کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دم اور دعائیں

پہلا باب

دم کروانے کا اذن

حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہوئی ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

گھونگھے، ترلہ اور قلادوں سے ممانعت

ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ (شرکیہ) دم، یہ گھونگھے، قلادے اور ترلہ شرک ہیں۔ تمائم سے مراد گھونگھے اور قلادے ہیں جنہیں سر میں لٹکایا جاتا ہے زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مصائب کو دور کرتے ہیں۔ ترلہ کے ذریعے عورت اپنے خاوند کی محبت کو کھینچتی تھی۔ یہ جادو کی قسم تھا۔ یہ شرک تھا، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بذاتِ خود منافع دیتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہے۔ اس میں وہ تعویذات شامل نہیں ہیں جن میں رب تعالیٰ کے اسماء اور صفات رقم ہوں۔ شریعت مطہرہ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر وہ امر جو واقع ہو یا جو متوقع ہو اس کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنا اور اس کی درگاہ ناز میں پناہ کا طالب ہونا جائز ہے۔ ایسے دم اور تعویذات منع ہیں۔ جن میں اسماء ربانیہ کے ساتھ شیاطین میں سے کسی چیز کا ذکر ملا دیا ہو۔ ان سے استعانت طلب کی گئی ہو۔ ان کے سرکشوں سے پناہ مانگی گئی ہو اور ایسی بے بسی کا تذکرہ ہو جس کا معنی سمجھ میں نہ آئے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

جو دم زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا جس کا مفہوم سمجھ میں نہ آتا تھا اس سے اجتناب واجب ہے، لیکن جس میں کلام الٰہی ہو یا اس کے اسمائے مبارکہ ہوں وہ جائز ہے۔ اگر وہ ماثور ہوں تو وہ مستحب ہیں جن میں رب تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ یا صالح شخص یا مخلوقات میں سے کسی عظیم مخلوق کا تذکرہ ہو جیسے عرش تو اس سے اجتناب واجب نہیں نہ ہی وہ ایسا مشروع ہے جو رب

تعالیٰ کی طرف پناہ حاصل کرنے کو متضمن ہو نہ ہی ان میں رب تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ برکت حاصل کی گئی ہو تو اسے ترک کرنا اولیٰ ہے۔ امام نووی نے قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ یہودی یا نصرانی کے مسلمان کو دم کرنے میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں۔ امام شافعی نے جائز کہا ہے۔ ابن وہب نے حضرت امام مالک سے مکروہ نقل کیا ہے کہ لوہے یا نمک سے دم کیا جائے یا دھاگے کی گرہ لگائی جائیں یا حضرت سلیمان کی جو انگوٹھی لکھی جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کا معمول نہ تھا۔

❁❁❁

تیسرا باب

بچھو کا دم

ابونعیم نے الطب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں ایک شخص تھا جسے ابو مذکر کہا جاتا تھا۔ وہ بچھو کا دم کرتا تھا۔ رب تعالیٰ اس سے فائدہ دیتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو مذکر! تمہارا یہ دم کیسا ہے؟ مجھے بتاؤ۔ انہوں نے عرض کی: شجنه قرنيّه ملحة بحر قفطا آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ وہ عہد ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیڑوں سے لیے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ایک شخص نے اس دم میں یہ اضافہ کیا ہے: شجنه قرنية ملحه بحر قفطا و قطيفه موسٰى معها و المسيح يلبسها مالنا ان لا نتوكل على الله و قد هدانا سبلنا و لنصبرن على ما آذيتمونا و على الله فليتوكل المتوكلون۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: میں نے بچھو کے دم کے متعلق اتنا کچھ پڑھا ہے جسے شمار نہیں کر سکتا۔ میں نے پڑھا ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کی: کیا بچھو کا دم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اگر اپنے بھائی کو نفع دے سکتا ہو تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک انصاری شخص کو کسی چیز نے ڈنگ لیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا انہوں نے عرض کی: وہ بچھو کے ڈنگ کی وجہ سے ساری رات نہ سو سکا۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ رات کے وقت یوں کہہ لیتا: اعوذ بكلمات الله التامات كلها من شر ما خلق۔ تو یہ بچھو اسے نقصان نہ دیتا حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

❁❁❁

چوتھا باب

پنڈلی یا پہلو پر نکلنے والے پھوڑے کا دم

ابونعیم نے الطب میں اور ابوداؤد نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت شفاء سے فرمایا: حفصہ کو اپنا دم سکھا دو۔ اسماعیل نے فرمایا: میں نے محمد بن منکدر سے پوچھا: وہ دم کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: وہ پھوڑے کا دم تھا۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے نظر، پھنسی اور بخار کے دم کی رخصت دی تھی۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا جاہلیت میں پھنسی پھوڑے کا دم کرتی تھیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں آپ کی بیعت کر لی تھی۔ جب انہوں نے ہجرت کی تو عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں زمانہ جاہلیت میں پھوڑے پھنسی کا دم کرتی تھی۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے عرض کی: بِاسْمِ اللهِ صلو صلب خَيْرٌ يَعُوْدُ مِنْ أَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ وَ اَحَدًا اللّٰهُمَّ اكشفِ النَّاسَ رَبَّ النَّاسِ وہ لکڑی پر سات بار دم کرتی تھیں۔ وہ اسے ایک جگہ رکھتی۔ اسے صاف شراب کے سرکہ کے پتھر پر ملتی پھر اسے پھوڑے پر لگا دیتیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

سانپ کا دم

ابونعیم نے الطب میں حضرت علقمہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کی خدمت میں بخار کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ انہوں نے اسے آپ پر پیش کیا۔ وہ دم یہ تھا: بسم الله قرنيه شجنة ملحة بحر قفطا۔ آپ نے فرمایا: یہ تو وہ عہدنامے ہیں جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے جانوروں سے لیے تھے کہ وہ کسی کو کوئی نقصان نہ دیں گے۔ ایک شخص حضرت علقمہ کے ساتھ تھا اسے کسی چیز نے ڈنگ مار دیا انہوں نے انہی کلمات سے انہیں دم کیا تو وہ فوراً تندرست ہو گیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

پھوڑے اور زخم کا دم

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی شکایت کرتا یا اسے پھوڑا یا زخم ہوتا تو آپ اپنی سبابہ انگشت مبارکہ کو زمین پر رکھتے پھر اسے اٹھا لیتے پھر فرماتے: بسم الله تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا۔

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تربة ارضنا شفاء لقرحنا۔ یا، تربة ارضنا بريقة بعضنا تشفى سقيمنا باذن ربنا۔ امام نووی نے رقم کیا ہے: اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ حضور طبیب جسم و روح ﷺ اپنا لعاب دہن لیتے۔ اسے اپنی سبابہ انگلی مبارک پر رکھتے پھر اسے مٹی پر رکھتے اس سے کچھ لگ جاتا پھر اس کو بیمار جگہ پر رکھ دیتے یا زخم پر رکھ دیتے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے: ہمارے بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس میں راز یہ ہے کہ زمین کی مٹی اپنی برودت اور خشک پن کی وجہ سے اس جگہ کو شفاء دے دیتی ہے جہاں درد ہو۔ وہ اپنی خشکی کی وجہ سے مواد کو اپنی طرف بہنے سے روکتی ہے اس کے ساتھ اس میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے زخم خشک ہو جاتے ہیں اور مندمل ہو جاتے ہیں انہوں نے تھوک کے متعلق کہا ہے: یہ تحلیل، پکانے، زخم اور ورم کو شفاء یاب کرنے کے ساتھ مختص ہے خصوصاً روزہ دار اور بھوکے میں۔ ان کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب علاج قوانین کے مطابق ہو۔ مٹی کی مقدار کا تھوک میں لحاظ رکھا جائے۔ اس کے اوقات میں ہی کیا جائے، ورنہ پھونک مارنا، سبابہ کو زمین پر رکھنا اس طرح تو اس کے ساتھ وہی کچھ لگتا ہے جس کا اثر نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا تعلق رب تعالیٰ کے ناموں سے برکت حاصل کرنے کے ساتھ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے آثار کے ساتھ ہے۔ شاید زمین پر انگلی رکھنا آپ کی خاصیت ہو۔

امام بیضاوی نے لکھا ہے: طبیہ مباحث گواہ ہیں کہ تھوک کا (زخم) پکانے میں بڑا عمل دخل ہے۔ مزاج کی تعدیل میں اس کا نمایاں تاثر ہے۔ مزاج کی حفاظت اور نقصان دور کرنے میں وطن کی مٹی میں بڑی تاثیر ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کو چاہیے کہ اپنے ساتھ اپنے وطن کی مٹی رکھے۔ اگر وہ اپنے ساتھ اس کا پانی نہ لے جا سکتا ہو۔ جب وہ مختلف چشموں میں سے پانی پیے تو اپنے مشکیزے میں اس میں سے کچھ ڈال لے تا کہ اس کے نقصان سے بچ سکے پھر ان دموں اور تعویذات کے عجب اثرات ہوتے ہیں عقلیں جن کی معرفت تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔

تورپشتی نے لکھا ہے: مٹی سے مراد فطرتِ آدم کی طرف اشارہ ہے۔ تھوک سے اشارہ نطفہ کی طرف ہے گویا کہ وہ زبان

حال سے آہ وزاری کر رہا ہے کہ جبکہ تو نے اصل اول کو مٹی سے پیدا کیا۔ اسے نطفہ سے پیدا کیا جس کی تخلیق اس سے ہوا سے شفاء دینا تیرے لیے آسان ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے: ارضنا سے مراد سرزمین مدینہ طیبہ ہے، کیونکہ وہ بہت بابرکت ہے۔ بعضنا سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات والا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا لعاب دہن سراپا برکت تھا۔

❁❁❁

ساتواں باب

عام دم اور جامع دم

الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ابن نعیمان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: اَذْهِبِ البَاسِ رَبَّ النَّاسِ اِلٰه النَّاسِ۔

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو درد محسوس ہو تو وہ اس درد کے نیچے ہاتھ رکھے، پھر سات بار یہ کہے: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَ قُدْرَتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔ ابو یعلی نے حسن سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس جگہ دست اقدس رکھتے جہاں اسے درد ہوتا تھا، پھر فرماتے: بِسْمِ اللهِ لَا بَأْسَ۔ امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں درد ہو تو اس جگہ ہاتھ رکھو جہاں درد ہو پھر یہ پڑھو: بِاسْمِ اللهِ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ مِنْ وَجَعِي هٰذَا، پھر اپنا ہاتھ اٹھالو۔ تم طاق دفعہ اسی طرح کرو۔

امام احمد، امام مسلم، ابن ماجہ، ابن حبان، ابوداؤد اور ترمذی نے انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب القلوب ﷺ نے فرمایا: سات بار اپنا دایاں ہاتھ رکھو پھر یوں کہو: اَعُوْذُ بِاللهِ وَ قُوَّتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔ دوسرے الفاظ میں ہے: جسم کے جس حصے میں درد ہے اس پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو پھر سات بار یوں کہو: اعوذ باللہ...۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خدشہ لاحق ہو گیا۔ میں نے آپ سے عرض کی: آپ نے فرمایا: اس پر اپنا ہاتھ رکھو پھر تین بار یوں کہو: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي شَرَّ مَا اَجِدُ بدعوۃ نَبِيِّكَ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ عِنْدَكَ بِسْمِ اللهِ۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جسے درد ہو وہ یوں کہے: رَبُّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ إِسْمُكَ وَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ وَ اغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا. أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ وَ شِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هٰذَا الْوَجَعِ۔رب تعالیٰ اسے شفاء دے گا۔حمیدی اور خطیب نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درد سر کا یہ دم فرماتے تھے۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم. بسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار و من شر حر النار۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ورم نے آلیا۔آپ نے اس جگہ ان کے کپڑوں کے اوپر سے ہاتھ رکھا پھر یہ دم کیا۔ بسم الله اذهب عنه سوءه و فحشه بدعوة نبيك الطيب المبارك المكين عندك۔آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔انہیں اسی طرح دم کرنے کا حکم دیا۔انہوں نے تین دن تک دم کیا تو ورم ختم ہو گیا۔امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے بارگاہ رسالت مآب میں داڑھ کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے اپنا دستِ شفا بخش ان کے اس رخسار پر رکھا جس کے اندر درد تھا۔ یہ دعا مانگی: اللهم اذهب عنه السوء ما يجد و فحشه بدعوة نبيك المبارك المكين عندك۔آپ نے سات بار اس طرح فرمایا تو ان کے جانے سے قبل انہیں شفاء نصیب ہو چکی تھی۔

حمیدی نے روایت کیا ہے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔انہوں نے داڑھ میں درد کی شکایت کی۔حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دائیں دستِ اقدس کی سبابہ انگلی مبارک ان کے منہ مبارک میں داخل کی اسے اس داڑھ پر رکھا جس میں درد تھا۔فرمایا: بسم الله و بالله اسئلك بعزك و جلالك و قدرتك على كل شيءٍ فان مريم لم تلد غير عيسى من روحك و كلمتك ان تكشف فاطمة بنت خديجة من الضر كله۔ان کا درد ختم ہو گیا۔

امام نسائی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے ذکر کیا کہ اس کے والد کا پیشاب رک گیا ہے۔اس میں کنکری ہے۔انہوں نے انہیں وہ دم سکھایا جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔دم یہ تھا: ربنا الله الذی فی السماء تقدس اسمك امرك فی السماء و الارض كما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك فی الارض و اغفرلنا حوبنا و خطايانا انت رب الطيبين فانزل شفاء من شفائك و رحمة من رحمتك على هذا الوجع۔انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے ان کلمات سے دم کرے اس نے اسے دم کیا تو اسے شفاء مل گئی۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

ہاں تشریف لائے۔ انہیں بخار تھا۔ وہ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے برا بھلا نہ کہو۔ اسے تو حکم دیا گیا ہے تم پسند کرو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جب تم انہیں پڑھو گی تو رب تعالیٰ اسے ختم کر دے گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ وہ مجھے سکھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یوں کہو: اللھم ارحم جلدی الرقیق و عظمی الدقیق من شدۃ الحریق یا ام ملدم ان کنت آمنت باللہ العظیم فلا تصدعی الراسی و لا تنتنی الفم و لا تاکلی اللحم و لا تشربی الدم و تحوّلی عنی الی من اتخذ من اللہ الھا آخر۔ انہوں نے یہ کلمات پڑھے تو ان کا بخار ختم ہو گیا۔

ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یوں کہا: بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض و لا فی السماء و ھو السمیع العلیم۔ اگر اس نے رات کو یہ کلمات تین بار پڑھے تو تا دم صبح اسے اچانک کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جس نے وقت صبح یہ کلمات پڑھ لیے تو اسے شام تک کسی اچانک مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس شخص نے کہا: حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو فالج ہو گیا جس شخص نے ان سے یہ حدیث پاک سنی تھی۔ وہ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: تم میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ بخدا! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب نہیں کیا۔ نہ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا لیکن جس روز مجھے یہ مرض لاحق ہوا تھا اس روز میں غصے میں تھا۔ میں یہ کلمات پڑھنا بھول گیا تھا۔ امام ترمذی کے الفاظ ہیں: حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو فالج ہو گیا۔ اس شخص نے ان کی طرف دیکھا حضرت ابان نے فرمایا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے میں نے تمہیں بیان کی ہے لیکن میں اس روز یہ کلمات نہ پڑھ سکا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی تقدیر رواں ہو سکے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد اکثر کیا کرو۔ الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ ورد کیا لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو یہ اس کے لیے ننانوے امراض کا علاج ہو گا۔ ان میں سے کم ترین مرض الھم (غم) ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر روز ایک سو بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کیا اسے فقر نہیں پہنچ سکتا۔

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا رزق سست روی سے آئے اسے لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کرنا چاہیے۔ ابن سنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اسے ام الصبیان نقصان نہیں دے سکتی۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حریق (آگ) اور اس کا علاج

ابن السنی، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا جان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم حریق (آگ) دیکھو تو تکبیر کہو تکبیر اسے بجھا دے گی۔

زاد المعاد میں ہے: تپش آگ کا سبب ہوتا ہے یہ شیطان کا مادہ ہے۔ اسی سے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ آگ علو اور فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ ابلیس کی راہ نمائی ہے یہ اسی کی طرف بلاتا ہے انہی سے بنو آدم کو ہلاک کرتا ہے آگ اور شیطان دونوں زمین میں علو اور فساد چاہتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی کبریائی شیطان اور اس کے فعل کو قلع قمع کر دیتی ہے اسی لیے اس آگ کے بجھانے میں اثر رکھتی ہے۔ رب تعالیٰ کی کبریائی اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتی جب مسلمان اپنے رب تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتا ہے تو اس کی تکبیر سے آگ بجھ جاتی ہے جو شیطان کا مادہ ہے ہم نے اور دیگر لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہم نے اسے اسی طرح پایا ہے۔

✿✿✿

نواں باب

گھبراہٹ اور بے خوابی کا علاج

امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی۔ میں رات کو بے خوابی کی وجہ سے سو نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: جب تم بستر پر جانے لگو تو یہ ذکر کر لیا کرو:

اللهم رب السموات السبع و ما اظلت و رب الارضين السبع و ما اقلت و رب الشياطين و ما اضلت كن لي جارا من شر خلقك كلهم جميعا ان يفرط علیّ احد منهم او يبغي علیّ عز جارك و جل ثناءك و لا اله غيرك و لا اله الا انت۔

✿✿✿

دسواں باب

مصیبت کا علاج

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو اسے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم عندك احتسب مصیبتی فاجرنی منھا و ابدلنی بھا خیراً منھا پڑھنا چاہیے۔

امام بیہقی نے الشعب میں، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو اس کو اس مصیبت کا ذکر کر لینا چاہیے جو اسے میری (میرے وصال) کی وجہ سے پہنچی۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اسے ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اسے چبھے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے مال میں کوئی مصیبت پہنچے یا جسم میں مصیبت پہنچے۔ اگر اس نے چھپایا۔ لوگوں سے اس کا شکوہ نہ کیا تو رب تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے بخش دے۔ ابن ماجہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی مصیبت پہنچے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت کو یاد کرلے۔ اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ اگرچہ اس کا عہد پرانا بھی ہو گیا رب تعالیٰ اسے اسی دن کا اجر عطا فرمائے گا جس دن اسے وہ تکلیف پہنچی۔

امام احمد نے ایک صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے جسم پر کوئی تکلیف آئے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دے تو وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی۔ سعید بن منصور اور ابونعیم نے الحلیہ میں مسروق بن اجدع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امراض اور دکھ دنیا میں جزاء ہوتے ہیں۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مصیبت، صاحب مصیبت کا چہرہ روز حشر سفید کر دے گی جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچے وہ اسی طرح کہے جیسے رب تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، پھر یوں کہے: اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منھا۔ رب تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا اجر دے گا اور اسے اس کا نعم البدل عطا کرے گا۔ امام ترمذی اور ابن حبان نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے خواہ کانٹا یا اس سے بھی کم تر، مگر رب تعالیٰ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دیتا ہے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

کرب، غم اور دکھ کا علاج

الطبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غم واندوہ کا سامنا کرنا پڑے تو اسے یوں کہنا چاہیے: الله الله ربي لا اشرك به شيئا۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں جنات اور بھوت بھٹکانے لگیں تو اذان دیا کرو جب شیطان اذان سنتا ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں کسی مصیبت دکھ یا غم کا سامنا کرنا پڑے تو یہ ذکر کیا کرو۔ الله الله ربنا لا شريك له۔ ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی عظیم امر میں گر پڑو تو یہ ورد کیا کرو۔

حسبنا الله و نعم الوكيل

ترجمہ: اور اللہ ہمارے لیے کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے۔

ابن السنی عمل اليوم و الليلة میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کسی مشکل میں گر پڑو تو یوں کہا کرو: بسم الله الرحمٰن الرحيم و لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم۔ رب تعالیٰ اس کے ذریعے جس مصیبت کو چاہتا ہے دور کر دیتا ہے۔ عقیلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید العرب والعجم ﷺ نے فرمایا: لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم کا وردکثرت سے کیا کرو۔ یہ نقصان کے ننانوے دروازوں کو روکتا ہے۔ سب سے کم غم ہے۔

ابن ابی الدنیا نے الفرج میں، حاکم نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں کہ جب تمہیں کسی مصیبت یا دکھ کا سامنا کرنا پڑے تو تم اس کے ساتھ دعا مانگو رب تعالیٰ اس دکھ اور مصیبت کو دور کر دے۔ وہ حضرت ذوالنون کی یہ دعا ہے۔ لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت ذوالنون علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے اس وقت مانگی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے: لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ جو مسلمان شخص بھی کسی مصیبت میں اس سے دعا مانگتا ہے رب تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ امام احمد، امام بخاری نے ادب میں، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کی دعا یہ ہے: اللھم رحمتک ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین و اصلح شانی کلہ لا الہ الا انت۔

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوامامہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انہیں صبح و شام کہو تو رب تعالیٰ تمہارا غم بھی ختم فرما دے اور قرضہ بھی ادا کر دے۔ صبح و شام یہ دعا مانگا کرو۔ اللھم انی اعوذبک من الھم و الحزن و اعوذبک من العجز و الکسل و اعوذبک من الجبن و البخل و اعوذبک من ضلع الدین و غلبۃ الرجال انہوں نے فرمایا: میں نے یہ دعا مانگی: رب تعالیٰ نے میرا غم ختم کر دیا۔ میرا قرضہ بھی ادا ہو گیا۔

حضرت ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے تو رب تعالیٰ اس کا ہر غم دور کر دیتا ہے۔ ہر تنگی سے آسائش پیدا کر دیتا ہے۔ اسے اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی مجھے کسی دکھ کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت جبرائیل میرے پاس آگئے۔ انہوں نے کہا: محمد عربی! ﷺ یوں کہیں: توکلت علی الحی الذی لا یموت و الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً و لم یکن لہ شریک فی الملک و لم یکن لہ ولی من الذل و کبّرہُ تکبیراً۔ ابن ابی الدنیا نے الفَرَج میں خلیل بن مرہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: جب کسی شخص کو غم و اندوہ آئے تو وہ یوں کہے: حسبی الرب من العباد حسبی الخالق من المخلوقین حسبی الرازق من المرتزقین حسبی الذی ھو حسبی، حسبی اللہ و نعم الوکیل حسبی اللہ الذی لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے مجھے سکھایا کہ جب مجھے غم و اندوہ آئے تو میں یوں کہوں: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ و تبارک اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین۔ امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب غم و اندوہ آلیتا تو آپ یہ ورد فرماتے: یا حی یا قیوم! برحمتک استغیث۔ امام احمد، شیخان، بیہقی، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غم کے وقت یہ دعا مانگتے تھے: لا الہ الا اللہ العظیم الکریم لا الہ الا اللہ رب العرش

العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السموات السبع و رب العرش العظیم۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے کسی غم، اندوہ، کرب، مرض یا شدت کا سامنا کرنا پڑے تو وہ یوں کہے: اللہ ربی لا شریك له۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک پر کیا ہے کہ جب غم اس کے پیچھے پڑ جائے کہ وہ اپنی کمان لٹکالے اور اس کے ذریعے اپنے غم سے بچ جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو اہم امر لیتا تو آپ ﷺ یہ ورد کرتے تھے: یا حی یا قیوم برحمتك استغیث۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو کوئی اہم امر آلیتا تو سر اقدس کو آسمان کی طرف بلند فرماتے اور فرماتے: سبحان اللہ العظیم۔ جب آپ دعا میں کوشش فرماتے تو یوں عرض کرتے: یا حی یا قیوم! برحمتك استغیث۔ ابو داؤد نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: غمزدہ کی دعا یہ ہے: اللھم رحمتك ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین اصلح لی شانی کله لا اله الا انت۔ امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غم و اندوہ کا سامنا کرنا پڑے تو وہ یوں کہے: اللھم انی عبدك و ابن عبدك و ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حکمك عدل فیّ قضاءك اسئلك بکل اسم ھو لك سمیت به نفسك او انزلته فی کتابك او علمته احدا من خلقك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی و نور صدری و جلاء حزنی و ذھاب ھمّی و غمی۔ رب تعالیٰ اس کا غم و اندوہ ختم کر دے گا۔ اس سے اس کی جگہ آرام و سکون دے دے گا۔

تنبیہ

امام الطبری نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان یدعو سے مراد تہلیل و تعظیم ہے ابن حمید کے نزدیک اس سے مراد تہلیل و تعظیم کا مقدم کرنا ہے۔ انہوں نے ماثور ذکر کا تذکرہ کیا، پھر دعا مانگنے کا ذکر کیا۔ اعمش نے حضرت ابراہیم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ جب انسان دعا سے قبل حمد و ثناء کرتا ہے تو اس کی دعا کو قبول کر لیا جاتا ہے جب ثناء سے قبل دعا میں مصروف ہو جاتا ہے تو اسے امید ہوتی ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جب اسے رب تعالیٰ کا ذکر دعا کرنے سے مصروف کر دیتا ہے تو وہ اس سے افضل عطا کرتا ہے جو وہ مانگنے والوں کو دیتا ہے جیسے حضرت سفیان بن عیینہ نے اس شخص کو جواب دیا جس نے اس دعا سے زیادہ کا سوال کیا جتنی آپ ﷺ مانگتے تھے۔ انہوں نے کہا: لا اله الا اللہ وحدہٗ لا شریك لهٗ۔

❁❁❁

بارھواں باب

مرگی کا علاج

صحیحین میں عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت میں سے ایک عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کی: ضرور۔ انہوں نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت۔ یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ رب تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں عافیت عطا کر دے گا۔ اس نے عرض کی: میں صبر کروں گی، لیکن میرا ستر کھل جاتا ہے آپ دعا فرما دیں کہ وہ نہ کھلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرما دی۔

میں کہتا ہوں کہ ابن القیم نے کہا ہے کہ مرگی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ مرگی جو زمینی خبیث ارواح کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۲) وہ مرگی جو ردی امور کے اختلاط کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دوسری قسم کے اسباب اور علاج کے متعلق ہی اطباء نے گفتگو کی ہے۔ جہاں تک اس مرگی کا تعلق ہے جو خبیث ارواح کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو ائمہ اور عقلاء اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسے دور نہیں کر سکتے وہ کہتے ہیں کہ ان کا مقابلہ بلند پاکیزہ اور شریف ارواح سے ہو سکتا ہے ان کے متعلق آثار اس کے افعال اور ان کا بطلان باہم ٹکراتے ہیں۔ بقراط نے اپنی ایک کتب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ مرگی کا کچھ علاج بھی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس مرگی سے فائدہ ہوگا جس کا سبب اخلاط اور مادہ ہو لیکن جس مرگی کا سبب ارواح خبیثہ ہو اسے یہ علاج فائدہ نہ دے سکے گا۔

لیکن جاہل احمق اور بے وقوف اطباء اور وہ لوگ زنادقہ کو فضیلت دیتے ہیں وہ ارواح خبیثہ کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اس امر کا اقرار نہیں کرتے کہ مرگی والے کے بدن میں ان کی کچھ تاثیر ہو سکتی ہے۔ ان کے پاس صرف جہالت ہے ورنہ مصنوعی طب میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے وہ دفاع کر سکیں۔ حس اور وجود اسی کی گواہی دیتے ہیں۔ بعض اخلاط کے غلبہ کو کمزور کرنے کا اطلاق بعض اقسام پر صادق آئے گا۔ سب پر نہیں۔

قدیمی اطباء اس مرگی کو مرض الٰہی کہتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ ارواح میں سے ہے جبکہ جالینوس وغیرہ نے اس نام کی تاویل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اسے مرضِ الٰہی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مرض سر میں پیدا ہوتا ہے وہ اس پاکیزہ جزء کو نقصان دیتا ہے جس کا مسکن دماغ ہوتا ہے۔ ان ارواح کی جہالت، ان کے احکام، تاثیرات کی جہالت کی وجہ سے انہوں نے یہ تاویل کی ہے جبکہ زنادقہ اطباء صرف اس مرگی کو ثابت کرتے ہیں جو صرف اخلاط سے پیدا ہوتی ہے۔ جس شخص کے

پاس عقل و عرفان ہے جوان ارواح کی تاثیرات کو جانتا ہے وہ ان کی جہالت اور عقول کے ضعف پر مسکراتا ہے۔اس نوع کا علاج دو امور سے ہوسکتا ہے۔(۱) مریض کی طرف سے ایک امر (۲) معالج کی طرف سے ایک امر، جو امر مریض کی طرف سے ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو تقویت دے۔اس ارواح کے خالق کی طرف سچی توجہ کرے وہ صحیح تعوذ کرے جس پر اس کا دل اور زبان متفق ہو۔ یہ جنگ کی سی قسم ہے جنگ آزما اپنے دشمن سے دو امور کے بغیر انتقام نہیں لے سکتا۔(۱) اس کا اسلحہ بذات خود عمدہ ہو۔(۲) اس کا بازو قوی ہو۔اگر ان میں سے ایک چیز بھی باقی رہ جائے تو کثیر اسلحہ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ چہ جائیکہ جب دونوں امور معدوم ہوں۔ دل توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ سے خالی ہو۔اس کے پاس اسلحہ بھی نہ ہو۔دوسرا امر معالج کی طرف سے ہے کہ اس میں بھی دو امور ہیں، حتیٰ کہ بعض معالج صرف اتنا کہتے ہیں: اس سے باہر نکل جا، یا بسم اللہ، یا وہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ صرف یہ فرماتے تھے: دشمن خدا! نکل جا۔میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

میں نے اپنے شیخ کو دیکھا جو مرگی کے مریض کی طرف اس شخص کو بھیجے جو اس روح کو مخاطب کرتا جو اس میں ہوتی وہ اس سے کہتا: میرے شیخ تجھ سے کہہ رہے ہیں۔ باہر نکل جا۔ یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ مریض کو اسی وقت افاقہ مل جاتا۔ بعض اوقات وہ بذات خود مخاطب ہوتا۔ اگر وہ روح سرکشی کرتی تو وہ اسے مار کر باہر نکال دیتا۔ مرگی والا درست ہو جاتا۔ اسے درد نہ ہوتا۔ ہم نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے۔وہ اکثر مریض کے کانوں میں یہ آیت طیبہ پڑھتے تھے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنین: ۱۱۵)

ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ کسی مریض کے کان میں یہ آیت پڑھی۔روح نے کہا: ہاں! اس نے اپنی آواز لمبی کی۔انہوں نے کہا: میں نے ڈنڈا پکڑا اسے اس کی گردن کی رگوں پر مارنے لگا، حتیٰ کہ میرے ہاتھ تھک گئے۔ حاضرین کو شک نہ رہا کہ وہ اس مار کی وجہ سے مر جائے گی۔مار کے دوران اس نے کہا: میں اسے محبت کرتی ہوں۔میں نے کہا: لیکن یہ تجھ سے محبت نہیں کرتا۔اس نے کہا: میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں۔میں نے کہا: لیکن یہ تیرے ساتھ حج کے لیے نہیں جانا چاہتا۔روح نے کہا: میں تیری عزت کرتی ہوئی نکل جاتی ہوں۔میں نے کہا: نہیں! رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے۔اس نے کہا: میں نکل جاتی ہوں۔مریض فوراً بیٹھ گیا۔وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اس نے کہا: مجھے شیخ کی خدمت میں کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا تجھے مار بھی پڑی ہے۔اس نے کہا: مجھے شیخ نے کیوں مارا ہے؟ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن اسے یہ احساس نہ تھا کہ اسے مار بھی پڑی ہے۔

وہ آیۃ الکرسی سے علاج کرتے تھے۔وہ علاج کرنے والے اور مریض کو اس کی کثرت کرنے کا حکم دیتے تھے وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بھی پڑھتے تھے۔مختصر یہ کہ مرگی کی یہ قسم بھی ہے۔اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جسے عقل، علم اور عرفان کم

دیا گیا ہو۔ اکثر ارواح خبیثہ ان لوگوں پر تسلط کرتی ہیں۔ جن کے پاس دین کی قلت ہوتی ہے دل خراب ہوتے ہیں زبانیں حقائق ذکر سے عاری ہوتی ہیں۔ تعویذات، تحصنات نبویہ اور ایمانیہ سے عاری ہوتے ہیں۔ روح خبیثہ اس شخص سے ملاقات کرتی ہے جو نہتا ہوتا ہے۔ اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہوتا۔ وہ اکثر اس وقت اثر کرتی ہے جب وہ ننگا ہو۔

اگر پردہ اٹھ جائے تو تم اکثر نفوس بشریہ کو دیکھو گے کہ اکثر لوگ ان ارواح خبیثہ سے پچھاڑے گئے ہیں یہ ان کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ وہ جہاں چاہتی ہیں انہیں لے جاتی ہیں۔ انہیں روکا نہیں جاسکتا۔ اس سے وہ بڑا مرض ہے جس میں مریض کو صرف علیحدگی یا معاینہ کے وقت ہی اسے شفاء مل سکتی ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں مریض ہے۔ باللہ المستعان۔

مرگی کی اس قسم کا علاج بھی عقل صحیح کو اس چیز کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ملانا ہے جسے رسل عظام لے کر آئے ہیں جنت اور دوزخ اس کے سامنے اور دل کا قبلہ ہوں، وہ اہل دنیا کو اپنے سامنے حاضر کرے۔ ان پر نازل ہونے والے حادثات اور مصائب کا مشاہدہ کرے۔ ان فتنوں کو دیکھے جو ان کے گھروں میں بارش کی طرح گرتے ہیں۔ وہ پچھاڑے ہوئے ہیں انہیں افاقہ نہیں ملتا۔ یہ مرض کتنا شدید ہے لیکن اسے صرف وہی جان سکتا ہے جو پچھاڑا ہوا ہو۔ وہ اسے عجیب و غریب نہیں سمجھتا بلکہ مریضوں کی کثرت کو دیکھ کر وہ اس کے خلاف کو عجیب وغریب سمجھتا ہے۔

جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس مرض سے نجات دے دیتا ہے وہ دنیا کے بیٹوں کو اپنے ارد گرد پچھاڑے ہوئے دیکھتا ہے۔ انہیں اپنے دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ ان کے مختلف طبقات ہوتے ہیں۔ بعض پر جنون کا اطلاق ہوتا ہے کچھ کو کچھ دیر کے لیے افاقہ ہوتا ہے، پھر اپنے جنوں کی طرف لوٹ آتا ہے۔ کسی کو ایک بار افاقہ ہوتا ہے پھر جنون طاری ہو جاتا ہے۔ جب اسے افاقہ ہوتا ہے تو وہ اہل افاقہ اور اہل عقل کے سے اعمال کرتا ہے، پھر اسے مرض آلیتا ہے وہ اپنے خبط میں لوٹ آتا ہے۔

فصل

جو اخلاط کی مرگی ہے یہ وہ مرض ہے جو اعضاء نفسیہ کو افعال، حرکت اور کھڑا ہونے سے جزوی طور پر روک دیتا ہے اس کا سبب وہ گندا اور لیس دار اختلاط ہے جو دماغ کے اندر کی گزرگاہوں کو روک دیتا ہے لیکن یہ رکاوٹ مکمل طور پر نہیں ہوتی۔ وہ اس میں حس وحرکت کے نفوذ کو روک دیتی ہے بعض اعضاء میں مکمل طور پر انقطاع کے بغیر یہ مکمل نفوذ ہوتا ہے کبھی کبھی یہ اور اسباب کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسے غلیظ ہوا جو روح کی گزرگاہوں میں رک جاتی ہے یا ردی بخار جو بعض اعضاء کی طرف چڑھتا ہے، یا وہ تکلیف دہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے دماغ موذی کو دور کرنے میں گھٹن محسوس کرتا ہے۔ سارے اعضاء میں اکڑپن آجاتا ہے اس کی وجہ سے انسان کھڑا بھی نہیں ہوسکتا، بلکہ گر جاتا ہے اور اکثر اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے۔

اس مرض کو عادی امراض میں شمار کیا جاتا ہے خصوصی اس وقت جبکہ یہ مریض میں موجود ہو اس کا شمار طویل امراض میں بھی ہوتا ہے، کیونکہ بہت مدت تک لاحق رہتی ہے اور مشکل سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ عمر پچیس برس سے متجاوز ہو۔ یہ مرض دماغ میں ہوتا ہے۔ خصوصاً اس کے جوہر میں ہوتا ہے۔ اگر یہ مصروع ہو جائیں تو پھر یہ لازمہ بن جاتی ہے۔ بقراط نے کہا ہے ان اعضاء میں مرض باقی رہتا ہے حتیٰ کہ مریض مرجائے۔

جب اس تفصیل کا علم ہو گیا تو وہ خاتون محترمہ جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی جسے مرگی لاحق ہوئی تھی اور اس کا ستر کھل جاتا تھا ممکن ہے کہ اس کا مرض اس نوع کا ہو حضور اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس پر صبر کرے۔ اس کے لیے دعا کی کہ اس کا ستر نہ کھلے۔ اسے جنت وصبر اور ضمان کے بغیر شفاء کے لیے دعا میں اختیار دیا۔ اس نے صبر اور جنت کو اختیار کر لیا۔ اس میں علاج و معالجہ کے ترک کے جواز کی دلیل ہے نیز یہ کہ دعاؤں اور توجہ الی اللہ سے ارواح کا وہ علاج ہو سکتا ہے جس کے علاج سے اطباء عاجز آجاتے ہیں اس کا فعل اور اگر طبعی اثر بدنی دواؤں کے اثر سے زائد ہوتا ہے ہم نے اور دیگر لوگوں نے اسے کئی بار آزمایا ہے عقلاء اطباء اعتراف کرتے ہیں قوی نفسانیہ اور ان کے انفعالات کے اثرات امراض کو شفاء دینے میں بڑے عجیب ہیں۔ مصنوعی طب کے لیے زندیقوں، احمقوں، جاہلوں اور نادان طبیبوں سے زیادہ نقصان دہ چیز اور کوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عورت کا مرض اس نوع کا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ارواح کی وجہ سے ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے صبر و جنت اور شفاء کے مابین اختیار دیا ہو اس نے صبر اور ستر کو اختیار کر لیا ہو۔

✿✿✿

تیرھواں باب

الغیراء کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت میمونہ بنت ابی عسیب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ بنو جرش میں سے ایک عورت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ وہ اونٹ پر تھی اس نے صدا دی: عائشہ! حضور اکرم ﷺ کی وہ دعا حاصل کرنے میں میری مدد کریں جو مجھے سکون دے دے۔

✿✿✿

طب میں سیرتِ پاکیزہ

پہلا باب

فوائد

(گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)

اس میں کئی انواع ہیں۔

ا۔ابتداء:

بزار نے اپنی مسند میں، الطبرانی نے الکبیر میں۔ابن السنی اور ابونعیم نے الطب النبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز ادا کرتے تو اپنے سامنے اگا ہوا درخت دیکھتے تو اس سے پوچھتے: تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہتا: فلاں۔وہ فرماتے: تم کس چیز کے لیے ہو؟ وہ عرض کرتا: فلاں کے لیے۔اگر وہ دوا کے لیے ہوتا تو اسے چھپا لیتے۔اگر لگانے کے لیے ہوتا تو اسے لگا دیتے۔

امام حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام جب نماز ادا کرتے تو ان کے سامنے ایک درخت نمودار ہو جاتا اسے پوچھتے: تو کون ہے؟ وہ کہتا: میں فلاں درخت ہوں۔وہ فرماتے: تو کس کے لیے ہے؟ وہ عرض کرتا: میں فلاں فلاں مرض کے لیے ہوں۔وہ اسے لگانے کا حکم دے دیتے۔

ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز کی جگہ پر ہر روز ایک درخت اگ آتا۔حضرت سلیمان اس سے پوچھتے: تو کیا ہے؟ وہ عرض کرتا: میں یہ یہ ہوں۔اس سے پوچھتے: تجھ میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں؟ وہ عرض کرتا: یہ یہ۔وہ اسے اپنے باورچی کو عطا کر دیتے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کو بنانے سے فارغ ہوئے رب تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ فرمایا۔وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ان کے سامنے قبلہ

کی سمت ایک سبز پودا اگ آیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس درخت نے گفتگو کی۔ اس نے عرض کی: کیا آپ مجھ سے پوچھیں گے نہیں کہ میں کس لیے ہوں؟ حضرت سلیمان: تو کس لیے ہے؟ اس نے عرض کی: میں فلاں فلاں درخت ہوں۔ فلاں فلاں مرض کا علاج ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کاٹنے کا حکم دیا۔ اسی طرح ہر روز جب وہ مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ایک درخت اگا ہوا دیکھتے۔ اس وقت فلاسفہ نے طب پر کتب لکھیں ان دواؤں اور درختوں کے نام لکھے جو مسجد میں اگے تھے۔

امام بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہے۔ رگیں اس کی سمت جانے والی ہیں۔ جب معدہ درست ہوتا ہے رگیں صحت کے ساتھ رواں ہوتی ہیں جب معدہ بیمار ہوتا ہے تو رگیں مرض کے ساتھ رواں ہوتی ہیں۔

تنبیہ

امام بیہقی نے ارطاۃ کی سند سے روایت کیا ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس طبیب جمع ہوتے۔ انہوں نے پوچھا: معدہ کی دواء کی بنیاد کیا ہے؟ ہر ہر شخص نے اپنا موقف پیش کیا۔ ایک شخص ساکت رہا۔ جب فارغ ہو گئے تو اس نے اسے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: انہوں نے کچھ اشیاء کا ذکر کیا ہے جو بعض نفع دیتی ہیں، لیکن اس کی بنیاد تین امور ہیں۔ (۱) کھانا اس وقت کھاؤ جب تمہیں اس کی ضرورت ہو۔ (۲) پکا ہوا گوشت اس وقت کھاؤ جب اس کا پکنا مکمل ہو جائے۔ (۳) لقمہ خوب چبا کر کھاؤ حتیٰ کہ معدہ کو اس کے لیے بہت کم مشقت کرنی پڑے۔ امام بیہقی نے ابراہیم بن علی الذھلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سارے کلمات میں سے چار ہزار کلمات نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے چار سو کلمات نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے چالیس کلمات نکالے گئے ہیں ان میں سے چار یہ کلمات نکالے گئے ہیں:

۱- عورتوں پر اعتماد نہ کرو۔
۲- معدہ میں وہ نہ ڈالو جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔
۳- مال تمہیں دھوکہ نہ دے۔
۴- تمہیں اتنا علم کافی ہے جو تمہیں فائدہ دے۔

امور طبیعہ سات ہیں

۱- ارکان: یہ چار ہیں۔ (۱) آگ یہ گرم خشک اور ٹھنڈی ہے۔ (۲) مزاج: اس کی نو اقسام ہیں جو معتدل اور غیر معتدل میں منقسم ہیں۔ معتدل ایک ہے غیر معتدل یا مفرد چار ہیں۔ گرم، ٹھنڈا، تر، خشک، مرکب بھی چار ہیں۔ گرم خشک، گرم تر، ٹھنڈا خشک، ٹھنڈا تر حیوانات کے مزاجوں میں سے اعدل مزاج انسان کا ہے انسانوں میں اعدل مزاج مؤمنوں کا ہے۔ ان میں سے اعدل مزاج انبیائے کرام کا ہے۔ ان میں سے اعدل مزاج مرسلین کا ہے۔

ان میں سے اعدل مزاج اولوالعزم کا ہے۔ان میں سے اعدل مزاج حضور اکرم ﷺ کا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اطباء کے فوائد میں سے ہے کہ نفس کے اخلاق بدن کے مزاج کے تابع ہوتے ہیں۔بدن کا مزاج جتنا اعدل ہوگا اس کے اخلاق اتنے ہی احسن ہوں گے۔جب یہ معلوم ہوگیا تو رب تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ آپ خلق عظیم پر ہیں۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا خلق قرآن تھا۔اس سے یہی لازم آتا ہے کہ آپ کا مزاج ہمایوں تمام مزاجوں سے اعدل ہو،لہٰذا آپ کا خلق احسن تھا،جوانی اعدل ہوتی ہے بچپن تر ہوتا ہے کہولت اور شیخوخیت ابرد ہوتی ہے۔سبابہ انگلی کے پورے کی جلد مزاج کے اعتبار سے سارے اعضاء سے اعدل ہے،پھر دیگر پوروں کی جلدیں۔سارے اعضاء میں احر (گرم) دل پھر جگر اور پھر گوشت ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کی قدرت اور لطف ہے کہ اس نے عقل دماغ میں،سِرّ گردوں میں،غضب جگر میں۔بہادری دل میں،صحت تلی میں،حزن وفرحت چہرے میں رکھے۔اس میں تین ساٹھ جوڑ رکھے ہڈی کو سب سے ابرد رکھا،پھر پٹھے کو پھر حرام مغز،پھر دماغ کو ابرد رکھا۔ان میں ہڈی سب سے زیادہ خشک اور سب سے تر گوشت کو رکھا۔

۳-اخلاط اربعہ

جب یہ کسی شخص میں برابر ہوتے ہیں تو اس کا خلق اعتدال پر آجاتا ہے جب ان میں سے کسی ایک کا غلبہ ہوتا ہے تو اس شخص کو وہی نام دیا جاتا ہے جس کا اس پر غلبہ ہو۔خون والے کو رطب گرم دموی کہا جاتا ہے یہ افضل ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسی سے جسم کو طبعی غذا ملتی ہے۔اسی سے آنکھوں کی سرخی،آشوبِ چشم،چیچک،پھوڑے ورم،ڈھیلا پن اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر بلغم ہے۔یہ تر بارد ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے جب بدن کو غذا نہیں ملتی تو یہ خون میں بدل جاتی ہے۔یہ اعضاء کو تر رکھتی ہے تاکہ حرکت انہیں خشک نہ کردے۔اس میں سے طبعی وہ ہے جو دمویہ کی طرف منتقل ہونے کے قریب ہو۔غیر طبعی نمکین ہے یہ حرارت کی طرف میلان رکھتی ہے۔ترش برد مشبع خالص البرد ہوتی ہے۔اس سے برد،فالج،بخار اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر صفراء ہے اس کا کچھ حصہ انتڑیوں کی طرف جاتا ہے،بخارات کے نکلنے پر تنبیہ کرتا ہے۔اس میں سے طبعی خفیف احمر ہے،جبکہ غیر طبعی مخی،کدانی،زنجاری اور احتراقی ہے۔صفراء زنجاری میں کدانی کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔اسی لیے یہ موت سے ڈراتا ہے۔پتہ کو صفراء کہا جاتا ہے اس سے سردرد،پیلا یرقان زرد ورم پیدا ہوتا ہے۔اسی سے تیسرے روز کا بخار اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر سوداء ہے۔یہ خشک ٹھنڈا ہوتا ہے یہ خون کو گاڑھا کرتا ہے۔یہ تلی اور ہڈیوں کو غذا فراہم کرتا ہے اسی کا ایک جزء معدہ کے منہ کی طرف جاتا ہے یہ بھوک سے آگاہ کرتا ہے کیونکہ یہ ترش ہوتا ہے اس کا طبعی حصہ خون کا ردی ہے،جبکہ غیر طبعی میل جول سے پیدا ہوتا ہے۔اسے مرۃ السوداء کہا جاتا ہے اس سے جذام،خارش،فالج،سکتہ اور تیسرے دن کا بخار پیدا ہوتا ہے۔

۴-اعضائے اصلیہ

یہ منی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۵- ارواح

۶- قوی۔ یہ تین ہیں۔(۱)طبیعیہ(۲)حیوانیہ(۳)نفسانیہ

۷- افعال۔ یہ کھینچنے اور دور کرنے کے لیے ہیں۔

بدن کے تین احوال ہوتے ہیں۔صحت، مرض اور وہ حالت جو نہ حالتِ صحت ہو نہ حالت مرض۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مرض سے تو شفاء یاب ہو جائے لیکن پہلی حالت پر نہ آئے اور بڑھاپا صحت وہ بدنی ہیئت ہوتی ہے جس کے ساتھ افعال سالم ہوں۔اسلام کے بعد عافیت وہ افضل نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ انسان پر کرتا ہے کیونکہ صحت کے بغیر انسان نہ تو حسن تصرف کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے رب تعالیٰ کی صحیح طرح اطاعت کر سکتا ہے۔اس کی کوئی نظیر نہیں ہے بندے کو اس کے لیے رب تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دو ایسی نعمتیں ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کیا کرو یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں جو انسان کو دی گئی ہو۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے عمدہ کوئی سوال نہیں کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔ایک اعرابی نے آپ سے التجاء کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نمازوں کے بعد رب تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ فرمایا: رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔حضرت داؤد علیہ السلام کی حکمت میں ہے: عافیت مخفی سلطنت ہے ایک ساعت کا غم سال بھر کا بڑھاپا ہے۔فرمایا: عافیت صحت مندوں کے سروں پر تاج ہے جسے صرف مریض دیکھتے ہیں۔ایک قول یہ ہے: عافیت وہ نعمت ہے جس سے غفلت برتی جاتی ہے: ایک شخص کہا کرتا تھا: ہر ساکن رگ کے نیچے اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں۔مولا! دین، دنیا اور آخرت میں عافیت عطا فرما۔

مرض وہ حالت ہے جو صحت کے مخالف ہے اس سے جسم طبعی گزرگاہ سے نکل جاتا ہے ہر مرض کی ابتداء ہوتی ہے پھر اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔انحطاط ہوتا ہے انتہاء ہوتی ہے اس کے چھ اسباب ہیں:

۱- ھواء: روح کی تعدیل اس کی طرف مجبور ہوتی ہے۔جب تک ہوا صاف ہوتی ہے اس میں خبیث اور گندی بو ملی ہوئی نہیں ہوتو یہ صحت کی محافظ ہوتی ہے۔جب یہ متغیر ہوتی ہے تو اس کا حکم متغیر ہو جاتا ہے۔ہر موسم میں ایسے امراض آتے ہیں جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔وہ اس کے الٹ کو زائل کر دیتے ہیں۔موسم گرما صفراء کو ابھارتا ہے اس کے امراض کو لے کر آتا ہے ٹھنڈی امراض کو شفاء یاب کر دیتا ہے ٹھنڈی ہوا جسم کو قوت اور مضبوطی عطا کرتی ہے۔ہاضمہ کو بہتر کرتی ہے۔ہوا کے متغیر ہونے پر یہ وباء بن جاتی ہے۔

۲- جو کچھ کھایا اور پیا جاتا ہے اگر وہ گرم ہو تو جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یا اس کے برعکس۔
۳- بدنی حرکت وسکون۔ حرکت بدن میں گرمی پیدا کرتی ہے جبکہ سکون اس کے برعکس ہے۔
۴- نفسانی حرکت وسکون۔ جیسے قبض، فرحت، ہم، غم، خجالت وغیرہ۔ یہ احوال روح کی حرکت سے حاصل ہوتے ہیں یا جسم کے اندر سے یا باہر سے۔
۵- نیند اور بیداری۔ نیند روح کو بدن کے اندر کی طرف لے جاتی ہے اس کے ظاہر کو ٹھنڈا کرتی ہے اسی لیے سونے والے کو چادر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عالم بیدار کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔
۶- پوری تندہی سے کام کرنا اور رک جانا۔ ان کی معتدل کیفیت نفع بخش ہے صحت کی محافظ ہے برتن چاٹنا ہضم کو روک دیتا ہے معدہ کو شق کر دیتا ہے۔

۳- اخلاط کے پیدا ہونے کی کیفیت

جب غذا معدہ میں جاتی ہے تو وہ اس جوہر میں تبدیل ہو جاتی ہے جو اس پانی کی مانند ہو جاتی ہے جو دودھ اور آٹے کا آمیزہ ہوتا ہے۔ اسے کیلوجی کہا جاتا ہے یہ صاف جگر کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس میں پک جاتی ہے اس سے ایک چیز حاصل ہوتی ہے جو جھاگ کی مانند ہوتی ہے ایک چیز کیچڑ کی مانند ہوتی ہے اس کے ہمراہ ایک جلی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ اگر وہ پکنے میں جل جائے، کچھ ناپختہ چیز ہوتی ہے جو پکنے سے رہ جاتی ہے۔ جھاگ طبعی صفراء ہوتا ہے کیچڑ سا سوداء طبیعہ ہوتا ہے۔ جلنے والا غیر طبعی صفراء اور بھاری بھرکم چیز غیر طبعی سوداء ہوتا ہے۔ کچی چیز بلغم ہوتی ہے۔ ان سب سے جو چیز پک کر تیار ہوتی ہے وہ خون ہے۔ جب یہ خون جگر سے جدا ہوتا ہے تو یہاں فضلات سے پاک ہوتا ہے جو اس میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ اس رگ کی طرف جاتا ہے جو گردوں کی طرف جاتا ہے اس کے ساتھ کچھ خون ہوتا ہے جو دونوں گردوں کی غذا بنتا ہے۔ وہ ان کی طرف چلا جاتا ہے بقیہ مثانہ اور سوراخ ذکر کی طرف چلا جاتا ہے عمدہ اور پاکیزہ خون اس بڑی رگ کی طرف چلا جاتا ہے جو جگر کے ابھار کے پاس نمودار ہوتی ہے پھر یہ منتشر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر چھوٹی رگوں میں سے ہوتا ہوا پتلی بال نما رگوں میں چلا جاتا ہے ان کے منہ اسے اعضاء میں پھینک دیتے ہیں یہ عزیز اور حکیم ذات کا اندازہ ہے۔ غذاء کی شان یہ ہے کہ وہ انسانی جسم کا جزء بنے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جسم حرام پر پلے وہ آگ کا زیادہ مستحق ہے۔

اعضاء

وہ اجسام ہوتے ہیں جو اخلاط کے مزاج کی ابتداء سے پیدا ہوتے ہیں جیسے اخلاط وہ موکدہ اجسام ہیں جو ارکان کے

مزاج کی ابتداء سے پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ اعضاء مفرد ہوتے ہیں جیسے گوشت، ہڈی اور پٹھے اور کچھ اعضاء مرکب ہوتے ہیں جیسے چہرہ اور ہاتھ، پہلے اعضاء جو اجزاء کے متشابہ ہوتے ہیں وہ ہڈی ہے اسے مضبوط پیدا کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بدن کی بنیاد ہے حرکت کی اساس ہے پھر غضروف ہے یہ سارے اعضاء سے مضبوط ہوتی ہے اس کی منفعت یہ ہے کہ یہ ہڈیوں کو نرم اعضاء سے ملاتی ہے پھر اعضاء ہیں ان میں سے کچھ اجزاء دماغ میں ہوتے ہیں کچھ حرام مغز میں ہوتے ہیں یہ پٹھے نرم ہوتے ہیں جو نرمی سے مڑ جاتے ہیں لیکن یہ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ جدا نہیں ہوتے انہیں اس لیے تخلیق کیا جاتا ہے تا کہ ان کے ذریعے اعضاء کے لیے احساس اور حرکت مکمل ہو، پھر اوتار (پٹھے) ہیں یہ وہ اجسام ہوتے ہیں جو پٹھوں کی اطراف پر ہوتے ہیں یہ عصب کے مشابہ ہوتے ہیں پھر الرباطات ہوتے ہیں یہ وہ اجسام ہیں جو عصب کے مشابہ ہوتے ہیں پھر الشریانات ہوتے ہیں۔ یہ وہ اجسام ہیں جو دل میں پیدا ہوتے ہیں یہ طویل اور اندر سے خالی ہوتے ہیں یہ پٹھے دار اور باہم متصل ہوتے ہیں پھر الاوردۃ ہوتے ہیں یہ شریانوں کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن یہ جگر سے پیدا ہوتے ہیں پھر اغشیہ ہوتے ہیں۔ یہ ایسے اجسام ہوتے ہیں جو غیر محسوس عصبی ریشوں سے تیار ہوتے ہیں، پھر گوشت ہوتا ہے یہ بھرا اور عظیم ہوتا ہے۔ اسی پر جسم میں ان اعضاء کو رکھا جاتا ہے ان کی قوت کا انحصار اسی پر ہوتا ہے، پھر وہ اعضاء ہوتے ہیں جو خون کے قریب المزاج ہوتے ہیں۔ خون غذا کا محتاج نہیں ہوتا حتیٰ کہ پہلے اسے بہت سے تغیرات میں گزرنا پڑتا ہے کچھ اعضاء خون کے بعید المزاج ہوتے ہیں خون ان کی طرف منتقل ہونے کا محتاج ہوتا ہے لیکن پہلے اس میں استدراجاً تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے جوہر میں ہڈی کے مشابہ ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ رہتی ہے پھر علقہ بن جاتی ہے پھر مضغہ بن جاتی ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ المنہج السویٰ میں ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ روح پھونکنا چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اسی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت خزیمہ بن حکیم سلمی نے حضور اکرم ﷺ سے مرد اور عورت کے پانیوں کی قرارگاہ کے متعلق پوچھا۔ نیز کہ بچے کے کون سے اعضاء مرد کے پانی سے اور کون سے اعضاء عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔ جسم میں نفس کہاں ہوتا ہے؟ بچہ ماں کے پیٹ میں کیا پیتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کون سے اعضاء مرد کے پانی سے اور کون سے اعضاء عورت کے پانی سے بنتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرد کے پانی سے ہڈیاں، رگیں اور پٹھے بنتے ہیں عورت کے پانی سے گوشت، خون اور بال بنتے ہیں۔ جہاں تک مرد کے پانی کی قرارگاہ کا تعلق ہے تو اس کا پانی سوراخ سے نکلتا ہے یہ پانی مرد کی پشت سے رواں ہوتا ہے۔ یہ بائیں بیضہ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک عورت کے پانی کا تعلق ہے اس کا پانی ترائبیہ میں ہوتا ہے وہ قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ حق زوجیت ادا کرلے۔ نفس کی جگہ دل ہے دل رگوں سے معلق ہوتا ہے۔ یہ رگیں دیگر رگوں کو سیراب کرتی ہیں۔ جب دل ہلاک ہو جاتا ہے تو رگ منقطع ہو جاتی ہے۔ بچے کی ماں کے پیٹ میں مشروب کا تعلق ہے۔ یہ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر چالیس روز

تک علقہ رہتا ہے پھر چالیس روز تک مشیج اور چالیس روز تک تجیش رہتا ہے، پھر چالیس روز تک مضغہ رہتا ہے، پھر اسے ہڈیوں سے مضبوط بنایا جاتا ہے پھر وہ جنین بن جاتا ہے اس وقت اس میں روح پھونکی جاتی ہے وہ روتا ہے پھر رحم کی رگیں بچھائی جاتی ہیں۔

خطابی نے لکھا ہے: طب کی دو قسمیں ہیں۔طب قیاسی، یہ یونانی طب ہے جو اکثر شہروں میں مستعمل ہے عرب اور ہند کی طب۔ یہ تجربات کی طب ہے۔اس کی اکثریت کو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے یہ عرب کے مسلک کے مطابق ہے سوائے اس کے جسے علم نبوی نے از طریق وحی مخصوص کر دیا گیا ہو یہ اس چیز کا دامن چاک کر دیتا ہے جس کا ادراک اطباء کرتے ہیں جسے حکماء جانتے ہیں جو کچھ آپ نے کیا یا فرمایا وہ درستگی کے بلند ترین درجہ پر ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کو محفوظ کر دیا ہے الا یہ کہ آپ حق اور سچ ہی فرمائیں۔

ابن القیم نے الھدی میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے علاج کی تین انواع ہیں۔(۱) طبعی دواؤں سے (۲) ادویہ الٰہیہ سے (۳) دونوں کے مرکب سے، پھر لکھا: علاج کرانا آپ کی سنت مطہرہ ہے۔آپ کے اہل بیت یا صحابہ کرام میں سے جو مریض بن جاتا آپ ﷺ اسے علاج کرانے کا حکم دیتے لیکن ان مرکبہ ادویہ کا استعمال آپ کی سنت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی سنت نہیں ہے ان مرکبہ ادویہ کا استعمال اقرباذین کہلاتا ہے بلکہ ان کی دواؤں کی اکثریت مفردات پر مشتمل تھی، بعض اوقات وہ مفرد کے ساتھ وہ چیز ملا دیتے جو اس کی معاونت کرتی یا اس کی تیزی کو ختم کر دیتی۔اقوام کی اکثر طب اسی پر مشتمل ہوتی تھی اگرچہ اس کی اجناس مختلف ہوتی تھیں۔مثلاً عرب، ترک اور اہل بوادی۔مرکبات سے مراد روم اور یونان لیے جاتے ہیں اطباء کا اتفاق ہے کہ جب تک غذا کے ساتھ غذا ممکن ہو دواء کی طرف میلان نہ رکھا جائے۔جب تک بسیط سے علاج ممکن ہو مرکبات کی طرف رجحان نہ رکھا جائے۔انہوں نے لکھا ہے: ہر وہ مرض جسے غذا یا پرہیز سے دور کیا جا سکتا ہو اسے دواؤں سے دور نہ کیا جائے۔انہوں نے کہا: کسی طبیب کو دوائیں دینے کا مشتاق نہیں ہونا چاہیے جب دوا بدن میں مرض نہ پائے جسے شفاء یاب کرے یا ایسا مرض پائے جو اس کے موافق نہ ہو یا ایسا مرض پالے جو اس کے موافق ہو تو اس کی کیفیت اور کیمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے وہ اس کی صحت کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اس کے ساتھ کھیلتی رہتی ہے تجربہ کار حکماء اور اطباء کا غالب علاج مفردات کے ساتھ ہوتا تھا۔یہ طب کے تین گروہوں میں سے ایک ہے تحقیق اس میں یہ ہے کہ ادویہ اغذیہ کی جنس سے ہوں۔وہ قوم جس کی اکثر غذائیں مفردات ہوں۔ان میں امراض بہت کم ہوتے ہیں ان کی طب بھی مفردات پر مشتمل ہوتی ہے۔اہل شہر جن پر مرکبہ غذا کا غلبہ ہوتا ہے وہ مرکب ادویہ کے محتاج ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اکثر امراض مرکب ہوتے ہیں ان کے ادویہ مرکبہ ہی نفع بخش ہو سکتی ہیں دیہاتوں اور صحراؤں میں رہنے والے لوگوں کی امراض مفردہ ہوتی ہیں۔ان کے علاج کے لیے ادویہ مفردہ ہی کافی ہوتی ہیں۔یہ مصنوعی طب کے اعتبار سے دلیل ہے۔ہم کہتے ہیں: اسی جگہ ایک اور امر بھی ہے وہ یہ کہ اطباء کی طب کی اس طرف نسبت اسی طرح ہے جیسے عادت اور بوڑھی عورتوں کی طب

کی نسبت ان کی طرف ہو۔ دانا اور حاذق اطباء نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان کے پاس طب یا قیاسی ہے یا تجربات کی۔ جہاں تک الہامات، خوابوں یا درست اندازے کا تعلق ہے تو وہ یا تو حیوانات۔ سے لیا گیا ہے جیسے ہم بلیوں کو دیکھتے ہیں کہ جب زہریلی چیز کھالیں تو وہ چراغ کی طرف جاتی ہیں تیل پی کر علاج کرتی ہیں۔ جیسے کہ سانپوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ زمین سے نکلتے ہیں تو ان کی آنکھوں پر پردہ ہوتا ہے۔ وہ رازیانج کی طرف جاتے ہیں اس پر اپنی آنکھیں ملتے ہیں۔ اسی طرح وہ وحی جو رب تعالیٰ اپنے رسول محترم ﷺ کی طرف کرتا ہے کہ کون کی چیز نفع بخش ہے اور کون سی چیز ضرررساں ہیں۔ 42
اس قسم کی جو طب اطباء کے پاس ہے اس کی نسبت اسی طرح ہے جیسے ان کے پاس وہ علوم ہیں جو انبیائے کرام لے کر تشریف لاتے ہیں۔

امام ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں لکھا ہے کہ آپ نے جو تشریع اپنے صحابہ کرام کے لیے کی ہے اس میں آپ کی ساری امت شامل ہوئی مگر جیسے کوئی دلیل خاص کر دے۔ آپ کا اپنے صحابہ کرام اور اہل سرزمین کے لیے طب بیان کرنا یہ ان کی زمین اور طبیعتوں کے ساتھ خاص ہے، مگر جس کے عام ہونے پر دلیل قائم ہو جائے۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ نے مچھلی اور دودھ اور خس اور مچھلی کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہسن اور پیاز گوشت کے خشک اور تر ٹکڑوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ترش اور تیز کو جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے سماق اور سرکہ کو چاول اور انگور کو انار اور ہریسہ کو جمع کرنے سے منع کیا ہے آپ نے دو گرم غذاؤں یا دو ٹھنڈی غذاؤں یا دو پھولی ہوئی اشیاء کھانے سے منع کیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ سرکہ اور تیل سے بچے جبکہ انہوں نے تانبے کے نیچے رات بسر کی ہو۔ اسی طرح پنیر اور گرم کھانے سے منع کیا۔ جب وہ اس کی روئی میں یا کسی اور کی روئی میں ہو۔ اسی طرح انسان کو ایسا کھانا کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے جس کا رنگ بدلا ہوا ہو۔ ایسا پانی پینے سے اجتناب کرنا چاہیے جسے ڈھانپا نہ گیا ہو۔ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں آسمان سے وباء نازل ہوتی ہے۔ وہ جس کھلے برتن کو پاتی ہے اس میں گر پڑتی ہے حضور طبیب روح و جاں ﷺ نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔ مشکیزوں کو بند رکھا کرو تا کہ ان میں کوئی زہریلا جانور نہ گر پڑے۔ وہ اسے کھانے یا پینے والے کو ہلاک نہ کر دے۔ (مسلم)

جس نے چالیس روز تک پیاز کھایا۔ اس کے چہرے پر چھائیاں پڑ گئیں تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے میانہ روی اختیار کی اور نمکین کھانا کھایا اس کے جسم پر سفید داغ ہو گئے یا اسے خارش لاحق ہو گئی تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے انڈہ اور مچھلی اکٹھی کھائی اور اسے فالج ہو گیا تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے سیر ہو کر کھایا اور حمام میں چلا گیا اور اسے فالج ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جسے احتلام ہوا اس نے غسل نہ کیا حتیٰ کہ اس نے جماع کر لیا۔ اس کے ہاں مجنون یا پاگل بچہ پیدا ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ جس نے رات کے وقت آئینہ دیکھا اور اسے لقوہ ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ جس نے اترج (لیموں) رات

کے وقت کھایا اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا تو صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بدہضمی ہر مرض کی بنیاد ہے۔ کیونکہ یہ شہوت کی حرارت کو سست کر دیتی ہے۔ شہوت کے موافق پر اقتصار کرنا چاہیے۔ اس کی کثرت نہ کرنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا کوئی بھرا ہوا برتن اتنا برا نہیں جتنا برا بھرا ہوا پیٹ ہے۔ ابن آدم کے لیے وہ چند لقمے ہی کافی ہوتے ہیں جن سے اس کی کمر کو کام و کاج کے لیے سیدھا رکھ سکے۔ اگر ضروری ہی ہو تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔ اس روایت کو امام نسائی اور امام ترمذی نے رقم کیا ہے۔ انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ سیرابی (سیر ہو کر کھانا) بدعت ہے، جو پہلی صدی کے بعد پیدا ہوئی۔ آپ نے سخت کھانے سے منع کیا ہے۔

۵- اس کی امراض کی کثرت جبکہ وہ مقامات میں زیادہ دیر نہ ٹھہرا ہو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ گرم دن میں اس نالے کے پاس سے گزرتے جہاں بارش کا پانی بہتا تھا۔ بہت سے لوگ پیدل تھے۔ بہت سے لوگوں کے روزے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! پانی پیو۔ آپ نے اس پانی سے منع کیا جسے دھوپ میں گرم کیا گیا ہو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا۔ آپ نے فرمایا: حمیراء! اس طرح نہ کیا کرو۔ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ شوریدہ زمین کا پانی پینے سے بلغمی امراض پیدا ہوتی ہیں ایسے شہر وبائی ہوتے ہیں۔

ابونعیم نے "الطب" میں لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس جگہ ساری روئے زمین سے زیادہ وبائیں آتی تھیں۔ اس کی وادی میں نالے بہتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت فرما۔ اسے ہمارے لیے صحت افزاء مقام بنا دے۔ اس کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ میٹھا پانی نمکین پانی سے غسل کرنے سے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ یہ بدن کو صاف کرتا ہے۔ نمکین پانی سے خارش پیدا ہوتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اسی طرح ہے جیسے تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے رواں نہر ہو۔ وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے۔ کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گی؟ پانی سے کثرت سے غسل کرنے سے رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔

امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ارے! دنیا اور آخرت میں پانی مشروبات کا سردار ہے۔ زیادہ نفع مند وہ پانی ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ پیا جائے اور اسے تین بار میں ختم کیا جائے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت شہر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عرضاً مسواک کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ پانی

نوش فرماتے تھے۔آپ فرماتے یہ زیادہ سکون اور زیادہ نفع بخش اور زیادہ شفاء دینے والا ہے۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی نوش فرماتے تو سانس لے کر نوش فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: یہ زیادہ خوشگوار زیادہ مزے دار اور زیادہ شفاء عطا کرنے والا ہے۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی کو سانس لے کر پیا کرو۔یہ زیادہ خوشگوار زیادہ پرلطف اور زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پانی پیتے تو تین سانس لیتے تھے۔فرمایا: اس طرح یہ زیادہ عمدہ، خوشگوار اور لطف آور ہے۔

پینے کے لیے سب سے زیادہ مناسب وہ برتن ہوتا ہے جس میں جو تنکا وغیرہ ہو وہ ظاہر ہو جائے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے تو اسے تین سانسوں میں نوش کرتے تھے۔ابتداء میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔اختتام پر الحمدللہ پڑھتے تھے۔کشمش کی نبیذ سرعت کے ساتھ جسم کو عمدہ کرتی ہے۔آپ کے نزدیک مشروبات میں سے شیریں اور ٹھنڈا مشروب پسند تھا۔ابن السنی اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا مشروب عمدہ ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شیریں اور ٹھنڈا ہو۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک پانی پیے جو اتنا ٹھنڈا پیے جتنی اس میں طاقت ہو، کیونکہ یہ معدہ کے لیے زیادہ خوشگوار بیماری میں نفع بخش اور شکر ادا کرنے پر ابھارنے والا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔انہوں نے فرمایا: یہ میرے دل سے غم دور کرتا ہے میری بصارت کو جلا بخشتا ہے۔جب کھانے کے بعد پیا جائے تو یہ غذاؤں کی خرابی کو دور کرتا ہے۔حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے وہاں انگور پیدا ہوتا ہے۔شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا ہے اب ہم انگور کا کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اسے کشمش میں تبدیل کر دیا کرو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم زبیب (کشمش) کو کیا کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے صبح کے وقت بھگو دیا کرو۔اسے شام کے وقت پی لیا کرو۔اسے شام کے وقت بھگو کر صبح کے وقت پی لیا کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے مؤخر نہ کرو حتیٰ کہ وہ سخت ہو جائے۔اسے گڑھوں میں اور دبا (کدوں کے برتنوں) میں نہ ڈالا کرو۔اسے مشکیزوں میں ڈال لیا کرو۔اگر یہ کچھ مؤخر بھی ہو گیا تو یہ سرکہ بن جائے گا۔

(ابونعیم فی الطب)

کھجور کی نبیذ نرم اور گاڑھی ہوتی ہے۔اس سے عمدہ خون پیدا ہوتا ہے۔آپ نے کچی اور پکی کھجوریں اور کشمش اور کھجور کو ملا کر کھانے سے منع کیا ہے۔آپ نے فرمایا: انہیں الگ الگ مشکیزوں میں ڈالو جن کے منہ نرم ہوں اگر تمہیں خدشہ ہو کہ یہ سخت ہو جائے گی تو اس کی خشکی کو دور کرنے کے لیے پانی کی زیادتی کر دو۔زبیب کو عمدہ غذا میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسے نہار منہ کھانا بہت سے امراض کا علاج ہے۔ یہ ضروری ہے کہ نہار منہ اتنی مقدار میں نہ کھائی جائیں کہ شراب بن جائیں۔ آپ عید الفطر کے روز اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے تھے حتیٰ کہ آپ سات کھجوریں یا سات کشمش نہ کھا لیتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَاؕ (الابراہیم: ۲۵)

ترجمہ: وہ دے رہا ہے اپنا پھل ہر وقت حکم سے اپنے رب کے۔

یہ ہند میں اخروٹ کا درخت ہے۔ وہ ہر ماہ ثمر آور ہو جاتا ہے۔ اس کا پھل کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔

کچی کھجور ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ پیٹ میں گرہ لگا دیتی ہے۔ جب اسے پکی کھجور کے ساتھ کھایا جائے تو اس کا نقصان کم ہوتا ہے۔ بُسر (نیم پختہ کھجور) جو سرخ اور زرد ہو۔ وہ معتدل ہوتی ہے۔ اس میں کچھ حرارت ہوتی ہے۔ اس کی نبیذ کو فضیخ کہا جاتا ہے۔ رطب معدہ کو آلودہ کرتی ہے ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں آپ کے پاس رطب لے کر آتا تو آپ معذَق کو تناول فرما لیتے اور مذنب کو ترک فرما دیتے۔ اسے دوسری چیز کے ساتھ کھایا جا سکتا ہے تا کہ اس کا عیب ختم ہو سکے۔ آپ اسے کھیرے اور تربوز کے ساتھ کھا لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کھیس کو کھجور کے ساتھ کھانے سے زیادہ عمدہ ہو۔

آپ کے قریب کچھ تل اور کچھ کھجوریں پیش کی گئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کچھ کھا لیں۔ اٹھنے کا نام لیا تو اس کے لیے دعا کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسب کے تمر کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کی خدمت میں دودھ کا جام لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نوش فرمایا۔ کھجوروں میں سے سب سے عمدہ البرنی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری کھجوروں میں سے بہترین البرنی ہے۔ یہ مرض ختم کر دیتی ہے لیکن اس میں کوئی مرض نہیں ہے۔ اسے کھیرے کے ساتھ کھانا بدن کو خوشگوار بناتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح کیا تو میری امی جان نے مجھے ہر چیز کھلائی مگر میں موٹی نہ ہوئی۔ انہوں نے مجھے کھیرا اور رطب (کھجوریں) کھلائیں تو میں خوب موٹی ہوئی۔

حجاز کی کھجوروں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش عجوہ ہے۔ کندھے اور بازو کا گوشت جلد ہضم ہونے میں گردن کے گوشت کی مانند ہوتا ہے۔ اس میں فضلات کے لیے رطوبت اور لیس ہوتی ہے۔ اسی طرح گوشت کا اگلا حصہ پچھلے حصے سے زیادہ عمدہ اور تر ہوتا ہے۔ بازو اور دستی وغیرہ اطراف کا گوشت طبیعت کو سہولت دیتا ہے اور اس کھانسی میں نفع بخش ہوتا ہے جو حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ پشت کا سرخ گوشت کثیر غذائیت رکھتا ہے۔ خرگوش کا عمدہ گوشت پشت اور ارکان کا گوشت ہوتا ہے خرگوش میں سے عمدہ گوشت بھونا ہوا خشک ہوتا ہے۔

مرغی کا گوشت عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ یہ منی میں اضافہ کرتا ہے۔آپ نے اسے تناول فرمایا تھا جیسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ پہاڑی پرندوں کا گوشت بہت گرم ہوتا ہے۔اس سے سوادی خون پیدا ہوتا ہے۔آپ نے سرخاب کا گوشت تناول فرمایا تھا، جبکہ چکور کا گوشت پیٹ کے لیے عمدہ اور قوی غذا ہے۔آپ کی خدمت میں بھونی ہوئی چکور پیش کی گئی۔آپ نے اسے اپنی طرف کھینچا۔عرض کی: مولا! میرے پاس اپنی مخلوق میں سے افضل شخص کو بھیج دے جو میرے ساتھ کھائے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو گئے۔(ابونعیم)

چڑیا کا گوشت گرم ہوتا ہے یہ قوتِ شہوت میں ابھار پیدا کرتا ہے۔جب کہ گوہ کا گوشت لگا تار کھایا جائے تو جسم گرم ہو جاتا ہے۔اسے کھا کر موٹاپا کا علاج کیا جاتا ہے جبکہ لگا تار ٹڈیاں کھانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اس سے جو پسندیدہ چیز کھائی جاتی ہے وہ ہے جسے بھون لیا جائے اور خشک کر لیا جائے۔

تنبیہات

۱- امراض کی دو اقسام ہیں:

(ا) امراض مادیہ۔ یہ مادہ کے جسم میں زیادہ ہونے سے لاحق ہوتی ہیں حتیٰ کہ یہ جسم کے افعال طبیعیہ کو مؤخر کر دیتے ہیں یہ اکثر امراض ہیں اس کا سبب پہلے کھانے کے ہضم سے قبل جسم میں یا کھانا داخل کر دینا ہے اور جسم کی ضرورت سے زائد داخل کر دینا ہے۔ایسی غذائیں کھانا ہے جن کا نفع کم ہو اور وہ دیر سے ہضم ہوتی ہوں۔نیز ایسی غذاؤں کی کثرت کرنا ہے جو متنوع اور مختلف تراکیب کی ہوں۔ان غذاؤں سے جسم انسانی کو بھر لینا۔ان کا عادی بن جانا۔ان سے مختلف قسم کی امراض لاحق ہوتی ہیں جب غذا میں توسط اختیار کیا جائے ضرورت کے مطابق کھائی جائے تو وہ کیفیت اور کمیت میں معتدل ہوتی ہے۔اس کا فائدہ زیادہ غذا کھانے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

غذا کے تین مراتب ہیں۔(ا) ضرورت کا مرتبہ (۲) کفایت کا مرتبہ (۳) زائد کا مرتبہ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لیے وہ چند لقمے کافی ہوتے ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔اس کی قوت کو ساقط نہ کریں۔اس کو کمزور نہ کریں۔اگر انسان اس سے متجاوز کرے تو پیٹ کا تیسرا حصہ کھالے ایک ثلث پانی کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے چھوڑ دے۔یہ جسم اور دل کے لیے زیادہ نفع بخش ہے جب جسم کو کھانے سے بھر لیا جاتا ہے تو پینے سے تنگ ہو جاتا ہے جب اس میں پانی بھی ڈالا جاتا ہے تو وہ سانس لینے سے تنگ ہو جاتا ہے اس کو اسے اٹھانے سے تکلیف اور تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے جیسے کسی نے بہت سا بوجھ اٹھایا ہو۔بہت زیادہ سیرابی قوی اور بدن کو کمزور کر دیتے ہیں۔غذا جتنی کم ہوگی۔بدن اتنا ہی قوی ہوگا وہ کثرت غذا سے قوی نہ ہوگا۔جس نے آپ کی اس سنت پاک پر غور و فکر کیا تو اسے معلوم ہو گیا کہ حفظِ صحت کے لیے یہ افضل راہ نمائی ہے۔اس کی حفاظت کا انحصار کھانے، پینے، پہننے، مسکن، ہوا، نیند، بیداری، حرکت، سکون، نکاح، کوشش کرنے اور رک

جانے کی حسن تدبیر پر موقوف ہے۔

۲- جب آپ کسی کھانے کو ناپسند فرماتے تو اسے نہ کھاتے نہ ہی اپنے نفس کو اس پر مجبور کرتے۔ یہ حفظِ صحت کے لیے بہت بڑی اصل ہے آپ کو گوشت پسند تھا گوشت میں سے بازو پسند تھا کیونکہ یہ معدہ پر خفیف ہوتا ہے۔ جلد ہضم ہو جاتا ہے اسی طرح گردن اور شانے کا گوشت بھی پسند تھا۔ آپ کو شہد پسند تھا۔ یہ تینوں اشیاء عمدہ اور جسم کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش غذائیں ہیں۔ یہ جگر اور اعضاء کے لیے نفع رساں ہیں۔ حفظِ صحت کے لیے اور قوت کے لیے ان سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ان سے وہی نفرت کر سکتا ہے جسے کسی مرض یا آفت کا سامنا ہو۔ آپ کے شہر خوباں میں جب نیا پھل آتا تو اسے تناول فرماتے۔ اس سے پرہیز نہ کرتے۔ یہ بھی حفظِ صحت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شہر میں ایسے پھل رکھ دیے ہیں جس کے باشندے اس کے وقت میں اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں ان کو تناول کرنا ان کی صحت و عافیت کے اسباب میں سے ہے۔ وہ بہت سی دواؤں سے مستغنی ہو جاتے ہیں جبکہ زیادہ نہ کھاتے جائیں اور سابقہ کے ہضم سے پہلے نہ کھاتے جائیں۔ ان پر پانی پی کر انہیں خراب نہ کیا جائے۔ جب وہ ہضم ہو جائیں تو کھانا کھایا جائے جس نے ان میں سے اس طرح کھایا جیسے کھانے کا حق تھا صحیح وقت اور صحیح وجہ پر کھایا تو یہ اس کے لیے نفع بخش دوا بن جائیں گے جس نے بیماری کے خوف سے اپنے شہر کے پھل کو نہ کھایا۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ بیمار ہوگا۔ صحت و قوت سے زیادہ دور ہوگا۔

آپ ﷺ نے سخت گرم کھانا نہ کھایا۔ نہ ہی وہ کھایا جو رات کا پکا ہوا تھا، اور صبح آپ کے لیے گرم کیا گیا۔ دو غذائیں کبھی بھی جمع نہ کیں۔ آپ ﷺ دونوں گھٹنوں پر متورک ہو کر بیٹھتے تھے۔ آپ اپنے بائیں قدم مبارک کا اندرونی حصہ دائیں قدم مبارک کے ظاہری حصے پر رکھتے تھے۔ یہ ہیئت کھانے کے لیے سب سے زیادہ نفع رساں اور افضل ہے۔ اس طرح سارے اعضاء اپنی طبعی وضع پر ہوتے ہیں سب سے برا طریقہ پہلو پر ٹیک لگا کر کھانا ہے۔ یہ کھانے کو اس کی ہیئت پر جانے سے روکتا ہے۔ وہ اسے جلدی سے معدہ میں پہنچنے سے تاخیر پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ آپ نے اوندھا لیٹ کر کھانے سے منع کیا ہے۔ اسے حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳- ابن القیم نے لکھا ہے کہ پینے میں آپ کا طریقہ مبارکہ سارے طریقوں سے افضل ہے۔ اس سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے جب پانی جمع ہو۔ حلاوت اور برودت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ بھی ہو تو یہ سارے جسم کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ یہ صحت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ ارواح، قویٰ، جگر اور دل اس سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اسی سے مدد لیتے ہیں خوشگوار ٹھنڈا پانی حرارت کو ختم کر دیتا ہے جسم کو اس کی اصلی رطوبت پر رکھتا ہے، جو کچھ اس میں سے تحلیل ہو جاتا ہے وہ اس کو بدل دیتا ہے غذا کو نرم کرتا ہے لوگوں میں اس کا نفاذ کرتا ہے جب پانی ٹھنڈا ہو یا

ایسی چیز اس میں ملائی جائے جو اسے شیریں کر دے جیسے شہد، کشمش، کھجور، یا چینی تو جسم میں داخل ہونے والی نفع بخش چیز بن جاتا ہے۔ صحت کی حفاظت کرتا ہے جب کہ ناخوشگوار پانی پھول جاتا ہے وہ ان امور کی ضد سرانجام دیتا ہے رات کا رکھا ہوا پانی پینے کے لیے زیادہ نفع رساں ہوتا ہے رات کا رکھا ہوا پانی خمیر والے آٹے کی مانند ہوتا ہے، جو پانی اس وقت پیا جاتا ہے وہ غیر خمیر کی طرح ہوتا ہے۔

آپ کی سنت پاک یہ ہے کہ آپ بیٹھ کر پیتے تھے کیونکہ کھڑے ہو کر پینے میں بہت زیادہ آفات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس طرح مکمل سیرابی حاصل نہیں ہوتی۔ وہ معدہ میں قرار پذیر نہیں ہوتا تاکہ جگر اسے سارے اعضاء کو فراہم کر سکے۔ وہ جلدی سے معدہ کی طرف جاتا ہے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی حرارت کو ٹھنڈا کر دے گا۔ وہ تدریج کے بغیر جسم کے نچلے حصوں میں چلا جائے گا۔ یہ سارے امور پینے والے کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک الٹا لیٹ کر پینا ہے تو شاید اطباء اسے حرام قرار دے دیتے کیونکہ یہ معدہ کو نقصان دیتا ہے۔ آپ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ تین سانسوں میں پیتے تھے۔ اس طرح پینے میں بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں۔ آپ نے انہی کلمات میں انہیں جمع فرمایا ہے۔ یہ زیادہ سیراب کرنے والا، یا زیادہ عمدہ اور زیادہ شفاء بخشنے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس پانی کو پسند فرماتے جس میں کھجوریں بھگو دی جاتی تھیں۔ اس سے شدید غذا کی ضرورت کو کم کرتے تھے۔ قوت میں اضافہ اور حفظ صحت میں یہ بہت فائدہ مند ہے۔ کبھی آپ خالص دودھ پیتے اور کبھی اس میں پانی ملا کر نوش فرماتے تھے۔ اس کا بھی حفظ صحت کے لیے بہت عمل دخل ہے جسم اس سے تر رہتا ہے جگر سیراب رہتا ہے خصوصاً وہ دودھ جو ان جانوروں کا ہوتا ہے جو مختلف جڑی بوٹیاں (قیصوم اور خزامی وغیرہ) کھاتے ہیں۔ ان کا دودھ غذاؤں میں سے ایک غذا ہے۔ مشروبات میں سے ایک مشروب ہے دواؤں میں سے ایک دوا ہے۔

آپ شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے تھے۔ اس میں صحت کی حفاظت اسی طرح ہے جسے صرف بڑے بڑے اطباء ہی جان سکتے ہیں۔ اسے نہار منہ پینا اور چاٹنا بلغم کو ختم کر دیتا ہے۔ معدہ کے ریشوں کو دھو دیتا ہے اس کی لزوجت کو جلا بخشتا ہے۔ اس سے فضلات کو نکالتا ہے۔ اسے گرم کرتا ہے اس کی درزوں کو کھولتا ہے۔ اس طرح وہ جگر، گردوں اور مثانے کے ساتھ کرتا ہے یہ ہر اس شیریں چیز میں سے بہترین ہے جو معدہ میں داخل ہوتی ہے۔ یہ اس شخص کو نقصان دیتا ہے جسے صفراء ہو کیونکہ اس میں حدت ہوتی ہے۔ سرکہ کے ساتھ اس کے نقصان کو دور کیا جا سکتا ہے۔ پانی معدہ کے لیے شفاء یاب اس لیے ہے کہ وہ اسے پیاس کی شدت سے شفاء عطا کرتا ہے۔ وہ گرم معدہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ دوسری بار پانی پینے سے وہ تسکین نصیب ہوتی ہے جو پہلی بار رہ جاتی ہے اور تیسری بار دوسری بار اس تسکین کو مکمل جو پہلے رہ جاتی ہے۔ معدہ کی حرارت کے لیے بھی زیادہ سلامتی اسی میں ہے یہ اس سے بھی تحفظ ہے کہ ٹھنڈا پانی اس پر ایک ہی بار حملہ کر دے اور حرارت غریزیہ کو ختم کر دے وہ جگر اور معدہ کے مزاج کو خراب کر دے اور مہلک امراض میں مبتلا کر دے۔

ایک ہی دفعہ پانی پینے سے پانی گلے میں اٹک جاتا ہے، کیونکہ جب پینے والا پانی پیتا ہے تو دخانی گرم بخارات جو

دل اور جگر پر ہوتے ہیں وہ اوپر اٹھتے ہیں کیونکہ ان پر گرم پانی گرتا ہے جب ہمیشہ اسی طرح پانی پیا جائے تو پانی کا گرنا اور بخارات کا اوپر چڑھنا مل جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اس سے پانی گلے میں اٹک جاتا ہے۔ پینے والے کو سکون نصیب نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اسے سیرابی نصیب ہوتی ہے۔ یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ جب پانی جگر پر گرتا ہے تو اسے تنگ کرتا ہے۔ اسی کی حرارت کو کمزور کر دیتا ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: جگروں کی اصل سیرابی ہے۔

۴- آپ کے امراض کی کثرت:

ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ام المؤمنین (یا خالہ!) میں آپ کے معاملہ میں غور و فکر کرتا ہوں تو متعجب ہوتا ہوں۔ میں آپ کو پاتا ہوں کہ آپ طب کی بھی عالمہ ہیں۔ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ کی بیماریاں بھی زیادہ ہوگئیں۔ عرب و عجم کے وفود آپ کی خدمت میں آتے۔ وہ آپ (کے لیے دواؤں کی) تعریف کرتے تو ہم آپ کا علاج کرتے تھے۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ امراض آتی تھیں۔ اہل عرب آپ کے لیے دوا تجویز کرتے تھے۔ اسی سے آپ کا علاج کیا جاتا تھا۔

امام بیہقی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ مریض بن جاتے تھے تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے آپ کو دم کرتے تھے اور اپنے دست اقدس کو اپنے جسم پر پھیر لیتے تھے۔

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو جاتے تھے تو حضرت جبرائیل امین آپ کو یہ دم کرتے تھے: بسم اللہ۔ یبریك و من كل داء یشفیك من شر حاسد اذا حسد و شر كل عين۔

خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو جاتے تو شونیز (کالا دانہ، کلونجی) مٹھی بھر لیتے۔ اس پر پانی اور شہد پی لیتے۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ معوذات پڑھ کر اسے دم کرتے۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ شام کے وقت عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی جس پر نزع کا عالم نہ ہو تو وہ اس کے پاس سات بار یوں کہے: میں عرش عظیم کے پروردگار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ

مجھے شفا دے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کے لیے موت کو وسعت دو۔ اس سے کوئی چیز دور تو نہ ہوگی لیکن اس سے مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔
حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ یہ دعا مانگے: مولا! اپنے بندے کو شفا دے۔ یہ تیرے دشمن کو مار دے گا، اور تیرے لیے نماز کی طرف چل کر جائے گا۔ ابو یعلی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے تھے۔

حمیدی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حنین کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ میں بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: مجھے حضرت خالد کے کجاوے تک کون لے کر جائے گا؟ میں باہر نکلا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوڑ رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا: حضرت خالد کے کجاوے تک راہ نمائی کون کرے گا؟ حتیٰ کہ آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے آئے۔ وہ کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے انہیں زخم آیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کے لیے دعا کی یا انہیں دم کیا۔

امام بخاری نے ادب میں اور ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے تو سات بار یوں فرماتے:

اسئل الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك۔

اگر اس کی موت میں تاخیر ہوتی تو اسے اسی وقت شفا مل جاتی۔

۵۔ تعوذ کی فضیلت اور پناہ طلب کرنے والا کیا کرے

ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا ہاتھ اس جگہ رکھو جہاں درد ہے۔ سات بار اس جگہ کو مسح کرو اور یوں کہو:

اعوذ بعزۃ الله و قدرته من شر کل ما اجد۔

ہر بار اسی طرح کرو۔

ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار اس طرح کہو:

بسم الله، اللهم اذهب عنی شرّ ما اجد بدعوۃ نبیك الطیب المبارك

المکین عندك بسم الله۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت میمونہ بنت ابی عسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ اپنے دل پر رکھواسے چھوؤ، پھر یہ پڑھو:

بسم الله داونی بدوائك و اشفنی شفائك و اغننی بفضلك عمن سواك و احدد عنی اذاك۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ اس کے حلق میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو۔ ابوداؤد نے حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی شکایت (درد) ہو یا کسی کے بھائی کو شکایت (درد) ہو تو وہ یوں کہے:

ربنا الله الذی فی السماء تقدس اسمك، امرك فی السماء و الارض کما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك فی الارض اغفرلنا حوبنا و خطایانا انت رب الطیبین۔ انزل رحمة من رحمتك و شفاء من شفائك علی هذا الوجع

وہ شفایاب ہوگا۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی موت کے متعلق اسے تسلی دو۔ یہ کسی چیز کو رد تو نہ کر سکے گا البتہ مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔

حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ یوں کہے: مولا! اپنے بندے کو شفاء دے دے۔ یہ تیرے لیے تیرے دشمن کو مارے گا اور تیرے لیے نماز کی طرف چل کر جائے گا۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔ انہیں حکم دو کہ تمہارے لیے دعا کریں۔ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

امام بغوی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔ جنازے پڑھا کرو۔ عیادت کبھی کبھی یا چوتھے روز کیا کرو۔ اگر مریض مغلوب ہو (اس پر نزع کا عالم ہو) تو اس کی عیادت نہ کرو تعزیت ایک دفعہ ہی ہے۔ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔ نماز جنازہ پڑھا کرو۔ اس سے تمہیں آخرت کی یاد آئے گی۔

الطبرانی نے "الکبیر" میں حضرت ابو رافع کی زوجہ محترمہ حضرت سلمٰی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ جب اپنے اہل بیت میں سے کسی شخص کی عیادت کرتے تو اسے معوذات پڑھ کر دم کرتے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو

فرماتے: پاکیزگی۔ان شاء اللہ۔امام مسلم نے حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے چنے ہوئے میوہ میں ہوتا ہے حتیٰ کہ واپس آجائے۔امام احمد، ابوداؤد، ابن السنی، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ اس کے پاس یہ دعا مانگے: مولا! اپنے فلاں بندے کو شفاء دے دے۔وہ تیرے لیے تیرے دشمن کو مارے گا، اور تیرے لیے چل کر نماز کی طرف جائے گا۔ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی:

اکشف الباس رب الناس اله الناس۔

خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: اکشف الباس رب الناس لا یکشف الکرب غیرك۔ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے۔آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: اکشف الباس رب الناس۔امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی وقتِ صبح عیادت کرتا ہے تو تا شام ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔اگر وہ شام کے وقت عیادت کرے تو تا دمِ صبح ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔اس کے لیے جنت میں چنا ہوا میوہ ہوگا۔

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس مریض کی عیادت کرے جس پر نزع کی کیفیت نہ ہو تو وہ اس کے پاس یہ کلمات سات بار پڑھے: اسئل الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك۔رب تعالیٰ اس مریض کو شفاء دے دے گا۔امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی، یا رب تعالیٰ کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کی تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے: تم نے مبارک کام کیا۔تمہارا چلنا مبارک ہو۔تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت اعمش سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: میں نے حیان بن جد بن ابجر الاکبر کو فرماتے ہوئے سنا: انہوں نے فرمایا: جب تک تمہارا جسم مرض کو برداشت کرسکے دوا چھوڑ دو۔امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عیادتِ مریض کی تکمیل یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے۔اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے تمہارے مابین مکمل سلام مصافحہ ہے۔ابن ماجہ اور ابن السنی نے فی عمل یوم ولیلۃ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے حکم دو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے۔اس کی دعا ملائکہ کی دعا کی طرح ہے۔

۶۔ بعض منافقین کی عیادت

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابن ابی کے پاس گیا۔ آپ اس کی عیادت اس مرض میں کرنے گئے تھے۔ جس میں وہ مرا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر موت کے اثرات دیکھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے یہود کے ساتھ محبت کرنے سے منع کرتا تھا۔ اس نے جواب دیا: اسعد بن زرارہ نے ان کے ساتھ بغض رکھا وہ بھی تو مر گئے۔

۷۔ بعض اہل کتاب کی عیادت

امام بخاری اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی بچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ مریض ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اسلام قبول کر لے۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی وہیں تھا اس نے کہا: حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے۔ امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا رحمتِ الٰہیہ میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ مریض کے پاس ہوتا ہے۔ اسے رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔ مریض کی عیادت کی تکمیل میں سے یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر رکھے یا اس کے ہاتھ پر رکھے۔ اس سے پوچھے کہ اس کا کیا حال ہے؟ تمہارے مابین سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غیر مسلم کی عیادت فرماتے تو اس کے پاس بیٹھ جاتے۔ پوچھتے: یہودی! تو کیسا ہے؟ عیسائی! تو کیسا ہے؟ اس دین کا نام لیتے جس پر وہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت آپ پر اعتماد کرنے لگی۔

تنبیہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مریض کی عیادت کے لیے کوئی دن مختص نہ کر رکھا تھا نہ ہی کوئی مخصوص وقت تھا۔ ہفتہ کے روز عیادت کو اس طریقہ کی مخالفت کرتے ہوئے چھوڑ دیا تھا جس کی ابتداء یہود نے کی تھی جو کسی بادشاہ کا طبیب تھا۔ وہ مریض بن گیا۔ وہ اس کے ہاں ہی رہنے لگا۔ اس نے روز جمعہ کو ارادہ کیا وہ اس کے ہفتہ کے لیے گزار دے۔ اس نے اسے منع کیا اسے ہفتہ کے حلال ہونے کے متعلق خدشہ کیا۔ خون ریزی کا خدشہ لاحق ہوا۔ اس نے کہا: مریض کے پاس ہفتہ کے روز نہ جایا

جائے۔ بادشاہ نے اسے چھوڑ دیا، پھر اس کا رواج ہوگیا۔

لیکن ابن ابی داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے مریض کی عیادت کی تو وہ رحمت الٰہی میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ مریض کے پاس ہوتا ہے اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ آپ سے عرض کی گئی: یہ تو تندرست کے لیے ہے۔ مریض کے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس کی اسناد غیر قوی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ تین دن کے بعد مریض کی عیادت کرتے تھے۔

۸- مریض کو دوا یا کھانے پر مجبور نہ کرو اسے وہ کچھ دو جس کی وہ تمنا کرے

بزار، حاکم، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، سوائے ولید بن عبد الرحمان کے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے، ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) ابن ماجہ، حاکم، الطبرانی نے الکبیر، بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر سے، شیرازی نے القاب میں، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو۔ رب تعالیٰ انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ابونعیم نے اسے الطب میں حضرات ابن عمر اور عقبہ سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔ آپ نے اسے پوچھا: کیا تمہیں کچھ پسند ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں! روٹی۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس گندم کی روٹی ہے؟ وہ اسے لے کر آئے۔ ایک شخص روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے اسے وہ کھلایا، پھر فرمایا: جب تم میں سے کسی کا مریض کچھ کھانے کے لیے طلب کرے تو وہ اسے کھلا دے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے ایک مریض کی عیادت کی اس سے پوچھا: کیا تمہیں کیک پسند ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے اسے منگوا کر دیا۔ اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہیں آشوبِ چشم تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ انہیں تناول فرمانے لگے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: علی! کیا انہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے ایک کھجور ان کی طرف پھینک دی، پھر دوسری، حتیٰ کہ سات کھجوریں ان کی طرف پھینک دیں، پھر فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے کافی ہیں۔ اس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کو کھجوروں کا ایک صاع بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بخار تھا آپ ﷺ نے انہیں ایک، دو، حتیٰ کہ سات کھجوریں عطا فرما دیں، پھر فرمایا: یہی تمہارے لیے کافی ہیں۔

اسی کتاب میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ انصار میں سے اپنے ننھیال کے ہاں تشریف لے گئے

آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔انہوں نے ترکھجوروں کا ایک صاع آپ کو پیش کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں کھانے کے لیے جھکے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہ کھاؤ۔تم ابھی ابھی بخار سے صحت مند ہوئے ہو۔

۹-صحابہ کرام کی بعض بیویوں کی عیادت

ابوداؤد نے حضرت ام علاء سے روایت کیا ہے یہ حضرت حزام بن حکیم انصاری کی پھوپھو تھیں۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔میں مریضہ تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: ام علاء! تمہیں بشارت ہو۔جب مسلمان مریض ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی خطائیں اس طرح دور کرتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

۱۰-جس کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس کی عیادت کی

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ کے ہمراہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گیا۔انہوں نے فرمایا: مجھے آشوبِ چشم تھا حضور اکرم ﷺ نے میری عیادت کی۔امام احمد، ابوداؤد، بخاری نے الادب میں حاکم نے انہوں نے اس کی تصحیح کی۔حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے آشوب چشم نے آلیا۔آپ ﷺ نے میری عیادت کی۔

۱۱-مریض اور اس کی حالت کے متعلق سوال

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ حضرت ابوسلمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: بہتر ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہارا حال بہتر کرے۔امام احمد، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔اس پر نزع کا عالم تھا۔آپ ﷺ نے اسے سلام کیا فرمایا: تم کیسے ہو؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں خیر سے ہوں۔میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسی عالم میں جس پر یہ دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں رب تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتا ہے۔اسے خوف سے امن عطا کرتا ہے۔

۱۲-مریض کو بشارت

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کی عیادت کی۔اسے بخار تھا۔میں آپ کے ہمراہ تھا۔آپ نے اسے فرمایا: تمہیں بشارت ہو۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔یہ میری آگ ہے جسے میں اپنے مؤمن بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ آخرت میں اس کی آگ کا حصہ بن جائے۔الطبرانی نے الکبیر میں ضیاء نے اسعد بن کرز سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مریض کی خطائیں اس طرح مٹا

دی جاتی ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

خلیلی نے حضرت جریر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مرض دنیا میں رب تعالیٰ کا کوڑا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں کو تادیب سکھاتا ہے۔ امام احمد، حاکم، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے مؤمن بندوں میں سے کسی بندے کو آزماتا ہوں وہ میری تعریف کرتا ہے اس ابتلاء پر صبر کرتا ہے وہ اپنے بستر سے اس طرح اٹھتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے کو اس طرح مقید کیا ہے۔ اس کی آزمائش کی ہے۔ اس کے لیے وہی اجر لکھ دو جو اس وقت لکھتے تھے جب یہ صحیح ہوتا تھا۔

حکیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر اس کے مال، جسم یا اولاد میں مصیبت بھیجوں وہ صبر جمیل کے ساتھ اس کا سامنا کرے تو مجھے روز حشر حیاء آتی ہے کہ میں اس کے لیے میزان نصب کروں یا اس کے لیے اس کا رجسٹر کھولوں۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی مؤمن بندے کو آزماتا ہوں وہ اپنے عیادت کرنے والوں کے ساتھ شکوہ نہیں کرتا تو میں اسے قیدیوں سے آزاد کر دیتا ہوں۔ اسے وہ گوشت دیتا ہوں جو اس کے سابقہ گوشت سے بہتر، وہ خون دیتا ہوں جو پہلے خون سے بہتر ہوتا ہے۔ وہ از سر نو عمل کا آغاز کرتا ہے حکیم ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ایک رات مریض بنا اس نے صبر کیا۔ اس سے رب تعالیٰ پر راضی رہا وہ اس طرح نکلا جیسے اس روز تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

❁❁❁

دوسرا باب

رب تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے سوائے بڑھاپے اور موت کے

ابوداؤد اور طیالسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہی روایت حضرات اسامہ بن شریک، ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے زمین میں کوئی مرض نہیں اتارا مگر اس کے لیے شفاء اتاری۔ سوائے موت اور بڑھاپے کے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: جس نے مرض اتارا اس نے دوا بھی اتار دی۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور اس کی دوا کو تخلیق کیا ہے۔ ہر مرض کی دوا بھی تخلیق کی۔ حرام کے ساتھ علاج نہ کیا کرو۔

ابوداؤد، الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی، ابونعیم نے الطب میں اور امام بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور علاج کو اتارا۔ ہر مرض کی دوا بنائی۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا استعمال کیا کرو لیکن حرام کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مرض کا علاج ہے جب مرض کی دوا پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ کے اذن سے وہ شفاء یاب ہو جاتا ہے۔

43 ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ارد گرد سے وفود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف سوالات کرنے لگے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم دوا استعمال کر لیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا لیا کرو۔ رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری سوائے ایک کے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپا۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو بھی مرض اتارا۔ اس کے لیے دوا بھی نازل کی۔

امام احمد، الطبرانی، مسدد، حمیدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری، جس نے اسے جان لیا اس نے جان لیا جو جاہل رہا وہ جاہل رہا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی۔ اسے زخم آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے بنو فلاں کا طبیب بلاؤ۔ انہوں نے بلایا تو وہ آگیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دوا کوئی فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے جو مرض زمین پر اتارا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حارث بن سعید سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ دیکھتے ہیں کہ ہم دم کراتے ہیں دواؤں سے علاج کراتے ہیں کیا یہ تقدیر الٰہیہ میں سے کچھ رد کر سکتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی تقدیر الٰہیہ میں سے ہیں۔ امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابویعلی نے حسن سند سے، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رب تعالیٰ نے مرض بنایا تو اس نے اس کی دوا بھی تخلیق کی۔ تم علاج کیا کرو۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کی شفاء بھی اتاری۔ سوائے بڑھاپے کے۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو۔ یہ ہر درخت کو کھاتی ہیں۔ یہ ہر مرض سے شفاء ہے۔

امام احمد نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض پیدا کیا اس کے لیے دوا بھی پیدا کی۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو۔ وہ ہر ہر درخت کو کھاتی ہے۔ حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری۔ جس نے جان لیا اس نے

جان لیا جو جاہل رہا وہ جاہل رہا۔ سوائے موت کے۔

ابو صالح ذکوان نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کی عیادت کی۔ اسے پھوڑا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بنو فلاں کے طبیب کو بلاؤ۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا دوا کچھ فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے مرض بھی اتارا۔ اس کے لیے دوا بھی اتاری۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مرض اتارا اس نے اس کے لیے دوا بھی اتاری۔ جس میں چاہا شفاء رکھ دی۔ امام احمد، ائمہ اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا لیا کرو۔ رب تعالیٰ نے جو مرض اتارا اس کی دوا بھی اتاری سوائے ایک یعنی بڑھاپے کے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند سے اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دوا بھی تقدیر الٰہی میں سے ہے۔ یہ اذنِ الٰہی سے نفع دیتی ہے۔ ابن السنی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دوا تقدیر الٰہی میں سے ہے وہ جس کو چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے نفع دیتا ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

شراب وغیرہ سے علاج کرنے سے ممانعت

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، ترمذی نے حضرت وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع کر دیا۔ انہیں استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: میں بطور دوا استعمال کر لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوا نہیں ہے بلکہ یہ مرض ہے۔

ابویعلی، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری ایک بیٹی بیمار ہوگئی۔ میں نے طشت میں اس کے لیے نبیذ بنائی۔ آپ نے اسے دیکھا تو وہ جوش مار رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: میری نورِ نظر کو مرض لاحق ہوگیا ہے۔ میں نے اس کے لیے نبیذ تیار کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے تمہاری شفاء حرام میں نہیں رکھی۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہر خبیث دوا سے منع فرمایا ہے جیسے زہر وغیرہ۔ اس روایت کو ابو داؤد، امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ حاکم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ آپ نے خبیث دوا سے منع فرمایا یعنی زہر سے۔

ابو داؤد، نسائی نے حضرت عبد الرحمان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے مینڈک کے

متعلق عرض کی کہ وہ اسے دوا میں ڈال لے۔آپ ﷺ نے اسے مارنے سے منع کر دیا۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہماری زمین پر انگور ہوتے ہیں کیا ہم انہیں نچوڑ کر ان سے پی لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی بات دھرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔میں نے عرض کی: ہم اس سے مریضوں کی شفاء چاہتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں شفاء نہیں ہے۔یہ مرض ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مٹی کھائی۔اس کا جو رنگ کم ہوا اس پر اس کا حساب ہوگا۔الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے، ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ابن عساکر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مٹی کھائی۔دوسری روایت میں ہے: جس نے شوق سے مٹی کھائی اس نے خود کو قتل کرنے پر اعانت کی۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جسے اس نے تم پر حرام کیا ہے۔الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور دوا کو پیدا کیا۔دوا لو لیکن حرام چیز کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شراب دوا نہیں ہے بلکہ یہ مرض ہے۔ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح وقلب ﷺ نے فرمایا: جس نے شراب بطور دوا استعمال کی تو رب تعالیٰ نے اس میں شفاء نہیں رکھی۔

ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت سوید بن طارق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں شراب کے متعلق عرض کی کہ کیا اسے دوا میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوا نہیں۔یہ تو مرض ہے۔ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے ان امراض میں سے کچھ لاحق ہو جائے تو وہ ان اشیاء کی طرف پناہ نہ لے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔رب تعالیٰ نے حرام اشیاء میں شفاء نہیں رکھی۔

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت صالح بن خوات سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس چیز کو کھانے سے منع کیا جسے چیونٹیوں نے اپنے منہ یا پاؤں سے اٹھایا ہو۔ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کمرہ سے بچو جسے حمام کہا جاتا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس سے میل دور ہو جاتی ہے۔مریض کو اس سے نفع ہوتا ہے۔آپ نے فرمایا: جو اس میں جائے اسے پردہ کرنا چاہیے۔دوسری روایت میں ہے: برا کمرہ حمام ہے۔صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس سے مریض کو شفاء ملتی ہے۔اس سے میل ختم ہو جاتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ایسے کرنا ہی ہے تو پردہ کیا کرو۔

حضرت ثعلبہ بن سہیل سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حمام سے بدہضمی پیدا ہوتی ہے۔ اسی میں ہے: حمام ایک عمدہ کمرہ ہے جو میل کو دور کرتا ہے اور آگ کی یاد دلاتا ہے۔ یہ اشعار اس ضمن میں کتنے عمدہ ہیں۔

و ما اشبه الحمام بالموت لامرئ يذكر لكن اين من يتذكر

يجرد من اهل و مال و ملبس و يتبعه من كل ذالك مستر

ترجمہ: یہ حمام موت کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتا ہے۔ اس شخص کے لیے جو موت کو یاد کرے لیکن نصیحت حاصل کرنے والا کہاں ہے۔ انسان اپنے اہل، مال اور لباس سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ ان تمام کے بعد ایک پردہ پوش ہوتا ہے۔

ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کی تجویفوں سے منع فرمایا۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکرے کی سات اشیاء مکروہ سمجھتے تھے: (۱) پتا۔ (۲) مثانہ۔ (۳) آنتیں۔ (۴) آلہ تناسل (۵) خصیتین (۶) غدود (۷) خون۔ ابن السنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردوں کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ پیشاب کی جگہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرم کھانے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔

امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا۔ میں نے عرض کی: اور کھڑے ہو کر کھانا؟ انہوں نے فرمایا: یہ اس سے برا عمل ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا کیونکہ اس میں مرض ہے جیسے کہ اہل طب گمان کرتے ہیں۔ خصوصاً جس کے نچلے حصے میں مرض ہو، جو سردی کی وجہ سے ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: پرنالے اور نالی، رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کو اس لیے مکروہ کہا گیا ہے اور کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ شخص مریض ہوگا تو اس کی مرض شدید ہو جائے گی۔

ابن السنی، بیہقی نے الشعب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی آہستہ آہستہ پیو۔ اسے یکبار نہ پیو۔ دردِ جگر یکبار پینے سے ہوتا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی آہستہ آہستہ پیو۔ اسے یکبار نہ پیو۔ امام بیہقی نے معمر سے اور انہوں نے ابن ابی حسین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک پانی پیے تو اسے آہستہ آہستہ پینا چاہیے۔ اسے یکبار نہیں پینا چاہیے۔ دردِ جگر یکبار پینے سے ہوتا ہے۔ ابو داؤد اور امام بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے پینے سے منع کیا نیز یہ کہ پیالے میں پھونک نہ ماری جائے۔

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی پانی پیے تو وہ برتن میں

سانس نہ لے بلکہ اسے پیچھے کر لے اور سانس لے۔ شیخان نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے منع کیا کہ برتن میں سانس لیا جائے یا اس میں پھونک ماری جائے۔ حلیمی نے لکھا ہے: وہ بخارات جو معدہ سے اٹھتے ہیں یا سر سے اترتے ہیں وہ پانی میں مل جاتے ہیں اور نقصان دیتے ہیں۔

❁❁❁

چوتھا باب

طبیب کے متعلق اسوہ حسنہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔ طبیب کو بلانے کا حکم

امام احمد نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک زخمی شخص کی عیادت کی۔ آپ نے فرمایا: بنو فلاں کے طبیب کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا دوا کچھ فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے جو مرض بھی نازل کیا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔

۲۔ طبیب کب ضامن ہوگا

ابونعیم نے الطب میں حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو معالج بنا۔ وہ طب میں معروف نہ تھا اس نے کسی نفس کو مار ڈالا یا اس سے کم نقصان کیا تو وہ ضامن ہوگا۔

۳۔ کسی کو طبیب نہ کہا جائے

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میرے والد گرامی نے وہ کچھ دیکھا جو آپ کی کمر پر تھا۔ عرض کی: آئیں۔ میں اس چیز کا علاج کرتا ہوں جو آپ کی کمر پر ہے۔ میں طبیب ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم رفیق ہو اللہ تعالیٰ طبیب ہے۔

۴۔ طب میں فراست اور استدلال کا استعمال

ابونعیم نے الطب میں حضرات ابوسعید اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی

فراست سے بچو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو عقل و فراست سے جان لیتے ہیں۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس شخص کو دیکھو جو مرض اور عبادت کے بغیر زرد ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے دل میں اسلام کے بارے میں کینہ ہے۔

شیخ الشیوخ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے منہج السوی میں لکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے صحابہ کرام کے لیے تشریع فرمائی ہے۔ اس میں ساری امت شامل ہوگی مگر جبکہ کوئی دلیل کسی کو خاص کر دے جو طب ذکر فرمائی ہے وہ آپ کے صحابہ کرام اور اہل زمین کے ساتھ خاص ہے مگر جبکہ اس کی عمومیت پر کوئی دلیل مل جائے۔

پہلا فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب تجربات کی طب ہے اگر اس ضمن میں جو کچھ فرمایا وہ اہل عرب کے مسلک کے مطابق فرمایا مگر وہ جس کو رب تعالیٰ نے وحی کے ذریعے علم نبوی میں سے آپ کے ساتھ مخصوص کی ہو۔ یہ اس امر کو چاک کر دیتا ہے جسے اطباء نے پایا ہو یا حکماء جانتے ہوں۔ آپ نے جو کچھ بھی کیا یا فرمایا: وہ درستگی کے بلند ترین درجات پر ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے۔ آپ حق اور سچ ہی فرماتے ہیں۔ ابن قیم نے لکھا ہے: مریض کے لیے آپ کے علاج کی تین انواع ہیں۔ (۱) طبعی ادویہ سے (۲) الٰہیہ ادویہ سے (۳) دونوں کے مرکب سے۔

دوسرا فائدہ

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے اس کی آنکھوں میں کھاری پن رکھا، کیونکہ یہ آنکھ کے ڈھیلے تھے۔ اگر یہ کھاری پن نہ ہوتا تو یہ دونوں پگھل جاتے۔ اس نے دونوں کانوں میں تلخی رکھی یہ کیڑوں سے حجاب ہے۔ اگر دماغ میں کیڑا داخل ہو جائے وہ دماغ تک جانا چاہے جب وہ تلخی چکھتا ہے تو وہ باہر نکلنا چاہتا ہے۔ اس نے دونوں منخر میں حرارت کو رکھا۔ جن سے بو سونگھی جاتی ہے اگر اس طرح نہ ہوتا تو دماغ متعفن ہو جاتا۔ اس نے دونوں ہونٹوں میں مٹھاس کو رکھا جس سے وہ ہر چیز کا ذائقہ پالیتا ہے۔ انہی کے ذریعے لوگ اس کی گفتگو کی حلاوت کو سنتے ہیں۔

تیسرا فائدہ

ابن السنی حضرت عبداللہ بن بسر المازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناک کے بال اکھیڑا نہ کرو اس سے اکلہ (عضو کو ختم کرنے والا مرض) پیدا ہوتا ہے بلکہ انہیں کاٹ دیا کرو۔

پانچواں باب

روزہ، سفر، غم سے نفی، معتدل غذا اور خوشبو سے حفظِ صحت

رب تعالیٰ نے حفظِ صحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ (البقرہ: ۱۸۴)

ترجمہ: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔

کیونکہ سفر میں تھکاوٹ ہوتی ہے۔ اس سے صحت میں تغیر آجاتا ہے اگر روزہ اس میں رکھا جائے تو یہ تکلیف زیادہ ہو جاتی ہے لہٰذا افطار کو مباح قرار دیا گیا۔ اسی طرح مرض کے متعلق بھی فرمایا۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ رکھا کرو صحت مند ہو جاؤ گے۔ امام بخاری نے ادب میں، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس طرح رات بسر کی کہ اس کے ہاتھ میں زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی۔ اسے کچھ پہنچ گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس طرح رات گزاری کہ اس کے ہاتھ پر زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی۔ اسے برص ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ ابو داؤد، ترمذی ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان منحوس اور حریص ہے۔ اس سے اپنا بچاؤ کیا کرو۔ جس نے اس حالت میں رات بسر کی کہ اس کے ہاتھ میں زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی اسے کچھ ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے دیوانگی، یا عقل کی خرابی یا برص ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔ مشکیزوں کے منہ بند کیا کرو۔ سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے، جو اس برتن کے پاس سے گزرے جسے ڈھانپا گیا نہ ہو یا اس مشکیزہ کے پاس سے گزارے جو بند نہ ہو تو وہ ان میں گر پڑتی ہے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رات کا قیام کیا کرو یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے رات کا قیام قرب الٰہی کا سبب ہے یہ گناہوں کو ڈھانپتا ہے۔ یہ گناہوں سے رکاوٹ ہے اور اس سے جسم سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: سفر کیا کرو۔ صحت مند ہو جاؤ گے اور سلامتی پا جاؤ گے۔ اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے اخلاق برے ہو گئے اس نے خود

کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ جس کے غم زیادہ ہو گئے اس کا جسم بیمار ہو گیا۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے بھرے ہوئے پیٹ کے علاوہ اور کوئی بھرا ہوا برتن اتنا برا نہیں۔ ابن آدم کے لیے وہ چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اگر زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔ اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گرمی اور سردی سے بچاؤ کیا کرو۔ الطبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نہار منہ پانی پیا اس کی قوت کم ہو گئی۔

❁❁❁

چھٹا باب

پرہیز

رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ (النساء:۲۹)

ترجمہ: اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

ابن ماجہ نے حضرت ام منذر بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ ابھی ابھی صحت مند ہوئے تھے۔ ہمارے انگور لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان سے کھانے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان سے کھانے لگے۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمانے لگے: تم ابھی ابھی صحت مند ہوئے ہو۔ وہ رک گئے۔ میں نے آپ کے لیے جو اور سلع تیار کیے۔ اسے آپ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس سے کھائیں۔ یہ آپ کے لیے نفع بخش ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے روٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: قریب آؤ اور کھاؤ۔ میں نے اسے پکڑا اور کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو اور تمہیں آشوب چشم ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں۔ آپ یہ سن کر مسکرانے

لگے۔اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے۔امام احمد اور امام حاکم نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: تم میں سے جس نے حقنہ کیا ہو وہ جماع نہ کرے اس سے بواسیر ہو جاتی ہے۔امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔مشکیزے کا منہ بند کیا کرو سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء اترتی ہے وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا ایسے مشکیزے کے پاس سے گزرے جس کا منہ بند نہ ہو تو وہ اس میں گر جاتی ہے۔

ابوداؤد نے مراسیل میں صحیح سند سے زیاد سہمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: احمق عورتوں سے دودھ نہ پلایا کرو۔دودھ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے، یا یہ متعدی ہوتا ہے۔قضاعی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ رضاعت سے طبیعت متغیر ہو جاتی ہے۔ابن حبیب نے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ فاجرہ سے دودھ نہ پلایا جائے۔الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوسعید سے مرفوع روایت کیا ہے۔اس سند میں محمد بن مخلد رعینی ہے وہ ضعیف ہے جس نے نہار منہ پانی پیا اس کی قوت کمزور ہو گئی۔

دارقطنی اور شافعی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دھوپ سے گرم پانی سے غسل نہ کیا کرو۔اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔اسے دارقطنی نے عامر سے روایت کیا ہے۔وہ ضعیف ہے۔عقیلی نے حضرات انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر جائے تو وہ اسے ڈبو دے پھر اسے پھینک دے۔اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہے۔حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔وہ اپنے اس پر سے بچتی ہے جس میں مرض ہوتا ہے۔اسے سارا ڈبو دو۔امام بخاری کی روایت میں ہے: وہ زہر کو مقدم کرتی ہے۔شفاء کو مؤخر کرتی ہے۔امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و دل ﷺ نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔مشکیزوں کو باندھا کرو۔سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء اترتی ہے وہ جب کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا ایسے مشکیزہ کے پاس سے گزرتی ہے جس پر رسی نہ ہو تو وہ اس میں گر جاتی ہے۔ایک قول کے مطابق وہ رات رومی سال کے مہینوں کے آخر میں ہوتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی دنیا سے اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔اسی روایت میں ہے: رب تعالیٰ بندۂ مومن کی نظر و شفقت کرتے ہوئے اسی طرح حفاظت کرتا ہے جیسے مریض کے گھر والے اس کو کھانے سے پرہیز کراتے ہیں۔

تنبیہات

۱۔ پرہیز کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اس چیز سے پرہیز جو مرض کو لے کر آتی ہے۔ یہ صحت مندوں کا پرہیز ہے۔(۲) اس چیز سے پرہیز جو مرض میں اضافہ کر دے۔ یہ مریض کا پرہیز ہے جب وہ پرہیز کرتا ہے تو اس کا مرض بڑھنے سے رک جاتا ہے۔ اعضاء اس کے دفاع میں لگ جاتے ہیں۔ اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا (النساء:۴۳)

ترجمہ: اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا آئے کوئی تم میں سے قضائے حاجت سے یا ہاتھ لگایا ہو تم نے اپنی عورتوں کو پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کر لو۔

مریض نے پانی کے استعمال سے پرہیز کیا، بعض فاضل اطباء نے فرمایا ہے: طب کی بنیاد پرہیز ہے۔ مرض سے ابھی ابھی صحت مند ہونے والے کے لیے پرہیز بہت زیادہ نفع مند ہوتا ہے کیونکہ تخلیط مرض کے لوٹنے کا سبب بنتا ہے یہ لوٹ کر آنا مرض کی ابتداء سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ اس شخص کو پھل اس لیے نقصان دیتا ہے جو ابھی ابھی صحت یاب ہوا ہو کیونکہ یہ سرعت سے تبدیل ہو جاتا ہے طبیعت کمزور ہونے کی وجہ سے اس کے دفاع کرنے سے کمزور ہوتی ہے۔

۲۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پھل کھانے سے روک دیا، کیونکہ یہ معدہ پر ثقیل تھا لیکن آپ نے انہیں سلق اور جو کھانے سے منع نہ کیا، کیونکہ یہ اس شخص کے لیے بہت نفع بخش غذا ہے جو ابھی ابھی صحت مند ہوا ہو جو کے پانی میں غذا، نرمی، لطافت اور طبیعت کے لیے تقویت ہوتی ہے لیکن انگور وغیرہ کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے۔

۳۔ ابن القیم نے لکھا ہے: یہ ان امور میں سے ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ مریض اور ابھی ابھی صحت مند ہونے والے کو پرہیز کرنا چاہیے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جب مریض یا اس شخص کی اس چیز کی طرف شدید تمنا ہو اس کی طبیعت اس کی طرف میلان رکھتی ہو۔ اس نے اس سے اتنا کچھ کھا لیا جو اس کے لیے ہضم کرنا مشکل نہ ہو تو اسے کھانے سے اسے کچھ نقصان نہ ہو گا بلکہ اکثر اس سے فائدہ ہو گا۔ معدہ اور طبیعت اسے قبول اور محبت سے لیں گے اور ان نقصان کی اصلاح کر دیں گے جس کا اندیشہ ہو گا، بعض اوقات یہ اس چیز سے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے جسے طبیعت ناپسند کرتی ہے۔ دوا میں سے اس چیز کو دور کرتی ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی کھجوریں کھانے دیں حالانکہ انہیں آشوبِ چشم تھا۔ آپ کو علم تھا کہ یہ انہیں نقصان نہ دیں گی۔ جب مریض ایسی چیز کھائے

صحیح بھوک کی وجہ سے جس کی اسے اشتہاء ہو تو اس میں نفع زیادہ ہوتا ہے اور اس چیز سے کم نقصان ہوتا ہے جس کی اس کو اشتہاء نہ ہو۔ اگرچہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے فائدہ مند ہو۔ اگر اس کی محبت اور طبیعت سچی ہو تو وہ اس کے نقصان کو دور کر دے گی۔ اسی طرح اس کے برعکس کا معاملہ ہے۔

۴۔ امام مالک نے دھوپ میں کیے گئے گرم پانی کو مطلق مکروہ نہیں سمجھا۔ امام نووی نے الروضہ میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ الرویانی نے البحر میں اسے نص سے بیان کیا ہے لیکن امام شافعی نے شہروں اور گرم اوقات میں اس کے استعمال کو مکروہ کہا ہے۔ انہوں نے منقش برتنوں میں اسے مکروہ کہا ہے لیکن پتھر یا لکڑی کے برتنوں میں مکروہ نہیں کہا۔ انہوں نے ان دونوں اشیاء کی صفائی کی وجہ سے انہیں مستثنیٰ قرار دیا ہے لیکن یہ پانی حوضوں اور تالابوں میں قطعاً مکروہ نہیں ہے یہ کراہت کپڑے کے ساتھ مخصوص ہے جسم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یہ گرمی کے وقت ہے۔ سردی کے وقت نہیں ہے جیسے کہ الروضہ میں ہے الشرح میں اس کی بقاء کو صحیح کہا گیا ہے صاحب التہذیب نے اسے اس برتن کے ساتھ خاص کیا ہے جس کا سر بند ہو کیونکہ اس میں حرارت رک جاتی ہے شرح المہذب میں ہے: یہ شرعی کراہت ہے جس کے تارک کو ثواب ملے گا۔ شرح التنبیہ میں ہے جب ہم قصد کا اعتبار کریں تو یہ شرعیہ ہے ورنہ یہ ارشادیہ ہے۔ یہ تنزیہ کے لیے ہے لیکن یہ طہارت کی صحت کے ممانعت نہیں ہے۔ الطبری نے لکھا ہے: اگر اذیت کا خدشہ ہو تو رک جانا یقینی ہے۔ ابن عبدالسلام نے لکھا ہے: اگر اس کے علاوہ اور پانی نہ ہو تو اسے استعمال کرنا ضروری ہے۔

۵۔ آپ نے فرمایا: اس مکھی کو سارا ڈبو دو، بعض میں جو تو ہم پیدا ہوتا تھا اسے دور کر دیا۔ روایات میں اس پر کا ذکر نہیں ہے جس میں شفاء ہے لیکن بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ انہوں نے غور و فکر کیا تو علم ہوا کہ مکھی اپنے بائیں پر سے بچاؤ کرتی ہے لہٰذا شفاء والا پر دایاں ہے۔

۶۔ ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے کہ مکھی کی زیادہ سے زیادہ عمر چالیس راتیں ہوتی ہے مکھیاں ساری کی ساری آگ میں ہوں گی۔ سوائے شہد کی مکھی کے۔ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اسے آگ میں عذاب دینے کے لیے نہیں پھینکا جائے گا بلکہ اس لیے تاکہ اس کے ذریعے اہل آتش کو عذاب دیا جائے۔

افلاطون نے لکھا ہے: مکھی تمام اشیاء سے زیادہ حریص ہے۔ یہ خود کو ہر چیز میں ڈال لیتی ہے خواہ اس میں ہلاکت ہو۔ یہ عفونت سے پیدا ہوتی ہے اس کی آنکھوں پر پلکیں نہیں ہوتیں کیونکہ اس کے ڈھیلے چھوٹے ہوتے ہیں۔ پلکیں ڈھیلوں کو صاف کرتی ہیں لیکن یہ اپنے ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی ہے۔ اپنی آنکھوں کو چھوتی رہتی ہے۔ اس کا عجیب امر یہ ہے کہ اس کا گند سیاہ کپڑے پر سفید اور اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عفونت کی جگہ پر اس کا اظہار

ہوتا ہے۔ اسی سے اس کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ سارے پرندوں سے زیادہ جفتی کرتی ہے۔ بعض اوقات سارا دن موئث پر رہتی ہے۔ روایت ہے کہ ایک خلیفہ نے حضرت امام شافعی سے پوچھا: کس مرض کے لیے مکھی کو پیدا کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: بادشاہوں کو ذلیل کرنے کے لیے۔ ایک مکھی بار بار اسے تنگ کر رہی تھی۔ امام شافعی نے فرمایا: خلیفہ نے مجھ سے پوچھا: لیکن میرے پاس اس کا جواب نہ تھا میں نے اس کی اس حالت سے استنباط کر لیا۔

✿✿✿

ساتواں باب

کھانے اور پینے کی تدبیر

اس باب میں کئی انواع ہیں:

۱۔ آپ کے ارشاد فرمودہ آداب۔ ابو داؤد نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کو اپنے منہ کے قریب لے جایا کرو یہ زیادہ عمدہ اور لطف آور ہوتا ہے۔

۲۔ جن امور سے منع فرمایا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (الاعراف: ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

امام احمد نے مسند میں، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابن السنی نے حضرت عبدالرحمان بن المرقع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کوئی ایسا برتن پیدا نہیں کیا جو بھرا ہوا ہو اور بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ شریر ہو۔ اگر تم نے زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس لینے کے لیے رکھو۔ ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستر خواں پر جانے سے منع کیا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ آپ نے منع کیا کہ آدمی لیٹ کر کھائے۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے اور کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا، امام بیہقی نے "الشعب" میں عبدالواحد بن معاویہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع کیا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ انہوں نے ابن شہاب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سانس میں پانی پینے سے منع فرمایا۔ فرمایا: یہ شیطان کا پینا ہے۔ ابو داؤد اور دار قطنی نے العلل میں حضرت انس سے ابو نعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ سے، حضرت ابو سعید خدری سے اور امام زہری سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برودت ہر مرض کی اصل ہے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

بدنی حرکت وسکون میں تدبیر

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے قیام کو لازم پکڑو۔ یہ تم سے قبل صالحین کا طریقہ ہے یہ جسم کی بیماریوں کو دور کرنے والا ہے۔ الطبرانی نے اوسط میں، ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذکر الٰہی اور نماز کے ساتھ کھانا ہضم کیا کرو۔ کھانا کھاتے ہی نہ سو جایا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔

ابن ماجہ، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس مسجد میں تشریف لائے۔ میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: شکنبو ذ! کیا پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: اٹھو اور نماز ادا کرو۔ نماز میں مصروفیت ہے۔

❁❁❁

نواں باب

نفسانی حرکت وسکون میں تدبیر

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ ساقی]

❁❁❁

دسواں باب

سونے اور جاگنے کی تدبیر

ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عصر کے بعد سویا۔ اس کی عقل اگر اچک لی جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ ایک آدمی اس طرح سوئے کہ اس کا آدھا حصہ دھوپ میں اور آدھا چھاؤں میں ہو۔ آپ نے فرمایا: قیلولہ کیا کرو نہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو سوگیا اور اس پر چربی یا زعفران کی بوتھی اسے کچھ ہوگیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

نکاح کی تدبیر

ابویعلی نے اپنی مسند میں، عبدالرزاق نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرے تو اس کے ساتھ سچ بولے۔ اس سے سبقت لے جائے تو اس سے جلدی نہ کرائے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: اگر مرد کی حاجت عورت کی حاجت سے پہلے پوری ہوجائے تو اس سے جلدی نہ کرائے حتیٰ کہ وہ اپنی حاجت پوری کرلے۔ ابن عدی نے حضرت طلق سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک اپنی زوجہ سے حق زوجیت ادا کرے تو اس سے دور نہ ہوجائے حتیٰ کہ اس کی حاجت بھی پوری ہو جائے جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہوجائے۔

بقی بن مخلد اور ابن عدی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ یا لونڈی سے مباشرت کرے تو اس کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے۔ اس سے اندھا پن پیدا ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ حق زوجیت ادا کرتے وقت زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ اس سے گونگا پن اور توتلا پن پیدا ہوتا ہے۔

❁❁❁

بارھواں باب

سال کے موسموں کے بارے میں تدبیر

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

تیرھواں باب

مسکن کے معاملات کے بارے میں تدبیر

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عکل یا عرینہ کا قبیلہ مدینہ طیبہ آیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں قیام پسند نہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شیر دار اونٹنیوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ باہر نکلیں اور ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔

❁❁❁

چودھواں باب

آپ نے صحیح آب و ہوا والے شہر اختیار کرنے کا حکم دیا و باءزدہ شہروں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا

محمد بن یحییٰ نے ابوعمرو سے ضعیف سند سے، ابونعیم نے الطب میں، ابن السنی نے فروہ بن مسیک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے آل بحیر بن ریسان میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری زمین کو ابین کہا جاتا ہے یہ ہماری وراثت اور شاداب زمین ہے یہ وباءزدہ زمین ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ یہ وباءزدہ اور تلف کرنے والی زمین ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ صحیح موقف یہ ہے یہ حضرت عبداللہ بن شداد کی مراسیل میں سے ہے کہ ایک قوم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مالدار تھے ہم فقیر ہو گئے۔ ہماری کثیر تعداد تھی تعداد قلیل ہو گئی۔ باہم صلح تھی۔ باہم لڑائیاں ہونے لگیں۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ مذموم ہے۔ انہوں نے عرض کی: ہم اسے کیسے چھوڑیں؟ آپ نے فرمایا: اسے فروخت کر دو یا ہبہ کر دو۔ الطبرانی نے الکبیر میں اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت سہل بن حارثہ انصاری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک قوم نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: وہ ایک گھر میں رہنے لگے ان کی تعداد کثیر تھی۔ وہ قلیل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ یہ مذموم ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہِ رسالت مآب میں طاعون کے بارے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا: یہ ناپاکی ہے۔ یہ عذاب ہے جس میں سابقہ امت کو مبتلا کیا گیا۔ اس سے کچھ

باقی رہا۔ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اگر اس زمین میں طاعون پھیل جائے جہاں تم ہو تو راہ فرار اختیار نہ کرو۔ اس میں رباح سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد مصر فتح ہو جائے گا۔ اس کی بھلائی کو تلاش کرو۔ وہاں اپنا مسکن نہ بناؤ، کیونکہ وہاں کے لوگوں کی عمریں کم ہوتی ہیں۔ اسی کتاب میں اور ابن السنی نے حضرت فروہ بن مسیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: ہماری ایک زمین ہے جسے ابین کہا جاتا ہے۔ یہ ہماری شاداب زمین ہے۔ یہ ہمارے گھروں کی زمین ہے لیکن یہاں شدید وباء ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ وباء زدہ اور تلف کرنے والی زمین ہے۔ شیخان، ترمذی، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: طاعون عذاب تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے ایک گروہ پر اتارا۔ جب تم سنو کہ کسی زمین پر یہ وبا ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔ اگر یہ اس زمین میں آجائے جہاں تم ہوں تو وہ وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو۔

امام احمد، ابن السنی، الطبرانی نے الصغیر میں اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب نجم طلوع ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب وقتِ صبح نجم طلوع ہوتا ہے تو لوگوں سے آفت اٹھالی جاتی ہے یا اس میں کمی کر دی جاتی ہے۔

تنبیہات

۱۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اس روایت متعدی ہونے کا اثبات نہیں۔ اس کا تعلق دوا کے ساتھ ہے۔ آب وہوا کا عمدہ ہونا جسموں کے عمدہ ہونے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے جب کہ آب وہوا کا خراب ہونا جسموں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اور اطباء کے نزدیک اس سے جسموں کو بہت جلد امراض لگ جاتے ہیں۔

۲۔ ابن قیم نے "الہدیٰ" میں لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے امت کو منع فرمادیا کہ وہ اس جگہ جائے جہاں طاعون ہو اور اس جگہ طاعون پھیل جائے جہاں وہ ہوں تو وہاں سے نہ نکلیں کیونکہ وہاں جانا مصیبت کے ساتھ تعرض کرنے کی طرح ہے اس کے اترے کی جگہ جانا ہے اپنے نفس کے خلاف مدد ہے۔ یہ شرع اور عقل کے مخالف ہے بلکہ ایسی سرزمین میں نہ جانا اس پرہیز کے زمرہ میں آتا ہے جس کی طرف شریعت مطہرہ نے راہ نمائی کی ہے۔ یہ نقصان دہ جگہوں پر جانے سے پرہیز کے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں تک اس زمین سے نہ نکلنے کا حکم ہے تو اس کے دو مفہوم ہیں۔ (۱) نفس کو رب تعالیٰ پر بھروسے اس پر توکل، مصیبت پر صبر اور رضا پر ابھارنا ہے۔ (۲) ائمہ طب نے کہا ہے: طاعون کے وقوع کے وقت امن وسکون ضروری ہے اخلاط کے جوش کو پرسکون کرنا ضروری ہے وبائی سرزمین سے نکلنا اور وہاں سے سفر کرنا شدید حرکت کے ساتھ ہوتا ہے یہ بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ المنہج السوی میں ہے: یہ

متاخرین اطباء کے کلام میں سے افضل ہے۔حدیث نبوی سے طبی معنی ظاہر ہو گیا۔اس میں جسم اور دل کا علاج ہے ان کی اصلاح ہے ایسی زمین میں جانے سے روکنے میں کئی حکمتیں ہیں جس میں یہ وباء ہو:

۱۔ تکلیف دہ اسباب سے اجتناب اور ان سے بعد۔

۲۔ وہ اس ہواء میں سانس نہ لیں جو متعفن ہو چکی ہے۔وہ خراب ہے وہ بھی مریض بن جائیں گے۔

۳۔ منہج السویٰ میں ہے کہ جہاں تک ثریا کا تعلق ہے تو فجر کے ساتھ اس کے طلوع اور سقوط ہوتے وقت امراض کثرت سے ہوتے ہیں۔تمیمی نے مادۃ البقاء میں لکھا ہے: سال کے اوقات میں سے اجسام پر فساد اور آزمائش کے اعتبار سے دو وقت بہت شدید ہوتے ہیں۔

(۱) جب ثریا طلوع فجر کے وقت غیب ہونے کے لیے گرے۔(۲) جب یہ مشرق سے طلوع آفتاب سے قبل طلوع ہو جائے۔یہ چاند کی منازل میں سے کسی منزل پر ہو۔یہ موسم بہار کے ختم ہونے کا وقت ہوتا ہے لیکن اس کے طلوع ہوتے وقت نقصان اس کے غروب ہوتے وقت سے زیادہ ہوتا ہے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے: جب بھی ثریا طلوع ہو یا غروب ہو تو لوگوں کو اور اونٹوں کو آفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔غروب کے وقت کی آفت طلوع کے وقت کی آفت سے بڑی ہوتی ہے۔حدیث پاک میں تیسرا قول بھی ہے جو سارے اقوال سے بہتر ہے۔وہ یہ کہ نجم سے مراد ثریا ہے اور آفت سے مراد وہ مصیبت ہے جو پھلوں اور کھیتوں کو موسم سرما میں لاحق ہوتی ہے یہ موسم بہار سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔مذکورہ وقت میں حاصل ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نجم سے مراد موسم بہار میں نباتات کا اگنا ہے۔اسی سے رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ۝ (الرحمان:۶)

ترجمہ: اور آسمان کے ستارے اور درخت اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے پھوٹنے کا کمال اور تمام موسم بہار میں ہوتا ہے۔اسی موسم میں آفات اٹھالی جاتی ہیں۔

❁❁❁

پندرھواں باب

دھوپ میں بیٹھنا

ابونعیم نے الطب [۱] میں حضرت ابوبردہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی سایہ اور دھوپ میں بیٹھے۔مدرک بن عجرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو دھوپ میں سویا تھا۔آپ نے فرمایا:

اٹھو یہ رنگت تبدیل کر دیتی ہے۔ کپڑے بوسیدہ کر دیتی ہے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دھوپ میں بیٹھنے سے بچو۔ یہ کپڑے کو بوسیدہ کر دیتی ہے۔

ابوداؤد نے حضرت قیس سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ دھوپ میں کھڑے تھے۔ آپ کو حکم دیا گیا تو آپ سایہ کی طرف تشریف لے گئے۔

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک 44
دھوپ میں ہو۔ سایہ ہٹ جائے۔ اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو تو وہ اٹھ جائے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس طرح نہ سوئے کہ اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو۔

❁❁❁

سولھواں باب

حرکت کر کے کھانے اور پینے کا ضرر دور کرنے کے بارے میں

ابونعیم نے الطب میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اپنا کھانا ذکر الٰہی اور نماز سے ہضم کرو۔ کھانا کھاتے ہوئے سو نہ جایا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ میں مسجد نبوی میں اپنے پیٹ کو مروڑ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: اٹھو، نماز پڑھو، نماز میں شفاء ہے۔

اسی میں حضرت قیس بن طلق سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ وفدِ عبد قیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے تمہارے رنگ زرد ہیں تمہارے پیٹ بڑھے ہوئے ہیں۔ تمہاری رگیں نمایاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہمارے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ یہ ہمارے موافق تھی۔ آپ نے انہیں منع کر دیا۔ ہماری زمین وباء زدہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جو مشروب تمہیں خوشگوار لگے وہ پی لو۔ حضرت صحار سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیمار شخص ہوں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں گھڑے میں تھوڑی نبیذ بنا لیا کروں۔ آپ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ہمیں برتنوں سے منع فرما دیا ہے۔ وہ ہمارے برتن تھے جن سے آپ نے منع فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: صحار! اپنا مشروب عمدہ کرو اور اپنے پڑوسی کو پلاؤ۔

اسی میں ہے کہ حضرت عبداللہ دیلمی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں ہم ان کے ساتھ کیا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ان کی کشمش بنالیا کرو۔ ہم نے عرض کی: ہم کشمش کو کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اسے صبح بھگو لینا شام کو پی لینا اور شام کو بھگو لینا اور صبح پی لینا۔ مشکیزوں میں نبیذ بنانا گھڑوں میں نبیذ نہ بنانا کیونکہ اگر اس میں زیادہ مدت ہو جائے تو یہ سرکہ بن جاتا ہے۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء کے بعد چہل قدمی کرتے تھے۔

❁❁❁

سترھواں باب

معجون اور جوارش کے استعمال کے بارے

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روم کے بادشاہ نے بارگاہ رسالت مآب میں زنجبیل (ادرک) کا گھڑا پیش کیا۔ آپ نے ہر ہر شخص کو ایک ایک ٹکڑا عطا کیا۔ مجھے بھی ایک ٹکڑا عطا کیا۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

معمول کی عادات کی نگرانی کرنے اور غیر عادی خوراک کھانے سے ممانعت

ابونعیم نے الطب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عادت بھلائی ہے۔ حاجت کے لیے شر ہے۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو کھانا کھایا کرو اگرچہ سوکھی روٹی (یا کھجور) ہی ہو۔ رات کا کھانا ترک کرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کو بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کسی خاتون محترمہ نے کہا جو کاشانہ اقدس میں موجود تھیں کہ آپ کو بتادو کہ آپ کیا کھانے لگے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ گوہ ہے۔ آپ نے دستِ اقدس اٹھالیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتی۔ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ اسے کھانے لگا۔ حضور

اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے۔

اسے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا گیا ہے اس میں ہے: میں نے بھونا ہوا ہرن کھجوروں کے ساتھ پیش کیا۔ خاتون محترمہ نے کہا: حضور اکرم ﷺ کو بتادو کہ آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کا عیب نہ نکالا تھا۔ اگر ضرورت ہوتی تو کھالیتے ورنہ ترک فرمادیتے۔

❁❁❁

انیسواں باب

دردِ سر، دردِ شقیقہ

امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کبھی کبھی آپ کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا۔ آپ ایک یا دو دن کاشانۂ اقدس میں ہی ٹھہرتے تھے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگوائے۔ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ یہ دردِ شقیقہ کی وجہ سے تھا جو آپ کو تھا۔ ابن ماجہ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو دردِ سر ہوتا۔ آپ سر اقدس پر مہندی لگا لیتے تھے۔ فرماتے: یہ باذن الٰہی دردِ سر سے نفع بخش ہے۔ ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو دردِ سر شروع ہو جاتا آپ سر اقدس پر مہندی لگا لیتے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے سر میں تکلیف کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کو دردِ شقیقہ تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں فرمایا: میرے سر! آپ نے اپنے سر اقدس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔

ابن السنی، ابونعیم نے الطب میں، ابن عساکر نے قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تیل لگائے تو اپنی ابرووں سے شروع کرے یہ دردِ سر کو ختم کر دیتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا سات امراض سے شفاء ہے۔ جب کہ لگوانے والا اس کی نیت کر لے۔ (۱) جنون۔ (۲) دردِ سر۔ (۳) جذام۔ (۴) برص۔ (۵) اونگھ۔ (۶) داڑھ کا درد۔ (۷) آنکھوں کے سامنے چھا جانے والا اندھیرا۔ ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار کی سوزش اور دردِ سر مؤمن کے مشتاق ہیں۔ اگر اس پر کوہ احد جتنے گناہ بھی ہوں یہ اس پر رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ نہیں رہنے دیتے۔

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔ یہ اس درد کی وجہ سے تھا جو آپ کو تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے: آپ نے دردِ شقیقہ کی وجہ سے یہ پچھنے اس چشمے پر لگوائے جسے لحی جمل کہا جاتا تھا۔ شیخان نے حضرت عبد اللہ بن بحینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے راہ مکہ مکرمہ میں لحی جمل کے مقام پر پچھنے لگوائے حالانکہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ آپ نے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگوائے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا جنون، جذام، دھندلا نظر آنا، برص اور دردِ سر کا علاج ہے۔ حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تیل لگائے تو وہ اپنی ابروؤں سے شروع کرے یہ دردِ سر کو ختم کر دیتا ہے یہ ابن آدم کے جسم پر سب سے پہلے اگنے والے بال ہیں۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو اس کی صحت اور جلد نے تعجب میں ڈال دیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تجھے کبھی دردِ سر بھی ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ درد کی قسم ہے جو سر میں ہوتی ہے۔ اس نے کہا: مجھے تو یہ کبھی نہیں ہوا۔ جب اعرابی چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ اہل آتش میں سے کسی شخص کو دیکھے تو وہ اس اعرابی کو دیکھ لے۔ دوسرے الفاظ میں ہے، آپ نے اسے پوچھا: کیا تیرے سر میں کبھی درد ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ رگ ہے جو انسان کے سر میں درد کرتی ہے۔ اس نے کہا: یہ تو مجھے کبھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا: جو اہلِ نار میں سے کسی کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اسے دیکھ لے۔ اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کو دردِ سر شروع ہو جاتا تو سر اقدس پر مہندی لگا لیتے۔

حضرت سلمٰی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب بھی کوئی بارگاہ رسالت مآب میں دردِ سر کی شکایت لے کر آتا تو آپ اسے پچھنے لگوانے کا حکم دیتے۔ اسی کتاب میں حضرت انس سے روایت ہے آپ نے حالت احرام میں دردِ سر کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ اسی کتاب میں ہے کہ آپ نے فرمایا: راہِ خدا میں جس کے سر میں درد ہوا اس نے حصول ثواب کے لیے صبر کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ جب بھی آپ کے پاس کوئی دردِ سر کی شکایت لے کر آیا تو آپ نے اسے فرمایا: پچھنے لگواؤ۔ جب بھی ٹانگ میں درد کی شکایت لے کر آیا تو فرمایا: مہندی لگاؤ۔

تنبیہ

جب گرمی کی وجہ سے دردِ سر ہو تو سر پر مہندی لگانا خاص ہے جبکہ یہ اس مادہ کی وجہ سے نہ ہو جس سے قے آجاتی

ہے جب دردِ سر کی گرمی کی وجہ سے ہو تو مہندی اس میں فائدہ دیتی ہے۔ اطباء نے کہا ہے کہ جب مہندی کو پیس لیا جائے۔ اس میں تیل ملایا جائے اسے سرکہ کے ساتھ پیشانی پر مل لیا جائے تو دردِ سر کا فوراً آرام آجاتا ہے یہ دردِ سر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام اعضاء کے ساتھ خاص ہے۔

❁❁❁

بیسواں باب

منہ اور ناک کی دوا

امام ترمذی، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جنہیں تم بطور دوا استعمال کرتے ہو وہ ناک میں ڈالنے کی دوا، گوشۂ منہ سے ڈالنے کی دوا، پچھنے اور پیٹ کی دوا ہے۔ امام ترمذی اور حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو تم ادویہ استعمال کرتے ہو۔ ان میں سے بہترین ناک میں ڈالنے کی دوا، منہ میں ڈالنے کی دوا، پچھنے اور پیٹ میں ڈالنے کی دوا ہے۔ جسے تم آنکھوں کے لیے استعمال کرتے ہو ان میں سے سرمہ ہے جسے تم استعمال کرتے ہو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: داغ لگانے کی جگہ گرم کپڑا رکھنا ہے علاق کی جگہ سعوط (ناک میں ڈالنے کی دوا) نفخ کی جگہ الدود (منہ میں ڈالی جانے والی دوا) ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ حجام کو اجرت دی اور اجرت کم کر دی۔

❁❁❁

اکیسواں باب

پچھنے، فصد اور قسط بحری

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا۔ پچھنے لگوانے کی فضیلت اور حکم

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں

شب معراج فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرا اس نے مجھے پچھنے لگوانے کے لیے کہا۔ بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آسمانوں میں سے جس آسمان کے پاس سے گزرا مجھے فرشتوں نے کہا: محمد عربی! ﷺ اپنے اہل کو پچھنے لگوانے کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جنہیں تم بطور دوا استعمال کرتے ہو وہ پچھنے لگوانا، قسط اور شونیز (کالا دانہ، کلونجی) ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں شب معراج ملائکہ کے جس گروہ کے پاس سے گزرا اس نے مجھے کہا: محمد عربی! ﷺ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیں۔ الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت ابو القاسم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بتایا ہے کہ پچھنے ان تمام ادویہ سے بہترین ہیں جنہیں لوگ استعمال کرتے ہیں۔

الطبرانی نے الکبیر میں اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طیبہ نے آپ کے پچھنے لگوائے۔ حضرات عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیسے پچھنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہے۔ جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حجام کو بلایا۔ اس نے سینگ کے ساتھ آپ کو پچھنے لگائے اور چھری کے ساتھ اسے نشتر لگایا۔ بنو فزارہ میں سے ایک شخص دیکھ رہا تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اسے کیوں بلایا ہے یہ آپ کا گوشت کاٹ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے یہ پچھنے ہیں۔ یہ اس ہر چیز سے بہتر ہیں جسے تم بطور دوا استعمال کرتے ہو۔ ابن سعد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ نے حجام کو بلایا۔ اس نے سینگ کے بنائے گئے آلہ کے ساتھ آپ کو پچھنے لگوائے۔ چھری کی نوک سے نشتر لگایا۔ ایک اعرابی داخل ہوا۔ اس نے یہ سب کچھ دیکھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ پچھنے کیا ہوتے ہیں؟ وہ گھبرا گیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اسے کیا کرنے دیا ہے کہ یہ آپ کی جلد کاٹ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ہیں۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ پچھنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔

الطبرانی نے الکبیر میں، امام احمد، حاکم، ابو داؤد، طیالسی، ابو یعلی اور ضیاء نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ البزار، الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم پچھنے لگواؤ اور قسط بحری استعمال کرو۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمی ابو رافع کی زوجہ محترمہ سے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے پاس کوئی دردِ سر کی

شکایت لے کر آتا تو آپ فرماتے: جاؤ پچھنے لگواؤ۔ جب ٹانگ کے درد کی شکایت لے کر آتا تو فرماتے: جاؤ اس پر مہندی لگاؤ۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا جسے تم استعمال کرتے ہو وہ پچھنے اور فصد ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاء تین اشیاء میں ہے۔ شہد پینے میں، پچھنے لگانے میں اور آگ سے داغ لگانے میں۔ میں اپنی امت کو آگ کے ساتھ داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔ امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو پچھنے لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ کے ساتھ داغ لگانے میں جس سے درد ہو لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ امام احمد، الطبرانی نے حضرت معاویہ بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو پچھنے لگانے میں شہد پینے میں اور آگ کے ساتھ ایسے داغ لگوانے میں ہے جن سے درد ہو لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ بنوسلمہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس ادویہ سے تم علاج کرتے ہو اگر ان میں سے کسی چیز میں شفاء ہے تو وہ شہد پینے میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں: پچھنے لگوانے میں ہے۔

حارث، ابویعلی، احمد نے حضرت عقبہ بن عامر سے، شیخان، امام احمد، بیہقی، نسائی، بخاری، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو وہ تین اشیاء میں شہد پینا پچھنے لگوانا یا آگ سے داغ لگوانا جس سے درد ہو۔ میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔ میں اس سے محبت نہیں کرتا۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور الضیاء نے حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ ائمہ میں سے مالک، شافعی، احمد، شیخان ترمذی، نسائی، دارمی اور ابوعوانہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں کو تم بطور دوا استعمال کرتے ہو ان میں پچھنے اور قسط بحری بہترین ہیں۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ابویعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسے ورم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے اس سے نکالا نہیں۔ اس نے اسے چیر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی کو زخم آ گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ قرابت کی وجہ سے فرمایا۔ ایسا شخص طلب کرو جو اس کا علاج کرے۔ دو شخص حاضر خدمت ہوئے جو باہم بھائی تھے۔ وہ مدینہ طیبہ آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم لوہے کے ساتھ علاج کرتے ہو۔

انہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں اس کے ساتھ علاج کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اسی کے ساتھ اس کا علاج کرو۔ انہوں نے اسی کے ساتھ اس کا علاج کیا۔ اسے چیرا تو وہ شفاء یاب ہو گا۔

امام مسلم اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس شخص کے پاس تشریف لائے جو زخمی تھا۔ اس سے آپ نے چیرنے کا اذن طلب کیا تو آپ نے اسے اذن دے دیا۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں داخل ہوئے۔ آپ پچھنے لگوا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ پچھنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ بہترین چیز ہے جس سے عرب دوا لیتے ہیں۔

حاکم نے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اشیاء جن سے تم دوائیں استعمال کرتے ہو ان میں سے بہترین پچھنے اور فصد ہیں۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسی کتاب میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جن اشیاء کو تم بطور دوا استعمال کرتے ہو ان میں پچھنے بہترین ہیں۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب خون جوش مارتا ہے تو وہ اپنے صاحب کو قتل کر دیتا ہے۔

اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پچھنے لگوایا کرو۔ تمہارا خون جوش نہ مارنے لگے یہ تمہیں مار ڈالے گا۔ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابی بن کعب کی طرف طبیب بھیجا۔ اس نے ان کے داغ لگائے اور رگ کھولی۔

۲۔ جسم میں پچھنے لگوانے کی جگہ

خطیب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر اقدس پر پچھنے لگوائے تھے یا "سر اقدس کے اگلے حصے پر لگاتے تھے۔ اسے ام مغیث فرماتے تھے۔"

ترمذی اور حاکم نے حضرت انس سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ گردن کی رگوں پر اور شانہ اقدس پر پچھنے لگواتے تھے۔ آپ سترہ، انیس اور اکیس (تاریخ) کو پچھنے لگواتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں اور الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت صہیب سے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم گدی کی ہڈی میں پچھنے لگوایا کرو یہ بہتر (۷۲) امراض کی دوا ہے۔ ان میں سے پانچ جنون، جذام، برص اور داڑھ کا درد ہے۔ ابو داؤد، بیہقی اور ابن ماجہ نے ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ اپنے سر اقدس پر اور شانوں کے مابین پچھنے لگواتے تھے۔ فرمایا: جس نے اس طرح خون بہایا اسے کوئی نقصان نہیں کہ وہ کسی چیز کے لیے کسی چیز کے ساتھ دوا نہ لے۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر کے وسط میں پچھنے لگوانا امان ہے۔ یہ جنون، جذام، برص، اونگھ اور داڑھ کے درد کی دوا ہے۔ آپ اسے ام مغیث فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسے ضعیف سند سے اور حضرت ابن عباس سے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے "دردِ سر" کا اضافہ کیا ہے۔ طیالسی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر کے وسط میں پچھنے لگوائے۔ آپ نے اسے المنقذ کا نام دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے گردن کی دو رگوں اور کندھوں کے مابین پچھنے لگوائے۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے الطب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا جنون، جذام، برص، داڑھ کے درد اور اونگھ کا علاج ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گردن مبارک کی رگوں پر دو بار اور شانہ اقدس پر ایک بار پچھنے لگوائے۔ اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ سترہ، انیس اور اکیس (تاریخ) کو پچھنے لگواتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔ اس درد کی وجہ سے پچھنے لگوائے جو سر اقدس میں تھا۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حالتِ احرام میں قدم کے ظاہری حصے پر پچھنے لگوائے۔ آپ نے درد کی وجہ سے پچھنے لگوائے تھے۔ ائمہ اربعہ اور ابن سعد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سر کے اوپر ابھری ہوئی جگہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: حضور اکرم ﷺ اس جگہ پچھنے لگواتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت عبد الرحمان بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر اقدس پر اور شانوں کے مابین پچھنے لگوائے تھے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگواتے تھے۔ آپ انہیں منقذ فرماتے تھے۔ حضرت جبیر بن نفیر سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۳۔ مخصوص ایام میں پچھنے لگوانا مستحب ہے

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین ایام جن میں تم پچھنے لگواتے ہو وہ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ ہے۔ امام احمد اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں شبِ معراج فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرا۔ اس نے مجھے کہا: محمد عربی! ﷺ پچھنے لگوایا کریں۔

ابن ماجہ، بیہقی، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو پچھنے لگوانا چاہے وہ

سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو تلاش کرے۔کسی ایک کا خون اتنا جوش نہ مارے کہ اسے ہلاک کر دے۔

ابوداؤد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منگل کا دن خون کا دن ہے اس میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں خون منقطع نہیں ہوتا۔ابوداؤد نے ابوبکرہ کی سند سے بکار بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔بکار کا شاید امام بخاری نے صحیح میں لکھا ہے۔انہوں نے ادب میں روایت کیا ہے۔ابن معین نے انہیں "صالح" کہا ہے۔ابن عدی نے کہا ہے: مجھے ان میں کوئی حرج نظر نہیں آتی۔یہ حضرت کیسہ بنت ابی بکرہ سے احادیث لکھ لیتے تھے۔انہوں نے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی اپنے اہل خانہ کو منگل کے روز پچھنے لگوانے سے منع کرتے تھے۔ان کا گمان تھا کہ آپ نے فرمایا: منگل کا دن خون کا دن ہے۔اس میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں خون منقطع نہیں ہوتا۔امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں فرمایا: نافع! میرا خون جوش مارنے لگا ہے۔میرے لیے حجام تلاش کرو۔اگر تم میں استطاعت ہے تو اسے رفیق بنالو۔اسے بہت بوڑھا اور چھوٹا بچہ نہ بنانا۔میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نہار منہ پچھنے لگوانا بہت بہتر ہے۔اس میں شفاء اور برکت ہے۔یہ عقل اور یادداشت میں اضافہ کرتی ہے۔خدائے برتر کا نام لے کر جمعرات کے روز پچھنے لگوالیا کرو لیکن بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے روز پچھنے نہ لگوایا کرو۔سوموار اور منگل کو پچھنے لگوایا کرو۔اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبت سے نجات دی تھی۔بدھ کے روز انہیں آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔جزام اور برص بدھ کے روز یا بدھ کی رات کو ہی شروع ہوتے ہیں۔

ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مہینے کی سترہ، انیس یا اکیس تاریخ کو پچھنے لگوائے۔اسے ہر مرض سے شفاء نصیب ہو جائے گی۔ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جس نے جمعرات کے روز پچھنے لگوائے وہ اس میں مریض بنا اور اسی میں مرگیا۔ابویعلی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعۃ المبارک میں ایک ساعت ایسی بھی ہوتی ہے جس نے اس میں پچھنے لگوائے وہ مرگیا۔اس کی سند میں یحییٰ بن علاء ہے۔وہ کذاب ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جس نے بدھ کے روز یا ہفتہ کے روز پچھنے لگوائے اسے برص ہوگیا وہ صرف خود کو ہی ملامت کرے۔اسے بزار نے سلیمان بن ارقم سے روایت کیا ہے۔یہ کذاب تھا۔اسے شیرازی نے القاب میں حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے منگل کے روز پچھنے لگوانے سے منع کیا۔اسے الطبرانی نے الکبیر میں مسلمہ بن علی الخشنی سے روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عدی اور ابن سعد نے معقل بن یسار سے، ابن حبان نے ضعفاء میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروز منگل پچھنے لگوانا جبکہ مہینے کے سترہ روز گزر چکے ہوں سال بھر کی مرضوں کا علاج ہے۔دوسری روایت میں ہے: رب تعالیٰ نے اس میں سے ایک سال کی بیماریاں نکال دیں۔

ابن حبیب نے الطب النبوی میں عبدالکریم حضرمی سے معضل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کی

ابتداء میں پچھنے لگوانے مکروہ ہیں۔ اس کے فائدہ کی امید نہیں ہوسکتی حتیٰ کہ چاند چھوٹا ہونے لگے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو آپ منگل کے روز پچھنے لگوا رہے تھے۔ میں نے عرض کی: آپ اس روز پچھنے لگوا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم میں سے جو منگل کو سترہ تاریخ کو پالے تو وہ گزرنے نہ پائے حتیٰ کہ وہ پچھنے لگوا لے۔ تم پچھنے لگوایا کرو۔ الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہینے کی سترہ تاریخ بروز منگل کو پچھنے لگوانا سال کی امراض کا علاج ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے۔ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: فائدہ مند پچھنے وہ ہوتے ہیں جو اس وقت لگائے جائیں جب مہینہ کم ہو رہا ہو۔ البزار، ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مہینے کی پندرہ، سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ کو پچھنے لگوایا کرو۔ تمہارا خون تم پر جوش نہ مارنے لگے حتیٰ کہ وہ تم کو مار ڈالے۔

عقیلی نے "الضعفاء" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعرات کو پچھنے لگوایا کرو اس سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ مخصوص ایام میں پچھنے لگوانے کی ممانعت

الشیرازی نے القاب میں اور ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعرات کو پچھنے نہ لگوایا کرو۔ جس نے جمعرات کے روز پچھنے لگوائے اسے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا تو صرف خود کو ہی ملامت کرے۔

۵۔ نہار منہ پچھنے لگوانا

ابن ماجہ، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ پچھنے لگوانا بہت بہتر ہے۔ اس میں شفاء اور برکت ہے یہ حفظ اور عقل میں اضافہ کرتا ہے۔ رب تعالیٰ کی برکت پر جمعرات کے روز کو پچھنے لگوایا کرو لیکن روز جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے روز پچھنے نہ لگوایا کرو۔ پیر اور منگل کے روز پچھنے لگوالیا کرو۔ اسی روز رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت بخشی تھی۔ جذام یا برص کا آغاز بدھ کے روز کو یا بدھ کی شام کو ہوتا ہے۔

۶۔ خون کو دفن کر دینے کا حکم

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ام سعد، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں

نے آپ کو سنا آپ پچھنے لگوا کر خون کو دفن کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ ابن سعد نے ہارون بن رئاب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے پھر ایک شخص سے فرمایا: اسے دفن کر دو۔ کتا اس کی چھان بین نہ کرتا رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے روزہ اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ ابوطیبہ نے آپ کو پچھنے لگائے۔ آپ نے انہیں طعام کے دو صاع دینے کا حکم دیا، پھر پوچھا: تمہارا اخراج کتنا ہے؟ اس نے عرض کی: تین صاع۔ آپ نے اس کا ایک صاع کم کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے اہل خانہ سے بات کی کہ اس کے خراج سے ایک صاع کم کر دو۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے پچھنے لگوائے۔ آپ روزہ کی حالت میں تھے۔ اسے اس کا اجر دیا۔ اگر یہ خبیث ہوتا تو اسے اجر نہ دیتے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابوطیبہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو دن کے وقت ہمارے لیے پچھنے لگانے کے آلات نکالے۔ میں نے کہا: تم کہاں تھے؟ آپ نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ اس نے آپ کو پچھنے لگائے۔ ابن سعد نے ابوعباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگائے۔ آپ پر غشی طاری ہوگئی لہٰذا میں روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

ابن سعد میں بشر بن سعید کی سند سے، البزار نے ضعیف سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہر رات سرمہ ڈالتے تھے۔ ہر مہینے پچھنے لگواتے تھے۔ ہر سال دوا پیتے تھے۔ امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حجام بہت عمدہ شخص ہوتا ہے۔ وہ خون لے جاتا ہے پشت کو ہلکا کرتا ہے اور بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: یہ متواتر روایت ہے کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ کھول دیا۔ امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو جائے تو پچھنوں سے مدد حاصل کیا کرو تمہارا خون تم میں سے کسی ایک پہ جوش مار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔ ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس پر ابوہند نے پچھنے لگائے۔

تنبیہات

۱- اطباء نے لکھا ہے کہ سر کے وسط میں پچھنے لگوانا خون کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ گردن کی دونوں رگوں پر پچھنے لگوانا سر کے امراض، چہرے کے امراض مثلاً کانوں کے درد، آنکھوں، دانتوں، ناک، سر کے درد اور شقیقہ وغیرہ میں

مفید ہوتا ہے ۔اگر دردِ سر گرمی کی وجہ سے ہو تو مہندی لگانا اسی دردِ سر کا خاص علاج ہے ۔یہ اس مادہ کی وجہ سے نہ ہو جس سے نجات پانا لازم ہوا گر اسی کی وجہ دردِ سر ہو تو مہندی کا فائدہ بہت عیاں ہے جب اسے پیسا جائے اور اسے سرکہ میں ملا کر پیشانی پر لگایا جائے تو دردِ سر کا آرام آجاتا ہے ۔یہ دردِ سر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سارے اعضاء کے ساتھ خاص ہے ۔

۲۔ الشیخ نے ابن ماجہ کی شرح میں لکھا ہے: ائمہ میں سے ایک گروہ جسے امام احمد، ابن اسحاق نے روزہ افطار ہو جانے کی روایت کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے ۔دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانا مکروہ ہیں ۔انہوں نے اس روایت کو شدت پر محمول کیا ہے ۔معنی یہ ہے کہ اس نے روزہ کو افطار کے لیے پیش کر دیا ۔

❀❀❀

بائیسواں باب

پیچش اور قئے کے بارے

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی ۔آپ نے مجھے فرمایا: میں تمہیں شکستہ حال کیوں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی: میں نے جلاب لیے ہیں ۔آپ نے فرمایا: کون سی دوا لی ہے؟ میں نے عرض کی: سرم ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اور سرم کا کیا تعلق؟ یہ گرم آگ ہے ۔تم سناء اور سنوت استعمال کیا کرو ۔ان میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج موجود ہے ۔امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ۔آپ نے پوچھا: تم کس سے جلاب لیتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: شبرم کے ذریعے ۔فرمایا: یہ گرم ہے گرم، پھر میں نے سناء کے ساتھ جلاب لیے آپ نے فرمایا: اگر کوئی ایسی چیز ہوتی جس میں موت سے شفاء ہوتی تو وہ سناء میں ہوتی ۔

ابن ماجہ، حاکم اور ابن مندہ نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی ۔ابونعیم الطب میں بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ۔آپ نے فرمایا: سنا اور سنوت کو لازم پکڑو ۔اس میں موت کے علاوہ ہر چیز کی دوا ہے ۔ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سنا کو لازم پکڑو ۔اس میں ہر مرض کا علاج ہے ۔

❀❀❀

تیئیسواں باب

داغ لگوانے کے بارے میں

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱- یہ موقف کہ آپ نے داغ لگوائے:

الحافظ نے لکھا ہے: میں نے ایک بھی صحیح روایت نہیں دیکھی کہ آپ نے داغ لگوائے ہوں، مگر امام قرطبی نے ادب النفوس از طبری سے منقول کیا ہے کہ آپ نے داغ لگوائے تھے۔ حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ روایت ہے کہ آپ نے اس زخم کی وجہ سے داغ لگوائے تھے جو آپ کو غزوۂ احد میں لگے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے چٹائی کو جلایا۔ اسے زخم میں بھر دیا۔ یہ مشہور داغ لگوانا نہیں ہے۔

۲- ضرورت کے بغیر اس کی ممانعت:

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں داغ لگوانے سے منع کیا۔ ہم نے داغ لگوائے تو ہم اس مقصد میں کامران و کامیاب نہ ہوئے۔

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع کیا۔ آپ گرم پانی پینے کو ناپسند کرتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر نے صحیح کے راویوں سے، ابن قانع نے سعد الظفری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع کیا ہے۔ آپ گرم پانی پینے کو ناپسند کرتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا۔ اسے استسقاء کا مرض لاحق تھا۔ ہم اسے اطباء کے پاس لے کر آئے۔ انہوں نے مجھے داغ لگانے کا حکم دیا۔ کیا میں اسے داغ لگاؤں؟ آپ نے فرمایا: اسے داغ نہ لگاؤ۔ اسے اہلِ خانہ کے پاس لے جاؤ۔ اس کے پاس سے اونٹ گزرا اس نے اس کے پیٹ پر مارا۔ پیٹ کا ورم ختم ہو گیا۔ وہ اسے لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اسے طبیبوں کے پاس لے کر آئے تو میں کہتا کہ آگ نے اسے شفا دی ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، مسدد اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: داغ کی جگہ تکمید، زخم پر گرم کپڑا رکھنا علاق (خالی پیٹ دوا) کی جگہ سعود اور نفع کی جگہ لدود (منہ کے گوشے سے ڈالی جانے والی دوا) ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داغنے اور

گرم کھانے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: تم ٹھنڈا کھانا کھایا کرو یہ برکت والا ہوتا ہے ارے! گرم کھانے میں کوئی برکت نہیں ہوتی۔

امام احمد، امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے داغ لگوائے یا دم کروایا وہ توکل سے بری ہو گیا۔

طیالسی، ابن حبان، مسدد، الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ انصار بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: ہمارے ساتھی کو سخت مرض لاحق ہو گیا ہے۔ اس کے لیے داغنے کا عمل تجویز کیا گیا ہے کیا ہم اسے داغ لگوا لیں۔ آپ خاموش رہے۔ ہم نے دوبارہ عرض کی تو آپ خاموش رہے ہم نے سہ بارہ عرض کی تو فرمایا: اسے گرم پتھر سے جلا دو۔ آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ ابویعلی کے الفاظ ہیں: اگر پسند کرو تو اسے داغ دو اور پسند کرو تو گرم پتھر سے اسے ختم کر دو۔ مسدد، ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے ایک شخص شدید بیمار ہو گیا۔ طبیبوں نے کہا: یہ داغے بغیر صحت مند نہیں ہو سکتا۔ اس کے اہل خانہ نے اسے داغنے کا ارادہ کیا۔ بعض نے کہا: نہیں! جب تک ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ نہ کر لیں۔ انہوں نے آپ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ شخص شفاء یاب ہو گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: یہ بنو فلاں کا صاحب ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ داغ لگوا لیتا تو لوگ کہتے یہ داغنے سے صحیح ہوا ہے۔

حارث نے مرسل حضرت علاء بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اسے مرض استسقاء تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بچہ مصیبت زدہ ہے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا میں اسے داغ لگا لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اسے داغ نہ لگواؤ۔ اس نے اتفاق کر لیا کہ وہ اسے داغ نہ لگوائے گی۔ اسے اونٹ سے مارا۔ اس کا پیٹ اس کے ساتھ لگا تو اس کے اندر کا مواد نکل گیا۔ وہ صحت مند ہو گیا وہ عورت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: میرے والدین آپ پر فدا! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ سے اجازت لی تھی کہ میں اپنے بچے کو داغ لگوا لوں مگر آپ نے مجھے منع کر دیا تھا اونٹ اس کے پاس سے گزرا۔ اس لیے اسے مارا اس کے پیٹ کا مواد اندر سے نکلا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تمہیں اذن دے دیتا تو تم کہتی: اسے آگ نے شفاء دی ہے۔

۳۔ بعض صحابہ کرام کو اپنے دستِ اقدس سے داغنا

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اکحل (رگ) میں تیر لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے نیزے کے پھل کے ساتھ اسے داغ دیا۔ اسے

ورم آگیا تو اسے دوبارہ داغ دیا۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے محمد بن عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ کو درد لاحق ہوگیا جسے اہل مدینہ طیبہ "الذبح" کہتے تھے۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے اسے داغا۔ ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں داغا۔

۴۔ بعض صحابہ کرام کے لیے داغنے کی توصیف کرنا

امام احمد، شیخان، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خندق کے روز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اکحل (رگ) میں تیر لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف طبیب بھیجا انہوں نے وہ رگ کاٹ دی پھر اسے داغا۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ انہیں 'ذبح'' کا درد تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے آگ سے پھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ شفاء یاب ہوجائیں۔

تنبیہات

۱۔ اطباء نے لکھا ہے کہ داغ اس سرکش پھوڑا کے لیے استعمال ہوتا تھا جس کا مادہ صرف داغنے سے ہی ختم ہو اس لیے آپ نے اس کی توصیف فرمائی پھر اس سے ممانعت فرمادی۔ آپ نے اسے اس لیے ناپسند فرمایا کیونکہ اس میں شدید درد اور بہت بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل عرب اپنی ضرب الامثال میں کہتے تھے کہ آخری دوا داغنا ہے۔ نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا، یا خلاف اولیٰ پر محمول کیا جائے گا۔ احادیث کا مجموعہ اسی کا تقاضا کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ انہیں بواسیر تھی۔ یہ جگہ خطرناک تھی لہٰذا آپ نے انہیں داغ لگوانے سے منع کر دیا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے داغ لگوائے لیکن وہ کامیاب نہ ہوتے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: داغ لگانے کی دو اقسام ہیں: (۱) صحیح کا داغ لگوانا تا کہ وہ مریض نہ بنے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ داغ لگانے والے نے توکل نہ کیا، کیونکہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ تقدیر اس سے ٹل جائے مگر تقدیر نہیں ٹلتی۔ (۲) زخم کو داغ لگوانا جبکہ وہ خراب ہوجائے جب عضو کو داغنا جب اسے کاٹا جائے اس کے لیے شریعت مطہرہ نے دوا مقرر کی ہے۔ اگر یہ داغنا کسی محتمل امر کے لیے ہو تو وہ خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس میں عذاب کے ساتھ غیر محقق امر کے لیے عذاب دینا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: اس روایات کو جمع کرنے سے لب لباب یہ نکلتا ہے فعل جواز پر دلالت کرتا ہے۔ عدم فعل منع پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو ترک کرنا۔ اس کے کرنے سے ارجح ہے۔ اسی لیے اس کے ترک پر تعریف کی گئی ہے۔ نہی یا تو از سبیل اختیار و تنزیہ ہے یا اس لیے کہ آدمی شفاء کے اس طریقہ کو متعین نہ کرلے۔

چوبیسواں باب

بخار کے متعلق فرامین

امام احمد نے ثقہ راویوں سے (ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا) ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخار کے متعلق فرمایا: اسے پانی سے ٹھنڈا کرو یہ جہنم کی شدت سے ہے۔ الطبرانی اور البزار نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے خود سے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ جب آپ کو بخار ہو جاتا تو آپ پانی کا مشکیزہ منگواتے اسے سراقدس پر انڈیلتے۔ اس سے غسل فرماتے۔

الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو بخار ہو جائے تو تین رات اس پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ الطبرانی نے عبدالرحمان بن مرقع سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں مسلمانوں نے پھل کھائے۔ انہیں بخار ہو گیا۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: بخار موت کا پیش رو ہے۔ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی قید ہے۔ مشکیزے میں پانی ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا کرو۔ اذان مغرب اور اذان عشاء کے مابین اسے خود پر انڈیلا کرو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو ان کا بخار اتر گیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئے اور عرض کی: آپ نے فرمایا: کوئی بھرا ہوا برتن بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ برا نہیں۔ اگر تم پیٹ بھر کر کھانا ہی چاہتے ہو تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھو۔

ابویعلی اور حاکم نے (انہوں نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے) نسائی اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو بخار ہو جائے تو تین راتیں وقت سحر اس پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔

امام احمد، شیخان نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد، بیہقی، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی گرمی سے ہے اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کیا کرو۔

بیہقی، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے، امام احمد، بیہقی، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے، بیہقی، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی تپش سے ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ امام احمد نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے۔ یہ جس مؤمن کو ہو جائے یہ آگ میں سے اس کا حصہ بن جائے گا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے اسے خود سے ٹھنڈے پانی سے دور کیا کرو۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوریحانہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے یہ مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہے۔ الطبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار میری امت کا آگ میں سے حصہ ہے۔ حضرت ابن قانع نے اسد بن کرز سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار اس طرح لغزشیں گرا دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے گراتا ہے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار موت کا پیش رو ہوتا ہے۔ یہ زمین میں رب تعالیٰ کی قید ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار موت کا قاصد ہوتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی زمین میں قید ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو محبوس کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ تم اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔

بزار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالمیاں ﷺ نے فرمایا: بخار ہر مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: بخار روز حشر مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہوگا۔ قضاعی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار ہر مؤمن کے لیے آگ میں سے حصہ ہوتا ہے۔ ایک رات کا بخار پورے سال کی خطاؤں کا کفارہ ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے سمرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ کو بخار ہو جاتا تو آپ پانی کا مشکیزہ منگواتے۔ اسے اپنے سر اقدس پر انڈیلتے اور غسل فرماتے۔ الطبرانی نے الکبیر میں عبدالبر بن سعید سے اور اپنی پھوپھو سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار ابن آدم کی خطاؤں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل نکال دیتی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار کو گالیاں نہ دیا کرو یہ گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل نکال دیتی ہے۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، ابونعیم نے الطب میں اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے تو بخار آگ کے ٹکڑے میں سے ہے۔ الطبرانی میں ہے: یہ آتش جہنم میں سے ہے۔ وہ اسے پانی کے ساتھ بجھائے۔ الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ اسے رواں نہر سے فائدہ لینا چاہیے وہ ادھر منہ کرلے جدھر سے پانی آرہا ہو وہ یوں کہے: بسم الله، اللهم اشف عبدك و صدّق رسولك۔ اسے یہ عمل نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے کرنا چاہیے اسے تین روز تک تین تین غوطے لگانے چاہیے۔ اگر وہ تین دنوں میں شفاء یاب نہ ہو تو پانچ دنوں تک۔ اگر شفاء یاب نہ ہو تو سات دنوں تک، اگر شفاء یاب نہ ہو تو نو دنوں تک اسی طرح کرنا چاہیے باذن الٰہی وہ نو دنوں میں ختم ہو جائے گا۔

امام نسائی، ابویعلی، حاکم، ابونعیم اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم

میں سے جسے بخار ہو جائے وہ تین راتیں وقتِ سحر اپنے سر پر ٹھنڈا پانی گرائے۔

تنبیہات

۱- آپ کا فرمان: اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ ایک روایت میں ٹھنڈے پانی کا ذکر ہے۔ اس سے مراد پانی سے دھونا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ٹھنڈا کرنا اور بجھانا اور درجہ حرارت کو اندر سے روکنا بخار میں اضافہ کرتا ہے، بعض اوقات یہ انسان کو ہلاک بھی کر دیتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد صفراوی بخار ہے مصنوعی طب والے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے مریض کو ٹھنڈا کرنا اسی طرح ہے کہ اسے ٹھنڈا پانی پلایا جائے اور اس کی اطراف کو اس کے ساتھ دھویا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے اور جسم کے مابین چھڑکاؤ کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مریض کی طرف سے پانی صدقہ کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے شفاء دے دے۔ جیسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اولیٰ وہ ہے جسے بخار کی تبرید کی کیفیت محمول کیا گیا ہے جیسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کرتی تھیں کہ وہ بخار والے شخص کے ہاتھوں اور کپڑے کے مابین پانی کا چھڑکاؤ کرتی تھیں۔ اس کا تعلق ان تعویذات کے ساتھ ہے جس کی اجازت دی گئی ہے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہ خصوصاً حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جیسی ذات والا جنہوں نے ہمیشہ آپ کے در اقدس کو لازم پکڑا آپ کی مراد کو دوسروں سے کہیں بہتر جانتی تھیں۔

۲- بخار کی جہنم کی طرف نسبت کیسے ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں اسی طرح ہے۔ وہ تپش جو بخار والے کے جسم سے نکلتی ہے وہ جہنم کے ٹکڑے کی ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ان اسباب کے ظہور کے ساتھ اس کے ظہور کو مقدر فرما دیا جو اس کا تقاضا کرتے تھے تاکہ بندے اس سے عبرت حاصل کریں۔ جیسے فرحت و لذت کی انواع جنت کی نعمتوں سے ہیں۔ اس نے ان کا اظہار عبرت اور راہ نمائی کے لیے کر دیا۔ دوسرے قول کے مطابق یہ خبر ہے جو از روئے تشبیہ وارد ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بخار کی حرارت جہنم کی گرمی کی حرارت کے مشابہ ہے تاکہ نفوس کو آگ کی حرارت کی شدت پر تنبیہ ہو سکے۔ یہ شدید حرارت اسی کی گرمی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔

۳- ابن القیم نے لکھا ہے کہ آپ کے فرمان پانی (الماء) میں دو اقوال ہیں۔ (۱) اس سے مراد ہر قسم کا پانی ہے یہی صحیح قول ہے۔ (۲) اس سے مراد آبِ زمزم ہے۔ اس شخص کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے کہ کیا اس سے مراد پانی صدقہ کرنا ہے یا اسے استعمال کرنا ہے۔ صحیح نظریہ یہی ہے کہ اس سے مراد اسے استعمال کرنا ہے۔ امام مازری نے تحریر کیا ہے۔

اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ علم طب ساری علوم سے زیادہ تفصیل کا محتاج ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک مریض کے لیے ایک ساعت میں ایک چیز اس کے لیے دوا بنتی ہے دوسری ساعت میں وہ اسی کے لیے مرض بن جاتی ہے جب کسی

ایک چیز کو ایک حالت میں ایک شخص کے لیے شفاء کا سبب فرض کر لیا جائے تو وہ چیز اس کے جیسے یا کسی اور کے لیے سارے احوال میں باعث شفاء نہیں ہو سکتی۔ اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ ایک مرض کا علاج عمر، زمانہ، عادت، تاثیر اور طبائع کی قوت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ یہ مخصوص وقت میں ہو اور ان خواص میں سے ہو جس کے متعلق آپ کو بذریعہ وحی بتایا گیا ہو اس وقت اہل طب کا سارا کلام کمزور ہو جاتا ہے۔

۴- ابن قیم نے آپ کے خطاب کو اہل حجاز کے ساتھ خاص کیا ہے یا ان کے آس پاس جو رہتے تھے کیونکہ ان کے اکثر بخار جو انہیں حادثاتی طور پر کچھ ایام کے لیے لاحق ہوتے تھے وہ سورج کی حرارت کی وجہ سے ہوتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے: اسی بخار میں پانی پینے اور غسل کرنے کے اعتبار سے فائدہ مند ہوتا ہے، کیونکہ بخار وہ حرارت ہے جو دل میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ روح اور خون کے ذریعے شریانوں اور رگوں کے ذریعے سارے بدن میں پھیل جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عرضیہ۔ یہ ورم، حرکت یا سورج کی تپش سے پیدا ہوتی ہے۔ (۲) مرضیہ: اس کی تین اقسام ہیں۔ (الف) وہ کسی مادہ سے ہو ان میں کچھ سارے بدن کو گرم کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کے تعلق کا مبداء روح ہو اسے حمی یوم کہا جاتا ہے کیونکہ یہ غالباً ایک دن میں اتر جاتا ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین ایام ہے۔ اگر اس کے تعلق کا مبداء اخلاط کے ساتھ ہو اسے عفنیہ کہا جاتا ہے اس کی چار اصناف ہیں۔ (الف) صفراویہ (ب) سوداویہ (ج) بلغمیہ (د) دمویہ۔ ان مذکورہ انواع کے ماتحت بہت سی اصناف افراد اور ترکیب کے اعتبار سے ہیں۔

❀❀❀

پچیسواں باب

جسے نظر لگی ہو اس کے متعلق اسوۂ حسنہ ﷺ

اس کی کئی اقسام ہیں:

۱- نظر حق ہے اور اس سے مرنے والے کثیر ہوں گے

ابو یعلی، طیالسی، بخاری نے التاریخ میں، حکیم، ضیاء بزار نے ثقہ راویوں سے سوائے طالب بن عسیب کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے اکثر لوگ قضائے الٰہی، اس کی کتاب اور تقدیر کے بعد نظر سے مرنے والے ہوں گے۔ ابو داؤد طیالسی، امام احمد، ابن حبان، حاکم، الطبرانی نے الکبیر اور ضیاء نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے نظر حق ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہے: جب تمہیں کوئی چیز پسند لگے تو اس کے لیے غسل کرو اور اس کے لیے برکت کے لیے دعا کرو۔ امام نسائی، ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے۔ جب وہ اپنے بھائی میں سے کسی ایسی چیز کو دیکھے تو اسے دم کرے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔ ابن قانع نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے قتل سے مستغنی ہوتا ہے۔ نظر حق ہے جب تم میں سے کوئی ایک ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند آئے یا اس کے مال میں سے کچھ پسند آجائے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔ نظر حق ہے۔ امام احمد، بزار ثقہ راویوں سے اور امام بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر اذن الٰہی سے کسی شخص کی دلدادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ بلند جگہ پر چڑھتا ہے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: میری امت کی قبور میں سے نصف قبریں نظر کی وجہ سے کھودی جائیں گی۔

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے حتیٰ کہ بلند ہونے والا نیچے آجاتا ہے۔ مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جا سکتی تو نظر ہوتی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور الکجی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے اس کے ساتھ شیطان اور بنو آدم کا حسد مختص ہے۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرو نظر حق ہے۔ ابن عدی، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت جابر سے، ابن عدی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے یہ اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جا سکتی تو نظر اس سے سبقت لے جاتی۔ جب تمہیں کوئی غسل کرنے کے لیے کہے تو غسل کیا کرو۔ ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ سے، امام احمد، بیہقی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے۔

۲۔ نظر سے دم کروانے کا حکم

ابو یعلیٰ، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے سہل بن مودود کے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمارے ہاں ایک مریض بچہ تھا۔ آپ نے پوچھا: اسے کیا

ہے؟ ہم نے عرض کی: اسے نظر لگی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے نظر کا دم کیوں نہ کرایا۔

امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہے۔ حکیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے انہیں دم کیوں نہ کرایا میری امت کی اموات میں سے ثلث نظر سے ہوں گی۔ امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہوئی ہے۔ بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی چیز دیکھی جو اسے پسند آگئی اس نے یوں کہا: ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ تو وہ اسے نقصان نہ دے گا۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دم نہیں مگر بخار سے یا نظر سے۔ الطبرانی نے حسن سند سے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں جاہلیت میں نظر کی وجہ بخار کا دم کرتا تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ میں نے پیش کیا تو فرمایا: اس سے دم کیا کرو کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو میں اس سے کسی انسان کو دم نہ کرتا۔ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز کو دیکھا جو اسے پسند آگئی تو اس نے پڑھا۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حکم فرماتے تھے کہ نظر سے دم کروایا جائے۔

۳۔ جس کی نظر لگے اسے وضو کرنے کا حکم وہ پانی اس پر چھڑکنے کا حکم جسے نظر لگی ہو

امام مالک، احمد اور ابن معین نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جس کی نظر لگ جاتی حضور اکرم ﷺ اسے وضو کرنے کا حکم دیتے، پھر اس پانی سے وہ غسل کرتا جسے نظر لگی ہوتی۔

امام مالک، امام احمد نے صحیح راویوں سے حضرت محمد بن ابی امامہ سے، ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے، ابن ابی شیبہ، الطبرانی اور نسائی نے صحیح کے راویوں سے عامر بن ربیعہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ کی طرف چلے جب آپ جحفہ میں ضرار کی گھاٹی میں تھے تو حضرت عامر نے کہا: میں اور حضرت سہل نکلے ہم کسی اوٹ کی تلاش میں تھے ہم نے اوٹ اور تالاب پالیا۔ ہم میں سے کوئی ایک حیاء کرتا تھا کہ وہ اس طرح غسل کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔ وہ مجھ سے چھپ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے یہ عمل کر لیا ہے تو انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور پانی میں داخل ہو گئے۔ میں نے انہیں ایک نظر دیکھا مجھے ان کی تخلیق بہت پسند آئی۔ وہ بہت زیادہ سفید اور عمدہ تخلیق کے شاہکار

تھے۔حضرت عامر نے کہا: بخدا! میں نے اتنا حسین شخص نہ دیکھا نہ ہی کسی دوشیزہ کی جلد اس طرح دیکھی۔اسی سے وہ نیچے گر پڑے۔شدتِ درد سے وہ کچھ سمجھ بھی نہ سکتے تھے۔حضرت عامر نے فرمایا: میں نے انہیں نظر لگا دی۔میں نے انہیں جالیا۔ان پر بخار کا لرزہ طاری تھا۔وہ پانی میں تھے۔میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور ساری صورتِ حال بیان کی حضرت محمد نے فرمایا: حضرت سہل کو اسی جگہ بخار ہو گیا۔شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ حضرت سہل کی خبر نہیں لیں گے وہ تو اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتے ان کا نام لشکر میں متعین کیا گیا ہے لیکن یارسول اللہ ﷺ! انہیں افاقہ نہ ہوگا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اٹھو آپ نے ان کی پنڈلی سے کپڑا اٹھایا پانی داخل کیا سینے تک پہنچے تو وہاں مارا۔یہ دعا مانگی: مولا! اس کی گرمی، سردی اور درد لے جا، پھر فرمایا: اٹھو۔وہ اٹھے۔حضرات محمد اور زہری کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کس نے انہیں نظر لگا دی ہے۔آپ سے عرض کی گئی: حضرت عامر نے، آپ نے انہیں بلایا۔ان سے ناراضگی کا اظہار کیا۔آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے۔جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی میں سے وہ چیز دیکھے جو اسے عمدہ لگے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔دوسری روایت میں ہے: آپ نے انہیں فرمایا: تم نے ان کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی، پھر آپ نے پیالے میں پانی منگوایا۔حضرت عامر کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ وضو کریں۔انہوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، قدموں کے اطراف اور ازار کا اندرونی حصہ پیالے میں دھویا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے حلق سے لے کر اپنے سر پر پھر کمر پر پانی چھڑک لیں، پھر اپنے پیچھے پانی چھڑک لیں۔انہوں نے اسی طرح کیا۔حضرت سہل لوگوں کے ساتھ عازم سفر ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں۔

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: وہ غسل جس پر میں نے اپنے علماء کو پایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے ساتھی کو نظر لگائی ہے وہ پیالے میں پانی لے کر آئے۔اسے زمین سے اوپر اٹھا کر پکڑے وہ شخص جس نے اپنے دوست کو نظر لگائی ہے وہ اپنا دایاں ہاتھ پانی میں ڈالے وہ کلی کرے پانی اس پیالے میں ڈال دے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کرے اپنے چہرے پر پانی ڈالے۔اسے پیالے میں ڈال لے پھر پیالے میں دایاں ہاتھ ڈالے۔بائیں ہاتھ کو پیالے میں کہنیوں تک دھوئے، پھر دونوں ہاتھ پیالے میں ڈال لے سینے کو ایک بار دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ پیالے میں داخل کرے۔اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر پیالے میں ایک دفعہ انڈیل لے، پھر دایاں ہاتھ داخل کرے اس سے اپنا بایاں ہاتھ کہنیوں تک پیالے میں دھولے، پھر اپنا بایاں ہاتھ داخل کرے اپنی کہنی میں ایک پانی پیالے میں انڈیلے پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کہنی کے ساتھ اسی طرح کرے، پھر اپنے دائیں پاؤں کی انگلیوں کی جڑیں پر اسی طرح کرے پھر بائیں پاؤں کی انگلیوں سے اسی طرح کرے۔ پھر اپنے ازار بند کے دائیں طرف کو دھولے، پھر وہ شخص اٹھے جس کے ہاتھ میں پیالہ ہے۔وہ پیچھے سے اس کے اوپر انڈیل دے جسے نظر لگی ہے پھر پیچھے سے سطح زمین پر وہ پیالہ اوندھا کر دیا جائے۔

۴- آپ نے حکم دیا کہ کھیت میں لکڑیاں نصب کر دی جائیں تا کہ اسے نظر نہ لگے

(بشرطیکہ یہ روایت ہو)

بزار نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لکڑیوں کو کھیتوں میں نصب کر دیا جائے۔ میں نے عرض کی: کیوں؟ آپ نے فرمایا: تا کہ انہیں نظر نہ لگے۔

تنبیہات

۱- نظر لگنے سے مراد وہ نظر ہے جو استحسان کے ساتھ ہو لیکن اس میں ملاوٹ ہو۔ یہ خبیث طبع سے آتی ہے اس سے اسے نقصان ہوتا ہے جسے نظر لگی ہو، بعض علماء کرام نے لکھا ہے یہ نظر اس زہر سے حاصل ہوتی ہے جو نظر لگانے والے کی نظر سے ہوا میں سے ہوتا ہوا اس کے جسم تک پہنچتا ہے جسے نظر لگی ہو۔ اس کی مثال وہ حائضہ ہے جو دودھ والے برتن میں ہاتھ ڈالتی ہے اور دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ہی ہاتھ پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد ڈالے تو دودھ خراب نہیں ہوتا۔ اگر صحیح شخص اس کو دیکھے جسے آشوب چشم ہو تو اسے بھی آشوب چشم ہو جاتا ہے۔

۲- آپ نے فرمایا: نظر لگنا حق ہے، یعنی اس سے کسی چیز کا پہنچنا ثابت اور موجود ہے امام مازری نے لکھا ہے: جمہور نے حدیث پاک کا ظاہری معنی مراد لیا ہے لیکن بدعتیوں کے ایک گروہ نے اس کا ایک اور معنی بھی مراد لیا ہے کیونکہ حضرت شارع علیہ السلام نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔

۳- بعض افراد نے اس اصابہ (پہنچنے) کو مشکل گمان کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: آنکھ دور سے کیسے عمل کر سکتی ہے حتیٰ کہ دوسرے شخص (معیون) کو اسی سے نقصان پہنچے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان میں ایسا زہر ہوتا ہے جو نظر لگانے والے کی آنکھ سے معیون کے بدن تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک شخص کی نظر لگ جاتی تھی اسی سے منقول ہے۔ جب میں کسی پسندیدہ چیز کو دیکھتا ہوں تو میں اپنی آنکھوں سے حرارت نکلتی ہوئی دیکھتا ہوں۔ اسی لیے اگر حائضہ دودھ والے برتن میں ہاتھ ڈالے تو اسے خراب کر دیتی ہے۔ اگر وہ اس میں پاک ہونے کے بعد ہاتھ ڈالے تو اسے خراب نہیں کرتی۔

۴- امام مازری نے لکھا ہے: جو امر اہل السنۃ کے طریقہ کے موافق ہے وہ یہ ہے کہ نظر، نظر لگانے والے کی آنکھ سے اس عادت کے مطابق نکلتی ہے جسے رب تعالیٰ نے رواں فرمایا ہے کہ وہ دوسرے سامنے والے شخص میں نقصان پیدا کر دے بعض اطباء کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نظر لگانے والے اپنی آنکھ سے زہر آلود قوت بھیجتا ہے جو معیون تک پہنچتی ہے تو اسے ہلاک کر دے، یا اسے کسی مصیبت میں گرفتار کر دے یا یہ زہر پہنچنے کی طرح ہے۔ رب تعالیٰ نے عادت رواں فرما دی ہے کہ اس سے نقصان ہوتا ہے لیکن فلاسفہ کا اس میں اختلاف ہے۔ رب

تعالیٰ نے اجسام اور ارواح میں بہت سے خواص اور قوتیں رکھ دی ہیں۔ جیسے اس شخص کے لیے بیان کیا جاتا ہے جو شرمندہ ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر سرخی نظر آتی ہے حالانکہ پہلے وہاں سرخی نہیں ہوتی اس طرح اس کا رنگ اسے دیکھ کر زرد ہوتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ بہت سے لوگ صرف دیکھنے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ اس واسطے کی وجہ سے ہیں جو رب تعالیٰ نے ارواح میں تاثیرات رکھ دیں ہیں۔ جن کا آنکھ کے ساتھ شدید ربط ہوتا ہے یہ موثر نہیں ہوتی تاثیر ارواح کی ہوتی ہے۔ ارواح اپنی طبائع خبیث کیفیات اور خواص میں مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں کچھ دیکھ کر ہی بدن میں تاثیر پیدا کر دیتی ہیں یہ اس روح کے دیکھنے اور اس کی خبیث کیفیت کی وجہ ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تاثیر رب تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے۔ اس کی تخلیق سے ہوتی ہے۔ اس کا انحصار اتصال جسمانی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس سے، کبھی معاینہ سے، کبھی دیکھنے سے اور روح کی کسی اور توجیہ سے ہوتا ہے۔

۵- ابن القیم نے لکھا ہے: علاج نبوی کا مقصود اس مرض سے شفاء ہے۔ یہ کبھی تعوذات سے، کبھی دم کرنے سے، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، الفاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ کا تعوذ مثلاً اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ و من کل عین لامۃ اسی طرح یہ تعوذ اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن برّ ولا فاجر من شر ما ینزل من السماء و من شر ما خلق وذرأ و برأ و من شر ما یعرج فیھا و من شرّ ما ذرأ فی الارض و من شر ما یخرج منھا و من شر فتن اللیل و النھار و من شر طوارق اللیل و النھار الا طارقا یطرق بخیر. یا رحمان!
جسے آنکھ لگنے کا اندیشہ ہو، اسے خدشہ ہو کہ دوسرے کو اس کی نظر لگے گی تو اسے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے اس کا دفاع کرنا چاہیے۔ اللھم بارك علیه جیسے کہ آپ نے حضرت عامر سے فرمایا: تم نے ان کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی۔

۶- نظر کا دفاع آپ کے اس فرمان سے ہو سکتا ہے۔ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو دم کرتے ہوئے کہا تھا: بسم اللہ ارقیك من كل شيء یوذیك من شر كل ذی نفس او عین حاسد اللہ یشفیك بسم اللہ ارقیك۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اس طرح ہے۔ بسم اللہ یبرئك من كل داء یوذیك و من شر حاسد اذا حسد و من شر كل ذی عین۔

۷- امام مازری نے لکھا ہے: ازار بند کے اندرونی حصے سے مراد وہ حصہ ہے جو لٹکا ہوتا ہے جو اس کی کمر کے دائیں سمت سے ملا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس کی شرمگاہ سے کنایہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے: اس سے مراد

وہ جسم ہے جو ازار کے ساتھ متصل ہوتا ہے، یا جسم پر ازار باندھنے کی جگہ مراد ہے، یا اس سے مراد ران کا اوپر کا حصہ ہے۔ یہ اس معنی کے اعتبار سے ہے جس کی تعلیل ممکن ہے اور عقل کی جہت سے اس کی وجہ کی پہچان ممکن ہے۔ یہ اسے رد نہیں کرتی کہ اس کا معنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ابن عربی نے لکھا ہے: اگر بدعتی نے توقف کیا تو ہم اسے کہیں گے۔ تجربہ اس کی تائید کرتا ہے۔ معاینہ اس کی تصدیق کرتا ہے یا کسی نے فلسفیانہ رنگ اختیار کیا تو اسے رد کرنا ظاہر ہے کیونکہ اس کے نزدیک دوائیں اس کے قوی کے ساتھ سلوک کرتی ہیں۔ کبھی یہ سلوک اس معنی کے اعتبار سے ہوتا ہے جس کا ادراک ہو سکتا ہے وہ اس راہ کو خواص کا نام دیتے ہیں۔

❀❀❀

چھبیسواں باب

مجذوموں کے بارے میں اسوۂ حسنہ

ابویعلیٰ، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ابویعلی اور الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت معاذ بن جبل سے الطبرانی اور الطیالسی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوموں کو لگاتار نہ دیکھا کرو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے نور نظر سے روایت میں یہ اضافہ کیا ہے۔ جب تم ان کے ساتھ گفتگو کرو تو تمہارے اور ان کے مابین ایک نیزے کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجذوم سے اس طرح گفتگو کرو کہ تمہارے اور اس کے مابین ایک یا دو نیزوں کا فاصلہ ہو۔

حارث نے ضعیف سند سے اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عسفان کی وادی سے گزرے تو آپ نے رفتار مبارک بڑھا دی۔ وہ مجذوموں کی وادی تھی۔ فرمایا: جذام کی ہر چیز بیماری لگاتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے شفاء بخشتا ہے۔ بخاری نے تاریخ میں اور ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے اس طرح بچاؤ کرو جیسے شیر سے بچاؤ کیا جاتا ہے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت سالم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خاک مدینہ طیبہ جذام سے شفاء عطا کرتی ہے۔ ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جذام

والے سے یوں ڈرو جیسے درندوں سے ڈرا جاتا ہے جب وہ کسی وادی میں آئے تو تم دوسری وادی میں چلے جاؤ۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حمام سے نکلنے کے بعد قدموں کو ٹھنڈے پانی سے دھونا جذام سے امان ہے۔ ابن نجار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناک میں بال اگنا جذام سے امان ہے۔

ائمہ اربعہ اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کے ساتھ کھاؤ۔ اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور اس پر ایمان لاتے ہوئے۔ حارث نے ضمرہ بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ریحان اور انار کی لکڑی سے خلل کرنے سے منع فرمایا۔ فرمایا: یہ جذام کی رگ کو حرکت دیتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلے کو کس نے بیمار کیا۔ امام احمد، بیہقی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم اور امام احمد نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی متعدی نہیں کوئی صفر نہیں کوئی ہامہ نہیں۔

امام احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ، ہامہ، صفر اور غول نہیں ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی عدوی، ہامہ اور طیرہ نہیں۔ میں عمدہ فال کو پسند کرتا ہوں۔ امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عدوی نہیں، طیرہ نہیں نحوست تین اشیاء میں ہوتی ہے۔ (۱) گھوڑے میں۔ (۲) عورت میں۔ (۳) گھر میں۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی ہامہ نہیں کوئی عدوی نہیں کوئی بدشگونی نہیں۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہو سکتی ہے۔ امام احمد، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بدشگونی نہیں، اس میں عمدہ نیک فال ہے وہ پاکیزہ کلمہ ہے جسے تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

امام احمد، بیہقی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ کوئی بدفالی نہیں۔ مجھے عمدہ فال پسند ہے۔ عمدہ فال عمدہ بات ہے۔ ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں۔ کوئی بدشگونی نہیں کوئی نوء نجوم کی تاثیر نہیں نہ ہی کوئی صفر ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ اور ہامہ نہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ایک اونٹ خارش زدہ ہو تو سارے اونٹوں کو خارش لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ تقدیر میں سے ہے۔ پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی؟ امام احمد اور امام بخاری نے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ، ہامہ اور صفر نہیں مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

ابن السنی نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شگون میں سے عمدہ ترین اچھی فال ہے۔ یہ کسی مسلمان کو لوٹاتی نہیں ہے۔ جب تم شگون میں سے ایسا امر دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو یوں کہو۔

اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت و لا یذھب بالسیّات الا انت و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

ابو داؤد نے حضرت قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیافہ (پرندہ کو اڑانا) بدشگونی اور الطرق (کنکریاں پھینکنا) شیطانی اعمال ہیں۔ امام احمد، امام بخاری نے الادب میں، ائمہ اربعہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نحوست گھر، عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے۔ امام احمد نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں کوئی بدشگونی نہیں، کوئی حسد نہیں۔ نظر لگنا حق ہے۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں کوئی ھامہ نہیں۔ پہلے کو کس نے بیمار کیا تھا؟ ابو یعلی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہامہ نہیں کوئی صفر نہیں کوئی مریض تندرست کو بیمار نہیں کرتا۔ ابو یعلی، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمیر بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں، کوئی طیرہ نہیں کوئی ہامہ نہیں کیا تم ایسا اونٹ نہیں دیکھتے جو صحراء میں ہوتا ہے وہ وقت صبح وہ اپنے گڑھے میں یا مراح میں ہوتا ہے حالانکہ وہ پہلے اس طرح نہیں ہوتا۔ پہلے کو بیمار کس نے کیا؟ الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایک خارش زدہ بکری لیتے ہیں اسے دوسری بکریوں میں پھینک دیتے ہیں انہیں بھی خارش لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اعرابی! پہلی بکری کو خارش کس نے لگائی؟

امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے بدشگونی نے کسی حاجت سے واپس کر دیا اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یوں کہے: اللھم لا خیر الا خیرك و لا طیر الا طیرك و لا الہ الا انت۔

البزار نے اسی طرح کی روایت حضرت بریدہ سے نقل کی ہے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: زیتون کھاؤ۔ اس کو بطور تیل استعمال کرو اس میں ستر امراض سے شفاء ہے ان میں سے ایک جذام بھی ہے۔ حکیم اور بغوی نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بدفالی نہ لیتے تھے مگر آپ عمدہ فال لیتے تھے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ضمرہ بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ریحان اور انار کی لکڑی سے خلل فرمانے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا: یہ جذام کی رگوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔

اسی میں حضرت قبیصہ بن ذؤیب سے روایت ہے کہ حضور داعی اعظم ﷺ نے فرمایا: آس اور ریحان کی لکڑی سے خلل نہ کیا کرو۔ مجھے ناپسند ہے کیونکہ یہ جذام کی رگوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اسی میں امام اوزاعی نے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آس کی لکڑی سے خلال کرنے سے منع کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ جذام کی رگ کو سیراب کرتی ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو عمر رسیدہ شخص بھی اسلام میں چالیس سال بسر کرتا ہے رب تعالیٰ اس سے مصائب کی تین انواع کو پھیر لیتا ہے۔ جنون، جذام اور برص۔ اسی میں انہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اسے جنون، جذام اور برص سے عافیت لکھ دی جاتی ہے۔ اسی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناک میں بال جذام سے امان ہیں۔ اسی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ناک اور کانوں میں بال ہونا جذام سے امان ہیں۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نبی محتشم ﷺ نے فرمایا: چار امراض کو ناپسند نہ کیا کرو۔ آشوب چشم کو مکروہ نہ سمجھا کرو۔ یہ اندھے پن کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ زکام کو ناپسند نہ کیا کرو یہ جذام کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے کھانسی کو ناپسند نہ کیا کرو یہ فالج کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے پھوڑوں سے نفرت نہ کیا کرو۔ یہ برص کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

تنبیہات

۱۔ لاعدویٰ: یعنی مرض ایک مریض سے کسی دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا یا آپ نے اس سے منع فرما دیا کہ ایسا عقیدہ رکھا جائے یا کوئی مرض بالطبع متعدی نہیں ہوتا، بلکہ قضاء الٰہی سے متعدی ہوتا ہے۔ اس کی تقدیر سے متعدی ہوتا ہے۔ اس نے مجذوم میں عادت رواں فرما دی ہے کہ متعدی ہوتا ہے یہ رب تعالیٰ کا فعل اور اس کی تخلیق ہے۔ ابن بطال نے لکھا ہے: لاعدویٰ عام مخصوص ہے یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا سوائے مجذوم سے۔ ولا نوء... ولا طیرۃ۔

۲۔ بدشگونی جیسے اہل عرب پرندہ اڑا کر شگون لیتے تھے۔ وہ ہرن اور پرندوں کو بھگاتے تھے جب وہ دائیں طرف مڑتے تو انہیں چھوڑ دیتے۔ اپنے کام کے لیے چلتے جاتے۔ اگر وہ بائیں طرف مڑتے تو اس سے بدفالی لیتے ہوئے واپس آجاتے۔ شریعتِ پاک نے اسے باطل فرما دیا ہے۔ آپ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ اس کا نفع اور

نقصان میں کوئی اثر نہیں ہے۔ تین چیزوں میں نحوست ہونا اس کے معارض نہیں، کیونکہ یہ معنی میں مستثنیٰ منہ ہے یہ عام مخصوص ہے۔ جیسے خطابی نے کہا ہے۔

۳۔ ولا ھامۃ: یہ ایک پرندے کا نام ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ الو ہے۔ اہل عرب کہا کرتے تھے کہ جب یہ کسی کے گھر پر گر پڑتا تو اسے مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ میت کی ہڈیاں ہامہ بن جاتی ہیں اور اڑتی رہتی ہیں۔

۴۔ ولا صفر: یہ سانپ ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے یہ جانوروں اور لوگوں تک پہنچتا ہے۔ یہ خارش سے زیادہ متعدی ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ مرض ہے جو پیٹ میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق محرم کو صفر تک مؤخر کرنا ہے۔

❁❁❁

ستائیسواں باب

پچھڑی کا علاج

بزار نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں ریشم پہننے کا حکم دیا۔ امام بخاری نے ان سے اور ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ دوسری روایت میں ہے:

آپ نے انہیں اس لیے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی کیونکہ انہیں خارش تھی احتمال ہے جیسے الحافظ نے لکھا ہے کہ دونوں میں سے ایک مرض دونوں میں سے کسی ایک شخص کو ہو۔ یہ خارش پچھڑیوں کی وجہ سے ہو۔ بیماری کی نسبت کبھی سبب اور کبھی مسبب کی طرف کر دی ہو۔ ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں ریشم کی سفید قمیص پہننے کی اجازت دے دی۔

❁❁❁

اٹھائیسواں باب

جادو کا علاج

امام احمد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ ناشتہ

میں عجوہ کھجور کھانا ہر جادو اور زہر کا علاج ہے۔ مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: عجوہ عالیہ میں شفاء ہے۔ یہ نہار منہ کھانا تریاق ہے۔

شیخان نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا) جس نے صبح عجوہ سات کھجوریں کھالیں اسے اس روز زہر یا جادو اثر نہیں کر سکتا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جس نے ان دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی سات کھجوریں کھالیں۔ اسے تا شام زہر نقصان نہیں دے سکتا۔

تنبیہات

۱۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ جادو سے غیر اللہ کائنات اور مقادیر کی تعظیم کی جاتی ہے یہ بالاجماع کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ امام مالک نے فرمایا ہے: جادوگر کافر ہے اسے قتل کر دیا جائے گا اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔ اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام نووی نے لکھا ہے: کبھی یہ کفر ہوتا ہے اور کبھی کفر نہیں ہوتا بلکہ بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر اس میں ایسا قول یا فعل ہو جو کفر کا تقاضا کرے تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ اس کا سیکھنا حرام ہے۔ اگر اس میں ایسا عمل یا فعل نہ ہو جو کفر کا تقاضا کرے تو اس کے فاعل کا عذر قبول کیا جائے گا۔ اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ ہمارے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ مر گیا تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا: احمد بن محمد بن حنبل نے فرمایا: صحابہ کرام اور تابعین کے ایک گروہ سے یہی مروی ہے:

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس کی کوئی حقیقت ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ جمہور علماء نے یہی قطعی قول کیا ہے عام علماء کرام کا یہی قول ہے۔ کتاب اور صحیح مشہور روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں، یا اس کی کوئی حقیقت نہیں یہ ابو جعفر استر باذی شوافع میں سے، ابو بکر رازی احناف میں سے اور ایک گروہ کا مؤقف ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: نزاع کا مقام یہ ہے کہ کیا جادو سے اعیان تبدیل ہوتے ہیں یا نہیں جس نے اسے صرف تخیل کہا ہے اس نے اس سے منع کیا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی حقیقت ہے تو انہوں نے یہ اختلاف کیا ہے کہ کیا اس کی تاثیر ہوتی ہے کہ یہ مزاج کو تبدیل کر دے اس صورت میں یہ امراض کی انواع میں سے ایک نوع ہوگا اور تبدیلی پر منتہی ہوگا جیسے جماد کا حیوان بن جانا یا اس کے برعکس۔ جمہور علماء کا مؤقف پہلا ہے امام مازری لکھتے ہیں: جمہور علماء نے جادو کو ثابت کیا ہے کیونکہ عقل انکار نہیں کرتی کہ رب تعالیٰ جادوگر کے باطل سے آراستہ کلام کے ذریعے خلاف عادت امر واقع کر دے۔ یا اجسام کو مرکب کر دے، یا قوی کو مخصوص ترتیب پر ملا دے اس کی مثال یہ ہے کہ بعض ماہر اطباء بعض جڑی بوٹیوں کو دوسری سے ملا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ جڑی بوٹی جو انفرادی طور پر نقصان دہ

ہوتی ہے وہ مرکب بن کر نفع آور بن جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جادو کی تاثیر اس سے زائد نہیں ہوتی جتنی اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہے کیونکہ یہ ڈرانے کا مقام ہے۔ از رُوئے عقل صحیح یہ ہے کہ اس کی تاثیر اس سے زائد ہوتی ہے۔ اگرچہ آیت طیبہ کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن زیادہ کی ممانعت کی نص نہیں ہے۔ امام مازری نے لکھا ہے:

"جادو، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق یہ ہے جادو اقوال اور افعال کے نزاع کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ جادوگر کے لیے وہ حاصل ہو جائے جو اس کا ارادہ ہے کرامت اس کی محتاج نہیں ہوتی۔ یہ غالباً اتفاقاً وقوع پذیر ہوتی ہے معجزہ کرامت سے چیلنج کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔"

❁❁❁

انتیسواں باب

آشوبِ چشم اور کمزور نظر کا علاج

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، شیخان اور ابن ماجہ، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت سعید ابن زید سے، ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس سے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھمبی اس من سے ہے جسے رب تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر اتارا تھا، یا یہ من وسلویٰ سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے باعثِ شفاء ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سرموں میں سے بہترین اثمد ہے یہ بال اگاتا ہے بصارت کو جلا بخشتا ہے۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اثمد سرمہ" استعمال کیا کرو۔ یہ بال اگاتا ہے۔ قذارت کو ختم کرتا ہے بصارت کو صاف کرتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اثمد سرمہ استعمال کیا کرو یہ بال اگاتا ہے بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عاشوراء کے روز اثمد کا سرمہ ڈالا اسے کبھی آشوب چشم لاحق نہ ہوگا۔

امام احمد نے حضرت معبد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشک آلود سرمہ استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ بال اگاتا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ میں حضرت نعمان انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اثمد بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ بال اگاتا ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں، طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے اور ابن نجار نے حضرت ابو ہریرہ سے، عبد بن

حمید، ابن ماجہ، ابن منیع، ابویعلی، عقیلی نے ضعفاء میں، ضیاء نے حضرت جابر سے، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے، ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن السنی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام بغوی نے مسند میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ یہ بال اگاتا ہے آنکھ کو مضبوط کرتا ہے۔ ابونعیم اور ابن السنی نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کھمبی کو لازم پکڑو۔ یہ مَن میں سے ہے اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

امام بغوی، امام بیہقی اور دیلمی نے حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع اعظم ﷺ نے فرمایا: دن کے وقت تم روزہ کی حالت میں اثمد سرمہ استعمال نہ کیا کرو۔ رات کے وقت تم اثمد سرمہ استعمال کیا کرو، یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ امام احمد اور الطبرانی نے جید سند سے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کھمبی مَن میں سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔ ابونعیم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کھمبی مَن سے، مَن جنت سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی غم نہیں مگر دین کا غم کوئی درد نہیں مگر آنکھ کا درد۔ اسی کتاب میں حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اثمد مروّح سے سرمہ استعمال کیا کریں۔ روزہ دار اس سے بچے۔ عبدالعزیز نے کہا: میرے والد گرامی حضرت نعمان سے پوچھا گیا: مروّح سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: مسک۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی۔ انہوں نے ان پر ایلوا لگایا۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آشوبِ چشم سے نفرت نہ کیا کرو یہ اندھے پن کی رگ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضرت صہیب نے فرمایا کہ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجوریں پڑیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں اسے دوسرے گوشے سے کھا رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ دوسری روایت میں ہے: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں اور چورائی گئی روٹی تھی۔ میری آنکھوں میں تکلیف تھی۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: صہیب! تم کھا رہے ہو حالانکہ تمہیں آشوب چشم ہے میں نے عرض کی: میں صحیح طرف سے کھا رہا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ مزاح کر لیتا تھا۔ آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ میں نے آپ کے دندان مبارک دیکھ لیے۔ اسی کتاب میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کی کسی زوجہ محترمہ کو آشوبِ چشم ہو جاتا تو آپ اس کے قریب نہ جاتے حتیٰ کہ اس کی آنکھ درست ہو جاتی۔

تنبیہات

۱- آشوبِ چشم گرم ورم ہے جو معدہ سے دماغ کی طرف چڑھتا ہے۔ اگر یہ ناک کے نتھنوں کی طرف چڑھے تو زکام پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ آنکھ کی سمت جائے تو آشوبِ چشم پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ حلق اور نتھنوں کی طرف بڑھے تو خناق پیدا کرتا ہے۔ یہ سینے کی طرف جاتے تو نزلہ پیدا کرتا ہے۔ جب دل کی طرف بڑھے تو دیوانگی پیدا کرتا ہے اگر یہ نیچے نہ اترے تو گذرگاہ کو تلاش کرتا ہے۔ اگر گذرگاہ نہ ملے تو یہ دردِ سر پیدا کر دیتا ہے۔

کھمبی من سے ہے۔ کھمبی سے مراد وہ نبات ہے جس کے پتے نہیں ہوتے نہ تنا ہوتا ہے یہ کاشت کیے بغیر زمین میں پائی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا تعلق اس من سے ہے جو بنو اسرائیل پر اترا تھا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ من کی اس قسم سے تھا جو رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا جو اس نے بنو اسرائیل پر نازل کیا تھا وہ ترنجبین کی مانند تھا جو درخت پر گرتا تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کھمبی وہ چیز ہے جو تکلف کے بغیر بوئے بغیر اگتی ہے۔ اسے پانی بھی نہیں دیا جاتا۔ کھمبی کی یہی خصوصیت ہے یہ اس حلال کے لیے ہے جس کے اکتساب میں کوئی شبہ نہیں۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس کا آنکھ کے لیے شفاء ہونے میں دو امور مراد ہیں۔ (ا) اس کا پانی حقیقت میں شفاء ہے لیکن اس مؤقف کے حاملین کہتے ہیں کہ اسے خالص انداز میں استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا استعمال کیسے ہوگا اس کے متعلق ان کی دو آرا ہیں:

۱- انہیں ان ادویہ میں ملا دیا جائے گا یہ ابوعبید کا قول ہے۔

۲- اسے شق کیا جائے گا اسے انگارے پر رکھا جائے گا حتیٰ کہ اس کا پانی ابلنے لگے پھر سرمچو اس سوراخ میں رکھ دیا جائے گا۔ یہ نیم گرم ہوگا تو اس کا پانی سرمہ کی طرح استعمال کیا جائے گا کیونکہ آگ اسے نرم کر دیتی ہے اس کے فالتو فضلات کو ختم کر دیتی ہے نفع بخش چیز باقی رہ جاتی ہے۔ جب یہ خشک اور ٹھنڈی ہو تو اس کے پانی میں سرمچو نہ ڈالا جائے گا۔ اس طرح کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ اس کی ایک اور دوا بھی ہے وہ یہ کہ کھمبی کو نئی ہنڈیا میں ڈالا جائے اس پر پانی انڈیلا جائے۔ اس کے ساتھ نمک نہ ہو پھر ایک نیا ڈھکنا لیا جائے جس کا منہ ہو اسے اس ہنڈیا میں رکھا جائے اس میں کھمبی کے جو بخارات گریں اسی کو سرمہ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

ابن واقف نے لکھا ہے کہ کھمبی کا پانی جب اکٹھا کیا جائے۔ اس میں اثمد ملا لیا جائے جب انہیں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو یہ آنکھ کے لیے ایک بہترین دوا بن جاتی ہے۔ جب اس سے سرمہ استعمال کیا جائے تو پلکیں قوی ہوتی ہیں قوت کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ اس سے آنے آتے مصائب اس سے ٹلتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے تحریر کیا ہے۔ جب کھمبی کے پانی کو استعمال کیا جائے۔ یہ آنکھ کے لیے حرارت سے برودت کے لیے ہو تو اس کا پانی مجرد شفاء ہوگا ورنہ مرکب۔ ایک قول

یہ ہے کہ یہ مطلق شفاء ہے۔

❁❁❁

تیسواں باب

عرق الکلیہ کا علاج

حارث اور ابونعیم نے الطب میں، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلو کا درد عرق الکلیہ ہے جب اس میں حرکت ہو اور یہ اپنے صاحب کو تکلیف دے تو ابلے ہوئے پانی اور شہد کے ساتھ اس کا علاج کرو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلو کا درد عرق الکلیہ ہے جب اس میں حرکت پیدا ہو اور یہ اپنے صاحب کو اذیت دے تو اس شخص کا علاج ابلے ہوئے پانی اور شہد سے کرو۔ اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو پہلو کا درد ایک ماہ تک رہا ہم اسے عرق الکلیہ کہتے تھے۔

❁❁❁

اکتیسواں باب

دل کے مریض کا علاج

ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بیمار ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے میرے سینے پر دستِ اقدس رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ نے فرمایا: تم دل کے مریض ہو بنو ثقیف کے طبیب حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ وہ طبیب شخص ہے وہ مدینہ طیبہ کی عجوہ سات کھجوریں لے۔ انہیں ان کی گٹھلیوں سمیت چبائے، پھر وہ تمہارے منہ میں ڈال دے۔

ابن مندہ نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں مریض ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری عیادت کی۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا، پھر آپ نے حارث سے فرمایا: سعد کے اس مرض کا علاج کرو جس میں وہ مبتلا ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے میرے سینے پر دست اقدس رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ آپ نے فرمایا: تم دل کے مریض ہو حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ وہ طبیب ہے وہ مدینہ طیبہ کی عجوہ

کھجوروں میں سے پانچ لے۔انہیں گٹھلیوں سمیت چبائے پھر وہ تمہارے منہ میں ڈال دے۔

امام احمد، حارث نے اس سند میں ابن لہیلہ ہے۔امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔عبدالرزاق نے بنوزہرہ کے ایک شخص اور معمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کے دودھ اور ابوال میں پیٹ کے مرض کا علاج ہے۔

ابونعیم نے "الطب" میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت آ گیا ہے۔آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا، حتیٰ کہ تم سے ایک قوم کو فائدہ اور دوسری کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔آپ نے حارث بن کلدہ سے فرمایا: سعد کے مرض کا علاج کرو۔آپ نے فرمایا: بخدا! مجھے امید ہے کہ اس کی شفاء اس چیز میں ہے جو ان کے کجاوے میں ہے کیا تم میں سے کسی کے پاس عجوہ کھجوریں ہیں۔صحابہ کرام نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: ان کے لیے لونگ لو۔اسے میتھی کے ساتھ کھجوروں میں ملاؤ، پھر اس میں گھی ملاؤ پھر یہ مرکب انہیں پلاؤ۔یہ پی کر وہ فوراً تندرست ہو گئے۔اسی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ کے اہل میں سے کسی کو بخار آ لیتا آپ شوربہ بنانے کا حکم دیتے۔آپ فرماتے تھے: یہ غمزدہ دل کی اصلاح کرتا ہے۔بیمار کے دل سے غم کو دور کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک پانی سے اپنے چہرے کی میل کو دور کرتا ہے۔اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کے دودھ اور ابوال میں پیٹ کے مرض کی شفاء ہے۔اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرینہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: ہم مدینہ طیبہ آئے ہیں تو ہمارے پیٹ پھول گئے ہیں۔دیگر اعضاء کمزور ہو گئے ہیں۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کے اونٹوں کے چرواہوں کے پاس جائیں ان کے دودھ اور ابوال پئیں۔انہوں نے ان کے دودھ اور ابوال پیئے تو اس کے پیٹ سکڑ گئے۔

اسی روایت میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جنگل کے اونٹوں کے دودھ اور ابوال پیو۔اسی میں شیخین سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔اس نے اسے شہد پلائی۔وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے اسے شہد پلایا مگر اس کی تکلیف میں اضافہ ہوا۔آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔اس نے تیسری یا چوتھی بار عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا رب تعالیٰ نے اسے شفاء دے دی۔آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔

تنبیہات

۱۔ حارث بن کلدہ کو بعض سیرت نگاروں نے صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس کا اسلام صحیح

نہیں۔الحافظ نے لکھا ہے: اس روایت میں اہل ذمہ سے طب میں مدد لینے کے جواز کی دلیل ہے۔اذرعی نے لکھا ہے:

۲- اس روایت میں عام خطاب ہے جس سے خاص مراد ہے۔جیسے اہل مدینہ طیبہ اور ان کے پڑوسی، اہل مدینہ طیبہ کی کھجور دوسروں کے لیے گندم کی مانند ہے۔دوسرے مریضوں کے لیے اس میں خصوصیت ہے۔خصوصاً مدینہ طیبہ کی کھجوریں خصوصاً عجوہ کھجور۔اس کی سات تعداد میں ایک اور خاصیت ہے۔صحیحین میں ہے: جس نے وقت صبح عالیہ کے سات کھجوریں کھائیں اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں دے سکتا۔

۳- علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اہل حجاز خطا کی جگہ کذب کا لفظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔امام رازی نے لکھا ہے: شاید آپ نے نورِ وحی سے یہ جان لیا تھا کہ اس شہد کا فائدہ عنقریب ظاہر ہوگا۔اگرچہ فوراً اس کا فائدہ ظاہر نہ ہوا، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عنقریب اس کا فائدہ عیاں ہوگا، بعض ملحدوں کے اس اعتراض کی طرف توجہ نہ دی جائے گی کہ شہد دست آور ہے۔اسے اس کے لیے کیسے تشخیص کیا جا سکتا ہے جسے دست لگے ہوں کیونکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ان کا علم ناقص ہے۔اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مرض کا علاج عادت، زمانہ، غذاء، تدبیر اور قوت طبیعہ کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔اسہال کے کئی اسباب ہیں۔ان میں سے ایک ہیضہ ہے جو بدہضمی سے پیدا ہوتے ہیں۔اطباء کا اتفاق ہے کہ اس کا علاج طبیعت کے ترک اور فعل سے ہو سکتا ہے۔اگر اسے دست آور دوا کی ضرورت ہو تو اسے وہ دوا دی جائے گی جب تک اس میں طاقت ہو۔گویا کہ اس شخص کو بدہضمی کی وجہ سے اسہال لگے تھے۔آپ نے اس کے لیے شہد تجویز کیا تا کہ وہ فضلات جو معدہ اور آنتوں کے اردگرد جمع تھے وہ نکل جائیں کیونکہ شہد میں جلا ہوتی ہے۔یہ ان فضول اشیاء کو دفع کرتا ہے جو معدہ کے ساتھ چپک جاتے ہیں اور غذاء کو معدہ میں قرار پذیر نہیں ہونے دیتے معدہ کے اسی طرح ریشے ہوتے ہیں جیسے تولیہ کے ریشے ہوتے ہیں۔جب ان کے ساتھ کوئی مادہ مل جائے تو وہ انہیں خراب کر دیتا ہے۔ان تک پہنچنے والی غذا کو خراب کر دیتا ہے اس کی دوا وہی ہے جو معدہ کو اس فضلات سے صاف کر دے اس مقصد کے لیے شہد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ گرم پانی ملایا جائے۔اس کا پہلی بار فائدہ نہ دینا کیونکہ دوا کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مقدار اور کمیت مرض کے برابر ہو۔اگر یہ کم ہو تو فائدہ نہیں دیتی۔اگر یہ مقدار زائد ہو جائے یہ قوت کمزور کر دیتی ہے۔اس سے اور نقصان ہوتا ہے۔گویا کہ اس شخص نے پہلے اتنی مقدار دی جس نے مرض کا مقابلہ نہ کیا۔آپ نے اسے دوبارہ پلانے کا حکم دیا۔جب اسے بار بار شہد پلایا گیا وہ مرض کے برابر ہوگئی تو وہ اذنِ الٰہی سے شفاء یاب ہوگیا۔

❁❁❁

بتیسواں باب

عرق النساء کا علاج

امام احمد، حاکم نے صحیح کے راویوں سے، ضیاء، الطبرانی نے اوسط میں، ابویعلی، ابن ماجہ اور ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرق النساء کے علاج کے لیے عربی مینڈھے کی پشت کا گوشت لیتے تھے جو سیاہ رنگت کا ہوتا تھا۔ نہ بڑا ہوتا نہ ہی چھوٹا ہوتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: عرق النساء کا علاج وہ عربی بکری ہے جسے پگھلایا جائے۔ دوسری روایت میں ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جائیں۔ انہیں پگھلایا جائے۔ اچھی طرح پگھلایا جائے۔ اسے تین اجزاء میں منقسم کیا جائے ہر روز ایک حصہ پی لیا جائے، یا اسے نہار منہ پی لیا جائے۔ حضرت انس نے فرمایا: میں نے ایک سو سے زائد ایسے مریضوں کو یہ علاج بتایا۔ وہ سب شفاء یاب ہو گئے، یا میں نے تین سو افراد کا اس طرح علاج کیا۔ وہ سب شفاء یاب ہو گئے۔

امام احمد نے ایک انصاری شخص سے اور اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا یہ علاج تجویز کیا ہے کہ ایک عربی مینڈھا لے لیا جائے جو نہ چھوٹا ہو اور نہ ہی بڑا ہو۔ اسے پگھلا لیا جائے پھر اس کے تین اجزاء بنا لیے جائیں۔ ہر حصہ ہر روز نہار منہ پیا جائے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مینڈھا خریدا یا اسے ہدیہ دیا گیا تو وہ اس کے تین حصے بنا لے ہر روز وہ مریض نہار منہ ایک حصہ پی لے۔ اگر وہ چاہے تو اسے پگھلا لے یا اسے کھا لے، یعنی مینڈھے کی پشت کا گوشت عرق النساء کا علاج ہے۔

الطبرانی نے تینوں کتب میں جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا علاج تجویز فرمایا کہ مینڈھے کی پشت کا گوشت لیا جائے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، پھر اسے پگھلا لیا جائے ہر روز ایک حصہ نہار منہ پی لیا جائے۔ وہ چاہے تو اسے کھا لے یعنی یہ مینڈھا عرق النساء کا علاج ہے۔

الطبرانی نے تینوں میں جید سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا علاج یہ تجویز فرمایا۔ مینڈھے کی پشت کے گوشت کو تین حصوں میں منقسم کر لیا جائے پھر اسے خوب پگھلایا جائے ہر حصہ کو ہر روز تین ایام تک نہار منہ پیا جائے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یہود بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ابوالقاسم! ہمیں اس چیز کے بارے بتائیں جو حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے خود پر حرام کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جنگل میں رہتے تھے۔ انہیں عرق النساء کا مرض تھا۔ انہوں نے کسی چیز کو نہ پایا جس کے ساتھ وہ علاج کرتے سوائے اونٹوں کے گوشت اور دودھ کے۔ اسی لیے انہوں نے انہیں حرام کر

لیا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

تنبیہ

نسا۔ یہ ایک مرض جو رگ میں ہوتا ہے اس کی طرف اضافت [illegible]
ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ یہ درد [illegible]
حصے میں جوڑ سے شروع ہوتی ہے اور قدم کے آخر میں ٹخنے کے پیچھے [illegible]
کے ساتھ خاص ہے جو ان کے ارد گرد رہتے ہیں۔ یہ ان کے لیے بہت [illegible]
کبھی یہ اس غلیظ مادہ سے پیدا ہوتی ہے جو چپک جاتا ہے اس کا علاج اسہال [illegible]
ہیں۔ پختگی اور نرمی۔ اس مرض کا علاج ان دونوں امور کا محتاج ہوتا ہے [illegible]
بے کار چیزیں کم ہوتی ہیں۔ یہ مقدار میں چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا [illegible]
کیونکہ وہ خشکی کا گرم گھاس اور جڑی بوٹیاں کھاتی ہے مثلاً شیح اور قیصوم وغیرہ جب [illegible]
کی طبع میں شامل ہو جاتا کہ اس کو اگر بطور غذا بنایا جائے تو نرم ہو گا۔ یہ [illegible]

❁❁❁

تینتیسواں باب

پھوڑے اور پھنسی کا علاج

ابونعیم نے الطب میں حضور اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ سے روایت کیا ہے [illegible]
افروز ہوئے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس ذریرہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ [illegible]
پاؤں کی انگلیوں میں سے دو مبارک انگلیوں پر رکھ دیا پھر یہ دعا مانگی:

اللھم مصغر الکبیر و مکبر الصغیر اطفہا عنی۔

وہ پھوڑا ختم ہو گیا۔

❁❁❁

چونتیسواں باب

بواسیر کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے الطب میں اور ابن السنی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس مبارک درخت کو لازم پکڑو۔ زیتون کا تیل استعمال کیا کرو۔ اسی کو بطور دوا استعمال کیا کرو۔ یہ بواسیر سے شفاء بخشنے والا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: تم زیتون کا تیل استعمال کیا کرو۔ اسے کھایا کرو۔ اسی کے تیل کو استعمال کیا کرو۔ یہ بواسیر میں فائدہ مند ہے۔

ابویعلی نے اپنی مسند میں، ابن السنی اور ابونعیم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی پیٹھ کو اچھی طرح صاف کیا کرو، یا فرمایا: پیٹھ کو خوب دھویا کرو۔ اس سے بواسیر جاتی رہتی ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام عبدالرزاق نے مسور بن رفاعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی سے استنجاء کیا کرو اس سے بواسیر سے شفاء ملتی ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا، تو میرا رنگ زرد تھا۔ اے ابن عباس! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: بواسیر کی وجہ سے، فرمایا: اس نوعمری میں بواسیر۔ تم لصف لو۔ اسے کوٹو۔ اس کا چھلکا اتارلو۔ اسے استعمال کرو۔ میں نے اسی طرح کیا اور شفاء یاب ہو گیا۔ اسی کتاب میں ابن السنی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہ رسالت مآب میں (انجیر) پیش کیے گئے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: کھاؤ، اگر میں کہتا کہ ایک پھل ہے جو گٹھلی کے بغیر ہے وہ جنت سے اترا ہے تو میں کہتا کہ یہ انجیر ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس میں فائدہ مند ہے۔

❁❁❁

پینتیسواں باب

ورم کا علاج

ابویعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کی کمر انور پر ورم تھا۔ میں آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں پیپ ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چیر دو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے چیرتا رہا حتیٰ کہ وہ ساری نکل گئی۔ حضور

اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کے پیٹ کو چیرنے کا حکم دیا۔

یارسول اللہ! ﷺ کیا طب فائدہ دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے مرض نازل کی ہے اسی نے جس میں چاہا شفاء نازل کر دی۔

✿✿✿

چھتیسواں باب

خنازیر (گلے کی گلٹیوں) کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں جید سند سے حضرت طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دیکھا جسے خنازیر تھا۔ اس نے اس کے لیے صراراک کھانے والے اونٹوں کے ابوال تجویز کیے۔ اس نے کہا: انہیں پکاؤ حتیٰ کہ وہ گاڑھا ہوجائیں۔ اسے پی لو پھر اراک کے پتے لو۔ انہیں پیسو اور اس پر چھڑک لو۔ اس نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔

✿✿✿

ستائیسواں باب

سر چکرانے کا علاج

ابو یعلی نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مہندی کا خضاب لگایا کرو۔ اس کی عمدہ خوشبو ہوتی ہے یہ سر چکرانے کو پرسکون کرتی ہے۔

فائدہ

شیخ ابو محمد المرجانی سے ایک شخص نے اس مرض کا شکوہ کیا۔ انہوں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: لونگ، ادراک (انار کا) چھلکا، جائفل اور سنبل، یہ تمام اشیاء اڑھائی درہم اور کلونجی دو درہم لے لو۔ ان تمام اشیاء کو کوٹ لیا جائے پھر انہیں پکا لیا جائے۔ اسے شہد کے ساتھ ملا لیا جائے جب یہ برابر ہو جائیں تو اس پر تھوڑا سا لیموں چھڑک لو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو انہیں شفاء مل گئی۔ یہ مجرب نسخہ ہے۔

✿✿✿

اٹھائیسواں باب

العذرہ (حلق کا ورم)

امام احمد، شیخان، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت ام قیس بن محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بچے کے گلے میں عذرہ لٹکا رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ لٹکا کر اپنی اولاد کو کیوں ہلاک کرتی ہو۔ اس کے لیے عود ہندی استعمال کیا کرو۔ اس میں سات شفاء ہیں ان میں سے ایک ذات الجنب (پسلی کا درد) بھی ہے۔ امام زہری نے فرمایا ہے: یہ عذرہ کی صورت میں ناک میں ڈالی جائے گی اور ذات الجنب کی صورت میں منہ میں ڈالی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ عبارت درج ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ اور امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے ہاں ایک بچہ تھا جس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اسے عذرہ ہے، یا اس کے سر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری خیر! تم میں سے جس کے بچے کو عذرہ لاحق ہو جائے یا اس کے سر میں درد ہو وہ ہندی قسط استعمال کرے۔ وہ اسے پانی میں رگڑے اور اس کے ناک میں ڈال دے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس بچے کی والدہ کو یہی حکم سنایا۔ اس نے اپنے بچے کو یہ دوا دی تو وہ صحت یاب ہو گیا۔ دوسری روایت میں ہے: تم اپنی اولاد کو کیوں ہلاک کرتی ہو۔ تم میں سے کسی ایک کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہندی قسط لے۔ اسے پانی میں سات بار رگڑے، پھر یہ دوا اس کے حلق میں ڈال دے۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو بچہ صحت یاب ہو گیا۔ بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہمراہ ایک بچہ تھا جس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو ہلاک کیوں کرتی ہو؟ کیا تم قسط بحری نہیں لیتیں پھر یہ اس کی ناک میں نہیں ڈال دیتیں۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ ان میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن سعد، بزار، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت انس سے، طیالسی، الطبرانی نے الکبیر میں، امام احمد، ابویعلی، حاکم اور ضیاء نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بہترین چیز جس سے تم دوا لیتے ہو وہ پچھنے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: وہ قسط بحری ہے۔ اپنے بچوں کو عذرہ کی وجہ سے دبا کر تکلیف نہ دیا کرو۔ دوسری روایت میں ہے: وہ افضل چیز جسے تم بطور دوا استعمال کرتے ہو۔ پچھنے اور قسط بحری ہے۔ اپنے بچوں کو ٹٹول کر تکلیف نہ دیا کرو۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرات عبدالرحمان بن سابط سے اور بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عذرہ کی شکایت ہوگئی، حتیٰ کہ یہ آپ کے سرمبارک میں درد کا سبب بنا۔ وہ آپ پر نظر آنے لگا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: مجھے آپ کے پروردگار نے بھیجا ہے تاکہ آپ کو دم کروں۔ آپ نے اپنا سر اقدس نیچے کیا انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کو دم کیا۔ بسم الله ارقيك من كل سوء يوذيك و من شر كل عين و كل حاسد ارقيك۔ انہوں نے آپ کو تین بار انہی کلمات سے دم کیا۔ آپ صحت یاب ہو گئے۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو عذرہ کی وجہ سے دبا کر تکلیف نہ دیا کرو۔ تم قسط استعمال کیا کرو۔

❁❁❁

انتالیسواں باب

عشق کا علاج

خطیب نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عشق کیا اس نے عفت اختیار کی پھر مرگیا۔ وہ شہید کی موت مرا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عشق کیا اسے چھپائے رکھا وہ مرگیا تو وہ شہید کی موت مرا۔

❁❁❁

چالیسواں باب

سینے کے درد کا علاج

امام نسائی نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے سینے کا کینہ ختم ہو جائے۔ ہر ماہ تین مہینے کے روزے رکھنا۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سفرجل (ہی) کھایا کرو۔ یہ دل سے غم کو دور کرتا ہے اور یہ دل کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہار منہ سفرجل کھایا کرو۔ یہ سینے کے کینے کو دور کرتا ہے۔ القالی نے اپنی امالیہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سفرجل کھانا دل کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت طلحہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کرام کے ایک گروہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں سفرجل

تھا۔ آپ اسے الٹ پلٹ فرما رہے تھے۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے اسے میری طرف پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: ابو محمد! اسے پکڑ لو۔ یہ دل کو تقویت دیتا ہے نفس کو عمدہ کرتا ہے۔ سینے کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: یہ دل کو تازہ دم کرتا ہے۔

❁❁❁

اکتالیسواں باب

ذات الجنب کا علاج

امام بخاری نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عود ہندی استعمال کیا کرو۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ ان میں سے ایک ذات الجنب ہے۔ امام احمد، طیالسی، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم اور بیہقی، ضیاء، ترمذی اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور زیتون سے کیا کرو۔ ابو نعیم کی روایت میں عود ہندی، زیتون اور قسط کے الفاظ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور زیتون سے کیا کریں۔ اس روایت کو مسدد اور ابو یعلی نے، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ آپ زیتون اور ورس (ہلدی) ذات الجنب میں تجویز فرماتے تھے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت میمون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے ذات الجنب کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: اس کا علاج ورس، قسط اور زیتون کا درخت ہے۔ انہیں پیس لیا جائے۔

اسی کتاب میں حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنا ایک نور نظر لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ میں نے عذرہ کی وجہ سے اس پر کچھ لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے لٹکا کر اسے اذیت میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے تم عود ہندی استعمال کرو۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ عذرہ میں یہ دوا ناک میں اور ذات الجنب میں منہ میں ڈالی جائے۔

تنبیہ

ذات جنب۔ یہ گرم ورم ہے۔ یہ اعضاء کے اندرونی پردہ میں لاحق ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق اس درد پر بھی ہوتا ہے جو پسلیوں کے ارد گرد ہوتا ہے۔ یہ غلیظ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے جو جلیوں اور ان پٹھوں اور پسلیوں میں جمع ہوتی ہے اور سینے میں ہوتی ہے۔ یہ درد پیدا کرتی ہے۔ پہلی قسم حقیقی ذات الجنب ہے۔ اسی پر اطباء نے گفتگو کی ہے انہوں نے

فرمایا: اس کی وجہ سے پانچ امراض پیدا ہوتے ہیں۔(۱) بخار۔(۲) کھانسی۔(۳) خارش۔(۴) سانس کی تنگی۔(۵) تیز دھڑکن۔ ذات الجنب کو پسلی کا درد بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بھیانک مرض ہے کیونکہ یہ دل اور جگر کے مابین ہوتا ہے یہ بری امراض سے ہے۔ اس جگہ ذات الجنب سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ قسط سے مراد وہ عود ہندی ہے جس سے غلیظ ہوا کا علاج کیا جاتا ہے۔ ابن القیم نے المسیحی سے روایت کیا ہے کہ عود گرم، خشک اور قابض ہوتا ہے، جو پیٹ کو روک لیتا ہے یہ اندرونی اعضاء کو تقویت دیتا ہے ہوا نکالتا ہے۔ بدمسام کھولتا ہے۔ فالتو رطوبت ختم کرتا ہے یہ ذات الجنب کو روکتا ہے۔ یہ دماغ کے لیے مفید ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ شاید حقیقی ذات الجنب کے لیے بھی مفید ہو جبکہ وہ بلغمیہ مواد سے پیدا ہو۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مرض جاری ہو۔

✿✿✿

بیالیسواں باب

استسقاء، معدہ اور طبیعت کی یبوست کا علاج

شیخان نے حضرات انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عکل کا ایک قبیلہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ انہیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: تم صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ۔ ان کے ابوال اور دودھ پیو۔ جب وہ صحت مند ہو گئے تو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا۔

آپ نے انہیں یہ اس لیے پینے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ اونٹنیوں کے دودھ میں سفیدی، نرمی، تلخی اور رکاوٹوں کو کھولنے کی صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ یہ اکثر شیح، قیصوم، بابونج، اقحوان، اذخر وغیرہ کھاتی ہیں۔ یہ استسقاء کے لیے نفع بخش ہیں خصوصاً جبکہ اس حرارت کے ساتھ استعمال کیا جائے جو کھیری کے نکلتے وقت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اونٹ کے بچے کا پیشاب بھی ہو۔ یہ بھی گرم ہوتا ہے۔ جب یہ حیوان سے نکلتا ہے یہ دودھ کی ملوحت میں اضافہ کرتا ہے۔ فضلات کو نکالتا ہے اور پیٹ کو درست کرتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر نے ضعیف سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہوتا ہے۔ رگیں اس کی سمت جاتی ہیں جب معدہ درست ہو تو رگیں صحت لے کر نکلتی ہیں۔ جب معدہ خراب ہو تو رگیں بیماری لے کر نکلتی ہیں۔

ابن الحاج نے "المدخل" میں ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ معدہ کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ جلیل ابو محمد المرجانی نے حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ اس دوا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ وہ کہ وہ نہار منہ درہم کے وزن کے

برابر گلاب کا مربی لیں۔وہ اسے پینے کے بعد مصطکی کے ساتھ کھائے۔اس میں سات دانے کلونجی کے بھی ڈال لے۔وہ سات روز تک اسی طرح کرے۔انہوں نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہو گئے۔ایک شخص معدہ کی ٹھنڈک میں مبتلا ہو گیا۔شیخ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔آپ اسی دوا کی طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص اڑھائی اوقیہ شہد لے۔دو درہم کلونجی،اسی کی مثل انیسون،نصف اوقیہ پودینہ سبز،نصف درہم لونگ،دارچینی نصف درہم،لیموں کے چھلکے کے ساتھ تھوڑا سا لے اور ان ساری اشیاء کو پکا لے۔انہوں نے اسے استعمال کیا اور شفاء یاب ہو گئے۔امام بخاری نے تاریخ میں،ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو۔انہوں نے عرض کی: شبرم سے۔آپ نے فرمایا: گرم گرم۔انہوں نے عرض کی: میں سنا سے جلاب لے لوں۔آپ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفاء یابی ہے تو وہ یہی ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں،ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو۔انہوں نے عرض کی: شبرم سے۔آپ ﷺ نے فرمایا: گرم گرم۔انہوں نے عرض کی: میں سنا سے جلاب لے لوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفاء ہوتی تو سنا میں ہوتی۔ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن حرام سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: تم سنا اور سنوت کو لازم پکڑو۔اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین دوائیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو وہ لدود،سعوط،حجامۃ اور مشی ہے۔

تنبیہ

استسقاء ایک مادی مرض ہے۔اس کا سبب ایک عجیب وغریب ٹھنڈا مادہ ہے جو اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے وہاں نشوونما پاتا ہے یا تو یہ سارے اعضاء میں چلا جاتا ہے یہ گردونواح کی ان خالی جگہوں میں داخل ہو جاتا ہے جن میں غذا کی تدابیر اور اخلاط ہوتا ہے۔اس کی تین اقسام ہیں:(ا) لحمی۔یہ سب سے مشکل ترین قسم ہے۔اس سے سارا جسم ایک بلغمی مواد سے بڑھ جاتا ہے۔یہ خود کے ساتھ اعضاء میں فساد بپا کرتا تھا۔(۲) زقی۔اس قسم میں نچلے پیٹ میں ایک ردی سا مواد پیدا ہو جاتا ہے۔جب علیل حرکت کرتا ہے تو اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے مشکیزہ کو ہلائیں تو آواز پیدا ہوتی ہے یہ ساری اقسام سے زیادہ ہلاکت خیز ہے۔(۳) طبلی۔اس سے پیٹ پھول جاتا ہے جب اس پر ضرب لگائی جائے تو طبل کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔

تینتالیسواں باب

اسہال کا علاج

امام احمد، شیخان، ترمذی، نسائی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: میرے بھائی کو اسہال کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلائی، پھر حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا ہے۔ اس کے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلایا پھر حاضر خدمت ہوا عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اس کے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے چوتھی بار فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے اسے شہد پلایا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔

تنبیہ

خطابی نے لکھا ہے: اہل حجاز خطاء کی جگہ کذب کا اطلاق کرتے ہیں۔ امام رازی نے لکھا ہے: شاید آپ نورِ وحی سے یہ جان گئے ہوں کہ اس شہد کا فائدہ عنقریب ظاہر ہو گا۔ اس کا فائدہ فوراً عیاں نہ ہوا۔ آپ جانتے تھے کہ اس کا فائدہ عنقریب سامنے آجائے گا کیونکہ یہ کذب کی مانند تھا، لہٰذا آپ نے اس پر اسی لفظ کا اطلاق کیا ہے اس پر بعض ملاحدہ کا اعتراض اور اس کا تفصیلی جواب پہلے گزر چکا ہے۔ (یہ جواب اکتیسویں باب کی تنبیہ میں ہے۔) تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دوا نافع ہے۔ مرض کا رہنا یہ دوا کے ناقص ہونے کی وجہ سے نہیں، لیکن فاسد مادہ کثیر ہے اسی لیے آپ نے اسے دوبارہ شہد پلانے کا حکم دیا۔ امام جوزی نے اس کی چار وجوہات لکھیں ہیں کہ آپ نے اس مرض کے شہد کو کیوں تجویز کیا؟

۱۔ کیونکہ اس میں عمومی شفاء پائی جاتی ہے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فیه شفاء للناس۔

ترجمہ: اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

جب آپ نے اسے اس حکمت سے آگاہ کیا تو اس نے اسے قبول کر لیا۔ وہ اذنِ الٰہی سے شفاء پا گیا۔

۲۔ یہ ان کی عادت تھی کہ وہ تمام امراض میں شہد سے علاج کرتے تھے۔

۳۔ یا اس شخص کو ہیضہ تھا۔

۴۔ ایک احتمال یہ بھی ہے آپ نے اسے شہد کو پینے سے قبل پکانے کا حکم دیا ہو۔ یہ بلغم کو گاڑھا کرتا ہے۔ شاید اس نے

پہلے پکائے بغیر استعمال کی ہو۔
الحافظ نے لکھا ہے دوسری اور چوتھی وجہ کمزور ہے پہلی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے تم شفاء والی دو اشیاء استعمال کیا کرو شہد اور قرآن پاک۔ اس روایت کو ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوع اور ابن شیبہ اور حاکم نے موقوف روایت کیا ہے۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

✿✿✿

چوالیسواں باب

قولنج کا علاج

ابونعیم نے الطب میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ انہیں گرم کپڑا باندھ رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں نمک تھا اور حضرت سعید پر اسے رکھا گیا۔ ایک شخص اسی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ ابو محمد المرجانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تین دراہم شہد اور اڑھائی دراہم دم کیا گیا (صاف) تیل لے لیں۔ اکیس دانے کلونجی کے لے لیں۔ وہ ان ساری اشیاء کو ملا لیں پھر اسے صبح اور رات کو استعمال کرے۔ وہ اپنے لیے تلبینہ بنا لے۔ وہ اسے آٹے یا چھان میں ملا لے۔ کبھی کبھی اس میں شہد بھی ملا لے۔ ناشتے کے بعد اسے استعمال کرے۔ اس کا کھانا بھونی ہوئی مرغی یا بھیڑ کا گوشت ہونا چاہیے۔ اس شخص نے یہی استعمال کیا تو رب تعالیٰ نے اسے شفاء یاب کر دیا، حالانکہ اطباء اس سے عاجز آ چکے تھے۔

تنبیہ

دم کیے گئے تیل سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمدہ تیل لے اسے صاف برتن میں ڈالے۔ اسے حرکت دے اس پر سورۃ الاخلاص سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے پھر یہ آیات تا آخر پڑھے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

✿✿✿

پینتالیسواں باب

پیٹ کے کیڑے کا علاج

ابوبکر نے الغیلانیات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ کھجوریں کھایا کرو۔ یہ پیٹ کے کیڑوں کو مار دیتی ہیں۔

❁❁❁

چھیالیسواں باب

قوتِ جماع کا علاج

الطبرانی نے الاوسط میں اور الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کرلو۔ جس میں یہ طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے یہ اس کے لیے (بدکاری سے) تحفظ ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت شداد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم روزے رکھا کرو۔ یہ رگوں کو کاٹنے کا ذریعہ اور شر کو ختم کرنے والے ہیں۔ اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں ایک شخص نے اولاد کی قلت کا شکوہ کیا۔ آپ نے انہیں انڈے کھانے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سے انڈے؟ آپ نے فرمایا: تمام انڈے خواہ وہ چیونٹی کا انڈا ہو۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں نسل کی قلت کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے انڈے اور پیاز کھانے کا حکم دیا۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے شہوت آلیتی ہے۔ میں نے خود پر گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (المائدہ:۸۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ پاکیزہ اشیاء خود پر حرام نہ کیا کرو جنہیں رب تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے عرض کی گئی: کیا آپ کو جنت میں سے کوئی نعمت دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبرائیل امین میرے پاس ہریسہ لے کر آئے۔ میں نے اسے کھایا۔ وظیفۂ زوجیت میں میری طاقت چالیس مردوں جتنی ہوگئی۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وظیفۂ زوجیت کی قلت کے لیے کہا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہریسہ کیوں نہیں کھاتے۔ اس

میں چالیس افراد کی قوت ہے۔

اسی کتاب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت ادا کرلے، پھر دوبارہ کرنا چاہے تو وضو کرلے اس سے زیادہ چستی آجاتی ہے۔ اسی کتاب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس اپنے سر مبارک پر پھیرا، پھر فرمایا: تم خضاب کا سردار استعمال کیا کرو۔ یہ مہدی ہے یہ جلد کو عمدہ کر دیتی ہے اور قوتِ جماع میں اضافہ کرتی ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہندی کا خضاب استعمال کیا کرو۔ یہ تمہارے شباب جمال اور نکاح میں اضافہ کر دے گا۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایک اس امر سے عاجز ہے کہ وہ جمعۃ المبارک کو اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت ادا کرے۔ اس میں اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اس کے غسل کا اجر بھی اس کی اہلیہ کے غسل کا اجر بھی۔ اسی میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مہینے کے نصف میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت نہ ادا کیا کرو۔ اس وقت شیاطین حاضر ہوتے ہیں۔

❁❁❁

سینتالیسواں باب

سل کا علاج

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت مرشد بن عبداللہ الیزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پرندے کی طرح ہڈی نہ چوسا کرو۔ اس سے سل پیدا ہوتی ہے۔

❁❁❁

اڑتالیسواں باب

زخموں کا علاج

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے زخموں کے لیے کون سی دوا استعمال کی گئی؟ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی انڈیل رہے تھے۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ٹکڑا لیا۔ اسے

جلایا۔ جب وہ راکھ بن گیا انہوں نے اسے زخم کے ساتھ چپکا دیا۔ خون فوراً رک گیا۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ آپ کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے جب کسی ایک کی ٹانگ درد کرتی تو آپ فرماتے: جاؤ اور اسے حناء (مہندی) سے رنگ دو۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتی تھی۔ آپ کے جب بھی پھوڑا یا پھنسی نکلتی تو آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی رکھ دوں۔

❁❁❁

انچاسواں باب

پھنسی اور خارش کا علاج

ابن عساکر اور خرائطی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں نے آپ سے التجاء کی۔ آپ نے مجھے فرمایا: تم اس پر اپنا ہاتھ رکھ لو، پھر تین بار یہ پڑھو:

بسم الله اللهم اذهب عني شرّ ما اجد بدعوة نبيك الطيب المبارك المكين عندك بسم الله۔

ابونعیم نے ''الطب'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشم کی قمیص پہننے کی رخصت دی کیونکہ ان کی جلد پر خارش تھی۔

تنبیہات

۱۔ پہلے روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے چیچڑیوں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔ احتمال یہ ہے کہ شاید ان میں سے ایک ہستی کو ایک مرض لاحق ہو۔ دوسری کو دوسرا، یا یہ خارش چیچڑیوں کی وجہ سے تھی مرض کو کبھی سبب اور کبھی مسبب کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔

۲۔ امام نووی نے فرمایا ہے: یہ روایت امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کے مؤقف کی تائید کرتی ہے وہ اس شخص کے لیے ریشم پہننا جائز قرار دیتے ہیں جسے خارش ہو، کیونکہ اس میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اسی طرح چیچڑیوں کی وجہ سے وغیرہ۔ امام مالک نے فرمایا ہے: یہ جائز نہیں۔ انہوں نے اس وجہ سے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس میں برودت ہوتی ہے۔ ریشم گرم ہوتی ہے صحیح یہ ہے کہ اسی میں خاصیت یہ ہے کہ یہ خارش سے دفاع کرتی ہے۔

ابن القیم نے لکھا ہے: جب ریشم سے لباس پہن لیا جاتا ہے۔ اس کے مزاج میں حرارت معتدل ہو جاتی ہے یہ جسم کو گرم کرتی ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے: ریشم کتان سے زیادہ گرم ہوتی ہے۔ یہ روئی سے زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ گوشت زیادہ کرتی ہے۔ سارے لباس حسین ہیں۔ یہ کمزور کرتی ہے۔ جلد کو سخت کرتی ہے جبکہ اون اور صوف کے لباس گرم کرتے ہیں یہ گرم ہوتے ہیں، لیکن کتان اور ریشم اور روئی گرم کرتے ہیں لیکن گرم نہیں ہوتے۔ کتان کے کپڑے ٹھنڈے اور خشک ہوتے ہیں۔ صوف کے کپڑے گرم اور خشک ہوتے ہیں۔ روئی کے کپڑے معتدل ہوتے ہیں۔ ریشم کے کپڑے روئی سے زیادہ نرم ہوتے ہیں حرارت میں اس سے کم ہوتے ہیں جبکہ ریشم کے کپڑے اس طرح نہیں ہوتے ان میں وہ خشکی اور سختی نہیں ہوتی جو دوسروں میں ہوتی ہے تو یہ خارش میں مفید ہوتے ہیں۔

❁❁❁

پچاسواں باب

چوٹ اور درد کا علاج

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی ران کے اوپر کے حصے میں درد تھا۔ آپ نے اس کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قدم کے ظاہری حصے پر حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔ یہ آپ نے درد کی وجہ سے لگوائے تھے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: آپ نے یہ پچھنے زخم کی وجہ سے لگوائے تھے جو آپ کو پہنچا تھا۔

❁❁❁

اکاونواں باب

خدران الکلی کا علاج

ابوعبید نے غریب الحدیث میں حضرت ابوعثمان الہندی سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم ایک درخت کے پاس سے گزری۔ ان پر سے ہوا گزری اس نے انہیں جامد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو مشکیزوں میں ٹھنڈا کرو۔ اسے اپنے دونوں کانوں کے مابین انڈیلو۔

❁❁❁

باونواں باب

زہروں کے نقصانات ان کی اضداد سے دور کرنا

ابونعیم نے الطب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی سات کھجوریں نہار منہ کھائیں اس روز اسے زہر نقصان نہ دے گا۔ایک روایت میں عجوہ کھجور کا ذکر ہے اور یہ بھی تذکرہ ہے کہ اسے جادو نقصان نہ دے گا۔اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عجوہ کھجور جنت سے ہے۔اس میں زہر سے شفاء ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی کھجوروں میں سے سات کھجوریں نہار منہ کھائیں اسے اس روز زہر نقصان نہیں دے سکتا۔

اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہر روز مدینہ طیبہ کی سات عجوہ کھجوریں کھائیں۔اسے اس روز زہر نقصان نہیں دے سکتا۔جس نے رات کے وقت انہیں کھالیا اس رات زہر اسے نقصان نہیں دے سکتا۔اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عجوہ کھجور جنت سے ہے۔اس میں زہر سے شفاء ہے، یا یہ زہر سے شفاء ہے۔اسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عجوہ جنت کی کھجور ہے اس میں زہر سے شفاء ہے۔

❁❁❁

ترپنواں باب

زہر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ

ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسر میں شفاء ہے۔جب یہ کھانے میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو۔یہ زہر کو آگے اور شفاء کو پیچھے رکھتی ہے۔ابن نجار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہے۔جب یہ کسی برتن میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو اس کی شفاء اس کے مرض کو لے جائے گی۔ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طبیب روح وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو وہ اسے ڈبو دے۔اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہوتی ہے۔یہ اس پر سے بچاؤ کرتی ہے جس

میں مرض ہوتی ہے اس ساری کو ڈبو دینا چاہیے، پھر اسے نکال دینا چاہیے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں ڈبو دے۔ اس کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو مؤخر کرتی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ جب یہ کھانے میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو۔ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو مؤخر رکھتی ہے۔

تنبیہ

زہر کے علاج میں اطباء نے کہا ہے کہ یہ کبھی قئے کرانے والی اشیاء میں ہوتا ہے، کبھی ان دواؤں میں ہوتا ہے جو زہر کے فعل کے معارض ہوتی ہیں۔ یہ اسے ختم کر دیتی ہے یا کیفیات سے یا خواص سے اگر دوا دستیاب نہ ہو سکے تو مکمل قئے کرنے کی کوشش کرنا چاہیے پچھنے سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں۔ خصوصاً جبکہ شہر گرم ہو۔ موسم بھی گرمی کا ہو۔ زہر کی قوت خون کی طرف رواں ہوتی ہے۔ وہ رگوں اور گزرگاہوں میں سے ہوتی ہوئی دل اور اعضاء تک پہنچ جاتی ہے۔ جب وہ شخص جلدی کرے جسے زہر دیا گیا ہو وہ خون نکال دے تو اس کے ساتھ وہ زہر کی کیفیت بھی نکل جاتی ہے جو اس میں ملی ہوتی ہے مکمل قئے کرنے سے زہر نقصان نہیں دیتا، یا تو وہ ختم ہو جاتا ہے یا کمزور ہو جاتا ہے۔ طبیعت اسی پر غلبہ پا لیتی ہے، یا تو اس کے فعل کو باطل کر دیتا ہے یا اسے کمزور کر دیتا ہے۔ آپ نے کاشانۂ اقدس پر پچھنے لگوائے، کیونکہ یہ دل کے قریب ہوتا ہے۔ زہریلا مواد خون کے ساتھ نکل گیا۔ وہ سارا تو نہ نکلا مگر اس کا کمزور سا اثر باقی رہا کیونکہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا کہ شہادت کے ساتھ آپ کے فضل کے سارے مراتب کی تکمیل کرے۔ زادہ اللہ فضلا وشرفاً۔

❀❀❀

چونواں باب

کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا علاج

ابونعیم اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے ڈنگ لیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: رب تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے تو نبی یا کسی اور کو نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اسے اس جگہ پر گرایا اور سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الکافرون سے دم فرمایا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں بخار کے دم کا ذکر کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ اسے آپ پر پیش کیا گیا وہ کچھ یوں تھا: بسم اللہ قرنیہ شجنہ ملحہ بحر قفطا۔ آپ نے فرمایا: یہ تو وہ معاہدے تھے جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کیڑے مکوڑوں سے لیے تھے۔ میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو ڈنگ مار دیا گیا وہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اسے اس کے ساتھ دم کیا تو وہ اسی وقت شفاء یاب ہو گیا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے آپ کی خدمت میں بخار کا دم پیش کیا۔ آپ نے ہمیں اس کی اجازت دے دی۔ آپ نے فرمایا: یہ معاہدے ہیں، وہ دم یہ تھا: بسم اللہ شجنہ قرنیہ قفطا۔ الطبرانی نے الکبیر میں نرم سند سے حضرت سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بھی تشریف لائے۔ جب وہ الحرہ تک پہنچے تو عبدالرحمٰن بن سہل کو سانپ نے ڈس لیا۔ آپ نے فرمایا: عمرو بن حثمہ کو بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا۔ انہوں نے اپنا دم بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے دم کیا کرو۔ ابن حثمہ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو وصال کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو دم کرو۔ اگرچہ ان کا وصال بھی ہو چکا ہے۔ انہوں نے انہیں دم کیا تو حضرت عبدالرحمان صحیح ہو کر چلنے لگے۔

الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے سوائے قیس بن ربیع کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص آئے۔ انہوں نے عمرو بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ سانپ کا دم کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے دم سے منع کر دیا ہے۔ میں سانپ کا دم کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ دم مجھ پر پیش کرو۔ میں نے پیش کیا تو فرمایا: ان سے کوئی حرج نہیں۔ یہ معاہدے ہیں۔ ایک انصاری شخص آیا وہ بچھو کا دم کر لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا: جو اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو وہ اسے ضرور فائدہ دے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے سجدہ کیا تو آپ کی مبارک انگلی پر بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ آپ واپس آئے۔ آپ فرما رہے تھے۔ بچھو پر رب تعالیٰ لعنت کرے۔ یہ نہ نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑتا ہے نہ کسی اور کو، پھر آپ نے برتن منگوایا۔ جس میں پانی اور نمک تھا۔ آپ نے وہ جگہ پانی میں رکھی اور سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا، حتیٰ کہ اس کا درد ختم ہو گیا۔

یہ طب طبعی اور الٰہی طب کی مرکب ہے۔ سورۃ الاخلاص میں وہ تینوں اقوال جمع ہیں جو توحید کو جامع ہیں جبکہ معوذتین میں ہر ناپسندیدہ امر سے اجمالاً اور تفصیلاً استعاذہ موجود ہے جبکہ پانی اور نمک طبعی طب ہے نمک میں بہت سے زہروں کے لیے فائدہ ہے۔ خصوصاً جبکہ بچھو ڈنگ لے۔ اس میں وہ قوت جاذبہ محللہ ہے جو زہر کو جذب کر کے تحلیل کر لیتی ہے۔ اسی کی وسعت میں قوت ناریہ بھی ہے جو تبرید، جذب اور اخراج کی محتاج ہے۔ آپ نے پانی اور نمک استعمال کیا۔

❀❀❀

پچپنواں باب

زکام اور ناک کی دوائیں

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مرزنجوش کو لازم پکڑو۔ اسے سونگھو۔ یہ خشام (ناک کے مرض) کے لیے مفید ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: بارگاہ رسالت مآب میں ایک شخص نے چھینک ماری آپ نے اسے یرحمك الله کہا۔ اس نے پھر چھینک ماری۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کو تو زکام لگا ہوا ہے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو تین بار چھینک کا جواب دیا کرو۔ اگر وہ زائد چھینکیں مارے تو یہ نزلہ یا زکام ہے۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس چھینک ماری، ایک شخص نے اسے جواب دیا۔ اس نے پھر چھینک ماری اس نے اسے جواب دیا اس نے پھر چھینک ماری تو اس نے اسے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اسے زکام لگا ہوا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکام کو ناپسند نہ کیا کرو یہ جذام کی رگ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

❁❁❁

چھپنواں باب

سرخ پھنسی کا علاج

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو پھنسی کی وجہ سے داغ لگائے۔ اسی کتاب میں حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی عیادت فرمائی۔ انہیں مدینہ طیبہ میں چہرے پر سرخ پھنسی نے آلیا تھا۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود برے مردے ہیں۔ عنقریب وہ کہیں گے کہ یہ مرض ان سے دور کیوں نہ ہوا۔ میں ان کے لیے اور اپنے آپ کے لیے کسی چیز کا (رب تعالیٰ کی منشاء کے بغیر) مالک نہیں ہوں۔ آپ نے حکم دیا تو ان کی گردن کی ایک طرف داغ لگائے گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ان کا وصال ہو گیا۔

❁❁❁

ستاونواں باب

منہ کے امراض کا علاج

عبدالجبار خولانی نے "تاریخ داریا" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسواک کولازم پکڑو۔ مسواک بہت عمدہ چیز ہے یہ دانتوں کی زردی کوختم کرتی ہے۔ بلغم ختم کر دیتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے، یہ مسوڑھے مضبوط کرتی ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتی ہے جنت کے درجات میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ ملائکہ کو خوش کرتی ہے۔ رب تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔ شیطان کو ناراض کرتی ہے۔ ابوشیخ اور ابونعیم نے کتاب السواک میں (انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ یہ منہ کا ذائقہ عمدہ کرتی ہے۔ مسوڑھے مضبوط کرتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے یہ بلغم کوختم کرتی ہے۔ یہ دانتوں کی زردی کو مٹا دیتی ہے۔ یہ سنتِ پاک بھی ہے یہ ملائکہ کوخوش کرتی ہے، رب تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔ نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتی ہے۔ اسی روایت کو امام بیہقی نے بھی تحریر کیا ہے، مگر اس میں جلیل بن مرہ ہے، اس میں یوافق السنۃ اور **مطھرۃ للضم و مرضاۃ للرب** اور **مفرحہ للملائکۃ** کا ذکر ہے، دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک کی دس خصوصیات ہیں۔ یہ منہ کو صاف کرتی ہے، رب تعالیٰ کی رضا اس سے حاصل ہوتی ہے، اس کی وجہ سے شیطان ناراض ہوتا ہے، اس کی وجہ سے حفظہ (فرشتوں) کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے۔ منہ سے خوشبو آتی ہے۔ یہ بلغم کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے یہ تلخی کو ختم کرتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے یہ سنت مطہرہ کے موافق ہے۔

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک میں دس خوبیاں ہیں یہ منہ کو پاک کرتی ہے۔ رب تعالیٰ کی خوشنودی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے شیطان ناراض ہوتا ہے حفظہ کی محبت بڑھتی ہے اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیتون کی مسواک بہترین ہے یہ مبارک درخت ہے، یہ منہ کو صاف کرتی ہے یہ دانتوں کی زردی کو دور کرتی ہے۔ یہ میری مسواک اور مجھ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کی مسواک ہے یہ بصارت کو جلا بخشتی ہے، یہ نیکیوں کو ستر گنا زیادہ کر دیتی ہے، یہ بھوک بڑھاتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منہ کی بو کو ختم کرتی ہے اور بلغم کو ختم کر دیتی ہے، اسی کتاب میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کشمش کو

لازم پکڑو، یہ تلخی کو دور کرتی ہے، بلغم ختم کرتی ہے، پٹھے مضبوط کرتی ہے یہ تھکاوٹ کو ختم کرتی ہے۔ اخلاق کو عمدہ کرتی ہے، سانس کو خوشگوار کرتی ہے، غم مٹا دیتی ہے۔

❁❁❁

اٹھاونواں باب

دانتوں کے متعلق سیرت طیبہ

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین امراض کے مریضوں کی عیادت نہ کی جائے گی۔ (۱) آشوبِ چشم (۲) داڑھ کے درد والے، (۳) پھوڑے والے کی۔ اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز میرا دانت گر گیا آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں سونے کا دانت لگا لوں۔ اسی کتاب میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلال کرنے والے لوگ بہت عمدہ ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلال کرنے والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے بعد اپنے دانتوں سے کھانے کے ذرات نکالنے والے۔ ان دو فرشتوں کو، جو انسان پر مقرر ہیں ان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی امر شدید نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کے دانتوں میں کھانا دیکھیں اور وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہو۔ دیلمی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے بعد خلال کیا کرو اور کلی کیا کرو یہ دانتوں اور داڑھوں کے لیے صحت بخش ہے۔

❁❁❁

انسٹھواں باب

پھوڑے کا علاج

ابونعیم نے الطب میں عامر بن طفیل کے چچا سے روایت کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے بارگاہ رسالت مآب میں گھوڑا بطور تحفہ بھیجا عامر نے آپ کی طرف لکھا کہ اس کے پھوڑا ظاہر ہو گیا ہے۔ آپ اپنی طرف سے میرے پاس کوئی دوا بھیجیں۔ آپ نے اس کا گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ اس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ آپ نے اسے شہد کی شیشی بھیجی، فرمایا: اس کو بطور دوا استعمال کرو۔

اسی کتاب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کراع النعیم سے سوار اور پیدل

روانہ ہوئے تو پیدل چلنے والوں نے آپ کے لیے قطار بنالی۔انہوں نے کہا: ہم آپ کی دعائیں لیں گے،ہمیں ان سے برکت کی امید ہے،جب آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم پر پیدل چلنا مشکل ہوگیا ہے،سفر شدت اختیار کرگیا ہے،آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! ان کے اجر و ثواب کو بڑا فرما،پھر فرمایا: اگر تم نسل (انجیر سے نکلنے والا دودھ) سے لطف اندوز ہوں تو تمہارے اجسام خفیف ہوجائیں گے اور تم فاصلے طے کرسکو گے۔مسلمانوں نے نسل استعمال کیا۔ان کے اجسام کمزور ہوگئے انہوں نے مسافت طے کرلی۔

❁❁❁

ساٹھواں باب

چوٹ یا تھکاوٹ کی وجہ سے مالش کرانا

ابونعیم نے الطب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا ایک سیاہ فام غلام آپ کی کمر انور پر مالش کررہا تھا،میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے اونٹنی نے گرادیا تھا۔دوسری روایت میں ہے: ایک انسان آپ کی کمر پر تیل لگا رہا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے اونٹنی نے گرادیا تھا۔اسی کتاب میں حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا،آپ نے فرمایا: میرے قریب آجاؤ اور میری کمر کو دباؤ، میں نے کمر کو دبایا اور مہر نبوت کو اپنی انگلیوں کے مابین رکھا،اسی کتاب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قوم نے آپ سے پیدل چلنے کا شکوہ کیا آپ ﷺ نے انہیں بلایا۔۔۔

ایک شخص کو یہ تکلیف ہوگئی،اس نے اس کا تذکرہ شیخ ابومحمد المرجانی سے کیا۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی،آپ ﷺ نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ شخص شہد،کلونجی،پشت کی چربی اور دم کیا ہوا تیل اور انڈے کا نرم حصہ لے لے۔ان سب کو ملالے۔اسے اس جگہ پر پھیلادے اس پر مسور کا آٹا،درخت کے چھلکے کے ساتھ اور حرمل کے ساتھ لگادے جبکہ اس نے یہ ساری اشیاء کو کوٹ کر آٹے کی طرح کرلیا ہو۔اس نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہوگیا۔

❁❁❁

اکسٹھواں باب

چلنے سے تھکاوٹ کا علاج

ابو نعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کشمش کو لازم پکڑو یہ صفراء کو دور کرتی ہے۔ بلغم ختم کرتی ہے۔ اعصاب کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ تھکاوٹ کو ختم کر دیتی ہے اخلاق کو عمدہ کرتی ہے۔ نفس کو خوشگوار کرتی ہے یہ غم کو مٹا دیتی ہے، ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں خطیب نے تلخیص میں، دیلمی اور ابن عسا کر نے حضرت ابو ہند سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و دل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کشمش بہترین کھانا ہے یہ پٹھوں کو مضبوط کرتی ہے یہ تھکاوٹ دور کرتی ہے۔ غصے کو مٹا دیتی ہے یہ منہ کی بُو کو عمدہ کرتی ہے، یہ بلغم مٹا دیتی ہے یہ رنگت نکھارتی ہے۔

❁❁❁

باسٹھواں باب

حائضہ مستحاضہ اور نفساء کا علاج

ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو سلس الریح کا مرض پہنچا حضرت شیخ ابو محمد المرجانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تین دراہم کلونجی، لیونڈر دو دراہم، تین دراہم سفید زیرہ، اتنا ہی سعتر شامی، اتنا ہی مقدار میں فلیہ، ایک درہم، ایک اوقیہ دم کیا ہوا تیل رطل کا چوتھائی حصہ شہد ڈال کر اسے صبح نہار منہ دراہم لے۔ سوتے وقت اڑھائی درہم لے۔ اس نے اسے استعمال کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اسی شخص سے فرمایا جس کو اس دوا کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ یہ دوا چھوڑ دے یہ ہوا، سلس ریح، معدہ، اس کی برودت دل کے درد، حیض کے درد اور نفاس کے درد میں مفید ہے۔

شیخان اور ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے آپ سے حیض سے پاکیزگی کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشک لگا ہوا ایک کپڑا لو، اسی سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے عرض کی: میں اس سے کیسے پاکیزگی حاصل کروں، میں نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا: اس سے خون کے اثرات صاف کر دو۔ امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا لطف و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوشبوؤں میں سے عمدہ مشک ہے۔

ابن السنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک میں اتنی استطاعت بھی نہیں کہ وہ حیض سے پاک ہو کر قسط میں سے کچھ بطور تیل استعمال کرے۔ اگر وہ نہ پائے تو چونا اور اگر یہ بھی نہ

پائے تو نمک استعمال کرے۔ شیخان، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ام عطیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک عورت اپنے مرد کا سوگ چار ماہ اور دس دن منائے گی وہ صرف طہر کے وقت ہی خوشبو استعمال کرے گی وہ قسط یا اظفار استعمال کرے۔

اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی پھوپھو کا احترام کیا کرو یہ کھجور کا درخت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے زائد مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کوئی درخت رب تعالیٰ کے ہاں اس درخت سے زیادہ معزز نہیں ہے۔ اسی کے نیچے حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تھا۔ اپنی خواتین کو (زچگی کے وقت) تر کھجوریں کھلایا کرو۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوں تو خشک کھجوریں ہی کھلایا کرو۔

اسی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو تر کھجوریں کھلایا کرو۔ اگر رب تعالیٰ کے ہاں اس سے کوئی بہتر ہوتا تو وہ حضرت سیدتنا مریم علیہا السلام کو ضرور کھلاتا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہر وقت تر کھجوریں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کھجوریں ہی کھلایا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کون سی کھجور کھلائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام کھجوریں عمدہ ہیں۔ تمہاری کھجوروں میں سے بہترین برنی ہے۔ یہ بھوکے کو سیراب کر دیتی ہے اور یہ اسے گرم کرتی ہے جسے ٹھنڈک لگی ہو۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نفساء کے لیے تر کھجور جیسی کوئی شفاء نہیں اور مریض کے لیے شہد جیسی کوئی شفاء نہیں۔

❀❀❀

تریسٹھواں باب

ابھی ابھی شفاء یاب ہونے والے کو کھجوریں کھلانا

ابونعیم نے الطب میں حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ ابھی ابھی صحت یاب ہوئے تھے۔ ہمارے انگور کی بیلیں لٹکی ہوئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر انہیں تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس سے کھانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی! ذرا ٹھہر کر۔ تم ابھی ابھی شفاء یاب ہوئے ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور آپ اس سے تناول فرمانے لگے، پھر میں نے ان کے لیے سلق (چقندر) اور جو پکائے۔ آپ نے فرمایا: علی! اس میں سے کھاؤ۔ اسی کتاب میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجور اور روٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو

حالانکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں دوسرے گوشے سے چبا رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔

❁❁❁

چونسٹھواں باب

مریض کو نرم غذا کھلانا

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے اہل خانہ میں سے کسی کا وصال ہو جاتا۔ اس مقصد کے لیے خواتین جمع ہوتیں، پھر وہ اپنے گھروں کو چلی جاتیں وہ تلبینہ ہنڈیا میں ڈالنے کا حکم دیتیں۔ اسے پکایا جاتا، پھر ثرید تیار کرتیں پھر اس پر تلبینہ انڈیلتی، پھر فرماتیں: اس سے کھاؤ۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تلبینہ مریض کی دلجوئی کرتا ہے۔ یہ اسی کے دکھ کو ختم کر دیتا ہے۔ ابن ماجہ، احمد، اور امام حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بغیض کو لازم پکڑو جو تلبین کے لیے نافع ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی مریض بن جاتا تو ہنڈیا آگ پر ہوتی حتیٰ کہ طرفین میں سے ایک آجاتا، یعنی یا وہ شفاء یاب ہو جاتا یا وصال کر جاتا۔

❁❁❁

پینسٹھواں باب

سابقہ ابواب کے متعلق کچھ فوائد

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (الانبیاء:۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جب میں آپ کی زیارت کرتا ہوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ میرا نفس خوش ہو جاتا ہے مجھے ہر چیز کے بارے بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (الانبیاء:۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔

پانی ہاتھوں پر اپنی رطوبت کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سارے مشروبات میں سے زیادہ نفع بخش اور مناسب ہے۔

اسی کتاب میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں بہترین مشروب پانی ہے۔ پانیوں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش وہ ہوتا ہے جو وزن کے اعتبار سے ہلکا ہو اور ذائقہ کے اعتبار سے شیریں ہو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ کے لیے چشمہ سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ اسی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے عقیق کے ذکر کے وقت فرمایا: اس کی جگہ کتنی نرم ہے اور اس کا پانی کتنا میٹھا ہے۔

نہار منہ ٹھنڈا پانی پینا جگر کو بہت زیادہ ٹھنڈک دیتا ہے۔ معدہ کو کھانے پر تقویت دیتا ہے اور شہوت کو قوت دیتا ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ سب سے پہلے روز حشر بندے سے یوں کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہارے جسم کو صحت نہیں بخشی؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا۔ تمام مقامات میں سے عمدہ جگہیں ٹھنڈے پانی والے مقامات، درختوں بلند و بالا ہوا والے مقامات سب سے زیادہ عمدہ ہوتے ہیں کیونکہ سب سے زیادہ پانی کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک رات میرے پاس رات کا کھانا آیا انہوں نے حضرت ابوالہیثم بن التیہان کی داستان روایت کی۔ اس میں ہے: وہ ایک مشکیزہ لے کر آئے جو پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے رکھا۔ وہ آئے اور آپ سے چمٹ گئے۔ اپنے والدین فدا کرنے لگے۔ وہ انہیں اپنے باغ میں لے گئے۔ ان کے لیے چٹائی بچھا دی۔ وہ اپنی کھجوروں کی طرف گئے۔ وہ کھجوروں کا گچھا لے کر آئے۔ اسے آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا: تم ہمارے لیے تر کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہ لائے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے ارادہ کیا کہ آپ خود پسند فرمالیں، یا آپ اس کی خشک و تر کھجوروں میں سے خود پسند فرمالیں۔ انہوں نے کھایا اور پیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخدا! یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے روز حشر پوچھا جائے گا ٹھنڈا سایہ، عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ پانیوں میں سے نفع بخش وہ ہوتا ہے جو سیراب کرنے والا ہو۔ وہ پرسکون ہو جائے حتیٰ کہ وہ اشیاء نیچے بیٹھ جائیں جو اس میں ملی ہیں۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔ اس کے پہلو میں مشکیزے میں پانی تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر رات بھر پانی تمہارے ہاں مشکیزے میں ہے ورنہ میں اسی سے پی لیتا ہوں۔ آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس مریض پر چھڑکا اور خود بھی نوش کیا۔ سب سے نفع رساں پانی وہ ہوتا ہے جو سب سے خفیف ہو اور لطیف ہو جبکہ اسے طویل مدت نہ گزرے۔

فائدہ، ادویہ الٰہیہ کے متعلق

خوب جان لو کہ رب تعالیٰ نے کوئی ایسی دوا نازل نہیں کی جو مرض کو دور کرنے میں قرآن پاک سے زیادہ اعم، انفع اور اعظم ہو۔ یہ مرضوں کے لیے باعث شفاء ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (الاسراء:۸۲)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

قرآن پاک ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ یہ دلوں کے زنگ کے لیے جلاء ہے۔ یہ برے اخلاق کے لیے شفاء ہے کیونکہ یہ ان کے برعکس عمدہ اخلاق اور اعمال محمودہ پر مشتمل ہے۔ یہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے کیونکہ اس کی قرأت کی برکت بہت سے امراض میں فائدہ دیتی ہے ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بہترین دوا قرآن مجید ہے۔ ساری دواؤں میں سے نفع بخش دعا ہے۔ یہ مصیبت کی دشمن ہے۔

امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک درد محسوس کرے تو اس جگہ ہاتھ رکھ دے جہاں درد محسوس کرے، پھر یہ دعا پڑھے: اعوذ بعزة الله و قدرته من شر ما اجد و احاذر۔ یہ سات بار پڑھے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں درد کی شکایت ہو تو اپنا ہاتھ اس جگہ رکھو جہاں درد محسوس ہو رہا ہو، پھر یوں کہو: بسم الله اعوذ بعزة الله و قدرته من شر ما اجد من وجعي هذا، پھر اپنا ہاتھ اٹھاؤ پھر اسی طرح طاق بار کرو۔ امام احمد، الطبرانی نے الکبیر نے اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی درد محسوس کرے۔ وہ اس جگہ اپنا ہاتھ رکھے پھر سات بار یہ پڑھے: اعوذ بعزة الله و قدرته من شرّ ما اجد۔ ابن السنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پر بچے کی ولادت تنگ ہو جائے تو صاف برتن میں یہ لکھو:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ (النازعات:۴۶)

ترجمہ: گویا وہ جس روز اس کو دیکھیں گے (تو انہیں یوں محسوس ہوگا) کہ وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک شام یا ایک صبح۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: بلاشبہ پہلی قوموں (کے عروج و زوال) کی داستانوں میں (درس) عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے۔

یہ ساری آیت لکھو۔ اسے دھولو اور اسے اس عورت کو پلاؤ۔ اس کے پیٹ اور شرم گاہ پر چھڑکو۔ امام رافعی نے حضرت ذکوان بن نوح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں داڑھ کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے اس پر دم فرمایا۔ اسکنی ایھا الریح اسکنتك بالذی سکن له ما فی السموات و ما فی الارض و هو السمیع العلیم امام ترمذی، ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بخار اور سارے دردوں میں یہ دم سکھاتے تھے۔ بسم الله الکبیر اعوذ بالله العظیم من شر کل عرق نعاد و من شر حرّ النار۔ ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک بہترین دوا ہے۔

دیلمی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔ اپنے اموال کو زکوٰۃ سے محفوظ کیا کرو یہ تمہارے امراض اور عزتوں کی حفاظت کرے گی۔ یہ تمہاری عمروں اور نیکیوں میں اضافہ کرے گی۔ اس روایت کو ابوشیخ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ مصیبت کی آزمائشوں کو دعا سے دور کیا کرو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاحول و لا قوۃ الا بالله العلی العظیم ستریاننانوے امراض کا علاج ہے۔ ان میں سے کم ترین مرض غم ہے۔ دارمی نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عبدالملک بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب ہر مرض کا علاج ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں قرآن پاک کی بہترین سورت کے بارے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ امام ثعلبی نے معاویہ بن صالح کی سند سے حضرت ابوسلیمان سے روایت کیا ہے کہ کسی غزوہ میں صحابہ کرام ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ اسے مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ ایک صحابی نے اس کے کان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی تو وہ صحت مند ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ام القرآن ہے۔ اس میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔

سنن سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب زہر سے شفاء ہے۔

تنبیہ

ابن القیم نے لکھا ہے: جسے توفیق دستگیری کرے۔ وہ نور بصیرت سے ملاحظہ کرے، حتیٰ کہ وہ اس سورت کے اسرار سے آگاہ ہو جائے جن امور پر یہ سورت مشتمل ہے مثلاً توحید، معرفت ذات و اسماء و صفات و افعال، شرع قدر اور قیامت کا

اثبات، الوہیت والہیت کی توحید کی تمہید، کمالِ توکل، اس ہستی بے ہمتا کے خود کو حوالے کرنا جس کے دستِ قدرت میں سارا امر ہے۔ساری تعریف اسی کے لیے ہے۔اس کے دستِ قدرت میں ساری بھلائیاں ہیں۔سارے امور اسی کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں۔اس ہدایت کی طلب میں اسی کی محتاجی ہے جو دارین کی سعادت کی اصل ہے۔وہ ان کی مصالح کو لانے اور ان کے مفاسد کو دور کرکے اس کے معانی کے ارتباط کا علم رکھتا ہے مکمل مطلق عاقبت اور نعمت کاملہ اسی سے وابستہ ہے ان کا دارو مدار اس کے تحقق پر ہے۔یہ اسے کثیر دواؤں اور دموں سے مستغنی کر دیتی ہے اس سے خیر کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اسی سے شر کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

یہ امر نئی فطرت بنانے کا محتاج ہے۔نیا عقل اور نیا ایمان کا تقاضا کرتا ہے۔بخدا! تم کسی فاسد گفتگو یا باطل بدعت کو نہ پاؤ گے مگر سورۃ الفاتحہ اس کے رد کو متضمن ہو گی۔وہ عمدہ طریقے سے ان کا رد کرے گی۔وہ زیادہ صحیح اور واضح انداز میں اس کا رد کرے گی۔تم معارف الٰہی کے کسی دروازے کو نہ پاؤ گے تم دلوں کے اعمال، ان کی امراض کا علاج نہ پاؤ گے مگر سورۃ الفاتحہ ان کی چابی ہو گی۔یہ ان پر دلالت کرے گی۔حریم ناز کی طرف رواں مسافرین کی منازل میں سے ہر ہر منزل کی ابتداء اور انتہاء اسی میں ہے۔

رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اس سورت کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے۔جب ایک بندہ اسے تسلیم کر لیتا ہے اسے مضبوطی سے تھام لیتا ہے اسے سمجھ لیتا ہے جس کے بارے میں اس میں گفتگو کی گئی ہے۔رب تعالیٰ نے اسے مکمل شفاء مکمل تحفظ اور نور مبین بنا کر اتارا ہے، جو اسے سمجھتا ہے۔کما حقہ اس کے لوازمات کو سمجھتا ہے اسی سے شرک و بدعت کا وقوع نہیں ہو سکتا۔اسے دل کے امراض لاحق نہیں ہو سکتے، مگر کبھی بھی اسے قرار نصیب نہیں ہو سکتا۔

یہ زمین کے خزانوں کے لیے سب سے بڑی چابی ہے جیسے کہ یہ جنت کے خزانوں کے لیے چابی ہے لیکن ہر ایک میں یہ ہمت کہاں کہ وہ اس چابی سے انہیں اچھی طرح کھول سکے۔اگر ان خزانوں کے متلاشی اس سورت کے راز سے واقف ہو جائیں اور اس کے معانی کو پہچان لیں وہ اس چابی کے لیے دھاروں پر چلتے ہیں وہ اس کے ذریعے عمدہ طریقے سے خزانے کھول لیتے ہیں۔وہ کسی تاخیر اور ممانعت کے بغیر ان خزانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ہم نے یہ سب کچھ اٹکل پچو اور بطور استعارہ نہیں لکھا، بلکہ یہ حقیقت ہے مگر رب تعالیٰ نے حکمت بالغہ کی وجہ سے اکثر عالمین کے نفوس سے اس راز کو مخفی رکھا۔یہ مخفی خزانے ہیں۔اس پر خبیث شیطانی اور ارواح کو مامور کر دیا گیا ہے۔وہ انسانوں اور اس کے مابین حائل ہو جاتے ہیں۔ان پر غلبہ علویہ اور شریفہ ارواح ہی پا سکتی ہیں کیونکہ ان پر ایمانی حال غالب رہتا ہے اس سے ان کے پاس ایسا اسلحہ ہوتا ہے جس کے سامنے شیاطین ٹھہر نہیں سکتے لیکن اکثر لوگوں کے نفوس اس طرح نہیں ہوتے وہ ان ارواح کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ ہی ان پر غلبہ پا سکتے ہیں۔اسے نہیں پا سکتے جس نے اس میں سے کچھ چھینا ہو جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان قاتل کے لیے ہوتا ہے۔

چھیاسٹھواں باب

بعض مفردات جو آپ کی زبان اقدس پر آئے

طیالسی نے صحیح سند سے، ابن ابی عمر، ابن منیع، عبد بن حمید، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کا دودھ پیا کرو وہ ہر قسم کا درخت کھاتی ہے۔ امام حاکم کی روایت میں ہے: اس میں ہر مرض سے شفاء ہے۔ امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔ گائے کے دودھ میں ہر مرض سے شفاء ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ملیکہ بنت عمرو سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گائے کے دودھ میں شفاء ہے اس کا گھی دوا ہے اور اس کا گوشت مرض ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کے دودھ کو بطور دوا استعمال کیا کرو۔ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ نے اس میں شفاء رکھی ہے۔ یہ سارے درختوں کو کھاتی ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کو لازم پکڑو۔ ابن عساکر نے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹوں اور گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ سارے درخت کھاتے ہیں۔ ان میں ہر مرض کی دوا ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹوں اور گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ دوا ہے ان کے گھی میں شفاء ہے۔ ان کے گوشت سے بچو۔ ان کے گوشت میں مرض ہے۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ شفاء ہے اس کا گھی شفاء ہے اور اس کا گوشت مرض ہے۔ یہ خشک ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس کا سفوف زخم سے خون کو روکتا ہے۔ یہ لہسن اور پیاز کی بو کو منقطع کرتا ہے۔ جب اس کی راکھ نکسیر والے کی ناک میں ڈالی جائے تو اس کا خون رک جاتا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے تو حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی لی۔ اسے جلایا جب وہ راکھ بن گئی تو اسے آپ کے زخم پر رکھا خون رک گیا۔

خربوزہ

دیلمی اور رافع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خربوزے میں دس خصوصیات ہیں۔ یہ کھانا، مشروب، ریحان، پھل اور اشنان ہے۔ یہ اندر دھوتا ہے۔ یہ کمر کے پانی کو زیادہ کرتا ہے۔ قوت

مجامعت کو بڑھاتا ہے۔ پیٹ کی ٹھنڈک کو دور کرتا ہے اور رنگت نکھارتا ہے۔

بنفشہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بنفشہ کی فضیلت سارے تیلوں پر اسی طرح ہے جیسے میں ساری مخلوق سے افضل ہوں۔ یہ گرمیوں میں ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم ہوتا ہے۔ (ابونعیم فی الطب)

امام ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خربوزہ تر کھجوروں کے ساتھ کھاتے تھے۔ فرماتے تھے: اس کی سردی اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی سردی کو روکے گی۔ ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے ابوال اور دودھ کو لازم پکڑو۔

تنبیہ

تلبینہ: حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ آٹے کو گھی کے ساتھ ملانا۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے: اسے چھانن سے بنایا جاتا ہے، یا اس سے مراد آٹے سے گردوغبار (چھانن) دور کرنا ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ اگر میں چربی ملالی جائے۔ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بغیض نافع کو لازم پکڑو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کیا ہوتا ہے؟ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تلبینہ۔ جب آپ کے کاشانہ اقدس میں کوئی مریض بنتا تو ہنڈیا لائی جاتی۔ اسے آگ پر رکھا جاتا اسے آگ سے نہ اتارا جاتا حتیٰ کہ دونوں امور میں سے ایک امر رونما ہو جاتا یا موت یا صحت۔ ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی اور ابن ماجہ نے یوں روایت کیا ہے: تم بغیض نافع کو لازم پکڑو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: تلبینہ۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم، جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ یہ تم میں سے کسی ایک کے چہرے کو یوں صاف کرتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے کسی ایک کے پیٹ کو اس طرح صاف کرتا ہے جیسے چہرے سے میل کو صاف کیا جاتا ہے۔

حارث نے حضرت اسحاق بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تلبینہ میں ہر مرض کی شفاء ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تلبینہ مریض کے دل کو تسلی دیتا ہے اور اس کے کچھ دکھ کو ختم کرتا ہے۔

کھجور

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کھجور کو لازم پکڑو۔

اس میں رب تعالیٰ نے ہر مرض سے شفاء رکھی ہے۔

سیاہ دانہ (کلونجی)

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سیاہ دانے میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ امام احمد، شیخان اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے، امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح وقلب ﷺ نے فرمایا: تم سیاہ دانے کو لازم پکڑو۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے ابوال اور دودھ کو لازم پکڑو۔ دیلمی نے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم خضاب کے سردار مہندی کو استعمال کیا کرو۔ یہ رنگت نکھارتی ہے اور قوت مجامعت میں اضافہ کرتی ہے۔

انار

ابو نعیم نے "الطب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے انار کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: انس! ہر ہر انار میں جنت کے اناروں میں سے ایک ایک دانہ ضرور ہوتا ہے۔ دوسری بار انہوں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا: کسی انار کی تلقیح نہیں ہوتی مگر اس میں جنت کے پانی میں سے ایک قطرہ ضرور آتا ہے۔ انہوں نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا: ہاں! ابن مالک! جو شخص انار کھاتا ہے اس کا دل اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ چالیس راتوں تک شیطان اس سے بھاگ جاتا ہے۔ اگر مجھے آپ سے حیا نہ آتی تو میں آپ سے چوتھی بار بھی سوال کرتا۔

کشمش

ابو نعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کشمش کو لازم پکڑو یہ صفراء کو ختم کرتی ہے بلغم ختم کرتی ہے۔ اعصاب مضبوط کرتی ہے تھکاوٹ ختم کرتی ہے۔ اخلاق بہتر کرتی ہے سانس کو خوشگوار کرتی ہے اور غم کو مٹا دیتی ہے۔

سنا

ابن ماجہ، حاکم نے "الکنیٰ" میں ابن مندہ، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں، بیہقی اور ابن عساکر نے ابی بن ام حرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سنا اور سنوت کو لازم پکڑو۔ ان میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے

"سنا" الف مقصورہ کے ساتھ ہے الفراء نے اسے الف ممدودہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ ابونعیم نے الطب میں لکھا ہے کہ السنوت سے مراد تیج پاٹ ہیں دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ شہد ہے جو گھی کے مشکیزے میں ڈالی جائے۔ شاعر نے کہا ہے:

هم السمن بالسنوت لا ألس فيهم　　　و هم يمنعون جارهم ان يقردا

ترجمہ: وہ گھی میں ملے ہوئے سنوت کی مانند ہیں۔ جن میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی ذلیل ہونے سے منع کرتے ہیں یا سنوت سے مراد زیرہ ہے یا اس سے مراد الرازیانج یا کھجور ہے۔

سفرجل

ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سفرجل کھایا کرو یا یہ سینے کے کینے کو ختم کرتا ہے۔

شونیز (کلونجی)

ابن ابی شیبہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کلونجی موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سیاہ دانے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہیں۔

ابویعلی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عجوہ جنت کا پھل ہے کھمبی آنکھ کی دوا ہے اور سیاہ دانے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ امام احمد نے ان سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جان لو کھمبی آنکھ کا علاج ہے عجوہ جنت کا پھل ہے یہ سیاہ دانہ جو نمک میں ہوتا ہے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سیاہ دانے میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے۔ ابن السنی نے الطب میں اور عبدالغنی نے الایضاح میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کلونجی میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے، ترمذی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ سیاہ دانہ لازم ہے اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

شبرم، شیح

ابونعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن جعفر القرشی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لبان اور شیح

سے اپنے گھروں کو دھونی دیا کرو۔ شیح کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے یہ قیعان اور ریاض کے علاقے میں ہوتا ہے۔

عسل

ابن ماجہ اور ابن السنی نے الطب میں، حاکم، ابونعیم نے الحلیہ میں ابن مردویہ اور ابوداؤد اور خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر شفاء والی دو اشیاء لازم ہیں۔(۱) شہد۔(۲) قرآن حکیم۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے ہر مہینے کی تین صبحیں شہد چاٹی اسے بڑی مصیبت نہیں پہنچ سکتی۔

اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شہد پینے سے افضل کوئی دوا طلب نہیں کی گئی۔

العجوہ

امام مسلم اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عالیہ کی عجوہ میں شفاء ہے۔ اسے نہار منہ کھانا تریاق ہے۔ ابونعیم نے الطب میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عالیہ کی عجوہ نہار منہ کھانا تریاق ہے، یا اس میں شفاء ہے یا اسے نہار منہ کھانا سارے جادو یا زہر سے تریاق ہے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم عود ہندی کو لازم پکڑو۔ اس میں سات شفائیں ہیں۔ اس سے ناک میں ڈالنا عذر سے شفاء ہے اور اسے منہ میں ڈالنا ذات الجنب کا علاج ہے۔

ھلیلج

حاکم اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ہلیلج سیاہ استعمال کیا کرو۔ اسے پیا کرو یہ جنت کا درخت ہے۔ اس کا ذائقہ تلخ ہے یہ ہر مرض سے شفاء ہے۔

صعتر

(پہاڑی پودینہ) ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو شیح، مُر اور صعتر سے دھونی دیا کرو۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ اس میں ایک درخت اگا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے پکڑلیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ رب تعالیٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے

اس کے لیے اس میں شفاء ہے۔

صبر

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابان بن عثمان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو سنا۔ان کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔آپ نے ان سے فرمایا: ان پر صبر لگاؤ۔

صمغ

(گوند) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوند اور شہد سے چپکا لیتے تھے۔

حنظل

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ فاجر شخص جو قرآن پاک پڑھتا ہے۔اس کی مثال ریحان ہے جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔وہ فاجر شخص جو قرآن پاک نہیں پڑھتا۔اس کی مثال حنظلہ ہے۔اس کا ذائقہ بھی برا اور خوشبو بھی بری ہوتی ہے۔

حناء

ابونعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں ریاحین (پھولوں) کا سردار حناء ہے۔

ارز

(صنوبر کا درخت) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی مثال کھیت میں نئے اگے ہوئے پودے کی مانند ہے۔ہوا اسے جھکاتی رہتی ہے۔مؤمن کو مصائب پہنچتے رہتے ہیں منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے وہ حرکت نہیں کرتا حتیٰ کہ ہوا اسے اکھیڑ کر رکھ دیتی ہے۔

ثفاء

(رائی کا دانہ) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رائی کے دانہ کو لازم پکڑو۔رب تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کے لیے شفاء رکھی ہے۔

قسط

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جن سے تم علاج کرتے ہو وہ پچھنے اور قسط بحری ہیں۔

مُر

(اندرائن) ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیح، مُر اور معتر کی دھونی دیا کرو۔"

اھلیلج

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اھلیلج جنت کا درخت ہے۔

کماۃ

(کھمبی) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کماۃ من سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے عجوہ جنت سے ہے یہ زہر کا علاج ہے۔

قرع، کتم، مرنجوش، ہندبا، زیت

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عمدہ چیز جس سے تم بال رنگتے ہو وہ حناء اور کتم ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہندباء کے پتوں میں سے ہر ہر پتے پر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے۔ ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیتون کھاؤ۔ اس کا تیل استعمال کرو۔ یہ ستر امراض کا علاج ہے۔ ان میں جذام بھی ہے۔

عدس، عسل، اثمد

ابونعیم نے الطب میں حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عدس (مسور) کو لازم پکڑو۔ ستر انبیاء کی زبانوں سے اس کی پاکیزگی بیان کی گئی ہے۔ ابوداؤد، طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے، ابن نجار نے حضرت ابوہریرہ سے، عبد بن حمید، ابن ماجہ، ابن منیع، ابویعلی، عقیلی، ضیاء نے حضرت جابر سے، ابن ماجہ، حاکم نے ابن عمر سے اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سوتے وقت

اثمد (سرمہ) استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ الطبرانی نے اور ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن السنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اثمد کو لازم پکڑو۔ یہ بالوں کو اگاتا ہے۔ قذارت ختم کرتا ہے اور نظر صاف کرتا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کچی کھجور پکی کھجور کے ساتھ اور بوسیدہ کو جدید کے ساتھ کھاؤ۔ جب شیطان لعین اسے دیکھتا ہے تو غضبناک ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابن آدم زندہ رہا حتیٰ کہ اس نے بوسیدہ کے ساتھ جدید کو کھالیا۔

سرمہ

امام بغوی نے مسند عثمان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و جان ﷺ نے فرمایا: سرمہ استعمال کیا کرو یہ بالوں کو اگاتا ہے۔

دودھ

یہ جسم کو تر و تازہ کرتا ہے۔ یہ دمہ اور کھانسی میں مفید ہے۔ یہ قوتِ مجامعت میں اضافہ کرتا ہے۔ اونٹنیوں کا دودھ زیادہ چکنائی رکھتا ہے۔ جب تم اس شخص کے لیے دودھ چاہو جسے کم نقصان ہے اور مرگی کے مرض میں مبتلا ہو۔ اونٹنیوں کا دودھ مزاج کے فساد سے شفاء دیتا ہے۔ یہ پانی کے تغیر اور پریشانی میں فائدہ مند ہوتا ہے۔ گدھی کا دودھ پھیپھڑوں کی خرابی میں نفع بخش ہے۔ ابونعیم نے الطب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کی رخصت دی تھی۔ کھجور کے ساتھ دودھ جسم کو تر و تازہ رکھتا ہے حضور ﷺ انہیں "الطیبان" فرماتے تھے۔ مکھن کھجلی اور سینے کی سختی میں فائدہ مند ہوتا ہے۔ گھی سارے تیلوں سے اقویٰ ہوتا ہے۔ یہ سب سے غذائیت والا ہوتا ہے یہ صلابات (سختیوں) کو نرم کرتی ہے پنیر معدہ کو قوی کرتا ہے جب اسے کھانے کے بعد کھایا جائے تو یہ بدہضمی کو ختم کرتا ہے۔

گوشت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: گوشت کھاتے وقت دل فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس روایت کو امام بیہقی نے الشعب میں اور ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں سارے سالن کا سردار گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار گوشت ہے پھر چاول ہیں۔ آپ کو بازو، دستی اور ران کا گوشت بہت پسند تھا۔

کدو

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو اکثر تناول فرماتے تھے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کدو کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کدو دماغ کو زیادہ کرتا ہے۔ یہ عقل میں اضافہ کرتا ہے۔

ہندباء (کاسنی)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کاسنی کو لازم پکڑو، ہر روز جنت کے قطرات میں سے ایک قطرہ اس پر گرتا ہے۔

عجوہ

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ عالیہ کی عجوہ کھانا تمام جادو اور زہر سے شفاء ہے۔

مدینہ طیبہ کا غبار

ابوسعید سمان نے مشیخہ میں، رافعی نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے اور دیلمی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے شفاء ہے۔

النبق (بیر)، القرع (کدو)

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کدو کو لازم پکڑو۔ یہ دماغ میں اضافہ کرتا ہے تو مسور کو لازم پکڑو۔ اس کی پاکیزگی ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں سے بیان کی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض اور وصال

پہلا باب

آپ کے امراض کی کثرت

ابویعلی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی کمر میں درد (یا درد گردہ) ایک ماہ تک بھی آپ کو رہتا تھا۔ آپ لوگوں کی طرف نہ نکل سکتے تھے۔ میں نے آپ کو اذیت میں دیکھا، حتیٰ کہ میں نے آپ کا دستِ اقدس تھام لیا۔ میں قرآن پاک پڑھ کر اسے دم کرتی پھر اسے آپ کے چہرۂ انور کی طرف جھکا دیتی تاکہ مجھے قرآن پاک اور آپ کے دستِ اقدس کی برکت حاصل ہو جائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے التجا کریں وہ آپ سے اس تکلیف کو دور کر دے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! میرے مصائب سارے لوگوں سے زیادہ شدید ہیں۔

ابن السنی اور ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ یہ درد آپ کو ہو جاتا تھا۔ ہم اسے "عرق الکلیہ" کہتے تھے ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ذات الجنب کی وجہ سے ہوا، لیکن الحافظ بہاؤ الدین محمد بن ابی بکر بوصیری نے اتحاف المہرہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ اذیت نہیں دی۔

امام حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد ہو جاتا تھا۔ یہ درد شدت اختیار کر جاتا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ یہ درد اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ صحابہ کرام گھبرا گئے ہم نے گمان کیا کہ آپ کو ذات الجنب ہے۔ ہم نے آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی۔ آپ کو کچھ آرام آیا۔ افاقہ ہوا اور آپ نے جان لیا کہ آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی گئی ہے تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر یہ مرض مسلط کر دیا تھا، مگر اس طرح نہیں ہے۔ یہ مرض شیطان کی طرف سے ہے۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو مجھ پر مسلط نہیں فرمایا۔

امام بخاری، ابن سعد، حاکم اور ابن جریر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابن سعد نے حضرت ام سلمہ

ﷺ سے، ابن سعد نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی کمر میں درد ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ یہ درد شدت اختیار کر گیا حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہم نے گمان کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ ہم نے آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈال دی۔ آپ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ ہم آپ کے منہ مبارک میں دوا نہ ڈالیں۔ ہم نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم میرے منہ میں دوا نہ ڈالو۔ تم نے میرے منہ میں دوا ڈال دی۔ میں روزہ سے تھا، پھر فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر ذات الجنب کا مرض مسلط فرما دیا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مجھ پر تسلط نہیں دیتا ذات الجنب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ بخدا! گھر کے ہر ہر فرد کے منہ میں یہ دوا ڈالی جائے۔ میں دیکھ رہا ہوں سوائے حضرت عباس ﷺ کے، وہ تمہارے پاس موجود نہ تھے۔ گھر کے سارے افراد کے منہ میں دوا ڈالی گئی۔ سوائے حضرت میمونہ ﷺ کے۔ وہ روزہ سے تھیں۔

ابن اسحاق نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں ایک شخص (علی) پر تہمت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ﷺ نے فرمایا: آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ حضرت میمونہ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں تھے آپ کے اہل بیت وہیں آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت عباس نے فرمایا: ہمارا خیال ہے کہ آپ کو ذات جنب ہے۔ میں آپ کے منہ مبارک میں ضرور دوا ڈالوں گا۔ انہوں نے آپ کے منہ میں دوا ڈال دی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: آپ کے چچا حضرت عباس نے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کو ذات الجنب نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: یہ مرض شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مجھ پر مسلط نہیں فرماتا تم گھر کے سارے افراد کے منہ میں یہ دوا ڈالو سوائے حضرت عباس کے۔ سارے افراد کے منہ میں اس روز دوا ڈالی گئی سوائے حضرت ام المؤمنین حضرت میمونہ ﷺ کے، وہ روزہ سے تھیں۔ یہ آپ کے سامنے کیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ابویعلی کی روایت اور ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ذات الجنب کا لفظ دو امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (۱) گرم ورم۔ یہ درد پیٹ کی اندر کی جھلی میں ہوتا ہے۔ (۲) وہ ہوا جو پسلیوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ نفی پہلی قسم کو شامل ہے۔ ابویعلی کی روایت میں دوسری قسم ثابت ہے۔ یہ آپ میں پہلی قسم کی مانند ممنوع نہیں ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

اپنے وصال مبارک کی خبر

رب تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (الزمر:۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الانبیاء:۳۴)

ترجمہ: اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لیے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

(الانبیاء:۳۵)

ترجمہ: ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے، اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دو چار کر کے اور (آخر کار) تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران:۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (النصر:۱تا۳)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج تو (اس وقت) اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور (اپنی امت کے لیے) اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، بزار، ابو یعلی، ابن مردویہ، بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر آپ پر منیٰ میں، ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔ آپ کو علم ہو گیا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے۔ آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بعض امور کا حکم دیا اور بعض سے منع کیا۔

امام احمد، بلاذری، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے وصال کا اعلان ہے۔ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ نسائی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں، ابن ابی حاتم اور الطبرانی اور ابن مردویہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو یہ آپ کے وصال کی خبر تھی۔ مجھے آخرت کے بارے امر نے بہت زیادہ جدو جہد نے آلیا۔ الطبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر کا نزول ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: جبرائیل! یہ میرے وصال کی خبر ہے۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی آخرت آپ کی پہلی (حیات طیبہ) سے بہتر ہے۔ ابن سعد نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا۔ آپ کو کثرت سے تسبیح و استغفار کرنے کا حکم دیا گیا۔

امام عبدالرزاق، شیخین، ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ سے، ابن جریر، ابن منذر اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ اٹھتے، بیٹھتے اور آتے جاتے وقت یہ ذکر فرماتے:

سبحانك اللهم ربنا و بحمدك استغفرك و اتوب اليك اللهم اغفرلی انك انت التواب الرحيم

آپ اپنے رکوع اور سجود میں بھی اسی طرح ذکر فرماتے تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ ان کلمات کا اتنا کثرت سے ورد فرماتے ہیں کہ پہلے ان کا اتنا ورد نہ فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے مجھے میری امت کی ایک علامت کے متعلق خبر دی ہے اس نے مجھے فرمایا کہ جب آپ اسے ملاحظہ کریں تو اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں۔ اس سے مغفرت طلب کریں۔ میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ① (النصر:۱)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کی عمر اس سے پہلے نبی کی عمر کا نصف رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں چالیس سال رہے تھے۔ یہ میرا بیسواں سال ہے۔ اسی سال میرا وصال ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے پہلے ملوگی۔ وہ مسکرانے لگیں۔

الطبرانی، حاکم، طحاوی اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی اپنے سے ماقبل نبی کی عمر کا نصف عرصہ ہی اس عالم رنگ و بو میں رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال اس

عالم شش جہات میں رہے۔ میں بھی تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں وصال کر جاؤں گا۔ میری نورِ نظر! مسلمانوں کی خواتین میں سے کوئی عورت نہیں جو اولاد کے اعتبار سے تم سے عظیم تر ہو تم صبر کرنے کے اعتبار سے کسی عورت سے کم نہ ہونا۔ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے ملوگی تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔ سوائے حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

ابن راہویہ اور ابن سعد نے حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری لخت جگر! ہر نبی اپنے ماقبل نبی کی عمر کا نصف اس عالم رنگ و بو میں رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں رسالت کے بعد چالیس سال گزارے۔ میں بیس سال گزاروں گا۔ امام بخاری نے تاریخ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نبی بھی مبعوث ہوا۔ اس نے اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کا نصف اس عالم آب وگل میں گزارا۔ ابن سعد نے حضرت یزید بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک دفعہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار قرآن حکیم کا دور کیا ہے۔ ہر نبی نے اس حیات پاک کا نصف حصہ اس جہان رنگ و بو میں گزارا ہے جو اس سے پہلے گزرنے والے نبی نے گزارا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو پچیس سال عمر گزاری۔ اب میری عمر مبارک باسٹھ سال ہے۔ نصف سال کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے اس روایت میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ابن مسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ وہب بن منبہ سے یہ عمر ۳۲ سال مروی ہے۔ اگر حضرات ابن مسیب اور ابن وہب کا قول درست ہے تو حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر جو وہ آسمان سے نزول کے بعد گزاریں گے میں کہتا ہوں کہ اس باب میں حضرات سعید اور وہب سے ایک روایت بھی صحیح نقل نہیں۔ ابن حجر نے "المطالب العالیہ" میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن جعدہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ نبوت میں آپ کی عمر مبارک۔

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت جبرائیل امین نے ہر سال ایک بار اور وصال کے سال دو بار آپ سے قرآن پاک کا تکرار کیا

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال

میں ایک بار رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ کے ساتھ دو بار تکرار کیا۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے رمضان المبارک کے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ آپ ہر رمضان المبارک میں ایک بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے مگر جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ کے ساتھ دو بار قرآن پاک کا دور کیا۔ شیخان نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ نے سرگوشی فرمائی۔ آپ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین ہر سال ایک بار میرے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ صبر کرنا میں تمہارے لیے بہترین پیش رو ہوں۔ 49

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ رمی جمار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم مجھ سے اپنے مناسک حج سیکھ لو۔ شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔

ابن مردویہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابن سعد، ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ تم میں سے سب سے آخر میں میرا وصال ہوگا۔ ہم نے عرض کی: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا وصال تم سب سے پہلے ہوگا۔ تم عجز اور کفرانِ نعمت کے ساتھ میرے بعد آؤ گے۔ تم ایک دوسرے کو ہلاک کرو گے۔

ابن سعد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مجھے بلایا جائے گا۔ میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو بھاری اشیاء کتاب اللہ اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتابِ الٰہی وہ رسی ہے جسے آسمان سے زمین کی طرف لٹکایا گیا ہے۔ میری عترت سے مراد میرے اہل بیت ہیں۔ اس لطیف اور خبیر ذات نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ یہ مجھے حوض پر ملیں گے۔ ذرا دیکھنا تم میرے بعد ان میں کیسی جانشینی کرتے ہو؟ ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا تھا کہ آپ کی جلوہ نمائی ہم میں کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کاش! آپ تخت بنالیں۔ لوگ آپ کے ساتھ رشتہ اخوت قائم کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں! بخدا! میں ان کے سامنے ہی رہوں گا۔ وہ مجھ سے میری چادر چھینیں گے۔ مجھ تک ان کا غبار پہنچے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے آرام پہنچا دے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہم جان گئے کہ آپ کی جلوہ نمائی ہم میں کم رہ گئی ہے۔

البزار نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا گویا کہ زمین کو بڑی بڑی رسیاں ڈال کر آسمان کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے

بھتیجے (ﷺ) کے وصال کی خبر ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کو اختیار دینا اور آپ کا اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کرنا

ابن اسحاق، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو مویہبہ سے، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو رافع سے (یہ دونوں آپ کے خادم تھے)۔ حضرت مویہبہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اہل بقیع کے لیے مغفرت کریں۔ آپ نے تین بار ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ جب آپ دوسری بار ان کے لیے دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو مجھے نصف رات کے وقت جگایا۔ فرمایا: ابو مویہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ میرے لیے سواری کا جانور تیار کرو۔ آپ سوار ہو گئے۔ میں پیدل چلنے لگا حتیٰ کہ آپ ان تک پہنچ گئے آپ سواری سے نیچے اترے۔ میں نے سواری کا جانور تھامے رکھا۔ جب آپ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا: السلام علیکم یا اھل المقابر! تمہیں مبارک ہو تم ان فتنوں میں نہیں گرے جن میں لوگ گرے ہیں۔ کاش! تم جان لیتے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں کن امور سے نجات دی ہے۔ تاریک رات کے حصے کی طرح فتنے آئے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہیں۔ ان کا آخر ان کے اول کے پیچھے ہے۔ آخری پہلے سے بڑا فتنہ ہے، پھر آپ نے میری طرف توجہ کی فرمایا: ابو مویہبہ! دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے کو میرے پاس لایا گیا، پھر جنت کو لایا گیا۔ بخدا! میں نے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا، پھر آپ نے اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کی، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ وقت صبح اس درد کا آغاز ہو گیا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ اٹھے۔ اپنے کپڑے پہنے، پھر باہر تشریف لے گئے۔ میں نے اپنی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا۔ وہ آپ کے پیچھے گئیں، حتیٰ کہ آپ بقیع تشریف لے گئے۔ اس کے قریب اتنی دیر ٹھہرے جتنی رب تعالیٰ نے چاہا پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آپ سے پہلے آ گئیں۔ انہوں نے مجھے بتایا۔ میں نے تادم صبح آپ سے کچھ عرض نہ کی، پھر میں نے عرض کی تو فرمایا: مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ کاشانہ اقدس میں موجود نہ تھے۔ میں نے آپ کو تلاش کیا تو آپ بقیع میں تھے۔ آپ نے یوں فرمایا:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنا فرط اتانا اللہ و اتاکم ما توعدون

و انا ان شاء الله بكم لاحقون، اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم.

پھر آپ نے میری طرف توجہ کی، فرمایا: کاش اتم بھی اسی طرح کرتیں جیسے میں نے کیا ہے۔

امام احمد، شیخین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: ایک بندہ (خاص) کو رب تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں میں اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں اس نے ان نعمتوں کو اختیار کرلیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ آپ کے متعلق جاننے والے تھے۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر! گریہ بارنہ ہوں۔ محبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر میں رب تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکر کو خلیل بنا لیتا لیکن اسلام کی اخوت ہی (کافی) ہے۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ امام عبدالرزاق نے قوی سند کے ساتھ حضرت طاؤس سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔ مجھے خزائن عطا کر دیے گئے ہیں۔ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ میں باقی رہوں حتیٰ کہ میں اپنی امت کی فتوحات دیکھ لوں یا جلدی رب تعالیٰ کے حضور چلا جاؤں۔ میں نے وہاں جلدی جانے کو اختیار کرلیا۔ مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے بارے دنیا کا خدشہ ہے کہ تم اس میں مقابلہ کرنے لگو گے۔ حضرت عقبہ نے فرمایا: یہ میرا آخری دیدار تھا جو میں نے آپ کا کیا تھا۔

❁❁❁

پانچواں باب

مرضِ وصال کا آغاز

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ نے ذوالحجۃ، محرم اور صفر کے ایام مدینہ طیبہ میں بسر کیے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ یہ ساری تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔ اس وقت آپ کے اس مرض کی ابتداء ہوئی جس میں آپ کا وصال ہوا۔ جب رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت اور کرامت کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا۔ ماہ صفر کے کچھ ایام باقی تھے یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو آپ کے مرض کی ابتداء ہوئی۔ یہ آغاز اس رات کی صبح کو ہوا جس میں آپ حضرت ابوموہبہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے تھے۔

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام بیہقی نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے مرضِ وصال کا آغاز بدھ سے ہوا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ ایام مرض تیرہ دن تھے۔ ابوعمرو وغیرہ کا یہی مؤقف ہے۔

سلیمان التیمی نے لکھا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز بیمار ہوئے تھے۔ خطابی کا یہی مؤقف ہے۔ امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ سوموار کے روز بیمار ہوئے تھے۔ ۱۱ھ تھی صفر کی اکیس تاریخ تھی۔ یہ یعقوب بن سفیان کی روایت ہے ابوعمر نے لکھا ہے کہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں۔ محمد بن قیس نے لکھا ہے کہ ابھی گیارہ راتیں باقی تھیں۔ حضرت عمر بن علی نے لکھا ہے کہ صفر کی ایک رات باقی تھی۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں دردِ سر شروع ہوا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس میں شدت آگئی دوسرا قول حضرت زینب بنت جحش کا بھی ہے ایک قول حضرت ریحانہ کے حجرے کا بھی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ آپ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اسے شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بلاذری نے لکھا ہے کہ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سات ایام تشریف فرما رہے۔

ابن اسحاق اور امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک روز آپ بقیع سے واپس تشریف لائے۔ آپ میرے حجرہ مقدسہ میں تشریف لائے آپ کو دردِ سر تھا۔ میرے سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: ہائے میرا سر! آپ نے فرمایا: بخدا! بلکہ، میں! میرا سر!۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ حجرہ مقدسہ کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو آپ ایک بات فرماتے جس سے رب تعالیٰ مجھے فائدہ دیتا۔ ایک دن آپ گزرے دو یا تین بار آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ میں نے کہا: خادمہ! میرے لیے دروازے پر تکیہ رکھ دو۔ میں اسی پر آپ کے رستے میں بیٹھ گئی۔ میں نے سر باندھ لیا۔ آپ میرے پاس سے گزرے۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: بلکہ میرے سر میں درد ہے، پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ جلد ہی آپ کو اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے اگر تمہارا وصال مجھ سے قبل ہو جائے۔ میں تمہارے معاملہ کا والی بنوں۔ تم پر نماز جنازہ پڑھوں اور تمہیں دفن کروں۔ میں نے عرض کی: بخدا! میرا گمان ہے کہ کاش اس طرح ہوتا۔ آپ دن کے آخری حصے میں اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ میرے حجرہ میں خلوت گزیں ہوتے اور ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کریں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے، پھر آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے پھر آپ کا مرض اس وقت شدید ہوا جب آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابویعلی، امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دروازے کے پاس سے گزرتے۔ آپ ایک ایسا کلمہ ارشاد فرماتے جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی۔ ایک دن آپ گزرے، مگر آپ نے مجھے شرفِ ہم کلامی نہ بخشا۔ دوسرے روز بھی آپ نے یہ شرف نہ بخشا۔ میں نے کہا: کسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ میں نے سر باندھ لیا۔ میرا چہرہ زرد ہو گیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے دروازہ کے پاس تکیہ رکھا۔ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ کا گزر وہاں سے ہوا۔ میری طرف دیکھا۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیمار ہوں۔ مجھے دردِ سر ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ہائے میرا

سر کہہ رہی ہو، حالانکہ میں کہہ رہا ہوں: ہائے میرا سر! کچھ ہی دیر کے بعد آپ کو اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ میں نے تیمار داری کی۔ میں نے کسی مریض کی اس طرح تیمار داری نہ کی تھی۔

ابن سعد نے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ بقیع تشریف لے جائیں اور اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کی۔ آپ نے یوں دعا مانگی: اللّٰھم اغفر لاھل البقیع پھر آپ واپس تشریف لائے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے چلیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ آپ وادیٔ احد میں تشریف لے گئے۔ شہدائے احد کے لیے دعا کی۔ جب واپس تشریف لائے تو سر اقدس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ اسی درد کا آغاز تھا جس میں آپ کا وصال ہوا۔

ابو طاہر المخلص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اذن عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کی تیمار داری کروں۔ میں آپ کی دیکھ بھال کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر! اگر میں اپنی ازواج مطہرات اور نوران نظر کو اپنی دیکھ بھال کرنے والا نہ پاؤں تو پھر میں نے ان پر اپنی مصیبت (فراق) کو زیادہ کر دیا۔ رب تعالیٰ کے ہاں تمہیں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

❁❁❁

چھٹا باب

مرض کی حالت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں جلوہ نمائی

ابن سعد نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے میں اٹھا کر لایا جاتا تھا۔ آپ مریض تھے آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں ان کی باری کے روز تشریف لے جاتے تھے۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو آپ کو کپڑے میں اٹھا کر لے جایا جاتا تھا۔ حضرات ابو موسیہ، شقران، ثوبان اور ابو رافع (آپ کے خدام جانثار) رضی اللہ عنہم اطراف سے کپڑے کو اٹھاتے تھے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے پاس آتا ہوں تم پر چکر لگاتا ہوں۔ آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں سات روز تک قیام فرمایا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو آپ نے یہ پیغام دے کر بھیجا: آپ پر یہ گراں گزر رہا ہے کہ آپ تمہارے پاس چکر لگائیں۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ابن اسحاق، امام بخاری، ابن سعد اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، پھر آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اذن طلب کیا کہ آپ کی تیمارداری میرے حجرہ مقدسہ میں ہی کی جائے۔ آپ نے فرمایا: مجھے درد ہے۔ میں تمہارے حجرات کا چکر نہیں لگا سکتا۔ اگر تم چاہو تو تم مجھے اذن دے دو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں چلا جاؤں۔ آپ کو اذن مل گیا۔ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ آپ کے قدمین شریفین زمین پر رگڑ رہے تھے یہاں تک کہ آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک اور شخص کا سہارا لے کر نکلے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان دو اشخاص میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ وہ حضرات قدسی حضرات اسامہ اور فضل تھے ابن حبان نے حضرت بریرہ اور حضرت نوبہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن سعد نے ایک اور سند سے حضرت فضل اور حضرت ثوبان کا ذکر کیا ہے۔ ان سب روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ متعدد بار کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور متعدد بار ان متفرق اصحاب کرام کے ساتھ ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے۔

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس مرض میں آپ کا وصال ہوا آپ اس میں پوچھتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا۔ کل کس زوجہ محترمہ کی باری ہے؟ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا ارادہ کیے ہوئے تھے، حتیٰ کہ ان کے ہاں ہی آپ کا وصال ہوا۔ انہوں نے فرمایا: آپ کا وصال اسی روز ہوا جس میں آپ میرے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ سوموار کے دن ان کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ اگلے سوموار کے روز آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

اسماعیلی نے روایت کیا ہے: جب آپ بیمار ہوئے تو آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے آج کہاں جانا ہے؟ آپ کی آرزو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ تھا۔ انہوں نے فرمایا: جب میری باری کا دن آیا تو آپ کا وصال ہو گیا۔ امام بخاری اور اسماعیلی اور برقانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: میں آج کہاں ہوں گا؟ میں آج کہاں ہوں گا؟ آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر تھے۔ جب میرا دن آیا تو آپ کا اسی روز وصال ہوا۔ آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ میرے حجرہ مقدسہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔

البزار نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ مقدسہ کے پاس سے گزرتے تو میرے ساتھ ایسا کلام فرماتے جو میرے لیے فائدہ مند ہوتا۔ ایک روز آپ نے ایسی گفتگو نہ کی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنا سر باندھ لیا۔ میں زمین پر ہی سو گئی۔ آپ تشریف لائے آپ نے پوچھا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میرے سر میں درد ہے۔ یہ اس وقت کی بات

ہے جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو آپ کے وصال کی خبر دے دی تھی، کچھ دن آپ کو چادر میں رکھ کر اٹھا لیا جاتا تھا چار افراد آپ کو اٹھاتے تھے۔آپ میرے پاس تشریف لاتے۔فرمایا: عائشہ! دیگر ازواج مطہرات سے معذرت کرلو۔جب وہ حاضر خدمت ہوئیں تو فرمایا: میں تمہارے ہاں اب چکر نہیں لگا سکتا۔مجھے اذن دے دیں۔میں عائشہ کے حجرہ میں رہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں قیام فرما ہو گئے۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ پر درد کی شدت (زادہ اللہ فضلا وشرفا)

ابن حبان اور ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کو درد شدید ہوا۔ آپ اپنے بستر پر الٹ پلٹ ہونے لگے۔میں نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔آپ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کا درد بہت شدید ہوتا ہے۔امام احمد، شیخان اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے مس کیا۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو شدید بخار ہے۔آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو افراد کو ہوتا ہے۔میں نے عرض کی: اس کی وجہ سے آپ کا اجر بھی دوگنا ہے۔آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی مرض وغیرہ سے جو اذیت پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اس سے لغزشوں کو یوں مٹاتا ہے جیسے درخت (موسم خزاں میں) پتے گراتا ہے۔

ابن سعد، شیخان اور بلاذری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جسے آپ سے زیادہ شدید درد ہوتا ہو۔

امام احمد، ابن سعد اور بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا، ابن ماجہ، ابو یعلیٰ، امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ کو بخار ہوتا تو آپ کو اتنا سخت بخار ہوتا تھا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کی شدت کی وجہ سے آپ پر ہاتھ نہ پھیر سکتا تھا۔دوسری روایت میں ہے: ہم بارگاہ رسالت مآب میں داخل ہوئے۔آپ پر چادر تھی۔میں نے چادر کے اوپر سے آپ پر ہاتھ رکھا۔میں نے اس کے اوپر سے بھی حرارت پالی ہم تعجب بیان کرنے لگے۔آپ نے فرمایا: انبیاء کرام سے بڑھ کر کسی کو شدید آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جیسے ہم پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں ایسے ہی ہمارا اجر بھی دوگنا ہوتا ہے، حتیٰ کہ کسی نبی پر جوؤں کو مسلط کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسے شہید کر دیتی حتیٰ کہ ایک

نبی عریاں ہوتا اس کے پاس صرف شرمگاہ ڈھانپنے کے لیے ایک چادر ہوتی۔ وہ آزمائش پر اسی طرح خوش ہوتے تھے جیسے آسائش پر خوش ہوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ، نسائی، حاکم اور ابن جوزی نے حضرت ابوعبیدہ سے، انہوں نے اپنی پھوپھو حضرت فاطمہ بنت یمان رضی اللہ عنہا سے، یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم خواتین آپ کی عیادت کے لیے حاضر خدمت ہوئی تھیں۔ آپ کی سمت ایک مشکیزہ لٹکایا گیا تھا۔ بخار کی شدت کی وجہ سے اس سے قطرات گر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کاش! آپ رب تعالیٰ سے دعا کریں۔ وہ آپ کی اس تکلیف کو دور کر دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر درجہ بدرجہ۔ امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت درد نے آلیا۔ آپ کو یہ درد شدید ہو گیا۔ آپ بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صالحین کی آزمائش سخت ہوتی ہے۔ مؤمن کو جو کانٹا یا اس سے کم و بیش جو مصیبت بھی پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا مٹا دی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ آپ کا درد بہت شدت اختیار کر گیا۔ آپ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اتنی تکلیف اور اذیت ہے۔ کاش! یہ تکلیف ہم میں سے کسی کو ہو جاتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان پر آزمائش سخت ہوتی ہے کیونکہ جو بھی کانٹا کسی مؤمن کو چبھتا ہے، یا اس سے کم و بیش مصیبت پہنچتی ہے جو درد ہوتا ہے رب تعالیٰ اس کے طفیل اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے طفیل اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔ امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔) حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ اترے آپ کے ہمراہ لوگ بھی مدینہ طیبہ کی طرف اترے۔ میں بھی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ خاموش تھے۔ آپ گفتگو نہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمانوں کی طرف بلند کر دیے، پھر مجھ پر رکھے۔ میں جان گیا کہ آپ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ میرے کاشانہ اقدس میں تھے۔ میں آپ کے چہرۂ انور کو مس کرنے لگی اور آپ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں تاکہ میں حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے ساتھ سعادت مند ہو سکوں۔ امام احمد نے الزہد میں، ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کے مبارک کپڑے کے اوپر سے آپ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کی حرارت کپڑے کے اوپر سے محسوس کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کو اتنا

سخت بخار ہوا ہو۔ جس قدر سخت بخار آپ کو ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ہمارے لیے اجر بھی دگنا ہوتا ہے۔ لوگوں میں سے سب سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے سامنے برتن تھا، یا پانی تھا۔ آپ پانی میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے اور اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ بلاشبہ موت کی سختیاں ہیں، پھر آپ نے دست اقدس بلند فرمایا اور فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن جوزی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ پیالے میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے پھر اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے، پھر یہ دعا مانگتے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ بلاذری نے ان سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد کہ میں نے آپ پر نزع کی یہ شدت دیکھی۔ میں نے اس شخص پر رشک نہیں کیا جس میں موت خفیف ہو۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے کسی کے لیے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم کہ آپ پر پانی انڈیلا جائے تا کہ نفس پاک کو تقویت نصیب ہو

شیخان، ابن سعد اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کی طبیعت گراں ہوئی اور درد نے شدت اختیار کی تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسے مشکیزوں کے پانی ڈالو جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ ہم نے آپ کو بھرے لگن (ٹب) میں بٹھایا۔ یہ لگن حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ہم ان مشکیزوں کا پانی آپ پر انڈیلنے لگے حتیٰ کہ آپ نے اشارہ فرمایا کہ بس کرو۔ آپ باہر صحابہ کرام کی طرف تشریف لائے اور انہیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

ابن اسحاق نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وصال میں فرمایا: مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے مجھ پر انڈیلو تا کہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور انہیں وصیت کر سکوں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے آپ کو حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن میں بٹھایا آپ پر پانی انڈیلا۔ پانی آپ پر چھڑکا۔ آپ نے کچھ سکون پایا۔ سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ شہدائے احد کے لیے مغفرت

طلب کی، پھر فرمایا: اما بعد! انصار میرے راز داں ہیں۔ میں انہی کے ہاں آیا ہوں۔ ان کے معزز کی عزت کرو۔ ان کے بروں سے تجاوز کرو۔ سوائے حد کے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ وہ جان گئے کہ اس سے مراد آپ کی اپنی ہی ذات بابرکات ہے۔ وہ رونے لگے۔ انہوں نے عرض کی: بلکہ ہم اپنی جانیں آپ پر فدا کر دیں گے۔ اپنے بیٹے آپ پر نثار کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر ذرا ٹھہرو۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازے بند کر دو سوائے ابو بکر کے دروازہ کے۔ میں صحابہ کرام میں سے کسی کو نہیں جانتا جس کا احسان ابو بکر سے زیادہ ہو۔ دوسری روایت میں ہے: اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو ابو بکر صدیق کو اپنا خلیل بنا لیتا لیکن صحبت، اخوت اور ایمان (کا رشتہ کافی ہے) حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں اپنے ہاں جمع فرمالے۔ امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں تشریف لائے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس پر سیاہی مائل پٹی باندھ رکھی تھی۔ مبارک شانوں پر چادر ڈال رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی بھی نہیں جس نے اپنے نفس اور مال کے لحاظ سے ابو بکر سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہو۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے۔ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مہم میں دیر کی۔ آپ کو اس وقت درد تھا۔ آپ اپنے سر اقدس کو باندھے ہوئے باہر تشریف لائے، حتیٰ کہ منبر پر رونق افروز ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے میں کہا تھا: آپ نے نوخیز لڑکے کو جلیل القدر مہاجرین و انصار پر امیر بنا دیا ہے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: اے لوگو! حضرت اسامہ کی مہم کے لیے جلدی کرو۔ بخدا! اگر تم نے ان کی امارت کے بارے میں گفتگو کی تو تم نے اس سے قبل ان کے والد گرامی کی امارت کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ یہ بھی امارت کے مستحق ہیں جیسے ان کے والد گرامی امارت کے مستحق تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک سے نیچے تشریف لائے۔ لوگوں نے تیاری میں تیزی کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درد ابھی تک برقرار تھا۔ حضرت اسامہ نکلے۔ ان کا لشکر بھی عازم سفر ہوا۔ وہ جرف کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ایک فرسخ دور تھی۔ لشکر وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ سارے صحابہ کرام ان کے پاس آ گئے۔ آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی۔ حضرت اسامہ اور ان کا لشکر وہیں ٹھہر گیا تا کہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر جلوہ افروز ہوئے سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ جب منبر پر رونق افروز ہو گئے تو صحابہ کرام نے منبر پاک کو گھیر لیا وہ آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ

نے فرمایا: مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ اقدس میں میری جان ہے۔ میں ابھی حوض پر کھڑا ہوں، پھر آپ نے کلمہ تشہد پڑھا۔ اس کے بعد سب سے پہلے غزوۂ احد کے شہداء کے لیے مغفرت طلب کی، پھر فرمایا: رب تعالیٰ کے ایک بندۂ (خاص) کو دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا گیا جو رب تعالیٰ کے ہاں ہیں۔ اس بندۂ (خاص) نے اس نعمتوں کو پسند کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رونے لگے۔ ہم ان کے رونے پر متعجب ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: میرے والدین آپ پر فدا! ہم آپ پر اپنے آباء، مائیں، جانیں اور اموال قربان کر دیں گے۔ حضور اکرم ﷺ وہ ہستیٔ پاک تھے جسے اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو جانتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے: ابوبکر! ٹھہرو۔

❁❁❁

نواں باب

صحابہ کرام سے فرمانا کہ وہ آپ سے قصاص لے لیں

ابن سعد، ابو یعلی، الطبرانی، ابن جریر، بیہقی، ابونعیم اور ابن جوزی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرا سر (اقدس) باندھو۔ شاید میں مسجد کی طرف نکلوں۔ میں نے ایک پٹی کے ساتھ آپ کا سر اقدس باندھ دیا، پھر آپ دو صحابہ کرام کی ٹیک لے کر مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر فرمایا: لوگوں کو بلاؤ۔ میں نے صحابہ کرام کو باآواز بلند بلایا۔ وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: امابعد! اے لوگو! میں تمہارے پاس اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس جہان رنگ و بو کو الوداع کہنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں بشر (کامل) ہوں۔ جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر یہ ہے وہ اس سے قصاص لے لے۔ جس کا مال میں نے لیا ہو تو یہ میرا مال ہے وہ اس سے لے لے۔ جسے میں نے برا بھلا کہا ہو تو یہ میری عزت ہے وہ اس سے قصاص لے لے۔ کوئی یوں نہ کہے: مجھے حضور اکرم ﷺ سے دشمنی کا خوف تھا۔ ارے! بغض و کینہ میری طبیعت میں شامل ہی نہیں۔ نہ ہی یہ میری شان کے لائق ہے۔ ارے! تم میں سے میرے نزدیک بہترین وہ ہو گا جس نے مجھ سے وہ لے لیا جو اس کا حق تھا، یا میرے لیے اسے حلال کر دیا، تاکہ میں خوشگوار نفس کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مجھے مستغنی نہ کرے گا حتیٰ کہ میں تم میں کئی بار کھڑا ہو جاؤں۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ نماز ظہر ادا کی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اپنے پہلے فرمان کو دہرایا۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اگر یہ بات ہے تو پھر میرے آپ پر تین دراہم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کسی کہنے والے کو نہیں جھٹلاؤں گا۔ میں کسی سے قسم نہیں لوں گا۔ یہ دراہم مجھ پر کس وجہ سے

ہیں؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ یاد فرمائیں وہ دن جب ایک مسکین آپ کے پاس سے گزرا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں نے اسے تین دراہم دیے تھے۔ آپ نے فرمایا: فضل! اسے تین دراہم دے دو، پھر فرمایا: اے لوگو! جس پر کوئی چیز ہو وہ اسے ادا کرے۔ تم میں سے کوئی شخص یوں نہ کہے۔ دنیا کی رسوائی۔ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان تر ہے، پھر آپ نے پہلا فرمان دہرایا، پھر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس کے پاس مال غنیمت سے (چرایا گیا) کچھ مال ہو وہ اسے واپس کر دے۔ ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس تین دراہم تھے جنہیں میں نے راہ خدا سے حاصل کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے وہ کیوں لیے؟ اس نے عرض کی: میں اس کا محتاج تھا۔ آپ نے فرمایا: فضل! اس سے یہ لے لو، پھر فرمایا: ارے! جسے اس کے نفس سے کچھ اندیشہ ہو وہ آئے۔ میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: میں کاذب اور فحش گو ہوں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے صدق عطا فرما۔ اس کا جھوٹ اس سے دور لے جا۔ جب یہ ارادہ کرے۔ ایک اور شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں منافق ہوں۔ میں بخیل اور بزدل ہوں۔ میں بہت زیادہ سوتا ہوں میں بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! تو نے خود کو رسواء کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان ہے، پھر یہ دعا مانگی: مولا! اسے ایمان اور صدق عطا فرما۔ اس کی نینداس سے دور لے جا۔ نفس کے بخل کو ختم فرما۔ اس کی بزدلی کو شجاعت میں تبدیل فرما۔

حضرت فضیل نے فرمایا: میں نے اس شخص کو دیکھا وہ کسی میدان جنگ میں تھا۔ ہم میں سے کوئی شخص اس سے سخی نہ تھا نہ اس سے بہادر تھا نہ ہی اس سے کم کسی کی نیند تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی۔ آپ مسکرا پڑے پھر فرمایا: عمر میرے ساتھ اور میں عمر کے ساتھ ہوں۔ حق عمر کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ ایک عورت اٹھی۔ اس نے اپنی انگلی سے خواتین کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں، پھر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے سر پر شاخ رکھی اس کے لیے دعا کی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا سے آگاہ نہ تھی۔ جب وہ کہتی تھی: عائشہ! اپنی نماز کو عمدہ کرو۔

تنبیہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں حضرت عکاشہ کا قصہ ہے۔ انہوں نے آپ سے قصاص کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ نے شاخ منگوائی۔ اسے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر سے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ لایا گیا۔ یہ روایت باطل ہے اسے الطبرانی نے عبدالمنعم بن ادریس سے روایت کیا ہے۔ وہ کذاب اور اشر تھا۔ اس کے موضوع ہونے کے متعلق رازی نے کتاب العلل میں، ابن جوزی اور ذہبی نے العلو الالٰھی المقدس اور شیخ وغیرہ نے کہا ہے۔ اس سے بچو۔

❁❁❁

دسواں باب

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت کا حکم

آپ کا مرضِ وصال کتنے ایام پر محیط تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اکثر سیرت نگاروں نے یہ مدت تیرہ روز لکھی ہے کسی نے ایک دن کم اور کسی نے ایک دن زائد لکھی ہے۔ ایک قول نو ایام کا بھی ہے یہ روایت علامہ بلاذری کی ہے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ایک قول دس ایام کا ہے۔ اسی کو حضرت سلیمان تیمی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے رہے سوائے تین ایام کے۔ العیون میں ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ایک روایت کے مطابق سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اسے بلاذری نے ابوبکر بن ابی سبرہ سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

امام احمد، ابوداؤد اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کے مرض میں اضافہ ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، کچھ اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے بلایا۔ فرمایا: کسی کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائے۔ انہوں نے فرمایا: میں باہر نکلا۔ صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غائب تھے۔ انہوں نے فرمایا: عمر! اٹھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب انہوں نے تکبیر کہی اور آپ نے ان کی آواز سنی۔ وہ ایک بلند آواز شخص تھے۔ آپ اٹھے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، نہیں نہیں۔ لوگوں کو صرف ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ (ابوبکر) ہی نماز پڑھائیں گے۔ آپ نے ناراضگی سے فرمایا: ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اسی امر کا انکار کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق نے وہ نماز پڑھا لی تو انہوں نے مجھے فرمایا: ابن زمعہ! تمہاری خیر! تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ جب تم نے مجھے حکم دیا تو میں نے سمجھا تھا کہ تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔ اگر یوں گمان نہ ہوتا تو میں لوگوں کو کبھی بھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے عرض کی: بخدا! مجھے حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح حکم نہ دیا تھا لیکن میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا اور تمہیں دیکھا تو میں نے حاضرین میں سے تمہیں سب سے زیادہ مستحق سمجھا۔

شیخین، ابن سعد، بلاذری، بیہقی اور ابن اسحاق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے تو آپ کی طبیعت بوجھل ہوگئی۔ نماز کا وقت آگیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ آپ نے غسل فرمایا پھر آپ جانے کے لیے اٹھے لیکن بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے۔ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کے

منتظر ہیں۔آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ہم نے اسی طرح کیا۔آپ نے غسل کیا۔آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ہم نے عرض کی: نہیں! وہ آپ کے منتظر ہیں۔لوگ مسجد نبوی میں آپ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ آپ انہیں نماز عشاء پڑھائیں۔آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔میں نے عرض کی: ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو رونے کی وجہ سے کچھ نہ سنا سکیں گے۔دوسری روایت میں ہے: وہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔آپ نے پہلے فرمان کی طرح فرمایا۔فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔میں نے حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔آپ سے عرض کریں کہ جب ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کے رونے کی وجہ سے کچھ نہ سن سکیں گے۔آپ عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔حضرت حفصہ نے اسی طرح عرض کی تو آپ نے فرمایا: تم تو زنانِ یوسف ہو۔ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے یہ بار بار گذارش اس لیے کی تھی تاکہ لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بدفالی نہ لیں۔دوسری روایت میں ہے: بخدا! میں نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ مجھے یہ پسند تھا کہ رب تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس امر کو پھیر دے۔میں جانتی تھی کہ لوگ اس شخص سے محبت نہیں کریں گے جسے وہ آپ کی جگہ پر کھڑے دیکھیں گے۔ہر واقعہ سے وہ ان سے بدفالی لیں گے میں پسند کرتی تھی کہ یہ امر ان سے پھر جائے اور روایت میں ہے: میں جانتی تھی کہ آپ کی جگہ جو بھی کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدفالی لیں گے۔میں نے پسند کیا کہ یہ امر ان کے علاوہ کسی اور کی طرف پھر جائے۔آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رقیق القلب انسان تھے۔قرآن پڑھتے وقت وہ اپنے آنسو نہ روک سکتے تھے۔انہوں نے فرمایا: عمر! لوگوں کو نماز پڑھائیں۔انہوں نے کہا: آپ اس (سعادت) کے زیادہ مستحق ہیں۔

ان ایام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نمازیں پڑھائیں۔آپ نے کچھ آرام محسوس کیا تو دو افراد کی ٹیک لے کر باہر تشریف لائے۔ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔نماز ظہر کا وقت تھا۔گویا کہ میں اب بھی آپ کے مبارک پاؤں کو دیکھ رہی ہوں وہ زمین پر گھسٹ رہے تھے۔یہ درد کی شدت کی وجہ سے تھا۔جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں آپ نے ان دو صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیں۔آپ ان کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔آپ نے اسی جگہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھوڑا تھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔دوسری روایت میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی اقتداء میں اور صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔

ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز نماز سے فارغ ہوئے جب آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف نماز ادا کی تھی۔آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی اور فرمایا: آپ نے ان کے ساتھ بآواز بلند کلام فرمایا۔آپ کی آواز مسجد سے باہر بھی آرہی تھی۔آپ نے فرمایا: اے لوگو! آگ

کو بھڑکا دیا گیا ہے تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے آگئے ہیں۔ بخدا! لوگ مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا سکتے میں نے وہی حلال کیا ہے جسے قرآن پاک نے حلال کیا۔ میں نے اس چیز کو حرام کیا جسے قرآن پاک نے حرام کیا۔ اسے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ! اے صفیہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی! اس کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں عمل کرو میں تمہیں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب آپ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ پسند کرتے ہیں۔ آج بنت خارجہ کی باری ہے۔ میں ان کے پاس چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! حضور اکرم ﷺ حجرہ مقدسہ میں آگئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس السنخ تشریف لے گئے۔

امام احمد، نسائی، بیہقی، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آپ نے اپنے مرض وصال میں اس طرح کیا۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: نبوت کی بشارات میں سے اب وہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دیکھے جاتے ہیں۔ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن پاک پڑھوں۔ رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کیا کرو سجدوں میں دعا کی کوشش کیا کرو۔ یہ دعا اس امر کی مستحق ہے کہ اسے تمہاری طرف سے قبول کر لی جائے۔

الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مرضِ وصال میں حجرہ مقدسہ کا دروازہ کھولا۔ پردہ اٹھایا۔ آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر خوش ہو گئے۔ ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جن ایام میں حضور اکرم ﷺ بیمار تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ جب سوموار کا دن آیا۔ صحابہ کرام صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ نے حجرہ مقدسہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا۔ آپ کھڑے تھے۔ گویا کہ آپ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے تبسم فرمایا۔ ہم مسرت سے کھل اٹھے کہ آپ باہر تشریف لائے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: مسلمانوں نے گمان کیا کہ وہ آپ کی وجہ سے نماز میں آپ پر فریفتہ ہو جائیں گے جب انہوں نے آپ کی زیارت کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے، تاکہ آپ صف تک پہنچے انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ نماز کی طرف آنے لگے ہیں۔ آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز مکمل کریں۔ آپ حجرہ مقدسہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے پردہ لٹکا دیا۔ اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں نے آخری بار آپ کی زیارت کی تھی وہ سوموار کا دن تھا۔ آپ نے پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ جب صحابہ کرام نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے

آواز نکالی۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرو۔میں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا گویا کہ وہ مصحف کا ورق تھا، پھر آپ نے پردہ لٹکا دیا۔اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

آپ کا ارادہ کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے نوشتہ لکھوا دیں مگر آپ نے نہ لکھوایا

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر سے فرمایا: میرے پاس کندھے کی ہڈی یا تختی لے کر آؤ تا کہ میں صدیق اکبر کے لیے نوشتہ لکھ دوں تا کہ ان کے متعلق اختلاف نہ ہو۔جب حضرت عبدالرحمان چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ابو بکر! رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں اختلاف ہو۔اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔میں نے ارادہ کیا کہ میں صدیق اکبر اور ان کے لخت جگر کی طرف پیغام بھیجوں تا کہ میں عہد لکھوا دوں تا کہ کوئی بات کرنے والا بات نہ کر سکے اور تمنا کرنے والا تمنا نہ کر سکے، پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے مومنین دفاع کرتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ دفاع کرتا ہے اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں۔اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے مرضِ وصال میں آپ نے فرمایا: میرے لیے اپنے والد گرامی ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک نوشتہ لکھوا دوں مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا یا کوئی کہنے والا کہے گا۔میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں مگر صدیق اکبر ہی خلیفہ ہوں۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کیا۔

❁❁❁

بارھواں باب

آپ نے صحابہ کرام کے لیے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا

شیخان نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جمعرات! کیا ہے جمعرات، پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے تر ہو گئے۔میں نے عرض کی: ابن عباس! جمعرات! اور کیا ہے جمعرات۔اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد شدت اختیار کر گیا۔آپ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لے کر آؤ جس پر میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھوا دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور اکرم ﷺ کو شدید درد ہے۔تمہارے پاس قرآن پاک ہے۔کتاب الٰہی ہمارے لیے کافی ہے۔اہل بیت کا اختلاف ہو گیا۔وہ باہر تکرار کرنے لگے۔کچھ کہہ رہے تھے۔قریب کر دو۔آپ تمہارے لیے کچھ لکھ دیتے ہیں کچھ حضرت عمر فاروق کا قول دھرا رہے تھے۔وہ باہم تکرار کرنے لگے۔بارگاہ رسالت مآب میں ایسا تکرار بھی نہیں ہونا چاہیے۔انہوں نے کہا: آپ کے متعلق اختلاط کا اندیشہ تو نہیں اسے اچھی طرح سمجھ لو۔وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: انحنو۔جب انہوں نے آپ کے پاس تکرار اور بحث زیادہ کی تو فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں اس حالت میں اس سے بہت بہتر ہوں جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔آپ ﷺ نے انہیں اس وقت تین وصیتیں کیں۔فرمایا: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔جو وفد تمہارے پاس آئیں انہیں اسی طرح انعامات دیتے رہنا جس طرح میں دیتا تھا۔تیسری وصیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے۔یا انہوں نے فرمایا: میں اسے بھول گیا ہوں۔یہ مصیبت تھی پوری طرح مصیبت جو آپ کے اور آپ کی کتابت کروانے کے مابین حائل ہو گئی۔یہ صحابہ کرام کے اس بحث و تکرار کی وجہ سے ہوا۔ابویعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وقتِ وصال ایک صحیفہ منگوایا تاکہ آپ اس میں کچھ لکھوا دیں تاکہ لوگ اس کے بعد گمراہ نہ ہوں، یا اس میں اپنی امت کے لیے ایسا نوشتہ لکھوا دیں جس کی وجہ سے نہ وہ کسی پر ظلم کریں نہ ان پر ظلم کیا جائے۔حجرہ مقدسہ میں شور تھا۔حضرت عمر نے اسے چھوڑ دیا۔حضور اکرم ﷺ نے اسے ترک فرما دیا۔الطبرانی نے اللیث بن ابی سلیم کی سند سے۔بقیہ افراد ثقہ ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شانے کی ہڈی منگوائی۔فرمایا: یہ ہڈی لے کر آؤ تاکہ میں تمہیں نوشتہ لکھوا دوں تاکہ تم میرے بعد اختلاف نہ کرنے لگو۔آپ ﷺ اس سے یہ پکڑی جو آپ کے پاس تھا۔دوسری روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے ایک عورت نے کہا: تمہاری خیر! حضور اکرم ﷺ تمہیں وصیت کرنے لگے ہیں۔بعض قوم نے کہا: تو خاموش ہو جا۔تیرے پاس عقل نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس عقلیں نہیں ہیں۔

امام احمد، ابن سعد نے (اس کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کے پاس طبق لے کر آؤں تاکہ آپ اس میں کچھ لکھ دیں تاکہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو۔انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی روح مجھ سے قبل پرواز نہ کر جائے۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں یاد رکھوں گا۔آپ ﷺ نے نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے متعلق وصیت کی۔

تنبیہات

۱- امام بیہقی اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے درد کی شدت دیکھی تو آپ سے تخفیف کا ارادہ کیا۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے دین حق کو مکمل کر دیا ہے۔اگر یہ نوشتہ وحی الٰہی ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اسے ضرور لکھوا دیتے۔صحابہ کرام کا بحث و تکرار اس میں خلل نہ ڈالتا۔کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

جیسے دیگر امور کی تبلیغ سے آپ کو مخالفین کی مخالفت اور دشمنوں کی عداوت نہ روک سکی۔ آپ نے ارادہ فرمایا تھا جیسے حضرت سفیان بن عیینہ نے اپنے سے ماقبل کے علماء کرام سے نقل کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھیں جب آپ کو تقدیر الٰہی کا علم ہو گیا تو اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی کتابت کو ترک کر دیا۔ جیسے آپ نے اپنے مرض وصال کے ابتداء میں فرمایا تھا جبکہ آپ نے فرمایا تھا: اے میرے سر! پھر آپ کے لیے عیاں ہوا کہ اسے نہ لکھا جائے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں سوائے ابوبکر کے، پھر آپ کی امت کو ان کی خلافت سے آگاہ کر دیا گیا کیونکہ آپ نے نماز میں انہیں اپنا نائب مقرر کیا تھا، جبکہ آپ خود مسجد نبوی میں نماز کے لیے تشریف نہ لے جا سکے۔

امام بیہقی نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔ امام مازری نے لکھا ہے۔ آپ کے حکم کی صراحت کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا اس نوشتہ میں اختلاف جائز ہے، کیونکہ بعض اوقات اوامر میں بھی ایسے قرائن پاتے جاتے ہیں جو انہیں وجوب سے منتقل کر دیتے ہیں۔ آپ کے کسی ایسے قرینہ کا اظہار ہوا جس نے اس امر پر دلالت کی کہ یہ حکم لزوم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اختیار پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے اجتہاد میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امتناع پر عزم مصمم کر لیا، کیونکہ ان کے پاس ایسے قرائن تھے کہ آپ نے اسے قصد جازم کے بغیر فرمایا تھا۔ آپ کا عزم یا تو وحی کی وجہ سے یا اجتہاد کی بناء پر تھا۔ اسی طرح اس کا ترک بھی اگر وحی کی وجہ سے تھا تو وحی کی وجہ سے تھا۔ اگر اجتہاد کی بنا پر تھا تو اجتہاد کی وجہ سے تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے۔ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان: ہمیں رب تعالیٰ کی کتاب زندہ کافی ہے۔ ان کے فہم کی قوت اور نظر کی دقت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ ایسے امور نہ لکھ دیے جائیں جن سے لوگ عاجز آ جائیں وہ سزا کے مستحق بن جائیں، کیونکہ وہ منصوص ہوں گے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء کرام کی طرف سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انکار نہ کیا۔ ان کے مؤقف کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے کہا تھا۔ ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے، کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:٣٨)

ترجمہ: نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس امر کے معارض نہیں ہے کیونکہ وہ ان سے قطعی طور پر زیادہ فقیہ تھے یوں نہ کہا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن پاک پر اکتفاء نہ کیا حالانکہ حبر القرآن تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر سے سارے لوگوں سے زیادہ آگاہ تھے، لیکن انہیں اسی تفصیل اور بیان کے رہ جانے پر افسوس تھا جس سے استنباط کرنا زیادہ عمدہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیرھواں باب

مال عطا فرمانا، غلام آزاد کرنا

ابن سعد، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات دینار تھے۔ آپ نے انہیں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا۔ مرضِ وصال میں فرمایا: عائشہ! وہ سونا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو۔ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ کے امور میں مشغول ہو گئیں۔ آپ نے کئی بار انہیں فرمایا، پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ آپ نے انہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ سوموار کی رات کو آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کے پاس اپنا چراغ بھیجا، فرمایا: اپنی شیشی میں سے کچھ تیل اس چراغ میں ڈال دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔

ابن سعد نے حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس وقت آپ کا سر اقدس ان کے سینے پر تھا۔ عائشہ! تم نے اس سونے کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: وہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا: انہیں خرچ (صدقہ) کر دو، پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ ان کے سینۂ اقدس پر ہی تھے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: عائشہ! کیا تم نے وہ سونا صدقہ کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! بخدا! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ انہیں اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔ انہیں شمار کیا یہ چھ تھے۔ فرمایا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہو گا۔ اگر انہوں نے اس کے ساتھ اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سارے دینار صدقہ کر دیے۔ اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

مسدد، ابن ابی عمر، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مرضِ وصال میں فرمایا: تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ میرے پاس ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے لے آؤ۔ میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انہیں اپنے دستِ اقدس میں رکھا۔ یہ پانچ اور سات کے مابین تھے۔ دست اقدس بلند فرمایا۔ فرمایا: انہیں خرچ کر دو۔ فرمایا: محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کیا گمان ہو گا اگر انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں انہیں خرچ کر دو۔

ابو طاہر مخلص نے حضرت سہل بن یوسف سے، انہوں نے اپنے باپ اور جد امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں چالیس غلام آزاد کیے۔

چودھواں باب

اپنی نورِ نظر حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

ائمہ خمسہ، الطبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل بیت پاک میں سے عفت مآب خواتین آپ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ تھی۔ یہ آپ کے مرض وصال کا واقعہ ہے۔ میں نے کسی کو خصلت، چال اور وضع میں اس قدر آپ کے مشابہ نہیں دیکھا جس طرح اٹھنے بیٹھنے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے مشابہ تھیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آتیں تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا سر چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔ جب آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی طرح کرتیں۔ آپ کے مرض وصال میں وہ چلتی ہوئی آئیں۔ ان کی چال آپ کی چال کے بالکل مشابہ تھی۔ آپ نے فرمایا: میری نور نظر کو خوش آمدید! انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھالیا۔ وہ آپ پر جھک کر آپ کا بوسہ لینے لگیں۔ آپ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ وہ رونے لگیں۔ پھر دوسری بار کان میں کچھ فرمایا تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے کہا: آج تک میں نے مسرت کو غم کے اتنا قریب نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا میں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو رازوں کے لیے مختص کیا ہے جب آپ اٹھیں تو میں نے عرض کی: مجھے بتائیں کہ آپ نے تمہیں کیا سرگوشی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں آپ کا راز افشانہ کروں گی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا۔ میں نے کہا: سیدہ! میں آپ کو اس حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جو میرا تم پر ہے۔ مجھے اس راز کے متعلق بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! اب وقت ہے۔ آپ نے مجھے سرگوشی فرمائی۔ آپ نے فرمایا: سیدنا جبرائیل ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک مرتبہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے ہر نبی کے بعد تشریف لانے والا نبی اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کے نصف حصہ کو جہان رنگ و بو میں بسر کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے مجھے بیان فرمایا کہ اسی مرض میں آپ کا وصال ہو جائے گا۔ تم رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ تم صبر کرنا۔ مجھے جبرائیل امین نے بتایا ہے اہل ایمان کی خواتین میں سے کوئی عورت بھی فضیلت میں تم سے برتر نہیں ہے۔ صبر کے اعتبار سے سب سے کمتر نہ ہو جانا۔ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے سرگوشی کی۔ فرمایا: کیا تم اس (سعادت) پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل ایمان کی خواتین کی سردار ہو یا اس امت کی خواتین کی سردار ہو۔ یا فرمایا: تم مجھے اہل بیت میں سے سب سے پہلے ملو گی۔ میں مسکرا پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا۔

تنبیہ

حافظ نے لکھا ہے کہ اس امر پر روایات متفق ہیں کہ آپ نے انہیں پہلے کیا سرگوشی کی تھی اور وہ گریہ بار ہوئی تھیں۔ وہ

آپ کا انہیں یہ بتانا تھا کہ اس مرض میں آپ کا وصال ہو جائے گا۔اس میں اختلاف ہے کہ دوسری بار سرگوشی کیا کی تھی کہ آپ مسکرا پڑیں۔حضرت عروہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں یہ فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ ہی آپ سے ملاقات کریں گی۔مسروق کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔آپ کا یہ فرمان کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملیں گی اسے پہلے قول کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔یہی قول راجح ہے شاید یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔

❁❁❁

پندرھواں باب

وصال کے وقت انصار کے بارے میں وصیت

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض وصال میں باہر تشریف لائے آپ نے سیاہی مائل پٹی سر اقدس کے ساتھ باندھی ہوئی تھی۔مبارک شانوں پر چادر ڈال رکھی تھی۔آپ منبر پاک پر رونق افروز ہوئے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے۔انصار کم ہوتے جائیں گے، حتیٰ کہ یہ لوگوں میں یوں ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے تم میں سے اگر کوئی کسی ایسے امر کا والی بنے جس سے وہ کسی قوم کو نفع دے سکتا ہو اور دوسری قوم کو نقصان دے سکتا ہو تو وہ ان سے پاکباز سے قبول کرے ان سے گناہ گار سے تجاوز کرے۔آپ کی یہ آخری محفل تھی جس میں آپ رونق افروز ہوئے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ایوب بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وصال میں باہر تشریف لائے۔منبر پر رونق افروز ہوئے۔حمد و ثناء کے بعد آپ نے شہدائے احد کا ذکر کیا۔ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا: اے گروہ مہاجرین! تم بڑھنے لگو گے۔انصار میں اضافہ نہ ہوگا۔یہ میرے خواص ہیں جن کی طرف میں آیا ہوں۔ان کے کریم کا احترام کرو ان کے گناہ گار کو معاف کر دو۔

امام بخاری نے اور سیف بن عمر نے "الفتوح" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما انصار کی محفل میں تشریف فرما تھے۔وہ رو رہے تھے۔انہوں نے ان سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پاک یاد آ گئی تھی۔ان میں سے ایک بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اور اس واقعہ کے متعلق بتایا۔سیف نے تحریر کیا ہے۔جب انصار نے آپ کی زیارت کی آپ کا درد شدید تھا۔وہ مسجد نبوی کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے۔ان کا مقام اور خدشہ بیان کیا۔حضرت فضل نے بھی اسی

طرح بتایا، پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بھی اسی طرح بتایا۔ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ حضرات علی، فضل اور عباس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، کسی چادر کے کنارے کے ساتھ آپ نے سر اقدس کو باندھ رکھا تھا۔ ٹانگ مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپ منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس کے بعد آپ اس پر جلوہ نمانہ ہوئے تھے۔ آپ نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام تیزی سے آپ کی سمت بڑھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے علم ہوا ہے کہ تم اپنے سے قبل اپنے نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے غمزدہ ہو۔ کون ہے جسے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اور وہ تم میں ہمیشہ رہا۔ ارے! میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ تم بھی اس کے ساتھ ملاقات کرنے والے ہو۔ میں تمہیں مہاجرین اولین کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں مہاجرین کو آپس میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣ (العصر: ۱ تا ۳)

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے۔ بجز ان کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔

امور اذن الٰہی سے رواں ہوتے ہیں۔ کسی امر کا آہستہ آنا تمہیں اس کے جلد آنے پر نہ ابھارے۔ رب تعالیٰ کسی کی عجلت کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا، جو رب تعالیٰ پر غالب آنے کی سعی کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر غالب آجاتا ہے جو رب تعالیٰ سے دھوکہ کرتا ہے رب تعالیٰ اسے اس کے دھوکہ کی سزا دیتا ہے۔

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝٢٢ (محمد: ۲۲)

ترجمہ: اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کر دو گے اپنی قرابتوں کو۔

میں تمہیں انصار کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ انہوں نے ہی پہلے گھروں میں ٹھہرایا۔ ایمان لائے، کیا انہوں نے تمہارے لیے پھلوں میں سے نصف مختص نہیں کر دیے۔ کیا انہوں نے تمہارے لیے اپنے گھر کشادہ نہیں کیے۔ کیا انہوں نے تمہیں خود پر ترجیح نہیں دی حالانکہ انہیں خود ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے اب ان کا حق باقی ہے۔ تم میں سے جو شخص دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے کا والی بنے تو وہ ان کے محسن سے قبول کرلے ان کے برے کو معاف کر دے۔ ارے! ان پر دوسروں کو ترجیح نہ دینا۔ ارے! میں تمہارا پیش رو ہوں۔ تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ ارے! ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ جسے پسند ہو کہ وہ کل وہاں آئے تو اسے اپنی زبان اور ہاتھ کو روک لینا چاہیے۔ اے لوگو! گناہ نفوس کو بدل دیتے ہیں۔ قسمت تبدیل کر دیتے ہیں۔

❁❁❁

سولھواں باب

صحابہ کرام کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جمع فرمانا اور ان کے لیے وصیت کرنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے نبی کریم اور حبیب لبیب ﷺ نے اپنے وصال کے متعلق بتا دیا تھا۔ جب فراق کا وقت قریب آیا تو ہمیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جمع کیا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا۔ چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے زمین کی سمت دیکھا پھر فرمایا: تمہیں خوش آمدید! رب تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے رب تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ رب تعالیٰ تمہیں پناہ دے رب تعالیٰ تم سے قبول کر لے۔ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ کے حضور تمہاری خیر کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ میں تم پر اسے جانشین مقرر کرتا ہوں۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے تمہارے پاس نذیر اور بشیر بن کر آیا ہوں۔ رب تعالیٰ کے بندوں اور شہروں میں اس پر سرکشی نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (القصص:۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کر دیں گے اس کو ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝ (الزمر:۶۰)

ترجمہ: کیا نہیں ہے ٹھکانہ جہنم میں تکبر کرنے والوں کا؟

ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کا وصال کب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوٹ کر رب تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنۃ الماویٰ، فردوس اعلیٰ کا س (جام) اوفی لبریز، عیش اور مبارک حصہ کی طرف دو رنگی ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا: اہل بیت میں سے کچھ افراد درجہ بہ درجہ۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ کو کس میں کفن دیں گے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہی کپڑوں میں، یا مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمنی حلہ میں۔ ہم نے عرض کی: آپ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا؟ آپ رونے لگے۔ ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: اطمینان سے، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تمہارے نبی کریم ﷺ کی طرف سے تمہیں عمدہ جزاء دے۔ جب تم مجھے غسل دے لو۔ مجھے کفن دے لو۔ مجھے اس چارپائی پر رکھ لو تو اسے میری قبر انور کے کنارے پر رکھ دینا، پھر کچھ دیر کے لیے مجھ سے دور چلے جانا سب سے پہلے میرے خلیل اور دوست حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے پھر

حضرات میکائیل و اسرافیل درود و سلام پیش کریں گے، پھر فرشتہ اجل اپنے سارے لشکر کے ہمراہ مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے، پھر گروہ در گروہ میرے پاس آنا۔ مجھ پر درود و سلام پیش کرنا۔ کوئی تمہاری امامت نہ کرائے نہ مجھے شور وغل سے تکلیف دینا۔ اپنے آپ پر، میری طرف سے سلام بھیجنا۔ میرے جو صحابہ کرام یہاں موجود نہیں انہیں میری طرف سے سلام دینا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہر اس شخص پر سلام بھیجا ہے جو اسلام میں داخل ہوا۔ میرے دین کی اتباع کی۔ یہ سعادت مندی روز حشر تک ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو قبر انور میں کون داخل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے مرد حضرات، درجہ بہ درجہ۔ ان کے ہمراہ کثیر فرشتے ہوں گے۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھتے۔ اس روایت کے راوی درج ذیل ہیں:

اسے بزار نے محمد بن اسماعیل بن سمرہ الاحمسی سے، انہوں نے عبدالرحمان بن محمد محاربی سے، انہوں نے ابن الاصبہانی سے، انہوں نے مرہ بن عبداللہ سے، عبدالرحمان نے مرہ سے نہیں سنا جیسے بزار نے کہا ہے۔ اس کے اور اس کے مابین دو راوی ہیں۔ جیسے ابن منیع اور الطبرانی نے روایت کیا ہے یا تین راوی ہیں جیسے ابن جریر نے روایت کیا ہے اسے الطبرانی، خلاد بن مسلم اور اشعث بن طلیق نے روایت کیا ہے۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے جرح اور تعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ اسے حسن عرنی اور خلاد بن مسلم نے روایت کیا ہے ابو مسلم کوفیوں میں سے ثقہ ہیں۔ میں نے اپنے والد گرامی اور ابوزرعہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا اسے ازدی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے لیکن انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام مٹا دیا ہے اور فرمایا ہے: انہوں نے مطابقت کی ہے۔ حسن عرنی ابن عبداللہ ثقہ ہیں۔ ان سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے اپنے شیخ محمد بن عمر سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے ابن ابی عون سے اور انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسے احمد بن منیع نے اپنی مسند میں، الطبرانی نے الدعاء میں، ابن اصبہانی سے اور انہوں نے اشعث بن طلیق سے روایت کیا ہے انہوں نے حسن عرنی سے روایت کیا ہے وہ مرہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ ابن جریر نے محمد بن عمر صباح ہمذانی سے، انہوں نے یحییٰ بن عبدالرحمان سے، انہوں نے مسلم بن جعفر البجلی سے، انہوں نے عبدالملک بن اصبہانی سے انہوں نے خلاد اسدی سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے محمد بن عمر سے، انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے ابوعون سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے ''الدعاء'' میں ابن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے، انہوں نے نبیط بن شریط سے، انہوں نے عبدالملک بن عبدالرحمان الاصفہانی سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے، انہوں نے حسن عرنی کو سنا وہ مرہ سے روایت کرتے تھے۔ اسی طرح محمد بن ابان بلخی نے عمرو بن محمد عبقری سے، انہوں نے عبدالملک الاصبہانی سے۔ انہوں نے خلاد بن

صفار سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے اور انہوں نے حسن مرنی سے اور انہوں نے مرہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے سلام بن سلیم الطویل کی سند سے، انہوں نے عبد الملک بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سلام الطویل اس روایت میں منفرد ہیں لیکن سابقہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ سلام منفرد نہیں ہیں۔ ابوالحسن بن ضحاک نے سیف کی سند سے بشر بن فضل سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوبکر! اس دین حق کے اولین افراد میں سے چالیس افراد میرے لیے جمع کریں۔ ان کے ساتھ عمر فاروق کو بھی بلانا۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ یہ آپ کے وصال سے پندرہ روز قبل کا واقعہ ہے۔ آپ نے ان کے لیے محبت کا اظہار کیا۔ ان کے لیے دعا کی۔ ان سے عہد لیے۔ انہیں گواہ بنایا۔ یہ آخری وصیت تھی جو آپ نے کی تھی۔"

ابن ابی شیبہ، ابویعلی، نسائی نے الکبریٰ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے کہ سب سے آخر میں آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "جس دن آپ کا وصال ہوا اس روز آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ ہر صبح کئی بار پوچھتے: "علی آئے ہیں۔" حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا: " آپ نے انہیں کسی ضروری کام کے لیے بھیجا تھا۔ ہم حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ اس کے پاس بیٹھ گئے میں دروازے کے سب سے زیادہ قریب تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ پر جھک گئے۔ آپ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ ان کے کان میں کچھ کہنے لگے۔ اسی روز آپ کا وصال ہوگیا۔ سب سے آخر میں آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے تھے۔"

❀❀❀

سترھواں باب

نماز اور امورِ دین کی وصیت

امام احمد، شیخان، نسائی، ابن ماجہ، ابن سعد، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا اور روحِ مبارک حلقوم تک پہنچی تو آپ کی عام وصیت یہ تھی "نماز اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "نماز ادا کرو اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔" حتیٰ کہ انہی الفاظ پر آپ کے سینہ اقدس میں غرغرہ پیدا ہوگیا۔ یہی کلمات آپ کی زبانِ اقدس سے نکل رہے تھے۔"

امام بخاری کے علاوہ محدثین کے ایک گروہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دینار، درہم، بکری اور اونٹ نہ چھوڑا نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن سعد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا: جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: "نماز! نماز! اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔" آپ اسی سے گفتگو کرنے لگے یہی آپ کے آخری کلمات تھے۔"

ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر آپ کو افاقہ ہوا۔ فرمایا: "غلاموں کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ان کی کمروں پر عمدہ کپڑے پہناؤ۔ ان کے پیٹوں کو سیراب کرو اور ان کے لیے نرم بات کرو۔" محدثین کی ایک جماعت نے (سوائے ابوداؤد کے) طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کی: "آپ نے لوگوں کو کیسے لکھوایا۔ انہیں حکم دیا مگر وصیت نہ کی۔ آپ نے فرمایا: "آپ نے کتاب الٰہی کے مطابق وصیت کی تھی۔" ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔ "نماز اور غلاموں سے حسن سلوک۔" اسی سے آپ کے نفس میں غرغرہ پیدا ہوگیا۔

✿✿✿

اٹھارھواں باب

آپ کا خدشہ کہ کہیں آپ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا جائے

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے چہرۂ انور پر چادر پھینک دیتے تھے، پھر اسے چہرۂ انور سے ہٹالیتے تھے۔ آپ اس کیفیت میں تھے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء (کرام) کی قبور کو مساجد بنالیا۔" حضرت ام المومنین نے فرمایا: "آپ نے اس طرح کے عمل سے محتاط رہنے کا حکم دیا جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبور کو مساجد بنالیا۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر یوں نہ ہوتا تو آپ کی قبر انور کو واضح کر دیا جاتا۔" آپ کو خدشہ تھا کہ آپ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا جائے۔" طیالسی، امام احمد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کرام کو میرے پاس بلاؤ۔" وہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مٹیالے رنگ کی چادر مبارک اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنالیا تھا۔"

ابن ابی شیبہ، حارث اور ابو یعلی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر

ہوتے ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ بیمار تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ آرام فرما تھے۔ آپ نے اپنا چہرۂ انور عدنی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: ”رب تعالیٰ یہود پر لعنت کرے وہ بکری کی چربی کو حرام کرتے تھے اور اس کی قیمت کھا جاتے تھے۔“ حارث نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے بٹھاؤ۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینۂ اقدس تک بٹھایا۔

❁❁❁

انیسواں باب

آپ کا آخری کلام

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب آپ کی علالت میں اضافہ ہوا اور درد نے آپ کو ڈھانپ لیا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: ”ہائے میرے والد گرامی کا درد!“ آپ نے فرمایا: ”آج کے بعد تمہارے والد گرامی کو کوئی درد نہ ہوگا۔“ یہ امام احمد کی روایت ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: ”تمہارے والد گرامی کے وصال کا وقت آ گیا ہے جس سے رب تعالیٰ کسی کو نجات دلانے والا نہیں تاکہ روزِ حشر کے وعدہ کو پورا کرے۔“

ابن سعد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں سنا کرتی تھی کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر اسے دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دیا جاتا ہے۔ مرضِ وصال میں آپ کا گلا بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء:۶۹)

ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں ان کے ساتھی۔

میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔“

امام احمد، ابن سعد، شیخان اور بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ بیمار ہو جاتے تھے تو حضرت جبرائیل امین آپ کو دم کرتے تھے۔“ دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات سے دم کرتے تھے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی شفاء لا یغادر سقما۔

جب آپ کی مرض نے شدت اختیار کی تو میں نے آپ کا دستِ کرم تھاما۔ میں اسے چھونے لگی اور دم کرنے لگی۔

آپ نے میرے ہاتھ سے اپنا دستِ اقدس چھین لیا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ ہاتھ مجھ سے اٹھالو یہ مجھے کبھی فائدہ دیتا تھا۔" حاکم نے روایت کیا ہے کہ آپ کی زبانِ اقدس سے آخری کلمات یہ نکلے تھے "جلال ربی الرفیع۔"

نسائی اور حارث بن ابی اسامہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آپ میری گود میں تھے میں آپ کو چھونے لگی اور ان کلمات کے ساتھ آپ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی: "اذھب البأس رب الناس۔" آپ کو افاقہ ہوا۔ اپنا دست اقدس میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ الرفیق الاعلیٰ الاسعد کا سوال کرتا ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ آئے۔ انہوں نے پوچھا: "امیر المؤمنین! حضور اکرم ﷺ نے آخری گفتگو کیا فرمائی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔" انہوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "نماز نماز!" حضرت کعب نے فرمایا: "انبیائے کرام کی آخری گفتگو اسی طرح ہوتی ہے۔" بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے حجرۂ مقدسہ کا پردہ اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ آپ کے مرض وصال کی بات ہے۔ آپ نے کہا: "مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔" پھر فرمایا: "مبشرات النبوۃ میں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔ جنہیں پاکباز بندہ دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔"

امام احمد نے دو اسناد سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کا آخری کلام یہ تھا: "اہلِ حجاز کے یہودیوں اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ جان لو لوگوں میں سے شریر افراد وہ ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنا لیا تھا۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا برتن تھا۔ جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے ہاتھ پانی میں داخل کرتے۔ اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے پھر فرماتے: "لا الٰہ الا اللہ۔" بلاشبہ موت کے لیے سکرات (سختیاں) ہیں، پھر دایاں دست اقدس بلند فرما دیتے اور فرماتے: "الرفیق الاعلیٰ" حتیٰ کہ آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ آپ کا ہاتھ پانی میں مائل ہو گیا۔

ابن سعد اور بیہقی نے روایت کیا ہے امام ذہبی نے اسے صحیح لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے وصال سے تین روز قبل فرمایا تھا" رب تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھو۔" امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ پر نزع کی کیفیت دیکھی۔ آپ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ پیالے میں اپنا دست اقدس ڈالتے پھر چہرۂ

انور پر مل لیتے۔ یہ عرض کرتے: "مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔"

امام احمد نے اس سند سے روایت کیا ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس سے مجھ پر وصال آسان ہو گیا ہے کہ میں نے جنت میں عائشہ کے ہاتھ کی سفیدی دیکھی ہے۔" ابن سعد نے اسے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے یہ آپ کی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی علامت ہے۔

❁❁❁

بیسواں باب

آخری نماز جو آپ نے صحابہ کرام کو پڑھائی

امام بخاری اور امام بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے سر اقدس کو پٹی سے باندھا ہوا تھا۔ آپ کا مرضِ وصال تھا۔ آپ نے ایک کپڑا لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے ہمیں نمازِ مغرب پڑھائی۔ اس میں سورۃ المرسلات تلاوت کی۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی، حتیٰ کہ آپ نے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی یعنی اس کے بعد صحابہ کرام کو نماز نہ پڑھائی۔

امام بیہقی نے دو اسناد سے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ آخری نماز جسے آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ پڑھا تھا وہ ایک چادر میں تھی۔ جس کی طرفوں کو آپ نے لٹکا رکھا تھا۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "میرے لیے اسامہ بن زید کو بلاؤ اپنی کمر ان کے سینے کے ساتھ لگا دی۔ یہ آپ کی آخری نماز تھی جو آپ نے پڑھائی تھی۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ وہ نماز جسے آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھا تھا۔ وہ سوموار کے روز نماز صبح تھی۔ اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ آخری نماز تھی جو آپ نے پڑھی تھی، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے سوموار کے روز بوقتِ چاشت وصال فرمایا تھا۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عقبہ اور عروہ نے ان کی اتباع کی ہے۔ یہ ضعیف قول ہے بلکہ یہ آخری نماز تھی جو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی، پھر یہ درست نہیں کہ یہ یوم وصال کے پیر کے روز کی نماز صبح ہو۔ کیونکہ وہ نماز آپ نے جماعت کے ساتھ نہ پڑھی تھی۔ بلکہ ضعف کی وجہ سے اسے گھر میں ہی ادا کیا تھا۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو آپ کی تاریخ وصال کے بارے میں ہے یہ واضح دلیل ہے کہ آپ نے پیر کے روز نماز صبح صحابہ کرام کے ساتھ ادا نہ کی تھی۔ بلکہ آپ اس روز ان کی طرف نہ نکلے تھے۔ اسی طرح آخری نماز جو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی وہ نماز ظہر تھی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ واضح روایت مروی ہے یہ سیدنا ابوبکر کی نماز

کے بارے میں ہے یہ جمعرات کا دن تھا۔ ہفتہ کا روز نہ تھا نہ ہی اتوار کا دن تھا جیسے امام بیہقی نے مغازی ابن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے، جیسے کہ ہم نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ آپ جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار کے روز ان سے منقطع نہ ہوئے تھے۔ یہ تینوں ایام مکمل تھے۔"

❁❁❁

اکیسواں باب

وصال سے قبل مسواک کا استعمال

شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے جو مجھ پر انعام فرمایا تھا وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال میرے حجرہ مقدسہ میں ہوا تھا۔ آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے اور میرے تھوک مبارک کو جمع کر دیا تھا۔ حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی یا سبز شاخ تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ میں نے دیکھا آپ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں جان گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرما رہے تھے میں نے عرض کی: "کیا میں آپ کو مسواک پیش کروں؟" آپ نے سر اقدس کا اشارہ کیا: "ہاں! میں نے اسے توڑا اسے چبایا اور اسے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے خوبصورت انداز سے مسواک کی جیسے کہ آپ کرتے تھے۔"

محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں سر اقدس بلند کیا۔ میں نے اسے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ حضرت اسامہ بن زید آئے اور ان کے ہاتھ میں اراک کی تر مسواک تھی۔ آپ نے اسے دیکھ لیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ نے مسواک کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اسے پکڑا اسے اپنے منہ میں چبایا۔ میں نے آپ کو مسواک پیش کر دیا۔ آپ نے اسے پکڑا منہ مبارک کے قریب لے گئے۔ ہاتھ پر لرزہ طاری ہوا۔ مسواک ہاتھ سے گر پڑی۔"

حارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی شیبہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت دیکھی تو اس کے بعد کسی کی موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔" ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ پر نزع کے عالم کی شدت دیکھ کر مومن کی موت کی شدت پر رشک کرتی تھی۔"

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مسواک والی روایت میں از روئے فقہ نظافت و پاکیزگی کا درس ملتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جسے شہادت یا موت کا خدشہ ہو اس کے لیے زیر ناف بال صاف کرنا مستحب ہے، کیونکہ وہ بارگاہ ربوبیت میں جانے لگا ہے، جیسے نمازی رب تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ نظافت دونوں امور کے لیے ضروری ہے۔

❁❁❁

بائیسواں باب

اپنے نفس پاک کو عتاب

ابن سعد نے حضرت ابو الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ رب تعالیٰ سے عاقبت کا سوال کرتے جب مرض وصال آیا تو آپ نے شفاء کے لیے دعا نہ کی آپ یوں فرمانے لگے: "اے نفس! تجھے کیا ہے۔ تجھے پوری طرح پناہ مل جائے گی۔"

❁❁❁

تیئیسواں باب

روایت ہے کہ آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا گیا آپ نے جنت میں اپنا مقام رفیع دیکھا، پھر آپ کی طرف روح کو لوٹا دیا گیا پھر آپ کو اختیار دے دیا گیا

امام احمد، شیخان، ابن سعد، الطبرانی اور ابو نعیم نے صحیح سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے: "ہر نبی کی روح مبارک کو قبض کر لیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے پھر اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔" مجھے یہ حدیث پاک یاد تھی۔ میں نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا لمحہ بھر کے لیے آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ آپ کی گردن مبارک جھک گئی۔ میں نے کہا: "آپ کا وصال ہو چکا ہے۔" میں اسے پہچان گئی جو آپ نے فرمایا تھا، پھر آپ کو افاقہ ہوا۔ آپ نے حجرہ مقدسہ کی چھت کی طرف دیکھا۔ نظر کرم بلند فرمائی۔ فرمایا: "بخدا! پھر تو میں رفیق اعلیٰ کو ہی اختیار کروں گا۔ حضرات جبرائیل، میکائیل

اور اسرافیل کے ساتھ، انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے ان کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔" میں جان گئی کہ آپ نے ہمیں جو حدیث پاک بیان کی تھی وہ صحیح ہے۔" الحافظ نے مغازی میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اسی حالت میں حضرت جبرائیل آپ پر نازل ہوئے اور آپ کو اختیار دیا۔ پہلے اس موضوع کے متعلق روایات گزر چکی ہیں۔

❁❁❁

چوبیسواں باب

حضرت جبرائیل امین کا آپ کی خدمت میں آنا، فرشتۂ اجل کا اذن طلب کرنا، آسمانِ دنیا کے فرشتے حضرت اسماعیل کو دیکھنا، روح مبارک کو قبض کرنا، اس کے باہر نکلنے کی کیفیت اور ان کپڑوں کی صفت جن میں روح قبض کی گئی تھی

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے مفصل روایت کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی سند میں، الطبرانی نے ابوالحسین سے مرسل روایت کیا ہے، محمد بن یحییٰ اور بقی بن مخلد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تین روز قبل حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم یا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم رب تعالیٰ نے آپ کی عزت وتوقیر، فضیلت اور خصوصیت کے لیے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ سے پوچھے کہ آپ کیسے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔

ابن جوزی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے؟" آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں، یا جبرائیل! میں خود کو مکروب پاتا ہوں۔" دوسرے روز حضرت جبرائیل دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ یہ آپ کی عزت وفضیلت اور خصوصیت ہے۔ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے متعلق آپ سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ خود کو کیسے پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں خود کو مکروب (درد والا) پاتا ہوں۔"

تیسرے روز حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ساتھ فرشتۂ اجل بھی تھا۔ ان کے ہمراہ ایک اور فرشتہ بھی تھا، جو ہوا کو پرسکون کرتا تھا۔ وہ نہ تو کبھی آسمان کی طرف چڑھا تھا نہ ہی زمین کی طرف اترا تھا۔ اسے اسماعیل کہا

جاتا تھا۔ وہ ستر ہزار فرشتوں پر تھا۔ ان میں سے ہر ہر فرشتہ ستر ستر ہزار فرشتوں پر مقرر تھا۔ حضرت جبرائیل ان سے قبل حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ کی عزت و توقیر اور فضیلت کی وجہ سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے؟ حالانکہ وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابن جوزی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ ﷺ! رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیج رہا ہے۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ آپ خود کو کیسے پاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں اپنے آپ کو مکروب پاتا ہوں۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوالحویرث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: "رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے" اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو شفاء دے دیتا ہوں۔ آپ کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کا وصال کراتا ہوں اور آپ (کی امت) کی مغفرت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "یہ میرے رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ مجھ سے جو چاہے کرے۔" پھر فرشتہ اجل نے دروازے پر اذن طلب کیا۔ سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ملک الموت ہیں جو آپ سے اذن طلب کر رہے ہیں آپ سے قبل انہوں نے کسی سے اذن طلب نہیں کیا نہ ہی آپ کے بعد کسی سے اذن طلب کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "اسے اذن دے دو۔" انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ اجل نے نہ تو آپ سے قبل کسی گھرانہ والوں پر سلام بھیجا نہ آپ کے بعد بھیجے گا۔" وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو آپ کی روح قبض کر لیتا ہوں اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اے فرشتہ اجل جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔" انہوں نے عرض کی: "ٹھیک ہے مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر اس حکم پر عمل کروں جو آپ مجھے دیں۔" سیدنا جبرائیل نے عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ آپ سے ملاقات کرنے کا مشتاق ہے۔" آپ نے فرمایا: "اے فرشتہ اجل! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو۔" سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" اب یہ میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔"

ابن جوزی نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "اب میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔ میں آپ کے بعد کسی مرنے والے سے اذن طلب نہ کروں گا۔ نہ ہی آپ کے بعد کبھی زمین پر اتروں گا۔" آپ نے سکرات الموت کو پالیا۔" امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء

میں کہ آپ کا سر اقدس میرے کندھے پر تھا آپ کا سر اقدس میرے سر کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید آپ کو میرے سر سے کوئی ضرورت ہے۔ میں نے آپ کے منہ مبارک سے ٹھنڈا ذرہ نکلا۔ وہ میرے سینے پر گر پڑا۔ میری جلد لرز اٹھی۔ میں نے گمان کیا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے کپڑے سے آپ کو ڈھانپ دیا۔

الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس کو بڑھانے لگے۔ فرمایا: "جبرائیل! وہ اسی کو قبض کرتا ہے وہ اسی کو پھیلاتا ہے۔" ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ کچھ دیر تک آپ پر بے ہوشی طاری رہی پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔ آپ نے نگاہِ پاک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔"

حضرت ابوالحویرث نے امام بیہقی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔ جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے وہ کچھ سنا جو میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ آپ فرما رہے تھے "جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ عرض کر رہے تھے: "لبیک لبیک لبیک!" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! زمین پر یہ میرا آنا آخری بار تھا۔ دنیا میں میرا مدعا آپ ہی تھے۔" ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہو گیا تو فرشتۂ اجل روتا ہوا آسمان کی طرف چلا گیا۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے آسمان سے صدا سنی جس میں کہا گیا تھا "وا محمداہ" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ کا درد شدید ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج دیا۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ ہر ہر ام المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے گھر پیغام بھیج دیا۔ وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کا سر اقدس حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر تھا۔"

علامہ بلاذری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک دن آپ کی زیارت کی۔ آپ کا چہرۂ انور سرخ تھا۔ جبین اطہر سے پسینے کے قطرات گر رہے تھے۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالم نزع میں نہ دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے اٹھاؤ۔" میں نے آپ کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا۔ آپ کا سر اقدس پھر گیا۔ میں نے ہاتھ اٹھایا۔ اس سے ایک ٹھنڈا قطرہ میرے سینے پر گرا، پھر آپ بستر پر آ گئے۔ ہم نے آپ کو چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ آپ کا وصال ہو چکا تھا۔"

امام احمد، بزار اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی روح مبارک نکلی تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی اچھی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی۔" ابویعلی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پھر آپ نے میری طرف چہرۂ انور کیا۔ جب آپ کا منہ مبارک میرے سینے کے سامنے تھا تو اس سے ایک ٹھنڈا ذرہ گرا۔ جس سے میری جلد لرز اٹھی۔ میرے چہرے پر سے مشک کی

خوشبو اٹھی۔آپ کا سر اقدس مائل ہو گیا۔میں نے گمان کیا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔میں نے آپ کو پکڑا۔آپ کو بستر پر لٹا دیا اور چہرۂ انور ڈھانپ دیا۔''

امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینۂ اقدس پر رکھا۔اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔اب پوری مدت گزر چکی ہے۔میں کھاتی ہوں۔وضو کرتی ہوں لیکن میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہیں گئی۔'' علامہ بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی تو آپ کو کپڑے سے لپیٹ دیا گیا۔ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ہم رو رہے تھے۔ایک آنے والا آیا اس کی آہٹ تو ہم سن رہے تھے اس کا وجود نظر نہیں آرہا تھا۔اس نے کہا: ''السلام علیکم یا اهل البیت و رحمة الله و برکاته.'' بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''ہم نے اسے سلام کا جواب دیا۔اس نے کہا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آلِ عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کا ذائقہ اور پوری مل کر رہے گی تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ ہر جانے والے کا جانشین مقرر فرماتا ہے، ہر مصیبت سے صبر وہی عطا فرماتا ہے۔ہر جانے والی چیز کا بدل وہی عطا کرتا ہے۔تم رب تعالیٰ پر ہی اعتماد رکھو۔اسی کی طرف رجوع کرو۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ''تمہاری نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی مصیبت پر ہے۔مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم کر دیا جائے۔''

بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ہمارا گمان تھا وہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔وہ ہمارے ساتھ تعزیت کرنے آئے تھے۔'' امام شعبی نے حضرت بقی بن مخلد سے اور مدائنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تم سے تعزیت کرنے آئے تھے۔'' امام بخاری، الطبرانی اور ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اے میرے والد گرامی آپ نے رب تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہہ دیا۔'' والد گرامی! جنت الفردوس کو اپنا مقام بنا لیا۔حضرت جبرائیل امین نے آپ کے وصال کی خبر دی، والد گرامی! آپ اپنے رب تعالیٰ کے کتنے قریب ہیں۔'' امام احمد اور شیخین نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے ایک تہہ شدہ چادر اور موٹا ازار بند نکالا۔فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔'' امام احمد اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔آپ میرے سینے پر تھے۔اس روز میری باری تھی۔میں نے اس میں کسی پر ظلم نہ کیا تھا۔یہ میرا بھولا پن اور نوعمری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا آپ میرے حجرے میں تھے۔میں نے آپ کا سر اقدس تکیہ پر رکھا اور اٹھ کر خواتین کے ساتھ رونے لگی۔

بزار اور ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے مرضِ وصال میں آپ کو دیکھا۔ آپ کے چہرۂ انور اور طلعتِ زیبا پر پسینے کے قطرات تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ۔ میں نے آپ کو اپنی طرف بٹھایا۔ میرا ہاتھ آپ کو لگا۔ آپ نے سرِ اقدس پھیرا میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ میرا خیال تھا کہ آپ نے میرے سر سے کسی چیز کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کے منہ مبارک سے ایک ٹھنڈا ذرہ میرے سینے پر گر پڑا۔ آپ جھک گئے۔ آپ بستر پر آ گئے۔ میں نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالم نزع میں نہ دیکھا تھا۔"

تنبیہات

۱۔ "رب تعالیٰ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔" اس کا مفہوم یہ ہے اس نے آپ کے ساتھ ملاقات کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔ آپ کو دنیا سے آخرت کی طرف لے کر جا رہا ہے تاکہ آپ کے قرب اور عزت و کرامت میں اضافہ ہو جائے۔

۲۔ امام بیہقی اور ابونعیم نے واقدی کی سند سے ان کے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کو آپ کے وصال کے متعلق شک گزرا۔ بعض نے کہا: "آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا: "آپ کا وصال نہیں ہوا۔" حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کے مبارک شانوں کے مابین ہاتھ رکھا۔ انہوں نے فرمایا: "مبارک شانوں کے مابین سے مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا ہے۔" اسی سے آپ کے وصال کی پہچان ہو گئی۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ واقدی ضعیف ہیں۔ ان کے شیوخ کے نام نہیں لیے گئے۔ یہ ہر حالت کے اعتبار سے منقطع روایت ہے۔ یہ صحیح روایت کے مخالف ہے۔ اس میں شدید غرابت ہے۔" میں کہتا ہوں "الزھر" میں ہے کہ امام حاکم نے اسے تاریخ نیساپور میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ میں نے تاریخ منگوائی تاکہ اس کی سند دیکھوں۔ میں نے اس کی کئی جلدیں دیکھیں۔ میں نے وہاں مطالعہ کیا۔ میں نے وہاں یہ نہ دیکھا۔ ان کے حالات تحریر کیے جائیں۔ اس کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔"

۳۔ سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے یہ مشہور ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد زمین پر نہیں آئے۔ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس چیز کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے بطلان کی دلیل وہ روایت ہے۔ جیسے امام الطبرانی نے حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا جنبی سو سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے اس حالت میں اس کا سونا پسند نہیں حتیٰ کہ وہ وضو کر لے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ مر جائے گا اور جبرائیل امین اس کی تیاری نہ کریں گے۔" اسی طرح نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اور الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دجال مکہ مکرمہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں ایک عظیم مخلوق ہو گی۔ وہ اس سے پوچھے گا تم کون ہو؟" وہ کہے گا: "میں میکائیل ہوں مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے بھیجا

ہے تاکہ میں دجال کو اس کے حرم سے روکوں۔" وہ مدینہ طیبہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں بھی ایک عظیم مخلوق ہوگی۔ وہ اس سے پوچھے گا۔" تو کون ہے؟" وہ کہے گا:" میں جبرائیل ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ تجھے اس کے حرم سے روکوں۔" ضحاک نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (القدر:۴)

ترجمہ: اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

اس جگہ روح سے مراد سیدنا جبرائیل امین ہیں۔ وہ شب قدر کو فرشتوں کے ہمراہ نیچے اترتے ہیں اور ہر سال مسلمانوں کو سلام بھیجتے ہیں۔"

✿✿✿

پچیسواں باب

اہلِ کتاب کا آپ کے وصال کے بارے بتادینا

امام بخاری نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں یمن میں تھا میں اہلِ یمن میں سے دو افراد سے ملا۔ ایک کا نام ذوکلاع اور دوسرے کا نام ذوعمرو تھا۔ میں ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ انہوں نے مجھے کہا:" اگر تم سچے ہو تو تمہارے صاحب کا وصال ہوئے تین روز گزر چکے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آئے۔ جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو مدینہ طیبہ کی طرف سے ایک کارواں گیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے ہیں لوگ پاکباز ہیں۔" انہوں نے مجھے کہا:" اپنے صاحب کو بتاؤ کہ ہم آگئے ہیں۔ شاید ہم واپس چلے جائیں۔"

وہ یمن آگئے۔ میں نے ان کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا:" تم انہیں میرے پاس کیوں نہ لے کر آئے۔" بعد میں مجھے ذوعمرو نے کہا:" جریر! تم میرے ہاں بڑے معزز ہو۔ میں تمہیں ایک بات بتانے لگا ہوں۔ اے گروہِ عرب! تم بھلائی پر رہو گے۔ جب تم میں سے کوئی ایک امیر وصال کر جائے تو تم دوسرا امیر بنا لینا لیکن جب معاملہ تلوار کے ساتھ طے ہوگا تو وہ بادشاہ ہوں گے۔ وہ بادشاہوں کی طرح ناراض اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے۔"

امام بیہقی نے ایک اور سند سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" مجھے یمن میں ایک عالم ملا۔ اس نے مجھے کہا:" اگر تمہارے صاحب نبی ہیں تو سوموار کو ان کا وصال ہو گیا ہے۔" حضرت کعب بن عدی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں اہل حیرہ کے ایک وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم نے

اسلام قبول کرلیا، پھر حیرہ چلے گئے۔ہمیں جلد ہی آپ کے وصال کی خبر مل گئی۔میرے ساتھی مرتد ہو گئے۔انہوں نے کہا:''اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کا وصال نہ ہوتا۔'' میں نے کہا:''آپ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام بھی تو وصال کر چکے ہیں۔'' میں اسلام پر ثابت قدم رہا۔میں مدینہ طیبہ کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔میں ایک راہب کے پاس سے گزرا۔ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔میں نے اسے یہ بتایا۔اس نے ایک کتاب نکالی۔اسے غور سے پڑھا۔وہاں آپ کا مبارک سراپا اسی طرح تحریر تھا جیسے میں نے آپ کی زیارت کی تھی۔اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ کا وصال اس وقت ہوگا۔یہ وہی وقت تھا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔میرے ایمان کی بصیرت میں اضافہ ہوگیا۔میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں یہ واقعہ بتایا۔میں ان کے پاس ہی قیام پذیر رہا۔انہوں نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا۔مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بھیجا۔میں ان کا خط لے کر اس کے پاس گیا۔اس وقت جنگ یرموک رونما ہوئی تھی۔مجھے اس کے متعلق علم نہ تھا۔اس نے مجھے کہا:''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہل روم نے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔انہیں شکست سے دو چار کر دیا ہے۔'' میں نے کہا: ''ہرگز نہیں۔'' اس نے کہا:''کیوں؟'' میں نے کہا:''رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دین اسلام کو سارے ادیان پر غلبہ دے دے گا۔وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' اس نے کہا:''بخدا! تمہارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔بخدا! رومی عاد کی مانند قتل ہوئے ہیں۔'' پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں کے متعلق پوچھا۔میں نے اسے بتایا۔عمرو نے ان کی طرف تحفے بھیجے اس نے حضرات علی المرتضیٰ، عبدالرحمٰن، زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے لیے تحائف بھیجے۔حضرت کعب نے فرمایا:''میں زمانہ جاہلیت میں کاروبار میں یمن میں عمرو کا شریک تھا۔جب رجسٹر میں حصے مقرر کیے گئے تو انہوں نے بنو عدی بن کعب میں میرا حصہ مقرر کیا۔

ابن سعد محمد بن عمرو اسلمی سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عمان کے عامل (گورنر) تھے ایک یہودی ان کے پاس آیا۔اس نے کہا:''کیا میں تم سے کوئی سوال کروں تو تم مجھے کچھ کہو گے تو نہیں؟'' انہوں نے فرمایا:''نہیں۔'' اس نے کہا:''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں ہمارے پاس کس نے بھیجا ہے؟'' انہوں نے فرمایا:''واللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔'' یہودی:''کیا تم جانتے ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔'' حضرت عمرو:''بخدا! ہاں!'' یہودی:''اگر وہ سچ ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو تو آج ان کا وصال ہوگیا ہے۔'' پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ تک آپ کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔''

ابن سعد اور ابونعیم نے حارث بن عبداللہ الجہنی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم، سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔اگر مجھے گمان ہوتا کہ آپ کا وصال ہو جائے گا تو میں آپ سے جدا نہ ہوتا۔میرے پاس یہودیت کا ایک عالم آیا۔اس نے مجھے کہا:''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے۔'' میں نے پوچھا:''کب؟'' اس نے کہا:''آج'' اگر میرے پاس اسلحہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔'' کچھ مدت بعد ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے میرے پاس مکتوب آ گیا۔میں نے

اس عالم کو بلایا۔ میں نے پوچھا: "تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟" اس نے کہا: "وہ نبی (اکرم ﷺ) ہیں۔ ہم ان کا ذکر خیر اپنی کتاب میں پاتے ہیں کہ فلاں فلاں روز ان کا وصال ہو جائے گا۔" میں نے پوچھا: "آپ کے بعد حالات کیسے رہیں گے؟" اس نے کہا: "پینتیس سال تمہارے بجاوے محو گردش رہیں گے۔" ایک دن کا بھی اضافہ نہ ہوا۔"

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔ میں ذوقربات حمیری سے ملا۔ اس نے مجھے پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟" میں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: "اگر وہ سچے نبی ہیں تو ان کا وصال ہو گیا ہے۔" میں عازم سفر ہوا۔ مجھے ایک شہہ سوار ملا۔ اس نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔"

ابن عساکر نے ابو ذویب خویلد سے روایت کیا ہے یا راوی ابن حارث ھذلی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں خبر ملی کہ حضور اکرم ﷺ بیمار ہیں۔ میں غمزدہ ہو گیا۔ میں نے طویل رات بسر کی۔ نہ اس کی ظلمت دور ہوتی تھی نہ اس کا نور ظاہر ہوتا تھا۔ میں اس کی طوالت کا اندازہ لگانے لگا۔ جب سحری کا وقت قریب ہوا تو میں سو گیا۔ مجھے ہاتف کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا:

خطب اجل اناخ بالاسلام ۔ بین النخیل و مقعد الآطام

قبض النبی محمد فعیوننا ۔ تذری الدموع علیه بالستجام

ترجمہ: کھجوروں اور ٹیلوں کے مابین اسلام پر بہت بڑی آفت آئی ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے ہماری آنکھیں لگاتار آپ پر آنسو بہا رہی ہیں۔

میں گھبرا کر اٹھا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میں نے صرف سعد الذابح کو دیکھا۔ میں نے اسی سے اسی ذبح کی فال کی جو عرب میں واقع ہوتا ہے۔ میں نے جان لیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ آپ کا وصال اس بیماری کی وجہ سے ہوا تھا۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا۔ میں عازم سفر ہوا۔ وقت صبح میں نے کوئی چیز تلاش کی جس سے میں اسے ڈانٹ سکوں۔ میرے سامنے سیہی آئی۔ اس نے سانپ پر غلبہ پا رکھا تھا۔ وہ اس پر لپٹا ہوا تھا۔ سیہی اسے کاٹ رہی تھی حتیٰ کہ اس نے اسے کھالیا۔ میں نے اسی سے فال لی۔ میں نے کہا: "سیہی ایک اہم جانور ہے سانپ کا اس پر لپٹنا۔ میں نے اسے یہ فال لی کہ آپ کے بعد کچھ لوگ حق سے مڑ جائیں گے اور کچھ لوگ اسی پر قائم رہیں گے۔ اسی کے بعد سیہی کا سانپ کھالینا۔ میں نے اس سے یہ فال لی کہ آپ کے بعد حق پر قائم رہنے والے دوسروں پر غلبہ پالیں گے۔ میں نے اونٹنی کو چلایا جب ہم غابہ پہنچے تو میں نے پرندے سے فال لی۔ اس نے مجھے آپ کے وصال کی خبر دی، پھر رستے میں کوا بولا۔ اس نے بھی مجھے آپ کے وصال کی خبر دی۔ راستے میں مجھے جن امور کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے ان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ میں مدینہ طیبہ پہنچا تو اہل مدینہ کے رونے کی اسی طرح آواز آ رہی تھی جیسے حاجی احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: "کیا وجہ ہے؟" انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ میں مسجد نبوی آیا۔ میں نے اسے خالی پایا۔ میں آپ کے حجرہ مقدسہ میں

آیا تو وہاں صحابہ کرام کا اژدہام تھا۔" آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اہل بیت آپ کے ساتھ تھے۔

❁❁❁

چھبیسواں باب

میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ کسی امت کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ وہ اسے اس کا پیش رو بنا دیتا ہے۔ جب وہ کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی امت کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ان کی ہلاکت سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اس نبی کو ستایا ہوتا ہے۔ اس کے حکم کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی آپ کی امت کے لیے بہتر تھا، کیونکہ اگر اسے آپ سے قبل قبض کر لیا جاتا تو ان کے اعمال منقطع ہو جاتے۔ جب رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو ان کی بقاء کے ساتھ ان کی بھلائی کو برقرار رکھا وہ ان عبادات اور حسن معاملات کی حفاظت کرتے رہے جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ وہ نسل بعد نسل اور اولاد بعد اولاد اس پر عمل پیرا ہوتے رہے۔"

ابن سعد، اسماعیل القاضی نے ثقہ راویوں سے حضرت بکر بن عبداللہ المازنی سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حیاتی خیر لکم و وفاتی خیر لکم۔" میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم گفتگو کرتے ہو تمہارے لیے گفتگو کر دی جاتی ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر میں بھلائی دیکھوں گا تو میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا۔ اگر میں برائی دیکھوں گا تو میں تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔" شیخ نے اپنے "فتاویٰ" میں لکھا ہے کہ آپ کا فرمان "خیرا" فعل تفضیل نہیں ہے۔ "خیر" کے لفظ کے دو استعمال ہیں۔

۱۔ اس سے تفضیل کے معانی مراد ہوں۔ افضلیت مراد نہ ہو۔ اس کی ضد شر ہے۔ یہ کلمہ اپنی اصل پر باقی ہے اس میں سے کچھ بھی حذف نہیں کیا گیا۔

۲۔ یہ افضلیت کے معنی میں ہو۔ اس کا حصہ "من" ہوتا ہے۔ اس کی اصل "اخیر" ہے ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل شر ہے جس کی اصل اشر ہے الصحاح میں ہے کہ خیر شر کی ضد ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

فما کنانة فی خیر بخائرة   ولا کنانةُ فی شر باشرار

اس کی تانیث خیرۃ ہے اس کی جمع خیرات آتی ہے یعنی وہ خواتین جو ہر اعتبار سے افضل ہوں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:

فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ (الرحمٰن:٧٠)

ترجمہ: ان میں اچھی صورت والیاں اچھی سیرت والیاں ہوں گی۔

أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز (التوبۃ:٨٨)

ترجمہ: اور انہی لوگوں کے لیے ساری بھلائیاں ہیں۔

اس سے انہوں نے افعل کا معنی مراد نہیں لیا۔ اگر تم تفضیل کا معنی مراد لو تو تم کہو "فلانۃ خیر الناس" تم خیرہ نہ کہو "فلان خیر الناس" تم اخیر نہ کہو۔ اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا، کیونکہ یہ افعل کے معنی میں ہے۔

الراغب نے مفردات القرآن میں لکھا ہے۔ خیر اور شر دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں:

١- یہ دونوں اسم ہوں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ (آل عمران:١٠٤)

ترجمہ: ضرور ہونی چاہیے تم میں سے ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف۔

٢- یہ دونوں وصف ہوں۔ اس میں وہی مقدر ہو جو افعل میں مقدر ہوتا ہے جیسے "هذا خير من ذاك و افضل" جیسے ارشادِ ربانی ہے:

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرۃ:١٠٦)

ترجمہ: تو لاتے ہیں بہتر اس سے۔

یا اسم اور وصف دونوں کا احتمال ہو جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرۃ:١٨٤)

ترجمہ: اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لیے۔

ابوحیان نے "البحر" میں لکھا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط (البقرۃ:١٠٣)

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار رہتے تو ثواب اللہ کے ہاں بہت اچھا ہوتا ہے۔

یہ خیر افعل تفضیل نہیں بلکہ یہ تفضیل کے لیے ہے افضلیت کے لیے نہیں۔ جیسے رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خير۔ (فصلت:٤٠)

ترجمہ: تو کیا جو پھینکا جائے گا آگ میں وہ بہتر ہے۔

خیر مستقر۔ (الفرقان:٢٤)

ترجمہ: بہت اچھا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فشرّ کما لخیر کما فداء" جب تم نے یہ جان لیا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ حدیث پاک میں "خیر" پہلی قسم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس سے تفضیل مراد ہے افضلیت مراد نہیں ہے۔ اس کا صلہ "من" نہیں ہے۔ یہ افعل کے معنی میں نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ اور وصال میں سے ہر ایک میں بھلائی ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ اس سے بہتر ہے یا وہ اس سے بہتر ہے۔"

❁❁❁

ستائیسواں باب

آپ کے وصال کی وجہ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت، مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی قلوب واحوال متغیر ہو گئے اور آپ کے وصال کے بارے میں کچھ اشعار

ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے وہ دروازہ کھولا جو آپ کے اور لوگوں کے مابین تھا، یا کپڑا (پردہ) اٹھایا تو لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے اس حسن حال پر رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ آپ نے امید کی رب تعالیٰ آپ کا جانشین اسے مقرر کر دے گا، جو اس نے انہیں دکھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! اہل ایمان یا لوگوں میں سے جسے کوئی مصیبت پہنچے۔ وہ اس مصیبت سے تسلی حاصل کرے جو مجھے پہنچی ہے میرے بعد میری امت میں سے کسی کو اتنی شدید مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جتنی سخت آزمائش کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔" ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت عطاء سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں جسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو میری اس آزمائش کو یاد کر لے یہ سارے مصائب سے بڑی ہے۔" امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے وصال کے بعد ہمیں جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا وہ اس سے کم ہی تھی۔ جب آپ کی مصیبت کا ذکر کر لیتے۔"

ابن سعد نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد عنقریب لوگ اس مصیبت کو یاد کر کے خود کو تسلی دیا کریں گے جس کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔ لوگ کہتے: "یہ کیا ہے؟ جب آپ کا وصال ہو گیا تو لوگ ایک دوسرے سے ملتے اور وہ ایک دوسرے کو آپ کے وصال کی وجہ سے تسلی دیتے۔ رب تعالیٰ اس

شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

واصبر لکل مصیبۃ و تجلد   و اعلم بان المرء غیر مخلد

ترجمہ: ہر مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھامو اور استقامت سے کام لو۔ جان لو کہ کسی انسان نے ہمیشہ نہیں رہنا۔

واصبر کما صبر الکرام فانھا   نوب تنوب الیوم تکشف فی غد

ترجمہ: اسی طرح صبر کرو جس طرح کریم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ یہ ایک مصیبت ہے جو آج آئی ہے تو کل یہ ختم ہو جائے گی۔

و اذا اتتک مصیبۃ تسجی بھا   فاذکر مصابک بالنبی محمد

ترجمہ: جب تم پر ایسی مصیبت آئے جو تم پر چھا جائے تو اپنی اس مصیبت کو یاد کرو جو تمہیں محمد عربی ﷺ کے فراق کی وجہ سے پہنچی۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

تذکرت لما فرّق الدھر بیننا   فعزیت نفسی بالنبی محمد

ترجمہ: جب زمانے نے ہمارے مابین فراق ڈال دیا تو میں نے یاد کیا۔ میں نے نفس کو حضور اکرم ﷺ کے وصال سے تسلی دی۔

و قلت لھا ان المنایا سبیلنا   فمن لم یمت فی یومہ مات فی غد

ترجمہ: میں نے اسے کہا: موتیں ہی ہمارا رستہ ہیں، جو آج نہ مرا وہ کل مر جائے گا۔

ابن منیر نے لکھا ہے: "جب سرور کائنات ﷺ کا وصال ہو گیا اور ملائکہ نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ لوگ مبہوت ہو گئے۔ اس میں ان کے احوال مختلف تھے۔ بعض مضمحل تھے بعض مختلط تھے۔ کچھ مضطرب تھے اور کچھ بیٹھ گئے تھے۔ کچھ خاموش ہو گئے تھے۔ لوگ اپنی گفتگو پر قادر نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باآواز بلند گفتگو فرما رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا، بلکہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس وقت گئے تھے جب وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے دور گئے تھے، پھر ان کے پاس آ گئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سکتے کا عالم طاری تھا وہ بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مہر بلب ہو گئے تھے۔ وہ گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا ضبط غم سے وصال ہو گیا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام نے کہا: "آپ کی روح کو اسی طرح اٹھا لیا گیا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ میں اسی طرح تبدیلی آ گئی ہے جیسے بشر میں تبدیلی آ جاتی ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابن راہویہ نے ان راویوں سے روایت کیا ہے جو امام بخاری کے راوی ہیں لیکن حضرت عکرمہ

نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ اگر ان کے مابین واسطہ حضرت عبد اللہ بن عباس ہوں تو پھر صحیح ہے۔

امام طبرانی نے اسے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی شرط پر ہے۔

الحافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے "یہ جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ موقوفاً آپ سے منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اسے عادت پر اجتہاد کیا تھا۔ ضروری نہیں کہ یہ اسی طرح واقع ہو۔" جب آپ کا وصال ہوا تو جنتیں آپ کی روح کریم کے استقبال کے لیے سج گئیں۔ جیسے اس روز مدینہ طیبہ سجا تھا جب آپ نے اس شہرِ خوباں کو رشک فردوس بنایا تھا۔ آپ کے ایک صحابی کے وصال فرمانے سے عرش الٰہی مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھا تھا۔ روح الارواح کی آمد آمد پر اس کی فرحت و انبساط کا عالم کیا ہوگا۔ آپ کے فراق کے درد سے جمادات پھٹ جاتی تھیں۔ اہلِ ایمان کے قلوب کا عالم کیا ہوگا۔ جب اس تنے نے آپ کو نہ پایا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو رونے اور چلانے لگا۔ حضرت حسن جب یہ روایت بیان فرماتے تو رو پڑتے تھے۔ فرماتے: "جب یہ لکڑی آپ سے محبت کرتی ہے تو تم اس امر کے زیادہ مستحق ہو کہ تم آپ سے محبت کرو۔"

فلو ذاق من طعم الفراق رضوی لکان من وجدہ یمید

فقد حملونی عذاب شوق یعجز عن حملہ الحدید

ترجمہ: اگر فراق وجدائی کا درد رضوی پہاڑ چکھ لیتا تو وہ اس دردِ ہجراں کی وجہ سے ڈگمگا جاتا انہوں نے شوق فراواں کی اذیت مجھ پر رکھ دی ہے جسے اٹھانے سے لوہا بھی عاجز ہے۔

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وقد کان یدعی لابس الصبر حازماً فاصبح یدعی حازما حین یجزع

ترجمہ: صبر کا لباس پہننے والے کو حازم (احتیار کرنے والا) کہا جاتا تھا۔ وقت صبح اسے حازم اس وقت کہا جانے لگا جب اس نے جزع وفزع کا اظہار کیا۔

ابو علی بن شاذان نے حضرت سالم بن عبید اشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو سب لوگوں سے زیادہ بے تاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔" ابو الحسن بلاذری نے جید سند کے ساتھ حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر آتے انہیں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متحیر وسرگرداں کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا۔"

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو لوگ رونے لگے۔ پردہ نشین خواتین بھی چلانے لگیں۔ قریب تھا کہ گھر شور وغل کی وجہ سے گر جاتے۔" ابن عساکر نے حضرت

ابوذؤیب الہذلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ وہ مدینہ طیبہ آئے تو رونے کی صدائیں اس طرح آرہی تھیں جیسے حاجی تلبیہ کہتے وقت صدا بلند کرتے ہیں۔"

ابن سعد نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی صحابی کی بصارت چلی گئی۔ ان کے دوست ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا: "مجھے ان آنکھوں کی ضرورت اس لیے تھی کیونکہ میں ان سے حضور اکرم ﷺ کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب مجھے پرواہ نہیں کہ مجھے ان کے عوض بتالہ کے ہرنوں میں سے کوئی ہرن ملے۔

امام احمد، ابو یعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ، ابن ابی شیبہ، بزار، الطبرانی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے انصار میں سے ایک ثقہ شخص نے کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا: "میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔" جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو کچھ لوگوں کو وسوسے آنے لگے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہیں وسوسے آرہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے سلام کا علم بھی نہ ہو سکا۔"

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن عدی، دارقطنی نے الافراد میں عقیلی اور بیہقی نے الشعب میں اور ضیاء نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے وصال کی وجہ سے بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے تھے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ بعض میں وسوسے پیدا ہونے لگیں۔ میں ان افراد میں سے ایک تھا۔ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس سے قبل کہ میں آپ سے اس امت مرحومہ کی نجات کے متعلق پوچھتا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جس نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کر لیا جسے میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اسے رد کر دیا تھا۔ یہ اس کے لیے نجات ہے۔"

امام احمد، امام ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور بیہقی نے اس سند سے روایت کیا ہے جسے ابن کثیر نے صحیحین کی شرط پر کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرور سروراں ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ نما ہوئے تو شہر خوباں کی ہر چیز جگمگا اٹھی۔ جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس روز اس شہر کی ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی۔"

دوسری روایت میں ہے "مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی اپنا ہاتھ پھیلاتا تو اسے نہ دیکھ سکتا تھا۔" دوسری روایت میں ہے "میں نے اس سے ناپسندیدہ دن کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہم آپ کی تدفین سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو عجیب پایا۔"

امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ام ایمن رونے لگیں۔ انہیں عرض کی گئی: "ام ایمن! آپ کیوں روتی ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بہتر

ہے۔رب تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر عزتوں کا تاج سجایا ہے۔آپ کو جنت میں داخل کر دیا ہے۔آپ کو دنیاوی مشقت سے راحت عطا کی ہے۔" انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ جو کچھ آپ کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ کے لیے بہترین ہے،لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی ہے۔وہ ہر صبح وشام ہمارے پاس تر و تازہ آتی تھی۔"لوگوں نے ان کے فرمان پر تعجب کیا۔"

ابو ربیع نے اس روز یعنی پیر کے دن کے متعلق لکھا ہے کہ کتنی ہی بھلائیاں ہیں جو اس روز اہلِ زمین پر نہ کی گئیں۔

• اس میں رات کے وقت کون سی مصیبت اتری جس سے طول وعرض تنگ ہو گئے۔

و هل عدلت يومًا رزيئة هالك رزيئةً يوم مات فيه محمد

فيا لها والله مصيبةً احرقت الاكباد و غمرت بالاسف والحزن الابناء والآباء

وزرأ ثقيلا الى كاهل الايمان منه ما اباد و خطبا جليلا او دى بكل جميل او كاد

ترجمہ: کیا کبھی کسی ہلاک ہونے والے کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جیسی مصیبت کا اس دن سامنا کرنا پڑا جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔بخدا وہ ایسی مصیبت تھی جس نے جگروں کو جلا کے رکھ دیا تھا باپ اور بیٹوں کو دکھ اور غم نے چاروں طرف گھیر لیا تھا۔یہ ایک بہت بھاری بوجھ تھا۔اس شخص کے لیے جس کا ایمان مضبوط تھا جو کچھ اس نے ہلاک کیا۔یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی جس نے ہر خوبصورت چیز کو برباد کر دیا یا قریب تھا کہ وہ ہلاک کر دی۔

ایک انصاری صحابی نے یہ شعر کہا:

فالصبر يحمد فى المصائب كلها الا عليك فانه مذموم

ترجمہ: صبر کرنا تمام مصائب میں قابل ستائش ہے سوائے آپ پر۔یہ مذموم ہے۔

اگر آپ کے بعد رب تعالیٰ اہلِ ایمان کے قلوب کو محکم نہ کرتا تو ان کی جگہ غم واندوہ ہوتا۔ابو الفتح نے کیا خوب فرمایا ہے:

فيالهٔ من خطب جُلّ على الخطوب و مصاب دمع العين كيف يصوب

ترجمہ: ہائے وہ مصیبت جو تمام مصیبتوں سے بڑی ہے اور آنکھ کے آنسوؤں کا برسنا کیسا ہے۔

ورزء عزيت له النيران ولا تعلل شروقها والغروب

ترجمہ: یہ ایسی تکلیف ہے جس کے لیے آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس کا مشرق اور مغرب اس کا کوئی مداوا نہیں کر سکتے۔

و جادت هجمة الموت فلا نجا منها هارب ولا فرار منه لمطلوب

ترجمہ: موت کا حملہ بہت سخت ہوتا ہے اس سے بھاگنے والا نجات نہیں پا سکتا اور نہ ہی کسی اور مطلوب کے لیے

فرار ممکن ہے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ رونے لگے ان کی آنکھوں سے بہت زیادہ آنسو بہے اور دل بھی غمزدہ ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی شانِ رفیع میں یوں مدح سرائی کی۔ (ابن سعد)

اجدّك ما یعنك لا تنام ... كان جفونها فیها كلام

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے بانصیب کرے۔ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں گویا کہ ان کی پلکوں میں کوئی تکلیف ہے۔

بوقع مصیبة عظمت و جلّت ... فدمع العین اهونه انسجام

ترجمہ: کیونکہ کوئی عظیم مصیبت واقع ہوئی ہے جو بہت بڑی ہے اور آنکھوں کے آنسوؤں کے لیے بہنا بہت آسان ہے۔

فجعنا بالنبی و كان فینا ... مقدّمنا و سیدنا الامام

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمیں اذیت دی گئی ہے۔ آپ ہمارے پیش رو تھے ہمارے سردار اور امام تھے۔

و كان قوامنا والراس فینا ... فنحن الیوم لیس لنا قوام

ترجمہ: آپ ہمارے نگران تھے ہمارے رئیس تھے لیکن آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہمارا کوئی نگران نہیں ہے۔

ینوح و نشتكی ما قد لقینا ... و یشكو فقده البلد الحرام

ترجمہ: ہم نوحہ کناں ہیں۔ ہم اس تکلیف کا شکوہ کرتے ہیں جو ہمیں پہنچی ہے آپ کے غائب ہونے کی شکایت تو شہر مکہ بھی کر رہا ہے۔

كان انوفنا لاقین جدعا ... لفقد محمد فیها اصطلام

ترجمہ: گویا کہ ہمارے ناک عیب دار ہوگئے ہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں اور ان میں کٹ لگا ہوا ہے۔

لفقد اغرّ ابیض هاشمی ... امام نبوة ربه الختام

ترجمہ: کیونکہ ہم سے وہ ذات پاک غائب ہوئی ہے جو سفید رنگ والے تاباں چہرے والے اور ہاشمی تھے۔ نبوت کے امام تھے اور آپ پر ہی نبوت کا اختتام ہوا۔

امین، مصطفی للخیر یدعو ... كضوء البدر زایله الظلام

ترجمہ: آپ امین تھے برگزیدہ تھے۔ بھلائی کی طرف دعوت دینے والے تھے بدر کامل کی اس روشنی کی طرح تھے۔ جن سے ظلمتیں دور ہوگئی ہوں۔

ساتبع هديه ما دمت حيّا   طوال الدهر ما سجع الحمام

ترجمہ: جب تک میں زندہ ہوں سارا زمانہ میں آپ کی ہدایت کی اتباع کرتا رہوں گا۔ جب تک کبوتر آواز نکالتے رہیں گے۔

كانّ الارض بعدك طار فيها   فاشعلها لساكنها ضرام

ترجمہ: گویا کہ آپ کے بعد زمین میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور اس نے اپنے ساکن کو شعلہ بار کر دیا ہو۔

و فقد الوحى اذولّيت عنا   وودّعنا من الله الكلام

ترجمہ: جب آپ ہم سے الوداع ہو گئے تو وحی بھی ہم سے جدا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک نے بھی ہمیں الوداع کہہ دیا۔

سوى ان قد تركت لنا سراجا   تواريه القراطيس الكرام

ترجمہ: سوائے اس کے کہ آپ نے ہمارے لیے ایسا سورج چھوڑا ہے۔ جسے مبارک کاغذوں نے چھپا رکھا ہے۔

لقد ورّثنا مرآة صدق   عليك به التحية والسلام

ترجمہ: آپ نے ہمیں صداقت کے آئینے کا وارث بنا دیا ہے۔ آپ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔

من الرحمٰن فى اعلىٰ جنان   من الفردوس طاب بها المقام

ترجمہ: آپ رحمان کی طرف سے جنت کے بلند درجے پر فائز ہوں۔ جہاں آپ کا مقام بہت پاکیزہ ہو۔

رفيق ابيك ابراهيم فيه   وما فى مثل صحبته ندام

ترجمہ: جہاں آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے ساتھی ہوں۔ ان جیسے پاکیزہ افراد کی صحبت میں کوئی ندامت نہیں ہوتی۔

و اسحاق و اسماعيل فيه   بما صلّوا لربهم و صاموا

ترجمہ: اسی جگہ حضرت اسحاق بھی ہوں حضرت اسماعیل بھی ہوں، کیونکہ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔

انہوں نے اپنے فراق اور جدائی کا اظہار اس طرح بھی کیا۔ (ابن سعد)

يا عين فابكى ولا تسأمى   و حق البكاء على السيد

ترجمہ: اے آنکھ! خوب رو لے اور رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کر سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان رونا ہی ہے۔

علی خیر خندف عند البلاء   امسی یغیب فی الملحد

ترجمہ: آپ ایسے سردار ہیں جو آزمائش کے وقت کامیاب ہوتے ہیں آج کی رات وہ قبر انور میں جلوہ نما ہو گئے ہیں۔

فصلی الملیك و لیّ العباد   و رب البلاد علی احمد

ترجمہ: مالک (الملک) اور بندوں کا رب تعالیٰ اور شہروں کا رب غفور احمد مجتبیٰ ﷺ پر درود شریف بھیجے۔

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب   و زین المعاشر فی المشهد

ترجمہ: حبیب لبیب ﷺ کے چلے جانے کے بعد زندگی میں کیسا لطف ہے۔ آپ محفل میں موجودین کے لیے باعثِ زینت تھے۔

فلیت المماۃ لنا کلّنا   و کنّا جمیعاً مع المهتدی

ترجمہ: اے کاش موت ہم سب کے مقدر میں ہو جاتی اور ہم سب اسی ہدایت یافتہ ہستی کے ساتھ ہوتے۔

انہوں نے اپنے درد جدائی کا اظہار یوں بھی کیا:

لمّا رائیت نبینا متجدّلا   ضاقت علیّ بعرضهن الدور

ترجمہ: جب میں نے اپنے نبی کریم ﷺ کو زمین کے اندر دفن ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو گھر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔

وارتعت روعة مستهام واله   والعظم منی واهن مکسور

ترجمہ: اور میں اس عاشق کی طرح خوف زدہ ہو گیا، جو عالم فزع میں سرگرداں ہو میری ہڈی کمزور اور شکستہ ہو گئی۔

أعتیق و یحك ان حبك قد ثوی   و بقیت منفردا و انت حسیر

ترجمہ: اے صدیق (عتیق) تمہارا محبوب تو زیر زمین چلا گیا، اور اب تو تنہا رہ گیا ہے اور اب تم پر تھکاوٹ بھی اتری ہے۔

یالیتنی من قبل مهلك صاحبی   غیبت فی جدث علیّ صخور

ترجمہ: اے کاش میں اپنے محبوب کریم ﷺ سے پہلے ہی وفات پا جاتا مجھے کسی قبر میں غائب کر دیا جاتا اور مجھ پر پتھر رکھ دیے جاتے۔

فلتحدثن بدائع من بعده   تعیابهن جوانح و صدور

ترجمہ: آپ کے بعد ایسے نئے واقعات پیش آئیں گے۔ جن کی وجہ سے پسلیاں اور پسینے تھک جائیں گے۔

انہوں نے آپ کے درد و فراق میں اپنے جذبات کی ترجمانی یوں کی۔ (ابن سعد)

باتت تاوّبنی هموم حشد   مثل الصخور فامست هدّت الجسد

ترجمہ: رنج والم کے کوہِ گراں مجھ پر لوٹ کر آتے رہے، جو چٹانوں کی طرح تھے۔ وہ شب بھر میرے جسم کو شکستہ

کرتے رہے۔

یا لیتنی حیث نبئت الغداۃ بہ قالوا الرّسول قدامسی میتا فقدا

ترجمہ: اے کاش! میرا وصال اسی روز ہو جاتا جس دن مجھے یہ خبر دی گئی۔ لوگوں نے کہا: حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔

لیت القیامۃ قامت بعد مھلکہ ولا نری بعدہ ما لا ولا ولدا

ترجمہ: کاش آپ کے وصال کے بعد قیامت قائم ہو جاتی۔ ہم نہ آپ کے بعد مال و ثروت کو دیکھ سکتے اور نہ ہی اولاد کو۔

واللہ اثنی علی شیءٍ فجعت بہ من البریّۃ حتّٰی ادخل اللحدا

ترجمہ: قسم بہ خدا میں ہمیشہ اس عظیم چیز کی تعریف کرتا رہوں گا مخلوق میں سے جو مجھ سے مفقود ہو چکی ہے حتیٰ کہ میں قبر میں داخل ہو جاؤں گا۔

کم لی بعدك من ھم بنصّبنی اذا تذکرت انی لا اراك ابدا

ترجمہ: آپ کے بعد مجھے کون سا غم تکلیف دے گا، جبکہ مجھے یہ یاد آئے گا کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔

کان المصفّاء فی الاخلاق قد علموا وفی العفاف فلم نعدل بہ احداً

ترجمہ: اخلاق میں آپ ایسے پاکیزہ صفت تھے کہ سارے لوگ آگاہ تھے اور ہم پاک دامنی میں بھی کسی کو آپ کے ہم نسب نہیں سمجھتے ہیں۔

نفسی فداءك من میتٌ و من بدن ما اطیب الذکر والاخلاق والجسدا

ترجمہ: میری جان آپ کے جسم اطہر پر قربان آپ کے تابوت پر قربان آپ کا ذکر مبارک کتنا پاکیزہ ہے اخلاق مبارک کتنا عمدہ اور جسم مبارک کتنا معطر ہے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ستائش یوں کی:

تطاول لیلی و اعترتنی القوارع و خطب جلیل للبلیۃ جامع

ترجمہ: میری رات طویل ہو گئی مجھے ان سخت مصائب اور مشکلات نے آلیا جو کئی حادثات کے جامع تھے۔

غداۃ نعی الناعی الینا محمدا و تلك التی تستكّ منھا المسامع

ترجمہ: موت کی خبر دینے والے نے وقت صبح ہمیں آپ کی وصال کی خبر دی یہ خبر ایسی افسوسناک تھی جس سے کان بہرے ہو جاتے تھے۔

فلو ردّ میتا قتل نفسی قتلتھا و لکنّہ لا یدفع الموت دافع

ترجمہ: اگر کسی نفس کا فدا ہو جانا کسی دوسرے کی زندگی کو لوٹا سکتا تو میں آپ پر فدا ہو جاتا لیکن کوئی بھی موت کو

دور کرنے والا دور نہیں کرسکتا۔

فالیت لا اثنی علی ھلك ھالكٍ　　من الناس ما اوفی ثبیر و فارع

ترجمہ: میں نے قسم کھالی ہے کہ کسی مرنے والے کی اسی طرح تعریف نہیں کروں گا جب تک کوہِ ثبیر اور فارع قائم ہے۔

و لکننی باكٍ علیه و متبع　　مصیبته انّی الی الله راجع

ترجمہ: لیکن میں آپ پر ضرور گریہ بار رہوں گا آپ کا اتباع ضرور کروں گا اور اس مصیبت میں میں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاؤں گا۔

و قد قبض الله النبیین قبله　　و عاد اصیبت بالرّزی والتبابع

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی وصال طاری فرمایا۔ قوم عاد کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا اور تبع کی قوم پر بھی مصیبت پڑی۔

فیالیت شعری من یقوم بامرنا　　و ھل فی قریش من امام ینازع

ترجمہ: اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ ہمارا معاملہ کس کے سپرد ہوگا۔ کیا قریش میں ایسا امام ہے جو آپ کا ہم پلہ ہو سکے۔

ثلاثۃ رھط من قریش ھم ھم　　ازمّۃ ھذا الامر والله صانع

ترجمہ: قریش میں تین ہی افراد ہیں۔ وہی اس امر کے اہل ہو سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہی امور کو سرانجام دینے والا ہے۔

علی او الصدیق او عمر لھا　　و لیس لھا بعد الثلاثۃ رابع

ترجمہ: وہ علی رضی اللہ عنہ یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو اس منصب کے اہل ہے۔ ان تینوں کے بعد چوتھا کوئی نہیں ہے۔

فان قال منّا قائل غیر ھذہ　　ابینا و قلنا الله راء و سامع

ترجمہ: اگر کسی بات کرنے والے نے کوئی بات کی تو ہم اسے نہیں مانیں گے اور ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔

فیا لقریش! قلّدو الامر بعضھم　　فانّ صحیح القول للناس نافع

ترجمہ: کیا عمدہ ہوتا اگر قریش اپنا معاملہ ان میں سے کسی ہستی کے حوالہ کر دیتے۔ صحیح بات ہمیشہ لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

ولا تبطؤ عنھا فواقًا فانھا　　اذا قطعت لم یمن فیھا المطامع

ترجمہ: اس میں ذرہ بھر بھی سستی نہ کرو کیونکہ جب اس کا نفاذ ہوگیا۔ تو لالچ اور حرص اس کی تمنا نہ کرسکے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے دردِ فراق کا اظہار یوں کیا۔ (ابن سعد)

یا عین جودی بدمع منك اسبال　　　ولا تملّنّ من سحّ و اعوال

ترجمہ: اے میری آنکھ اتنی سخاوت سے آنسو بہا کہ آنسوؤں کا سیلاب آجائے۔ تو پیہم گریہ وزاری اور آہ و بکا سے اکتاہٹ محسوس نہ کر۔

لا ینفذن لی بعد الیوم دمعکما　　　انّی مصاب و انّی لست بالسّالی

ترجمہ: آج کے بعد تیرے یہ آنسو میرے لیے اختتام پذیر نہ ہو جائے، کیونکہ مجھے مصیبت پہنچی ہے اور میں تسلی پانے والا نہیں ہوں۔

فان منعکما من بعد بذلکما　　　ایّای مثل الذی قد غُر بالآل

ترجمہ: تمہاری اس سخاوت کے بعد تمہیں میرا روکنا اسی طرح ہے جیسے کسی کو سیراب نے دھوکہ دیا ہو۔

لکن افیفی علی صدری باربعۃ　　　ان الجوانح فیھا ھاجس صالی

ترجمہ: لیکن تم میرے سینے پر چار چار آنسو بہاؤ، کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والی تپش مخفی ہے۔

سحّ الشعیب و ماء الغرب یمنحنہ　　　ساق یحمّلہ ساق بازلال

ترجمہ: تم رواں چشمہ اور مشکیزے کی طرح پانی بہاؤ، ایسا پانی جسے کسی نالے سے لے کر کوئی پانی پلانے والا اسے صاف کر لے اسے اٹھائے رکھے۔

حامی الحقیقۃ نسّال الودیقۃ　　　فکان العناۃ کریم ما جد عال

ترجمہ: آپ حقیقت کے حامی تھے۔ انتہائی فیاض تھے، مصیبت زدہ کو نجات دلانے والے تھے۔ آپ انتہائی شریف اور کریم تھے بزرگ اور بلند شان والے تھے۔

علی رسول لنا محض ضریبتہ　　　سمح الخلیقۃ عفّ غیر مجھال

ترجمہ: ایسے پیغمبر پر گریہ زاری کرو جو ہمارے اپنے تھے سراپا اخلاص تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ساری مخلوق میں سے حلیم تھے سراپا پاکیزگی تھے اور جاہل بالکل نہ تھے۔

کشّاف مکرمۃ مطعام مسغبہ　　　وھّاب عانیۃ و جناء شملال

ترجمہ: آپ مصیبتوں کو دور فرمانے والے اور لوگوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے والے بڑے بڑے جرم بخشنے والے کریم شخص تھے۔

عف مکاسبہ جزل مواھبہ　　　خیر البریّۃ سمح غیر نکال

ترجمہ: آپ کے ہاں رزق انتہائی پاکیزہ تھا۔ عنایات بہت بڑی تھیں ساری مخلوق سے بہترین تھے بہت

زیادہ حلیم تھے مگر سست اور کمزور بالکل نہ تھے۔

و اری الزناد و قوّاد الجیاد الی　　　یوم الطراد اذا شبّت باجذال

ترجمہ: جہاد کے لیے اعلان فرماتے گھوڑوں کو جنگ کے دن میدان جنگ کی طرف لے جاتے۔ جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوتی تو آپ سب کے آگے ہوتے تھے۔

ولا ازکیّ علی الرحمٰن ذالبشر　　　لکن علمك عند الواحد العالی

ترجمہ: اللہ کی بارگاہ میں میں کسی بشر کا تزکیہ پیش نہیں کرتا، مگر اے محبوب کریم ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب جانتا ہے کہ آپ خدائے واحد و برتر بزرگ کی بارگاہ میں کیسے ہیں۔

انّی اری الدھر والایام یفجعنی　　　بالصّالحین و ابقی ناعم البال

ترجمہ: لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے اور ایام نے مجھے پاک باز لوگوں کے وصال سے تکلیف دی ہے اور اب میں اس طرح باقی ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

یا عین فابکی رسول اللہ اذا ذکرت　　　ذات الا له فنعم القائد الوالی

ترجمہ: اے میری آنکھ جب اللہ رب العزت کا ذکر ہو تو آپ پر بھی رو یا کر آپ کتنے اچھے قائد تھے اور کتنے عمدہ سرپرست تھے۔

ابن سعد نے ان کے یہ اشعار بھی رقم کیے ہیں:

یا عین فابکی بدمع ذری　　　لخیر البریّۃ والمصطفٰی

ترجمہ: اے آنکھ بہت زیادہ آنسوؤں کے ساتھ گریہ وزاری کر اس ذات پر جو ساری مخلوق سے بہتر تھی اور برگزیدہ تھی۔

و بکیّ الرسول و حق البکاء　　　علیہ لدی الحرب عند اللقاء

ترجمہ: حضور ﷺ پر رو اور رونے کا حق ادا کر دے۔ جب یہ جنگ سر پر آ ہی گئی ہے تو تجھے آپ رونا بھی چاہیے۔

علی خیر من حملت ناقۃ　　　واتقی البریّۃ عند التقی

ترجمہ: تم اس ذات پر رو جو ان تمام لوگوں میں سے بہترین تھی۔ جن کو اونٹنیوں نے اٹھایا مخلوق میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار تھے اور متقی تھے۔

علی سیّد ماجد جحفل　　　و خیر الانام و خیرا للھا

ترجمہ: ایسی ذات پر رو جو سراپا سردار تھے، جو رفیع شان مالک تھے۔ سارے لوگوں میں سے بہترین تھے سارے جہان سے عمدہ تھے۔

لہ حسب فوق کلّ الانام　　　من ھاشم ذالك المرتجی

ترجمہ: آپ کا حسب ونسب سارے لوگوں سے بالاتر ہے۔ آپ ہاشم کی اولاد میں سے تھے۔ ان ہی کی طرف پناہ حاصل کی جاتی تھی۔

نخصّ بما کان من فضلہٖ و کان سراجا لنافی الدجی

ترجمہ: آپ میں جو فضائل تھے ہم اس کی وجہ سے آپکی تخصیص کرتے ہیں آپ تاریکی میں ہمارے لیے جہاں تاب خورشید تھے۔

و کان بشیرا لنا منذراً و نورا لنا ضوءہ قداضا

ترجمہ: آپ ہمارے بشیر بھی تھے اور نذیر بھی آپ ہمارے لیے ایسا نور تھے جس کے اجالے نے ہمیں بھی روشن کیا تھا۔

فانقذنا اللہ فی نورہٖ و نجّی برحمتہٖ من لظی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اسی نور کے ذریعے ہمیں بچالیا اور رحمت سے اسے نجات دی جو بچ گیا۔

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب نے یوں مدح سرائی کی:

عینیّ جودا طوال الدھر والنھر سکبا و سحّا بدمع غیر تعذیر

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو! جب تک زمانے کی طوالت قائم ہے تم سخاوت کرتی رہو آپ پر رو کر حسرت نکالو اور ایسی فیاضی سے رو جس میں کوئی عذر نہ ہو۔

یا عین فاسحنفری بالدمع واجتھدی حتّی الممات بسجل غیر منزور

ترجمہ: اے میری آنکھ! اچھی طرح آنسوؤں سے سخاوت کرو۔ تادم مرگ گریہ زاری رولو۔ ایسے ڈولوں کے ساتھ رولو جن میں کمی واقع نہ ہو۔

یا عین فانھملی بالدمع و احتفلی للمصطفی دون خلق اللہ بالنور

ترجمہ: اے میری آنکھ آنسوؤں سے سخاوت کرو حضور ﷺ پر خوب کوشش سے رولو، جو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نور لے کر آئے تھے آپ کے علاوہ کسی پر نہ رو۔

بمستھلّ من الشؤبوب ذی سیل فقد رُزِئت نبیّ العدل والخیر

ترجمہ: اسی طرح رولو کہ سیل رواں آجائے۔ مجھے اس نبی کریم ﷺ کی وجہ سے تکلیف دی گئی ہے جو سراپا عدل و بھلائی تھے۔

و کنت من حذر للموت مشفقۃ والذی خطّ من تلک المقادیر

ترجمہ: میں موت سے ڈرتی تھی، موت سے اجتناب کرتی تھی اور تقدیر میں جو کچھ مرقوم ہو چکا تھا اس سے ہراساں تھی۔

من فقد ازھر ضافی الخلق ذی فخر صاف من العیب والعاھات والزور

ترجمہ: میں اس روشن ذات کے چلے جانے کی وجہ سے جن کے اخلاق بڑے وسیع ہیں جو قابل صد افتخار ہے ان کا دامن پاک ہر قسم کے عیوب، امراض اور جھوٹ سے پاکیزہ ہے۔

فاذهب حميدا جزاك الله مغفرة   يوم القيامة عند النفخ في الصور

ترجمہ: تم اس طرح جاؤ کہ تمہاری تعریف کی جائے۔ روز حشر کہ جب صور پھونکا جائے اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت عطا فرمائے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے دردِ فراق کا اظہار یوں کیا:

بطيبة رسم للرسول و معهد   منير و قد تعفوا الرسوم و تهمد

ترجمہ: مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن نشانات ہیں۔ ضوفشاں مقامات ہے، جبکہ دیگر لوگوں کے نشان زمانے کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔

ولا تمتحي الآيات من دار حرمة   بها منبر الهادي الذي كان يصعد

ترجمہ: اس حرمت والی جگہ پر یہ نشانات کبھی ختم نہ ہوں گے، اسی جگہ آپ کا وہ منبر پاک بھی ہے، جس پر آپ جلوہ افروز ہوتے تھے۔

وواضح آثار و باقي معالم   و ربع له فيه مصلّى و مسجد

ترجمہ: اس میں آپ کے روشن نشانات عیاں ہیں آپ کی دیگر نشانیاں باقی ہیں۔ اس میں آپ کا کاشانۂ اقدس بھی ہے، آپ کا مصلی مبارک اور مسجد نبوی بھی ہے۔

بها حجرات كان تنزل وسطها   من الله نور يستضاء و يوقد

ترجمہ: اسی شہر خوباں میں حجرات مقدسہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نور اترتا تھا جن سے خوب روشنی حاصل ہوتی تھی جو خوب منور تھے۔

معارف لم تطمس على العهد آيها   اتاها البلى فالآى منها تجدد

ترجمہ: یہ ایسی نشانیاں ہیں کہ مرور زمانہ بھی ان کے نقوش کو نہ مٹا سکے گا۔ جب ان کے پاس بوسیدگی آجاتی ہے تو یہ نشانیاں خود بخود تازہ ہو جاتی ہے۔

عرفت بها رسم الرسول و عهده   و قبرا بها واراه في الترب ملحد

ترجمہ: میں نے اس جگہ آپ کی نشانی کا عہد مبارک اور قبر انور دیکھی ہے۔ میں نے آپ کی زیارت کی جبکہ آپ کے جسم اطہر کو خاک پاک میں دفنا دیا گیا۔

ظللت بها ابكي الرسول فاسعدت   عيون و مثلاها من الجفن تسعد

ترجمہ: اسی جگہ میں سارا دن آپ پر روتا رہا میری آنکھوں نے بھی میری مدد کی۔ اسی طرح میری پلکوں نے

بھی میری اعانت کی۔

تذکرن الاء الرسول وما اری لها محصیا نفسی فنفسی تبلد

ترجمہ: یہ عفت مآب خواتین حضور ﷺ کی نعمتوں کو یاد کرا رہی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو شمار کر سکے۔ جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں تو حیران اور ششدر رہ جاتا ہوں۔

مفجعة قد شفها فقد احمد فظلت لآلاء الرسول تعدد

ترجمہ: میں سخت اذیت میں ہوں۔ آپ کے وصال نے مجھے سخت اذیت دی ہے اور میں سارا دن آپ کی نعمتوں کو شمار کرتا رہا ہوں۔

وما بلغت من کل امر عشیرہ ولکن لنفسی بعد ما قد توجد

ترجمہ: میرا نفس تو کسی نعمت عظمیٰ کے دسویں حصے تک نہ پہنچ سکا، لیکن میرا نفس پھر بھی آپ کی جدائی کی وجہ سے غم زدہ اور غم ناک ہے۔

اطالت وقوفاً تذرف العین جهدها علی طلل القبر الذی فیه احمد

ترجمہ: میرے دل نے میرا وقوف لمبا کر دیا، جبکہ آنکھ اپنی کوشش سے آنسو بہا رہی ہے۔ اس قبر انور کی خاک پاک پر جس میں احمد مجتبیٰ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔

فبورکت یا قبر الرسول و برکت بلاد ثوی فیها الرشید المسدد

ترجمہ: اے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور تجھے سراپا برکت بنا دیا گیا ہے۔ ان شہروں کو بھی سراپا رحمت بنا دیا گیا ہے۔ جس میں ہدایت یافتہ ہستی تشریف فرما تھی۔

و بورك لحد منك ضمن طیبا علیه بناء من صفیح منضد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے قبر انور بھی سراپا برکت بن گئی۔ اس نے پاکیزہ ترین ہستی کو سمو لیا ہے۔ اس پر چوڑے پتھروں کو ترتیب سے لگا دیا گیا ہے۔

تهیل علیه الترب اید و اعیون علیه و قد غارت بذالك اسعد

ترجمہ: اس پر ہاتھ مٹی ڈال رہے ہیں۔ نظریں آپ کی قبر انور کی زیارت میں محو ہیں۔ ساری بلند اقبالیاں تو اسی میں مدفون ہو رہی تھیں۔

لقد غیبوا حلما و علما و رحمة عشیة علوه الثری لا یوسد

ترجمہ: انہوں نے اس رات بردباری، علم اور رحمت کو خاک پاک میں رکھ دیا تھا۔ آپ پر خاک ڈال دی گئی تھی۔ اس میں آپ کے لیے تکیہ بھی نہ رکھا گیا تھا۔

وراحوا بحزن لیس فیھم نبیّھم و قد وھنت منھم ظھور و اعضد

ترجمہ: وہ سراپا غم وحزن بن گئے۔ان میں ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ نما نہ رہے۔ان کی کمریں اور بازو کمزور ہو گئے تھے۔

یبکون من تبکی السمات یومه و من قد بکته الارض فالناس اکمد

ترجمہ: وہ اس ہستیٔ پاک پر گریہ زار تھے۔جس پر اس روز آسمان بھی آہ و بکا کر رہے تھے۔جس پر زمین بھی رو رہی تھی جبکہ لوگ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے۔

و ھل عدلت یوما رزیّة ھالك رزیة یوم مات فیه محمد

ترجمہ: کیا وہ دن جس میں کوئی ہلاک ہوا ہے وہ اس دن کی مصیبت کے برابر ہو سکتا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کیا ہے۔

تقطع فیه منزل الوحی عنھم و قد کان ذا نور یغور و ینجد

ترجمہ: اس روز وہ ذات بابرکات ان سے جدا ہوگئی جس پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔وہ ایسے نور سے منور تھے جو نشیب وفراز میں تابانیاں بکھیرتا تھا۔

یدلّ علی الرحمٰن من یقتدی به و ینقذ من ھول الخزایا و یرشد

ترجمہ: جو آپ کی اتباع کرتا وہ فوراً سے رب تعالیٰ رحمٰن تک پہنچا دیتا وہ اسے ذلت کی رسوائی سے بچا لیتا اور ہدایت پر گامزن کر دیتا۔

امام لھم یھدیھم الحق جاھدًا معلم صدق ان یطیعة یسعد

ترجمہ: آپ ان کے امام تھے۔آپ پوری سعی سے انہیں راہِ حق کی طرف گامزن فرماتے۔آپ انہیں سچائی کا درس دیتے اگر لوگ آپ کی اطاعت کرتے تو وہ سعادت مند ہو جاتے۔

عفو عن الزلات یقبل عذرھم و ان یحسنوا فا اللہ بالخیر اجود

ترجمہ: آپ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے تھے آپ ان کے عذر قبول فرما لیتے تھے۔اگر وہ عمدہ کام کرتے رب تعالیٰ بھلائی کے ساتھ زیادہ سخاوت فرمانے والا ہوتا ہے۔

و ان ناب امر لم یقوموا بحمله فمن عندہٖ تیسیر ما یتشدّد

ترجمہ: اگر کوئی ایسا دشوار امر رونما ہوتا جسے وہ اٹھا نہ سکتے تو آپ کی طرف سے اس سخت مشکل کا حل ہو جاتا۔

فبیناھم فی نعمة اللہ بینھم دلیل بہٖ نھج الطریقة یقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سرشار تھے۔آپ ایسے عظیم راہنما تھے جس کے ذریعے واضح

راستہ پر چلا جا سکتا تھا۔

عزیز علیه ان یحوروا عن الهدی حریص علی ان یستقیموا و یهتدوا

ترجمہ: آپ پر یہ امر گراں تھا کہ لوگ راہِ ہدایت سے منحرف ہو جائیں۔ آپ اس امر پر حریص تھے کہ لوگ سیدھے ہو جائیں اور وہ ہدایت پا جائیں۔

عطوف علیهم لا یثنی جناحه الی کنف یحنو علیهم و یمهد

ترجمہ: آپ ان پر اتنے مہربان تھے کہ آپ ان سے اعراض نہ فرماتے تھے۔ آپ ان پر بہت زیادہ شفیق تھے آپ ان کے لیے رستہ ہموار کرتے تھے۔

فبیناه فی ذالك النور اذ غدا الی نورهم سهم من الموت مقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ لوگ اسی نور میں مستغرق تھے کہ موت کی طرف سے ایک تیر انہی کا قصد کیے ان کے نور کی طرف بڑھا۔

فاصبح محمود الی الله راجعا یبکیه حق المرسلات و یحمد

ترجمہ: آپ قابل ستائش بن کر اللہ رب العزت کی طرف لوٹ گئے۔ آپ پر فرشتوں کی پلکیں اشک فشاں تھیں۔ آپ کی تعریف کی جا رہی تھی۔

امست بلاد الحرم وحشا بکاءها لقبیة ما کانت من الوحی تعهد

ترجمہ: حرم کے سارے علاقے اور شہر وحشت کا منظر پیش کرنے لگے کیونکہ وہ وحی ختم ہو چکی تھی جس کے وہ عادی بن چکے تھے۔

قفارا سوی معمورة اللحد صافها فقید یبکیه بلاط و غرقد

ترجمہ: یہ سارے علاقے چٹیل میدان ہو گئے سوائے اس نور سے لبریز قبر انور کے جس میں حضور اکرم ﷺ جلوہ نما ہو گئے تھے آپ پر شجر و حجر گریہ بار تھے۔

و مسجده فالموحشات لفقده خلاء له فیه مقام و مقعد

ترجمہ: آپ کی مسجد خالی ہے۔ سارے علاقے آپ کے جلوہ افروز نہ ہونے کی وجہ سے وحشت کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ جن میں آپ قیام فرما ہوتے اور تشریف رکھتے تھے۔

و بالجمرة الکبری له ثم او حشت دیار و عرصات و ربع و مولد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے جمرۃ الکبریٰ کے علاقے بھی خوفناک منظر پیش کرنے لگے۔ آپ کی وجہ سے گھر، میدان، زمین کے ٹکڑے اور جائے ولادت سب دلخراش منظر پیش کر رہے تھے۔

و بكیّ رسول الله يا عين عبرة ولا اعرفنك الدهر دمعك تجمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! تو حضور اکرم ﷺ پر آنسو بہا۔ میں ساری زندگی تجھے اس طرح نہ جانوں کہ تیرے آنسو منجمد ہو چکے ہوں۔

وما لكِ تبكين ذالنعمة التي على الناس منها سابغ و يتغمد

ترجمہ: تو اس نعمت والی ہستی پر کیوں نہیں روتی جس کی نعمت سارے لوگوں پر ہوتی تھی جو سب کو شامل تھی جو سب کو چھپا لیتی تھی۔

فجودی عليه بالدموع و اعولی لفقد الذی لا مثله الدهر يوجد

ترجمہ: تو آپ کی ذات بابرکات پر رونے کی وجہ سے سخاوت کر۔ خوب آہ و فغاں کر۔ یہ اس ذات کے فراق و جدائی کی وجہ سے ہے جس کا مثل زمانہ میں نہیں ہے۔

ما فقد الماضون مثل محمد لا مثله حتى القيامة يفقد

ترجمہ: سابقہ اقوام نے حضور اکرم ﷺ کی مثل کسی کو مفقود نہیں کیا نہ ہی تا حشر آپ جیسی کسی ذات کو مفقود کیا جائے گا۔

اعفّ فاوفی ذمه بعد ذمة فاقرب منه نائلا ولا ينقد

ترجمہ: ایسی ہستی مفقود نہ ہوگی جو آپ سے زیادہ پاکیزہ، ایک ذمہ کے بعد دوسرے ذمہ کو پورا کرنے والی اور آپ سے زیادہ عطیات سے سرفراز کرنے والا ہو جس کی زندگی مکدر نہ کی گئی ہو۔

و ابذل منه للطريف و تالد اذا ضن معطاء بما كان يتلد

ترجمہ: جو آپ سے زیادہ نئی دولت اور وراثت والی دولت کو خرچ کرنے والی ہو جبکہ بہت زیادہ عطا کرنے والا بھی وراثت کی دولت میں بخل کر جاتا ہے۔

و اكرم سيتا فی البيوت اذا نتمی و اكرم جدا ابطحيا يسود

ترجمہ: جو گھروں میں شہرت کے اعتبار سے سب سے معزز ہو، جبکہ نسبت خاندانوں کی طرف ہو، جو آباء کے اعتبار سے زیادہ معزز ہو وہ مکہ مکرمہ کے مکین تھے وہاں سردار تھے۔

و امنع ذروات و اثبت فی العلى دعائم عزشاهقات تشيد

ترجمہ: جو رفعتوں کا زیادہ محافظ ہو۔ بلندیوں پر زیادہ محکم ہو جو سرفرازیوں کے ایسے ستون ہوں جنہیں خوب مضبوط بنایا گیا ہو۔

واثبت فرعا فی الفروع و منبتا و عودا غزاه المزن فالعود اغيد

ترجمہ: جو شاخوں میں مضبوط ترین شاخ ہو جو جڑ اور لکڑی کے اعتبار سے زیادہ محکم بھی ہو جسے بادلوں نے سیراب کیا ہو وہ لکڑی زیادہ لچکدار ہو گئی ہو۔

ربّاہ ولیدا فاستتم تمامہ — علی اکرم الخیرات رب ممجد

ترجمہ: آپ کے بزرگ و برتر رب تعالیٰ نے آپ کی بچپن سے ہی تربیت فرمائی۔ آپ کی اعلیٰ خوبیوں پر تکمیل کی۔

تناھت وصاۃ المسلمین بکفہ — فلا العلم محبوس ولا الرأی یفند

ترجمہ: آپ کے دستِ ہدایت بخش کی وجہ سے مسلمانوں کی حیثیت بہت مضبوط ہوگئی نہ تو آپ کا علم محدود ہے نہ ہی رائے میں کوئی نقص ہے۔

اقول ولا یلقی لقولی عائب — من الناس الا عازب العقل مبعد

ترجمہ: میں کہتا ہوں کوئی عیب لگانے والا میری اس بات میں عیب نہیں نکال سکتا مگر وہی جو عقل و دانائی سے عاری ہے۔

ولیس ھوای نازعا عن ثنائہ — لعلی بہ فی جنۃ الخلد اخلد

ترجمہ: میرا نفس آپ کی اس تعریف کے مخالف نہیں ہے۔ میں آپ کی اس ستائش کی وجہ سے ہمیشہ جنت میں رہوں گا۔

مع المصطفیٰ ارجوا بذالک جوارہ — وفی نیل ذاک الیوم اسعی واجھد

ترجمہ: میں اس تعریف سے آپ کی ہمسائیگی کا متمنی ہوں۔ میں اسی کو حاصل کرنے کے لیے میں سعی پیہم اور مسلسل کوشش کرتا ہوں۔

اور حضرت حسان بن ثابت نے بھی فرمایا:

ما بال عینک لا تنام کأنما — کحلت مآقیھا بکحل الأرمد

ترجمہ: تمہاری آنکھ کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں ہے گویا اس کی سمتوں میں آشوبِ چشم کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

جزعا علی المھدی اصبح ثاویا — یا خیر من وطئ الحصی لا تبعد

ترجمہ: یہ ہدایت یافتہ نبی کریم ﷺ پر افسوس کرتے ہوئے یوں ہے جو اب زیر خاک جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ اے ان لوگوں میں سے بہترین! جو زمین پر چلتے ہیں۔ مجھ سے دوری اختیار نہ کریں۔

وجھی یقیک التراب لھفی لیتنی — غیبت قبلک فی بقیع الغرقد

ترجمہ: میرا چہرہ آپ کو خاک سے محفوظ رکھے۔ صد افسوس! کاش! میں آپ سے پہلے ہی بقیع الغرقد میں غائب ہو چکا ہوتا۔

بأبی و أمی من شھدت وفاتہ — فی یوم الاثنین النبی المھتدی

ترجمہ: میرے والدین اس ہستی پاک پر فدا جس کے وصال کے وقت میں موجود تھا۔ ان کا وصال پیر کے روز ہوا تھا۔ وہ ہدایت یافتہ نبی تھے۔

فظللت بعد وفاتہ متبلدا — متلددا یا لیتنی لم أولد

ترجمہ: آپ کے وصال کے بعد میں حیران وسرگرداں ادھر ادھر پھر رہا ہوں۔ ہائے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

أأقيم بعدك بالمدينة بينهم — يا ليتني صبحت سُمّ الاسودِ

ترجمہ: کیا میں آپ کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے مابین رہ سکوں گا۔ کاش! مجھے وقتِ صبح ہی سیاہ ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا۔

أوحل امر الله فينا عاجلا — في روحة من يومنا أو من غد

ترجمہ: یا اللہ تعالیٰ کا امر جلد نازل ہو جاتا آج ہی شام کے وقت یا کل۔

فتقوم ساعتنا فنلقى طيبا — محضا ضرائبه كريم المحتد

ترجمہ: ہماری قیامت قائم ہو جاتی اور اس پاکیزہ ہستی سے ملتے جس کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے۔

يا بكر آمنة المبارك بكرها — ولدته محصنة بسعد الأسعد

ترجمہ: اے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر! جن کا فرزند ارجمند بہت بابرکت ہے۔ انہوں نے آپ کو ان گنت سعادتوں کے ساتھ جنم دیا۔

نوراً أضاء على البرية كلها — من يهد للنور المبارك يهتدى

ترجمہ: وہ ایک ایسا نور تھا جس نے سارے جہانوں کو منور کر دیا ہے۔ جسے اس نور مبارک سے راہِ ہدایت پر گامزن کیا جاتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

يا رب فاجمعنا معاً و نبينا — في جنة تثني عيون الحسد

ترجمہ: پروردگارِ عالم! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمیں اس جنت میں جمع فرما دے جو حاسدین کی نگاہوں کو موڑ دے۔

في جنة الفردوس فاكتبها لنا — يا ذا الجلال وذا العلا والسؤدد

ترجمہ: اے ذوالجلال، ذوالعلاء، ذوالسؤدد! یہ جنت ہمارے مقدر میں رقم فرما دے۔

والله أسمع ما بقيت بهالك — إلّا بكيت على النبي محمد

ترجمہ: بخدا! میں جب تک زندہ رہوں گا میں کسی بھی مرنے والے کے متعلق سنوں گا تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور گریہ کروں گا۔

يا ويح انصار النبي و رهطه — بعد المغيب في سَوَاء الملحد

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار اور قبیلہ کی حالت کتنی نادیدنی ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں اتار دیا گیا تھا۔

ضاقت بالانصار البلاد فاصبحوا — سوداً وجوههم كلون الإثمد

ترجمہ: انصار کے لیے سارے شہر تنگ ہو گئے ان کے چہرے سرمے کی رنگت کی طرح سیاہ ہو گئے۔

ولقد ولدناہ و فینا قبرہ　　و فضول نعمتہ بنا لا تجحد

ترجمہ: ہم نے ہی آپ کو جنم دیا۔ آپ کی قبر انور بھی ہمارے ہاں ہی ہے۔ ہم ان احسانات کا انکار نہیں کرتے جو آپ نے ہم پر کیے۔

واللہ أھداہ لنا وھدی بہ　　أنصارہ فی کل ساعۃ مشھد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے لیے سراپا ہدایت بنایا۔ آپ کے ذریعے آپ کے انصار کو ہر لمحہ ہدایت سے سرفراز کیا۔

صلی الا لہ و من یحف بعرشہ　　والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو رحمت سے سرفراز کرے اس کے فرشتے اور مبارک پاکیزہ لوگ احمد مجتبیٰ مبارک ﷺ پر درود شریف بھیجیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نب المساکین ان الخیر فارقھم　　مع النبی تولی عنھم سحرا

ترجمہ: مساکین کو آگاہ کر دو کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی بھلائی ان سے جدا ہو گئی ہے۔ وقت سحر آپ ان سے جدا ہو گئے تھے۔

من ذاالذی عندہ رحلی و راحلتی　　و رزق أھلی اذا لم یؤنسوا المطرا

ترجمہ: اب وہ کون ہوگا جس کے پاس میرا زادِراہ اور سامانِ سفر ہوگا۔ جس کے ہاں میرے اہلِ خانہ کا رزق ہوگا. جبکہ وہ بارش کو محسوس بھی نہ کرتے تھے۔

أم من نعاتب لا نغشی ضبادعہ　　اذا اللسان عتا فی القول أو عثرا

ترجمہ: یا وہ کون ہوگا جس سے اگر ہم ناراض ہو جائیں تو ہمیں اس کے فتنے کا کوئی ڈر نہ ہو جب زبان حد سے بڑھ جائے یا خطا کرے۔

کان الضیاء و کان النور نتبعہٗ　　بعد الالہ و کان المسمع والبصرا

ترجمہ: آپ ایسا نور اور اجالا تھے رب تعالیٰ کے بعد ہم آپ کی اتباع کرتے تھے آپ ہمارے کان اور بصارت تھے۔

فلیتنا یوم واروہ بملحدہ　　و غیبوہ و ألقوا فوقہ المدرا

ترجمہ: کاش! جس روز صحابہ کرام نے آپ کو قبر انور میں دفن کر دیا تھا۔ خاک پاک میں آپ کو چھپا دیا تھا۔ آپ پر خاک طیبہ ڈال دی تھی۔

لم یترك اللہ منا بعدہٗ أحدا　　ولم یعش بعدہ أنثی ولا ذکرا

ترجمہ: تو رب تعالیٰ آپ کے بعد ہم میں سے کسی کو نہ چھوڑتا۔ آپ کے بعد کسی عورت یا کسی مرد کو زندہ نہ رکھتا۔

ذلت رقاب بنی النجار کلھم و کان أمرا من أمر الله قد قدرا

ترجمہ: سارے بنونجار کی گردنیں جھک گئیں یہ اللہ رب العزت کا وہ حکم تھا جو مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

واقتسم الفیئی دون الناس کلھم و بددوہ بھارا بینھم ھدرا

ترجمہ: اس روز غنیمت تمام لوگوں کے بغیر تقسیم کیا گیا۔ انہوں نے اسے علی الاعلان لغو قرار دے کر منتشر کر دیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آلیت ما فی جمیع الناس مجتھدا منی ألیة بر غیر إفناد

ترجمہ: میں نے ان اشیاء کے متعلق جو لوگوں میں موجود ہے بڑی کوشش سے قسم اٹھائی ہے کہ میں انہیں پورا کرنے کی بھرپور سعی کروں گا۔ یہ سچی قسم ہے اس میں جھوٹ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔

تالله، ما حملت انثی ولا وضعت مثل الرسول نبی الامة الھادی

ترجمہ: بخدا! نہ کسی عورت نے پیٹ میں ایسا بچہ اٹھایا اور نہ ہی کسی ایسے بچے کو جنم دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل ہو آپ اس ملت مرحومہ کے نبی کریم کو ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ولا برا الله خلقا من بریته او فی بذمة جار او بمیعاد

ترجمہ: رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو پیدا نہیں کیا جو آپ سے زیادہ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے والا یا آپ سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہو۔

من ذالذی کان فینا یستضاء به مبارك الأمر ذا عدل و إرشاد

ترجمہ: اس ہستیٔ بالا سے بڑھ کر کون ہوگا جو ہم میں جلوہ افروز تھی جن سے اجالا حاصل کیا جاتا تھا۔ جن کا ہر معاملہ مبارک، آپ عدل کرنے والے اور ہدایت کرنے والے ہیں۔

أمسی نساؤك عطلن البیوت فما یضر بن فوق قفا ستر بأوتاد

ترجمہ: آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے گھروں کو معطل کر لیا ہے اب وہ اپنے پردوں کے اوپر میخیں نہیں لگاتیں۔

مثل الرواھب یلبسن المباذل قد ایقن بالبؤس بعد النعمة البادی

ترجمہ: اب یہ راہبوں کی مانند ہوگئی ہیں جو پرانے کپڑے پہنتی ہیں۔ انہیں نعمت کے بعد واضح آزمائش کا یقین ہوگیا ہے۔

یا افضل الناس إنی کنت فی نھر أصبحت منه کمثل المفرد الصادی

ترجمہ: اے سارے لوگوں سے افضل ہستیٔ پاک! میں دریائے (رحمت وسخاوت) میں تھا۔ اب میں اس سے دور ہو کر اس تنہا شخص کی طرح ہوگیا ہوں جو تشنہ لب ہو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان الرزية لارزية مثلها ... ميت بطيبة مثله لم يفقد

ترجمہ: بلاشبہ آپ کی تکلیف وہ تکلیف ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہوگیا آپ جیسی ہستی کو مفقود نہیں کیا جاسکتا۔

ولقد أصيب جميع أمته به ... من كان مولوداً، و من لم يولد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے آپ کی ساری امت کو تکلیف پہنچائی گئی جو پیدا ہو چکے تھے اور جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

والنأس كلهم بما قد عالهم ... يرجو شفاعته بذاك المشهد

ترجمہ: سارے لوگ اس وجہ سے کہ آپ نے ہی ان کی ذمہ داری اٹھائی ہے وہ روزِ حشر آپ کی شفاعت کی امید رکھیں گے۔

حتى الخليل أبوه في اشياعه ... و نجيه موسى النبي المهتدى

ترجمہ: حتیٰ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی، جو انبیاء کرام میں سے آپ کے باپ ہیں۔ اس کے نجی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی جو ہدایت یافتہ نبی ہیں۔

متواضعين لربهم جرقابهم ... تلك الفضيلة، و اجتماع السؤدد

ترجمہ: جو رب تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہوئے اپنی گردنیں جھکانے والے ہیں۔ یہ فضیلت ہے اور سرداری کا جمع ہونا ہے۔

يا خير من شد المطية نحوه ... وفد لحاجته يروم و يغتدى

ترجمہ: یہ وہ بہترین ہستی جس کی طرف وفود اپنی ضروریات کے لیے سواریاں لے کر آتے ہیں وہ صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

أنت الذى استنقذ تنافى حضرة ... من يهو فيها من هواه يبعد

ترجمہ: آپ نے ہی ہمیں آگ کے گڑھے سے بچالیا جو اپنی خواہشات کی وجہ سے اس میں گر جاتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

فهد يتنا بعد الضلالة والردى ... بهدى الإله إلى السبيل الأرشد

ترجمہ: آپ نے ہمیں ضلالت اور ہلاکت کے بعد ایسی ہدایت سے سرفراز کیا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی وہ بالکل سیدھے راستے کی طرف جاتی تھی۔

فجزاك عنا الله خير جزائه ... بمقام محمود المقام مسدد

ترجمہ: رب تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر دے۔ وہ آپ کو مقام محمود عطا کرے جو ایک شرف والا مقام ہے۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یا عین، جودی، ما بقیت، بعبرۃ سحا علی خیر البریۃ أحمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! جب تک تو باقی ہے تو آنسوؤں کی سخاوت کر۔ تو ان احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فیاضی کر جو ساری کائنات سے بہترین تھے۔

یا عین، فاحتفلی و سحی واسجمی و ابکی علی نور البلاد محمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! اے میری آنکھ تو اہتمام کر، آمادہ ہو جا۔ خوب رو۔ اس ذات بابرکات پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو سارے شہروں کے نور ہیں۔

أنی، لك الویلات! مثل محمد فی کل نائبۃ تنوب و مشھد؟

ترجمہ: تیرے لیے ہلاکت! ہر حادثہ اور جنگ میں تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ذات کیسے ملے گی۔

فابکی المبارك والموفق ذا التقی حامی الحقیقۃ ذا الرشاد المرشد

ترجمہ: تو اس ذات بابرکات پر رو لے جو سراپا برکت تھے۔ جنہیں توفیق دی گئی تھی جو متقی تھے جو حقیقت کے حامی ہدایت والے اور ہدایت عطا کرنے والے تھے۔

من ذا یفك عن المغلل غلّہ بعد المغیب فی الضریح الملحد؟

ترجمہ: اب وہ قبر انور میں پردہ فرما چکے ہیں ان کے بعد قیدیوں کو قید کی زنجیروں سے آزادی کون دلائے گا۔

أم من لکل مدفع ذی حاجۃ و مسلسل یشکو الحدید مقید؟

ترجمہ: اب اس ضرورت مند کی ضرورت کو کون پورا کرے گا جسے ہر طرف سے دھکے پڑ رہے ہوں جو مسلسل لوہے کی زنجیروں کا شکوہ کر رہا ہو اور پابند سلاسل ہو۔

أم من لوحی اللہ یترك بیننا فی کل ممسی لیلۃ أو فی غد؟

ترجمہ: اب وہ وحی کیسے اترے گی جو رات کے وقت یا صبح کے وقت آتی تھی پھر وہ ہم میں رہ جاتی تھی۔

فعلیك رحمۃ ربنا و سلامہ یا ذا الفواضل والندی والسودد

ترجمہ: اے ان گنت فضل و کرم کرنے والے، سخاوت کرنے والے، سردار آقا! آپ پر ہمارے رب تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

ھلا فداك الموت کل ملعن شکس خلایقہ لئیم المحتد؟

ترجمہ: آپ کے عوض ان لوگوں کو موت نے کیوں نہ آدبوچا جو ملعون ہیں، بد اخلاق ہیں اور نسل کے اعتبار سے کمینے ہیں۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أعینی جودا بالدموع السواجم | علی المصطفی بالنور من آل ھاشم

ترجمہ: اے میری آنکھ! لگاتار آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرو، جو نور کے ساتھ چیدہ تھے۔ ان کا تعلق خاندان ہاشم کے ساتھ تھا۔

علی المصطفی بالحق والنور والھدی | و بالرشد بعد المندبات العظائم

ترجمہ: ان پرخوب روئے جو بڑے بڑے واقعات کے بعد حق، نور، ہدایت اور رشد کے ساتھ منتخب ہو کر تشریف لائے تھے۔

و سحا علیہ و ابکیا، ما بکیتما | علی المرتضی للمحکمات العزائم

ترجمہ: تم آپ پر گریہ کرو اتنا رو لو جتنا رو سکتی ہو جو پسندیدہ تھے۔ جن کے عزائم بڑے محکم تھے۔

علی المرتضی للبر والعدل والتقی | و للدین والاسلام بعد المظالم

ترجمہ: ان ہستیٔ پاک پر رو لو جو مظالم کے بعد پاکبازی، عدل، تقویٰ، دین اور اسلام کے لیے پسندیدہ تھے۔

علی الطاھر المیمون ذی الحلم والندی | و ذی الفضل والداعی لخیر التراحم

ترجمہ: اس ہستیٔ پاک پر رو لو جو پاکیزہ تھی، بابرکت تھی، علم و سخاوت والی تھی، فضل و کرم والی تھی، بہترین رحم و کرم کی طرف دعوت دینے والی تھی۔

أعینی ماذا، بعد ما قد فجعتما | بہ تبکیان الدھر من ولد آدم؟

ترجمہ: اے میری آنکھوں! اب جبکہ آپ کے فراق سے تمہیں تکلیف دی گئی ہے آپ کے بعد اولاد آدم میں سے کس کس پر روؤ گی۔

فجودا بسجل وا ندبا کل شارق | ربیع الیتامی فی السنین البوازم!

ترجمہ: اے آنکھوں! اچھی طرح آہ و فغاں کر لو۔ اس ذات بابرکات پر رو لو جو سخت قحط سالی کے دنوں میں یتیموں کا ملجا و ماویٰ تھی۔

أروی بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا یا عین! و یحك اسعدینی | بدمعك ما یقبت، و طلو عینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! جب تک تو زندہ ہے آنسوؤں کے ساتھ میری مدد کر اور میری اطاعت بجالا۔

ألا یا عین و یحك و استھلی | علی نور البلاد و أسعدینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! تو اس ہستیٔ والا پر رولے جو سارے شہروں کے لیے نور تھے اس میں میری مدد کر۔

فإن عذلتك عاذلة فقولی | علام و فیم و یحك تعذلینی؟

ترجمہ: اگر کوئی ناصحہ تجھے نصیحت کرے تو تو اسے کہہ دینا کہ تیرے لیے ہلاکت کہ تو کس بات پر اور کس امر میں

نصیحت کر رہی ہے۔

علی نور البلاد معا جمعیاً ۔۔۔۔۔ رسول اللہ أحمد فاترکینی

ترجمہ: میں اس ذات بابرکات پر رو رہی ہوں جو سارے شہروں کا نور تھے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ تھے وہ احمد مجتبیٰ ﷺ تھے تو مجھے چھوڑ دے۔

فإلا تقصری بالعذل عنی ۔۔۔۔۔ فلومی ما بدالك أودعینی

ترجمہ: اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کرنا چاہتی جو جیسے تیری مرضی ہو تو ایسے ملامت کر لے یا تو مجھے چھوڑ دے۔

لأمر ھدنی و أذل رکنی ۔۔۔۔۔ وشیب بعد جدتھا قرونی!

ترجمہ: اس مصیبت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میری عظمت کو سست کر دیا ہے اس کے بعد کہ اس نے میرے بالوں کو بھی سفید کر دیا تھا۔

اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا یا رسول اللہ کنت رَجاءنا ۔۔۔۔۔ و کنت بنا برا ولم تك جافیا

ترجمہ: یارسول اللہ آپ ﷺ ہماری امیدوں کے مرکز تھے۔ آپ ہمارے ساتھ نرم دل تھے اور ظالم نہ تھے۔

و کنت بنا رؤفا رحیما نبینا ۔۔۔۔۔ لیبك علیك الیوم من کان باکیا

ترجمہ: آپ ﷺ ہمارے ساتھ رؤف اور رحیم تھے۔ رونے والے آج آپ پر رو لے۔

لعمرك، ما أبکی النبی لموته ۔۔۔۔۔ ولکن لھرج کان بعدك آتیا

ترجمہ: مجھے آپ کی زندگی کی قسم میں حضور ﷺ کے وصال کی وجہ سے نہیں رو رہی، لیکن میں اس مصیبت کی وجہ سے رو رہی ہوں جو آپ کے بعد آنے والی ہے۔

کأن علی قلبی لذکر محمد ۔۔۔۔۔ وما خفت من بعد النبی المکاویا

ترجمہ: میرا دل یاد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے غم میں داغ داغ ہے۔

أفاطم، صلی اللہ، رب محمد ۔۔۔۔۔ علی جدث أمسی بیثرب ثاویا

ترجمہ: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ رب العزت حضرت محمد ﷺ کا پروردگار اس قبر انور پر رحمتیں نازل کرے جو مدینہ طیبہ میں آپ کا مسکن بن گئی ہے۔

أبا حسن، فارقته و ترکته ۔۔۔۔۔ فیك بحزن آخر الدھر شاجیا

ترجمہ: اے ابوالحسن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ حضور ﷺ سے جدا ہو گئے ہیں اور تم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے تم آخری زمانہ تک حضور ﷺ پر درد و غم سے روتے رہے۔

فدا لرسول الله أمي و خالتي — و عمي و نفسي قصرة ثم خاليا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری امی جان میری خالہ جان چچا جان اور پھوپھی جان سب فدا ہو جائے اور خود میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

صبرت و بلغت الرسالة صادقًا — و قمت صليب الدين أبلج صافيا

ترجمہ: آپ نے صبر کیا سچائی کے ساتھ اللہ رب العزت کا پیغام پہنچایا دین حق کو سیدھا کیا اور اسے صاف ستھرا بنا دیا۔

فلو أن رب الناس أبقاك بيننا — سعدنا، ولكن أمرنا كان ماضيا

ترجمہ: انسانوں کا پروردگار اگر آپ کو ہمارے مابین رہنے دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت مندی تھی لیکن ہمارے اس کام کا تو فیصلہ ہو چکا تھا۔

عليك من الله السلام تحية — و أدخلت جنات من العدن راضيا

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ رب العزت کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور آپ کو یقیناً عدن کے باغات میں رضا و رغبت کے ساتھ داخل کر دیا گیا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و باكية حراء تحزن بالبكا — و تلطم منها خدها والمقلدا

ترجمہ: حراء کی رونے والی کی قسم جو رونے سے غم زدہ ہوتی ہے۔ غم کی وجہ سے اپنے رخسار پیٹتی ہے اور اپنے سینے پہ ہاتھ مارتی ہے۔

على هالك بعد النبي محمد — ولو علمت لم تبك إلا محمّدا

ترجمہ: اس مرنے والے پر جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرا اگر وہ جان لیتی تو وہ صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی روتی۔

فجعنا بخير الناس حيا و ميتا — و أدناه من رب البرية مقعدا

ترجمہ: ہمیں اس ہستیٔ پاک کی وجہ سے تکلیف دی گئی جو حالت حیات اور حالت وصال میں سارے لوگوں سے بہترین ہے اور مقام و منصب کے لحاظ سے مخلوق کے رب کے سب سے قریب ہے۔

وَ أفظعهم فقدا على كل مسلم — و اعظمهم في الناس كلهم يدا

ترجمہ: ہر مسلمان پر آپ کا فراق انتہائی ہولناک اور تمام انسانوں پر آپ کے احسان سب سے بڑے ہیں۔

لقد ورثت اخلاقه المجد والتقى — فلم تلقه إلا رشيدا و مرشدا

ترجمہ: آپ کے اخلاق عالیہ نے تقویٰ اور بزرگی کو پالیا ہے۔ اور تم آپ سے اس حالت میں ملاقات کرو گے کہ آپ ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہوں گے۔

صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لهف نفسي و بت كالمسلوب آرق الليل فصله المحروب

ترجمہ: مجھے اپنی جان پر بہت دکھ ہے میں نے اس شخص کی طرح رات بسر کی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو اور غم و اندوہ کے ساتھ ساری رات بیدار رہا ہو۔

من هموم و حسرة رد فتني ليت أني سقيتها بشعوب

ترجمہ: میری یہ حالت ان غم و اندوہ کی وجہ سے ہوئی ہے جس نے مسلسل مجھے گھیر رکھا ہے۔ کاش یہ مصائب آہستہ آہستہ نازل ہوتے۔

حين قالوا: ءان الرسول قد امسي و افقته منية المكتوب

ترجمہ: یہ اس وقت مجھ پر مصیبت ٹوٹی جب لوگوں نے مجھے کہا کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے آپ نے رقم کی گئی تقدیر کے ساتھ موافقت کر لی ہے۔

إذا رأينا ان النبى صريع فأشاب القذال أى مشيب

ترجمہ: جب ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ عالم فانی سے تشریف لے جانے والے ہیں تو ہمارے سر کے بال بھی سفید ہو گئے۔

إذا رأينا بيوته موحشات ليس فيهن بعد عيش حبيبى

ترجمہ: جب ہم نے آپ کے حجرات مقدسہ کو دیکھا کہ وہ وحشت انگیز منظر پیش کر رہے تھے۔ جہاں حضور نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے اور اب میرا محبوب ان میں تشریف فرما نہیں ہے۔

أورث القلب ذاك حزنا طويلا خالط القلب فهو كالمرعوب

ترجمہ: اس حادثہ نے دل کو اتنا طویل دکھ دیا ہے جو دل میں مل گیا ہے اور وہ مرعوب شخص کی طرح ہے۔

ليت شعرى! و كيف أمسي صحيحا بعد أن بين بالرسول القريب؟

ترجمہ: کاش مجھے خبر ہوتی کہ میں کیسے صحیح ہو سکتی ہوں حالانکہ حضور ﷺ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔

أعظم الناس فى البرية حقا سيد الناس حبهُ فى القلوب

ترجمہ: وہ حقیقت میں سارے لوگوں سے عظیم تھے۔ سارے لوگوں کے سردار تھے۔ آپ کی محبت دلوں میں جاگزین ہے۔

فإلى الله ذاك أشكوا و حسبى يعلم الله حوبتي و نحيبى

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس کی شکایت کرتی ہوں وہ ذات پاک مجھے کافی ہے وہ میری تکلیف اور رونے کو خوب جانتا ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أفاطم، بکی ولا تسأمی بصبحك، ما طلع الکوکب!

ترجمہ: اے خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ روتی رہیں، رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کرنا جب تک ستارے طلوع ہورہے ہیں آپ پر گریہ کرتے رہنا۔

ھو المرءُ یبکی، و حق البکاء ھو الماجد السید الطیب

ترجمہ: آپ ایسے عظیم الشان نبی تھے کہ آپ گریہ کے ہی مستحق تھے۔آپ بہت زیادہ عظیم شان والے سرداراور پاک باز تھے۔

فاوحشت الأرض من فقدہ و أی البریۃ لا ینکب؟

ترجمہ: آپ کے جہانِ فانی سے تشریف لے جانے سے زمین وحشت انگیز منظر پیش کررہی ہے اور وہ کون سی مخلوق ہے جس پر مصیبت نازل نہ ہوئی ہو۔

فما لی بعدك حتی الممات إلا الجوی الداخل المنصب

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال فرمانے کے بعد میں دل کے درد میں مبتلا کیوں نہ رہوں تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آہ و بکا کرو۔

فبکی الرسول! و حقت لہ شھود المدینۃ والغیب

ترجمہ: مدینہ میں موجود اور وہاں سے غائب ہونے والے کے لیے یہی استحقاق ہے کہ وہ آپ پر روئے۔

لِتبکیك شمطاء مضرورۃ إذا حجب الناس لا تحجب

ترجمہ: وہ عورت بھی آپ پر روئے گی جس کی بینائی اس طرح سے جاتی رہی ہو کہ وہ اس جگہ پردہ نہ کرسکے جہاں پردہ کرنے کا موقع ہے۔

لیبکیك شیخ ابو ولدۃ یطوف بعقوبتہٖ أشھب

ترجمہ: آپ پر وہ عمر رسیدہ شخص بھی روئے گا جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور وہ قحط سالی میں انہیں لے کر پھر رہا ہو۔

و یبکیك رکب إذا أرملوا فلم یلف ما طلب الطلب

ترجمہ: اور آپ پر وہ کاروان بھی روئے گا جب وہ چٹیل میدان سے گزرے گا اور جو اس کے جستجو میں ہوں گے وہ اسے نہ پاسکیں گے۔

و تبکی و عیرۃ من فقدہ بحزن و یسعدھا المیثب!

ترجمہ: تمام قبائل آپ کے جانے کی وجہ سے بہت زیادہ روئیں گے اور بے تابی ان کی معاونت کرے گی۔

و تبکی الأباطح من فقدہ و تبکیہ مکۃ والأخشب

ترجمہ: آپ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے وادی بطحا بھی روئے گی مکہ مکرمہ بھی روئے گا اور احشب بھی روئے گا۔

فعینی مالك لا تد معین؟ و حق للدمعك یستکب

ترجمہ: اب میری آنکھ تو آنسو کیوں نہیں بہاتی تمہارے آنسوؤں کا یہ حق ہے کہ تو آپ ﷺ پر دل کھول کر رو لے۔

صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ما لعینی لا تجودان ریا إذ فقدنا خیر البریة حیا

ترجمہ: اے میری آنکھوں! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم آنسوؤں کی بھرپور سخاوت نہیں کرتی ہو جبکہ ہم نے اس ہستی پاک کو مفقود کیا ہے جو سارے لوگوں میں سے بہترین تھی۔

یوم نادی إلی الصلوة بلال فبکینا عند النداءِ ملیا

ترجمہ: جس روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز کے لیے پکارا تو اس صدا کے وقت ہم جی بھر کر رو دیے۔

لم أجد قبلها ولست بلاق بعدها غصّة أمر علیا

ترجمہ: میں نہ تو آپ سے قبل اور نہ ہی آپ کے بعد ایسے غم سے ملی جو اس قدر تلخ اور بلند و برتر ہو۔

جل یوم أصبحت فیه علیلا لا یرد الجواب منك إلیا

ترجمہ: وہ دن کتنا عظیم تھا جس کی صبح کو میں مریض بن گئی اور تمہاری طرف سے میری طرف جواب نہ لوٹایا جائے گا۔

لیت یومی یکون قبلك یوما أنضج القلب للحرارة کیا

ترجمہ: کاش! میرے وصال کا دن آپ کے وصال سے ایک روز پہلے ہوتا جو دل کو محکم کرتا اور اس پر حرارت کا داغ ہوتا۔

خلقا عالیا، و دینا کریما و صراطا یهدی إلیه سویا

ترجمہ: آپ خلق عظیم کے مالک تھے۔ آپ کا دین کریم تھا۔ یہ ایسا راستہ ہے جو سیدھا آپ کی طرف جاتا ہے۔

و سراجا یجلو الظلام منیرا و نبیا مسددا عربیا

ترجمہ: آپ سراج منیر تھے جو ظلمتوں کو ختم کر دیتے تھے آپ نبی کریم، سردار اور عربی اور درست راہ نمائی کرنے والے تھے۔

حازما، عازما، حلیما، کریما عائدا بالنوال، برا تقیا

ترجمہ: آپ محتاط، عزم مصمم والے، حلیم اور کریم تھے۔ آپ عطیات سے سرفراز کرنے والے پاکباز اور متقی تھے۔

إن یوما أتی علیك لیوم کورت شمسه و کانت جلیا

ترجمہ: بلاشبہ کسی روز تم پر ایسا دن آجائے گا جس میں سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، حالانکہ وہ پہلے خوب روشن ہوگا۔

فعلیك السلام منا و من ربك بالروح بکرة و عشیا

ترجمہ: آپ پر ہماری طرف سے اور آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے ساتھ صبح وشام سلام ہو۔

ہند بنت اُثاثہ بن عباد بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أشاب ذؤابتي و أذل ركني　　بكاؤك فاطم، الميت الفقيدا

ترجمہ: اے سیدہ فاطمۃ الزہراء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر آپ کے رونے نے میرے بال بھی سفید کر دیے ہیں اور میرا قد بھی جھکا دیا ہے۔

فأعطيت العطاء فلم تكدر　　و أخدمت الولائد والعبيدا

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس طرح عطا کرتے تھے کہ آپ کو کسی سے کدورت نہ ہوتی تھی۔ آپ تو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں اور غلاموں کی بھی خدمت کرتے تھے۔

و كنت ملاذنا في كل لزب　　إذا هبت شامية برودا

ترجمہ: ہر مشکل گھڑی میں آپ ہمارے لیے پناہ گاہ تھے جب ٹھنڈی اور سرد ہوائیں چلتی تھیں تو آپ ہی آرام پہنچاتے تھے۔

و إنك خير من ركب المطايا　　و أكرمهم إذا نسبوا جدودا

ترجمہ: آپ ان تمام افراد میں سے بہترین ہیں جو سواریوں پر سوار ہوئے آپ ان تمام میں سے معزز ہیں جب وہ اپنے اپنے آباء واجداد کی طرف منسوب ہو۔

رسول الله فارقنا، و كنا　　نرجي أن يكون لنا خلودا

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں ہمیں تو امید تھی کہ ہمارا یہاں رہنا ہمیشہ ہے اور رہے گا۔

أفاطم فاصبري فلقد أصابت　　رزيئتك التهائم والنجودا

ترجمہ: اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صبر کریں آپ کی اس مصیبت نے تو تہامہ اور نجد کو بھی غم زدہ کر دیا ہے۔

و أهل البر والأبحار طرا　　فلم تخطئ مصيبته وحيدا

ترجمہ: خشکی والے اور سمندروں والے سب اس غم میں شریک ہیں۔ آپ کی مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا ہے۔

و كان الخير يصبح في ذراه　　سعيد الجد قد ولد السعودا

ترجمہ: آپ کے دامن پاک سے خیر و برکت کی صبح طلوع ہو جاتی تھی۔ آپ آباء واجداد کے اعتبار سے نیک اور سعادت مند تھے اور سعادت مندی ہی آپ سے پیدا ہوتی تھی۔

فموتي إن قدرتي أن تموتي　　فقدت الطيب الرجل الحميدا

ترجمہ: اگر آپ کے بس میں وصال کر جانا ہے تو وصال کر جائیں آپ نے پاک باز اور قابل تعریف ہستی کو مفقود کیا ہے۔

رسول الله خير الناس حقا   فلست أرى له أبدا مديدا

ترجمہ: حضور ﷺ درحقیقت سارے لوگوں سے بہتر تھے۔اب میں ساری زندگی آپ کی زیارت نہ کرسکوں گی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما زالت مذ وضع الفراش لجنبه   و ثوى مريضا خائفا أتوقع

ترجمہ: جب سے آپ کے پہلوں کے لیے بستر بچھایا گیااور آپ مریض ہوئے تو مجھے اندیشہ اور توقع تھی۔

شفقا عليه أن يزول مكانه   عنا. فنبقى بعده نتوجع

ترجمہ: مجھے آپ پر خدشہ تھا کہ آپ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور آپ کے بعد ہم اس طرح رہیں کہ ہم مصیبت سے کراہ اٹھیں۔

نفس فداؤك من لنا في أمرنا   أو من نشاوره إذا فترجع

ترجمہ: آپ پر میری جان بھی قربان اب ہمارے معاملہ کا والی کون ہوگا،اور اب ہم کس سے مشاورت کریں گے پھر تو ہم انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ دیں گے۔

وإذا تحدثنا الحوادث! من لنا   بالوحي من رب رحيم يسمع

ترجمہ: جب ہم حادثات کے بارے گفتگو کریں گے تو ہمیں رب رحیم کی طرف سے وحی کے ساتھ کون سنے گا۔

ليت السماء تفطرت أكنافها   و تناثرت فيها النجوم الطلع

ترجمہ: کاش آسمان اطراف سے پھٹ جاتا اور اس میں طلوع ہونے والے ستارے پھیل جاتے۔

لما رأيت الناس هد جميعهم   صوت ينادي بالنحي فيسمع

ترجمہ: جب لوگوں نے دیکھا تو اس آواز نے تمام کے تمام کو گرادیا جو آپ کے وصال کی خبر دے رہی تھی اور اسے سنا جارہا تھا۔

و سمعت صوتا قبل ذلك هدني   عباس ينعاه بصوت يقطع

ترجمہ: اس سے پہلے میں نے آواز سنی اس نے مجھے گرادیا۔میں نے حضرت عباس کو سنا وہ شکستہ آواز میں آپ کے وصال کا اعلان کررہے تھے۔

فليبكه أهل المدائن كلها   والمسلمون بكل أرض تجدع

ترجمہ: سارے اہل شہروں کو آپ پہ رونا چاہیے تمام سرزمین کے مسلمانوں کو کمزور ہو گئے تھے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ألا طرف الناعي بليل فراعني   و أرقني لما استهل مناديا

ترجمہ: ارے رات کے وقت آپ کے وصال کی خبر دینے والے نے دروازے پر دستک دی تو مجھے خوف

زدہ کر دیا جب اس نے بلند آواز سے آپ کے وصال کی خبر دی تو میری نیند اُڑ گئی۔

فقلت له لما رأيت الذى أتى　　أعنير رسول الله أصبحت ناعيا

ترجمہ: میں نے اس سے کہا جب میں نے اسے دیکھا جو آیا تھا کہ کیا تو وقت صبح حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے وصال کی خبر دے رہا ہے۔

فحقق ما أشفيت منه و لم يُبل　　و كان خليلى عدتى و جماليا

ترجمہ: وہ بات سچ ثابت ہوگئی جس کا مجھے خدشہ تھا آپ بوسیدہ نہ ہوئے تھے۔ آپ میرے خلیل میرا اسہارا اور میرا حسن و جمال تھے۔

فو الله لا أنساك أحمد ما مشت　　بى العيس فى أرض و جاوزت واديا

ترجمہ: اللہ کی قسم اے احمد مجتبیٰ ﷺ میں آپ کو بھلا نہ پاؤں گا جب تک اونٹنی مجھے زمین میں چلتی رہے گی اور وادی کو عبور کرتی رہے گی۔

و كنت متى أهبط من الأرض تلعة　　أجد أثرا منه جديدا و عافيا

ترجمہ: میں جب بھی میں بلند زمین سے نیچے اتروں گا تو میں اس کا نیا اور مٹا ہوا اثر پاتا رہوں گا۔

جواد تشظى الخيل عنه كأنما　　يرين به ليثا عليهن ضاريا

ترجمہ: آپ ایسے سخی تھے گھوڑے آپ سے ایسے منتشر ہو جاتے تھے گویا کہ وہ آپ کے ساتھ خونخوار شیر دیکھتے جو ان پر حملہ آور ہوتے۔

من الأسد قد أحمى العرين مهابة　　تفادى سباع الأرض منه تفاديا

ترجمہ: ان شیروں میں سے جو اپنے کچھار کی حفاظت رُعب سے کرتے ہیں اور زمین کے درندے آپ کو فدیہ دے کر اپنی حفاظت کرتے تھے۔

شديد جرى النفس نهد مصدر　　هو الموت مفد و عليه و غاديا

ترجمہ: آپ بہت سخت تھے بہادر نفس والے تھے۔ بلند منصب والے تھے۔ مضبوط سینہ مبارک رکھتے تھے۔ صبح کے وقت آپ پر وصال طاری ہو گیا۔

❀❀❀

اٹھائیسواں باب

اس عظیم مصیبت کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہونا اور ان کی ثابت قدمی

بزار، بلاذری اور بقی بن مخلد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابویعلی اور احمد نے ثقہ راویوں سے، طیالسی اور ترمذی نے الشمائل میں حسن سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے، ابن راہویہ نے حضرت عکرمہ سے، عبد بن حمید نے صحیح سند کے ساتھ سالم بن عبید صحابی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔" دوسری روایت میں ہے کہ جب پیر کے روز حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ پسند کرتے ہیں۔ آج بنت خارجہ (ان کی زوجہ) کی باری ہے کیا میں اس کے پاس چلا جاؤں؟ آپ نے انہیں اذن مرحمت فرما دیا۔ آپ حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "سنح" اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اذن طلب کیا۔ ان کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا وہ پردہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اتنے وقت سے آپ پر بے ہوشی طاری ہے۔" انہوں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ انہوں نے کہا: "ہائے! غشی! آپ پر غشی کتنی شدید ہے؟" دوسری روایت میں ہے: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ فرطِ غم سے چکر لگانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے "اے اللہ تعالیٰ کے نبیٔ پاک! اے اس کے برگزیدہ اور چیدہ نبیٔ کریم ﷺ! پھر انہوں نے آپ کو ڈھانپ دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہ کی۔ جب وہ دروازے کی دہلیز تک پہنچے تو انہوں نے کہا: "عمر! حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "تم خلافِ حقیقت بات کر رہے ہو۔ بخدا! آپ کا وصال نہ ہوگا حتیٰ کہ آپ کو منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں اسی طرح گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس کے پاس گئے تھے۔ وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے علیحدہ رہے تھے۔ بخدا! حضور اکرم ﷺ ضرور واپس تشریف لائیں گے۔ آپ ان کی ٹانگیں اور زبانیں کاٹ دیں گے۔" انہوں نے گفتگو کی اور خوب کھل کر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: "تم وہ شخص ہو جسے فتنے نے گھیر رکھا ہے۔" حضرت ابن ام مکتوم مسجد نبوی کے آخری کونے میں یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔

لوگ مضطرب تھے، وہ رو رہے تھے۔ وہ کسی کی بات نہ سن رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! کسی کے ساتھ حضور والئ بے کساں ﷺ کا عہد ہو وہ ہم سے گفتگو کرلے۔" لوگوں نے کہا: "نہیں۔" انہوں نے کہا: "عمر! کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے لوگو! حضور اکرم ﷺ کے متعلق کسی کے ہاں کوئی عہد نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے وصال کے متعلق میرے پاس عہد ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ نے جامِ وصال چکھ لیا ہے۔" اپنے صاحب کو دفن کردو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک پہلے مر چکا ہے کہ آپ کے دو وصال ہوں۔ آپ درگاہِ ربانیہ میں اس سے زیادہ معزز ہیں کہ وہ آپ کو جامِ وفات دو دفعہ چکھائے اگر اس طرح ہوتا جیسے تم کہہ رہے ہو تو یہ رب تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ وہ آپ سے خاک طیبہ ہٹا لے گا اور آپ کو مرقد انور سے باہر نکال لے گا۔ ان شاء اللہ! آپ کا وصال اس وقت تک نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے شاہراہِ حیات کو خوب واضح کر دیا حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام فرمایا۔ نکاح فرمایا۔ طلاق دی۔ جہاد کیا۔ صلح کی۔ کوئی بھیڑوں کا چرواہا، جس کا مالک اس کے پیچھے ہو وہ اپنے ڈنڈے کے ساتھ عضاہ کے پتے جھاڑتا ہو، جوان کا حوض اپنے ہاتھ سے درست کرتا ہو وہ آپ سے زیادہ جانفشانی اور محنت سے کام نہ کرتا ہوگا۔ آپ تم میں تشریف فرما تھے۔"

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے السنخ کی طرف گئے۔ انہیں آپ کے وصال کے متعلق بتایا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی جبکہ وہ السنخ کے مقام پر تھے۔ وہ گھوڑے پر آئے۔ در رسول اللہ ﷺ پر اترے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے باتیں کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کی طرف توجہ نہ دی، حتیٰ کہ وہ حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں گئے۔ آپ ایک کونے میں تھے۔ جردہ کی چادر سے آپ کو ڈھانپا گیا تھا۔

ابو ربیع، ابو یمن بن عساکر نے "اتحاف الزائر" میں ہے "ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پسلیاں ان کے سینے میں فرطِ غم سے آگے پیچھے ہو رہی تھیں۔ چٹان کے ٹکڑے کی مانند ان کے پٹھے بلند ہو گئے تھے، لیکن انہیں عقل اور گفتگو میں استقلال حاصل تھا، حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ اسے مس کیا۔ چشمانِ مقدس کے مابین بوسہ دیا۔ رونے لگے۔ عرض کرنے لگے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ اور حالتِ وصال میں عمدہ ہیں۔ آپ کے وصال سے وہ چیز منقطع ہو گئی ہے جو کسی اور نبی کے وصال سے منقطع نہیں ہوئی۔ آپ کا منصب رفیع آپ کے اوصاف بیان کرنے سے بالاتر ہے۔ آپ گریہ وزاری سے عظیم تر ہیں۔ آپ اتنے خاص ہوئے کہ ہمارے لیے بہار جاوداں بن گئے، اور اتنے عام ہوئے کہ آپ ہم میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اگر آپ کے وصال کے متعلق ہمیں اختیار ہوتا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اگر آپ نے آپ پر رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو معاملات کیسے ہوتے۔ البتہ وہ امر جس سے ہم اجتناب نہیں کر سکتے وہ غمِ پنہاں اور مرضِ فراق کا موت کے قریب کر دینا ہے۔ یہ باری

باری آتے ہیں۔ یہ جدا نہیں ہوتے۔ مولا! ہماری طرف سے آپ کو پیغام پہنچا دے۔ آقا! ہمیں اپنے رب تعالیٰ کے حضور یاد کرنا۔ آپ اس کے لیے ہو جائیں جو آپ کے لیے آئے۔ مولا! اگر تو نے سکینہ کی تخلیق نہ کی ہوتی تو یہ اس وحشت کو کافی نہ ہوتی جسے تو نے بنایا ہے۔ مولا! ہمارے نبی کریم ﷺ کو ہماری طرف سے پیغام پہنچا دے۔ آپ کی (اس عالم میں) حفاظت فرما۔" پھر وہ رونے لگے۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابو یعلی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا وہ آپ کے سر اقدس کی طرف سے آئے۔ عرض کی: "اے نبی کریم ﷺ!" پھر اپنا منہ نیچے کیا چہرۂ انور پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "ہائے اس کے صفی!" پھر سر کو اٹھا لیا۔ منہ نیچے کیا اور طلعت زیبا پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "واہ اس کے خلیل! حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔" امام احمد اور امام ابو یعلی نے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ پر غشی طاری ہے۔" وہ آپ کے قریب ہوئے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ اور کہا: "واہ غشی! یہ غشی کتنی شدید ہے۔" چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا اور آپ کے وصال کو جان لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے کہا: "راہِ خدا میں وحی منقطع ہوگئی ہے۔ جبرائیل امین کا میرے حجرہ مقدسہ میں آنا بند ہو گیا ہے۔" پھر انہوں نے اپنے ہاتھ آپ کی طلعتِ زیبا پر رکھے۔ اپنا منہ جبین اطہر پر رکھا حتیٰ کہ ان کے آنسو بہنے لگے۔ آنسو آپ کے چہرۂ انور پر گرنے لگے۔" دوسری روایت میں ہے: "وہ آپ پر جھکے۔ آپ کو بوسہ دیا۔ پھر عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! جو جامِ وصال رب تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھا ہے۔ وہ آپ نے پی لیا ہے اس کے بعد یہ آپ کبھی نہ پئیں گے، پھر آپ کے چہرۂ انور پر چادر ڈال دی اور لوگوں کے پاس چلے گئے۔"

ابو ربیع نے یہ اضافہ کیا ہے: "وہ مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں تھے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ وہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "عمر! خاموش ہو جاؤ۔" انہوں نے تین بار اسی طرح کہا۔ مگر انہوں نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہو رہے تو انہوں نے لوگوں کی طرف توجہ کی۔ جب لوگوں نے ان کی گفتگو سنی تو انہوں نے ان کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ منبر پر چڑھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔" ابو ربیع اور ابو الیمن نے روایت کیا ہے۔" پھر انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا اکثر حصہ حضور اکرم ﷺ پر درود پاک تھا۔ انہوں نے اس میں فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب حق اسی طرح ہے جیسے نازل ہوئی۔ دین حق اسی طرح ہے جیسے مشروع ہوا۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی۔ فرمان اسی طرح ہے جیسے فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ ہی حق مبین ہے۔

پھر فرمایا: "اے لوگو! جو محمد عربی ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو محمد عربی ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو رب تعالیٰ حیّ ہے۔ اسے موت نہیں پھر انہوں نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

ابن عقبہ نے ان آیات بینات کا اضافہ کیا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ (الزمر: ۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۗ (آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۗ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ (الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔

ابو ربیع اور ابو یمن نے یہ اضافہ کیا ہے: "اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں تم سے آگے ہے۔ اسے گھبرا کر نہ پکارو۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے ان نعمتوں کو پسند اس کے پاس ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ (النحل: ۹۶)

ترجمہ: جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے۔

وہ آپ کو اپنے اجر و ثواب کی طرف لے گیا ہے۔ اس نے تم میں اپنی کتاب اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی سنت پاک کو چھوڑا ہے۔ جس نے انہیں تھام لیا اس نے عرفان پا لیا۔ جس نے ان کے مابین فرق کیا اس نے انکار کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (النساء: ۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم ہونے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لیے۔

تمہارے نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے شیطان تمہیں (کسی ناجائز امر کی طرف) مشغول نہ کردے۔ وہ تمہیں تمہارے دین حق سے منحرف نہ کردے۔ شیطان کو شرمندہ کر کے اس کے ساتھ مقابلہ کرو اور اسے عاجز کردو۔ تم اسے مہلت نہ دو کہ وہ تمہارے ساتھ مل جائے۔" ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے۔

"رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حیاتِ طیبہ عطا کی۔ انہیں بقاء عطا کی، حتیٰ کہ آپ نے دین اسلام کو قائم فرمایا۔ رب تعالیٰ کے امر کو غالب فرمایا۔ رب تعالیٰ کا پیغامِ حق پہنچایا۔ رب تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) آپ اسی (صراطِ مستقیم) پر تھے۔ اسی پر تمہیں چھوڑا ہلاک ہونے والا ہلاک نہ ہو گا مگر دلیل کے بعد۔ شفاء کے بعد۔ جس کا رب تعالیٰ اللہ رب العزت ہے تو وہ زندہ جاوید ہے۔ اسے موت نہیں جو محمد عربی ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ انہیں معبود سمجھتا تھا تو اس کا معبود وفات پا گیا ہے۔ اے لوگو! اللہ رب العزت سے ڈرو۔ اپنے دین حق کو مضبوطی سے تھام لو۔ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کرو۔ دین الٰہی قائم ہے۔ اس کا کلمہ باقی ہے رب تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے دین متین کو غالب کر کے رہے گا۔ کتاب الٰہی ہمارے سامنے ہے۔ وہ سراپا نور اور شفاء ہے۔ اسی کے ساتھ رب تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو منزلِ مقصود تک پہنچایا اسی میں رب تعالیٰ کے حلال کردہ اور حرام کردہ امور ہیں۔ بخدا! ہم پرواہ نہیں کریں گے کہ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی تلواریں سونتی ہوئی ہیں۔ ہم نے ابھی تک انہیں رکھا نہیں ہے۔ ہم اسی کے ساتھ جہاد کریں گے جس نے ہماری مخالفت کی۔ جیسے ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا تھا ہر ایک تو اس کے نفس پر ہی محفوظ رکھا جائے گا۔"

دوسری روایت میں ہے: "بخدا! گویا کہ لوگوں کو علم ہی نہ تھا کہ یہ آیت طیبہ اتری ہے مگر جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا۔ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسے لیا۔ یہ ان کے منہ میں تھی جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا، تو لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کے وصال کا یقین ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیا، حتیٰ کہ اسے پڑھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں ششدر رہ گیا۔ میں کھڑا تھا۔ میں زمین پر گر پڑا۔ میری ٹانگوں نے مجھے نہ اٹھایا۔ جب انہوں نے اسے پڑھا تو مجھے علم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔"

ابو ربیع نے یہ اضافہ کیا ہے "جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: "عمر! تم وہی ہو نا جو باب رسول اللہ ﷺ پر کہہ رہے تھے: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔" کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فلاں دن اس طرح اس طرح فرمایا تھا۔ فلاں روز اس طرح اس طرح فرمایا تھا۔ رب تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ (الزمر:۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت طیبہ کتاب اللہ میں سنی ہی نہ تھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب الٰہی اسی طرح ہے جیسے اتری تھی۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان کی گئی۔ رب تعالیٰ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علی رسولہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر صبر کرنے کی وجہ سے تمہیں رب تعالیٰ کے ہاں اجر دیا جائے گا۔" حضرت عمر فاروق نے اس روز یہ اشعار پڑھے تھے:

لعمری لقد ایقنت انك میت ولكنما ابدى الذى قلته الجزع

ترجمہ: مجھے اپنی حیاتی کی قسم! مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ میں نے جو باتیں کی تھیں ان کا اظہار گھبراہٹ نے کیا تھا۔

و قلت یغیب الوحی عنا لفقده كما غاب موسى ثم یرجع كما رجع

ترجمہ: میں نے کہا کہ آپ کے پردہ فرما ہو جانے کی وجہ سے وحی بھی ہم سے چلی جائے گی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ آپ اسی طرح آ جائیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آ گئے تھے۔

و كان هوای أن تطول حیاته و لیس راحی فی بكامیت طمع

ترجمہ: میری تمنا یہ تھی کہ کاش آپ کی حیات طیبہ طوالت اختیار کرتی، جبکہ میت کی بقاء میں زندہ کے لیے کوئی طمع نہیں ہوتا۔

فلما كشفنا البرد عن حر وجهه اذا الامر بالجزع المرعب قد وقع

ترجمہ: جب ہم نے آپ کے چہرۂ انور کے ظاہری حصے سے چادر ہٹائی تو وہ امر وقوع پذیر ہو چکا تھا جو پریشان اور حیران کر دینے والا تھا جو غیر معمولی تھا۔

فلم یك لی عند المصیبة حیلة ارد بها اهل الشماته والقزع

ترجمہ: اس حادثہ فاجعہ کے وقت میرے پاس کوئی حیلہ نہ تھا۔ جس کے ذریعے میں دشمنانِ اسلام اور الزامات لگانے والوں کو جواب دیتا۔

سوی اذن الله فی كتابه وما اذن الله العباد به یقیع

ترجمہ: سوائے اس کے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ میں آگاہ فرمایا ہے۔ جس چیز کے متعلق رب تعالیٰ آگاہ فرما دیتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

و قد قلت من بعد المقالۃ قولہ لھا فی حلوق الشامتین بہ بشع

ترجمہ: میں نے اس گفتگو کے بعد ایسی گفتگو کی جس کی وجہ سے دشمنوں کے حلق بدمزہ ہو گئے تھے۔

الا انما کان النبی محمدا الی اجل وافی بہ الموت فانقطع

ترجمہ: میں نے کہا" سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہانِ رنگ و بو میں ایک مدت مقررہ تک بھیجے گئے تھے۔ جب آپ نے وہ وقت پورا کر لیا تو آپ تشریف لے گئے۔

ندین علی العلات منا بدینہ و تعطی الذی اعطی و نمنع مامنع

ترجمہ: ہم ہر حالت میں آپ کے دین حق کی پیروی کریں گے۔ ہم وہی کچھ عطا کریں گے جو آپ نے عطا کیا اسی سے روکیں گے جس سے آپ نے روکا۔

وولیت محزوفا بعین سفینۃ اکفکف دمعی والفواد قد انصدع

ترجمہ: میں تکلیف دہ آنکھ کے ساتھ غمزدہ واپس آگیا۔ میں اپنے آنسوؤں کو روک رہا تھا، جبکہ دل پھٹا جا رہا تھا۔

و قلت لعسی کل دمع دخرتہ فجودی بہ ان الشبجی لہ دفع

ترجمہ: میں نے اپنی آنکھ سے کہا:" تم نے جو آنسو ذخیرہ کر رکھے تھے۔ انہیں فیاضی میں بہا دے۔ بلاشبہ غمزدہ کا غم اسی طرح دور ہوتا ہے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے کہا:" کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جو باتیں کی تھیں مجھے ان پر کس نے ابھارا تھا؟" میں نے کہا:" امیر المؤمنین! میں نہیں جانتا آپ خوب جانتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا:" مجھے اس آیت طیبہ نے اس پر ابھارا۔ میں اسے پڑھتا تھا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنایا (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔ بخدا! میرا گمان تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت میں باقی رہیں گے، حتیٰ کہ اس کے اعمال کے آخر پر اس کی گواہی دیں گے۔ اسی چیز نے مجھے اس پر ابھارا تھا جو کچھ میں نے اس روز کہا تھا۔"

تنبیہات

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" رب تعالیٰ آپ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے گا۔" اس کے متعلق ایک قول یہ

ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے۔اس سے انہوں نے اس شخص کے رد کی طرف اشارہ کیا جس نے یہ گمان کیا کہ آپ کو عنقریب زندہ کیا جائے گا کہ آپ مردوں کے ہاتھ کاٹیں، کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو لازم آتا کہ آپ پر ایک اور وفات طاری ہو۔انہوں نے بتادیا کہ آپ کا مقام حریم ناز میں اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ آپ پر دو دفعہ وفات طاری کرے۔جیسے اس نے آپ کے علاوہ کسی اور پر دو اموات طاری کیں۔جیسے وہ لوگ جو اپنے شہروں سے نکلے۔وہ تعداد میں ہزاروں تھے یا وہ شخص جو کسی بستی کے پاس سے گزرا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ جوابات میں سے یہ جواب سب سے زیادہ واضح اور درست ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا ارادہ تھا کہ رب تعالیٰ قبر میں آپ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے گا جیسے آپ کے علاوہ دوسرے پر یہ طاری ہوتی ہیں۔اسے زندہ کیا جاتا ہے تا کہ اس سے سوالات ہوں پھر وہ مرجاتا ہے۔"یہ داؤدی کا قول ہے۔"ایک قول یہ ہے کہ رب تعالیٰ آپ کے نفس کی وفات اور شریعت کی وفات (اختتام) کو جمع نہ کرے گا۔"ایک قول یہ ہے دوسری موت سے مراد کرب ہے یعنی اس وفات کے کرب کے بعد آپ کسی دوسرے کرب سے ملاقات نہ کریں گے۔"

❀❀❀

انتیسواں باب

رب تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا کہ آپ کے لیے نبوت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے

امام بخاری نے تعلیقاً اور بیہقی نے منداً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں فرماتے تھے: "عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف لگا تار پاتا رہا جسے میں نے خیبر میں کھایا تھا۔اب اس وقت اس زہر کی وجہ سے میں اپنی رگ کو منقطع ہوتے ہوئے پا رہا ہوں۔" دوسری روایت میں ہے: "خیبر کا وہ لقمہ (اس کا اثر) لگا تار بار بار میرے پاس آتا رہا۔"

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "مجھے اس بات پر نو قسمیں اٹھانا ایک قسم اٹھانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ آپ شہید ہوئے، کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا۔اسی نے آپ کو شہید بنایا۔" ابن سعد نے حضرات ابن عباس، جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ خیبر میں آپ زہر آلود بکری کھانے کے بعد تین سال تک عالم رنگ و بو میں رہے حتیٰ کہ اس کے درد سے آپ کا وصال ہو گیا۔آپ نے مرض وصال میں فرمایا: "میں اس لقمہ کی اذیت بار بار محسوس کرتا رہا جسے میں نے خیبر کے روز کھایا تھا حتیٰ کہ اب اس سے میری رگ کٹ رہی ہے۔" آپ شہید بھی ہوئے تھے۔

امام احمد، حاکم نے حضرت ام معبد سے روایت کیا ہے یہ حضرت کعب کی زوجہ محترمہ تھیں۔انہوں نے فرمایا: "حضرت ام مبشر آپ کے مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں آئیں۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ کو اپنے نفس کے متعلق کیا گمان ہے۔مجھے تو اپنے نورِ نظر کے بارے اس کھانے کے متعلق شبہ ہے جو اس نے آپ کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا (اس کا فرزند دلبند آپ سے پہلے وصال کر گیا تھا) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کے متعلق گمان نہیں کرتا۔اب میری رگ اس کی وجہ سے کٹ رہی ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو ہر سال اس زہر آلود بکری کی وجہ سے درد ہوتا رہا جو آپ نے کھایا تھا۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس میں سے جو کچھ بھی پہنچا۔وہ میرے مقدر میں اس وقت بھی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے۔" ابن سعد نے حضرات ابو ہریرہ، جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت زہر آلود بکری کے متعلق ہے اس میں ہے: "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے اپنے شانۂ اقدس پر پچھنے اسی لیے لگوائے تھے۔حضرت ابو ہند نے آپ کو سینگ اور سقرہ کے ساتھ پچھنے لگوائے۔حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔انہوں نے اپنے سروں کے وسط میں پچھنے لگوائے۔اس واقعہ کے تین سال بعد تک اس عالم شش جہات میں رہے حتیٰ کہ وہ درد ہوا جس میں آپ کا وصال ہوا۔آپ نے فرمایا: "میری رگِ قلب کٹ رہی ہے۔" آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔"

❁❁❁

تیسواں باب

آپ کی تاریخِ وصال

شیخان، بلاذری، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ تین دن تک باہر تشریف نہ لائے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امامت کراتے رہے۔صحابہ کرام پیر کے دن نماز فجر میں تھے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں امامت کرا رہے تھے۔اچانک حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا آپ نے کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو دیکھا گویا کہ آپ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔میں نے کبھی اتنا باجمال اور حسین پہلے آپ کو نہ دیکھا۔یہ آخری زیارت تھی جو میں نے آپ کی کی تھی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں صفیں بنائے ہوئے تھے۔آپ مسکراتے ہوئے تبسم ریز ہوئے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے، تاکہ آپ صفوں تک پہنچ سکیں۔ان کا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس فرحت و انبساط کی وجہ سے صفوں سے

پیچھے آجائیں۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز کو مکمل کریں۔آپ نے فرمایا:"اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔"

ارے! مجھے سجدہ یا رکوع میں قرأت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں دعا مانگنے کی خوب کوشش کرو۔یہ اس کی حقدار ہوگی کہ اسے تمہارے لیے قبول کیا جائے، پھر آپ حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔پردہ نیچے لٹکا دیا۔اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔"ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ کا وصال پیر کے روز اس وقت ہوا جب سورج ڈھل چکا تھا۔"انہوں نے ابن شہاب سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔"

تنبیہات

۱۔ امام سہیلی، ابن کثیر اور الحافظ نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ربیع الاول میں ہوا۔ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب سورج ڈھل چکا تھا۔المنہل میں ہے کہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال چاشت کے وقت ہوا۔اکثر نے لکھا ہے کہ اس روز ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ابن عقبہ، لیث اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول یوم وصال لکھا ہے۔ابومخنف اور کلبی نے دو ربیع الاول کا قول کیا ہے۔سلیمان بن طرخان نے اپنی "مغازی" میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ابن سعد نے محمد بن قیس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ابن عساکر نے امام زہری سے ابونعیم نے فضل بن دکین سے اسی طرح روایت کیا ہے۔امام سہیلی نے اسے ترجیح دی ہے۔

دونوں اقوال کے مطابق مؤقف وہی ثابت ہوتا ہے جو امام رافعی نے نقل کیا ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے بعد ۸۰ روز عالم رنگ و بو میں رہے۔ایک قول ۸۱ کا ہے لیکن امام نووی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے بعد ۹۰ یا ۹۱ روز اس جہان کیف وکم میں رہے۔"

۲۔ امام سہیلی نے اسے مشکل گمان کیا ہے۔انہوں نے اکثر علماء کرام کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز ہوا تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جمعۃ المبارک کو تھا۔اس دن ۹ ذوالحجۃ تھی۔آپ ماہ ذوالحجۃ میں جمعرات کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔محرم کا آغاز یا تو جمعۃ المبارک کو یا ہفتہ کو ہوا ہوگا۔اگر اس کا آغاز جمعۃ المبارک کو ہو تو ماہ صفر کا آغاز یا ہفتہ کو یا اتوار کو ہوگا۔اگر اس کا آغاز ہفتہ کو ہو تو ربیع الاول کا آغاز اتوار یا پیر کو ہوگا، یا جیسے بھی حساب ہو یہ کسی صورت میں بھی بارہ ربیع الاول کو نہیں ہوتا۔"

ابومخنف اور امام کلبی کا مؤقف اگرچہ جمہور کے برعکس ہے تو یہ بعید نہیں کہ اس کے پہلے کے تینوں مہینے ۲۹ کے

ہوں۔ یہی صحیح ہے غور و فکر کرو" ابن عقبہ اور خوارزمی کا مؤقف قیاس میں ابو مخنف اور ان کے پیروکاروں کے قریب ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب ایک طرح سے ہی دیا جاسکتا ہے وہ اختلاف مطالع ہے۔ ممکن ہے کہ اہلِ مکہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعرات کو دیکھا ہو، جبکہ اہلِ مدینہ طیبہ نے اسے جمعۃ المبارک کی شام کو دیکھا ہو۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی تائید بھی اسی سے ہوتی ہے کہ آپ مدینہ طیبہ سے حجۃ الوداع کے لیے اس وقت روانہ ہوئے جبکہ ذوالعقدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں، جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز عازم سفر ہوئے تھے۔ یہ ایسے نہیں جیسے ابن حزم نے گمان کیا ہے کہ آپ جمعرات کے روز روانہ ہوئے تھے، کیونکہ بلاشبہ پانچ سے زیادہ روز باقی تھے۔ یہ بھی درست نہیں کہ آپ جمعۃ المبارک کو روانہ ہوئے ہوں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے مدینہ طیبہ میں ظہر کی چار رکعتیں ادا فرمائیں جبکہ نمازِ عصر ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں ادا کیں۔ اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ کے دن عازمِ سفر ہوئے۔ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ اس طرح اہلِ مدینہ طیبہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعۃ المبارک کو دیکھا ہے جبکہ اہلِ مدینہ کے ہاں ماہ ذوالحجۃ جمعۃ المبارک سے شروع ہوا ہو اور اس کے بعد مہینے مکمل شمار کیے جائیں تو یکم ربیع الاول بروز جمعرات اور بارہ ربیع الاول بروز سوموار ہوگا۔"

❁❁❁

اکتیسواں باب

عمر مبارک

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ اسی طرح حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی ۶۳، ۶۳ عمر مبارک میں وصال فرمایا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔ مکہ مکرمہ میں آپ تیرہ سال تک جلوہ افروز رہے۔ آپ پر وحی کا نزول ہوتا رہا پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں دس سال جلوہ نما رہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔" ابوداؤد طیالسی اور امام مسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا وصال بھی ۶۳ برس میں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ میری عمر بھی ۶۳ برس ہوگی۔"

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عمار بن ابی عمار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم گننا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" انہوں نے فرمایا: "چالیس برس کی عمر مبارک میں آپ مبعوث ہوئے۔ پندرہ سال آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ آپ امن و خوف کی کیفیت میں رہے۔ دس سال ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رہے۔" حاکم نے الاکلیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔"

ابن سعد، عمر بن شبہ اور حاکم نے الاکلیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چالیس برس کی عمر میں آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ دس سال تک آپ مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے۔ دس سال تک مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز رہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۰ برس تھی۔

تنبیہات

۱۔ ابن عساکر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ موقف کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ اصح اور اشہر ہے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح موقف یہی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہی محکم موقف ہے۔ ان شاء اللہ! امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح موقف ہے۔ محققین نے یہی قطعی قول کیا ہے۔

۲۔ حاکم نے الاکلیل میں اور نووی نے لکھا ہے کہ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ صحیح روایت ۶۳ برس کی ہے۔ بقیہ روایات کی انہوں نے تاویل کی ہے ساٹھ سال کی روایت میں عقود پر اکتفاء کیا گیا ہے کسور کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح ۶۵ سال کی عمر کی روایت میں بھی تاویل کی گئی ہے، یا اس میں شک ہوا ہے۔ حضرت عروہ نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کا انکار کیا ہے۔ اسے غلط کی طرف منسوب کیا ہے۔ انہوں نے نبوت کے ابتدائی سال نہیں پائے تھے۔ باقی راویوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اکثر روایات میں ۶۳ برس کا تذکرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کی طرف کوئی اور قول منسوب ہو تو رجوع اس قول کی طرف ہوگا جو اکثر راویوں کا ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے: "اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ بعثت سے قبل چالیس سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آپ بعثت کے بعد اور ہجرت سے پہلے مدینہ طیبہ میں کتنا عرصہ جلوہ نمار ہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ آپ وہاں تیرہ سال جلوہ نمار ہے۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال بنتی ہے۔" امام نووی نے لکھا: "یہی مشہور موقف ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ علامہ قاضی نے حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ ۴۳ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے، لیکن صحیح موقف ۴۰ سال کا ہے۔"

بتیسواں باب

آپ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہ کیا نہ ہی کسی کے لیے وصیت فرمائی

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں تو اس ذات نے خلیفہ مقرر کیا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔اگر میں چھوڑ دوں تو اس ہستی نے خلیفہ مقرر نہ کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔'' امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے یوم جمل کو فرمایا تھا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے بارے میں ہم سے عہد نہ لیا تھا۔کسی کو وصیت نہ کی تھی حتیٰ کہ ہم نے رائے قائم کر دی کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے۔انہوں نے جملہ امور صحیح سمت چلائے۔وہ درست ہو گئے، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رائے قائم کی کہ وہ خلیفہ بنائیں۔انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا۔انہوں نے صحیح سمت پر امور چلائے تو وہ درست ہو گئے، حتیٰ کہ دین حق محکم ہو گیا، پھر اقوام نے یہ دنیا طلب کی۔یہ ایسے امور ہیں جن کے متعلق رب تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔''

امام بخاری، ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔لوگوں نے عرض کی: ''ابوالحسن! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حالت میں صبح کی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ نے عمدہ حالت میں صبح کی ہے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔انہوں نے انہیں کہا: ''بخدا! تین دنوں کے بعد تم ماتحت ہو جاؤ گے۔بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض کی وجہ سے وصال کر جائیں گے۔میں بنو عبدالمطلب کو جانتا ہوں کہ وصال کے وقت ان کے چہرے کیسے ہوتے ہیں۔تم ہمیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاؤ۔اس امر (خلافت) کے بارے میں ہم آپ سے التجاء کرتے ہیں۔اگر یہ منصب ہمیں ملنا ہے تو اس کے بارے ہمیں علم ہو جائے گا۔اگر ہمارے علاوہ کسی اور کو ملنا ہو تو ہم آپ سے عرض کریں گے۔آپ ہمارے متعلق وصیت کر دیں گے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! اگر ہم نے آپ سے اس کے متعلق گفتگو کر دی۔آپ نے ہمیں روک دیا تو لوگ آپ کے بعد ہمیں کبھی بھی عطا نہ کریں گے۔میں بخدا! آپ سے کبھی بھی اس کے متعلق عرض نہ کروں گا۔''

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم بن اسود سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔'' انہوں نے فرمایا: ''آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کس چیز کی وصیت کی تھی۔میں نے آپ کو دیکھا۔آپ نے طشت منگوایا تاکہ اس میں پیشاب کریں۔میں نے آپ کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔آپ کی گردن مبارک مڑ گئی۔آپ کا وصال ہو گیا۔یہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ

کو وصیت کی تھی۔“

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: ”جس کا گمان ہے کہ ہمارے پاس نوشتہ ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو معاملہ اس طرح نہیں۔ وہ صرف کتاب الٰہی ہے۔ یہ صحیفہ ہے جو آپ کی تلوار کے ساتھ معلق تھا۔ اس میں اونٹوں کے دانت ہیں۔ کچھ زخموں کے بارے امور ہیں، تو اس شخص نے جھوٹ بولا۔ اس صحیفہ میں ہے کہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔ جس نے کوئی حادثہ رونما کیا یا کسی حادثہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔“

امام بیہقی نے ابو حسان سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو چھوڑ کر ہمیں کوئی خاص وصیت نہ کی تھی، حتیٰ کہ میں نے آپ سے کسی صحیفہ میں سنا جو میری شمشیر کے میان میں ہے۔“ انہوں نے فرمایا: ”میں نے اسے اپنے پاس رکھا۔ اسے کھولا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: ”جس نے اس شہر میں کوئی واقعہ رونما کیا یا کسی واقعہ رونما کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض قبول کرے گا۔“ اس نوشتے میں تھا: ”حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔ میں اس کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کو، اس کی چراگاہ کو حرم بناتا ہوں۔ نہ وہاں کی سبز گھاس کاٹی جائے نہ تو اس کے شکار کو بھگایا جائے نہ ہی یہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے، مگر اعلان کرنے کے لیے۔ نہ ہی اس کے درخت کو کاٹا جائے، مگر یہ کہ انسان اپنے اونٹ کو چارہ کھلانا چاہے۔ نہ ہی اس میں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اہل ایمان کے خون برابر ہیں ان کا کم درجہ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ وہ اپنے علاوہ دوسروں کے خلاف متفق ہیں۔ ارے! کسی مؤمن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا نہ ہی کسی معاہدہ کرنے والے کو اس کے عرصۂ معاہدہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔“

تنبیہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”علی! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ تم اسے یاد رکھنا۔ علی! جب تک تم میری وصیت پر عمل کرتے رہو گے تم حق پر قائم رہو گے۔ علی! اہل ایمان کی تین علامات ہیں۔ (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ.....

الرغائب اور الآداب میں یہ طویل روایت منقول ہے۔ یہ موضوع روایت ہے۔ اسے حماد بن عمرو نصیبی نے وضع کیا ہے۔ یہ کذاب تھا۔ روایت گھڑتا تھا۔ اسے حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

سقیفہ کی خبر اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں جمع ہوئے۔ بقیہ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ بنو عبدالاشہل میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک شخص حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: "انصار کا قبیلہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ کے ساتھ جمع ہیں۔ اگر تمہیں لوگوں کے معاملہ میں ضرورت ہے تو انہیں جا لو اس سے قبل کہ ان کا معاملہ شدت اختیار کر جائے۔" اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ کے امر سے فراغت نہ ہوئی تھی۔ آپ کے اہل خانہ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"ہمیں ہمارے بھائیوں کے پاس لے چلیں ہم دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔"

ابن اسحاق، امام احمد، بخاری اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: "مجھے علم ہوا ہے کہ فلاں نے کہا ہے کہ اگر عمر کا وصال ہو گیا تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا۔"

بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ بات کرنے والے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا تھا: "میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں گا۔" کوئی شخص تمہیں یہ کہہ کر دھوکہ نہ دے کہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عجلت میں ہوئی تھی۔ بخدا! ان کی بیعت عجلت میں نہ ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی جگہ پر کھڑا کیا تھا۔ انہیں صحابہ کرام کے دین کے لیے دوسروں پر ترجیح دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ رب العزت اور اہل ایمان خلافت کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا انکار کرتے ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کی طرف گردنیں اس طرح جھکتی ہیں جیسے ان کے لیے جھکتی ہیں یا تم میں سے کوئی ہے جو بھلائی میں اس طرح سبقت لے جانے والا ہو جیسے وہ سبقت لے جاتے تھے۔ جس نے کسی مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کی اس کی کوئی بیعت نہیں۔ اگرچہ وہ ہم میں سے بہترین ہو۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرات علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام اور ان کے ساتھی بھی علیحدہ جمع ہوئے تھے۔ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی تھی: "ہمیں ہمارے بھائیوں انصار کے پاس لے چلو۔" ہم ان کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ ہمیں راستے میں دو صالح شخص ملے۔ ایک حضرت عویم بن ساعدہ تھے انہی کے متعلق حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جب آپ سے عرض کی گئی کہ رب تعالیٰ نے یہ کن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ (توبہ:۱۰۸)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "عدیم بن ساعدہ اچھے انسان ہیں۔" دوسرے شخص حضرت معن بن عدی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے گریہ بار تھے جب آپ کا وصال ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: "بخدا! ہماری تمنا ہے کہ ہم آپ کے قبل انتقال کر جاتے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ہم آپ کے بعد فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے تو حضرت معن نے فرمایا تھا: "بخدا! میں پسند نہیں کرتا کہ میرا وصال آپ سے قبل ہوتا حتیٰ کہ میں آپ کی حالت وصال میں اسی طرح تصدیق کرتا جیسے اس وقت کی ہے جب آپ اس عالم رنگ و بو میں تھے۔" انہیں یمامہ کے روز شہادت کی خلعت زیبا عطا کی گئی۔" ان دونوں نے ہمارے لیے اس بات کا تذکرہ کیا جس کی طرف قوم کا میلان تھا۔" انہوں نے پوچھا: "گروہ مہاجرین کہاں کا ارادہ ہے؟" ہم نے کہا: "ہم اپنے انصاری بھائیوں کے ارادہ سے نکلے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تم پر کیا ہے اگر تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تم اپنا کام کر گزرو۔" ہم نے کہا: "بخدا! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔" ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم ان کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ ان کے سامنے ایک شخص چادر لپیٹے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہ ہیں۔" میں نے پوچھا: "انہیں کیا ہوا ہے؟" انصار نے بتایا: "انہیں درد ہے۔" جب ہم بیٹھ گئے تو ہم نے ان کا خطیب دیکھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے، پھر کہا: "امابعد! ہم انصار ہیں۔ ہم اسلام کا لشکر ہیں۔ انصار! تم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہو۔ تمہاری قوم کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں ہماری اصل سے کٹ کر الگ کر دیں۔ یہ ہم سے حکومت چھیننا چاہتے ہیں۔" جب ان کا خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے دل میں ایسی گفتگو ترتیب دے رکھی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا تھا۔ میں اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے کرنا چاہتا تھا۔ میں ان کے کچھ امور چلانا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "عمر! ذرا ٹھہرو۔" میں نے انہیں ناراض کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے گفتگو کی۔ وہ مجھ سے زیادہ عالم تھے وہ مجھ سے زیادہ باوقار تھے۔ بخدا! انہوں نے ایک بات بھی نہ چھوڑی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈالا تھا۔ جسے میں نے اپنے دل میں تیار کر رکھا تھا، حتیٰ کہ انہوں نے اسے فوراً کہہ دیا یا اس کی مثل یا اس سے افضل بات کر دی، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔"

ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ وہ گفتگو میں سبقت لے جائیں تاکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے معاملات آسان بنائیں اور وہاں موجود انصار کو تیار کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ گفتگو ترک نہ کریں ہمارے مخالفین کے بارے میں میرے دل میں جو شدت تھی اس میں کمی نہ کر دیں۔" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے فرمایا: "ٹھہرو! عنقریب باتیں بہت

زیادہ ہوں گی ان شاء اللہ امیر ے بعد جو کچھ تمہارے لیے عیاں ہوا سے کہہ لینا۔" انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ سارے موجود لوگ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا۔ رب تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور پیشانیوں سے پکڑ لیا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کا ابدی شرف بخشا۔ ہم گروہِ مہاجرین ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ ہم آپ کا قبیلہ، قریبی رشتہ دار اور عزیز ہیں۔ ہم اہلِ نبوت اور اہلِ خلافت ہیں۔ سارے عرب میں سے ہمارا نسب اعلیٰ ہے۔ ہم سب کو قبیلہ قریش نے جنم دیا ہے۔ عرب صرف اس شخص کا اعتراف کریں گے اور اس شخص سے صلح کریں گے جس کا تعلق قریش سے ہوگا۔ ان کے چہرے سارے لوگوں سے زیادہ باجمال ہیں۔ زبان کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ بات کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہیں۔ لوگ قریش کی اتباع کریں گے۔ ہم امراء اور تم وزراء ہوں گے۔ یہ امر ہمارے اور تمہارے مابین منقسم ہے مگر اے گروہِ انصار! تم کتاب اللہ کے اعتبار سے ہمارے بھائی ہو۔ ہمیں سارے لوگوں سے محبوب ہو تم نے ہی پناہ دی اور نصرت کی تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم قضائے الٰہی سے راضی ہو جاؤ۔ سر تسلیم خم کر دو۔ یہ اس فضیلت کی وجہ سے ہے جو رب تعالیٰ نے تمہارے مہاجر بھائیوں کو عطا کی ہے۔ تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم اس خیر پر ان سے حسد نہ کرو جسے رب تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔ جس خیر کا تم نے اپنے لیے ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو لیکن اہل عرب اس امر کو صرف قبیلۂ قریش کے لیے سمجھتے ہیں۔ یہ نسب و گھرانہ کے اعتبار سے سارے عرب سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لیے ان دو افراد میں سے ایک کو مختص کرتا ہوں۔ تم ان میں سے جس کو چاہو بیعت کر لو۔" انہوں نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ہمارے مابین تھے۔ اس عمل کے علاوہ ان کے ہر ہر فرمان سے میں متفق تھا۔ بخدا! اگر میں آگے بڑھایا جاؤں تو میری گردن اڑا دی جائے۔ یہ مجھے کسی گناہ کے قریب نہیں کرتا جو مجھے اس سے پسندیدہ ہو کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں تمہیں ان دو افراد میں سے ایک کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ عمر بن خطاب یا ابو عبیدہ بن جراح۔" انہوں نے اپنا ہاتھ ان دونوں پر رکھ دیا۔ میں ان دونوں پر اس معاملہ کے لیے راضی ہوں۔ میں انہیں اس کا اہل سمجھتا ہوں۔"

حضرات عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا: "ابو بکر! حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کو آپ سے فائق نہیں ہونا چاہیے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے یارِ غار ہیں۔ آپ ثانی اثنین ہیں۔ جب حضور اکرم شفیع معظم، رحمت عالم ﷺ بیمار ہوئے تو انہوں نے آپ کو حکم دیا۔ آپ نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ آپ اس امر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔" انصار نے کہا: "ہم تمہارے لیے اس خیر کی وجہ سے حسد نہیں رکھتے۔ جسے رب تعالیٰ تمہاری طرف لے کر آیا ہے۔ رب تعالیٰ نے کوئی ایسی قوم تخلیق نہیں کی جو ہمارے ہاں تم سے زیادہ محبوب اور معزز ہو جو ہدایت کے اعتبار سے ہمیں تم سے زیادہ پسندیدہ ہو، لیکن ہمیں آج کے دن کے بعد اندیشہ ہے۔ اگر آج تم نے خود میں سے کسی کو اصل بنا لیا جب اس کا انتقال ہو جائے تو تم انصاری شخص کو پکڑو اور اسے اصل بنا لو جب

اس کا انتقال ہو جائے گا تو ہم مہاجرین میں سے ایک شخص کو (خلیفہ) بنالیں گے۔ جب تک یہ امت باقی ہے معاملات اسی طرح چلتے رہیں گے۔ ہم تمہاری بیعت کر لیتے ہیں اور تمہارے خلیفہ پر تم سے راضی ہو جاتے ہیں اس سے قریشی خلیفہ کو بھی اندیشہ رہے گا کہ اگر وہ ٹیڑھا ہو تو انصاری اسے سیدھا کر دے گا۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "یہ مشورہ صائب نہیں ہے۔ قریش میں سے ہی ایک شخص اس منصب پر فائز ہوگا۔ اہل عرب اسی پر ہی رضامندی کا اظہار کریں گے۔ عرب اسی کے لیے امارت کا اعتراف کریں گے، لہٰذا قریش سے ہی خلیفہ مناسب ہے۔ بخدا! جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اسی کے ساتھ قتال کریں گے۔"

امام احمد نے حضرت حمید بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "سعد! تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے" اس امر کے والی قریش ہی ہوں گے۔ لوگوں میں سے پاکباز وہ ہوں گے جو ان کے پاکبازوں کی اتباع کریں گے اور ان میں سے فاجر وہ ہوگا جو ان کے فاجر کی پیروی کرے گا۔" انہوں نے کہا: "تم نے سچ کہا ہے۔ ہم وزیر ہیں اور تم امیر ہو۔" امام احمد نے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: "میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی رائے سے شفاء ملتی ہے۔ میں ایسی دوا ہوں جس سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ اے گروہ! قریش! آوازیں بلند ہوگئیں۔ شور وغل بڑھ گیا۔ ہمیں اختلاف کا خدشہ ہونے لگا۔ میں نے عرض کی: "ابوبکر! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ انہوں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ میں نے ان کی بیعت کر لی۔ مہاجرین نے ان کی بیعت کر لی، پھر انصار نے بھی بیعت کر لی۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے "گفتگو کثیر ہوگئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کے مابین لڑائی بھڑک اٹھتی۔ بعض نے بعض کو ڈرایا، پھر مسلمان باہم راضی ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے ان کے دین کو بچا لیا۔ وہ واپس آ گئے۔ ابلیس کی نافرمانی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلدی کی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ حضرات اسید بن حضیر اور بشر بن سعد رضی اللہ عنہما نے بھی جلدی کی تا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں۔ حضرت عمر فاروق ان سے سبقت لے گئے۔ انہوں نے ان کی بیعت کر لی، پھر ان دونوں نے بیعت کی۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے تحریر کیا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت بشر بن سعد نے حضرت عمر سے پہلے بیعت کی تھی۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کا خطیب اٹھا۔ اس نے کہا: "تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ ہم آپ کے مددگار تھے ہم آپ کے خلیفہ کے بھی مددگار ہوں گے جیسے آپ کے مددگار تھے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "تمہارے اس شخص نے سچ کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے علاوہ کچھ کہا تو ہم تمہاری اتباع نہیں کریں گے۔ اہل سقیفہ نے جلدی کی۔ وہ جلدی جلدی بیعت کرنے لگے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اژدہام بنا لیا۔ ایک انصاری شخص نے کہا: "حضرت سعد کو بچاؤ۔ انہیں روند نہ دینا کہ کہیں انہیں مار نہ ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں تھے۔

انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ سعد کو قتل کرے وہ صاحب فتنہ ہیں۔" جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت سے فارغ ہوئے۔ مسجد نبوی کی طرف آئے۔ منبر پر بیٹھ گئے۔ شام تک لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ وہ آپ کی تدفین میں مشغول ہو گئے۔ ابن ابی عزہ القرشی نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

نشکو لمن هو بالثناء خليق ذهب اللحاج و يويع الصديق

ترجمہ: ہم اس خدائے لم یزل کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہیں جو تعریف کا مستحق ہے۔ جھگڑا ختم ہو گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔

من بعد ما وخضت بسعد بغلة ورحا رحاه دونه العيّوق

ترجمہ: اس کے بعد کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خچر نے چرکہ لگایا تھا۔ ان کی چکی ان کی چکی ہے۔ عیوق ان سے بہت دور ہے۔

جاءت بعه الانصار عاصب راسه فاتاتهم الصديق والفاروق

ترجمہ: انصار ان کے پاس آئے جبکہ وہ اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے ان کے پاس حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے۔

و ابو عبيدة والذين اليهم نفس المؤمّل للبقاء تسوق

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تھے، اور وہ لوگ بھی آئے جن کی طرف امیدوار کا نفس بقاء کے لیے شوق رکھتا ہے۔

كنا نقول مها علي ذوالرضى و اولاهم عمر بتلك عتيق

ترجمہ: ہم اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متعین کرتے تھے جن کے سر پر رضا کا تاج سجا دیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق ان لوگوں میں سے افضل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کے مستحق تھے۔

فدعت قريش باسمه فاجلبها ان المنوّة باسمه الموثوق

ترجمہ: قریش نے ان کا نام لے کر بلایا۔ وہ اس کے لیے جمع ہو گئے۔ ان کے نام کا شہرہ بھی قابل اعتماد ہے۔

وثیمہ بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے سرداروں کے لیے انصار میں بلند مقامات تھے۔ ان میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اٹھے۔ یہ قریش کے خطیب تھے۔ انہوں نے کہا: "اے لوگو! اس دین کی ابتداء میں ہمیں ایسے معاملہ کا سامنا کرنا پڑا جس کو اٹھانا ہمارے لیے گراں تھا۔ اس کی بلندی ہمارے لیے مشکل تھی۔ گویا کہ ہم نے اس سے اس کے متعلق جلدی کی۔ بخدا! جلد ہی سے اس کی گرانی ہم پر ہلکی ہو گئی۔ ہم نے اس کی مشکل کو ختم کر دیا۔ ہم نے اس پر تعجب کیا جس نے اس دین حق میں شک کیا حالانکہ پہلے

ہم اس پر تعجب کرتے تھے جو اس پر ایمان لاتا تھا، حتیٰ کہ ہم اسی کا حکم کرتے تھے جس سے ہمیں روکا جاتا تھا۔ اب ہم اسی چیز سے روکتے ہیں جس کا ہم حکم دیتے تھے۔ ہم نے عقل کی وجہ سے اس کی طرف سبقت نہیں کی، بلکہ یہ توفیق خداوندی ہے۔ ارے! وحی منقطع نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ مکمل ہوگئی۔ آپ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے بہت زیادہ کوشش فرمائی۔ ہم آپ کے بعد کسی نبی کے منتظر نہیں ہیں۔ نہ ہی اس وحی کے بعد کوئی وحی ہے۔ آج ہم تعداد میں کل سے زیادہ ہیں۔ ہم آج کل سے بہتر ہیں، جو اس دین حق میں داخل ہوگیا، اس کا ثواب اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ جس نے اسے ترک کر دیا۔ ہماری خواہش ہوگی کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ بخدا! اس امر کے صاحب (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ نہ ہی ان میں اختلاف کیا گیا ہے، پھر وہ ساکت ہو گئے۔ لوگوں نے ان کی گفتگو پر تعجب کیا۔ حضرت حزن (حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام سہل رکھا تھا) اٹھے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

و قامت دجال من قریش کثیرۃ ۔۔۔ فلم یك فی القوم القیام کخالد

ترجمہ: قریش میں سے بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن قوم میں کوئی اس طرح کھڑا نہ ہوا جیسے حضرت خالد کھڑے ہوئے تھے۔

ترقّی فلم یزلق به صدر بغلهٖ ۔۔۔ و کف فلم لعرض لتلك الاوابد

ترجمہ: وہ بلند ہوئے۔ ان کی خچر کا سینہ انہیں لے کر نہ پھسلا، اور ایسی ہتھیلی جس نے ان حادثات کے لیے تعرض نہ کیا تھا۔

بجاء بها عنو کالبدر و سهلة ۔۔۔ فشبهتها فی الحسن ام القلائد

ترجمہ: وہ صبح سویرے ماہِ تمام کی طرح آئے۔ وہ نرمی لے کر آئے۔ میں اسے حسن میں ام قلائد کے ساتھ تشبیہ دوں گا۔

اخالد لا تعدم لؤی ابن غالب ۔۔۔ قیامك فیها عند قذف الجلامد

ترجمہ: اے خالد! تم لوئ بن غالب کو معدوم نہ کرنا۔ اس میں تمہارا قیام بلند پہاڑ کی چوٹی کے پاس ہے۔

کساك الولید بن مغیرۃ مجدہ ۔۔۔ و علمك الشیخان ضرب القماحد

ترجمہ: ولید بن مغیرہ نے اپنی بزرگی کا لبادہ آپ کو اوڑھا دیا۔ شیخان نے آپ کو گدی کی ہڈی کے اوپر مارنا سکھایا۔

تقارع فی الاسلام عن صدر دینهٖ ۔۔۔ و فی الشرك عن اجلال جدّو والد

ترجمہ: آپ نے اسلام میں اپنے دین حق کی طرف سے شمشیر زنی کی اور شرک میں اپنے باپ اور دادا کی بزرگی کی طرف سے بڑے۔

و کنت المخزوم بن یقنطة جنة ۔۔۔ کلا اسبهك فیها ما جدو ابن ماجدّ

ترجمہ: آپ مخزوم بن یقظہ کے لیے ڈھال تھے۔ اس میں آپ کے دونوں سبب تھے خود بزرگ ہونا اور بزرگ

کی اولاد ہونا۔

اذا ما عنا فی ھیجھا الف فارس　　عدلت بالف عند تلک الشدائد

ترجمہ: وہ جنگ جو ایک ہزار سواروں پر دشوار ہوتی ہے آپ ایسی جنگوں میں ایک ہزار شہسواروں کے برابر ہوتے۔

و من یک فی الحرب المصرۃ واحدا　　فما انت فی الحرب العوان بواحد

ترجمہ: کون ہے جو سخت جنگ میں تنہا ہو۔ آپ ہی تباہ کن جنگ میں تنہا ہوتے ہیں۔

اذا ناب امر فی قریش فحلّج　　تشیب له راس العذاری النواھد

ترجمہ: جب قریش کو کسی پریشان کن امر کا سامنا کرنا پڑتا جن سے جوان دوشیزاؤں کے سر سفید ہو جاتے۔

تولیت منه ما یخافّ و ان تخب　　یقولوا جمیعا خطبنا غیر شاھد

ترجمہ: آپ اس سے ہراساں ہو کر روگرداں نہ ہوتے۔ اگر آپ غائب ہوئے تو سب نے کہا ہماری مصیبت کے وقت کوئی موجود ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ دوسرے روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے گفتگو کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ وہ گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر انہوں نے کہا: "اے لوگو! میں نے کل تم سے ایسی بات کی تھی جسے میں کتاب اللہ میں نہیں پاتا تھا نہ ہی مجھے حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وصیت کی تھی، لیکن میرا خیال تھا کہ آپ کسی ایسے فرمان کے ذریعے ہماری تدبیر فرمائیں گے، جو ہمارے آخری شخص تک ہوگی، لیکن رب تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی کتاب باقی رکھی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بامراد فرمایا ہے۔ اگر تم نے اس کتاب زندہ کو مضبوطی سے تھام لیا تو رب تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح ہدایت عطا کرے گا جیسے اس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بامراد فرمایا تھا۔ رب تعالیٰ نے تمہارے امر کو اس شخص پر جمع کر دیا ہے، جو تم میں سے بہترین ہے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ وہ غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔" لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عام بیعت کی۔ یہ بیعت، سقیفہ میں ہونے والی بیعت کے علاوہ تھی، پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔"

علامہ بلاذری نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده واستعینه علی الامر کله علانیه و سرّه و نعوذ بالله من شر ما یاتی باللیل والنهار و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له و ان محمدا عبده و رسوله و ارسله بالحق بشیرا و نذیرا قدام الساعة فمن اطاعه رشد و من

عصاة هلك.

پھر فرمایا: "اے لوگو! مجھے تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔ میری بیعت اچانک تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے فتنہ کا ڈر تھا۔ قسم بخدا! میں نے اس کا ایک دن بھی لالچ نہیں کیا۔ نہ ہی اس کا مطالبہ کیا نہ ہی اعلانیہ یا پوشیدہ اس کا رب تعالیٰ سے سوال کیا۔ مجھے اس میں راحت بھی نہیں ہے۔ ایک امر عظیم میرے سپرد کر دیا گیا ہے جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اس کو اٹھانے کی مجھ میں قوت و طاقت نہیں میری تمنا ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین شخص اس پر مامور ہوتا۔ تم رب تعالیٰ سے تقویٰ کو لازم پکڑو۔ داناؤں میں سے دانا متقی ہوتا ہے۔ احمقوں میں سے احمق فاجر ہوتا ہے میں متبع ہوں۔ میں مبتدع نہیں ہوں۔" ابن جریر نے یہ اضافہ کیا ہے:

"میں تمہاری مثل ہوں۔ مجھے علم نہ تھا کہ تم میرے سپرد وہ معاملہ کر دو گے جس کی طاقت صرف حضور اکرم ﷺ کو تھی۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو آفات سے بچا لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس امت میں سے کسی شخص نے کوڑا مارنے یا اس سے کم و بیش ظلم کا قصاص نہیں مانگا۔ بلاشبہ شیطان میرے پاس آتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھے بچا لو۔ میں تمہارے بالوں اور جلدوں میں کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔

تم صبح و شام موت (کے دائرہ) میں آتے جاتے ہو۔ اس کا علم تم سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم میں استطاعت ہے کہ تمہیں موت اس وقت آئے جب تم کسی عمل صالح میں مصروف ہوں تو اس طرح کر گزرو۔ یہ استطاعت توفیق ایزدی سے ہی تمہیں نصیب ہو گی۔ موت کی دی گئی مہلت میں تم جلدی کر لو اس سے قبل کہ تمہاری اموات تمہارے اعمال کو منقطع کر دیں۔ ایک قوم نے موت کو فراموش کر دیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کسی غیر کے لیے بجا لاتے ہیں۔ تم ان کی مانند ہونے سے بچو۔ کوشش کرو کوشش کرو۔ جلدی کرو۔ عجلت سے کام لو۔ نجات پا لو نجات پا لو۔ تمہارے پیچھے جلد باز متلاشی ہے۔ تیز رفتار موت ہے۔ اپنے آباء، بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ موت سے محتاط ہو جاؤ۔ زندوں پر اسی چیز پر رشک کیا کرو جس سے مردوں پر رشک کرتے ہو۔ اگر میں بھلائی کے کام سرانجام دوں تو تم میری اعانت کرو اگر میں برائی کرنے لگو تو تم مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے ہاں قوی ہے، حتیٰ کہ میں اس کا مرض دور کر دوں۔ ان شاء اللہ! تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق لے لوں۔ ان شاء اللہ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ رب تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے۔ رب تعالیٰ اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اے لوگو! کتاب اللہ کی پیروی کرو۔ اس کی نصیحت کو قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ ان کے گناہوں پر قلم عفو پھیرتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ اس دن سے ڈرو جس میں کوئی یار اور سفارشی نہ ہو گا۔ جس کی بات مان لی جائے۔ عمل کرنے والے کو ایسا عمل کرنا چاہیے جو اسے قرب خداوندی سے سرفراز کر دے۔ اے لوگو! جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری

اطاعت کرنا لازم نہیں۔ اپنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

علامہ بلاذری اور امام بیہقی نے صحیح دو اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے تو لوگوں کو غور سے دیکھا۔ حضرت زبیر نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ انصار کے بعض افراد گئے اور انہیں لے آئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سمجھا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھو زاد اور آپ کے حواری مسلمانوں کے عصا کوشق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" وہ اٹھے اور ان کی بیعت کر لی، پھر انہوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ کچھ انصاری افراد اٹھے اور انہیں لے کر آ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے عصا کوشق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" انہوں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

علامہ بلاذری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اچانک نہ ہوا تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ نماز کے متعلق عرض کرتے تھے۔ آپ (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حالانکہ آپ میری جگہ کو ملاحظہ کر رہے ہوتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا صحابہ کرام نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین حق کا معاملہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا، لہٰذا انہوں نے اپنی دنیا کا معاملہ بھی ان کے سپرد کر دیا۔" علامہ بلاذری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضور سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور وفکر کیا ہم نے آپ کو پایا کہ آپ نے نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اس ہستی پر راضی ہو گئے جس پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھڑا کیا تھا۔"

علامہ بلاذری نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن الزبیر حنظلی کو حضرت حسن کے پاس بھیجا۔ ان سے پوچھا: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟" حضرت حسن نے فرمایا: "کیا تمہارے ساتھی کو اس میں شک ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ نے انہیں اس وقت خلیفہ بنا دیا جبکہ آپ نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ وہ رب تعالیٰ سے اس سے کہیں بڑھ کر ڈرتے تھے کہ وہ ظلماً اس پر قبضہ کر لیتے۔" علامہ بلاذری نے ابراہیم تیمی اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا: "اپنے ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اس امت کا امین کہا ہے۔" انہوں نے کہا: "تم میرے پاس آ گئے ہو، حالانکہ تم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ وہ ثانی اثنین ہیں۔" دوسری روایت میں "ثالث ثلاثۃ" کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن سیرین سے عرض کی گئی کہ ثالث ثلاثہ سے کیا مراد ہے؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم نے یہ آیت طیبہ نہیں پڑھی:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۚ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے، جب وہ فرمارہے تھے۔ اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ابن عقبہ نے جید اسناد کے ساتھ حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین میں سے کچھ افراد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں غصے کا اظہار کیا۔ ان میں حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ دونوں سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے کچھ افراد کے ساتھ آئے۔ ان میں حضرات اسید بن حضیر، سلمہ بن سلامہ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ ان میں سے کسی نے حضرت زبیر کی تلوار لی اسے پتھر پر مارا اور توڑ دیا، پھر سیدنا صدیق اکبر نے لوگوں میں سے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ ان کے لیے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: ”بخدا! میں نے ایک دن بھی امارت کے لیے لالچ نہیں کیا۔ نہ کسی رات کو اس کے لیے لالچ کیا۔ میں نے کسی روز رب تعالیٰ سے اس کے متعلق پوشیدہ یا ظاہراً سوال نہیں کیا، لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا۔ امارت میں میرے لیے کوئی راحت نہیں ہے، لیکن میرے سر وہ امر ڈالا گیا ہے جسے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ قوت تو رب تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین آج میری جگہ اس پر قائم ہوتا۔ مہاجرین نے ان سے وہ کچھ قبول کر لیا جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا، جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”ہمارا غصہ صرف اس لیے تھا کیونکہ ہمیں مشورہ میں موخر کر دیا گیا تھا۔ ہم بھی رائے یہی رکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی اس کے مستحق ہیں، کیونکہ آپ یارِ غار ہیں۔ ثانی اثنین ہیں ہم ان کے شرف و قدر کو جانتے ہیں۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں انہیں حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو امامت کرائیں۔“

ابو ربیع نے تحریر کیا ہے کہ ابن عقبہ کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ وہ ان کی بیعت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے اور ان سے چاہتے تھے کہ وہ انہیں سبکدوش کر دیں وہ بار بار اپنے قول کا اعادہ کرتے رہے۔ ہر بار وہ جواب میں کہتے: ”بخدا! نہ تو ہم بیعت کو توڑیں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو آگے کیا ہے۔ آپ کو موخر کون کر سکتا ہے۔“

میں کہتا ہوں۔ ”بلاذری نے حضرت ابو الحجاف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، تو انہوں نے کھڑے ہو کر تین بار کہا: ”لوگو! میں تمہاری بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بخدا! ہم نہ آپ کی بیعت کو فسخ کریں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں آپ کو مقدم کیا ہے۔ آپ کو پیچھے کون ہٹا سکتا ہے۔ جب لوگوں کی بیعت مکمل ہو گئی اور لوگ

پرسکون ہو گئے تو آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کی مہم پر بھیجنے سے قبل کسی کام میں مشغول نہ ہوئے۔ انہوں نے ان سے فرمایا: "تمہیں حضور اکرم ﷺ نے ہی اس مہم پر بھیجا ہے۔" مہاجرین و انصار میں سے بعض افراد نے ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: "اسامہ اور ان کی مہم کو روک لو۔ ہمیں خدشہ ہے کہ عرب ہم پر دھاوا بول دیں گے۔ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے متعلق سنا۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رائے میں ان سب سے افضل تھے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں اس مہم کو روک دوں جس کے لیے حضور اکرم ﷺ نے روانہ فرمایا ہے۔" وہ پختہ رائے والے اور اسلام اور اہل اسلام کے لیے سراپا خیر خواہ تھے۔ انہوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ ہی چھوڑ جائیں۔

❁❁❁

آپ کا غسل مبارک، کفن مبارک، نماز جنازہ، تدفین، قبر انور کی جگہ، آپ کے وسیلے سے ابر کرم، آپ کی قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ کی فضیلت، مسجد نبوی کی فضیلت، قبر انور میں آپ کی حیات طیبہ، امت مرحومہ کے اعمال کا آپ کو پیش ہونا اور آپ کے ترکہ کا حکم

باب اول

آپ کا غسل پاک

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابو داؤد، مسدد، ابونعیم، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ذھبی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ انہوں نے کہا: ''ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کریں؟'' کیا ہم اسی طرح آپ کے کپڑے اتاریں جیسے ہم اپنے مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا آپ کے کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دے لیں۔'' جب انہوں نے باہم اختلاف کیا تو رب تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ ہر شخص کی ٹھوڑی اس کے سینے پر تھی، پھر حجرہ مقدسہ کے کسی کنارے سے ایک بات کرنے والے نے بات کی۔ صحابہ کرام نہیں جانتے تھے کہ وہ کون تھا۔ اس نے کہا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے اوپر سے ہی پانی اور بیری کے پتے بہا رہے تھے۔ وہ قمیص کے ساتھ ہی آپ کو مل رہے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ نہ مل رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ''اگر مجھے وہ خیال پہلے آتا جو بعد میں آیا

تھا تو آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ کو غسل دیتیں۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب ہم آپ کی تدفین کے لیے تیاری کرنے لگے تو ہم نے سارے افراد کو باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا۔انصار نے آواز دی:"ہم آپ کے ننھیال ہیں۔اسلام میں جو ہمارا مقام ہے وہ ہمیں ہی نصیب ہے۔" قریش نے کہا:"ہم آپ کا خاندان ہیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند کہا: "اے مسلمانوں کے گروہ! تمام لوگ آپ کا جنازہ پڑھنے کے مستحق ہیں۔میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم سب اندر آ گئے تو آپ کے متعلق تاخیر ہو جائے گی۔بخدا! آپ کے ہاں وہی داخل ہوگا جسے بلایا جائے۔"

امام شافعی، ابن جارود، ابن حبان، ابوداؤد، الطیالسی، ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"جب سرورِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کو غسل دینے والوں میں اختلاف ہو گیا۔انہوں نے ایک کہنے والے کو سنا۔وہ اسے جانتے نہ تھے کہ وہ کون تھا۔وہ کہہ رہا تھا۔"اپنے نبی اکرم ﷺ کو غسل دو، جبکہ آپ قمیص مبارک پہنے ہوئے ہی ہوں۔" آپ کو آپ کی قمیص سمیت ہی غسل دیا۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"اگر میں اس بات سے پہلے آگاہ ہوتی جس سے میں بعد میں آگاہ ہوئی تھی تو آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ کو غسل دیتیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو غسل دینے لگے تو اندر سے انہیں آواز آئی کہ حضور پاک ﷺ کی قمیص نہ اتارو۔" اس روایت کی کئی مرسل اسناد بھی ہیں۔ابن سعد، ابوداؤد، بیہقی اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم ﷺ کو غسل دیا۔میں دیکھنے لگا کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی ہے، مگر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔آپ قبل از وصال اور بعد از وصال پاکیزہ اور طیب تھے۔" آپ کو حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادمِ رسول اللہ (ﷺ) حضرت صالح نے دفن کیا۔آپ کی قبر انور کو لحد طرز میں بنایا گیا۔اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔"

ابن سعد، بزار اور بیہقی نے (اس روایت کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کو میرے علاوہ اور کوئی غسل نہ دے، جو بھی آپ کی شرم گاہ دیکھے گا اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں جس عضو کو بھی پکڑتا تو مجھے یوں لگتا کہ میرے ساتھ تیس افراد اور بھی اسے پلٹ رہے ہیں، حتیٰ کہ میں آپ کو غسل دینے سے فارغ ہو گیا۔" امام بیہقی نے محمد بن قیس سے مرسل روایت کیا ہے (اس کی سند میں ضعف ہے) کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"ہم آپ کا جو عضو بھی اٹھانا چاہتے تاکہ اسے دھوئیں تو اسے ہمارے لیے اٹھایا جاتا، حتیٰ کہ ہم آپ کی شرم گاہ تک پہنچ گئے۔ہم نے حجرہ مقدسہ کی ایک طرف سے یہ صدا سنی کہ اپنے نبی محترم ﷺ کی شرم گاہ کو عریاں نہ کرنا۔" ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔وہ عرض کرنے لگے:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔"

انہوں نے فرمایا: ''عمدہ خوشبو پھیل گئی۔ انہوں نے ایسی خوشبو پہلے نہ سونگھی تھی۔''

الطبرانی نے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے عبدالواحد بن ابی عون سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھے غسل دینا۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''عنقریب تمہارے لیے آسان بنا دیا جائے گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کو غسل دیا۔ میں جو بھی عضو پاک اٹھاتا اسے میرے لیے اوپر اٹھا دیا جاتا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینہ اقدس سے پکڑے رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے ''علی المرتضیٰ! جلدی کریں۔ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔''

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ دھویا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کا سینہ دھویا۔ حضرات عباس، اسامہ اور شقران پانی انڈیل رہے تھے۔'' ابن سعد نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیتے وقت آپ کے پاس نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ آپ کو حیاء آئے گی کہ میں آپ کو کپڑوں کے بغیر دیکھوں۔'' جبکہ کئی روایات میں ہے کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھے۔

ابن سعد حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیتے وقت وہ کچھ تلاش کیا جو میت کا تلاش کیا جاتا ہے مگر انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ انہوں نے عرض کی: ''میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔'' امام بیہقی نے حضرت علباء بن احمر سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی اور فضل حضور اکرم ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدا دی گئی۔ ''اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائیں۔'' ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب میرا وصال ہو جائے تو غرس کے کنویں کے سات مشکیزوں سے مجھے غسل دینا۔''

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بیری کے پتوں کے ساتھ آپ کو تین بار غسل دیا گیا۔ آپ نے قمیص پہن رکھی تھی کہ آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کو غرس کے پانی سے غسل دیا گیا۔'' حضرت سعد بن خثیمہ نے اس کا نام قباء لکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت فضل نے پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی انڈیل رہے تھے۔ حضرت فضل کہنے لگے: ''مجھے نجات دلائیں۔ آپ نے میری شاہ رگ کاٹ دی ہے۔

ابن سعد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور سید المرسلین ﷺ کو حضرات علی، اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے جبکہ وہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ ''میرے والدین آپ پر

فدا! آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کو تھام رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے قمیص پہنی ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آجا رہے تھے۔" حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ کو حضرات عباس، علی، فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کو پردہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابن شہاب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کے خادم حضرت صالح رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو پردہ کیا ہوا تھا۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے۔ حجرہ مقدسہ میں صرف حضرات عباس، علی، فضل، قثم، اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب یہ حضرات غسل دینے کے لیے جمع ہوئے تو لوگوں کے پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی۔ وہ حضرت اوس بن خولی انصاری تھے۔ ان کا تعلق عوف بن خزرج سے تھا۔ یہ بدری صحابی تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ کہا: "علی المرتضیٰ! ہم آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا حصہ۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم اندر آجاؤ۔" وہ اندر آگئے۔ انہوں نے آپ کا غسل دیکھا، مگر غسل دینے میں شرکت نہ کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ آپ پر آپ کی قمیص مبارک تھی۔ حضرات عباس، فضل اور قثم رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ انہوں نے آپ میں سے ایسی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت میں نظر آتی ہے۔ وہ عرض کرنے لگے: "میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد کتنے پاکیزہ ہیں۔ آپ کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا گیا۔ آپ کا جسم اطہر خشک کیا اور دیگر معاملات نمٹائے۔"

ابن سعد اور حاکم نے "اکلیل" میں حضرت ہارون بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھی۔ انہوں نے وصیت کی کہ یہ انہیں لگائی جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لگائے جانے والے مشک سے یہ بچ گئی تھی۔" ابن اسحاق نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال فرمایا تو آپ کو حضرات علی اور فضل رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں پانی دے رہے تھے۔ ہمیں آپ کو غسل دینے سے اس امر نے روکا کہ ہم بچے تھے ہم مسجد میں پتھر لا رہے تھے۔"

تنبیہ

امام مالک نے "الموطا" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کو قمیص مبارک میں ہی غسل دیا گیا تھا۔ الباجی نے لکھا ہے۔ "احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کے کپڑے اتارے جائیں اور اسے قمیص میں غسل نہ دیا جائے۔

دوسرا باب

آپ کا کفن مبارک

شیخان اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جو کرسف (روئی) سے بنے ہوئے تھے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ کو حبرہ (چادر) میں کفن دیا گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام حبرہ کی چادر لے کر آئے تھے، مگر انہوں نے اس میں آپ کو کفن نہ دیا تھا۔"

شیخین اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یمانی حلے میں لپیٹا گیا۔ یہ حلہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تھا پھر اسے اتار لیا گیا، پھر آپ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "لوگوں پر حلہ مشتبہ ہو گیا۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اسے خریدا تا کہ آپ کو اس میں کفن دیا جائے حلہ کو چھوڑ دیا گیا آپ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے لیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں اسے روک لوں گا حتیٰ کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے، پھر فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے لیے پسند فرماتا تو آپ کو اس میں کفن دیا جاتا۔" انہوں نے وہ حلہ فروخت کر دیا۔ اس کی قیمت صدقہ کر دی۔" ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو دو کپڑوں اور حبرہ کی چادر میں کفن دیا گیا۔"

ابن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ابویعلی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو دو سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں سے ایک قمیص تھی۔" ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سفید تھے۔" ابن سعد اور بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سحولیہ چادروں میں کفن دیا گیا وہ یمنی موٹی چادریں تھیں وہ ازار، چادر اور لفافہ تھا۔" امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ضعیف سند کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسی قمیص میں آپ کا وصال ہوا تھا اور ایک نجرانی حلہ تھا۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ کو دو سفید چادروں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابن سعد نے صحیح اسناد سے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو دو چادروں اور ایک نجرانی چادر میں کفن دیا گیا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حبرہ کی چادر میں لپیٹا گیا، پھر آپ سے اسے اتار لیا گیا۔

تنبیہات

۱- امام ترمذی نے لکھا ہے کہ آپ کے کفن کے متعلق جو کچھ روایت کیا گیا ہے ان میں سے تین سفید کپڑوں والی صحیح ترین روایت ہے۔

۲- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔" اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو قمیص اور عمامہ میں کفن نہ دیا گیا۔ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ تین کپڑوں کے ساتھ کسی اور چیز کے ساتھ کفن نہ دیا گیا تھا۔ امام شافعی اور جمہور علماء کرام نے یہی تشریح کی ہے۔ یہی وہ صحیح مؤقف ہے جس کا تقاضا حدیث کا ظاہر کرتا ہے۔ دیگر علماء کرام نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھے یہ دونوں اس سے زائد تھے۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سابقہ مروی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حلہ، دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر اس کی رطوبت کے ساتھ اسے باقی رکھا جائے تو یہ دونوں کفنوں کو فاسد کر دے۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا اور نجرانی حلہ کا تعلق ہے تو یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے۔ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کی روایت ثقہ راویوں کے مخالف ہو۔

۴- اشتباہ کا سبب۔ لوگوں میں آپ کے کفن میں شبہ اس لیے ہوا تھا کیونکہ آپ نے حبرہ کی چادر خریدی تھی، پھر اسے مؤخر کر دیا اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

❀❀❀

تیسرا باب

نمازِ جنازہ

یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا تھا۔ آپ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ باہر چلے جائیں حتیٰ کہ فرشتے آپ کو صلوٰۃ و سلام عرض کر لیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ منگل کے روز آپ کی تکفین مکمل ہو گی۔ آپ کی چارپائی آپ کے حجرہ مقدسہ میں رکھ دی گئی، پھر صحابہ کرام نے گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا، پھر جب وہ فارغ ہو گئے تو خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ جب وہ فارغ ہو گئیں تو بچے حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں کسی نے امامت نہ کرائی۔" ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اسے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا ہے

کہ بدھ کی رات کے وسط میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امام احمد نے حضرت ابوعسیب مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم آپ کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں؟" آپ نے فرمایا: "گروہ در گروہ میرے پاس آجانا۔" انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ کے حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے، پھر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ پر کوئی امامت نہ کرائے۔ آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال لوگوں کے امام ہیں۔ لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ صفیں باندھ کر آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ ان کا کوئی امام نہ تھا۔ وہ یوں کہتے تھے: "سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته"

ابو یعلیٰ اور امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا پھر لوگوں کو اذن دیا گیا۔ وہ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ وہ امام کے بغیر آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے، حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا۔ سب نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کر لی۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ تو انہوں نے کہا: "آپ کی حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کوئی آپ کا امام نہ ہو۔ آپ ہی تمہارے امام ہیں۔" لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں آتے۔ وہ صفیں باندھ کر آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ وہ تکبیر کہتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ عرض کر رہے تھے:

سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته۔ اللهم انا نشهد انه قد بلّغ ما انزل الیك و نصح لامته و جاهد فی سبیل الله حتی اعز الله دینه و تمت کلمته۔
اللهم فاجعلنا ممن یتبع ما انزل الله الیه و ثبتنا بعده واجمع بیننا و بینه۔

محمد بن عمر اسلمی نے موسیٰ بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی کے مکتوبات میں پایا کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا: "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته" ان کے ہمراہ مہاجرین اور انصار میں سے کچھ افراد تھے۔ اتنے صحابہ کرام اندر گئے جتنی حجرہ میں وسعت تھی۔ ان سب نے اسی طرح سلام عرض کیا جیسے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سلام عرض کیا تھا۔ انہوں نے صفیں بنا لیں کوئی ان کی امامت نہ کرا رہا تھا۔ یہ دونوں حضرات حضور اکرم ﷺ کے سامنے پہلی صف میں تھے۔ وہ یوں عرض کر رہے تھے۔ "مولا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے وہ پیغامِ حق پہنچا دیا تھا جو آپ پر نازل کیا گیا تھا، اور امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کر دیا تھا۔ راہِ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا، حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اپنے دین حق کو غالب کر دیا۔ اس کے کلمات کی تکمیل ہو گئی۔ ہم آپ کے ساتھ اس ذات پر ایمان لاتے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اے ہمارے

معبودِ برحق! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس فرمان کی اتباع کرے جو آپ پر اتارا گیا۔ ہمیں اور آپ کو جمع کر دے حتیٰ کہ آپ ہمیں اور ہم آپ کو پہچان لیں آپ مؤمنین پر رؤف اور رحیم تھے۔ ہم ایمان کا کوئی بدلہ نہیں چاہتے نہ ہی اس کے ساتھ اس کا بھی کوئی عوض خریدتے ہیں۔" صحابہ کرام ان کی اس دعا پر آمین آمین کہہ رہے تھے، پھر وہ چلے گئے۔ ان کی جگہ دوسرے آگئے، حتیٰ کہ سارے مردوں پھر عورتوں اور بچوں نے صلوٰۃ وسلام عرض کر لیا۔"

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے پیر کے روز زوال کے بعد سے لے کر منگل کے روز اسی وقت تک آپ پر درود وسلام کے سدابہار پھول نچھاور کرتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ تین ایام تک آپ پر درود وسلام پڑھتے رہے۔ شیخ مجدالدین الفیروزآبادی نے القاموس میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے کہ ایک منادی نے ندا دی کہ گروہ در گروہ امام کے بغیر صلوٰۃ وسلام عرض کرو یا جماعتوں کی شکل میں سلام و درود پیش کرو۔ انہوں نے تیس ہزار ملائکہ کا اندازہ لگایا تو یہ ساٹھ ہزار فرشتے ہوئے کیونکہ ہر شخص کے ساتھ بھی دو فرشتے ہیں۔"

ابو یعلی اور امام احمد نے جید سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چارپائی پر لٹا دیا گیا، پھر لوگوں کو اذن دے دیا گیا وہ فوج در فوج اندر حاضر ہوئے۔ وہ بغیر امام کے آپ پر درود وسلام پڑھتے رہے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا مگر اس نے یہ شرف ابدی حاصل کر لیا۔" سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا انبیائے کرام کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ایک قوم آتی ہے۔ وہ تکبیر کہتی ہے۔ وہ دعا مانگتی ہے پھر دوسری آجاتی ہے حتیٰ کہ لوگ فارغ ہو جائیں۔"

تنبیہات

۱۔ ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ پر علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ ادا کرنا اور کسی کی امامت نہ کرانا ایک ایسا امر ہے جس پر اتفاق ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر سابقہ باب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت صحیح ہے یعنی آپ نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کیا تھا تو یہ اس باب میں نص ہے۔ اس کا تعلق عبارت کے اس باب سے ہوگا جس کا مفہوم ہم نہ سمجھ سکتے ہوں۔" میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ یہ کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ یوں کہے کہ آپ کے لیے کوئی امام نہ تھا، کیونکہ وہ آپ کی تجہیز و تکفین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تکمیل کے بعد مصروف ہوئے تھے۔" اس کے سبب میں اختلاف ہے۔

امام شافعی نے تحریر کیا ہے کہ آپ (فداہ روحی وابی وامی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر بہت عظیم ترین تھا۔ اسی لیے صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ یہ سعادت حاصل کی، ورنہ وہ یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کرتے کہ آپ پر امامت کون

کرے گا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے نماز ادا کر لی۔" بعض علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ کسی نے بھی امامت نہ کرائی تا کہ ہر ایک کو آپ پر براہِ راست نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت مل جائے۔ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ آپ پر یکے بعد دیگرے بار بار ہو، ہر ہر شخص سے انفرادی طور پر ہو۔ صحابہ کرام میں سے تمام مرد اور عورتیں بچے، غلام اور لونڈیاں یہ سعادت کبریٰ حاصل کر لیں۔ امام سہیلی نے رقم کیا ہے: "مسلمانوں نے آپ کی علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ ان کی امامت کسی نے نہ کرائی۔ جب کوئی گروہ آتا وہ آپ پر نماز جنازہ پڑھتا یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس طرح کا فعل توقیف سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح روایت ہے کہ آپ نے اس کی وصیت بھی کی تھی۔ الطبری نے اس کا تذکرہ کیا ہے اس میں فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام پیش کریں۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝۵۶ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب ومحبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اس درود کا جو حکم آیت طیبہ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ کوئی امام نہ ہو۔ موت کے وقت آپ کی نمازِ جنازہ آیت کے الفاظ کے تحت داخل ہے۔ یہ اسے شامل ہے یہ ہر حال میں آپ پر درود وسلام پیش کرنے کو شامل ہے۔ اس طرح رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ خود آپ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے سلام و درود عرض کرتے ہیں۔ جب رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی حکم دیا گیا تو یہ لازم ہو گیا کہ اہل ایمان کا درود پاک فرشتوں کے درود پاک کے تابع ہو۔ ملائکہ ہی آگے ہوں۔"

ابوعمر نے لکھا ہے کہ آپ پر صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی۔ کسی نے ان کی امامت نہ کرائی۔ یہ ایسا امر ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ یہ اتفاق اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ہے اہل نقل بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے۔ ابوعمر نے اس پر علماء کرام کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ ابوعمر نے بعض مغازیہ کا تعاقب کیا ہے کہ ابن قصار نے اس میں اختلاف تحریر کیا ہے کہ کیا صحابہ کرام نے آپ پر معروف نماز جنازہ پڑھی تھی یا صرف دعا کی تھی۔ کیا انہوں نے علیحدہ علیحدہ یا باجماعت نماز ادا کی تھی، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کی امامت کس نے کی تھی؟ ایک قول یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت کی تھی؟ یہ اس سند سے مروی ہے جو صحیح نہیں۔ اس سند میں حرام بن عثمان ہے جو بہت ضعیف ہے۔

ابن دحیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ یقینی طور پر ضعیف ہے، کیونکہ اس کے راوی ضعیف ہیں۔ یہ منقطع ہے۔ بعض علماء کرام نے کئی اعتبار سے اس کا تعاقب کیا ہے۔

۱۔ کتب مغازی میں یہ تذکرہ ہے۔ حدیث پاک کی کتب میں ہے کہ صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی

تھی کسی صحیح، حسن یا ضعیف روایت میں بھی نہیں کہ انہوں نے امام کے ساتھ آپ پر نماز جنازہ ادا کی ہو۔

۲۔ امام شافعی، ابن معین، جوزجانی نے لکھا ہے کہ یہ حرام کی روایت ہے۔ امام مالک اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ یہ ثقہ نہ تھا۔ بہت سے حفاظ نے اسے متہم کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سابقہ مروی روایت کئی اسناد سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ جس سے یہ درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی نص کو ابو عمر نے بیان کیا ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ مسلمانوں نے آپ پر نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی تھی۔ کسی نے ان کی امامت نہ کرائی تھی۔ امام شافعی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے جیسے کہ اس کا سبب بھی پہلے گزر چکا ہے۔

وہ صحیح مؤقف جو جمہور علماء کرام کا مؤقف ہے وہ یہ ہے کہ آپ پر نمازِ جنازہ حقیقی تھی فقط دعا نہ کی۔ یہ علامہ قاضی عیاض کا قول ہے امام نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے۔ ایک مختصری جماعت نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ آپ پر معروف نماز ادا نہ کی گئی، بلکہ صحابہ کرام آتے اور آپ کے لیے دعا کرتے تھے۔ علامہ الباجی نے اس کی وجہ لکھی ہے۔ ”کیونکہ آپ شہید سے افضل ہیں، جبکہ شہید کی فضیلت اس پر نماز جنازہ سے اسے مستغنی کر دیتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن شہید غسل دینے میں جدا ہو جاتا ہے۔ شہید کو غسل اس لیے نہیں دیا جاتا تا کہ کہیں اس کا خون اس سے جدا نہ ہو جائے۔ اس کی بقاء مطلوب ہوتی ہے کیونکہ اس سے خوشبو آئے گی، کیونکہ یہی آخرت میں اس کی شہادت کا عنوان ہے، لیکن آپ پر کوئی ناپسندیدہ چیز نہ تھی۔ جس کا ازالہ مکروہ سمجھا جاتا، لہٰذا اس میں شہید علیحدہ ہو گیا۔“

۴۔ ”المورد“ میں ہے کہ الضیاء الرازی کے خط سے منقول ہے کہ سحنون بن سعید نے کہا ہے کہ میں شہروں کے فقہاء میں سے جس سے بھی ملتا اس سے آپ کی نمازِ جنازہ کے متعلق پوچھتا کہ کیا آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ آپ پر کتنی تکبیریں کہی گئیں، لیکن کسی کو علم نہ ہوتا، حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا۔ حضرت عبداللہ بن ماجشون سے میں نے ملاقات کی اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ پر بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اسی طرح آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔“ میں نے پوچھا: ”لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں یہ علم کہاں سے مل گیا؟“ انہوں نے فرمایا: ”میں نے اسے اس صندوق میں پایا جسے امام مالک چھوڑ گئے تھے۔ اس میں پیچیدہ مسائل اور احادیث کی مشکلات تھیں جو انہوں نے اپنے خط میں حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول کی تھیں۔ الحافظ ابو الفضل العراقی نے اپنی منظوم سیرت میں لکھا ہے:

لیس هذا بمتصل الاسناد عن مالكٍ فی كتب النقاد

نقادوں کی کتب میں امام مالک سے یہ متصل سند کے ساتھ منقول نہیں ہے۔

چوتھا باب

آپ ﷺ کی تدفین

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جمہور کا صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ہوا اور بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ یعقوب بن سفیان نے حضرت ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ اس روز، اس رات اور منگل کے روز دن کے آخر تک آپ کی تدفین نہ ہوئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک غریب قول ہے۔ یعقوب نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تدفین تین روز تک نہ ہو سکی۔ ابن کثیر نے اسے بھی غریب کہا ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ سوموار کا بقیہ دن، منگل کا مکمل دن آپ کی تدفین نہ ہو سکی۔ آپ کو بدھ کے روز دفن کیا گیا۔ اس سے بھی غریب تر وہ روایت ہے جسے سیف نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ آپ کی تدفین منگل کے روز ہوئی۔ تدفین کی تاخیر کا سبب یہ تھا حالانکہ تدفین جلدی کرنا سنت ہے، کیونکہ صحابہ کرام کا آپ کے وصال پر اتفاق نہ ہو سکا تھا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا: "پیر کے روز آپ کا وصال اس وقت ہوا جب سورج ڈھل گیا تھا۔" انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ بدھ کے روز بیمار ہوئے۔ صفر کی ایک رات باقی تھی جبکہ ۱۲/ربیع الاول پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔ اس دن، اگلے دن آپ کی تدفین نہ ہو سکی، حتیٰ کہ رات کے وقت آپ کی تدفین ہوئی۔ حضرت ابی بن عباس بن سہل سے روایت ہے۔ ان کے دادا جان نے فرمایا: "آپ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ پیر اور منگل کے روز آپ کی تدفین نہ ہو سکی حتیٰ کہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔

ابن سعد، ابن ماجہ اور ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب منگل کے روز آپ کی تجہیز سے فراغت ہوئی۔ آپ کے کاشانہ اقدس میں آپ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ مسلمانوں نے آپ کی تدفین میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا: "ہم آپ کو آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ بقیع میں دفن کریں گے۔ کسی نے کہا: "آپ کو آپ کی مسجد میں دفن کر دیتے ہیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سرور کائنات ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جس نبی کا بھی وصال ہوا اس کی تدفین اسی جگہ ہوئی جہاں اس کا وصال ہوا۔" آپ کا بستر اٹھا دیا گیا۔ جس پر آپ کا وصال ہوا تھا اس کے نیچے آپ کی قبر انور کھود دی گئی۔"

امام احمد اور ترمذی نے صحیح سند سے حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے صحابی نہیں جانتے تھے کہ وہ آپ کی قبر انور کہاں کھودیں؟ حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی قبر اسی جگہ بنائی جاتی ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔" انہوں نے آپ کا بستر ہٹایا اور اس کے

نیچے قبر انور کھود دی۔" یہ روایت منقطع ہے کیونکہ جریج نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔"

امام ترمذی اور ابو یعلی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کو دفن کرنے کی جگہ کے متعلق اختلاف ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "کسی بھی نبی کو اللہ رب العزت اس جگہ دفن کرتا ہے جس جگہ اسے دفن ہونا پسند ہو۔ آپ کی چارپائی کی جگہ پر آپ کو دفن کر دو۔"

ابو یعلی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر انور کھودنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو افراد کو بلایا ایک سے فرمایا: "تم حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس جاؤ۔" وہ اہل مکہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔ دوسرے شخص سے فرمایا: "تم حضرت ابو طلحہ کو بلا لاؤ وہ اہل مدینہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔ یہ لحد بناتے تھے۔ صحابہ کرام نے یہ دعا مانگی: "مولا! اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے خود ہی پسند کر لے۔" انہوں نے حضرت ابو طلحہ کو پا لیا۔ انہیں لایا گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے۔ انہوں نے آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی، پھر آپ کو بدھ کی رات کے وسط میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی قبر انور میں حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم اور شقران رضی اللہ عنہم اترے۔ حضرت ابو لیلیٰ اوس بن خولی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ سے ہمیں ہمارا نصیب دیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "نیچے آ جائیں۔" آپ کے خادم حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے سرخ چادر لی جسے حضور اکرم ﷺ پہنتے تھے۔ اسے قبر انور میں دفن کر دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! آپ کے بعد اسے کوئی دفن نہ کرے گا۔" اسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔"

امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کو سر اقدس کی طرف سے کھینچ لیا گیا تھا۔

امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے نیچے آپ کی قبر انور میں سرخ چادر بچھائی گئی۔ ابن سعد نے وکیع سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی۔

ابن سعد نے ثقہ راوی سے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری چادر میری لحد میں بچھا دینا۔ زمین کو انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ پر مسلط نہیں کیا جاتا۔"

امام ترمذی نے حضرت جعفر بن محمد رضوان اللہ علیہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے آپ کے لیے لحد بنائی۔ وہ حضرت ابو طلحہ تھے اور جس شخص نے آپ کے نیچے آپ کی چادر بچھائی۔ وہ حضرت شقران تھے۔ حضرت جعفر بن محمد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے ابن ابی رافع نے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت شقران سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں ہی وہ تھا جس نے آپ کی قبر انور میں آپ کے نیچے چادر بچھائی تھی۔"

ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ آپ کے نیچے سرخ چادر بچھائی گئی۔ آپ اسے استعمال فرماتے

تھے، کیونکہ زمین (خاک پاک) گیلی تھی۔ امام مسلم، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مرضِ وصال کہا۔ "میری قبر انور لحد طرز کی بنانا۔ مجھ پر اینٹیں لگانا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور بنائی گئی تھی۔" امام بیہقی اور امام واقدی نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی لحد مبارک میں نو اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر پانی چھڑکا۔ انہوں نے آپ کی دائیں طرف سے سر اقدس کی طرف سے شروع کیا حتیٰ کہ مبارک ٹانگوں تک اسے ختم کر دیا، پھر دیوار کی طرف پانی چھڑکا۔ وہ دیوار کی سمت گھومنے پر قادر نہ ہو سکے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سوموار کے روز جب سورج ڈھل گیا تو آپ کو چار پائی پر ڈال دیا گیا، حتیٰ کہ منگل کے روز سورج ڈھل گیا۔ صحابہ کرام نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ چار پائی آپ کی قبر انور کے کنارے پر تھی۔ جب صحابہ کرام نے آپ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا تو مبارک ٹانگوں سے چار پائی ہٹالی اور قبر انور میں داخل کر دیا گیا۔

امام مالک نے بلاغاً اسے حضرت محمد بن عمر اسلمی سے متصل روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا یقین نہ کر سکی حتیٰ کہ میں نے کدالوں کی آواز سن لی۔"

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں آپ کی تدفین کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ ہم نے منگل کی رات کو وقت سحر پھاوڑے کی آواز سن لی۔" امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ میں ایک صحابی لحد طرز کی اور دوسرے صحابی دوسری طرز کی قبر بناتے تھے۔ ہم نے اپنے رب تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ ان دونوں کی طرف پیغام بھیجا۔ ہم نے کہا کہ جو صحابی پہلے پہنچ جائیں گے ہم اسی طرز پر قبر انور بنائیں لحد طرز کی قبر تیار کرنے والے پہلے پہنچ گئے۔ آپ کی قبر انور لحد طرز پر بنائی گئی۔" محمد بن سعد نے عقبہ بن ابی صہباء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت حسن کو سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے ایک چادر قبر میں بچھا دینا۔ زمین کو اجساد انبیائے کرام پر تسلط نہیں بخشا گیا۔" مسدد نے صحیح سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چار افراد آپ کی قبر انور میں داخل ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صالح رضی اللہ عنہم۔ آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی گئی اور اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم، شقران اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم آپ کی قبر انور میں اترے تھے۔ ابن سعد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کی قبر انور میں اترے تھے۔" امام شعبی نے کہا ہے: "مجھے مرحب یا ابن ابی مرحب نے بتایا ہے کہ ان کے ہمراہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی قبر انور میں اترے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ان حضرات قدسیہ نے ہی آپ کو قبر انور میں اتارا تھا۔ جنہوں نے آپ کو غسل دیا تھا۔ وہ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور صالح رضی اللہ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے مابین سے ہٹ گئے۔ انہوں نے آپ کو قبر انور میں اتارا تھا۔"

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کی تدفین ہوگئی تو سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "انس! کیا تمہارے نفسوں نے گوارہ کرلیا کہ تم حضور اکرم ﷺ پر مٹی ڈال دو۔" طاہر بن یحییٰ اور ابن جوزی نے "الوفاء" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی قبر انور بن گئی تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ آپ کی قبر انور پر کھڑی ہوگئیں۔ قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا رونے لگیں یہ اشعار پڑھے:

ماذا علی من شمّ تربۃ احمد ان لا یشمّ مدی الزمانِ غوالیا
صبّت علیّ مصائب لوانھا صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: جس نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی خوشبو سونگھ لی اگر وہ تادیر خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی حرج نہیں۔ مجھ پر اتنے مصائب آئے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر آتے تو انہیں رات بنا دیتے۔

❁❁❁

پانچواں باب

آپ کی قبر انور سے سب سے آخر میں کون باہر آیا تھا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ عراق کے کچھ افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: "ابوالحسن! ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ اس مسئلہ میں آپ کے متعلق پوچھیں جس کے متعلق ہمیں پسند ہے کہ آپ ہمیں بتائیں۔" انہوں نے فرمایا: "میرا گمان ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں بتایا ہے کہ سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے وہ باہر آئے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! ہم آپ سے یہی پوچھنے آئے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ باہر نکلے تھے۔"

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ کو قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا: "آپ کی مبارک ٹانگوں کی طرف کوئی چیز باقی رہ گئی ہے۔ جسے تم نے درست نہیں کیا۔" صحابہ کرام نے فرمایا: "تم نیچے جاؤ اور اسے درست کردو۔" وہ اندر داخل ہوئے آپ کے مبارک قدموں کو چھوا پھر فرمایا:

"میرے اوپر مٹی گراؤ۔" صحابہ کرام نے ان پر مٹی گرائی حتیٰ کہ خاکِ پاک ان کی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکلے انہوں نے فرمایا: "میں تم سے آخر میں حضور اکرم ﷺ سے جدا ہوا ہوں۔"

امام بیہقی نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی آپ کی قبر انور میں پھینک دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: "تم نے اس لیے اسے پھینکا ہے تا کہ تم نیچے اترو۔" وہ نیچے اترے۔ انہیں عطا کر دی یا کسی شخص کو حکم دیا اس نے انہیں دے دی۔" ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی، پھر کہا: "میری انگوٹھی۔" صحابہ کرام نے فرمایا: "نیچے اتریں اور اپنی انگوٹھی لے لیں۔" وہ اندر گئے پھر کہا: "مجھ پر خاک پاک ڈالو۔" صحابہ کرام نے ان پر خاک طیبہ ڈالی حتیٰ کہ وہ ان کے قدموں کے نصف تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکل آئے۔ جب آپ پر خاک طیبہ برابر کر دی گئی تو انہوں نے کہا: "باہر نکلو حتیٰ کہ میں دروازہ بند کر دوں۔ میں سب سے آخر میں آپ سے جدا ہونے والا شخص ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "اگر میں اس کا ارادہ کرتا تو میں صحیح کہتا۔"

ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سب کے بعد آپ سے جدا ہوا تھا۔ ہم حاضر ہوئے۔ قبر انور تیار کی۔ جب صحابہ کرام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو دفن کر دیا تو میں نے قبر انور میں کدال پھینک دیا، پھر میں نے کہا: "کدال، کدال۔" میں نے اسے نکالا اپنے دستِ اقدس سے حضور اکرم ﷺ کو مس کیا۔" ابو یعلیٰ کے الفاظ یہ ہیں: "میں نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی۔ میں نے عرض کی: "ابو الحسن! میری انگوٹھی۔" انہوں نے فرمایا: "نیچے اترو اور اپنی انگوٹھی لے لو۔" میں نے اپنا ہاتھ کفن مبارک پر رکھا، پھر باہر نکلا۔ میں نیچے اترا اور اپنی انگوٹھی لے لی۔" اس کی سند میں مجالد ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے جس میں مجالد نہیں ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا۔ جنہوں نے آپ کی قبر انور کھودنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی تھی۔ ہم نے آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں جلوہ افروز ہو گئے تو میں نے کدال اس میں پھینک دی، پھر کہا: "کدال، کدال۔" میں نیچے اترا اور اپنے ہاتھ لحد پر رکھ دیے۔"

انہوں نے قوی اسناد سے ابن ابی مرحب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی قبر انور میں چار افراد اترے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ سے جدا ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنی انگوٹھی لی اور اسے قبر انور میں پھینک دیا۔ میں نے کہا: "میری انگوٹھی گر گئی ہے، تا کہ میں آپ کو چھوؤں اور آپ سے سب سے آخر میں جدا ہونے والا بن جاؤں۔" امام حاکم نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے آخر میں آپ سے جدا ہوئے تھے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے: بس

شخص کا قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ کی قبر انور سے نکلے تھے۔ یہ درست نہیں، کیونکہ وہ آپ کی تدفین میں شریک نہ تھے چہ جائیکہ وہ آپ سے جدا ہونے والے آخری شخص ہوں۔" میں کہتا ہوں کہ یہ مؤقف کہ وہ تدفین کے وقت موجود نہ تھے۔ محل نظر ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ کے بارے میں جو تعزیت سنی گئی

محمد بن عمر نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو آپ کی تعزیت اسی طرح بھی ہوئی کہ ایک آنے والا آیا۔ جس کی آہٹ تو سنائی دیتی تھی مگر صحابہ کرام اس کا وجود نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا: السلام علیکم، اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے تسلی بخشے وہ ہر جانے والے کا نائب عطا کرے۔ ہر فوت ہونے والے کا بدل دے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔ محروم وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ السلام علیکم۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔" ابن ابی الدنیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام آپ کے ارد گرد حاضر ہو گئے۔ آپ کے ارد گرد رونے لگے۔ ایک شخص حجرہ مقدسہ میں آیا۔ جس کے بال سیاہی مائل سفید تھے۔ وہ بڑا جسیم اور صبیح تھا۔ وہ ان کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے گیا۔ رونے لگا، پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی، پھر کہا: "رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے اطمینان بخشے ہر جانے والے کا بدل دے۔ ہر فوت ہونے والے کا جانشین دے تم رب تعالیٰ کی طرف جھک جاؤ۔ اسی کی طرف رغبت رکھو۔ مصائب میں وہی تمہاری طرف نظر کرم فرماتا ہے۔

ذرا تم بھی دیکھو۔ مصیبت زدہ تو وہ ہوتا ہے جسے چلے جانے والے کا بدل نہ ملے۔" پھر وہ چلا گیا۔" صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے پوچھا: "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟" سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہاں! یہ حضور اکرم ﷺ کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔" اس روایت کو کتب "الموضوعات" میں ذکر کیا گیا ہے۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد لوگ مجھے یاد کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیا کریں گے۔" لوگ کہتے تھے: "یہ کیا ہے؟ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا لوگ ایک دوسرے سے ملتے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے۔
الطبرانی نے حضرت سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ مصیبت یاد کرلے جو اسے میری وجہ سے پہنچی۔ یہ سارے مصائب سے بڑی مصیبت ہے۔"

امام مالک نے حضرت عبدالرحمن بن قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان اپنے مصائب میں میری مصیبت کو یاد کر کے اطمینان حاصل کر لیں۔" ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض وصال میں فرمایا: "اے لوگو! یا اے اہل ایمان! جسے مصیبت پہنچے وہ اس مصیبت کو یاد کر کے اس سے اطمینان حاصل کرلے جو اسے میری وجہ سے پہنچے۔ میرے کسی امتی کو میرے بعد اتنی بڑی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ جس مصیبت کا اسے میرے وصال کی وجہ سے سامنا کرنا پڑا۔"

❁❁❁

ساتواں باب

قبر انور کی جگہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں ہے کہ آپ کے بستر مبارک کو پیچھے کیا گیا اور اسی جگہ قبر انور کھودی گئی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "نبی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔" یہ تواتر منقول ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں مدفون ہوئے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ مختص تھا۔ یہ مسجد نبوی کے مشرقی سمت تھا۔ یہ حجرہ مقدسہ کے قبلیہ مغربیہ زاویہ میں ہے، پھر آپ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ مسدد نے ثقہ راویوں سے، حمیدی اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ تین چاند میرے حجرہ میں گر پڑے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تمہارے حجرہ مقدسہ میں تین ایسی ہستیاں مدفون ہوں گی جو سارے روئے زمین سے بہترین ہوں گی۔" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی تدفین ہوئی تو انہوں نے کہا: "یہ تمہارے تین چاندوں میں سے بہترین ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ خواب بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا جو انہوں نے دیکھا تھا۔آپ نے انہیں فرمایا:''اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے حجرہ (مقدسہ) میں روئے زمین کی تین بہترین ہستیاں مدفون ہوں گی۔''

امام بیہقی نے حضرت امام جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو مسطوح بنا گیا تھا۔''یحییٰ بن حسن نے ہارون بن سلیمان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے اہل مدینہ طیبہ کے کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ گنبد خضریٰ کے اندر تینوں قبریں مسطوح ہیں۔جن پر کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے ہوتے تھے۔''اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جیسے ابوداؤد نے صحیح سند سے اور حاکم نے بھی صحیح سند سے قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی:''امی جان!میرے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کریمین کی قبور سے کپڑا اٹھائیں۔'' انہوں نے مجھے تینوں مبارک قبور کی زیارت کرائی جو نہ تو زمین کے ساتھ تھیں نہ ہی بہت بلند تھیں اس پر وسیع کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے پڑے تھے۔''امام حاکم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:''میں نے دیکھا کہ آپ کی قبر انور سب سے آگے تھی۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس آپ کے کندھے کے مابین تھا،جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ٹانگوں کے پاس تھا۔''

ابن نجار نے تاریخ المدینہ میں تحریر کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ''آپ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرائیں۔''انہوں نے اسے زیارت کرائی تو وہ رونے لگی،حتیٰ کہ اسی جگہ اس کا وصال ہو گیا رضی اللہ عنہا و رحمہا۔حضرت ابوالفضل الحموی (یہ حجرۂ نبویہ کے خدام میں سے تھے) نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے زائرین میں سے ایک شخص کو دیکھا تھا۔احتمال یہ ہے جیسے امام بیہقی نے تحریر کیا ہے کہ پہلے آپ کی قبر انور کوہان کی طرح نہ تھی،پھر اسے کوہان کی طرح بنایا گیا جیسے کہ مدینہ طیبہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی امارت میں ایک دیوار گر پڑی تھی۔انہوں نے قبر انور کو بلند کیا تھا۔یہ ولید کے زمانہ سے پہلے کی بات ہے۔یحییٰ بن حسن نے حضرت عبداللہ بن حسین سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے ولید کے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔''

حجرہ مقدسہ میں تینوں قبور مبارکہ کے بارے میں سات کیفیات بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سب سے آگے ہے۔یہ قبلہ کی طرف دیوار کی سمت سب سے آگے ہے،پھر آپ کے مبارک شانوں کے سامنے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک کندھوں کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔یہ کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امام نووی نے لکھا ہے۔ یہ موقف مشہور ہے۔ السید السمہودی نے تاریخ المدینہ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کرام کا یہی موقف ہے اور یہ روایت ساری روایات سے زیادہ مشہور ہے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور آپ کے مبارک شانوں کے سامنے ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی یہ کیفیت لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳۔ ابونعیم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی کمر انور کے سامنے ہے۔ ابن عساکر نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

السید نور الدین السمہودی نے لکھا ہے کہ صحیح کی روایت سے اس کا رد ہو جاتا ہے کہ جب دیوار حجرہ مقدسہ گری تھی تو جس ہستی مبارک کا قدم مبارک ظاہر ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ گرنے والی دیوار مشرقی تھی۔ اگر یہ روایت درست ہوتی تو ظاہر ہونے والا قدم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہوتا۔"

۴۔ ابونعیم نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ان سے تیسری صورت ہی روایت کی ہے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر آپ کی ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت اس طرح لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۵- ابونعیم نے حضرت عثمان بن نسطاس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حجرہ مقدسہ کو گرایا تھا، جو چار انگلیاں بلند تھی۔ اس پر سرخ سنگریزے تھے۔ میں نے آپ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر دیکھی اور اس کے نیچے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور تھی۔ اس کی کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۶- حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا: ''ایک بارش والی رات میں مسجد نبوی کی طرف گیا۔ جب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہ سونگھی تھی۔

- میں مسجد نبوی کی طرف آیا۔ میں نے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے ابتداء کی۔ اس کی دیوار گر چکی تھی۔ میں اندر حاضر ہوا۔ آپ پر سلام عرض کیا۔ کچھ دیر وہاں حاضر رہا۔ وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور تھی۔ آپ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ان پر وسیع زمین کے سنگریزے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت یوں لکھی ہے:

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۷- ابن زبالہ نے حضرت منکدر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اس طرح ہے۔ آپ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ٹانگوں کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ یہ کیفیت اس طرح ہے:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ان روایات میں سے سوائے پہلی اور دوسری روایت کے دیگر تمام کی اسناد ضعیف ہیں۔ان میں سے مشہور ترین پہلی روایت ہے جیسے کہ گذر چکا ہے۔"حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

ثلاثة برزوا بسبقهم — نصرهم ربهم اذا نشروا
عاشوا بلا فرقة حياتهم — واجتمعوا فی الممات اذ قبروا
فليس من مسلم له بصر — ينكر فضلهم اذا ذكروا

ترجمہ: تین ایسی ہستیاں ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں سبقت لے گئے جب انہوں نے اپنی حیاتِ طیبہ ایک دوسرے کے فراق کے بغیر بسر کیں وصال کے بعد بھی وہ ایک ہی حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے۔جس مسلمان کو کچھ بھی بصیرت حاصل ہے وہ ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔جب ان کا ذکر جمیل کیا جائے۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

ثلاثة اقبر جلّت و عزّت — حوت خير الورىٰ مع صاحبهٖ
محمد مصطفى من قريش — و صديق له اثنى عليه
و ثالثهم هو الفاروق حقًّا — و كل مدائحی تهدى اليه

ترجمہ: تین قبور مبارکہ بڑی جلیل المرتبت اور عظیم منصب کی حامل ہیں۔جن میں حضور اکرم، خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ان میں سے ایک محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔آپ کا تعلق قبیلہ قریش کے ساتھ ہے۔دوسرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جس کی تعریف آپ نے بہت زیادہ کی ہے۔تیسرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔میری ساری تعریفیں ان کی طرف ہی جائیں گی۔

ابن زبالہ نے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"لوگ آپ کی قبر انور سے مٹی لیتے تھے۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیوار بنانے کا حکم دیا۔ان کے سامنے دیوار بنادی گئی۔دیوار میں ایک سوراخ تھا لوگ اس سے قبر انور کی خاکِ شفاء حاصل کر لیتے تھے۔حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو اسے بھی بند کر دیا گیا۔"ابن سعد نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شبستان کو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔ایک حصے میں آپ کی قبر انور تھی۔دوسرے حصے میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی رہائش تھی۔"حضرت عمر بن شبہ نے حضرت ابوغسان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حجرہ مقدسہ ظاہر اور واضح ہی رہا حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آراستہ چار دیواری کر دی تھی، جبکہ ولید کے عہد حکومت میں مسجد نبوی کو تعمیر کیا گیا۔انہوں نے اسے آراستہ اس لیے کیا تھا کہ اس کا مربع قبلہ کے مربع ہونے کے ساتھ مشابہت نہ رکھے۔اسے قبلہ نہ بنالیا جائے کہ لوگ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگیں۔"

ابن زبالہ نے کئی علمائے کرام سے نقل کیا ہے کہ یہ حجرہ مقدسہ مربع شکل کا ہے، جو سیاہ پتھروں اور چونے سے بنا ہے وہ دیوار مبارک قبلہ کی طرف ہے وہ زیادہ طویل ہے۔ مشرقی اور مغربی دیواریں برابر ہیں۔ شام کی سمت کی دیوار ان سے کم ہے۔ حجرہ مقدسہ کا وہ دروازہ جو شام کی طرف ہے۔ وہ سیاہ پتھروں اور چونے سے بند ہے، پھر سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے اس مبارک حجرہ کو تعمیر کیا۔ اسے سجایا تاکہ لوگ اسے قبلہ نہ بنالیں۔ اسے مسجد نبوی میں نماز کے لیے مختص نہ کردیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دیوار جو اس کے اور ظاہری دیوار کے مابین ہے جو مشرق کی طرف ہے وہ دو ذراع ہے جو مغرب کی سمت ہے وہ ایک ذراع ہے قبلہ کی طرف ایک شبر ہے، جو شام کی طرف ہے وہ ساری فضا (خالی جگہ) ہے اس فضا میں شام کی طرف ایک شکستہ ٹب ہے اور ایک لکڑی کا مکتل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عفت مآب خواتین کے مابین عمارت یہاں تھی۔" یحییٰ بن حسن نے محمد بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ چار دیواری جو آپ کی قبر انور کے اردگرد تھی اس میں ایک ٹب تھا۔ ایک لکڑی تھی اور ایک شاخ تھی۔" ابن زناد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ٹب تھا جسے وہاں کام کرنے والے چھوڑ گئے تھے۔" ابوغسان نے کہا ہے "میں نے اس چار دیواری کے اندر دیکھا تو مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ایک گمان کرنے والے نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں ایک ٹب دیکھا تھا یا رکن کے ساتھ کچھ رکھا ہوا تھا، مگر میں نے اسے نہ دیکھا نہ میں کسی کو جانتا ہوں کہ اس سے اسے لے لیا ہو۔ میں نے وہ حجرہ بھی نہ دیکھا جو اس چار دیواری کے اندر تھا۔"

❁❁❁

آٹھواں باب

قبر انور کے وسیلہ سے ابرِ کرم

دارمی نے ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرو۔ آسمان کی طرف اس میں شگاف کر دو حتیٰ کہ اس کے اور آسمان کے مابین چھت نہ رہے۔" انہوں نے اسی طرح کیا، پھر بہت زیادہ بارش ہوئی حتیٰ کہ خوب گھاس اُگی، اور اونٹ موٹے ہو گئے، حتیٰ کہ وہ چربی کی وجہ سے خوب موٹے ہو گئے۔ اس سال کو "عام الفتق" کہا جاتا تھا۔

❁❁❁

نواں باب

قبرانور اور منبر پاک کے درمیانی جگہ کی فضیلت

امام احمد، شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد اور امام بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے، الطبرانی نے حضرت ابوسعید خدری سے، بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، عبداللہ بن امام احمد نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین۔'' یا فرمایا: ''میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کا حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ میرا منبر پاک حوض پر ہے اور میرا منبر پاک جنت کے باغات میں سے ایک بلند باغ (روضہ، درجہ، دروازہ، باغیچہ، زینہ اور دروازہ) ہے۔'' امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میرا یہ منبر پاک جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ پر ہے۔''

تنبیہات

۱۔ منبر پاک کے حوض کوثر پر ہونے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

۱۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے منبر پاک کا قصد کرنا اور اسے لازم پکڑنا تاکہ وہ اعمال صالحہ سرانجام ہو سکیں اس شخص کو حوض کوثر کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے لیے لازم کر دیتا ہے کہ وہ وہاں سے پانی نوش کرے۔''

۲۔ ابن نجار نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ منبر پاک جس پر آپ کھڑے ہوتے تھے رب تعالیٰ اسے اسی طرح کر دے گا جیسے وہ ساری مخلوق کو لوٹا دے گا۔ وہ اسی روز آپ کے منبر پاک پر ہو گا۔''
ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہی واضح موقف ہے۔ اکثر لوگوں کا یہی موقف ہے۔''

۳۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ منبر کو تخلیق کرے گا اسے آپ کے حوض پر رکھ دے گا۔ السید نے لکھا ہے کہ میرے لیے اس کا چوتھا مفہوم بھی عیاں ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ قطعہ مبارکہ جس پر منبر مبارک ہے اسے اسی طرح جنت میں لے جایا جائے گا۔ آپ کے منبر پاک کو اسی ہیئت پر لوٹا دیا جائے گا، تاکہ یہ ان امور کے مناسب ہو سکے جو جنت میں ہیں۔ اسے حوض کوثر کے اصل میں رکھا جائے گا اسی لیے اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ سے تعبیر فرمایا۔ آپ نے اس کا تذکرہ اس لیے فرمایا تاکہ امت میں اس مبارک جگہ پر عمل کرنے کی ترغیب پیدا ہو تاکہ یہ اپنے صاحب کو اسی مقام تک لے چلے۔'' یہ حقیقت میں پہلے دونوں اقوال کو

جمع کیا گیا ہے۔

۲۔ روضہ مبارکہ کی فضیلت میں جو کچھ آیا ہے اس کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ الحافظ نے رقم کیا ہے کہ جو کچھ علماء کرام نے تاویلات کی ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ یہ قطعہ مبارکہ نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ اس طرح کہ اس میں ہونے والے ذکر کے حلقات کو لازم پکڑنے سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں۔ خصوصاً آپ کے عہد ہمایوں میں یہ برکات وعنایات اپنے پورے نکتہ کمال پر تھیں۔ اسی طرح یہ لفظ کے بغیر مجاز ہوگا، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں عبادت کرنا جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ بھی مجازی معنی ہوگا، یا یہ اپنے ظاہر پر ہی ہوگا۔ مراد یہ ہوگا کہ یہ حقیقی باغ میں ہوگا کہ آخرت میں یہ بعینہٖ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔'' انہوں نے لکھا ہے'' قوت میں اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔ اول اور آخری قول کی تقویت کا احتمال ہے۔ میرے نزدیک آخری قول سب سے قوی ہے۔ ابن محبار نے اسے اختیار کیا ہے۔ برہان بن فرحون نے اسے ہی'' مناسک'' میں ذکر کیا ہے۔ ابن جوزی وغیرہ نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:'' آپ کے فرمان'' میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔'' امام مالک نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔ ان سے ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے جسے جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ ساری زمین کی مانند نہیں ہے، جو ختم ہو جائے گی اور فناء ہو جائے گی۔'' علماء کرام کی ایک جماعت نے بھی اسی کی موافقت کی ہے۔ خطیب بن جملہ نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے داؤدی سے نقل کیا ہے۔ ابن الحاج نے المدخل میں اس کی تصحیح کی ہے کہ اس سے علماء کرام اس مبارک مقام کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

الحافظ نے ایک اور جگہ تیسری توجیہ لکھنے کے بعد لکھا ہے'' یا یہ مجازی طور پر ہے کہ اس میں عبادت ہر عابد کو جنت کے باغ میں داخل کر دے گی۔'' اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ اختصاص اسم مبارک قطعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ اس مقام مبارک کو دیگر مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ شیخ ابن ابی جمرہ نے دوسری اور تیسری توجیہ کو جمع کیا ہے۔ انہوں نے پہلی توجیہ کے ذکر پر اعتماد نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ زیادہ واضح یہ ہے (واللہ اعلم) دونوں توجیہوں کو جمع کیا جائے کیونکہ ہر ایک کی دلیل ہے جو اسے تقویت دیتی ہے جہاں تک اس دلیل کا ذکر ہے کہ اس میں عمل کرنا جنت کو لازم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسجد مبارک میں اجر و ثواب کے کئی گنا ہونے کا تذکرہ ہے، لہٰذا اس قطعہ مبارکہ کو مسجد نبوی کے دیگر حصوں پر فضیلت حاصل ہو گی۔''

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ یہ حصہ بعینہٖ جنت میں ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ منبر حوض پر ہے تو کسی ایک عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ یہ فرمان اپنے ظاہر پر ہے۔ یہ حق ہے۔ یہ محسوس ہے۔ یہ آپ کے حوض پر ہے۔ اس

میں اختلاف پہلے نقل ہو چکا ہے۔قواعدِ شرع سے یہ بات محکم ہوتی ہے کہ اس قطعۂ مبارکہ کی برکت کا ہمارے لیے کیا فائدہ ہے؟ اس کے بارے میں بتانے کا اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں کہ اس کو اطاعات سے آباد کیا جائے۔"
انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس کی ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ قطعۂ مبارکہ اب بھی جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں تبدیل ہو جائے گا جیسے یہ پہلے تھا، اور عمل کرنے والے کے لیے ہوگا۔اس میں ایک عمل جنت میں ایک درجہ ہوگا۔ یہ مؤقف دو اعتبار سے اظہر ہے۔

۱۔ آپ کے منصب کی عظمت و رفعت کی وجہ سے تاکہ اس اعتبار سے آپ میں اور ابوۃ ابراہمیہ میں مشابہت ہو سکے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں حوض کے ساتھ مختص کیا ہے تو اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اس جنت کے باغ کے ساتھ مختص کر دیا۔ جگہ کی نفاست کے اعتبار سے بھی یہی مؤقف درست ہے۔اسی مؤقف میں لفظ کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس سے پھیرنے کا تقاضا نہیں ہے۔اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ہم روئے زمین سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔جب سے انسان نے اس جہانِ فانی پر قدم دھرا ہے تو اس کے لیے اس عالم کے حقائق منکشف نہیں ہوئے کیونکہ اس کے پردے بہت کثیف ہیں۔

۲۔ مذکورہ دلیل نے جو اس کا احاطہ کیا ہے وہ یا تو از روئے عبادت ہے، یا اس لیے کہ حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین آپ کثرت سے آتے جاتے تھے اور اسے اس قبر انور کا قرب حاصل ہے جو روضہ عظمیٰ ہے جیسے ابن ابی جمرہ نے اشارہ کیا ہے۔

❀❀❀

دسواں باب

مسجد نبوی کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (التوبۃ:۱۰۸)

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے، وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے باہم مباحثہ کیا۔ ایک شخص کا تعلق بنو خدرہ کے ساتھ تھا، جبکہ دوسرے شخص کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

ہے۔خدری نے کہا:"یہ مسجد نبوی ہے۔" دوسرے شخص نے کہا:"یہ مسجد قباء ہے۔ یہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔آپ نے فرمایا:"وہ یہی مسجد ہے۔"یعنی مسجد رسول اللہ ﷺ۔فرمایا:"مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔میں نے اس مسجد کے متعلق پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔آپ نے سنگریزوں کی مٹھی لی اور انہیں زمین پر مارا اور فرمایا:"وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔"امام احمد نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔"

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اگر میری مسجد کو صنعاء تک بھی بنایا جائے تو وہ میری مسجد ہی ہوگی۔"انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"اگر حضور اکرم ﷺ کی مسجد کو ذوالحلیفہ تک بڑھا دیا جائے تو وہ آپ ہی کی مسجد ہوگی۔"امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جس کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہوئی اس کے لیے آگ سے براءت،عذاب سے نجات اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"میری اس مسجد میں ایک نماز ان ایک ہزار نمازوں سے افضل یا بہتر ہے جو اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جائیں سوائے مسجد حرام کے۔"شیخان نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"صرف تین مساجد کی طرف سے ہی کجاوے باندھے جائیں۔(سفر کیا جائے) میری اس مسجد کی طرف،مسجد حرام کی طرف اور مسجد اقصیٰ کی طرف۔"بزار اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"وہ عمدہ مقامات جن کی طرف کجاوے باندھے جاتے ہیں وہ میری مسجد اور بیت عتیق مسجد ابراہیم علیہ السلام ہے۔"

تنبیہات

۱- آپ کے فرمانِ عالی شان"میری اس مسجد میں نماز،اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جانے والی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔"اس حدیث پاک کی تاویل میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ آپ کی مسجد میں ایک نماز مسجد حرام میں پڑھنے والی ایک نماز سے ایک درجہ سے کم ہے۔"ابوعمر نے ایک گروہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ مسجد حرام میں نماز ادا کرنا مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا گیا

ہے۔"میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا کسی اور مسجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ یہ اس سے ایک سو نمازوں کے اعتبار سے افضل ہے۔"

۲۔ آپ نے فرمایا: "کجاوے نہ باندھے جائیں مگر ان تین مساجد کی طرف۔" ایک قول یہ ہے یہ نفی ہی کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نہی نہیں بلکہ صرف خبر دینا ہے۔ اس میں حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نفی مطلق نہی کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگر یہ مقدر مان بھی لیا جائے کہ نہی کا تقاضا کرتی ہے تو یہ اسی چیز میں نہی کا تقاضا کرتی ہے جس پر نفی واقع ہو۔ اس جگہ نفی، نفیٔ حقیقت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ نفی اس کے مقاصد میں سے کسی مقصود کی نفی کے لیے ہے اس سے یہ تعین نہیں ہوتا یہ مطلق جواز کے لیے ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ "لا یشد الرحال" وجوب یا استحباب یا اطاعت مسنونہ کے لیے ہو۔ یہ اپنی نوع یا جنس کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ خصوصیت کے اعتبار سے ہو محتملات میں سے کسی کا تعیین بھی دلیل کی محتاج ہے۔ اگر یہ بھی مقدر مان لیا جائے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس طرح کی نہی تحریم کا تقاضا کرتی ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے ائمہ اصولیین کا اطلاق کہ نہی حرمت کا اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے یہ فعل امر کے صیغہ "اُفْعَل" اور فعل نہی کے صیغہ "لا تفعل" پر محمول ہے، کیونکہ اسی میں حقیقت کا دعویٰ صحیح ہوتا ہے۔

جہاں تک حقیقی موضوع کا تعلق ہے جو امر اور نہی کے بغیر ہو تو یہ ایک معنی کے اعتبار سے خبر کی طرح فائدہ دیتا ہے جو امر کے معنی میں ہوتا ہے۔ نفی جبکہ نہی کے معنی میں ہو اس میں یہ دعویٰ نہیں ہوسکتا کہ وہ حقیقت میں وجوب کے لیے ہو تحریم کے لیے نہ ہو۔ جب یہ امر یا نہی کے معنی میں استعمال ہو تو اپنے غیر موضوع لہ میں مستعمل ہوتی ہے، جبکہ یہ دعویٰ کہ یہ ایجاب یا تحریم میں اس کا استعمال موضوع لغیر ہما میں برائی جتانے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی جگہ بہت سے فقہاء لغزش کھا جاتے ہیں۔ وہ ائمہ الاصول کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب بھی یہ نہی یا امر کا فائدہ دیتا تو وہ اسی لغزش میں گر جاتے ہیں، جبکہ محقق مراد کو جان لیتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔" یہ ساری تفصیل شیخ الاسلام کمال الدین بن زملکانی نے اپنی کتاب "العمل المقبول فی زیارۃ الرسول ﷺ" میں رقم کی ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان مساجد کی طرف سفر کرنے کی افضلیت کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے جمہور سے یہی روایت کیا ہے۔ عراقی نے لکھا ہے "حدیث پاک کا احسن محمول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے کہ اس مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر نہ کیا جائے جہاں تک مساجد کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ہے جیسے حصول علم، اہل علم کی زیارت، بھائیوں سے ملاقات، تجارت اور سیر کے لیے وغیرہ۔ یہ امور اس میں داخل ہی نہیں ہیں۔ امام احمد کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "کسی نمازی کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی مسجد کی طرف سفر کرے وہ وہاں نماز ادا کرنا چاہے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے۔" شیخ تقی

الدین السبکی نے لکھا ہے:"روئے زمین کے کسی قطعہ کا ثواب ان کے برابر نہیں کہ اس فضیلت کے حصول کے لیے اس کی طرف سفر کیا جائے سوائے ان تین مساجد کے۔ بلاشبہ ان تین مساجد کی زمین اور وہ جگہ جہاں آپ کی قبر انور ہے یہ ساری زمین سے افضل ہیں۔ آپ کی قبر انور کی جگہ، مسجد حرام اور مسجد نبوی مسجد اقصیٰ سے افضل ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام افضل ہے یا مسجد نبوی۔"

۳- قاضی عیاض نے اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ آپ کی قبر انور کی جگہ ساری زمین سے افضل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ مخلوقات سے کوئی بھی رب تعالیٰ کے ہاں آپ سے معزز اور محترم نہیں ہے۔ نہ عالم علوی میں۔ نہ عالم سفلی میں۔" جیسے کہ خصائص میں گزر چکا ہے۔" بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس مؤمن کے لیے کیسے ممکن ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل و جان سے تعظیم کرتا ہے۔ وہ اس روضہ مبارکہ کے شرف و قدر کا دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی طرف سفر کرے مسجد نبوی میں داخل ہو اس میں نماز ادا کرے، لیکن اس روضہ مبارکہ کا قصد نہ کرے جو حجرہ مقدسہ میں ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ روضہ مقدسہ اور قبر انور کی طرف منہ کر کے درود شریف پڑھتے وقت اس کی کیفیت کیا ہوگی جبکہ وہ جانتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا کلام سن رہے ہیں۔ جب وہ آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا وہ اس طرح کر سکتا ہے کہ وہ حجرہ مقدسہ اور قبر انور کا قصد نہ کرے اور آپ پر سلام عرض نہ کرے۔ اگر کسی سے یہ نازیبا فعل سرزد ہوتا ہے تو اس کا دل محبت و عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہوگا، جو رب تعالیٰ کی رحمت پاتا ہے۔ وہ اس کا ادراک اپنے نفس میں پاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آتا ہے تو اس کا قصد مسجد نبوی کے ارادہ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ زائرین کی یہی شان ہوتی ہے۔"

۴- امام ابن عبد البر نے فرمایا ہے۔ انہوں نے صحیحین کی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آپ پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء جاتے تھے۔ مسجد قباء میں آپ کا تشریف لے جانا آپ کے اس فرمان کے معارض نہیں "لا تُعمل المطی" کیونکہ علماء کرام نے آپ کے اس فرمان کی شرح میں لکھا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ مذکور بالا تینوں مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز ادا کرے گا تو وہاں جانا اس کے لیے لازم ہو جائے گا۔ دیگر مساجد کا معاملہ جدا گانہ ہے جبکہ قباء وغیرہ دیگر رباط کے مقامات میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قباء کی یہ روایت اسی کی دلیل ہے۔"

علامہ ابن جملہ نے تحریر کیا ہے" جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ حق ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ اسی لیے فقہاء اور محدثین میں سے ائمہ اس حدیث پاک کو باب النذر میں ذکر کرتے ہیں۔ جہاد کے لیے سفر کرنا اور علم حاصل کرنا

واجب ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھائیوں کی زیارت کرنا ان آثار میں غور و فکر کرنا جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت شارع علیہ السلام کا مطلوب ہیں۔ کچھ واجب اور کچھ مستحب ہیں۔ تجارت اور اغراض دنیا کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ اب صرف معصیت کے لیے سفر کرنا باقی رہ گیا۔ اس وقت یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ رب العزت جس سفر کو پسند کرتا ہے اس میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے جانا اس قسم (معصیت) کے لیے ہو سکتا ہے، جو اس طرح کا قول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی جرأت کرتا ہے۔ یہ کلام اہانت اور سوء ادب کے گرد گھومتا ہے۔ جب اسے مطلق رکھا جائے جو اس کے قائل کے کفر کا تقاضا کرتا ہے ہم ایسے خذلان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اسی طرح اس ساری تفصیل کے مخالف آپ کا یہ فرمان بھی نہیں: "میری قبر کو عید نہ بنا لینا نہ تم اپنے گھروں میں تصاویر رکھو۔" کیونکہ اس کے سیاق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آپ پر درود و سلام قبر انور کے پاس ہی موثر ہو سکتا ہے۔ اس سے تو آپ پر دور سے سلام عرض کرنے کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: "تمہارا درود پاک مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔" دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور رخت سفر باندھنے میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب وہ جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ دراصل آخرت سے ہی ہے خصوصاً اس جگہ میں، لہٰذا ہم اس سفر مبارک کے جواز میں اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے۔"

❁❁❁

گیارھواں باب

قبر انور میں آپ کی زندگی، اسی طرح سارے انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

الشیخ نے اپنی کتاب "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں لکھا ہے "ہمارے نزدیک آپ کا قبر انور میں زندہ ہونا، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس کے بارے ہمارے پاس اسی قسم کے دلائل ہیں۔ متواتر روایات ہیں۔"

شیخ جمال الدین الاردبیلی الشافعی نے اپنی کتاب "الانوار فی اعمال الابرار" میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے کتاب "الاعتقاد" میں لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ ان میں سے بہت سے بلند اقبال حضرات آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

واجب ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھائیوں کی زیارت کرنا ان آثار میں غور وفکر کرنا جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت شارع علیہ السلام کا مطلوب ہیں۔ کچھ واجب اور کچھ مستحب ہیں۔ تجارت اور اغراض دنیا کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ اب صرف معصیت کے لیے سفر کرنا باقی رہ گیا۔ اس وقت یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ رب العزت جس سفر کو پسند کرتا ہے اس میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے جانا اس قسم (معصیت) کے لیے ہوسکتا ہے، جو اس طرح کا قول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی جرأت کرتا ہے۔ یہ کلام اہانت اور سوء ادب کے گرد گھومتا ہے۔ جب اسے مطلق رکھا جائے جو اس کے قائل کے کفر کا تقاضا کرتا ہے ہم ایسے خذلان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ساری تفصیل کے مخالف آپ کا یہ فرمان بھی نہیں: "میری قبر کو عید نہ بنا لینا نہ تم اپنے گھروں میں تصاویر رکھو۔" کیونکہ اس کے سیاق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آپ پر درود وسلام قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس سے تو آپ پر دور سے سلام عرض کرنے کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: "تمہارا درود پاک مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔" دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور رخت سفر باندھنے میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب وہ جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ دراصل آخرت سے ہی ہے خصوصاً اس جگہ میں، لہٰذا ہم اس سفر مبارک کے جواز میں اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے۔"

❁❁❁

گیارھواں باب

قبر انور میں آپ کی زندگی، اسی طرح سارے انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

الشیخ نے اپنی کتاب "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں لکھا ہے "ہمارے نزدیک آپ کا قبر انور میں زندہ ہونا، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس کے بارے ہمارے پاس اسی قسم کے دلائل ہیں۔ متواتر روایات ہیں۔"

شیخ جمال الدین الاردبیلی الشافعی نے اپنی کتاب "الانوار فی اعمال الابرار" میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے کتاب "الاعتقاد" میں لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ ان میں سے بہت سے بلند اقبال حضرات آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے نماز میں ان کی امامت بھی کرائی۔آپ نے انہیں کچھ بتایا۔آپ کی خبر سچی نکلی۔ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارا درود شریف آپ تک پہنچتا ہے۔رب تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ کو کھائے۔"

امام القرطبی نے التذکرہ میں الصعقہ کی حدیث میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ موت فناء ہو جانے کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیائے کرام قتل ہوئے۔اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں۔انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ مسرور وشاداں ہوتے ہیں۔یہ دنیا میں زندوں کے اوصاف ہیں۔ جب یہ شہداء کی کیفیت ہے تو انبیائے کرام اس کے زیادہ مستحق ہیں۔یہ روایت صحیح ہے کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام نہیں کھاتی۔آپ انبیاء کرام کے ساتھ شب معراج میں بیت المقدس میں جمع ہوئے۔آسمانوں پر ان سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اپنی قبر انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔آپ نے بتایا ہے کہ آپ سلام کرنے والے کو جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ان دلائل سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی موت اس طرف راجح ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو جاتے ہیں۔اس حیثیت سے کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہوتے ہیں۔زندہ ہوتے ہیں۔یہ حال میں ملائکہ کی طرح ہوتے ہیں۔وہ زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے مگر اولیاء کرام میں سے جسے اس کرامت کے ساتھ مختص فرما دے۔"

الاستاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔یہ شوافع کے شیخ ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔آپ اپنی امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں گناہ گاروں کے گناہوں سے غمزدہ ہوتے ہیں آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر درود پاک پڑھتا ہے وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔" انہوں نے فرمایا:"انبیاء کرام بوسیدہ نہیں ہوتے نہ ہی زمین ان کے اجسام میں سے کچھ کھاتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں وصال ہو چکا تھا۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"آپ نے انہیں ان کی قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔"معراج کی روایت میں آپ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں آسمان پر دیکھا۔حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہما السلام سے بھی ملاقات کی۔انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔جب یہ اصل ہمارے لیے صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے تھے۔آپ اپنی نبوت پر ہیں۔"

سیدی عفیف الدین الیافعی نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ایسے احوال لوٹا دیے جاتے ہیں جن میں وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھتے ہیں وہ زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں دیکھا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ یہ امر طے ہے کہ جو امور انبیائے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز ہیں۔وہ ان کی امم کے اولیاء کرام کے لیے بطور کرامت جائز ہیں مگر اس جگہ چیلنج شرط نہیں ہے۔حیات الانبیاء کا انکار صرف جاہل ہی کرتا ہے علماء کرام کی نصوص حیات الانبیاء کے بارے میں ان گنت ہیں۔ہمارے

لیے یہی مقدار کافی ہے۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت اوس الثقفی سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے ایام میں سے افضل دن یوم الجمعہ ہے۔ اس روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر ہمارا درود و سلام کیسے پیش ہوگا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کو کھائے۔"

امام احمد، ابو داؤد اور بیہقی نے صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو بھی مجھے سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

ابو یعلی نے یہ سند اس طرح لکھی ہے:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی، حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر، حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج، ابن عدی نے یہ اضافہ کیا ہے: "ابن اسود عن ثابت البنانی"۔

الحافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ابو جہم الازرق صدوق ہیں۔ ان کا حال بہت اچھا تھا۔ یحییٰ بن ابی بکیر امام بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ المستلم بن سعید کو امام احمد نے شیخ ثقہ لکھا ہے۔ امام نسائی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے صدوق اور عابد تھے۔ کبھی انہیں وہم ہو جاتا تھا۔ ان کے شیخ حجاج تھے۔ حافظ عبد الغنی بن سعید نے الایضاح میں لکھا ہے مشکل حجاج بن حجاج کی ہے۔ یہ وہی حجاج اسود ہیں جن سے جعفر بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔ مستلم بن سعید ہی حجاج باہلی ہیں۔ یہی بن حجاج ہیں۔ یہی حجاج الاحول ہیں یہ حجاج شہد کا مشکیزہ تھے۔ انہی کے متعلق امام احمد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم نے انہیں ثقات میں ثقہ کہا ہے صدوق کہا ہے الحافظ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کے متعلق تو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

الحافظ عبد الغنی بن سعید نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا ابراهیم بن علی الجبائی، حدثنا یحیی بن محمد بن ساعدة حدثنا عبدالله بن محمد بن یحیی بن بکیر حدثنا یحیی بن بکیر به۔

ابن عدی نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا قسطنطین بن عبدالله الرومی حدثنا حسن بن عرفة، حدثنی الحسن بن قتیبة المدائنی حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج بن الاسود عن ثابت البنانی عن انس رضی الله عنه۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا کرتے ہیں۔"

ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں انہیں سلام کا جواب ضرور دوں گا۔" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے گزریں گے۔ اگر انہوں نے مجھ پر سلام بھیجا تو میں انہیں سلام کا جواب دوں گا۔"

ابن نجار نے حضرت ابراہیم بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی سال حج کیا۔ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا میں آپ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے اندر سے آواز سنی "و علیك السلام" علامہ بازری نے التوثیق میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان بن سحیم نے فرمایا: "میں نے نیند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! امت کے جو افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ان کا سلام جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔"

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے الحرّہ کی راتوں میں خود کو دیکھا۔ میرے علاوہ مسجد نبوی میں اور کوئی نہ تھا۔ جب بھی اذان کا وقت آتا میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا۔"

زبیر بن بکار کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا۔ یہ حرہ کے ایام تھے حتیٰ کہ لوگ واپس آگئے۔" ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے حرہ کے ایام میں لوگوں کو لازم پکڑا لوگ باہم قتال کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "جب نماز کا وقت آتا تو میں اذان کی آواز سنتا جو قبر انور سے آ رہی ہوتی تھی۔" دارمی نے حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایام حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہو سکی نہ ہی اقامت ہو سکی۔ حضرت سعید بن مسیب مسجد نبوی میں رہے وہ نماز کا وقت اس آواز سے جانتے تھے جو وہ آپ کی قبر انور سے سنتے تھے۔"

ابن ماجہ نے جید اسناد سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص بھی درود و سلام پڑھے گا تو جب وہ فارغ ہو جائے گا تو اس کا درود و سلام مجھ کو پیش کر دیا جائے گا۔" میں نے عرض کی: "آپ کے وصال کے بعد بھی۔" آپ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔" ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے قبر میں رزق دیا جاتا ہے۔"

الطبرانی نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے "جو شخص بھی مجھ پر درود و سلام پڑھے۔ اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔" اس روایت کی سند ثقہ ہے، لیکن یہ روایت منقطع ہے۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں الاصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو میری قبر انور کے پاس درود شریف پڑھتا ہے۔ میں اس کی آواز خود سنتا ہوں، جو دور سے مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے۔ وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔" امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اسے خلائق کی سماعت عطا کی ہے۔ وہ میری قبر پر کھڑا ہے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔"

امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام میں اور اصبہانی نے "الترغیب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کے دن یا رات کو مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر حاجتیں آخرت میں اور تیس حاجتیں دنیا میں پوری کرے گا۔ رب تعالیٰ نے اس کے لیے ایک فرشتہ کو موکل بنا رکھا ہے۔ وہ درودِ پاک لے کر میری قبر انور میں داخل ہوگا۔ جیسے کوئی تمہارے پاس تحائف لے کر آتا ہے۔ میرے وصال کے بعد میرا علم اسی طرح ہوگا جیسے میری حیات طیبہ میں میرا علم ہے۔" امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ مجھے بتائے گا کہ میرے وصال کے بعد کس نے مجھ پر درود شریف پڑھا۔ وہ اس کا نام اور نسب بھی مجھے بتاتا ہے اور اسے میرے پاس سفید صحیفہ میں رقم کر دیتا ہے۔" امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "انبیائے کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبور میں نہیں چھوڑا جاتا بلکہ وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونک دیا جائے گا۔" امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اسی قدر نماز پڑھتے ہیں، پھر وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ثوری نے اپنی "جامع" میں تحریر کیا ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کوئی نبی بھی اپنی قبر انور میں چالیس صبحوں سے زیادہ نہیں رہتا، حتیٰ کہ اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔" اس روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں، ثوری نے حضرت ابو المقدام سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ زرکشی نے لکھا ہے کہ ابو مقدام ثابت بن ہرمز ایک صالح بزرگ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا نام ابریم بھی بتایا جاتا ہے۔ ابن المدینی نے انہیں ثقہ کہا ہے ابی ابو داؤد، نسائی، یعقوب اور ابن سفیان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ الحافظ نے التقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن القطان نے کہا ہے کہ میں نے دار قطنی کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے انہیں ضعیف کہا ہو۔ یہ بات رائے کے اعتبار سے نہیں کہی جا سکتی۔ ابو شیخ نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن احمد سے اور انہوں نے حسن بن صباح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے وصیت نہ کی اسے مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے کلام کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔"

ابن حبان نے "المجروحین" میں حسن بن یحییٰ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نبی کا بھی وصال ہوا ہے۔ اسے اس کی قبر انور میں چالیس صبحیں رکھا جاتا ہے، پھر اس کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔" اس حسن کو اکثر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ رحیم نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔"

ابو حاتم نے انہیں صدوق لکھا ہے لیکن ان کا حافظہ اچھا نہ تھا۔ ابن معین نے ابن ابی مریم کی روایت میں انہیں ثقہ لکھا ہے۔ ابو داؤد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ الشیخ نے موضوعات ابن جوزی کی تہذیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ جس سے یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے: "اسی طرح وہ دیگر زندہ لوگوں کی مانند ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز فرمایا ہوتا ہے۔

تنبیہات

۱۔ السید نور الدین السمہودی نے تاریخ المدینہ میں لکھا ہے: "اگر وہ صحیح ہے جو حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے تو پھر آپ کا اپنی قبر انور کے ساتھ خصوصی تعلق اور نسبت ہے، جبکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ آپ اس وصف سے متصف ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وصف آپ کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قطعی قائم ہو جائے۔ جس کی خبر حضرت ابن مسیب نے دی ہے کہ وہ ایام الحرہ میں آپ کی قبر انور سے اذان اور اقامت سنتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے محاصرہ کے زمانہ میں فرمایا تھا: "میں اپنے دار ہجرت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس سے جدا نہ ہوں گا۔"

ابن عساکر نے جید سند سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے شام کی سرزمین پر داریا کو اپنا مسکن بنالیا۔ انہوں نے خواب میں حضور سید والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ فرما رہے تھے: "بلال! یہ کیسی جفا ہے؟ کیا تم میری زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟" وہ غمزدہ اور خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ قبر انور پر حاضر ہوئے۔ رونے لگے۔ چہرہ پر خاکِ پاک ملنے لگے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ چمٹانے لگے اور ان کے بوسے لینے لگے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم چاہتے ہیں ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے۔" وہ مسجد کے اوپر چڑھے۔ اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے "اللہ اکبر" کہا تو مدینہ طیبہ لرز اٹھا۔ جب اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کے لرزہ میں اضافہ ہو گیا۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو پردہ نشیں خواتین پردوں سے نکل آئیں۔ لوگوں نے کہا: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر اس جہانِ رنگ و بو میں بھیج دیا گیا ہے۔" لوگ جتنے اس دن روئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں اس قدر روتے ہوئے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔"

امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ نے تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد حیات تامہ سے نوازا ہے۔ آپ کی یہ حیات طیبہ ابھی تک برقرار ہے یہ تاحشر برقرار رہے گی۔ یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں بہت سے اموراس کی دلیل ہیں۔

۱۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ؁

(آل عمران، ۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

یہ آیت طیبہ تین اعتبار سے اس امر پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ برزخ میں حیاتِ طیبہ امت کے شہداء میں سے ہر ایک کو حاصل ہے۔ شہداء کو یہ فضیلت ان لوگوں پر حاصل ہے جو شہداء نہیں ہیں۔ وہ ان سے افضل ہیں جنہیں یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ امت میں سے کوئی بھی شخص نہیں جو درجہ میں، ثواب کی اکملیت میں اور احسن حالات میں آپ کے درجہ سے افضل ہو۔

۲۔ جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوئے وہ شہادت کی وجہ سے اس رتبہ کے مستحق بنے جبکہ آپ کو اتم اور اکمل وجود سے شہادت بھی حاصل ہے، کیونکہ شہید کو شہید اسی لیے کہتے ہیں کہ یا تو وہ موت کی شہادت دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی شہادت دیتا ہے یا روزِ حشر لوگوں پر شہادت دے گا، یا رب تعالیٰ کے ثواب کا مشاہدہ کرتا ہے یا اس کے فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ رتبہ امت کے رتبہ سے اکمل اور اعلیٰ ہے رب تعالیٰ کے لیے شہادت اور لوگوں پر آپ کی شہادت سب سے بلند و برتر ہے۔ آپ نے تو شہداء کی بھی شہادت دی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا رسول تم پر گواہ ہو)

• اگر کوئی وہم کرنے والا یہ وہم کرے کہ یہ تو راہِ خدا میں مقتول کے خصائص ہیں۔ ہم نے آپ کے وصال کے ابواب میں ذکر کر دیا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے لیے نبوت کے ساتھ شہادت کو بھی پسند فرمایا ہے۔"

الحافظ عبد الغنی المقدسی الحنبلی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: "تم نے سوال کیا ہے رب تعالیٰ ہم پر احسان کرے اور تمہیں توفیق عطا کرے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی، سیدنا المصطفیٰ المرتضیٰ سید الخلق ﷺ کی اپنے مرسلین عظام اور

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز کو کیسے پسند کر لیا اور کیسے راضی ہو گیا۔ کیا انہوں نے اپنے اجسام کے ساتھ نماز ادا کی تھی یا ارواح کے ساتھ؟ جان لو۔ رب تعالیٰ تم پر رحم کرے اہل حق کا موقف یہ ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت پاک کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ کی معراج پاک آپ کے جسم اطہر اور روح اقدس کے ساتھ عالم بیداری میں تھی عالم نیند میں نہ تھی۔ قرآن پاک میں یہی وارد ہے صحیح روایت میں اسی کا تذکرہ ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الاسراء:۱)

ترجمہ: (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے۔

اس کے متعلق صحیح روایات متواتر ہیں۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ ابو داؤد، نسائی اور ایک جماعت نے حضرت اوس بن اوس سے روایت نقل کی ہے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں شب معراج میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔" یہ اجسام کی صفات ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں ہیں۔" معراج کے متعلق حسن روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا۔ میں نے انبیائے کرام کو جان لیا کچھ قیام میں تھے کچھ رکوع اور سجدے میں تھے۔"

بہت سی صحیح روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو خوش آمدید کہا تھا۔ یہ بھی صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ جب آپ آگے گزرے تو وہ رونے لگے۔ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے حلیے بھی بیان کیے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ شنوءۃ کے مردوں میں سے ہوں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، جبکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے اس صاحب (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔" یہ اجسام کے اوصاف ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں۔" آپ نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: "میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ میں نے بنو اسرائیل کو خوب پرکھا ہے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے حریم ناز میں جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔" انہوں نے بار بار اسی طرح کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں یہ محال ہے کہ یہ خطاب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے جسم اطہر کو چھوڑ کر روح کی طرف سے ہو۔ اس کا قائل نقل اور عقل کی مخالفت کرنے والا ہے۔ ہم یہ موقف تسلیم نہیں کرتے کہ آپ نے انبیائے کرام کے اجسام اطہر دیکھے۔ ان کے حلیے بیان کیے۔ ان سے مخاطب ہوئے۔ انہوں نے آپ سے شرف ہمکلامی حاصل کیا پھر انہوں نے اجسام کے بغیر صرف ارواح کے ساتھ نماز ادا کی۔ لغت میں الصلاۃ کا معنی دعا ہے۔ ارواح کا قیام، قعود اور قرأت کا نہ ادراک ہو سکتا ہے نہ ہی معقول ہے نہ ہی منقول ہے۔ بابرکت ہے وہ ذات

جس نے اپنے بندۂ خاص اور رسول محترم ﷺ کو اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیا۔"

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ نے انہیں بیت المقدس میں کیسے نماز پڑھائی پھر انہیں آسمانوں پر دیکھا؟ ہم رب تعالیٰ کی توفیق سے اس کا جواب یہ دیتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر آسمانوں تک، پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پھر قاب قوسین او ادنیٰ تک سیر کرائی۔ وہ صبح سے قبل آپ کو مکہ مکرمہ لے آیا۔ اسی ذات بابرکات نے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی زیارت کرائی جیسے اس نے چاہا۔ انہیں آپ کے لیے جہاں چاہا جمع فرمایا۔ وہ ذات برکات پاک ہے جس کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس کی عظمت کی انتہاء ہے نہ ہی اس کی عظمت کا ادراک ہو سکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سمیع اور بصیر ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے نور نظر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ شیر خوارگی کے عالم میں ان کا وصال ہوا دو دایاں ہیں جو جنت میں ان کی رضاعت کی تکمیل کریں گی۔"

اس حدیث پاک کی وجہ دلالت ظاہر ہے۔ رضاعت کی تکمیل دنیا میں ہوتی ہے۔ آپ کے نورِ نظر کی عزت و کرامت کا کیا حال ہے تو پھر آپ کے حق میں حیاتِ طیبہ کا اثبات زیادہ اولیٰ ہے۔" ابو داؤد الطیالسی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ نے فرمایا: "جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے۔" اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ سابقہ احادیث سے تمہارے لیے حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ عیاں ہو چکی ہوگی۔ اللہ رب العزت نے شہداء کے متعلق فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝۱۶۹

(آلِ عمران:۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

انبیائے کرام اس حیات طیبہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کا مقام و منصب شہداء سے زیادہ جلیل اور عظیم ہے۔ سوائے چند انبیائے کرام کے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت بھی عطا کی ہے۔ وہ آیت طیبہ کے الفاظ کی عمومیت میں شامل ہیں۔ نص قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ آپ اپنی قبر انور میں بحیات ہیں، یا تو عموم لفظ سے یا مفہوم موافقت سے۔"

۲۔ اگر کہا جائے کہ آپ نے فرمایا ہے: "مگر اللہ رب العزت میری طرف میری روح کو لوٹا دیتا ہے۔" اس کا تقاضا ہے کہ بعض اوقات روح مبارک جسد اطہر سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے آپ کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم نہیں آتا۔"

شیخ، امام، علامہ علاؤ الدین القونوی الشافعی نے "آداب البحث" میں لکھا ہے "اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اور سب سے پہلے جس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ اس کے سلام کے وقت آپ کی روح مبارک کو لوٹا دیا گیا، پھر یا تو یہ کہا

جائے کہ اس کے بعد آپ کی حیات طیبہ تسلسل کے ساتھ ہے اور آپ کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر میں موجود ہے جیسے کہ وہ پہلے تھی۔ یہی مدعیٰ ہے۔ اس سے بھی احسن جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ استثناء ''الا'' کے بعد ''قد'' کا لفظ مقدر مانا جائے تاکہ اس کا یہ مفہوم بن جائے ''جو بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے مگر رب تعالیٰ میری روح پاک کو میری طرف لوٹا دیتا تھا۔'' اسی طرح کا ایک جواب امام بیہقی نے بھی دیا ہے۔ اسی جواب کو یقین کے ساتھ امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ، خطیب جامع الاموی نے ''کتاب الصلاۃ علی النبی'' میں ذکر کیا ہے۔ ایک جلیل تصنیف ہے، مگر ہمارے شیخ اس سے آگاہ نہ ہوئے۔ شیخ نے اس کی وضاحت امام بیہقی کے کلام سے آگاہ ہونے سے قبل اپنے فتاویٰ میں کر دی تھی۔ آپ کا فرمان "ردّ الله تعالیٰ" حالیہ جملہ ہے۔ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ حال کا جملہ جب فعل ماضی ہو، تو اس میں قد مقدر مان لیا جائے گا۔ جیسے رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (النساء:۹۰)

ترجمہ: یا آگئے ہو تمہارے پاس اس حال میں کہ تنگ ہو چکے ہوں ان کے سینے۔

ای قد حصرت۔ اسی طرح یہاں بھی جملہ ماضیہ مقدر مانا جائے گا، جو سلام سے قبل ہو وہ سلام جو ہر ایک کی طرف سے واقع ہو۔ ''حتیٰ'' اس جگہ تعلیل کے لیے نہیں ہے، بلکہ مجرد حرف عطف ہے جو ''واؤ'' کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوگا۔ ''جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے سلام سے قبل میری روح لوٹا چکا ہوتا ہے، اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔'' اشکال اس ظن سے پیدا ہوتا ہے کہ جملہ ''ردّ الله'' حال یا استقبال کے معنی میں ہے۔ نیز یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حتیٰ تعلیلیہ ہے۔ یہ اس طرح نہیں ہے، جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس سے یہ اشکال اصل سے ہی اٹھ گیا۔'' پھر فرمایا:

''پھر میں نے یہ حدیث پاک امام بیہقی کی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں بھی دیکھی وہاں "الا و قد رد الله علیّ روحی" کے الفاظ تھے۔ اس میں لفظ ''قد'' صراحت کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے اسقاط کی روایت کو اس کے مضمر ہونے پر محمول کیا جائے گا۔ اس کا حذف راویوں کے تصرف سے ہوگا۔ حدیث پاک کی مراد یہ بتلانا ہوگا کہ رب تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی روح مبارک کو جسم اطہر میں لوٹا دیا ہے آپ کو حیاتِ ابدی حاصل ہوگئی ہے۔ اگر کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو آپ اسے جواب سے مشرف فرماتے ہیں، کیونکہ آپ حیاتِ طیبہ رکھتے ہیں۔ یہ حدیث پاک ان احادیث مبارکہ کی مؤید بن گئی جو قبر انور میں آپ کی حیات طیبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ معنی کے اعتبار سے بھی ان کی تائید کرتی ہے کہ اگر یہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو مسلمانوں کے تکرار سے اس کا تکرار بھی لازم آتا ہے۔ رد کے تکرار سے مفارقت کا تکرار لازم آتا ہے۔ مفارقت کے تکرار سے دو قابل احتیاط امور لازم آتے ہیں۔

۱۔ جسم اطہر سے بار بار روح مبارک نکلنے سے جسم اطہر کو درد یا تکرار کے خوف سے کچھ ڈر ہونا اگر یہ درد نہ ہو۔

۲۔ یہ امر سارے لوگوں کے مخالف ہے خواہ وہ شہداء ہوں یا دوسرے لوگ، کیونکہ یہ کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں کہ

اس کی روح کی مفارقت کا تکرار ہو اور وہ برزخ کی طرف لوٹ جاتی ہو۔ حضور اکرم ﷺ جو مرتبت کے اعتبار سے سب سے بلند ترین ہیں۔ وہ استمرار کے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک تیسرا قابل احتیاط امر بھی ہے وہ قرآن مجید کی مخالفت ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ صرف ایک موت اور دو زندگیاں ہیں اس تکرار سے بہت سی اموات لازم آتی ہیں جو کہ باطل ہے۔"

پھر علامہ القونوی نے لکھا ہے کہ اس کے متعلق یا تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلے عرض کرنے والے سلام کے وقت روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے قبض کر لیا جاتا ہے جب دوسرا شخص سلام عرض کرتا ہے تو اسے لوٹا دیا جاتا ہے جب سلام عرض کرنے والے سلام عرض کرتے ہیں تو اسی طرح ہوتا ہے، لیکن یہ کسی کا قول نہیں ہے نہ ہی ایسا اعتقاد رکھنا روا ہے۔ یہ ان گنت اموات کی طرف لے جاتا ہے اور ان گنت بار روح مبارک کو لوٹانے کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر نمازی آپ پر اپنی نماز میں ایک بار یا دو بار درود شریف پڑھتا ہے۔ غیر نمازی بھی آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ ان کے سلام عرض کرنے کے اوقات مختلف ہوتے ہیں ساعات میں ہر ہر ساعت میں آپ پر سلام عرض ہوتا رہتا ہے۔ اس رد کے تکرار سے اس محذور کا تکرار لازم آتا ہے، لہٰذا یہ قول متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی روح پاک کو وصال کے بعد ہی ایک بار لوٹا دیا گیا۔ جب پہلے سلام کرنے والے نے آپ پر سلام بھیجا ہو تا روزِ حشر آپ کی حیاتِ طیبہ کو دوام حاصل ہے۔ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب اسریٰ کے دولہا ﷺ نے فرمایا: "میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو سرخ ٹیلے کے پاس دیکھا وہ اپنی قبر انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔"

دوسرا جواب:

امام سبکی نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد معنوی رد مراد ہو۔ آپ کی روحِ پاک مستقل حریم ناز کے مشاہدہ میں اور ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ میں منہمک رہتی ہو۔ جب آپ پر سلام کیا جاتا ہو تو آپ کی روح مبارک اس عالم کی طرف توجہ کرتی ہو اور سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کر لیتے ہوں یا اس کا جواب ارشاد فرماتے ہوں۔

تیسرا جواب:

شیخ نے لکھا ہے کہ الرد کا لفظ کبھی مفارقت کے جدا ہونے پر دلالت نہیں بھی کرتا، بلکہ اس سے مطلق صیرورت کنایہ ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف:٨٩)

ترجمہ: ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں۔

العود سے مراد مطلق صیرورت ہے نہ کہ انتقال کے بعد واپس آنا، کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کبھی بھی ان کی ملت سے نہ تھے۔

حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال بہت حسین ہے کیونکہ اس سے اس کے اور آپ کے اس فرمان کے مابین مناسبت لفظیہ کی رعایت ہو جاتی ہے "حتی ارد علیه السلام" حدیث پاک کی ابتداء میں لفظ رد حدیث پاک کے آخر میں اس کے تذکرہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔"

۴۔ شیخ نے کہا ہے "روح مبارک کے رد سے بدن اطہر سے اس کی جدائی کے بعد دوبارہ آجانا مراد نہیں ہے حضور اکرم ﷺ عالم برزخ میں ہیں۔ ملکوت کے احوال میں مشغول ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔ جیسے آپ دنیا میں اس وقت ہوتے تھے۔ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا یا دیگر اوقات میں ہوتا تھا۔ اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مثال علماء کرام کا ان الفاظ کے بارے میں فرمان ہے جو معراج کی بعض احادیث میں وارد ہیں کہ یہ نیند نہ تھی۔ اس سے مراد ان عجائب ملکوت سے افاقہ ہے جنہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا تھا۔"

میں کہتا ہوں "اس کی مثال حضرت ابو اسید کے نور نظر کی روایت میں ہے جب انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا تاکہ آپ انہیں گھٹی دیں۔ آپ نے انہیں اپنی مبارک ران پر بٹھا لیا۔ آپ دیگر صحابہ کرام سے محو گفتگو ہو گئے۔ حضرت ابو اسید نے اپنا نور نظر اٹھا لیا۔ جب آپ توجہ فرما ہوئے تو بچے کو نہ پایا۔ اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کی: "انہوں نے اسے اٹھا لیا ہے۔" راوی نے آپ کے لیے "استیقظ" کا لفظ استعمال کیا۔" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ نے فرمایا: "میں غمزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ مجھے قرن الثعالب کے مقام پر افاقہ ہوا۔"

۵۔ شیخ نے کہا ہے: "روح مبارک کو رد کرنے سے استمرار لازم آتا ہے کیونکہ ہر وقت اطرافِ عالم میں کوئی نہ کوئی آپ پر درود شریف پڑھ رہا ہوتا ہے۔"

۶۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے رب تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی کی، پھر فرمایا کہ آپ اپنی قبر انور میں لگاتار زندہ رہیں گے، لہٰذا ان دو روایات میں تضاد نہ رہا کیونکہ دوسری خبر پہلی سے مؤخر ہے۔

۷۔ شیخ تاج الدین الفاکہانی نے اپنی تصنیف لطیف "الفجر المنیر فیما فضل به البشیر النذیر" میں لکھا ہے کہ اس جگہ الروح سے مراد النطق (بولنا) ہے۔ یہ مجازی طور پر ہے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ میرے نطق کو واپس کر دیتا ہے آپ ابدی طور پر زندہ ہیں، لیکن حیات طیبہ سے نطق لازم نہیں آتا۔ جب بھی کوئی سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ آپ کا نطق آپ کو واپس کر دیتا ہے۔ اس مجاز کا علاقہ یہ ہے کہ نطق کو روح کا وجود لازم ہے جیسے روح کے لوازمات میں سے بالفعل اور بالقوۃ نطق کا وجود لازم ہے۔ آپ نے دو لازم اشیاء میں سے ایک کو دوسری سے تعبیر فرمایا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ روح کا لوٹنا عملاً صرف دو بار ہی ہوگا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (غافر:۱۱)

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ کیا۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے" ان کے کلام میں دو امر ہیں۔" (۱) انہوں نے اس حدیث پاک کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اسے حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (۲) ان کے کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ برزخ میں آپ کا زندہ ہونا بعض اوقات آپ کو گفتگو کرنے سے روک دیتا ہے۔ آپ کا بولنا اس وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔ جب کوئی سلام کرنے والا آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔ یہ بہت بعید ہے بلکہ ممنوع ہے۔ عقل ونقل اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ جہاں تک نقل کا تعلق ہے کہ وہ روایات جن میں برزخ میں آپ کے حالات اور انبیاء کرام کے حالات کا تذکرہ ہے ان میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ جیسے چاہتے ہیں گفتگو کرتے ہیں۔ انہیں کسی چیز سے روکا نہیں جاتا، بلکہ سارے اہل ایمان اور شہداء وغیرہ اسی طرح ہیں وہ برزخ میں گفتگو کرتے ہیں۔ جیسے چاہتے ہیں۔ برزخ میں صرف اسے گفتگو کرنے سے روک دیا جاتا ہے جو وصیت کے بغیر مرا ہو۔"

ابوشیخ ابن حبان نے کتاب "الوصایا" میں حضرت قیس بن قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو وصیت نہیں کرتا اسے مردوں کے ساتھ کلام کرنے کا اذن نہیں ملتا۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے گفتگو کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!"

امام سبکی نے فرمایا ہے: "انبیائے کرام اور شہدائے عظام کی قبر میں حیات طیبہ اسی طرح ہوتی ہے جیسے ان کی دنیا میں زندگی ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا قبر انور میں نماز ادا کرنا اسی کی تائید کرتا ہے۔ نماز عمدہ جسم کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح معراج کی روایت میں انبیائے کرام کی جتنی صفات مذکور ہیں وہ ساری اجسام کی صفات ہیں۔ جب اجسام کے ساتھ حیات حقیقیہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں اسی طرح کھانے پینے کی احتیاج ہو جیسے انہیں دنیا میں تھی لیکن حرکات جیسے علم، سماعت وغیرہ میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ان کے لیے اور سب مرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک عقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات گفتگو سے روک دینا حصر اور عذاب کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لیے اس سے وصیت کو ترک کرنے والے کو عذاب دیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات اس سے منزہ ومطہر ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ پر کسی قسم کی رکاوٹ یا قید طاری نہیں ہو سکتی جیسے کہ آپ نے اپنے مرض وصال میں سیدہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: "آج کے بعد آپ کے والد گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب شہداء اور امت مرحومہ کے سارے اہل ایمان سوائے ان کے جنہیں استثناء حاصل ہے گفتگو سے روک کر انہیں محصور نہیں کیا جا سکتا تو آپ کو کیسے اس سے روکا جا سکتا ہے۔

فائدہ:

جس حدیث پاک پر ہم نے بحث کی ہے۔ وہ امام بیہقی کی روایت ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: "الا رد الله علیّ" امام بیہقی کی روایت زیادہ لطیف اور مناسب ہے کیونکہ دونوں تعدیہ میں لطیف فرق ہے۔ "رد" "علی" سے متعدی کرنا اہانت کے لیے اور "الی" سے متعدی کرنا "اکرام" کے لیے ہوتا ہے۔"

"الصحاح" میں ہے "رد علیہ الشئ" جب کہ وہ اسے قبول نہ کرے۔ جب وہ اس میں خطاء کرے تو تم کہو: "ردّ الی منزله ورد اليه جواباً ای رجع"

امام راغب نے لکھا ہے کہ پہلی قسم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں:

يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:۱۴۹)

ترجمہ: وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے۔

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا (الانعام:۷۱)

ترجمہ: (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں گے۔

دوسری قسم میں رب تعالیٰ کے یہ فرامین آتے ہیں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ (القصص:۱۳)

ترجمہ: ہم نے اس کو اس کے حال کی طرف لوٹا دیا۔

وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ (الکھف:۳۶)

ترجمہ: بفرض محال اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا یقیناً میں پاؤں گا اس سے بہتر پلٹنے کی جگہ۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (التوبۃ:۹۴)

ترجمہ: پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ (الانعام:۶۲)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے۔

الشیخ نے اس کے بہت سے جوابات لکھے ہیں، جو پڑھنا چاہیے تو ان کے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے، میں کہتا ہوں: "قوی ترین جواب پہلا ہے۔ تیسرے اور چوتھے جواب میں نکتہ آفرینی ہے۔

۳۔ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہوں تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں محصور یا مقید ہوں کیونکہ ہم کہتے ہیں "مؤمن کی قبر انور کو تاحد نگاہ کھلا کر دیا جائے گا حضور اکرم ﷺ کی کیفیت کیا ہوگی۔"

۴۔ اگر کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوں اور رب تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد انہیں زندہ کیا ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ صور پھونکتے وقت انہیں دوسری دفعہ موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں غیر کے علاوہ دوسری دفعہ وفات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ امام حافظ صلاح الدین العلائی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں جواب دیا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا۔ سارے آسمانوں اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ بلاشبہ غیر انبیاء کا بے ہوش ہونا موت کی وجہ سے ہوگا، جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا بے ہوش ہونا غشی کی وجہ سے ہوگا یہ استشعار کا زوال ہوگا۔ دوسروں کی طرح موت نہ ہوگی، تاکہ ان کا دو بار وفات پانا لازم نہ آئے۔'' اس مؤقف کو امام بیہقی اور امام قرطبی وغیرہما نے پسند کیا ہے کہ اس روز ان کا بے ہوش ہونا وفات کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ غشی وغیرہ کے اعتبار سے ہوگا۔''

اس مؤقف کے صحیح ہونے پر آپ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔ ''لوگ روزِ حشر بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے مجھے افاقہ ملے گا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش کے پایہ کو پکڑے ہوں گے۔ مجھے علم نہیں کہ مجھ سے قبل انہیں افاقہ ہو گیا یا طور پر بے ہوش ہونے کی انہیں جزاء مل گئی۔ وہ مجھ سے پہلے زندہ نہ تھے۔'' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تیسری دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ اٹھنے کے لیے صور ہوگا تو جو بے ہوش ہوگا اسے افاقہ مل جائے گا، جو مردہ ہوگا وہ آجائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی کیفیت ہوگی اس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ان پر صرف غشی طاری ہوگی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کو افاقہ ہوگا۔ آپ سارے انبیاء وغیرہم سے قبل قبر انور سے باہر نکلیں گے۔ سوائے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ آپ کو تردد یہ ہوگا کہ کیا وہ آپ سے پہلے اٹھ گئے یا وہ اسی حالت پر باقی رہے جو ان کی صور پھونکنے سے پہلے کی تھی۔'' علامہ علائی نے لکھا ہے کہ یہ وجہ ساری وجوہات سے اقویٰ ہے حدیث پاک سے اسی کو تقویت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح نہیں ہے۔''

❁❁❁

بارھواں باب

آپ کا اور دیگر انبیائے کرام کا قبور مبارکہ میں نماز ادا کرنا

امام جلال الدین اردبیلی نے ''الانوار'' میں، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔''

ابونعیم نے الحلیہ میں یوسف بن عطیہ سے، انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت ثابت کو سنا وہ حضرت حمید الطویل سے کہہ رہے تھے کیا قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کوئی نماز ادا کرتا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں۔''

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی قبر انور میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔" ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے گزرے۔ وہ اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔"

تنبیہات

۱- علامہ ابن جملہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اثبات کے متعلق یہ حدیث صراحت سے دلالت کر رہی ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ کھڑے تھے۔ یہ اوصاف صرف روح کے نہیں ہیں۔ یہ روح مع الجسم کے اوصاف ہیں۔ نمازی اس وقت ہی کھڑا ہو سکتا ہے جب اس کی روح اس کی طرف لوٹ آئے۔ یہ بہت بڑی کرامت اور عزت ہے۔ ان کی قبر انور کو وسیع کر دیا گیا۔ وہ وفات کے متصل بعد عبادت میں مصروف ہو گئے۔ یہ روایت آنکھوں دیکھی ہے کیونکہ اہل السنۃ کا موقف ہے کہ معراج جسم اقدس کے ساتھ تھی۔ اگر یہ روح کے ساتھ بھی ہو تو انبیاء کرام کے خواب سچ ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

۲- اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز اعمال دنیا میں سے ہے وہ شخص نماز کیسے ادا کر سکتا ہے جو دنیا سے جدا ہو گیا ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جگہ نماز کا معنی دعا اور ذکر ہے۔ یہ آخرت کے اعمال میں سے ہیں۔

۳- ابن ابی بشر نے حضرت شیبان بن جسر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا جنہوں نے حضرت ثابت بنانی کو ان کی قبر میں داخل کیا تھا۔ میں نے اینٹ اٹھائی تاکہ اسے درست کروں۔ مجھے وہاں قبر نظر آئی۔ اس میں حضرت ثابت نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے وہ اینٹ اسی جگہ لگا دی۔ میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ حضرت ثابت اپنے رب تعالیٰ سے کیا سوال کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "وہ یہ دعا مانگتے تھے: "مولا! اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا کرتا ہے تو مجھے یہ توفیق بخش دے۔" یہ حکایت کئی اسناد سے مروی ہے۔ واللہ اعلم

✿✿✿

تیرھواں باب

آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

امام احمد، نسائی، ابن حبان اور الطبرانی نے الکبیر میں، ابو الشیخ نے "العظمۃ" میں، البزار نے صحیح سند سے، ابو نعیم نے الحلیہ میں، حاکم اور بیہقی نے "الشعب" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''رب تعالیٰ کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔''

دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو تو اچھے انداز سے پڑھو۔ تم نہیں جانتے کہ اسے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تم یوں عرض کیا کرو:

اللھم اجعل صلواتك و بركاتك علی سيد المرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين عبدك و رسولك امام الخير و قائد الخير و امام الرحمة اللھم ابعثه المقام المحمود الذی يغبطه به الاولون والآخرون۔

الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ معروف یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے اسی دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو بھی درود پاک پڑھتا ہے۔ اس کا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال کے بعد بھی؟'' آپ نے فرمایا: ''میرے وصال کے بعد بھی۔ رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے۔''

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ میری قبر کو عید نہ بنانا تم مجھ پر درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔'' امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن ابی عاصم نے ''الصلاۃ لہ'' میں امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء اور شعب الایمان میں، ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی السنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں، حاکم (انہوں نے امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے) نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے ایام میں سے افضل یوم الجمعۃ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی روز ان کا وصال ہوا۔ اسی روز نفخہ ہوگا۔ اسی روز صدقہ ہے۔ اسی روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر ہمارا درود پاک کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔''

چودھواں باب

آپ کے ترکہ کا حکم

امام احمد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی وراثت نہ چلے گی۔ آپ کی میراث فقراء اور مساکین کے لیے ہوگی۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد وراثت کا ایک دینار بھی تقسیم نہ ہوگا۔ میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خرچہ اور اپنے عامل کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑ کر جاؤں گا وہ صدقہ ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔" امام احمد، امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرات عمر، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے، امام مالک، امام احمد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" امام احمد، شیخان، عرنی، ابوداؤد اور نسائی نے تحریر کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھائیں گے۔" ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ مال آل محمد (ﷺ) کے مصائب کے لیے ہے۔ ان کے مہمانوں کے لیے ہے جب میرا وصال ہو جائے تو یہ میرے بعد ولی الامر (خلیفہ) کے حوالے ہوگا۔"

ابن سعد، امام احمد، شیخان، ابوداؤد، نسائی، ابن الجارود، ابوعوانہ، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے ان سے حضور اکرم ﷺ کی وراثت کے بارے کہا۔ یہ اس مال کے متعلق پیغام تھا جو رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کو بطور مال فئے عطا کیا تھا۔ انہوں نے آپ کا وہ صدقہ (مال) طلب کیا جو مدینہ طیبہ میں، فدک میں اور خیبر کے خمس میں سے کچھ باقی تھا۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے آل محمد (ﷺ) اسی مال سے کھائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے مال سے۔ یہ ان کے لیے روا نہیں کہ وہ کھانے سے کچھ اضافہ کریں۔ بخدا! میں آپ کے صدقہ کے مال میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کروں گا۔ یہ اسی طرح ہوگا جیسے آپ کے عہد مبارک میں ہوتا تھا۔ میں اس میں اسی طرح عمل کروں گا جیسے حضور اکرم ﷺ اس میں عمل پیرا ہوتے تھے۔" سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کچھ بھی نہ کیا۔ حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اس کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غصے میں ہو گئیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے حضور اکرم ﷺ کی قرابت مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں، لیکن جو امر میرے اور تمہارے مابین ان اموال کے لیے پھوٹا ہے۔ میں اس میں حق سے انحراف نہ کروں گا میں اس میں کسی ایسے امر کو ترک نہ کروں گا جسے میں نے آپ کو دیکھا ہو کہ آپ اس میں کرتے تھے۔ میں بھی اسی طرح کروں گا جیسے آپ کرتے تھے۔''

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے۔ سوائے واقدی کے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ اسی روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ دوسرے روز سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں۔ ان کے ہمراہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ سے میری وراثت۔'' انہوں نے پوچھا: ''وراثت میں سے یا غیر منقولہ جائیداد میں سے۔'' انہوں نے فرمایا: ''فدک، خیبر اور مدینہ طیبہ میں آپ کے صدقات۔ میں ان کی اسی طرح وارث ہوں جیسے تمہاری نوران نظر وارث بنیں گی جب تم وصال کر جاؤ گے۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا آپ کے والد گرامی (ﷺ) مجھ سے بہتر ہیں اور آپ بخدا! میری بیٹیوں سے بہتر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہماری وراثت نہیں چلتی، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کو علم ہے کہ آپ کے والد محترم (ﷺ) نے یہ باغات آپ کو دیے تھے۔ اگر آپ ''ہاں'' کہیں تو میں آپ کا قول قبول کر لوں گا۔ میں آپ کی تصدیق کروں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''حضرت ام ایمن میرے پاس آئیں انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ نے مجھے فدک عطا کیا تھا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے: ''یہ تمہارے لیے ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آپ نے سنا تھا کہ یہ آپ کے لیے ہے تو میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔'' انہوں نے فرمایا: ''جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔''

ابن سعد نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں۔ وہ اپنی وراثت کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اپنی وراثت کے لیے آ گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جو کفالت فرماتے تھے وہ مجھ پر ہے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل:١٦)

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے جانشین بنے۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ (مریم:٦)

ترجمہ: جو وارث میرا بنے اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ اسی طرح ہے۔ بخدا! تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔'' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ! یہ کتاب الٰہی ہے جو بول رہی ہے۔'' وہ خاموش ہو گئے اور چلے گئے۔

عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، شیخان، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابعوانہ، ابن حبان، ابن مردویہ، بیہقی، ابوعبید نے ''الاموال'' میں حضرت مالک بن اوس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میری طرف اپنا دربان بھیجا وہ نرمی کے ساتھ آیا۔ اس نے عرض کی: ''امیرالمؤمنین! کیا میں آپ کے لیے حضرت عثمان غنی، عبدالرحمان بن عوف، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو بلاؤں۔'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر وہ آیا۔ اس نے عرض کی: ''کیا میں آپ کے لیے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بلاؤں؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں'' یہ سارے حضرات قدسی آئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا: ''ہم وارث نہیں بنتے جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات علی المرتضیٰ اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ کی اور کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہماری وراثت نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خصوصیت کے ساتھ مختص کیا ہے جس کے ساتھ آپ کے علاوہ کسی اور کو مختص نہیں کیا۔ اس نے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى (الحشر:۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان گاؤں کے رہنے والوں سے جو مال اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں کا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے مابین بنونضیر کے اموال تقسیم کیے۔ بخدا! آپ نے کسی کو تم پر ترجیح نہ دی۔ میں بھی تمہیں چھوڑ کر خود نہ لوں گا، حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ایک سال کا نفقہ لے لیتے تھے۔ بقیہ کو دوسرے مال کے ساتھ ملا دیتے تھے۔'' پھر فرمایا: ''میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم یہ جانتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' پھر اسی طرح حضرات علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''کیا تم یہ جانتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہوں۔ تم اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی میراث مانگنے آئے ہو۔ یہ خاتون (خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا) کی ان کے والد گرامی کی میراث مانگنے آئے ہیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہماری وراثت نہیں ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ ترکہ ہے تم انہیں جھوٹا، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ بخدا! وہ سچا، پاکباز، ہدایت والے اور حق کے تابع

تھے۔" پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ تو میں نے کہا: "بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہوں۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اطاعت گزار ہوں۔ تم مجھے کاذب، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ میں پاکباز اور ہدایت پر ہوں۔ تم نے مجھے والی بنایا، حتیٰ کہ تم اور یہ میرے پاس آ گئے۔ تم اکٹھے ہو۔ تمہارا معاملہ ایک ہے۔ تم نے کہا: "ہمیں وراثت دے دو۔" میں نے کہا: "اگر تم پسند کرتے ہو تو میں یہ تمہیں دے دیتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نام پر تمہیں عہد و میثاق دینا ہو گا تم اسے اسی طرح کام میں لاؤ گے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے کام میں لاتے تھے۔ تم نے اسے اسی طرح اسے لے لیا کیا یہ اسی طرح ہے نا؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پھر تم میرے پاس آ گئے تاکہ میں تمہارے مابین فیصلہ کروں۔ بخدا! میں اس کے علاوہ تم میں فیصلہ نہ کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم اس سے عاجز آ گئے ہو تو اسے میری طرف لوٹا دو۔"

امام احمد، شیخین اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت ان کے لیے تقسیم کر دیں، جو مالِ فئے میں سے ہے۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ہماری وراثت نہیں ہے، جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔" سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا غصے ہو گئیں۔ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد چھ ماہ ہی اس جہانِ رنگ و بو میں بسر کیے تھے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنا وہ حصہ مانگتی تھیں جو خیبر اور فدک اور مدینہ طیبہ کے صدقات آپ نے چھوڑے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا: "میں وہ چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرانجام دیتے تھے۔ میں اسے ضرور سرانجام دوں گا۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں نے اگر آپ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کر دیا تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔"

حمیدی نے حضرت رز بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق عرض کی تو انہوں نے فرمایا: "کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ آپ نے کوئی سونا، چاندی، بکری، اونٹ، غلام، لونڈی، سفید اور زرد نہ چھوڑا تھا۔" امام بخاری نے حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے اپنے وقت وصال دینار، درہم، غلام، لونڈی اور کچھ بھی نہ چھوڑا تھا۔ سوائے اپنی بیضاء خچر کے، اسلحہ اور زمین کے۔ آپ نے انہیں بھی صدقہ کر دیا تھا۔"

امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہم، دینار، غلام اور لونڈی نہ چھوڑی تھی۔ اس وقت آپ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد میری وراثت تقسیم نہ ہوگی۔ میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ اور عامل کی مزدوری کے بعد جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہوگا۔" انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ ہی کوئی غلام، بکری، اونٹ چھوڑا، نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام بخاری نے حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کچھ چھوڑا ہے جو دوگتوں کے مابین (قرآن مجید) ہے۔"

امام بخاری نے حضرت عاصم الاحول سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے کی زیارت کی۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ وہ پھٹ چکا تھا۔ انہوں نے اسے چاندی کی زنجیر ڈال رکھی تھی۔ وہ جھاؤ کی لکڑی کا ایک چوڑا سا پیالہ تھا۔ اس کا حلقہ لوہے کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا حلقہ چاندی یا سونے کی بنانے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسے تبدیل نہ کرو اسے اسی طرح رہنے دو جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔"

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرانی نعلین پاک کی زیارت کرائی جن پر بال نہ تھے، جس کے دو تسمے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک تھے۔" امام بیہقی نے حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی دو چادریں بُنائی کے لیے دی گئی تھیں۔" حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے لیے صوف کا جبہ بُنائی کے لیے گیا تھا۔"

تنبیہات

ا- آپ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" علامہ باجی نے کہا ہے: "اہل سنت کا اجماع ہے کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔" ابن علیہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔" امامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ سارے انبیاء کرام کی وراثت چلتی ہے۔ انہوں نے تخلیط کی کئی انواع اس کے ساتھ معلق کی ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نص وارد ہے۔"

مجھے قاضی ابوجعفر سمنانی نے بیان کیا ہے کہ علی بن شاذان کا شمار اہل علم میں ہوتا تھا مگر اس نے عربی نہ پڑھی تھی۔ اس نے ایک دن ابوعبداللہ بن معلم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کیا۔ یہ امامیہ کا امام تھا۔ یہ عربی جانتا تھا۔ ابن شاذان نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا کہ انبیائے کرام کی وراثت نہیں چلتی۔ اس نے اس روایت سے استدلال کیا۔ "ہم گروہِ انبیاء کرام کی وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، مگر اس نے "صَدَقَةً"

نصب کے ساتھ پڑھا۔ ابن المعلم نے اسے کہا: ''اس روایت میں تم نے جو صَدَقَةً کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صدقہ کے اعتبار سے جو کچھ چھوڑا اس میں آپ کی طرف سے وراثت نہ چلے گی۔ ہم بھی اس سے منع نہیں کرتے۔ ہم اس سے منع کرتے ہیں جو آپ صدقہ کے اعتبار کے علاوہ چھوڑیں۔'' وہ اسی عجیب نکتہ پر اعتماد کر گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ابن شاذان اسے نہیں جانتا اور وہ حال وغیرہ میں فرق نہیں کر سکتا۔ جب اس نے ابن شاذان کو اپنی بات سنائی۔ اس نے کہا: آپ کے اس فرمان ''ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔'' یہ صَدَقَةً حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ تم بھی اس میں اسی حکم سے نہیں روکتے جسے انبیائے کرام اس اعتبار سے چھوڑ جائیں۔ ہمارے ہاں کوئی فرق نہیں خواہ صَدَقَةً ہو یا صَدَقَةٌ ہو۔''

لیکن میں اس مسئلہ میں اس امر کی معرفت کا محتاج نہیں ہوں۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ نہ ہی تجھے کوئی شبہ ہے کہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سارے عرب سے زیادہ فصیح تھیں۔ وہ اس فرق کو سب سے زیادہ جانتی تھیں جو ''مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ'' اور ''مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً'' میں ہے۔ اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خود کو وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اگر آپ موروث ہوتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ فصیح اور عالم تھے۔ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی (ﷺ) کی میراث طلب کی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیا۔ سیدہ سمجھ گئیں کہ ان کے لیے میراث میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ یہ تقاضا کرنے سے لوٹ گئیں۔ حضرت عباس، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی سمجھ گئے۔ اسی طرح سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سمجھ گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت سے استدلال کیا۔ بلاشبہ وہ بھی سارے عرب سے زیادہ فصیح تھے۔ یہ اس لفظ سے اسی کے ساتھ وارد ہے جو منع کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر یہ ایسے لفظ سے وارد ہوتا جو منع کا تقاضا نہ کرتا تو نہ تو اسے بطور دلیل ذکر کرتے نہ ہی اس سے استدلال کرتے۔ اگر یہ نصب سے ہوتا اور اس کا تقاضا وہ ہوتا تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے۔ اس کا تقاضا رفع کے ساتھ ہی ہے۔ یہ رفع کے ساتھ ہی مروی ہے۔ اس میں نصب کا دعویٰ باطل ہے۔

۲۔ ابن اسحاق نے قصہ تبوک میں تحریر کیا ہے کہ آپ نے اہل ایلہ کو اپنے مکتوبِ گرامی کے ساتھ اپنی مبارک چادر بھی عطا کی تھی۔ اس مکتوب گرامی میں ان کے لیے امان بھی تھی۔ یہ مبارک چادر خلفاء کے پاس ہوتی تھی۔ اسے ابو العباس عبداللہ بن محمد نے تین سو دیناروں میں خرید لیا تھا۔ یہ ان کے پاس ہی رہی۔

❁❁❁

آپ کی زیارت مبارکہ اور اس کی فضیلت

پہلا باب

آپ کی زیارت کی فضیلت

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ''الشفاء'' میں لکھا ہے: ''آپ کی قبر انور کی زیارت سنن المرسلین میں سے ایک سنت ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ اس کی فضیلت میں ترغیب ہے۔ جب زائر مدینہ طیبہ کے قریب ہو تو وہ اپنی سواری سے اتر آئے۔ زائر کے لیے آپ کا یہ فرمان ہی کافی ہے۔'' جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

ابن رشید اور امام علامہ نے کہا ہے: ''جب ہم ۶۸۴ھ مدینہ طیبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ میرے ساتھ میرا رفیق راہ وزیر ابو عبداللہ بن ابی القاسم بن حکیم بھی تھا۔ اسے آشوبِ چشم تھا۔ جب ہم خلیفہ کے گھر کے قریب پہنچے تو ہم اپنی سواریوں سے اتر گئے۔ مزارِ اقدس کے قریب ہونے کی وجہ سے عشق فراواں ہو گیا۔ وہ نیچے اترا۔ اس نے پیدل چلنے میں جلدی کی۔ اس نے ان آثار کی وجہ سے اسے اجر و ثواب نصیب ہو سکے۔ اس نے ان مکینوں کی تعظیم کی جو اس شہر میں اترے تھے۔ اس نے دل میں شفاء محسوس کی اسے اسی وقت یہ اشعار کہے:

و لمّا رائینا من ربوع حبیبنا بیثرب اعلاماً اثرن لنا الحبا

ترجمہ: جب ہم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ٹیلوں کی زیارت کی جو مدینہ طیبہ میں تھے تو انہوں نے ہمارے لیے عطیات کے نشان چھوڑے۔

و بالقرب منها اذ کحلنا عیوننا شفینا فلا باساً نخاف ولا کربا

ترجمہ: ہم نے اس شہر خوباں کے قرب کے نشانات دیکھے جب ہم نے اپنی آنکھوں پر خاکِ شفاء لگائی تو ہمیں شفاء نصیب ہو گئی۔ ہمیں اب نہ کسی اذیت کا خدشہ تھا نہ تکلیف کا خطرہ تھا۔

و حین تبدّی للعیون جمالها و من بعدها عنا ازیلت لنا قربا

ترجمہ: جب مدینہ طیبہ کا جمال آنکھوں کے لیے عیاں ہوا۔ اس کے بعد جبکہ ہم سے قرب کی ضرورت پوری کر دی گئیں (جب آپ کا شہر مبارک قریب آ گیا)۔

نزلنا علی الاکوار غشّی کرامةً لمن حلّ فیها ان یلم بها ترکبا

ترجمہ: تو ہم اپنے کجاوؤں سے نیچے اتر آئے۔ یہ کس کے لیے روا ہے کہ وہ اس شہر پاک میں سوار ہو کر جائے۔

فسحّ سجال الدمع فی عرصاته و تلثم من حب لواطئه التربا

ترجمہ: اس کے میدانوں میں آنسوؤں کے دول انڈیلے گئے اور اس کے آپ کے عشق و شوق کی وجہ سے اس کی خاکِ پاک کے بوسے لیے۔

و ان بقائی دونه لخسارة ولو ان کفی تلك الشرق والغربا

ترجمہ: بلاشبہ آپ کے بغیر میری بقاء خسارہ ہے۔ اگرچہ یہ کافی ہو کہ تم مشرق و مغرب کے مالک بن جاؤ۔

فیا عجبا ممن یحب بزعمه یقیم من الدعوٰی و یستعمل الکذبا

ترجمہ: ہائے اس شخص پر تعجب جو اپنے گمان کے مطابق محبت کرتا ہے، پھر وہ اپنے دعویٰ کے باوجود (دور) مقیم رہتا ہے۔ وہ جھوٹ استعمال کرتا ہے۔

و زلات مثلی لا تعدد کثیرة وبعدی عن المختار اعظمها ذنبا

ترجمہ: اگرچہ میری لغزشیں اتنی ہیں جو از روئے کثرت شمار نہیں ہو سکتی، لیکن نبی مختار ﷺ سے میرا دور رہنا سارے گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

ایک شخص نے جب مدینہ طیبہ کو اوپر سے جھانکا تو اس نے اسے ذہن میں سجا کر یہ اشعار پڑھے:

دفع الحجاب لنا فلاح لناظری قمر تقطّع دونه الاوهام

ترجمہ: حجاب اٹھ گیا اور دیکھنے والے کے لیے ایک ایسا چاند طلوع ہوا۔ جس سے میرے سارے از بان مسدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

و اذا المطیّ بنا بلغن محمّدا فظهورهن علی الرجال حرام

ترجمہ: جب ہماری سواریاں ہمیں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ اب مردوں پر ان کی پشتیں حرام ہیں۔

قرّبننا من خیر من وطی الثری ولها علینا حرمة و ذمام

ترجمہ: وہ ہمیں لے کر اس ہستیِ پاک کی بارگاہِ والا میں پہنچیں جو ان تمام لوگوں سے بہترین ہیں جنہوں نے مٹی کو روندا اب ان کی ہم پر حرمت بھی ہے اور ذمہ بھی ہے۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم ایک جگہ فروکش ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہو گئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ وہ آپ پر چھا گیا پھر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ وہ درخت تھا جس نے اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا تھا کہ وہ مجھے سلام عرض کرے۔ اس نے اسے اذن دے دیا۔" جب یہ درخت کا حال ہے تو اس مومن کی کیفیت کیا ہوگی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے جس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت سے معمور ہے۔"

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے حصولِ اجرو ثواب کے لیے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی میں روزِ حشر اس کا شفیع اور سفارشی ہوں گا۔" دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری قبرِ انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔" اس روایت کو انہوں نے "امالیہ" حضرت عبید اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے، لیکن دولابی نے "الکنی" میں حضرت نافع سے۔ بزار نے یہ روایت عبد اللہ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے، لیکن وہ متروک ہے۔

ابو داؤد طیالسی نے اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جس نے میری قبرِ انور (یا میری) زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔"

دارقطنی نے حضرت حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔" الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری قبرِ انور کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔"

دارقطنی نے ایک اور سند سے اس طرح روایت کیا ہے: "جس نے حج کیا اور میری قبرِ انور کی زیارت کی۔" الطبرانی نے بھی انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت کی (زیارت کے لیے سفر کیا) حتیٰ کہ وہ میری مرقدِ انور تک پہنچ گیا۔ میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔"

ابو الفتوح نے سعید بن محمد سے اپنے "حزب" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں زیارت کی جس نے میری زیارت کی میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔" یحییٰ بن حسن اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا کی۔"

یحییٰ بن حسن نے بکر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو مدینہ طیبہ میری زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ روز حشر اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔" اس کے راویوں میں کوئی حرج نہیں۔ اگر یہ بکر بن عبداللہ مدنی ہیں تو یہ جلیل تابعی ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ اگر ان سے مراد بکر بن عبداللہ بن ربیع الانصاری ہیں تو یہ صحابی ہیں۔

تنبیہات

۱۔ الحافظ یحییٰ بن علی القرشی نے راوی عبداللہ کے مکبر ہونے کو ضعیف قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کے مصغر (عبیداللہ) ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر میں اپنی تاریخ میں اسے مصغر لکھا ہے جیسے کہ یہ اس نسخہ میں ہے جو حافظ برزالی کے خط میں ہے۔" ابن عدی نے لکھا ہے کہ عبداللہ مکبر اصح ہے۔

امام سبکی نے لکھا ہے "اس میں اعتراض کی گنجائش ہے جس نے عبیداللہ ہونے کو ترجیح دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عبید بن محمد کی ساری روایات اس کی نصرت کرتی ہیں۔ ابن سمرہ کی کچھ روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ عنقریب تیسری روایت میں مسلمہ جہنی کی موسیٰ بن ہلالی کی متابعت میں ہوگی۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس موسیٰ نے عبداللہ اور عبیداللہ دونوں سے سنا ہو۔ اسے کبھی ایک سے اور کبھی دوسرے سے روایت کیا ہو۔ جنہوں نے موسیٰ سے اور انہوں نے عبداللہ (مکبر) سے روایت کیا ہے وہ فضل بن سہل ہیں۔ جب یہ امر صحیح ہوگیا کہ یہ دونوں سے مروی ہے تو پھر کوئی منافات نہیں کہ مکبر (عبداللہ) سے مسلم نے دوسرے راوی سے ملا کر روایت کی ہو۔" امام احمد نے لکھا ہے کہ یہ صالح تھے۔ ابو حاتم نے کہا: "میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا وہ ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔" یحییٰ بن معین نے کہا ہے: "ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کی روایات کو لکھ لیا جاتا تھا انہوں نے لکھا کہ یہ نافع میں تھے یہ صالح تھے۔ ابن عدی نے لکھا ہے: "ان میں کوئی حرج نہیں یہ صدوق تھے۔" ابن حبان نے لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان میں کلام اس لیے ہے کیونکہ غلبہ صلاح کی وجہ سے اس میں اغلاط کی کثرت تھی، حتیٰ کہ اخبار کے ضبط میں یہ مغلوب تھے۔

امام سبکی نے کہا ہے: "اس روایت میں سند اور متن کے حوالے سے التباس کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ یہ نافع میں تھے جیسے کہ انہیں اس میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا متن بہت کم اور زیادہ واضح ہے۔ اس میں خطاء کا احتمال بہت بعید ہے۔ موسیٰ تک اس کے راوی ثقہ ہیں۔ جن میں کوئی شک نہیں ہے۔ ابن عدی نے لکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے چھ افراد نے روایت کیا ہے۔ ان میں امام احمد اور محمد بن جابر محاربی بھی ہیں۔ ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے۔ وہ صرف ان سے روایت کرتے تھے جو ان کے نزدیک ثقہ تھے۔ اب اس سند میں صرف مبہم شخص باقی رہ گیا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے "اس طبقہ میں یہ امر قریب ہے بالخصوص جو طبقہ

تابعین کا طبقہ ہے۔ امام بیہقی کے اس قول "اس کی اسناد مجہول ہیں" کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس کا سبب اس شخص کا مجہول ہونا ہے جو آلِ عمر میں سے ہے تو یہ صحیح ہے۔ اس میں ہم امر کے قریب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر انہیں سوار بن میمون کے حالات نامعلوم ہوں تو ہم نے شعبہ کی ان سے روایت کا ذکر کر دیا ہے۔ یہی کافی ہے۔ اسے ابو حاتم الرازی کا یہ قول نقصان نہیں دیتا کہ یہ مجہول الحال ہے۔ اسی طرح عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی موافقت نہیں کی جائے گی۔ امام بیہقی نے کہا ہے "خواہ یہ عبداللہ ہوں یا عبیداللہ ہوں۔ انہوں نے حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے روایت نہیں کیا۔ اسی طرح دیگر اقوال جو اسی مفہوم کے ہیں۔ ان سے تمہیں یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ اس روایت کی ان کے نزدیک صرف علت یہ ہے کہ اس میں موسیٰ منفرد ہیں۔ وہ ان کے حال کے مخفی ہونے کی وجہ سے ان سے روایت قبول نہیں کرتے۔ ورنہ بہت سے ثقہ راوی بہت سے امور میں منفرد ہیں، جبکہ ان سے روایت قبول کر لی جاتی ہے۔ ابن عدی کا موسیٰ کے متعلق قول گزر چکا ہے۔ متابع وجود بھی ہے یہ ان کے قبول کو متعین کرتا ہے۔ رد نہ کرنے کے لیے کہتا ہے اسی لیے اس کا تذکرہ الحافظ عبدالحق نے احکام صغری اور وسطی میں کیا ہے۔ انہوں نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے جبکہ صغری میں لکھا یہ صحیح الاسناد ہے۔ نقادوں کے ہاں معروف ہے۔ علماء نے اسے نقل کیا ہے۔ ثقہ راویوں نے اسے لیا ہے۔ انہوں نے الوسطی میں لکھا ہے یہ آج کل الکبریٰ کے نام سے معروف ہے۔ حدیث پاک کے متعلق ان کا سکوت اس کی صحت کی دلیل ہے جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔" ابن السکن نے تیسری روایت کی صحت کی طرف جلدی کی ہے۔ جیسے ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ وہ اسی روایت کے معنی کو متضمن ہے۔ حدیث کے درجات کا کم سے کم درجہ حسن ہے کہ ہم اس کی صحت کے لیے دعویٰ کرتے ہیں۔ جیسے عنقریب اس کے شواہد کا تذکرہ آئے گا۔

یہ اور اسی طرح دیگر روایات کی تائید اس کی تقویت میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی سے حسن روایت صحیح کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ کے فرمان "وجبت" کا معنی ہے کہ یہ ثابت ہے۔ اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔ یہ سچا وعدہ ہے۔ زائر کے لیے آپ کا یہ فرمان یا تو اس کی تخصیص کے لیے ہے، یعنی زائر اس شفاعت کے ساتھ مختص ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی شفاعت کے لیے منفرد ہے جو کسی اور کے لیے حاصل نہ ہوگی۔ افراد تشریف کے لیے ہے۔ تقویت زیارت کی وجہ سے ہے۔" یا تو اس سے مراد زیارت اور شفاعت کی برکت ہے اسے بشارت ہے۔ بشرطیکہ حالت اسلام میں اسے وصال آئے۔ اسے بشارت دی جائے گی۔ یہ اپنے عموم پر جاری ہے۔ اس میں اسلام پر وفات کی شرط مضمر نہیں ہے۔ یہ پہلی دونوں روایتوں کے برعکس ہے۔

آپ نے فرمایا: "شفاعتی" یہ اضافت تشریفی ہے۔ ملائکہ، انبیاء اور اہلِ ایمان شفاعت کریں گے، جبکہ زائر کے ساتھ آپ کی یہ نسبت خصوصی ہے۔ آپ بذاتِ خود اس میں شفاعت فرمائیں گے۔" شفاعت شافع کی عظمت

سے عظیم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شفیع مجرماں ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری قبر انور کی زیارت کی۔ اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔" اسے امام بزار نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

امام سبکی نے فرمایا: "یہ حدیث بعینہٖ اول حدیث پاک ہے پہلی روایت میں وَجَبَتْ اور دوسری میں حَلَّتْ کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو صرف میری زیارت کے لیے آیا۔ اسے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی امر مدینہ طیبہ نہ لے کر آیا تو یہ میرے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں روز حشر اس کا شفیع بنوں۔" اس روایت کو الطبرانی نے "الاوسط" میں دارقطنی نے "امالیہ" میں۔ ابوبکر بن مقری نے اپنی معجم میں مسلمہ بن سالم الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے عبید اللہ بن عمر (مصغر) نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ معجم ابن مقری میں یہ حضرات نافع اور سالم سے روایت ہے۔ مسلمہ جہنی نے موسیٰ بن حلال کی اتباع کی ہے۔ ان کے شیخ بھی عبید اللہ عمری ہیں۔ الطبرانی کی ساری روایات عبید اللہ مصغر پر متفق ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ سوائے مسلم بن حاتم الانصاری کے انہوں نے مسلمہ (مکبر) سے روایت کیا ہے۔

اس سند کو حافظ ابو علی بن السکن نے باب "من زار قبر النبی ﷺ" میں ذکر کیا ہے۔ یہ ان کی کتاب "الصحاح المأثور" کا ایک باب ہے۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں جو شرط رکھی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ یہ روایت ان احادیث میں سے ہو جن کی صحت پر اجماع ہے یا تو یہ ان کے ہاں مسلمہ کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے مروی ہے۔ یا یہ روایت کثرت طرق کی وجہ سے اس تک پہنچی ہے۔ ان کی ابواب بندی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی زیارت سمجھی ہے، یا بعد الوصال اس کی عمومیت میں داخل ہے۔ علامہ ابن جملہ نے تحریر کیا ہے "یہ روایت درجہ حسن تک پہنچ گئی ہے جس سے احکام میں استنباط ہو سکتا ہے، پھر فضائل اور قرب کے باب میں اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ امام سبکی نے اسے صحیح کہا ہے۔"

حافظ ابن حجر نے "تخریج احادیث الرافعی الکبیر" میں لکھا ہے "اس روایت کے سارے طرق ضعیف ہیں، لیکن ابو علی بن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔ انہوں نے سنن الصحاح میں اسے وارد کیا ہے عبد الحق نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور متاخرین میں سے شیخ تقی الدین السبکی نے اس کے طرق کے مجموعہ کے اعتبار سے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۔ امام بیہقی نے اس روایت کو "زیارۃ النبی ﷺ فی قبرہ" کے باب میں جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سابقہ روایت "باب حیاتہ فی قبرہ" میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اسی سے ابتداء کی ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے زیارت النبی ﷺ کے بارے میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں: "یہ اعتماد صحیح ہے کیونکہ اس کا قرینہ حضور شفیع المذنبین ﷺ کی قبر انور ہے۔ یہ عظیم مرتبہ اور بلند منصب ہے۔ یہ شرف ابدی ضرور حاصل کرنا چاہیے

بلکہ اس کا حریص ہونا چاہیے تاکہ آپ کے سلام کی برکت حاصل ہو سکے۔" امام احمد کے الفاظ ہیں: جو شخص بھی میری قبر انور پر آ کر مجھے سلام عرض کرتا ہے۔۔۔۔" اگر یہ روایت ثابت ہے تو یہ اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اس شخص کو فضیلت حاصل ہے جو آپ کی قبر انور کے پاس آپ پر سلام بھیجے ورنہ قبر انور کے پاس سلام کرنے والا ابتداء اور جواب کے بالکل سامنے ہے۔ اس میں غائب کے سلام کا جواب دینے سے زائد فضیلت پائی جاتی ہے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

زیارت مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر کرنا جائز ہے

حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے جانا مشروع اور جائز ہے۔ اس مقصدِ حیات بخش کے لیے سفر کرنا کتاب وسنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول کریم ﷺ بھی تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

اس آیت طیبہ میں وجہ دلالت دو امور پر مبنی ہے:

۱- حضور اکرم نبی کریم ﷺ زندہ ہیں جیسے کہ یہ ابھی ابھی سابقہ باب میں ثابت ہو چکا ہے۔

۲- آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

جب اس کا علم ہو گیا تو اس وقت اس سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بتا دیا کہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا، پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے رب تعالیٰ کے لیے مغفرت طلب کی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اس کے لیے مغفرت طلب کر لی تو وہ رب تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائے گا۔ یہ سارے احوال اور زمانوں میں عام ہے، کیونکہ یہ شرط پر معلق ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں کون حاضر ہوا ہے۔ جو سلام عرض کرتا ہے آپ اس کا سلام سنتے ہیں، جو درود پاک پڑھتا ہے اس کا درود پاک سنتے ہیں۔ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ حیات کی کیفیت ہے جب بندہ یہ سوال کرتا ہے تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے کیونکہ آپ کے لیے یہ حالت دنیا اور آخرت میں ثابت

ہے۔آپ شفیع المذنبین ہیں۔ دارین میں اس کا موجب نبوت کے ساتھ ساتھ حیات اور ادراک ہے آپ کے لیے یہ امور برزخ میں ثابت ہیں۔ شرط کے مقتضی کے مطابق اس وقت دلالت صحیح ہے۔ امام مالک نے اسی آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے جیسے میں آپ کے وسیلہ کے جواز کے باب میں تذکرہ کیا ہے۔"

مصنفین نے "المناسک" میں ارباب مذاہب نے ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبیداللہ بن عمرو بن معاویہ بن عمرو بن عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب العتبی نے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت سفیان بن عیینہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں شہر خوباں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ میں حضور خاتم المرسلین ﷺ کی قبر انور کے پاس آیا۔ میں نے زیارت کا شرف سرمدی حاصل کیا۔ قبر انور کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے قبر انور کی زیارت کی۔ اس نے عرض کی: "یا خیر الرسل! (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب صادق نازل کی ہے۔ اس میں اس نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے اپنے آپ پر تو حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

میں اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ سے عرض گزار ہوں کہ آپ میرے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لیے دعا کریں، پھر وہ رونے لگا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه — فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه — فیه العفاف و فیه الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ بہترین ہستی جس کی مبارک ہڈیاں نرم و ہموار زمین میں دفن ہیں۔ جن کی خوشبو سے ہموار زمین اور ٹیلے معطر ہو گئے ہیں۔ میری جان اس قبر پر فدا! جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اس قبر انور میں پاکدامنی اور اس میں جود و کرم جلوہ افروز ہے۔"

پھر اس اعرابی نے مغفرت طلب کی اور وہ چلا گیا۔ حضرت عتبی نے فرمایا: "میں سو گیا۔ میں نیند میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ فرما رہے تھے "اس اعرابی کے پاس جاؤ۔ اسے بشارت دو کہ رب تعالیٰ نے اسے میری شفاعت سے بخش دیا ہے۔"" میں جاگا۔ میں اس کی جستجو میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔

یہی واقعہ حضرت عتبی کی سند کے علاوہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے "الوفاء" میں حضرت محمد بن حرب الہلالی سے روایت کیا ہے۔ ایک گروہ نے یہ پانچ اشعار روایت کیے ہیں۔ ان میں

حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بنا احمد الاقفہسی بھی ہیں۔" الحافظ ابن نعمان نے مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام" حافظ ابن السمعانی کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" حضور سراپا جود و کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تین روز گزر چکے تھے۔ اس نے خود کو قبر انور کے اوپر گرا لیا۔ خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالنے لگا۔ عرض پیرا ہوا:" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا، ہم نے آپ کے فرمان کو سنا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے یاد کیا۔ ہم نے آپ سے یاد رکھا۔ اس نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے تھے اپنے آپ پر تو حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" قبر انور سے صدا دی گئی:" تمہیں بخش دیا گیا ہے۔"

اس آیت طیبہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ کی بارگاہ میں استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کو بھی گناہ گاروں کے لیے مغفرت طلب کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ رتبہ آپ کے وصال سے منقطع نہیں ہوا۔ علماء کرام نے رقم کیا ہے کہ اس آیت طیبہ سے عموم کا معنی سمجھا ہے، جو آپ کی حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کو شامل ہے۔ انہوں نے مستحب سمجھا ہے کہ جو شخص آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کہ وہ اس آیت طیبہ کی تلاوت کرے اور رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔"

جہاں تک سنتِ پاک کا ذکر ہے تو یہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی قبور کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ زیارت باعث قرب ہے تو اسی طرح یہ سفر بھی جائز ہے۔ جب قریب کے لیے خروج جائز ہوا تو بعید کے لیے بھی جائز ہو گیا تو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ سلف اور خلف کے اتفاق کی وجہ سے اس پر اجماع واقع ہو گیا ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرنا مسلمانوں کے درمیان سنت ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس میں رغبت رکھی جاتی ہے۔ علماء نے مردوں اور عورتوں کے لیے قبور کی زیارت پر اجماع کیا ہے جیسے امام نووی نے بیان کیا ہے، بعض ظاہریہ نے تو اس کے وجوب کا قول کیا ہے۔ خواتین کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ کی قبر انور خاص دلائل کے ساتھ ممتاز ہے۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے" اسی لیے میں کہتا ہوں" مردوں اور عورتوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔" جہاں تک قیاس

کا تعلق ہے تو یہ ثابت ہے کہ آپ اہلِ بقیع اور شہدائے احد کی قبور پر جلوہ افروز ہوتے تھے جب کسی اور کی قبر انور کی زیارت کرنا مستحب ہے تو آپ کی قبر انور کی زیارت بدرجہ اولیٰ مستحب ہے، کیونکہ آپ کا حق ثابت ہے آپ کی تعظیم واجب ہے۔ یہ زیارت صرف آپ کی تعظیم اور تبرک حاصل کرنے کے لیے ہے، تاکہ ہم آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کر کے رحمت میں سے اپنا نصیب لیں۔ قبر انور کے ارد گرد فرشتے ہوتے ہیں انہوں نے آپ کی قبر انور کو گھیر رکھا ہے۔ یہ آپ کے لیے مشروع دعا ہے۔ کبھی زیارت صرف اس لیے ہوتی ہے کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔ یہ مستحب ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے قبور کی زیارت کیا کرو۔ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گی۔" کبھی اہل قبور کی دعا کے لیے زیارت ہوتی ہے۔ جیسے ثابت ہے کہ آپ اہلِ بقیع کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے بعض اوقات اہل قبور سے حصولِ تبرک کے لیے قبور کی زیارت کی جاتی ہے جبکہ وہ متقی اور پاکباز ہوں۔"

ابو محمد الشامساجی المالکی نے کہا ہے "میت سے انتفاع کا قصد کرنا بدعت ہے سوائے حضور اکرم ﷺ اور قبور انبیائے کرام علیہم السلام کے۔" امام سبکی نے تحریر کیا ہے "یہ استثناء صحیح ہے، لیکن کسی اور کے لیے بدعت کا حکم لگانا اس میں اختلاف ہے۔ کبھی زیارت اہلِ قبور کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "صاحب قبر کے لیے سب سے زیادہ مانوس زیارت اس شخص کی ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت کرتا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے ان چار بنیادوں پر حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کسی اور شخص کی قبر انور کی زیارت کی مانند نہیں ہو سکتی۔"

تنبیہ

امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ نے مکروہ سمجھا ہے کہ یوں کہا جائے "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی۔" ائمہ نے اس کی مراد میں اختلاف کیا ہے۔ ابو عمران مالکی نے کہا ہے کہ اسے مکروہ اس لیے کہا گیا ہے کہ زیارت قبور جو چاہے کر لے جو چاہے ترک کر دے لیکن آپ کی قبر انور کی زیارت واجب ہے۔

عبدالحق الصقلی نے لکھا ہے "یعنی السنن الواجبہ میں سے ہے۔" ابن رشد نے لکھا ہے "امام مالک نے اسے صرف ایک امتیاز سے مکروہ سمجھا ہے کہ ایک کلمہ اس کلمہ سے بلند تر ہے، کیونکہ زیارت کا لفظ مردوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، تو اس طرح اس میں کراہت واقع ہوئی جو ہوئی۔ اسی لیے انہوں نے آپ کے لیے یہ لفظ مکروہ سمجھا ہے۔"

قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ امام مالک نے یہ لفظ اس لیے مکروہ سمجھا ہے کیونکہ اس میں زیارت کی اضافت قبر کی طرف ہے اگر یوں کہا جائے "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ حدیث پاک ہے: "مولا! میری قبر انور کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر رب تعالیٰ کا غضب بہت شدید ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنا لیا۔" انہوں نے اس لفظ زیارت کو قبر کی طرف منسوب کرنے سے بچا لیا تاکہ اس ذریعہ کو ہی ختم کر دیا جائے۔"

امام سبکی رقمطراز ہیں: "یہ حدیث پاک اس میں مشکل پیدا کر رہی ہے: "مَنْ زَارَ قَبْرِی" آپ نے زیارت کو قبر کی طرف منسوب کر دیا۔ شاید یہ روایت امام مالک تک نہ پہنچی ہو یا شاید انہوں نے کہا ہو: "ممانعت آپ کے علاوہ کسی اور کے قول میں ہے۔" اس کے ساتھ ساتھ ابو عمر نے جماعت سے الگ مؤقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں "زرت النبی" اس سے بری بات یہ ہے کہ یوں کہا جاتے۔ "النبی یزار"

❁❁❁

تیسرا باب

اس شخص کا رد جو یہ کہتا ہے کہ آپ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا معصیت ہے

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آپ کی زیارت کی تاکید پر اجماع منعقد ہے۔ یہ حدیث پاک اس کی دلیل ہے "کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے تین مساجد کی طرف۔" الحافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔ انہوں نے اسی حدیث پاک کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ آپ پیدل اور سوار ہو کر قباء تشریف لے جاتے تھے۔ قباء تشریف لے جانے میں ایسی کوئی چیز نہیں جو پہلی حدیث پاک کے معارض ہو، کیونکہ علماء کرام کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک میں نماز ادا کرے گا تو اس کے لیے نذر پورا کرنا لازم ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں۔" مسجد قباء اور رباط کے دیگر مقامات پر تشریف لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ قباء کی روایت اس کی دلیل ہے۔ علامہ ابن جملہ تحریر کرتے ہیں: "انہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ حق ہے۔ اس سے مجالِ انکار نہیں ہے۔ اسی لیے تم پاؤ کہ فقہاء اور محدثین میں ائمہ اسے "باب النذور" میں ذکر کرتے ہیں۔ جہاد، علم واجب کے حصول کے لیے سفر کرنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بھائیوں کی زیارت کے لیے سفر کرنا، رب تعالیٰ کی کاریگری میں غور و فکر کرنے کے لیے سفر کرنا ساری انواع شارع علیہ السلام کو مطلوب ہیں۔ وہ یا مستحب ہیں یا واجب ہیں۔ تجارت اور دنیوی اغراض کے لیے سفر جائز ہے یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ باقی صرف وہ سفر رہ جاتا ہے جو معصیت کے لیے کیا جائے۔ یہ وہ نوع ہے جو کجاوے باندھنے کے ساتھ مختص نہیں ہے، یا سبحان اللہ! حضور اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنا اس قسم سے ہو۔ جس نے یہ قول کیا ہے اس نے آپ پر بہت جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ قول اہانت اور سوء ادب پر مبنی ہے۔ اس کے کہنے والے سے کفر کا تقاضا عیاں ہوتا ہے۔ ہم رسوائی سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ ہی اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ۔" یہ سابقہ کلام

کی معارض ہے، کیونکہ اس کے سیاق وسباق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے، جو یہ گمان کرے آپ پر درود پاک پڑھنا صرف آپ کی قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہو سکتا ہے۔ اس طرح آپ پر درود پاک پڑھنے والے کا ثواب فوت ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا درود پاک مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" ہم کسی اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے کہ دنیاوی مقاصد تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ جب یہ جائز ہے تو آپ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑی غرض ہے۔ یہ آخرت کے امر میں اصل ہے۔ خصوصاً اس مقام میں اخروی مقاصد کے لیے سفر کرنے میں کسی اہلِ علم کا اختلاف نہیں ہے، جسے اس کی مخلوقات سے عبرت پکڑنے، اس کی صنعت وکاری گری کے عجائب و آثار دیکھنے کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ اس پر کتاب زندہ کی بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (العنکبوت:۲۰)

ترجمہ: فرمائیے سیر وسیاحت کرو زمین میں اور غور سے دیکھو کس طرح اس نے خلق کی ابتدا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ (اس طرح) پیدا فرمائے گا دوسری بار بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

عبرت وہی حاصل کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ایسے سفر میں عبرت حاصل کرنے والی نظر عطا فرما دے۔ دانا مسلمان کے لیے بہت سی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے ہاں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ دنیا دار مقام نہیں ہے، بالآخر اس نے موت کے جام کو منہ سے لگانا ہے۔ وہ موت کی شدت اور اس کے سکرات کو یاد کرتا ہے۔ آپ کو اس ضمن میں کیا حاصل ہوا، حالانکہ آپ رب تعالیٰ کے حضور سارے مخلوق سے زیادہ معزز ہیں۔"

علامہ زین الدین المراغی نے لکھا ہے "ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ آپ کی قبر انور کی زیارت قربت کا باعث ہے کیونکہ اس کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں۔ رب تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر۔

کیونکہ آپ کی تعظیم آپ کے وصال سے منقطع نہیں ہوئی۔ نہ ہی یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا ان کے لیے استغفار آپ کی ظاہری حیات طیبہ تک محدود تھا۔ زیارت اس طرح نہیں ہے۔ بعض ائمہ محققین نے جواب دیا ہے کہ آیت طیبہ نے رب تعالیٰ کو تواب اور رحیم پانے کو تین امور کے ساتھ معلق کیا ہے۔ ان کا آنا۔ حضور اکرم ﷺ کا ان کے لیے مغفرت طلب کرنا۔ آپ کا استغفار تو سارے اہل ایمان کو شامل ہے کیونکہ آپ نے سب کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:۱۹)

ترجمہ: اور دعامانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے۔

جب ان کا آنا اور استغفار کرنا بھی پایا گیا تو وہ تینوں امور مکمل ہو گئے جو رب تعالیٰ کی رحمت اور توجہ کے موجب ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز میں شیخ تقی الدین سبکی، شیخ جمال الدین بن زملکانی، شیخ داؤد ابوسلیمان مالکی اور ابن جملہ وغیرہم نے عظیم کتب رقم کی ہیں۔ انہوں نے ان میں ابن تیمیہ کا بھرپور رد کیا ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں ایسی عجیب چیز کا ذکر کیا ہے جسے سمندر بھی دھو نہیں سکتی۔

واللہ تعالیٰ ولیّ التوفیق رب السموات والارض وما بینھما العزیز الغفار۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کی زیارت کے آداب

زیارت کے آداب میں سے ہے کہ زائر کی نیت میں اخلاص ہو۔ دل میں بھی خلوص ہو۔ بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کر کے رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت کرے۔ مستحب یہ ہے کہ زائر مدینہ طیبہ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی مسجد کی طرف سفر کرنے کی بھی نیت کرے۔ اس کی طرف کجاوہ کسنے اور اس میں نماز ادا کرنے کی سعادت عظمیٰ کی نیت کرے۔ جیسے ہمارے اصحاب وغیرہم نے کہا ہے۔

ابن صلاح نے لکھا ہے "اس سے آپ کی زیارت مبارکہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، جیسے کہ یہ مخفی نہیں ہے۔" شیخ الحنفیہ الکمال بن ہمام نے اپنے مشائخ سے روایت کیا ہے۔ "زائر قبر انور کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کر سکتا ہے۔" پھر انہوں نے فرمایا: "میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ زائر صرف آپ کی قبر انور کی زیارت کی نیت کرے، پھر اسے مسجد نبوی کی زیارت ہو جائے یا پھر بار دیگر اسے رب تعالیٰ کا فضل خاص شامل حال ہو جائے تو اس میں اس کی نیت کر لے، کیونکہ اس میں آپ کی تعظیم اور اجلال کی زیادتی ہے تاکہ وہ آپ کے اس فرمان کے ساتھ موافقت کر سکے" اسے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ لا سکے۔"

السید نے تحریر کیا ہے "اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ آپ نے اپنی مسجد کی زیارت کے لیے بھی ترغیب دی اس پر عمل پیرا ہونا بھی آپ کی تعظیم ہے وہ زیارت کے ساتھ ساتھ اس کے قصد کو بھی غنیمت سمجھے بلکہ اس میں اعتکاف کی نیت کرے خواہ ایک لمحہ بھر کے لیے ہی ہو۔ وہ اس میں کسی بھلائی کو سیکھ لے یا اسے سکھا دے اور رب تعالیٰ کا اس میں ذکر خیر کرے۔ آپ کا ذکر جمیل کرے۔ آپ پر کثرت سے درود و سلام عرض کرے۔ اگر آسانی ہو تو وہاں ایک قرآن پاک ختم

کرے۔ آپ کے پڑوسیوں پر صدقہ کرے۔ وغیرہ وہ امور سرانجام دے جن کا بجالانا زائر کے لیے مستحب ہے۔ پہلے زائر تقرب کی نیت کرے، تاکہ اسے قصد کا ثواب مل سکے۔ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ وہ گناہوں سے اجتناب کی نیت کرے۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے ناپسندیدہ امور سے بچنے کی نیت کرے۔"

اسی طرح آداب زیارت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں سے ہے کہ حبیب شفیع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے شوق فراواں رکھے۔ اس جنابِ رفیع میں پہنچنے کے لیے عشق و محبت رکھے۔ آپ سے ملاقات کرنے کا شوق و ذوق رکھے۔ آپ کے محبت انگیز مقام تک پہنچنے کی جستجو ایمان کی علامات میں سے سب سے زیادہ واضح ہے۔ یہ روزِ حشر امن و ایمان کے ساتھ فوز و فلاح کی سب سے بڑی بشارت ہے۔ عشق و محبت کے ساتھ عزم میں اضافہ ہونا چاہیے جوں جوں حریم نبوی کا قرب نزدیک تر ہوتا جائے اس کے عزم و شوق میں اضافہ ہوتا جائے۔" زائر مدینہ طیبہ اپنے اس سفر مبارک میں بشیر و نذیر ﷺ پر درود و سلام کی کثرت کرے، بلکہ فراغت کے اوقات میں اسی میں مستغرق ہو جائے۔ جب وہ مدینہ طیبہ کے حرم پاک کے قریب ہو جائے اس کی علامات، درخت اور ٹیلے دیکھے تو اس پر خشوع و خضوع کے اثرات عیاں ہونے چاہئیں اسے منزل مقصود تک پہنچنے پر مسرت کا اظہار ہونا چاہیے اگر وہ سواری پر ہو تو اسے تیز چلائے۔ اگر اونٹ پر ہو تو اسے خوشی کے اظہار میں تیز چلائے۔"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قرب الدیار یزید شوق الوالہ لا سیّما ان لاح نور جمالہ
او بشر الحادی بان لاح النقا و بدت علی بعد رؤوس جبالہ
فھناك عیل الصبر عن ذی صبوۃ و بدا الذی یخفیہ من احوالہ

ترجمہ: شہر محبوب کا قریب آجانا عاشق کے شوق کو بڑھا دیتا ہے خصوصاً جبکہ آپ کے جمال کا نور چمک رہا ہو، یا حدی خواں یہ بشارت دے کہ مدینہ طیبہ کے ٹیلے جگمگا اٹھے ہیں جبکہ دور سے آپ کے شہر مبارک کے پہاڑ نظر آئیں۔ اسی جگہ عاشق کو صبر بے بس کر دیتا ہے جو احوال وہ چھپائے ہوتا ہے وہ عیاں ہو جاتے ہیں۔

اس وقت درود و سلام میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے۔ جب مدینہ طیبہ کی علامات اور آثار کے قریب تر ہو تو درود و سلام میں اضافہ کر دے۔ اس مبارک جگہ میں سواری سے اتر کر پیدل چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے بعض عشاق دل فگار کرتے ہیں، کیونکہ عبدالقیس کے وفد نے جب حضور سید الانبیاء ﷺ کو دیکھا تو وہ اپنی سواریوں سے اتر گئے۔ آپ نے ان کا انکار نہ فرمایا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی تعظیم اسی طرح ہے جیسے حیات ظاہری میں آپ کی تعظیم ہے۔ ابو سلیمان داؤد المالکی نے "الانتصار" میں لکھا ہے۔ "اس کے کرنے کی اس شخص کے لیے تاکید ہوتی ہے جسے اس پر قدرت حاصل ہو رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے اجلال کے لیے یہ مستحب ہے۔"

علامہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جب ابوالفضل الجوہری مدینہ طیبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور اس کے گھروں

کے قریب ہوئے تو وہ سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ وہ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگے:

و لمّا رائینا رسم من لم یدع لنا　　فؤادا لعرفان الرسوم ولا لبّا
نزلنا علی الاکوار نمشی کرامۃ　　لمن بان عنه ان نلم به رکبا

ترجمہ: جب ہم نے اس ہستی کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کے عرفان کے لیے ہمارے پاس نہ دل چھوڑا نہ عقل تو ہم اپنے کجاوؤں سے اتر آئے اس کے لیے جو آپ سے دور ہوا کہ ہم سوار ہو کر آپ کے پاس قیام کریں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

رُفِع الحجاب لنا فلاح لنا ظری　　قمر تقطّع دونه الاوهام
و اذا المطیّ بنا بلغن محمّدا　　فظهورهن علی الرجال حرام
قرّبننا من خیر من وطی الثری　　ولها علینا حرمة و ذمام

ترجمہ: ہمارے لیے پردے اٹھا دیے گئے۔ دیکھنے والوں کے لیے ایسا چاند طلوع ہوا جن تک رسائی سے ذہن عاجز ہیں۔ جب سواریاں ہمیں لے کر آپ کی خدمت میں پہنچیں تو مردوں پر ان کی کمریں حرام ہیں۔ انہوں نے ہمیں اس ذات پاک کے قریب کیا جو ان تمام لوگوں سے بہترین ہیں جنہوں نے مٹی کو روندھا۔ ان کے لیے ہم پر حرمت اور ذمہ ہے۔

کسی اور شاعر نے بھی تو کمال کر دی ہے:

اتیتك راجلا و وددت انّی　　ملکت سواد عینی امتیطه
ومالی لا اسیر علی الاماق　　الی قبر رسول الله فیه

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی خدمت میں پیدل حاضر ہوا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ کاش میں اپنی آنکھ کی سیاہی کا مالک ہوتا تو میں اسی پر سوار ہوتا۔ مجھے کیا ہے کہ میں گوشۂ چشم پر چل کر اس قبر انور کی طرف کیوں نہ جاؤں جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔

جب وہ مدینہ طیبہ کے حرم پاک کے قریب پہنچے تو درود و سلام کے بعد یہ دعا مانگے:

اللهم هذا حرم نبیك و رسولك الذی حرمته علی لسانه و دعاك ان تجعل فیه من الخیر والبرکة مثلی ما هو فی حرم مکة البیت الحرام فحرمنی علی النار و امنی من عذابك یوم تبعث عبادك وارزقنی من برکاته ما رزقت به اولیائك و اهل طاعتك ووفقنی فیه بهن الادب و فعل الخیرا و ترك المنکرات۔

پھر وہ درود وسلام میں مصروف ہوجائے۔ اگر وہ ذوالحلیفہ کے رستہ پر گزر رہا ہو تو المعرس سے نہ گزرے، حتیٰ کہ وہاں سواری بٹھالے وہاں آپ کی مسجد میں اور مسجد ذوالحلیفہ میں نماز ادا کرے۔

آدابِ زیارت مصطفیٰ پاک ﷺ میں سے ہے کہ زائر بئر الحرہ (سقیا کے کنویں) پر غسل کرے، تاکہ وہ مدینہ طیبہ میں پاکیزہ حالت میں داخل ہوسکے۔ اپنے صاف ترین کپڑے پہنے۔ خوشبو لگائے۔ یہ مستحب ہے۔ جیسے کہ امام نووی نے ذکر کیا ہے۔ الکرمانی الحنفی نے لکھا ہے کہ اگر زائر مدینہ طیبہ سے باہر نہ غسل کرسکے تو اندر داخل ہونے کے بعد غسل کرلے۔ جیسے حضرت منذر بن ساوی التیمی کی روایت میں ہے کہ وہ بحرین سے وفد کی صورت میں آئے۔ ان کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے۔ لوگ اپنا اسلحہ لے کر گئے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں سلام پیش کیا۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلحہ رکھا۔ وہ کپڑے پہنے جو ان کے پاس تھے داڑھی کو تیل لگایا پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگئے، بعض ان امور کو کرنے سے اجتناب کرے جسے محرم کرتا ہے تاکہ احرام کی جگہ کی مشابہت سے بچے۔

جب زائر گنبد خضریٰ کی زیارت سے مشرف ہو اور مدینہ طیبہ کے اندر داخل ہو تو آپ کی عظمت و توقیر کے پیش نظر خود پر خشوع وخضوع طاری کرلے۔ یہ وہ قطعۂ مبارکہ ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم، حبیب لبیب اور صفی اعظم ﷺ کے لیے منتخب کیا ہے۔ دل میں تصور کرے کہ ان مقامات پر حضور ﷺ اپنے قدم مبارک رکھ کر چلتے تھے۔ ہر ہر جگہ پر آپ کے قدمین شریفین لگے تھے۔ ہیبت اور سکون کے ساتھ ان مقامات پر قدم دھرے۔ چلتے وقت خود پر خشوع طاری کرے۔ رب تعالیٰ کی اس تعظیم کو یاد کرے جو اس نے آپ کو عطا کی ہے۔ اس نے اپنا ذکر آپ کے ذکر کے ساتھ ملا دیا۔ جس نے آپ کی حرمت میں سے کچھ چاک کیا اس کے اعمال برباد کردیے۔ خواہ وہ آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا ہے۔ وہ اس محرومی پر افسوس کرے کہ دنیا میں آپ کی زیارت نہ کرسکا۔ شاید وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے آخرت میں بھی آپ کی زیارت نہ کرسکے، پھر اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کرے۔ آپ کے راہِ مستقیم کو لازم پکڑے تاکہ ملاقات کے وقت بلند اقبالی کے ساتھ کامیاب ہوسکے۔ وہ ذوالبقاء سے قبولیت کا سلام حاصل کرے۔''

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے وہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ممکنہ حد تک کوشش کرے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ آپ کے حرم پاک کی حرمت پاک ہونے پر یا آپ کے حقوق میں سے کسی حق کے ضیاع ہوتے وقت غصے کا اظہار کرے۔ محب کی اپنے محبوب کے لیے غیرت محب کی علامات میں سے ہے۔ دیانت کے اعتبار سے قوی شخص وہ ہے جو غیوت کے اعتبار سے عظیم ہے۔ جب دل غیرت سے خالی ہوگیا تو وہ محبت سے خالی ہوگیا۔ اگر اس نے محبت کا گمان کیا تو وہ جھوٹا ہوگا۔

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ جب وہ شہر کے دروازے سے داخل ہو تو وہ یہ دعا کرے:

بسم الله ما شاء الله لا حول ولا قوة الا بالله رب ادخلني مدخل صدق و

اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من ذلك سلطاناً نصیراً حسبی الله، آمنت بالله توکلت علی الله لا حول ولا قوۃ الا بالله اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك و بحق ممشای الیك فانی لم اخرج بَطَرًا و لا اشرًا ولا ریاء ولا سمعة و خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعیذنی من النار و ان تغفرلی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت۔

وہ اس دعا پر حریص ہو جائے جب بھی مسجد نبوی کا قصد کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے" جس نے مسجد کی طرف جاتے وقت یہ دعا پڑھ لی۔ رب تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں، جو اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے وجہ کریم سے اس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

زائر کے دل میں مدینہ طیبہ کا شرف قوی ہونا چاہیے۔ یہ ساری روئے زمین سے افضل قطعہ کے ارد گرد ہے۔ اسی پر اجماع ہے، بعض علماء کرام نے فرمایا ہے" مدینہ طیبہ دنیا کے سارے مقامات سے افضل ہے۔ اسی سرزمین پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام چلے ہیں۔ رب تعالیٰ اسے مزید شرف عطا کرے۔ اس کی حفاظت کرے۔

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ وہ آپ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ دے۔ مسجد نبوی سے ابتداء کرے وہ کسی امر کی طرف متوجہ ہونے سے قبل صدقہ دے۔ وہ مجبوری اور اضطراب کے بغیر براہِ راست آپ کی خدمت میں ہے۔ جب زائر مسجد نبوی کی زیارت کرے تو اسے تصور کرنا چاہیے کہ حضرات جبرائیل ومیکائیل انہی جگہوں پر اترتے تھے۔ یہ وہ مقام ہے جسے اللہ رب العزت نے وحی اور تنزیل کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس کے خضوع وخشوع میں اضافہ ہو جانا چاہیے۔ اس مسجد کا یہی تقاضا ہے جہاں پہنچ کر قدم لرز جاتے ہیں۔ زائر کوشش کرے کہ وہ تعظیم اور قیام کے حقوق ادا کرے۔"

آدابِ زیارت میں سے وہ بھی ہے جسے فضل اللہ بن نصر التوزی نے لکھا ہے کہ زائر کا باب جبرائیل سے داخل ہونا افضل ہے۔ عام زائرین کی عادت ہے کہ وہ باب السلام سے داخل ہوتے ہیں۔ جب وہ داخل ہونے کا اردہ کرے تو اس کا دل (دنیاوی مشاغل سے) فارغ ہونا چاہیے۔ اس کا ضمیر پاک وصاف ہونا چاہیے۔ اپنا دایاں قدم مسجد نبوی میں پہلے رکھے۔ یہ دعا مانگے:

اعوذ بالله العظیم و بوجهه الکریم و بنورہ القدیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم والحمد لله ولا حول ولا قوۃ الا بالله ما شاء الله لا قوۃ الا بالله اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك و علی آله و صحبه وسلّم تسلیماً کثیراً اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك ربّ وفقنی و سدّدنی واصلحنی واعنّی علی ما یرضیك عنی۔

وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حسن ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے، پھر آپ کی بارگاہِ والا میں یوں سلام عرض کرے:

والسلام علیك ایھا النبی و رحمة الله و برکاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔

مسجد نبوی میں آتے یا جاتے وقت یہ دعا ترک نہ کرے۔سوائے اس کے کہ باہر نکلتے وقت ابواب رحمتك کی جگہ "ابواب فضلك" ذکر کرے۔"

آدابِ زیارت میں سے ہے"جب وہ مسجد نبوی میں چلے تو جتنی مدت وہاں رہنے کی سعادت حاصل کرے وہ اعتکاف کی نیت کرلے۔اگر چہ تھوڑی سی مدت کے لیے ہی رکے۔یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مؤقف ہے۔یہ روا ہے کیونکہ یہاں فضل و کرم کی کوئی انتہاء نہیں، پھر گنبد خضریٰ کی طرف توجہ کرے اگر وہ باب جبرائیل سے داخل ہوا ہو تو حجرہ شریفہ کے پیچھے سے حاضر ہو جائے اس پر ہیبت، وقار، ملابسہ، خشیت، عاجزی، خضوع اور افتقار کی کیفیت طاری ہونی چاہیے، پھر آپ کے مصلّی میں کھڑا ہو جائے اگر یہ مقام خالی ہو ورنہ روضہ مبارکہ میں منبر کے پاس کھڑا ہو جائے ورنہ کسی اور جگہ کھڑا ہو جائے دو ہلکی سی رکعتیں تحیۃ المسجد ادا کرے۔علامہ زین الدین المراغی نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ وہ تحیہ المسجد کے نفل کو زیارت سے پہلے ادا کرے۔بشرطیکہ وجہ شریف کے سامنے سے نہ گزرے، ورنہ زیارت پہلے مستحب ہے۔بعض مالکیہ نے زیارت کو نماز سے مقدم کیا ہے۔ان سب میں وسعت ہے۔

آدابِ زیارت میں سے ہے"پھر قبر انور کی طرف توجہ کرے۔رب تعالیٰ سے مدد طلب کرے کہ وہ اس عظیم مقام کے آداب کی رعایت میں مدد کرے۔وہ چاندی کی اس کیل کے سامنے سراپا خضوع و خشوع بن کر کھڑا ہو جائے جو اس دیوار میں ہے جو حجرہ مقدسہ کی ارد گرد ہے۔اس سے باہر زیارت کے لیے کھڑا ہونے والا اس کیل کے مشاہدہ سے خارج ہوتا ہے، مگر اس استحکام کے ساتھ جو دل کو مشغول کر دیتا ہے، جو خشوع کو ختم کر دیتا ہے۔اسے اس شگاف کی طرف قصد کرنا چاہیے اس کمرہ کے دروازہ سے علیحدہ ہے جو قبر انور کے سامنے سے دائیں طرف ہے۔جب انسان اس کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔حجرہ کے اندر سے زیارت کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اسلاف اس جگہ کھڑے ہو کر زیارت کرتے تھے۔منقول یہ ہے کہ زائر قبر انور کے سر کی طرف چار ذراع ہٹ کر کھڑا ہو۔ابن عبدالسلام نے تین ذراع کا قول کیا ہے۔ہر حالت میں انسان بلاشبہ اس حجرہ کے اندر ہی ہوتا ہے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ زائر کو چاہیے کہ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو جیسے ہم نے بیان کر دیا ہے وہ بعد از وصال آپ کی اسی طرح زیارت کرے جیسے تم آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں زیارت کرو۔قبر انور کے صرف اتنا قریب جاؤ جس قدر تم آپ کے اس وقت قریب ہو سکتے، جبکہ آپ حالت ظاہری میں ہوتے۔زائر کو چاہیے کہ وقوف کی حالت میں حجرہ شریفہ کی سامنے کی دیوار کو دیکھے ظاہر و باطن میں حیاء اور ادب کی مکمل پاسداری کرے۔الکرمانی الحنفی رقمطراز ہیں:"وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے جیسے نماز میں رکھا جاتا ہے۔"احیاء العلوم میں ہے:"خوب جان لو کہ حضور اکرم ﷺ تمہارے حضور، قیام اور زیارت

سے آگاہ ہیں۔ تمہارا صلوٰۃ وسلام آپ تک پہنچ رہا ہے۔ اپنے تصور میں آپ کا سراپا مبارک سجالو کہ آپ کو تمہارے سامنے قبر انور میں رکھا گیا ہے۔ اپنے دل میں آپ کے منصب عظیم کا تصور کرو۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ آپ کی امت میں سے جو آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ سلام آپ تک پہنچا دیتا ہے۔"

یہ فرمان مبارک اس شخص کے بارے میں ہے جو آپ کی قبر انور پر حاضر نہ ہو اس شخص کے بارے کیفیت کیا ہوگی جو اپنے وطن سے جدا ہوا۔ شوق فراواں کے ساتھ متفرق وادیوں کو عبور کیا۔ اس نے آپ کے کریم مشہد کے مشاہدہ پر اکتفاء کر لیا، جبکہ وہ آپ کی نبوت کریمہ کے مشاہدہ سے رہ گیا۔

پھر زائر آپ کو سلام عرض کرے۔ آواز کو نہ زیادہ بلند کرے اور نہ ہی پست کرے بلکہ معتدل رکھے۔ کم سے کم یوں سلام عرض کرے: "السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" اسلاف میں سے بعض مشائخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اقتصار زیادہ عمدہ ہے۔ یہی امام مالک کا قول ہے، بعض نے سلام میں طوالت کو اختیار کیا ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے، پھر اگر کسی نے آپ کو سلام عرض کرنے کے لیے کہا تو وہ یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یا فلان بن فلان یسلّم علیك یا رسول الله۔

یا ایسی ہی عبارات استعمال کرے، پھر تھوڑا سا دائیں سمت ہٹ جائے۔ ایک ذراع کے برابر ہٹے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے چلا جائے۔ انہیں یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا ابابکر صفی رسول الله ﷺ و ثانیه فی الغار و رفیقهٗ فی الاسفار جزاك الله عن امة رسول الله ﷺ خیراً۔

پھر ایک ذراع کے برابر دائیں سمت ہو جائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے چلا جائے۔ انہیں یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا عمر الفاروق الذی اعز الله بك الاسلام جزاك الله عن امة محمد (ﷺ) خیر الجزاء۔

پھر زائر اپنے پہلے موقف پر چلا جائے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور کے سامنے چلا جائے۔ اپنے حق میں آپ کے وسیلہ سے دعا کرے۔ رب تعالیٰ کے حضور آپ کو بطور شفیع پیش کرے۔ وہ عمدہ دعا کرے جن کو سارے مذاہب کے علماء کرام نے اپنی اپنی مناسک کی کتب میں تحریر کیا ہے۔ انہوں نے حضرت صخر بن حرب العتبی (یہ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ کے ساتھی تھے) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ میں آپ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی آیا اس نے آپ کی قبر انور کی زیارت کی، پھر یوں عرض گزار ہوا: "یا خیر الرسل! رب تعالیٰ نے آپ پر کتاب صادق نازل کی ہے۔ اس میں اس نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء:٦٤)

میں اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میں آپ کو اپنے رب تعالیٰ کے ہاں بطور شفیع پیش کرتا ہوں، پھر رونے لگا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه ... فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی لقبر انت ساکنه ... فیه العفاف و فیه الجود والکرم

پھر اس نے مغفرت طلب کی، پھر چلا گیا۔ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں آپ کی زیارت کر لی۔ آپ مجھے فرما رہے تھے: ''اس اعرابی سے جا ملو۔ اسے بشارت دے دو کہ رب تعالیٰ نے میری شفاعت کی وجہ سے اس کے سارے گناہ بخش دیے ہیں۔'' میں جاگا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا، مگر میں اسے نہ پاسکا۔''

اس روایت کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن الجوزی نے ''مثیر العزم الساکن'' میں روایت کیا ہے کہ ان کے لیے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا جیسے امام عتبی کے لیے پیش آیا تھا۔ یہ واقعہ امام عتبی کے علاوہ بھی منقول ہے۔ ابن سمعانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا۔ اس نے خود کو آپ کی قبر انور پر گرا لیا۔ سر اقدس پر خاک پاک گرانے لگا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا ہم نے غور سے سنا۔ آپ کے فرامین یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرامین یاد رکھے، جو کلام مقدس آپ پر اتارا گیا ہے۔ اس میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء:٦٤)

قبر انور سے صدا آئی: ''تمہارے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔''

اس مبارک مقام پر کھڑے ہو کر اپنی توبہ کی تجدید کرے۔ وہ رب تعالیٰ سے التجاء کرے کہ وہ اسے توبۃ نصوحا بنا دے وہ آپ کو بطور شفیع اللہ تعالیٰ کی درگاہ والا میں پیش کرے، تاکہ اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ وہ کثرت سے استغفار کرے۔ اسی آیت طیبہ کو تلاوت کر کے آہ وزاری کرے۔ وہ یوں عرض کرے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کا وفد ہیں۔ ہم آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ہم آپ کے حق کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کی زیارت کر کے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ کی درگاہ والا میں ہمارے شفیع بن جائیں خطاؤں نے ہماری کمروں کو بوجھل بنا دیا ہے آپ شافع اور مشفع ہیں۔ آپ کے ساتھ شفاعت عظمیٰ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ کے ساتھ مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں جانوں پر ظلم کرتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوئے

ہیں۔ ہم آپ سے التجاء کرنے کے لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ آپ ہمارے نبی کریم اور شفیع عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت طلب فرمائیں۔ اس سے التجاء کریں کہ وہ ہمیں آپ کی سنت مبارکہ اور محبت پر وفات دے۔ آپ کے مبارک گروہ میں ہمیں اٹھائے۔ آپ کے حوضِ کوثر پر ہمارا ورود کرے۔ ہم نہ تو رسواء ہوں نہ ہی شرمندہ ہوں۔"

حضرت یحییٰ بن حسن علوی نے حضرت ابوفدیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو فرماتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: "ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑا ہو، پھر یہ آیت طیبہ پڑھے:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

پھر وہ ستر بار یوں کہے: "صلی اللہ علی سیدنا محمد وسلم۔" دوسری روایت میں ہے: "صلی اللہ علیك یا رسول اللہ" ستر بار کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے: "صلی اللہ علیک یا فلاں! آج تمہاری کوئی حاجت نہ رہے گی۔" اسے دعا اور توسل سے قبل مانگنا چاہیے۔" المجد اللغوی نے لکھا ہے کہ اصمعی نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کی: "مولا! یہ تمہارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں تیرا (عاجز) بندہ ہوں۔ شیطان تیرا دشمن ہے۔ اگر تو نے مجھے معاف کر دیا تو تیرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوں گے تیرا بندہ کامیاب ہوگا۔ تیرا دشمن غصے میں ہوگا۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے میں ہوں گے۔ تیرا دشمن راضی ہوگا۔ تیرا بندہ ہلاک ہو جائے گا، تو اس سے معزز ہے کہ تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرے، تو اپنے دشمن کو راضی کرے۔ اپنے بندے کو ہلاک کرے۔ مولا! کریم عربوں میں سے اگر کوئی سردار مر جاتا ہے تو لوگ اس کی قبر پر غلام آزاد کرتے ہیں۔ یہ تو عالمین کے سردار ہیں مجھے ان کی قبر انور پر آزاد کر دے۔" اصمعی نے کہا: "میں نے کہا: "اے عرب کے بھائی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تمہارے اس حسنِ سوال کی وجہ سے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔" المجد نے لکھا ہے:

"زائر وہاں بیٹھ جائے اگر اس کا قیام طویل ہو جائے حضور حامیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام عرض کرے۔ وہ درود و سلام کی ساری انواع اور اکمل کیفیات میں درود و سلام پیش کرے۔ اس میں اختلاف معروف ہے۔" جو درود پاک میں نے اپنے لیے منتخب کیا ہے وہ یہ ہے:

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ عدد ما خلقت و عدد ما انت خالق وزنۃ ما خلقت وزنۃ ما انت خالق و ملاء ما خلقت و ملاء ما انت

خالق و ملاء سمواتك و ملاء ارضك و مثل ذالك و اضعاف ذالك و عدد خلقك وزنة عرشك و منتهى رحمتك و مداد كلماتك و مبلغ رضاك حتى ترضى و عدد ما ذكرك به خلقك فيما مضى و عدد ما هم ذاكروك فيما بقى فى كل سنة و شهر و جمعة و يوم و ليلة و ساعة من الساعات و لحظة من اللحظات و نفس و لمحة و طرفة من الابد الى الابد ابد الدنيا و ابد الاخرة و اكثر من ذالك لا ينقطع اوله ولا ينفذ اخره۔

یہ درود پاک دو یا تین بار پڑھے، پھر یوں عرض کرے:

اللهم صل على سيدنا محمد و على آلِ سيدنا محمد۔

امام نووی نے اسی طرح کہا ہے، پھر دعا اور توسل سے فارغ ہونے کے بعد وجہ شریف سے قبر شریف کے سر کی طرف جائے۔ قبر انور اور اس ستون کے مابین کھڑا ہو جائے جو وہاں ہے۔ قبلہ رو ہو کر رب تعالیٰ کی حمد اور ثناء بیان کرے۔ اپنے لیے اہم اور پسندیدہ امور کا سوال کرے۔ اپنے والدین، اقارب، شیوخ، بھائیوں اور سارے مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ احناف کی کتب میں اسی طرح ہے۔ عز بن جماعۃ نے تحریر کیا ہے کہ علماء جو وجہ شریف کی طرف لوٹنے اور قبر انور کے سر کی طرف دعا کے لیے آنے کا تذکرہ کیا ہے تو یہ زیارت کے بعد ہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین سے یہ فعل منقول نہیں ہے۔'' السید نے لکھا ہے ''البتہ اس جگہ دعا اور توسل کرنا۔ اس کی اصل ان سے منقول ہے لیکن یہ مخصوص ترتیب ان سے منقول نہیں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد شیخین پر سلام عرض کرنے سے دعا کو مؤخر کرنا ہے۔ سلف اول جو حجرہ مقدسہ میں داخل ہونے سے قبل ہے دوسرے سلف جو کہ اس کے بعد ہے سے ملانا حسن ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے'' پھر وہ روضہ مبارکہ میں جائے۔ وہاں دعا اور درود شریف کثرت سے پڑھے۔ منبر پاک کے پاس کھڑا ہو جائے اور دعا کرے۔'' السید نے لکھا ہے:

''وہ وہاں کھڑا ہو جائے اسطوان المہاجرین کے پاس دعا مانگے۔ وہاں نماز ادا کر کے برکت حاصل کرے۔ اسی طرح اسطوان ابی لبابہ، اسطوان الحرس، اسطوان الوفود اور اسطوان التہجد کے پاس جائے۔ پہلے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام عرض کرے۔ ان کی قبر انور اس محراب کے پاس ہے جو ان کے کاشانہ اقدس میں ہے۔ یہ مقصورہ (چار دیواری) کے اندر ہے۔ یہ اس مؤقف کے مطابق ہے کہ ان کی تدفین اسی جگہ ہوئی تھی۔

ان آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی تعظیم و توقیر کرے، کیونکہ یہ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد واجب ہے جیسے ظاہری حیات طیبہ میں تھی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۭ (الفتح: ۸،۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا تا کہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر تا کہ ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾ (اعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی امداد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔

اس نے بتایا ہے کہ فلاح اسی کو نصیب ہوتی ہے جو ایمان کے ساتھ آپ کی تعزیر کو ملا دے۔ بلا شبہ اس جگہ تعزیر سے مراد تعظیم ہے۔ ذرا اس جگہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی کس طرح تعظیم کی ہے۔

اس نے آپ کی تعظیم و تکریم کے ذکر کو اس نور کی اتباع سے مقدم کیا ہے جسے آپ کے ساتھ اتارا گیا۔ اس میں اس شخص کے لیے علو منزلت، ارتفاع رتبہ، اجلال، توقیر اور تعظیم کی علامات واضح ہیں جو رب تعالیٰ کے کلام کے مواقع کو سمجھتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات: ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ (النور: ۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول اللہ کے پکارنے کو آپس میں اس طرح جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

رب تعالیٰ نے آپ کی عزت و توقیر کو واجب قرار دیا ہے۔ آپ کی تعظیم و تکریم کو لازم قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے:

یعزروہ ای یجلوہ۔

المبرد نے لکھا ہے: ''آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔'' الاخفش نے لکھا ہے: ''آپ کی نصرت کرو۔'' ایک قول یہ ہے کہ تعزیر، تعظیم کے ساتھ نصرت ہے۔ اسے یعزّروہ بھی پڑھا گیا ہے۔ سوء ادب اور بات کرنے میں آپ سے آگے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ امام ثعلب نے اسے اختیار کیا ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ نے لکھا ہے: ''تم آپ کے بات کرنے سے قبل بات نہ کرو۔ آپ کے فیصلہ کرنے سے قبل فیصلہ نہ کرو کسی دینی مسئلہ میں آپ کے حکم کے

بعد ہی فتویٰ دو۔ آپ کے آگے نہ بڑھو۔ ائمہ میں حضرات حسن، مجاہد، ضحاک اور سدی کا یہی قول ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی مخالفت کرنے سے اس طرح ڈرایا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے: "معنی عنہ میں تقدم کرنے سے اس ذات بابرکات سے ڈرو۔ سدی کا قول ہے: "آپ کے حق میں غفلت کرنے اور حرمت کے ضیاع سے رب تعالیٰ سے ڈرو۔ وہ تمہاری باتوں کو خوب سننے والا اور تمہارا افعال سے خوب آگاہ ہے۔" الخصائص میں ان آیات بینات پر گفتگو ہو چکی ہے۔ آپ کے ادب کی بنیاد آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، آپ کا حکم بجالانا، آپ کے ہر ہر فرمان کو قبول اور تصدیق کے ساتھ حاصل کرنا اس پر خیال باطل کے ساتھ اعتراض نہ کرے۔ اسے ہم معقول یا شبہ یا شک کا نام دیتے ہیں، یا لوگوں کی آراء یا ان کے ذہنوں کے اضافہ کو آپ سے مقدم کرے۔ فیصلہ کرنا، سر تسلیم خم کرنا، فرمانبرداری اور یقین اسی طرح پایا جائے جیسے عبادت، خضوع، انکساری، رجوع اور توکل کی طرف راہ نمائی کرنے والا پایا تا ہے یہ دو توحیدیں ہیں بندے ان کے ساتھ ہی رب تعالیٰ کے عذاب سے نجات پا سکتے ہیں۔ (۱) توحید المرسل (۲) توحید متابعۃ الرسل وہ آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ کروانے کے لیے حاضر نہ ہو۔ نہ ہی کسی اور کے حکم پر راضی ہو۔"

❁❁❁

فصل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم نبوی

امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کوئی شخص بھی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبوب نہ تھا، نہ ہی میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ کوئی جلیل تھا۔ میں آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔"

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کے پاس جلوہ افروز ہوتے تھے۔ صحابہ کرام بیٹھے ہوتے تھے۔ ان میں حضرات سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ کی سمت صرف حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہی نظر اٹھا کر دیکھ سکتے تھے۔ وہ آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے رہتے تھے۔ آپ انہیں دیکھ کر تبسم ریز ہوتے تھے وہ آپ کو دیکھ کر تبسم فشاں ہوتے تھے۔

ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں

حاضر ہوا۔ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام موجود تھے۔ ان پر سکون و وقار طاری تھا۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور میں بیٹھ گیا۔ جب قریش نے عروہ بن مسعود کو صلح حدیبیہ کے وقت بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس نے صحابہ کرام کی تعظیم ملاحظہ کی کہ جب آپ وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کے پانی کے حصول کے لیے جلدی کرتے۔ قریب تھا کہ وہ باہم الجھ پڑتے یونہی آپ لعاب دہن پھینکتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے۔ اسے اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے۔ گیسوئے پاک میں سے جو بال مبارک نیچے گرتا۔ وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے جلدی کرتے۔ جب وہ کسی چیز کا حکم دیتے تو وہ اسے بجالانے کے لیے جلدی کرتے۔ وہ آپ کی بارگاہ میں جب محوگفتگو ہوتے تو اپنی آواز کو پست کر لیتے۔ آپ کی تعظیم بجالاتے ہوئے آپ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے تھے۔ جب عروہ قریش کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ''اے گروہِ قریش! میں قیصر کے دربار میں، کسریٰ کی سلطنت میں اور نجاشی کے ملک میں گیا ہوں۔ بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اپنے ساتھی کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد عربی ﷺ کے صحابہ کرام ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو محمد عربی ﷺ کو کبھی بھی تمہارے سپرد نہ کرے گی۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں حضور والیٔ بے کساں ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ نائی آپ کی زلف معنبر کاٹ رہا تھا۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ ان کا ارادہ یہی تھا کہ ہر ہر بال مبارک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرے۔'' صحیح میں ہے: ''جب صلح حدیبیہ کے وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تو انہوں نے انہیں طواف کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے کہا: ''میں بیت اللہ کا طواف نہ کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ اس کا طواف کر لیں۔''

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ارادہ کرتا کہ میں آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھ لوں۔ میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے اسے دو سال تک مؤخر کرتا رہتا۔'' امام ترمذی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ وہ آپ نے ان افراد سے پوچھے جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ وہ آپ کی تعظیم اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اس نے آپ سے التجاء کی۔ آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اتنے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے در اقدس پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔''

فصل

جان لو کہ حضور سید الانبیاء ﷺ کی تعظیم، توقیر اور تکریم آپ کے وصال کے بعد اسی طرح لازم ہے جیسے آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔ یہ تعظیم آپ کے ذکر مبارک، حدیث پاک کے ذکر، سنت مطہرہ کے ذکر، نام نامی سنتے وقت سیرت طیبہ سنتے وقت، آلِ پاک اور عترت پاک کے معاملہ کے وقت لازم ہے۔ اسی طرح آپ کے اہلِ بیت پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم بجالانا بھی ضروری ہے۔ ابوابراہیم تجیبی نے تحریر کیا ہے کہ جب آپ کا ذکر جمیل کرنے یا اس کے پاس آپ کا ذکر مبارک کیا جائے کہ وہ خضوع وخشوع کا مظاہرہ کرے۔ اس کی حرکات پرسکون و وقار طاری ہونا چاہیے۔ اسے اسی طرح آپ کے ہیبت و وقار کو اپنا چاہیے۔ جیسے کہ اگر وہ آپ کے سامنے ہوتا تو اسے ہیبت اور وقار آلیتا۔ وہ اسی طرح آپ کا ادب کرے جیسے رب تعالیٰ نے ہمیں آپ کے آداب سکھائے ہیں۔" گزشتہ ائمہ میں سے سلف الصالحین کی سیرت پاک اسی طرح تھی۔

قاضی نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ابن حمید نے کہا ہے کہ ابوجعفر نے امام مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں دیکھا۔ امام مالک نے کہا: "امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کرنا کیونکہ اللہ رب العزت نے قوم کو آداب نبوت سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔

اس نے ایک قوم کی تعریف کی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (الحجرات:۳)

ترجمہ: بے شک جو اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہوں۔

دوسری قوم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝۴ (الحجرات:۴)

آپ کے وصال کے بعد آپ کی تعظیم اسی طرح ہے جیسے آپ کی حیاتِ ظاہری میں تھی۔" اس نے عاجزی کا اظہار کیا۔ ابوجعفر نے کہا: "ابوعبداللہ! کیا میں قبلہ کی طرف رخ کروں اور دعا مانگوں یا آپ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں۔" انہوں نے کہا: "تم اپنا چہرہ آپ سے کیوں پھیرتے ہو؟ آپ تمہارا وسیلہ ہیں۔ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ آپ تا حشر وسیلہ ہیں۔ تم آپ کی طرف ہی رخ کرو اور آپ کے ذریعے ہی شفاعت طلب کرو۔ رب تعالیٰ آپ کو تمہارا شفیع بنا دے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿۶۴﴾ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول کریم بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

امام مالک نے فرمایا: "حضرت ایوب السختیانی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے تو رونے لگتے حتیٰ کہ ہمیں ان پر رحم آنے لگتا"۔ حضرت مصعب بن عبد اللہ نے فرمایا: "جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرتے تو ان کی رنگت متغیر ہو جاتی۔ وہ جھک جاتے حتیٰ کہ وہ اپنے ساتھیوں پر گراں ہو جاتے۔ ایک دن ان سے اس کے متعلق عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: "اگر تم وہ کچھ دیکھ لیتے جو میں دیکھتا ہوں تو میری اس حالت کا انکار نہ کرتے جسے تم دیکھتے ہو میں محمد بن منکدر کو دیکھتا تھا۔ وہ سید القراء تھے۔ جب بھی ہم ان سے کسی حدیث پاک کا سوال کرتے تو رونے لگ جاتے حتیٰ کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا۔ میں نے جعفر بن محمد کو دیکھا وہ بہت زیادہ ظریف اور متبسم تھے۔ جب ان کے ہاں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جاتا تو ان کی رنگت زرد ہو جاتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ طہارت کی حالت پر ہی آپ کی حدیث طیبہ بیان کرتے تھے۔" حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک کرتے تھے۔ ہم ان کا رنگ دیکھتے تھے گویا کہ ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان ان کے منہ میں خشک ہو جاتی۔ میں نے حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جب ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے تھے۔ میں حضرت امام زہری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ ملنسار اور قریبی تھے جب ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو گویا کہ تم انہیں اور وہ تمہیں نہیں جانتے۔ میں حضرت صفوان بن سلیم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ جب ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ رونے لگتے۔ وہ لگاتار روتے رہتے حتیٰ کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔ حضرت ابن سیرین بھی مسکرا لیتے تھے۔ جب ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ خشوع وخضوع کا اظہار کرتے۔

حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث طیبہ بیان کی ان کی زبان سے ادا ہوا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" انہیں کرب نے آلیا حتیٰ کہ میں نے پسینے کے قطرات دیکھے جو ان کے چہرے سے گر رہے تھے۔ آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگے۔ ان کی رگیں پھول گئیں، پھر فرمایا: "اسی طرح ان شاء اللہ! یا اس سے زائد یا اس سے کم یا اس کے قریب۔" حضرت مصعب نے فرمایا: "حضرت امام مالک علیہ الرحمہ آپ کی جلالتِ شان کے پیش نظر وضو کے بغیر حدیثِ پاک بیان نہ کرتے تھے۔"

اس باب میں آثار بہت سے ہیں۔ آپ کے حقوق کے ابواب میں ان میں سے بہت سے گزر چکے ہیں۔

فصل

آپ کی عزت وتوقیر، آپ کی آلِ پاک کی عزت وتکریم، ازواجِ مطہرات، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کی توقیر

ابن جریر نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین مقامِ خُمّ میں آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا: "اما بعد! اے لوگو! میں اس امر کا منتظر ہوں کہ میرے پاس میرے رب تعالیٰ کا قاصد آئے اور اسے لبیک کہوں۔ میں تم میں دو بیش قیمت اشیاء چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک "کتاب اللہ" ہے۔ اس میں ہدایت اور صداقت ہے۔ کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھام لو۔" پھر فرمایا:

"دوسری گراں قدر چیز میرے اہل بیت ہیں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت زید سے عرض کی گئی: "آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، مگر آپ کے اہل بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔" آپ سے عرض کی گئی: "وہ کون ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "وہ آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔" ان سے عرض کی گئی: "کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں۔"

انہوں نے اس روایت کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے: "میں بشر اکمل ہوں۔ عنقریب مجھے بلا لیا جائے گا۔ میں لبیک کہوں گا۔ ارے! میں تم میں دو نفیس اشیاء چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے یہ دراز رسی ہے۔ جس نے اس کی پیروی کر لی وہ ہدایت پر ہو گا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہو گا۔ دوسری نفیس چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ یہ روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے "میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔"

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ آغوش نبوت میں پروان چڑھے تھے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

یہ آیت طیبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں اتری تھی۔ آپ نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا،

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ان پر اپنی مبارک چادر پھیلا دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی کمر انور کے پیچھے تھے۔ آپ نے ان پر بھی اپنی مبارک چادر پھیلا دی، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی دور فرما۔ انہیں خوب پاک صاف فرما۔" کچھ روایات پہلے گزر چکی ہیں۔

بعض علماء کرام نے تحریر کیا ہے: "ان کی معرفت کا انحصار ان کے اس مقام بلند کی پہچان پر ہے جو انہیں بارگاہِ نبوت میں حاصل ہے جب اس کا عرفان حاصل ہو گیا اسی وجہ سے ان کی حرمت و حق کے وجوب کا عرفان حاصل ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے ساڑھے تین ہزار دراہم اور اپنے نور نظر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے تین ہزار دراہم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے اپنے والد گرامی سے عرض کی: "آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر فضیلت دی ہے بخدا! وہ کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔" انہوں نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے باپ سے عزیز تر تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔"

امام اوزاعی نے لکھا ہے: "حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے پاس تشریف لے گئیں۔ ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا جو ان کا ہاتھ تھامے انہیں لے جا رہا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں کے سامنے رکھا، جبکہ ان کے ہاتھ ان کے کپڑوں میں تھے۔ انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، پھر ان کی ساری ضروریات پوری کر دیں۔ کسی حاجت کو نہ چھوڑا۔"

آدابِ زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے زائر مسجد نبوی کی دیوار کو مس کرنے سے اجتناب کرے اسے چومنے سے اجتناب کرے، نہ تو اس کا طواف کرے نہ ہی اس پر نماز ادا کرے۔ امام نووی نے تحریر کیا ہے۔ "آپ کی قبر انور کا طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ پیٹ اور کمر کو قبر انور کی دیوار کے ساتھ لگانا مکروہ ہے۔" امام حلبی وغیرہ کا یہی قول ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسے ہاتھ سے مس کرنا اور اسے بوسہ دینا مکروہ ہے، بلکہ ادب کا تقاضا ہے کہ انسان اس سے دور کھڑا ہو جائے جیسے اگر آپ حیاتِ ظاہری کے ساتھ زندہ ہوتے تو وہ آپ سے دور ہو کر کھڑا ہوتا۔ یہی وہ صحیح مؤقف ہے جو علماء کرام نے بیان کیا ہے۔ اسی پر ان کا اتفاق ہے۔ جس کے دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ اسے ہاتھ وغیرہ سے مس کرنے میں زیادہ برکت ہے وہ جاہل اور غافل ہے۔ برکت اسی میں ہے جو شریعت بیضاء کے اور علماء کے اقوال کے موافق ہو۔"

الاقفہسی نے لکھا ہے کہ زعفرانی نے اپنی کتاب الاحیاء میں ہے کہ مشاہد کو چھونا اور بوسہ دینا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔ میں لکھا ہے کہ قبر انور پر ہاتھ رکھنا، اسے چھونا اور اسے بوسہ دینا ان بدعتوں میں سے ہے جن کا انکار شرعی طور پر کیا جاتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کی قبر انور پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے

اسے منع کیا۔ ہم اسے (اتنا قریب ہونے کو) نہیں جانتے۔ یحییٰ علماء کا موقف یہی ہے۔ امام عبداللہ بن امام احمد نے کتاب العلل والسؤالات میں اپنے والد گرامی سے ابوعلی الصفوان کی روایت تحریر کی ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو حضور اکرم ﷺ کے منبر پاک کو مس کرے۔ اسے چھو کر برکت حاصل کرے اور اسے بوسہ دے۔ اس کی نیت ثواب کا حصول ہو۔" انہوں نے کہا: "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ اور ابوالحسن یحییٰ بن حسن نے اخبار المدینہ میں حضرت داؤد بن صالح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک دن مروان آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا ہوا تھا۔ مروان نے اسے گردن سے پکڑلیا۔ پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟" اس نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہاں! میں حجرات کے پاس نہیں آیا۔ میں نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "دین متین پر اس وقت نہ روؤ جب اس کا اہل اس کا والی بنے اس پر اس وقت گریہ و زاری کرو جب غیر مستحق اس کا والی بنے۔" مطلب نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا فعل مبارک ہے۔ ابن عساکر نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ شام سے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ قبر انور کے پاس حاضر ہوئے وہ رونے لگے اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے۔"

خطیب بن جملہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دایاں ہاتھ قبر انور پر رکھ لیتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنا رخسار بھی قبر انور پر رکھ لیتے تھے۔" انہوں نے فرمایا: "بلاشبہ محبت وعشق میں استغراق اس کے اذن پر ابھارتا ہے۔ ان تمام سے مقصود احترام اور تعظیم ہے۔ اس میں لوگوں کے متفرق مراتب ہوتے ہیں، جیسے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں لوگوں کے مختلف مراتب تھے۔ کچھ لوگ آپ کو دیکھ کر اپنے نفسوں پر گرفت نہ رکھ سکتے تھے، بلکہ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے کچھ لوگ وقار کی وجہ سے پیچھے رہتے تھے۔ یہ سارے مقامات بھلائی کے ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے ہر اس چیز کو چومنے کا جواز نکالا ہے جو تعظیم کا مستحق ہے۔ خواہ وہ انسان ہو یا اور کچھ۔ آدمی ادب میں سابق ہے۔

جہاں تک امام احمد کی اس روایت کا تعلق ہے کہ ان سے آپ کی مرقد انور اور منبر مبارک کو چومنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے اس میں کوئی حرج نہ دیکھی۔ ان کے بعض پیروکاروں نے ان سے اس روایت کی صحت کو بعید سمجھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ان سے ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ نے نقل کی ہے۔

ابن ابی الصیف الیمنی نے نقل کیا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے شوافع علماء کرام میں سے ایک ہیں کہ مصحف مبارک احادیث پاک کے اجزاء اور صالحین کی قبور کو چومنا جائز ہے۔ الطیب الناشری نے حضرت محب الطبری سے روایت کیا ہے وہ حجر کو چومنا اور اسے چھونا جائز قرار دیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی پر صالحین علماء کا عمل ہے۔ انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امر علی الدیار دیار لیلی | اقبلّ ذالجدار و ذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی | ولکن حبّ من سکن الدیار

ترجمہ: میں شہروں کے پاس سے، لیلی کے شہروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ میں کبھی اس دیوار کو اور کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ اس ذات کی محبت تھی جو ان شہروں میں سکونت پذیر تھی۔

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر سلام عرض کرتے وقت قبر انور کی طرف جھکنے سے اجتناب کرے۔ یہ بدعت ہے۔ جاہل اسے تعظیم کے شعار میں سے سمجھتا ہے۔ زمین کو چومنا اس سے قبیح ہے۔ سلف صالح یہ عمل نہ کرتے تھے۔ ساری خیر ان کی اتباع میں ہے۔ جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ زمین چومنا زیادہ باعث برکت ہے۔ یہ اس کی جہالت اور غفلت کی وجہ سے ہے، کیونکہ برکت شریعت مطہرہ، احوال سلف الصالحین اور ان کے عمل کی موافقت میں ہے۔

ابن جماعہ نے لکھا ہے "مجھے تعجب اس شخص پر نہیں ہوتا جو جہالت کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے۔ مجھے تعجب تو اس شخص پر ہے جو اس کی تحسین کا فتویٰ دیتا ہے حالانکہ وہ اس کی قباحت سے آگاہ ہے یہ سلف صالحین کے عمل کی مخالفت بھی ہے۔"

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ زائر جب بھی قبر انور کے پاس سے گزرے تو وہ رک جائے۔ آپ کو سلام عرض کرے، خواہ وہ مسجد کے اندر سے گزرے یا باہر سے۔ وہ آپ کے قصد اور زیارت میں کثرت کرے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابی حازم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے عرض کی کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ ابو حازم سے کہنا: "تم مجھ سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہو۔ تم رکتے نہیں اور مجھ پر سلام پیش نہیں کرتے ہو۔" جب ابو حازم تک یہ خواب پہنچا تو پھر یہ عمل ترک نہ کیا۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب میں کثرت سے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔ جب تک وہ وہاں قیام پذیر ہے درود و سلام کو دیگر اذکار سے ترجیح دے۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ وہاں جتنے ممکن ہو سکے روزے رکھے۔ خواہ تھوڑے سے ہی روزے رکھے۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے وہ اس امر پر حریص ہو کہ وہ پانچ وقت کی نماز باجماعت مسجد نبوی میں ادا کرے۔ زیادہ سے زیادہ نوافل ادا کرے مسجد نبوی کے اس حصے میں نماز ادا کرنے کی سعی کرے جو آپ کے عہد ہمایوں میں مسجد تھا، مگر یہ کہ وہ صف اول میں ہو۔ یہ اس سے خارج ہے۔ یہ اولیٰ ہے، ممکن ہو تو اسی جگہ کو لازم پکڑ لے۔ وہاں سے کسی حاجت یا مصلحت کی وجہ سے نکلے۔ یہ موقع غنیمت سمجھے۔ جب بھی مسجد نبوی کے اندر جائے اعتکاف کی نیت کی تجدید کرلے۔ کسی شخص نے کیا خوبصورت بات کی ہے۔ "اگر تم قرب محبوب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اس سے لطف اٹھاؤ۔ اس کے ذخیرہ میں سے جتنی استطاعت ہو حاصل کرو۔"

ابو مخلد نے لکھا ہے کہ علماء کرام مستحب سمجھتے تھے کہ جو ان تینوں مساجد میں جائے، تو ان میں سے نکل جانے سے قبل

ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرے۔ اس روایت کو سعید بن منصور نے نقل کیا ہے۔
ابن عساکر نے لکھا ہے: "وہ مسجد نبوی میں رات بسر کرنے پر حریص ہو اگرچہ ایک رات ہی اسے ذکر، دعا، تلاوتِ قرآن، آہ وزاری اور اس کا اس نعمت کبریٰ پر شکرادا کرنے میں بسر کردے۔"
آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر نماز وغیرہ میں قبر انور کی طرف کمر نہ کرے۔ وہ اقوال و افعال میں شریعت و حقیقت میں ادب کو لازم پکڑے۔ الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہے: "جب تم وہاں نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو تو آپ کا حجرہ مقدسہ کو نہ تو اپنی کمر کے پیچھے کرو اور نہ ہی سامنے رکھو۔ آپ کا ادب بعد از وصال اسی طرح پیش نظر رکھو جیسے آپ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں ادب ملحوظ ہو۔ آپ کا احترام و اکرام، آپ کے سامنے سر جھکانا جھگڑا ترک کرنا ایسی باتوں میں غور وخوض ترک کرنا جن پر آپ کی محفل پاک میں غور وخوض نہ ہونا چاہیے۔ اگر تم انکار کرو تو تمہارا واپس آجانا تمہارا وہاں باقی رہنے سے بہتر ہے۔"
آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر ان افعال سے اجتناب کرے جنہیں جاہل عوام سرانجام دیتے ہیں۔ انہیں باعثِ قرب سمجھتے ہیں۔ مثلاً مسجد نبوی میں صیحانی کھجوریں کھانا ان کی گٹھلیاں پھینکنا، وہاں بال کٹوانا اور انہیں بڑی قندیل میں پھینکنا۔ امام نووی نے لکھا ہے: "یہ عوام کی جہالتوں میں سے ہے۔ ان کی عجیب وغریب بدعتوں میں سے ہے۔ آدابِ زیارت میں سے ہے کہ وہ حجرہ مقدسہ کی لگاتار زیارت کرتا رہے یہ عبادت ہے۔ یہ کعبہ معظمہ پر قیاس ہے، جو مدینہ طیبہ میں ہو جب وہ مسجد میں ہو تو لگاتار حجرہ مقدسہ کو دیکھتا رہے اور جب وہ مسجد سے باہر ہو تو گنبد خضریٰ کی زیارت کرتا رہے۔ اس پر ہیبت اور حضور کی کیفیت طاری ہونی چاہیے۔
اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ وہ ہر روز بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کرنے کے بعد جنت البقیع جائے خصوصاً جمعۃ المبارک کے دن ضرور وہاں حاضری دے۔ وہاں پہنچ کر یہ دعا مانگے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء الله بکم لاحقون یرحم الله المستقدمین منکم والمستاخرین۔ اللهم اغفر اهل بقیع الغرقد اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفرلنا ولهم۔

امام نووی نے لکھا ہے: "بقیع میں پاکیزہ قبور کی زیارت کرے جیسے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی قبر انور، حضرات عثمان غنی، عباس، امام حسن، امام زین العابدین، محمد بن علی بن جعفر، جعفر بن محمد وغیرہم رضی اللہ عنہم کی قبور مبارکہ کی زیارت کرے۔ حضرت صفیہ پر اختتام کرے۔" علامہ فضل اللہ بن قاضی نصر الدین فوری حنفی نے لکھا ہے: "جب وہ شہر خوباں کے دروازے سے باہر نکلے تو حضرت عباس اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے قبہ کے پاس جائے اور حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کی زیارت پر اختتام کرے۔"
البرھان بن فرحون۔ نے لکھا ہے: "مشاہد میں سے سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت

کرے، کیونکہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد سارے لوگوں سے افضل ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ زائر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت سے ابتداء کرے۔ السید نے لکھا ہے کہ ابتداء کرنے کے بارے تینوں آراء ہیں۔

زائر واپسی پر حضرت اسماعیل بن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے مشہد پر اختتام کرے، کیونکہ یہ مشہد مدینہ طیبہ کی فصیل میں داخل ہے، جبکہ بقیع کے دیگر سارے مشاہد فصیل سے باہر ہے۔ وہ حضرت مالک بن سنان والد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی قبر انور کی زیارت کے لیے جائے۔ حضرت نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کرے۔ یہ دونوں قبور بقیع میں نہیں ہیں۔ ان سے مراد حضرت سید شریف محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مشہد "سلع" کے دامن میں ہے۔"

آداب میں سے ہے کہ مستحب ہے کہ زائر غزوۂ احد کے شہداء کی قبور کی زیارت کے لیے جائے۔ علامہ ابن ہمام نے تحریر کیا ہے "وہ کوہِ احد کی بھی زیارت کے لیے جائے۔" صحیح میں ہے: "کوہِ احد ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" وہ صبح سویرے مسجد نبوی سے زیارت کے لیے جائے حتیٰ کہ وہ نماز ظہر تک واپس آجائے سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مزارِ اقدس سے ابتداء کرے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی زیارت کے لیے افضل دن جمعرات ہے گویا کہ روز جمعۃ المبارک کا وقت اس کے لیے تنگ ہے۔ حضرت محمد بن واسع نے لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مردے روز جمعۃ المبارک کو اپنے زائرین کو جان لیتے ہیں۔ ایک دن اس سے قبل اور ایک دن اس سے بعد بھی۔

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی مستحب ہے کہ زائر مسجد قباء جائے۔ روز ہفتہ وہاں جانا زیادہ اولیٰ ہے۔ وہ اس کی زیارت سے تقرب الی اللہ اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت کرے۔ جب وہاں جانے کا ارادہ کرے تو وضو کرے اور اس کی سمت جائے وضو مؤخر نہ کرے حتیٰ کہ اس تک پہنچ جائے۔ اسی طرح ان بقیہ آثار کی طرف جائے جو مدینہ طیبہ میں آپ کی طرف منسوب ہیں، جو آپ کے دستِ اقدس نے سرانجام دیے یا آپ کی سمت سے سرانجام دے گئے۔ اسی طرح ان کنوؤں پر جائے جن کا آقائے دو عالم ﷺ نے پانی نوشِ جاں فرمایا، یا وضو فرمایا یا غسل فرمایا۔ ان کے پانی سے برکت حاصل کرے۔ شوافع میں سے ایک گروہ وغیرہ نے اسے مستحب کہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز اور نزول اور گزرگاہ وغیرہ کے لیے ان مقامات کو منتخب کرتے تھے جہاں آپ نے نماز ادا کی ہوتی یا نزولِ اجلال فرمایا ہوتا یا گزرے ہوتے۔ امام مالک سے جو روایت منقول ہے، تو سد ذرائع کے لیے تھا۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع میں تھا۔ سعید بن منصور نے معرور بن سوید سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک حج میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ جب وہ حج سے واپس آئے تو لوگوں کو دیکھا وہ مسجد کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے بتایا: "اس مسجد میں حضور اکرم ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "اسی طرح اہلِ کتاب ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو گرجے (کنیسے) بنا لیا تھا۔ تم میں جسے نماز کا وقت اس

میں ہو جائے وہ اس میں نماز پڑھ لے جسے نماز کا وقت نہ ہو وہ آگے گزر جائے۔"

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "آپ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے کہ آپ کے سارے اسباب کی تعظیم کی جائے۔ آپ کے سارے مشاہد، مقامات اور جگہوں کی تعظیم کی جائے جسے آپ نے دستِ اقدس سے مس کیا ہو یا آپ کی طرف سے معروف ہو۔ یہ مقصد مشاہد کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے بہت خوبصورت لکھا ہے:

خلیلیّ هذا ربع عزّة فاعقلا — قلو صیكما ثم انزلا حیث حلّت
و مسّا ترابًا طال ما مسّ جلدها — و ظلا و بیتا حیث باتت و ظلّت
ولا تیسأسا ان یمحو الله عنكما — ذنوبا اذا صلیتما حیث صلّت

ترجمہ: اے میرے دو دوستو! یہ عزت وتکریم کی جگہ ہے تم دو اپنی اونٹنیوں کو باندھو، پھر اسی جگہ اترو جہاں وہ اتری۔ اس کی خاک پاک کو مس کرو۔ اس کی جلد کو مس کیے طویل مدت گزر گئی ہے۔ اسی جگہ رات بسر کرو۔ اسی جگہ دن گزارو جہاں اس نے رات بسر کی اور دن گزارا۔ تم اس سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے جب تم اس جگہ نماز ادا کرو جہاں اس نے نماز ادا کی۔

اسی طرح آدابِ زیارت میں سے ہے۔ وہ اس زیارتِ عظمیٰ کا ہمیشہ ذوق وشوق رکھے۔ ان آثار کو دیکھنے کی تمنا رکھے۔ اس کا دل ان شہروں کی طرف معلق رہے۔ منقول آثار واخبار میں غور وفکر کر کے اس کا عشق بڑھتا رہے۔ اس ضمن میں جو عمدہ اشعار کہے گئے ہیں۔ ان میں سے عظیم، شیریں اور زیادہ تعجب خیز وہ قصیدہ ہے جسے امام ولی عارف باللہ ابو محمد عسکری نے تحریر کیا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے:

دار الحبیب احق ان تهواها — و تهیم من طرب الی ذكراها

یہ سارا قصیدہ اس کتاب مستطاب کے آغاز میں مدینہ طیبہ کی فضیلت میں گزر چکا ہے۔ بدر بن فرحون نے لکھا ہے کہ ایک صالح شخص نے نیند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ انہوں نے کہا: "مجھے شک ہے کہ شیخ یا کسی اور نے یہ قصیدہ پڑھا۔ جب وہ آخری مصرعہ تک پہنچے:

وهو ظنی انه یرضاها۔

ترجمہ: میرا گمان ہے کہ آپ اس قصیدہ سے راضی ہو گئے ہیں۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم اس سے راضی ہیں، ہم اس سے راضی ہیں، ہم اس سے راضی ہیں۔"

❁❁❁

آپ سے توسل

پہلا باب

بارگاہِ ربوبیت میں آپ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے

امام سبکی نے لکھا ہے ”حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے ذریعہ استعانت اور شفاعت طلب کرنا، آپ کے بلند منصب اور برکت کا وسیلہ رب تعالیٰ کے حضور پیش کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا فعل اور سلف صالحین کا مبارک طریقہ ہے۔ یہ مبارک وسیلہ ہر حال میں پیش ہوتا رہا، ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ آپ کی تخلیق سے قبل اور بعد میں، دنیاوی حیات ظاہریہ میں، مدت برزخ، بعث کے بعد اور قیامت کی گھڑیوں میں آپ کا وسیلہ پیش ہوتا تھا اور ہوتا رہے گا۔ اس پر اجماع ہے اور اس کے بارے میں روایات متواتر ہیں۔ جب اعمال کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جیسے صحیح میں غار کی داستان ہے۔ اعمال مخلوق ہیں تو آپ کے طفیل دعا مانگنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یہ عادت ہے کہ جس شخص کی قدر و شرف ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کے ذریعے سے مانگا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ متوسل بہ کی عزت و اکرام کی وجہ سے وہ دعا قبول کر لیتا ہے کبھی کبھی محبوب یا معظم ہستی کا ذکر اجابت کا سبب ہوتا ہے۔ خواہ اسے توسل یا استعانت، تشفع یا تجوذ سے تعبیر کیا جائے اس کا معنی ہے ضرورت مند کی طرف توجہ دینا۔ کبھی کبھی اس چیز کے طفیل توجہ ہو جاتی ہے جو منصب میں اس سے اعلیٰ ہو۔ اس ہستیِ پاک ﷺ کو بطور شفاعت و توسل کیوں نہیں پیش کیا جا سکتا جو مقامِ محمود کی رفعتوں پر فائز ہو۔ رب تعالیٰ کے ہاں ان کا منصب عظیم ہو، بلکہ سارے صالحین سے توسل ہو سکتا ہے۔ جیسے امام سبکی نے لکھا ہے۔ بعض علماء نے ابن عبد السلام سے نقل کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے تعظیم کے لیے آپ کو مختص کیا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ تک مقصور ہو۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی تخلیق سے قبل آپ کی ذاتِ والا صفات سے توسل

حاکم، الطبرانی اور البیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب

حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا صدور ہو گیا، تو انہوں نے عرض کی: "مولا! میں محمد عربی ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تم نے محمد (عربی ﷺ) کو کیسے جان لیا، حالانکہ میں نے انہیں ابھی تک تخلیق نہیں کیا۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! اس کی وجہ یہ ہے جب تو نے مجھے اپنے دستِ اقدس سے تخلیق کیا۔ مجھ میں اپنی روح پھونکی، تو میں نے اپنا سر بلند کیا۔ میں نے عرش کے پایوں پر مرقوم دیکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام نامی کے ساتھ اسی ہستی کا اسم مبارک ملایا ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تم نے سچ کہا ہے وہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ تم نے ان کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اگر محمد عربی ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا۔" یہ روایت پہلے گزر چکی ہے ساری مخلوق کو آپ کے لیے پیدا کیا گیا وہاں اس کے شواہد بھی گزر چکے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے آپ کا ذکر جمیل تورات اور انجیل میں پایا تو انہوں نے آپ کی بشارت دی، جیسے رب تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے۔ یہ دونوں نبی آپ کے وسیلہ سے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ کی حیاتِ طیبہ میں انسانوں کا آپ سے توسل

ترمذی، نسائی، بیہقی نے کئی طرق سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے لیے دعا کر دیتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو صبر کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" اس نے عرض کی: "آپ دعا مانگیں۔" آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو کرے۔ اس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر یہ دعا مانگی:

اللھم انّی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بك الی ربّی فی حاجتی لتقفی لی. اللھم شفعه فیّ.

امام بیہقی نے کئی اسناد سے تحریر کیا ہے کہ جب وہ اٹھا تو اسے بصارت مل چکی تھی۔ دوسری روایت میں ہے: "اس شخص نے اسی طرح کیا تو وہ آپ کی برکت سے شفاء یاب ہو گیا۔"

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کی حیاتِ طیبہ میں حیوانات کا آپ سے توسل

ابن شاہین نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بیٹھنے کے شرف سے بہرہ ور کیا۔ مجھے وہ بات بتائی جو میں کسی کو نہ بتاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ آپ کسی بلند جگہ کی اوٹ یا درختوں کے جھنڈ کے پیچھے قضائے حاجت فرمائیں۔ آپ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا جب اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو اس نے آواز نکالی۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی کوہان اور کانوں کے پیچھے ہڈیوں کو مس کیا تو وہ پرسکون ہوگیا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''اسے سکون نصیب ہوا۔'' آپ نے فرمایا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کی ملکیت میں ہے؟ ایک انصاری جوان حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا اونٹ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس اونٹ کے بارے میں رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو۔ جس نے تمہیں اس اونٹ کا مالک بنایا ہے۔ یہ میرے پاس شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور مشقت سے کام لیتے ہو۔'' اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن عبداللہ بن اسماء سے، ابوداؤد نے اسے مہدی بن میمون سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے اس کا ابتدائی حصہ مہدی سے روایت کیا ہے۔ ابن النعمان نے اپنی سند سے ''مصباح الظلام'' میں حضرت تمیم داری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ ایک اونٹ بھاگتا ہوا حاضر ہوا۔ وہ گھبرا کر آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اونٹ! پرسکون ہو جا۔ اگر تو سچا ہے تو تیرا سچ تیرے لیے ہے۔ اگر تو جھوٹا ہے تو تیرا جھوٹ تیرے لیے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے ہم سے پناہ مانگنے والے کو امن دیا ہے۔ ہماری پناہ لینے والا خسارے میں نہیں ہوتا۔'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اس کے مالک اسے ذبح کرنا اور کھانا چاہتے ہیں۔ یہ بھاگ کر آگیا ہے۔ اس نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی ہے۔'' ہم اسی حالت پر تھے کہ اس کے مالک بھاگتے ہوئے آئے۔ جب اونٹ نے انہیں دیکھا تو وہ آپ کی سمت آگیا۔ وہاں پناہ لی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! تین دن سے ہمارا اونٹ ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے۔ یہ ہمیں آپ کے سامنے سے ملا ہے۔'' حضور والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شکایت کر رہا ہے۔ شکایت مایوس ہوگئی ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارے ہاں پروان چڑھا۔ تم گرمیوں میں اس پر سوار ہو کر گھاس کی جگہ جاتے رہے۔ سردیوں میں اس پر سوار ہو کر اون کی جگہ جاتے رہے۔ جب یہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنا دیا۔ رب تعالیٰ نے تمہیں اس سے چرنے والے اونٹ عطا کیے۔ جب یہ اس عمر کو پہنچ گیا تو تم نے اسے ذبح کرنے اور اس کا

گوشت کھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ کی قسم! اسی طرح ہے۔"

آپ نے فرمایا: "یہ ایک عمدہ سلوک کی اس کے مالکوں کی طرف سے کیسی جزاء ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نہ ہم اسے بیچیں گے نہ ہی اسے ذبح کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے تم سے مدد طلب کی مگر تم نے اس کی مدد نہ کی۔ میں اس پر رحمت کرنے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں۔" آپ نے اسے خریدا اور آزاد کر دیا۔" امام بیہقی نے دلائل میں عطیہ بن ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو کسی خیمے کے ساتھ باندھی گئی تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے آزاد کر دیں حتیٰ کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں، پھر میں واپس آجاؤں تو آپ مجھے باندھ دینا۔" آپ نے فرمایا: "کسی قوم کا شکار کسی قوم کی باندھی ہوئی۔" آپ نے اس سے وعدہ لیا۔ اس نے آپ کو وعدہ دیا تو آپ نے اسے کھول دیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد وہ آ گئی۔ اب اس کی کھیری خالی تھی۔ آپ نے اسے باندھ دیا، پھر اس خیمے کا مالک آیا۔ آپ نے ان سے ہرنی مانگ لی۔ انہوں نے آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر درندے موت کے متعلق اس طرح جانتے جیسے تم جانتے ہو تو تمہیں کھانے کے لیے موٹا جانور دستیاب نہ ہو سکتا۔" اس ضمن میں اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ آپ کے معجزات کے ابواب میں ہو چکا ہے۔

❁❁❁

پانچواں باب

وصال کے بعد آپ سے توسل

الطبرانی اور البیہقی نے متصل سند کے ذریعے ثقہ راویوں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص گاہے بگاہے اپنی ضرورت کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا تھا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے نہ ہی اس کی ضرورت میں غور و فکر کرتے۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور یہ داستان غم سنادی۔ حضرت ابن حنیف نے فرمایا: "وضو کرنے والا برتن لے آؤ۔ اس سے وضو کرو، پھر مسجد جاؤ دو رکعتیں ادا کرو پھر یہ دعا مانگو:

اللھم انی اسئلك و اتوجّه الیك بنبیّنا محمد نبیّ الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربّی فتقضی حاجتی۔

پھر اپنی ضرورت کا تذکرہ کرو چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہ شخص گیا۔ اسی طرح کیا جیسے حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا تھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ دربان آیا۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا، پھر فرمایا: ''تمہاری حاجت کیا ہے؟'' اس نے ضرورت عرض کی تو انہوں نے فرمایا: ''تم نے ابھی تک مجھے اپنی حاجت بیان کیوں نہیں کی؟ اب تمہیں جو بھی ضرورت پیش ہو مجھے بتا دینا۔'' وہ شخص وہاں سے روانہ ہو کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اس نے ان سے عرض کی: ''رب تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ وہ تو نہ میری طرف توجہ کرتے تھے نہ ہی میری التجاء کو سنتے تھے حتیٰ کہ میں ان سے بات کرتا۔'' حضرت ابن حنیف نے فرمایا: ''بخدا! میں نے یہ کلمات اپنی طرف سے تمہیں نہیں بتائے، مگر میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ اپنی بصارت کے بارے میں عرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: ''کیا تم صبر کرو گے؟'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ساتھ لے کر آنے والا کوئی نہیں ہے؟ مجھ پر یہ گراں گزر رہا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''وضو کے برتن کے پاس جاؤ۔ وضو کرو۔ دو رکعتیں پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا مانگو۔'' حضرت ابن حنیف نے فرمایا: ''بخدا! ہم جدا نہ ہوئے تھے کچھ ہی وقت کے بعد وہ شخص ہمارے پاس آیا گویا کہ اسے کچھ تکلیف نہ تھی۔''

امام نووی نے اپنی ''تہذیب'' میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شام کی فتوحات میں شرکت کی۔ یہ دمشق کی فتح کی بشارت لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سات ایام میں مدینہ طیبہ پہنچے جب کہ مدینہ طیبہ سے شام اڑھائی ایام میں پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کی قبر انور کے پاس دعا مانگی تھی اور آپ کا وسیلہ دے کر رستہ کے قریب ہونے کی دعا مانگی تھی۔''

شیخ تقی الدین ابن صلاح نے ''کلامہ علی بعض المسائل'' میں فرمایا ہے کہ بعض علماء کرام نے آپ کے معجزات کو شمار کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ انہوں نے معجزات کی تعداد ایک ہزار لکھی ہے۔ ہم نے مختصر شمار کیے تو یہ کئی گنا نکلے، کیونکہ یہ ان معجزات پر مشتمل نہیں ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں ظہور پذیر ہوئے، بلکہ یہ آپ کے بعد بھی لگاتار رونما ہوتے رہے کیونکہ آپ کے علماء کرام کی کرامات، سائلین کے سوالات بر آنا اور ان کی امداد ہو جانا اور اپنی مشکلات میں آپ کا وسیلہ پیش کرنا ان کے لیے قاطع دلائل ہیں اور ساطع معجزات ہیں۔ جنہیں عدد شمار نہیں کر سکتا نہ ہی کوئی حد محدود کر سکتی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''امام علامہ سیدی ابو عبداللہ بن نعمان نے اس موضوع پر ایک کتاب رقم کی ہے۔ اس کا نام انہوں نے "مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام فی الیقظة والمنام" انہوں نے عجیب العجائب واقعات تحریر کیے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر اس شخص کو کچھ بھی شک باقی رہتا۔ تم وہ کتاب ضرور پڑھو۔ وہ اس باب کی جامع کتاب ہے۔

''مولا! ہم تجھ سے التجاء کرتے ہیں۔ تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ تو سارے امور میں ہماری عاقبت کو عمدہ فرما، تو ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا لے۔'' کچھ امور کا تذکرہ آپ کے معجزات میں گزر چکا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ان کی طرف رجوع کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

درود و سلام

پہلا باب

آیت کریمہ کے فوائد

۱۔ اس امر پر اجماع ہے کہ اس آیت طیبہ میں اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم بیان کی ہے۔ آپ کے منصب کو اتنا رفیع کیا ہے' جو کسی اور آیت طیبہ میں نہیں۔ یہ آیت طیبہ مدنیہ ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے حبیب لبیب ﷺ کے ملاء اعلیٰ میں منصب رفیع سے آگاہ کر رہا ہے کہ وہ ملائکہ مقربین آپ علیہ السلام کی تعریف کرتا ہے۔ ملائکہ آپ کے حضور درود و سلام پیش کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی کے باسیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر درود و سلام کے پھول نچھاور کیا کریں۔ سارے علوی اور سفلی عالمین کے باسیوں کی ثناء اور تعریف آپ کے لیے جمع ہو جائے۔" اللہ رب العزت نے "یصلّون" مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے، جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ تا کہ یہ اس امر پر دلالت ہو سکے کہ رب تعالیٰ اس کے سارے فرشتے ہمیشہ ہمیشہ سے آپ پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں۔ اولین و آخرین کے مطلوب کی انتہاء یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی درگاہ والا سے ایک دفعہ صلوٰۃ (رحمت) نصیب ہو جائے ان کے لیے یہ کہاں؟

۲۔ الصلاۃ کا مادۂ اشتقاق اور اس کا لغوی اور شرعی معنی۔ الصلاۃ کے لغت میں دو معانی ہیں۔

۱۔ دعا، تبرک۔ اسی سے رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ (التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ: نیز دعا مانگئے ان کے لیے بیشک آپ کی دعا ہزار تسکین باعث ہے ان کے لیے۔

وَصَلَوٰتِ الرَّسُولِ ۚ (التوبۃ:۹۹)

ترجمہ: اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا (التوبۃ:۸۴)

ترجمہ: اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی۔

اس سے الصلاۃ علی الجنازۃ ہے یعنی میت کے لیے دعا۔ دعا کو صلاۃ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دعا مانگنے والے کا قصد تمام خوبصورت مقاصد کو شامل ہوتا ہے۔ یہ سائلین کے اختلاف کے حساب سے ہوتا ہے۔

۲۔ عبادت۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان اسی معنی پر دلالت کرتا ہے" جب تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف دعوت دی جائے تو اسے قبول کر لے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو اس کے لیے برکت کی دعا کر دے۔ "فلیصل" "فلیدع" کے معنی میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی دعا ہے۔ اس سے وہ اشکالات دور ہو جاتے ہیں جو شرعی صلاۃ (نماز) کے نام پر وارد ہوتے ہیں کہ کیا یہ لغت میں اپنے موضوع سے منقول ہے۔ اس طرح یہ حقیقت شرعی ہے نہ کہ مجاز شرعی۔ اس طرح صلاۃ لغت کے اعتبار سے اپنے مسمّٰی پر باقی ہے۔ یہ دعا ہے۔ دعا، دعائے عبادت ہے اور دعائے مسئلہ ہے۔ نمازی اپنی تکبیر سے لے کر سلام تک دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کے مابین ہوتا ہے۔ وہ صلاۃ حقیقیہ میں ہے نہ مجازی طور پر نہ ہی نقلی طور پر لیکن اس نے صلاۃ کے اسم کو اس مخصوص عبادت کے ساتھ مختص کیا۔ دیگر تمام الفاظ کو چھوڑ دیا جنہیں اہل لغت و عرف نے ان کے کچھ مسمیات کے ساتھ مختص کیا ہے جیسے دابہ، راس۔ یہ اس کی غایت ہے کہ لفظ کو مخصوص کرنا اور اس کو اس کے بعض موضوع تک قصور کرنا۔ یہ اس کے اصلی موضوع سے نقل اور خروج کو لازم نہیں کرتا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ دعاء عبادۃ۔ دعاء مسئلہ۔ عابد دعا مانگنے والے کی مانند سائل ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ان دونوں معانی کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (غافر: ۶۰)

ترجمہ: مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے "میری اطاعت کرو۔ میں تمہیں ثابت قدم کر دوں گا۔" دوسرا معنی یہ ہے "تم مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں عطا کروں گا۔" ابن القیم نے لکھا ہے صحیح موقف یہ ہے کہ دعا دونوں انواع کو شامل ہے۔ صلاۃ مصلی، مصلی لہ اور مصلی علیہ کے اعتبار سے مختلف حالات پر دلالت کرتی ہے۔ مصلّی کی حالت کے اعتبار سے ایک معنی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ملائکہ میں آپ کی تعریف کرتا ہے۔ فرشتوں کا درود پاک یہ ہے کہ وہ آپ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اسے امام بخاری نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے، دوسرا موقف یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے درود پاک سے مراد رحمت ہے، ملائکہ کا درود پاک استغفار ہے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت سفیان اور دیگر اہل علم سے روایت کیا ہے۔ القرافی نے یہ ترجیح دی ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے درود پاک کا معنی مغفرت ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا صلاۃ یہ ہے "سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" اسے ابن ابی حاتم نے عطاء بن ابی رباح سے اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے علامہ ماوردی نے لکھا ہے "یہ اظہر الوجوہ کے اعتبار سے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت، ملائکہ کی طرف سے استغفار اور مومنین کی طرف سے دعا ہے۔"

قاضی عیاض نے ابوبکر قشیری سے روایت کیا ہے کہ آپ پر درود پاک سے مراد تشریف اور عزت و تکریم کی زیادتی ہے۔ آپ کے علاوہ کے لیے یہ رحمت ہے۔ جہاں تک ہمارے درود پاک کا تعلق ہے تو اس سے مراد ایسے اسباب سے آپ کی تعظیم بجالانا ہے جو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول کے لیے چاہیے۔ ہمارے اس قول کا معنی ہے:

اللھم صلّ علی محمد، اللھم اعطہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظھار دنہ و ابقاء شریعتہ و فی الآخرۃ تشفیعہ فی امتہ و اجزال اجرہ و مثوبتہ و ابداء فضلہ للاولین و الآخرین بالمقام المحمود و تقدیمہ علی کافّۃ المقربین الشھود۔

اگر یہ درود پاک ہم پر واجب ہے تو یہ درجات اور مراتب کا حامل ہے۔ جب آپ کی امت میں سے کوئی ایک آپ پر یہ درود پاک پڑھتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ یہ بھی روا ہے کہ ہم جس جس چیز کا نام لیں۔ رب تعالیٰ اس دعا کے ذریعے ہر ہر چیز میں اضافہ کر دے، کیونکہ ہم کسی ایسی چیز کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر ہیں جو آپ کے امر کو عظیم بنا دے۔ آپ کی قدر و منزلت کو بلند کر دے، کیونکہ یہ رب تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر درود و سلام پڑھیں۔ آپ کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کریں۔ رب تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ آپ کو ان مناصب رفیعہ تک پہنچا دے، تا کہ آپ کا حق ادا ہو سکے۔ رب تعالیٰ کے حریم ناز میں آپ کو مزید قرب مل سکے۔ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کا بدلہ چکا دیں جو ہم پر احسان کرے۔ اگر ہم عاجز آجائیں تو دعا دے کر اس کا بدلہ چکا دیں۔ رب تعالیٰ نے ہماری راہ نمائی کی۔ جب اسے علم ہو گیا ہم اس سے عاجز ہیں اس نے ہمیں حکم دیا کہ آپ کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں تا کہ اس احساس کا بدلہ چکا سکیں جو آپ نے ہم پر فرمایا ہے۔" یہ مؤقف ابن عبدالسلام کا ہے۔

حضرت ابن عربی نے لکھا ہے کہ درود پاک کا فائدہ درود شریف پیش کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے، کیونکہ یہ عقیدہ کا اخلاص، نیت کا خلوص، اظہار محبت، اطاعت پر مداومت اور واسطہ کریمہ کے احترام پر دلالت کرتا ہے۔

امام سہیلی نے رقم کیا ہے۔ "اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ ہر اہل ایمان پر واجب ہے کہ آپ پر درود و سلام پیش کرے۔ ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ آپ پر درود شریف پڑھنے میں مصروف ہو جائے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ پر درود شریف پیش کرنا اسی قبیل کے ساتھ ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں فرشتوں کا سلام اور متاخر زمانہ میں سلام دو امور کا احتمال رکھتا ہے۔

(۱) یا تو یہ علی سبیل الاوجب ہو۔ یہ آپ کی نسبت کے اعتبار سے ہو۔ (۲) یہ علی سبیل الافضل ہو یہ آپ کی نسبت کے اعتبار سے ہو۔ یہ مؤقف زیادہ اقرب ہے دونوں احتمالوں پر خصوصیت ثابت ہے۔ پہلے احتمال پر تو یہ ثابت ہے۔ دوسرے احتمال پر اس لیے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کے حق میں اس کا فعل جملہ ہے۔ یہ شرط نہیں ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ابن نعمان نے اپنے شیخ ابن عبدالسلام سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنا ہماری طرف سے آپ

کے لیے شفاعت نہیں ہے۔ہم جیسے آپ جیسی عظیم ہستی پاک کے لیے کیسے شفاعت کر سکتے ہیں لیکن رب تعالیٰ نے ہمیں اس احسان کا بدلہ چکانے کے لیے ہمیں حکم دیا ہے جو آپ نے ہم پر انعام فرمایا ہے کیونکہ ہم آپ کا بدلہ چکانے سے عاجز ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے ہی التجاء کرتے وہ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔جب ہم سید الاولین والآخرین ﷺ کا بدلہ چکانے سے عاجز ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کی طرف رغبت کرتے ہیں ہم آپ پر درود پاک پڑھتے ہیں، تاکہ آپ پر ہمارا درود پاک آپ کے احسان و افضال کا بدلہ بن سکے جو آپ نے ہم پر فرمائے ہیں، کیونکہ کوئی احسان آپ کے احسان سے افضل نہیں ہے۔"

امام سہیلی نے تحریر کیا ہے "درود پاک کے حکم میں کئی مذاہب ہیں (ا) مطلق متحب ہے یہ ابن جریر الطبری کا قول ہے۔انہوں نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، بعض علماء کرام نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ جو ایک بار درود پاک سے زائد ہو۔یہ متعین ہے۔ابن القصار وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصر کے بغیر واجب ہے، لیکن وہ کم از کم وہ تعداد جس سے اجزاء حاصل ہوتا ہے وہ ایک بار ہے۔

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ علماء کرام کا اجماع ہے کہ آپ پر درود شریف بھیجنا ہر مومن پر فرض ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ (الاحزاب:٥٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ درود شریف ساری زندگی میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔جیسے کلمۂ توحید اور رب تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرنا۔ابن حزم اور احناف میں سے ابو بکر رازی نے اسی طرح لکھا ہے۔امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ زندگی میں ایک دفعہ آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ہر وقت آپ پر دورد پاک پڑھنا سنن مؤکدہ کے واجبات میں سے واجب ہے۔اس مؤقف کی طرف ابن عطیہ سبقت لے گئے ہیں کہ ہر حال میں آپ پر درود پاک پڑھنا سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔اس سے وہی غفلت برتتا ہے جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔"ابن القصار نے لکھا ہے "ہمارے اصحاب سے مشہور یہ ہے کہ یہ فی الجملہ انسان پر واجب ہے۔اس پر فرض ہے کہ وہ زندگی میں ایک بار آپ پر درود پاک پیش کرے، بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہو۔"

علامہ فاکہی نے لکھا ہے کہ یہ مشہور معنی میں ہے یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس سے اختلاف کیا ہو۔ایک قول یہ ہے نماز کے آخری قعدہ میں واجب ہے۔یہ امام شافعی اور ان کے پیروکار کا مذہب ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ تشہد واجب ہے۔یہ امام شعبی اور ابن راہویہ کا قول ہے۔ایک مؤقف یہ ہے کہ یہ محل کی تعیین کے بغیر نماز میں واجب ہے مالکیہ میں سے ابو بکیر نے اسے نقل کیا ہے۔ایک مؤقف یہ ہے کہ تعداد کی تقیید کے بغیر اس کی کثرت واجب ہے۔

بعض مالکیہ نے لکھا ہے "یہ مجمل اسلامی فرض ہے جو کسی معین تعداد یا معین وقت کے متعلق نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر خیر ہو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ یہ امام طحاوی، احناف میں سے ایک گروہ حلیمی اور شوافع میں سے ایک گروہ کا مؤقف ہے۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ زیادہ محتاط مؤقف یہی ہے۔ ایک مؤقف یہ ہے کہ ہر محفل میں ایک بار درود شریف پڑھا جائے خواہ اس میں آپ کا ذکر جمیل بار بار ہو۔ یہ زمخشری نے بیان کیا ہے۔ ایک مؤقف یہ ہے کہ ہر دعا میں آپ پر درود پاک پڑھا جائے۔ اسے بھی انہوں نے ہی بیان کیا ہے۔

۳۔ ایک فائدہ وہ بھی ہے جسے حضرت سہل بن محمد نے بیان کیا ہے کہ یہ شرف، آدم کو مسجود ملائک کرنے سے زیادہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ رب تعالیٰ ان فرشتوں کے ساتھ ہو۔ وہ شرف جس کا صدور اللہ رب العزت سے ہو وہ اس شرف سے افضل ہے جو ملائکہ کے ساتھ مختص ہو۔"

۴۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو فدیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اس شخص سے سنا جس کو میں نے پایا کہ جو آپ کی قبر انور کے پاس کھڑا ہوا۔ مذکورہ بالا آیت طیبہ پڑھے پھر یوں عرض کرے: "صلی اللّٰه علیك یا محمد (ﷺ) "ستر باریوں عرض کرے۔ تو ایک فرشتہ اسے ندا کرتا ہے اے فلاں! تیری کوئی حاجت نہ رہے گی۔"

۵۔ اس آیت طیبہ میں "النبی" کے مبارک لفظ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں مبارک اسم "محمد" کا تذکرہ نہیں کیا۔ جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا یا آدم، یا یحییٰ، یا عیسیٰ، یا ابراہیم علیہم السلام اس میں وہ شرف و قدر ہے جسے سارے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کے منصب بلند اور سارے انبیاء کرام سے افضل ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ جب ہمارے نبی کریم ﷺ کا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ذکر کیا گیا خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر نام لے کر کیا گیا۔ حبیب لبیب ﷺ کا ذکر پاک لقب کے ساتھ کیا گیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ (آل عمران: ۶۸)

ترجمہ: بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم علیہ السلام سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی۔

جس جگہ آپ کا اسم گرامی ذکر کیا ہے وہ کسی مصلحت کی بنا پر ہے جو اس کا تقاضا کرتی ہے۔

۶۔ اولیٰ یہ ہے کہ یہ الف لام کے ساتھ ہو۔ یہ غالب حالت ہے جیسے المدینہ۔ گویا کہ آپ اس کے ساتھ معروف حقیقی ہیں۔ سارے انبیائے کرام سے مقدم ہیں۔

۷۔ سارے ملائکہ آپ پر درود شریف پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے سارے انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر صرف آپ کی ذات ستودہ صفات کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے۔

تنبیہ

اکثر یہ سوال ہوتا ہے کہ تسلیم کو تو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے، مگر صلاۃ کو اس طرح مؤکد نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب علامہ فاکہانی نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے "صلاۃ کا لفظ صلاۃ اللہ وملائکتہ سے مؤکد ہے، لیکن السلام کی کیفیت اس طرح نہیں ہے، لہٰذا اس کی لفظ کے ساتھ تاکید لگانا عمدہ ہے، کیونکہ وہاں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کے قائم مقام ہو۔"
الحافظ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ جب الصلاۃ کو السلام پر مقدم کیا یہ تقدیم اہتمام میں اضافہ کے لیے تھی تو عمدہ یہ تھا کہ السلام کا مرتبہ ذکر میں متاخر ہوتا کہ اہتمام کی قلت کا وہم نہ ہو سکے کہ یہ متاخر ہے۔ صحیح علم اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

۸۔ اعراب کے بارے میں گفتگو۔ الملائکۃَ پر نصب میں اختلاف ہے۔ العشر ۃ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ شاذ روایت ہے جو ابوعمرو سے مروی ہے۔ اِنَّ کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اسے نصب دی گئی ہے۔ یہ اسم کریم ہے۔ کوفیین کے مذہب کے مطابق اِنَّ کے اسم کے محل کی وجہ اسے رفع بھی دیا گیا ہے۔ بصریوں کے ہاں یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی ملائکتہ یصلون' مذکور یصلون اسی پر دلالت کرتا ہے۔ مبتداء کا مفرد اور خبر کا جمع ہونا اسے نقصان نہیں دیتا، کیونکہ کبھی کبھی تعظیم کے لیے یہ جمع واقع ہوتا ہے، جیسے بعض نے اس کا تذکرہ کیا ہے بلاشبہ کبھی کبھی حرف نداء "ادعو" کے قائم مقام ہوتا ہے جبکہ منادی مفرد مبنی برضمہ ہوتا ہے امام نسائی کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا ضمہ اس اعراب کا ضمہ ہے جو اسے نداء کے ساتھ ملانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس میں "ای" محل نصب میں ہے یہ ایک مبہم اسم ہے۔ یہ اس چیز کا محتاج ہے جو اس کے ابہام کو دور کر دے۔ اس کے پیچھے اسم جنس ہونا ضروری ہے، یا جو اس کے قائم مقام ہو سکے۔ جیسے اسم اشارہ جو اس سے متصف ہوحتیٰ کہ مقصود بالنداء صحیح ہو سکے، جو اس میں عمل کر رہا ہے، جو اس کی صفت ہے۔ وہ اس سے جدا نہ ہوگی کیونکہ اسے بنفسہٖ استقلال حاصل نہیں ہے۔

۹۔ اس کے نزول کا سبب۔ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم یہ جان گئے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

۱۰۔ اس کی ما قبل سے مناسبت۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ان حقوق کا تذکرہ کیا جو آپ کے ساتھ مختص ہیں امت جن میں شامل نہیں ہے۔ جیسے اس عورت سے نکاح حلال ہونا جو اپنا آپ آپ کو پیش کرے۔ آپ کی تعظیم و توقیر، آپ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام ہونا۔ ان کا ان کے باپ بیٹوں سے پردہ نہ کرنا۔ ان کا ان کے پاس اور ان کا ان کے پاس جانا تو رب تعالیٰ اس آیت طیبہ میں بیان فرما دیا کہ آپ ملاء اعلیٰ میں بھی محترم ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر۔

اس امر میں علماء کرام کا اجماع ہے کہ اس آیت طیبہ میں آپ کی وہ تعظیم و تکریم بیان کی گئی ہے جو کسی اور میں نہیں۔ آپ کا ذکر خیر ساتوں آسمانوں میں، مستوی، قلموں کے چلنے کی جگہ، عرش، کرسی سارے ملائکہ مقربین اور سارے آفاق میں پھیل گیا۔

۱۱۔ اس کے نزول کے اسباب۔ روایت ہے کہ یہ آیت طیبہ سورۃ الاحزاب میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے کاشانہ نبوی میں آنے کے بعد ہوا۔ اس کے بعد کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا۔ الحافظ ابوذر الہروی نے لکھا ہے کہ یہ آیت طیبہ ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ شب معراج نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق اس کا نزول پندرہ شعبان کو ہوا۔

۱۲۔ ملائکہ پر گفتگو۔ ملائکہ ملک کی جمع ہے۔ یہ کس سے مشتق ہے۔ اس میں چھ اقوال ہیں۔ ان کی ماہیت، حقیقت، عصمت اور انبیاء کرام پر فضیلت کے متعلق پر بہت سے اقوال ہیں۔ جمہور علماء کا موقف ہے کہ یہ لطیفہ ھوائیہ اجسام ہیں جو مختلف اشکال بنالینے پر قادر ہوتے ہیں یہ متفرق شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف ہے کہ انبیائے کرام ان سے افضل ہیں۔ "ملکۃ" میں الھاء تانیث الجمع کے لیے ہے جیسے صلادمہ۔ دوسرا قول ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے جیسے علامہ میں ہے اور یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کا حذف کرنا شاذ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: یا ابا خالد صلّت علیك الملائكة۔ ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے۔

"النبیؐ" پر گفتگو اس کتاب کی ابتداء میں تفصیل سے ہو چکی ہے۔

۱۳۔ اس آیت طیبہ میں اسم جلالت ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ اکثر علماء کرام کے نزدیک اسم اعظم ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی۔ جیسے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر اسی کے ساتھ کی گئی ہے۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ (مریم:۶۵)

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہم مثل ہے۔

اسی کی طرف مضاف ہوتا ہے کہا جاتا ہے "الرحمٰن الرحیم اسم اللہ" اس کے برعکس نہیں ہو سکتا۔ سارے اسماء حسنیٰ اسی طرح ہیں، کیونکہ اس کے حروف میں سے کسی حرف کے کم ہو جانے سے اس میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جب ہمزہ ساقط ہو جائے تو میں کہتا ہوں: "للّٰہ الامر" اگر پہلی لام کو ساقط کر دو تو کر دو "لہ ملك السمٰوات والارض" اگر تم

دوسری لام کو ساقط کر دو تو کہو: "ھو الاول والآخر۔"

رب تعالیٰ نے فرمایا: "آمنوا" اور "یا ایھا الناس" نہ فرمایا۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس نے شریعت مطہرہ کی فروع سے کفار کو مخاطب کیا ہے، کیونکہ درود شریف قرب کا ذریعہ ہے، لہٰذا اہل ایمان کو اس کے ساتھ مختص فرمایا۔ اسے "علی" سے متعدی کیا۔ اس سے مراد "دعا" ہے، کیونکہ "صلّوا علیہ" سے مراد ہے کہ یوں کہو: "اللھم صلّ علی محمد" جیسے آپ نے اس عرض کے جواب میں فرمایا تھا: "ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یوں عرض کرو: "اللھم صلّ علی محمد"

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے صلاۃ کو مقدم فرمایا تا کہ اہل ایمان کو اس سے ترغیب مل سکے اور انہیں ترک کرنے پر ترہیب ہو سکے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر درود شریف پڑھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائک کے شرف سے زیادہ اعلیٰ ہے۔

علامہ فاکہانی نے لکھا ہے: "آپ پر درود شریف، اللہ تعالیٰ کی صلاۃ اور اس کے ملائکہ کے درود شریف سے مؤکد ہے، لیکن السلام کی کیفیت اس طرح نہیں ہے اسے مصدر سے مؤکد کر دیا۔

الحافظ نے لکھا ہے "جب الصلاۃ لفظ میں السلام سے مقدم ہے یہ تقدم اہتمام میں فضیلت پر دلالت کر سکتا تھا۔ السلام کو اس کے تاخر کی وجہ سے مؤکد کرنا بہت عمدہ ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم

رب تعالیٰ نے آپ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۭ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۵۶ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور بڑے ادب و محبت سے سلام عرض کیا کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔ تمہارا درود و سلام مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔" (الطبرانی، ابوداؤد اور نسائی)

آپ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔"

(مسلم، ابوداؤد اور ترمذی)

آپ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔"

(مسلم، ابوداؤد اور ترمذی)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تمہارا مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے گناہوں کی بخشش ہے۔ میرے لیے درجہ اور وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ رب تعالیٰ کے ہاں میرا وسیلہ تمہارے لیے شفاعت ہے۔" ابن عساکر نے اسے امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھو۔ رب تعالیٰ تم پر اپنی رحمت بھیجے گا۔" ابن ابی حاتم نے جید سند سے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مرسلین پر درود پڑھو تو ان کے ہمراہ مجھ پر بھی درود شریف پڑھا کرو میں رب العالمین کا رسول ہوں۔"

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر اور سارے انبیائے کرام علیہم السلام پر درود شریف پڑھا کرو۔" ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ دس بار اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔" دیلمی نے اسناد کے بغیر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھا کرو اسے تمہارے لیے دوگنا چوگنا کر دیا جاتا ہے۔"

ابن بشکول نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے نصیحت کی کہ میں حضر و سفر میں نماز چاشت پڑھا کروں۔ میں وتر پڑھ کر سوؤں۔ آپ پر درود پاک پڑھا کروں۔"

ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ قبر میں تمہیں سب سے پہلے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔" الحافظ السخاوی نے "القول البدیع" میں لکھا ہے "میں اس کی سند سے آگاہ نہیں ہوا ہوں۔" دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس بن مالک سے یا حضرت انس نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مرسلین پر درود پڑھنے لگو تو مجھ پر بھی درود شریف پڑھو۔ میں بھی مرسلین میں سے ایک (عظیم الشان) رسول ہوں۔" اس روایت کو ابن ابی عاصم نے دوسرے الفاظ سے یوں روایت کیا ہے۔ "جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو تو دیگر رسل عظام علیہم السلام پر بھی درود پڑھا کرو۔" المجد اللغوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ صحیحین میں اس کے راویوں کی وجہ سے اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔

امام احمد، ابونعیم، بخاری نے الادب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ہاں میرا ذکر خیر ہو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود شریف پڑھے جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ دس بار اس پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اسے الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، لیکن اس میں مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔'' امام احمد اور ابوشیخ نے ''الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ضعف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔ مجھ پر تمہارا درود شریف پڑھنا تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ اس روایت کو حارث اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے ''رب تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔'' یا تو صحابہ کرام نے پوچھا یا آپ نے خود فرمایا: ''وسیلہ جنت میں ایک بلند ترین مقام ہے جو صرف ایک ہستی کو ملے گا مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔''

ابوالقاسم التیمی نے الترغیب میں لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ یہ جنت کا بلند ترین درجہ ہے۔ یہ صرف ایک شخص کے لیے ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں۔''

''یصلّون'' فعل مضارع کا صیغہ ہے جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ خصوصاً جبکہ رب تعالیٰ جل وعلا اور اس کے بارے فرشتے آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان آپ پر کثرت سے درود شریف نہ پڑھیں اور اس سے غافل ہو جائیں۔'' یہ فاکہانی نے لکھا ہے۔

❀❀❀

تیسرا باب

جو صلاۃ وسلام عرض نہ کرے اس کے لیے وعید

حاکم نے مستدرک میں، انہوں نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ الطبرانی، بخاری نے ''الادب المفرد'' میں، اسماعیل القاضی اور بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء المقدسی نے ثقہ راویوں سے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''منبر لے کر آؤ۔'' ہم نے منبر پاک حاضر کر دیا۔ جب آپ اس کی ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: ''آمین'' دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین'' جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین'' جب آپ نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ سے وہ کچھ سنا ہے جو پہلے نہ سنتے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''میرے سامنے حضرت

جبرائیل امین آئے۔" انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو رمضان المبارک کو پائے مگر اس کی مغفرت نہ ہو۔" میں نے کہا: "آمین" آپ نے فرمایا: "جب میں نے دوسری سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا تو انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا جائے مگر وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھے۔" میں نے کہا: "آمین" جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت جس نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے وقت اپنے پاس پایا۔ وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا (وہ اسے جنت میں داخل نہ کر سکے) میں نے کہا: "آمین"

حاکم نے مستدرک میں، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے عمران بن ابان کے، ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے، جبکہ بعض محدثین نے انہیں ضعیف کہا ہے نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے "حضور اکرم رحمت عالم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، تو آپ نے فرمایا: "آمین" وہ ہلاک ہو گیا۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے اس کی بخشش نہ ہوئی۔" دوسرے الفاظ میں ہے "جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل امین نے کہا: "وہ شخص ہلاک ہو گیا جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔" میں نے کہا: "آمین"

امام بخاری نے الادب المفرد میں، الطبرانی نے اوسط میں، الطبری نے تہذیب میں اور دارقطنی نے "الافراد" میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حسن ہے۔ امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے جب پہلی سیڑھی پر چڑھے۔" یا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "وہ شخص بد بخت ہے جس نے رمضان المبارک پایا۔ رمضان المبارک گزر گیا مگر اس کی بخشش نہ ہوئی۔" حافظ سخاوی نے "القول البدیع" میں لکھا ہے "ضیاء نے اسے المختارہ میں طیالسی کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ میرے نزدیک امام مسلم کی سند پر ہے۔" لیکن اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ بخاری نے اسے الادب المفرد میں ذکر کیا ہے۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اسے حضرت ابو ہریرہ سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔" آپ نے فرمایا: "آمین آمین آمین" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ منبر پر جلوہ نماز ہوئے ہیں۔ آپ نے آمین آمین آمین فرمایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔" انہوں نے کہا: "جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا۔ اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ وہ آگ میں داخل ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ آپ کہیں "آمین" میں نے آمین کہا۔" اسے امام بیہقی نے الدعوات میں اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اسے امام احمد، حاکم، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "وہ شخص رسواء ہو گیا۔ جس کے پاس میرا ذکر خیر کیا گیا، مگر اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا۔"

الطبرانی اور الطبری نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا:

"جس کے پاس میرا ذکر خیر کیا گیا، مگر وہ مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔ وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔" اسے ابن ابی عاصم، اسماعیل قاضی نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ المنذری نے لکھا ہے: "یہ اس روایت سے مشابہ ہے "جس کے ہاں میرا ذکر جمیل کیا گیا اور وہ مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔"

امام بیہقی نے الشعب میں اور السنن الکبریٰ میں، التیمی نے الترغیب والرشید والعطار میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند کو حسن کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔ وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔" الحافظ ابو موسیٰ المدینی نے اسے اپنی الترغیب میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت حضرات علی المرتضیٰ، ابن عباس، ابو امامہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: "وہ شخص رسواہ ہو گیا۔ جس کے پاس کا ذکر کیا گیا، مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔" میں نے کہا: "آمین۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: "جس کے سامنے آپ کا ذکر جمیل کیا گیا۔ اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔ وہ مر گیا تو اس کی بخشش نہ ہو وہ آگ کے حوالے ہو۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے۔ آپ کہیں: "آمین" میں نے کہا: "آمین" ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین نے کہا: "جس کے پاس آپ کا ذکر خیر ہو وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے۔ وہ مرے تو آگ میں داخل ہو۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے آپ کہیں "آمین" میں نے کہا: "آمین"۔

ابن ابی عاصم نے "الصلاۃ" میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک دن نکلا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بخیل ترین شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "ضرور! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "جس کے پاس میرا ذکر خیر ہو اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ وہ لوگوں میں سے بخیل ترین شخص ہے۔"

اس روایت کو اسماعیل القاضی نے عوف بن مالک کی سند سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: "لوگوں میں سے بخیل ترین شخص وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر جمیل کیا جائے مگر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

امام احمد، الطیالسی، الطبرانی نے الدعاء میں، ابو داؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب کوئی قوم کوئی محفل سجائے مگر اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر نہ ہو۔ نہ ہی اس میں اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا تو یہ محفل ان کے لیے حسرت ہو گی اگر وہ چاہے تو انہیں عذاب دے دے۔ اگر چاہے تو انہیں معاف کر دے۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الدعاء میں ثقہ راویوں سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: "جوقوم بھی کسی مجلس میں بیٹھی، پھر وہ اٹھ گئی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر نہ کیا نہ ہی مجھ پر درود شریف پڑھا تو یہ مجلس ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔" الدینوری نے المجالسہ میں، التیمی نے ترغیب میں، البیہقی نے الشعب میں، الضیاء نے مختارہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کوئی قوم کسی محفل میں نہیں بیٹھی جس میں وہ حضور اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھے تو یہ محفل ان کے لیے حسرت ہوگی۔ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گئے جو انہیں ثواب ملے گا۔ (وہ قلیل ہوگا)۔"

الضیاء نے المختارہ میں ابن عاصم کی سند سے، امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، امام بغوی نے الجعدیات میں اسے موقوف روایت کیا ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ الطیالسی، بیہقی نے الشعب میں، الضیاء نے المختارہ میں، النسائی نے "الیوم واللیلۃ" میں، تمام میں فوائد نے صحیح مسلم کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب بھی کوئی قوم اٹھی ہو پھر وہ ذکر الٰہی کے بغیر اٹھ گئے وہ حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھے بغیر اٹھ گئے تو وہ مردار کی بو سے اٹھے۔" الطبرانی نے "الدعاء" میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے "جو قوم بھی کسی محفل میں بیٹھی پھر وہ منتشر ہوگئی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا نہ ہی حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو وہ روز حشر ان پر حسرت ہوگی۔"

امام احمد نے اپنی "مسند" میں امام نسائی نے "السنن الکبریٰ" میں، امام بیہقی نے الدعوات میں، اور الشعب میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخیل (یا مکمل) بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔"

تنبیہات

۱۔ روایت "من نَسِيَ الصلاۃ" کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا مشکل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: "میری امت سے خطاء اور نسیان کو اٹھالیا گیا ہے۔" کیونکہ اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مکلف ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اسے تارک پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ط (التوبۃ:۶۷)

ترجمہ: انہوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں۔

۲۔ "وان دخلوا الجنۃ" یہ قیامت کے وقت ہوگا جو وہ ثواب سے محروم رہیں گے۔ اگر چہ وہ جنت میں چلے بھی گئے، کیونکہ انہیں دخولِ جنت سے قبل حسرت لازم ہوگی۔

۳۔ الطیبی نے لکھا ہے کہ آپ کے فرمان "فلم یصلّ علیّ" میں "الفاء" استبعادیہ ہے۔ اسی کا معنی ہے کہ یہ غافل سے بعید ہے بلکہ مؤمن سے بعید ہے کہ اس کی زبان پر معدود کلمات کا اجر وثواب ہو۔ وہ اس پر قادر ہو۔ اسے رب

تعالیٰ کی طرف دس رحمتیں نصیب ہوں۔اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں۔اس کی دس خطائیں مٹا دی جائیں۔وہ اس ابر کرم کو غنیمت نہ سمجھے حتیٰ کہ وہ اس سے محروم ہو جائے یقیناً رب تعالیٰ اسے حقیر سمجھے گا۔وہ اس پر ذلت و مسکنت طاری کر دے گا۔"

بعض علماء نے ان کا تعاقب کیا ہے۔انہوں نے فرمایا ہے:"الفاء""ثم" کے معنی میں ہے۔یہ اس کی طرف داعی صرف اس وقت بن سکتی ہے جبکہ یہ تعقیب کے لیے ہو۔یہ اس معنی کو اس مقام پر پست کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس سے تاخیر حاصل ہو جائے اور آپ کے ذکر خیر کے بعد آپ پر درود شریف پڑھے،بلکہ چاہیے کہ وہ آپ کے ذکر خیر کے فوراً بعد درود شریف پڑھے،حتیٰ کہ اگر اس نے تاخیر کی تو اس پر اس کی مذمت کی جائے گی۔

۴۔ انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا،یعنی اس شخص نے والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا،جو اس کے جنت میں داخلے کا سبب بن جاتا ہے۔یہ اسناد مجازی ہے کیونکہ جنت میں دخول اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا۔

۵۔ "البخیل" کو الف لام کے ساتھ معرفہ ذکر کیا گیا تاکہ یہ اس امر پر دلالت کرے کہ وہ بخل میں کامل ہے جیسے مبتداء کا معرفہ ہونا تقاضا کرتا ہے علامہ فاکہانی نے لکھا ہے کہ یہ سب سے قبیح بخل اور سب سے بڑی کنجوسی ہے۔

اس کے بعد کلمۂ شہادت کا بخل باقی رہ جاتا ہے یہ اس مؤقف کو قوی کرتا ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے،جیسے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے بلاشبہ آپ کا آگاہ فرمانا کہ وہ شخص رسواء ہو گیا جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔اس کے بخیل ہونے،بُعد،بددعا اور بدبختی کا تقاضا وعید ہے ترک پر وعید وجوب کی علامات میں سے ہے۔یہ امام طحاوی،بعض احناف،حلیمی،شیخ ابو کامل اسفرائینی،شوافع میں سے ایک جماعت اور حنابلہ میں سے ابن بطہ کا قول ہے۔مالکیہ میں سے ابن ابی کا قول ہے یہ زیادہ محتاط مؤقف ہے۔کیا نماز کے بعد درود شریف فرض عین ہے۔یہ اکثر علماء کا مؤقف ہے یا فرض کفایہ ہے یہ احناف میں سے ابو اللیث سمرقندی کا مؤقف ہے انہوں نے اسے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ایک قول یہ ہے یہ ہر محفل میں ایک بار واجب ہے۔اگرچہ ذکر پاک بار بار ہو یہ زمخشری کا قول ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ عمر میں ایک بار واجب ہے جیسے کہ بعض احناف کا یہ قول ہے۔یہ امام مالک،ثوری اور اوزاعی کا قول ہے۔قاضی عیاض اور ابن عبد البر نے اسے جمہور امت کا قول لکھا ہے۔امام قرطبی نے لکھا ہے کہ عمر میں صرف ایک بار پڑھنا۔اس میں اختلاف نہیں ہے یہ ہر وقت سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔ابن عطیہ نے لکھا ہے"حضور اکرم ﷺ پر ہر حال میں درود شریف پڑھنا سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔اس کو صرف وہی ترک کرتا ہے اس سے وہی غافل رہ سکتا ہے جس میں بھلائی نہ ہو۔"ایک مؤقف یہ ہے کہ یہ حصر کے بغیر واجب ہے جس سے اجزاء حاصل ہو جائے وہ کم سے کم مقدار ایک بار ہے،بعض مالکیہ نے اس پر اجماع لکھا ہے۔ان میں ابن القصار نے لکھا ہے"ہمارے اصحاب

سے مشہور رہے کہ یہ انسان پر واجب ہے اس پر فرض ہے کہ اس پر قدرت رکھتے ہوئے زمانہ میں ایک بار پڑھ لے۔" کچھ موقف یہ ہیں:

۱- آخری تشہد میں واجب ہے۔

۲- امام شافعی نے اسے نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔

۳- یہ محل کی تعیین کے بغیر واجب ہے۔ یہ امام ابوجعفر باقر کا قول ہے۔

۴- تقیید کے بغیر اس کی کثرت واجب ہے۔ یہ مالکیہ میں سے ابن بکیر کا موقف ہے۔

۵- یہ جملی اسلامی فرض ہے جو کسی تعداد کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے لیے معین وقت ہے، کیونکہ یہ افضل عبادات اور اجل اطاعات میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ رب العزت کی اطاعت کرے گا۔ اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔"

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنی ذاتِ والا پر درود شریف پڑھیں۔ یہ امام شافعی کا موقف ہے یا واجب نہیں ہے۔ یہ احناف کی ہدایہ کی بعض شروح میں ہے "المشکوٰۃ" کے شارح نے کہا ہے کہ "البخیل" میں الف لام جنس کے لیے ہے۔ یہ کمال اور انتہاء پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ روایت ہے کہ بخیل وہ نہیں ہوتا جو اپنے مال میں بخل کرتا ہے، لیکن بخیل وہ ہے جو کسی اور کے مال میں بخل کرے۔ اس میں زیادہ بخیل وہ شخص ہوتا ہے جو فیاضی سے سب سے زیادہ نفرت کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ اس پر اسے جزاء دی جائے۔ جب کہ اس کے پاس رحمت عالمیاں ﷺ کا ذکر پاک کیا جائے مگر وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے تو اس نے خود کو روک دیا کہ اسے لبریز پیمانے سے دیا جائے۔ کیا تم اس سے بڑا بخیل کسی کو پا سکتے ہو؟ جملہ اسمیہ سے ابتداء کی ان کو تاکید کے لیے ذکر کیا ہے، پھر تاکید معنوی کے لیے "کل البخیل" کا ذکر کر دیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی بخل نہیں ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

صلوٰۃ وسلام کی فضیلت

امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی اور حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا رب تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل کرے گا۔" ابوموسیٰ المدینی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس کے متعلق حافظ مغلطائی نے لکھا ہے کہ اس میں

کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس پر ایک ہزار رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے ذوق وشوق سے اضافہ کر دیا میں روز حشر اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔''

امام احمد نے حسن سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جس نے حضور سرور کائنات ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر بار اس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ خواہ انسان قلیل درود پڑھے یا کثیر۔'' امام احمد، ابن ابی عاصم، بیہقی، عبد بن حمید، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے اندر جلوہ نما ہوئے قبلہ رو ہو کر سجدہ ریز ہو گئے۔ طویل سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی ہے۔ میں آپ کے قریب گیا۔ آپ نے سر اقدس بلند کیا۔ فرمایا: ''کون؟'' میں نے عرض کی: ''عبدالرحمان۔'' آپ نے فرمایا: 'تمہارا کیا حال ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے (اتنا طویل) سجدہ کیا ہے۔ میں نے گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی۔ انہوں نے کہا: ''رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو آپ پر درود شریف پڑھے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا، جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔'' میں نے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ شکر ادا کیا۔''

ابو یعلی کے الفاظ یہ ہیں: ''ہم میں سے پانچ یا چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ ہر وقت رہتے تھے کیونکہ دن یا رات کے وقت آپ کو ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔ آپ باہر تشریف لائے تھے میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ آپ بازار کے باغات میں سے ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے۔ سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ نے طویل سجدہ کیا۔ میں رونے لگا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا ہے۔ آپ نے سر اقدس کو بلند کیا اور مجھے بلایا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ میں اب کبھی بھی آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ شکر ادا کیا، کیونکہ اس نے میری امت کے بارے مجھے بشارت دی ہے۔ اس نے فرمایا: ''میری امت میں سے جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے۔'' ابن عساکر کے الفاظ یہ ہیں:

''میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں آپ کو وہ مژدۂ جانفزا نہ سناؤں جو رب تعالیٰ نے آپ کو آپ کی امت کے بارے بتایا ہے اور آپ میں سے آپ کی امت کو عطا کیا ہے ان میں سے جس نے آپ پر درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا جس نے آپ پر سلام بھیجا رب تعالیٰ اس

پر سلام بھیجے گا۔"

ابن قانع نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ میں اس پر دس بار رحمت نازل کروں گا۔ جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" الطبرانی نے الاصغیر میں ضیاء نے المختارہ میں جید سند کے ساتھ حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور سراپا نظافت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے آپ نے کسی کو نہ پایا جو آپ کے پیچھے آتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے وہ برتن لے کر آپ کے پیچھے آئے۔ انہوں نے آپ کو حوض کے پاس سجدہ ریز دیکھا۔ وہ آپ کے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ حتیٰ کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس بلند فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "عمر! جب تم نے مجھے سجدہ ریز دیکھا تو تم ڈر گئے تھے مجھ سے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے فرمایا: "جو آپ کا امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔ اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں گے۔"

ابن ابی عاصم نے "الصلاۃ" میں، امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" اور السنن میں، امام بیہقی نے الدعوات میں حضرت ابو بردہ بن نیار سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت و رأفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرا جو امتی اپنے سچے دل سے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔ اس کی دس برائیاں مٹا دے گا۔"

دارمی، امام احمد، امام حاکم نے اپنی صحیح میں، ابن حبان، نسائی، بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مسرت چہرۂ انور سے عیاں تھی۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ جو آپ کا امتی آپ پر ایک بار سلام عرض کرے گا۔ میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ جو آپ کا امتی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا۔ میں اس پر دس بار درود شریف پڑھوں گا، جو آپ پر ایک بار سلام عرض کرے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" امام بغوی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت انس سے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدۂ جانفزا لے کر آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو بشارت دوں کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا آپ کا رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار رحمتیں نازل کریں گے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس حضرت

جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ آپ سے فرما رہا ہے جو آپ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اور میرے فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں۔"

الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور سراپا لطف و عطا ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا جو امتی آپ پر درود شریف پڑھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔ اس کی دس برائیاں مٹا دے گا۔ اس کے دس درجات بلند کر دے گا۔" ایک فرشتے نے ان سے کہا۔ کہا گیا: "انہوں نے آپ سے کیا کہا ہے؟" میں نے پوچھا: "جبرائیل امین! وہ فرشتہ کیسا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے لے کر آپ کی قبر انور سے نکلنے تک جو بھی آپ کا امتی آپ پر درود بھیجے تو اسے کہے گا: "رب تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔"

الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: "اپنی امت کو بشارت دے دیں کہ جس نے آپ پر درود شریف پڑھا۔ اس کے لیے اس کے بدلے دس درجات لکھ دیے جائیں گے۔"

الضیاء نے مختارہ میں، دارقطنی نے "الافراد" میں، ابن نجار نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اچانک حضرت ابوطلحہ آئے۔ وہ آپ کی طرف گئے اور آپ سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! میں آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! ابھی ابھی جبرائیل امین میرے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! جس نے آپ پر ایک بار درود پاک پڑھا رب تعالیٰ اس کے لیے اس کے عوض دس نیکیاں لکھ دے گا۔ اس کے دس گناہ مٹا دے گا اس کے دس درجات بلند کر دے گا۔" محمد بن حبیب کی روایت میں ہے: "میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا: "فرشتے دس بار رحمتیں اس پر نازل کرتے ہیں۔"

ابوالقاسم التیمی نے اپنی ترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے کچھ سیاحین فرشتے ہیں جو ذکر کے حلقوں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی حلقہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: "بیٹھ جاؤ۔ جب وہ دعا مانگتے ہیں تو یہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ جب یہ درود شریف پڑھتے ہیں تو وہ ان کے ہمراہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: "ان کو بشارت ہو وہ اس طرح لوٹائیں گے کہ ان کی بخشش کر دی گئی ہو گی۔"

امام احمد اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں، امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) امام حاکم نے اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر جاتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے: "جب

رات کا ایک ثلث گزر جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پسند ہے کہ میں آپ پر درود شریف پڑھا کروں۔ میں اپنے وقت کا کتنا حصہ آپ پر درود شریف پڑھنے کے لیے مختص کروں۔" آپ نے فرمایا: "جتنا چاہو۔" میں نے عرض کی: "چوتھائی۔" آپ نے فرمایا: "جتنا چاہو، مگر اگر اضافہ کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "اپنے وقت کا نصف حصہ۔" آپ نے فرمایا: "جو پسند کرو۔ اگر تم اضافہ کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "میں اپنے وقت کے دو ثلث آپ پر درود پاک کے لیے مختص کر دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "جو چاہو۔ اگر تم اضافہ کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تمہارے غم مٹا دیے جائیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ تیری دنیا اور آخرت کے اہم امور کی کفایت کرے گا۔"

ابو عبداللہ بن نعمان نے کہا ہے کہ ابو جعفر عمر بن عبداللہ بن نزال نے یہ اشعار کہے ہیں:

ایا من اتی ذنبا و فارق ذلّة　　　و من یرتجی الرحمٰن من الله والقربا

ترجمہ: اے وہ شخص جو گناہ کے ساتھ آیا۔ ذلت کے ساتھ جدا ہوا، جو رب تعالیٰ سے رحمت اور قرب کا خواہاں ہے۔

تعاهد صلاة الله فی کل ساعة　　　علی خیر مبعوث و اکرم من نبا

ترجمہ: ہر لحہ اس ذات بابرکات پر درود پاک پڑھا کرو جو تمام مرسلین سے بہترین اور تمام انبیاء سے معزز ہیں۔

فیکفیك همّا انّی هم تخافه　　　و یکفیك دنبا حیث اعظم به دنبا

ترجمہ: رب تعالیٰ تیرے تمام غموں کی کفایت کرے گا جس غم سے بھی تجھے اندیشہ ہو گا۔ خواہ وہ گناہ کتنا ہی بڑا ہو۔

و من لم یکن یفعل مان دعاءه　　　یجد قبل ان یرقی الی ربه حجبا

ترجمہ: جو آپ پر درود شریف نہیں پڑھتا تو اس کی دعا اس کے رب تعالیٰ کے پاس پہنچنے سے قبل حجاب پاتی ہے۔

ابن مندہ، حافظ ابو موسیٰ المدینی، انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی الرحمۃ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہر روز مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں اس کی دنیا کی پوری کرے گا۔"

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم حامل لواء الحمد ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر میرے سب سے قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پاک

پڑھتا ہو گا۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ، ابن حبان، ابونعیم، ابن ابی عاصم، ابن عدی، دینوری، دارقطنی اور النمیری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے۔ امام سخاوی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اکثر اور اشہر ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین نے مجھے بتایا: "جس نے آپ پر ایک دفعہ درود پاک پڑھا۔ اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔"

ابوالشیخ۔ ابن حبان۔ النمیری اور حارث نے مسند میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ رب العزت کا ایک فرشتہ ہے جس کو اس نے ساری مخلوق کی سماعت عطا کی ہے جب میرا وصال ہو جائے گا تو وہ میری قبر انور پر کھڑا ہو جائے گا، جو شخص بھی مجھ پر درود شریف بھیجے گا وہ کہے گا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس پر ایک دفعہ درود شریف کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کی ہیں۔"

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں یہ روایت ان الفاظ سے تحریر کی ہے: "اللہ رب العزت کا ایک فرشتہ ہے اس نے اسے ساری مخلوق کی قوت سماعت عطا کی ہے۔ وہ تاحشر میری قبر انور پر کھڑا رہے گا۔ میری امت میں سے جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا تو فرشتہ کہتا ہے: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں (وہ شخص جو فلاں کا نورِ نظر ہے) نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔ رب تعالیٰ نے میرے لیے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ وہ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔ اگر درود شریف میں اضافہ ہوا تو رحمت خداوندی میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اسی طرح روایت کیا ہے کہ ابوعلی حسین بن نصر الطوسی نے اپنی "احکام" میں بزار نے اپنی سند میں اس روایت کو اس طرح تحریر کیا ہے: "اللہ تعالیٰ میری مرقد انور پر ایک فرشتہ مقرر کرے گا۔ جسے اس نے ساری مخلوق کی قوت سماعت دے رکھی ہے۔ تاحشر جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا

اس کا نام اور اس کے والد کا نام مجھ تک پہنچ جائے گا۔ وہ فرشتہ عرض کرے گا: "یہ فلاں بن فلاں ہے جس نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔" ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے تو اس پر دس بار اسی کی مثل رحمتیں نازل فرما۔ اس نے مجھے یہ سعادت عطا فرما دی ہے۔" الحافظ السخاوی نے تحریر کیا ہے کہ ان تمام اسناد میں نعیم بن ضمضم ہیں۔ انہوں نے عمران بن حمیری سے روایت کیا ہے۔"

منذری نے لکھا ہے: "یہ معروف نہیں ہے۔" میں کہتا ہوں "یہ امام بخاری کے لیے معروف ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: "اس سے موافقت نہ کی جائے گی۔" ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ تابعین میں کیا ہے۔

النمیری نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا جان قربان کرنا یا راہِ خدا میں شمشیر زنی سے بہتر ہے۔" امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن وھب، ابن بشکوال اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ابوالشیخ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس مسلمان شخص کے پاس صدقہ نہ ہو۔وہ اپنی دعا میں یہ عرض کرے:

اللھم صلّ علی محمد عبدك و رسولك و صلّ علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔

تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ (صدقہ) بن جائے گا۔'' دیلمی نے اسے دراج کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ مختلف فیہ ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد اور ابو شیخ نے الصلاۃ النبویہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر درود شریف پڑھا کرو مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے لیے صدقہ بن جائے گا۔'' ابو القاسم التیمی نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے: ''مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو یہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔'' ابو موسیٰ المدینی نے ضعیف سند سے حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے افلاس، غربت اور تنگدستی کی شکایت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اپنے گھر میں داخل ہوں۔ اگر کوئی وہاں موجود ہو تو اسے سلام کرو ورنہ مجھ پر درود پاک بھیجو۔ ایک مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھو۔'' اس شخص نے اسی طرح کیا۔ رب تعالیٰ نے اس کا رزق کشادہ کر دیا حتیٰ کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی دینے لگا۔''

ابن بشکوال نے ضعیف سند سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا، درود شریف پڑھنے والے، اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو نفع دیتا ہے۔ امام عبد الرزاق نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھ دے گا۔ قیراط کوہِ احد کی مثل ہوتا ہے۔'' امام احمد، ابو نعیم اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس میرا ذکر خیر ہو۔ اسے مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل کرے گا۔'' اسے الطبرانی نے اوسط میں صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔'' دوسری روایت میں ہے ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ اس کے دس گناہ مٹا دے گا۔''

الطبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر ایک سو رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اس کی آنکھوں کے مابین ''نفاق سے برأت'' اور ''آگ سے نجات'' لکھ دے گا۔ اسے روز حشر شہداء کے ساتھ ٹھہرائے گا۔'' ابن ابی عاصم نے ''کتاب الصلاۃ علی النبی'' میں اور التیمی

نے اپنی ترغیب میں یہ روایت اس طرح لکھی ہے: "مجھ پر درود شریف پڑھا کرو تمہارا مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے لیے کفارہ ہے تمہارے لیے صدقہ ہے۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔" ابوالقاسم التیمی اور ابوموسیٰ المدینی نے صحیح سند سے ان الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ "مجھ پر تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے لیے درجہ ہے۔" ابوسعید محمد بن سلمی نے یہ اشعار کہے ہیں:

انّما الصلاۃ علی النبی فمیرہ　　مرضیۃ تمحی بھا الآثام
بھا ینال المرء عزّ شفاعۃ　　یثنی بھا الاعزاز والاکرام
کن للصلاۃ علی النبی ملازماً　　فصلاتہ لك جُنّۃ و سلام

ترجمہ: حضور نبیٔ رحمت ﷺ پر درود پاک تاباں اور پسندیدہ امر ہے۔ اسی سے گناہوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک شخص شفاعت کا اعزاز پاتا ہے۔ اسی سے عزت و اکرام کئی گنا ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کو لازم پکڑو۔ آپ پر درود پاک تمہارے لیے ڈھال اور سلامتی بن جائے گا۔

حافظ الرشید العطار نے بھی کتنے خوبصورت اشعار لکھے ہیں:

الا ایھا الراقی المثوبۃ والاجر　　و تکفیر ذنب سالفٍ انقض الظھرا
علیك باکثار الصلاۃ مواظبا　　علی احمد الھادی شفیع الوریٰ طرّا
و افضل خلق اللہ من نسل آدم　　و ازکاھم فرعا و اشرفھم فخرًا
فصلّی علیہ اللہ ما جنت الدّجی　　و اطلعت الافلاك فی افقھا فجرًا

ترجمہ: اے اجر و ثواب کے حصول کے لیے اوپر چڑھنے والے! جس کی تمنا ہے کہ اس کی سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں جنہوں نے اس کی کمر کو جھکا دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ تم احمد مجتبیٰ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو جو ہادی ہیں ساری مخلوق کے شفیع ہیں، جو نسل آدم میں سے ساری مخلوق سے افضل ہیں، جو فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ ہیں اور فخر کے اعتبار سے سب سے ذو شرف ہیں۔ رب تعالیٰ آپ پر اس وقت تک درود و سلام پڑھتا رہے جب تک اندھیر پھیلتا رہے، اور افلاک پر اپنے آفاق پر فجر کو طلوع کرتے رہیں۔

شیخ الاسلام الحافظ ابن حجر نے اپنے لیے کہا ہے:

یقول راجی الہ الخلق احمد من　　املی حدیث نبیّ الخلق متصلا

ترجمہ: مخلوق کے معبود سے امید لگانے والا احمد کہتا ہے کہ جن حضرات نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث پاک کو متصل روایت کیا ہے۔

تدنو من الالف ان عدّت مجالسه فالسدس منها بلا قید لها حصلا

ترجمہ: وہ ایک ہزار کے قریب ہیں۔اگران کی مجالس کو شمار کیا جائے،ان میں سے چھ کو بلا قید ثابت ہیں۔

یتلوہ تخریج اصل الفقه یتبعها تخریج اذکار ربّ قدرنا و علا

ترجمہ: فقہ کی اصل کی تخریج اس کے بعد ہے۔اس کے بعد رب تعالیٰ جل وعلا کے اذکار۔

دنا بوحشه للخلق یرزقهم کما علا عن سمت الحادثات علا

ترجمہ: وہ اپنی دوری کے ساتھ مخلوق کے قریب ہوا وہ انہیں رزق دیتا ہے جیسے وہ حادثات کی سمت سے رفعت کے اعتبار سے بلند و برتر ہے۔

فی مدۃ نحو کج قد مضت هملا ولی من العمر فی ذا الیوم قد کملا

ترجمہ: اس مدت میں جو کھیل وکود میں بے کار گزرگئی ہے۔اس دن میری عمر کے مکمل ہوئے ہیں۔

ستًّا و سبعین عاما رحت احسبها من سرعة السیر ساعاتٍ فیا خجلا

ترجمہ: چھہتر سال۔میں وقت کی تیز رفتاری کے لمحات شمار کرنے لگا۔ہائے افسوس!

اذا رائیت الخطایا او بقت عملی فی موقف الحشر لو لا انّ لی املا

ترجمہ: جب میں نے وہ خطائیں دیکھیں جو حشر کے میدان میں میرے اعمال کو ضائع کر دیتی اگر مجھے کچھ امید نہ ہوتی۔

توحید ربی یقینا والرجاء له و خدمتی والاکثار الصلاۃ علی

ترجمہ: اپنے رب تعالیٰ یقینی توحید کی۔اس کے ساتھ رجائی،اپنی خدمت کی اور میں نے۔

محمد فی صباحی والمساء و فی خطّی و لطفی عساها تمحیه الزللا

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ پر کثرت سے صبح و شام جو درود پاک پڑھا ہے۔میری کتابت اور نرمی۔شاید یہ میری لغزشوں کو مٹادیں۔

فاقرب الناس منه فی قیامته من بالصلاۃ علیه کان منشغلا

ترجمہ: قیامت میں لوگوں میں سے آپ کے قریب وہ شخص ہوگا جو آپ پر درود شریف پڑھنے میں مصروف رہا۔

یا رب حقّق رجائی والا لی سمعوا منّی جمیعا بعفو منك قد شملا

ترجمہ: اے میرے مولا! میری امید کو پورا فرما اور ان لوگوں کی امید بھی پوری فرما جنہوں نے مجھ سے سماعت کی۔تیری طرف سے عفو و درگزر سب کے شامل حال ہو۔

تنبیہات

۱- آپ کا فرمان "من صلّی علیّ" شرطیہ ہے۔ مشروط "صلّی" ہے شرط کی جزاء آپ کا فرمان "دس" ہے۔ الطیبی نے کہا ہے: "آپ پر ہماری طرف سے درود شریف کا معنیٰ تعظیم طلب کرنا ہے۔ آپ کی درگاہ والا کی عزت بجالانا ہے۔ بندے پر رب تعالیٰ کی "الصلاۃ" کا معنیٰ اگر غفران کے معنی میں ہو تو پھر یہ اس کے لفظاً اور معنیً موافق ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ غفران کے معنی میں تکرار نہ آئے، پھر مخصوص اعداد کو مزید فضل اور ثواب پر محمول کیا جائے گا۔"

ابن القیم نے لکھا ہے: "شریعت مطہرہ میں مستقرہ کے قاعدہ کے موافق ہے کہ جزاء عمل کی جنس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی "الصلاۃ" اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کی جزاء ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے رب تعالیٰ اسی کے عمل کی جنس سے اسے جزاء دیتا ہے کہ رب تعالیٰ اس کی تعریف کرتا ہے وہ اس کے شرف و قدر میں اضافہ کرتا ہے۔"

القاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ "صلی اللہ علیہ" کا معنیٰ ہے کہ رب تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اس کا اجر و ثواب دوگنا کرے۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰)

ترجمہ: جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی۔

بعض "الصلاۃ" اپنے ظاہر اور واضح اعتبار سے ہوتی ہے یہ وہ کلام ہوتا ہے جو درود شریف پڑھنے والے کی عزت و تکریم کے لیے ملائکہ سنتے ہیں۔ جیسے روایت میں ہے: "اگر بندہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس محفل میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے۔"

۲- قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰)

ترجمہ: جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی۔

یہ بات معلوم ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنا نیکی ہے۔ درود شریف پڑھنے والے کو دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ قرآن پاک کا تقاضا ہے کہ جو نیکی کرتا ہے۔ اس کا اجر دس گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا نیکی ہے۔ قرآن پاک کا تقاضا ہے کہ اسے جنت میں دس درجات عطا کیے جائیں جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ اس پر دس بار "الصلاۃ" بھیجتا ہے جو اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ کا اپنے بندے کو یاد کرنا سب سے بڑا اضافہ

ہے۔اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے ذکر کی جزاء اپناذکر ہی مقرر کی ہے۔اسی طرح اس شخص کی جزاء اپناذکر ہی مقرر کیا ہے، جو اس کے محبوب کریم ﷺ کو یاد کرے۔"یعنی جو بندہ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اگر کوئی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

الفاکہانی نے لکھا ہے:"یہ عمدہ نکتہ ہے جس میں انہوں نے عمدہ اور اچھی بات کی ہے۔"

العراقی نے فرمایا ہے:"رب تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا کہ جو شخص اس کے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، بلکہ یہ اضافہ کرتا ہے کہ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اس کی دس برائیاں مٹا دیتا ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

۳- آپ نے فرمایا:"بندہ چاہے کم تعداد میں درود شریف پڑھے یا زیادہ۔" درود پاک میں جو خیر و برکت رکھ دی گئی ہے اسے بتانے کے بعد اختیار دیا گیا ہے۔ جو درود پاک میں کمی کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔ یہ تہدید کے معنی کے قریب ہے۔

۴- اَمَا يُرْضِيْكَ شارح "المشکاۃ" نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں جس رضا کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں اس کا کچھ تذکرہ ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حقیقت میں یہ بشارت امت کی طرف راجع ہے۔اسی لیے بشارت کا ظہور آپ کے چہرۂ انور سے ہوا۔اس طرح کہ آپ کے چہرۂ انور کو بشارت اور خوشی کے لیے ظرف اور مکان بنا دیا گیا یہ شفاعت کی ایک نوع کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ آپ پر درود پاک پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کرامت کا سبب بنتا ہے بڑی شفاعت کے لیے آپ کی تیاری اور قیام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ رب تعالیٰ ہم سب کو اس شفاعت سے بہرہ ور کرے۔

۵- آپ نے فرمایا:"روز حشر لوگوں میں سے میرے قریب وہ شخص ہوگا۔" ابن حبان نے لکھا ہے "اس حدیث پاک میں صحیح تفصیل ہے کہ قیامت کے روز آپ کے قریب اصحاب حدیث ہوں گے کیونکہ اس امت میں ان سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا اور کوئی نہیں۔" ابو نعیم نے لکھا ہے:"یہ عظیم فضیلت ہے جو آثار کے راویوں اور انہیں نقل کرنے والوں کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ علماء کا کوئی طبقہ اس گروہ سے زیادہ آپ پر درود پاک پڑھنے والا نہیں ہے۔" ان کے علاوہ ایک اور شخص نے لکھا ہے: اس روایت میں اصحاب حدیث کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ وہ شب و روز فعل اور قول کے اعتبار سے قرأت اور کتابت کے وقت آپ پر درود پاک پڑھتے رہتے ہیں۔

وہ سارے لوگوں سے زیادہ آپ پر درود پاک پڑھتے ہیں۔اسی لیے دیگر علماء سے زیادہ وہ اس فضیلت کے ساتھ مختص کیے گئے ہیں۔"

۶۔ آپ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت غلام آزاد کے اجر وثواب میں آگ سے نجات کی فضیلت سے زیادہ ہے۔یہ فضیلت دخولِ جنت سے بھی زیادہ ہے۔آپ پر سلام بھیجیں تو حریم ناز سے سلام آتا ہے جو کروڑوں نیکیوں سے افضل ہے۔"

❁❁❁

پانچواں باب

آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی کیفیت

امام مسلم نے حضرت ابومسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں تھے۔حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود شریف پڑھیں۔ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں۔" یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے،حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ وہ آپ سے سوال نہ کرتے،پھر آپ نے فرمایا:"یوں عرض کیا کرو:

اللهم صلّ على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على آلِ ابراهيم انك حميد مجيد۔

سلام عرض کرنا تم جانتے ہو۔"

اس روایت کو امام مالک نے الموطا میں،ابوداؤد،ترمذی،نسائی اور بیہقی سے دعوات میں اسی طرح نقل کیا ہے۔اس میں "في العالمين انك حميد مجيد" مروی ہے۔ابوداؤد میں یہ اضافہ نہیں۔"سلام اسی طرح عرض کیا کرو جیسے کہ تم جانتے ہو۔" امام احمد،ابن حبان نے اپنی صحیح میں،دارقطنی اور بیہقی نے اپنی اپنی "سنن" میں روایت کیا ہے۔انہوں نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔اسے امام ترمذی نے بھی صحیح کہا ہے۔

ابن خزیمہ،حاکم اور دارقطنی نے متصل حسن سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا،حتیٰ کہ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔اس نے عرض کی:"آپ پر سلام کیسے عرض کرنا ہے یہ تو ہم جانتے ہیں،لیکن آپ پر درود شریف کیسے بھیجنا ہے،جبکہ ہم اپنی نماز میں ہوں۔" آپ خاموش ہو گئے۔ہم نے پسند کیا کہ وہ شخص آپ سے سوال نہ کرتا۔آپ نے فرمایا:"جب تم نماز پڑھو تو یوں کہو:

اللھم صلّ علی محمد النبی الامیّ و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

امام احمد، ابن حبان، دارقطنی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور امام بیہقی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: "جب تم مجھ پر درود پڑھنے لگو تو یوں عرض کیا کرو:

اللھم .....

اس روایت کو اسماعیل قاضی نے "فضل الصلاۃ" میں کئی اسناد سے حضرت عبدالرحمان بن بشیر بن مسعود سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام عرض کریں۔ آپ پر درود شریف بھیجیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں، لیکن آپ پر دورد شریف کیسے پڑھیں؟" آپ نے فرمایا:

اللھم بارك علی آلِ محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت کعب بن عجرہ ملے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تحفہ نہ دوں۔ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

بخاری شریف میں دونوں جگہ "علی ابراھیم و علی آل ابراھیم" ہے۔ الطبرانی، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے اسی طرح روایت کیا ہے مگر ابوداؤد اور ترمذی نے "الھدیۃ" کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے روایت حدیث پاک کی ابتداء اس طرح ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم......

اسے امام بیہقی نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی سند سے حضرت کعب بن عجرہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی نماز میں کہتے تھے:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم و بارك علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انك حمید مجید۔

امام احمد نے بعض طرق سے، اسماعیل قاضی، ابوعوانہ، بیہقی، الطبرانی نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ جب یہ

آیت طیبہ اتری:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

تو ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں لیکن آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟"

امام بخاری، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور ابن ابی عاصم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں لیکن یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللهم صلّ علی محمد و علیٰ ازواجه و ذریته کما صلیت علیٰ آل ابراهیم و بارك علی محمد و ازواجه و ذریته کما بارکت علی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

امام احمد اور ابوداؤد نے دونوں جگہ علی آلِ ابراهیم نقل کیا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اس میں ہے:

کما بارکت علی آل ابراهیم فی العالمین۔

ابن ابی عاصم نے اس سند سے جس میں مسعودی ہے۔ یہ ثقہ تھے۔ حضرت ابن مسعود سے اختلاط کر لیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں لیکن یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللهم اجعل صلواتك و رحمتك و برکاتك علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدك و رسولك امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمة اللهم وابعثه مقاما محمودا یغبطه فیه الاولون والآخرون اللهم صل علی محمد و ابلغه الدرجة الوسیلة من الجنة اللهم اجعله فی المصطفین محبتهٗ و فی المقربین مؤدته و فی الاعلیین ذکره او قال داره والسلام علیه و رحمة الله و برکاته اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید اللهم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و آلِ ابراهیم انك حمید مجید۔

البزار اور ابن ابی عاصم، امام احمد، اسماعیل القاضی، الطبرانی نے الکبیر میں اور اوسط میں، ان کی بعض اسناد حسن ہیں، ان سب نے رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اس طرح عرض کیا:

اللھم صل علی محمد و انزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة۔

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔ امام احمد نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ پر درود شریف کیسے عرض کریں؟'' آپ نے فرمایا: ''یوں کہو:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید و بارك علی محمد و آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

الطبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''میں نے رب تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ (الاحزاب:۵۶)

ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟

ابونعیم نے الحلیہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ یا ابن خارجہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ سے (اس کے متعلق عرض کی) آپ نے فرمایا: ''مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ دعا مانگنے میں خوب کوشش کیا کرو۔ یوں عرض کیا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

دوسری روایت میں ہے:

اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

اس روایت کو نسائی، احمد، ابونعیم، دیلمی نے حضرت زید بن خارجہ سے، ابن ابی عاصم نے موسیٰ کی سند سے، انہوں نے اسے خارجہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور علی بن المدینی نے زید کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

البزار اور السراج نے اس سند سے جو شیخین کی شرط پر ہے۔ الطبری نے ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ''یوں کہو:

اللھم صل علی محمد و صل علی آل محمد و بارك علی محمد و علی آل محمد کما صلیت و بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید۔

سلام کے متعلق تم جانتے ہو کہ کیسے عرض کرنا ہے۔

امام بخاری نے الادب المفرد، الطبری نے تہذیب میں صحیح کے راویوں سے ان الفاظ سے روایت لکھی ہے:

اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم و

ترحّم علی محمد و علی آل محمد کما ترحّمت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم۔
میں روزِ حشر اس کا گواہ ہوں گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا۔"

الحافظ سخاوی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اس میں حضرت سعید بن عبدالرحمٰن مولیٰ آل سعید بن عاص ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ شمار کیا ہے۔ ابوداؤد نے اپنی "سنن" میں عبد بن حمید نے، اپنی مسند میں المجمر کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ بھرپور پیمانے سے لے تو جب وہ ہم اہل بیت پر درود شریف پڑھنے لگے تو یوں کہے:

اللھم صلّ علی محمد النبی الامی و ازواجه امھات المؤمنین و ذریته و اھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

امام سخاوی نے لکھا ہے کہ ہم نے اسے نعیم کی سند سے محمد بن زید بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے۔ ابوحاتم، یہ اصح ہے۔

ابوالعباس السراج، احمد بن منیع، امام احمد اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں، معمری، اسماعیل القاضی نے ضعیف اسناد سے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں۔ ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللھم اجعل صلواتك و رحمتك و برکاتك علی محمد و آلِ محمد کما جعلتھا علی ابراھیم و علی آلِ ابراھیم انك حمید و مجید۔

تنبیہات

۱۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے پیش کریں۔" اس سے مراد وہ سلام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا تھا۔ وہ آپ کا یہ فرمان ہے:

السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله و برکاته۔

ان کی اس عرض "آپ پر درود شریف کیسے پیش کریں" یعنی تشہد کے بعد۔

امام سخاوی نے لکھا ہے کہ "السلام" کی یہ تفسیر ظاہر ہے۔ ابن عبدالبر اور عیاض وغیرہما سے ایک اور بھی احتمال نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہے جس سے نماز میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔

۲۔ صحابہ کرام کے فرمان "کیف" میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس صلاۃ کا معنی کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کے

اس فرمان میں دیا گیا ہے۔

صَلُّوْا عَلَیْهِ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: آپ پر رحمت بھیجا کرو۔

یہ رحمت، دعا اور تعظیم کا احتمال رکھتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کس لفظ سے ادا ہوگا؟ الباجی نے یہ ترجیح دی ہے کہ یہ سوال درود شریف کی جنس کے متعلق تھا صفت کے متعلق نہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی اظہر مؤقف یہ ہے، کیونکہ ''کیف'' کا لفظ صفت کے متعلق پوچھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جنس کے متعلق سوال ''ما'' سے ہوتا ہے۔ امام قرطبی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے ''اس سوال کی کیفیت جس پر مشکل ہوگئی وہ اس کی اصل کو سمجھنے سے محروم رہا، کیونکہ صحابہ کرام الصلوٰۃ کی مراد کو تو سمجھ گئے تھے مگر وہ اس کی مناسب صفت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے تاکہ وہ اس کو استعمال کرسکیں۔ انہیں اس امر پر اس چیز نے ابھارا کہ سلام جو کہ پہلے مخصوص الفاظ کے ساتھ گزر چکا ہے یعنی "السلام علیك ایها النبی" اس سے انہوں نے یہ بھی سمجھا کہ درود شریف بھی مخصوص الفاظ کے ساتھ ہے۔ انہوں نے قیاس سے انحراف کیا تاکہ ممکن ہے کہ وہ نص سے آگاہ ہوسکیں۔ خصوصاً اذکار کے الفاظ میں، کیونکہ یہ قیاس کے دائرہ سے خارج ہوتے ہیں، پھر معاملہ اسی طرح رونما ہوا جیسے انہوں نے سمجھا تھا۔ آپ نے دوسری صفت پر انہیں درود پاک سکھایا۔

۳۔ "آلہ" میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کا مؤقف ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ امام مالک نے صرف بنو ہاشم مراد لیے ہیں، جبکہ ''آلِ ابراہیم'' سے مراد حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی اولاد ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ان کی حضرت سارہ اور ہاجرہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ بھی اولاد تھی تو وہ بھی اس میں داخل ہوگی۔ ان سے مسلمان مراد ہیں، بلکہ متقی مراد ہیں۔ اس میں انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین شامل ہوں گے۔

۴۔ اگر کہا جائے کہ آپ پر درود شریف پڑھنے اور اس پر درود شریف پڑھنے میں کیا فرق ہے جسے آپ پر معطوف کیا گیا ہے کہ یہ آپ پر واجب ہے جبکہ آپ کے علاوہ پر وہ واجب نہیں ہے۔ وجوب کی دلیل "قولوا" پر ہو تو پھر واجب یہ ہے کہ وجوب میں وہ امر معتمد ہے جو قرآن پاک میں ہے وہ "صلوا علیه" ہے۔ آپ کی آل پر الصلاۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا، البتہ آپ نے یہ حکم دیا اور ان کے لیے واجب کو بیان کیا۔ واجب پر ان کے کمال کے رتبہ میں اضافہ فرمایا۔ آپ نے جو جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بعض روایات میں زیادہ اور بعض میں کم ہیں۔ وہی مقدار وجوب پر محمول ہوگی جس پر اتفاق ہے۔

۵۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ تشبیہ کے موقع کے بارے میں سوال معروف ہے "کما صلیت علی ابراهیم" طے شدہ امر یہ ہے کہ مشبہ، مشبہ بہ سے کم ہوتا ہے، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ

آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ کو علم نہ تھا کہ آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں، لیکن اس سوال کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ اگر اس طرح ہوتا تو یہ علم ہونے کے بعد آپ درود شریف کی کیفیت کو بدل دیتے کہ آپ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے افضل ہیں یا آپ نے یہ از روئے تواضع فرمایا تھا۔ اسے امت کے لیے مشروع فرمایا تاکہ وہ فضیلت حاصل کریں۔'' نیز یہ کہ تشبیہ اصل الصلاۃ کی اصل الصلاۃ کے ساتھ ہے قدر کی قدر کے ساتھ تشبیہ نہیں۔ امام قرطبی نے ''المفہم'' میں اسی جواب کو ترجیح دی ہے، یا یہ کاف تعلیل کے لیے ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کو خلت میں سیدنا ابراہیم کی مانند بنادے۔ وہ آپ کے لیے اسی طرح لسان صدق (سچی ناموری) بنادے جیسے اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے بنائی ہے۔ یہ اس محبت میں اضافہ ہے جو آپ کو حاصل ہوئی۔'' اس جواب پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو پہلے پڑھا تھا کہ آپ فرمان "اللھم صل علی محمد" تشبیہ سے مقطوع ہے۔ تشبیہ آل محمد کے متعلق ہوگی۔ اس کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ غیر انبیاء، انبیاء کرام کے برابر نہیں ہوسکتے، پھر صلاۃ کی مساوات کیسے برابر ہوسکتا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: ''یہ جواب بھی ممکن ہے کہ مطلوب وہ ثواب ہو جو انہیں حاصل ہو نہ کہ ساری صفات مطلوب ہوں، کیونکہ تشبیہ مجموع کی مجموع کے ساتھ ہے۔'' الحافظ نے لکھا ہے: ''اس روایت کا رجحان بھی اسی طرف ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم۔

یا تشبیہ سے مراد وہ کچھ دیکھنا ہو جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کو حاصل ہوتا ہو کیونکہ درود پاک سکھانے سے لے کر کثیر افراد صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہیں گے۔ یہ ان درود سے کئی گنا ہو گیا جو سیدنا ابراہیم اور آپ کی آل کو حاصل ہوا۔ ابن عربی نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے مراد دوام اور استمرار ہے۔''

یا تشبیہ اس امر کی طرف راجع ہے جو درود شریف پڑھنے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کی طرف نہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتا ہے۔ الحافظ نے اس جواب کو ضعیف کہا ہے، کیونکہ یہ اسی طرح ہو گیا گویا کہ اس نے کہا:

اللھم اعطنی ثوابا علی صلاتی علی النبی کما صلیت علی ابراھیم۔

ممکن ہے اس کا جواب یہ ہو، درود شریف پڑھنے والے کے ثواب کی مثل ہے۔ جس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف پڑھا۔ نیز یہ کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے ارفع ہونا عام نہیں ہے کبھی کبھی تشبیہ مساوی اور کم سے بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ: ۲۶۱)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (النور: ٣٥)

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو۔

تشبیہ کو عمدہ فرمایا کیونکہ حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر صلوٰۃ کے ساتھ تعظیم سارے گروہوں کے نزدیک مشہور اور واضح ہے۔ یہ بہت عمدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی اولادِ اطہار کے لیے اسی طرح کا اجر و ثواب طلب کیا جائے۔ "فی العالمین"

ابن القیم نے اکثر جوابات کو باطل قرار دینے کے بعد لکھا ہے سوائے تشبیہ المجموع بالمجموع۔ "اس سے عمدہ جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ بھی آلِ ابراہیم میں سے ہیں۔ جیسے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ (آل عمران: ٣٣)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ محمد عربی ﷺ آلِ ابراہیم میں سے ہیں۔ گویا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر خصوصی درود شریف بھیجیں جیسے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پاک پر عمومی درود شریف بھیجتے ہیں۔ آلِ پاک کو وہی کچھ حاصل ہوگا جو ان کے لیے مناسب ہے۔ باقی سب کچھ آپ کے لیے ہوگا۔ یہ مقدار اس سے زائد ہے جو آلِ ابراہیم سے آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے ہے۔ اس وقت تشبیہ کا فائدہ ہوگا۔"

الحافظ المجد اللغوی نے بعض اہل الکشف سے روایت کیا ہے کہ تشبیہ مشبہ بہ لفظ کے غیر میں ہے اس کے عین میں نہیں۔ ہمارے اس قول "اللھم صلّ علی محمد" سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کے پیروکاروں میں سے وہ شخص پیدا فرما جو امر دین متین کو انتہاء تک پہنچا دے جیسے شریعت بیضاء کے علماء۔ وہ شریعت مطہرہ کو محکم کریں۔ "کما صلیت علی آل ابراھیم" جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے انبیاء کرام مبعوث فرمائے جو شریعت مطہرہ کو قرار بخشتے تھے۔ "و علی آل محمد" سے مراد یہ ہے کہ آپ کے پیروکاروں میں سے کچھ محدث پیدا فرما جو غیب کی خبریں دیں۔ "کما صلیت علی ابراھیم" جیسے تو نے ان میں انبیائے کرام پیدا کیے جو غیب کی خبریں دیتے تھے۔ مطلوب و مدعا یہ ہے کہ آلِ محمد ﷺ کے لیے انبیائے کرام کی صفات حاصل ہو جائیں وہ دین حق میں آپ کے اتباع ہیں، جیسے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے سوال پر تمنا پوری ہوگئی تھی۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ قول بہت عمدہ ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس جگہ "الصلوٰۃ" سے مراد وہ امر ہو جس کی آپ نے تمنا کی ہو۔" واللہ تبارک وتعالیٰ اعلم۔

٦۔ و بارك علی محمد میں برکت سے مراد خیر و کرامت میں زیادتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عیوب سے

تطہیر اور تزکیہ ہے، یا اس سے مراد اس کا ثبوت اور استمرار ہے یہ اہل عرب کے قول "برکت الابل" سے مشتق ہے۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا اسی سے برکۃ الماء (تالاب) کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں پانی قرار پذیر ہوتا ہے۔

۷۔ ابن عربی نے ابن ابی زید المالکی پر "وارحم محمدا" اعتراض کیا ہے اگر یہ اس جہت سے ہو کہ یہ صحیح نہیں تو یہ ظاہر ہے۔ اگر یہ اسی جہت سے ہو کہ یوں نہ کہا جائے "وارحم محمدا" تو یہ مسلم نہیں، کیونکہ اس کے متعلق بہت سی روایات وارد ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں۔" ان میں سے صحیح ترین وہ ہے جو تشہد میں ہے۔ والسلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته" الحافظ نے لکھا ہے کہ ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی روایت ہے۔ "اللهم انی اسئلك رحمة من عندك" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "اللهم انی استغفرك لذنبی و اسئلك رحمتك" اسی طرح روایت ہے: "یا حیّ یا قیوم برحمتك استغیث۔" "اللهم ارجو رحمتك۔" الا ان یتغمدنی الله برحمته۔

۸۔ العالمین سے مراد مخلوق کی ساری اصناف ہیں، جیسے ابومسعود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ (۱) جسے بطن الفلک گھیرے ہوئے ہے۔ (۲) ہر پیدا کی گئی چیز ہر ذی روح چیز۔ (۴) جو عقلاء کو فائدہ دے۔

۹۔ "الحمید" الحمد سے فعیل کے وزن پر ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے لیکن اس سے بلیغ ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جسے حمد کی ساری صفات اکمل صورت میں حاصل ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ الحامد کے معنی میں ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے افعال کی ستائش کرتا ہے۔ "المجید" یہ المجد سے مشتق ہے۔ یہ اکرام کی صفت ہے۔ دعا کو ان دو عظیم اسموں پر ختم کرنے میں مناسبت یہ ہے کہ مطلوب اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم آپ کی ستائش اور تعظیم کرنا ہے۔ قرب میں اضافہ کرنا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی حمد و مجد کی طلب کو مستلزم ہے۔

۱۰۔ بعض روایات میں الاعلین کا تذکرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد ملاء اعلیٰ ہے۔ یہ ملائکہ ہیں، کیونکہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں۔ جنات ملاء اسفل ہیں، کیونکہ وہ زمین پر رہتے ہیں۔

"المصطفون" جو اپنے جیسے افراد سے منتخب اور چیدہ ہیں۔ انبیائے کرام میں سے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سید ہیں۔ ملائکہ میں سے وہ بہت سے ہیں مثلاً حاملین عرش، جبرائیل، میکائیل اور جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ المصطفون سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اس نے صفائی اور پاکیزگی کے اعتبار سے منتخب کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کا عہد ہمایوں پایا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ ایک قول کے مطابق آپ کی امت مرحومہ ہے۔ المقربون۔ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں حاملین عرش کہا ہے۔ امام بغوی نے اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک

قول یہ ہے کہ اس سے مراد کروبیون فرشتے ہیں جو اس کے پاس ہیں جو عرش الٰہی کے ارد گرد ہیں جیسے حضرات جبرائیل، میکائیل جو ان کے طبقہ میں شامل ہیں۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمانی احوال کی تدبیر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں وہی مراد ہیں:

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ (النساء:۱۷۲)

ترجمہ: ہرگز عار نہ سمجھے گا مسیح علیہ السلام کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ ہی مقرب فرشتے اس کو عار سمجھیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ مقربون سات فرشتے ہیں۔ حضرات اسرافیل، میکائیل، جبرائیل، رضوان، مالک، روح القدس اور ملک الموت علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جہاں تک نوعِ بشر میں سے مقربون کا تعلق ہے وہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَۚۙ(۱۰) اُولٰٓىٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَۚ(۱۱) فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ(۱۲) (الواقعۃ:۱۰تا۱۲)

ترجمہ: اور آگے رہنے والوں کا وہ آگے آگے ہوں گے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ عیش و سرور کے باغوں میں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام کی طرف پہل کرنے والے ہیں۔ مقاتل سے روایت ہے کہ سابقون سے مراد وہ بلند اقبال لوگ ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لانے میں سبقت لے گئے۔ ایک قول کے مطابق ان سے مراد صدیقین ہیں۔

۱۱- آپ نے فرمایا: "من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی" یعنی جو لبریز پیمانے سے اجر و ثواب لینے کا متمنی ہو۔ آپ نے اس سے مراد کثیر ثواب لیا کیونکہ "مکیال" کے ساتھ ماپنا غالباً کثیر اشیاء کے لیے ہوتا ہے۔ میزان کے ساتھ ماپنا قلیل اشیاء کے لیے ہوتا ہے۔ آپ نے "الاوفی" کے ساتھ اس کی قید لگائی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد حوضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز جام پینا ہو۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حضرت قاضی عیاض نے الشفاء میں حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو حوضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز جام پینے کا متمنی ہو وہ یہ درود پاک پڑھا کرے:

اللھم صل علی محمد و علی آلہ و اصحابہ و اولادہ و ازواجہ و ذریتہ و اھل بیتہ و اصھارہ و انصارہ و اشیاعہ و محبیہ و امتہ و علینا معھم یا ارحم الراحمین۔

امام ابو زرعہ العراقی نے لکھا ہے کہ پہلا قول زیادہ اقرب ہے۔

۱۲- المجد اللغوی نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگ یہ درود پاک پڑھتے ہیں:

اللھم صل علی سیدنا محمد۔

اس میں ایک بحث ہے جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس طرح نہ کہا جائے تاکہ لفظ ماثور کی اتباع ہو جائے، اور صحیح روایت پر وقوف ہو جائے۔ جہاں تک نماز کے علاوہ کا تعلق ہے تو آپ نے اس کا انکار فرمایا جس نے آپ کو اس سے مخاطب کیا، جیسے کہ صحیح روایت میں ہے۔ اس انکار کو آپ کی عاجزی وانکساری پر محمول کیا جائے گا یا آپ نے ناپسند کیا ہو کہ آپ کی حمد وثناء آپ کے سامنے کی جائے یا یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا یا تعریف میں مبالغہ نہ ہو جائے جیسے کہ وہ کہیں:

انت سیدنا و مولانا و انت والدنا و انت افضلنا علینا فضلا و انت اطولنا علینا طولا و انت فرد علیھم۔

مگر شیطان تجھے اپنے جال میں نہ پھنسا لے۔ صحیح روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "انا سیّد ولد آدم" آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے لیے فرمایا: "میرا یہ لخت جگر سید ہے۔" آپ نے حضرت سعد کے لیے فرمایا تھا: "قوموا الٰی سیدکم" حضرت ابن مسعود سے روایت ہے: اللھم صلّ علی سید المرسلین۔ یہ اس کے جواز کی واضح دلیلیں ہیں جبکہ مانع دلیل کا محتاج ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں: لا تسیدوا نی فی الصلوٰۃ۔

۱۳- اگر پوچھا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم عرض کرتے ہیں: اللھم صلّ علی سیدنا محمد۔ اس نے ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ ہمارے لیے مناسب تھا کہ ہم اس طرح کہیں: "اصلی علی محمد" اس میں ایک قول یہ ہے کہ جب یہ واجب کی قدر تک پہنچ جائے تو ہم یہ رب تعالیٰ سے ہی عرض کرتے ہیں کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ آپ کے مناسب کیا ہے یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے: لا احصی ثناء علیہ۔ یہ ابن ابی جملہ کا قول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب آپ طاہر اور پاکیزہ ہیں۔ آپ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہم میں بہت سے عیوب اور نقائص پائے جاتے ہیں۔ ہم اس قابل نہیں کہ ہم آپ کی ستائش کر سکیں۔ ہم رب تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ آپ پر درود شریف پڑھے، تاکہ رب تعالیٰ کی طرف سے طاہر نبی کریم ﷺ پر درود ہو سکے۔ یہ مؤقف ائمہ حنفیہ میں سے المرغینانی کا ہے۔"

۱۴- درود پاک میں آپ کے دیگر اسماء گرامی کو چھوڑ کر صرف اسم "محمد" کو استعمال کیا گیا، کیونکہ یہ سارے اسماء گرامی کو جامع ہے۔ یہ عَلَم اور صفت ہے۔ آپ کے حق میں اس میں دونوں امر جمع ہیں۔ اگرچہ یہ بہت سے لوگوں کے حق میں علم محض ہے۔ جس کے ساتھ دیگر لوگوں کا نام رکھا جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ، اس کی کتب اور نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی کی شان ہے۔ یہ اعلام ہیں، جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اوصاف بھی ہیں۔

ان میں عَلَم ہونا وصف ہونے کے متضاد نہیں ہے، جبکہ دیگر مخلوق کے اسماء اس کے برعکس ہیں۔

۱۵- اگر تم یہ پوچھو کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو کیوں مختص کیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انہیں اس لیے مختص کیا گیا ہے کیونکہ وہ شریعت کے منادی تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا:

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ (الحج:۲۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین حق کے منادی ہیں۔ جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ (آل عمران:۱۹۳)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں۔

یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم دیا۔ خصوصاً ارکانِ حج میں یا اس دعا کی وجہ سے مختص کیا گیا۔

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۸۴﴾ (الشعراء:۸۴)

ترجمہ: اور بنا دے میرے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں۔

یا انہیں اس لیے مختص کیا گیا کہ انہوں نے امت محمدیہ کے لیے یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ (ابراہیم:۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو اور جس دن حساب قائم ہوگا۔

۱۶- المقعد المقرب سے مراد مقام محمود ہے۔ آپ کا عرش پر جلوہ افروز ہونا مراد ہے۔ اس سے مراد وسیلہ ہے۔ الطیبی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں مقامات آپ کے ساتھ مختص ہیں۔ (۱) شفاعت کرنے کا مقام۔ رب تعالیٰ کے دائیں طرف وقوف۔ اس مقام پر اولین و آخرین آپ پر رشک کریں گے۔ (۲) جنت میں مقام رفیع اس کے بعد آپ کسی اور جگہ نہ اتریں گے۔

۱۷- درود شریف کی کیفیت کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ علامہ بارزی نے لکھا ہے کہ یہ درود شریف افضل ہے:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد افضل صلواتك عدد معلوماتك۔

یہ بلیغ ہے۔ یہی افضل ہے۔ القاضی حسین نے لکھا ہے کہ وہ یوں کہے:

اللھم صلّ علی محمد کما ھو اھله و مستحقه۔

صاحب القاموس نے اپنی کتاب "الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا ہے کہ انسان کو یہ درود شریف پڑھنا چاہیے:

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی و علی کل نبی و ملك و ولیّ عدد الشفع والوتر و عدد کلمات۔ ربنا التامات المبارکات۔

بعض علماء نے یہ درود پاک پڑھنے کے لیے کہا ہے۔

اللھم صل علی محمد عبدك و نبیّك و رسولك النبی الامی و علی آلہ و ازواجہ و ذریتہ و سلّم عدد خلقك و رضا نفسك و زینۃ عرشك و مداد کلماتك۔

حافظ السخاوی نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر کا رجحان اسی طرف تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ درود پاک پڑھنا چاہیے۔

اللھم صل علی محمد و علی آلِ محمد کلما ذکر الذاکرون کلما سھا عنہ الغافلون۔

اسے امام رافعی نے ابراہیم مروزی سے نقل کیا ہے۔ بعض نے یہ درود پاک لکھا ہے:

اللھم صل ابدا افضل صلواتك علی سیدنا محمد عبدك و نبیك و رسولك و آلہ و سلم تسلیما وزدہ شرفا و تکریما و انزلہ المنزل المقرب عندك یوم القیامۃ۔

ابن ہمام الحنفی نے ذکر کیا ہے"ان کی ذکر کردہ ساری کیفیات اس میں موجود ہیں۔" ایک قول یہ ہے:

اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد افضل صلواتك عدد معلوماتك۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ درود پاک پڑھنا چاہیے:

اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد صلاۃً دائمۃً بدوامك۔

اسے قاضی مجد الدین شیرازی نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اسے پسند کیا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

وہ اوقات جن میں آپ پر درود پاک پڑھنا مستحب ہے

ا۔ جمعۃ المبارک کا دن اور رات

امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن ابی عاصم نے اپنی "الصلاۃ" میں، امام بیہقی نے "حیاۃ الانبیاء" میں اور شعب الایمان وغیرہ میں، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے ایام میں سے افضل دن جمعۃ المبارک ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی روز ان کا وصال ہوا۔ اس میں نفخہ ہے۔ اسی میں صعقہ ہے۔ اس روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تمہارا درود

شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا درود وسلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ زمین کے اندر بوسیدہ ہو جائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام (مطہرہ) کو کھائے۔"

امام بیہقی نے حسن سند کے ذریعے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ ہر روز جمعۃ کو میری امت کا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا درود پاک سب سے زیادہ ہوگا وہ روز حشر مقام کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔"

ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تم میں سے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "آپ کے وصال کے بعد بھی۔" آپ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی۔ اللہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام (مطہرہ) کھائے۔" اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اسے اس کی قبر انور میں رزق دیا جاتا ہے۔"

امام حاکم نے صحیح الاسناد سے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور حیاۃ الانبیاء میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جو بھی روز جمعۃ کو درود شریف پڑھتا ہے۔ اس کا درود پاک مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

ابن بشکوال نے اپنی کتاب "الصلاۃ النبویۃ" میں ضعیف سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روشن رات اور منور دن میں مجھ پر دورد شریف پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارے لیے دعا مانگتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔"

الطبرانی نے المتابعات میں اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو، کیونکہ ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس آئے ہیں۔ اس نے فرمایا ہے: "روئے زمین پر جو مسلمان بھی آپ پر درود پاک پڑھتا ہے۔ میں اور میرے فرشتے اس پر درود پاک (رحمت) بھیجتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ جمعۃ المبارک کو بھی مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ جس نے یہ سعادت حاصل کر لی میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "تم نور فشاں رات اور منور دن میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود شریف

پڑھا کرو۔" الطبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روشن دن اور تاباں رات میں مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔"

دار قطنی، ابن شاہین نے الافراد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھنا پل صراط پر نور ہوگا۔ جس نے جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر اسی دفعہ درود شریف پڑھا۔ اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

دیلمی نے حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا اس کے ایک سو سال کے گناہ معاف کر دیے گئے۔" دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک میں مجھ پر درود شریف پڑھا۔ روز حشر اس کی شفاعت میرے پاس (دامن کرم میں) ہوگی۔"

ابن شاہین نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کو مجھ پر ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھا۔ اس وقت تک اس کا انتقال نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔" التیمی نے الترغیب میں اور دیلمی نے اپنی مسند میں ضعیف سند سے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھ پر جمعۃ المبارک کو چالیس بار درود شریف پڑھا۔ اس کے چالیس سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا اس سے قبول کر لیا گیا۔ رب تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیں گے۔ جس نے سورۃ الاخلاص پڑھی حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا۔ رب تعالیٰ اس کے لیے پل صراط پر مینار بنائے گا حتیٰ کہ وہ پل صراط کو عبور کر لے گا۔"

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے دن اور رات کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے۔" ابن عدی اور امام بیہقی نے الشعب میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے دن اور رات کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جس نے اس طرح کیا میں روزِ حشر اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔" ادیب فاضل شعبان الآثاری نے ایک قصیدہ میں کہا ہے:

و جاء فی الجمعۃ الغرّا و لیلتها	عنه بالخیر تاجیل و تعجیل
و قد امرنا باکثار الصلاۃ علی	محمد فیهما والفضل مامول
فمن یصلی علی المختار واحدۃ	یاتیه عشرا من المولی و تنفیل

ترجمہ: جمعۃ المبارک اور اس کی رات میں رب تعالیٰ کی طرف سے جلدی اور مدت مقررہ پر ملنے والی بھلائی آ گئی۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھیں۔ فضل و کرم کی امید کی

جا سکتی ہے جو نبی مختار ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے تو رب تعالیٰ کی طرف سے اس پر دس بار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اسے ان سے زائد بھی ملتا ہے۔

۲- دن کی اطراف کے وقت

الطبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے وقت صبح دس بار اور وقت شام دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا۔ روز حشر اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

۳- وضو سے فارغ ہونے کے بعد

التیمی نے "الترغیب" میں، دارقطنی اور بیہقی نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنی پاکیزگی (وضو) سے فارغ ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے: اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله۔

پھر مجھ پر درود شریف پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

الحافظ السخاوی نے لکھا ہے: "یہ روایت حضرت عمر فاروق اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے مشہور مروی ہے۔ یہ حضرات انس اور ثوبان سے بھی مروی ہے، لیکن اس میں "الصلاۃ" کا لفظ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے ضعیف سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کا وضو نہیں جس نے حضور اکرم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا۔" بعض طرق میں یہ اضافہ ہے "اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے اس پر رب تعالیٰ کا ذکر نہ کیا۔"

۴- اذان اور اقامت کے بعد

امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام بیہقی اور امام ابوداؤد نے کعب بن علقمہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن جبیر سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو جو شخص بھی مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، پھر میرے لیے وسیلے کی دعا کیا کرو۔ یہ جنت میں ایک منصب (رفیع) ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو نصیب ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ (بلند اقبال) شخص میں ہی ہوں گا۔ جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔"

امام احمد، امام الطبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اذان سن کر یوں کہا:
اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ (الدعوۃ) القائمۃ و الصلاۃ النافعۃ صلّ علی محمد و ارض عنّی رضاء لا سخط بعدہ۔
رب تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالے گا۔
ابن وہب نے اپنی جامع میں تحریر کیا ہے۔جس نے اذان سن کر یوں کہا:
اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ القائمۃ صلّ علی محمد عبدك و رسولك و اعطہ الوسیلۃ والشفاعۃ یوم القیامۃ۔
اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔اس روایت کی سند میں ابن لہیعہ ہے،لیکن اس کی اصل ''الصلاۃ'' کے ذکر کے بغیر بخاری شریف میں ہے۔
امام احمد،ابن ابی عاصم،الطبرانی نے الدعاء میں اور الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔جب آپ مؤذن کی اذان سنتے تو یہ دعا مانگتے:
اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ صل علی محمد واعطہ سؤلہ یوم القیامۃ۔
آپ نے فرمایا:''جس نے اذان کے بعد یہ کلمات کہے رب تعالیٰ روزِ حشر اسے میری شفاعت نصیب کرے گا۔''
الحافظ السخاوی نے لکھا ہے''ان دونوں روایتوں میں صداقۃ ابن عبداللہ السمین ہے۔''
الحافظ عبدالغنی المقدسی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جس شخص نے اذان سن کر یوں کہا:اللھم ربّ ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ القائمۃ اعط محمد سؤلہ۔
اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

۵۔مسجد میں آتے اور جاتے وقت

امام نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح اسناد سے حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں داخل ہو تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا مانگے:اللھم افتح لی ابواب رحمتك۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعا مانگے:اللھم انی اسئلك من فضلك۔
امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے،مگر اس کی سند متصل نہیں ہے) حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لے جاتے تو یوں کہتے:اللھم

صل علی محمد و آلہ، پھر یہ دعا مانگتے: اللھم اغفر لی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك۔ جب آپ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے: صل علی محمد، پھر یہ دعا مانگتے: اللھم اغفر لی وافتح لی ابواب فضلك۔

امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" میں، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں (انہوں نے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے، پھر یہ دعا مانگے: اللھم افتح لی ابواب رحمتك۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام وصلوٰۃ عرض کرے، پھر یہ دعا مانگے: اللھم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے: جس نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اس پر اس کی علت مخفی رہے۔ یہ اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔"

ابن ابی عاصم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہیے پھر یہ دعا مانگنا چاہیے۔

اللھم اعصمنا من الشیطان۔

۶-نماز میں

ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، اسی طرح ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ اس نے نہ تو رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، نہ ہی آپ کی ذات والا پر درود پاک پڑھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس نمازی نے جلدی کی ہے۔" پھر اسے یا کسی اور شخص کو بلایا۔ فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ پہلے اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثناء سے شروع کرے، پھر اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔" امام نسائی کے الفاظ یہ ہیں: "اس نمازی نے جلدی کی ہے۔" آپ نے انہیں سکھایا، پھر ایک شخص کو سنا وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ سے دعا مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ اس سے سوال کرو وہ تمہاری التجاء قبول کرے گا۔"

امام ترمذی نے اس روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے "حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے آپ پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس نمازی نے جلدی کی ہے۔" پھر اسے یا اس کے علاوہ کسی اور شخص کو بلایا۔ فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو رب تعالیٰ کی حمد وثناء سے شروع کرے،

پھر مجھ پر درود شریف پڑھے، پھر بعد میں جو چاہے دعا مانگے۔" انہوں نے ایک اور روایت بھی لکھی ہے۔
الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے رشدین بن سعد کے لیکن ان کی روایت "الرقائق" میں مقبول ہے اسی اثناء میں کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک شخص اندر آیا۔ وہ نماز پڑھنے لگا۔ اس نے عرض کی: "مولا! مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر رحم فرما۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے نمازی! تم نے جلدی کی ہے۔ جب تم نماز ادا کر لو تو بیٹھ جاؤ۔ رب تعالیٰ کی اس طرح حمد و ثناء بیان کرو جس کا وہ اہل ہے، پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، پھر اس سے دعا مانگو۔" ایک اور شخص نے اس کے بعد نماز ادا کی۔ اس نے رب تعالیٰ کی تعریف و ستائش بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے نمازی! اب دعا مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔" دوسری روایت میں ہے: "اب التجاء کرو تمہاری التجا قبول کی جائے گی۔"

۷- دعا کے اول، وسط اور آخر میں درود شریف پڑھنا

عبد بن حمید اور البزار نے اپنی اپنی مسند میں، عبدالرزاق نے اپنی جامع میں، ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب "الصلاۃ" میں، التیمی نے الترغیب میں، الطبرانی اور البیہقی نے الشعب میں، الضیاء، ابونعیم نے الحلیہ میں، ان سب نے موسیٰ بن عبیدہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے یہ حدیث غریب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ بناؤ۔" عرض کی گئی: "سوار کے پیالے سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "جب مسافر اپنی ضرورت سے فارغ ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیالے میں پانی ڈال لیتا ہے۔ اگر اسے ضرورت ہو تو اس سے وضو کر لیتا ہے یا اس سے پانی پی لیتا ہے ورنہ اسے انڈیل دیتا ہے۔" فرمایا: "مجھے دعا کے اول، وسط اور آخر میں رکھا کرو۔" امام عبدالرزاق نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک رب تعالیٰ سے التجاء کرنا چاہے تو وہ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے جس کا وہ مستحق ہے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر رب تعالیٰ سے اپنی التجاء عرض کرے۔ وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دعا قبول ہو جائے یا وہ کامران ہو جائے۔"
امام نسائی، ابوالقاسم بن بشکوال نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ساری دعا محجوب رہتی ہے حتیٰ کہ اس کی ابتداء میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جائے۔ اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے پھر وہ دعا مانگے۔ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔"
دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ساری دعائیں محجوب رہتی ہیں حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ لیا جائے۔"

۸- کان بجتے وقت

الطبرانی، ابن عدی اور ابن السنی نے "الیوم واللیلۃ" میں، ابن ابی عاصم اور ابوموسیٰ نے ضعیف سند سے حضرت ابورافع (یہ حضور اکرم ﷺ کے خادم تھے) سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کے کان بجیں تو وہ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ اسے کہنا چاہیے: "رب تعالیٰ اسے خیر سے یاد کرے جس نے مجھے یاد کیا ہے۔" یا "رب تعالیٰ اسے یاد کرے جس نے مجھے خیر کے ساتھ یاد کیا ہے۔"

تنبیہات

۱- آپ نے جمعۃ المبارک کو آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم کیوں دیا کیونکہ یہ ہفتے کے افضل دنوں میں سے ہے۔ آپ نے اس کا وصف الازہر لگایا۔ اس کی رات کا وصف الزہراء لگایا کیونکہ اس میں بہت سے ملائکہ اترتے ہیں۔ وہ نورین یا اسے خصوصیات کی وجہ سے خاص شرف عطا کیا گیا ہے۔ اس میں غسل اور خاص نماز مشروع کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے دیگر ایام کو چھوڑ کر اسے مختص فرمایا۔ فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الجمعۃ:۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے دی جایا کرے اذان تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو۔

حضور اکرم ﷺ سید الانام ہیں۔ روز جمعۃ المبارک سید ایام ہے۔ اس میں آپ پر درود شریف پڑھنا وہ فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ ایک اور لطف آور بات بھی ہے وہ یہ کہ آپ کی امت مرحومہ نے دنیا اور آخرت کی جو بھی بھلائیاں حاصل کیں وہ آپ کے دستِ عطا سے حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا۔ سب سے عظیم عزت انہیں جمعۃ المبارک کو حاصل ہوتی ہے۔ اس سے مراد انہیں ان کی منازل اور جنت میں محلات کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ ان کے لیے نعمتوں والا یوم ہے۔ وہ اس روز جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے عید ہے۔ یہ سارے انعامات انہیں آپ کے سبب اور آپ کے دست جود وعطا سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کی تعریف وستائش اور تھوڑا سا حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس روز آپ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے۔

۲- اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے اس فرمان میں کیا حکمت ہے۔ "زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ کو نہیں کھاتی۔ موت کے بعد ابلاغ کا تعلق اجساد اور ارواح کے ساتھ نہیں ہوتا۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کیونکہ کلام وصال کے بعد آپ کی خصوصیت کے متعلق تھا، پھر دوسری خصوصیت کا ذکر کیا جو آپ کے ساتھ اور آپ کے علاوہ دیگر انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمین ان کے اجسام نہیں کھاتی۔

۴۔ "التامّة" التوربشتی نے لکھا ہے کہ اس کا وصف التمام کے ساتھ لگایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ رب العزت کا ذکر ہے۔ جس کے ذریعے انہیں عبادت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ یہ اشیاء اور وہ امور جن کو وہ شامل ہوتی ہیں وہ اس امر کی مستحق ہوتی ہیں کہ اس کے ساتھ کمال اور تمام کی صفت لگائی جائے۔ ان کے علاوہ دیگر دنیاوی امور نقص اور فساد کو شامل ہوتے ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ تمام کا وصف اس لیے لگایا گیا ہو کیونکہ یہ نسخ اور تبدیلی سے محفوظ ہے یہ روز حشر تک باقی ہے۔"

بعض نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تامہ ہے۔ یہ ایمان کے عقیدہ کو جامع ہے یہ عقلیات اور سمعیات میں اس کی ترغیب پر مشتمل ہے، کیونکہ اس میں تنزیہ و توحید کا اثبات ہے شرک کی نفی ہے۔ نبوت و رسالت کا اثبات ہے۔ عبادات اور صلاح کی طرف دعوت ہے۔ اس میں آخرت کے امور کی طرف بھی اشارہ ہے۔ "الصلاة القائمة" یعنی دائمہ۔ جسے نہ کوئی ملت متغیر کر سکتی ہے نہ کوئی شریعت منسوخ کر سکتی ہے۔ "الوسيلة" یعنی بالقرب۔ مقصد تک پہنچنے کا سبب ہے۔ توسل سے مراد کسی شخص کا قرب طلب کرنا ہوتا ہے۔ اس کا اطلاق منصب رفیع پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا: "یہ جنت میں ایک مقام ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ مقام بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لیے ہے۔" آپ نے اسے رجا کے لفظ سے تعبیر فرمایا اگرچہ یہ مقام قطعی طور پر آپ کے لیے ہی ہے۔ یہ ادب اور ارشاد کے لیے ہے یا اپنی امت کی تعظیم اور خوف کو یاد کرانے کے لیے ہے۔ خود کو رب تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کرنے کے اعتبار سے ہے تاکہ طالب رجا اور خوف کے مابین ہو سکے۔

"سؤله" سے مراد "حاجته" ہے، جو کوئی شخص طلب کرے۔ اس سے شفاعت عظمیٰ اور درجہ عالیہ مقام محمود، حوض مورود، لواء الحمد اور ساری مخلوق سے قبل جنت میں داخل ہونا مراد ہے۔ یہ ان تمام کرامات کو شامل ہے جن کے ساتھ رب تعالیٰ آپ کو اس روز مختص فرمائے گا۔"

المقام المحمود الذی وعدته سے مراد رب تعالیٰ کا اس فرمان میں اس کا وعدہ کرنا ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسرائیل:۷۹)

ترجمہ: امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

رب تعالیٰ کی طرف سے عَسٰی اور لعلّ تحقیق اور وقوع کے لیے آتا ہے۔ مقام محمود کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ (۱) اس سے مراد آپ کا اپنی امت کے لیے گواہی دینا ہے۔ (۲) روز حشر لواء الحمد مراد ہے۔ (۳) رب تعالیٰ آپ کو الکرسی پر بٹھائے گا۔ (۴) شفاعت مراد ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس جگہ اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

"حلّت" یعنی وجبت جیسے بعض روایات میں ہے یا نزلت۔ یہ الحلّ سے مشتق نہیں ہے، کیونکہ اس سے قبل

شفاعت حرام نہ تھی۔ "لہ" "علی" کے معنی میں ہے، جیسے کہ دوسری روایت میں تذکرہ ہے۔ " کنت لہ شھیدا او شفیعا" میں "أو" شک کے لیے نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام نے اسے اسی طرح روایت کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ یہ بعید ہے کہ ان کا اتفاق شک کی وجہ سے ہو۔ یہ یا تو تقسیم کے لیے ہے آپ بعض کے لیے گواہ اور بعض کے لیے شفیع ہوں گے، یا گناہ گاروں کے لیے شفیع اور اطاعت گزاروں کے لیے گواہ ہوں گے یا جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں وصال کر گیا اس کے لیے گواہ جو آپ کے بعد انتقال کر گیا اس کے لیے شفیع ہوں گے یا یہ واؤ کے معنی میں ہے یعنی آپ اس کے لیے گواہ اور شفیع ہوں گے۔

۴۔ آپ نے مسجد میں دخول کے وقت رحمت اور خروج کے وقت "فضل" کا ذکر کیوں کیا؟ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو مسجد میں داخل ہوتا ہے وہ ایسے اعمال میں مصروف ہو جاتا ہے جو اسے اللہ رب العزت ثواب اور جنت کے قریب کر دیتے ہیں، لہٰذا رحمت کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ جب انسان مسجد سے باہر نکلتا ہے تو وہ رزق حلال میں سے اس کے فضل کی تلاش میں لگ جاتا ہے، لہٰذا فضل کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعۃ: ۱۰)

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔

شرح المشکاۃ میں ہے کہ دخول مسجد میں اس دعا میں اشارہ یہ ہے کہ یہ رحمت کے دروازوں کو کھولنے کے دواعی میں سے ہے یعنی مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

❁❁❁

روزِ حشر آپ کے احوالِ مبارکہ

پہلا باب

سب سے پہلے آپ کو صاعقہ سے افاقہ ہوگا، سب سے پہلے آپ اپنی قبرانور سے اٹھیں گے، آپ براق پر سوار ہوں گے، اس روز آپ کے حشر کی کیفیت

شیخان اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''صور پھونکا جائے گا سارے اہلِ زمین اور سارے اہل آسمان بے ہوش ہو جائیں گے۔ سوائے اس کے جسے رب تعالیٰ چاہے گا۔ میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تو مجھے سب سے پہلے افاقہ ہوگا'' یا ''مجھے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا'' یا ''میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو نفخہ اخیرہ کے بعد سر اٹھائے گا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوں گے۔'' دوسری روایت میں ہے: ''وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوں گے۔ مجھے علم نہیں کہ کیا وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے جنہیں مجھ سے قبل افاقہ ہوگیا یا روزِ طور میں صعقۂ اولیٰ میں بے ہوش ہونا ہی ان کے لیے قائم مقام ہوگیا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''وہ ان افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔'' امام احمد اور شیخین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کے لیے روز حشر قبرانور سب سے پہلے شق ہوگی۔ یہ بات میں فخر کے لیے نہیں کر رہا۔''

امام احمد، نسائی، دارمی، ابن خزیمہ، ضیاء، ابویعلی، بیہقی، ابونعیم اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبرانور سے نکلوں گا۔'' ترمذی اور دارمی نے یہ اضافہ کیا ہے ''جب وہ وفد کی صورت میں آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ اس دن لواء حمد میرے دست ہدایت میں ہوگا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ساری اولادِ آدم سے معزز ہوں کوئی فخر نہیں۔'' امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کے لیے زمین شق ہوگی۔ یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور الضیاء نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں ہی وہ ہستیِ پاک ہوں جس کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہوگی۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جسے اٹھایا جائے گا۔

ابن المبارک، ابن ابی الدنیا، ابن النجار نے حضرت کعب الاحبار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر پَر مارتے ہیں۔ اسے گھیر لیتے ہیں۔ وہ آپ کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ شام تک آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں۔ شام کے وقت وہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ دوسرے ستر ہزار فرشتے نیچے اتر آتے ہیں۔ وہ تادم صبح اسی کیفیت میں رہتے ہیں، تا روزِ حشر ان کی یہی حالت رہے گی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔"

ابوبکر ابن ابی عاصم نے "السنۃ" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف آپ کے دستِ عطا کو تھامے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف آپ کے دستِ حق نما کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ ان دونوں کے ساتھ ٹیک لگائے چل رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "ہم اسی طرح (روزِ حشر) اٹھیں گے۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور ابن عساکر نے اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے زمین میرے لیے، ابوبکر کے لیے اور عمر کے لیے شق ہوگی۔" حاکم نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور شافع روزِ جزاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے زمین میرے لیے شق ہوگی، پھر یہ ابوبکر و عمر کے لیے شق ہوگی۔ پھر یہ حرمین مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے شق ہوگی۔ میں ان دونوں کے درمیان اٹھوں گا۔"

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت سالم بن عبداللہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ ابونعیم نے ان کے والد گرامی سے موصولاً روایت کیا ہے خطیب نے مالک کی روایت سے حضرت عبداللہ کی خادمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھوں گا، پھر میں بقیع الغرقد جاؤں گا۔ انہیں میرے ہمراہ اٹھایا جائے گا، پھر میں اہل مکہ کو دیکھوں گا، حتیٰ کہ وہ میرے پاس آجائیں گے۔ میں دونوں حرموں کے باشندوں کے مابین اٹھوں گا۔

الطبرانی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر انبیاء کو سواریوں پر اٹھایا جائے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔ مجھے براق پر اٹھایا جائے گا۔ میرے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو جنت کی اونٹنیوں میں سے دو اونٹنیوں پر اٹھایا جائے گا۔ حضرت بلال کو جنت کی اونٹنیوں

میں سے ایک اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔ وہ عمدہ اذان اور حق شہادت کا اعلان کریں گے۔ جب وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کہیں گے تو ان کے لیے اولین و آخرین میں سے اہل ایمان گواہی دیں گے۔ جس کی قبول کر لی گئی اس کی قبول کر لی جائے گی جس کی رد کر لی گئی اس کی رد کر دی جائے گی۔

ابن زنجویہ نے اپنی فضائل میں حضرت کثیر بن مرہ الحضرمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو زندہ کیا جائے گا وہ اپنی قبر انور کے پاس اس پر سوار ہو جائیں گے۔ وہ انہیں لے کر محشر تک پہنچے گی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اپنی ناقہ العضباء پر سوار ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں براق پر سوار ہوں گا۔ اس روز دیگر انبیاء کرام پر میری یہ خصوصیت ہو گی۔ بلال کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک ناقہ پر اٹھایا جائے گا۔ وہ اس کی کمر پر اذان دیں گے۔ جب انبیاء کرام اور ان کی امم یہ سنیں گی اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ تو وہ کہیں گے: ہم بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔

❁❁❁

دوسرا باب

موقف میں آپ کی پوشاک مبارکہ، آپ ﷺ کا اور آپ کی امت کا مقام، لواء حمد اور لواء کرام آپ کے دستِ اقدس میں ہوں گے

امام احمد، ابن حزام، ابن منذر اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، البیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ابن المبارک، امام احمد نے الزہد میں، اسحاق، ابو یعلی اور امام رافعی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے، مگر اس کا حکم مرفوع روایت کا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو خلعہ پہنایا جائے گا رب تعالیٰ فرمائے گا: میرے خلیل کو پوشاک پہنا دو۔ میں انہیں عریاں نہیں دیکھنا چاہتا۔ ان کے لیے دو سفید چادریں لائی جائیں گی۔ دوسری روایت میں ہے: سب سے پہلے روز قیامت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ ان پر دو چادریں ہوں گی، پھر حضور اکرم ﷺ کو حبرہ کی چادر پہنائی جائے گی۔ آپ عرش کے دائیں طرف ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: آپ کو جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ آپ اسے پہنیں گے۔ عرش کی طرف رخ انور کر کے بیٹھ جائیں گے، پھر جنت سے میری پوشاک لائی جائے گی۔ اسے عرش کے دائیں سمت سے پھینکا جائے گا، پھر اسے میرے پاس لایا جائے گا مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے: کوئی انسان اس کے لیے نہ اٹھے گا۔ میں عرش کے دائیں

طرف اس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوگا اس میں اولین و آخرین مجھ پر رشک کریں گے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت روز حشر ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ ہم مخلوق کو اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ لوگوں میں سے ہر ایک یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، امام احمد، ابن جریر، ابن حبان اور حاکم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شافع روز حشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ روز حشر حاضر ہوں گے۔ میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا پھر مجھے اذن دے گا۔ میں اس کی اس طرح حمد و ثناء بیان کروں گا جس کا وہ اہل ہے۔ دوسری روایت میں ہے: میں وہ کچھ کہوں گا جو رب تعالیٰ چاہے گا کہ میں کہوں۔ یہی مقام محمود ہے۔

امام احمد، ابویعلی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر لواء حمد میرے دست اقدس میں ہوگا۔ کوئی فخر نہیں۔ آدم اور ان کے علاوہ سارے انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ حاکم، بیہقی نے کتاب الرؤیہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ روز حشر سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ وہ آسائش کے منتظر ہوں گے۔ میرے پاس لواء حمد ہوگا میں چلوں گا لوگ میرے ساتھ چلیں گے حتیٰ کہ میں جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔ میں اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔ مجھے پوچھا جائے گا: کون ہو؟ میں کہوں گا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ کہا جائے گا: محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوش آمدید! میں اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کروں گا۔ میں اس کی زیارت کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔

حاکم اور ابن عساکر نے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے: میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا کوئی فخر و ریاء نہیں۔ روز حشر سارے لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے وہ آسائش کے منتظر ہوں گے۔ میرے دست ہدایت بخش میں لواء حمد ہوگا۔ امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر لواء کرام میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ دیا جائے گا، پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی بھی اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔

تنبیہ

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے عظیم فضیلت ہے۔ یہ ان کی خصوصیت ہے جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں عرش کے پایاں کے ساتھ معلق دیکھیں گے۔ اس سے ان دونوں حضرات کی آپ پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے پوشاک پہنانے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے کپڑے اتار کر انہیں آتش نمرود میں پھینکا گیا تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی ذات بابرکات کے لیے تھا۔ انہوں نے صبر کیا۔ حصول ثواب کا ارادہ

کیا۔ انہیں اس کی جزاء یہ دی گئی کہ انہیں روز حشر سب کے سامنے پوشاک پہنائی جائے گی، پھر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ حلہ پہنایا جائے گا جو ان کی پوشاک سے بڑا ہو گا، تاکہ تاخیر کو حلہ کی نفاست سے پورا کیا جا سکے گویا آپ کو ان کے ساتھ ہی حلہ پہنایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے پاجامے سے ستر ڈھانپا یا ان سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا کوئی نہ ہو گا، لہٰذا انہیں پوشاک پہنا دی جائے گی تاکہ ان کا دل مطمئن ہو جائے۔ الحافظ نے لکھا ہے: ایک احتمال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر انور سے انہی کپڑوں سے نکلیں گے جو آپ نے پہنے ہوں گے۔ آپ کی کرامت و عزت کے لیے آپ کو جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ اس طرح آپ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام سے مقدم ہوں گے۔

❁❁❁

تیسرا باب

روز حشر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا جائے گا

حکیم ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ شخص ہوں جسے روز حشر سب سے پہلے بلایا جائے گا۔ حاکم، الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا۔ میرا رب تعالیٰ مجھے بلائے گا۔ میں عرض کروں گا:

لبیك و سعدیك و الخیر بیدیك و الشرّ لیس الیك و المھدیّ من ھدیت و عبدك بین یدیك لا ملجأ و لا منجی منك الا الیك تبارکت ربّ البیت۔

حکیم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا۔ میں اٹھوں گا کہ آؤں پھر سجدہ میں مجھے اذن دے دیا جائے گا۔

❁❁❁

چوتھا باب

اس روز سجدہ کرنا آپ کی خصوصیت ہے

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا۔ امام احمد نے ان سے، حاکم، بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو درداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا۔ مجھے ہی سب سے

پہلے سر (اقدس) اٹھانے کا اذن دیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا میں اپنے سامنے دیکھوں گا میں امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ میں اپنی بائیں طرف دیکھوں گا تو امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے دیکھوں گا۔ اپنی دائیں سمت دیکھوں گا۔ میں امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ وہ تاباں ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ یہ نشانی ان کے علاوہ کسی اور کے لیے نہ ہوگی۔ میں انہیں پہچان لوں گا۔ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ میں انہیں ان کے ان نشانات سے جان لوں گا جو سجدوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر ہوں گے۔ میں انہیں ان کے نور سے پہچان لوں گا جو ان کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہوگا۔ یہ نور ان کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں دوڑ رہا ہوگا۔

الطبرانی نے الکبیر میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے روز حشر سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا، پھر مجھے اپنا سر اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ میں اپنے دائیں بائیں اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تاباں ہوں گے۔ وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ ان کی اولاد ان کے سامنے ہوگی۔

✿✿✿

پانچواں باب

جب جہنم کو آپ ﷺ کے پاس لایا جائے گا تو صرف آپ مطمئن رہیں گے

ابن وہب نے کتاب الاحوال میں عطاف بن خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: روز حشر جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کا بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہوگا۔ ستر ہزار فرشتے اس کو ہانک رہے ہوں گے جب وہ لوگوں کو دیکھے گی تو وہ آواز نکالے گی۔ جیسے کہ اللہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ (الفرقان: ۱۲)

ترجمہ: وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔

اسے دیکھ کر ہر نبی اور ہر صدیق گھٹنے کے بل بیٹھ جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: یارب! نفسی نفسی! حضور اکرم ﷺ: امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔

ابونعیم نے دو اسناد سے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: روز حشر اللہ رب العزت اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ فرشتے اتریں گے وہ صفیں بنالیں گے۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے:

جبرائیل! جہنم کو لے کر آؤ۔ وہ ستر ہزار لگاموں کے ساتھ اسے ہانکتے ہوئے لائیں گے۔ جب وہ مخلوق سے ایک سو سال کی مسافت پر ہوگی تو وہ اس طرح آواز نکالے گی کہ مخلوق کے دل اڑ جائیں گے پھر وہ دوسری بار آواز نکالے گی تو سارے مقرب فرشتے اور نبی مرسل گھٹنوں کے بل جھک جائیں گے پھر وہ تیسری دفعہ آواز نکالے گی: دل حلقوم تک پہنچ جائیں گے۔ عقلیں بھول جائیں گی۔ ہر شخص گھبرا کر اپنے عمل کی طرف جائے گا، حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کہیں گے: میں اپنی خلت کے وسیلہ سے تجھ سے صرف اپنے نفس کا سوال کرتا ہوں۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔ آپ عرض کریں گے: "میں آج تجھ سے اپنے نفس کے بارے میں سوال نہیں کروں گا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: آپ کی امت کے اولیاء پر نہ خوف ہے نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا، پھر فرشتے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ منتظر ہوں گے کہ انہیں کیا حکم دیا جاتا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

فیصلہ ہونے اور وقوف کی طوالت سے آرام کے لیے شفاعت عظمیٰ

اسی شفاعت کی طرف ساری مخلوق کی رغبت ہوگی حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی اسی کی طرف رغبت کریں گے۔ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا لطف و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیسری دعا کو اس دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے جس میں ساری مخلوق میری طرف رغبت رکھے گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے۔ اسے امام احمد و شیخان نے، امام احمد نے ایک اور سند سے، ترمذی اور بیہقی نے مختصر روایت کیا ہے۔ امام احمد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابویعلی اور عوانہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ شیخین نے اسے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے امام احمد اور ابویعلی نے اسے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ابن مبارک، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر سے، امام ترمذی، ابن خزیمہ نے حضرت ابوسعید خدری سے، ابن خزیمہ اور الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت سلمان سے، امام بخاری نے دو اسناد سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم، حاکم، بزار اور بیہقی نے حضرت حذیفہ سے، ابویعلی نے ایک اور سند سے ان سے، امام حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت سے، امام مسلم اور الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک سے، امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے ہر حدیث پاک میں وہ فوائد ہیں جو دوسری میں نہیں۔ میں نے انہیں ایک دوسرے میں داخل کر دیا ہے میں نے ایک کا اضافہ دوسری کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

حضور شفیع اعظم ﷺ نے فرمایا:

میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ رب تعالیٰ ایک چٹیل میدان میں اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ داعی انہیں سنا سکے گا نگاہ انہیں دیکھ سکے گی سورج دس سال کی گرمی دے گا، پھر وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا، حتیٰ کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ رہ جائے گا، حتیٰ کہ پسینہ زمین پر قامت کے اعتبار سے گرے گا۔ شیخین کی روایت جو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھی ہے اس میں ہے: ایک شخص اپنے کانوں کے نصف تک اپنے پسینے میں کھڑا ہو گا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: لوگ روز حشر اپنے اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ذراع تک پہنچے گا پسینہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

بزار اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے: موقف میں پسینہ انسان کو لازم ہو گا، حتیٰ کہ وہ عرض کرے گا: مولا! تیرا مجھے آگ میں بھیجنا مجھے اس تکلیف سے آسان ہے جو میں پا رہا ہوں حالانکہ وہی جان رہا ہو گا کہ اس میں عذاب کی شدت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لوگوں کو عریاں پاؤں، ننگے جسم، پیدل اور سست اٹھایا جائے گا۔ وہ چالیس سال کھڑے رہیں گے۔ وہ آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے۔ شدتِ تکلیف کی وجہ سے ان کا پسینہ ان کے منہ تک ہو گا۔

امام مسلم نے حضرت مقداد سے روایت کیا ہے۔ روز حشر سورج مخلوق کے اتنے قریب ہو گا حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کی مسافت پر ہو گا۔ سلیم بن عامر نے فرمایا: بخدا! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے میل سے مراد زمین کی مسافت لی تھی یا اس سے مراد سرمچو لیا تھا۔ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے۔ کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک کوئی دو کولہوں تک اور کوئی منہ تک پسینے میں ڈوبا ہو گا۔ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ غم و اندوہ کی ناقابل برداشت حد تک پہنچ جائیں گے۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہیں کس دکھ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کیا تم ایسا شخص تلاش کرو گے جو ہمارے لیے شفاعت کرے۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: تم اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو۔ وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے۔ عرض پیرا ہوں گے۔ آدم! آپ ابو بشر ہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ اقدس سے تخلیق کیا ہے۔ اس نے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے۔ فرشتوں کو اس نے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کو سجدہ کریں۔ اس نے آپ کو ساری اشیاء کے نام سکھا دیے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں حتیٰ کہ ہمیں اس جگہ سے راحت دے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کس اذیت کا سامنا ہے۔ وہ کہیں گے: میں تمہارے لیے شفاعت نہیں کر سکتا آج رب تعالیٰ اتنا غصے میں ہے کہ وہ پہلے تو کبھی اتنے غصے میں ہوا تھا نہ ہی بعد میں ہو گا۔ اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔ میں نے لغزش کر دی اور اپنی اس لغزش کی وجہ سے جنت سے نکل آیا۔

دوسری روایت میں ہے: تمہیں تمہارے باپ کی لغزش نے ہی جنت سے نکالا ہے۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا جائے یہی میرے لیے کافی ہے۔ نفسی نفسی۔ ایک اور روایت میں ہے: آج میرا نفس ہی میرے لیے باعث توجہ ہے میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ تو اپنے باپ کے بعد اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ عبد شکور ہیں وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھیجا۔

وہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ عرض گزار ہوں گے: نوح! آپ اہل زمین کی طرف رب تعالیٰ کے پہلے رسول ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا ہے۔ اس نے آپ کو منتخب کیا ہے۔ آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ اس نے روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا۔ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں کیا آپ ملاحظہ نہیں کر رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے: آج میں اس منصب کے لیے نہیں ہوں۔ آج میرا رب تعالیٰ اس قدر غصے میں ہے کہ وہ نہ پہلے کبھی اتنا غصے میں تھا نہ بعد میں ہوگا۔ میرے لیے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی امت کے خلاف مانگ لی تھی۔ میں نے اس امر کے متعلق سوال کیا تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا گیا تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

ایک اور روایت میں ہے: میرے لیے آج توجہ کا مستحق میرا اپنا نفس ہی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں رب تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ عرض گزار ہوں گے: ابراہیم! آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور روئے زمین پر اس کے خلیل ہیں۔ آپ اٹھیں اور ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس دکھ میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ میں خلیل ہوں فلاں کے پیچھے (سوا) آج میرا رب تعالیٰ اتنا غصے میں ہے کہ نہ پہلے کبھی اتنا غصے میں ہوا تھا نہ بعد میں ہوگا۔ میں نے اسلام میں تین خلاف واقع باتیں کی تھیں۔ بخدا! ان میں سے ایک بھی جھوٹ نہ تھا مگر اس کے ذریعے دین الٰہی کی ایک گرہ کھلی تھی۔ آج اگر مجھے معاف کر دیا جائے یہی کافی ہے نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: میرے لیے قابل توجہ آج میرا نفس ہی ہے تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ رب تعالیٰ نے انہیں اپنی رسالت اور کلام کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اسے سرگوشی کرتے ہوئے قرب عطا کیا تھا۔ لوگ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے: موسیٰ کلیم اللہ! آپ ہی وہ ذات ہیں جس کو اللہ رب العزت نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں تاکہ وہ ہمیں آرام پہنچائے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ ہم کس حد تک پہنچ چکے ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں کہ آج میرا رب تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ وہ آج سے قبل کبھی نہ تو اتنے غصے میں تھا نہ ہی بعد میں غصے میں ہوگا۔ میں نے اس جان کو مار ڈالا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا گیا تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: آج میرا نفس ہی میرے لیے قابل توجہ ہے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ وہ روح اللہ ہیں۔ وہ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا۔

لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ عرض گزار ہوں گے: عیسیٰ! آپ روح اللہ ہیں۔ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف پھینکا تھا۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے بات چیت کی۔ ہمارے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں تاکہ وہ ہمیں نجات دے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہم کس اذیت میں ہیں۔ ہم دکھ کی کس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میں تمہارے اس مقصد کے لیے نہیں ہوں آج میرا رب تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ وہ نہ تو پہلے کبھی اتنے غصے میں تھا نہ ہی بعد میں اتنے غصے میں ہوگا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا جائے تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: میرے لیے تو آج میرا نفس ہی قابل توجہ ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں: وہ فرمائیں گے: سارا سامان اس برتن میں ہے جس پر مہر لگا دی گئی ہے کیا انسان جو کچھ اس کے اندر ہے اس پر قادر ہو سکتا ہے حتیٰ کہ وہ مہر کو توڑ دے۔ لوگ عرض کریں گے: نہیں۔ وہ فرمائیں گے: محمد عربی ﷺ خاتم النبیین ہیں وہ سید ولد آدم ہیں۔ سب سے پہلے ان کے لیے ہی زمین شق ہوئی۔ ان کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں پل صراط کے پاس کھڑا ہوں گا۔ میں منتظر ہوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے وہ کہیں گے: محمد عربی! ﷺ یہ انبیاء کرام ہیں جو آپ کے پاس آئے ہیں وہ آپ سے التجاء کرتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ امم کے مابین فیصلہ کر دے جیسے چاہے کیونکہ لوگ بہت غم میں ہیں۔

دوسری روایت میں ہے: اے نبی اللہ! رب تعالیٰ نے آپ سے آغاز اور ختم کیا ہے۔ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ آج اسی مقام پر آپ امن سے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر کوئی مصیبت میں ہیں۔ رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت فرمائیں۔ میں کہوں گا: میں تمہارا صاحب ہوں۔ میں ہی اس کے لیے ہوں میں ہی اس کے لیے ہوں۔ میں اٹھوں گا۔ میری جگہ سے ایسی عمدہ خوشبو نکلے گی کہ کسی نے اتنی عمدہ خوشبو نہ سونگھی ہوگی۔ لوگ بیٹھ جائیں گے۔ میں آگے بڑھوں گا۔ باب جنت کے حلقہ کو پکڑلوں گا۔ دستک دوں گا مجھ سے پوچھا جائے گا: کون؟ میں کہوں گا: محمد عربی (ﷺ) خازن کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ باب جنت آپ سے قبل کسی کے لیے نہ کھولوں۔ وہ میرے لیے باب جنت کھولیں گے۔ مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ حضرت جبرائیل امین آئیں گے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کی درگاہ والا میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ کہیں گے: مولا! انہیں اذن دے اور انہیں جنت کی بشارت دے۔ میں عرش کے نیچے آؤں گا۔ رب تعالیٰ میرے لیے تجلی فرمائے گا۔ مجھ سے قبل وہ کسی چیز کے لیے تجلی نہ فرمائے گا۔ جب میں اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ میں جمعہ کی مقدار اس کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کروں گا، پھر رب تعالیٰ میرے لیے محامد اور حسن

ثناء کھول دے گا، جو اس نے مجھ سے قبل کسی کے لیے نہ کھولے ہوں گے، پھر وہ فرمائے گا: سر اقدس اٹھائیے۔ آپ فرمائیں آپ کی بات سنی جائے گی۔ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ شفاعت کریں۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ دعا مانگیں آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھالوں گا۔ میں رب تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ ان کلمات کے ساتھ نہ تو مجھ سے قبل کسی نے حمد بیان کی ہوگی نہ ہی میرے بعد ان کے ساتھ کوئی اپنے رب تعالیٰ کی حمد بیان کر سکے گا۔ میں عرض کروں گا: مولا! تو نے میرے ساتھ شفاعت کا وعدہ کیا ہے اپنی مخلوق کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ ان کے مابین فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائے گا: میں نے ان کے لیے آپ کی شفاعت کو قبول کر لیا ہے۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں اور تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہوں۔

❁❁❁

ساتواں باب

مقام محمود اور بقیہ شفاعت

۱۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسرائیل:۷۹)

ترجمہ: یقیناً فائز فرمائے گا آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر۔

ساری مفسرین کا اتفاق ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے عسی واجب کے لیے ہے، کیونکہ عسی اطماع کا فائدہ دیتا ہے۔ رب تعالیٰ اس سے عظیم ہے کہ وہ کسی کے لیے تمنا کرے اور پھر اسے وہ چیز نہ دے جس کے لیے وہ تمنا کرے۔ الحافظ نے لکھا ہے: جمہور کا موقف ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ الواحدی نے اس میں مبالغہ کیا ہے انہوں نے اس میں اجماع نقل کیا ہے، لیکن انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو مجاہد سے مروی ہے۔ اسے بے بنیاد قرار دیا ہے۔ ابن جریر نے لکھا ہے: اکثر اہل تاویل نے کہا ہے: مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوں گے تاکہ لوگوں کو موقف کے کرب سے نجات دلا سکیں۔ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ابن خزیمہ اور الطبرانی اور ابن جریر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت کے بارے رب تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا یہی مقام محمود ہے۔

امام احمد، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر رب تعالیٰ لوگوں کو زندہ کرے گا۔ میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ میرا رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا، پھر وہ مجھے اذن دے گا۔ میں وہ کچھ کہوں گا جو رب تعالیٰ چاہے گا کہ میں کہوں یہی مقام محمود ہے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔ ابن جریر اور الطبرانی نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ امام احمد، ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ امام مسلم، ابن حبان، حاکم اور ابن جریر نے حضرت کعب بن مالک سے مرفوع روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا، پھر وہ مجھے اذن دے گا۔ میں وہ کچھ کہوں گا جو کچھ وہ چاہے گا کہ میں کہوں۔ یہی مقام محمود ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج قریب ہوتا جائے گا حتیٰ کہ پسینہ کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے۔ وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے پھر وہ حضرت موسیٰ سے استغاثہ کریں گے۔ وہ بھی اسی طرح جواب دیں گے پھر وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کریں گے۔ آپ شفاعت فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آپ چلیں گے حتیٰ کہ باب جنت کے حلقہ کو پکڑ لیں گے۔ اسی روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرما دے گا۔ سارا مجمع آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوگا۔

۲۔ ایک قوم کے لیے جنت میں بلا حساب جانے کے لیے شفاعت۔ اس کی دلیل رب تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جو اس نے "امتی امتی" کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ اپنی امت کے ان لوگوں کو دائیں دروازے سے جنت میں داخل کرلیں جن پر حساب نہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے: اسی طرح کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل آپ کی التجاء ہے کہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار سے زائد امتیوں کو بلا حساب جنت میں داخل کر دیا جائے۔ آپ کی یہ التجاء قبول کر لی گئی۔

امام احمد اور بیہقی نے جید سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد جنت میں ایسے جائیں گے کہ وہ ماہ تمام کی طرح ہوں گے۔ ان پر حساب نہ ہوگا۔ میں نے رب تعالیٰ سے اضافہ کا سوال کیا اس نے مجھے ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔

الطبرانی اور البیہقی نے ضعیف سند سے حضرت عمرو بن حزم انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ میں ان تین دنوں میں اضافے کے لیے التجاء کرتا رہا۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ کو ماجد و کریم پایا ہے اس نے مجھے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار عطا کر دیے ہیں۔

امام ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، الطبرانی، ابن حبان اور الضیاء نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد حساب وعذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے اور میرے رب تعالیٰ کی لپوں میں سے تین لپیں۔ الطبرانی، ابن ابی عاصم وغیرہ نے ابو سعید الانماری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے بارگاہ رسالت مآب میں اس کا حساب کیا تو یہ چار ہزار ہزار اور نو سو ہزار تعداد بنی۔ الحافظ نے لکھا: یعنی لپوں کی تعداد کے اعتبار سے۔

امام احمد اور ابو یعلی نے ضعیف سند سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ روایت بھی سیدنا ابو ہریرہ سے منقول روایت کی مانند ہے۔ اس میں ہے: میں نے اضافے کے لیے التجاء کی۔ اس نے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔ یہ اس باب میں مشہور روایات ہیں۔

۳- یہ شفاعت ان افراد کے حق میں ہوگی جن کا حساب وکتاب ہوگا۔ وہ عذاب کے مستحق بن جائیں گے کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔ اس کی وجہ وہ روایت ہے جسے الطبرانی، ابن ابی الدنیا اور حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام کے لیے نور کے منابر بچھا دیے جائیں گے۔ وہ اس پر بیٹھیں گے۔ میرا منبر باقی رہ جائے گا۔ میں اس پر نہ بیٹھوں گا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت میرے بعد رہ جائے۔ میں عرض کروں گا: مولا! امتی امتی۔ رب تعالیٰ مجھے فرمائے گا: آپ کا کیا ارادہ ہے کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں عرض کروں گا: مولا! ان کا حساب جلدی لے لے۔ انہیں بلایا جائے گا ان کا حساب لیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ اس کی رحمت کے طفیل جنت میں چلے جائیں گے بعض میری شفاعت کے طفیل جنت میں جائیں گے۔ میں لگاتار شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کے نام دیے جائیں گے جنہیں آگ کی طرف بھیج دیا گیا ہوگا حتیٰ کہ خازن جہنم مالک مجھے کہے گا: محمد عربی! ﷺ آپ نے رب تعالیٰ کے غصے کے لیے سزا کے لیے کسی کو چھوڑا ہی نہیں۔

۴- ان گناہ گاروں کو باہر نکالنا جو آگ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ صحیح میں اس کے بہت سے دلائل ہیں معتزلہ کے شفاعت کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵- جنت میں درجات کی رفعت کے لیے شفاعت۔ اس کا تذکرہ قاضی اور نووی نے کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں سب سے پہلا شفیع ہوں گا۔

۶- انسانوں کے بچوں کے لیے۔ ابن ابی شیبہ، ابو یعلی نے صحیح سند سے، دارقطنی نے الافراد میں اور الضیاء نے حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اولاد بشر میں سے لاہین کے بارے سوال کیا ہے۔ اس نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ ابوعمر نے فرمایا: ان سے مراد بچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال سہو اور لعب کی مانند ہوتے ہیں۔ ان میں عزم یا عہد کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

ابونعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ میرے لیے مشرکین کے بچوں سے درگزر کرے۔ اس نے ان سے درگزر کیا اور انہیں جنت میں داخل کر دیا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

اپنی امت کو جہنم سے نکالنے کے لیے جہنم پر تشریف لے جانا

حضرت عمران بن حصین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکلے گی۔ انہیں جہنمیین کہا جائے گا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہوں والوں کے لیے ہے۔

❁❁❁

نواں باب

آپ کا حوض مبارک

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا۔ فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے پڑھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣ (الکوثر: ۱تا۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوثر عطا فرمائی۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ و رسولہٗ اعلم۔ آپ نے فرمایا: یہ نہر ہے جس کا وعدہ جنت میں رب تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر خیر کثیر ہے۔ یہ وہ حوض ہے روز حشر جس پر

میری امت آئے گی۔اس پر ستاروں کی تعداد کے برابر برتن ہوں گے۔وہاں ایک شخص جائے گا۔میں عرض کروں گا: مولا! یہ میری امت میں سے ہے۔کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اس نے کیا کیا تھا؟

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوثر عطا کر دی گئی ہے۔وہ ایک رواں نہر ہے جسے شق نہیں کیا گیا۔اس کے دونوں کناروں پر قبے ہوں گے ان میں شگاف نہ ہوگا۔میں نے اس کی مٹی کو ہاتھ لگایا وہ مشک اذفر تھی۔اس کے سنگریزے موتی تھے۔

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا۔وہاں ایک ایسی نہر تھی جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔میں نے رواں پانی میں ہاتھ مارا تو اس کی تہ مشک اذفر کی تھی۔میں نے پوچھا: جبرائیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ رب العزت نے آپ کو عطا کی ہے۔

حوض کوثر کا تذکرہ پچاس سے زیادہ صحابہ سے منقول ہے۔ان روایات اور راویوں کا تذکرہ ہمارے شیخ نے البدور السافرہ میں کیا ہے۔ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا طول ایک ماہ کی مسافت ہے اس کا طول اس کے عرض کی مانند ہے۔اس پر سونے اور چاندی کے برتن ہیں جن کی تعداد آسمان پر ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہے۔اس کی خوشبو مشک اذفر سے عمدہ ہے۔وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے۔شہد سے زیادہ شیریں ہے برف سے زیادہ ٹھنڈی ہے۔اس کے جنت سے دو میزاب آتے ہیں۔ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔اس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے ہیں۔دوسری روایت میں ہے: اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت کے محلات ہیں۔اس کے سنگریزے یاقوت، مرجان، زبرجد اور موتی ہیں۔اس کی مٹی مشک اذفر کی ہے۔اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی مانند ہوں گی۔جس نے وہاں سے ایک بار پی لیا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔اس کا چہرہ کبھی سیاہ نہ ہوگا۔

اس سے وہ انسان نہ پی سکے گا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑا۔نہ ہی وہ پی سکے گا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی کو قتل کیا۔سارے لوگوں میں سے پہلے وہاں مہاجرین فقراء آئیں گے۔

تنبیہات

۱۔ حوض کوثر کی وسعت کے بارے میں ایسی احادیث وارد ہیں جو قریب المعنی ہیں۔ایک روایت میں ہے: ایک ماہ کی مسافت۔ایک میں ایلہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک کی مسافت، ایک میں ایلہ سے صنعاء تک، ایک میں عدن سے عمان تک، ایک میں صنعاء سے مدینہ طیبہ تک، اس کے عرض کے متعلق ایک روایت میں صنعاء سے بصری تک، دوسری میں کوفہ سے حجر اسود تک، ایک روایت میں جرباء سے اذرح تک، ایک میں مدینہ طیبہ سے عمان تک، ایک میں ایلہ سے عدن تک اور ایک روایت میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا تذکرہ ہے۔

علماء کرام نے فرمایا: اس روایت میں اختلاف ان میں اضطراب کا موجب نہیں ہے کیونکہ یہ صرف ایک حدیث مبارک میں نہیں ہے بلکہ مختلف روایات میں ہیں۔ انہیں صحابہ کرام نے مختلف مقامات پر آپ سے سنا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حوض کے کناروں کی دوری اور وسعت کے لیے مثالیں دی تھیں تاکہ سامعین کے فہموں کے قریب تر ہو سکے کہ جتنی دوری ان مذکورہ شہروں کے مابین ہے آپ نے اس کی حدود بیان کرنے کے لیے اس طرح نہ فرمایا تھا، بلکہ سامعین کو اس شہروں کے مابین مسافت کی دوری اور حوض کی وسعت کے بارے میں فرمایا تھا۔ اس مسافتوں میں سے قلیل کثیر کو مانع نہیں ہے کثیر اپنے ظاہر پر ثابت ہوگا۔ اس کے متعلق روایات صحیح ہیں۔ قلیل اس میں داخل ہے ان کے مابین کوئی معارضہ اور منافات نہیں ہے۔ اسی طرح حوض کے برتنوں کے بارے میں فرمان ہے یعنی احادیث میں مذکور تعداد اپنے ظاہر پر ہے کہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں صحیح احادیث وارد ہیں۔

۲۔ امام الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انبیائے کرام باہم فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے امتی زیادہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس روز میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔ سارے حوض کوثر پر آئیں گے۔ ان میں سے ایک بھرے ہوئے حوض پر کھڑا ہوگا۔ اس کے پاس عصا ہوگا۔ وہ اپنی امت کے اس شخص کو بلائے گا جسے وہ جانتا ہوگا ہر ہر نبی اپنی اپنی امت کو جانتا ہوگا۔

امام ترمذی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا حوض ہوگا۔ وہ باہم فخر کریں گے کہ ان میں کس کے حوض پر کس کے امتی زیادہ ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔

٭٭٭

دسواں باب

سب سے پہلے آپ ﷺ ہی پل صراط کو عبور کریں گے۔ جنت کی چابیاں آپ ﷺ کے دست اقدس میں ہوں گی

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہنم پر پل صراط لگا دیا جائے گا۔ میں اسے سب سے پہلے عبور کروں گا۔ دارمی اور امام ترمذی نے، انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چابیاں میرے ہاتھوں میں ہوں گے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے کے لیے فرمائیں گے۔آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔خازنِ جنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرے گا

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ حشر جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔میں اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔خازن پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔وہ کہے گا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے روازہ نہ کھولوں۔اسے الطبرانی نے روایت کیا ہے۔اس میں یہ اضافہ ہے: خازن اٹھے گا: میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں گا نہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کے لیے کھڑا ہوں گا۔اس کا بقیہ حصہ خصائص میں گزر چکا ہے۔

الطبرانی نے حسن سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت سارے انبیائے کرام پر حرام کر دی گئی ہے حتیٰ کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں اور ساری امم پر حرام کر دی گئی ہے حتیٰ کہ میری امت اس میں داخل ہو جائے۔ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزِ حشر جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میرے ساتھ ہی شفاعت کو کھولا جائے گا۔میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا یہ میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میں اس روز ان کا امام ہوں گا۔میری امت میرے پیچھے ہوگی۔

ابن جوزی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا، جو جنت کا دروازہ کھولے گا۔ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔کانوں نے اتنی حسین صدا نہیں سنی جتنی خوبصورت آواز جنت کے دروازوں کو کھٹکھٹانے سے آئے گی۔

امام احمد، دارمی اور ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑوں گا اور اس پر دستک دوں گا۔ابن خزیمہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔میں

سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ، جسے امام منذری نے حسن کہا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور سروراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کے دروازے کو کھولوں گا، مگر ایک عورت مجھ سے پہل کرے گی یعنی وہ میرے ساتھ یا میرے بعد جنت میں داخل ہوگی میں اسے کہوں گا: تو کون ہے اور تجھے کیا ہے؟ وہ کہے گی: میں ایک عورت ہوں جو اپنے یتیموں پر توجہ دیتی تھی۔

❁❁❁

بارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن جنت عدن، جنت میں رفیع منصب، حضرت مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے آپ کا نکاح اور آپ کے خدام کی کثرت

دیلمی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! کیا تم جانتی نہیں ہو کہ رب تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح (حضرت) مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ امرأۃ فرعون سے کر دیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران، آسیہ امرأۃ فرعون اور کلثوم اخت موسیٰ سے کر دیا ہے۔ یہی وہ آخری الفاظ ہیں جو "المفیشی" کے خط میں مکتوب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب۔

اس کتاب سے فراغت جمعۃ المبارک کی مقدس شب میں ہوئی، جبکہ صفر المظفر کے بیس دن گزر چکے ہیں۔ آج ۱۰۹۹ھ ہے۔

صلی اللہ علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! حضور سید المرسلین، امام النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کتاب مستطاب "سبل الہدیٰ والارشاد فی سیرۃ خیر العباد" کے ترجمہ کے اختتام کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ یہ تصنیف لطیف سیرت طیبہ کا ایک بحر بے کراں ہے جسے دستگیریٔ خداوندی اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت کے بغیر پایاب کرنا ناممکن تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی توفیق اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہات کا صدقہ ہے کہ اس ہیمیرز، ہیچمدان اور اس علم وعمل سے بے بہرہ شخص کو اس عظیم تصنیف

تو اردو قالب میں ڈھالنے کی توفیق ابدی عطا کی۔

اے خالق اعصار و دھور، اے مالک بحر و بر میری اس سعیٔ ناتمام کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبولیت عطا فرما اسے سارے مسلمانوں کے لیے نفع رساں اور فائدہ بخش بنا تاکہ اسے پڑھ کر ایک طرف تو وہ باعث تکوین کائنات، فخر موجودات، سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں سے آشنا ہوسکیں کہ وہ ذات بابرکات کتنی بلند و برتر ہے اس کی رفعتوں کا مینار ہفت آسمان سے کتنا بلند ہے۔ جس کی غلامی کا وہ دم بھرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ آپ کے افعال مبارکہ اور اعمال مقدسہ پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہانوں میں سرخروئی کا تاج زرنگار اپنے سروں پر سجا سکیں۔

برادرم مکرم جناب محترم نجابت علی تارڑ صاحب نے اسے انتہائی حسین انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کر کے عاشقین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور ارمغان پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعیٔ جمیل کو اپنی بارگاہ والا میں قبول کرے ان کے ادارہ کو مزید جولانیاں عطا کرے۔ انہیں توفیق دے کہ وہ مزید ایسے تحائف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو پیش کرسکیں۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔

اے سلطان حسینانِ جہاں! اے سرور اورنگ نشینان عالم! ایک مفلس اور کنگال منگتا، خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لیے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغانِ عقیدت محبت پیش کرنے کا آرزومند ہے۔ اے میرے ذرہ پرور آقا، از راہ بندہ نوازی اسے قبول فرمائیے اور اپنے اس حقیر سے غلام کے تہی دامن کو اپنے سچے عشق اور پکی غلامی کی نعمت عظمیٰ اور دولت سرمدی سے بھر دیجئے۔

غبار راہ طیبہ، عبد مسکین، احقر:

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء/صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

نظر ثانی

۱۲ مارچ ۲۰۱۵ء

بروز جمعرات

الخصائص الکبریٰ

جلد اوّل، دوم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہزار سے زائد معجزات و خصوصیات
اور سیرتِ مبارکہ کا حسین تذکرہ

تصنیف:
حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:
حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز
C-8 دربار مارکیٹ - لاہور
Ph. Shop: 042-37248657 - 042-37249558
Mob:0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@gmail.com